فسانۂ آزاد

فسانۂ آزاد

سوئم

پنڈت رتن ناتھ صاحب درِ کاشمیری لکھنوی

سنگِ میل پبلی کیشنز

چوک اردو بازار — لاہور-۲

۱۹۸۴ء

قیمت ــــــــــــ روپے

طابع ــــــــــــ شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

ناشر ــــــــــــ نیاز احمد

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

فسانہ آزاد جلد سوم

تماشہ کیا جادو ہے

ناظرین خود ہی سمجھ گئے ہونگے کہ یہ بیگم صاحب کون ہیں؟ یہ ثریا بیگم ہیں۔ کون ثریا بیگم؟ بی شبو جان؟ بی اللہ رکھی۔ کون اللہ رکھی؟ وہی جو جوگن ہو گئی تھیں۔ کون جوگن؟ اس سے ہمارے ناظرین خوب واقف ہیں یہ وہی جوگن ہے جو میان آزاد کے نام پر جان دیتی تھی اور جو میان آزاد کے خیال سے تارک دنیا ہو گئی تھی۔

اللہ رے عروج!۔ اور اُف رے انقلاب۔ بی اللہ رکھی اب بیگم صاحب ہیں مغلانیان اور مہریان اور سہیلیان اب ان کی جلو دار ہیں زمانہ بھی گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہی زمانہ کیا دھوپ چھاؤن ہے یہی جوگن ابھی کل تک تباہ حال خراب تھی آج یہ ٹھاٹھ ہیں کہ صدہا آدمی انکے سبب سے پرورش پاتے ہیں اس ٹھسے سے رہتی ہیں کہ اچھی اچھی رئیس زادیوں سے ٹکر لڑتی ہیں یہ سب روپیے کا کھیل ہے واہ رے روپیہ۔

اے زر تو خدانۂ ولیکن بخدا | ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

القصہ ثریا بیگم سرکس کے تماشے میں بڑے ٹھسے سے مغلانیوں اور مہریوں کو ساتھ لیکر متمکن تھیں بیش بہا عطر کی لپٹ نے دماغ کو طبلۂ عطار بنا دیا تھا۔

ثریا بیگم۔ اری مغلانی یہ روشنی کا ہے کی ہے۔ نہ لیمپ نہ جھاڑ نہ کنول نہ جھابے نہ شمع اور سارا خیمہ جگمگا رہا ہے چکا چوند کا عالم ہے۔

مہری۔ حضور عقل نہیں کام کرتی۔

دوسری مہری۔ عقل کیا خاک کام کرے دو انگارے روشن کر دیے بس خیمے بھر میں چکاچوند کا عالم ہو گیا۔ اُفوہ ایسی صاف روشنی بھی آج تک نہیں دیکھی تھی۔

مغلانی۔ حضور یہ سب طلسمات کا سمان ہی۔

بیگم۔ اس میں کیا شک ہی۔

مہری۔ اتنا بڑا خیمہ! جس میں خدا جھوٹھ نہ بلوائے کم سے کم کوئی دس ہزار آدمی بیٹھ سکیں۔

مہری۔ بیٹھ سکیں! ہونھ بیٹھے ہی ہیں

بیگم۔ نہیں دس ہزار تو نہیں مگر کوئی سات آٹھ ہزار سے کم نہیں ہیں۔

مہری۔ اب میں کیا کہوں۔

بیگم۔ ہونگے اک آٹھ ہزار آدمی۔

مہری۔ حضور ذری جھانک کے اچھی طرح دیکھیں تو۔

بیگم۔ ہان ہان دیکھ ہی رہے ہیں مگر اللہ جانتا ہی اس روشنی کو

دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔

مہری - حضور حیرت سی حیرت ہے !!!

مغلانی بس دو انگارے جلا دیئے اور دنیا بھر جگمگانے لگی۔

مہری - جادو گر ہین —

مغلانی - واہ کیا نئی بات بتائی ہے - کسی کو آجتک معلوم ہی نتھا کہ یہ سب جادو ہے —

مہری - تو مین نے کہا تو کیا گناہ کیا —

بیگم - دار وغہ کہان ہین کسی سے پوچھین تو کہ یہ روشنی کا ہے کی ہے —

مغلانی - حضور وہ تو چلے گئے —

بیگم - ذری بلواؤ —

مغلانی - حضور اب بھلا کیونکر بلوائین —

مہری - اے ہان یہ بھی کچھ گھر ہے —

مغلانی - ابھی تو دو دن اور تماشا ہوگا جلدی کیا ہی پوچھ لینگے

اتنے مین بینڈ باجا بجنے لگا تو یا بیگم مست ہو گئین —

بیگم - کیا باجا ہے! واہ وا واہ —

مغلانی - حضور گورے بجا رہے ہین —

بیگم - گورے؟ تمھین کیونکر معلوم ہوا —

مغلانی - اے بیگم صاحب یہ کیا سامنے بجا رہے ہین —

بیگم - کدھر - ہائین کدھر ہین ؟ —

مغلانی - (اشارے سے) یہ کیا بجا رہے ہین —

بیگم - ہان سچ کہا - مین نے ادھر خیال ہی نہین کیا تھا

اتنے مین پردہ اٹھا چھبیس گھوڑے نظر آئے گھوڑے بیش بہا دو دو ہزار کی قیمت کے ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر مشکی کی جوڑی سوا دو ہزار کی - گھوڑے کیا دیو تھے ایک نقرہ گھوڑا دیکھ کر کل حاضرین عش عش کر گئے - پیشانی چوڑی تھوتھنی ذرا سی — ؎

سوار کی صفت مین تقدیر سی اب ہند ہمین	لکھر شل لامکان ہو صفحہ کاغذ کی طولانی
قدم کا وہ اڈیرن میٹھی بولی دوڑنا جمنا	ہین سب ابہار ہو ہمین تو کی و رتار ہی سیر الانی
جو نکلے جسم منھ سے حسین ہین تو لام لندہمین	سوار اپنیر ذرا چل پھر کے دیکھے انکی جولانی

تین کم سن پری وش اور نو خیز ہمین صرصر تگ گھوڑدن پر سوار تھین ؎

اسپ کر حنا زیب فزائے تن دست	گو ہیت کہ لالہ زار در دامن آدست
نے نے غلطم کہ آسمان دگرست	وز رنگ حنا شفق بہ پیراہن آدست

یہ چھبیس باد رفتار ہوا ر تھوڑی ہی سی جگہ مین چکر دیتے تھے اور اس خوبصورتی اور پھرتی سے کہ تماشائی دنگ تھے —

بیگم - اللہ اللہ کچھ ٹھکانا ہے —

مغلانی - بیگم صاحب کمال ہر - اللہ جانتا ہے کمال ہے —

مہری - اتنے گھوڑے! اللہ جھوٹھ نہ بلوائے کوئی پچاس سے کم نہ ہونگے —

راوی - اسمین کیا شک ہے بلکہ دو اوپر پچاس —

مہری - اور ذرا سی جگہ مین اچکتے بھی ہین اور دوڑتے بھی ہین اور قدم قدم بھی جاتے ہین خدا کی شان ہے بیگم صاحب کیا سکھایا ہے —

مغلانی - اِن میمون کا جگر تو دیکھو —

بیگم - یہ اچھے اچھے شہسوارون کو مات کرتی ہین —

مغلانی - سچ ہے حضور!

مہری - یہ سب جادو کا کھیل ہے —

بیگم - مگر جادو گر بھی پکے ہین —

مغلانی ۔ حضور ایسے جادوگر تو کامروپ کچھیا مین ہونگے

بیگم ۔ اے ہے جادوگرون سے خدا سمجھے ۔

اس پر ایک عورت جو تماشا دیکھنے آئی تھی بولی کہ دلے

عاد وا دہ بچارے تو ہم سب کا دل خوش کرین ادہ آپ کو سین

(آخر انکا قصور کیا ہے یہی نہ کہ تماشا دکھاتے ہین ۔ ثریا بیگم

نے گردن پھیر کر دیکھا مغلانیون اور مہریلون نے بھی اُس

عورت پر نظر ڈالی ۔

ایک مغلانی ۔ جادو برحق ہے مگر کرنے والا کافر ۔

عورت ۔ اے تو کوسنا کیا معنی بیوی ۔

دوسری مغلانی ۔ یہ تماشے والے تمھارے کون ہین ۔

عورت ۔ تمھارے کوئی ہونگے ۔

عباسی ۔ پھر تم جو چنخین تو کیون چنخین

عورت ۔ بہن کسی کو پیٹھ پیچھے بُرا کہنا کیا معنی ۔

عباسی ۔ تو پیٹھ پیچھے تو چین کے بادشاہ تک کو جس کا

جو جی چاہے کہے ۔

مغلانی ۔ اے تو تم بیچ مین بولنے والی کون ہو ۔

عورت ۔ ہے ہے کیا واسطہ ۔

مغلانی ۔ تو بس تم چپ رہو ۔

عورت ۔ تم سب تو جیسے لڑنے آئی ہو ۔ بات کی اور

منہ نوچ لیا ۔

مغلانی ۔ گانوُن کی معلوم ہوتی ہین ۔

عباسی ۔ گوارن تو ہین ہی ۔

مغلانی ۔ کریب کا وہ پٹا اور دریائی کی گوٹ !

عباسی ۔ وہ گنوارپن تو چھپا ہی نہین رہتا ۔

بیگم اچھا بس اب اس قصے کو مختصر کرو ۔ اتنی فرنگنین بیٹھی ہین ۔

کسی کی زبان تک نہین ہلی ۔ اور ہم آپس مین کٹے مرتے ہین کیا

اندھیر ہے توبہ توبہ ۔

مغلانی ۔ یہی تو ہم مین اِن مین فرق ہے

عورت ۔ مگر کوئی ان تماشے والون کو برا بھلا بھی نہین کہتی

بیگم ۔ اچھا تو بیوی اب جانے دو ۔

مغلانی ۔ آخر ش معلوم تو ہو کہ یہ تمھارے کون ہین ۔

عباسی ۔ (چمک کر) اے حضور آپ کس کے منہ لگتی ہین ۔

بیگم ۔ چلو تم چپ رہو ۔

عورت ۔ (انگلیان مٹکا کر) بس بس ذری زبان کو لگام دو

عباسی ۔ صاحب صاحب اِس موئی پوبلی حیران کو یہان سے

نکال دو اور سنیئے کیا بڑھ بڑھ کے باتین بناتی ہین جانو یہی بڑی

وہ ہین کوئی پوچھے تم ہو کس مین ۔

مغلانی ۔ خان مین نہ خان کے اونٹون مین ۔

عورت ۔ (بیگم سے) یہ کن چھتیسرون کو ساتھ لائی ہین آپ ؟

مغلانی ۔ ہان ہمکو جو چاہو سو کہہ لو ۔

عباسی ۔ مگر چھتیسرون کی تعلیع تو ایسی ہی ہوتی ہے

جیسی آپ کی ہے ۔

مغلانی ۔ چلو اب چپکی ہو رہو ۔

بیگم ۔ نفس نکلواؤ ۔ ہم اب جائین گے ۔

مغلانی ۔ اے مین صدقے حضور تماشا تو دیکھ لیجیے

بیگم ۔ بس اس جوتی پیزار سے ہم منزلون بھاگتے ہین ۔

عورت ۔ حضور بیٹھیں ۔ مین اب نہ بولون گی ۔

بیگم ۔ ہم تمکو کچھ نہین کہہ سکتے ۔

عورت ۔ نہین حضور مالک ہین ۔

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ گھوڑے ایک قاعدے کے

ساتھ پردے مین چلے گئے - پھر بینڈ باجا اور پردہ اٹھا ایک (زبرا) آیا یہ ملک حبش کا ایک جانور ہی - ایک تماشے والے نے انگریزی مین کہا (جنٹلمین) یہ جانور زبرا ہی تاریخ سے ثابت ہی کہ یہ جانور آج تک حضرت انسان کے بس مین نہین آیا - اس کی بھرک کوئی نہین مٹا سکتا مگر ہم نے اسکو شیشے مین اُتارا ہے) -

بیگم - کیا کہا ہے -

مغلانی - حضور خدا جانے کیا گٹ پٹ کرتا ہے -

بیگم - کسی سے پوچھتے - مگر یہان کس سے پوچھین -

عباسی - یہ جانور کون ہی؟ -

بیگم - خدا معلوم -

عباسی - کسی ملک کا گدھا تو نہین ہی؟ -

بیگم - (ہنسکر) اے واہ - بوجھے لال بجھکڑ اور بوجھے نہ کوے پانون مین چکی باندھکر ہرن نہ کودا ہوئے -

مغلانی - بھلا گدھے مین اتنے رنگ کہان -

عباسی - رنگ تو ہم کو ایک بھی نہین سوجھتا -

بیگم - نئی جوانی اور آنکھون کا یہ حال -

عباسی - تو حضور ہمین تو رنگ ونگ ایک بھی نہین سوجھتا -

مغلانی - (دبے الفون) اینٹ کی عینک لگاؤ -

بیگم - زرد ہی سفید ہی سیاہ ہی بھورا ہی - اتنے رنگ ہین -

عباسی - اوئی اللہ مین اپنی آنکھون کو کیا کرون -

بیگم - وہی جو مغلانی نے کہا اینٹ کی عینک لگاؤ -

اب سنیے کہ زبرا نے چکر مین چکر لگانا شروع کیا - تماشائیون مین صرف آٹھ آدمی ایسے تھے جنھون نے زبرا دیکھا تھا - مگر صرف اس قدر کہ کٹھہرے مین بند ہی - یہ کسی نے نہین دیکھا تھا کہ زبرا چکر لگائے اس پر طرہ یہ ہوا کہ ٹٹیان پھندائی گئین -

بیگم - اصل جادو ہے -

مغلانی - موا وحشی جانور اور ایسا بس مین آگیا -؟

مہری - اور آدمی ادھر اُدھر سے شٹراپ شٹراپ کوڑے جماتے جاتے ہین -

بیگم - چون تک نہین کرتا -

مہری - کان دبائے دوڑتا جاتا ہی -

بیگم - ایلو تین ٹٹیان اُچک گیا -

مغلانی - اوئی! جانور کیا لنگوڑا مٹی کا تھوا ہی -

بیگم - یہ گورخر تو نہین ہی! -

مہری - ہان ہان - آپ خوب سمجھین -

مغلانی - گورخر ہی ہی -

اتنے مین ایک اور زبرا آیا اور اس زبرے کے ساتھ دوڑنے لگا -

مہری - اے لو دوسرا ابھی آن پہونچا -

بیگم - ہمروا - کیا سدھایا ہی -

مغلانی - حضور بالکل بس مین کر لیا -

مہری - واہ اے فرنگیو!

مغلانی - جو بات ہے انوکھی -

دونون زبرے اُچک پھاند کے چلے گئے -

بیگم - اب دیکھین کون تماشا ہوتا ہے -

مغلانی - حضور وہ چھپی ہوئی فہرست لے آؤن مفت سب کو ملتی ہی - اس مین ساری باتین لکھی ہین کہ اسکے بعد اب کیا ہوگا اور کس کے بعد کون تماشا آئے گا -

مہری۔ اے وہی جو دار وغہ صاحب پڑھ رہے تھے اسمین سب باتین لکھی ہین۔

مغلانی نے چق مین سے ایک تماشے والے فرنگی سے کہا ہمین ایک اشتہار تو لا دو۔ وہ اُردو نہین سمجھتا تھا سب چاپ کھڑا رہا۔ بی مغلانی نے پھر کہا۔ مگر جواب ندارد اسپر مہری نے چٹکی لی اور کہا بی مغلانی تم بڑی ڈھیٹ ہو اور جو صاحب کچھ کہہ بیٹھا۔

مغلانی۔ اوئی کہہ بیٹھا کیا دل لگی ہے۔

مہری۔ کیا کرینگے تم آنکا۔

مغلانی۔ یہ کیون آخر ٹکے کی اوقات ان سبکا مالک تو وہ سامنے کھڑا ہے وہ البتہ عزت دار ہے اور یہ سب تو قلی ہین جیسے اُٹھانا جھاڑو دینا انکا کام ہے انسے کیا ڈر ہے۔

مہری۔ ہمسے تو بات نہ کیجائے۔

مغلانی۔ اے ہے۔ ایسی تمھی نہی جاتی ہو۔

اتنے مین اس تماشے والے نے ایک انگریزی خوان ہندوستانی سے کہا کہ اس چق مین سے ایک لیڈی ہم سے کچھ پوچھتی تھین ہماری سمجھ مین انکی بات نہین آئی۔ مغلانی نے پھر کہا (ذرہی) ایک اشتہار ہمکو منگوا دو) انگریزی خوان ہندوستانی نے اشتہار دیدیا اب پڑھے کون لیشمار لیکر بیگم صاحب جھوٹ موٹ بڑ بڑانے لگین ادھر پردہ اُٹھا اور ایک نرس خبستہ سیر ایک پری چہرہ سیم تن نظر آئی ؎

قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام	قیامت کرے جسکو جھک کے سلام

بیگم۔ یہ پریان ہین یا عورتین۔

مغلانی۔ حضور نک سک سے کتنی درست ہین۔

بیگم۔ چہرے سے خون برستا ہے۔

مغلانی۔ اور یہ جوڑے پر کیا بیلس پھول ہے۔

بیگم۔ (مسکرا کر) تم بھی ایک انوکھی ہی بات کہتی ہو۔

عباسی۔ یہ یہی پھول کیا جانین۔

بیگم۔ ہان مگر زیبائش کے لیے پھول لگا لیا ہوگا۔

گھوڑے میں ڈو با ہوا تھا بینڈ باجے کی تال اور سم اور سُر کے موافق گھوڑا ناچتا جاتا تھا لوگ دنگ تھے کہ یا الٰہی اس گھوڑے کو یہ باتین کیونکر سکھائین۔

عباسی۔ حضور بجھین۔

بیگم۔ عقل دنگ ہے۔

مغلانی۔ بڑا سمجھ دار گھوڑا ہے۔

بیگم۔ اور بیم کو تو دیکھو کیسی ران پٹری جاکے ہے۔

مغلانی۔ اچھے اچھے شہسوارون کے کان کاٹے۔

بیگم۔ کیا جانے کیا تنخواہ پاتی ہونگی۔

مغلانی۔ تنخواہ کیسی۔

بیگم۔ یہ سب نوکر ہون گے۔ کچھ اس تماشے کی مالک سب تو ہین نہین۔

مغلانی۔ اے تو یہ نوکر ہین؟۔

بیگم۔ اسمین مالک بھی ہین اور مہتمم بھی ہین اور نوکر بھی ہین اور قلی بھی ہین۔ اس تماشے کے بعد پانچ چھ فرنگی قلیون نے فرش کو صاف کر دیا۔

بیگم۔ یہ جھاڑو دین بھی عجیب و غریب ہین۔

مہری۔ حضور جو شے ہے انوکھی ہی ہے۔

بیگم۔ اب دیکھیے کیا تماشا ہوتا ہے۔

اسکے بعد ایک مسخرہ آیا اور ایک جنٹلمین۔

جنٹلمین۔ کچھ پڑھے لکھے ہو؟

مسخرہ — ہاں پڑھے لکھے ہیں —
جنٹلمین — کس مدرسہ میں تعلیم پائی تھی —
مسخرہ — اتوار کے اسکول میں —
راوی — اسپر فرمائشی قہقہہ پڑا — وجہ یہ کہ اتوار کے دن اسکول بند ہو جاتے ہیں اور یہ حضرت فرماتے ہیں کہ اتوار کے اسکول میں تعلیم پائی ہے — بس لیاقت معلوم —
جنٹلمین — مہینے میں کتنے مرتبہ اسکول جاتے تھے —
مسخرہ — مہینے میں تین بار — پیر منگل اور بدھ —
راوی — کیا خوب — مہینے میں چار اتوار اور آپ خیر سے ہفتے میں تین بار مدرسے جاتے تھے —
مسخرہ — اچھا بتائیے تین دونی کتنے ہوئے —
جنٹلمین — تین دونی چھ —
مسخرہ — غلط —
جنٹلمین — واہ کہیں غلط ہو نہ — تین دونی چھ —
مسخرہ — الغلط —

ایک صف میں کالج کے طلبہ بیٹھے تماشا دیکھتے تھے مسخرے نے طلبہ سے پوچھا (تین دونی) ایک طالب علم بول اٹھا تین دونی دس —

مسخرہ — تین دونی دس — بہت صحیح ہے — ہم جانتے ہیں کہ ان جنٹلمین نے بھی اتوار کے اسکول میں تعلیم پائی ہے —
راوی — اسپر کل انگریز اور میمیں ہنس پڑیں —
بیگم — کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا —
مغلانی — انگریزی میں کیا جانے کیا کہہ رہے ہیں —
مہری — ہمیں ہنسی دل لگی ہی کی باتیں
مغلانی — ہاں یہ تو ظاہر ہی ہے —
بیگم — مگر ہمنے جس مزے سے تماشا دیکھا ایک نے نہ دیکھا ہوگا ہم سب کو دیکھتے ہیں ہمکو کوئی نہیں دیکھ سکتا اور تماشے کا لطف بھی یہی ہے کہ چپکے سے دیکھے —
مغلانی — حضور مگر گرہست کے لئے تو ایسا ہی ہے ورنہ وہ دیکھیے بی شتری مزے سے ڈٹی بیٹھی ہیں —
بیگم — ادئی — کدھر —
مغلانی — وہ ایک مندیل باز انکو ساتھ لائے ہیں —
بیگم — ادئی — کیا بھل نسی ہے —
راوی — اور آپ اپنی بھل نسی کو تو دیکھیے کہ تماشے میں پہونچیں ہی پہونچیں —

مسخرے نے اپنے سر کی ٹوپی اچھالی اور جس طرف ٹوپی اچھالی اسی رخ خود بھی جھپٹا تو ٹوپی سر پر تھی — پھر ٹوپی اچھالی پھر سر پر رہ گئی —

بیگم — اے واہ — اچھا سوانگ ہے —
مغلانی — ایسے تو کبھی نہ دیکھے —
مہری — ایلو اب کی جوتی کی نوک سے اچھالی اور سر پر رہ گئی
بیگم — ربط کی بات ہے —
مہری — (ہنس کر) واہ ہے — کیا کھٹ سے ٹوپی کھوپڑی پر آ رہتی ہے اور یہ منھ کالا ہے کے لئے رنگا —
بیگم — اے سوانگ ہے —
مغلانی — انگریزی بولی ہماری سمجھ میں نہیں آتی —
مہری — سیکھ لو —

مسخرے اور جنٹلمین میں باتیں ہونے لگیں —

جنٹلمین — تمھارا کیا پیشہ ہے —
مسخرہ — گھانس چھیلنا —

جنٹلمین - تمہارے باپ کا پیشہ؟
مسخرہ - جوتی سینا -
جنٹلمین - اور تمہارے دادا کا پیشہ؟
مسخرہ - سور چرانا -
جنٹلمین اور تمہارے دادا کے باپ کا پیشہ؟
مسخرہ - دادا کے باپ کا رشتہ آپ نہین جانتے -
جنٹلمین - اچھا سوال کا جواب تو دو -
مسخرہ - ہمارے دادا کے باپ کا پیشہ تمار بازی
جنٹلمین - تو پشتہا پشت سے آپ رئیس ہین -
ان فقرون پر سامعین بہت ہنسے -
بیگم - اللہ جانے کیا کہہ رہا ہی -
اسکے بعد مسخرے نے ایک ولایتی کتے کو سیٹی کے بجا بلایا اور کرسی پر کتے کو بٹھایا۔ دس کرسیان تلے اوپر رکھین اشارہ کرتے ہی کتا دسون کرسیون پر سے اچک کردہ ہو رہا -
بیگم - واہ واہ وا -
مغلانی - خوب سکھایا ہی -
ایک کرسی پر حضرت مسخر الدولہ خود کھڑے ہوے ادھر اشارہ کیا ادھر کتا ان کی کھوپڑی پر سے اچک گیا اسپر بیگم صاحب بہت ہنسین - بڑے زور سے قہقہہ لگایا -
مہری بھی ہنس پڑی -
بیگم - بی مغلانی تمھین ہنسی نہین آتی -
مغلانی - ہم ادھر دیکھ رہے تھے -
عباسی - اے واہ - اور سنیئے -
بیگم - تمنے کچھ دیکھا بھی - یہ کتا اس مسخرے کی کھوپڑی پر سے کود کے دہ ہو رہا -

عباسی - وہ دیکھیئے اب کی غضب کیا - اُس کاغذ کو پھاڑ کر اچک گیا -
بیگم - واہ رے کتے -
مہری - اوہ -
بیگم - کمال ہی - آدمی ہی - تو خاک کا پتلا مگر ملک کی طبیعت پائی ہے -

یہ آدمی ہی کہ ہر سون جمال رہتا ہی
وگرنہ ماہ کو اک شب کمال رہتا ہی

مہری - جی بجا ہی حضور -
مغلانی - یہ خاک کا پتلا آسمان مین تھگلی لگاتا ہی -
بیگم - پروردگار کی شان ہی -
مغلانی - آمین کیا شک ہی حضور -
مہری - جی ہان

چھچھوندر کے سر مین چنبیلی کا تیل
عجب تیری قدرت عجب تیرے کھیل

بیگم - کتنی پھوہڑ ہو -
مغلانی - جو نہ بولین تو لاکھ من کی -
اسپر اور عورتین ہنسنے لگین -
مہری - ہین او واہ ہی - چہ خوش حیا نباشد -
ایک عورت - جو نہ بولو تو لاکھ من کی -
دوسری عورت - مگر یہ ہوتا ہی نہین ہی -
تیسری عورت - بولین اور بیچ کھیت بولین -
مغلانی - چھچھوندر کے سر مین چنبیلی کا تیل (ہنسکر)
واہ واہ وا -
مہری - چلو چلو -

مغلانی - اِن اِ جلنے کی کیا بات چیت ہی -
بیگم - بھٹیاریون کی طرح لڑتی ہو -
عورت - اسمین حضور کی بھی بدنامی ہی -
بیگم - کیسی کچھ - مگر کہین کس سے -
دوسری مہری - عباسی چھیڑتی ہین اور اپنے داؤن رو دیتی ہین -
عباسی - تمکو بھی ہمارے لیے زبان آئی -
بیگم - ابکی اگر کوئی بولا تو ہم نکلوا دین گے -
ایک عورت نے مغلانی سے پوچھا تمھاری بیگم صاحب کا کیا نام ہی - مغلانی نے کہا ثریا بیگم -
عورت - کہان رہتی ہین -
مغلانی - یہان سے دو دو مکان ہی -
عورت - اے تو محلے کا نام بھی ہی کچھ -
مغلانی - وہ سبز کوٹھی دیکھی ہے -
عورت - نواب صاحب کے مکان کے پاس نہ ؟ -
مغلانی - ہان وہی بس آسکے دس قدم آگے ہماری بیگم صاحب کی کوٹھی ہی - دروازے پر ہرن بندھے رہتے ہین
عورت - ہم بھی آئین گے کسی روز -
مغلانی - آؤ تمھارا کیا نام ہی -
سعز الدولہ بہادر دل لگی کرتے اُچکتے کودتے چاند تشریف لے گئے تماشائیون نے اس قدر تالیان بجائین کہ تمام خیمہ گونج گیا عباسی شوخ اور نو عمر اور بیباک تو تھی ہی انھون نے بھی تالیان بجائین تو کل عورتون نے قہقہہ لگایا -
مغلانی - اے ہی بیچارے کو لولو بنا لیا -

بیگم - ای ہان یہ تالیان کیون بجائین
مہری - حضور خوشی مین آن کے تالیان بجا دین -
بیگم - اے واہ کیا اچھی خوشی ہی -
مغلانی - ہر ملکے وہر رسمے -
مہری - ہمنے بھی ان سب کا ساتھ دیا -
مغلانی - واہ کیا کہنا آپ کا -
بیگم - شرمائین نہ شرمانے دین -
جس وقت بی عباسی نے تالیان بجائین دس پانچ آدمی جو درجہ دوم مین ان کے قریب بیٹھے تھے چق کی طرف دیکھنے لگے -
شیخ جی - کوئی بہار طبع اس چق مین متمکن ہین -
مرزا صاحب - ع کوئی معشوق ہی اس پردۂ زنگاری مین
شیخ جی - مگر شوخی رگ رگ مین کوٹ کوٹ کر بھری ہے -
پنڈت صاحب - شوقین ہین -
مرزا صاحب - کیسی کچھ -
شیخ جی - واللہ اب تماشے کی طرف طبیعت مائل نہین ہی -
پنڈت صاحب - خدا خیر کرے -
مرزا صاحب - ایک جھمکڑا نظر آیا -
شیخ جی - بڑے خوش نصیب ہو -
مرزا صاحب - ہین ہی -
پنڈت صاحب - کم سن ہی ؟ -
مرزا صاحب - خوب دیکھا -

نہین روزن جو قصر یار مین پیدا نہین ہمکو -
نگاہ شوق رخنہ کرتی ہی دیوار آہن مین

پنڈت صاحب - ہائے -

خدا ترا بتِ نادان و راز سن تو کرے
ستم کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے

لالہ صاحب۔ سدِ رخِ انور نظر نہیں آتے جلبابِ خفا میں بند کر دیے ہیں۔ ہائے غضب۔

مرزا صاحب۔ سبحان اللہ

شیخ جی۔ بولے بھی تو کیا بولے۔

بیگم صاحب نے دیکھا کہ یہ لوگ چق کی طرف اشارہ کر کے باہم گفتگو کر رہے ہیں انکے کان کھڑے ہوئے۔

بیگم۔ مغلانی۔ دیکھو یہ موئے ہماری نسبت کچھ باتیں کرتے ہیں۔

مغلانی۔ کون۔

بیگم۔ وہ جو لال شالی رومال اوڑھے ہے۔

مغلانی۔ ہاں۔

بیگم۔ اور اسکے ادھر ادھر دو اور سنڈے بیٹھے ہیں۔

مغلانی۔ ہاں حضور ایک عمامہ باندھے ہے دوسرا جبہ پہنے ہے یہی دونوں نہ۔

بیگم۔ اللہ بچائے اِن نگوڑوں سے۔

مغلانی۔ انپر علی کی تیغ ٹوٹے۔

مہری۔ جنازہ نکلے مونڈی کاٹوں کا۔

عباسی۔ یزید کے ساتھ حشر ہو۔

ادھر ابھی مسخرے کی نقلوں اور لطیفوں کا جن کے ناظرین اور حاضرین مسخر ہو گئے تھے جوشش باقی تھا تماشائیوں کی زبان پر اسی کے تذکرے جاری تھے کہ رفتہ رفتہ سکوت کا عالم ہوتا گیا اور سب چشم براہ اور گوش بر آواز تھے کہ دیکھیے اب کیا تماشا ہو گا کونسا گر تب دکھایا جائے گا۔ اُدھر چق کے اندر بیگم صاحب نے ناز سے تن کے ایک انگڑائی لی اور ساتھ ہی جمائی لیتی ہوئی مغلانی کی طرف مخاطب ہو کر آدھی منہ میں آدھی منہ کے باہر آواز سے گھوری مانگی آرسی میں رخِ انور کی جھلک دیکھی اور بصد انداز برنائی و شان خودداری و خودنمائی آرام چوکی کے مخملی تکیہ پر گوری گوری گردن رکھ کر کٹ اُٹ جھک گئے۔

مغلانی۔ اے حضور بھلا کچھ ٹھکانا ہے۔ سات بجے سے یہاں آئے ہیں اور اب کوئی دس کے قریب ہے۔

عباسی۔ نہیں گیارہ بجے ہونگے ابھی گھنٹہ بج رہا تھا

بیگم۔ (گھڑی دیکھکر) ابھی تو ساڑھے نو بجے ہیں کچھ بہت رات نہیں آئی۔

اتنے میں یکایک وہ چہچہا اور سکوت مجمع اپنی اپنی کرسیوں پر ہوشیار ہو کر بیٹھا سب ایک ہی جانب متوجہ ہو گئے اور سرگوشی ہونے لگی کہ ایک بڑا سلاخ دار پٹا ہوا کٹہرا جسمیں تین جدا جدا مکان تھے مگر تینوں فاصل سلاخ دار جنگلے کی کھڑکیوں کے کھولنے سے ایک ہو جاتے تھے وسط میں لایا گیا اور اسمیں تین شیر بند تھے۔

دیکھو دیکھو اب شیر آئے اب شیر آئے سب نے ایک ساتھ مگر کہا شیروں کا آنا تھا کہ بیگم صاحب چونک پڑیں اور مغلانی سے کہا دیکھو داروغہ سچ کہتے تھے۔

مغلانی۔ دیکھیے حضور وہ شیر جو بیچ والے کٹہرے میں بند ہے وہی سب سے بڑا ہے۔

عباسی۔ اور غصہ ور بھی سب سے زیادہ معلوم ہوتا ہے کیسی نیلی نیلی آنکھیں ہیں اور جب منہ کھولتا ہے تو معلوم

ہوتا ہے کہ آدمی کا سر نگل جائیگا حضور سنئے تماشے والا کیا کہتا ہے

بیگم - اوئی سمجھ مین نہین آتا کہ نگوڑا کیا بک رہا ہے -

تماشہ کرنیوالون مین سے ایک شخص نے جن سے یہ شیر ہلے ہوئے تھے ایک کٹہرے کا دروازہ کھولا اور اندجاکر جنگلہ فاصل کی کھڑکی کھول کر اس شیر کو جو پہلے مکان مین تھا کھڑکی کی راہ اندر لے گیا اور دوسرے مکان مین جب دونون شیر ایک جگہ ہوگئے تو اندر ہی اندر اس نے تیسرے درجہ کی کھڑکی کھولی اب تینون شیر ایک جگہ ہوگئے اور یہ آدمی - اسوقت تماشائیون کی حیرت وحسرت اور خطرہ وتعجب ملے ہوے سور سے عجب کیفیت ہوگئی تھی -

بیگم - اب اس ہوے کو جو تین شیرون مین بند ہے ضرور شیر کھا جاوینگے - ہے ہے کٹہرا توڑ کر یہ شیر نکل بھاگین تو سب کے سب کو کھا جاوین -

مغلانی - نہین حضور یہ سدھے ہوئے ہین دیکھئے وہ آدمی ایک شیر کا کان پکڑ کر کس طور پر اس کو اٹھاتا بٹھاتا ہے دیکھئے دیکھئے حضور اب دیکھئے اس آدمی نے ایک شیر کو لٹا دیا ہے اور کس طرح اس کو پانوٴن سے روندرہا ہے اور دوسرے کو تھپیان لگا رہا ہے -

عباسی - ہے ہے تھپیان کھا کے کیونکر وہ شیر منہ پھیر لیتا ہے جیسے بالکل بلی ہے - دیکھیے حضور وہ شیر جو نیچے پڑا ہوا تھا اب اٹھ کھڑا ہوا - اور اب اس آدمی سے کشتی ہو رہی ہے کبھی شیر آدمی کو پچھاڑتا ہے کبھی آدمی شیر کے سینہ پر سوار ہوتا ہے یہ تماشا کوئی آدھ گھنٹے تک برابر رہا اسکے بعد صحن مین ایک بڑی میز بچھائی گئی اور اسپر بڑے بڑے گوشت کے ٹکڑے رکھے گئے -

بیگم - یا میرے اللہ یہ اب کیا ہو رہا ہے -

مغلانی - دیکھیے حضور وہ انگریز صرف انگریکھے (قمیص) پہنے ہے جس کا گلا بہت تنگ طلا کون سے بنا ہوا پا یجامہ بھی کیا کرتا ہے - یا میرے اللہ اس کے ہاتھ مین ایک بڑی لوہے کی سیخ ہے جسکی نوک ایسی ہے کہ بس جیسے - کٹار -

عباسی - دیکھتی جاؤ دیکھتی جاؤ -

سب کی نظر اسی میز اور اسی فرنگی کی طرف تھی کہ اس نے زور سے اس سیخ کو ایک گوشت کے ٹکڑے مین چھید دیا اور وہان سے اسکو لیکر کٹہرے کی طرف چلا اور گوشت کو مع سیخ کے سیخچے لگے ہوے کٹہرے مین ڈالا سیخ کا سرہ گوشت پہونچا تھا کہ شیر اسکے اوپر ایسا لپکا جیسا کہ نئی نئی جانور پر شکار کرنے کے لئے لپکتا ہے اور منھ مین دبا کر ڈکارا اور گوشت کے ٹکڑے کو زمین پر دے مارا پھر ڈکارا اور پھر دے مارا پھر ڈکارا اور پھر دے مارا - جب ڈکارتا مکان گونج جاتا اور سننے والون کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے

بیگم - ہاے ہاے بی مغلانی تمکو کیا ہو گیا ہے شیر کٹہرے سے نکل بھاگا ہے اب کوئی دم مین سب کو نوالہ کر جائیگا کمبخت دار وغہ کہان ہے اور عباسی کہان گئی مردار -

مغلانی - کیا حضور کیا خبر ہے عباسی ابھی یہان ہی تھی کہین باہر سے دیکھتی ہوگی عباسی او عباسی -

عباسی - (دوڑتی ہوئی آئی) بی مغلانی اوئی کیا چلا رہی ہو دیکھو سارا مکان فرنگیون اور فرنگنون سے بھرا ہے بڑے بڑے شہر کے رئیس موجود ہین وہ کیا کہینگے -

مغلانی - حضور یاد کرتی ہین کہان ہار ہا اس میلے مین نکلی جاتی ہے اسیواسطے تم کہتی تھین کہ ہمکو بلا حضور لیچلین -

عباسی۔ حضور حاضر ہوں میں ابھی اُس فرنگی کے لڑکے سے پوچھ رہی تھی کہ کیا شیر کٹہرے سے باہر نکل آیا کہ اتنا غُل و شور ہو رہا ہے۔

یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ گلابی قمیص والا انگریز ایک شیر کو اُس کا راتب دے کر دوسرے کی طرف گیا یہ وہی ہے جو سب سے بڑا شیر تھا اس نے دور سے گوشت کی بو سونگھتے ہی کٹہرے میں اُچھلنا کودنا پنجوں سے سلاخوں کو ہلانا ڈکارنا شروع کیا۔

بیگم نے گھبرا کر ایک انگریز سے جو چلمن کے پاس کھڑا ہوا تھا بے اختیار چلا کے کہا کہ او صاحب کیا شیر ان سے بچ جائیگا اے اس موذی پر جناب عباس کا علم ٹوٹے۔

انگریز۔ او نہیں نہیں کیا بات ہے کچھ ڈر کا بات نہیں ہے آپ دیکھتا جائے۔

کچھ گھبراہٹ کا بات نہیں ہے کہکر وہ خوشرو اور خوش خو رعنا لیگا جوان جو مسکراتا ہوا پردے کے پاس تک چلا گیا تو مغلانی کسقدر جھجکی

مغلانی۔ اوئی خدا کی سنوار یکیسا ہی چلا ہی آتا ہے صاحب اُدھر ہی رہیئے یہاں پردہ ہے۔

انگریز۔ ول بی بی لوگ ہم جانتا ہے ہم۔

عباسی۔ اے کیا ہم ہم لگائی ہے الگ رہ۔

بیگم۔ (سہم کر) چپ رہ عباسی چپ رہو۔

عباسی۔ اوئی موئے کو ایسی چربی پہ قربان کروں چلا ہی آتا ہے چلا ہی پڑتا ہے۔

انگریز۔ بی بی لوگ آپ کیوں کھپا (خفا) ہوتا ہے۔ ہم آپ کو تماشے کا سب حال بتلانے آیا ہے۔ آپ کیوں ہم سے ناراج (ناراض) ہوتا ہے۔

اتنے میں تیسرے شیر کو جب راتب دینے انگریز گیا تو وہ سخت جھلایا اور جھنجھلایا اور قریب تھا کہ اپنے محافظ کو مع سیخ کے کٹہرے کے اندر گھسیٹ لے گھڑی گھڑی ڈکارتا اور اپنی خونخوار آنکھوں سے ڈراتا زبان کو بار بار تھنوں اور لبوں پر لاتا اچھلتا کودتا چلاتا یہ حال دیکھکر دو چار تماشے والے جو اس طرف کو گئے تو یہ نوجوان خوشرو جو بیگم صاحب سے سرگرم گفتگو تھا وہاں سے چلا گیا۔

بیگم۔ اب یہاں سے گھر چلتے تو اچھا تھا۔

مغلانی۔ حضور تماشا ملاحظہ کیجیے دیکھیے ابھی ریچھ سے آدمیوں کی لڑائی اور ارنے بھینسے کے تماشے اور بن مانس کو دانت سے کپڑا سیتے دیکھنا باقی ہے جلدی ایسی کیا ہے دیکھ تو لیں۔

عباسی۔ حضور ابھی تو کئی قسم کے بندروں کا تماشا ابھی باقی ہے۔ گورخر ابھی تک نہیں آیا۔

مغلانی۔ بی عباسی کہاں کی چربی تمہاری آنکھوں میں چھائی ہے گورخر تو پہلے ہی آچکا ہے۔

عباسی۔ لو بوا کیا کہتی ہو کب آیا۔

مغلانی۔ ذرا سمجھ کے بات کرو بوا۔ کیا ہم کہتے ہیں کہ گورخر آچکا ہے۔ کیوں حضور (بیگم صاحب کی طرف دیکھکر) گورخر آچکا ہے یا نہیں۔

اتنے میں کیا دیکھتی ہیں کہ وہی خوشرو نوجوان تماشے والوں کا ساتھی پتلون میں دونوں ہاتھ ڈالے سیٹی بجاتا کنکھیوں سے ادھر اُدھر دیکھتا آنکھیں چراتا قدم بڑھاتا چلا آتا ہے۔

انگریز۔ ول ول بیگم بیگم صاحب۔ بی بی کیوں صاحب یہ کہتا ہوا وہ پردے کے پاس تک قریب آ گیا کہ ثریا بیگم صاحب

جو آرام جوکی پر چشم نیم باز کیے کسیقدر خواب ناز مین تھیں انکی آنکھ کھل گئی دیکھا تو وہی خوشرو جوان ــ

بیگم ــ (جھلاکر) اے یہ اچھا اترایا ہے منھ لگائی ڈومنی گاوے تال بے تال ــ

انگریز ــ (ٹہلکر) ول ــ ابی تماشا بوت بوت (بہت بہت) ہوگا اگر آپ بولے تو ہم اپنا جوکی پردے کے پاس کھا کیوے اور آپ کو سب کھاتا جاوے ــ

یہان کبھی اِن عورتون نے انگریز کی چھانون بھی نہین دیکھی تھی باتین کرنا اور بیٹھنے کی اجازت دینا کیسا بیگم صاحب اور ان کی سہیلیان یعنی مغلانی عباسی اور مہری سب چُپ ہو رہین ــ کچھ دیر کے بعد جب دیکھا کہ وہ نوبادۂ گلشن جوانی ڈٹا ہوا کھڑا ہی ہے ــ تو مغلانی نے چلاکر کہا صاحب تماشا دیکھنے دیجیے آپ تو ہر گھڑی سامنے ہی آن کھڑے ہوتے ہین کچھ دکھائی نہین دیتا ــ یہ سن کر ڈیمٹ ڈیمٹ کہتا ہوا وہ نادان جوان وہان سے ہٹ گیا ــ

جب وہ نوجوان تماشے والا دو شیرون کو بند کر چکا اور تیسرے خانے مین آیا تو شیر کو دس پندرہ منٹ تک سہلایا گردن پر کئی بار ہاتھ پھیرا اور پھرتی کے ساتھ کٹہرے کو بند کر کے باہر آیا ــ

بیگم ــ اُف جان مین جان آئی ــ

مغلانی ــ حضور کیا بڑی بڑی بوٹیان رکھی تھین ــ

بیگم ــ اے ابھی تو عمر ہی ہے ــ

مغلانی ــ کون ــ وہ جو کٹہرے کے اندر گیا تھا ــ

عباسی ــ حضور ابھی گبھرو ہی ــ کوئی برسین بیس ایک کا سن ہوگا مسین بھیگتی ہین ــ

بیگم ــ اور خوشرو ہے ــ

مغلانی ــ مگر ماشاءاللہ سے کڑیل جوان ہی سینہ چوڑا گردن موٹی ــ شانے بھرے ہوئے ــ

بیگم ــ جب تو شیر سے لڑتا ہی ــ کڑیل جوان نہوتا تو بھلا شیرون سے آتا ٹھینگا مقابلہ کر سکے گا ــ

اسپر ایک عورت نے کہا (حضور مقابلہ کیسا) سب نظربندی ہی بھلا کہین آدمی شیرون سے مقابلہ کر سکتا ہی توبہ توبہ کرنبدی سب جادو کا زور ہی اور اللہ جھوٹھ نہ بلوائے تو شاید کسی کل کے زور سے شیر بنا لیئے ہونگے ــ

بیگم ــ سنی مغلانی جو یہ صاحب ادھر سے نکلے تو ذری بلا لینا ــ

مغلانی ــ حضور اور تو سب خوش ہین وہ صاحب البتہ ہماری بولی سمجھ لیتے ہین ــ سنا یہ انگریز نہین ہین ــ

بیگم ــ انھین کی ایک ٹولی ہے ــ

اتنے مین ایک صاحب جنکو تماشے والون نے دس دن کے لئے نوکر رکھ لیا تھا ــ چق کے قریب آیا تو مغلانی نے کہا صاحب ذری جا کے ان صاحب کو بھیج دو جو شیر سے لڑنے گئے تھے صاحب نے پوچھا کیون کہا بیگم صاحب یاد فرماتی ہین ــ اُس نے ہشتم سے کہا ہشتم نے اجازت دی اور وہ گبھراتا اکڑتا ہوا چق کی جانب آیا ــ

صاحب ــ وَل ــ وہ صاحب آیا ہے ــ

مغلانی ــ اچھا ٹھہرے صاحب ــ

بیگم ــ پوچھو انکا سن کیا ہی ــ صاحب سے پوچھو ــ یہ کو ہمکو حشو نظر آتا ہے حیوانون سے لڑتے اور صحبت گرماتے گرماتے خود بھی حیوان ہو گیا ــ

مغلانی ۔ ان صاحب کی کیا عمر ہو گی جو کٹہرے مین
جا کے شیر سے لڑے تھے ۔
صاحب ۔ پینتیس برس کا سن ہے ۔ یہ جرمنی کے رہنے والے
ہین ۔ ہمارے ملک کے نہین ہین ۔ تینون شیرون کو
انھون ہی نے سکھایا ہے ۔
مغلانی ۔ بیگم صاحب پوچھتی ہین کہ ان کو خوف
نہین معلوم ہوتا ہے ۔
صاحب ۔ (مسکرا کر) یہ بڑے جیالے آدمی ہین ۔
مغلانی ۔ بھلا بیگم صاحب کی نوکری کرنا منظور ہے ۔
اگر منظور ہو تنخواہ بتا دین ۔ بیگم صاحب نوکر رکھ لینگی ۔
صاحب ۔ اب یہ اپنے وطن جانا چاہتے ہین یہان
نہین رہینگے یہان کی آب و ہوا انکے مزاج کے موافق نہین ہے ۔
بیگم صاحب نے کہا ہم انکو انعام دینا چاہتے ہین صاحب
نے کہا تماشے کے مالک سے دریافت کر لین تو جواب
عرض کرین یہ کہکر تماشے کے مہتمم اعلیٰ کے پاس گیا انھون نے
بیگم صاحب کی سخاوت کی تعریف کی اور کہا جو کچھ انعام دین
فوراً منظور کیا جائیگا ۔ صاحب نے بیگم صاحب کو اطلاع
دی اور اسی دم انھون نے سونے کے جڑاؤ کڑے کی
جوڑی اتار دی جسکی قیمت ہزار روپیہ سے کم نہ تھی ۔
مہتمم اعلیٰ سرکس کے میدان مین آیا اور کل حاضرین کو
مخاطب کر کے یون کہنے لگا ۔
صاحبو ۔ ہم ثریا بیگم صاحب کی فیاضی اور سخاوت کے
کمال شکر گزار ہین کہ ہمارے مسٹر جان کو جو بنگالے کے
خونخوار شیرون سے اس جرأت اور جوانمردی کے ساتھ
لڑے تھے اس فیاض لیڈی نے سونے کے کڑے کی جوڑی
عطا کی اس تماشے کے مہتمم کو اس عطیہ سے کوئی واسطہ نہین
بیگم صاحب نے خاص مسٹر جان کو یہ عطا فرمائی اور یہ تحسین کا
حصہ ہے مسٹر جان اپنی جان پر کھیل کر شیرون سے مقابلہ
کرتے ہین اور ذرا نہین جھجکتے ۔
صاحب نے انگریزی زبان مین کہا اور ایک ہندوستانی
نے بہ آواز بلند اسکا اردو مین ترجمہ کیا ۔ تو لوگ دنگ ہو گئے
کہ ثریا بیگم کون رئیس زادی ہین ایک ایک سے پوچھنے لگا مگر
پتا نہ لگا ۔ حیرت تھی کہ یہ کون ہین کہان سے آئی ہین کہان رہتی
ہین لیکن کوئی جانے تو کیا جانے کوئی بوجھے تو کیا بوجھے
دور دور سے ثریا بیگم اس عظمت و شان کے درجے کو پہونچی
تھین ورنہ اب تک جوگن کے بھیس مین ادھر ادھر ٹھوکرین
کھاتی پھرتی تھین ۔ جب دس منٹ کی تماشے والون نے
مہلت لی اور لوگ باہر جانے لگے تو اس کا چرچا زیادہ ہوا
فرنگی جنٹلمین اور لیڈیان اور ہندوستانی روسا اور عوام
سب کی یہی خواہش تھی کہ ثریا بیگم کا حال دریافت کرین
کہ یہ کون رئیسہ ہین ۔
اب سنیئے کہ بیگم صاحب نے اور آدمیون مین دو ایسے آدمی
دیکھے جنسے یہ بخوبی واقف تھین ایک آغا دوسرا نوکر آگے
پیچھے جاتے تھے بھیڑ بھڑکے کے سبب سے عین چق کے
قریب تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر گئے ۔
آغا ۔ (نوکر سے) چل بے ٹھسک کیون رہا چلتا نہین ہے
نوکر ۔ آدمی مین حواس ہی حواس ہین ۔
آغا ۔ کیا ؟ بائین ٹھہر کیون گیا اب چلتا ہے یا مین دون
اوپر سے ۔
نوکر ۔ کسی بڑھئی کو بلا کر عقل کے ناخن لو ۔

آقا۔ کیا بے تکی بکتا ہے سب باہر چلے جاتے ہیں تو کیا ہے
نوکر۔ تو آپ بھی آگے بڑھ جائیے نہ۔ جائیے۔ بندہ دیگا۔ تو بھاجب لوگوں میں دباتے ہوئے نجائیں گے۔ کوئی کچھ کہہ بیٹھے تو کیا ہو۔

آقا۔ تو ہم اکیلے کیونکر جا سکتے ہیں۔

نوکر۔ یہ کیوں کیا بھیڑیا کھا جائے گا یا پیٹھ پر لاد کر اٹھا لیجائے گا ایسے تو دبلے پتلے بھی آپ نہیں ہیں یا تاروں بھی ہو تو کیا ڈر ہے ہاتھی پر بیٹھے تو کانکھ دے۔ آپکو جلدی ہو تو چلے جائیے۔

آقا۔ بغیر خدمتگار کے جانا ہماری وضع کے خلاف ہے۔

نوکر۔ خدمتگار آپ کا کون ہے ہم تو اس وقت مالک معلوم ہوتے ہیں ہم آقا۔ تم نوکر آگے آگے ہم پیچھے پیچھے تم آگے آگے رہا جب پیچھے پیچھے رہا۔

آقا۔ ہاں! تو ہمکو آگے جانے دو تم بڑے شریر ہو۔

نوکر۔ ہزار دفعہ کہدیا کہ میاں وحشت کی نہ لیا کرو۔ مگر مانتے ہی نہیں ابھی کوئی ایک ڈگ جما دے تو ساری شیخت نکل رہے آئے وہاں سے رئیس بنکے۔

آقا۔ اچھا باہر نکل کے اسکا جواب دونگا۔ دیکھو تو سہی۔

نوکر۔ اجی جاؤ بھی۔ دو انگل کا ہمارے آپ کے فرق ہے جب یہاں ہی جواب نہ دیا تو پھر باہر کیا بناؤ گے۔ اب چپکے ہو رہیے۔ ناحق بن ناحق کو بات بڑھیگی۔

آقا۔ بس ہم انھیں باتوں سے تو خوش ہوتے ہیں۔

نوکر۔ خدا سلامت رکھے حضور۔ حضور کی بدولت ہم بھی دو گال ہنس بول لیتے ہیں مگر خداوند ثریا بیگم نے آج اس شہر کی ناک رکھ لی۔

آقا۔ یار کسی طرح انکا پتا لگاؤ کہ یہ کون ہیں شبو جان تو چکما دیکر چلی گئیں شاید یہی نکاح پر راضی ہو جائیں۔

نوکر۔ (مسکرا کر) ضرور۔ اور خوبصورتی بھی خیر سے آپ ایسے ہی ہیں۔

آقا۔ کیوں۔ کیا اس میں کچھ شک بھی ہے۔ جوان نوعمر حسین وجیہ۔

نوکر۔ حضور بس عیب حضور میں اتنا ہی ہے کہ اپنے منھ میاں مٹھو بنتے ہیں۔

آقا۔ (اپنے گال پر تھپڑ لگا کر) سچ کہتے ہو۔ واللہ سچ ہے۔

نوکر۔ اسکی سند نہیں۔ اپنے آپ تھپڑ لگائے تو کیا۔ بات یہ ہے کہ یہ گال آپکے اور ہاتھ کسی اور کے جب جا کر چانٹے کی آواز آئے ورنہ یوں تو ہمیشہ رنجک چاٹ جائیگی انصاف شرط ہے خداوند۔

آقا۔ بھئی سلارو۔ اسمیں کچھ فکر ضرور کرو۔

راوی۔ ناظرین پہلے ہی سمجھ گئے ہونگے کہ یہ آقا اور نوکر کون ہیں ایک رونیو ایجنٹ دوسرے میاں سلارو ورنہ آقا اور نوکر میں اسقدر بے تکلفی کیونکر ہو سکتی ہے۔

ثریا بیگم چپکے چپکے یہ دلچسپ مکالمہ سنتی اور دل ہی دل میں ہنستی جاتی تھیں اتنے میں ایک جوان رعنا نظر پڑا جسکو دیکھکر ثریا بیگم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔

دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانے کیا یاد آیا

مغلانی سے کہا اس جوان کو دیکھتی ہو جو تنہا ہو سامنے والی کرسی پر بیٹھا ہے۔

مغلانی۔ کدھر حضور سامنے تو کئی کرسیاں بچھی ہیں۔

بیگم۔ (جھلاکر) وہ بوڑھا آدمی ہے سامنے دیکھو۔ ادھر کہاں نظر دوڑاتی ہو۔

مغلانی۔ ہاں بوڑھا بیٹھا ہے۔ کالی ٹوپی والا۔

بیگم۔ اسکے دو کرسیوں بعد دیکھو۔

مغلانی۔ حضور وہ تو خالی ہیں۔

بیگم۔ (جھنجھلاکر) دوانی ہو کون اسے دو کرسیوں کے بعد کوئی ہے یا سب خالی ہی ہیں اتنی روشنی ہیں تمھیں سجھ نہیں پڑتا

مغلانی۔ جی ہاں اب دیکھا۔ اللہ جانتا ہے کتنے قبول صورت ہیں اور ہاتھ پاؤں کیسے سانچے کے ڈھلے ہیں۔ گورے گورے گال ہونٹھ لال لال۔ ابھی نام خدا سبزہ آغاز ہیں۔

بیگم۔ بالکل میاں آزاد کے ہمشکل ہیں کہیں میاں آزاد ہی تو نہیں ہیں ذری داروغہ صاحب کو بلاؤ۔

مغلانی۔ بہت خوب۔ اس بھیڑ میں تو شاید ہی ملیں۔

بیگم۔ (چین بجبین ہوکر) تو ذری اٹھو تو یہیں سے بیٹھی بیٹھی باتیں بناتی ہو۔

عباسی۔ میں باہر جاکر بلائے لاتی ہوں حضور ابھی لائی۔

بی عباسی لہنگا پھڑکاتی ہوئی باہر آئیں۔ میانے کے پاس جاکر دیکھا کہ داروغہ صاحب حقہ پی رہے ہیں کہا چلیے نا ذری حکم ہے کہ ابھی ابھی بلا لاؤ۔ بس اٹھیے ادھر ہمارے ساتھ چلیے۔

داروغہ۔ اچھا اچھا چلتے ہیں ایسی بھی کیا جلدی ہے ذرا دم لو۔

عباسی۔ بڑا ضروری کام ہے خفا ہو رہی ہیں جلدی چلیے۔

داروغہ۔ یا الٰہی حقہ تو پی لینے دو۔ لاحول ولاقوۃ تین گھنٹے کے بعد اسوقت حقہ نصیب ہوا ہے۔

عباسی۔ اچھا چلیے مگر پھر مجھکو الزام نہ دیجیگا ہم تو اب جاتے ہیں

داروغہ۔ (حقہ پٹک کر) چلو صاحب چلو۔ اچھی نوکری ہے علت رات غلامی کرو تب بھی چین نہیں۔ لاحول ولاقوۃ یہ مہینہ ختم ہولے تو ہم اپنے گھر کی راہ لیں بچ بچ ہزار نعمت پائی۔

عباسی نے جاکر عرض کیا حضور داروغہ صاحب حاضر ہیں۔

بیگم۔ داروغہ صاحب۔

داروغہ۔ ارشاد حضور حاضر ہوں۔

بیگم۔ (آہستہ سے) جہاں پردے پڑے ہیں اسکے اس طرف پہلی صف میں بیچ کے سیدھے پر ایک بوڑھا آدمی کالی ٹوپی پہنے بیٹھا ہے اسکی کرسی کے بعد دو کرسیاں خالی ہیں تیسری کرسی پر اجلے کپڑے پہنے ہوئے ایک جوان بیٹھا ہے ابھی سبزہ آغاز ہے انکا نام جاکے دریافت کرو۔ مگر آدمیت سے پوچھنا۔

داروغہ۔ یا الٰہی حضور بڑی کڑی نوکری بولی۔ غلام کو یہ سب باتیں یاد کیونکر رہینگی۔ جیسا حکم ہو۔

عباسی۔ اوئی۔ کیا ننھے بنے جاتے ہیں۔ وہ باتیں کون ایسی لمبی چوڑی ہیں جو یاد نہ رہینگی۔ پردے۔ پہلی صف۔ بوڑھا کالی ٹوپی۔ جوان گبھرو۔ اجلے کپڑے۔ سبزہ آغاز بس۔

داروغہ۔ کیا مختصر کر دی بات تو ہم میں اور تم میں فرق بھی تو ہے تم ابھی سترہ اٹھارہ برس کی ہو اور یہاں بالکل سفید ہو گئے۔ خیر حضور جاتا ہوں۔

داروغہ صاحب اندر تشریف لے گئے پہلی صف میں کالی ٹوپی والے پیر فرتوت کو دیکھا تو بہت ہی خوش ہوئے معاً اس جوان رعنا پر نظر پڑی۔ آگے اسکے پاس جاکر خالی کرسی پر بیٹھے اور جھک کر آداب بجا لائے۔ جوان رعنا نے دیکھا کہ پرانے فیشن کے ایک پیر فرتوت ہیں۔ پرانی وضع کی چکن اور گھیتلا ٹاٹ بافی جوتا اور پگڑی اور پٹکا۔ انھوں نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا۔

داروغہ۔ حضور کا دولتخانہ کہاں ہے۔

جوان - اسی شہر مین یہین پیدا ہوا یہین پڑھا یہین یا یہین تعلیم پائی۔

داروغہ - بجا۔ اسم مبارک حضور کا۔

جوان - خاکسار کو میان آزاد کہتے ہین۔

داروغہ - آزاد حضور کا تخلص ہو شاید اور اسم شریف؟

جوان - یہی تخلص ہی اور یہی نام ہے۔

یہ باتین دریافت کر کے داروغہ صاحب بیگم صاحب کے پاس گئے کہا حضور بڑے خلیق اور ملنسار آدمی ہین۔ شریف زادے معلوم ہوتے ہین میان آزاد نام ہی۔ بیگم صاحب نے داروغہ کو از سرتا پا دیکھا۔ پوچھا نام کیا بتایا۔ داروغہ نے پھر کہا (میان آزاد) بیگم صاحب کا دل دھڑکنے لگا فرط طرب و وفور مسرت سے آنکھیں اشکبار ہو گئین۔ جوان رعنا کی طرف پھر نظر ڈالی۔ داروغہ کو حکم دیا کہ جا کر پوچھو تو مسماۃ رکھی سے بھی آپ واقف ہین۔ داروغہ نے کہا تعمیل ارشاد مین عذر نہین مگر خوف ہی کہ مبادا بد دماغ ہو جائین کیونکہ بیٹھے بیٹھے سوال کسقدر بھونڈا ہی غور کر لیجیے۔ بیگم صاحب جھلا کر بولین ہمنے ہر پہلو پر اچھا اچھا غور کر لیا ہی آج حق نمک ادا کرو کسی ترکیب سے ان کو مکان تک لاؤ۔

داروغہ صاحب سمجھے کہ بیوی کا اس خوبرو جوان پر دل آ گیا عشق چرایا اب خدا ہی خیر کرے۔ سوچے کہ اگر اللہ رکھی کا ذکر چھیڑا اور یہ بگڑ گئے تو بڑی کرکری ہو گی اور اگر نہ کہا تو یہ موقوف کر دینگی جائے ماندن نہ پائے رفتن یا قسمت یا نصیب کہہ کر چلے مگر لو تھڑے اور ہر قدم پر سوچتے جاتے تھے تھوڑی دور بر جان درویش پھر اسی کرسی پر جا بیٹھے اور یون گفتگو کی۔

داروغہ - ایک التماس ہی خداوند۔

جوان - ارشاد فرمائیے۔

داروغہ - مگر شرط یہ ہی کہ حضور خفا نہون سوال کے جواب مین صرف ہان یا نہین کہین۔ بس اور مین کچھ نہین چاہتا۔

جوان - بہت خوب۔ ہان کہونگا یا نہین۔ تیسرا لفظ زبان پر نہ آویگا۔

داروغہ - جان بخشی ہو تو عرض کرون حضور کا غلام ہون خانہ زاد۔

جوان - اب اسقدر اصرار کیون کرتے ہین آپ جو کچھ فرمانا ہو فرمائیے مین وعدہ کرتا ہون کہ برا نہ مانونگا بلا تامل فرمائیے۔

داروغہ - ایک صاحب دریافت فرماتی ہین کہ حضور اللہ رکھی کے نام سے بھی واقف ہین بس ہان یا نہین تیسرا لفظ زبان پر نہ آئے۔

جوان - بس اتنے ہی کے لیے اسقدر اصرار تھا مین اللہ رکھی سے بخوبی واقف ہون مگر یہ کن نیکبخت نے دریافت کیا ہی آنکے نام سے مجھے اطلاع دیجیے تو کچھ اور بھی عرض کرون۔

داروغہ - کل صبح کو جس مقام پر آپ حکم دین حاضر ہون کل امور طے ہو جائینگے۔ وقت مقرر کر دیجیے۔

جوان - حضرت کل تک کی خبر نہ لیجیے واسطے خدا کے بتا دیجیے سہ

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد	بسا کین دولت از گفتار خیزد

آج شب کو نیند نہ آئیگی۔ ع۔ آتش شوق تیز تر گردد کا معاملہ ہی۔

داروغہ - تو پھر مجھے دریافت کر لینے دیجیے۔

جوان - بسم اللہ آپ دریافت کر آئیے۔

داروغہ پھر چق کے پاس آئے حضور کچھ عرض کرتا ہی ایک عورت جھلا کر بولی اوئی یہ کون ہی۔ ناک مین دم کر دیا جسکو دیکھو چق کے پاس موجود مکان کھا گیا مردوا یہان کیا کام ہی۔

داو۔ اسپر عباسی چیخ کر بولی ایسی تو صورت بھی نہین پائی ہے بیوی شکل چڑیلون کی ناز پریون کا۔ یہ تو ہزار بلا ئی ہین کسو کا اجارہ نہین ہی۔ چق کے باہر کھڑے ہین کچھ بھیڑ نہین چلے

آتے ایسی بڑی پردے والی ہو تو یہاں آئیں کیوں" عورت نے کہا تو یہ پردہ ایسا ہاں گھڑی گھڑی کیوں آتا ہے۔

عباسی۔ سیدھی طرح بیٹھنا ہو تو بیٹھو نہیں اسے جانتا ہے گھوڑے گھوڑے نکلوا دونگی ہاں۔ کوئی ایسا ملیا نہ تقریر کرتا۔

عورت۔ تم تو ہرزہ اکیگی ہو۔ تمہارے منہ کون لگے۔

بیگم صاحب نے آہستہ سے پوچھا کہ کوکام بنا کتنے کے باجا سکندار وغیرہ لے کر ملک کر کہا حضور بگو ناک کیا معنی جب کیسے چلے چلیں مگر بعد برخاست بیگم صاحب نے پھر ایکبار اس جوان خوش رو پر نظر ڈالی اور بولیں کہدو ضرور ساتھ چلیں اللہ کبھی کو جانتے ہیں نہ۔ داروغہ بولے جی بخوبی واقف ہیں۔

داروغہ صاحب چپکے سے اس جوان کے پاس جا کر بیٹھے

جوان۔ یا حضرت فرمائیے۔ کیا ارشاد ہوا۔ ہاں یا نہیں اب تک آپ ہاں یا نہیں چاہتے تھے اب ہماری درخواست ہے

داروغہ۔ (نہیں) خدا نکرے۔ بعد برخاست چلیے اور حضور ضرور

اتنے میں بینڈ باجا بجا اور لوگ ادھر ادھر ہٹ کر باہر گئے۔ دو منٹ کے بعد تماشا شروع ہوا ایک ریچھ آیا تین آدمی رسیوں سے مضبوط باندھے ہوئے تھے۔

بیگم۔ اللہ اتنا موٹا ریچھ! کیا جانے کس جنگل کا بھاوہر آتنا بڑا ریچھ ہمنے آجتک نہیں دیکھا تھا۔ اف سوا دیو ہے خاصہ بنیا ہے کے جانور اکٹھا کر لیے ہیں کیا؟ اسپر کوئی سوار ہو تو جانیں کہ بڑا اچھا لاہے ذری دل لگی نہیں ہے۔

مغلانی۔ حضور ذری ذری سے لونڈے ریچھ پر سوار ہوا کرتے ہیں اگر یہ لوگ سوار ہوے تو کیا کچھ تعجب کی بات ہے۔

بیگم۔ سیاں تو ہاں دیو دیو پر سوار ہے میں سانتا بڑا ریچھ کبھی دیکھا ہو تو بتلاؤ یہ تو پندرہ سولہ آدمی کو کھا کے بھاگ گئے تو کیا

کون گنتی ہے مگر تماشے والوں کی استادی میں شک نہیں چو طرفہ سے مورے کو جکڑ دیا اب کچھ کر ہی نہیں سکتا۔

ریچھ کو تماشے والوں نے سرکس کے میدان میں خوب دوڑایا اسکے بعد دوسرا ریچھ آیا اور دونوں ملکر دوڑنے لگے۔

اب سنیے کہ ایک تماشا کرنے والا چست کپڑے پہنکر ایک ریچھ کی پیٹھ پر سوار ہوا اور دو آدمیوں نے ادھر ادھر کوڑے جھنکارنے شروع کیے تھوڑی دیر کے بعد ریچھ کی پیٹھ پر کھڑا ہو گیا پھر ایک پانوں ایک ریچھ کی پیٹھ پر رکھا دوسرا پانوں دوسرے ریچھ کی پیٹھ پر اور نہایت تیزی کے ساتھ دوڑایا۔ تماشائی اس تماشے سے نہایت محظوظ ہوئے۔

ایک نواب صاحب مع رفقا و مصاحبین درجۂ اول میں بیٹھے تماشا دیکھ رہے تھے انکی چہ میگوئیاں سننے کے قابل ہیں

نواب۔ کیوں میاں سیتا۔ یہ کیا بات نکالی ہے کہ جس جانور کو دیکھو بس میں آگیا جس جانور کو دیکھو قابو میں کر لیا عقل کام نہیں کرتی

سیتا۔ عرض کروں خداوند بس بات ساری یہ ہے کہ یہ لوگ عقل کے پتلے ہیں۔ کوئی شے دنیا کے پردے پر ایسی نہیں جس سے یہ واقف نہوں جہاز کا علم انکے ہاں ریلیں کا علم انکے ہاں۔ ہل چلانیکا علم انکے ہاں گانے بجانیکا علم انکے ہاں پھلواری لگانیکا علم انکے ہاں سینے پرونے کاتنے کا علم انکے ہاں۔ کل جو میں تیرے پاس بارہ دری کی طرف سے گذرا دیکھا کہ انبوہ کثیر جمع ہے سر ہی سر نظر آئے اور جو ہے فوق البھڑک۔ اتنے میں انگریزی باجا بجنے لگا۔ تو حضور یہ گورے باجا بجاتے تھے انکے سامنے ایک کتاب کھلی ہوئی تھی اسکو دیکھتے جاتے ہیں اور بجاتے جاتے ہیں مگر اس قدر خوب دھوم دھڑکا دھون۔ اسکے سوا اور کوئی بول ہی سننے میں نہ آیا۔ لا الہ نتیجہ ساری سب تقریر کا مطلب سمجھے حضور کے سوال کا جواب

تو عطا کرو۔ پوچھتے ہین کہ جانورون کو بس مین کیونکر لائے
مسیتا۔ کمانہ ہر شے کی لم دریافت کر لیتے ہین۔ اسکی بھی لم
دریافت کر لی ہوگی علم کے زور سے دیکھا ہوگا کہ کون جانور
کس شی پر عاشق ہے۔ بس وہی شی مہیا کر دی مثلاً بلبل عاشق
گل ہے یا قمری کی شمشاد پر جان جاتی ہے۔ بس وہی شی مہیا کر دی
نواب۔ تسلی نہین ہوتی۔ کوئی وجہ خاص ضرور ہے بیشک
رفیق خاص۔ خداوند ابو الفضل کملائے گو نگو دانایان فرنگ لکھ گیا ہے
نواب۔ کیا شک ہے کیا شک ہے آسمان مین تھگلی لگاتے ہین۔
مسیتا۔ حضور ہندوستان کا نٹ بھی وہ کام کرتا ہے جو
خدائی مین کسی اور سے نہو سکے۔ بانس گاڑ دیا اور اوپر چڑھ گیا
اور انگوٹھے کے زور سے کھڑا ہو گیا۔
لالہ۔ مل کوئی قدردان جاننے والا نہین۔
مسیتا۔ اجی ٹکے ٹکے کو محتاج ہین۔ کوئی پوچھتا ہی نہین کہ تم کون ہو
نواب۔ ہمنے آجتک ایسا نٹ نہین دیکھا۔ واللہ نہین دیکھا۔
رفیق خاص۔ حضور دیکھیے تو پسند ضرور کرتے اور پسند کرنے
تو نٹ کا گانوں بھر مالامال ہو جاتا۔ رئیسون کے یہی معنی ہین۔
مسیتا۔ کیا فرق ہے۔ رئیس ابن رئیس۔ ابن رئیس کیا شک ہے۔
اتنے مین ایک رفیق نے کہا خداوند غلام نے لم دریافت کر لی
جو کبھی جھوٹ نکلے تو ناک کٹوا ڈالون۔ بس ہم سمجھ گئے۔ حضور سلطنت
غلط تک کوئی شیر سے لڑ ہی نہین سکا۔ کیا مجال۔ انسان اور شیر
سے لڑے اور اس گبھرو کی جرأت کو دیکھیے کہ تین تین شیرون سے
مقابلہ کیا اور پھر اس جوانمردی کے ساتھ کہ کسی کو تسمہ لگا کسی پر
کود پڑا کسی پر لیٹ گیا۔ ایک شیر کے کان پکڑے دوسرے کو
تھپڑ دیا۔ یہ آدمی کا کام نہین ہے اور اگر ہے تو کوئی آدمی کر دکھائے
خداوند تمام ہندوستان مین منادی ہو جائے بھلا کوئی جیوٹ

نقل تو آئے ممکن ہی نہین حضور۔ اور پھر آپکے ہاتھ پانون بھی کچھ
ایسے نہین ہین آدمی کا کام نہین خداوند یہ کچھ اور ہی کھیل ہے
نواب نے کہا تو ایسا ہی انسانی طاقت اور عقل سے خارج
ہے کہ شیر بس مین آ جائے۔ آ ہی نہین سکتا مگر تم کچھ ضرور سمجھے ہو۔ رفیق نے
کہا ہان حضور کے اقبال سے غلام بخوبی سمجھ گیا مگر مشہور نہ ہونے پائے
نواب صاحب نے کہا تم اطمینان رکھو واللہ نہین کیا بھید ہے کوئی بات
ضرور۔ رفیق نے آہستہ سے کہا خداوند قسم حضور کے سر مبارک
کی (ادھر ادھر نظر احتیاط دیکھکر تاکہ کوئی سن نہ لے) حضور یہ بھید
اور ادھر دیکھا) خداوند قسم ہے حضور کے سر مبارک کی اللہ جھوٹ مین فرق
ہو تو ناک کٹوا ڈالون (پھر آہستہ سے کہا) حضور یہ سب جادو کا کھیل ہے
نواب۔ سبحان اللہ بس یہی ہے۔ ہمارے دل پر بات جم گئی
بس جادو ہے بیشک جادو ہے۔
مسیتا۔ ہان یہ مانا۔ یہان پر ہم بھی قائل ہو گئے۔ انصاف شرط ہے
لالہ۔ جادو جادو۔ جادو برحق۔ یہ سب ساحری کا کھیل ہے۔ دل
میان کا ذہن خوب لڑا۔ اچھی لم دریافت کی شاباش شاباش۔
نواب۔ واللہ نہ آدمی اور آدھے درجن شیرون سے پہلوانی کرے
ایسا ہو سکتا ہے بھلا۔ شیر لاکھ کمزور ہو جائے پھر شیر ہے۔
رفیق۔ خداوند ہاتھی لاکھ لڑے گا کہان تک لے گا۔
نواب۔ بس ہمارے ذہن مین بات آ گئی یہ سب جادوگر ہین۔
اور جادو کے زور سے شیر اور ریچھ اور سب جانور دکھاتے ہین
اصل مین شیر ریچھ کچھ بھی نہین ہے سب فقرہ بازی ہی فقرہ بازی ہے
مسیتا۔ حضور ہر صورت سے روپیہ کھینچتے ہین۔ حضور کے قدم کی
قسم کہ ہندوستانی اس سے اچھے شیر بنا کر دکھا دین کیا پتا جاندار نہین
مگر قدر تو کوئی کرتا ہی نہین۔ حضور ذرا غور کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ یہ
حرکت تو کرتے تھے مگر پتلیان نہین پھرتی تھین۔ بس یہی معلوم ہوا کہ

ہیں۔ وجہ کیا کہ تیلیاں نہ پچھیں اور حضور نے غور کیا ہوگا کہ جو
ہیبت شیر کی ہوتی ہے اسکا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔
لالہ۔ ہاں آنکھوں سے تو یہی پایا جاتا تھا کہ گیدڑ کے شیر بنائے گئے ہیں انہیں
بھی معقول ہیں آنکھ لیس ایک طبعی رستی تھی ہے انہیں دیکھا جادو ہی کا کھیل
زبرجان۔ وہ اللہ میں کہنے ہی کو تھا میرے منہ سے یہاں مسیتا
بات چھین لیگئے۔ بیشک کپڑے کے شیر ہیں خداوند۔
رفیق۔ بھلا شیروں کو دیکھکر کسی صاحب کو خوف معلوم ہوتا تھا ایسا نہ
کیجیے گا بابا۔ پیچھے کے آئینے البتہ کچھ معلوم ہوا اور شیر کی صورت سے کچھ ذرا بھی تسکین
ہندوستانی ساحر ایسی صورت بنا دے کہ سچ مچ کا شیر بھی دم دبا کر بھاگے
زبرجان۔ بھلا اسمیں کمال کیا ہے جب جادو کا کھیل ہے تو کمال ہی کیا
نواب۔ انکے نزدیک کچھ کمال ہی نہیں۔ آپ تو ایسے شیر بنا دیجیے
کیا دل لگی بازی ہے کہنے لگے اسمیں کمال ہی کیا ہے۔ ہونہہ۔
رفیق۔ جی حضور یہ ایسی ہی بے پر کی اڑایا کرتے ہیں۔
مسیتا۔ زبرجان ہونگے انکی نہ کہیے۔ یہ تعالیٰ کے بسکینہ ہیں
رفیق۔ کہتے ہیں کہ جادو کے شیروں سے لڑے تو ہمیں کمال ہی
کیا ہے سنا آپ نے۔ اس حشمت کے صدقے۔ واہ استاد واہ۔
مسیتا۔ ہونہہ جادو کے شیر نہیں لڑیں تو کیا سچ مچ کے شیروں
سے لڑیں بیدے ہیں ہیں پر سچ مچ کے شیر سے مقابلہ کر کے جان
دیں اس عقل کے قربان۔ ساری لاحول۔
نواب۔ کہئے تو اس سے جو سمجھوار ہونا فہم ہے کتنا فضول ہے
مسیتا۔ سچ ہے حضور خداوند کمال یہ ہے کہ ہزاروں آدمی بیٹھے پر
اسوقت بیٹھے ہیں مگر ایک کی سمجھ میں بھی نہ آیا کہ کیا اسرار ہے
نواب۔ اور پھر سمجھے تو کہیں سمجھے۔
راوی۔ ع۔ پڑیں پتھر سمجھ پر ایسی تم سمجھے تو کیا سمجھے آپ کی سمجھ پر
خدا کی مار واہ کیا سمجھ ہے۔ ع۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

رفقا۔ حضور کی کیا بات ہے۔ خداوند واللہ خوب سمجھے۔
نواب۔ ذہن لڑ گیا۔
راوی۔ اے صل وجل۔ کیا بات ہے۔
اتنے میں اس تماشے والے نے ایک بچہ کو اپنا دیا پلا ملا اور دوسرے
کی پیٹھ پر ایک پانوں رکھکر نیچے تھا شامڑ لایا۔ لوگ دنگ ہو گئے
اتنے بڑے موٹے تازے ریچھ کو پیٹھ پر لاد کر دوسرے بچہ کی ننگی
پیٹھ پر ایک پانوں رکھکر دوڑنا محال ہے۔
بیگم صاحب نے اس شخص کو پچاس روپیہ بطریق انعام دیا اور مہتمم
کسی نے پھر ثریا بیگم کی طرف سے روفیو ایجنٹ لے جو سنا کہ ثریا بیگم
نے پھر انعام دیا تو سلارو سے کہا بھیا سلار۔ ثریا بیگم کا پتا لگاؤ کوئی
ٹھیک امیر کبیر معلوم ہوتی ہیں سلارو نے کہا ہمیں تو یہ افسوس ہے کہ
تم بھاگو کیوں نہ کہ پس تم اسی لائق ہو کہ رسوں سے جکڑ کر سامنے
والے میدان میں چڑھائے۔ روفیو ایجنٹ نے آنکھیں نیلی پیلی کیں
تو سلارو بے دانتوں بولا بس بس۔ یہاں بلوہ نہ مچانا یہ گھر نہیں
ہے گھر چلکر غصہ اتار لیجیے گا یہاں بگڑنیکا کون موقع ہے بھلا۔
آغا۔ اچھا کان گرما دیں۔
سلارو۔ میرے کان تو آگ کی طرح جل رہے ہیں حضور کے کان
اگر سردیا گئے ہوں تو کہیے گرما دوں۔ اسمیں غلام کو عذر نہیں ہے
آغا۔ اچھا کیا گھر نہ چلوگے۔
سلارو۔ کیوں نہ کیوں چلینگے کیا کچھ تمہارا اڈر پڑا ہے۔
آغا۔ جہنم میں جاؤگے۔ آغا سے ایسی باتیں کرتے ہو جسکا نمک
کھاؤ اسی کو بناؤ۔ کھاؤ اور غراؤ۔ بھلا سمجھا جائیگا فیصلہ خواہد شد
مگر (موچیہ بیتا دیگر) تو وکیل جو ثریا بیگم کی خدمت میں بار پایا ہو
سلارو۔ منہ دھو رکھیے۔
الغرض دونوں کے مصاحبوں کی تقریر ثریا بیگم صاحب کے داروغہ اور میاں آزاد

بھی سنتے جاتے تھے میاں آزاد ان جہلا کی باتوں پر دل ہی دل میں ہنس رہے تھے اتنے میں نواب صاحب نے میاں آزاد کی طرف مخاطب ہو کے پوچھا آپکا اسم مبارک انہوں نے کہا میاں آزاد پوچھا دولتخانہ کہا ع درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست پوچھا نسب کہا سید

نواب (داروغہ سے) آپکو ہم پہچانتے ہیں حضرت شاہی میں شاید تمہارے چچا کا تعلق تھا ہمیں خوب یاد ہے کہ ہمنے آپکو کبھی پہچانا۔

داروغہ حضور تو چچا تو میرے تعلق کبھی نہ تھا اگر شاید تو انکے سالے کا رشتہ دار البتہ تھا حضور کے دولتخانہ پر حاضر ہونیکا بارہا اتفاق ہوا ہے۔ بڑے نواب صاحب خلد مکان میرے چچا کے محسن تھے

نواب۔ (آزاد سے) کیوں جناب یہ سب نظر بندی ہے یا کچھ اور

آزاد حضرت سب طلسم ہی طلسم ہے طلسمات کا کمیں ہے جسطرف نظر دوڑاتا ہوں جادو ہی جادو نظر آتا ہے عقل کام نہیں کرتی ۔

نواب۔ ڈھٹھ بندی اسی کو کہتے ہیں نہ سوانگ جو کیا کرتے ہیں

آزاد۔ جی ہاں ۔

نواب ۔ مگر سنا ہے کہ سی دمی کے تو سارا بھید کھل جائے نہیں پانچ کوس کے ادھر کا آدمی اگر آئے تو پھر جادو کا خاک اثر ہو

آزاد ۔ مگر انکا جادو بڑا کڑا جادو ہے۔ دس منزل (ادھر) کا آدمی بھی آئے تو چکما کھا جائے۔ یہ اور ہی جادو ہے۔

نواب ۔ اور کیوں صاحب یہ شیر بھی جادو کے تھے ۔

آزاد۔ جی اسمیں کیا شک ہے۔ کپڑے کے بنے ہوئے تھے ۔

رفیق۔ ہم لوگوں نے بھی یہی تجویز کیا تھا حضور ۔

آزاد۔ جی ہاں میں سنتا جاتا تھا۔

میاں آزاد جادو کے قائل تھے مگر نواب صاحب اور انکے مصاحبوں کو بنانے کیلئے ہاں میں ہاں ملاتے جاتے تھے بلکہ دو ایک کہتے تھے پس تھوڑی دیر تک انہوں نے خوب بنایا اب نواب صاحب اور داروغہ اور میاں

میتلا اور لالہ اور کل رفقا کو شک کی جگہ یقین ہو گیا کہ تماشے والے جادو گر ہیں

نواب کیوں میاں آزاد دیکھنا آپکے قریب انگریز کون بیٹھے ہیں

آزاد جی انگریز اور ہندوستانی کہیں نہیں ہیں یہ جادو کے آدمی نظر آتے ہیں

اس فقرے پر ایک زندہ دل کو بے اختیار ہنسی آئی اور میاں آزاد کے کان میں کہا (واللہ خوب بناتے ہو سب سے بڑھ کر تو یہی جادو ہے) نواب صاحب نے پوچھا یہ روشنی کیسی ہے آزاد بولے یہ بھی جادو کی روشنی ہے جسکا سبب یہ ہے کہ لیمپ نہ کنول اسکے بغیر اسقدر روشنی کیونکر ہوئی تمام خیمہ جگمگا رہا ہے۔

نواب ۔ انسے جادو سیکھنا چاہئیے۔

آزاد ضرور فکر کیجیے داشتہ آید بکار ۔

راوی ۔ بالضرور۔ ہزار کام چھوڑ کر ۔

رفیق ۔ خداوند جادو تو برحق ہے مگر شیطان کا فن سمجھا جاتا ہے۔ کبھی اس بات کا خیال بھی نہ کیجیے گا جادو سیکھنے سے حضور کو کیا واسطہ

آزاد سیکھنا ضرور چاہئیے۔ چاہے جادو سیکھ کر توبہ کر لیجیے۔

اتنے میں ایک پری جسم برق دم نازک اندام گلفام سیم چہرہ چمن تشریف لائیں اور انکے ساتھ ایک جنٹلمین ۔

میم ۔ ول مسٹر ڈنبار ۔ مزاج شریف ۔

جنٹلمین ۔ شکر ہے۔

میم ۔ مسٹر ڈنبار بھلا کبھی کسی پر آپکا دل بھی آیا ہے۔ سچ کہیئے گا

جنٹلمین ۔ میں جانتا ہی نہیں کہ عشق کہتے کسے ہیں۔

میم ۔ دنیا میں سب سے زیادہ کون چیز آپکو مرغوب ہے؟۔

جنٹلمین شہد ۔

میم ۔ عشق شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے ۔

جنٹلمین ہاں ۔ واہ وا۔ تو پھر ہم بھی عاشق ہو جائینگے

میم ۔ (نوجوان مسوں کی طرف مخاطب ہو کر) نوخیز کنواری لڑکی قسمت کا ستارہ چمک گیا مسٹر ڈنبار کو عشق چرایا ہے ۔

اسپ لیڈیان کھلکھلا کر ہنس پڑین اور بعض بعض نے زیر لب تبسم کیا

نواب- معلوم ہوتا ہی مذاق کی باتین کر رہے ہین

آزاد- کون-؟

نواب- یہ صاحب اور یہ میم آپکے قریب جو بیٹھے ہین

آزاد- اجی جناب یہ سب جادو ہی میم کہان ہی اور صاحب کہان ہی جادو جادو- ہر حرکت جادو ہی جادو ہی-

نواب- اِن جادو کا اسقدر زور ہی- یا الٰہی ہوش اڑ گئے اب یہان سے بھاگنا چاہیئے- ہمکو خوف معلوم ہوتا ہی

یہ تماشا ہو ہی رہا تھا کہ ایک صاحب نشے کی ترنگ مین ایک کر سرکس کے میدان مین پہونچے اور غزل پڑھنے لگے

جو ملے تمہین کہین راہ مین تو کہو یہ بات نسیم سے
کہ دماغ تازہ کرے مرا کسی گلبدن کی شمیم سے
فقط اتنی تجھسے ہی التجا کہ لیا ہی تمنے جو دل مرا
تو خبر بھی اسکی ضرور ہی کہ پلا ہی ناز و نعیم سے
کبھی ملیگا اسکا نصیب ہو کبھی ہم ہون اور حبیب ہو
یہی آرزو یہی مدعا یہی التجا ہی کریم سے
تری برق حسن جو طور پر کبھی چمکے جسے نقاب اٹھے
تو یقین ہی پھر نہ نکل سکے ارنی زبان کلیم سے
مرے درد کی ہی دوا عبث مرے واسطے ہی دعا عبث
کہین موت کا بھی علاج ہی کوئی جا کے پوچھے حکیم سے
نظر آئی شیشے مین دخت رز تو صحیح کنو کو یقین ہوا
کہ خدا نے دہر مین بھیج دی کوئی حور باغ نعیم سے
ترے دیکھنے سے ہی مدعا لطیف نظارہ کا ہون مبتلا
نہ ہی بحث مجھکو مسیح سے نہ ہی کام مجھکو کلیم سے
کسے طائرونکی خبر رہی کہ پھنسایا دانے نے دام مین
مری حرص تھی کہ چھڑا دیا مجھے ہمرہان قدیم سے
کہون کیا مین صفدر خستہ جان سر نفع ہی نہ غم زیان
نہ طلب ہی مجھکو بہشت کی نہ خطر ہی مجھکو جحیم سے

تماشے والے اسکو بھی ایک تماشا سمجھکر چپکے ہو رہے اور ادھر چہار طرف تالیان بجنے لگین- حضرت تو اسوقت نشے کی دھن مین تھے ہی پوری غزل پڑھ گئے- ایک حرف بھی نہین چھوڑا-

نواب- یہ کسکی غزل ہی-

آزاد- مقطع نہین سنا آپنے؟ صفدر کی غزل-

نواب- یہ کہان کے شاعر ہین-

آزاد- نواب صاحب والی رامپور کے عزیز ہین نواب صفدر علیخان بہادر خوب فرماتے ہین- کیا اچھا کلام ہے-

دو چار آدمیون نے بجھا بجھا کر شرابی کو بٹھایا-

سب سے آخری جلسہ یہ ہوا کہ ایک چھوٹا سا ٹٹو آیا نہایت ہی خوبصورت اور قدم باز- ایک شخص اسپر سوار ہو آ کھٹ پٹ کھٹ پٹ بابو سرکس کے میدان مین جانے لگا- ایسا قدم باز کہ ایک میاں تہ لت گھوڑا اساتھ دوڑتا جاتا تھا مگر اسکی گرد کو بھی نہین پاتا تھا ؎

قدم باز ایسا گویا زیرہ اموج دریا ہی | سبک خیز اسقدر چلنے نہ پائے پیٹ کا پانی

اس سوار نے اتر کر کل حاضرین کو مخاطب کرکے کہا-

صاحبو! برہما کا پونی (یابو) ہی- اسمین یہ صفت ہی کہ سوائے میرے تمام عالم مین کوئی اسپر سوار ہی نہین ہو سکتا اگر کسی شہسوار کو دعوی ہو تو آئے اکثر ریاستون کے نامی گرامی شہسوار اسپر چلے ہوئے اور سوار ہوتے ہی پٹخنی کھائی ایک یوروپین فوجی آدمی جو کسی رجمنٹ کا سوار تھا اٹھا اور اکڑتا ہوا چلا- اور سرکس مین داخل ہوا سوار ہم سوار ہونگے- مگر ایسا نہو کہ ٹٹو ادب کے مرجائے سچ تو تماشے والا ساتھ نے آ لیکے- یہ ٹٹو عجب مرنوالا نہین ہی مگر سنبھلے رہیئے گا

سوار۔ ٹٹو ادھر لاؤ۔ اور تم پاس سے ہٹ جاؤ۔

تماشے والا۔ حاضر ہے۔ سوار ہو جیے۔

تماشے والے نے ٹٹو کے کان مین کچھ کہا تو سوار نے للکارنا شروع کیا خبردار سکھانے پڑھانے کی سند نہین لیس لگ ہجیے۔ تماشے والا مسکرا کر دو قدم پیچھے ہٹا مگر ہٹ کر پھر کچھ کہنے لگا

سوار۔ یہ کس زبان مین باتین کرتے ہو۔

تماشے والا۔ یہ ہمارے ملک اطالیہ کی زبان ہے۔

سوار۔ اس زبان مین باتین نکرو ہم اطالیہ کی زبان نہین جانتے بس تم الگ ہی کھڑے رہو تو ہم سوار ہون ورنہ اپنے گھر کی راہ لین

یہ کہکر سوار اس خوبصورت یابو کے قریب گیا اور چمکارنے لگا۔ یابو انکے قریب یا حضرت نے کئی بار گردن پر ہاتھ پھیرا سمجھے کہ یابو سے اب یارانہ پیدا ہو گیا اب کچھ پروا نہین ہے خوش خوش رکاب پر پانوُن رکھا ہی تھا کہ ٹٹو دس قدم آگے ہو گیا کسیقدر خفیف ہوے دوسری بار پھر سوار ہونے لگے یابو بیٹھ گیا بہت کچھ کوشش کی مگر وہ جگہ سے نہ ہلا چوتھی مرتبہ سوار ہوتے ہی سنے تڑسے زمین پر پھینکا تو چارونطرف سے چت بس ہی خفیف ہوے اور ادھر سب نے قہقہہ لگایا۔ جھاڑ پونچھ کر چلے اور اپنا سا منہ لیکر اپنی کرسی پر آکر ڈٹ گئے تماشے والے نے پھر پکار کر کہا جس شہسوار کو دعوی ہو وہ آئے۔ افسوس ہے کہ ذرا سا یابو نخ کے برابر اور اسقدر مجمع کثیر مین کوئی اسپر سوار نہو سکے

ایک ہندوستانی شہسوار اٹھا۔ ادھیڑ آدمی۔ کوئی پچاس برس کا سن ہوگا۔ میانہ قامت۔ ڈھاٹا باندھے ہوے تماشے والے نے کہا تم سوار ہو گے شہسوار بولا کوشش کرتے ہین دیکھیے ہمارا کیا حشر ہوتا ہے سکھایا پڑھایا ٹٹو ہے۔ ایسا ویسا تو ہے نہین۔ شہسوار نے چادر سے کمر کسی اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر یابو کی پیٹھ پر آ چکے گیا یابو جب کھڑا رہا شہسوار اپنے دل مین خوش تھے کہ یالا ہمارے ہاتھ رہا کم ٹکے تسپر ہی یابو نے گردن نیچی کر دی تو حضرت لڑھک گئے چاہا کہ ران شیری از زمین تھامین مگر آسن اکھڑ گیا اور دھم سے زمین پر آرہے اسپر لوگون نے خوب قہقہہ لگایا۔

سوار۔ کسی اور کو شوق چرایا ہو تو آئے

ایک گورا۔ بس اب کسی شخص کو جرأت نہ ہوگی۔

دوسرا گورا۔ یہ یابو نمایش گاہ کے قابل ہے۔

ایک بڑے موٹے تازے یورپین گولا انداز نے کہا ہم بھی کوشش کرینگے۔ مگر ہمارے بوجھ سے یابو مرجائے تو ہم اسکے ذمہ دار نہین ہو سکتے

تماشے والا۔ مقابلہ تو بیشک عجب ہے خدا ہی خیر کرے مگر یابو میل ہے یہ بے پخنی دیے نرہیگا آئیے آپ بھی دل کا ارمان نکال لیجیے۔

گولہ انداز۔ بہتر ہے مجھے شکایت نکرنا ہم ذمہ دار نہین ہو سکتے۔

تماشے والا۔ ہم ذمہ دار ہین۔ آپ سوار تو ہون۔ مگر آپکے ہاتھ پانونکے ہم ذمہ دار نہین ہو سکتے۔ یابو کے ہم ذمہ دار ہین اپنے ہاتھ پانونکے آپ

گولہ انداز یابو کے قریب گئے تماشے والے نے از راہ مذاق یابو کے کان مین کچھ کہا یابو نے گردن ہلائی گویا سب سمجھ ہی گیا تھا دو چار منٹ تک غور کرتے رہے بعد ازان یابو پر سوار ہو گئے۔ سوار ہوتے ہی یابو نے گردن نیچی کی اور ایسا پلٹا کھایا کہ گولہ انداز کوئی بیس قدم پر دھم سے گرے تو کل حاضرین نے بآواز بلند قہقہہ لگایا۔ گولہ انداز اٹھکر اپنی جگہ پر آ گئے۔

بیگم۔ واہ رے ٹٹو۔ ذری سا جانور اور اتنے بڑے موٹے تازے سے آدمی کو کس آسانی سے پٹخ دیا۔ شاباش ہے۔ واہ وا واہ۔

مغلانی۔ حضور جادوگر کا بنا گھر ہے نہین تو اتنا بھاری بھرکم آدمی اور ذری سے اشارے مین تڑسے منہ کے بل گر پڑے

عباسی۔ یا تو وہ جو پہلے سوار ہوئے تھے نجیب خان۔ وہ بڑے شہسوار ہین۔ کئی گھوڑ دوڑون مین بازیان جیت چکے ہین گھوڑے بلا سلیح سوار ہوتے ہین جیسے کسی نے میخ گاڑ دی مگر ٹٹو

نے انکے بھی چھکے چھڑا دیے ۔

بیگم ۔ کہے تو ہم مول لے لین ۔ مگر وہ بیچینگے کیون ۔

مغلانی ۔ نہین حضور بھلا بیچنے کیون لگے ۔ یہ تو انکی روٹیان ہین ۔

عباسی ۔ حضور کوئی جو کس دام دے تو ابھی کوڑے کر ڈالین ۔

بیگم ۔ اچھا کہا تک بیچینگے ۔ ذری دریافت تو کرو کسی سے ۔

عباسی ۔ حضور سو دو سو کو تو بیچنے سے رہے کم سے کم دس بارہ ہزار کو بیچینگے ۔ لاکھون روپیہ اسی سے پیدا کرتے ہین ۔

بیگم ۔ واہ بھلا دس بارہ ہزار کو اتنا سا ٹٹو خرید کر ہم کرینگے کیا ۔

مغلانی ۔ یہ تو اس سے لکھو کھا روپیہ کما سکتے ہین مگر ہمارے کس کام کا ۔

اسکے بعد جلسہ برخاست ہوا ۔ تماشے والون سے دو صاحب جو حق کے پاس آئے کہا حضور ثریا بیگم اگر رمنا دیکھنا چاہین تو پردہ کرا دیا جائے ایک میم صاحب بتاتی جائینگی کہ یہ کون جانور ہی اور وہ کون جانور ہی ۔ بیگم صاحب نے منظور کر لیا اور کہا ہمارا داروغہ ہمارے ساتھ ضرور رہے گا ۔

ثریا بیگم اور مغلانیان اور عباسی اور مصری اور دو عورتین انکے ساتھ ساتھ رمنے مین آئین ۔ داروغہ صاحب بھی پیچھے پیچھے آتے تھے میم صاحب نے پہلے اورنیگ اوٹنگ دکھایا ۔

میم ۔ یہ اورنیگ اوٹینگ بندر کی قسم سے ہی ۔ اس کٹہرے مین دونون بندر رہتے ہین ۔ ایک نر ہی ایک مادہ ۔ بالکل انسان کی سی صورت ہی مگر جسم پر وہ مین بندر کے سے ہین ۔

بیگم ۔ کیا قدرت ہی خدا کی سبحان اللہ واہ واہ عجیب عجیب جانور پیدا کیے ہین ۔

مغلانی ۔ حضور یہی بن مانس ہی مگر منھ سے کپڑا نہین سیتا ۔

عباسی ۔ یہ مادہ ہی اور یہ نر ہی حضور ان دونون کو خرید کر لین ۔

بیگم ۔ بھلا اگر کوئی خرید ے تو یہ بک سکتے ہین یا نہین ۔

میم ۔ نہین یہ صرف نمایش کے لیے ہین ۔ بکری کے نہین ہین ۔

راوی ۔ میم صاحب ٹوٹی پھوٹی اردو مین اپنا مطلب ظاہر کرتی جاتی تھین جسکا ترجمہ نذر ناظرین ہی ۔

عباسی ۔ اور جو کوئی ایک کی جگہ پانچ خرچے تو بھی نہ بیچین ۔

میم ۔ ایک کی جگہ پانچ نہین اگر ایک کی جگہ بیس بھی خرچو تو بھی انھین کا تو تماشا ہی بیچنے کے لیے تھوڑا ہی لائے ہین ۔

مغلانی ۔ انھین پکڑا کیون کر لے لوین بانس تو آدمی کی طرح کھڑا ہو گیا کیا کھڑے ہو کے بھی چلتے ہین ۔

میم ۔ ہان اور لکڑی لیکر لڑ بھی سکتا ہی ۔ ڈھیلا پھینک سکتا ہی

عباسی ۔ تو جانور کا ہیکو آدم زاد ہی ۔ واہ رے بندر ۔

میم ۔ یہ جانور بڑی دقت سے ملا ہی ۔ اسکا ملنا مشکل ہی ۔

مغلانی ۔ بھلا ہم لکڑی دین ہم سے لڑیگا ۔

میم صاحب کی اجازت سے مغلانی نے ایک لکڑی دی اورنیگ اوٹنگ لکڑی لیکر کھڑا ہوا اور لوہے کی سلاخون پر ادھر ادھر وہ چار لکڑی لگائی بیگم صاحب اور مغلانیان اور سب لوگ دنگ ہو گئین داروغہ صاحب نے کہا خدا کی شان ہی کہ یہ بے زبان جانور اور آدمی کی طرح لکڑی استعمال مین لائے ۔

بیگم ۔ جی ہان ۔ آپ سے زیادہ عقلمند ہی ۔ بے زبان نہ سمجھیے گا

مغلانی ۔ یہ بے زبان کے بھروسے بولے ہین ۔ آپ سے اچھا ہی

عباسی ۔ کیون میم صاحب کبھی یہ دونون آپس مین لڑتے بھی ہین

میم ۔ کبھی نہین ۔ دونون مین بڑا میل ہی کبھی یہ اسکے زانو پر سر رکھکر سوتا ہی اور کبھی وہ اسکے زانو پر سر رکھکر سوتی ہی ۔

اسکے بعد میم صاحب نے مختلف ملکون کے انواع و اقسام کے جانور دکھلائے جو ہندوستان کے بندرون لیے بعض بعض امور مین کچھ یون

ہی سے مختلف تھے میم صاحب نے کہا کل آپ ٹھون نہ چھوٹے چھوٹے ٹٹوؤن پر سوار ہو کر سرکس کے میدان میں آئینگے اور شہسواری کا کمال دکھائینگے بیگم صاحب سخت متحیر ہوئین کہ بندر اور شہسواری - یہ عجب بات ہے مغلانی نے ہنسکر کہا حضور بکرے سوار ہوتے تو اینٹھا سنگھ کو دیکھا مگر موؤن پر سوار تو آج ہی سنا - سب طرح کے جانورونکو سکھا لیا ہے - اور ایسا سکھایا ہے کہ بالکل بس مین آگئے جسکو جو سکھا لیا اُسمین ذرا فرق نہین ہوتا -

میم صاحب نے مسکرا کر دریافت کیا کہ شیر کا کٹہرا کھولین -

بیگم صاحب جھجکین ادئی کہین ایسا غضب بھی نہ کرنا کیا شیر بھی اسی رمنے مین رہتے ہین سُنا کہ سامنے والا کٹہرا شیر مین ہی کا ہے بہت خائف ہو مین بی مغلانی یہان ٹھہرنا مصلحت نہین شیر کا کیا ٹھکانا بپھر جائے تو معاذ اللہ بھاگتے راہ نہ ملے - بن مانس اگر چھٹا بھی جائے تو دو چار ماکر پکڑ لین اور پھر کٹہرے مین بند کر دین - مگر شیرونکا مقابلہ ذرا ٹیڑھی کھیر ہے - ہر کوئی نہین کر سکتا - ہزارون مین شاید ایک آدھ جوان کا ساجیالا ہو تو ہو مغلانی نے کہا حضور اسکی کوئی بات نہین ہے کٹہرا مضبوط ہے لوہے کی موٹی موٹی سلاخین لگی ہین ایسے کیا اناڑی ہین کہ شیرون کو اس طرح چھوڑ دین -

اتنے مین ایک شیر گرجا اور بیگم صاحب گھبرا کر بھاگین تو پائنچون مین پاؤن الجھ کر لڑکھڑا یا گرنے ہی کو تھین کہ ایک مغلانی نے ہاتھ سے روک لیا بیگم صاحب نے کہا ادئی ایسے گورے رمنے سے ہم درگذرے داروغہ فنس منگواؤ - میم صاحب نے سمجھایا کہ آپ گھبرائیے نہین ہمارا ذمہ ہے ابھی اور جانور تو دیکھ لیجئے -

بیگم - اوی ہو بس لو بس ہم نہ ٹھہرینگے سا اللہ یہ ڈکار - اُف کلیجہ تک دہل گیا - اللہ جانتا ہے رونگٹا رونگٹا کھڑا ہے -

میم - یہ گیدئیے زبرا ہے اسکو آپ نے اس میدان میں دیکھا ہوگا -

بیگم - ہائی فنس منگواؤ اللہ جانتا ہے ہماری جان پر بن آئی ہے -

مغلانی - آپکے دشمنونکی مین جب تھی فنس حاضر ہے - کہار فنس لاؤ - او داروغہ صاحب ادھر اُدھر پھرتے ہو کہارون کو نہین بلاتے

داروغہ - حضور سائن بابوؤن کو تو دیکھیے یکون کے بابا مین

بیگم صاحب نے بابوؤن کی طرف نظر ڈالی تو ارنا بھینسا بھی نظر آیا ادئی یہ حادیو ہے یا جانور جو چھٹ جائے تو بھاگتے راہ نہ ملے اب ہم جائینگے - داروغہ نے فنس منگوائی بیگم صاحب زوا دا فنس پر سوار ہوئین - چوبدار خاص بردار بسم اللہ کہکر ساتھ ہوئے کہار چلے مہریان ادھر اُدھر فنس کا کونا دبائے چلی جاتی تھین سامنے دستی روشن تھی ادھر اُدھر ایک ایک مسہری انکا لئے تھی مغلانیان ڈولیون پر سوار ہوئین - اور داروغہ صاحب میانے پر -

جب گھر پر داخل ہوئے تو کوئی دو بجے تک تماشے ہی کا چرچا رہا بیگم صاحب نے کہا کل پھر چلینگے مگر شیرونکی لڑائی کے وقت ہم چلے آئینگے

مغلانی - حضور وہ کون تھے میان آزاد -

بیگم - ارے ہائے ہائے ارے داروغہ کو تو بلاؤ کوئی -

مہری نے داروغہ صاحب کو ڈیوڑھی پر جگایا اور کہا حضور یاد کرتی ہین جلد آئیے - داروغہ نے کہا ناک مین دم آگیا چلو چلتے ہین

داروغہ - حاضر ہون حضور - کیا حکم ہوتا ہے -

بیگم - نہایت بیقراری کے ساتھ میان آزاد کو ساتھ لائے یا نہین

داروغہ - حضور آنے ہی کو تھے کہ ایک صاحب انگریز کوئی افسر ہین وہ انکو ملگئے کہا ول آزاد آپ کب آئے گیا کہا پرسون صاحب نے کہا ہمارے ساتھ چلو چلے بس میان آزاد گاڑی پر سوار ہوگئے مگر فیل سے ایک کاغذ پر پتہ لکھ لیا ہے اور اقرار کیا ہے کہ کل شام کو ضرور آئینگے

بیگم - اللہ کرے سینے پر بجلی گرے - تمہارا جنازہ نکلے -

داروغہ - حضور وہ خود شایق ہین ضرور آئینگے -

بیگم۔ تمہارے ایسے افسوس وائے افسوس۔ داروغہ اگر کل آئے تو تیری کھال ہی کھنچواؤنگی اور اسمین بھس بھروں گی۔

ثریا بیگم کی بیقراری

سینے سے کسو نے آہ مرے اٹھا لے ہائے داغ
داغ آشنا ہے دل ہے تو درد آشنا ہے داغ

کیا ہمکو کیسے لیجئے ہو جائے داغ
اب تک بھی دل نواز نہین سمجھے اے داغ

دل سے کبھی نہین کی محبت نہ جائیگی
پتھر کا نقش ہے کوئی کیونکر مٹائے داغ

غمخوار جان زار جگر ہی نہ دل مرا
یہ آشنا ہے درد ہی وہ آشنا ہے داغ

میان آزاد فرخ نہاد کی جدائی نے خاتون شکر لب سیم غبغب ثریا بیگم کو آٹھ آٹھ آنسو رلایا۔ کبھی داروغہ پر جھلائین کہ اس نے کم بخت موئے بوبک سے خدا سمجھے۔ اللہ کرے اس پر علم بردار کا علم ٹوٹے۔ کبھی ایسی کو للکارا کہ او ظالم پارہ یہ سب تیرا ہی فساد ہے۔ نہ تو باتون ہی باتون مین لگاتی نہ مین آزاد کو بھول جاتی۔ ہی ہی میرے نصیب جو اس ہی بجا نہین رہے تھے۔ کوئی پوچھے بن مانس کو دیکھکر کیا پایا۔ ہائے یہی بلا کہ آزاد کو کھو یا بعد مدت وصل کی ٹھہری تھی مگر ؎

آیا قریب یار تو جاتے رہے حواس
لوٹا گیا قافلہ منزل کے سامنے

یا الٰہی یہ دعاے سحری و گریۂ نیم شبی پھر کس روز کام آویگی۔ دعا مانگتے مانگتے زبان گھس گئی مگر اثر خاک نہوا ؎

مدت ہوئی اثر کا الٰہی پتا نہین
کیا قابل قبول ہماری دعا نہین

تمام شب آپ بیقرار رہین۔ ہی ہی آزاد کو سپنے لے کر جدا اپنی آنکھون سے دیکھا اور دو دو باتین بھی کرنے پائی تھی کہ دل ہی دل مین ہی ؎

صد غنچہ بشگفت الا دل من
ای وای دل من ای وای دل من

ہائے حیا مانع ہوئی ورنہ جی کو پچھاڑ کر چلی جاتی اور انکو ساتھ لاتی۔ سیکڑون ہزارون نگاہین طرحدار تھے مگر میان آزاد سب مین نمود رکھتے تھے

قربان عاشقون مین تری غمزہ وہ تیرا
بلبلین کچھ جدا ہین گل تر دیوانہ ہی

پھر سوچی کہ افضل رکھی کے نام سے ناحق بلوایا۔ شاید دل مین خیال کیا ہو اب اس درجے کو پہونچکر اللہ رکھی سے کیا ملون بڑی بھول ہو گئی۔ کبھی خیال کرتی تھی کہ وعدے کے سچے ہین جو سچ مچ داروغہ سے اقرار کیا ہی تو کل شام کو ضرور آئینگے مگر باعث نہ ہو تو لگیگی ہزار کام چھوڑ کے آئینگے۔ کیسی جمعیت خاطر وہ آئے یا ہین امیدین تھی رات کاٹے نہ کٹی۔ ایک ایک گھڑی ایک ایک برس سے زیادہ تھی ؎

اس عمر مین کیا تمام ہو جس کا
قصہ ہی طویل رات کم ہے

اتنا ہی دراز روز فرقت
جیسی کہ شب وصال کم ہے

اے جوشش جنون تری بدولت
دنیا کا نہ آخرت کا غم ہے

یا الٰہی کب کے بجے تھے اور ابھی تک گھڑیال نے تین نہین بجائے ؎

یارب نہین ہوتی ہین لب ہجر کی راتین
اور وصل کے دن جلد گذر جاتے ہین کیسے

مغلانیان خرانٹے لیتی تھین۔ مہریان غافل سو رہی تھین۔ محلدار خواب مین تھی۔ سپاہی بھی اونگھتا تھا۔ شہر بھر مین سناٹا تھا۔ سب ٹانگین پسارے پڑے تھے مگر ثریا بیگم کی نیند آزاد کی جدائی نے حرام کر دی تھی گریہ و زاری نے خواب کی راہ بند کر دی تھی ؎

بھرے آتے ہین آنسو آنکھ مین اپنی کیا باعث
نکلتی ہین صورت سے گہر شہوار کیا باعث
نظر آتا ہی زرد وہ گل رخسار کیا باعث
پریشان ہاتھ مین ہین گیسوے خمدار کیا باعث
نہ وہ شوخی کی باتین ہین نہ وہ گرمی محبت کی
لبون پہ سرد مہر ہی آہ آتشبار کیا باعث

ایک بار گریہ و زاری سے کہا یا الٰہی اس دل بے صبر کو پہلو مین کب تک تھامون اب تو یہ قابو سے جاتا رہا بیٹھے بٹھائے پھر جنون نے مزاج پرسی کی ؎

فصل گل قریب آئی اے جنون بیباک ہو
ہاتھ پھر لگ جانے خود بخود گریبان تک

تمام شب انتہا کی پریشانی اور اشک فشانی میں گذری جان آزار
آنکھیں خونبار کسی پہلو چین نہیں آتا تھا اور کیونکر آتا مدت
کے بعد اپنے دل کے چین اور سر در بیان آزاد فرخ نہاد کی نورانی
صورت نظر آئی تھی مگر اچھی طرح آنکھ بھر کے دیکھنے بھی نہ پائی تھی
کہ جدائی نصیب ہوئی پھر دل ہاتھ سے جاتا رہا کون تعجب ہے ۵

فرقت میں اک صنم کے یہ تفرقہ پڑا ہے
دل ہمکو ڈھونڈھتا ہے ہم دل کو ڈھونڈھتے ہیں

سوچی کہ اگر میاں آزاد وعدے پر نہ آئے تو کہاں ڈھونڈھونگی
اتنا بڑا شہر خدا سیکڑوں بازار ہزاروں محلے کوچے بیشمار
خدا جانے کہاں ٹکے ہوں۔ کوئی تلاش کرے تو کہاں کہاں ڈھونڈھے غرض
پہروں ہی دل میں جھلاتی تھیں کہ پتا تک نہ پوچھا۔ فرط جنون میں
دل ہی سے باتیں کرنے لگیں ہائے میرے دلکو آفت کیا ہوگیا
تھا میں سینے کی طرف کیوں گئی تھی موئے بن باس سے خدا سمجھے کو جو
کوار نابینا کھا جائے ان پر الٰہی بجلی گرے مگر آزاد تو سچے لگا
وعدہ اور سچا اقرار کر گئے تھے کہ واپسی کے وقت ضرور لینگے یہ نہ سمجھے
معلوم کیونکر ہو گئے کہ ہمارا نام بھی سنا اور بست لئے بیٹھے رہے
ہائے میں کور دیکھوں نہ بگڑی اپنا کیا اپنے آگے آیا ۵

کیوں عشق کیا میں نے اس فتنۂ عالم سے
دیکھا تو یہیں اپنی تقصیر نظر آئی

یہ مصرع کسی قدر بلند آواز سے پڑھا تو عباسی نے جو
قریب ہی سوتی تھی سن لیا۔

عباسی۔ حضور بیگم صاحب حضور ہیلے وا خیر ہو کیا
کیا خواب دیکھتی ہیں۔

بیگم۔ خواب و خیال تو ہی ہے ع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

عباسی۔ کیوں حضور آج نصیب دشمناں بیچین کیوں ہیں خیر تو ہے

بیگم۔ عباسی کچھ نہ پوچھو۔ عیش اور عشق کے جھگڑے۔

عباسی۔ حضور کچھ بیان تو کیجیے۔ آخر ماجرا کیا ہے۔ لونڈی بھی سنے

بیگم۔ تم ان جھگڑوں میں نہ پڑو عباسی۔ ابھی تم کم سن ہو۔

عباسی۔ حضور ہوں کم سن تو کیا ہوا اگر ایک گبھرو جوان کے
نشتر حسن کا میں بھی چرکا کھائے ہوئے ہوں۔ ہائے دل بھر آیا۔
انھیں اپنے گنھگار کی خبر ہی نہیں اور یہاں جان پر بن آئی ہے
بیگم ہم بجز ضبط و صبر کے اور کیا چارہ ہے۔

بیگم۔ عباسی تم بھی ہمدرد نکلیں ہائے ہمنے تو دل لگا نیکی پیشگی
سزا پائی ہے۔ بڑی خطا ہوئی۔ دل دیکے درد دل مول لیا ۵

بے شبہ خطا کی جو دل اس بت سے لگایا
خود ہمنے کیا شیشہ کو پتھر کے حوالے

مگر آزاد سنگدل نہیں ہیں۔ بھلے آدمی ہیں۔ مرد میدان ہیں۔

عباسی۔ حضور نے کیا رات بھر آرام نہیں کیا۔ اسباب ہیں ہے

بیگم۔ تمام رات تڑپتے گذری۔ کہاں تک روؤں۔ آنکھ تو بند ناچی
نہیں کہتا ہائے آزاد وا اے آزاد

نہ دل کو چین مر کر بھی ہمارے یار میں آئے
تڑپ کر خلد سے پھر کوچۂ دلدار میں آئے
عجب راحت ملی کچھ دین دنیا کی نہیں پروا
جنوں کے سایہ میں ہم بچے بڑی گلزار میں آئے
غرض جب یک لگے لاکھ دل ہوں بیچین
تڑپنے کا مرتب فرقت دلدار میں آئے
یہی راہ دور دل اپنی ہے جوش کے عالم میں
بیابانوں میں کبھی آئے کبھی گلزار میں آئے

نہیں پروا ہے ذرا سر جو کٹ جائے تو کٹ جائے
تھکے بازو نہ قاتل کا نہ بل تلوار میں آئے
دم آخر وہ پونچھے اشک صفدر اپنے آنچل سے
الٰہی رحم اتنا تو مزاج یار میں آئے

ثریا بیگم عباسی سے یہ باتیں کر رہی تھیں کہ کسی شب زندہ دار عاشق مزاج رنگین طبع خوش گلو آدمی نے یہ غزل گائی۔ صبح کا سہانا سماں بھیروین کی دھن میں اس غزل نے وہ لطف دکھایا کہ ثریا بیگم کی روح وجد کرنے لگی اور چونکہ یہ غزل انکے حسب حال تھی لہذا دل پر اور بھی اثر ہوا۔ اور شعر تو بھول گئیں مگر مقطع ورد زبان ہو گیا۔

دم آخر وہ پونچھے اشک صفدر اپنے آنچل سے
الٰہی رحم اتنا تو مزاج یار میں آئے

کئی بار بصد سوز و گداز یہ شعر زبان پر لائیں۔

عباسی۔ حضور اس وقت دھن کی چیز کوئی گائے تو بڑا لطف ہو۔

بیگم۔ اور بھیروین تمھیں پسند نہیں۔

عباسی۔ حضور آدمی ہے تو خوش گلو۔ اللہ کرے پھر گائے۔

بیگم۔ کیا کہیں عباسی۔ اس وقت دل قابو سے جاتا رہا۔

عباسی۔ حضور دل کو ذرا ٹھہرا رہنے دیجئے۔ ہمارا دل گواہی دیتا ہے کل شام کو میاں آزاد ضرور آئینگے اگر نہ آئیں تو کچھ ہارتے ہیں۔

بیگم۔ اے ہو۔ کل شام کو؟ یا آج شام کو؟

عباسی۔ آج تو شام ہو چکی حضور۔ اب کیا وہ شامیں ہونگی۔

بیگم۔ اے کمبخت حاضر جواب تڑاکا ہو گیا تمھارے نزدیک ابھی رات ہی ہو۔

عباسی۔ ہاں حضور سچ کہا میں ہی بھولی توبہ توبہ۔

ثریا بیگم نے ٹھنڈا سانس لیا۔ باتوں باتوں میں عباسی نے صبح

کیا حضور نہار منہ پانی نہ پیجئے۔ سخت نقصان پہونچاتا ہے۔ بیگم صاحب نے کہا ہم از سرتاپا سلگ رہے ہیں نہیں بھلا کیا نقصان کریگا۔ حکم دیا کہ داروغہ کو جگاؤ اور چق کے پاس بلاؤ۔ مہری نے عرض کیا حضور وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ دربان سے کہدیا ہے کہ جب وہ نماز پڑھ چکیں فوراً حاضر ہوں۔

تھوڑی دیر کے بعد اطلاع ہوئی کہ داروغہ صاحب آئے ہیں۔

بیگم۔ (چق کے پاس سے) اے داروغہ۔

داروغہ۔ آداب عرض ہے حضور ارشاد۔ حاضر ہے غلام۔

بیگم۔ کہو اب کیا فکر کرتے ہو۔ آج کا اقرار ہے۔ ہے نہ۔

داروغہ۔ ہاں حضور۔ خدا مجھے سرخرو کرے۔ امید تو ہے کہ آج آتے ہوں حضور وہ تو خود بیقرار ہو گئے۔ وہ اللہ رکھی کا نام آپ نے لیا تھا کہ بیخود ہو گئے۔ آئے تو ساتھ ہی تھے مگر صاحب نے روک دیا۔ بس یہی کسر رہ گئی۔ کیا عرض کروں حضور کمال افسوس ہے مگر میں تلاش سے غافل نہ ہونگا۔

بیگم۔ وہ انعام دوں کہ مالا مال ہو جاؤ۔

بیگم صاحب نے حکم دیا کہ ابھی جاؤ اور جس طرح ہو تلاش کرو۔ داروغہ نے کہا ذرا سویرا تو ہونے دیجئے۔ وہاں کا بھیدی ہو تو پوچھوں کچھوں تب تو مطلب نکلے یوں آنکر کس محلے میں جاؤں اور کس سے پوچھوں۔ اس پر ثریا بیگم صاحب سخت جھلائیں بس تم باتیں بنانا خوب جانتے ہو۔ ابھی اپنے ہی … اللہ جانے پھر نہ ملا اور کیا مکر ہوتا ہے۔ ڈھیلا ہوتا اور کچھ نہ کرتا۔ مکان کا پتہ تو پوچھ لیتا اسے اتنا بھی نہ ہو سکا۔

داروغہ سمجھ گیا کہ کسی طرح بھی نظر نہیں آتی مزاج برہم ہی چلا جاتا ہے آہستہ سے عرض کیا حضور غلام کی ذرا خطا نہیں۔ وہ بات ہی ایسی ہوئی کہ غلام مجبور ہو گیا۔ صاحب نے باتیں کیں کہ فوراً کبھی پر … غلام ذرا

سامنے سے ایک بگھی آ گئی اور اُدھر ٹلے کی طرف اونٹ بھڑ اٹھا گھوڑا اونٹ کو دیکھکر بھڑکا اور نہایت تیزی کے ساتھ چلا میں پیچھے رہ گیا بوڑھا آدمی بھلا اسکے ساتھ ساتھ کہاں تک دوڑتا مگر قسمیں کھا گئے ہیں کہ آج شام کو ضرور آئیں گے۔

بیگم – اللہ کرے آئیں۔ ورنہ یہ زر اور زیور اور جاہ و حشم بیکار ہے ہماری زندگی ہی تلخ ہو جائیگی یقین نہیں آتا کہ آنا ہو تا آئیں اور ایسی طوطے چشمی کریں – خدا مالک ہے۔

داروغہ – حضور نہ آنا کیا معنی۔ آئیں اور آئیں آنکے دل سے لگی ہے – شام تک حضور انتظار کر لیں۔

بیگم – ہاں یہ قسمیں شام تک تمکو نہ ملنا پڑے۔ ہم ایک خانہ بیگی ابھی جاؤ۔ ابھی ابھی جاؤ تمہیں کسی کے درد دل کا حال کیا معلوم

عباسی – حضور ہمکو اجازت دیں تو ہم بھی کوشش کریں۔ اللہ جانتا ہے شہر کے جس محلے میں ہوں خدا چاہے تو ڈھونڈ ھ ڈھونڈ ھ لاؤں گی

داروغہ – واہ بھلا کوئی بات بھی ہے –

عباسی – کیا کوئی بات بھی ہے !!! ——

داروغہ – تم جاؤ گی اور پتہ مل جائیگا۔ منھ دھو رکھو۔ کیا مل گئی ہے

عباسی – کہتے ہیں بیگم صاحب حکم دیں پھر دیکھئے –

داروغہ – واہ وا –

بیگم – یہ بال تمنے دھوپ میں سفید کیے ہیں یا کوئی عارضہ ہے ہماری تشفی اور تسلی تو یہی بہتر ہے۔ جو کوئی اچھی باتیں کرے دل کو ڈھارس دے تو اسکا منھ چوم لے بڑے بدتمیز ہو۔ تم جاؤ عباسی ہمنے اجازت دی

عباسی – دشمنوں کی بدکے خدا ہو انشا اللہ سرخرو ہی آئیں –

بیگم – آمین – الٰہی خدا کرے ہماری دعا قبول ہو –

عباسی – حضور ہماری سا جوڑا لونگی –

بیگم – جوڑا ہو ا تمہارا ہو سر سے پاؤں تک گوندنی کی طرح زیور سے لدی ہو گی مگر انکا پتہ لگاؤ۔

عباسی – انشا اللہ حضور کے اقبال سے پتہ لگا ہی لاؤں –

بی عباسی بن ٹھن کے چلیں اور اُدھر دار وغہ میانے پر لدے وہ چمکتی ہوئی خوش خوش بازار میں جاتی تھیں یہ منہ نیلکے ہوئے چلے جاتے تھے کہ یا الٰہی جاؤں تو کدھر جاؤں نہ محلے کا نام معلوم نہ مکان کا پتہ سخت حیران ہوں کروں تو کیا کروں جان عذاب میں ہے اگر میاں آزاد شام کو آ گئے تو فہو المراد چشم ما روشن دل ما شاد اور اگر نہ آئے تو تمہیں عباسی کو کسی بات کا خوف تھا۔ لنگا چٹکاتی ہوئی چلی جاتی تھیں راہ میں ایک نواب صاحب کے ہاں کی مہری ملی۔ وہ بھی شوخ و شنگ عباسی سے اور انسے گھل گھل کے باتیں ہونے لگیں۔

عباسی – کہو بہن خوش تو ہو۔ بہت دن پیچھے دیکھا کہاں تھیں

مہری – ہاں بہن – خوش ہیں۔ بحمد اللہ کی عنایت سے نواب صاحب اور بیگم صاحب میں خوب بنتی ہے۔ ہماری بھی چاندی ہے۔ سنا تم تو اللہ والی کے ہاں نوکر ہو –

عباسی – (مسکرا کر) مزے میں ہیں بیگم صاحب کے پاس ملکوں روپیہ ہے اللہ فیاضی کا یہ عالم کہ بات کرتے انعام دیتی ہیں۔ تمسے حال کہنے کا –

مہری – ہمنے بھی اُڑتی سی خبر پائی تھی تمہاری ہمنام نے ہمسے کہا تھا وہ عباسی ہیں نہ – آن بیگم صاحب کے ہاں جو نوکر ہیں وہی ہمسے کہتی تھیں –

عباسی – ہاں بہن تم بھی تو تماشا دیکھنے گئی تھیں –

مہری – ہاں وہ شیر ون کا تماشا ایکدن ہم بھی گئے تھے وہیں تو ہمکو تمہاری نوکری کا حال معلوم ہوا ایک کرسی پر تمہارے ہاں کا وہ بڈھا داروغہ بیٹھا تھا اور اسکے پاس ایک گبھرو جوان تھے ہمنے پوچھا یہ کون ہیں تو بڑی بگڑی اور کہا بیگم صاحب یہ بات

بیگم صاحب وہ بات تو ہمنے سنا کہ یہ ثریا بیگم کے داروغہ ہین۔

عباسی ۔ دیکھو جو ان کون تھے ہین اُنسے بھی واقف ہو۔

بنو ۔ اےلو واقف ہونے کی ایک ہی کہی۔ بخوبی واقف ہین۔

عباسی ۔ وہ ہین کون کہین باہر سے آئے ہین یا یہین مکان ہے۔

بنو ۔ خاص اسی شہر کے باشندے ہین مگر ہین بڑے نٹ کھٹ ہین۔

عباسی ۔ ہان اور رہتے کہان ہین پاس ہین یا کہین کالے کوسون

بنو ۔ چلی آؤ راستے ہی مین مکان ملجائیگا کیون خیر باشد کہین رنجی تو نہین ہو۔ ہے تو جوان ایسا ہی (مسکراکر) طور کچھ بیجوڑ ہین

عباسی ۔ ہاے ہٹو بھی۔ یہ دل لگی ہمین نہین بھاتی واہ وا۔

بنو ۔ لو وہ مکان آگیا جہان وہ کمرے مین پردے پڑے ہین بس اسی مین وہ رہتے ہین جو رو تھا نا اللہ میان سے ناتا سوا سو روپیہ وثیقہ کا ملتا ہے۔

عباسی ۔ ہان تو کھانے بھر کو ہے۔ اخاہ ستار بھی بج رہا ہے۔

بنو ۔ دن رات یہان ناچ رنگ ہی رہتا ہے۔

عباسی اس مقام پر کترا کے ایک گلی مین جانے لگین بنو نے کہا اس طرف جاؤگی کہا ہان بہن ۔ سلام۔ زندگی ہے تو پھر ملینگے۔ بنو نے اصرار کیا کہ ذری ہمارے ہان تک چلی چلو اور مجھسے وعدہ کر چکی اپنی بیگم صاحب کے پاس لیچلنا ہم بھی سلام کر آئین عباسی نے اقرار کیا کہ جس دن آؤ اُسی دن سلام کو چلین ۔ مگر کہا کہ اسوقت ہمین اس گلی مین ایک ضروری کام ہے۔ یہ سنکر بنو رخصت ہوئی اور عباسی اس گلی مین گئی۔ چلتے چلتے ایک چھوٹے سے مکان کے دروازے پر پکارا دداجی ۔ اے دداجی ۔ دداجی ہین۔ آواز آئی ۔ کون ہے کہا کوئی ہے یہ بتاؤ دداجی ہین یا نہین۔ آواز آئی ۔ مرزا صاحب کے ہان گئی ہین تم اپنا مطلب کہو عباسی نے کہا ذری کوئی باہر آئے تو کہین۔ ایک لونڈا باہر آیا۔ کسکے پاس آئی ہو؟ دداجی کے پاس؟ ہون تو ہمارا پیغام کہدو۔ لونڈے نے ازسرتاپا عباسی کو دیکھا۔ پوچھا تمھارا نام کیا ہے۔ دداجی سے کیا کہدون؟ ہمارا نام عباسی۔ بس فقط اسقدر کہنا کہ عباسی دروازے پر کھڑی ہین! لونڈا اندر گیا اور تھوڑی ہی دیر مین واپس آن کر لونڈے نے کہا کہ ذری ٹھہریے پڑوس مین بی ہمسائی کے ہان گئی ہین اگر ملگئین تو ساتھ ہی لیے آتا ہون یہ کہکر لونڈے نے گلی مین اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی ہے تو نہین۔ وہان بالکل سناٹا تھا۔ کہا چلیے دداجی مکان ہی کے اندر ہین عباسی لونڈے کے ساتھ مکان مین گئی۔ مگر جھجکتی ہوئی سوچی کہ پہلے تو آواز آئی کہ مرزا صاحب کے ہان پھر لونڈے نے ہمارا نام پوچھا اور اندر گیا۔ پھر کہا بی ہمسائی کے ہان ہین بلکر چلا نہ آیا ادھر اُدھر جھانک کے اب اندر لیے جاتا ہے خیر جو تقدیر گئی تو دیکھا دو عورتین ایک دالان مین چرخا کات رہی تھین۔ لونڈے نے اشارے سے کہا اوپر چلو عباسی اسکے ساتھ کوٹھے پر گئی۔ ایک دروازہ کی سامنے سے دوسرے مکان کی چھت پر لیگیا وہان ایک دالان مین زردی کے پردے پڑے تھے عباسی کو وہان بٹھا کر لونڈا دداجی کے پاس گیا دداجی آئین۔ بوڑھی عورت پینسٹھ برس کا سن ۔ سر ہلتا تھا ۔ بال سب سفید۔

دداجی۔ (پردہ اٹھاکر) عباسی اچھی ہین۔

عباسی۔ (سلام کرکے) ہان دداجی اچھی رہی آپکا مزاج تو اچھا ہے۔ اتنے آپ بالکل ہی لٹ گئین بہت برسون کے بعد آپکو دیکھا۔

دداجی ۔ ہان کوئی دو برس تو ہوے ہونگے بلکن (بلکہ) اور زیادہ

عباسی ۔ جی ہان جب آپ شمس الدولہ کی سرکار مین تھین تب ایک دفعہ عشرے کے دن ملے تھے جب سے پھر آج ملاقات ہوئی

دداجی ۔ اب کس سرکار مین ہو آج کل تو تمنے چشم بد دور خوب رنگ روغن نکالا ہے کہان نوکر ہو۔ معلوم ہوتا ہے کوئی رقم مل گئی

عباسی - ثریا بیگم کے ہاں نوکر ہیں - اچھی اچھی غذا کھاتے ہیں اور بھاری بھاری جوڑے پہنتے ہیں اور اللہ گواہ ہے ہماری بیگم صاحب ایسی ہنس مکھ ہیں کہ دم بھر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا کیا مجاز پایا ہے نوکر چاکر امیر غریب سب سے ایک طرز پر ملتی ہیں - ذرا جو غرور چھو بھی گیا ہو -

دداجی - ثریا بیگم؟ نواب صاحب کا نام تو بہ میاں کا نام کیا ہے -

عباسی - (مسکرا کر) جو تجویز دو -

دداجی - ای ہے کنواری ہیں دوہی باتیں ہیں کنواری ہیں یا بیوہ ہیں پس دونوں سے خالی ہیں تو انکو اپنے بس ہیں للہ

راوی - واہ - خدا جانے انکا کدھر خیال ہے -

عباسی - دداجی ہم پہلے ہی شیشے میں اُتار چکے ہیں -

راوی - اپنی ایسی تیسی -

دداجی - اچھا نہ دل ہو کے بیٹھو تو باتیں ہوں کوئی عزیز رشتہ دار جان پہچان ملاقاتی ہے یا کوئی نہیں ہے -

عباسی - اُستانی جی استانی جی ایک بوڑھی سی عورت کبھی کبھی آیا کرتی ہیں پس اور تو ہمنے کسیکو آتے جاتے نہیں دیکھا

دداجی ماشاء اللہ - وہ استانی جی ہیں ہم سمجھ گئے اُنکا آنا تو ہمیں کھٹکے گا - بھلا بیگم صاحب کچھ رنگین بھی ہیں -

عباسی - ہاں یوں تو رنگین ہیں مگر بد نہیں ہیں -

دداجی - دیوزاد کی قسم سے بھی کوئی آتا جاتا ہے یا نہیں

عباسی - دیوزاد کون -

دداجی - (مسکرا کر) ای کسی مردوے کی بھی آمد و رفت ہے یا نہیں ہے

عباسی - کیا مجال پرندہ تو پر مار نہیں سکتا - کل تماشا دیکھنے گئی تھیں اور کہیں آتے جاتے کبھی نہیں دیکھا -

دداجی - ای لو اور سنو - تماشا دیکھنے جاتی ہیں اور پھر کہتی ہو کہ ایسی ویسی نہیں ہیں - اچھا ہم ٹوہ لگا لینگے -

عباسی - اُنھوں نے تو قسم کھائی ہے کہ شادی ہی نکرینگی اور اگر کرینگی بھی تو ایک قبول صورت جوان کے ساتھ جسکو ہم جانتے ہیں اور آپ بھی ضرور جانتی ہونگی -

دداجی تم تو پہیلیاں بجھاتی ہو عباسی - اسکے کیا معنی -

عباسی - آپکے اڑوس پڑوس کوئی رہتے ہیں - جو ان ہیں حسین ہیں - وضعدار ہیں -

داروغہ بیچارے میانے پر لدے ہوئے ابھی تک غور ہی کرتے تھے کہ کس سے پوچھیں اور پوچھیں تو کیا پوچھیں مکان کا پتہ محلے کا نشان کچھ بھی معلوم نتھا - اور طرہ اسپر یہ ہوا کہ نام بھی بھول گئے یک نہ شد دو شد - سچ ہے - پیری و صد عیب چنین گفتہ اند ایک باغ کے تکیے پر جاکر بیٹھے مگر شہر کے ناکے سے بھی دور - تاکہ کوئی شخص بیگم صاحب سے نہ جڑ دے کہ داروغہ صاحب تو دن بھر تکیے پر بیٹھے حقہ پیا کیے ایک کہار کو حکم دیا کہ نان بائی کے ہاں سے کھانا لا دے جاکے شیرمال اور کباب اور سالن لایا ایک پیالے میں تین بوٹیاں کسیقدر شوربہ اور تین چار اردیاں - داروغہ صاحب نفیس مزاج کھانا کھانیوالے تھے مگر بھوک کے سبب سے اسی پر قناعت کی کہار حضور کھانا تو کھائیے گو اچھا نہوگا - نان بائی کی دکان کا ہے بازار کا کھانا کبھی کاہے کو کھایا ہوگا - کباب شاید اچھے ہوں نوکر ہو

داروغہ - خدا جانے کس اُتو نے پکائے ہیں اور گوشت تو بکری کا نہیں ہے - بچھیا کا گوشت ہے - بالکل خراب - لاحول -

کہار حضور یہاں یہ بھی غنیمت ہے ہملوگ تو فاقے سے ہیں -

داروغہ - دو آنے لوچھنا چباؤ - آج مصیبت کا دن ہے -

کہار - دو ہی آنے سی جو کچھ ملے - ہم تو ہلسی روٹی اور چٹنی کھا بھی

آئے ہین ہم تو بالکل کورے ہی ہین چلیے آج یون ہی سہی —

داروغہ — ہم تو خود مصیبت مین ہین جی۔

کہار نے کہا جی ہان خداوند کیسی کچھ مصیبت ہی دبے دم تھین دس سیر بھر میوہ کھا کے چلے تھے چار آنے کا مال یہان چکھا جس پر مصیبت ہی ہی) ایک کہار سے کہا رے کہین سے برف تو لا دے وہ بولا حضور اب اسوقت یہان برف کہان ملے بھلا دو کہار آپس مین کہنے لگے ہونہہ ڈھائی سیر چکھ کے اب برف کی سوجھی۔ ہم لوگ تو مر رہے ہین انکو برف کی سوجھی۔ دوسرے نے کہا ہان اور تیسرے نے جینا مصیبت ہی مین ہین۔ برف لاؤ۔ برف نہین ایک ڈلہ لاؤ دشمنکے انکے لیے برف لاؤ۔ کیا دور کی سوجھتی ہی —

داروغہ — کوئی ہی۔ کوئی ہی۔ این سب مر گئے ایک سرے سے —

کہار — حاضر حکم۔ ہم تو موجود ہین حضور حکم دیجیے —

داروغہ — دیکھو کہین انگور کی ٹٹاسی تو نہین ہی —

کہار — بہت خوب۔

عباسی نے دداجی کو میان آزاد کے مکان کا پتہ دیا تو دداجی بہت ہی خوش ہوئین کہا یہ کتنی بڑی بات ہی میرے پڑوسی ہین گو آنے جانے کا بہت کم اتفاق ہوتا ہی مگر وہ مجھے خوب جانتے ہین جب کبھی میرے لائق کوئی کام ہوتا ہی فوراً یاد فرماتے ہین آدمی بھیجا اور مین گئی۔ بالکل گھر کا سا واسطہ ہی۔ تم بیٹھو مین ابھی آدمی بھیجتی ہون عباسی نے کہا حقہ بھروائیے تو لونڈی حقہ بھر کے لائی —

عباسی — کیا انکو یہان بلوانے کا قصد ہی۔

دداجی — نہین پہلے آدمی کی زبانی پیغام بھیج لین پھر خود جائین —

عباسی — تو پھر جلد بھیجیے گا بیگم صاحب بڑی بیقرار ہونگی۔

دداجی — مبارک قدم۔ ذری یہان آؤ۔ چھوٹے مرزا صاحب کے پاس جاؤ تخلیے مین ایک پیغام کہنا ہی کہنا کہ دداجی نے بھیجا ہی اور کہا ہی کہ آپکی شادی ایک جگہ ٹھہری ہی۔ یا ہمکو بلائیے یا خود تشریف لائیے مگر جلد دیر کی بات نہین ہی —

عباسی — مگر ذرا سمجھ بوجھ کے کہنا کوئی اور وہان پر نہو —

دداجی — ہان ہان یہ اللہ کی عنایت سے سمجھدار ہین۔

مبارک قدم — حضور مین جا کے کہونگی کہ تخلیے مین آپ سے کچھ عرض کرنا ہی اگر وہ اصرار کرینگے کہ یہین کہو۔ یہی تخلیہ ہی تو مین کہونگی حضور ذرا تکلیف فرمائین اور تخلیے مین سن لین اور جب آپ کا نام لونگی تو خواہی نخواہی سنینگے۔

دداجی — نہ سنینگے تو نہ سنینگے۔ نہ سنینگے تو مین صلواتین نہ سناؤنگی۔

عباسی — اور جو وہ پوچھین کہ کس گھر سے پیغام آیا ہی تو کیا کہوگی مبارک قدم۔

مبارک قدم — کہونگی کہ ہمین نہین معلوم مگر سنا ہی کہ لڑکی حسین اور نازک اندام ہی۔ کئی عورتین تعریف کرتی تھین۔

دداجی — کہنا مین نے خود دیکھا ہی۔

عباسی — کہنا ابھی نام خدا چودھوان ہی سال ہی اور ایسی ہین

مبارک قدم — کہونگی دودھ پوت سے خوش ہین —

عباسی — این! اور سنو۔

مبارک قدم — کیون کیون اسمین نقصان کیا ہی۔

دداجی — دودھ پوت سے خوش ہین۔ یہی کہوگی نہ چلو بیٹھو شرم نہین آتی۔ ای پھٹکار چودہ برس کا تو سن اور کنواری اور دودھ پوت دوانی ہو خاصی —

مبارک قدم — (دانتون کے تلے انگلی دبا کر) اوئی مجھے اس وقت کیا ہو گیا تھا —

دداجی۔ اچھا اب جاؤ۔ بہت باتین نہ بناؤ۔

مبارک قدم۔ جاتی ہون۔

مبارک قدم میان آزاد کے مکان پر پہونچین۔ خدمتگار سے پوچھا چھوٹے مرزا صاحب ہین۔ کہا ہان ہین تو مگر آرام مین ہین مبارک قدم نے پوچھا کب تک جاگینگے۔ خدمتگار نے کہا اب ہمکو یہ کیا معلوم؟ دداجی کا ایک پیغام لائے ہین۔

خدمتگار نے کہا ہم تو نہ جگا سکینگے تم اگر ایسا ہی کڑا حکم لائی ہو تو جگا دو جاگے بہت ہنگا خفا ہو لینگے۔ مبارک قدم گئی تو مگر جگاتے ہوئے جھجکی۔

خدمتگار۔ جگا دو جگا دو بڑے دعوے سے آئی ہو۔

مبارک قدم۔ اے نہین پرائے مردوے کو کون جگائے ایسا دیدہ دلیل نہین ہر۔

خدمتگار۔ ٹھہرو ہم پنکھا جھلین۔

مبارک قدم۔ کیا دیر تک سویا کرتے ہین۔

خدمتگار۔ لہری جوان ہین۔ کبھی تو رات کو تین تین بجے تک جاگتے ہین کبھی دن کو دو دو پہر تک سویا کرتے ہین کبھی کچھ کبھی کچھ پورے اور پکے آزاد ہین۔ ان کی آزادی بہت بڑھی ہوئی ہے۔

تھوڑی دیر مین میان آزاد نے کروٹ بدلی۔ مبارک قدم نے کہا آداب عرض کرتی ہون حضور پوچھا کون۔ کہا مین ہون مبارک قدم کیون آئی ہو۔ کچھ عرض کرنا ہر خداوند جاؤ۔ اس وقت ہم سو رہے ہین پھر آنا۔ مبارک قدم نے دبے دانتون کہا حضور کی نیند بھی عجب نیند ہر

میرزا۔ اجی اب سونے بھی دو۔ نیند آئی ہر۔

مبارک قدم۔ اے حضور وہ خبر سناؤن کہ پھڑک جائیے

مرزا۔ (چشم نیم باز سے) ہان اکو کہو۔

مبارک قدم۔ آنکھ کھولیے تو عرض کرون۔

مرزا۔ تو آدھ گھنٹہ ٹھہر جاؤ ہمین بڑی نیند آئی ہر۔

مبارک قدم۔ (اپنے دل مین) آگ لگے ایسی نیند کو نیند کیا روگ ہر۔ (مرزا صاحب سے) تو حضور سوئین لونڈی پنکھا جھلتی جاتی ہر چاہے دوپہر تک سویا کیجئے۔ مین بیٹھی رہونگی۔ بوڑھی عورت ہون کوئی کام تو رکھیگا نہین۔

مرزا۔ بوڑھی عورت تو نہین اور ابھی تو ادھیڑ بھی نہین ہو۔

مبارک قدم۔ اے واہ ادھیڑ نہین جوان سہی۔ حضور آرام فرمائین جب جاگیے گا تو عرض کرون گی۔

خدمتگار نے اشارے سے کہا کہ ان کو سونے ندو۔ باتون مین لگاؤ مبارک قدم خاک نہ سمجھی سرہانے بیٹھ کر پنکھا جھلنے لگین۔ مرزا صاحب سونے کے بڑے شائق تھے تکیے پر سر رکھتے ہی خراٹے لینے لگے۔ خدمتگار نے مبارک قدم کے کان مین یون کہا۔

خدمتگار۔ سونے کیون دیا۔

مبارک قدم۔ جلدی جاگ جائینگے۔

خدمتگار۔ اب یہ کل کی خبر لائینگے۔

مبارک قدم۔ اوہے واہ وا۔

خدمتگار۔ جگا دو زور سے پنکھا جھلو۔

مبارک قدم۔ اچھا حضور اٹھیے بڑی دیر سے آپ سو رہے ہین طبیعت سست ہو جائیگی۔

خدمتگار۔ ہان حضور اب اٹھیے۔

مرزا۔ سونے دو (ڈپٹ کر) آرام کرنے دو۔

خدمتگار۔ بہت خوب۔

مبارک قدم۔ حضور اب شام ہو گئی۔

مرزا۔ کچھ پروا نہین ہر سونے دو۔

مبارک قدم نے باتین کر کے مرزا صاحب کو جگا ہی دیا۔ آنکھین ملتے ہوئے اٹھے پانی منگوایا منھ دھویا گلوری کھائی اور مبارک قدم سے باتین کرنے لگے۔

مرزا۔ کیا پیغام لائی ہو۔ ؎

مرحبا طائر فرخ پے و فرخندہ پیام
خیر مقدم چہ خبر یار کجا راہ کدام

مبارک قدم۔ حضور دداجی نے بھیجا ہو اور کہا ہو کہ تخلیے مین پیغام کہنا۔

مرزا۔ اب اس سے بڑھ کر اور تخلیہ کیا ہوگا۔

مبارک قدم۔ (اشارہ کر کے) خدمتگار کو اٹھوا دیجئے۔

مرزا۔ حقہ بھر لاؤ۔

خدمتگار۔ حاضر کرتا ہون۔

مرزا۔ ہان جی مبارک قدم کہو۔

مبارک قدم۔ حضور پہلے انعام قبولین۔ یون ہم نہ کہنے کے وہ پیام سناؤن کہ آپ بھی پھڑک جائین انعام قبول لیے تو عرض کرون۔

مرزا۔ آج انہین اگر مالا مال نہ کر دین۔

مبارک قدم۔ جبتک مقبولہ نہ کیجیے گا مین نہ بتاؤنگی۔

مرزا۔ ان باتون سے ہمین نفرت ہو۔

مبارک قدم۔ اچھل پڑیے گا۔

مرزا۔ کیا کوئی رقم ملنے والی ہو۔؟

مبارک قدم۔ رقم! اے وہ رقم ملے کہ نواب ہو جائیے ایک بیگم صاحب نے پیغام بھیجا ہو۔

مرزا۔ واللہ! واہ رے آزاد۔ ہو قسمت کا دھنی۔

مبارک قدم۔ امیر ہین۔

مرزا۔ سبحان اللہ۔ پھر کیا پوچھنا ہو۔

مبارک قدم۔ کم سن ہین۔ کوئی چودھوان سال ہو۔

مرزا۔ واللہ شکر خدا۔ ہزار شکر خدا۔

مبارک قدم۔ ناکتخدا ہین۔

مرزا۔ ہان واہ وا واہ۔

مبارک قدم۔ پاکدامن ہین۔

مرزا۔ یا خدا مین خواب دیکھ رہا ہون یا سچ مچ۔

مبارک قدم۔ حسین ہین۔

مرزا۔ زہے نصیب۔

مبارک قدم۔ اب آپ دداجی کے مکان تک چلے چلیے

مرزا۔ انکو ہمین نہ بلا لاؤ۔

مبارک قدم۔ مین بیٹھی ہون۔ آپ بلوا لیجیے۔

مرزا۔ قادر جا کے دداجی کو تو بلا لاؤ۔ کہنا جلد بلایا ہو۔

مبارک قدم۔ کہدینا مبارک قدم بھی وہین بیٹھی ہین۔

خدمتگار۔ وہی نہ جو گلی مین رہتی ہین۔ ابھی جاتا ہون۔

میان قادر نے دروازے پر پہونچتے ہی ڈپٹ کر للکارا۔ ارے کوئی ہو! اس مکان مین کوئی ہو۔ این کوئی بولتا ہی نہین (دروازے پر زور سے دونون ہاتھ مار کر) ارے میان اس مکان مین کوئی ہو۔ لاحول سب مر گئے۔

دداجی۔ (گھبرا کر) اے لونڈے (آہستہ سے) دروازہ بند ہو کہ نہین

لونڈا۔ (اکڑ کر) جی ہان بند۔

دداجی۔ (جھلا کر آہستہ سے) ارے چپ موذی کاٹے

لونڈا۔ (آہستہ سے) کیون کیون۔ کیا چوری ہو رہی ہو کچھ۔

دداجی۔ چپ چپ۔ بس تو بول نہین۔

لونڈا۔ (ہاتھ سے منھ بند کر کے) اخاہ۔

دداجی۔ دست پناہ سے زبان کھینچ لونگی۔

قادر۔ ارے اس مکان مین کوئی ہو یا سب کو سانپ سونگھ گیا

دداجی۔ دروازہ بند ہو نہ۔ دیکھ لے چپکے سے۔

قادر۔ ذرا پھاٹک تو کوئی آؤ۔ کوئی کھا نہین جائیگا۔

لونڈا۔ (کوٹھے پر جاکر)۔ دداجی۔ دداجی۔

دداجی۔ اے چپ موے۔

لونڈا۔ آخر سبب تو فرمائیے۔

دداجی۔ خدا جانے کون ہو۔ ہم تو دو مہینے سے روپوش ہین۔ خدا نہ کرے کہ اندر گھس آئے اور چڑھا آئے نہ تو تماشا بھی دکھلا دون۔

لونڈا۔ آپ چپ چاپ بیٹھی رہین بس۔ جو آئے تو دو سو تیر یہان سے مارون۔

دداجی۔ اچھا اچھا بس اب بہت شیخی کی نہ لو۔

قادر۔ ہم دروازہ توڑ تاڑ کے پھینک دینگے اب۔

دداجی۔ قتل کر کے دھر دون۔

لونڈا۔ بوٹیاں نوچ کے چبا جاؤن کیا دل لگی ہو ابے کون ہو تو

دداجی۔ اے چپ

قادر۔ میان آزاد نے بھیجا ہو اور دداجی کو بلایا ہو۔ کوئی ہو!

دداجی۔ ارے اتوبہ توبہ جاکے نام تو پوچھو۔

لونڈا۔ (باہر جاکر) کیا نام۔

قادر۔ بھلا بڑی بات بولے تو۔ باہر آؤ تو کہین۔

لونڈا۔ (باہر جاکر) کہیے نام کیا ہو۔

قادر۔ ہمارا نام قادر ہو اور ہم مرزا آزاد صاحب کے ہان سے آئے ہین اور دداجی کو انھون نے بلایا ہو۔ جا کے کہدو نہ ہو۔

لونڈا۔ اجی مرزا آزاد کا آدمی ہو۔

دداجی۔ پوچھو وہان ہماری لونڈی ہو۔

دداجی نے ڈولی منگوائی۔ پردہ کرایا۔ سوار ہوئین غلام کو حکم دیا کہ ساتھ ساتھ چلے۔ قادر آدمی ہنسوڑ سے تھے تیکھے ہو کر کہا واہ ہم ڈولی کے ساتھ دوڑنے والے کو کچھ کہتے ہین۔ ہمارے باپ کوئی ایسے ویسے نہ تھے۔ (اباجان عمر بھر رسالداری کیا کیے دادا جان ہفت ہزاری تھے۔ ناناجان کے ہان نیل کی تجارت ہوتی تھی۔ جسکو خدا بخشے تمام عمر اشرفی جوتا پہنا کیے ہے کہتی ہین ڈولی کے ساتھ چلو۔

دداجی۔ تو ہاتھی پر چڑھ کے آئے ہوتے۔

قادر۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہو۔

دداجی۔ اللہ اور دے میان۔

قادر۔ تین گھنٹے تک دروازے پر غل مچایا کئے۔ گلا پھٹ گیا پکارتے پکارتے ناک مین دم آگیا اب حکم ہوا ڈولی کے ساتھ دوڑو۔

راوی۔ اچھا تو میان تم نہ دوڑو۔ بس۔ اسمین لڑائی کیا ہو۔

قادر۔ اب تو مکان بھی آگیا۔ روک لو ڈولی۔ اس پھاٹک مین لیچلو۔

کہار پھاٹک مین ڈولی لیگئے۔ دداجی اُترین۔ اوپر گئین۔

دداجی۔ بندگی۔ مزاج اچھا ہو مرزا صاحب۔

آزاد۔ آزادون کے مزاج کی کیا پوچھتی ہو۔

دداجی۔ تو بھی۔

آزاد۔ دور دراز کے سفر سے آتے ہین تھکے بہت ہین جن جن سے اقرار کر کے گئے تھے وہ سب فرنٹ ہو لئے خیر ہمارا بھی خدا ہو

دداجی۔ اے اب چین کرو۔ مزے سے دندناؤ چاند سی بیوی ملیگی اور دولت گھاٹے مین۔

آزاد۔ شکر ہو خداوند سے

قضا بحمد ہر آن چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

دداجی۔ پھر اب کب چلیے گا۔
آزاد۔ پہلے کل باتین تو بتاؤ۔ مبارک قدم نے تو تعریف کے پل ہی باندھ دیے۔ حسین ہین مہ جبین ہین نازنین ہین نازک بدن ہین غنچہ دہن ہین اور سب سے زیادہ لطف یہ کہ نوخیز اور ریوڑیہ والی اور عفیفہ ہین۔
دداجی۔ ابھی ہمنے اپنی آنکھون نہین دیکھا۔
آزاد۔ ایں! واہ۔ باتین۔ باتین حسن۔
دداجی۔ اچھا ہم جاکے دیکھ آئین۔
آزاد۔ اسی وقت جاؤ۔
مبارک قدم۔ چلیے وہ تو بیٹھی ہی ہین۔
دداجی فوراً وہان سے رخصت ہوئین۔ مگر سر آئین عباسی سے کہا چلو ہمکو اپنی بیگم صاحب کے پاس لیچلو۔ سب معاملہ ٹھیک ہے۔
عباسی۔ تمھارے منہ مین گھی شکر۔ تو دو ڈولیان منگوا لیجیے۔
دداجی۔ مبارک قدم جاکے ایک ڈولی اور لاؤ جلدی سے لاؤ۔
مبارک قدم فوراً اڈے پر سے ایک ڈولی اور لے آئی ایک پر دداجی سوار ہوئین دوسری پر عباسی بیگم صاحب کے مکان پر داخل ہوئین۔ اترتے ہی عباسی نے پوچھا دارغہ صاحب آگئے ایک مہری نے کہا انکا کہین پتا ہی نہین ہے۔
عباسی نے کہا چلیے دداجی آئیے۔ دداجی بھی اتریں اور گئین
عباسی۔ (بیگم صاحب سے) حضور دداجی سلام کو آئین ہین
بیگم۔ بندگی کہو۔ وہ کام بنایا۔ کچھ پتہ لگایا۔
عباسی۔ سب ٹھیک ہے حضور۔
بیگم۔ (منجر ہوکر) ہان! پھر تو انعام۔ اب کیا پوچھنا ہے۔

عباسی۔ بندگی حضور حضور ہی کی بدولت پرورش پاتے ہین بلا اور کسی کی۔
دداجی۔ جو آپنے چاہا تھا وہی ہوا۔
بیگم۔ شکر ہے۔
دداجی۔ ہمکو بھیجا ہے کہ جاکر دیکھ آؤ۔
بیگم۔ دیکھیے۔ آنکھ ناک۔ منہ۔ ہاتھ۔ پاؤن۔
دداجی۔ اے حضور فقط میان کے حکم کی تعمیل ہے۔
بیگم۔ ہمکو وہ بخوبی جانتے ہین۔
دداجی۔ ہان پھر کیا پوچھنا ہے۔ واہ۔ وا۔
بیگم۔ تم فقط۔
اَدَری۔ بیگم صاحب کہنے ہی کو تھین کہ تم فقط اللہ رکھی کا نام لینا مگر سوچین کہ اللہ رکھی لونڈیون بھٹیاریون کا نام ہے اب تو عصمت کا خیال چاہیئے لہذا بات ٹال دی۔
دداجی۔ مین بہت اچھی طرح کہونگی۔
بیگم۔ (مسکراکر) مہربانی۔
دداجی۔ حضور ہم نمک پروردہ ہین۔
عباسی۔ بیگم صاحب کی نظر عنایت ہوجائیگی تو ہن برسا دینگی۔
دداجی۔ مین آج ہی بلاکے لاتی ہون۔
عباسی۔ ہان ضرور لایئے۔
بیگم۔ گاڑی تیار کرادون۔
عباسی۔ ہان۔ ہان۔ ہمین جلدی سے آجائین۔
دداجی۔ اے نہین۔ سواری انکے پاس بھی ہے۔
دداجی ثریا بیگم کی پیش بہا لشتی وار فٹن پر سوار ہوکر شام کو میان آزاد کے مکان پر گئین۔ خدمتگار کو حکم دیا کہ میان کو اطلاع دو۔ اتفاق سے تھا اور اسی وقت تنہا تھے خدمتگار نے

جا کر اطلاع دی خداوندا ایک فٹن پر کوئی نیکبخت آئی ہین۔ کوئی بڑی امیر زادی معلوم ہوتی ہین۔ دو ہزار سے کم کی جوڑی نہو گی۔ کوچبان بھی ٹھسّے کے ساتھ بیٹھا ہے۔ چاکر بھی وردی ڈانٹے ہین۔ میان آزاد کو شک کی جگہ پورا پورا الیقین ہو گیا کہ بیگم صاحب خود بنفس نفیس تشریف لائین ہین جامے مین پھولے نہ سمائے اور جب گلبدن غنچہ دہن معشوق بن بلائے خود چلا آئے تو انسان کیون نہ اترائے۔ میان آزاد اپنے حسن و جمال و خط و خال اور لگاوٹ اور طرحداری سے خوب واقف تھے سمجھ گئی کہ ہمارا سا حسین اور کڑیل جوان دیکھکر بیگم صاحب ایسی ریجھین کہ بیتابانہ خود ہی دوڑی آئین۔ اس وقت انکے دو چار چیدہ چیدہ دوست بیٹھے ادھر اُدھر کی گپ اُڑاتے تھے۔ فقرے چست ہوتے جاتے تھے کرسیون پر نشست تھی۔ داہنی جانب تخت کا چوکا بچھا تھا۔ اُسپر دری اور سفید چاندنی صدر مین ایک بڑا تکیہ ادھر اُدھر جوا کے دو تکیے۔ بیچ مین انکا روشن تھا۔ کمرے مین ایک لمپ جل رہا تھا میان آزاد عظیم اللہ خانی حقہ پیتے تھے۔ خمیرہ دہیلر دھوان دھار بیگم صاحب کی آمد آمد جو سُنی تو فوراً اُٹھ کھڑے ہوے۔ آدمی سے کہا دو دو نون نئی کرسیان نکالو جو پرسون نیلام مین خریدی تھین ایکدوست کو کمرے مین لیکئے کوچ باہر نکالا۔ چاندی کا حقہ کلابتون کے کام کا پیچوان گنگا جمنی چمبر مخملی زیر انداز دستگی نکالی پیچوان تخت پر رکھا گیا اور حضور آرام چوکی پر بیٹھ کر پینے لگے۔ احباب کو حکم ہوا کہ اُنجانب کے مصاحب بنجانا خبردار حضور اور پیرومرشد کے سوا کوئی اور کلمہ زبان پر نہ لانا۔

اب تینون دوستون کے حالات سنیئے۔ ایک محمد رضا تیس برس کا سن وجیہ ور ضعہ دار آدمی۔ فارسی مین اچھی لیاقت تھی علم موسیقی مین بھی دخل تھا۔ دیہات کی سوا سو ڈیڑہ سو ماہواری کی آمدنی تھی اور اسی پر بسر اوقات ہوتی تھی دوسرے ٹھاکر گجراج سنگہ راجپوت ڈیڑہ سو روپیہ ماہواری کے مالگذار سرکار۔ بڑے جیالے آدمی تھے تیسرے منشی انور صاحب شاعر نازک خیال و شیرین مقال۔ عاشق تن رنگین مزاج میان آزاد نے خدمتگار کو حکم دیا کہ سب نوکرون کو پھاٹک کے باہر نکال دو۔ اور گاڑی پھاٹک کے اندر لے آؤ۔ خدمتگار نے تعمیل حکم کی۔

انور۔ آپ خود استقبال کے لئے جائین۔

ٹھاکر۔ مگر پہلے فٹن یہان آجائے پھر آپ جائین ابھی نہین۔

انور۔ فٹن تو داخل ہو گئی۔ ضرور جائیے۔

آزاد اُٹھ کر نیچے گئے تو فٹن سے ایک ماما مک پیرینہ روز بر آمد ہوئین میان آزاد نے کہا دداجی تم اکیلی ہی آئین آ ن کو ساتھ نہ لائین۔ مگر خیر حالات تو بیان کیجئے۔ یہ فٹن کسکی ہے دداجی نے کہا کوٹھے پر چلیے کمرے مین اطمینان سے بیٹھون تو سارا قصہ بیان کر چلون۔ میان آزاد دداجی کو لیکر کوٹھے پر گئے جبابی بھی ہمراہ ہوئی۔ کوٹھے پر دداجی نے تین چار سفید پوشون کو دیکھا تو آگے قدم بڑھاتے ہوئے جھجکین۔

آزاد۔ چلی آئیے کوئی غیر نہین ہین سب ہمدم و ہمراز ہین آئیے

دداجی۔ بھلا شیر دولھا کے ان کا تو کوئی نہین ہے ہم انکے سامنے نہ جائین گے۔ کیا اور کوئی جگہ نہین ہے راز و نیاز کی باتین سب کے سامنے کیونکر کرین۔

آزاد۔ آپ ہمارے ساتھ ساتھ کمرے تک چلی چلیئے یہان سب دلی دوست لنگوٹیے یار جمع ہین شیشہ و دلعاسے ہمین کیا واسطہ۔ بلا خوف چلی آئیے۔

دداجی کمرے مین گئین اور آزاد کے کان مین یون کہنا

شروع کیا۔ میاں کچھ نہ پوچھو۔ اللہ جانتا ہے ایسا جوبن ہمنے
نہیں دیکھا ایسی خوش حسین نازنین آجتک ہماری نظر سے نہیں
گذری کیا مکھڑا ہے۔ بس بلا مبالغہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے
اور شوخی اور چلبلاپن اور بھی ستم ڈھاتا ہے۔ صورت ہی سے معلوم
ہوتا ہے کہ آگ بھبوکا شوخ و شنگ معشوق ہے ہمارے خیال میں
کھپ گئی ہے کہ شہزادی ہیں بیشک پادشاہ زادی ہیں
شہزادیوں ہی کی سی بات چیت۔ وہی لب و لہجہ۔ وہی ادا۔
وہی پوشاک۔ وہی مزاج۔ وہی چال ڈھال۔ وہی بڑے
ریاست۔ بس جو برابر فرق نہیں پایا اور میاں تم تو خوب
جانتے ہو کہ تمام عمر شہزادیوں اور نواب زادیوں ہی میں بسر
کی ہے چھٹپنے سے آج کے دن تک پلو شاہزادیوں کے درمحلوں
میں رہے ہیں تو عورت کی چتون دیکھکر اسکے دل کا
حال بتادوں کہ کیسی ہے اور بات چیت کی نوبت بھی نہ آنے
تو میں تاڑلوں وہ آدمی کیا جو قیافہ شناس نہ ہوا۔ دلشاد کی
خلیق ہیں۔ اپنے ہاتھ سے گلوری بنا کردی مگر میں نے بھی انکی
خوب خوب تعریفیں کیں مجھسے پوچھنے لگیں کہ کیا تم انکے نوکر ہو
میں نے کہا انکے باپ دادا کے وقت سے ہم پرورش پاتے
ہیں ایک ایک رگ و پے میں نمک پیوست ہو گیا ہے۔
آزاد۔ سن کیا ہے۔ ہیں کوئی بیس بائیس برس کی یا کچھ زیادہ
ددا جی۔ اے ہے۔ ابھی سن کیا اٹھتی جوانی ہے ادون کے دن ہیں
عباسی۔ حضور کوئی سترھویں میں ہونگی۔ ابھی نام خدا
اٹھرن کے دن ہیں۔
آزاد۔ اور عفت کا بھی خیال ہے؟ اسکا حال تمھیں کیونکر معلوم ہو گیا
عباسی۔ سائیں!! اے حضور آپ ایسا فرماتے ہیں۔ باتیں سنیے گا
تو انکی عفت کا حال معلوم ہو جائیگا۔ ع ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

آزاد۔ سن طرار نبی عباسی چشم بد دور۔ زبان کیا کتر لی ہے
عباسی۔ (مسکرا کر) پھر نوکر کس کے ہیں۔
آزاد۔ ماشاءاللہ جسکی نوکر ہو وہ خدا جانے کیسی طرار ہونگی۔ ضرور چلینگے
ددا جی۔ حضور ایک نظر دیکھ لیجیے اگر دل نہ آ جائے تو
جھک کر سلام کریں۔
آزاد۔ ہمارے دل کی نہ کہو۔ ذرا طرحدار ہو تو پھسل جائینگے
ددا جی۔ جس وقت میں گئی یقین کیجیے ہلکا پیازی رنگا ہوا
دوپٹا اوڑھے ہوئے تھیں۔ اس سادگی اور صوفیانہ پن نے
جوبن کو وہ ابھار کا دیا تھا کہ کیا عرض کروں ؎

حاجت بناؤ کی تجھے اے نازنیں نہیں
زیور ہے سادگی ترے رخسار کے لیے

اور ہنس مکھ ایسی کہ آدمی چاہے کیسے ہی رنج میں ہو ہنس پڑے
آزاد۔ ابھی شادی سچ مچ نہیں ہوئی ہے۔
عباسی۔ اے حضور شادی کیسی اس لائق کوئی ہو تو پہلے
آزاد۔ (غرور میں اکڑ کر) اور ہم میں کیا بات ہے ایسی۔
ددا جی۔ اللہ کے فضل سے جوان ہیں آپ قبول صورت ہیں جوان مرد
ہیں۔ ہزاروں میں نمودار ہیں۔ آپ پر جو انکا دل آیا تو بیجا نہیں
ہے۔ مگر اس عفت کے صدقے کہ سوا شادی کے اور کوئی کلمہ
زبان پر نہیں لائیں ورنہ کوئی انکے سر پر تو ہے نہیں اپنی آپ
مختار ہیں جو چاہیں کر گذریں کوئی پوچھنے والا ہے۔
آزاد۔ آپ حقہ پیتی ہیں۔ منگواؤں۔
ددا جی۔ نہیں ایسی کچھ عادت نہیں ہے۔
عباسی۔ منگوائیے۔ ددا جی حقہ بہت پیتی ہیں۔
آزاد۔ پیچوان حاضر کرو۔
منشی نور صاحب بڑے لسان اور طرار اور خوش مزاج آدمی

تھے خدمتگار کو دھکا دیا اور خود بیچوان لیکر پہونچے حاضر ہی
خداوندا ابھی سلگا نہیں ہی پیر و مرشد۔ دداجی نے جو دیکھا
کہ سفید پوش شریف زادہ حضور حضور کہتا ہی تو سمجھین کہ اب
آزاد نے حیثیت درست کی ہی۔

عباسی نے بھی انور کو از سر تا پا غور سے دیکھا۔

عباسی۔ اے یہ کون ہی دداجی

دداجی۔ کوئی رفیق ہونگے۔ ہی کہ نہین حضور۔

عباسی۔ حضور کون تھے۔

آزاد۔ بندۂ خدا ہین اور کون ہین۔

عباسی۔ کچھ نام بھی ہی؟ بندۂ خدا تو سب ہی ہین۔

آزاد۔ میرے رفقا مین سے ہین۔ چالیس پچاس روپیہ
ماہواری مل رہتا ہی آدمی شریف ادر لکھے پڑھے ہین۔

انور۔ حضور بیگم آپ کے ساتھ نکاح پڑھوائین اور بی عباسی
غلام کے متھے چڑھین۔ انصاف اسی کا مقتضی ہی۔

عباسی۔ اے آگ لگے اس نگوڑے پر ہمین ایسی ہنسی گوارا نہین ہی۔

انور۔ کوس لو۔ کوس لو۔ لیکن ہونا یہی ہی ایک دن۔

عباسی۔ حضور لونڈی رخصت ہوتی ہی آپ سے اے واہ۔

آزاد۔ شکل و صورت بری نہین۔ سن زیادہ نہین۔ پاجی نہین
پڑھے لکھے شریف زادے ہین پھر اگر تمھارے ساتھ نکاح ہو تو گناہ کیا ہی

عباسی۔ (تنک کر) آپ کو ایسا نہ کہنا چاہیے آپ مالک ہین

انور۔ (باہر سے) مالک تو تمھارے ہم ہین صاحب۔

عباسی۔ واہ اچھے زبان دراز نوکر ہین۔ واہ واہ واہ

دداجی۔ اے تو چنچنی کیون ہو۔

میان آزاد کپڑے پہنکر دداجی کے ساتھ جانے کو تھے
ہی۔ کہ ایک صاحب ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ ملنے

والے
ضلع کے آدمی چھالیٹن کا شفاف پائجامہ نیچے کرتا اور شربتی
کا انگرکھا عباسی شالی رومال اوڑھے۔ سر پر چوگوشیہ ٹوپی
عقیق کا کنٹھا ہاتھ مین۔ اس قطع سے تشریف لائے تھے

آزاد۔ (اوپر سے) کون صاحب ہین۔ قادر کون ہے؟

قادر۔ مرزا الحسن صاحب ہین۔

مرزا صاحب۔ آداب عرض کرتا ہون میان آزاد
صاحب رخصت ہی؟

آزاد۔ (فرد رشوین بجان و دلیش) جی ہان قبلہ تشریف لائیے

مرزا صاحب آہستہ آہستہ قدم رکھتے ہوئے تشریف لائے

آزاد نے عباسی اور دداجی کو ایک کوٹھری مین بٹھا دیا اور کہا
ہمارے ایک بزرگ آگئے ہین وہ جالین تو ہم ساتھ چلین

مرزا صاحب آن کر ایک کرسی پر بیٹھے۔

انور۔ مزاج اقدس حضور کی کوئی دو مہینے کے بعد آج زیارت
نصیب ہوئی کیا کہین باہر جانے کا اتفاق ہوا تھا یہان
آپ کو دیکھا نہین۔

مرزا صاحب۔ عرض کرون حضرت۔ ناسازئ طبیعت
سے زیادہ دشمن انسان اور کوئی شے نہین ہی۔ مگر مین سخت
علالت تھی تپ لرزہ اور کھانسی حکیم صاحب معالج تھے
لوگون نے صلاح دی کہ ڈاکٹر سے رجوع لاؤ مگر حضرت اپنا
عقیدہ تو یہی ہی کہ ڈاکٹرون کی ادویہ گو سریع التاثیر اور
کثیر المنفعت ہین تاہم ذرا چوکے اور مریض جان بحق تسلیم ہوا
پھر اس بیچارے کا کہین ٹھکانا نہین ہی۔ مین خود بھی علیل تھا
کوئی چودہ روز تک کھانا نصیب نہین ہوا۔

انور۔ آپ کے چہرے سے ضعف معلوم ہوتا ہی واقعی بڑی
بیماری اٹھائی۔

آزاد - اب تو مزاج اچھا ہے۔
مرزا صاحب - ہاں زندہ ہوں ع

شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن

اور دنیا تو ہر طرح سے عالم ہی ہے۔ کھانے بھر کو خدا نے دیا ہے مگر آرام نہیں۔ کوئی نہ کوئی مصیبت ضرور ہی ستاتی ہے۔
آزاد - اطبائے یونانی کی لیاقت میں تو شک نہیں مگر ہندوستان کی کاہلی کو کیا کیجئے دو چار کتابیں پڑھیں اور طبیب بن بیٹھے بھلا طبابت بھی کوئی کھیل ہے ؎

مُردوں کو زندہ کرتے تھے جو وہ تو مر گئے
زندوں کے قتل کو یہ مسیح الزمان ہوئے

مرزا صاحب - ہندوستان کی کاہلی کا تو ہمکو بھی افسوس ہے کاہلی وہ بلا ہے بد ہے کہ خدا اس سے بچائے ۔۔۔

ان ذات شریف نے خوب ہی ہاتھ صاف کیا ۔

ہندوستان جنت نشان نے زمانِ باستان میں جو ترقی کی تھی اُسکو جب ہم زمانۂ حال کے تنزل سے مقابلہ کرتے ہیں تو زمین و آسمان کا فرق پاتے ہیں ۔ بعد المشرقین حیرت ہوتی ہے کہ یا خدایا زمانے نے کیا ستم ڈھایا کہ کچھ کا کچھ کر دکھایا عروج اور اقبال زوال اور ادبار سے مبدل ہوا - ہے ہے یہ کیسی بلائے بے درمان آئی کہ ایسی بیددی سے اس مصرع کی بنیاد ڈھا گئی وہی ملک ہے وہی سرزمین وہی مکان وہی مکین مگر یہ انقلاب یہ تغیر بے حساب کل ریاضی اور فلاسفہ وغیرہ علوم شریفہ میں ہندوؤں نے ید بیضا سے ناموری حاصل کیا تھا - آج علم و فضل خیر باد کہکر ایسا چل دیا کہ پتہ ہی نہیں - جن قوموں کو ہم اپنی تہذیب و شائستگی کے مقابل میں وحشی سمجھتے تھے وہ اب ہم حرف رکھتے ہیں ہندو ہم کو نیم وحشی اور جاہل کہتے ہیں - ع

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

انور - انقلاب - انقلاب - زمانہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے۔
ٹھاکر - ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہندوستان میں پہلے کیا تھا اور اب کیا نہیں -
مرزا صاحب - بجا ارشاد ہوا - آپ ابھی صاحبزادے ہیں اور انگریزی خوان ہم لوگوں کو آپ کیا مانینگے - کیوں صاحب ہمکو بھی آپ نیم وحشی سمجھتے ہونگے (مسکرا کر) نیم وحشی و جاہل ہیں
ٹھاکر - جی نہیں - آپ لوگ پرانے بزرگ غنیمت ہیں -
مرزا صاحب - مگر ہیں نیم وحشی ہی - جہالت ضرور ہے -
ٹھاکر - (مسکرا کر) نہیں قبلہ میں تو ایسا نہیں کہہ سکتا -
مرزا صاحب - اب وہ چرچے کہاں جو شاہی میں تھے کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا تھا کہ مشاعرہ نہوتا ہو یا پیالہ [illegible]
ٹھاکر - پیالہ کیا - شراب کا دور -
مرزا صاحب - لاحول ولا قوۃ - یہ شراب خواری زمانۂ حال ہی کی تہذیب ہے ورنہ اس زمانہ میں شراب خواری کا ذکر کجا - اب البتہ کسی قوم سے نہیں بچی - یہ بھی آپ ہی کی تہذیب ہے پیالہ آپ نہیں سمجھے لکڑی گو بازمین لڑنا استاد گتکہ لیکر اکھاڑے میں آیا - دس دس بارہ بارہ شاگرد چوٹیں لگاتے اور وہ بچاتے ہیں -

وہ آج کوٹھری میں بیٹھے بیٹھے گھبرا اٹھے عباسی سے کہا کہ کسی ترکیب سے ان مرزا جی کو یہاں سے (دفان) کیجئے ایسے جمے کہ اب اٹھنے کا نام تک زبان پر نہیں لاتے یہ یہاں چھاؤنی چھائینگے عباسی نے کہا ہم بھی گھبرا اٹھے واہی تباہی باتیں بک رہے ہیں حکیم ایسے اور ڈاکٹر ایسا اور ہنود ایسا اور خدا جانے کیا الم غلم بکتے ہیں جی اکتا گیا بیٹھے بیٹھے

طبیعت پریشان ہو گئی کہیے تو اشارے سے بلاؤن۔

ددا جی۔ ای نہین ایسا غضب نہ کرنا۔ جلد بازی سب کام بگاڑ دیتی ہی۔ جلدی شیطانی کام ہی۔

عباسی۔ اُدھر بیگم کی آنکھین راستہ دیکھتے دیکھتے تھک رہی ہون گی اِدھر ہم بیقرار ہین۔

ددا جی۔ اور ہمارا یہی ٹھیک وقت افیم کھانے کا ہی۔

عباسی۔ ایسا نہ ہو طبیعت بگڑ جائے۔

ددا جی۔ پھر ہرچہ بادا باد۔

اِدھر ددا جی اور عباسی یہ باتین کرتی تھین اُدھر مرزا صاحب مسہری پر دراز ہوئے۔ بسم اللہ۔

مرزا صاحب۔ قادر ذری پانوُن تو دباؤ۔

آزاد۔ (آہستہ سے انور کے کان مین) حضرت یہ بڑی بیڈھب ہوئی اب یہ کل سویرے کی خبر لائینگے۔ لاحول ولا قوۃ۔

انور۔ ابی نہین ذرا کمر سیدھی کرتے ہین۔

آزاد۔ حضرت ان کا کمر سیدھی کرنا کیا کم ہی۔ اب دو گھنٹے سے کم مین نہ اُٹھینگے۔ دیکھ لیجیے گا۔

مرزا۔ آتش کا کلام ہمین پسند ہی۔

انور۔ (آزاد کے چھیڑنے کے لیے) کچھ فرمائیے۔

آزاد۔ (آہستہ سے) اونھ۔ تم نے اور ایک شگوفہ چھوڑا۔

مرزا صاحب۔ ایک طرح تھی انسان کیا اور ایمان کیا اور سوزان کیا۔ اسمین بڑے بڑے شعرا لکھنؤ کی بھی غزلین تھین مگر جناب خواجہ صاحب نے کیا کیا شعر نکالے ہین۔ او واواہ اور معنی پیوندی سبحان اللہ سبحان اللہ سنیے گا۔ فرماتے ہین ؎

اے جنون وحشت عدم کے کوچ کا سامان کیا
جسم کے جامے کو مین نے چاک تا دامان کیا

منہ چھپا اب تو نہ مشتاقون سے اے خورشید رو
چرخ گردان کی طرح برسون ہی سرگردان کیا

مرگئین تیری جدائی مین ہزارون حسرتین
عشق غارت گر نے میرے دل کو گورستان کیا

نالۂ جان کاہ نے پتھر کو پانی کر دیا
مرغ و ماہی کو دل بیتاب نے گریان کیا

جلد نہلا مجھکو میرے خون سے اے شمشیر یار
دامن دل سالہا آلودۂ عصیان کیا

اے فلک مرہون احسان تو نہ تیرا مین ہوا
شکر ہی مجھکو خدا نے بے سر و سامان کیا

انور۔ عریان کا بھی قافیہ باندھا ہی۔

آزاد۔ (چپکے سے) اجی خاموش بھی رہو۔

انور۔ کیون قبلہ عریان کا بھی قافیہ باندھا ہے۔

مرزا صاحب۔ جی۔ ہان۔ سنئے۔ کیا شعر ہی ؎

یاد ابرو و ذقن مین اُڑ گئی آنکھون سے نیند
گہ گلو میں جا لگے کبھی تلوار کو عریان کیا

انور۔ سبحان اللہ۔ خوب کہا ہی اور افغان کیا کا قافیہ۔ ؟

آزاد۔ (چٹکی لیکر) خدا سمجھے تم سے۔

مرزا صاحب۔ افغان کا بھی ہی۔

پھر گئی آنکھون مین وہ مژگان برگشتہ تو پھر
ذکر ارہ تھا جا آہ و نالہ و افغان کیا

آزاد۔ یہ کسقدر پھیکا ہی۔

مرزا صاحب۔ ہر شعر مرصع نہین ہو سکتا۔

آزاد۔ قادر کے بجے ہونگے۔

انور۔ ابھی کے بجے۔ کوئی سات کا عمل ہوگا۔

آزاد۔ سبحان اللہ دس بجا چاہتے ہوں گے۔
مرزا صاحب۔ ہم ذرا سوتے ہیں کوئی گیارہ بجے جگا دینا۔
آزاد۔ گیارہ تو بجا چاہتے ہیں قبلہ۔
قادر۔ ساڑھے نو کا وقت ہے۔ اب دس بجیں گے۔
انور۔ رات اپنی ہے۔ چاہے دس بجیں چاہے بارہ بجیں
آزاد۔ (آہستہ سے) اچھا آج تم دق کر لو کل جواب دونگا۔
خدا کے لیے ان کو کسی طرح (دفان) کرو عجب بدتمیز آدمی ہو۔
انور۔ دوران کا قافیہ خوب چمکا۔
مرزا صاحب۔ سنئے ؎

| قامتِ موزوں تصور میں قیامت ہو گیا |
| چشم کی گردش نے کارِ فتنۂ دوران کیا |

انور۔ سبحان اللہ۔ چشم کی گردش نے کار فتنۂ دوران کیا
آزاد۔ اب سو رہیئے۔

مرزا صاحب نے یہاں آزاد کی ناک میں دم کر دیا آزاد نے مجبور ہو کر دداجی اور عباسی کو رخصت کیا اور وہ دو لوتیاں (؟) بلا سو وہاں سے درد کی طرح اٹھیں۔ منشی انور اور شاکر صاحب وغیرہ احباب نے بھی اپنے اپنے گھر کی راہ لی ثریا بیگم بیچاری چشم براہ تھی کہ اب آتے ہونگے اب آتے ہونگے۔ کھٹکا ہوا اور وہ سمجھیں دداجی آ گئیں۔ کسی نے دروازہ کھولا اور انہوں نے پکارا۔ دداجی۔ کوئی بولا۔ اور انہوں نے کہا لو عباسی آ گئی سچ مچ کے سے بار بار جھانکتی تھیں۔ جب جلسی کے آنے میں دیر ہوئی تو انکی بیقراری اور بھی بڑھی۔ مگر مغلانیوں نے سمجھانا شروع کیا۔ حضور دیر آید درست آید۔ کھانا کھا ئینگے اگر سر اٹھینگے مگر ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ آئینگے ضرور۔
ثریا بیگم۔ ہماری بائیں آنکھ آج کئی دن سے پھڑک رہی ہے

مغلانی۔ واہ یہ مبارک فال ہے ایک باری نواب صاحب کی دائیں آنکھ دو دن تک پھڑکا کی تیسرے دن سرکار کا حکم آیا کہ تمہارا وثیقہ کھل گیا۔ سات مہینے تک خبر نہ تھی سات مہینے کے ساڑھے تین ہزار وہ ملے۔ پانچ سو کے حساب سے یکمشت اور پھر برابر وثیقہ جاری رہا۔ سو حضور آنکھ کے پھڑکنے کی بڑی مبارک فال ہے۔
محلدار۔ اس اپنیا (باغیچہ) کے سامنے وہ ان کی دو لونڈیاں وہ ہیں نہیں بیگم صاحب۔ ان کی بائیں آنکھ پھڑکی تو خزانہ نکلا خوش باش تھیں۔ اب اچھے اچھے لکھ پتی ان کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔
بیگم۔ دیکھیے ہمارے حق میں آنکھ کا پھڑکنا کیسا نکلتا ہے۔
محلدار۔ حضور منہ مانگی مراد بر آئے تو سہی۔ آزمائی ہوئی بات ہے
مغلانی۔ ہزاروں لاکھوں کروڑوں بار کیا کچھ آجکی آزمائی ہے
دداجی اور عباسی فٹن پر سوار ہوئیں اور چلیں۔
انکا بیان تو یہاں چھوڑا اب ان میاں آزاد مرزا کا حال سنئے۔

آزاد مرزا

آزاد مرزا ایک شجیع دستیج خوش رو اور قوس ابرو بلغ بہار اور طرحدار جوان تھے۔ کئی زبانوں سے واقف۔ اصناف سخن پر قادر ناظم ناثر فنون سپہ گری میں طاق۔ فن شناوری میں مشاق بہت متمول تو تھے نہیں مگر سوا سو روپیہ کے وثیقے میں اچھی طرح بسر ہوئی جاتی تھی اکیلا دم۔ عزیز نہ رشتہ دار جس کی فکر ہو یا جو ان کی روٹیوں پر پڑا ہو۔ یہ شخص بدمعاش بھی پرلے سرے کے تھے چوروں کے پیر۔ اٹھائی گیروں کے لنگوٹیے یار۔ ڈاکوؤں کے شریک حال گرہ کٹوں کے پیر کلہ کسی کی جان لینا انکے بائیں ہاتھ کا کرتب تھا جس سے

یارانہ ہوا اُسی کی گردن کاٹی امیر سے مل جل کے رہنا۔ اور اُسکی گھر کی جھڑکی سہنا ان کا خاص پیشہ تھا لیکن جس امیر کی سرکار مین دخل پایا اُسی کو نیچا ضرور دکھایا اگر ممکن ہوا تو لنگوٹی بند ہو ادی ورنہ کچھ لے دے کے الگ ہوتے اور یارون مین سنکار نا شروع کیا کیون کیسا پھانسا۔ شریف اور وضعدارون کی صحبت سے نفور تھے مگر ڈرتے رہتے تھے کہ مبادا کسی روز یہ کچھ کر ڈالے شہر کے مہاجن اور ساہوکار از حد خائف اور زر خرید غلام تھے۔ جس مہاجن سے جو مانگا اُس نے مارے خوف کے حاضر کر دیا اور اگر انکار کیا تو دوسرے روز چوری ہو گئی۔ سیٹھ روپال نامی ایک مہاجن امیر کبیر اور مشہور و معروف تاجر شہر کو آپ نے ایک مرتبہ یہ چٹھی لکھی ۔

”سیٹھ جی صاحب کی خدمت مین بندگی بعد سرافگندگی کبھی یاران سرِ پل سے بھی واحد شاہد ہو گئے تعلقدارون سے خوب مال چیرا سو تیقہ دارون کو دونون ہاتھون سے لوٹا یار تیرا تنخواہ ایک نہ چھوٹنے پایا۔ سود پر سود چڑھایا۔ اب آپ یارون کی نظر پر چڑھے ہین اگر بھلمنسی سے کہنا مان جاؤ تو فبہا المراد چشم ما روشن دل ما شاد۔ ورنہ بھگتو گے ۔ ع

تم تو ٹرا لکھنا بہت سمجھنا

تمہارا دوست آزاد مرزا

لالہ روپال آدمی تھے انتہا سے زیادہ کنجوس۔ ع

نخواندہ بجز باب لاینصرف

خط کو پڑھوا کر چاک کر ڈالا اور کہا جھک مارتا ہے۔ ایک سپاہی اور بڑھا دیا جائے ۔ دیکھین تو آزاد مرزا کیا کر سکتا ہے۔ ایک اٹھوارے تک تو خیریت سے رہے۔ نوین روز پھر ایک رقعہ آیا۔

”لالہ جی۔ کچھ خیر ہے۔ بعلاوہ مرا ہوا آدمی جسکو حضور نے سپاہیون کے زمرے مین نوکر رکھا ہے ہمارا کیا بنا لے گا ناحق تین چار روپیہ مہینے پر پانی پھیرتے ہو اُس کو موقوف کر دو۔ ہم چوری ضرور کرین گے اور نہ کرین تو بسر کیونکر ہو ع

روٹی تو کما کھائے کسی طور مچھندر

وہی آزاد مرزا“

لالہ صاحب نے اس خط کو بھی پھاڑ کے پھینک دیا۔ دسوین دن منیب جی کوٹھی کی کوٹھری کھولتے ہین تو روز سے کہین زیادہ روشنی ایں! یہ روشنی کیسی۔ دیکھتے ہین تو چھت کاٹی ہے۔ ارے! صندوق کھلا پڑا ہے ہائے ہائے۔ چوری ہو گئی۔ آدمی نوکر چاکر سپاہی اڑوسی پڑوسی سب ہی جمع ہو گئے تو آمین آ۔ پولیس والون کو خبر ہوئی وہ بھی دوڑے آئے لالہ جی پوجا پر تھے۔ کہار نے جا کر کہا۔ لالہ رات چوری ہو گئی۔ ایں! پوجا چھوڑ کر لالہ جی نے کھڑاؤن پہنی اور کانپتے ہوئے کھٹ پٹ کرتے چلے۔

منیب۔ چوری ہو گئی لُٹ گئے۔ لُٹ گئے۔

لالہ۔ آت لوٹ لے گیا۔ یہ ہوا کیا۔ آیا کدھر سے۔

منیب۔ کیا جانے کدھر سے آیا۔ یہ سپاہی کیسے سب گئے تھے

ایک سپاہی۔ رات بھر جاگتے رہے لالہ تمام رات جاگتے تھے

دوسرا سپاہی۔ ہم نے جب پہرا بدلوایا تو ۱۲ بجے تھے اسوقت تک منیب جی حساب جوڑ رہے تھے۔

منیب۔ دو بجے چوری ہوئی ہو گی۔ آدھی رات تک ہم یہان بیٹھے ۔

تیسرا سپاہی۔ کچھ کھٹ پٹ کی آواز تو آتی تھی مگر مین سمجھا کہ چوہے ہین ۔

لالہ۔ اسے پہچان ہی یا نہین ۔

نیسب ۔ معلوم ہوتا ہی جاگ ہو گئی یا آہٹ ہو گئی جانے کیا ہوا جو سب شور نہ سکا ۔

لالہ جی روپیٹ کے بیٹھ گئے ۔ ایک مرتبہ کسی ایسا کا مکان چوروں نے تاکا صلاح ہوئی کہ مرزا آزاد سے مدد لین اس محلے مین ایک پرانا نامی ڈاکو رہتا تھا جسکے سبب سے کسی چور کی دال نہین گلنے پاتی تھی ۔ اُس نامی چور کا مقولہ تھا کہ ڈوا بن بھی ہمسائے کا گھر بچا کر کھاتی ہی ہم اپنے محلہ مین چوری نہ ہونے دینگے جب وہ نامی چور مر گیا تو شہر کے چوروں نے اس محلہ مین اپنی کرتا کا اور اس چور کی جورو سے جسکا نام آبادی خانم تھا کہا کہ آج روشنی اور مشعل اور کھانے پینے کا انتظام کر رکھنا شب کو ہم سب یہان بیٹھ کر چوری کرنے جائینگے چور کی بیوی بیچی اتنے عرصے تک اس محلے مین رہے ۔ میان پڑوسیون کو مثل بھائیون کے سمجھتے تھے ۔ اب اُنکی وفات کے بعد محلہ والون پر کیا ہاتھ صاف کرون ۔ شام کو بی ہمسائی کو پکارا ۔

آبادی خانم ۔ بی ہمسائی ۔ بی ہمسائی ۔

ہمسائی ۔ کیون آبادی خانم آئی ۔ ٹھہرو دکو ٹھے پر آن کہو خیریت ہی ؟ ۔

آبادی ۔ کیا بتائین بہن ایک مصیبت آن پڑی ہی ۔ گور بھری ہنسیا ہی نہ نگلتے بنے نہ اُگلتے بنے کہون تو مان ماری جائے نہین تو باپ کتا کھائے ۔

ہمسائی ۔ اللہ خیر کرے بہن ۔ کیا کچھ روپے پیسے کے معاملے ہے

آبادی ۔ کیا بتاؤن ۔ وہ جب تک زندہ رہے محلے کا دم بھرتے رہے کوئی آنکھ اُٹھا کر دیکھتا تو آنکھین نکال لیتے مگر اب تو اللہ نے اُن کو اُٹھا ہی لیا ۔

ہمسائی ۔ تمھین بہن غصہ کا فرو جو ہم سے کہو ۔

آبادی ۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہی نواب صاحب نے چھ روپیہ مہینا مقرر کر دیا ہی مگر آج ایک بیڈھب بات ہونے والی ہی بس کچھ پوچھو نہ بہن ۔

ہمسائی ۔ اے تو بتاؤ تو کچھ جب تو پوچھی ۔

آبادی ۔ پانچ چھ چور آئے تھے کہہ گئے ہین کہ آج ڈاکہ ماریگے

ہمسائی ۔ کس کے ہان ۔

آبادی ۔ پہلے تو سامنے والے لالہ کے ہان جائینگے لکھ پتی ہین پھر تمھارے ہان پھر کیدان کے گھر مین ۔ کہہ گئے ہین کہ مشالین (مشعلین) بنا رکھنا ۔

ہمسائی ۔ ہائے میرے اللہ آج تو گھر مین پیارے کے ابا بھی نہین ہین

آبادی ۔ لالہ کے ہان کسی صورت سے کہوا بھیجو ۔

ہمسائی ۔ ابھی ابھی (لونڈی سے) جو کچھ حال سنا ہی جیکے سے لالہ جی کے ہان کہہ آ اور اُدھر ہی سے کیدان صاحب اور چھوٹے مرزا اور منجھو صاحب سے بھی کہتی آنا ۔

لونڈی ۔ بہت خوب کہیئے تو مرزا اماد بیگ کو بلا لاؤن ۔

ہمسائی ۔ ضرور کہنا تمھاری چچی اکیلی ہین اور آج اسقدر کا طوفان آنے والا ہی چل کے رات کو وہین رہو ۔

تمام محلے مین خبر مشہور ہو گئی اور کھلبلی پڑ گئی کیدان صاحب نے تلوار سرھانے رکھی ۔ آدمیون کو حکم دیا کہ رات کو خوب چوکس رہین اور دروازے پر روشنی رہے ۔ لالہ صاحب نے بھی کئی آدمیون کو دروازے پر بٹھا دیا اور مع اعزا و اقربا جاگتے رہے ذرا آدمی کی چاپ سنی اور ہوا ہوائی گولی داغ دی چور جو آئے دیکھا کہ ہر دروازے پر چراغ روشن ہین تمام محلے مین جاگ ہی ۔ کسی کے دروازے پر سپاہی بیٹھا ہی کہین کوٹھے پر سے لوگ کھنکار رہے ہین کہین بات بات ہم

گرمی چلتی ہی سخت متحیر اور بد دماغ ہوئے - نامی چور کے گھر پر ایک ایک دو دو گھر کے آتے - کیونکہ یہی آنکی بیٹھک قرار پائی تھی - نامی چور کی جورو آبادی خانم نے کہا شسُن تیل حاضر ہی - پراٹھے اور قورمہ پکار رکھا ہی - پان - تمباکو - حقہ سب حاضر ہی - چورون نے کھانا کھایا اور ڈھاٹے باندھ باندھ تلوارین لٹکا کر چلے - دس قدم بھی نہین گئے تھے کہ ایک چھت سے آواز آئی (آچھین) اور پانچ چھ قدم بڑھے ہونگے کہ ایک شخص نے کہا (تیل اور بلی) تب تو چور چکرائے کہ یا الٰہی جب آئے تب بھی یہی حال تھا اور اب بھی یہی کیفیت ہے کچھ دال مین کالا کالا ضرور ہی —

اتنے مین لالہ کے مکان سے کسی نے بندوق داغی اور اُس کے ساتھ ہی چھینکے کی آواز آئی ادھر ایک آدمی نے بہ آواز بلند کہا (کیون بیدھے ہوکے آئے ہو - جانتے ہو کس کا مکان ہی دھر لئے جاؤ گے) اس فقرے پر چور آگ ہو گئے

آزاد مرزا - یارو کچھ سمجھے بھی ہم تو سمجھ گئے -

ایک چور - آپ کیا خاک سمجھے -

دوسرا چور - آزاد مرزا بڑے چالاک آدمی ہین یہ ضرور سمجھ گئے ہون گے حضرت -

پہلا - یہ محلے بھر مین آج جاگ کیسی ہو گئی ہی - توبہ توبہ -

دوسرا - یہی ہمین بھی حیرت ہی -

تیسرا - ساتھیون مین سے کسی نے کہہ دیا ہی - بُری بات ہی -

آزاد مرزا - جی حضرت - آپ لوگ نوسکھیے ابھی کیا جانین یہ سارا فساد اُس آبادی خانم مردار کا ہی کہ محلے والون سے سب کہہ دیا ہم سے سنیے - قتل کے قابل کام کیا ہی —

پہلا چور - کیا بات کہی ہے - واللہ یہی ہی اس مین شک نہین بس کھپ گئی

دوسرا - آج کوئی دس بارہ ہزار کی رقم ہاتھ آتی -

تیسرا - این ! کہتے ہو - کم سے کم پچیس ہزار تو ہاتھ آتے - مگر دل کی دل ہی مین رہی واللہ اتفاق -

آزاد - ہم تو جاکے اُس مردار کو قتل کیے ڈالتے ہین —

دوسرا - کلام تو ایسا ہی کیا ہی - ہی کشتنی سوختنی —

آزاد مرزا - تمام محلے مین جاگ ہو جانا کیا معنی - ایک بجے کا وقت سارا زمانہ سو رہا ہی مگر اس محلے مین سونے کا نام ہی کوئی زبان پر نہین لاتا - توبہ توبہ لاحول ولا قوۃ —

چور - جی ہان فساد اُسی کا ہی -

تیرا ہی تو ہے فساد مردار	داماد کو گل دیا مجھے خار

آزاد مرزا - چلیے بس اب شاعری کا خون نہ کیجیے - معلوم ہی آپ بڑے شاعر غرا ہین - ہمارے نزدیک اب یہان ٹھہرنا فضول ہی —

چور - بیشک - بلاشبہہ - پہلے چلکر اُن سے پوچھیے تو -

راوی - آبادی خانم اور کیمدان اور لالہ جی اور بی ہمسائی مین پہلے ہی مقرر ہو گیا تھا - کہ جب چور آئین تو ایک کنکری پھینک دینا - چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا - محلے بھر مین جاگ ہو گئی -

آزاد مرزا - واللہ آج بڑی گوڑی گئی - افسوس - صد افسوس

چور - چلیے کل نہین پرسون پرسون نہین نرسون سہی -

دوسرا - اجی آج تو ہاتھ نہ گرما سکے -

چور - ہان آج تو دل کی دل ہی مین رہی -

آزاد مرزا سب ساتھیون کو ہمراہ لیکر آبادی خانم کے ہان گئے دروازہ کھلوایا - اندر داخل ہو کے ادھر ادھر کی باتین کرنے لگے

آزاد مرزا۔ آبادی خانم ہم لوگ تمھارے کمال شکور ہیں
تم نے ہم پر بڑا احسان کیا کہ محلے میں اپنی جنیٹی تک کو خبر کر دی۔
آبادی خانم۔ اوواہ۔ یہ بھلا ایسی بات ہو سکتی ہے۔
آزاد۔ نہیں خدا جانتا ہے ہم پر بڑا احسان کیا۔
آبادی۔ اہو تو کاہے کا احسان۔
آزاد مرزا۔ یہی کہ ہم کو چوری نہ کرنے دی۔
آبادی خانم۔ اور یہ سب کے سب چلے کیوں آئے
آزاد مرزا۔ باتیں بناتی ہے۔ سارے زمانے کو خبر کر دی اور ہم سے چکنی چپڑی باتیں کرتی ہے۔ یکے سب چلے کیوں آئے؟ چلے نہ آتے تو کیا جوتے کھاتے مگر بغیر قتل کیے نہ جائیں گے
آبادی خانم۔ میاں جو میرا قصور ہو تو زندہ چنوا دو۔ مگر میں اللہ کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ میں بے قصور ہوں میرا جَو برابر قصور نہیں۔
آزاد مرزا۔ سچ ہے ہمیں معلوم ہے۔

بڑی دیر تک اس میں اور آزاد میں بحث رہی آخر کار آزاد مرزا نے غصے میں آ کر تلوار ماری آبادی خانم کی ران پر چھچھلتی ہوئی پڑی اور تڑپ کر کوٹھے کی طرف بھاگی۔ چور چاہتے تو اس کو پکڑ لیتے مگر انھیں اسکی بیکسی اور بے بسی پر کمال رقت آئی۔ تلوار کھا کر آبادی خانم نے کوٹھے پر خوب غل مچایا۔ محلے والے سمجھ گئے۔ فوراً پچیس تیس آدمی دوڑ پڑے اور چور تو پکڑ لیے گئے۔ مگر آزاد مرزا چھ آدمیوں کو زخمی کر کے تلوہ بچ نکلے۔ ان کے مزاج کی عجب کیفیت تھی بچوں میں بچے بوڑھوں میں بوڑھے جوانوں میں جوان کوئی بات ایسی نہیں جسکا انکو مذاق نہ ہو ایک سال تک فوج میں بھی نوکر رہے تھے۔ وہاں بھی ان کی حرکتوں سے لوگ عموماً نالاں تھے ایک دن یہ دل لگی کی کہ رسالے کے بیس گھوڑوں کی اگاڑی پچھاڑی کھول ڈالی۔ گھوڑے ہنہنا ہنہنا کے ڈٹنے لگے۔ حضرت کے نزدیک یہ بھی ایک دل لگی تھی رات کا وقت سب پٹے سو رہے تھے گھوڑے جو کھلے تو سب چونک پڑے
ایک۔ لینا لینا چور۔ چور۔ چور ہے۔ پکڑ لینا جانے نہ پائے
دوسرا۔ ارے میاں خیر تو ہے۔ خیر تو ہے۔ بتاؤ تو یہ گھوڑے کہاں اڑ رہے ہیں مشعل روشن کرو۔
تیسرا۔ کل رسالے کے گھوڑے کسی شریر نے کھول دیے۔

بڑی دقت سے چند گھوڑے پکڑے گئے۔ چھ گھوڑے سخت زخمی ہوئے۔ تین گھوڑے رات کو کہیں ڈھونڈے نہ ملے خدا جانے لڑتے لڑتے کدھر بھاگ گئے اب تحقیقات شروع ہوئی کہ یہ کن ذات شریف کی کارستانی تھی آزاد مرزا بھی سب کے ساتھ ہمدردی کرتے تھے اور اس شریر آدمی پر سخت ناراض تھے جو اس کا باعث ہوا۔
آزاد مرزا۔ یہ شیطان کا کام ہے خدا کی قسم۔
افسر۔ اس شیطان کی گوشمالی کی جائیگی۔
آزاد۔ وہ اسی لایق ہے۔
افسر۔ ہاں غضب کیا مردود نے۔
آزاد۔ ملجائیں تو چپاتی بنا کر چھوڑوں۔ شکر ہے کہ ہمارا گھوڑا تو بچ گیا کئی گھوڑے زخمی ہوئے۔

جو افسر اعلیٰ اس امر کی تحقیقات کے لیے مقرر ہوئے کہ کس شریر نے گھوڑوں کی اگاڑی پچھاڑی کھول دی انھوں نے سوال شروع کر دیے آزاد مرزا کی بھی باری آئی۔
افسر۔ تم اس وقت کیا کرتے تھے۔
آزاد۔ کس وقت۔

افسر- جس وقت گھوڑے کھول دیے گئے؟
آزاد- ہم میٹھی نیند سو رہے تھے اور ایک خواب دیکھ رہے تھے
افسر- کیا خواب دیکھتے تھے-
آزاد- خواب بتلانے سے تاثیر جاتی رہتی ہے-
افسر- تم گستاخ ہو- تمھاری ہی شرارت ہے-
آزاد- اجی حضرت پہلے اُس بے ادب کے کان پکڑیے جو گھوڑون کی دُم مین بندا باندھ گیا ہم سے کیا واسطہ ہمنے گستاخی کیا خاک کی پہلے گھوڑون کا علاج تو کیجیے -
افسر- تمھارا نام لکھ لیا-
آزاد- بسم اللہ-
افسر- کوئی گواہی دے سکتا ہے کہ یہ اسوقت سوتے تھے
سپاہی- ہم تو یہ گواہی البتہ دے سکتے ہین کہ ہم نے اس اصطبل مین سے اُن کو نکلتے دیکھا-
سوار- اور ہم یہ گواہی دیتے ہین کہ ہمارے بڑے سے چُپکے چپکے اصطبل کی طرف جاتے تھے-
سائیس- صاحب ہم نے جب للکارا کہ گھوڑا کیون کھول ڈالا تو ہم کو ایک تھپڑ مارا-
دوسرا سوار- ہان اسکے ہم بھی گواہ ہین -
دوسرا سائیس- ہم نے گھوڑا کھولتے ہوئے تو نہین دیکھا مگر اسقدر جانتے ہین کہ یہ دو دن سے اسی تاک مین تھے -
آزاد- یک نہ شد دو شد-
افسر- تمھاری خطا ظاہر ہے
آزاد- لاحول ولا قوۃ-

ایک انگریزی سفارش سے سر رشتہ اہواری کے کلرک مقرر ہو گئے تھے ایکدن دل لگی دل لگی ہی آپکو سوجھی کہ کل عمال کے جوتے دریا مین پھینک دیے سر رشتہ دار اُٹھے اِدھر اُدھر جوتا ڈھونڈھتے ہین کہین پتا ہی نہین - چپراسی کو پکارا- دیکھو جوتا کہان ہے- کہین ہو تو بتلائے- ناظر اُٹھے جوتا ندارد- این! یہ جوتا کون لے گیا- جب پیشکار صاحب کو صاحب ضلع نے بلایا دیکھتے ہین تو جوتا غائب- کیا خوب تحصیل مین ڈھونڈھا- پتا ہی نہین - چپراسی پھر آیا- حضور پیشکار صاحب بلا رہے ہین- جلدی چلیے -
پیشکار- ارے بھئی جوتا ہی کوئی ذات شریف اُڑا لے گئے
چپراسی- حضور میرا جوتا پہن لین -
پیشکار- واہ اچھا لالہ کشن دیال ذرا اپنا بوٹ تو اُتار دو-

لالہ کشن دیال پٹواری تھے- سن کا ٹکڑا توڑ جوتا پہنکر پیشکار صاحب بڑے صاحب کے اجلاس پر گئے-
صاحب- ول پیشکار صاحب- آج بڑا امیر ہو گیا-
پیشکار- (متحیر ہو کر) خداوند
صاحب- بہت بڑا قیمتی بوٹ پہنا ہے-
پیشکار- حضور جوتا کوئی ذات شریف ٹہلا لے گئے
صاحب- این! کہان سے-
سر رشتہ دار- حضور میرا جوتا بھی نہین ملتا-
صاحب- این! یہ کیا بات ہے-
چپراسی- خداوند ناظر جی کا جوتا بھی نہین ملتا-
صاحب- (ہنسکر) او عجب بات- منصرم صاحب کو بلاؤ-

چپراسی نے منصرم صاحب سے کہا کہ چلیے بڑے صاحب حضور کو بلاتے ہین منصرم صاحب اُٹھتے ہین تو ایک پاؤن کا جوتا ندارد- این! معقول جوتا کدھر گیا- چپراسی نے ہنسکر کہا خداوند کچہری بھر کے جوتے غائب ہین-

منصرم ۔ لاحول ولا قوۃ ۔

چپراسی ۔ کسی کا جوتا پہن لیجیے ۔

بڑے صاحب تو مسکرا کر خاموش ہو رہے مگر چھوٹے صاحب جو بڑے خوش مذاق آدمی تھے اجلاس سے اٹھکر دفتر مین گئے تو دیکھتے ہین کہ ایک ہڑبونگ کا عالم ہے اب وآداب بالاے طاق قہقہے پر قہقہہ پڑ رہا ہے۔ لالہ ہیر چند محرر بڑے جگت باز آدمی تھے صاحب کو سلام کر کے کہا حضور کوئی تو نگاہ سبکی گرگابیان لے بھاگا۔ تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ سواے میان آزاد مرزا کے اور سبکی جوتیان ندارد ہین۔ منصرم صاحب نے کہا اتفاق سے ایک پاؤن کا جوتا نکالکر بیٹھا تھا حریف نے اسکو بھی نچوڑا سر رشتہ دار نے کہا ہماری بھی دونون جوتیان ندارد ہین سر دفتر مسٹر بالرڈ کا بھی ایک بوٹ غائب تھا۔ چھوٹے صاحب نے کہا ہم اس شخص کو انعام دینا چاہتے ہین جسنے بڑا کارنمایان کیا ہے سب کے جوتے غائب کر دیے مگر جسدن ہمارا جوتا غائب کر دے اسدن ہم اسکو ایک ہفتے کی تنخواہ انعام دین گے

آزاد ۔ اور اگر ہمارا جوتا غائب کر دے تو ہم اپنے مہینے کی تنخواہ دین ۔

راوی ۔ واہ کوئی بیدعا ہی ہو گا ۔

آزاد ۔ (چھوٹے صاحب سے) مین حضور سے زیادہ فیاض ہون

صاحب ۔ ول ہم جانتے ہین تمھاری شرارت ہے ۔

آزاد ۔ بجا ہے۔ ہم نے جوتا پاؤن سے نکالا ہی نہین کوئی لے کہان سے جاتا ۔

ایک شخص نے آزاد مرزا کا بکس جو کھولا تو ایک پاؤن کا بوٹ موجود ہے۔ این باوا او مرزا صاحب آپ تو ادھوڑی استر کے چور نکلے کل عمال نے اُن کو گھیر لیا ۔

سر رشتہ دار ۔ حضرت ہمارا جوتا تو حوالے کیجیے ۔

اہلمد ۔ مین نے آج ہی نیا جوتا پہنا تھا ۔

محرر ۔ مین غریب آدمی ہون۔ غریبون پر تو رحم کرو ۔

ناظر ۔ لے حضرت بائین ہاتھ سے اب بوٹ رکھ دیجیے ۔

آزاد ۔ جس نے لیا ہے وہ اور تو چاہے کسی کو دے بھی دے مگر تم کو حشر تک نہ دیگا ۔

محرر ۔ اور ہم کو تو غریب سمجھکر دے دین گے ۔

منصرم ۔ ایک پاؤن کا بوٹ ہمارا بھی غائب ہے ۔

اہلمد ۔ یہ بوٹ آپ ہی کا تو نہین ہے ۔

منصرم ۔ این ! یہی تو ہے۔ یہان یہ کہان سے آیا ۔

اہلمد ۔ کیا آپ نے نہین سُنا۔ آزاد مرزا کے بکس مین تھا یہ انھین حضرت ذات شریف کی کارستانی ہے ہم لوگ بڑے صاحب کو عرضی دینے والے ہین ۔

اتنے مین ایک چپراسی نے کہا منصرم صاحب وہ جوتے تو ایک آدمی بڑے سے جھوتے مین بھر کر دریا مین ڈلوا آیا۔ مین نے دور سے منع کیا اُس نے کہا آزاد مرزا کا حکم ہے ۔

آزاد مرزا نے زور سے قہقہہ لگایا اور کہا حضرت یہ بھی یاردل کا ایک کھیل تھا۔ ایک مرتبہ حضرت ایک ہندو کے ہان گئے تو وہ اسوقت روٹی پکا رہے تھے پوچھا ٹھاکر صاحب کیا پکتا ہے کہا روٹی اور گوشت یہ صبح سے بھوکے تھے جب دیکھا کہ کھانا پک گیا تو چپکے سے جوتا اُتار کر ٹھاکر کی رسوئی مین جا بیٹھے اُس نے پیچھے پھر کر دیکھا تو ڈانٹ بتائی۔ این یہ کیا کیا ۔

آزاد ۔ کچھ نہین ہم نے کہا دیکھین کس تدبیر سے روٹی پکاتے ہو ۔

ٹھاکر ۔ رسوئی جھوٹی کر دی ۔

آزاد ۔ (تجاہل عارفانہ) نہین واللہ ۔

ٹھاکر ۔ اجی بس جاؤ بھی ۔

آزاد ۔ کمال افسوس ہوا ۔

راوی ۔ ہمکو معلوم ہے اور جب روٹی اور گوشت چکھ لیجئے گا تو اور بھی افسوس ہوگا ۔ بیچارے کتنے ہمدرد آدمی ہین ۔

ٹھاکر ۔ یہ تم کو سوجھی کیا ۔

آزاد ۔ میان ہمکو کیا معلوم تھا کہ تم لوگون کے عقائد مذہبی کیا ہین

ٹھاکر ۔ صحیح ہے ۔ ایسے تھے ہین آپ ۔

آزاد ۔ پھر اب یہ کھانا بیکار ہی جائیگا ۔

ٹھاکر ۔ نہین کوئی مسلمان کھا ہی لے گا ۔

آزاد ۔ تو پھر ہم سے زیادہ اور کون ہے ۔

ٹھاکر ۔ آپ ہی کھانا شروع کیجئے ۔

آزاد بسم اللہ کہکر تھالی بڑھانے کو تھے کہ ٹھاکر نے للکارا ہائین ہائین رسوئین تو چھوئی کر چکے اب کیا برتنون پر دانت ہے تھون مین آزاد نے کھانا کھایا اور دعا دی کہ خدا کرے ایسا الو روز ایک نہ ایک پھنس جائے ۔

ٹھاکر ۔ اور کچھ منگوا دون ۔

آزاد ۔ عنایت ۔ نوازش ۔ یار تم لگ مرچین بہت کھاتے ہو ۔

ٹھاکر ۔ جو مین جانتا تو دو چار اور بھی نمک دیتا ۔

آزاد ۔ ہم بھی بلا نوش ہین ۔

ایک مرتبہ کا تذکرہ ہے کہ آزاد مرزا کی ملاقات کو ایک ڈپٹی صاحب آئے ۔ آزاد مرزا گو نوکر تو ستر ہی روپئے کے تھے مگر وثیقے کے سوا سو بالائی رقم ملتی تھی اور مثل امیرزادون کے رہتے تھے ۔ پوشاک نفیس اور صاف ستھری کچھ انگریزی کچھ ترکی مکان سجا سجایا آراستہ رہتا تھا فرش پکلف بچھا ہوا تھا جب کنول جھاڑ ۔ سواری کے لیے کیت گھوڑا اور قیمتی بگھی خدمتگار نوکر چاکر ۔ شام کو دو گھڑی دن رہے دس پانچ سفید پوشون سے صحبت رہتی تھی ۔ دیکھنے مین بھی شستہ آدمی تھے سرخ و سفید حکام اور عمال اور رؤسا سب انکے پاس آیا کرتے تھے آدمی متقربا در تسان بھی تھے ۔ دم تقریر گویا پھول جھڑتے تھے یہی معلوم ہوتا تھا کہ بلبل ہزار داستان چہک رہا ہے نشہ ان سے کوئی نہین چھوٹنے پایا تھا ۔ چرس بہ پین ۔ مدک پر یہ جان دیتے تھے ۔ گانجے کے یہ دم لگائین ۔ بھنگ کا وہ بھی لوٹا چڑھائین حسین بینک کے عوض جو تی کھڑی ہے کبھی کبھی دستور ابھی سبزی مین ملا لیتے تھے اور معمول تھا کہ دن بھر مین ایکبار لگیھا ضرور کھاتے شراب سردی مین دو وقتہ اور گرمی مین شام کے وقت ارباب نشاط سے ملاقات ۔ ڈوم ڈھاڑی طبلیے گویے کلاونت قوال کتھک کوئی ایسا نہین جس سے آزاد مرزا سے ملاقات نہو کسی ملک سے کوئی گویا آئے انکے ہان ضرور جلسہ ہوگا ایک بین کار گوالیار سے آیا آزاد مرزا کا مکان پوچھتا ہوا سیدھا چلا آیا ۔

آزاد ۔ آپ کا کہان سے آنا ہوا ۔

بین کار ۔ گوالیار سے بخط راست گوالیا سے آتا ہون ۔

آزاد ۔ فرودگش کہان ہو ۔

بین کار ۔ ہم تو آپکا نام سن کر آئے ہین اور کہان جائین ۔

آزاد ۔ ہان ہان ۔ غریب خانہ تکلف ہے ۔ تا اور انکا اسباب نیچے ایک کوٹھری مین رکھ دو ۔ اور باغ کی طرف کی کھڑکی کھولدو

(بین کار سے) آپ آرام سے رہیے ۔

بین کار ۔ یہان سے جو جاتا ہے آپ ہی کا نام لیتا ہے کہ شہر مین یون تو صدہا رئیس ہین مگر میان آزاد مرزا صاحب بہادر نے عجب مزاج پایا ہے ۔

مصاحب ۔ اس مین کیا فرق ہے ۔ یہ اللہ کی دین ہے میان جاہے جس کو دے ۔ اس مین کسی کا اجارہ نہین ہے

بین کار۔ساب بھی دیکھئے کہ ہزار دن لاکھون مین انکا نام ہو۔یہ وہ جوان ہین اللہ جانتا ہو جو ایک نظر دیکھ لے تو ہزار جان سے عاشق ہوجائے ۔

مصاحب۔اجی دور دور تک شہرہ ہو

بین کار۔ بلاشبہہ حسن بھی عجب نعمت خدا داد ہو۔

مصاحب۔سبحان اللہ۔کیا پوچھنا ہو۔

بین کار۔خداوند۔شہر بھر حضور کے مکان پر حاضر ہوگا۔ چند دن مجھے دو چار رئیسون نے سنا بس اسیدن تمام ملک مین شہرت ہوگئی آج تو مین خستہ ہون۔کل انشاء اللہ تب سنیے گا

شاگرد۔(بین کار کے ساتھ دو شاگرد بھی تھے) حضور ایسا تیار ہاتھ ہو کہ قدردان کے سامنے اگر بجائین تو پھڑک جائے

دوسرا۔تلوئی کی طرف ایک راجہ صاحب نے ہاتھی کا ہاتھی انعام مین دیدیا تھا

آزاد۔قدردانی شرط ہو۔

بین کار۔اور حضور کمال بھی تو مقدم ہو باکمال کو کوئی چیز نہین

آزاد۔سبحان اللہ ؎

کسب کمال کن کہ عزیز جہان شوی
کس بے کمال ہیچ نیرزد عزیز من

کمال عجب شے ہو۔

شاگرد۔حضور دکھن کی طرف کا ایک بین کار آیا تھا بڑا مشہور بین کار نام بہرام خان جی تھا۔بڑی دون کی لی کہ ہمارے سامنے کوئی بین بجا تو لے کیا مجال ہو۔استاد کے سامنے بھی اسنے کہا۔استاد بولے بھائی جان ایک سے ایک بڑھکر ہو تو بندے کو لازم نہین غرور کی گردن نیچی۔بس کہنے لگا اگر دعوی ہو تو مقابلہ کر لو۔استاد نے کہا آؤ۔بس خداوند کوئی دو ڈھائی ہزار آدمی جمع تھے اور کیسے کیسے استاد اور بانی کار بیٹھے ہوئے کہ مین کیا عرض کرون۔سو تھا اپنے فن مین طاق تھا بس پھر استاد نے ایسا ایسا چھپایا کہ رو رو کے ساری شیخیت نکل گئی بہت بڑھ بڑھ کر باتین بناتے تھے۔

الغرض آزاد مرزا نے دس دن مین بین کار کو دو سو روپیہ دیے ایک گلبدن کا تھان اور تینون آدمیون کی دونون وقت کی روٹی غرض کہ جو آیا اُس نے بیسری ٹیک کی۔

آزاد مرزا کو مسئلے بھی خوب یاد تھے۔ایک مرتبہ کسی جلسۂ عام مین حضرت نے فرمایا کہ (ہم اپنے دادا ہین) لوگون نے کہا اسکے کیا معنی فرمایا۔کہ بس اسکے یہی معنی کہ ہم اپنے دادا ہین جب احباب نے اصرار بلیغ کیا تو اس دق مسئلے کو حضرت نے یون حل کردیا

آزاد۔ہم نے ایک بیوہ کے ساتھ شادی کی۔اس بیوہ کی پہلے شوہر سے ایک پوتی تھی۔والد ماجد اُس پوتی پر عاشق ہوگئے اور اُسکے ساتھ شادی کر لی تو اس حساب سے ہمارا باپ ہمارا داماد ہوا اور ہماری پوتی ہماری مان ہوئی کیونکہ والد بزرگوار نے انکے ساتھ نکاح پڑھوایا تھا۔میری بیوی کے ایک لڑکا پیدا ہوا جو والد کا سالا ہوا اور میرا چچا ہوا کیونکہ میری ساس کا بھائی تھا میرے باپ کی بیوی کے ایک لڑکا ہوا وہ میرا بھائی ہوا اور ایک حساب سے میرا نواسا بھی ہوا کیونکہ میری لڑکی کا لڑکا تھا۔میری بیوی میری نانی ہوئی کیونکہ ماں کی ماں تھی تو مین اپنی بیوی کا شوہر اور پوتا ہوا اور چونکہ پردادی کا شوہر پردادا ہوتا ہو لہذا مین اپنا دادا خود ہوا۔

اس فقرے پر یاران سرپل نے خوب قہقہہ اڑایا۔

آزاد۔کیون صحیح ہو یا غلط ہو۔

احباب۔سبحان اللہ کیا کہنا ہو آپکا آپ ایسے ہی ہین

شہر میں کوئی فرد بشر ایسا نہ تھا جو میاں آزاد مرزا سے واقف نہ ہو شعر بھی کہتے تھے چنانچہ انکے ایک مطلع کی شاعروں میں سخنوران نازک خیال نے تعریف کی ؎

رخ گلرنگ پہ آخر خط اخضر آیا
سچ تو ہی جس سے ڈرے لیس ہی نمو آیا

شاعری میں آزاد مرزا روح القدس کے شاگرد تھے عمر بھر کسی سے اصلاح ہی نہ لی فارسی کا کلام بھی اچھا تھا ایک لڑکے کی وفات میں انھوں نے یہ شعر بھی کہا تھا ؎

بجائی بلبو جان باباے من | | کدورد فراقت گلویم فشردہ

اس شعر کی ایک لائق عجمی نے تعریف کی تھی —

ایک دن دُھن جو سمائی تو آزاد مرزا عین وقت پر کچہری سے ندارد ہو گئے صاحب نے ادھر اُدھر چپراسی بھیجے مگر کہیں پتا ہی نہیں۔ ایں! آزاد مرزا کہاں چلے گئے کسی نے کہا علیل ہو گئے ہونگے کوئی بولا نماز پڑھنے گئے ہونگے۔ صاحب جھلا کر بنگلے چلے گئے اور کہہ گئے کہ ہمارے حکم کے بغیر دفتر میں اب نہ آنے پائے۔ آزاد کو خبر ہوئی انھوں نے کہا لاحول ولا قوۃ ابھی ابھی حکم لکھوا لاؤں کہ آزاد مرزا کو فوراً دفتر میں آنے دو۔ صاحب کی بگھی روز میں چلی جاتی تھی کہ ایک مقام پر شہتوت کے درخت پر سے آواز آئی (روک لے گاڑی) چھوٹے صاحب نے سائیس سے پوچھا یہ کون ہے۔ سائیس نے کہا حضور آواز تو اس درخت سے آئی تھی مگر درخت پر کوئی معلوم نہیں ہوتا اتنے میں پھر آواز آئی (شہتوت کھانے جائیے۔

صاحب۔ دل پھر بولا یہ کون ہے۔

سائیس۔ حضور آواز درخت ہی سے آئی ہے۔

صاحب۔ دیکھو غور کر کے یہ کون ہے۔ نظر نہیں آتا۔

ایک رہرو۔ وہ کیا پتوں کی آڑ میں بیٹھے ہیں وہ۔

صاحب۔ او بیشک۔ وہ بیٹھا ہے۔ تم کون ہے۔

آزاد مرزا نے شہتوت کے گئی گچھے اوپر سے توڑ توڑ کر پھینکے اور دھم سے خود بھی کود پڑے اور صاحب کے قریب جا کر ہاتھ جوڑ کے یوں ہمکلام ہوئے۔

آزاد مرزا۔ غلام کو پہچانا۔

صاحب۔ تم پاگل خانے جاؤ۔

آزاد۔ بہت اچھا۔ توکل سے پاگل خانے ہی میں کام کرونگا کیا حضور کا وہیں اجلاس ہوگا۔۔۔

چھوٹے صاحب خوش مذاق تو تھے ہی انکا قصور معاف کر دیا اور فوراً لکھدیا کہ دفتر میں جانے پائیں ہرگز مواخذہ نہ کیا جائے

ایک بار انسپکٹر آف پولیس کے ساتھ ساتھ جاتے تھے۔ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ آزاد کا شریر گھوڑا تھا۔ اور بغیر مذاق کے اُن سے رہا نجایا چاہیے۔ چپکے سے اتر پڑے گھوڑا ہنہناتا ہوا انسپکٹر صاحب کے کمیت گھوڑے کی طرف چلا انھوں نے لاکھ سنبھالا مگر گر ہی پڑے پٹھے میں خفیف سی چوٹ آئی اور گھوڑے لڑنے لگے اب سنئے کہ جو لوگ گھوڑوں کے پکڑنے اور بیچ بچاؤ کی کوشش کرتے ہیں اُن سے آزاد لڑتے ہیں۔

انسپکٹر۔ مردود ہو جو تمھارے ساتھ آج سے کہیں جائے۔

آزاد۔ (ہنسکر) خیر باشد کیوں کیوں۔

انسپکٹر۔ بس الگ رہو تمھاری صحبت بڑی خطرناک ہے۔

آزاد۔ خدا کی قسم فقط تفریح کے لیے گھوڑا چھوڑ دیا۔

انسپکٹر۔ خدا سمجھے تم سے۔

انجمیوں کی ملاقات

مرزا محسن صاحب آزاد مرزا کے بزرگ تھے مگر آزاد مرزا کے

محل ہوئے تو یہ سخت جھلائے۔ دواجی اور عباسی کو رخصت کر کے کہا خدا حافظ ہو اب اس وقت تو ہمارا چلنا نہین ہو سکتا مگر کل شام کو ضرور آئینگے۔ چاہے ادھر کی دنیا اودھر ہو جائے زمین اور آسمان کے قلابے مل جائین۔ طوفان آئے بھونچال آئے مگر ہم ضرور آئینگے اسمین فرق نہ پڑنے پائے گا۔

جب رات بھیگی اور بڑے مرزا خراٹے لینے لگے تو آزاد نے آدمیون کو حکم دیا کہ انکی چارپائی کو چوطرفہ رسون سے باندھو اور نیچے لٹکا دو خدمتگارون نے کہا حضور جاگ اٹھینگے۔ کہا ہرگز نہین یہ جب سوتے ہین مُردون سے شرط کر کے سوتے ہین اٹھنے کا نام زبان پر لاتے ہی نہین تم لوگ چارون پایون مین رسے باندھ کر نیچے لٹکا دو۔ خدمتگارون نے جو اتنی شہ پائی تو دو آپائی بھر لمبی رسی اٹھا لائے۔ چارون پایون رسی سے باندھے اور چارپائی نیچے لٹکا دی مرزا محسن غافل سو رہے ہین سحر کے وقت جب انکی آنکھ کھلی اور چارپائی سے اترے تو دھم سے زمین پر۔ اہے۔ خدمتگارون نے از راہ شرارت چارپائی تو لٹکا دی تھی اور رسی ادھر اودھر کھمبون سے باندھ دی۔ مرزا محسن کے ایک پانون مین ضرب شدید آئی۔ میان آزاد مرزا دل مین تو خوش ہوئے کہ ہم نے اسکو سزا دی مگر ظاہر مین آدمیون پر بہت جھلائے۔

قادر۔ خداوند یہ پریتون کا کام ہے۔ غلام تمام رات مارے درد کے تڑپا کیا میرے فرشتے خان کو بھی خبر نہین کہ چارپائی کون لٹکا گیا اگر میرا قصور ہو تو باندھ کے اڑا دیجیے۔

احمد۔ حضور بھلا اسقدر تو غور کرین کہ اگر ہم چارپائی اٹھاتے اور لٹکاتے تو مرزا صاحب جاگ نہ اٹھتے۔ یہ بیشک بھوت پریت کا کام ہے۔

آزاد۔ ہان اس خوبصورتی سے چارپائی انسان نہین لٹکا سکتا

راوی۔ واللہ کیا خوب فیصلہ کر دیا ہم تو اس انصاف کے قائل ہین۔

مرزا صاحب۔ لاحول ولا قوۃ بھلے کو اوپر سے چارپائی پھینک نہ دی ورنہ جان ہی جاتی سا اب آج سے آپکے ہان رہنے والے کی ایسی تیسی۔

آزاد۔ (اپنے دل مین) ہات تیرے کی جیسا وق کیا ویسی سزا پائی

راوی۔ یہی غنیمت ہے کہ بیچارے کی جان بچ گئی ورنہ آپ نے تو اپنے حساب کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا تھا۔

اب سنیے کہ دواجی اور عباسی جو بیگم صاحب کے ہان پہونچین تو مہرین نے دروازے ہی سے غل مچانا شروع کیا۔ آئین آئین حضور آگئین۔ وہ فتن دروازے پر ٹھہری بیگم کا کلیجہ دھڑکنے لگا فوراً کمرے کے اندر چلی گئین اور دریچے سے دیکھنا شروع کیا۔ دواجی اور عباسی دونون اتر چکی تھین۔ اندر آئین۔ عباسی نے ڈیوڑھی مین پوچھا داروغہ صاحب آئے۔ سنا کہ ان کا پتا ہی نہین مع کہارون اور میانے کے غائب ہین۔

دواجی۔ حضور کہان تشریف رکھتی ہین۔ کوٹھے پر یا شہ نشین مین۔

مغلانی۔ چلی آؤ یہین تشریف رکھتی ہین عباسی کہان ہین۔

عباسی۔ حاضر ہے عباسی آپکے رہنے والی نہین ہمین بتا کوئی داروغہ مقرر کیا ہے۔

بیگم۔ عباسی۔ کہو خوشخبری۔ جلد مژدہ سناؤ۔

عباسی۔ حضور کے اقبال سے سب معاملہ چوکس ہے۔ کسی بات کی دہ نہین۔

بیگم - آئے ہیں یا خدانخواستہ نہیں آئے - بس یہ بتا دو -

عباسی - حضور سب معاملہ لیس تھا - کپڑے پہن چکے فٹن سڑک پر آئی چلنے ہی کو تھے کہ بس ایک بوڑھے آگئے خدا جانے اُن کے چچا ہیں یا کون - بس پھر نہ آسکے بڑی دیر تک منتظر ہے کہ اب اُٹھیں اب اُٹھیں لیکن اُنھوں نے اُٹھنے کا نام نہ لیا - اب کل ضرور آئیں گے قسم کھائی ہے کہ چاہے جو ہو آئیں گے ضرور -

بیگم - عباسی ذری ادھر آنا تم سے کچھ دریافت کرنا ہے -

عباسی - ارشاد حضور خاطر جمع رکھیے وہ خود تڑپ رہے ہیں

بیگم - اُنکا حلیہ تو بتاؤ - جو ہم پوچھیں تم اسکا جواب دیتی جاؤ پہلے تو یہ بتاؤ کہ نک سک سے درست ہیں یا نہیں -

عباسی - حضور ایسے خوبصورت گبھرو تو ہم نے نہیں دیکھے وہ رنگ وروغن ہے کہ گھنٹوں گھورا کرے -

بیگم - کشیدہ قامت یا پستہ قد -

عباسی - جی نہیں پستہ قد نہیں ہیں - گران ڈیل ہیں -

بیگم - بدن چھریرا ہے یا دُہرا -

عباسی - حضور موٹے تازے تو نہیں ہیں مگر کاواک اور کبڈ بدن بھی نہیں ہیں کسیقدر چھریرے ہیں مگر کرارے

بیگم - باتیں کیسی کرتے ہیں ہنس مکھ ہیں یا ترش رو ؟ -

عباسی - ہنس مکھ پہروں باتیں سُنا کیجیے اور پھر بھی جی چاہے کہ سُنتے ہی جائیں - باتیں کیا کرتے ہیں پھول جھڑتے ہیں - اور چاہے باتیں بھی نہ کریں یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہنس رہے ہیں - خندہ پیشانی اسی کو کہتے ہیں -

بیگم - بھلا کچھ وحشت بھی مزاج میں ہے بول چال بات چیت میں

عباسی - ہاں حضور بیشک ہے - میٹھے میٹھے نرڈ سے

اُٹھ کھڑے ہوئے اور ٹہلنے لگے -

ثریا بیگم کے دل میں کھپ گئی کہ میاں آزاد ہی ہیں - وہی نک سک وہی چال ڈھال وہی وحشت وہی خندہ پیشانی وہی تقریر وہی لسانی وہی حسن و جمال - ٹھنڈی سانس بھر کر کہا - ہائے اتنے دن کے بعد دیکھا بھی تو گفتگو کی نوبت نہ آئی اور اس اوہار کے صدقے کہ اُس دن صاحب گاڑی پر بٹھالے گئے ملنے نہ پائے آج ایک بوڑھے چلے آئے اُنھوں نے نہ آنے دیا - ثریا بیگم کو ایک قسم کی مایوسی سی ہو گئی مگر دنیا بامید قایم - سوچیں کہ کبھی نہ کبھی تو ملیں ہی گے - عباسی تاڑ گئی کہ میاں آزاد سے اور اُن سے لگی کی جان پہچان ہے - سمجھایا کہ حضور آج رات اور کل دن خاموش رہیں کل شام کو جس طرح بنے گا وہ ضرور آئیں گے اور حضور کی آرزو بر آئے گی -

بیگم صاحب نے کہا عباسی وہ تو ہزار کام چھوڑ کر آئینگے مگر جب خدا کو بھی منظور ہو - خدا کی مرضی یہی ہے کہ اُن سے اور ہم سے جدائی ہی رہے - ؟ ع

فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا	کہ جسکے عوض یوں رُلانے لگا

مگر اپنی قسمت اس کو کوئی کیا کرے عباسی نے آہ سرد کھینچ کر کہا بیگم صاحب ع دکھ بوجھ نہیں کہ بانٹ لیجے مگر خوب یاد رکھیے کل اتنے وقت حضور خوش و خرم ہونگی -

دداجی حضور اب اجازت ہو تو رخصت ہوں کل ضرور حاضر ہونگی

بیگم - ای کھانا تو کھاتی جاؤ - ابھی تو ایسی رات بھی نہیں آئی ہے -

دداجی - بہت خوب - اور حضور کی سی رئیس زادیوں کے تو تنکہ پر وردہ ہیں -

بیگم - عباسی بی مغلانی سے وہ اشرفی تو مانگ لاؤ -

عباسی - کیا ان کو دیجیے گا - اچھی بات ہے - نام ہو جائے گا -

عباسی کے مخلافی سے اشرفی مانگی۔ بیگم صاحب کو دی بیگم صاحب نے دداجی کو دی۔ انھون نے جھک کر بندگی کی اور کہا اللہ کرے حضور کی مراد دل بر آئے۔ آج سے خاص حضور کی نمک پروردہ ہوئی جب کسی قسم کی ضرورت ہو لونڈی کو یاد کیجیے گا فوراً حکم بجا لاؤن گی حضور مین احسان فراموش نہین ہون ایک جھنجھی بھی اگر کسی نے اپنے ہاتھ سے دے دی تو تمام عمر اُس کا دم بھرا۔ بیگم صاحب نے کہا یہ ہی کون بڑی رقم ہے تم نے آج ہمارے لیے محنت بھی تو کی۔

دداجی نے کھانا کھایا اور ڈولی پر سوار ہو کر گھر گئیں رخصت کے وقت بیگم صاحب کو دعائیں دین۔ اور کہا کہ حضور مین کل ضرور لیتی آؤنگی آپ ذری عباسی کو شام کے وقت بھیج دیجیے گا۔

دداجی راستے بھر مین سوچتی گئیں کہ اچھی سرکار مین دخیل ہوئی اب چین ہی چین لکھا ہے۔ جاتے ہی ایک اشرفی کی بھنی ہوئی اور جو آزاد مرزا آ گئے تو مالا مال کر دینگی دداجی کو یقین واثق تھا کہ آزاد ضرور آئینگے۔ آزاد کی خو بو سے خوب واقف تھیں سوچین کہ کل دن کو کسی وقت جا کر بیگم صاحب کی اور بھی زیادہ تعریف کرونگی تاکہ آتش شوق اور بھی مشتعل ہو۔

ادھر عباسی اور بیگم صاحب مین باتین ہونے لگین عباسی کا دماغ عرش برین پر تھا کہ آزاد مرزا کو ڈھونڈھ نکالا۔ مکان کا پتا پایا۔ کل انکو اپنے ساتھ لاؤنگی۔ پھر پورا انعام پاؤنگی۔

اتنے مین ایک مہری نے آن کر کہا۔ بیگم صاحب داروغہ صاحب آ گئے ہین۔

بیگم۔ آ گئے داروغہ صاحب۔ زندہ آ گئے بڑی بات۔

داروغہ۔ ہان حضور اتفاق سے جیتا آیا۔ ورنہ بچنے کی تو کوئی صورت نہ تھی۔

بیگم۔ تم ایسے بے حیا اور زندہ نہ آئین۔ تم تو قسم کھا کر آئے ہو کہ مر رہی گے نہین۔ کہو کہین پتا لگا۔

داروغہ۔ حضور قسم ہے حضور کے نمک کی کہ شہر کا کوئی مقام نہ چھوڑا۔

بیگم۔ اور کہین پتا نہ ملا ہو نہ۔ ہر مقام پر گئے مگر پتا نہ پایا۔

داروغہ۔ کوئی کوچہ گلی کوئی بازار کوئی جگہ ایسی نہین جہان تلاش نہ کی ہو مگر اتفاق۔

راوی۔ اس کی تو ہم شہادت دے سکتے ہین کہ ناکے کے باہر تکیے پر بیٹھے رہے۔

بیگم۔ اچھا انجام کیا ہوا ملے یا نہین ملے۔

داروغہ۔ حضور سنا کہ ریل پر سوار ہو کر کہین باہر جاتے ہین فوراً تیز گاڑی کرایہ کی اسٹیشن پر پہونچا۔ میان آزاد سے چار آنکھین ہوئین کہ اتنے مین ریل کوکی اور گھڑگھڑاتی ہوئی چلی مین لپکا کہ دو دو باتین کر لون مگر ایک فرنگی نے ہاتھ پکڑ لیا کہ اب نہ دوڑو۔ آزاد نے غل مچا کر کہا گھبراؤ نہین دو ہفتے مین واپس آؤنگا۔

راوی۔ اچھی بٹی مگر دھر لیے گئے عباسی موجود ہے۔

بیگم۔ یہ سب سچ کہتے ہو نہ۔ جھوٹ کا تو اُس مین نام نہ ہوگا۔

داروغہ۔ جھوٹ کوئی اور بولا کرتے ہونگے۔

بیگم۔ صبح سے کچھ کھایا تو نہ ہوگا یا کھانا کھا چکے۔

داروغہ۔ تنکی اور رنش کے سوا جو کچھ اور کھایا ہو۔ تو قسم لیجیے اس وقت البتہ بھوکا ہون مگر ایسا خستہ ہو گیا ہون کہ گویا برسون کا سخت مصیبت مین مبتلا ہوا۔

عباسی نے کہا حضور ہم ایک بات بتائین تو انکی شیخی ابھی ابھی نکل جائے۔ ساری شیخی رکھی رہے اس جھوٹ کو دیکھیے بس ایک کام کیجیے کہ کہار ون کو یہین بلا کر پوچھنا شروع کیجیے۔

بیگم صاحب نے کہا اچھا یہ تدبیر خوب سوچیں۔ حکم دیا کہ ایک کہار بلایا جائے۔ کانا کہار آیا۔ کانے کو دیکھتے ہی داروغہ صاحب کے حواس پتّرا ہو گئے ع کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔

عبّاسی۔ بیگم صاحب پوچھتی ہیں داروغہ صاحب کہاں کہاں گئے تھے۔

کہار (کانی آنکھ دبا کر) حضور قسم دے کے پوچھتی ہیں یا یوں ہی۔

عبّاسی۔ (قسم دیکر) اور جھوٹ بولے تو برطرف کر دیے جاؤ گے۔

کہار۔ حضور ہمیں جو سکھایا ہے وہ ہم کہے دیتے ہیں۔

عبّاسی۔ (مسکرا کر) اے لو اور سنو سکھایا بھی ہے۔

کہار۔ صبح سے ابتک سکھایا ہی کیے یا کچھ اور کیا۔ ہونہہ!

بیگم۔ (مسکرا کر) اس وقت داروغہ کا بس چلے تو مار ہی ڈالیں۔

عبّاسی۔ لے اب صاف صاف بتاؤ کہاں گئے تھے۔

کہار۔ کہیں گئے ہوں تو میں بتاؤں۔ یہاں سے اپنی سسرال گئے وہاں بیٹھے کسی نے کھانے کو بھی نہ پوچھا وہاں سے ایک جگہ مجلس میں گئے۔ حصے لئے چکھے۔ کہا ایسی جگہ لے چلو جہاں پرندہ پر نہ مارتا ہو۔ ہم لوگوں نے صلاح کی کہ ناکے کے باہر جائیں۔ ناکے کے باہر ایک تکیے میں میانہ اتارا گوندنی کے سایے میں داروغہ جی نے آرام کیا۔ کہار جا کر سالن اور روٹی نانبائی کی دکان سے لایا۔ داروغہ صاحب نے چکھا۔ ہم لوگوں کو چبینے کے لیے پیسے دیے۔ دن بھر سویا کیے شام کو جتے ہیے حکم دیا چلو۔ راستے میں سکھاتے گئے کہ یہ کہنا وہ کہنا۔

عبّاسی۔ داروغہ صاحب سلام اجی ادھر دیکھیے داروغہ صاحب۔

بیگم۔ کیوں صاحب یہ جھوٹ اریل پر گئے تھے آپ؟ بولو صاحب!

داروغہ۔ حضور اب کیا عرض کروں کچھ کہتے نہیں بن پڑتا۔ قہر درویش برجان درویش۔

بیگم۔ اس میں قہر درویش کیا ہے۔ شرم نہیں آتی۔ بوڑھے ہو گئے اور جھوٹ بولنا نہیں چھوڑتے۔ غیرت دار ہو تو ڈوب مرو چلو بھر پانی کافی تھا (چق کے پاس سے دیکھکر) اے عباسی یہ کہار تو کانا ہے۔

داروغہ۔ حضور جب ہی تو ایسا شریر ہے۔ کہ میرے منہ پر جھوٹ بول رہا ہے۔ یہی تو شرارت ہے اس کی۔ ایکسا ہی پاجی ہے مردود نے بالکل غلط بیان کیا۔

کہار۔ نمک حرام پر لعنت (لعنت) کو بیش باد۔

داروغہ۔ بیش باد بس اب خوش ہوئے نامعقول۔

دوسرا کہار آیا۔

عبّاسی۔ اے عیدو۔ داروغہ صاحب آج کہاں کہاں گئے تھے۔ سچ بول۔

عیدو۔ ناکے کے باہر نکل گئے تھے۔

عبّاسی۔ وہاں کیا کیا۔

عیدو۔ کھانا کھایا۔ پڑ کے سو رہے۔ پھر شہر میں آئے مجلس میں گئے۔ آدمیوں سے پوچھا کہ وہ کون ہیں جو لانبے سے آدمی ہیں گورے گورے کسی کو معلوم ہی نہ تھا۔

عبّاسی۔ داروغہ صاحب بولیے۔ اب کہیے

داروغہ۔ تو پھر اور کس سے دریافت کرتا ناکے تک تو ہو آیا۔

بیگم۔ سودائی ہو تم سے کسی نے ریل کے جانے کا حال نہیں بتلایا۔

عیدو۔ یہ گاڑی پر سوار ہو کر کہیں گئے تھے۔

عیدو۔ حضور شاید گئے ہوں میں نے نہیں دیکھا۔

داروغہ۔ تم تو پڑے سو رہے تھے تم کہاں سے دیکھتے بھلا

عیدو۔ ہاں ہاں وہی تو ہم بھی کہتے ہیں داروغہ صاحب شاید ہم بھی آپ کی طرح دن بھر سوئے ہوں۔ مگر ریل کم

آپ کس وقت گئے اور میان ناکے پر گاڑی کہان سے آئی

داروغہ کا بس چلتا تو ان دونون کہارون کو خصوصاً

واحد العین کو زندہ گھڑے کھڑے چنوا دیتے مگر بے بس تھے

سٹپٹا کے رہ گئے۔ بیگم صاحب نے کہا بس جاؤ۔ تم کسی مصرف

کے نہین ہو۔ تم سے کوئی کام نہین نکلتا بس اسی قابل ہو کہ

باورچی خانے کا داروغہ کر دے۔ کھانا پکانے مین البتہ طاق

ہو۔ داروغگی خیر صلاح۔ داروغہ نے اپنے دل مین کہا جیسی

آپ بیگم ہین ویسے ہم داروغہ۔ آپ بھی انوکھی ہم بھی انوکھے ع

وزیرے چنین شہریارے چنان

داروغہ اور کہار رخصت ہوئے۔ بستر پر لیٹ کر داروغہ

نے ان دونون کہارون کو بلایا۔ دونون روپوش ہو گئے۔

شب کو عباسی بیگم صاحب سے میٹھی میٹھی باتین کر رہی تھی کہ گانے

کی آواز آئی۔

بیگم۔ کون گاتا ہے۔

عباسی۔ حضور ذرا سننے دیجئے۔ **غزل**

از من جدا مشو کہ توام نور دیدۂ / آرام جان و مونس قلب رسیدۂ

از دامن تو دست ندارند عاشقان / پیراہن صبوری ایشان دریدۂ

از چشم زخم دہر مبادت گزند از انکہ / در دلبری بغایت خوبی رسیدۂ

چشم بد از تو دور کہ در طرز دلبری / خط بر جمال یوسف کنعان کشیدۂ

پاسم بسر سد بنین دیگر ان نشاط / تا سوے من بلطف عنایت تجے دیدۂ

داری خیال پرسش عشاق بینوا / گویا کہ بوے صدق از ایشان شنیدۂ

منعم مکن ز عشق وے اے مفتی زمان

معذور دار دست کہ تو اورا ندیدۂ

یہ غزل گائی بیگم صاحب نے کہا عباسی یہ کون ہے۔ اس دن

بھی دو بجے کے وقت گایا تھا آج بھی گا رہا ہے۔ یہ کون ہے۔

چوٹ کھایا ہوا ہے ذری کل کسی سے پوچھنا عباسی نے کہا۔

حضور مجھے معلوم ہے۔ ایک وکیل ہین۔ سامنے مکان ہے وکیل

کا لفظ سنکر بیگم صاحب کسی قدر چونکین۔ پوچھا تم انکو جانتی ہو۔

کہا مین انکو تو نہین جانتی مگر انکے ہان ایک آدمی نوکر ہے اسکو

بخوبی جانتی ہون۔ پوچھا وہ آدمی کون ہے۔ کہا ایک شیخ ہے

پوچھا نام۔ کہا سلار بخش۔

بیگم۔ سلار بخش !!! اور وکیل کا کیا نام ہے۔ مار بخش؟

عباسی۔ (مسکرا کر) حضور انکا نام تو نہین معلوم۔ کیون؟

بیگم۔ یون ہی پوچھا۔ مگر خوش گلو ہین۔ اچھا گلا ہے۔

عباسی۔ ایک دن ادھر سے جاتے تھے مین دروازے پر

کھڑی تھی کہنے لگے۔ مہری صاحب سلام۔ مین نے کہا بندگی

ہم سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے۔ مین نے کہا آپ اپنا مطلب کہئے

آپ کو کسی کے نام سے کیا واسطہ۔ کہنے لگے ہم ایک وکیل دے

ہین۔ ہمارے یہان اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ کسی شے کی کمی نہین۔

مین نے کہا اللہ اور اس سے زیادہ دے۔ میان آپکو پوچھتے

تھے کہ اس مین کون بیگم صاحب رہتی ہین۔ کیسی ہین۔ عمر کیا ہے

مین نے کہا آپ کو ان باتون سے کیا مطلب۔

بیگم۔ ایسے آدمیون کو منہ نہ لگایا کرو۔ خبردار۔ خبردار۔

بیگم صاحب نے جو سلار دادو معنوعی وکیل اور انکی لن ترانی کا

حال سنا تو ہنسی ضبط نہ کر سکین سوچین کہ یہ شخص طرح چلتے چلتے بھی مون ہی

کی لیتا ہے اور گھر مین جاؤ تو ایک سٹری چپاتی۔ باقی اللہ اللہ خیر صلاح

اتنے مین پھر گانے کی آواز آئی۔ اور ابکی بیگم صاحب

نے آواز پہچانی ؎

اے دل بکوے دوست گذارے نکردۂ

فرصت ز دست دادۂ کارے نکردۂ

بیگم - اے یہ تو کہیں بالکل قریب ہی ہیں - ہے نہ -
عباسی - جی ہاں حضور - مگر بیچ میں یہیں مہتابی سے
تو مکان معلوم ہوتا ہے -
بیگم - چلو دیکھیں تو - مگر وہ تو نہ دیکھ لینگے - جانے بھی دو
عباسی - نہیں حضور انکو کیا معلوم ہوگا چھجے سے چل کے دیکھ لیجئے
بیگم صاحب عباسی کے ساتھ مہتابی پر گئیں تو دیکھا کہ دولہا
صاحب ایک چھپرکھٹ پر دراز ہیں اور سلار حقہ بھر رہا ہے -
چھجے سے نیچے اتر آئیں تو عباسی نے ایک اور ٹپے کی سنائی -
عباسی - حضور وہ سلار بخش کہتا تھا کہ ایک عورت پہچان نچے ہیں
بیگم - وہ کون تھی - نام تو پوچھنا - وہ تھی کون -
عباسی نے کہا سلار بخش نے نام تو بتایا تھا مگر مجھے اسوقت
یاد نہیں ہے - دیکھیے شاید ذہن میں آجائے - آپ دس پانچ نام لیں
بیگم صاحب نے کہا نظیر بیگم - جعفری بیگم - حسینی خانم -
آبادی زمانی بیگم - شبو خانم - عباسی اچھل پڑی کہ جی ہاں
یہی ہی - یہی حضور - مگر شبو خانم نہیں انہوں نے شبو جان بتایا تھا
شبو جان تو کل حالات سے واقف تھیں خاموش ہو رہیں
مگر سوچیں کہ اس سودائی کا پڑوس اچھا نہیں - چل مرے کے
بھی آئی ہوں ایسا نہ ہو کہ بلوہ کرے - سامنے مکان ہے -
دروازے تک آہی چکا - عباسی اور سلار دین گفتگو بھی ہوئی یہ
عباسی کو معلوم ہی ہو گیا کہ شبو جان نام مطلب فقط اتنا ہی تھا
ہے کہ شبو جان یہی ہیں سوا اسکے نہ کرے کہ یہ بھید ہمارے آدمیوں
پر کھل جائے تو غضب ہی ہو جائے - بات پھوٹی پھر لپٹے
آگ کی طرح کوئی اسکو روک نہیں سکتا - اگر نوکروں چاکروں
مغلانیوں مہریوں کو معلوم ہو گیا تو ہماری بڑی کرکری ہوگی
کسی طرح سے مکان بدل دینا چاہیے - شبو اسی خیال میں رہیں

صبح کو پھر وہی دھن سمائی کہ آزاد آئیں بعد مدت انکھیں سینکیں
وہ اپنا حال سنائیں ہم اپنی بیتی سنائیں - دفعتاً خیال آیا کہ
میں تو آزاد کے نام پر جوگن ہو گئی تھی - آزاد اب آکے اس
جاہ و حشم کو دیکھیں گے تو کیا خیال کریں گے - سمجھیں گے
کہ خود مختار کم سن عورت ہی کہیں سے روپیہ ہاتھ آگیا میری
یاد دل سے جاتی رہی - کلیجے سے اڑانے لگی -
عباسی - حضور کو اس وقت کوئی فکر ہے -
بیگم - نہیں فکر کیسی - یوں ہی ایک بات سوچ رہی ہوں -
عباسی - نہیں حضور کوئی فکر ضرور ہے وہ تو بشرے ہی سے
پایا جاتا ہے کہ کچھ خدا نخواستہ رنج ہے اللہ رحم کرے - آج
آزاد مرزا تو آئے داخل ہیں -
بیگم - خدا کرے آئیں - تمہارے منہ میں گھی شکر -
عباسی - دارو غہ صاحب آج ہم سے بہت خفا ہیں بولے تک نہیں
بیگم - کل تم نے ان کو ذلیل بھی تو کیا تھا -
عباسی - ہم نے کاہے کو ذلیل کیا - انکی حرکتوں نے انکو
ذلیل کیا جھوٹی کہانی بنا کے کہی اور کہاروں نے ذلیل کیا
مگر وہ تو چکنے گھڑے ہیں حشر تک جو کبھی ذلیل ہوں -
بیگم - تو آج کس وقت جاؤ گی - شام سے پہلے ہی جاؤ -
عباسی - حضور بس کوئی دو گھڑی دن رہے جاؤنگی یہاں سے
دواجی کے ہاں اور انکو لیکر آزاد مرزا کے ہاں - وہ تو کل ہی گئے
ہوتے مگر ایک موذی خبیث ایسا آگیا کہ بنی بنائی بات بگاڑ دی
چلیے خیر - دیر آید درست آید - ہر حرج کیا ہے سمجھا جائیگا ادھر ہم
کی تو بات ہے - بات کرتے سات آٹھ گھنٹے ختم ہوتے ہیں
بیگم - ہاں سے جدائی کی گھڑی پہاڑ ہو جاتی ہے اور وصل کی
گھڑی چٹکی بجاتے ختم -

ذبح کرو اونکا گلا ب کی تو بولا صبح وصل
مین نے سو بار تجھے مرغ سحر چھوڑ دیا

عباسی۔ حضور کو "شعر بہت خوب یاد ہین"۔
بیگم۔ اب تو خاک بھی یاد نہین مگر ہان کسی زمانے مین سب کچھ یاد تھا اب تو مصیبت کے دن جھیلنے ہین۔ خدا ہماری مصیبت دور کردیگا۔
عباسی۔ آمین۔ آمین اللہ آمین۔

اتنے مین مغلانی نے آن کر کہا بیگم صاحب دداجی کے ہان سے ایک عورت آئی ہے حکم ہو آنے دو ایک ادھیڑ عورت آئی بیگم صاحب کو بندگی کی۔ اور کہا حضور سے تخلیے مین کچھ عرض کرنا ہے۔ بیگم صاحبہ نے حکم دیا کہ کہو۔ اسنے کہا کہ دداجی نے بھیجا ہے آج صبح کو گئی تھین اور سب باتین طے کر آئین۔ آج شام کو لیکر آجائینگی۔ آزاد مرزا نے کمال اشتیاق ظاہر کیا ہے۔ انھین افسوس ہے کہ کل نہ آسکے۔ مگر آج تو چاہے جو ہو وہ دم بھر نہ رکینگے۔

الغرض دوسرے روز آزاد مرزا بن ٹھن کے تیار ہوئے شام کو بی عباسی دداجی کے ہان پہونچین دداجی نے کہا خوب آئین۔ صبح سے دس آدمی آپکے تڑپ رہے ہین کہتے ہین اگر آج نہ لے چلین تو جان دیدونگا اور مین تمھاری منتظر تھی
عباسی۔ بیگم صاحب کی بھی یہی کیفیت ہے۔ جلدی چلیے اب
دداجی۔ مین نے ابھی ابھی پچھوایا تھا۔ کہا ابھی آؤ۔
عباسی۔ انکو سمجھا دیجیے کہ چلکر تمیز سے ملین جسطرح بیگمون سے بہ ادب پیش آنا چاہیے اسیطرح پیش آئین۔ بہت اترا نہ جائین

دداجی اور عباسی ڈولیون پر سوار ہوکر شام کو آزاد مرزا کے ہان گئین۔ پردہ کرا یا گیا۔ اندر گئین۔ سلام کیا۔ بیٹھین۔ مزاج پرسی کی اور یون گفتگو شروع ہوئی۔

آزاد۔ رات بھر تڑپا کیے۔ دن بھر تڑپا کیے۔ اب اے خدا آج تو لے چلو۔
دداجی۔ اے لو۔ یہ ایک ہی ہوئی ہمنے پہلو تہی کب کی۔
آزاد۔ مگر اپنی بدقسمتی کو کیا کرون۔ جو کام ہوا پورا ہی نہوا
دداجی۔ آج تو وہ نکھار ہے کہ بلائین لے۔ وہ نور برستا ہے کہ بس کچھ نہ پوچھیے سولہ سنگار کرکے بیٹھی ہین۔ حسن کیا بلا ہے جان عاشق ہے اور اس پر شوخی اور بھی دوبالا ہے۔

خوب رو جتنے ہین دل لیتی ہے سبکی شوخی
ہاے مگر آپ کی شوخی تو غضب کی شوخی

آزاد۔ اپنی اپنی پسند اور اپنی اپنی طبیعت ہے۔
دداجی۔ پھر یہ تو ہے ہی جسے پی چاہے وہی سوہاگن۔ کچھ گورے کالے پر فرض نہین ہے۔
عباسی۔ حضور اب کس سواری پر چلینگے۔ گاڑی نکلوائیے
آزاد۔ ہمارے پاس تو بہلی کارٹ ہے آپ اسپر دونون کیونکر سوار ہوسکینگی بی عباسی تم چاہے پیچھے بیٹھ جاؤ مگر دداجی کا بیٹھنا معیوب بات ہے۔
دداجی۔ اے حضور کرائے کی گاڑی منگوالین ہم سب بیٹھے چلے جائین۔

آزاد نے خدمتگار کو حکم دیا کہ فوراً ڈاکٹر بابو کی پالکی گاڑی لاؤ آدھ گھنٹے مین ڈاکٹر بابو کی پالکی گاڑی آئی۔ آزاد مرزا نے کپڑے بدلے۔ عطر ملا۔ دداجی کو دیا۔ عباسی کے دوپٹے مین اپنے ہاتھ سے لگایا۔
عباسی۔ اے واہ حضور۔ بھلا ہم غریب آدمی ٹکے کی اوقات عطر ملنا کیا جانین۔
آزاد۔ سبحان اللہ ٹکے کی اوقات!! اور خیر سے عطر کی لپٹ آتی ہے

عباسی - یہ بیگم صاحب کے ملا تھا پرسون آج تک بھینی بھینی خوشبو آتی ہی - اللہ اللہ - کیون نہین -

آزاد مرزا چلنے ہی کو تھے کہ ایک درویش برآمد ہوئے یہ شعر پڑھتے ہوئے کھٹ پٹ کرتے کوٹھے پر آئے ؎

حافظ ز کنج میکدہ بیرون نمی رود
کالطیر فی الحدیقۃ واللیث فی الاجم

آزاد جھک کر آداب بجا لائے درویش نے بیٹھکر آزاد کو اجازت دی کہ بیٹھو - دداجی انتہا کی ضعیف الاعتقاد تھین مگر عباسی کو ان باتون سے اصلا سروکار نہ تھا دور سے دونون چپ چاپ دیکھتی جاتی تھین -

آزاد - کہئے شاہ صاحب - کوئی تازہ مژدہ سنائیے -

شاہ صاحب - مژدہ تازہ !!!

آن خوش خبر کجاست کزین فتح مژدہ داد
تا جان فشانمش چو زر و سیم در قدم

آزاد - حضور شاہ صاحب وہ دیوانی عورت اب بھی آپ کو برا بھلا کہتی ہی ؟ -

شاہ صاحب - (آہ سرد بھر کر)

بہ تیغم گر زند دستش نہ گیرم | وگر تیرم زند منت پذیرم

آزاد - حاصل دنیا کیا ہی -

شاہ صاحب - سرور روح -

آزاد - اور وہ کیونکر حاصل ہو -

شاہ صاحب نفس مطمئنہ کی پیروی سے -

آزاد - کچھ اور فرمائیے -

شاہ صاحب - ہان - (آنکھین نیلی پیلی کر کے)

سحر بگلستان ہمی شدم در باغ | کہ تا چو بلبل بیدل کنم علاج دماغ

بچہرۂ گل سوری نگاہ میکردم | کہ بود در شب تیرہ براستی چو چراغ
چنان بحسن جوانی خویش بد مغرور | کہ داشت از دل بلبل ہزار گونہ فراغ
کشادہ نرگس رعنا دو دیدہ از حسرت | نہادہ لالۂ حمرا بجان و دل صد داغ
گہے چو بادہ پرستان صراحی اندر دست | گہے چو ساقی مستان بکف گرفتہ ایاغ
زبان کشیدہ چو تیغے بسرزنش سوسن | دہان کشادہ شقائق چو مردم اتعاغ

نشاط و عیش و جوانی چو گل غنیمت دان
کہ حافظا نبود بر رسول غیر بلاغ

آزاد - اچھا فرمائیے ہم جس کام کو جانا چاہتے ہین وہ پورا ہوگا ؟

درویش - (سوچ کر) -

از رقیبت دلم نیافت خلاص | زانکہ القاص لا یحب القاص

آزاد - کیون شاہ صاحب آپ کس غرض سے عبادت کرتے ہین -

درویش - کوئی غرض نہین بجز اسکے کہ اپنے معبود حقیقی کا شکر ادا کرین -

آزاد - بہشت مین جانے کی غرض نہین ہی -

درویش - جہان وہ بھیجے -

آزاد - سبحان اللہ - کیا خوب بات کہی ہی -

درویش - کرورون بندگان خدا سیدھے ڈھرے سے بھٹک گئے ہین دنیاوی امور مین ایسے پھنس گئے کہ عاقبت کی خبر ہی نہین رہی -

بیدل بکجوے دستگذاری نکردہ | فرصت ز دست دادہ و کارے نکردہ
میدان فراغ دیدہ و گوئی نبردہ | شاہین بدست و هم شکارے نکردہ

ذرا سی سختی حضرت انسان سے نہین سہی جاتی ہندو اور مسلمان دونون مین مقبول بندگان خدا خاصان خدا کم پاؤ گے - شرع کی پابندی وہین تک کرتے ہین جہانتک آسان ہی - ورنہ ذرا کسی امر مین سختی نظر آئی اور انھون نے ترک کر دیا - افسوس ؎

ترسم ازین چمن نبری آستین گل | کز گلستانش تحمل خارے نہ کردہ

آزاد۔ملسان الغیب حافظ شیراز کا کلام آپکو بہت مرغوب ہوگا
شاہ صاحب۔(آبدیدہ) ہوکر۔

شعر حافظ ہمہ بیت الغزل معرفت ‖ آفرین بر نفس دلکش و نظم سخنش

آزاد۔ در گستاخی معاف فرمایئے تو ایک امر دریافت کرون مگر بے ادبی معاف
شاہ صاحب۔بے ادبی کیسی۔اگر کوئی کلمہ سخت کہتا ہو تو خوشی سے کہو صحیح ہوگا تو تسلیم کرونگا شکر گذار ہونگا اور اگر محض میری بدشکلی کے لیے کہو گے تو برا نہ مانونگا تاکہ تمہاری آرزو دین خامی نہ آئے جو شخص کسی کو اس غرض سے بوجہ بُرا کہے کہ اسکے دل پر چوٹ لگے اسکو لازم ہی کہ بُرا ہی نہ مانے پس بُرا کہنے والے کی دلی تمنا نہ بر آئیگی اور تمہارا کچھ نقصان نہ ہوگا۔
آزاد۔نہین ایسی بات نہین ہی جس سے آپ بُرا مانین۔سوال یہ ہی کہ اس دیوانی عورت سے آپکو محبت کیون ہی۔عوام آپ پر حرف رکھتے ہین۔معاف فرمایئے گا۔
شاہ صاحب۔(مسکرا کر)

منم مکن ز عشق وے اے مفتی زمان ‖ معذور دارمت کہ تو او را ندیدۂ

شنو آزاد مرزادہ عورت ایک ملک دیرینہ روز ہی۔کم سے کم میرے علم ویقین مین اسکا سن کوئی سو برس کا ہوگا بر قطع کریہ منظر ترش رو۔سرکہ جبین مگر مین اسکے حسن باطن کا کشتہ ہون اس کے خیالات فاخرہ نے مجھے مار ڈالا ہی۔ہزارون اس قسم کے لوگون سے ملاقات رہی۔مردون سے بھی اور عورتون سے بھی۔لیکن اس دل ودماغ کی عورت میری نظر سے آج تک نہین گذری۔
آزاد۔معاف فرمایئے گا مین نے انکو آجتک نہین دیکھا صرف لوگون کی زبانی سنی سنائی بات تھی۔جو سنا تھا وہ محض بنظر استفسار عرض کیا کہ میری تشفی ہو مین نے جو کچھ سنا تھا وہ غلط نکلا

شاہ صاحب۔دنیا مین ایسا کوئی نہین جسکو تمام عالم اچھا کہتا ہو اگر کروڑ آدمی اچھا کہتے ہین تو کروڑ برا۔یا اگر دس کروڑ اچھا کہتے ہونگے تو ہزار دو ہزار برا بھی ضرور کہین گے۔

بلبل یہ زمانہ ایک گل کا نہ ہوا ‖ محکوم ائمہ رُسل کا نہ ہوا
انسان کو ہے فخر یکتائی ہی ‖ اللہ پہ اتفاق کل کا نہ ہوا

جب خدا ہی کی نسبت معاذ اللہ بعض جہلاکے کچھ اور ہی خیالات ہین (نقل کفر کفر نباشد) تو انسان ضعیف البنیان کی کیا ہستی ہی۔
راوی۔شاہ صاحب بڑے مقدس اور طیب النفس آدمی تھے اور انتہا کے متدین۔تین پانچ نہین جانتے تھے سیدھے سادے آدمی تھے۔اکثر لائق فائق آدمی انکے معتقد تھے آٹھ دس روپیہ ماہواری مین یہ بسر کر لیتے تھے۔لیکن بعض حضرات انکو بھی اور بے ہودہ فقیرون کی طرح سمجھتے تھے۔شاہ جی کو اس سے بھی کچھ مطلب نہ تھا۔شب وروز یاد خدا مین مصروف رہنا اور طلبہ کو درس دینا ان کا خاص اور مطبوع فرض تھا۔
آزاد۔اگر کوئی بلائے اور با صرار بلائے تو جاؤن یا نہین۔
شاہ صاحب۔کوئی کا لفظ شرح طلب ہی۔
آزاد۔کوئی ایسا جو میرے علم ویقین مین بد نہین ہی۔
شاہ صاحب۔ذکور مین سے یا اناث کے فرقے سے۔
آزاد۔یہ سوال بیڈھب ہی۔
شاہ صاحب۔اس کے بغیر ہم جواب نہ دین گے۔
آزاد۔ایک رئیس زادی ہی۔
شاہ صاحب۔کبھی کی ملاقات؟
آزاد۔کبھی کی نہین۔
شاہ صاحب۔بلانے کی غرض تو معلوم ہو۔

آزاد۔ ہم نے سنا ہو کہ وہ نکاح کرنا چاہتی ہین۔ اور یہ از روئے شرع جائز ہو
شاہ صاحب۔ مگر ہندوستان مین یہ رسم نہین ہو کہ عورت اپنے نکاح کے بابت کسی کو بلائے۔ یہ نئی بات ہو اس سے کھٹکا پیدا ہوا
آزاد۔ مجھے یقین ہو کہ وہ عفیفہ ہین پاکباز۔ پاکدامن۔
شاہ صاحب۔ بیشک ہو۔ خدا کرے پاکباز ہون۔ حاشا وکلا میرا یہ مطلب نہین کہ وہ پاکدامن نہین ہین مگر سوال یہ ہو کہ اُن کو غیر مرد کے بلانے کی جرأت کیونکر ہوئی۔
راوی۔ خدا جانے اُنھون نے کیا سمجھ کر بلایا۔ واللہ اعلم کس کا دھوکا ہوا۔ ورنہ عصمت مین ذرا شک نہین۔
آزاد۔ ہان یہ تو بجا ارشاد ہوا۔
شاہ صاحب۔ کچھ لم ضرور ہو۔
دداجی اور عباسی بھی چپکے چپکے یہ باتین سُن رہی تھین۔ اور دل مین کہتی تھین کہ آج بھی ناغہ ہوا۔
دداجی۔ رنگ اچھا نہین نظر آتا۔
عباسی۔ اس دن وہ مرزا جی کھلے آج یہ شاہ صاحب آئے ہین یہ تو صاف صاف رخنہ اندازی کر رہے ہین۔ ان سے چھٹکارا پانا ذری ٹیڑھی کھیر ہو۔
دداجی۔ اور اگر آج نہ چلے تو ہم بیگم صاحب کو منہ نہ دکھا سکینگے بس
عباسی۔ ہماری خرابی ہو۔ کہین ایسا نہ ہو کہ جھوٹا سمجھ لین۔
دداجی۔ آزاد مرزا او مرگئین تو ہم سمجھائین کہ اگر آج آپ نہ چلے تو ہماری بڑی کرکری ہوگی اور ہمکو عمر بھر کے لیے ندامت رہیگی۔
اتنے مین شاہ صاحب نے آزاد سے کہا آپکا میلان طبیعت یہی ہو کہ اس وقت آپ وہان جائین اور قیاس اسی کا مقتضی ہو کہ وہ مقام اچھا نہین۔ اگر واقعہ مین وہ نیکبخت اور عفیفہ ہین تو کوئی مذکور نئی بات ضرور ہوگی یہ ممکن نہین کہ بلا سبب اور بے وجہ ہندوستان کی رئیس زادی کسی غیر مرد کو بلائے۔ اعزہ واقربا ہین یا نہین مان باپ زندہ ہین یا مر گئے۔
آزاد۔ انتقال کیا۔ اعزہ واقربا بھی نہین ہین۔ خود مختار ہین
شاہ صاحب۔ ایک شریف زادی اپنے گھر سے نکلکر سرا مین فروکش ہوئی تھی اتفاق سے ایک دن سرا مین مین بھی گذرا۔ ملا فرقان نامے ایک بزرگ ایران نژاد سرا مین ٹکے تھے بڑے باکمال عالم وفاضل بزرگ ہین اُنھین کی زیارت کیلیے گیا تھا۔

روے مقصود کہ شاہان بدعا می طلبند
سببش بندگی حضرت درویشان ہست

دیکھا کہ ایک عورت نہایت کمسن اور کمال حسین نگین دوپٹا اوڑھے کھڑی ہو۔ حیرت ہوئی کہ بار خدایا ازل مین اور ایسی مہ جبین۔ ایک شخص نے پوچھا یہ نیکبخت کون ہین۔ کہا دس پانچ روز سے سرا مین ٹکی ہین۔ پوچھا کوئی اُنکے پاس آتا جاتا ہو۔ کہا کوئی بھی نہین ہمنے انکے پاس آتے جاتے کسی کو نہین دیکھا اور بھی تعجب ہوا کہ یا للعجب یہ کیا بو العجبی ہو۔ دوسرے روز معلوم ہوا کہ ان بی صاحب کا نام اللہ رکھی ہو اور کوئی صاحب آپ ہی کے ہم نام میان آزاد تھے اُن پر اُنکی جان جاتی تھی لیکن میان آزاد کی صورت بالکل آپکی شکل سے مشابہ ہو۔ ذرا فرق نہین البتہ کسی قدر کشیدہ قامت ہین ہنس مکھ۔ شوخ چلبلی سرخ وسفید اور لطف یہ کہ صباحت کے ساتھ ملاحت بھی خداداد ہو۔
آزاد۔ یہ خوب بات ہو۔
شاہ صاحب۔ ہان گفتگو بھی نہایت شستہ ہو۔
آزاد۔ اور آواز۔
شاہ صاحب۔ پیاری۔ مگر گانے سے ہمکو کیا واسطہ۔
آزاد۔ آوازکا ذکر ہو گانے سے کیا سروکار

شاہ صاحب - چہرہ بس پری کا ٹکڑا ہے -

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام	
بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری	

ہم نے تمام عمر مین ایسی حسین نہین دیکھی -

آزاد - خدا ہی خیر کرے -

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد	بسا کین دولت از گفتار خیزد

غلام تو عاشق ہو گیا -

شاہ صاحب - این! ایسی عورت پر -

آزاد - ہمارے اصول تو شاہ صاحب یہ ہین کہ نکاح مین کوئی قباحت نہین -

شاہ صاحب - ہاے ہاے مگر ع

نشاید ہوس باختن با گلے	کہ ہر بامدادش شود بلبلے

آزاد - جو حکم ہو تعمیل بسر و چشم منظور ہے -

شاہ صاحب - اللہ رکھے ہمین نہ بھولے گی -

آزاد - وہ ہمارے ہم نام کہان ہین -

شاہ صاحب - خدا جانے کہین نوکر ہو گئے ہین شاید -

آزاد - حقہ بھر لاؤ -

شاہ صاحب - نوازش عنایت مہربانی

اُس دن بھی اتفاق سے میان آزاد کا جانا نہوا مینھ اس زور سے برسا کہ جل تھل کر دیا -

دواجی اور عباسی دو بجے رات تک آزاد ہی کے ہان تھین شاہ صاحب نے طرح طرح کی عجب آمیز اور عبرت انگیز باتون سے دل بہلایا - وقتاً فوقتاً حقانی اشعار زبان پر لائے دو بجے پانی کھلا تو عباسی ڈولی پر سوار ہو کر اپنے گھر گئی اور دواجی اپنے گھر - وعدہ ہو گیا کہ کل ضرور چلین گے اسمین فرق نہ پڑنے پائے گا عباسی جو بیگم صاحب کے ہان پہونچی تو پھاٹک ہی سے پوچھنا شروع کیا سرکار کا مزاج کیسا ہے برہم تو نہین ہین

داروغہ - جاؤ تو آج -

عباسی - (ڈر کر) یا الٰہی خیر ہے -

داروغہ - بس آج نکالی گئین مین نے جڑ دی کہ جھوٹی ہین -

عباسی - واہ جھوٹی کی ایک ہی کہی -

داروغہ - لائی ہو اُن کو -

عباسی - اے ہے اب اس مینھ بوندی مین اب تک ٹپکا ٹپکی ہو رہی ہے اور کس زور سے برسا کہ معاذ اللہ -

داروغہ - تم خود کیونکر آسکین باتین بناتی ہو -

عباسی اندر گئی کوٹھے پر آئی محلدار سے پوچھا سرکار کہان ہین - کہا آرام مین - اتنے مین بیگم صاحب کی آنکھ کھل گئی

عباسی - آداب عرض ہے (کانپتے ہوتے) حضور لونڈی حاضر ہے

بیگم - آج تو ہمین خود مایوسی تھی - ابر کے آتے ہی جان سُن سے نکل گئی کہ ہاے ہاے اب کیا ہوگا -

عباسی - حضور تیار ہو چکے تھے مگر اتفاق اس موے مینھ کو آگ لگے

بیگم - ایسا نہ کہو - مینھ کا برسنا ہی اچھا

عباسی - حضور دل جلتا ہے -

بیگم - مینھ چاہے جسقدر برسے کال نہ پڑے گا اور خشکسالی ہو تو کال کہین لینے نہین جانا ہے - کھانا کھایا ؟ -

عباسی - حضور خوب چھک کے کھا چکی - بڑے نگین آدمی ہین

بیگم - اچھا پھر اب سو رہو - جو قسمت مین لکھا ہے وہ ہوتا ہے بے تقدیر کے کچھ نہین ہوتا -

عباسی - حضور ایسین کیا کہون - اللہ جانتا ہے لیکن کبھی کہ آپ سے زیادہ وہ بیقرار ہین - مثل ہاتھ بنا بند تڑپ رہے

ہیں مگر روز کوشش کی اور ناکام رہے اس دن وہ مرزا آ گئے آج بارش نے وہ تار باندھا کہ توبہ ہی بھلی۔

موت مانگوں تو رہے آرزوئے خواب مجھے
ڈوبنے جاؤں تو دریا ملے پایاب مجھے

راوی۔ اچھا شعر پڑھا حسب حال اور برجستہ!!!۔
بیگم۔ دل گواہی دیتا ہے کہ ہم سے اور ان سے ملاقات ہرگز نہ ہوگی بس دیکھ لینا روز ہی خرابیاں واقع ہو گئی۔ آج مینہ برسا۔ پرسوں بھونچال آیا۔ نرسوں آگ لگی۔
عباسی۔ اللہ نہ کرے۔ کل تو چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے

بیگم صاحب نے کہا مزاج اور بات چیت اور خط و خال کا حال تو بیان کرو دیکھیں وہی ہیں یا کوئی اور عباسی بولی۔ حضور لال لال گال ہیں۔ لال لال ہونٹ۔ سرخ و سفید چہرہ پیارا مکھڑا سینہ چوڑا۔ بدن چھریرا فربہ۔ للنے سے جوان ہیں مگر گٹھیل اور بات بات پر عجب دلربائی سے مسکراتے ہیں میں کیا عرض کروں حضور۔ بیگم صاحب نے پوچھا یہ عطر کہاں سے آتی ہو۔ کہا حضور انھیں نے عطر مل دیا میں شرما کر خاموش ہو رہی کہا کہ خداوند ہم غریب آدمی ہیں۔ فرمایا واہ ہم اور غریب

بیگم صاحب نے حکم دیا کہ اب آرام کرو اور عباسی سدھاریں

صبح کو آزاد مرزا اٹھ کر ایک دوست کی ملاقات کو گئے وہاں دیکھا کہ کئی آدمی ایک شخص کو بنا رہے ہیں اور قہقہے پر قہقہہ لگا رہے ہیں وہ شخص دبلا پتلا مرا پٹا آدمی تھا دیکھنے سے ان کو معلوم ہو گیا کہ چانڈو باز ہے۔ احباب میں سے ایک صاحب نے پوچھا کیوں بھئی چانڈو باز کبھی نوکری بھی کی ہے
چانڈو باز۔ اجی حضرت عمر بھر ڈنڈ پیلے اور جوڑیاں ہلائیں شاہی میں اباجان کی بدولت فیل نشین تھے ابھی پار سال ہی تک ہم بھی گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تھے مگر جوے کی لت تھی سب دولت داؤں پر رکھ دی تو ٹکے ٹکے کو محتاج کریں تو کیا کریں۔ ناچار سرا میں ایک بھٹیاری اللہ رکھی کے ہاں جا کر نوکری کی۔
آزاد مرزا۔ کس کے ہاں۔
چانڈو باز۔ اللہ رکھی نام تھا ایسی خوبصورت کہ میں کیا عرض کروں
آزاد۔ ہاں شب کو بھی ایک شخص نے تعریف کی تھی۔
چانڈو باز۔ تعریف کیسی تصویر ہی نہ دکھا دوں۔

آزاد کو یاد آ گیا کہ جس وقت بیگم صاحب کے داروغہ شب کو تماشے میں ہمارے پاس آئے تھے اس وقت انھوں نے پوچھا تھا کہ اللہ رکھی کو جانتے ہو۔ چکرائے کہ یا الٰہی بیگم کو اللہ رکھی سے کیا واسطہ اتنے میں اللہ رکھی کی تصویر چانڈو باز نے نکالی۔ اور کہا دیکھیے کیا قبول صورت ہیں۔
آزاد۔ آہو ہو ہو۔ ؎

عجب ہی کھینچی مصور نے کس طرح تصویر
کہ شوخیوں سے وہ اک رنگ پر رہے کیونکر

جس نے دیکھی پھڑک گیا ؎

ناک میں نیم کا نقط تنکا
شوخی چالاکی مقتضا سن کا

ایک صاحب نے اس تصویر کو دیکھا اور کہا ؎

خوش وسمہ کشیدی خم ابروے دوتا را
کردی چہ سیہ تاب دم تیغ قضا را

دوسرے صاحب یوں بولے۔

گر مصور صورت آن دلستاں خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش را چسان خواہد کشید

تیسرے صاحب نے فرمایا۔ ؎

قدش نہ سرو نہ شاخ گل و نہ شمشاد | براستی الف جان آدمی زاد است

چوتھے صاحب نے تصویر چوم لی۔
پانچوین نے پنسل لیکر لکھدیا۔ مصور کے ہاتھ اور اس ماہ سیما کے گل رخسار چوم لے۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔
چھٹے صاحب بغور دیکھکر بولے ؎

روے تو گل و لب تو قند ست | گلقند علاج دردمند ست

چانڈو باز۔ کیون۔ ہی پری یا نہین۔
آزاد۔ پری پری۔ اصل پری۔
چانڈو باز۔ پرستان کی پری مین یہ ادا یہ دلبری کہان۔
آزاد۔ کیا صورت ہی واہ واہ واہ۔
چانڈو باز۔ حسن اسے کہتے ہین۔ ایک آدمی وہان ٹکے تھے میان آزاد اُن پر عاشق ہو گئی۔ بس کچھ آپ ہی کی سی صورت تھی
راوی۔ اب آزاد مرزا سمجھے کہ کچھ دال مین کالا کالا ضرور ہی شاہ صاحب بھی یہی کچھ کہہ چکے اور اُنھون نے بھی یہی کہا۔
آزاد۔ چلیے ہمارے گھر چلیے۔
چانڈو باز۔ دولت خانہ یہان سے کسقدر فاصلے پر ہی۔
آزاد۔ غریب خانہ دو قدم پر ہی۔ وہ سامنے۔
چانڈو باز اور آزاد ساتھ ساتھ گئے۔ راستہ مین آزاد نے کہا اب یہ بتاؤ کہ وہ آجکل کہان ہین۔ کہا ہم نہین جانتے مگر یہین کہین ہین سرا سے تو بھاگ گئی تھین۔ خدا جانے کہان ہین مگر آزاد پر جان دیتی تھین۔
آزاد مرزا نے بڑے تپاک سے چانڈو باز کو اپنے گھر مین ٹکایا اور انتہا سے زیادہ خاطر کی۔ چانڈو باز کے دماغ عرش بریں پر تھے کہ ہمارے پاس وہ تصویر ہی جسکو دیکھتے ہی لوگ غش غش کر جاتے ہین اور آزاد دل مین سوچتے تھے کہ ہم نے اس عورت کو کہین نہ کہین دیکھا ضرور ہی مگر یاد نہین آتا کہان دیکھا ہی۔
آزاد۔ بھائی جان اچھی طرح بیٹھو اسکو بھی اپنا گھر تصور فرمایئے
چانڈو باز۔ اب اس وقت چانڈو پلواؤ تو بات ہے۔ ہماری جان جاتی ہی اور کل سے چانڈو نصیب نہین ہوا جماہی پر جماہی آتی ہی۔ اور ہاتھ پاؤن ٹوٹے جاتے ہین۔
آزاد نے خدمتگارون کو حکم دیا کہ فوراً چانڈو کا بندوبست کرو تھوڑی دیر مین میان چانڈو باز بخت برگشتہ کی طرح سرنگون نظر آئے جب دو تین چھینٹے پی چکے تو آزاد ابھی کے قریب جاکر بیٹھے اور یون گفتگو کرنے لگے۔
آزاد۔ ہان اب امیر رکھی کا مفصل حال تو کہو اور میان آزاد کون تھے جو کچھ معلوم ہو سب بیان کرو۔
چانڈو باز۔ امیر رکھی کی صورت تو آپ کے ذہن مبارک مین آہی گئی ہوگی۔ اب اُنکی سیرت کا حال سنیئے۔ شوخ۔ چلبلی چنچل۔ آگ بھبوکا۔ تیکھی چتون۔ مگر ہنس مکھ۔ ذرا شگفتہ ہوئین اور پھر ہنس دین۔ سرا مین آن کر ٹکی تھین۔ وہان میان آزاد پر عاشق ہوئین۔ وعدہ کر لیا کہ نکاح پڑھوالین گے مگر میان آزاد قول ہار کے نکل گئے اُنھون نے نالش کر دی پکڑ آئے دھر لیے گئے مگر پھر بھاگ گئے۔ اس کے بعد ایک بیگم حسن آرا تھین۔ اُن پر ریجھے اُنھون نے کہا روم جاؤ تو ہم نکاح پر راضی ہوتے ہین نہین تو ہم راضی نہین ہو سکتے۔
آزاد۔ این! معقول۔ روم جاکے کیا بنائین گے۔ یعنی اُسکے معنی
چانڈو باز۔ لڑائی ہی نہ روم مین۔
آزاد۔ اچھا پھر لڑائی کو شادی سے کیا واسطہ۔
چانڈو باز۔ اُنھون نے کہا تھا کہ اگر وہان غنیم سے لڑ دا در نجا

دکھاؤ تو ہم نکاح پر راضی ہو جائیں - ورنہ اللہ اللہ خیر صلاح
پھر ایک دفعہ اللہ رکھی اور آزاد سے ملاقات ہوئی تو
اللہ رکھی نے کہا حسن آرا تمھیں مبارک ہو مگر ہمکو نہ بھول
جانا - آزاد نے آبدیدہ ہوکر کہا ہرگز نہیں -

آزاد - اور حسن آرا رہتی کہاں ہیں -

چانڈو باز - یہ ہمیں نہیں معلوم -

آزاد - مگر اللہ رکھی کو دیکھو پہچان لو یا نہ پہچانو -

چانڈو باز - فوراً پہچان لیں نہ پہچانتا کیا معنی -

آزاد - اچھا تھوڑی دیر کے بعد تم سے کچھ کہیں گے -

چانڈو باز - ایک پونڈا تو منگوا دیجیے -

آزاد مرزا نے پونڈے کی پھاندی منگوا دی اور باورچی کو حکم دیا کہ قند کے چاول اور کھیر آج ضرور پکے - چانڈو باز نے خوب تن کے کھانا کھایا - کھاتے کھاتے چانڈو باز نے کہا میاں آزاد کے ساتھ ایک ناٹے سے آدمی بھی گئے ہیں - خوجی اُن کا نام ہے - بڑے مشہور مسخرے ہیں - آزاد مرزا نے جتنی باتیں سنیں سب یاد رکھیں -

شام کو عباسی دداجی کے ہاں گئی - دداجی نے ڈولی منگوائی آزاد مرزا کے پاس آئیں - کہا اگر چلنا ہے تو بس اب چلیے چلیے ورنہ پھر آنے جانے کا لفظ زبان پر نہ لائیے گا - حضرت بد دماغ ہو گئی ہیں کہ روز ٹال دیتے ہیں - اسکا باعث آخر کیا ہے آنا ہو تو آئیں اور نہ آنا ہو تو نہ آئیں - آزاد نے کہا میں تیار بیٹھا ہوں چلیے - فوراً پالکی گاڑی منگوائی - چانڈو باز کوچ بکس پر صاحب بن کے بیٹھے دداجی اور عباسی ایک طرف اور آزاد مرزا ایک طرف بگھی پر بیٹھے اور روانہ ہوئے -

آزاد مرزا نہایت بیش بہا کاشانی سیاہ مخمل کا کوٹ پہنے تھے ٹوپی ترکی سیاہ پتلون خاکی - وارنش کا بوٹ طلائی گھڑی جیب میں پڑی ہوئی - خدمتگار کے پاس چاندی کی گڑگڑی - دو روپیہ سیر والا تمباکو شکبو - خاصدان میں گلوریاں خود بدولت معطر و معنبر - جب گاڑی محل معلیٰ تک پہونچی تو بیگم صاحبہ کو اطلاع دی گئی وہ خود نکھر کر بیٹھی تھیں کہ آزاد فرخندہ نام آتے ہونگے -

پہلے عباسی اور دداجی اندر گئیں -

عباسی - مبارک حضور آ گئے -

بیگم - (ہنسکر) شکر ہے -

دداجی - اب حضور چق کے اندر تشریف رکھیں -

بیگم - اچھا بلاؤ -

دداجی - آئیے حضور - تشریف لائیے - انعام نہ بھول جائیے گا -

عباسی - اللہ جانتا ہے کیا شبھ گھڑی ہے -

دداجی - کیا پوچھنا ہے جم جم جئیں

عباسی - حضور کرسی پر تشریف رکھیں -

دداجی - اطلاع تو کر دو -

آزاد مرزا کمرے کے باہر برآمدے میں چق کے پاس کرسی پر بیٹھے - عباسی نے کمرے کے باہر آن کر کہا - حضور بیگم صاحب فرماتی ہیں کہ ہمارے سر میں اسوقت شدت سے درد ہے آپ آج تشریف لے جائیے - کل اگر آپکے ابا جان مانع نہوں تو آئیے ورنہ پرسوں تشریف لائیے بشرطیکہ شاہ صاحب اجازت دیں اور اگر اجازت بھی دیں اور مینھ برسنے لگے تو خیر بارش کے وقت تکلیف نہ کیجیے گا کیونکہ مٹی کا بدن ہے شاید بہہ جائے

آزاد - (مسکراکر) بیگم صاحب سے عرض کر دیجیے کہ درد سر کا ایک نایاب نسخہ میرے پاس ہے معاً درد سر جاتا ہے تو سہی

عبّاسی۔ (ہنسکر) وہ فرماتی ہین کہ ایسے ایسے مداری
ہم نے بہت چنگے کیے ہین۔

آزاد۔ اور اپنے درد سر کا علاج نہین ہو سکتا ؎

صندلی رنگون سے ملنا دل ربا | درد سر کی کسکے ہاتھ جائیگی

عبّاسی۔ فرماتی ہین کہ آپکے پانؤن کی مہندی تو نہین گھس گئی
آزاد۔ کہئیے مین سدا سہاگن نہین ہون۔
عبّاسی۔ فرماتی ہین اس تقریر سے اور بات بڑھے گی
اب ٹھنڈے ٹھنڈے ہوا کھائیے۔
آزاد۔ واہ یہ بھی انتہائے گرمجوشی ہی۔
بیگم۔ بندہ پرور۔ آپکی اس مسلسل تقریر سے درد سر کو اور ترقی ہوتی ہی از برائے خدا آپ مجھے اس وقت آرام کرنے دیجئے۔
آزاد۔ یا الٰہی ؎

ہم ایسے ہو گئے اللہ اکبر اے تری قدرت
ہمارا نام سنکر ہاتھ وہ کانون پہ دھرتے ہین

بیگم۔ ای عبّاسی۔ یہ کون مرچرا ہی (مسکراکر) بولو۔
آزاد۔ ع لب پہ آئی ہنسی دیکھو مسکراتے ہین۔
بیگم۔ ہم کوئی سرکہ جبین تو ہین نہین کہ خدا ناکردہ رو یکھین۔
آزاد۔ اللہ ری کج خلقی۔
بیگم۔ چلیے ہم کج خلق ہی سہی۔
آزاد۔ ہم تو سائل ہین۔
بیگم۔ سائین جی اور گھر دیکھئیے۔
آزاد۔ یک در گیر و محکم گیر۔ ہمارا تو یہ اصول ہی۔
بیگم۔ عباسی ذری ان صاحب سے کہدو کہ ہمین بک بک کرنے کا دماغ نہین ہی۔
آزاد۔ اللہ ری نزاکت اور آفت ری نازک مزاجی سیا تو

وہ اختلاط کی باتین نہین اور یا اب یہ کج خلقی ؎۔

ہم بھی کشتہ تری نیرنگی کے ہین یاد رہے
او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

بیگم۔ این! چہ خوش چرا نباشد۔ گویا برسون کی ملاقات ہی۔
آزاد۔ ہم تو درویش آدمی ہین۔ ع چیزے بدہ درویش را چیزے مگو درویش را۔ آج کی ملاقات ہو خواہ دو برس کی۔
بیگم۔ تو یہ کہئیے آپ خیر سے ہمارے جاننے والون مین ہین۔
راوی۔ بے اختیار ہنسی آتی ہی۔ اب ثریا بیگم کو سمجھاتے کون کہ جس شخص سے باتین کرتی ہو وہ محض اجنبی ہی مگر وہ سنتی کب ہین۔ برسون کے بعد اپنے پیارے آزاد کو پایا ہی۔
آزاد۔ اگرچاہنے والون مین ہین تو عجب نہین مگر حضور کی چاہ نے ہمین اور بھی کنوین جھنکائے ہاے چاہ بھی کیا بری شی ہے۔ ؎

من ازآن حسن روز افزون کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت برون آرد زلیخا را

بیگم۔ بڑے لسان آدمی معلوم ہوتے ہین چہک رہے ہین
آزاد۔ طوطی نو بہار صباحت کے مقابل مین بھی نہ چہکین تو پھر کب چہکین۔
بیگم۔ آپ کا اسم مبارک۔
آزاد۔ میان آزاد۔
بیگم۔ (فرط اضطراب سے آبدیدہ ہوکر) مزاج شریف۔
آزاد۔ دور سے مزاج پرسی بھلی نہین معلوم ہوتی اور اسوقت ہمارے مزاج کی نہ پوچھیے۔ لا مکان پر ہی منہ مانگی مراد پائی الحمد للہ
بیگم۔ آپ تو پہیلیان بجھواتے ہین ای عبّاسی یہ خلانیان کہان چلی گئین یہ کس اجنبی کو سامنے لاکے بٹھا دیا۔ واہ وا! وا!

عباسی۔ (مسکرا کر) حضور زبردستی دھنس پڑے۔

بیگم۔ محلے والوں کو اطلاع دو۔

آزاد۔ تھانے پر رپٹ لکھوا دو مشکین بندھوا دو ؎

زندان میں جو زندہ بھیجنا ہو
مشکین زلفوں سے مشکین کسواؤ

اپنے دل تنگ میں جگہ دو
کالے ناگوں سے ہمکو ڈسواؤ

بیگم۔ (دل میں) اللہ نہ کرے۔ دشمن کے کان بہرے۔

آزاد۔ پھر آپ ہی کچھ سزا دیں۔ ایک تحفۂ محقر پیشکش کرتا ہوں ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

یہ کہہ کر آزاد نے اللہ رکھی کی تصویر پُر تنویر عباسی کو دی اور کہا ہماری طرف سے پیش کر دو۔ عباسی نے جا کر تصویر بیگم صاحب کو دی تصویر دیکھتے ہی ثریا بیگم دنگ ہو گئیں۔ ایں! یہ تصویر کیسی۔ اللہ اللہ۔ یہ تصویر یہ چھپا کے لے گئے تھے۔ ثریا بیگم کی تصویر اس پوشاک میں نہیں اُتاری گئی تھی جو بیگمات کی پوشاک ہوتی ہے۔ مگر اور ہی وضع میں تھی۔ کہا پوچھو اس تصویر کی کیا قیمت ہے۔

عباسی۔ حضور اس تصویر کی قیمت دریافت کرتی ہیں۔

آزاد۔ کہیئے یہ بکاؤ نہیں ہے۔

بیگم۔ وجہ۔ آخر دکھائی کیوں۔ اسی غرض سے نہ کہ کوئی دام لگائے۔

آزاد۔ اس کی قیمت دینے والا کوئی نظر نہیں آتا۔

بیگم۔ کچھ کہیئے تو۔ کس کام کی تصویر ہے۔

آزاد۔ بے ادبی معاف اپنی صورت سے ملائیں تصویر عیب ہی ہو گی

بیگم۔ (مسکرا کر) بجا ہے۔

آزاد۔ اچھا حضور مطابق کر لیں۔ ع ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

عباسی۔ ایڑی چوٹی پر قربان کر دیں۔

راوی۔ واہ۔ بس۔ ذرا زبان کو روکیئے۔ یہ معلوم ہی نہیں کہ یہ تصویر کس کی ہے۔

آزاد۔ ایک شہزادے دو لاکھ روپیہ اس تصویر کے دیتے تھے

عباسی۔ گھر کی پھٹکی اور باسی ساگ۔

بیگم۔ یہ تصویر آپ کو ملی کہاں۔

آزاد۔ جس کی یہ تصویر ہے اُس سے دل مل گیا ہے۔

بیگم۔ ذری منہ دھو آیئے۔

اس فقرے پر عباسی کسی قدر چونکی۔ ایں! منہ دھو آنا۔ یہ کیا معنی۔ بیگم صاحب سے کہا ذری حضور مجھے تو دیں۔ انھوں نے انکار سخت کیا اور کہا صندوقچہ لاؤ۔ صندوقچہ کھولا اور تصویر رکھکر پھر اُس کو بند کر دیا۔

آزاد۔ اس شہر کی اچھی رسم ہے۔ دیکھنے کو چیز لی اور ہضم بی عباسی ہماری تصویر لا دو۔

بیگم۔ ع۔ لاکھوں کدورتیں ہیں ہزاروں شکایتیں۔

آزاد۔ کس سے۔

بیگم۔ ایں اب کوئی آپ کے مارے بات نہ کرے۔

آزاد۔ خیر کدورتیں۔ !!! ؎

کدورت انکو ہے مجھسے نہیں ہے سامنا جب تک
ادھر آنکھیں ملیں اُن سے اُدھر دل ملگیا دل سے

بیگم۔ کچھ خیر ہے۔ ہوش کی دوا کرو۔

آزاد۔ ہم تو اب ضبط کے قائل ہیں۔

بیگم۔ (ہنسکر) بجا۔

آزاد۔ اب تو کھل کھلا کر ہنس دیں۔ واسطے خدا کے اس چق کے باہر آؤ یا خاکسار کو اندر بلاؤ۔ نقاب اور گھونگھٹ کا طلسم توڑو۔ اب دل بے قابو ہے۔

بیگم۔ عباسی ان صاحب سے کہو کہ اب ہمیں سونے دیں کل رات آنکھوں میں کٹی ایک بیمروت نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔

آزاد۔ دن کو موقع نہ تھا۔ شب کو مینہ نے دق کیا۔

بیگم۔ بس بیٹھے رہو ؎

یہ عبث کہتے ہو موقع نہ تھا اور گھات نہ تھی
مہندی پانوں میں نہ تھی آپ کے برسات نہ تھی
کج ادائی کے سوا اور کوئی بات نہ تھی
دن کو آ سکتے نہ تھے آپ تو کیا رات نہ تھی
بس یہی کہیے کہ منظور ملاقات نہ تھی

آزاد۔ ع۔ معشوق پن نہیں اگر اتنی کجی نہ ہو۔

بیگم معشوق پن! ذری چونچ سنبھالے ہوئے۔ عباسی دنگ تھی کہ بار خدایا یہ کیا اسرار ہے بیگم صاحب تو جامے ہی سے باہر ہوئی جاتی ہیں۔ مغلانیاں انگشت حیرت بہ دندان کہ انکو یہ کیا ہوا گیا ہے۔ داروغہ صاحب کٹے جاتے تھے مگر چپ۔ مجال کیا کہ لب ہلا سکیں۔

بیگم۔ کوئی بھی دنیا میں کسی کا ہوا ہے۔ سب کو دیکھ لیا خط نہ کتابت۔ نہ پیام۔ تڑپا تڑپا کر مار ڈالا غیر ہمارا بھی خدا ہے ؎

فراق یار میں جھیلیں مصیبتیں کیا کیا
گذر گئیں مرے سر پر قیامتیں کیا کیا

آزاد۔ گذشتہ را صلواۃ آیندہ را احتیاط اب توجہ ہو ادھر۔

بیگم۔ ہاں جس کے دل پر گذرے وہی جانے۔ بیمروتوں کو کسی کے درد دل کا حال کیا معلوم۔

آزاد۔ اپنی وحشت کے دلولے ہمیں جانتے ہیں۔

بیگم۔ وحشت نہ ہوتی تو وعدہ کرکے مکر کیوں جاتے۔

آزاد۔ نالش بھی تو داغ دی آپ نے۔

بیگم۔ بس اب پچھلی باتوں کو تہ کر رکھو۔ انتظار کرتے کرتے ناک میں دم آگیا ؎

راہ اُن کی تکتے تکتے یہ مدت گذر گئی
آنکھوں کو حوصلہ نہ رہا انتظار کا

آزاد۔ اب تو قصور معاف ہو۔

بیگم۔ آزاد۔ (رو کر) ہائے بس دل ہی جانتا ہے۔

آزاد۔ فلک تفرقہ پرداز سے کوئی بھی جھگڑ سکا ہے۔

بیگم۔ ٹھان لی تھی کہ دس دن تک بات نہ کروں گی۔ جس طرح مجھے جلایا ہے اسی طرح ترساؤں گی ؎

حضور یار کوئی بات ہم سے ہو نہ سکی
اگرچہ دل میں بھری تھیں شکایتیں کیا کیا

پیارے آزاد اس وقت کلیجہ بانسوں اچھل رہا ہے۔ ہائے سمجھی تھی کہ آزاد سے ملیں گے تو دل کو چین حاصل ہوگا مگر بیچینی اور بھی بڑھ گئی۔ ؎

وصال یار سے دونا ہوا رنج
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اب ادھر کا حال لکھو۔ کہاں گئے تھے؟

راوی۔ میاں آزاد کچھ واقف ہوں تو بتائیں حسن آرا کا نام سُن لیا تھا۔ اور اس قدر معلوم تھا کہ جنگ پر گئے ہیں بات خوب بنائی۔

آزاد۔ وہاں کا حال نہ پوچھو شیشہ دل کو ٹھیس لگتی ہے ع۔

آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

ثریا بیگم اسقدر محظوظ ہوئیں کہ جامے میں پھولے نہ سمائیں سمجھیں کہ اب پالا ہمارے ہاتھ رہا۔ کہا آخر کچھ تو کہو۔ ماجرا کیا ہے۔ اس گرمجوشی سے سنتے تھے اور اس سردمہری سے وہ

پیش آئین۔ آزاد نے کہا عورت کی بات کا کیا اعتبار۔ بیگم صاحب بولین۔ واہ۔ سب کو نہ شامل کرو پانچون انگلیان برابر نہین ہوتین ایک ہم ہین ایک وہ۔ آزاد نے دل ہین ہنسے کہ ہم نہ تم کو جانین نہ اُن کو۔ ہمارے نزدیک دونون یکسان ہین مسکرا کر کہا آپ کی وفاداری مین کیا شک ہے۔

بیگم۔ مین تمھین اندر بلا لیتی مگر یہ عورتین خدا جانے اپنے دل مین کیا سمجھین۔

آزاد۔ ذرا ایک جھلک تو دکھا دو ؎

قانع بہ تجلی نشود شایق دیدار | پروانہ بہ مہتاب تسلی نتوان کرد

بیگم صاحب نے چق کے قریب ایک کرسی بچھوائی اور چھم چھم کرتی ہوئی آن کر بصد شان بر نائی متمکن ہوئین۔ آزاد نے جو جمال مبین کا نظارہ کیا تو ہزار جان سے عاشق ہو گئے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ سونے کی چڑیا ہاتھ آئی۔ کہا حضور خدا کے لیے چق اٹھوا دین۔ ہائے یہ گھونگھٹ کیا معنی ؎

رحمت حق جو اٹھا دے ابھی چہرے سے نقاب
بیگنہ دوڑین خوشامد کو گنہگارون کی

بیگم صاحب نے آرسی مین رُخ انور دکھایا تو آزاد دست حنائی مشاہدہ کر کے لوٹ پوٹ ہو گئے ؎

عجب رسائی ہر قسمت مین اے حنا تیری | چمن چھوٹ گیا دست نازنین مین رہی

بیگم۔ اشعار بہت سے یاد ہین۔

آزاد۔ اب تو اس وقت چوکڑی بھولی ہے۔

بیگم۔ اُف کیا کیا صدمے اُٹھائے۔ مگر خیر یش کے بعد نوش نصیب ہوا یہی غنیمت ہے۔ کہئیے اب کیا حکم ہے ؎

اقرار جو کئے تھے کبھی ہم سے آپ نے
کیسے وہ یاد ہین کہ فراموش ہو گئے

آزاد۔ یاد ہین۔ نہ یاد ہونا کیا معنی۔ جب حکم ہو۔

بیگم۔ حقہ بھر لاؤ آپ کے واسطے۔

آزاد۔ اگر اجازت ہو تو اپنے مصاحب سے حقہ منگوا لون۔

بیگم۔ مصاحب سے یا خدمتگار سے۔

آزاد۔ خدمتگار کی یہ مجال نہین کہ یہان آ سکے۔ بی عباسی ذرا اُن سے کہو کہ حقہ بھروا کر لے آئین۔

عباسی باہر گئی تو دیکھا میان چانڈو باز بیٹھک مین ہین شوخ اور چلبلی تو تھی ہی۔ کان کے پاس جا کر کہا جاگتے ہو میو چانڈو باز چونک پڑے کیون کیون خیر ہے۔ عباسی نے کہا گڑگڑی بھروائیے اور لے چلیے۔ چانڈو باز خوش ہو گئے کہ اب اللہ رکھی سے ملین گے۔ فوراً قادر کو حکم دیا کہ چلم بھرو حقہ تازہ کرو۔ گڑگڑی ایک ہاتھ مین لی۔ دوسرے ہاتھ مین خاصدان۔ اوپر گئے گڑگڑی دے کر چق کی طرف جھکے اور کہا آداب بجا لاتا ہون کہیے مزاج شریف اللہ رکھی صاحب ثریا بیگم دھک سے رہ گئین۔ وہ تو خیر گذری کہ عباسی وہان پر دہ تھی ورنہ بڑی کر کری ہوتی سب کچھ کرتے دھرتے نہین بن پڑتی۔ چپکے سے چانڈو باز کو کمرے مین بلا لیا کہا واسطے خدا کے ہمین اللہ رکھی نہ کہنا یہان ہمارا نام ثریا بیگم ہے بتاؤ تو تم ان کے ساتھ کیونکر ہو لئے تم سے تو دشمنی تھی چلتے وقت کوڑا مارا تھا تمھارے خون کے پیاسے تھے۔ اب شیر و شکر کیونکر ہو گئے۔ چانڈو باز نے کہا اب یہ کون موقع ہے۔ عرض کرونگا۔

آزاد۔ کیا شان خدا ہے۔ مصاحب بار پائین آقا نہ پائے بار پائین۔

بیگم۔ کیون گھبراتے ہو۔

آزاد۔ ہجر مین اس درجہ بیقراری نہ تھی جسقدر اب ہے ؎

وعدۂ وصل چون شود نزدیک | آتش شوق تیزتر گردد

بیگم۔ اور اس موئے سڑنے کو کہان چھوڑا۔

چانڈو باز۔ وہ لڑائی پر مارا گیا۔

بیگم۔ ای ہو مار ڈالا گیا۔ بڑا ہنسوڑہ تھا بیچارہ۔

راوی۔ آزاد مرزا کی جانے بلا کہ وہ مسخرا کون تھا۔

بیگم۔ پھر اب آئے ہو تو آہی جاؤ۔

آزاد۔ اس کے کیا معنی۔

بیگم۔ (چق اٹھاکر) آؤ۔ اب آؤ۔

آزاد خدا کا شکر ادا کر کے کمرے مین گئے ثریا بیگم نے فوراً ہاتھ چوم لیا آزاد نے بھی بے جھجک دست نگارین کا بوسہ لیا

بیگم۔ آٹھ برسون کے بعد آرزو بر آئی۔

آزاد۔ ہم کس سے کہین کہ کوہ وہامون مین بسر ہوئی۔

بیگم۔ ہائے افسوس۔ آزاد۔ دن رات تمھارے ہی خیال مین رہتی تھی مگر اب مجھے مایوسی ہو گئی تھی۔

آزاد۔ خدا نے مایوسی کو مبدل بہ راحت کیا۔

عباسی نے دیکھا کہ آزاد مرزا داخل ہو گئے تو کمرے مین جانا خلاف مصلحت سمجھی۔ چانڈو باز فرش کے ایک کونے پر بیٹھے تھے مگر اُن کو حیرت تھی کہ اللہ رکھی نے اسقدر عروج کیونکر پایا واللہ اللہ۔ اب یہ بیگم بن گئین۔ مغلانیان۔ مہریان محلدار۔ چوبدار داروغہ خدمت کے لیئے مقرر ہین عالیشان محل ہین مزے سے زندگی بسر کرتی ہین۔ ابھی کل کی بات ہو کہ سرا کے ایک کونے مین پڑی رہتی تھین۔

ثریا بیگم نے اپنے پیارے پیارے ہاتھون سے گلوریان بنائین اور اپنے ہی ہاتھ سے آزاد مرزا کو کھلائین۔ آزاد دل ہی دل مین سوچتے تھے کہ خداوندا ہم سے کون کا نیک

سرزد ہوا جیکے جلدو مین تو ہم پر اس درجہ مہربان ہو گیا ؎

صدقہ اس بندہ نوازی کے ترے مین جاؤن
باپ مان ہوتے ہین کب ایسے شفیق و اشفق

یہ صنم جادو جمال نوعروس زہرہ تمثال اس درجہ تپاک اور الفت سے پیش آتی ہو۔ کبھی اپنے دست حنائی سے پان و بیڑے کھلاتی ہو۔ کبھی ہاتھ چوم لیتی ہو۔ کبھی ہماری بیمروتی اور بیمہری کے طعنے دیتی ہو۔ حالانکہ نہ کبھی کی ملاقات نہ جان نہ پہچان۔ صورت آشنا تک نہین۔ آدمی خوش اعتقاد تو تھے ہی یقین واثق ہو گیا کہ کوئی کار خیر ایسا ضرور سرزد ہو گیا ہو جس سے خدا خوش ہو گیا چانڈو باز حیرت کی نظر سے ادھر اُدھر دیکھتے تھے مگر سب کے سامنے کچا چٹھا در پیش کرنا خلاف وضع تصور کرتے تھے۔

ثریا بیگم خوب واقف تھین کہ داروغہ اور مغلانیان اور مہریان اور محلدار اور پیش خدمتین اور کہار اور سائیس اور دربان مین سے کوئی بھی اُن کی پچھلی حالتون سے واقف نہ تھا اگر خوف تھا تو چانڈو باز سے کہ مبادا کسی روز پینک مین سارا حال بک دے تو آنکی کرکری ہو اور عزت خاک مین ملجائے آزاد سے اُنھین خوف نہ تھا سمجھتی تھین کہ میان آزاد اس حالت مین بھی ہم پر عاشق تھے اور اب بھی انکا عشق کم نہین ہوا ہو

ثریا بیگم کو پورا پورا یقین تھا کہ آزاد جنگ روم سے واپس آکر حسن آرا کو عقد نکاح مین لائین گے جس سے قول ہارے ہین اور وعدہ کر کے گئے ہین مگر آزاد کی زبانی سنا کہ وہ عزم فسخ ہو گیا تو دل کو کسی قدر ڈھارس ہوئی۔

آزاد مرزا۔ زمانے کا بھی کیا انقلاب ہو۔

راوی۔ ثریا بیگم سمجھین کہ میرے ادبار اور اقبال کا ذکر کرتے

ہین کہا ہاں انقلاب تو سلف سے چلا آتا ہی۔ لوگ اقرار کچھ کرتے ہین اور کرتے کچھ ہین۔

آزاد۔ ہائے افسوس ہیون نہین کہتین کہ لوگ چاہتے کچھ ہین اور ہوتا کچھ اور ہی تدبیر کچھ کرتے ہین اور نتیجہ کچھ اور نکلتا ہی ؎

من درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال
کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال

اگر کل باتین انسان کے اختیار ہی مین ہوں تو سب کی آرزو ہی نہ بر آئے۔ مگر سب باتین اختیار مین کہان ہین۔

بیگم۔ جس بات کا نتیجہ اچھا نکلے وہی اچھی۔

آزاد۔ بات ہی تو یہ ہی۔

باتین کرتے کرتے دوپٹے کو اس ادا سے سنبھالا کہ آزاد بیخود ہوگئے۔ آج ہم گھر نہ جائین گے یہین بستر جمائینگے ثریا بیگم نے اشارے سے جواب دیا کہ خاموش رہو۔ تھوڑی دیر کے بعد کان مین کہا اک ذرا تامل کرو دو چار روز نہین تو دس بارہ روز مین نکاح ہوا جاتا ہی۔ جہان اتنے دنون تک خاموش رہے اب چند روز تک اور سکوت اختیار کرو آزاد سے کبھی کی ملاقات تو تھی ہی نہین چپکے ہو رہے۔ ہان نا کا جواب نہ دیا مگر اسقدر کہا کہ جو آپکی مرضی بیگم صاحب بولین ؎

مصلحت بین و کار آسان کن	من نگویم کہ این مکن آن کن

آزاد نے مسکرا کر یون جواب دیا۔ ؎

دل بے اختیار کشت مرا	من نگویم کہ یار کشت مرا

چانڈو باز نے کہا خداوند یہ باتین تو ہوا ہی کرین گی اب چلیے کل پھر تشریف لائیے گا۔ مگر پہلے بی اللہ۔

میان چانڈو باز اللہ رکھی کہنے کو تھے مگر خاموش ہو رہے

بیگم۔ ذری سمجھ بوجھ کر۔

چانڈو باز۔ قصور ہوا۔

آزاد۔ ہم سمجھے ہی نہین۔ کیا قصور ہوا۔

بیگم۔ ایک بات ہی۔ یہ خوب جانتے ہین۔

آزاد۔ پھر اب اجازت ہی۔

بیگم۔ اوہ واہ۔

میان آزاد کا دل ہاتھ سے جاتا رہا اور بے اختیار یہ مصرع زبان پر آیا۔ ع انچہ می بینم بہ بیداری ست یارب یا بخواب ثریا بیگم کی دلربائی و خود نمائی و شان برنائی جوانی کی امنگ نے اُن کے شیشۂ صبر و شکیب کو چکنا چور کر ڈالا بڑی دیر تک ضبط کرتے رہے مگر آخر کار دل بے قابو ہو گیا ثریا بیگم کے ہاتھ مین ہاتھ دیکر اس شعر کو ترجمان دل کیا۔ ؎

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

ثریا بیگم ان کی بیقراری دیکھکر خوش ہوئی تھین۔

آزاد۔ پھر اب کیا حکم ہوتا ہی۔ ایسا نہ ہو کہ اس سب گرمجوشی کا نتیجہ خدانخواستہ خراب نکلے اگر ایسا ہوا تو مین جان دیدونگا۔

بیگم۔ مین تو یہ خود ہی کہنے کو تھی تم میری زبان سے بات چھین لے گئے۔

آزاد۔ ہماری ثابت قدمی کا حال خدا ہی جانتا ہی۔

بیگم۔ خدا تو سب جانتا ہی۔ مگر آپکی ثابت قدمی کا حال ہم سے زیادہ اور کوئی نہین جانتا (مسکرا کر) یا یہ جانتے ہین (چانڈو باز کی طرف مخاطب ہو کر) یاد ہی نہ۔

چانڈو باز۔ خوب یاد ہی۔ بھول جانا کیا معنی۔

بیگم۔ سنو میان آزاد اگر اب کی بھی ویسا ہی اقرار ہی جیسا پیشتر کیا تھا تو خدا ہی حافظ ہی۔

آزاد - واہ خدا جانے اُس مرتبہ کیا اتفاق ہوا -

بیگم صاحب نے کان میں کہا - ہمیں اس حالت میں دیکھکر متحیر تو ضرور ہوئے ہو گے کہ یہ اس عظمت پر کیونکر پہونچ گئی - وہ بوڑھیا یاد ہی جس کی طرف سے آپ نے خط لکھا تھا وہ نیب ٹولہ یاد ہی وہ مہری یاد ہی کس مزے سے آپ نے بوڑھے کی طرف سے خط لکھا اور کس چلکے سے ہمارے مکان کا پتہ پوچھ لیا مگر دال نہ گلنے پائی -

آزاد مرزا کچھ جانتے ہوتے تو سمجھتے - ہان ہان کرتے جاتے تھے کسی بات کا اچھی طرح سے جواب نہین دے سکتے تھے - بیگم صاحب نے کہا مرا ہین تم نے ہم کو نہین پہچانا تھا - دو تین دن تک مین نے بھی تذکرہ نہین کیا وہ پارسی اب کہان چلے گئے - کئی دن تک خوب تماشے دیکھنے مین آئے - اس لڑکے کی کتنی پیاری آواز تھی اور وہ جو مچھلی والی کی نقل کرتا تھا وہ بھی بڑا پیارا تھا دیکھئے تمین جیسے مچھلی نا بیچون گی اور وہ بنیا کتنا بڑا مسخرہ ہی کیون ؟ اس کیون کے جواب مین آزاد مرزا خاموش ہو رہے صرف گردن ہلا دی - ثریا بیگم بولین تم بھولے ہوئے ہو - اے وہ پارسی نہین یاد مین اونٹنی پہ سوار ہو کر روز رات کو پہونچتی تھی اُف فوہ - وہ رات مجھے نہ بھولے گی - جب مین پہلے پہل اونٹنی پر سوار ہوئی تو گر وا کتنی پیاری صورت واقع ہوئی ہی دیکھنے سے ہنسی آتی ہی کوئی کل درست نہین - اور وہ یاد ہی جب ایک فقیر نے کہا تھا میان بیوی کی جوڑی سلامت رہے اور (چانڈو باز کی طرف مخاطب ہو کر) اُنھون نے کہا اجی یون نہ کہنا - یہ بہن بھائی ہین - اور ہم تم اونٹنی پر سوار چلے جاتے تھے - آزاد مرزا کے ہوش اُڑ گئے کہ پچھلی باتین مین کیونکر بتا سکونگا

مگر تسلی یہ تھی کہ چانڈو باز سے بہت سی باتین معلوم ہو جائینگی وہ واقف کار آدمی ہی - آزاد نے استقدر البتہ کہا کہ تم تو کہین کے پاس گئی تھین اور ہم کو پکڑوا بلوایا تھا مگر سچ کہتا ہون ہم بھی کس چالاکی سے بھاگ گئے تھے -

بیگم - اور اُس کا آپ کو فخر ہی - شرماؤ نہ شرمانے دو -

آزاد - (نیچی گردن کر کے) خدا جانے کیا سبب تھا وہ سو تمہری اور تھا -

بیگم - ہمارا حال سنو سلہ مین جب تم کو ہم نے ڈھونڈھ نکالا اور تم ہم سے رخصت ہو کر گئے تو ایک ہفتے تک ہماری سخ پہ صدمہ رہا کسی پہلو چین نہین آتا تھا سوچتی تھی کہ یا خدا ایسا نہ ہو کہ آزاد اب واپس نہ آئین اور پھر عمر بھر صورت نہ دکھائین ہائے جنگ کے میدان مین اُس ظالم کافر نے بیچارے کو کیون بھیجا - حسن آرا بیگم کو دل ہی دل مین مین نے صلواتین سنائین - کچھ دن دیوانہ پن کی حالت مین رہی اور اُسی حالت مین جوگن ہو گئی - مگر جوان عورت اور اللہ کی عنایت سے -

بیگم صاحب اس کے بعد کچھ اور کہنے کو تھین مگر مسکرا کر خاموش ہو گئین آزاد تو ایک کائیان تھا سمجھ گیا کہ بیگم صاحب اپنے حسن و جمال کی تعریف کرنے کو تھین - کہا ہان ہان فرمائیے فرمائیے - جوان عورت اور اللہ کی عنایت سے نازنین حسین بیگم صاحب کسی قدر لجا کر بولین ہان ہان پھر کچھ جھوٹ ہی ہین ہی - خیر اب جوگن جو ہوئی تو ایک جگہ رہنے لگی سب سے الگ تھلگ بہ ہان دور دور سے لوگ جوق جوق آنے لگے کوئی لڑکا مانگے - کوئی دولت - کوئی نوکری جو رعین زیادہ آتی تھین ایک سے ایک دو جوان جوان عورتین تم پر سوار ہو کر آئین زیور سے

از سرتا پا لدی ہوئی تھین۔ دونون نوخیز۔ دونون حسین شریف زادیان تھین۔ ایک نے کہا ہمارے میان ہم سے مخاطب نہین ہوتے ادھر اُدھر جاتے آتے ہین۔ ہزارون روپیہ لٹاتے ہین۔ گانون ہی نقد روپیہ ہی۔ مہاجنون کے ہان روپیہ جمع ہی۔ مگر ہم خوش نہین ہین کوئی ترکیب ایسی بتایئے کہ ہمارے میان کا اُن بیسواؤن سے دل پھر جائے۔ دوسری نے کہا میری ساس سے اور مجھسے بالکل نہین بنتی۔ اُٹھتے جوتی بیٹھتے لات۔ ادھر مین نے بات کی اُدھر اُنھون نے پیٹوا لیا۔ ایک رئیس آیا کرتے تھے اُنھون نے کئی دن تک مجھے دق کیا کہ ہمین دعا دو کہ لڑکا ہمارے ہان پیدا ہو مین نے ایک چھوٹا سا والان بنوایا ایک مہاجن نے دو دالان اور بنوا دیے۔ ایک باغیچہ تھا صاف ستھرے مکان مین ہم رہنے لگے۔

آزاد اس قصے کو بغور سنا کیے۔

بیگم۔ بڑا طول طویل قصہ ہی کوئی کہان تک بیان کرے ایک دن ایک سوار آیا۔

آزاد۔ رسالے کا سوار۔ سرکاری رسالے کا سوار تھا۔؟

بیگم۔ نہین ایک بھلے مانس تھے۔ گھوڑے پر سوار ہو کر ہمارے پاس آئے۔ اُنکی باتون سے عشق کی بو آتی تھی۔ مین سمجھ گئی کہ اُنکا دل کسی پر آیا ہی کہ باتون باتون مین مجھے معلوم ہو گیا کہ تمھارے جانی دشمن ہین جب تمھارا ذکر آئے فوراً جبین بجبین ہو جائین اور کہین کسی نہ کسی روز قتل ہی کر ڈالون گا میرے بلا کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ مگر مین نے کبھی تذکرہ بھی نہین کیا کہ میان آزاد کے نام پر میری جان جاتی ہی چپ چاپ سُنا کرتی تھی مگر کئی بار مین نے ٹوک دیا کہ خبردار کسی کے قتل کا خیال دل مین نہ لانا۔

آزاد۔ اور مجھسے عداوت کا سبب۔ مین نے کیا بگاڑا ہی۔

بیگم۔ اے ہی! اے تم اُنکو بھول جاتے ہو۔ وہی جو تمھارے سبب سے حسن آرا بیگم کے ہان سے نکالے گئے تھے۔ یہی اُنکو بخار تھا۔ اُنھون نے ٹھان لی تھی کہ آزاد کو نصیب اعدا قتل ہی کر ڈالون گا۔ زندہ نہ چھوڑونگا۔ خیر وہ ہمارے ہان رہنے لگے۔ تو ہم سے روز کہین کہ نکاح پڑھوا لو۔

مین اُن سے کہہ نہ سکون کہ مین آزاد کے نام پر جان دیے بیٹھی ہون۔

آزاد۔ اگر مل جائے تو تماشا دکھا دون کہ نکاح کیسا ہوتا ہے

بیگم۔ کچھ دن تک تو ہماری خوشامد کرتے رہے جو حکم دیا اُسکی تعمیل کی۔ بالکل جیسے غلام ہلا ہوا ہوتا ہی غلامی کرتا تھا۔ ایک دن سُنا کہ حسن آرا بیگم کوٹھے پر سے گر پڑین۔ بس بنا بیچ گرا اُنکے دیکھنے کے لیے گئے۔ ریل پر اُنکو بہت سا روپیہ مل گیا بس اترا گئے اب ہم پر حکومت کرنے لگے اب یہ خبط ہو گیا کہ ہمارے خدمتگار کو بلاؤ۔ نفضل نفضل افضل۔ آدمی نہ آدم زاد غل مچا رہے ہین۔ ہاتھی لاؤ پالکی نکالو۔ فنس تیار کرو۔ فٹن ابھی حاضر ہو۔ یا پیر اللہ!!!

آزاد۔ یہ جنون کی باتین ہین ع مگر بدولت بر سی ست نگوی مگوی

بیگم۔ میری ناک مین دم کر دیا جان عذاب مین ہو گئی آخر شب مین وہان سے بھاگی۔ اب قصے کو طول کون دے۔ وہان سے ایک بیچاری اُستانی جی مجھے اپنے ہان لے گیئن۔

اس آخری فقرے پر آزاد مرزا کے کان کھڑے ہوئے اخاہ یہ وہ عورت ہی۔ تھانہ دار کی زبانی اُسکے حسن گلوسوز کی تعریف سُن چکے تھے۔ اب اُنکو اس قصے کے سننے مین اور بھی لطف حاصل ہوا۔ بیگم صاحب نے کہا اُستانی جی بڑی مہربانی سے پیش آتی تھین مگر رات کو ایک دفعہ اُنکے ہان چوری ہوئی تو

تھانہ دار آیا اور وہ گھر مین تھین نہین۔ تھانہ دار کی کہین ہم پر نظر پڑی۔ بس لگا بے تکی بکنے مجھے اس موے نے ایسا دق کیا کہ اللہ کو گواہ کر کے کہتی ہون مین کنوین مین کودنے کو تھی مگر چلا گیا پھر آیا۔ مین نے منہ نہین لگایا۔

آزاد۔ کوئی ذات شریف ہونگے۔

راوی آپ تو کچھ جانتے ہی نہین۔ کیا تھے بنے جاتے ہین

بیگم۔ تمھاری بدولت بڑی بڑی مصیبتین اُٹھائین۔ افسوس

آزاد۔ ہم کس سے کہین کہ ہم پر کیا گذری۔

آزاد کے دل مین خیال ہوا کہ اگر تھانہ دار سُن پائیگا کہ حضرت آزاد وہان داخل ہوئے تو دشمن ہی ہو جائیگا مگر یہ بھی ایک ہی چھٹے گرگے تھے سوچے کہ اگر تھانہ دار نے سُن لیا اور ہمارے درپے آزار ہوا تو ہم بھی سمجھ لین گے سانپ بھی مر جائے ایک اینٹ سے کام تمام کر دین گے یاران سوول کے نزدیک یہ کتنی بڑی بات ہے بائین ہاتھ کا کرتب ہے۔

بیگم صاحب نے پھر قصہ چھیڑا۔ کہا وہان سے بھاگ کر مین ایک وکیل کے ہان رہی۔ اُن کا نام تو یاد نہین مگر اُنکے خدمتگار کا نام سلار بخش ہے۔ سلارو سلارو بھی کہتے ہین یہی سامنے تو مکان ہے۔ آزاد مرزا اُن حضرات سے بھی واقف تھے۔ کئی بار اس سیدھے سادے رونیو ایجنٹ کو جکما بھی دے چکے تھے۔ رونیو ایجنٹ نے اُن سے ایک دن بر سبیل تذکرہ کہا بھی تھا کہ آج ہی کل مین ایک پری وش کے ساتھ نکاح ہوگا۔ شبو جان نام بھی بتایا تھا۔ آزاد نے کہا وکیل کے ہان تم نے اپنے کو کس نام سے مشہور کیا تھا کہا شبو جان۔ آزاد دل مین خوش ہوئے کہ خوب پتا ملتا جاتا ہے جس عورت کے حسن و جمال کی اتنے عرصے سے تعریف سنتے آئے

ہین اُسکو آنکھون دیکھا اور اس لطف کے ساتھ دیکھا کہ وہ خود معشوق نادر ہے۔

بیگم۔ وہان سے بھاگ کے ہم یہان آئے۔ ایک اور بات کہنے کے قابل ہے مگر نہ کہین گے۔ کیا ضرور ہے۔

آزاد۔ (گلے مین ہاتھ ڈال کر) نہین ضرور کہو۔ ہمارا ہی خون پیے جو نہ کہے۔

بیگم۔ بھاگی تو راتون رات۔ مگر راستہ نہین معلوم (آبدیدہ ہو کر) آہ جب وہ وقت یاد آتا ہے دل بھر آتا ہے۔ اندھیری رات اور کیسی تاریکی کہ الامان الامان۔ اور مین اکیلی عورت جنگل کا واسطہ جانورون کا خوف۔ یا اللہ ایسی مصیبت مین دشمن بھی نہ مبتلا ہو چلتے چلتے ایک مقام پر پہونچی۔

یہ کہکر بیگم صاحب بے اختیار رو دیگین۔ آزاد نے قسمین دین اور سمجھا کر کہا گذشتہ را صلوٰۃ۔ جو ہوا وہ ہوا شکر ہے خدا نے تم کو صحیح و سالم محفوظ جگہ پر پہونچایا۔ یہی ہزار غنیمت ہے۔

بیگم صاحب نے کل حال بیان کیا آزاد کمال متحیر تھے اور کہانی ہی ایسی تھی۔ اگر ثریا بیگم کو معتبر نہ سمجھتے تو اس قصے کا ہرگز یقین نہ آتا۔

آزاد۔ اوہ بڑی مصیبت اُٹھائی۔

بیگم۔ جان پر بن آئی تھی۔

آزاد۔ بارے شکر ہے ع۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

بیگم۔ اب اور ایک لطیفہ سنو۔ اُستانی جی ہماری سوت نکلین

آزاد۔ (ہنسکر) این! یہ کہو۔ واہ وا۔

بیگم۔ ہمین تو نہین معلوم تھا۔ اُستانی جی کو بڑا تعجب ہوا

آزاد۔ اُستانی جی کو مین پانچ چھ برس سے جانتا ہون بڑی نیک عورت ہین۔

بیگم ۔ واہ ایسی نیک بیبیاں پیدا کہاں ہوتی ہیں ۔
آزاد ۔ شکر خدا کا کہ اس مصیبت کے بعد تم کو پایا ۔ بچھڑے ہوؤں کو خدا نے ملایا ؎

روز عیش و طرب ماہ صیام ست امروز
کام دل حاصل و ایام بکام ست امروز

آج تو بس وہ دن ہے کہ بادۂ احمر لنڈھائیں خود بھی پئیں اور تم کو بھی پلائیں ۔

محتسب بیہودہ گو پند دہ رندان را
کان کہ باشاہد و مے نیست کدام ست امروز

بیگم ۔ اب جو گھڑی نکاح ہو تو جی خوش ہو جائے ۔
آزاد ۔ انشاءاللہ ۔
چانڈو باز ۔ بسم اللہ ۔ وہ بیگم صاحب کی طرف ہونگے ۔
آزاد ۔ بجا ہے جس طرف ہو ۔
بیگم ۔ آپ کے توسل سے نوکر ہوگئے ہمارے پرانے نوکر ہیں
آزاد ۔ میں خوب واقف ہوں ۔
چانڈو باز ۔ جی ہاں کوڑا آپ ہی لے جایا تھا ۔
راوی ۔ وہ کوئی اور ہی تھے ۔
آزاد ۔ کوڑا ابھی تک نہیں بھولے ہم بہت سی باتیں بھول گئے ۔
راوی ۔ یاد کب تھیں ۔
بیگم ۔ اے ہے ۔ ابھی سے بھول گئے ۔ اے ہے ۔ تمہارے تو کوئی عزیز کوئی رشتہ دار تھے نہ میرزا تمہارے کون ہیں ۔

آزاد بیچارے کہیں تو کیا کہیں ۔ خاموش ہو رہے مسکرا دیا ۔ بیگم صاحب نے کہا اب اس وقت کہاں جاؤ گے نیچے دالان والے کمرے میں سو رہو ۔ آزاد نے کہا اچھا ۔ اُٹھے ہی تھے کہ موذن نے صدائے اللہ اکبر بلند کی ۔

آزاد ۔ اِن باتوں باتوں میں تڑکا ہو گیا ۔ یہ شب وصل تھی شتاب رفتہ ختم ہو گئی اور جو شب ہجر ہوتی تو کاٹے نہ کٹتی اے لو کوّے بھی بولنے لگے ۔ ؎

ذبح کر ڈالونگا گر ابکی تو بولا صبح وصل
میں نے سَو بار تجھے مرغِ سحر چھوڑ دیا

بیگم ۔ سویرا ہی ہو گیا مگر واہ ری رات یہ رات مدتوں بعد نصیب ہوئی ۔
آزاد ۔ پھر اب ہم کو رخصت ہونا چاہیئے ۔ اجازت ہے ؟
بیگم ۔ بسم اللہ ۔ مگر شام کے وقت نہ آئے تو عمر بھر ملاقات نہ ہوگی
آزاد ۔ خدا نہ کرے ۔ آپ بھی کیسی باتیں کرتی ہیں ۔

آزاد اُٹھ کھڑے ہوئے ۔ چانڈو باز بھی اُٹھے ۔ عباسی بھی انگڑائی لیتی ہوئی کھڑی ہو گئی ۔ بیگم صاحب نے آزاد مرزا کا ہاتھ چوم لیا ۔ اور آزاد نے ایک بوسہ لیکر کہا رخصت ۔

گاڑی باہر تیار تھی آزاد مرزا گاڑی پر سوار ہوئے چانڈو باز نے کہا حضور چلیں غلام شام کو حاضر ہوگا آزاد نے اصرار کیا کہ ضرور آؤ ۔ بیگم نے تاکید کر دی تھی کہ تم اُن کے ساتھ جانا اور اُن کو اس بات کی ٹوہ تھی کہ ہمارے ہی ساتھ چلیں ۔ آزاد نے ایک نہ سُنی زبردستی چانڈو باز کو اپنے پاس بٹھا ہی لیا اور کوچبین سے کہا چلو ۔ ناچار چانڈو باز کو جانا پڑا مگر غل مچا کر ڈیوڑھی والوں سے کہدیا کہ ہم دوپہر تک ضرور آئینگے راہ میں آزاد مرزا نے سیکڑوں ہی سوال کیئے ۔

آزاد ۔ کیوں جی یہ بیگم صاحب ہم کو وہی آزاد سمجھتی ہیں ۔ کیا ہماری اُنکی شکل بالکل ملتی ہے ۔ اس درجہ مشابہت ہے ۔
چانڈو باز ۔ حضور آپ اُن سے مِس ہیں اُنیس نہیں ہیں ۔
آزاد ۔ یہ تم نے کہیں کہہ تو نہیں دیا کہ یہ اور شخص ہے ۔

چانڈو باز- واہ واہ! مین کہہ دیتا تو آپ وہان دھنسنے بھی پلتے یہ اختلاط اور گرمجوشی کی باتین ہوتین؟ اب کہیے تو جاکے جڑدون- بس ایسی ہی باتون مین تو آگ لگجاتی ہی ہم کہہ دیتے ہی کھڑے کھڑے نکال دیے جاؤ- بس اب یہی جی چاہتا ہی کہ گاڑی سے کود پڑون اور جاکے کہدون بھلا کہہ دیے سے ہم کو کیا مل جائیگا-

آزاد- یار بڑے تیکھے آدمی معلوم ہوتے ہو مگر اُن کا حال جہان تک معلوم ہو ہم کو صاف صاف بتاؤ-

چانڈو باز- کچا چٹھا کہدونگا اُنکو تو مین عرصہ دراز سے جانتا ہون-

آزاد- ہمارے سوالون کے جواب دیتے جاؤ-

سوال- ا- یہ کون ہین- کسی لڑکی ہین- شادی ہوئی ہی یا نہین-

۲- سرا مین کیون رہی تھین- کس کے پاس رہتی تھین-

۳- آزاد کون شخص تھے حسن آرا کون ہین کہان رہتی ہین-

۴- کیا حسن آرا نے آزاد کو روم بھیجا تھا- آزاد روم کیا کرنے گئے کچھ سمجھ مین نہین آتا-

۵- آزاد نے اُنکو کیون چھوڑ دیا- حسن آرا پر دل کیون آیا

۶- تم سے کیونکر ملاقات ہوئی-

بھئی کچھ سمجھ مین نہین آتا- اگر سرا مین رہین تو اب اسقدر دولتمند کیونکر ہو گئین-

چانڈو باز- اب چل کے دو چار چھینٹے اُڑائین گرما گرم حقے کے دم لگائین تو عرض کرین-

آزاد- (مسکرا کر) بہت اچھا چلیے چھینٹے اُڑائیے-

چانڈو باز- اب گھر کس قدر فاصلہ پر ہی-

آزاد- وہ سامنے- بس آن پہونچے-

آزاد مرزا نے کوچبین کو للکار کر کہا اس پھاٹک مین چلو یہی مکان ہی قادر نے کہا حضور بتا دیا ہی- گاڑی پھاٹک مین ٹھہری آزاد مرزا اُترنے ہی کو تھے کہ بارہ کانسٹبلون نے اُن کو گھیر لیا-

آزاد- (تیور بدل کر) ایین! تم لوگ کون-

کانسٹبل- سرکاری آدمی-

آزاد- پھر یہان کیا کام- ہم کو کیون روکتے ہو- ارے کوئی ہی- یہ کیا اندھیر ہی- ہم کیا کوئی قیدی ہین-

جمعدار نے آگے بڑھکر وارنٹ دکھایا اور کہا- بس اب آپ ہماری حراست مین ہین- ہم کو حکم ہی کہ جہان پاؤ فوراً گرفتار کر لاؤ-

چانڈو باز دبکے دبکائے گاڑی مین بیٹھے تھے- ایک کانسٹبل نے اُنکو بھی نکالا اور کہا چل ساتھ تو بھی گرفتار ہو گیا ہی آزاد مارے غصے کے تھر تھر کانپنے لگے- دو کانسٹبلون کو اُنھون نے تھپڑ دیے تو جمعدار کے حکم سے آٹھ آدمیون نے ملکر اُنکی مشکین کسین اور کہا اگر اب کی پھر شرارت کی یا ہاتھ اُٹھایا تو بےعزت ہو جائیے گا- آزاد سوچے کہ اب مقابلہ کرنا فضول ہی خاموش ہو رہے- جمعدار سے کہا حضرت آپ خوب جانتے ہین ہم شریف ہین اور شریف آدمی کے لیے اس سے زیادہ شرم کی اور کیا بات ہی کہ سر راہ اس مصیبت سے جائے- اگر تمھارے امکان مین ہو تو ہمکو اپنے ساتھ ساتھ لے چلو- اس طرح ذلت کے ساتھ نہ لے چلو-

جمعدار- حضرت ہمارے امکان مین تو کچھ بھی نہین ہے انسپکٹر صاحب سے آپسے دشمنی ہے- اُنھون نے حکم دیا ہی کہ جس ذلت کے ساتھ ہو اسکو لاؤ- ذرا رحم نہ کرنا-

آزاد- خیر اب تو دھر ہی لیے گئے- اگر بچے تو ہم بھی دیکھ لینگے

جمعدار۔ انھیں باتوں سے تو یہ روز بد دیکھا ہے۔

آزاد۔ پھر اب تو جو ہوا وہ ہوا۔ خیر سمجھا جائے گا۔

جمعدار۔ چلیے چلیے۔ ایک بات میں البتہ رعایت کر سکتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ کے ہاتھ کھول دوں مگر خرابی یہ ہے کہ آپ آدمی شریر ہیں بھاگنے کی کوشش ضرور کیجیے گا۔

آزاد۔ کیا مجال۔ بھاگ کے جاؤں گا کہاں۔

جمعدار۔ اچھا کھول دو بھئی۔

کانسٹبل۔ جمعدار صاحب کھول دوں۔

دوسرا۔ صاحب یہ کسی کے مان کے نہیں ہیں۔

تیسرا۔ دس بارہ آدمیوں کو تو یہ کچل کے دھر دینگے۔

اتنے میں چانڈو باز نے کہا جمعدار صاحب ہم کو اتنا تو بتا دیجیے کہ ہم کس جرم میں دھرے گئے۔ کسی کے لینے میں نہ دینے میں۔ پھر ہم کس مصیبت میں گرفتار ہوئے تو کیوں ہوئے ہائے ہماری کوئی نہیں سنتا۔

جمعدار نے کہا ہاں بھئی اس بیچارے نے کیا کیا اس کو چھوڑ دو۔ حولدار بولا خداوند اسکے نام کا بھی وارنٹ ہے۔

چانڈو باز۔ ہمارا نام کیا ہے۔

جمعدار۔ نام وارنٹ میں دیکھو۔

چانڈو باز۔ ہاں بس نام بتاؤ۔ مگر تم کہو گے جھوٹا نام بتایا اس سے بہتر یہ ہے کہ قلم دوات کاغذ دیدو ہم اپنا نام لکھ دیں۔

جمعدار۔ کیا خوب اسکا کیا ثبوت ہے کہ آپ اپنا صحیح صحیح نام لکھیے گا۔

کانسٹبل نے کہا حضور اسمیں دولت خان لکھا ہے۔

چانڈو باز ہنسنے لگا دولت خان کس کمبخت کا نام ہے۔ ہمارا نام جعفر علی خان ہے دولت خان کہیں اور رہتے ہونگے۔ الغرض تھانہ پہونچے انسپکٹر نے سر ہلا کر کہا آئیے۔ آزاد مرزا صاحب مزاج شریف۔ بہت دن کے بعد آج آپ نظر آئے آزاد کے دل میں آئی کہ اٹھکر دو ایک لگائیں مگر جھجکے پھر انسپکٹر نے چھیڑنے کے لیے کہا۔ آج آپ کہاں بھول پڑے آزاد نے مسکرا کر کہا۔ مزاج پرسی کے لیے آئے ہیں۔ انسپکٹر ہنسے۔ آزاد مرزا دیکھو ہم کیا کہتے تھے وہی ہوا نہ۔ بس اب کان پکڑو۔ خبردار اب ہمارا مقابلہ نہ کرنا سمجھے تم لاکھ کائیاں اور شریر ہو تو کیا ہوا۔ ہم پولیس کے لوگ ہیں۔

آزاد نے بگڑ کر کہا۔ اپنا کام کرو تم ہو کیا بیچارے۔ جب روبکاری ہوگی تب دیکھا جائے گا ہم سمجھ گئے کہ کسی فرضی جرم میں تم نے ہمیں پھانسا ہے اچھا فیصلہ خواہد شد خیر کیا مضائقہ

آزاد مرزا تھوڑی ہی دیر کے بعد حوالات میں تھے۔

چانڈو باز مفت میں دھر لیے گئے۔ آزاد تو اپنے قصور سے بخوبی واقف تھے مگر چانڈو باز بیچارہ آٹھ آٹھ آنسو روتا تھا اور سپاہیوں کو بھی اس پر رحم آتا تھا۔ انسپکٹر نے دل لگی کی باتیں کرنا شروع کیں۔

انسپکٹر۔ کہیے آزاد مرزا صاحب کیا کھانا کیجیے۔

آزاد۔ میں تو خون جگر پیتا ہوں اور غم کھاتا ہوں۔

انسپکٹر۔ خدا مبارک کرے۔

آزاد۔ کیا گرے ہوئے سے دل لگی کرتے ہو۔

انسپکٹر۔ ہوئے کے سو ورے۔

آزاد۔ سناٹے پڑ گئے اس وقت۔ کیوں شامتیں آئی ہیں۔

انسپکٹر اور میاں آزاد مرزا میں کچھ عرصے تک گپ شپ رہی چانڈو باز کی آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ ہائے چانڈو پینے کا وقت آیا اور چانڈو ندارد۔ جناب انسپکٹر صاحب واسطے خدا کے ذرا سی افیم ہی دے ڈالیے ترچی ٹکیں بھر

مرنے سے بدتر تو یہی ہے۔

انسپکٹر۔ ابھی کیا ہوا ہے ابھی دیکھتے جاؤ کیا کیا مصیبتیں جھیلو گے

آزاد۔ ہاں انکو دھمکاؤ۔ یہ تمھاری دھمکی میں آجائیں گے مگر ہم سے پیش نہ پاؤ گے۔ ہم تو تمھاری کچھ حقیقت ہی نہیں سمجھتے

انسپکٹر۔ تمھارا دل ہی جانتا ہوگا زبان سے کہنے سے کیا مطلب نکلتا ہے۔

آزاد۔ جس جس شخص سے تم نے ناجائز طور پر دھمکا دھمکا کر روپیہ لیا ہے اسکو پیش کرونگا۔ تم بھاگ کے جاؤ گے کہاں بھلا

انسپکٹر (مسکرا کر) درست۔ آپ ایسے ہی ہیں۔ کیا کہنا ہے۔

آزاد۔ وہ اسدن تمھارے پاس آئے تھے۔ جسے اڑتے ہو کچا چبا کر سناؤں۔ ستو سی سوب کے سہنے والے اور رہتے ہیں۔

انسپکٹر۔ رسی جل گئی مگر رسی کا بل نہ گیا۔ کیوں؟

آزاد۔ خیر اب اس ٹھائیں ٹھائیں سے کیا مطلب۔ اب تو تمھارے بس میں ہیں مگر جس دن چھوٹے اسی دن تمھاری خبر لیں گے (مونچھوں پر تاؤ دیکر) انشاء اللہ۔ یہ کتنی بڑی بات ہے۔ ایک شاگرد اسکے لئے کافی ہے چٹکیوں میں کام انجام پا گیے۔ یوں۔ (چٹکی بجا کر) یوں یوں۔

انسپکٹر۔ تم لاکھ غصہ دلاؤ ہمیں تمھاری باتوں کا ذرا خیال ہو خصوصاً اس وقت ہمارے امکان میں ہے کہ تم کو کھانا نہ دیں پانی نہ دیں۔ بھوکا پیاسا رکھیں۔ پیٹیں۔ ٹھوکیں مگر یہ سپاہی پن کے خلاف ہے۔ وہ جوان مرد نہیں جو ایسا کرے جوانمردی اور جیالاپن اور شے ہے اور ایسے بے بس کو دق کرنا اور بودا پن اسی کو کہتے ہیں کہ ایک آدمی کو پکڑ پایا اور پریشان کرنے لگے

آزاد۔ آپ کی نوازش کا شکریہ۔ کمال عنایت کی۔

انسپکٹر۔ مگر تم بڑے شریر آدمی ہو پہلے سرے کے بدمعاش

آزاد۔ اور تم کتنے سیدھے سادے آدمی ہو۔ کیوں؟۔

انسپکٹر۔ اب ہماری سادگی تو اسی سے ظاہر ہے کہ تم ہمارے تھانے پر آن کر ہمیں کو گالیاں دیتے ہو۔

آزاد۔ یہ ہمارا جیالاپن ہے۔

آزاد مرزا نے اسقدر جرم کیے تھے کہ انکا شمار کرنا خود آزاد مرزا کے امکان سے خارج تھا۔ ایک جرم سرزد ہوا ہوتا تو یاد رہتا یا دو جرم ہوتے تو خیال میں آتے۔ دس جرم کیے ہوتے تو ان پر غور کرتے جب سال کے ۳۶۵ دن میں ایک لاکھ نہیں تو سو پچاس جرم سرزد ہوں تو کہاں تک گنے۔ انکی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس خاص جرم میں ماخوذ ہوئے اب پوچھیں تو کس سے انسپکٹر سے جانی دشمنی۔ جمعدار سے عداوت۔ تھانہ دار خون کا پیاسا

چانڈو باز۔ بھائی جوانو۔

کانسٹبل۔ بیٹھے رہو چپ چاپ۔ بک بک نہ کرو۔

چانڈو باز۔ ارے یارو۔ ذری چانڈو پلواؤ بھائی۔

کانسٹبل۔ اور سنو۔ چنڈو کا گُلگت ہیں۔

دوسرا۔ (ہنسکر) نشہ باز جوان ہیں۔ کوئی کیا چانڈو ہو گئے

چانڈو باز۔ آخر اتنے آدمیوں میں کوئی چانڈو باز بھی ہے یا سب کے سب روکھے پھیکے ہی ہیں۔ ای توبہ۔

تھانہ دار۔ اگر آج چانڈو نہ ملے تو کیا ہو۔

چانڈو باز۔ مرجائیں۔ اور کیا ہو اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا۔

تھانہ دار۔ اچھا بھلا دیکھیں کیونکر مر جاتے ہو۔

چانڈو باز۔ واہ اچھی دل لگی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہمارا دم نکل جائیگا آپ کے نزدیک ہنسی ٹھٹھا ہے۔

تھانہ دار۔ کوئی شرط بدتا ہے۔

کانسٹبل۔ حضور سے کیا غرض ہیں کوئی اور بدتے تو بدتے ہیں۔

انسپکٹر۔ کیا شرط ہو
تھانہ دار۔ ہم کہتے ہین کہ اگر اسکو چانڈو نہ ملے تو یہ مر جائے اور یہ کہتے ہین نہ مریگا۔ دو دو روپیہ بد گئے ہین۔
انسپکٹر۔ ہم بھی بدتے ہین۔ اگر نہ ملیگا تو یہ مر نہ جائے گا۔
کانسٹبل۔ تو ہمین تھیتل رہے۔
چانڈو باز (حسرت سے) ای واہ رے مقسوم سمجھے تھے اللہ رکھی کے ہان اب چین کرین گے۔ چین تو ربا ہائے طالع قسمت یہان لے آئی۔
تھانہ دار۔ اللہ رکھی کون۔؟
چانڈو باز۔ ای کوئی ہونگی۔ اسوقت آنکھون مین اندھیرا چھایا ہے چندھیایا ہوا ہون۔ کچھ سوجھ ہی نہین پڑتا۔
تھانہ دار۔ اللہ رکھی کون ہین یہ بتادو تو ابھی چانڈو منگوا دون۔
چانڈو باز۔ نہ منگوا دیجیے۔ کیا ہوگا کیا مرینگے تو نہین ہم اتنا خوب جانتے ہین مگر ہان قریب مرگ ہو جائین گے۔
تھانہ دار۔ لو اور بدو۔ اب تو ہارے یا نہین ہارے
کانسٹبل۔ ارے لاحول ولاقوۃ۔ حضور دو روپیہ گئے۔ بڑا افسوس ہوا یہ کمبخت پہلے نہ بولا۔ اب کہتا ہے۔ کاش کے پہلے ہی کہا ہوتا۔ پہلے زبان سے نہ نکلا۔ اب کہنے چلے ہین۔
چانڈو باز۔ اگر رحم ہو تو ذرا سا چانڈو دلوا دو۔
انسپکٹر۔ (ڈپٹ کر) چپ رہو کیسا چانڈو۔
تھوڑی دیر کے بعد تھانہ دار نے چپکے سے افیم کی ایک گولی دی اور کہا خبردار انسپکٹر صاحب سے نہ کہنا چپکے کھالو چانڈو باز کی جان مین جان آئی۔ تھانہ دار کا شکر ادا کیا افیم سے ڈھارس ہوئی۔ کہا بھائی جان آج سے ہم تمہارے عاشق ہوگئے۔ اب جو کام کہو مستعد ہین۔ چاہے جان ہی کیون نہ جاتی رہے۔ تھانہ دار نے کہا بس ہمین اسقدر بتا دو کہ یہ اللہ رکھی کون ہین۔ جن کا تم نے ابھی نام لیا چانڈو باز کہے تو کیا کہے اور بولے تو کیا بولے بسٹ مار کر خاموش ہو رہا تھانہ دار نے پھر چھیڑا کیون حضرت یہ ہمنے آپکے ساتھ سلوک کیا اور آپ اسکا یہ بدلہ دیتے ہین۔ سچ ہے نیکی کا زمانہ ہی نہین خیر فہمیدہ خواہد شد۔ چانڈو باز نے کہا فلان سرا مین ایک عورت رہتی تھی اللہ رکھی اسکا نام تھا۔ اللہ رکھی کی ایک چھوٹی بہن تھی۔ پیاری اسکو ہم پڑھایا کرتے تھے اب وہ یہان سے دو کوس پر ایک گاؤن مین رہتی ہے نہایت خوبصورت ہے۔
تھانہ دار۔ بھلا استانی جی سے بھی انکو کچھ تعلق ہے یا نہین۔
چانڈو باز۔ استانی جی کون۔ مین نے نام بھی نہین سنا۔
تھانہ دار۔ واللہ خیر۔ مگر استانی جی تو مشہور عورت ہین۔
چانڈو باز۔ وہ استانی جی کے ہان نہین جانے والی تھین دن رات سرا مین رہتی تھین۔ اللہ رکھی نام تھا۔
تھانہ دار۔ جوگن بھی ہو گئی تھین۔
ناظرین غالباً سمجھ ہی گئے ہونگے کہ یہ تھانہ دار کون ذات شریف ہین یہ وہی تھانہ دار ہین۔ جو استانی جی کے ہان آئے تھے۔ جنہون نے چوری کی تحقیقات کی تھی۔ جو جوگن پر عاشق ہوئے تھے۔ انکو تو یہ تھی کہ جوگن بھاگ کے کہان چلی گئی ثریا بیگم کے محل کی طرف سے کئی بار گئے آئے مگر یہ کیا معلوم تھا کہ وہ جوگن یہی ہین۔
الغرض آزاد مرزا اور چانڈو باز حوالات بھیجے گئے۔
اب سنیئے کہ شام کے وقت ثریا بیگم سولہ سنگار کرکے بن ٹھن کے بیٹھی تھین ہر دم انتظار تھا کہ آزاد اب آئے اور اب آئے

عبّاسی روانہ ہو ہی چکی تھین عبّاسی و دواجی کے مکان پر گئین دواجی نے کہا آج میرے سر مین درد ہی تم خود ہی جاؤ۔

عبّاسی۔ اوئی ساللہ نہ کرے ہم تو اکیلے نہ جائین گے۔

دواجی۔ این اوچہ!

عبّاسی۔ آپ تو غضب کرتی ہین۔ مجھ سی جوان جہان عورت پرائے مردون مین کیونکر بے دھڑک چلی جائے جان نہ پہچان خالاجی سلام۔

دواجی۔ ہم تو کئی باری ہو آئے ہین۔ اور اکیلے گئے۔

عبّاسی۔ تو آپ جہاندیدہ ہین۔ مین جوان ہو کے ایسی بیدھڑک نہین ہونا چاہتی۔ ہان جو بوڑھی ہوتی تو کچھ اندیشہ کا مقام نہ تھا۔

دواجی۔ اتنا تو سمجھو کہ اپنی بیگم صاحب کے چاہتے شوہر کے پاس جاتی ہو وہ کیا کچھ دوانے تھوڑا ہی ہین۔ جاؤ ڈر کاہے کا ہی

عبّاسی۔ دواجی۔ ہمارا تو قدم نہین اُٹھتا۔

دواجی۔ اچھا ڈولی منگواؤ۔ اسقدر کا درد ہی کہ سر پھٹا پڑتا ہی۔ مگر تم مانتی ہی نہین ہو۔ ہاری مانو نہ جیتی۔

دونون ڈولیون پر سوار ہوئین اور چلین۔ پھاٹک پر پہونچین تو بند۔ دواجی نے کہا اے کہارو ڈولی کیون رکھدی قادر کو پکارو کسی خدمتگار کو بلاؤ۔ جاکر آواز تو دو۔ موے بہرے ہی سنتے نہین۔ ایک کہار نے کہا اجی حضور کوئی بولے بھی جب کوئی ہی اس مکان مین کوئی ہی۔ ایک آدمی نے اندر سے پوچھا کون تم کون۔ کہارون نے کہا کھول دو پھاٹک کھل گیا دونون اندر گئین۔ دواجی نے کہا پردا کراؤ۔ ہم لوگ اُترین گے۔ ایک شخص نے اوپر سے پوچھا آزاد مرزا کے پاس آئی ہو۔

دواجی ہین۔

دواجی۔ جی ہان۔ بندگی مرزا صاحب۔

مرزا۔ بندگی آئیے۔ یہان آئیے تو مصیبت کا حال کہون۔

دواجی۔ یا خدا خیر کیجیو۔ اے میان مصیبت نصیب اعدا کیسی (ڈولی سے اُتر کر) آؤ عبّاسی۔ ہان حضور فرمائیے تو۔

مرزا۔ کوٹھے پر آئیے۔

مرزا صاحب نے دواجی اور عبّاسی کو بٹھایا اور کہا کیا عرض کرون وہ تو قید ہو گئے۔

دواجی۔ (چونک کر) کیا!!! ارے!!!

عبّاسی۔ (ہاتھ مل کر) ہی ہی۔ یہ ہوا کیا؟

مرزا۔ ستم ہوا اور کیا بتاؤن۔ کیسا لائق۔ پڑھا لکھا آدمی۔ فہمیدہ۔ متین۔ سنجیدہ۔ مگر اتفاق۔

عبّاسی۔ اب ہم کیا منھ لے کے جائین۔

دواجی۔ سناٹا ہو گیا۔

مرزا۔ شب کو کہین گئے تھے۔ صبح کو بگھی دروازے پر آئی اُترنے ہی کو تھے کہ کانسٹبلون نے جھپٹ کر گھیر لیا۔

دواجی۔ وجہ؟ کیا چوری چکاری کی خدانخواستہ کسی کو قتل کر ڈالا کسی کا گھر پھاند ے۔ شریف زادون رئیس زادون کو تھانے والے کیونکر راہ چلتے پکڑ سکتے ہین۔

مرزا۔ خدا جانے کیا بات ہوئی۔ کچھ سمجھ مین نہین آتا۔

عبّاسی۔ اب مین جا کے کہون کیا۔

دواجی۔ بیگم صاحب کو بڑا قلق ہوگا۔

عبّاسی۔ قلق!! اے اللہ نہ کرے وہ تو جان دینے پر آمادہ ہو جائینگی

دواجی۔ ہم کو بھی ساتھ لے چلنا بھلا آپکو کچھ قصور معلوم ہی۔ آخر پولیس والے کیون پکڑ لے گئے۔ قصور کیا ہوا تھا۔ کچھ معلوم تو ہو دوڑ دھوپ کیجیے گھر مین بیٹھے رہنے سے کیا ہوگا۔

مرزا۔ ابھی ایک کونسلی کے ہان سے آیا ہون۔ بڑے مشہور

بیرسٹر وکیل ہین ۔ غافل نہین ہون ۔

عباسی ۔ اُف یہ کیا ہوا ۔

دداجی ۔ کیا سے کیا ہو گیا ۔ سوچے کچھ تھے ہوا کچھ ۔

مرزا ۔ جی ہان ۔ پھر یہ تو قاعدہ ہی ہی ۔

من درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال
کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال

انسان کچھ کرتا ہی اور فلک تفرقہ پرداز کچھ کرتا ہی ۔

راوی ۔ بجا ارشاد ہوا ۔ سارا قصور فلک ہی کا ہی ۔

دداجی ۔ آپ سے اور آزاد مرزا سے تو قریب کی رشتہ داری ہی

مرزا ۔ لڑکا ہی ۔ میرا بھتیجا ہی ۔

دداجی ۔ آپ کا کیا نام ہی ۔

مرزا ۔ محسن مرزا ۔

عباسی اس درجہ ملول تھی کہ بے اختیار رونے لگی ۔

محسن مرزا اور دداجی نے سمجھایا کہ اللہ نے چاہا تو آزاد کل ہی پرسون تک بخیر و خوبی چھوٹے آتے ہین ۔ گھبرانے کی کیا بات ہی عباسی دداجی ہماری بیگم صاحب سُن پائینگی تو بس مردے سے بدتر ہو جائین گی ۔ آزاد اُنکی جان ہین ۔ قید اور حوالات کا نام سُنتے ہی کانپ اُٹھین گی مگر خیر جو اللہ کی مرضی ہو ۔ مین جاکے کہون کیا ۔ ہائے غضب ۔

دداجی ۔ جھوٹ بولو ۔ بہانہ کرو ۔ کہو حضور آج اُنکو تپ چڑھی ہی ۔ کہا ہی اگر ممکن ہوا تو دس بجے شب کو آؤنگا ورنہ کل بس اسی طرح ٹال دو ۔

عباسی ۔ ستا بچے آخر یہ کب تک ۔

دداجی ۔ ای ہی تو کیا جب تک آزاد مرزا آ نہ جائین گے

عباسی ۔ اچھا تو ہی ۔ بہتر ۔

مرزا ۔ ہان یہ ترکیب اچھی ہی ۔ مگر کون بیگم صاحب ۔

دداجی ۔ (مسکرا کر) حضور کے بھتیجے مثل لڑکے کے ہین حضور سے ہم نہ کہین گے ۔ معاف کیجیے گا ۔

مرزا ۔ دداجی دعا مانگو عزت رہ جائے ۔

دداجی ۔ آمین ۔ آمین ۔ آمین ۔

عباسی ۔ آمین ۔ اللہ اُن کی آبرو رکھے ۔

آزاد مرزا کی کارستانیان

ناظرین کو حیرت ہوگی کہ آزاد مرزا کس جرم مین ماخوذ ہوئے دداجی کا اُن کے گھر مین آنا کوئی جرم نہین ہی آنکا ثریا بیگم کے پاس جانا داخل گناہ نہین ۔ پھر اہل پولیس ان کو کیون گرفتار کر لے گئے ۔

آزاد مرزا نے مختلف عہدون پر کئی ضلعون مین نوکریان کین ایک ضلع مین صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے انکو دفعتاً انسپکٹر مقرر کر دیا اور منشی کا کام ان سے لینے لگے ۔ ایک روز آزاد مرزا صاحب کے بنگلے پر بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے کہ شیطان نے انکو ورغلانا شروع کیا کمرے سے اُٹھکر شاگرد پیشے مین گئے وہان غل مچا کر بیرا کو پکارا اور کہا صاحب بولتے ہین کہ تم ابھی جاکے ڈاکٹر صاحب کو اطلاع دو کہ صاحب کے ہان لڑکا ہوا آپکو جلد بلایا ہی اور ادھر سے بارک ماسٹر صاحب کو بھی لیتے آنا اور اگر چھوٹے صاحب دورے سے آئے ہون تو اُنکو بھی اطلاع دو کہ صاحب نے جلد بلایا ہی ۔ بیرا کو کیا معلوم کہ یہ حضرت کی بٹی ہوئی ہی معتبر شخص آدمی ۔ پولیس کے انسپکٹر صاحب کے مزاج مین در خور صاحب سے دریافت کرنے کی اُسنے اصلا ضرورت نہ دیکھی ڈاکٹر صاحب کے بنگلے پر گیا جھک کر سلام کیا اور کہا حضور صاحب نے یاد کیا ہی ۔ سلام دیا ہی لو

کہا ہی ہو لو کہ ہمارے ہاں لڑکا ہوا آپ جلد آئیے ۔
ڈاکٹر صاحب کے کان کھڑے ہوے ۔ پوچھا کن صاحب کے ہاں لڑکا ہوا کپتان صاحب کے ہاں ابھی چوتھا مہینا ہی کہ انکے ہاں لڑکا ہو چکا اب کیونکر لڑکا ہوا اُس پر بیرا ابھی چکرایا کہا حضور یہ تو سچ ہی مگر انسپکٹر صاحب نے کہا ڈاکٹر صاحب نے کپڑے پہنے اور حکم دیا کہ بگھی نکالو۔
یہان سے بیرا حکم کے مطابق بارک ماسٹر کے ہاں گیا۔ آدمی کی زبانی کہلا بھیجا کہ صاحب کے ہان لڑکا ہوا آپکو جلد بلایا ہی میم صاحب باہر نکل آئین کہا صاحب ہوا کھانے گیا ہی ہم چلتے ہین ۔ مگر بیرا کی تقریر میم صاحب کی سمجھ مین نہ آئی حیرت تھی کہ چار مہینے کے بعد لڑکا کیونکر پیدا ہو سکتا ہی یہان سے بیرا چھوٹے صاحب کے بنگلے پر پہونچا صاحب ٹہل رہے تھے ۔ بیرا نے اُن سے بھی پیغام کہا چھوٹے صاحب آدمی ٹھٹھول اور زندہ دل تھے بیرا کو بنانے لگے ۔
صاحب ۔ ول کیا ہوا ۔ صاحب کے گھر مین لڑکا ہوا ۔
بیرا ۔ حضور سکہا ہی ڈاکٹر صاحب کو بلالاؤ اور بارک ماسٹر صاحب کو اور چھوٹے صاحب کو بھی لیتے آؤ ۔ مین حاضر ہوا
صاحب ۔ ڈہنسکر تم ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تھا یا پہلے ہمارے ہی پاس آیا ۔
بیرا ۔ حضور پہلے ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تھا وہ پہونچ گئے ہونگے
صاحب ۔ اور پھر ڈاکٹر صاحب نے تمھارے دماغ کا علاج کیا یا نہین ۔
بیرا ۔ صاحب مین سمجھا نہین حضور ۔
صاحب ۔ چار مہینے کے بعد عورت کے بچہ پیدا ہوتا ہی ؟ بولو
بیرا ۔ حضور یہان سر مین بھی قائل ہو گیا مگر صاحب نے پولیس کے انسپکٹر کی زبانی کہلا بھیجا تھا ۔
راوی ۔ آدمی معتبر تھا پھر یقین کیونکر نہ آتا ۔
صاحب ۔ ہماری سمجھ مین نہین آتا تم کیا بک رہے ہو اچھا ہم چلتے ہین ۔ صاحب نے لکڑی لی اور چلے ۔
اب سنئیے کہ پہلے ڈاکٹر صاحب کی گاڑی پہونچی ۔ گاڑی سے اُترتے ہی کہا صاحب کہان ہی ۔ کپتان صاحب کمرے سے نکل آئے ۔ ہاتھ ملایا کمرے مین لے گئے ڈاکٹر صاحب نے پوچھا لڑکا ہوا یا لڑکی ۔ کپتان صاحب جواب دینے ہی کو تھے کہ بندوق کی آواز آئی ۔ این ! بندوق کس نے داغی صاحب کے نوکرون مین ایک شخص بہت پُرانا ملازم تھا اور صاحب کا مُنھ چڑھا اُس نے کہا حضور ہم لوگون مین قاعدہ ہی کہ جب کسی کے ہاں لڑکا ہوتا ہی تو بندوق داغتے ہین ۔ صاحب نے پوچھا آج کس کے ہان لڑکا ہوا ۔ اُس نے کہا حضور کے ہان یہ کہکر پھر بندوق داغی ۔ ڈاکٹر صاحب مسکراتے ہوئے بولے آخر یہ بات کیا ہی ۔ لڑکا کیونکر پیدا ہوا ۔
صاحب ۔ ہم بھی نہین سمجھتے ہین کہ تم نے کیا کہا اور ہمارے نوکر نے کیا کہا اور لڑکا کس کے ہان پیدا ہوا ۔ یہ ماجرا کیا ہی لڑکا کیسا ؟
ڈاکٹر ۔ تمھارا بیرا ہمارے پاس آیا کہا صاحب کے ہان لڑکا ہوا ہی چلیے آپ کو جلد بلایا ہی ۔ مین چلا آیا ۔
اتنے مین ڈسٹرکٹ انجنیر صاحب کی میم صاحب آئین ۔ گاڑی سے اُترین ۔ اور مسکراتی ہوئی کمرے مین داخل ہوئین ول ابھی ہمارے پاس تمھارا ایک سردار آیا اُسنے ایسی بات کہی جو ہماری سمجھ مین نہین آتی ڈاکٹر صاحب مسکرانے لگے چپکے سے کہا ۔ لڑکا پیدا ہونے کی خبر تھی نہ ۔ صاحب خاموش ہو رہے
اب سنئیے کہ چھوٹے صاحب ڈنڈا لیکر موجود ۔ چھوٹے صاحب

کا نام وال تھا۔

وال ۔ ول اسمتھ (کپتان صاحب) خیریت ہی ہمنے اتفاقیت ایک انوکھی بات سُنی جو نیچر کے خلاف ہی۔ گوڈ مارننگ ڈاکٹر۔

ڈاکٹر ۔ (ہنسکر) معلوم ہوا کہ بیرا شہر بھر مین کہہ آیا کہ صاحب کے ہان لڑکا پیدا ہوا۔ اُس بیرا کو بلاؤ۔ پاگل تو نہین ہو گیا ہی۔

وال ۔ مین نے کئی بار کہا کہ تم سڑی ہو۔ کہا نہین حضور ڈاکٹر صاحب کو بلایا ہی اور آپ کو بھی ۔

اتنے مین کپتان صاحب کی بیوی مسز اسمتھ ہوا کھا کر آئین آتے ہی قہقہہ پڑا۔ وال صاحب اور کپتان صاحب اور ڈسٹرکٹ انجنیر صاحب کی میم نے ملکر خوب قہقہہ لگایا میم صاحب دنگ کہ یا خدا یہ کیا اسرار ہی کمرے مین اچھی طرح قدم بھی نہین رکھا اور ان لوگون نے فرمایشی قہقہہ لگانا شروع کیا۔

وال ۔ بیٹھیے بیٹھیے ۔ جب سُنیئے گا تو سخت حیرت ہوگی۔

میم صاحب ۔ آج تم سب کے سب کو کیا ہوا ہی۔

وال ۔ پاگل ہوگئے ہین۔ ایک سرے سے سب کو سودا ہو گیا اور اسقدر اثر ہو پہنچا کہ بیرا تک سڑی ہو گیا ۔

اس پر بھی ایک فرمایشی قہقہہ پڑا۔

میم صاحب ۔ اب ہمین بتا دو۔

بارک ماسٹر کی میم نے کان مین کہا تمھارا بیرا زمانے بھر مین کہہ آیا کہ صاحب کے ہان لڑکا پیدا ہوا۔ میرے ہان گیا ڈاکٹر صاحب کے ہان گیا وال کے ہان گیا۔ ہم سبکو خوف تھا کہ یہ کیا ماجرا ہی۔ یہان جو آئے تو سُنا تم ہوا کھانے گئی ہو یہ اسکو سوجھی کیا میم صاحب آگ ہو گئین حکم دیا کہ بیرا کو لاؤ ۔ ول تم کہان کہان گیا تھا۔ بیرا نے کہا حضور مجھ سے انسپکٹر صاحب نے کہا کہ صاحب بولتا ہو ڈاکٹر صاحب کے پاس جاؤ اور بولو ہمارے ہان لڑکا ہوا آپ آیئے اور بارک ماسٹر صاحب کو بلا لاؤ اور اُدھر ہی سے چھوٹے صاحب کو لاؤ۔

میم صاحب ۔ وہ کون انسپکٹر آف پولیس ہی۔

صاحب ۔ این! او۔ آزاد مرزا نے کہا؟

بیرا ۔ ہان ہان حضور وہ خوبصورت سے آدمی۔ کنڑ ی جوان

صاحب ۔ اُس کمرے سے بلا لاؤ۔ کہو ابھی صاحب نے بلایا ہی

بیرا ۔ حضور وہ تو وہان نہین ہین۔

صاحب ۔ جہان ہون فوراً بلا لاؤ اور کہو ابھی ابھی آئے۔

وال ۔ ہلو یہ وہ آزاد مرزا ہی جس نے کچہری کے جوتے دریا مین ڈال دئے تھے۔

آزاد مرزا کی حرکتون سے حکام تک واقف تھے مگر اُن کی لیاقت اور اُن کے حسن اور جادو بھری تقریر کا وہ اثر تھا کہ حاکم چاہے جسقدر ناراض ہو یہ راہ پر لے ہی آتے تھے لیکن اُنھون نے قسم ہی کھالی تھی کہ چاہے کوئی حکم پھانسی ہی کا دے ہم بغیر مذاق اور دل لگی کے نہ رہین گے ۔

ایک مرتبہ صدر منصرمی کی حالت مین صاحب مہتمم بندوبست اور ایک ہندوستانی ڈپٹی صاحب اور خود بدولت گھوڑون پر سوار کسی گانؤن مین تحقیقات کے لیے جاتے تھے اثناء راہ مین آپ نے یہ دل لگی کی کہ گھوڑے سے اُتر پڑے اور چھوڑ دیا گھوڑا انتہا کا شریر تھا معاً ڈپٹی صاحب کے گھوڑے کے قریب پہنچا ڈپٹی صاحب ضعیف الجثہ مہین آدمی۔ اُنھون نے جو دیکھا کہ بلا سر پر آگئی تو چاہا کہ گھوڑے سے اتر پڑین مگر اترنے کے قبل ہی دونون گھوڑے لڑنے لگے اور ڈپٹی صاحب بڑے زور سے ایک کھیت مین گرے صاحب نے پیچھے پھر کر دیکھا تو لوگون کو پکارا۔ خود گھوڑے سے اُترے حکم دیا کہ دونون گھوڑون کو پکڑ لو

آزاد۔ (ڈپٹی صاحب سے) کیوں حضور چوٹ تو نہین آئی۔
ڈپٹی۔ ٹانگ مین بہت چوٹ آئی وہ تو کہیے خیر گذری کہ کھیت
مین گرا ورنہ اگر پکی سڑک ہوتی تو ہڈی پسلی ٹوٹ جانے کا خوف تھا
آزاد۔ (اپنے دل مین) چوک گئے۔ خیر اب کی سہی۔ اس مرتبہ
انشاءاللہ ایسی جگہ گریے جہان سے اُٹھنا ہی محال ہو۔
صاحب۔ یہ کیا ہوا۔ آپ کیونکر گرا ڈپٹی صاحب۔
ڈپٹی۔ مین آہستہ آہستہ گھوڑا چلاتا تھا۔ بعد حضور صاحب
کو شاید گھوڑے نے پھینک دیا یہ اُتر پڑے بس گھوڑا میرے
گلے پر آن پہونچا۔
آزاد۔ بہت بچے۔ نہین تو خدا جانے کیا کا کیا ہو جاتا۔
صاحب۔ (مسکرا کر) ہم جانتے ہین یہ انھین کی شرارت
ہے۔ گھوڑا تو شریر ہے ہی مگر یہ بھی کچھ کم شریر نہین ہین۔
آزاد مرزا کے اصول ساری خدائی کے اصول سے
جداگانہ تھے۔ انھون نے مختصر ایک رسالہ تصنیف کیا تھا۔
جس مین مختلف امور کی نسبت سوال و جواب تھے رسالہ قابل
دید ہوگا مگر ہمین اس کا مختصر حال معلوم ہوا ہے ہر ایک
سوال کا جواب آزاد مرزا کا ترجمان دل ہے۔
سوال۔ سب پیشون مین افضل اور اشرف کون پیشہ ہے۔
جواب۔ چوری کرنا۔ ڈاکہ مارنا۔ چوری سے بہتر کوئی پیشہ
نہین ہے پکا چور وہ ہے جو پولیس کو ایک حبہ نہ دے اور
مہینے مین کم سے کم چار پانچ ہزار روپیہ چوری کے ذریعہ سے
پیدا کر لائے۔ چوری کو اور پیشون پر اشرافیت اور فضیلت
اس سبب سے ہے کہ چوری ایک مردانہ کام ہے بزدل آدمی کیا کھا کے
چوری کریگا چور شجاع سپاہی کی طرح جان بکف جاتا ہے ع

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

چور پرائے مکان مین جا کر مالک مکان سے مقابلہ کرتا ہے
اور لطف یہ کہ چور کا گرفتار کرنا کارے دارد سو آدمیون مین
چور گھر جائے مگر ممکن کیا کہ کوئی پکڑ پائے ع۔

آفرین باد برین ہمت مردانۂ تو

پھر کسی کے نوکر نہ چاکر۔ کوئی کام نہ کاج۔ کسی سے واسطہ
نہ سروکار مزے سے دن بھر ادھر اُدھر پھرنا بارہ بجے کے بعد
کبھی چوتھے پانچوین کسی کے ہان جا کے ہاتھ صاف کیا مال
لائے مہینون گلچھرے اُڑائے چین ہی چین لکھتا ہے۔ ع

نے غم دزد نے غم کالا

اس سے بڑھکر لطف یہ ہے کہ جسقدر امیر اور رئیس اور زردار
ہین سب ڈرتے رہتے ہین اور جس قدر زیادہ روپیہ پاس
ہوگا اُسی قدر زیادہ خوف ہوگا۔
سوال۔ عقلمند کی کیا تعریف ہے۔
جواب۔ عقلمند وہ جسکے قول و فعل کا اعتبار نہیں کہے
کچھ اور کرے کچھ یہ صاحب رسالۂ اخلاق لکھ گیا ہے محقق
طوسی اور محقق دوانی کو ہم نہین مانتے آزاد کی یہی راے
ہے کہ جس کے قول و فعل کا اعتبار نہ ہو وہ عقلمند۔
سوال۔ دنیا مین انسان کو کون کون فعل نہ کرنا چاہیئے
جواب۔ سچ کبھی نہ بولنا چاہیئے۔

راستی موجب رضاے خداست
کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

اس شعر کو بالکل بھول جائے۔
سوال۔ دانشمند آدمی وقت کیونکر صرف مین لاتا ہے۔
جواب۔ پتنگ بازی۔ بٹیر بازی۔ مرغ بازی۔ قمار بازی
چانڈو بازی۔ جعلسازی۔ افترا پردازی۔ دنیا سازی۔ یہ

دانشمند کے اشغال ہین۔ دانشمند وہ جو بلا محنت روپیہ پیدا کرے۔ صبح سے شام تک بٹیر لڑائے یا پتنگ جھپکائے

سوال۔ وہ کون شے ہی جو انسان کو گمراہ کر دیتی ہی۔

جواب نیکی اس سے زیادہ تباہی کی اور کوئی بات نہین جہان نیکی کا خیال آیا اور آدمی مارا پڑا۔ نیکی کسی حالت مین روا نہین۔ ف

ای خیانت بر تو رحمت از تو گنجے یافتم
ای دیانت بر تو لعنت از تو رنجے یافتم

سوال۔ جوانمردی کی کیا تعریف ہی۔

جواب۔ پرایا مال ہضم کر جانا سلے کے پھر واپس نہ دینا کسی سے دوشالہ لائے فوراً رہن رکھدے۔ گھوڑا سواری کو مانگے نخاس مین اونے پونے دامون پر کوڑے کرے۔ جوانمردی کی یہ تعریف ہی لے کے اگر دیدیا تو بزدل ہی۔

سوال۔ باپ پر کیا فرض ہی۔

جواب۔ بیٹے کو ڈاکہ زنی سکھائے۔ اس سے زیادہ فرض آزاد مرزا کے باپ کو بھی نہین معلوم تھا۔

سوال۔ خوش تقریر کی کیا تعریف ہی۔

جواب۔ خوش تقریر وہ جو یاوہ گو ہو جو اسقدر بکے کہ سننے والا تھک جائے جسکی تقریر سے سامع کی تضیع اوقات ہو۔

سوال۔ بے ایمان کی کیا تعریف ہی۔

جواب۔ بے ایمان وہ ہی جو مخیر ہو۔ ہمدرد ہو۔ کسی کی ذرا سی تکلیف پر روئے۔ بس ہمارے نزدیک اس سے بڑھکر بے ایمان اور کوئی نہین ہو۔

راوی۔ کیا خوب تو جتنے رفیق القلب ہین سب بے ایمان ٹھہرے

سوال۔ کوئی ایسا بھی ہی جو چور ہو اور شاہ بھی؟

جواب۔ بعض پولیس والے چور سے کہین چوری کر شاہ سے کہین جا کنارہ۔ جس کے ہان چوری ہو اُسی کو ڈپٹین۔ اور اگر کچھ مل جائے تو بات تھ بھی گرمائین مگر پکا چور اور پکا شاہ وہ پولیس والا ہی جو بات بھی گرمائے اور دھرا بھی بچائے۔ اگر حکام بالادست نے گرفتار کر لیا تو کچا ہی۔

سوال۔ وضعدار کون ہی۔

جواب۔ جو شرم و حیا دونون کو بھون اُچٹ کر جائے
شرم چہ کتی ست کہ پیش وضعداران آید۔

سوال۔ سیدھے آدمی کی کیا تعریف ہی۔

جواب۔ اس زمانے مین سیدھا وہ کہلاتا ہی جو بیوقوف ہو تین پانچ نہ جانتا ہو اگر کسی کی ہجو کرنی منظور ہو تو بس صرف اسقدر کہدے کہ فلان شخص سیدھا ہی مطلب یہ کہ بیوقوف ہی۔ عقل سے بے بہرہ ہی۔ ایک لونڈا چاہے تو بازار مین بیچ ڈالے۔

سوال۔ نشہ بازی کی نسبت کیا رائے ہی۔

جواب۔ اگر نشہ کی حالت مین اپنے مطلب کی سوجھے تو نشہ بازی ہنر ہی۔ اور جو نشہ مین ایسے بیہوش ہو جائین کہ دین و دنیا کی خبر نہ رہے تو نشہ کے قریب نہ جائے نشے کی حالت مین اور لوگون سے اُن کا مافی الضمیر دریافت کرلے مگر اپنا راز نہ کہے

سوال۔ قتل کی نسبت کیا حکم ہوتا ہی۔

جواب۔ چوری کی حالت مین اگر صاحب خانہ یا کوئی اور شخص مقابلہ کرے تو اس کا صرف زخمی کر دینا گناہ ہی لازم ہی کہ اسکو معاً تیغ کرے ہرگز زندہ نچھوڑے بلکل قتل گناہ ہی۔ لیکن اگر کسی سے لاگ ڈانٹ ہو جائے تو اُس پر رحم کرنا عقل اور جوانمردی کے خلاف ہی موقع ملا اور قتل کیا

سوال۔ واجب التعظیم کون ہی۔

جواب - سیلوٹ کے آدمی عموماً اور ڈاکوؤں کے سرگروہ
آزاد مرزا انھیں اصولوں کی پابندی کرتے تھے قتل کرنا
ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب تھا چوری میں یہ طاق تھے۔
نشہ بازی میں بڑے مشاق تھے۔ سب گنوں پورے انھیں
کون کہے لنڈورے، کسی چیز میں کم نہ تھے۔ کئی بار لوگوں
کے گھر جلائے جس سے بگڑے اسکو تباہ کر ڈالا انکی دوستی
بندر کی دوستی تھی موقع پاکر دوست کے باپ کو نہ چھوڑیں۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آزاد مرزا کسی گانوں میں سازلنہ
طور پر گئے تھے وہاں مجسٹریٹ کے ہاتھی بھی چارے کے لیے
بھیجے گئے تھے۔ ٹہلتے ہوئے خود بدولت بھی گئے ایک فیلبان
سے پوچھا کیوں بھئی ان ہاتھیوں میں کوئی حرامزادہ بھی ہے داروغہ نے
کہا وہ ہاتھی اک دنتا بڑا دیکھا ہے تین برس کا عرصہ ہوا
کہ یہ ہاتھی بگڑ گیا تھا۔ اور اب بھی جو کوئی انار یا چرخی
چھڑائے تو زنجیر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اتنا سننا تھا
کہ سعی شرارت نے ہدایت کی کہ آج دل لگی دیکھو فیلبان
سے کہا۔ یار کہو تو ہم جا کے چارہ لے آئیں۔

فیلبان - آپ فیلبانی کیا جانیں۔

آزاد - واہ اگر جانتے نہ ہوتے تو کہتے کیوں برسوں یہ
کام کیا ہے آزما لو۔ ع ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔

فیلبان - اچھا پہلے اس ہاتھی کی گردن پر آئیے۔ یہ جو
ادھر بندھا ہے ہاتھا سدھ دیکھیں تو سہی۔ آپ کتنے ہیں۔

آزاد مرزا ہاتھی کی گردن پر سوار ہوئے اور ہاتھی کو لے
چلے کوئی سو قدم لے جا کر واپس لائے۔ فیلبانوں نے بھی دیکھا
کہ ہوشیار آدمی ہیں اعتبار بڑھا پوچھا حضور رئیس آدمی ہیں
یہ فیلبانی کہاں سیکھی آزاد نے کہا ہم خوب شغل ہیں

اگر تم لوگ اجازت دو تو کل اس اک دنتے پر سوار ہوں

ایک روز حضرت وہاں اور ٹک گئے۔ دریافت کیا کہ گانوں
میں کوئی آتشباز بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک بوڑھا آدمی ہے مگر
اسکو آنکھوں سے مطلق نہیں سوجھتا آزاد مرزا اسکے پاس گئے

آزاد - السلام علیک۔

آتشباز - سلام صاحب حکم۔ آپ کہاں سے آئے ہیں حضور

آزاد - کچھ آتشبازی ہمیں دے سکتے ہو۔

آتشباز - مجھکو تو اب سوجھائی نہیں دیتا ورنہ بناتا ہوں
مگر سو پچاس انار پڑے ہیں۔

آزاد - لاؤ ہم سب خرید لیں گے اور دام نقد دینگے۔

آتشباز نے انار منگوائے۔ آزاد نے دیکھا کہ ہزارہ بھی ہے
دس انار اور ایک ہزارہ خرید کر مزدور کے ہاتھ لے چلے
خدمتگار کو سکھا دیا کہ فلاں وقت فلاں مقام پر آگ دکھا دینا۔

دوسرے روز اس اک دنتے ہاتھی پر سوار ہوئے دس
ہاتھی اور ساتھ تھے گانوں سے باہر نکلے ہی تھے کہ خدمتگار
نے ایک جھاڑی میں انار پر چنگاری رکھی اور ہاتھی بگڑا۔ آزاد
اچک کر ایک درخت کی شاخ میں لٹک گئے اور ہاتھی بھاگا

فیلبانوں نے اپنے ہاتھی بھگائے اک دنتے نے
دو ہاتھیوں کو اس زور سے ٹکر دی کہ ایک گر پڑا۔ دوسرے
کا فیلبان زخمی ہو گیا۔

اب سنئے کہ آزاد مرزا مزے سے درخت پر بیٹھے ہیں۔ ہاتھی
نے پہلے ایک آدمی کو جو کھیت میں کام کر رہا تھا سونڈ سے
اٹھایا اور اٹھا کر دے پٹکا تو جان نکل گئی۔ پھر ایک اور آدمی کی
طرف جھپٹا مگر وہ پھرتی کے ساتھ فقیر کے جھونپڑے میں گھس
گیا۔ ہاتھی نے کئی بار ٹکر لگائی اور جھونپڑے کے چھپر کو خاک

بین ملا دیا۔ مگر وہ آدمی کوٹھری کے اندر دبکا پڑا رہا ورنہ ہاتھی ہرگز نہ چھوڑتا۔ میاں آزاد و مرزا بڑے غور سے دیکھتے جاتے تھے کہ آدمی بچا یا نہیں جب انکو معلوم ہوا کہ آدمی بچ گیا۔ تو کمال افسوس کیا کہ دل لگی نہ ہونے پائی۔ ہائے لاحول و لا قوۃ!

ہاتھی نے ایک گاڑی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ایک بیل زخمی ہوا ایک آدمی مر گیا۔ اگلے گانوٗن مین غل مچ گیا کہ ہاتھی بگڑا ہے بین زن و مرد سب خایف تھے جہان سینگ سمایا ادھر آدھر دبک رہے۔ اب ہاتھی نے گانوٗن کا دورہ شروع کیا ایک اور ٹٹو کی بھینٹ لی۔ دو بھینسون کو مار ڈالا تین چار چھپر پھینک دیے جب فیلبانون نے دیکھا کہ ہاتھی سر ہی پر آن پہونچا اور ہاتھیون سے مقابلہ ہو جائیگا۔ تو آگ روشن کر دی آگ دیکھتا بھاگا۔

ایک محرر بندوبست بھٹیارے کے ٹٹو پر سوار ٹخ ٹخ کرتے جاتے تھے جب گانوٗن مین پہونچے تو لوگون نے ادھر ادھر سے غل مچانا شروع کیا۔ بھاگ۔ بھاگ منشی جی بھاگ جاؤ لالہ صاحب بھاگو۔ ہاتھی بگڑ گیا۔ لالہ صاحب تو تھے سامعہ سے بے بہرہ سمجھے کس کی ہین۔ مزے سے ٹخ ٹخ کرتے جاتے تھے دو چار آدمیون نے مکانون اور چھتون سے ڈھیلے پھینکے مگر یہ کان دبائے چلے ہی گئے۔ ہاتھی نے جوان کو دیکھا تو چنگھاڑنا شروع کیا۔ یہ ایسے بے خبر کہ ذرا بھی نہ سمجھے ٹٹو کو ایڑ لگا کر چاہتے تھے کہ گانوٗن مین ذرا کود آئین کہ اتنے مین ایک آدمی نے درخت سے کہا۔ بڑے بھائی سلام۔

لالہ۔ درخت کی طرف دیکھکر۔ آج اس گانوٗن مین سناٹا کیا ہے۔

آدمی۔ ہاتھی بگڑا ہے ہاتھی۔ وہ دیکھو اس کوٹھری مین سونڈ ڈال کر کسی کو نکالنا چاہتا ہے اسکے بعد تمھاری باری آئے گی۔ بھاگو۔ بھاگو۔ گھوڑی چھوڑ کے بھاگ جاؤ۔

لالہ۔ ہم آج اسی گانوٗن مین ٹھہرینگے صاحب تشریف لائینگے

آدمی۔ صاحب چاہے جب آئین۔ ہاتھی آیا ہی چاہتا ہے کیون زندگی کے دشمن ہو گئے۔

لالہ۔ ہمارے صاحب! صاحب مہتمم بندوبست بہادر۔

آدمی۔ جاؤ مرد آدمی۔ کیا اونچا سنتے ہو۔

لالہ۔ آج یہ اس گانوٗن مین سناٹا کیون ہے اسکا تو جواب دو بلا

آدمی۔ تو یہ اور اب تک ہم بکا کیے اسقدر بحر طویل مین چکے اور وہی مرغی کی ایک ہی ٹانگ۔

لالہ۔ تم کچھ کہتے ہو ہم کچھ کہتے ہین۔

آدمی۔ یا تم بہرے ہو یا ہم بہرے ہین۔

لالہ۔ اجی ہم پوچھتے ہین کہ آج اس گانوٗن مین سب دکانین کیون بند ہین۔

آدمی۔ (غل مچا کر) آج یہان ہاتھی بگڑا ہے۔ ہاتھی بگڑا ہے

لالہ۔ کیا؟ ہیضہ آیا ہے؟ اوہ۔ تو ہم بھی بھاگ جائین

آدمی۔ ارے یار یہ ہیضہ نہین ہے ہاتھی بگڑا ہے۔ وہ تو گلے پر آن ہی پہونچا۔ ارے!۔

لالہ۔ یار تم اونچا سنتے ہو۔ بہرے ہو۔

آدمی۔ یہان تو ہم بھی قائل ہو گئے۔

اسقدر کہہ ہی چکے تھے کہ ہاتھی نے سونڈ سے انکو گھسیٹا ارے! صرف ارے کا لفظ زبان سے نکلا تھا ہاتھی نے سونڈ سے پکڑ کر اچھالا دھم سے زمین پر گرے۔ ہاتھی نے ٹٹو کی بھی خبر لی اور اسی دم ٹٹو کو مار ڈالا۔ یہ جو گرے تو ہاتھی انکو چھوڑ کر ٹٹو کی طرف مخاطب ہوا اور ٹٹو کو مار کر اور کسی طرف جانے کو تھا کہ لالہ صاحب نے از راہ حماقت اٹھتے ہی غل مچایا ارے دوڑو ہاتھی نے

مار ڈالا۔ ہاتھی پھر انکی طرف دوڑا اسونڈ سے اُچھالا۔ دھم سے گرے ہاتھی نے ایک پانوں پیٹھ پر رکھا چھنکیون مین جان تن سے نکل گئی

آزاد مرزا درخت سے یہ سب کارروائی دیکھا کیے سالار کی حالت دیکھکر بہت ہنسے۔ ایسے شقی سے خدا سمجھے۔ اب سنیئے کہ ایک مسافر درزی اپنی بیوی کو ساتھ لیے باہر سے آتا تھا ہاتھی کے بگڑنے کی اسکو مطلق خبر نہ تھی۔ جس درخت پر حضرت بندر کی طرح بیٹھے تھے اسی کے سایہ مین درزی اور اسکی جورو نے دم لیا آزاد مرزا کی باچھین کھل گئین کہ ان دونون کی بھی ہمارے سامنے جان جائیگی۔ الامان الامان۔ عورت نے اپنے پیارے بچے کو دودھ پلانا شروع کیا۔ درزی ادھر اُدھر ٹہلنے لگا۔

عورت۔ آج بھیا بہت ہنس رہے ہین۔

درزی۔ (لڑکے کو جورو کی گود سے لیکر) بھیا۔ وہ ہنس دیا یہ بڑا مسخرا ہوگا۔ یہ لونڈا بڑا مسخرہ ہوگا۔

عورت۔ بھیا (ہاتھ بڑھاکر) آؤ ہمارے پاس آؤ۔

درزی۔ بھلا بلاؤ تو۔ جو کبھی جائے۔ ہمارا ذمہ۔

عورت۔ (پھر ہاتھ بڑھاکر) آؤ تو بھیا آؤ شاباش (شاباش)

درزی۔ نہ جانا بھیا خبردار۔ وہ ہنس دیا مسخرا۔

درزی اور اسکی جورو اپنے پیارے لڑکے سے کھیل رہے تھے۔ مگر یہ معلوم ہی نہ تھا کہ اجل سر پر کھیلتی ہے۔ آزاد گھبرا رہے تھے کہ بد ذات ہاتھی اور کسی رُخ نکل جائے۔ اِدھر نہ آئے اور یہ شکار مفت مین ہاتھ سے جائے۔ اتنے مین درزی نے اپنی جورو سے کہا۔ ذرا بھیا کو سلا دے۔ راستے مین گرمی بہت کھائی ہے۔ ایسا نہو بیمار ہوجائے۔ اور یہ خبر ہی نہ تھی کہ بھیا دو گھڑی کے مہمان ہین اور بہت جلد ایسی میٹھی نیند سوئینگے کہ حشر تک نہ جاگین گے۔

عورت۔ امیرون کے لڑکے اس دھوپ مین مکان کے باہر نہ نکلتے ہونگے ہم غریب آدمی ہین۔ کم کی ہماری اوقات اس چلچلاتی دھوپ مین اس ذری سارے بچے کو لیکے نکلے ہین۔

درزی۔ (آہ سرد بھر کر) ہان! اللہ اسکو جلا دے۔

عورت۔ (لڑکے کو چوم کر) خدا اسکو زندگی دے۔

راوی۔ زندگی کے دن تو پورے ہوگئے اب دم کے دم کا مہمان ہے۔

عورت۔ (پھر چوم کر) یہ بڑا امیر ہوگا۔ ہاتھی پر چڑھے گا۔

راوی۔ حضرات ناظرین! اس فقرے پر بیساختہ رونا آتا ہے۔

درزی۔ فیل نشین ہوگا۔ کیون بھیا۔

لڑکے نے مسکرا کر اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ درزی جامے مین پھولے نہین سماتا تھا مگر افسوس ہے کہ اسکی خوشی صرف ایک چشم زدن مین خاک مین مل گئی اور دل کی دل ہی مین رہی۔ ہائے کیسی حسرت کا مقام ہے۔

عورت لڑکے کو لیکر چھاتی سے لگا کے ٹہلنے لگی سو جا لڑکے سو جا

درزی۔ ستو گھولین۔ مگر گوڑ تو ہے ہی نہین۔

عورت۔ گانون سے جاکر گوڑ لے آؤ۔

درزی۔ اب تو ہم سوتے ہین ساتین کوس تو اور چلنا ہی ہے شام تک پہونچ جائین گے۔

راوی۔ ارے غافل کیسی شام۔ کس کی صبح۔ ایک چشم زدن مین کام تمام ہوا جاتا ہے۔

عورت۔ خالہ بھتیجا کو دیکھکر بہت خوش ہونگی۔

راوی۔ ہائے افسوس۔ خوش نہین جان دینگی۔

عورت ہری ہری دوب پر بیٹھ گئی۔ لڑکے نے ٹھنڈی ہوا جو کھائی تو سو رہا۔ درزی بھی گھانس پر چادر بچھا کر سویا درزن

کی آنکھیں جھپکی پڑتی تھیں۔ گھبرائے تو کیونکہ درزی چالیس برس کا درزن اٹھائیس سال کی لڑکا سوا دو برس کا۔ یہ بہلوٹھی کا لڑکا تھا اور ماں باپ کا پیارا اور گھر کا اُجالا۔

آزاد مرزا نے چاہا کہ درخت کی کوئی شاخ کاٹ کر اُن پر پھینک دیں تاکہ مع بچے کے دونوں میاں بیوی مر جائیں۔ خدا سے دعا مانگتے کہ ہاتھی ادھر آ نکلے اور ان سب کا کام تمام کر دے۔ تھوڑی دیر کے بعد دو سوار بھی آ کر اسی درخت کے قریب ایک درخت کے نیچے اپنے گھوڑوں کو روک کر سستانے لگے۔

ایک سوار۔ (پٹھان) عورت تو کون ہے اور کہاں سے آئی ہے۔

دوسرا۔ (ہندو) ادھر آ یہ لکڑی ہم کو اٹھا دے۔

پٹھان۔ اسکے ساتھ بھی کوئی ہے۔ یا یہ اکیلی ہی ہے۔

ہندو۔ بول سُسرا ادھر آن کے یہ لکڑی اُٹھا دینا۔ آخاہ یہ دماغ ہے۔

پٹھان۔ یہ حسن پر گھمنڈ کرتی ہے یہ جانتی ہی نہیں کہ ہم جنگی پلٹن کے ہیں ابھی دل پر آ جائے تو اسی گھوڑے پر زبردستی بٹھالیں اور بھگا لیجائیں کوئی تیرے ساتھ ہے یا اکیلی ہی ہے تو۔

ہندو۔ بڑی ڈھیٹ ہے اسکا لڑکا اس سے چھین لو تو راضی ہو۔ بات پوچھتے ہیں یہ نہیں بتاتی۔ ایسی ڈھیٹ ہے بتا دے۔ بس ہم اُتر پڑیں گھوڑے پر سے۔ یوں نہ مانے گی لڑکا اس سے چھین لو تو سیدھی ہو جائے۔

عورت سخت خائف ہوئی چاہا میاں کو جگا دے مگر سوچی کہ یہ دو اور میاں اکیلے شاید لڑائی ہونے لگے اس سے جب تک ٹال سکوں ٹالوں اگر ان دونوں میں سے کوئی ہوا آنے لگا تو میاں کو فوراً جگا دونگی پٹھان اور ہندو نے آپس میں آہستہ آہستہ کچھ باتیں کیں پٹھان گھوڑے سے اُترا اس کے اُترتے ہی عورت نے پکارا۔ عبد اللہ کے ابا ذری اُٹھو تو درزی خراٹے لے رہا تھا منکا تک نہیں۔

اتنے میں ہاتھی نے جو گھوڑوں کو دیکھا تو فوراً دوڑا ہندو سوار نے پکارا خانصاحب بھاگو۔ ہاتھی آ گیا خانصاحب نے معاً رکاب پر پاؤں رکھا اور گھوڑے کی پیٹھ پر ہو رہے عورت نے غل مچایا عبد اللہ کے ابا۔ جلدی اُٹھو۔ ہائے غضب ہو گیا۔ درزی گھبرا کر اُٹھا تو ہاتھی کلے پر تھا ہوش اُڑ گئے ہندو سوار نے گھوڑا ہکٹّا چھینکا۔ مگر پٹھان ذری دور لیجا کر ٹھہر گیا۔ ہاتھی نے پہلے درزی کو سونڈ سے اُچھالا درزی کا دم نکل گیا عورت ادھر اُدھر سراسیمگی کے ساتھ بھاگی اور آخر کار اُسی طرف گئی جدھر پٹھان کا گھوڑا تھا۔ ہاتھی بھی ساتھ ہی دوڑا اب تو خان صاحب نے بھی گھوڑا سرپٹ دوڑایا مگر اُنکو کمال افسوس تھا کہ ایسی خوبصورت اور جوان عورت کی مفت میں جان گئی مگر قہر درویش برجان درویش اس وقت چارہ کیا تھا۔ ہاتھی سے مقابلہ کرنے سے رہے عورت نے لاکھ کوشش کی کہ بچ نکلے مگر ہاتھی نے سونڈ سے پکڑ ہی لیا اُچھالنے ہی کو تھا کہ لڑکا اس کی گود سے گر پڑا ہاتھی نے عورت کو سونڈ سے اُچھالا کر اُس پر پاؤں رکھ دیا اور دم کے دم میں اُسکے شوہر کی طرح اُسکا بھی کام تمام کیا وہاں سے پلٹنے ہی کو تھا کہ بچے پر اُسکی نگاہ پڑی فوراً سونڈ سے آہستہ سے اُٹھا اور اُسی درخت کے نیچے رکھ دیا جس پر آزاد مرزا بیٹھے تھے۔ یہاں رکھکر چلا گیا۔

آزاد مرزا نے درخت سے اُتر کر اس معصوم بچے کو اُٹھا لیا اور بہ ہزار دقت درخت پر چڑھ آیا۔ پیٹھ میں چادر سے کس لیا

اور پھر اسی درخت پر سے پہنچ کے چڑھ گئے۔

حضرات ناظرین! آزاد مرزا کی شقاوت قلبی کا اس سے زیادہ اور کوئی ثبوت نہین ہو کہ اس معصوم کو درخت سے پھینکا اور عمداً اسی قصد سے کہ لڑکے کی جان جاتی رہے اور خود بدولت خوش ہون کہ ہم نے اس لطف کے ساتھ ایک بچے کی جان لی۔ ع

نیش عقرب نہ از پے کین است	مقتضائے طبیعتش این است

بچے کی بساط کیا۔ گرتے ہی گرتے جان تن سے نکل گئی افسوس صد افسوس۔ ع

چون لجے گل آمد بر باد سوار	ناچار چو قطرہ ہائے باران رفتند

ہاتھی جو پلٹ کر آیا تو بچے کا سر پھٹا دیکھ کر سونڈ سے اٹھایا۔ مگر نہایت سہولیت کے ساتھ پھر زمین پر رکھ دیا اور کئی بار سونگھا۔ اسکے بعد لڑکے کو سونڈ سے اٹھا کر گردن پر بٹھایا

ہائے افسوس! اس بچے کی ماں کی پیشین گوئی اسوقت صادق آئی کہ (بھیا ہاتھی پر چڑھین گے) ہائے یہ معلوم ہی نتھا کہ بھیا اس وقت فیل نشین ہون گے جب بھیا ہی نہ رہنگے الاماں۔ الاماں۔

حضرات ناظرین! اس شقی القلب کی شقاوت پر شیطان کی پھٹکار۔ ہاتھی تک کو اس بیگناہ بچہ کی حالت زار پر رحم آیا مگر آزاد مرزا نے وہ فعل کیا جو خود شیطان سے بھی نہوتا فاعتبروا یا اولی الابصار۔ واقعی مقام عبرت ہی۔

حکام ضلع کو خبر ہوئی کہ فلان گانو مین ایک ہاتھی نے ہلاکت کرنا شروع کی ہو۔ کئی آدمی مار ڈالے کئی مکان ڈھا دیے کئی چھپرون کو نوچ نوچ کے تباہ کر دیا۔ کئی جانورون کی جانین لین صاحب ضلع نے فوراً صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ ضلع کے نام خط بھیجا اور لکھا کہ اس خط کے دیکھتے ہی موقع واردات پر جاؤ اور اس ہاتھی کو گرفتار کر لو اگر یہ نہ ممکن ہو تو گولی ماردو۔

کپتان صاحب کی میم صاحب نے کہا ہم نہ جانے دینگے یہ تمھارا کام نہین ہو یہ نمبردار کا کام ہی۔ کپتان صاحب نے سمجھا بجھا کر راضی کر لیا حکم دیا کہ دس سوار بندوقین لیکر ہمارے ساتھ چلین۔ ایک گھنٹے مین کپتان صاحب روانہ ہوئے موضع واردات پر پہونچے تو تھانہ دار سے بھی ملاقات ہوئی

صاحب۔ ول۔ ہاتھی کہان ہی۔

تھانہ دار۔ حضور اب تو سامنے جاتے ہوئے کچھ معلوم نہو ہی۔ مین دو آدمی لیکر تھانہ سے آیا۔ دونون کو زمیندار ان کے گھوڑون پر سوار کیا۔ یہان جو آیا تو ہاتھی نے جست کر کے ایک کانسٹبل کو گھوڑے سے اُتارا مگر اتفاق سے وہ گر پڑا تو گھوڑے کو روند ڈالا۔ کانسٹبل بھاگ کے اینٹ رہن جا کر چھپ رہا۔ گھوڑے کو لا کر مندر کی طرف گیا سونڈ اندر ڈالکر ڈھونڈا۔ کانسٹبل دور ہوگا پایا نہین اب ہم لوگ یہان آن کے کھڑے ہوئے ہین گھوڑا وہ پڑا ہی۔

صاحب۔ ہی کہان؟ ہاتھی کا بھی کہین پتا ہی یا نہین

تھانہ دار۔ حضور وہ اس درخت کے پاس تانے مین ہوگا

صاحب۔ دو سوار ہمارے ساتھ چلین۔

تھانہ دار۔ حضور ایک کلام کرین ذرا ٹھہرے رہین مین یہان کے زمیندار کا گھوڑا لے آؤن۔ اسکو گھوڑون کا بہت شوق ہی ابھی دو ہزار کو ایک گھوڑا خرید لایا ہی بڑا تیز گھوڑا۔

زمیندار کا گھوڑا تھانہ دار صاحب بہت جلد لے آئے ایک شہسوار گل چلا اُس پر سوار تھا اور چار گھوڑے اڑ گئے

ساتھ تھے دو پہر اُن کے اعزا اور دو پہا اہلکار۔

صاحب۔ ول۔ یہ گھوڑا دو ہزار کا ہی۔

شہسوار۔ ہان حضور۔ یہی ہی۔

صاحب۔ تم گھوڑے پر خوب سوار ہوتا ہی۔ جا سکتا ہی ہاتھی کے پاس۔

شہسوار۔ حضور ہاتھی شسنر ناہین۔ ہاتھی کے باپ کے پاس چلے جائی۔

صاحب۔ اچھا جلکے دیکھو ہاتھی کہان پر ہی۔ یا ہم کو اپنا گھوڑا دیدو۔

شہسوار۔ ناہین۔ ہم آپ جایت ہی۔

یہ کہکر شہسوار ہوا ہوا۔ دیکھا کہ نالے مین ہاتھی بیخبر سوتا ہی شہسوار نے آکر اطلاع دی کہ ہاتھی نالے مین سو رہا تھا گھوڑے کی ٹاپون کی آواز سُن کر جاگ اُٹھا۔ مین نے فوراً گھوڑے کی باگ اُٹھائی اور سرپٹ دوڑایا۔

کپتان نے پوچھا کتنا بڑا ہاتھی ہی کیا بہت بڑا ہی بہوش اُڑے ہوئے تھے کہ خدا ہی خیر کرے۔

شہسوار نے کہا ہان بہت بڑا ہاتھی ہی۔ اور مٹا ہو یا چھوٹا ہماری جان لینے کے لئے کافی ہی۔

الغرض کپتان صاحب مع بارہ چودہ سوارون کے ہاتھی کی طرف گئے گانون مین بالکل سناٹا۔ ہاتھی نالے مین سو رہا تھا۔ آزاد مرزا نے جو یہ کیفیت دیکھی تو کمال افسوس کیا۔ یہ چاہتے تھے کہ چاہے خود بے آب و دانہ دو دن تک درخت پر بیٹھے رہین مگر ہاتھی نہ پکڑا جائے۔ بھلا پچاس ساٹھ آدمیون کا تو خون کرے۔ وہ تھوڑی دیر سے تو سو ہی رہا تھا۔

ہاتھی نے جو بارہ چودہ گھوڑون کے دوڑنے کی آواز سُنی تو چونک پڑا اور دوڑا پھلے تو پانچ سات سوار پیچھے ہٹ گئے کہ مبادا چوٹ کرے مگر کپتان صاحب نے للکارا اور کہا دیکھو ہم نہین ہٹتے۔ پھر تم لوگ کیون ہٹتے ہو۔ الغرض گولیون کا چھرا چلنے لگا دو چار گولیان کھا کر ہاتھی اور بھی جھلایا۔ آزاد مرزا سوچے کہ ایسا نہو کوئی گولی ہم پر پڑ جائے تو درخت سے لاش گرے بہ آواز بلند یہ شعر گانے لگے۔

خدنگ ناز سے اورون کو تیجے کھائل	
بغل مین ہی مرا زخم جگر بچائے ہوئے	

این! یہ کون بولا۔ یہ آواز کدھر سے آئی۔

ایک سوار۔ یہ ہاتھی ہی۔ کوئی آسیب ہی۔

دوسرا سوار۔ کیسی مہیب آواز تھی۔ اُف توبہ۔ توبہ اب گولی نہ چلنے پائے۔

تیسرا سوار۔ بھائی جان ہم نے وہ لڑائیان دیکھی ہین کہ بس کچھ کہنے کی بات نہین۔ سب مرے اور اب مرے مگر یہان پر ہمارا قدم بھی ڈگمگانے لگا۔

چوتھا سوار۔ اجی کام کرو اپنا۔ آسیب لائے دہان سیحون اللہ!

پانچوان۔ بڑے مرد کی دُم ہو گولی چلاؤ۔ جب جانین سوار ہو شہسوار نہایت گھبرایا۔

کپتان صاحب اور تین سوار اودھر اُدھر گھوڑا پھینک کے دیکھ رہے تھے کہ ہاتھی کدھر چلا گیا۔ ہاتھی کا کہین پتا ہی نہین درخت سے پھر آواز آئی۔

خدا پناہ مین رکھے تمھاری پلکون سے	
ستم کی فوج کھڑی ہی پرا جمائے ہوئے	

کپتان۔ کون ہی۔ یہ گاتا کون ہی۔

سوار۔ خدا جانے کس طرف سے آواز آئی۔

کپتان۔ تم لوگوں میں سے کسی نے گایا ہوگا۔

سوار۔ حضور یہاں ہوش اُڑے ہوئے ہیں گانے کی کسکو سوجھتی ہے

کپتان۔ پھر تمھارے سوا اور یہاں کوئی ہے بھی تو نہیں۔

سوار۔ ہاں یہ بھی سچ ہے۔

اتنے میں پھر آواز آئی۔

کسی کے منھ سے نہ نکلا ہمارے دفن کے وقت
کہ ان پہ خاک نہ ڈالو یہ ہیں نہائے ہوئے

کپتان صاحب کو سخت استعجاب ہوا۔ درخت کی طرف دیکھتے ہی کو تھے کہ ہاتھی برآمد ہوا۔ ایک جھاڑی میں جو نالے سے پچاس ساٹھ قدم پر تھی چھپ رہا تھا اور درختوں کی آڑ کے سبب سے کسی کو نظر نہیں آتا تھا۔ فوراً بندوقیں دغیں۔ تین گولیاں مستک پر پڑیں۔

اتنے میں ہاتھیوں کا داروغہ پندرہ ہاتھی لیکر آن موجود ہوا اس نے کپتان صاحب سے کہا کہ حضور گولیاں تو چلاتے ہیں مگر ہاتھی مر جائے گا تو حضور ہی سے قیمت لی جائے گی اُس پر کپتان صاحب بہت جھلائے۔

کپتان۔ چپ رہو۔ یو سور ہم سے بے ادبی کرتا ہے تم۔

داروغہ۔ حضور ہم بھی عزت دار ہیں اور گورنمنٹ کے داروغہ ہیں

کپتان۔ ہم کچھ پروا نہیں کرتا۔ تم چپ رہو تمھارے ہاتھی نے گانوں کو خراب کیا۔ مکانوں کو توڑ ڈالا۔ آدمیوں اور جانوروں کو مار ڈالا تم اس کا ذمہ دار ہے کیوں ایسا ہاتھی رکھا اور تم اب مت بولے۔

داروغہ۔ حضور جنرل پلیٹ صاحب جانیں آپ جانیں

کپتان۔ ہم جنرل پلیٹ کو نہیں جانتا۔

داروغہ۔ اچھا تو ہم اپنے ہاتھی کو پکڑ لیں۔ مگر آپ گولی نہ چلائیں

کپتان۔ وِل ٹھیک بات ہے۔ بیشک پکڑ لاؤ۔

داروغہ نے فیلبانوں کو حکم دیا کہ چلو تین طرف سے ہاتھی گئے مست ہاتھی نے پہلے تو سخت مقابلہ کیا اگر اتنے ہاتھیوں سے مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ تھوڑی دیر میں اُسی ہاتھی کا فیلبان گردن پر بیٹھ گیا کل ہاتھیوں نے گھیر لیا اور لے چلے کپتان صاحب روانہ ہی ہونے کو تھے کہ پھر درخت سے آواز آئی۔

جو پہونچے تربت عاشق پہ ناز کرتا ہے
حضور خاک سے دامن ذرا اُٹھائے ہوئے

ایک سوار نے کہا حضور وہ درخت پر آدمی میں نے دیکھ لیا غور کر کے دیکھا تو آزاد مرزا۔

کپتان صاحب نے کہا بس ہم سمجھ گئے یہ سارا فساد تمھارا ہی ہے ہم کو کبھی یقین نہ آئے گا کہ اس میں تم شریک تھے

آزاد مرزا۔ حضور یوں تو زبردستی کی بات ہی اور ہے مگر ہاتھی کے بگڑنے میں میرا کیا قصور ہے کیا میں نے ہاتھی کو سکھا دیا تھا۔ کہ تو مست ہو جا ہاتھی بھی آدمی ہے کہ کہنے سننے سے مان جائے۔ فیلبان کی غفلت البتہ تھی۔ اس میں شک نہیں۔

کپتان۔ اچھا پیڑ پر سے تو اُترو۔

آزاد۔ (درخت سے اُتر کر) آداب عرض ہے۔

کپتان۔ (جھلا کر) بڑے بدمعاش ہو۔

آزاد۔ جی ہاں۔ اپنی جان بچالی نہ اسی سے بدمعاش قرار پائے

کپتان صاحب نے سواروں کو حکم دیا کہ انکو ساتھ لیکر اور گانوں میں جا کر داروغہ اور فیلبانوں کو بلایا اور اظہار لینے شروع کئے۔

کپتان - کس کا ہاتھی ہی - ہمارا مطلب یہ کہ یہ ہاتھی کا کون چرکٹا ہی -

داروغہ - چرکٹا یہ ہی اور فیلبان یہ ہی -

کپتان - وِل تم سوار تھا - یا چرکٹا سوار تھا -

فیلبان - حضور حضور -

کپتان - بولو حضور حضور نہین بتلاؤ اس وقت کون اسپر سوار تھا تم کہ یہ

آزاد - بتادے ڈرتا کیا ہی کوئی پھانسی تھوڑے نہین دیگا

راوی - اس جرأت کے صدقے ۔

	چپ لا و رست و ندے کہ بکف چراغ دارد	

کیا مزے سے ڈپٹنے لگے گویا ان سے کچھ واسطہ ہی نہین - ڈھیٹ ہو تو ایسا تو ہو - فیلبان نے داروغہ کی طرف دیکھا کہ کیا کہون کیا نہ کہون داروغہ نے جھلا کر کہا میری طرف کیا دیکھتا ہی جو بات ہو صاف صاف کہہ دو نہ -

فیلبان - خداوند -

کپتان - کوئی ہی - اسکو لے چلو ساتھ -

داروغہ - سر پیٹنے کو جی چاہتا ہی - ارے کمبخت جواب کیون نہین دیتا

چرکٹا - صاحب ہم بیان تھے -

فیلبان - تو پھر مین تھا - مین سوار ہوا تھا -

آزاد - اور سُنیئے گیا کسی اناڑی کو سوار کیا تھا کیا -

راوی - اناڑی کو نہین - بڑے خرانٹ گرگے کو -

فیلبان - حضور یہ جو سامنے کھڑے باتین کرتے ہین یہی اسپر سوار تھے -

آزاد - سبحان اللہ! ہمکو بھی لے مرے! واہ اُستاد -

کپتان صاحب نے کہا ہم سمجھے ہی ہوئے تھے کہ انھین ذات شریف کی کارستانی ہی - یہ ایک ہی بدمعاش ہین وہی بات نکلی نہ آخر - آزاد اور فیلبان مین تُو تُو مین مین چلنے لگی -

آزاد - ہم فیلبانی کیا جانین - ہم کیا چرکٹے ہین -

فیلبان - آپ نہین سوار ہوئے تھے -

آزاد - کچھ واہی سا ہی - ہم سوار ہوئے بس اس سے ہاتھی بگڑ گیا - حضور یہ ہاتھی لئے جاتا تھا - مین نے کہا ہم بھی سوار ہو نگے اُسنے منظور کر لیا مین بیٹھ گیا - اسمین میرا کیا قصور ہی -

کپتان - تمھارا بیٹھنا ہی بُرا ہی -

فیلبان - حضور دو سو آدمی گواہی دین گے کہ یہی سوار تھے یہ فیلبانی خوب جانتے ہین کہیے گواہ پیش کر دون -

گانون کے کئی آدمیون نے گواہی دی -

نجبن - اس ہاتھی پر جو فقیر کی کٹی کے پاس بندھا ہی یہ سوار تھے - (آزاد کی طرف اشارہ کر کے)

کپتان - تمھارا نام کیا؟

نجبن - (مسکرا کر) حضور ہمارا نام نہ لکھیے -

کپتان - وِل - تم کہان پر تھی -

نجبن - حضور مجھے تو اللہ نے بچایا - میری تو جان ہی گئی تھی - مین ہاتھی کے پاس ہی کھڑی تھی -

آزاد - اور ہاتھی تم کو کھا نہ گیا -

کپتان - تم نہ بولو -

آزاد - ہم گواہون سے سوال نہ کرین -

اسکے بعد ایک اور گواہ آیا اس نے کہا حضور مین محرر بندوبست ہون یہ صاحب جو آپ کے قریب ہین ہاتھی کی گردن پر سوار تھے - جہان پر فیلبان بیٹھتا ہی تھوڑی دور ہاتھی کو لے گئے تو کسی نے اندر چھپڑ لایا اور ہاتھی بگڑا -

کپتان - انار کیا میوہ ؟ -

گواہ - نہیں خداوند - آتشبازی کا انار - فیرورک

کپتان - او - ہاتھی بھڑکا اس سے -

گواہ - جی ہاں حضور اور ہمارے ساتھ کا ایک مجر بھی مارا گیا - وہ لاش پڑی ہی

تیسرے گواہ نے کہا میں فقیر ہوں اپنی کٹی سے بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ یہ صاحب ہاتھی کو لے چلے اور راستے میں کسی نے آتشبازی چھڑائی اور ہاتھی بھڑکا میں بھاگ کر باغ کی اس عمارت میں چھپ رہا دو آدمیوں کو ہاتھی نے میرے سامنے مار ڈالا - اور ایک بھینس کو -

چوتھے گواہ نے کرے سے سب حال کہا پہلے ایک چھوٹے ہاتھی پر سوار ہوئے پھر بڑے ہاتھی پر - راہ میں کسی نے آتشبازی چلائی -

کپتان - کیا چیز - کون آتشبازی -

گواہ - انار تھے - دو انار -

کپتان - تم کہاں پر تھا -

گواہ - حضور کنوئیں پر پانی بھر رہا تھا ہوش اڑ گئے رسی ہاتھ سے چھوٹ گئی - گھڑے سمیت کنوئیں میں چلی گئی -

کپتان - آزاد مرزا ہی ہاتھی پر تھے یا کوئی اور بھی تھا -

گواہ - میں آزاد مرزا کو نہیں جانتا ہوں - مگر یہ صاحب تھے جو کالی ٹوپی دیے کھڑے ہیں -

آزاد - خدا کرے میری ٹوپی کی طرح تیرا منہ بھی کالا ہو -

گواہ - واہ - کیا بھلے مانس ہیں -

کپتان - جب ہاتھی بھاگا تو یہ کہاں گئے -

گواہ - حضور ہم نے نہیں دیکھا ہوش کس کے ٹھکانے تھے

آزاد - بھلا ہاتھی کس رخ بھاگا تھا -

گواہ - ادھر - سامنے -

آزاد - تم کہاں پر تھے - کنوئیں پر یا نیچے -

گواہ - میں کنوئیں پر -

آزاد - دیکھا حضور یہ جھوٹا یا نہیں اگر یہ کنوئیں پر کھڑے ہوتے تو مارے گھبراہٹ کے کنوئیں میں نہ گر پڑتے رسی اور گھڑا تو چھوٹ گیا - مگر خود بدولت نہ گر پڑے - سب بنائی ہوئی کہانی کہہ رہا ہی -

کپتان - تم پھر بولا -

آزاد - حضور جھوٹ جو کوئی بولتا ہی تو آگ لگجاتی ہی

کپتان - اچھا آگ لگے - مگر دور رہو اور مت بولو -

گواہ - حضور میں بھی بہت بچا -

آزاد - جو ہی وہ اپنے ہی بچنے کی کہتا ہی - یہ کوئی نہیں کہتا کہ اتنے بیگناہ بیچارے مارے گئے -

راوی - ہمدرد تو ایک آپ ہیں بس -

کپتان صاحب نے داروغہ سے کہا کہ تم حال بیان کرو داروغہ نے کہا حضور نہ فیلبان کا قصور ہی اور نہ ان کا قصور ہو سکتا قصور ہی جس نے انار چھوڑے آزاد مرزا صاحب تو ہاتھی کو بہت اچھی طرح لے گئے - جس طرح فیلبان لے جاتے ہیں - یہ ہمارے پاس آئے - پوچھا کہ کس کے ہاتھی ہیں کسقدر رتب روز پاتے ہیں - ادھر ادھر کی باتیں کہیں بیٹھے - ہمنے حقہ بھرایا کہ رئیس آدمی ہیں - حقہ پیتے پیتے پوچھا کہ نہیں کوئی مست ہاتھی بھی ہی میں نے کہا یہ ہاتھی آتشبازی سے ڈرتا ہی - پوچھا ہم اس پر سوار ہوں ہم فیلبانی جانتے ہیں - ہمنے کہا بہتر لیکن کیونکر ہو - آپ پہلے چھوٹے ہاتھی پر چڑھیں پھر اسکو لے جائیں

کپتان - آزاد مرزا سنتے جاتے ہو -

آزاد - حضور مجھے اس وقت کچھ - اور ہی فکر ہی۔
کپتان - وہ کیا - قید خانے جانے کی -
آزاد - نہین فکر یہ ہی کہ دنیا کیونکر قائم ہی اور آسمان پھٹ پڑتا کیون نہین - بس اسی مین غلطان پیچان ہون -
کپتان - او ہم سمجھا - تم اب پاگل بننا چاہتا ہی -
آزاد - واہ - کیا خوب سمجھے - مین یہ سوچ رہا ہون کہ دنیا مین اسقدر جھوٹ بولا جاتا ہی اور آسمان و زمین قائم ہی - یہ تعجب کی بات ہی کہ نہین یا الٰہی اسقدر جھوٹ !!! -
کپتان - یہ سب کا سب جھوٹا ہی اور تم سچا ہی -
آزاد - اجی حضور کچھ ہوگا بھی ہم نہین جانتے -
داروغہ - بس خداوند ہاتھی پر سوار ہوئے تھوڑی دور لے گئے واپس آئے تو اس ہاتھی پر سوار ہوئے مگر ایک دن اُن کے بیٹھے تھے اور دوسرے دن ہاتھیون پر سوار ہوئے -
آزاد - بجا - اور تیسرے دن ؟
داروغہ - بس یہ وہان تک گئے تھے کہ کنوئین کے پاس انار چھوٹا اور ہاتھی بھڑک کے بھاگا - خدا جانے یہ بچے کیونکر - کپتان صاحب نے حکم دیا کہ یہان اگر کوئی شخص آتشبازی بناتا ہو تو اُسکو ابھی ابھی گرفتار کر لاؤ -
داروغہ - بس خداوند اب پتہ لگ جائے گا -
کپتان - خبردار اُس سے کچھ نہ کہنا -
داروغہ - ہان خبردار -
آزاد - مین اپنے ساتھ لے آؤن -
کپتان - ول - مہربانی آپ کا -
آزاد - خدا ہائے اس زبان کو کہان چھپاؤن - زبان سے نکل ہی گیا - ع

	خدنگ ناز سے اورون کو کھینچے گھائل بغل مین ہی مرا زخم جگر بچائے ہوئے	

کپتان - ول تم اوپر سے کیا بکتا تھا -
آزاد - خداوند شعر خوانی کر رہا تھا -

	خدا پناہ مین رکھے تمھاری پلکون سے ستم کی نوج کھڑی ہی پرا جمائے ہوئے	

دو سوار اور دو چوکیدار آتشباز کے مکان پر گئے اور کوئی ہی - کوئی ہی اس مکان مین کوئی ہی -
عورت - کون ہی - غل مچا رکھا ہی -
سوار - آتشبازی کے گاہک ہین -
عورت - یہان اسوقت کوئی نہین ہی -
سوار - آتشباز کہان ہی -
عورت - کہین گئے ہین -
اتنے مین آتشباز بھی آن پہونچے - جکم حکم کہیے کیا آتشبازی بنوائیے گا کہا ہان ذرا ہمارے ساتھ چلیے - ایک زمین بنوائینگے اسکو ساتھ لیکر دوسرے آتشباز کے مکان پر گئے - وہ بیچارہ بوڑھا آدمی - بہزار دقت گھر سے نکلا -
آتشباز - صاحب میرے بنائے کچھ نہ بنیگا -
سوار - اچھا ذرا ہمارے ساتھ چلے چلو -
آتشباز - دور نہ چلا جائے گا -
سوار - پاس ہی -
بوڑھے آتشباز نے صاحب کے پاس جاکر قبول دیا کہ (ایک آدمی دس بارہ انار اور ایک ہزارہ خرید لے گیا تھا) پوچھا تم اُسکو پہچانتے ہو - کہا مجھے اچھی طرح سوجھ نہین پڑتا - مگر میری لڑکی نے دیکھا تھا وہ شاید پہچان لے -

الغرض کپتان صاحب کو معلوم ہو گیا کہ شرارت آزاد مرزا ہی کی ہے۔

شکست و فتح نصیبون سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا

آزاد مرزا کی کارستانی اور ثریا بیگم کی پریشانی کا حال بیان چھوڑ اب میدان جنگ کا تذکرہ سنئے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ آزاد فرخ نہاد کو ہم نے قلعہ سلی مین چھوڑا تھا۔ دو دن تک جنگ نہ ہوئی مگر تیسرے دن اُس قلعہ فلک شکوہ کے پاس سفندیار ثانی رشک رستم سیستانی آزاد فرخ نہاد قریب شام لب جوئبار ایک گلزار پُر بہار مین مصروف گلگشت تھے کہ کسی شخص سندھی الاصل نے یہ تین عاشقانہ شعر گانا شروع کئے ؎

آنکھون مین آ پھرتی ہے ہر بار کسی کی
دل چھینے لئے جاتی ہے رفتار کسی کی
سوتون کو جگاتا ہے ٹھکرا کے د چلنا
مردون کو جلا دیتی ہے رفتار کسی کی
ہر باغ مین آتا ہے کوئی رشک مسیحا
مشتاق ہے ہر نرگس بیمار کسی کی

آزاد کو دلبر سیم تن نازک بدن غنچہ دہن خاتون ماہ سیما حسن آرا بیگم یاد آئین۔ وہ آتش بار نے خرمن صبر پر بجلیان گرائین۔ نرگس شہلا دیکھکے چشم بیمار یاد آئی۔ عشق خرد سوز نے آفت ڈھائی ؎

عشق در آمد ز در گفت سلام علیک
عقل برون شد ز سر گفت سلام علیک

باغ کے ایک کنج مین سو رہے تو یہ خواب دیکھا۔

دیکھتے کیا ہین کہ حسن آرا دو چار نوخیز ہمجولیون کو ساتھ لیکر ایک پہاڑ پر کھڑی ہین۔ معقول! حسن آرا اور قلۂ کوہ! مگر خواب ہی تو ہے۔ سامنے کی اور حسن آرا کی آنکھین چار ہوئین تو دور ہی دور سے یون مکالمہ ہونے لگا۔

حسن آرا۔ کہئے بندہ پرور۔ مزاج شریف۔ ماشاءاللہ اللہ آج تو دماغ ہی نہین ملتے۔ عرش بریں پر ہین ؎

او بت پُر غرور و بے پروا
ہم غریبون پہ تو ہے رحم کی جا

آزاد۔ جان جان ہم سے۔ اور یہ چُہل! اکوہ و بیابان مین ٹھوکرین کھائین مگر تم نے ذرا جھوٹون بھی نہ پوچھا کہ ؎

جدا چون گشتی از یاران ہمخوار
چرائی ہمچو مجنون سر بہ کہسار
چہ پیش آمد ترا و حال چون ست
مگر صحرا نوردی از جنون ست

دل مین سیکڑون ارمان ہزارون حسرتین بھری تھین سوچتے تھے کہ اگر بخت برگشتہ نے یاری کی اور جان آزاد خاتون پریزاد سے وصل کی ٹھہری تو اسقدر شکایت کرونگا کہ اُنکی زبان بند ہو جائیگی مگر خدا نے جو یہ دن دکھایا تو تمھاری زبان بند کرنا کیسا خود ہماری ہی زبان بند ہو گئی۔

حسن آرا۔ (مسکراکر) پھر جو لن ترانی کی لیگا اسکا یہی حال ہوگا۔ حضرت کلیم نہین جلوۂ طور دیکھتے ہی غش ہو گئے۔ جب ارنی گوے اوج طور کی یہ کیفیت ہوئی تو تم کیا بیچارے ہو۔

آزاد۔ لیجئے! واہ۔ عاشق زار کی اچھی قدر کی کہ تم کیا بیچارے ہو ؎

ہمین مین نہین عاشق ہون جانی
رہے موسیٰ ہی سے لن ترانی

تمھارے عشق نے کتنون مین جھنکائے۔ زخم جگر پر تیر عشق کھائے خود ملک الموت کو رحم آیا۔ قضا تک نے ترس کھایا ؎

تہ تیغ اس صبر سے زخم کھائے
قضا بھی ٹھٹھکی مرحبا کہتے کہتے

حسن آرا۔ شہید کشتۂ ناز آپ ہی ہین۔ جن پر ہم عاشق ہوئے وہ جوان طناز آپ ہی ہین۔ آزاد گلفام آپ ہی ہین۔ عشاق مین سب سے زیادہ بدنام آپ ہی ہین۔

آزاد۔ ع۔ جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

مستم ز خم عشق تو مستم مستم
دل در طلب وصل تو بستم بستم
گو ہند مرا عاشق بدنام توئی
منکر نتوان بود کہ ہستم ہستم

حسن آرا۔ او ستمگر! او ظالم! برسون بعد صورت دکھائی اور اُلٹا ہمین سے شکوہ کرتا ہے۔ اب اپنا حال تو بتاؤ اس

جدائی مین کیسی گذری کیا کیا پیش آیا۔

آزاد۔ ہائے اس کہانی کو کہانتک بیان کرون۔ بحر طویل ہو ؎

نہ پوچھ درد اسیری کی داستان صیاد
سُنی نہ جائیگی تجھ سے مری فغان صیاد

اتنے مین آزاد نے دیکھا کہ دس برس کی ایک چھوکری آئی اور آہستہ سے حسن آرا کے کان مین کچھ کہا۔ حسن آرا نے کہا آزاد اگر اجازت دو تو ذری امان جان سے مل آؤن۔ آزاد نے دوڑ کر دوپٹے کا دامن پکڑ لیا اور کہا واللہ ہم دم بھر نہ جدا ہونے دینگے تم پہلو سے ہٹین اور مُرغ روح پھڑک کر ٹھنڈا ہو گیا۔ حسن آرا نے کہا اللہ نہ کرے تمہارے دشمنون کی یہ کیفیت ہو از برائے خدا ہمارے سامنے بدشگونی کی بات نہ زبان سے نکالا کرو اس چھوکری نے جھنجھلا کر کہا۔ ہم جا کے کہے دیتے ہین کہ ایک مردوا۔ نگوڑا دیوا انکو نہین آنے دیتا۔ حسن آرا کو تاب کہا کہ آزاد کی نسبت ایسا کلمہ کسی کی زبان سے سُنین اور خاموش ہو رہین چھوکری کو ڈانٹ بتائی اور کہا خبردار جو کبھی ایسی بات کہے گی تو تو ہی جائے گی اِسکا جگرا تو کوئی دیکھے جینے کی باتین کر لونڈیا۔ اور سنیئے ابھی سے چل نکلی ہین۔

آزاد۔ کہنے دو۔ ابھی نام خدا کم سن نوعمر ہین۔۔ اِن کے کہنے کا خیال کسے ہے مگر بڑہ کے ستم ڈھائین گی ؎

خدا تربیت نادان دراز سن تو کرے
ستم کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے

شاید آپ کی امی جان کی منہ چڑھی ہون۔ وہان جا کے جڑ ہی دین۔

حسن آرا۔ باشد پروا کسے ہے۔ ہم ہون اور آزاد ہون دنیا ہو یا نہ ہو۔ ہم کو تو بس تم سے غرض ساہے۔

خرابات جہان برباد ہو جائے تو ہو جائے
رہے ساقی سلامت خم کی خیر آباد میخانہ

آزاد۔ اس اچپلاہٹ کے صدقے۔ اس شوخی اور سج دھج کے قربان ع۔ لبھان برق بیتابانہ تیری اچپلاہٹ ہے۔

اتنے مین ایک درخت سے ہدہد نے کہا۔ حسن آرا بلبل شیراز ہے۔ آزاد نازک آواز ہے۔

حسن آرا۔ بھلا کبھی طیور ذی شعور کو بھی اس طرح کی جادو بھری تقریر کرتے سُنا تھا۔

آزاد۔ سُبحان اللہ یہ گفتگو۔ شان کبریائی ہے۔ اب آمدم برسر مطلب بعد مدت وصال نصیب ہوا۔ پھر کیا ارشاد ہوتا ہے۔ مدعائے ضروری اظہار تو کہدیا اب حکم کا منتظر ہون۔

حسن آرا۔ اب رنگ لگی گھری اپنا مطلب نہین چھوڑنے پاتا ؎

متردد ہے دل کہون نہ کہون | پوچھتے ہین وہ مدعا میرا

آزاد نظر حسرت سے دیکھکر یہ شعر پڑھتے ہوئے ہانسنے لگے ؎

رخصت اے زندان جنون زنجیر در کھڑکائے ہے
مُژدہ خار دشت اب تلوا مرا کھجلائے ہے

حسن آرا نے جھپٹ کر نہایت شوخی کے ساتھ آزاد کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کچھ خیر ہے ع۔ عاشق تو ہوئے یہ ہیرزائی نہ گئی واہ۔ بس دیکھ لیا۔ ذرا سی بات پر ایسے روٹھے۔ واہ بندہ پرور واہ۔ بس جائیے دیکھ لیا اسوقت حسن آرا کی بیقراری اور رنگ رخسار کا متغیر ہونا آزاد کو ایسا بھایا۔ کہ بے اختیار بوسہ لے لیا اور کہا جان من یہ صرف آزمایش تھی کہ دیکھین تم کو محبت ہے یا نہین۔ حسن آرا نے کہا ؎

یہ ملا امتحان جذب دل اچھا نکل آیا
ہم الزام انکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

آزاد - ہائے بوسے کاکل نے مست کر دیا - چاہ زنخدان دیکھکر دل ڈانوان ڈول ہی - دست حنائی خون رُلاتا ہی - ہر عضو بدن جان کا دشمن ہی مگر پھر بھی جان سے زیادہ عزیز ہی - میری طرف کوئی نہین میرا دل تک اُسکا ہو گیا - بس انتہا ہی - ؎

بھ عشق مشرب کی طرف ای جان جان کوئی نہین
گیسو ہین ہندو کی طرف عارض مسلمان کی طرف

آزاد نے حسن آرا کی گوری گوری گردن مین ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ دفعتاً ایک ترکی سوار نے شانہ پکڑ کر ہلایا - آزاد پاشا - آزاد پاشا جلد اُٹھیے -

آزاد - (گھبرا کر) کیون کیون خیر باشد - خیر باشد -

سوار - کوچ - جلد تیاری کیجیے - بس اب دیر نہ لگایئے -

آزاد - ہائے کیا خواب دیکھ رہا تھا - کس مزے سے حسن آرا سے باتین ہوتی تھین - اُف مار ہی ڈالا - خیر خواب مین تو جھلک دکھا دی یہی ہزار غنیمت ہی - شکر ہی کہ خواب ہی مین یکجائی ہوئی سہی - خواب مین بھی نہ بھولے - میدان جنگ مین بھی اُسی کی یاد ہی - ؎

دل سے اُس گل کی آرزو نہ گئی
روح تن سے جدا ہوئی لیکن
یہی نظرین ہمیشہ آنکی رہین
غم کے غم پی گئے مگر دل سے
ہم بغل مین ہوا تھا کس گل سے
ہر چمن مین پھرے بہ رنگ نسیم

مرتے مرتے کبھی یہ بو نہ گئی
حسرت وصل دل سے تو نہ گئی
کبھی شرم و حیا کی خو نہ گئی
خواہش ساغر و سبو نہ گئی
عطر کی پیرہن سے بو نہ گئی
لالہ رویون کی جستجو نہ گئی

اور سب خواہشین گئین صفدر
نہ گئی اُس کی آرزو نہ گئی

سوار تو کہکر چلدیا - آزاد مرزا یہان خواب کا خیال یاد کرکے رو رہے ہین - ہی ہی کس محبت اور کس بانکی ادا سے حبیب نے کہا تھا کہ ہماری ہی جھوٹی کھائے جو آگے قدم بڑھائے - ؎

لگایا ہو دل اُسکی زلف رسا سے
مرا حال سُنکر کہا کس ادا سے
رسائی اگر عرش تک میری ہی

اگر جان جائے تو جائے بلا سے
مرے یا جیے کوئی میری بلا سے
اُسی بت کا سائل ہون بہتر خدا سے

اتنے مین ایک سوار پھر آیا -

سوار - آزاد پاشا - وہان سب تیار ہو گئے - بس ایک آپ ہی کی کسر ہی -

آزاد - (چونک کر) کیا تیاری کیسی؟ کیا فوج کہین جائیگی -

سوار - ہان ہان جلد آیئے - مین چلتا ہون - ابھی آیئے -

آزاد پاشا فوراً قلعہ مین داخل ہوئے تو تخت خفیف کہ ہم دیر مین آئے مگر پھرتی کے ساتھ تیار ہو گئے - افسر کمانیر نے کہا آزاد پاشا اسوقت بڑی بڑی خبر سنی ہی - بہت عجلت کے ساتھ جاؤ سب سامان لیس ہی تمھاری نسبت یہان شور ہوا تھا کہ دریا مین ڈوب گئے مگر ایک سوار نے بیان کیا کہ باغ مین سوتے ہین - آزاد پاشا نے سرسری طور پر وزیر جنگ کا حکم سنا اور رسالے کے ساتھ چلے - ایک پاشا نے کہا یہان سے چار کوس پر غنیم نے مورچے باندھے ہین اور پہاڑون پر کئی رسالے ہین دو جانب سے گولہ برسے گا - مقابلہ مساوی نہین - آج البتہ ٹیڑھی کھیر ہی مگر ہر چہ بادا باد - ڈھائی کوس زمین طی کر کے گرد اوہی کے سوارون نے رسالے کو روک دیا اور بیان کیا کہ دو سیون کاٹ کر جرار جس مین نصف سے زیادہ کاسک ہین ایک پہاڑی پر جوق جوق جمع ہی - کئی توپ اُسکے وہان ساتھ ہین - رسد ابھی کافی طور پر نہین آئی ہی رسد کا انتظار کر کے کل یا پرسون تک آگے بڑھینگے - اس مقام پر افسرون مین باہم مشورہ ہوا -

علیقو - ہمارے نزدیک آگے بڑھنا جہالت ہی اول تو وہ

بلندی پر ہم نشیب مین۔ دوسرے اُن کی جماعت کہین زیادہ ہی تیسرے فوج قوی۔

آزاد۔ قلعے سے اور کمک آنی چاہیئے۔ ورنہ ضرور شکست پائینگے

کمیٹی کی رائے یہ قرار پائی کہ ترکی فوج غنیم کے مورچون سے ایک کوس کے فاصلے پر قیام کرے چنانچہ اس رائے کے مطابق فوراً عمل مین آیا اور سواروں کو حکم دیا گیا کہ فوراً افسر کمانیر کے پاس قلعے مین جائین۔ رسالہ کے افسر اعلیٰ نے ایک خط اُنکے نام لکھا جسکا منشا یہ تھا۔ صاحب من۔ ہمارا لشکر ایسے مقام پر ہی جہان سے روسی فوج ایک میل ہی۔ مگر اب زیادہ بڑھنے کا موقع نہین رہا اسلئے کہ سبب مین غنیم نے ایسے عمدہ مقام پر مورچہ باندھا ہی کہ اگر ہماری فوج دو چند ہو تو عہدہ برآ نہو سکے اُسکی جماعت ہماری جماعت سے کہین بڑھکے ہی ایک کوس اس طرف ہم ہٹ آئے ہین۔ فوج بھیجیے۔

سوار خط لیکر روانہ ہوا۔ اب سنئیے کہ روسیونکو جب ترکی فوج کے آنے کی خبر ہوئی تو دوربینون سے دیکھنا شروع کیا افسر نے حکم دیا کہ آدھ گھنٹے کے بعد گولہ اُتارنا شروع کردو اس آدھ گھنٹے کے عرصے مین ترکی لشکر پیچھے ہٹ گیا تھا گولہ اندازی روسیون نے شروع ہوگئی مگر دو میل تک آتے آتے گولہ ٹھنڈا ہو جاتا تھا اُسکی تیزی اور حدت باقی نہین رہتی تھی روسیون نے دیکھا کہ گولے بیکار صرف ہوتے ہین اور ترکون کا بال بھی بیکا نہین ہوتا حکم دیا کہ گولہ اندازی بالکل موقوف اس گولہ اندازی سے ترکونکا ذرا بھی نقصان نہین ہوا آدھ گھنٹے کے بعد ترکونکی فوجین کھلبلی پڑگئی

روسیون کا ایک رسالہ ایک طرف سے اور دوسرا رسالہ دوسری جانب سے آن پہونچا اور دونون طرف سے باڑہ چلنے لگی

آزاد۔ ارے! بڑا دھوکا ہوا۔

سوار۔ گرداوری کے رسالے نے ذرا اطلاع نہ دی۔

مختار پاشا۔ بھاگنا ہماری وضع کے خلاف ہی لڑینگے اور جان دینگے

اتنے مین گرداوری کے سوارون مین سے ایک سوار گھوڑے کو گٹ دوڑاتا ہوا آیا آتے ہی غل مچایا کہ بھاگو۔ یہان پر ٹھہرنا فضول ہی ہمارے ساتھ کے سب سوار مار ڈالے گئے۔

مختار پاشا۔ پھر اب کیا کیا جائے۔ بھاگنے کا تو نام نہ لو۔

سوار۔ اب بغیر بھاگے بنتی بھی تو نہین۔ بھاگین نہ تو کیا کرین۔ کیا

آزاد نے کہا مشورے کو مختصر کیجیے رہ دیکھیے وہ آدمی لٹ گئے

افسر اعلیٰ نے حکم دیا کہ گولے کا جواب دو۔ ادھر سے بھی گولہ چلنے لگا اور دائین دائین کی آواز دشت بلاخیز مین گونجنے لگی ایک گھنٹہ کامل تک طرفین سے گولا چلا۔ اس کے بعد ترکون کے پاس سامان رسد بہت کم رہ گیا۔

آزاد۔ سامان اب نہین ہی۔ پندرہ بیس منٹ سے زیادہ نہین ٹھہر سکتے۔

علیقو۔ ایک آدمی روسیون کے لشکر مین بھیجا جائے۔

مختار پاشا۔ ہائے افسوس وائے افسوس دھوکے مین مارے گئے

سوار۔ ایک دفعہ ہی دھاوا کر دیا جائے۔ ہر چہ بادا باد۔

مختار پاشا۔ اچھا دھاوا کردو۔ بجھا جائیگا۔

اب سنئیے کہ شام ہوگئی عین شام کے وقت دھاوا کیا گیا مگر روسیون نے اسقدر گولے چلائے کہ فوج آگے نہ بڑھ سکی ترسکی ہی بکمال جرأت شمشیر برہنہ لیے ورآتے گھسے جاتے تھے۔ مگر افسرون کی غلطی کے سبب سے آگے بڑھے اور بھون ڈالے گئے ایک نامہ نگار نے جو قلعہ کوہ سے کل کیفیت دیکھ رہے تھے یون لکھا ہے۔

"اس جنگ مین ترکون نے داد شجاعت دی جس کا حق ہی ترکون کو خوب معلوم تھا کہ روس کی فوج سے گولیون اور گولونکی

جھڑی لگی ہوئی ہی۔ بڑھے اور رہے مگر صرف اپنے افسر کے حکم کی تعمیل کے لیئے جان دیتے تھے۔ تیس ترکی اس لیاقت کے ساتھ سینہ سپر ہوگئے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ و ترکون نے گھس کر چار گھوڑے اور دو روسی سوارون کو مجروح کیا اور ایک آدمی کو مار ڈالا۔ (جب تک تاریخ یورپ قائم ہی تب تک ترکون کی جوانمردی یادگار رہے گی) یہ ایک غیر متعصب اور غیر کعت نامہ نگار کی رائے ہی۔

جب آزاد پاشا نے یہ کیفیت دیکھی تو افسرون سے کہا کہ اب کچھ دیر مین ہم اور آپ یا تو انواب روس کے گولون سے جان بحق تسلیم ہونگے یا گرفتار ہو جائینگے۔ اب دل کی حسرت دل ہی مین رہی جاتی ہی گرفتار ہوئے تو گویا مردہ بدست زندہ اور مقتول ہوئے تو گئے گذرے۔

اب سنئے کہ رات ہو گئی اور رات بھی وہ تیرہ و تار کہ الامان گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا۔ آزاد فوج روس مین ذرا کر گھسنے ہی کو تھے کہ ایک رسالہ روس نے عقب سے آ کر توپین لگادین اور گولہ چلنے لگا۔ اس موقع پر ادھر کی فوج بھاگی اور اس وقت قرین مصلحت بھی یہی تھا کہ میدان جنگ سے بھاگ جائیے ؎

نہ ہر جا کہ مرکب توان تاختن	کہ جاہا سپر باید انداختن

کچھ سوار اور سپاہی زخمی ہوئے اور کچھ مارے گئے کچھ بھاگ نکلے۔ آزاد پاشا بھی سب کے شریک تھے انھون نے جو گلگون صرصر تگ کو کڑکڑا یا تو ایک میدان کی طرف نکل گئے شب کا وقت اور شب بھی کیسی کہ دیجور روشنی کہین نام کو نہین مطلق معلوم نہین یا الٰہی جائین تو کہان جائین اور خوف یہ کہ مبادا روسی مار ڈالین اس وقت آزاد کی آنکھین پُرنم ہو گئین اور دل مین سوچنے لگے کہ حسن آرا سے جو اقرار کیا تھا وہ آج خاک مین ملا جاتا ہی۔ ہم تو قتل ہونگے مگر حسرت یہ ہی کہ حسن آرا بیچاری تڑپ تڑپ کے زندگی بسر کریگی۔ اور ہماری حالت زبون سے اسکو کوئی اطلاع نہ دیگا۔ کمال بیقراری مین چلے جاتے تھے کہ ایک مزدور ان کو ملا اور اس نے ترکی زبان مین ان سے یون گفتگو کی۔

مزدور۔ حضور یہان سے پڑاو کتنی دور ہی۔

آزاد۔ ہم کیا جانین پڑاو کہان ہی۔ ہم اسوقت میدان جنگ سے آتے ہین۔

مزدور۔ آپ بھی ترک ہین۔ لب و لہجہ سے تو یہی معلوم ہوتا ہی

آزاد۔ تم کون ہو۔ اور اس وقت کہان جاتے ہو۔

مزدور۔ ہم مزدور ہین گٹھری اٹھانے کے لیئے جاتے ہین۔

آزاد پاشا اس مزدور سے باتین کر ہی رہے تھے کہ دفعتہً ایک طپنچہ سر ہوا اور گولی سمند دغا پسند کے گوش چپ کے قریب ہو کر سن سے نکل گئی۔ آزاد نے جو دفعتہً فیر کی آواز سنی تو پہلے کسی قدر چونکے مگر معاً اس مزدور کا ہاتھ پکڑ لیا۔ گھوڑے سے اُترے دیکھا تو طمنچہ پاس دو تھپڑ لگائے طپنچہ چھین لیا پوچھا سچ بتا تو کون ہی۔ کہا مین روسی جاسوس ہون آزاد نے اسکو چھوڑ دیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی راہ لی۔ ؎

پنہائے جب اُس گل کو پھولون کے ہار	نزاکت سے دُہری کمر ہو گئی

نزاکت دولت خداداد ہی۔ نازک بدن معشوق کا کیا کہنا معشوق لاکھ حسین ہو اگر نازک اندام نہین تو وہ گل ہی جسمین بو نہین۔ پھول چاہے کیسا ہی خوشرنگ ہو مگر بوے خوش کے بغیر کچھ بھی نہین۔ نازکی واقعی نعمت خداداد ہی مگر ایشیا کے شعرا کا ہایان قدم سے معشوق کی نزاکت کی تعریف کی تو مبالغے

کو بھی شرما دیا۔ ایک صاحب اپنے نازک بدن معشوق کی شان میں فرماتے ہیں۔

بفرقش گل کند گر سایبانی | قدش خم گردد از بار گرانی

معقول! کیا نزاکت ہے۔ اس نازکی کے صدقے۔ سایۂ گل کے بار سے قد خمیدہ ہو جائے۔ اللہ اللہ! دوسرے صاحب یوں فرماتے ہیں ؎

بر آن نازک بدن آخر دل ما یار میگردد
کہ در پیراہنش گل از نزاکت خار میگردد

سبحان اللہ! اس نازکی کے قربان۔ اچھی نزاکت ہے کہ گل خار کی طرح کھٹکے۔ واہ۔ مہری کا کلام سنئے۔ ؎

نازکی بس کہ ترا در بدن سستا | پیرہن بار بر دوش تن ست

عریانی پسند ہے۔ جامہ تو اچھا ہے جسکا سیدھا نہ الٹا۔

تن کی عریانی سے بہتر نہیں دنیا میں لباس
یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں سیدھا الٹا

بدن کی نزاکت ہے کہ پیرہن بار دوش ہے۔ اے توبہ غلطی ہوگئی بار دوش ہی نہیں۔ بلکہ بار بر۔ اور بار تن اور بار دوش واہ واہ۔ ستم کی نازکی ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں ؎

یار نازک بدن از بند قبا می رنجد | ہمچو گلبرگ کہ از باد صبا می رنجد

اور اردو شاعر نے بھی ستم ڈھایا ہے ؎

پہنائے جب اس گل کو پھولوں کے ہار
نزاکت سے دوہری کمر ہو گئی

ہائے ری نازکی۔ اگر یہی حال ہے تو خدا ہی کمر کا حافظ ہے پھر واقعی یہی شعر حسب حال ہوگا۔ ؎

پاپنچے جبکہ اس کی نے اٹھلا کے | میں پکارا خدا کمر کو بچائے

اب فرمائیے یہ نزاکت ہے یا عارضہ ہے۔ نزاکت کی کچھ حد بھی اسکے جواب میں شعرا صرف اسقدر کہکر خاموش ہو رہیں گے کہ یہ مبالغہ ہے اور شاعری میں مبالغہ جائز ہے۔ اکذبہ احسنہ ورنہ پھر ویسے ہی شعر ہونگے جیسا یہ شعر ہے۔ ؎

دندان تو جملہ در دہان اند | چشمان تو زیر ابروان اند

اگر مبالغہ نہیں تو کلام مثل طعام بے نمک ہے۔ بجا ارشاد ہوا اور نمک جب تک زہر کے درجے کو نہ پہونچ جائے تب تک کھانا خوش ذائقہ ہی نہو۔ درست ہے۔ یار لوگوں نے اپنے مطلب کے لیے اکثر ناجائز باتوں کو جائز کرلیا ہے۔ محرروں اور متصدیوں نے قلم کی چوری جائز قرار دے لی ہے اگر کوئی متصدی قلم چرائے تو یہ داخل سرقہ نہیں ہے۔ اسی طرح شاعری میں جھوٹ بولنا عین ثواب ہے خیر۔ اس تمہید کا ماحصل یہ ہے۔

آزاد پاشا تو میدان میں یکہ و تنہا گھوڑا دوڑاتے ہوئے چلے جاتے تھے ان کا حال پھر لکھیں گے۔

اب سنئے کہ شہزادہ فرخ گہر مرزا ہمایوں فر بہادر کئی مہینے نیپال کی ترائی میں شیروں کا شکار کیا کئے۔ صید افگنی کا انکو کمال شوق تھا تین مہینے کے بعد سیر و سیاحت اور صید افگنی کرکے واپس آئے تو حسن آرا بیگم کے قصر سر فضا کے قریب اپنی دلکشا کوٹھی میں فروکش ہوئے۔ آتے ہی رفقا سے دریافت کیا کہ کہو پڑوسی کیسے ہیں کبھی کبھی ٹوہ لگاتے رہتے تھے یا نہیں نور محمد رفیق نے جو ہمراز تھے یوں عرض کیا۔

نور محمد۔ حضور خدمتگار نے بہت صحیح حال کہا تھا

شہزادہ۔ ہاں! ہم نے خوب تحقیقات کی تھی مگر سنا کہ وہ فقرہ بازی ہی تھی۔

نور محمد۔ حضور عباسی مجھے ملی تھی۔ آپ سنئے مسکرا کر کہا شہزادے بہادر شادی کا نام سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے واہ آپ آرا بیگم

روز مہتابی پر جا جا کے دیکھتی تھیں۔

شہزادہ۔ ہائے افسوس ہم کو لوگوں نے بہکا دیا۔

نور محمد۔ خداوند غلام نے تو کئی بار عرض کیا تھا مگر حضور نے ایک نہ سُنی مجبور۔ اگر حضور غلام کی التماس قبول کرتے تو اب تک شادی ہو گئی ہوتی۔

شہزادہ۔ خیر۔ پھر اب تو مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید کا نقشہ ہے

نور محمد۔ اگر حضور حکم دیویں تو عبّاسی کو جا کے بلا لاؤں

شہزادہ۔ اہو ہو ہو۔ اگر ایسا ہو تو سبحان اللہ۔ جاؤ مگر وہ آئیگی؟

نور محمد۔ خداوند وہ آئے اور اُس کا باپ آئے۔

شہزادہ۔ (مُسکرا کر) نہیں اُسکے باپ سے ہم کو کیا واسطہ ہے آپ جا کے اُسکو لے آئیں بوڑھی عورت ہے نہ۔

نور محمد۔ حضور ابھی ع۔ برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن۔

شہزادہ۔ اچھا لاؤ بھی

نور محمد نے اپنے خدمتگار کو حکم دیا کہ عبّاسی کو جا کر بلا لاؤ عبّاسی چلتی ہوئی آئیں۔ نور محمد دوسرے زینے سے عبّاسی کو مرزا ہمایون فر کے پاس لے گئے شہزادے نے دیکھا تو پھڑک گئے۔ اللہ اللہ یہ سن و سال یہ حسن و جمال؟ آئیے بی مہری صاحب کہیے مزاج شریف

عبّاسی۔ (مسکرا کر) حضور کے جان و مال کو دعا دیتے ہیں۔

شہزادہ۔ کہئے حسن آرا بیگم صاحب کا مزاج تو اچھا ہے۔

عبّاسی۔ ہاں حضور۔

شہزادہ۔ اور دوسری بہن کون ہیں اُنکا نام ہم بھول گئے

عبّاسی۔ (مسکرا کر) بجا۔ اُنکا نام تو آپ ضرور ہی بھول گئے ہونگے۔ درین چہ شک۔

شہزادہ۔ این! اِس کے کیا معنی۔

عبّاسی۔ حضور اسکے یہ معنی کہ کوٹھے پر سے دھوپ میں آئینہ دکھلائے اور گویا اگھاڑہی کرے اور لوگوں سے پوچھے کہ بڑی بہن حسین زیادہ ہیں یا چھوٹی۔

شہزادہ۔ ہمیں تو تم حسین معلوم ہوتی ہو۔ قسم خدا کی۔

عبّاسی۔ اے حضور ہم غریب آدمی۔ بھلا ہمارے حُسن کا کسکو خیال ہے۔ جیسے جنگل کے پھولوں کی خوشبو جو کسی آدمی کی ناک تک نہیں جانے پاتی۔

شہزادہ۔ ہمارے گھر پڑ جاؤ۔

عبّاسی۔ این! ایلو اور سنو اے حضور بھلا کوئی بات ہے ماشاءاللہ جانتا ہے۔ کیا مچانہ پایا ہے اور ہنسنا بولنا اسی کام بھی آتا ہے حضور

شہزادے نے عبّاسی سے چھیڑ کی تاکہ بالکل بے تکلف ہو جائیں عبّاسی نے صاف صاف بیان کر دیا کہ سپہر آرا بیگم بیشتر آپ پر جان دیتی تھیں بار بار آپ ہی کا نام لیتی تھیں۔ گھڑی گھڑی مہتابی پر جاتی تھیں۔ گھنٹوں کے بعد وہاں سے آتی تھیں۔ آپکو جھب دکھانے کے لیے خوب خوب نکھرتی تھیں۔ دن رات آپ ہی کا دم بھرتی تھیں۔ مگر جب سے آپ چلے گئے طبیعت پھر گئی شہزادے نے جیب سے پانچ اشرفیاں نکالیں اور کہا عبّاسی اگر ہمیں کسی ترکیب سے لے چلو تو پانچ اشرفیاں اور دوں۔

عبّاسی۔ اے حضور بھلا میں کیونکر لے چلوں۔

شہزادہ۔ ہم نہیں جانتے۔ ہمیں ضرور لے چلو۔ واسطے خدا کے

عبّاسی۔ اے منشی جی (نور محمد سے) ذری سمجھاؤ تو حضور کو۔ بھلا میں وہاں کیونکر لے جا سکتی ہوں۔ رئیسوں کا گھر شریفوں کی بہو بیٹیوں میں غیر مرد کا کیا کام۔

نور محمد۔ کوئی ترکیب تو سوچو۔ تم تو اللہ کی عنایت سے بڑی تیز طبیعت ہو

عبّاسی۔ اور آج تو ممکن ہی نہیں لو خوب یاد آیا۔

شہزادہ۔ یہ کیوں؟ آج کیا بات ہے؟

عباسی۔ آج مہمان آنے والے ہین۔

شہزادہ۔ (چونککر) این! مہمان! مہمان آنے والے ہین مہمان کیسے۔

عباسی۔ حضور گھبرائیں نہین کوئی مرد وا نہین ہی ایک میم صاحب ہین

شہزادہ۔ کیا دعوت کی ہی یہ ملاقات کہان سے ہو گئی۔

عباسی۔ میم صاحب نے کسی سے سُن لیا تھا کہ بیگم صاحب ٹرھی لکھی رئیس زادی ہین اُنکا بنگلہ تو سامنے ہی نہ۔

شہزادہ۔ اخاہ یہ آنے والی ہین۔ مس فرگمٹن۔ پھر کسی ترکیب سے سپہر آرا سے باتین تو کروا دو۔

عباسی۔ اچھا ایک تدبیر ہی آج باغ مین نشست ہو گی۔ باغ کی دیوارین بلند کر دی گئی ہین نہ۔ تو اب باغ کا آدمی سڑک سے نہین سو جھتا باغ ہی مین نشست ہو گی۔ حضور دہل کر کسی درخت پر بیٹھ رہین۔

شہزادہ۔ ہم گھسنے کیونکر پائین گے عباسی؟

عباسی۔ اے مین سب بندوبست کر لونگی۔

نور محمد۔ نہین یہ واہیات بات ہی۔ ہم کو پسند نہین حضور شہزادے ہین بادشاہ کی اولاد۔ وہان تنہا جانا اور درخت پر بیٹھنا اور وہان سے آنا بدنامی اور جوکھم کی بات ہی۔

شہزادہ۔ تم باغبان کو گانٹھ لو عباسی۔ بس ہم چلے چلین۔

نور محمد۔ ہان یہ بات مانی۔ کیون عباسی۔

عباسی۔ بس حضور یہی سب سے بہتر ہی۔ حضور چلین۔ باغبان کے پاس بیٹھین جھٹپٹے وقت باغبان سے کہہ کر کسی درخت پر جا بیٹھین اور سارا تماشا دیکھین۔

شہزادہ۔ جاؤ تم باغبان کو گانٹھو۔ اب وقت نہ ضایع کرو۔

عباسی۔ بہت خوب مگر حضور میرے یہان آنے کا حال نہ کسی کو معلوم ہو۔

عباسی رخصت ہوئی۔ شہزادہ ہمایون فر باغ باغ تھے کہ

بعد مدت دیدار یار نصیب ہوگا ؎

مطرب خوش نوا بگو تازہ بتازہ نو بنو	بادۂ دلکشا بجو تازہ بتازہ نو بنو
با صنمی چو لعبتی خوش بنشین بخلوتے	بوستان بکام از و تازہ بتازہ نو بنو

یہ دو شعر پڑھتا ہوا ایک شخص اُس طرف سے گذرا تو نور محمد نے کہا لیجیے حضور فال مبارک ہی ع۔ بوستان بکام از و تازہ بتازہ نو بنو۔ فتح ہی۔ فتح ہی۔ فتح ہی۔ انشاء اللہ پھر آواز آئی۔ ؎

شاہد دلربای من میکند از برای من	نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بنو

اتنے مین عباسی لنگا پھڑکاتی اور مسکراتی ہوئی آئین۔ لیجیے حضور اب میری پانچ اشرفیان اور ہوئین۔ شہزادے نے کہا بتاؤ بتاؤ فتح ہی فتح ہی۔

عباسی۔ اے حضور عباسی جس کام مین ہو اس مین فتح کہین لینے جانا ہی۔

شہزادہ۔ کیا سپہر آرا سے کہا تھا۔

عباسی۔ سنا حضور ہم سے خود باغبان نے کہا کہ بیگم صاحب ہم لوگون سے پردہ ہی نہین کرتین۔

شہزادہ۔ فتح ہی۔ بس اب مار لیا۔

عباسی۔ دو اشرفیان باغبان کو دینی پڑین گی۔

شہزادہ۔ ادہ! یہ کون بات ہی؟ ہان چلینگے کیونکر؟

عباسی۔ (مسکراکر) حضور یہ شہزادگی کے ٹھاٹھ تو وہان ہونگے نہین دھوتی پہنیے اور مرزائی پہنیے اور موٹے کپڑے کی چو قطع ٹوپی دیجئے او چادر کمر سے باندھیے اور ڈھائی تلے کا چمراودھا جوتہ پہنیے تب وہان جانے کے قابل ہو جیئے گا۔

شہزادے نے کہا ہمین سب منظور ہی۔ تم شام کو آؤ اور باغبان کو فوراً بھیج دو۔ عباسی نکلکے باغبان کو بھیجا۔ شہزادے نے

اسکو ایک اشرفی دی اور کہا چودھری جو تم سے پوچھیں کہ یہ کون ہیں تو کہنا ہمارے بھانجے۔ نام پوچھیں تو کہنا۔ ہمایون باغبان نے ہمایون کا لفظ بخوبی یاد کر لیا سلام کیا اور روانہ ہوا۔

شام کو ہمایون فر نے مالیون کی سی قطع بنائی مگر کپڑے سب سفید سے تھے جب تاریکی ہوئی تو باغبان آن کر ان کو اپنے ساتھ لے گیا۔ ہمایون فر باغ میں پہونچے تو پھڑک گئے۔ دیکھا کہ پھولوں کی روشوں کے وسط میں ایک پکا اور اونچا چبوترہ ہے اُسپر فرش مکلّف بچھا ہے نہایت قیمتی قیمتی کرسیان اُسپر چوطرفہ خوشنمائی کے ساتھ رکھی ہین بیچ مین کرسیوں پر حسن آرا بیگم اور سپہر آرا بیگم و جہان آرا بیگم اور گیتی آرا بیگم اور مس فیرنگٹن متمکن ہین۔ باغبان نے گلدستہ بنا کر مرزا ہمایون فر کو دیا اور کہا جا کے میز پر رکھدو۔ مرزا ہمایون فر نے مس فیرنگٹن کو جھک کے سلام کیا اور سپہر آرا کی کرسی کے قریب رکھدیا پھر جھک کے سلام کیا اور چبوترے کے ایک کونے مین با ادب کھڑا ہو گیا

سپہر آرا۔ ہیرا۔ یہ کون ہے۔

ہیرا۔ (باغبان) حضور غلام ہے آپکا۔ بھانجا ہے میرا۔

سپہر آرا۔ اسکیا نام ہے۔

ہیرا۔ حضور ہمایون نام ہے۔

جہان آرا۔ ایں! ہمایون فر تو نہیں نام ہے۔؟

سپہر آرا۔ اے واہ۔ ایسے ایسے سیکڑون ہوے باغبانون کو اُن پر سے قربان کر دے۔

اتنے مین مس فیرنگٹن نے کہا چلو باغ مین سیر کرین سیر کرتے کرتے مس فیرنگٹن نے ایک طرارہ بھرا تو ایک پٹری سے دوسری پٹری مین ہو رہین اور وہان سے جھپٹین تو ایک اور روش مین تھین کجا حسن آرا بیگم کی نستعلیق چال کجا فیرنگٹن کا طرارے بھرنا

حسن آرا بیگم نے کہا ہمایون ذری وہ پھول توڑ لانا۔ ہمایون مالی جھپٹے ہی تھے کہ پھول توڑ لائین کہ دفعۃً اُس نے طرارہ بھرا اور تڑ سے پھول توڑ لیا ہمایون فر اپنے دل مین سوچنے لگے کہ الّٰہ اللّٰہ ہندوستان کی نزاکت کو دیکھیے اور ان کی شوخی اور چستی کو۔ یہ دو زینے چڑھنے مین ہانپ جاتی ہین۔ طاق سے صندوقچہ اُتارنا بھی دوبھر ہو جاتا ہے وہ دو گھڑی دن رہے سے کرکٹ کھیلا کرتی ہین۔ ادھر اُچکین اُدھر ہو رہین یہ دوڑین وہ جھپٹین اور یہان یہ کیفیت ہے۔ ؎

پہنائے جو اس گل کو پھولوں کے ہار	نزاکت سے دوہری کمر ہو گئی

نزاکت کو تپ دق کے درجے پر پہونچا دیا۔ خاص مد قوق اور نازک کی ایک تعریف ہے۔

اس مین شک نہین کہ نزاکت حسن کی آگ کو ہزار درجے بھڑکا دیتی ہے مگر ہر ملکے وہر رسمے۔

مس۔ آپ کرکٹ نہین کھیلتین۔

حسن آرا۔ نہین ہم لوگون مین یہ بات معیوب ہے۔

مس۔ ہوا کھانے آپ جاتی ہین۔

حسن آرا۔ جب دس گیارہ برس کا سن تھا تب گاڑی پر سوار ہو کر جاتے تھے۔ اب نہین جا سکتے۔ ہمارے ملک مین معیوب ہے۔

مس۔ ڈل۔ گاڑی آپ ہانک لین۔

حسن آرا۔ (مسکرا کر) توبہ توبہ۔

اتنے مین جہان آرا بیگم پائینچے اُٹھائے ناز و ادا سے آئین۔ مس فیرنگٹن نے اُنکی کمر مین ہاتھ ڈالا اور کہا آئیے ہم اور آپ ناچین۔

حسن آرا۔ (دانتون کے تلے انگلی دبا کر) اے ہے کہین اب اماں جان کے سامنے نہ کہنا۔

جہان آرا۔ آپ لوگ گیند بھی کھیلتی ہین۔

مس - ہان - روز سلان وٹینس - کرکٹ - بیڈمنٹن -
سپہر آرا - ایسن الشنو بو لنے لگین -
حسن آرا - ہم لوگ ان باتون کو عیب سمجھتے ہین - عورت اور مرد مین کچھ تو فرق ہونا چاہیئے -
مس - وَل - اپنے اپنے ملک کی یہ رسم ہی -
یہ کہہ کر مس فیر ٹگلش نے گانا شروع کیا - اور تھوڑی دیر کے بعد حسن آرا اور جہان آرا کے ہاتھ مین ہاتھ دیکر ٹہلنے لگین تو دو گھنٹے کامل ٹہلا کین -
حسن آرا - (کرسی پر بیٹھکر) اوئی ہمارا تو دم ہی نکل جائے
جہان آرا - ہم تو ہانپنے لگے بہن -
سپہر آرا ایک بنچ پر بیٹھنے کو تھین کہ ہمایون مالی جھپٹ کر کرسی لے آیا -
سپہر آرا - ارے مالی - ذری خوشبودار پھول تو لے آ - ایک رومال مین باندھکر مغلانی کو دیدینا کہ ہمارے سرھانے پر رکھدے -
ہمایون مالی نے جوہی اور جبلے چنبیلی کے پھول توڑ کر مغلانی کو دیے اور کہا سپہر آرا بیگم کے سرھانے رکھدینا - انھین پھولون کے ساتھ رومال مین ایک رقعہ بھی باندھ دیا -
رقعے کا مضمون یہ تھا -

جان من ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ۔ بسا کین دولت از گفتار خیزد

اور اگر دیدار و گفتار دونون نصیب ہون تو - ع
آتش شوق تیز تر گردد

کشتۂ خنجر ناز کا اگر علاج منظور ہو تو جلا لو - ورنہ ایک بے اعتنائی دم کے دم مین عاشق خستہ جان کا کام تمام کر دیگی اور مسیحا کی مسیحائی بھی کام نہ آئے گی -
اتنے مین مس فیر ٹگلش بھی رخصت ہوئین اور جلسہ برخاست ہوا -

آزاد پاشا فرس تندخو پر سوار اس لق و دق میدان مین حیران و پریشان چلے جاتے تھے - قدم قدم پر خوف تھا کہ مبادا روسیون کی فوج مل جائے یا کسی مہیب درندے سے مقابلہ کی نوبت آئے - جائین تو کدھر جائین - اسکا فیصلہ انھون نے گھوڑے ہی کی رائے پر چھوڑ دیا - چلتے چلتے ایک مقام پر صید مصیبت ہوئے یعنی چرکسی روسی سوارون سے مڈ بھیڑ ہوئی - آزاد پاشا کا گھوڑا اس تیزی کے ساتھ جا رہا تھا کہ جب تک سوارون کے گلے پر پہونچے تب تک انکو معلوم ہی نہوا کہ کس بلا کا سامنا ہونے والا ہی - سوار آہستہ آہستہ سامنے سے آتے تھے -
آزاد پاشا پر ایک سوار نے بندوق سر کی - این ماس بلائے ناگہانی سے خدا بچائے - غور کرکے دیکھا تو روسی سوار - ایسے لاحول ولا قوۃ ! بُرے پھنسے - مگر ہمت مردانہ کے صدقے گھوڑے کو پھیر کر ایک سوار پر شمشیر خوش غلاف کا تلا ہوا ہاتھ دیا تو دھم سے پشت اودہم سے زمین پر لوٹنے لگا - اسپر روسیون نے گولی چلائی مگر خدا حافظ حقیقی ہی ہوا ٹک سنسن چھو گئی - آزاد پاشا نے سرعت سے ایک اور سوار کو زخمی کیا اور گھوڑا بڑھا کر چاہتے تھے کہ اس اور منحوس کا کام تمام کرون کہ ایک گولی سے دست چپ کی ہتھیلی کسیقدر زخمی ہوئی - شیر کی خاصیت ہی کہ چوٹ کھا کے آگ ہو جاتا ہی - ہمارے شیر دل میان آزاد نے جو چوٹ کھائی تو شعلۂ غضب بھڑک اٹھا بلا خوف و خطر کمیت خوشخرام کو آگے بڑھا کر تیسرے روسی سوارون کا ایک چشم زدن مین کام تمام کر دیا وہ کے سر خاک و خون مین غلطان تھے - تیسرے کی لاش پھڑک رہی تھی -
روسیون کے بیڑے مین گولیون کی آواز گئی اور ایک شخص نے جا کر اطلاع دی کہ ترکون کے سوارون سے مقابلہ ہو گیا تو روسیون نے اسی سوار معاً بھیجے کہ مدد دین اور اگر

ضرورت ہو تو رسالے کا رسالہ بھیج دین ۔

اس وقت اگر حسن آرا بیگم اپنے آزاد کی بسالت اور جوانمردی دیکھتین تو اور زیادہ امتحان کی منتظر نہ رہتین ۔ ایک آزاد خستہ جان اور مقابلے کے لیے اتنے جوان ۔ الامان الامان آزاد پاشا زبان حال سے یہی اشعار کہتے تھے ۔ ؎

سر تیغ من خون شیران خورد	ہمان گرز مغز دلیران خورد
چو تیغ من از کینہ آید برون	کند ہفت کشور چو دریائے خون
مرا غنندہ آید بدین داوری	کہ چشم تو آئی دجنگ آوری

آزاد پاشا نے گھوڑون کی ٹاپون کی آواز سُنی تو سمجھ گئے کہ اب زلیست محال ہی ۔ جو سوار موجود تھے وہی جان لینے کے لیے کیا کم تھے کہ یہ سوار اور کمک کے لیے آ گئے ۔

اب سنئے کہ روسی سوار ایسے چوندھیائے کہ اپنے لشکر کو ترکون کا رسالہ سمجھے اور گھوڑون کی باگ اُٹھا کر بھاگے تو پیچھے پھر کر دیکھا قسم تھا سا آزاد پاشا اس موقع کو غنیمت سمجھکر بھاگنے ہی کو تھے کہ چھ سوارون نے اِن کو گھیر لیا ۔ اُنھون نے گولی چلائی ایک سوار تڑپ سے زمین پر گرا ۔ دوسری گولی چلائی ایک اور سوار کو مجروح کیا ۔ اتنے مین کئی سوارون نے انکو گھیرا اور تلوار چلنے لگی آزاد پاشا داؤن گھات سے چوٹین لگاتے تھے اور غنیم کی چوٹین بچاتے تھے ۔ گھوڑا پھیر کر ایک منٹ مین سات آدمیون کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پشت توسن سے زمین پر گرا دیا مگر ایک کی ہوا اور تلوار تو ان پر ایک نہ پڑنے پائی لیکن اس عرصہ مین کئی گولیان کھا چکے آخرکار زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑے (الٰہی خیر کیجیو) اور بیہوش ہو گئے ۔ روسی سوار اور انکے دو افسران کے قریب آ گئے ۔

ایک افسر ۔ کیا مر گیا یا جان باقی ہی ۔

دوسرا افسر ۔ کلیجہ دھڑ دھڑ کر رہا ہی اور نبض بھی گرم ہی ۔

سوار ۔ ناک کاٹ لو ۔ فوراً ناک کاٹ لو اور چھوڑ دو ۔

دوسرا سوار ۔ جی چاہتا ہی تلوار سے ناک دونون کان کاٹ لون

افسر ۔ ہان داغی تو ضرور کرنا چاہیے ۔ ہی اسی لایق ۔

راوی ۔ ستم کا سامنا ہی ۔ آزاد بے بس اور بیکس غش مین پڑے ہین ۔ دشمن غنیم کے سوار گھیرے کھڑے ہین کوئی ناک کاٹنے کا غمناک نقوش سوچتا ہی ۔ کوئی اسکے بھی کان کاٹتا ہی ۔ وہ لوگ پھر باہم یون مکالمہ کرنے لگے ۔

"بڑا جرار آدمی ہی ۔ ایک بھگنگے کیلیے اتنے سوارون کو لانا پڑا"

"اده کچھ ٹمکاتا ہی ۔ اتنی سی جان اور اتنے جوان شاباش"

"ہمارے نزدیک اسکو زندہ چھوڑنا غلطی ہی قتل ہی کرنا مناسب ہی ۔ اس افعی کو فوراً قتل کرنا لازم ہی ورنہ بڑی بدعملی کرے گا"

"بھلا اگر اسکو بیڑے مین لے چلین تو کیسا"

"سب سے اچھا یہ رائے ہم کو سب سے زیادہ پسند ہی"

"واہ اگر مر گیا تو پھر"

"پھر اچھا ہو ۔ مر جائے گا تو کیا ہو گا"

راوی ۔ کوئی حسن آرا کے دل سے پوچھے اگر اس وقت حسن آرا بیگم آزاد کی حالت زار اور غنیم ناہنجار کی گفتگو سے واقف ہون تو زندگی وبال ہو جائے ۔ اللہ رکھی زہر کھائے زینت النسا کی جان پر بن آئے ۔ اختر النسا پھوٹ پھوٹ کے روئے ۔ ویلشیا جینے سے ہاتھ دھوئے ۔

الغرض روسیون نے ٹھان لی کہ آزاد کو اپنے لشکر مین لے جا کر قید کرین ۔ دیکھا تو خون مین ڈوبے ہوئے غش کے سبب سے حس و حرکت تک محال تھی ۔ ایک شقی القلب نے کہا ہمارے نزدیک اسقدر زحمت اُٹھانا اور اسکو لاد کر لے جانا حماقت ہی ۔ اس کے زخمون پر اور زخم لگاؤ کہ بلبلا کے دم توڑ دے ۔

"ابھی نہیں جب ذرا ہوش آئے تو اور آچرکا لگاؤ۔"

"ہاں ہوش پر سو درے۔"

"مرے ہوئے کو مارنا اور بھاگتے ہوئے کو ستانا۔ گرے ہوئے کو اور ٹھوکر لگانا دلیل شجاعت نہیں ہے۔"

"شجاعت کا بیان کیا ذکر ہے مطلب تو ایذا رسانی سے ہے۔"

"ایذا رسانی بھی انسانیت کے خلاف ہے۔"

الغرض ایک رحم دل آدمی نے ان سنگدل حضرات کو سمجھایا اور ایک بڑی ڈولی پر آزاد پاشا کو بآرام لٹا کر کیمپ میں لائے۔ ڈاکٹروں نے مرہم پٹی کی فکر کی۔ آزاد پاشا کی خبر آنا تھا کہ جرنیل کرنیل لشکر روس ان کو دیکھنے آ گئے۔ قو رات کا وقت تھا مگر ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے۔

"بڑا جیالا آدمی ہے۔ اکیلا آدمی اور اتنے آدمیوں کا مقابلہ کیا۔"

"کئی آدمی زخمی ہوئے کئی آدمیوں کو مار ڈالا۔ آدمی کیا ہے دیو ہے۔"

"زخم بھی بہت کھائے۔ خون کے فوارے بہہ رہے ہیں۔"

ڈاکٹر نے بھیڑ کو ہٹایا اور کہا کہ اس کے جسم سے کئی سیر خون نکل گیا ہے اور مارے ضعف کے قریب بہلاکت ہے۔ اگر تم سب گھیرے رہو گے تو بہت جلد عالم فانی سے کوچ کر جائیگا۔ افسروں کی صلاح قرار پائی کہ اس کا علاج عمدہ طور پر ہو۔ سپاہی آدمی ہے اور سپاہی کی قدر کرنی چاہیئے۔ چھ آدمی خدمت کے لیے مقرر ہوئے چالیس آدمیوں کا پہرہ رہا۔ چالیسوں کے پاس ہر قسم کے اسلحہ تھے۔ ڈاکٹر مقرر ہوئے۔

آزاد پاشا تمام شب بیہوشی کے عالم میں رہے۔ دن چڑھے سے پہلے صبح کو آنکھ کھلی مگر اس قدر ضعف تھا کہ اٹھ نہ سکے اور ادب ٹھیرے۔ صبح کے وقت جرنیل لشکر روس نے آزاد کو گھیرا دیکھ کر روسی سپاہی آدمی ہیں آزاد کی طرف دیکھ کر استفسار کیا۔

ایک جنرل نے جو اسی وقت وارد ہوئے تھے اس بھیڑ کو دیکھ کر سبب دریافت کیا تو اسی وقت روسی کرنیل نے یوں بیان کیا۔

کرنیل۔ گرداوری کے لیے تیس چالیس سوار باہر گئے تھے دفعۃً بندوقوں کی آواز آنے لگی ہم سمجھے کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے اتنے میں ایک گوئندے نے اطلاع دی کہ ترکوں سے اور گرداوری کے رسالے سے مقابلہ ہو گیا ہم نے اسی سوار بھیج کر کہیں اور اگر ضرورت ہو تو جنگ کا پورا سامان بھیجیں گو وہاں صرف ایک ترکی افسر سالار تھا اور اسی ایک افسر نے سب سے مقابلہ کیا اور اس جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا کہ شاید آپ نے بھی کسی جنگ میں نہ سنا ہو ہر دم ہوئے یہی کہتا تھا کہ۔

سیہ کوہ گرد باز و منم	گران سنگ را ہم ترازو منم
زتن برکنم گردن پیل را	بہم درکشم چشمۂ نیل را
ابر نکس کہ بالش بکین گرزم	لبے جامہ بادر سگا ہین نعم

خبر آئی ہے کہ آٹھ آدمی زخمی اور رسالہ کچھ تسلیم ہوئے تین گھوڑے یہاں سے گئے اور طرہ یہ کہ ہمارے رسالے کے بیس پچیس آدمی بھاگ کھڑے ہوئے۔

جنرل۔ ایک سوار کے مقابل میں بیس پچیس بھاگ کھڑے ہوئے؟

کرنیل۔ یہ شخص بڑا جیالا ہے ہم اخبار میں اس کی تعریف لکھیں گے۔

جنرل۔ مگر اس کے بچنے کی کوئی امید ہے۔

کرنیل۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ ضعف انتہا سے زیادہ ہے۔ دو چار روز تک اٹھنے کے قابل نہ ہونگے۔

جنرل۔ ڈاکٹر صاحب کو بلاؤ ہم خود زبانی گفتگو کریں گے۔

ڈاکٹر صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا ہم اس شخص کو گو یہ ترکی ہے تہ دل سے عزیز رکھتے ہیں اس نے نظیر کام انجام دیکھا۔ بڑا جری آدمی ہے جنرل صاحب کے سامنے جاکر

نے زخمون کو دھو یا مرہم لگا کر پٹیان باندھین۔ اور آزاد سے کہا کہ تم آہستہ سے گفتگو کرو۔

آزاد نے اشارے سے شکریہ ادا کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا گھبراؤ نہین تم بہت جلد اچھے ہو جاؤ گے۔

اب سُنیے کہ علیقو پاشا اور احمد پاشا اور مختار پاشا وغیرہ بعد شکست قلعہ مین واپس گئے مگر آزاد کا کہین پتا نہین لگے بیچارہ مار ڈالا گیا سب کو سخت افسوس تھا کہ ایسا زندہ دل آدمی مار ڈالا گیا یون تو شکست کا رنج ہر صغیر وکبیر کو تھا ہی مگر آزاد کے قتل کا افسوس بھی کچھ کم نہ تھا۔

علیقو۔ ستم ہو گیا۔ واللہ کمال افسوس ہے۔

احمد۔ خدا جانے کس کس سے وعدے کر کے آئے تھے۔

مختار۔ دل کی دل ہی مین رہی عشرت ہی حسرت رہگئی۔

احمد۔ ہائے ستم واللہ نظرون کے سامنے اُسکی تصویر پھر رہی ہے۔ ایک سوار نے اُسکو سیدا ان کی طرف جاتے دیکھا تھا خدا جانے پھر کیا انجام ہوا۔

افسر کمیٹی نے حکم دیا کہ دس گوشے بھیجے جائین۔

دس روز تک آزاد پاشا اچھی طرح ہل نہین سکتے تھے۔ روسیون کی طرف سے کئی آدمی ان کی خدمت کے لئے مقرر تھے اور روسیون کو ان سے ایک قسم کا اُنس ہو گیا تھا۔ آزاد پاشا کو نقاہت کے سبب سے یقین واثق تھا کہ اب زندگی محال ہے اس خیال نے ان کو بہت دلیل اور تھیوڑی مین اور بھی افسردہ کر دیا۔ آزاد شب حسن آرا کی تصویر نظر کے روبرو رہتی تھی۔ اور کبھی کبھی چونک کر آہستہ سے پکار اُٹھتے تھے (حسن آرا) اور سپہر آرا سخت آہ بھرا کرتے اور زار زار روتے تھے۔ پہلی شب ان کو ایسا ضعف تھا کہ ہوش نہ تھا دوسری شب کو بھی

غشی کی حالت مین پڑے رہے۔ مگر تیسری شب کو انکا یہ حال تھا حسن آرا کو یاد کر کے روتے تھے۔ روتے روتے آنکھ لگ گئی تو عجب طرح کا خواب دیکھا۔

کیا دیکھتے ہین کہ ایک بجرے پر حسن آرا بیگم اور سپہر آرا بیگم اور مسز اسمتھ (وینیشیا) اور اللہ رکھی اور ہم بیٹھے ہین۔ ایک طرف زینت النسا اور دوسری جانب اختر النسا ملاح کا کام کر رہی ہین اور اللہ رکھی سفید دلائی اوڑھے ہوئے کہتی ہے آزاد ع

وہ جو ہم سے تم سے قرار تھا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو اُنھون نے کہا ہمین تو تمھاری صورت تک نہین یاد ہے۔ قول کیسا اور اقرار کیسا۔

اللہ رکھی۔ یہ آئین وفاداری مین جائز نہین کہ ایک معشوق کو بغل مین لیکر بیٹھو اور ایک کو جلاؤ۔ ع

رقیبان آتش ہجرش من مہجور می سوزم
نمی سوزی تو از نزدیک من از دور می سوزم

حسن آرا۔ اوئی کیسی ڈھیٹ عورت ہے یہ ہے کون۔ ؟

اللہ رکھی۔ عاشق شیدا۔ جو تم وہ ہم۔ کوئی اور تو نہین مقرر کیا ہے آزاد نے اشارہ سے کہا خاموش رہو۔ اسپر اللہ رکھی کسیقدر ہنسی اور انگلیان مٹکا کر بولی آپ اس معاملہ مین دخل نہ دین آزاد نے انگلی سے اشارہ کیا کہ خاموش ہو رہو اور حسن آرا نے اللہ رکھی کے جلانے کی غرض سے آزاد کے گل رخسار کا بوسہ لیا تو اللہ رکھی خوب روئی اور یہ شعر زبان پر لائی۔ ع

رقیب ار دیدہ پنہان چو گیرد از لبش بوسہ
چو خط لقو بر سنگ محک پنہان نمی آید

حسن آرا۔ پنہان کیوں ہاین کیا کچھ تمہارا اجارہ ہے دھیر بوسہ لیا اللہ رکھی آبدیدہ ہو گئی۔ سپہر آرا نے کہا تم ہو کون۔ یہ رونا دھونا کیا معنی ان کو بجرے پر کیون بٹھایا تم بھی ابھی

اُتر جاؤ۔ اللہ رکھی نے یہ شعر پڑھا ؎

غموں کو بوسے دیتے ہیں کس کس کرشمے سے وہ
ہم ہیں کہ انکی بزم سے اٹھوائے جاتے ہیں

یہ کہکر اللہ رکھی دریا میں کود پڑی۔ اور معاً آزاد کی آنکھ کھل گئی تو نہ بجرا نہ معشوق زرین کمر فقط وہ اور زخم جگر۔
آزاد پاشا کو ضعف نقاہت خستہ جان پریشان حال و رنجال آشفتہ تھے مگر اس خواب نے انکو کسی قدر تسلی دی انکی تسلی کچھ ضعیف الاعتقادی کے سبب سے نہ تھی بلکہ اسکا خاص باعث یہ تھا کہ انھوں نے اُن گلبدنوں کو اپنے ارد گرد دیکھا تھا۔ جس سے وہ جامے میں پھولے نہیں سماتے تھے مگر اس خوشی کے ساتھ رنج بھی کسی قدر توام تھا اللہ رکھی کی گریہ وزاری اور بیقراری اور رشک رقابت حسن آرا سے دریا میں کود پڑنا انکے نازک دل پر نشتر کا کام کرتا تھا۔ اللہ رکھی کو انھوں نے خواب میں کسی وضع سے دیکھا تھا جس وضع سے وہ گھر کر کوٹھری سے نکلتی تھی اور نور کے تڑکے اس ناظورۂ ملک فریب کے جمال میں پر انکی نظر پڑتی تھی ؎

در تماشائے جمالِ او سراپا دیدہ ام
یک سر مو برتنم بے لذت دیدار نیست

آزاد دل میں سوچنے لگے کہ اگر میں ضعیف الاعتقاد ہوتا تو اس خواب سے جان رفتہ از سر نو بدن میں آجاتی اللہ اللہ زینت النسا او اختر النسا کے رنگین لو رعنائی ہاتھوں میں بانس ہو اور ہم بجرے پر سوار ہوں۔ ادھر اُدھر مشتاق کھڑا ہوں اللہ رکھی اور حسن آرا میں نوک جھوک ہو اور سوتیا ڈاہ سے دونوں تیکھی ہو ہو کر ایک دوسرے کو طعنے دیں جہت ہو تو پھر عیش بریں بروباغ کیوں نہ ہو ؎

چرا خوش دل نباشم چون تو شوخی ہمنشین دارم
برنگِ چرخ می ہم آفتابے بر زمین دارم

اتنے میں ڈاکٹر صاحب آئے۔

ڈاکٹر۔ آج آپ بہت خوش نظر آتے ہیں۔ کل سے افاقہ ہی

آزاد۔ جی ہاں۔ اسوقت طبیعت بشاش ہی۔

ڈاکٹر۔ شب کو درد تو نہ تھا۔

آزاد۔ اول شب کسی قدر کرب تھا مگر کوئی گیارہ بجے سے آنکھ لگی تو اب بیدار ہوا۔

ڈاکٹر۔ اب آپ البتہ چھ روز میں بالکل اچھے ہو جائینگے

آزاد۔ آپ کی نوازش۔

ڈاکٹر۔ آپ ترک ہیں۔

آزاد۔ میں ترک نہیں۔ ہندی ہوں مگر ٹرکی کے نام پر جان دیتا ہوں۔

کرنل (مسکرا کر) ہم سن رہے ہیں۔

آزاد۔ میں نہایت خوش ہوا کہ آپ سنتے تھے اور اس سے آپکو بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں راستباز آدمی ہوں کبھی اپنی خواہش اور اصل رائے کے خلاف کوئی کلمہ زبان پر نہ لاؤنگا اس میں چاہے جو ہو۔

کرنل۔ آپ پورے اور پکے سپاہی ہیں سپاہی کی یہی تعریف ہی

آزاد۔ اب تو قیدی ہوں میری کل آرزوؤں کا خون ہوا۔ اب زندگی وبال ہی اگر مقتول ہوتا تو گویا جی گیا اس زندگی پر مرگ کو ترجیح دیتا ہوں۔

کرنل۔ آپ چھوڑ دیے جائینگے مگر بعد اختتام جنگ۔

چند روز کے بعد ایک دن کرنل صاحب جو آزاد پاشا کی مزاج پرسی کے لیے آئے تو دیکھا آزاد زار زار رو رہے ہیں پوچھا وجہ۔ آج طبیعت کیسی ہی۔ آزاد نے صاف صاف بیان کر دیا کہ ایک دخت شکر لب پر جان جاتی ہی۔ ہندوستان اسی غرض سے چھوڑا تھا کہ جنگ روم میں نام کریں اور آس پارہ

عابد فریب کو عقد نکاح مین لائین گر یہ کل آرزوؤن کا خون ہو گیا

کرنل - ہم سچ کہتے ہین کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے -

آزاد - بعد اختتام جنگ رہا ہوئے تو کیا -

کرنل - رہا ہو کر سیدھے ہندوستان جاؤ اُس نازک طورہ شیرین حرکات کو عقد نکاح مین لاؤ -

آزاد - ہائے یہی تو ستم ہی وعدہ تو یہی تھا کہ سرخرو ہو کر آئینگے تو بیاہین گے -

کرنل - تمھارے حال پر ہمین افسوس آتا ہی مگر ہم تمکو رہا نہین کر سکتے -

آزاد - ہائے ع گھٹ گھٹ کے مر جاؤن یہ مرضی مرے صیاد کی ہی

کرنل - افسوس ہی! مگر جنگ دوسر دارد -

آزاد - ہائے یہ کیا سمجھے تھے کہ ایسا خراب انجام ہوگا - سُنا کرتے تھے ؎

کشور عشق است این خطہ	کز خرابی مے شود آباد تر

مگر دیکھا تو عشق کو خانمان خراب ہی پایا ایک شاعر کا قول ہی ؎

بہر درد م عشق درمان ساز شد	جذبہ اش ہر سو کمند انداز شد

مگر یہان قضیہ بالعکس ہی ہمارے درد کے لیے عشق درمان ساز ہوا حضرت تجلی فرماتے ہین ؎

عشق جان راسوے جانان رہبر ست	درمیان جزو و کل پیغمبر ست

مگر جانان تک رسائی کجا - یہان خود جان کے لالے پڑے ہین

ہمایون باغبان

ہمایون باغبان کو اپنے طالع فرخ پر ناز تھا کہ سپہر آرا بیگم کو بحجاب و برافگندہ نقاب دیکھا اور جب جہان آرا نے کہا کہ ہمایون فر تو نہین ہی اور سپہر آرا بیکسی ہو کر بولین کہ ایسا لیے باغبانون کو اُن پر سے قربان کر دون تو کمال مسرور ہوئے اور باغبان سے یون گفتگو کرنے لگے -

ہمایون - آج تمکو اسقدر انعام دونگا کہ جی خوش ہو جائیگا

باغبان - حضور ہی کی بدولت سب کچھ ملتا ہی -

ہمایون - وہ پیازی دوپٹا اوڑھے کون بیٹھی تھین -

باغبان - سپہر آرا بیگم - یہ بیگم صاحب کی چھوٹی صاحبزادی ہین -

ہمایون - کیا ہر روز باغ مین آتی ہین -

باغبان - جی ہان کسی دن ناغہ نہین ہونے پاتا - صبح و شام سیر کے لیے آتی ہین -

ہمایون - تو ہم بھی ہر روز آیا کرینگے - کچھ ہرج تو نہین ہی -

باغبان - بس اسی طرح پر آنا ہوگا - پورے ملی بنے ہوئے

اتنے مین جھروکے سے سپہر آرا نے باغبان کو آواز دی -

سپہر آرا - باغبان - مالی - مالی -

باغبان - حضور - حکم -

سپہر آرا - یہ مالی کون آیا تھا ہمایون ہمایون -

باغبان - حضور بجا بجا ہی -

سپہر آرا - اس کو نوکر رکھ لو -

ہمایون باغبان کھڑے سن رہے تھے - باغبان نے کہا حضور وہ سرکاری کا تو نمک کھاتا ہی یون بھی نوکر ہی وون بھی نوکر ہی

سپہر آرا - خوش سلیقہ آدمی ہی مگر ہمایون تو مسلمانون کا نام ہوتا ہی

باغبان - ہان حضور وہ مسلمان ہو گیا ہی -

سپہر آرا - ہان! تو بڑا فہمیدہ آدمی معلوم ہوتا ہی -

باغبان - حضور پڑھا لکھا ہی -

دوسرے دن شام کو سپہر آرا اور حسن آرا باغ مین آئین تو دیکھا چبوترے پر دو نقشے کھنچے ہوئے ہین -

سپہر آرا - یہ باجی جان شطرنج کے نقشے ہین -

حسن آرا۔ اس اماں ہیں تو شطرنج ہی کے نقشے۔
سپہر آرا۔ (مغلانی سے) یہ بنائے کس نے۔
حسن آرا۔ کل تک تو نہیں تھے۔
سپہر آرا۔ اہاہا۔ ہم سمجھ گئے باجی جان۔ یہ ہمایوں باغبان نے بنائے ہونگے۔
حسن آرا۔ ہمایوں باغبان کون ہے۔
سپہر آرا۔ وہ جوان سا باغبان ہمارے باغبان کا بھانجا نہیں تھا جسکو جہاں آرا بیگم نے ہمایوں فر بنایا تھا۔
حسن آرا۔ آہا۔ وہ۔؟
باغبان۔ ہاں حضور اُسی نے بنایا ہے۔
سپہر آرا۔ دیکھو تو باجی۔ نقشے دیکھو ذری۔

پہلا نقشہ یہ تھا۔

سیاہ بازی



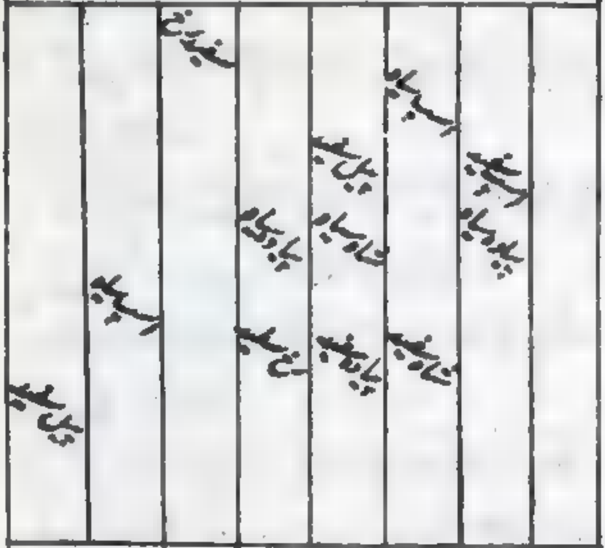
سفید بازی

سفید دو چال میں مات کرتا ہے۔

حسن آرا نے اس نقشہ کو بغور دیکھا مگر سمجھ میں نہ آیا۔ سپہر آرا کہتی جاتی تھی نہ باجی جان اگر اس نقشے کو نہ حل کیا تو ہمیں بڑا رنج ہوگا۔ حسن آرا نے کہا بس طبیعت ہی تو ہے طبیعت لڑ جائے تو اس سے اشکل نقشے نکال لیں اور نہ لڑے تو آسان سے آسان نقشہ بھی نہ حل ہو سکے مگر سوچنے دو شاید طبیعت لڑ جائے۔

دوسرا نقشہ یہ تھا

سیاہ بازی



سفید بازی

سفید بازی سیاہ بازی کو دو چال میں مات کرے۔
حسن آرا۔ بڑا ٹیڑھا میڑھا نقشہ ہے۔
سپہر آرا۔ اسکو حل نہ کیا تو کچھ نہ کیا۔
حسن آرا۔ کچھ زبردستی ہے۔
سپہر آرا۔ اے ہے اتنی بڑی شطرنج کھیلنے والی ہو اور ذری سا نقشہ حل نہ ہو سکے گا۔
حسن آرا۔ تم بھی تو کھیلتی ہو تمہیں حل کرو۔
باغبان۔ حضور اگر حکم ہو تو وہ اور نقشہ بھی بنا کے
حسن آرا۔ ذری غور کرنے دو۔

سپہر آرا۔ جب جانیں کہ حل ہی کر لو۔

حسن آرا۔ ہم سے پہلا نقشہ تو حل ہو سکےگا دوسرے کو دیکھیں

ہمایوں باغبان دل ہی دل میں ہنس رہے تھے کہ منہ مانگی مراد پائی۔ اب سپہر آرا سے گفتگو کرنے کا خوب موقع ملیگا مگر انھوں نے ٹھان لی تھی کہ کچھ دن تک رات کو صورت دکھائینگے دن کے وقت قریب نہ جائینگے ایسا نہو کہ راز کھل جائے۔

حسن آرا۔ (باغبان سے) یہ تمھارے بھلنجے کو شطرنج بازی کس نے سکھائی۔

باغبان۔ حضور اسکو شوق ہی لڑکپن سے کھیلتا ہی

حسن آرا۔ اس سے پوچھو اس نقشے کو حل کر دیگا۔

باغبان۔ کیا حضور۔

حسن آرا۔ تم نہ سمجھوگے۔ وہ ہی کہاں۔

باغبان۔ کل بلوا دونگا۔

باغبان نے کہا حضور میرا بھانجا لکھتا بھی خوب ہی اگر حکم ہو تو دکھا دوں حسن آرا نے کہا لاؤ۔ باغبان نے ایک وصلی لاکر دی اُس پر یہ اشعار نہایت ہی خوشخط لکھے تھے۔

چیستان

چیست آن نکتہ سنج لب بستہ	کہ بود زلف مشک سا بسرش
سر زلفش رسیدہ تا پایش	پلے تا زلف بستہ در کمرش
طبع مشکل پسند گر داری	می شوی بہرہ ور ز برگ و برش
تازہ نخلے نشاندہ ستید	کہ درخت کہن بود ثمرش

حسن آرا۔ یہ چیستان بوجھو بہن۔

سپہر آرا۔ یہ ہمایوں باغبان تو عجب باغبان ہی۔ شطرنج باز بھی ہی خوشنویس بھی ہی چیستان گو بھی ہی۔ مگر اس چیستان کو ہم حل کرینگے۔

حسن آرا۔ بھلا بوجھو تو۔

سپہر آرا۔ شعر پڑھو۔

حسن آرا۔ پہلا شعر یہ ہی ؎

چیست آن نکتہ سنج لب بستہ	کہ بود زلف مشک سا بسرش

سپہر آرا۔ اللہ جانتا ہی ہم بتا دینگے۔ سچا ہے کچھ کچھ۔ بیٹھیے

حسن آرا۔ بس بیٹھی رہو۔ بتا دیں گی۔

سپہر آرا۔ ایک ایک اشرفی بدتے ہیں۔

حسن آرا۔ آؤ ہاتھ پر ہاتھ مارو۔ آیئے

سپہر آرا۔ یہ حقہ ہی۔

حسن آرا۔ واہ حقہ ہی۔ کیونکر حقہ ہی۔

سپہر آرا۔ ہاں ہاں سنیئے ؎

چیست آن نکتہ سنج لب بستہ	کہ بود زلف مشک سا بسرش

نکتہ سنج بھی اور لب بستہ بھی ہی۔ حقہ بولتا ہی یا نہیں اور لب بستہ بھی ہی کسی نے کہا ہی نہ کہ۔ ع

بے جان بولتا ہی مسیحا کے ہاتھ میں

اور زلف مشک سا کیا ہی۔ دھواں۔ بسرش یعنی دھواں حقہ کے سر پر ہوتا ہی یا نہیں۔ بس اب اشرفی لائیے۔

حسن آرا۔ ہائیں! ہی تو حقہ ہی مگر ذرا ٹھہر جاؤ۔

سپہر آرا۔ بس اب ہم ایک نہ سنینگے باجی۔

حسن آرا۔ اچھا مطلب تو سمجھاؤ۔ ؎

تازہ نخلے نشاندہ ستید	کہ درخت کہن بود ثمرش

اسکا مطلب کیا ہی درخت کہن بر ثمر کیونکر ہو سکتا ہی

سپہر آرا۔ بس اب ہم نہیں جانتے

حسن آرا۔ ایں! تو مطلب تو سمجھا دو۔

سپہر آرا۔ اس شعر کو تو ہم خود ہی نہیں سمجھے باجی۔

حسن آرا۔ (مسکرا کر) اے لو اور سنو۔ پھر تم شرط کیا جیتو گی

سپہر آرا۔ اچھا جانے دیجئے ۔ تو دیجئے خیر۔

اسکے بعد باغبان نے ایک اور وصلی دی جسپر یہ شعر لکھا تھا ؎

از عاشقان صادقت ای دلستان منم	ادل کسے کہ بر تو فدا شد زجان منم

سپہر آرا۔ کیا اچھا شعر ہے۔

حسن آرا۔ ہان۔ (چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا)۔

سپہر آرا۔ باجی جان ہمین یہ شعر بہت پسند ہے۔

حسن آرا۔ کچھ اور بھی ہے اور کوئی وصلی ہے۔)۔

باغبان ۔ ہان حضور دو اور ہین۔ ایک تو یہ ہے۔

اس وصلی پر یہ شعر درج تھا۔ ؎

کوچۂ دلبر مین مین بلبل چمن مین مست ہے
ہر کوئی یان اپنے اپنے پیرہن مین مست ہے

حسن آرا۔ خواجہ صاحب کا کلام ہے۔ ؎

دور گردون ہے خداوندا کہ یہ دور شراب
دیکھتا ہون جسکو مین اس انجمن مین مست ہے

یہ اسی غزل کا شعر ہے جسکا یہ مطلع لکھا تھا۔

سپہر آرا۔ اور وہ دوسری وصلی کہان ہے۔

باغبان ۔ یہ ہے حضور

اس پر یہ اشعار لکھے تھے۔ ؎

دیکھنا مہندی ملی اس سبز گون کی انگلیان	سیم کا سارا بدن ہے اور زر کی انگلیان
سورۂ قدر آکے تربت پہ پڑھا مین جی اُٹھا	واہ کیا معجز نما ہین کیا اثر کی انگلیان
بین کی آواز دلکش اسقدر ہوتی نہین	کر رہی ہین سحر اس مطرب کی انگلیان
تو وہ ماہ مصر خوبی ہے کہ تیرے سامنے	ہون قلم یعقوب کے لخت جگر کی انگلیان
انگلیان اُسکی حنائی یاد آتی ہین مجھے	خون بھری ہین پنجۂ مژگان تر کی انگلیان
غیرت شیرین ہے تو فرہاد وہ شیرین ادا	کل شکر ہین تمام پوری شکر کی انگلیان
کیا بچا کر جان بھاگے دشمن اسکے ہاتھ سے	رکھتی ہے طاقت یہ ان شق القمر کی انگلیان
تو دکھا نہ ہوا اشارہ گر کرین تیری طرف	شمع سا جلنے لگین اہل نظر کی انگلیان
کر دیا ایسا بنا سچ دم مین قمچی تشنہ کو	چشمہ کا فیض تھین خیر البشر کی انگلیان

سپہر آرا۔ اس کا بھانجا بھی خوش مذاق معلوم ہوتا ہے۔

حسن آرا۔ (بے اعتنائی کے ساتھ) ہان ہوگا۔

سپہر آرا۔ کیا! ہوگا؟

حسن آرا۔ اب اس ذکر کو جانے دو۔

سپہر آرا۔ کیون کیون۔ کیون باجی جان۔ تمھارے چہرے کا رنگ کیون بدل گیا۔

حسن آرا۔ کل اس کا جواب دونگی۔

ہمایون باغبان کے ہوش اُڑ گئے سمجھے کہ حسن آرا نے پہچان لیا۔ اب خدا ہی خیر کرے۔ سپہر آرا نے بھولے پن کے ساتھ کہا نہین باجی جان آخر بتاؤ تو تم اس وقت خفا کیون ہو۔

حسن آرا بیگم سمجھ گیئن کہ یہ سب شہزادۂ ہمایون فر کی کارستانیان ہین۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ مرزا ہمایون فر نے حسن آرا بیگم کی چھت کی پتنگ ڈھایا تھا۔ ان سب نے ملکر لوٹا۔ تو اسپر یہ شعر لکھا تھا ؎

از عاشقان صادقت ای دلستان منم	ادل کسے کہ بر تو فدا شد زجان منم

حسن آرا کو یہ شعر یاد تھا۔ پڑھتے ہی چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا مگر سپہر آرا کچھ بھی نہ سمجھین۔

حسن آرا۔ کچھ سمجھین بھی یا نہین سمجھین۔

سپہر آرا۔ اب ہم کچھ نہ کہینگے ہزار بار پوچھ چکے بتاتی ہی نہین

حسن آرا۔ یہ مرزا ہمایون فر کی کارستانی ہے۔

سپہر آرا۔ ہین! اوئی اللہ یہ ہتھکنڈے! واہ واہ واہ۔

حسن آرا۔ ہمایون باغبان! ہو نہ اچھا نام رکھا (باغبان سے

سچ سچ بتا یہ ہمایون کون ہے۔ خبردار جو جھوٹ بولا سچ سچ کہدے
سپہر آرا۔ بھانجا ہو تیرا۔
حسن آرا۔ بتا خاموش کیون ہے۔
باغبان۔ حضور حضور۔
حسن آرا۔ کیا حضور حضور لگائی ہے بتاتا نہین ؎

از عاشقان صادقت ای دلستان منم	اول کسے کہ بر تو فدا شد زجان منم

یہ شعر اور تیرا بھانجا لکھے۔
باغبان۔ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ حضور مین مالی نہین ہون قوم کا کایتھ ہون مگر گھربار چھوڑ کر باغبانی کرنے لگا ہمارا بھانجا پڑھا لکھا ہو تو تعجب کی کونسی بات ہے۔
حسن آرا۔ چل جھوٹے سچ سچ بتا نہین اللہ جانتا ہے کھڑے کھڑے نکلوا دونگی۔
سپہر آرا اپنے دل مین سوچنے لگین کہ ہمایون فر نے بطور پھیا کیا حسن آرا سے کہا باجی جان آخر ش اس مالی بننے کی ضرورت ہی کیا تھی اب تو اُن کو خبر پہونچ ہی گئی ہے کہ نکاح ضرور ہوگا پھر اب بے صبری کیا ہے وہ بھی ہمین کوئی جلد باز آدمی معلوم ہوتے ہین۔ ایک دفعہ دھوکا دیکر گلے مل گئے ابکی باغبان بنکے آئے
جہان آرا۔ ای ہے بہن ہم نے اُس روز مارے گرمی کے دوپٹا بھی اُتار رکھا تھا۔ اللہ گواہ ہے سزا دینے کے قابل آدمی ہے عقل کسی کے معنی نہین گرہستون مین مالی یا چمار بن سکے جنسے۔ مگر ہیرا نکال دینے کے لائق ہے۔ اسکو کچھ چٹایا ہوگا جیسا ہی چسل گیا مگر نمکحرام ہے۔
حسن آرا اور جہان آرا باغبان کے خلاف تھین مگر سپہر آرا خوش تھین کہ ہمایون فر یہان تک آئے تو۔ دعا مانگتی تھین کہ خداوندا کہین ترکا ہو تو ہم ہیرا باغبان سے سب حال دریافت کرین

باغبان کے ہوش اُڑ گئے حسن آرا نے قسم کھائی کہ اگر شام کو ہمایون باغبان نہ آیا تو ہم موقوف کر دین گے
باغبان نے کہا حضور مالک ہین مگر بیس برس سے اس سرکار کا نمکخوار ہون کوئی قصور غلام سے سرزد نہین ہوا۔ باغ کو ایسا آراستہ کیا کہ میرا ہی دل جانتا ہے صبح سے شام تک محنت کرتا ہون اور میرا بھانجا تو کل ضرور حاضر ہوگا۔
جہان آرا۔ اس مین فرق پڑے گا تو تو جانے گا۔
باغبان۔ ایسی بات ہے بیگم صاحب۔
جہان آرا۔ اور اگر قصور ہوا ہے تو سچ سچ کہدے معاف کر دین
باغبان۔ قصور تو ہر حال مین معاف ہو جائے گا۔
حسن آرا۔ کہین اس بھروسے بھی نہ رہنا۔
باغبان۔ تو حضور جب کوئی قصور ثابت بھی ہو۔
اتنے مین کسی نے بڑی بیگم سے جا کے جڑ دی کہ حسن آرا بیگم ہیلر باغبان پر خفا ہو رہی ہین پوچھا خطا۔ کہا یہ ہمکو نہین معلوم مغلانی سے کہا ذرا جا کر دیکھو تو کیا ماجرا ہے ہیلر پر حسن آرا کیون خفا ہوتی ہین مغلانی نے آن کر پوچھا حضور خیر ہے بڑی بیگم صاحب دریافت کرتی ہین کہ ہیلر سے کون خطا سرزد ہوئی حسن آرا کہین تو کیا کہین۔ سپہر آرا بولین کچھ نہین کہدو ہم آن کے بتا دینگے۔ مغلانی کو یون ٹالا۔ اور آپس مین مشورہ کرنے لگین
جہان آرا۔ کہہ دینا کہ باغبان کی شرارت ہے
سپہر آرا۔ نہین باجی اس سے کیا مطلب۔
حسن آرا۔ پھر آخر کہین گے کیا۔
سپہر آرا۔ آپ کچھ نہ کہین ہم سمجھ لینگے اپنے۔
حسن آرا۔ اچھا تم کو اختیار ہے مگر کہین گھبرا کے کہہ نہ دینا کہ ہمایون فر باغبان ہے۔

جہان آرا۔ آخر کہنے مین کیا عیب ہی۔

حُسن آرا نہین بہن یہ سچ ہی کہ ؎

تو پاک باش برادر مدار از کس باک ۔ زنند جامۂ ناپاک گازران بر سنگ

جب دل صاف ہی تو پھر کسی کا خوف کیا۔

سپہر آرا۔ ہمایون فر بیچارے کا نام لینے سے فائدہ کوئی نام رکھے گا کوئی بھلا بُرا کہے گا اور شہزادے ہین۔

جہان آرا۔ ہر ہی کچھ کھٹکا نا ہو اُنکا نام تجھے جلے مہ ہی بیٹھے ہوئے ہو

سپہر آرا۔ واہ بہن سوا اس وہی بدگمانی کے اور دوسری بات نہین

جہان آرا۔ اب مجھ سے کیون چھپاتی ہو مین تو سب سن چکی ہون

الغرض حسن آرا اور سپہر آرا اور جہان آرا نے آرام کیا اور باغبان خوف سے کانپنے لگا ہمایون فر نے کہا تم گھبراؤ نہین ہم سمجھ لین گے اندیشے کا مقام نہین یہ کہکر ہمایون فر چپکے سے چلے گئے

دوسرے روز شہزادۂ بلند ارادہ مرزا ہمایون فر بہادر نے باغبان کو بلوایا اور کہا آج پھر ہم کو لے چلو۔

باغبان۔ لے چلنے مین تو غلام کو عذر نہین مگر کل آپ دیکھ ہی چکے۔

ہمایون۔ تم کو خوف کیا ہی۔

باغبان۔ حضور غریب آدمی ہین۔

ہمایون۔ پھر وہ موقوف کردین تو ہم نوکر رکھ لین گے

باغبان حضور مین نوکری کو نہین ڈرتا عزت کو ڈرتا ہون

ہمایون۔ واہ کیا مہینا پاتے ہو۔

باغبان۔ حضور چھ روپیہ ملتے ہین۔

ہمایون۔ آج سے چھ روپیہ ہماری سرکار سے تمھاری زندگی بھر ملا کرینگے۔

باغبان۔ (سلام کر کے) حضور کیا کہنا خدا دندگا مگر میری اپنی عزت کو بہت ڈرتا ہون۔

ہمایون۔ آج ہم کو چلنے دو ہمارے آنے کے بعد کچھ اور تو نہین کہتی تھین۔

باغبان۔ آپسمین کچھ باتین کرتی تھین مین سن نہین سکا لیجیے اب شام کو مین آؤن گا اور اپنے ساتھ ہی حضور کو لے جاؤنگا

ہمایون۔ بہتر تم ڈرو نہین۔ ڈرنے کی بات نہین ہی۔

باغبان سلام کر کے روانہ ہوا۔ ہمایون فر نے یہ تین شعر ایک پرچے پر لکھے۔ ؎

برخانۂ فضل تست تصحیح ۔ گر نسخۂ فضل ما سقیم ست

چشم ہوس مریض عصیان ۔ ہر نسخہ رافت حکیم است

در طاعت گرچہ ما مُلیم ۔ غم نیست کہ کار با کریم ست

پھر ایک اور پرچے پر یہ اشعار لکھے۔ ؎

ای خدا خواہم دل دیوانۂ ۔ ہائے ہائے گریہ گرستانۂ

سینۂ از نالۂ رشکِ شعلہ زار ۔ خوشۂ آہے پر از تخم شرار

تا چو برق از سوز دل خندان شوم ۔ در ہوائے خویش بال افشان شوم

از جنون جان و دلم را برفروز ۔ تا شب ہجرم شود در عشق روز

تیر آہم را اجابت شد ہدف ۔ دامن پاکِ جنون آمد بکف

سایۂ مجنون گذشت ناگہ بر سرم ۔ خرم و خندان در آمد از درم

کفر و ایمان در رہش کردم نثار ۔ گفتمش از روئے عجز و انکسار

خیر مقدم ای جنون نیک فال ۔ ای تو ام خیر نیستان خیال

ایک پرچہ پر لکھا تھا ؎

من تا بہ سر من ترا ہر لیکن چہ کنم دل را ۔ با طائفۂ خوبان در دیدہ وسے دارد

یہ سب پرچے شہزادے ہمایون نے اپنے پاس رکھا اور دعا مانگنے لگے کہ خدایا شام ہو۔ یا خدا جلد آفتاب غروب ہو یا خدا کہین شام ہو۔ بار بار کمرے کے باہر جاتے تھے۔ بار بار گھڑی کی طرف

دیکھتے تھے۔ سوچے کلاؤ ذرا سو رہین پھر سمجھا جائے گا۔ سونے مین وقت بھی نہ معلوم ہوگا اور بیقراری بھی کم ہو جائیگی۔ لیٹے مگر بڑی دیر تک نیند نہ آئی۔ اتنے مین دوپہر کی توپ دغی میرزا ہمایون فر کھانا کھانے کے بعد کسی قدر آرام کرنے کے عادی تھے۔ ایک کے عمل مین نیند آئی۔ خدمتگار کو حکم دیا کہ ہمکو بہت جلد جگا دینا جب تین بجے تو اس خدمتگار نے دوسرے خدمتگار سے کہا کہ سرکار نے حکم دیا تھا کہ جلد جگا دینا۔ اب جگا دو دونون مین گفتگو ہونے لگی۔

"نہ نہ کہین ایسا کام نہ کرنا جگانا وگانا نہین"

"کیون نہ جگانا کیا معنی۔ ارے میان تین بج گئے"

"وہ تین بجین یا چار بجین اس سے تمھین کیا مطلب ہے"

"آخر جگانے کیون نہین دیتے۔"

"بھیا یہان کچھ اور ہی معاملہ ہو تم کچھ سمجھتے تو ہو نہین بیکار ٹائین ٹائین لگائی ہو۔"

"اجی ان کو شام تک نہ جگاؤ"

"یہ کیا بات ہو بھی۔ اسکے کیا معنی۔ بتاؤ تو ہمین یہ بھید"

"اسکے یہ معنی کہ سرکار کا کسی پر دل آیا ہو شام کا وعدہ ہو شام کو ملاقات ہوگی۔ تڑکے سے ایک ہزار بار تو وقت پوچھ چکے قسم اپنے ایمان کی اور خدا جھوٹ نہ بلائے تو کوئی دس ہزار مرتبہ کلاک گھڑی اور اندر کے کمرے والی گھڑی دیکھ چکے اور کوئی دو لاکھ دفعہ دروازہ کھول کے وقت دیکھ چکے کہ کہین شام ہو تو جائین۔ اس وقت ذرا آنکھ لگ گئی ہو۔ سونے دو ابھی سے جاگین گے تو پھر بار بار وقت دریافت کرینگے۔"

اب سُنیے کہ سپہر آرا بیگم تمام رات سوچا کین کہ یا خدا مین کس سے پوچھون کہ یہ ہمایون کون ہو۔ گو رات کا وقت تھا مگر شکل صورت سے رئیس معلوم ہوتا تھا۔ آدمی خوشرو ہو اور قد و قامت ہمایون فر کے برابر ہو سوچتے سوچتے یہ تدبیر سوچی کہ باغبان سے دریافت کرین صبح کو پردہ کرا کے باغ مین تنہا ٹہلنے لگین باغبان کو بلایا اور یون کہا۔

سپہر آرا۔ ہیرا یہ کل گلدستہ کس نے پیش کیا تھا۔

باغبان۔ حضور کہا نہ کہ بھانجا ہو میرا۔

سپہر آرا۔ چل جھوٹے۔

باغبان۔ حضور آنکھون کی قسم کھاتا ہون۔

سپہر آرا۔ تیرا بھانجا اور پڑھا لکھا۔ بس بیٹھ بھی۔

سپہر آرا نے باغبان کو ڈانٹنا شروع کیا۔ ہیرا بیچارہ کانپ رہا تھا کہ اب آج اپنے بھانجے کو کیونکر لاؤن۔ ہمایون فر نے چاٹ ایسی دی تھی کہ ہیرا ان کا دم بھرتا تھا۔ ایک اشرفی پائی اور چھ روپیہ مہینا عمر بھر کے لیے مقرر ہو گیا۔ سپہر آرا چاہتی تھی کہ ہیرا صاف صاف بتا دے کہ ہمایون فر ہی آئے تھے تو انعام بھی دے اور بچا بھی لے۔ ہیرا کو کیا معلوم تھا کہ سپہر آرا بیگم کی یہ خواہش یہ ہے۔

ہیرا۔ ناحق اپنے بھانجے کو بلایا۔

سپہر آرا۔ کچھ دوانہ ہوا ہو بڈھے۔ بھانجے کو بلایا؟ ہو نہ تیرا بھانجا اور اسقدر خوش سلیقہ۔

ہیرا۔ اب مین کیا کہون۔

سپہر آرا۔ سے گا کیا تیرا بھانجا اور ایسا حسین ہو۔

ہیرا۔ اچھا بیگم صاحب پھر اگر میرا بھانجا ہو تو ناک کٹوا ڈالون

سپہر آرا۔ صاف صاف بتا دے ہیرا۔ بی مغلانی اس موئے کو ذری سمجھا تو مغلانی نے ہیرا کو علحدہ لے جا کر سمجھانا شروع کیا۔ تجھکو کیا ہو تو کہہ کیون نہین دیتا۔ آخرش معلوم تو ہو کہ تھا کون۔ اگر سچ سچ

بتادے تو انعام دلوا دون یہ سامنے والے تھے نہ شہزادے باغبان کا رنگ تغیر ہو گیا۔ افوہ۔ یہان تو سب تاڑ گئے اب مفر محال ہی۔ مگر خیر ہمایون فر تو چہ روپیہ دیے جائینگے باغبان کو اس امر کا بہت خیال تھا کہ کہین بدنام نہو جاؤن۔ بوڑھا آدمی ہون اس بڑھوتی مین کلنگ کا ٹیکا لگے کہین کا نہ رہون۔

مغلانی۔ سارے بتادے۔ جو ہمایون فر آئے ہون تو سپہر آرا بیگم خوش ہو جائین ان کا اُن پہ اور اُن کا ان پر دل آیا ہی۔

ہیرا۔ مجھ اسی برس کے بوڑھے کو تم بناتی ہو۔

مغلانی۔ جناب امیر کی قسم جھوٹ نہین کہتی۔

ہیرا۔ ہان آئے تو وہی تھے۔

مغلانی۔ حضور ذرا اِدھر آئیے اسنے انعام کے قابل کام کیا ہی۔

سپہر آرا۔ (ہنسکر) ای واہ ہی۔

مغلانی۔ حضور انعام دلوائین۔

سپہر آرا۔ چہ خوش چرا نباشد۔

مغلانی۔ اب اس کی سند نہین۔

سپہر آرا۔ ای تو کس بات کا انعام۔ کچھ سٹرن ہی۔ واہ واہ۔

مغلانی۔ اب جو کچھ کہنا ہو کہہ دیجیے نہین کوئی آجائیگا۔

سپہر آرا۔ آج جب وہ آئین تو یہ کاغذ دیدینا۔

اس کاغذ پر یہ اشعار لکھے تھے۔ ؎

چو رنگین بود جوش خلوتِ ناز و نیاز امشب
تو میکردی عتاب از ناز و من تعبیر میگفتم
تو خندان ہمچو گل من غنچہ سان دلتنگ غم بودم
نواز بیداد من از نالۂ دستگیر مے گفتم
فلک خاکِ ترا خشتِ خم من ساخت اے واعظ
ترا تدبیر مے گفتی من از تقدیر می گفتم

مزاج نازکِ او برنمی تابد غوغا را
سخن در محفلش گر از لبِ تصویر می گفتم
چو شمع از سوزِ دل مے سوختم من تا سحر گویا
گہے از اشک و گہ از آہ بے تاثیر می گفتم

کہا جب وہ آئین تو یہ کاغذ دینا۔

راوی۔ اگر حسن آرا بیگم لکھتین تو وہ برجستہ اور عاشقانہ اشعار ہوتے کہ ہمایون فر بھی پھڑک جاتے مگر سپہر آرا بیگم نے بھی بڑی جستجو اور تلاش کے بعد یہ اشعار لکھے تھے۔

اتفاق سے حُسن آرا بیگم بھی ٹہلتی ہوئی آگئین۔

حُسن آرا۔ سپہر آرا۔ دیکھو ہم نے شعر اس دفتی کے کونے پر لکھا ہی ہیرا سے کہہ جس وقت وہ آئین یہ دفتی دکھا دے۔

سپہر آرا۔ ای تو باجی۔ جب ہمایون فر ہون بھی۔

حُسن آرا۔ کتنی سادی ہو۔ جب ہون بھی۔ جب ہون بھی (منہ چڑھا کر)۔

سپہر آرا۔ اچھا ہمایون فر ہی سہی۔ بس۔ ہان شعر تو سناؤ۔

حُسن آرا۔ جب ہون بھی۔ جب ہون بھی۔

سپہر آرا۔ شعر سناؤ باجی۔ بس اب منہ چڑھا چکین۔

حسن آرا۔ ہم نے یہ لکھا ہی۔ ؎

اسیرِ حرص و شہوت ہر کہ شد ناکام می باشد
درین آتش کسے گر پختہ باشد خام می باشد

سپہر آرا۔ اس سے مطلب۔

حُسن آرا۔ تم کیا جانو اس سے کیا مطلب ہی۔

حُسن آرا بیگم نے باغبان کو حکم دیا کہ جیسے ہی وہ آمین اُن کو یہ کاغذ دیدینا۔ ہیرا نے جھک کر سلام کیا اور کاغذ لے لیا شام کو ہیرا باغبان ہمایون باغبان کے مکان پر گئے۔

ہمایون۔ آگئے۔ اچھا ٹھہرو۔ آج بہت سوئے۔

ہیرا۔ ہان حضور آواز بھی بھاری ہی۔

ہمایون۔ اِن لوگون نے جگایا ہی نہین۔

خدمتگار۔ حضور جگایا تو تھا۔ مگر حضور نے نیند مین فرمایا کہ سونے دو۔

ہمایون۔ ہمین نہین یاد ہی۔

باغبان۔ (تخلیے مین) خداوند بہت خفا ہوئین کہ یہ کون تھا اور کہا ہی کہ ہم موقوف کر دینگے۔

ہمایون سادہ اس سے تم کو کیا واسطہ۔

باغبان۔ حضور مجھے آدھ سیر آٹے سے مطلب کوئی کچھ نہین

ہمایون۔ ہمین چلنے تو دو

باغبان۔ حضور آج چلئے تو سہی دیکھیے تو کیا ہوتا ہی۔

ہمایون۔ اجی تجھا جائے گا ہمین کوئی کیا سکھائیگا

باغبان۔ آپ جانین اور وہ جانین۔ غلام جیسا حضور کا نوکر ویسا بیگم صاحب کا نوکر۔

چھٹے وقت ہمایون باغبان ہیرا باغبان کے ہمراہ گئے سپہر آرا بیگم نکھر کر منتظر تھین کہ ہمایون فرآئین تو دیکھین سکین۔ آب رواں کا باریک دوپٹا عطر مونتیے سے بسا ہوا تھا اتنے مین ایک مغلانی نے کہا۔ لیجیے آگئے۔ ہیرا نے پہلے وہ شعر دکھایا جو حسن آرا بیگم نے لکھا تھا پڑھکر ہمایون باغبان ہنسے پھر وہ اشعار پڑھے جو سپہر آرا بیگم نے لکھے۔ اور بھی خوش ہوئے

حسن آرا۔ ہیرا ذری یہان آؤ۔

ہیرا۔ حاضر ہون حضور (ہاتھ جوڑ کر) حکم۔

حسن آرا۔ تمہارا بھانجا آیا۔

ہیرا۔ حاضر ہی حضور۔ وہان بیٹھا ہی۔

حسن آرا۔ بلاؤ۔

باغبان۔ (ہمایون کو بلا لایا)

ہمایون نے آداب عرض کیا اور گردن جھکالی۔

حسن آرا۔ تمہارا کیا نام ہی جی۔

ہمایون۔ ہمایون۔

حسن آرا۔ ہمایون ہ کیون صاحب ہمایون نام ہی۔ مکان کہان ہی۔

ہمایون۔ کہان عرض کرون۔

گھر بار سے کیا فقیر کو کام		کیا لیجیے چھوڑے گانون کا نام

حسن آرا۔ آہاہ یہ بھی شاعر بھی ہی خیر سے۔ کیا شعر بھی کہتے ہو

ہمایون۔ حضور کچھ بک لیتا ہون۔

حسن آرا۔ کچھ سناؤ۔

ہمایون۔ اگر اجازت ہو تو زمین پر بیٹھ جاؤن۔

سپہر آرا۔ بڑے گستاخ ہو تم۔

حسن آرا۔ اچھا مونڈھا لو۔ اور وہین چبوترے کے نیچے بیٹھو۔ کہین نوکر ہو۔

ہمایون۔ جی ہان حضور نوکر ہون۔ آج کل شہزادہ ہمایون فر کی ہمشیرکے ہان نوکر ہون۔

اس فقرے پر حسن آرا اور سپہر آرا مسکرانے لگین جہان آرا بیگم اور گیتی آرا بیگم اس فقرے کا مطلب نہین سمجھین۔ مگر ہمایون فر نے کہی خوب۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ شہزادہ ہمایون فر حسن آرا اور سپہر آرا سے عورت بنکر ایک بار گلے مل آئے تھے۔

اتنے مین بڑی بیگم آگئین۔ ہمایون فر مارے خوف کے بھاگ گئے تو انکی جیب سے یہ خط گر پڑا باغبان نے اُٹھا لیا اور حسن آرا کو دیدیا۔

نقل نامۂ خاتم الشعرا سحبان الانام حسان العجم مولانا ساسان
ششم ابوالقاسم مولوی محمد فضل الرب صاحب عرشی لازال ظلہ
ممدوداً علی مفارق الانام بنام فخر الدولہ نواب علاء الدین احمد خان
بہادر رستم جنگ فرمانروائے لوہارو۔

فرخ گہرا۔ خود را فرایاد خاطر خطیر گرامی بندگان نہادن غونابۂ
درون را بآتش افشانی پنہانی دوزخ از رہگذر دیدہ بیرون نہ
نرادین را شگرف ردیداد لیست ضمیر آلائے و برعجب گذشتست
خستگی انداے شرارے کہ در دل نہفتہ دارم نہ آن مایۂ آتشخیز ست
کہ بہ شورابۂ نگارش شستن توانم و ہنگامۂ نوی کر بہ شگرف کاری
روزگار بجادوئے فکر برانگیختہ ام نتوانم کہ بافسون خوانی زنگ
فرخار فرو نشانم۔ انجگر لخت لختگیہائے خستگی رہگذر و داغہائے تازہ
کہ در سینہ دارم بر بتابم کہ از رخش کلک فرو ریزم و شعلہائے کہ
از عقل ناطقہ بصاعقہ ابلوہی اندوہ آتش خیز اندیبارم کہ
ایوان سرائے ورق برافروزم از گداختگی دل و جگر خراشی کوہش
سرمایۂ اندیشہ آزند خون ہست و زبان بہ دشنہ صلائے دور باش
از قفا بیرون و ہنگامہ آرائی گفتار کہ وابستہ بہ توانا دل درون
آسائے نہاد ست آن خود از بے برگی دامن کش دست بایہ ہنگام
داد ست۔ عزد حیرتم کہ گوناگون اندیشہ ہا نما ہائے صد رنگ
در پردہ دانشگری و اندو رنگا رنگ رمز ہا در جلوہ فروشی ساز
فغان در زخمۂ سر انگشتانئے بتان سنجمغز نگرمی جفائے آرزو
ہوس ہست کہ مرا بدین روز سیاہ نشانیدہ خون گشتہ آرزوہا را
دستایہ ناز نامۂ قلم ورزادہ گل لالہ ہا عذار نگ خیال بہ معنی آویز
و زود رسی سخنوران می نامد جشگاہ دیبا و اطلس با قان سنگہ گلیم
موسوی بر سرکشیدہ بلند معنی از سوزن نو کمین دلق می دوزم
و از رشتہائے ایزدی الہام صد رقعہ پیوند میدہم باین ہنگ پینہ پوشی کہ
و پلاس نشینی کہ از بخت خویش دارم پرنیان پوشان کی تواننہ کہ
ہمچو منی ننگ آفریدہ را بر بساط خود جا دہند و آتشم از آزمندی
بی سود فرو نشانند مرا بہ سفرۂ ہم کاسہ خود گردانند جعل او را بش
در طبایع ارباب را دلبسان موج بر آب پیچیدہ است و از طینت
تنگ چشمان و سبز رنگ ملائیت از سنگ سیدہ طبع کریم کہ
ایزدی نواز شہا را گنجینہ ایست بیش آرزو و بسی وابہا از فرط
نزاکت زبان سائل را از نوک دشنہ گدیہ میدہد و فطرت لئیم
انا شتلم جلوہ نمائی خشونت اندر بالیست سپاس نہ باشد خانم
از تیرہ روزئے کہ دارم چراغ زیر دامنم و آفتاب در کف
بی فروغ و این خود بربان کوری ست کہ آئینہ دار خویش تنم
خستگیم را چہ چارہ۔ نمک گریہ برین زخمہا میریزم و در رہگذر رسید
خس و خار اندیشۂ ناقبولی می نگرم۔ قطعہ۔ چشم خواب آلودہ
کلفت خانۂ در بستہ است ÷ سیل گر غافل شود آتش در ریزد بنیاد درخت
در ہمہ آئینہ دار گوہر راز دل ست ÷ یک کف خاکش کن دور
رہگذار باد ریز ÷ زندگی بیداری ست ایثار جان پاک کن ÷
صورت مرگ است رنگ خواب بر اجسا دریز ÷ رنگہا در پردۂ
تحریک مژگان خفتہ است ÷ ہر چہ میخواہد دولت زین خانہ بہر او
ریز ÷ مدعا اینست کز معنی نظر غافل مباش ÷ بہ اثرہائے
تماشا ہر چہ باد ابا دریز ÷ بیتابی تفہیم کہ لطمۂ خود سید او بخت
نارسا ست نہ آن مایہ پردہ کشائے آتشخیزی رقت بذوق نغمہ سنجی
ہنگامہ تمام سرود رہ و نہ آن قدر آرزوہ ووہی خامگی خواران
آن انجمن دارم کہ بگردش ایاغ خانۂ سر گرانم توان کرد سیمیناتی
در آستین دارم و ناقوسی بر لب سمندری در چشم دارم و طوفان بغل
طوفے در گلو دارم و بندے برپا۔ چہ گویم کہ درین سفر جگر بہ عزم
وادی دون رخت بکدام کشور افگندہ ام و دیدۂ امید بالتفات کدام

خواجہ دوختہ دارم۔ در بازداں این ظلم و آنچنان لشکر گانہ نوازش باس نپیوست کہ یکسر رنگ اندوہ سفر از آئینہ خاطر زدودہ شد

رباعی

ساقی بنور بادہ برافروز جام ما | مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما

دس روز تک میاں آزاد فرخ نہاد ایسی مصیبت میں رہے کہ الاماں۔ دل میں رنج و حرماں۔ آنکھیں خونچکاں سینہ بریاں۔ آزاد کو یقین کامل تھا کہ اس زندان بلا سے چھٹکارا محال ہے۔ اول تو جان کے لالے پڑے تھے۔ بات کرنا تک دوبھر تھا تقلیل غذا اور حسرت و ناکامی اور روز روز کے غم مفارقت جانان نے اور بھی ضعیف کر دیا۔ بہت گھٹ گئے سوچتے تھے کہ اگر اس بیماری سے بچ بھی گئے تو نتیجہ کیا ہوگا اختتام جنگ تک قید سے نجات نہ ملیگی اور بعد جنگ رہا ہوئے تو کیا ان خیالات نے آزاد کو خون رُلایا مگر اُنکی وہاں سُنتا کون تھا۔ دن رات مصروف گریہ و زاری رہتے تھے۔ مگر ردیوں کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی تھی۔ ؎

باغباں بیدرد ہے گل بیوفا گلچیں رقیب
کون سنتا ہے چمن میں نالہائے عندلیب

ڈاکٹر البتہ ان کا سچا اور پکا دوست تھا اور رو کر بھی ان کی محبت کا دم بھرتا تھا۔ بھائیوں کی طرح ہمدردی کرتا تھا مگر ایسا ایک بھی ان کو نظر نہ آیا جو رہائی کی فکر کرتا۔ دن رات یہی خیال رہتا تھا۔ ؎

پروانہ میں نہیں ہوں کہ دم بھر میں جل بجھوں
گھُلتا ہوں مثل شمع برابر تمام رات

دسویں روز ڈاکٹر کی عنایت اور توجہ سے اس قابل ہوئے کہ دس بارہ منٹ ٹہلیں چہل قدمی کریں۔ گیارھویں روز ڈاکٹر نے طاقت عود کرنے کی دوا دی اور کہا اب آپ اچھے ہیں۔ صرف نقاہت ہے اور نقاہت چٹکیوں میں جاتی رہیگی۔ آزاد نے دست بستہ عرض کیا کہ میں آپکا کمال مشکور و ممنون ہوں۔ ترکوں کے لشکر میں بھی میرا اسی ہمدردی سے علاج ہوتا مگر میں اُنسے زیادہ نقیہ ہوں۔ بات بھی کرتا ہوں تو ٹھہر ٹھہر کے۔ ڈاکٹر نے دلاسا دیا اور کہا اب آپ مطلق نہ گھبرائیں۔ دو ہی چار روز میں ضعف دور ہو جائیگا۔ ڈاکٹر صاحب اپنے سامنے دوا پلا کر رخصت ہوئے اور آزاد کمال رنج و غم میں چھپر کھٹ پر لیٹے تو آنکھ لگ گئی۔ عالم رویا میں تصور جانان نے ان کو وہی چاند سا مکھڑا دکھایا جس پر انکی جان جاتی تھی۔ ؎

دکھلائے اُسنے دست حنائی تمام رات
مہندی سے دل میں آگ لگائی تمام رات
دل میں جگر میں سینہ میں پہلو میں آپ نے
بجلی کہاں کہاں نہ گرائی تمام رات

دیکھتے کیا ہیں کہ حسن آرا بیگم ایک نازک اور ریشم بسا پلنگڑی پر بصد ناز دلربائی متمکن ہیں اور مشاطۂ چابک دست سلیقہ شعار کے ہاتھ سے زلف چلیپا گندھوا رہی ہیں۔ ایک مرتبہ مشاطہ نے رخ انور سے زلف عنبریں جو اُٹھائی تو نور کا بکہ نظر آیا بعینہٖ جیسے ماہ تاباں گہن سے چھوٹے۔ آزاد پر نظر پڑی تو مشاطہ نے کہا خدا نظر بد سے بچائے اور حسن آرا نے آنچل سے چہرہ ڈھانپ لیا تو آزاد نے کہا۔ ؎

آنکھیں چرائے ہم سے ہے وہ دلربا عبث
گوشے میں چھپکے بیٹھ رہی ہے حیا عبث

اتنے میں حسن آرا نے شمشیر عریاں دکھا کر کہا بس خیر اسی میں ہے کہ اس وقت جاؤ ورنہ سر تن سے جدا ہو جائیگا۔ آزاد نے گردن

جھکا دی اور کہا بسم اللہ۔ بسم اللہ کہتے ہی آنکھ کھل گئی ۔

آزاد اپنے دل سے دیوانہ وار یون گفتگو کرنے لگے حسن آرا بیگم نے خواب مین بھی چہرۂ زیبا کی جھلک دکھا ہی دی مگر زلف طرار نے کا کیا اچھا ستم ہاتھ آیا۔ صورت دکھا کر پھر بھی ترسایا ؎

در پردہ یہ بھی تمھاری تقدیر کا بگاڑ
اُس نازنین نے زلف بنائی تمام رات

آہاہ- خوب یاد آیا (چونک کر) شمشیر اصفہانی سے گلوئے عاشق جانی تن سے جدا کرتی تھین - پاس شرم و حیا کرتی تھین مگر المطرہن کے صدقے قتل کرنا بھی نہ آیا۔ بقول صبا ؎

محو ابرو کے لیے خنجر فولاد آیا
ذبح کرنا بھی نہ تجھکو ستم ایجاد آیا

مگر خیر ہم تو امتحان مین پورے اُترے ۔ ؎

اللہ رے اشتیاق شہادت کہ خواب مین
گردن تھی اور خنجر قاتل تمام رات

زلف مشک سا کا چہرۂ رعنا سے الجھنا ستم کا سامنا تھا مگر قسمت نے خوب یاری کی۔ بقول صفدر ؎

آئے اندھیری شب مین نظر چودھوین کا چاند
چہرے سے زلف بہر خدا ای حسین اُلٹ

ادھر اُدھر ٹہل کر آزاد یہ اشعار پڑھنے لگے ؎

ذرا ٹھہرو سنو یارون سے تم ای جان من رخصت
سحر ہونے تو دو ہی انجمن کی انجمن رخصت
پھنسے ہم دام مین صیاد کے جاتے ہین گلشن سے
مقدر نے چھڑایا تم سے ای اہل چمن رخصت

روسی سپاہیون نے جو انکی یہ کیفیت دیکھی تو قہقہے لگانے لگے ایک نے کہا دیوانہ ہو گیا ہے - دوسرا بولا - دیوانہ نہین ہو گیا ہے دیوانہ بنتا ہے تیسرے نے کہا یہ بھی غلط ہے تڑپ رہا ہے کہ کسی طرح قید سے نجات پاؤن - چوتھے نے رائے دی کہ اپنی زبان مین خدا سے دعا مانگتا ہے کہ جلد رہا ہون - آزاد اور ہی دھن مین تھے اور روسی سپاہی اور ہی اُدھیڑ بُن مین ۔

وہ سمجھتے تھے کہ آزاد دیوانہ ہے اور یہ خبر ہی نہ تھی کہ دیوانہ نہین عاشق نرگس مستانہ طالب نظارۂ جمال جانانہ ہے - ایک دفعہ آزاد آپ ہی کھلکھلا کر ہنس پڑے سوچے کہ خنجر قاتل سے ذرا نہ ڈرے اُس ترک زرین کمر نے تلوار کھینچی مگر ہم نے گردن نہ کھینچی معرکۂ عشق مین قدم ڈگمگانے نہ پائے ۔ ؎

ہم رہین گے امتحان عشق مین ثابت قدم
ہار جانا دل کا ننگ ہمت مردانہ ہے

پھر سوچے کہ بار خدایا حسن آرا کھڑی کس کے لیے تھین اُن کا عاشق دیوانہ آزاد تو میدان جنگ مین ہے یہ سنگار اور نکھار کی اُن کو کیا ضرورت تھی - ہاے ؎

با سایہ ترا نمی پسندم
عشق است و ہزار بدگمانی

پھر خیال آیا کہ ایک زمانہ اُسکا عاشق زار ہے ؎

قمریان عاشق ہین تیری سرو شیدہ ہے ترا
بلبلین تجھ پر فدا ہین گل ترا دیوانہ ہے

اس خیال سے اُنکی طبیعت کمال منتشر ہو گئی اور کہنے لگے ؎

بے طرح گلوں پہ ہے تو شیدا
گلچین نہ ہوا ہو کوئی پیدا

بس یہی تو معشوق مین عیب ہوتا ہے - وہ گل کیا جسمین بوے وفا نہین مگر شکر خدا ہزار شکر خدا اگر اسکے در تک خواب مین رسائی تو ہوئی ؎

اسی کا کوچہ ہے باغ جنت اُسی کا در سجدہ گاہ عالم
دماغ کیونکر نہ عرش پر ہو کس آستانہ پر اپنا سر ہے
نظر مین حور جنان ہے صفدر پری کا گھر مجھے دیکھنے مین
تصور اپنا کہان کہان ہے خیال اپنا کدھر کدھر ہے

اتنے مین کرنل صاحب آئے۔ آزاد سے مصافحہ کیا اور کہا آج آپ اور دنون سے کسی قدر اچھے نظر آتے ہین۔

آزاد۔ مگر اس زندگی سے بیزار ہون۔ موت کا نوحہ خوان ہون

کرنل۔ پھر جنگ مین اور ہوتا کیا ہی۔ فتح یا شکست

آزاد۔ اب اس گوشے کے سوا اور کہین جا سکتا ہون یا نہین

کرنل۔ کہین نہین جب بخوبی اچھے ہو جاؤ گے تو بیڑے مین رہنے کا حکم دیا جائیگا۔ ابھی تو علیل ہو جہان اور بیمار رہتے ہین وہان تم بھی رہو۔

آزاد۔ اگر اجازت ہو تو عرض حال کرون مگر کان دھر کے سُنیئے

کرنل۔ ہمارے امکان سے آپکی رہائی خارج ہی اور جو حکم ہو بسر و چشم بجا لاؤن مگر یہ غیر ممکن ہی کہ رہائی کراؤن لیس المعذور مجبور

آزاد۔ خیر ہمارا بھی خدا حافظ ہی۔ نہ ہو رہائی نہ سہی ع
گھُٹ کے مر جاؤن یہ مرضی مرے صیاد کی ہی + ہمیدہ خواہشہ ا

کرنل۔ اور جو کہو حاضر کرون۔ کھانا پینا پوشاک۔ خدمتگار۔ جس شی کی ضرورت ہو ابھی ممکن ہی۔ جس امر مین تکلیف ہو رفع کر دیجائے مگر رہائی میرے امکان سے خارج ہی بیشِ مجبور ہون

اتفاق سے اُسی وقت ڈاکٹر صاحب بھی آگئے زخمون کو دیکھا مزاج کا حال پوچھا۔ کہا آپ صبح شام ہوا کھایا کیجیے کرنل صاحب نے کہا یہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہی۔ اتنے بڑے پاشا کو اس درجہ مطلق العنان چھوڑنا اصول جنگ کے خلاف ہی مگر اسقدر ممکن ہی کہ دن مین ایک بار بجراست رسالہ میدان مین ہوا کھانے بھیجین۔ اسقدر البتہ ممکن ہی۔

آزاد۔ مجھے ابھی گھوڑے پر سوار نہ ہوا جائیگا۔ اور پیدل جانا محال ہی کوئی ایسی سواری تجویز کیجیے جسمین بالکل تکان نہ معلوم ہو

کرنل۔ بگھی۔ ایک بروچ مقرر کر دیجائے گی۔

ڈاکٹر۔ ہان تکان نہ معلوم ہو۔ پانچ چھ روز مین ضعف جاتا رہیگا

آزاد۔ اس مین شک نہین کہ روسی جوانمرد ہین اور سپاہی کو دوست رکھتے ہین۔ آفرین صد آفرین۔

ڈاکٹر۔ ترک بھی ہمارے قیدیون کے ساتھ اچھی طرح پیش آتے ہین

آزاد۔ مگر کاسک فوج روس کے ننگ ہین۔ جابر ظالم وحشی خونخوار مردم آزار۔ الغرض ایسا کوئی عیب نہین جو اُن مین نہو۔

ڈاکٹر۔ ہمارے ہان کاسک اور آپ کے ہان باشی بزوق دونون کی جوڑ ہی نہ ترک روسیون کو بس سکتے ہین نہ روسی ان کو

آزاد۔ بھلا اب مفر کی بھی کوئی صورت ہی یا تمام عمر قیدخانہ ہی جھیلین گے۔

ڈاکٹر۔ یہ میرے متعلق نہین ہی لیکن قواعد جنگ کی رو سے دو طرح پر آپکی رہائی ممکن ہی۔ ایک بعد اختتام جنگ پھر آپکو کوئی روک نہین سکتا۔ دوسری صورت یہ ہی کہ روسی اس مقام کو چھوڑ کر واپس جائین تو بھی آپ رہا کر دیے جائینگے

آزاد۔ (آہ سرد کھینچکر) بعد جنگ رہا ہوے تو رہا ہونا نہونا مساوی ہی

ڈاکٹر اور کرنل دونون رخصت ہوگئے۔ دوسرے دن ایک نہایت بیش بہا اور خوشنما گاڑی میان آزاد کی سواری کے لیے آئی تیس جرار سوار گاڑی کو چارون طرف سے گھیرے ہوئے تھے آزاد کو اطلاع دی گئی کہ آپکے ہوا کھانے کے لیے گاڑی حاضر ہی آزاد گاڑی پر سوار ہوئے تو دو مختلف خیالون نے اُنکے دل مین جگہ لی رنج اور خوشی۔ رنج اس سبب سے کہ آزادی جو اُنکے خمیر مین تھی اور جسپر یہ جان دیتے تھے اُنکے ہاتھ سے جاتی رہی۔ اور اب مثل قیدیون کے سوارون کی حراست مین ہوا کھانے جاتے ہین یہ اُنکو کمال شاق گذرتا تھا۔ خوشی یہ تھی کہ مرتے مرتے بچے۔ اور گو قید تھے لیکن روسیون نے انکی جوانمردی پر نظر ڈالکر اسقدر عنایت

کی کہ گلوشل افسران جلیل القدر اس تزک و احتشام اور حوم و علم سے ہوا کھانے بھاگا ڑی پچاس قدم گئی ہوگی کہ آزاد نے دریاے زخار موجزن دیکھا تو کوچین سے مخاطب باتین دریافت کرنے لگے۔

آزاد۔ کیا یہ ساحل بحر ہے۔

کوچین۔ حضور یہ ٹاپو ہے جس قلعہ معلی مین ترکون کی فوج ظفر موج آج کل مقیم ہے وہ اسی دریا کے کنارے پر واقع ہے۔

آزاد۔ (اپنے دل مین) چین ہی چین لکھتا ہے (کوچین سے) قلعہ یہان سے کسقدر فاصلہ پر ہے۔

کوچین۔ اگر خشکی جائے تو گھوڑے پر دو گھنٹے کا راستہ ہے اگر دریا جائے تو پانچ گھنٹے مین پہونچے۔

آزاد کی جان مین جان آئی۔ اُنھون نے کوچین سے سیکڑون باتین پوچھین اور کل باتین اُنکے مفید مطلب تھین۔

آزاد۔ دریا کس قدر عمیق ہے۔

کوچین۔ یہان پر تو کوئی دو آدمی ڈبا ہے مگر پاؤ کوس کے بعد قد آدم ہوگا۔

آزاد۔ اگر کوئی شخص قلعے کو جانا چاہے تو خشکی کی راہ سے جائے؟

کوچین۔ چلے جدھر سے جائے خشکی کی راہ سے دو مقام پر ہماری فوج ملیگی ایک اسی میدان مین ہے۔ دوسری تھوڑی دور آگے

آزاد۔ اس مقام سے اور کون کون مقام ملحق ہے۔

کوچین۔ حضور یہ تو ٹاپو ہے۔

آزاد۔ ہان! یہ ٹاپو ہے خیر۔

آزاد اپنے دل مین سوچنے لگے کہ اول تو اس ٹاپو سے جانا امر محال ہے دوسرے اگر گئے بھی تو روسی فوج کے سپاہی میدان مین گرفتار کر لینگے۔ دریا کی راہ سے جائین تو کیونکر جائین سقدر دم کجا۔ ابھی تک ضعف باقی ہے مگر سوچے کہ ایک دفعہ کوشش ضرور کرینگے اس مین ہرچہ بادا باد۔ اگر نکل گئے تو فہو المراد ورنہ یا قسمت یا نصیب۔ تن بہ تقدیر۔

دو چار روز تک اسی فکر مین غلطان پیچان رہے کہ کیا کرین اور کیونکر بھاگ نکلین۔ کوئی تدبیر سمجھ مین نہین آئی۔ آخرکار اُنھون نے ایک سوار سے کل حال بیان کر دیا۔ یہ سوار اُنکا کمال شکرگذار تھا۔ دربار میان آزاد کی وجہ سے اسکا بھلا ہوا دم بھرنے لگا

آزاد۔ سنو بھئی ہم تو زندگی سے ہاتھ دھوئے بیٹھے ہین مگر تم سے ایک راز کی بات کہتے ہین اگر صلاح دو تو سبحان اللہ ورنہ تمھین اختیار ہے چاہے فوج مین مشہور کر دو۔

سوار۔ افسوس تو یہ ہے کہ آپنے ابھی ہم کو سمجھا ہی نہین

آزاد۔ خیر اب پہچان لین گے۔

سوار۔ (مسکرا کر) کیا بھاگنے کی نیت ہے۔

آزاد۔ (متعجب ہو کر) ہان ہے تو کچھ ایسی ہی نیت۔

سوار۔ پھر کچھ فکر کرین۔

آزاد۔ (قدمون پر ٹوپی رکھکر) واسطے خدا کے کچھ فکر کرو ہم تم سے اپنی پوری سرگذشت کہہ چکے ہین اگر کچھ بھی پاس محبت ہے تو اس گاڑھے وقت کام آؤ ورنہ ہم تو زندہ درگور ہین ہی نہ بھاگے اور پکڑے گئے تو بجز اسکے اور کیا ہوگا کہ پابجولان ہو جائینگے یعنی یا کچھ اور مزید برآن نیست کہ مار ڈالے جائین بلا سے ع

این ہم اندر عاشقی بالاے غمہاے دگر

جب زندگی تلخ ہو گئی تو اس جینے سے مرنا ہی اچھا جینے سے تنگ آگئے

سوار۔ مین چاہے اپنی جان دیدون۔ مگر آپ پر آنچ نہ آنے دونگا

آزاد۔ اور یہ مجھے گوارا نہین۔ بھلا ایسا ہو سکتا ہے کہین۔

سوار۔ سنو آزاد مین بالکل اکیلا ہون۔ جورو نہ جاتا۔ اندر میان سے تانا

تمام عالم میں کوئی دوست ہی نہ یار۔ عزیز نہ غمگسار۔ اگر میری جان گئی تو کیا۔ پھر آجاس سے زیادہ دہن بھی آیا۔

آزاد۔ کوئی ترکیب ایسی بتاؤ جس سے میں بھاگ سکون

سوار۔ دوچار روز میں غور کرکے کہون گا۔

آزاد۔ مجھے یقین واثق ہے کہ اگر تم شریک ہوجاؤ تو میں آسانی سے بھاگ نکلون مگر تمھارا شریک ہونا مقدم ہے۔

سوار۔ میں دل وجان سے شریک ہون۔

آزاد۔ جب تک علیل ہون تب تک تو بھاگنا محال ہے۔ ہان اگر بیڑے میں رہنا ہو تو ممکن ہے۔

سوار۔ دوچار روز میں تمھارے قیام کے لیے کوئی مقام تجویز کیا جائیگا

اتنے میں وہی کرنل پھر آئے اور آزاد سے کہا ہمنے ترکون سے ایک شکست فاش پائی۔ ایشیا میں ہماری فوج بہت دور تک بڑھ گئی تھی۔ آخرکار ترکون نے بسرکردگی جنرل شکست دی۔ قلعہ اردہن وغیرہ جو ہم نے فتح کرلئے تھے بدرجۂ مجبوری چھوڑ دینے پڑے۔ یورپین ترکی میں بھی ترک ابھی غالب ہیں دیکھیے کیا انجام ہوتا ہے۔ ایک جنگ میں ہمارے چالیس سوار اور دو افسر گرفتار ہوگئے مگر بارہ ترکون کو ہم بھی گرفتار کرلائے ہیں۔

آزاد۔ وہ کہان ہیں اُنسے مل سکتا ہون۔؟

کرنل۔ دور سے دیکھ سکتے ہو مگر باتین نہین کرسکتے۔

آزاد۔ شکر ہے کہ ترکون نے زور شمشیر دکھادیا۔ الحمد للہ۔

کرنل۔ (مسکراکر) قید میں بھی تم ذرا خوف نہین کرتے شاباش

آزاد۔ اگر آزاد کے ٹکڑے ٹکڑے بھی اڑا دیے جائیں تو ہر ٹکڑے سے یہی آواز نکلے کہ خدا ترکون کو فتحیاب کرے۔

کرنل۔ دیکھا جائیگا۔ جنگ دو سر دارد

آزاد۔ شکر ہے کہ قیدخانے میں ترکون کی فتح کی خبر پائی۔

آٹھ دس دن کے بعد ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اب آزاد پاشا تندرست ہیں کسی قسم کی شکایت باقی نہین۔ لہذا حسب الحکم افسران فوجی انکو اجازت دی گئی کہ اس ٹاپو پر فوج میں رہا کرین۔ افسرون کو یقین واثق تھا کہ آزاد بھاگ نہ سکینگے اگر ٹاپو سے چلے بھی گئے تو میدان کی فوج میں فوراً گرفتار ہوجائینگے آزاد کئی روز تک فوج میں رہے لشکری انکے عاشق ہوگئے تھے آزاد پاشا اس حسرت سے اپنے حالات بیان کرتے تھے کہ اکثر رقیق القلب رو دیتے تھے۔ اور اکثر دعا مانگتے تھے کہ آزاد رہا ہوجائیں۔ رومان سوار جو انکا مددگار تھا ایک روز انکے پاس آیا اور کہا کہ آج شب کو دس بجے ملونگا اور تمکو بھاگ جانے کا موقع دونگا۔

الغرض ٹھیک دس بجے رومان سپاہی آزاد کے پاس گئے اسوقت بیڑے کے کل سپاہی خواب غفلت میں تھے۔ صرف ایک پہرے والا سوار جاگتا تھا۔

آزاد نے ادھر اُدھر دیکھکر تمنچہ سر کیا اور پہرے والا سوار اسی مقام پر ٹھنڈا ہوگیا۔ تمنچے کی آواز سنکر دوچار آدمی بیدار ہوگئے سمجھے کہ ترکون کی فوج آگئی۔ دو تین نے غل مچایا (ترک آگئے ترک آگئے) آزاد پاشا نے روسی زبان میں رومان سے چپکے کہا بس اتنے ہی میں ڈر گئے اور جب ترک سچ مچ آجائینگے تو بھاگ ہی کھڑے ہونگے۔ یہ فقط دل لگی کی تھی۔ ان سب کو یقین ہوگیا کہ مذاق ہی مذاق تھا۔ ادھر وہ سوئے ادھر آزاد پاشا ایک توسن چالاک پر سوار ہوکر چلے اور فوراً گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔

مزے مزے کی نوک جھوک

ادھر خورشید عالم افروز نے جلباب خفا سے رخ انور کی جھلک دکھائی اور نسیم کو نکہت گل ترلیکر چمنون میں آئی۔ ادھر عاشق خستہ حال کشتۂ تیغ جمال شہزادہ فرخ گہر میرزا ہمایون فر کر

یہ دُھن سمائی کہ آج تڑکے ہی تڑکے ان بتان زیبا شمائل و لعبتان شیرین خصال کے حسن عالم افروز سے آنکھوں کو نور بخشین اور جوین پوپھٹی بےتابانہ کوٹھے پر آئے اور اس صنم خانۂ عشق کی شاہ نشین کی طرف نظر ڈالی تو مہتابی پر اُداسی چھائی ہوئی۔ کلیجہ تھام کے بیٹھ گئے درد دل چمکنے لگا۔ دعا مانگی کہ بار خدایا ذرا تو جھلک دیکھ لون۔

آخرکار جذب دل کی کشش نے تاثیر دکھائی۔ طرفۃ العین مین ایک نورانی شکل مہتابی پر نظر آئی۔ شہزادہ ہمایون فر کے دل کی کلی کھل گئی۔ منہ مانگی مراد پائی۔ برسون کے بعد مہتابی پر چاند سی صورت خدا نے دکھائی دیکھتے ہی خدا کا شکر ادا کیا کہ دعا قبول کر لی۔ ؎

اے صبا جذب پہ جس دم دل ناشاد آیا
اپنے آغوش مین اُڑ کر وہ پریزاد آیا

جوش جنون کے صدقے آخر آرزو بر ہی آئی سپہر آرا بیگم کی جو نظر ہمایون فر پر پڑی تو لجا کر آنچل سے مُنہ چھپا لیا۔ ہمایون فر کو یہ ادا دل و جان سے بھائی اور یہ بیت بے اختیار زبان پر آئی ؎

اللہ اللہ زکہ این قاعدہ آموختۂ
کیست اُستاد تو انیماز کہ آموختۂ

سپہر آرا دل سے تو چاہتی تھین کہ ہمایون فر کے چہرۂ زیبا پر نظر غلط انداز ڈالین مگر پھر بھی حیا مانع تھی تھوڑی دیر تک مہتابی پر ٹہلا کین ٹھٹھکیں۔ [?] کر کے زینے کی طرف آئین۔ میرزا ہمایون فر نے اشارے سے قسمین دین کہ دم بھر اور نہ جاؤ لیکن وہ ایک ادائے دلربا کے ساتھ نظر سے اوجھل ہو گئین۔ ہمایون فر نے مہتابی کو پھر خالی پایا تو کف افسوس مل کے رہ گئے۔ فوراً ہیرا مالی کو بلایا اور کہا آج تم جان پر کھیل جاؤ۔ سویرے ہی سویرے ہمکو لے چلو۔ باغ کے کسی چھپر مین بٹھا دینا۔ ہیرا کو چاٹ تو پڑ ہی چکے تھے سوچکر کہا حضور جان جو حکم تو حاضر ہے مگر چلیے کچھ پڑا نہین۔ دوسرے دروازے سے آپ کو لے چلون۔ ہمایون فر نے سادے کپڑے پہنے اور ہیرا کے پیچھے پیچھے چلے۔ ہیرا نے دوسرا دروازہ کھول دیا اور چپکے سے اُنکو بلایا۔ ہمایون فر جا کر ایک کھپریل مین بیٹھے۔ تو کیا دیکھتے ہین کہ حسن آرا اور جہان آرا ہاتھ مین ہاتھ دیکر گلگشت چمن مین مصروف ہین اتنے مین سپہر آرا بھی ہرن کی طرح چہل بل کرتی ہوئی باغ مین آئین۔

سپہر آرا۔ باجی جان ابھی ہمایون فر کوٹھے پر کھڑے تھے۔ مین نے دیکھا تو اشارہ بازی کرنے لگے آنچل سے مُنہ چھپا کر مین وہان سے چلی آئی۔ رات دن یہ کوٹھے ہی پر ٹنگے رہتے ہین۔ بےفکرے تو ہین ہی۔

ہمایون فر نے مُسکرا کر اپنے دل مین یہ شعر پڑھا ؎

کچھ خبر بھی ہے تمھین اپنے گرفتارون کی
جان آنکھون مین ہے اب عشق کے بیمارون کی

حسن آرا۔ تم کو ٹھے پر کرنے کہا گئی تھین۔ جان بوجھ کے جلنے سے فائدہ کیا۔ اور زمانے بھر مین اپنے کو رسوا کرنا۔ اچھی نا سمجھین۔

جہان آرا۔ اُن سے چھپ کے کہان جاؤ گی۔ ابھی کل ہی رات کو امی جان سے باتین ہو چکی ہین۔ صبح شام پیغام ہوا ہی چاہتا ہے۔

سپہر آرا۔ خیر آپ اپنی سفارش رہنے دیجیے۔ بس دیکھ لیا۔

جہان آرا۔ (مُسکرا کر) اے لو۔ یہ تو صاف صاف طعنے دینے لگین۔

حسن آرا۔ این! اہو ہو ہو تو ابا جان اماں جان سے صاف صاف کہدین

سپہر آرا۔ باجی جان اس معاملہ مین ہمین چھیڑا نہ کیجیے بیکار۔

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ جہان آرا کی نظر شہزادے پر پڑی خوشرو اور قوس ابرو جوان دیکھکر جہان آرا ایک درخت کی آڑ مین ہو رہی اور اشارے سے حسن آرا کو دکھایا کہ اس کھپریل مین کوئی نامحرم بیٹھا ہے حسن آرا نے جھانک کر دیکھا تو ہمایون فر چھپے کا

رنگ متغیر ہو گیا اس غیرت مہر رشک ماہ کی شرم آگین نگاہ دیکھتے ہی ہمایون فر نے آنکھیں نیچی کر لین۔ حسن آرا نے ہیرا کو للکارا۔

حسن آرا - بی مغلانی۔ ذری اس موئے باغبان کو بلاؤ کیون ری مونڈی کاٹے یہ کیا تیرے ٹھکنڈے ہین۔ یہ کیچڑ میں کسکو لاکے بٹھایا ہے سینہ واکیا کیا ایک دفعہ طرح دی تو اب سر پر چڑھ گیا۔

ہمایون - معلوم نہ تھا کہ سرکار کے گلگشت کا کون وقت ہے۔

حسن آرا - ان باتون سے ملیگا کیا تمھیں یہان کسنے آنے دیا۔

ہمایون - یہی کیا کم ہے کہ جھڑکیان اٹھائین۔ گھڑکیان کھائین۔

بوسہ کیسا یہی غنیمت ہے	کہ نہ سمجھین وہ لذت دشنام

حسن آرا - آخر شرم و حیا بھی کوئی شے ہے۔ یا بیحیائی ہی کا آسرا ہے۔

ہمایون - البتہ لحاظ ٹوٹ گیا۔ اگر قصور ہوا ہو تو معاف کیجیے۔

اس بیزبان پہ ہے مستعد خفا ہو اتنا	ابھی نہیں ہے وہ تیر آزما جدا از صیاد

حسن آرا اور جہان آرا ایک چھوٹے سے خوشنما خس پوش بنگلے مین بیٹھین اور حکم دیا کہ پردے ڈال دو۔ سپہر آرا بھی بصد شوخی و دلربائی پائنچے اٹھا کر اس کھپریل کی طرف سے چلیں جہان شہزادہ ہمایون فر تاک مین بیٹھے تھے۔ چھاگل کی آواز سنتے ہی ہمایون فر کے ہوش اڑ گئے۔ وہ جوبن وہ شوخ چتون کہ زاہد شب زندہ دار بھی دیکھے تو آسی بت کا کلمہ پڑھنے لگے۔ شہزادے نے نظر بھر کر دیکھا تو تیر نظر کلیجے کے پار ہو گیا۔ رخ رنگین اور کاکل مشکین گوری گوری گردن اور پیاسے پیارے مکھڑے کو دیکھتے ہی تن سے جان نکل گئی۔

ہر عضو بدن سانچے کا ڈھلا ہوا۔

رگ گل سی کمر لچکتی ہوئی	چوٹی ایڑی تک لٹکتی ہوئی
سرو سا قد تو گل سے رخسارے	شانے بازو بھرے بھرے سارے
جب نظر سے نظر دو چار ہوئی	ایک برچھی جگر کے پار ہوئی

ہمایون - (ہاتھ جوڑ کر) ایک نظر غریبون کی طرف بھی۔

کیا خداداد حسن پایا ہے	آپ اللہ نے بنایا ہے

سپہر آرا - سر اٹھا کر ع۔ جو ہیں ہم پہ نام خدا پھر کسی کو کیا۔

اس مصرع برجستہ اور اٹھلانے پر ہمایون فر کا جگر عشق جو زخمی زلف اور طائر دل نخچیر تیر محن ہوا۔ ہونٹون پر جان آئی۔ اس جلنے جلانے نے آتش جنون اور بھی بھڑکائی۔

ہمایون - او بت ترسا کبھی رحم بھی آتا ہے۔ یون بھی کوئی عشق کو ترساتا ہے۔

تکے نہ آئے رحم انھین خستہ یار کیا	ہم درد دل کا حال مفصل سنا چکے

سپہر آرا - عباسی۔ ذری ادھر تو دیکھیو کوئی دوانہ یہان آن بیٹھا ہے۔

عباسی - کہان بیگم صاحب دیکھون۔ اوئی آپ کون صاحب ہین۔ (کھل کھلا کر) اے آخر یہ ہین کون۔ کیا سہری چلی ہے یا کالا پانی ہین تو کچھ نشہ ہی کے طور۔ (ہنسکر) حضور کہان سے تشریف لائے ہین اے میرا پوچھتو۔ یہ باغ مین انجبی راجبنی گھس آئے ہین اور تو کانون کان خبر ہی نہیں ہوتا۔ بڑھاپے مین ہوش حواس ٹھکانے سے ہین میرا کون اجنبی کون ہے۔ یہ تو بجا ہے میرا۔ کل بھی آیا تھا۔

عباسی - چل جھوٹے۔ مگر سنیے حضور (ہمایون فر سے) یہ ڈورے کہین اور ڈالیے۔ مجھے آپ بس خیراسی مین ہے کہ آپ تشریف لیجائیے انگھاتا ہے تمپر رحم آتا ہے نا ہی! یہ ڈھٹائی کوئی اسطرح کہین جاتا ہے۔

سپہر آرا نے ہمایون فر کو اشارہ کیا کہ اب یہان سے جانا ہی اچھا ہے ہمایون فر نے آہستہ سے کہا ذرا ایک بات سن لو۔ مین صدقے ایک ہی بات کہونگا دوسری بات کہون تو زبان کاٹ ڈالو قسم لو

ہمایون - بی عباسی تم ہمین بھول گئیں۔ آج تو عرش پر سر کا دماغ ہے۔

عباسی - اے ہے مین آپکو جانتی کب تھی۔ کس دن کی میری آپ کی جان پہچان ہے اور یہ ہمارا نام کس موے نے آپکو سکھا دیا

اللہ اللہ یہ سکھائے پڑھائے آتے ہیں۔ یہ کہئیے جب ہی ایسے ڈھیٹ ہیں آپ۔

ہمایون۔ کبھی آغا طاہر کی سرکار مین تم نوکر تھین۔ یاد کرو۔

عباسی۔ اخاہ حضور معاف کیجیے گا۔ اب اتنی دیر بعد پہچانا حضور آج یہان کہان بھول پڑے۔ سویرے سویرے۔

راوی۔ کیا بھولی بنی جاتی ہین۔ اور باغبان سے خود ہی سانٹھ گانٹھ کی تھی۔ سچ ہے ع۔ زنان را کیدہائے بس عظیم است

ہمایون۔ فقط باغ کی سیر کو آیا تھا۔ قضا دامنگیر ہے۔

سپہر آرا۔ اِین! اللہ نہ کرے۔ واہ بدشگون باتین منھ سے نکلتے ہو

یہ محبت آمیز فقرہ کہ کر سپہر آرا بھی بنگلے مین گئین اگر بس چلتا تو تمام دن نہ جاتین مگر مجبور تھین۔ خوف تھا کہ مبادا حسن آرا خفا ہو جاتین جہان آرا باتین سنائین۔ بنگلے مین جا کر بیٹھین تو ایسی باتین کین کہ گویا ہمایون فر کے آنے کی انکو خبر ہی نہ تھی پوچھا باجی جان وہ نقشے حل کیے۔ حسن آرا نے دبے دانتون جواب دیا۔ نہین کچھ غلط سلط سے معلوم ہوتے ہین۔ آج کسی وقت غور کرون گی۔

جہان آرا نے کسی قدر افسردگی کے ساتھ کہا سنو۔ سپہر آرا یہ باتین ہمین ایک آنکھ نہین بھاتین۔ اُف اللہ کی شان تم کل کی چھوکری اور یہ جگرا واہ واہ واہ۔ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات ہے تو بیدلسل ہندی مثل مگر کتنی سچ ہے۔ تم وہان دھوپ مین کھڑی ہو کر کس سے باتین کرتی تھین۔ سپہر آرا نے فوراً بات بنائی باجی چل کے چلیے دیکھیے تو عباسی نے کہا کوئی دوڑ بیٹھا ہے۔ مین سمجھی کہ وہ بوڑھا کوستا ہے گلی کے لونڈے چڑھا کرتے ہین (ایک لکڑیا بالیسے کی کانی آنکھ تماشے کی) وہ کانا نہین بوڑھا جب عباسی نے کہا اور رہے تو پھیرا بولا میرے گنون سے آیا ہے

مین چکی ہو رہی اور وہان تھا کون۔ کر توڑ رنہ کر توڑ رے۔

جہان آرا۔ آج ہم امی جان سے لڑینگے۔ ہمایون فر سے نکاح ضرور ہو اور یہ مُوا خبیث ہیر اکھڑے کھڑے نکال دینے کے قابل ہے مگر ہماری عقل کام نہین کرتی کہ تم کیسی ڈھیٹ ہو گئی ہو آج تک کہین ایسا نہین ہوا دانتو نکے تلے انگلی دبا کر ہوش اڑ گئے۔

سپہر آرا۔ اپنی ہی سی کہے جائین گی کسی کی سنین گی نہین۔

جہان آرا۔ بس چلو بیٹھی رہو۔ شرماؤ نہ شرمائے دوا ہے واہ

حسن آرا۔ نہین۔ جہان آرا بہن۔ اسوقت تو سپہر آرا کا قصور نہین ہے اس نے ان کو دیکھا کہان۔ یہ تو اُدھر تھین۔

جہان آرا۔ وہ لاکھ اُدھر تھین مگر یہ بُری بات ہے۔

مرزا ہمایون فر سوچے کہ اب چلنا ہی بہتر ہے ایسا نہو کہ لینے کے دینے پڑین ہیلر باغبان کو بلا کر دو اشرفیان دین اور کہا دروازہ کھول دو تو ہم چلے جائین مگر شام کو ہم سے ضرور ملنا میر اپنے سلام کیا اشرفیان لین دروازہ کھولا اور کہا چپکے سے چلے جایئے

اب سنئے کہ عباسی بکمال شوخی تیسرے دروازے سے نکلکر پچھواڑے جا کھڑی ہوئی ادھر مرزا ہمایون فر دروازے کے باہر گئے اُدھر عباسی نے کہا ارے! یہ کون ہے۔ ذری ٹھہر تو سہی ہمایون فر ہکا بکا ہو گئے۔ این این عباسی تم اور محل مچاؤ افسوس واسطے خدا کے اب بولو چالو نہین۔ بس ہم کو جانے ہی دو۔

عباسی۔ ہے حضور مین فقط دل لگی کرتی تھی۔ آپ جائین

ہمایون۔ سپہر آرا بیگم پہچان جاتی ہے عباسی اب کوئی فکر کرو۔

عباسی۔ جہان آرا بیگم کا اسوقت یہان چھنا اچھا بھی ہوا برا بھی ہوا انھون نے سپہر آرا بیگم کو خوب للکارا کہ تم بڑی ڈھیٹ ہو نامحرم سے بے جھجک باتین کرتی ہو۔ ایسا دیدہ دلیر ہے انکی بڑی بہن نے انکا جنبہ کیا اور کہا نہین بہن انھون نے تو ہمایون فر کو

دیکھا بھی تھا خوب نوک جھوک ہوئی آپ بھی ان سے بھی
ہمایون - بارے بخیر گذشت - ہاتھ پاؤن بچا کے چلے آئے -
عباسی - اب حضور جائین لونڈی کو دیر ہوتی ہی -

شام کو جہان آرا بیگم نے کھانا کھانے کے وقت ذکر چھیڑا بڑی بیگم نے کہا شریفون مین یہ دستور نہین ہی کہ لڑکی والون کی طرف سے پیغام ہو مگر ہمایون فر سعادتمند اور معقول پسند لڑکا ہی اور اولاد شاہ شہزادہ ہونے مین کون شک کر سکتا ہی - وہ شہزادے اُن کی ماں شہزادی اور پھر لڑکا ہونہار ہی - بدچلن نہین - روپیہ بھی پاس ہی اللہ کا دیا سب کچھ ہی کسی شی کی کمی نہین - مگر جب اُنکی طرف سے پیغام بھی ہو - جہان آرا بیگم خاموش ہو رہین مگر دل مین کچھ سوچتی جاتی تھین - جب کھانا کھا کر فراغت پائی اور چارون بہنین اوپر کے کمرے مین جا کر بیٹھین تو باہم یون میٹھی میٹھی باتین ہونے لگین -

جہان آرا - امی جان کیا جانے کس فکر مین ہین - وہ پرانی ہی رسم کی پابندی کرتی ہین اور یہ خبر ہی نہین کہ کوئی ہمایون کی بالی سنکر آیا کئی کھڑکی مین جا کر بیٹھا ہی - کوئی کوٹھے پر سے جھانکتا ہی

گیتی آرا - ہی ہی جو امی جان سن لین تو وہ سنا تو بجا ہین کہ گھر مین رہنا مشکل ہو جائے -

حسن آرا - ہی تو ایسا ہی - اب پیرا کو ہم موقوف کر دینگے -

سپہر آرا اپنے دل مین سوچتی تھین کہ عباسی کو گانٹھنے لگے اور سمجھا بجھا کر بھیجین گے کہ اپنی امان جان سے کہے سنکر پیغام بھجوا دین دل مین کمال محظوظ تھین کہ مراد دلی بر آئی - اب تھوڑے ہی دنون مین دروازے پر شہنائی بجے گی رنگ رلیان منائینگے -

جہان آرا - سپہر آرا لیون تو بہن شکر کرو ادا تو ہماری بھی ہو گی -

سپہر آرا - بندگی بس - یا اور ایک بندگی کرون -

حسن آرا - گویا بڑا احسان کیا - بہنون پر بھی احسان ہوتا ہی -

جہان آرا - ای کیون - ہوتا کیون نہین ہی -

سپہر آرا - اب بڑی ہو کیا کہون - کوئی باہر والی کہتی تو مین بھی جواب دیتی -

اتنے مین عباسی اودا اودا دوپٹا پھڑکاتی ہوئی آئی - کہا حضور وہ بوکھل سا آدمی جو کھپریل مین بیٹھا تھا نہ - اُس نے بہت دق کیا - سپہر آرا نے پوچھا کس کو دق کیا تم کو - کہا نہین حضور واہ مجھکو کیا - مگر بڑا دق کرتا مین ٹھیک نہ بتاتی -

اب سنیے کہ مغلانیان اور محلدار خوشخبری سنکر سپہر آرا بیگم کے پاس گئین - کہا مبارک ہو حضور - سپہر آرا تیکھی چتون سے دیکھکر بولین - کچھ خیر ہی - بڑی بدتمیز ہو تم - عباسی بھی چمک کر آئی اور ایک مغلانی پر بیچ پڑی - ای واہ - سوت نہ کپاس کوری سے لٹھم لٹھا - عمر بھر شہزادیون نواب زادیون مین رہین مگر سلیقہ چھو کر نہین گیا اپنے گھر مین خدا جانے انسان کیا باتین کرتا ہی تم جا کے ڈھنڈھورا پٹوا دو - اور تو اور بہین ان بوڑھی پر ہنسی آتی ہی بھوون تک کے بال سفید ہو گئے - بچپنے کی باتین ابھی تک نہین گئین کیا نزلہ کا عارضہ ہی جب ہی بال سفید ہو گئے - بوڑھی مغلانی یہ تقریر سنکر آگ ہو گئی اور پوپلے منہ سے بولی - لڑکی جینے کی باتین کر - جبا جبا (جبہ جبہ) آٹھون کی پیدائش اور باتین کیسی کرتی ہی - بوڑھی بوڑھی - ہم ایسے بوڑھے ہو گئے اب - اور بالون کے سفید ہونے کی نہ کہو - تمہاری طرح کوئی مفلس تو ہے نہین سلیمان کی قسم ہمارے آبا بھی شجاع الدولہ کی ذریات مین سے تھے - خاتون جنت کی قسم دو دو تولے عطر بالون مین ڈالتی تھی اور سولہ روپیہ سیر سے کم کا تیل جس نے بالون مین ڈالا ہو اُس سے خدا سمجھے - بال تو سفید ہوا ہی چاہین -

عجّاسی۔ (انگلیاں مٹکا کر) اوئی یہ عطر سے بال سفید ہو گئے؟ ابھی ننھی سی ہین آپ بیشک کیون نہین۔

مغلانی۔ اب تمہارے منہ کون لگے۔ زمانے بھر کی آوارہ۔

عباسی اس فقرے پر آگ بھبوکا ہو گئی اور جھپٹی تو دوپٹا زمین پر گر پڑا چہرہ مارے غصے کے تمتمانے لگا اتنی بے نقط سنائین کہ مغلانی کے اُنکے حواس غائب ہو گئے۔ حسن آرا اور جہان آرا نے منتو تھمبو کر کے دوپٹا اُڑھایا اور کہا اجی ہو کوئی ایسا جانے سے گذر جاتا ہے تم اسوقت اپنے آپے ہی مین نہین رہین۔

عجّاسی۔ حضور کے قدمون کی قسم میری طرف سے پہل نہین ہوئی یقین نہ آئے تو سپہر آرا بیگم صاحب سے دریافت کر لیجئے مین نے تو یون ہی ایک بات کہی بس آؤ دیکھا نہ تاؤ اسقدر گالیان دین کہ میرا اللہ ہی جانتا ہے انکے مزاج مین اس بڑھاپے مین اتنی گرمی ہے تو ہمارے تو ابھی گرما گرمی کے دن ہی ہین۔

سپہر آرا۔ نہیں ہم نے آجتک بی مغلانی کی زبان سے ایسی بات نہین سُنی تھی۔ عجاسی کو کہا زمانہ بھر کی آوارہ ہے شریفون مین آوارہ اور خام پارہ کی کیا گفتگو ہے۔

راوی۔ آپ تو عجاسی کی سی کہا ہی چاہین۔ رازدان ہین نہ

حسن آرا۔ یہ بات کیا ہوئی آخر چھیڑ کس کی تھی۔

عجّاسی۔ سارے حضور مین تو بولی نہ چالی۔ آپ ہی آپ بگڑ اٹھین

جہان آرا۔ یہ تو تم ناحق کہتی ہو عجاسی۔ ایک ہاتھ سے تالی نہین بجتی بھلا بجا کے دکھا تو دو۔

عباسی۔ خفا مجھ سے اس پر ہوئین کہ بوڑھی کیون کہا اپنے حساب ابھی بارہ ہی برس کی ہین گننے لگین کہ بال سفید ہو گئے تو کیا ہوا جو زیادہ عطر ملیگا اس کے بال سفید ہو جائین گے۔ مین پوچھنے ہی کو تھی کہ بال تو عطر سے سفید ہو گئے اور یہ ہر کا ہے سے ملنے لگا (ہنس کر) توبہ۔

جہان آرا۔ ہان کہنا تو تھا۔ چوک کیون گئین۔

عجّاسی۔ حضور مین نے کہا اوڑ چھڑین گی۔ ناحق بن ناحق کو جھگڑا بڑھانے سے کیا مطلب۔

اتنے مین ایک مہری نے آن کر عباسی سے کہا بڑی حضور تمکو بلاتی ہین عجاسی نے کہا ہان ہان چلو۔ بلاتی ہین تو ڈر کاہے کا ہے کیا ہمارے منہ مین زبان ہی نہین ہے ہم بڑی بیگم صاحب سے صاف کہین گے کہ واہی تباہی بکتی تھین سپہر آرا بیگم کو برا معلوم ہوا ہم نے بھی ڈرتے ڈرتے ایک بات کہی۔

درین دریای بے پایان درین طوفان شور افزا
دل افگندیم بسم اللہ مجرےہا و مرسٰہا

یہان آزاد نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر مرکب سبک عنان برق جولان کو دریاے زخّار مین ڈالا یا قسمت یا نصیب کہکر چلے قدم قدم پر خوف کھاتے تھے بہت آہستہ آہستہ جاتے تھے کہ مبادا کوئی روسی دیکھ پائے غل مچائے گھوڑا پیچھے دوڑائے دریا مین غنیم سے لڑین۔ اُلٹی آنتین گلے پڑین پندرہ بیس قدم جا کر گھوڑا ہنہنایا۔ اپنے سایے سے کسی قدر بھڑکا پیچھے آیا۔ آزاد سوچے کہ کس مصیبت مین جان ہے ادھر پانو اُدھر میدان ہے ذرا خبر ہو جائے تو پہرے والا گولی چلا کے بادپا شکی گھوڑا ذرا اڑ گیا مگر آزاد چمکار کر راہ پر لائے۔ پھر خائف ہوئے کہ گھوڑے کی سواری اور دریا کا واسطہ اور اندھیری رات ہے۔ شب تار رشک ظلمات ہے خدا ہی خیر کرے جون تون کر کے چلے قہر درویش بجان درویش اتنے مین رعد نے گرجنا شروع کیا اور پورب کی سمت بجلی اس زور سے چمکی کہ الٰہی توبہ۔ توسن صبا رفتار و طاؤس رفتار برق کی چشمک زنی سے بیقرار ہوا اور پھر ہنہنانے لگا اُدھر آواز رعد

ادھر شبدیز فرس گلگوں نژاد۔ آزاد سخت تکلیف مین تھے کہ یا الٰہی اب کیا کرون پورب کے رُخ جانا ہی اور اُسی سمت بجلی چمک رہی ہی۔ تھوڑی ہی دیر مین کالی کالی گھٹا چو طرفہ چھاگئی اور ننھی ننھی بوندین بھی پڑنے لگین۔ اب ستم کا سامنا ہی نیچے دریا اوپر بادل اِدھر اُدھر غنیم کی فوج۔ آزاد یکہ و تنہا بیک جنبش دو گوش ابر و رعد ستم کوش۔ کوسون تک گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا۔ اب پورب نظر آتا ہی نہ پچھم۔

آزاد نے دریا کی طرف دیکھکر بصد حسرت کہا۔ اے ظالم اے بیرحم سمندر خوب یاد رکھنا کہ حسن آرا کا پیارا اس وقت تیرا مہمان ہی۔ پھر گھبرا کر کہا۔ وائے قسمت کی خوبی۔ یہ کیا معلوم تھا کہ اس دریا سے تمہارے مین قبر بنے گی۔ عاشق خستہ جان و دلفگار کہتہ خاک جامے کی آرزو ہی رہ جائیگی۔ خاک کے عوض قسمت پانی ہی مین قبر بنالے گی۔ آزاد کیسے آزاد کا نشان تک نہ رہیگا ای کاش کہین مزار ہوتا تو حسن آرا دو پھول تو کبھی چڑھاتین فاتحہ پڑھنے کو تو آتین۔ کبھی تو یہ شعر حسب حال ہوتا ؎

جو پہونچے تربت عاشق پہ ناز کہتا ہے
حضور خاک سے دامن ذرا اُٹھائے ہوے

مرتے تو ہین مگر لاکھون حسرتین لیکر آزاد جاتے ہین کہ دو دون آرزوؤن کا خون ہوگیا۔ میدان کارزار مین دل کھول کر سیف شجاعت کے جوہر بھی نہ دکھانے پائے کہ گر بہ قصد نے طائر روح کو تا کا زندان بلا سے نجات پائی تو اس گرداب بلا مین پڑے ؎

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا ‖ پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

ایک بارگی اس زور سے رعد کی آواز آئی کہ آزاد نے سمجھے آسمان پھٹ پڑے گا اور فرس تند خو اس درجہ بیقرار ہوا کہ آزاد کو سنبھالنا مشکل ہوگیا آسمان کی طرف نظر کرکے کہا او ظالم او ستمگر

شعرا مجھے برسون سے گالیان دیتے آئے ہین تو اسی قابل ہے۔ آج مجھے میرا محبوب مطلوب چھٹتا ہی۔ آج وہ شب بلا ہی کہ خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے ؎

چھٹتا ہی مقام کوچ کرتا ہون مین ‖ رخصت ای زندگی کہ مرتا ہون مین

اللہ بس باقی ہوس۔

اب سُنئے کہ باد مخالف چلنا شروع ہوئی اور آزاد کو اسقدر عرصۂ دراز کے بعد اب معلوم ہوا کہ وہ چڑھاؤ پر جاتے ہین۔ رہے سہے ہوش اور بھی فرد ہوئے ناکامی اور نامرادی چو طرف مجسم نظر آنے لگی۔ اب بیقین واثق ہوگیا کہ زندگی محال ہی ؎

فلک کے تخت گھڑی ہی نامرادی ‖ تمنائے دلی نکلے کدھر سے

آزاد کس خوشی سے روانہ ہوئے تھے مایوسی کے بعد عروس مراد نے جلوہ دکھایا بخت رسا نے قید خانے سے چھڑایا تھا مگر دریا مین آئے تو کوہ ناکامی ٹوٹ پڑا سفینۂ دل موج خیز طوفان بلا مین ہے۔

سوار نے دلاسا دیا تھا کہ آگے بڑھکر دریا پایاب ہی اور یہ معلوم ہی نہ تھا کہ عاشق شوربخت کی زندگی شال حباب ہی۔

اب سنئے کہ ادھر برق و باران نے ستم ڈھایا اور اُدھر موجون کی جولانی اور دریاے بلاخیز کی طغیانی نے طرفہ آفت بپا کی ہیچ ہی ؎

بدریا در منافع بیشمار ست ‖ اگر خواہی سلامت برکنار ست

آزاد کبھی پیشتر اس دریا کی صورت سے بھی آشنا نہین ہوئے تھے سوچے کہ کدھر جاؤن اور کدھر نہ جاؤن فکر عمیق نے ذرا مدد دی عقل بھی غوطے کھایا کی۔ اتنے مین رم جھم مینھ برسنے لگا سمند وفا پسند کی یہ کیفیت کہ دس دس ہاتھ اچھلنے لگا باگ نے ہاتھ سے چھوٹی۔ اور اب چھوٹی۔ یا الٰہی۔ یا خدا رحم کیجیو حسن آرا کو اپنے عاشق زار کی کیونکر اطلاع ہوگی ای کاش اُس

بخت ناداں کو میری اس مصیبت کی خبر ہو جائے کہ صرف اُسکے لیے آزاد نے یہ مصیبتیں جھیلیں۔ وہ آزاد فرخ نہاد جو غم و الم کے قریب نہیں جاتا تھا۔ زندہ دل آدمی۔ خوش مذاق خوش مزاج اُسے سختی اور پریشانی سے کیا واسطہ تھا مگر۔ ع۔

ہر چہ باد ا باد ما کشتی در آب انداختیم

زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ جان کو رو بیٹھے۔ ؎

حباب وار یہاں زندگی ہے دم بھر میں
یہ دم رہے نہ رہے یہ مکاں رہے نہ رہے

حسن آرا کو یہ داستان غم سنا دوں تو کلیجہ تھام کے بیٹھ جائیں۔ ان خیالات نے آزاد کو اور بھی پریشان کر دیا۔ کئی بار چاہا کہ کود پڑیں جھگڑا ہی مٹے مگر کودنے کی کوشش کے وقت گویا حسن آرا روک دیتی تھیں سپہر آرا کی بھولی بھولی اور پیاری پیاری صورت آنکھوں کے سامنے پھر جاتی تھی۔ اللہ رکھی کی شوخی یاد آتی تھی۔ ایک مرتبہ ان کے قریب بجلی اس تیزی سے چمکی کہ گھوڑا بے اختیار اگلے پانوں سے کھڑا ہو کر معاً بائیں ہاتھ کی طرف کئی گز کے فاصلے پر اُچک گیا اور آزاد پاشا اُچھل کر دریا میں گرے۔ الاماں۔ الاماں۔ ؎

بیا ما اے بخت بہر غرق ما در شو بدر یا را
پر ماہی مگرداں باد بان کشتی ما را

حضرات ناظرین! قیامت کا سامنا ہے یا نہیں آزاد پاشا اس بیکسی اور بے بسی کی حالت میں پشت توسن سے گریں کیسا سانحہ جگر دوز ہے آفت ایسا طناز بیالا خوش رو جوان اور یوں گرداب تباہی میں آ کے آزاد پاشا گرے اور گرتے ہی سنبھلے پیراک تو تھے مگر اس مصیبت کے عالم میں دریا پیر نا دل لگی نہیں ہے۔ اور دریا بھی کون۔ نغار تھا ر جس کا اور نہ چھور۔ اور اس پر طرہ یہ کہ چڑھاؤ کا تھا اور بھی قیامت ہے۔ آزاد پاشا شہ زور تو تھے ہی بسم اللہ کہہ کر کھڑی لگاتے ہوئے چلے مگر پانی کا وہ زور تھا اور ہوا کی وہ تیزی کہ موج کے تھپیڑے اُن کو خس و خاشاک کی طرح اِدھر اُدھر بہائے پھرتے تھے۔ دس قدم بہزار خرابی گئے اور پانی نے بیس قدم پیچھے ہٹا دیا کبھی ملاحی چیرتے تھے کبھی کھڑی لگاتے تھے مگر دس قدم اِدھر یا دس قدم اُدھر ہوش پران حواس غائب کچھ بن نہیں پڑتی تھی۔

اب اُدھر کا حال سنیئے کہ آزاد پاشا تو ادھر کبھی عمر تنگ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اِدھر پہرے والا جب پہرا بدلنے آیا تو اپنے ساتھی کو ڈھونڈھا مگر پتا نہ پایا۔ اِدھر اُدھر تلاش کی مگر اُس کی خبر نہ ملی۔ آواز دی۔ صدائے بر نخاست بجلی جو چمکی تو دفعتاً ایک چیز نظر آئی قریب جا کر دیکھا تو لاش۔ ارے! غل مچایا سب کے سب جاگ اُٹھے تمام پہرے میں ہلڑ مچ گیا پہرے والے کی لاش پہچانی گئی۔ ابھی تک کسی فرد بشر کو میاں آزاد پر شک نہیں گذرا کرنل صاحب آئے آتے ہی حکم دیا کہ آزاد پاشا کو لاؤ۔ اور آزاد پاشا دریا میں ملاحی چیر رہے ہیں۔ وہاں کہاں۔ سواروں نے کہا حضور ان کا پتہ نہیں ملتا خدا جانے کہاں بھاگ گئے۔

کرنل۔ (ہاتھ مل کر) بس نکل بھاگا۔ یہ اُسی کا کام ہے۔ یہاں شب کو بندوق کس نے سر کی تھی۔ بندوق کی آواز کس طرف سے آئی تھی

سوار۔ حضور اسی طرف سے آواز آئی تھی۔ جہاں آزاد تھے

میجر۔ ہم نے کہہ دیا تھا کہ بغور دیکھو۔ مگر کسی نے نہ مانا۔ افسوس

سائیس۔ میں نے اُٹھ کر پکارا تو کسی نے کہا کہ ہم لوگوں سے دل لگی کی تھی ترک یہاں کہاں ہیں۔ جو ایسا ہی خوف ہے تو خدا ہی خیر کرے اگر سچ مچ ترک آ جائیں تو شاید ہو تیاں چھوڑ چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہو۔ اللہ اللہ یہ ہیبت ! اے لاحول۔

کرنل - آزاد سے کس کس سے دوستی تھی۔ نام لکھے جائین سب کے
میجر - (مسکرا کر) ایک تو مجھی سے دوستی تھی میرا نام لکھیے اور ایک آپ سے دوستی تھی اپنا نام بھی لکھیے۔

کرنل - افسرون کو مستثنیٰ کر کے سوارون اور پیادون مین کس کس سے زیادہ تپاک اور ملاقات تھی۔

آزاد پاشا کے دوستان صادق اور یاران موافق کے نام لکھنے بیٹھے تو فی صدی نوے کا تخمینہ کیا گیا۔ فہرست کیا طومار تھا کرنل صاحب نے ہاتھ ٹیک کر کہا۔ بس اب اس بارہ مین تحقیقات ہی کرنا فضول ہی جب ہمارے لشکر کے اتنے آدمی اُسکے خیر خواہ اور جان نثار ہین تو تحقیقات ہی بیکار ہی۔ کئی آدمیون سے سوال کیے کہ تم نے بندوق کی آواز سنی تھی۔ سنی تو کچھ دریافت بھی کیا کہ کس نے سر کی کسی آدمی کو جاتے آتے دیکھا۔ کچھ آہٹ ہوئی یا یون ہی چلدیا سب اپنی اپنی روایت بیان کرنے لگے۔

ایک - مین غافل سو رہا تھا کہ بندوق دغی۔ لیٹے لیٹے گردن اُٹھا کر ادھر اُدھر دیکھا تو سناٹا تھا۔ سمجھا کہ خواب دیکھ رہا ہون پھر بدستور سو رہا مجھے نہین معلوم ہوا کہ کس نے بندوق چلائی اور کون بھاگا اور کیا بھاگا۔ بس اور مین کچھ نہین جانتا ــــ

دوسرا - مین جاگ رہا تھا۔ مین نے دیکھا کہ ترکی پاشا نے بندوق لی اور داغی مگر مجھے یہ نہین معلوم تھا کہ یہ بھاگنے والے مین یا پہرے کے سپاہی کو اُنھون نے ٹھنڈا کیا۔ اُنکے ارد گرد دو چار دوسی بھی تھے اس سے مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ دل لگی کر رہے ہین۔

تیسرا - پہرے والے کو گرتے مین نے نہین دیکھا مگر بندوق کی آواز آئی تو مین نے بھی غل مچایا۔ ایک شخص نے کہا ترک آگئے۔ دو تین نے غل مچایا ترک ترک مین تلوار لیکر اُٹھا ہی تھا کہ کسی روسی نے ہنسکر کہا۔ جاؤ بس دیکھ لیا ترکون کے نام سے اسقدر خائف ہو۔ ذرا بندوق سر ہوئی اور گھبرا کر ترک ترک غل مچانا شروع کیا۔ جب مین نے یہ فقرہ سنا تو کمال نادم ہوا اور تلوار رکھکر سو رہا۔

چوتھا - رواف کی صورت کا ایک سوار اسکے پاس دس بجے گیا تھا اتنا مجھے خوب یاد ہی اور مین نہین جانتا۔

کرنل صاحب نے رواف سے پوچھا۔ اُسنے صاف انکار کیا مین تو نو بجے کے وقت سو رہا تھا آزاد کے پاس دس بجے مین کیا کرنے جاتا

الغرض لشکر مین بگل بجنے لگا تا کہ میدان کے جوان بھی ہوشیار ہو جائین۔ کئی سوار دوڑائے گئے کہ آزاد کا پتا لگائین مگر بارش نے ناک مین دم کر دیا۔

خیر یہ لوگ آزاد کی تلاش کیا کرین اب اُنکی کیفیت سُنیے بیماری کے سبب سے نقیہ اور ہلکان تو ہو ہی گئے تھے کچھ دیر کے بعد دم پھول گیا۔ اب ڈوبے۔ خدا بچائے جب اُنھون نے دیکھا کہ بس اب کوئی دم کے مہمان ہین تو جان پر کھیل کر کنارے کی طرف جانے کا قصد کیا۔ آٹھ دس بار ناکام ہوئے۔ آخر کار گیارھوین بار جبکہ ڈوبنے ہی کو قریب تھے حسن اتفاق سے اُنکا پاؤن تہ پر پڑا اور زور کر کے بہ کنارے تک آگئے تو شل سا دہ مرے آتے ہی ریت مین گر پڑے تو بیہوش۔ ایک گھنٹہ کے بعد ہوش آیا۔ آنکھ کھُلی تو دیکھا کہ چاندنی نکھری ہوئی ہی اور اُنکے پاؤن کنارے پر اُس عالم مین جہان دریا کا پانی آکر بر جستہ الفقری واپس جاتا ہی پاؤن کی انگلیون کی کبھی کبھی پابوسی کرتا ہی اُٹھے تو دیکھا کہ ایک سوار ٹیلے پر کھڑا ہی ہوش اُڑ گئے بھاگنے ہی کو تھے مگر سوار سے بھاگ کے کہان جاتے بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کا مُشکی گھوڑا تھا سوار نہ تھا۔ ہنسکر گھوڑے کے قریب گئے اور گردن پر ہاتھ پھیر کر کہا شاباش ساچے وقت ملے مگر کہین پھر نہ دغا دینا۔ گھوڑا ہنہنایا۔ اُنھون نے پھر گردن پر ہاتھ پھیرا

اور پھر کہا۔ شاباش خوب ساتھ دیا غازی مرد۔
دو گھنٹے کے بعد میان آزاد گھوڑے پر سوار ہوے اور راتون رات دریا کے کنارے کنارے چلے۔ سحر کاذب کے وقت اُنھون نے ذرا دم لیا اور پھر چلے تو تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ مقام ملا جہان شکار کھیلتے ہوئے کشتی پر گئے تھے۔ جان مین جان آئی اور آگے بڑھے تو ایک ترکی سوار ملا۔

سوار۔ السلام علیکم۔ بحمد اللہ کہ مع الخیر واپس آئے مگر یہان تو خبر مشہور تھی کہ قید کر لیے گئے۔

آزاد۔ اب دم لون تو کل حال بتاؤن خدا نے بچایا بڑی مصیبت سے دوچار ہوا تھا مگر اس کی بندہ نوازی کے صدقے کہ جان بچا کر بخیریت واپس آیا

سوار۔ اب قلعہ مین اور فوج آئی ہے اب لشکر جرار ہمارے پاس ہے

قلعہ معلی مین آزاد پاشا داخل ہوئے تو سوارون اور پیادون اور افسرون نے دوڑ دوڑ کر استقبال کیا علیقو پاشا نے جھپٹ کر گود مین اُٹھا لیا چو طرفہ خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔

آزاد۔ کوئی اٹھائیسوین روز چھٹکارا ملا۔ اُف مر مٹا۔

علیقو۔ اجی اب چل کے رنگ رلیان مناؤ سپاہی کے لیے تلوار کے منہ مرنا معراج ہے ع۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

آزاد۔ اب حالات جنگ تو بتائیے سُنا بڑی شکست پائی

علیقو۔ بس اس مرتبہ فوج ایسی منتشر ہوئی کہ کچھ نہ پوچھو

آزاد۔ ہم نے خبر پائی تھی کہ کئی آدمی گرفتار کر لیے گئے

علیقو۔ ہم نے اڑتالیس آدمی گرفتار کئے اور وہ ہمارے صرف سات آدمی روسی پکڑ لے گئے۔ البتہ ٹیلے کو جھپک مین یلان ترکی نے علم فتح نصب کر دیے اور روسیون کو اس جوانمردی سے ہٹایا کہ بول گئے۔ ؎

به هر کارے که همت بسته گردد	اگر خارے بود گلدسته گردد

ع۔ بیدل نیم ہنوز بہ بینم چہ مے شود۔

آزاد۔ ہم نے روسی لشکر کی اکثر باتین اس قید مین دریافت کین واقعی بڑے جرار آدمی ہین میدان کارزار سے اُنکے قدم نہ ٹلینگے

اتنے مین ایک افسر نے آزاد سے کہا کہ آپ کے نام ایک خط آیا ہے مگر ہم نے بھاپ لیا کہ کسی معشوق نے بھیجا ہے خط سے بہشت کی لپٹین آتی ہین آزاد معاً تاڑ گئے کہ حسن آرا بیگم کا خط ہوگا فرط بیقراری و بیتابی سے کہا واسطے خدا کے جلد لاؤ۔ افسر موصوف نے خط دیا تو آزاد پاشا کا دماغ طبلہ عطار بن گیا کئی بار بوسے لئے۔ لفافہ دیکھا تو حسن آرا کا نستعلیق خط باچھین کھل گئین فرط ابتہاج سے ٹوپی اچھال دی اور بے اختیار کہہ اُٹھے ؎

محظوظ می بینم و گرد سواد نامه مے گردم
فدای جنبش آن دست و طرز خامه میگردم

حسن آرا بیگم کا نامہ بنام آزاد پاشا

هر که ز غنچه دم زند لب بگشا که همچنین
هر که ز گل سخن کند رخ بنما که همچنین
هر که بگوید این سخن عمر دوباره چون شود
از بر من برو دمی باز بیا که همچنین

میرے پیارے آزاد پاشا اب تمھاری حسن آرا سے زیادہ خوش نصیب شاید ساری خدائی مین کوئی نہ ہوگی مگر دل و جان سے یہی دعا مانگتی ہون کہ بار خدایا آزاد کی صورت دکھا معرکہ دار و گیر سے صحیح سالم واپس لا۔ آنکھین تمکو ڈھونڈھتی ہین ؎

در انتظار یک نگه سرسری تو	چشم سفید شد بسر خاک پاے تو

آزاد تمھاری ایک ایک ادا دل مین اسطرح کھپ گئی ہے

اور تمھاری دلی محبت کا نقش میری لوح سینہ پر ایسا مرتسم ہے کہ بعد فنا بھی نہ مٹے گا۔ میرا دل تم نے اپنا کر لیا ہے

اگر از ناوک مژگان دل من دوختۂ ‖ اینقدر شوخی چشمان ز کہ آموختۂ

منہ کھول کے درد دل کسی سے کہہ نہیں سکتی کہ ہمجولیان طعنے دینگی خدا جانے کیا کیا سمجھین گی۔ مگر ہر چہ بادا باد۔ میری عفت اور پاکدامنی کا خدا شاہد ہے

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلان ‖ مانمی خواہیم ننگ و نام را

صبح کو خانہ باغ مین دل بہلا رہی تھی عجب سمان تھا ہر برگ و بار نزہت توامان تھا۔ قدردان خوشخرام کی بال جنبانی طیور قدسی شور کی زبان لبریز حمد سبحانی۔ نوعروسان چمن رشک خوبان فرخار غنچون پر جوبن گلون پر بہار۔ مین پہلے ہی تاڑ گئی کہ آج نرالے ٹھاٹھ ہین اللہ اللہ! اس دھوم دھام سے چمن مین بہار آئی ہے ٹہل رہی تھی کہ جگر گوشہ سپہر آرا شوخی کے ساتھ دوڑ کر آئی اور ہنستے ہنستے اخبار لائی کہا باجی جان میان آزاد نے ایک معرکہ سر کیا اخبار سرت بار پڑھا تو ہزارون بار چوما بس اب ہندوستان مین تمھاری ایسی شہرت ہے کہ مجھے تشفی ہو گئی۔ اب آؤ۔ اور جلد آؤ۔

ایک افسر نے مسکرا کر کہا اس خط مین کیا لکھا ہے۔ آزاد نے کہا تمام ہندوستان مین آجتک کسی دوشیزہ نے ایسا خط نہ لکھا ہوگا اسکے بعد مطلب ترجمہ کرکے سنا دیا اور افسرون سے باتین کرنے لگے

دگر دور رنگین ساقی صبح خیز ‖ زمی کرد بر خاک یاقوت ریز
دو لشکر چو دریاے آتش دہان ‖ گشادند باز از کمینہا کمان
دگر بارہ در کارزار آمدند ‖ بہ شمشیر افگنی در شکار آمدند
ہمان کوس رومی زگرگینہ چرم ‖ نہ دل بلکہ فولاد را کرد نرم
درای جگر تاب و فریاد زنگ ‖ زسر مغز می برد و از روی رنگ

ادھر سالار گیتی فروز یعنی خورشید عالم افروز نے علم زرفشان سے نصف کرۂ زمین پر سکۂ حکمرانی بٹھایا۔ اُدھر ایک ترکی سوار خشمناک آغشتہ خون و خاک توسن چالاک کو سبک پویہ کرتا ہوا قلعۂ معلی مین آیا اور آتے ہی بہ آواز بلند کہا۔ اے مردان بکوشید تا جامۂ زنان نپوشید ہے

دگر بار میدان شد آراستہ ‖ زبیغولہا لعبو بر خاستہ
کشیدند صف علمداران روس ‖ وزان قلب آراستہ چون عروس
کشن پوستینی در آمد بجنگ ‖ چو از ژرف دریا بر آید نہنگ

لشکر مین فوراً بگل دیا گیا اور ترکی جوانان جرار و آزمودہ کار مسلح ہوکر میدان کارزار مین جانے کے لیے آمادہ ہو گئے تھوڑی ہی دیر مین سیل عظیم کی طرح قلعے سے لشکر امڈا شمشیر تیز اور اسلحۂ ستم خیز صبا رفتار مرکبون کی چالاکی خونخوار راکبون کی خشمناکی سوار زبان حال سے پکار پکار کے کہتے تھے کہ ہے

سنانم ز پہلو در آمد بہ ناف ‖ در وغے نمی گویم اینک مصاف

ایک میل کے فاصلے پر دونون لشکر صفین باندھ کر آراستہ ہو گئے ہے

نماینده رومی بہر سو ستیز ‖ برآورد و از روسیان رستخیز
بہم آمیختہ لشکر روم و روس ‖ بشطرنج و سپیدی چو روے عروس

میدان مصاف مین ادھر روسیہ کا جرس گردون خروش ادھر رومیون کا کوس فلک شگاف۔ فوجی باجا نامرد کو بھی جوان مرد بنائے۔ بزدل کی رگ حمیت بھی جوش مین آئے ادھر روس کے جوانان تندخو ادھر روم کے نبرد آزمایان کینہ جو ادھر کاسک کی فوج دلیر۔ ادھر باشی بزوق غرندہ شیر ادھر جنرل کشور کشا ادھر پاشا زور آزما۔ دونون طرف باجے کی آواز سے لشکری مست ہو رہے تھے جانبین کے سرداران رزمگین تیغ اور افسران صف شکن تلے ہوئے تھے کہ ادھر جنگ چھڑے

اور ہم جان پر کھیل جائین غنیم کے چھکے چھڑا ئین۔ فوجی باجا ان نوجوانون کی آتش شوق کو اور بھی بھڑکا رہا تھا طبل انکے سمند جوش پر مہمیز کا کام کرتا تھا۔ مگر سپہ سالاران سال خوردہ سمجھاتے تھے کہ ذرا بآئین رکے ہوئے۔ نوجوان دست بدعا تھے کہ یا الٰہی معرکہ ستیز اور میدان رستخیز گرم ہو شاباش تلوار چلے۔ دل کھول کر غنیم سے لڑین گلگون خوش رفتار معشوقون کے مزاج کی طرح جوش کر رہا تھا۔ ترکون کے رسالے مین سے ایک نے کہا کہ اگر کوہ البرز بھی ہو تو ایک گرز سے ہم جگر فگار کرین شیر ژیان ہو تو تیر کلیجے کے پار کر دین۔ دوسرا بولا ایک طمانچہ مین دیو کو تحت الثریٰ پہونچاؤن پیل دمان کو زمین پر گراؤن یہ جوش و خروش شیر مردان فولاد پوش وسخت کوش دیکھکر سپہ سالار خرد آگاہ نے کل سپاہ کو مخاطب کیا اور یون کہا۔

اے غازیان با وقار و مردان خدا۔ ہماری فوج بحر موج کے جوش و خروش سے ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ ہمارا ایک ایک نیزہ رومیون کے جگر کے پار ہوگا۔ غنیم سیہ کار دم کے دم مین تباہ و خوار ہوگا مگر ایسا نہو کہ اپنے زعم مین آپ ہی آرہو۔ خبردار سنبھلو۔ استقلال اور صبر نعمت خدا داد ہے۔ مرد میدان وہ ہے جو دور اندیش اور آخر بین ہو۔ لاکھ بر سر کین ہو مگر معرکۂ جنگ مین خوب دیکھ بھال کے لڑے۔ پہلے اپنے کو دشمن کے وار سے بچائے پھر اُس پر چوٹ جڑے۔

خدا حضرت سلطان المعظم کو اس معرکۂ نبرد مین سرخرو اور فائز المرام کرے ہمچشمون اور سلاطین کرام مین نیکنام کرے۔

بادشاہے کہ پای نگاہش را — برتر از چرخ سائبان بستند
بر فلک بخت نوجوانش را — بنظم عقد جاودان بستند
رہروان قوافل جبروت — ہودج قدر او گران بستند

سائبان قضاے دولت او — از مکان تا بہ لامکان بستند
کشتی بحر ضمیر شش را — ز اطلس چرخ بادبان بستند
بہر پابوس او رکاب نعم — بر سمند سبک عنان بستند
جاودان عیش باد کز پی او — ہفت آئین کن فکان بستند

اس آخری شعر پر نعرہ (آمین ثم آمین) اس زور سے بلند ہوا کہ کان کے پردے پھٹنے لگے۔

یون تو دونون فوجون مین ہر فرد بشر نیزہ گذار اور دلیر و جرار تھا مگر آزاد پاشا کل رزمگاہ مین اپنی آپ ہی نظیر جرأت مین عدیم السیم جنگ کے فنون مین فرد تھے انتہا کے جیالے غضب کے شیر دل شیر مرد تھے ہر بن مو جنگجو تھا تشنۂ خون عدو تھا اور خیال وصال ناظرۂ خورشید جمال توسن ولولہ پر تازیانے کا کام کرتا تھا۔ بانگ درا اور صداے جرس نے انکو اور بھی مست کر دیا ایک قسم کا جنون ہو گیا تھا کہ ادھر توپ پر بتی پڑے یا بندوق چلے ادھر گھوڑا دوڑا کر قلب فوج مین پہونچون اور ایک سرے سے رومیون کے سر اڑانے شروع کرون جون جون دیر ہوتی تھی جنون کا زور بڑھتا جاتا تھا۔

اسیر دام زنجیر جنونم کرد صیاد ے
کہ از ہر گردش جنبش برقص آید پریزادے

اب سنیے کہ طرفین کے سپہ سالار اس فکر مین تھے کہ پہلے غنیم کی جانب سے توپ چلے تو ہم جواب دین۔ روسی منتظر تھے کہ رومی بسم اللہ کرین اور رومی چاہتے تھے کہ روسیون کی طرف سے گولہ اندازی شروع ہو۔ دونون اپنی گھات مین تھے گو دونون لشکر آمنے سامنے کھڑے تھے مگر حملہ آور ہونا مصلحت کے خلاف تھا۔

آخرکار روسیون کی طرف سے اتواپ کوہ شکن پر بتیان پڑین

اور جانبین سے گولے اور گولیاں چلنے لگیں۔ ایک شبانہ روز یہی کیفیت رہی اور ہزاروں گلبدن نوجوانوں کے شبنم بدن زخمی ہو کر لاشیں پھڑکنے لگیں۔ آدھی رات سے دست بدست جنگ شروع ہوئی ترکی اور روسی سپاہیوں نے خوب داد تہوری دی اُنکی شمشیر خاراشگاف۔ اُنکی تیغ خوش غلاف اُس نے للکارا کہ او طفلک نادان تو اور مقابلۂ شمشیر اصفہان۔ ایک ضرب میں کام تمام کرونگا مارونگا اور مرونگا مگر پیچھے نہ ہٹوں گا۔

وہ بولا ای جوان اجل رسیدہ سنبھل۔ دیکھ مرد یوں وار کرتے ہیں یوں غنیم سے پیکار کرتے ہیں۔ اسنے بڑھکر ہاتھ دیا اُسنے چوٹ بچائی سامنے گھٹنا ٹیک کر تلوار چلائی۔ آزاد نے بڑھکر سیف دو پیکر چلائی فوج روس چوندھیائی۔ روسیوں نے کہا ہمارا لشکر دل بادل ہے ترکی بولے ہماری تلوار فرمان قضائے اجل ہے ؎

اُترے جگر سے جسکے اُسی کو خبر نہو
کاٹے گلے ہزار کے اور خون میں تر نہو

میدان کارزار گرم تھا طرفین نے خبر پائی کہ کمکی فوج مالسار مدد کو آئی ورود افواج ظفر امواج نے دلوں کو تسکین دی تازہ دم سپاہ نے تسلّی بخشی۔ معرکہ گیرودار کی گرم بازاری تھی دونوں طرف فوج جرار مصروف پیکار تھی۔ ترکی شمشیرزن روسی ملنگ ژنگن جب لڑتے لڑتے طرفین کا لشکر تھک گیا۔ تو سپہ سالاروں اور افسروں نے بکمال چابکی و چستی اس فوج کو ہٹایا اور تازہ دم سپاہیوں کو آگے بڑھایا۔ ترکوں نے جدال و قتال کیلیے کمر ہمت چست باندھی اور برس پڑے روسی نعرۂ خوشی بلند کر کے جانیں کھیل کر لڑے دونوں اس شجاعت سے میدان میں ڈٹے کہ یہ ہٹے نہ وہ ہٹے اتنے میں روسیوں نے پھر گولے آ مارے۔ ترکوں نے بھی تاک تاک کے نشانے لگائے اور نعرے مارے۔ ہر دار اور آواز تفنگ ہے میدان جنگ کوسوں تک گونجے گا۔ ع۔

سر یوں برس رہے تھے کہ جیسے جھڑی لگے

بیس نوجوانان ترک بکمال تہوری آگے بڑھے میں فوج غنیم میں جا کر خوب لڑے بھڑے اور دو شیر دلوں نے روس کی ایک اژدر دہان توپ میں کیل ٹھونک دی۔ سات آٹھ گولہ اندازوں کی جان لی مگر ایک کی دوا دو چالیس پچاس روسی اُن یلان تہمتن پر ٹوٹ پڑے۔ جان بکف تو وہ گئے ہی تھے۔ حتی الوسع خوب مقابلہ کیا۔ دیر تک لڑے۔ آخرکار جب تلواریں دو نیم ہو گئیں دم توڑا۔ مگر مرتے دم تک منہ نہ موڑا۔ گولے علی الاتصال دو طرفہ برستے تھے مجروح بیچارے اِدھر اُدھر تڑپے ہوئے ترستے تھے کہ ہائے اگر زخم نہ کھاتے تو حق نمک ادا کر جاتے۔ جب گولہ گولی کا دور صفایا ہوا تو ناچار جانبین کے جانبازوں نے پھر تیغ خونآشام ہاتھ میں لی اور داد شجاعت دی ؎

پھر تو پکار تھی یہ اِدھر وہ اُدھر گرا
خنجر وہ ہاتھ وہ خود اور وہ سر گرا

آزاد پاشا نے ای مردان بکوشید کی صدا بلند کی اور ؎

یہ کہہ کے لی نیام سے تیغ شرر فشان
شعلے نے الحذر کہا بجلی نے الامان
آواز دی زمین نے کہ یا حافظ جہان
دہشت سے تھرتھرا گیا مریخ آسمان
ثابت ہوا کہ چہرۂ خورشید کٹ گیا
غل تھا کہ فوج روس کا دفتر الٹ گیا

آزاد کی دلاوری سرو ہی کی چمک کا ایک نے بھی مقابلہ نہ کیا اس صفائی کے ساتھ ہاتھ لگاتے تھے کہ ایک ایک ضرب میں دس دس سر زمین پر آ گئے تھے۔ یہ آئی وہ گئی یہ چمکی وہ پڑی۔ یہ سر کاٹا وہ سر اُڑا دیا۔ بنوٹ کے اُستاد کا کوئی کیا مقابلہ کرے گا ہاتھ بھر بھر کے اس طرح جاتے تھے کہ غنیم کی روح لرزنے لگتی تھی ایک چشم زدن میں پرے کے پرے صاف کر دیے۔ ایک غازی کی تلوار نے ستم ڈھایا ؎

گہ شرق میں خورشید کے مانند عیان تھی
گہ غرب میں شکلِ مہِ نو جلوہ کنان تھی
گہ چرخ پہ روشن صفتِ کاہکشان تھی
یہ تیغ کا پرتو تھا فقط خود وہ کہان تھی
ہن اُسکا گھٹا تھا جو دلیرانہ بڑھا تھا
منہ کی وہی کھاتا تھا جو منہ اُسکے چڑھا تھا

ترک آفرین کی صدا بلند کرتے تھے روسی تمکسر حبا مرحبا کہتے تھے روس کی فوج سے ایک نوخیز جوان خوبرو نے ایک بیش بہا شمشیر میان سے نکالی اور گو پیچھے کی صف میں تھا۔ مگر بغیر کاٹ کر نام خدا لے کے یہان آزاد کی طرف آیا اور آتے ہی پشت کی طرف سے وہ ہاتھ تلا ہوا لگایا کہ شانہ پر آزاد نے چرکا کھایا۔ آزاد چوٹ کھانے کے عادی تو تھے ہی نہین آنکھون مین خون اُتر آیا جھپٹے کہ اس بد انجام کا کام تمام کرین مگر اُسنے پھر ایک بھر پور ہاتھ لگایا۔ اگر آزاد فنون سپہ گری اور بانک بنوٹ سے واقف نہ ہوتے تو عقدہ اِدا کھل جاتا اُنھون نے اپنی تلوار پر اسکو روکا اور ہاتھ اس طرح پر لگوایا کہ دونون تلوارین سرون سے اونچی ہو کر الگ ہو گئین۔ اسکا لطف وہی ناظرین اُٹھائینگے جنھون نے لکڑی پھینکی ہے۔ اور اسکو وہی سمجھینگے جو ان فنون مردانہ کو جانتے ہین اب اس نازک مقام پر بڑی استادی یہ ہے کہ جب ہاتھ گھوم کر سر پر سے جائے اور تلوارین الگ ہون تو جو پھرتی کے ساتھ پہلے ضرب لگائے وہ دوسرے کو مار لیگا۔ آزاد نے تلوارون کے جدا ہوتے ہی پینترا بدلا اور تڑسے چالاکی کا ہاتھ دیا۔ وہ جوان رعنا ہنسکر ذرا آڑا ہو گیا اور چوٹ بالکل خالی گئی۔ آزاد ایسے غضب ہوئے کہ آنکھون میں اندھیرا چھا گیا۔ مارے غصے کے بدن کانپنے لگا۔ اس جوان گلچہرہ نے چمک کر بالٹ کا ہاتھ لگانا چاہا۔ بالٹ بچا کر آزاد نے ایک انی لگائی چھلتی ہوئی چوٹ پڑی مگر خون نہین آیا۔ ایسی چوٹ پڑی جسے اُستاد لوگ اصطلاح مین رُسنا کہتے ہین۔ جوان طناز نے مسکرا کر کہا۔ بس۔ آبڑھکر یہ کہکر [illegible] جوان رعنا شمائل فیل دمان کی طرح جھوم کر خود آگے بڑھا۔ اور آزاد پاشا سے تلوار چلنے لگی ان دونون کی ضربت شمشیر جگر دوز کے خوف سے دس دس قدم تک کوئی آدمی نہ تھا۔ ناظرین کو یہ سنکر استعجاب ہوگا کہ جسوقت ان دونون مبارزان روئین تن اور استادان کامل فن مین تلوار چلنے لگی اس وقت کل روسی اور ترکی جنگ کو چھوڑ کر انھین کا تماشا دیکھنے لگے۔ دونون ہم سن۔ دونون کم سن دونون زیبا اندام۔ دونون گلفام۔ دونون فن سپہ گری مین طاق دونون داؤ پیچ مین مشاق۔ دونون جیلے۔ دونون جانباز دونون شیر طبیعت۔ دونون طناز۔ طرہ یہ کہ روسی نوجوان بھی ایک نوعروس شیرین حرکات کے تیر نگہ کا گھائل تھا۔ اسکا دل بھی نکاح کی طرف مائل تھا۔ وہ نگار عربدہ جو بھی یہی قول ہارے تھی کہ ترکون کے خون سے اپنی شمشیر کی پیاس بجھا؛ وسرخرو ہو کر آؤ تو ہم بغل ہو جوانی کے لطف اٹھاؤ خوب گذرے گی جو مل بیٹھینگے دیوانے دو آزاد دل ہی دل مین کہتے تھے کہ خداوندا اس وقت پیاری حسن آرا اگر ہمکو شمشیر بکف ایسے سربلند و وفا پسند جوان سے لڑتے دیکھین تو ہماری محنت ٹھکانے لگے اور وہ دعا مانگتا تھا کہ یا خدا اس دم کے ٹڈے کو اگر گرا دون تو صلۂ دلی حاصل کر لون۔ مگر آزاد کو یہ خبر ہی نہ تھی کہ مخالف بھی اسی درد مین مبتلا ہے۔ یہ بھی اسیر دام زلف مشک سا ہے۔ نہ روسی کو معلوم تھا کہ یہ ترکی پاشا ہماری طرح معشوق کے کہنے سے آیا ہے۔ محبوب کا حکم دل و جان سے بجا لایا ہے یہ بھی کشتۂ تیغ ادا ہے۔ یہ بھی خستہ جگر ایک معشوق پری پیکر کا شیدا ہے دونون جوانان روئین تن و گلبدن اپنی اپنی گھات مین تھے۔ آزاد پاشا نے مخالف کا کام اب تک کب کا تمام کر دیا ہوتا مگر اُنکی کرتی بھاری

اُٹھائی تھی زخم پر زخم اور تلوار پر تلوار کھائی تھی۔ مہینوں کی بیماری۔ بدن بھر زخم۔ رات کی وہ مصیبت کہ الامان چڑھے ہوئے دریا میں چڑھاؤ کاٹنا دل لگی نہیں ہے۔ پھر راتوں رات گھوڑے پر آنا اور دشت و صحرا میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھانا دو دن کیا معنی ایک دن بھی آرام نہ کرنے پائے کہ مورچے پر آ گئے اور یہاں ایسا سخت مقابلہ ہوا کہ الامان جب آزاد نے دیکھا کہ دم ٹوٹنے لگا تو باتیں شروع کر دیں۔

آزاد۔ (پینترا بدل کر) تمھاری جوانی پر رحم آتا ہے ورنہ خدا جانے اب تک تم کہاں ہوتے۔ اب بھی تلوار رکھ دو۔ کہا مانو

جوان۔ عقل کے ناخن لو۔ ہوش کی دوا کرو۔ ڈھیر کر دوں گا

آزاد۔ (مسکرا کر) اب تمھاری یہی مرضی ہے کہ لاش پھڑکتی ہوئی دیکھوں

جوان۔ دم پھولنے لگا ہے استاد مگر شیخی نہیں جاتی۔

آزاد۔ تمھاری قضا میرے ہی ہاتھ ہے قضا سر پر کھیل رہی ہے ایک ہاتھ میں زمین پر لوٹتے ہو گے۔ اپنی جان کے دشمن ہو

اتنے میں ایک روسی نے بڑھ کر کہا۔ واہ بس اتنے ہی تھے تمکو ہر دم یہی سمجھنا چاہیئے کہ دشمن پر زور ہے۔ مگر تمھاری نظروں نے ہمارے دل کو اسقدر ضعف تھا کہ آج ان زیبا شمائل کا بھر جوش اور بھی بھڑک اٹھا۔

آزاد سمجھ گئے کہ یہ بھی ہماری ہی طرح کسی زہرہ جبین نازنین کا والہ و شیدا ہے۔ سوچے اگر اسوقت حسن آرا بیگم اور وہ لیڈی جس پر یہ ریجھا ہے۔ ہم دونوں کو باہم مصروف پیکار دیکھیں تو بڑی دل لگی ہو پھر دونوں میں سے ایک کی لاش بہت جلد پھڑکنے لگے۔

جوان خوش ہو کر نے للکار کر کہا بس اب وار اپنا رہا ہو جائے یہ کہہ کر تنگ کے جھپٹا اور دس بارہ ہاتھ آزاد پاشا پر اس زور سے لگائے کہ آزاد کسی قدر گھبرا اٹھے سانسے اکھڑ گئے دم لینے دیا لیکن لگن کیا تھا کہ ان پر رحم نہیں آتی تھی۔ ہو آنکھیں چھپاتی بھی۔ تھوڑی دیر میں ان کا دم ٹوٹ گیا اب آزاد بغلیں جھانکنے لگے۔

حضرات ناظرین! خوب یاد رکھیے کہ بیماری نے ان کو ایسا شل کر دیا تھا کہ اگر دوسرا ہوتا تو مورچے پر جانے ہی سے انکار کرتا مگر یہ جری اور قوی آدمی تھے۔ اس جوانمردی کے ساتھ ایسے زبردست سپاہی سے لڑنا آزاد ہی کا کام تھا۔ آزاد نے اس طرح پر پینترے بدلے کہ وہ جوان رعنا ذرا کسیقدر فاصلے پر ہو گیا اور اسکی چوٹیں بالکل بیکار جاتی تھیں۔

جوان۔ بول گئے ٹھہر تو جاؤ۔ ہنپا ہنپا کے قتل کروں تو سہی

آزاد۔ بس ایک ہاتھ کے ہو۔ اب کی ہاتھ پڑا اور تم دنیا سے کوچ کر گئے تمھاری جوانی پر افسوس آتا ہے۔ کیا گبھرو جوان ہے۔

جوان۔ اللہ اللہ۔ آپ بھی ہمارے چاہنے والے ہو گئے پھر ایک تو پیدا ہو گئے (مسکرا کر) قضا کے نعم خوان ہو۔

آزاد اس عرصے میں کسی قدر سستا چکے جب انھوں نے دیکھا کہ اب ہم لڑنے کے قابل ہو گئے تو باتیں کرتے کرتے ڈانٹا اور (سنبھل) کہہ کر ایک ایسی جمائی کہ جوان رعنا چوندھیا گیا ہنوز اچھی طرح سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ آزاد نے جالی کا ہاتھ دیا مگر ابھی تک زخمی نہیں ہوا۔ میاں آزاد چھلاوے سے چپٹ کر گئے تو وہ گھبرا اٹھا۔ طرفین سے لوگوں نے کہا بس اب دونوں جدا ہو جاؤ آزاد نے کہا بغیر قتل کئے چلے جانا ہمارے مذہب کے خلاف ہے

یہ باتیں ہوتی ہی تھیں کہ پچاس ساٹھ تلواریں لے لیکر ترکوں کی فوج میں دھر دھمکے ترکوں نے بھی تیغ خوں آشام سے کام لیا۔ اور دم کی دم میں دشت ماتم گلنار ہو گیا آدھ گھنٹے کے بعد چاروں طرف بے کفن لاشیں نظر آنے لگیں۔ آزاد پاشا بھی ایک درخت کے نیچے خون میں آغشتہ پڑے تھے اور وہ جوان رعنا ان سے چند قدم پر بیہوش غشی کے عالم میں دنیا فراموش۔

آزاد پاشا اور وہ جوان رعنا سامنے سامنے آلودہ خاک و خون بیکسی کی حالت مین پڑے تھے۔ آزاد بیہوش نہ تھے مگر پرانے زخمون کے انگور ابھی بھرنے بھی نہ پائے کہ انھون نے زخمون پر اور زخم کھائے بس بلبلا اُٹھے تڑپنے لگے۔ جوان رعنا کا خون اسقدر نکل گیا تھا کہ ہوش ہی باقی نہ رہا۔ آزاد نے اسی حالت مین آہ سرد بھر کر کہا او جوان گلفام درد کی لذت سے تو آگاہ نہین اسدرجہ ہمارے جسم کے زخم البتہ زبان سے چٹکارے بھر رہے ہین۔

بل گیرد

دداجی اور عباسی مہری نے جو ثریا بیگم کو آزاد مرزا کے قید ہو جانے کی خبر سنائی اور انکے دل پر بجلی گرائی پہلے یقین نہین آیا۔ کہا انھون ہی نے سکھایا ہوگا کہ جاکے ثریا بیگم کو آزما۔ کہدینا ہم امتحان مین پورے اُتر ینگے۔ یہ بھڑے کسی اور کو دین۔ آزاد اور قید ہو جائین کیا طاقت دداجی تو خیر ہمارے مزاج سے واقف نہین مگر تم سے عباسی شکایت ہو ایسی بدشگون بات مُنہ سے نکالتی ہو۔

عباسی۔ حضور بات ہی ایسی ہوئی بس کیا عرض کرون۔

دداجی۔ (گردن نیچی کر کے) سنا کہ ادھر وہ گاڑی پر سوار ہو کر گھر پہونچے ادھر برق اندازون نے گھیر لیا اور کہا لیجئے اب چلئے آپ اس وقت سے حوالات مین ہین۔

بیگم۔ (ہاتھ ملکر) ارے ہاے ہاے۔ یہ ہوا کیا۔

دداجی۔ حضور کچھ سمجھ مین نہین آیا مگر انکے ایک عزیز مین وہ پیروی کرنے والے ہین۔ روپیہ بھی خرچین گے۔

بیگم۔ روپیہ نگوڑا کیا مال ہے تم جاکے کہو کہ جسقدر روپیہ کی ضرورت ہو ہم سے لین۔

دداجی۔ بہت خوب ابھی جاتی ہون۔ ڈولی منگوا نا عباسی

عباسی۔ بہت اچھا حضور حکم ہو تو دار وغہ صاحب کو بھی بھیجدون شاید کوئی ضرورت ہو۔

بیگم۔ توبہ توبہ۔ تم تو جان بوجھ کے انجان بنی جاتی ہو عباسی دار وغہ بو بک بھلا وہان کیا بنائے گا۔ بس دداجی تم چلی جاؤ بڑا احسان ہوگا۔

دداجی ڈولی پر سوار ہوئین اور خوش خوش گئین آزاد مرزا کے عزیز سے کہا۔ ایک بیگم صاحب نے مجھے آپکے پاس بھیجا ہے اور کہا ہے کہ اگر روپیہ کی ضرورت ہو تو ہم حاضر ہین جسقدر روپیہ کہیے بھیجدین مگر آپ خود پیروی کیجئے۔ اور کہا ہے کہ انگریز وکیل ضرور رہو۔ آزاد مرزا کے عزیز بڑے مرزا اُن سے بھی بڑھ کر بگڑے باز تھے فوراً قبول منظور کر لی دداجی کے ساتھ ایک گاڑی پر سوار ہو کر ثریا بیگم کے مکان پر آئے۔ دداجی نے اندر جاکر کہا حضور بڑے مرزا صاحب آگئے کہا۔ اچھا بلا لو چق کے اُدھر بٹھاؤ۔ پھر کچھ سوچکر عباسی کو پکارا پوچھا سن کیا ہے۔ عباسی نے کہا ہے کوئی ہو گئے ساٹھ پینسٹھ برس کے۔ حکم ہوا کہ چق کے باہر بٹھاؤ۔ بڑے مرزا صاحب آئے گٹھنا سفید چُست۔ کرتہ ڈوریے کا۔ تن زیب کا انگرکھا۔ چوڑی چوڑی گوٹ بانگی نگے دار ٹوپی معطر و معنبر۔ چھپے کار رومال زیب دوش۔ سرخ ولایتی نری کا بوٹ۔ ہاتھ مین عقیق کا کنٹھا اکڑتے ہوئے آئے اور کُرسی پر بیٹھے ثریا بیگم نے عباسی سے کہا ہے تو بوڑھا۔ مگر خم دم جوانی ہی کے ہین۔ انکا بوڑھا ہے جوان کتنی بیکسی ہے۔ بال سفید ہو گئے مگر ٹوپی بانگی ہی دینگے۔

اتنے مین عباسی نے کہا حضور بیگم صاحب آداب عرض کرتی ہین۔ بڑے مرزا نے کہا ہماری طرف سے دعا کہدو عباسی نے کہا حضور بیگم صاحب پوچھتی ہین آزاد مرزا کو کہان بھیجا۔

بڑے مرزا۔ (آنسو بہاکر) کیا کہون بیگم صاحب افسوس ہے۔

بیگم۔ ہاے ہاے مین آپ کی بہو ہون (رو کر) سمجھے آپ

بڑے مرزا۔ میرے سر آنکھون پر۔ خدا کرے آزاد مرزا جلد چھوٹ آئین میں کیا کرون کیا نہ کرون زمانہ بھر انکا دشمن ہی پولیس سے عداوت عملے سے تکرار۔ میرے پاس اسقدر روپیہ کہان کہ پیروی کرون۔ وکلا بغیر لیے دبلے ملتے نہین۔ جان عذاب مین ہی۔

بیگم۔ اسکی تو آپ فکر ہی نکرین۔ روپیہ کی آپکو کیا فکر ہی خدا نے چاہا تو سب بندوبست ہو جائیگا۔ سو دو سو جو کہیے حاضر ہی۔

بڑے مرزا۔ فوجداری کے مقدمہ مین اونچے وکیل فی راس لیتے بہت ہین

بیگم۔ آپ جاکے دریافت کر لیجیے اور پھر مجھسے فرما دیجیے۔

بڑے مرزا۔ مین کل بوائیلو صاحب بیرسٹر کے پاس گیا تھا انھون نے کہا ایک پیشی کے دو سو لونگا۔ اور ایک پنڈت جی ہین اچھے وکیل ہین وہ بھی دو سو مانگتے ہین۔ اگر منظور ہو تو چار سو روپیہ دو تمھارے آزاد مرزا تمھارے پاس آجائین۔

بڑے مرزا نے کرایہ کی گاڑی منگوائی۔ سوار ہوئے ایک وکیل کے پاس گئے۔ اُس سے مشورہ کیا۔ فوراً واپس آئے بیگم صاحب کے پاس جاتے ہی چق کے باہر ایک پلنگ پر دھڑ سے گر پڑے۔ آہ۔ آہ۔ بیگم صاحب نے پوچھا کیون کیون خیر تو ہی۔ کہا آج عزت ہی لی تھی خدا نے بچا لیا۔ آبرو رہ گئی۔ مین جو یہان سے گیا تو ایک صاحب دوڑتے ہوئے آئے اور ہانپتے ہانپتے کہنے لگے آزاد مرزا کو آج تھانہ دار ہتھکڑی پہنا کر عین چوک سے لیجائینگے۔ بس مین نے اپنا سر پیٹ لیا۔ فرزند کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ ہوش اُڑ گئے سچ مچ ہوش اُڑ گئے۔ حسن اتفاق سے شاہی رسالدار مل گئے انھون نے جو میری حالت غیر دیکھی تو پوچھا کیون کیون خیر باشد۔ مین نے کہا بھائی رسالدار اس وقت میری آبرو تمھارے ہاتھ ہی کہا جو کہو مین دل و جان سے حاضر ہون۔ مین نے کہا دو سو روپیہ دو تو پولیس والون کو گانٹھون۔ بس اتنا سننا تھا کہ وہ پھر مجھے نظر نہ آئے اب مین مانگون تو کس سے مانگون دو سو روپیہ کچھ ایسی ویسی رقم تو ہی نہین۔ ناچار پولیس کے جمعدار کے پاس گیا۔ اُس سے وعدہ کیا کہ دو گھنٹے مین روپیہ داخل کر دونگا اور میرے پاس کچھ نہین ہی صرف ایک مکان ہی وہ آپ رہن رکھ لین۔

بیگم۔ اے ہی۔ یہ آپ باتین کیسی کرتے ہین ہو بنا کے اسد بچہ مغارت رہن اور بیع اور گرد گانٹھ کیسی۔ دو سو روپیہ ابھی لیجیے عباسی ذرا داروغہ کو بلاؤ۔ کہو جلدی سے آجائے۔ کچھ کام ہی۔

عباسی۔ حضور وہ آج ماندے ہو گئے ہین جو کام ہو فرما دیجیے

بیگم۔ کہو دو سو روپیہ کی فکر کر دین مگر جلد دیر نہ ہو۔

عباسی نے آن کر کہا حضور وہ کہتے ہین کہ ایک سو دس روپیہ نقد ہی اور باقی کی اشرفیان ہین۔ حکم ہو تو لے آؤن بیگم صاحب نے حکم دیا کہ ابھی ابھی لاؤ۔ عباسی ایکسو دس روپیہ نقد اور پانچ اشرفیان لائی۔ بڑے مرزا صاحب نے روپیہ اور اشرفیان رومال مین باندھکر جیب مین رکھین۔

بیگم۔ وہی گھنٹے کا وعدہ تھا نہ پھر اب دو گھنٹے تو ہو گئے ہونگے

بڑے مرزا۔ ہان رخصت ہوتا ہون۔ تم گھبرانا نہین۔

بیگم۔ نہین گھبرانے کی بھلا کیا بات ہی۔ مگر فقط آپکا سہارا ہی۔ اور خدا کی عنایت کا بھروسا ہی۔ آپ میرے بھی بزرگ ہین اور اُن کے بھی بزرگ ہین۔

راوی۔ بزرگ کے بھروسہ نہ رہیے گا۔ یہ بڑے ذات شریف ہین آنکھ کے کاٹے کا منتر نہین۔ یہ وہ حضرت ہین پس خلاصہ یہ کہ آزاد مرزا کے بھی چچا ہین۔ ع۔ خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

بڑے مرزا صاحب گاڑی پر سوار ہو کر گھر آئے۔ مسالسی دم شلغم پراٹھے اور زردہ اور شامی کباب اور تلی اردیان اور بوٹ پلاؤ

اور قورمہ پکوایا اور خوب چھک کے کھایا۔ کہان کا جھگڑا۔

آزاد مرزا مرین چاہے کھپین قید رہین چاہے حوالات مین مردہ دوزخ مین جائے یا بہشت مین۔ انکو اپنے حلوے مانڈے سے مطلب ہی اتنے مین ایک شخص نے ان سے کچھ کہا۔ انھون نے چپکے سے جواب دیا باہر گئے اور ایک آدمی کو اپنے ساتھ لائے۔ نہایت خوبصورت گبھرو تھا۔ کوٹھے پر لے گئے۔ ایک کمرے مین بٹھایا فوراً بازار سے کھانا منگوایا کھلایا اور کہا بس اب ادھر اُدھر جھانکنا نہین کہ فوراً دھر لیے جاؤ۔ سٹ مارے پڑے رہو سمجھا جائیگا چوکی کے جمعدار کو بلا کر دس روپے دیے اور کہا کہ اگر ہمارے خلاف کوئی وارنٹ سمن سفینہ جاری ہو تو ہم کو پہلے سے اطلاع دینا۔ جمعدار نے سلام کرکے دس روپیے لیے مگر مُسکرا کر کہا آپ اتنے بڑے امیر اور دس روپیہ۔

شام کے وقت بڑے مرزا ثریا بیگم کے پاس گئے کہا ہزار خرابی اسقدر کوشش کی کہ آزاد مرزا ہتھکڑی سے بچے رہے سوچ لیا تھا کہ اگر آبرو ریزی ہوئی تو زہر کھا کر سو رہون گا۔ دو سو روپیہ چٹایا جب کہین پولیس والون سے نجات ملی خدا نے آبرو رکھ لی ورنہ باقی کیا رہا تھا۔ ہان ایک بات تو بھول ہی گیا تھا۔ ایک شادجی آتے ہین۔ ابھی کم سن آدمی ہین مگر جو سکتے ہین وہی ہوتا ہی کہو تو لے آؤن۔

عباسی۔ حضور۔ ضرور ضرور بلوائیے کیا نام ہی شادجی کا۔

بڑے مرزا۔ بل گر۔ بہت خوبصورت جوان ہی۔

عباسی۔ بل گر؟ کیا ہندو ہے۔

بڑے مرزا۔ تو اس سے کیا مطلب۔ نیک اند بد اند نیک ما

چو از قومی یکے بیدانشی کرد	نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را
نمی بینی کہ گاوے در علف زار	بیالاید ہمہ گاوان دہ را

راوی۔ کیا خوب آپ بھی دوسرے خوجی ہین کیا موقع پر رباعی پڑھ دی۔

عباسی۔ تو حضور اُسکو بلوائیں۔ سن کیا ہوگا۔

بڑے مرزا۔ یہی کوئی انیس بیس برس۔ ابھی سبزہ آغاز ہی۔

عباسی۔ (اپنے دلمین) خدا کرے آئین۔ دو گال ہنسنے بولنے کا موقع ملے۔ (بڑے مرزا سے) پھر انکو بلوائیے نہ ہمین قبول صورت؟

بڑے مرزا۔ خدا کی قسم وہ حسن ہی کہ گھنٹون انسان گھورا کرے

عباسی۔ ہان! اور اس سن وسال مین یہ بات حاصل (حاصل)

بیگم۔ (اشارۂ ابرو سے) عباسی۔ بڑے مرزا صاحب کے لیے حقہ منگواؤ۔

عباسی۔ بہت خوب۔ لاؤ۔ حقہ بھر لاؤ۔

حقہ پی کر بڑے مرزا صاحب تشریف لے گئے۔ اور جھٹپٹے وقت بل گر کو ساتھ لیکر بیگم صاحب سے دریافت کیا کہ اگر کوٹھے پر لاؤن تو ہرج تو نہین ہی۔ انھون نے کہا۔ اے واہ۔ آپ بزرگ ہین۔ جو مناسب سمجھیے وہ کیجیے۔ مجھے اس مین کیا دخل ہے بڑے مرزا صاحب نے فوراً بلا لیا۔ چق کے ادھر بل گر اور بڑے مرزا اور چق کے اُدھر ثریا بیگم اور عباسی۔

عباسی نے جو اس نوجوان پر نظر ڈالی تو ہزار جان سے عاشق ہوگئی۔ اہو ہو ہو۔ کیا رسیلی آنکھ ہی۔ کیا پیارا مکھڑا ہی۔

عباسی۔ اے بابا جی آپ ذری کھل کے بیٹھیے۔

بڑے مرزا۔ ہان۔ ہان آپ آرام سے بیٹھین۔ زنانہ بے تکلف ہی

عباسی۔ بابا جی۔ آپ چلم پیئن تو بھر لاؤن۔

بل گر۔ کسی چیز کی اچھیا تو ہی نہین مائی۔ پر تو جو دیدو۔

عباسی۔ لیجیے یہ چلم بھر کے لائی ہون۔ کہیے تو حقہ بھر لاؤن

بل گر۔ اچھا مائی۔ ناریل ہو یا مدریا ہو۔ جو ہو۔

عباسی نے فوراً امینیم اللہ خانی حقہ بھر دیا۔ روپیہ سیوالا
مشکی تمباکو بل گر کو دیا۔ بل گر آہستہ آہستہ حقہ پینے لگے۔
ثریا بیگم کی بھی اس نوجوان پر نظر پڑی۔ عباسی سے کہا عباسی
اللہ جانتا ہے اس گبھرو پہ ہمارا دل آگیا۔ ہائے ہائے کیا پیاری
ادا ہے اور کیا بانکپن ہے۔ عباسی اور بیگم صاحب میں رقابت
ہو گئی عباسی نے چق کے باہر جا کر بلوں کہا۔
عباسی۔ باباجی حکم ہو تو کھانے کو منگواؤں۔ مٹھائی پوری
بل گر۔ اچھا مائی۔
بیگم۔ (چق کے اندر سے) کہاں سے آنا ہوا شاہ جی صاحب
عباسی۔ اے شاہ جی صاحب نہ کہیئے۔ ہندو فقیر ہیں۔ باباجی کہیئے
بل گر۔ نہیں مائی۔ جو موج میں آئے سو ہی کہو۔ ہم تو سادھو
سنت ہیں جو موج ہو سو ہی کہو مائی جی۔
بیگم۔ آپ کس شہر میں رہتے ہیں اور کب سے یہاں ہیں آپ۔
بل گر۔ مائی جی ہم تو پہاڑوں پر رہتے ہیں اور رمتے جوگی
ہیں۔ کبھی کلکتے میں۔ کبھی کاشی جی میں کبھی کہیں کبھی کہیں
ہردوار تھوڑا ہو آئے کشمیر ہو آئے۔ پھرنا اور بھجن کرنا۔
بس دو کام ہیں مائی جی۔
بیگم۔ ان کی ہو بہو آزاد کی آواز بہت ملتی ہے بعینہ ویسی ہی آواز
ہے اور صورت بھی کچھ کچھ ملتی ہے (عباسی سے) عباسی کہیں
آزاد کے بھائی تو نہیں ہیں۔
عباسی۔ اے حضور نہیں۔ یہ بچارے فقیر آدمی۔ سیدھے سادے
راوی۔ واہ سیدھے ہیں۔ دو چار روز میں کھل جائیگا۔ ہ

اے کبک خوش خرام کہ خوش میروی بناز	غرہ مشو کہ گربہ عابد نماز کرد

بڑے مرزا۔ باباجی گانے بھی خوب ہیں۔ اچھی آواز ہے۔
عباسی۔ پھر کچھ کہیئے باباجی۔ ہم بھی سن لیں۔

بل گر۔ تو مائی۔ ہم تو گویّے نہیں ہیں۔ موج میں آئے تو بھجن
کہنے لگے نہیں تو کچھ کام نہیں۔ فقیر سادھو سنت تو ہیں ہی۔
عباسی۔ اچھا پھر جب موج آئے تب کہیے۔ میں آپکی
خدمت کو حاضر ہوں۔
راوی۔ کیوں نہیں۔ ایسے متبرک آدمیوں کی خدمت جائز ہے
بل گر۔ مائی تو بڑی نیک مائی ہے۔ ہم تو ہر کے نام کا بھجن
کرتے ہیں۔ جو بہا سو ہی اُڑانا۔
عباسی۔ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ مسلمان ہو جائیے
بل گر۔ جیسا ہندو ویسا ہی مسلمان۔ ہمکو دونوں یکساں ہیں
نہ ہندو سے لڑائی نہ مسلمان سے جیسا ہی یہ ویسا ہی وہ۔
عباسی۔ اچھا پھر ہمارے ہاتھ کا پان کھا لیجیے تو جانیں۔
بل گر۔ لاؤ مائی۔ جو یہ بات ہے تو سادھو کو کیا۔
عباسی نے جھٹ پٹ گلوری بنائی اور بل گر کو اپنے ہاتھ
سے کھلائی بیگم صاحب کو عباسی کی یہ حرکت سخت ناگوار گذری
بڑے مرزا کسیقدر متحیر ہوئے مگر دونوں نے اُسوقت کچھ نہ کہا۔
عباسی۔ شاہ جی اب تو ہمارا حقہ پیو گے لاؤں۔
بل گر۔ لاؤ مائی۔ جو دو۔ وہ ایک ہے۔ وہی اللہ۔ وہی خدا۔
وہی پرمیشر۔ وہی ہر۔ نام بہت ہیں۔ پر وہ ایک ہی ہے ایک خدا ہے
بیگم صاحب نے اصرار کیا کہ شاہ جی صاحب ضرور گائیں۔
بڑے مرزا۔ طبلہ بایاں پکھاوج منگاؤ۔ سُر کی آس کیلیے سارنگی ہو
عباسی۔ ابھی لیجیے بایاں تو موجود ہی ہے۔ طبلہ ستار والے
کی دکان پر رکھا ہے۔ ذری جا کے لے تو آؤں کوئی۔ ایک خدمتگار
جا کر طبلہ پکھاوج سارنگی ادھر اُدھر سے مانگ لایا۔
بل گر نے طنبورہ چھیڑنا شروع کیا۔ بڑے مرزا نے سارنگی
چھیڑی۔ بی عباسی نے بایاں لیا۔ جب ساز مل چکے تو بل گر

الاپنے لگے۔ اسکے بعد پوچھا کہ کون چیز کہون مائی۔

عبّاسی۔ ستہ سادی کو تو بیان نہ کر رکھئے۔ کوئی چلتی پھرتی چیز کہیے کہ ہم بھی حظ اُٹھائین۔ اس تنارین رین سے جی اُکتا گیا کوئی ٹھمری پڑھ لیجیے۔

بل گر۔ جو پسند ہو مائی۔ یہاں آستائی ہی مین جو مائی لوگون کو خوش نہ کیا تو سادھو ہو لیے۔

عبّاسی۔ کوئی گوری کی چیز کہیے۔ وقت کی چیز ہو۔

بل گر۔ ٹھمری تو سادھو نے کبھی سنی نہین ہو مگر اچھا یہی آج ہو۔ اس وقت جو کہو سو ہی گاؤن۔

عبّاسی۔ یہان کوئی اُستاد تھوڑا ہی بیٹھا ہی کہ ٹھمری گانے مین حرف رکھے ہم تو عطائی ہین۔

بل گر۔ (مسکرا کر) تو مائی فقیرون کو بھی گانا سنانا ہوگا۔

عبّاسی۔ (ناز کے ساتھ ہنسکر) اہ واہ۔ ہم گانا بجانا کیا جانین۔

بل گر۔ نہین مائی ماسوقت ساتھ تو خوب دیا۔ لیکن معلوم ہوتی ہو طبیعت تو چلبلی پائی ہو مائی۔ تم بھی گلے سے کچھ کرتی ہو مائی (بیگم سے)

عبّاسی۔ ہم کس لائق ہین لیکن اگر آپ کچھ بتلائین تو شاید سیکھ جاؤن۔

راوی۔ انشاء اللہ گھبرائیے نہین فقیرون کی سنگت ہو تو پکّی ہو جاؤ گی

بل گر۔ تو ٹھمری کی اچھی ہی غزل کہون ٹھمری کہون جو اچھا ہو۔

عبّاسی۔ بیگم صاحب سے حضور کچھ حکم نہیے اچھا غزل گائیے

بل گر نے یہ غزل گوری کی دھن مین حسب حال کہی ۔

قتل عشاق کیا کرتے ہین	بت کہین خوف خدا کرتے ہین
مہندی ملنے کے بہانے قاتل	کف افسوس ملا کرتے ہین
ہم ہمین بھول گئے ہو صاحب	ہم تمھین یاد کیا کرتے ہین

اس غزل کو اس خوش الحانی کے ساتھ ادا کیا کہ ثریا بیگم اور عباسی دونون کی آتش عشق مشتعل ہو گئی۔ ثریا بیگم اپنے دل مین سوچنے لگین کہ اب تک آزاد کے بعد سے ہم نے کسی جوان سے دل نہین ملایا مگر اس فقیر کے حسن وجمال نے کیا مسحور کر دیا کہ اب دل قابو مین نہین ہو پیاسی نظر سے اس گلعذار طرحدار جوان کو گھورا کین اتنے مین عباسی کے کان مین اس فقیر نے کہا (مائی یاد رکھنا) میرا دھرم لیا ہو۔ پان کھلایا حقہ پلایا اب ہم تم کو چھوڑ کے نہ جائین گے۔

قلندر شاہ

جس شہر مین خاتون حور لقا ماہ سیما ثریا بیگم کا خانہ عشرت کاشانہ تھا اس سے دس کوس کے فاصلہ پر فخر زدسار عظام افتخار امراے کرام نواب سکندر جاہ کا ایوان عظمت توامان تھا۔ اُنکے والد بزرگوار شہور دیار و امصار اعزاز الدولہ نواب بجبر صولت کا اشال واقران مین نام برآوردہ عمر و پرور و دہیر کہن سخاوت و ابتت مین یکتاے زمن تھے ستر برس کی عمر مین تیس پینتیس لاکھ زر نقد چھوڑ کر خلد علیین اور بہشت برین کی طرف سدھارے سکندر جاہ کا سن تیس برس کا تھا بڑے نواب صاحب کے سامنے خوشامدیون کی دال نہین گلتی تھی یاران سر پل کی ایک نہین چلتی تھی مگر اُنکے مرتے ہی ان حضرات نے چھوٹے نواب کو چنگ پر چڑھایا بتھرے دے دیکر خوب بنایا۔ یہان تک کہ نواب اعزاز الدولہ کا چالیسوان بھی نہین ہونے پایا کہ سکندر جاہ کو ذیم کا شوق چرایا رفقاے بدباطن نے نئے کا رنگ جمایا۔ نواب صاحب کو راہ پر لا کے خوب گلچھرے اُڑائے ایک روز نواب سکندر جاہ مسند تکیہ لگائے رفقا ادھر اُدھر بصد ادب پرے جمائے بیٹھے باتین کرتے تھے مصاحب خیر خواہی کا دم بھرتے تھے کہ اسی اثنا مین ایک شخص آیا۔ آداب بجا لایا

اور کہا خداوند آج ایک شاہ جی اس شہر مین وارد ہوئے ہین ماشاءاللہ کیسا نور کا گلا پایا ہی گویا بیجو نائک نے خود علم موسیقی سکھایا ہی تان سین کی روح کو انھون ہی نے شرمایا ہی۔ گوالیار کے مشہور مین کار نے صبح کو انکی دعوت کی وہان شاہ جی نے مالکوس کی آستائی کہی تو وہ فنکاران اور گویون نے ہاتھون ہاتھ داد دی۔ خیال کے استاد ہین مگر بالکل وارستہ مزاج اور آزاد ہین۔ دن رات گانے بجانے سے سروکار ہی۔ وہ ہین بایان ہی اور ستار ہی۔ نورالٰہی چہرۂ انور سے صاف عیان ہی شنجرفی رنگ سرخ و سفید جوان ہی۔ سُنا خدا رسیدہ ہین جہاندیدہ ہین مگر بشرے سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ بیس بائیس سال کا سن ہی۔ حضور والا اجازت دین تو بلا لاؤن۔ اور دو چیزین اُن سے سنواؤن۔ نواب صاحب نے فوراً حکم دیا کہ جاؤ اور ابھی گاڑی پر لاؤ۔ امامی نے کہا خداوندا ایک صاحب نے بابو بھیجا تھا جواب دیا کہ ہماری دونون ٹانگین سیڑھی کے ٹانگھن آگے جائین اچھے اچھے عربی نژاد گرد کو نہ پائین۔ اور خداوند مشہور ہی کہ ایک مرتبہ کسی اسٹیشن پر ٹکٹ بابو نے کرایہ کچھ زیادہ مانگا اُنھون نے مسکرا کر کہا یہ ہم اپنی ریل آپ چلا لینگے۔ اب تجھکو ایک جھنجی کوڑی نہ دین گے بس ادھر انجن کو کار ریل چلی۔ ادھر شاہ جی نے کندھے جوڑے اور ہوا ہوئے تو ریل سے گیارہ منٹ قبل دوسرے اسٹیشن پر داخل ہو گئے۔ نواب صاحب نے کہا اچھا جس طرح آئین اُس طرح لاؤ۔ مگر کتے کی چال چلاؤ اور بلی کی چال آؤ۔ امامی حکم پاتے ہی فوراً روانہ ہوئے اور چشم زدن مین داخل ایوان مسود کاشانہ ہوئے۔ نواب صاحب نے شاہ جی کو دور سے دیکھا تو کھڑے ہو گئے۔ ان کے استادہ ہونے ہی رفقا اور حاضرین بھی بہ ادب کھڑے ہو گئے دیکھا کہ ایک سبزہ آغاز جوان طناز کمر اُون سے تہبند باندھے نیلگون چادر اوڑھے امامی کے ساتھ ہی صباحت کی کان ملاحت کی جان۔ بصد زیب و تجمل کمرے مین آیا۔ نواب صاحب نے آداب عرض کر کے مسند پر بٹھایا اور خود مسند جواہر نگار کا کونا دبا کر بیٹھے تو شاہ جی سے یون باتین ہونے لگین گفتگو سننے کے قابل ہی

نواب۔ بحمداللہ کہ مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی آپکی زیارت ذریعہ حصول فیض و برکت ہی۔ شکر خدا صد ہزار شکر خدا ۔

رے مقصود کہ شاہان عالم طلبند   سببش بندگی حضرت درویشانست

شاہ جی۔ (مسکرا کر) الدنیا دار الغرور والعقبیٰ دار السرور

الا یا ساکن القصر المعلے   ستدفن عنقریب فی التراب

نواب۔ حق ہی۔ بجا ارشاد ہوا شاہ جی صاحب ایسا ہی ہی

رفقا۔ کیا شک ہی خداوند۔ شاہ جی صاحب نے بہت درست فرمایا

راوی۔ سنکھے خاک نہین مگر بجا اور درست اور حق ہی کی چوطرف سے آوازین آنے لگین۔ رفقا نے تعریف کے پل باندھ دیے

امامی۔ حضور ہفت زبان ہین۔ عربی فارسی ترکی انگریزی سب زبانین جانتے ہین اور علم نجوم تو شاہ جی کے حصہ کا ہی خدا کو گواہ

راوی۔ ہفت زبان تو میان امامی نے بتلایا مگر خیر سے نام چار ہی زبانون کے یاد ہین عربی فارسی ترکی انگریزی۔ آگے ایت

نواب۔ شاہ جی صاحب حقہ پیجیے تو پیچوان حاضر ہی۔

شاہ جی۔ فقیرون کو لاو نعم سے کیا واسطہ بچہ۔ جو ملا لے لیا نہ ملا خبر نہ ہوئے۔ الدنیا دار الغرور والعقبیٰ دار السرور۔ شکر خدا کا شکر خدا

نواب۔ کوئی ہی اور پیچوان جلد لاؤ لبسوان کا تمباکو بھر لاؤ

حکم پاتے ہی خدمتگار سلیقہ شعار حقہ لایا اور شاہ جی کے سامنے پیچوان لگایا۔ چاندی کی چلم چاندی کا مہنال چاندی کا عرق گیر کاشانی مخمل کی دستگی پیش بہا زیر انداز پیچوان دلپذیر۔

تمباکو مشکبو۔ شاہ جی نے کہا بچہ ہم تو مٹی کی چلم پسند کرتے ہین اور تمباکو اپنے ہاتھ سے بھرتے ہین۔ خدمتگار چلم لایا تمباکو دیا شاہ جی نے چاندی کی چلم کو ایک طرف مین اُٹھا مٹی کی چلم مین تو ابھرا اور پینے لگے۔ نواب باوقار اور رفقانے فخر یہ وہ چلم پی۔ کش پر کش لیا۔ تبرک سمجھ کر حقہ پیا۔

امامی۔ خداوند باتون کی برکت کو ملاحظہ فرمائین۔ اس تمباکو کی بو باس ہی اور ہے حضور بڑے پہونچے ہوئے ہین اللہ جانتا ہے باکمال درویش ہین ایسے فقیرون کی زیارت قسمتون سے ہوتی ہے۔

شاہ جی۔ بچہ فقیر ہے نفس کو مغرور نکرو ہم غلام اہل صفا ہین

نواب۔ آغا حضور صوفی صافی ہین۔ کیا کہنا سبحان اللہ سبحان اللہ

مصاحب۔ قربان جاؤن حضور۔ واللہ صوفیون کا بڑا گھر ہے۔

امامی۔ اجی یہ کہو کہ زمین اور آسمان کو روکے ہوئے ہین جو کہدین وہی ہو جائے۔ مجال کیا بال برابر جو فرق ہو ؎

خاصان خدا خدا نباشند | لیکن ز خدا جدا نباشند

شاہ جی۔ (مسکرا کر) اگر انسان غفلت کا پردہ اُٹھا دے اور عیون باطن سے شاہد حقیقی کے جمال باکمال پر نظر ڈالے تو متکلفان کعبۂ جلال یزدانی ملائکہ نورانی سے گوے سبقت لیجائے مگر نیستی کے غرور اور کمزوری سے انسان اپنی آبرو خاک مین ملا دیتا ہے۔ قلندر شاہ نے ہوا و ہوس اور پیروی نفس امارہ اور غضب و شہوت کو آتش ریاض سے بالکل سوختہ کر دیا۔ کیسی ہی خوبصورت اور نکیلی طرحدار سامنے ہو آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھے سب مان بہنین ہین مگر خوب نواب یاد رکھو ؎

الا یا ساکن القصر المعلی | ستدفن عنقریب فی التراب

امامی۔ شاہ جی صاحب بھلا افیون کا بھی کچھ شوق ہے حضور دوا لاؤن۔

نواب۔ (اشارے سے منع کرکے) اس گفتگو سے کیا مطلب ہے جی

شاہ جی۔ (مسکرا کر) جو درویش کے سامنے رکھ دوگے انکار نکریگا شراب کو دودھ کر دکھائے۔ افیم شہد سے زیادہ شیرین ہو جائے چرس اور گانجے کا نشہ نہ چڑھے مگر ریاض۔ ریاض۔ ریاض ؎

پرستندۂ آفرینندہ باش | در ایوان طاعت نشینندہ باش

امامی۔ سلائی جی پیالیان لائے اور شاہ جی کے سامنے بھی رکھو۔

نواب۔ حضور کا دولتخانہ کہان ہے۔ اسی شہر مین یا کہین اور؟

شاہ جی۔ درویشون کا مکان کبھی زمین کبھی آسمان۔ ع۔ درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست۔ جہان لہر آئی وہین بسیرا جمایا سب کے الگ تھلگ اور پھر سب کے ساتھ۔ مگر ؎

درویش روان ہے تو بہتر | آب دریا بہے تو بہتر

اتنے مین افیم گھلنے لگی اور یاران موافق نے چسکی لگائی تو بلبل کی طرح چہکنا شروع کیا۔ واہ ری چنیا بیگم تیرا کیا کہنا ہے۔

امامی۔ شاہ جی سچ کہیے گا چنیا بیگم بھی کیا شے ہے۔ کیون؟

شاہ جی۔ بچہ یہ نوشدارو ہے۔ آب حیات اور آب بقا ہے مگر ریاض۔ ریاض۔ ریاض۔ ع پرستندۂ آفرینندہ باش۔ ہان بچہ

نواب۔ کسی شربت کو اسپر ترجیح نہین۔ یہ وہ شے ہے۔ واہ واہ۔

رفقا۔ خداوند شربت مروارید اسکے مقابل مین گرد ہے۔ رنگت یہ نکلے۔ قوت یہ بخشے۔ علم یہ کھائے شب زندہ داری اسکا ادنیٰ نتیجہ اور اثر ہے۔ جسے افیم کا شوق نہین وہ بڑا بد قسمت ہے

راوی۔ جی بالکل بدنصیب۔ اور تو خیر۔ مگر دو فائدے حضور نے خوب بتلائے۔ ایک تو یہ کہ افیم پینے سے انسان سرخ و سفید ہو جاتا ہے۔ ایسین تو کسی بیوقوف ہی کو شک ہوگا اور اس سے بڑھکر فائدہ یہ بتایا کہ قوت بخشتی ہے۔ افیم کیا شیر مادر ہے۔ ایسی قوت بخشے کہ رگ رگ مین طاقت دوڑ جائے۔ رگون مین خون کے عوض طاقت ہی

طاقت نظر آئے اور شب زندہ دار تو ضرور ہی چاہے ہوش باقی رہے گردن زمین سے ملجائے مگر نیند کا آنا حرام ہی ادھر چسکی لی اور اُدھر مراقبے میں گئے۔ بجا ارشاد ہوا۔ افیم کیا آبحیات ہی۔

اتنے میں ایک افیونی بولے۔ یارو یہ کیا اندھیر ہی۔ کوئی عرضی بھی نہیں دیتا۔ ڈھائی روپیہ اور تین روپیہ اور چار روپیہ سیر تو سرکاری بیاوہ خریدے اور سولہ کے حساب بیچے۔ کوئی آدمی بولتا ہی نہیں

امامی۔ یہ کبکا ذکر کرتے ہو۔ کس جگ کی بات کہتے ہو میاں

افیونی۔ اسی جگ کی۔ سولہ روپیہ سیر بکتی ہی یا نہیں۔

امامی۔ میان کچھ خیر ہی۔ وہ دن لد گئے۔ چار سے پانچ روپیہ کی شرح ہی گیارہ روپیہ سیر کا فائدہ۔ چین ہی چین لکھتا ہی یارو

رفقا۔ بھئی سچ کہو تمہیں اللہ۔ ارے میاں نہیں۔ جھوٹے ہو

امامی۔ ناک ناک بدتے ہیں۔ او ہو جائے شرط ابھی ابھی بدلو

رفقا۔ بھئی تمہارے منہ میں گھی شکر۔ ازین چہ بہتر۔ خدا ہمچنین کند

نواب۔ ذرا دریافت کرنا۔ کہ بازار میں کے روپیہ سیر کا بھاؤ ہی۔

خستو۔ خداوند جو پانچ روپیہ سیر کا بھاؤ ہو تو فصل پر لاکھ دو لاکھ من بھر و اور رکھیے۔ واللہ کام آئیگی (مسکرا کر) صحیح عرض کرتا ہوں

امامی۔ لاکھ دو لاکھ من! العظمۃ للہ۔ کچھ ٹھکانا ہی۔ میان یہان اور ہی دُھن ہی دو تولہ صبح دو تولہ شام۔ ایک چینی اور ایک تاب چینی سامنے میں ایک خدمتگار نے جمائی لی تو سب کے نشے ہرن ہو گئے اور ایک بگڑے دل رفیق نے للکارنا شروع کیا۔

بگڑے دل۔ یہ ہر سامنے ہی آن کے جمائی لی۔ نشہ ٹوٹ گیا عجیب آدمی ہو۔

امامی۔ ان کی یہ حرکتیں ہیں۔ اُس دن افیم میں کتھا ملا دیا۔ اب جب پھر چسکی لگائیں تو کہیں نشہ جمے۔ چلیے ایک گنڈے کی اور سہی

نواب۔ اچھا تو اس میں مضائقہ کیا ہی۔ شاہ جی کو بھی دو۔

اتنے میں شاہ جی نے زبان کھولی تو سب کو بند کر دیا۔ شاہ جی نے یہ داستان چھیڑی۔ نواب بابا۔ ایک دن لہر جو آئی تو فقیر نے آنکھیں بند کر لی۔ کھولی تو ایک نئے ملک میں پہونچا (راوی۔ فقیر پینک میں ہوگا اسوقت) وہان ایک آدمی ملا۔ سر گھٹا ہوا دس قدم اور آگے بڑھکر ایک بھڈری ملا۔ اُسکا بھی سر گھٹا ہوا۔ پھر پانچ چھ آدمی ایک چبوترے پر شطرنج کھیلتے نظر آئے مگر وہ سب بھی گھٹے گھٹائے۔ تب تو فقیر کو تعجب ہوا کہ یہ کیا بات ہی۔ سوچے کہ شاید اس ملک میں سر پر بال نہ جمتے ہوں۔ ایک آدمی سے پوچھا تو اُس نے مسخرے پن کی راہ سے کہا۔ بابا یہان کی عورتوں نے مردوں پر ایسا رعب جمایا ہی کہ بال از خود کھوپڑی سے کھسک جاتے ہیں۔ فقیر سیدھے سادھے آدمی کہیں منہ سے نکل گیا کہ اچھا بابا تیرا ایسا ہی حال ہوگا۔ سو اس دن سے آج تک اسکی کھوپڑی گنجی ہی۔ فقیروں درویشوں سے کبھی ہنسی دل لگی نہ کرے۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ اس گانون کی رسم تھی کہ کل قوم میں چاہے کوئی مرے سب کے سب سر ضرور گھٹوائینگے۔ اس جھونپڑے میں سو برس کی بڑھیا کھوسٹ مری اور پنچ کوسی سر گھٹ گئے۔ لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ اس گانون میں سر پر بال آنے ہی نہیں پاتے ادھر دو چار روز کی حجامت ہوئی ادھر ناؤ ٹھاکر نے استرہ تیز کیا۔ گرمی کے دنوں میں تو خیر کچھ معلوم نہیں ہوتا مگر سردی میں کھوپڑی ہی جانتی ہی۔ اور جو کہیں برفستان میں جانے کا اتفاق ہوا تو بھیجا ٹھٹھر کر بن کے رہ جائے۔

شاہ جی کی اس تقریر سے کل حاضرین و مصاحبین خوش ہو گئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے کہ شاہ جی بڑے لسان اور طرار اور خوش مذاق آدمی ہیں۔ دو چار ضعیف الاعتقادوں کو اسکا بھی یقین واثق تھا کہ شاہ جی جو کہیں گے وہی ہوگا۔ چاہے اُدھر کی

دنیا اُدھر ہو جائے ممکن نہین کہ اُن کی بات ٹلے - شاہ جی نے دوسرا ذکر چھیڑا - نواب بابا فقیر ایک پہاڑ کی طرف نکل گئے تو وہان کیا دیکھا کہ ایک مکان مین چار بھائی اور ایک عورت اور وہ عورت چارون کی بھاوج اور چارون کی جورو -

امامی - این واہ واہ اچھی نرالی چھوکری تھی - لاحول ولا قوة -

رفیق - کس قوم کے لوگ تھے شاہ جی اور اُنکا مذہب کیا تھا

شاہ جی - مذہب کا پتا ہی نہین لگتا تھا مسلمانون کے ہاتھ سے روٹی لیکر کھا گئے اور چوکا دیکر گھر مین رکھی - ہندو مین ہندو مسلمان مین مسلمان سنا ہی مذہب ہے مگر عورتین ایسی حسین کہ دنیا کے پردے پر نہو نگی اور اُنکے حسن کا رُعب ایسا ہے کہ ایک بادشاہ جو اُنکے ملک مین داخل ہوئے تو کنوئین پر ایک تیرہ چودہ برس کی کنواری کو پانی بھرتے دیکھا - ہوا تیز چل رہی تھی اور آنچل کو اُڑائے دیتی تھی بادشاہ نے کنوئین کے پاس ہاتھی روک دیا اُس چھوکری نے تیکھی چتون کر کے کہا - او مردوے - شرم اور حیا بھون کھائی - آنکھین بند کر لے - بادشاہ ایسے رُعب مین آ گئے کہ آنکھین بند کر لین اور کل جوالی موالی فوج اور افسرون نے بھی آنکھین بند کر لین دوسرے روز بادشاہ نے اُس لڑکی کو کہ حُسن دجمال کی کان تھی بلوا بھیجا - اُسکی پاکدامنی کے صدقے کہ وہ چہاردہ سالہ چھوکری اکیلی گئی اور بادشاہ سے سوال و جواب کر کے جیسی گئی تھی ویسی ہی پھر آئی -

مصاحب - مگر شاہ جی جب چار آدمیون کی ہوئی تو پاکدامنی کہان باقی رہی - آشنا تو سو چاہین حضور -

شاہ جی - یہ اُنکے ملک کی رسم ہے - مگر جو عورت دیکھی خورشید جمال مشتری خصال اور ایسی بے تکلف اور بیباک کہ غیر مرد سے برابر باتین کرنے کو مستعد ہو جائین - ذرا نہ شرمائین وہان جادو کا بھی بڑا زور ہے - ایک دن قلندر شاہ بیٹھے ہوئے دو حوا پی رہے تھے - سمجھے ؟ -

نواب - کیا پی رہے تھے - ابھی آپنے یہ کون لفظ کہا تھا -

رفیق - دودھوا حضور (کان مین) شراب کو کہتے ہین انہین اسقدر کمال ہے کہ شراب کو دودھ کر دکھائین - فوراً دودھ بنجائے

دوسرا رفیق - اور یہ قلندر شاہ کون ہین شاہ جی - پہلے بھی آپ نے اُنکا نام لیا تھا - یہ بھی کوئی درویش ہی ہونگے -

امامی - خود شاہ جی کا نام ہے عجب پاگل آدمی ہو بھئی - ہونھ

شاہ جی - بس بچہ ایک عورت آن کے پاس بیٹھ گئی - فقیر نے دیکھا نوجوان اور رنگیلی اور گوری چٹی - پوچھا امان جان یہان کیون آئین - (مسکرا کر) بچہ فقیر کا بہت بڑا گھر ہے -

رفیق - این ! امان جان چہ معنی دارد - یہ کیا لطیفہ ہے خاصے ہے

امامی - اے میان کچھ تمیز بھی ہے فقیر ہین یا نہین یا وہ بھی آپکی طرح چھٹے ہوئے رسیا ہین - ان درویشون کو ایسی باتون سے کیا واسطہ دل صاف ہوتا ہے اور باطن پاک -

شاہ جی - بس بابا - وہ مُسکرانے لگی اور فقیر کو اُسنے بہت دق کیا فقیر نے کئی بار سمجھایا کہ اماں فقیر کو دق نکرو - وہ ایسی ڈھیٹھ تھی کہ گدگدانے لگی - تب تو فقیر بد دماغ ہو گیا - اور سر پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ سنگ مرمر کی بن گئی - حق - حق - حق - یا معبود

نواب - این ! عیاذاً باللہ !!! سنگ مرمر کی عورت ہو گئی !!!
خدا آپکی دعا سے بچائے شاہ جی صاحب -

شاہ جی - وہان پر آدمی بھیج کے دریافت کر لے بابا - اب تک موجود ہے - خاص سنگ مرمر کی بنی ہوئی -

نواب - (کانپ کر) اُفوہ - مگر سزا اُسکی - کیون فقیر کے منہ لگی -

شاہ جی - اور ایک دفعہ بابا کسی مہاجن کی جورو جوالا کے

پہاڑ کے ارد گرد طواف کرتی تھی جسکو ہند کیا جانے کیا کہتے ہیں۔ فقیر نے دیکھا تو بڑی خوبصورت۔ پوشاک بڑی بھاری اور زیور بھی کئی ہزار کا پہنے تھی۔ پس اُس نے فقیر کو بُری نظر سے دیکھا تو دیکھتے ہی آگ مین گر پڑی۔ فقیر نے جھپٹ کر ہاتھ پکڑا تو آگ بجھکر راکھ ہو گئی۔ سزا تو فقیر نے دلائی مگر جُرم خفیف تھا جلنے نہ دیا۔ اس کے میان نے کہا زیور لو۔ جاگیر لو۔ اشرفی لو ہم نے کہا بابا فقیر کو تمھیکریون سے کیا کام ہے۔

راوی۔ جی اس مین کیا شک ہے پاؤ تو حلال ہی کر ڈالو مگر زبانی داخلہ یہ کہ روپیہ اور اشرفی ٹھیکری ہے۔ سچ ہے۔ ؎

شعبدے سکا مدے دغا ہے | خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

نواب۔ شاہ جی اب آپ غریب خانے ہی پر رہا کیجیے۔ کچھ دن تو یہان تشریف رکھیے۔ قدم درویشان رد بلا مشہور ہے۔

شاہ جی۔ جو خدا کی مرضی ہے ع۔ پرستندۂ آفریندہ باش۔ بچے بابا۔ پرستندۂ آفرینندہ باش۔

خاصان خدا خدا نباشند | لیکن ز خدا جدا نباشند

اس تقریر کے بعد نواب نے سو روپیہ دیے اور قلندر شاہ رخصت ہوے

بانکی عورت

ثریا بیگم کا حال زار پریشانی اور انتشار۔ آزاد کے ہجر مین سر دھنتا دیوانون کی طرح تنکے چنتا سوز و شب گریہ و زاری اضطراب و بیقراری کا حال ناگفتہ بہ۔ مغلانیان مہریان مُلّانیان دوا جی سب سمجھاتی تھین کہ بیگم صاحب دن رات رونے اور خدا نخواستہ آنکھین کھونے سے کیا فائدہ۔ اللہ پر بھروسا کیجیے بھوکون کو کھانا کھلائیے۔ جمعرات جمعرات جنون کی مسجد مین جائیے فقیرون کی خدمت کیجیے خیرات دیجیے۔ اللہ نے چاہا تو صبح و شام ہی آزاد مرزا قید سے چھٹکارا پائین مگر یہ نصیحتین بیگم صاحب کی آتش شوق کے ساتھ باد تند کا کام کرتی تھین۔ بعد حسرت و حرمان ٹھنڈی سانسین بھرتی تھین دل نوحہ خوان۔ اشعار غم درد زبان۔ ؎

از دست تو دل کباب تا کے | جان در طلبت خراب تا کے
در بحر غمت غریق گشتم | این زندگی حباب تا کے
آخر با ہجر او بسازم | دل میکند اضطراب تا کے

اتنے مین ایک مغلانی نے بصد ادب عرض کیا حضور ایک بانکی ترچھی عورت ڈیوڑھی پر کھڑی ہے۔ کہتی ہے اگر حکم ہو تو بیگم صاحب کو سلام کرون حاضر ہونے کی اجازت دیجائے بیگم صاحب ازبس متحیر ہوئین کہ یہ بانکی ترچھی عورت کون ہے تھوڑی دیر سوچکر کہا اچھا بلا لو۔ مغلانی نے ڈیوڑھی کے پاس جاکر کہا آؤ حضور نے اجازت دیدی ہے۔ پردہ اُٹھا کر وہ عورت صحن مین داخل ہوئی مغلانی اپنے ساتھ کوٹھے پر لائی۔ ایک زن مرد نما کی قطع اور وضع ساری خدائی کی عورتون سے نرالی تھی گلبدن کا چُست گھٹنا چوڑیون دار قرمزی نیفہ لاہوری ریشمی ازاربند بانکا صندلی عمامہ زیب سر عمامہ مین جا بجا گلملے عنبر کا شانی مخمل کا دگلا اس پر ہلکا کار چوبی کام۔ ہاتھ مین آبنوس کا پنجہ اس مین طوطی سنبل فام۔ ہونٹ زرد مخملی پھندنا لال لال خرام ناز سے دل کبک و تذرو پامال سا کرتی برق تپتی ہوئی آئی۔ اور جُھک کر آداب بجا لائی گھر بھر کی نظر اُسی پر تھی ایسی انوکھی وضع کی عورت کسی نے کبھی کاہے کو دیکھی تھی مگر حسن و جمال مین بےنظیر تھی۔ ایک ایک ادا دلربا و دلپذیر تھی چہرہ گل خندان ابرو شمشیر اصفہان فتنے کی مست کرنے والی عطر کی لپٹ سے روح کا دماغ وجد کرتا تھا۔ ؎

از کجا می آئی ای سرو خوبی ہمہ ناز | عطر آگین تا بجان عنبر افشان تا کمر

ثریا بیگم نے حیرت سے اُس زن زہرہ تمثال پر نظر ڈالی سوچین کہ انیس بیس برس کا سن و سال اور یہ نور عالم افروز یہ جمال کھب گئی کہ کسی شریف کی بہو بیٹی ہے۔ لڑکپن مین آوارہ ہو گئی ہو گی۔ اب لحاظ ٹوٹ گیا شرم منزلون دور ہے حیا سے طبیعت نفور ہے طوطی کا پنجرہ لیکر سر بازار گشت کیا کرتی ہے مغلانیان مہریان سب دنگ کہ یا الٰہی یہ اُٹھتی جوانی گلاب سا رنگ اور اس طرح بیباکی کے ساتھ گلی کوچون کی سیر کرتی پھرے سب کی نظر اُسکی طرف تھی۔ اس پری کی دلبری اور حسن گلوسوز دیکھکر ثریا بیگم کے دل مین انواع و اقسام کے خیالات نے جگہ پائی سوچین اگر آزاد کی نظر اس حور وش پر پڑے تو شاید ہم کو بھی بھول جائین۔ اسی کو عقد نکاح مین لائین خیر ثریا بیگم کفِ افسوس ہی ملے کسی اور کی دال ہی نہ گلے۔ بیس منٹ تک سب کے سب خاموش رہے۔ اس کے بعد عباسی نے خموشی کا طلسم توڑا۔

عباسی۔ کیون بیوی تمھارا مکان کہان ہے اور یہ پہناوا کس ملک کا ہے اللہ جانتا ہے آج تلک ایسی وضا (وضع) دیکھنے ہی مین نہین آئی کیا مردانی پوشاک ہے۔ تمھارا نام کیا ہے بیوی۔

عورت۔ ہمارا گھر پری پیکر جوانون کا دل ہے جس حسین گبھرو کی نظر پڑی اُسی کے دل مین ہم نے جگہ کر لی۔

عباسی۔ مکان کا پتہ تو ٹھیک ٹھیک معلوم ہو گیا! نام بی بہناو۔

عورت۔ معشوقہ خانم غریبون کا نام کیا پوچھتی ہو۔

عباسی۔ واہ ایک حسن اور دوسرے جوانی کی دولت کیا کم ہے۔ ہر کو یہ دولت نہین نصیب ہوتی۔ یہ بڑے خوش قسمتون کے حصے مین آتی ہے ایسا گھرانا شہر مین شاید ہی کسی کا ہو ہزار دو ہزار مین فرد ہو بیوی۔

معشوقہ۔ پھر یہ اللہ کی دین ہے کسی کا اس مین اجارہ نہین۔ اس تقریر کے بعد معشوقہ خانم خود بخود گانے لگین ؎

تا ز میخانہ و می نام و نشان خواہد بود	سر ما خاک رہ پیر مغان خواہد بود
برو ای زاہد خود بین کہ ز چشم من و تو	راز این پردہ نہان است و نہان خواہد بود

سوہنی کی دھن مین اس نازک آواز کے ساتھ یہ غزل گائی کہ ثریا بیگم اس زن مشتری خصال کی حرکات شیرین اور خوش گلائی و سحر بیانی پر ہزار جان سے شیدا ہو گئین۔ کہا ہمارے قریب آن کے بیٹھو معشوقہ خانم مسکرا کر ان کے قریب آئین طوطی کا پنجرہ سامنے رکھدیا اور یون چہکنے لگین۔ گھر بھر اسی طرف مخاطب ہو گیا۔

بیگم صاحب سمندر کے پار ایک کہسار عظمت بار پر جانے کا اتفاق ہوا تو عجب کیفیت دیکھنے مین آئی۔ ایک گلزمین مینو آئین مین محل معلی نظر آیا تو آنکھون نے وہ نور موفور پایا کہ حیطۂ بیان سے خارج ہے۔ عمارت سپہر توامان شمہ ایوان گردون نشان پہاڑ ایسا بلند و رفیع کہ آسمان با وصف شوکت و شان اُس سے کہین نیچا نظر آتا تھا۔ اور قلۂ کوہ سے اُس محل کے ایک مینار پر کھڑے ہو کر ہم نے دیکھا تھا کہ بادل پہاڑ کے نیچے برس رہے ہین ایک ایک غار اسقدر وسیع کہ الامان۔ تختۂ یونان ایک غار مین سما جائے اُس کوہ زمرد فام کے محل لطافت انضمام مین ایک رئیس عالی مقام وجیہ و نازک اندام شیرین بیان طوطی کلام سے آنکھ لڑی۔ خدا اور خدا کا رسول آگاہ ہے کہ ایسا بانکا ترچھا اور گلچہرہ جوان آج تک نظر سے نہین گذرا استقامت موزون سرو خوش رفتار فرخ نہادی الف ابجد آزادی چہرہ گلگون پیرایش نور نظر برگ گل سے تر پیشانی نورانی سلسلہ بسم اللہ سورۂ نور یا کلید باب سرور مشبک روحی رفتار پر کبک خوش خرام نثار اسے

بسکہ جان بخشد خرام آن پری	سادہ واز نقش قدم کبکِ دری

ٹکٹکی بندھ گئی حیرت تھی کہ اللہ اللہ بشر میں یہ ناز و انداز ہے الٰہی یہ حسن ہے یا اعجاز ہے: ؎

بصورت تو بتے کتر آفرید خدا	ترا کشیدہ و دست از قلم کشید خدا
چو کرد نقش تو بر صفحۂ وجود رقم	صد آفرین ز زبانِ قلم شنید خدا

قریب آیا تو ہوش و حواس رفو چکر ہو گئے غنچۂ نو رسیدہ سبزۂ نو دمیدہ ابھی نام خدا سبزہ آغاز ہی ہیں مسین بھیگتی ہیں ؎

برگرد عارضت خط مشکیں نوشتہ اند	یا بوستان بزیر گلستان نوشتہ اند

گیسوئے عطر آگیں و لخلخۂ عنبر کی بوئے خوش نے مجھے مست کر دیا دامن خرام اٹھکھیلیاں کرتا ہوا چلنے لگا۔ میری طرف نظر ڈالکر زیر لب مسکراتا تھا اور اُس تبسم ناز کی دل پر بجلیاں گراتا تھا ؎

از تبسم سکند آن شوخ ہر سو قتل عام	بسکہ شمشیر تبسم خوش غلاف افتادہ است

وہ جوان اچھا آن بان لب جوئبار ایک کنج پُر بہار میں بیٹھکر دریا کی روانی مشاہدہ کرنے لگا۔ میں بھی آہستہ آہستہ اُس کنج میں گئی تو دریا کی کیفیت دیکھکر عش عش کرنے لگی۔ وہ لطف حاصل کیا کہ بیان سے باہر ؎

تعالی اللہ ازین دریاچۂ نور	کہ موجش میزند گلبانگ منصور
بوصف برتر از چرخ برین است	خرد سر جرس را آبشخور این است

حضور خیاط ازل نے قبائے حسن اُسی کے لیے موزون کی ہے جب میری طرف ادائے دلربا سے دیکھتا تھا شیشۂ دل بلوۂ طرب سے لبریز ہو جاتا تھا شکستہ دلوں کی مومیائی کہوں خال چہرۂ زیبائی کہوں۔ جو کہوں صحیح ہے۔ ؎

کیا خداداد حسن پایا ہے	آپ اللہ نے بنایا ہے

ایک مرتبہ گھنٹی بجائی اور ایک رسی ہلائی تو کوئی دو سو پریان بانکی اور قیمتی لباس زیب تن کیے ہوئے چھم چھم آئیں سب کے ہاتھوں میں ایک ایک بلورین رکابی تھی اس پر عمدہ عمدہ گلوریاں اور عطردان۔ اللہ جانتا ہے بیگم صاحب ایسی بھینی خوشبو کہ میری روح وجد میں تھی۔ خدا جانے کیتکی کا عطر تھا یا کاہے کا تھا ایسی ہلکی اور بھینی اور دست کرنے والی خوشبو کہ دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ خواصوں نے گلوریاں کھائیں تو حضور یقین جانیے کہ پان اور عطر اور مصالح کی خوشبو سے ملکر عجب بات پیدا ہوئی۔ پہلے تو خواصیں میری طرف دیکھکر کسی قدر جھجکیں پھر متحیر ہوئیں اور حضور میں اس وقت از سرتا پا صندلی پوش تھی۔ اور صندلی دوپٹہ ایسا بانکا باندھا تھا کہ دیکھنے سے تعلق تھا۔ ایک درخت کے سائے میں تنی ہوئی کھڑی تھی۔ ایک خواص نے بڑھکر مجھے گلوری دی اُہو ہو ہو۔ حضور کے قدموں کی قسم آج تک اس قطع کی گلوری کھائی ہی نہیں۔ اس جوان نے ایک دفعہ پھر گھنٹی ہلائی اور ایک ایک خواص باری باری گئی۔ جوان نے ادھر اُدھر گل رخسار کے بوسے لئے پانچ چھ جو چندے آفتاب چندے مہتاب تھیں اُنکو تو اس پری رو جوان نے چوم لیا اور باقی خواصیں خود بوسے لیتی تھیں دس پانچ شوخ خواصوں نے گلے بھی لگایا اور بوسے بھی لیے اور خواصیں ایسی ایسی مہ جبین ایسی ایسی نازنین کہ انسان دیکھتے ہی جان دینے لگے۔ مکھڑے چاند کے ٹکڑے اور ایسی بانکی ادا کہ ایک اشارہ میں قتل کر ڈالیں اس جوان رعنا کی اشارہ بازی اور خوش نظاری نے مجھے مار ہی ڈالا۔ میں نے اسکو مخاطب کرکے بے جھجک کہنا حشر کے دن قتل کا دعوی کرونگی۔ جرم تو صرف یہی ہے نہ کہ عاشق ہوئی مگر سزائے قتل آئین عشق بازی میں کب روا ہے۔ روز حساب دامن پکڑونگی۔ اُسکا جواب مسکرا کر یوں دیا ؎

میں کہونگا حشر میں قاتل کو پوچھیگا اگر	وہ قضا تیری تھی یا میری ادا تھی میں نہ تھا

اتنے مین ایک بار پھر گھنٹی بجی اور رسی ہلی تو یہ خواصین ایک نالۂ معشوقانہ کے ساتھ چلی گئین اور تیرہ تیرہ چودہ چودہ برس کی بیس بائیس چھوکریان اچپلاہٹ کرتی ہوئی آئین سب طراراور گلعذار آتے ہی سب نے زلف چلیپا کھول ڈالی۔ ؎

کھولی ہے کس نے کاکل شکین یہ ای صبا ۔۔۔ آتی ہے بو دماغ مین مشک ختن کی

ان پریون نے زلف شکین کھولکر ناچنا شروع کیا تو قیامت ڈھائی اول تو کمسن۔ دوسرے اس نور بار کی مطبوعہ تیسرے شوخ و شنگ اور گلرنگ اور اسپر طرہ یہ کہ سبکی سب مست تھین۔ ؎

شعلۂ جوالہ رالعن گران جانی زند ۔۔۔ ہر کہ دقت رقص آن گلگون قبا را دیدہ است

اب سنیئے کہ ایک حور وش انا البرق کہتی ہوئی آئی اور اس جوان تنگ دہان کے گورے گورے گالون کا بوسہ لیکر یہ شعر زبان پر لائی ؎

چو گل شگفتہ بصد آب و رنگ می آئی ۔۔۔ ز شہر آئینہ یا از فرنگ می آئی

دوسری سو پریشان است و خندان دست رنگین کو چوم کر یہ شعر گانے لگی ؎

بوسے تو زدست گل کیے لے ز خط شوق مین ۔۔۔ حیران صاحب کہ عذر کردن نہ بہانے کیا

تیسری شوخ نے گت ناچتے ناچتے پیشانی نورانی کو آہستہ سے چوما اور کہا ؎

سر بقربانت کہ دم کن و دو طالع مرا ۔۔۔ تیغ جوہر دار باشد جبین پیشانی مرا

چھم چھم چھم چھم ایسا ناچ کبھی ہم نے عمر بھر نہین دیکھا۔ چوتھی چھیل چھبیلی نشیلی جھٹ دمک کر آئی اور بوسہ لیتے ہی اسقدر لجائی کہ پھر گردن نہ اٹھائی۔ فرط حیا سے چہرہ سرخ ہو گیا ؎

دخلوت نگہ آئینہ بیدار بودہ است ۔۔۔ ہر گز ز شرم بند قبا وا نکردہ است

تماس سے مین سمجھ گئی کہ دخت سیمین تن کو جوان غنچہ دہن سب زیادہ پیار کرتا ہے۔ اسی کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ پھر گھنٹی بجائی تو یہ بھی شان دلربائی کے ساتھ چلدین۔ اب مجھے موقع ملا خود

مین تو دل و جان سے عاشق ہو ہی گئی تھی آگے بڑھکر مین نے جھکے سلام کیا۔ کہا کون ہو۔ مین نے کہا بندۂ خدا ہین اور ہین کون۔ پوچھا پیشہ۔ کہا عشق بازی۔ پوچھا کس کی عاشق ہو کہا تمھارے حسن گلوسوز پر جان دیتے ہین۔ اسوقت صدہا پریون نے رخسار گلگون کا بوسہ لیا اور سیکڑون کو تم نے خود چوم لیا مگر ہمارے دل کی آرزو نہ بر آئی۔ ہم تیر حسرت ہی کھا کر رہے۔ تمھاری بدولت طرح طرح کے ظلم سہے مگر اب بھی وفا کا دم بھرتے ہین۔ ؎

جھکی ہزار بار مرے سر پہ تیغ ظلم ۔۔۔ جھپکی نہ آنکھ بہت مردانہ دیکھنا

اس جوان نے کہا کچھ خیر ہی۔ مین ابھی عشق و حسن کے جھگڑے کیا جانون اس بھولی تقریر پر مین نے بے اختیار ایک بوسہ لیا جسکا مزہ اب تک نہین بھولی ہون۔ مین نے لب لعل شکر خا کا بوسہ لیا تو ہونٹون کو گرم پایا چہرہ تمتمانے لگا جوانی کا عالم سبو سے کا جواب دینے ہی کو تھا کہ پہاڑ پر بڑے زور سے آندھی آئی اور گرد اسقدر بلند ہوئی کہ آسمان کے نیچے ایک اور آسمان نظر آنے لگا گرد اور غبار اور آندھی کے ساتھ ہی گھڑگھڑاہٹ کی آواز آئی اور ایک اڑن کھٹولا آسمان سے اترا۔

عباسی۔ اوئی۔ اڑن کھٹولا جو کہانیون مین سنا کرتے ہین وہی نہ یا اللہ ہمارے تو ہوش اڑے جاتے ہین ہین۔ بھلا دن کا وقت تھا یا رات تھی۔ رات ہو تو ادر بھی کانپ جائین۔

معشوقہ۔ بس حضور کھٹ سے اڑن کھٹولا زمین پر آیا اور ادھر کھٹولا آیا ادھر چشم زدن مین ایک سچ مچ کی پری اتری اور دم کے دم مین کھٹولا مع اس جوان اور اس پری کے غائب ہو گیا جب اس گبھرو کو مین نے نظر سے اوجھل پایا تو تمام عالم آنکھون مین تیرہ و تار نظر آیا۔ غور آندھی موقوف ہو گئی اور وہ دوسو تو میں اور وہ سب قاصہ نے اگر بہت کچھ لعنت ملامت کی مین کہا

مجھے کیا معلوم تھا کہ ایک بوسہ لیتے ہی بیحال ہو جائیگا۔ لیکن مفصل کیفیت تو بیان کرو کہ یہ ہوا کیا۔ اُن مین سے ایک نوخیز چھوکری نے یون بیان کیا

اس جوان پر پرستان کی ایک پری عاشق ہی اور ہم سب بھی پریان ہین مگر جادو کے زور سے ہمارے پر تم کو نظر نہین آتے اُس پری کا حکم ہی کہ خبردار کسی عورت پر نظر بد نہ ڈالنا۔ اس وقت تم پر کسی قدر ریجھے تھے تو پری اُنکو اُڑن کھٹولے پر بٹھا کر لے گئی مگر اُس نے قسم کھائی ہی کہ خود سزا نہ دون گی۔ کسی انسان ہی کے ذریعے سے سزا دلواؤنگی۔ اب سُنا ہی کہ وہ بیچارہ کسی زندان مین قید ہی۔

ثریا بیگم۔ متحیر ہوکر کیا؟ قید ہی؟ بھلا اُنکا نام بھی تمھین معلوم ہی

معشوقہ۔ جی ہان حضور۔ مین نے سب دریافت کر لیا ہی۔ آزاد مرزا

آزاد مرزا نام سُنکر ثریا بیگم نے مغلانیون کی طرف دیکھا مغلانیون نے بیگم صاحب کی طرف۔ عباسی نے دانت کے تلے انگلی دبائی اور کہا اے! اے یہ تو کچھ اور ہی گُل کھلا۔

ثریا بیگم۔ آزاد مرزا نام ہی کسی نے بہکا تو نہین دیا کہین اُنکو ا

معشوقہ۔ اے حضور بہکایا نہین وہ آپکے ہان بھی آئے تھے اور حضور بے ادبی معاف حضور بھی اُن پر ریجھی ہوئی ہین۔ اور ایک حضور پر کیا فرض ہی آزاد وہ خوشرو جوان ہے کہ جو دیکھتا گھنٹون گھورا کرتا۔

ثریا بیگم۔ تو قید خانے اور پری سے کیا مطلب ہی۔ یہ بات ہماری سمجھ مین نہین آئی۔ خدا جانے کیا کہتی ہو۔

عباسی۔ حضور مجھے تو معلوم ہوتا ہی کہ بنی ہوئی بات ہی۔ کہان پیاڑ کہان جوان کجا خواہین۔ کہان پری اور قید خانہ۔ یارون کو ڈھونڈھے ملے آنکھ۔ سوئی ڈینگ اُڑا رہی ہی زمانے بھر کی۔

مغلانی۔ اے ہے یہ کیسی کتنا بھی نہین۔ کیا پرستان کو بھی بنی ہوئی بات سمجھتی ہو۔ ابھی کمسن نادان ہو جب چھپیٹ مین پڑوگی تو ساری قلعی کھل جائیگی۔ جوانی کے زعم مین چاہے بڑھ بڑھ کے باتین بنالو۔ بڑھاپے مین معلوم ہو جائیگا۔

معشوقہ خانم نے طوطی کا پنجرہ اُٹھایا اور کہا اب لونڈی رخصت ہوتی ہی۔ کل بشرط زیست پھر آؤنگی۔ جب وہ چلی گئی تو ثریا بیگم اور عباسی اور مغلانیان باتین کرنے لگین۔ عباسی سب سے لڑتی ہی کہ یہ سب گپ ہی گپ تھی۔ مگر اُن سے کسی کو اتفاق نہ تھا۔ یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ داروغہ صاحب اندر آئے کہا۔ کچھ سُنت کی بھی خبر ہی۔ دروازے پر تھانہ دار اور برق انداز کھڑے ہین۔ ثریا بیگم نے گھبرا کر پوچھا کیون کیون۔ کیا واردات ہوئی۔ کہا آزاد مرزا قید سے بھاگ گئے۔ تھانے پر کسی مخبر نے خبر دی کہ ایک دن یہان ہندو فقیر بن کر آئے تھے اور آج عورت کے بھیس مین طوطی کا پنجرہ لیکر۔

بیگم صاحب کے ہوش و حواس غائب ہو گئے۔ اے ہے! یہ آزاد تھے!!! دیکھا مین نے کہا ہی تھا کہ آزاد سے صورت ملتی ہی پوچھا کون تھانہ دار ہی۔ داروغہ نے بتا دیا تو معلوم ہوا کہ یہ وہی ذات شریف ہین جو استانی جی کے ہان رہتے تھے ثریا بیگم کو مشکل ہو گیا سمجھین کہ اگر بات کھل گئی تو اب کی اسکے پنجے سے چھٹنا محال ہو جائے گا۔ داروغہ سے کہا تھانہ دار کو کچھ لے دے کر رخصت کردو۔ خبردار لڑائی نہ مول لینا پولیس والون سے لڑنا اچھا نہین۔

فرسٹ کلاس جنٹلمین

غنچۂ نودمیدۂ بستان شجاعت۔ زعفران زار کشور بسالت شیر دل نبرد آزما آزاد پاشا میدان کارزار مین بادل زار زخمون کی تکلیف سہ رہے تھے اور گرد و پیش کے نوجوانان روئین تن زخمیون کے جسم سے خون کے شرارے بہ رہے تھے

خاتون ماہسیما جہان آرا اس فکر مین تھین کہ سپہر آرا کا شہزادہ فرخ گہر
مرزا ہمایون فر کے ساتھ نکاح ہو۔ ہنسی خوشی بیاہ ہو۔ ثریا بیگم
آٹھ آٹھ آنسو روتی تھین۔ تپ ہجر مین جان کھوتی تھین ان سبکا
حال عبرت مآل تو وقتاً فوقتاً نذر ناظرین اعجوبہ گزین ہوگا۔
اب سر دست ایک نئے بگڑے ہوئے کا تذکرہ سنئے۔ ایک معمر
سن رسیدہ گرگ باران دیدہ ٹھاکر نے نوّے برس کے سن مین
وفات پائی۔ جوان لڑکا چھوڑ کر مرا۔ نوخیز ٹھاکر کی بن آئی۔
ٹھاکر صاحب دو چار گانون کے زمیندار تھے۔ مگر قرض سے
چوٹی تک ڈوبی ہوئی تھی۔ اُٹھتی جوانی کے عالم مین جو اُنھون نے
دولت کثیر پائی تو خوب گلچھرے اُڑائے۔ ہزارون لاکھون
مفت لٹائے۔ آخر کار مفلس قلاش ہو گئے بدوضعون نے
ایسا چنگ پر چڑھایا کہ چھٹے ہوئے بدمعاش ہو گئے اپنے باپ
کے طفیل مین بی۔ اے کا امتحان پاس کر چکے تھے حکام سے
ملکر ان کو ساٹھ روپیہ کی کلرکی ملی گانون کی آمدنی بھی سو روپیہ
ماہواری کے قریب تھی جسمین سے باسٹھ روپیہ قرضخواہون
کے نذر ہوتا تھا انکو صرف اٹھانوے روپیہ ماہ بماہ ملتا تھا
گنی بوٹی اور ناپا شوربا شامت اعمال سے شرابخواری اور
بادہ گساری کے عادی ہو گئے۔ معاش کم۔ خرچ کثیر۔ آئے
تو کہان سے۔ پہلے دیسی شراب کے شایق ہوئے بھٹی سے
تین تین بوتلین روز آنے لگین۔ دس بجے سے پانچ بجے تک
کچہری مین کام کرتے تھے شب کو شراب لنڈھاتے تھے اور
پیتے پیتے بیہوش ہو جاتے تھے ایک دن اپنے گانون مین
بیٹھے ہوئے بادہ احمر سے طبیعت بہلاتے تھے حوالی موالی چکھو لگا
بنجاتے تھے کہ اتفاق سے ایک نمبر اول کے میخوار کا گذر ہوا
صحبت کو اپنے مزاج کے موافق پاکر یہ بھی اسی ٹکڑی مین
شریک ہو گئے۔ جب جام ان کے سامنے آیا اور ایک رند مشرب نے
اپنے ہاتھ سے زبردستی ساغر مے پلایا تو بلبل ہزار داستان کی طرح
چہکنے لگے۔ ٹھاکر کو بکمال محبت صلاح دی کہ حضرت دیسی شراب
زہر ہلاہل سنکھیا ہے۔ اگر حضور کو اسکا شوق ہے تو ولایتی شراب
لنڈھائیے۔ سوداگرون کی کوٹھی سے عمدہ عمدہ قسم کی برانڈیان
منگوائیے یہی لطف زندگانی ہے۔ راح روح بادۂ ارغوانی ہے
غرضکہ جنٹلمین کے پینے کے قابل نہین۔ حضور فسٹ کلاس
یعنی درجہ اعلی کے جنٹلمین ہو کر ارد کا شغل کرین مقام استعجاب
ہے ٹھاکر صاحب دل مین کمال خفیف ہوئے فوراً واسپنڈ کمپنی
کی عالیشان کوٹھی سے حسب تجویز بادہ گسار سو روپیہ کی شراب
منگوائی اور ایک مہینے تک خوب پی اور خوب پلائی۔ ایک مہینے
کے بعد ذرا تمیز ہوئی کہ شراب کیونکر پی جاتی ہے جوانی کی آگ کو
کس طرح بھڑکاتی ہے۔ چند روز تک خفیہ طور پر پیا کئے آخر کار
کھل کھیلے۔ جب تک ڈس مولی اور اکشا نمبرون کا جام تسکین
مو آرام ہو۔ رفتہ رفتہ نوبت بانیجا رسید کہ ورجنون کے درجن
تاجران نامی اور سوداگران گرامی کی کوٹھیون سے آنے لگے
گل رنقا نے ایک دن نشے کی حالت مین ان کو خوب بنایا۔
تہور علی۔ حضور اولڈ ٹام کو جنٹلمین ہاتھ سے نہین چھوتے۔
گبر علی۔ ہمارے صاحب بہادر برانڈی اور ہسکی پیتے ہین اور کچھ نہین
امام علی۔ برانڈی تو اکسیر کا فائدہ بخشتی ہے بھائی جان۔ اور
تہور علی۔ رم مین چہ شک آبحیات ہے تو یہ ہے اور چشمۂ حیوان
ہے تو یہ ہے۔

شراب کہنہ کہ روشن گر روان طلبست ۔۔۔ مصاحب من و پیر من جوان طلبست

گبر علی۔ حضور جنٹلمین ہین اور جنٹلمین بھی درجہ اول کے تو برانڈی پینا
حضور کی شان کے خلاف ہے۔ اگر شغل بھی کرنا ہے تو بادہ بنگال

چاہیے اعلےٰ درجہ کی برانڈی پیجیے خداوند ہ

وقتیکہ طلوع صبح ازرق باشد || بایدکہ بکف جام مروق باشد

رئیس نوجوان ناآزمودہ کار تو تھے ہی فرسٹ کلاس جنٹلمین بننے کا شوق چرایا اور مصاحبوں نے پٹی پڑھائی کہ حضور شیمپین اور ہاک استعمال میں لائیں۔ دیسی کے سایہ سے شرفا بھاگ جائیں جنٹلمینوں کے پینے کی اور ہی قسم کی شراب ہے حضور فرانس میں درجہ اعلیٰ کے جنٹلمین پانچہزار روپیہ، وزصرف کرتے ہیں یہاں او بنیں تو فرانس اور لندن کی شرابیں تو ہوں اور

قل اعوذیوں کی بات کا کچھ ٹھیک نہیں ہ

شراب ایکسیم لندنکی ہو کہ کوثر کی || اک پئے واسطے زاہد حلال کرتے ہیں

ٹھاکر صاحب نے برانڈی کا ذائقہ چکھا تو دیسی شراب نظر سے گر گئی اب اگر کوئی دیسی شراب کی تواضع کرتا ہے تو منھ بنا کر جواب دیتے ہیں ”دل یہ فرسٹ کلاس جنٹلمین کے پینے کے لائق نہیں ہے یہ کہار دھوبی۔ کہار۔ لوگ پیتا ہے ہم جنٹلمین ہے کیوں نہیں۔ آپ ایسے ہی ہیں سگر صبر کیجیے۔ آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہوجائے گا جنٹلمینت سب نکل جائیگی۔ ٹھاکر صاحب دس بجے کچہری جاتے تھے اور پانچ بجے واپس آتے تھے۔ تھوڑی اوقات۔ سواری کی۔ گاؤں کی رقم کو رقم کثیر سمجھکر راہ گساری اختیار کی اور یاران سرپل نے بھرے دے دے کر برانڈی پر لگایا فرسٹ کلاس جنٹلمین بنایا۔

اب سنیے کہ نشہ بازی کے پینگ بڑھے پہلے تو صرف ایک کوٹھی سے لین دین شروع ہوا۔ رو اینڈ کمپنی پھر ایک اور کوٹھی سے شرابیں آنے لگیں۔ چیٹر اینڈ کمپنی۔ رفتہ رفتہ کرمی اینڈ کمپنی۔ فرونجی اینڈ سنس ان سب سے بھی لین دین ہونے لگا ذرا کسی روز ہوائے خنک چلی اور حضرت نے قلم دوات کاغذ مانگا اور فوراً ایک کمپنی کے نام رقعہ لکھا اور اسی دم بھیج دیا

بخدمت رو اینڈ کمپنی صاحبان مہربانی کرکے ایک بوتل ڈنس مونی برانڈی کی اور دو بوتلیں سوڈا کی ہمدست حامل لطف فرمایئے اور ہمارے حساب میں درج کر لیجیے۔“ آپکا خادم ٹھاکر۔

دوسرے روز فرونجی اینڈ سنس کے نام حکم کیا (ازراہ عنایت پیل برانڈی کی ایک بوتل جلد بھیجیے) الغرض دو مہینے کے بعد بل آنا شروع ہوگئے پہلے رو اینڈ کمپنی کا بل ملاحظہ فرمایئے۔ بہت مختصر رقم ہے

۲۔ جولائی	ڈنس مونی برانڈی	ایک بوتل	۱۲ر
”	سوڈا واٹر	دو بوتل	۴ر
۴۔ ”	پیل برانڈی اولڈ	ایک بوتل	۴ر
۶۔ ”	اکشانمبر دن	دو بوتل	۱۲ر
۱۰ ”	شیمپین	دو بوتل	۱۰ر

الغرض چوٹھ روپیہ کا ٹوٹل تھا اب فرونجی کے ہاں کا بل آیا ٹوٹل دیکھا تو چوبیس روپیہ چیٹر اینڈ سنس کے ہاں کا بل آیا ستائیس روپیہ۔ الغرض کل ایک سو پندرہ روپیہ کا بل۔ اور ساٹھ کے نوکر۔ تھوڑی اوقات اور خرچ اسقدر بڑھا ہوا گرمی کی فصل آئی تو عالی سوالی مفت خوردن نے صلاح دی کہ حضور آج کل تو بس شیری اور شمپین اور کلیرٹ کے دن ہیں آج کل برانڈی اور ہوسکی سخت مضر ہے۔ فرسٹ کلاس جنٹلمین یہی پیتے ہیں۔ ٹھاکر صاحب کو فرسٹ کلاس جنٹلمین بننے کا دلی شوق تھا۔ فوراً ایک سوداگر کو لکھ بھیجا کہ ایک درجن عمدہ سے عمدہ شیری شراب کی بھیجدو۔ اور آدھا درجن شمپین کا مہینے کے بعد بل آیا تو شیری ایک درجن کے ساٹھ روپیہ اور شمپین نصف درجن کے اٹھائیس روپیہ۔ لیجیے ۔ اللہ اللہ بڑی قیمتی چیز تھی بھیجی

یاران سرپل نے کہا ہاں فیشنی ہونے میں کیا شک ہے پھر فرسٹ کلاس جنٹلمین بنا تو بھی تو دل لگی نہیں ہے۔

ایک روز ٹھاکر صاحب کے دو دوست آئے ایک گنوار جو اس کے گاؤں کے۔ دوسرے شہر کے رہنے والے۔ گنوار کا نام رگھناتھ سنگھ اور دوسرے صاحب کا نام جوالا سہائے ٹھاکر صاحب نے دونوں کی تواضع کی۔ پہلے شیمپین کا ادھا کھولا جوالا سہائے نے قیمت پوچھی کہا ڈھائی روپیہ۔ گنوار کے ہوش اڑ گئے (اڑھائی روپیا! ارے پو اڑھائی روپیا کا آتا ہی!! بانٹ پڑ گئی) اس کے بعد برانڈی کی بوتل کھلی اور سوڈا کے ساتھ پینا شروع کیا۔ ٹھاکر صاحب نے خوش ذائقہ کرنے کے لیے تھوڑی سی بیٹرز بھی ملائی۔ اسکے بعد ایک بوتل کلیرٹ کی کھولی گنوار کے تو ہوش اڑ گئے۔ چھ گنڈے کا ٹھرا صبح سے شام تک پینے والا۔ چھ چھ روپیہ فی بوتل کی شراب کا ذائقہ کیا جانے مگر جوالا سہائے نے ٹھاکر صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا۔

جوالا سہائے۔ بھلا مہینے میں کتنی بوتلیں خرچ ہوتی ہونگی۔

ٹھاکر۔ اجی اسکی نہ پوچھو۔ کبھی سو کی اڑ گئی۔ کبھی دو سو کی۔

جوالا سہائے۔ درست اور یہ شیمپین اور کلیرٹ پینا کس گوکھے نے سکھایا ہے آپ کو۔ یہ نو دس بوتلیں دن بھر میں پی جاؤ اور ذرا نشہ کیا معنی سرور تک نہو۔ بغیر سرور کے شراب پانی ہے۔

ٹھاکر۔ لاحول ولاقوۃ۔ بھائی جان ہم کچھ نشہ کے لیے تھوڑا ہی کلیرٹ پیتے ہیں ہم کو تو اس کلیرٹ مردار کا ذائقہ ہی پسند نہیں ہے مگر مجبوری ہے۔ جنٹلمین کہلانے کے بعد گرمی کی فصل میں کلیرٹ ضرور پیتے ہیں اور ہم بھی جنٹلمین ہیں۔ اور اعلےٰ درجے کے۔

جوالا سہائے۔ اچھا یہ کہیئے۔ یہ خبط دامنگیر ہے۔ آپ جنٹلمین ہیں؟ آپ کے باپ بھی جنٹلمین تھے یا آپ ہی جنٹلمین بن گئے اللہ۔ اللہ اب یہ خبط سمایا کہ جو جنٹلمین کرتے ہیں وہی حضور بھی کریں۔ باندھ کے درخت میں جس لگائے گن کے اور ببول جائے تو پھر سے گئے جنٹلمین بنے ہیں۔ بس شراب ہی پینے میں جنٹلمینیت ہے یا اور کسی چیز میں بھی ہے جنٹلمین کی اور صفتوں سے مطلق واسطہ نہ رکھا شراب پینے کے لیے جنٹلمین بن گئے شیمپین اور کلیرٹ پینے کی تمہاری حیثیت ہے جنٹلمین بننے پر مرتے ہیں۔ واسطے خدا کے اس خبط میں نہ پڑو۔ ورنہ پچھتاؤ گے

ٹھاکر۔ تو پھر کیا ٹھرا پیئیں جسمیں منز لون سے بدبو آتی ہے۔

جوالا سہائے۔ اول تو پینا ہی کیا فرض ہے پینے میں دو چار بار پی تو خیر مضائقہ نہیں مگر یہ نہیں کہ برانڈی کا پیا بن گئے اور اگر ایسے ہی دھتیا ہو تو اولڈ ٹام پیا کرو یہ نہیں کہ شمپین اور شیری اور برانڈی اڑانے لگے۔ اس حماقت سے توبہ بھائی جان

ٹھاکر۔ بس اپنی صلاح رہنے دیجیے اولڈ ٹام! ہونہہ۔ پاجی مقرر کیا ہے بھلا کسی جنٹلمین کو اولڈ ٹام پیتے دیکھا ہے۔

جوالا سہائے۔ ہائے افسوس۔ بھائی اب تمہارا کہیں ٹھکانا نہیں ہے خدا خیر کرے اس جنٹلمین بننے کے پھیر میں یہ دو چار گاؤں جو باقی رہے ہیں یہ بھی گم ہو جائینگے اور آپ لیمون نون چاٹتے پھرینگے

ٹھاکر۔ ہم اور اولڈ ٹام جنٹلمین چھوتے نہیں۔ تم نہیں اچھی صلاح دی۔ جو فرسٹ کلاس جنٹلمین کرتے ہیں وہی ہم بھی کرینگے بس

جوالا سہائے۔ نامعقول۔ بس جنٹلمینوں کا تتبع شراب ہی پینے میں ہے یا کسی اور بات میں بھی۔ تین روپیہ تو مکان کا کرایہ دیتے ہیں آپ اور دعوی یہ کہ ہم جنٹلمین ہیں۔ پروفیسر اس تین سو ماہواری پاتے ہیں اور پچاس روپیہ مہینے کے بنگلے میں رہتے ہیں پرنسپل صاحب کی انگریزی تنخواہ ہے اور رسول سو کوٹھی کا کرایہ پھر بنگالی تین سو تین سو کے پاتے ہیں اور ساٹھ روپیہ کوٹھی کا کرایہ

آپ شیری اور کلیرٹ پیتے ہیں تو فرسٹ کلاس جنٹلمین بنتے ہیں
مگر رہتے بنگلے تین ہی روپیہ ماہوار ہی کے مکان میں۔ یہ بھی معلوم
ہو کہ جنٹلمین جب ریل پر سوار ہونگے درجہ اول کا ٹکٹ لینگے
آپکو ابھی پرسوں ہی تیسرے درجہ میں دیکھا تھا جنٹلمین بننا کیا
خالہ جی کا گھر سمجھے ہیں۔ چلے وہاں سے جنٹلمین کی دُم بن کے۔
ٹھاکر۔ اچھا آپ ہی بتلائیے آج کل گرمی میں کس کا شغل کریں
جوالاسہائے۔ جن ہالنڈ جن۔ نہایت ہی سرد شراب
ہے اور خاص گرمیوں کے قابل۔ واللہ بہت سرد ہے۔
ٹھاکر۔ پھر اس سے تو کھیرے ککڑی کے بیج ہی اچھے اگر سرد ہی
چیزوں کے پینے کا خیال ہے تو خیارین نے کیا چوری کی ہے۔ بجا
شراب یا عرق عنب الثعلب ارے لاحول ولا قوۃ گو کھیے ہی رہے
جوالاسہائے۔ اچھا تم کسی ڈاکٹر سے پوچھو کہ جن کیسی ہے اور
اُسکی کیا خاصیت ہے مفید ہے یا مضر ہے نہایت سرد شراب ہے دیکھو نہ
ٹھاکر۔ اجی شرابیں میرے ناخون (ناخن) میں لکھی ہیں۔
جن گھوڑوں کے پینے کی شراب ہے جنٹلمین نہیں پیا کرتے۔
جوالاسہائے۔ تم ایسے جنٹلمین ایک روز پٹ بھی جاتے ہیں سمجھے منا
ایسے جنٹلمین ذلیل بھی ہوتے ہیں۔ شراب پینے کے لیے کیا جھپ سے
جنٹلمین بن گئے جنٹلمین! گنوار کے لٹھ عمر بھر شوربا
چرایا کیے آج جنٹلمین بن بیٹھے۔ مگر یار وہم تو اس ذات شریف کے
قائل ہیں جنھوں نے انکو فرسٹ کلاس جنٹلمین بنا دیا۔ وہ تجربے
بتائے بس حضرت بھی سمجھنے لگے کہ ہم بھی جنٹلمین ہیں غضب اکا
اولنڈ نام نہیں پیتے کہ ہم جنٹلمین ہیں اگر آدھی بوتل اور پیجیے
تو کمسے کم اٹھائیس روپیہ مہینا صرف ہو پھر؟ تھوڑا ہی کچھ ؟
ٹھاکر۔ اچھا باندی کے ساتھ ہم نے کیا ملایا تھا۔ بتلا دیجیے
تو جانیں ٹانگ کی راہ نکل جاؤں اگر بتا دو کیا دل لگی ہے۔

جوالاسہائے۔ حضرت میں اسکا محقق نہیں ہونا چاہتا اور نہ میں
فرسٹ کلاس جنٹلمین ہوں آپکو جنٹلمینی مبارک ہو۔ پھر دعوٰی کیوں پینے
ہو کھانے میں وہی ہندوپن یعنی اور موٹی موٹی روٹیاں جنٹلمین
تو مٹن چاپ اڑاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ پی تو پانچ روپیہ بوتل کی
شمپین اور چوکے میں جاکے دال روٹی کھائی لالہ کچوری مل
جنٹلمین بننا دل لگی نہیں ہے شیری اور شمپین پینے سے بھی کوئی
جنٹلمین بنا ہے۔ آپ کوٹھی کی کوٹھی پی جائیے تو کیا جنٹلمین
کی اور ہی صفتیں ہیں۔
اتنے میں کہاری نے آنکر کہا۔ رسوئیاں بن گئیں تو ن بلاؤ تو جیمن
جوالاسہائے نے قہقہہ لگایا اور کہا کیوں حضرت یہی جنٹلمینت کی
لیتے تھے اس وقت مزا آتا او ساتھ جوڑکر کہتا حضور حاضری
ٹیبل پر خانساماں نے چنی ہے۔ لالہ کچوری مل شیری اور کلیرٹ پی کر
اپنے منہ میاں مٹھو بن لو مگر جنٹلمین بننا بہت مشکل ہے۔
ٹھاکر۔ آپکی بلا سے ہم جنٹلمین نہیں نہ سہی۔ بس اب خوش ہوئے
جوالاسہائے۔ اچھا صاحب آپ جنٹلمین اور آپکے باپ جنٹلمین
بس چلیے اب تو بکھیڑا نہیں رہا۔ مگر استاد تم تو خاندان کے
فخر پیدا ہوئے جنٹلمین بن بیٹھے۔ شیری اور شمپین لنڈھانے لگے
مگر حضور والا کے بزرگوار تو جنٹلمین نہ تھے۔ ستر پشت سے کوئی
اور ہوا ہی نہیں بجز حضور کی ذات کے کیوں خداوند جیسے
تھے ویسے ہو گئے ارے لاحول ولا قوۃ۔
ٹھاکر۔ ہم جنٹلمین ہم جنٹلمین بھی کون۔ فرسٹ کلاس
دس بارہ روز کے بعد ایک شخص نے صلاح دی کہ آجکل
بیر شراب ضرور پیا کرو۔ حضرت نے آدھی درجن بیر کی منگوائی
کھولی اور پینے بیٹھے تو بد ذائقہ۔ ناگوار رندہ۔ منہ بنایا کہا بری
کڑوی ہے بھئی۔

یاران سرپل۔ اجی جنٹلمین کبھی منھ بہا کر بیر نہین پیتا۔
ٹھاکر۔ بیر پینے مین منھ نہین بنلتے ہین جی۔ کمبخت نے کانا تھا۔ بیر کے نوسے کے پیپے چڑھا جائین یہ کون بات ہے بھائی۔
یاران سرپل۔ اجی ٹھاکر صاحب یہ ایسے ویسے کو نصیب کہان ہو
ٹھاکر۔ آدھی بوتل پی جاؤنگا آپ کے سامنے ہی نصف بوتل نہ پی جاؤن تو سہی۔ دیکھتے جائیے۔ بس۔
یاران سرپل۔ حضور صبح و شام کوئی آدھی درجن تو میم لوگ ختم کردیتی ہین بیر کوئی شراب تھوڑا ہی ہے۔ صرف شراب کا نام ہے
ٹھاکر۔ فی درجن کیا دینا پڑتا ہے۔ کوئی چھ روپیہ؟ ۔
یاران سرپل۔ جی نہین کوئی پونے پانچ روپیہ ہوئے۔ بس اور کیا
ٹھاکر۔ ہمین معلوم نہین کہ فرسٹ کلاس جنٹلمین لوگون سے ملنے کیونکر ہین۔
یاران سرپل۔ حضور پہلے تو ٹپے پر فینچ کرائیے۔ البرٹ فیشن۔
ٹھاکر۔ اچھا۔ اسکے بعد۔ پہلا زینہ تو یہ ہے اور دوسرا؟
یاران سرپل۔ اسکے بعد منھ نہوائیے۔ جاکٹ پتلون پہنیے۔ بوٹ انگریزون کا سا لائیے۔ کھٹ پٹ کرتے ہوئے بازار مین جائیے
ٹھاکر۔ انگریزی کپڑے ابھی نہ پہنینگے۔ لوگ ہنسینگے کہ کرسٹان ہوگئے
یاران سرپل۔ تو فرسٹ کلاس جنٹلمین کیسے۔ لوگون کا خوف بیجا۔
ٹھاکر صاحب نے ٹپے پر فینچ کرائے چار ابرو کا صفایا ہوا سمجھے کہ اب فرسٹ کلاس کے جنٹلمین بن بیٹھے۔ اب جو کسر تھی نکل گئی۔ چھیل چھیلا ترش ترشا کے جنٹلمین بن گئے
ایک شخص نے کہا خداوند جنٹلمین تیسرے چوتھے کھانا ضرور دیتے ہین۔ حضرت نے یہ بھی منظور کر لیا دلی خواہش تھی کہ کسی تدبیر سے فرسٹ کلاس جنٹلمین بنین کہا ہم بھی کھانا دینگے ہوٹل مین

ایک خانسامان کو بلا کر کہا۔ ہمارے باورچی کو طرز بتا بتلاؤ اور فرسٹ کلاس جنٹلمین کے لایق کھانا پکواؤ۔ اُس نے فہرست لکھوانے کے قبل دریافت کیا کہ کسقدر آدمی ہین ٹھاکر صاحب نے کہا دس بارہ۔ اب دعوت کے اخراجات کا تخمینہ سنیئے

ڈاک	نولز کٹلٹ	بکین	مٹن	نوٹ	رائیس
عـه	عـه	صعـه	عـه	عـه	عـه
سرکا	کری	پوٹیٹو	منڈ پوٹیٹو	.	فروٹ
معه	ے ر	صرر	معه ر	.	صعـه
پزارڈ فروٹ	پکلس	شمپین	شیری	.	ہوسکی
عـه	عـه	عـه	للعـه	.	للعـه
برانڈی	بیر	سوڈا	لومنیڈ	.	اسٹوٹ
صعـه	عـعـه	للعه ر	عـکاہ	.	عـکاہ
کلیرٹ	چار	.	.	.	.
عـه	صعـه				

خانسامان۔ حضور یہ اوسط درجہ کے جنٹلمین کا کھانا ہے بارہ بلکہ پندرہ آدمی بخوبی کھا سکتے ہین دو چار چیزین مین نے نہین لکھوائین جو حضور کے باورچی سے پک نہ سکینگی۔ ٹھاکر صاحب حساب کرتے ہین تو تین سو ستائیس روپیہ۔ اللہ اللہ! اب چکراگئے۔ بھئی جنٹلمین بننا جوکھم سے خالی نہین ہے۔ ایک ہی دعوت مین دوالا نکل جائیگا۔ کچھ ٹھکانا ہے بارہ آدمی اور تین سو ستائیس روپیہ الامان۔ الامان۔ اور فی آدمی ستائیس روپیہ چار آنہ خرچ۔ ہمارے باپ سے بھی اسقدر خرچ نہ ہو سکیگا مگر قہر درویش بجان درویش

ع۔ ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم ✦ اودھر اودھر سے روپیہ لیکر آپ نے دعوت کی تیاری کی۔ یاران سرپل نے کہا حضور یہ پرانے فیشن کی ڈیوٹ نو ہٹائیے لیمپ منگوائیے کم سے کم

پانچ چھ دیوار کے لیمپ ہوں اور تین چار ٹیبل لیمپ چبوترے پر یہ ٹاٹ جو بچھا ہے یہ ہٹایا جائے اسپر فرش بچھے اُسپر میز ہوں۔ کرسیاں لگائی جائیں۔ یہ ڈیوٹ تو بابا آدم کے وقت میں ایجاد ہوئی تھی نئی روشنی والے لیمپ کے بغیر دم بھر نہیں رہ سکتے۔

ٹھاکر (دبھتی ہارے) تو ناک میں دم آگیا اب سے آئے گھر سے آئے اب آج سے جنٹلمین بننے کی کوشش نکرینگے۔ بیچ ہی ہزار نعمت پائی۔ ہم درگذرے۔ فرسٹ کلاس جنٹلمین ہیں ہم تیجی ہی سے عاری ہیں۔ خیر اب تو سوچے۔ اب بھی سویرا ہے حضرت ؎

جو کی تقلید خسرو کی تو کار کوہکن بگڑا
چلا جب چال کوا ہنس کی اسکا چلن بگڑا

شام کے وقت ایک صاحب نے کہا حضرت فرمانے آدمیوں کو حکم دیجیے کہ صاف ستھرے کپڑے پہن کر آئیں میلی کچیلی دھوتی باندھکر جنٹلمینوں کے بیرا بن ہاکہلے سر پگڑی ہو کپڑے صاف ہوں۔ ننگ دھڑنگ سامنے آنا کیا معنی آدمیوں نے کئی مہینے سے تنخواہ نہیں پائی تھی صاف ستھرے کیونکر رہتے حضرت نے فی آدمی ایک روپیہ دیا کہ دھوبی کے ہاں سے کپڑے لاؤ۔ کرایہ کی میز کرایہ کی کرسیاں آئیں ٹھیک وقت پر میزبان تشریف لائے۔ فرسٹ کلاس جنٹلمین نے سب سے ہاتھ ملایا کرسیوں پر بٹھایا۔ باتیں ہونے لگیں ایک۔ کرکٹ بال ضرور کھیلا کیجیے جنٹلمین اسکے از بس شایق ہوتے ہیں اور یہ مکان جنٹلمین کے رہنے کے قابل نہیں کرکوئی کوٹھی لیجیے۔

دوسرا۔ ہاں یار یہ تو ہم کہنے ہی کو تھے۔ ہے تو ایسا ہی۔

جوالا سہائے (سلام کر کے) آداب عرض ہے یہ فرسٹ کلاس جنٹلمین بن چکے سے کے نقصان مالی و دیگرے شماتت ہمسایہ ٹھاکر صاحب فرسٹ کلاس جنٹلمین تھے نام ایک مہینے میں اسقدر بل آگئے کہ ہاتھ پاؤں بھول گئے۔ گنوار آدمی تو تھے ہی سوچے کہ کسی کے سامنے تو بوتلیں منگوائی نہیں تھیں ہم صاف مکر جائینگے کہ جانتے ہی نہیں کس کی شراب کیسی بوتل کہاں کا بل ہم شرابخواری اور بادہ گساری کیا جانیں اس زعم میں حضرت نے کچھ اور بوتلیں بھی منگوالیں سمجھے تھے کہ ٹنکا تو خرچ نہوگا سوداگر کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ لو دوسرے روز روانیڈ کمپنی کے ہاں کا بل آیا۔ کھولتے ہیں تو ٹوٹل دو سو اڑسٹھ روپیہ۔ این ! لیجیے تڑکا ہو گیا ساٹھ روپیہ ماہواری کے کلرک اور دو سو اڑسٹھ کا بل۔ چپراسی سے کہا پرسوں آؤ۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد فرد نجی کی دوکان کا بل آیا۔ ٹوٹل میں تین سو چھیالیس۔ چہرے کا رنگ فق ہو گیا دانتوں کے تلے انگلی دبائی۔ کہا ترسوں لاؤ اسکے بعد ایک اور سوداگر کی کوٹھی کا بل بلا کی طرح نازل ہوا۔ ٹوٹل ڈھائی سو روپیہ گیارہ آنہ پانچ پائی کہا کل کسی وقت آؤ اب کل روپیہ کا حساب جو لگاتے ہیں تو آٹھ سو چونسٹھ گیارہ آنے پانچ پائی۔ یا الٰہی یہ حساب کیونکر بیباق ہوگا۔ ساٹھ روپیہ کی آمدنی اور گانوں سے بہت ملے چالیس پچاس۔ چار سو روپیہ ماہواری گھر کا خرچ۔ تنخواہ میں پوری نہ پڑیگی۔ یہ ہزار روپیہ کے قریب کس سے ادا ہوگا۔ کوئی چودہ سو روپیہ ہو تو کام نکلے۔

ایک ہفتے تک بل پر بل آئے اور چپراسی پلٹائے گئے آخرکار دو ایک چپراسی دھرنا دیکر بیٹھے۔ کہا بے لیے ہم جانیگے ہر روز آپ دوڑاتے ہیں صاحب ہم پر الگ خفا ہوتے ہیں اور ٹانگیں الگ ٹوٹتی ہیں ٹھاکر صاحب نے ڈانٹ بتائی۔ کچھ پروا نہیں

تم چلے جاؤ۔ برابر ایک چپراسی سے چلا گیا۔ پر چلتے وقت اتنا کہہ گیا کہ حضور کہتے ہیں ہم فوراً چلے جائینگے مگر دو چار روز میں فکر کر رکھیے گا۔ دوسرے چپراسی نے کہا آپکو جو کچھ کہنا ہو وہ لکھ دیجیے ہم صاحب کو دکھا دیں ٹھاکر صاحب نے بل کی پشت پر پنسل سے یون لکھا ہمارے پاس بل اٹھارہ تاریخ کو بھیجا جائے ٹھیک اٹھارہ کو ہم روپیہ حوالہ کر دینگے اٹھارہ تاریخ کو پھر بل آیا۔ ٹھاکر صاحب کے دو ایک گنوار بھائی بند بھی آئے تھے ٹھاکر نے چپراسی کو اشارہ کیا کہ الگ ہٹو۔ ان لوگوں کے سامنے نہ لاؤ۔ چپراسی چلا گیا مگر دوپہر کو پھر آیا حکم ہوا پانچ بجے لاؤ۔ پانچ بجے آیا۔ کہا کل صبح آؤ دوسرے روز ردا اینڈ کمپنی کی دوکان سے یہ نوٹس آیا۔

ٹھاکر صاحب ہم نے آپکو زمیندار سمجھکر دو سو سے زیادہ کا اسباب دیدیا لیکن اتنے دن ہوگئے آپنے قیمت نہیں ادا کی۔ افسوس کا مقام ہی اگر کل رؤسا ایسا ہی کیا کریں تو ہم کوٹھی کیونکر چلے لہذا ہم نوٹس دیتے ہیں کہ آپ ازراہ نوازش ہمارا روپیہ پرسون تک بیباق کر دیں ورنہ ہم نالش کے ذریعہ سے وصول کرینگے یہ نوٹس پڑھتے ہی انکے ہوش فقرہ ہوگئے۔ فوراً جواب لکھا صاحب من۔ آپ کا روپیہ ایک ہفتہ کے اندر ہی اندر بھیج دیا جائیگا۔ مطمئن رہیے ——

حسن اتفاق سے اُسی وقت جوالا سہائے بھی آگئے اُنکے بشرے پر نظر ڈالی تو سست پایا۔ پوچھا اس وقت اُداس کیون ہو خیریت تو ہی۔ ٹھاکر صاحب نے دبلے دانتوں کہا۔ ہان خیریت ہی آپ بیٹھیے مین پوجا کر کے آتا ہون۔ ٹھاکر صاحب پوجا کے پابند تھے ادھر پوجا کرنے گئے اُدھر جوالا سہائے نے ایک اخبار اُٹھایا اخبار پر ایک لفافہ رکھا تھا۔ انکو مرض تھا۔ کہ چاہے جس کسی کا خط ہو کھول کے پڑھیں گے ضرور۔ انکو تو یہ عبارت نظر گذری

ٹھاکر صاحب ہمنے آپکو زمیندار سمجھکر دو سو سے زیادہ کا اسباب دیدیا۔ لیکن اتنے دن ہوگئے آپنے قیمت نہین ادا کی۔ افسوس کا مقام ہی اگر کل رؤسا ایسا ہی کیا کریں تو کوٹھی کیونکر چلے۔ لہذا ہم نوٹس دیتے ہین کہ آپ ازراہ نوازش ہمارا روپیہ پرسون تک بیباق کر دین ورنہ ہم نالش کے ذریعہ سے وصول کرینگے فقط

اخاہ۔ اب یہ نوٹس آنے لگے خدا ہی خیر کرے جب ہی ٹھاکر صاحب اداس بیٹھے تھے۔ نوٹس لفافے مین بند کر کے میز پر رکھدی جب پوجا کر کے ٹھاکر صاحب واپس آئے تو یون گفتگو ہوئی ——

جوالا سہائے۔ یار آج تو واقعی اُداس معلوم ہوتے ہو۔ وجہ کیا؟

ٹھاکر۔ جی نہین طبیعت ذرا سست ہی فضل الٰہی ہے ——

جوالا سہائے۔ مین ایک بات مانگتا چاہے اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے

ٹھاکر۔ آپکو تو خبط ہی۔ وہی واہی تباہی باتین کرنے لگے۔

جوالا سہائے۔ واہی تباہی باتین نہین کرتا ہون۔ مین سچ کہتا ہون اور سنیئے حضرت اگر آپ اسیطرح دو چار مہینے اور فرسٹ کلاس جنٹلمین بنین گے تو بانٹ ہی جائیگا۔ پیتے ہم بھی ہین اور خدا کے فضل سے کمتر کبھی نہین پیا۔ ہمیشہ برانڈی ہی اور اولڈ ٹام ہی پیا کیے مگر آمدنی کے مطابق دو سو روپیہ ماہواری تنخواہ ملتی ہی اور اٹھارہ بیس روپیہ ماہواری کی شراب پیتے ہین بس یہ انتہا ہی ورنہ گیارہ بارہ پندرہ تک کا بل آتا ہی۔ آپ تو شیری اور شمپین اور موریل استعمال کرنے لگے جو خاص اُمرا کے پینے کی چیزین ہین جتنی چادر ہو اُتنے ہی انسان پاؤن پھیلائے۔ ورنہ دو ہی دن مین بھیک مانگنے کی نوبت آئیگی افسوس تو یہ ہی کہ کوئی لکھو کے سیکھتا ہی تم کچھ بھی نہین سیکھے سگا نوں رہن رکھ چکے مگر ابھی تک فرسٹ کلاس جنٹلمین کی بو دماغ سے نہین گئی سفرسٹ کلاس جنٹلمین بننے کے لیے زر کثیر اور حسن تدبیر مقدم ہی تم کل کے لونڈے مین یہ بس کا

بس۔ گانوں میں رہے گانوں میں بڈھے گنوار کے لٹھ۔ تم یہ باتیں کیا جانو۔ جنٹلمین بننے کا ہم کو شوق ہے مگر اُنکی طرح آ تو نہیں بنتے

ٹھاکر۔ بھائی جان۔ تم میں اور ہم میں پھر فرق ہے۔ ہم رئیس اُن میں یا ایسا من امیر۔ تعلقہ دار زمیندار سالہا سال کے گذرے ہوں مگر بوے ریاست نہیں جاتی اور تم نوکری پیشہ لوگ۔ خان میں نہ خان کے اونٹوں میں۔ آج نوکری جاتی رہی کل جوتیاں چٹخانے لگے بس۔

جوالا سہائے۔ ہاں! یہ خبط ابھی باقی ہے۔ آپ بھی واللہ انھیں رئیسوں میں ہیں جو گلی کوچوں میں جوتیاں چٹخاتے ہیں اور نواب کہلاتے ہیں۔ یہیں ایک نقل یاد آئی۔ ایک میاں صاحب پھٹے حالوں جوتی کو سٹ سٹ کرتے ہوئے سبزی منڈی سے نکلے تو دیکھا کہ ایک نوخیز کنجڑن نکھر کر دوکان پر بڑے ٹھسے سے بنی ٹھنی ہوئی بیٹھی ہے۔ دکان میں انواع و اقسام کی ترکاریاں چنی ہیں۔ ایک آدمی ناندوں سے پانی چھڑک رہا ہے حضرت نے آدھی کی کوڑیاں نکال کر کہا۔

میاں صاحب۔ بی کنجڑن۔ ذرا آدھی کی پالک دینا میں سچ

کنجڑن۔ (تیکھی چتون کر کے) اوئی دور ہو موئے آدھی کا سودا کوئی مٹھو بیچنے بیٹھے ہونگے یہاں روپیوں کے سودے کرتے ہیں چل نکھٹو دور ہو اور سنو آیا ہوا وہاں سے آدھی کی کوڑیاں لے کے۔

اتنے میں ایک فقیر نے کہا میاں صاحب سلام عرض ہے۔

میاں صاحب۔ (منہ پھیر کر) اونہہ! کیا بدتمیز لوگ ہیں۔ گستاخ۔ ٹوپی سر پر رکھ لی اور سلام کرنے کو موجود خبردار کبھی سلام کرنے آنا تو سر پر کچھ لپیٹ لینا بے ادب بدتمیز نوابوں سے یوں نہ ملا کر تو قبلہ آپ بھی انھیں لٹے ہوئے نوابوں میں ہیں

ٹھاکر۔ اجی سنا نہیں رستی جلی مگر رستی کا بل نہیں جلا۔

جوالا سہائے۔ افسوس صد افسوس۔ یہ خیال آپکو بہت جلد ایسا ذلیل کریگا کہ عمر بھر یاد کیجیے گا۔ رئیس کی دُم بنے ہیں۔ اے لاحول

ٹھاکر۔ خیر آپکی بلا سے۔ ہم سمجھ لیں گے آپکو کیا۔ رئیس ہیں ہی ہم

ٹھاکر صاحب اور جوالا سہائے میں بڑی دیر تک گلخپ رہی آخرکار ٹھاکر نے اپنے دوست کو تشفی دی اور کہا بھائی ہم گنوار نہیں ہیں ہم بھی بہت دور بین ہیں مگر اتفاق سے چپیٹ میں آ گئے۔ نخراب بھلا کوئی چلتا دے تو جائیں۔ ہانگ کی راہ نکل جائیں۔

جوالا سہائے۔ ہم تو اب رخصت ہوتے ہیں مگر تمھاری خیر نہیں نظر آتی۔

ٹھاکر۔ خیر ہمارا بھی خدا حافظ ہے۔ ہم بھگت لینگے۔ آپکی بلا سے

اتنے میں دو ایک خدائی خوار آئے علیک سلیک کے بعد ٹھاکر صاحب سے یوں گفتگو ہونے لگی۔ دونوں باہم سازش کر کے آئے تھے۔ ایک لالہ۔ دوسرے میر صاحب خدا الیسوں کی صحبت سے بچائے

لالہ۔ حضور ایک صاحب نے کہا کہ آج کل ایک قسم کی شراب سب شرابوں سے عمدہ ہے۔ مقوی بھی مفید صحت اور سرد۔

ٹھاکر۔ ہاں! کیا نام بتایا۔ ہم نے ضرور پی ہو گی نام تو بتاؤ

میر صاحب۔ اسمیں کیا شک ہے خداوند حضور رئیس زادے ہیں

لالہ۔ خداوند اسکا نام بھلا ہی سا ہے۔ دیکھیے میں اسوقت بھولا جاتا ہوں۔ لاحول ولا قوۃ اسکا نام کارلوڈٹ ہے۔ خوب یاد آیا ضرور منگوائیے گا کار لوڈر۔ بڑی تعریف کرتے تھے ضرور منگوائیے

ٹھاکر۔ کار لوڈر۔ کبھی نام ہی نہیں سنا۔ برانڈی کی قسم سے تو ہرگز نہیں ہے۔ اکشا نمبر ون۔ اکشا نمبر ٹو۔ بی ہائیو۔ فرینس بوٹر ڈنس ہونی۔ پیل کو آچینگ۔ انسی برانڈی۔ شیمپین۔ برانڈی۔ جری برانڈی۔ یودی دی۔ کسی قسم کی برانڈی ہم سے چھوٹنے نہیں پائی۔ یہ کار لوڈر نیا نام سنا۔ کوئی ہے قلم دوات کاغذ منگواؤ

لالہ۔ حضور منگوا کر ایک دفعہ چکھ لیں پھر معلوم ہو جائے گا۔

میر صاحب۔ ہاں بس کیا بات کہی ہے۔ ایک ہی بوتل منگوائیے گا

ایسا نہ ہو کہ حضور ایک درجن کی درجن منگوا لیں پہلے آزما لیجیے
لالہ- جی اور کیا حضور کا تو قاعدہ ہے کہ درجن سے کم منگواتے ہی نہیں- کاغذ اٹھایا اور درجن بھر منگوالی-

ٹھاکر صاحب نے رواینڈ کمپنی کے نام فوراً ایک چٹھی لکھی صاحب من- آپ مہربانی کرکے شراب کارلوڈر کی ایک بوتل ہمارے نام درج حساب کرکے لطف فرمائیے- راقم ٹھاکر
پندرہ منٹ میں آدمی بوتل لیکر آیا- ٹھاکر صاحب نے فوراً بوتل لی پہلے لیبل پڑھا اور کہا- اہو ہو- اچھی چیز ہے
لالہ- حضور فصل کی چیز ہے ضرور پیا کیجیے- حضور والا

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ میر صاحب نے ایک شاعر باکمال کا ذکر چھیڑا کہا آج کل ایک صاحب شاعر غرا اور سخندان یکتا ہندوستان میں تشریف لائے ہیں کلام سے پایا جاتا ہے کہ شیرازی ہیں- حضور انکو ضرور بلوائیں- ٹھاکر صاحب نے نام پوچھا کہا حضرت مولوی محمد فضل رب صاحب عرشی- ٹھاکر صاحب نے کہا نام تو ولائیتوں کا سا ہے اور تخلص بھی مثل عسجدی اور عنصری و رودکی و قدسی و انوری و سعدی ایرانی معلوم ہوتا ہے-

میر صاحب- خداوند معقول منقول ماہر فروع و اصول کل علوم اور اصناف سخن پر قادر ہیں- اکیس برس کے عرصے میں تلخیص المفتاح کی شرح صنعت تعطیل میں لکھی- زبان آوری میں اس درجہ تحقیقات کامل ہے کہ مرزا نوشہ غالب سا استاد مسلم الثبوت انکا مداح تھا اور سفینہ پازند جو بہ اعتقاد پارسیان عجم صحیفہ آسمانی ہے اسکی شرح ان صاحب نے بہ کمال لیاقت لکھی ہے
مولوی احسن اللہ خان صاحب ثاقب مصنف آتش بیدہ داد
منشی نثار احمد صاحب حادری مصنف ارمغان پارسل ور
مولوی عبدالرزاق صاحب قادری مصنف گلگول و آتش جناب

مولانا کے تلامذہ میں ایک غزل مصنفہ جناب ممدوح مجھے یاد ہے سبحان اللہ سبحان اللہ- خاص اہل عجم کا کلام معلوم ہوتا ہے

من نتائج طبع سخنور خدا آگاہ فرزانہ روشن گہر علامہ جلیل فاضل نبیل حضرت ابوالقاسم مولوی محمد فضل صاحب عرشی-

طوفان خیال ست جہان نا زبر این ہیچ	نقشے ست زوہم تو زمین ہیچ مکان ہیچ
غافل ز تقاضای تو باز و نہ کشاید	این ناخن تدبیر و تیر توبسان ہیچ
تمثال حباب ست بہ بحر انچہ کہ بینی	خیزد نہ ازین نقش بحر موج کمان ہیچ
لیلائے ترا ناقہ توحید غرا است	محمل نہ کشودیم ازین کشتیان ہیچ
از بوالہوسی لالہ ہر شمع نہ گردید	پروانہ بود در نظر دیدہ وران ہیچ
فازچہ بود دست کہ در جام بسنجم	پیدا و نہان و جہان جملہ دان ہیچ
کثرت طلبد حدت ارباب طلب را	اطلاق لم و فارغ ز تقلیدیتان ہیچ
عرشی نمک صبر برین زخم نہ ریزم	تکبیر قبول اثر شور و فغان ہیچ

یہ غزل سنکر ٹھاکر صاحب نے پوچھا یہ صاحب ہندو ہیں یا مسلمان
راوی پاس ذہن سا اور سوجھ بوجھ کے صدقے- غزل اور نام اور تخلص سن چکے میر صاحب نے بیس دفعہ کہدیا کہ مولانا فضل رب عرشی کا کلام ہے اور ٹھاکر صاحب کو ابھی تک یہی نہیں معلوم کہ ہندو ہیں یا مسلمان- چڑھ گئی کارلوڈر زیادہ لنڈھائی- ہندو بیچارہ ٹوٹی پھوٹی اردو ہی کہہ لے تو ہم سمجھیں بڑا کام کیا- فارسی کلام اور ہندو؟ ہے

بت بھی لینے لگے خدائی کی	شان ہے تیری کبریائی کی

میر صاحب- حضور محمد فضل رب نام ہے- تلخیص المفتاح کی شرح بھلا ہندو کیا کھا کے لکھے گا- جناب مولانا بالعلم والفضل والثنا بڑے سخنور گرانمایہ ہیں- صاحب تصانیف کثیرہ یہ غزل جو حضور نے سنی ہے اس میں حضور مولانا صاحب نے قلم توڑ دیئے- سبحان اللہ سبحان اللہ- کیا دلکش کلام ہے علم ہو تو ایسی

کلام سناؤں اور اُن کو بلواؤں۔

ٹھاکر۔ اچھا بلواؤ۔ ع

این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

راوی عقیل کے ناخن لو۔ ڈھائی ڈھائی سو اور تین تین سو روپیہ ماہواری کی نوکریاں آتی ہیں اور وہ نہیں جاتے۔ افتخار العلما خاتم الشعرا نواب قمر رکاب حضرت فخر الدولہ مرزا علاء الدین احمد خان بہادر والی لوہارو اور رئیس نامدار گردون مدار نواب صاحب بہادر جاوڑہ قدردانی فرماتے ہیں عالیجناب سرخیل آپا صاحب انگرہ بہادر کہ رئیس نربا جا ہیں انتہا سے زیادہ قدر ومنزلت کرتے ہیں مگر ہمارے ٹھاکر صاحب بھی دُھن کے پکے ہیں۔ ڈکا پاس نہیں فارسی عربی سے خاک بہرہ نہیں مگر ملانے کو موجود یہ کار لو ڈہرور یافت کرتے ہیں کہ ہندو ہیں یا مسلمان۔ چہ خوش تمام یوسف زلیخا پڑھ گئے مگر زلیخا زن بود یا مرد اس میں ابھی شک ہی گلستان چاٹے بیٹھے ہیں مگر حکایت کے معنی نہیں جانتے۔

ٹھاکر صاحب نے نشے کی ترنگ میں مولانا صاحب کے نام ایک خط لکھا کہ آپ یہاں تشریف لائیں تو آپ کی قدر ومنزلت کی جائے۔ خط ڈاک کے ذریعہ سے بھیجتے ہی کوتے کر جوالاسہائے آ گئے۔ خط پڑھتے ہی آگ ہو گئے۔ ٹھاکر صاحب کو خوب آڑے ہاتھوں لیا اور کہا آپ کے فیشن کے ایک رئیس ہمیں ملے تھے اسکے بعد یہ روایت بیان کی

ایک گنڈیری والا ٹوکرا سر پر رکھے گلی کوچوں میں صدا دیتا پھرتا تھا (گنڈیریاں پونڈے کی) ایک افیمی نے یہ صدا خوش آیند سنی تو کفن پھاڑ کے چیخ اُٹھے ای میاں پونڈے کی گنڈیری والے۔ ذرا ادھر آنا۔ میری جان گنڈیری والا آیا۔ افیمی نے پوچھا کتنے سیر دیں۔ کہا مول تول چھ پیسے نہیں ایک گنڈیری سیر آئیں گی۔ افیمی نے جھلا کر کہا سارے شہر میں ٹکے سیر بکتی ہیں کھلا ہوا بھاؤ ہے۔ تمھاری گنڈیریاں ایسی کہاں کی انوکھی ہیں۔ گنڈیری والے نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ اگر جھوٹ بولتا ہوں تو خدا کرے تخت نہ نصیب ہو اللہ اللہ اپنے حساب شہزادے ہیں۔ رہیں جھونپڑوں میں خواب دیکھیں محلوں کا گنڈیریاں بیچنے نکلیں اور شہزادگی کی لیں۔ ای تیری قدرت انھیں رئیسوں میں حضور بھی ہیں۔ ٹکا کفن کو پاس نہیں اور فرسٹ کلاس جنٹلمین بننے پر جان دیتے ہیں۔ ہمکو دیکھو کہ جنٹلمین بنے پھرتے ہیں مگر عقل اور تمیز کے ساتھ۔

ایک روز فرسٹ کلاس جنٹلمین یعنی ٹھاکر صاحب کسی ضرورت سے ریل کے اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ کرایہ کی گاڑی سے اُترے اور ادھر اُدھر ٹہلنے لگے۔ اتنے میں ایک ٹم ٹم آیا ٹھاکر صاحب نے دیکھا تو جوالاسہائے۔ جوالاسہائے اُس طرف سے عین پلیٹ فارم پر گئے جدھر سے یورپین حکام اور جنٹلمین جاتے تھے ریل کے کانسٹبل نے سلام کیا۔ دو ایک آدمی جو دروازے پر کھڑے تھے ہٹ گئے۔ جوالاسہائے کھٹ پٹ کرتے اندر داخل ہوئے

ٹھاکر صاحب نے انکو دیکھا تو سخت شرمائے اور دل میں سوچنے لگے کہ ہم فرسٹ کلاس جنٹلمین ہو کر کدروں میں پھریں اور جوالاسہائے اس ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر پہونچیں۔ ایک دروازے کے پاس کھڑے ہوئے جوالاسہائے سے علیک سلیک کے بعد کہا کہ آج کہاں کی تیاریاں ہیں۔ یہ کہکر حضرت نے اندر جانا چاہا کانسٹبل نے روکا۔ کہاں کہاں ٹھہتے۔ ریل کے چبوترے پر سب کو جانے

کا حکم نہیں ہے۔ جوالا سہائے نے کہا آنے دو۔ کانسٹبل ہٹ گیا۔ ٹھاکر صاحب تشریف لائے۔ اتنے میں اسٹیشن ماسٹر اپنے کمرے سے برآمد ہوئے۔ آتے ہی جوالا سہائے سے ہاتھ ملایا ول جوالا سہائے۔ کیا آج کہیں جانے کا عزم ہے۔ جوالا سہائے نے جواب دیا جی نہیں۔ ایک دوست آنے والے ہیں۔

تھوڑی دیر ادھر اُدھر ٹہلکر جوالا سہائے اسٹیشن ماسٹر کے کمرے میں گئے۔ ٹھاکر صاحب کو جرأت نہوئی کہ جوالا سہائے کے ساتھ جائیں ٹہلتے ٹہلتے دیکھا کہ ایک کمرے کے دروازے پر تختہ لگا ہے اور اس پر لکھا ہے (جنٹلمین کا ویٹنگ روم) چپراسی سے پوچھا اس کمرے میں کیا ہے۔ کہا اس میں امیر لوگ آنکر بیٹھتے ہیں۔ ٹھاکر صاحب اپنے دل میں سوچے کہ ہم بھی فرسٹ کلاس جنٹلمین ہیں چلکے بیٹھنا چاہیئے۔ سا اب سنیئے کہ اسی کمرے کے قریب ایک اور کمرا تھا۔ اسکے تختے پر لکھا تھا (لیڈیز ویٹنگ روم) حضرت اسی کمرے میں گھس گئے وہاں تین لیڈیان بیٹھی تھیں۔ ایک کسی کرنل صاحب کی میم۔ دوسری ایک انجنیر کی بیوی۔ تیسری کسی سولجین کی مس۔ پہلے تو جھجکے۔ مگر فرسٹ کلاس جنٹلمین ہونے کے زعم میں ایک کرسی پر جاکر بیٹھے میمون نے جوان پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ ایک ہندوستانی مرد لیڈیون کے خاص کمرے میں بیٹھا ہے۔ تو بد دماغ ہوگئیں چپراسی نے ان کے قریب آنکر کان میں کہا۔ حضور یہان نہ بیٹھیے یہ میم لوگوں کا کمرہ ہے۔ آپ نے جھلاکر جواب دیا۔ کچھ پروا نہیں۔ ہم فرسٹ کلاس جنٹلمین ہیں۔ اتنے میں ریل کا ایک انگریز آیا اور انکی طرف مخاطب ہوکر کہا۔ ول تم کون ہے فرسٹ کلاس جنٹلمین ہے۔ اور تم کا لفظ انکی شان میں کہا جانے آگ ہوگئے۔ کہا ہم فرسٹ کلاس جنٹلمین ہے ہم سے ایسی بات نہ کرو۔

صاحب جھلا گیا۔ تم ابھی کمرہ چھوڑ دیگا۔ بس چلو۔ یہ لیڈیون کا کمرہ ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ جوالا سہائے اسٹیشن ماسٹر کے ساتھ ٹہلتے ہوئے اُدھر سے گذرے ایں! یہ کیا غل مچ رہا ہے۔ پردہ اُٹھایا تو دیکھا ٹھاکر صاحب سے گٹھ پٹ ہو رہی ہے۔ ایں! آپ یہان کہان۔ خیر باشد۔

صاحب۔ یہ بدتمیز آدمی لیڈیون کے کمرے میں آکے بیٹھا ہے

اسٹیشن ماسٹر۔ تم پاگل ہے یا کون ہے ابھی اُٹھو یہان سے تونول

جوالا سہائے نہیں نہیں ہمارے دوست اور معزز آدمی ہیں ٹھاکر صاحب یہان سے اُٹھ چلیے۔ یہ لیڈیون کا کمرہ ہے۔ یہ آپ کو کیا سوجھی کہ یہان پہونچے۔

صاحب۔ ہم نے جو آہستہ سے کہا تو بگڑنے لگا۔ باہر چلو۔

ٹھاکر صاحب اس توتو میں میں کے بعد نکلے لیکن فرسٹ کلاس جنٹلمینی خاک میں مل گئی۔ جوالا سہائے نے آڑے ہاتھون لیا اور کہا ایک ان جنٹلمین بننے کا شوق آپ کو پٹوائے گا۔ بغیر پڑھے آپ ٹھیک ٹھیک ہوگئے۔ مرد خدا انگریزی پڑھے ہوئے۔ اور اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ لیڈیون کے بیٹھنے کا کون کمرہ ہے اور جنٹلمینون کے بیٹھنے کا کون کمرا ہے۔ ٹھاکر صاحب اور بھی پشیمان ہوئے مگر خود کردہ را چہ علاج۔ ایک مرتبہ ٹھاکر صاحب فرسٹ کلاس جنٹلمین بننے کے لیے ریل کے فرسٹ کلاس میں سوار ہوکے ریل چلی۔ تو آپ نے چرٹ نکالا اور دیا سلائی سے روشن کرکے پینے لگے۔ جس درجے میں ہمارے نوجوان فرسٹ کلاس جنٹلمین بیٹھے تھے اسی میں ایک لیڈی بھی تشریف رکھتی تھیں لیڈی نے کہا۔ آپ اس درجے میں چرٹ نہ پیئیں۔

ٹھاکر۔ وجہ ہم بھی جنٹلمین ہیں چرٹ نہ پینے کا سبب کوئی چرکٹا تقریر کیا ہے۔ سب جنٹلمین چرٹ پیتے ہیں ہم نے بھی پینا شروع کیا۔

لیڈی۔ نہیں نہیں۔ آپ نہ پئیں۔ ہمکو برا معلوم ہوتا ہی۔ اس کی بو ہمیں پسند نہیں ہی۔ آپ چرٹ نہ پئیں ہمارے سامنے ہم علیل ہیں۔

ٹھاکر۔ تو میم صاحب آپ مہربانی کر کے اسپشل ٹرین چھوڑ دیجئے کیا خوب۔ اب آپ کے سبب سے کوئی چرٹ نہ پئے۔ افسوس ہی کہ آپ ہمیں جنٹلمین نہیں سمجھتیں۔

اسپشل ٹرین والا فقرہ سنتے ہی میم صاحب برافروختہ ہوئیں اور فرسٹ کلاس کے دوسرے درجے میں جا کر ایک یورپین سے کہا کہ ہمارے درجے میں ایک بدتمیز ہندوستانی بیٹھا چرٹ پی رہا ہی ہر چند ہم نے منع کیا مگر وہ ہماری نہیں سنتا۔ وہ صاحب باوردی تھے آہستہ سے کہا کہ جنٹلمین آپ مہربانی کر کے چرٹ نہ پئیں۔ میم صاحب کو برا معلوم ہوتا ہی۔ ٹھاکر صاحب نے جو اپنی شان میں جنٹلمین کا لفظ سنا تو کھل گئے۔ کہا بہت خوب چرٹ پھینک دیا اور دل میں سوچنے لگے کہ یہ شخص بھی ہمارا سا فرسٹ کلاس جنٹلمین ہی سچ ہی ؎

خمیدہ کرتا ہی انسان کو جوہر شرافت کا	
اصالت جس میں ہوتی ہی وہی تلوار کستی ہی	

الغرض فرسٹ کلاس جنٹلمین بننے کے شوق میں کئی بار جناب ٹھاکر صاحب ذلیل ہوئے۔

ایک روز ٹھاکر صاحب اپنے مکان پر یاران ہمدم سے گپ اڑا رہے تھے اور حوالی موالی انکو الو بناتے تھے کہ ایک پرانے دوست تشریف لائے آتے ہی کہا ؎

گو نہیں پوچھتے ہم سے وہ مزاج	ہم تو کہتے ہیں دعا کرتے ہیں

ٹھاکر۔ اخاہ آؤ بھئی کھلاڑی۔ کہاں رہے۔

دوست۔ زمین اور آسمان کے درمیان میں کہو مزاج اچھے ہیں پرانے دوست سے فرسٹ کلاس جنٹلمین بڑے تپاک سے پیش آئے اور بڑی خوشی سے کہا کہ یار جیہا ہم اب فرسٹ کلاس جنٹلمین ہو گئے ہیں۔

دوست۔ فرسٹ کلاس جنٹلمین ہو گئے؟ ای لاحول۔ فرسٹ کلاس جنٹلمین بننا کیا ہنسی ٹھٹھا ہی۔ پہلے یہ تو بتلیئے کہ جنٹلمین کھاتے کیا ہیں۔

ٹھاکر۔ ہاں! یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہی۔ یہ ہمیں نہیں معلوم۔

دوست۔ آخر آپ جو جنٹلمین بنے تو فرمائیے جنٹلمین کھاتے کیا ہیں

ٹھاکر۔ مغلی پراٹھے (مسکرا کر) سچ کہتا ہی کہ نہیں۔

دوست۔ مغلی پراٹھے تم کیا جانو۔ تم تُری کی بھاجی اور ساگ کھانا جانو دو ٹکر سینک لیے پیالہ بھر دال رکھ لی چلیے رسوئی ہو گئی اور مغلی پراٹھے نئی روشنی کے جنٹلمین نہیں کھاتے جنٹلمین جب کھائیگا۔ بن۔ ٹوسٹ۔ بسکٹ۔ بریڈ۔ نک بسکٹ

ٹھاکر۔ تو ہم کچھ ولایت کا کھانا تھوڑا ہی کھاتے ہیں۔

دوست۔ سنیئے اگر جنٹلمین بننا ہی تو گانوں کے کوڑے کر دو گاہک کوئی نہ کوئی مل ہی جائیگا اونے پونے داموں پر الگ کر دو اور ایک بنگلہ مول لو یا زمین لیکر بنوا لو۔ ایک گھوڑا خریدو کم سے کم دو سو کا۔ ۱۲۵ یا ۱۵۰ ہاتھ سے کم نہ ہو۔ چالیس روپیہ کا ساز خریدو ایک بریلی کارٹ یا ڈاک کارٹ ہو۔ ایک کوچمین ایک گراس کٹ دو بیرا۔ دو سردار۔ دو باورچی۔ ایک چپراسی ایک سقہ۔ ایک خاکروب۔ ایک چوکیدار۔

ٹھاکر۔ اب ختم بھی کروگے۔ یا ایک ایک کر کے دوالہ ہی نکال دوگے۔ خدا ہی خیر کرے۔ ایک یہ ہوا ایک وہ ہو کچھ حد بھی ہی

دوست۔ ایک آیا ہو۔ ایک چھوٹی چھوٹی لڑکی کے پالنے کے لیے ایک عورت نوکر رکھیے مگر صاف ستھرے کپڑے پہنے رہے میلی کچیلی نہ رہے

ٹھاکر۔ یہ گاڑی اور گھوڑے اور جھو جھو اور آیا اور اتنے نوکروں کی تنخواہ اور اخراجات کا متحمل کون ہوگا۔

دوست۔ حضرت آپ جنٹلمین بن چکے اور یہ دھوتی اُتار دیجیے لالہ جیو پرشاد!!! اور یہ باریک کپڑے پھینکیے۔ سستی اور جاہلانی اور کاہلانی کو دور کیجیے اور ذرا قد بھی بڑھائیے۔ جنٹلمین بونے نہیں ہوا کرتے۔ کسی قدر پستہ قد ہوں تو خیر

ٹھاکر۔ (پیشانی پر ہاتھ پٹک کر) ہائے ستم اب قد کس کے گھر سے لائیں۔

دوست۔ پھر ہونا تو ایسا ہی چاہیئے۔ آیندہ آپکو اختیار ہے

ٹھاکر۔ اچھا گانوں بیچتے ہیں۔ آپ کوئی خریدار بہم پہنچائیے

دوست۔ ہاں ہم ذمہ دار ہیں۔ کتنے گانوں ہیں۔

ٹھاکر۔ اجی اب کہاں۔ اب تو دو گانوں رہ گئے ہیں۔ بس۔

دوست۔ کوئی تین ہزار تک بک جائینگے خاصی حیثیت بن جائیگی

ٹھاکر۔ اجی حیثیت تو اب بھی بنی ہے۔ مگر جنٹلمین بننے کی ترکیب بتائیے

دوست۔ خاص الخاص جنٹلمین بننے کی یہی ترکیب ہے کہ گانوں کے کوڑے کیجیے اور عمدہ بنگلہ لیکر اسمیں رہیئے اور شام کو ٹنٹے سے گاڑی پر ہوا کھائیے۔

ٹھاکر۔ اور شراب۔ اسکا نام ہی نہ لیا آپنے۔

دوست۔ لاحول ولاقوۃ۔ کس مردار کا نام لیا۔ شراب کی فکر نہ کیجیے۔

اس قیل وقال کے بعد ٹھاکر صاحب نے اپنے دوست سے بہ اصرار کہا کہ آپ مہربانی کرکے کوئی خریدار جلد بہم پہنچائیں ہم نے ٹھان لی ہے کہ گانوں کو جدا کر ڈالیں۔ اُن کے دوست نے کہا آج ہی لیجیے۔ ایک مہاجن کو بلائے لاتا ہوں۔ دوسرے روز صبح کو لالہ بالمکند مہاجن کو لیکر ٹھاکر صاحب کے پاس آئے

دوست۔ (ٹھاکر صاحب سے) چلیے میں آپ سے کچھ عرض کرنا ہے۔ ذرا ادھر آئیے تو دو دو باتیں کرلیں۔ لالہ بالمکند تم بیٹھو ہم ابھی آتے ہیں۔

بالمکند۔ ہاں ہاں ہم نشان خاطر ہیں۔ آپ باتیں کیجیے۔

دوست۔ (کان میں) ٹھاکر صاحب۔ مہاجن کو تو ہم لے آئے اب آپ توڑ کر لیجیے۔ بڑا سیدھا آدمی ہے تین پانچ نہیں جانتا اس سے فیصلہ کر لو۔

ٹھاکر۔ بھئی گانوں تمھارا مال تمھارا تمہیں فیصلہ کرنے والا کون کاغذات دیکھو تو قیمت چکا دو۔ نقد دھرم ہے۔ جو کچھ ملے نقد ملے

دوست۔ ہم تو جانتے ہیں کہ اسقدر قیمت وصول ہو جائے کہ ایک چھوٹا سا بنگلہ اور ایک گاڑی اور ایک گھوڑا بھی ملیں کرسیاں دس بارہ مونڈھے دو تین میزیں چار لیمپ اور سٹیپٹ خرید سکو اور کچھ روپیہ بنک میں بھی رہے۔

ٹھاکر۔ لانا ہاتھ۔ بھئی خوب سوچے۔ بنک میں روپیہ ضرور رہے اس سے انسان کا بھرم ہوتا ہے۔ ہے کہ نہیں۔

دوست۔ اجی ہم تو وہ بات بتائینگے جس سے آپ پکے فرسٹ کلاس جنٹلمین بن جائیں بنک میں روپیہ جمع نہ ہو تو ہمارے نزدیک جنٹلمین نہیں کوئی جنٹلمین ایسا نہیں جسکا روپیہ بنک گھر میں نہ ہو۔ مگر مہاجن سے ذرا نرم گفتگو کیجیے گا ورنہ چھچھورپنہ بن جائیگا کہ اسقدر نہیں اسقدر جو دے فوراً منظور کرلو۔

ٹھاکر۔ لاحول ولاقوۃ۔ ارے بھیا تو تمھاری رائے پر منحصر ہے ہم سے کیا واسطہ جو دام تم اور وہ لگا دیں ہمیں منظور ہے نکل جائیں جب ہی کہو ایسی بات ہے بھلا۔

دوست۔ اچھا تو کچھ کہہ تو دو۔ ہمیں معلوم ہو جائیگا مگر جنٹلمین مول تول نہیں کرتے۔ ایک بات کہدو۔ ہزار بار غرض ہو پھر بھی نہیں

ورنہ اپنی رادھا کو یاد کریں۔ ہم تو یہ جانتے ہیں۔ ہے کہ نہیں

ٹھاکر۔ عجب آدمی ہو واللہ۔ نامعقول کہہ تو دیا کہ تیری رائے پر اس کا فیصلہ چھوڑا اب سیاہ سفید کا اختیار ہے۔

دوست نے مہاجن کو علیحدہ بلا کر کہا لو بھئی یہ کاغذات ہیں دیکھ لو اور جو دام لگاؤ اُن سے کہہ دیں۔ سات آٹھ ہزار کا مال ہے دو بڑے بڑے گانوں ہیں۔ مالگذاری بھی ہلکی ہے اور لطف یہ کہ بندوبست کی جمع بھی کچھ سنگین نہیں ہے مہاجن نے ٹھوڑی میں ہاتھ ڈالکر کہا بھائی جان جو کہو سے نکلیں مگر ہم تم ملجائیں تو پو بارہ ہیں سالن کو مل کے آتو بتاؤ۔ کہا اچھا یہ بتاؤ کہ تمھارے نزدیک گانوں کتنے کے ہیں۔

مہاجن۔ ہیں کوئی چھ ہزار کے بس اور کیا ہونگے۔

دوست۔ پھر وہی بے ایمانی کی بات آٹھ ہزار سے کم پر اگرچہ خریدو تو ہم ٹانگ کی راہ سے نکل جاتے ہیں۔ کیا دل لگی بازی ہے۔ حرام کا مال نہیں ہے اور نہ مردے کا مال ہے۔ جو واجبی بات ہو وہ کہو۔ آٹھ ہزار سے کم کے نہیں ہیں۔

مہاجن۔ اچھا پھر کتنے پر فیصلہ کرتے ہو۔ جو کہو کچھ پڑھے لکھے بھی ہو۔

فخر کے ساتھ ایک شعر معاً زبان پر لائے سبحان اللہ ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را ۔۔۔ تو دانی حساب کم و بیش را

راوی۔ اے صل علی۔ آپ تو اپنے وقت کے فیضی نکلے کہ قصیدہ تک سنا اور حفظ۔ ایک لفظ کی بھول چوک نہ ہونے پائی کتنا ٹھیک اور صحیح شعر پڑھ دیا کہ سبحان اللہ ذرا فرق نہیں بلکہ اگر شیخ جی سے کوئی غلطی بمقتضائے انسانیت سرزد ہوئی ہوگی تو آپ نے رفع کر دی ہوگی۔

دوست۔ اُن سے تو تین ہزار کہو اور کہکر اُٹھ کھڑے ہو

مہاجن۔ اچھا مگر ہم جانتے ہیں پہلے تین ہزار نہ کہو پہلے دو ہزار سے چلو۔ آئندہ جو رائے ہو۔ اچھا چل کے بیٹھو تو۔۔ سمجھا جائے گا ؎

چہ نامم کہ مولائے نامم توام ۔۔۔ ورم ناخریدہ غلامم توام

راوی۔ اے سبحان اللہ خیر۔ موزوں شعر کو کس درجہ موزوں کر دیا۔

دوست اور مہاجن کرسیوں پر بیٹھے۔ مہاجن نے کہا پھر فرمائیے دو ٹھاکر صاحب مسکرا کر بولے حضرت (زرا کے دو ان سے کہیے) دوست نے کہا لالہ بالمکند تم ہی کچھ کہو اور وہ کون سا بڑا لمبا چوڑا معاملہ ہے۔ ایک ادنیٰ سی رقم ہے۔ مہاجن نے سوچکر کہا ہم تو اِتنے کے گاہک ہیں۔ (اُنگلی کے اشارے سے بتا کر)

دوست۔ ایں! دو ہزار!! لا معقول۔ سبحان اللہ۔ ہونہہ

مہاجن۔ اچھا پھر آپ ہی کچھ کہیئے۔ مولی گاجر تھوڑا ہی ہے

دوست۔ اجی دو ہزار کیسے تم ساڑھے تین ہزار کہکر تو دیکھو۔

راوی۔ واہ اُستاد۔ کیوں نہ ہو۔ مانتا ہوں۔ واللہ۔

مہاجن۔ اچھا پھر اب ہم جاتے ہیں۔ آپ ہم سے ملیے گا۔

ٹھاکر۔ کیوں کیوں خفا کیوں ہو چلے بیٹھیے بیٹھیے۔

دوست (ہنسکر) ذرا چُھری کے تلے دم تو لو۔ آخر دو ہزار کیا سمجھکر کہے آپ نے۔ کچھ حساب بھی ہے یا بے حساب ہے۔

مہاجن۔ کچھ آپ بھی کہیے گا۔ آپ کو جو کہنا ہو وہ آپ فرما دیں چلیے چھٹی ہوئی۔

دوست۔ ٹھاکر صاحب فرمائیے کچھ آپ بھی فرمائیے۔ بسم اللہ

ٹھاکر۔ بھئی عجب بے تُکے آدمی ہو۔ واللہ بے تکے۔

دوست (گالوں پر تھپڑ لگا کر) قصور ہوا۔ سنیے لالہ صاحب ساڑھے تین ہزار دینے ہوں اور سودا غرض ہو تو بسم اللہ ورنہ اللہ اللہ خیر صلاح۔

راوی۔ واہ رے اُستاد کیا بے غرضی ہے اور ٹھاکر صاحب کے کتنے سچے دوست نکلے۔ واہ واہ واہ۔

مہاجن نے کہا ہم غور کر لیں تو جواب دیں۔ ٹھاکر صاحب کی طرف مخاطب ہو کر ہاتھ جوڑ کے عرض کیا۔ حضور بُرا نہ مانیے گا ایک عرض ہے جان بخشی ہو تو کہوں۔ حضور میری تھوڑی سی اوقات ہے ان کو میں ہمیں کچھ نہ دونگا۔ حضور یہ بھی اپنے ہی ذمے لیں۔ دوست نے بگڑ کر کہا کچھ سڑی ہوئے ہو۔ اجی میاں ہم سے اور ٹھاکر صاحب سے برسوں کا یارانہ ہے۔ باپ دادا کے وقت سے مراسم ہیں پشتہا پشت سے بھائیوں کے مثل رہے ہیں انکا مال ہمارا مال ہے۔ ہمارا مال انکا مال ہے یہ کہتے کیا ہو مجھے بھی کوئی دلّال مقرر کیا ہے۔ معقول مہاجن نے کہا صاحب سنیئے۔ یاران چوری نہ ہیرا ان دغا بازی جو شاہ سکے گن سکے تین ہزار دینگے۔ دو دو ہ بے کے دعوے منظور ہو تو لیجیے۔ ورنہ آپکا مال ہے۔ دوست نے چہرہ بنایا کہا اچھا آج شام کو فیصلہ ہوئے گا۔ مہاجن رخصت ہوئے۔

ٹھاکر۔ تین ہزار دینا ہے جیسی رائے ہو۔ ارزان بکے جاتے ہیں۔ ہمارا خسارہ ہے اس میں آیندہ۔ ع۔

	ملاح ما ہمہ آنست کان صلاح شماست	

دوست۔ اجی تین ہزار یہ لیں۔ اور پانچسو اور لیں۔

راوی۔ ماشاء اللہ۔ اسقدر فائدے کے ساتھ گانوں بکینگے تین ہزار یہ لین اور پانچسو اور لین اور یار لوگ اپنے ہاتھ الگ گرمائیں اور ٹھاکر صاحب کو بیوقوف الگ بنائیں ایسے دوست بڑے خوش قسمتوں کو ملتے ہیں۔

شام کو دوست مہاجن کے مکان پر گئے کہا سنو بھائی جان ساڑھے تین ہزار پر توڑ ہوتا ہے۔ ساڑھے چار ہزار کا اس میں فائدہ ہے۔ پانچسو چھوڑ دو تو بھی چار ہزار نلوہ بچتے ہیں۔ آدھے ہمارے آدھے تمھارے مہاجن مُسکرایا۔ آدھے اور تیہے تو ہم جانتے نہیں اگر ساڑھے تین ہزار پر گانوں ملجائیں تو ڈیڑھ ہزار آپکی نذر میں۔ دوست نے کہا ضمانت پوچھا کس کی ضمانت دلوائیں۔ کہا لالہ ہرچرن لال۔ حامی بھر لیں تو ہماری تسکین ہو جائے۔ لالہ ہرچرن لال کے پاس گئے انھوں نے کہا (جس دن لکھی پڑھی ہو گئی اُسی دن ڈیڑھ ہزار ہماری کوٹھی سے لے جانا) دوست راضی ہو گئے۔ دوسرے دن ساڑھے تین ہزار پر فرسٹ کلاس جنٹلمین نے کوڑے کیے تیسرے دن ایک ڈگا گھوڑا دو سو دس کا ایک زمیندار سے خریدا نیلام میں بریلی کارٹ لیا ایک بنگلہ سات سو کو مول لیا سمجھے کہ اب ہم فرسٹ کلاس جنٹلمین بن گئے۔

	شادی خواجۂ شرنگ مبارک ہووے زوجۂ مشکی و پالنگ مبارک ہووے

سخنوں کے پشت و پناہ گو گھوں کے قبلہ گاہ خواجہ بدیع الزمان صاحب کا نام نامی زبان قلم پر آیا۔ اور قلم کی باچھیں کھل گئیں عرصہ سے حضرت کا ذکر خیر نہیں ہوا۔ خطوں پر خط ٹوٹ پڑے کہ واسطے خدا کے خوجی صاحب کا حال تو بتائیے جس نگین طبع دوست سے ملاقات ہوئی علیک سلیک کے پہلے یہی کہا کہ اجی حضرت خوجی کا حشر کیا ہوا اب تو آنکھیں اُنکے نام کو فسانہ میں ڈھونڈھتی ہیں۔ ہم بھی سوچے کہ خیال خاطر احباب بہلہ شیخ ضرور چاہیے۔ بقول میر انیس مبرور۔

خیال خاطر احباب چاہیئے ہر دم		انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں میں

اب سنیئے کہ اِدھر تو میدانِ کارزار میں میاں آزاد کے لب زخم جھنکار سے بھر رہے تھے اور اُدھر خواجہ بدیع الزمان

شادی کی تیاریاں کر رہے تھے اب ناظرین دنگ ہونگے کہ خاک شادی کا خاکہ تو اڑا چکے اب یہ شادی کیسی خواجہ صاحب رسیا اور رنگیلے تو تھے ہی خوبرو اور نوخیز عورت پر نظر پڑی اور ریشہ خطمی ہو گئے سارے دہشت کے ہانپتے ہانپتے دم پھول گیا بس روز کے ساتھ شادی کا شوق چرایا تو یاران سرپل نے کھوپڑی پلپلی کر دی۔ سرا میں ایک معشوق پریزاد سرو قد رشک شمشاد دلبر دل آیا تو اس کے گود میں اٹھا کر شہر بھر شیدا ہا اب ایک اور پری پیکر رشک قمر پر حضرت بدیع الزمان ریجھے بس میڈا اور ہرمزجی بھائی اور کل احباب خوش مذاق سے اکڑ کر کہا آج خواجہ صاحب پر ایک اور پری مرنے لگی۔ صورت دیکھتے ہی محبت کا دم بھرنے لگی۔ انھوں نے کہا سلامتی سے آپ جیسے نوجوان ہی ایسے ہیں۔ کیوں نہ ہو خواجہ صاحب تمام قسطنطنیہ میں آپکی خوبصورتی کی دھوم ہے جو دیکھتا ہے عشق عشق کرجاتا ہے۔ ایک رئیس زادی نے کل میرے نام خط بھیجا ہے کہ آپکی کوٹھی میں وہ گرانڈیل آدمی کون ٹکے ہیں بھئی تم ذرا سمجھ بوجھ کر بازار میں نکلا کرو۔ خواجہ صاحب اور بھی ریشہ خطمی ہو گئے۔ اکڑ کر کہا اب ہمکو خدا ان لوگوں سے بچائے جدھر نکل جاتے ہیں لوگ خواہ مخواہ گھورتے ہیں حسن بھی کیا شے خدا کی امانت ہے۔ ہرمزجی بھائی سے پوچھا کیوں صاحب وہ رئیس زادی جو ہم پر جان دیتی ہیں انکا مکان کیا بعید ہے دور تو نہیں ہے—

ہرمزجی — اہا کیوں۔ مگر شادی مرگ نہ ہو جائیگا پہلے انھوں نے خط بھیجا اور کہا کہ خدا را ہمیں اس جوان قوس ابرو کے نام سے اطلاع دو اور کوئی تدبیر ایسی کرو کہ ہم ان سے باتیں کریں پھر خود دوڑی آئیں۔ کہا وہ گرانڈیل جوان کہاں ہے دل و جان سے عاشق ہے۔ پری ہے پری۔ ع۔

بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

خوجی — پھر آپ کو کیا۔ اللہ رے حسد کچھ ٹھکانا ہے۔ سنیئے مشفق خدا اپنے سب بندوں پر یکسان مہربان ہے۔ کسی کو دولت دی کسی کو صاحب اولاد کیا کسی کو علم کی دولت بخشی۔ کسی کو نور عطا کیا۔ ہم کو دولت حسن عطا کی۔ اللہ میاں کی دین ہے۔ ہمین کسی کے باپ کا اجارہ نہیں مگر ہم غریبوں کو اسقدر حسن دیا تو کیا۔ یہ حسن شہزادیوں بادشاہزادیوں کے قابل تھا نہ کہ مردوں کے لائق —

ہرمزجی — خواجہ صاحب جو کہیں آپ عورت ہوتے تو معاذ اللہ ستم ہی ڈھاتے ہزاروں خون ہو جاتے تلواریں چلتیں۔ خون کی ندیاں بہتیں اور ہمیں تو یقین واثق ہے کہ دو ایک ملکوں میں آپ کے سبب سے جنگ چھڑ جاتی۔ لاکھوں کی جان پر بن آتی۔ خوب ہوا کہ آپ عورت نہیں ہوئے

خوجی — اب اس دکھڑے سے کیا مطلب ہمیں اس پری کا صنم خانہ بتاؤ —

ہرمزجی — ہم آپکی گفتگو نہیں سمجھے۔ ذرا سمجھا کر کہئے صاف صاف

خوجی — اس خانسامان کو بلوائیے تو سمجھا جائے کہ پڑا نادان معاملہ ہے ایسا نہ ہو ہم کچھ کہیں آپ کچھ سمجھیں یوں میزان نہ بیٹھیگی

ای عشق قطع کردہ رہ سلسبیل را	از ما سلام شوق رسان جبرئیل را

راوی — آہو ہو ہو۔ بعد مدت ایک برجستہ و فی البدیہہ شعر سبحان گیہان خواجہ بدیع الزمان صاحب کی زبان مبارک سے سننے میں آیا۔ گفتگو سے کسقدر چسپاں ہے کہ گویا شاعر نے اسی موقع کے لیے یہ شعر موزوں کیا تھا —

ہرمزجی — اور جو ہم ہمیں بلوا دیں تو کیسی ہو مشکور ہو یا نہیں

خوجی — کیا خوب بنیگی اور پوچھ پوچھ تھا سے رہے پھر

بلوا دیجیے ؎

ہمنشین جب مرے ایام بھلے آئینگے
بن بلائے وہ مرے گھر مین چلے آئینگے

ہرمزجی اور مس میڈا نے باہم مشورہ کیا کہ دل لگی دیکھنے کے لیے کسی عورت کو بلوانا چاہیے ہرمزجی نے خواجہ صاحب سے کہا حضرت آپ ذرا سج دھج بنا کے بیٹھئے تو ہم پری پیکر کو بلوائین دیکھتے ہی جان قربان نہ کرو تو سہی۔

خواجہ ۔ ہان! تو کیا ہم سے بھی زیادہ حسین ہو اللہ اللہ!!!

ہرمزجی ۔ کچھ آپ سے گھٹ کے بھی ہو حور کا بچہ ہے۔

خواجہ ۔ اور ہم بھی تو حور کے بچے ہین۔ ہین یا نہین۔

خواجہ بدیع الزمان نے ہرمزجی سے کئی سوال کرے

سوال ۔ پہلے تو ہمین یہ بتلائیے کہ سن و سال کیا ہے ٹھیک ٹھیک کہنا۔

ہرمزجی ۔ سن و سال! ابھی ہن کیا ہو۔ یہی کوئی پچاس کا

خوجی ۔ ای ہو بس! اے ابھی اُٹھتی جوانی ہو۔ پچاس برس کی چھوکری ہو ابھی نام خدا اُٹھتی جوانی ہو ؎

خدا ترا بخت نادان و دراز سن تو کہے
ستم کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے

خوجی ۔ صاحب عمر تو معلوم ہوئی۔ اب یہ فرمائیے کہ قطع قطع کیا ہے۔

ہرمزجی ۔ ہر عضو بدن سانچے کا ڈھلا ہوا۔ ہر رگ و پے مین آبنوس کوٹ کوٹ کر بھرا ہو۔ اور چہرہ پر وہ رنگ و روغن ہو کہ جلتے بلتے توے پہ تل پڑے تو بھی اسقدر نہ چمکے۔

خوجی ۔ اوہو ہو ہو۔ یہ چمک دمک! اچھا نزاکت کا کیا عالم ہو؟

ہرمزجی ۔ بس یہ نہ پوچھیے۔ نزاکت کا یہ عالم ہو کہ دیلر گھوڑے پہ اگر سوار ہو تو اُسکی کمر لچک جائے بیشتر جگہ سے بل کھائے۔

خوجی ۔ اہا ہا ہا۔ بس ایسی ہی ہو رو تو ہم چاہتے ہین اور کیا ؎

کمر تک جو زلف چلیپا گئی
یہان وہ کمر لاکھ بل کھا گئی

دیلر گھوڑے تک کمر لچک جائے یہ نزاکت کا عالم ہو!!!

نازنینی کا خاتمہ ہو حسین تو ہم بھی ہین مگر اسدرجہ نازک بدن نہین خدا نے چاہا تو اُسکے ساتھ ہی ہین شادی ہو جائیگی ہم بھی بعوض اسکے وہ بھی خوبصورت پھر شادی مین طرفین سے عذر کسکو ہو سکتا ہو جس دن دم توڑ دونگا اپنے نازک بدن نازنین نازک کمر معشوق کی طرف مخاطب ہو کر یہ شعر ضرور پڑھونگا ؎

ڈال دے سایہ اپنے آنچل کا
ناتوان ہون کفن بھی ہو ہلکا

میڈا ۔ اگر ہماری دعوت نکی تو ہم شادی نہ ہونے دینگے۔

خوجی ۔ ای ہو۔ لاحول ولا قوۃ۔ کلمہ نفی زبان سے نہ نکالو۔ (نہ) تو منحوس لفظ ہو۔ یہ کہو کہ خدا کرے ہنسی خوشی بیاہ ہو جائے

ہرمزجی ۔ ناک کی تعریف کرون تو لوٹ پوٹ ہو جاؤ۔

خوجی ۔ اجی ناک گئی ایسی تیسی مین کل سراپا کی تعریف کرو۔

ہرمزجی ۔ اچھا یون سہی۔ کان لمبے لمبے ہندوستان کے ہاتھی کے کانون کے برابر اور بلند اقبالی کی یہ کیفیت کہ اونچا سنتی ہی قوت سامعہ سے نلے بہرہ ہو اور آنکھ تو ایسی دیکھی ہی نہین ایک ایک ناشے کی آنکھ۔ ذرا ذرا سی۔ جس وقت ہنستی ہو آنکھین بالکل بند ہو جاتی ہین۔ یہی معلوم ہوتا ہو کہ آنکھ ہی نہین ہو۔ یہ کمال حسن ہو کہ آنکھ موجود ہو اور پھر بالکل مفقود اور جو ذرا غصہ آیا تو گاؤ دیدہ۔ پلکین ندارد۔ آنکھون کا جوبن اس سے ادھر دو بالا ہو گیا۔ اور بھوؤن کی یہ کیفیت ہو کہ ایک طرف بالکل صفا چٹ۔ یہ بہت مشکل ہو اور دوسری طرف دو چار بال آنکھ چھوٹی۔ بھوین ندارد۔ پلک کا پتہ ہی نہین۔ گال پھولے پھولے جیسے نان پاؤ۔ یا خمیری روٹی یا ہوائی تکیہ اور رخسار مین

اسقدر بدہئیت ہی کہ بیان سے باہر جسم از سر تا پا جیسے تمباکو کا پنڈا
آبنوس کا کندا کالا کالا منہ سفید سفید دانت جیسے تمباکو
کے پنڈے پر چیونٹیاں کوڑیاں جمی ہون۔ پانوئن ذرا ذرا سے
کوئی آدہ آدہ گز کے۔ بعضان جینی ایسے چھوٹے چھوٹے اور
ننھے ننھے پانون دیکھ لین تو شرما جائین۔ بازار مین اگر جوتا پہننے
جائے تو اپنے پانون کا جوتا نہ پائے۔ آدہ آدہ گز کے ذرا ذرا
سے کس کے پانون ہونگے۔ قد سرو سے بھی زیادہ لمبا ہے ؎

نسبت اسکو سرو باندھے ہین تو اسکو تاڑ باندہ
بوسے کی گر ہوس ہو تو گرد اُسکے پاڑ باندہ

اگر بوسہ لینے کو جی چاہے تو درخت پر چڑھ جائے یا اونٹ
پر سوار ہو کر بوسہ لے کوئی ڈھائی انچ کے قریب قد زیبا ہوگا
راوی۔ یہان پر چکمہ کھا گئے۔ یہ ہجو ملیح تھی۔ ڈھائی انچکا
قد!!! اللہ۔ اللہ سرو اور تاڑ دونون کی اصل حقیقت نہین
خوجی۔ مزاج کی تعریف تو کیجئے۔ مزاج کیسا ہی رعونت تو
نہین ہی۔
ہرمزجی۔ مین ادھوری بات نہین کرتا پہلے سراپا کی صفت
سن لیجئے۔ ٹانگین ایسی سڈول کہ واہ جی واہ ایک ٹانگ
سے دوسری ٹانگ کوئی دو فٹ بڑی چلنے کے وقت
آنکو کتنی چلتی ہی۔

خواجہ صاحب اس لربا طناز کے حسن و جمال کی تعریف
سنکر عاشق زار ہو گئے۔ ہزار جان سے نثار ہو گئے۔ ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد / بسا کین دولت از گفتار خیزد

ہرمزجی بھائی نے کہا ساری خدائی مین جو عورت آپ نے
دیکھی ہوگی دونون پانون زمین مین برابر پڑتے ہونگے۔
مگر اُسکی چال مستانہ کی شان ہی اور ہو ایک پانون اونچا

ایک نیچا پڑتا ہی۔ ایسی چال کسی معشوق کی کاہے کو ہوگی اور سب
حسن ایک طرف خرام ناز ایک طرف۔ کبک اور تدرو کا نام ہی
مشہور ہو گیا۔ یہ اونچا نیچا پانون طیور کا کیونکر پڑ سکتا ہی۔
اور جب اونچا نیچا پانون پڑتا ہی تو وہ تن جاتی ہی۔ ہائے ستم
وائے ستم یہ چال کیا اظہار رمز نشیب و فراز عالم ہی۔
خوجی۔ ہونہہ بس اس حد سے خدا سمجھے۔ کہنے لگے ہائے ستم۔
وائے ستم۔ وہ پانون چاہے جیسا پڑے۔ آپکو کیا۔ وہ ہماری
ہم اُسکے آپ ہوتے کون ہین۔ آپ سے واسطہ ہی کیا ہی ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

ہرمزجی نے اقرار کیا کہ دو گھنٹے مین ہم اس رشک قمر کو
بلوا لینگے۔ خوجی بازار کی طرف سدھارے کہ دو گھنٹے ادھر ادھر
دل بہلائین بازار مین چلے تو خوب تنتے اکڑتے بہت تیز ہوئے
خوجی دل مین خوش کہ دور و یہ عورتون اور مردون کی ہم پر
نظر پڑتی ہوگی چلتے چلتے ایک کوٹھی مین داخل ہو گئے وہان
معزز فرانسیسی لیڈیان کچھ اسباب خرید رہی تھین۔ حضرت
بھی قریب جا کر ڈٹ کے کھڑے ہو گئے۔
ایک لیڈی۔ (فرانسیسی زبان مین) تم یہان کیون
کھڑے ہو گئے۔
سوداگر۔ (ترکی زبان مین) یہان پر کھڑے ہونے کی کیا
ضرورت ہی۔ ادھر آ دھر اسباب دیکھیے۔ تمام کوٹھی بھری ہوئی
ہی۔ سمجھے کہ نہین سمجھے۔
خوجی۔ کچھ کچھ سمجھے کچھ کچھ نہین سمجھے۔ اچھی طرح بیان کرو
سوداگر۔ یہ کیا وجہ ہی کہ جہان معزز معزز لیڈیان کھڑی ہین وہان
آپ جاکر کھڑے ہو گئے نہ کوئی شی خریدتے ہو نہ اسباب دیکھتے ہو

اُنھین کا منہ تاک رہے ہو۔ اب ہنستے ہو یا کچھ اور فکر کرو۔

خوجی۔ ابے ہم اُن کا مُنہ تکتے ہین یا وہ ہمارا مُنہ تاکتی ہین۔ بیوقوف پاگل آدمی۔ ہمارا سا کڑیل جوان کوئی دکھا تو دو۔ گھنٹے مین ہرمزجی کی کوٹھی مین آ تو ایسی پری دکھا دون کہ آنکھین کھل جائین وہ ہاتھ جوڑ کے کہے گی کہ ہمارے ساتھ شادی کرو ہم کہین گے کہ (ہرگز نہین) وہ محبت کریگی ہم معشوق بن جائینگے وہ چھڑکیان سہے گی اور کہے گی مین عاشق زار ہون۔ دلدادۂ نرگس بیمار ہون۔ ہم کہین گے (نہین نہین) وہ گلے مین ہاتھ ڈالیگی ہم کہین گے الگ الگ نہین نہین تب وہ یہ شعر پڑھے گی ؎

گالی سہی ادا سہی چین بر جبین سہی
یہ سب سہی پر ایک نہین کی نہین سہی

سوداگر سمجھا کہ یہ پاگل ہے۔ آدمیون سے کہا اسکو یہان سے نکالو۔ اس دوران دونون لیڈیون مین سے ایک بت عربدہ جو نہایت شوخی کے ساتھ مُسکرائی تو خوجی سمجھے ہماری ادا اسکو دل وجان سے بھائی اور بھی اکڑ گئے۔ اکڑے ہی تھے کہ پیچھے سے ایک آدمی نے مشکین کس لین دوسرے نے گردنا بتایا۔ خوب پٹے۔

خوجی۔ او گیدی او بہروپیے اچھا بچہ۔ جھانسا کے چھوڑ دون تو سہی اگر جوانمرد ہے تو آ جا سامنے مصر کے پہلوانون کو تو ہمنے چٹکی بتائی تو کیا ہے۔

سوداگر۔ اسکو باہر لے جاؤ۔ یہان کوئی شیشہ نہ توڑ ڈالے۔

خوجی۔ قسم ہے اپنے مرید کی اگر اسوقت قرولی ہوتی تو اتنی بھونکتا کہ تکے تکے اُڑا دیتا۔ سر یہ گرتا دھڑ وہ گرتا۔ ایک قرولین کام تمام کر دیتا کیدانیان کی ہین۔ بھاڑ نہین جھونکے ہین ع

	سولپشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری	

اس پر لیڈی نے قہقہہ لگایا۔ زبان تو اُسکی سمجھ ہی مین نہین آئی مگر اُن کے قد و قامت خط و خال اور چال ڈھال اور طرز بیان پر بڑی ہنسی آئی دوسری لیڈی کی طرف اشارہ کیا کہ یہ دیوانہ اس وقت کیا اُچھل کود رہا ہے۔ خوجی نے اُس لیڈی کی طرف دیکھکر اشارہ کیا سچ خوش چرا نہ باشد ع

	رخ میری طرف نظر کہین اور	

باتین اُدھر کو تیجے ادھر نگہ پیار ہے		ہر کو تیسی وضع بھلا سوچیے تو آپ

آدمیون نے دھکے دیکر انکو باہر نکالا۔ دروازے پر کھڑے ہو کر اُنھون نے غل مچایا۔ بھلا بے گیدی بھلا۔ سمجھا جائیگا بچہ فرانس کی لیڈیان جو ہم ایسے کڑیل جوان کو دیکھکر مسکرائین تو حسد کی آگ بھڑکنے لگی۔ ؎

سود را چہ کنم کو ز خود برنج در ست		توانم آنکہ بیازارم اندرون کسے
کہ از مشقت او جز بمرگ نتوان رست		بمیر تا برہی اے حسود کین رنجی ست

کوئی دو گھنٹے کے بعد خواجہ صاحب بطرگشت کرکے ہرمزجی کی کوٹھی پر شادان و فرحان پہونچے دیکھا ہرمزجی باغ مین ٹہل رہے ہین قریب جاکر کہا ایہا الہرمزجی۔ آج دو کوا در گھائل کیا۔ فرانس کی دو پریان ایک کوٹھی مین اٹھلا رہی تھین خواجہ بدیع بھی دن سے داخل ہوئے۔ تو ڈورے ڈالنے لگین۔ استاد خدا نظر بد سے بچائے جو دیکھتا ہے۔ ریجھ جاتا ہے۔ حسن اسکو کہتے ہین یہ حسن خداداد ہے۔

اتنے مین ایک گاڑی آئی۔ ہرمزجی نے کہا لو وہ آگئین۔ مگر افسوس ہے کہ آج آپنے سنگار نہین کیا لاب لکھ کے آؤ۔

خوجی تن کر کرسی پر بیٹھے اور با آواز بلند اس مصرع کو ترجمان دل کیا گو بیان محو ہے مگر شاعری مین تعلی بھی جائز ہے حالانکہ یہ تعلی بھی نہ تھی ع

	بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روے زیبا را	

گاڑی سے ایک بھدی دیونی دھنگی بوڑھی عورت اتری ٹہلی تو ایک پانون عرش بریں پر۔ دوسرا تحت الثریٰ میں۔ خوجی نے جو اس دیونی کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے۔ ہرمزجی نے کرسی پر بٹھایا۔ میڈا نے خوجی سے کہا لیجیے۔ اب باتیں کیجیے خوجی کچھ یون ہی سا مطلب سمجھے۔

خوجی ۔ ہرمزجی بھائی۔ انہون نے یہی کہا نہ کہ انکو غور سے دیکھو۔ ان سے کہہ دیجیے کہ دیکھیے پاپوش ہم معشوق ہین کچھ عاشق تھوڑا ہی ہین۔ یہ باتین کرین ہم۔ لاحول سخ یہ علے کی بات ہی کہ نہین۔

میڈا ۔ بھلا تم حسین ہو یا یہ حسین ہین۔ سچ سچ کہنا ہان

خوجی ۔ اس مین کہنا سننا کیا ہی حسین ہم اور یہ دونون ہین مگر فرق یہ ہی کہ یہ عورت ہی پریزاد۔ ہم مرد وے ہین۔ دیوزاد۔ ٹرخ ٹرخ نور دونون کے رخ زیبا سے برس رہا ہی۔ آفتاب ہم مہتاب لیکن انکی نزاکت ستم ہی ہم اسقدر نازک بدن نہین ہین۔

ہرمزجی ۔ ہاتھ تو ملاؤ۔ آخر باتین کروگے یا نہ کروگے۔ ہان ہان باتین شروع ہون۔

خوجی نے کہا ہمین کیا غرض ہی جسے غرض ہو ہاتھ ملائے وہ عورت سکھائی پڑھائی تو تھی ہی۔ اشارہ پاتے ہی خوجی کی ناک اس زور سے پکڑی کہ انکا دم نکلنے لگا۔ جب دس بارہ سکنڈ کے بعد ناک چھوڑی تو خوجی دس قدم پیچھے ہٹ گئے۔ ناک سرخ بیر بہوٹی بنی ہوئی۔ میڈا اور ہرمزجی منہ پھیر کر ہنسنے لگے۔ وہ عورت بھی کسی قدر مسکرائی۔

خوجی ۔ (بگڑ کر) واہ اچھا غمزہ ہی۔ ناک ہی پکڑ کے ملڈالی۔

ہرمزجی ۔ اپن اچپ! ایسا نہ کہنا۔ ثابت قدم رہو تمہاری طاقت آزمائی ہی۔ ڈٹے بیٹھے رہو ورنہ معاملہ بگڑ جائیگا۔ یہی موقع ہی

خوجی ۔ واہ طاقت کی ایک ہی کہی۔ خدا کرے مصر والا پہلوان آجائے تو پھر ان کو ہماری طاقت کا حال معلوم ہو۔ ہرمزجی حضرت ایسا پہلوان تھا کہ بس مین کیا کہون۔ ادھر دیکھو یہ نیچے (ہاتھ سے دکھا کر) یہ کلّا ٹھلّا!!!۔

اتنے مین وہ دیونی اٹھی اور خوجی کے دونون کان پکڑ کر اس زور سے ہلایا کہ آنتین تک ہل گئین۔ دو تین بار اس زور سے جھٹکے دیے کہ خوجی کے پنجر بگڑ گئے۔ خواجہ بدیع الزمان کی جان پر بن گئی مگر ہرمزجی نے تو پٹی پڑھادی تھی کہ قوت آزمائی ہی قدر درویش برجان درویش چپکے ہو رہے لیکن نیم جان ہانپنے لگے۔ ناک مین دم آ۔

ہرمزجی ۔ اب شادی کی تاریخ مقرر کیجیے کل پرسون نرسون

خوجی ۔ پرسون۔ مگر یہ تو نازک ایسی ہی کہ ہمین ڈر معلوم ہوتا ہی انتہا سے زیادہ نازک بدن ہی۔ ہڈیان ہی ہڈیان ہین گوشت نادارد

یہ گفتگو ختم بھی نہین ہوئی تھی کہ اس عورت نے خوجی کو اٹھا لیا اور ایک روش مین پٹک کر ٹانگ رکھدی تو خوجی کا دم نکلنے لگا بس نزاکت کا خاتمہ ہی۔ اللہ رے نازکی۔

خوشی اور رنج

ادھر ترکان تہمتن لشکر شکن اور ادھر روس کے جوانان جنگجو میدان نبرد مین با دل سرد و آہ پر درد پڑے آنکھین ملتے تھے۔ دونون فوجین ضربت شمشیر آبدار سے سخت مجروح ہوئی تھین شام سے آدھی رات تک اس درجہ طاقت اور ہوش و حواس نہ تھے کہ ہل سکین کوئی بیہوش پڑا تھا۔ کوئی سسک رہا تھا کوئی مرغ بسمل کی طرح تڑپتا تھا۔ مارے زخمون کے بدن رنگین اور دشت ستم لالہ زار تھا ہر فرد بشر اجل سے دوچار تھا جب عروس شب کی زلف تا بکمر پہونچی تو

سحر روشن از تیرہ شب تافتہ ۔۔۔ چو آئینہ روشنی یافتہ
دو لشکر بہ یکجا گروہ آمدند ۔۔۔ شدند از خصومت ستوہ آمدند
بہ آرامگہ آمدند از نبرد ۔۔۔ زتن زخم شستند و از روے گرد

زخمیون نے العطش العطش کی آواز بلند کی۔ جن لوگون کے کم زخم کھائے تھے وہ مشکیزون اور ابریقون مین پانی لائے ڈاکٹرون نے زخمیون کی مرہم پٹی کی فکر اس درجہ ہر لونگ تھا کہ روسی اور رومی مین ذرا فرق نہین معلوم ہوتا تھا۔ روسیون نے رومیون کو پانی پلایا۔ ترکون کے مشکیزے آب سرد سے بھرے ہوئے روسی زخمیون کے حصہ مین آگئے۔ ترکی جراحون نے مجروحین روس کا علاج کیا روسی ڈاکٹرون نے ترکون کا ہاتھ بٹایا۔ دو تین گھنٹے کے بعد روسی اپنے مورچے پر گئے۔ رومی اپنے مورچے پر زخمی ڈولیون مین لد کے آئے۔

آزاد پاشا زخمون کے سبب سے سخت مصیبت مین تھے آٹھ روز تک ان کی حالت ردی رہی۔ یہان تک کہ ایک دن ڈاکٹرون نے جواب دیدیا۔ اس حالت نومیدی مین آزاد نے حسن آرا کے نام ایک نامہ منظوم لکھا جس کے حرف حرف سے حسرت اور مایوسی ٹپکتی ہو لفافہ بند کیا اور بصد خشوع وخضوع ایک افسر سے کہا کہ مہربانی کرکے یہ خط اسی وقت روانہ کردیجیے۔ مگر خدا مسبب الاسباب ہو پندرہ دن کے عرصے مین آزاد پاشا کے زخم بھر گئے اور بیس روز بعد مورچے پر گئے۔ آزاد پاشا کی لیاقت کا روز ایک نیا ثبوت ملتا تھا جس روز انکے زخمون مین ٹانکے لگائے جراح کامل فن نے ٹانکے لگائے کسی کو امید نہ تھی کہ آزاد اس سختی کو برداشت کر سکین گے مگر واہ رے آزاد اُف تک نہ کی جراح کا ہاتھ

کانپنے لگا تو آزاد پاشا نے مسکرا کر کہا این! عمر بھر یہی پیشہ کرتے رہے اور زخمون کو دیکھکر ڈرتے ہو۔ یہ تو تمغلے جوانمردی ہر ہمین دیکھیے کس جوانمردی کے ساتھ لڑے اور زخم کھائے تم سے ٹانکے بھی نہین لگائے جاتے جس وقت یہ کلمہ آزاد شیر دل کی زبان سے نکلا حاضرین نے نعرہ توصیف بلند کیا اور سپہ سالار عساکر سلطانی نے پیٹھ ٹھونک کر کہا شاباش۔ ع آفرین باد برین ہمت مردانہ تو۔ ع۔ این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ سپہ سالار نے حضور وزیر جنگ کو بھی اس شجیع افسر کی جرأت سے اطلاع بخشی اور وزیر جنگ نے بطیب خاطر پروانہ خوشنودی عطا فرمایا جو آزاد پاشا کی تعریف و توصیف سے مملو تھا۔

اب سنیے کہ ایک روز روس کے یلان آزمودہ کار اور ترکی کی فوج جرار صف باندھ کر مقابل مین کھڑی ہوئی۔ رومی جانب میمنہ روسی جانب میسرہ دونون لشکرون کے جوانان کشور آشوب تلے ہوے کہ شمشیر ہمدردی کے جوہر دکھائین اُدھر روس کی فوج سے ؎

دل کوب شد بروں خشناک ۔۔۔ برآورد فریاد انا آب وخاک

روسی نوجوانان لشکر شکن فوجی باجا سنتے ہی مست ہوگئے اور ادھر فوج روم سے بھی صدائے زنگ آنے لگی ؎

زغریدن کوس خالی دماغ ۔۔۔ ہمی لرزہ افتاد در کوہ و راغ

دمامہ و دمامین کی آواز سے کوہ و بیابون مین زلزلہ پڑ گیا دو دو آتواپ اژدر دہان سے کائنات الجو مین ابر سیہ چھا گیا توپون سے جو بتی پڑتی تھی فوج جان پر کھیل کر لڑتی تھی۔ دم کے دم مین ہزارون گلرخان گلبدن کفن پوش ہوگئے بیشمار مردان کارزار صنم اجل سے ہم آغوش ہوئے۔ ہر دلاور کی صدا سے

آواز نکلتی تھی کہ ہاں غازیان سکندر شان بڑھے ہوئے۔ ہاں شیران نیستان وغا قدم جمے رہیں۔ رکاب ظفر انتساب سے حمیت گرم عنانی ہے۔ فوج ظفر موج نمک پروردۂ حضرت سلطانی ہے۔ سروں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ دھوئیں سے گھٹا ٹوپ اندھیر چھایا تھا۔ گولوں سے دم بھر مہلت نہیں ملتی تھی۔ وہ گولا آیا۔ وہ راکب گرا اور پشت مرکب خالی نظر آنے لگی۔ دوسرا گولا آیا۔ پھٹا تو بیس ٹکڑے ایک ایک ٹکڑے نے دس دس کے ٹکڑے کیے۔ اس وقت صدہا خوشرو اور خوشخو جوانوں کی جان گئی۔ ایک نوخیز جونیر افسر ایک معزز ترکی تاجر کا لڑکا تھا۔ والدین سے لڑ جھگڑ کر شریک نبرد ہوا تھا۔ تاجر بوڑھا آدمی پیر فرتوت ایک ہی لڑکا حسن میں بےنظیر۔ فصیح و خوش تقریر عین عنفوان شباب چندے آفتاب چندے مہتاب شادی کو دو ہی مہینے ہوئے تھے کہ عروس اجل سے ہمکنار ہوا۔ دو میدانوں میں پالا جیت چکا تھا۔ مگر جنگ دوسر دارد۔ ابکی ایسا پھنسا کہ ایک گولے نے کام ہی تمام کر دیا۔ پشت توسن سے گرا تو اللہ اکبر اللہ اکبر کے سوا اور کوئی کلمہ زبان سے نہ نکلا اور اسی بیکلی بیکسی کی حالت میں دم توڑا۔ آزاد کے قریب ایک سوار کا سمند وغا پسند تھا۔ یہ بیچارہ اندھی اور لنجی بیوی کو ایک خادمہ کے سپرد کر کے صرف ترکی کے نام پر جان دینے کے لیے میدان میں آیا تھا۔ آفرین صد آفرین۔ گولے کا ایک ٹکڑا لگا تو دھم سے گرا۔ قضا نے مہیب شکل دکھائی تو سوار اجل رسیدہ کو اپنی لنجی اور اندھی بیوی یاد آئی۔ سوچا کہ اب وہ بیچاری مصیبت کی ماری کیا کرے گی۔ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیگی۔ اس قابل بھی نہیں کہ بھیک مانگ کھائے۔ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک گولہ انداز پیرانہ سالی کے عالم میں سرکاری نوکری قبول کر کے اس غرض خاص سے آیا تھا کہ روس کی فوج میں تاک تاک کر گولے اتارے۔ چن چن کے افسروں کو مارے۔ ساری خدائی میں اس پیر مرد کا بجز ایک پانزدہ سالہ دخت زہرہ جبین کے اور کوئی عزیز کوئی رشتہ دار نہ تھا۔ جس وقت پیر مرد نے عزم جنگ کے لیے کمر ہمت چست باندھی۔ لڑکی نے اس کو پکڑ لیا اور کہا ہم نہ جانے دیں گے۔ اس وقت کی گفتگو سننے کے قابل تھی۔

پیر مرد نے کہا بیٹا میں پرانا اور آزمودہ کار گولہ انداز ہوں گو اب میں نے نوکری چھوڑ دی مگر حمیت کی رگ جوش زن ہے کہ ایسے وقت مصیبت میں سلطان کے لشکر میں ضرور شریک ہونا چاہیئے۔ مرنا برحق ہے۔ جو لوگ اپنے ملک کے لیے عمدہ کاموں میں جان دیتے ہیں جو فرمانروائے وقت کے مطیع و منقاد ہوتے ہیں وہ ہر طرح حق نمک ادا کرتے ہیں۔ مرتے دم تک یہی حوصلہ ہوتا ہے کہ اگر دس منٹ اور زندہ رہتے تو اور لڑتے ایسا خوش نصیب ہو تو لے کہ اسطرح پر جان دے

لڑکی بولی آبا جان۔ یہ سب سچ مگر میرا بھی کچھ خیال ہے صاف صاف کہتی ہوں کہ ایک تو نوجوانی کے دن ہیں دوسرے اتنے بڑے گھر میں اکیلی کیونکر رہونگی۔ رات کو تو موت کا سامنا ہوگا دن کو گھر پھاڑ پھاڑ کھانے گا۔ دم بھر جی نہ لگیگا۔ آبا اس خیال سے درگذرو۔ مجھے کس کے سپرد کیے جاتے ہو۔ اس اتنے بڑے شہر میں تمہارے سوا میرا کون ہے جب تم بھی چلے گئے تو میں کس کی ہو کے رہونگی۔ اور پھر جنگ میں زندگی کا اور بھی کم اعتبار ہے میرے آبا کر کھول ڈالو

واسطے خدا کے کمر کھول ڈالو کہاں جاتے ہو نہیں نہیں مین ہرگز ہرگز نہ جانے دونگی آخر پھر میرا کون ہی۔

پیرمرد کی آنکھ مین آنسو بھر آئے۔ قریب تھا کہ کمر کھول ڈالے مگر حمیت مانع ہوئی۔ کہا بیٹی تجھے ہم نے خدا کے سپرد کیا وہی تیرا محافظ اور دستگیر رہیگا مگر عصمت کا خیال رکھنا کسی کے کہنے سننے مین نہ آجانا۔

اس فقرہ پر وہ عفیفہ پھوٹ پھوٹ کر رودی کہا ابا جان مین زیادہ اصرار نہین کرسکتی۔ تم اپنے ملک کی طرف سے غازی ہونے جاتے ہو اور مقتضائے حمیت بھی یہی ہے مگر ہائے ابا جان اتنا تو سوچو کہ مین کیا کرونگی اس اتنے بڑے خونخوار شہر مین ایک شخص کو بھی نہین جانتی ہون کبھی برقع اوڑھکر دہلیز کے باہر قدم نہین رکھا۔ مہینون تمھارے سوا اور کسی سے بات چیت کرنے تک کا اتفاق نہین ہوا اور تم جاتے ہو تو مجھے کسی کے تو سپرد کر جاؤ ورنہ مین کڑھ کڑھ کے مر جاؤنگی

پیرمرد نے ٹھان لی تھی کہ چاہے جو کچھ ہو جنگ پر جانے سے باز نہ آؤنگا کہا بیٹی اب تمھارا خدا حافظ ہی۔ ہم اپنے ساتھ عاقبت کی منزل مین بس یہی ایک توشہ لیے جاتے ہین کہ میدان جنگ مین جان بحق شریک ہوتے ہین آسمان کی طرف ہاتھ کر کے بعد گریہ وزاری کہا بار خدایا اس لڑکی کو شر آفات سے بچانا۔ (لو بیٹا اب ہم رخصت ہوتے ہین) یہ کہکر پیرمرد نے باہر قدم رکھا وہ مصیبت زدہ ستم رسیدہ ابا ابا کہتی ہوئی جھپٹی کہ کمر پکڑ لے اور جانے نہ دے مگر پیرمرد نے باہر سے دروازہ بند کر لیا اور دم کے دم مین غائب ہو گیا۔ اپنے بوڑھے باپ کو غائب اور مکان کو اکیلا اور محلے کو سونا پا کر وہ مد بیچاری ناکردہ کار عفیفہ سخت گھبرائی تمام عالم اسکی نظرون مین

تیرہ و تار تھا کپڑے پھاڑ ڈالے سر پیٹا کبھی کوٹھے پر گئی کبھی نیچے آئی خیر یہ داستان غم تو ایک طرف رہی۔ اب سنیے گو بوڑھا گولا انداز اپنے فن مین یکتا اور عدیم السہیم تھا نہایت دانائی اور بجز دی کے ساتھ گولے اتار رہا تھا کہ دفعۃً ہیک اجنبی ٹیک کہتا ہوا سر پر آن کھڑا ہوا ایک روسی گولہ انداز نے ایسا تیر بہ ہدف نشانہ لگایا کہ پیرمرد کا دھڑ اڑ کر پچاس قدم پر گرا اور ٹانگین کٹ کر توپ کے پاس گرین افسوس پیرمرد کے مرنے کا غم نہین۔ مگر حسرت یہ ہی کہ اس بیچاری پری پیکر پر کیا گذری ہوگی پیرمرد نے تو وہ کار نمایان کیا جو یادگار رہے مگر اس بیچاری کی خدا جانے کیا نوبت ہوئی ہوگی۔

ایک تمکین اور روئین تن جوان اپنے بوڑھے باپ سے جدا ہو کر شریک نبرد ہوا تھا بوڑھے نے لاکھ لاکھ سمجھایا۔ نشیب و فراز دکھایا کہ بیٹا اس عالم پیری مین مجھے چھوڑ کر کہاں جاؤگے مگر اس جوان نے ایک نہ سنی۔ کہا آبا اب تو خدا جانے اور زندگی ہی تو پھر ملین گے ورنہ رخصت۔ بوڑھے نے اپنے لڑکے کو بڑے ناز و نعم سے پالا تھا ایکدم بھر کی جدائی بھی از بس شاق گذرتی تھی مگر اس جوان نے اخبارون مین روس کی یورش کا حال جو پڑھا تو آگ ہو گیا قسم کھالی کہ جاؤنگا اور اسی حرارت سے لڑونگا کہ زندہ واپس نہ آؤنگا۔ عین اسوقت جبکہ معرکہ دار و گیر گرم تھا اسکے فرس تند خو پر گولہ پڑا۔ گھوڑا گرا اور ساتھ ہی یہ بھی گرے۔ گرتے ہی دو گھوڑون کی ٹاپین ایسی پڑین کہ بھیجی نکل پڑا۔ ہائے افسوس۔ وائے افسوس۔

روسیون کی طرف بھی صدہا آدمیون کا سر خاک و خون مین غلطان پچاسون لڑکے یتیم ہو گئے سیکڑون سہاگن تمثال عورتون کو سہاگ کے عوض سوگ نصیب ہوا۔ والدین کی

زندگی تلخ ہو گئی - ہزار ہا آدمیوں کی تمناؤں کا خون ہوا - آخر کار ترکوں نے لبسر کردگی سپہ سالار جنگ آزما روس کی فوج کو دو جانب سے گھیر لیا تیسری سمت ایک دریاے قہار موجزن تھا اور چوتھی طرف ایک لق و دق جنگل - جب دو طرف سے باڑہ پڑنے لگی تو روسی فوج کی کمر ہمت ٹوٹ گئی تھوڑی دیر تک یلان نامور نے خوب مقابلہ کیا - مگر جب دیکھا کہ ترک کی فوج یورش کرتی آتی ہی اور روسی سپاہ مجبور ہو کر پیچھے ہٹتی جاتی ہی تو مقابلہ کو خلاف مصلحت سمجھکر یہ صلاح قرار پائی کہ جنگل کے رُخ بھاگیں چند سواروں کو ترکان خونخوار کے مقابلہ کے لیے چھوڑکر فوج روسیہ نے جنگل کی راہ لی اب سُنیے کہ ترکوں نے جنگل میں دو پلٹنیں پہلے ہی سے بھیجدی تھیں تھوڑی دور تک فوج روس گئی تھی کہ ترکوں نے جو کمین گاہ اور جھاڑیوں کی آڑ میں چھپے تھے باڑہ ماری - روسی گھبرا گئے ہاتھ پاؤں بھول گئے اب سوچے کہ غنیم اچھی چال چلا - نہایت سراسیمگی اور بدحواسی کے ساتھ پلٹے تو یہاں انکے معدودے چند سواروں کا قلع و قمع ہو گیا تھا اور فوج ترک اُن کے تعاقب کے لیے جنگل کی طرف جاتی تھی - اُدھر وہ دونوں پلٹنیں بھی کمین گاہ سے سیل عظیم کی طرح اُمنڈیں روسیوں کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے بتیس دانتوں میں زبان کو چہ ہاے گریز بند ہو گئے ترکوں نے بھون ڈالا آخرکار روس کی فوج نے پناہ مانگی اور قریب ڈھائی سو سواروں اور پیادوں کے گرفتار ہو گئے جن میں بائیس افسر تھے -

اس جنگ عظیم میں بھی آزاد پاشا نے بڑے بڑے کار نمایاں کیے جنگل میں بھی انہیں کی تجویز کے مطابق دو پلٹنیں بھیجی گئی تھیں کئی افسروں کی راے اسکے خلاف تھی مگر آزاد نے دلائل قاطع و براہین ساطع سے ان سب کو معقول کر دیا - جس وقت روسی چند سواروں کو مقابلہ فوج ترک کے لیے چھوڑکر جنگل کی سمت گئے تھے آزاد ہی کی صلاح سے تین سو سوار جانب دریاے زخار بھیجے گئے تھے تاکہ اگر جنگل کے شمال کی طرف فوج غنیم بھاگے تو یہ تین سو سوار اسکا مقابلہ کریں اور تین طرف سے غنیم کو گھیر لیں - روسیوں نے جب دیکھا کہ دو طرف ترکوں کی فوج محاصرہ کیے ہوئے ہی اور جنگل بھی خالی نہیں ہی تو شمال کی سمت سے حسب پیشنگوئی آزاد پاشا بھاگنا چاہا - وہاں سواران ترک کے پرے دیکھکر رہے سہے حواس اور بھی غائب ہو گئے - الغرض اس جنگ میں خاص آزاد پاشا کی صلاح اور دور اندیشی سے ترکوں نے غنیم کو شکست فاش دی سپہ سالار نے وزیر جنگ کو فوراً اس فتح کی خبر دی اور لکھا کہ اس محاصرہ و مجادلہ میں آزاد پاشا کی دور اندیشی سے ہمکو بڑا فائدہ پہونچا جب جنگ سے نجات ملی اور ترکوں نے کمر کھولی تو نقارہ فتح و فیروزی بلند ہوا -

علم برکش اے آفتاب بلند
بنال ای دل عدو چون کوس شاہ

خراماں شو ای ابر شکیں پرند
بخند ای لب برق چون صبح گاہ

تین دن تک اس لشکر نصرت اثر نے دم لیا غنیم نے ایسی شکست پاکر پھر مقابلہ نہ کیا - چوتھے روز آزاد پاشا کے نام حضور وزیر جنگ کا ایک اور پروانہ خوشنودی پہونچا جس کی رو سے یہ دستیر کیولری افسر مقرر ہوئے شام کو آزاد پاشا کے نام ایک خط آیا جب ہندوستان کی مہر نظر سے دیکھا تو حسن آرا کے دستخط پاکے متحیر ہوئے کہ یا الٰہی کس کا خط ہی کھولا تو ذیل کی عبارت نظر سے گذری -

نامہ بنام نامی حضرت آزاد پاشا

کیون میان کچھ لنست کی بھی خبر ہی - ٹرکی مین بیٹھے بھاڑ جھونکا کرو خبردار اب اس طرف آنے کا رُخ نہ کرنا سگرد اللہ کتنے سیدھے سادے مسلمان ہو تین پانچ تو آتی ہی نہین - ایک چھوکری نے انگلیون پر نچایا - ایسا بنایا ایسا بنایا کہ عمر بھر نہ بھولوگے - بات تیرے کی ایسے مزے مین آئے کہ ٹرکی چڑھ دوڑے بھلا سلامت سے آجتک کسی دوشیزہ عفیفہ نے بھی یہ اقرار کیا تھا کہ میان فلان شخص تم مورچے پر جاؤ تو ہم نکاح پڑھوا لین بھائی جان تمنے گہرا چکما کھایا کہ اب کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہین رہے اور اگر غیرت دار ہو تو چلو بھر پانی مین ڈوب مرو جاکے اے لاحول - میان یہان ایک نیا گل کھلا - لکھون تو ابھی پیٹنے لگو ایک روز بدر داوج صباحت - بدر منیر سپہر وجاہت حسن آرا بیگم کو شوق چرایا کہ بستی کے باہر سوار ہوکر گاڑی کی ہوا کھائین - مغلانی ادھر ساتھ ہوئین سپہر آرا بیگم اور جہان آرا بیگم اور دو ایک اور ہمجولیان سوار ہوئین بستی کے باہر پہونچین تو ایک مقام پر نیا گل کھلا - دو سفید پوش بھی سڑک پہ چلے جاتے تھے اور بگھیان آہستہ آہستہ جاتی تھین تو ان دونون رہروون مین باتین ہونے لگین -

بیمار - حضرت کوئی شعر حسب حال کہیے مگر حسرت بار ضرور ہو -

فگار - حسب حال بھی ہو اور حسرت بار بھی ہو بسم اللہ سنیے ؎

رات دن اُٹھتے چلے جاتے ہین احباب و عزیز
اے فلک روز کہان تک کوئی ماتم مین رہے

بیمار - آپ بھی واللہ نرے بے تکے ہی رہے یہ حسب حال شعر پڑھا ؟ -

فگار - جی ہان حسب حال !!! - آپکو دنیا اور مافیہا کی خبر ہی نہین

آزاد سا جوان جہان سے اُٹھ گیا - ٹرکی مین ایک گولہ عین آزاد کے سر پر پھٹا پس اسی دم جان تن سے نکل گئی - عجب خوشرو جوان تھا یہ دیکھیے آزاد کی تصویر یہ ہی توسن تیز گام یہ گرا ہی اور آزاد مرے پڑے ہین - اور گولہ یہ پھٹا ہی - ہائے کس بیکسی مین اس خوبرو جوان نے جان دی اتنا سننا تھا کہ حسن آرا گاڑی سے کود پڑی تصویر دیکھی تو غش آگیا دو تین مہینے تک سوگ نشین رہی اُسکے بعد ایک بگڑے دل نے ٹانچا پہلے ڈورے ڈالے پھر پیغام بھیجا چلیے چٹ منگنی اور پٹ بیاہ ہوگیا شہر مین خبر گرم ہی کہ ع پس ماندہ کا پیش خیمہ آیا - اب آپ پہاڑون سے سر ٹکرایئے اور دشت و ہامون مین بستر جمایئے ہندوستان مین آنے کا نام نہ لینا - میان اگر عشق صادق ہوتا تو حسن آرا کو ہرگز یقین نہ آتا مگر عشق خام تھا پھسل گئی - مین نے آج ایک اخبار مین تمھاری تعریف پڑھی تو خوب رویا - ہائے افسوس آزاد تو جنگلون اور بیابانون اور میدانون مین سر ٹکراتے پھرین اور اوپر والے مزے مین رہین - حسن آرا کے عشق و نکاح سے ہاتھ دھوؤ - وہان ہی کوئی فکر معقول کرو حسن آرا اب ایک جوان طناز کے بس مین ہی ؎

ہماری فراق مین مرنا ہی خوب ہی
کیون رنج انتظار مسیحا اٹھایئے

آزاد کے خرمن دل پر یعنی فرط طرب مین بجلی گری خط پڑھتے ہی دم بے زمین پر گر پڑے تو بیہوش !!! ؎

ز حسرت سمندش چراغ نگاریست
صیاد من آہو نگہی شیر شکاریست

کز گرد رہ او بر رخ مہر غباریست
دل بستۂ فتراک سر زلف سواریست

از جنگ غرور رفتہ عنانم چہ توان کرد

ترکی فوج دریا موج ایک لق و دق دشت بلا خیز مین خیمہ زن تھی - آزاد پاشا کی روح اضطرار خبر وحشت اثر نکاح حسن آرا سے

صید محض تھی کہ دفعتہً طلایہ جو گرداگرد لشکر تھا اُسکے ایک سوار نے فوج میں آکر کہا معاً بگل دو سوار اور پیادے جو ڈیوٹی پر تھے چونک کو بولے خیر باشد کیا غنیم سر پر آن پہونچا بگل کی آواز سے کل لشکری سوار و پیادے اور افسر اور نجوڈا انداز جاگ اُٹھے۔ خیر باشد خیر باشد کی آواز ہر طرف سے بلند ہوئی۔ کوئی ع نصر من اللہ و فتح قریب کہکر اُٹھا کسی نے کہا اللہ اکبر ہر فرد بشر جو تخوار رکھتا تھا جسے دیکھو بر سر پیکار تھا۔ سوار اینڈ تے ہوئے چلے۔ پیادے اکڑتے ہوئے بڑھے۔ ایک بولا مار لیا ہی دوسرے نے کہا بھگا دیا ہی مگر ابھی تک کسی کو معلوم نہین کہ اس ہر بونگ کا سبب خاص کیا ہی۔ افسرون نے فوراً لیٹی کی طلایہ کے جوان نے کہا حضور ایک مخبر نے آن کر اطلاع دی کہ روس کی فوج آنزوے دریا پرے جمائے کھڑی ہے انجینران دانش آگاہ پل بنواتے ہین اور سواتا بڑ توڑ بڑھتے ہی چلے آتے ہین اسکے علاوہ ایک انوکھی بات بھی بیان کرتا ہی— اُسی کی زبان سے سنئے۔ افسر علی نے مخبر کو اپنے سامنے بلایا مخبر آگے بڑھا آداب بجا لایا کل حاضرین ہمہ تن گوش تھے کہ دیکھین کیا انوکھا حال زبان پر لاتا ہی کون نرالی بات بتاتا ہی اُس نے یون بیان کیا۔ حضور مین ایک درویش بےنوا گوشہ نشین خمول کی صورت بنائے ایک مقام پر بیٹھا ہوا یاد معبود حقیقی کر رہا تھا مگر اِدھر اُدھر کے آنے جانے والون سے ٹوہ لیتا جاتا تھا کہ روس کی فوج کہان ہی۔ ترکی کدھر ہین کس کے پاس زیادہ جماعت ہی کون گولی بارود سے لیس ہی ایک شخص نے ایسی انوکھی خبر سنائی کہ مجبور ہو کر مجھے بچشم خود دیکھنے جانا پڑا دیکھا تو اُسکے کلام کو بلا کم و کاست راست راست پایا فوراً وہان سے چل کھڑا ہوا مع سہتا ہوا اور تپے پہ آیا۔ راہ مین ایک مقام پر ٹوکا گیا۔ مین نے کہا بابا درویشون کو کیون چھیڑتے ہو۔ ہم ترک نہ روسی۔ ہمارا شعار رو دنیا کچھا در ہی ہے یہ کہا تو ان شقی القلب حضرات سے چھٹکارا ملا۔ افسرون نے کہا خدا کے لیے بات کو طول نہ دو۔ جلد مختصر طور پر کہو۔ ایک پیادہ بولا یہان پیٹ مین چوہے چھوٹے ہوئے ہین۔ دوسرے نے کہا بس اب الانتظار اشد من الموت کا نقشہ ہی۔ تو مخبر نے یون بیان کیا۔ حضور ایک گلگون ختلی خرام و زرین لگام پر ایک لیڈی نازک اندام گلفام کامل فن شہسوارون کی طرح ران پٹری جمائے کمر سے شمشیر جہانسوز لٹکائے رخ انور کو برقع شبرنگ سے چھپائے باگ اُٹھائے عجب شوخی اور بانکپن کے ساتھ میدان نبرد مین شریک ہونے کے لیے آئی ہی۔ دس شیرین دہن اور سیمین بدن سہیلیان سُبک گام گھوڑون پر سوار ہمراہ رکاب ظفر انتساب ہین۔ سب کم سن نوخیز ذوفنون مزاج کی تیز چست و طرار عالی مزاج نکتہ کار وہ رشک پری مہر سپہر دلبری ان سب مین کالبدر فی النجوم ہی اور ابھی نام خدا سترہ ہی اٹھارہ برس کا سن ہی— ع۔

جوانی کی راتین مراد دن کے دن—

نام خدا ابھی سے یہ طفلی مین چہچہے | آتا ہی اسکو دیکھ کے پیر جوان کو غش

حضور جیسے ہی وہ صورت زیبا نظر آئی۔ مین نے اسی وقت ٹکٹکی لگائی پشت توسن سے اُتر کر اٹھلانے لگی زلف چلیپا کے بوجھ سے کمر لاکھون بل کھانے لگی۔ چال وہ مستانہ کہ چکور کے ہوش اُڑائے۔ آنکھین وہ رسیلی کہ نرگس شہلا شرمائے از سرتا پا عالم رشک زلیخا غیرت حور لیلیٰ وش نازک آغوش۔ چھپی اور گات ھمعا کوش ستم کی شوخی بلا کی اچپلاہٹ پوشاک مین عطر زدہ سے کی لپٹ اور گرد زیبا اندام سہیلیان اور اُنکے گرد صدہا پری رو نوجوان

ہجوم کردہ برو آشنا و بیگانہ چو میزبان تونگر بروز مہمانی

اس طوطی نوبہار رعنائی نے اپنی ستمگار و عیار سہیلیون سے کہ اُن مین ہر ایک عندلیب گلزار دل آرائی تھی زمزمہ سنج ہوکر مسکرا مسکرا کر باتین کین ہائے ہائے حضور بس کچھ نہ پوچھیے بیخود ہوگیا۔ ہوش جاتے رہے۔ ؎

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ

مین نے تمام عمر مین کبھی ایسی بانکی عورت پریرو عنبر مو کاہے کو دیکھی تھی دو شعر بے اختیار ترجمان دل بنکر زبان سے نکل ہی گئے ؎

اقبال بہر کہ گشت محکوم توئی عالم زکسی کہ ہست منظوم توئی
فتح و ظفر و دولت و جاہ و اقبال اینہا ہمہ خادم اند و مخدوم توئی

بیچ مین وہ سیم اندام اِدھر اُدھر دو دو اور خاتونین زیبا خرام کسی سے ہلتے ہنستے چٹکی لی کسی کے گالون پر ہاتھ پھیرا چہولیان چہل کرتی جاتی تھین سہیلیان ادب کے ساتھ مسکراتی تھین اور میرے خرمن صبر پر بجلیان گراتی تھین ؎

چون خون بہا طلبند از تو کشتگان در حشر
تبسمی کن و بگذر ہمین ادا کافی ست

اس بلورین ذقن نازک بدن نے بصد شان دلربائی ایک گل خودرو توڑا نیام سے سیف خون آشام لی پھول کو اچھالا اور تلوار سے اس صفائی کے ساتھ کاٹا کہ ایک پتی کا صرف نصف ورق اُڑا دیا پھر اچھالا دوسرا ورق اُڑایا اسی طرح اُس پھول کی کئی ورق اُڑا کر سرسون کے دانے منگوائے اور ایک ایک دانے کے تین تین چار چار ٹکڑے کیے پھر ایک بہرا اژدہا ہیبت سے دو نقشون کی آنکھ مین سرمہ لگایا اسکے بعد ایک تیغ برق دم دست چپ مین لیکر ایک کرنل کے ناخن کاٹے اس خوبصورتی سے ناخن لیے کہ فسانہ عجائب کے میان خیراتی بھی دیکھتے تو دنگ

ہو جاتے۔ ایک زہرہ جبین نازآفرین سہیلی کے سر پر ایک میوہ رکھا اور تلوار سے دو ٹکڑے کیے تو ایک اِدھر ایک اُدھر۔ تماشائی تہ دل سے تعریف کرتے تھے اس زن شیر افگن لشکر شکن کی شمشیر زنی کا دم بھرتے تھے دوسری دفعہ شوخ و شنگ گلرنگ سہیلی کی کف دست پر ناقوس رکھا اور ایک ضرب شمشیر ضیغم صولت مین برابر برابر کے چھ ٹکڑے کر دیے اس کمال کے صدقے۔ اِس صفائی کے قربان۔ سمند سربلند کی کاٹھی پر ایک میوہ رکھا اور مہمیز ایدہ لگا کر تلوار کا ایسا تلا ہوا ہاتھ دیا کہ دو ٹکڑے ہوگئے ٹکڑے زمین تک آنے نہ پائے تھے کہ ان دو ٹکڑون کے پھر دو دو ٹکڑے کیے اور معاً بائین ہاتھ سے بیر کے برابر ایک میوے کو اچھال کر دو سکنڈ مین بشمارہ ٹکڑے کر ڈالے حاضرین نے پھر غلغلہ سبحان اللہ بلند کیا یہ تماشا دکھا کر رہوار طاؤس نگار کی پشت پر ایک پانو کے کھڑی ہوئی اور گھوڑے کو سرپٹ دوڑایا۔ اچکی اور پھر پشت توسن پر ایک نیزۂ جانستان دست نازک مین لیا اور اشہب طاؤس گردن کو کاوا دینا شروع کیا۔ کاوا دیتے دیتے ایک میخ کو جو دس ہاتھ زمین مین گڑی ہوئی تھی اس طرح نیزے سے اکھاڑا کہ اچھل کر میخ پچاس قدم پر گری تماشائیون نے اسقدر تالیان بجائین کہ تمام میدان گونج گیا اور چرخ ہفتم تک آواز پہونچی۔ مین ٹکٹکی لگائے دیکھتا جاتا تھا اور دل ہی دل مین کہتا جاتا تھا کیا الٰہی یہ عورت ہے یا کوئی فرشتہ انسان کے بھیس مین آسمان سے تر آیا ہے یا خدایا یہ فرنگن ہے یا کسی ساحر نے زور سحر دکھایا ہے۔ نزاکت کا یہ عالم کہ گر بستر جگہ سے بل کھاتی ہے اور پھرتی و چستی کی یہ کیفیت کہ عقل دنگ ہوئی جاتی ہے۔ توسن برق جولان پر یون ران پتھری جانا اور اس صفائی کے ساتھ ایک پانون پشت توسن پر رکھکر سرپٹ دوڑانا اسی کا کام ہے اس سے زیادہ کمال شہسواری خدا کا نام ہے

میں نے ایک سوار خونخوار سے پوچھا کیوں بابا یہ لڑکی بیان کیا کرنے آئی ہے اس نے کہا یہ ایک رئیس زادی ہیں قسم کھائی ہے کہ تمام عمر کنوار پنے ہی میں صرف کریں گی۔ انکے پدر بزرگوار ایک نامی گرامی جنرل تھے انہوں نے اپنی پیاری بیٹی کو فن شہسواری اور سپہ گری سکھایا تھا۔ روس کی کل لیڈیوں میں بس یہی ایک تو اس فن کی خاتون ہیں یہاں آئی ہیں کہ ترکوں سے مقابلہ کریں انہوں نے سنا ہے کہ آزاد پاشا ملک روم کی فوج کے بڑے نامور سپہ سالار ہیں۔ کمسن اور نا آزمودہ کار ہیں یہ بیڑہ اٹھا کر آئی ہیں کہ آزاد کا سر لیکر حضور زار کے قدموں پر رکھ دینگی۔ دیکھئے کیا نتیجہ ہوتا ہے مخبر نے جو یہ گفتگو ختم کی تو آزاد نے اسکو انعام دلایا کہا تم خواب دیکھتے تھے یا واقعی امر ہے عورت اور رئیس زادی کو میدان جنگ اور گولہ و تفنگ سے کیا سروکار۔ میرا نام انکو کیونکر معلوم ہوا—

آزاد پاشا نے سوال کیے اور حسن گلوسوز کی اس درجہ تعریف سنکر نادیدہ عاشق زار ہو گئے۔ الفت اللہ زن جادو جمال دحور تمثال اور میدان نبرد میں آمادۂ جنگ و جدال! دل میں خیال وصال جان جان آنکھیں فرط طرب سے اشک بار اور لب پر یہ اشعار دل کے ترجمان ؎

تیغ مژہ بے نیام داری	آیا سر قتل عام داری
دارند سر تو صد ہزاران	اے گل تو سر کدام داری

اتنے میں فوج طلایہ کا ایک سوار رہوار باد رفتار کو سبک پویہ کرتا ہوا لشکر میں آیا اور سپہ سالار کو روس کے جنرل کا خط دکھایا خط پڑھنے کے لیے سپہ سالار نے دو مترجم آدمی بلائے اور خط کا مطلب سننے لگے۔ وہ یہ تھا

جنرل مو پاشا مس کلیرسا۔ — Miss Clarisa

جو کرنل شریف Colnel Sharife

آسمانی کی صاحبزادی ہیں آپ کے آزاد پاشا سے آہنی لڑت کرنا چاہتی ہیں اگر آزاد پاشا کو اپنی سپہ گری پر زعم ہے تو انکار نہ کرینگے ورنہ ہم سمجھیں گے کہ بجلو میں نکلیں۔ تلوار اور خنجر اور تیغے سے لڑنا چاہتی ہیں جس طرح اگلے وقتوں میں سکندر کے عہد میں تنہا تنہا جنگ ہوتی تھی اسی طرح یہ جنگ بھی ہو گی—

آزاد پاشا کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ افسر مسکرانے لگے بلا بروا لے دل لگی میں اڑانے لگے۔ سواروں نے یہ خط سنا تو اس پر پیادوں نے کئی بار خوشی کا نعرہ بلند کیا۔ آزاد پاشا سوچے کہ اگر قبول کیے لیتا ہوں تو نتیجہ کیا۔ جیتا تو فخر کا مقام نہیں لوگ کہینگے لڑنا بھڑنا عورتوں کا کام نہیں اگر اتفاق وقت سے چوٹ کھائی تو جگ ہنسائی ہو گی اور حسن آرا سن لینگی تو کٹ جانے کا مقام ہو گا سن سن کے طعنے دینگی۔ اللہ رکھی آڑے ہاتھوں لیگی کہ واہ بس کس برتے پر تتا پانی۔ ایک چھوکری سے چرکا کھا گئے۔ بڑے تلوریے بنے تھے۔ بڑی شیخی کی لیتے تھے۔ اب ساری ڈینگ خاک میں مل گئی۔ اور اگر انکار کرتے ہیں تو بھی تالیاں بجیں گی کہ پندرہ سولہ برس کی ایک نازک بدن کے مقابلے سے بھاگے تلوار کی آنچ نہ سہ سکے بڑے سپاہی بنے تھے اب جس افسر سے مشورہ لیتے ہیں وہ ہنستا ہے۔ بھئی یہ نئی بات ہے—

آزاد—یار دوستو واسطے خدا کے صلاح معقول دو۔ دل لگی ہو چکی—

ادہم پاشا—ہیں! ابھی سے بغلیں جھانکنے لگے۔ بس! آپ کو صلاح کون دے ایک دوشیزہ ماہرو آپ کی سپہ گری آزمانا چاہتی ہے اگر آپ کو اپنی شمشیر اور خنجر اور فن سپہ گری پر دعویٰ ہے تو قبول کر لیجیے وہ نیچے ہو رہے ہیں۔ لیکن مجھے کو چن کے پسند کیا۔ یہاں سب میں خوش رو آزاد پاشا ہی ہیں۔ سہاو چین ہی میں لکھتا ہے

مگر ساتھ لاؤ تو جانیں۔

آزاد۔ اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی۔ مگر (موچھوں پر تاؤ دیکر) خدا نے چاہا تو ایک چوٹ نہ کھاؤں اور تلوہ کورا آؤں عورت لاکھ جری ہو پھر عورت ہی ہے۔ سپہ گری کا جامہ خدا نے مرد کے لیے قطع کیا ہی۔ ناز کبدن ناتوزنین تلوار کا مقابلہ کیا جانیں

نور پاشا۔ یہاں موچھوں پر تاؤ دے لیجیے مگر وہاں قلعی کھل جاویگی۔ حضرت!۔

ادہم پاشا۔ جس وقت وہ عنبر موشگفتہ رو مسلح ہوکر سامنے آئیگی ہوش خبر باد کہہ جائینگے غش پر غش آئینگے۔ ایسی جمیل و شکیل اور کمسن عروس سے آہنی کسرت کیا کچھ ہنسی ٹھٹھا ہی انسان بڈھا ہو تو رقیق القلبی عورت سے لڑنے کی مانع ہو اور اگر جوان ہو تو ان نوعمر و نازنین پر اوبھی ہاتھ نہ اٹھے اگر مقابلے پر جاوگے تو بہت پچھتاؤگے منہ کی کھاؤگے ذلیل ہوکر آؤگے۔ ایک نظر غلط انداز سے ہوش و حواس اڑادیگی۔

آزاد۔ یہاں اسکی کچھ پروا نہیں۔ ذلیل کوئی اور ہی لوگ ہوتے ہونگے یہاں ہر دم یہی شعر ورد زبان جواناں رہتا ہی ؎

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

مگر اس زہرہ تمثال مشتری خصال کے نور عالم افروز اور حسن خرد سوز اسکی رعنائی و برنائی اسکی دلربائی اور شیرین ادائی اسکے خم ابرو اور زلف عنبر بو اسکے چلبلے پن اور ستم کے ہتھکنڈوں اسکی اٹھتی جوانی اور رنگین بیانی کی اسقدر تعریف سنی ہی کہ دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ ہائے ستم والے ستم ؎

ربود از من قرار و صبر و طاقت چشم جادوئی
چہ شیران را بدام خویشتن آورد آہوئی

راوی۔ معقول۔ ابھی صورت دیکھی ہی نہیں اور چشم جادو نے قرار (ایک) صبر (دو) طاقت (تین) اتنے خون کیے۔ یا الٰہی۔ اور جب آنکھیں دوچار ہونگی تو خدا جانے کیا حشر بپا ہو جائیگا۔

آزاد واقعی اس درجہ عشق کے ہاتھ بک گئے کہ از خود رفتہ ہوگئے صورت سے دیوانہ پن برسنے لگا حسن بھی کیا بلائے بیدرماں ہی حسین آدمی کا دیکھنا اور اسکے جمال باکمال کا مشاہدہ کرنا درکنار صرف تذکرۂ خیر سن لے تو دل ہاتھ سے جاتا رہے آزاد نے بآواز بلند یہ شعر پڑھا ؎

ہر لحظہ رود برمن بیداد ز دست تو | الپیش کہ برم فریاد فریاد ز دست تو

فوراً کنار نہر جاکر منہ دھویا اسکے بعد ٹھنڈے ٹھنڈے پانی سے سر پر تڑیڑے دیے۔ دو آدمی پنکھا جھلنے لگے مگر آزاد نے دوسرا شعر پڑھا ؎

چون مرغ قفس ہستم صیاد ز دست تو | می نالم و میگویم فریاد ز دست تو

سوچے کہ حسن آرا بیگم اور سپہر آرا دونوں ماہرویان نوخاستہ پری پیکران آراستہ سے نکاح کا اقرار ہو چکا ہی اب یہاں تگ و دو کی ٹھیرتی ہی مگر جوانی اور حسن کا حال ایسا سنا تھا کہ بے اختیار غرق چرایا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ شعر زبان پر لائے ؎

جان و دل من رفتہ برباد ز دست تو | ای شوخ ستم پیشہ فریاد ز دست تو

کشتۂ خنجر رعنائی۔ سوختۂ داغ جدائی استاد واقف ادب آموز فرہاد آزاد ذوخ نہاد نے صاف صاف کہدیا کہ یار داس رعنا شمائل شیرین خصائل پر ہمارا دل آیا ہی بے دیکھے ہی تیر عشق کلیجے پر کھایا ہی ہم جائینگے اور سرخرو ہوکر آئینگے۔ جواب لکھ بھیجا گیا کہ آزاد پاشا کو بدل و جان منظور ہی کوئی ٹوکے تو انکار جنگ سے طبیعت نفور ہی ہر چند مرد اور عورت کا مقابلہ کیا۔ مگر خیر وہ اس خوبصورتی سے

فنون سپہ گری کی قابلیت کا اظہار کرینگے کہ روسی لوگ آزاد پاشا کی لیاقت کا دم بھرینگے کوئی تاریخ اور وقت مقرر کیجیے۔
یہ سوچ ہی رہے تھے کہ ایک شخص نے آنکر کہا۔ آزاد پاشا کوئی جاسوس یا روسیوں کا گوئندہ آیا ہے تمھارا نام لیکر آپ سے چاہا کہ قلعے کے اندر گھس آئے مگر میں نے اجازت نہ دی اگر حکم ہو تو بلا لاؤں۔ معاً ایک اور پہرے والا آیا۔ کہا حضور ایک آدمی ہے ہماری مانتا ہی نہیں۔ قلعہ معلی کے پھاٹک میں پلا ہی پڑتا تھا آخرکار جب سنگین سے روکا تب الگ ہٹا۔ اب کھڑا گالیاں دے رہا ہے۔ آزاد نے کہا بھئی میرے جان پہچان تو سب ہندوستان میں ہیں یہاں اسوقت کون آگیا۔ ہم جانتے ہیں کچھ دال میں کالا کالا ضرور ہے۔ احتیاط لازم ہے۔ آنے نہ دینا۔

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالیست	شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

پہرے والے نے کہا کہ وہ بڑے تیکھے آدمی ہیں مجھ سے لڑ پڑے تھے اور اب تک کھڑے لڑ رہے ہیں۔ آزاد نے کہا ہم نہ جانے دینگے نکال دو۔ ادھر پاشا نے افسر اعلیٰ سے کہا کہ مس کلیریسا اور آزاد کی جنگ کا جھگڑا تو فیصل ہوا کریگا۔ غنیم کی فوج جو سر پر آن پہونچی اسکی بھی کچھ فکر ہے۔ فوراً مجلس شوریٰ انعقاد کی جسمیں آزاد پاشا نے یہ رائے دی (ہمارے نزدیک کم سے کم دو سو سوار ایک یا دو توپیں نہایت خفیہ طور پر غنیم کے مقابل میں پرے جما کر کمینگاہ میں بیٹھیں اور انجنیروں کو موقع نہ دیں کہ وہ پل بنا کر اس روئے دریا اتر آئیں اگر پل بنا لیا تو ستم ڈھا جائینگے دریائے ڈینیوب کی طرح اس دریا کے پار بھی اتر آئینگے) کہنے کو تو کہہ گئے مگر سوچے کہ اگر سواران ترکی نے گولی چلائی اور گولی غنیم کی فوج میں گئی اور معاذاللہ کوئی گولی اس نو عروس سرمایۂ ناز کے جسم پر لگی تو ہماری زندگی ہی تلخ ہو جائیگی یکایک یاد آیا کہ ترکی کی خدمت حسن و عشق کے جھگڑے پر مقدم ہے۔ افسر اعلیٰ کے حکم سے آزاد پاشا اور دو اور پاشا اور چند افسر دو سو سوار لیکر جنگل کی راہ سے لب جو جا کر ٹھہرے۔ دیکھا کہ غنیم تیاریاں کر رہا ہے اور انجنیران کامل بن درختوں کے ٹھنے کٹوا کٹوا کر پل تیار کرتے ہیں۔ دریا کا پاٹ کم تھا انھوں نے ایکدفعہ باڑھ جو ماری تو کچھ آدمی دریا ہی میں لقمۂ نہنگ اجل ہو گئے۔ کچھ لب دریا ٹھنڈے ہو گئے کچھ سوتے کے سوتے ہی رہے کچھ زخمی ہوئے اور کچھ ڈر کے مارے صدمے کے دبک گئے جب تک وہ تیار ہوں۔ ادھر سے انھوں نے ایک باڑھ اور چلائی تو روسیوں کو بھاگتے راہ نہ ملی اور ترک بالا جمعیت گئے۔ آزاد پاشا کی اس جنگ میں اور بھی نیکنامی ہوئی

نہ ہوئی قدر ولی

اخاہ حضور ہیں۔ آئیے آئیے۔ وہ تو باتیں ہی ہیں چھپی رہتی ہیں مزاج شریف جناب خواجۂ بدیع الزمان صاحب کئی دن کے بعد آج حضور جلوہ گر ہوئے۔ کہاں تھے کہاں آنکھیں حضور کو ڈھونڈھتی تھیں۔ بارے خیر آئے تو۔
اب سنیے کہ میاں آزاد اس روسی لیڈی کے خیال میں ایسے محو ہوئے کہ سوار کی ایک نہ سنی پہرے والے نے کہا کہ صاحب ایک شخص آپکا نام لیکر اندر آنا چاہتے تھے میں نے نہیں آنے دیا آپ ذرا چل کر دیکھ لیجیے مگر آزاد نے ایک نہ سنی لیٹے ہوئے نیچے سر میں یہ غزل گا رہے تھے اور ٹہلتے جاتے تھے۔

جب آئے وہ محشر بپا کر چلے	کہ خوابیدہ فتنے جگا کر چلے
ہزاروں گریبان ہوئے چاک چاک	وہ اس طرح دامن اٹھا کر چلے
شگفتہ ہوئے انکے آنے سے گل	چمن میں وہ کار صبا کر چلے
دوا درد دل کی کہاں چند روز	تماشائے دار الشفا کر چلے
مری قبر پر وہ جو آئے کبھی	کدورت سے ٹھوکر لگا کر چلے

دفعتہً کان میں آواز آئی (او گیدی - نہوئی قردلی) یہ سنتے ہی آزاد چونک پڑے اور جس طرف سے آواز آئی تھی اُسی طرف لپکے - دیکھا تو خواجہ بدیع الزمان علیہ الرحمۃ الغفران ہیں خواجہ صاحب جھپٹ کر چمٹ گئے اور کوشش کی کہ آزاد کو گود میں اُٹھالیں جب نہ اُٹھ سکے تو کہا - جانے بھی دیں - شاید تمھیں چوٹ آجائے -

آزاد - آہا بعد مدت ملاقات ہوئی کوئی تازہ خبر کہیے -

خوجی - اجی کمر تو کھولنے دو - افیم گھولوں چسکی لگاؤں تو ہوش آئے - اس وقت تھکا ماندہ مرا کھپا آرہا ہوں - سانس تک نہیں سماتی ہے -

آزاد - مس میڈا کا حال تو کہو خوش و خرم ہیں -

خوجی - گشت خوشخرام پر سوار سرِ شام لبِ جو ہوا کھانے جاتی ہیں - ہرمز جی بھائی کی کوٹھی میں بھی بہت ہی کم آتی ہیں - سر روز اخبار پڑھتی ہیں - جہاں تمھارا نام پڑھا بس رونے لگیں ایک دن تمھارے مجروح ہونے کی خبر سُنی تھی تو پھوٹ پھوٹ کر رودیں اور کفِ افسوس ملنے لگیں -

آزاد - ارے ! یہ اُنگلی میں کیا ہوا ہے جی - جل گئی تھی کیا -

خوجی - (سر پیٹ کر) یہ حسن و جمال گلے کا ہار ہوا - افسوس ہے

آزاد - ایں ! یہ ماجرا کیا ہے - ایک کان کون کتر لے گیا -

خوجی - نہ اسقدر ہم حسین ہوتے نہ پریاں جان دیتیں نہ یہ نوبت آتی مگر خدا نے ایک ایک رگ ریشے میں حسن کوٹ کوٹ کر بھر دیا - ؎

کیا سکر بعد فنا بھی کسی کا شوق ہے | خاک سے بھی کوئی ہیولیٰ بنایا چاہیے

آزاد - سبحان اللہ بس اب تو بسکی ہوگی - یہ موقع پر برجستہ شعر پڑھنے کا یہاں کس کو شعور تھا - اب خوب دل لگیاں رہینگی -

خوجی - اجی دل لگی تو ہماری صورت دیکھتے دوڑی آتی ہے ؎

بر مسند خسروی بماناد | منصور مظفر محمد شاہ

آزاد - سنا ک بھی کچھ چھلی معلوم ہوتی ہے - یہ ماجرا کیا ہے

خوجی - حسن حسن حسن - ہائے حسن بلائے جان ہوگیا -

آزاد - حسن وسن نہیں - آپکہیں سے پٹ کے آئے ہیں کمر ورہ مار کھانے کی نشانی کسی سے لڑائی ہوئی ہوگی اُسنے ٹھونک ڈالا ہوگا - بس اور کیا یہی بات ہوئی ہے اور کچھ نہیں ہوا -

خوجی - اجی ایک پری نے بھوؤں کی چھڑیوں سے سزا دی تھی ؎

جانش غریق رحمت حق کرد تا کند | تاریخ این معاملہ رحمٰن لا یموت

آزاد - ای ہے - کیا انتقال کرگئیں - افسوس ہے واللہ افسوس

خوجی - نہیں نہیں - ہائیں واہ - یہ شعر جو پڑھا اس سے مطلب یہ کہ وہ پری غریق بحرِ حسنِ ذاتی تھی - غریق کا لفظ ہے -

آزاد - کوئی خطوط بھی لائے ہو یا یوں ہی آتے ہو ہاتھ جھلاتے

خوجی - دو خط ہیں ایک مس میڈا کا - دوسرا ہرمز جی بھائی نے دیا ہے

آزاد اور خوجی قلعے کے اندر نہر کے کنارے فرش پر بیٹھے اب جو آتا ہے خوجی کو دیکھکر قہقہہ لگاتا ہے - کوئی مسکراتا ہے کوئی منہ آتا ہے - وہ تو قطع شریف ہی ایسی ہے کہ جو دیکھے اُس کو بے اختیار ہنسی آئے -

خوجی - کیا بھیڑ لگائی ہے - چلو اپنا کام کرو - کچھ تماشا ہے یہاں

آزاد - تم کو کسی سے کیا واسطہ کھڑے رہنے دو - یوں ہی ٹھٹ کے ٹھٹ

خوجی - اجی نہیں آپ سمجھتے نہیں ہیں یہ لوگ نظر لگا دینگے اب تک تو نظر گذر سے خدا نے بچایا ہے اب اس سن میں کہیں چھیٹ لگ جائیں اور دفعت میں آتو نہیں تو غضب ہی ہوجائے ستم ہی ہوجائے

آزاد - آپکے ڈنڈ بل دیکھکر غش غش کر رہے ہیں - اور کیا -

خوجی - اجی وہ ایک حسن ہی کیا کم ہے اور قسم ہے آزاد کے سرِ مبارک کی واللہ کس مردک کو اب تک معلوم بھی ہوا ہو

کہ ہم اس درجہ جمیل ہین اور ہین اسکا کچھ غرور بھی نہین - ع

مطلق نہین غرور جمال و کمال پر

آزاد - جی ہان - باکمال لوگ حلیم ہی ہوا کرتے ہین ——

خوجی - باکمال اور بےنظیر - سنیئے بھائی صاحب دنیا مین ایکسے ایک بڑھ چڑھ کر شاعر ہین اور بےنظیر ہر ——

راوی - ای سبحان اللہ (غزا کے عوض غزین) کی اچھی کہی یہ لفظ آج ہی سنا - ہان حضور ایکسے ایک بڑا ہر - پھر؟ مطلب؟

خوجی - ستار بازین کار ستار تیلی حضور ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر ہر مگر جواب سب کا ہر - لاجواب کوئی نہین ہر ایسا کوئی نہین جو نظیر نہ رکھتا ہو - اگر کوئی ہر تو خواجہ بدیع ؎

بدیعا توئی بےنظیر جہان		بدیعا توئی رشک شاہنشہان

کیون؟ نہ کہو گے کیا برجستہ شعر موزون کیا ع جوابی ندارد کنم ہوا

آزاد - تو یہ سب آپکے حسن و جمال کے سبب سے ٹھٹ لگائے کھڑے ہین -؟

خوجی - درین چہ شک - پوچھ لو ع - ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہر -

آزاد - اب آپ افیم گھولیے - ساتھ ہر یا نہین - ہو گی کیون نہین

خوجی نہین بھائی - ہم تمھارے بھروسے پر آئے ہین کہین قتل نہ کر ڈالنا - لے بس اب منگواؤ - منگواؤ ذرا جلد ہو - ہان! یہ نہین کہ واہیات اٹھالاؤ کمسریٹ کے ساتھ تو ہوتی ہی ہو گی -

آزاد - اب آپ مارے پڑے - اب تھوڑی دیر مین آنکھین مانگنے لگیے گا اچھی دل لگی ہر - عجب بے تکے ہو واللہ افیم اور تمھارے ساتھ نہ ہو - ای لاحول - اب مرو - یہان افیم کہان اور کمسریٹ مین ماشاءاللہ -

خوجی - ہائے بے موت مرے - واللہ بے موت مرے کسیے مانگ لو

آزاد - یہان افیم کا کسی کو شوق ہی نہین - افیم کیسی -

خوجی - ہاتے شریف زادے اور افیمی ایک نہین - واہ! خوب بات ہر

آزاد - جی سب بدقسمت بدنصیب ہین خوش قسمت تو ایک آپ ہین بس باقی اللہ اللہ خیر صلاح مگر آج ذرا دل لگی ہو گی جب افیم نہ ملے گی اور تم تلملاؤ گے - تڑپو گے - بلبلاؤ گے ——

خوجی - بھئی بگڑ گئے (جمائی لیکر) لو ابھی سے جمائیان آنے لگین آج بے موت مرے یار عزیز - کچھ تو فکر کرو - یہ کس قت کا بدلا لیتے ہو -

آزاد - اب یہان یہ حماقت کی باتین نہ کرو ورنہ کل لشکری نچائینگے اور سائیس تک تمکو چٹکیون پر اڑائینگے - افیم یہان نہ ملیگی - آپ اپنی فکر کیجیے - ہان خوب یاد آیا - فرولیان جتنی چاہو تو نذر ہین ——

خوجی - (افیم کی ڈبیا دکھا کر یہ بھری ہر افیم کیا تو نے سمجھے تھے ہونھ! آنے کے قبل ہی مین نے ہرمز جی سے کہا کہ حضور افیم منگوا دین - ورنہ ہمارا فشار بگڑ جائیگا - یار - وہان ایسی ایسی پریان ہم پر عاشق ہوئین کہ بس کچھ نہ پوچھو - بقول شاعر ؎

مین ایسی صاحب عصمت پری پیکر کا عاشق ہون	نمازین پڑھتی ہین حورین ہمیشہ جس کے دامن پر

لیجیے ہرمز جی بھائی کا خط ملاحظہ فرمایئے - میڈا نے نادری حکم دیا ہر کہ پہلے ہرمز جی کا خط دینا پھر ہمارا - پڑھو - بغور پڑھو -

آزاد نے خط کھولا اور پڑھا تو یہ مطلب تھا -

مائی ڈیر مسٹر آزاد - ذرا خوجی سے خیر و عافیت تو دریافت فرمایئے بس کچھ نہ پوچھیے کہ ان پر کیسی گذری - اتنا پٹے اتنا پٹے کہ آلتی تو بہ دو دانت ٹوٹ گئے کان کٹ گیا اور گھونسے اور مکے کھائے اٹھتے جوتی بیٹھتے لات مگر حیا کی بلا دور - شرم حیرکتی ست کہ پیش مردان آید پہلے ان سے اسقدر پوچھیے کہ لالہ رخ کون ہر -

آزاد - ارے میان خواجہ صاحب یہ لالہ رخ کون نیکبخت ہین -

خوجی - اوہ - ہم پر چکما چل گیا - واہ رے ہرمز جی - واللہ اگر ایک

نہ کھایا ہوتا تو جا کے قرولی بھونک دیتا۔ لاحول ولاقوۃ

آزاد۔ نہیں تمہیں اللہ بتاؤ تو۔ بتاؤ ہمارے سر کی قسم یہ لالہ رخ کون ہیں۔ شاید عاشق ہو گئی آپ پر۔ بھائی ان ہاتھ پاؤں پر خدا جانے کیا جادو ہے کمال ہے کہ دور سے دیکھا اور عاشق ہو گئیں

خوجی۔ اچھا ہر ہر جی اچھا۔ بھلا۔ فہمیدہ خواہد شد۔ خیر خیر ؎

سو دا کر نکلے دل کا کسی دلربا کے ہاتھ
اس بے وفا کو بیچنے آئے ہیں نا کے ہاتھ

ہائے لالہ رخ والے لالہ رخ جان جاتی ہے مگر موت بھی نہیں آتی غضب ہے ستم ہے ع۔ لالہ رخا ہمسن برا آفت جان کیستی ؎

جگہ ہی نہیں انکی جانب ان کو جو ہر سے
انکا سبب بیل سے سنان آہستہ آہستہ

آزاد۔ بنے ہوئے ہو کچھ حال تو بتاؤ جی۔ حسین ہے ؟

خوجی (جھلا کر) جی نہیں حسین نہیں ہے کالی کلوٹی ہے۔ یوا زعفران کی بھی چچی ہے آپ بھی واللہ نرے چونچ ہی ہے۔ بھلا بدقطع بدصورت عورت کو جرأت کیونکر ہوتی کہ ہمارے ساتھ بات کرتی۔ سوا حسین کے کوئی نظر اٹھا سکتی ہے ع۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز ؎

غالب ان سیمین تنوں کے واسطے
چاہنے والا بھی چھا چاہیئے

یاد رکھو حسین پر جب نظر پڑے گی حسین ہی کی پڑے گی۔ دوسرے کی مجال نہیں۔

آزاد۔ اچھا اب لالہ رخ کا حال تو بتلاؤ۔ سگر دوست کند ۔

خوجی۔ اجی کام کر دیا اس وقت دل قابو میں نہیں ہے ؎

ہے عشق خط بھی الفت زلف دوتا کے ساتھ
کیونکر بچے گی جان بلا ہے بلا کے ساتھ

آزاد۔ این ؟ عشق خط!!! اے سبحان اللہ تو کیا لالہ رخ کسی مرد کا نام ہے یہ عشق خط کیا معنی یا کوئی ریش دار عورت ہے۔ زن ریش بھی

خوجی۔ حضرت ہائے ہائے۔ وہ نور ہے کہ واہ جی واہ۔ سادہ رخ نزاکت کا حال بس کچھ نہ پوچھیے۔ کمر آپکی جانگھ سے کچھ پتلی ہی ہوگی۔

راوی۔ اللہ اللہ یہ نازک کمری ہے! (جانگھ سے کچھ پتلی ہی ہوگی)

اجی نہیں غضب کرتے ہو ایسا کہیں ہو سکتا ہے میں نہ مانونگا۔

خوجی۔ سنگھاڑوں میں کچھ بھی ہم اسکو عیب سمجھتے تھے لیکن میرا نے کہا کہ یہ شوخی ہے۔ گھنٹے بھر میں پانچ سات بار ضرور چپت باتی تھی کھوپڑی پلپلی کر دی۔ پس ہمکو اسی بات سے نفرت تھی ورنہ نک سک سے درست۔ سبزہ رنگ اور چہرہ چمکتا ہوا۔ جیسے آبنوس۔

راوی۔ آبنوس کا کندہ تھا یا عورت تھی۔ لاحول ولاقوۃ۔

خوجی۔ ایک دن دل لگی دل لگی میں اُٹھ کے بچاس جوتے لگا دیئے تڑ تڑ تڑ تڑ۔ ہائیں۔ ہائیں۔ یہ کیا حماقت ہے ہمیں یہ دل لگی گوارا نہیں ہے مگر وہ سنتی کس کی ہے۔ آفت اب فرمائیے جسکے پچاس جوتے پڑیں اسکی کیا گت ہو گی۔ ایک روز ہنسی ہنسی کان کاٹ لیا اور لطف یہ کہ چیل چلو کی نوبت آئی۔ ایک روز دوکان پر کھڑا ہوا سودا خرید رہا تھا۔ پیچھے سے آن کر دس جوتے لگا دیئے انتہا کی شوخ ایک مرتبہ ایک حوض میں ہمکو ڈھکیل دیا۔ ناک زخمی ہوئی۔ ہاتھ زخمی ہوئے گھٹنے چھل گئے۔ مر مٹے مگر لاکھوں میں

لاجواب ہزاروں میں انتخاب بلکہ یکتائے روزگار ؎

طرز نگہ نے چھین لیے قدسیوں کے دل
آنکھیں جو انکی اٹھ گئیں دست دعا کے ساتھ

آزاد۔ تو یہ کہیے۔ ہنسی ہنسی میں خوب جوتیاں کھائیں حضور نے

خوجی۔ پھر یہ تو ہونا ہی ہے۔ سلف سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے سنا نہیں ؎

عاشقان کشتگان معشوق اند
بر نیاید ز کشتگان آواز

ایک دفعہ میں بیٹھا تھا۔ آتے کے ساتھ ہی اس زور سے چپت لگائی کہ میں تڑپ کر چیخ اٹھا بس آگ ہو گئی کہ ہم مشین دیتے ہو روئے لگو۔ جاؤ بس اب ہم نہ بولینگے۔ روٹھ گئی لاکھ منایا بات نہ کی آخرکار یہ صلاح ٹھہری کہ عین سر بازار دس آدمی چپتیں لگائیں اور ہم اُف نہ کریں مگر ہائے وہ ادا نہ بھولے گی ؎

خورشن گرتی ہی دل خنجر زن کے ہمیشہ
رہتی ہی دامن پاس سے دو طلا کے ہمیشہ

لب جو جلایا تو تری آنکھ نے مارا
قاتل بھی رہا ساتھ مسیحا کے ہمیشہ

پردہ نہ اٹھایا کبھی چہرہ نہ دکھایا
مشتاق رہے ہم رخ زیبا کے ہمیشہ

جانان چمن بنایا مجھے آجتک مجھکو
رہا طرف جانمین مثل سبزہ سے بیگانہ

راوی۔ خوب۔ بہت ہی خوب اول تو حسب حال دوسرے ردیف اور بحر اور قافیہ سب ایک۔ ذرا فرق نہین۔

آزاد۔ کسی روز دل لگی دل لگی مین زہر نہ کھلا دے۔

خوجی۔ (بگڑ کر) کھلا دے! کیون صاحب کھلا دین نہین کہتے کھلا دے۔ کوئی کنڈے والی مقرر کی ہی؟ وہ بھی رئیس زادی ہی۔ آپکی بس میڈا پر گر پڑے تو کچل جائین۔ جی ہان ایسی ویسی نہین ہی۔

آزاد۔ کیون صاحب ہمارے سامنے اور آپ میڈا کی ہجو کرین۔ ایکی لالہ رخ اسقدر نازک بدن ہین اور میڈا ایسی بھدی ہین۔

خوجی۔ (مسکرا کر) اچھا پھر دیکھ ہی لوگے پھر اسٹکا ہے کی آگ

راوی۔ اچھا بنایا خوجی بن گئے۔ ایسی نزاکت پر خدا کی مار۔

آزاد۔ ہی دبلی ہی۔ یا مری ہوئی۔ دبلی پتلی جیسے چونا کھا کی چھپکلی

خوجی۔ آپکو گدا دینے کو مستعد ہو جائے۔ جی جس روز ہمارا کان کترا ہم نے برجستہ یہ شعر پڑھ دیا تھا۔ سنیے اور تعریف کیجیے ؎

شکر خدا کہ خنجر قاتل سے سر کٹا
بار گران سے آج سبکدوش ہو گئے

راوی۔ وہ سبکدوش تو آپ سب کچھ ہو گئے مگر لوگ پھبتیان کہینگے کہ ہو جا آیا۔ نکٹا آیا کنکٹا آیا۔ خدا ہی خیر کرے غضب ہی ہو گیا

خوجی۔ (افیم کی چسکی لگا کر) لالہ رخ لالہ رخ ہائے لالہ رخ ؎

روے تو گل و لب تو قند است
گلقند علاج درد مند است

ہرمزجی کا خط پڑھا تو خوجی کے کلام کی تصدیق ہوئی انھون نے بھی یہی باتین لکھی تھین۔ خواجہ بدیع الزمان صاحب نے افیم سے فراغت کر کے کہا لے اب اپنا حال کہہ چلیے

ہماری داستان سن چکے اب اپنی بیتی کہو۔ ہان بسم اللہ۔

آزاد۔ ایک برق وش ہم سے تلوار لڑنا چاہتی ہی کیا رائے ہی؟

خوجی۔ کیا! پی ہم لے اور جرچی آپ کو۔

آزاد۔ واللہ قسم کھا کر کہتا ہون۔ پیغام بھیجا ہی کہ کسی روز آزاد پاشا سے اور ہم سے یکہ و تنہا تلوار چلے۔

خوجی۔ بھئی فردلی کوئی لڑے تو ہم بھی مستعد ہین۔ مگر تم نے دریافت تو کیا ہوتا کہ سن کیا ہی۔ شکل کیسی ہی کوئی ایسی ویسی ہی یا کوئی رئیس زادی ہی یہ سب باتین دریافت کرنی چاہیئن۔

آزاد۔ سب دریافت کر چکے ہین جی۔ سولہ سترہ برس کا سن ہی اور اسقدر خوبصورت ہی کہ روس مین ثانی نہین رکھتی ؎

نگارین دختر ے برد از سرم ہوش
چہ دختر با قیامت دوش بدوش

خوجی۔ ایسا نہو کہین ریجھ جاؤ تو پھر حسن آرا اور میڈا سب کو بھول بھال کے بیٹھ رہو۔ ہان ذرا اسکا خیال رہے اور شاید چکما ہی چکما ہو۔ یہ بھی ممکن ہی کہ امرد ہو صرف چکما دینے کے لیے یہ جیل کیا ہو۔ تم ابھی بچے ہو ابھی ہم سے دو چار برس چھوٹے ہی ہو گے۔

راوی۔ جی بلکہ دو چار مہینے ضرور ہی چھوٹے ہون گے۔

آزاد۔ ہان بات تو تم نے بھی عقل کی کہی۔ کیون نہ ہو۔

راوی۔ ہین بیوقوف تو کیا ہوا۔ مگر اسوقت ٹھکانے کی بات کہی

آزاد۔ ہم ایک مرتبہ ایک جزیرے مین قید کیے گئے تھے مگر وہان سے ہم بھاگ نکلے کہین اسی کا بدلا تو نہ لین گے۔

خوجی۔ وہی۔ وہی۔ بس وہی۔ قسم خدا کی وہی بات ہی ؎

سخندان پرورد ہ پیر کہن
بیندیشد آنگہ بگوید سخن

بے غور و تعمق کے کوئی بات نہ کہین گے نکرین گے مجھے صاحب۔ ہان البس۔

راوی۔ کہیں تو آپ بچے بن جاتے ہیں آزاد پاشا کو اپنا ہم سن بتلاتے ہیں اور کہیں پیر فرتوت اور جہان دیدہ ہوئے کا دم بھرتے ہیں۔

اتنے میں آزاد کو یاد آیا کہ مس میڈا کا خط تو پڑھا ہی نہیں فوراً خط مانگا اور پڑھا بہت ہی خوش ہوئے۔

پیارے آزاد۔ آجکل اخبارات میری روح کی غذا ہیں میری آنکھیں تمہارے نام کو فوراً تلاش کر لیتی ہیں۔ ظالم ستمگر خط تو بھیجا کر۔ یہاں جان پر بن آئی ہے اور تم نے وہ سکوت اختیار کیا ہے کہ الاماں۔ بھلا حضور ہی انصاف کریں کہ جب معشوق میدان جنگ میں ہو اور خیر و عافیت کی خبر نہ ملے تو عاشق کی زندگی تلخ ہو یا نہ ہو۔ تم اور یہ بے وفائی! افسوس ؎

یوں تو منہ دیکھے کی ہوتی ہے محبت سب کو
جب میں جانوں کہ مرے بعد مرا دھیان رہے

تمہاری تیغ کا منہ چڑھ کے لے لیا بوسہ
کبھی نہ آپ سے ہم دب کے بانکپن میں رہے

الٰہی خیر کیجیو۔ آج میدان کارزار میں پریوں کا بے طور جمگھٹ ہے جو ہے رشک گل یوسف جمال رنگین ادا پری تمثال آتشیں رو آئینہ زانو۔ مگر ان سب حوران بہشتی میں ایک نقشہ حوران آفت جان ناتوان ہے وہ عالم ہے کہ مجنون اور وامق لیلیٰ اور عذرا کی طرف رخ نہ کرتے ارنی گوئے اوج طور رنگ بہشتی ہو کا دم بھرتے

لب او چہ لب شور بازار ہا ۔ ورو قند و شکر بخروار ہا
سمن را تماشا در آغوش او ۔ تماشا گہ گل بناگوش او
بہر ناوک غمزہ کاندا ختی ۔ شکار ہے زرو جانیاں ساختی

اب سنیے کہ دریا کے قریب روسیوں کو شکست دیکر آزاد پاشا قلعۂ معلی میں آئے لشکریوں نے زور طرب سے نعرے بلند کیے ٹوپیاں اچھالیں۔ لیکن دوسرے روز ادھر ؎

سپیدہ چو سر بر زد از باختر ۔ سیاہی بجا در فرو برده سر

ادھر رزمگاہ میں کوس جنگ زبان حال سے کہنے لگا کہ

ہاں شیران بیشۂ وغا بڑھے بڑھو۔ آمنے سامنے دونوں فوجیں پرے جماتے ہوئے آراستہ ہوگئیں۔ روس کے انجنیروں نے راتوں رات پل بنا لیا اور سحر کاذب کے وقت کل فوج عبور کر گئی طلایہ کے سواروں نے قلعہ میں خبر پہنچائی تو ترکان صف شکن [illegible] لیس ہو کر قلعے سے میدان میں آئے ادھر ترکوں کے کاٹھیم گھوڑے عربی نژاد۔ ادھر روسیوں کے افراس لیلیٰ جمال پری زاد۔ یہ بوئے گل کی طرح اڑ کے منزلوں کی خبر لائیں۔ وہ خیال کے مانند دم کے دم میں ہوا ہو دور دراز طے کر جائیں یہ چابک خرام وہ سبک گام ادھر انکی سبک عنانی ادھر انکی برق جولانی میدان میں عجب ہیبتناک تماشا دکھاتی تھی جرأت کے ساتھ صولت توام نظر آتی تھی۔ حسن اتفاق سے ایک مرتبہ فوج روس میں کسی شیر شکار جوان گلعذار نے توسن صبا رفتار کو میدان کارزار میں اس خوبی کے ساتھ چمکایا کہ سمند سربلند بر جون اچھلنے لگا مرکب لاغر میان۔ راکب آفت دوران گھوڑا مشکی از سرتا پا سیاہ سوار سرخ و سفید غیرت مہر و ماہ۔ وہ ظلمات یہ آب حیات یہ معلوم ہوتا تھا کہ کمیت ابر پیکر طرارے بھر کے نور فلک کو ٹاپوں میں مارے گا۔ ہنگام وغا چیل ازدہام پر جھپٹے تو وہ بھی چنگل مار کے بھاگے۔

اتری تھی اک پری مہر تیغ تو نہ تھا ۔ سر جسے بھری ہی تھی گو نعش لہو نہ تھا

ایک روسی سپہ روس زاہد فریب آتش زن کالائے شکیب کو مخاطب کر کے کہا آج آزاد پاشا سے کہ نام بر آوردہ شنگی قوم جلیہ صف شکن عاز زہرہ کار فنون سپہ گری کا مسلم الثبوت استاد

جوانمرد پر بیزاد ہی۔ مقابلہ کرنا پڑیگا شیر کو ٹوکنا آسان نہین ہے ع

جب ٹوکتے ہین آتا ہو تب غصہ شیر کو

اس بانکی دوشیزہ نے تن کر کہا سادہ کیا پروا ہو کیا غم ہو دیکھا جائیگا

گر اقبال من کارسازی کند | سر خصم بر سر نیزہ بازی کند

وہ ترکی ہی تو ہم ترکی تمام ہین وہ فولاد پوش تو ہم روئین تن ہین اگر اس شمشیر الماس رنگ سے آزاد پاشا کا سر اڑایا تو کچھ کام نہ کیا۔

اللہ اللہ کیا شان کبریائی ہے سیاہ تاداں زن نوجوان نازک کسی پیکر اور دعوی تو دیکھیے کہ آزاد سے شیر دل شیر مرد کے نیچا دکھانے کا بیڑا اٹھایا ہی شمشیر الماس رنگ سے تو آزاد چرکا کھا چکے۔ ہان تیغ ابرو کام تمام کردے تو عجب نہین خنجر فولاد کی کیا ضرورت ہے ع - ابرو کے اشارے سے کرہ چور

صبح کا سہانا وقت طیور تسبیح خوان عنادل مست و تر زبان۔ گل شگفتہ رو اور خندان غنچے چٹک رہے تھے۔ خود رو پھول مہک رہے تھے آزاد جدھر نگاہ دوڑاتے تھے نئے نئے قسم کے اشجار نظر آتے تھے دفعتہ فوج روس سے دھنا کی آواز مہیب آئی اور ادھر ترکون نے بندوق چھتیائی۔ توپون پر بڑی بڑی گولہ اندازون نے صفائی دکھائی ہر فیر پر آزاد پاشا جناب باری سے بصد عجز والحاح دعا مانگتے تھے کہ خداوندا اور سب رنج پر ہماری فوج آفت ڈھائے مگر اس دلبر دلربا عروس شیرین ادا پر آنچ نہ آئے اتنے مین ایک گولا آزاد کے سرنگ نقرہ خنگ کی تھوتھنی کے قریب پھٹا گھوڑا بیقرار ہو کر ہٹا کہ ادھر الگولا آیا۔ آزاد نے خوب ران پتری جمائی اور پھرتی کے ساتھ گولی پر گولی چلائی ہو کر رستخیز خوب گرم تھا اسی اثنا مین روسیون نے ایک حصہ فوج کو سامنے کی ڈھالو پہاڑی پر بھیجا ادھر ہلکی ہلکی توپین بھی اُن کے ساتھ بھیجین۔ ترکون کو اسکی ذرا بھی خبر نہ ہوئی جرار

بدیع الزمان صاحب دور سے ایک اونچے درخت کی شاخ پر بیٹھے جنگ کا رنگ دیکھ رہے تھے روس کے سوارون کو جو پہاڑی پر جاتے دیکھا تو انھون نے کفن پھاڑ کر غل مچایا۔ ہوشیار۔ ہوشیار پالا روس کے ہاتھ رہے گا۔ پہاڑ پر فوج چڑھ گئی۔ یارو کچھ خبر بھی ہے ہائے اس وقت اگر توڑے دار بندوق ہوتی تو پرے کے پرے صاف کر دیتا۔

بجا ہے توڑے دار بندوق تو اس جنگ مین بڑے کام آتی۔ سفوج غنیم ہا شکست پاکے مایوسی دوزخ شرار بندوقین کسی نے یورپ مین کاہے کو دیکھی تھین جب خوجی نے دیکھا کہ ترک بالکل غافل ہین تو درخت سے جھٹ پٹ اترے اور دوڑ کر ترکون کو خبر دی پہلے کسی کو اُس مسخرے ہونے کی بات کا یقین نہ آیا مگر بنظر احتیاط دوربین سے دیکھا تو روس پانچ توپیان نظر آئین ارے! غضب ہو گیا جس وقت اتنے اونچے ٹیلے سے باڑھ مارینگے خدا جانے کیا غضب بپا ہوگا آناً فاناً مین کسی کی پتا نہ لگے گا مشورہ ہوتا ہی تھا کہ پہاڑی سے توپ کا گولا آتا آگیا۔ ترکون نے دیکھا اب کوچہ گریز بالکل مسدود ہین مگر بکمال جوانمردی قدم جمائے اور گولے پر گولے چلنے لگے اتنے مین روس کے دو سوار بطور قاصد آگئے۔ آنکر جناب سپہ سالار بیان کیا کہ ہماری فوج کا ایک حصہ قلعہ کوہ پر داخل ہوگیا اور وہان سے ہم نے گولے برسانے شروع کئے ہین اگر جان عزیز رکھتے ہو تو عقل سے کام لو ہتھیار رکھ دو۔ ورنہ ہم بات کرتے کل فوج کا ستیاناس کر دینگے ترکون نے کہا ہم لڑینگے اور جان دینگے مگر ہتھیار ہرگز نہ رکھینگے ع یا قسمت یا نصیب یا بخت رسا

جان نثارون یا دعا شناسون کو جان سے کیا تمر مگر جان دینا ادا خدا

افسر اعلیٰ نے فوج کو مخاطب کر کے کہا۔ اب ہم سب ایک دوسرے سے رخصت ہوتے ہیں۔ سچے اور پکے ترکی اس وقت غنیم کو پشت نہ دکھائینگے جان نثار کر دینگے مر جائینگے ترکوں کے دل شیر ہو گئے اور جس طرح شیر غرین چوٹ کھا کر بھپر پڑتا ہی اسی طرح ترکی لشکر کے جرار آدمی جان پر کھیل کر لڑانے لگے۔ آدھ گھنٹے کے عرصے میں ترکوں نے شمشیر براں میان سے نکال کر دھاوا کر دیا۔ روسی اس زعم میں تھے کہ اب ہم نے پالا جیت لیا مگر ترکوں کا شمشیر برہنہ لیکر اس جرأت کے ساتھ آگے بڑھنا تھا کہ روسیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اچھے اچھے مورخوں اور بڑے بڑے جنرلوں کا قول فیصل ہی کہ بجز میدان نبرد کی طغیانی اور توپ تفنگ کی ایسی آتش افشانی کے وقت دست بدست مقابلے پر جانا ترکوں ہی کا کام تھا روسیوں نے غنیم کی یورش دیکھکر بڑی مستعدی اور سرگرمی سے گولیاں چلائیں ترکوں کی یہ کیفیت کہ سامنے کے سپاہی اور سوار باڑھ میں بھن گئے تو دوسرے پرے نے حملہ کیا۔ تیسری صف دھاوا کر کے دراتی ہوئی گئی۔ اب سنیے کہ جو لوگ پہاڑی پر چڑھ گئے تھے انھوں نے یہ حال دیکھکر اوپر سے گولیاں ماریں۔ مگر گولی بارود کا چھکیوں میں خاتمہ ہو گیا روسیوں نے بھی تلواریں اور طرفین سے شپا شپ چلنے لگی۔ اس عرصے میں آزاد پاشا نے دیکھا کہ ایک فرس شبرنگ پر ایک عروس نوخیز رشک گلچہرگان فرنگ بصد شان برنائی سوار ہی کمر سے تلوار لٹکتی ہی ہاتھ میں خنجر آبدار ہی۔ نوجوانان روم نے اس پری کو دیکھکر کہا ؎

پھر آج سامنا ہی کسی ماہ ید کا	تارا چمک گیا ہی مرے بخت سعید کا

گھوڑے کا ادھر ادھر جھپٹنا اور اس زریں کمر کا نازک ادائی سے ڈپٹنا ان کو ایسا بھایا کہ جنگ میں شریک ہونا بالائے طاق اس گل نودمیدہ چمن خوبی میوۂ نورسیدہ باغ محبوبی آب رنگ گلشن رعنائی تذرو اوج زیبائی پر دل آیا قیامت آئی حسن صبیح نے ستم ڈھایا وہ چشم جادو کہ سحر بابل جس کے سامنے گرد ہو جائے جمال مبین کے مقابل میں یوسف مصری کی گرم بازاری سرد ہو جائے ؎

جوانی میکشی گیری بداد ضائعی بد اطواری
شریرے بدزبانی کافرے مکار و طراری
بلائے جسم و جان و دل جفا جوئی ستمگاری
حریف پختہ کارے رند عالم سوز عیاری
بوقت جنگ دانائی بوقت صلح نادانی

آزاد پاشا نے سر تا پا نظر ڈالی تو دل میں سمجھے کہ ابھی نام خدا ستر سولہ اٹھارہ ان سال ہی۔ کمال حسن و جمال ہی۔ ابھی اس قابل ہی کہ دست سیمیں اور عذار رنگین کے بوسے لے۔ حوران بہشتی کو دور ہی سے سلام کر کے اس کافر کیش کی پرستش کرے یہ اور میدان جنگ ہ بار خدایا اس دم آزار ستمگار کو گزند سے بچا۔ ہائے ہائے ایسا نہو کسی شقی کا ہاتھ اس غریب جو سر تا پا جادو ہی پڑے ایک افسر نے ان کی کیفیت دیکھکر کہا آزاد ذرا اسمند عشق کی باگ روکے ہوئے پھسل نہ جانا۔ عاشق معشوق کا وقت نہیں ہی ترکوں کی عزت پر بن آئی ہی یہی وقت جانبازی و نبرد آزمائی ہی۔ مرد ہو یا عورت جوان ہو یا پیر فوج غنیم میں جو ہی ہمارے خون کا پیاسا ہی۔ ؎

زادۂ ظالم ستمگر میشود	تیغ چون بشکست خنجر میشود

آزاد نے کہا لاکھ سنبھلتا ہوں مگر دل ہاتھ سے جاتا ہی اللہ رے حسن۔

غضب کی چیز ہی یہ حسن انسان لاکھ بچتا ہی
مگر دل کھنچ ہی جاتا ہی طبیعت آ ہی جاتی ہی

اس نگار تند خو نادک نگاہ ترش رو نے آزاد کو دیکھکر کہا ؂

سنبھل کے رکھیو قدم راہ عشق مین مجنون
کہ اس دیار مین سودا برہنہ پا بھی ہے

یہ کہکر سیف اصفہانی برق دم چمکائی اور توسن زبان کو میدان بیان مین سبک پویہ کیا۔

چو تندی کنم تندری گم کنم
پلنگان درم بر سر کوہسار
ور شتم بچنگال دو نخچیر بر مور

چو آیم برزم اژدہا پیکرم
نہنگان خورم بر لب جویبار
بہ حملہ درم پیلو نرہ گور

یہ کہکر گھوڑا بڑھایا اور ایک ترکی سوار پر ایسا ہاتھ لگایا کہ دست چپ تڑ سے اڑ گیا اور خون کے تر اٹے بہنے لگے۔ پھر گھوڑا بڑھاکر آزاد کے گھوڑے کی طرف جھکی تھی کہ آزاد نے تلوار کو چوم لیا۔

ترکون نے نعرہ مارا اور آزاد نے ہاتھ جوڑ کر کہا ؂

طفلی و ناکردہ کار در صف مردانگن
پردہ نشینی ہنوز معرکہ تازی مکن

ترکون نے اس زور سے نعرہ مارا کہ آواز بازگشت سے کوسون تک میدان جنگ گونجنے لگا۔ مگر روسیون کا رنگ فق ہو گیا۔ مس کلیرسا نے جھلا کر گھوڑے کو پھیرا اور پھیر کر چاہا کہ آزاد کو ضرب شمشیر سے دو نیم کرے مگر جیسے ہی ہاتھ اٹھایا آزاد پاشا نے فرس مرصع تنگ کو آگے بڑھایا اور تلوار کو اپنی شمشیر سے روک کے بائین ہاتھ سے اس پری چہرہ کے گال پر ہاتھ پھیرا تو ترکون نے بڑے زور سے نعرہ مارا اور روسی جھینپ گئے مس کلیرسا بھی کسیقدر لجائین کہ ہزارون آدمی کی جماعت مین اس کے زرین کمر کے گالون پر ہاتھ پھیرا۔ چہرہ مارے غصہ کے تمتمانے لگا طرفین کے آدمی دار و گیر سے تھک کر ہانپ رہے تھے آزاد اور مس کلیرسا کے داؤن پیچ دیکھکر لڑنا بھڑنا چھوڑا شمشیر زنی اور گولہ اندازی سے منہ موڑا کبھی آزاد جھپٹ کر جاتے تھے اور تلوار دکھاکر گھوڑے کو دو قدم واپس لاتے تھے کبھی وہ تند خو جھلا جھلا کر توسن برق دم کو ایڑ لگاتی تھی۔ چوٹ پر چوٹ آتی تھی۔ مگر آزاد کی یہ کیفیت کہ کچھ چوٹین تلوار پر روکین کچھ خالی دین۔ ہو انگ نہ ہو سکی اس پرکالۂ آتش نے دو ترکی سوارون کو مجروح اور ایک کو قتل کیا۔ آزاد محو صورت تھے مجنون وار اس لیلی وش کے عاشق زار تھے۔ گو برسر پیکار تھے مگر اس قوس ابرو پر ہاتھ نہین اٹھتا تھا ایکبارگی تیغ جہاد دیکر اس زن شیر افگن نے معاً ایسا ہاتھ جمایا کہ اگر کوئی ناواقف ہوتا تو گردن تن سے معاً جدا ہو جاتی لاش زمین پر پھڑکتی نظر آتی مگر آزاد نے اس طرح بچایا کہ ہاتھ بالکل خالی گیا لیکن ہنوز اچھی طرح سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ اس عاشق کش کی شمشیر دو پیکر نے گیسوئے خوشخرام کا آدھا کان اڑا دیا۔ پس روسیون نے تالیان بجائین اور اظہار خوشی کیا گھوڑے کا کان اڑانا تھا کہ بل کرنے لگی اسوقت کمر کا لچکنا اور بھی ستم ڈھاتا تھا آزاد کا دل ہاتھ سے جاتا رہا مس کلیرسا اور آزاد کی چار آنکھین ہوئین تو تیر نگاہ انکے کلیجے سے پار ہو گیا۔ ایک رونگٹا عاشق نرگس بیمار ہو گیا اشارہ کر کے کہا آگے آؤ بڑھو سرو ہو تو قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔ اس اشارے نے ان کو اور بھی مار ڈالا ؂

یار کرتا ہے اشارے سے کئی تن ہین قتل
چلتی ہے تلوار گویا جنبش ابرو نہین

سپاہی اور افسر اشارے ہی ہو رہے تھے کہ یکایک اس کافر مردم آزار نے بھنڈار سے کا ہاتھ لگانا چاہا۔ قریب ہی تھا کہ بھنڈارا کھل جائے مگر آزاد نیوٹ کے استاد آہنی کسرت کی مشق چڑھی ہوئی۔ فوراً تلوار پر تلوار روکی اور اسقدر قریب پہونچ گئے کہ تڑ سے اس گلعذار کے گورے گورے پیالے پیالے

کمال چوم لیے اور گھوڑا ہٹایا تو دس قدم کے فاصلے پر تھے ہیں چھینا جھپٹی میں اس کجکلاہ غیرت ماہ کی بانکی ٹوپی سر سے گر پڑی اور چوٹی جو گندھی تھی دھینگا مشتی میں کھلکر ادھر ادھر مار خون خوار کی طرح لہرانے لگی گورے گورے اور پیارے پیارے مکھڑے اور لب لعل کے جوبن کو اس طرۂ عنبر رنگ و عنبر افشان نے اور بھی دوبالا کر دیا زلف سیاہ اور رخ انور لیلۃ القدر اور آفتاب مجتمع ع

قدرت کی ہے بہار ادھر شب ادھر سحر

اس بوسہ بازی اور خوش اندازی پر روسیوں نے قہقہہ لگایا۔ میدان جنگ کو کشت زعفران بنایا۔ آزاد نے مسکرا کر کہا سہ

آئے ہیں وہ کھینچکر تلوار بہر امتحان
جوہر اپنے تو بھی دکھلا ہمت آج

خوجی۔ جوہر تو دکھا چکے۔ گرما گرمی سے بوسے لے چکے مگر اب خبردار رہیے گا مزاج معشوق برہم ہو گیا ہے ایسا نہ ہو ہمت مردانہ رکھی ہے اور بت کافر کام تمام کر دے اب پلٹ آؤ ورنہ پچھتاؤ گے سہ

نہ ہر جائے مرکب توان تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

آزاد۔ چپ گیدی تو افیم گھولنا جانے ان باتوں سے تجھکو کیا سروکار ہے بیکار ٹائیں ٹائیں لگائی ہے۔ خبردار جو بولا۔

خوجی۔ قضا انگیز ہے آج بچکے آؤ تو ناک ناک بدتا ہوں۔

جب اس خاتون شیرین حرکات نے دیکھا کہ آزاد پاشا نے ایک چوٹ بھی نہیں کھائی بلکہ ایک بار تلوار کا بوسہ منہ چڑھ کے لیا۔ دوسری مرتبہ گالوں پر ہاتھ پھیرا تیسری مرتبہ رخسار رعنا چوم لیے تو کمال خفیف ہوئی اور اس خفت نے رنگ شکستگی کو ایسا جوش زن کیا کہ آؤ دیکھا نہ تاؤ گھوڑے کو آزاد کے گھوڑے سے بھڑا کر تلوار چمکا چمکا کر سر اوپر چاکی اور بالشت اچھنوا اور کڑک اور باہرہ اور طمانچہ اور اپنی ایک چوٹ بچھونی۔ ہاتھ گھمایا اور جھکایا دم لینا دشوار کر دیا مگر وہ بھی

آزاد اس استقلال کے ساتھ ہنس ہنس کر چوٹیں بچاتے ہیں کہ ناظرین دنگ ہو گئے۔ آخر کار انکے فرس باد رفتار کی گردن پر ایسا تلا ہوا ہاتھ لگایا کہ گردن کٹ کر وہ گری۔ آزاد فوراً کودے کودنے ہی کو تھے ایک سوار نے اپنا گھوڑا خالی کر دیا اور چشم زدن میں یہ گھوڑے کی پیٹھ پر آ کر اس دلبر نازنین کے مقابلے کو بڑھے۔ اس عرصے میں اس خونخوار نے دو ترکوں کو مجروح کر دیا۔ آزاد پر تلوار لگانی ہی کو تھی کہ انھوں نے پھر تلوار پر تلوار روکی اور انگوٹھے کے پیچ سے ہاتھ اور بازو کو اس طرح باندھا کہ تلوار اس بت پندار کے دست نازک سے چھوٹ پڑی تلوار کے چھوٹتے ہی گلگونے رنگین میں ہاتھ ڈال کر پیشانی نورانی کا بوسہ لیا تو گھوڑا ان سے نکل گیا۔

اب سنیے کہ وہ سرمایہ نازنینی اپنے مشکی گھوڑے پر ران پھیری جمائے بیٹھی ہے اور آزاد اسکے گلے میں ہاتھ ڈالے نصف لٹکتے ہیں نصف جسم گھوڑے کے پٹھے پر ہے اور انکا گھوڑا بغیر قدم پر کھڑا ہنہنا رہا ہے۔ اسی کیفیت سے اس یکہ تاز میدان وغا نے بڑی گھوڑے کو پھیر کر ایڑ لگائی اور ہمیز کا اشارہ بتایا تو گھوڑا مطلب روس کی طرف بگٹٹ بھاگا ہے آزاد کو لٹکتے لٹکتے سنبھالتے ساتھ ساتھ لیے جاتے ہیں روسیوں نے ٹوپیاں اٹھا اٹھا کر تین بار ہورا ہا ترکی دنگ کہ یہ کیا غضب ہو گیا۔ خوجی نے درخت کی شاخ سے پھر غل مچایا مارے یارو کیا دیکھ رہے ہو غضب ہو گیا جسکی آن سا کا پیارا امیڈا کی ٹیلیوں کا تاڑ گرفتار ہوا جاتا ہے۔

ترکوں کی طرف سے ایک سوار بھی تیغ بکف نظر نہیں آتا ہم بہتر کی بد فطرت ہے کہ آزاد کو واپس لائیں۔ کمند شیریں زلف کے دام سے بچائیں مگر روسیوں نے ان سب کو وہیں ٹھنڈا کر دیا آزاد کے واپس آنے کی امید منقطع ہو گئی تو گولے چلنے لگے خوجی

درخت سے پکارتے جاتے تھے کہ ہان میرے شیر ایک اور ۔ ایک خواجہ بدیع کی طرف سے ۔ اب کی ابروے مشکبو کا ۔ ابکی ناگوش صفا کوش کا ۔ ابکی چشم شہلا کا ۔ ابکی رخسار زیبا کا ۔

حضرات ناظرین ۔ انکی اس ہانک کو سمجھے ہونگے ۔ سنئے ۔ آزاد نے جب اپنے کو گرفتار بلا پایا تو سنبھل کر گھوڑے کے پٹھون پر بیٹھے ۔ اور چمن چمن کے چشم بیمار اور لب لعل شکر بار اور رخسار گلنار کے بوسے لینے شروع کئے ۔

خوجی اس کیفیت کو بلندی سے دیکھتے جاتے تھے ادھر آزاد نے آنکھ کا بوسہ لیا ۔ ادھر خوجی نے کہا شاباش ایک اور ۔ آزاد نے بناگوش کو چوما ۔ اُنھون نے ہانک لگائی ایک خواجہ بدیع کی طرف سے بھی ۔ جی بجا ہی ۔ منہ دھو رکھئے خواجہ بدیع کا منہ تو از عفران کے قابل ہی یا مس کلیر سلک کے قابل ۔ ہان تو بہ ایاز قدر خود بشناس ۔ مگر واہ رے آزاد ۔ واللہ بڑے خوش نصیب نکلے قیدی ہوئے تو کس آن کے ساتھ ۔ زندان کی طرف سدھارے تو کس شان کے ساتھ ۔ بیش بہا گھوڑے پر سوار بغل مین نگار رشک فرخار ۔ اور لطف بوس و کنار ۔ گھوڑا جو سرپٹ جاتا تھا تو چوٹی کے بال کبھی بکھر بکھر کر رُخ انور پر لہراتے تھے اور چہرہ نورانی کہا ادھر اُدھر پریشان ہو جاتے تھے ۔ یہ شعر بالکل حسب حال تھا ۔

ہوئی شام بکھرے جو چوٹی کے بال	ہٹی زلف رُخ سے سحر ہو گئی

جب مس کلیرسا کا شبدیز سبک خیز اس حالت مین روس کی اُس فوج مین داخل ہوا جو آدھ میل کے فاصلہ پر ٹھہری تھی تو روسیون نے تین بار نعرۂ خوشی بلند کیا اور کوئی چالیس پچاس آدمیون نے آزاد کو گھیر لیا ۔ دس ایک ہاتھ پکڑے ہین پانچ دوسرا ہاتھ پکڑے ہین ۔ دو چار نے ٹانگ لی دو چار نے دوسری ٹانگ ۔ اسطرح پر چیر غٹو کیا کہ آزاد کو بے اختیار ہنسی آئی ۔ کہا بھئی آخر یہ ہاتھ اور پانون اور کمر پر کیون قبضہ کیے لیتے ہو ۔ اگر ایسا ہی خوف ہی تو اسلحہ کھول لو اور قید کردو ۔ دس بارہ آدمیون کا پہرا رہے ۔ ہم بھاگ کے جائینگے کہان ۔ روسیون نے کہا اب یہ بہتر ہے کسی اور کو دو ایک مرتبہ تم ہمارے پنجے سے چھٹکر چھوٹ گئے ہو ۔ اب چل خان فاختہ اُڑا چکے ۔ کل اسلحہ تم سے چھین لئے جائین گے ایک میدان مین تمھارے لئے مکان بنے گا اُسکے چارون طرف ہر وقت سو آدمیون کا پہرا رہے گا ۔ اور دس آدمی شمشیر برہنہ لیکر تمھارے سر پر کھڑے رہینگے ۔ اب کی کامل نگرانی کی جائیگی ۔

آزاد ۔ ایک ذرا سے آدمی کے لیے یہ بندوبست الامان الامان ۔

ایک روسی ۔ جی بجا ہی ۔ آپ ذرا سے آدمی ہین ۔ سچ ہے خوش درست ہی ۔

دوسرا ۔ جی آپ بڑے ہون یا چھوٹے ہون ۔ ہین آپ بڑے کلان ۔ بس ۔

تیسرا ۔ بھلا ہمین بھی پہچانتے ہو ۔ عمر بھر مین کبھی کہین دیکھا تھا ۔

آزاد ۔ یاد نہین آتا ۔ اخاہ ۔ اُس جزیرے کے کرنل صاحب ہین ۔ آزاد پاشا نے جھک کر سلام کیا اور کہا معاف کیجئے کا مین نے آپ کو پہچانا نہ تھا ۔ آپ کی پچھلی عنایتون کا کمال مشکور ہون ۔ کہئے مزاج اقدس ۔

کرنل ۔ اُس مرتبہ تو اچھا چکما دے کے چل دیے تھے کہیں جا ۔

آزاد ۔ دیکھا ابکی نہ چکما دیکے بھاگین گے ۔ دیکھئے بیچاگا ۔

کب تک وحشی رہے قیدی زندان وطن
بوئے گل پھاندتی ہی باغ کی دیوارون کو

ہم آزاد منش لوگ کہین قید کی سختیان سہ سکتے ہین ۔ اور تو

ادھر میان آزاد کرنل سے باتین کرتے تھے اُدھر مس کلیرسا جنگی وردی اُتارتی تھین ۔ مس کلیرسا دل مین کمال خفیف تھین کہ اس نامحرم نے ہزارون آدمیون کے سامنے عین میدان مین صدہا بوسے لیے اور چومتے چومتے ناک مین دم کر دیا ۔ جی چاہتا تھا کہ آزاد کے سامنے جائین مگر شرم معلوم ہوتی تھی شرم سے دل ہی دل مین کٹتی تھین ۔

کرنل ۔ مس کلیرسا آپکا نام سنکر مقابلے پر گئی تھین اور سرخرو آئین

آزاد ۔ (مُسکرا کر) اگر یہی ہتھکنڈے ہین تو دس پانچ دن مین جوانانِ ترک بند ہے چلے آئینگے ۔ اچھی کٹی دکھائی سا ایک ہم پر کیا فرض ہی ہزارون عاشق تن نوجوانون کی جان پر بن آئیگی مس کلیرسا کی سی بیدرہ جیسی خوبرو کم سن خاتونین اگر مورچے پر جائین تو شاید ترکون کی طرف سے گولا اندازی ہی موقوف ہو جائیگی جنگ کا ڈھربا ہی پھونک دین اچھی حکمت عملی کی سوچے خوب

کرنل ۔ شرم نہین آتی شاہزادے ۱۶ سالہ لیڈی سے تلوار لڑنے آئے تھے ۔

آزاد ۔ شاہزادہ ۱۶ سالہ لیڈی! ہونہہ ۔ اگر دعویٰ ہی تو کوئی دس آدمی تلوار لیکر کھڑے ہو جائین ۔ بسم اللہ آئیے ۔ اور کیفیت دیکھیے ۔

کرنل ۔ مس کلیرسا سے تو جیت نہ پائے مردون سے کیا لڑوگے بھلا روسی ٹھنگے ہوگے چلے آئے ۔ جیسے شکار کو ٹانگ کے لاتے مین دوسرا سوار ہی کلیرسا ۔ بایان قدم لے ۔ ساری شیخی خاک مین ملا دی ۔ واہ ری کلیرسا کیا پھرتی ہی کتنی چوٹ آئی

آزاد ۔ حضرت اسمین تو شک نہین کہ ہم اس وقت شکار ہو گئے مگر کسکے صید ہوئے مس کلیرسا کی ادا نے مار ڈالا اور تیغ نگہ نے زخمی کیا ؎

من از آن حسن روز افزون کہ یوسف داشت دانستم	کہ عشق از پردۂ عصمت برون آرد زلیخا را

خدا مس کلیرسا کو صد و بیس سال کی عمر دے ۔ آمین آمین ؎

حسن تو ہمیشہ در فزون باد	رویت ہمہ سال لالہ گون باد

کرنل ۔ آج ہم جشن کرینگے کہ آزاد پاشا گرفتار ہو گئے ۔

آزاد ۔ ہم بھی شریک ہونگے بھلا کلیرسا بھی ناچین گی ۔

کرنل ۔ اجی وہ آپکو انگلیون پر نچائینگی آپ ہین کس بھروسے

آزاد ۔ خدا ہی ہی جواب ہم نچ سکین ۔ بڑے پھنسے ؎

تری گلی مین ہم اس طرح سے ہین آئے ہوئے	شکار ہو کوئی جس طرح چوٹ کھائے ہوئے

ہائے ستم ۔ وائے ستم ۔ بڑے بُرے پھنسے مگر خیر ۔ ہو مرضی ؎

خدا گر از حکمت ببندد درے	ستم ہے کہ تو بھی ہو قابل خداوند کی کرے

کرنل ۔ آج بادہ احمر سے سرجوش و تر دماغ ہونگے کہ آزاد پاشا سے نامی گرامی جنرل کو گرفتار کرا کے ہاتھ تر کی ۔ بڑے مزہ کو بھا لیا

آزاد ۔ خیر ذرا ہوشیار رہنا ہم پھر بھاگ جائینگے ۔ نہایت زور سے قہقہہ لگا کر کہا حضرت جوانی کا عالم ہی مس کلیرسا کو دیکھا طبیعت خوش ہوئی ۔ اشارے سے انھون نے کہا ہمارے ساتھ چلو ہم چلے آئے دل قابو مین نہ رہا کسی نے خوب کہا ہی ؎

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست	می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

کرنل نے کہا ۔ واہ اچھے جوانمرد ہو ۔ آئے میدان جنگ مین اور عورت کو دیکھکر پھسل گئے ایک نہین ہزار خوبرو ہمارے سامنے آئے مجال کیا کہ دل ہاتھ سے جائے جنگی جوانون کو کہین عورتین پھسلا سکتی ہین ۔

آزاد ۔ بوڑھے ہو گئے نہ لیا تو کہا ہی چاہو ع پیری و صد عیب چنین گفتہ اند ۔ بڑھاپا بھی کیا بُری چیز ہی ۔ کوئی ہم جوانون کے دل سے پوچھے کہ خوبرو عورت کو میدان جنگ مین دیکھکر کیسی گذرتی ہی ۔ مس کلیرسا ؎

انچہ کردی تو ہمین ہیچ بانسان نکند — مرگ باجان نکند کفر بایمان نکند

کرنل - اخاہ تنخصے ہوگئے ہیں - آپ اب قیدخانے مین بیٹھکر وہ ناول نئی غم دزدلی غم کا لا جین ہی جین لکھتا ہی - ہم اپنے افسر کو لکھین گے کہ انکو سینٹ پٹرز برگ یا ماسکو یا سیبیریا بھیجدیجئے یہ خطرناک آدمی ہین انکی حفاظت اچھی طرح کرنا چاہیئے -

آزاد - اللہ اللہ آپ ایسے مہربان ہو کر ہمارے سقدر خلاف ہین -

کرنل - تمھارے بھاگ جانے سے ہم پر گورنمنٹ روس کا سخت عتاب ہوا تنخواہ کم کردیگئی اور وزیر جنگ نے بلوبک مین ہمارا نام لکھدیا -

آزاد - بجا ہم کو بھی کوئی لونڈا سمجھے ہین آپ - بلو بک !!!

کرنل - خیر اب چچا ہی بنا کے چھوڑونگا - کیا نکل بھاگے تھے -

ایک روسی نے آزاد سے کہا کہ اپنے بھاگنے کا حال مفصل بتائیے اخباروں مین مختلف طور پر یہ روایت درج ہوئی ہے -

آزاد - واہ کبھی حشر تک تو بتاؤن نہین - اگر پھر کبھی ویسا ہی اتفاق ہو تو دوسری لیا جاؤن - ایک قدم بجلے گنے نہ پاؤن -

روسی - ہان ادھر ابھی آپکو یقین ہے کہ بھاگ بھی جائیے گا -

آزاد - آج کے پانچوین دن ہم یہان نہ ہونگے جو کہین یہان پائے تو جیسے وہ ہارین جا ہے کچھ کچھ بتیجیے - آپنے ہاتھ ملائیے -

روسی - این اس یقین کے صدقے - گویا اپنے نزدیک یارون مین بیٹھے ہین چہل ہو رہی ہے - شرطین بدی جاتی ہین اللہ بڑے مستقل مزاج آدمی ہو مگر تمھاری جوانی پر افسوس آتا ہے - دس پانچ دن مین سیبیریا کے جنگلون مین ہوا کھاتے ہونگے برفستان مین ٹھٹھرو گے - جب کے کھنگر ہو جاؤ تو سہی -

آزاد - واہ ٹھٹھرنے کی ایک ہی کہی - ہم بھی تو سرد ملک کے رہنے والے ہین سیبیریا جائین تو گویا اپنے گھر پہونچ گئے صد و ہیچ ہنجنین کند

کرنل - تو سیبیریا کے برفستان مین بھیجدون ؟ ہے اجازت ؟

آزاد - چشم یار دشمن دل ماشاد - خانۂ احسان آباد - نیکی اور پوچھ پوچھ اس قید سے تو ہم اچھے رہین گے - بھلا وہان شادی کرنے پائینگے ؟ اگر کلیر سا کی سی کوئی دلھن مل جائے تو ہم سیبیریا کے باپ مین جا کے رہین ہ

شب وصل ہو چاندنی کا سمان ہو — بغل مین صنم ہو خدا مہربان ہو

کرنل - ہم تو آپکی شہسواری اور سپہ گری کی بڑی دھوم سنتے تھے مگر آواز دہل ہی تھی ع -

ای طبل بلند بانگ در باطن ہیچ

مردان میدان اور سپہ سالاران ظفر توامان کہا معرکہ دار و گیر مین زنان حسین اور رو لیلیان مہ جبین کا خیال کجا لیکن آپ جب سے آئے ہین حسینوں اور نازنینوں کے ذکر کے سوا اور کوئی بات ہی آپکی زبان سے نہین سُنی - جب سنیئے - عورت - عورت - عورت - اگر آپ ہمارے مہمان نہ ہوتے تو ہم آپکے منہ پر کہدیتے کہ آپ بڑے بدمعاش ہین تم اپنے ملک کی طرف سے لڑنے آئے ہو یا گلچھرے اُڑانے کرنے آئے ہو مرد خدا کچھ تو غیرت چاہیئے دلاوری جوانمردی -

آزاد - ہم تو رنگین طبع آدمی ہین جہان رنگین آدمی دیکھا وہین بیٹھ گئے تم لوگون سے یارانہ ہو جائے تو تمھارے ہی طرف سے لڑنے لگین - آزاد تو مین ہی ہ

آزاد ہ رو ہون اور مرا مسلک ہے صلح کل — ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے

اتنے مین ایک روسی سوار بھی خرامان خرامان آیا آزاد نے دیکھا تو پہچانا مگر عمداً بات چیت نہین کی - جب قریب آیا تو اُسنے کہا اخاہ بعد مدت ملے حضور کہان تھے پہچانا یا نہین پہچانا

آزاد - ہان کہین دیکھا تو ہے مگر اسوقت خیال نہین ہے -

روسی - ایک دن مین نے بھی پہرا دیا تھا - مگر حضور تو ایسا بھاگے کہ پیچھے پھر کے دیکھنا قسم تھا شاید کوئی بات ناگوار طبع ہوئی

(مسکرا کر) ہمین مہربانی ہم لوگ اچھی طرح نہ ادا کر سکے خیر اب سہی سہ

باز آمدم کہ سجدۂ این خاک پا کنم	اگر طاعتی قضا شدہ باشد ادا کنم

اس شعر اور اس فقرے سے آزاد پاشا کے دل مین بڑی ہمت
ہوئی حضرات ناظرین! یہ روسی سوار وہی شخص تھا جسکی مدد
سے آزاد اس جزیرے سے بھاگ آئے تھے پہلے آزاد نے
چاہا کہ صاحب سلامت بھی نہ کرین شاید کسی پر کھل جائے تو وہ
بیچارہ نیکی کا ثمرہ بدی پائے مگر جب وہ خود مخاطب ہوا تو انکو
بولنا پڑا۔ اسکا یہ فقرہ کہ (حق میزبانی ہم لوگ اچھی طرح
ادا نہ کر سکے۔ خیر اب سہی) انکو از بس پسند آیا۔ خصوصاً اس
(خیر اب سہی) نے اور بھی تشفی دی پانچوین روز وزیر جنگ نے
کرنل فوج کے نام آزاد کی نسبت یہ حکم دیا۔ آزاد نامے ایک
پاشائے ترکی نے انتہا سے زیادہ بے ادبی اور گستاخی کی کہ
روس کی ایک دوشیزہ رئیس زادی مس کلیسا کو عین میدان
جنگ مین بدبختی سے چوم لیا ع کمان اسکی جو کھینچے پردا ہو
تعجب اور شرم کی بات ہے کہ ہزار ہا روسی سواران و پیادگان ہوشیار
اور افسران جرار کھڑے منہ تاکتے رہے اور اس ترکی نے
لب اور آنکھ اور رخسار کے سیکڑون بوسے لیے اس بدتمیز
گستاخ کے لیے بڑی سخت سزا مینۂ جنگی نے تجویز کی ہے —
سبیریا کے ان میدانون مین یہ شخص بھیجا جائے جو سب سے زیادہ
سرد ہین وہان ایک ایسے مقام پر بود و باش اختیار کرے
جہان جان جانیکا کھٹکا نہ ہو مگر اسکے مزاج کو آب و ہوا راس
نہ آئے اسکے علاوہ ان امور کا بھی برتاؤ رہے —
۱- جب تک زندہ رہے کسی شخص سے بولنے نہ پائے اگر کسی سے
بات کرے تو دونون پر سو سو بید پڑین اگر خود بخود بات کرے
تو دو سو بید پڑین —
۲- کھانا صرف ایک وقت دیا جائے۔ آدھ سیر ایک دن
ساگ ابالا ہوا دوسرے دن کو گڑ اور روٹی۔ پانی کے تین
آبخورے رکھ دیے جائین۔ چاہے ایک ہی مرتبہ پی جائے
چاہے دس بار پیے —
۳- دس سیر آٹا روز پیسے اور دو گھنٹے روز ڈھیل پیلی جائے —
چکی کا پاٹ سر پر رکھکر چکر لگائے۔ ذرا نہ بیٹھنے پائے تم لیجے پا
۴- ہفتے مین ایک بار جمعہ؟ رسی کے وقت برف مین کھڑا ہو —
۵- کپڑا بس ایک ملے۔ مگر ململ ضرور ہو۔ ٹوپی نہ دی جائے
سر برہنہ رہے —
۶- ہفتے مین ایک دن اٹھنے نہ پائے۔ صبح سے سات بجے تک
دو بار اٹھنے پائے۔ مگر پھر دوسری صبح تک نہ اٹھنے پائے کھڑے
ہونے کی اجازت نہ دی جائے —
آزاد سا اور ذلیل کیونکر لی جائیگی پھر جبھی یہ حکم جاری
کیا۔ معلوم ہوتا ہے مخمور تھے۔ واللہ۔ اچھی منہ کی کھائی۔ غصے
مین تھے —
کرنل بڑے مستقل مزاج اور بے پروا آدمی ہو۔ کچھ ٹھکانا ہے —
۷- آزاد کے سر پر ایک بال بھی نظر نہ آئے اور آدھی رات کے وقت
پانی کا تریڑا روز دیا جائے جس مین چھٹی کا دودھ یاد آجائے —
آزاد سے چہرہ خوش ساز ہین پہ بہتر گرمی نکلتی جائیگی۔ اچھا ہے
آزاد پاشا دل مین کمال خائف تھے کہ خدا ہی خیر کرے
اب کہیں ٹھکانا نہین ہے وزیر جنگ نے حکم بھیج دیا تو اب زیادہ
کس سے کہین اور فریاد کرین بھی تو شنوائی کون کرے گا
کرنل نے دو چار حکم اور بڑھائے ایک یہ کہ آزاد کا بایان ہاتھ
مہینے مین ایک بار داغا جائے اور کوئی ایسی دوا دی جائے
جس سے یہ بالکل بہرے ہو جائین۔ مطلق نہ سنین۔ آزاد نے کہا —

چشم بار و شہر دل باشاد۔ خانۂ احسان آباد۔ زبان یون بیکار ہوئی کہ بولنے نہ پائین کان یون بیکار ہوئے کہ سننے نہ پائے مگر جان پہرے والے چوکے اور ہم نے لہرانا شروع کیا جبسے گیو موری سدہ ہی نہ لینی کیسے کیسے ٹھمریان اور کبھی کبھی غزلین گائین گے مگر اسوقت کے حسب حال جب مس کلیریسا گھوڑے پر سوار تھی اور وہ مور بغل مین تھی گل سے رخسار پر زلف عنبر بار کا اسکی طرح لہرانا یاد آئیگا۔ تو یہ شعر پڑھونگا ؎

کھول دی ہے زلف کس نے پھول سے رخسار پر
چھا گئی کالی گھٹا ہے آن کر گلزار پر

گرمیِ رفتار یار کو یاد کرکے برجستہ یہ شعر موزون پڑھونگا ؎

نقش پا سے ہیچ شانہ قبر پوشی کی ہوا
مر گیا ہون مین تمہاری گرمیِ رفتار پر

ابرو پر ہزار جان سے عاشق ہون ادھر ابرو یاد آئے ادھر یہ شعر پڑھ دیا ؎

زاہدان تو بے اختیار مے ترسم
بر تغنی کہ ازین ذوالفقار مے ترسم

ہے تبسم لب سے آفتاب خجل
جام پہ ہنس رہا ہے ساغر لب
دیکھتے ہی عرق عرق ہو جائے
کیون نہ انگارون پہ پیدا ہوئے

لب پا سے ہے ماہتاب خجل
چشم میگون سے ہے شراب خجل
آنکھ اس گل کے ہوگا اب خجل
دل سوزان سے ہے کباب خجل

کرنل ۔ اب تمہارے دیوانہ ہونے مین ہمین کوئی شک نہین رہا۔

آزاد ۔ ع ۔ دل لگی کرتی ہین حورین تجھے دیوانے سے۔
دیوانہ کہہ چاہو جو بناؤ ہم تو اب کفن پوش ہو گئے یہ سختی تم سے نہ اٹھائی جائیگی ؎

سختیان ایسی اٹھائین ان تو گھے ہجر مین
رنج سہتے سہتے پتھر کا کلیجہ ہو گیا

کرنل ۔ پھر اب ہم کیا کرین۔ وزیر جنگ کا حکم ہے۔ افسوس

آزاد ۔ لاحول ولا۔ ہم کیا کہتے ہین اور آپ کیا کہتے ہین من چہ می سرایم و طنبورۂ من چہ می سراید۔ کہین کھیت کی سنین کھلیان کی۔ وزیر جنگ کے حکم سے کسے خوف ہے لاحول ولا افسوس یہ ہے کہ فراق یار کی سختی نہ جھیلی جائیگی ۔ اُف۔

آخر مین کرنل صاحب نے یہ فقرے پڑھکر آزاد پاشا کو سنا دئے (لیکن اگر مس کلیریسا رحم کرین تو انکو اختیار ہے کہ اس نابکار آزاد کو کوئی خفیف سزا دین) مگر آزاد کا چھوڑ دینا کسی حالت مین روا نہین ہے اگر مس کلیریسا کوئی خفیف سزا تجویز کرین تو ہم کو (یعنی وزیر جنگ کو اس سے اطلاع ہونی چاہئیے)

کرنل ۔ خیر شاید مس کلیریسا معاف کرین۔ عجب نہین ہے۔

ایک روسی ۔ نہین حضور۔ ممکن کیا کہ معاف کر دین۔ بڑی تیکھی ہے

دوسرا ۔ او خداوند یہ راستے مین جاتے بھی تو آنکھ ہو گون اور پیشانی کے خوب بوسے لئے۔ بڑے رنگین اور بانکے آدمی ہین

کرنل ۔ چوم لیا!!! یہ کہان چوم کہان سکتے۔ میدان مین یا یہان آکر۔ یہ تو فرمائیے۔ دس برس کی قید ایک اس ایک جرم کی سزا ہے پڑے جہنم مین آپ۔

جنٹلمین

آزاد پاشا بیچارے تو حسن و عشق کے جھگڑے مین پڑے ہین۔ مس کلیریسا نے جادو کر دیا انکا حال تو دو چار روز کے بعد کھل جائیگا بالفعل ٹھاکر صاحب کی کیفیت سنئے۔ کون ٹھاکر صاحب فرسٹ کلاس جنٹلمین گاؤن کے کوڑے کرکے بنگلا اور بگھی اور گھوڑا خرید اغیر کے بینکون کو خبر ہوئی کہ ایک نئے بگڑے دل مین جال کے بناؤ صبح و شام بینکرون کا جلوہ ہونے لگا۔ فرسٹ کلاس جنٹلمین نے جنٹلمینت کا کل سامان لیس کر لیا اتفاق سے

آٹھ دس دن میں اُنکی نانی بھی مر گئیں۔ ایک دن دربار عام میں رئیس ممدوح بیٹھے تھے کہ گانوٗن سے خط آیا۔ پڑھا۔ مصاحبوں سے کہا۔ نانی جان کے مرنے کی خبر آئی ہے۔ دل میں کمال خوش کہ بڑھیا ڈھلکی تو ڈھلکی بالفعل جائداد تو ملی۔ اس خوش نصیب پیرزن کے پاس پندرہ بیس ہزار روپیہ نقد تھا اور سو روپیہ ماہواری اسکے گانوٗن سے آتا تھا۔ صاحب بھی دل میں خوش ہوے مگر ظاہرداری کے لیے یون کہنا شروع کیا۔

دیبی دین۔ بیچاری مر ہی گئیں۔ عمر تو پوری کر چکی تھیں مگر اور دو چار برس جیتیں۔ رام سنگھ (ٹھاکر صاحب کے بیٹے کا نام ہے) کا بیاہ دیکھ لیتیں۔

سراج الدین۔ (منھ بنا کر) خداوند نعمت موت برحق ہے۔ اس سے مفر نہیں۔ اور جب کسی کا کوئی عزیز اس جہان فانی سے اٹھ جاتا ہے اُسکو رنج ہوتا ہے مگر خداوند جہان تک ممکن ہو رنج کو پاس نہ آنے دے۔

راوی۔ رنج! معقول! یہ کہو کہ آج ٹھاکر صاحب گھی کے چراغ جلائیں گے۔ خوشی منائیں گے۔

خلیل۔ حضور بڑا افسوس ہوا۔ اللہ جانتا ہے غضب ہی ہو گیا ہائے۔

ہزاری۔ غضب سا غضب ہوا۔ گھر ہی بیٹھ گیا۔ سارا عیش خاک میں مل گیا۔ بڑی نیکبخت تھیں بیچاری اور مزاج میں خیر سے تو گویا آیا اس وقت خدا صبر جمیل کرامت کرے۔

مسخرہ۔ گویا آن کے محل میں بیچا سب سے بڑا ٹکر اُ تمھارے اوپر پڑا۔ اور ابھی اُن بیچاری کا سن ہی کیا تھا۔ سمجھتا ہوں بہت ہوں دس اوپر سو۔ پھر یہ بھی کوئی عمر ہے۔ عین جوانی میں اُٹھ گئیں حضور اس محلے میں اُنکا ہمسن کوئی نہ تھا اور پھر تو اتنی بڑی تھیں کہ اگر کوئی مانگتے مانگتے مر جاتا تو ٹکا نہ پاتا۔ حضور کے تو حواس اسوقت ٹھکانے نہ ہونگے۔ یکایک ایسی خبر وحشت اثر سامع کوب ہوئی۔

جنٹلمین (ٹھاکر صاحب) کیا واہیات (مسکرا کر) بڑے مسخرے ہو!

ٹھاکر صاحب نے بارہ چودہ ہزار روپیہ نقد پایا تو زمین پر قدم نہ رکھا۔ دس پانچ دن کے بعد ٹھاکر صاحب کے دربار میں رفقا اور مصاحبین صحبت گرما رہے تھے اور بلبل ہزار داستان کی طرح چہک رہے تھے۔

ایک بولا خداوند دو چار بیبیائی کرسیان بھی خرید لیں۔ دوسرے نے کہا ابکی بکالن صاحب کے ہان نیلام ہو تو نازک نازک پلنگڑیان ضرور لیجیے۔ تیسرے نے صلاح دی کہ خداوند جنٹلمین بستی میں نہین رہا کرتے۔ کہیں باہر چل کے رہیئے۔ چوتھے نے کہا ماجی ہم بتا دین۔ دریا پار ایک کوٹھی خالی ہے۔ کوٹھی کیا پری کا گھر ہے۔ پرستان ہے بہشت برین ہے۔ ٹھیک دوپہر کے وقت لون کے تھپیڑے اس زور سے چلتے تھے کہ الامان۔

رفقا۔ این! اوچھا۔ بھئی واللہ کیا خوب کوٹھی ہے دلسکے تھپیڑے چلتے ہین اور حضور ریا نہ جیے دیکھیے کہ دوپہر کو لون چلتی ہے۔

خلیل۔ اجی اب بتانے کی بات تو اور ہے پوری داستان سنی نہیں اور ٹٹوے پر چڑھ بیٹھے مطلب تو سن لو خداوند اسقدر زور سے ہوا چلتی تھی اور اسقدر دھوپ تیز تھی کہ الحذر الحذر اس کوٹھی کے ایک کمرے میں جو سویا تو قسم خدا کی بہشت کا لطف پایا۔ تڑکا ہو گیا۔

ٹھاکر۔ بھئی ضرور خرید ینگے۔ بھلا کہان تک مل جائیگی۔

خلیل۔ حضور یہی کوئی دس بارہ ہزار تک کی ہو گی۔ زیادہ کیا

راوی۔ کل پونجی گنوانے کی فکر ہے۔ اچھا منصوبہ کیا۔ بھئی ا[illegible]

خلیل - دس بارہ ہزار تو گران ہی - مگر خداوند غلام برسون کا نمک پروردہ ہی کیا اتنی بات بھی نہ ہو سکے گی کہ پچھلا پہلو کے مالک مکان کو راہ پر لائے - یہ کتنی بڑی بات ہی مگر حضور ایک دفعہ چل کے کوٹھی دیکھ لین - پھر گفتگو کی جائے تو معاملہ ٹھیک ہو جائیگا

ٹھاکر - اچھا - (اپنے دل مین) لب دریا کوٹھی ملجائے تو بڑی دل لگی ہو پھر پورے جنٹلمین بن جائین - خدا کرے دو ڈھائی ہزار کو ملے اور کوئی پانچ سو مین کرسی میز وغیرہ خرید لین - بس پھر صاحب لوگون سے ہاتھ ملائین —

ہزاری - حضور ایک ڈگر کی ضرور چاہیئے بے ڈگر کی کے لطف نہین -

ٹھاکر - پہلے کوٹھی خرید لین - مقدم کوٹھی ہی - کوٹھی کے بعد پھر اور سب انتظام تو چٹکیون مین ہو جائے گا - آج شام کو جا کے دیکھین گے -

اتنے مین ایک باری نے کہا باہر آپ کے کوئی دوست کھڑے ہین فرمایا کہدو - ٹھاکر صاحب اسوقت گھر مین نہین ہین -

مسخرہ - ہمارے حضور مین ایک بڑا وصف ہی کہ کبھی جھوٹ نہین بولتے

رفقا - (مسکرا کے) بڑے بدتمیز ہو میان - حضور سے بھی دل لگی کرتے ہو -

ٹھاکر - یہ مسخرہ کیا جانے - جنٹلمین کا قاعدہ ہی کہ اگر ملاقات نہ منظور ہوئی تو کہہ دیا کہ گھر پر نہین ہین - اسکو جھوٹ بولنا نہین کہتے —

مسخرہ - اہی سبحان اللہ! اچھے جنٹلمین بنے - بنے ہوئے ہین نہ

ٹھاکر - تم یہ باتین کیا جانو - اسوقت ہم یون بیٹھے ہین نہ اگر کوئی ملاقات کو آئے تب سے انگر کھا پہن لین -

مسخرہ - این ! یہ کیا - اسکے کیا معنی - کوئی مرد انہ دیکھ لے

ہم تو کبھی انگر کھا نہ پہنین - کچھ جو رو تھوڑا ہی ہین -

ٹھاکر - کسی نے جمائی لی اور ہم نے منہ مین خاک جھونک دی

مسخرہ - حضور خدا ہی خیر کرے - کل محمد و جراح کو ساتھ لانا پڑا - واللہ آج تو نئی بات معلوم ہوئی - حواس مقدم ہین —

ٹھاکر صاحب کے ایک دوست نے جو انکی تخریب کے درپے تھے ایک روز ان سے کہا کہ یار تم جنٹلمین تو بنے ہو مگر جنٹلمینون کی باتین نہین سیکھتے خالی خولی نام کے جنٹلمین بن بیٹھے لہو لگا کے شہیدون مین داخل ہو گئے —

ٹھاکر - اچھا پھر تمہین بتاؤ - بتاتے وتاتے خاک بھی نہین اعتراض کرنے کو موجود جنٹلمین کی کونسی بات ہم مین نہین ہی فرمایئے —

دوست - جنٹلمین کو کبھی یون ہوا کھاتے نہین دیکھا جس طرح تم ہوا کھاتے ہو جنٹلمین بنتے ہو تو ٹھکرائن صاحبہ کو بغل مین بٹھا کے ہوا کھانے نکلا کرو کہ پوری جنٹلمینیت پائی جائے

ٹھاکر - اہی ہی آپ نے کچھ سُنا بھی - میان ہم سب پاپڑ بیل چکے ہین کئی بار کہا کہ شب کو ہمارے ساتھ ہوا کھانے چلو وہ مانتی ہی نہین —

راوی - اس جنون کے قربان - پاگل پن اسی کو کہتے ہین -

دوست - واہ اچھی بیوی ہین - آپ زن مریدی رہے بس

ٹھاکر - بھائی وہ گنوارن ہین گانون مین رہین گانون مین پڑھین گانون مین تربیت پائی - شہر کی باتین کیا جانین —

راوی - بجا شہر کی ہوتین تو شاید ہوا کھایا کرتین - کیون نہین

دوست - ایک کام کرو - ایک روز کسی بہلنے سے لیچلو - جب سڑکون کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائین کھائین گی تو خود ہی جی بھر بھر آئے گا —

ٹھاکر - اچھا دیکھو ایک دن کہین گے مگر یار ہم تو چاہتے ہین —

کہ کھلی ہوئی گاڑی مین یا فٹن پر سوار ہو کر نکلین یہ دھڑلّہ نہ مانین گی۔

دوست۔ بھلا کچھ ناچنا بھی جانتی ہین۔ یا بالکل نہین۔

ٹھاکر۔ کیا چپ رہو۔ سور ناچتی آپ کے ہان ہو نگی کیا خوب

دوست۔ بھائی جان بُرا ماننے کی کیا بات ہے جنٹلمین بنتے ہو نہ۔

ٹھاکر۔ کیا خوب ناچنے کی ایک ہی کہی۔ معقول !!!۔

مسخرہ۔ کہتے ہین حضور رے کہ جنٹلمین نہ بنیے مگر حضور مانتے ہی نہین جنٹلمین بننے مین بڑی جوکھم ہی۔

فرسٹ کلاس جنٹلمین ناچنے کے لفظ پر بہت بگڑے انکے دوست جو انکو انگلیون پر نچا رہے تھے چپ چاپ بیٹھے رہے گویا کچھ جانتے ہی نہ تھے اتنے مین رفقا نے ادھر اُدھر کا ذکر چھیڑا ایک حضور آج دو صاحب لوگ ادھر جاتے تھے پوچھا دل کسکا بنگلہ ہی مین نے حضور کا نام لیا کہا ایک تختے پر نام لکھا ہے

ٹھاکر۔ ہم سمجھ گئے جنٹلمینون کا قاعدہ ہی ضرور چاہیے۔

بات ٹالنے کے لیے ان کے دوست نے ایک افیمی صاحب کو چھیڑنا شروع کیا کیون بھئی میان خلیل۔ آپ کے پدر بزرگوار کہان نوکر تھے۔

خلیل۔ (پینک سے چونک کر) میان کس نے ہمارا نام لیا تھا؟۔

دہی۔ اجی نہین۔ تم سوتے رہو تم سے کسی کو کیا واسطہ۔

دوست۔ میان خلیل الله ہوت (کان کے پاس جا کر) میان خلیل الله۔

خلیل۔ (چونک کر) یاران۔ ذرا سونے دو ہاے کس مزے کی پینک ہی۔

راوی۔ سبحان اللہ خوب پینک کے مزے بھی حضور اڑانے جانتے ہین

دوست۔ کیون بھئی افیم کتنے سیر ہی سنا پانچ روپیہ ہوگئی

خلیل۔ (آنکھین کھول کر) واللہ (ہنس کر) نہین ہنستے ہو آپ دل لگی باز آدمی ہین۔ سچ بتاؤ تمھین واللہ خدا ایچنین کند۔

دوست۔ اچھا پہلے یہ بتاؤ تمھارے باپ شاہی مین کہان نوکر تھے۔

خلیل۔ ہمارے باپ کا نام جمیل الدین۔ انکے ہونہار لڑکے ہم خلیل الدین۔

دوست۔ اور دادا کا نام؟ مسخر الدین کیا کہی ہی سچ کہنا

مسخرہ۔ شکیل الدین۔ شکیل الدین کے جمیل الدین جمیل الدین کے خلیل الدین۔ اُنھون نے افیون کا شغل کیا۔ اگر خدا کی شان سے لڑکا ہوا تو آپ انکو علیل الدین کہا کرینگے۔ ماشاء اللہ سے مقفّیٰ نام ہین۔

دوست۔ باپ کا نام جمیل الدین۔ دادا کا نام شکیل الدین اور پردادا کا کیا نام تھا یار سچ سچ بتانا۔

مسخرہ۔ ذلیل الدین اور مورث اعلیٰ قلیل الدین۔

خلیل الدین نے کہا بھئی یاران چھیڑو نہ۔ واللہ وہ نسخے گٹھے ہین کہ بس کچھ نہ پوچھو۔ ٹھاکر صاحب نے قلم دوات کاغذ منگوا کر کل نام قلمبند کر لیے۔ خلیل الدین ولد جمیل الدین ولد شکیل الدین ولد ذلیل الدین ولد قلیل الدین اور ان سب کا نتیجہ علیل الدین۔

مسخرہ۔ حضور ایک باقی رہ گئے۔ دلیل الدین تجتی جوان۔

دوست۔ ارے میان خلیل الدین ہوت۔ کیا آنکھین بند کر لیتے ہو۔ جی۔ بھئی تمھین واللہ سچ بتانا کوئی رشتہ دار کوئی عزیز اس شہر مین ہی یا آگے ناتھ نہ پیچھے پگھا۔ تن تنہا ہو۔

خلیل۔ ہان چچا ہی ہمارے ہین میان جلیل الدین صاحب جلیل

مسخرہ۔ او چھا۔ این خانہ تمام آفتاب ہست خلیل بھی ہیں۔
خلیل۔ (مسکرا کر) شان کبریائی کل کے لونڈے اور ہمیں بنائیں
مسخرہ۔ آپکے دادا جان میاں ذلیل الدین بھی بات کرنا جانتے تھے۔
خلیل۔ کون ہا ذلیل؟ ذلیل کون تھے۔ یہ کیا کہا۔
مسخرہ۔ جی کون تھے۔ دادا جان آپکے اور کون تھے۔
خلیل۔ (مسکرا کر) مسخرے ہو۔ نہے۔
مسخرہ۔ ماہی ان کا ایسا نہ کہو۔ بزرگ تھے۔ تمھارے بھی کتنے بے ادب ہو

زنان باردار ای مرد ہشیار	اگر وقت ولادت مار زایند
ازان بہتر بہ نزدیک خردمند	کہ فرزندان ناہموار زایند

تم ایسے بدمعاش نہ پیدا ہوتے تو وہ کلپے کو صلواتیں سنتے
خلیل۔ حضور دیکھیے بے ناحق کو مق کرتے ہیں یہیں مانتے
مسخرہ۔ بے ناحق بھی کتنا تخلص جملہ ہو مگر ہم اس لیاقت سے نامحروم رہیں گے۔ شب لیلۃ القدر کی رات کو آپ تمام شب بیدار رہتے ہیں گے یا سو رہتے ہیں گے۔
ٹھاکر۔ (مسکرا کر) واللہ بڑے گرما گرم آدمی ہیں گے۔
رفقا۔ آپ مسخرے ہیں گے۔ گل گلری کے پھول کی طرح ایسے آدمی بھی عنقا ہوتے ہیں گے۔ سچ ہوگا یا جھوٹا ہے گا۔
ٹھاکر۔ سب سچ ہیگا (ہنسکر) جھوٹ ذرا بھی نہیں ہیگا۔
خلیل۔ حضور ان بدمعاشوں کو بکنے دیں۔ یہ ایسی ہی بے تکی اڑایا کرتے ہیں میں عمداً انکے منہ نہیں لگتا۔ خود پرہیز کرتا ہوں
وہبی دین۔ حضور ان سے پوچھیے وہ منہارن کہاں ہے۔ کیا نام ہے۔ جی اسکا بھلا ہی سا نام ہے۔ دیکھیے۔ ارے توبہ بھولا جاتا ہوں۔

سراج الدین۔ مہتابین۔ منی۔ وہی نہ جو نمکین سی ہے۔
وہبی دین۔ ہاں ہاں منی منی اسکی دوکان پر روز ہم پہنچتے ہیں
ٹھاکر۔ کیوں میاں یہ کیسے۔ چھپے رستم نکلے میاں خلیل۔
خلیل۔ حضور یہ سراج الدین تو دل لگی باز آدمی ہیں۔
دوست۔ فرسٹ کلاس جنٹلمین بنے ہیں سہو کہ ارے میاں فرسٹ کلاس جنٹلمین کے ہاں یہ بیکار بک بک نہیں ہوتی۔ جنٹلمین تمہارا رہتا ہو چپ چاپ یہ نہیں کہ مسخرے جمع ہیں بی باہنی منہارن کی باتیں ہو رہی ہیں اور زمانہ بھر کا مسخرہ پن ہو رہا ہے
ٹھاکر۔ اچھا ایک دن کل باتیں بیان کیجیے۔ جب بحث طے ہو جائے تو اسکے مطابق عملدرآمد شروع ہو۔ بس چھٹی ہوئی
دوست۔ ہاں یہ ایک بات کلی عقلمندی کی ہے۔ بس۔

دوسرے روز ٹھاکر صاحب اور انکے دوستوں میں باہم مشورہ ہوا۔

دوست۔ نکوئی اختیار کیجیے۔
ٹھاکر۔ اجی صاف صاف مطلب کہو نکوئی کے کیا معنی
دوست۔ نکوئی کے یہ معنی کہ ہم ہوں اور آپ ہوں اور ایک فٹن ہو اور دو گھوڑے۔ کوئی سات سو کی جوڑی اور گھوڑا ران سواری کے لیے مگر بگھی میں بھی جاتا ہو۔ حکم دیدیجیے کہ جو کوئی آئے فوراً اطلاع دے۔

الغرض انھوں نے خوب پٹی پڑھائی۔ دوسرے دن جو جاتا ہے ملاقات ہی نہیں کرتے ایک رفیق آیا دربان نے روکا۔
رفیق۔ ماہیں! بھانس کھا گیا ہے۔ روز کے آنے والے ہمکو روکتا ہے
دربان۔ سید صاف نہیں بھا ہے۔ کسی کو جانے کا حکم نہیں ہے
خدمتگار۔ کیا غل مچاتے ہو۔ بغیر اطلاع کے کوئی نہ جانے پائیگا۔
رفیق۔ کیا۔ اطلاع۔ وصاحب وگوں کی کوٹھی ہوگئی۔
خدمتگار۔ نام بتاؤ۔

رفیق — دیبی پرشاد بھئی یہ اچھی دل لگی ہے۔

خدمتگار نے بنگلے میں جا کر کہا حضور دیبی پرشاد آئے ہیں کہا پوچھو کیا کام ہے خدمتگار نے باہر آن کر دریافت کیا دیبی پرشاد نے کہا کہدو سلام کو آئے ہیں۔ خدمتگار پھر اندر گیا۔ کہا حضور سلام کو آئے ہیں حکم ہوا کہدو فرصت نہیں ہے۔ اور وقت آئیں

خدمتگار ۔ کہا ہے فرصت نہیں۔

دیبی پرشاد ۔ ایں! یہ کیا ماجرا ہے بھئی فرصت نہیں ہے۔

اتنے میں سراج الدین آئے۔ جیسے ہی چاہا کہ بنگلے کے اندر قدم رکھیں۔ دربان نے روکا۔

دربان ۔ کہاں کہاں ۔کہاں ۔ چلے ۔ حکم نہیں ہے

سراج الدین ۔ ٹھہر ۔ (اندر قدم رکھا)

دربان ۔ کہاں کہاں ۔ ادھر آیئے کہتے ہیں نہیں مانتے

سراج الدین ۔ کچھ سٹری تو نہیں ہوا ہے بے لکھیے ۔

ٹھاکر صاحب نے جو سراج الدین کی صورت دیکھی تو غل مچا کر کہا چلا جاؤ برابر سامنے سے دور ہو تم ۔ بغیر اطلاع کے کیوں آیا ۔ ان کے دوست نے بھی غل مچایا ۔ دل دربان تم برطرف ابھی برطرف ۔

دربان ۔ خداوندان سے لاکھ کہا انھوں نے نہیں مانا۔

دوست ۔ (خفا ہو کر) گردن میں کیوں نہ ہاتھ دیا۔

دربان ۔ (سراج الدین سے) چلو صاحب اب تو چلو۔

سراج الدین ۔ خداوند غلام سلام کو حاضر ہے۔

ٹھاکر ۔ نکالو ۔ ہم غلام ولام ایک نہیں جانتا۔

سراج الدین ۔ خداوند غلام کا قصور ۔

دوست ۔ کوئی ہے ۔ ابھی ابھی نکال دو۔

خلیل الدین ولد جمیل الدین ولد شکیل الدین ولد ذلیل الدین بھی دروازے سے یہ ڈانٹ ڈپٹ سن رہے تھے ۔ اتنے میں کل رفقا جمع ہو گئے ۔

ایک ۔ آج جنٹلمین گھاس کھا گیا ہے ۔

دوسرا ۔ کیا گھر سے لڑ کے آیا ہے ۔ ارے یار یہ تو اس وقت بعینہ ویسے رئیس بنے ہیں ۔ جیسے جشن کے بھانڈ نقل کیا کرتے ہیں۔

تیسرا ۔ ہاں ۔ سب کو برطرف کر کے آئے ہیں ۔

چوتھا ۔ ارے میاں نبی بخش یہ آج ماجرا کیا ہے۔

پانچواں ۔ اس مردود نے کچھ پٹی پڑھا دی ۔ بڑا دوست بنا ہے

چھٹا ۔ اسکا نام تو بتاؤ ۔ واللہ اس نام پر پانچ جوتے گن کے لگائے

دیبی پرشاد ۔ انکا نام ہے جاگیشر ایک ہی مردود ہے واللہ ۔

خلیل ۔ ارے میاں سراج الدین کو ایسا ڈپٹا کہ توبہ ہی بھلی ۔

سراج الدین ۔ واللہ جی چاہتا تھا کہ مع کرسی کے اٹھا کر دے مارون ۔

خلیل ۔ خدا اس گمراہ کرنیوالے کو غارت کرے اچھی اپڑ لگائی ۔

دربان ۔ یہاں پر غل نہ مچاؤ ۔

خلیل ۔ اس مردک کو تو دیکھیے کیا اکڑے کھڑے ہیں

اتنے میں بنگلے سے ایک گھنٹی کی آواز آئی ۔ بیرا دوڑ کر اندر گیا ۔ باہر آن کر کہا ۔ صاحب چائے مانگتے ہیں ۔

خلیل ۔ کیا صاحب لوگ آئے ہیں سارے میاں صاحب لوگ آئے ہیں ۔

دربان ۔ غل نہ مچاؤ صاحب ۔ کہتا نہیں مانتے ۔

پھر گھنٹی بجی بیرا نے آن کر کہا تم لوگ یہاں کیوں کھڑے ہو صاحب دیکھ لیں گے تو ڈگ لگا دینگے ۔

رفیق ۔ کیوں شامتیں آئی ہیں بے گگر گدے

خلیل ۔ سٹ کرا آئینگے ۔ ایک دعا گونسا کھائینگے تب سیدھے ہونگے

دیبی پرشاد - جاؤن - دو دن ایک کردا۔

رفیق - ارے میان کیون وحشی کو دق کرتے ہو۔

اتنے مین دو دوست نے آکر کہا تم لوگ ابھی نکل جائے بھلگے فوراً بھاگے خبردار جو یہان کبھی آیا

بیا ساقی کہ خلوت خانۂ ما
منور گشت از جانانۂ ما

شام کے وقت ہلکی پھلکی اور صاف ستھری چھولداری مین خاتون یوسف لقا رنگین ادا مس کلیریسا بناؤ چناؤ کرکے ایک نازک آرام کرسی پر تمکن تھین۔ چاندنی نکھری ہوئی برگ و بار دودھ کے دھوئے ہوئے۔ باد صبا آہستہ آہستہ چلتی تھی خود رو پھولون کی بھینی بھینی مہک سے دماغ معطر ہوا جاتا تھا۔ طرف چمن غالیہ بار۔ ہر سمت جوش بہار۔ لمپ روشن تھا۔ اور مس کلیریسا اخبار پڑھ رہی تھین۔

ادھر بیمار عاشقی کے رنگ و بو دلدادہ اصنام عنبر مو آزاد فرخ نہاد با دل ناشاد قید فرنگ مین اپنی پیاری حسن آرا کو یاد کرکے سوچتے تھے کہ دفعتہ ایک آدمی نے آکر کہا چلیے۔ آپکی طلبی ہے مس کلیریسا بلاتی ہین۔ آزاد نے پوچھا کیون کہا وزیر جنگ کا حکم ہے کہ اگر مس کلیریسا انکا قصور معاف کردین تو خیر ورنہ فوراً سیبریا کے برفستان مین بھیجے جائین آزاد نے کہا یہ تو ہم کب کے سن چکے ہین اچھا چلو دس کاسک شمشیر برہنہ لیے ہوئے انکے ساتھ چلے۔ آزاد چھولداری کے قریب پہونچے تو کشتی جمعیت در آب امید و بیم مین پائی۔ سوچتے تھے کہ اس بت بے پیر کے لب لعل شکر خا کا بوسہ لب خون رلائیگا حسن آرا کی پیاری پیاری صورت آنکھون تلے پھر گئی۔ کبھی وینشیا اور میڈا یاد آئین کبھی زینت النسا اور اختر النسا

چھولداری کا پردہ اٹھا۔ آزاد اندر گئے۔ ادب کے ساتھ زمین دوز ہو کر سات بار سلام کیا اور دست بستہ کھڑے ہوئے دیکھا کہ وہ مہ جبین گلنار چہرہ رشک مہر سولہ سنگار کرکے آرام کرسی پر بڑی شان اور آن بان کے ساتھ بیٹھی اخبار پڑھ رہی ہے۔ ارد گرد کئی پری جمال عورتین ہاتھ باندھے کھڑی ہین۔ ایک شوخ و شنگ کمسن معشوق نے آزاد کی طرف دیکھکر سلام کیا اور مسکرائی۔ دوسری مہ وش نے اشارے سے مزاج پرسی کی۔ تیسری نے مس کلیریسا سے کہا حضور وہ بے ادب گستاخ حاضر ہے مگر اس کافر کیش نے انکی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا گفتگو کرنا کیا معنی حسین عموماً مغرور ہوتے ہین۔ سچ ہے ؎

غرور حسن اجازت مگر نداد اے گل	کہ پرسشی بکنی عندلیب شیدا را

تھوڑی دیر کے بعد مس کلیریسا کرسی سے اٹھی جوش شباب سے اکڑتی تھی۔ جوانی پھٹی پڑتی تھی۔ کبھی پتلی کمر ہزار جگہ سے لچکتی تھی۔ کبھی زبان حال سے انا البرق کہتی ہوئی چمکتی تھی۔ پیشانی سے نور عالم افروز عیان ہر ادا جانستان ادھر وہ پری پیکر مہ پارہ ادھر آزاد محو نظارہ۔ ایک ہی نظر نے انکو گھائل کر دیا ؎

از نخستین نگہ مست خرابم کردی	اگر ببوسہ نکردم کہ کبابم کردی

ٹکٹکی لگائے آزاد چپ چاپ کھڑے تھے۔ اتنے مین مس کلیریسا نے تیکھی چتون کرکے کہا آپ آگئے۔ کہیے اب کی کس گال کا بوسہ لیجیے گا۔ یا پیشانی اور دوش کا۔ لب لعل کا بوسہ لیجیے آئیے آئیے۔ آزاد تو مبتلاے بلا تھے اس بیڈھب سوال کا جواب نہ دے سکے۔

مس کلیریسا۔ اوہو کتنے غریب ہین۔ بچارے کچھ جانتے ہی نہین

آزاد - درویش ہنیوا ہون مجھے لڑنے بھڑنے سے کیا واسطہ
اس وقت حضور کے پنجے مین ہون - بے بس ہون بیکس ہون
قتل کیجیے - چاہے سولی دیجیے -
مس کلیریسا - قتل اور سولی !!! بجا ہی - کیا سستے چھوٹنا چاہتے ہین -
آزاد - الٰہی خیر - کیا قتل سے بھی بڑھکر کوئی سزا ہی خدا ہی خیر کرے
مس کلیریسا - ظالم ہزارون آدمیون مین مجھے ذلیل کیا -
بوسے پر بوسہ لیا - مگر جاتے کہان ہو - ایک ایک بوسہ کا عوض لونگی
اس پر ایک برق دم خادمہ بولی - حضور انکی سزا یہ ہے کہ
جس جس مقام کو انھون نے چوما ہی وہان وہان انکے داغ
دیا جائے اگر حضور کی چشم میگون کا بوسہ لیا ہی تو انکی آنکھ جلائے
توے سے داغی جائے - بناگوش صفا گوش کو چوما تو انکے کان پر
انگارا رکھا جائے - اسطرح جان لی جائے کہ بلک بلک
جائین قتل کیا تو کیا - تلوار سے مارا تو دم کے دم مین ٹھنڈے ہو کر
رہ گئے - پوری سزا نہ ملی - اُف غضب خدا کا دو روپیہ تو مین
میرے جانے گھڑی ہین اور یہ بدتمیز خدا اسے غارت کرے
بے دھڑک بوسہ بازی کر رہا ہی - ع کھال اسکی جو کھینچیے سزا ہی
دوسری چمک کر بولی - بوی یہ موا ہماری طرف بھی جھکا تھا
وہ تو مین نے گھوڑے کی باگ اُٹھائی اور چالیس قدم پر جا کے
دم لیا ورنہ میرے گال بھی اس بدبخت نے - اب کیا کہون حضور
کہتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہی - تیسری شوخ بدزبان نے کہا
اسکی صورت دیکھنے کو جی نہین چاہتا اس نے اس قابل کام
کیا ہی کہ سنگسار کیا جائے - سر و رنگ کرنے کے لائق ہی - مس کلیریسا
نے بکمال غیظ و غضب کہا - آنکھین نیچی کر - نہین ابھی تلوون کے تلے
الو کے دھڑ ونگی کیا ادھر سے دیکھتا ہی ٹکٹکی بندھ گئی -
مس کلیریسا - ان حرکتون سے ابھی باز نہین آتا - کنکھیون
سے جوبن لوٹ رہا ہی - سب کے پہلے اسکی آنکھین نکالی جائین پھر تو جانا
آزاد - (آنکھین نیچی کر کے) سب کچھ ہو سکے گا مگر یہ نہ ہو سکیگا
مس کلیریسا - شاہ ابھی ریاست کی بو نہین جاتی - یہان
آزاد پاشا نہین ہو یہان قیدی ہو - قضا دامنگیر ہی شامتین آ گئی ہین
آزاد - اگر اجازت ہو تو بیٹھ جاؤن - تھکا بہت ہون -
مس کلیریسا - کیا ! بیٹھ جاؤن - شان خدا - ہمارے سامنے
اور تم بیٹھنے پاؤ - یہ شخص کسقدر پاگل ہی (عورتون کی طرف
مخاطب ہو کر) تم نے سنا کیا فرمایش ہوئی ہی - حضور کے دشمنون کی
طبیعت کسی قدر ناساز ہی - تھکے بہت ہین حضور - اب ذرا
آرام چاہتے ہین - اس ڈھٹائی کو تو دیکھو اپنے حساب صاحبت
فرمانے کو تشریف لائے ہین - اس سوال پر ان مہ جبینون نے
ان کو بنانا شروع کیا - ایک نے مسکرا کر کہا حضور کی اجازت
ہو تو پانوں دبا دون - دوسری بولی سر مین درد ہو تو گلاب کا
عطر مل دون جس مین فوراً تسکین ہو جائے - تیسری نے کہا حضور
دو گھنٹے تک اسٹیشن بیٹھین تو تھکاوٹ مٹ جائے - چوتھی نے
کہا اس وقت یہان سردی بہت ہی - حکم ہو تو آگ روشن کر دیجائے
جس مین آپکو تکلیف نہو - آزاد خاموش رہے -

بھلا کس کو دکھاتی ہو عروج پرواز
ہم بھی اس باغ مین تھے قید سے آزاد کبھی

مس کلیریسا - سنیے بندہ پرور - وزیر جنگ نے تمھاری نسبت حکم
دیا ہی کہ سیریا کے برفستان مین قید کیے جاؤ - جہان لہو ٹھٹھرن
کے روح تک اینٹھ جاتی ہی اور سردی کی شدت سے جان پر
بن آتی ہی اس برفستان مین تم کو بڑی بڑی سختیان سہنا ہونگی
اور سب سے کڑا حکم یہ ہی کہ جب تک زندہ رہو گے بجز تنہ...
اور بات کرنے کی قطعی ممانعت ہی - یہ بڑی بیڑی پہنی ہو تمھاری ...

ہ وہ کہے مجھے یہی خیال آتا ہے کہ اتنے آدمیوں میں میری سی
بانکی ترچھی عورت کو کوئی اس طرح بید مشک سمجھے ۔ واہ
کیا اندھیر ہے مگر خیر جو ہوا وہ ہوا افسوس یہ ہے کہ اب
اخباروں میں یہ حال چھپے گا اور ہم تمام عالم میں مطعون ہونگے
خیر تم نے جو کیا اسکا خمیازہ اٹھاؤ اور گرفتار ہو جاؤ بس بجست
اتنا کہنا تھا کہ دس کاسک چوکیداری میں آئے کہا بس
اب آخری حکم ہو گیا ۔ چلیے ۔ میاں آزاد کا رنگ فق ہو گیا کہا
یارو ۔ تم بھی سپاہی ہو ہم بھی سپاہی ہیں ۔ سپہ گری تمہارا ہمارا
دونوں کا پیشہ ہے ذرا دو دو باتیں تو کر لینے دو کاسکوں نے
کہا آزاد پاشا تمہاری سپہ گری میں شک نہیں تم بیشک بڑے
جیالے سپاہی ہو مگر ہم مجبور ہیں ۔ ایک بار تم ہم سب کی آنکھوں
میں خاک جھونک کر بھاگ گئے تھے ۔ کئی افسروں پر
جرمانہ ہوا ۔ کئی افسر موقوف ہو گئے پہرے والے اور سپاہیوں
کو سخت سزائیں ملیں اب تمہارے ساتھ کسی کو ہمدردی
نہیں ہے ۔ اگر مس کلیرسا تم کو بلائیں تو ہم مانع نہ ہوں گے مگر
انکے حکم کے خلاف ہم نہیں کر سکتے ۔ آزاد بدرجہ مجبوری باہر
آئے اور کاسکوں کے ساتھ کرنل کے روبرو حاضر ہوئے ۔
کرنل ۔ کیا فیصلہ ہوا ۔ فتح یا شکست رہائی یا قید تنہائی
آزاد ۔ بوسہ بازی کے جرم میں گرفتاری نصیب ہوا ۔ آخر افسوس
کرنل ۔ ہم مجبور ہیں ۔ کجا جنگ کجا بوسہ ۔ واہ ری عقل !
آزاد ۔ اُف ۔ ہائے ہائے حسن آرا حسن آرا ۔ ہائے حسن آرا
کرنل ۔ آزاد ۔ تمہاری باتوں سے اس وقت ہمارا دل بھر آیا ۔
آزاد ۔ نوازش عنایت ع بہ سر فرزند آدم ہر چہ آید بگذرد
ع ۔ شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن ۔ ہائے حسن آرا !!!
ایک کاسک ۔ مس کلیرسا نے اس وقت بڑی بیرحمی کی افسوس

دوسرا ۔ ہم سمجھے تھے انکی سپہ گری کی قدر کرینگی ۔ مگر افسوس
تیسرا ۔ سخت غضب ہے کہ ہزارہا آدمیوں میں ذلیل ہوئیں
آزاد سیکڑوں ارمانوں کا خون ہوا ۔ زندان کو چلے ۔
کرنل ۔ اب انکو ہمارے سامنے سے لے جاؤ ۔ ورنہ دل
پارہ پارہ ہو جائے گا ۔ سخت رنج ہے ۔ ایسا خوش رو جوان ایسا بانکا
سپاہی اور یہ حالت ۔
آزاد ۔ پھر کچھ تو مدد کیجیے ۔ کوشش شرط ہے حضور ۔
آزاد پاشا نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر مس کلیرسا
نے شنوائی نہ کی کرنل نے حکم دیا کہ پچاسوں سواران جرار
آزاد کو لیکر سرحد پر پہونچائیں آزاد کے ہوش اڑ گئے دل ہی دل میں
سوچنے لگے کہ اب عمر بھر کے لیے گئے گذرے ۔ زندگی ہی تلخ ہو گئی
انجمن آرا کا جمال با کمال سپہر آرا کا حسن صبیح ۔ مس میڈا
کی رنگین ادائی دلبشا کی رعنائی زینت النسا اور اختر النسا
کا عشق صادق یاد آیا بہت تڑپے ۔ ہائے اب وہ پیاری
پیاری صورتیں کہاں دیکھنے میں آئیں گی ؎

شاد باش اے دل کہ فردا روز بازار [illegible]	مژدۂ قتل ہست گرچہ وعدۂ دیدار نیست

آزاد ۔ کیوں یارو ۔ اب مفر کی کوئی بھی صورت ہے یا نہیں ۔
کاسک ۔ بس ایک صورت ہے کہ جو سوار تمہارے ساتھ جائیں وہ
رحم کر کے تم کو چھوڑ دیں ۔ بس دوسری صورت نہیں ہے ۔
آزاد ۔ وہ بھلا کیوں چھوڑنے لگے ۔ کوئی صورت مفر کی نہیں
عالم یاس میں فاضل اجل مولوی فراز روشن گر حضرت مولوی فضل رب
روشی کے اشعار در شاہوار پڑھنے لگے ؎

یاد ایامی کہ سودائے تو در سر داشتم	بند بر پا نالہ بر لب شور محشر داشتم
آتشِ ذوق درون آتش شوقم [illegible]	رفت آن روزیکہ من [illegible] داشتم
آنکہ گویم [illegible]	منکہ خود زین بیش [illegible] داشتم

دامن بخت من آشوب بہ سنا کی برت
داستانم سر نیاد مہر ز دا زافق
گر ندیمش عرشی و لیانہ گرد باکذشت

گرچہ دل زین خاکدان چون آسمان بگذاشتم
گردش اختر نگر تا من چہ در سر داشتم
من ہم از جور جنون بیلاب بیرا شستم

ایک کاسک نے پوچھا یہ کون زبان ہے آزاد نے جواب نہ دیا اور کہا ؎

اگر دودن دودی زآہ آتشبارم
ہامون نقشی ز دست فرسودہ منا

دوزخ شررے ز نالہای نارم
گلشن اثرے ز طبع آتش کام

دو چار آدمیون نے سس کلیر سلے آزاد کی سفارش کی مگر جس وقت اُس شعلہ رو کو آزاد کی بوسہ بازی یاد آتی تھی آگ ہو جاتی تھی جو لوگ سفارش کرنے جاتے تھے۔ اُن سے کہتی تھی کہ خبردار آزاد کا نام میرے سامنے زبان پر نہ لانا۔ کرنل کو لکھا کہ خدا کے لیے اُس نابکار کو جلد روانہ برفستان کرو ورنہ نہین معلوم کیا کا کیا ہو جائے گا۔

کرنل ۔(آزاد سے) رونا آتا ہے مگر مجبوری ہے۔ یہ خط پڑھ لو

آزاد۔ مجھے اس وقت نہ چھیڑو۔ مین خدا جانے کس سوچ مین بیٹھا ہون۔

کرنل۔ افسوس مگر ہم بے قصور ہین۔ ہمارا ذرا قصور نہین۔

آزاد۔ مجھے کیا تمھے ہوا کیا۔ ہاے حسن آرا پیاری حسن آرا ؎

عجب دردیست جانم را اگر گویم زبان سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

اتنے مین جنون نے اُنکی عجب گت بنائی ادھر گریبان اُدھر دامن کی شامت آئی۔ پھوٹ پھوٹ کے روئے کاسک اور کرنل اور افسر اور حوالی موالی سب کف افسوس ملتے تھے۔ دفعتہً آزاد کے کان مین آواز آئی۔ پیارے آزاد اب ہم کس کے ہو کے رہین۔ این! یہ کون بولا۔ دیکھا تو ہوا مین

حسن آرا بیگم کھڑی ہین۔ ارے دونون ہاتھ کھول کر دوڑے کہ ہم آغوش ہون اور چلا کر کہا ؎

وہ نور ہے روے مہ جبین کا کہ ہو خجل چاند چودھوین کا

جو حلقہ ہے زلف عنبرین کا وہ ایک نافہ ہے مشک چین کا

وہ چشم فتان ہے غیرت گل وہ زلف پیچان ہے رشک سنبل

عذار مین ہے شباہت گل بدن حسین عالم ہے یاسمین کا

حسن آرا خوب وقت پر آئین۔ ہاے صرف بوسہ لیا تھا اس پر اب ہمیشہ کے لیے جلا وطن ہوتا ہون۔ صرف ایک یا دو بوسون کے جرم مین۔ ؎

کنارے دریا پہونچ کے پانی پیا نہین ایک بوند اُسپر
چڑھی ہے موجون کی ہم سے تیوری حباب آنکھین بدل رہے مین

اتنے مین دو چار کاسکون نے کہا آزاد پاشا خیر ہے۔ آزاد نے کہا حسن آرا جواب تو دو۔ ہاے فرط غم سے زبان ہی بند ہو گئی۔ ؎

ہم بوسہ مانگتے ہین تجھ کو تو نے نہین
محروم ہے سوال ہمارا جواب سے

اوپر جو نظر ڈالتے ہین تو حسن آرا کی تصویر نظر سے غائب ہو گئی این! یہ سرد مہری! یہ بے پروائی۔ ؎

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی
بازار خویش و آتش ما تیز می کنی

دفعتہً اُنکے کان مین آواز آئی۔ آزاد تمھاری پیاری مینڈا کھڑی رو رہی ہے چلتے چلاتے ذرا اک نظر دیکھ تو واین! مینڈا! مینڈا یہان کہان کجا میدان جنگ کجا یہ دلبر شوخ و شنگ

راوی۔ اب ہوش آیا۔ خیر شکر ہے۔ مگر جنون نے غضب زور کیا۔ ؎

بازی عشق جز اندوہ و غم و رنج نہین
کھیل لے ہر کوئی جسکو یہ وہ شطرنج نہین

دل سے آتی ہی محبت کے جھوٹے مین چھپا
جان پر کھیلنے والون کو شش دینج نہین

کاسک۔ آزاد پاشا تمھاری حالت پر افسوس آتا ہے جی چاہتا ہی پھوٹ پھوٹ کر روؤن کیسا خوش رو جوان۔ کیسا بانکا سپاہی ہی کیسا جری کیسا جیالا کیسا جیوٹ مگر کیسی بلائے ناگہانی مین مبتلا ہوا۔ حسرت۔ حسرت حسرت!!!

آزاد۔ خود کردہ را چہ علاج از ماست کہ بر ماست اپنے پانوُن مین آپ کلھاڑا مارا۔ اب کوئی صورت مفر نہین باقی ہی

کاسک۔ (اشکبار ہو کر) اگر ہم ساتھ چلتے تو فورًا رہا کر دیتے

الغرض تیسرے روز آزاد پاشا سیریا کے برفستان جانے کے لیے تیار ہوئے سو کاسک پرے جمائے ہوئے مستعد تھے سب مسلح ساز لو گھوڑے پر سوار ہوئے۔ جس وقت چلنے لگے ہزارہا آدمی ٹھٹ کے ٹھٹ لگا کے ساتھ تھے ہر قدم پر زن و مرد کے رونے کی آواز آتی تھی ہائے ہائے اس بیچارے ترکی پر کیسی آفت آئی۔ کجا روم کجا سیریا۔

راوی۔ اور یہ معلوم ہی نہین کہ ہندوستان کے باشندے ہین ایک عورت نے کہا ارے اتنے نوجوان اسکے لیئے روتے ہین ایک سے بھی اسکی رہائی کی کوشش نہین ہو سکتی۔ یہ عورت پھوٹ پھوٹ کر روئی اور آزاد کی حالت زار دیکھکر اسقدر بیقرار ہوئی کہ دھڑ سے زمین پر گر پڑی اور زن و مرد بھی باہم آزاد کی رہائی کی نسبت مشورہ کرنے لگے۔

ایک۔ اس بیچارے کی جان کا خدا حافظ ہی بے قصور جان جاتی ہی زلف چلیپا نے ناگن کی طرح ڈسا اب کوئی چارہ ہی نہین ہی۔

دوسرا۔ ایک تدبیر ہی۔ سب کے سب ملکر چلین اور سفارش کرین شاید دل پسیجے۔ اتنے آدمی جاکر کہین تو ضرور مطلب نکلے۔

کرنل۔ ہم اس وقت منجانب سرکار کارروائی کرتے ہین۔ ہم سے تو کچھ مشورہ نہین۔ تم لوگون کو جو مناسب معلوم ہو وہ کرو کوئی ڈھائی ہزار آدمی متفق الراے ہو کر مس کلیریسا کی چھولداری مین گئے جسمین ایک سو ستر گانوُن کی عورتین تھین بوڑھی عورتین آزاد کی نوجوانی پر ترس کھاتی تھین نوخیز عورتین آزاد سے کڑیل جوان کو دیکھکر مری جاتی تھین۔ بوڑھے دست بدعا تھے کہ آزاد پر آنچ نہ آنے خدا اس بیچارے بے بس کو اس آفت سے بچالے۔

اتنے مین کلیریسا نے کرنل کو بلا کر کہا کہ آپ اتنے بڑے عہدے دار اور اتنا نہین سمجھتے کہ اگر آزاد کو ہم نے اسوقت نہ چھوڑا تو بلوہ ہو جائے گا۔ ان سب کو یہان سے ہٹا دو اور کہو کہ دو چار منتخب آدمیون کو ہمارے پاس بھیجین کرنل کے حکم سے کاسکون نے سب کو چھولداری سے پچاس قدم ادھر ہٹا دیا اور کہا چار آدمی منتخب ہو کر آئین جو کچھ کہنا ہو عرض کرین دو بوڑھی ایک ادھیڑ اور ایک نوجوان عورت جو آزاد پر دل و جان سے عاشق زار تھی یہ چارون آگے بڑھین اور یون کہنے لگین۔

عورت۔ (قدمون پر گر کر) احسان کرو ہائے چھوڑ دو۔

مرد۔ (قدمون پر ٹوپی رکھکر) اب بیچارے کی خطا معاف کیجیے جو سر القصور تو سرزد ہوا مگر اب مستحق معافی ہی۔ آئندہ اختیار بدست مختار اسکی جوانی پر رحم آتا ہی ذرا رحم کیجیے ۔

نظر رحم کبھی تو کیجیے
کوئی دم رحم بھی فرمائیے

کلیرسا۔ آزاد کا چھوڑنا میرے امکان سے خارج ہی اگر مین نے معاف بھی کیا تو کیا نتیجہ نکلے گا۔ قید سے رہائی محال ہی۔

عورت۔ سیبریا تو نہ بھیجے جائینگے۔ اسی مصیبت سے بچے سہی۔

کلیرسا۔ وزیر جنگ کا منشا یہی ہی کہ آزاد سزاے سخت پائین۔

عورت۔ ہاے کیسی ظالم ہو کیسی بیرحم ہو۔ ذرا آزاد کی صورت تو چل کے دیکھ لو کیسا پری پیکر گلنار چہرہ جوان ہی۔

مس کلیرسا نے جھلا کر کہا کہ ہم کچھ نہین جانتے یہ سب کو ہمارے خیمے کے اردگرد سے ہٹا دو۔ کرنل نے کاسکون کو حکم دیا۔ فوراً بھیڑ چھنٹ گئی آزاد کو کاسکون نے ساتھ لیا اور کہا بس اب چلیے اتنا سننا تھا کہ ہزارون آدمیون نے ہاے کی آواز بلند کی کئی آدمیون نے ٹھان لی کہ اگر آزاد نے رہائی نہ پائی تو خیمے کو فوراً پھونک دینگے مگر کرنل نے انتظام معقول کر لیا جسوقت آزاد اس مقام سے سیبریا کے لیے روانہ ہوئے۔ بہ آواز بلند عین حالت حسرت و نومیدی اور جنون کے زور مین کہا۔ پیاری حسن آرا الوداع۔ تمھارے لیے یہ سختیان سہین یہ مصیبتین جھیلین مگر خدا کو ایسا ہی منظور تھا کہ وصال کے عوض قید نصیب ہو۔

پیاری پیڈا آزاد اب شمال روس مین قیدی ہین۔ آزادی سے اب ہاتھ دھویا۔ خوجی بھائی اگر ہندوستان جانا ہو تو بمبئی والی بیگم کو ہماری حالت زار سے مطلع کرنا حسن آرا کو ڈھارس دینا کہنا بس اب ہمارا تمھارا نکاح اسی روز ہو گا جب وامق و عذرا شیرین اور فرہاد لیلی و مجنون کا بیاہ ہوگا

اُف۔ دل بھر آیا۔ ہاے کیا درد بھرا کلمہ

آزاد خوب روئے اور اس زور سے چیخنا شروع کیا کہ مس کلیرسا کے تمام بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے حسن آرا کی صورت مجسم نظر آنے لگی۔

قانع بہ تجلی نہ شود شایق دیدار	پروانہ بہ مہتاب تسلی نتوان کرد

آزاد تھوڑی دور جا کر گھوڑے سے گر پڑے۔ ارے۔ دس کاسک دھم دھم کرتے ہوئے اُترے ان کو اُٹھایا تو بیہوش آزاد کوئی ایک میل گئے تھے کہ غشی ان پر طاری ہوئی کاسک باہم یون باتین کرنے لگے۔

ایک۔ سارے یار دیہ مر جائیگا۔ اب زندگی محال ہی۔

دوسرا۔ مرے یا جیے سیبریا تک پہونچانا ضروری امر ہی۔

تیسرا۔ بھئی چھوڑ دو۔ کہہ دینا راستے مین مر گیا۔ چاہے ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے۔ اسپر اتنا احسان کرو۔ ہم تو مستعد ہین۔

چوتھا۔ ہماری کل فوج مین ایسا خوبرو اور کرارا ایک جوان بھی نہین ہی ہماری گورنمنٹ روس کو ایسے سپاہی اور آزمودہ کار جنرل کی قدر کرنی چاہیئے تھی نہ کہ قدر کے عوض سیبریا کے برفستان بھیج دیا۔

پانچوان۔ اگر سب جوان متفق الراے ہو جائین تو یہ چھٹکارا پائے اور ہم تو اس کی جان بچانے کے لیے اپنی جان کو معرض خطر مین ڈالینگے مگر تم لوگ ساتھ نہ دوگے۔ بس یہی تو خرابی ہی۔

چھٹا۔ اچھا ایک فہرست بناؤ اسپر سب کے دستخط ہون۔

ایک سوار نے کہا پہلے یہ فکر کرو کہ ہوش مین آئے فوراً پانی کے چھینٹے دیے گئے وہان گلاب اور کیوڑہ اور لخلخہ کہان سے آتا۔ آزاد نے کروٹ لی تو سوارون کی جان مین جان آئی کہا اب چھیڑو نہین ذرا ان کو سونے دو۔ آزاد نے تو تھوڑی دیر مین بلبلانے لگے۔ حسن آرا۔ حسن آرا بیگم۔ کاسکون نے کہا بڑ آتا ہی۔ ایک بولا جگا دو۔ دوسرے نے کہا سونے دو سونے دو۔

خوجی بھی دھر لئے گئے

آزاد پاشا تو تا نظورہ او سیاس کیر سلک کے مشکی گھوڑے پر سوار ہو کر چاہ زنخدان اور لب لعل شکر خا اور بنا گوش کو چومتے ہوئے فوج روس کی طرف جاتے تھے ادھر خواجہ بدیع الزمان درخت ہی سے غل مچاتے تھے کہ ایک اور ایک ہماری طرف سے ایک گردن کا بوسہ ہاں ایک اور اے شاباش ہے واہ اُستاد۔ واہ میاں آزاد۔ ادھر اُس خاتون مہ لقا کا فرس تند خو جو نظر سے اوجھل ہوا ادھر ترکوں اور روسیوں میں گولا چلنے لگا۔ خوجی نے افیم ڈبیا سے نکالی وہاں پانی کہاں۔ ایک آدمی سے جو درخت کے نیچے بیٹھا کچھ کھا رہا تھا آپ نے کہا بھائی جان ذری سا پانی تو پلا دو۔ اُس نے اوپر دیکھا تو ایک بونا عجیب الخلقت آدمی۔ کہا تم کون ہو جی۔ خوجی نے کہا یار ذرا افیم گھولیں گے اب دل لگی دیکھیے کہ وہ فرانسیسی زبان میں گفتگو کرتا ہے یہ اُردو میں جواب دیتے ہیں ع

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

خوجی - افیم گھولیں گے میاں۔ ذرا سا پانی دے ڈالو بھائی
فرانسیسی - واہ کیا مطلع شریف ہے۔ پہاڑ پر نہ جا کے بیٹھو۔
خوجی - بھئی واہ رے ہندوستان - واللہ اس فصل میں جا بجا سبیلوں پر پانی ملتا ہے کیوڑا بسا ہوا۔ ہندو پوسالے بٹھاتے ہیں مسلمان کہتے ہیں - ع -

پانی پیو سبیل یہ نذر حسین ہے

فرانسیسی - اب کہیں اوپر سے گر نہ پڑنا۔ درخت پر چڑھے ہیں۔ بیوقوف -
خوجی - (اشارے سے) ارے میاں پانی پانی۔ آب آب بیاک
فرانسیسی - ہم تمہاری گفتگو نہیں سمجھتے تم چپ رہو بکو نہ بہت
خوجی - اب اُترنا پڑا ہمیں۔ ابے گیدی ذرا سا پانی کیوں نہیں دے جاتا۔ کیا پانوں کی مہندی گھس جائیگی - چلو لاؤ -

اصل بد از خطا خطا نکند	گرچہ باشد نبیرۂ شداد

فرانسیسی نے انکی بات کا جواب نہ دیا اور بدستور روٹی کھانے لگا تو خوجی نے اوپر سے پتے پھینکے اس پر فرانسیسی جھلا کر بولا بچہ کیوں شامت آئی ہیں درخت پر چڑھکر اتنے گھونسے لگاؤنگا کہ شرارت سب نکل جائے گی - خوجی نے اوپر سے ایک شاخ توڑ کے پھینکی فرانسیسی جھلایا اور کمر باندھکر اتنے ڈھیلے مارے کہ خواجہ بدیع الزمان کی کھوپڑی ہی جانتی ہوگی -

خوجی - ابے او گیدی - اٹھوں پھر - ہائے نہوئی قرولی اس دم
فرانسیسی - اب آج بے قتل کیے ہوئے نہ رہونگا - اُترا اور میں نے قتل کر ڈالا -
خوجی - لانا قرولی - لاؤ قرولی - ارے کوئی ہے - لاؤ قرولی
راوی - جی ان گیدڑ بھپکیوں میں وہ آچکا - قرولی حضور میاں ہی میں رکھیں - اب کھوپڑی کو چھلنی ہونے دیں -
خوجی - ارے میاں کوئی ہے - لانا قرولا - کوئی ہے - !!!
راوی - عاضر حضور - اب تک تو قرولی کی یاد تھی - مگر اب قرولا یاد آیا قرولا کل ہول منگوائیے مگر اسوقت کھوپڑی بچائیے

اتنے میں ایک ترکی نے خوجی کو دیکھکر فرانسیسی کو بھگا دیا

تھوڑی دیر کے بعد خواجہ صاحب درخت سے اُترے پانی لیا افیم گھولی چسکی لگائی اور پھر درخت پر جا بیٹھے اور ایک موٹے ٹہنے پر لیٹے تو پینک آئی - اب سنئے کہ ترکوں اور روسیوں میں اس وقت نہایت سختی کے ساتھ مقابلہ ہو رہا تھا

طبل جنگ اس زور سے بج رہا تھا کہ کان پڑی آواز کا سننا محال تھا۔ ترکون نے ڈاڑھیان منہ مین دبا دبا کر عام دھاوا کر دیا۔ روسی کچھ یون ہی سے پیچھے ہٹے تھے کہ ترکون نے اسی اپنی توپون سے اُنکے چھکے چھڑا دیے۔ مگر گولہ اور بارود کے آنے مین تاخیر ہوئی تو سوار اور پیادے اپنے افسرون کی طرف نظر حسرت سے دیکھنے لگے اگر افسران بار برداری پورا پورا انتظام کرتے تو ترکون کو کسی چیز کی قلت نہوتی۔ اِس باٹری کے دو حصے کر کے دو طرف سے گولہ اندازی شروع کردی گو ترکون نے داد شجاعت دی اور حق بسالت ادا کیا مگر غنیم کے اس تازہ دم توپخانے کی آتش افشانی سے سخت عاجز آگئے۔ آصف پاشا جنکی سرگرمی مین یہ فوج لڑتی تھی سخت مجروح ہوئے گھوڑے سے گرنے ہی کو تھے کہ دو آدمیون نے ان کو سنبھالا۔ مگر ان مین اس قدر طاقت نہ تھی کہ گھوڑے پر جمے رہتے۔

آصف۔ جلد اُتار دو۔ مین اب گرا اور اب گرا۔

سوار۔ اُتار لو اُتار لو۔ گولی لگی ہے جلد اُتار دو۔

دو چار آدمیون نے ملکر اُن کو گھوڑے سے اُتارا تو اُنھون نے فوراً ترکی چرٹ مانگا اور سبزہ نو دمیدہ پر لیٹ کر چرٹ پینے لگے۔ جراحون نے مرہم پٹی کی فکر کی۔ سو دو ٹانکے دیے گئے۔ مگر آصف پاشا ہنستے ہی رہے۔ انکے اسسٹنٹ نے بھی اسی وقت گولی کھائی تو گھوڑا کڑکڑا کر فوج غنیم مین گھس گئے چھ روسیون کو قتل کیا۔

آخر کار ایک تلوار پڑی اور اُن کا سر بھٹے کے طرح اُڑ گیا ادھر آصف پاشا سسکنے لگے۔ جنگ کا رنگ ڈھنگ دیکھکر افسران ترکی باہم مشورہ کرنے لگے۔

ایک۔ اب اسوقت بھاگ نکلنا ہی قرین عقل و مصلحت ہے۔

دوسرا۔ ہے تو ایسا ہی۔ اگر مقابلہ کیا تو دو حالتون سے خالی نہین یا قتل کیے جائینگے یا قید ہو جائینگے۔ بس اور کچھ نہین ہونا۔ ع

نہ ہر جائے مرکب توان تاختن | کہ جاہا سپر باید انداختن

یہ سراسر نا برحق ہے مگر غنیم کو پشت نہ دکھائینگے۔ کیا مجال پہچھا۔ یہ تو مین ذلیل جس ہے جان دینے سے کیا فائدہ۔

اس جری پاشا نے کہا ہم تو جان دینگے اور پیٹھ نہ دکھائینگے یہ کہہ ہی چکے تھے کہ سن سے ایک گولی لگی اور جگر کو چاٹتی ہوئی اس پار نکل گئی۔ دھم سے گرے اور دم کے دم مین تڑپ کر سرد ہو گئے۔

اب صلاح ہوئی کہ بھاگین مگر تدبیر کے ساتھ سوچے کہ رات ہو گئی بھاگین تو کدھر جائین۔ مشورہ ہونے لگا۔

آصف پاشا کے عوض جس افسر کو لشکر کا چارج تھا اُسنے پکار کر کہدیا کہ بس اب اپنی اپنی راہ لو۔ مقابلہ بیکار ہے۔

اتنا کہنا تھا کہ فوج تتر بتر ہو گئی۔ دس ادھر دوڑ کر بھاگے بیس کسی طرف گئے۔ روسیون نے تعاقب کیا۔ کچھ آدمی گرفتار ہوئے کچھ بھاگ نکلے۔

اب سنئے کہ روسیون کی ایک پلٹن نے اس میدان مین پڑاؤ ڈالا جسکے سامنے پہلے ترکون کا مورچہ تھا۔ خواجہ بدیع الزمان صاحب عینک سے چونک کر روسیون کی یورش اور فوج کے پرے درخت کی شاخ سے دیکھ رہے تھے۔ ایک روسی کی جو اُن پر نظر پڑی تو سخت متحیر ہوا اور یون خطاب کیا۔

روسی۔ کون۔ تم کون ہو۔ ایں! بولتا ہی نہین۔ ابے میان کون ہو۔

خوجی ۔ ہش ۔ او ڈھونڈ ہکھنا ۔ خبردار ۔ ہشیار نظر بھی رکھو

سرو گلشن مین اکڑتا ہی مجھے جانے دو
خوب گذریگی جو مل بیٹھینگے دیوانے دو

راوی۔ سبحان اللہ۔ اس موزونی طبع کے صدقے۔ سرو کے لیے دیوانہ پن کسقدر موزون ہی واہ خواجہ صاحب کیا پھبتی کہی ہی۔ سرو بھی جھینپ گیا ہوگا۔ بات تیرے کی بہت اکڑا رہا تھا اور اکڑو بچہ ا خواجہ صاحب نے اچھی پھبتی کہی ہی ع۔ سرو گلشن مین اکڑتا ہی مجھے جانے دو۔ جانیئے آپ کو روکتا کون مردود ہی۔

روسیون نے جوان کو دیکھا تو آوازے کسنے لگے۔

ایک نے کہا یہ کسی نئے قسمت کا ٹٹو ہی دوسرا بولا خر خراسانی ہی

تیسرے نے کہا یہ کوئی بھوت ہی یا غول بیابانی ہی۔

روسی۔ ابھی اتر آؤ۔ تم کس ملک کے باشندے ہو۔ بونا آدمی

خوجی۔ نہ ہماری تم سنو نہ تمھاری ہم سنین۔ اچھی دل لگی ہی۔

روسی۔ یہ کس زبان کی بول چال ہی۔ ہم جانتے ہین چینی ہی۔

خوجی۔ انشاءاللہ۔ کجا ہندوستان۔ کجا یہ مقام کجا ایم۔

دوسرا روسی۔ چینی نہین ہی چینی ہوتا تو ناک چپٹی ہوتی یہ جیپانی ہے۔

تیسرا۔ ہم بتائین نہ چینی ہی نہ جیپانی ہی۔ یہ حبشی ہی۔

خوجی۔ سنو بھئی۔ یہ ترکی زبان مین گالی دینا اچھا نہین۔

روسی۔ اب درخت پر کب تک ٹنگے رہوگے نیچے آؤ۔

خوجی نیچے اترے زمین پر پانون رکھتے ہی جھک جھک کر سلام کرنا شروع کیا۔ ایک قزاق نے انکو گود مین اٹھا لیا اور اٹھا کر پھینکا تو دھم سے زمین پر گرے۔ ایک فرمائشی قہقہہ پڑا۔

خوجی۔ او گیدی۔ خدا تم سے اور تمھارے باپ سے سمجھے

اچھا بچہ جی۔ دیکھو جوانی کے عالم مین ہمین بھی گدے دونگا۔ لڑکا سمجھکر جو چاہو کہو۔ جوانی مین ہمارے چھکے بھی دیکھنے کے قابل ہون گے۔

راوی۔ خیر سے ابھی آپ بچے ہی ہین اب جوانی قبر مین عود کریگی۔

خوجی۔ (ایک روسی سے) یہان اب تک کب کی شادی ہوگئی ہوتی مگر آپ جانتے ہین باکمال کا دشمن باکمال ہوتا ہی ہمین شاعری مین کمال حاصل ہی۔ ایک باکمال شاعر نے شادی کے دو روز قبل ایک تاریخ تصنیف کی۔ بس حقے پر ٹوک دیا ایسی منحوس تاریخ کہی کہ بس کچھ نہ پوچھیے کوئی پوچھے مرد خدا تمکو اس تاریخ لکھنے سے کیا فائدہ ہوا ایسی نازک نازک آنکھین اور ذرا ذرا سے بال لمبی لمبی ناک اور کترے ہوئے کان دیکھے نہ سنے۔ آنکھین چشم بد دور نازک بدن (واہ) موتی چور۔ لب شیرین جیسے لڈوے بور (اس ترکیب کے صدقے) دست سیمین جیسے جلتا بلتا چونا رخ آبنوسی پر تیل کا گلگونہ (اللہ اللہ رخ ٹرخ نور برستا تھا) مگر واللہ اس شاعر نے ایسا ناک کر گدا دیا کہ پھر ہم ابھر نہی نہلائے تاریخ بنیئے۔ ایک خط بھی ساتھ تھا۔

ابی خوجی صاحب۔ افیم کی ڈبیا عوض ہی۔ پینک پینک۔

اظہار ملاقات کے بعد عرض یہ ہی۔ ہم نے ایک معتبر اور معمر آدمی کی زبانی سُنا کہ حضرت خواجہ بدیع الزمان صاحب کو ازدواج ثانی کا شوق چرایا ہی ماشاءاللہ اس بڑھاپے کے صدقے

پیری کہ دم ز عشق زند لیس غنیمت ست
از شاخ کہنہ میوۂ نورس غنیمت ست

خواجہ بدیع الزمان اور ازدواج ثانی۔ اسّی برس کی

عمر او رجوش جوانی ؎

شادی از پیران خم گردیدہ قامت بدنماست
جو ہر شمشیر کم گردد چو خنداں می شود

اس بڑ لے سر پر نئی پگڑی کیا زیب دیگی۔ میاں اس خیال خام سے درگذر ورنہ محلے والے آتو بنائیں گے پانوں تو قبر میں لٹکا چکے ہو اور شوق یہ کہ ڈنگی دیونی سے نکاح ہو یار جس وقت برات سج سجا کر نوشہ کی سواری نکلے ہماری طرف سے قطعہ تاریخ پیشکش کر دینا۔ اور موقع ہو تو بڑھکر سُنا دینا۔

چلئے تو ہو دلھن کے گھر کو لیکن
اُٹھا دیگے بجا ایکی بڑی زک
سُنو اب مصرعۂ تاریخ ہم سے
ہو خواجہ کو یہ شادی نامبارک

بس میں آگ ہو گیا۔ شاعر کو سیکڑوں ہی بے نقط سنائیں ع۔ ہو خواجہ کو یہ شادی نامبارک۔ ارے ارے ارے! یہاں اس درجہ خبط ہے کہ ذرا کسی نے چھینکا اور ہم قرولی لیکر ناک کاٹنے پہونچے۔ نامبارک کا لفظ سُنکر ہوش اُڑ گئے۔ اسکے بعد ایک اور مادہ تاریخ نظر سے گذرا اسمین بھی شرارت کی ہے۔

راوی۔ اس میں کیا شرارت ہے۔ ناشاد دولھا تو آپ کی سسرال سے آپ کو خطاب ملا تھا اسمین کسی کا کیا اجارہ ہے باقی رہا مادۂ تاریخ۔ ع۔ دو بارہ خرمی با دلبر آمد۔ ۱۹۲۶ سمبت یہ بہت اچھا مادۂ تاریخی ہے۔

خوجی۔ اب سُنیے کہ کوئی ایسا ویسا شاعر ہوتا تو خیر سُن لیتا اور خاموش رہتا۔ مگر خواجہ بدیع تو شاعر غرا ہیں۔ فرمایئے ہم تاڑ گئے کہ شاعر نے اس میں بھی کاوستانی کی ہے۔ ع۔

دو بارہ خرمی با دلبر آمد

بادی النظر میں تو اچھا معلوم ہوتا ہے مگر اسمین بھی حضرت نے ایک منحوس بات کہی۔ باد لبر آمد۔ یعنی (دل برآمد) دل نکل گیا واللہ بس ہم نے سر پیٹ لیا۔ منہ پیٹ لیا۔ اگر چپ شاعر کی صورت سے آشنا نہیں میں نے ہجو کی۔ ؎

کہا جب شعر میں نے ہجو کر بیچ
تو شاعر رہ گیا سن کے ہکبک
کہی تاریخ خواجہ نے بدیہہ
بگفتا ہاتفے غرحس مہ جھک

روسی۔ بھئی یہ پاگل ہے کوئی۔ بک رہا ہے واہی تباہی آپہی آپ

دوسرا۔ اب یہ پاگل پن کی تو حرکت ہی تھی کہ درخت پر ٹنگے ہوئے ہیں مگر ہاتھ پانوں ماشاء اللہ کیا بڑے بڑے ہیں

تیسرا۔ اسکو فوج کے ساتھ ساتھ رکھو۔ خوب دل لگی ہوگی۔

چوتھا۔ مگر اسکی گفتگو تو سمجھ میں آتی ہی نہیں اسکا کیا علاج ہے؟

راوی۔ خوجی بہت بُرے پھنسے خدا ہی خیر کرے بیچارے اچھے آدمی تھے مگر اب کا سک ہیں اور خوجی مسخرے ہو کے جئے تو کیا

خوجی۔ سب گدھے ہیں۔ ایک نے تاریخ کی داد نہ دی۔

راوی۔ جی اسمین کیا شک مگر وہ لوگ شعر و سخن کو کیا جانیں سات ترکی جو قید ہو کر اس فوج روس کے سپرد ہوئے تھے انھیں میں خواجہ صاحب بھی شریک ہوئے ہمجنسوں کو دیکھکر ذرا تشفی ہوئی۔

خوجی۔ سات وحشیوں میں ترکوں کی صورت سے تسلی ہوئی شکر ہے

ترک۔ واہ کیا شکر کا مقام ہے۔ ہم تو قید میں آپ شکر کر رہے ہیں

خوجی۔ صاف صاف بولو۔ ہم ٹھیٹ ترکی نہیں سمجھتے صاحب

ترک۔ شکر کا کیا مقام ہے۔ ہم اسیر ہوگئے اور آپ کہتے ہیں شکر ہے

خوجی۔ اب بھی تم نہیں سمجھے۔ تمہیں وحشیوں نے گمراہ کر دیا۔

ترک۔ تم آزاد کے پاس آئے تھے نہ۔ بُرا پھنسا بیچارہ

خوجی۔ ہائے ہائے ہائے آزاد تیری جوانی پر افسوس تاج

ترک - تم اُن کے نوکر ہو - یا دوستی ہے - نوکر ہو گے -

خوجی - میرا لڑکا ہے جی - تم نوکر بنائے دیتے ہو خیر ! -

ترک - این ! لڑکا ! تو آپ آزاد پاشا کے پدر بزرگوار ہیں -

خوجی - ع - اگر پدر نتواند پسر تمام کند - میں نے بھی بڑی بڑی کمپانیاں کہیں مگر آزاد نے مجھ سے بڑھ بڑھ کے کام کیے -

ترکی اس فقرے کو اچھی طرح نہیں سمجھے مگر آزاد پاشا کا باپ سمجھ کر ساتوں اُٹھ کھڑے ہوئے - ٹوپی اُتاری اور جُھک جُھک کر سلام کیا خوجی بھی رونے لگے کہا - ارے یارو کہیں سے تو ہمیں صاحبزادے کی صورت دکھا دو صاحبزادے صاحبزادے ہائے ہائے برلتا ہی نہیں - ؎

آنکہ بصد زبان سخن می گفتند | آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

گویا زبان ہی نہیں - آزاد تم کو اسی دن کے لیے پالا پوسا تھا اب تمھاری ماں کو کیا صورت دکھاؤں گا - ہائے ہائے

ترکوں کو شک کی جگہ یقین ہو گیا کہ خوجی آزاد کے باپ ہیں

ترک - آپ زیادہ بے چین نہ ہوں - آزاد ضرور چھوٹ آئینگے وہ کھنے والے آدمی نہیں ہیں - بچ کھیت آئیں گے -

خوجی - بھائی - مجھے تو بڑھاپے وقت قتل کر گئے آزاد پاشا ہائے برادرین از چہ گویم کہ این سانحۂ ناگفتنی و ناگزشتنی چہ شود مگر قادر ذوالجلال ما را و سانحۂ ما را و پسر دلبندم را از ضرر نگہدارد بگو آمین - بگو آمین - بگو آمین - تم آمین آمین

ترک - حضور اب ذرا دل کو ڈھارس دیں جنگ دو سر دارد -

خوجی - میرے ساتھ زیادہ تعظیم سے نہ پیش آؤ ورنہ جو روسیونکو معلوم ہو جائیگا کہ آزاد پاشا کے باپ ہیں تو بہت دق کرینگے کہہ دو یا کہ ایک ہندوستانی آدمی سیر و سیاحت کے لیے آیا ہے بس

ترک - ہم آپکو ان لوگوں کے ہاتھ سے نجات دلوا دینگے

خوجی - ارے بھئی میں تو درخت پر سے کل حالات دیکھ رہا تھا

ترک - ہم ساتوں آدمی علیل تھے اس سبب سے پکڑے گئے

خوجی - دیکھا تھا کہ ہمارے لڑکے نے کس جوانمردی سے بوسہ بازی کی اور کیسی تیکھی چتون عورت سے لڑا - شیر کے شیر ہوتے ہیں

ترک - چتون تو نہ تھی ایک نازک بدن عورت تھی -

الغرض اُدھر آزاد اِدھر خوجی اسیر ہو گئے ؎

بیا ساقی بیا ای ناز پرور | کہ یارم وعدہ زد و مدن کرد

چھہتّر

الحمد اللہ آج تو لب جوبہار ایک ایوان سراپا نگار حسن کا شانہ پریخانہ بنا ہوا ہے اور کیوں نہ ہو نوعمر نوخیز سمن سیما سیم تن یوسف جمال شیرین دہن پریان خانہ باغ کی صاف شفاف روشوں میں اٹھکھیلیاں کرتی ہیں کچھ ناز و ادا سے تول تول کر قدم دھرتی ہیں کچھ ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتی ہیں اُنکی نستعلیق چال ملائک نظر زیب ہے اُنکی چلبل اور گرمی رفتار آتش زن کالائے شکیب ہے ایک ساغر کش بزم خوبی دھری گل سر سبد محبوبی - کسی کا قد دلجو غیرت سرو چمن ہے کسی کا رخ نیکو گل خنداں پر طعنہ زن ہے - حسن آرا بیگم پیازی رنگ کا دوپٹا سنبھالتی ہوئی روش میں مصروف خرام ناز ہیں - ادھر جہان آرا اور سپہر آرا میدان دلربائی میں یکہ تاز ہیں گیتی آرا گلہائے چمن کی نزاکت پر غش غش کرتی ہیں - بی عباسی پھول توڑ توڑ کے جھولیاں بھرتی ہیں - اتنے میں سپہر آرا نے شوخی کے ساتھ گلاب کا پھول دور سے گیتی آرا کی طرف پھینکا گیتی آرا نے اچھالا تو سپہر آرا کی زلف چلیپا کو چھوتا ہوا ایک روش میں گرا حسن آرا نے بھی پھول توڑے تو عباسی نے کہا - اے حضور لونڈی تو حاضر ہے حکم کی دیر ہے - جھولیوں پھول توڑ دوں حضور

شوق ٹوٹین۔ کلام اللہ کی قسم حضور خدا ناکردہ جو کہین ذری کانٹا چبھا۔ تو نصیب اعدا بیچین ہو جائیے گا۔ حسن آرا بیگم نے کئی پھول توڑے اور جہان آرا بیگم سے گیند کھیلنے لگین۔ انھون نے ایک پھول پھینکا اُنھون نے روکا اُنھون نے جواب دیا اُنھون نے روکا۔ اُنکے دست حنائی اُنکی نازک کلائی۔ اُنکی چوڑیان سیاہ خوشرنگ اُنکی طلائی۔ جس وقت گیند پھینکنے کے لیے ہاتھ اُٹھاتی تھین ستم ڈھاتی تھین۔ وہ کمر کا لچکنا اور گیسوے عنبر بار کا بکھرنا اور پیارے پیارے ہاتھون کی لوچ اور مسکرا مسکرا کر نشانہ بازی کرنا عجب لطف دکھاتا تھا۔ غنچہ دل نسیم طرب کے اہتزاز سے کھلا جاتا تھا۔ عالم جوانی ہاست۔

عباسی۔ ماشاء اللہ سے حضور کس صفائی اور قرینے کے ساتھ پھینکتی ہین۔

سپہر آرا۔ بس عباسی اب بہت خوشامد کی نہ لو کیا جہان آرا بہن صفائی سے نہین پھینکتین باجی ذری چلبلی زیادہ ہین۔ مگر ہم سے نہ جیت پائینگی دیکھ لینا۔

عباسی۔ اچھا تو حضور پھر گنتی جائین۔ ایک۔ وہ دیکھیے پھول نہ رک سکا۔ ایک دو۔ بندگی۔ لونڈی نے تو عرض ہی کیا کہ حسن آرا بیگم جس صفائی سے گیند کھیلتی ہین اُس صفائی سے جہان آرا بیگم کا ہاتھ نہین جاتا۔ اِیلو تمہین کہنے کو۔

گیتی آرا۔ اچھا سپہر آرا تم بھی جاؤ۔ بہت بڑھ بڑھ کے باتین بنائی ہو!۔

سپہر آرا۔ میری بلی جلائی۔ بھلا پھول گرے تو کیا مجال۔

گیتی آرا۔ بس فرمانے ہی فرمانے مین ساری کی رہی تھو ٹوکنین۔

حسن آرا۔ اوہ اُٹھین سائین سباتین ہی باتین سن لو۔ لیبی جو سی۔

اتنے مین جہان آرا بیگم نے پھول کو نوچ ڈالا اور اُف کہکر بولین اللہ جانتا ہے ہم تو تھک گئے۔ اللہ ری نزاکت حضور ہانپنے لگین اب ذرا دم لے لیجیے۔ اللہ ری نازکی آف ری شوخی۔

سپہر آرا۔ اوہو واہ ہی۔ بس اتنے ہی سے مین تھک کے بیٹھ گئین ہم سے کہیے شام تک گیند کھیلا کرین اور دعوی ہو تو سلم شد۔

راوی۔ حضور کی شوخی اور گرمی رفتار کا کیا کہنا۔ القول غالب ؎

جلوۂ ہرزہ کسی را باخرام خود مسنج / کبک شناسی دگرد ار دتو رفتار گی کہ

جہان آرا انگور کی ٹٹی مین خرامان خرامان جاتی تھین۔ اور ایک ایک قدم پر خرام حیرت افزا سے کبک و تدرو کو شرماتی تھین ؎

جامۂ فاختی کبک شد از شرم غلازد / گر بہ بیند روش سرو خرامان مرا

اتنے مین سپہر آرا نے ایک پھول مارا جو جہان آرا بیگم کے جوڑے پر پڑا۔ پیچھے پھر کے کہا ہائین! پھولون کی جھڑی لگ گئی گلوے صفا سے سیاہ ریشمی رومال کھولا اور جوہی کے پھول توڑ توڑ بھرنے لگین رومال کا کھلنا تھا کہ سرخی پان گلوے صفا پردہ سے صاف نمایان ہوئی ؎

نمایان از گلویش سرخی پان / چو می اندر گلوی شیشہ تابان

سپہر آرا۔ باجی جان۔ دیکھیے جہان آرا بہن نے جو گلوری کھائی تو اُس کا رنگ وہ صاف نظر آتا ہے۔ حسن اسکو کہتے ہین۔ ماشاء اللہ ؎

روان از گلویش از صفا آب / چو تار پرنیان از گوہر ناب

اب سنیے کہ ایک رفیق نے شہزادۂ روشن گہر سپہر وری کے فرخندہ اختر مرزا ہمایون فر بہادر کو جا کر اطلاع دی کہ جہان پناہ اس وقت باغ مین گلبدنون کا غنچہ کھلا ہے یا کہ

پھلیروں کی طرح ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر دوڑ رہی ہین جو معشوق ہر طوطی نوبہار رعنائی و خودنمائی ہیں ہائے اسوقت کی کیفیت قابل دید ہو۔ شہزادے نے جو یہ خبر سُنی تو جامے مین پھولے نہ سمائے چہرہ مثل گل خندان مگر دل مثل عندلیب نالان۔ بھئی خوشخبری تو سنائی مگر کوئی تدبیر تو بتاؤ ذرا آنکھین ہی سینک لین۔ رفیق نے کہا حضور عالم مین تو سہ منزلے سے دیکھ رہا تھا۔ مگر بصد ادب۔ غلام کی کیا مجال کہ جس زہرہ تمثال پر آقائے نامدار نظر ڈالین اُس کو غلام نظر بد سے گھورے مگر۔ ع۔ خدا کی خدائی تماشا ہمارا۔ حضور وہان منڈیر تو ہی نہین اور مقام بلند اس قدر کہ عقل کے ہوش اُڑتے ہین۔

شہزادہ۔ ہیرا مالی کو بلواؤ۔ حکم دو اسی دم حاضر ہو۔

رفیق۔ بہت خوب پیر و مرشد۔ کوئی ہو۔ محمود۔ محمود۔

محمود خدمتگار سلیقہ شعار حاضر ہوا۔ آداب بجا لایا۔ آقا کا حکم سُنا سات بار سلام کرکے ہیرا کے پاس آیا۔ ہیرا۔ ہیرا۔ ہیرا نے جواب دیا باہر گیا تو دیکھا شہزادے کا آدمی ہے کہو کیا خبر لائے ہو۔ بھئی۔

محمود۔ حضور نے یاد کیا اور کہا ہو ساتھ ہی لاؤ جا کے

ہیرا۔ اک ذرا دم بھر ٹھہرو۔ مین ابھی چلتا ہون۔

محمود۔ اجی حکم ہو کہ گھسیٹ لاؤ۔ ابھی ابھی چلو۔ مین ایک نہ مانون گا گر ہمارا بھی حصہ ہو ہین نہ بھولنا۔

ہیرا۔ (ہنسکر) جو حکم ہو۔ ہم تو تابعدار آدمی ہین۔

ہیرا محمود کے ساتھ گیا۔ جھک کر سلام کیا۔ اور دست بستہ کھڑا ہوا کہا خداوند غلام حاضر ہو۔ جو حکم ہو بجا لائے۔

شہزادہ۔ حکم یہی ہو کہ اسوقت اپنے باغ کی سیر کراؤ۔ بس

ہیرا۔ خداوند۔ اسوقت تو معاف کرین۔ سب وہین ہین۔

رفیق۔ اُنو ہی رہے۔ ارمیان وہان سناٹا ہوتا تو جا کے کیا کرتے گلبدنون کا غنچہ دیکھنے جاتے ہین یا سنسان دیکھنے۔

شہزادہ۔ سُنا ہو کہ چارون پریان اس وقت باغ میں ہین۔ ہائے پرستان ہوگا۔ اندر کا اکھاڑا گرد ہو گیا ہوگا۔ ہیرا ایسچل تجھے اپنے نارائن کی قسم خدا گواہ ہے ایک اشارے مین امیر کر دون۔ جو مانگ فوراً دے دون۔

ہیرا۔ خداوند حضور ہی کا تو نمک کھاتا ہون یا کسی اور کا جو حکم دیجئے۔ دل و جان سے بجا لاؤن مگر اس وقت تو موقع ہی نہین۔

رفیق۔ حضور کوئی شعر لکھ بھیجین۔ بس یہی چھیڑ کافی ہے۔

شہزادہ۔ اچھا بھئی لاؤ قلم دوات کاغذ شعر ہی سہی ؎

بگو ای عاشق صادق چرا گلدستہ آوردی
دل بلبل شکستی غنچہ را سر بستہ آوردی

رفیق۔ قربان جاؤن حضور جان بخشی ہو تو عرض کرون مگر

شہزادہ۔ کہو کہو۔ یہ جان بخشی کا کون موقع ہو۔ ہان کیا کہتے ہو

رفیق۔ حضور غلام کو یہ شعر پسند نہین یہ لکھئے تو کیسا ؎

زیور ہین نہ دستار کے نے زیب ہین سر کے
مثل گل بازی نہ ادھر کے نہ ادھر کے

شہزادہ۔ اچھا ایک شعر ہم لکھتے ہین لو پڑھو تو کیون۔

رفیق۔ دیکھون حضور۔ (بہ آواز بلند پڑھ کر) ؎

گل پھینکے ہو غیرون کی طرف بلکہ ثمر بھی
ای خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

رفیق نے اس کاغذ کو چوم لیا اور کہا سبحان اللہ سبحان اللہ خداوند بس طبیعت کا حاضر ہونا اسکے معنی ہین کیا برجستہ شعر لکھا ہو قلم توڑ دیے۔ شہزادے نے ایک شعر اور لکھا۔

چھکایا تو نے اک عالم کو ساقی جام گلگوں سے
ہمین بھی کوئی ساغر ہم بھی ہین امیدوارون مین

رفیق۔ (بہت غل مچاکر) واہ وا واہ۔ سبحان اللہ۔ اے سبحان اللہ۔ آواز اسقدر بلند ہوئی کہ نیچے سے خدمتگار مصاحب چوبدار رفقا نوکر چاکر دوڑ پڑے۔ کیون کیون خیریت ہی خیریت ہے کیا معاملہ ہی ارے میان محمود کیا ہوا۔ کوٹھے پر آنے مین تمھا مین نامین فرش رفیق سخت ذلیل ہوا ہمایون فر کھلکھلا کر ہنس پڑے محمود اور سپہر ا مسکرانے لگا۔ خدمتگار وغیرہ سب دنگ سپہرا دونون کاغذ لیکر چلا شہزادہ بلند اقبال نے سمجھا دیا کہ سپہر آرا کو چیکے سے دیدینا۔ سپہر گیا تو دیکھا کہ عباسی اور اُسی بوڑھی کھیسٹ مغلانی مین گھنچ ہو رہی ہی۔ اس تکرار کا سبب سنئے صبح کے وقت عباسی حسن آرا بیگم کے لیے کسگرنی کے ہان سے دو نازک نازک جھجریان لائی۔ پوچھا کتنے کی ہین۔ کہا حضور ایک آنے کی دو لائی ہون۔ ایسی جھجریان شہر بھر مین نہ ملینگی بڑی بیگم نے جو چھوٹی چھوٹی اور نازک نازک جھجریان دیکھین تو ایک اور مہری کو جو عباسی سے سن مین زیادہ تھی حکم دیا کہ ہمارے واسطے بھی خرید لاؤ۔ وہ جاکے ویسی ہی جھجریان دو آنے کو لائی عباسی نے شام کے وقت باغ مین فخریہ بیان کیا کہ مین جتنی سستی چیز لاتی ہون کوئی مہری خدمتگار چوبدار دربان روتا بھلا لا تو دے۔ اسپر اُس کھوسٹ مغلانی نے جس سے عباسی سے چشمک تھی دبے دانتون کہا ہان تم آنے کی دو لائین اور وہ مہری دو آنے کی دو لائی کیون نہ سستی چیز لاؤ۔ وہ ادھیڑ ہی اور تم ابھی کم سن جوان ہو۔ اتنا سننا تھا کہ عباسی جل بھن گئی۔

عبّاسی۔ تم بھی تو کسی زمانے مین جوان تھین بازار کو لوٹ لاتی ہوگی میرے منھ نہ لگنا کبھی یہین جان کی ہو وہین پہونچا دونگی

مغلانی۔ (ہاتھ پھیلا کر) ہوش کی دوا کر چھوکری بہت بڑھ بڑھ کے باتین نہ بنا موئی شفتل زمانے بھر کی آوارہ۔ اور سنو

عبّاسی۔ دیکھیے حضور یہ لام کاف زبان سے نکالتی ہین اور مین حضور کا لحاظ کرتی ہون جب دیکھو طعنے کے سوا بات نہین کرتی

جہان آرا۔ چلو اب قصہ مختصر کرو۔ بس چپ رہو۔

مغلانی۔ منھ پکڑ کے جھلس دیتی مردار آوارہ کا۔ اور سنو

عبّاسی۔ (چمک کر) منھ جھلس اپنے ہوتون سوتون کا۔

مغلانی۔ ہم اب نوکری چھوڑ دینگے ہمسے یہ باتین نہ سنی جائین گی آئے دن ایک جھگڑا نکالتی ہی۔ نت نئی لڑائی۔

عبّاسی۔ (ناک پر انگلی رکھکر) اوئی۔ تم تو بچاری ننھی ہو ہمین گردن مارنے کے قابل ہین۔ پنچ ہی اور کیا۔

سپہر آرا۔ اب جھونٹم جھانٹا کی نوبت آنے والی ہی اور سارا قصور مغلانی کا ہی۔ یہی روز لڑا کرتی ہی عباسی سے۔

مغلانی۔ اے حضور تیج بی ہزار نعمت پائی۔ جو مین ہی جھگڑالو ہون تو بسم اللہ حضور لونڈی کو آزاد کرین اب سے آئے گھر سے آئے کوئی بات نہ چیت آپ ہی آپ گالی گفتے پر آمادہ ہو گئی

عبّاسی۔ کیا جانے کن شہدیون ہڑدنگیون مین رہی ہے۔

جہان آرا۔ لڑینگے جو گی جوگی اور جائیگی کھپڑون کے ماتھے امی جان سن لینگی تو ہم سب کو ڈانٹین گی۔ توبہ توبہ۔

عبّاسی۔ حضور ہی انصاف سے کہین پہل کس کی طرف سے ہوئی

جہان آرا۔ بی مغلانی نے پہل کی مانے کیا معنی کہ تم جوان ہو سستی چیز مل جاتی ہی جسکو گالی دوگی وہ برا مانے ہی گا۔

حسن آرا۔ انھین اسوقت یہ سوجھی کیا۔ جوانی کا کیا ذکر تھا بھلا

عبّاسی۔ حضور میرا قصور ہو تو جو چور کی سزا وہ میری سزا

مغلانی۔ اُف میرے اللہ توبہ توبہ۔ عورت کیا بس کی گانٹھ ہے

عباسی۔ جو چاہو سو کہہ لو۔ مین ایک بات کا بھی جواب نہ دونگی

راوی۔ تم ایسی ہی نیکبخت ہو مغلانی نے اتنی باتین سُنائین مگر تم نے جواب تک نہ دیا۔ اس نیکبختی کا کیا کہنا۔

مغلانی۔ اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر لگایا کرتی ہے۔ مین تو اسکی رگ رگ سے واقف ہون مجھسے کہانتک اُڑیگی۔

عباسی۔ مین اُس کی قبر تک سے واقف ہون کیا تمھی بنی جاتی ہین۔

مغلانی۔ ایک کو چھوڑا دوسرے کے گھر بیٹھی اُسکو کھلیا اب کسی اور کو چٹ کریگی اور باتین کرتی۔ شرّ۔

شرّ کے بعد کچھ کہنے ہی کو تھی کہ عباسی نے سیکڑون بے نقط سنائین اور جلے سے ایسی باہر ہوئی کہ دو ڈپٹیا ایک روش مین تو دوسری روش مین۔ ہیرا مالی نے بڑھکر دوپٹیا دیا۔ تو کہا چل تو ہٹ اور سُنو اس موئے بوڑھے کی باتین اسپر قہقہہ پڑا قہقہہ پڑا ہی تھا کہ بڑی بیگم صاحب بریب ٹیکتی ہوئی تشریف لائین۔ مگر اسوقت یہ سب چہل کر رہی تھین کسی کو خبر بھی نہ ہوئی استے مین عباسی نے کہا بڑی حضور محل سے برآمد ہوئین حسن آرا نے دیکھا تو گردن نیچی کر لی سپہر آرا اور جہان آرا منھ پھیر کر مُسکرانے لگین۔ گیتی آرا چپ۔ ارے! کیا اسی وقت آئین غضب ہی ہو گیا۔

بڑی بیگم۔ یہ کیا شہدپن مچا تھا (دانتون کے تلے انگلی دبا کر) ہا۔ بڑے شرم کی بات ہے۔ اوہنہ! اوہنہ!۔

راوی۔ جواب ندارد۔ صدائے برنخاست ہمہ خاموش نشستند

بڑی بیگم۔ آخرش کچھ کہو تو یہ کیا دھما چوکڑی مچی تھی۔ شغل او شہ کارہ اور خام بادہ اور اللہ جانے کیا کیا باتین ہوئین

واہ وا واہ۔ شریف زادیون کے ہان ان باتون کا کیا ذکر۔

راوی۔ جہان آرا اور سپہر آرا کا مارے ہنسی کے بُرا حال تھا حسن آرا نے گردن جو نیچی کی تو اُٹھانے کی قسم کھائی۔ گیتی آرا نے سون کھینچی کوئی جواب ہی نہین دیتا سب نے چپ پیر کا روزہ رکھ لیا۔

بڑی بیگم۔ مغلانی یہ کیا شور مچا تھا۔ ادھر آؤ۔ جلد بتاؤ۔

مغلانی۔ ای حضور بات منھ سے نکلی اور عباسی نے لپیٹوالیا۔ اور کیا بتاؤن بس بات کی اور آپنے صلواتین سنانا شروع کین۔

بڑی بیگم۔ کیون عباسی یہ کیا کہتی ہین۔ سچ سچ بتاؤ خبردار۔

عباسی۔ (رو کر) حضور (سسکی بھر کر) حضور۔

بڑی بیگم۔ اب ٹسوے پیچھے بہانا۔ پہلے ہماری بات کا جواب دو

عباسی۔ حضور جہان آرا بیگم سے پوچھ لین۔ مین آداب کہا۔ پیسوا کہا۔ کوسا۔ گالیان دین۔ جو زبان پر آیا کہہ ڈالا اور حضور آنکھون ہی کی قسم کھاتی ہون۔ آنکھون سے پیارا اور کچھ نہین ہے جو مین نے ایک بات کا بھی جواب دیا ہو چپ سُنا کی

راوی۔ اسکی تو ہم بھی گواہی دیتے ہین۔ زبان تک نہین ہلائی۔

بڑی بیگم۔ جہان آرا کیا بات ہوئی تھی۔ ہان بتاؤ صاف صاف

جہان آرا۔ ای جان عباسی نے کہا کہ ہم دو جھجریان ایک آنے کی لائے اور دوسری مہری نے دو آنے لیے۔ اس پر مغلانی بولین کہ ہان ابھی جوان ہو اسی سے ہر شے ارزان خریدتی ہو۔ بس یہی ابتدا ہوئی۔

بڑی بیگم۔ ہونہہ! کیون مغلانی۔ اسکے کیا معنی جوان ہے اس سے جو سودا لاتی ہے بازار والے مفت اُٹھا دیتے ہین بال سفید ہو گئے مگر ابھی تک آوارہ پنے کی بو مزاج سے نہین گئی۔

حسن آرا۔ ان دونون مین چشمک ہے جب تک یہ دونون رہینگی

آئے دن دال جوتی میں بٹے گی۔ دونوں بد مزاج ہیں

بڑی بیگم۔ مغلانی۔ تم کو ہم نے موقوف کیا۔ آج ہی نکل جاؤ

مغلانی نے سلام کیا اور کہا بہت خوب بڑی بیگم صاحب

محل میں تشریف لے گئیں۔ عباسی جہان آرا کے قدموں گر پڑی

اتنے میں موقع پا کر ہیر لنے دونوں رقعے سپہر آرا کو دئیے

پڑھ کر یوں جواب لکھا۔

ای ہی تم تو کچھ ایسے جلد باز آدمی معلوم ہوتے ہو کہ تو بہ ہی بھلی شادی بیاہ بھی نگوڑا منہ کا نوالا ہے سب معاملہ چوکس ہے تمھاری طرف سے پیغام تو آتا نہیں۔

ہیرا نے شہزادے کو خط دیا۔

راوی۔ اچھا پیغام ہے۔ اس انوکھی فرمایش کے صدقے۔

زندان کو چلے مچل مچل کر

ہائے ہائے یہ کون بیچارہ مصیبت کا مارا قیدی ہے جسکی حالت پر خلق خدا زار زار روتی ہے یہ آزاد پاشا ہیں کون آزاد حسن آرا کے پیارے میڈا کی تیلیوں کے مارے وہ آزاد جنکے نام پر ثریا بیگم جوگن ہو گئی تھیں وہ آزاد جنکی یاد میں اختر النسا اور زینت النسا سر دھنتی تھیں حسن آرا بیچاری اس آسرے میں تھیں کہ آزاد تمغے لگا کر آئیں گے دھوم دھام سے بیاہ ہوگا مگر آثار اچھے نہیں نظر آتے کہیں یہ شعر حسب حال نہ ہو۔

بدان طمع کہ بہ مستی بیوسم آن لب لعل
چہ خون کہ در دلم افتاد ہمچو جام نشد

اب سنئے کہ جب آزاد کو ذرا ذرا ہوش آیا تو کاسکوں نے زمین سے اٹھایا چشمے کے ٹھنڈے ٹھنڈے پانی سے منہ دھلایا آزاد نے آنکھیں کھولیں تو ہر سمت کاسک ہی کاسک نظر آئے مگر کچھ غشی اور کچھ فرط رنج و قلق سے حواس باختہ اور از خود رفتہ تھے سوچنے لگے یار خدایا یہاں میں کیوں آ گیا کب آیا اور کیا کرنے آیا میں تو ترکوں کی طرف سے جنگ میں شریک تھا یہ روس کی شرکت کیسی ہائے بدحواسی وائے بدحواسی

آزاد۔ کیوں حضرت یہ طلسمات کا سماں ہے۔ الٰہی خیر کیجیو

راوی۔ خیر کجا آپ طلسمات کے قائل کب سے ہوئے ہائے بدحواسی

آزاد۔ میاں کچھ سر سے کھیلو منہ سے بولو ابھی چپ سادھی واہ۔

راوی۔ ہائے بدحواسی کاسک برابر گفتگو کرتے ہیں مگر یہ وہی مرغ کی ایک ہی ٹانگ کہے جاتے ہیں سنتے ہی نہیں کسی کی۔

کاسک۔ آزاد پاشا اب ذرا طبیعت ہلکی ہوئی یا نہیں۔

آزاد۔ کیا تم لوگ باشی بزوق ہو۔ اخاہ میں اب سمجھا۔

کاسک۔ ہم کاسک ہیں روس کی فوج کے سوار۔ اب سمجھے؟

آزاد۔ اُف اُف۔ ہائے اب سمجھا میں تو قید ہوں۔

گداخت دل کہ شود کار جان تمام و نشد
بسوختیم درین آرزوے خام و نشد

ہائے ع۔ آرزو دن کا ہوا خون پڑا ارن کیسا۔ افسوس

کاسک۔ آزاد تمھاری حالت زار پر ہم تک روتے ہیں مگر ع
دکھ بوجھ نہیں کہ بانٹ لیجے۔ خدا تمھیں آزادی دے۔

آزاد۔ بھائی آزاد کے معنی بھی تم لوگ نہیں جانتے اب آزاد کجا اب تو اسیر ہیں آزادی منزلوں دور ہے اب ہم ہیں اور سیریا کا برفستان اور قید تنہائی الحٓ ستم ستم۔

آزاد پاشا کے قلب کا عجب حال تھا برگ و بار سے یاس و نا امیدی جلوہ دکھاتی تھی گو آنکھوں سے اشک نہیں جاری تھے مگر دل روتا تھا سوچتے تھے کہ یا الٰہی اب حسن آرا کو کیونکر دیکھونگا کہاں سیریا کا برفستان کجا ہندوستان اپنی مصیبت کا انکو اتنا رنج نہ تھا جس قدر حسن آرا کی مایوسی کا قلق تھا۔

کاسکون کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر چلے مگر قدم قدم پر آہ درخشان دس قدم گئے اور غل مچایا ناکامی سی ناکامی نامرادی سی نامرادی۔ ہائے تمنائے دلی نہ نکلی دل کی دل ہی میں رہی ؎

نکلے نہ شست ٹکٹری ہی نامرادی | تمنائے دلی نکلے کدھر سے

کاسک۔ انکی حالت دیکھکر دست تاسف ملتے تھے مگر مجبور

آزاد۔ کلیجہ پھٹ گیا۔ (غل مچا کر) ہائے کلیجہ پھٹ گیا۔ (قطعہ)

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را | دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

کاسک۔ دیکھو آزاد پاشا ایسا نکرو کہ ہلکان ہو جاؤ سیبیریا تک پہونچنے بھی نہ پاؤ اور جان جاتی رہے شاید وزیر جنگ کا دل پسیجے اور قید سے چھٹکارا پاؤ۔ سائین کے سو کھیل۔

آزاد۔ (آہ سرد بھر کر) بس اب دل پسیج چکا تمہارے وزیر جنگ سے خدا سمجھے صرف بوسہ بازی کے جرم پر ہمیں کہیں کا نہ رکھا۔ افسوس

کاسک۔ ہمارا اختیار ہو تو جی چاہتا ہے کہ تمکو چھوڑ دیں مگر نمکحرامی وضع کے خلاف ہے آزاد پاشا ذرا دل کو ڈھارس دو۔

آزاد۔ ہاں شاید خدا کو اس میں بہتری ہی منظور ہو۔ ع

شاید کہ ہمین بیضہ بر آرد پر و بال عنقا گردد۔ کیون بھائی سیبیریا مین ہمین بات کرنے کی ممانعت ہے ہم تو کڑھ کڑھ کے مر جائینگے درد دل کسی سے کہنا بلائے طاق زبان ہلانے مین زبان کاٹی جائیگی۔ ؎

عجب ایست اندر دل اگر گویم زبان سوزد | وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

بعینہ اسی شعر کے حسب حال ہون خیر اب تو پھنس ہی گئے ہائے کس وقت حسن آرا کی میٹھی میٹھی باتین یاد آتی ہین سمجھے تھے کہ وقت بڑا سعید تھا جب اس بت عربدہ جو سے آنکھ لڑی تھی مگر یہ کیا معلوم تھا کہ ایک دن اس دل ملنے کی ایسی سزا پائینگے کہ خون کے روئینگے۔ ہائے حسن آرا وائے حسن آرا۔ ؎

بڑی تکلیف تیرے ہجر مین اے بیوفا پائی
خدا شاہد ہے ہم نے دل لگانے کی سزا پائی

کاسک۔ اسوقت آپکے قلب کی کیفیت سے ہم خوب واقف ہین صلاح اور مشورہ اور وعظ و پند سب بیکار ہے۔

آزاد۔ صلاح و پند اور وعظ و مشورہ؟ ای لاحول توبہ توبہ ؎

حضرت ناصح گر آئین دیدہ و دل فرش راہ | پر کوئی اتنا تو سمجھا دو کہ سمجھائینگے کیا

صلاح اسکو دو جو کسی تدبیر مین ہو مشورہ ہمکو کوئی کیا دیگا پند اور وعظ کا یہ کون موقع ہے ایک قیدی اپنے دوستون عزیزون کو یاد کر کر کے روتا ہے اسکو کوئی سمجھائیگا کیا زبردستی ہے یارو۔ کوئی پاگل نہین دیوانہ نہین کہ زنجیر کی ضرورت ہو میرا معشوق مجھے اسوقت تمام عمر کے لیے چھوٹتا ہے۔ ہائے ستم ہائے ستم۔ اور تم مجھے رونے کی اجازت بھی نہین دیتے۔ ذبح کر دو اور کہو تڑپا تو تو جانے گا۔ واہ کیا انصاف ہے ؎

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون
روئین گے ہم ہزار بار کوئی ہمین ستائے کیون

چشم دہن معشوق کی جدائی خار خار ہو یا نہ ہو یارو کچھ انصاف بھی ہے۔ ہمین پند و وعظ یعنی چہ [illegible] ہزار افسوس ؎

منع کرتا ہے مجھے یار کے گھر جانے کو | ناصحا آگ لگے اس تیرے سمجھانے کو

تین میل تک [illegible] زلو اسی حالت بیقراری مین گئے جنون کا جوش ہر قدم پر ترقی کرتا جاتا تھا کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ ؎

آباد ز من خانۂ زنجیر جنون ہست | اے من بگر این سلسلہ برباشتنی ہست

تین میل تک سفر کر کے کاسکون نے گھوڑونکی باگین روک لین اور سر سبز مرغزار مین اشجار پر بہار کے سایہ مین دم لیا اسی عالم مین آزاد کی آنکھین بے اختیار اشکبار ہو گئین تو انہون نے یہ شعر پڑھا ؎

تم آئے عین کی مین نکلکر دل لیے اے شکوہ | کوئی ہم نخل ہر لگے ذرا سایہ مین [illegible]

ڈوکاسکون نے ہری ہری دُوب پر درختوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤن مین لوٹنا شروع کیا دس بارہ اور سوارون نے بھی انکا ساتھ دیا آزاد بھی گھوڑے سے اُترے اور ایک کوئین کی جگت پر سو رہے تھوڑی دیر بعد آزاد کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک درخت باردار کے قریب ہجوم عام ہی کاسک اور اُس مقام کے باشندے مرد اور عورت بوڑھے اور جوان ٹھٹ کے ٹھٹ لگائے کھڑے ہین - این! یہ کیا ماجرا ہی بھئی ذرا چل کے دیکھین تو اُٹھے قریب گئے تو دیکھا کہ ایک خوبصورت عورت ایک جوان رعنا کے گلے مین ہاتھ ڈالے کھڑی ہوئی ہی - دونون زار زار روتے ہین -

آزاد - (کاسک سے) یہ عورت کون ہی اور اسقدر زار زار انکا کیا سبب ہی کیون صاحب این! بولتے ہی نہین - اجی حضرت!

کاسک - ہم ٹوٹی پھوٹی بولی نہین سمجھتے آدھی فرانسیسی آدھی ترکی آدھی کچھ آدھی کچھ - صاف صاف کہئے تو جواب عرض کرون

دوسرا - پوچھتے ہین یہ بھیڑ کیون ہی اتنے آدمی یہان کیون جمع ہین

آزاد نے ایک اور آدمی سے پوچھا اُسنے کہا آپ ہندی ہین آزاد نے کہا جی ہان ہندی ہون فوراً آزاد سے بغلگیر ہوا اور یون گفتگو کرنے لگا - حضرت میرا نام محمد اطہر ہی بیس برس کے سن مین وطن سے ایک سوداگر کے ساتھ ترکی آیا یہان کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ پھر واپس جانے کی نوبت نہ آئی آپ کے لب و لہجہ سے پہچان گیا کہ ہم وطن ہین -

آزاد - خدا گواہ ہی اسوقت اس درجہ خوشی حاصل ہوئی کہ بیان نہین کر سکتا اس جنگل بیابان مین ہموطن کی صورت نظر آئی. شکر خدا - ہزار شکر خدا - روح اسوقت وجد کر رہی ہی -

اطہر - یہان کس ضرورت سے آنے کا اتفاق ہوا اور اب آپ جاتے کدھر ہین - کچھ دال مین کالا کالا ہی -

آزاد - (آبدیدہ ہو کر) روسیون نے مجھے قید کر لیا اب سیبیریا کی برفستان کو بھیجے جاتے ہین اور جرم یہ کہ مین ترکون کی فوج کا ایک افسر ہون مجھے اتفاق سے گرفتار کر لائے اب اسقدر دشمن ہو گئے کہ اس بلاخیز مقام مین بھیجتے ہین جہان خدا دشمن کو بھی نہ لے جائے - خیر خدا مالک ہی -

اطہر - (خوش ہو کر) الحمد للہ خدا ہر مرد میدان کو یہ دن دکھائے آمین - میری ایسی قسمت کہان جو آپ کی طرح یہ حکم میری نسبت صادر ہوتا یہ خوش نصیبون کا حصہ ہی -

آزاد - (متحیر ہو کر) جی بجا کیا ارشاد ہوا - خوش نصیبون کا حصہ ہی - چہ خوش - ایسی قسمت پر تین حرف -

اطہر - بڑے خوش نصیبون کا حصہ ہی دل لگی نہین ہی - اجی حضرت!

آزاد - بجا ارشاد ہوا - وطن مالوف چھوٹا یار دوست چھوٹے معشوقون سے ابدی جدائی ہوئی آپ کے نزدیک یہ بڑی خوش نصیبی ہی اس خوش نصیبی کے صدقے - واہ حضرت -

اطہر - اسلام کے نام پر جان کھونا اور آرام کے عوض رنج سہنا کسی ناکس کا کام نہین ہی اسکے لیے مرد میدان چاہیے - بڑی مشکل ہی اور بڑے خوش نصیبون کو یہ بات حاصل ہوتی ہی تم نے بڑا کار نمایان کیا خدا اجر دے ؎

حماک اللہ عن شر النوائب ‏ ‏ جزاک اللہ فی الدارین خیراً

(پیٹھ ٹھونک کر) شاباش آزاد شاباش مرحبا مرحبا - ع

آفرین باد برین ہمت مردانۂ تو - کیا کہنا ہی کیون نہو -

آزاد - خیر ع سا قسمت یا نصیب یا بخت مگر اسقدر تسلی دیجیے کہ رفتہ رفتہ رنج کم ہوتا جائیگا نہ - یا ایسا ہی رنج رہیگا ارے غضب اب تو یہ دعا دیجیے کہ سیبیریا تک پہونچنے نہ پاؤن

اور مر جاؤن جان جاتی رہے تو جی اٹھون ۔ ع

الٰہی ایک ہم ایسے کہ تنگ آئے ہین جینے سے
اور اک خضر و مسیحا ہین کہ اس جینے پہ مرتے ہین

اطہر ۔ موت کا طالب ہونا جوانمردی کے خلاف ہی ہان بجا ہے

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے ۔ اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

آزاد ۔ سبحان اللہ سبحان اللہ ۔ (آبدیدہ ہو کر) اس وقت سخت افسوس ہی کہ یہ آخری مرتبہ اردو بولنے کا ہی لیلیٰ ب گفتگو کس سے کرونگا اور بولنے کی قطعی ممانعت ہی اُف حیف صد حیف ۔

اطہر ۔ بنایت حسرت کا مقام ہی کمال خوشی کی بات ہی ۔ ع

شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن ۔ خوب یاد رکھو ۔

یہ باتین ہوتی ہی تھین کہ اس عورت نے بہ آواز بلند نعرہ ملا اور تڑپ کے زمین پر گر پڑی آزاد نے محمد اطہر سے پھر وجہ پوچھی

اطہر ۔ حضرت یہ عورت اس مرد پر عاشق ہی یہ دونون سامنے کے موضع مین رہتے ہین اور پردیسی ہین لڑکپن مین ساتھ کھیلے تھے عورت بارہ برس کے سن مین عاشق ہو گئی پندرھوین سال نکاح ہوا اب مرد کا بائیسوان سال ہی عورت کا انیسوان مرد کہتا ہی کہ مین ترکی فوج مین شریک ہونگا عورت جانے نہین دیتی

آزاد ۔ ہائے ہائے پھر زخم کہن ہرا ہوا ۔ پھر زخم پر نمک چھڑکا ۔ ع

جنونے کو کہ از قید خود بیرون کشم پا را ۔ کنم زنجیر پائے خویشتن دامان صحرا را

جنون نے کہین کا نہ رکھا ۔ یہ جنون ہی کی حرکت تھی کہ اپنا بیڑہ چھوڑ کر غنیم کے لشکر مین آ گئے ۔ یا کچھ اور ۔ ع

عشق روزے کہ بدل خلعت سودا بخشید
جامہ داری من از دامن صحرا بخشید

اب تو مجنون کے جانشین ہم ہین قیس کے بعد ہم نے جنون کو عوت بخشی دشت جنون کو ہم سے فخر ہی ہمارے بعد سناٹا ہی ہوگا ۔ ع

چو مجنون رفت بر من شد مسلم ملک رسوائی
بر اورنگ جنون یا رب کہ بنشیند چو من رفتم

اطہر ۔ اللہ اکبر اللہ اکبر ۔ کیا عشق صادق ہی گرمی تو بہوش ۔ ع

غمزہ اش بر سینہ ناوک میزند ۔ خندہ اش بر گوشہ چشمک میزند
عشق دارد با جنون ربطہ دگر ۔ از خرد باشد جنون گستاخ تر
ہر چہ خواہی بے تعب آید ازو ۔ کارہائے بو العجب آید ازو
گر بر آتش بگذرد آب جنون ۔ از شرر آرد برون دریا خون

اے خدا خواہم دل دیوانۂ
ہائے وہوئے گریۂ مستانۂ

آزاد ۔ (اس مرد سے) کیون میان تم اس بیچاری کا کہنا کیون نہین مانتے آخر اسکا کیا قصور ہی جو اسقدر بے مروتی کرتے ہو

مرد ۔ دل سے لگی ہی کہ روسیون سے لڑون قسمت قسمت

آزاد ۔ ہائے اس بیچاری کے دل پر خدا جانے کیا گذرتی ہوگی واللہ کتنی نازک بدن اور خوبرو ہی سگر کشتۂ خنجر عشق ۔ ع

جنون کو تا نثار خود کنم آشفتہ رائی را ۔ ز رعنائی لباس تازہ بخشم خودنمائی را

کاسکون کو جو معلوم ہوا کہ یہ شخص ہمارے خون کا پیاسا ہی تو آگ ہو گئے ایک نے کہا کہ میان کیون جان کے دشمن ہوئے ہو اتنی سی جان گز بھر کی زبان ۔ دوسرا بولا شامتین آئی ہین قضا انگیز ہو ۔ تیسرے نے کہا پھر دیکھئے کیا ہو جب تک یہ مورچے پر ہو تحقیق ان کو عدم پہنچا دیتے سے ہین ۔

اطہر ۔ ایک بات کافی ہی مگر اکیلے آدمی کو قتل کرنا کون جوانمردی ہی ایک کی دوا دو ۔ بس کافی ہی ۔

کاسک ۔ ایک کی دوا دو ہو چاہے ایک کی دوا سو ہو ہم اسکو قتل کیے بغیر نہ چھوڑینگے انشاء اللہ روسیون سے مقابلہ کرنے چلے شان کبریائی جوان لگاو تلوار ہان آزاد و سر

آزاد۔ ارے یار دبے بس کا مارنا تو شجاعت کی بات نہیں ہے
کاسک۔ آپ اس بارہ میں دخل ندیں ہم ضرور قتل کرینگے۔
اسکے بعد ایک کاسک نے تلوار نکالی اور اس بے بس بیچارہ کا سر اُڑا دیا۔ ہائے افسوس اب سنیئے کہ اسکا سر عین اسکی چاہیتی بیوی کے سر پر گرا تو وہ چونک اُٹھی دیکھا تو اُسکے پیارے شوہر کا سر خاک و خون میں لوٹ رہا ہے اور دھڑ اور طرف ہے ہائے ستم والے ستم ہائے اگر اسکی بیوی اسقدر اصرار نہ کرتی تو یہ نوبت کیوں آتی اور یہ روز بد دیکھنا کیوں نصیب ہوتا۔ ؎

من نگویم کہ یار کشت مرا		دل بے اختیار کشت مرا

عورت کی حالت زار ناگفتہ بہ سر اور گردن خون میں آغشتہ۔ مرغ بسمل کی طرح تڑپتی تھی۔ درد دل کا چارہ محال تھا کئی بار پتھر پر سر دے پٹکا مگر زندگی تھی بچ گئی۔ زبان حال سے یہی کہتی تھی ؎

دوستان سنگ آدم احسان برین مجنون کنند
سینہ را از تیغ بشگافید و سر بیرون کنید

آزاد پاشا کی آنکھوں میں خون اُتر آیا مگر اس وقت کیا کرسکتے تھے۔ محمد اطہر نے عربی زبان میں کہا افسوس صد افسوس اگر بس چلتا تو ان سب کو کتے کی موت قتل کرتا یہ نابکار بلکل وحوش بد تر از بہائم ہیں۔
آزاد۔ بس کچھ تذکرہ ہی نہ کیجیے آنکھوں میں خون اُترا آتا ہے
اطہر۔ اس بیچارے بیگناہ نے زبان تک نہیں ہلائی صرف ایک بات کہی تھی نہتے آدمی کا قتل کرنا بھلا کون جوانمردی ہے افسوس۔
آزاد۔ اگر حکم ہو تو کچھ سمجھ لوں ابھی بوے سپہ گری باقی ہے ؎

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

یہ شعر رن کی زمین میں سوتے جاگتے اُٹھتے بیٹھتے ہر دم ورد زبان رہتا ہے اب حکم دیجیے کہ چڑھ دوڑوں۔
اطہر۔ نہیں خلاف عقل و مصلحت ہے دہ سو ہم دو۔ ؎

نہ ہر جائے مرکب توان تاختن	کہ جا ہا سپر باید انداختن

اتنے میں کاسکوں نے کہا اب کوچ کیجیے آزاد کا رنگ فق ہو گیا پیچھے پھر کر دیکھا اور کہا ہائے اب ہندوستان میں جانے کا نہ اتفاق ہوگا۔ آہ اب حُسن آرا بیگم کی نورانی صورت نظر نہ آئیگی اب اس مُنہ کو کہاں سے دیکھینگے ع

آرزو میں ہو میں سب خون پڑا رہن گیا

ثریا بیگم کا مکان

کوٹھے پر چوکا بچھا ہے اور اس پر فرش مکلف۔ اسکے قریب ایک نازک پلنگڑی پر ثریا بیگم سادی اور ہلکی پوشاک پہنے بہ آرام تمام لیٹی ہیں۔ ابھی حمام سے آئی ہیں۔ لباس عطر میں بسا ہوا۔ ادھر اُدھر پھولوں کے ہار اور گجرے رکھے ہیں۔ باغ سے حنا کی خوشبو آتی ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آہستہ آہستہ چل رہی ہے مگر امارت کے چوچلے مصری پنکھا لیے جھل رہی ہے آبدار خانے والی گڑگڑی لائی تو عباسی مہری نے جھک کر کہا اوئی ماما تی بوڑھی ہوئیں مگر سلیقہ نہ آیا اے پیچوان لاؤ لاؤ ا جس میں آنچ دور رہے۔ تھوڑی دیر میں پیچوان آیا گنگا جمنی جفت بیش بہا پیچوان۔ مخملی دستی مخملی زیر انداز۔ دوسرا تمباکو مشکبو پیچوان عرق بہار اور انواع و اقسام کی خوشبو کی چیزوں سے بسا ہوا تھا۔ سنگ لیشب کی مثال۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام محل مہک اُٹھا۔ ثریا بیگم نے آہستہ آہستہ پینا شروع کیا کہا

کہا پیچوان مردون کے لیے موزون ہے۔ ہمین تو گڑگڑی ہی پسند ہے۔ خبردار آج سے پیچوان نہ لانا۔ آبدار خانے والی نے کہا حضور یہ عباسی کل کی چھوکری مجھکو ڈپٹنے لگی۔ واہ۔ گڑگڑی نہین۔ پیچوان لاؤ۔ ہم نے کہا اچھا حضور لونڈی تو جانتی تھی کہ حضور ایک کش بھی نہ لینگی۔ وہی ہوا۔ اب حضور ٹھہرین مین ابھی بھرے لاتی ہون۔ ایک چار منٹ کے عرصے مین آبدار خانے والی ایک ذراسی گڑگڑی لائی۔ ذرا سا نیچہ ذراسی چلم لا کر کہا حضور اسکو پئین۔

عباسی۔ کیا ننھی منی گڑگڑی ہے۔ مگر اس مین تمباکو بھی کوڑی برابر ہوگا۔

ثریا بیگم۔ کھلونا ہے بیگمون کے چونچلے ہین۔ ہمین یہ باتین نہین آتین۔

عباسی۔ حضور لیٹی رہین۔ مین گڑگڑی لئے رہون گی۔ پیتی جائیے بسم اللہ۔

مغلانی۔ عباسی کی بوٹی بوٹی پھڑکتی ہے۔ کسی پہلو چین نہین کیون؟

عباسی۔ (مسکرا کر) ہماری بوٹی ووٹی کچھ بھی نہین پھڑکتی دھڑکتی۔

اتنے مین ایک مہری نے دست بستہ عرض کیا بیگم صاحب داروغہ جی آئے ہین۔ کہتے ہین کچھ عرض کرنا ہے بیگم صاحب نے کہا۔ اونہہ! اب اسوقت کون ملے۔ کہو صبح کو آؤ۔ مہری بولی حضور کہتے ہین بڑا ضروری کام ہے حکم ہوا کہ دو عورتین چادر تانے رہین اور داروغہ صاحب چادر کے اُس طرف بیٹھین۔ داروغہ صاحب نے آن کر کہا آداب بجا لاتا ہون حضور اللہ نے بڑی خیر کی۔ خدا کو کچھ اچھا ہی کرنا منظور تھا حضور ایسے مُورے پھنسے تھے کہ الٰہی توبہ۔ بیگم صاحب نے کہا۔ اے تو کچھ کہو بھی۔ یا الٰہی توبہ۔ الٰہی توبہ ہی کہتے جاؤگے۔ اور داروغہ صاحب نے پھر وہی کہنا شروع کیا۔ اُف حضور۔ جان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین۔ اسپر عباسی نے کہا داروغہ صاحب بھنگ تو نہین کھا گئے ہو۔ دوسری مہری بولی۔ سٹھیا گئے ہین مغلانی نے کہا بوکھلائے ہوئے آئے ہین۔ داروغہ صاحب بہت جھلا کے کہا کیا قدر ہوتی ہے واہ۔ ہماری سرکار تو کچھ بولتی ہی نہین۔ وہ لاابالی مزاج پایا ہے کہ مہری اور مغلانی اور محلدار بلکہ ایک بھنگن تک بناتی ہے اور حضور کبھی اتنا بھی نہین کہتین کہ ہمارے داروغہ سے نہ بولو۔ بوڑھا آدمی عزت دار ہے۔ کس مصیبت مین جان ہے۔ الٰہی توبہ الٰہی توبہ

بیگم۔ تم تو سچ مچ دیوانے ہوگئے ہو۔ جو کہنا ہے وہ کہتے کیون نہین۔

داروغہ۔ حضور دیوانہ سمجھین یا گدھا بنائین غلام آج کانپ رہا ہے۔

بیگم۔ یا میرے اللہ۔ سبزی پی ہے کیا بھنگیائی ہوئی باتین کرتا ہے واہ۔

داروغہ۔ ہونہہ! حضور بڑی قدردان ہین بس (باتین کرتا ہے) ہائے افسوس۔ گویا نفرے ہین (باتین کرتا ہے) واہ رے قدرشناسی عالم بالا افسوس۔ واللہ حضور غلام بھی رئیس زادہ ہے۔

عباسی۔ اے ہے توبہ داروغہ صاحب کچھ کہیے گا بھی۔ مطلب تو فرمائیے حضور۔

داروغہ نے کہا وہ جو آزاد ہین کبھی یہان آئے بھی تھے وہ بڑے مزوّر اور مکار (شاہین چور) نامی ڈکیت پرلے سرے کے بگڑے بازسکال جواری۔ وصاوت شرابی۔ زمانے بھر کے بدمعاش چھٹے ہوئے گرگے۔ ایک ہی شریر اور بد وضع

آدمی ہین ۔ طوطی کا پنجرہ لیکر وہی عورت کے بھیس مین آیا تھا
ہو بہو ۔ فقیر بن کر آئے تھے وہ بھی خود بدولت تھے جب ہی
تو جھپ سے حقہ بھی پی لیا اور گلوری بھی گلے مین دبا لی
آج سنا کہ کسی نواب کے ہان بھی گئے تھے ۔ وہان مسلمان فقیر
بنے ۔ شاہ جی سے خدا نے بچایا ۔ اور حضور وہ آزاد جن کے
دھوکے مین آپ ہین وہ تو روم گئے ہین ۔ اُن کی تعریفین تو
اخبارون مین چھپتی ہین تمام دنیا مین انکا نام ہی ۔ اور یہ آزاد مرزا
ہین ۔ وہ میان آزاد ہین ان کا اُن کا مقابلہ کیا ۔ وہ عالم اجل
فاضل اکمل ۔ یہ بے ایمان بدمعاش لچے آدمی مگر حضور نے
انکو بلایا ۔ پاس بٹھایا ۔ اخلاط کی باتین کین ۔ ایسا غچا دیا
کہ توبہ ہی بھلی اور یہ بھی اُس نے غلط بیان کیا تھا کہ حسن آرا بیگم
کا بیاہ ہو گیا ای توبہ ۔ انھین کے کہنے سے تو وہ گئے ہین ۔
بیگم صاحب نے کہا داروغہ بات تو تم پتے کی کہتے ہو ۔
مگر یہ سب باتین تم کو بتائین کس نے تم آزاد کا نام کہان سے
جان گئے ۔

داروغہ ۔ حضور وہ چانڈوباز جو آزاد مرزا کے ساتھ آیا تھا
اس نے مجھسے بیان کیا ۔ وہ آزاد کو خوب جانتا ہی ۔ سرا مین ایک
بی حسین بھٹیاری رہتی تھی ۔ اللہ رکھی وہ میان آزاد پر
جان دیتی تھی انھون نے اُس سے شادی کا اقرار کر لیا
مگر سوچے کہ بھٹیاری کے ساتھ شادی کی تو کیا وہ آزاد اور
یہ آزاد اور یہ چورون کے قبلہ گاہ ۔ بدمعاشون کے
پشت پناہ ایک ہی حرامزادے آدمی ہین ۔ ان کا اُن کا
مقابلہ لیجے چہ ۔

بیگم ۔ اللہ نے بچایا ۔ بہتر ہی جو کہین نکاح ہو جائے تو ستم ہی
ڈھائے ۔

مغلانی ۔ جنازہ نکلے موئے کا ۔ کیا پھسلایا تھا ۔ آفت رہی
ٹھگائی ۔

مہری ۔ اور باتین کیسی چکنی چپڑی کرتا تھا کہ توبہ ہی بھلی ۔ اُف وہ

عباسی ۔ ای حضور نگوڑا مجھ پہ کترا تا تھا ۔ کئی باری اشارے
کیے گلوری لی تو چٹکی لے لی ۔ قریب سے نکلی تو ٹھوکا دیا ۔
چھٹا ہوا شہدا ہی ۔ طوطی کا پنجرہ لے کر کس ٹھاٹھ سے آیا تھا کہ
اُف ۔ ایسا بھیس بدلا کہ واہ ۔

محلدار ۔ سائی ہی ۔ یہ وہی تھا ۔ اچھا بھیس بدلا ۔ این گل دیگر
شگفت اور (ہنسکر) نام کیا بتاتا تھا ۔ معشوقہ خانم ۔

بیگم ۔ معشوقہ خانم ۔ بڑی ہنسی آتی ہی توبہ توبہ ۔

داروغہ صاحب آزاد مرزا کا دکھڑا رو کر چلے گئے تو بیگم صاحب
نے حکم دیا کہ داروغہ سے کہو اس چانڈوباز کو یہان
بھیج دین ۔ مہری چانڈوباز کو اپنے ساتھ اوپر لائی مغلانیون
نے پردہ کرنا چاہا تو بیگم صاحب نے کہا جانے بھی دو ۔ بڈھے
کھوسٹ سے پردہ کیا ۔

چانڈوباز ۔ حضور کچھ اوپر سو برس کا سن ہی ۔ غلام نواب
شمل خواجہ سرا کے ہی ۔ پردہ جوانون سے ہوتا ہو نہ کہ پیرون
سے اور پھر خانہ زاد سے ۔

بیگم ۔ ہم نے تو خود ہی کہا ۔ ورنہ زنانی ڈیوڑھی پر تم آنے
بھی پاتے ۔ قبر مین پاؤن لٹکا چکے ہو ۔ ہان آزاد مرزا کا حال
تو کہو ۔ یہ کون شخص ہی داروغہ تو کہتے ہین چور ہی بدمعاش ہی ۔

چانڈوباز ۔ حضور اسکے کاٹے کا منتر ہی نہین ایک ہی شہدہ
ہی مردود ۔

بیگم ۔ تجھے کہان سے ملاقات ہوئی تمھارا مکان کہان ہی ۔

راوی ۔ کیا انھی بنی جاتی ہین ۔ یہ وہی ہین جو سرا مین

خدمت کیا کرتے تھے۔

چانڈو باز - حضور اب مرغ یکبارگی چھوڑے گانون کا نام اب توخانہ بدوش بے نوا درویش حزین دخستہ جان ہون مگر شکر ہے۔

بیگم - یہ آزاد مرزا قید مین تھے وہان سے بھاگے کیونکر-

چانڈو باز - بڑا طول طویل قصہ ہے بس یہ نہ پوچھیے حضور صاحب کا حکم تھا کہ تین پہرے ہین اور وہ صاحب سے کہتا تھا کہ مین چہے ہزار پہرے ہون تو نکل جاؤن - نہ نکل جاؤن تو آزاد مرزا نام بدل دون - بس ایک پہرے والا پہرا بدلنے گیا تو آزاد غائب پہرے کا کانسٹبل ندارد - دوسرے پہرے پر آگئے - وہان بھی سناٹا - ان کا ماتھا ٹھنکا کہ کچھ دال مین کالا ہے پکارا - ارے بھئی جوان کیا سوتے ہو - وہان کوئی ہو تو جواب دے - تیسرے پہرے پر گئے وہان بھی کوئی نہین اب انکو خوف معلوم ہوا تو غل مچایا - کوئی ہے - تھانے کے دو چار جوان دوڑ پڑے - لینا لینا - جانے نہ پائے خبردار سنبھلے ہوئے کون تھا کون کدھر گیا - اس نے کہا یہان پہرا بدلانے آئے تو تینون پہرے خالی آدمی نہ آدمزاد رات بہت اندھیری تھی چراغ جلا تو خوب غل مچا - دیکھا کہ ایک پہرے والے انند سنگھ کانسٹبل کی لاش پڑی ہے ذرا آگے بڑھے تو دوسرے جوان کا سر الگ اور دھڑ الگ نظر آیا سارے تھانے کا ہکا بکا ہو گیا - آزاد مرزا پہرے والون کو قتل کر کے چل دیے اتنے مین محلے سے صدہا آدمی دوڑ پڑے دونون کانسٹبلون کی لاشین پڑی دیکھین مگر تیسرے پہرے والے کا پتا نہ ملا - فوراً غل مچا انسپکٹر اور صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور کئی اور صاحب لوگ اور تحصیلدار صاحب بھی فوراً آگئے تھانہ دار بیچارہ خفیف اور نادم ہوا - اب تحقیقات شروع ہوئی پہلے اُس جوان سے پوچھا جو پہرہ بدلنے کے لیے آیا تھا -

کانسٹبل - حضور ایک بجے پہرا بدلانے ہم آئے تو پہلے پہرے پر کوئی نہ بولا - ہم سمجھے سپاہی بے غافل سو رہا ہے تو بس مین دوسرے پہرے پر گیا وہان کسو نے کھنکارا نہ جواب دیا تب بس میرا ماتھا ٹھنکا تو حضور بس مین پکارا (پکارا) کوئی بولا نہین - جب تیسرے پہرے پر گیا تو وہان بھی کوئی نہ ملا - تب مین نے شور اور غل مچایا کہ دوڑو ہم لوگون یہان کچھ گل کھلا ہے سب سپاہی دوڑ آئے حضور بس یہان لاشین دیکھین -

کپتان صاحب - سوال پہلے پہرے پر کون سپاہی تھا اُسکا کیا نام ہے -

جمعدار - خداوند - ظالم سنگھ بیسواڑے کا رہنے والا اُس پہرے پر تھا -

کپتان - او ظالم سنگھ ظلم کر گیا - اسکا ضرور سازش ہے -

جمعدار - خداوند - تھا تو نہین ایسا مگر شاید اُسکی سازش ہو -

کپتان - تلاش کرو - دیکھو ظالم سنگھ ظلم کرنیوالا کدھر ملتا ہے - کئی کانسٹبل ظالم سنگھ کی تلاش مین گئے اتنے مین ایک شیخ جی نے جو تھانے کے سامنے رہتے تھے یون اظہار دیے خداوند مین تین دن سے علیل ہون - درد سر - درد کمر - درد جگر - اور کھانا ہضم نہین ہوتا شب کو نیند نہین آتی دیکان کی چھت پر چپر کھٹ بچھائے پڑا ہوا تھا مگر اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہین جب غل ہوا تو میری آنکھ کھل گئی - آنکھ کھلی تو ستم ہو گیا ہائے ہائے -

کپتان صاحب - سوال آپ کو نیند جو نہین آتا تھا تو آنکھ کیونکر بند تھا -

شیخ صاحب۔ حضور اب یہ تھوڑا ہی مطلب تھا کہ نیند بالکل آتی ہی نہ تھی جب غل ہوا تو میں جاگ اٹھا۔ وہ آدمیوں کو بھاگتے دیکھا مگر ایسے شلنگے بھرتے جاتے تھے کہ توبہ ہی بھلی میرے آدمی نے مجھسے کہا کہ یہاں خوب شپاشپ تلوار چلی اور کئی آدمی قتل ہوئے وہ ساری کیفیت دیکھ رہا تھا۔ اُسی نے مجھسے بھی بیان کیا تھا۔

کپتان ساہ۔ ول اُسکو بلاؤ۔ اُسکا گواہی سُنے گا کہاں ہے

شیخ۔ ارے میاں ذرا مکان سے واجد کو تو بلا لاؤ۔ فوراً بلاؤ

واجد آیا۔ آداب بجا لایا۔ کپتان صاحب نے کہا جو کچھ دیکھا ہے بیان کرو۔

واجد۔ ہم نے دیکھا کہ ایک آدمی نے تھانے کی چھت کاٹی بار بار وہ ہماری طرف دیکھتا تھا۔ میاں تو بے غافل سو رہے تھے اور میں مسٹ مارکے پڑا تھا جب چھت کاٹ چکے تو وہ کسی تدبیر سے نیچے پہونچے اتنا میں نے دیکھا کہ ایک اور آدمی بھی تھا وہ رسّی پکڑے تھا۔ تھوڑی دیر میں تین آدمی کچھو اترے بھاندے پہرے والے نے پکارا کون سکھا تھالا باپ۔ بس یہ کہکر ایک آدمی نے جسکے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اُچھل کر تلوار ماری اور ایک ہی ہاتھ میں کام تمام کیا دوسرا پہرے والا بھی مارا گیا۔

کپتان صاحب نے پوچھا دوسرے کانسٹبل سے کچھ تکرار لڑائی ہوئی کہا آزاد مرزا تلوار لیکر جھپٹے تو اُس نے بھی کسی چیز سے متالبہ (مقابلہ) کیا اب کیا جانے وہ تلوار تھی یا رمل تھا یا کیا تھا مگر آزاد مرزا کا ہاتھ ایسا پڑا کہ لاش زمین کے اوپر آگئی گر پڑے تو یہ بھاگے راہ میں اُنکو ایک رہرو نے روکا تھا مگر اسکو بھی اُنھوں نے قتل کر کے چھوڑا اور ایک پہرے کا سپاہی پہلے ہی بھاگ نکلا تھا۔ وہ جس نے چھت کاٹی تھی اُس سے اور پہرے والے سے سانٹھ گانٹھ تھی۔

کپتان۔ ول تمنے سب بات دیکھا پھر آواز کیوں نہ دیا۔

واجد۔ حضور مجھے کیا غرض تھی کسی کے پھٹے میں کیوں پاؤں اڑاتا

(اس فقرے پر عباسی نے کہا ڈرپوک ہوگا کوئی خبطی ہوگا)

بیگم صاحب بولیں۔ بات نہ کاٹو۔ ہاں پھر کیا ہوا۔

بھانڈ دہا ڑنے پھر روایت بیان کی۔ بس حضور واجد اور کپتان صاحب میں باتیں ہونے لگیں سوال و جواب سننے کے قابل ہیں ہنسی ضبط کیجیے۔

کپتان تم نے کل بات قتل اور تلوار کا دیکھا اور بالکل بولا نہیں

واجد۔ خداوند میں نہ خان میں نہ خان کے اونٹوں میں مجھے کیا پڑی تھی اور جو آزاد مرزا اندھیرے اُجالے مجھی کو مار ڈالتے تو میں کیا کر لیتا وہ ملتے کس کی ہیں۔ حضور اُن سے سب ڈرتے ہیں۔

کپتان۔ اسکو حوالات میں رکھو۔ یا جیلخانے جائیگا یا پاگل خانے

واجد۔ ایں! (کانسٹبل سے) الگ ہو۔ کچھ ہمیں بھی کوئی دو سمجھے ہو۔

کانسٹبل چپ رہ۔ بڑی ہیکڑی کی لیتا ہے۔ چل اُدھر ہٹ

واجد۔ میاں ہم تو اپنے چپ چاپ بیٹھے دیکھا کیے یہ ہمیں کو چور بناتے ہیں عجب اندھیر ہے۔ صاحب ہم بولے تک نہیں اللہ جانتا ہے جو منہ تک ہوں۔ میں نے کہا کیا۔

اس پر بیگم صاحب کھل کھلا کر ہنس پڑیں (آدمی کاہے کو جنگلی ہوش تھا)

عباسی بھی کھلا کھلا کر ہنسیں۔ بھانڈ دہا ڑنے باقی ماندہ روداد بھی انہیں کی بیٹھک میں بیان کی۔

بس حضور واجد حوالات بھیجے گئے ایک اور آدمی کے اظہار لیے گئے۔

بابو ماد ھو چند گنگولی۔ اُنھون نے کپتان صاحب سے کہا۔ ہم ایک بجے کے دس بارہ منٹ پہلے ادھر سے آتے تھے تو ہم نے آزاد مرزا کو دیکھا ہم نے سنا تھا کہ وہ قید ہو گیا ہے۔ ہم بہت ڈرے چپکے سے چلے آئے کہ ایسا نہ ہو مار ڈالے۔

انسپکٹر۔ بابو صاحب غل تو مچایا ہوتا کیا غضب کر دیا۔

بابو۔ باپ رے باپ۔ نا بھائی۔ ہمارا جان مار لیتا وہ۔ نا بھائی۔

انسپکٹر۔ ہاتھ پانون تو موٹے موٹے ہین مگر بودے ہو اُستاد۔ کیون۔

بابو۔ ہام (ہم) اپنے کا جان نہین ملے ین گا۔ چورشالا سے لڑنا سے ہام (ہم) کیا پاو سنے گا۔ ہام تو آنکھ نیچا کیا اور لمبا لمبا ڈانگ ڈانگ ہمیشہ سے بھاگ اُٹھا۔ ہمارے سے بولتا تو ہام کیا کر لونگا۔ وہ چور ہم بھلے مانس۔

کپتان۔ خیر یہ معاف کرنے کے قابل ہی۔ تم وہی بابو ہو جو کابل سے بھاگ آیا تھا۔ گنگولی بابو تم کو لوگ بولتا ہی یا نہین

بابو۔ ارے تو بھاگ نہین آئے گا تو کریگا کیا بابا۔ روج (روز) اگیارہ گولی ہام سے تو جایا نہین جائیگا۔ توپ شالا جب منھ کھولتا تھا جہنم (جہنم) کا سا تو ہمارا دم نکلتا تھا۔ ہم تو شوچ مین تھا کہ جو توپ شالا اُلٹا چلا تو ہام پھر بنگالہ کہاں سے جائیگا۔ ہم کو اپنا گھر یاد آتا تھا ہام تو وہان سے بھاگ آیا سنا بابا توپ کا شامنا جاکے اپنے کو جان ندونگا۔

اس پر خوب قہقہہ پڑا۔ بابو صاحب بگڑ گئے اتنے مین ایک آدمی نے آن کر کہا۔ انسپکٹر صاحب۔ ایک آدمی اِس باغ مین بھی مرا پڑا ہی انسپکٹر اور کپتان صاحب نے جاکر دیکھا تو واجد کے کلام کو صحیح پایا واجد نے پہلے ہی کہا تھا کہ ایک رہرو کو بھی آزاد مرزا صاحب نے مار ڈالا۔

کپتان۔ بڑا شرم کا بات۔ اُف بڑا شرم کا بات۔ ٹلہ دو گے تھانہ دار۔ یہ لنگوٹ کے پہرے مین تھا۔ ابھی ابھی حاضر کرو۔ مر گیا تھا بدبخت۔

کانسٹبل۔ حضور احمد خان سپاہی کا پہرہ تھا۔ سیٹی دو دن ابھی جائے کانسٹبل نے سیٹی بجائی۔ احمد خان ایک عورت کے مکان مین پڑے خرانٹے لیتے تھے سیٹی کون سُنے۔ کپتان صاحب بہت جھلائے۔

الغرض آدھ گھنٹے کے بعد احمد خان آئے تو دیکھا بڑا اجاڑ ہی سارے خدا خیر کرے ستربیب پہونچے تو لاش دیکھی۔

کپتان۔ تم نمک حرام قلی سَن آف اے بچ کہان سو رہا تھا بولو

احمد۔ حضور چار ٹولے مین کچھ غل ہوا تھا۔ وہین تھا خدا قسم

کپتان۔ ول چار ٹولے مین گیا اور سنار ٹولے کو چھوڑ دیا۔ اور اب اتنی دیر کے بعد آیا تم آنکھ ملتا۔ یہ کیا ہی۔

احمد خان۔ (لاش کو دیکھکر) ارے! حضور لاش ہی۔ کوئی اسکو قتل کر گیا حضور غلام۔

کپتان۔ چُپ۔ سَن آف اے بچ۔ یو اسکو ڈرل۔ ہام حضور نمک حرام لوگ آزاد مرزا کا کہین پتا نہ ملا۔

بیگم۔ اللہ بچائے ایسے موے موذی سے۔ وہ تو نکاح پر راضی ہو گیا تھا۔

چاند و باز۔ حضور مجھے وہ سبز باغ دکھایا کہ الٰہی تیری پناہ ایک ہی جھوٹا ہی۔

عباسی۔ مجھ سے الگ سانٹھ گانٹھ کری اور حضور کو الگ

سبز باغ دکھایا۔

مغلانی حضور اللہ جانتا ہی مین اُسکی آنکھ سے تاڑ گئی تھی کہ بڑا نٹ کھٹ ہی۔ آؤہ۔ طوطی کا پنجرہ لے کر کس ٹھاٹھ سے آئے کہ توبہ ہی بھلی چپت گھمنا ڈٹا ہوا اور کیسی ٹکڑی بولی بولے تو مردوا تو تھا ہی مگر عورت ہو نہ جب۔

چانڈو باز۔ ہان حضور یہ تو کہنا بھول ہی گیا تھا۔ سات کو جب چھوٹا تو تھانہ دار کے مکان پر گیا وہ بیچارہ سو رہا تھا۔ دو دن کی رخصت لی تھی اُسکے مکان پر جا کر قمقمہ اُسکو زخمی کیا وہ غُل مچانے لگا تو دیوار پھاند کے بھاگنے ہی کو تھا مگر غل کی آواز سنکر ایک ایسا تلا ہوا ہاتھ جمایا کہ تھانہ دار دم بھر مین پھڑکا۔

حضور محلے بھر مین جاگ ہو گئی اور کوئی سو آدمی ٹھٹ لگا کے کھڑے ہوئے مگر یہ جوادمی سے کو دے تو تین بار دت دت کہکر ذقن بھرتا ہوا یہ جا وہ جا۔ ایک بھی نہ پکڑ سکا۔

بیگم۔ اوئی۔ سو آدمیون مین سے نکل بھاگا۔ اوئی اللہ کچھ ٹھکانا ہی۔

چانڈو باز رخصت ہو کر گئے تو عباسی نے کہا حضور ہمین آج ڈر معلوم ہوتا ہی ایسا نہ ہو کہین ہمارے ہان بھی نقب لگوا کر چوری کرے۔ ؎

مکے گئے مدینے گئے کربلا گئے	جیسے گئے تھے ویسے ہی چل پھر کے آگئے

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکون اور پھولون کی بھینی بھینی خوشبو سے ثریا بیگم کی آنکھ جھپک گئی۔ مہریان مغلانیان اپنی اپنی جگہ پر سو ئین مگر عباسی کی نیند اُچٹ گئی تھی۔ آزاد کی کارستانی اور لاشون کے ذکر خوف انگیز سے بی عباسی مین اس قدر جرأت باقی نہین رہی کہ اُٹھ کے پانی تو پئین۔ کروٹ تک مارے خوف کے نہین لی جاتی تھی بید مجنون کی طرح لرزی جاتی تھی پیاس کی شدت سے تالو مین کانٹے پڑے تھے مگر سہمی مارے دبکی دبکائی پڑی رہی۔ ہوا کے جھونکون سے ایک کاغذ آ کر اُسکی چارپائی کے قریب کھڑکھڑاتا ہوا آیا تو دم فنا ہو گیا کلیجہ دھک دھک کرنے لگا۔ برق انداز نے آواز دی (جاگتے رہو سونے والو) اور یکا یک چونک اُٹھین اللہ رے تیرے اڑدہا ہین کھٹکا ہوا اور جان نکلی۔ ڈر تھا کہ کوئی چمٹ نہ جائے۔ لاشین آنکھون تلے پھرتی تھین۔ اتنے مین گریہ مسکین نے میاؤن کیا تو ایک مغلانی نے کہنا شروع کیا۔ نکٹی ہینگ ہینگ چھری چھری۔

عباسی کے جی مین جی آیا۔ دبے دانتون کہا۔ اے بوا۔ ذری سا پانی پلاؤ تو بڑا احسان ہو۔ مغلانی بولی۔ لوا ور سنو نئی جوانی مین یہ حال ہی کہ مجھ بوڑھی عورت سے پانی مانگتی ہین مر جانے پر تو رکھا ہی ٹھلیا سے انڈیل کے پی نہین لیتی۔ ان باتون سے دوسری مغلانی کی آنکھ بھی کھل گئی کہا۔ ایک روپیہ دو عباسی تو ہم اُٹھ کے ٹھنڈا ٹھنڈا پانی پلا دین کلیجہ تک تر ہو جائے عباسی نے دیکھا کہ اب تو گھر مین جاگ ہو گئی اب کیا تھا شیر ہو گئین۔ تنک کر کہا اوئی دمڑی کی بلبل ٹکا ہشکائی۔ ہم اپنے آپ پی لینگے۔ یہ کہہ کر کسیقدر ڈرتی ہوئی اُٹھی اور ادھر اُدھر دیکھکر ٹھلیا سے گلاس مین پانی انڈیلا پیا تو ذرا تسکین ہوئی۔ ایک گلاس اور پیا۔ جب خوب تن کے پانی پی چکی تو کہا بُوا ہم تمھارے پلنگ پر آن کے سو رہین۔ مغلانی نے کہا۔ واہ سردی کے دنون مین تو ہم کو پاس سوتے نیند آتی نہین۔ اس گرمی مین تو کوئی ہزار روپیہ بھی دے تو کسیکے پاس نہ سوئین۔ عباسی بولی۔ اس چارپائی مین تو کھٹملون نے ایسا نقی کیا

کہ توبہ ہی بھلی۔ پاؤ بھر سے زیادہ ہی زیادہ اس ہفتے میں خون
پی لیا ہوگا۔ گھوڑے کی طرح موٹے موٹے ہو رہے ہیں۔
بعض گندی عورتوں کا قاعدہ ہے کہ کھٹمل کو دیکھا اور مل ڈالا
ہمیں تو نفرت ہوتی ہے۔ مغلانیاں سو رہیں مگر عباسی کو نیند
نہ آئی۔ اتنے میں بارہ کا گجر ٹھنا ٹھن بجا تو عباسی نے اپنے
دل میں کہا ارے! ابھی بارہ ہی بجے ہم سمجھے تھے سویرا
ہوگیا۔ اف آج تو رات کاٹے نہیں کٹتی۔ اف کتنی بھیانک ہے
ایک بجے کے وقت بہاگ کی دھن میں کوئی شخص اپنی چھت
سے یوں لہرانے لگا (سیپا جاگت رہیو) اس نگری
کے دس دروازے نکس گیا کوئی اور۔ سیپا جاگت رہیو)
اس معرفت کی چیز کو بی عباسی خاک نہ سمجھیں۔ مگر آواز
پیاری معلوم ہوئی تھوڑی دیر کے بعد ذرا آنکھ لگی تو ایک
ٹھناکے کی آواز آئی۔ عباسی جاگ اٹھی تو آدمی کی چاپ
معلوم ہوئی۔ ای ہے بس غضب ہوگیا۔ ع کاٹو تو لہو نہیں بدن
میں۔ دبکی جاتی تھی۔ ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ کامل بیس
منٹ تک سانس لینا بھی محال تھا۔ بارے بخیر گذشت
پھر نہ ٹھنا کا ہوا نہ چاپ معلوم ہوئی اتنے میں بیگم صاحب
انگڑائی لیتی ہوئی اٹھیں۔ کوئی ہے۔ عباسی تڑپ سے بولی حاضر
ہوئی بیگم صاحب حکم؟ حکم۔ پانی لاؤ۔ عباسی ایک چاندی
کے کٹورے میں برف آب لیکر حاضر ہوئی۔ بیگم صاحب نے
پانی پیا۔ عباسی نے گلوریاں پیش کیں اور کہا حضور اللہ کا واسطہ
اب کبھی لاشوں واشوں کا ذکر نہ کیجیے گا۔ ہے ہے میرا تو عجب
حال تھا حضور رات بھر نیند نہیں آئی تمام شب آنکھوں
میں کٹی۔ کھٹ ہوا اور میری جان نکل گئی۔
کوئی بولا اور میں کانپنے لگی۔

بیگم۔ ایسا بھی ڈر کس کام کا۔ دن کو شیر رات کو بھیڑ۔
عباسی۔ حضور ایسا اور کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ہے ہے ابتک
بوٹی بوٹی لرز رہی ہے لاشیں تمام شب آنکھوں تلے پھرا کیں۔
بیگم۔ اے واہ ہے۔ ہوش کی دوا کرو عباسی۔ چہ خوش۔
عباسی۔ حضور ایک دفعہ مارے پیاس کے اسقدر بے چین ہوئی
کہ کیا عرض کروں۔ اٹھوں تو یہ خوف کہ کوئی بھوت پریت
کہیں کھا نہ جائے۔ اور تشنگی سے گلا سوکھا جاتا ہے۔ شال کاٹنا
مغلانی نے کچھ کہا۔ بس میں نے اُن سے پانی مانگا۔ وہ بھلا
کب پلانے والی تھیں جب دوسری مغلانی بھی بولیں تب تو
میں اٹھی اور ٹھنڈے ٹھنڈے پانی کا گلاس پیا ذرا ڈھارس
ہوئی اُف اُف۔ توبہ! توبہ۔
یہ گفتگو ہوتی ہی تھی کہ ایک مغلانی اٹھی کہا کیوں حضور
آج خلاف معمول اسوقت اٹھ بیٹھنا کیا وجہ۔ بیگم صاحب نے
کہا آج بی ہمسائی کے ہاں سے جو کھانا آیا تھا اسمیں مرچیں
اتنی جھونک دیں تھیں کہ توبہ بڑی گرمی کی۔ دو دفعہ پانی
پی چکی مگر تسکین نہیں ہوتی۔ مغلانی بولی جی ہاں حضور دلھن جان
بڑی مرچیں کھاتی ہیں اور حضور نے مرو ستا مروتاً ہیں کھا لیں
عادت تو کچھ ایسی تھی نہیں اسکا خمیازہ نکلا۔ عباسی نے کہا
وہ تو کہئے سے غل مچاتی تھیں کہ بی ہمسائی ذری تلی ہوئی اور
چکھنا، سالن نئی ترکیب سے پکا ہے ضرور کھانا۔ مغلی پر اٹھوں
کے بھرے بھرے پن کو تو دیکھو انکو زعم ہے کہ انکا باورچی خوب
کھانا پکاتا ہے اور حضور نئی ہمسائی کی خاطر کرتی ہیں تو انھوں نے
محبت ہی کی راہ سے کہا تھا۔ بیگم صاحب نے کہا بس اب
سو رہو۔ عباسی پنکھا جھلنے لگی بیگم صاحب سونے ہی کو تھیں کہ
ایک شخص نے پھر گانا شروع کیا۔ بہاگڑے کی دھن میں۔

بیگم۔ آدمی ڈیل دار ہی۔ گلا کتنا نورانی ہی۔ اہو ہو !!!۔ اچھی آواز ہی۔

عباسی۔ حضور پہلے بھی گا رہا تھا۔ کوئی بڑی ساہی ہوا۔

مغلانی۔ اے یہ وہ وکیل ہیں۔ مرزا نادر بیگ یا شاید

بیگم۔ ہان ہان۔ معلوم ہی تم تو ایک ماری کہہ بھی تو چکی ہو۔

بیگم صاحب سو گئیں۔ ان کو خواب ناز میں دیکھکر عباسی اپنی چارپائی پر گئی۔ رات کی جگی تو تھی ہی آنکھ لگ گئی مغلانی بھی خراٹے لینے لگی خرخر۔ اب سنئے کہ سویرے منہ اندھیرے محلدار اٹھی تو دیکھا۔ کہ بڑے کمرے کا قفل ٹوٹا پڑا ہی۔ دو صندوق ٹوٹے پھوٹے ایک طرف رکھے ہوئے ہیں اور اسباب سب تتر بتر۔ غل مچاکر کہا ارے لٹ گئی ہائے لوگو لٹ گئے مغلانیاں چونک پڑیں۔ مہریاں گھبرا کر اٹھیں ڈیوڑھی پر کہرام مچ گیا چوبداروں نے پوچھا خیر تو ہی کچھ کیسے نوروں نے بولے پردہ کرائیے داروغہ صاحب جریب لیکر دوڑ پڑے۔ ارے یہ کیا غضب ہو گیا۔ الٰہی خیر کیجیو ایک ایک زینے پر سنگ پا سوختہ کی طرح گھبرا کر بدحواسی کے ساتھ قدم رکھتے ہیں بیگم صاحب اٹھیں تو ہاتھ مل کر کہا۔ ہی ہی سناٹا ہو گیا۔ ہی ہی بوڑھے میاں کی کمائی آج لٹ گئی۔ ہائے ہائے دلھن کی کمائی کا نہ ہو کے نالے میں گنوائی۔ بی ہمسائی غل مچاتی ہوئی کوٹھے پر آئیں ای ہی یہ صبح صبح کیسی ہی بہن۔ کیا ہوا۔ کیا۔ اسے خیریت تو ہی اللہ کرے خیر ہو۔

بیگم۔ دشمن جان میں تو مرمٹی۔ ہائے کہین کی بھی نہ رہی۔

ہمسائی۔ اے عباسی کیا چوری ہوئی۔ کچھ کہو تو سہی اللہ ہر آفت سے بچائے رات کو کوئی دو بجے کے وقت تو باتیں ہوتی تھیں۔ ہائے ہائے بڑے افسوس کا مقام۔ یہ چوری کس وقت ہوئی

بیگم۔ دشمن جان ہائے۔ مقسوم! مقسوم!۔

ہمسائی۔ دیکھو تو اچھی طرح کیا کیا لیگیا کیا کیا چھوڑ گیا دیکھو تو۔

بیگم بہن ہوش کس کے ٹھکانے ہیں۔ ہائے سب ہی لیگیا ہوا

عباسی۔ ہائے مجھ جنم جلی کو پہلے ہی کھٹکا ہوا تھا۔ کان کھڑے کیے مگر پھر نہ چاپ ہی معلوم ہوئی نہ کھٹکے کی آواز ہوئی! ای ہی

مغلانی۔ کیا کھٹکا ہوا تھا! پھر ہم کو کیوں نہ جگایا۔ دادا دادا

داروغہ۔ خداوند یہ کسی شہر کا کام ہی۔ پاؤں تو کھائی ہی جلوں۔

مغلانی علم بردار کا علم ٹوٹے۔ اسکے گھر میں میت پڑے۔ موئے کے

مہری۔ جس جلی نے صندوق توڑے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو پڑین اللہ کرے جن ہاتھوں سے اٹھایا ان میں کیڑے بلبلائیں۔ مرے موا بلک بلک

عباسی۔ اللہ کرے اٹھوارے ہی میں کھٹیا مچ مچانی نکلے کتے کی موت مرے۔

محلدار۔ دیکھنا کیسا از غیبی طمانچہ کھائیگا۔ اللہ اسے کلپائے

مغلانی۔ مگر عباسی تم بھی ایک ہی کل جبی ہو۔ وہی ہوا۔

بیگم۔ کل ہی رات کو تو گفتگو ہوئی تھی۔ آج سویرے لٹ گئی

عباسی۔ حضور لونڈی خطاوار ہی تو قابل دار ہی سر حاضر ہی۔

ثریا بیگم صاحب نے جاکر کل اسباب کا جائزہ لیا تو نصف سے زیادہ غائب پایا۔ ارے وہ صندوق ثابت غائب ہی۔ ارے! یہ اس پٹارے میں کمخواب کے سب تھان اڑا دیے ہائے ہائے وہ زیور کا ڈبا ثابت اڑا دیا لوگوں میں کہین کی نہیں رہی۔ ثریا بیگم سر پیٹنے لگیں اب جو زبان کھلی تو اگلے پچھلے سب کو رو ڈالا۔ ہائے میرے ابا دوڑو تمہاری لاڈلی پیاری لڑکی آج لٹ گئی ہائے میری اماں جان ثریا بیگم اب غریبنی فقیرنی ہو گئی ہائے میرے بوڑھے میاں تمہاری جوان رانڈ بیوی کے پاس اب ایک مُنجی بھی نہیں رہی (ہچکی بھر کر) ہو آزاد ہو ہائے آزاد ہی

اف - ارے لوگو میں - میں تو - ہو کہیں کی نہ رہی فقیر بھی ہوتی جوگن بھی ہوتی - مگر بن پڑے کی فقیری بھی اچھی ہائے مر مٹنے پر بھی ظالم نے مار ڈالا -

دلھن جان - بہن - ذرا دل کو ڈھارس دو - رونے سے اور ہلکان ہوگی -

بیگم - دلھن جان اب تو سیتا ہی پلٹ گئی بہن - ہائے !!!

دلھن جان - ای کوئی ہاتھ پکڑ لو - سر پھوڑے ڈالتی ہیں پکڑ لو ہاتھ بہن بہن - واسطے خدا کے سنو تو - دیکھو سب مال ملا جاتا ہی ابھی ابھی گھبراؤ نہیں - یہ کیا بات ہی - آپے مین رہو اللہ مالک ہی -

بیگم - سمجھی تھی کہ سوکھے دھانوں پانی پڑا اگر جاؤ پوت دلھن

اسکے بعد کچھ کہنے کو تھین کہ ایک مہری نے غل مچا کر کہا حضور دیکھیے یہ جوڑی کڑے کی پڑی ہی - عباسی نے طرارہ بھرا جوڑی لی اور کہا حضور بھاگتے بھوت کی لنگوٹی ہی سہی یہی غنیمت ہی جو ملے وہی سہی -

دلھن جان - کیون بہن - ہم کیا کہتے تھے - ذری ڈھارس دو دل کو

بیگم - بہن کیا کہتی ہو - کہین اس جوڑی سے آنسو تھمین گے ؟

دلھن جان - ای تو تھانے پر تو آدمی بھیجو - تھانہ دار کو بلوا لو جلدی سے -

ثریا بیگم تو تھانہ دار سے ڈری ہوئی تھین نام سنتے ہی کانپ اٹھین کہا بہن مال چاہے باقی ماندہ بھی جاتا رہے مگر تھانے والوں کو ہم اپنی دہلیز پر ہرگز نہ آنے دینگے موئے بڑے نٹ کھٹ ہوتے ہیں -

دلھن جان نے کہا نہیں بی ہمسائی سب تھوڑا ہی بد ہوتے ہین - نیک اندر بد ہمہ اندر نیک - ضرور اطلاع دو -

داروغہ جی نے کہا پولیس کے لوگ آتے ہی ہونگے - اخاہ - اس کمرے مین تو آؤ - یہ تو چھت کاٹی ہی اور باہر سے قفل توڑے ہین - اللہ اللہ بڑے سامان سے آیا تھا عظیم اللہ خانی اور مدرے چھتے بھی ہین شراب کی بوتل بھی ہی - یہ کیسے بڑے اطمینان سے آئے تھے - کیون نہین -

عباسی - اللہ کرے آج کے ساتوین دن نکلے گرے اسپر آمین

اتنے مین چار کانسٹبل کالی کالی وردی پہنے لال لال پگڑی باندھے رپ رپ کرتے آئے - کب واردات ہوئی کے بجے تھے چھ دفعہ تو ہم پکار گئے - بھیتر باہر سے برابر آواز آئی - یہ چوری کب ہوئی - داروغہ صاحب نے کہا ہم کو اس ٹھائیں ٹھائیں سے کچھ واسطہ نہین ہی جی آئے وہان سے حکمرانی کرنے ٹکے کا آدمی اور ہم سے زبان ملاتا ہی - کانسٹبل آگ ہوگئے - کہا ہم ٹکے کے آدمی ہین ! اچھا سمجھا جائیگا - جب داروغہ نے کہا ساٹھ ہزار کی چوری ہوئی تو انکے ہوش اڑ گئے اب چکرائے - اللہ اللہ ساٹھ ہزار کی چوری - رنگ فق ہوگیا آپس مین یون باتین کرنے لگے -

ایک - ساٹھ ہجار (ہزار) ارے باٹ بڑی رہے پچاس اور دوئی ساٹھ ؟

دوسرا - پچاس اور دوئی ساٹھ نہین - پچاس اور دس ساٹھ

تیسرا - بھئی اگر ساٹھ ہزار کی چوری سچ مچ ہوئی تو بڑی بدنامی ہوگی -

چوتھا - اجی خدا خدا کرو - ساٹھ ہزار کیا ان سے جواہرات بھی اسرات تھے ایسے کہان کے سیٹھ ہین - آئے وہان سے ساٹھ ہزار -

داروغہ - سمجھ جائیگا تم ہی سب کی سازش ہی دیکھو تو سہی -

کانسٹبل ۔ (مسکرا کر) داروغہ ترکیب تو اچھی کی۔ شاباش۔

دوسرا۔ بیگم صاحب کے ہان چوری ہوئی تو بلا سے تمھاری تو ہنڈیا چڑھ گئی کچھ ہمارا بھی حصہ ہے۔ ہم بھی چوکی پہرا دیتے ہین حضور کے ہان۔

داروغہ۔ انکو دل لگی بازی سوجھی ہے اور یہان جان پر بنی ہے۔

اتنے مین تھانہ دار صاحب آ گئے۔ گھوڑے سے اُترے داروغہ جی نے سلام کیا۔ جواب دیا پوچھا کل شب کو چوری ہوئی داروغہ نے کہا جی نہین پرسون دن کو شب کو نہین تو کیا ساٹھ ساٹھ ہزار کی چوریان دن کو ہوا کرتی ہین بھلا خیال تو فرمائیے۔

تھانہ دار۔ کیا! کتنے کی چوری۔ اب رنگ لائی گلہری ساٹھ ہزار

داروغہ۔ ہان ہان بلکہ اور باسٹھ ہزار ایک ایک زر بفت کا تھان بارہ بارہ پندرہ پندرہ سو کا جی حضور دل لگی نہین ہے۔

تھانہ دار۔ اچھا خیر۔ ساٹھ ہزار کے کیا معنی ساٹھ لاکھ کی ہو تو ہم سے کیا واسطہ۔ کیون غفلت کی۔ کیون نہ جاگتے رہے کیون سو گئے ہم نہین جانتے۔ تم جانو تمھارا کام جانے ہم سے کیا واسطہ۔

داروغہ۔ صحیح ہے۔ کیون سو گئے۔ پولیس والون سے کیون کچھ امید رکھی۔

اتنے مین تھانہ دار نے کہا ہم موقع واردات پر چلین گے اور پردہ کرایا گیا۔ تھانہ دار صاحب تشریف لے گئے۔

تھانہ دار۔ اخاہ اتنا بڑا مکان ہے۔ تو کیون نہ چوری ہو

داروغہ۔ کیا! مکان اتنا بڑا دیکھا اور آدمی اتنے نہین دیکھے

تھانہ دار۔ شب کو یہان کون کون سویا تھا انکا نام لکھوا دو

داروغہ۔ عباسی تھے نام لکھوا دو۔ لکھ لیجیے حضرت بسم اللہ

عباسی مہری چمکتی ہوئی آئی تو تھانہ دار صاحب دیکھتے ہی عاشق ہو گئے دل مین سوچے کہ کسی طرح اسکو نکال لیچلون تو سبحان اللہ چہرے مہرے سے درست ہے۔ خاصی گوری چٹی اور ابھی پندرہ سولہ ہی برس کا سن ہے۔

اتنی ہی دیر مین عباسی نے وہ شوخی دکھائی کہ ہاتھ سے تھانہ دار کا دل جاتا رہا۔ کئی بار دوپٹے کو سنبھالا کئی بار گردن کی جنبش سے دوپٹہ سر سے کھسک گیا۔ اور مانگ نظر آئی۔

تھانہ دار۔ بی مہری صاحب۔ حضور کا اسم مبارک۔ بیٹھ جائیے بیٹھ جائیے۔ تشریف رکھیے تو کچھ پوچھون۔ عرض کرون۔

عباسی۔ حضور کو جو کچھ پوچھنا ہو وہ پوچھیں مین کھڑی ہون یہین۔

تھانہ دار۔ (آنکھ کا اشارہ کر کے) بیٹھو تمھین کلام اللہ کی قسم آؤ

داروغہ۔ چہ خوش۔ یہ کیسے سفیر۔ ہوش کی دوا کیجیے تھانہ دار صاحب

تھانہ دار۔ چپ رہو جی تم۔ بس خبردار۔ الگ ہٹ کے بیٹھو۔ بوا عباسی مہری۔ تم کیا جانتی ہو۔ رات کو کس وقت سوئی تھین۔

عباسی۔ حضور کوئی ۱۱ بجے آنکھ لگی۔ سوئی تو پھر ایک باری آنکھ کھلی پانی پیا۔ بیگم صاحب کو گلوری کھلائی اور سو رہی پھر سویرے جاگی۔

تھانہ دار۔ ایک ایک بوٹی پھڑکتی ہے صاحب کے سامنے اس قدر چمکنا۔

عباسی۔ (گردن نیوڑھا کر) یہ باتین مین نہین سمجھتی چمکنا مٹکنا موئی بازاری عورتین جانین۔ ہم ہمیشہ بیگمون اور شہزادیون مین نوکری کیا کیے مین دیکھتی ہون کہ یہ شرارت بازی کسلیے ہے۔ سبھے حضرت تھانہ داری کے بل پر نہ رہیے گا دکھا نا

کہ عورتیں ہی عورتیں گھر میں ہیں تو پیٹ سے پاؤں نکالے
تھانہ دار نے کہا۔ ہاں ہاں۔ عباسی۔ اتنا کوئی جامے سے باہر ہو جاتا ہے اپنے آپے ہی میں نہیں ہیں۔

عباسی کسیقدر خاموش ہو گئیں۔ بیگم صاحب کمرے میں کھڑی کانپ رہی تھیں ارے یہ تو وہی موا تھانہ دار ہے جو استانی جی کے ہاں آیا تھا۔ ایسا نہ ہو کہیں مجھے دیکھ لے عباسی کو چھوڑ کر ادھر ہی جھک پڑے۔ بیگم صاحب کو یاد آیا کہ برق انداز راستے میں مارا گیا تھا اور یہ چوروں کے ساتھ تھیں سالار بخش ان سے کچا چٹھا کہہ گیا تھا اور بھی کانپنے لگیں۔ اتنے میں تھانہ دار نے کہا علیحدہ علیحدہ سب کے اظہار لیے جائیں گے سب کے پہلے داروغہ صاحب کے اظہار لیے اسکے بعد ایک مغلانی کا بیان قلمبند کیا۔ پھر عباسی مہری کی باری آئی۔

عباسی۔ ہم چارپائی پر سو رہے تھے کہ ایکبار آنکھ کھلی ہمنے صراحی سے پانی انڈیلا اور ایک گلاس پانی پیا اور پھر بیگم —

تھانہ دار۔ جو چاہو لکھوا دو تم پر جرم دروغ حلفی کا نہیں قائم ہو سکتا ہے۔ تمہاری جوانی اور حسن اور شوخی کام آ رہی ہے جو چاہو سو لکھوا دو۔

عباسی۔ کیوں۔ کیوں۔ وجہ؟ کیا ایمان چھوڑنا ہے جو ٹھیک ٹھیک ہے وہ کیوں چھپائیں۔ کیا بڑے بن کے آئے ہیں کہیں کے۔

تھانہ دار۔ ہائے جوانی بھی کیسی مست کرنیوالی چیز ہوتی ہے اور
ع سنالہ ہر آن کس کہ خریدار تست
ہم ناز اٹھانیوالوں سے نخرے نہ کروگی تو پھر کس سے کروگی۔ اچھا کہے کہے عباسی خدا کے لیے رحم کرو —

عباسی۔ بس اب میں جاؤں واہی تباہی باتیں سننے [illegible]

تھانہ دار۔ (آہستہ سے) سنو جان جان ہماری جان جاتی ہے

یہ کیا ستم ہو گیا۔

عباسی نے انگلیاں مٹکا مٹکا کر ہزاروں بے نقط سنائیں اللہ اکبر جان جان۔ اجان جان۔ سات پیڑھیوں کو پن کے رکھ دونگی بہت حکومت کے بھروسے پر نہ پھولنا کیا کوئی ادر مقرر کیا ہے

تھانہ دار کے ہوش اُڑ گئے۔ پناہ مانگی اور داروغہ صاحب سے کہا۔ داروغہ صاحب آپ کہو یا حضور بیگم صاحب کو کسی پر شک ہے تو بیان کیجیے ہم جانتے ہیں آدمیوں کی سازش ہے بے بھیدی چوری محال ہے۔ دیکھو استانی جی کے ہاں چوری ہوئی حسینی خانم کی سازش تھی۔ لالہ گبرے داس کے ہاں سیند لگی چوکیدار کی سازش تھی۔ نواب مرتضیٰ بیگ کے ہاں سے راتوں رات بیس ہزار کا مال اُٹھ گیا۔ اُنکی انا کی سازش تھی بے سازش تو چوری ہو ہی نہیں سکتی۔ داروغہ صاحب نے کہا حضرت ہم کو تو کسی پر شک نہیں۔ تھانہ دار صاحب رخصت ہوئے

آن پہونچے آن پہونچے خواجہ بدیع الزمان آن پہونچے

لیجیے ایسے۔ آئیے جناب خواجہ بدیع الزمان علیہ الرحمۃ والغفران خواجہ صاحب کا آنا بھی کیا ایسا ویسا ہے۔ پہلے ہی سے دھوم مچ گئی کہ آئے آئے۔ خواجہ بدیع الزمان آئے۔ خواجہ صاحب کیا آئے گویا ہولی کی فصل آئی۔ سب گن پورے انھیں گن کے لنڈورے خیر کسی بات میں بند نہیں ہیں۔ اب سنیے کہ خواجہ بدیع الزمان روسی فوج میں قید ہو گئے اور آزاد کے معنوی باپ بنے تو انکی توقیر و تعظیم ہونے لگی لیکے ہمدرد ترکی قیدی ہر دم خدمتگاری کے لیے مستعد رہتے تھے ایک روز روس کے ایک سپاہی نے انکی وضع قطع اور نرالی وضع اور ماشے ماشے بھر کے ہاتھ پاؤں جو دیکھے تو جی چاہا کہ ان سے باتیں کریں ایک ترکی کو جو فارسی دان تھا مترجم مقرر کر کے خواجہ بدیع الزمان صاحب سے باتیں ہونے لگیں

خوجی۔ حضور کی کمال مہربانی ہے کہ آزاد پاشا کے پدر بزرگوار سمجھے۔ اوہ۔ آپ آزاد پاشا کا بڈھا باپ ہے۔ یہ کہیے۔

خوجی۔ باپ تو کیا ہون مگر خیر ع۔ جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون مصیبت کا مارا خواجہ بدیعا بیچارہ شش و پنج سے دوبدو ہے۔ پنجے مین پڑے تو چھکے چھوٹے۔

راوی۔ خواجہ! کون؟ خواجہ بدیعا! یہ انوکھا نام سننے مین آجتک سنا نہین آیا خواجہ صاحب نے جو یہ مصرع پڑھ دیا ع۔ جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون۔ تو تن گئے غرور کے ساتھ ادھر اُدھر دیکھنے لگے سوچے کہ یہ روسی افسر بھی ہماری قابلیت کا قایل ہو گیا ہوگا۔ واہ رے گوکھے اور تو اور یہ خواجہ بدیعا کی ایکسہی ہوئی۔ خواجہ بدیع نہین خواجہ بدیعا۔ اثنائے گفتگو مین روسی افسر نے پوچھا آپ بھی کسی لڑائی مین کبھی شریک ہوئے تھے خوجی آگ ہو گئے۔ جھلا کر جواب دیا۔ واہ۔ فوج کے افسر اور ایسے کوڑھ مغز آج ہی دیکھنے مین آئے ہمارا کینڈا ہی گواہی دیتا ہے جی کہ ہم فوج کے جوان ہین۔ کینڈے سے نہین پہچانتے اسمین پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ پہلوانوں سب کے پیر ہین اُستاد نامور ہے

بارہا من گفتہ ام ای سروران	پہلوانم پہلوانم پہلوان

اسکا ترجمہ کیا گیا تو روسی میجر نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو خلل دماغ ضرور ہے واہی تباہی بک رہا ہے۔

خوجی۔ سد گلے والی پلٹن کے رسالدار تھے۔ اختری پلٹن کے کمیدان ہم سے پوچھتے ہین کوئی لڑائی دیکھی ہے۔ یاد کیھی ہے؟ شریک ہونے کا ذکر ہی نہین اجی حضرت یہان وہ وہ لڑائیان دیکھی ہین کہ انسان کی بھوک پیاس بند ہو جائے ہے

جہان دیدہ ہستم خواجہ بدیع	اگر عقلش چو بحر عرب شد وسیع

خواجہ بدیع سے اور حضور یہ پوچھین کہ کیون کبھی کبھی جنگ بھی دیکھی ہے۔ ہزار لاکھ کرور پدم۔ سنکھ سمجھے۔ جنگ!!! ہے

علم برکش ای آفتاب بلند	خرامان شو ای ابر مشکین پرند
بنال ایدل رعد چون کوس شاہ	بخند ای دل برق چون صبح گاہ

میجر۔ آپ لوگ گولی چلا سکتے ہین؟ نشانہ کبھی لگایا ہے۔

خوجی۔ اجی حضرت اب غصہ کھلوائیے۔ گولی چلائی یا نہین چلائی مگر سامنے ہو جائے تو توبہ ہی بھلی۔ ہم وہ گل چلے ہین شفق ہے

بوتل کی کاگ زور مین توپ کو لے اڑی
ہم گل چلون کے ہاتھ کی گولی رکی نہین

ایک مرتبہ ایک کتے سے اور ہم سے لاگ ڈانٹ ہو گئی خدا کی قسم ہم سے گیارہ بارہ قدم کے فاصلے پر کتا کھڑا تھا۔ دھر کے داغتا ہون تو لون پون کرتا ہوا کتا بھاگ کھڑا ہوا۔

راوی۔ این! واہ بھئی گل چلے کیون نہو۔ گیارہ قدم پر کتا ہو اور گولی خالی جائے۔ اے لاحول۔ بس بس کمیدانی دیکھ لی۔ کس غرور کے ساتھ آپ فرماتے ہین کہ گیارہ قدم پر کتا تھا اور گولی چلائی تو پون پون کرتا بھاگا ماشاء اللہ کیا تادر اندازی ہے

میجر۔ او۔ آپ بڑا گل چلا ہے۔ خوب گولی لگائی کہ کتا پون پون کرتا بھاگا۔

خوجی۔ (موچھون پر تاؤ دیکر) اب کیا ہے عین شباب کے عالم مین ہمکو دیکھنا واہ رے ہم۔ جب جوانی ہو گی حضور جی۔

راوی۔ این! اے سبحان اللہ ابھی شباب کے عالم مین حضور پر شرنے نکالین گے!! ہا ہا ہی۔ تو ابھی کوئی تیر جوان ہے پچھتر سال ہوگا۔ اس خبط پر خدا کی مار۔ بھون تک سفید ہو چلی ابھی آپ کو یہ امید ہے کہ جوانی از سر نو عود کر آئیگی۔ واللہ

اس فقرے نے پھڑکا دیا۔ ماشاء اللہ ابھی نام خدا اسقدر کمسن ہین کہ عنفوان شباب بھی نہین ہی۔

میجر نے انکی گپ اور بے تکی باتین سنکر حکم دیا کہ ایک دونالی بندوق لاؤ۔ تب تو خواجہ صاحب چکرائے۔ سوچے کہ سات پیڑھیون تک کسی نے بندوق چلائی نہ تھی ہم کو تو یاد ہی نہین آتا کہ بندوق کبھی عمر بھر چھوئی بھی ہو۔ اتنا تو جانتے ہین کہ بندوق مین گز ہوتا ہی اور قرابین مین گز نہین ہوتا اور طپنچہ بندوق سے بڑا ہوتا ہی۔

راوی۔ ع۔ پڑین پتھر سمجھ پر ایسی تم سمجھے تو کیا سمجھے۔ واہ میان کیسان۔

میجر۔ اڑتی چڑیا پر نشانہ لگا سکتے ہو خطا تو نہ کرے گا نشانہ

خوجی۔ (اپنے دل مین) ابھی یہان بیٹھی چڑیا پر تو نشانہ پڑ ہی نہین سکتا اڑتی چڑیا کیسی (کڑک کر) ابھی آسمان تک کے جانورون کو بھون ڈالون۔

میجر۔ اچھا بندوق آتی ہی۔ دیکھین آپکی لیاقت تیر اندازی

خوجی۔ تاک کر نشانہ لگاؤن تو درخت کی پتیان گرا دونگا

میجر۔ اس تقریر سے بھی سمجھ گیا۔ گاؤدی اور ناواقف آدمی ہی مگر گپ اڑانے کا بادشاہ۔

بندوق سامنے رکھ دی اور کہا لیجیے بندوق حاضر ہی۔

خوجی۔ آسمان کی طرف نظر کر کے کمال دلجمعی کے ساتھ ٹہلنے لگے اور یہ شعر پڑھنے لگے۔ ؎

نہ ایکدن ربط جسم و جان ہی نہ پاس یہ دولت و حشم ہی
فنا فنا ہی فنا فنا ہی عدم عدم ہی عدم عدم ہی

میجر۔ این ابو کھلا گیا؟ ابھی حضرت بندوق حاضر ہی نشانہ لگائیے۔

خوجی۔ زمین کو خوب زور سے ٹھوکر دیکر بآواز بلند ؎

نہ بھولونگا شب وصلت مین بوسہ مانگنا اپنا
لجا کر مسکرا کر منہ چھپانا اُن کا انچل سے

راوی۔ ہو دُھن کے پکے آنچل کی فکر جانے دیجیے بندوق موجود ہی اُٹھائیے۔

میجر۔ ابھی حضرت ہم آپ سے کہتے ہین اوگانے والے۔ ہاین! واہ ہی۔

میجر کے بیان کا ٹھیک ٹھیک ترجمہ فارسی مین خوجی کہہ گئے جاتے تھے مگر بندوق کے خوف کے سبب سے دیوانے بن گئے واہ رے اُستاد۔

میجر نے بآواز بلند کہا۔ اب بندوق لیتے ہو یا اسی بندوق سے تم کو نشانہ بناؤن (مسکرا کر) بولو جھٹ پٹ۔

خوجی۔ دونون ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر آہستہ آہستہ ؎

عشق ایک کافر بد کیش پر بیزار کو ہی	تاب نظارہ کہاں اس دل ناشاد کو ہی

راوی۔ سبحان اللہ کس درجہ مضمون خیز شعر ہے ناشاد کو ہی پر بیزار کو ہی۔

خوجی۔ (مترجم سے) بابا رے ماشنو۔ من شل زنبیل عمر عیار ہستم کہ ہمہ دانی اور گولی دا فہیدن اُستاد۔ جنگ کردم بے بدل۔

آزاد۔ من دانم کہ گولی را چلا دم۔ یعنی چلا دم۔ بس۔

بڑی دیر تک دل لگی رہی۔ میجر خواجہ صاحب کے تمسخر سے اسقدر خوش ہوا کہ پہرے والون کو حکم دیدیا کہ ان پر سختی نہ کرنا۔ شب کو خواجہ بدیع سوچے کہ اب بھاگنے کی تدبیر ضرور سوچنی چاہیے ورنہ جنگ ختم ہو جائیگی اور ہم ادھر کے رہینگے نہ اُدھر کے۔ آخر آزاد کے قید ہو جانے سے اُنکو سخت رنج تھا مگر تھر درویش بجان درویش دھر اپنی جان کے لالے پڑے تھے

آدھی رات کے وقت اٹھے اور دعا مانگنے لگے۔ یا خدا یا معبود یا قہار یا جبار۔ آج رات کو خواجہ بدیع اس قید فرنگ سے نجات پا کے ترکوں کا لشکر نظر آئے خواجہ بدیع غل مچائے کہ (آن پہونچے آن پہونچے۔ خواجہ بدیع الزمان آن پہونچے) اور خدایا آزاد سے بھی ملاقات ہو۔ یہ دعا مانگ کر بہت روئے اور کہا کہ

نگفتی ہر آنکس کہ در رنج و تاب	دعائے کند من کنم مستجاب

خوجی بے اختیار رونے۔ ہائے اب وہ دن کہاں نصیب ہونگے کہ نوابوں کے دربار میں گپ اڑا رہے ہوں رفقا اور مصاحبین ہم پر اور ہم اُن پر منہ آ رہے ہوں۔ وہ دل لگی وہ چہل وہ فقرہ بازی اب نصیب ہو چکی۔ ہائے افسوس کس مزے سے کٹی جاتی تھی اور کس لطف سے گنڈیریاں چوس چوس کر کھاتے تھے۔ کوئی کھٹیاں خریدتا ہے۔ کوئی کسارے چکاتا ہے۔ کوئی پونڈے والے سے گٹھپ کرتا ہے۔ شور و غل کی یہ کیفیت ہے کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی مکھیوں کی بھن بھن ایک طرف چھلکوں کا انبار دوسری طرف۔ کوئی عورت چاندہ خانے میں آئی تو اور بھی چہل کی گرم بازاری ہوئی۔ مگر خدا چاہتا ہے تو ہم بھی ایک دن غل مچاتے ہونگے کہ (آن پہونچے آن پہونچے خواجہ بدیع الزمان صاحب آن پہونچے) ع۔ بیدل ہم ہنوز ببینیم چہ میشود۔ القصہ بس باقی ہوس۔ یا خدا ترکوں کا لشکر سامنے ہو اور ہم دور سے آن پہونچے کی صدا بلند کریں اور رنگ رلیاں منائیں۔

راوی۔ آن پہونچے آن پہونچے۔ یہ صدا خواجہ بدیع صاحب کو ذلیل کرے گی لینے کے دینے پڑ جائینگے۔

دو بجے کے وقت خوجی نے افیم گھولی اور چسکی لگائی۔ تہ پرتہ جائی اتفاق سے انکی نظر ایک چھوٹے سے ٹٹو پر پڑی سوچے کہ گھوڑے پر ہم سے سوار نہ ہوا جائیگا۔ یہ ٹٹو ہمارے لیے موزوں ہے۔ جھپکے سے اٹھے اور بغور اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ قدم بڑھانے ہی کو تھے کہ کان میں آواز آئی (آچھین) ارے! بہت تیرے کی۔ چھینکنے والے کی ناک کاٹوں مر بخت۔

قسمت تو دیکھنا کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند	دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر اٹھے۔ اٹھتے ہی تھے کہ پھر چھینک پڑی۔

خوجی۔ (اپنے دل میں) خدا سمجھے اس مردود سے۔ خدا سمجھے ایسا بدمعاش آدمی تو ہم نے آجتک دیکھا ہی نہیں۔ نابکار نالائق اب جانے والے اور اٹھنے والے دونوں کی ایسی تیسی مگر اس مردک کی ناک کاٹے بغیر مجھے چین نہیں آتا ہے

تو آنکہ نیاز ارم اندرون کسے	حسود راچہ کنم کوز خود برنج در است
بمیر تا برہی اے حسود کین رنجیست	کہ از مشقت او جز بمرگ نتوان رست

پھر اٹھے۔ ایک قدم بڑھایا اور اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر دوسرا قدم بڑھایا اور نعلین جھانکنے لگے تیسرا قدم بڑھا اور تھر تھر کانپنے لگے یا خدا مدد دے۔ یا خدا بچائیو۔ مناجات ورد زبان ہے

خدایا جہان بادشاہی تراست	زما خدمت آید خدائی تراست
پناہ بلندی و پستی توئی	ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی
توئی کافریدی زیک قطرہ آب	گہرہائے روشن تر از آفتاب

اتنے میں پھر چھینک پڑی اور خوجی جھلا کر کوسنے لگے یا خدا اس بدنصیب کا ابھی ابھی دم نکل جائے۔ ہائے اس وقت قرولی ہوتی تو بڑا کام دیتی فوراً جا کے ناک پر رکھ دیتا اور صاف تکّہ اڑا لیتا۔ بس ایسے شریر کی یہی سزا ہے کہ ناک کاٹ ڈالے یہ سوچکر کہ پیچھے کی چھینک کا خیال نکرنا چاہیئے۔ حضرت خواجہ بدیع صاحب آگے بڑھے اور خدا خدا کر کے بابہ کم

قریب گئے۔ گردن پر ہاتھ پھیر کر کہا - غازی مرد - کہین دغا نہ دینا مانا کہ تم چھوٹے موٹے ٹٹو ہو اور خواجہ بدیع کا بوجھ تم سے نہ اُٹھ سکے گا مگر کچھ پروا نہین ہمت مردان مدد خدا - بابو کو کھولا اور رنگی پیٹھ پر سوار ہو کے پھر اُترے رسی پڑی تھی اُسکی لگام بنائی - سوار ہوئے اور آہستہ آہستہ پوقدم چلانے لگے بدن کانپ رہا تھا - جب کوئی سو قدم کے فاصلے پر نکل گئے تو جان مین جان آئی -

کھل کھلا کر ہنسے اور یہ اشعار پڑھے ؎

چو در لشکر دشمن آری رحیل	بمرغان کشتی فیل و اصحاب فیل
زبان آوران را تو بازیست	کہ با شعلہ گنج را کار نیست
پدید آور جملہ عالم توئی	تو میرانی و زندہ کن ہم توئی

تو نیکی کند من نہ بد کردہ بودم
کہ بد را حوالت بجز کردہ بودم

راوی - ہم بھی دنگ تھے کہ اتنے شعر خواجہ صاحب نے فرمائے مگر نظامی گنجوی کے کلام پر اصلاح نہوئی - اسکا کیا سبب ہے آخر کار خواجہ صاحب سے نہ رہا گیا - دے ہی دی اصلاح شاباش ؎

تو نیکی کند من نہ بد کردہ بودم	کہ بد را حوالت بجز کردہ بودم

بجا ارشاد ہوا - ممکن کیا کہ کوئی مصرع غیر موزون ہو - اور لاحول عروض کے تو بادشاہ ہین خواجہ صاحب اور شاعری تو گھر کی لونڈی کا نام ہے -

اب سنئے کہ تھوڑے عرصے کے بعد حضرت خواجہ بدیع الزمان للکارے گئے ایک سوار ملا - بابو دیکھکر پکارا کون ہے کون جاتا ہے

خوجی - ہم ہین گراس کٹ سرکاری گھوڑون کی گھانس چھیلتے ہین -

سوار - کون ہے - یہ کون بابو پہ جاتا ہے - ہم نہین سمجھے گی ہشش

خوجی - ابے جا بدمعاش نہین ہے ہم سرکاری گراس کٹ ہین ہم

سوار - ہمارا چابک اُٹھا دے وہ گر پڑا ہے - اُتر پڑا ابھی -

سوار سرکاری آدمی نہ تھا صرف مسافرانہ طور پر جاتا تھا -

خوجی - اِدھر گئے وہ اُدھر آیا - خواجہ بدیع الزمان اکڑ گئے کہ اس وقت بالا ہمارے ہاتھ رہا - اونٹ کے برابر گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے خواجہ بدیعا کو للکارنے - خوجی نے بابو کو خیز کیا - تو آدہ کوس کے فاصلے پر بابو سے اُترے اور میدان مین چادر بچھا کر سو رہے جنگل مین دو چار بار خوب غل مچایا - فتح فتح فتح دو کروڑ روسیون مین سے خواجہ بدیعا نکل آیا - واہ رے بدیع اپنی آپ ہی نظیر ہے - واہ بھئی ترک خواجہ بدیعا آن پہونچے آن پہونچے خواجہ بدیعا - آن پہونچے غل مچا کر سو رہے تو ایسی میٹھی نیند آئی کہ عمر بھر کبھی نہین آئی تھی دو گھنٹے کے بعد اُٹھے فوراً بابو پر لدے اور چلے تھوڑی ہی رات باقی رہی تھی کہ اُنھون نے پہاڑ کے قریب دو فوجین آراستہ دیکھین یا الٰہی ترکی ان مین کون ہین اور روسی کون ہین بہت غور کر کے دیکھا تو جانب شرق گئے وہان دیکھتے کیا ہین کہ اس فوج سے دو لشکر بعد پر ہے - فوراً بابو کو ایڑ لگائی اور ٹخ ٹخ کرتے ہوئے فوج کی طرف چلے جا کر غل مچایا (آن پہونچے آن پہونچے خواجہ بدیعا آن پہونچے)

راوی - ہوش کی دوا کرو میاں عقل کے ناخن لو آپکے ہان سے

خوجی - آن پہونچے آن پہونچے خواجہ بدیعا آن پہونچے واہ دو کروڑ روسیون سے بچ کے آ گئے دو کروڑ روسیون سے واہ خواجہ بدیعا شاباش ارے تیرے باپ کو شاباش -

راوی - اجی آپ کے مزاج مین تو انکسار اسقدر ہے کہ الامان

دو کرور روسی تھے یا نوے کرور۔ نوے کرور روسیون مین سے نکل
بچ آنا حضور ہی کا کام تھا۔ ع۔

این کار از تو آید و مردان چنین کنند	

خوجی۔ ارے یارو دوڑو۔ دوڑیے۔ خواجہ بدیع کے قدم لو
دھو دھو کے پیو۔ خواجہ بدیع نے آج وہ کام کیا کہ رستم کے جد
سے نہ ہو سکتا۔ دو کرور روسی سنگین اور توڑے دار بندوقین
لیے پہرا دے رہے تھے۔ اور مین بدیع ببیتر سے بدلے ہوئے
وہین سے غائب۔ لکڑی ٹیکی اور اٹھا دو کرور روسی دوڑے مگر
مین بدیع کو پکڑ پانا کچھ ہنسی ٹھٹھا ہی سا ہی لاحول۔ کہہ دیا کہ لو اب ہم
لیے ہوتے ہین۔ ہان۔ چوری سے نہین بھاگے ڈنکے کی چوٹ
نکل چلے۔ کہہ دیا کہ اب تو توپ کا گولا چھوٹتا ہی۔ یہ ٹیکی لکڑی
اور یہ اٹھا پھر ٹیکی لکڑی اور وہ پہونچا ہی۔ دل لگی نہین ہی
آن پہونچے آن پہونچے۔ خواجہ بدیع آن پہونچے۔ واہ
رے مین۔

ہانک رہے تھے کہ پیچھے سے کسی نے دونون ہاتھ پکڑ لیے
اور دوسرے آدمی نے پاجامہ اتار لیا۔

خوجی۔ ایں اکو ان ہی بھئی۔ نہ میان۔ دل لگی بازی کا وقت
نہین آزاد ہین مین سمجھ گیا۔ بھئی یہ کھیل بازی رہنے دو۔ سن تو لو
کی ہی نہین جانتے میان۔ لاحول ولاقوۃ۔

راوی۔ ذرا آنکھین تو کھولیے اب نشہ ہرن ہوا چاہتا ہی
خوجی۔ ارے میان نہین مانتے۔ آخر تم کہان چلتے ہو۔
راوی۔ گھبرائیے نہین تھوڑی دیر مین معلوم ہوا جاتا ہے
ساری شیخیت رکھی رہے گی۔ دو کرور روسیون مین سے نکل
تو آئے ہین۔ آپ مگر خیر۔
ناچار۔ پا بدست دگرے دست بدست دگرے۔

لشکر مین آئے تو دیکھا کہ روسی ہی روسی نظر آتے ہین لگے
سر پیٹنے۔ ارے! ہائے غضب۔
راوی۔ بڑا گھبرا چکا ہوا حضرت۔ اب پھر تو مچاؤ گے کہ آن
پہونچے آن پہونچے۔ خواجہ بدیع آن پہونچے۔
بات تیرے کی۔ پھر غل مچائیگا۔ آن پہونچے آن پہونچے
روسیون نے انکی قطع مبارک دیکھکر قہقہہ لگایا۔ خوجی
اس وقت رسالداری اور کیدانی بھول گئے اگر ہم وہان ہوتے
تو ضرور کہتے کہ (آن پہونچے آن پہونچے خواجہ بدیع آن پہونچے
بات تیرے کی)

*	یا مبو۔ یا مبو۔ یا مبو	

کیا ایا مبو یا مبو۔ غل مچ رہے۔ کیا دلفریبی لغت ہی۔
ماشاء اللہ یہ وزن بھی نرالا ہی کہنے لگے یا مبو۔ معقول!
حضرت اس کا مطلب یون نہ سمجھ مین آئیگا۔ اب سنیے کہ
خاتون عصمت مآب عفت قباب ثریا بیگم نعل در آتش تھین
کہ کسی طرح چوری کا پتا ملے مگر ہادی چورون کا پتا ملنا کیا
دل لگی ہی۔ وہ چور کیا جو دھر لیا جائے۔ تھانےدار نے بہت
کچھ ٹکر کی کانسٹبلون نے سر ٹپکا مگر سراغ نہ ملنا تھا نہ ملا کپتان صاحب
کا نادری حکم تھا کہ ایک ہفتے مین چوری برآمد ہو۔ تھانہ دار
کے ہوش و حواس غائب کہ یا الٰہی چور کہان سے لاؤن۔
چور دو ٹنگ انھون نے ہاتھ پاؤن مارے ساتوین روز
دو چورون کو پھانسا جو اس چوری مین شریک نہ تھے۔ واہ
اُستاد کیون نہ ہو۔ ایک گمنام۔ دوسرا قادر گمنام اور
قادر ممے بچے مین ضرور شریک ہونگے۔ یہ دھاک تھی
قاعدہ تھا کہ جب کبھی سیند دیجاتی تھی مخبر لوگ جا کر غور
سے دیکھتے تھے کہ گمنام کے گھر والے کے چور کی ٹھونی ہی یا

قادر کے شاگردون کی کارستانی ہی - اس چوری کو ان دونون گھرانون سے تعلق نہ تھا مگر تھانہ دار صاحب نے دونون کو پہچانسا - تھانہ دار اور جمعدار کی گفتگو جو ان دونون کی گرفتاری کے قبل ہوئی سننے کے قابل ہی

تھانہ دار - اسے میان آج چھٹا روز ہی - پھر کسی کو پھانسو جھٹ پٹ جھے -

جمعدار - جی ہان بھتا تو خوب ہی مگر ہو جہ کسکو پھانس لاؤن فرمایئے -

تھانہ دار - اہاہی - عمر بھر پولیس مین نوکری کی تمیز نہ آئی ارسے بھئی جو کوئی ایرا غیرا نتھو اخیرا ملے پکڑ لاؤ ہم تو اسکو چور بنا دین گے یہ کون بڑی بات ہی بائین ہاتھ کا کرتب ہی - پھنسا بھر چاہیے -

جمعدار - ہم سے اس بڑھوتی وقت مین یہ نہو سکے گا - مفت کیون گنہگار ہون -

تھانہ دار - اب بہشت ہی مین تو جاؤ گے - اور نہین - سوا ے وہی واہیات بات کے -

اتنے مین کنور سنگھ کانسٹبل نے بڑھکر کہا گھنسام اور کادر (قادر) دو ہی ہین جس کو حکم دیجئے ابھی باندھکے لاؤن - تھانہ دار صاحب خوش ہوگئے - کہا شاباش تم صوبہ دار میجر ہو جاؤ گے ایسے ہی تو پولیس لے بڑے بڑے عہدے پاتے ہین - لے بس اب جاؤ اور لاؤ - کنور سنگھ دو تین اور کانسٹبلون کو ہمراہ لیکر روانہ ہوئے - تین گھنٹے کے بعد گھنسام اور قادر دونون کو لیکر آئے اور تھانہ دار صاحب کو یہ کہانی سُنائی ہجور (حضور) چوری کا پتا مل گیا - یہ دونون حاجر (حاضر) ہین -

تھانہ دار صاحب نے مسکرا کر کہا کہو بھئی قادر مزاج اچھے قادر بولا ہان صاحب آپ کی بدولت چین کرتے ہین - گوشت روٹی چکھتے ہین اور ڈنڈ پیلتے ہین - مزے سے دندناتے ہین - تھانہ دار نے کہا - بڑے گھر مین جا کر دندنانا - وہان ڈنڈ پیلنے کا خوب موقع ملے گا اخاہ گھنسام بھی ہین - کہو لالہ گھنسام - گھنسام نے کہا لالہ کہین اور رہتے ہونگے - ہم ٹھاکر ہین - تھانہ دار مسکرائے - ہان بھئی ہان - لالہ گھنسام نہین کنور گھنسام سنگھ بہادر - اب خوش ہوئے - ہونہہ ! -

کانسٹبل - ہجور یہ پتا ملا ہی کہ جس رات کو چوری ہوئی کادر (قادر) گھر پر نہ تھے - چوکی کے جوان نے کئی ہانکین دین پَر یہ نہ بولے - گھر سے انکی کبیلا نے جواب دیا -

قادر - اہین ! واہ گنوار ہی تو تُن - خالہ جان کو قبیلہ بنا کے دیتا ہی

تھانہ دار - (ہنسکر) اچھی ہوئی واللہ مگر اسکا ثبوت مل گیا کہ تم گھر پر نہ تھے تمھاری خالہ بھتین محرر کو بلاؤ کہو قلمبند کرے دیکھو تو سہی بہت اُڑن گھائیان بتایا کرتے تھے -

کانسٹبل - اور جس مکان مین چوری ہوئی اُسکے پاس انکو کئی آدمیون نے دیکھا ایک تو وہ ہین تارکش حسینی - دوسرا کسان ہی - گبرے یا سوہن یا کیا معلوم کیا نام ہی - ایسا ہی کچھ نام ہی

تھانہ دار - ہان ! تو یہ کہیئے - کامل ثبوت ہی اور گھنسام کا حال بتاؤ -

کانسٹبل نے جھوٹ کے چھپر اُڑائے کہا گھنسام نے ایک مہترانی کو انام (انعام) دینا کہا تھا مگر اس نے کہا ہم چور نہ چور کے ساتھی وہ مہری لالہ گجراج بخش کے ہلن (یہان) نوکر ہی ایک دن بیگم صاحب کے دربان کو گانٹھنا چاہا تھا - دربان نے ہم سے صاف صاف بیان کردیا

اور ہجو رأس رات کو تین بجے کے وقت یہ گھر پر آپکے کانسٹبل نے دیکھا اور لکڑہارے نے دونون کی گواہی ہی ہجو را اور لکڑہارا کہتا ہی کہ ان کے ساتھ کوئی اور بھی تھا مگر پولیس کے آدمی کو دیکھتے ہی وہ سرا کی طرف کترا گیا - مین اسکو پہچان نہین سکتا مگر تھا ضرور —

گھسام — آجاد مرجا (آزاد مرزا) نے تو کلندر شاہ (قلندر شاہ) کے گلے پر چھری پھیری اور ہم ان کے گلے پر چھری پھیرین گے دیکھ لینا - صبح شام ہی —

تھانہ دار — ان گیدڑ بھبکیون مین ہم نہ آنے کے چور کے پاؤن کتنے ہوتے ! —

قادر — اجی تم تسمہ تک نہ باقی رکھو - جب چوری کی ڈاکے مارے تب تو تمھارے کیے کچھ ہو نہ سکا اب بھلا کیا کر سکتے ہو

الغرض ساتوین دن تھانہ دار صاحب نے مقدمہ قائم کر کے ان دونون کا چالان کر دیا مگر خوف یہ تھا کہ مبادا جمعدار فرنٹ ہو جائے —

یہ قصہ تو یہان چھوڑا - اب ثریا بیگم کا حال سنئے جب دن سے انکے ہان چوری ہوئی وہ شوخی اور اچپلاہٹ نفرد ہو گئی وہ سرخی زردی سے مبدل ہوئی وہ گدرایا ہوا بدن سوکھ کے دو ہی دن مین کانٹا ہو گیا لباس کی فکر نہ تراش خراش کی فکر - عباسی سے درد دل کا حال کہتی تھین عباسی ہم کیا کرین - قلب الٹا جاتا ہی - دل کو کسی طرح تسکین نہین ہوتی - اللہ اللہ ایک وہ ہم تھے کہ اندر سے باہر تک پچاس آدمی روٹی کھاتے تھے - سیکڑون کا خرچ تھا اور ایک اب وہی ہم ہین کہ دوالا نکل گیا - اُف - ہائے مین کیا کرون

عباسی — ذرا دو کرم حضور کیا عرض کرون - ہائے یہ کیا ہوا - اب مین کیا کہون بیوی - کس لطف سے رہتے سہتے تھے کہ واہ - ہی اری

بیگم — بن بن گھومی - دنیا ترک کر دی - سب سے الگ تھلگ بستر جمایا جوگن ہوئی - دنیا سے بھاگی مگر طمع نے پھر آنکھون پر پٹی باندھ دی کہ کچھ نہ سوجھا بس اب پھر ہم جوگن ہو جائینگے

عباسی — حضور سنئے - کھانے اور کھلانے بھر کو تو اللہ کا دیا اب بھی سب کچھ ہی - ہان وہ بات اب کہان - خدا کرے اُٹھ جائے پر پہاڑ پھٹ پڑے کس مزے سے ہنسی خوشی زندگی بسر کرتے تھے - اُف ! حضور کی بدولت سیکڑون آدمی روٹی پاتے تھے —

بیگم — اب پہلے تو ہم اس مکان کو بدلین گے کاٹے کھاتا ہی اللہ جانتا ہی کاٹے کھاتا ہی اور پھر مغلانیون کو محلدار کو چوبدارون نون کو جواب دینگے - بس ایک تم - تم تو جان کے ساتھ ہو عباسی ایک تم اور ایک ماما - اور ایک اور کوئی عورت اور دو سپاہی بس - خلیل خان فاختہ اُڑا گئے —

عباسی زار زار رونے لگی - مغلانیان آئین - محلدار چپ چاپ کھڑی تھی اور سب کی آنکھون سے اشک جاری تھے - اتنے مین پڑوس سے دلھن جان نے آواز دی - ای سلی ہمسائی ذرا ادہر آؤ مغلانی نے قریب جا کر آہستہ سے کہا - حضور بہت اداس بیٹھی ہین اور زار و قطار رو رہی ہین — ذری آپ آ جائیے دلھن جان نے فوراً ڈولی منگوائی - آئین اور بیگم صاحب کو سمجھانے لگین - بہن اب اس رونے دھونے سے کیا ہوگا - کل کے مثال کانٹا ہو گئی ہو ناحق کے واسطے ہلکان ہوتی ہو جو مال جانا تھا وہ تو گیا اب جو کچھ باقی رہا ہی اسی پر قناعت کرو اگر اللہ کو منظور ہوگا تو جس طرح مال گیا اسی طرح بجنسہ مل جائیگا نہین گیا تو ہی سہی - تم چاہے مانو چاہے نہ مانو ہم تو مانتے ہین ایک پنڈت ہی ہندو - وہ جو بتا دیتا ہی وہی ہوتا ہی - مجال کیا ہی کہ

زری چانول کے برابر فرق ہو۔ کہو تو بلواؤن۔

عباسی۔ بلوائیے بلوا ہی دیجیے حضور اسمین حرج تو کچھ ہو نہین

بیگم۔ کیا بتائین گے کیا۔ چور کا پتہ لگا دینگے۔ اے توبہ یہ سب باتین ہین۔

دلھن۔ اے موت تک کا حال تو ہاتھ دیکھکر بتا دیتے ہین جی

بیگم۔ ارے خدا نہ کرے بہن۔ موت کا حال کیا کچھ گنوار مقرر کیا ہی

عباسی۔ اچھا ذری آنے تو دیجیے۔ آپ بلوا لین۔ دیکھین کہتا کیا ہی

دلھن جان نے اپنے مکان سے ماما کو بلایا۔ کہا آدمی سے کہو اس بھدڑی کو جا کے بلا لائے اپنے ساتھ ہی لائے کہ بڑا ضروری کام ہی۔ بلایا ہی۔ ایکدن کا ذکر سنو کہ میرے میکے مین ایک بچے کے کان کی بالی کھو گئی مین نے بھدڑی کو بلوایا کچھ سوچکر کہا شبہے بادی چور کا کام ہی لانبا قد ہی۔ اور چھریرا آدمی ہی ماتھے پر ایک تل ہی وہی بات نکلی۔ وہی صورت بعینہ وہی صورت اب بتاؤ۔ عباسی بولی اچھا حضور آنے دیجیے اگر کمال کچھ بھی ہی تو دو ایک باتین مین پوچھون گی۔ بھلا بتا تو دین۔ جو بتا دین تو ہم انکا پایان قدم لین ہم پہلے تو یہ پوچھین گے کہ جسدن چوری ہوئی رات کو ہمارا کیا حال تھا۔ ہمارے دل مین کس قسم کا خیال تھا ہم کس وقت سوئے اور چوری ہونے کا حال پہلے کس کو معلوم ہوا۔ دلھن جان نے کہا تو اب اس سے کیا واسطہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہی۔ آنے دو جو پوچھو بتا دین سو برس کی بات ہو چاہے دو سو برس کی۔ مغلانی نے کہا ہم تو ان باتون کے قائل نہین ہماری بیگم صاحب اللہ ان کو سلامت رکھے ان باتون کو چٹکیون مین اڑا دیتی تھین۔

بھدڑی آیا۔ بیگم صاحب نے پوچھا بوڑھا آدمی ہے یا جوان کہا بوڑھا کھوسٹ کوئی اسی برس کا سن حکم دیا کہ بلاؤ بوڑھا بھدڑی آیا سر پر ٹیکھیا۔ بغل مین پوتھی۔ آبیے۔

عباسی۔ بوڑھے میان سلام۔ آؤ آؤ سادی سنجھکے کیا ہوا وئے

بھدڑی۔ جہان حکم ہو وہان بیٹھون۔ یہان بیٹھ جاؤن کچھ ہرج تو نہین۔

عباسی۔ اے ادھر فرش پر بیٹھو۔ سادی یہ تو جانگلو سا ہی کوئی

عباسی نے بوڑھے بھدڑی کو چٹکیون پر اڑایا۔ دلھن جان نے کہا اچھے رہے۔ بڑے میان آرام سے بیٹھو۔ اچھی طرح سے۔

بھدڑی۔ ہان حکم پایا تو حکم پلتے ہی مین نے کہا ابھی چلو

دلھن جان۔ ہم لوگون مین ساعت بچارنے والون کو کوئی فائدہ تھوڑا ہی ہی مگر آج امتحان ہی دیکھین کیا بتلاتے ہو۔

بھدڑسی۔ جو کرپا ہو۔ آگے اور مین تو کچھ جانتا وانتا نہین ہون۔

عباسی۔ بھلا بتاؤ تو ہمارا نکاح کب تک ہوگا۔ سوچ کے بتاؤ

بیگم۔ (ہنس کر) اے ہی ہی نکاح کا ایسا ہی شوق ہی تو صبح شام کہین کسی کے گھر بیٹھ جاؤ۔ اونہہ! اونہہ!

راوی۔ اب تو بیگم صاحب بلبل ہزار داستان کی طرح چہکنے لگین۔ شکر ہی۔

بھدڑی سے بیگم صاحب نے پوچھا کہ تمھارا نام کیا ہے۔ کہا رام دت۔ پوچھا عمر کیا ہو گی۔ کہا بیاسی برس کی۔ پوچھا مکان۔ کہا جائس۔

بیگم۔ ہمارے ہان چوری ہو گئی۔ (مسکرا کر) اتنا تو ہمین تو پوچھنا ہی نہیں آتا۔

عباسی۔ حضور دلھن جان سے کہین۔ یہ اپنے خوب پوچھ لین گی آپ پوچھیے۔

دلھن جان۔ انکے ہان چوری ہو گئی ہی تو اب یہ بتاؤ کہ مال جسقدر گیا ہی اسقدر ملے گا یا نہین۔ کچھ آدھا تہا ملیگا یا کیا ہو گا۔

بھدری - اچھا کوئی پھول اپنے دل میں لو نام نہ بتاؤ ذیا کہیں ہان
عبّاسی - حضور چنبیلی کا پھول لیں - یا حنا کا پھول ہان حنا ہی لیجیے
بھدری - لیا - جب تجکو تو ہم سے کہدو کہ ہم نے اپنے دل میں لیلیا
عبّاسی - ہان پہلے نام نہ بتائیں گے - اب تم بوجھ لو تو بھلا -
بھدری نے سیکھ - بر کہ - بتھن - کرک - سنگھ - کینا - تلا - ٹبر - جھکم
دھن - مکر - کنبھ - مین لکھکر کہا - آپکا چندرما نکھشٹ ہے - عدھر
نز مل مگر ایک مہینے کے بعد سنگھ پراپت ہونگے -
عبّاسی - بس بس - اپنا کتھا اب رہنے دو اور ہی بھدری
کو ہم نہین مانتے -
بھداری - تیرا چندر مابلی ہر - تو راج کریگی - مگر ہمکو نہ بھول جانا
عبّاسی - ہان کوئی راجہ بابو ریجھ جائینگے تو پھر ابھی نکاح
نہ کرون - بوا - ایسا نہو مین اس فکر مین رہون کہ کوئی راجہ
بابو ریجھیں اور یہان ٹائین ٹائین فش ہو - بوا تمھارا دم - مگر کوئی
تمھارے سے بوڑھے نہ ہون - بوڑھے سے تو بات کرنا بھی گناہ ہی
اس فقرے پر ثریا بیگم کا دل بھر آیا بوڑھے کوسنا شوہر کو
یاد کرکے دل مین کٹ گئین - عباسی اس بھدری سے چہل کر رہی
ہی تھی کہ داروغہ صاحب آئے - کہا حضور ایک بہت باکمال
اور رسیدہ آدمی آیا ہی - نہ ہی جھروکے سے حضور دیکھین بیگم صاحب
اور عبّاسی نے جھانکا گو وہ جوان پری پیکر اچھی طرح نظر نہ آیا
مگر صرف اسقدر معلوم ہوا کہ وہ (یا ہبو - یا ہبو - یا ہبو) کہتا ہی
بیگم - اوئی یہ بکتا کیا ہی شیطان نے انگلی دکھائی ہی موے کو
عبّاسی - ہبو ہبو - واہ رے تیری ہبو - سٹری ہو گیا ہی نگوڑا کیا
بیگم - کیا کہتا ہی یہ - ذری داروغہ کو بلاؤ - یا ہبو - یا ہبو - یا ہبو - ای
واہ اچھی یا ہبو ہی - یہ کوئی سٹری ہی - داروغہ آؤ تو ہی کا ہی
یا رسیدہ آدمی ہی واہ اچھے رسیدہ ہین - ع بعکس

نہند نام زنگی کافور - ہبو - ہبو اچھی درویشی ہی -
عباسی - ای داروغہ صاحب یہ کون ہی - یا ہبو - یا ہبو - یا ہبو -
داروغہ - چپ چپ بڑے پہونچے بزرگ ہین زیارت کے قابل ہین
داروغہ صاحب اس شخص کے معتقد تھے بیگم صاحب سے کہا
حضور اگر حکم دین تو مین بلا لاؤن - بیگم صاحب تو چوگین اور
شبوجان رہ گئی تھین کہا - اونہہ ! بلا بھی لو - وہ حضرت صحن مین
تشریف لائے کو ٹھے پر سے بیگم صاحب اور عباسی اور
مغلانیان - سب کی سب دیکھنے لگین -
عبّاسی - کتنا قبول صورت جوان ہی اور ابھی سین ہی کتنی
ہین حضور -
بیگم - ہان کیا صورت پائی ہی - اہو ہو ہو - سیم بدن ہی
چہرے سے جلال برستا ہی - ہوگا برس بیس بائیس ایک کا
عضو عضو سانچے کا ڈھلا ہی -
داروغہ - شاہ جی صاحب ذرا سلامی تو ہو - بیگم صاحب
ملاحظہ فرماتی ہین -
عباسی - این ! سلامی کیسی کیا توپخانہ ساتھ لیکے آئے ہین کچھ
داروغہ - ہان حضور شاہ جی صاحب - ہبو - فرمائیے -
حضور بھی متمنی ہین -
شاہ جی - ذرا سا پانی پلاؤ مگر ایسا ٹھنڈا کہ جی خوش ہو جائے
عبّاسی نے برف کا پانی پلایا اور کہا حضور اب سلامی
کی فرمائش ہی شاہ جی صاحب نے عبّاسی کی طرف دیکھا تو
مسکرائے اور یون کہنے لگے -

یا ہبو - یا ہبو - یا ہبو - یا ہبو -
گز رز - گز رز - یا ہبو -
انجی مال کھجانی - گز رز - بھائی اڑ رہو -

ابر گھٹا برسا - ابر گھٹا برسا اُزرز

بیگم - (کھل کھلا کر) ہین! اُزرز - اے واہ ری اُزرزی!!!

عباسی - (زور سے ہنسکر) اللہ جانتا ہے بیگم صاحب یہ کوئی پیدائشی دیوانہ ہے -

بیگم - اُزرز - اُزرز - (پلنگ پر گر کر) اُف مارے ہنسی کے رہا نہین جاتا - یامبو - یامبو - یامبو - اُزرز -

دلھن جان - آنکھین کہے دیتی ہین کہ رسیا جوان ہے جسے نظر پڑتی ہے عباسی ہی پر پڑتی ہے - مغلانیون میرون پر نہین آتی

عباسی - (جھینپ کر) حضور پردے سے نہ دیکھتی ہونگی تو حضور پر بھی نظر پڑتی -

دلھن جان - بس ہم لیکس مین ہین دیکھو دیکھو کیسا کنکھیون سے گھور رہا ہے -

عباسی - اے شاہ جی صاحب (کمر لچکا کر) اے یامبو کس شخص کا نام ہے

شاہ جی - (مسکرا کر) یامبو یامبو - یامبو اُزرز - بھائی اُزرز

بیگم صاحب خوب ہنسین اور پلنگڑی پر گر پڑین -

دلھن جان کھلکھلا کر چمٹ جاتی تھین اور مغلانیان ہنس ہنسکر کہتی جاتی تھین - یامبو - یامبو - یامبو - شاہ جی کے ہاتھ مین لٹو اُسپر لٹا لپٹا ہوا اور لٹو مین چوراسی گھونگرو بندھے ہوئے پینترا بدل بدل کر اُزرز یا اُزرز کہتے جاتے تھے ایک قدم بڑھایا اور یامبو کی صدا بلند کی پھر پینترا بدلا اور جلدی جلدی کہا (انجنی مال کھجانی - انجنی مال کھجانی) گردن جھکا کر پاؤن کبھی بڑھا کر یامبو یامبو کہتے جاتے تھے -

عباسی - داروغہ جی - اِین! ایسے محو ہو گئے اے داروغہ جی کیا سو رہے سرکار پکار رہی ہین اور آپ جواب ہی نہین دیتے

داروغہ - ارشاد حضور غلام نے نہین سُنا تھا - کیا حاضر ہون آؤن

بیگم نہین نہین آنے کی ضرورت نہین ہے - شاہ جی سے پوچھو تو کہ اسکے معنی کیا ہین یامبو یامبو اور اُزرز اُزرز (ہنسکر)

شاہ جی - یہ حبش کے ملک کی سلامی ہے جس وقت گو رہلتا ہے پہلے یہی کہتے ہین - یامبو یامبو - یامبو -

داروغہ حضور ہمارے ہان چوری ہو گئی ہے کوئی تدبیر ایسی کیجیے کہ چور کا پتا ملے -

شاہ جی - اچھا وہ عورت ادھر آئے وہ جو سامنے کھڑی ہے جوان -

بی عباسی جھینپی اور لجاتی ہوئی نیچے آئین - گردن جھکا کر ارشاد مجھے کیون یاد کیا شاہ جی صاحب - شاہ صاحب نے کہا ہم سے نکاح کر دگی (انگلی پکڑ کر) ہم سے شادی کر دگی عباسی نے گردن اور بھی جھکالی اور کہا شاہ صاحب مین لونڈی ہون بھلا کجا حضور درویش کجا مین شاہ صاحب مسکرائے - کہا عباسی تو شہزادی ہونے والی ہے - تیری صورت پر ایک شہزادہ عاشق ہونے والا ہے - اس کا حال پھر بتاؤن گا - پہلے ایک کام کرو -

اپنی بیگم صاحب سے کہو کہ یہ رقعہ لین اور اس رقعے کو دو گھنٹے کے بعد داروغہ صاحب سے پڑھوا لین جو آمین لکھا ہو اسکے حساب سے تین دن تک غربا کو کھانا کھلوائین مگر چاول زرد ہون ہلدی چاول مین ضرور پڑی ہو - اور گوشت کا نام زبان پر نہ لائین مگر گوشت کھانے کی ممانعت نہین ہے

عباسی نے بیگم صاحب کو وہ رقعہ دیا تو دلھن جان بولین کیون عباسی شاہ صاحب سے نکاح پر راضی نہین ہوئین - تو بھی عورت ہین - جوان جہان ہین - سُرخ و سفید چہرے سے شرافت برستی ہے عباسی بولی ہمین چھیڑیے نہین شاہ جی تو

ٹھٹھول آدمی معلوم ہوتے ہین ہنسی کرتے تھے بھلا مجھسے اور وہ شادی کرین کوئی بات بھی ہی۔ شاہ صاحب رخصت ہوئے دو گھنٹے کے بعد رقعہ پڑھا مضمون سننے کے قابل ہی۔

ثریا بیگم۔ تم پر جان جاتی ہی تمھارے گھر مین چوری ہمین نے کی تھی اگر راضی ہو تو ہمارے پاس چلی آؤ شہزادی بناکر رکھون

آزاد مرزا

خوجی کی مصیبت

خواجہ صاحب دلے جو اپنے کو پنجۂ تیر مصیبت پایا تو زار زار رونے لگے واہ میرے اللہ کے سننے والے مانگا تھا کچھ دیا اور ہی لینے کے دینے پڑے سمجھے تھے کہ ترکون کا لشکر ہی چل کے مزے سے دندنا ئین گے لطف اٹھائین مگر یہان آکے تو ع۔ کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہی۔ روسی نظر آئے لگے واہ رے نصیب واہ ری قسمت۔ لنجھا اے شر ؎

موت مانگون تو رہے آرزوے خواب مجھے
ڈوبنے جاؤن تو دریا ملے پایاب مجھے

روسیون نے خوب قہقہے لگائے۔ خوجی دل ہی دل مین کٹے جاتے تھے مگر قہر درویش بر جان درویش۔ روسیون نے خوجی سے گفتگو شروع کی۔

ایک روسی۔ تم کس ملک کے آدمی ہو۔ حبش یا ہند یا چین یا بہ عما کے ؟۔

دوسرا۔ (چپت جماکر) خوب جی۔ چٹاخ سے پڑی۔ ایک اور دو لگا۔

تیسرا۔ اب کی ہم (چٹاخ) اوہو ہو خوب آواز آئی۔ زنانے سے پڑی بھی تو

چوتھا۔ ماشاءاللہ اس چتونون کو دیکھیے گا۔ کیسے تیکھے ہوتے ہین ۔۔ یاخدا !۔

خوجی کی چاند پر بے بھاؤ کی پڑنے لگین۔ ادھر دیکھا ادھر پڑی۔ تڑ۔ اُدھر نظر کی ادھر پڑی۔ چٹاخ بوکھلا گئے کہا اچھا گیدی۔ اس وقت تو بے بس ہون ابھی پنسون تو خواجہ بدیع الزمان نہین اور قسم ہی اپنے قدمون کی کہ آجتک مردم آزاری کبھی نہین کی اور سب کچھ کیا۔ پتنگ لڑائے بٹیر لڑائے۔ مرغ لڑائے۔ چانڈو پیا۔ افیم کھائی۔ چرس کے دم لگائے۔ مدک کے چھینٹے اڑائے مگر مردم آزاری کس مردود نے کی ہو۔ روسی اُن کی گفتگو کیا سمجھتے وہ اپنی کہتے تھے۔ یہ اپنے ڈھائی چانول لگاتے تھے ع۔

کس بشنود یا نشنود من گفتگوے میکنم

خوجی۔ سگیون بابا زبان ملک فارسی می شنیدہ لوآئی کرد۔ من بدیع کہ ایرانی الاصل ہستم جاننا یہ ہون کہ در کسی محکمہ ہرا نچہ خواہد و پسندیدہ خواہم بدہم کہ حسب حصول حاکم فدوی خواجہ بدیعا۔

راوی۔ خیر اُردو ہی بولیے فارسی کی ٹانگ کیون توڑی

خوجی۔ ان پھوٹی ہوئی آنکھون سے خدا بچے کیسے اس طرف آنا ہی کیا فرض تھا مگر قسمت۔ تقدیر مصیبت نے گھیرا۔ افسوس ؎

وحشت فزا تو اہی کچھ ایسی بہار کی
پھولا جو پھول اس نے قبا تار تار کی
نرگس کی آنکھ کیون نہ چمن مین کھلی رہے
تصویر بن گئی ہے ترے انتظار کی
بارش یہ آنسوؤن کی ہی یا بارش سحاب
بجلی ہی یا تڑپ ہے دلِ بیقرار کی

خوجی کی آنکھون سے بے اختیار آنسو نکل پڑے روس کی فوج کے چند رقیق القلب آدمیون نے اُن کی یہ کیفیت دیکھی تو رحم کھا کر کہا بس اب اسکو دق نہ کرو پہلے دریافت تو ہو لے کہ یہ ہی کون شخص۔ ایک بولا یہ ترکی ہی۔ وضع کیسقدر بدل ڈالی ہی۔ دوسرے نے کہا یہ حبش کا مسلمان ہی تیسرے نے رائے دی کہ یہ گوئیندہ ہی اِس آخری رائے سے عموماً سبنے اتفاق کر لیا۔ کئی آدمیون نے خوجی کی تلاشی لی اب خوجی اور تو سب اسباب دکھلاتے ہین مگر افیم کی ڈبیا نہین کھولنے دیتے وہ اصرار کرتے یہ انکار کرتے۔

روسی۔ ایسی کون چیز ہی جو تم اسکو کھولنے نہین دیتے ہم ضرور بالضرور دیکھین گے اسی مین کچھ ضرور ہی۔ فوراً دکھا دو

خوجی۔ (جھلا کر) او گیدی مار دون گا بندوق دھوان اُس پار ہو جائے گا۔

وہ بیکس ہین ہین دنیا نے چھوڑا ہم نے دُنیا کو
نہ عالم ہم سے واقف ہی نہ ہم واقف ہین عالم سے

راوی۔ اگر ہم وہان ہوتے تو خوجی کو دور سے ضرور چھیڑتے کہ آن پہونچے آن پہونچے خواجہ بدیع آن پہونچے کیا ڈرے سے پہونچے تھے۔ ایسے چوندھیائے کہ ترکی اور روسی مین فرق نہ کر سکے۔ بہت خوشی سے آئے تھے۔ خوجی نے بڑی کوشش کی کہ اظہار مافی الضمیر کرین مگر اُن کی زبان کسی کی سمجھ مین نہ آئی آخرکار ماوراءالنہر کا ایک باشندہ بلوایا گیا اُس نے خوجی کی باتون کا ترجمہ کیا اور روسیون کو سمجھایا خوجی نے کہا پوچھو ہم کو کس علت مین گرفتار کر لائے مین ہم سے کون قصور سرزد ہوا۔ روسیون نے جواب دیا کہ تم ترکی ہو اور ترکی فوج کا سا لباس پہنے ہو اور ہم کو شک کی جگہ یقین ہی کہ تم گوئیندے ضرور ہو۔ لہذا لازم آیا کہ تم کو قید کر لین۔

خوجی نے کہا یہ خیال خام ہی۔ اول تو مین ترکی نہین ہندی ہون دوسرے پست قد اسقدر ہون کہ فوج مین بھرتی ہونے کے قابل نہین۔ تیسری بات یہ ہے کہ مسافر پردیسی ہون اگر گوئیندہ ہوتا تو اس وقت یہان کیا کرنے آتا۔ فوج آپکے سامنے ہی آپ کا حال ترک اور ترکون کا حال آپ بخوبی دیکھ سکتے ہین پھر گوئیندے اور مخبر کی کیا حاجت تھی۔ اور یون تو آپکو اختیار ہی قید کیجئے چاہے رہائی دیجئے۔ اب تو آپکے پھندے مین ہین

سپردم بتو مایۂ خویش را	تو دانی حساب کم و بیش را

ماوراءالنہر کا باشندہ بڑی دقت سے خوجی کا مطلب سمجھا خواجہ صاحب تو خاص ایران کی ٹھیٹھ ماں گفتگو کرتے تھے نہ پھر بھلا اہل عجم کے سوا اور کون سمجھتا۔ اُن کی فارسی پر اُس کو بڑی ہنسی آئی خصوصاً اس فقرے پر دم اقید کرون و بر من لگدکوب نمودن و باز برین امور خندیدن و فہمیدن کہ کارہاے بزرگ لگدکوب و زدکوب است کہ سرہا و مغزہا وا اندوہ است طریقہ خوب نیست بلکہ بیان تنگ زشت و پوچ طریق است بینواو توجہ (بیان کرد تم پس اجر پاکتم) روسیون نے اُن کو پنجرے مین بند کر دیا اور اردگرد چار آدمی تعینات ہوئے کہ کھولنے نہ پائین۔ خواجہ بدیع بیچارے بیکسی کی حالت مین سخت متوحش تھے۔ ایک بار نعرہ بلند کیا ہائے افسوس دوسری بار کہا۔ آزاد پاشا خواجہ بدیع نے حق نمک ادا کر دیا اب خواجہ صاحب بھی قید بھگت رہے ہین مگر صرف تمہارے لیے

دریا و دشت و گلشن و بتخانہ و حرم | کس جا کہان نہ پھرے یار کیلیے

روسیون نے کہا بھئی اچھے پاگل سے ساتھ پڑا ہے خدا ہی خیر کرے یہ تو رات بھر غل مچا مچا کے سونے نہ دیگا - اتنے مین خوجی نے پھر ہانک لگائی - ارے یار دکھ ہماری بھی خبر ہے خواجہ بدیع الزمان کمیدان پلٹن الموسوم بہ دگلے والی پلٹن کا رسالدار تھا در اوی - ای سبحان اللہ - کمیدان پلٹن کا رسالدار تھا - اس ترکیب کے صدقے - پھر ہانک لگائی دوکر در روسیون مین سے جو خواجہ صاحب بزور فن سپہ گری مار کوٹ کر دن سے نکل آئے وہ اب ایک پنجرے مین بند ہین مگر جان بچا لیگی - آزاد سے ضرور ملاقات ہو گی خدا اُسکو خوش رکھے ہم اسکو دیکھین گے - ضرور ایک لفظ - ۵

شاید وہ آئین سیر چمن کو یہ دوستو | آنکھین کھلی ہین جی کی دیدار کیلیے

ایک روسی - ابکی بار اگر غل مچایا تو پنجرا ہی پھونک دونگا بولو تو بھلا -

خوجی - یہ خدا جانے کیا اپنے ڈھائی چانول کلاتا ہے - اچھا بچہ جی

دوسرا روسی - اب تمھاری قضا دامنگیر ہے کیون - پھر اٹھون مین

خوجی - قضاے مبرم - قضاے مبرم - ایسا سپاہی قید ہو جائے شان خدا مگر مجبوری - ورنہ ہماری تلوار کی دھوم تھی اور تقر ولی تو ایسی دیکھی ہی نہین - ہفت اقلیم مین دھاک تھی واللہ دھاک

خواجہ بدیع الزمان صاحب اسی فکر مین غلطان پیچان تھے کہ نیند آئی اُنھون نے کسی قدر آرام پایا - ادھر روسی بھی سو گئے پہرے والے ان کو مردہ پا کر خراٹے لینے لگے - خواجہ صاحب نے خواب دیکھا کہ ایک مقام پر بڑی بھیڑ ہے - ہزارہا آدمی ملکر ایک پہاڑ کی طرف جاتے ہین حیرت ہوئی کہ یہ کیا اسرار ہے پہلے سمجھے کہ کہین کا میلا ہے مگر جب ذرا قریب پہونچے اور دیکھا کہ سب کے سب خاموش ہین - پہلے کی سی کوئی بات بھی نہین تو ماتھا ٹھنکا کہ کہین غمی ہو گئی ہے آگے بڑھے دیکھا تو لوگ جھپٹے جاتے ہین خود بدولت بھی جھپٹے ہوئے چلے مگر خیر سے پانون ناخن کے برابر تھے - دوڑین چلے ہے لیکن اُن لوگون تک پہونچتے پہونچتے ایسے ہانپے کہ ایک قدم بھی اُٹھنا محال تھا - تھوڑی دیر سکوت اختیار کیا - پھر چلے - تو دیکھا کہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہزارہا آدمی جوق جوق جمع ہین اور چوطرف سے چلے آتے ہین - یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے - ایک شخص سے پوچھا کیون بھائی جان یہ اسقدر بھیڑ بھاڑ یہان کیون ہے - اُسنے کہا دی بی بٹ ہوا پر گئی - این! معقول اچھی و بلند پری بات کہی - تال کی نہ سم کی نہ سر کی فارسی نہ عربی نہ ترکی یہ تاریخ کہی ہے کسی لڑکی - جو لی ہے علی نقی خان بہادر کی سعہرے آدمی سے دریافت کیا اُس نے خوجی کو اُٹھا کر سمندر مین پھینک دیا - اور اُنھون نے غل مچانا شروع کیا کہ افیم کی ڈبیا لاؤ - اتنے مین اُنھون نے دیکھا کہ ایک نہایت حسین اور نوجوان عورت سر پیٹتی روتی چلاتی پہاڑ کی ایک کھوہ سے نکلی پچاس ساٹھ آدمیون نے اُس کے قدم لیے عورت کے بال بکھرے ہوئے تھے اور اشک گلگون چشم بیمار سے نکلکر رخسار تاباں پر ڈھلکتے ہوئے ٹپ ٹپ گرتے تھے - خوجی نے چاہا کہ بھیڑ کاٹکر تڑاتے ہوئے گھس پیٹھ کے اُس زن خوبرو کے پاس جائین مگر ذرا سے آدمی - ایک ایک مشٹنڈے کے ہاتھ پانون دو چار بگڑے دل آدمیون نے ذرا اشارہ کر دیا تو لڑھکنی کھاتے ہوئے دس قدم پر ہو رہے گرتے ہی اُٹھے اور آنکھین نیلی پیلی کر کے کہا - بھلا گیدی بھلا بس یہی تو ہم مین عیب ہے کہ اپنے زعم مین آپ گر پڑتے ہین مگر ابکی ریلے مین پہونچا چاہا اتفاق سے اس مرتبہ خواجہ صاحب کامیاب ہوئے تو یہ آواز بلند فرمایا

کہ ایک ڈھیکلی کھائی دوسری ڈھیکلی کھائی تیسری ڈھیکلی میں دن سے موجود۔ اتنے میں اُنھون نے دیکھا کہ ایک بگھی سامنے سے آئی اور اُس میں سے ایک صندوق نکالا گیا۔ اسوقت کل حاضرین جلسہ زار زار رونے لگے اور ایک سمت کو چلے۔ خوجی بھی اس طرف جھکے دیکھا کہ ایک مزار کے پتھر پر یہ حرف کندہ ہین۔

مرقد منورہ حضرت قدر قدرت بہار ریاض جرأت آزاد پاشا طاب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ (ترتبش عنبرین باد)

این! ہائے ستم۔ خوجی کے دل پر اسکا ایسا اثر ہوا کہ دم سے زمین پر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد لوگون نے لخلخہ سونگھایا جب ہوش آیا تو خوجی نے کئی بار اس مزار پر سر دے مارا اور پھوٹ پھوٹ کر روئے ہائے ہائے عزیز از جان ہائے ستم وائے ستم۔ پیارے آزاد یہ کیا کیا۔ ارے یار خوجی کو اکیلا چھوڑ کر چلے بھائی آزاد سارے غضب ہائے بولتے نہین اُف بڑی میٹھی نیند آئی ہے ع۔ کچھ ایسے سوئے ہین سونے والے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے ساتھ ہی میں قبر سے ایک آواز آئی جس سے کل حاضرین دنگ ہو گئے وہو ہذا ~

شوری شد و از خواب عدم چشم کشودیم	دیدیم کہ باقیست شب فتنہ غنودیم

خوجی نے کہا ہائے دسر پیٹ کر) حسن آہ سے کیا کہون کچھ تو کہو بھائی۔ اسکے جواب مین قبر سے یہ آواز آئی ~

ہاتھ سے کچھ نہ ترے اے مہ کنعان ہوگا
ہان جو ہوگا تو یہی موت کا سامان ہوگا

اتنے میں وہ مہوش پری پیکر زار زار روتی ہوئی آئی کہ تربت کے قریب جائے مگر پاؤن لڑکھڑانے لگے۔ دو قدم جا کے پھر بیٹھ گئی

تا نہ لے دی نہ رخصت آنے کی	دو قدم جب رہا مزار اپنا

خوجی نے متعجب ہو کر کہا بھائی آخر بتاؤ تو یہ کس سفاک نے تمھین مارا ہائے۔ وہ کون سا ایسا شقی القلب ہے جسکا تم پر ہاتھ اُٹھا جواب یہ ملا ~

چشم بیمار نے ہمین مارا	مردم آزار نے ہمین مارا
ناز و غمزے نے چشم ابرو نے	انجمن دو چار نے ہمین مارا
دعوی خون بہا کرین کس سے	چشم مخمور نے ہمین مارا
مر گئے بس اسی تمنا مین	نہ کبھی یار نے ہمین مارا

خوجی اسقدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ ادھر قبر مین جو لاشہ رکھا گیا تو فوراً ابر سیاہ چھایا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اور ہر سمت سے عطر و گل کی مہک آنے لگی۔ اس زن جادو نگاہ نے تربت عاشق کے قریب جا کر آنکھون کو ہاتھون سے چھپا کر اسقدر گریہ و زاری کی کہ پتھر تک کا کلیجہ پسیج گیا۔ دو چار عورتون نے سمجھایا کہ بس اس وقت ذرا ضبط گریہ کرو۔ مردے کی روح پر اس سے بڑا صدمہ ہوتا ہے تربت سے یہ صدا بلند ہوئی ~

منور ہو گئی میری لحد کس مہ کے پرتو سے
چڑھائی چادر مہتاب کس نے میرے مدفن پر

اتنے مین بارش ہوئی۔ ایسی جھڑی لگی کہ دم کے دم مین جل تھل بھر گئے اور تھوڑی دیر مین موتی برسنے لگے۔ خوجی نے کہا آزاد درویش کامل تھے۔ واللہ تم درویش کامل تھے پہنچے ہوئے کامل ولی اللہ معرفت آگاہ تربت پر گوہر افشانی ہو رہی ہے سبحان اللہ علی مرواریدکی چادر چڑھانے آئے مین۔ فرشتے موتیون کی لڑیان چڑھاتے ہین عیسائی اور مسلمان اور ہندو ڈھکے چھپتے ہین سچ ہے کیا خوب کہا ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ !!! ~

چنان با نیک و بد عرفی بسر کن کز پس مردن
مسلمانت بہ زمزم شوید و ہندو بسوزاند

اس پری تمثال نے تربت کے کئی بار بوسے لیے اور سات بار اردگرد گھومی ایک بار نعرہ بلند کیا۔ ہائے موت ہائے موت ہائے ستم وائے ستم۔ دوسری مرتبہ رو کر آہستہ آہستہ کہا ؎

اگر دانستم از روز ازل داغ جدائی را | الٰہی کردم بہل از دوشن چشم آشنائی را

خوجی نے غور کر کے دیکھا تو مس میڈا ارے! مس میڈا ہائے آزاد گئے گذرے ہائے آزاد چل بسے۔ افسوس صد افسوس

اتنے میں قبر سے ایک ہاتھ نکلا اور لوگ اسقدر گھبرائے کہ آدمی کی بھیڑ چھٹ گئی۔ خوجی کھڑے دیکھا کیے۔ مس میڈا نے ہاتھ کا بوسہ لیا تو زمین شق ہو گئی اور ایک کھٹولا زمین سے نمودار ہوا یہ کھٹولا کوئی دو گز بلند ہوا تھا کہ ایک نوجوان عورت دم سے کود پڑی اور تربت عنبرین کی طرف بصد حسرت و نومیدی دیکھنے لگی

خوجی۔ ہائے او تیشا! یا الٰہی یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ شان کبریائی ہے۔

عورت۔ آزاد۔ آزاد۔ این اینہ کیا کندہ ہے۔ پڑھوں تو مرقد منورہ لکھا۔ ارے! اف ہائے غضب۔ افسوس صد افسوس

خوجی۔ ای بت شیرین شمائل تو کیستی و با آزادت چہ کار است بگو و بیان کن ای طوطی نو بہار حسن صورت گردم بہا جانان۔

عورت زمین پر بیٹھ کر بصد حسرت و یاس یہ اشعار پڑھنے لگی ؎

گیستم دل شکستہ غمزدہ	خستہ مردہ ستم زدہ
ناامیدی جگر گداختہ	از غم ہجر زہرہ باختہ
غرق طوفانی محیط بلا	دستہ دم گرد کاروان فنا
از شرار نفس بہ تاب و تب	در بیابان یاس تشنہ لبی

خوجی۔ یا الٰہی یہ کیا اسرار ہے ارے! یہ تو اختر النساء بیگم ہیں توبہ ستم ستم یہ قیامت ارے وائے افسوس۔

عورت۔ (آہ سرد بھر کر) ہائے ہائے جسکی صورت دیکھنے کو ترستے تھے اب اسکی تربت دیکھی۔ ارے لوگو یہ کیا حشر بپا ہوا قیامت آ گئی ؎

ہمیں اس قید الم سے تو رہائی ہوتی
شب ہجران کے عوض موت ہی آئی ہوتی

خوجی نے دیکھا کہ پھر پہاڑ شق ہوا اور ایک درویش اسمین سے برآمد ہوئی جس نے تربت کے اردگرد گھوم کر کہا ؎

اسکین تربت سے خنداں روز محشر | کفن کو دے دوپٹہ زعفرانی

یہ کہکر اپنا زعفرانی دوپٹہ تربت پر چڑھا دیا اور پیچھے پھر کر دیکھا تو خوجی نے کہا مائن یہ کون ہے! اسکی صورت زیبا ہم نے آج ہی دیکھی اتنے میں آزاد کا سر قبر سے نمودار ہوا اور پھر دم کے دم میں غائب خوجی بآواز بلند چلا اٹھے دوڑنا۔ دوڑنا۔ دوڑنا۔ یا الٰہی دوڑنا دوڑنا کہتے تھے خوجی کی آنکھ کھل گئی تو دو سنتری کمرہ دوڑنا دوڑنا کہتے رہے۔ روسیوں کی آنکھ کھل گئی ادھر ادھر دیکھنے لگے

ایک۔ اس کمبخت نے تو ناک میں دم کر دیا اسکو موت بھی نہیں آتی

دوسرا۔ ارے یار اسکے حلق میں بانس کر دو بڑا شریر بہت ہی ہے

تیسرا۔ تو پھر بولا اس مردود کو آج نیند نہ آئیگی۔ ابکی بولے تو اسکے حلال ہی کر ڈالوں۔ ایک ہی بد آدمی ہے۔ شریر ا۔

ایک سپاہی نے اسکو خنجر سے میں ہاتھ ڈالا اور خوجی کی کھوپڑی پر چپت جاتی۔ تڑ۔ پھر بولیگا۔ چٹاخ۔ پھر بولیگا۔ تڑاق۔ پھر بولے گا کیوں اور دو اور ایک۔ خوجی نے غل مچانا شروع کیا۔ دہائی دیدی۔ خبردار بس اب ہوشیار رہنا کہہ دیا ہوشیار رہنا ؎

خنجر نہیں ہے یہ کٹار ہے یہ	خواجہ نہیں ہے مار ہے یہ
افعی ہے بلا ہے زہر دار ہے	ناگن ہے ستم ہے قہر دار ہے
بچھو ہے تو سنگ ڈر کے مر جائیں	بگڑے تو غنیم اوکھیاں کھائیں
ہے نام خدا حسین و خوش رو	نیکو رخ اور قد دلجو
شہروں میں مشہور ہو تو	اے خواجہ بدیع فرد ہے تو

سبحان اللہ سبحان اللہ اس موزونی طبع کے صدقے آفرین صد آفرین۔ فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے خواجہ صاحب افعی ہیں اور مار ہیں اور حسین ہونے میں تو شک ہی نہیں قد دلجو کی اپنے اوپر اچھی پھبتی کہی۔ آپ ماشاء اللہ ایسے ہی ہیں اور رُخ نیکو کی تو بس کچھ نہ پوچھیے ٹرخ ٹرخ نور برستا ہے۔

صبح کے وقت خواجہ صاحب کے اظہار لیے گئے۔

خواجہ بدیع الزمان کے اظہار لیے گئے تو انھوں نے یوں فرمایا۔ اگر اختصار مد نظر ہے تو من بدیع میرا نام ہے (راوی) این اچہ گہ استاد۔ من بدیع۔ یا من بدیعاً نیز آگے فرمائیے اور اگر میری راے پسند ہے تو سنیے خاکسار زمان علیہ الرحمۃ والغفران خواجہ خواجگان بدیع الزمان بنبت احقر العباد وساری خدائی کا خانہ زاد و میاں کیقباد دہی شریفا چہل و ششش یوں منظر ہے کہ ہیچ اس زمانہ فیض کاشانہ کے کہ شاہد کافرائی لباس عریانی سے تحلی اور صنم شادمانی حلیہ بر مالی سے متجلی ہے من بدیع واسطے تفریح طبع نازک آپ کے اس ملک میں وارد ہوا۔ ؎

این سبزہ و این چشمہ و این نالہ و این گل — آن شرح ندارد کہ بگفتار درآید

سردی اس ملک کی جان زمستان ہے اور زمستان در کشش سرماے کشمیر نشان۔ ؎

از بسکہ گشت جذب ہوا ہیچ گل نیست — گر کاسۂ چینی زہوا بر زمین آمد

امابعد بر میگویم امیدوار مغفرت ایزد منان غریب بینوا خواجہ بدیع الزمان سلمہ الرحمٰن کہ ایام دیرینہ سے اس ہیچمدان کا شعار فن سپہ گری جار تھا۔ باپ گرایس کٹ تھا۔ دادا اچھ جار تھا۔ بدیعا فخر خاندان پیدا ہوا عالی شان اور والا دودمان ہوا جب زمانہ برسر کار ہوا تو دسگلے والی پلٹن کا رسالدار رہا اس پر ایک شاعر نے جل بھن کر ہجو کی اور میں نے ہاتھوں ہاتھ داد سخن دی ہر چند کہ اُس کا قول جانگداز ہے الا بہمہ بھی شاعر بجا ہے۔ رُباعی سنیے۔ ؎

پدرش ہمہ عمر کاشتکاری میکرد — جدش زتنور نان بہاری میکرد
عوضش دو دو بکار رند کو ریان — ای مرغکہ کی رسالداری میکرد

من بدیع نے سر پیٹ لیا مانے میں کیدانی سے عہدہ پر ممتاز ہو گیا گھوڑا داغی ہوا۔ اتفاق سے ایک چکلہ دار باغی ہوا حکم ہوا کہ خواجہ بدیع الزمان کیدان بہادر مورچے پر جائیں غنیم کے چھکے چھڑائیں۔ فوراً یابو کے سر پر سوار ہوا اور روانہ میدان کارزار ہوا۔ میرے گھوڑے کی کچھ نہ پوچھو۔ پر گیا دو گیا۔ یہ پہونچا وہ پہونچا۔ اور تعریف کیا کروں صرف استعدد کہنا کافی ہے کہ بقول شاعر ؎

لیکن مجھے زروے تواریخ یاد ہے — شیطان اسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو کے

بس جیسے میرے ہاتھ پاؤں فرمائشی ہیں ویسے ہی گھوڑے بھی تھے خاص عرب کا گھوڑا اور میں ولایتی۔ ولایتی کی دولتی ہو گئی پھر کیا تھا۔ اُدھر ہم ادھر میرا اسپ ادہم۔ واہ واہ سبحان اللہ۔

دو دل یک شود بشکند کوہ را — پراگندگی آرد انبوہ را

میں اور میرا اسپ لاغر میان۔ دو قالب و یک جان۔

الغرض فوج جرار و لشکر بیشمار لیکر من بدیع روانہ شد لب دریاے گنگ لشکر غنیم اوران روی دریا فوج من بدیع ظلہ العالی (راوی) سبحان اللہ جو لوگ عربی داں نہیں ہیں وہ مدظلہ العالی کہا کرتے ہیں مگر آپ ایسے لائق فائق بزرگوار مدکو اُڑا کر صرف ظلہ العالی بولتے ہیں۔ آن روی دریا فوج من بدیع ظلہ العالی عقب عقب گذ مون برا تو آپ عقب عقب کتنا مد وہاں کی یعنی پیچھے پیچھے۔ اور آپ نے مد رسالداری اور کیدانی بھی بڑے

دھنسے سے کی تھی کہ توپین گدھون پر لدی تھین۔ واللہ کیا اُلو کھا تو پخانہ تھا پھر گدھون کے ساتھ اور کیا ہوگا) توپون مین کئی سیر والے آلو کے برابر گولے بھرے تھے اور ٹھسا ٹھس اور کھچا کھچ (راوی توپ کیا۔ جسکا دروازہ تھا کئی سیر والے آلو کے برابر گولے بھرے تھے اتنے بڑے بڑے گولے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ) بس شب کے بعد رات کو گولہ اندازی ہونے لگی (راوی کیا ہونے لگی۔ گولہ اندازی یہ کون لغت ہے جناب اخاہ گلولہ سے مراد ہے ع گلولۂ دگر آمد بیارگاہ رسید

ادھر تو یون ہر غنیم کی طرف سے بتی پڑی اُدھر من بدیع نے کوچ کا حکم دیا۔ کوچ کوچ کوچ۔ آدمیون نے جو سنا تو چکرائے کہ یہ کوچ کی صدا کیسی ہے۔ سمجھایا کہ حضور کوچ کیجیگا تو شکست ہوجائیگی۔ من بدیع بہ پاسخش داد کہ ای سرداران دکمانان برتر چہ میگوئی۔ غنیم کہ از خود کم مادہ دارد ستیزہ کردن کار خردمندان نیست کہ گفتہ اند۔ سہ

نہ ہر جائے مرکب توان تاختن	کہ جاہا سپر باید انداختن

غنیم نے گولے برسائے اور من بدیع نے یابو کی باگ اُٹھائی اور میدان کی ہوا کھائی۔ فوج بھی ساتھ ساتھ۔ نشان سب کے پہلے اور ادھر اُدھر خواجہ بدیع فرخ نہاد بھاگے وہ بھاگے خواجہ صاحب یعنی من بدیع بگٹٹ بھاگے۔ بھاگتون کے آگے اور سارتون کے پیچھے۔

راوی۔ سبحان اللہ۔ آپ اسقدر انکسار کیون کرتے ہین مگر ہم تو اس صفائی کے قائل ہین کہ کس لطف کے ساتھ راست براست بلا کم و کاست بیان کردیا ہے۔ سہ

راستی موجب رضائے خداست	کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

آدمیون کو ان فقرون پر اسقدر ہنسی آئی کہ بڑی دیر تک اکثر آدمی پیٹ پکڑ پکڑ کے لوٹا کیے۔ کسی کی سمجھ مین ایک فقرہ بھی نہین آیا حیرت تھی کہ یہ کیا بک رہا ہے۔ زبان کھولی تو بند ہی نہین ہوتی۔ خوجی نے جو ان لوگون کو قہقہہ کرتے دیکھا تو بہت بگڑے اور یہ شعر گردن ہلاتے ہوئے بہ آواز بلند پڑھا سہ

گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو	از شما یک تن نشد اسرار جو

ایک روسی افسر نے پوچھا کیا پاگل خانے سے رسیان تڑا کر آئے ہو۔ مترجم نے مطلب سمجھایا تو آپنے یون جواب دیا۔ یا بابے ما اگر حال ما ندانی چہ پرسی نیک بخوان کہ سرت گردم۔ من دیوانہ نیستم۔ نادان نیستم۔ مرد ہستم دانا۔ آنچہ من گفتم چرا نہ فہمیدی نہ فہمیدی باز قصور ما چہ۔ و ما را میگوئی کہ پاگل است دیوانہ است نابابا۔ ما نہ گوئیم۔ روسی افسر نے کہا اچھا تمکو ہم رہا کرتے ہین مگر شرط یہ ہے کہ ہمارے سوالون کے جواب دو۔ ورنہ ہم رہا نہ کرینگے۔

۱۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم ترکی گوئندے نہین ہو کافی ثبوت دینا چاہیے۔

۲۔ ہندوستان کے باشندے ہو تو یہان کیا کرنے آئے یہان کام کیا تھا

۳۔ اس وقت تم کہان سے آئے تھے جب تم گرفتار ہوئے اور یابو کس کا ہے جس پر تم اس وقت سوار ہو فوراً بتاؤ۔

۴۔ ترکون اور روسیون مین کسکی فتح چاہتے ہو اور کسکی شکست

خوجی نے فوراً جواب دیے اور بلا خوض و فکر یون کہا۔

۱۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر ہم گوئندے ہین تو اسکا کیا ثبوت ہے کہ ہم گوئندے ہین۔ پس یہی ثبوت کہ ہم گوئندے نہین ہین

۲۔ ہندوستان کے باشندے کیا ترکی مین نہین آسکتے واہ واہ

۳۔ اس وقت ہم وہان سے آئے تھے جہان کا پتا ہی نہین شاید لامکان ہو

۴۔ ترکون اور روسیون مین صلح ہوجائے تو ہم خوش ہمارا خدا خوش

روسی جیتیں واہ تو بہی بھلی اور ترک فتحیاب ہون تو مسل وجل بس یہی ہمارا مطلب باصواب ہی اور خیر صلاح ہے ۵

صلاح کار کجا و من خراب کجا
ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

افسر روس نے اسکا ترجمہ سنا تو بہت ہی خوش ہوا کئی منٹ تک ہم سنتے رہے یعقول سوال دیگر جواب دیگر۔ سوال از آسمان جواب از ریسمان ۔ من چہ می سرایم و طنبورہ من چہ می سراید ۵

چہ خوش گفتست سعدی در زلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا

(نگاہ دیدہ دی من دہ بیس برائیںٹ)

خوجی سے پوچھا گیا کہ اگر قید سے نجات پاؤ تو کدھر جاؤ کہا ۔ سیدھا قسطنطنیہ کی راہ لون اور وہان سے جہاز پر سوار ہو کر بخط راست ہندوستان پہونچون ۵

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بہ ملک مصر شاہی میکرد
میگفت گدا بودن کنعان خوشتر

دریافت کیا گیا کہ ترکون سے اس لشکر کی حس و حرکت اور توپون اور آدمیون کی کثرت کا حال بیان کرو گے یا نہین کہا اور جو پوچھو بتا دون یہ نہ بتایا جائیگا ۔

آنچہ دانا کند کند نادان
لیک بعد از خرابی بسیار

یہ ہم نہ بتلائینگے ۔ چاہے مار ڈالو چاہے زندہ دفن کر دو ۔ چاہے گولیون سے بدن کو چھلنی کر دو ۔ این جانب یعنی ہم ٹیڑھے صاف صاف کہدینگے کہ فوج روس کا سامان بدرجہا بہتر ہے جو شیخی اجلی اور چکمتی ہوئی ۔ کوئی نسبت ہی نہین ۔ ۵

گفت اشتر کجا و شعر فردوسی کجا
باکر بندہ مصع قد رشال طوس را

کوئی نسبت ہی نہین ۔ کہا۔ اس پر روسی بہت خوش ہوئے ایک کاسک نے اپنی زبان مین شاباش کہکر انکی پیٹھ ٹھوکی تو خوجی بولے آف خدا تیرے ان مرے کے ہاتھون سے مجھے واقعہ یہ معلوم ہوا کہ کسی نے پشت نازک پر فولاد کا پتہ رکھدیا واہ ری دیو ۔ آدمی کاہے کو ہے سے اب رہائی ہوگی یا اب بھی نہوگی ۔

روسی افسرون نے باہم مشورہ کیا کہ اس پاگل افیمی کا قید کرنا مقتضائے بسالت نہین ہے ۵

مردی نبود فتادہ را پائے زدن
گر دست فتادۂ بگیری مردی

دو شریر آدمیون نے صلاح دی کہ خوجی کا رہا کرنا خلاف عقل ہے افعی را کشتن و بچہ اش را نگاہ داشتن کار خردمندان نیست اگر خوجی سمجھتے تو ان دونون گیدیون کو لے ہی ڈالتے مگر شکر ہے کہ اس زبان سے واقف نہ تھے ۔ آخر کار نوبت بایجا رسید کہ خواجہ صاحب ایک اونٹ پر سوار کیے گئے ۔ ای ہی ۔ اونٹ کا بلبلانا تھا کہ خواجہ بدیعا کا جسم لرزنے لگا بہت کچھ غل مچایا کہ مین سوار ہونگا مین عادی نہین ہون اس پہاڑ پر مجھ سے ہرگز نہ چڑھا جائیگا ارے یارون ننھے ننھے ہاتھ پاؤن ہین ۔ کیون مارے ڈالتے ہو ۔ مگر کسی نے شنوائی نہ کی اونٹ پر سوار کر کے ادھر ادھر پھرایا ۔ خوجی کے ہاتھ مین نکیل اور آنکھین بند بارے بہزار خرابی اس کوہ پیکر سے اتارے گئے ۔ خوجی نے آنکھ کھول کر کہا ۔ بارے بخیر گذشت ۔ ع ۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت ۔ رسیدہ بود ۔ الا گذشت بالخیر ۵

عجب دماغ مین بو تھی عجب مزاج کا رنگ
وہ دن بہار کے تھے عالم شباب نہ تھا

اخاہ ! بعد ستاخوجی نے برجستہ شعر پڑھ دیا شاباش آفرین صد آفرین ۔ خواجہ صاحب کو روسیون نے رہا کر دیا حضرت اڑے کہ ہم کو یا تو لے بڑھی دیر کے بعد ماہوان کے حوالے کیا گیا ۵

فسانہ لیلی و مجنون کا رہگیا باقی
وہ دشت بند وہ ناقہ وہ سارباں نہ رہا

یہ شعر پڑھتے ہوئے باہر سوار ہوئے اور چلے ایک روسی نے عمداً اور قصداً مروت دل لگی دیکھنے کے لیے ایک ترکیب کر دی تھی بس سمندر جو مہ لیا رکاب پر پاؤن رکھتے ہی زمین پر آ رہے

ارارلدھون۔ خوجی گرے تو ریشہ خطمی ہو گئے کہا بھئی یہ دل لگی من بدیع کو کمال پسند آئی۔ ابھی ہم اپنے ہاتھ سے کاٹھی کسینگے کاٹھی کسکر سوار ہوئے اور ٹوپی اتار کے سلام کیا تو کسی نے پیچھے سے دھول جمائی۔ خوجی بہت جھلائے پابو کو خبر کیا۔ چلتے چلتے چلتے چلتے جب روسیون کے لشکر سے دور نکل گئے تو ٹوپی بجا کر کہا آن پہونچے۔ آن پہونچے خواجہ بدیع آن پہونچے دو کروس روسیون سے نکل کر آن پہونچے ؎

رستم سیستان ہین خواجہ بدیع … خوبرو نوجوان ہین خواجہ بدیع

آن پہونچے۔ آن پہونچے۔ (راوی۔ اس بانک نے اکثر تیرہ تو دھر دیا تھا اب کی دیکھیے کیسی گذرتی ہی) چلتے چلتے ایک مقام پر خواجہ بدیع صاحب نے دیکھا کہ کئی لاشین پڑی ہوئی ہین فوراً پابو کی باگ روک لی۔ ہاتھ پانون کانپنے لگے گیر سوچے اب اس میدان مین وہ بات کہان حاصل جو نوابی دربار مین حاصل تھی ؎

باہمین مردمان بباید ساخت … چہ توان کرد مردمان این اند

فوراً پابو سے اترے۔ ایک تلوار نظر آئی۔ میان سے نکالی اور ہاتھ مین لی جی کڑا کر کے ایک لاش پر شپ سے لگائی تو مٹھی چھوٹی جھلی بھونی لگی تو کفن پھاڑ کے چلا اٹھے۔ وہ مارا۔ ہاتھ تیرے کی دی کی وہ مارا او ارے خواجہ بدیع۔ چرا نباشد ؎

اور ایک تیر تاک کر مارا … زخم آیا جو اُن کو بسمل پر

پھر دوسری لاش پر ہاتھ لگایا اور کہا ہا اور ایسے ہوتے ہین دیکھا زخمی کر چھوڑا نہ۔ یہ خواجہ بدیع کے ہاتھ کی بھرتی ہی ؎

چھٹس کے دل سے دل سمجھ لینگے … زلف کرتی ہے بل سمجھ لینگے

ہان ماشاء اللہ ایک اور ہاتھ لاش پر جمایا۔ ارے کیا کہنا ہی

ہم سپاہی ہین او کمان ابرو … تیغ بکڑے اجل سمجھ لین گے

واہ بھئی خواجہ بدیع او ساج البحکار نمایان کیا۔ سپہ گری کے فنون خوب خوب ظاہر کیے کئی لاشین کاٹ کے پھینک دین ع

آفرین باد برین ہمت مردانۂ تو

خوجی نے کل لاشون پر ہاتھ صاف کیا ایک کو کچومر کسی کا گلا کاٹا کسی کے دھڑ کے دو ٹکڑے کئے۔ کسی کے کان کاٹے کسی کی ناک اڑا دی۔ کسی کا ہاتھ کاٹ کے پھینک دیا۔ باغ باغ تھے کہ آج ہم سے وہ کار نمایان سرزد ہوا جو تمام عمر کسی سے سرزد ہی نہین ہوا تھا۔ غل مچا کے کہا ؎

لو دا کوئی یون گھر مین ترے دم سے نہ ہوگا
وہ کام ہوا ہم سے جو رستم سے نہ ہوگا

بیشک بیشک۔ بے شبہہ۔ لاریب۔ بلاشک۔ آپ ایسے ہی ہین۔ آپ کا کیا کہنا۔ ایسا ہی کار نمایان آج آپ سے سرزد ہوا۔ آفرین صد آفرین۔

کل لاشون کو کاٹ کاٹ کر حضرت خواجہ بدیع صاحب علیہ الرحمۃ والغفران پابو پر سوار ہوئے اور چلے۔ دل مین سوچتے جاتے تھے کہ اگر اس وقت حسن وزد دیکھتین تو فوراً شادی پر راضی ہو جاتین مگر قسمت پھوٹ گئی کہ اس میدان مین کوئی فرد بشر بھی نہین۔ ورنہ اتنے جرار اور آزمودہ کار جو انون کو قتل کیا تھا اخبارون مین نہ شہرت ہو جاتی لیکن ع یا قسمت یا نصیب یا بخت

ہوتا ہے وہی خدا جو چاہے … مختار ہے جس طرح نباہے

ہائے افسوس۔ مس روز۔ ڈیر مس روز۔ سخت خدا کیلیے اپنے بدیع کی جرأت خدا داد دیکھو۔ دیکھو ن کیا کار نمایان کیا ہی کارے کردہ است بابا۔ کارے کردہ است۔ کار نمایان کردہ ام خواجہ بدیع کار نیکے بزرگ می توان کرد۔ مگر افسوس کہ ع

مہتاب سپہر حسن مس روز

نے ہماری جوانمردی اپنی آنکھون نہ دیکھی۔ لیکن آزاد ایک

ہی کہ میان یہ ضرور دیکھ رہا ہوگا (راوی) آپکو کیا شک ہی ضرور رہا ہوگا

آخرکار خواجہ بدیع الزمان صاحب بادل شاد ایک ایسے مقام پر پہونچے جہان کچھ مویشی چر رہے تھے ایک آدمی سے پوچھا اسم مبارک این موضع چیست۔ وہ اُنکی صورت دیکھنے لگا پھر پوچھا کہ درصورت من بدیع چہ می بینی سانا کہ ہم خوبصورت مردے ہستم اما بامنست چہ داری وچرا نہ گفتی کہ اسم شریف این دیار ناہنجار چیست وہ سمجھا کوئی دیوانہ ہی مُسکرا کر کہا تم کون ہو اور کہان سے آتے ہو۔ خوجی نے کہا ہم تمھاری بولی نہین سمجھتے الغرض نہ یہ اُنکی سمجھے نہ وہ انکی سمجھے۔ خوجی مُسکرا کے فرمایا۔ وہ میری سنتا نہین بجا ہی مین اسکی سنتا نہین مزا ہی۔

اتنے مین خوجی نے دیکھا کہ سامنے ایک سپاہی اُنکی طرف اشارہ کرکے پکارتا ہی۔ غور کرکے دیکھا تو ترکی سجان ہین جان آئی۔ فوراً بابو کو خبر کیا۔ اور غل مچا کر کہا۔ آن پہونچے آن پہونچے خواجہ بدیع آن پہونچے۔ ترکی سپاہی نے بڑھکر اُن سے ہاتھ ملایا خواجہ صاحب بہت ہنسے۔ کیون اُستاد۔ سچ کہنا کیسے آن پہونچے پوچھا فوج کہان ہی۔ کہا یہان سے آدھ میل پر خواجہ صاحب نے یہان سے آن پہونچے آن پہونچے کا غل مچانا شروع کیا۔ آگے آگے خواجہ بدیع آتے۔ یا الٰہی خواجہ بدیع کیا آتے گویا زلزلہ آیا۔ بلا نازل ہوئی یا کسی کے سر پر ناچاری کھیلنے لگی آئے صاحب آئے آئے آئے کی ایک ہی کہی۔ الغرض ہزار خرابی خوجی فوج مین پہونچے اور پھر غل مچا کر کہا۔ آن پہونچے شیر غازی کئی سپاہیوں اور سوارون سے ہاتھ ملایا اور بڑی خوشی سے پوچھا کہ آزاد کا حال ابھی کچھ سنا۔ ایک افسر نے رو کر کہا۔ بھائی خبر آئی ہی کہ آزاد مار ڈالے گئے۔ یہ سنتے ہی کہ یہ آواز بلند ہائے کہکر خواجہ بدیع زمین پر گر پڑے۔ خدا ہی خیر کرے کیا بُری بات سننے مین آئی۔ اُف غضب ہی ہوگیا۔ آزاد پاشا بیچارے مار ڈالے گئے!!! خدا نکرے خدا نکرے یا الٰہی یہ خبر غلط ہو۔ مگر افسوس ہی کہ ایسی خبر غلط کم نکلتی ہے آہ فوہ۔ اُس بیچارا کا کیا حال ہوگا۔ حسن آرا بیچاری درد دل کس سے کہیگی ہائے ستم وائے ستم۔ ع۔ دردیست اجل کہ نیست درمان را درا

بیلا اور چنبیلی کی کہانی زبانی مغلانی

عروس رعنا حسن آرا بیگم اور اُن کی گلبدن اور غنچہ دہن بہنین گیند کھیل کے باغ کے چبوترے پر بیٹھین۔ جہان آرا اور گیتی آرا گیند کھیلتے کھیلتے کسقدر تھک گئی تھین حسن آرا اور سپہر آرا کے ابھی تک دہی خم دم تھے سو ایک بوڑھی مغلانی نے کہا حضور گیند تو جیسا کہ نورجہان بیگم کے وقت مین کھیلا گیا ویسا کسی شہزادی کے وقت مین نہین کھیلا گیا۔ حضور نورجہان بیگم ایک صوبہ دار کی بیوی تھین۔ مگر اسقدر قبول صورت اور ہنسمکھ کہ جہانگیر بادشاہ دیکھتے ہی ریجھ گئے۔ بس ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ نورجہان اپنی مان کے ساتھ محل مین گئی جہانگیر اُس زمانے مین ولیعہد تھے مرزا ولی عہد بہادر کی اُسپر آنکھ پڑی۔ گو تیرہوان چودھوان سال نورجہان کا تھا اُٹھتی جوانی شباب کا عالم۔ جہانگیر نے اشارہ بازی شروع کی تو نورجہان نے گردن نیچی کرلی کسی قدر شرمائین اور گردن نیچے کرکے لجانے لگین۔ نورجہان کی مان نے دیکھ لیا اپنی بیٹی سے بہت خوش ہوئین کہ بادشاہزادہ تک سے التفات نہ کیا اُسی وقت سب کے سامنے بیٹی کی پیٹھ ٹھوکی اور کہا مہرالنسا شاباش۔ حسن آرا نے بات کاٹی اور پوچھا مہرالنسا کون تھی۔ مغلانی نے کہا نورجہان تو بادشاہ نے نام رکھا تھا پہلے تو مہرالنسا خانم نام تھا بادشاہ نے نور محل نام رکھا۔ اسکے بعد نورجہان بیگم۔ حضور خاص ایران

کی رہنے والی تھین جب ہم کربلائے معلیٰ کی زیارت کو گئے
تھے تو وہان یہ سب ذکر سنا تھا (راوی۔ درین چہ شک)
حضور قندھار مین یہ لڑکی پیدا ہوئی مگر ماں باپ ایسے مفلس
ہو گئے تھے کہ انکا پاس نہ تھا لاچاری کے درجہ کو کیا کرتے۔ اپنی
پیاری بچی کو وہین چھوڑ دیا۔ خدا کی شان ایک سوداگر نے
اُس کو اُٹھا لیا۔ اور اُسکی ماں سے کہا کہ اگر اجازت
ہو تو ہم اسکو گود بٹھا لین۔ ایلو انھون نے مُنھ مانگی
مراد پائی۔ سوداگر بچے نے اس لڑکی کی ماں کو آنا مقرر
کر دیا ماں کی ماں اور کھلائی کی کھلائی۔ اب حضور جو اگر
اسوقت کسی سے کہتے کہ یہ لڑکی شہنشاہ بادشاہ کے محل مین
ہوگی۔ اس کے نام کی فریادی دہائی دینگے تو کہتا کہ
اسکو خلل دماغ ہی کہ نہین مگر حضور ایسا کچھ ہوا کہ وہی جو کچھ کری
اللہ کی عنایت سے نور جہان بیگم ہوئی تو حضور ایک دن بلبل
کو پھولون کی شاخون پر بیٹھا دیکھکر نور جہان نے بادشاہ
سے کہا۔ دیکھو یہ بلبل کس کس طرح شیدا ہو رہی ہے
عشق اسکو کہتے ہین۔ بس نور جہان نے اُٹھکر ایک شاخ کو
جھکایا تو دو پھول ٹوٹ کر گر پڑے۔ ایک پھول نور جہان
نے لیا۔ دوسرا بادشاہ کو دیا۔ دونون گیند کھیلنے لگے۔ بس
پھر جو عشق بڑھا تو اسقدر کی کثرت ہم ہوئی کہ جبتک کہ اس بار
بادشاہ۔ اس پار بیگم یہ گیند اچھالتے تھے وہ روکتی تھین وہ
اچھالتی تھین یہ روکتے تھے۔ یہ ٹھری جب ہی سے مشہور ہے
کھیلت گیند گرو جمنا کے داری کیا جمنا سون پار گیو۔ حضور
اس وقت اپنی جوانی یاد آ گئی۔ دونون کوٹھے پر جا کر کس طرح
سے تانین لگاتی تھیں سوتون کو جگاتی تھی۔ سب گاون پر جھولا
پڑ گئین۔ نہ کھانے کا مزہ نہ گانے کا مزہ۔ لڑکپن کھیلکر کھویا

جوانی نیند بھر سویا۔ بوڑھاپا دیکھکر رویا۔ بنی جی آسرا تیرا
ہان تو حضور ایک دن چاندنی رات مین چکوے اور چکوی
کی طرح دونون عاشق اور معشوق بادشاہ اور بیگم گیند کھیل رہے
تھے ایک مصور نے تصویر اُتاری تو حضور بس تصویر گھورنے کے
قابل ہی۔ گیند روکنے کے وقت جو جھجک ہوتی ہی وہ اس طرح پر
ظاہر کی ہی کہ بس مین کیا عرض کرون اور مرد کی جھجک کو اور
طرح پر ظاہر کیا ہی۔ اور بیگم صاحب کی جھجک کو اور طرز پر۔ سو
برس سے ایک مرزا مرزا کرکے ہین مصور سات پیڑھیون سے
اُن کے ہان تصویر یہتی آئی ہی۔ وہ کہتے تھے کہ مین صبح شام اس
تصویر کو دیکھ لیا کرتا ہون بس یہ بات نہین حاصل ہوئی۔
مغلانی نے اس خوبصورتی سے یہ روایت بیان کی کہ سپہرآرا
بیگم کے دل مین ایک نئے قسم کا خیال پیدا ہوا سوچنے لگین
کہ اگر اللہ کی عنایت سے ہمایون فر بہادر کے ساتھ نکاح ہوا
تو ہم بھی اسی ندی پر گیند کھیلین گے۔ ہمایون فر اس طرف
ہونگے ہم اُس طرف وہ پھینکین گے ہم گیند روکین گے ہم پھینکینگے
وہ روکین گے اور جو کوئی مصور دیکھ لے تو بڑی دل لگی ہو۔
سپہرآرا بیگم کے ان خیالات سے خوش ہونگے سوا اور کوئی واقف نہ تھا
اتنے مین ہیرا مالی گلدستہ بنا کر لایا۔ اور حسن آرا کی خدمت مین
پیش کیا۔ سپہرآرا نے جھڑک کر کہا۔ ہیرا تم بڑے بدتمیز ہو اتنی
بے ادبی نہ چاہیئے بھلا حسن آرا بڑی ہین یا جہان آرا ہیرا نے
ہاتھ جوڑ کر بصد ادب جواب دیا۔ حضور غلام نے بیچون بیچ مین گلدستہ
رکھا۔ حکم ہو تو دو چار دس بیس جتنے کہیے ابھی بنا لاؤن۔
(ذرا بڑبڑا رہی ہون) جہان آرا مسکرا کر بولی ہیرا دلیا گلدستہ
بنا جیسا ہمایون باغبان نے پیش کیا تھا اُسکے پھولون کی بو بہا
ہی اور تھی اس گلدستہ مین وہ بات کہان نہ وہ رنگت نہ وہ خوشبو

کیا جانے کیا بات تھی۔ کیون بہن (سپہر آرا کی طرف مخاطب کر کے) تمھیں بھی پسند تھا۔ سپہر آرا نے جھلا کر کہا ہان تھا تو پسند۔ پھر جب دیکھو چھیڑتی ہین۔ ہمایون باغبان ہمایون باغبان ہمایون کا نام وردِ زبان ہو گیا۔ جیسے بچے کو زبان آتی ہے۔ گیتی آرا نے بھی اپنی بہن کا ساتھ دیا۔ کہا سنو سپہر آرا بیگم یہان سب سے زیادہ تم ہی ہمایون باغبان کے نام پر چڑھتی ہو۔ ہے کہ نہین۔ اچھا پھر کوئی سبب ہے۔ وجہ کیا کہ اور کوئی نہین چڑھتی۔ بڑی دیر تک دل لگی اور چہل رہی سپہر آرا نے چپکے سے چٹکی لی جہان آرا جھجک کر بولین۔ اوئی۔ توبہ توبہ مین ڈر گئی اس وقت مین سمجھی سوئی چبھ گئی یا کسی موذی نے کاٹا اس پر بڑی ہنسی ہوئی۔

حسن آرا نے کہا ”واہ بس ذرا سی چٹکی لینے مین ڈھگھن کیسا کانپتی ہین۔ توبہ رے“

سپہر آرا بولی اور ہم کو اس دن ہنسی تھین کہ کنکٹی سے ڈر گئین وہ تو بھلا خیر شیر کی خالہ ہے۔ چٹکی کس کی خالہ ہے جس سے یہ ڈرین۔ کس زور سے اوئی کی۔

گیتی آرا بولین باجی اسوقت تو تم نے اس زور سے اوئی کی کہ مین خود دنگ ہو گئی۔

جہان آرا نے کہا ہم کوئی سپاہی تو ہین نہین عورت ذات اچانک مین انھون نے چٹکی لی ہم کو کسی اور کا شک ہوا اللہ جانتا ہے۔ مین سمجھی کہ رسّی ہے اور اس سے تو میری جان ہی نکلتی ہے حسن آرا مسکرا کر بنانے لگین اللہ نے بہت بچایا۔ بہن دھنکی اُن بہت بچین۔ تینون بہنون نے انکو چٹکیون پر اُڑایا۔ جہان آرا جھلا جھلا کر رہ جاتی تھین۔

مغلانی نے ٹھنڈی ٹھنڈی سانسین بھر بھر جوانی کو رونا شروع کیا اور لفاظی پر آئین تو شعر خوانی بھی کرنے لگین۔

مرا چنین چہرہ گلعذام بود | بلور نیم از خوبی اندام بود

حسن آرا متحیر ہوئین۔ اَین! بی مغلانی تم بھی فارسی پڑھی ہو یہ تو بوستان کا شعر ہے۔ مغلانی فخر کے ساتھ ادھر اُدھر دیکھنے لگین اور یون زمزمہ سنج بیان ہوئی۔ ارے حضور کسی زمانے مین ہم بھی کچھ تھے اب کیا وہ دن گئے اب حلوے کھانے کے دن ہین اتنے مین سپہر آرا بیگم نے باصرار کہا بی مغلانی کوئی کہانی کہو مغلانی نے پوچھا کس کی کہانی کہون۔ گل صنوبر چہ کرد۔ لیلی مجنون کی چڑیان کی بندی چھڑا دو۔ بڑھئی ای بڑھئی تیرا کیا نام ہے اِتنی کہانیون مین کون پسند ہے سپہر آرا نے منہ بنایا اب ہمین کیا معلوم کہ کون کہانی کیسی ہے۔ پر یتی نہ کہو اپنی بیتی کہو۔ اس پر مغلانی مسکرائین اور سپہر آرا کے کان مین خدا جانے کیا کہا کہ وہ جھیپ کر مغلانی کو صلواتین سنانے لگین۔ سر پیٹنے لگا مگر جھیل مین بند نہین ہو خبردار جو آج سے پھر کبھی ایسی بات کہی مغلانی نے کہانی شروع کی

ایک ملک کے بیچ مین دو عاشق معشوق تھے۔ بیلا اور چنبیلی بیلا اسقدر قبول صورت جوان گبھرو تھا کہ جو عورت دیکھتی تھی اسکی نگاہ کی گھایل ہو جاتی تھی اور چنبیلی کی سی پری کسی نے آنکھون نہین دیکھی تھی۔ ایک دن بیلا گھوڑے پر سوار ہو کر ہوا کھانے کو نکلا تو جھروکے سے چنبیلی نے اسکی صورت دیکھی بس ہزار جان سے عاشق ہو گئی۔ دیکھتے ہی سر پر ایک گل عباس کا پھول مارا (راوی) گل عباس کے پھول پر حسن آرا اور جہان آرا کھلکھلا کر ہنس پڑین۔ حسن آرا نے کہا بی مغلانی گل عباس کا پھول کیا ہوتا ہے جہان آرا ہنسنے لگین سپہر آرا نے طعنے دینے شروع کیے۔ اے واہ بی مغلانی بوڑھی ہو گئین مگر عقل نہ آئی۔ گل عباس کا پھول! ادھر خالی

گل عباس کہتے ہیں تو کیا ہرج تھا۔ گیتی آرا نے مغلانی کی طرفداری کی اچھا پھر گل عباس کا پھول کہا تو کیا ہرج ہوا۔ شب لیلۃ القدر کی رات تو نہیں کہی۔ اس چہل کے بعد مغلانی نے یون کہنا شروع کیا بیلا کے سر پر جو پھول پڑا تو ادھر اُدھر دیکھنے لگا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ ارے! یہ پھول کس نے پھینکا؟ یا الٰہی یہ پھول کدھر سے آیا۔ اوپر نظر کی تو چنبیلی نے چھت کے قریب آن کر کہا آپ کون صاحب ہین۔ گرہستون کے مکانون کے ارد گرد چکر لگانا اور گھور گھار کرنا چہ معنی دارد۔ بیلا نے جھکگر سلام کیا چار آنکھین ہوئین تو وہ اُن پر عاشق یہ اُن پر فریفتہ دونون شیدا ہو گئے۔ آنکھین ہوئین چار تو دل مین آیا پیار چنبیلی نے فوراً ایک پیش خدمت کو بھیجا۔ کہ اس جوان کا مکان اور نام پوچھو۔

حسن آرا نے بات کاٹی۔ بی مغلانی بیلا تو عورتون کا نام ہے مردوے کا نام بیلا کیسا۔ مغلانی نے تڑ سے جواب دیا اے بیوی یہ کون تعجب کی بات ہے۔ کرم بخش عورت کا نام نہین سُنا حسینی مرد کا نام نہین سُنا یہ کون بڑے تعجب کی بات ہے پھر کہانی شروع کر دی بس حضور ؎

عاشق و معشوق کا پوچھا پتا
جبکہ پہونچے کوئے جانان تک چلے

راوی۔ خوجی کے بھی کان کاٹے۔ اچھی بے تکی اُڑائی۔ واہ! مغلانی نے کہا حضور اُس نے اپنا نام بیلا بتایا اور کہا ہمارا مکان ایک شہر مین ہے جسکو گلستان کہتے ہین۔ ؎

گلستان بوستان دونون ہین بھائی
سکندر نامے نے گولی چلائی

اس شعر پر ایک زنانیشی قہقہہ پڑا اسکے بعد مغلانی نے سپہر آرا کے ہاتھ جوڑے اور قبل اسکے کہ ہاتھ جوڑنے کی وجہ بیان کرے کہانی کا بقیہ حصہ یون بیان کیا بس پھر تو ادھر ہی اُدھر پیغام آنے لگے۔ بیلا نے چنبیلی کے پاس پیغام بھیجا چنبیلی نے بیلا کے پاس۔ اب سپہر آرا بیگم شرماتی ہین ہم اور کچھ نہ کہین گے بس۔ سپہر آرا جھلائین۔ ہاتھ پٹک کر کہا اللہ تم سے سمجھے بڑی وہ ہو مغلانی۔ مغلانی بولی۔ ایک دن چنبیلی اپنی بہنون کے ساتھ گیند کھیلتی تھی چنبیلی اور کیتکی اور جوہی اور نرگس حسن آرا نے تالیان بجا کر کہا ہم سمجھ گئے چنبیلی سپہر آرا کیتکی ہین۔ جوہی جہان آرا ہین۔ نرگس گیتی آرا ہین اور بیلا؟

بیلا کون ہے مغلانی۔ اخاہ۔ بس اب سب کہانی معلوم ہو گئی بیلا ہمایون فر۔ سپہر آرا کسی قدر شرمائی تنک کر بولی پھر چنبیلی تم خود وہ بیلا تم چنبیلی حسن آرا نے مسکرا کر جواب دیا اُسکی چنبیلی اُسکو مبارک رہے۔ مغلانی بہت ہنسی اور پوپلے منہ سے بولی تو حضور چارون بہنین گیند کھیل رہی تھین۔ چارون کی چار کمسن چودہ چودہ پندرہ پندرہ سولہ سولہ برس کی اور چارون کی چارون تیز اور ایک سے ایک حسین چنبیلی کا دوپٹہ لیلی لوٹن رنگ کا تھا۔ اس رنگ کے نام پر چارون بہنون کے کان کھڑے ہوئے۔ مغلانی سے پوچھا لیلی لوٹن کون رنگ ہے۔ کہا حضور یہ رنگ اس زمانے مین ایجاد ہوا تھا۔ شربتی کے رنگ کے مثل ہوتا تھا اور اس طرح کی خوشبو آتی تھی کہ آدمی مست ہو جاتا تھا اور جو لیلی سونگھتی تو لوٹنے لگتی اب سنئے کہ سپہر آرا اپنے دوپٹے کو جب رنگوانے چلین تو حکم دیا تھا کہ اس مین خوشبو ضرور ہو۔

بڑی مغلانی نے جو دیکھا کہ اس کہانی کو سب نے پسند کیا تو کچا چٹھا بیان کیا حضور بس رفتہ رفتہ نوبت بانجا رسید کہ چنبیلی نے بیلا کو صاف صاف لکھ بھیجا کہ میان کیا جھوٹی

باتین بناتے ہو سب ڈھکوسلا ہی ڈھکوسلا ہی پیغام تو تمھاری طرف سے آتا ہی نہین۔ (دانتون کے تلے انگلی دبا کر) ای ہی بیبر تو ہوش اڑ گئے۔ نئی بات سننے مین آئی آجتک دلھن نے کبھی کسیکو لکھا تھا بھلا کہ تم پیغام بھیجو تو شادی ہو۔ مگر چنبیلی کا عشق اورون کے عشق سے بڑھا ہوا تھا وہ کہہ گذرین۔

سپہر آرا دنگ ہو گئی یا الٰہی اس سے کس نے کہہ دیا۔ چپکے سے ہمایون فر کے نام خط لکھا تھا مغلانی سے کس نے کہدیا حسن آرا نے گردن نیچی کر لی گیتی آرا ہنسنے لگین جہان آرا بیگم نے سپہر آرا کی طرف دیکھکر کہا واہ بہن واہ شاباش ہی۔ ایسا کرنا چاہیئے ابھی امی جان سن لین تو توبہ ہی بھلی خدا جانے کیا کا کیا کر ڈالین بس خیر اسی مین ہی کہ اُن تک خبر نہ پہونچنے پائے بی مغلانی کہین اُن کے سامنے نہ بک دینا ایسا نہ کرنا کہ وہ بھی بگڑ کھڑی ہون اور بد دماغ ہو جائین۔

اب سنیئے کہ بڑی بیگم صاحب ایک پوشیدہ مقام سے کل کیفیت دیکھ رہی تھین بیلا اور چنبیلی کی کہانی سُنکر ہاتھ پانون کانپنے لگے سوچین کہ اللہ اللہ یہ چھوکریان ایسی چلبل نکلی ہین کہ اب مردون سے پیغام ہوتے ہین کہ ہمارے نکاح کے لیے پیغام بھیجو۔ جی مین آیا جا کر بخار نکالین مگر سوچین کہ بڑی لڑکی سے دو بدو گفتگو کرنا فضول ہی بھیجا سمجھا جائیگا۔

مغلانی کی چھوکری پیاری نے بڑی بیگم کو دیکھ لیا۔ چاہتی تھی کہ کسی طرح حسن آرا اور جہان آرا وغیرہ پر ظاہر کر دے مگر موقع نہ تھا ادھر یہ چارون بہنین کھلکھلاتی تھین اُدھر بڑی بیگم دانت پیس پیسکر رہ جاتی تھین۔ مہری جو اُنکے ساتھ تھی کانپ رہی تھی کہ بوڑھی مغلانی ناحق صاف صاف کہہ رہی ہی اور یہ خبر ہی نہین کہ بڑی بیگم سنتی جاتی ہین۔

اتنے مین عباسی مہری نے گانا شروع کیا موری انکھیان پھڑکن لاگین رے نہین آئے یار کدھر ڈھونڈون سیّان موری انکھیان پھڑکن لاگو رے۔

مغلانی۔ یہ تو پیپ بزنہ۔ موری آنکھیان پھڑکن لاگو رے

عباسی۔ ہان ہی سچ۔ اصل ہی سچ! اچھا رات کی پوڑیا بتاتی ہو

مغلانی۔ اوئی رات کی پوڑیا ہی! ہی رات کی پوڑیا کیسی ہم نہین سمجھے کیا

عباسی۔ اری پوڑیا نہین کیا پنساری کی دکان ہی۔ اسکی پوڑیا

جہان آرا۔ آؤ سپہر آرا سب ملکر مناجات پڑھین وہی کل والی پڑھو

گیتی آرا۔ آہستہ آہستہ گائین گے جس مین اماجان دشمن پائین چارون بہنین ملکر گانے لگین۔ ~

جواہر تو بخشی دل سنگ را	تو بر روے جوہر کشی زنگ را
نبارد ہوا تا نگوئی بہ بار	زمین نا ورد تا نگوئی ببار
زگرمی دسردی وازخشک تر	سرشتی باندازہ دریک دگر
مہندس بسی جو بیداند ازشان	نداند کہ چون کردی آغاز شان
کواکب تو بربستی افلاک را	بہر دم تو آراستی خاک را
حصار سے فلک برکشیدی بلند	درو کردی اندیشہا پائے بند

بڑی بیگم صاحب سے نہ رہا گیا۔ کہا ذرا آواز سے گاؤ۔ محلے والے دیوار کے ادھر سے سنین تو کھڑے ہو کر کہین کہ بیگمین گا رہی ہین مگر عاشق کی آواز سب سے زیادہ پیاری ہی۔ ای ہی بس اسقدر سننا تھا کہ سب کٹ گئین۔ چپ خاموش زبان ہلانا کیسا۔ ع۔ کاٹو تو لہو نہین بدن مین۔

بڑی بیگم نے کہا اب چپ کیون ہو رہین گاؤ سب پہلے جو چیز عباسی خانم نے شروع کی تھی وہ خوب ہی عباسی خانم کے لفظ پر چارون بہنین اور عباسی اور مغلانی چپکے چپکے ہنسنے لگین اور گیتی آرا کو اسقدر ہنسی آئی کہ زور سے ہنس پڑی حسن آرا نے

چٹکی لی اور آہستہ آہستہ سے کہا چپ چپ ہی۔ یہ کیا غضب کرتی ہو یہ آئین کدھر سے اور کیا جانے گھڑی کیسے ہین بڑی بیگم نے کہا یہ ماجرا کیا ہی ہمارے آتے ہی سناٹا ہو گیا۔

گو سپہر آرا بیگم بڑی بیگم صاحب کے مزاج مین اور سب لڑکیون سے زیادہ دخیل تھین مگر اسوقت ایسی خفیف ہوئین کہ پیشانی پر پسینہ آگیا۔ جہان آرا نے دیکھا کہ بات بالکل بگڑ چلی تو اب سکوت اچھا نہین۔ حسن آرا کے کان مین کہا اب تو ہم جا کر امی جان سے لڑتے ہین۔ آخر ہم نے کیا کیا۔ بیلا چنبیلی کی کہانی کوئی گناہ نہین۔ کہانی سننا کوئی عیب نہین ہنسنا کوئی عیب نہین مناجات پڑھی تو کیا گناہ کیا۔ دیکھو تو کیسا آڑے ہاتھون لیتی ہون کہ امی جان بھی خاموش ہو رہین۔ حسن آرا نے کہا نہین اب چپکی رہو اس وقت اپنا ہی قصور ہی مگر جہان آرا نے ایک نہ مانی اٹھکر کہا امی جان کیا ہی۔ فرمائیے بڑی بیگم بولین مین کیا کہونگی اب کہنے سننے کی کیا بات رہی اب تو چنبیلی بیلا کے نام خط بھیجنے لگین پیغام آنے جانے لگے واہ ری قسمت (آبدیدہ ہو کر) خیر اچھا۔ جو چاہو سو کرو۔ بھری مُنہ پر تو کیا کریگا کوئی جہان آرا نے کہا امی جان اسکی تو بات ہی اور ہی۔ مگر کوئی سبب تو بیان کیجیے بیگانا کیسا ہو رہا تھا۔ جہان آرا تیکھی ہو کر بولی ہان اللہ مناجات مین بھی کوئی عیب ہی خدا و رسول کا نام بھی کوئی نہ لے جہان آرا نے سلا کے لا کے کہا مگر بڑی بیگم پر راز سربستہ کھل گیا۔

ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

لیجیے جنٹلمین آن پہونچے۔ کون جنٹلمین؟ فرسٹ کلاس جنٹلمین وہی ٹھاکر صاحب۔ اخاہ حضرت ہین۔ انکے دوست نے ہو ہی پڑھائی تو عقل کی آنکھون پر ایسی پٹی بندھ گئی کہ کچھ نظر ہی نہین آتا تھا کمرے مین تنہا بیٹھے حقہ پی رہے تھے حکم تھا کہ بنگلے کے ارد گرد پاؤ کوس تک انسان کا پتا نہ ہو۔ بوے عزانات ہرگز نہ آنے پائے آگے خیر جنٹلمین کیا ہوا ہین یہ کیفیت تھی کہ کسی سے بولنا نہ چالنا۔ بات نہ چیت مُنہ پھلائے بیٹھے ہوئے ہین خدا خیر کرے۔ آج حضور گھر سے اُڑ کے آئے ہین

اب سنئے کہ رفقا پھر دوسرے دن آئے۔ دربانون کی آنکھون مین خاک جھونک کر اس کمرے کے قریب گئے جہان فرسٹ کلاس جنٹلمین شکن تھے۔ شیشے سے جھانکا تو دیکھا کہ دھوتی باندھے ہوئے ٹھاکر صاحب ایک کرسی پر اکڑون بیٹھے ہین۔ اے صل علی۔ وہی تو یہ کہ ہم جنٹلمین ہین اور جنٹلمین بھی فرسٹ کلاس مگر دھوتی بدستور اور سلامتی سے ابھی تک کرسی پر بیٹھنا نہین آیا رفقا ان حضرت کی قطع شریف دیکھکر ہنس پڑے پھبتیان ہونے لگین۔

ایک نے کہا اے یار کسی طرح اسکے پٹے کترنے چاہئین ورنہ دماغ کی گرمی زیادہ تیز ہوتی جائیگی۔ چار ابرو کا صفایا کرا دو دوسرا بولا اس وقت تو کرسی پر اس ٹھاٹھ سے بیٹھا ہی جیسے بکرے پر انیٹھا سنگھ بیٹھے ہین تیسرے نے یہ فقرہ چست کیا کہ ایک کونے مین سب سے الگ تھلگ بستر جما کر بیچارہ لگے پھلون کو رو رہا ہی۔ چوتھے نے کہا بھئی واللہ ہم تو لکھنؤ کے کمہارون کے قائل ہین۔ مٹی کو سان سون کے انسان کی صورت کا پتلا بنا دیا۔ اور واللہ۔ سچ مچ کا آدمی نظر آتا ہی مگر استاد کمہار بھی کمہار ہی۔ داڑھی سے حال کھل گیا کہ مصنوعی آدمی ہی پانچوان ہنسکر کہنے لگا۔ ذرا سا تو قد آپ کا اور ریش مبارک تا بناف معلوم ہوتا ہی پوری نگل گیا ہی۔ یہ پھبتیان ہو ہی رہی تھین کہ تین چار خدمتگار بھی اس بگڑی مین شریک ہو گئے آؤ بھی ابھی تسلیم ہو۔ کہو تمھاری رسائی ہی یا تم بھی نظری ہو۔ انھون نے

کہا حضور ہمارا تو اب وہاں گذر ہی نہیں ۔ اب تو بیرا اور خانساماں نوکر ہوئے ہیں ہم لوگ کل دن بھر بے آب و دانہ اسی بنگلے کے ارد گرد چکر لگایا کیے ۔ کسی نے نہ پوچھا کہ کون ہو ۔ شام کو جب ٹھاکر صاحب ہوا کھانے نکلے تو ہم لوگ جھک کر آداب بجا لائے ۔ پوچھا تم کون لوگ ہے؟ ہم نے کہا حضور کے دعا گو ہیں حضور کی جان و مال کو دعا دیتے ہیں خدمتگار ہیں سرکار کے فرمایا ۔ ول ۔ ہم کچھ نہیں جانتا ۔ تم لوگ سے ہمیں کوئی کام نہیں ہم بیرا اور خانساماں اور کک نوکر رکھے گا ۔

ہم نے کہا خداوند ۔ کک کو بھاڑ میں جھونکیے آپ کا رسّیا کیا برا ہے ۔ باپ دادا پردادا سب باہمنوں کے ہاتھ کا پکا کھانا کھایا کیے ۔ حضور کک کی تلاش میں ہیں اور بیرا بھلا ہم سے بڑھکر کیا کام کریگا ۔ وہ سنتے کس کی ہیں جب ہم لوگوں نے بہت عرض کی اور چلبوں مچائی تو کہا ۔ کوئی ہے ۔ ان کو نکال دو ۔ ایک بیرا آیا ۔ چلو چلو ہم نے کہا کچھ بدھا تو نہیں ہے آیا وہاں سے چلو چلو ۔ چلیں کہاں ۔ کہاں چلیں کہاں ۔

ٹھاکر صاحب نے کھڑاؤں زمین پر دے پٹکی ۔ چلا جاؤ ہمنے کہا اچھا یہ وزن ہی نرالا ہے اور جنٹلمین ہوئے پر پڑتے ہیں مگر کھڑاؤں پانوں میں پہنچے یہ نہ ہوا کہ بوٹ ہوتا وارنش دار رفقا سے باتیں ہوتی ہی تھیں کہ ٹھاکر صاحب نے گھنٹی بجائی اور ایک بیرا آیا ۔ فرمایا چاء لاؤ ۔ چاء آئی ۔ جب چاء پی کے فراغت پائی تو قصہ خوان اور داستان گو بھی معہ رفقا اور خدمتگاروں کے شریک ہوئے اب سنیے کہ اتفاق سے ایک دروازہ کسیقدر کھلا تھا ۔ ایک رفیق نے چپکے سے کھول کر گردن اندر ڈالی ٹھاکر صاحب حقہ پی رہے تھے ۔ کہا آداب عرض ہے خداوند ۔

ٹھاکر ۔ ول تم کس طرف سے آیا کس کا حکم سے تم آنے مانگتا ہے

رفیق ۔ خداوند حکم کس کا اور حکم کیسا حضور کے وابستگان دولت سے ہیں میں سعد اللہ ہوں خداوند پہچانا حضور نے ۔

ٹھاکر ۔ ول (پانوں زور سے زمین پر پٹک کر) ہم نہیں جانتا کچھ

رفیق ۔ تو حضور غلام تو آپکو جانتا ہے حضور بھول جائیں چاہے

اتنے میں بھانڈ آیا ۔ رفقا اور خدام وغیرہ کو دیکھکر کہا اجی ہم جاتے ہیں ۔ یہ کہکر بھانڈ بھی اسی دروازے سے کمرے میں داخل ہوا دیکھتے ہی ٹھاکر صاحب آگ ہو گئے جیسے جلتے جلتے چولہے پر پانی چھڑک دیا؟ ول تم کون ہے؟ (میز پر زور سے ہاتھ مار کر) ول تم لوگ کس مالک صاحب کو دق کرتا ہے ۔

بھانڈ نے توند پر ہاتھ پھیر کر کہا یہ گھوڑے کی کچھ نہ پوچھیے (اُچک کر) ہیں ہیں ہیں ۔ سو باگے ہیں دو باگے ہیں ۔ اور یہ بچھڑا تو ماں کے پیٹ ہی سے پھدکتا نکلا تھا ۔ ٹھاکر صاحب فرسٹ کلاس بھانڈ پر رول لے کر دوڑے بھانڈ لوٹنے لگا اور لوٹ لوٹ کر یوں کہنا شروع کیا ۔ (چھوٹی سی ڈھولکی چھوٹا سا بھانڈ ۔ ٹوٹ گئی ڈھولکی لوٹ گیا بھانڈ) غل کی آواز سنکر چپراسی اور بیرا دوڑ آئے اور فرسٹ کلاس جنٹلمین نے آسمان سر پر اٹھایا ۔ تم لوگ سب برطرف ۔ بیرا بھی برطرف خانساماں بھی برطرف ۔ چپراسی بھی برطرف ۔ بھانڈ نے کہا ۔ او ہو ہو ہو اور صدقے جاؤں حضور غلام کی نسبت کیا حکم ہے فرمایا تم بھی برطرف ۔ رفقا ڈرتے ہوئے داخل ہوئے اور پوچھا حضور ہم لوگ ۔ کہا تم بھی برطرف ۔ ارے ارے توبہ ۔ حضور اب کس کے ہو کے رہیں گے ۔ کھانے کو کون دیگا خداوند ہم لوگ خانہ زاد ہیں ۔ فرسٹ کلاس جنٹلمین نے ان سب کو نکلوا دیا اور آدمیوں پر تاکید کی کہ خبردار بغیر اطلاع کے ہمارے پاس کوئی نہ آنے پائے ۔ شام کو ٹھاکر صاحب نے کئی حکم لکھے صبح کو خدام کو طلب کیا

اور کہاں حکموں کی کل سے پابندی کرنا خبردار فرق نہ آنے پائے

۱۔ ٹھاکر صاحب کوئی نہ کہے۔ فقط صاحب کہے۔ ورنہ دو گھنٹے کی تنخواہ جرمانہ۔

۲۔ جب ہم کہیں کوئی ہے تو جواب دو (حاضر خداوند جان خداوند)

۳۔ ہم ہندوستانی لوگ کے طور پر نہیں رہے گا۔ صاحب لوگ کے طور پر رہے گا۔

۴۔ ہاتھ سے سلام نہ کریگا بڑے کو دیکھیگا تو ٹوپی اتاریگا اور چھوٹے کو دیکھے گا تو گردن ہلائیگا اور برابر والے سے صاحب ہاتھ ملائیگا۔

۵۔ تم نوکر لوگ جب سلام کرو تو گردن نیچی رکھو۔ اور پیٹ دیکھو۔

۶۔ باورچی کو رسیانہ کہنا۔ کک کہنا۔ ورنہ جرمانہ ہوگا۔ ص

۷۔ کہار کو کہار نہ کہو۔ بیرا کہو۔ اور گھسیارے کو گراس کٹ

۸۔ گھر کا لوگ کو ٹھکرائن مت بولو۔ ہمارا نام پیچھے بولے مسز کہو

۹۔ میم صاحب کی پیش خدمت کہاری بارن کو (دآیا) بولو سمجھا

نوکروں نے کہا ہاں ٹھاکر صاحب سمجھے۔ ارے! بس ستم ہوگیا۔ ٹھاکر صاحب بہت ہی جھلائے۔ ٹھاکر صاحب ٹھاکر صاحب۔ کون ٹھاکر صاحب۔ تم لوگ پر جرمانہ ایک حاضر جواب بیرا نے کہا خداوند اس حکم کی پابندی تو کل سے ہوگی آج تو ہم جو چاہیں سو کہیں اس فقرے سے کسیقدر ٹھنڈے ہوئے دو تین ہفتے میں فرسٹ کلاس جنٹلمین نے دھوتی پھیکی پتلون ڈاٹنا۔ کرتا اور انگرکھا اتارا۔ شرٹ اور ویسٹ کوٹ اور بوٹ پہنا۔ ترش ترشا پورے جنٹلمین بن گئے۔ ایک دن بازار میں گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے تو کاٹھی سے دو انگل اونچے۔ ص

> جو کی تقلید خسرو کی تو کار کوہکن بگڑا
> چلا جب چال کوا ہنس کی اپنی چلن بگڑا

انگلیاں اٹھنے لگیں کہ وہ فرسٹ کلاس جنٹلمین جاتے ہیں کوئی کہتا تھا نئے بگڑے ہیں۔ کوئی کہتا تھا تھان ہی تھان ہے کسی نے کہا بیٹ کھا گیا ہے کسی نے کہا بس اب ایک آنچ کی کسر ہے فرسٹ کلاس جنٹلمین ایک روز ڈوگرٹ ی پر سوار ہو کر ایک سوداگر کی کوٹھی میں گئے صاحب لے ڈوگرٹی اور رشان اور ٹھاٹھ دیکھکر ان سے ہاتھ ملایا ٹھاکر صاحب نے جاتے ہی پوچھا آپ کے ہاں پرانی اسکاچ ہوسکی ہے صاحب نے کہا ہاں بہت پرانی ہوسکی۔ پوچھا قیمت کہا چودہ روپیہ بوتل۔ فرمایا اچھا ایک درجن ہمارے بنگلے پر بھیجدو صاحب نے فوراً حکم دیا۔ ادھر ادھر اشیا کو دیکھکر ایک آئینہ پسند کیا پوچھا اسکی کیا قیمت ہے کہا سات سو حکم ہوا کہ یہ بھی بھیج دو۔ ایک جوڑی لیمپ کی پسند کی تین سو روپیہ کی شراب کے گدام میں جاکر ایک ہزار کی شراب خریدی اب سنئے کہ ایک درجن ہوسکی کی چودہ روپیہ بوتل کے حساب سے ایکسو اڑسٹھ ہوئے اور یہی ہوسکی چھیالیس روپیہ درجن ملتی تھی۔ سوداگر نے ان کو جانگلو سمجھکر خوب الو بنایا۔ دو سو کا آئینہ سات سو کو دیا۔ لیمپ کی جوڑی ایک سو روپیہ کی تھی الغرض سوداگر صاحب نے خوب ٹھگا اور شراب میں تو اسنے دونوں ہاتھوں سے لوٹا۔ سوداگر نے کہا جب کسی بات کی ضرورت ہو تو فوراً لکھ بھیجیے ہم اسی دم بھیجینگے ٹھاکر صاحب بہت خوش ہوئے فرسٹ کلاس جنٹلمین رفتہ رفتہ ایسے بیباک ہوگئے کہ گاڑی میں بوتل رکھکر سر بازار برانڈی اور ہوسکی اڑانے لگے۔ جس طرف نکل جاتے تھے لوگ انگلیاں اٹھاتے تھے کہ نئے بگڑے ہوئے وہ تشریف لاتے ہیں جنٹلمین نے پرانی پوشاک کے عوض جو نیا لباس ڈاٹنا تو اپنی برادری میں بدنام ہوگئے۔ لوگ حرف رکھنے لگے۔ ایک روز موٹے کپڑے پہنے ہوئے بازار میں جاتے تھے ایک عزیز اپنے گھر لے گئے۔

وہان عورتون نے اِن کی قطع مبارک دیکھکر ہنسنا شروع کیا۔ دو سوتی کا پتلون۔ دری کا کوٹ۔ قالین کا سرٹ۔ ٹھاکر صاحب نے حقہ پینا چھوڑا سیگرٹ اور سگار اور پائپ پینے لگے چار پانچ مہینے کے بعد یہ کیفیت ہوئی کہ ہندوستانیون سے ملنا چھوڑ دیا ہندوستانیون کی خبر ہوئی اور کہا کہ ہمکو فرصت نہین ہے ایکدفعہ گیا وہ پھر دوسری بار نہین گیا۔ ور انگریزون سے ملاقات ہو چلی ہے ایکدن ایک میم صاحب نے نیلام مین اِنسے کہا کہ آپ اس کمرے مین سگرٹ نہ پئیں۔ انھون نے اس کے جواب مین کہا۔ بہت اچھا صاحب۔ میم ایک فرمایشی قہقہہ پڑا۔ ٹھاکر صاحب مطلق نہ سمجھے کہ ان لوگون نے قہقہہ کیون لگایا۔

ٹھاکر۔ (ایک یوروپین سے) وِل۔ ہم صاحب لوگ کے شامل ہین ہندوستانی نہین۔

یوروپین۔ وِل۔ آپ کس ملک کا ہو انگلینڈ۔ اسکاٹلینڈ۔ آئرلینڈ۔ کس ملک کا۔

ٹھاکر۔ ہم ہین تو ہندوستانی مگر مثل انگریزون کے معاشرت کا طرز ہے۔

یوروپین۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ میم کو صاحب اور صاحب کو میم کہتے ہین۔

ٹھاکر صاحب سمجھے اور سخت خفیف ہوئے مگر جو کہا وہ کہا جو بات زبان سے نکلی وہ نکلی اب کیا ہو سکتا ہے۔ اس شرم مٹانے کے لیے ٹھاکر صاحب نے نیلام مین بولی بولنا شروع کر دی۔ کسی نے کہا سو آپ بولے سوا سو۔ سو کا گھوڑا دو سو کو لیا۔ پچاس کی چیز کے ستر بول دیے دو چار صاحب لوگون نے ملکر بنانا شروع کیا ایک نے وِل آپ بہت کم بولی بولتا ہے اور ایس کم بولی مین چیز پھوٹ جاتا ہے۔ (دوسرا) اسکا کیا سبب ہے کہ اور لوگ کا کام چیز نہین چھوٹتا۔ ٹھاکر صاحب نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ ہم کو سب لوگ امیر کبیر سمجھتے ہین اور جانتے ہین کہ کوئی دس کہے گا تو ہم پچاس بولینگے کوئی سو کہیگا تو ہم دو سو کہدینگے۔ کوئی پیسے بڑھکر جائےگا کہان جبکو آدھا ہو آدھا ملے گے۔ اس گھوڑے پر کوئی ہزار بولے تو ہم دس ہزار بولین یہان فرسٹ کلاس جنٹلمین کو یار لوگون نے خوب بنایا۔

کئی سو کا چپاتا کھا کر گھر گئے مگر دلین ہوش کہ آج ہمارا نام ہو گیا۔ ہمارا مقابل کا کوئی نہین نکلا جسنے مقابلہ کیا اسکو نیچا دکھایا ہم وہ ہین۔ راہ مین انکے دوست انکو ملے۔ وہی جنھون نے انکو خراب کیا تھا۔ فوراً گاڑی روکی دوست کو بٹھایا اور راہ مین تذکرہ کرتے چلے کہ اب ہم ہندوستانیون سے بالکل نفرت کرنے لگے اب ہم چاہتے ہین کہ صاحب لوگون سے ملین اور مثل صاحب لوگ کے ملین دوست نے انکی پیٹھ ٹھونکی اور کہا خبردار جو ہمارے سوا کسی اور سے صلاح لی۔ بس جو کچھ صلاح لو تو ہمیں سے لو۔ آپ صاحب لوگون سے ملیے تو اس طرح پر کہ انکی دعوت کیجیے۔ صاحب لوگون کو اپنے ہان بلوائیے ناک بڑھائیے۔ نیلام مین سب سے بڑھکر بولی بولیے۔ ٹھاکر صاحب نے فخر کے ساتھ کہا۔ واہ واہ آپ ہم کو کیا ایسا ویسا سمجھتے ہین ابھی حضرت یہان نیلام مین سب سے بڑھکر بولی بولے۔ بھلا کوئی کہتو دے کہ ہم سے بڑھکر بولی بولا۔ ایک سرنگ گھوڑے کے لوگون نے دو سو دام آنکے نیلام ہونے لگا تو تین سو آخری بولی تھی ہم نے بڑھکر کہا ساڑھے تین سو۔ بس سب کے چھکے چھوٹ گئے۔

راوی۔ اے سبحان اللہ کیا دانائی کا فعل کیا آپ نے یہ شکار ہین پھر وہی شعر یاد آتا ہے۔ اور ٹھیک ایسا ہی ہوتا ہے ۔ ع

جو کی تقلید خسرو کی تو کار کو ہمن بگڑا
چلا جب چال کوا ہنس کی اسکا چلن بگڑا

ہندوستانیوں سے ملنا چھوڑا۔ صاحبیت کی لینے کیلئے انگریزی کپڑے پہننے مین کوئی قباحت نہین۔ کوٹ پتلون اور ہو ماسٹر شاہ مگر یہ تو ہنو کہ ہندوستانیوں کو گالیان دیجیے۔ برا بھلا کہیے۔

ٹھاکر۔ اب کوئی ترکیب ایسی بتایئے کہ ہمارا منھ گورا ہو جائے۔ یہ کلوٹا پن تو نہ ہے۔ جبتک منھ کالا ہو کوئی جنٹلمین نہ کہیگا۔

دوست۔ بھئی یہ کون بڑی بات ہو مگر یار اسمین دو دسو کا خرچ ہو۔

ٹھاکر۔ ہان یار یہ تو ادنی سی بات ہو جبتک ن کہیے۔

دوست۔ مگر یار ترکیب ہو بغیر ترکیب کے رنگ گورا نہین ہو سکتا

ٹھاکر۔ پھر تم کسدن کام آؤگے یارانہ کسدن کام آئیگا۔

لیکے دوست نے انکی مٹی خراب کر دی۔ انھون نے حماقت کی ایک بات کی تو دوست نے دو۔ الغرض انکو مٹا دیا۔

ایکروز دوست کی فرمایش سے فرسٹ کلاس جنٹلمین ایک نہایت معزز اور معظم حاکم کے ہان گئے۔ دوست نے پٹی پڑھا دی تھی کہ جوتا نہ اتارنا۔ ٹوپی اتار کر سلام کرنا۔ ان حضرت نے دوست کی فرمایش کے بموجب جوتا پہنکر صاحب سے ملاقات کی اور ٹوپی اتار کر آگے بڑھے کہ صاحب سے ہاتھ ملائین۔ صاحب کو کمال ناگوار گذرا مگر فرط خلق سے ہاتھ ملایا۔

جنٹلمین۔ حضور مین آج اول مرتبہ ملاقات کیلیے آیا ہون۔

صاحب۔ آپ کا نام کیا ہو۔ ہان کبھی پہلے ہم سے آپ کی ملاقات نہین ہوئی۔

جنٹلمین۔ آج ہم آپکی دعوت کرنے آیا ہو۔ آپ قبول کرینگے کہ نہین

صاحب۔ ہم نہین کہہ سکتے آپ کس عہدے پر ہین پیشہ کیا ہو؟

جنٹلمین۔ پیشہ۔ ہم جنٹلمین ہین۔ فرسٹ کلاس جنٹلمین درجۂ اول کے۔

صاحب۔ وِل۔ آپ فرسٹ کلاس جنٹلمین۔ او ہم اب سمجھا۔

جنٹلمین۔ خداوند ہم ضرور لیچلین گے حضور تشریف لیچلین دعوت قبول کیجیے۔

صاحب۔ وِل۔ ہم نہین کہہ سکتا آپ سے کبھی کا ملاقات نہین آپ کوئی رئیس ہو آپ کہین نوکر ہو۔ ریاست کہان ہو

جنٹلمین۔ حضور مین آبائی اور پشتینی رئیس زادہ ہون اور ساٹھ روپیہ کا کلرک بھی تھا اب نوکری چھوڑ دی گھوڑے بھی میرے پاس ہین اور نوکر چاکر بھی ہین اور بنگلہ بھی ہو مین مسٹر کہلاتا ہون۔ پس اب حضور کو چلنا چاہیے مین اپنا جنٹلمین ہونا ثابت کر دونگا۔

صاحب۔ آپ جنٹلمین اور آپ کا باپ جنٹلمین۔ آپ کا دادا جنٹلمین۔ بس۔

جنٹلمین۔ پھر جب آپ بھی جنٹلمین ہو تو ہمارے ہان چلنے مین کیا عذر ہو۔

صاحب۔ وِل۔ اب ہم آپ سے رخصت ہونا مانگتا ہو اچھا سلام صاحب۔

جنٹلمین۔ آپ کے مزاج مین خُلق نہین ہو۔ چرٹ تک کی آپ نے تواضع نکی۔

صاحب۔ آپ ہمکو جانتا ہو کہ ہم کون ہو ہم کمشنر ہو اس قسمت کا

جنٹلمین۔ ہان ہان ہم خوب جانتا ہو۔ کمشنر صاحب بہادر۔

صاحب۔ وِل۔ اب ہمارا اٹھنے کا وقت ہو۔ سلام اب ہم نہین ملسکتا صاحب کمشنر نے کہا۔ وِل ہم کل شکار پر جانے والا ہو۔

فرسٹ کلاس جنٹلمین بہزار خرابی رخصت ہوئے تو صاحب مہتمم بندوبست کے پاس گئے۔ وہاں بھی جوتا پہنے دَرّاتے ہوئے دھنس پڑے۔

صاحب۔ وِل۔ آپکو اس چپراسی سے تم بولا تعلقدار ہی؟

جنٹلمین۔ حضور مین جنٹلمین ہون اور حضور بھی جنٹلمین ہین تو مین اب چاہتا ہون کہ حضور میرے مکان پر آن کر گانا گائین۔

صاحب۔ وِل وِل بس تم کیا بکتا ہی جوتا آتار کے آؤ ہش۔

جنٹلمین۔ کیا ہش! واہ ہم کوئی قُلی نہین ہی۔ ہم بھی ایک جنٹلمین ہی۔

صاحب۔ نہین نہین تم جوتا اُتار کے آئے جب ہم سے بات کرنے مانگے۔

جنٹلمین۔ فرض کیجیے کہ آپ کہین جائے تو ہم اُس کے ہان آپ جوتا اُتاریگا۔ کبھی نہین۔ ہرگز نہین۔

صاحب۔ وِل صاحب ہم جو چاہے گا سو کرے گا تم ہمارے یہان آتا تو جوتا اُتارے۔

جنٹلمین۔ تو ہم جوتا نہین اُتارے گا۔ ہم چلا جائے گا مگر جوتا نہ اُتارے گا۔

صاحب۔ اچھا تو تم جائے۔ ہم نہ ملیگا۔ ہمارا مکان ہمکو اختیار۔

جنٹلمین۔ اچھا صاحب سلام۔ وِل ذرا ہم کو میچس (دیا سلائی کا بکس) دو۔

صاحب (جھلاکر) وِل اب تم چلا جاؤ بس کوئی ہی نکال دو اِسکو۔

جنٹلمین سخت خفیف ہوئے گئے تھے دعوت کرنے وہان گردنا نا پا گیا۔ مجبوراً گھر آگئے۔ مگر ٹھان لی کہ ہم پانیر مین اسکی ہجو لکھےگا۔ کئی صاحبون کے پاس فرسٹ کلاس جنٹلمین گئے اور سبکو مدعو کیا مگر کسی نے دعوت قبول نہ کی آخرکار ایک کلمک نیٹو کرسچن اور ایک فرالیٹ انڈین اور مسٹر گوس عیسائی نے دعوت قبول کی۔ اور اِس روز فرسٹ کلاس جنٹلمین کی تندرستی کا جام پیا گیا۔

فرسٹ کلاس جنٹلمین نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے دونون جہان کے کام سے گئے۔ ہندوستانی الگ نظر حقارت سے دیکھنے لگے کہ ہم سے ملنا جلنا چھوڑا اور یورپین تو کبھی انکو منھ ہی نہین لگاتے۔ ع۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

اِدھر صبح کا سہانا سمان ہوا اور آفتاب عالمتاب مشرق سے بصد جلال جلوہ کنان ہوا اُدھر ایک نگار شوخ و شنگ رشک پری رخان فرنگ سیم تن بلوریں ذقن نے اُدھم سعت نژاد کو شان برنائی اور انداز کج ادائی سے لشکر روم کی طرف سبک پویہ کیا۔ ایک پری چہرہ کے جلو مین کئی نوخیز اور جادو نگاہ عورتین گھوڑون پر سوار جاتی تھین۔ روس کے لشکر مین ان پری پیکرون کی آمد آمد کی دھوم تھی شعلہ رویون مین وہ آتش پارہ کالبدر فی النجوم تھی رشک زلیخا رکش حور سر سے پانک عالم نور۔ ؎

بچشم مست و بلا ذرنگ خواب	بیا د شوخی او برق بیتاب

جس مقام دلچسپ پرفضا پر یہ پریان خیمہ زن ہوئی تھی۔ اُس گلزار مینو آئین کو پرستان بنا دیا اب سنیے کہ اُنکے خیمون ہی کے قریب اخیمہ رنگین اور سب کلیسا کا خیمہ زرنگاری نصب تھا وہ نازنین صبح کے وقت آنکھ ملتی ہوئی خیمے کے باہر آئی تو دیکھا کہ چارون کونون سپاہی ایک ایک نوبا فنشان ہرا دہ ہیون نیچ

مین ایک خیمۂ عظیم الشان ہے حیرت ہوئی کہ یا الٰہی یہ کس کا سامان ہے۔ آدھی رات تک سناٹا تھا چشم زدن مین خیام فلک احتشام نصب ہو گئے۔ چوبین نگارین طنابین بازیب و تمہ‌مین۔ پردے زمردگون۔ نقش و نگار بوقلمون۔ فوراً سپاہیون کو حکم ہوا کہ یہ خیمے یہان کب سے ہین ذرا دریافت تو کرو۔ ایک خادمہ نے بصد ادب کہا کہ حضور کل شب کو کئی خوبصورت عورتین یہان آئی تھین پہلے تو مجھے شک کی جگہ یقین ہو گیا کہ حضور کی ہمشیرہ جان تشریف لائی ہین مگر قریب جا کر دیکھا تو سمجھی کہ پرستان کی پریان اُتر آئی ہین دیدہ نہ شنیدہ ہین۔ حضور ایسا جوبن آج تک نہین دیکھا۔ دوسری بولی قربان جاؤن۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ پریون کو پر کاٹ کر چھوڑ دیا ہے۔ تیسری بولی سنتے ہین کسی طرف کو جانے والی ہین شاید تماشے والیان ہین تماشا دکھاتی ہین۔ ہس پلیر سا نے کہا اچھا منہ دھولین تو بلائین ایک خادمہ طشت لائی دوسری پانی تیسری اٹو ڈی روز یعنی عطر گلاب کا ست چاندی کے طشت مین پچاس شیشیان اس راح روح کی لنڈھائی گئین۔ پانی ڈالا اس پلیر سا نے اُس آب زندگانی سے جس کی رائحہ جان پرور سے مردہ جی اُٹھے منہ دھویا۔ خیمہ مین جا کر حمام کیا اور ریشمی نفیس پوشاک پہن کے بن ٹھن کے خیمہ کے باہر سایہ مین ایک آرام چوکی پر متمکن ہوئین۔

درا ز زلف او عمرِ تسلسل | مثال از پیچ و تابش برگِ سنبل
ضیائی چہرہ اش خورشید و دلہا | ہلال ناخنش عید تماشا

حکم دیا کہ جا کے پوچھو کون ہین۔ کہان جاتی ہین۔ کتنے آدمی ساتھ ہین کسی اور شخص کی تو ملازمت مین نہین ہین۔ خادمہ حکم پاتے ہی روانہ ہوئی ہس پلیر سا نے سمجھا دیا تھا کہ ہمارا کچھ ذکر نہ کرنا۔ فقط اُن سے دریافت کرنا کہ کون ہین اور کہان سے آئی ہین اور کس طرف کا قصد ہے۔

خادمہ گئی تو وہان کے سامان دیکھ کر دنگ ہو گئی ہر خیمے مین گران قالین کا فرش ہے۔ حیرت تھی کہ یہ نگارخانۂ ارژنگ ہے یا تختۂ تصویر فرنگ ہے۔ ساز بالش بزم افروز۔ زردوز بڑے خیمے کے قریب۔ سنگ مرمر کا ایک حوض لطیف ہے حوض آئینہ زانو دلہن ہے۔ یا تسنیم و سلسبیل موجزن ہے۔ حوض ہے یا تفسیر سورۂ کوثر۔ حوض ہے یا صوفی روشن دل فرخ گوہر۔ لہرین چین جبین لعبتان چینی۔ حباب تخت روان شاہنشۂ ملک نازنینی۔ مختلف رنگ کی مچھلیان عجب لطف و لطافت سے جلوہ گر ہین۔ یہ تڑپی وہ اچھلی۔ وہ چمک دمک کہ نظر جھپک جائے۔ اس خیمہ پر بہار و جواہر نگار مین ایک سریر فلک نظیر پر ایک زیبا صورت بلقیس رتبت پری نمود شان دلبری متمکن ہے۔ دیکھتے ہی دنگ ہو گئی۔ اللہ اللہ یہ نور عالم افروز یہ حسن صبیح نگاہ سوز اس عورت نے اُس ملکۂ سراپا زیب ملائک نظر فریب کے رُخ انور پر ایک خادمہ کی اجازت سے چق کے باہر سے نظر ڈالی تو بے اختیار جی چاہا۔ اندر چلی جائے اور خوب بلائین لے۔

سب بزم پر شعاع ملک بردہ دل سے | بالا ہے تا حسن جبینان چگل سے

فوراً اُس پلیر سا سے جا کر بصد ادب کہا۔ حضور۔ بس کچھ نہ پوچھیے لونڈی نے کیا دیکھا جو کچھ دیکھا اگر خواب نہین ہے تو جادو ضرور ہے اور جادو نہین ہے تو شعبدہ ہے۔ ایسی عورت دیکھی کہ پری بھی اس کی بلائین لے اور لونڈی ہو جائے۔

چشم مہ و دوشنین باغ سے کم باغ جمال
سرو قد زلف ہے سنبل گل خندان عارض

کلیر سا۔ ہین! کیا ہم سے بڑھکر حسین ہی۔ واہ۔ الله الله خیر صلّا

خادمہ۔ حضور بھی قبول صورت اور ماہ طلعت ہین مگر اُس پر تو عالم ہی اور ہی۔

کلیر سا۔ ہان! بارہ۔ اور ہمین کا فرق ہی۔ کیا از سرتاپا بحر حسن ہی مین غرق ہی؟ آخر ہم سے کس بات مین اچھی۔ کچھ سنین تو۔

خادمہ۔ بس حضور آپ دونون آفتاب اور ماہتاب ہین کسی بات مین وہ چڑھ بڑھکر کسی بات مین آپ۔ اُسکا قد الیسا دلجو نہین ہی۔ آپکی زلف ویسی مشکبو نہین ہی۔ ع۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہی۔ دیکھہ ہی لیجیے گا مگر عجب غرور بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہی

کلیر سا۔ تم نے کچھ دریافت بھی کیا کہ ہین کون اور آئی کہان سے ہین؟۔

خادمہ۔ حسن کا رعب ایسا چھایا کہ سب سٹی بٹی بھول گئی۔

کلیر سا۔ اب پھر جاؤ۔ اور دریافت کرو کہ کون ہین اور نام کیا ہی

خادمہ پھر گئی اس مرتبہ کلیر سا نے ایک سوار کو اُسکے ساتھ بھیجا مگر خیمے کے قریب جا کر جب سوار نے اُس دلبر سیم تن کو دیکھا تو اُسپر بھی اسقدر رعب چھا گیا کہ آگے نہ بڑھ سکا۔ اس رشک پری کی ساتھیون مین سے ایک آفت جان نے سوار کو للکارا بس بس اب آگے قدم نہ بڑھانا۔ ترکون اور روسیون مین جنگ ہی ترکی روسیون سے بھڑے روسی ترکون سے۔ ہم ان دونون ملکون کی رعایا نہین ہین ہم ایشیا کے باشندے ہین۔ روسیون سے کام نہ ترکون سے واسطہ۔ سوار دبے پانون بھاگا اور بس کلیر سا سے آن کر کہا کہ حضور وہان ہم لوگون کا گذر نہین پرندہ پر نہین مار سکتا وہ ٹھاٹھہ ہین کہ مین کیا عرض کرون۔ بادشاہی سامان ہین۔ ساتھ کی عورتین اس ٹھسّے سے رہتی ہین کہ رئیس زادیان معلوم ہوتی ہین مجھے ڈانٹ بتائی تو حضور مین رعب مین آگیا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ اب مجھپر تو رعب چھا گیا حضور۔

کلیر سا۔ کیا بہت حسین ہین بھلا ہم مین اور ان مین کسقدر فرق ہی

سوار۔ حضور مین نے تو اُن کی صورت ہی نہین دیکھی فقط خادمہ کو دیکھا۔

کلیر سا۔ الله الله ونڈیون کے یہ خم و دم ہین الله سے تیرے عجب!!

سوار۔ کیا عرض کرون لاکھ لاکھ کا ایک ایک پردہ ہوگا۔

اب سنیے کہ بس کلیر سا کی خادمہ نے سکر رجا کو پوچھا کہ انکا نام کیا ہی اور آئی کہان سے ہین اور جاتی کہان ہین۔ معلوم ہوا کہ یہ ایک رئیس زادی ہین صرف سیر و سیاحت کے لیے آئی ہین۔

اتنے مین وہ ذات زہرہ جبین باہر آئی اس عورت نے جھک کر سلام کیا دیکھا تو سچ مچ کی پری ہی۔ ۵

بصورت تو بتی کم آفرید خدا	ترا کشیدہ و دست از قلم کشید خدا
چو کرد نقش تو بر صفحۂ وجود رقم	صد آفرین ز زبان قلم شنید خدا

چلہ نازک اندام اور گلفام عورتین جلو مین تھین ایکسا کے ہاتھ مین حقّہ طلا کار تمباکو مشکبو عنبر بار۔ خادمہ نے کبھی حقّہ نہین دیکھا تھا حقّا اور نیچہ اور چلم اور غرق گیر اور چنبر دیکھکر دنگ ہو گئی۔ اور جب اس شعلہ رو نے ایک کش پیا اور مشکبار دھوان نکلا تو اور بھی تعجب ہوا۔ ایک عورت سے پوچھا یہ کون ہین انھین کی تم سب جلو دار ہو؟ اُس عورت نے کہا۔ ہان انکا نام لالہ رخ ہی ایشیا کی رہنے والی ہین۔ الله کا دیا سب کچھ اُنکے پاس ہی لاکھون روپیہ ماہواری کا خرچ ہی۔ کسی چیز کی کمی نہین۔

خادمہ۔ آپکے ساتھ سب عورتین ہی عورتین ہین مرد ایک بھی نہین۔

عورت۔ مرد کی ضرورت ہی کیا ہی سب ملکر کام چلاتے ہین اور حکم ہی کہ اٹھارہ برس سے زیادہ سن کی کوئی نہو۔ جو ہم مین

کوئی اٹھارہ سے تجاوز کر جائے تو پنشن پائے۔ کوئی پندرہ برس کی ہر کوئی چودہ برس کی کوئی سولہ اور خود بدولت کا بھی کچھ ایسا ہی سن ہر۔

خادمہ۔ شادی ہوئی ہر یا نہین ہوئی! ابھی ناکتخدا ہونگی

عورت۔ ہان ہان عہد کر لیا ہر کہ شادی نہ کرین گی۔ کئی شہزادے عاشق ہوئے مگر منظور نہ کیا ورنہ کون بات تھی۔

خادمہ۔ مگر واہ۔ اللہ نے بھی کیا کیا صورتین بنائی ہین واہ واہ

یہان کا حال تو یہان چھوڑا اب آزاد خستہ جان کا حال سنیے ایک روز آزاد و پاشا ایک دریا کے کنارے پر پہونچے دونون نے دیکھا ایک دریاے ناپیدا کنار موجزن ہر تو پوچھا اس کا کیا نام ہر سبحان اللہ عجب پر فضا اور دلکشا مقام ہر۔

تعالی اللہ ازین دریاچۂ نور   کہ موجش ہمزبان گلبانگ منصور

ہری ہری دوب پر آزاد لیٹ گئے اور بصد حسرت یہ اشعار دیوانہ وار زبان پر لائے۔

رکھ دیا سر کو تیغ قاتل پر   ہم گرے بھی تو جا کے منزل پر

آنکھ جب بسملون مین اونچی ہو   سر گرے کٹ کے پاے قاتل پر

ایکدم بھی تڑپ سے چین نہین   دیکھو تو ہاتھ رکھ کے تم دل پر

کون واماندہ رہ گیا پیچھے   کچھ اداسی ہر موج منزل پر

دفعۃً حسن کی یاد آئین تو بول اٹھے جنون کی دہائی ہر۔

عشق آیا قیامت آئی ہر   پارسائی پہ آفت آئی ہے

اف دل کی دھڑکن نے ستم ڈھایا۔ گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا آنکھین اشکبار ہوئین اور آنسوؤن کا تار بندھ گیا۔

حوصلے سے جو چلے تھے ولولے سے دولے

آج وہ سب مٹ گئے گور غریبان دیکھکر

کاسک لوگون نے سمجھایا کہ بھائی اب عشق اور معشوق کا خیال نہ کرو اب یہ سمجھو کہ تم وہ آزاد ہی نہین ہو کوئی دوسرے آزاد ہو۔ آزاد نے دل کو ڈھارس دی اور کہا اچھا اچھا لیکن اب اس وقت سے ہم نے اپنے دل پر پتھر رکھ لیا۔

چاہیئے معشوق کے ہمنام سے بھی عشق ہو

جان شیرین کو نہ دے کہتا تھا یہ فرہاد سے

سر کو پھوڑا کوہکن کی عقل پر پتھر پڑین

کو دیا لاخانۂ خسرو نہ کیون بنیاد سے

ہون مین وہ بلبل کہ مثل طائر قبلہ نما

منہ قفس مین بھی نہ پھیرا خانۂ صیاد سے

زخم جو لگتا ہر ہنستا ہے وہان سکرو گرو

بڑھتی ہے میری وفا ظالم تری بیداد سے

یہ کہکر آزاد پاشا کھلکھلا کر ہنسے اور ہنستے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

ہمدم کشتہ ہون تیغ نرگس مخمور کا   ہر دہان زخم مین یان خندۂ مستانہ ہے

کاسکون نے آزاد کی حالت متغیر کو دیکھا تو گھبرا کے انکے پاس آن کر کہا آزاد سنبھلو دیکھو اب یہ وقت استقلال اور صبر کا ہر تم جامہ خودی کو چاک کر رہے ہو۔ اگر اپنے آپے مین رہے تو شاید کسی تدبیر سے واپس جاسکو ورنہ خدا ہی حافظ ہر سیبریا سے اکثر قیدی بھاگ بھاگ گئے لیکن تم دیوانہ پن کی باتین کرتے ہو تم پر خدا رحم کرے۔ اب بھی سنبھلو۔

آزاد نے کہا۔ ہاے یارو اب کچھ نصیحت نہ کرو۔ ہاے ستم والے ستم

آزاد۔ (آہستہ سے) اس دریاے ناپیدا کنار کا نام کیا ہر۔

ٹھیک ٹھیک بتانا

کاسک۔ یہ بڑا مشہور دریا ہر اور اس کا نام بھی سب جانتے ہین۔ ڈینیوب

آزاد۔ (بصد حسرت) ارے! ڈینیوب!! ہاے ہاے۔ دریا

کیا بلا سے جان ناتوان ہے۔

دریائے ڈینوب کا نام سنتے ہی آزاد کے ہوش اڑ گئے ارے غضب ابتک تو کچھ کچھ امید بھی ہوتی تھی کہ کبھی نہ کبھی مل لینگے اب امید بالکل منقطع ہو گئی اب تو دریا حائل ہے۔ ادھر ہم اُدھر وہ بیچ میں دریا اب نہ جلوت میں ملیں گے نہ خلوت میں ؎

خلوت نشین ہے یار کیونکر ملیے　　جلوت میں کہیں ہے مار کیونکر ملیے
رونے نے تو کھو دیا خواب بھی تا　　دریا حائل ہے یار کیونکر ملیے

یا اللہ یہ کیا ہو گیا سوچتے کیا تھے اور ہوا کیا ہائے اب کیا کروں ؎

فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا　　کہ جسکے عوض میں رلایا مجھے

درون سینۂ من زخم بے نشان زدۂ
بحیرتم کہ عجب تیر بے کمان زدۂ
بحالتم بکہ گویم بگو چہ چارہ کنم
کہ تیر عشق مرا اندرون جان زدۂ

اسی حالت یاس و نومیدی میں آزاد پاشا نے حسن آرا کے نام ایک خط لکھا جسکے ایک ایک حرف سے وحشت برستی ہے

آزاد پاشا کا خط وحشت نمط

کالے ڈسیں جو زلف تمھاری کبھی چھوئیں
لو اب تمھارے سر کی قسم کھائے جاتے ہیں

ہائے حسن آرا یہ کوئی تم پر احسان نہیں ہے۔ تمھارے سر کی قسم کھاتے ہیں کہ آج سے تمھاری زلف چلیپا کو نہ چھوینگے۔ پھر کیا کچھ احسان ہے چھوئیں تو کیونکر تمکو کچھ خبر بھی ہے۔ معلوم بھی ہے تمھارا آزاد کہاں ہے۔ اف کچھ نہ پوچھیے اس وقت دریائے ڈینوب کے کنارے ہری ہری گھاس کو فرش بنا کر بصد حسرت یہ خط لکھ رہا ہے۔ سمجھے تھے کہ مس کلیسا رحم فرمائینگی آزاد کو رہا نہ بنائینگی مگر یہ کیا معلوم تھا ؎

ای کبک خوش خرام کہ خوش میروی بناز　　غرہ مشو کہ گربۂ عابد نماز کرد

پیاری حسن آرا اب تمھارا آزاد تم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوتا ہے۔

راوی۔ جس وقت یہ فقرہ لکھا آزاد کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے اور ٹپ ٹپ کاغذ پر گرنے لگے۔ ہائے کیا ستم کا سناٹا ہوا اسکے بعد یوں لکھنا شروع کیا۔

الوداع الوداع! اللہ اللہ کس شوق سے آئے تھے اور کیسی تلخکامی نصیب ہوئی کہ کہیں کے بھی نہ رہے حسن آرا جو کچھ میری مصیبت کا حال تم آگے چلکر پڑھو گی اُسکے سننے کے لیے تم مستعد ہو رہو۔ مگر لکھا نہیں جاتا۔ جی چاہتا ہے تم سے مخفی رکھوں اور اس دیوانہ پن کو دیکھو کہ خط لکھنے بیٹھا ہوں گویا یہ خط تمھارے پاس پہونچہی گا تو کجا دریائے ڈینوب کا کنارہ کجا تمھارا ایوان فلک توامان سبحان اللہ کجا زمین کجا آسمان یا خدا مرغ نامہ بر بھیج دے کبوتر کے ذریعے سے خط جائے سو اف ؎

لیے جاتا ہے نامۂ بیکس　　بال بیکا نہ ہو کبوتر کا

پیاری حسن آرا اسکو اب خط و کتابت کا سلسلہ مسدود ہو جائیگا تمکو دل میں جگہ رکھتا تم سے مجھسے یہ اقرار تھا نہ کہ اگر روم سے نیکنام آؤنگا تو آپس میں شادی ہوگی۔ اب وہ معاہدہ فسخ ہو گیا بس اب اور کیا لکھوں ـــــ

یہ لکھکر آزاد اسقدر روئے اور آنکھیں اسقدر پُر نم ہوئیں کہ لکھنا محال ہو گیا رومال سے آنسو پونچھے اور لکھنے ہی کو تھے کہ پھر اشک کی روانی مانع ہوئی آنسو پونچھے اور لکھنا شروع کیا ؎

شور رکھتا سر غلط کو او دشت جنون　　شاید جلائے کوئی آبلہ میرے بعد

یہ شعر لکھکر آزاد نے کاغذ رکھ دیا اور پھوٹ پھوٹ کر روئے آہ یا خدا۔ لاکھ ضبط گریہ کیا مگر آنسو نہ تھمے ؎

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو — رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے

حسن آرا بیگم تم تو سیر اپنے گھر پر ہو۔ بہنوں میں بھائیوں میں ماں بہن وغیرہ کے پاس۔ اپنے خاص شہر میں۔ مگر ہماری حالت کو دیکھو۔ ادھر کے نہ اودھر کے ؎

گئے دونوں جہان کے کام سے ہم نہ ادھر کے رہے نہ اودھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

پھر پھوٹ پھوٹ کر رونا آیا۔ اور اس مرتبہ اسقدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی ادھر اُدھر کاسک کھڑے افسوس کرتے تھے۔ ہائے افسوس کیسا پڑھا لکھا تعلیم یافتہ خوبصورت جوان تھا اور کس مصیبت میں گرفتار ہوا اس مقام پر ان لوگوں نے باہم مشورہ کیا

ایک۔ ہم تو جانتے ہیں کہ ہم سب مل کے انکو چھوڑ دیں۔
دوسرا۔ ہم تیار ہیں مگر تم لوگ نکل جاؤ گے سب یکدل ہو جاؤ
تیسرا۔ اگر سب آدمی یکدل و یک زبان ہو کر کام کریں تو آزاد ضرور رہائی پائیں۔ ہم بھی شریک ہیں
چوتھا۔ اچھا پھر رہا کر دو بھاؤ آزاد پاشا چلو بس بھاگو۔

آزاد اسقدر محو تھے کہ اُنھون نے ایک بات بھی نہ سنی اور خط میں یہ حسرت بار اشعار لکھے جنکے ایک ایک حرف پر رونا آتا ہے ؎

دام اُلفت میں کچھ کی مل نہ پھنسا میرے بعد — مختصر ہو گئی وہ زلف رسا میرے بعد
بلبلیں نوحہ کرینگی مری تربت پہ مدام — برگ گل روز چڑھائیگی صبا میرے بعد
بوئے کاکل کے عوض جان صبا کو بخشی — ڈھونڈھتی پھرتی ہے اب اسکو قضا میرے بعد
خلش اے خار جنوں کچھ نہ باقی رکھنا — پھر نہ آئیگا کوئی آبلہ پا میرے بعد
کشتگان رہ اُلفت کا تھا میں ماتم دار — بجھ گئی شمع مزار شہدا میرے بعد

سنو حسن آرا اب چلا چلاؤ کہنا پڑتا ہے۔ ایک خاتون خوش لقا میدان جنگ میں ہم سے مقابلہ کرنے آئی میں بھلا اُسپر تلوار کیا چلاتا اُسکی چوٹیں بچائیں اور تلوار کا بوسہ لے لیا پھر چوٹ بچائی اور رخسار تاباں پر ہاتھ پھیر دیا پھر چوٹ بچائی اور بوسہ لیا تمام سپہر آس کا فر بدکیش نے جھلا جھلا کر چوٹیں لگائیں آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے مجھے قید کر لیا۔ اور حکم ہوا کہ تمام عمر سیبیریا کے برفستان میں قید کرو۔ اور قید بلا میعاد ع۔ چلو بس ہو چکا ملنا نہ ہم خالی نہ تم خالی۔ الوداع الوداع۔

حسن آرا پیاری سپہر آرا کو بہت سمجھانا۔ وہ بہت کڑھینگی وہ وقت ہمیں یاد ہے جب سپہر آرا اصرار کرتی تھیں باجی جان اس نیک مرد پریزاد جوان نے ہماری جان بچائی ہے واسطے خدا کے یہ حکم نہ دو کہ جنگ میں شریک ہوں۔ ذری سی موئی گولی آ چھے ہاتھی کو دم کے دم میں پانی کر دے۔ اُن بیچاری کا اصرار اور ہمارا انکار مگر ع

ہر چہ با دا باد ما کشتی در آب انداختیم۔

اس قدر لکھ چکے تھے کہ کاسکون نے اُن سے کہا آزاد پاشا کہو اب کیا کہتے ہو۔ ہم تو مستعد ہیں مشورہ ہو چکا ہے کہ آپکو آزاد کر دیں مگر کوئی تدبیر ایسی بتائیے کہ ہم لوگوں پر آنچ نہ آنے پائے ہم نے ایک تدبیر سوچی ہے آزاد نے کہا ؎

مرض عشق کا تھا آب دم تیغ علاج — ہم تلاش نفس عیسی مریم میں رہے
داغ وہ داغ ہے جو سینۂ یعقوب میں تھا — اشک وہ اشک ہے جو دیدۂ آدم میں رہے

کاسک نے کہا ہم یہ زبان نہیں سمجھتے۔ ذرا آدمیت کی باتیں کیجیے آپ ہی کے فائدے کے لیے کہتے ہیں ورنہ ہمیں اس سے کیا سروکار ع دوا سے درد دل چھوٹا اُٹھا یا داغ مرہم سے۔ کاسک نے آزاد سے کہا ہائے افسوس وائے افسوس۔

آزاد نے پھر خط لکھنا شروع کیا۔ دنیا و مافیہا سے اُن کو مطلب نہ تھا وہ حسن آرا تمھارا رخ آتشیں یاد آتا ہے تو دل سے شعلے اُٹھتے ہیں گلبدن کے عشق نے اچھا گل کھلایا سیبیریا جانا غار ہے مگر بیکسی کی حالت میں کیا اختیار ہے غم فراق کھایا جاتا ہے

اسوقت رہائی پاؤن تو برہنہ پا کانٹون پر سے خوش خوش جاؤن خار کو رگ گل سمجھون مگر افسوس کہ جدائی ہر سمت سے اپنی بھیانک صورت دکھاتی ہو اور کاٹے کھاتی ہو گل تکیون کے عوض تیر تعجب ہوگئے ہیں اوڑھنا ہی بنی بچھونا ہو۔ دل سرد ہو چہرہ زرد ہو سه

کہتا ہو مسیح جن کو جان بخش | ان ہونٹون نے آہ ہم کو مارا

حسن آرا ہم اپنے دل میں خدا جانے کیا کیا سوچے تھے مگر
دل کی دل ہی میں رہی سه

یہ حسرت رہگئی کس کس مزے سے زندگی کٹتی ✿ اگر ہوتا چمن اپنا گل اپنا باغبان اپنا

کشتۂ تیغ ستم اسیر بند الم خانمان خراب (خانہ برباد خاکسار میان آزاد) اب دریاے ڈینیوب عبور کرکے ایسے مقام جنون خیز مین جاتا ہو جہان قضا نے اسکی قبر پہلے ہی سے تیار کی ہو مگر ہاے یہ بھی تو امید نہین کہ قبر بنے اس دل سے خدا سمجھے جس نے مجھے کہین کا نہ رکھا سه

ای دل پہلو مین بیٹھ کر آہ | تو نے واللہ ہم کو مار لیے

یہ کہکر آزاد نے خط رکھدیا اور فرط جوش سے دامن اور گریبان کو چاک کیا۔ سه

تار ثابت جیب و دامن مین نہین | ای جنون تیری قسم کھاتے ہین ہم

آزاد سے ایک کاسک نے کہا اگر بھاگنا ہو تو تھوڑی دیر مین بھاگ جانا۔ اسوقت سنتے کس کی تھے۔ کہا۔ فراق یار نے مار ڈالا۔ ہاے کہین کا نہ رکھا۔ دوسرے کاسک نے سمجھا کر کہا کہ تم گھبراؤ نہین جب سیبریا پہونچ جاؤگے تو ہم لوگ کسی نہ کسی تدبیر سے چھڑا لائینگے۔ آزاد نے ڈینیوب کی طرف مخاطب ہوکر کہا ای دریا اگر اجازت دے تو ڈوب مرون اس پر کاسکون نے قہقہہ لگایا۔ آزاد چونک پڑے۔ اپنی حالت پر کاسکون کو قہقہہ لگاتے دیکھا تو یہ شعر پڑھا سه

زردی رخ نے بنایا اسکو کشت زعفران
ہنس رہے ہین دیکھکر سب تیرے دیوانے کا رنگ

آزاد نے پھر خط لکھنا شروع کیا کاسک چپ چاپ کھڑے رہے "حسن آرا۔ اسوقت تمھاری پیاری پیاری صورت میری آنکھون کے سامنے ہو مین دیکھ رہا ہون کہ ایک دوشیزہ جادو جمال یہ کھڑی ہو تمھارے لال لال ہونٹ اور مسکراہٹ خون رلاتے ہین۔ گوری گوری گردن اور منت کے طوق یاد آتے ہین۔ کبھی تصویر آنکھون کے تلے پھرتی ہو۔ کبھی غائب ہو جاتی ہو کانون کی بجلیان ماہی بے آب کی طرح تڑپاتی ہین"

یہ لکھتے لکھتے آزاد نے غل مچا کر کہا۔ خبردار او مشاطہ عیار خبردار اور سنیے حسن آرا کے گیسوے عنبر بو کو اور تو چھیڑے خبردار سه

سمجھکر چھیڑ او مشاطہ اسکی زلف پر خم کو
نہ برہم کر خدا کے واسطے اسباب عالم کو

حسن آرا نازک مزاج ہین آنا و نازک بدن۔ جنون نے ہمکو لاغر کر دیا۔ اب یہ دماغ اور طاقت کہا کہ پھول کی چھڑیان کھاؤن اور اف تک زبان پر نہ لاؤن سه

جنون پڑین تری نازک مزاجی پر پتھر
لگا مین پھول جو لڑکے تو سنگسار ہون مین

الٰہی مرے دل کی لگی بجھا دے۔ یا خدا اس زہرہ جبین کی شکل دور ہی سے دکھا دے۔ ہاے کاش حسن آرا بیگم اپنے نازک نازک اور پیارے پیارے ہاتھون سے مجھے قتل کرتین تو مین سمجھتا کہ جی اٹھا مگر اس طرح بے موت مارا گیا کہ ادھر کا رہا نہ ادھر کا رہا۔ مس کلیرسا کے لب لعل شکر خا اور عارض نور زیبا کے بوسون نے مجھے کہین کا نہ رکھا۔ خوبصورت اور کمسن عورت پر ہاتھ نہ اٹھا سکا مگر بچا بچا کر بوسون کے وار کیے مگر شومی قسمت کے

طفیل میں یہ دن دیکھا ایسا گھبرایا کہ سید صاغیغم کی فوج میں چلا آیا اب آرزو ہے تو یہ ہے کہ مس کلیرسا چاہے جو رنگ کریں چاہے قتل مگر اپنے ہاتھ سے ع

درد ہوتا میرے زخموں میں تو میٹھا میٹھا
اُس شکر لب نے جو شمشیر لگائی ہوتی

خدا جانے ہمارا نام کس کمبخت نے بتا دیا اور مس کلیرسا نے ہمارے قتل کا بیڑا کیوں اُٹھایا۔ مین ایک مشت استخوان میرے قتل سے کیا ملتا۔ یا خدا موت آئے مرگ آئے وفات آئے قضا آئے (جوش جنون میں) یا خدا کچھ تو آئے ملک قضا بھی گل گئی ع

یار اگر آتا نہیں تو ہی شب فرقت میں آ
اے اجل تو نے بھی کیا ہم کو بھلایا یاد سے

ایک کاسک نے کہا آزاد پاشا آپ کے نزدیک اب کیا وقت ہوگا۔ آزاد نے کہا وقت تو اب بہت بُرا آ گیا۔ مگر ہمیں یہ کیا علم تھا ع

نہ تھے ہم پیش ازیں آگاہ حال عشقبازی سے
نہ تھا معلوم دل آتا ہے پہلے یا قضا پہلے

ہم سنا کرتے تھے کہ فلاں پر فلاں کا دل آیا اور ایک شاعر نے خوب کہا ع۔ دل گیا ہاتھ سے لوگوں نے کہا دل آیا۔ مگر یہ کیا معلوم تھا کہ دل کا آنا جانا خیر صلاح خود بدولت برفستان میں قید ہو نگے اور حسن آرا کی پیاری پیاری صورت دیکھنے کو تڑپ تڑپ جائینگے۔ حسن آرا حسن آرا۔ ہائے حسن آرا یہ آواز دریائے ڈینیوب کے کنارے پر جنگلوں اور پہاڑوں میں گونجی اور آواز بازگشت سے راہ۔ را کی آواز دور تک جانے لگی حسن آرا بیچاری کو کیا معلوم تھا کہ اسکا آزاد دشت و ہامون میں تیر غم ہجر ابدی کا نشانہ ہو کر تلملا رہا ہے اور اسکا پیارا نام لے لیکر پکارتا ہے ہائے افسوس آزاد کے ہاتھ سے قلم چھوٹ پڑا اور خوب پھوٹ پھوٹ کر روئے کہ کاسکوں کا دل بھر آیا کسی نے تشفی دی کسی نے سمجھایا مگر نصیحت اور پند و وعظ کیسی وہاں جان پر بنی تھی عشق ہنسی ٹھٹھا نہیں ہے۔ تنور سینہ میں طوفان غم کا جوش تھا۔ رنج فراق میں تنکے چننے کی نوبت آئی صبح مسرت پر شب الم کی تاریکی چھائی۔ ع

گریبان شد و تلخ تلخ بگریست	بی گریۂ تلخ در جہان کیست

ایک کاسک سے آزاد نے کہا بھائی جان حسن آرا منتظر ہونگی کہ آزاد پاشا فتح و فیروزی حاصل کر کے آئیں تو ارمان نکلے جوانی کے دن لطف میں بسر ہوں سہرا ہر روز ٹھڈا کھانے آدمی بھیجتی ہونگی کہ شاید آزاد کا خط آیا ہو مس میڈا اخباروں میں جنگ کے حالات پڑھ پڑھ کر دعا مانگتی ہونگی کہ خدا کرے آزاد بادل شاد واپس آئیں اللہ رکھی ایک ایک سے پوچھتی ہونگی کہ آزاد کی بھی کچھ خبر ہے۔ زینت النسا اور اختر النسا کا خدا جانے کیا حال ہوگا۔ بمبئی والی شوخ و شنگ بیگم حسن آرا کے خطوط سے خیر و عافیت دریافت کر کے دل کو تسکین دیتی ہونگی مگر ہم پر جو گذرتی ہے اس کی کسی کو خبر ہی نہیں ہائے۔ ہو نیشیا اب ابدی جدائی ہوئی کیسی پاک محبت تھی اور کس حسرت سے کہا کہ میاں آزاد اب کبھی پھر بھی ملوگے اس وقت تو ہم نے اقرار کیا کہ ضرور بالضرور۔ ایسی بات ہے بھلا۔ مگر اب کیونکر لکھیں کہ یہاں کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔ خیر یا خدا میری اتنی دعائیں قبول کر۔ یا خدا ضرور قبول کر۔

۱ حسن آرا میری جدائی میں بھی ویسی ہی عفیفہ اور پاکدامن اور خوش و خرم رہیں جیسی اب تک تھیں۔ آمین آمین ثم آمین
۲ مس میڈا کے دل نازک پر میری مفارقت سے ایسا صدمہ نہ پہنچے جسکو وہ نازک بدن برداشت نہ کر سکے آمین آمین آمین

۳- اختر النسا اور زینت النسا کو میری بیکسی کے حالات سے اطلاع ہو
۴- دنیا کو خداوند کریم صبر جمیل عطا کرے- آمین آمین ثم آمین-
۵- اب حسن آرا باقی رہی- سات بس دل بھر آیا- ہائے اس عفت کیش کے لیے کیا مانگوں- یہ صدمہ حسن آرا سے ہرگز برداشت نہ کیا جائیگا ایسا جانکاہ صدمہ برداشت کرنا حسن آرا کا کام نہیں ہے- اُف صدمہ سا صدمہ-

ہم اقرار کرکے آئے تھے کہ میدان جنگ میں جاتے ہیں اور انشاءاللہ فائز المرام اور نیکنام ہو کر آتے ہیں- مگر ع- خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم- نتیجہ یہ نکلا کہ قید ہوئے- اسیر ہوئے مبتلائے بلا ہوئے- اور ع- زندان کو چلے پھول پھل کر- گویا اپنے وطن سے اسی لیے آئے تھے کہ برفستان میں چلکر بستر جمائیں- روس کی سرد مہری نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا-

دل کو مرے خاک میں ملایا
دلبر نے یہ خوب دلبری کی

اب تو زندگی سے بیزار ہو گیا ایسے جینے پر پھٹکار مگر حسن آرا کے حق میں جناب باری سے اسقدر دعا مانگتے ہیں کہ ؎

میں گو ناخوش ہوں اپنی زندگی سے
رہے خوش یا الٰہی وہ جہاں ہے

آمین- آمین- ثم آمین- ع- این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد- ہم تو اپنی زندگی کو رو بیٹھے عیش سے ہاتھ دھو چکے

دو گھڑی دن رہے آزاد پاشا کو معلوم ہوا کہ وہ جہاز جس پر سوار ہو کر آن روے ڈینیوب جائینگے تیار ہو گیا ہے اسوقت کی بیتابی و بیقراری کا حال ناگفتہ بہ ہوش و حواس بلا اجازت رخصت ہو گئے آنسوؤں کا تار بندھا تو کوئی شے نظر ہی نہیں آتی کاسکون کے سے بال تر ہو گئے مگر چشمۂ اشک کی روانی نہ رکی نہ رکی آزاد بالکل چپ چاپ کھڑے تھے کوئی عضو بدن متحرک نہ تھا ہاں آنسوؤں کی روانی سے چشم و مژگان سے البتہ ایک قسم کی حرکت ظاہر ہوتی تھی جسوقت جہاز پر سوار ہوئے تو اسوقت دل قابو میں نہ رہا- کبھی بار گرے اور کبھی بار سنبھلے-

حسن آرا کے لیے جو خط اس محنت اور شفقت سے لکھا تھا اور جو اُنکے نزدیک آخری خط تھا وہ بھی بد حواسی میں ہاتھ سے گر گیا ہوا نے یہ ستم ڈھایا کہ اُس خط کو دریا میں ڈبو دیا آزاد ہاتھ ملکر رہ گئے اور پانی سے بھلا کیا بس چلتا جہاز روانہ ہوا تو آزاد نے نعرہ مارا اور بعد حسرت و ناکامی یہ شعر پڑھا ؎

کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

اس حسرت اور بیقراری سے لسان الغیب حافظ شیراز کا کلام ادا کیا کہ کاسک اسکا ترجمہ سننے کے شائق ہوئے مگر آزاد کو چھیڑنا اور مصیبت کی حالت میں ایسی فرمایش کرنا خلاف عقل سمجھکر خاموش ہو رہے آزاد نے جوش جنون میں خدا جانے کیا کیا کہا-

حسن آرا- اب آزاد کا پتا نہ ملیگا- آزاد اب دوسری دنیا میں ہیں اب خواب میں بھی اس پیارے آزاد کی صورت نہ دیکھو گی جسکو تمنے ترکی بھیجا تھا- ہائے وہ وقت یاد آتا ہے جب سپہر آرا نے کہا تھا کہ باجی آزاد کو وہاں نہ بھیجو- ہائے باجی تمکو یہ کیا ہو گیا ہے ہائے اس بچارے نے تو جان بچائی اور اب اسکی جلد میں تم اسکی جان کی گاہک ہو گئیں- آزاد مجھے دفنا کے جانا- اللہ جانے کن کن جنگلوں میں بے آب و دانہ رہے گے کیسے کیسے پہاڑوں پر چڑھنا ہوگا- ایک ذرا سی گولی ہاتھی کا کام تمام کر دیتی ہے انسان کی کون کہے- باجی دن رات ہمیشہ دُعا کرو گی کہ یا ایک دن ایک یکصدی ہو جائیگا لڑائی پر جانا کچھ ہنسی ٹھٹھا تو نہیں ہے اُف مجھے سپہر آرا کی گفتگو بخوبی یاد ہے ایک لفظ غلط نہیں ہے جب حسن آرا نے کہا کہ بہن اب بہت نہ رو دو منہ دھو ڈالو تو اُسنے جواب دیا- واہ- آزاد سے ہاتھ دھو کر اب یہ طاقت بھی

رہیگی کہ منہ دھو میں مگر حسن آرا۔ میں اور میرا خدا کہ میری مصیبت کا باعث کچھ اور ہی ہے۔ از ماست کہ بر ماست تم بے قصور ہو مگر افسوس ہے تو یہ کہ میری جدائی کا رنج تم سے برداشت نہ کیا جاویگا۔ اُف۔ اُف

اللہ رکھی بیچاری جب ہمارا حال سنے گی تو گڑہ گڑہ مرے گی کس محنت کے ساتھ مجھے ڈھونڈہ نکالا۔ میں تو مرنے جانے کے قصد میں تھا اور اس صنم عربدہ جو نے اپنا شہر چھوڑکر مجھے ڈھونڈھا۔ ہاے خوب یاد ہے کہ میرے رخسار ہر ہاتھ پھیر کر کہا تھا کہ ادھر نہ دیکھو تو ہمارا ہی لہو پیے۔ جناب باری کی قسم رنگین کو دیکھنے آئی ہون کس حسرت سے کہا کہ سنو آزاد میں شریف زادی ہون نادان اسقدر جلد میں بھول گیا۔ یاد ہے کہ ہمارے بوڑھے میان نے تم سے خط لکھوایا اور تم ہمارے گھر کا پتا پوچھتے پوچھتے آئے تھے ہم پر تجھے ایک دن ہم فنس پر سوار کہیں سے جاتے تھے اور میری فنس کا کونا دبائے ہوئے جھکتی ہوئی چلی جاتی تھی۔ تم کئی دن لٹو رہے اب ہمنے سنا کہ حسن آرا ہاے ایک بیگم کے ساتھ نکاح ہونیوالا ہے۔ اللہ یہان تک کرے سبھ گھڑی بیاہ ہو چشم بد دور دل ماشاء اللہ رکھی کی مجھے سب باتین یاد ہین۔ اب میری خون نابہ فشانی اور تمھاری حیرانی اور پریشانی تمکو اور مجھکو دونون کو کہین کا نہ رکھیگی ارے کاسکو ؎

لیے جاتے ہو تم کہان دلکو
ہے یہ مدت سے آشنا میرا

زینت النسا۔ تمھاری بھولی بھولی باتین نہ بھولونگا تہ بھولونگا وقت رخصت تمھارا فی امان اللہ کے عوض فی امان کہنا اور مارے رنج کے پورا فی امان اللہ زبان سے نہ نکلنا جب یاد آتا ہے خون روتا ہون اختر النسا نے ہنگام وداع آنسو پونچھکر کہا تھا اب منزل کھوٹی ہوتی ہے بسم اللہ کیجیے خدا جانتا ہے ہاے رکاب پر پاؤن رکھنے کے وقت کیسا کہرام مچا تھا پٹس پڑ گئی تھی۔ یہ کیا معلوم تھا کہ الوداع وداعی ہے۔ اب یہ آخری ملاقات ہے

ہماری روانگی کے وقت بمبئی والی شوخ و شنگ بیگم صاحب نے کیسی مناتھ مچائی تھی دس دس دفعہ منہ دھویا اور پھر روئین امام ضامن کی اشرفی باندھی اور کہا امام ضامن کی دوہائی جس طرح پیٹھ دکھاتے ہو اسی طرح منہ بھی دکھاؤ۔ کس لطف سے پیش آئی تھین کہ میرا ہی دل جانتا ہے مگر اب تو وہ سب باتین تقویم پارینہ ہین۔ ع۔ خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔ اب وہ باتین ع ایسی ہین جیسے خواب کی باتین

آزاد پاشا روتے روتے بیہوش ہوگئے۔ غشی ایسی طاری ہوئی کہ حسن آرا اور رمیدا سب کو بھول گئے۔ کاسک سرہانے کھڑے کف افسوس ملتے تھے مگر مجبوری کا عالم تھا۔ جب آزاد کو ہوش آیا پہلا لفظ جو اُن کی زبان سے نکلا یہ تھا (حسن آرا) دو منٹ کے بعد کہا گھبراتا نہین۔ مین بفضلہ اچھا ہون ذرا ذرا ضعف ہے وہ بھی رفع ہوا جاتا ہے۔ تم دلکو مضبوط رکھو۔ ایک کاسک نے اُن کو کسی قسم کا روسی عطر سونگھایا تو آزاد نے برجستہ یہ شعر سنایا ؎

کسی گل کے کوچے سے گذری ہے شاید
صبا آج جو تجھ مین پھولون کی بو ہے

آنکھ کھلی تو نہ حسن آرا نہ صباے عنبر بار فقط جہاز اور دریاے ناپیدا کنار۔ ایک کاسک سے کہا بھائی بھلا اب ہم کس توقع پر جیئین سیبیریا کے قیدیوں میں بسر کی تو کیا۔ ایسی زندگی پر تین حرف ؎

ہم سا ہوگا نہ کبھی بے سر و سامان مجنون
سر ہے عریان تو گریبان ہے پارہ اپنا

کیون حسن آرا بیگم۔ اللہ اللہ اب اس درجہ روٹھی ہو کہ بولتی ہی نہین۔

راوی۔ کچھ خبر بھی ہو آپکو حسن آرا بیگم بیان کہان۔ اس خط کو دیکھیے افسوس کا مقام ہو ہونہہ! حسن آرا کو ڈھونڈھتے ہین

آزاد۔ اچھا ایک گلوری بنا دو۔ بس پھر ہم چلے جاینگے واللہ

راوی۔ ہاے افسوس کیا سے کیا ہو گیا۔ ایسا پڑھا لکھا لایق فایق آدمی مگر اتفاق سکلیر سا نے خدا جانے کب کی عداوت نکالی۔ توبہ توبہ۔

آزاد فرخ نہاد با دل ناشاد ناکام و نامراد جہاز پر سوار ہو کر ڈینیوب عبور کرتے تھے تن بتقدیر۔ اس دریا سے بے پایان مین اُنکی کشتی جمعیت خاطر ڈانوان ڈول ہو رہی تھی جب اُس پار پہونچے تو ایک مرتبہ ٹرکی کی طرف رُخ کر کے کہا بس اب البتہ سمجھے کہ حسن اور عشق کا جھگڑا آج ختم ہو گیا اب نہ آزاد آزاد ہین۔ نہ حسن آرا پریزاد ہین۔ اب آزاد اسیر اور درویش بے نوا ہین۔ گھانس پر بیٹھکر یہ اشعار زبان پر لاے ؎

ساقیا چرعۂ بجام کن گردش چرخ را بکام کن
نوبت درد و غم بہ نام زن کشور بے غمے بنام کن

یہ اشعار پڑھکر بہت روئے اور یہ شعر پڑھا ؎

غرق خونست دل و دیدہ ام از دوری او
چند زین گوشہ زیم آہ بہ مجبوری او

کاسکون نے لب ڈینیوب ایک باغ مین پڑاو ڈالا ؎

چلنم باغ کہ بستانہ گلست و رنگ تطاوہ خس و خاشاک نمایدسمن و سوسن او

کاسکون نے شب کو وہین آرام کیا صبح کو اُٹھے کوچ کی تیاریان ہونے لگین تو آزاد غائب۔ این اکیادرب این گل دیگر شگفت ہلڑ مچ گیا۔ گھوڑے کڑکڑاتے ہوے اِدھر اُدھر دوڑے مگر آزاد کا پتا نہ پایا نہ پایا۔

ایک۔ ارے یار بڑا دھوکا ہوا۔ بھاگ ہی نکلا۔ آخر۔

دوسرا۔ اور ہم کہتے تھے کہ دیکھو غافل نہ رہنا۔

اب سنیے کہ ادھر تو یہ لوگ آزاد کی جستجو مین تھے اُدھر آزاد پاشا ایک نئی مصیبت مین گرفتار ہو گئے۔ آزاد کبھی اپنی نئی حالت پر روتے تھے اور کبھی اُنکو بے اختیار ہنسی آتی تھی ؎

ایک فتنے سے تو مر کے ہوا تھا جینا پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

بڑی بیگم کا مکان

ایک روز حسن آرا بیگم نکھر کر ٹہل رہی تھین کہ دفعتہً ایک کاغذ اِن کی نظر سے گذرا پڑھا تو یہ خط تھا ؎

ما نامہ بہ برگ گل نوشتیم باشد کہ صبا بہ او رساند

جان آزاد۔ آہنگ گرم شوق نے خطاب و القاب سب بھلا دیا طول مقام شوق و انزجار مبالغہ سے گذر کر نفس مطلب کہے دیتا ہون کہ میرے آہنگ شوق کی آبرو اب خدا کے ہاتھ ہے میری شمشیر خارا شگاف اور تیغ خوش غلاف سے جو ہو سکے گا وہ میری بسالت اور شجاعت کے گواہ ہونگے غنیم کا فتح کر لینا تو ہمت مردانہ کے نزدیک کوئی بڑی بات نہین ہے ہان فتح الباب دل ذرا ٹیڑھی کھیر ہے جب مین نے تمھارے دل پر فتح پائی تو روسیہ کیا چارے ہین تین چار دن مین بمبئی سے مثل نظر روان ہونگا اور میرا جہاز بہت جلد قسطنطنیہ کے قریب لنگر انداز ہو گا۔ شکست و فتح کا حال خدا جانے اسوقت بحر اظہار بسالت ہر رگ و پے مین موجزن ہے جوش و خروش کی انتہا ہی نہین مجھے خوب معلوم ہے کہ تم راتون کو مجھے یاد کر کے چونک چونک پڑتی ہو گی میری تصویر ہر دم تمھارے روبرو رہتی ہو گی لطف صحبت آنکھون مین پھر جاتا ہو گا اور تعلق خاطر

تم دیوانون کی طرح سر پٹکتی ہوگی مگر میرے استقلال کو دیکھو کہ محبوب مطلوب کے حکم کی تعمیل کے لیے مین نے کیا کیا گوارا کیا ایک اشارے کی دیر تھی کہ ٹرکی کا جانا فوراً منظور کر لیا۔ سر بازدن اور سچے عاشقون کا یہی کام ہو ورنہ عشق خام ہر ادعا عاشق برائے نام پیاری سپہر آرا بھلا تم کو کیا سجھاتی ہونگی وہ بات بات پر طعنے دیتی ہونگی کہ ایسا ہی عشق تھا تو شہر بدر کیون کیا مگر تم مستقل رہو اور وضع اہل آبرو اسی کی مقتضی ہے کہ اُسکو تشفی دو۔ تم دونون پیاری بہنون کو میری وجہ سے بڑا صدمہ پہونچا اگر مجھسے ملاقات نہ ہوتی تو تم کیون مضطر و پریشان ششدر و حیران ہوتین لیکن اب تو جو ہونا ہو ہوا۔ کچھ دن کلیجے پر پتھر رکھو۔ مین روم داخل ہوتے ہی خط پر خط بھیجو نگا ہماری ایک صلاح مانو ان دنون اودھ اخبار ضرور پڑھا کرو۔ اس مین جنگ کا پورا پورا ذکر اشاعت پاتا ہو۔ راہ مین بخار نے ناک مین دم کر دیا تھا اب خدا کے فضل سے صحیح و سالم ہون۔ میان خوجی راہ مین خوب خوب تماشے دکھاتے ہین ایسا مسخرہ بھی کم دیکھا ہوگا خیر۔ یار زندہ و صحبت باقی۔ جیتے ہین تو پھر ملین گے ورنہ جس دن لیلی مجنون۔ فرہاد اور شیرین کا نکاح ہوگا اسی دن ہم تم بھی دولہا دُلھن بنینگے خدا حافظ۔

بمبئی سے اپنی روانگی کا تار بھیجو نگا۔ آزاد خستہ جان

اس خط کے پڑھتے ہی حسن آرا بیگم کی آنکھون سے جوے اشک جاری ہوگئے اور سپہر آرا سے یون مکالمہ کرنے لگین

"بہن اسوقت آزاد کا ایک خط یہان پڑا پایا یہ آپ ہی کی حرکت ہے"

"باجی جان مین تو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئی تم ایک نہین مانتین"

"کہو پھر تو مین کرتی کیا ہون سا۔ رونا بھی نہین۔ ہاے ہاے"

"باجی ناحق کو ہلکان ہوتی ہو۔ آزاد اب صبح شام آیا ہی چاہتے ہین"

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ خدا ایسا کرے از ین چہ بہتر خدا چنین کند۔ مگر سپہر آرا۔ لڑائی کچھ خالہ جی کا گھر نہین ہے" ؎

دعائین مانگی ہین مدتون تک جھکا کے سر ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر
ہوا ہون ایسا مین بتون کا بندہ خدا خدا کر خدا خدا کر
دعا لب جام نے بھی مانگی سبو نے بھی ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر
ہماری محفل مین آیا ساقی خدا خدا کر خدا خدا کر

سپہر آرا بولی بھلا جب جانین کہ دکھا دکھا کر کا شعر کہیے

حسن آرا نے یہ شعر تڑ سے پڑھ دیا ؎

کہان وہ شکلین کہان وہ باتین کہان وہ جلسے کہان وہ محفل
یہ سب کا سب خواب کا تھا سامان چھپا لیا بس دکھا دکھا کر

شعر پڑھکر حسن آرا بہت روئین اور بار بار یہ مصرع زبان پر لائین ع

یہ سب کا سب خواب کا تھا سامان چھپا لیا بس دکھا دکھا کر

اتنے مین ایک آدمی اس طرف سے گذرا یہ شعر گاتا جاتا تھا ؎

کھول دی ہے زلف کس نے پھول سے رخسار پر
چھا گئی کالی گھٹا سی آن کر گلزار پر

حسن آرا کے بال بکھر کر رخسارون پر آتے تھے سپہر آرا نے جو شعر سُنا تو کہا باجی کچھ سنتی ہو۔ اسوقت کسی نے دیکھ لیا ہوگا ذری ہٹ جاؤ۔ یہان سے شاید نظر پڑتی ہے حسن آرا ٹنک کر بولی ای جلنے بھی دو موے کو دیکھے گا تو کیا کریگا۔

سپہر آرا نے کہا اچھا باجی جان آہستہ آہستہ کوئی غزل گاؤ

حسن آرا نے یہ غزل سنائی ؎

اسکو غفلت پیشہ کہتے ہین ہم — بھول جانا یاد دلواتے ہین ہم
بن ترے جب باغ کو جاتے ہین ہم — داغ تازہ دل پہ لے آتے ہین ہم
دل ہوا آئینہ وہ ہر تو فگن — یار کو آغوش مین پاتے ہین ہم
بے قراری سے گزرتے ہین تو — مینھ اگر دروے کے برساتے ہین ہم

یاد آتے ہیں لب شیرین یہ تیرے | زہر میٹھا ہجر میں کھاتے ہیں ہم

سپہر آرا- باجی اُف اب تو آنکھیں جھپکی پڑتی ہیں -
حسن آرا- ہم سونے رونے نہ دینگے بس چلو اٹھ بیٹھو-

حسن آرا نے آزاد کے کل خطوط احتیاط کے ساتھ رکھے تھے مگر یہ خط خدا جانے کس طرح کوڑے میں ملا- سپہر آرا سے حسن آرا نے اس خط کا تذکرہ تو کیا تھا مگر سپہر آرا اچھی طرح مطلب نہ سمجھیں -

حسن آرا- یہ خط تو پڑھو- بتاؤ کس کا خط ہی-
سپہر آرا- دیکھوں- جان آزاد- کیا ابھی ابھی آیا خیریت تو ہے ؟-
حسن آرا- یہ کیا جانے کب کا خط ہی مگر بہن یہ باہر کیونکر پڑا رہا
سپہر آرا- (پڑھکر) ارے یہ تو پرانا خط ہی باجی کوئی دو برس کا
حسن آرا- ہاں بلکہ اور دو ہزار برس کا (خط کو چوم لیا)
سپہر آرا- باجی ان باتوں سے کیا ہوگا بیکار بیکار ہلکان ہوتی ہو
حسن آرا- (اشکبار ہو کر) ؎

نہیں کچھ غم گلستان سے جو فصل گل روانا ہی
وہ بلبل ہوں کہ گل کھا کھا کے تازہ گل کھلاتا ہی
کہو اس برق وش سے آج لازم ساتھ جاتا ہی
جنازے پر ہمارے ابر رحمت شامیانا ہی
مثال نقش پا لاکھوں پڑے رہتے ہیں سر راہ جا
مگر قاتل ترا گنج شہیدان آستانا ہی
گریباں پھاڑ کر دست جنوں ہوگی کبھی فرصت
ابھی تو دامن صحرا کے بھی پرزے اُڑانا ہی

سپہر آرا غزل بھی نکالی تو ویسی ہی- کیا معلوم کیا ہو گیا ہی-
حسن آرا- ہو کیا گیا- سودا ہُوا ہو- جنون سمجھ لو ؎

جی نکل جائیگا تن سے تو گیا صیاد اگر
طائر جان دیکھنا بے آشیان ہو جائیگا

سپہر آرا- یہ خط بھی آج ہی ملنا تھا-
حسن آرا- پڑھتے ہی عنان صبر ہاتھ سے چھٹ گئی ؎

سر کٹے پر کر نہ چو رنگ اے مرے جلاد بس
تا کجا ظلم و ستم بس اے ستم ایجاد بس
اپنا جوش اشک دکھلاتا ہی طوفان ہر برس
خانۂ آباد ہو جاتا ہے ویران ہر برس

اتنے میں سپہر آرا تصویر آزاد لے آئیں-
سپہر آرا- لو باجی- آزاد کو ہم نے بلوا دیا کیا نہ کہوگی-
حسن آرا- (تصویر کا بوسہ لیکر) ؎

یار کا نقشہ نہ ہرگز کھینچ سکا غش آگیا
دیکھی صناعی تمھاری مانی و بہزاد بس

ہی تو سچ مچ آزاد ہی

سپہر آرا نے بات ٹالنے کے لیے کہا اہا ہا خوب ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہی- حسن آرا نے اسکے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎

اس سرو قد کی دیکھی تھی رفتار باغ میں | آوارہ پھر رہی ہی نسیم سحر ہنوز

اور ایک شعر سنا ہی گئے ؎

لڑکھڑاتی پھرتی ہی گلشن میں باد نسیم | ساغر گل ساغر مے ہی چمن میخانہ ہی-

سپہر آرا- ای اب سو رہو- سوئیں نہ سونے دیں- واہ-
حسن آرا- ہمکو تو نیند آتی نہیں- تم کو کیونکر سونے دیں ؎

ایسا کیا ضعیف غم انتظار نے | آنکھوں میں میری بار ہی خواب گراں تک

اتنے میں جہان آرا اور گیتی آرا بھی آئیں- کہا کیا باتیں ہو رہی ہیں بہنوں بہنوں میں کیا مسکوٹ ہوتی ہی-
حسن آرا- ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی ہیں کہ بہن نیند نہیں آتی

جہان آرا۔ آج تو ہمکو بھی نیند نہین آتی خدا معلوم کیا سبب ہے
حسن آرا۔ بہن تمہاری نیند نہ آنے کا سبب تو ہمکو معلوم ہے
گیتی آرا۔ کیا کیا۔ انکے نیند نہ آنے کا سبب کیا ہے حسن آرا
حسن آرا۔ انھین سے پوچھو۔ بتا دون جہان آرا بہن
جہان آرا۔ شان خدا ہے زبانون کو بھی ہمارے لیے زبان آئی ہے۔ ہان بتا دو۔
حسن آرا۔ آج تو دولھا بھائی کی آمد آمد ہے نا نیند کیونکر آئے

اس پر سب بہنون نے قہقہہ لگایا۔ اور عباسی مہری بھی مسکرائی گیتی آرا نے پوچھا کیا سچ مچ دولھا بھائی آنیوالے ہین حسن آرا نے کہا اللہ جانتا ہے صبح شام داخل ہوا چاہتے ہین آج تیسرے پہر کو امان جان نے انھین کا خط پڑھنے کے لیے تو بلایا تھا۔

جہان آرا۔ کیون اتنا جھوٹ بولتی ہو حسن آرا یہ بڑا عیب ہے
حسن آرا۔ بہن! اے لو جھوٹ کی ایک ہی کہی اچھا آؤ کچھ بدتی ہو۔
جہان آرا۔ ہان بدتے ہین دو دو روپیہ آؤ۔ ہاتھ پر ہاتھ مارو
حسن آرا۔ ہم دو دو روپیہ نہین بدتے۔ مٹھائی آئے تو ڈاڑھ تک گرم نہ ہو۔ اتنے مین ہوتا ہی کیا ہے۔
جہان آرا۔ اچھا دس دس سہی۔ آؤ بدلو۔
حسن آرا۔ ہم ایک ایک اشرفی بدتے ہین۔ آئیے بدئیے

جہان آرا اور سپہر آرا شریک ہو گئین اور ادھر حسن آرا اکیلی۔ یہ تو خط پڑھ ہی چکی تھین یہ اشرفی مین کسی کو شریک کیون کرتین۔ گیتی آرا نے کہا بہن اللہ جانتا ہے تم دونون کتنی سادی ہو۔

جہان آرا۔ چلیے خیر آپ کی بلا سے ہم سادے ہی سہی بس
گیتی آرا۔ سہی کیا معنی۔ ہو ہی۔ ایک ایک اشرفی بدلی
سپہر آرا۔ اور نہین کیا۔ باجی جان جیب بھی جائینگی۔
جہان آرا۔ جیب چکین۔ کیا کھیل ہے
گیتی آرا۔ ہائے ہائے اب مین کس سے کہون صریح وہ تو خط پڑھ کے آئی ہین اور تم بے سمجھے بوجھے بدبے لیتی ہو۔
حسن آرا۔ اب بے ایمانی کی سند نہین (بدے لیتی ہو) بد چکی ہین۔
جہان آرا۔ چلو اب بد چکے سو بد چکے خط دکھاؤ۔

حسن آرا نے عباسی کو حکم دیا وہ خط امان جان سے مانگ لانا۔

جب تک عباسی جائے اور لائے انھون نے ہنس ہنس کر بنانا شروع کیا۔ کیا کہیے۔ ایک اشرفی جاتی رہی اسوقت چلو خیر۔ دھوکا ہوا۔ اب شرط کبھی نہ بدینگے۔

اتنے مین یہ آواز آئی ؎

نہ ڈھانپے مین جو رد رہا ہون | اک پردہ نشین کا مبتلا ہون

سپہر آرا۔ ارے یہ آواز کہان سے آئی۔ پردہ نشین!
حسن آرا۔ پردہ نشین کے گاہک ہمایون فر کے سوا اور کون ہین وہی ہین بس۔
گیتی آرا۔ ہان آواز بھی انھین کی سی ہے اور شعر بھی حسب حال پڑھا۔ پھر آواز آئی ؎

بلبل ہے چمن مین ایک ہمدرد | مین بھی کسی گل کا مبتلا ہون

گیتی آرا۔ اچھا گل کھلا ہے۔ بارے خیر ہمدرد تو کوئی پیدا ہوا۔
حسن آرا۔ انکی باتون کا جواب نہ دیا کرو۔ ؏۔ انیست جوابش کہ جوابش ندہی۔
سپہر آرا۔ اے باجی تم تو اڑتی چڑیان پکڑتی ہو۔ اور نہین؟

حسن آرا۔ آؤ پھر کچھ کچھ شرط بدلو۔ دو دو اشرفیاں۔

سپہر آرا۔ واہ کیوں بدیں سبب؟ احمد نہیں محمود سہی۔

حسن آرا۔ پھر تعجب کیوں کرتی ہو۔ بیچ مکیت ہمایوں فر کی

عباسی خط لیکر آئی سپہر آرا نے پڑھا۔

کل بندہ روانہ ہوگا۔ اگر راہ میں ٹھہر گیا تو پرسوں پہونچوں گا ورنہ کل ہی داخل ہونگا۔ صبح کے وقت فٹن ریل پر بھیج دیجیے گا یہاں سے چھٹے اسٹیشن پر میرے ایک دوست رہتے ہیں اگر وہ اسٹیشن پر ملے تو ضرور پکڑ لے جائینگے بہرکیف آپ فٹن روانہ کیجیے گا۔ حسن آرا بیگم سے کہیے گا کہ خط میں جو بھیجا تھا پایا۔ اچھا خیر سمجھا جائے گا۔

جہاں آرا۔ ہمیں خط دو۔ دیکھیں انھیں کے ہاتھ کا ہے۔ یا کسی اور کے ہاتھ کا۔

حسن آرا۔ لے لو اب بھی یقین نہیں آتا۔ کتنی بدگمان ہو بہن کہ بس۔

سپہر آرا۔ خاص دولھا بھائی کے ہاتھ کا ہے اب کیا ہم انکا خط بھی نہیں پہچانتے ہیں تو لفافے ہی سے سمجھ گئی تھی کہ وہی ہیں

حسن آرا۔ اب ایک اشرفی بائیں ہاتھ سے رکھ دیجیے بس لائیے۔ لائیے۔ ہاں۔

جہاں آرا۔ کیسی دی نہ ہو۔ اشرفی لینے چلی ہیں کیا مفت کی اشرفیاں آئی ہیں۔

گیتی آرا۔ اوہو۔ یہ بے ایمانی نہیں اچھی جو بدا وہ دو۔

جہاں آرا۔ اچھا ہم نے سب کچھ بدا سہی پھر بدنے سے کیا ہوتا ہے نیت دیکھی جاتی ہے فقط ہنسی ہنسی میں بدا تھا بلکہ سچ بدے بیٹھے تھے

سپہر آرا۔ کیا اشرفی مانگتی ہیں۔ اے کیوں نہیں ضرور کیا مفت کی ہے۔

حسن آرا۔ تم تو بے ایمان نہ تھیں۔ سپہر آرا۔ ان کے ساتھ تم بھی بے ایمان ہو گئیں۔

گیتی آرا۔ دونوں بہنوں کی نیت ڈانواں ڈول ہو گئی ہے اب نہ دینگی۔

حسن آرا۔ واہ نہ دینے کی ایک ہی کہی ہم تو ابھی ابھی لینگے۔

سپہر آرا۔ اخاہ بیگم صاحب تو سپاہی بن گئیں ہمارا کون ہے جو لوگی۔

جہاں آرا۔ جو ہارا ہو اُس سے لو۔ ہم انّا جان سے کہینگے کہ فیصلہ کر دیجیے۔ تم کس کی سی کہو گی عباسی ہماری سی یا حسن آرا بیگم کی سی۔

عباسی حضور میں تو ایمان کی سی کہوں گی۔ سپہر آرا بیگم اور آپ شرط ہاریں پھر اب دے کون۔ سوائے آپ کے بس ہم تو یہ جانتے ہیں اور کسی بات سے ہمیں واسطہ نہیں۔

جہاں آرا۔ اور تم کس کی سی کہو گی۔ گیتی آرا۔

گیتی آرا۔ ہم سے جو آدھا بانٹ دے۔ بولو کون دیتا ہے۔

حسن آرا۔ ہم پوری اشرفی لینگے اور نہ دینگی تو ہم چوری کر کے لینگے اللہ جانتا ہے۔ نہ دینا کیا معنی۔ پھر بدی کیوں ہو یہ ہر سے یوں ہی بد بد کے مکر جایا کرتی ہیں۔

جہاں آرا۔ تم تو رونے لگیں کیا مفت کی اشرفی ہے کیوں اور تم نے بدا کس سے تھا بہن۔ یوں رونے سے کہو دو چار روپیہ دیدوں بولو اری ہاں (مسکرا کر) خیر دو چار شد شد۔

حسن آرا۔ آپکے چہرہ شاہی آپ کو مبارک ہوں ہم تو زردی لین کے بدنے کے وقت کیا خوش تھیں۔ اب دینے کے وقت کیسی نکلی جاتی ہیں۔

صبح کے وقت جہان آرا بیگم کے شوہر تشریف لائے تو انھون نے ایک عجیب و غریب روایت بیان کی جس سے حسن آرا کو کمال رنج ہوا۔

لیجیے آج ایک نیا گل کھلا آزاد بیچارے پھر قید ہو گئے

میان آزاد فرخ نہاد ہندوستان جنت نشان مین کئی نوعروسان پریزاد پر ریجھے تھے۔ اللہ رکھی کے حسن صفا پر وار چمک و نمک پر جان جاتی تھی زینت النسا کی بھولی بھولی تقریر اور صورت زیبا دل و جان سے بھاتی تھی اختر النسا کی رنگین ادائی اور رخ خود نمائی کھپ گئی تھی بمبئی کی چنچل پدمنی سے عشق صادق تھا مس میڈا اور صدہا نوجوان زن نازنین و زلیخا سے فریفتہ تھے مگر اس ہفت وش کی نظر آزاد ہی پر پڑی۔ اور حسن آرا بیگم کا عشق تو عذرا اور لیلی کے عشق سے بھی کہین بڑھ چڑھ کر تھا مگر آج تک کسی پری سے شادی نہین ہوئی تھی مس میڈا اور حسن آرا سے زبانی وعدہ تھا۔ لیکن آنزوے وبیلے ڈھیوب مین ایک نیا گل کھلا ع

بیا ساقی بیا اے عین جادو	بدستت ساغر می چشم آہو
بیا ساقی بیا اے ابر احسان	بساغر کن می از خون رقیبان

مسرت گردم بجائے ساز شادم
کہ رنگین قصہ آمد بیادم

اب سنیے کہ سویرے منہ اندھیرے میان آزاد کی آنکھ جو کھلی تو اپنے کو عجب حالت مین پایا۔ قلب پر انتہا کی گرمی دل قابو مین نہین تشنگی کی یہ شدت کہ ہر موے بدن العطش گویا ہے۔ آنکھین بھاری طبیعت سست۔ یا الہی یہ کیا ماجرا ہے۔ زمین اور آسمان۔ اور در و دیوار جس شے پر نظر ڈالتے ہین دھندلا دکھائی دیتا ہے اور کلیجہ دھڑ دھڑ کر رہا ہے مگر استعجاب البتہ سمجھ مین آتا ہے کہ اپنا سر کسی کے زانو پر ہے۔ پیاس کی شدت سے تالو مین کانٹے پڑ گئے تھے لب بالکل خشک تھے گو آنکھ کھولتے تھے مگر گفتگو کرنے کی طاقت نہ تھی آخر کار بہزار خرابی لب ہلائے۔ اگر کسی کی سمجھ مین نہ آیا کہ کیا مانگتے ہین ایک پیر فرتوت تاڑ گیا۔ کہا حضور انکو پانی پلائیے ورنہ تھوڑی ہی دیر مین انکا برا حال ہو جائیگا۔ ایک گلاس آب سرد پیا تو قلب کو تقویت حاصل ہوئی آنکھین کھولین تو عقدۂ سربستہ کھل گیا۔ این! یا الہی یہ خواب ہے یا سچ مچ میرا سر کسی کے زانو پر ہے۔ بآواز بلند کچھ واہی تباہی بکنے لگے حسن آرا۔ ہاے وہ تو زانو ہی سے پہچان گیا کہ پیاری حسن آرا بیگم ہین تم لاکھ منہ چھپاؤ بھلا کہین ادائین بھی چھپ سکتی ہین۔ شان کبریائی۔ صدقے تیری بندہ نوازی کے۔ کجا روس کی عملداری اور کجا حسن آرا اس زانوے صفا پر آزاد کا سر ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ ع

تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب	کہ آمد ناگہان دلدارم امشب

اس وقت اسقدر خوش ہون کہ جامے مین پھولا نہین سماتا اللہ رے جذب دل و کشش محبت ع

اے مہا جذب پریچہرم دل ناشاد آمد	اپنی آغوش مین کرکر وہ پریزاد آیا

جس گلبدن کے زانو پر آزاد کا سر تھا اسکو معلوم نہ تھا کہ یہ کیا بک رہے ہین۔ این! کیا خوب۔ اب ہمارے ناظرین دنگ ہونگے کہ یہ کیا اسرار ہے۔ کجا آزاد اسیر خستہ جگر۔ کجا گلبدن کا زانو اور اُن کا سر۔ خیر ع

بزانوئش دہد خورشید را رو	نشیند حور پیش او دو زانو

آزاد اٹھ بیٹھے تو تحت تحیر کہ ع۔ الہم می بینم بہ بیداریست یا رب یا بخواب۔ دیکھتے کیا ہین کہ ایک سلبت سالہ زن جمیلہ

سامنے خمکش ہی یہ سوچے کہ این! کیا اسی کے زانوے بلوریں پر ہمارا سر تھا۔ عورت کیا قیامت ہے دوش بر دوش ہے آنکھ ہے یا نرگس ظالم قدح نوش ہے۔ قہر بھری نگاہ جادو نظر سیم تن سمن افشاں جبین نازنینی۔ رد کش لعبتان چینی۔ ذو فنون عیار پر فن بانکی ٹوپی تیکھی چتون۔ ؎

بسر نہادہ ہمہ نوکلاہ خوبی کج — اگر بہ چرخ رود داغ کجکلاہ من است

نرگس مخمور صہباے جمال سبین سے گلرنگ۔ غیرت حسینان فرخار رشک بتان فرنگ ؎

بہ نور خویش بتان را چو آفرید خدا — ترا ازان ہمہ در حسن برگزید خدا

آزاد نے غور کرکے دیکھا تو وہ سیم بدن غنچہ دہن زیر لب مسکرانے لگی۔ ؎

علاج تلخ کامی ہاے حسرت زدہ خواہد شد
شکر خندش مربا میکند سیب زنخدان را

آزاد نے آہستہ سے کہا واسطے خدا کے بتاؤ کون ہو ہمیں کیونکر یہاں پھانس لائیں یا خدا میری تو کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا کا سک کہاں ہیں۔ ڈینوب کسقدر فاصلے پر ہے میں یہاں کیوں چھوڑ دیا گیا۔ کیا سبیر یا اسی مقام کا نام ہے اُس شوخ خوش لب نے آنکھ کے اشارے سے کہا صبر کرو چشم مست و مخمور نے ستم ڈھایا مردم بیمار کا ناز اُٹھایا ؎

باد و چشم تو دل از شوخ ستمگر چہ کند — یک مسلمان چو در افتد بہ دو کافر چہ کند

گردش چشم ناتوان نے اس خستہ جان کا کام ہی تمام کر دیا یہ گردش چشم تھی یا گردش تقدیر گو حسن آرا اور مس میڈا حسن و جمال میں اپنی آپ ہی نظیر ہیں مگر اس پری تمثال لیلی جمال کی آنکھیں تو سحر تخمیر ہیں ؎

در ساغر چشم تو ندانم چہ شراب است — ہر کہ نظر میفگنی مست و خراب است

آزاد نے اُس بت محبوبہ کو مخاطب کرکے کہا:

جان جان۔ باعث آرام آزاد خستہ جان تیر نظر جگر دوز ہے اور رخسار تاباں کا حسن گلو سوز ہے اب چھٹکارا معلوم۔ وہ جگر کو چھلنی کرے یہ خرمن عیش پر بجلی گرائے۔ بس اب یقین ہو گیا کہ ہماری موت ہمیں یہاں کشاں کشاں لائی ہے مگر شک ہے کہ تمہارے سامنے جان دوں گا دم توڑوں گا مرتے دم حسرت دیدار تو نہ باقی رہے گی۔ ؎

صد شکل خوب چرخ کشید و خراب ساخت — تا صورت لبسان تو از آفتاب ساخت

اس پری نے کسی بات کا جواب نہ دیا مگر آزاد کے رخ انور سے نظر نہیں ہٹائی ٹکٹکی لگائی تو گھنٹوں گھورا کی۔ تھوڑی دیر میں وہ نا منظورہ زاہد فریب طاؤس زیب میاں آزاد کے لیے کھانا بنوانے گئی اور دو عورتوں کو بلا کر کہا جب تک میں کرے کا سامان درست کروں تم اس جوان خوشرو سے شطرنج کھیلو بساط بچھی شطرنج ہونے لگی۔ وہ دونوں ایک طرف آزاد ایک طرف۔ پہلی بازی قسائم اُٹھی۔ دوسری میں آزاد نے مات دی۔ مات کرکے آزاد اُٹھے کہ اس مقام کی سیر کریں دیکھا تو خشش کرنے لگے اور بہت ہی تعریف کی۔

ایک کوہ رفیع و فلک بوس جو ندر رشک الوند پر گران بہا پتھروں کی ایک کوٹھی بنی تھی۔ نرالی قطع اور نئی وضع کی۔ یا خدا یہ کس وضع کی عمارت ہے نہ ہندوستانی نہ انگریزی نہ رومی۔ پہاڑ ڈھالو تھا اور سبزہ اس لطافت سے لہک رہا تھا کہ آنکھ کو نور موفور حاصل ہوتا تھا اور بصارت خضارت سے سیراب ہوتی تھی ایک میل کے فاصلے پر یونان کے گرجا کا مینار طلائی بہ خوشنمائی مائل تھا گو گہرہ مدنظر کا کسیقدر حائل تھا مگر آفتاب کی ماشوۂ زر نگار سے اُس کا سنہرا کلس چمک

رہا تھا۔ ایک سمت دامن کوہ مین اشجار پر بہار اور انواع و اقسام کے گل بوٹے قدرت حق کا تماشا دکھاتے تھے شمال کی سمت دریاے ڈینیوب عجب شان سے لہرین مارتا تھا صبح کا سہانا سمان آفتاب نور افشان۔ دریا موج زن باغ پر ستم کا جوبن۔ سبزہ لہک رہا ہی۔ پھولون کا تختہ مہک رہا ہی کشتیان دریا مین آتی ہین روس کی فوجین تابڑ توڑ عبور کرتی جاتی ہین۔ مینڈھا ہوا سے اچھل رہا ہے۔ دریائی جانور پانی مین اٹکھیلیان کرتے ہین۔ ایک جانور کی صورت نظر آئی اور دم کے دم مین غائب دوسرے جانور نے ذرا جھلک دکھائی اور نظر سے اوجھل۔ کسی کی پیٹھ چمکی اور تڑ سے تہ آب مین ہو رہا۔ کوئی پانی سے دس ہاتھ اچھلا اور غوطہ لگایا۔ دھوان کش زور سے آیا اور زن سے نکل گیا۔ فن شناوری کے استاد مسلم الثبوت شمشیر لیاقت کے جوہر دکھاتے ہین۔ کبھی ملاحی چیرتے ہین کبھی کھڑی لگاتے ہین۔ شاگردون کو جل ہانک دکھاتے ہین گردن پر ہاتھ رکھا اور تھپکی دی کاندھے پر انگلی رکھی اور غوطہ دیا کسی نے غوطہ لگایا اور آدھ گھنٹے کی خبر لایا۔ کوئی شیر کی پیرائی پیرتا ہی۔ کوئی بہاؤ پر فراٹے سے جاتا ہی۔

اتنے مین آزاد نے دیکھا کہ روسیون کا توپخانہ آیا۔ گھڑگھڑاہٹ کی آواز بڑی دور سے آتی تھی۔ توپخانے والون نے بڑی پھرتی اور چستی سے دریا عبور کرنے کا اہتمام کیا۔ چٹکیون مین انتظام کیا۔ آزاد کے دل کی دھڑکن اس لمحہ کو دیکھکر بڑھتی جاتی تھی۔ سوچتے تھے کہ یا خدا یہی فوج ہمارے مقابلے کے لیے روانہ ہوئی ہے۔ ہاے اگر ہم اسیر نہ ہوجاتے تو اسکو نیچا دکھاتے۔ مگر اب تو اسیر زندان بلا ہین۔ اس نئی مصیبت مین مبتلا ہین۔

مشرق کی طرف آزاد نے دیکھا کہ ایک پہاڑی پر نئے نئے قسم کے مکانات بنے ہین پہاڑی دامن سے چوٹی تک سبزۂ نودمیدہ سے ڈھکی ہوئی ہی۔ نیچے درخت پر بہار اوپر چو طرفہ سبزہ زار۔ ؎

در دامن ہر شگوفہ باغے ‏ ‏ ‏ ہر برگ گلے چو شب چراغے

آزاد۔ آہو ہو ہو کیا سہانا سمان ہی اور کیسا دلچسپ مقام ہی کہ واہ جی واہ۔

عورت۔ (ترکی زبان مین) آپ ترکی ہین یا فرانسیسی یا جرمنی؟

آزاد۔ مین ترکی نہ جرمنی نہ فرانسیسی۔ ہندی ہون اور تمھاری بیوی؟

عورت۔ پولینڈ کے قریب ایک ملک ہی وہان انکا مکان ہی مگر شملو مین ان کو یہی کوہستان پسند ہی۔ عجب سہانا مقام ہے۔

آزاد۔ فلان کا نام کیا ہی۔ کوئی عیسائی نام ہوگا۔ عیسائی ہوگا یا نہین۔

عورت۔ جی ہان انکا نام سولیا ہی۔ عاشق تن عورت ہین روس مین انکو سب جانتے ہین۔ شادی نکرینگی۔

آزاد۔ حسن و جمال مین بے نظیر ہی عورت کیا پرستان کی پری ہی خدا حسن دو بالا کرے آمین آمین ثم آمین۔ ؎

حسن تو ہمیشہ در فزون باد ‏ ‏ ‏ رویت ہمہ سال لالہ گون باد

آمین آمین ثم آمین ع این دعا از من و از خلق خدا آمین باد

خوبصورت یون تو بہتیرے ہین لیکن یارسا
نازنین نازک بدن نازک کمر کوئی نہین

آزاد پاشا اس کوٹھی کے اندر گئے تو اور بھی عشش

کرنے لگے دیکھا کہ پہاڑ کو کاٹ کر چارون طرف کی دیواریں بنی ہین اور نہایت عمدہ عمدہ سنگی تصویرین جا بجا رکھی ہین معلوم ہوتا تھا کہ بولا ہی چاہتی ہین زینے سے چھت پر گئے تو خدا کی خدائی نظر آئی یہ کوٹھی پہاڑ کے ارفع مقام پر بنی تھی اور اسکی چھت اسقدر اونچی کہ دو سو چونتیس سیڑھیون کے بعد انسان کوٹھے پر پہونچتا تھا۔ چھت پر جاکر آزاد نے چارون طرف نظر ڈالی تو پہاڑون کی اونچی اونچی چوٹیان اس لطف سے نظر آئین کہ جی خوش ہوگیا۔ دفعۃً گھٹا چھائی سیر کی کیفیت گھٹا نے اور بھی بڑھائی پہاڑون کی ہری ہری دوب اور گل بوٹے آنکھون کو عجب ترا و ت بخشتے تھے بادلون کا مستانہ وار جھومنا اور شاخہاے پر میوہ کا زمین کو چومنا برفباری اور قدرت کی گلکاری نے آزاد کو مست کردیا اور فرط طرب سے انشا اللہ خان کے یہ اشعار زبان پر لائے ؎

ٹک اک اے نسیم سنبھال لے کہ بہار مست شراب ہی
وہ جو حسن عالم نشہ ہی اُسے اب کی عین شباب ہی
یہ دور روزہ نشو و نما کو تو نہ سمجھ کہ نقش بر آب ہی
یہ سراب ہے یہ حباب ہے فقط ایک قصۂ خواب ہی
یہ گھٹائین چھائی ہین کالیان جو ہری بھری ہین یہ ڈالیان
اُبھر آئین پھولون کی لالیان تو بجاے آب شباب ہی
عرق بہار شراب ہی وہی آج چھڑکین گے آپ پر
نہ تو بید مشک ہی اس گھڑی نہ تو کیوڑا ہی نہ گلاب ہی

آپ ہی آپ کہنے لگے کہ بھئی آزاد یہ پرانے اشعار اور پرانی بندش اور پرانے محاورات کی سند نہین۔ کوئی نئی غزل پڑھو۔ اس گھٹا مین کوئی آگ بھبھو کا معشوق جھولا جھولے تو بڑا لطف ہو۔ ؎

لگی ہے رتھ کی جھڑی باغ مین چلو جھولین
کہ جھولنے کا مزہ بھی اسی بہار مین ہے

یہ کہکر آزاد نے رونا شروع کیا اور رہ رہ کر گانے لگے (بابُل مورا نیہر چھوٹا جائے) بھیرون کی دھن مین اس نے وہ رنگ جمایا کہ اس صنم غنچہ دہن کو بھی گانا بھایا اور تمام کہسار مین دھوم مچ گئی۔ ؎

یہ کون پھوٹ کے رویا کہ درد کی آواز
رچی ہوئی جو پہاڑون کے آبشار مین ہی

مگر سامنے نہین آئی۔ جھروکے سے آزاد کی وحشت اور گریہ و زاری اور چال ڈھال دیکھتی جاتی تھی۔

اتنے مین ایک حسین اور نوعمر عورت نے ایک جام بلورین مین شراب انگوری دی اور کہا یہ نوش جان فرمایئے آزاد مسکراکر بولے ؎

بردای وحشت از برای خدا　　توبہ ام شکن از برای خدا
گرم جوشی دگر نمی خواہم　　بگذار از چنت پز برای خدا
مژدہ ای صوفیان کہ من کردم　　ترک دنیا و خز برای خدا
سیہ ہم از طفیل آل عبا　　قاقم و شال و خز برای خدا

ریش انشا خضاب مے خواہد
ہمت اے رنگ رز براے خدا

اس عورت نے جو کمال چالاک اور دلربائی مین طاق پاک جیاک تھی جام کو مُنھ سے لگایا اور دو گھونٹ پی کر اشارے سے بتایا کہ زہر نہین ہی۔ پی جا۔

آزاد نے بات ٹالنے کے لیے پڑھنا شروع کیا۔ ؎

کل باد بہاری نے سو ٹکڑے گلابی کی ✦
اس پردے مین آپھونکی روح ایک شرابی کی
جون موج ہوا اپنا تھا ہوش بھی اڑنے پر
اے نکہت گل تو نے کیون اتنی شتابی کی
انداز و ادا ایکسو پر قتل ہی کرتی ہے
اک بیچہ کی دھج ہو تری دستار گلابی کی
تقصیر نہ اس دل کی نے جرم محبت کا
تیری ہی لگاوٹ نے سب خانہ خرابی کی
بو باس نکلتی ہے کچھ شعر مین انشا کے
جامی کی نظامی کی سعدی کی سحابی کی

عورت نے آزاد کے ہاتھ مین جام گلرنگ دیدیا اور اشارے سے کہا پی لو۔ آزاد نے اس زن پریزاد کے دست سیمین سے بدرجہ مجبوری وہ جام بادۂ گلفام لیلیا اور چھت کی سیر کرکے نیچے اترے تو ایک کمرے کو اسقدر سرد پایا کہ ٹھٹھرنے لگے۔ یا اللہ اللہ۔ یہ سردی ادھر ادھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اوپر سے چھن چھن کر برف گرتی ہی اور کمرہ اسقدر سرد ہوگیا ہی کہ گرم کپڑا پہنے بغیر انسان دم بھر وہان نہین رہسکتا۔ اس عورت نے اُن کی یہ کیفیت دیکھکر قہقہہ لگایا۔ اور ایک سوزنکار دوشالہ کشمیری اڑھا دیا آزاد ایک پلنگ پر لیٹے تو آنکھین جھپکی جاتی ہین عورت اُن کو اس کمرے مین چھوڑکر چلی گئی۔ دو گھنٹے کامل آزاد خوب سوئے۔ دو گھنٹے کے بعد اُٹھے ایک ظرف سے ٹھنڈا ٹھنڈا پانی لیا منہ دھویا اتنے مین ایک کشیدہ قامت عورت آئی۔ بدن گدرایا ہوا۔ شانے بھرے ہوئے چہرہ صاف سفیدی مین جھلکتے سرخی ایک حصہ۔ کمر ما اپہارا

خندہ پیشانی۔ غور کرکے دیکھا تو عربون کی سی پوشاک پہنے پایا۔ پہلے تو عربی مین باتین کرتے ہوئے جھجکے مگر اُسکو مخاطب پاکر یون مکالمہ شروع کیا۔

آزاد۔ تم عرب کی رہنے والی ہو؟ یہان اس کوردہ مین آنے کا کیونکر اتفاق ہوا۔ وطن چھوڑنے کا کیا سبب اور یہان کیا کرتی ہو۔

عربن۔ مین بچپنے سے یہین ہون۔ ایک مسلمان جو یہان سے تین منزل کی راہ پر رہتا ہی مجھے عرب سے مول لے آیا تھا۔ اور اُن کے ہاتھ بیچ ڈالا۔

آزاد۔ اُن کا نام کیا ہی۔ ان کے حالات تو بتاؤ ہمین یہ کیونکر لے آئین۔

عربن۔ (مسکراکر) تمھارے لانے کا حال تو بتاؤنگی مگر ان کا نام سوچنا ہی۔ یہ مقام دلکش مین بادشاہزادیون کی طرح بسر کرتی ہین۔ خاندان شاہی کا ایک نوجوان انکا کفیل ہی۔ اس کا ان پر دل آیا ہی مگر قبل اس کے کہ ان سے ملاقات ہو اُس کی شادی ہوچکی تھی اسکو وضع کا خیال بہت ہی۔ بیوی ہوکر ان سے دل ملانا اب وہ پسند نہین کرتا مگر روپیہ اور جواہرات برابر بھیجا جاتا ہے انھون نے تم کو کاسکون کے ساتھ دیکھا تو ہزار جان سے عاشق ہوگئین۔ اب مجال کیا جو تم یہان سے کہین جاسکو

آزاد۔ معقول اس مین بھی کچھ زبردستی ہی۔ ہمارا جی نہین چاہتا کہ یہان رہین پھر ہمین کوئی رکھنے والا کون یہ دل کا سودا ہی۔

عربن۔ آپ ہین کس خیال مین۔ زبردستی شادی کرینگی پادری کو ملوایا ہی اب آپ جانے کبھی پاتے ہین یہان سے اے توبہ

اس فقرے پر آزاد کو کچھ ہنسی آئی کچھ رونا آیا۔ سوچے کہ اب اور بھی بُرے پھنسے۔ آجتک انہی پریان عاشق ہوئین گو منیڈا نے قید خانہ دکھایا۔ مگر ایسی کوئی نہین ملی کہ فوج سے چھین لائے آزاد اسیر کو قید سے آزاد کر کے پھر قید کر لے اب یہان سے چھٹکارا واقعی محال ہی اور اگر کسی تدبیر سے بھاگ بھی نکلے تو جائینگے کہان پھر دھر لیے جائینگے۔

دو گھڑی دن رہے آزاد کے پاس عربن پھر آئی۔ کہا چلیے بیوی نے یاد کیا ہی آزاد اسکے ساتھ گئے تو دیکھا کہ اس کمرے کے باہر جانب مغرب سبزہ زار مین فرش مکلف بچھا ہی

مکالمہ جان پرور

ایک روز دو گھڑی دن رہے بڑی بیگم صاحب کے پائین باغ مین چارون پریان بناؤ چناؤ کر کے ہولیون ٹھولیون چہل دل لگی سے دل بہلا رہی تھین چارون پر نور کا عالم تھا اور عباسی مہری کے حسن خداداد اور اُٹھتی جوانی کی اُمنگ نے اس رباعی کو مخمس کر دیا تھا حسن آرا کی وضع اس وقت بالکل سادی تھی مگر یہ سادگی بھی ہزار بناؤ سے گوے سبقت لے گئی تھی سچ ہی بقول شاعر۔ ؎

جلوہ بازیور نباید چون باشین سیم رو	خار دارد از حناپاے نگارین سرو رو

سپہر آرا کا دوپٹہ ہوا کے جھونکون سے اُڑا جاتا تھا تو لال لال موباف اور گوری گوری گردن صاف و شفاف جوبن صاف نظر آتا تھا۔ جہان آرا بیگم موتیے کے گجرے پہنی تھین تمام باغ مہک رہا تھا گیتی آرا کا سیاہ ریشمی دوپٹا گورے گورے مکھڑے کی آتش حسن کو اور بھی مشتعل کرتا تھا و نکالی کالی چوٹیون نے ستم ڈھایا تھا گویا شاعر نے یہ شعر انہین کے حسب حال کہا تھا ؎

سیہ چوٹی ہو سست آن لگے	الہ شاخ صندلی پیچیدہ مارے

بی عباسی ململ کا دوپٹا اوڑھے تھین اور غالسی اطلس کا لنگا۔ چوڑی چوڑی پڑاتے دار گوٹ۔ کانون مین بجلیان اور انتیان باغ کے چبوترے پر فرش بچھا تھا۔ اِدھر اُدھر روشون مین کرسیان پڑی تھین۔ کیاریان خوب سینچی گئی تھین اب چارون پانچون کا مکالمہ جان پرور سنیے۔ ایک سے ایک طرار ایک سے ایک طرے دار۔

حسن آرا گیتی آرا بہن۔ یہ گرمی کے دن اور کالا ریشمی دوپٹا!

گیتی آرا۔ پھر ہلکا پھلکا ہی کہ نہین۔ خاص انہین دنون کے لیے تو ہی

حسن آرا۔ اب کہنے سے تو بُرا مانینگا جہان آرا بہن ہمکو ن تو یہ دولھا بھائی آنے والے ہین یہ آپنے ریشمی دوپٹا کیا مجھ سے ٹھرکا یا ہمین خفقان ہوتا ہی سفید دوپٹا اوڑھ لیجیے۔

گیتی آرا۔ یون تو اوڑھ بھی لیتی مگر اب نہ اُتارونگی۔ جائیے آپ کی بلا سے۔

عباسی۔ آج چبوترے پر اچھی طرح چھڑکاؤ نہین ہوا۔ یہ موا سقا آدھی مشک لاتا ہی۔ اور ہیرا ابھی نہین ٹکتا۔ موا گویا کب ہیرا سا ہی تر بتر کر دیا ہی۔ کوئی دس مشکین تو چبوترے ہی پر ڈالی ہونگی ذری جھک کر دیکھیے ہی تری چبوترے پر یا نہین دیکھو تو جا کے۔

حسن آرا نے ایک پھول توڑا تو جہان آرا بولین بہن دونون وقت ملتے پھول نہین توڑتے بڑون نے کچھ تو سمجھ کے منع کر دیا ہی حسن آرا نے قہقہہ لگا کر کہا بجا ہے دونون وقت ملتے کیا ہوتا ہی۔ سب وقت اللہ کے بنائے ہین دا ایک پھول توڑ کر تو آپ نہ توڑین ہم تو پھول توڑینگے وہی باتین کرینگی جو دو سمجھ کی بوڑھی عورتین کریں۔ اب شام ہو گئی۔ ہم باز نہ آئینگے جہان آرا نے کہا ہی نہ وہ گموڑا مالی پھر کلے کو ڈر کر کھانا سکو

بطرف کردو۔ تم دونون بہنین باغبانی کیا کرو چلو چھٹی ہوئی۔ عباسی بولی شام کیا آئی بلا آئی۔ موئی کالی کلموہی بلا رات ہمین بھاڑے کھاتی ہی۔ دو دن سے کیا جانے کیا کیفیت ہے کہ نیند ہی نہین آتی ہے۔

سپہر آرا نے عباسی کے کان مین کہا۔ ہم سمجھ گئے۔ کسی جوان پر عاشق ہوئی ہو۔ اب تم شادی کر لو۔ نہین بہت پچھتاؤ گی۔

عباسی حضور جان بخشی ہو تو عرض کرون۔ آپ اپنے راجہ نل کا دھیان کرین وہ جو کوٹھون کوٹھون پیغام بھیجتے ہین دیکھا کی بندگی۔

سپہر آرا تمھاری شامتین آئی ہین اب پٹو گی کسی روز۔ اوہ واہ!

عباسی سا ای بیوی مین صدقے گئی۔ مین بھی بن بیاہی کنواری آپ بھی بن بیاہی کنواری۔ شادی دونون کی ہوگی اور حضور کا ہمایون فر کے ساتھ نکاح ضرور کر کے ہوگا۔ اس مین چڑھنے اور برا ماننے کی کونسی بات ہی بھلا۔ اسے تو شرع مین شرم کیا ہی حضور یہ تو فرمائیے۔

سپہر آرا۔ اری تو یہ تیس کیونکر معلوم ہوگیا کہ خواہی نخواہی شادی ہووے ہی گی۔ اور جو ہنوئی ہمنے نہ منظور کیا تو پھر کیسی ہو۔

عباسی۔ ہمارا دل گواہی دیتا ہی۔ حضور کا ان پر دل آیا ہی۔ اور وہ حضور پر ایسے شیدا ہین کہ تڑپ رہے ہین۔ میرا اللہ گواہ ہی۔

سپہر آرا۔ تمنے کوئی تجویز اپنی کی تم کیون نہین شادی کر لیتین بولو عباسی۔

عباسی۔ (کچھ سوچکر) اوئی حضور میری بھلی چلائی۔ کوئی پڑھا لکھا سفید پوش اور خبصورت (خوبصورت) جوان ہو تو نکاح پڑھوا لون اور یون تو بندی کوین بیاہی رہنا اچھا بلکہ بس بات ساری اتی (اتنی) ہی حضور۔

سپہر آرا۔ میرزا ہمایون فر سکندر نہ پڑھاؤ شہزادے ہین خبصورت مین

عباسی۔ (ہنسکر) واہ۔ اری وہ بھی جم جم جئین۔ اللہ کرے ہم آپکا انکا جوڑا دیکھین۔ چاند سورج کی جوڑی۔ آمین۔

اتنے مین سپہر آرا اور گیتی آرا گیند کھیلنے لگین تو حسن آرا نے کہا اچھا چسکا پڑا۔ اب روز گیند ہی کھیلا کرو گی۔ ایسا نہو آج بھی قہقہے پڑتے ہون سا اور اماں جان آجائین۔ قہقہہ بازی ہی تو بڑی بات اور سب سے زیادہ قہقہون کی عادت عباسی کو ہی۔ عباسی کسی قدر تنک کر بولی بجا فرمایا حضور نے مین ہی عیب بھری ہون۔ مگر اس دن تو سب سے زیادہ ہنسی کی آواز آپ ہی کی طرف سے آتی تھی۔ چاہے حضور نہ مانین اور گیند کھیلنے مین کونسا عیب ہے یہ بھی کوئی گناہ ہے دو گھڑی دل ہی بہلتا ہی۔ اور بڑی سرکار کی نہ کہیے اب اللہ کے فضل سے بوڑھی ہوئی ہین۔ وہ بد دماغ ہوا ہی چاہین۔

سپہر آرا نے پانچ چھ پھولون کا ایک گیند بنا کر پھینکا گیتی آرا نے بائین ہاتھ سے روکا اور تڑ سے تھپکی دی۔ دوڑنے مین سپہر آرا ان سے بڑھ چڑھ کر تھین۔ ہرن کی طرح چوکڑیان بھر رہی تھین یہ دوڑ گئین۔ وہ جھپٹین گیند اس روش مین گرا گرا ہی تھا کہ دن سے یہ بھی ساتھ ہی ساتھ روش مین پہونچین یہ پھرتی! اوہ سبحان اللہ۔ ٹھنڈے ٹھنڈک کا وقت ہی نہ کلیلین کر رہی ہین سامنے مین گیتی آرا کی طرف سے عباسی بھی گیند اٹھانے لگی۔ اب البتہ برابر کی جوڑ ہی۔ سپہر آرا اور عباسی دونون جھپٹنے طرارہ بھرنے دوڑنے مین طاق تھین گیتی آرا بیگم تو تھوڑی ہی دیر مین ہانپنے لگین اور تھک کے چبوترے پر بیٹھ گئین کہا اف۔ آج بہت تھکے گیند کی طرح تو گیند کھیلتی نہین ہین وہ تو اچک پھاند کرتی ہین طرارے بھرتی ہین کلیلین کرتی ہین وہ یہ چہل پہل!!!

اب عبّاسی اور سپہر آرا مین گیند ہونے لگا۔ ایک دفعہ عبّاسی گیند اُٹھانے لپکین تو ایک منڈیر سے پانوٗن لڑکھڑایا اور منہ کے بھل کیاری مین گری۔

سپہر آرا۔ (تالیان بجاکر) شیطان کا دھکا۔ ایک دفعہ اور گری تو منہ کے بھل۔ چلی تھین برابری کرنے۔ اور اب پھر آوٗ۔

عبّاسی۔ (جلدی سے اُٹھکر) اُف اللہ جانتا ہی ناک ٹوٹتے ٹوٹتے بچی۔

اتنے مین حسن آرا اور سپہر آرا اور جہان آرا تینون بہنین رنگترے کے درخت کے پاس جاکر کھڑی ہوئین۔ تینون کے سر کھلے ہوئے دوپٹے ڈھلکے ہوئے تینون بیحجاب تینون برافگندہ نقاب۔ تینون نشۂ بادہ سرور سے سرخوش و تر دماغ۔ تینون شادان و فرحان تینون باغ باغ۔

غلافی کی چھوکری پیاری بے تحاشا دوڑتی ہوئی آئی حسن آرا نے کہا این! این اخیر باشد۔ پیاری نے آنکر گھبراکر کہا حضور ہم نے آج یہ گلہری پالی ہی۔ حسن آرا نے پیاری کے ہاتھ سے گلہری لے لی۔ کہا تیری گلہری پیڑا کھاتی ہی یا برفی۔ پیاری بولی حضور ابھی ابھی تو لی ہی ٹیڑی بکار نے خرید دی۔ اور دو آنے مہینا اس کے لیے مقرر کر دیا ہی۔ پیڑے کیا کرونگی (گلہری کو چوم کر) صبح کو ہم حلوا کھلائین گے شام کو پیڑا۔ دوپہر کو نشاستے کا فالودہ۔ عبّاسی نے کہا واہ وا کہین نشاستے کا بھی فالودہ ہوتا ہی سادہ فالودہ ضرور کھلانا۔ برف کا پانی پلانا کہین ٹکمی کی نذر نہ کرنا۔

ہان آشنا یاد رکھنا۔

جہان آرا بیگم نیچے سرون مین گانے لگین۔ بی عبّاسی ان کی نازک آوازی اور گلے بازی کی تعریف مین پُل باندھتی جاتی تھین واہ واہ واہ اُم ہو ہو ہو حضور کیا گلا پایا ہی یون تو گانا اور رونا ہر کسو (کسی) کو آتا ہی مگر اچھا گلا اور نازک آواز یہ اللہ کی دین ہی حضور۔ اس مین کسو (کسی) کا اجارہ نہین جس کو وہ دے اور سب کو کہین دیتا ہی کبھی نہین ایک تنور علیخان گوئیے ہین۔ ای ہی۔ ٹکی پڑے ایسی آواز بھین بھین بھین بھین۔ جیسے پھٹی ڈھولکی۔ ای ہان اور بڑے نامی استاد مشہور ہین ہان شیدی جواہر کی آواز بہت اچھی ہی۔ تو موا آبنوس کا کندہ ہی مگر حضور ایسا اچھا گاتا ہی کہ سننے سے تعلق ہی۔ مین کیا کہون اور دیکھنے مین موا بھتنا خبیث۔ کالا کلوٹا جیسے اُلٹا توا۔

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ عبّاسی نے کہا۔ اوئی۔ یہ کون آ حسن آرا اور جہان آرا نے دیکھا تو دھک سے رہ گئین تینون بہنین رنگترے کے درختون سے ہوکر کروندے کے نیچے چھپ کر جا بیٹھین۔ مگر گیتی آرا ابھی تک چبوترے پر لیٹی ہی تھین اور لیٹی بھی تو بالکل خوش غلاف۔ دوپٹا الگ پڑا ہے ایک پائنچا کسیقدر چڑھا ہی دوسرا سمٹا سمٹایا ہی۔ ایک مہری پنکھا جھل رہی ہی۔ عبّاسی نے آواز دی۔ ای گیتی آرا بیگم حضور ادھر چلی آیئے ذری دیکھیے تو سہی پہلے مہری کی نظر پڑی پھر گیتی آرا کی۔ بڑی پھرتی کے ساتھ اُٹھین ارے توبہ کس حالت مین دیکھ لیا دوپٹا اُٹھایا اوڑھنا چاہا مگر ہوا کے سبب سے دوپٹے کا گوشہ ایسا اُڑا جاتا تھا کہ توبہ ہی بھلی۔ گُجرالے جسم کو چھپائے ہوئے کھپریل کی اوٹ مین کھڑی ہو گئین عبّاسی نے دیوار کے پاس جاکر کہا۔ واہ وا۔ اچھی دل لگی نکالی ہی کیا شہر شملہ ہی اسکے معنی کیا۔ ہاتھ دیتے ہی ہوچا پکڑ لیا۔ گیتی آرا نے پکارا عبّاسی۔ اے عبّاسی۔ مہری نے عبّاسی کو آواز دی۔ گیتی آرا نے پوچھا یہ ہین کون۔ کوئی بڑے رئیس زادے

معلوم ہوتے ہین ۔ ہی ہی ۔ دھک سے رہ گئی ۔ اب مجھے کیا معلوم تھا کہ نشست لگائے بیٹھے ہین ۔ توبہ توبہ یہ سب کہان ہین

اب سنیئے کہ شہزادہ مرزا ہمایون فر بہادر ہمیشہ اسی ٹوہ مین رہتے تھے کہ سپہر آرا بیگم کیا کرتی ہین ۔ جب موقع ملا کسی نہ کسی طرح آنکھین سینک لین ۔ کچھ دن سے اِن پریون کا جھرمٹ ماہتابی پر نظر نہین آیا ۔ بام فلک احتشام کو سونا پایا تو دل بیقرار ہوا ہیرا سے کہہ دیا تھا کہ جس دن موقع ملے ہم کو ضرور اطلاع دینا ۔ چلے سے کہہ جاتا مگر اب کی ہمایون ماہی کا نام زبان پر نہ لانا ع ۔ ہر روز عید نیست کہ حلوا خورد کسے ۔ اِکی کسی اور بہانے سے جائینگے اور نظارہ بازی کر کے چلے آئینگے ہیرا نے موقع غنیمت جان شہزادے کے ایک خادم خوش سلیقہ کو اطلاع دی اُس نے اپنے آقا سے کہا ۔ اُنھون نے اپنے ہمدم و ہمساز مصاحب ہمراز کی صلاح سے حکم دیا کہ اک وشنا ہاتھی لاؤ ۔ تھوڑی دیر مین جوبدار نے عرض کیا خداوند تیار ہے ۔ خود بدولت سوار ہوئے چلے ۔ حکم تھا کہ بجز فیلبان اور کوئی ساتھ نہ آئے کوئی کانون کان خبر نہ پائے جو دیکھتا متحیر ہوتا کہ یہ رعد ہے یا فلک منظر ابر پیکر فیل ہے عقل حیران ہے کہ یہ خرطوم ہے یا کوہ البرز سے دریائے اسود جاری ہے ۔ فیل اژدہام بلندی مین ذہن رسا اور فکر آسمان پیما سے بھی دو بالا تھا ۔ ہاتھی شب دیجور شاہزادہ ماہ منور اور ہودج زرنگار ہالہ تھا ۔ تاج مکلل زیب سر لباس سپہ گری زیب بر بصد طنطنۂ شہریاری و دبدبۂ تاجداری بڑے ٹھسے کے ساتھ چلے جب قریب پہونچے تو فیلبان کو حکم دیا دیوار کے قریب ہاتھی لگا دے فیلبان فیل آسمان منظر کو ہ کر کو دیوار کے قریب لے گیا تو دیکھا کہ باغ پرستان کا نمونہ ہے ۔ آہو چشم

معشوق چوکڑیاں بھرتے ہین ۔ شہزادے کا نوکر تھا سلیقہ شعار باادب ۔ فوراً ہاتھی کی مشک سے اُتر کر نیچے کھڑا ہوا ۔ شہزادہ بلند ارادہ نے ٹکٹکی لگائی ۔ منہ مانگی مراد پائی ۔ انکی جان پر بنی تھی ادھر چہل پہل دل لگی تھی ۔ حسن آرا اور اُن کی نوخیز بہنین باغ مین دست بدست ۔ ادھر ہمایون فر مشغول نظارہ بازی ع ۔ او بحیرو نظارہ گرم است ۔ جس وقت اُنھون نے سپہر آرا بیگم کو گیند کھیلتے اور چہل بل کرتے دیکھا جی جان نکل گئی اور گیتی آرا پر نظر پڑی تو دل ہی دل مین ہنسنے لگے کہ کس بے تکلفی کے ساتھ دور ہی سے جوبن لوٹ رہے ہین اور اُن کو خبر ہی نہین کہ کسی نامحرم کی بھی کہین نظر پڑتی ہے عباسی تو راز دان تھی اس کو پہلے ہی سے معلوم ہو گیا تھا کہ شہزادے آنے والے ہین ۔ اسپر بھی مرزا صاحب بہادر کی نظر پڑتی تھی ۔ مگر صرف اس شعر کے مصداق تھے ۔ بس اور کچھ واسطہ نہین ۔ ؎

بتون کو جو دیکھا گنہ کیا ہمارا　　خدا کی خدائی تماشا ہمارا

سپہر آرا نے چاہا کہ آنکھ بھر کر اُس جوان رعنا پر نظر ڈالین مگر حیا مانع ہوئی شہزادے کو دعوی تھا کہ سپہر آرا ہزارون اور لاکھون مین ہم پر نظر ڈالے عشق خام نہین ہے کہ حیا اور شرم کا خیال دل مین آئے یا کسی کے کہنے سننے سے چھپ جائے مگر سپہر آرا ہمجولیون کے طعنے سے خائف ہو کر دیکھ نہ سکین شہزادے سمجھے کہ کسی نے ہماری طرف سے اُنکے کان بھر دیے ہین ہائے ۔ بڑا غضب کر دیا ۔ ؎

من از رعنا نتوانم کہ بر رخت نگرم　　ترا خیال کہ مستغنی از جمال توام

سپہر آرا اور حسن آرا اور ریحان آرا تو چھپ کر آڑ مین چلی گئی تھین مگر گیتی آرا اسقدر خفیف ہوئین کہ توبہ ہی بھلی نوجوان

اور خوبصورت کو اگر نوعمر اور حسین شریعت زادہ اس طرح براگندہ نقاب اور پھر اس کیفیت سے دیکھ لے تو وہ کیونکر نہ شرمائے۔ ان کو اپنے حُسن گلوسوز کا غرور تھا۔ یہ تو ممکن کہ مرزا ہمایون فر کے دل پر اس وقت ضرور سانپ لوٹ گئے ہونگے مگر رخسار تابان عرق آلود ہوگئے یہ اول مرتبہ تھا کہ اُنھون نے مرزا ہمایون فر کو اس قدر قریب سے دیکھا ہو۔ اور اس وقت نماج کے ذرّ تشین یاقوت آبدار اور گوہر شاہوار کی جھلک اور بھی لطف دکھاتی تھی۔ گیتی آرا نے خدا سے دعا مانگی کہ بار خدایا سپہر آرا کا اس گلبدن جوان کے ساتھ ضرور نکاح ہو۔ اور نہیں تو کبھی کبھی نظارہ تو ہو گا۔ واہ رے حسن اور واہ رہی جوانی۔ سپہر آرا نے صرف ایک جھلک دیکھ لی تھی سابق سے کہین زیادہ عشق وصال جانان نے چرایا اور یہ شعر زبان پر آیا ؎

کیا خدا داد حُسن پایا ہے	آپ اللہ نے بنایا ہے

شہزادہ بہادر نے تو گھر کی راہ لی۔ ادھر حُسن آرا بیگم نے حکم دیا کہ پیرمرد کو بلاؤ۔ پیرمرد حاضر ہوئے کہا کل اس دیوار پر دو رَدّے اور چڑھا دو۔ کوئی ہاتھی پر ادھر سے نکل جائے تو بے پردگی ہوتی ہو۔ سو کام چھوڑ کے یہ کام کرو۔ پیرمرد۔ دیوار کے اُدھر ایک کھائی ہو۔ اُسکے اس طرف جھاڑی ہاتھی یہان بھلا کیونکر آسکتا ہو۔ دیوار چڑھانے سے ہوا رک جائیگی۔ اِتنا سمجھ لیجیے۔

حسن آرا۔ تمھین کچھ بنت کی خبر بھی ہو۔ ابھی ایک ہاتھی اس طرف آیا تھا۔ اور اُس پر کوئی سوار بھی تھا چلو خیر۔

پیرمرد۔ سان اِتجب کی بات ہو۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہو کدھر سے آیا۔ مین جاکے دیکھتا ہون۔ کیا مجال کسی کی۔

جب پیرمرد چلے گئے تو چارون بہنین اسی چبوترے پر آئین حُسن آرا نے مخملی گول تکیے پر سر رکھا۔ اور کہا اُوہو ہو کیسی ٹھنڈی ہوا چلتی ہو کہ واہ جی واہ۔ سپہر آرا بولین باجی اچھی طرح لیٹو جہان آرا نے کہا خاتون جنت کی قسم سپہر آرا نے ان کو سَقدر ڈھیٹ کر دیا نہین شہزادے ہون چاہے خود بادشاہ ہون ایسی اندھیر نگری نہین ہے کہ جسکا جی چاہے یون چلا آئے مگر سپہر آرا کی شہ پائی تو شیر ہوگئے۔ اب ہاتھی پر سوار ہو ہو کر آنے لگے۔ مگر اس وقت مین بیڑا اُٹھاتی ہون کہ آج کے دسوین دن سب باتین طے ہو جائینگی۔ گیتی آرا تو ہمایون فر کے حُسن صبیح کا دم بھرتی ہی تھین اُنھون نے بھی اپنی بہن سے اتفاق کر لیا اور ٹھان لی کہ چاہے جو ہو امی جان سے آج بڑی کڑی سفارش کرونگی۔

اب سنیے کہ پیاری چھوکری نے جیسے ہی ہاتھی دیکھا دوڑی ہوئی محلسرا مین گئی۔ بڑی بیگم نے گلہری جو خرید دی تو اُس نے کچا چٹھا اُنکو کہہ سنایا حضور ایک گورے گورے رئیس ہاتھی پر سوار ہو کر باغ کی دیوار کے پاس آئے تھے تو سب کے سب اِدھر اُدھر بھاگ گئین۔ بڑی بیگم جز بز ہوتی ہوئی باغ مین آئین عجب سی دل ہی دل مین کوسنے لگی۔ یہ موئی بوڑھی مر کے بھی جتنی ہوگی۔ سو ذرا سی بات ہوئی اور کھٹ سے موجود ہو گئین۔

جہان آرا نے سمجھا دیا کہ گودام کا ایک ہاتھی کسی قدر مست ہو کر اِدھر چلا آیا تھا مگر چرکٹے آ کے لے گئے۔ ہم نے فقط ہاتھی کی سونڈ دیکھی تھی۔ اس پر کوئی سوار نہ تھا۔ بیگم صاحب اُدھر اُدھر ٹہل کر چلی گئین۔ حسن آرا بیگم نے پیاری کو بلایا اور بہت خفا ہوئین کہ ذری سی بات ہوئی اور تم نے پرچہ جا کے جڑ دیا۔ خیر اور جواب ایسا کیا ہوگا تو تو جانے گی پیاری نے

گردن جھکا کر کہا اب نہ کہوں گی۔ قصور معاف کیجیے۔ مین جلدی مین گھبرا گئی تھی۔ ۵

قطرہ زنان برسد ابر بہاری ز راہ	وقت گل و لالہ خوش گردہ بخار و گیاہ
تا بہ خیابان داد از اطلس گلگون دگر	فرق گل و لالہ را داد خِرَہ رنگین کلاہ
لشکر گرد و غبار چون نگریزد کہ باز	بر سرِ ش ابر سیہ راندہ ز باران سپاہ

چارون پریان اس باغ فرح بخش و دلکشا مین دل کھول کر ہنس بول رہی تھین۔ اِس وقت سوا ے ہمایون فر کے اور کسی کا تذکرہ ہوتا اور لطف یہ کہ اِن حوران ملک فریب کا زمزمہ جان نواز ہمایون فر سنتے جاتے تھے۔ حسن آرا بیگم اور جہان آرا بیگم مخملی گل تکیون پر سر رکھے لیٹی تھین۔ گیتی آرا آرام کرسی پر ناز و ادا کے ساتھ بیٹھی تھین سپہر آرا اور عباسی پچیسی کھیلنے مین مصروف تھین ادھر اُدھر کیے روشن تھے اور پانسے پڑ رہے تھے۔ ہمایون فر بھی تاک لگائے بیٹھے دور ہی سے محو نظارہ ہو رہے تھے۔ چارون پریون کی ادا ے روح افزا ان کے دل مین کھب گئی۔

عباسی۔ حضور اب کی ہاتھ مین یہ گوٹ نہ پیٹون تو عباسی نام نہ رکھون۔

سپہر آرا۔ واہ کہین پیٹی نہ ہو۔ بڑی پیٹنے والی آئی ہین بھلا پیٹیے تو گوٹ۔

عباسی۔ (پانسے سنبھال کر) یا اللہ پچیس پڑین (پھینک کر) پچیس سارے! واہ اللہ میان دیے بھی تو تین کانے۔ بازی خاک مین مل گئی ہاے ہاے۔

حسن آرا۔ ایسے کے ہر وا دی نہ ہماری بازی۔ چلو بس اب دور ہو عباسی واہ۔

عباسی۔ اے بیوی مین کیا کرون اے بھلا پانسہ ہی پر ہے اس وقت

حسن آرا۔ اور سپہر آرا سے پچیسی کھیلنا کون مشکل بات ہے ان چٹکیون مین مات کر دون۔ اچھا بازی ہو لے تو پھر ہم آئین۔ یون ہی سہی۔

سپہر آرا۔ اب مین دانوُن بولتی ہون (گوٹ رکھکر) دانوُن

حسن آرا۔ ہم سے کیا مطلب (گوٹ بدلکر) جو کھیلتی ہین وہ جانین تم جانو ہم سے واسطے (مسکرا کر) بولو عباسی۔

عباسی۔ حضور جب بازی ستیاناس ہو گئی تب تو ہمکو ملی اور اب حضور نکلی جاتی ہین۔ مین غریبنی کس کے گھر سے پانچ روپیہ لاؤنگی بھلا۔

حسن آرا۔ ہم نہین جانتے لے کے بازی خاک مین ملا دی اب تم جانو تمھارا کام جانے۔ کیا وہ مقرر کیا ہے۔ پھر کھیلنے کیون بیٹھی تھین۔

عباسی۔ اچھا منظور ہے پھینکیے پانسہ ہم نے منظور کیا۔ اور نہین۔

سپہر آرا۔ دو مہینے کی تنخواہ ہے مانتا ہو سوچ لو سہان پھر نہ کہنا

عباسی۔ اے حضور آپکی جوتیون کا صدقہ کون بڑی بات ہے۔

سپہر آرا۔ پھر ہم پھینکین پانسہ۔ خوب سوچ سمجھ لو اب بھی سویرا ہے مین نے جتا دیا۔ کہو منظور ہے دانوُن۔ پھینکون پانسہ۔

عباسی۔ بسم اللہ۔ بسم اللہ۔ پھینکیے تین کانے۔ تین کانے۔

سپہر آرا نے جو پانسہ پھینکا تو پچیس۔ دوسرا پچیس۔ تیس۔ پھر پچیس۔ پھر تیس۔ پھر پچیس۔ اور چار ہاتھ۔ بولین پوین گنو چار تو پچیس مین اور تین تیس مین چار اور تین سات پوین ہوئین یہ پانچ پو اور یہ دو سات بند گی باجی جان۔ لے اب دس روپیہ بائین ہاتھ سے ڈھیلے کیجیے لایے اُٹھیے۔ بی مغلانی باجی کی صندوقچی تو لاؤ کہین سنہری مخمل والی نہ لے آنا ان کی صندوقچی

الماری کے پاس اسوقت رکھی ہی حُسن آرا نے مغلانی کو آنکھ کا اشارہ کیا کہ نہ لانا۔ مغلانی نے کمرے سے واپس آن کر کہا۔ ای حضور کہاں ہی۔ وہاں تو نہین ملتی۔

سپہر آرا۔ بس جاؤ بھی۔ ہاتھ جھولاتی آئین خالی خولی۔ (چڑھا کر) کہاں ہی کہاں۔ چلو ہم بتا دین کہاں ہی آؤ۔

مغلانی۔ جو حضور بتا دین تو اور تو لونڈی کی حیثیت نہین ہی مگر ایک سیر بھر مٹھائی نذر کرتی ہون حضور سارے مین ڈھونڈھ مارا کہین پتا ہی نہین ملتا۔ اب اے مین اس کو کیا کرون۔ حضور بھی چل کے دیکھ لین۔

سپہر آرا مغلانی کو ساتھ لیکر کمرے کی طرف چلین پائینچے اُٹھائے ہوئے کمر بل کھاتی ہوئی جو چلین تو ہمایون فر نے اشارے سے سلام کیا۔ سپہر آرا کو یہ کیا خبر تھی کہ حضرت پھر داخل ہو گئے۔ جلدی مین جو ادھر سے نکلین تو ہمایون فر پر نظر نہین پڑی۔ ان مین اسقدر جرأت کہاں کہ آزادی کے ساتھ مخاطب کرین چپکے ہو رہے۔ سپہر آرا جو کمرے کے اندر داخل ہوئین تو صندوقچی ندارد۔ مغلانی نے پہلے ہی ہٹا دی تھی متحیر ہوئین این! یہ صندوقچی کون لے گیا۔ مغلانی نے لاکھ ہنسی ضبط کی مگر ضبط نہ ہو سکی۔ مسکرا دی تب تو سپہر آرا جھلائین۔ اللہ یہ بات ہی۔ مین بھی کہون صندوقچی کہاں غائب غلہ ہو گئی یہ تمہارے ہتھکنڈے ہین۔ اللہ جانتا ہی دیدو۔ مغلانی پھر بھولے پن کے ساتھ خفا ہوتی ہوئی باہر آئین۔ یہاں سب نے ملکر قہقہہ لگایا۔ ایک نے پوچھا سپہر آرا صندوقچی پائی دوسری بولین ہمارا حصہ نہ بھول جانا۔ حسن آرا نے کہا بہن دس ہی روپیہ نکال لینا عباسی قریب گئی حضور دیکھیے ہمین نے جتوا دیا۔ اب کچھ رشوت دیجئے۔

مغلانی۔ اور بیوی مین بھلا کلھے کو چھپا دیتی۔ کچھ میری گرہ سے جاتا تھا۔

سپہر آرا۔ بس بس میٹھو۔ چلین وہان سے بوڑھے چونڈے مین لال موباف لٹکائے۔

مغلانی۔ (مسکرا کر) ہائے اس اپنی ہنسی کو کیا کرون مجھی پر دھوکا ہوتا ہی۔

حُسن آرا۔ ہم سمجھ گئے دس کے عوض بیس نکال لیے ہین۔ اب یہ ہم کو بناتی ہین کہ نہ دیے روپے تو کیا ہوا۔ ہم خود نکال لائے۔

سپہر آرا۔ اچھا مغلانی آج تم سے سمجھونگی ٹھہر تو جاؤ تم رہو تو سہی۔

یہ باتین ہوتی ہی تھین کہ عباسی نے کہا۔ حضور محلسرا مین چلیے وہ دیکھیے ٹیلے کی طرف سے جھومتی ہوئی گھٹا اُٹھی ہی سپہر آرا نے گردن پھیر کر دیکھا اُفوہ۔ ای باجی دیکھو تو کیسی کالی کالی گھٹا ہے۔ بڑا مینہ برسے گا۔ اتنے مین چو طرفہ کھنری گھٹا چھا گئی اور خوب تیز تیز ہوا چلنے لگی حسن آرا نے کہا۔ جلدی سے فرش اٹھواؤ چلو اب کمرے مین چلین یہان ٹھٹھر جائینگے۔ اُف اتنی ہی سی دیر مین ہاتھ پاؤن تخ ہو گئے سردی سی سردی ہی۔

سپہر آرا بولین آج بے لحاف اوڑھے نیند نہ آنے کی اُف بڑی سردی ہی۔ اُف فوہ حُسن آرا بولین ہمارا باغ اسوقت کشمیر ہو رہا ہی اور عباسی تو کانپنے ہی لگی۔ ای واہ ہی چار دن نہین محلسرا مین آئین۔ کمرے کے سب دروازے کھول دیے گئے بیٹھی ہی تھین کہ ہمایون فر کے مکان سے آواز آئی کسی نے لہا لہا کر گانا شروع کیا۔

اٹھی ہے جھوم جھوم کے کہسار سے گھٹا | رندوں میں دھوم ہے در میخانہ وا ہوئے

حسن آرا نے کہا اہاہا گانا کیا بھلا معلوم ہوتا ہے اس وقت جہان آرا بہن۔ اس شعر کا جواب تو دیجیے ماشاء اللہ سے آپ کی آواز بھی نازک اور گلا نورانی ہے۔ جہان آرا بولیں بجا اور کرنا کیا ہے۔ بس یہی کرنا ہے کہ جو کوئی گائے اسکا ہم جواب دیں جسمیں امی جان گھر سے نکال باہر کریں اور میاں سنیں تو عمر بھر صورت نہ دیکھیں۔

اتنے میں پھر آواز آئی۔ ؎

بہار آئی ہے بھر دے بادۂ گلگوں سے پیمانہ | رہے لاکھوں برس ساقی ترا آباد میخانہ

جہان آرا بیگم بھی گنگنانے لگیں (ترا آباد میخانہ)

سپہر آرا۔ ہاں بہن۔ کہو کہو بلکہ پورا مصرع گاؤ۔ ایک ٹکڑا اڑا کے چپکی ہو رہیں۔ ع۔

بہار آئی ہے بھر دے بادۂ گلگوں سے پیمانہ

جہان آرا۔ اے واہ۔ ہم کیا کچھ گویے ہیں۔ یا ڈومنی مقرر کیا

حسن آرا۔ اس میں ڈومنی بننے کی کیا بات ہے بہن اللہ نے آواز ایسی دی ہے کہ جی خوش ہو جاتا ہے۔ کیا کچھ عیب ہے کسی سے سیکھا نہیں ہمارا خدا نکردہ کچھ پیشہ ہے۔

جہان آرا۔ لقا باسی دیکھو اماں جان تو نہیں آتی ہیں دیکھو تو۔

حسن آرا۔ ائی اس ٹھنڈی ہوا میں وہ بیچاری بھلا باہر آسکتی ہیں۔

اسکے بعد جہان آرا بیگم نے نیچے سروں میں یوں گانا شروع کیا۔ ؎

برنگ گل جسے دیکھیے خنداں ہے | بہار عیش سے ہندوستان گلستان ہے
بنایا ہند کو گلشن بہار نے ایسا | کہ شوق سیر میں سرو چمن گل ملنا ہے
بہار باغ میں کیا کیا کھلا رہی ہے گل | شگفتہ غنچۂ منقار عندلیبان ہے
چمن میں کیجیے اشارہ جو سے نخل حنا | تو ساتھ اشارے کے انگلی بھی کٹ جاتی ہے

سپہر آرا نے کہا یہ خداداد بات ہے۔ سیکھنے سے نہیں آتی بس اس وقت یہی جی چاہتا ہے کہ جہان آرا بہن کو گلے سے لگائے ہاں بہن۔ ؎

کہیں ہے آئینے سے صاف تر زمین چمن | کہ اس سے سبزۂ نورستہ تک نمایاں ہے

سپہر آرا نے ہاتھ جوڑ کر فرمایش کی۔ بہن کوئی فارسی غزل گاؤ۔ جہان آرا ادھر ادھر دیکھکر بولیں۔ ہمیں خوف ہے کہ مبادا امی جان آجائیں اور سن لیں تو پھر گانا وانا رکھا رہے الٹی آنتیں گلے پڑیں فارسی شعر سننے کے قابل ہے۔ ؎

بپرس حال دل آن دم کہ در سخن آئی | کریم چون گہر افشان شود گدا چہ کند

حسن آرا کو یہ کلام از بس پسند آیا۔ کہا بہن اسکے اور شعر یاد ہوں تو سناؤ۔ مگر جہان آرا کو ایک ہی شعر یاد تھا پھر فارسی کا یہ شعر گایا۔ ؎

دہم از محتسب دیدایں سخن نے توبہ از ساقی
شکستی سخت بر پیمانۂ امشب عہد دیرین را

اتنے میں ننھی ننھی بوندیاں پڑنے لگیں بہار کا جوش ہوا رندوں میں نوشانوش ہوا۔ ؎

بیار بادہ کہ ایام غم نخواہد ماند | چنان نماند چنین نیز ہم نخواہد ماند

چاروں بہنیں باغ کی روشوں اور ہرے بھرے درختوں اور بارور شاخوں کو دیکھنے لگیں۔ آہاہو ہو۔ یہ کیاریاں ہیں یا باغ نعیم کے چمن۔ حور و غلمان ہیں یا سوسن و نسترن سنبل پیوست نرگس بادہ پرست۔ ؎

کرم ہا بر بہاری ہے یہی سیلاب زمین | خاک اکسیر نہیں ہوتی ہے غبارہ دامن
آب شبنم سے کہاں کا سنگ ہیں لبریز | جلترنگ آج بجانے کو ہے معشوق چمن

ایسی کثرت سے جو ہو بارش باران بہار
زاہد خشک کا ممکن ہے نہ ہو تر دامن

جہان آرا کو بہار نے مست کر دیا۔ گیتی آرا کو عشرت پرست کر دیا حسن آرا کھلی جاتی تھین۔ سپہر آرا جامے مین پھولے نہین سماتی تھین عباسی تالیان بجاتی تھی۔ چو طرفہ گانے کی آواز آتی تھی۔ ۔ع۔

بہار ست اے ساقی لالہ رنگ ۔ بدہ ارغوانی مرا بیدرنگ

قدرت کی گلکاری اور مشاطہ باد بہاری نکہت روح افزا اور رایحۂ دل آرا سے دل کی کلی کھل گئی تھی۔ اس کافر بہار نے حسن آرا کے سمند جنون پر تازیانے کا کام کیا۔

جہان آرا۔ آہا ہا کیا سردی ہوا اور ابھی جھکیگی واہ کیا وقت ہے

حسن آرا۔ ہان (دل مین سوچی کہ اس وقت آزاد آجائین تو بہار کا لطف دونا ہو جائے۔ ع)

سوختم از غصہ درین نوبہار ۔ بادہ بجے در غم دمن در غبار

خوب رم جھم منہ برسنے لگا۔ بجلی نے کوندنا شروع کیا اس وقت کی کیفیت حیطۂ تحریر سے خارج ہے۔ چشمۂ سار پانی کی روانی برق چشمک زن کی بدولت نظر آتی تھی تو لطف دوبالا ہو جاتا تھا اپنے مذاق کے موافق پانچون نوجوانون کے دل مین طرح طرح کے خیالات جاتے تھے۔

حسن آرا۔ (دل مین) ہائے آزاد کو کیون جانے دیا کیسا تفرقہ پڑا کہ ہائے ہائے کیا ستم ہے۔ ع۔

آہ کیا قہر کیا تفرقہ پرداز دو نے ۔ کر دیا جلسہ ہی برہم خلل انداز دو نے

راوی۔ وہ خلل انداز کون تھے۔ خود حضور۔ روم کیون بھیجا۔

جہان آرا۔ (دل مین) پرسون نرسون سے آمد آمد کی خبر گرم ہے مگر تا بہ مین تا بہ فش۔ جھوٹے وعدون سے جی جلتا ہے۔ آنے تو دو ایسا سمجھونگی کہ یاد ہی کرینگے۔

راوی۔ ساہے ہے یہ عتاب خدا ہی خیر کرے ان کی وعدہ خلافی کے صدقے۔

گیتی آرا۔ یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائین۔ یہ کالی کالی گھٹائین ہم یہان تھین وہ وہان ہون۔ اس وقت خیر سے ہمارا حسن بھی شوخیون پر ہے۔ ع۔

ہوا ہے ابر ہے ساقی ہے عالم ہے گلستان پر
الٰہی وہ بھی آجائین جنھین ہم یاد کرتے ہین

سپہر آرا۔ اس وقت کسی ترکیب سے ہمایون فر کو دور سے دیکھ لون تو سمجھون کہ خداداد نعمت پائی اور واللہ جھوٹ نہ بلائے تو تاک جھانک سے اس وقت بھی غافل نہ ہونگے مگر کجا وہ کجا ہم۔ ع۔

فرق ست میان آنکہ یارش در بر ۔ با آنکہ دو چشم انتظارش بر در

عباسی۔ حضور سچ سچ کہتی ہون عمر بھر دل کبھی ایسا خوش نہین ہوا تھا جیسا اس وقت خوش ہے اور تا بہ حشر (تلک) یہ لطف حاصل نہ ہوئے گا باغ کو دیکھیے دلہن ہے۔ آسمان پری ہے پری۔

حسن آرا۔ باران رحمت کی قطرہ افشانی ہے اور ریزش جوانی ہے۔ ع۔

فروغ برق مین در ابر سیراب ۔ بعینہ ہے عکس لالہ در آب

حسن آرا نے کہا اس وقت کوئی ایسا شغل ہوتا جس سے دل خوب بہلتا۔ جس طرح آب و ہوا نے رنگ جمایا اسی طرح کسی شغل سے دل بہلائیے جہان آرا بولی اب اس وقت تو بس یہی لطف ہے کہ دروازے سب کھلے ہین۔ منہ برس رہا ہے بجلی چمکتی ہے بادل گرجتا ہے ہوا کے جھونکے سن سن چلتے ہین اور چارون بہنین ایک جگہ بیٹھی ہنستی بولتی ہین۔ اس سے بڑھ کر لطف اور کیا ہوگا۔

عبّاسی۔ (اُنگلی ٹیکاکر) حضور کچھ اور سنا۔ بی مغلانی ایک چھاتا لگا کے آئی ہین کہ بڑی سرکار نے کہا ہی جا کے دیکھ آؤ یہ یہان کیا کرتی ہین۔ آپ آئی ہین۔

حسن آرا۔ اس کے کیا معنی۔ کرتے کیا ہین بیٹھے ہین اور کیا کرینگے اس کے کیا معنی۔

جہان آرا۔ کہتا ایک ایک کے دو دو کر رہے ہین (ہنسکر) اور نہین۔

سپہر آرا۔ اے آپ کچھ سنین باجی جان اس روز جو بجلی گری تھی نہ اور اسی وقت آپ کی طبیعت بھی نصیب اعدا زیادہ بے لطف ہو گئی تھی وہی امان جان کو یاد آگیا ہو گا۔

حسن آرا۔ آہا ہا سچ کہا۔ بی مغلانی کہدو ہم سب میٹھے باتین کر رہے ہین کچھ اندیشے یا گھبرانے کا مقام نہین ہے۔ آپ خاطر جمع رکھین۔

سپہر آرا۔ زمانہ بہت بُرا جاتا ہے۔ کہو آن کے دیکھ جائین امان جان۔

جہان آرا۔ ہان توبہ کوئی ایسا کہتا ہے (دانتون کے تلے انگلی دبا کر) اور سنو۔ بڑی بوڑھیون سے بھی چہل کرتی ہے۔

گیتی آرا۔ بس یہی تو ان مین سخت عیب ہے اور کسی کی مانتی تو ہین ہی نہین۔ چاہے ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے یہ نہ مانین گی۔

پھر مغلانی آئی کہا عبّاسی۔ اے عبّاسی چلو بڑی بیگم صاحب نے یاد کیا ہے عبّاسی نے کہا۔ ہے ہے۔ اب مین کیا کرون کسی نے کچھ چغلی کھائی ہو گی۔ لے بیوی ہمین بچا لینا۔ جہان آرا بیگم کے قدمون پر سر رکھتی ہون جیسے اُس دن بچایا تھا ویسے ہی بچا لیجیے گا۔ حسن آرا نے تشفی دی۔ این! اے واہ پیش از مرگ واویلا۔ جاؤ تو دیکھو تو کیا کام ہے۔ کس لیے بلایا ہے۔ یہ نہین کہ ابھی سے رو دین۔ عبّاسی نے دوپٹا سنبھالا اور کہا یا خدا اس موسلا دھار مینھ مین کہان سے کہان جانا ہے اور جو پھسلون گی تو پوچھ لونگی۔ وہان سے آئی تو خوش خوش کہا۔ نہ کچھ بات نہ وات۔ اس مینھ پانی مین بلونی بن ناحق کو بلایا۔ (دوپٹا پھینک کر) دوپٹا گیلا ہو گیا فرمایا کہ جعفر مرزا کی بیوی کے لیے ایک آنا ڈھونڈھ لانا ہے کہا کل ہی لیجیے۔ یہ کتنی بڑی بات ہے۔

گیتی آرا۔ بچون کی پرورش بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔ ہنسی کھیل نہین ہے کچھ۔

عبّاسی۔ اے حضور ایک جنور تو بدقت (سے) پالا جاتا ہے پیاری کی گلہری کیا کم کھٹراگ ہے۔ نہ کہ بچون کا پالنا۔ اف۔

پیاری۔ ہماری گلی کا نام نہ لیا کرو۔ بڑی وہ بن کے آئی ہین۔

حسن آرا کی فرمائش سے مغلانی نے ایک کہانی چھیڑی۔ ایک ملک کے بیچ مین ایک سوداگر بچہ رہتا تھا فیروز بخت نام اسکا باپ کیقباد بڑا مالدار سوداگر تھا۔ بڑا مالدار سوداگر تھا تو اس کے باپ نے ایک دن اس سے کہا کہ بیٹا تم سوا کشتی کے اور کوئی فن نہین سیکھتے ہو میرا خدا نخواستہ خدا نخواستہ دوالا نکل گیا تو کیا کرو گے بیٹے نے کہا آبا جان ہم شہرون شہرون لنگوٹا باندھ کے کشتی لڑا کرینگے۔

اس پر سب نے قہقہہ لگایا۔

حسن آرا سے مرو سے۔

عبّاسی۔ اپنے نیچ بڑی لیاقت مندی کی بات کہی۔

اتنے مین کسی شخص نے زور سے دروازے پر ہاتھ مارا اور کہا کھول دے دروازہ۔ حسن آرا اور اُن کی کل بہنین

اور بی خلافی اور عباسی دھک سے رہ گئیں۔ ارے! یہ کیا
ڈاکہ آیا۔ یہ روشنی کیسی ہے عباسی نے کہا حضور یہ روشنی
کیسی ہے۔ ہو نہ ہو ڈاکے کے ساتھ روشنی ضرور ہوتی ہے
اُف! حسن آرا ہاتھ ملکر بولی۔ جہان آرا بیگم اب کیا کرین
اُنھون نے کانپتے ہوئے جواب دیا کیا بتاؤن ہاتھون کے
طوطے اڑ گئے۔ ارے اب کیا ہوگا۔ سپہر آرا کا چہرہ زرد ہو گیا
دعا مانگنے لگی کہ اللہ کرے اسوقت وہ دولھا بھائی آجائین۔

نسرین بدن اور غنچہ دہن معشوق کی ملاقات

ایک دریائے ثروت و پیکر پر آشوب دبلے پایان کے
کنارے وہ مہوشان زرین کمر پری پیکر تیز اور سبک خیز
گھوڑون پر سوار شہسوارون کی طرح ران پٹری جمائے سیر
رود بار گوہر خیز کر رہی ہین ہنوز بیضۂ مشرق سے بچۂ طاؤس
علوی بہنین نکلا تھا کہ ایک دشت جگر تاب مین دونون
کی مڈبھیڑ ہوئی ایک کوہ قاف کی پری دوسری لیڈی
میوہ نورس نخل دلبری یہ سمن غبغب عنبرین مو۔ وہ
شکر لب یاسمن بو۔ یہ آتشین رو نسرین مینا گوش
وہ لالہ رخ ناز آفرین ستم کوش۔ اس کا حسن گلناری
تحیر سوز دلاویز اُس کا حسن خدا آفرین بلا انگیز اس کی
نرگس نیم خواب خونخوار کرشمہ طراز اسکی چشم فتان پرخمار
عشوہ ساز۔ یہ ترک مردم شکار غمزہ زن۔ وہ بیگانہ کش
خدنگ افگن۔ اس کا رخسارہ شبنم فریب شرم آلود
اس گلپوش آتش اندود۔ اس کا دست حنا بچہ دلستان
اس بوسہ فریب گریبان دشمن گلفشان۔ اسکی زلف
شام طریبان یہ بہار عنبر افشان غالیہ بار اسکی مہر مشک ریز
مار خونخوار کافر نہاد سیہ کار۔ اس کے لب لعل بوسہ ریز
یاقوت خام اس کے تشنہ پر درِ آشام کوہ قاف کی پری کے
ہاتھ مین تیغ الماس گون عمر شکار۔ روسی لیڈی کے پاس
شمشیر محرابی لنگر دار۔ یہ عالم سوز زبان دراز۔ وہ خوش الحان
گلو نواز۔ اس کا کرنگ خرخام براسکا سرنگ طوطی پر۔
یہ عبا نہاد۔ وہ عربی نژاد۔ دونون کو حیرت تھی کہ بار خدایا
کون ہین۔ کوہ قاف کی پری تحیر کہ ع۔ سبحان اللہ شان
تیری۔ اس دشت جنون زا مین ایسی حور جنت دیکھنے
مین آئی۔ وہ اس فکر مین کہا اللہ اللہ خدا نے ایسے بلا خیز
جنگل مین اس طرح کی پیاری پیاری صورت دکھائی پری نے
جب چمن سے روس کی خاتون نسرین بر کو از سر تا پا
دیکھا اور اس صبح عارض نے اس سمن عذار پر غرور کے
ساتھ نظر ڈالی۔ ادھر اُس نے کالگون چیدہ میان کو
چمکایا اُدھر اُنھون نے کمیت دراز گیسو کو کڑکڑایا۔ اُدھر
اس بت شعلہ رنگ نے شمشیر الماس بار تول کر دکھائی
اُدھر اس صنم زاہد فریب کی سیف سیماب ریز کمر سے ہاتھ مین
آئی۔ روس کی لیڈی نے ایک نعرۂ گردون نورد مارا۔
کوہ قاف کی پری نے نالۂ زنجیر سوز بلند کیا۔ ان کا سمند
دغا پسند ہنہنانے لگا۔ اُن کا نقرہ خنگ کنوتی بدلکر لگام
چبانے لگا۔

کوہ قاف کی پری کشتۂ خدنگ جفا تھی سوختہ داغ وفا تھی روس کی
لیڈی کو دیکھا تو غم و غصہ نے اُنکے مزاج مین ایسا دخل پایا
تھا جیسے بو برگ گل مین۔ یا سرور گل مین۔ بیڑا اٹھا کر آئی
تھین کہ یا تو آزاد پاشا کو صحیح و سلامت ساتھ لاؤنگی۔ موذیون
کے پنجے سے چھڑاؤنگی۔ یا کسی ایسے کو قتل کرکے آؤنگی جس نے
اُس کی کشتی جمعیت خاطر گرداب بلا مین ڈالی ہو۔ یا اُس کے

دائم المجلس ہونے کی سبیل نکلی ہو۔ خاتون روسی کو ڈھونڈھ نکالا تو وہ گلبدن پری جامے مین پھولے نہ سمائی۔ باغ باغ ہو گئی۔ دلی آرزو بر آئی مگر اس خاتون ناز آفرین کے وہم و گمان مین بھی نہ تھا کہ یہ کون ہی یہان کیون آئی ہی۔ ایسی کونسی ضرورت لاحق اس کو اس سنسان بیابان مین کشان کشان لائی ہے۔ یہ کیا معلوم تھا کہ خون کی پیاسی اور جان کی دشمن ہی۔ عورت کاہے کو زن شیر افگن ہی۔

کوہ قاف کی پری سوچی کہ اگر ابھی سے للکارتی ہون تو خوف ہی کہ مبادا بھاگ جائے۔ اسپ صرصر تگ کو دوڑائے پھر ہاتھ نہ آئے۔ اس سے بہتر یہی ہی کہ پہلے نرمی سے پیش آؤن پھر آب خنجر پلاؤن۔ ع گڑ سے مرے تو زہر کیون دو۔ روسی خاتون ان ہتھکنڈون سے واقف ہوتی تو یہ شعر ضرور زبان پر لاتی ؎

بہ تسکینی پئے قتل من آن مغرور مے آید
کہ پنہانی طبیبی بر سر رنجور مے آید

پری نے چاہا کہ بڑھکر ہاتھ ملائے۔ مسکرا مسکرا کر راہ پر لائے مگر دل غم سرشتہ و حادثہ پرور درد فرسودہ آشوب گستر نے اجازت نہ دی۔ آزاد فرخ نہاد کی صورت ہر برگ و بار سے جلوہ افگن تھی اس زخم خوردہ کی روح تک پیچ و تاب مین تھی گو ہمت نہین ہاری تھی دل کو دلاسا دیتی جاتی تھی۔ ایک دفعہ دل ہی دل مین باتین کرنے لگی۔ کہ اب دیکھنا کیا ہی آخر دغا کیا ہی۔ ایسا موقع پھر تمام عمر ہاتھ نہ آئے گا۔ آزاد قید سے چھٹکارا نہ پائے گا۔ مگر دل کی طرف مخاطب ہو کر ؎

بولی کہ دلا شتاب کیا ہے
پھر سمجھین گے اضطراب کیا ہی

سوچے کہ پہلے نرمی سے پیش آؤن۔ باتون باتون مین درد دل کہہ سناؤن۔ شاید پسیجے۔ شاید راہ راست پر آ جائے عورت ہی شاید ترس کھائے اور بر سر رحم آئے۔ ؎

درشتی و نرمی بہم در بہ است
چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است

اتنے مین پری نے دیکھا کہ آٹھ دس گھوڑے دوڑائے ہوئے چند سوار سامنے سے بگٹٹ آ رہے ہین۔ یا الٰہی یہ سوار کیسے ہین۔ کہین میری گرفتاری کے لیے تو نہین آئے ہین۔ جب گھوڑے قریب آئے تو دیکھا کہ سات باد رفتار اور آہو شکار گھوڑون پر خوبصورت خوبصورت عورتین سوار ہین۔ سب بانکی ترچھی۔ ساتون روس کی لیڈی کے قریب گئین اور ادب کے ساتھ اس مہ طلعت کے سمند برق جولان سے تھوڑی دور کے فاصلے پر گھوڑون کی باگین روک لین۔ قرینے سے کوہ قاف کی پری سمجھی کہ یہ کوئی شہزادی ہی لیکن رنگ فق اور کلیجہ شق ہو گیا کہ مقابلہ کرنا بے سود ہی وہ آٹھ اور سب آٹھون گانٹھ کمیت۔ یہ مین تن تنہا۔ خویش نہ بیگانہ۔ عزیز نہ یگانہ مجبور اور وطن دور۔ پردیس کا واسطہ۔ اگر اس وقت یہ چاہین تو ستم ڈھائین جان عذاب مین ہو جائے ناک مین دم کر دین۔

اتنے مین اس صنم صنوبر خرام نے گھوڑے کی باگ اٹھائی اور آہستہ آہستہ ایک سمت جانے لگی۔ ساتون عورتین جلو مین تھین کوہ قاف کی پری نے بھی اپنے اشہب تیز گام کو اسی طرف سبک عنان کیا تو کیا دیکھتی ہین کہ تھوڑی دور پر زمین کے ایک وسیع حصے مین ہری ہری دوب جمی ہے سارے گرد لوہے کی سلاخین قد آدم اور بیچ کا دروازہ۔ دروازے کی راہ وہ سب اس سبزہ زار مین گئین۔

کوہ قاف کی پری بھی ایک جانب سے دیکھنے لگی۔ پشت توسن زرین نعل سے وہ دس جادو جمال اتری اور ساتھ ہی

ساتون جلوہ دار کچھ کہہ کر گھوڑے سے زمین پر آئین۔ خاتون سیم بدن غنچہ دہن نے پہلے تین بار نالۂ سینہ شگاف بلند کیا اس کے بعد چان چان و خرامان خرامان آگے بڑھین مگر دل شوریدہ و خاطر رسیدہ مجروح و وحشت رسیدہ پری نے جو یہ کیفیت دیکھی تو دنگ ہو گئی۔ یا الٰہی یہ کیا اسرار ہے۔ اتنے مین وہ شکر لب شیرین حرکات ایک قبر کے قریب پہونچی جو اُس سبزہ زار کے برابر واقع تھی۔ سیاہی مائل پتھر کی قبر نصف قد آدم بلند اُس پر نیلگون کپڑے کا شامیانہ۔ اِدھر اُدھر کئی اونچے اونچے درخت جا بجا گابن جن سے ایسی بھینی بھینی خوشبو آتی تھی کہ روح تک مست ہوئی جاتی تھی۔ اس صبیح رخسار نسرین عذار نے تین بار قبر عنبر بار کے گرد طواف کیا اور اس قدر گریہ و زاری کی کہ کوہ قاف کی پری کا بھی دل بھر آیا۔ آنکھین اشکبار ہوئین ماز بس بیقرار ہوگئین ادھر ان کے رُخ تابان پر اشک پریشان سفر۔ ادھر اُن کے عارض درخشان پر سرشک مژگان پر در۔ وہ صحرا پسند سبک گام یہ دشت پیما بے آرام۔ کوہ قاف کی پری اس خاتون خورشید جمال نخل افسردہ کا حال سمجھ گئی اور کیون نہ سمجھتی اشک جگر خوار ترجمان دل زار تھے۔ ؎

موج اشکم بے سخن اظہار مطلب میکند
جنبش ریگ روان بانگ درا باشد ترا

شبنم اشکبار نے گل عارض کو عرق آلود کر دیا۔ چشم خونبار نے دامن گویا قوت سے بھر دیا۔ سچ ہے بقول الفت خان حالی ؎

از نسیم گریہ ممنونم کہ در گلزار عشق
غنچہ ہائے اشک گلگون مرا وا می کند

قبر کو کئی بار اس رشک گلرخان فرخار نے بوسے دیے کچھ پھول اپنے پیارے پیارے ہاتھون سے توڑے اور قبر پر چڑھائے ایک عورت نے جیب سے شیشی نکالی وہ بھی قبر پر لنڈھائی۔ باد صبا کے جھوکون سے خوشبو جو آئی تو کوہ قاف کی پری کو معلوم ہوا کہ اتو ڈی روز ہے۔ کس محبت سے اس قبر پر عطر و پھول چڑھائے خدا جانے کس کی قبر مشکین اور تربت عنبرین ہے۔ واللہ اعلم کون بیکس اس مین معروف خواب ناز ہے۔ کچھ ایسا سویا کہ جاگنے کی قسم کھائی۔ بعد مرگ دنیا سے الگ تھلگ بستر جمایا۔ بحر حوادث دنیا سے کشتی کو کنارے پر لگایا۔ ہائے خدا جانے کیسا گلبدن یاسمین ذقن جوان رعنا ہوگا کیسا قیامت قامت بلند ہوگا جب تو ایسی حور طلعت کا اس پر دل آیا۔ جب تو بعد مرگ جذب دل تربت پر کھینچ لایا ہائے اس خستہ جگر خستہ جان کے دل پر اسوقت کیسی گذرتی ہوگی نالہاے جگر شگاف سے دل حسرت منزل کی بیقراری ظاہر ہے۔

اتنے مین ایک خادم ہیرے کے پیالے اور سونے کی صراحی مین پانی لایا۔ اُس نو عروس نازک کمر نے پہلے قبر پر کسی قدر چھڑکا اس کے بعد مُنہ دھویا پیش خدمتون نے پانی کے ظرف مین گلاب ملایا مُنہ دھلایا۔ کیوڑا پلایا کچھ دیر تک اسی تربت پر اس غمزدہ ستم رسیدہ نے چادر بچھا کر آرام کیا۔ اس کے بعد شکر خواب سے بیدار ہو کر حکم دیا کہ گھوڑے کو۔ معاً گلگون خیز ران دم آیا۔ سوار ہوئین گھوڑا چمکایا۔ کوہ قاف کی پری بدستور کھڑی رہی جب اس خاتون ماہ سیما کا سمند آسمان پیما لشکر سے گذرا تو دونون نے باہم مکالمہ کرنا چاہا مگر دونون کو غرور حسن و جمال دونون دولت حسن سے مالامال دونون مستغنی از صفات دونون دلبری مین برگزیدہ کائنات۔ دونون ستارہ جبین

دونون نازآفرین - دونون کی آنکھین رند قدح نوش - دونون گلبدن نسترن بناگوش - دونون جوان و مست دونون کے گھوڑے خیزران دشت - دونون فن سپہ گری مین آزمودہ کار سلحشور - دونون تند و پرشور - ایک کا چہرہ نسیم رعنائی - دوسری کا عارض انور آفتاب شرقستان زیبائی دونون دلبری اور دلربائی ناز معشوقانہ اور کج ادائی مین طاق تھین دونون ان اشعار کی مصداق تھین - ؎

هرکجا شمع جمال تو برافروخته اند — ماه خورشید و پروانه پر و دوخته اند
هرچند کلک مانی شد گلفشان تحریر — نه شگفت چون تو گل بوستان تحریر
تو با این جمال خوبی بر طور اگر خرامی — ارنی بگوید آنکس که بگفت لن ترانی

کوہ قاف کی پری کے طرۂ مشک آگین کو باد عنبر بار برہم کرنے لگے - ؎

ستانه صبا دست در آن طرۂ دلنواز — هشدار که برهم نزنی سلسلۂ رنگ

خاتون روس کا سمند جھلی خرام ملبون پر تھا سب اڑرا اور اب اڑا - ؎

نسیم نافه در کوے دم او — هوا گلدستهٔ برق سم او

کوہ قاف کی پری سکوت کا طلسم توڑنے ہی کو تھی کہ تو سن عقاب طلعت بیقرار ہوکر بلبلا - ادھر روسی زرین کمر کا او ہم ابلق بھڑکا الغرض ان مین اُن مین کسی قدر فاصلہ ہوگیا — جب گھوڑون کی تیزی کم ہوئی تو دونون مین مکالمہ شروع ہوا فرانسیسی زبان مین گفتگو ہوتی تھی جسکا ترجمہ درج ذیل ہے —

لیڈی - ستم اس دشت جنون بلا مین کس غرض سے اور کیا کرنے آئی ہو —

پری - آہ سرد کھینچکر) ایک مصیبت مجھے کشان کشان یہان لائی ہے

لیڈی - ہائے ہائے مین تو سمجھی ہی تھی کہ کوئی مصیبت زدہ ہوگی

گلمرع - درمان ہے کہ درد لا دوا ہے + ہمارے درد کا تو علاج ہی نہین

پری - لا دوا تو نہین ہے - مگر تم چاہو تو ممکن ہے -

لیڈی - (اشکبار ہوکر) اور میرے درد دل کی کیا دوا ہے - ہائے ہائے -

اسقدر روئی کہ آنسو تک خشک ہوگئے اب اشک بھی نہین آتے ؎

بعد ازین در عوض اشک دل برآید بیرون
آب چون کم شود از دجله گل آید بیرون

اپنے محبوب مطلوب کو مین نے زمین تیرہ کے سپرد کردیا ہے - آف رے ستم ؎

جہان جام و فلک ساقی اجل مے — خلائق بادہ نوش محفل وے
رہائی نیست عرفی ہیچ کس را — ازین جام و ازین ساقی ازین مے

دنیا مین آکے رنج و غم ہی نصیب ہوا تمام عمر روتے ہی بسر ہوئی ؎

این عمر که مهتاب به بینی آن را — نقشی ست که بر آب به بینی آن را
دنیا خوابی و زندگانی در وی — خوابی ست که در خواب به بینی آن را

اس وقت جس قبر کے گرد طواف کرتی تھی اور آہ سرد بلبول پُردرد بھرتی تھی وہ اُس جوان گلفام لالہ لب پری چہرہ یاسمین غبغب کی تربت عنبر بار ہے جس کی وفات سے میری زندگی تلخ اور دل فگار ہے ہائے اس وقت اُسکی پیاری صورت اور اُس کا چاند سا مکھڑا میری نگاہ کے روبرو ہے مگر میرے سوا کسی کو نظر نہین آتا ہے ہو بہو - کیا صورت زیبا ہے - صدقے ہوجایئے ؎

گہ جلوہ گہ بدیدہ مے آئی — چشم بد دور در ہمہ جائی
نور چشم دو عالمے لیکن — ہیچ کس را بنظر نمی آئی

یکمرتبہ خونین جگر بہت روئی - پیش خدمتون نے

آنکھون سے آنسو پوچھے سمجھانا شروع کیا کہ بیوی جو ہونا تھا
وہ ہوگیا اب واسطے خدا کے اپنی آنکھون کے ساتھ دشمنی
نہ کرو مگر پند و نصیحت آتش جنون پر روغن اور باد تند کا کام
کرتی تھی۔ اس جوان مبرور کی تصویر ہر دم سامنے پھرتی تھی
آنکھون مین نقشہ جما تھا۔ ؎

شکل اسکی مصور سے کھنچی ورق دل پر
نقاش اسے کہتے ہین تصویر اسے کہتے ہین

کچھ عرصے کے بعد دل پر پتھر رکھکر پوچھا تم اپنا درد
دل تو بتاؤ۔ ؎

بنال بلبل اگر بامنت سر یاری ست
کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاری ست

ان دونون مصرعون کو کوہ قاف کی پری نے ترجمان دل
بنایا اور کہا جس مرض مین تم مبتلا ہو قریب قریب اسی
عارضے مین مین بھی گرفتار ہون۔ اچھا ہوا کہ دو ہمدرد ملے
ع۔ خوب گذرے گی جو مل بیٹھین گے دیوانے دو +
کوہ قاف کی پری نے کمیت زبان کو میدان بیان مین یون
شبک عنان کیا۔ ؎

فرقت مین اک صنم کی یہ تفرقہ پڑا ہے
دل ہمکو ڈھونڈھتا ہے ہم دل کو ڈھونڈھتے ہین

میرا جذب دل میرے جنون کی امنگ میرا عشق صادق
میری شوربختی اور میری تباہی لے مجھے یہ دشت وحشت
دکھایا طوفان الم مجھے کہان سے کہان بہا لایا ؎

تھا چاک جیب صبح تو مشہور ای جنون
مین تیرہ بخت شام گریبان دریدہ ہوتا

جس صورت پر دل دیا جان دی ایمان دیا وہ اب نظر
نہین آتی۔ ؎

او آفتاب تہ افق بام سے دکھا
مانند صبح مین بھی گریبان دریدہ ہون

جس خرام ناز نے مجھے پامال کیا وہ اب کہین دیکھنے ہی
مین نہین آتا جس سہی قد سرو صنوبر خرام پر شمشاد کی طرح
جان دیتی تھی اسکو کسی ظالم ستمگر باغبان نے باغ سے
جدا کردیا۔ ؎

بزم مین پاتے نہین ہم ساقی گلفام کو
جلتے ہین ہم ہتیلی کا پھپھولا جام کو

خدا جانے وہ غریب الوطن۔ ناز نعم پروردہ کن جنگلون
کیسے کیسے خارستان اور کیسے کیسے کوہ و ہامون مین ٹھوکرین
کھاتا ہوگا اور اس پر کیا گذرتی ہوگی۔ ہائے اب تمھین بتاؤ
مجھے کس طرح صبر آئے۔

عروس روس نے اپنا حال پریشان یون بیان کیا (ترجمہ)
ایک جوان سرو تمکین پر مجھ بختون جلی کی آنکھ پڑنے لگی۔
ہر روز میرے مکان کی طرف سے اونچی بنا ہوا فرس لاغر میان
پر سوار ہوکر گذرتا تھا۔ اور ایک نئی ہی وضع اور نئی ہی دھج
اور نئی ہی پوشاک ہوتی تھی۔ وہ حسن جو ملائکہ نوری کو فریب
دے وہ جمال کہ انسان برسون گھورا کرے۔ ؎

جمالت را ہزاران صاحب تاج　　بیک دیدن بجان ہستند محتاج

کہ اس شعر کا مصداق تھا۔ رفتہ رفتہ آمد و رفت شروع
ہوئی میرے اور اس کے دونون کے والدین راضی ہوئے
کہ جلد بیاہ ہوجائے مگر دوسرے ہی دن سارا مزہ کرکرا ہوگیا
عیش سنج سے سہل ہوا حکم آیا کہ فوج کے ساتھ میدان
کارزار مین جاؤ جان تن سے نکل گئی سلا کہ لاکھ سمجھایا مگر

اُس نے ایک نہ سنی کہا بعد فتح شادی ہوگی ابھی تو اپنے ملک کی طرف سے لڑنے جاتے ہین۔ جس روز یہان سے روانہ ہوا۔ مین نے خوب ماتم کیا دو کوس تک گھوڑے پر ساتھ ساتھ گئی اور زار زار رخصت ہوئی ـــ

ہر دم آہ و زاری۔ دن کو بیقراری رات کو اختر شماری کرتے گذرتا تھا اخبارون مین جنگ کے حالات پڑھ پڑھ کر دل کو تسلی دیتی تھی کہ دفعتًہ ایک اخبار مین پڑھا کہ ایک ترکی پاشا سے تلوار چلی۔ دونون زخمی ہوئے وہ تو بچ گیا مگر یہ بیچارہ زخمون کے سبب سے مارا گیا۔ اُسکا نام آزاد ہی ستاہ بھی کسی عروس سے یہی شرط کر آیا تھا کہ بعد فتح شادی ہوگی اتفاق سے مین نے اُسکو نیچا دکھایا۔

یہ سُنکر مس میڈا بیہوش ہو گئین ـــ

خوجی ڈوب گئے

میان خواجہ بدیع الزمان ترکون کی فوج مین پہونچکر شیخی بگھارنے لگے ہم نے یون روسیون سے مقابلہ کیا اور یون نیچا دکھایا اور یہ کیا اور وہ کیا۔ ترکون نے بڑے شوق سے اُن کی روایت سنی تو حضرت نے یون بیان کیا۔

بر ہمہ سیر صاحبان ترک تجزدانع ولائح باد (فارسی کی ٹانگ توڑنے لگے کہ بیچ ان ایام فرخندہ وخجستہ فرجام کے کہ کامرانی کی شاہد اُمنگ جوانی اور شادمانی کی صنم ترنگ بادۂ ارغوانی مین مست ہو گذرمن بدیع خواجہ بدیعہ کا بیچ ایک فوج روس کے ہوا ہے

گذر کردم بفوج روس ناہم	نمودم قلب فوج شان جو دہم

راوی۔ اس طبیعت داری کے صدقے کیا برجستہ شعر موزون کیا ہے ـــ

ترک۔ اب شاعری کو رہنے دیجیے حال کہیے۔ ان اشعار کا ترجمہ کرنا آسان نہین ان جہلا کو سمجھائے گا کون صاف صاف کہیے

خوجی۔ وہان دیکھا کہ مردان لسیار در لسیار ہوق ہوق جمع ابنوہ کثیر لگا مین اور سہ ساعت الست پہلوان جری دلاور صعف شکن برق فگن تین دن اور تین رات اوپر ایک شجر ارنج کے ٹہنیان اُس کی زمین دوز تھین اور پھنگیان اُس کی حیرت سوز تھین من خواجہ بدیع نے بسیرا لیا (بولے من خواجہ بدیع نہین۔ من خواجہ بدیعا) ۔

خیر القاق وقت سے وہان ایک روسی کا گذر ہوا مجھ سے اور اُس سے تکرار ہونے لگی۔ تب مین نے کہا کہ اگر دعوی ہو تو اُترآؤ اُن سے لڑون اور بچا کھا جاؤں اتنے مین دیکھا کہ ہے

سایہ فگن خیمہ از ہر کنار	بر طرف دشت چو ابر بہار

سر داران روسی موجود ہین سیمین نے درخت سے اُتر کر لنگوٹ کسا اور خدا کا نام لیکر خم ٹھوک کے کشتی شروع کر دی داؤن پیچ مین روسی برق تھا ـــ

راوی۔ اور حضور تو داؤن پیچ مین برق ہین ہی دیرین شکیجہ

خوجی۔ اور ہاتھ پاؤن ایسے کہ کیا کہون۔ میرے ہاتھ پانون سے بھی بڑے ـــ

راوی۔ ایں! اجی نہین حضرت۔ ہم نہ مانین گے۔ آپکے ہاتھ پانون سے بڑے بڑے ہاتھ پانون تو دیو کے بھی نہونگے حضور کے مزاج مین انکسار بہت ہی اور یہی دلیل کمال ہی بھلا آپ سے بڑے بڑے ہاتھ پانون کیا ہونگے ـــ

خوجی نے کہا بس جون ہی اُس نے جپٹ پر ہاتھ ڈالا اور مین نے ہاتھ باندھ لیا۔ ہاتھ جو باندھا تو چکر گھنی کھا گیا ہمر کے زور کرتا ہون تو ہاتھ کھٹ سے الگ

راوی - ای سبحان اللہ - ہان ! ہاتھ ہی توڑ ڈالیے گا آپ کے مزاج مین غریب آزاری بہت ہی - کجا آپ کجا وہ - بھلا کوئی مقابلہ ہو سکتا ہی ای توبہ - کیا مجال - استغفر اللہ -

خوجی - بس پھر دوسرا آیا مین نے گردن پکڑی اور آنٹی دی - دھم سے گرا تیسرا آیا چپت جمائی اور پکڑ لایا - چوتھا آیا لنگان کی اور دھم سے گرا دیا - پانچوان آیا اور مین نے کچا چبایا - بات تیرے گیدی کی - دے قرولی - دے قرولی مار کے کچومر نکال دیا -

راوی - پھر وہی غریب آزاری - پھر وہی مردم آزاری یہ واہیات بات ہی -

خوجی - کئی سوار اور پلٹن نادار اور توپون کے وغیرہ اور گولہ انداز آئے مگر مین نے سب کو پٹخنی بتائی آخر کار کوئی ستر آدمی ملکر لے چلے -

راوی - بس ستر ہی - اے لاحول - غلط ستر آدمیون کو آپ پیس کے دھر دیتے - کم سے کم کوئی دو سو تو ضرور ہونگے ستر سے بھلا کیا ہو سکتا ہی ستر تک کو تو آپ چٹکی کر کے دم نہ لیں

خوجی - بس صاحب مین خواجہ بدیع کو مع قرولی کے قید کر دیا لیکن عزت کے ساتھ آدمی اور نوکر اور چاکر اور اسباب اور کھانا اور دانا اور پانی اور سب کچھ وغیرہ وغیرہ موجود -

راوی - اور گھانس !!! بگڑ نہ جائیے گا - دانے کے ساتھ گھانس ضرور ہی -

خوجی - شاباش تو بندہ درگاہ وہین رہے - سو کاذب کے وقت قرولی لیکر غل مچایا کہ آجاؤ جسکو مقابلہ کرنا ہو مین بدیع چلتے ہیں لیس کوئی پھر دو کروڑ روسی نکل پڑا لینا لینا ارے مین نے کہا کس کا لینا اور کہان کا لینا - آجا - آجا مقابلہ پر آ گیدی قسم ہی مس روز کی جو چون بھی کسی نے کی ہو - ای زرا سب ڈر گئے دو کروڑ آدمی ! کچھ ٹھکانا ہی - این ! خیال تو کیجیے جی کوئی دو ہزار جیالے روسی تو چھپٹے مگر من بدیع کی یہ کیفیت تھی کہ لکڑی ٹیکی اور آدھ میل پر ہو رہا

راوی - بس - آدھ ہی میل تو اسمین آپ ابھی کچے ہین مگر آپ انکسار کرتے ہین لکڑی ٹیک کر کم سے کم دو کوس کی تو آپ خبر لاتے ہونگے - پیچھے مرتے جاتے ہین - جوتون کو ذرا بخار تک نہین آتا - کیا اندھیر ہی -

خواجہ صاحب کو ترکون نے ملکر خوب اُلو بنایا - صاف صاف بتاؤ - کہان پھنسے تھے کیونکر بچ آئے - فوج روس کی کہان ہی - اب ان کا قصد کیا ہی - کتنے آدمیون کی جماعت ہی - آپ نے یہ جواب دیا -

سوال - قید کس جگہ پر ہوئے تھے - بیان کرو اور اجر پاؤ -

جواب - قید ایک مقام پر ہوئے تھے روس نے قید کیا تھا -

سوال - بچے کیونکر - اُس کے اسباب بیان کرو -

جواب - بزور قرولی شعلہ بار و بزور شمشیر جوہر دار بزور فنون دلشکن آن - بزور ملکار کر ڈپٹنا - خواجہ بدیع الزمان -

سوال - فوج روس کہان ہی -

جواب - فوج روس وہین ہی جہان ہم چھوڑ کر آئے تھے -

سوال - اب روسیون کا قصد کیا ہی -

جواب - قصد یہی ہی کہ جنگ کرین - لڑین - کٹ مرین -

سوال - کتنے آدمیون کی جماعت ہی تخمینہ بتاؤ -

جواب - کمبخت باری سے ہمیشہ نفرت رہی - حرص سے گن لینا کہ کتنے آدمی ہین - اس مرض کا طوطا کبھی نہین پالا - صرف دو کروڑ

آدمی اور جوان جوان آدمی خاصے ہٹے کٹے ہم سے آن کر بھڑ پڑے تھے مگر ہم نے رہائی پائی۔ لکڑی ٹیکی اور راہ لی۔ یہ آئے۔ وہ آئے۔ دن سے تڑ۔ کھٹ۔

ترک سمجھ گئے کہ نرا جانگلو ہے۔ کہا تمہارا چھوٹنا اور قید ہونا جینا اور مرنا سب یکساں ہے۔ رہا ہونا چاہیئے تھا آزاد کو رہا ہوئے حضرت دو کرور روسی اور زور قزولی اور یہ اور وہ جو بکتا ہے خرافات ہی بکتا ہے۔ خواجہ صاحب نے پھر وہی تڑاق ہانک لگائی۔ مار لیا۔ مار لیا۔ آن پہنچے آن پہونچے ہم سے ایک روسی بڑے دعوے سے لڑنے آیا تھا اور آزاد کو ایک پری پکڑ لے گئی ہے ؎

نشستہ بپاش بر کشورے — خوب اوستادی در لشکری
نوا ساز خنیا گران شگرف — بقانون نوازان برآوردہ حرف
بریشم نوازان سعدی سرود — بگردون برآور دو آوازہ دو
سرائندگان رہ پہلوی — ز بس نغمہ دادہ نوا را نوی

یہ کیفیت ہوئی کہ الاماں۔ اور وہ حسن کہ حسن دان جس طرح فردوسی نے شاہنامے میں محمود کی تعریف کی اسی طرح کوئی شاعر ہماری بھی تعریف کریگا۔ وہ شاہنامہ ہے یہ بدیع نامہ ہوگا۔

راوی۔ آپ تو بھول بھول جاتے ہیں۔ بدیع نامہ نہیں بدلیا نامہ ہے ؎

چو فارغ شدہ خواجہ فیلقوس[1] — ز پیکار اعدا و تاراج روس
سوئے میمنہ رومی و بربری — بدشتی تکلم زبان زرزری
بگفتہ گران[3] زعفران را شکست[4] — بر تیغ سبک خون اعدا بریخت
سپاہانہ و سامانہ وردا وری — کہ خدا اگر اسکندر یادری[5]
غریو خواجہ بہر خواستہ باز — بگفتا کہ اے مردمان دراز[6]
زرہ پوشی از ساختہ قلب شاہ — درآمد چو شیر بناوردگاہ
چو دانست خواجہ بدیع الجمال[7] — کہ این مرد آمد برائے جدال
سنان برکشیدہ قزولی[8] گرفت — بران تیرہ دل باز شد تیر گرد[9]
بوقت شب روز آدینہ — ہمی خاست خواجہ بہ آئینہ[10]
بگفتا کہ من می روم ہوشیار — بیا و بخور[11] تیغ محراب دار
بگفتا و یابو بزین در کشید — دو لک روسیان در تگ و پو دوم[12]
کرا بُد مجال ستیزہ بمن — منم پہلوان رستم پیل تن[13]

۱۔ خواجہ فیلقوس اکیا فیلقوس کی نسل سے ہیں حضرت خیر۔ یہ آج معلوم ہوا سکندر کا اچھے کو۔
۲۔ سبحان اللہ۔ واہ رے بدلیا۔
۳۔ یہ بلا زعفران جیش سے مراد ہے جس نے انکو اپنے شوہر کے دھوکے میں خوب ٹھونکا تھا۔
۴۔ سوا شکست اور ریخت۔ قافیہ کس قدر صحیح ہے۔ اور گراں کے لئے سبک اس لطف کے صدقے۔
۵۔ نظامی گنجوی کو اصلاح بھی دیتے جاتے ہیں۔
۶۔ اس اختصار کے قربان۔
۷۔ کیا خوب اب بدیع الجمال ہو گئے۔
۸۔ آ گئی قزولی۔ بس اب کیا۔ مار لیا ہے گیدی کو۔
۹۔ گرفت اور گرد کا قافیہ!!!۔
۱۰۔ آئینہ یہاں سے جلے بیٹھا ہے ع چیل ہے در گوش کن گفتار من
۱۱۔ تلوار کے زخم کھاؤ۔
۱۲۔ حضور تو گھڑی گھڑی بھول جاتے ہیں دو لک یا دو کرور۔
۱۳۔ سو ریں چہ شک آپ پہلوان اور آپ کا باپ پہلوان
ایکبارگی سرے نے فوجی بھڑے سے مکالمہ شروع کیا

مسخرہ ۔ جب ہندوستان مین غدر ہوا تب آپ زندہ تھے ۔
خوجی ۔ زندہ تھے ۔ زندہ نہین تھے تو کیا مر گئے تھے ۔
مسخرہ ۔ ایک بات پوچھتے ہین بھائی خفا کیون ہوتے ہو ۔
خوجی ۔ تم بات ہی ایسی کرتے ہو ۔ زندہ تھے ! زندہ نہ تھے تو کیا مر گئے تھے یون پوچھو کہ اس وقت تولد ہو چکے تھے یا نہین
مسخرہ ۔ اپنی جورو کی شادی کے وقت آپ کہان تھے ۔
خوجی ۔ او گیدی ۔ زبان سنبھال کر بولنا ۔
مسخرہ ۔ ارے بھائی ۔ آخر تمھاری بیوی کی شادی ہوئی یا نہین ۔
خوجی ۔ ایسا مسخرہ پن ہم کو پسند نہین ہی ۔ شریفون مین بیوی کی شادی بھی ہوتی ہی کہین ۔

اس پر اکثر ترکون نے قہقہہ لگایا ۔ اور خوجی بن گئے واہ حضرت واہ شادی نہین ہوئی تو بیوی کیونکر بن بیٹھین ۔ اب سمجھے خواجہ بدیع خبر مسکرا کر کہا ۔ ہان تو سیا اور بات ہی اور وہ اور بات تھی ۔

اتفاق سے خواجہ صاحب ایک روز رات کو تن تنہا ہوا کھانے نکلے دن کو او نٹ نہین نظر آتا تھا ۔ رات کو کیا سوجھتا ۔ راہ مین کسی کا گدھا ملا ۔ آپ فوراً گدھے پر سوار ہوئے اور ٹخ ٹخ کرتے چلے ۔ اپنے حساب دور کابے گھوڑے پر سوار تھے ۔ اب سنیئے کہ تھوڑی دور جا کر ایک جوان نے انکو روکا ۔ اور للکارنے لگا ۔
جوان ۔ روک لے گدھا ۔ گدھے روک لے ۔
خوجی ۔ (سمجھے خاک نہین مگر بول اُٹھے) کیا ہمسے کچھ کہتے ہو ۔
جوان ۔ گدھے روک لے ۔ اِین ! روک لے گدھے ۔
خوجی ۔ (ٹخ ٹخ کرتے چلے جاتے تھے) کون ہمکو بوتا ہی ۔
اتنے مین وہ جوان ان کے قریب آگیا ۔
جوان ۔ (گدھا روک کر) یہ ہمارے کھیت مین گدھا کیون لایا اور سنو ۔ ادھر ترکون کی فوج تنگ کیے ادھر روس کی سپاہ ۔ بغیر فوج سے تو بس نہین چلتا ۔ مگر اب کیا تم سے بھی گئے گذرے ہین ۔
خوجی ۔ ہائین ! او گیدی چھوڑ دے لگام ۔
جوان ۔ اُتر گدھے سے ۔ اُترتا ہو یا مین دون ایک ۔
خوجی ۔ تو نہین چھوڑے گا یا مین قرولی نکالون پھر ۔
نہ یہ اُن کی سنتے تھے نہ وہ ان کی ۔ اچھی دل لگی ہی ۔ آخر کار اُس جوان نے ان کو گدھے سے اُتارا ۔ انھون نے غل مچایا کہ لینا چور ہی ۔ من بدیع کو خواہ مخواہ پشت اسپ سے اُتارتا ہی ۔

غل کی آواز سنکر دو چار آدمی آ گئے اُن مین ایک آدمی نے خوجی سے ترکی زبان مین گفتگو کی ۔ کچھ ٹوٹی پھوٹی بولی بول لیتے تھے ۔ جب اُس آدمی نے جو کسان تھا اُس سے گفتگو کی تو یہ سخت جھلائے ۔
کسان ۔ یہ گدھا جس پر آپ سوار ہین کس کا ہی ۔
خوجی ۔ کیا کہتے ہو ۔ گدھا گدھا کیسا ۔ یا بو کو گدھا بتاتے ہو
راوی ۔ حضور خود ہی گدھے بن گئے ۔

جوان نے ان کا کان پکڑا کسان نے گدھے کا ۔ دونون اس قطع سے چلے مگر اب خواجہ صاحب کی کیفیت کہی نہین آتی ۔ کان دبائے ہوئے چپ چاپ چلے جاتے ہین ۔ تھوڑی دور جا کر کچھ خیال آیا غل مچایا کہ سُن او کسان مین خواجہ بدیع الزمان وہ شخص ہون جو دو سو روسیون سے بچکر نلوہ نکل آیا اور کیدان بھی چھا
کسان ۔ کون تھا گیدی ؟ چلے چلو چپ چاپ ۔
خوجی ۔ نکالون قرولی اور اُس پار کر دون ۔

جوان نے ایک دھکا دیا تو خواجہ صاحب نے پانچ لڑھکنیاں کھائین۔ اٹھنے ہی کو تھے کہ پھر گرے۔ پھر سنبھلے تو اسنے پھر ایک دھکا دیا حضرت پھر منہ کے بل گر پڑے اٹھے تو وہی خم و دم اس جوان مردی کے صدقے طبیعت وہی بلون پر۔ وہی زور۔ وہی شور۔ لاتا قرابینچہ سلاتا قرولی یہان ان کی سنتا کون ہے۔ کاٹا ٹٹو۔ بدھو نفر۔ یہان ٹٹو بھی نہین گدھا اور نفر کے عوض خود ذات شریف۔

خوجی۔ تم لوگون کی قضا آئی ہے اب۔ مین دھن کے رکھدونگا۔ اور اگر قرولی ملے تو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالون چاہے آزما لو۔

کسان۔ پہلے تو ہم تمھاری خبر لین پھر سمجھا جائے گا۔

جوان۔ کمزور مار کھانے کی نشانی۔

خوجی۔ پھر آزما لو قرولی منگوا دو پھر تماشا دیکھ لو جی۔

حسن اتفاق سے ایک ترکی سوار کا اس طرف سے گذر ہوا خواجہ بدیع صاحب نے چلا کر کہا۔ دھائی سرکار کی۔ یہ لوگ ڈاکو مارے ڈالتے ہین سوار نے گھوڑا روکا تو خوجی سے پوچھا کیون۔ یہان کہان خوجی نے کہا حضور کچھ نہ پوچھیے یہ لوگ روس کے دوست ہین ترکون کی فوج کا آدمی سمجھکر مجھے قتل کے واسطے پکڑے لیے جاتے ہین۔ سوار نے ان دونون سے کہا۔ ہمارے ساتھ چلو۔ تم سزا پاؤ گے پھر کیا تھا خواجہ صاحب شیر ہو گئے۔ ایک کے کان پکڑے اور کہا چل آگے دوسرے پر چپت جمائی اور کہا چلو ساتھ ساتھ دونون کی جان عذاب مین کر کے گھر جانہ دیا۔

خواجہ صاحب نے کسان کے چٹکی لی۔ وہ غل مچانے لگا تو آپ شعر خوانی مین مصروف ہوئے اور جھوم جھوم کر پڑھنے لگے ؎

سرگرم نگہ گرم ہنسی گرم ادا گرم
وہ نام خدا سر سے ہین تا ناخن پا گرم

کسان خاموش ہو رہا تو اس جوان کی گدی پر ایک چرٹی اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

چھپ گئی آنکھون مین کیا جلوہ نمائی تیری
مجھکو کیا جانے کہ کیا بات خوش آئی تیری

راستے مین ان دونون کی جان عذاب مین تھی۔ سوار کی شہ جو پائی تو خوجی نے ان بیچارون کی بری گت بنائی۔ جب فوج کے پڑاؤ پر داخل ہوئے تو خواجہ صاحب نے سفارش کی کہ دونون چھوڑ دیے جائین اور اکڑ اکڑ کر بولے کہ دیکھو سپاہی ہم ہین کہ گو تم نے ہمین۔ پریشان کیا مگر ہمنے اُس کا بدلہ نہ لیا بلکہ تم کو چھوڑ دیا تو وجہ کیا ہے ہم تو کیدانی کر چکے ہین۔ رسالدار ہم رہے کیدان ہم رہے اور اب بھی خدا کے فضل سے دو کرور روسیون کا مقابلہ کر کے آئے ہین۔ جی ما لیسے لیے بیٹھے ہین جس پر تلوار لگائی اُسکو قتل کیا۔

ز گوپال آن پیل جنگ آزما
برآمد ہیچل پیکر نپارے

اب سنیے کہ دوسرے روز صبح کے وقت چند ترکی سوار اور پیادے ملکر دریا نہانے چلے۔ پڑاؤ سے دریا سامنے نظر آتا تھا شامت اعمال خواجہ بدیع صاحب بھی انکے ساتھ گئے دیکھا کہ دریائے قہار بڑی تیزی کے ساتھ موجزن ہے روح فنا ہو گئی کہا یارو کیون جان کے دشمن ہوئے ہو قسم کھاتا ہون دریا کی صورت دیکھتے ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے یہ کہکر خواجہ صاحب بھاگنے کو تھے کہ ایک آدمی نے روک لیا اور دو ترکون نے

اُن کے کپڑے اُتار لے ۔ صرف لنگی ہی لنگی ان کے پاس رہ گئی خوجی کی یہ کیفیت کہ روح لرزتی تھی مگر زبان سے کوئی کلمہ نہیں نکلتا ۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ اب مفر محال ہے تو عاجزی کرنے لگے ۔

خوجی ۔ بھائیو ۔ میری جان کے کیون دشمن ہوئے ہو ۔ ارے یارو مین تمھارا دوست ہون دشمنی کیون کرتے ہو ۔ تمھارے سبب سے اسقدر زحمت اٹھائی ۔ قید ہوا مصیبت جھیلی اور اب تم لوگ دل لگی دل لگی مین یہ فکر کرتے ہو کہ خواجہ بدیع ڈوب جائے ۔

خواجہ صاحب بہت ملحاح پیش آئے مگر ترکون نے ایک نہ مانی عاجزی کرتے کرتے تھک گئے تو کوسنے لگے خدا تم سے سمجھے ہائے یہان کوئی افسر بھی نہین ہے ۔ سب پیادے ہی پیادے ہین ۔ نہ ہوئی کیدانی چنوا دیتا ۔ نہ ہوئی قرولی نہین اس وقت بگیتی کے پیچ روان کرتا خدا کرے ہان دونون پر بجلی گرے کیا جھپ سے سب کپڑے اُتار لئے گویا ان کے باپ کا مال تھا ۔ اچھا گیدی اگر جیتا بچا تو سمجھونگا

راوی ۔ خدا نہ کرے کہ حضور جیتے بچین ۔ ورنہ ان بیگناہون کی جان نہ بچے گی آپ کا مرنا ہی اچھا ہے ۔

خوجی کو دل لگی بازون نے اتنے غوطے دیے کہ بیدم ہو گئے ۔ آخرکار چھوڑ دیا تو ایک غوطہ کھا کر ڈوب گئے سارے

کلپٹومینیا

شہزادۂ فریدون قدر برجیس ہمایون فر بہادر کے دل سے لگی تھی کہ تا ظہور طاؤس زیب شاہد عالم فریب ماہ سیما سپہر آرا بیگم کو عقد نکاح مین لائین ۔ دل کھول کر لطف زندگی اُٹھائین ۔ ایک روز گھڑی بھر دن رہے

شہزادۂ سکندر نو میمنت طلعت سمند فلک خرام پر سوار بصد شان شہریاری و تاجداری ہوا کھاتے جاتے تھے ۔ دور باش وادب کی آواز بلند تھی ۔ رفقا بھی خوشخرام گھوڑون پر سوار جلو دار تھے جس طرف سے گذرے رعایا دو رویہ استادہ ہو ہو کر آداب بجا لائی ۔ شرفا نے سرو قد تعظیم کی اُمرا نے ادب کے ساتھ گردن جھکائی ۔ حسن اتفاق سے سپہر آرا کی اسی حالت مین ان پر نظر پڑی ۔ یہ قیامت نگاہ اس غیرت ماہ کو جھروکے سے دیکھکر بیقرار ہو گئے ۔ ہمایون فر عاشق تن تو تھے ہی انکے ایوان سپہر توامان کے قریب اشہب تیز رو کو ذرا اور چپکا دیا ۔ اتنے مین گیتی آرا کی نظر بھی اس شہزادہ یوسف جمال پر پڑی تو چھوٹی بہن سے یون ہمکلام ہوئی ۔

گیتی آرا ۔ کچھ دیکھا وہ کون سامنے جاتے ہین ۔ سپہر آرا بہن کا کنول کھل گیا ۔

سپہر آرا ۔ دور باجی ۔ بڑی ہو کے ہم سے ہنستی ہو ۔ اے واہ واہ بجی واہ

گیتی آرا ۔ کچھ ہم کی پیدائش تو ہے نہین ہماری ۔ دو گھڑی ہنسنے بولنے مین کیا عیب ۔ ہنستے بولتے سب ہی ہین ۔ ایک ہم پر کیا موقوف ہے ۔

سپہر آرا ۔ اچھا بھلا جب جانین کہ یہان سے پکارو ۔ ہمایون فر ۔

گیتی آرا ۔ اوئی چپ ۔ ہائین ہائین ۔ توبہ ۔ توبہ ۔ اُف رے تیرا جگر بوا !

سپہر آرا ۔ تو کیا کوئی سنتا ہے ۔ کہان یہ مقام کہان وہ مقام اتنا فاصلہ ہے بھلا یہان کی آواز وہان جا سکتی ہے ۔ اے توبہ ۔

عباسی ۔ یہ تقریر سن رہی تھی ۔ بولی اے بیوی مین صدقے گئی آتا تو سوچیے کہ جلتے تو اس طرف ہین مگر ٹکٹکی ادھر لگائے ہین لیکن دیکھیے ریاست و امارت اور سلیقے کے یہ معنی ہین کہ مصاحبون کی نظر اُدھر ہی ہے مجال کیا کہ کوئی اُدھر ذرا دیکھ

تو لے۔ کچھ گنوار تو ڑا ہی ہین۔ شہزادے ہین۔ نہین ایک ہوا وہ ہندوا ہو ہمارے محلے مین رہتا ہو ماشاءاللہ جانتا ہو خدمتگار اور باری ایسے منھ چڑھے ہین کہ بس۔ یہ بدتمیز لوگ کیا جائین

مرزا ہمایون فر بہادر کی سواری مثل باد بہاری نکل گئی عباسی نے کہا حضور دیکھیے گرمی یہ کچھ بڑی ہو اور کاشانی مخمل کے کپڑے پہنے ہین تو وجہ کیا عادت ہو گئی ہو نہ ساری باتین عادت پر ہین ہمین کوئی دُلائی اُڑھا دے تو اللہ جانتا ہو پھنکنے لگین۔

یہ باتین ہوتی ہی تھین کہ سپہر آرا آہ سرد بھرنے لگین عباسی نے اشارے سے گیتی آرا کو دکھا لیا اور کہا حضور اب یہ بخدا قیامت کا سامنا ہو۔ آمنے سامنے مکان۔ صبح و شام ہوا کھانے کو نکلا ہی چاہین۔ مہتابی کو ٹھے پر دو گھڑی دل بہلانے ضروری آئین گے اور آپ جب دیکھ لینگی تو ٹھنڈی سانسین بھرنے لگین گی سپہر آرا بولین عباسی صاف صاف تو یہ ہو کہ مین تو لاکھ ضبط کرون مگر جب اندر وا لا ابھی تھا جے سے تھمے۔ یہ تو ما نتا ہی نہین جسوقت اس قیامت خرام کی پیاری صورت نظر سے گذرتی ہو کلیجے پر سانپ لوٹنے لگتے ہین۔ سچ کہنا عباسی شہر بھر مین ایسا خوبصورت کوئی جوان ہو اور پھر بادشاہ کے لڑکے وہ بھی ہاتھ پانؤن مارتے ہین مگر خدا جانے انکے گھر والے ان کو کیا صلاح دیتے ہین عباسی نے کہا اگر حضور ذری چھٹی دین تو لونڈی اُن سے ملے اور جو کچھ کہنا ہو دل کھول کے کہے ایک تو یہ کہونگی کہ آپ ہمایون مالی اور فیلبان ادھر کے بنگلہ نہ آیا کیجئے۔ ابھی بڑی حضور پر کھل جائے تو ہو ہی بس غضب کا سامنا ہو۔ دوسری بات یہ کہونگی کہ اب ڈھیل کاہے کی لیس بھری ہی رہا ہے پر حضور چھوڑ دین۔ مین اپنے سمجھ لونگی۔

سپہر آرا نے پوچھا بھلا وہان تک تمھاری رسائی کیونکر ہوگی زنانے مین تم اُن سے بات نہ کر سکوگی مردانے مین تمھارا گذر کہان۔ پھر ملوگی کیونکر۔ عباسی مسکرا کر بولی اے حضور جب بات ہو کہ حضور کے سامنے اُن کے کوٹھے پر اُن سے باتین کر رہی ہون اور حضور مہتابی پہ سے دیکھین کہ عباسی باتین کر رہی ہو مگر بات اتنی ہو کہ اگر جو کہین حسن آرا بیگم یا گیتی آرا بیگم یا جہان آرا بیگم دیکھ لین گی تو کیا جائے کیا بات کا بتنگڑ ہو زمانہ بڑا نازک ہو اور اپنی عورت کو ہر کوئی ڈرتا ہو شاید نوع دگر سمجھین تو ہم اس ڈیوڑھی پر آنے کے قابل نہ رہین وہ بھی جوان ماشاءاللہ سے اور ہم بھی جوان جہان شاید کوئی دیکھ لے کہ گھُل گھُل کے باتین ہو رہی ہین تو عیب لگائے سپہر آرا نے کہا کیا ہمایون فر ایسے شہدے ہین کہ مہریون پر ریجھ جاینگے۔

عباسی۔ مین صدقے حضور یہ حسن اور جوانی کسی کسان کی نہین

سپہر آرا۔ واہ شہزادے ایسے نہین ہوا کرتے۔ شہزادون کا دل جب آئیگا شہزادی پہ۔ لونڈی پہ بادشاہزادے تھکین واہ

عباسی۔ حضور یہ نہ کہیے۔ یہ سب حسن اور جوانی پر ہے۔ بس اور کچھ نہین۔

سپہر آرا۔ اچھا تم آج ہی جاؤ مگر جو ہمارے سامنے اُن سے باتین نہ ہوئین تو ہم گھر سے نکلوا دینگے۔ اور ہان یہ تمنے کیا کہا کہ گھُل گھُل کے باتین ہونگی۔ جو گھُل گھُل کے باتین ہون تو ہم یہان سے پتھر کھینچ مارین ہان آشنا یاد رہے سمجھین۔

عباسی۔ او لو بیگانہ۔ وہ تو مین یونہی کہتی ہی تھی۔ بس ہوئی ایسے پیغام سے درگذری کہ انکے گھر کے آدمی جیسا سمجھین آپکے ہان کا کوئی دیکھ لے تو بڑی سرکار سے جڑ دے لیکن

آپ تھر لیے کھڑی رہین پیچ پلی ہزار نعمت پائی اب ایسا پیغام لے کے جامین تو خواہی نخواہی دو گھڑی ہنسی دل لگی ہوگی کچھ مولوی صاحب کے پاس پھونک دلوانے تو جاتے نہین ہین۔

سپہر آرا۔ اچھا کچھ منہ سے تو کہو کہ وہان جا کے کیا تقریر کروگی کیا کہوگی۔

عباسی۔ چزب چزب۔ بڑی مرغ لڑانزی ازا ازی ہزین گزی۔ (یعنی چپ چپ۔ بی مغلانی آئی ہینگی۔

سپہر آرا۔ ہزین گزے۔ بزعد گزی۔ گزیون۔ گزہ۔ ہزا۔ (یعنی ہین کے بعد گزی کیون کہا۔ آئی ہینگی کیون کہا صرف آئی ہین کیون نہ کہا) معقول زرگری بولنے لگین۔

اُس دن تو شام ہوگئی۔ دوسرے روز بی عباسی خوب بن ٹھن کے چلین۔ عطر مین بسی ہوئی۔ کرتی آستینون دار پھنسی ہوئی جوبن پھٹا پڑتا تھا۔ حسن صبیح جمال شیرین سے ٹکر کھاتا تھا راہ مین چلین تو اٹھکھیلی کی چال نے تماشائیون کے دل پائمال کر دیے ؎

رفتار یار مین ہین یہ شیرین ادائیان
خاک اُسکے رہگزار کی شکر سے کم نہین

بگڑے دل آوازے کستے تھے ایک بولا خدا کرے پانون پھسل جائے۔ تو عباسی نے تنک کر کہا پانون پھسلے تیرا دیکھو موئے کی باتین۔ یہ کلمہ بد زبان سے نکلتا ہے۔ اور آگے بڑھین ایک شخص نے کوٹھے پر سے اپنی جریب پھینک کر کہا ارے بی مہری صاحب ذری جریب اُٹھا دیجیے۔ عباسی نے تیکھی چتون سے اُنکو دیکھا اور جریب اٹھا کر دس قدم پر پھینک دی۔ یہ شوخی۔ اور ایک باک بیباک شہدے نے کہا بی مہری صاحب سلام اخاہ اب تو دماغ ہی نہین ملتے سرکار کے۔ اس پر عباسی تنک کر بولی۔ کیا! اب تو دماغ ہی نہین ملتے۔ اسکے کیا معنی۔ اب کیا اور تب کیا۔ اب کون ایسی ثروت مل گئی چھپر پھاڑ کے جو دماغ نہین ملتے اور پہلے کب پھٹے حالون دیکھا موا گنوار کا لٹھ۔ (منہ چڑھا کر) اب تو دماغ ہی نہین ملتے (انگلی مٹکا کر) ای ہی ذری سچ کہنا ادھر اُدھر دکانداروں نے قہقہہ لگایا۔ عباسی چہکتی ہوئی آگے بڑھی تو ایک خوبرو گبھرو سے آنکھین چار ہوئین اور یون میٹھی میٹھی باتین ہونے لگین۔

گبھرو۔ بی عباسی سلام ہے پہچانا؟ اب کاہیکو پہچانو گی صاحب

عباسی۔ (مسکرا کر) اے ہے نوج ایسے چکلیان بہت دیکھے ہین تم کون ہو۔

گبھرو۔ کون ہین؟ عاشق ہین جان جاتی ہے۔ اور کون ہین

عباسی۔ واہ! جان جاتی ہے کبھی جھوٹون بات نہ پوچھی۔ ہو کہہ

گبھرو۔ ایمان کی قسم ہم یہان نہ تھے کلکتے گئے تھے۔ نواب کے ساتھ۔

عباسی۔ ای ہے اب نواب صاحب کے ہان ہو۔ اور وہان چھوڑ دی۔

گبھرو۔ وہ ایک دفعہ گالی دے بیٹھے بس ہمنے ترک کر دی۔

عباسی۔ وہ تو تمھاری بڑی خاطرداری کرتے تھے یہ ہوا کیا۔

گبھرو۔ ایکر دی ہین ایک دفعہ کلمۂ واہیات نکلا لا ہم چلے گئے اب بتلاؤ کب تک ترساؤ گی۔ اگر منظور کرتین تو ابتک کب کی شادی ہوگئی ہوتی مگر بڑی بے رحم ہو عباسی۔

عباسی۔ سا ای ہے تمنے نہین سنا۔ ہم نے قسم کھائی کہ اب جو نکاح پڑھوائینگے تو کسی پڑھے لکھے کے ساتھ۔ دیکھ لینا۔

گبھرو ۔ واہ پڑھا لکھا آدمی تمھارے ساتھ نکاح کر چکا ہو ہونہہ
عبّاسی ۔ اونکاح ہماری جوتیوں کے لیے ہو ۔ ہماری جوانی
ہمارا سن و سال ہمارا جوبن برقرار رہی تو ہزاروں سر ٹیک
کرینگے ہم کو اپنی جوانی اپنے چہرے مُہرے کا غرور ہی اس وقت
چاہیں تو سو آدمی منظور کر لیں ۔ کچھ تمھاری طرح تھوڑا ہی ہیں ۔ وہ
کونسا ایسا مردوا ہی جو ہمارے ساتھ نکاح پر راضی نہ ہو جائے
اس گبھرو نے کہا ہم تو شادی کرلے کو موجود (موجود) ہیں
مگر ہاں پڑھے لکھے نہیں اور تم اب وہ سمجھیں گے ہم کہ مولوی
ہی سے تو شادی کرو گی اب اس وقت جاتی کہاں ہو ۔ عبّاسی
نے کہا مرزا ہمایون فر بہادر کے ہاں ۔ گبھرو بولا ارے اب
اس وقت نجانا ۔ وہاں بڑی بھیڑ ہی صاحب لوگ جمع ہیں
بڑا اندھیر ہوگیا اس وقت ۔ عبّاسی گھبرائی ۔ کیوں کیوں خیر باشد
کیا ہوا کیا اللہ خیر کرے اس وقت جیسے پانوں تلے سے زمین
نکل گئی ۔ ہم تو وہیں جاتے تھے گبھرو نے متحیر ہو کر کہا ہمایون فر
کا مکان اُدھر کہاں ان کے یہاں جانا ہی تو یوں جاؤ ۔ وہ تو
شہر کے باہر رہتے ہیں عبّاسی بولی ادھر ہم اپنی منہ بولی
بہن کے ہاں جاتے تھے ۔ مگر اب ہمایون فر کے مکان کی طرف
ضرور کر کے جانا پڑا ۔ اتی ذرا تنی سی دور آن کے پھر گئے پانوں
جانا بھلا نہیں معلوم ہوتا ہی ۔ کوئی نگیچ (نزدیک) کا راستہ ہو
تو بتلا دو ۔ گبھرو بولا ہی تو گلیوں گلیوں مگر ہم اب اس وقت
کام کو جاتے ہیں نہیں تو ساتھ لے چلتے ۔ عبّاسی گھبرا اُن گئی
اچھا خیر ۔ انھیں کر تو توں ۔ بھلا ہوا اگر مہندی گھس جائیگی تو نہ چلو
القصہ عبّاسی اُلٹے پانوں پھری ۔ گھر پر پہونچی تو دور سے
دیکھا کہ مرزا ہمایون فر کے دروازے پر کئی بگھیاں کھڑی ہیں
اور آدمی بھی ادھر اُدھر بہت سے جمع ہیں ۔ ماتھا ٹھنکا ۔
دوڑتی ہوئی محلسرا میں گئی ۔
محلدار ۔ اری کچھ سنا عبّاسی ۔ شہزادے کے ہاں کا حال سنا کچھ
عبّاسی ۔ یہ خبر کیسی ہی نصیب اعدا طبیعت تو کچھ علیل نہیں ہی
محلدار ۔ اس سے بدتر ہی ۔ بڑی بڑی بات ہو گئی ای توبہ ۔
عبّاسی ۔ کیا چوری تو نہیں ہوئی ۔ آخر ش یہ ہوا کیا ہی بتاؤ تو
محلدار ۔ اللہ بُری صحبت سے ہر بھلے مانس کو بچائے اور بُری
عادت سے بھی امیروں کو دور رکھے یا اللہ ایسی کسی پر نگوڑے
عبّاسی ۔ یہ سب کہاں ہیں ۔ بڑی بیگم صاحب کے پاس گئے ہیں کیا
محلدار ۔ سب کوٹھے پر ہیں ۔ چوری کا جرم ہی کبھی آج تک
یہ نہ سنا ہوگا ہی ۔ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ۔
عبّاسی ۔ چوری ۔ چوری کسنے کی شہزادے کے ہاں چوری ہوئی نہ
محلدار ۔ ان کے ہاں چوری نہیں ہوئی انھوں نے خود چوری کی
عبّاسی ۔ (متحیر ہوکر) کس نے ؟ مرزا ہمایون فر بہادر نے ؟
محلدار نے کہا ابھی ابھی ایک رونا خبر لایا کہ شہزادے
کے یہاں (وہاں) صاحب لوگ آئے ہیں ۔ انھوں نے
کسی سوداگر کے ہاں ایک آئینہ چرایا تھا ۔ مگر کچھ سمجھ میں نہیں
آتا کہ آئینے کی چوری کیونکر کی ۔ ایک ضرب المثل مشہور ہی
کہ (اونٹ کی چوری نہوڑے نہوڑے) اس موے کی گردن تو نظر
آئی دے دو کوس سے ۔ بڑی سرکار نے سنا تو بڑا رنج کیا
ایک چوبدار کو بھیجا کہ جا کر خبر لائے اُس نے آن کر کہا حضور خبر تو
سچی ہی مگر آئینے کی چوری نہیں کی ۔ ایک آرسی چرا لائے تھے
یہ سنتے ہی عبّاسی تڑ سے زینے پر ہو رہی اور ون سے کوٹھے پر
موجود دیکھا سپہر آرا بیگم بحواسی کے ساتھ ایک مسہری پر لیٹی
ہوئی ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھر رہی ہیں ۔ مگر یہ وزاری کر رہی
ہیں عبّاسی کو دیکھ کر اور بھی زار زار رونا شروع کیا عبّاسی نے کہا

اُف فوہ مجھے تو اسوقت بڑا تعجب ہوا۔ موئی آرسی کی اصل و حقیقت ہی کیا ہی بھلا ان سے یہ حرکت سرزد ہوئی۔ اے توبہ کیا مجال۔ یہ کسی دشمن نے خبر بد اُڑادی ہی جنازہ نکلے اُسس موذی کا اُٹھیگا اور ایسی جگہ گردن ماری جائے جہان پانی نہ ملے جس نے ہمارے شہزادے کو بن ناحق مطعون کیا ایسی ایسی کروڑون آرسیان اُن پرسے بلکن (بلکہ) اُن کے غلامون پرسے صدقہ کیجین۔

اتنے مین عباسی نے دیکھا حسن آرا بیگم اُنگلی کے اشارے سے عباسی کو بلاتی ہین۔ سپہر آرا نے کہا ہمین اس وقت پیاس معلوم ہوتی ہی۔ برف ڈال کر خوب ٹھنڈا ٹھنڈا پانی پلاؤ۔ موقع وقت غنیمت جانکر عباسی نے تعمیل حکم کے لیے قدم بڑھایا۔ آڑ مین جاکر حسن آرا سے کہا حسن آرا نے کہا عباسی یہ کیا ستم ہو گیا۔ اے لا اے توبہ ہمایون فر جن کے پاس لاکھون روپیہ ہی اور ایک آرسی چرائین ہی ہی۔ آگ لگ گئی زمانے کو۔ آسمان کیونکر قائم ہی عباسی نے کہا حضور چاہے اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے ہم نہ مانینگے۔ آرسی تو اُن کے ہان کے نوکرون کے نوکر اور اُن کے نوکر ہاتھ سے نہ چھوئین نا کہ چوری! اے کیا بجا ہی بیوی یہ کسی دشمن نے خبر اُڑادی ہی موئے منڈی کاٹون کو کچھ کرنا دھرنا تو ہی نہین۔ بیٹھے بیٹھے ایک اُشکلا چھوڑ دیتے ہین۔

جہان آرا نے کہا اچھا جھوٹ ہی تو یہ اتنے صاحب لوگ کیون آئے ہین۔ رونا کیا خبر لایا۔ چوبدار کیا خبر لایا ہم نے کوئی دقیقہ باقی تھوڑا ہی رکھا اب کسی اور کو بھیجو۔ گیتی آرا بولی ہمارے نزدیک بڑے میان کو بھیجو رئیسون امیرون کی صحبت مین رہتے ہین کچھ ایسے ویسے تھوڑا ہی ہین۔ اس پر سب نے اتفاق رائے ظاہر کیا۔ سپہر آرا اپنے کمرے مین گئین پیرمرد کو بلوایا حکم دیا کہ جا کے مفصل حال دریافت کرلو۔ پیرمرد نے آن کر یون بیان کیا۔ حضور جو کچھ سنا تھا وہ ٹھیک نکلا سوداگر کی دکان پر جانا اور وہان ایک بیش بہا انگوٹھی چرانا اور پکڑے جانا سب صحیح ہی۔

اس پر جہان آرا نے کہا۔ ؟ کیا انگوٹھی۔ پہلے سنا آئینہ پھر سنا آرسی اب تم خبر لائے ہو کہ انگوٹھی چرائی مگر مول کے دام نہین دیے یا یہ کہ چوری ہی کی۔ پیرمرد بولا چوری کی حضور چوری کی اور انگوٹھی بڑی قیمتی ہی۔ ہوا یہ کہ وہ فٹن پر سوار ہو کر سوداگر کے ہان گئے شہزادے بھی ساتھ تھے۔

سپہر آرا۔ کون شہزادے ساتھ تھے اور گئے کون فٹن پر؟

پیرمرد۔ ہمایون قدر بہادر اور اُنکے سالے ہمایون فر دونون گئے

جہان آرا۔ این! اور یہ چوری کنے کی۔ کیا اول جلول بکتے ہو۔

پیرمرد۔ (جھلاکر) مین تو اول جلول نہین بکتا ہون حضور نے پوچھین تو مین کیا کرون اسکو صریح مشہور ہی سارا شہر جانتا ہی کہ مرزا ہمایون فر کے بہنوئی نے سوداگر کے ہان سے ایک انگوٹھی چرائی۔

سپہر آرا۔ (ہنسکر) اُف شکر ہی۔ ہمایون فر نے تو نہین چرائی۔

پیرمرد۔ اے لاحول۔ دو کوڑی کی چیز ہو تو چرائین نہین بادشاہ کی اولاد ہین کہ باغین۔ ہان تو فٹن پر دونون سالے بہنوئی گئے پہلے پیری اینڈ کمپنی کے ہان اُترے اُن کے بہنوئی نے ادھر اُدھر کمرون کی سیر کی اور ہمایون فر پاس کی ایک کوٹھی مین سودا لینے لگے۔ یہان اُن کے بہنوئی نے سات سو کا اسباب خریدا اور ساتون سو نقد دے دیے مگر دیکھتے دیکھتے ایک انگوٹھی پہن لی سو روپیہ یا سوا سو روپیہ کی ہوگی۔

جہان آرا۔ ارے بس تم کیا کہتے تھے۔ بڑی قیمتی ہی۔ واہ

حسن آرا۔ سو سوا سو کی انگوٹھی! بھلا کوئی بات بھی ہی۔ سو روپیہ کی بھی کوئی حقیقت ہی سب جھوٹی بات ہی۔

پیر مرد۔ اب جو سنا او بو اصل بات ہی وہ کہتا ہون۔ بس آدمی نے دیکھ لیا چار پانچ روپیہ مہینے کی اوقات اُنکی شان اور عظمت دیکھکر کچھ کہہ نہ سکا مگر چپکے سے جاکر صاحب سے کہدیا صاحب آئے۔ آدمی سے کہا اگر تم جھوٹ بولے تو ہم جہنم بھیجدیگا ان کے پاس آن کر پوچھا ہمارے جانے کے بعد جب ہم اُس کمرے مین بیٹھا جاکے تب آپنے کوئی شی خریدی۔ جو خریدی ہو ہم کو اطلاع ہونا چاہیئے۔ کہا ہم نے اور کچھ نہین خریدا صاحب نے پھر پوچھا۔ پھر انکار کیا تیسرے مرتبہ پھر دریافت کیا۔ پھر انکار کیا تب تو صاحب آگ ہو گئے کہا یہ انگوٹھی کہان خریدی تھی اتنے مین مرزا ہمایون فر آگئے الغرض مرزا ہمایون فر بہادر شیر غرین کی طرح آتے تو سوداگر خاموش ہو رہا مگر دوسرے دن اُسنے نالش کردی شہر بھر مین ہلڑ مچا ہوا ہی کہ شہزادے پر سرقے کا جرم قائم ہوا اب ہمایون فر کے بہنوئی کا کوئی نام ہی نہین لیتا تمام زمانے مین مشہور ہو گیا کہ ہمایون فر نے چوری کی جو سنتا تھا کانپ اُٹھتا تھا ہاے !

ہاے افسوس یہ کیا غضب ہوا نالش کے روز مجسٹریٹ کے ہان طرفین پہونچے مگر واہ رے ٹامس صاحب بیرسٹر وہ تقریر کی کہ سب بند ہو گئے کہا یہ چوری نہین تھی۔ یہ ایک عارضہ ہی کلپٹومینیا یہ ایک قسم کا جنون ہی جس سے انسان کا چوری کرنے کی طرف جی للچاتا ہی اور وہ لاکھ امیر ہی کیون نہ ہو چوری کر بیٹھتا ہے۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ ایسا شہزادۂ بلند اختر اور مرزا ہمایون فر بہادر کا بہنوئی اور سو روپیہ کی انگوٹھی چرائے۔ سات سو کا مال تو نقد وہ اسی وقت خرید چکا تھا۔ الغرض وہ بیچارے رہا ہو گئے۔

مرزا ہمایون فر کی بیماری

پرنس ہمایون فر کے بہنوئی نے رہائی پائی تو تمام شہر نے جشن کیا ہزارہا آدمی مبارکباد کے لیے دوڑے آئے۔ تمام شہر لے

مین دور دور خبر مشہور ہو گئی تھی کہ شہزادہ بلند ارادہ سکندر قدر پرنس ہمایون فر نے ایک سوداگر کی دوکان سے انگوٹھی چرائی مگر لوگون نے بہت جلد اسکی تردید کی اور تھوڑے ہی دنون مین سب کو معلوم ہو گیا کہ شہزادے کے بہنوئی نے بیہوشی کی حالت مین انگوٹھی پہن لی تھی صاحب مجسٹریٹ نے مقدمہ خارج کر دیا۔

اب سنیئے کہ شہر مین جو لوگ پرنس ہمایون فر کے خلاف تھے انھون نے سوئی کا بھالا اور تنکے کا جھنڈا بنایا۔ اور جو لوگ ہمایون فر کا دم بھرتے تھے اُنھون نے اس خبر کو بالکل بے اصل بتایا۔

ایک دن دو آدمیون مین گلچخپ ہو گئی۔ ایک شیخ صاحب پرنس ہمایون فر کے طرفدار۔ دوسرے مرزا جی اُنکے مخالف دونون مین تکرار ہو گئی۔

مرزا صاحب نے کہا اجی حضرت یہ کیا ہلڑ مچا ہی۔ سو روپیہ کی انگوٹھی پر نیت ڈانوان ڈول ہو گئی توبہ توبہ۔ اب فرمائیے کس کا اعتبار کریئے۔ بھلا سو روپیہ کی بھی کچھ اصل حقیقت ہے

شیخ جی بگڑ کے بولے کیسی انگوٹھی اور کس کی نیت اور کیسا اعتبار بکتے کیا ہو۔ کیا گرمی چڑھ گئی یا شیطان نے دور سے انگلی دکھادی اے چلکا۔ اتنی کیون پی جاتے ہو۔

مرزا۔ مجھے تھوڑا ہی آپ۔ جا آنکھین کرو۔ اے توبہ۔

شیخ صاحب۔ آخر آپ اپنا مطلب تو کہین۔ کیا ماجرا کیا ہی حضرت

مرزا۔ جی ایسے نخنے ہین آپ۔ آس سوداگر کی دوکان مین کیا ہوا تھا۔ بندگی۔ اس نیت کے صدقے واللہ۔

شیخ۔ لاحول۔ یہ مرزا ہمایون فر بہادر کے بہنوئی کی نسبت آپ کہتے ہین۔ صاحب مجسٹریٹ کے ہان رو بکاری ہوئی تھی یا نہین پھر عارضہ ٹھہرایا نہین۔ پھر فرض کو کوئی کیا کرے ورنہ ایک انگوٹھی کی اُن کے نزدیک کیا معنی اُنکے غلامون کے غلامون

کے نزدیک کوئی اصل حقیقت نہین ہو۔ اور جو کہیے اُس مردود کی گردن ہم ناپین تمھے صاحب پاجیون نے وہ ہلڑ مچایا ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ ہمارے مُنھ پر کوئی کہے تو کھود کے دفن کر دین جی۔ دل لگی نہین ہو۔ قسم خدا کی دفن کر کے رکھ دون۔ ابے تو بکتا کیا ہو۔ کلپٹو مینیا کو کوئی کیا کہے عارضے سے مجبوری ہے اور اور ایسا معاملہ تو ولایت مین بھی ہو چکا تھا ایک خاتون جو کسی بڑے رئیس اعظم کی بیوی تھین جواہرات کی کوٹھی مین گئین ہر مہینے مین اُنکے پاس پانچ ہزار چھ ہزار کا بل آتا تھا۔ اسقدر جواہرات خریدتی تھین اور بڑی مشہور اور امیر تھین۔ بس خدا تمھارا بھلا کرے۔ ایک دن جو کوٹھی مین گئین تو دس ہزار کا اسباب خریدا۔ اِدھر اُدھر کوٹھی مین جواہرات دیکھے اور ایک انگوٹھی چبکے سے پہن لی سوداگر نے جب انگوٹھی نہ پائی تو خدا تمھارا بھلا کرے تلاش کی۔ نہ ملی۔ دو مہینے کے بعد لیڈی وہی انگوٹھی پہنکر اُسی کوٹھی مین گئین۔ سوداگر نے شناخت کی پوچھا یہ انگوٹھی آپ نے کہان خریدی تھی لیڈی کو کچھ یاد نہ تھا اِن مین اُن مین تکرار ہونے لگی۔ آخرکار نوبت بانیجا رسید کہ تھانم تھانہ ہوا ماہر ڈاکٹر نے کہا یہ چوری بالقصد نہ تھی۔ یہ ایک عارضہ ہے جسکو کلپٹو مینیا کہتے ہین۔

مرزا۔ واللہ اچھی ہٹی اُس سوجھ بوجھ کے صدقے سبحان اللہ

شیخ۔ کتاب مین لکھا دکھا دین۔ تب تو مانوگے۔ یا تب بھی نہین۔

مرزا۔ اجی جاؤ ڈوب مرو۔ لائے وہان سے کلپٹو مینیا۔ کلپٹو مینیا کون عارضہ ہو۔ کلپٹو مینیا تو تنگ ہوتا ہو گول دوپٹا۔ ماہی جال ٹوپیلہ للینا سیمبڑیا۔ مانگدار کہنے لگے کلپٹو مینیا عارضہ ہو مانتا ہون اتنے مین ایک اور شخص نے بات کاٹ کر کہا۔ عجب آدمی ہو تم کو اس بات کے ثبوت سے کیا ملیگا کہ اصل مین چوری کی یہ بڑے شرم کی بات ہو۔ کسی کے عیب کو پوشیدہ رکھنا چاہیئے یا طشت از بام کرنا چاہیئے اور پھر طرہ یہ کہ چوری کی نہ ہو تو ہم خود سر جھکا کر خاموش ہو جائین عدالت تک نے تسلیم کیا کہ عارضہ ہو اور بیشک ایک قسم کا جنون ہے مگر یہ کہے مرتے ہین کہ عارضہ نہین ہو خواہ مخواہ کوئی کہہ دے کہ چوری کی تب تو یہ حضرت خوش ہون۔ اے لعنت خدا۔

ایک اخبار کے اڈیٹر نے اڈیٹوریل کالم مین اسکو یون بیان کیا۔

(چوری کرنے کا پاگل پن)

ایہا الناظرین ہمارے عنوان سے ہمارے ناظرین مطلب بالکل نہ سمجھے ہونگے اور کیونکر سمجھین سب غتربود ہے حضرت چوری کرنے کا پاگل پن ایک قسم کا جنون ہو جنون کی کئی قسمین ہین قطرب مالیخولیا۔ سودا وغیرہ وغیرہ مگر چوری کرنے کا جنون آجتک ناظرین نے نہ سنا ہو گیا ہو مین دو ایک نے شاید سُنا ہو یہ وہ جنون ہو جو انسان کو چوری کرنے کی طرف مائل بلکہ مجبور کرتا ہو ممکن ہو کہ ایک رئیس دو کرور کا آدمی ہو مگر بغیر چوری کرنے کے نہ رہ سکے۔ اُس کا اُلٹا جنون ہدایت کرتا ہو کہ چوری کرے ممکن ہو کہ ایک ریاست کا والی ہو اور چوری کرنے کا جنون اُسکو مجبور کرے کہ ادھی دمڑی کی چیز تک چرا لے۔ اس چوری سے اُسکا یہ منشا نہین ہوتا کہ کچھ حاصل کرے جلب منفعت مقصود اصلی نہین ہے وہ تو ایک ساتھ کا جنون ہوتا ہے جو اُسکو مجبور کرتا ہو کہ جو شے اُسکے سامنے آئے فوراً چرا لے۔

سخت افسوس کا مقام ہو کہ بعض اوقات رئیس زادے اس عارضے کے سبب سے چشمون مین سبک ہو جاتے ہین حالانکہ واقفکار آدمی خوب سمجھتے ہین کہ وہ چور نہین ہین لیکن جنون سے مجبور ہین۔

اس عارضے سے ان کا کچھ بس نہین چلتا۔ اس عارضے کا نام کلپٹومینیا ہی جو لوگ اس مرض مین مبتلا ہوتے ہین وہ جس وقت چوری کرتے ہین اُس وقت اُنکو ہوش نہین ہوتا ہے کہ وہ کیا کر رہے ہین جب ہوش آتا ہی تو اپنی اس حرکت پر افسوس کرتے ہین لیکن ہمارے نزدیک وہ بیچارے بے قصور ہین۔

حال مین ایسا ہی ایک واقعہ گذرا مگر وہ بڑے بڑے لائق ڈاکٹرون کی شہادت سے ثابت ہوگیا کہ عارضہ کلپٹومینیا تھا۔ لہذا مجرم قرار نہین پایا۔

اس مضمون سے ناظرین کو معلوم ہوگیا کہ ہمایون فر کے بہنوئی کا قصور نہ تھا۔ کلپٹومینیا نے اس بیچارے کو مجبور کردیا عوام مین بھی اسکی شہرت ہوگئی۔

پرنس ہمایون فر کو اس صدمے نے علیل کردیا۔ اُس کی مان اور اعزہ و اقربا نے جو اُن کی علالت کی خبر سنی تو فوراً اسپیشل ٹرین کے ذریعے سے داخل ہوگئے۔ ہمایون فر کو تپ کے عارضے مین علیل پایا مان بیٹون مین باتین ہونے لگین۔

ہمایون فر۔ تپ مفارقت نہین کرتی۔ پہلے باری سے آتی تھی اب ہر روز بخار رہتا ہی اور ضعف اسقدر بڑھتا جاتا ہی کہ الامان اب بولتے ہوئے سانس رُکتی ہی۔

بیگم۔ بیٹا تم کو یہ کس نے صلاح دی کہ ڈاکٹر کا علاج کرو تپ کا علاج یہ لوگ کیا جانین یہ تو پھوڑے پھنسی کا علاج کچھ خوب جانتے ہین۔

ہمایون فر۔ ہم کو تو ڈاکٹرون ہی کا عقیدہ ہی اور اُنہین کے علاج سے ہم کئی بار مرتے مرتے بچے حکیم لوگ تو مریض کو بس مار ہی ڈالتے ہین۔

بیگم۔ اور جب ڈاکٹر لوگ نہین تھے تب کون اچھا کرتا تھا یہ تو ابھی چار دن سے آئے ہین یہ کیا جانین کہ اس ملک کے آدمیون کا کیسا مزاج ہی طبیعت کا خاصہ تو حکیم ہی جانتے ہین چوبدار کو حکم دو کہ جاکے حکیم تصدق حسین صاحب کو بُلا لائے بوڑھے تجربہ کار آدمی ہین۔

ایک گھنٹے مین حکیم صاحب تشریف لائے۔ پردہ کرایا گیا شہ نشین پر پردہ ڈال کر بیگم صاحب اور عورتین بیٹھین حکیم صاحب تشریف لائے بڑے گران ڈیل لحیم و شحیم آدمی از سر تا پا سفید صاف شفاف کپڑے زیب تن۔ ڈھیلے پائچون کا پائجامہ باریک کرتا۔ ادھی کا انگرکھا۔ چوگوشیہ ٹوپی۔ چھپکے کا رومال عطر مین بسے ہوئے اور سرخ عقیق کا کنٹھا ہاتھ مین کرسی پر متمکن ہوئے اور آہستہ سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر نبض دیکھی۔ فرمایا کہ حُمّیٰ موسمی کا اشتعال باعث اضمحلال طبع ہوا مگر حضور کی دانشمندی سے از بس بعید ہے کہ تپ کا عارضہ اور ڈاکٹر کا علاج۔ یہ علاج اور عین مرض ہوا۔ ایک کنین پر انکے علاج کا دارومدار ہی۔ جس طرح بعض پنساری ایک ہی بوتل سے شربت نیلوفر اور شربت بزوری بارد اور شربت انارین دیتے ہین اسی طرح یہ لوگ بھی ہر قسم کی تپ مین کنین جھونکا دیتے ہین۔ دوسرا ہاتھ لائیے۔

راوی۔ معقول ایک ہی ہاتھ کی نبض دیکھی اور اسقدر لمبی چوڑی تقریر۔

ہمایون۔ حکیم صاحب ضعف بہت ہی اور اشتہا بالکل مفقود ہی

حکیم۔ عرض کرون بندہ نواز سرد ادویہ کا تو اُنکے ہان نام و نشان بھی نہین ہی۔ سوائے گرم ادویہ کے اور شراب کے بغیر کوئی نسخہ نہ لکھین گے۔ جان اور ایمان دونون معرض خطر مین۔

اتنے مین ایک مغلانی نے اندر سے کہا۔ حضور پانچ روز

سے چھینک نہیں آئی۔

راوی۔ اے لو اتنے دن سے چھینک نہیں آئی غضب ہی ہو گیا۔ کیپٹن کا پٹو میٹیا کا بھائی چھینکو میٹیا ایک نیا عارضہ پیدا ہو جائے

مغلانی کہہ چکی تھی کہ علمدار بولی کان کے پاس کھجلی بہت آتی ہے معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی شے سرسراتی ہو کیا جانے کیا سبب ہے حکیم صاحب کے ہوش تراں۔ مگر سب باتوں کی ایک نہ ایک وجہ بیان کرتے جاتے تھے ممکن نہیں کہ چپ رہیں یا چوک جائیں۔ توبہ توبہ ۔

بیگم۔ بھلا جلاب دیا جائے تو کیسا کچھ فائدہ ہو یا نقصان کرے خدا نخواستہ۔ ڈاکٹر کی دواؤں نے اور بھی تپ کو بھڑکا دیا

حکیم۔ عرض کروں ایک تو دوا گرم۔ دوسرے مزاج گرم تیسرے عارضہ گرم تین گرمیوں نے زور کیا۔ الاماں الاماں

راوی۔ ذرا سنبھلے ہوئے حکیم صاحب۔ گرمی کا یہاں کیا ذکر ہے

بیگم۔ اب آپ جلدی سے نسخہ لکھ دیجیے تو میں اسی وقت سے پلاؤں۔ دو دن میں کیسا چہرہ نکل آیا ہے کہ بس ۔

اس پر اور عورتوں نے حاشیہ چڑھایا۔

ایک۔ لو تپ کا لسانہ نکل آیا۔

دوسری۔ جیسے نصیب اعدا کوئی مہینوں کا بیمار رہتا ہے۔

تیسری۔ اور بات کرتے وقت کیسی تکلیف ہوتی ہے کہ کچھ نہ پوچھیے

چوتھی۔ ہاں تو حضور نے بھی تو ڈاکٹر کا علاج کیا۔ موئی گرم گرم دواؤں نے تپ کو اور بھی تیز کر دیا ۔

ہمایوں فر۔ (مسکرا کر) بجا۔ اس میں کیا شک ہے ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ اور کیوں حکیم صاحب اگر فصد لی جائے تو کیسا ضرور فائدہ کیجیے بس ایک کام کیجیے فصد کا حکم دیجیے اور مسہل دیجیے اور مونگ کی دال اور چپاتی غذا بتائیے ہر صبح کو ایک قدح دوا پلائیے مریض نہ فربہ ہو تو ہرجانے ۔ بے ادبی معاف۔

حکیم۔ آپ صریح ڈاکٹر کے علاج کو دیکھتے جاتے ہیں مگر ذرا خیال نہیں کرتے۔ اب میں کیا عرض کروں۔

ہمایوں فر۔ اور کیوں صاحب چھینک نہ آنا بھی کوئی عارضہ ہے اور اگر کان کے پاس کھجلی آئے تو بھی ستم کا سامنا ہے۔ اب اگر ڈاکٹر ہوتا تو خاموش ہو رہتا۔ سمجھتا کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں مگر آپ نے ہر بات کا جواب دیا ۔

حکیم صاحب نے بسم اللہ لکھ کر ہو الشافی لکھا اور جس قدر کاغذ ملا تھا سب کو رنگ کے رکھ دیا۔ فرمایا یہ نسخہ صبح کے وقت نوش جان فرمائیے۔ اور یہ ضماد تیار کرائیے۔ اور نسخہ ہے۔ غذا دال مونگ اور چپاتی اور اگر کھٹائی کی رغبت ہو تو آلو کی چٹنی

بیگم۔ کیوں حکیم صاحب برف کا پانی دیا جائے کچھ حرج تو نہ کرے گا۔

حکیم۔ دیا جائے۔ بلکہ اگر برف میں بوتلیں رکھ دی جائیں تو اس سے بھی اچھا برف ڈال کر پینا کسی قدر مضر ہے۔ بہتر ہے کہ بوتلیں برف میں لگا دی جائیں ۔

مغلانی۔ حضور اسی طرح پیتے ہیں اور کیوڑا ہو یا نہ ہو۔

حکیم۔ دن میں دو ایک بار ہو تو مضائقہ نہیں بھلا حضور کے پاس ڈاکٹر صاحب کے نسخے ہیں یا نہیں۔ اگر ہوں تو ذرا دیجیے تو بتائیے حضور تو انگریزی طرزان ہیں ۔

ہمایوں فر۔ مصطلحات کا سمجھنا مشکل ہے۔ یہ باتیں ہم کیا جانیں

حکیم۔ حضور ان سے اس قدر دریافت کریں کہ یہ تپ کس قسم کی ہے۔ اور تپ کی کتنی قسمیں ہیں اگر جواب دے سکیں تو طبابت کا پیشہ چھوڑ دوں اور پھر کبھی نام نہ لوں ۔

ہمایوں فر۔ بجا و درست تو گمانس جھیلا کیے ہیں شاید حکیم صاحب

آپ لاکھ فرمائین - ہم کو تو انکا عقیدہ ہے ہم اُنکی ادویہ کو سریع التاثیر اور کثیر النفعت سمجھتے ہین -

حکیم - بجا ارشاد ہوا - مگر جسقدر سریع التاثیر ہین اُسی قدر برعکس بھی نتیجہ دیتی ہین - اگر ہماری تشخیص نے خطا کی تو مریض کی جان کا خطرہ نہین ہے اور اگر وہ خاطی ہوئے تو معاذ اللہ بس توبہ ہی کا مقام ہے اور یہ ڈاکٹری ہی ہے کیا - ایک شاخ ہے طب یونانی کی اور وہ بھی ناقص اور اسکے نقص کی دلیل سامع یہ ہے کہ اس ملک کی آب و ہوا اور مزاج سے وہ واقف نہین پس اُنکا معالج ہونا ہرگز سودمند نہ ہوگا -

ہمایون فر - بجا سودمند کیا معنی بالکل ضرر رسان ہوگا - (مسکراکر) اس سے مین بھی اتفاق ہے بیشک -

حکیم - اب حضور تو انکا جامہ پہنے ہین حضور سے بحث کون کرے

حکیم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد ڈاکٹر صاحب آئے مہری نے اطلاع دی کہ ڈاکٹر صاحب آئے ہین -

مغلانی - کون ڈاکٹر - گورے ڈاکٹر کہ کالے -

مہری - اے وہی بابو جی بنگالی بابو - مجھے تو اُنکا نام نہین یاد آتا

ہمایون فر - بابو ترلوکی ناتھ بھٹاچارجی -

مہری - بابو تر لوکی - (مسکراکر) اے ہوگا -

بیگم - یہ اب انکی کیا ضرورت ہے - کہدو کہ اب حکیم کا علاج ہوتا ہے

ہمایون فر - اِین! کہین ایسا غضب بھی نکرنا - بالکل خلاف مروت ہوگا آنے دیجیے - بیٹھنے مین کیا حرج ہے - علاج چاہے جسکا ہو -

پردہ گرایا ڈاکٹر صاحب کھٹ پٹ کرتے آئے - پاؤن مین مسے اینڈ کمپنی کے ہان کا بکر تو ڑ بوٹ پتلون ڈھیلا ٹوپی کالی گول بانات کا کوٹ اسکے نیچے رول ڈک کا شرٹ -

ہمایون فر - (گڈ ایوننگ) آئیے یہن کرسی پر تشریف رکھیے

ڈاکٹر - آج مجاج (مزاج) کیسا رہا حضور کا - تپ تو بہت نہین تھا دن کو -

ہمایون فر - تھا تو مگر خفیف - ہان تشنگی زیادہ تھی اسکا کیا جانے کیا سبب ہے -

ڈاکٹر - برف کا ٹکڑا منہ مین رکھنے سے تسکین ہوتا ہے -

ہمایون فر - جی ہان بابو صاحب -

ڈاکٹر - نبض حضور کا دیکھ سکین (نبض دیکھکر) آج تو بخار کم ہے دو چار دن مین آپکا بیماری جاتا رہے گا -

ہمایون فر - ضعف بہت ہے بابو صاحب -

ڈاکٹر - وُل - تو اتنے دن کا بھار (بخار) بھی تو حضور کو ہے ہم جانتا آج نو دن ہوا - ہم ایک دوا تاکت (طاقت) کا دیگا کال (کل) سے آپ سرو (شروع) کر دے -

مغلانی - حضور کئی دن سے چھینک نہین آئی ہے اسکا کیا سبب

ڈاکٹر - (مسکراکر) او - اس سے کیا مطلب چھینک آئے یا نہ آئے اس سے کون بڑا نکسان (نقصان) ہے -

محلدار - اور حضور کان کے قریب اسقدر کھجلی آتی ہے کہ اوہ کوئی شے لگانے کی بتلائیے -

ڈاکٹر - اُو - کان کا کھجلی سے اور اُس بھار (بخار) سے کون بات ہے -

محلدار - حضور فصد کھلوا دین -

ڈاکٹر - (بگڑکر) اُو ایسا کچھ جرور (ضرور) نہین بیمار کو اور بیمار کرنا اچھا نہین -

محلدار - اور ضعف کا علاج تو کیجیے -

ڈاکٹر - وُل تو اسکا علاج فصد ہے؟ فصد تو اور بھی کم تاکت (طاقت) کر دیگا -

ڈاکٹر صاحب نے ایک اور نسخہ لکھا۔ اور کہا دو دو گھنٹے کے بعد اسکو ضرور پیا کیجیے۔

ادھر ڈاکٹر صاحب رخصت ہوئے تو ادھر قہقہہ پڑا اور عورتین چڑھانے لگین۔ بخار کو کہتا ہے بکھار۔ اور ایسا کچھ برس نہین کم تاکت۔ بولنا تو آتا نہین چلے ہین علاج کرنے۔

ہمایون فر نے کہا لاحول ولا قوۃ۔ کیا عقل ہے بھلا زبان اور بول چال کو علاج سے کیا واسطہ۔ تم لوگون کا وہ عقیدہ کہ جہان ڈاکٹر نے کوئی خلاف محاورہ لفظ کہا اور عقیدہ جاتا رہا مغلانی۔ حضور حکیم لاکھ گذر گیا ہو پھر حکیم ہے۔ ڈاکٹر کیا مقابلہ کرے گا۔

معشوقۂ سمن سینہ پر میان آزاد کر آنے لگے

ہمارے جہانیان جہان گرد شیر دل شیر مرد آزاد فرخ نہاد کے حسن شستہ و آلیشن اور جمال کامل و حسین نے اُن کو اسیر زندان بلا کیا۔ پولینڈ کی معشوقۂ سمن سینہ کو اُنکی ایک ایک ادا دل و جان سے بھائی فرط مستی اور غایت حسن پرستی سے آزاد پاشا کو چھین لائی اُسکے حسن روز افزون کے بیساختہ پن اور قیامت کے جوبن نے آزاد کے دل مین بھی عشق پیدا کر دیا۔ وہ پیارے پیارے دست حنائی وہ بلورین کلائی وہ نئی گردھست کی چوڑیاں کچھ سیاہ کچھ طلائی نرگس پرخمار جلبے حسن سے گلرنگ۔ مرکز دائرہ حیش دہان تنگ نیم خند چشمۂ نوش قیامت سے دوشن بر دوش۔ ابرو گرہ گیر سیہ تاب مژگان فتنۂ بار گران مواسہ زنخدان سیب سیمین۔ زلف کمند عنبرین عدم باش تحریوش میگون شکن فردش۔ ۵

سرو سا قد تو گل سے رخسارے
شانے بازو بھرے بھرے سارے

آزاد دریاے حیرت مین غرق تھے کہ یا خدا یہ کیا ماجرا ہے ـ کجا روم روس کی جنگ کجا یہ گلبدن عروس فرنگ۔ کجا خیمہ و خرگاہ کجا یہ غیرت مہر و ماہ۔ کبھی سوچتے تھے کہ پا بزنجیر تو ہین نہین چھٹکارا آسان ہے کبھی دل کو ملامت کرتے تھے کہ ناداں ہے اس پری کا حسن بلا ہے بے درمان ہے آفت جان ناتوان ہے ایک ادائے رنگین کی قیمت دل ہے۔ سخت مشکل ہے۔

اب سنیے کہ دو تین روز تک وہ قیامت جلوہ آزاد کے سامنے کس قدر کج ادائی سے پیش آئی۔ صورت دکھلائی اور نظر سے اوجھل ہو گئی۔ آزاد نے جب دیکھا ایک نئے لباس اور نئے فیشن مین۔ عطر کی اس درجہ شائق کہ تمام کوٹھی ہر وقت معطر اور معنبر رہتی تھی اور عطر بھی وہ جو عطر جہانگیری کو شرمائے عود و لخلخہ اُسکے مقابل مین گرد ہو جائے۔ اُس بوے خوش سے آزاد ہر وقت مست رہتے تھے غرض انکے پاس اکثر آتی جاتی تھی اور زبانی پیغام لاتی تھی ایک روز صبح کے سہانے سمان مین وہ ناظورۂ سمن اندام بناؤ چناؤ کر کے چمن مین آئی۔ اشجار کو نہال کر دیا۔ اٹکھیل کی چال سے کبک و تدرو کو پائمال کر دیا۔ آزاد فرخ نہاد کی اس گل خندان کے روے شبنم خیز پر نظر پڑی تو ہزار جان سے عاشق ہو گئے فن عاشقی مین ادب آموز فرہاد و وامق ہو گئے عشق نے دل غم سرشتہ مین جگہ پائی۔ گریبان کی شامت آئی۔ ۵

بادہ در ساغرم شرابی ریخت عشق
روغنم با شعلہ آمیخت عشق

طرے برداز دلم صبر و قرار
کز خرش بر تیغ بود صبح بہار

تا بناگوش ابروش کمانہ تاب
تیغ خود را ناتش گل داد آب

ے شود در سینہ ام فضل اسید
از جبینش شیر ست صبح عید

وہ بت پر غرور چتونوں سے تاڑ گئی کہ میرے حسن بے مثال

نے اس جوان جادو جمال کے دل الفت خیز میں جگہ پائی اب آرزوے دل برآئی مگر غرور حسن نے اجازت نہ دی کہ مخاطب ہوتی اور بھی چمک چمک کر شوخی کے ساتھ اس باغ دلکشا میں مصروف خرام ناز ہوئی ؎

بہر چمن قد موزون او خرام کند ۔ ز طوق فاختگان سرو چشم دام کند

کبھی اُس رنگین ادا نے ناز و ادا کے ساتھ کسی جوان پری تمثال کے دوش صفا پر دست حنا بستہ رکھا۔ کبھی کسی کے چٹکی لی۔ کبھی طرارہ بھرا اور اُس روش میں جو رہی کبھی انا البرق کہتی ہوئی اس چمن میں آئی۔ خاتون پری چہرہ ہوش جاتی سے طرارے بھرتی تھیں پیش خدمتیں کلیلیں کرتی تھیں۔ سب نوخیز و نوخاستہ سب بنی ٹھنی آراستہ سینے اُبھرے ہوئے۔ عطر کی بو باس اور رنگین کھنسا ہوا لباس جوانی پھٹی پڑتی تھی۔ مستیاں اُبل رہی تھیں سب دوشیزہ و ناکتخدا مرد کی صورت سے ناآشنا۔ حاضر جواب و زبان دراز مگر عفت کوش و پاکباز ایک شعلہ رنگ پیش خدمت عطر کا قرابہ لائی اور کیاریوں کو عطر گران بہا سے سینچنے لگی۔ دوسری ماہ پیکر مسہری ہری دوب کو کیوڑے سے دھو یا کسی حسین و مہ جبین نے رنگین مرغان خوش رنگ و خوش آواز کے پنجرے لائیں اور درختان سبز شاخ میں پنجرے لٹکا کر غلاف اُٹھا لیے کچھ پنجروں میں پیارے پیارے خوبصورت خوبصورت جانور از سر تا پا حلۂ پوشان بہشت کی طرح سبز کچھ پنجروں میں غلاف سرخ رنگ سرخ بال کسی میں سرمئی رنگ کے جانور۔ کسی میں مختلف الالوان کے خوش آواز ایک پیش خدمت نے سیٹی بجائی تو کل جانور چہکارنے لگے ادھر دو چار پیش خدمتوں نے پیانو کی طرح کا ایک باجا بجانا شروع کیا

اُس وقت کا سماں قابل دید تھا کہ دیدہ نہ شنیدہ تھا۔ صبح کا سہانا سماں برگ بار مسرت نشان۔ نسیم سحر عنبر فشاں باد صبا کے جھونکوں سے ہری بھری شاخوں کا ہلنا اور کلیوں کا بیساختہ کھلنا پھولوں کی منت کرنے والی بو مشک بیز مرغان خوش آہنگ ترانہ ریز باجے کی سریلی آواز حسینوں کے ناز و انداز۔ کیاری کیاری کیوڑے اور عطر کی سینچی ہوئی دوب دودھ کی دھوئی ہوئی۔ الٰہی یہ صبح ہے یا مطلع دیوان دلکشائی یا سرلوح بیاض صفائی۔ صوفیان صافی دل کی طرح نورانی ہے یا باطن معتکفان کعبۂ یزدانی ہے۔ ؎

روے بنمود صبح سیم عذار ۔ ساقی صبح روے بادہ بیار

ایسی صبح خنداں آزاد کو کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی ٹکٹکی لگائے اُس صبح رخسار کو گھورتے تھے ایسی بلوریں کلائی اور گوری گردن اور پیارا مکھڑا اور مستانہ چال اور خاتون پری جمال ان کی نظر سے نہیں گذری تھی ؎ ع ۔ بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری۔ ؎

خورشید طلعتان ہمہ چشم بر گہر ۔ از چہرۂ ستارہ فشانی نوی کنند

آزاد جوش جنوں میں اپنے دل سے باتیں کرنے لگے مس میڈا کے حسن تحیر سوز میں شک نہیں۔ مگر یہ اشتعا جوبن کہاں اسکا تو نام خدا ابھی چودھواں سال ہے بمبئی کی بیگم شوخ و طناز ہیں مگر یہ بانکپن کجا دنشیا کی رنگین ادائی میں کلام نہیں مگر غضب حسین اور حسن آفرین نہیں پایا۔ اللہ رکھی کی جوانی اور حسن گلناری کا کیا کہنا لیکن یہ نرگس نیلوفری یہ چشم جنوں افزا انہیں پائی ؎

غدر کنید زچشمے کہ آسمان گوید ۔ کہ اہمچو سبزۂ شمشیر تشنہ خون ست

انجم النسا اور زینت النسا دونوں سرو تمن اندام پرستان خرام نازک بدن اور گلفام ہیں مگر ناز آفرین نہیں یہ

آن بان کہان پایئے۔ ؎

شاہد آن نیست کہ موے ومیانے دارد	بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد

آزاد نے اس معشوقۂ شیرین شمائل کے حسن سے سب کے
حسن کا مقابلہ کیا مگر حسن آرا بیگم کو چھوڑ دیا۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ
حضرت کی نیت ڈانوان ڈول ہوئی۔ مگر معلوم ہوتا ہے ابھی تک
حسن آرا کی ادائین بھولی ہین۔

اب سنیئے کہ ادھر تو پیچھے سرون مین پیش خدمتین نازک آواز
سے گاتی تھین۔ کچھ باجا بجاتی تھین ایک طرف خوش نوا
جانورون کی پیاری آواز دوسری سمت طبلہ و ساز
زدت معنبر مشکبار نسیم سحر پیش رو قافلۂ تاتار۔ گلون پر جوبن غنچے
سرگرم شگفتن تھے۔ ادھر ایک نئی بات ظہور پذیر ہوئی ایک
پیش خدمت فرش مکلف لائی اُسپر طلائی کرسی بچھائی۔ دو
رشک قمر عورتین لنگا جمنی طشترون مین دستنبو کی قسم سے
کوئی شے لائین۔ ایک داہنی کھڑی ہوئی دوسری بائین۔
خاتون لعل لب نے کرسی کو رونق بخشی پیش خدمتین ادب
کے ساتھ ادھر اُدھر کھڑی ہوئین۔

اتنے مین ایک نہایت خوبرو اور قوس ابرو جوان رعنا
بلند بالا آیا دو آدمی ننگی تلوارین لیے ساتھ تھے ایک ادھر
دوسرا اُدھر۔ اِس اسیر درد کے ہاتھون مین طلائی زنجیرین پڑی
تھین اور پاؤن مین چاندی کی بیڑیان۔ مگر لباس قیمتی اور صاف
آزاد یا شلک کے ہوش پریشان ہوگئے کہ یہ کیا اسرار ہے غور کرکے
دیکھا تو ایسا خوبصورت جوان کبھی اُنھون نے عمر بھر نہین دیکھا
تھا۔ شیر کی سی کلائی اور پنجہ۔ آنکھین خونخوار مگر اشک ریز
آلائش نصیب ان کے قریب سے گذرا تو آزاد نے بکمال غم و غصہ
سے نظر ڈالی۔ گو قد و قامت اور رعنائی و برنائی مین آزاد اس
کم نہ تھے مگر اُس نے اس درجہ خونخوار ہوکر اُن کو دیکھا کہ یہ دنگ
ہوگئے۔ اسی دم اُس بت پندار نے اُس جوان دلاور کو تیکھی
چتون سے گھورا تو اُس نے آنکھین نیچی کرلین مگر چشم دجلہ بار
نے اسقدر سا اشک بہائی کہ ٹپ ٹپ کچھ دامن پر گرے کچھ
زمین کی خبر لائے۔ اُس شوخ کے قریب جاکر جوان ضیغم طلعت
نے نالۂ جگر افشان بلند کیا اور طوفان اشک اس درجہ امنڈ آیا
کہ کوئی شے اُسکو نظر نہ آتی تھی۔ ایک عورت نے مُنھ دھولایا
مگر جاری ہی رہے پھر مُنھ دھو لایا۔ اُس زن سنگدل
نے آنکھ سے اشارہ کیا تو جوان حزین نے رخسار تابان کا
بوسۂ جان پرور لیا۔ اس کے جواب مین اس پریزاد نے بھی
اُس شیر مرد کی پیشانی نورانی چوم لی۔ اور دونون آدمی جو شمشیر برہنہ
لیے اُس کے ساتھ تھے ادب کے ساتھ جوان رعنا کو لے گئے
آزاد متحیر و ششدر کہ بار خدایا یہ کون ہے قیدی ہے تو بوسہ بازی
کیسی۔ آزاد ہے تو زنجیر سے کیا واسطہ۔ دو آدمی شمشیر بکف
کیون ساتھ آئے۔ خدا جانے اس دیار کی یہ کیا رسم ہے۔
اگر مستی کے سبب سے بوسہ لیا تو قید سے رہائی دیتی۔ بغیر طلب
کے دونون نے بوسے لیے کچھ عجیب بات ہے سمجھ مین
نہین آتی۔ ؎

مستی بے طلب بوس از دہان یار میرسد	
ثمر چون پختہ گردد خود بخود از دار میرسد	

آزاد نے لاکھ عقل دوڑائی مگر بات اصلا سمجھ مین نہ آئی تھوڑی
دیر کے بعد اِدھر اُدھر سیر کرکے آزاد اس شاہد دلفریب کی کرسی
کے پاس جاکر کھڑے ہوئے اور جھک کے آداب بجالائے
جواب ندارد۔ پھر آداب عرض کیا۔ مگر پھر جواب ندارد انکی
طرف دیکھا تک نہین۔ جواب کیسا۔ عرض دور سے

مسکراتی تھی پیش خدمتین اشارہ کرتی جاتی تھین کہ پھر جھک کر سلام کرو۔ زمین دوز ہوکر سلام کرنے کے عادی نہ تھے اُن کو جو اسقدر جھکتے دیکھا تو اسکو ایک شگوفہ ہاتھ آیا۔

اِتنے مین وہ پری پیکر ناز معشوقانہ کے ساتھ اُٹھی اور اشارے سے کہا ہٹ جاؤ۔ آزاد ایک طرف ہٹ گئے اور پیچھے پیچھے ادب کے ساتھ جانے لگے۔

خاتون نے پیش خدمت سے کہا ان سے پوچھو باغبانی مین بھی کچھ دخل ہے کہ نہین۔ آزاد اسکا جواب دینے ہی کو تھے کہ پیش خدمت نے روکا۔ کہا خبردار اس طرح جواب نہ دے بیٹھنا پہلے ہم پوچھین پھر جواب دو۔

آزاد بہت اچھا کہہ کر خاموش ہو رہے پیش خدمت سے خاتون زرین کمر کہتی تھی اور اُسکا جواب آزاد دیتے تھے (ترجمہ)

خاتون۔ دریافت کرو کہ باغبانی مین کچھ دخل ہے یا نہین سچ سچ بتائین۔

آزاد۔ عرض کرو کہ جھوٹ بولنا ہم آزاد منش آدمیون کی وضع کے خلاف ہے۔

خاتون۔ خدا جانے کس گانوٗن کس جنگل کے ہشو ہین۔ سوال دیگر جواب دیگر۔ من چہ می سرایم و طنبورہ من چہ می سراید۔

آزاد۔ باغبانی مالی جانین ہم گولی اور بارود ہی کا کام کچھ خوب جانتے ہین توپ ہو تفنگ ہو۔ میدان جنگ ہو پھر کوئی جاے جوہر دیکھے۔ باغبانی اور قلبہ رانی سے ہمین کیا سروکار۔

خاتون۔ تو بہ گولی اور بارود کا کام خوب جانتے ہین۔ کیا بارود والے ہین۔ باپ دادا گولے بنا بنا کے بیچتے تھے۔

آزاد۔ سو پشت سے سپہ گری پیشہ ہے۔ سپاہی مشرب سپاہی نژاد ہے ہین۔

خاتون۔ ہان! چین کی لڑائی آپ کے دادا جان ہی نے فتح کی ہوگی۔ نپولین کے خاندان سے تو نہین ہو کہین۔ کون کون معرکہ سر کیا۔

آزاد۔ ع۔ کہ درین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست۔ جو کچھ ہین وہ ہین حضور اپنا مطلب فرمائین۔ خاص منشا کیا ہے۔

خاتون۔ باغبانی کرو تو کچھ مقرر کردین اور نہین تو خیر۔ اختیار ہے۔ کہہ کے سوچ کے اسکا جواب دو۔

آزاد۔ (مسکرا کر) ہان! تو حضور باغبانی غلام کے سپرد کرنیوالی ہین زہے نصیب سازین چہ بہتر۔ مگر کھری مزدوری اور چوکھا کام۔ ہمارے وطن مین باغبان روز کے روز اُجرت پاتے ہین حضور کے حکم کی تعمیل بسر و چشم منظور جو حکم ہو ہم تو مطیع اور فرمان پذیر ہین۔ ع

فرمانبری ہست رسم و آئین ما را
در باغچہ ما گل نافرمان نیست

خاتون۔ بڑے لسان معلوم ہوتے ہو اچھا کیا اُجرت لوگے روز کے روز۔

آزاد۔ ہم لوگ کسی کے سامنے آقا سے اُجرت نہین ٹھہراتے تخلیے مین عرض کرتے ہین۔ اگر پیش خدمتون کو ایک ساعت کے لیے اُٹھا دیجیے تو عرض کرون۔ ورنہ حضور کو اختیار ہے مگر مین اپنی زبان سے سب کے روبرو نہ کہونگا۔

خاتون۔ اللہ۔ اللہ۔ تخلیہ ہو تب باغبان سے اُجرت کا تصفیہ کرون۔

آزاد۔ ہم تو آزاد ہین ہمارا نام آزاد ہے۔ ہماری زبان مین آزاد اسکو کہتے ہین جو کسی شے کا پابند نہو۔ ہم یہان قیدی ہین یا اب مُردے۔

خاتون۔ آزاد یا اسیر۔ اب تو ہمارے قیدی ہو آزاد؟

آزاد۔ بادشاہی ملے تو نہ قبول کرین ع مرا گدائے توبودن ز سلطنت بہتر۔ لے حضور اب اُجرت کا تصفیہ ہو جائے

خاتون کمسن بڑے پیش خدمتون کو اشارہ کیا دم کے دم مین ایک متنفس کو بھی وہان مخل نہ پایا فقط آزاد اور وہ پریزاد کہا اب تو تخلیہ ہو گیا اب اُجرت بتاؤ۔

آزاد۔ اِدھر اُدھر ایک ایک بوسہ بناگوش وقت سحر اور گل عارض کے دو شکر آمیز بوسے وقت شام۔ یہ اُجرت ہے بس

خاتون۔ ہوش کی دوا کرو۔ کیون جان کے دشمن ہوئے ہو۔

آزاد۔ جان تو وبال ہے اگر تم چاہو تو جی اُٹھون۔ اب زندگی تمہارے ہاتھ ہے۔ جان سی پیاری چیز تمہارے بس مین ہے۔

خاتون۔ شان خدا۔ آپ اور ہمارے بناگوش صفا کوش اور عذار مشک سواد آتش اندود کا بوسہ لین۔

بُت کرین آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

آزاد۔ حضور کے بناگوش صفا کوش کے صدقے اور عذار مشک سواد کے قربان مگر اپنی تو جان جاتی ہے۔ اسوقت بے اختیار جی چاہتا ہے کہ اظہار مطلب کرون۔ مگر خوف ہے کہ مبادا ناگوار مزاج نازک ہو۔ اپنی جان جانے کا غم نہین مگر مزاج مبارک برہم نہ ہونے پائے ہم پر بھی تو لیسان شوخ و شنگ جان دیتی ہین۔ ہم بھی کڑیل جوان بانکے ہیں

خاتون۔ (ہنسکر) اپنے منہ میان مٹھو آپ بھی اپنے کو کچھ سمجھتے ہین۔ ای کیون نہین۔ آپ ایسے ہی جوان ہین

آزاد۔ حضور کا دل ہی جانتا ہوگا اور زبانی دعوے کی تو بات ہی اور ہے اگر اجازت دیجیے تو دست سیمین کو فرط ادب سے چوم لون اور جو خدمت ہو بجا لاؤن مین حکم کا بندہ ہون فرمان بردار

خاتون۔ ای کیون نہین چہ خوش چرا نباشد۔ اچھا ادب ہے

آزاد۔ (آہ سرد کھینچ کر) ؎

گر صورتے چنین بہ قیامت برآورد
عاشق ہزار عذر بگوید گناہ را

خاتون۔ خیر اب آپ ہمارے چاہنے والے تو ہوئے شکر ہے۔ معقول!

آزاد۔ حضور عاشق نہین بندہ ہون اور بندہ بھی زر ناخریدہ غلام ؎

نمیدانم کرا دیدم کہ از خود میروم بیہوش
چنون آہستہ میگو میبار کباد در گوشم

خاتون۔ اچھا باغ مین کام تو شروع کردو۔ پھر سمجھا جائیگا

آزاد۔ اگر ہرج نہ ہو تو کسیقدر تنخواہ پیشگی عنایت فرمائیے جو جی چاہے

خاتون۔ جسقدر چاہو لے لو۔ نقد جواہرات اسباب سب کچھ موجود ہے

آزاد۔ واہ فقیرون کو زر و جواہر سے کیا واسطہ۔ ہمتو بوسے کے طالب ہین۔ بوسۂ بناگوش اور بوسۂ عذار۔

شیر انوار تجلی را چو سے کردند صاف
درد آن مہتاب و صاف آن بناگوش تو شد

خاتون۔ پیشگی یہان نہین ملتی۔ اس مرض کا طوطا کوئی اور پالتے ہونگے۔

آزاد۔ جی بجا ہے۔ وہ تو ہم سمجھے ہی تھے۔ پہلے ہی معلوم تھا ؎

بات مطلب کی جیبا جاتے ہین
ٹال جاتے ہین جو بوسا مانگو

خاتون۔ ایسے تو خوبصورت بھی نہین ہو ابھی جو جوان گلعذار آیا تھا اُسکو دیکھا کیسے خوبصورت ہاتھ پاؤن ہین۔

آزاد۔ شان خدا۔ خوبصورت ہان اچھا ہے مگر حسن خداداد اور بات ہے اور محض خوبصورت ہونا اور بات۔

اتنے مین آزاد نے جوش مستی مین ہاتھ چوم لیا تو خاتون محجوب نے پیش خدمتون کو آواز دی۔ حکم پاتے ہی معاً حاضر ہو مین کہا اب دھوپ سارے مین پھیل گئی ہے ہم اندر چلکر بیٹھینگے۔ یہ کہہ کر بصد ناز کمر کو لاکھون بل دیتی چلین کبک رفتار لیتی ہوئی کے

ایک کمرے مین چلی گئی۔ آزاد پاشا تنکے چننے لگے۔ بالکل مجنونانہ اور لب پر اشعار عاشقانہ ؎

چلے تو سیر کو ہین آپ سی ٹل کے گلشن مین
اشارے کیسے کیسے ہونگے نافرمان و سوسن مین

(آہ سرد بھر کر) اب ہماری زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا بس ؎

یہ سودائے شہادت ہی ہمارے سر کو اے قاتل
تری تلوار کا دم بھرتی ہی جو رگ ہی گردن مین

حسن آرا۔ جان من مجھین ہم نہین بھولے ہین۔ مگر اس حور فریب کی چشم فتان اور لب خندان اور دہان تنگ اور حسن شعلہ رنگ نے ہمارا دل چھین لیا۔

آزاد فرخ نہاد کا نامہ خرد بنیاد

گو اس عروس تجلی قیامت کی ایک ایک ادا آزاد کے دل مین کھب گئی تھی مگر حسن آرا کی محبت ایک شمہ بھی کم نہ ہوئی تھی۔ شب کو آزاد نے حسن آرا کے نام بکمال حسرت و ملال ایک خط لکھنا شروع کیا۔ خط لکھتے ہی کو تھے کہ عروس ان کے کمرے مین چلی آئی۔ فوراً خط کو چھپا لیا عروس نے مسکرا کر کہا اس وحشت کے صدقے بھلا مین اس زبان اور اس خط کو کیا جانون جس مین تم نامہ لکھ رہے ہو آزاد نے بے تکلف خط لکھنا شروع ــــ

جان آزاد۔ یا خدا یہ نامۂ سرشک آلود کسی طرح معشوقہ تا قدم ندام گلفام ماہ سیما پیاری حسن آرا کی نظر پاک بین سے گذرے۔ حسن آرا میرے دل کا عجب حال ہی۔ جیتا ہون مگر زندہ در گور۔ یا یون کہون کہ مردہ بدست زندہ یہان بھی ایک بالا بلند گیسو کمند پری پیکر کا تمھارے عاشق زار جنگجو کا دیر دل آیا ہی قیامت بپا کی ہی ستم ڈھایا ہی۔ غمزہ سحر آفرین نشتر زن اور عشوۂ جادو فریب صید افگن سے خدا بچائے میری داستان حسرت نشان سنو گی تو انتہا سے زیادہ قلق ہو گا۔ ع

کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال ؎

مست مے تو ای جان جانم فلکم | گر نشکنیم نگر بکام فلکم
در ساختہ ام بجا چہ تاشی با غیر | تا سازی او ببین غلام فلکم

وہ عنبرین خال زہرہ تمثال آزاد سے آزاد آدمی کو قید مین رکھتی ہی سفر کی کوئی صورت نہین ہی اسکی زلف عنبر بو سے مین ہر دم مست رہتا ہون خدا جانے کیا سحر ہی کیا جادو ہی ؎

شوق کبوتر است خم زلفش نگار را | من تو باز در طلبش پر ہمی زنم
نے نے کہ ہیچ چنگل باز ست نیستش | من پر زبیم او چو کبوتر ہمی زنم

مگر میرے حق مین کالی ناگن کا کام کرتی ہی۔ جسکے کاٹے کا منتر ہی نہین۔ مجھے ہر دم تم ہی یاد آتی ہو ہائے ہائے دل کا حال بیان کس سے کہون۔ رزم گاہ یہان سے منزلون دور ہی۔ ایک کہسار مین قید ہون۔ مقام تو پر فضا ہی مگر ؎

من کہ بر بوے تو در راہ صبا خاک شدم
چہ کشاید ز نسیم گل و بوے چمنم

جی چاہتا ہی کہ مفصل حال لکھون مگر وحشت دل اجازت نہین دیتی ؎

عجب دردیست جانم را اگر گویم زبان سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

مین نے کئی معرکے سر کیے۔ کئی لڑائیون مین نام نیک حاصل کیا۔ مشہور سپاہ زنون سے جنگ کی خدا کے فضل سے سب کو نیچا دکھایا مگر ایسی آفت مین مبتلا ہو گیا کہ اس سے چھٹکارا محال ہی صاف صاف یون ہی کہ ایک پری کا لقا آتش وش نو دولس مہ جبین عروس نے پیغام بھیجا کہ ہم سے مقابلہ کرو۔ سوچا کہ کنواری

چھوکری سے مقابلہ یعنی چہ۔ مرد اور عورت کی جنگ کیسی مگر اُس
بت کافر نے ایک نہ مانی۔ آخرکار مجبور ہو کر میدان کارزار مین مقابل
ہوا۔ اُسنے آؤ دیکھا نہ تاؤ تلوار پر تلوار اور ہاتھ پر ہاتھ لگانا
شروع کیا مین نے چوٹین بچائین مگر حسین عورت پر ہاتھ نہ اٹھا
جب مین نے دیکھا وہ مانتی ہی نہین اور بیڑا اُٹھا کر آئی ہی
کہ آزاد کو قتل کر دنگی تو چوٹین بچا کر ایک بار تلوار کا منھ
چڑھو کے بوسہ لے لیا دوسری مرتبہ رخسار تابان پر ہاتھ پھیرے
تیسری مرتبہ خود اس سراپا زیب کے عارض بوسہ فریب کو
چوما۔ خیر۔ کچھ ایسا اور سبب پڑا کہ قید ہو گیا۔ اور بوسہ بازی
کے جاے مین کالا پانی نصیب ہوا سو سوار میرے ساتھ ہو گے
اور زندان کی طرف لے چلے۔ سو سوارون کو دیکھو اور میری
بساط کو۔ ہاے غضب حسن آرا۔ خدا گواہ ہی دل پر پتھر
رکھکر یہ خط لکھنے بیٹھا ہون سنگ آمد سخت آمد۔ قہر درویش
بر جان درویش جس کاغذ پر مین نے خط لکھا ہی یہ میری پریشانی
کا گواہ ہے ؎

	قابلِ نامۂ محبوب کہان یان کاغذ بے نذری مین نہین ممکن ہی زرافشان کاغذ	

جو کہین اُس تجلی قیامت کی نظر سے یہ خط گذرے تو
ستم ہی ہو جائے ؎

	قاصدا لکھے ہین اسرار محبت مین نے رکھیو اغیار کی نظرون سے تو پنہان کاغذ	

میری زندگی اب تلخ ہو گئی۔ چھٹکارے کی کوئی صورت
ہی نہین ہی مین تو خط بھیجتا ہون مگر جواب کیونکر آئیگا بس یہی
حسرت ہی یہان کا پتا کیا لکھون۔ معلوم ہی نہین کہ کون مقام
ہی کہسار ہی اور رود بار ہی۔ دامن کوہ مین لالہ زار ہے۔
قلعہ کوہ پر سبزہ زار ہی بس یہی پتہ جانتا ہون تمھارا خط کیونکر پاؤنگا ؎

اے دل اگر آئے قاصد یار		ہو سون کہ پاے قاصد یار
آجرت مین مآل تو ہی کیا مال		ہی جان فداے قاصد یار
ہی ہیک اجل کی آج آمد		پہلے کہین آئے قاصد یار
گو مردہ ہون پر ہی قسم بانی		واللہ صداے قاصد یار

	کانون کو ہے اشتیاق ہر دم آواز سنا ہے قاصد یار	

واہ سنا چکا۔ قاصد یار اور نامہ غمگسار۔ اب حشر مین آئے گا
اب وحشت جنون زا اور کہسار روح فرسا ہی اور آزاد ہین ؎

	یہ حسرت رہ گئی کس کس مزے سے زندگی کٹتی اگر ہوتا چمن اپنا گل اپنا باغبان اپنا	

گل گو اپنا ہی۔ مگر یہ ایسا گل کھلا کہ چمن ہی سے دور
کر دیے گئے ؎

	ہاے صیاد جفا پیشہ نے کیا گل کترے دور لیجا کے چمن سے پر بلبل کترے	

بلبل اپنا ہی مگر صیاد و صبا غمان بیرحم۔ بیدرد ہے۔ اب
ہمارے دن کیا جانے کیسے ہین۔

یہان ایک کہسار ہی۔ تخت سلیمان سے رتبے مین بلند
اس کی چوٹی پر ایک نئے قسم کا قلعہ اور مکان ہی۔ مکان کیا پرستان
ہے۔ بلندی اس درجہ کہ الامان۔ یہان کی ہری ہری دوب
وہ لطف دکھاتی ہی کہ غنچۂ دل کھلا جاتا ہے مگر ہمارے دل کی
کلی بالکل مرجھائی ہوئی ہی ؎

صد غنچہ بشگفت الا دل من		اے وا دل من اے وا دل من

ایسی خنک ہوا اور اسقدر لطف سبزہ نار خضارت بار اگر
وصال یار کے زمانے مین نصیب ہو تو سبحان اللہ۔ مگر

بے گلعذار جا کے گلستان ہی کیا ۔ ہان یہ کیا کہ داغ کہن کو نیا کیا

یہ روسی خاتون دنیا سے نرالی وضع رکھتی ہے۔ ابرو کے خم چم نرالے آنکھوں کی فسون پردازی دنیا سے نرالی لبون کی جادو طرازی نرالی اور گردن تو واقعی فوارہ نورستہ بلور ہے ؎

نہ باید گردنش را داشتن دست ۔ کہ خون عالمے برگردن اوست

ایک روز مین شکار کھیلتا ہوا کوئی دو میل کے فاصلے پر گیا تو دیکھا کہ کمر کوہ مین ایک چھوٹی سی بستی آباد ہے مگر وضع دنیا سے نرالی عورتین گران ڈیل مگر نازک کمر۔ مرد جاہل ور جادو گر عورتین حسین اور رنگین مزاج ۔ مردون کے چہرے زردی مائل سفید ہین مگر نک سک سے درست۔ انکی بولی میری سمجھ مین نہین آئی ایک عورت نے بے جھجک مجھسے ہاتھ ملایا نہایت خوبصورت عورت ہے اور کمر ایسی پتلی ہے کہ مین کیا بیان کرون مجھسے کچھ کہا مگر مین خاک نہ سمجھا دو آدمی ننگی تلوارین لیے ہوئے میرے ساتھ تھے اُن کی اجازت نہ تھی کہ کسی شخص سے باتین کرتے ۔مین نے اس عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیا تو وہ پنجہ لڑانے پر آمادہ ہو گئی ۔اسکے بعد دو عورتین اور آئین روس کی شراب لائین تینون نے ملکر شراب پی ۔ مجکو بھی دی مگر مین نے نہین لی ۔ بڑی دعادت پینے والی ہین مین ان سے کئی باتین دریافت کرنے کو تھا مگر نہ وہ میری سمجھین نہ مین انکی سمجھون یہان ایک عجمی سے ملاقات ہوئی ۔ یہ بڑے زبردست تاجر ہین ۔ پہاڑ کی کچھ چیزین خریدنے آئے تھے ایک شب کو کئی گھنٹے اُنکے ساتھ گفتگو رہی حسب التذکرہ کہا کہ کشمیر مین ایک پہاڑ ہے کوہ ماران ۔ سانپ وہان کثرت سے ہین لہذا کوہ ماران نام ہوا ۔ جب ظفر خان نامے ایک ایرانی صوبہ دار کشمیر تھے تو مرزا صائب سیر کرتے ہوئے کوہ ماران کے ایک مقام سے گذرے دیکھا کہ ایک نہایت حسین ترک بچہ بدخشانی الاصل لڑکون کے ساتھ کھیل رہا ہے بدیہہ کہا ۔ ع

کوہ ماران بکمر لعل بدخشان دارد

اور شعرا نے دوسرا مصرعہ یون موزون کیا ۔ ع ۔

این قدر رتبہ کجا تخت سلیمان دارد

یہ روایت اس سبب سے لکھی کہ کسی طرح دو گھڑی دل بہلاؤن ہائے ستم ‌ وائے ستم ۔ میری جوانی میرے حق مین آفت ہو گئی ۔ ع ۔ اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی ؎

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

اس عشق ستم پیشہ و شور انگیز نے مجھے ادھر کا رکھا نہ ادھر کا رکھا ۔

نیست آسان عشق با خوبان خوش رو باختن
تختۂ مشق عتاب و ناز مے باید شدن

اس عشق ہی نے دل افگار کو عزاخانہ کر دیا ۔ اس سے خدا سمجھے ۔ جس نے مجھے کہین کا نہ رکھا ۔ سیبیریا کے برفستان مین جانے اور قیدیون کی طرح رہنے کا حکم ہوا تھا مگر اثنائے راہ مین اس مردم شکار عشوہ آئین نے سوارون کی آنکھون مین خاک جھونک کر کسی کے ذریعے سے مجھے کوئی ایسی شے پلا دی کہ بیہوش ہو گیا ۔ صبح کو جو آنکھ کھلی تو نہ وہ سوار نہ وہ قید فرنگ چو طرفہ کہسار اور حسن شعلہ رنگ ۔ این! یہ کیا ماجرا ہے یا للعجب یہ کیا بوالعجبی ہے ۔ اس پری کو دیکھا تو اور بھی دنگ ہو گیا اسکے حسن صبیح مین اصلا شک نہین

زلفش باغ اند گلہا سے چمن آب ونگ او ۔ گلستان للہ زاری گشتہ از حسن فرنگ او

رات دن سوچتا ہون اور اسی فکر مین ہر دم غلطان پیچان رہتا ہون کہ ؎

یہ تفریق اور تفرقہ تا بکے　　کہین رند ہین اور کہین میکدا

دوا آئیہ امید و بیم مین کٹتی ہی بچی　　نظر نہین آتی خدا مالک ہی ؎

قیامت کی ہی ہر دم امید و یاس　　پہونچ جائین منزل پہ منزل شناس

اب آنسو بھی نہین آتے اور سچ یون ہی کہ یہ سرے کی مایوسی ہی ہاے یہ وہ دلکشا اور پرفضا مقام ہی کہ اگر ہم اور تم دل کے یہان رہین تو لطف زندگی حاصل ہو۔ سبزہ نودمیدہ کی خضارت ثمر نورس کی طراوت۔ جو چمن ہی رشک بہشت ہی جو روش ہی عنبر سرشت ہی۔ پھول شگفتہ جبین۔ کلیان نازک آئین۔ نسیم سحر صبح خیز۔ نکہت گل مشک بیز۔ مرغان خوش نوا اور مدنظر کی خوبی کا حال کیا کہون۔ انسان کا دل کیسے ہی گرداب غم مین ہو یہان کی ہوا کھائی اور غنچۂ دل ہبوب نسیم مسرت سے کھل گیا ہاے مگر تم ہی نہین۔ ؎

خوشتر ز عیش و صحبت باغ و بہار چیست　　ساقی بیا بگو سبب انتظار چیست

ہاے یہ تو دلچسپ مقام۔ اور محبوب مطلوب نہ ساقی گلفام ع سنا چاہنگل مین ہو کسی نے دیکھا۔ یہ گلزمین اور طبیعت پریشان دل حزین ! واے قسمت۔ الیسار و زبد دیکھا ؎

اشک مژگان تر کی پونجی ہی آہ کو ست حقیر جان ہی ہی جو کلگی یاد مین تجہی کٹ جائے	یہ ثمر اس شجر کی پونجی ہی دود مان اثر کی پونجی ہی وہی آٹھون پہر کی پونجی ہی

حسن آرا مین استقدر لکھ چکا ہون اب زیادہ نہین لکھا جاتا دل بھر آیا۔ مگر خدا جانے کیا سبب ہی کہ گو پیشتر کا سا رنج نہین مگر دل پر صدمہ کچھ زیادہ معلوم ہوتا ہی خیر جو منظور خدا ہو ہم بھی انھین لوگون مین شامل ہونگے جو جاہے ہو۔ ؎

پھر کچھ گئے ہوونکی ملی خبر نہ آئی　　کیا جانیے کدھر کو جاتا یہ قافلہ ہی

حسن آرا تمھارا نامۂ رنگین اسوقت میرے پاس موجود ہی سامنے دیکھ دیکھکر جیتا ہون ہاے وہ ابتدائی فقرہ اس وقت نقل کرتا ہون جس سے مجھے کمال تقویت ہوتی ہی (میرے پیارے آزاد خاتون جنت کی قسم تمھارا سا شیر دل شیر مرد مروت اور جرأت مین فرد دیکھا نہ سنا دیکھا ہو تو شکوہ نہ دیکھون سُنا ہو تو پیاری پہر اکی سنائی سنون۔ تمھاری ایک ایک ادا میرے دل مین کھب گئی ہی وہ چپ چپ کے کنکھیون سے نظر ڈالنا۔ وہ بگڑی ہوئی بات کو سلیقہ سے ٹالنا۔ وہ مردانہ نکھار۔ وہ جوانانہ سنگار وہ رنگین ادائی۔ وہ خود نمائی۔ وہ طرز غزل خوانی۔ وہ شیرین بیانی کیا بھول سکتی ہون۔ واہ بھول چکی۔

(ایک سطر آزاد سے پڑھی نہین گئی)

باتین تو مجکو آتی نہین ورنہ خط کو گلدستہ اور دستنبو بنا دیتی اسوقت دل سے لگی ہی کہ تم میرے روبرو زانو بہ زانو بیٹھے میری نازک کلائی اور میرے دست حنائی کو پاک محبت سے چوم رہے ہو تم خوب جانتے ہو کہ گو مین شاہد عاشقی کی غازہ طراز ہون لیکن پاک نظر اور پاکباز ہون ہان اسکی قسم نہین کھاتی کہ کسی پر دل نہین آیا کسی کی پیاری بیوی بننے کے خیال نے نہین گدگدایا لیکن ہمارا معشوق کون ہی۔ یہ تم اپنے ہی دل مین سوچ لو جب تک تمھارے گل رخسار پر نظر نہین پڑی قسم لو جو کسی گل کی بلبل ہوئی ہون جب تک تمھارا سرو قامت نہین دیکھا تھا خدا ہی نہ کہے جو کسی شمشاد کی قمری ہوئی ہون۔ تم سے دل ملا کر البتہ عشق کے صدمے سہے ورنہ اس خط کو مین نے قید کی حالت مین کم سے کم سو دفعہ پڑھا ہوگا اور لطف یہ کہ جسقدر زیادہ پڑھتا ہون اُسی قدر زیادہ

لطف آتا ہو ایک فقرہ اور درج کرونگا) جب تک تمھارے ساتھ بھر دن پر سیر کو نہ جاؤن تب تک دل کو چین نہین طبیعت کو قرار نہین۔ نظر مین کچھ اور ہی رنگ بھر رہے ہین تیرے صدقے آزاد پیارے آزاد اتنا کہنا اور مان لو کہ خط کو نہ ترساؤ آنکھین اشک بھر لاتی ہین مگر تمھاری پیاری سپہر آرا سمجھاتی ہین کہ بای تم اپنا راز آپ افشا کرتی ہو۔ تم جو دن رات ٹپ ٹپ آنسو بہاؤ گی تو لوگ کیا کہین گے ناحق بن ناحق کسی کے طعنے سننا پاس پڑوس کی عورتون کو اپنے سے بدظن کرنا محلے بھر مین ہنسوانا کونسی عقلمندی کی بات ہو۔ اب مین اُس کو سمجھاؤن کہ بہن عقل ٹھکانے کس کی ہو عقل کو تو حسن آرا رو چکی عقل سے کب کی ہاتھ دھو چکی ؎

گرچہ بدنامے ست نزد عاقلان — مانمی خواہیم ننگ و نام را

وہ سادہ مزاج کیا جانے کہ عاشقون کی طبیعت کہین تسکین آشنا ہوا کرتی ہو پختہ کار ہوتی تو سمجھتی کہ یہ خیال خام ہو گو مین ابھی ناکردہ کار سہی مگر وہ تو مجھ سے بھی بڑھکر انیلی ہو۔ عشق کے صدمون کا حال کیا جانے دل کو قرار تب ہو جب دل آرام پاس ہو بادۂ عشق کے سرور کا وہ جوش ہو کہ آنکھین جھپکی پڑتی ہین۔ درد فراق سے بیہوش ہو جاتی ہون تو آپ کی سپہر آرا کیوڑا چھڑکتی ہین۔ گلاب لاتی ہین۔ لخلخہ سونگھاتی ہین مگر جبتک اُس کا دل کسی پر نہ آئے کسی خوشرو عنبرین مو جوان پاکباز سے آنکھ نہ لڑے کوئی البیلا شریف زادہ نظر نہ پڑے۔ تب تک میرے درد دل کو وہ کیا سمجھے مین اسکو کیونکر سمجھاؤن کہ پیاری بس یہان ہر دم غش ہی رہتا ہو تم گلاب اور کیوڑہ اور لخلخہ کب تک لاؤ گی۔ مسکن قلب ادویہ کہان تک پلاؤ گی مسکن قلب تو شربت دیدار ہے مزیل غشی عناب لب یار گلعذار ہو

میرا دامن کبھی اشک لالہ گون سے خالی پاؤ ہی گی نہین حیرت کا ہجوم تو دیکھو دل اور طبیعت اور مزاج سب مین حسرت بھری ہو۔ الٰہی حسرت سی حسرت ہو ؎

چھڑ خوبان سے چلی جاے اسد — کچھ نہین اور تو حسرت ہی سہی

مجھے حیرت ہو کہ ایسا غم آلود خط اس اطمینان کے ساتھ کیونکر لکھ رہا ہون۔ اس خط مین تم نے یہ بھی لکھا تھا ؎

ہوا مین ٹھنڈی ٹھنڈی آ رہی ہین — غضب کی بدلیان کچھ چھا رہی ہین
اُبلتی ہو طبیعت سوے ساغر — ہوس پھر ڈھونڈتی ہو لوے ساغر
دہن ہو قطرہ گلگون کا مشتاق — بس اب تا خیر اک دم کی بھی ہو شاق

مگر یاس کی گھٹا گھور گھٹائین چھائی ہوئی ہین۔ نا امیدی دور سے بھیانک صورت دکھاتی ہو۔ ہوا سے ابر سے حسرت آتی ہو مصیبت پریشانی درد حیرانی غم و غصہ رنج و حرمان سب مہمانی کو آئے ہین اور دل دکھاتے ہین مگر نہین آتا تو تمھارا خط۔ ایک نامہ رنگین ان سب کو تجھ دور کردے مگر جب خط آئے بھی۔ جب میرا دلی مقصد صورت دکھائے بھی ایک تو خط نہین آتا دوسرے ہنسی نہین آتی رنگ اور زرد ہو دل سرد ہو ہوش و حواس باختہ حضرت عشق کے ساختہ و پرداختہ وہ جوبن وہ چلبلا پن وہ شوخی وہ اُچھلاہٹ وہ سجاوٹ وہ بناوٹ سب منزلون دور ہین۔ ہاے خدا بھی میری نہین سنتا دنرات سر دھنتی رہتی ہون مگر دعا بے اثر ہو گئی جب وقت طائران خوش الحان سحر کو بناز و انداز اشجار سراپا بہار کی پر میوہ شاخون پر چہکتے ہین اُس وقت ایک تیر سا کلیجے کے پار ہو جاتا ہو اور دل بے اختیار بھر آتا ہو جوشش قلزم بیخودی مین کیا جانے کیا حال ہو تا ہو

شادی کی چھیڑ چھاڑ

شہزادہ بلند اختر مرزا ہمایون فر بہادر کو حکیم صاحب کا علاج

راس آیا چوتھے روز غسل صحت ہوا مگر طبیعت کسی قدر مضمحل رہتی تھی۔ رفقائے سلیقہ شعار ادھر اُدھر کی باتوں سے دل بہلاتے تھے پہلے شعر و سخن کا چرچا ہوا شہزادے نے ایک رفیق سے جو سخن سنج یگانہ تھے کہا آپ کو زیب النسا کا کلام پسند ہے۔

سخن سنج۔ حضور میں نے شاہد بہت کم ہے مختلف اشعار سُننے میں آئے ہیں۔

سرمد۔ واہ زیب النسا بیگم کا دیوان پورا موجود ہے حضور والا۔

سخن سنج۔ کون دیوان دیوان مخفی کو کہتے ہو نہ یہ غلط بات ہے۔

سرمد۔ دیوان مخفی خاص زیب النسا مخفی کا ہے مشہور بات ہے حضور۔

سخن سنج۔ میں جو عرض کرتا ہوں یہ غلط مشہور کیا ہے مخفی ایران کے ایک شاعر تھے۔ زیب النسا کے کلام کی اور ہی شان ہے ؎

واے بر شاعران نادیدہ — غلطی را بجود پسندیدہ
سرو را قد یار می گویند — سرد چوبیست ناتراشیدہ

ہمایون فر۔ ناصر علی سے خوب چوٹ چلتی تھی وہ کبھی کسی دبتی تھیں بادشاہزادی تو کیا ہوا۔ وہ عجب آزاد مرد تھا بالکل آزاد

سخن سنج۔ زیب النسا نے ایک مصرع کہا تھا ع۔ از ہم نمے شود ز حلاوت جدا لبم۔ اس پر کئی شاعروں نے مصرعے لگائے۔ ناصر علی کو خبر ہوئی تو ایک مصرع انہوں نے بھی موزون کیا خوب کہا ع شاید رسیدہ بر لب زیب النسا لبم۔

ہمایون فر۔ سبحان اللہ واللہ کیا پھڑکتا ہوا مصرع ہے۔

از ہم نمی شود ز حلاوت جدا لبم — شاید رسیدہ بر لب زیب النسا لبم

بہت شرمائی ہونگی اچھی چھیڑ چھاڑ کی واللہ خوب ہی سوجھی سبحان اللہ۔

سخن سنج۔ حضور شرمائی تو کیا ہونگی یہ کہیے کہ کھل گئی ہونگی مگر ظاہر میں تو خفا ہی ہونا چاہیئے تھا اسکا جواب دیا تھا ؎

ناصر علی بنام علی بردہ پناہ — ورنہ بہ ذوالفقار علی سر بریدمت

اور ایک بار زیب النسا کے کسی شعر کا آخری حصہ تھا (لیکن حیا زنجیر پاست) تو ناصر علی نے اسکی تردید میں ایک شعر کہا ؎

عشق تا خام است باشد بستہ ناموس و ننگ
پختہ کاران جنون را کے حیا زنجیر پاست

اس کے جواب میں زیب النسا نے جھلا کر کہا۔

پاکبازان محبت را حیا باشد حجاب — چون تو مرغ بیحیا را کے حیا زنجیر پاست

ہمایون فر۔ اہا ہا۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ ع۔ چون تو مرغ بیحیا را خوب کہا ہے۔!

مصاحب۔ اور حضور وہ بھی تو انہیں کا مشہور ہے از ملیح نادر طلب

ہمایون فر۔ سان سنبوسہ بے من میخواہم۔ انہوں نے کہا از ملیح نادر طلب۔

سخن سنج۔ حضور مشہور ہے کہ مرزا صائب سیر دجلہ کرتے تھے اور غنی کشمیری اُن کی ملاقات کو گئے پوچھا کیست اُس نے کہا شاعرے از ہندوستان آمدہ است مرزا صائب نے بطرف امتحان کے طرح پر ایک مصرع موزون کیا۔ ع۔ دجلہ را امسال رفتاری عجب مستانہ است۔ غنی کشمیری نے فوراً جواب دیا اور ایسا جواب دیا کہ سبحان اللہ۔

دجلہ را امسال رفتاری عجب مستانہ است
پائے در زنجیر و کف بر لب مگر دیوانہ است

موج کو زنجیر قرار دیا۔ اور پھینے کو کف اور مطلع ہے۔

ہمایون فر۔ منشی ہزاری لال جو آنہ کیننگ کالج میں تھے اُن سے آپ سے ملاقات تھی یا نہیں اچھا کلام تھا ہمیں اُنکا کلام پسند ہے۔ اُن کے ہاں ایک دفعہ بڑے معرکے کا مشاعرہ ہوا طرح۔ خبر کچھ بھی نہیں۔ اثر کچھ بھی نہیں۔ اس میں نشۂ شریک تھے

تشتہ لوہو پر کیا اور بڑے بڑے شعرا غزل لائے تھے ۔ لیکن وہ
تدبیر الدولہ منشی مظفر علی صاحب اسیر لکھنوی کے صاحبزادہ نے
جو حکیم تخلص کرتے ہیں خوب ہی شعر کہا ۔ حاصل زمین سے

مشکل ہستی وعدم آئنہ دکھلاتا ہے
کہ ادھر سب نظر آتا ہے ادھر کچھ بھی نہیں

سخن سنج ۔ حضور میں اس مشاعرے میں گیا تھا اس شعر سے بڑھکر کسی کا شعر نہیں ہوا تھا تشنہ کا کلام بھی اچھا تھا ۔
ایک مصاحب نے کہا خداوند میاں بحر کا کلام بھی سننے کے قابل تھا ۔

شمع مغرور نہ ہو اپنی خود آرائی پر | رات بھر کی یہ تجلی ہے سحر کچھ بھی نہیں

خداوند خاکسار نے اس زمین میں کچھ فکر کی تھی مطلع ہے ۔

سامنے عارض انور کے قمر کچھ بھی نہیں
آگے دانتوں کے ترے سلک گہر کچھ بھی نہیں

سخن سنج نے کہا دوسرا مصرع بدل دو دوسرے مصرع میں مصرع اولیٰ کا ثبوت ہو تو سبحان اللہ چمک اٹھے ۔ یوں کہو ۔

سامنے عارض انور کے قمر کچھ بھی نہیں
سچ ہے آتش کے مقابل میں شرر کچھ بھی نہیں

ہمایوں فر نے اس شعر کو پسند کیا ایک مسخرے مصاحب نے کہا حضور کا پور کے مشاعرے میں جانے کا اتفاق ہوا تو نجملہ اور شاعروں کے ایک ہزل گو بھی وہاں تشریف رکھتے تھے ان کا تخلص تیج اور چوسے یعنی تیج چو اور کلام نورٌ علیٰ نور ع ۔
سب سوکھی روٹیاں تھیں تو چیڑی گھیٹریاں ۔ اس پر بڑا فرمائشی قہقہہ پڑا ۔ ایک مصاحب نے دو شعر پڑھے ۔

آو لگے لگے کہ بڑھی آج گھات با
نا بن سوں ہر پلاس کا دولت نہ پات با

جھاؤ میاں نہ پانس اٹھیو بھیان با
جھوا پڑا ہے کھیت مان کا کارسات با

بڑی دیر تک شعرائے ہزل گو کا کلام پڑھا گیا اور کل حاضرین جلسہ کو لطف حاصل ہوا سخن سنج نے کہا کہ خداوند ایک مرتبہ نسیم لکھنوی ایک مشاعرے میں گئے لوگوں نے کہا حضرت کچھ فرمایئے نسیم کو اس مشاعرے کا حال پہلے سے معلوم نہ تھا عذر کیا کہ میں اس طرح پر کچھ لکھکر نہیں لایا ہوں مجھے پیشتر سے اطلاع نہ تھی ورنہ مصالح لیکر حاضر ہوتا ۔ میر مشاعرہ کا تخلص پروانہ تھا انھوں نے کہا ہاں بجا ارشاد ہوا حضور کو پیشتر سے اطلاع نہ تھی ۔ نہ ہو گی مگر شہر بھر میں مصرع مشہور ہو گیا خدا جانے حضور کو کیوں نہ اطلاع ہوئی اور زمین بھی مشکل ہے جانا ہوا ہے اور کاشانہ ہوا ہے یہ قافیہ تھا نسیم آگ ہو گئے فوراً مطلع پڑھا ۔ سے

گستاخ بہت شمع سے پروانہ ہوا ہے | سر چڑھتا ہے موت آئی ہے دیوانہ ہوا ہے

ع سکا تو تو لو نہیں بدن میں سب سناٹے میں ہو گئے اور میر مشاعرہ سخت خفیف ہوئے حضور لیس شاعری کے یہی معنی ہیں کہ طبیعت ہر دم حاضر رہے ورنہ آورد میں خاک لطف نہیں مقسم کا ہے ۔
ہمایوں فر نے کہا اگر کسی کو عیشی کا کلام یاد ہو تو سنایئے
سخن سنج نے عیشی کی کمال تعریف کی اور یہ اشعار پڑھے ۔ سے

پردہ چشم ہے پھر غیرت دامان سحاب
آستین رشک سے ہے رکش جیب گرداب
شب کو کچشم ہے سیاروں سے چشم بیخواب
دل کو پہلو میں ہے دل زدہ قلق سے بیتاب
باز از سر نغم بوے جنوں مے آید
باز آواز لغرش عرق بخون مے آید

ہمایون فر۔ سبحان اللہ کیا کلام ہی مین تو عاشق ہون اِس کلام پر ؎

پردۂ چشم ہی پھر غیرت دامان سحاب
آستین اشک سے ہی رکش جیب گرداب

سخن سنج۔ حضور اُن کا داسوخت پڑہیے ایسا داسوخت اور کسی کا نہین ہی۔

ہمایون۔ ایک شعر پر ایک غزل کہیے۔

بندۂ عشق بتانم بے خودا | بخدا کار ندارم بخدا

اس کے بعد تاریخ گوئی کا ذکر ہونے لگا۔

مصاحب۔ حضور تعمیہ اور تخرجہ دونون عیب ہین مگر بعض بعض مورخون نے اس طرح پر تخرجہ کیا ہی کہ مُحسن ہو گیا مثلاً ایک حوض کی تاریخ ہی۔ ع ساز حوض لطیف آب بر دار تین عدد نکال لیجئے پوری تاریخ موجود ہو آب کے تین عدد ہوئے نہ اور حوض سے پانی لیا خوب ہی سوجھی۔

سخن سنج۔ ایک شاعر ہم سے بیان کرتے تھے تاریخ پورے مصرعہ مین ہونی چاہیئے ایک عدد کم نہ ایک عدد زیادہ ہو مثلاً ع۔ این گنبد جدید بنائے سعادت است۔ اور تعمیہ ایک حد تک جائز ہی بس اور بس بعض شعرا جو نام کے شاعر ہین اُنکا قاعدہ ہے کہ نو نوا اور آٹھ آٹھ کا تعمیہ کرتے ہین از روے طرب از سر پاس از روے حرص یہ سب لغو۔ بس سمجھ جائیے کہ مورخ نہین ہے مُنھ چڑھایا ہے۔ ہم کہتے ہین شعر گفتن چہ ضرور فرض ہی کیا ہے کہ خواہ مخواہ تاریخ کہیے کتاب کا تاریخی نام ہمین پسند نہین اور کتاب کے دو نام رکھنا بھی اچھا نہین صبا نے اپنے دیوان کا تاریخی نام غنچۂ آرزو رکھا مگر فی صدی دس شاید غنچۂ آرزو کہتے ہون دیوان صبا فی صدی نوے کہتے ہین بعض آدمیون کو تاریخ گوئی ہین اسقدر ملکہ ہی کہ طومار کے طومار لکھ ڈالے ہین اور ہر فقرے سے تاریخ نکلتی ہی یہ بہت مشکل ہی۔

اتنے مین ایک خدمتگار نے ادب کے ساتھ شہزادے کے کان مین کچھ کہا اور مرزا ہمایون فر نے حکم دیا کہ تخلیہ ہو مصاحبین اور رفیق دوسرے کمرے مین چلے گئے دروازے سب بند کر دیے گئے ایک عورت آئی اور شہزادے سے باتین ہونے لگین۔

شہزادہ۔ اب کب تک ترسایا کرو گی آخر ترسانے کی کچھ انتہا بھی ہی تم کس روز کام آوگی اور کس مرض کی دوا ہو۔

عورت۔ (مسکرا کر) حضور تو غضب کرتے ہین اب فرمائیے ڈھیل کس کی ہی۔ حضور کسی مشاطہ کو کیون نہین بلاتے مشاطہ کو بلا کر پیغام بھیجے وہان سب معاملہ چوکس ہے ڈھیل صرف حضور ہی کی ہی۔

شہزادہ۔ اچھا تو پھر تم ہی کوئی تجویز دو ہم امان جان سے بھی ذکر کرینگے پھر اب کیا کرین اس مین کچھ بیحیائی نہین ہی شرع مین شرم کیا تم مشاطہ تجویز دو۔

عورت۔ حضور مشاطہ تو بچاس آجائین مگر یہان ایک بوڑھی عورت رہتی ہین اُنکی آمد و رفت ہماری سرکار مین بہت ہی اُنکو اُستانی جی اُستانی جی کہتے ہین حضور شاید جانتے ہون جو وہ کہین تو بڑا اثر ہو بڑی بیگم صاحب اُنکا کہنا سنتا بہت مانتی ہین

ہمایون فر۔ اُستانی جی کا نام تو سنا ہی مگر ملاقات نہین ہی۔ اُن کے ہان تو بڑے سخت قاعدے ہین۔ دروازے پر دو روپے اور ایک روپیہ کا میوہ لے جائے مگر ایک شخص نے ہمسے کہا تھا کہ وہ بڑی سست اعتقاد ہین۔

عورت۔ حضور اب ہم کو دیر ہوتی ہے جانے ہیں نظیر بیگم اور جانی بیگم کو بلانے فقیر اُن کے مکان پہ پہونچ گئی ہوگی بلوایا ہے بہت دن سے آئیں نہیں۔

ہمایون۔ اللہ اللہ۔ تو آج بڑی تیاریاں ہو نگی۔ یہ کہیے جب جانیں کہ کسی ترکیب سے ہم کو دکھا دو اس دن تو تمنے ہمکو خوب ڈپٹ لیا مگر اس بے تکلفی اور لطف سے چاروں بہنوں کو دیکھا کہ کچھ نہ پوچھو۔ اور وہ کون تھیں وہ جو چبوترے پر آزادی کے ساتھ (مسکراکر) لیٹی ہوئی تھیں اُفوہ (ہنسکر) کس گھبراہٹ سے بھاگی ہیں کہ واللہ مجھے بڑی ہنسی آئی۔ اچھا اب تم جاؤ کل ہم مشاطہ کا خود ہی بند و بست کرلینگے۔

دوسرے روز مرزا ہمایون فر بہادر نے ایک مشاطہ بلوائی نازک بدن اور سیمتن عورت۔ آن کر جھک کے سلام کیا۔ ہمایون فر نے کہا کچھ ہمارے بھی کام آؤ گی مسکراکر بولی حضور ہمارے مالک ہیں۔ ہمایون فر نے کہا تمھارے مالک تمھارے مہمان ہونگے اس پر مشاطہ شرماکر ہنسنے لگی ہمایون فر نے راز دل بتایا اُس نے کہا خداوند محلسرا ایسے ہوں وہاں تذکرہ کروں تو اسی دم جاؤں یہ کہکر ہمایون فر کی والدہ شرلیفہ کے پاس گئی ادھر اودھر کی باتیں کرکے یہ ذکر چھیڑا حضور کے پڑوس میں ایک لڑکی ہے حضور لیس دیکھنے سے تعلق ہے چاند سی صورت پائی ہے کیسی گوری چٹی کہ میں کیا عرض کروں اور حسب نسب تو حضور مجھ سے زیادہ جانتی ہونگی۔ شہزادے کی ماں نے کہا ہم نے ایک بار ہی اور بھی چاہا تھا کہ پیغام بھیجیں مگر کچھ سبب ایسے ہوئے کہ نہ بھیج سکے تم جاؤ کہو سنو مشاطہ فوراً اُٹھی بڑی بیگم کے ہاں آئی ڈیوڑھی پر عباسی نے مسکراکر کہا ہم سمجھ گئے کل ہم سے بات چیت ہو چکی ہے مشاطہ اندر آئی بڑی بیگم صاحب کی خدمت میں ادب کے ساتھ آداب بجالائی عباسی دوڑی ہوئی کوٹھے پر گئی اور ہنسکر کہا لیجیے حضور مشاطہ آئی ہے۔

اب سنیئے سپہر آرا بیگم کو محلدار نے اطلاع دی کہ شہزادے صاحب کے یہاں سے مشاطہ آئی ہے۔ یہ مژدہ سنتے ہی سپہر آرا بیگم جھینپکر اوپر گئیں سپہر آرا بیگم کو معلوم نہ تھا کہ عبّاسی نے اوپر سب سے کہدیا ہے جاتے ہی دوسرا دوپٹہ فوراً بدلا اور عطر سے اُسکو ایسا بسایا کہ محلسرا تک مہک گئی ادھر سپہر آرا نے دوپٹہ بدلا اُدھر گیتی آرا اور عبّاسی نے قہقہہ لگایا۔ سپہر آرا نے پوچھا کیوں خیر باشد یہ بے محل ہنسی کیسی۔

گیتی آرا۔ ارے بہن یہ بے محل عطر ملنا کیسا اور دوپٹہ بدلنا کیسا

سپہر آرا۔ یہ نئی بدلا کیوں کیا ہنسی کی کیا بات ہے بھلا۔

گیتی آرا۔ تو پھر ہمنے بھی یوں ہی قہقہہ لگایا اس میں تعجب کی کونسی بات ہے مشاطہ آئی ہے پیغام لاتی ہے سنو دے کے گھر کے نکلو۔ اتنا کہا تھا کہ سپہر آرا سخت خفیف ہوئیں گردن جھکا کر بولیں اے واہ ہمکو کیا معلوم کہ مشاطہ آئی یا کون موئی آئی ہے اس وقت گرمی معلوم ہوئی تو دوپٹہ بدل ڈالا ذرا میلا پن تھا یہ بھی گناہ ہوا آخر حسن آرا نے کہا بہن اب بہت اُڑو نہ ہمسے یا اس وقت گھبراکر آنا اور تڑسے دوپٹہ پھینکنا کیا معنی اُفوہ بے اختیار ہنسی آتی ہے۔

عبّاسی۔ حضور مبارک ہو مشاطہ تو بڑی نکیلی آئی ہے۔

حسن آرا۔ چشم بد دور کیوں نہیں وہ خود بھی تو بانکے ترچھے ہیں سپہر آرا کمرے میں جاکر مارے خفت کے لیٹ رہیں۔

مشاطہ۔ (بڑی بیگم سے) حضور ایک عرض ہے۔

بیگم۔ کہو تو آج بہت دنوں کے بعد آئی ہو۔

مشاطہ۔ ہاں حضور باہر چلی گئی تھی ابھی کوئی دو دن ہوے

کہ شہر مین پہونچی حضور آپ کے پڑوس مین جو شہزادے ہمایون فر ہین انکی والدہ نے مجھکو بلوایا تھا سپہر آرا بیگم کو انکے ہان کی عورتون مین سے کسی نے کیا معلوم کہان دیکھ لیا تھا بیگم صاحب کی مرضی نہ تھی کہ بیگانی جگہ شادی ہو (مسکرا کر) شہزادے کہتے ہین کہ ہم پڑھی لکھی کے سوا اور کسی سے شادی نہ کرینگے ۔

بیگم ۔ ہون اچھا پھر ۔

مشاطہ ۔ حضور ———— بس حضور

بیگم نے کہا ہان ہان مین سمجھی اچھا تم کل کسی وقت آجاؤ مشاطہ نے جھک کر آداب عرض کیا عباسی کے ساتھ حسن آرا کے پاس آئی ۔

مشاطہ ۔ حضور آداب عرض ہے ۔

حسن آرا ۔ کہان آئی تھین تم تو بہت دن بعد دکھا ۔

مشاطہ ۔ حضور نظیر بیگم کے ہان آئی تھی وہان لونڈی کو آج بلوایا تھا مجھے خیال آیا کہ چلون سلام کر آؤن اور مرزا ہمایون فر کے ہان سے بھی آدمی آیا تھا ۔

عباسی ۔ (مسکرا کر) اے یہ ہماری سرکار چھپ کہان رہین اے حضور ذری ادھر تو تشریف لائیے ۔ واہ ۔

جہان آرا ۔ چھپ کر اندر سو رہین جا کر ۔

عباسی ۔ (کمرے مین جا کر) اے حضور اٹھیے جیسے ہی تو گئی ہین ذری دیکھیے تو کون آیا ہے ۔

سپہر آرا ۔ (انگڑائی لیکر) سونے دو جی ۔

حسن آرا ۔ اے بہن اٹھو ۔

مشاطہ ۔ حضور آداب عرض کرتی ہون ۔

سپہر آرا ۔ کون ہے یہ کون بولا ۔

عباسی ۔ اے ہے ایسی انجان بن گئین حضور چلکے دیکھ تو لیجیے ۔

گیتی آرا ۔ (کمرے مین آن کر) چلو چلو (کان مین) اٹھو . . . بھی بدل چکی ہو ۔

سپہر آرا ۔ ہم کو یہ باتین بھلی نہین معلوم ہوتی ہین یہ دل لگی ہے ۔ رہنے دو باجی ۔

گیتی آرا ۔ اب چلتی ہو یا مین اٹھا لے چلون ۔

سپہر آرا ۔ باجی جان دیکھیے ۔ خواہی نخواہی ہم کو چھیڑتی ہین ہمارے سر مین درد ہے ۔

حسن آرا ۔ اچھا یہان تک تو آؤ ۔

سپہر آرا بڑے اصرار کے بعد تشریف لائین مشاطہ نے جھک کر سلام کیا تو سب نے ملکر قہقہہ لگایا اور سپہر آرا بہت خفیف ہوئین کہا ہمکو نہ چھیڑیے اے بہن ہم جا کے امان جان سے کہدینگے ۔

سپہر آرا بیگم کمال محظوظ تھین کہ مرزا ہمایون فر بہادر کے ہان سے مشاطہ آئی ۔ بات بات پر باچھین کھلی جاتی تھین کہ اب کیا پوچھنا ہے دل کی تمنا بر آئی ۔ مشاطہ نے شہزادہ کی بڑی تعریف کی اور کہا حضور بنگلے کی طرف ایک نواب ہین ۔ صاحب تاج و تخت انکے ہان بھی پیغام تھا مین نے جا کر کوشش کی ۔ تو کاہے سے اس سبب سے کہ حضور کا بھی عرصے تک نمک کھایا ہے ۔ بی عباسی نے کہا ہان ہان اس مین کیا شک ہے جسکا کھائیے اسکا گائیے بھل منسی کے تو یہی معنی ہین ۔

مشاطہ رخصت ہو گئی ۔

بڑی بیگم کا ایوان عشرت توامان پریون کی چہل اور شادی کی تیاریان

بہار آئی ہے بھر دے بادۂ گلگون سے پیمانہ
رہے لاکھون برس ساقی ترا آباد میخانہ

بنام ایزد آج تو وہ فیض ناشئہ بہار ہے کہ جوانان چمن پر تم کا

جوبن بلا کا نکھار ہی۔ نگارخانہ باغ ہی یا بہشت ہی ہر روش مشکبو عنبر سرشت ہی۔ سبزۂ طوطی شکر شکن نرگس شہلا غمزہ زن موج بہار شانہ کش زلف عنبر مویان۔ ماشطہ طرہ خوبرویان الٰہی یہ طلیعہ صبح ہی یا طلوع گل مراد۔ یہ عروسان چمن ہین یا معشوقان پرنیز اور زبان بلبل رنگین گفتار صرف مبارکباد ہے ہر گلبن پر عنادل کا ہجوم ہی سرو پر قمریان اور نعرۂ حق سرہ کی دھوم ہی۔ ہوا بہ نسیم مسرت سے غنچے کھلکھلاتے ہین پتے زمانے سے تالیان بجاتے ہین۔

بہار باغ مین کیا کیا کھلا رہی ہے گل
شگفتہ غنچۂ منقار عندلیبان ہے
چمن مین کیجیے اشارہ جو سوے نخل چنار
تو ساتھ اشارے کے انگلی برنگ مرجان ہے
چمن مین بات جو کیجیے تو منہ سے پھول جھڑین
اب ان دنون مین یہ فیض بہارستان ہے
زمین پہ دانہ جو پھینکا تو گر کے نخل ہوا
نمو کی سعی سے صیاد سخت حیران ہے
نہال گلشن تصویر بھی ثمر لائین
بہار کا چمن دہر مین یہ فرمان ہے
نسیم جانب گلشن چلی یہ کہتی ہوئی
اگر ہوائے آتش نمرود دم مین بستان ہے

صبح کو چارون بلند بالا طاوس کرشمہ رنگین ادا ہنین خواب ناز سے بیدار ہوئین چارون نے وضو کر کے نماز صبح ادا کی پھر نظامی گنجوی کی مناجات پڑھنے لگین جہان آرا اور حسن آرا بڑی بیگم کے پاس جا کر آداب بجا لائین گیتی آرا نے حکم دیا کہ کمرے آراستہ کیے جائین تھوڑی دیر مین چارون بہنین بناؤ چناؤ کر کے لیس ہو گئین حسن آرا شکین مو۔ سپہر آرا کمان ابرو۔ گیتی آرا سمن بو۔ جہان آرا پری رو۔ جو تھی بلبل کی طرح چہک رہی تھی مار بیلے کی خوشبو سے تمام محل سرا مہک رہی تھی چارون سیم ساق آئینہ زانو سیر چمن کو خرامان چلین حسن آرا کی نستعلیق چال آہستہ آہستہ جاتی تھی کمر لاکھون بل کھاتی تھی سپہر آرا تیزی کے ساتھ طرارہ بھر کے ایک روش مین جا کھڑی ہوئین جہان آرا پائینچے اٹھائے ہوئے گیتی آرا سے باتین کرتی ہوئی جہان جہان آئین بی عباسی پیچھے پیچھے ساتھ تھین حسن آرا پھول توڑ توڑ کر عباسی کے دامن مین بھرتی تھین گیتی آرا بیگم گلاب کی روش مین راح روح پرور سونگھ کر مست تھین سپہر آرا انگور کی ٹٹی کے سائے مین ایک مونڈھے پر بیٹھی ہمایون فر کی یاد سے دل خوش کر رہی تھین۔ جہان آرا بیگم کوئل کا منہ چڑھاتی تھین اور کھلکھلا کھلکھلا کر ہنستی جاتی تھین اس شوخی کے صدقے۔ عالم جوانیست ہست ع۔ اٹھتا جوبن شباب کا آغاز۔ تھوڑی دیر کے بعد چارون بلورین ذقن نسرین بدن ایک خوشنما اور دلربا خس پوش بنگلے مین بیٹھین جسکے اردگرد ہری ہری بیل اور زمردین پتے عجب جوبن دکھاتے تھے بنگلہ کیا بت سبز بنا تھا یا سبزۂ گلگون اور ان گلبدنون کے سبب سے اور بھی سبز بخت ہو گیا اتنے مین بڑی بیگم صاحب نے لوزیات اور فواکہ بھیجے چارون گلعذارون نے ناشتہ کیا ٹھنڈا ٹھنڈا پانی پیا اور طوطی زبان کو یون گویا کیا۔

سپہر آرا۔ اس وقت ہمارا جی آپ ہی آپ کچھ ایسا خوش ہو رہا ہی کہ کہہ نہین سکتے۔ سچ کہتے ہین باجی۔ دل ہی جانتا ہی ہمارا۔

جہان آرا۔ بہین جو معلوم ہی اللہ جانتا ہی ہم اسکا سبب سمجھ گئے

سپہر آرا۔ اسلئے جانتا ہی اللہ جانتا ہی کیا ہے سنیاوہ جانتا ہی واہ

حسن آرا۔ (جھڑک کر) ایں! سپہر آرا خدا خدا کرو یہ کفر کا کلمہ ہے
راوی۔ مارے خوشی کے کفر اور دین دونوں کی نزاع سے
وارستہ ہوگئیں ع۔ از نزاع کفر و دین وارستہ ٔ

زاہد و قدرت خدا دیکھو	بت کو بھی دعوئ خدائی ہے

جہان آرا۔ کلمۂ کفر کبھی زبان سے نہ نکالے اللہ بڑا رازق ہے
صدقے تیری کریمی کے بن مانگے چھپر پھاڑ کے دیتا ہے اور بے رزق
کسی کو نہیں رکھتا صبح سے شام تک کھانے بھر کو دیتا جائیگا۔
سپہر آرا۔ اور قحط کے دنوں میں جو ہزاروں لاکھوں اڑبڑل گر گر
رگڑ رگڑ کے مرگئے وہ کچھ ہوا ہی نہیں اچھا اچھا سب بہ اثر اتھو تھو۔
حسن آرا۔ خدا کی خدائی میں دخل دینا بیوقوفی ہے وہ بڑا
کارساز ہے۔ کارساز حقیقی اسی کا نام ہے۔
جہان آرا۔ ایک ادنیٰ سی بات یہ ہے کہ روز آفتاب مشرق
سے نکلتا ہے اور روز چاند شام سے آسمان پر جلوہ گر ہوتا ہے کہ نہیں
اس گفتگو کے بعد چہل ہونے لگی عباسی نے کہا کسی کی برات
آتی ہے جہان آرا بولیں آتی نہیں جاتی ہے۔ عباسی مسکرائی
الحمدللہ کہ سبھ گھڑی ہمارے دروازے پر بھی شہنائی بجے
انشاءاللہ صبح ہی شام بجا چاہتی ہے سپہر آرا بیگم سے الگ انعام
لونگی بھئی لو یہاں ایک زمانے تک میں نے دل و جان سے
محنت اور کوشش کی ہے۔ اور انعام کے بھی متوقع ہیں۔
جہان آرا۔ آدھا حصہ تو مشاطہ کا ہے تمکو آدھا انعام ملیگا سچ
عباسی۔ مشاطہ آدھا حصہ لے تو چشم ما روشن دل ما شاد ہم راضی
ہمارا خدا راضی اور سپہر آرا بیگم سے ہم الگ بھی انعام لیں گے
کیوں حضور دیجئے گا یا اسوقت پھر نکل جائیگا۔ اسکی سند نہیں ہے
سپہر آرا۔ عباسی تمکو تمہاری جوانی نے دیوانہ بنا دیا نوج ایسی
کوئی بیحیا ہو چال ڈھال بات چیت سے بیسوا پن برستا ہے۔

عباسی۔ (ہنسکر) حضور چاہے گالیاں دیں چاہے جھڑکیں ہم
تو انعام کے واسطے لڑینگے اور سچ کہتے ہمارا حق ہے انھیں
دنوں میں تو ہماری چاندی ہوتی ہے بھلا دیکھیں کیونکر نہیں ملتا
سپہر آرا۔ سوت نہ کپاس کوری سے لٹھم لٹھا کچھ بات نہ چیت
مفت کی بک بک۔
عباسی۔ کون؟ واللہ جانتا ہے آج شام تک رقعہ آیا داخل ہے۔
حسن آرا۔ کئی دن سے شہزادہ کو کوٹھے پر نہیں دیکھا سنا
نصیب اعدا کچھ علیل ہو گئے تھے ذری خبر تو لاؤ عباسی ایسے میں
اتنے میں دربان نے آواز دی مہری سواریاں آئی ہیں
مہری اندر سے دوڑ کر آئی پردہ کراؤ پردہ کراؤ فنس سے
بیگم صاحب جو نہایت طرار تھیں بولیں نہیں نہیں پردہ کیسا
مہریوں سے کہو کہ فنس محلسرا میں داخل کریں عجب بد تمیز
عورت معلوم ہوتی ہے مہری بولی حضور کا جیسا حکم ہو مگر اکثر
گھر کے تو ہیں سواریاں اترتی ہیں اچھا کہار۔ ابھی سے آؤ
سامنے کی آڑ ہے بڑی ڈیوڑھی کے بعد صحن ہے۔ کہاروں نے قدم
بڑھایا مہری نے پردہ اٹھایا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر
کہاروں نے فنس رکھی اسکے بعد دوسری فنس اسی طور پر آئی
بڑی بیگم صاحب نے محلدار سے دریافت کیا کون ہے وہ ڈیوڑھی پر
دونوں خواستہ اور آراستہ بیگمیں نازو انداز کے ساتھ فنسوں
سے اتریں اترتے ہی ایک شوخ طرار نے کھلکھلا کر کہا اوئی
ڈیوڑھی کیا قبر سے بھی تنگ ہے موئی فنس اڑا اڑ کے آسکی
اور یہ سب تو ہیں فنس ہلکتے وہ تو کہو میں نے للکارا کہ مہریوں
کو بلاؤ کہو محلسرا میں داخل کریں۔ ابھی اندر قدم نہیں
رکھتیں وہیں باتیں کر رہی ہیں مہری سے کہا کہاروں کو
فنس لیکر رخصت کر دو ہم یہاں کی سواریوں پر آئینگے

اور چوبدار کو حکم دو کہ اُدھر ہی سے عطر لیتا جائے موتیے اور بیلے کا ایک ایک کنستر کافی ہی بس ذری دریافت تو کرو گھر مین کوئی مرد تو اس وقت نہین ہی۔

محلدار نے کہا حضور اگر کوئی ہوتا تو لونڈی عرض نہ کر دیتی پردہ نہ ہو جاتا بھلا کوئی بات بھی ہی کیا گنوارن مقرر کیا ہی۔

دونون پری رخسار گلعذار محلسرا مین آئین ایک مغلانی نے باغ مین جا کر عرض کیا حضور کہین سے سواریان آئی ہین۔

حُسن آرا بولین نظیر بیگم اور جانی بیگم ہونگی عباسی جاؤ بہین بلا لاؤ عباسی فوراً جھپٹی دیکھا شہ نشین مین نظیر بیگم اور جانی بیگم بڑی بیگم کے پاس بیٹھی ہین عباسی نے جھک کر سلام کیا جانی بیگم نے کہا حسن آرا کہان ہین کہا حضور کو بلاتی ہین باغ مین ہین کہا ای یہ دماغ اللہ اللہ۔ بلاتی ہین ایسا تنک آتین تو کیا پانو کی مہندی گھس جاتی ماشاء اللہ سے بڑی نازک ہو گئی ہین۔ ہم کسی کے نوکر نہین ہین آتین تو اچھا ورنہ نفس منگواؤ واللہ اللہ خیر صلاح

بڑی بیگم اس دخت شوخ و شنگ کی تقریر سنکر دنگ ہو گئین عباسی اُلٹے پانون گئی حسن آرا سے کہا حضور ایسی چٹاخ پٹاخ اور زبان دراز تو مین نے آجتک کوئی عورت دیکھی ہی نہین۔ بڑی خفا ہوئین کہ حُسن آرا کیون نہین آتین آئین تو خیر ورنہ ہم جاتے ہین حسن آرا فوراً اٹھ کھڑی ہوئین اور تیزی کے ساتھ قدم بڑھا کر محلسرا مین آئین نظیر بیگم اور جانی بیگم دونون ملین جانی بیگم منھ پھلائے بیٹھی رہین نظیر بیگم سے مسکرا کر باتین ہونے لگین۔

حسن آرا۔ بہت دن بعد دیکھا مزاج اچھا رہا بہن۔ دُبلی کیون ہو اسقدر۔

نظیر بیگم۔ ماندی تھی۔ ابھی پرسون تک بدن پھیکا رہتا تھا بہن خدا خدا کر کے اب کہین نجات پائی بڑی بیماری اُٹھائی جھرجھری ہو گئی

حسن آرا۔ خاتون جنت کی قسم جو ہم نے سُنا بھی ہو ہمین اطلاع نہین ہوئی۔

نظیر بیگم۔ ہم یہان تو تھے ہی نہین ابا جان گانون پر لے گئے تھے پرسون آئے۔

حسن آرا۔ جانی بیگم ہم سے کچھ خفا سی معلوم ہوتی ہین خدا خیر کرے۔

جانی بیگم۔ بس بس ذری میری زبان نہ کھلوانا۔ اور سنیے اُلٹا چور کتوال (کوتوال) کو ڈانٹے یہان تک آتے مہندی گھس جاتی یا مینھ برس رہا تھا۔

حسن آرا۔ اچھا اب جانے دیجیے غصے کو تھوک دیجیے چلو چلو اُٹھو۔

حسن آرا بیگم۔ دونون رشک قمر حور پیکر مہمانون کو لیکر باغ مین گئین سپہر آرا اور جہان آرا اور گیتی آرا سے دونون ملین اس بنگلہ خس پوش مین بیٹھین جانی بیگم کی بوٹی بوٹی پھڑکتی تھی شوخ و طرار نظیر بیگم بھولی اور ناکردہ کار۔ نام خدا چودھوان سال تھا۔

	ہی لڑکپن کا ہر اک ناز و ادا مین انداز	
	دلبری سے نہین ہے یار خبردار ہنوز	

جانی بیگم نے عباسی پر نظر ڈالی اور خوب غور سے دیکھکر کہا تمھاری مہری تو بڑی نکیلی ہی اللہ اللہ کیا سج دھج ہی مگر ایک ہی چمٹی ہوئی معلوم ہوتی ہی عباسی نے شوخی کے ساتھ جھک کر سلام کیا اور کہا حضور نے میری قدردانی کی ہی مین اسی قابل تھی۔

جانی بیگم۔ حُسن آرا آؤ آنکھ موچی دھپ کھیلین تم آنکھ بند کرو۔

حُسن آرا۔ ای واہ تمھارے تو پیٹ مین چھچھن بھرے ہین بن اور سنیے۔

جہان آرا۔ ایک آنکھ موندی دھپ کیا؟ کیا کوئی کھیل ہی۔

جانی بیگم۔ ای ہی (انگلی مٹکا کر) کیا ننھی بنی جاتی ہین اوہ اوہ۔

نظیر بیگم۔ بس ہم انکی انھین باتون سے گھبراتے ہین اچھی باتین کرینگی

جانی بیگم۔ اچھی باتین ہی وہ نگوڑی اچھی باتین کون سی ہین کہو تو

آج یہ حسن آرا کیسی بولی حیران ہی ہین کیا اب نکھرنا چھوڑ دیا کیون۔

سپہر آرا اسای بہن باجی جان کو بناؤ چناؤ کی حاجت ہی کیا رہی۔

حاجت بناؤ کی تجھے اے نازنین نہین
زیور ہی سادگی ترے رخسار کے لیے

جانی بیگم کو قرار کہان کہ دم بھر کہین ٹھہرین کیا مجال اٹھین۔ اور سپہر آرا کے ہاتھ مین ہاتھ دیکر چھم چھم کرتی ہوئی چلین ناز و انداز سے قدم پڑتا تھا اور پازیب کی جھنکار سے شور محشر بپا تھا۔

از اثر جنبش خلخال او
ہالکسان سایۂ دنبال او

ایک درخت کے سائے مین کرسی پر بیٹھین پاؤن سے بوٹ نکالا تو حنائی پا کو دیکھکر بولین بھلا جب جانین سپہر آرا کہ ایسی ہی تمھارے پاؤن مین مہندی رچے اور حسن آرا و جہان آرا اور نظیر بیگم اور گیتی آرا بھی آئین سپہر آرا نے کہا اپنے پاؤن کی مہندی کا عشق عشق کر رہی ہین حسن آرا نے شعر پڑھا۔

پہلے کشتہ ہین حنا تیرے کہ جب سبزی
لخت پاے تو افتادہ عذر خواہی کرد

سپہر آرا نے کہا کیا اچھا شعر پڑھا باجی جان ایک شعر ہمین بھی یاد ہی۔

تا بہ پا بست حنا آن بت سیمین اندام
عشق بیتاب بن آتش تہ پا میدارد

نظیر بیگم بولین دونون شعر اچھے ہین مگر اس سے اچھے نہین ہین۔

حناے پاے تو رنگ رخم ربود امروز
ز دست بردہ ستم ہر انچہ بود امروز

جانی بیگم نے کہا لے ہشو بھی چلین وہان سے بڑ بڑانے شعر یہ ہی۔

اعانقی کے باغ مین کوا حلال ہی
وان چیل اور گھونسلن کا دان پائمال ہی

حسن آرا نے گیتی آرا اور گیتی آرا نے حسن آرا پر نظر ڈالی عباسی مسکرائی جہان آرا کو یہ بھر شعر پڑھنا برا برا معلوم ہوا۔ سپہر آرا نے کہا جانی بیگم بس تمھاری انھین باتون سے تو نفرت کلی ہی یہ شعر لونڈے لاڑھیے پڑھا کرتے ہین کلی کچون کے کو احلال ہی واہ وا واہ تمکو سلیقہ نہ آئیگا ع ۔ لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا۔

اتنا کہنا تھا کہ جانی بیگم کا چہرہ مارے غصے کے لال ہو گیا گو زودرنج تھین مگر بات دل مین رہتی نہ تھی سپہر آرا نے گلے مین ہاتھ ڈالکر کہا خفا ہو گئین بس جانی بیگم کا غصہ فرو ہو گیا سپہر آرا سے کہا اتنی سی بات پر لگا لین ان سب جہان آرا اور نظیر بیگم نے تمسخر لگایا۔

حسن آرا سبزی میاک اور شوخ بن اُٹھو۔ کسی مین بندی بیٹھین۔ عباسی۔ حضور وہ درخت فالسے کا ہی جو حضور نے مجھے دیا نہین تھا اسکے فالسے آج تیرا موڈی کاٹنے نے توڑ کر بیچ لیے اور ہمنے جو کہا تو بیہودہ بکنے لگا۔

حسن آرا۔ کیا اب فالسے بیچ ڈالے درخت بھر کے بلاؤ تو۔
سپہر آرا۔ اور ہمسے قسم لو جو ابھی تک ایک فالسا بھی چھوا ہو۔
جانی بیگم۔ ہان اور بی مہ جبین بیوی سے کہنا پہلے باغ کے فالسے تھا مین پیر شہید کشون کا چھا یا آتی مہری ہی اور اچھی ہوتی تب کیا جانے کیا جادو کر دیا۔

اتنے مین وہی مشاطہ آئی دیکھا کہ غنچہ کھلا ہوا ہی ایک ایک جادو جمال ملک سے ایک زہرہ تمثال کوئی نعم اندام کوئی زیبا

غلام - ایک سروِ صنوبر خرام دوسری غنچہ دہن گلفام حسن آرا کا لب لعل رنگ عقیق یمن جہان آرا کی کاکل مشک ختن گیتی آرا کے دُرِ دندان غیرت دُرِ عدن - نظیر بیگم کے گورے گورے گال اور عنبرین خال جانی بیگم کی مستانہ چال -

محفل ہے حسینوں کی یا کوئی مرقع ہے
جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

اب سپہر آرا کا حال سنیے - مشروع کا پاجامہ فوق البھڑک سبز پشت اور گوکھرو کی چمک دمک دوپٹا پیازی جامدانی کا اور سپیر بیل بوٹے اور کام کا مدانی کا سُرمئی گوٹ لیس لگی ہوئی گوری گوری کلائی چوڑیاں سیاہ اور طلائی حسن آرا نے یہ شعر پڑھا -

آمد ہمارے گھر میں کسی مہ لقا کی ہے
یہ شان کردگار یہ قدرت خدا کی ہے

مشاطہ نے کہا حضور کچھ عرض کرنا ہے حسن آرا علیحدہ جا کر سننے لگیں ادھر جانی بیگم نے آہستہ سے کہا ای یہ تو مشاطہ ہے - حسینی خانم مشک گنج میں مکان ہے اخاہ یہ پیغام لیکر آئی ہے معلوم ہوتا ہے سپہر آرا کی شادی کی بات چیت ہے -

عباسی - حضور اللہ کرے جھٹ پٹ دروازے پر شہنائی بجے -

نظیر بیگم - سپہر آرا بہن ہمسے بھی تو کچھ کہو واہ یہ اوپر ہی اوپر - (جہان آرا سے) کہلانے آیا ہے پیغام کسی بیگانی جگہ سے -

جہان آرا - کیا معلوم - ہمیں تو ابھی مفصل حال معلوم ہی نہیں ہے

جانی بیگم نے شوخی کے ساتھ چٹکی لی اور کہا سپہر آرا جس دن سسرال جاؤگی اُس دن وہاں جا کر تمھیں نہ دق کیا ہو تو نام بدل ڈالوں - مگر میں تاڑ گئی کہ کہاں سے پیغام آیا ہے کہو تو بتا دوں سپہر آرا نے آہستہ سے کہا اچھا بھلا بتاؤ جانی بیگم تیز طبیعت تھیں - کان میں آہستہ سے ہمایوں فر کا نام لیا اس پر فوراً جھیپ گئی مگر مسکرا کر صاف انکار کیا نہیں نہیں کیوں گالیاں دیتی ہو -

حسن آرا بیگم نے ٹھنڈا پانی پیا اور مشاطہ کو رخصت کیا -

جانی بیگم - کیا! ہمایوں فر کے ہاں سے یہ نہیں پیغام لائی ہے - کیوں صاحب - ذرا بچار آنکھیں کر کے کہو - کیا کہتی ہو -

سپہر آرا - پھر وہی گالیاں دیتی ہو بیکار بیکار - کون ہمایوں فر -

جانی بیگم - اے چل جھوٹی - ایسی ایسی چھوکریاں ناخونوں (ناخن) پر لکھی ہوئی ہیں اچھا آؤ اشرفی بہتے ہیں آؤ - (حسینی خانم کو پکار کر) ای بی سیدانی - ذرا ادھر آئیے گا - حسینی خانم نام ہے نہ مشک گنج میں رہتی ہو - یا اور کہیں -

مشاطہ - (ادب کے ساتھ سلام کر کے) ہاں حضور تو بھول بھول جاتی ہیں - میرا تو قدیم سے وہیں مکان ہے -

جانی بیگم - تم پہلے کہاں نوکر تھیں - نواب صادق علی بہادر کے ہاں تھیں - یا نہیں - سچ کہنا تمھیں قسم ہے -

مشاطہ - حضور وہ میری بہن ہیں - بہت دن سے نوکر ہیں وہ -

جانی بیگم - اخاہ - اب میں نے پہچانا - تمھارے میاں نے تقضا کی ہے تم اپنے دیور کے گھر پڑ گئی ہو - کیوں - برگد کا پیڑ تمھارے مکان میں ہے -

مشاطہ - (ہنس کر) حضور کو تو سارا حال معلوم ہے - بہت دن پیچھے دیکھا میں کلکتہ چلی گئی تھی - اسی سبب سے حضور نے پہچانا نہیں -

جانی بیگم نے کہا اب یہ بتاؤ کہ پیغام تو لائی ہو مگر اسکا بھی ذرا پتہ رکھتی ہو کہ شہزادے کے پاس کوئی ہے تو نہیں - امیر رئیس آدمی ہیں بادشاہ کی اولاد - اللہ کا دیا روپیہ پیسا جواہرات (جواہرات) سب کچھ ہے - اور اس شہر کی ہوا آجکل خیر سے بگڑی ہوئی ہے -

مشاطہ مسکرا کر بولی حضور اسکا حال اللہ جانے مگر ہمارے سنے تو ایسی بات تو نہیں وہ ویسے نہیں اور یوں جوانی کا عالم ہے - اللہ جانے

خیر - مشاطہ محلسرا میں بڑی بیگم کے پاس گئی ادھر جانی بیگم نے سپہر آرا کو چھیڑنا شروع کیا - سلام - کیوں تع - چتونوں سے

تاڑ جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے۔ کہتی تھی کہ ہم سمجھ گئے۔ مرزا ہمایون فر کے ہان سے پیغام لائی ہوگی وہی بات نکلی۔ آخر ماشاءاللہ جانتا ہی کیا خوبصورت شہزادہ ہے۔ نک سک سے درست خاصہ گورا چٹا اور یہان عزت و آبرو بھی بڑی ہے۔

اتنے مین حسن آرا آئین۔ مسکرا کر کہا۔ لو اب سب ٹھیک ہے کسی بات کی کسر نہین رہی۔ ہم تو آج ہی ڈومنیونکو بلواتے ہین۔ عباسی۔ عباسی۔ اے عباسی۔

عباسی۔ (دوڑ کر) حاضر ہوئی۔ حکم۔ مین اُدھر باتین کر رہی تھی۔

حسن آرا۔ بیا بابائی کی ڈومنیونکو بلواؤ۔ روّنے کو حکم دو کہ دو گھڑی کے لیے آج شام کو آجائین۔ ضرور ضرور ابھی آدمی دوڑا دو

جہان آرا۔ سپہر آرا۔ سپہر آرا۔ (شانہ ہلا کر) سپہر آرا۔ اوچھا داغ ہی نہین ملتے۔ ای واہی۔ ابھی سے یہ حال ہے۔ سپہر آرا۔

سپہر آرا۔ (بھولے پن کے ساتھ جھجک کر) باجی۔ ہم خدا جانے کیا سوچتے تھے۔ تمکو یہی باتین ہر وقت سوجھتی ہین۔

اس فقرے پر فرمائشی قہقہہ پڑا۔ اللہ اللہ ابھی سے سوچنے لگین اور لطف یہ کہ کیا جانے کیا سوچتے تھے۔ سوچ کا ہیکا ہے۔ ہمایون فر کو ایک جھوڑ سواری دیکھ چکی ہو۔ سامنے مکان ہے۔ پھر سوچ کا ہیکا ہے۔ ماشاءاللہ سے چہرے مہرے سے درست ہین چندے آفتاب چندے مہتاب پھر سوچ کیسا۔ سپہر آرا اور اُنکی مہوش بہنین سب خوش تھین کہ اب نکاح ہوا چاہتا ہے۔

ماشاطہ رخصت ہو کر مرزا ہمایون فر کے پاس گئی۔ خدمتگار سے کہا حضور کو چپکے سے اطلاع دو کہ حسینی خانم حاضر ہے۔ مگر کسی کے سامنے نہ کہنا۔ کان مین کہدینا۔ خدمتگار نے دیکھا کہ شہزادے کے پاس کئی آدمی بیٹھے ہین حسینی خانم کا پیغام کان مین کہنا خلاف ادب سمجھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب بھیڑ چھٹی تو خدمتگار نے آہستہ سے عرض کیا۔ پیر و مرشد حسینی خانم حاضر ہین۔ ہمایون فر سمجھ گئے۔ مگر وہان دربار مین سب کے سامنے بلانا خلاف وضع سمجھے جب تخلیہ ہوا حکم ہوا کہ حسینی خانم کو بلاؤ۔ لیکن کوئی اور نہ آنے پائے۔ حسینی خانم آئین۔

حسینی خانم۔ (آداب عرض کر کے) لیجیے حضور فتح ہے۔ میرے نام فتح لکھی گئی۔ اس خوبصورتی سے لونڈی نے بندوبست کیا ہے کہ حضور کی قدردانی چاہیے۔

ہمایون فر۔ حسینی خانم مالامال کر دونگا۔ اسقدر دونگا کہ خوش ہو جاؤگی تمھاری خواہش سے زیادہ نہ دیا ہو تو شہزادہ نہین۔

حسینی خانم۔ (پھر سلام کر کے) حضور کے نمک پر دودھ دھوئین۔ نمک کھایا ہے حضور کا۔ ایسی بات ہے۔ جو حکم ہو بجا لاؤن۔ چڑیا کا دودھ تک لاؤن۔

ہمایون فر۔ بڑی بیگم سے کیا گفتگو رہی۔ اُنکی کیا رائے ہے۔

حسینی خانم۔ اُنکی رائے بس یہی ہے کہ چٹ منگنی اور پٹ بیاہ۔ جھٹ پٹ شادی ہو جائے۔ حضور اب یہ شادی کسیکے روکے رک نہین سکتی۔ ہوئی داخل سمجھیے۔

ہمایون فر۔ تمھارے منھ مین گھی شکر۔ خدا چنین کند از این چہ بہتر۔

حسینی خانم۔ حضور چنین کند کیا معنی۔ چنین تو ہو ہی گا۔ دیکھ لیجیے گا۔ سب طے ہو گیا ہے اب کچھ انتظار باقی نہین ہے۔

ہمایون فر۔ ہان خوب یاد آیا۔ کوئی انّا تو بتلا دو۔ ہماری بہن آئی ہین انّا نہین، دو دن سے بخار آتا ہے۔ کوئی اچھی انّا ہو سو بارہ روپے تک ماہواری دینگے۔ مگر پورے دودھ کی ہو۔

حسینی خانم۔ حضور میرے پڑوس مین ایک انّا ہے۔ کوئی سترہ برس کا سن ہے۔ شریف بھی ہین۔

ہمایون فر۔ کیا خوب۔ یہ سن ہے انّا کی کیا ضرورت تھی۔ واہ وا۔

حسینی خانم۔ حضور۔ ہمارے بادشاہ مین چاہیے سمجھین۔ مگر

ایک بات ہو کہ اُس کا زمانہ گزر گیا ہو۔ ایسا دودھ اچھا ہوتا ہو صاحب لوگ بتلاتے ہین۔ مگر جو بات حضور کے ہان حاصل ہو وہ وہان کہان — مین آج ہی لے آؤن گی۔

ہمایون فر۔ لڑکا کتنا بڑا تھا۔ برس ڈیڑھ برس کا تو نہین تھا۔

حسینی خانم۔ اے نہین۔ برس ڈیڑھ برس الّے ہوگا کوئی بیس دن کا۔ بس۔

ہمایون فر۔ اَنّا بد قطع تو نہین ہو۔ خصلت کی بھی اچھی ہو۔

حسینی خانم۔ (شرما کر) بندگی۔ سن ہو تو حضور ہنستے تھے اور اب قطع و قطع پوچھتے ہین اچھا پھر دیکھ لیجیے گا۔ یون تو یون ہی سہی ع۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہو۔

ہمایون فر۔ دس بارہ پندرہ جو مانگیگی دینگے۔ اور کھانا جو ہم کھائین وہی وہ کھلائے۔ کسی بات کی تکلیف نہو گی۔ کل یا آج بلاؤ۔ دودھ حکیم صاحب کو بھی دکھلا لیا جائیگا۔

حسینی خانم۔ بہت خوب۔ اور حضور تکلیف کیا معنی۔ اور کھانا تو خواہی نخواہی اچھا ملیگا۔ وہ تو کچھ انّا کے لیے تھوڑا ہی ہو۔ وہ تو اپنے بچے کے لیے ہو۔ اچھے سے اچھا دیتے ہین غریب چاہے خود نہ اچھا کھانا کھائین مگر انّا کو ضرور کھلائینگے۔ جیسا کھانا ہوگا ویسا دودھ ہوگا یہ بنی بنائی بات ہو۔

ہمایون فر۔ ہان وہ حال تو کہو حسن آرا بھی تھین وہان۔

حسینی خانم نے کہا حضور بس کچھ نہ پوچھیے۔ کیا عرض کرون وہان تو غنچہ کھلا تھا سبک سن۔ اٹھتا جوبن۔ نازک بدن اور طرار۔ بہت سی ہین حضور۔ سپہر آرا بیگم کو سب کی سب ملکے چھیڑنے لگین وہ جھلا جھلا کے رہجاتی تھین۔ کبھی مسکراتی تھین کبھی کہتی تھین باجی جان ہمین یہ چھیڑ خانی گوارہ نہین ہو۔ ہمین چھیڑا نہ کیجیے۔ کبھی رُوانسا منھ بنا لیتی تھین کبھی اپنے آپکو کوستی تھین سا اللہ کرے یہ موا اللہ کرے وہ ہو۔ مگر چہرے سے برستا تھا کہ کھلی جاتی تھین حضور یہ

لگی بری ہوتی ہو جہان کسو پر (کسی پر) دل آگیا پھر قابو مین رہنا محال ہو۔

دل جو آتا ہو تو قابو مین نہین رہتا ہو
رنج اور درد و غم انسان پڑے سہتا ہو

ہمایون فر نے مسکرا کر کہا۔ اخاہ تمکو شعر بھی یاد ہین اور موزون
اس پر حسینی خانم بولین حضور رئیسون کی صحبت ہو یا ایسے ویسون کی۔ سپہر آرا بیگم نے اپنا کل حال مجھسے بیان کر دیا کہنے لگین حسینی خانم مین لاکھ جتن کیا کرتی ہون مگر اندر والا نہین مانتا اور لوگ ناحق میری دشمنی مین لگے ہین۔ اور یہ پیغام اور رقعے بازی (رقعہ بازی) کا کھڑاگ اور بھی نہین بھاتا۔

ہمایون فر کسی ضرورت سے باہر گئے تو حسینی خانم بچے کے سرہانے گانے لگین۔

انھین مین نے تو چھیڑا بھی نہین مجھے اپنے رسول خدا کی قسم
مجھے آنکھ ہی بند قبا کی قسم تجھے دامن پاک صبا کی قسم
سنبھل ایسے غرور مین ہو چل کہ گرے نہ الجھ کہین منھ ہی کے بل
بس اب اس سے بھی آگے تو بڑھ کے نہ چل مجھے رفعت عرش علا کی قسم
ترے صدقے خدائی کے میرے خدا بتصدق رتبۂ اہل ہدا
نہ کر اپنے خیال سے مجھکو جدا مجھے نسبتِ صدق و صفا کی قسم
تری لیتے بلائین مین خوب ہی ہم نگراتا تو پیار کو مجھسے تو کم
مجھے خواجۂ ہر دو سرا کی قسم مجھے الفت آل عبا کی قسم

دھوم اتنی ترے دیوانے مچا سکتے ہین
کہ ابھی عرش کو چاہین تو ہلا سکتے ہین

مرزا ہمایون فر نے حسینی خانم کی نازک آواز سن لی۔ چپ کھڑے سنتے رہے۔ حسینی خانم کے فرشتون کو بھی نہین معلوم کہ شہزادے کھڑے سن رہے ہین۔

جب حسینی خانم گا چکین تو ہمایون فر کھڑے ہین گئے۔ مشاطہ کو

انعام دیا۔ کہا اب تم محلسرا جاؤ۔ یہ نشاط رخصت ہوئی۔ اب مصاحب نے جھک کر آداب عرض کیا اور کہا خداوند نعمت دعائیہ اشعار تو ملاحظہ فرمائیں حضور کے ملاحظہ کے قابل شعر ہین ہمایون فر کو اسوقت اور ہی دھن تھی۔ کاغذ ہاتھ سے لے لیا دور پھینک دیا۔ مصاحب نے جب اصرار کیا۔ تو پڑھنے اور داد دینے لگے۔ رفقا ہان مین ہان ملاتے تھے۔ اور مرزا ہمایون فر تعریف کرتے جاتے تھے۔ وہو ہذا۔

جہان معدن ہی علم و فضل کا یہ خلق جاہل ہی
مثل ہی یہ گھر سارا مگر اندھون کی محفل ہی
دیار ہند مین کس درجہ فیض علم جاری ہی
یہی دریا ہی جس کا چار سو ناپید ساحل ہی
مگر اس ملک کے دولت درون کا قول ہی گویا
کہ ہم کو کچھ نہین پروا اگر فرزند جاہل ہی
غریبون کے برابر بیٹھنا بدتر ہی مرنے سے
وہی کالج مین پڑھنے جائیگا جو گھر سے فاضل ہی
نہین تمیز کچھ نیکی بدی مین اہل دنیا کو
سمجھ اب تک یہ الٹی انقلاب دہر کا قائل ہی
خدا ہی انکو سمجھائے تو شاید سمجھین یہ نادان
فلاطون ان سے عاجز ہی ارسطو انکا قائل ہی
ہزار افسوس ہندستان کے طالع ایسے سوئے ہین
کہ جو بیدار مغز اسکا لقب ہمدرد غافل ہی
گروہ بد روش کے حال مین ہو یہ روان کیونکر
یہ رنگ سرو گلشن اپنا خاص پائے در گل ہی
ہوئی ناپید ہی اس ملک سے جستی و چالاکی
کہ بانکا نوجوان بڈھون سے بڑھکر سست و کاہل ہی
عدو کو دوست اور احباب کو دشمن سمجھتے ہین
جو ہمدرد دل سے شفیق ان کا وہ گویا انکا قاتل ہی
کرد تمیز یار و جھوٹے سچے خیر خواہون مین
اگر تم کو ذرا بھی امتیاز حق و باطل ہی
فراہم کی ہوئی اسلاف کی دولت ہی جو باقی
نہین بے سود کامون مین گنوانے کے یہ قابل ہی
کو تم بس ضروری حاجتون مین صرف اب اسکو
کہ مسدود اس زمانے مین ہر اک باب داخل ہی
زمانہ راحت و آرام کا بس چل بسا ہمدم
نہ تو بے وقت سوئے گا اگر بیدار عاقل ہی
غنیمت جان فرصت کو نہین غفلت کا یہ موقع
فلک کی گردش اک جانب اجل اک سمت عاجل ہی
نہ رکھ اطفال کو محروم علم و فضل سے ہرگز
کہ بے توقیر دنیا مین ہمیشہ مرد جاہل ہی
وہی ہم ہین کہ جو استاد تھے سلسلہ زمانے کے
وہی ہم ہین کہ جنکے فضل کی ہر قوم قائل ہی
وہی ہم ہین کہ جنکی دولت و عظمت کا دنیا مین
ہر اک ذی علم ہی راوی ہر ایک تاریخ ناقل ہی
وہی ہم ہین کہ جنکا نام تک اب نیم وحشی ہے
ہماری جہل و نادانی کی لکھی جاتی ناول ہی
سر و سے کی جا فی الحال جوش فاقہ مستی ہی
بجائے جام جم اب ہاتھ مین کشکول سائل ہی
نہ ہو مست نہین باقی ہوئی ساقی سے ناچاقی
جہان ہی لطف و مشتاقی وہان نفرت بھی شامل ہی
بھلی ہو سکتا ہی آدمی کچھ کھو کے دنیا مین

اگر تو کھوکے ملک و مال بھی عشرت پہ مائل ہے
پڑھو اخبار و تاریخ اور قانون و فنون یا بد
کہ وا تفکاران باتوں سے جو ہو وہ ہی کامل ہے
کرو لله قومی اتفاق آپس مین ہمدردو
کہ اس مین کچھ نہین نقصان سراپا نفع حاصل ہے
مناسب ہے کہ قومی انجمن مین آ جاؤ تم
کہ جو منکر ہے ایسے جلسون کا نادان ہے کاہل ہے
خرابی دین و دنیا کی ہے اس کمبخت سستی سے
یہان محتاج ہے کاہل وہان دوزخ مین داخل ہے
یہان تک پہونچی ہے نوبت کہ گھر بہتر ہے زندان سے
یہ تیری گوشہ گیری قید بے طوق و سلاسل ہے
کہان تک مرثیہ ہندوستان کا اب لکھے شاعر
کہ قبضے مین طبیعت ہے نہ قابو مین ذرا دل ہے
رفاہ عام یارب مہر چرخ کامرانی ہو
جہان افروز گو مدت سے شکل ماہ کامل ہے
تمنا ہے حضور آ کر کہے ہر ایک ہم مشرب
کہ تیرا بند نامہ جا بجا اب نقل محفل ہے

مرزا ہمایون فر بہادر کو یہ اشعار بہت پسند آئے کہا واقعی اب ہندوستان کا بعینہ یہی حال ہے غفلت کی گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی ہے علم و فضل کی زمین مین تخم ریزی نہین ہوتی بہار ترقی کو خزان تنزل نے شکست فاش دی۔

ای اہل ہند اب تو اٹھو خوب سو چکے
پیدا کیا تھا تم نے جو وہ سب تو کھو چکے
اب کیا رہا ہے جس پہ تغافل یہان تلک
دنیا مین نیم وحشی و جاہل تو ہو چکے

یہ رباعی اب ہمارے حسب حال ہے۔

اتنے مین ایک شخص نے کہا حضور کچھ عرض کرنا ہے۔ ذری سب صاحب دوسرے کمرے مین تشریف رکھین تو عرض کر دون۔

تخلیہ ہوا تو اُسنے کان مین کہا (حضور عباسی مہری آئی ہے) حکم دیا حاضر کرو۔ مگر دوسرے زینے کی طرف سے لاؤ عباسی مہری آئین۔

ہمایون فر نے دیکھا تو بنی ٹھنی غضب کا جوبن بلا کا نکھار۔

ہمایون فر۔ آج تو ایسا بناؤ چناؤ کر کے آئی ہو کہ بس کچھ پوچھو نہ

عباسی۔ حضور۔ (مُسکرا کر) حضور۔ لونڈی ہون۔

ہمایون فر۔ خدا گواہ ہے عباسی تم سیکڑون ہزارون مین چھٹی ہوئی ہو۔

عباسی۔ واہ بندگی۔ اچھی تعریف کی۔ چھٹی ہوئی کی ایک ہی کہی۔

ہمایون فر۔ حسینی خانم تو آئی تھین۔ کہو وہان کا حال تو کچھ بیان کرو کیا کیا تذکرہ رہتا ہے۔ کیا سامان ہو رہا ہے۔

عباسی نے کہا حضور وہان تو آج ہی سے تیاریان ہو رہی ہین کل حسن آرا بیگم نے بیابانی کی ڈھنیان بنوائی ہین۔

عباسی اور حیدری دونون گلے باز ہین۔ رات بھر وصاحب گری رہیگی۔ رتجگا ہوگا۔

سپہر آرا بیگم کو سب بہنین چھیڑتی ہین۔ وہ دل ہی دل مین خوش ہین پھر خوشی کی تو بات ہی ہے۔ آج بھی تو شاطا آئی تھی سنگھ والی حسن آرا بیگم سے کچھ باتین رسان رسان ہوتی تھین۔ اور بڑی سرکار سے تو کوئی گھنٹے سوا گھنٹے تک سرگوشی ہوا کی۔ آج حضور بھی نوج دیکھین ہان خوب یاد آیا شاطہ سے کہتی تھین کہ شہزادے کے پاس کوئی گھر تو نہین پڑی ہے۔ اُف۔ مجھے بڑی ہنسی آئی کہ ابھی سے ٹوہ لیتی ہین۔

ہمایون فر نے کہا پھر شاطہ نے کیا کہا۔ اُن سے کہو سارے شہر مین تحقیقات کرین۔ کوئی چھپی بات تو ہے ہی۔ یہان

اس قسم کا چال چلن ہی نہیں اپنا۔

عباسی۔ وہ ٹپا سنبھال کو لولی۔ لے اب رخصت حضور

ہمایون فر نے کہا نہیں نہیں واہ چلین کہان ٹھہرو صاحب

عباسی نے کہا حضور سبب یہ ہی کہ جوان ہین بھی اور آپ بھی کوئی کسی کے دل مین تو بیٹھا ہی نہین۔

اب سنیئے کہ بڑی بیگم صاحب نے حسن آرا کو بلوا کر کہا ہماری طرف سے بہار النساء اور روح افزا کو خط لکھو۔

حسن آرا قلم دوات کاغذ لیکر بیٹھین۔ اور یون لکھنا شروع کیا

باجی جان بندگی عرض۔ لیجیے سپہر آرا کے نکاح کی باتین شروع ہو گئین۔ صبح شام کلی پوری ہو جائیگی سامنے والے محل مین وہ جو شہزادے رہتے ہین۔ ہمایون فر۔ انھین کے ہان سے پیغام آیا ہی۔ امان جان نے منظور کر لیا ہی۔ آج بھی مشاطہ آئی تھی مبارک ہو۔ مرزا ہمایون فر کو تم تو دیکھ ہی چکی ہو شہزادے مین خوبصورت ہین پڑھے لکھے تربیت یافتہ اس زمانے کے لڑکون کی طرح آوارہ یا اوباش نہین ہین امان جان کہتی ہین کہ بہار النساء اور روح افزا دونون کو بلوا لو سو جب دیکھو اگر ہرج نہ ہو تو آجاؤ۔ دولھا بھائی کو یہ خط پڑھا دینا اور پڑھکر روح افزا کے ہان بھیج دینا۔

آج جانی بیگم اور نظیر بیگم دونون آئی ہوئی ہین ہم نے ڈومنیان بلوائی ہین۔ آج رت جگا کرینگے۔ باجی جسطرح ممکن ہو آجاؤ۔ دولھا بھائی فوراً منظور کرینگے وہ ہماری بات ٹالینگے نہین۔

جہان آرا بہن اور گیتی آرا بہن ابھی یہان ہی ہین۔ اور اب بھلا کہان جا سکتی ہین۔ سپہر آرا دل مین بہت خوش ہین اور ہوا ہی چاہین۔ آج کل بڑی دل لگی رہتی ہی ہم سب ملکر چھیڑتے ہین۔ اور وہ چڑھتی ہین۔ تم اپنی ساس سے تو پوچھو گی نہین یہ تو مین خوب جانتی ہون۔ مگر میان کی مرضی ضرور چاہیے اور دولھا بھائی یہان بھیجنے مین کبھی انکار نہ کرینگے۔ ہان تو خوب یاد آئی جبدن ہمایون فر کے دشمنون کے ہان آگ لگی تھی اور سپہر آرا مارے ڈر کے گر پڑی تھین اس دن دولھا بھائی تو یہان ہی تھے۔

راوی۔ مارے ڈر کے! ہونہہ۔

ہی، ہی وہ وقت مجھے یاد ہی۔ اُف اُف۔ اللہ نے بڑی خیر کی ہان خوب یاد آیا۔ نواب فقیر محمد خان کی محلدار۔ زیارت کربلا کر آئی۔ آپ کے لیے سوغات لائی ہی۔ کہیے پارسل کرکے بھیجدون کہیے رہنے دون آخر آئیے ہی گا لے لیجیے گا۔ اسقدر لکھا تھا کہ جانی بیگم نے مغلانی کو حسن آرا کے پاس بھیجا کہ اتراؤ نہین ہم جانتے ہین۔

بڑی بیگم۔ بڑی کلہ دراز چھوکری ہی۔ اُوہ۔ اسکے میان کی جان عذاب مین ہو گی۔ اُف ری لڑکی۔ شاباش۔

حسن آرا۔ بظاہر اس سے غریب ہی۔ اس کے کیا معنی بہت خوب مگر یہ تو زمین پر قدم ہی نہین رکھتی۔ کچھ ٹھکانا ہی۔

مغلانی۔ سپہر آرا بیگم خوب خوب سناتی ہین۔ انکو وہی ٹھیک کرتی ہین اچھی طرح سے خوب ہوتی رہتی ہی۔

بڑی بیگم۔ ہم تو ایسے کو اپنے پاس بھی نہ آنے دین۔

حسن آرا۔ نہین امان جان یہ نہ فرمائیے۔ بد نہین ہے بڑی عفت دار۔ نیک طینت۔ عورت ہی۔ مگر ہان زبان نہین رکتی۔ اور پارے کی طرح بیقرار رہتی ہی۔

خط لکھکر حسن آرا نے مغلانی کو دیا اور کہا باہر بھجوا دو اور کسی چوبدار کو دو۔ ابھی ابھی ریل کے اسٹیشن پر جاکے ڈاک مین ڈال آئیے۔

مغلانی نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ حسن آرا باغ مین گئین تو دیکھا کہ جانی بیگم اور سپہر آرا مین خوب نوک جھوک ہو رہی ہی۔ جانی بیگم چھیڑتی جاتی ہین اور سپہر آرا اُنکو بناتی ہین۔

حسن آرا نے کہا اب ان دونون کو جانے ندینا۔ جانی بیگم دونون کو ؟ نا نظیر بیگم کو چاہے نہ جانے دو۔ مین تو جاؤن اور بیچ کھیت جاؤن۔ مجھے میان کا جتنا ڈر ہی اور کسی کا نہین ہی۔ نظیر کے دیدے کا تو پانی مر گیا ہی۔ نظیر بیگم نے مسکرا کر کہا اس مین کیا شک ہی تم بیچاری بڑی غریب ہو۔ مین ہی شریر ہون۔

الغرض بڑی دیر تک یہی نوک جھوک رہی۔ اُسکے بعد سب ملکر کھانا کھانے کے لیے محلسرا مین آ بیٹھین۔

لالہ خوشوقت راے

کون ؟ لالۂ خوشوقت راے۔ کیا خوب۔ واہ خوشوقت راے کیا معنی۔ آدھا تیتر آدھا بٹیر۔ راے ہندی لفظ۔ جیسے جسونت راے۔ بلونت راے۔ خوشوقت راے چہ معنی دارد۔ لالہ کس شے کا نام ہی؟ لالہ۔ یا لالۂ۔ نہین صاحب۔ لالہ نہین لالہ۔ لالۂ خوشوقت راے ولد لالۂ خورسند راے۔ ای سبحان اللہ یک نشد دو شد۔ ہم تو ایک خوشوقت راے ہی کے معنی نہین سمجھتے تھے۔ یہ خورسند راے دوسرے پیدا ہوئے۔ یک نشد دو شد اور غضب یہ ہے یہ بزرگوار بھی خالی خولی لالہ پر قانع نہین۔ لالۂ واہ۔ خیر۔ بڈھے کھوسٹ آدمی۔ کوئی بچاسی برس کا سن ایک پانون قبر مین لٹکائے ہوئے پُرانے فیشن کے آدمی — وہی وضع۔ وہی قطع۔ وہی خیالات۔ وہی روش وہی طرز اس زمانے مین اگر کسی کو پُرانے فیشن والون کی وضع دیکھنی ہو تو ان بزرگوار کو دیکھ لے۔ ایسا نمونہ نہ ملے گا۔ پانون مین گھیتلا ٹاٹ بافی جوتا چار روپے کی اوگی۔ گلبدن کا ڈھیلے پاینچون کا پائجامہ۔ جامہ دار کی چپکن۔ پردہ کھلا ہوا کلابتون کا دستہ لگا ہوا آستین اور بغل کٹی ہوئی زربفت کی بیل۔ سر پر دستار۔ شالی رومال اوڑھے ہوئے۔ شوق چرایا کہ نوکری کرین اور یہ معلوم ہی نہین کہ چون برس کے بعد تشریف لے جانے کا حکم سنایا جاتا ہی۔ بحث شروع ہوا اور چل چلاؤ لگا لوگ اپنی عمر چھپاتے ہین پچاس کے پینتالیس بتاتے ہین۔ ستاون کا سن ہی اور اڑتالیس کی عمر لکھوائی۔ سفید بالون پر سیاہی چڑھائی۔ لیکن حضور کی تو چشم بد دور وہ عمر ہی کہ پانچ کیا دس بیس برس بھی گھٹا دیجیے تو خاک مطلب نہ نکلے۔ بچاسی سے پانچ گئے۔ اسی رہے۔ دس اور گھٹا دیجیے۔ ستر باقی رہے۔ دس اور کم کیجیے ساٹھ رہے۔ اور لاکھ خضاب لگائیے وہ بالون کی سفید جڑ کو کیا کیجیے گا۔ سوال تو یہ ہی ع

خضاب پردۂ پیری نمی شود صاحب	بہ کار و حیلہ خزان را بہار نتوان کرد

لالہ خوشوقت راے ولد لالہ خورسند راے ایک بڑا ادنے دقیانوسی میانے پر سوار ہوئے کہا صاحب کے بنگلے پر چلو۔

کہارون نے کہا۔ کون صاحب۔ کسی کا نام تو لیجیے۔ یہان تو سیکڑون ہزارون صاحب لوگ اور سیکڑون ہزارون بنگلے ہین۔ جھلا کر فرمایا زیادہ یادہ گوئی کرو گے تو قلم تراش سے بینی بریدہ کر لیوین۔ بک بک وضع اہل آبرو کے خلاف ہی۔ رے رے صاحب کے بنگلہ خس پوش پر چلو۔

کہارون نے میانہ دم اٹھایا اور چلے جدھر سینگ سمایا۔ چلتے چلتے جب شہر کے اُس حصے مین پہونچے جہان صاحب لوگ رہتے تھے۔ میانہ روک لیا اور پوچھا۔ حضور اب کونسے بنگلے پر چلین کہا خس پوش۔ کہار جھلائے۔ ایک بولا۔ لالہ آج دار دیے

ہین - دوسرے نے کہا کھس پو کھس پو - بکت جات ہین ؟ یہ خس پوش کی خرابی ہی تیسرے نے صلاح دی جون بنگلہ پہلے ملے اُسمان لیچلو - کہارون سے کو و نہ پوچھیے ــ لالہ اپنے جوابدہی کر لینگے - ایک کوٹھی نظر آئی - کہارون نے صلاح کی کہ اب اس کوٹھی مین لیچلو - چلے - باغبان کیاریان سینچ رہا تھا پوچھا - کون ہین - کہارون نے کہا لالہ ہین ــ لالہ ! کون لالہ نام بتاؤ - لالہ بیدون آئے ہین - لالہ صاحب میانے مین سے بولے لالہ خوشوقت رائے ولد لالہ خورسند رائے - چپراسی نے پھر نام پوچھا فرمایا - لالہ خوشوقت رائے ولد لالہ خورسند رائے چپراسی نے صاحب سے کہا حضور ایک لالہ آئے ہین - پوچھا نام - چپراسی پھر دوڑ کر ان کے پاس آیا - آپکے کیا نام بتایا تھا - کہا - تم تو فراموش کردیت ہو - بیر بیر کون بتاوے ارے کمبخت تو ہی - لالہ خوشوقت رائے ولد لالہ خورسند رائے چپراسی نے صاحب سے کہا حضور لالہ کمبخت رائے آئے ہین نام یاد نہ رہا - خوشوقت کو کمبخت بنا دیا صاحب نے کہا اچھا سلام دو چپراسی نے میانے مین آدھا سر ڈالکر کہا - صاحب سلام بولتے ہین - اب تو لالہ خوشوقت رائے ولد خورسند رائے گھبرائے - سلام بولتے ہین کیا معنی - یہ سلام بولنا کسے کہتے ہین - پرانی فش کے آدمی - ان اصطلاحون کو کیا جانین چپراسی سمجھ گیا کہ لالہ صاحب کی سمجھ مین نہین آیا - کہا چلیے صاحب بلاتے ہین - کہار سے کہا گھٹیلا جوتا مانگا - پہنا - پگڑی سنبھالتے ہوئے چلے چوں اُٹھائی اندر گئے ــ

لالہ - حضور پیر و مرشد - آداب عرض کرتا ہی غلام خانہ زاد کورنش ــ

صاحب - سلام - ول - کرسی پر بیٹھو - بیٹھیے آپ ادھر کرسی کے نزدیک

راوی - ان صاحب کی گفتگو اور یورپین کے کلام سے کچھ مختلف تھی - مگر آدمی خلیق - اور فہمیدہ اور ذی مروت تھے -

لالہ - (ہاتھ جوڑکر) تا خداوند حضور رونق بخش کا مرانی او رغلام رعایاے ادنیٰ - سلام کو حاضر ہوا - کرسی پر نشست کا درجہ نہین - یہ حضور ہی کی نشست ہی (دونون شین پڑھیے) نشست -

صاحب - ول آپکا نام ہی کیا - آپکا مکان شہر سے کتنی ہی -

لالہ - (دست بستہ) غلام کا نام لالہ خوشوقت راے ولد لالہ خورسند راے اور کفش خانہ در محلہ قائم گنج اور شاہی مین باپ دادا صاحب قلم تھے - بڑے مناصب پر ممتاز اور صاحب طبیعت بھی ہوگئے تھے ــ

صاحب - آپ ہمارے پاس آیا ہی صرف سلام کرنے کے واسطے

لالہ - حضور زیارت کرلی - برائے ورثن حضور غلام حاضر ہوا حضور کو سویرے سویرے دیکھا سعادت حاصل ہوئے گی اور حضور غلام نوکری کا طالب ہی - گھر مین خانہ نشینی گوڑ گٹاے کے بیٹھنا اُس کلفت ہی کہ کاؤ کہی - تو حضور نوکری دلوا دین ــ

صاحب - او تم اس عمر مین کریگا نوکری (مزالا طرز کلام)

لالہ - حضور غلام ابکی سالگرہ پر بچاسی برس کا ہوگا - بس -

راوی - بس ماشا اللہ - بس کی ایک ہی کہی - ابھی غنفوان شباب ہی ہی صرف پچاسی برس - یہ کون بڑی بات ہی ساٹھ برس کے رنڈے بنے تھے - یہ اسی برس کے جوڑے آج سے ــ

صاحب - پچپن سالانہ قاعدہ جانتا ہی آپ - بعد پچپن برس کے کوئی آدمی کرنے نہین سکتا ملازمی - اور پچاسی برس کا ہی آپ پھر

لالہ - ہماری دعا ہی کہ خدا حضور کو بڑے صاحب اور کرنیل صاحب اور حضور کو لاٹھ گورنر کرے - اور حضور کلشن صاحب ہو جائین ــ

راوی - بڑا دیکھا بڑے صاحب بکی کرنل بجا لاٹھ گورنر بنا دیا -

اور پھر دعا دی تو کمشنری کی۔ اس بے تکے پن کو دیکھیے گا۔

ان بیچارے لالہ خوشوقت رائے ولد خورسند رائے کو بس دو ہی چار عہدوں کے نام معلوم تھے۔ کرنیل اور بڑے صاحب اور لاٹ گورنر اور کمشنر کوئی دس پانچ عہدوں کے نام اور بتا دو۔ انڈر سکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا۔ سکریٹری آف اسٹیٹ چیف ایلاف اکسپلچر۔ پر ببر۔ اگر یہ عہدے معلوم ہوتے تو ضرور دعا کے وقت یاد آ جاتے۔ مگر ہم تو اس بات کے قائل ہیں کہ حضور نے لاٹ گورنری عطا کر کے پھر کمشنر کر دیا۔ صاحب یہ فقرے سُنکر مسکرائے۔ کہا ول ہم کرنل ہے آپ ہم کو دعا دیتا کیا ہے۔ ول ہم تو آپ کرنل ہے مگر آپنے جب دیا عہدہ لاٹ گورنری کا اور پھر لیا چھین اُسکو اور کیا مقرر کمشنر۔ تو ہمارا اچھا بڑا ہرج۔ ہنسکر کہا اب آپ بیٹھ جایئے۔ لالہ خوشوقت رائے ولد لالہ خورسند رائے کرسی پر بعد اصرار متمکن ہوئے اور پہلے سات بار جُھک کر سلام کیا بیٹھے حضور کو ملازمی غلام کے لیے۔ تکلیف لازم ہے فلوس پاس نہین کھلنے پینے رہت ہے صاحب نے کہا ہم دیتا نہین سکتا۔ ملازمی پچاس برس کے آدمی کو۔

صاحب نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔ اب آپ جایئے لالہ خوشوقت رائے ولد لالہ خورسند رائے کرسی سے اُٹھے کہا حضور غلام مرخص ہوتا ہے اگر حیات مستعار باقی ہے تو صحبت باقی۔ دس بار زمین دوز ہو کر آداب عرض کیا اور رخصت ہوئے۔ میانے پر بیٹھے تو چپراسی نے گھبرا ہو راہین کب آؤن لالہ خوشوقت رائے اسکا مطلب نہ سمجھے۔ کب آؤن اسکے کیا معنی۔ آنا اور جانا کیسا۔

اتنے میں صاحب نے اندر سے پکارا چپراسی چپراسی۔ چپراسی دوڑ کر صاحب کے پاس گیا۔ صاحب بنگلے سے باہر نکل آئے لالۂ خوشوقت رائے ولد لالۂ خورسند رائے بھی میانے سے اُتر آئے

صاحب۔ وِل آپ کا نام کیا بتایا تھا چپراسی تم نے ہمسے

چپراسی۔ خداوند انکا نام لالہ کمبخت رائے ہے۔ ہے نہ صاحب

لالہ۔ یہ بالکل خلاف وضع اہل آبرو ہے۔ الفاظ نا ملایم زبان شریف سے کاہے نکالت ہو۔ حضور غلام کا نام لالہ خوشوقت رائے ولد لالۂ خورسند رائے ہے صاحب نے انکا نام لکھ لیا۔ لالہ صاحب رخصت ہوئے۔ کہاروں نے پوچھا اب کہاں چلین حضور۔ کہا۔ جو بنگلہ خس پوش یا کوٹھی ملے۔ دس قدم پر کہاروں نے میانہ رکھ دیا چپراسی نے پوچھا کہا نوکری کی تلاش مین آئے ہین آپ۔ کہا ہان۔ صاحب بہادر کو اطلاع کر دو زبان شریف سے کہ ایک صاحب نوکری کی جستجو کے لیے حاضری دیتا ہے۔ چپراسی نے اطلاع کی۔ صاحب نے حکم دیا کہ آئے گھیتلا جوتا پہنکر چلے کمرے مین جاکر سلام کیا صاحب اسوقت محرر بھرتی کر رہے تھے۔ یہ فقط اچھی پوشاک دیکھکر نوکری دیتے تھے پچپن سال کا قاعدہ انکے ہان جاری نہ تھا۔ پوچھا وِل تم نوکری مانگتا ہے۔ اُنھون نے کہا۔ ہان حضور دس بارہ محرر اور بھی کھڑے تھے۔

صاحب۔ وِل تم حساب اور سیاق مین کیسا ہے۔ جانتا ہے کہ نہین۔

لالہ۔ عرض کرون حضور۔ عہد شاہی نوابی مین غلام اور آبا و اجداد ناظم اور چکلہ دار تھے سیاق اور سیاق اور حسابات اور سب جانتا ہے غلام۔ بشرط در آئے امتحان کے سادہ بر کسی عہدے کے ممتاز ہو۔

صاحب۔ وِل مگر تم بوڑھا ہو گیا ہے۔ کوئی ہاسی برس کا ہوگا تم۔

لالہ۔ حضور مطلب محنت اور کارگذاری سے ہے۔ سن سے کیا۔

صاحب۔ وِل اچھا تمکو مقرر کیا ہے بیس روپیہ مہینہ تمھارا نام

لالہ۔ غلام کو لالہ خوشوقت رائے ولد لالہ خورسند رائے ولد
لالہ حسین بخش کہتے ہین مرحوم خدا بخشے۔ پچاس برس وفات کو ہوئے۔
راوی۔ اب یہ نہ معلوم ہوا کہ مرحوم کا اشارہ کس کی طرف ہی
لالہ خورسند رائے کی طرف۔ یا اُنکے ابا جان لالہ حسین بخش
کی طرف یا خود لالہ خوشوقت رائے کی طرف یا آپکے دادا کے
ابا خرم رائے کی طرف۔ مگر۔ ع۔ این خانہ تمام آفتاب است
کسی کا نام درست نہین ہی ایک خورسند رائے دوسرے
خوشوقت رائے تیسرے حسین بخش سب کے نام ایک سے
ایک بڑھے ہوئے۔

صاحب۔ (قلم لیکر) ول ہم سمجھا نہین۔ تم نام بتلاؤ ہمکو
لالہ۔ حضور لالہ خوشوقت رائے ولد لالہ خورسند رائے ولد لالہ
حسین بخش یہ غلام کا نام ہی۔ پرورش حضور کا طالب ہون۔
صاحب۔ او تم چلا جائے برابر۔ ہم اتنا بڑا نام کہان لکھے
ہمارے رجسٹر مین نام کا خانہ اسقدر بڑا نہین ہی۔ ہم ایسے آدمی
کو جگہ دیگا۔ جسکا نام ذرا سا ہو تم برابر چلا جائے۔ سلام سلام
اتنے مین ایک امیدوار نے بڑھکر کہا میرا نام نتھو ہی اتنا سا
نام ذرا سا حضور جس رجسٹر پر چاہین لکھ لین۔ صاحب نے فوراً
نتھو لکھ لیا۔ اور پوچھا کہ ول۔ نتھ نتھو ہی یا نہ تھو۔ تے پر تشدید ہی
یا نہین۔ میان نتھو بولے۔ حضور نتھو بلا تشدید۔ صاحب خوش
ہوئے لالہ خوشوقت رائے ولد لالہ خورسند رائے ولد لالہ حسین بخش
اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔ مگر سمجھے کہ اسوقت سب صاحب لوگون
کے ہان عہدے بٹ رہے ہونگے کہارون سے گفتگو کرنے لگے
لالہ۔ سنیو کہارو۔ چلو در دولت پر سیدھے در دولت پر چلو فوراً چلو
کہار۔ دردولت کہان ہی۔ حضور عیش باغ چلی کہ گول دروازے چلی
لالہ۔ لاحول ولا قوۃ۔ سمجھے ناہین۔ ارے عیش باغ ناہین۔ در دولت

چلو۔ دھر لیو سیدھی سڑک سامنے چلے چلو۔ بکہ نڈی دیتے نبی ہی
کہار۔ حضور۔ ہم دردولت ناہین جانت ہین۔ جہان بتاؤ تہان چلی
دوسرے کہار نے کہا۔ چپائی مار سسرے چلا چل۔ مطلب یہ کہ
دردولت کا پتا کیا پوچھتا ہی۔ جس طرح اب تک بے سمجھے گئے
اسی طرح چپ چاپ چلا چل۔ کہین کہدینا دردولت یہی ہے
کہار چلے۔ تو لالہ صاحب نے کہا کہارو آج پالکیان اور میانے
اور ننسیین بہت کم دکھائی دین۔ اسکا کیا سبب ہی۔ ایک بوڑھا
فقیر سنتا تھا اُس نے کہا بابا معلوم ہوتا ہی اگلے وقتون کے ہو
اب پالکی کہان۔ اب تو بگھی۔ فٹن۔ بہو کارٹ۔ اور کیا جانے
کیا الم غلم۔

لالہ۔ بھلا مولوی انوار کے باغ مین مشاعرے ہوتے ہین
یا نہین ہوتے۔

فقیر۔ اجی حضور خدا جانے آپ کب کی باتین کرتے ہین کئی باغ
تو کھدوا کے گئے ریل نکلی۔ تار آیا۔ عکسی تصویر کھینچنے لگی۔ چار باغ
اسٹیشن ہو گیا۔ بڑا امام باڑہ قلعہ ہی۔ بیلی گارد گلزار ہی خدا جانے
کیا سے کیا ہو گیا۔ اور آپ ابھی مولوی انوار کے باغ ہی کو
لیے پھرتے ہین۔

تھوڑی دور جا کر ایک بنگلے مین میانہ لے گئے دیکھا تو لالہ
خوشوقت رائے ولد لالہ خورسند رائے ولد لالہ حسین بخش (خدا بخشے)
خراٹے لے رہے تھے۔ ایک کہار نے شانہ پکڑ کے ہلایا۔ لالہ
لالہ نے (آون) کیا تو اُسنے کہا اب اُٹھیے دردولت پر آ گئے
لالہ خورسند رائے کے بہت اچھے این؟ یہ دردولت ہی۔ کایا پلٹ
ہو گئی ارے یہی دردولت ہی اندر ایک لیفٹ انڈین کھل رہے ہے
تھے۔ نوجوان آدمی۔ آگے بڑھکر پوچھا۔ ول آپکس سے ملنے آیا ہی
لالہ صاحب کسی قدر گھبرائے۔ فرمایا کہ حضور کے سلام کو۔

صاحب نے مسکرا کر پوچھا۔ دل ہمارا نام کیا ہے۔ اب اور بھی چکرائے نام کیا جانیں۔ ساب دہشت کو دیکھیے۔ کہ صاحب کا نام شرف الدولہ بتلاتے ہیں۔ صاحب نے زور سے قہقہہ لگایا کہ میم صاحب بھی اندر سے نکل آئیں۔ صاحب نے بیان کیا کہ یہ بوڑھا آدمی ہمارا نام شرف الدولہ بتاتا ہے پھر پوچھا۔ دل ہمارا نام کیا ہے۔ لالہ خورسند ماسے کے پوت بلکہ (لوت اکبر) تو سخت خفیف ہوئے تھے کچھ جواب نہ دیا خاموش ہو رہے۔ آخرکار اپنا سا منھ لیکر گھر واپس آئے۔ شام کو انکے دلی دوست خواجہ مرتضیٰ حسین صاحب انکے مکان پر آئے۔ یہ بھی اگلے وقتوں کے لوگ تھے۔ بیس برس سے کلکتہ میں قیام تھا بیس برس کے بعد لکھنؤ آئے تو وہ لکھنؤ ہی نہیں لالہ صاحب ان سے بغلگیر ہوئے۔ کمال تپاک سے پیش آئے پہلے مزاج پرسی ہوئی۔ پھر ملاقات کی خوشی ظاہر کی۔ عرصے کے بعد نیاز حاصل ہوا۔ وہ بولے آنکھیں آپ کو ڈھونڈھتی تھیں کچھ ٹھکانا ہے کس قدر عرصے کے بعد ملاقات ہوئی لالہ خوشوقت رائے نے مٹی کا حقہ منگوایا۔ پان منگوا کر یہ کمال رنج اپنا اور شہر کا حال یوں بیان کیا۔ حضرت اب وہ لکھنؤ ہی نہیں۔ اب وہ کرم بخش کہاں۔ وہ برگاس کہاں ہے۔ وہ گڑیے نظر ہی نہیں آتے۔ دلی آگرہ پنجاب دکھن بنگالے سے آدمی آن کے بسے ہیں۔ اہل لکھنؤ جو اہل آبرو ہیں کس سے ملیں گٹ پٹ کرنے والے ہندوستانی بہت پائیے گا وہ میرزا منش اور باوضع لوگ ہیں تو نظر ہی نہیں آتے۔ ملیں کس سے اور جائیں کس کے پاس۔ دل گھبرایا تو شاہ مینا کی درگاہ تک ہو آئے۔ گوشہ نشینی اختیار کرلی ہے یاد ہو۔ کیسے کیسے مشاعرہ ہوا کرتے تھے اور کیسے کیسے شعرا نامی جمع ہوتے تھے اب مشاعرہ کہاں ہوتے ہیں۔ کہیں شاعر کی صورت بھی تو نظر آئے۔ شعر کو گٹ پٹ کرنے والے کثرت سے پائیے گا۔ باقی الحمد اللہ خیر صلاح۔ خواجہ صاحب نے ان سے ہمدردی ظاہر کی کہنے لگے حضرت سلامت بس کچھ عرض نہیں کیا جاتا۔ چارباغ سے یہاں تک آیا تو بالکل انقلاب پایا۔ وہ ہنڈولے کا نام نہیں رمیش باغ میں سناٹا ہے۔ ہندو لوگ خصوصاً مہاجن ہر روز جایا کرتے تھے اب اُجاڑ پڑا ہے اور موتی جھیل کا تو پتا ہی نہیں بازار جو دیکھتا ہوں تو الامان۔ بازار کی تعریف ہو کہ گتھا ہوا ہو نہ کہ اسقدر ریمن۔ بازار کیا شیطان کی آنت ہے۔ اور قدم قدم پر اسکول۔ یہ اتنے اسکول ہیں کس مصرف کے اور اتنے لڑکے انگریزی پڑھ پڑھ کر کرینگے کیا ہمیں یہ حیرت ہے نہ پگڑی ہے نہ چکن ہے۔ ذرا سی بگیا سر پر دھری یا رومال باندھ لیا اور عدالت میں جا کر کھڑے ہوئے وہ بات ہی نہیں ہے۔ شاہی میں یہ کیفیت تھی کہ ایک آدمی نوکر ہوتا تھا دو سو اُسکے سلامی کھاتے تھے دس کا نوکر اور ہزار کا خرچ اب یہ بات کہاں ہے فقرے پر لالہ خوشوقت رائے نے آہ سرد بھری اور کمال افسوس کیا۔ کہا کیا بات فرمائی ہے اب چار چار سو آٹھ آٹھ سو کے نوکر ہیں مگر ذرا برکت نہیں۔

راوی۔ برکت تو تب ہو جب شاہی کو لوٹے کھائیں۔

لالہ خوشوقت رائے مذہب کے بڑے پابند تھے۔ حتی کہ کہار تک بلا تحقیقات کامل نوکر نہیں رکھتے تھے۔ دھریا اور گوڑیا دونوں کے بڑے شایق ہیں دیتا کے ہاتھ کا پانی نہیں پیتے۔ یہ کہار سور پالتے اور کھاتے ہیں۔ بھونڑ کہار اور رجیان کہار ان کے ہاتھ کا تو پانی پینا بھی جائز نہ تھا۔ شام کو کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ وہ نون تیل لکڑی کا نام کرنا گناہ سمجھتے تھے۔ صبح کو سانپ کا نام لیا اور کھانا گم۔ بلی راستہ کاٹ جائے تو ممکن نہیں کہ آگے بڑھیں جانے کتنوں گذر جائیں پاؤں پر پاؤں کسی نے رکھا

اور یہ نصیحتیں کرنے لگے۔ اور قلم پر قط دینے کے بھی خلاف تھے۔ با قلم بر قلم قط مزن ای عزیز۔ خیر یہ تو مین مصلحت ہے گھوڑا بے دیکھے بھالے خریدنا گران تھا۔ دو گدھے کھڑے ہون تو ان کے بیچ سے کبھی نہ جائین۔ چراغ منھ سے بھی نہین پھونکتے بجھے ہاتھ یا پنکھے سے گل کرتے تھے۔

اپنا کیا اپنے آگے آیا

بڑی بیگم کے پریخانہ مین عیش و طرب کی گرم بازاری تھی۔ حسن آرا بیگم اپنے بناؤ چناؤ مین مصروف تھین سپہر آرا کو فرط طرب سے بننے ٹھننے کا اصلا خیال نہ تھا۔ جہان آرا اور گیتی آرا سج دھج کے تیار ہوئین عباسی نے بھی اپنا جوڑا بدلا نیک بیگم اور جانی بیگم بھی نکھر کے کمرے سے نکلین۔ روحنے نے پکار کر ڈیوڑھی پر کہا دوا جی دونون ڈومنیون کو کہہ آیا۔ سر شام حاضر ہونگی۔ ادھر تو شادی کی تیاریان تھین۔ ادھر شہزادہ بلند ارادہ افشان جبین شہریار بی قرۃ العین تاجداری مرزا ہمایون فر بہادر کے ہان خوشی کے شادیانے بجتے تھے رفقا مبارکباد کو آتے تھے۔

ادھر تو یہ تیاریان تھین۔ اب خستہ جگر و محزون۔

آزاد کی عاشق و مفتون ثریا بیگم کا حال زار سنیے۔ آزاد کے نام پر تارک الدنیا ہوئین مگر خاک نتیجہ نہ نکلا۔ جوگن کا بھیس بدلا مگر بے سود۔ قسم کھائی کہ تمام عمر شادی نکرونگی۔ لیکن آزاد نے کبھی خط بھی نہ بھیجا۔ خبر ہی نہ لی۔ انکی وفاداری اور ان کی بیوفائی دونون افسوس کے قابل ہین ؎

بیوفا تیری کچھ نہین تقصیر	مجکو میری وفا ہی راس نہین

اس شعر کی مصداق تھی۔ آزاد بچارے بے قصور تھے میدان جنگ مین خط لکھنے کی مہلت کہاں اور پھر اگر مہلت ہوتی بھی تو خط کس پتے سے بھیجتے۔ اللہ رکھی کے نام سے کون واقف تھا جوگن کو کون جانتا تھا۔ یہ کون سمجھتا تھا کہ جوگن اور اللہ رکھی اور ثریا جان ایک ہی عورت کا نام۔ آزاد کو انکے مکان قیام کا پتا روم مین کیونکر معلوم ہوتا۔ ثریا بیگم چوری کے بعد کمال خستہ و حزین ہوگئین دل لگا کے انھون نے کیا پھل پایا۔ آزاد سے وصل ہوا نہ کبھی جھوٹون پیغام آیا۔ ؎

شیشہ ہاتھ آیا نہ ہم نے کوئی ساغر پایا	ساقیا لے تری محفل سے چلے بھر پایا

عباسی سے کہا عباسی۔ ہمارے دل زار کا حال ناگفتہ بہ ہے۔ دل ہی چھنکا جاتا ہے کلیجہ منھ کو آتا ہے۔ اشکون کا دریا امنڈا چلا آتا ہے۔ دل کو ذرا تسکین نہین ہوتی۔ اب ہم سمجھ گئے کہ جو بات ہمارے دل مین ہے وہ حاصل نہ ہوگی۔ بس اب کمر ٹوٹ گئی۔ کچھ کرتے دھرتے بن ہی نہین پڑتا۔

تسلی دم واپسین ہو چکی ہے	ہمین ہو چکے جب نہین ہو چکی

ساری خدائی مین ہمارا کوئی نہین۔ بجز خدا کے یا وہ جنکے سبب سے ہمنے عیش آرام راحت سب سے منھ موڑا۔ ہماری سی وفادار کا کسی نے نہ مانا ساور ایک بیگم کے کہنے سے عاقبت بخشانے چلے۔ کہان عاشقی معشوقی۔ کہان جنگ کا میدان اور جنگ کا خیال ؎

اللہ رسی عاشقی ہمت وہ تجانہ چھوڑکر	روم چلا ہے کعبے کو اک بار سا کر کا

عباسی نے کہا۔ بیوی آجتک میری سمجھ مین نہین آیا کہ وہ جسپر آپ اسقدر عاشق ہین کہ رات دن انھین کا خیال رہتا ہے وہ ہین کون سا اور یہ جو خوبصورت جوان آتے تھے یہ کون تھے ایکدن بانکی ترچھی عورت کے بھیس مین آئے۔ ایک دن ہندو گوشائین بن کے آئے۔ مولے نے میرے ہاتھ مین بھی مٹھو کا دیا تھا وہ جن پر آپکا دل آیا ان کا نام آزاد ہے مگر جو کچھ سمجھ مین بھی آتا ہو کہ آپکی بات کیون نہ مانی۔ اور کسی اور مین کیا شرف

دیکھا جو کہنا مان لیا۔ ثریا بیگم اسکا جواب کیا دیتیں۔ کیسے
ہوئے پر پچھتاتی تھیں۔ کہا عباسی تمھیں ہمارا حال کچھ بھی نہیں
معلوم۔ کوئی ایسی ہی وجہ ہو گئی کہ ہمارا کہنا سنا نہ چلا۔ ورنہ
ممکن تھا کہ ہمارے ہوتے ساتھے کوئی اور فروغ پائے مگر اپنے
کیے پر پچھتاتی ہوں۔ ہائے میں کیا تھی اور اب کیا ہوں۔ ہے ہے
مگر میرے کیے کی سزا جیسا کیا۔ ویسا پایا۔ کردنی خویش آمدنی پیش
یہ کہکر ثریا بیگم خوب روئیں۔ عباسی رومال سے آنسو پونچھنے
لگی سمجھایا بیوی جو ہوا سو ہوا۔ اب کیا ہو سکتا ہے آپ اپنے
تئیں مفت میں ہلکان کیوں کرتی ہیں۔

ثریا بیگم دل ہی دل میں سوچیں کہ میں شریف زادی رئیس
زادی اور یہ ناشائستہ حرکت سرزد ہوئی کہ اللہ رکھی بنی اور
اس ذلت کو پہونچی۔ آزاد کا وہ فقرہ انکو یاد آگیا جو انھون
نے شادی کے انکار کی وجہ سے کہا تھا اسبدن کا ذکر ہم نذر ناظرین کرتے ہین
آزاد۔ تم یہ کہتی کیا ہو۔ کیا سچ مچ سب سے کہہ ہی آئیں غضب
ہی کیا واللہ کہیں ایسا نہ کرنا۔ میں دل لگی کرتا تھا خدا کی قسم فقط
دل لگی تھی۔ میں پردیسی آدمی۔ شادی بیاہ کے کیا معنی اور
پھر بھٹیاری کے گھر پڑوں مانا کہ تم پری جم ہو مگر پھر بھٹیاری
ہی تو ہو۔ اپنی وضع کے خلاف ہے چار دن کے لیے سرا میں
آن کر ٹھہرے یہاں سے بلا ساتھ لے جائیں۔

یہ فقرے ثریا بیگم کو خوب یاد تھے اور اکثر اوقات اس
بیچاری کو خون رلاتے تھے۔ فعل بد کا نتیجہ یہ تو ہوا ہی چاہیے
جب آزاد نے نکاح سے انکار حلفی کیا تو اللہ رکھی نے نالش
کی سنائی کہا نالش داغتی ہوں تو سہی جو تگنی کا ناچ نہ نچاؤں
کیا نکلے جاتے ہیں اقرار کرکے مکر جانا کچھ خالا جی کا گھر ہے۔ دیکھو
ہم سبھاشی ٹی تم بھول جاؤ گے جو اپنی والی پر آئی تو بڑا ہی گھر کھاؤگے

دوسرے تیسرے بی اللہ رکھی نکاح کا ذکر چھیڑتی تھیں تو آزاد
کہتے تھے کہ ابھی آپ کو نکاح کی امید ہے۔ واللہ کتنی خوش عقیدہ ہو
یہ کہتی تھیں میں عدالت چڑھونگی۔

ثریا بیگم۔ یہ باتیں یاد کرکے اپنی حرکات پر نفرین کرتی تھیں
ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھرتی تھیں۔ سوچنے لگیں کہ حسن آرا
میں کونسی بات ہے جو ہم میں نہیں۔ سن ایک۔ حسن میں ہم سے
کچھ زیادہ نہیں۔ چہرے مہرے سے دونوں درست ہیں۔ ہاں مگر
فرق یہی ہے کہ وہ نیک چلن ہے اور ہم ثریا بیگم سے اللہ رکھی بن بیٹھے
اپنی حرکت پر میں خود نادم ہوں۔ اب اگر آزاد کو دوسرے تیسرے
دیکھ لیا کرتی تو تسکین ہوتی۔ دل کو کچھ کچھ ڈھارس دیتی۔ مگر
ادھر ملاقات ہوئی اُدھر دو ہی دن میں جدائی ہو گئی۔ ؎

چشمک برق بود کہ چنین ۔۔۔ طرفۃ العین از نظر رفتی

انھیں خیالات میں ثریا بیگم کی آنکھ لگ گئی۔ خواب دیکھا
کہ آزاد ایک کشتی پر سوار دریا میں جا رہے ہیں اور خود کنارے
پر کھڑی ہیں پکار کر کہا کہ آزاد ہم آئیں اتنے میں دریا غائب
ہو گیا اور یہ پلنگ میں چارپائی پر لیٹیں۔ تو آزاد نے کہا تم کشتی پر آؤ
(کشتی اور دریا پھر موجود ہو گیا) اسوقت آندھی آنے والی ہے
میں ڈوبا تو کچھ ہرج نہیں ہے مگر تم اپنی خیر مناؤ۔ اتنے میں آندھی
آئی اور کشتی تہ و بالا ہوئی تو انھوں نے کنارے ہی پر سے
غل مچانا شروع کیا۔ آزاد آزاد۔ واسطے خدا کے مجھے
آنے دو ہائے ہائے کشتی ڈوبی جاتی ہے زار زار رونے لگیں مگر
کہاں تو ابھی گریہ و زاری کرتی تھیں کہاں گانے لگیں ع
ارے ملاح لگا کشتی مرا محبوب جاتا ہے۔ اتنے میں آزاد
ڈوب گئے اور انھوں نے بہ آواز بلند۔ ہائے کہا۔ ہائے کہتے ہی
آنکھ کھل گئی کانپتی ہوئی اٹھیں۔ مغلانی پانی لائی۔ منہ

دھلایا ایک نے پنکھا جھلا ۔ قباسی تو واقف راز تھی ۔ اُسنے جب خبر پائی کہا حضور آرام کر چکین ۔ تو دوڑی ہوئی آئی ۔ دیکھا کہ چہرے پر اداسی چھائی ہی بیگم صاحب نے پوچھا کیا وقت ہوگا کہا حضور چھ گھنٹا کامل ہے اب شام ہوئی ۔ بیگم صاحب نے حکم دیا کہ گاڑی نکلواؤ ہم ذرا ہوا کھانے جائینگے فوراً ڈیوڑھی پر اطلاع ہوئی کوچمین سے کہا گیا ۔ پالکی گاڑی نکلے مغلانی نے کہا حضور گاڑی تیار ہی ۔ بیگم صاحب بولین ذری دلھن جان کو آواز دینا ۔

مغلانی ۔ ذری یہان تک آئیے گا ۔ بی ہمسائی ۔ ذری کوٹھے پر آئیے ۔ مجھے کچھ کہنا ہی ۔

ہمسائی ۔ اچھا ابھی ہاتھ خالی نہین ہی ۔ مگر ابھی ابھی آئی

بیگم ۔ ای ہوا کھانے چلوگی ۔ کئی دن ہوئے جی گھبراتا ہی ۔

ہمسائی ۔ اچھا سدا بہار ذری وہ دوپٹا تو اٹھا دو ۔ اور پانی لاؤ منہ دھولون ۔ آئی آئی گاڑی نکلواؤ ۔ سدا بہار ذری ڈولی کو حکم دو ۔

دلھن جان اور ثریا بیگم پالکی گاڑی پر سوار ہوئین مغلانی اور قباسی سامنے بیٹھین ۔ ایک خدمتگار کوچ بکس پر بیٹھا اور گاڑی چلی جب شہر کے باہر گاڑی پہونچی تو بیگم صاحب سبزہ زار کی کیفیت دیکھنے لگین آج عجب دل لگی ہوئی ۔ پہلے تو ایسے شخص پر انکی نظر پڑی جسکو یہ لڑکپن کے زمانہ مین پیار کرتی تھین ۔ دیکھکر آہ سرد کھینچی اور کہا اگر مین راہ راہ چلتی تو اس وقت اسکی بیوی ہوتی مگر اب وہ زمانہ نہین ہی کہ یہ ہمارا کہنا مانے ۔ ایک وہ وقت تھا کہ یہ بھی ہزار جان سے عاشق تھا مگر اب اللہ رکھی کے ساتھ کوئی بھلا مانس کاہے کو نکاح پر راضی ہونے لگا ۔ اس خیال نے انکو افسردہ کر دیا اور انکی آنکھین اشکبار ہوگئین ۔

دلھن جان ۔ کیون ۔ کیون ۔ ای بہن خیریت تو ہے ۔ این ۔ ماجرا کیا ہی ۔

بیگم ۔ کچھ نہین ۔ آپ ہی آپ آنسو نکل پڑے اور کوئی وجہ نہین ہی ۔

دلھن جان ۔ نہین ہم نہ مانینگے ۔ یہ آنسو بیوجہ نہین ہین ۔

بیگم ۔ بہن اپنا حال کیا کہین کچھ کہہ نہین سکتے ۔ اللہ ہی ہمارا مالک ہی اب اور کچھ نہین چاہتے ۔ بس اتنا چاہتے ہین کہ کہین جلدی سے کسی اور ہی کی سوت ہمین آ جائے ۔

دلھن جان ۔ کوئی بات یاد آئی کچھ ۔ پھر یہ تو ہوتا ہی (آہ سرد)

بیگم ۔ اس وقت ہنسے کیا جائے کس کو دیکھ لیا ہی ۔ اور دل پر کس طرح کی اس وقت گذرتی ہے کہ ہم ہی جانتے ہین تم ہائے افسوس ۔

ثریا بیگم نے کئی بار اس مرد خوش رو پر نظر ڈالی اور کئی بار آنکھین اشکبار ہوگئین ۔ دلھن جان کو کیا معلوم تھا کہ اصلیت اسکی کیا ہی تھوڑی دور پر جا کر ثریا بیگم نے آواز سنی (حضور تو عقل کے دشمن ہین) دیکھا تو ہنس دین ۔

دلھن جان نے کہا این ! ایک آنکھ سے ہنستی ہین اور دوسری آنکھ سے روتی ہین ۔ اب کس کو دیکھا جو ہنسین ۔ بیگم صاحب نے کہا کہ دونگی ذری ٹھہر جاؤ ۔ اتنے مین ایک شخص نے کہا ابے تو بالکل گوکھا ہی ۔ دوسرے نے جواب دیا گوکھا ہون اچھا مانا گوکھا سہی مگر تم تو ہم سے بھی بدتر ہو ۔ سلام اس پر اس نے جواب دیا سلامہ قسم ہی ابا جان کی تربت کی واللہ ایک دن تم کو مار ہی ڈالونگا تو ذرا ہمارا مقابلہ کرے ۔ سلارو بولے ۔ جی ہم تو مقابلہ کرین آپکے باپ سے بلکہ آپ کے باپ کے باپ سے ۔ بیگم ہم تیرے خیر خواہ ہین اسپر ثریا بیگم اور دلھن ہنس پڑین

ناظرین با تمکین سمجھ ہی گئے ہونگے کہ یہ دونوں کون تھے ایک میان سلارو یعنی سلار بخش۔ دوسرے بی شبو جان کے عاشق زار روینو ایجینٹ۔ سلارو کے اور ان کے خوب نوک جھونک ہوئی۔ سلارو نے کہا پیر و مرشد ہم وہ خدمتگار ہین جو باپ بن کے آقا کے ہان رہتے ہین۔ تو اس حساب سے ہم باپ اور آپ ہمارے بلند اقبال صاحبزادے ہوئے اب صاحبزادے ہو کر اگر تعظیم نہ کرو تو ہم سے کیونکر بنے۔ روینیو ایجینٹ نے جھلا کر کہا سنتے ہو جی یہان اتنے آدمی ہین سو اس وقت اس سے چھوڑے دیتا ہون نہین تو قتل کر کے رکھ دیتا۔ سلارو مسکرا کر بولا ہونہہ۔ قتل کر کے رکھ دیتے۔ مین کیا الو ہون کہ سبکے سامنے کہہ دیتا۔ مگر دیکھ لیا تھا کہ اغل بغل کوئی ہے تو نہین۔

اتفاق سے وکیل صاحب کی نظر اس گاڑی پر پڑی کہا سلارو ذری جا کے دیکھو تو اس گاڑی پر کون رشک پری جلوہ گر ہے سلارو نے کہا حضور مین کھٹے حالون ہون غریب آدمی حضور ہی جائین۔ حضور ذرا بھاری بھر کم بھی ہین اور کپڑے بھی اچھے اچھے پہنے ہین حضرت چوقدمے چلے گاڑی کے قریب آ کر کوچبین سے پوچھا۔ یہ کس کی گاڑی ہے کوچبین پنجاب کا رہنے والا تھا اور جھلا آدمی اور طرہ یہ کہ پٹھان ایک تو کڑوا کریلا دوسرے نیم چڑھا۔ اس نے جھلا کر کہا کیون تم کو کیا۔ تم سے کیا واسطہ کسی کی گاڑی ہے۔ اب سلارو کی شرارت دیکھیے کہ ادھر تو کوچبین نے انکو للکارا ادھر سلارو نے کہا ہان جی تمکو اس سے کیا واسطہ کس کی گاڑی ہے اور دیکھنے کیا ہو کہ سواریان ہین مگر ڈھٹے کھڑے ہین۔ بس اب وہان سے چلو بہت اکڑ رہے ہین اچھا ہوتا۔ ابھی جو کوئی انکا عزیز انکے ساتھ ہوتا معاذ اللہ اتنے اتنا تو نکتا کہ شیخی بھول جاتی۔ دل لگی نہین ہے تم وہان کھڑے ہونے والے کون ہو۔ روینیو ایجینٹ کو ایک تو یہی غصہ تھا کہ کوچبین نے ڈپٹا۔ دوسرے یہ رنج ہوا کہ سلارو نے پاجی بنایا صلواتین سنائین برا بھلا کہا نہایت غیظ کے ساتھ سلارو کو گھورا۔ ثریا بیگم کی روح پر صدمہ کہ کہین کھل نہ جائے۔ روینیو ایجینٹ وہان سے ٹلے اور یہ شعر زبان پر لائے مگر سلارو کو پاتے تو کھا ہی جاتے۔ ؎

طالب نظارہ ام سید افگنی رخ	جیش حیف ہے دوستان عبدہ بازی مکن

سلارو بولا بس ان سے سوائے اسکے کہ للکارے جائین اور کیا ہوتا ہے کوچبان نے ڈپٹ لیا۔ یہ نہ ہوا کہ ایک ڈنڈا رسید کرتے کوچبین بولا کچھ بھید ہے تو نہین ہو آتر دن پھر تم ہو بھٹیارے ہم بھٹیارے نہین ہین اور سنئے لگا بدمعاش معقول سلارو نے کہا بھٹیارے تم خود اس پر کوچبین کوچ بکس سے کود پڑا ادھر۔ اترنا کیسا کود ہی تو پڑا مرزا صاحب نے غل مچا کر کہا ہان ہان اور کوچبین قریب تھا کہ کوچبین میان سلارو کی گردن ناپے مگر ثریا بیگم سلارو کی مشکو بھیجین عباسی کو حکم دیا کہ کوچبین کو پکارو تو عباسی نے جھنجھلا کر کہا تیمور خان ارے تیمور خان سرکار کہتی ہین چلے آؤ جاؤ کوچ بکس پر بیٹھو۔ خدمتگار نے سمجھا بجھا کر فیصلہ کر دیا سلارو کہتے ہین اسوقت ان میان کوچبین کی قضا آ گئی تھی ہڈیان پسلیان توڑ کے دھر دیتا ثریا بیگم کھلکھلا کر ہنس پڑین مگر اس فقرے نے انکو سخت ملول کیا کہ کوچبین اور سلارو دونون نے بھٹیارا بنایا سوچین اگر اس وقت ان لوگون کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جو بیگم صاحب اس ٹھٹے سے دکرہی پر سوار ہین ابھی کل تک سرا مین اللہ رکھی کے نام سے مشہور تھین تو کسقدر نفرت کرنے لگین۔ ؎

زینہار از قرین بد زنہار	وقنا ربنا عذاب النار

رسوم مذموم اور صحبت بد نے ثریا بیگم کو سرائے بھی دکھائی

اور صید الم بھی کیا اس بوڑھے کھوسٹ نے پیرانہ سالی مین بیاہ کر کے ان کی مٹی خراب کی بوڑھے مُنہ مہاسے لوگ چلے تماشے ؎

پیرے کہ دم ز عشق زند بس غنیمت است | از شاخ کہنہ میوۂ نو بس غنیمت است

ان کے والدین نے تو سچ مچ کھاری کنوئین مین ڈبو دیا

الغرض گاڑی روانہ ہوئی ڈیوڑھی پر آئی دلھن جان اور بیگم صاحب پہلے اترین اسکے بعد عباسی اور مغلانی - کوٹھون پر اسقدر چھڑکاو ہوا تھا کہ گرمی کا نام نہ تھا - ایک پلنگ پر دلھن جان لیٹین بیگم صاحب آرام کرسی پر بیٹھین - تو دلھن جان نے کہا کہ شہر مین ایک شادی بڑی دھوم سے ہونیوالی ہے ثریا بیگم نے پوچھا کہان کہا اسی شہر مین مرزا ہمایون فر شہزادے کا نکاح ہوگا دیکھنا کیسی دھوم سے برات آتی ہے بڑی بیگم جو اس محل مین رہتی ہین - وہ رہتی نہین ہین شہر کے باہر ندی کے پاس انھین کی لڑکی کے ساتھ -

ثریا بیگم سمجھین کہ حسن آرا کی شادی ہونے والی ہے دل مین خوش ہوئین کہ اگر اب آزاد آگئے تو ہمین ہم ہین - مگر جب سُنا کہ سپہر آرا بیگم اسکا نام ہے تو بڑا رنج ہوا -

اتنے مین مغلانی نے کہا حضور دار وغہ جی کے گھر سے آدمی آیا ہے ان کا پوتا بہت بیمار ہے اللہ شفا دے سودہ جاتے ہین ایک لالہ کو عوضی لائے ہین بیگم صاحب نے کہا لالہ کو بھیجدو ذری پردہ کرادو لالہ صاحب آگئے تو بالکل سن کے سے بال پرانی وضع -

بیگم - لالہ تمھارا کیا نام ہے بڑے پرانے آدمی ہین -

لالہ - حضور غلام کا نام لالہ خوشوقت رائے -

راوی - اہن! اخاہ آیئے آیئے یہ لالہ ہین خوشوقت رائے ولد لالہ خورسند رائے ولد لالہ حسین بخش ولد لالہ خرم رائے یہان کہان آئے خیر مبارک ہو -

علما کی صحبت

دونون وقت ملتے شہزادۂ بلند ارادہ سکندر سطوت دارا صولت غرہ ناصیۂ اقبال منطقۂ بروج اجلال میرزا ہمایون فر بہادر ہوا کھانے چلے وکٹری پر سوار بائین طرف کالج کے ایک پروفیسر تمکن تھے - مسٹر ڈبلیو مورٹن سامنے دو رفقا راہ مین ہمایون فر نے شراب کا ذکر چھیڑا پروفیسر صاحب نے کہا شراب عمدہ چیز ہے مگر کثرت خراب اور ممکن نہین کہ انسان پیے اور کثرت نہو بڑے لائق فائق آدمی اور مشہور مشہور پروفیسر اور علما و فضلا اس شراب خانہ خراب کے ہاتھون تباہ ہو گئے اس پر ایک رفیق نے کہا ؎

می میخورم و مخالفان از چپ و راست | گویند مخور بادہ کہ دین را اعداست
چون دانستم کہ می عدوے دین است | با اللہ بخورم خون عدو را کہ رواست

ہمایون فر نے مسکرا کر پوچھا معلوم ہوتا ہے شوق ہے یا خدا خیر کرے اس تعریف سے تو کچھ اور ہی ثابت ہوتا ہے کسی نے خوب کہا ہے - ؎

کبھی ندامت نہوگی واعظ شراب گلگون کی بیکشون سے
زبان سے اسکو برا کہین کیا جسے کہ ہم منہ لگا چکے ہین

پروفیسر صاحب نے کہا ہمکو افسوس ہے کہ لندن مین بعض عورتین بعض اوقات بے اعتدالی کر بیٹھتی ہین - لیڈیان نہین عام عورتین لندن مین اس سے زیادہ تر نفرت دینے والی چیز اور کوئی نہین ہے کہ جوان اور بوڑھی عورتون کو شراب پی کر گرتے پڑتے دیکھے مگر اب کی جو ہم رخصت لیکر سات برس بعد گئے تو دیکھا کہ اب یہ بدبختی کم ہوتی جاتی ہے - اب ہان شرابخواری

کے خلاف کمیٹیان قائم ہوتی جاتی ہین - انکو ٹمپرنس سائٹی کہتے ہین اس کے ممبر شراب نہین پیتے - ایک رفیق نے کمال حیرت سے پوچھا واللہ وہان بھی ایسے لوگ ہین جو شراب نہین پیتے سخت استعجاب ہوا - ہمایون فر نے مسکرا کر کہا - کیون اس مین تعجب کی کون بات ہے - کیا فرض ہے کہ ولایت مین سب کے سب انتہا کے میخوار ہون - مرزا ہمایون فر نے پوچھا آج کل گرمی کے دنون مین کس قسم کی شراب پینی چاہیئے پروفیسر نے فرمایا ہمارے نزدیک آج کل سوڈا لیمونیڈ ٹانک تر برف کے ساتھ - شراب کا پینا برا - برانڈی آگ ہے - ہوسکی گو اچھی چیز ہے مگر بہت تیز ہے - اولڈ ٹام سرد ہے - جن - بالکل سرد انتہا کی ٹھنڈی - جو کی بنتی ہے - وہ آج کل گرمی مین پی جائے تو مضائقہ نہین - مگر پیجئے - تو شامپین - ہاک - موزیل - جو لوگ شرابخوار ہین اور دائم الخمر وہ بے پیئے نہین رہ سکتے جو چاہین پئین - شراب ام الخبائث ہے - مگر ذرا بے اعتدالی کی اور گئے گذرے رفیق نے کہا کیون خداوند اس فصل مین بھی روز پی سکتا ہے انسان - بھنگ جاے پروفیسر صاحب نے جواب دیا کہ ہر فصل کے لیے شرابین علحدہ علحدہ ہین - مگر جس نے اعتدال پسندی کے ساتھ پی وہ اچھا رہا - شراب کے مفید ہونے مین شک نہین مگر درجۂ اعتدال سے بڑھی اور انسان گیا گذرا -

ہمایون فر نے کہا - کیون صاحب شراب شیراز کی نسبت آپ کی کیا راے ہے صاحب مسکرا کر بولے - ہم کو پسند نہین - مگر ہان چچا اور والد بزرگوار اور کئی دوست بڑی تعریف کرتے تھے میٹھی شرابون مین ہمکو کیوراسو زیادہ پسند ہے - ہمایون فر نے پوچھا آپ آجکل کسقدر پیتے ہونگے - کہا دل - صبح کو چاء اور کچھ نہین دوپہر کو سوڈا اور لیمونیڈ - مگر جس وقت ہم ہوا کھانے جاتے ہین ایک پگ سوڈا کے ساتھ ہوسکی کا پی لیتے ہین اور جب وہان سے واپس آتے ہین تو کھانے کے ساتھ ایک پگ ہوسکی اور آدھی بوتل شامپین کی روز پیتے ہین -

رفیق - حضور بھلا کوئی شراب ایسی بھی ہے جسمین نشہ بالکل نہو -

ہمایون فر - واہ ایسی شراب کیونکر ہو سکتی ہے - نشہ ضرور ہوگا -

پروفیسر - نشہ سب مین ہے کم و بیش - بعض بعض مین نشہ تو نہین ہے - مگر نشے کا سا لطف حاصل ہوتا ہے تھوڑی دیر کے لیئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مثل نشے کے لطف ہے - بس -

رفیق - اور تاڑی مین کیا بات ہے - بس ٹھنڈی ہوتی ہے -

پروفیسر - (ہنسکر) وِل - ہم ہم نہین جانتے کہ تاڑی کیسی ہوتی ہے -

ہمایون فر نے کہا پروفیسر صاحب برف کی اصل کیا ہے یہ برف کیا شے ہے -

پروفیسر صاحب نے کہا ٹھنڈی ہوا کی برودت سے بخارات منجمد ہو جاتے ہین انھین اجزا کو برف کہتے ہین سردی کے دنون مین برف زمین کو گرم رکھتی ہے نباتات سرسبز اور شاداب ہو جاتے ہین ورنہ پالا مار جاتا ہے گرمی کے دنون مین جب برف اوپر سے گرتی ہے تو زمین کے قریب کی ہوا حرارت کی وجہ سے اسکو پگھلا دیتی ہے جب بیچ ہی مین آتے آتے پگھل گئی تو زمین پر بصورت برف نہین گرتی تازہ تازہ برف کا وزن پانی کے وزن سے بارہ حصہ زیادہ ہے بحر شمالی مین برف کا رنگ سرخ اور بعض اوقات سبز ہوتا ہے وجہ یہ کہ وہان کی برف مین سرخ اور سبز رنگ کے چھوٹے چھوٹے کیڑے ہوتے ہین بحر شمالی کے اکثر مقامات مین پہاڑون پر سے برف کے بہت سے ٹکڑے بہہ کر چلے جاتے ہین اور وہان اور ٹکڑون سے ٹکرا کر ادھر ادھر منجمد ہو کر رہا کرتے ہین پہلے پہل

جب انسان ان ٹکڑون کو سمندر مین بہتے ہوئے دیکھتا ہو تو تحیر ہوتا ہو کہ یا الٰہی یہ کیا چیز ہو بعض اوقات یہ تودے ایک سو اسّی فیٹ سے ۲۱۰ فیٹ تک بلند ہوتے ہین ان تودون اکثر کود جاتے ہین اور جب کبھی کشتی ان تودون کے قریب آجاتی ہے تو فوراً اُچک کر کشتی پر ہو رہتے ہین بعض اوقات اس زور سے کود جاتے ہین کہ کشتی اُلٹ جاتی ہے اگر بفرض محال کشتی نہ اُلٹی تو غریب جہاز والے بمجبوری اُسپر بیٹھے رہتے ہین اور خدا سے دعا مانگتے ہین کہ کسی طرح جان بچے اور مصیبت رفع ہو ایک مرتبہ چند صاحب جہاز پر سوار ہو کر نیل مچھلی کا شکار کھیلتے ہوئے ایک برف کے تودے کے قریب آنکلے دفعۃً کیا دیکھتے ہین کہ ایک بڑا سا جھبرا ریچھ اسپر بیٹھا ہوا ہے ایک قدر انداز نے فوراً اُسپر گولی چلائی اور زخمی کیا زخم کا کھانا تھا کہ بلائے بے درمان کی طرح ریچھ بڑی آواز ہولناک سے چیخ کر اُنکی طرف جھپٹا۔ قبل اسکے کہ وہ کشتی تک پہونچے ایک کل چلنے نے پھر گولی سر کی جو ریڑھ کی ہڈی توڑ کر پار ہو گئی یہ تودے اسّی سے سو فیٹ تک اونچے ہوتے ہین جبکہ آفتاب کی تمازت سے پگھل کر اُسکے ٹکڑے اِدھر اُدھر کھسکتے ہین تو حقیقت مین عجیب لطف اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔

ہمایون فر کو یہ بیان نہایت دلچسپ معلوم ہوا۔ آدمی علم دوست تو تھے ہی سمجھے کہ ایسے لائق آدمی کی صحبت جسقدر زیادہ ہو اُسیقدر بہتر ہو پوچھا کیون جناب یہ جنگل کے کاٹنے کی نسبت آپکی کیا رائے ہو پروفیسر صاحب نے بیان کیا کہ ہمارے نزدیک جنگلون کا کاٹنا مصلحت کے خلاف ہو۔

فرانس کے اکثر صوبون کی زمین بوجہ کٹ جانے جنگل اور باغات کے بالکل زرخیز نہین رہی۔ اب قابل زراعت بھی نہین رہی وہان برسات بہت کم ہوتی ہے لہذا زمین شاداب اور زرخیز نہین ایک بنگالی بابو کی رائے ہو کہ باغات کو وسعت دینا اس صوبے کے واسطے نہایت پر ضرور اور مفید ہو کیونکہ یہ بات ایک صدی کے دیکھنے سے بخوبی ظاہر ہو گئی ہے کہ جسقدر جنگل اور باغات یہان کٹتے جاتے ہین اُسیقدر برسات کم ہوتی ہے اور زمین کی زرخیزی جاتی رہتی ہے کیونکہ جب جنگل اور باغات زیادہ ہوتے ہین تو درخت برسات کا پانی سوکھ لیتے ہین اور اسی طرح سے بہت کثرت سے پانی درختون کے ذریعے سے زمین مین قائم رہتا ہو اور اُس کے اردگرد کی زمین زرخیز اور شاداب رہتی ہو اور جب جنگل اور باغات کٹ جاتے ہین تو برسات کے پانی کا زمین مین روکنے والا کوئی نہین رہتا اور پانی تمام بہکر ندی نالون مین چلا جاتا ہے زمین آفتاب کی تپش سے بالکل جلکر ویران ہو جاتی ہے اور اس ملک مین برسات بھی کم ہوتی ہے ہم اس رائے سے اتفاق کرتے ہین۔

ہمایون فر نے ثوابت کا حال پوچھا تو پروفیسر صاحب نے کہا ثوابت شمار مین بہت ہین مگر بلا اعانت دوربین ۲۴۴ تک نظر آتے ہین ایک ڈاکٹر صاحب نے دوربین کے ذریعے سے ۵ منٹ مین ایک لاکھ سولہ ہزار سیارے دیکھے تھے اس حساب سے معلوم ہوتا ہو کہ ایک سکنڈ مین ۳۸۰ سیارے معائنہ کیے یہ نہین کہہ سکتے کہ یہ غلط ہو مگر اسقدر ضرور کہین گے کہ قرین قیاس ہین کیونکہ اسی زمانہ قلیل مین سیارہ ہاے کثیر المقدار کا دیکھنا اور شمار کرنا ذہن قبول نہین کرتا بعض جو سیارے زمانہ سلف مین علماء متاخرین نے معائنہ کیے تھے اب بالکل غائب ہین دیکھ نہین پڑتے ثوابت

اِدھر اُدھر چھٹکے ہوئے نہیں ہیں بلکہ بہت سے ملکر گچھے کی طرح ہیں اکثر سیارے جو دیکھنے میں فرد فرد معلوم ہوتے ہیں دوربین کے ذریعے سے ظاہر ہوا ہے کہ تین تین چار چار ایک ایک میں ملے ہیں اگر کوئی ایک منٹ میں میس میل جائے تو ایسے ثوابت سے جو زمین سے بہ نسبت اور ثوابت کے قریب ترین توپ کا گولا ۱۵ لاکھ سال میں پہونچے کہکشان جو آسمان پر نظر آتی ہے صرف ثوابت ہیں جو یکجائی قرینے اور اجتماع یکدیگر سے یہ شکل مختلف نمایاں ہیں اکثر صاحب متحیر ہونگے کہ درحالیکہ زمین تک نہ ثوابت کی روشنی آسکتی ہے نہ اُن سے کسی طرح کا فائدہ اس کرے کے باشندوں کو پہونچ سکتا ہے۔ پھر خدا نے اُنکو کس مصلحت سے پیدا کیا ہے ظاہر ہے کہ اُسکا کوئی فعل خالی از حکمت اور خلاف مصلحت نہیں اگر ہم سمجھ نہ سکیں تو ہمارے فہم کا قصور ہے یہ سمجھنا چاہئے کہ تمام عالم کی اشیا ہمارے کرۂ زمین ہی کی منفعت کے لیے پیدا کی ہیں ایسے بہت سے کرے ہیں جن سے ہم لوگ بالکل ناواقف ہیں پس ثوابت سے ان کو کسی نہ کسی طرح کا فائدہ ضرور ہی ہوتا ہوگا اسقدر ثوابت کو کریم کارساز نے محض بیکار پیدا کیا ہو یہ ہرگز قرین قیاس نہیں۔

ہمایون فر۔ افسوس ہے کہ اردو فارسی میں ایسی کوئی کتاب نہیں جس سے یہ باتیں ظاہر ہوں۔

پروفیسر۔ دِل ہمارے کالج میں لڑکون کو ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے شمس الضحیٰ۔ اس میں یہ سب باتیں لکھی ہیں۔

ہمایون فر۔ ہان تو کل ہی منگواؤنگا مفید کتاب ہوگی۔

رفیق۔ حضور میں کتب فروشوں سے لیتا آؤنگا۔

پروفیسر نے دریافت کیا کہ آپ بارش کے اسباب سے واقف ہیں ہمایون فر نے کہا ہم لوگوں کو علم ادب اور منطق اور شعر و سخن کا زیادہ شوق رہتا ہے علم طبعیات کی طرف بہت کم توجہ ہوتی ہے مگر آپ مہربانی کرکے یہ باتیں سکھا دیجیے ہوا کھانے روز ساتھ چلا کریں اور راستے ہی میں باتیں ہوتی جائیں پروفیسر نے منظور کر لیا اور اسباب بارش یوں بیان کیے کہ زمین اور سمندر کے بخارات کو شمس بذریعہ شعاع اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جب اجزو مذکور متصاعد ہوتے ہیں تو رفتہ رفتہ کرۂ زمہریر کے قریب پہونچتے ہیں جہاں ہوا سرد ہے یہ قاعدہ ہے کہ برودت منجمد کر دیتی ہے پس یہ بخارات منجمد ہو جاتے ہیں بارش کی کثرت و قلت سب ملکوں میں یکسان نہیں کہیں زیادہ مینھ برستا ہے کہیں کم جو ملک خط استوا کے قریب ہیں اُن میں بارش کثرت سے ہوتی ہے اور جسقدر خط مذکور سے قطبین کی طرف دور ہو جاؤگے اُسیقدر بارش کم پاؤگے افریقہ اور امریکہ اور ایشیا کے صحرا میں پانی کبھی برستا ہی نہیں بعض مقامات پر نہایت ہی قلیل اور برعکس اسکے بعض ممالک میں بلا جون ماس برستا ہے ساحل پیرو اور ملک مکسیکو کے بعض میدانوں اور فارس اور عرب کے جنگلوں اور صحراے عظیم افریقہ اور کولی میں بارش مطلق نہیں ہوتی گیانا کے بعض حصوں میں تو دس مہینے تک برابر برسا کرتا ہے ملک برما میں بارش ہونے کا سبب یہ ہے کہ ملک مذکور بحر کے قریب ساحل سے بخط متوازی واقع ہے کوہ اسد کی مرتفع چوٹیاں ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں جب باد شرق بحر اطلانٹک سے ہوتی ہوئی بحر الکاہل کی طرف جاتی ہے تو کوہ مذکور سے ٹکراتی ہے اور ایسی سرد ہو جاتی ہے کہ رطوبت بالکل نچڑ جاتی ہے مرزا ہمایون فر نے پروفیسر صاحب کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آج تک ہوا کھانے میں وہ لطف حاصل نہیں ہوا تھا جو آج حاصل

ہوا اتنی باتین معلوم ہوئین اگر آپ کے خلاف نہ ہو تو ایک بات دریافت کرون پروفیسر نے کہا مین بہت خوشی سے سنونگا۔

پوچھا آپ کالج مین کیا تنخواہ پاتے ہین کہا ساڑھے چھ سو۔

ہمایون فر نے خواہش ظاہر کی کہ پروفیسر صاحب کو نوکر رکھین ہوا کھانے کے وقت ایک ساتھ جایا کرین اور مکان پر ایک گھنٹہ پڑھایا کرین ایک سو روپیہ اسکا معاوضہ قرار دیا۔

پروفیسر نے منظور کر لیا واقعی مرزا ہمایون فر کو خوب ہی سوجھی ایسے لائق پروفیسر کی صحبت سے بہت کچھ فائدہ حاصل کرینگے صحبت نیک کا کیا کہنا کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔ ع۔ ز قرب لالہ از یاقوت رنگین تر بود شبنم + اس لائق فائق اور اعلےٰ درجے کے تربیت یافتہ آدمی کی ایک گھنٹے کی صحبت مین ہمایون فر کو اتنی باتین معلوم ہوئین اگر سال دو سال صحبت رہے تو سبحان اللہ ایک ہندی شاعر (کب راج) کا قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ صحبت نیک کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ مصری کے ساتھ لکڑی بھی ہموزن بکتی ہے ورنہ مصری کے مول لکڑی کو کون خرید کرتا ؎

همنشین تو از تو به باید | تا ترا عقل و دین بیفزاید

پری کو شیشے مین اتارا

معشوق صبیح جبین و عشوہ آئین یعنی روس کی خاتون نازآفرین نے اپنی داستان جانکاہ کیا سنائی کہ مس میڈا کے ہوش و خرد پر بجلی گرائی اب کل آرزوؤن کا خون ہو گیا سوچی کہ عروس فتنہ تمثال آزاد باز دشمن روئین تن کی اس درجہ جانی دشمن ہے سفر کی کوئی صورت نہین اس اسیر زندان بلا کی رہائی محال ہے روس کی حور ملک نظر فریب نے بہ گریہ و زاری کہا کہ مین بھی چند روز مہمان ہون دل گواہی دیتا ہے کہ اب اس جہان گذران سے چل چلاؤ ہے ایسا صدمہ اٹھایا کہ جان پر بن آئی وہ غیرت رشک

گردانہ نازک انداز جس وقت یاد آتا ہے برچھی سی جگر کے پار ہو جاتی ہے کل تک مکان عشرت ستان تھا اب غم کدہ بن گیا ؎

آج مرا پیر مغان کیا ہوا | کل جو بند تھا وہ مکان کیا ہوا
ساقی و مطرب نظر آتے نہین | جا کے چھپے ہین کدھر آتے نہین
آہ یہان ہوتی ہے کچھ عقل گم | شیشہ نہ بادہ نہ صراحی نہ خم
قلقل مینا ہے نہ چنگ و رباب | ناک مین آتی نہین بوئے کباب
کیا ہی برستی ہے یہان بیکسی | میکدہ اور ایک جہان بیکسی
ایک اداسی سی فقط چھائی ہے | خیر ہے کچھ فصل خزان آئی ہے

ایک دن ہنسی ہنسی مین مین نے کہا تھا کہ جانان من آج اگر وصل کی نہ ٹھہری تو ہم بھی نہ ہون گے اس فقرے کو سنکر اس جوان مرگ کا دل بھر آیا مین نے کہا سچ کہتی ہون میری زندگی کا دار و مدار تمہارے برتاؤ پر ہے مانو جی جاؤن ورنہ لب گور سے میرے لیے صلائے مرحبا بلند ہے ؎

ما عاشق زار جوہر حرف خودیم | آن دست کہ از گفتہ خود برگردیم
شیراز کہ ربط و فن حرف خودیم | چون نقطہ ہمیشہ بر سر حرف خودیم

جو کہا وہ کر دکھاؤنگی جس پر جان دیتی تھی وہی نہین ہا تو اب مین جان کو لیکر کیا کرونگی ؎

جہانی کاندر دل ماتم نہاد از بردنش گردون
بہ باز آوردن او اوردہ زانجا خدا بیرون

یہ کہکر مس کلیسا بے اختیار زار زار رونے لگی۔ گل عارض پر اشک حسرت آلودہ جاری ہو گئے۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ گلاب کی پنکھڑیون پر شبنم ہے ؎

مرا سیماب اشک از دیدہ ہر دم کم نمی باشد
بیاض دیدہ ام صبح است بے شبنم نمی باشد

مس میڈا کا دل تو بھر آیا ہی تھا کلیسا کو روتے دیکھ کر آنکھ

چشم فتنہ پرداز سے بھی اشک بے آرام ٹپ ٹپ گرنے لگے ؎

بید و دا اشک ہمی بسکہ برخسارہ اش
سینہ چون کشتی بدریا میزند گہوارہ اش

دونوں جادو جمال یوسف تمثال مہوشان زرین کمر کی آنکھیں اشک فشاں تھیں۔ اپنے محبوب مطلوب کو یاد کر کے دونوں گریہ کناں تھیں۔ ایک کو یہ غم کہ جوان عنبرین مو مرغزار پر بہار میں ہمیشہ کے لیے خواب ناز میں ہے ع۔ کچھ ایسے سوئے ہیں سونے والے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے۔ دوسری کو خیال کہ آزاد صف شکن قید فرنگ میں ایسا پھنسا کہ اب چھٹکارہ محال ہے خدا جانے کن کن جنگلوں اور بلاخیز کوہ و دشت اور برفستان میں بسر کریگا دونوں فرط رنج و الم سے نوحہ کناں تھیں دونوں دنور غم سے اشک ریزاں تھیں۔ میڈا کو روس کی خاتون صبیح چہرہ کے افسوس و حسرت کا سبب بخوبی معلوم تھا مگر کلیرسا اس حال سے بالکل ناواقف تھیں کہ اُنکے محبوب بہادر کا قاتل یہی شخص ہے جسکو میڈا پیار کرتی ہے اور جس کے صدمۂ مفارقت سے ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھرتی ہے عشق ستم جیشہ نے دونوں کو صید الم کر دیا دونوں پریاں جوانان سبزہ آغاز کی عاشق تھیں اور یہ معلوم ہی نہ تھا کہ ؎

نیست کسان عشق با خوبان نو خطا گفتن | تحفۂ عشق و عتاب ناز بیجا بیسفتن

کلیرسا نے آہ کلفت آشنا بھر کر کہا افسوس تو یہ ہے کہ دل کھول کے باتیں نہ ہونے پائیں عجلت میں گل عارض کا اچھی طرح بوسہ بھی نہ لے سکی۔ ہائے افسوس ایک بوسہ بھی نہ لیا اچھی طرح

دائم غم خوردن یک بوسہ محروم | بوسہ نخوردہ ام زنو افسوس میخورم

کلیرسا کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ کل اشیا تیرہ و تار نظر آتی تھیں۔ وا سہار ٹھنڈی سانسیں بھری جاتی تھیں۔ دل ہی دل میں سوچ آیا آئیں اب بھی کبھی وہ دن آئینگے کہ وہ ہم کو اور ہم انکو نظر بھر کر دیکھنے پائینگے۔ ہائے کیا دن تھے اور کیا باتیں تھیں ؎

اٹھے لطف جبتک کہ طالع رسا تھے | ہم ان پر تصدق وہ ہم پر فدا تھے
نہ تھا چین جبتک کہ ان سے جدا تھے | وہ آزاد ہم زندگی سے خفا تھے
نہ پوچھو جوانی میں پیری کا قصہ | وہ دن اور کچھ تھے وہ عالم جدا تھے
وہ بیگانے ہیں اب جو بیگانے ہیں سب | جو وہ آشنا تھے تو سب آشنا تھے

مس کلیرسا اور میڈا کی صلاح ہوئی کہ اب یہاں سے چلا جانا چاہیے دونوں برق شتاب گھوڑوں پر سوار ہوئیں اور چلیں۔ ایک کجکلاہ۔ دوسری جادو نگاہ۔ جلوہ ار غیرت مہر و ماہ۔ ایک کا سمند صبیح پیشانی گرم جولاں تھا۔ دوسری کا اسپ صرصر تگ برق سے ہمعنان تھا زناں طاؤس جلوہ گھوڑوں پر سوار ہمراہ رکاب تھیں دریا کے کنارے کنارے کمال لطف و نشاط اور غایت فرحت و انبساط سے جاتی تھیں۔ باد عطر بیز کی لپٹیں دماغ کو عطار کا طبلہ بناتی تھیں۔ چلتے چلتے مزار کے قریب آئیں اسطرح گھوم گھام کے آئی تھیں کہ پھر قبر کا سامنا ہوا لب رہ گیا عالم بیکسی میں یہ آواز آتی تھی ؎

قیس و فرہاد جو اس عہد میں زندہ ہوتے
پیتے دھو دھو کے مرے سنگ لحد کا تعویذ

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ مس کلیرسا بیچاری کی اس وقت کیا حالت ہوئی ہوگی۔ مزار کو دیکھتے ہی گھوڑے سے اتر پڑی اور بے اختیار سر اور سینہ پر دوہتڑ لگایا اور اسقدر روئی کہ ہچکیاں لینے لگی۔ اس مقام پر مس میڈا نے انکو خوب سمجھایا۔ دلاسا دیا اور اونچ نیچ دکھایا۔ مگر کلیرسا کی آتش جنون کے ساتھ نصیحت باد تند کا کام کرتی تھی۔ وہ خدا جانے کس دھن میں تھی۔

مس کلیرسا نے اس حالت قلق و جنون میں میڈا سے کہا دیکھو اسی جوان رعنا کے عشق میں ہم مبتلا تھے۔ کل تک ہماری

زندگی کا باعث تھا آج ہماری مرگ کا سبب ہوگا۔ بیمار تو بیمار مُردہ اُسکے لب جان بخش سے جی اُٹھتا۔ مگر اس انقلاب سے خدا سمجھے کہ وہ خود ہی تہ زمین ہے۔

مسیحا تم تو تھے اے جان جان سارے مریضوں کے
نصیب دشمنان کیوں ہو گئے بیمار کیا باعث

اس گل رخسار کی شمیم اب صبا نہیں لاتی۔ وہ چاند سی صورت اب دیکھنے میں نہیں آتی۔ عشرتکدہ اب ویران ہے شیشۂ عیش پر سنگ الم ایسا صادع ہوا کہ چکنا چور ہو گیا۔ سوچتے تھے کہ اس گلبدن کے وصل سے شگفتہ دل ہونگے مگر دل کی کلی بن کھلی مرجھا گئی گلشن طرب پر کالی کالی گھٹا چھا گئی سوچتے کیا تھے کیا ہوا۔

مصیبت میں انکو پھنسا کر چلے
ہم آئے تھے کیا کرنے کیا کر چلے

وہ عروس عربدہ جو آٹھ آٹھ آنسو روئی۔ اور اس مرغزار میں قبر کے قریب گر پڑی جلو داروں نے سمجھایا اسکے بعد وہ خستہ جگر قبر کو چومنے لگی مس میڈا بھی فرس تندخو ایک تنۂ درخت سے باندھکر قبر کے پاس آئیں اور مس کلیرسا کے ہاتھ اپنے دست سیمیں میں لیکر یوں گرم گفتار ہوئیں۔ سنو بہن تمھارے دل پر اس سانحۂ ناشدنی اور واقعۂ نادیدنی سے جو اثر ہوا۔ اسسے میں خوب واقف ہوں۔ مگر اس درد کی دوا کس کے پاس ہے کسی کے پاس نہیں یہی درد تو لا دوا ہے۔ موت کا علاج آجتک کسی سے نہیں ہوا سپاہی کا کام یہی ہے کہ تلوار کی آنچ سے نہ جھجکے۔ اگر اپنی ضرب پڑی تو غنیم کا کام تمام کیا ورنہ جل بسے وہ سپاہی کیا جو میدان کارزار سے بھاگ آئے یا غنیم کو پیٹھ دکھائے۔ یہ جوان رعنا اپنا فرض ادا کرکے جان بحق ہوا اب زندہ ہونا محال ہے۔ اپنی تشفی کے لیے لب جو بار کہ سبزہ زار میں اسقدر زمین کو علیحدہ کرکے احاطہ کیا اردگرد لوہے کی سلاخیں لگائیں مقبرہ بنوایا۔ یہ سب اس لیے کہ اسکی یادگار قائم رہے۔

پختہ مکان کی طرح سے ہر گور بھی
رہتا ہے آدمی کا نشان اچھا نہیں

انسان جان دیتا ہے آرام کے لیے
بنتی ہے قبر بعد فنا نام کے لیے

لیکن تم اپنی زندگی کی کیوں دشمن ہوئی ہو۔ زندگی عطیۂ خدا ہے اسکو ضایع یا برباد کرنا بڑی غلطی ہے عیش و عشرت میں تو سب ہی زندگی بسر کرتے ہیں۔ مگر مصیبت اور قلق کے ساتھ صبر اور شکر سے زندگی بسر کرنا بڑا مشکل کام ہے اس جوان کی تو یوں ہی بدی ہوئی تھی۔ جو ہونا تھا وہ ہوا۔ اب کیا ہو سکتا ہے۔ کچھ نہیں تم اسی وقت میری خاطر سے چلی چلو مس کلیرسا نے انکے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ مرغزار کے باہر آئیں دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئیں جب کلیرسا کا ایک زرنگار نظر آیا تو میڈا نے حیرت سے پوچھا کہ یہ خیمہ کسکا ہے کہا۔ میرا۔ پشت توسن سے دونوں پریاں اُتریں اور خیمے میں جاکر بیٹھیں۔ میڈا نے گفتگو شروع کی۔

میڈا نے کہا میں چاہتی ہوں کہ تمام عمر تمھارے ہی ساتھ بسر کروں۔ اگر مجھے اپنی خدمت میں لے لو تو باعث افتخار سمجھوں تمھاری داستان حسرت عنوان سنکر میرے قلب کا عجب حال ہوا مجھے تمھاری حالت دیکھی نہیں جاتی۔ مگر مقام مجبوری ہے۔ موت سے کسی کا بس چلا ہے نہ چلیگا۔ میں کوئی ایسی ویسی نہیں شریف زادی ہوں تربیت یافتہ ہوں۔ امرا کی صحبت میں باریاب رہی ہوں اگر کچھ مضائقہ نہ ہو تو مجھے اپنی خدمت میں قبول کیجیے کلیرسا بولی بہن صورت شکل وضع قطع لباس بات چیت آن بان سے شہزادی معلوم ہوتی ہو۔ میں اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتی۔ کہ تم مجھ سے ایسی درخواست کرو حسن جمال طرز کلام

آن بان لباس - تربیت یا تمکنت کسی مین تم مجھسے کم نہین ہو پھر مین کس مُنھ سے کہون کہ تم مجھے اپنی غلامی مین لو - مین اس قابل کہان ہون - ہان اگر میری حقیقی بہن کی طرح رہو تمہارا مگر ہر دو گھڑی غم ہی غلط ہوگا مگر تمہارا حال مفصل سُننا چاہتی ہون -

میڈا نے اسکا یون جواب دیا - میرا حال! کیا بتاؤن - غم کا حال سُنا کسی کو بھلا نہین معلوم ہوتا - سنو گی تو رو و گی - بچپنے مین میرے والدین نے مجھے نازونعم سے پالا جب جوان ہوئی تو مجھے کئی باعث سے معلوم ہوا کہ مین حسین ہون اور حسین ایسی کہ ہزار دو ہزار مین ایک گو یہ غرور اور تعلی کی بات ہو مگر اپنا حال سچا سچا بتاتی ہون - کوئی غرور نہ سمجھے یا کچھ سمجھے -

اس سے مجھے بحث نہین میرے باپ کے پاس بڑی ہی دولت ہر مین چار چار پانچ پانچ ہزار کے گھوڑون پر سوار ہوتی اور لباس اس درجہ قیمتی اور بیش بہا پہنتی تھی کہ قسطنطنیہ مین کوئی خاتون میرا مقابلہ نہین کر سکتی تھی - کئی امیرزادے مجھپر عاشق ہوگئے گو وہ بھی حسین خوبرو جوان اور صاحب ثروت ہین مگر مین جیسے خوبرو جوان کے ساتھ شادی کرنا چاہتی تھی دلیسا نہ ملا ایک فرانسیسی سوداگر کا لڑکا جو نہایت خوبصورت نوجوان تھا مجھپر عاشق ہوا - ہزارون کا اسباب بھیجا مہینون لگا رہا مگر مجھے پسند نہ آیا - پھر ایک ترک نے خواہش کی کہ میرے ساتھ شادی ہو مین نے منظور نہ کیا پھر ایک اور فرانسیسی جو نپولین کے نواسون مین ہے مجھپر مفتون ہوا چہرے سے شان شہزادگی عیان ہے لیکن میرا دل اُسپر نہ آیا - اس طرح کئی امیرزادے سر ٹپکتے رہے کہ شادی ہو مگر مین نے منظور نہین کیا اتفاق سے ایک ہوٹل مین ایک جوان طناز سراپا ناز دزدانہ از نظر پڑا جسپر مین خود عاشق ہوگئی اُس پر میری جان جاتی تھی - اور اُسکی ایک ایک ادا مجھے بھاتی تھی کئی دن تک مین اس کے ساتھ ایک باغچہ دلکشا اور طرب انتما مین ٹہلی لیکن اپنا مافی الضمیر نہ کہا حیا مانع ہوئی رات کو ہمیشہ اسی ماہ طلعت کو خواب مین دیکھتی تھی رفتہ رفتہ یہ کیفیت ہوئی کہ اگر کسی روز دیر سے ملاقات کی نوبت آئی تو مثل ماہی بے آب تڑپنے لگی -

کلیرسا بولی مجھے تمہاری داستان مین ایسا لطف آتا ہے کہ غم اور لطف دونون اس مین ملے ہین افسوس ہے کہ تمہاری گفتگو کا نتیجہ خراب ہوگا تمہارے طرز تقریر سے معلوم ہوتا ہے -

مس میڈا عمداً اور قصداً رونے لگین اُنکی دلی خواہش تھی کہ کلیرسا کے دل مین جگہ کر لین اور ایسی ہمدردی ظاہر کرین کہ مس کلیرسا اُنکا دم بھرنے لگین کلیرسا نے اس زن خوبرو کو گریہ و زاری کرتے دیکھا تو دل پر چوٹ لگی اپنے درد کو بھول گئی اُسکے آنسو پونچھے اور حکم دیا کہ پنکھا جھلا جائے - میڈا نے اپنی داستان طلعت ترجمان کا سلسلہ پھر قائم کیا اور یون کہا -

جسقدر زیادہ ملاقات بڑھی اُسیقدر زیادہ عشق بھی بڑھتا گیا مین نے ایک روز خود ہی شادی کی خواہش ظاہر کی مگر گول گول صاف صاف نہین کہا کہ ہمارے ساتھ شادی ہو جائے وہ ذکی الطبع تو تھا ہی تاڑ گیا مسکرا کر خاموش ہو رہا - دوسرے دن مین شرم نہ کر سکی - مین نے صاف صاف کہدیا اس مرد شیر اندام نے انکار کیا مجھے اسکا انکار ایسا بُرا معلوم ہوا کہ بیان نہین کر سکتی - کنواری لڑکی رئیس زادی اور ایک مرد سے اسقدر بے تکلفی کے ساتھ کہہ دے اور وہ انکار کرے - مین تو کٹ گئی - میرا دل ہی جانتا ہے کہ کسقدر رنج ہوا - آخرکار مین نے اُس بیگناہ سے بدلا لیا اور بے ایمانی کر کے اُسکو قید خانے بھجوا دیا - لیکن -

یہ کہہ کر میڈا نے پھر رونا شروع کیا تو کلیرسا نے کہا۔ نہین۔ ایسا غضب نہ کرنا۔ مین چاہتی ہون کہ یہ داستان جلد ی سنون پوری پوری سنون کہتی جاؤ۔ خاموش نہ رہو۔

میڈا نے دیکھا کہ کلیرسا کو یہ روایت ازبس پسند آئی کیونکہ دلچسپ بھی ہی اور حسرت آلود بھی اور چونکہ یہ خود بھی حسرت ہی لہذا ایسے قصے سنکر اُسکے دل کو تشفی ہوتی ہوگی کہ کوئی ہمدرد بھی ہی صرف مین ہی اس مصیبت مین گرفتار نہین ہوئی ہون

میڈا نے روایت کا بقیہ حصہ یون بیان کیا۔

جب وہ سیمبر زرین کمر قید ہوا تو میری زندگی اور بھی تلخ ہوگئی رات کی نیند حرام ہوئی۔ دن کا آرام خاک مین ملا۔ وہ کیا مجھسے پھرا کہ عیش و آرام وراحت سب نے جواب دیا۔ ؎

کس کی آنکھین پھر گئین جو میکدہ ویران ہوا
چور ہر شیشہ شکستہ ہے ہر اک پیمانہ آج

وہ بیچارہ مصیبت کا مارا حیران و ششدر رکہ یا الٰہی کس جرم مین اسیر ہوا بیگناہ آدمی کو ان لوگون نے ملکر کیون قید کر دیا اودھر مین سوختہ دل کڑھتی تھی کہ مین نے یہ کیا غضب کیا۔ مگر میرے دل کے درد سے اُسکو آگاہی ہو گئی یعنی میری طرح وہ بھی پھر مصیبت مین پڑا ؎

پھر تمھین بھی درد الفت کا ذرا حاصل ہو کچھ
میرے پہلو مین جو آبیٹھو مرے دل کی طرح

دن رات نالہ شعلہ فشان اور اشک گرم اور چشم گریہ خواب دن رات جوش جنون اور اضطراب۔ جب مین نے سنا کہ قیدخانے مین بُرا حال ہی تو رہا نہ گیا دل نے قبول نہ کیا کہ اس بیگناہ پر اسقدر سختی ہو۔ کوشش بلیغ کر کے قید سے رہائی دلائی الغرض اب اسقدر نوبت آئی کہ مین اور وہ بدستور ملنے جلنے ہوا اکھانے لگے قسمت کا ستارہ چمکا۔ وہ بھی بہ اخلاص پیش آنے لگا یہان تک کہ شادی کا اقرار کیا۔ مگر ؎

فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا
کہ جسکے عوض یون رلانے لگا

سیاہ عیش مکدر ہو گیا خوشی۔ رنج سے بدل گئی مصیبت نے گریبان تباہی لے دامن لیا۔ اس گلعذار کا اب کہین پتہ ہی نہین کوئی کہتا ہی مار ڈالا گیا۔ کوئی کہتا ہی جنگ مین کام آیا۔ خدا جانے کیا ہوا اسقدر بیان کر کے میڈا اگر پڑی اور غش آگیا۔

چند منٹ مین مس میڈا کو ہوش آیا کلیرسا نے تسلی آمیز باتین کین۔ دیکھو بہن۔ تم کو فقط یہ افسوس ہی کہ تمھارے محبوب کا پتا نہین ملتا اور ہم کو یہ قلق ہی کہ وہ جوان خوشرو جس کے دیدار پر ہماری زندگی منحصر تھی اب تہ خاک ہی تمنے اُسکی یہ خبر پائی کہ وہ خدانخواستہ مقتول ہوا اور ہم نے اُسکو اپنے سامنے سپرد خاک کیا دیکھنا فرق ہی۔ ہمارا ارمان خاک مین مل گیا۔ ہماری آرزوے دلی کا خون ہوا۔

تمھین ابھی امید روز وصل ہی۔ اگر تم نے اب بھی اپنے دل کو قابو مین نہ کیا تو ہمین سخت ملال ہوگا۔ مس میڈا نے نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہا ؎

کوئی خفا کوئی آزردہ ہو مگر دل کو
تڑاپ سے آہ سے فریاد سے فغان سے غرض

اب تمام دنیا ہمارے نزدیک ہیچ ہے۔ قسم کھاؤ کہ عمر بھر اسی حالت مین رہونگی۔ شادی کا نام تک زبان پر نہ لاؤنگی۔ کلیرسا نے کہا۔ بس نرغ۔ خوب گذریگی جو مل بیٹھینگے دیوانے دو۔ مین بھی دو چار روز مین یہان سے بالفعل کوچ کرنے والی ہون میرا اور تمھارا ساتھ رہے تو ذرا دل بہلتا ہی رہے گا۔ ہم دونون ایکہی قسم کی مصیبت مین گرفتار ہین۔

میڈا نے کہا بس۔ ہم ابھی کہہ نہیں سکتے کہ ہمارے دل کی کیا کیفیت ہوگی اور اب ہم کیا کرینگے۔ کئی بار دل میں آیا کہ زہر کھا لوں یا کنوئیں میں کود پڑوں یا دریا میں ڈوب جاؤں مگر اس بیحیائی کی زندگی کے صدقے کہ ان میں سے ایک کام بھی نہ کیا اور دیکھ لینا کسی نہ کسی دن ہماری لاش پاؤ گی یا تمھیں کانوں کان خبر نہ ہوگی کہ کہاں گئی۔

الغرض مس کلاریسا ایسی محبت کے ساتھ میڈا سے پیش آئی کہ اسکا دم بھرنے لگی۔ حالانکہ مطلب صدی دیگر است کوہ قاف کی پری عہد کرکے آئی تھی کہ اس روسی عورت سے بدلہ لونگی جو آزاد کی مصیبت کا باعث ہوئی۔ مگر یہان آکر سوچی کہ بہ لطائف الحیل کام نکلے تو بہتر ہے۔

یہ باتیں ہوتی ہی تھیں کہ ووکاسکون نے آکر مس کلاریسا سے ایک تذکرہ کیا اور وہ یہ ہے۔

حضور کے حکم کے بموجب جب ہم لوگ آزاد پاشا کو لے گئے دریائے ڈینوب کے پار شب کو پڑاؤ ہوا۔

اسقدر فقرہ کاسکون نے کہا تھا کہ میڈا کی آنکھیں پرنم ہوگئیں مگر سوچی کہ اگر سنتی ہوں تو راز کھل جائیگا۔ لہذا ادھر مخاطب نہ ہوئی مگر کان دھر کے سنا کی ؎

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را	دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

ہائے ہائے آزاد پاشا دریائے ڈینوب کے پار بھیجے گئے اگر کسی ترکیب سے چھٹکارا ہوا بھی تو دریا حائل ہوگا۔ آجکل جنگ کے زمانے میں آنا معلوم۔ اگر بھیس بدلا اور گرفتار ہوگئے تو اور بھی زیادہ سخت سزا ہوگی۔

تیاری اور سامان

برسوں ہمایون فر بھی شادی کی تیاریاں کرنے لگے ایک روز شام کے وقت کئی احباب کو ساتھ لیا۔ فٹن پر سوار ہوئے صلاح ہوئی کہ سوداگروں کی کوٹھیوں میں اسباب خریدیں پہلے چک اینڈ کمپنی کی کوٹھی میں پہونچے۔

فٹن سے اترے۔ تو ایک چھوکرے نے جو دروازے پر کھڑا تھا گھنٹی بجائی۔ گھنٹی کی آواز سنتے ہی ایک انگریز آیا ہمایون فر کو سلام کیا۔ یہ مع احباب کے کوٹھی کی سیر کرنے لگے۔ ایک دوست نے جو کبھی سوداگروں کی کوٹھی میں نہیں گئے تھے بڑے تعجب سے پوچھا کہ کیوں صاحب اس کوٹھی میں کوئی لاکھ روپے کا اسباب ہوگا۔

ہمایون فر نے مسکرا کر کہا۔ ہاں لاکھ نہیں تو پانچ چھ لاکھ میں تو شک نہیں ہے۔ اور بھی متحیر ہوئے۔ اوفوہ۔ پانچ چھ لاکھ!! لاحول ولا قوۃ۔ اس لاحول پر فرمایشی قہقہہ پڑا ایک نواب زادے نے جو ہمایون فر کے ساتھ تھے کہا۔ یار یہ بھٹیار خانہ نہیں ہے۔ یہان قہقہہ بازی نہ کرو۔

ہمایون فر تو خوب واقف تھے انھوں نے ایک تشفی کی اور سمجھایا کہ ہنسنا بولنا دل لگی مذاق جائز ہے۔ ہم لوگ تو آزادی سے گفتگو کر سکتے ہیں نواب صاحب نے صاحب سے پوچھا اس دروازے کی کیا قیمت ہے۔

صاحب نے کہا۔ یہ دروازہ ہماری کوٹھی کا ہے بیچنے کی غرض سے نہیں آیا ہے ہم نے پانچ ہزار روپیہ کو خرید لیا تھا۔

ہمایون فر کو شوق چرایا کہ شب عروسی کے لیے تو ایسا ہی نفیس دروازہ ہونا چاہیئے دس ہزار صرف ہو جائیں تو کیا پروا ہے ایک فہرست گھر سے لکھ لائے تھے صاحب سے کہا ہمیں نہایت عمدہ لمپ دکھائیے۔

صاحب نے ایک کمرے میں لیجاکر نہایت نفیس اور بیش بہا لمپ دکھائے۔

ہمایون فر نے دونون لمپ بلا استفسار قیمت خرید لیے اور کہا ہمارے نام لکھ لیجیے۔ اور ہمین دو کوچ دکھائیے۔ اس فقرے سے احباب تاڑ گئے اور مذاق کی باتین ہونے لگین۔

نواب۔ اخاہ مبارک۔ یہ کہیے شب عروسی کی تیاریان ہو رہی ہین۔

ہمایون فر۔ معقول۔ آپ کے مارے کوئی سودا نہ خریدے سبحان اللہ۔

نواب۔ اجی حضرت ع چتونون سے تاڑ جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ابو تراب۔ یہ تو اس وقت سننے مین آیا۔ کہان نسبت قرار پائی ہے۔

ہمایون فر۔ ابے ابھی سوت نہ کپاس کوری سے لٹھم لٹھا یہ مثل ہے۔

ابو تراب۔ آخر کچھ کہیے تو آپکو واللہ۔ ہم فقط اسقدر سن لین کہ نسبت کہان قرار پائی ہے۔ مبارک ہو۔ اب وہ جلسے دیکھنے مین آئینگے کہ باید و شاید۔

نواب۔ ہم سے سنو۔ بڑی بیگم کی چھوٹی صاحبزادی کے ساتھ نسبت قرار پائی ہے۔ شہزادے صاحب کے خوش قسمت ہونے مین شک نہین۔

ابو تراب۔ ہان۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اسکے لیے تو ہمارے ایک یار نے بھی کوشش کی تھی۔ محمد عسکری۔ مگر باتین ٹائین فش

نواب۔ نہایت حسین اور مہ جبین لڑکیان ہین۔ نہایت خوبصورت

ہمایون فر۔ ابھی پختگی کے ساتھ اقرار نہین ہوا ہے ایسا نہو کہ سب مین کہتے پھرو۔ تمھارے پیٹ مین بات پچتی نہین ہے ذرا

نواب۔ اجی اسوقت تو مارے خوشی کے پھولے نہین سماتے۔

شادی جلوۂ گلفام مبارک ہووے	عیش و عشرت کا سرانجام مبارک ہووے

ہمایون فر نے مسکرا کر کہا سبحان اللہ سبحان اللہ۔ ہمکو تو منع کرتے تھے کہ ہنسو تک نہین سا اور خود یہ کیفیت ہے کہ گانے لگے نواب بولے گانے لگے یا گنگنانے لگے۔

بدین مژدہ گر جان فشانم رواست	کہ این مژدہ آسایش جان ماست

اب یہ فرمایئے کہ ہونے والی حیدر کو عظیم آباد سے بلوایئے گا یا نہین کم سے کم دو ہفتے تک تو دھما چوکڑی رہے۔ طبلے پر تھاپ پڑے خوب گھچرے اڑین۔ مگر استاد طائفے نوک کے ہون چوٹی کے۔ ردی کلاونت ہونگے تو واللہ ہم نہ آئین گے۔

ابو تراب بولے بھئی ہم تو دعوت اور کھانے پینے کے اسقدر شائق نہین ہین جسقدر جلسے کے شائق ہین۔ حیدر ہو اور لکھنؤ کے چیدہ چیدہ طائفے۔ اور التزام یہ کیا جائے کہ دو محفلین ہون ایک شہزادون اور رئیسون اور نواب زادون اور اہلکارون کے لیے اور ایک کدرون کے لیے۔ شب کو آٹھ بجے سے چار بجے تک ہو اور دن کو بھیرون ضرور ہو۔ کوئی چار گھنٹے بہت وقت ہے۔ اسقدر کافی ہے۔

ہمایون فر نے دو کوچ بھی خرید لیے۔ اور صاحب سے کہا کہ آپ ایسا دروازہ ولایت سے ہمکو منگوا دیجیے۔

صاحب نے ایک کاغذ پر بطریق یاد داشت لکھ لیا اور کہا ہم بہت جلد اسکا جواب دینگے۔

ہمایون فر کو اسقدر تاب کہان۔ فرمایا۔ ایک کام کیجیے۔ ہم سے کچھ زیادہ لیجیے۔ اور یہ دروازہ بیچ ڈالیے۔

صاحب اپنے افسر کے پاس گئے۔ تاکہ ان سے دریافت کرین ادھر پھر باتین ہونے لگین ابو تراب نے صلاح دی کہ دہلی اور آگرہ اور بنارس اور لاہور سے طائفے بلوائے جائین۔

ہمایون فر نے تیکھی چتون سے دیکھا اور بجائے کہ صاحب

سے باتیں کرنے لگے۔

صاحب۔ ول۔ آپ اس دروازے کو خرید سکتے ہین مگر چک صاحب کہتے ہین کہ ہم اس سودے مین پرنس ہمایون فر سے نفع اصلی ہی قیمت لین گے۔

شہزادہ۔ ازین چہ بہتر۔ واہ نیکی اور پوچھ پوچھ۔ منظور ہے۔

صاحب۔ ول۔ تو آج شام تک آپ کے مکان پر بھجوا دیا جائیگا

اتنے مین خود مسٹر چک تشریف لائے پرنس ہمایون فر سے ہاتھ ملایا۔ کہا۔ دروازہ حاضر ہے۔ آپ لین۔ آج ہم بھیج دینگے

ہمایون فر نے شکریہ ادا کیا۔

چک۔ اس فصل مین آپکو ہم ایک عرق پلاتے ہین۔ نہایت ٹھنڈا ہے۔

شہزادہ۔ عرق! کوئی شراب کی قسم تو نہین ہے ہم چھو نہین سکتے۔

چک۔ او نو۔ شراب نہین جیسے سوڈا اور لمونیڈ۔ ویسا

شہزادہ۔ سوڈا لمونیڈ۔ ٹانک۔ پورٹر۔ بیر انکے سوا اور وہ کون نئی قسم کا عرق ہے جو نشئی نہین ہے۔

چک۔ ابھی آیا ہے اسکا نام (دون سانٹی) ہے۔

ایک بابو نے کہا حضور (دون سانٹی) کے معنی آبحیات اور ہے بھی آب حیات ہی نشہ نام کو نہین۔ الکوہل ذرا بھی نہین بالکل پانی مگر ٹھنڈا سانٹی کے معنی دل کو تسکین دینے والا اس سے دل کو بڑی تسکین ہوتی ہے۔

سانٹی ایک سنسکرت لفظ سے نکلا ہے۔ یعنی شانت کرنے والا۔

چک۔ ول یہ بوتل ہے کھو و بیرا۔ لاؤ جلدی سے۔

شہزادہ۔ مسٹر چک۔ اگر اسمین ذرا بھی سرور ہوا تو ہمکو کمال رنج ہوگا قسم خدا کی۔

چک۔ ممکن نہین ہے۔ کھو و بیرا اور تم جاکے دو ٹکڑے برف کے لاؤ

ایک بیرا برف لایا۔ دوسرے نے (دون سانٹی) کی بوتل کھولی برف ملاکر صاحب نے گلاس دیا۔ ہمایون فر نے پیا تو نہایت ہی پسند آیا کہا۔ آٹھ درجن ہمارے مکان پر بھیجدو۔ آٹھ درجن دون سانٹی بھیجی گئی۔

چک۔ آپ اور درجن منگوا لین۔ اس فصل مین جتنی ہم نے منگوائے ہین اتنے منگوائے۔ اب نہ منگوائین گے۔

شہزادہ۔ نواب صاحب ایک بوتل آپ بھی پئین کھو و جی ایک بوتل۔

نواب۔ نا صاحب۔ استغفر اللہ شراب پینا وضع کے خلاف ہے۔

شہزادہ۔ واللہ اسمین شراب نہین ہے۔ شراب سے کیا واسطہ

ابوتراب۔ ابھی تم کھولنے تو دو ہم پئین گے۔ معقول

ابوتراب صاحب نے پی تو بڑی تعریف کی۔ ہان یہ البتہ پینے کے لائق چیز ہے۔ دو درجن ہمارے پاس بھی بھیجیے۔ بابو نے کہا بہت خوب۔ اسی وقت۔

چک صاحب نے کھڑے کھڑے باتون باتون مین دس درجن بوتلین بیچ ڈالین اور بیرا سے وعدہ کیا کہ اب کے اور بوتلین منگوائینگے اسکے بعد پرنس ہمایون فر کی طرف مخاطب ہوکر کہا شہزادے صاحب اب ایک نئے قسم کے سوڈا واٹر کی بوتلین جاری ہوئی ہین۔ ہم سے جسقدر سوڈا کی ضرورت ہو اسقدر نکال لیجیے باقی پھیر دیجیے اور خراب ہو تو ہمارا ذمہ ایک بوتل دیکھیے۔

بیرا کو حکم دیا کہ لاؤ۔ بیرا بوتل لایا۔ تھوڑا سوڈا پلایا۔ اور بوتل پھر ویسی کی بند۔ ہمایون فر نے ایکسو درجن اسکا بھی خرید لیا

الغرض ایک کوچ دو لنپ ایک شیشہ ہمارا دروازہ اور کئی قسم

کی عمدہ عمدہ اشیا خریدین اور چلے
راہ مین ابو تراب نے کہا ہم تاریخ عروسی ضرور تصنیف کرینگے
نواب صاحب بولے ہمارے ہان دو شاعر نوکر ہین اُن
دونون کو حکم دینگے کہ ایک ایک تاریخ کہو۔
ہمایون فر۔ بھئی واللہ تم لوگون سے خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہین مشہور نہ کر دو سا بھی اس بک بک سے کیا واسطہ ہے خواہ مخواہ دق کرتے ہو۔
نواب۔ اجی مین جا کے اخبار مین چھپواتا ہون۔ کیا دل لگی ہے۔
ابو تراب۔ ادہر مین بھی راہ مین جو ملے اس سے کہتے چلو۔
نواب۔ بہتر۔ واللہ ضرور کہونگا گاڑی روک کے کہون۔
ہمایون فر۔ واللہ دل لگی تو بڑی ہو۔ سمجھ جائے کہ پاگل کہین کے ہین
نواب۔ کل آپ کو تکلیف کرنا پڑیگی۔ شام کو دعوت ہے سالگرہ ہے ہماری نہین۔ لڑکے کی سالگرہ ہے۔
ہمایون فر۔ بسر و چشم منظور ضرور حاضر ہونگا ؎

من عمر تو چادو دانہ خواہم کہ شود	فرمان بر تو زمانہ خواہم کہ شود
این رشتہ کہ دار دگرہ سالگرہ	تسبیح ہزار دانہ خواہم کہ شود

ابو تراب۔ اور لوگ بھی ہونگے سنہ۔ آپ کے ہان کس کس کی دعوت ہے۔
ہمایون فر۔ اس بھونڈے سوال سے مطلب چاہیے جسکی ہو آپ کو کیا واسطہ بھئی عجیب آدمی ہو واللہ۔
پرنس ہمایون فر ایک اور کوٹھی مین گئے جسکے سائن بورڈ پر لکھا تھا گریالٹ اینڈ کمپنی مرزا ہمایون فر اور نواب صاحب اور ابو تراب کوٹھی مین داخل ہوئے۔
ابو تراب۔ اللہ اللہ۔ اسقدر کپڑا۔ یہ تو کپڑے کی کوٹھی ہے جی
نواب۔ واللہ ابھی نہین۔ ہم کو تو جوتے کی دوکان معلوم ہوتی ہے

ہمایون فر۔ یہ بھی غلط ہے۔ چمڑا بکتا ہے۔ ادھوڑی اسی کی منگا کے لگاؤ۔ جوتے کی دوکان کیسی۔ ہم تو ان آنکھون کے قائل ہین۔
ابو تراب۔ یا الٰہی۔ ذرا کوئی بات زبان سے نکلی اور انھون نے بنانا شروع کیا۔ بھلا مین نے کیا بُرا کہا تھا کہ کپڑے کی کوٹھی ہے۔
نواب۔ پھر وہی۔ ارے میان غور دیکھو۔ کپڑا کیسا۔ چمڑے کی دکان ہے یہ۔
ہمایون فر۔ (سوداگر سے) عمدہ عمدہ دکھائیے کاشانی۔ مگر نمبر اول ہو ایسے کہ شہر مین کسی کے پاس نہ نکلے جب جانین۔
ابو تراب۔ کیون صاحب اگر سزا پانے کا جی چاہے تو اس کوٹھی مین آگ لگا دے۔ فوراً سزا پائے۔ اور سزا بھی کون سخت
ہمایون فر۔ یہ کون مشکل بات ہے۔ سزا پانے کا شوق ہو تو ہزار ہا تدبیرین ہین۔ پھر حضور ایک چنگاری رکھدین ؎

ہر گناہے کہ کنی در شب آدینہ بکن
تاکہ از صدر نشینان جہنم باشی

نواب۔ اور کیا۔ کسی غریب کا چھپر جلایا تو کیا کمال کیا۔
ابو تراب۔ یار دتم تو بات کرتے بنانے لگتے ہو۔ بھئی۔
ہمایون فر۔ اور بات بھی آپکی ایسی تُلی ہوئی کرتے ہین سبحان اللہ سبحان اللہ ؎

اثر لبھانے کا پیارے ترے بیان مین ہے
کسی کی آنکھ مین جادو تری زبان مین ہے

آپ ایسے خوش بیان لسّان اور زباں آور دیکھے نہ سنے۔
نواب۔ جواب کاہے کو ہے ایک جعفر زٹلی تھے وہ بھی ختم ہو گئے

کشتی جعفر زٹلی در بھنور افتادہ است
دیکھو خضر کہ سیکنڈ از یک توجہ پار کن

اس کوٹھی مین مرزا ہمایون فر بہادر نے دس ہزار کا اسباب

گران بہا خریدا۔ جسین نصف سے زیادہ سپہر آرا بیگم کے لیے مول لیا تھا

نواب۔ یہ باریک کپڑا کس کے لیے خریدا ہی حضرت!

ہمایون فر۔ آپ کا اجارہ ہی۔ آپ پوچھنے والے کون (مسکرا کر) کہنے لگے کس کے واسطے خریدا ہی۔ آپ اپنا مطلب کہیے —

ابو تراب۔ قبلہ ہم سے دریافت کیجیے اُن سے آپ کیا پوچھتے ہین۔ آپ نے کل زر لبفت کس کے لیے خریدا تھا۔

نواب۔ اپنے گھر کے لیے۔ کیون اس مین چوری کیا ہی — کیا کچھ عیب ہے۔

ابو تراب۔ بس تو پھر انھون نے بھی سپہر آرا بیگم کے لیے خریدا ہی —

ہمایون فر۔ لاحول ولا قوۃ۔ یارو تم دھروا دوگے۔

اتنے مین مرزا ہمایون فر کے دوست آئے آتے ہی کان مین کہا حضرت مبارک ہو۔ واللہ اچھی جگہ چھاپہ مارا مگر یہ تو بتاؤ کہ بڑی یا چھوٹی ہین۔ ہمایون فر نے کہا یا وحشت۔ آدمی مین حواس ہی حواس تو ہی۔ ابھی اچھے تھے دیکھتے ہی دیکھتے بگڑ اٹھے شیطان نے دوست سے انگلی دکھا دی۔

دوست۔ واللہ کیا بے اصل بات ہی۔ خدا کرے بے اصل ہو —

ہمایون فر۔ اجی خدا خدا کرو صاحب۔

دوست۔ خیر صاحب اب نہ کہونگا۔ مگر بے اصل بات نہین ہی —

ہمایون فر۔ آپ فصد کھلوایئے منشی جی۔ آپکو جنون ہو گیا ہی —

دوست۔ اب یا مجھے جنون ہوا ہی یا آپ کو۔

ابو تراب۔ ع۔ خوب گذریگی جو مل بیٹھینگے دیوانے دو۔

اتنے مین ایک شخص نے کہا خداوند محمد عسکری صاحب آئے ہین —

ابو تراب نے چپکے سے کان مین کہا اس سے ذرا ہوشیار رہنا یہ بڑا شریر آدمی ہی سب سے پہلے اسکے لیے پیغام گیا تھا۔ مگر دال نگلی اسکا آنا بے وجہ نہین ہی —

ہمایون فر نے حکم دیا۔ بلاؤ۔

محمد عسکری صاحب آئے۔ چوگوشیہ ٹوپی۔ باریک کرتا۔ اچھی کا انگرکھا۔ گلبدن کا پایجامہ۔ رومال اوڑھے ہوئے — جریب ہاتھ مین السلام علیکم —

ادھر کا تو یہ حال ہوا اب بڑی بیگم کے ہان کا ذکر خیر سنیئے کہ جانی بیگم اور نظیر بیگم نے اپنے گھر کہلا بھیجا کہ ہم آج نہ آئینگے رات کو یہین رہینگے —

سب باتین لیس ہو ہی گئی تھین کہ اتنے مین بڑی بیگم صاحب کے نام ایک خط آیا۔

دھو ہذا

بیگم صاحب سلمہا تو آپ کو اپنے فعل پر اختیار ہے مگر ع۔ کس شنود یا نشنود من گفتگوے میکنم۔ سُنا ہی کہ آپنے مرزا ہمایون فر کے ساتھ عزیزہ سپہر آرا بیگم کا عقد قرار دیا ہے سبحان اللہ ہمایون فر کو دردگردہ کا عارضہ ہے۔ اور دمہ بھی ہی اور کئی بار یہ شخص قمار بازی کی علت مین ماخوذ ہوا ہے۔ صاحب لوگ اور رئیس زادے انکی صحبت سے منزلون بھاگتے ہین — یہ شخص بالکل لُچا ہی۔ کسی طرح سے اسکو پرہیز نہین۔ اگر کسی کو منظور ہو کر اپنی لڑکی کو اندھے کنوئین مین ڈھکیل دے تو اسکو اختیار ہی ورنہ دیدہ و دانستہ کوئی اپنی پیاری بیٹی کے ساتھ کسی طرح دشمنی نہ کریگا۔

من نگویم کہ این مکن آن کن ۔۔۔ مصلحت بین و کار آسان کن

آپ عزیزہ جگر گوشہ سپہر آرا کی کیون دشمن ہوئی ہین بھلا رشتہ دار ہون۔ اس سبب سے صلاح نیک دیتا ہون ورنہ مجھے کیا پڑی ہی —

خادم خیر اندیش

حسن آرا نے دبے دانتون یہ خط پڑھکر بڑی بیگم کو سُنایا —

دونون سخت متحیر تھین کہ یا الٰہی یہ خیر اندیش کون صاحب ہین —
حسن آرا نے کہا۔ اماں جان۔ یہ کسی دشمن کا کام ہی۔ کوئی شخص ہمایون فر کا دشمن ہوگا۔ بس یہ ساری کارستانی اُسی کی ہے ورنہ بھلا آجتک کبھی تو سنتے کہ ہمایون فر گرفتار ہو گئے اور قمار بازی کی علت مین اسیر ہین۔

بڑی بیگم صاحب نے کہا۔ اچھا ابھی جلدی نہ کرو۔ آج ڈومنیان نہ آئین۔ کل پرسون سمجھا جائیگا۔

حسن آرا اُٹھکر باغ مین آئی۔ گیتی آرا کو علٰحدہ بلایا۔ اور اس خط کا حال سُنایا۔ گیتی آرا نے کہا یہ سب ڈھکوسلا ہی۔ مرزا ہمایون فر اتنے بڑے شہزادے اور قمار بازی۔ جوے کی علت مین گرفتار ہون!۔ یہ کسی دشمن کا کام ہی۔ جانی بیگم سے دریافت کرو۔ یہ انکا حال خوب جانتی ہین۔ گیتی آرا نے باتون باتون مین جانی بیگم سے پوچھا۔

جانی بیگم نے کہا۔ آج کل کے سب رئیسون مین سے نہین ہین کہ سوائے بٹیر بازی یا چانڈو پینے کے دوسرے کام کی قسم کھائی ہو۔ پڑھے لکھے آدمی ہین۔ صاحبون سے ملاقات ہے بڑے بڑے صاحب لوگ اُنکے مکان پر آتے ہین جو اُنکی عزت ہی آج شہر مین ایک رئیس کی نہین ہی۔ اُنکا مقابلہ کوئی شہزادہ نہین کر سکتا۔

نظیر بیگم۔ کیا چپکے چپکے باتین ہو رہی ہین ہم بھی آئین سنین تو!

گیتی آرا۔ کچھ نہین بہن۔ ادھر اُدھر کی باتین ہوتی ہین آؤ نہ

سپہر آرا۔ یہ کیا کانا پھوسی لگائی ہی۔ چپکے چپکے یہ کیا باتین ہو رہی ہین باجی ہم سے نہ کہو گی تو ہین ہمارا رنج ہوگا۔

حسن آرا (گیتی آرا سے) ان سے نہ کہنا سپہر آرا نہ سننے پائے۔

گیتی آرا۔ اور جانی بیگم سے بھی نہ کہنا یہ بھی ایک ہی آفت فوہ

حسن آرا نے کہا اس کے کہنے کا منتر ہی نہین۔ مگر ڈومنیون کو بلوائین یا نہ بلوائین۔ اگر بلوائین تو اماں جان خفا ہو جائینگی نہ بلوائین تو سپہر آرا کے دل مین شک پیدا ہو۔ بڑی ٹیڑھی کھیر ہی گیتی آرا نے کہا۔ ہم تم اور نظیر اور جہان آرا چارون آپس مین صلاح کرین۔ جو سب کی رائے ہو وہ کیا جائے جہان آرا بلوائی گئین نظیر بیگم کو شریک مشورہ کیا مگر چپکے چپکے باتین ہوتی تھین —

نظیر بیگم نے کہا سپہر آرا کا سمجھانا مشکل نہین ہی۔ مگر بڑی بیگم کی دل شکنی البتہ ——

جہان آرا۔ بولی امی جان کے حکم کے خلاف تو ہم صلاح نہ دینگے حسن آرا نے کہا۔ اگر ڈومنیان آئین اور گانا ہو تو جس نے نہین سُنا ہو وہ بھی سن لیگا کہ ہمایون فر کے ساتھ نکاح ہونے والا ہی اور یون تو کوئی کانون کان خبر بھی نہوگا۔ لیکن یہ خط بالکل بے اصل ہی کہین ایسا ہو سکتا ہی۔ بھلا۔ توبہ توبہ۔ سپہر آرا تاڑ گئی کہ ہمایون فر ہی کی باتین ہو رہی ہین۔ بہن سے کہا۔ باجی جان ذرا ادھر آئیگا۔ کچھ کہتا ہی۔ حسن آرا نے ایک درخت کے پاس ٹھہر کر کہا آؤ یہان کوئی نہین ہی۔ سپہر آرا بولی باجی سنو تم آہستہ آہستہ گفتگو کرتی ہو تو میرے دل مین شک پیدا ہوتا ہی یا تو مجھسے بھی سارا حال کہو یا چپکے چپکے باتین کرنا چھوڑ دو —

حسن آرا نے قہقہہ لگا کر کہا۔ اے لو۔ اور سنو۔ گیتی آرا بہن ذری ادھر آنا۔ کچھ اور سنا یہ کیا کہتی ہین۔ اُف مجھے بڑی ہنسی آتی ہی کہتی ہین کہ تم آپس مین چپکے چپکے باتین کرتی ہو اور میرے دل مین شک گذرتا ہی۔ واہ اچھا شک ہی گیتی آرا نے بھی مسکرا کر بات ٹال دی کہا اچھا۔ اب آہستہ آہستہ باتین نہ کرینگے — صلاح یہ ہوتی تھی کہ ڈومنیان آئین یا نہ آئین۔ کسی نے جا کے امی جان سے کہہ دیا کہ حسن آرا بیگم نے ڈومنیان بلوائی ہین —

بس خفا ہو گئیں۔ کہا۔ ہاں۔ ابھی سے یہ ڈھٹائی۔ ہمکو اطلاع بھی نہیں اور ڈومنیاں بلوائی گئیں۔ تب سے خفا بیٹھی ہیں۔

سپہر آرا اس فقرے میں آ گئی۔ بولی کہ ہاں ابھی میں بھی اُنھیں کے پاس سے آتی ہوں۔ کچھ شگفتہ نہیں ہیں۔ اُداس سی چھائی ہوئی ہے میں جا کے مناؤں۔ حسن آرا نے منع کیا۔ شاید اور خفا ہو جائیں اور سمجھیں کہ حسن آرا نے چھوٹی بہن کو سکھلا پڑھا کر بھیجا ہے۔ اب آج جانے بھی دو۔ کیا کچھ فرض ہے کہ آج ہی ڈومنیاں آئیں۔ سپہر آرا نے کہا باجی تم ہی نے کہا تھا کہ ڈومنیاں آئیں میں نے تو ذکر بھی نہیں کیا۔ اگر اماں جان خفا ہیں تو میں بھی صلاح نہ دونگی۔ چلیے بات بن گئی۔ انکو کیوں خفا کریں خواہی نخواہی۔

حسن آرا نے وہ خط پھر پڑھا مگر کوٹھے پر جا کر تنہائی کے عالم میں۔ اُف نوج اتنا جھوٹ اس موئے کو خوف خدا بھی نہیں ہے۔ اب ہم سے صلاح لیں اماں جان کے مزاج میں شک آ گیا ہے وہ اب ایک نہ مانینگی بڑی بیگم کے پاس گئی اماں جان کیا آپ کو سچ مچ یقین ہی آ گیا اتنا بڑا شہزادہ اور جوے کی علت میں پکڑا جائے ہم تو عمر بھر نہ مانینگے اور دیوار سے دیوار آگے سامنے مکان ہے اگر ایسا حال چلن ہوتا تو یہ بات چھپی نہ رہتی۔

بڑی بیگم نے کہا ہم ابھی اسکا جواب منگینگے۔ کیا کہوں کہ اُستانی جی بھی یہاں نہیں ہیں۔ سو وہ جب سے بانڈے گئیں کوئی خط بھی نہ بھیجا مگر آج میں دو تین آدمیوں کو بلوا کر دریافت کرونگی ایک تو شہزادہ کو بلواؤنگی پرسوں آیا تھا اُس نے ہمایوں فر کا ذکر کیا کہ رعایا میں حاکموں میں رئیسوں میں سب میں اُنکی عزت اور آبرو ہے مگر جوے کا حال آج ہی معلوم ہوا۔ ریاست الدولہ کو بلاؤنگی اور نواب صادق علی خان کو گو بوڑھے ہیں اب کہیں جانے آنے نہیں مگر رشتہ تو ہے ایسے وقت میں بھی کیا صلاح نہ دینگے شام کے قبل جانی بیگم اور نظیر بیگم نے کہا کہ ہم رخصت ہوتے ہیں فقط ڈومنیوں کی وجہ سے گھر کہلا بھیجا تھا۔ اب گانا وانا تو ہووے ہی گا نہیں پھر یہاں رہ کے کیا بنائیں۔ شب کو حسن آرا نے سپہر آرا کو وہ خط دیا جو فرضی اور مصنوعی خیراندیش نے بھیجا تھا۔ کہا باجی یہ خط ڈاک پر نہیں آیا ہے لفافہ دیکھیے نہ مہر کا کہیں پتا ہی نہیں ہے۔ حسن آرا نے فوراً اُس مغلانی کو بلایا جو خط لائی تھی پوچھا یہ خط تم کو کس نے دیا تھا کہا ڈیوڑھی پر دربان نے دیا تھا پردے کے پاس سے لائی تھی عباسی کو حکم دیا کہ دربان سے پوچھو دربان نے کہا چاکر نے مجکو دیا تھا چاکر سے پوچھا تو اُسنے کہا ایک آدمی آئے تھے جوان سے ہیں اُنھوں نے دیا تھا۔

سپہر آرا نے کہا باجی۔ اور تم نے مہر تک نہ دیکھی لفافہ تک نہ پڑھا اماں جان سے کہو تو چلکے۔

حسن آرا فوراً بڑی بیگم کے پاس گئی پوچھا کیوں اماں جان وہ خط ڈاک پر آیا تھا کہا۔ ہاں ہاں مہری ڈاک پر آیا تھا لفافے میں بند گوند سے جڑا ہوا۔ حسن آرا نے ہنسکر کہا واہ سنیے یہی تو لفافہ ہے مہر ندارد بڑی دل لگی ہوئی مغلانی سے پوچھا اُسنے کہا میں دربان سے لائی دربان سے پوچھا اُس نے کہا مجھے سائیس نے دیا ہے سائیس سے پوچھا اُسنے کہا ایک آدمی دے گیا تھا

بڑی بیگم۔ ہاں ہے تو یہ اا بالکل جھانسا ہی ہے کا خط ہے ڈاک پہ نہیں آیا۔ میں کچھ اور ہی سمجھی تھی مگر خیر۔

حسن آرا۔ جی نہیں مہر تو ہے ہی نہیں اور بیرنگ آیا تو ایک آنہ کس نے دیا یہ سب بناوٹ کی بات ہے میں [illegible] دنگ ہو گئی کہ شہزادہ جواری اور پھر جواری بھی ایسا کہ گرفتار بھی ہو۔

بڑی بیگم نے کہا شاہی کے زمانے میں قاعدہ تھا کہ کوتوال دوڑے جاتے تھے کئی دفعہ ہم نے دیکھا کہ کوتوال اور سپاہی سناتے ہیں اور دس دس آدمیوں کی شکلیں کیسی گئی ہیں۔ ایک بوڑھی مغلانی بولی حضور ایک مرتبہ کوئی پہر رات آئی تھی اور کوٹھے پر میں اور پیاری کی اماں اور میری ایک لڑکی سوتی تھی بس ایک دفعہ دھماکے کی آواز آئی۔ پیاری کی ماں چونک پڑی پوچھا کون بس وہ آکے میرے قدموں پر گر پڑا منھ کو اس نے دامن سے چھپا لیا اور کہنا شروع کیا کہ مائی بچا لے۔ پیاری کی اماں پوچھتی ہیں ارے تو کون ہے اتنے میں دھم دھم کرکے دس بارہ آدمی اور کودے۔ پیاری کی اماں بولی ہائے لٹ گئی ڈاکہ آیا ویسے ہی دوسرے مکان سے کئی چراغ روشن ہوئے مشالیں مشعلیں آئیں کوتوال نے پیاری کے ابا کا نام لیکر کہ فلانے بخش تم نہ گھبراؤ یہ جواری تمہارے ہاں کودے ہیں انکے گرفتار کرنے کے لیے ہمارے سپاہی بھی کودے اور میری یہ کیفیت کہ تھر تھر کانپتی تھی آفت اور لڑکی کوئی بارہ برس کا سن یہ ڈر بڑی ہے کہ ایسا نہو کوئی آکے نصیب دشمناں گلا ہی گھونٹ ڈالے۔ بس پھر وہ جواری پکڑے گئے اس قدر کیسی گتیں ان پر جوتیاں پڑیں۔

حسن آرا نے پوچھا شریف تو نہیں تھے۔ نیچ قوم تھے نہ۔ مغلانی نے کہا۔ اب کیا عرض کروں اور کیا کہوں کہ کون تھے ایک چالیس روپیہ مہینے کے چکلے دار کے وکیل تھے اور ایک بڑے نامی آدمی کا لڑکا۔

حسن آرا وہاں سے خوش خوش کوٹھے پر آئی۔ جہاں آرا اور گیتی آرا نے کہا ہم نے سنا ہے کہ لفافہ ڈاک پر نہیں آیا۔ سب ڈھکوسلا ہے۔

سپہر آرا۔ میں تو پہلے ہی بھانپ گئی کہ سب غلط ہے۔ جیسے لفافہ دیکھا سمجھ گئی کہ جھوٹی باتیں ہیں۔ اللہ کرے موئے وہ گور کے بیچ میں کیڑے بلبلائیں۔ کیا جانے موا کون خدائی بھر کا آوارہ ہے

حسن آرا۔ آؤ یہ خط کل کسی ترکیب سے ہمایوں فر کے پاس بھیجیں

گیتی آرا۔ ہاں اچھی سوجھی۔ ضرور بھیجنا چاہیے شاید وہ دستخط پہچانتے ہوں۔ مگر بھیجو گی بیرنگ۔ لیکون جائیگا۔

عباسی۔ اے حضور یہ کون بات ہے۔ میں پہنچوا دونگی۔

حسن آرا نے کہا اس جھوٹے پر خدا کی مار۔ لکھتا ہے کہ جواری میں ہے ؎

دانا تو کرے کب اسطرف میل
بھاگا ہے جوئے کے نام سے بیل

سپہر آرا نے فرمائش کی کہ باجی اسوقت اچھے اچھے شعر پڑھیے جی چاہتا ہے کہ شعر سنیں۔ مگر اردو کے ہوں جنھیں ہم بھی سمجھیں۔ حسن آرا نے کہا۔ ؎

نظر لگے نہ کہیں انکے دست و بازو کو
یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

مطلب سمجھو تو پڑھیں نہیں فائدہ کیا۔ ایک عورت کا شعر سنو ؎

اللہ رے ناز حسن پہ ایسے بنا زمان
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

سپہر آرا نے اس شعر پر غور کیا تو مطلب سمجھ گئی۔ باجی کچھ پڑھو تو معنی بتلاتے ہیں اسمیں مشکل ہی کیا ہے۔ گیتی آرا نے کہا اسکے معنی تو ہم بھی سمجھ گئے کوئی مشکل شعر پڑھو۔ حسن آرا نے کہا۔ ؎

ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

سپہر آرا نے کہا۔ واہ بس اسی کو مشکل بتلاتی ہو۔ اسمیں کیا مشکل ہے معشوق سے شاعر کہتا ہے کہ تیرا ملنا اگر آسان نہیں تو ادنی سی بات ہے۔ اگر مجھکو یہ معلوم ہو جائے کہ تیری ملاقات آسان نہیں ہے یعنے مشکل ہے تو دل کو تشفی دوں کہ اس مشکل کا آسان کرنا سہل ہے مگر دشواری یہ ہے۔ بے وقت اور مصیبت تو یہ کہ تیرا ملنا دشوار بھی نہیں ہے۔ بلکہ دشوار سے بھی درجہ بڑھا ہوا اور

جب دشوار سے بھی درجہ بڑھا ہو۔ تو بس یہ ستم ہو ؎

ملنا ترا اگر نہیں آسان تو سہل ہے ۔۔۔ دشوار تو یہی ہو کہ دشوار بھی نہیں

حسن آرا نے بہن کی پیٹھ ٹھوکی۔ شاباش۔ خوب معنی بتائے ہنسی ٹھٹھا نہیں تھا۔ یہ غالب کا شعر ہے۔ اُن کے سب شعر ایسے ہی ہوتے تھے۔ ؎

نقش نازبت طناز بآغوش رقیب ۔۔۔ پائے طاؤس پئے خامۂ مانی مانگے

گیتی آرا اُٹھکر بڑے دولھا کے ایک پلنگ پر لیٹی۔ اب تو حسن آرا عربی ترکی بولنے لگیں اب ہمارا وہاں ٹھکانا نہیں ہے بی مغلانی کوئی کہانی کہو۔ مغلانی نے کہا حضور میرے سر میں وہ درد ہے کہ سر پھٹا پڑتا ہے اب کل عرض کرونگی۔

دوسرے روز تڑکے گجردم بی عباسی خیر اندیش بدنہاد کا خط لیکر شہزادہ ہمایون فر کے پاس گئیں۔ سُنا آرام میں ہیں خدمتگار سے کہا جگادو آرام میں ہیں تو کیا کریں بڑی ضرورت ہے خدمتگار بولا۔ اخاہ۔ یہ نادری حکم۔ تم ہوا کے گھوڑوں پر سوار ہو کچھ ٹھکانا ہے کیا حکم دیا کہ فوراً جگادو۔ اللہ اللہ۔ اچھا صاحب جگائے دیتے ہیں کوٹھے پر جاکر آہستہ آہستہ پانوں دبائے۔ ہمایون فر کی آنکھ کھل گئی۔ خدمتگار نے کہا حضور وہ حاضر ہے عباسی مہری سامنے والے مکان کی۔ شہزادے نے حکم دیا اچھا بلالو۔ اور کلّی کے لیے پانی لاؤ تازہ تازہ۔ پانی سے مُنہ دھویا کلّی کی گلوری کھائی۔ لیٹے اتنے میں بی عباسی دوپٹا پھڑکاتی ہوئی آئیں۔

حسن آرا بیگم کی مہری کا نام بھی عباسی ہے اور ثریا بیگم کی مہری کا نام بھی۔ دونوں طرار۔ دونوں گلعذار۔ دونوں باغ وبہار دونوں طرحدار۔ ناظرین موقع پر سمجھ جاتے ہونگے کہ کس عباسی کا ذکر ہے خیر۔ بی عباسی نے جھک کر سلام کیا۔ ہمایون فر مسکرائے اور کہا ؎

مرحبا طائر فرخ پئے فرخندہ پیام ۔۔۔ خیر مقدم چہ خبر یار کجا راہ کدام

کہو کیا حال ہے۔ اب دونوں جگہ سے انعام تو چاندی ہے تمھاری چین ہی چین لکھتا ہے عباسی بولی۔ واہ۔ حضور سے میری چاندی ہے اور حضور کی چاندی نہیں ہے۔

راوی۔ کیوں نہیں۔ سیم برن بیوی پائی۔ دلی آرزو برآئی۔ عباسی نے خط نکالکر دیا حضور اس خط کو ذری غور سے پڑھیں

ہمایون فر نے خط پڑھا تو چہرہ سُرخ ہوگیا۔ اُٹھے کمرے میں گئے کاغذات دیکھے۔ لالہ کو بلوایا۔ کہا دوسرے کمرے سے ہمارا آبنوس کا قلمدان نکال لاؤ۔ کھولا اور ایک خط نکالا۔

ہمایون فر نے دونوں خط ملائے اور حیرت کا نعرہ بلند کیا اس زور سے اُف کہا کہ عباسی کانپ اُٹھی۔ خدمتگار ادھر اُدھر چلے گئے تھے کہ واللہ اعلم یا ہم کیا راز ونیاز کی باتیں ہوں ہم مخل کیوں ہوں اُف کا لفظ سُنا تو ہوش ہوا ہوگئے۔ ہر ایک حضور کہتا ہوا جھپٹا دیکھا تو ہمایون فر کو کمال ملول پایا۔

خدمتگار۔ خدا نخواستہ مزاج کیسا ہے حضور کا۔ کیا نصیب دشمنان طبیعت میں کچھ ہرج ہے حضور فرمائیں تو کچھ۔ حضور۔

ہمایون فر۔ اُف اُف۔ اُف غضب کردیا۔ مگر جہاں تک ممکن ہوگا اس شقی کو ڈھونڈھ ہی نکالونگا آج نہیں کل۔ کل نہیں پرسوں عباسی۔ حضور نے دستخط پہچان لیے نہ۔ بس یہی چاہتی تھی۔ اب پتہ لاداخل ہے۔ موا بھاگ کے جائیگا کہاں۔ جہنم کو۔ خدا سمجھے

ہمایون فر۔ تمھیں اسکا کچھ حال معلوم نہیں۔ تم اُس زمانے میں اس سرکار میں نہ تھیں۔ مگر دھچکا سا ہو گیا اس وقت تک یہ نابکار اپنی شرارت سے باز نہیں آتا۔ اگر ہاتھ لگا تو ایسا ٹھیک بنا دونگا کہ عمر بھر یاد ہی تو کریگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

عباسی۔ حضور کون شخص ہے یہیں کا رہنے والا ہے یا کہیں باہر کا

حضور۔ ذری نام تو بتائین۔ اُف مرے پر حضرت عباس کا علم ٹوٹے۔ اِسی اٹھوارے مین جنازہ نکلے۔ حضور پھر غور کر کے دستخط ملائین۔ شاید کچھ بھول چوک ہو گئی ہو۔

ہمایون فر۔ تو تم یہ خط بھی سپہر آرا بیگم اور اُنکی باجی جان کو دکھا دینا اور کہنا کہ مین نے اُسکے تباہ کرنیکا بیڑا اُٹھا لیا ہو مگر ملنا شرط ہو۔ دیکھیے تو سہی۔

عباسی۔ بہت خوب۔ حضور مین عرض کر دونگی اور یہ خط دیدونگی

ہمایون فر۔ پھر یہ دونون خط واپس لے آنا۔

عباسی نے جھک کر سلام کیا۔ حسن آرا سے کل روایت بیان کی اور دونون خط دیے۔ حسن آرا نے وہ خط پڑھنا شروع کیا جو ہمایون فر کے نام تھا۔ پڑھکر بہت افسوس کیا۔ سپہر آرا کو دیا تو بڑہ کر بولی۔ وہ وقت یاد ہو۔ ہائے ہانے یہ بڑا دشمن ہے۔ اِس بیچارے کا۔ پھر اب جان کیونکر بچے گی اللہ مالک ہے گیتی آرا اور جہان آرا نے کہا ہم سے بھی تو کہو۔ ہم بھی تو سنین حسن آرا نے کہا بہن مرزا ہمایون فر کا ایک دشمن ہو اُس نے اُن کی کوٹھی مین آگ لگا دی کئی بار دھمکی کے خط بھیجے کہ ہم تجھے قتل کر ڈالین گے اور خدا جانے کیا کیا واہی تباہی لکھا اور جب آگ لگا کر بھاگا تو ایک خط ڈاک پر بھیجا وہ یہ ہو اسکا اور اُسکا خط ایک بالکل ایکسا ہو۔ ذرا فرق نہین۔ دیکھو نہ ادہر وہی موا ایک دفعہ ادھر سے نکلا تو اتفاق سے سپہر آرا کو دیکھ لیا۔ وہ بھی نکاح چاہتا تھا۔ اٹھری چوٹی پر سے صدقے کردون اب جو اُس نے سُنا کہ ہمایون فر کے ساتھ نکاح ہوگا تو جل اُٹھا یہ فکر کی کہ خیر اندیش کے نام سے امان جان کو مشکوک کر دیا اب دونون خط ہم امان جان کو دکھائینگے۔

حسن آرا بیگم فوراً بڑی بیگم صاحب کے پاس گئین کہا دیکھیے بھید کھل گیا دو خط ہین ذرا غور کر کے دیکھیے دونون کے دستخط ملتے ہین کہ نہین ملتے جس شخص نے ہمایون فر کی کوٹھی اور بارہ دری جلادی تھی اُسی کی یہ بھی کارستانی ہو۔

بڑی بیگم۔ کیا کیا میری سمجھ مین کچھ نہین آتا کوٹھی کس نے جلادی

حسن آرا۔ وہ اُس دن آگ نہین لگی تھی جب وہ بیچارے جلتے جلتے بچے۔ اُس کے دوسرے دن ایک خط آیا تھا۔ اُسمین لکھا تھا کہ ہم نے جان بوجھ کر تیرا مکان جلا دیا اور اب بھی جب باہر چلے گا تب تجکو ضرر پہونچائین گے۔ اُسی نے اب ہمایون فر کی بدنامی کے لیے یہ خط بھیجا ہو۔

ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ یہ کون ذات شریف ہین۔ شیدا ہین

ہمیشہ دلبر سجان مبارک باشد
پرنس ہمایون فر کا دربار دُربار

نور کے تڑکے شہزادہ رفیع المنزلت فریدون فرہست ہما یہ دارا و سکندر مرزا ہمایون فر بہادر خواب راحت سے بیدار ہوئے تو اُن دنون شمالی دہرمیان سنگ مرمر کے ایک خوشنما چبوترے پر نہایت بیش بہا مسہری رنگ گل تکیے اور ناز بالش اور فرش مکلف سے پیراستہ چو طرفہ کالی کالی گھٹا چھائی ہوئی۔ نسیم عنبر شمیم گلستان رشک باغ نعیم۔ ادھر گلزار سرسبز اپنا بہار۔ اُدھر ابر تو تو باد نو نہالان چمن کی پوشاک دھانی۔ بادل کا رنگ آسمانی پھولون کی روشون سے ایسی بھینی بھینی خوشبو آتی تھی کہ روح تک وجد کر جاتی تھی۔ برگ گل پر قطرہ ہاے شبنم کی آب و تاب رشک گوہر ثمین غیرت در خوش آب کہین سوسن زبان دراز کہین نرگس شہلا کی چشم فتنہ پرداز۔ اِس گلشن سرا ے دلکشا مین صبح کے سہانے سمان مین طاؤس زمردین کے پر و بال کھول کھولے جاتے اِس صفا ہو اُس چبوترے کے قریب بلبلون کی جھنکار

تھا کہ بدرجۂ غایت خوش آیند معلوم ہوتی تھی چار سلیقہ شعار خدمتگار خاص اس لیے مقرر تھے کہ سحر کاذب کے وقت طائران خوش آہنگ کے پنجرے لائیں۔ اُن کو اشجار ثمر بہار کی شاخوں میں لٹکائیں اور وہ اپنی انواع واقسام کی گلبانگ مسرت خیز سے طیور ذی شعور شہزادہ کجکلاہ وعالی درگاہ کو خواب ناز سے بیدار کریں ایک رقاصہ عنبرین خال جادو جمال خاص اس غرض سے مقرر تھی کہ اگر شہزادہ فرخندہ اختر کی آنکھ نہ کھلے تو وہ اپنی نازک آوازی اور گلے بازی سے جگائے کبھی بھیرویں اور کبھی کسی دھن میں یہ نازنین گل جبین وہ وہ کمال دکھاتی تھی کہ تان سین کی تربت سے صدائے مرحبا بلند ہوجاتی تھی بیجو نائک کی روح کسب ہنر کے لیے آتی تھی باغ کیا غیرت نگارخانۂ چین تھا۔ گلزار ارم پر طعنہ زن روکش باغ نصیر تھا۔

مرزا ہمایوں فر کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک سمت ہر نوجوان چمن حلہ پوشان بہشت کی طرح سبز پوش ہے۔ دوسری جانب ایک ناطورۂ گل آغوش وصبح بنا گوش ہر سو طرفہ کالی کالی بدلی چھائی ہے رندوں نے سچ۔ ہائے اُس بھورے جیورا یا ایسا ملکار اسکی دھوم مچائی ہے۔ ؎

برق چشمک زن ز طرف کوہسار ان میرسد
ساقیا سامان ساغر کن کہ باران میرسد

شہزادہ پاکیزہ مشرب نے بستر کو چھوڑا اور مصروف گلگشت چمن ہوا تماشائے نسرین ونسترن ہوئے پہلے ایک گل حمرا پر نظر پڑی جس کو شوخ گلفام وگل اندام کا عارض انور یاد آیا بے اختیار گل احمر کو حالت بیخودی میں بوسہ دیا اور اس شعر کو ترجمان دل کیا۔ ؎

ببوئے صحبت گرمانیم چو شبنم در چمن رفتم	تہادم روئے بر روئے گل واز خویشتن رفتم

روشوں کی سیر کرنے لگے مگر کسی کی یاد میں دل بیقرار تھا۔ ؎

بسیر گلستان بابا دآن سیمین بدن رفتم	در آغوش سمن غلطیدم واز خویشتن رفتم

قدم قدم پر دل غمناک وصدچاک کو تسکین دیتے جاتے تھے کہ اب تو منہ مانگی مراد پائی۔ جو آرزو تھی وہ بر آئی۔ بیتابی وبیقراری اور گریہ وزاری سے اب کیا سروکار ہے مگر۔ ؎

قانع بہ تجلی نشود دشایق دیدار	پروانہ بہ مہتاب تسلی نتوان کرد

خالی قول وعدوں سے کیا ہوتا ہے جب وصل محبوب نصیب ہو تب البتہ دل راحت فرسا کو چین آئے۔ ورنہ یوں تو گل اور بلبل کا قصہ قیامت تک ختم نہ ہوگا۔ مانا کہ۔ ؎

زمانہ عاشق ومعشوق سے نہیں خالی	گلوں کا قحط نہیں بلبلوں کا کال نہیں

مگر بقول مرزا بیدل۔ ؎

خوش است سیر دلیکن زگل ز گلزار کجاست	دل از گلے کہ تسلی شود بباغ کجاست

جس گل رعنا کی بو نے ہمارے دل کو اندوہ پست اور خوبان بہ بار کردیا وہ اس چمن میں کہیں نظر ہی نہیں آتا۔ ہائے افسوس۔ ؎

باغباں گو کسی صورت سے جی لگنے کی	ایک تو مجھکو قد یار سا بوٹا دکھلا

اتنے میں اس رقاصہ خوبرو عنبرین مو نے شہزادے کے خوش کرنے کے لیے یہ غزل گائی۔ ؎

نہم رسید شب بریار خواہی آمد	سرمن فدائے راہے کہ سوار خواہی آمد
ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف	بہ امید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد
بہ لبم رسید جانم تو بیا کہ زندہ مانم	پس از آنکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد
کششے کہ عشق دارد نگذاردت بدینسان	بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

اس شعر کو سنکر مرزا ہمایوں فر کا دل ہاتھ سے جاتا رہا اور اس درجہ بیخود ہوگئے کہ بہ آواز بلند اسی شعر کو وہ بار کہا۔ ؎

کششے کہ عشق دارد نگذاردت بدینسان	بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

اس صنم گلبدن نسرین تن نے مطلع کو اور بھی خوش الحانی سے دہرایا

بیک آمدن بودی دل و جان صد چو خسرو   چہ شود اگر بہ شبیان دو سہ بار خواہی آمد

ہمایون فر اس شعر کو سنکر گر پڑے اور اسکے جواب مین حضرت تحمل کا یہ نادر شعر حالت جوش جنون مین پڑھا ؎

پہلو یار سے اُٹھنے کو تو اُٹھے لیکن   درد کی طرح اُٹھے گر پڑے اُسکی طرح

روشون مین ٹہل ٹہل کر آپ ہی آپ باتین کرنے لگے۔ کہ یہ غزل تو ہمارے حسب حال ہی۔ ع۔

بخبرم رسید امشب بر یار خواہی آمد

اس سے یہ معنی کہ عقد ہوگا ہم نے اُڑتی سی خبر پائی ہی۔ اچھا ع

سر من فدائے راہے کہ سوار خواہی آمد

یعنی جس راستے سے سپہر آرا۔ ہائے۔ نام اس قابل ہی کہ سو بار لکھون اور سو بار چوم لون۔ جس راستہ سے سپہر آرا زرنگار فنس پر سوار ہوکر دلھن بنی ہوئی آئین گی۔ وہ اس لائق ہی کہ مین اپنا سر اس پر سے نثار کر دون۔

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم   شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

میرے پاس جو کچھ ہی سب نثار کر دون اور اسی دم ہاں ابھی ابھی ؎

دین و ایمان و دل و جان و سر و قدم یار کنیم   ہر چہ داریم نثار رہ دلدار کنیم

افسوس ہی کہ میرے پاس صرف ایک جان ہی۔ بس۔ دگر ہیچ ورنہ اگر سہرہ بن ہو ایک جان ہو جائے تو اسی دم نثار کر دون ؎

یکجان چہ متاع است کہ سازیم فدایت   ملا چہ توان کرد کہ موجود ہمین ست

گلاب کی روش مین جاکر ایک گل تازہ توڑا اور سونگھ کر کہا سپہر آرا رنگ تو وہی ہی مگر بوے خوش نہین۔ تیرا گل عارض وہ سدا بہار پھول ہی جو دست برد خزان سے ابد الآباد تک مصئون رہیگا تیرا سراپا گلستان ہی۔ پھول کیا شی ہی!!!۔ ؎

گل ہمین پنج روز و شش باشد   وین گلستان ہمیشہ خوش باشد

مین بے برگ و نوا عاشق زار۔ تو عاشق آزار مین دیوانہ مجنون حزین۔ تو عاشق دشمن بت مہ جبین مگر عاشق نوازی اور عاشق گدازی بھی معشوق پن کی شرط ہی۔

اتنے مین آفتاب عالمتاب کی زرنگار شعاعین نمودار ہوئین اور رفقا آنے لگے۔ مرزا ہمایون فر ایک حوض مصفا پر در رشک تسنیم و کوثر کے قریب کرسی پر شم و ہو رہے تھے۔ ایک مصاحب نے آگے بڑھکر کہا آداب بجا لاتا ہون خداوند نعمت شہزادے نے سلام کا جواب دیا۔ دوسرے مصاحب آئے۔ زمین دوز ہوکر بولے تسلیم عرض ہی حضور والا ادب کے ساتھ ادھر ادھر کھڑے ہوئے ہمایون فر نے کہا مرزا اکبر بیگ (مصاحب کا نام) آج صبح بی مغل نے (رقاصہ خوش گلو) ستم ڈھایا۔ واللہ ستم ڈھایا خسرو کی ایک غزل اس طرز نوی سے ادا کی کہ مین کچھ عرض نہین کر سکتا اس کا لطف کوئی میرے دل سے پوچھے۔ خوش گلو ہونا بھی خدا کی دین ہی۔ واللہ ؎

کشتے کہ عشق دار نگذارد بہ شبیان   بجنازہ گر نہ آئی بمزار خواہی آمد

اور مجھے یہ غزل اسقدر پسند ہی کہ اسکے ایک ایک مصرع پر جان دیتا ہون ایک مصاحب نے کہا حضور غزل ہی ایسی ہی۔ اول تو خسرو کا کلام ہی شیخ شیراز نے انکی لیاقت کو تسلیم کیا تھا۔ دوسرے یہ کہ خسرو کے کلام مین اس غزل کو اور غزلون پر تقدم بالشرف ہی مطلع سے مقطع تک کسقدر موزون اور معنی خیز ہے۔ ع ۔

بیک آمدن ربودی دل و جان صد چو خسرو۔ سبحان اللہ سبحان اللہ

دوسرے مصاحب نے کہا۔ پیر و مرشد صبح کے وقت بھیرویں کی دھن مین بی مغل کی گلے بازی کیون نہ رنگ جمائے واللہ ہم نے گانے والے اور گانے والیان ہر ملک کے قوال سُنے مگر اس کافر بد کیش نے ایسی پیاری آواز پائی ہے کہ جس محفل مین گائے صغیر و کبیر سب کو لٹا دے۔ خدا کی دین واللہ خدا کی

دین ہیں۔ بی مغل بھی چبوترے پر بیٹھی سن رہی تھیں۔ اٹھی شہ پائی تو اٹھیں اور قریب آن کر پوچھا۔ کیوں دور از حال آج طبیعت بے لطف کیوں ہے۔

ہمایوں فر نے کہا پریشانی نے دائرۂ اعتدال سے باہر قدم نکالا ہے طرح طرح کے خیالات دل میں جگہ پاتے ہیں مگر تسلی دیتا جاتا ہوں۔ ع۔ بید لیم ہنوز ببینم چہ میشود۔ مصاحبوں نے کہا خداوند سوچ اور فکر کیسی۔ شادیانے بجانے کا موقع ہے یا غور اور فکر کا۔ حضور مراد دل بر آئی۔ مغل شوخی کے ساتھ بولی۔ چاند سی دلھن پائی خوشی منائیے۔ بے چینی کا کیا سبب ہے۔ نہیں جی میں بڑے تڑکے سے حضور کی یہی کیفیت دیکھ رہی ہوں مگر اب تک عمداً خاموش رہی اتنے میں دو چار مصاحب اور آئے۔ چاء آئی۔ سب نے ملکر پی۔ مصاحبوں نے کہا حضور اب تو دھوپ نکل آئی۔ اندر چلیں حضور مرزا ہمایوں فر ایک بجے سجائے کمرے میں بصد شان شہریاری متمکن ہوئے ادھر ادھر رفیق بیٹھے تھے گپیں اُڑ رہی تھیں کہ دروازے پر بھیڑ لگ گئی اور یہ آواز آنے لگی ہمیشہ دلبر سجان مبارک باشد ایں! کون ہے یہ بھانڈ کہاں سے آگئے۔ تادر۔ محمود دیکھو تو دیکھتے ہیں تو کوئی بیس بھانڈ دروازے پر مستعد۔ ع ہمیشہ دلبر سجان مبارک باشد ہمیشاں دلبر سجان مبارک باشد۔ کئی آدمی بل کے گا رہے ہیں۔ کچھ تال دیتے جاتے ہیں دھما چوکڑی مچی ہوئی ہے۔ مرزا اکبر بیگ نے پوچھا بھئی آج کس بات کا انعام مانگنے آئے ہو کہیں کسی نے بہکا تو نہیں دیا۔ ایک بھانڈ بولا۔ قربان جاؤں بھلا ہم بہلنے والے لوگ ہیں۔ خضر کو راستہ بتانے کا دم داعیہ رکھتے ہیں۔ مرزا اکبر بیگ نے کہا۔ واللہ تم کو کسی نے چکما دیا۔ دوسرا بھانڈ آگے بڑھکر بولا۔ چلیے جس نے چکما دیا۔ اُس کا ایمان گیا مگر حضور شرعی قسم کیوں کھاتے ہیں کیا یوں یقین نہ آتا ماتی بڑی رحمی اللہ جھوٹ بھی کہے تو انسان باور کرے مگر۔ ع۔ یہ شکار کھیلے ہیں بر ملا انھیں ٹٹیوں ہی کی آڑ میں۔ مرزا صاحب نے شہزادے سے کہا حضور یہ ہمارا کہنا نہ مانیںگے ایک تو سنک چکے ہیں اگر ذرا اور بولا تو بس پھر اللہ دے اور بندہ لے۔ یہ نقشہ ہوگا ایک بوڑھے اور موٹے تازے بھانڈ نے توند مٹکا کر کہا خدا سلامت رکھے آج خالی خولی جانے والے کا منہ کالا۔ کسی نے ہم کو چکما دیا۔ کسی کو ہم چکما دینگے مرزا ہمایوں فر نے لالہ کالی چرن کو جو ڈیوڑھی کا حساب لکھتے تھے۔ حکم دیا کہ ان کو جا کے سمجھا دو۔ لالہ جی نے گردن نکال کر کہا ارے صاحب آخر آج ہے کیا۔ اتنا کہنا تھا کہ بھانڈوں نے انکو آڑے ہاتھوں لیا اور پھبتیوں پر پھبتیاں ہونے لگیں۔ لالہ صاحب کی قطع عجیب و غریب دنیا سے نرالی تھی ایک بھانڈ نے کہا سچ کہنا کیکڑے کی کتنی ہوئی ہے۔ دوسرا بولا میں تو سونس معلوم ہوتا ہے تیسرے نے کہا۔ الٰہی لکھنؤ کا خطہ برقرار رہے واللہ اس شہر کے کمہاروں کے ہاتھ چوم لینے کے قابل ہیں۔ سیر بھر کبھی کی مٹی لیکر ایسا بنایا کہ سچ مچ کا بن مانس معلوم ہونے لگا چوتھے نے کہا استاد دم کی کسر رہ گئی۔ پانچواں بولا۔ پھر خدا اور بندے کے کام میں اتنا فرق بھی نہ رہے۔ لالہ جھلائے تو اِن لوگوں نے اور بھی بنانا شروع کیا۔ جو ٹھکرتا ہے ذرا سنبھلے ہوئے چلکت دیا ہی چاہتا ہے ذرا پیچھے ہٹکر، ارے خدا خیر کرے ہمارے شہزادے بہادر کے ہاں بھی طرح طرح کے جنور ہیں (مرزا صاحب کی طرف اشارہ کر کے) دیکھیے واللہ کے دریا کا مگر مچھ۔ دوسرا بولا مگر انسان کی قطع لیے ہوئے۔ اے حضور شیر خورے بھی حاضر

ہین اس وقت بڑھ کے حاتم کی گور پر اک لات لگائیے
مرزا اکبر بیگ نے کہا۔ یارو یہ کیا بے وقت کی شہنائی بجاتے ہو
ایک بھانڈ گھوڑا بنکر ہنہنانے لگا۔ ہین ہین ہین ہین
گھوڑے ہین۔ دو باگے ہین۔ تہاگے ہین۔ رکھائین کھلی لید
کرین بھوسا (دوسرا) واہ لندن کے عجائب خانے بھیجے
(تیسرا) ہم تو شہزادے کے چڑیا خانے مین بھیجین گے۔ جہان
سونس اور مگر مچھ ہین (چوتھا) واہی ہے گھانس تو نہین کھا گیا
کجا گھوڑا کہا چڑیا خانہ گھوڑا اصطبل مین بندھتا ہے یا چڑیا خانے
مین نرے چونچ ہی رہے اُس نے کہا ہائے اتنا بھی نہ سمجھے
تم اس سے نکال دیے جاؤ گے۔ ارے بیوقوف جب یہ جانگلو
(لالہ اور مرزا کی طرف اشارہ کر کے) شہزادون کے دربار
مین بار پانے لگے تو گھوڑے اور گدھے مین فرق کیا باقی رہا
چاہیے طویلۂ خر مین ترکی تازی (عراقی کو باندھو چاہے
تبیلے مین۔ مرزا صاحب سخت خفیف ہوئے حضور غلام
اسی لیے ان کے منہ نہین لگتا تھا۔ یہ بڑے منہ زور ہوتے ہین
مانتے کس کی ہین۔ شہزادے نے کہا اب خرابی تو یہ ہے کہ ابھی
کشتی دو آبۂ امید و بیم مین ہے۔ یا پار یا ہم اور منجدھار۔ رفقا
نے کہا اے حضور بھلا ایسی بات ہے۔ اسکا تو خیال ہی نہ کیجیے
ایک طرار بھانڈ کودتا ہوا سامنے آیا۔ ہین ہین ہین ہین
اور یہ بچھڑے تو مان کے پیٹ ہی سے سرپٹ دوڑنے لگے تھے
پیر سے گھوڑے کی کچھ نہ پوچھو۔ ایک بھانڈ بڑھکر بولا۔ اپنی اپنی
قسمت اپنا اپنا نصیب ہم ایسے اور ہم ایسے اور حضور
کے دربار مین جگہ پائین (لالہ کی طرف) ایسے تیسے۔

استبازی شدہ مجروح بہ زیر پالان	طوق زرین ہمہ در گردن خر می بینم

لالہ نے جھلا کے کہا کلمات سقط زبان پر نہ لاؤ۔ بھانڈ بولا

اس لب و لہجہ کے صدقے۔ مرہون قلمدان دندان شکستہ ہوئے
جیسی سی دو دندان اندرون حلق کردیون (دوسرا) واہ
لالہ بکھولی بل لالہ اور جھلائے۔ ایک بھانڈ نے دوسرے
سے پوچھا بھلا شخص تو کرو یہ بن مانس یہان کیونکر آیا کسی نے
کہا چڑیمار لایا ہے۔ کسی نے کہا راستہ بھول کے بستی کی طرف
نکل آیا ہے ایک نے بڑھ کر بآواز بلند کہا۔ واہ یون نہین کہتے
کہ چارنی صاحب (سرکس والے) کے ساتھ کا بن مانس کٹہرا
توڑ کے بھاگ آیا۔ اس پر لالہ اور جھلائے۔ تو اور بنائے
گئے۔ حضور خدا جانتا ہے منہ بنانا خوب سکھلایا ہے جانور کو سکھانا
ذری مشکل ہے مگر بنتے بھی خوب ہین (مرزا اکبر بیگ)
مرزا صاحب نے کہا یارو ہم نے کیا بگاڑا ہے الغرض شہزادے
نے ایک بھانڈ کو بلا کر کہا تم لوگون نے آج واقعی بے وقت
کی شہنائی بجائی۔ بس چلتا تو شہر سے نکلوا دیتا۔ بھانڈ نے
کہا اے سبحان اللہ۔ ریاست کے معنی بھی یہی ہین ایک اشرفی
دیکر بھانڈون سے نجات ملی سابہ سُنئے کہ شہر بھر مین دھوم
مچ گئی کہ مرزا ہمایون فر کے ہان بھانڈ آگئے ہین۔ یہ شادی کے
بعد جاتے ہین یا قبل۔ اجی حضرت آپ تو نصیر الدین حیدر کے
وقت کی باتین کرتے ہین بھوکون مرتے ہین کوئی ٹکے کو بھی
نہین پوچھتا اب وہ ضرورت کو دیکھین یا قبل اور بعد کو۔
شہزادہ ہمایون فر کی شہر مین بڑی قدر و منزلت تھی جب نمشتا
توش ہوا ہر کوچہ و برزن مین چرچا ہونے لگا کہ شہزادہ کا نکاح قرار
پایا ہے اب خوب تیاریان ہونگی وہ تین دیکھنے مین آئینگی۔
پرنس ہمایون فر بہادر کی ڈیوڑھی پر جو بھانڈون نے گانا شروع کیا تو
بڑی بیگم کے مکان پر آواز گئی تو سپہر آرا اور گیتی آرا جھروکے کی راہ
سے دیکھنے لگین گیتی آرا کو حیرت ہوئی کہ اسقدر جلد خبر کیونکر مشہور ہو گئی

عباسی مہری نے کہا حضور کچھ سنا ہمایون فر بہادر کے ہان کشمیری بھانڈ آئے ہین۔ عید پیچھے تو سنا تھا اللہ جانے کیا کہین مگر شہزادے تو ہین ہی دس پندرہ انعام کے دلوا دئے ہون گے۔

حسن آرا اور جہان آرا جو کوٹھے پر آئین تو گانا سن کر چونکین این! یہ لڑکا کس کے ہان ہوا پڑوس مین۔ کیا ہمایون فر کے ہان کسی کے لڑکا ہوا۔ عباسی ذری جا کے دریافت کرنا ہم جانتے ہین ہمایون فر کی بڑی بہن آج کل یہان ہی ہین۔

عباسی بولی حضور مین تو ابھی ابھی وہین سے چلی آتی ہون لڑکا وڑکا کسی کے بھی نہین ہوا۔ کشمیری (بھانڈ) آئے ہین وہی گا رہے ہین۔ ایک مسخرے نے توند مٹکا کر کہا۔ میرے گھوڑے کی کچھ نہ پوچھو یہ مان کے پیٹ ہی سے کودتا اچھلتا نکلا تھا۔ اس پر حسن آرا اور اُن کی بہنین کھلکھلا کر ہنس پڑین۔

اتنے مین ہمایون فر کوٹھے کے اس مقام پر گئے جہان سے بڑی بیگم کی مہتابی کا سامنا تھا۔ عباسی نے دریچے کو بند کیا پھر کھولا اور پھر کسیقدر بند کر دیا۔ ہمایون فر نے کہا۔ ہائے دریچہ کیا عاشق کی چشم نیم باز ہے۔ ایک مغلانی نے کہا۔ بڑی سرکار آگئین۔ پیچھے پھر کر دیکھا تو بڑی بیگم۔ سب بہنین اُنکی طرف مخاطب ہوئین ہمایون فر یہ شعر زبان پر لائے ؎

نہین روزن جو قصر یار مین پروا نہین ہمکو
نگاہ شوق رخنہ کرتی ہے دیوار آہن مین

مسیحا تم تو تھے ای جان جان سارے نفیون کے
نصیب دشمنان کیون ہو گئے بیمار کیا باعث

صبح کے وقت ایک غیرت مہر و ماہ۔ ناوک نگاہ خواب ناز سے بیدار ہوئین۔ گردش بہار کی جوانی اور صبح صفا پرور کی گلفشانی سے آنکھون کو نور سرور حاصل ہوا۔ گو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آہستہ آہستہ چل رہی تھی مگر خادمہ خوش سلیقہ بھی سرھانے کھڑی ایک نازک اور خوشنما پنکھا جھل رہی تھی چلی عباسی بن ٹھن کے سامنے آئین ادب کے ساتھ آداب بجا لائین۔ مغلانیان اُٹھین بندگی عرض کی بیگم صاحب نے منھ دھویا مغلانیون نے چوٹیان سنوارین۔ بیگم صاحب نے ایک سفید اور سادہ دوپٹا اوڑھا۔ عطر ملا۔ اور گلگشت چمن کے لیے چہان چپان چلین خانۂ باغ مین آئین تو ہر برگ و بار کو مسرت افشان پایا۔ باد عطر بیز کے اہتزاز سے غنچۂ دل کھل گیا گلون پر نظر پڑی تو شگفتہ جبین۔

عباسی نے کہا۔ اہو ہو ہو۔ کیا سہانا سمان ہے۔ خدا کرے روز تڑکے تڑکے آنکھ کھل جایا کرے۔ ہم مین تو یہ بڑی نحوست ہے کہ بے آٹھ بجے آنکھ کھلتی ہی نہین۔ جب سارے مین دھوپ پھیل جائے تب کہین آنکھ کھلے۔ مغلانی کو بدلا لینے کا اچھا موقع ملا۔ کہا سرکار کو دعا دو جن کی بدولت چین کرتی ہو نہین تو تم ایسی کو پوچھے کون۔ ٹکے کو تو کوئی پوچھے نہین۔ مہری کی بھلا کوئی اصل حقیقت ہے بھلا۔ دو چار روپیہ کی اوقات۔ آٹھ بجے تو شہزادیان بھی سو کے نہین اُٹھتی ہین تمھاری کون کہے۔ یہ پائجامہ اور یہ دوپٹا اور دو تین جوڑے اور ہو گئے یہ تو تمھاری کائنات ہے اسی پر یہ گمان۔

عباسی مسکرانے لگی۔ گمان! ابھی گمان۔ اللہ ہماری سرکار کو برقرار رکھے حضور کے طفیل مین چین کرتے ہی ہین۔ اللہ نے ہمین چین کرنا نصیب کیا چاہے کوئی جل مرے۔ تم نہین چین کرتی ہو تم پر ایسی کون تباہی آئی ہے۔ مغلانی نے عباسی کو از سرتا پا دیکھا اور گھور کر یون جواب دیا۔ بہت بل نکلی ہین۔ جب دیکھو طعنے ہی کی باتین کرتی رہتی ہو۔ کسی روز

منھ پکڑ کے جھلس دونگی۔ اتنا کہنا تھا کہ دونون مین گتھم گتھا ہونے لگی۔ مہری نے کہا منھ جھلس اپنے ہوتون سوتون کا۔ ہمارا منھ کیون جھلسے گی۔ مین نہ پکڑ کے دسپنے (دست پناہ) سے زبان نکال لونگی۔ بڑا گمان۔ بڑا گمان۔ کیسی وہن کے جلتی ہین تمھاری تبر تک سے واقف ہون مین۔ باتین اس سے بناؤ جو تم کو جانتا نہ ہو۔ فلانی آگ ہو گئی۔ سنا۔ عباسی فقط بیگم صاحب کا لحاظ کرتی ہون۔ یہین جہان کی ہو وہین پہونچا دیتی اور سنتو ہم نے دنیا کی ایک بات کہی۔ اے بس پنجے جھاڑ کے لڑنے لگی۔ کیا جانے کن سوئی شہدیون مین رہی ہی۔ عباسی انگلیان مٹکا کر آگے بڑھی جیسی آپ ہو ویسی ہی سب کو سمجھتی ہو۔ آپ ڈوبے تو جگ ڈوبا مین مارے ملاحظہ کے بولتی نہین تو ایک کی دس لگاتی ہے۔ جب دیکھو چغلی کھانے پر تیار۔ سانپ ڈسینگے منھ مین۔ اسپر ایک مہری نے جھڑک دیا۔ کیا واہیات کلمے زبان سے نکالتی ہو سویرے سویرے اللہ کا نام نہ رسول کا نام بھٹیاریون کی طرح سے لڑنے لگین اور دیکھتی جاتی ہین کہ حضور سامنے ٹہل رہی ہین مگر ایسی ڈھٹائی سے خدا بچے کہ دونون کی زبان کترنی کی طرح چل رہی ہو ادب ودب سب بھون کھایا عباسی ڈوپٹا سنبھالتی ہوئی بولی۔ تو بوا بتاؤ ہمارا اسمین کیا قصور ہو۔ ہم نے سرکار سے کہا کہ حضور سویرے سویرے آنکھ نہین کھلتی۔ آج تو تڑکے نیند اُچٹ گئی تو اس وقت ٹھنڈی ہوا کے جھونکے بڑی بہار دکھاتے ہین اسی بس اسپر لگی لام کاف زبان سے نکالنے۔ کہنے لگی حضور کی بدولت چین کرتی ہو۔ ہم نے کہا۔ کرتے ہی ہین تم بیٹھی اُنکے صدقے مین پیٹ پالتی ہو ہم ان کی جوتیون کے صدقے مین بیگم صاحب

کچھ یون ہی سے فاصلے پر ایک روش مین ٹہل رہی تھین اور کسی خیال ہین اسقدر محو تھین کہ دنیا اور مافیہا سے اس وقت واسطہ نہ تھا عباسی نے آگے بڑھکر کہا (حضور اسکے سبب سے ہماری ناک مین دم آگیا بات بات پر تنکتی ہے اور کوسنے لگتی ہو) بیگم صاحب نے کچھ جواب نہ دیا تو عباسی خاموش ہو رہی۔ اتنے مین ایک خادمہ نے آن کر کہا حضور لالہ آئے ہین۔ بیگم صاحب نے حکم دیا کہ حاضر ہون ہم اس انگور کی ٹٹی مین جاکے بیٹھتے ہین۔ اُن سے کہو حساب دیکھین۔ لالہ صاحب تشریف لائے۔ ناظرین سمجھ ہی گئے ہونگے کہ یہ کون بزرگوار ہین۔ یہ لالہ خوشوقت رائے ولد لالہ خورسند رائے ولد لالہ حسین بخش ہین۔ آخاہ حضور ہین۔ بسم اللہ تشریف لائیے۔ مزاج مقدس پرانی قطع کی دستار زیب سر اور چپکن زیب بر پانون مین گھیتلا جوتا۔ ہاتھ مین قلمدان آداب بجالائے ثریا بیگم نے پوچھا۔ لالہ کیا سردی معلوم ہوتی ہے یا لرزہ آتا ہو۔ تکلف دون لالہ خوشوقت رائے ولد لالہ خورسند رائے ولد لالہ حسین بخش نے کہا۔ حضور غلام خانہ زاد اس جامہ وار کا عادی ہو۔ نواب قمر الدولہ بہادر کے وقت مین آدمن کے درباریون کی یہی وضع تھی عباسی نے اس رائے کی تائید کی حضور میرے مکان کے پڑوس مولوی انوار رہتے ہین انکی بھی یہی وضع ہو۔ لالہ خوشوقت رائے نے آہ سرد بھر کے حضور اب وہ زمانہ کہان ہو۔ وہ وقت کہان۔ وہ بات کہان۔ وہ لوگ کہان۔ ع

ایسی ہین جیسے خواب کی باتین	وقت پیری شباب کی باتین

جناب والد کوئی چھ سو روپیہ ماہواری طلب پاتے تھے (راوی ہم (سبحان اللہ) مگر برکت (ہم وزن حرکت) ایسی تھی

غلام اور دو سیانے لڑکے میرے بڑے بھائی اور ہمشیرہ عزیزہ اور ان کے شوہر اور چچا صاحب اور ان کے گھر کے لوگ اور والدہ شریفہ بافراغت بسر کرتے تھے۔ دروازے پر دو دستے مقرر تھے۔ بیس جوان۔ اصطبل مین دو یابو۔ دو گھوڑے فیل خانے مین مادہ ہاتھی (بہت ہی خوب) اور بچہ فیل اور ایک شترنی (اونٹنی) اس فقرے پر ثریا بیگم کو بڑی ہنسی آئی کہا بس ایک ہی شترنی تھی کہ دس پانچ شترنیان! لالہ بولے بیگم صاحب ہاتھی دروازے پر جھومتا تھا۔ اب ایک گوشۂ عافیت مین جان بچا کے بیٹھے ہین ع۔ ذی غم وز دو ذی غم کاہ

تو پاک باش برادر مدار از کس باک
زنند جامۂ ناپاک گازران بر سنگ

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ لالہ خوشوقت رائے بے اختیار رونے لگے ہائے قمر الدولہ بہادر کو اب کہان پائین گے وہ محافل عشرت منازل اب سپنے مین بھی نہین نصیب ہین — (محافل اور سپنا) کتنے فصیح آدمی ہین۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ لالہ نے فرمایا۔

ز ہجر عضو طپیدن ترد چنان سر   که شد پیراہنم بال کبوتر

یہ حال دل زار ہر کہ لیکن گفتم نہ توانم (فارسی بھی بولے جاتے ہین) ثریا بیگم کو پھر بے اختیار ہنسی آئی کہا خوب آدمی ہو۔ لالہ۔ لالہ صاحب نے فخریہ یہ شعر فرمایا۔ مگر اونچے لب و لہجہ کے ساتھ۔

بعد مردن ببرای باد بجاے خاکم   که فشانند مصیبت زدگان بر سر خویش

اتنے ہی محلدار دوڑتی ہوئی آئی۔ ای حضور غضب ہو گیا ہائے آج پھر لٹ گئے ثریا بیگم دھک سے رہ گئین۔ عباسی کے ہاتھون کے طوطے اڑ گئے مغلانی نے کہا کہو تو آخر ہوا کیا۔ پاؤن تلے سے مٹی نکل گئی۔ لالہ خوشوقت رائے و لالہ خورسند رائے پگڑی سنبھالتے ہوئے چلے۔ محلدار نے کہا حضور آج پھر کوٹھری کھل دی گئی۔ ہائے رہا سہا بھی لے اڑا۔

ثریا بیگم جھپٹین کہ چل کے دیکھین تو مگر مارے رنج کے چلنا دوبھر ہو گیا بشرے سے جنون برستا تھا۔ چہرے سے وحشت نمودار تھی۔ چشم خونچکان۔ دیدۂ گریان۔ محلسرا مین گئین تو دیکھا کہ جس کوٹھری مین لالہ خورسند رائے کے (بہوت) شب کو سوئے تھے اس مین سیندھ لگی ہے۔ سیندھ دیکھتے ہی ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ہاتھ مل کر کہا۔ ہائے ہائے ذرا دیکھو تو کیا کیا لے گیا۔ مغلانی نے کہا حضور ادھر سے کود پھاند کر صحن مین آیا اور توشے کا دروازہ کھولا۔ کرنی کا قلفت (قفل) توڑا صندوق توڑے اب کیا جانے کیا کیا لے گیا ہوش و حواس کس کے ٹھکانے ہین۔ عباسی کی نظر ایک چھڑی پر پڑی۔ کہا حضور یہ لکڑی بھول گیا ہے۔ اسکو رہن (رہنے) دیجیے۔ اس سے پتا لگے گا۔

ثریا بیگم ایک مقام پر بصد مایوسی بیٹھ گئین اور کہا بس اب کمر ٹوٹ گئی۔ ہائے استانی جی ہم کو چھوڑ کے جانے چلدین اور یہان ہم کو لٹوا دیا وہ ہوتین تو یہ تباہی کاہے کو آتی اتنے مین پڑوس سے منہارن اور خواجہ صاحب کی (لونڈی) آئی بھوا کر۔ اف فوہ۔ اتنی بڑی سیندھ۔ اس ایک کی راہ سے تو سوا صندوق کا صندوق ثابت پٹارہ نکلا ہے۔ دولھن نے کوٹھے سے آواز دی۔ عباسی۔ ای عباسی۔ ہو عباسی عباسی نے کہا آئی حضور آئی۔ کچھ لوچیبے فر ہوی۔ ہائے لٹ گئی۔ اللہ کرے موئے نگوڑے کا جنازہ نکلے اور گھر کے بھیدی کا دم ٹوٹے۔

بیگم صاحب نے کمرے اور کوٹھریاں دیکھیں تو اسباب سب تتر بتر۔ زربفت اور کمخاب کے پائجامے اطلس کی گرنٹ کی کرتیاں بیش بہا دوپٹے سب پٹاروں سے ادھر اُدھر پڑے ہوئے دل ہی دل میں سوچنے لگیں کہ بڑے میاں کی عمر بھر کی کمائی ہم نے اس مکان میں گنوائی۔ آدمیوں کے بھوسے پر رہے اُنھوں نے لٹوا دیا۔ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ دو کوٹھریاں اتفاق سے بچ گئی تھیں انکو کھولا تو کسی قدر تسکین ہوئی مگر لباس گران بہا تلف ہونا سخت شاق تھا۔

دُلھن جان ڈولی پر سوار ہو کر آئیں سمجھایا کہ بہن وہ تمھاری قسمتوں ہی میں نہ تھا اب اس کا خیال نہ کرو مگر واسطے خدا کے اب ذرا ہوشیاری رکھا کرو۔ اتنے میں تھانہ دار صاحب دروازے پر آئے داروغہ خوشوقت رائے سے کہا پردہ کراؤ پردہ ہوا۔ تھانہ دار صاحب تشریف لائے۔ ادھر دیکھا اُدھر دیکھا سوالات کرنے لگے۔

سوال۔ رات کو اس کوٹھری میں کون سویا تھا اُسکو سامنے بلاؤ

جواب۔ شب کو بندہ اس کوٹھری میں سویا تھا دس بجے سے صبح تک۔

سوال۔ تمھیں کس وقت معلوم ہوا کہ سیندھ لگی۔ رات کو یا سویرے؟

جواب۔ دن چڑھے۔ چور نے سیندھ کو ٹٹے سے چھپا دیا تھا اور شب کو ذرا بھی کھٹکا نہیں معلوم ہوا صبح کو جمعدار نے اطلاع دی ورنہ ہمیں تو کچھ خبر ہی نہ تھی اور رات بھر اسی کوٹھری میں سویا تھا۔

سوال۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ شب کو کوٹھری میں آدمی سوئے اور اس کے تلے پر سیندھ دی جائے اور اسکو ذرا بھی خبر نہو کانوں کان خبر نہ ہو۔ آپ کتنے عرصے سے اس سرکار میں نوکر ہیں۔ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور سخت تعجب ہے آپ سوتے کے سوتے ہی رہے

جواب۔ میں ابھی دو ہی دن کا نوکر ہوں۔ پیشتر کبھی کیونکر دیکھتے آپ۔

سوال۔ تمہارا مکان کس شہر میں ہے اور کس کی ضمانت پر نوکر ہوئے

جواب۔ اس سرکار کے داروغہ کی ضمانت تھی مکان یہیں ہے

ثریا بیگم کی روح تک لرزتی تھی کہ خدا ہی خیر کرے بہت بڑے بھیسے مال کا مال گیا اور یہ سخت آفت کا الگ کھٹکا ہے یہ وہی تھانہ دار صاحب تھے جو اُستانی جی کے ہاں آئے تھے اور جوگن پر جان دیتے تھے اتنے میں ایک کانسٹبل نے کہا حضور وہ جو مرزا اس مکان میں رہتے ہیں وہ دیکھتے تھے جب چور بھاگا۔ حکم دیا کہ ان کو بلاؤ اور نہ آئیں تو ہم خود وہاں جائیں۔ تھوڑی دیر میں مرزا جی آئے۔ تھانہ دار سے صاحب سلامت ہوئی پوچھا کیا آپ اپنے مکان سے دیکھتے تھے۔

مرزا جی کچھ کہنے ہی کو تھے کہ اُنکے خدمتگار نے کہا حضور یہ تو غافل سو رہے تھے۔ میں نے البتہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ جو نڈی سی رہتا ہے گیتو لکڑہارے کی دُکان کے پاس ہی تھا مرزا صاحب نے کہا تمکو کیونکر معلوم ہوا کہ وہی تھا خدمتگار نے جھڑک کر جواب دیا۔ اجی۔ تم کو ان باتوں میں کیا دخل ہے ناحق بن ناحق کی ٹیں ٹیں لگائی ہے۔ اس پر کانسٹبل اور تھانہ دار اور لالہ خوشوقت رائے اور مغلانیاں مہریاں سب ہنس پڑیں۔ گو ثریا بیگم کمال ملول تھیں مگر ہنسی نکل گئی اور اس زور سے ہنسیں کہ مرزا جی کے کان تک ہنسی کی آواز آئی

ناظرین شاید تاڑ گئے ہوں کہ مرزا جی کون تھے اور اُن کے منہ لگے خدمتگار کا نام کیا تھا۔ یہ رونیو ایجنٹ۔ وہ سلار بخش یعنی میان سلارو۔

تھانہ دار صاحب تحقیقات کر کے بلے ہوئے۔ اِدھر ثریا بیگم فرط غم سے علیل ہو گئیں۔ کہا اُطمن جان ذری دیکھو تو تپ کی آمد آمد ہی۔ مُطمن جان نے پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ کہا ہاں بند اچکا ہی۔ دو تین گھنٹے میں بیگم صاحب کو جوڑی آئی۔ داروغہ جی کو حکم ہوا کہ جا کے کسی ڈاکٹر کو بلا لاؤ۔ داروغہ خوشوقت رائے ایک ڈاکٹر کے پاس گئے۔ جنکا نام رجب خان تھا ڈاکٹر صاحب سے کہا چلیے حضور سرکار نے یاد کیا ہے۔ تشریف لے چلیے۔

ڈاکٹر صاحب کچھ سوچ کر بولے اچھا ذرا ٹھہر جائیے میں دو چار شعر کہہ لوں تو چلوں۔ داروغہ خوشوقت رائے بہت ہی خوش ہوئے۔ کہا۔ اچھا قلم دوات کاغذ منگوائیے تو فدوی بھی حضور کی مدح میں کچھ عرض کرے۔ قلم دوات کاغذ آیا۔ لالہ خوشوقت رائے نے قلم کی ٹھوی کو ایڑ دی۔

در مدحیہ[1] بابو رجب خان از سر مصرع تام[2]

ب۔ بجان وہ دل جو سر و قت دوا ہی
ا۔ ادائے فرض میں وہ بے بہا ہی
ب۔ بآسانی مریضوں کو شفا ہو
و۔ ولی اس فن کا گر سب سے بجا ہی
ر۔ سدا راست اور ریاضت میں ہیں لا
ج۔ جگہ دل میں مریض کا دوا ہے
ب۔ بخوش خلقی عطا ہوتی ہے از دو
خ۔ نعم احسان کا لو ر اک بھرا ہی

ا۔ اگر ان پر کہیں لفظ اڈرکیب
ن۔ یقین دل کو جگہ شک بر ملا ہی
ج۔ جہان میں ہر جگہ اُن کی صفت ہی
ی۔ یہی دل سے تمنائے دعا ہی
ڈ۔ ذکارین آئین نسخہ ایسا لکھے
ا۔ ادائے حق حکیموں پہ روا ہی
ک۔ کروں کیا وصف جو ہر دو جہاں میں
ٹ۔ ٹھکانا نیک بد کا ایک جا ہی
ر۔ رہے نظر دفا بار بسیاری
گ۔ گلوں میں خار بھی ہر جا چھپا ہی

[1] در مدح نہیں۔ در مدحیہ۔ آپ کی اس مدحیہ کے صدقے۔
[2] از سر مصرع تام۔ آگے آئیے۔
[3] سر رفتہ کے ہجے آج معلوم ہوئے ہجے کیسے ہجے۔
[4] مرض بتحقیق سنتے تھے۔ کہ وہ دوسے تلخ ست از مرض مگر یہ آج معلوم ہوا کہ لفظ مرض ہی۔ میم سے زیر مرہ۔
[5] واہ واہ۔
[6] سبحان اللہ سبحان اللہ۔ حضرت خوشوقت تو اولیا نکلے۔
[7] یعنی جس مریض کی دوا ہو اُسکے دل میں اُنکی جگہ کریں۔
[8] دارو ضرور ہو۔ اودھیلے کی یا جوں اور اودھیلے کی دواجوں جب مشفق لیں۔ اگرچہ بس ست ہمین قدر بس ست۔
[9] جواب بے خار دکنہ ہوا۔
[10] کیا خوب۔ یہ ہجو ہیچ ؟ !
[11] جواب نہیں رکھتے شاعری کے پہتر گاڑ دیے
[12] کتنا مضمون خیز شعر ہی۔ قلم توڑ دیے چشم بد دور۔
[13] یعنی نیک اند بد و بد اندر نیک۔ کیا کتا ہی حضرت۔

پیدا نظر وفا نے جان ڈال دی۔ نظر تحسین غلط۔

ہے۔ بہار قلعہ خوشوقت رائے کا تخلص ہے۔ کیا خوب بنا ہے۔ ملا این! یہ مصرعے کا مصرع برائے وزن بیت ہے۔ واہ حضرت بہار چہ خوش چرا نباشد۔ خوب سوجھی۔ شاباش شاباش اس (مدحیہ) سے ڈاکٹر صاحب کا نام نکلتا ہے۔ بابو رجب خان جی۔

ڈاکٹر۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ جی کے لفظ کے صدقے

ڈاکٹر صاحب کی خدمت مین یہ اشعار پیش کیے۔ بہت خوش ہوئے سوار ہوئے بیگم صاحب کے مکان پر آئے۔ داروغہ خوشوقت رائے نے اطلاع دی کہ ڈاکٹر صاحب آئے ہین۔ پردہ کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب محلسرا مین تشریف لائے نبض دیکھی مزاج کا حال پوچھا۔ عباسی نے کہا حضور ابھی سویرے تک اچھی تھین مگر جب سے چوری کا حال سنا طبیعت پریشان ہو گئی اور آپ ہی آپ تپ آگئی۔ اب اس وقت تو حضور نے دیکھا ہی۔ تپ کس قدر کی تیز ہے اور پیاس اسقدر کی ہے کہ بات بات پر پانی مانگتی ہین۔ زبان اور لب خشک ہوئے جاتے ہین اور کہتی ہین کہ تالو مین کانٹے پڑے ہوئے ہین۔

ڈاکٹر صاحب نے ایک نسخہ لکھا۔ کہا راس اینڈ کمپنی سوداگرون کی دوکان سے یہ دوا منگوائی جائے اور دو دو گھنٹے مین ایک ایک نشان دوا دیجائے بوتل پر دس نشان بنے ہونگے اور پیاس لگے تو تھوڑا سا برف کا پانی دیجیے اور ایک ایک دانہ انار کا۔ کمال نازک ہے۔ دروازے چار دن رات کے بند کر دیجیے اور خس کی ٹٹی کی ہوا بالکل سامنے سے ہے مگر کمرے مین ٹٹیان ہون اور پنکھا ذرا نہ موقوف ہو۔ غذا اسیوقت موقوف۔ سہ پہر کو سیگو پانی مین دیا جائے مگر شکر نہایت کم ہو

دو دن تک ڈاکٹر کا علاج رہا۔ تیسرے دن ثریا بیگم بہت علیل ہو گئین۔ اُس وقت سوچین کہ یا خدا اگر مین مر گئی تو یہ باقی ماندہ زیور اور نقد کون لیگا۔ اُستانی جی کا خط آچکا تھا کہ مین آج باندے سے روانہ ہوتی ہون مگر ایک ہفتے تک تم سے نہین مل سکتی۔ راہ مین ایک جگہ ٹکونگی۔ اُن کے نام خط نہین بھیج سکتی تھین طبیعت کے اضمحلال سے انکو شک کی جگہ یقین تھا کہ اب کی نہ بچین گی۔ اس وقت انکو افعال بد پر کمال افسوس ہوا۔ اور انھون نے اپنے دل مین توبہ کی اور کہا خداوندا گو مین اپنی والدہ سے لڑکر اور انکو دکھ دیکر گھر سے نکل آئی مگر تو ہی جانتا ہے کہ میرا دامن لوث عصیان سے پاک ہے۔ گو جوان تھی اور مطلق العنان تھی لیکن ناموس کا ہر قدم پر خیال رکھا۔

سوچین کہ حسن آرا بیگم کو خط لکھین۔

ثریا بیگم کی علالت نے طول کھینچا اور دو ہی چار دن مین نہایت ضعیف ہو گئین یہان تک کہ پلنگڑی سے پانچ سات قدم جانا اور پھر آنا بھی محال تھا۔ اُٹھین اور تیورانے لگے چلین اور پاؤن ڈگمگانے لگے۔ نازک اندام تو تھین ہی اس بیماری نے اور بھی چُور چُور کر دیا۔ تین دن تک ڈاکٹر صاحب کا علاج رہا مگر بد پرہیزی کے سبب سے مرض بڑھ گیا۔ اُسکے بعد ایک حکیم سے رجوع لائین۔ علالت نے اور بھی طول کھینچا۔ حکیم صاحب نے کوشش بلیغ کی کہ مرض کی بیخکنی کرین مگر جو دوا دی اُس نے برعکس نتیجہ دکھایا۔ ثریا بیگم بیچاری حیران و پریشان کہ کس سے مشورہ لین اور کیا کرین۔ جب بہت بیزار ہوئین اسی دن سوچی تھین کہ حسن آرا بیگم کو خط لکھین

ساتوین روز لالہ خوشوقت رائے کو بُلا کر کہا کسی اچھے منشی کو لاؤ تو ہم ایک خط لکھوائین - لالہ خوشوقت رائے کو زعم تھا کہ ہمسے بڑھ کر کون منشی ہی - کہا عرض کرون حین شاہی سے آجتک لالہ خوشوقت رائے بہادر سے کوئی فرد البشر جو شکم مادر سے تولد ہوا ہی نثر یا نظم مین مقابلہ نہ کر سکا - عاری بسجع مقفّیٰ مرجز ادق سہل ممتنع جس قسم کی نثر کہئے لکھدون - بیگم صاحب نے کہا - اچھا اسوقت نیند آتی ہی شام کو خط لکھوائینگے - یہ کہکر بیگم صاحب نے ایک نہایت ٹھنڈے اور صاف شفاف کمرے مین آرام کیا - دروازے چوطرفہ سے بند - پنکھا چل رہا ہی اور خس کی ٹٹیان برابر چھڑکی جاتی ہین - پانچ بجے کے وقت بیگم صاحب خواب ناز سے بیدار ہوئین - مُنہ دھویا - گلوری کھائی اور عباسی سے باتین کرنے لگین - عباسی حسن آرا بیگم کے نام خط کس سے لکھوائین - اس بوڑھے کو اپنی لیاقت کا بڑا زعم ہے مگر چھپتا نہین - عباسی نے کہا قربان جاؤن یہ لاکھ پڑھ لکھ جائے مگر ہندو آخر ہندو ہی - ہندو یہ باتین کیا جانے کسی مسلمان سے لکھوائیے اور وہ بھی شہر کا ہو - نات شہر کا رہنے والا اگر حضور حکم دین تو مین ایک صاحب کو بلا لاؤن ثریا بیگم کو عباسی کی باتین پسند آئین - بولین - لاؤ تو سب کچھ مگر ایسا ہو کہ درد دل پر آگہی پا کر افشائے راز نہ کرے اور جو بھید کھل گیا تو کیا - اس سے تو نہ لکھوانا ہی اچھا ہی - عباسی نے سوچ کر کہا - حضور کیا مجال ہی - جرأت کھلنے پائے - کہین ایسا ہو سکتا ہی بھلا - اسی وقت جوڑا بدلا اور چلین جھٹپٹے وقت محلسرا مین داخل ہوئین عرض کیا حضور وہ حاضر ہین آدمی حسین اور جوان اور شریف زادے ہین - ایسا خط لکھین کہ حضور بھی پھڑک جائین - حکم ہوا چق کے پاس آئین مگر شرط یہ ہی کہ میلے کپڑے نہ پہنے ہون - عباسی نے اپنے دل مین کہا جب دیکھو گی تب قدر عافیت معلوم ہوگی کہ کپڑے میلے ہین یا اُجلے - عباسی نے آہستہ سے کہا بی خلانی میر صاحب کو آنے دو - میر صاحب کھٹ کھٹ کرتے ہوئے کوٹھے پر آئے کرسی بچھی تھی - آ بیٹھے ثریا بیگم صاحب نے ازسرتاپا نظر ڈالی - چھریرا بدن - اکیس بائیس برس کا سن نہایت ملیح - سبزۂ گلگون - خوش قطع - خوش وضع بیگم صاحب سے یون گفتگو ہونے لگی -

بیگم - اسم شریف -

میر - خاکسار کو میر محمد محسن کہتے ہین -

بیگم - دولت خانہ -

میر - غریب خانہ اسی اُجڑے دیار مین ہی -

بیگم - تعلیم کہان پائی -

میر - فرنگی محل مین -

بیگم - آپ تخلص کیا کرتے ہین -

میر - خاکسار کا تخلص آزاد ہی -

کیا خوب خط لکھنے آئے وہ بھی آزاد ہی بن بیٹھے -

آزاد کا نام سنکر بیگم صاحب کا دل مسرور ہوگیا - بار خدایا جس طرح اس آزاد سے باتین کرتی ہون اُسی طرح اُس آزاد سے بھی باتین کرون - سچ الٰہی وہ بھی آجائین جنھین ہم یاد کرتے ہین -

بیگم - میر صاحب آپ سے ایک خط لکھوانا ہی -

میر - بسم اللہ جب ارشاد ہو -

بیگم - وہ میرے درد دل کا اظہار ہی -

میر - بجا - مین لکھدونگا -

بیگم - مگر ایک شرط ہی -

میر - فرمائیے - بسر و چشم منظور -

بیگم۔ سوائے آپ کے اور کوئی نہ سننے پائے۔

میر۔ غیر ممکن ہے۔

بیگم۔ کیون۔ کیا منادی کرو دگے۔

میر۔ مین اور میرا خدا یہ دونون واقف ہو جائینگے بس۔

بیگم۔ (مسکرا کر) سبحان اللہ۔

میر۔ (ہنسکر) معاف فرمائیے گا۔

بیگم۔ مجھے اس قسم کا مذاق پسند ہے۔

میر۔ ہان! الحمد للہ۔

بیگم۔ تو جناب میر صاحب مین حال عرض کرون۔

میر۔ بسم اللہ فرمائیے۔ اور ضرور۔ ہان۔

بیگم صاحب نے بصد حسرت اپنا حال زار بیان کیا اور کہا

عجب دردیست جانم را اگر گویم زبان سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

بیگم صاحب نے کہا مین بتاتی جاؤن اور آپ لکھتے جائین یا پہلے سن لیجیے پھر لکھیے جو پسند ہو۔ یہ آپ ہی کی راے پر منحصر ہے۔

میر صاحب نے کہا آپ سب فرما جائین مین اپنے طرز پر لکھکر سنا دونگا۔

اتنے مین ڈاکٹر صاحب آگئے۔ ثریا بیگم نے کہا اگر خلاف طبع نہ ہو تو ذری دس بار منٹ کے لیے اس کمرے مین بیٹھیے میرے پرانے معالج حکیم صاحب آئے ہین مگر آج خدا جانے ڈاکٹر صاحب نے بن بلائے کیون تکلیف کی۔ میر صاحب اٹھکر دوسرے کمرے مین گئے۔ عباسی کو اشارے سے بلا لیا کہا عباسی۔ خدا کی قسم ایسی صورت دکھائی ہے کہ جی چاہتا ہے تمھارے صدقے ہو جاؤن۔ چاند کا ٹکڑا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے نبض دیکھی مزاج کا حال پوچھا بیگم صاحب نے کہا کیون ڈاکٹر صاحب برف کی تاثیر کیا ہے۔ کہا۔ سرد۔ برف کی تاثیر سرد ہے۔ بیگم صاحب نے حکیمون کی راے ظاہر کی یونانی طبیب تو برف کو گرم بتاتے ہین۔ کہا اگر پانی مین ڈالکر پیجیے تو سرد ہے۔ لیکن چبانے سے گرمی پیدا کرتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب تشخیص اور علاج مین اچھے تھے مگر سائنس نہین جانتے تھے

ثریا بیگم نے کہا حکیم صاحب نے ہمین مونگ کی دال اور کھچڑی کھلا کھلا کر مار ڈالا روز بروز طاقت گھٹتی جاتی ہے۔ اور وہ عمل تجویز کرتے ہین۔ ڈاکٹر کو کمال رنج ہوا کہا! اور اس حالت مین! لاحول ولا۔ بس یہی تو ان لوگون کے علاج مین نقص ہے کہ مریض کو عمل دے دے کر مار ڈالتے ہین اور جب مریض کمزور ہو گیا تو علالت غالب ہو جاتی ہے اور طبیعت مغلوب۔

عباسی ڈاکٹر صاحب کی دشمن تھی اور ہمیشہ کوشش کرتی رہتی تھی کہ ثریا بیگم کے مکان مین نہ آنے پائین۔ ڈاکٹر صاحب نے حقہ مانگا تو عباسی نے بات ٹال دی۔ بیگم صاحب سے دریافت کیا کہ ڈھمن جان جائین یا بیٹھین۔ وہ فرماتی ہین کہ مین بیٹھے بیٹھے اُکتا گئی۔

ثریا بیگم۔ اچھا ڈاکٹر صاحب کو پان دیکر رخصت کرو۔ تو پھر بلاؤن

عباسی۔ حضور پان تو لینے گیا ہے جب آ جائے تب کہین لائے

ڈاکٹر صاحب۔ جی دیکھو گلوریان بنی ہونگی دو چار لاؤ جا کر بی عباسی۔

عباسی۔ (اپنے دل مین) زہر لاؤنگی تیرے واسطے موا درگور

ثریا بیگم۔ بی مغلانی۔ اے مغلانی دو گلوریان ڈاکٹر صاحب کے واسطے لاؤ۔ مگر لپٹا ہوا اچھا ہو۔ عمدہ گلوریان لاؤ۔

مغلانی چار گلوریان خاصدان مین رکھکر لائی۔ ڈاکٹر صاحب نے چارون گلوریان اٹھائین۔ دو کھائین۔ دو ہاتھ مین لین اور رخصت ہوئے۔ عباسی تو ان سے خار کھاتی تھی ہجو کرنے لگی

کس حکومت سے حقہ مانگا تھا۔ ذرا حقہ تو لاؤ۔ پان تو کھلاؤ۔ گلوریاں تو بناؤ۔ اور موا ہے جو حکیموں کی کرے اور سارے کلنٹے اسی کے بوئے ہوئے ہیں حکیموں کا کیا مقابلہ کریگا برف کو سرد بتاتا ہے۔ جو سرد ہے تو کھانا کیوں ہضم ہو جاتا ہے۔ ٹھنڈی چیز بھی کہیں ہاضم ہوئی ہے۔ میں تمک جانتی ہوں اور وہ ڈاکٹر بنے ہیں۔ توبہ توبہ اتنے میں پھر چق کے ادھر ایک کرسی پر میر صاحب بٹھائے گئے اور باتیں کرنے لگے۔

میر صاحب نے کہا برف کو سرد بتاتے تھے۔ جی میں تو آیا کہ بحث کر بیٹھوں مگر میں نے کہا چلیے کہیں ہو رہو۔ ہاں صاحب اب آپ حال بیان کیجیے تو خط لکھوں۔ لکھیے تو سہی۔ انشاءاللہ۔

ثریا بیگم نے اپنا حال زار بیان کیا۔ میر صاحب چپ چاپ سنا کیے جب ثریا بیگم صاحب اپنی داستان ختم کر چکیں تو انھوں نے خط لکھا۔

ضراعت نامہ ثریا بیگم

بنام نامی

خاتون یوسف جمال ومہ لقا حسن آرا بیگم۔

وز غمِ بسیار تا شادیم ما	از فراموشان نسیا دیم ما

حضور حسن آرا بیگم کی خدمت میں عاجزہ ثریا بیگم آداب عرض کرتی ہے۔ حیرت ہوگی کہ یہ خط کس نے بھیجا ہے۔ طرز تحریر سے اجنبیت ظاہر ہوتی ہے نام سے واقفیت نہیں۔ ثریا بیگم کون ہیں کبھی کی جان نہ پہچان خالہ جی سلام۔ یا آپ دھوکے سے تو یہ خط نہیں کھول ڈالا مگر جب غور کیجیے گا تو سمجھ جائیے گا کہ میں کون ہوں۔ میں غمزدہ ستم زدہ یار جانی سے دور گوشہ نشین ملول ہوں۔ کیا بتاؤں کہ کون ہوں۔ مریض عشق ہوں اور بس۔ ع

میں کیا کہوں کہ کون ہوں سودا بقول درد	جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

میرا دل گلزار سراپا بہار تھا۔ اب اس گلشن میں آیا خزاں کا عمل ہے۔ اب اس باغ مینو آئین پر حسرت و ناکامی کی گھنگھور گھٹا چھائی ہے یا خدا مدد دے۔ یا خدا مدد دے۔ ع

شب تاریک و دلریشم رہ باریک و دل چشیم	نزار و زار با خویشم توئی غفار یا اللہ

میں نے اپنے کو خدا کے سپرد کیا۔ اب زندگی سے بیزار ہوں

بہارا ای ابر رحمت بر غبارم	دلم ہر زہ جولانی ندارم
بکارم کن ترشح آن چنان سر	کہ ہر ذرہ نسایہ دیدۂ تر
زر شک گردمن دریا تراود	شراب من انا الطوفان سرایم
ز تشنگی حالم خراب است	غبارم کاسہ لیس صد حباب است

آپ سے فقط اس قدر التماس ہے کہ اس نیاز نامے کو ذرا غور سے پڑھیے گا۔ بس۔

حسن آرا بیگم۔ میں بھی اسی مرض میں مبتلا ہوں جس میں تم مبتلا ہو۔ میں بھی اسی خنجر ناز کی شہید ہوں میری بھی اسی پر پر دم جان جاتی ہے۔ تم کو میرے ساتھ ضرور ہمدردی کرنی چاہیے لیکن ہم دونوں میں ایک بڑا فرق ہے تمھیں تو یہ خوشی ہے کہ جب آزاد پلٹا۔ ہاے لاکے مخفی رکھا۔ مگر نام زبان سے نکل ہی گیا۔ اس نام کے صدقے جی چاہتا ہے اس نام کو بوسہ لوں چوموں۔ ع

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا	کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لیے

تمکو اس قدر امید ہے کہ جب وہ شیر مرد روم سے واپس آئے گا تو تمھارے دل کی کلی کھل جائیگی منہ مانگی مراد ملجائیگی

مگر میان سالک ہے نہ بھادون سوکھے دونون برابر ہین ؎

اے بلبل مجھ سا نہ گل نودمیدہ ہون
مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون

خدا جانے اللہ نے کس منشا سے مجھے پیدا کیا - مین تو کسی مصرف ہی کی نہین ہون - ؎

گریان بشکل شیشہ و خندان بطرز جام
اس میکدہ مین آہ عبث آفریدہ ہون

ایک دن اپنے مکان فلک توامان رشک بہشت غنک سرشت مین بیٹھی ہوئی تکمہ رہی تھی کہ ایک مہری نے کہا آپکے میان کے پاس سے ایک آدمی آیا ہے اور خط لایا ہے مین نے افسوس کے ساتھ کہا کہ کیا دہ موا بوڑھا کھوسٹ ابھی تک زندہ ہے - آدمی کو دیکھا تو چپیں چکنیا - شہزادون کی سی صورت خوبرو اور نہایت حسین - دیکھتے ہی عاشق ہو گئی اور ایک مجھپر کیا فرض ہے جس نے دیکھا عاشق ہو گیا محفل مین ولیان شیرین کار کہتی تھین کہ کشادہ ہے اور غضب کا کشادہ ہے - ؎

بہ نیم غمزہ جہان جملہ قتل عام کنی | نعوذ باللہ اگر غمزہ را تمام کنی

ایک مقام پر میرا اور اسکا ساتھ بھی ہوا - مگر پاک محبت کا وعدہ ہوا کہ شادی ہو گی پھر باہم ذرا شکر رنجی ہو گئی مگر پھر گلے ملے ؎

گر ز دست زلف شکینت خطائے رفت رفت
ور ز ہندوے شما بر من جفائے رفت رفت

صفائی ہو گئی - لیکن میری قسمت مین داغ مفارقت لکھا تھا وہ پایا - اب مین ہون اور افسردہ دلی - مین ہون اور شکستہ دلی ؎

دل شکستہ بقرب خدائے راہبر ست
کہ شیشہ چون شکست در دکان شیشہ گر ست

تفرقہ پڑا تو ایسا کہ ہم کو ان کی خبر نہین - ان کو ہمارا حال معلوم نہین خط کیسا اب سلام نہ پیام - ہائے جس وقت مین سوچتی ہون کہ بیچارہ بیگناہ تڑپ تڑپ کے مر رہے بیٹھا گیا تو کلیجہ منہ کو آتا ہے - کجا وہ دن تھے کہ میان آزاد اور ہم ایک مقام پر بیٹھکر خوشی کے شادیانے بجاتے تھے اور ایک دن یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کی خبر ہی نہین اب بات کو طول کون دے - خلاصہ کلام یہ کہ آزاد ہم کو دھوکا دیکر چل دیے - مین نے کوشش کی کہ کچھ کھوج خبر لگاؤن مگر پتا نہ ملا آخرکار مسافرت اختیار کی اور ایک سرا مین پتا پایا - وہان ہی تھے ان سے صاف صاف کہدیا کہ آزاد تم کو تمہاری حسن آرا مبارک مگر ہم بھی اتنا کہے دیتے ہین کہ جب تک تم واپس آؤگے ہم جوگن کے بھیس مین رہینگے حسن آرا بیگم تم چاہے بھول گئی ہو مگر مین سچ کہتی ہون کہ تم سے بھی مل چکی ہون اور درد دل سے تم کو بھی آگاہ کر چکی ہون ایک وہ زمانہ تھا کہ اچھے اچھے ذی حسن نامے اور شریف زادے دعائین مانگتے تھے کہ اس لڑکی کے ساتھ بیاہ ہو اور ایک یہ زمانہ ہے ایک وہ وقت تھا کہ رنج اور غم سے واقف ہی نہ تھی - سنا ہی نہ تھا کہ رنج کسے کہتے ہین اور ایک یہ دن ہے ؎

مطرب بگو شم زد نوا او گریہ محزون گردش
ساقی بدستم داد مے پیمانہ پر خون گردش
شد ہر کہ گلے ہمرہم بے خانمان شد ہمچو من
ہاہر کہ بنشستم دمے چون خویش مجنون کردش

اس مین تو شک ہی نہین کہ میرے افعال بد نے یہ دن مجھے دکھایا مگر اب توبہ کر لی - اللہ یونہی تو بجا دہ ہوا گذشتہ را صلوٰۃ گنہگار ہون مگر پاک دامن - شرمسار ہون مگر عفیفہ - ؎

بازآ کہ از شرم گنہ سر تا قدم گم کردہ ام
کو ہے کہ در سر داشتم از گریہ ہامون کردہ اش

اب دو چار روز سے سخت علیل ہوں زندگی کی امید نہیں۔ ڈاکٹر کے علاج سے ذرا فائدہ نہ ہوا۔ حکیم کے علاج نے مرض کو اور بھی بڑھا دیا۔ امید زیست نہیں اگر اس وقت تین باتیں مانو تو احسان ورنہ شکایت نہیں مگر ذرا غور سے سن لو۔
اولاً۔ آزاد کہاں ہیں کوئی خط وط آتا ہے۔ پتا کیا ہے۔ اچھے تو ہیں۔
ثانیاً۔ آپ کی کوئی تصویر ہو تو ذری دو دن کے لیے بھیج دیجے۔
ثالثاً۔ اگر کوئی بات مانع نہ ہو تو یہاں تک آیئے یا مجھکو بلوایئے باتیں کر لوں۔ بس۔ پھر کسی سے واسطہ نہیں۔
اتنا لکھے دیتی ہوں کہ میں بھی شریف زادی بلکہ رئیس زادی ہوں کوئی ایسی ویسی نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ خانماں خراب ہوں تم کو اتنی ڈھارس تو ہے کہ آزاد کی بیوی کہلاؤ گی۔ اور ہم کو کچھ بھی نہیں۔ ع

شاد باش اے دل کہ فردا روز بازار جزا
ہر دو جز قتل ست گرچہ وعدۂ دیدار نیست

مگر ہم اس میں بھی خوش ہیں۔ تن بتقدیر۔ راضی برضا۔ ع

خواہی کن گرت گہر مے باید — خواہی راچہ ہنر مے باید
سررشتہ بدست یار دادیم بجان کہ دست — ہم ناز من و قدم ز سر مے باید

سر رشتہ بدست یار ہے اور جان بلب بھی ہیں اور دم بھی نہیں مارتے اور قدم بھی سر سے چلتے ہیں اب بھی اگر گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا تو افسوس کا مقام ہے۔

فقط۔ عاصیہ ثریا بیگم۔

خط لکھا کر عباسی مہری کو دیا کہ جاکے حسن آرا بیگم کو اپنے ہاتھ سے دے آؤ۔ میر صاحب کو دو روپیہ دے کر رخصت کیا۔ لا دین۔ میر صاحب نے کہا عباسی تم نے تو آج وہ صورت دکھائی کہ عہد اول یاد آتا ہے۔ ع ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ۔ یہ بتاؤ کہ آمد و رفت کیونکر پیدا کریں۔ عباسی تنک کر بولی سائیں ہوش کی دوا کرو۔ مردوے ان کے میاں سن لیں گے تو بن ناحق کا جھگڑا ہوگا۔ میر صاحب نے کہا۔ میاں شادی ہو گئی ہے۔ یہ کہیئے

عباسی مہری نے ڈیوڑھی پر جا کر پوچھا۔ یہاں کوئی عباسی لونڈی ہے۔ ناظرین خوب جانتے ہیں کہ ان دونوں کا نام عباسی تھا دربان نے کہا ہاں ہیں۔ کہلا بھیجا۔ ذرا سی دیر میں دوسری عباسی اندر سے آ گئیں۔ دونوں میں باتیں ہونے لگیں۔ ایک شوخ دوسری طرار۔ ثریا بیگم کی عباسی شوخ تھی اور حسن آرا بیگم کی عباسی بلا کی طرار۔ شوخ نے کہا اچھی تو رہیں بہن بہت دن پیچھے دیکھا۔ طرار نے جواب دیا ہاں دعا کرتے ہیں۔ آؤ۔ شوخ عباسی نے کہا بہن حسن آرا بیگم کے نام ایک خط لائے ہیں مگر کسی کے سامنے نہ دینگے۔ طرار بولی۔ ہم سن لیں کس نے بھیجا کس کا خط ہے کہاں سے آیا ہے۔ کیا مطلب ہے۔ کہا ہماری بیگم صاحب نے بھیجا ہے۔ طرار عباسی شوخ عباسی کو حسن آرا بیگم کے پاس لے گئی۔ شوخ آداب بجا لائی۔ اور کہا حضور سے کچھ تخلیے میں عرض کرنا ہے۔ تخلیے میں جا کر خط دیا۔

حسن آرا بیگم نے خط پڑھا تو دنگ ہو گئیں۔ سائیں! یہ ثریا بیگم کون ہیں۔ یہ تو آزاد کی تاک میں نکلیں۔

حسن آرا بیگم نے خط کو مکرر سہ کرر پڑھا۔ ثریا بیگم الٰہی خدا یہ کون ہیں مجھے تو کسی ثریا بیگم سے ملاقات نہیں ہوئی اور معلوم ہے کہ آزاد کی دلدادہ ہوتی ہیں۔ خدا کی شان۔ ع

ہمسا کریں آرزو خدائی کی — شان ہے تیری کبریائی کی

آزاد نے اُن سے شادی کا وعدہ کیا! تعجب ہے! کہیں آزاد ہرجائی تو نہیں ہیں۔ کہ سب سے وعدہ کرتے پھرتے ہیں۔ خدا ہی خیر کرے۔ سے

نشاید ہوس باختن با گلے ۔ کہ ہر باد دارش شود بلبلے

مگر یقین نہیں آتا کہ آزاد ہمارے سوا کسی اور کو عقد نکاح میں لائیں یہ ممکن ہی نہیں۔ ثریا بیگم! یا الٰہی یہ کون ہیں۔ شہ نشین میں جا کر عباسی مہری کو بلوایا (طرار عباسی سے کہا) عباسی ذری دریافت تو کرو کون ثریا بیگم ہیں۔ میں نے تو آج تک اُن کا نام ہی نہیں سُنا ثریا بیگم کون ہیں آزاد اور ہمارے سوا کسی اور کو عقد نکاح میں لائیں۔ یہ ہو۔ آسمان پھٹ پڑے۔

حسن آرا بیگم کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ اُن کے حکم کی تعمیل کے لیے آزاد پاشا نے کیا کیا مصیبتیں جھیلیں۔ یہ خبر ہی نہ تھی کہ ایک بار سے مہ جبین نے اُن کو قید کر لیا تھا اور اس قید فرنگ سے اُن کا چھٹکارا محال تھا۔ حسن آرا اس خط کو غور پڑھ رہی تھیں۔ کہ گیتی آرا بیگم آگئیں بات ٹالنے کیلیے حسن آرا نے کہا۔ گیتی آرا بہن جب جانیں کہ اِس شعر کا مطلب کہا دو۔ سے

بوسہ بہن دادی و رنجیدہ ۔ بازستان گر نہ پسندیدہ

گیتی آرا نے کہا۔ اے ہو اور سنو فارسی کا شعر ہم بھلا کیا جانیں اُردو شعر پڑھو تو شاید سمجھ میں بھی آئے۔ نہ کہ فارسی حسن آرا نے کہا۔ سے

سفر ہر شرط مسافر نواز بسیارے ۔ ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں

گیتی آرا نے اس شعر کے مطلب پر غور کیا تو معنی سمجھ کر یہیں مطلب یوں سمجھانا شروع کیا۔ سنو حسن آرا۔ گو ہم کو شعر و سخن سے ذرا بھی واسطہ نہیں۔ مگر ایسا بھی نہ ہوگا کہ گنواروں کی طرح چپکے بیٹھے رہیں مطلب یہ ہے کہ اگر انسان جی کڑا کر کے سفر کرے تو مسافر نوازی کی کمی نہیں اور کوئی چاہے مہمانداری کرے یا نہ کرے مگر شجر سایہ دار تو راستہ میں ملیں گے۔ آنکے سایے میں مسافر کو راحت حاصل ہوگی اور راہ میں سایہ دار درخت ہزاروں ہیں۔ بس اے واہ۔ کیا شکل شعر پڑھا۔ ہمکو بھی ہزاروں شعر یاد ہیں۔

شروع کے وقت جو وہ حور شمایل آیا
ملک الموت کو بھی غش مرے شامل آیا

اور اس پر کیا فرض ہے۔ بچا سوں شعر اسی قسم سکے ہیں پڑھوں۔ سے

راہ میکدے میں ضرور ٹھوکر زمانے سے کھا گیا
جام شراب ملے بھی ساقی کدھر گیا

اور فارسی کا بھی ایک شعر یاد ہے۔ ذری اچھی طرح سنو سمجھیں۔

زندی و مستی نہ گنم دم شباب ۔ صد بار در پارسائی یافتم

حسن آرا مسکرا دیں۔ گیتی آرا بہن سچ کہنا یہ تین شعر جو آپ نے پڑھے اسکا مطلب بھی سمجھ میں آیا یا شعر ہی پڑھ دیے۔ اچھا اب ایک بات میں آپ سے مشورہ لیتی ہیں یہ خط ہمارے نام ابھی ابھی آیا ہے ثریا بیگم کا نام ہے۔ یہ ثریا بیگم کون ہیں۔ گیتی آرا نے رائے دی کہ اُنکی مہری سے پوچھو۔ عباسی بلوائی گئیں۔ پوچھا۔ مہری یہ کون بیگم صاحب ہیں۔ مہری نے کہا حضور ثریا بیگم نام ہے۔ فلاں شہر کی رہنے والی ہیں امیر ہیں رئیس زادی ہیں۔ حسن آرا نے کہا ہاں ہاں سمجھ گئے مگر پھر بھی۔

عباسی بولی حضور کو جو شک ہو تو لونڈی رفع کر دے۔ صدقے گئی انھین سرکارون کا اب تک نمک کھایا ہے۔ میرے بزرگ نور جہان بیگم کے باپ کے ساتھ اس ملک مین آئے تھے مگر اب تو ہم ایک مہری ہین حضور کی بدولت چین کرتے ہین ؎

صبح تو جام سے گذرتی ہے
شب دلآرام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے
اب تو آرام سے گذرتی ہے

حسن آرا بیگم نے پوچھا کیون عباسی۔ تم کو یہ شعر کس نے سکھائے ہین کہ بات بات پر شعر کہتی ہو۔ شاباش۔ عباسی نے جو اس قدر شہ پائی تو جامے مین پھولی نہ سمائی۔ اتنے مین سپہر آرا اور جہان آرا بھی چہان چہان تشریف لائین سپہر آرا نے یہ شعر پڑھا۔ ؎

ہے یہ وہ درد کہ جس درد کا چارہ ہی نہین
وان لڑی آنکھ جہان اپنا گذارہ ہی نہین

حسن آرا نے اس خط کا جواب یون لکھا۔

بیگم صاحب کی خدمت مین کورنش۔ آپ کا نامہ عنایت شرف ورود لایا عزت بخشی رتبہ بڑھایا۔ خط کاہے کو ہے میری آتش عشق بھڑکانے کے لیے باد تند ہے۔ آزاد والے آزاد تم بھی اسی مرض کی مبتلا نکلین۔ میرا آنا معلوم کنواری لڑکی بے دیکھے بھالے بے بوجھے کہین کیونکر جا سکتی ہون لیکن اگر تم آؤ تو دو گھڑی غم غلط ہو۔

بنال بلبل اگر با منت سر یاری ست
کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاری ست

آزاد کا حال اس قدر معلوم ہے کہ روم مین افسر جنگی مقرر ہو گئے ہین۔ کئی معرکے سر کر چکے۔ اُن کے افسر اُن سے خوش ہین۔ جہاد پر آزاد نے بڑا کارنمایان کیا شرماتی آؤ میان کی جان بچائی۔ جہاز ڈوب گیا اُنکو سمندر مین پیرنا پڑا۔ بڑی بڑی تکلیفین سہین۔ اب میرا جی بے اختیار چاہتا ہے کہ آزاد روم سے واپس آئین مگر یقین نہین آتا ہاے اس اندو والے کو کیونکر سمجھاؤن۔ یہ ہماری جیتی ایک بہن ہے نا تم اگر آؤ تو تم کو دیکھ کر ہم جیئین۔ ہمکو دیکھ کر تمھاری زندگی ہو۔ تم سے زیادہ ہمدرد ہین اور ہم سے زیادہ ہمدرد تم کو نہ ملے گا ثریا بیگم سچ کہتی ہون اگر بس چلتا تو اسی دم نفس نکلواتی اور تم کو دیکھ آتی مگر خوف ہے کہ مبادا انھشون مین سبکی ہو لوگ طعنے دین کہ توبہ ایسی لڑکی کسی بھلے مانس کی ہو اس ڈھٹائی کو دیکھو کہ پرائے گھر کیسی بے تکلفی سے چلی گئی دل سہما جاتا ہے۔

حسن آرا بیگم اس قدر لکھ چکی تھین کہ جہان آرا آئین۔

جہان آرا۔ ذری سمجھ بوجھ کے لکھیئے گا بہن زمانہ نازک ہے

حسن آرا۔ یہ کیون۔ زمانہ نازک ہے تو کیا ہمکو اس سے مطلب کیا

جہان آرا۔ فرض کرو کسی شریر آدمی کا لکھا ہو تو بے سمجھے ہرگز ہرگز نہ کچھ لکھنا۔ بلکہ ہم تو جواب بھیجنے کی بھی صلاح نہ دینگے۔

حسن آرا۔ اس مین کچھ ہرج نہین ہے جو اب کوئی ایسا ویسا تو ڑاہی ہے میرے دل پر اس خط سے خدا جانے کیا گذری ؎

غم سے دل پر خون ہے قطرہ دیدۂ تر مین نہین
بادۂ گلرنگ شیشے مین ہے ساغر مین نہین
دل جو ٹوٹا آہ آتشناک پیدا ہو گئی
چوٹ کی سازش ہے ورنہ آگ پتھر مین نہین
تا اُوشاق سے خالی ہے کسب رنجیدہ
کب نگارین اس طرح کے بغلی یا میں نہین

خانۂ تن سے ہماری روح چنیت ہوگئی
تابرو دادہ سپونچکر جب شستا گھر مین نہین

یہ اشعار ایک روز آزاد فرخ نہاد نے اس محل مین حسن آرا کو سنائے تھے جو دریا کے قریب واقع تھا تفریح طبع کے لیے حسن آرا اور سپہر آرا اور ملاح بلیع یعنی اس بیورود کے ساتھ گئی تھین۔ حسن آرا کی آنکھون مین لطف صحبت دیرینہ پھر گیا۔ آنکھین اشکبار۔ دل بیزار۔

پھر خط لکھنا یون شروع کیا اگر آپ لیے تو مجھے اطلاع دیجیے جو ساری منظور ہو وہ بھیج دون اتنی تشفی دیتی ہون کہ آزاد بخیریت ہین ؎

تنت بناز طبیبان نیاز مند مباد | وجود نازکت آزردۂ گزند مباد

آمین ثم آمین یہ خط حسن آرا نے سپہر آرا کو دکھایا سپہر آرا کو پسند نہ آیا کہا باجی جان عبارت پھیکی ہے اور ایک ایک لفظ سے وحشت برستی ہے یہ خط نہ بھیجئے۔ حسن آرا نے کہا نہین بہن بھیج ہی دو غرض یہ خط لیکر ثریا بیگم کے مکان پر گئی تو دیکھا کہ بیگم صاحب بیٹھی رو رہی ہین۔ این! خیر باشد بی مغلانی خیریت تو ہے۔ مغلانی نے اشارے سے کہا ذری خاموش رہو۔

اب سنیے رونیو ایجنٹ جو ثریا بیگم کے مکان پر آئے تو اتفاق سے اُنکو دیکھ لیا سٹ تنگ ہو گئے کہ یا الٰہی یہ یہان کہان پہلے سمجھے کہ ہمارے ہان سے بھاگ کر یہین رہی ہونگی اُسوقت تو کچھ نہ بولے مگر گھر جاکر سلارو سے کہا۔ سلارو کو مطلق یقین نہین آیا۔ سوچا میان پاگل تو ہین ہی کسی عورت پر نظر پڑی ہوگی کہدیا شبو جان ہین صرف رونیو ایجنٹ کے بنانے کی غرض سے کہا چلو پھر کچھ فکر کیجئے یہ کون مشکل بات ہے یارون کے بائین ہاتھ کا کرتب ہے۔ مسٹر رونیو ایجنٹ پاگل تو تھے ہی حضرت نے فوراً خط لکھا۔ عنوان کا شعر اس قابل ہے کہ بلا تکلیف ان کو پاگل خانے بھیج دے۔ شبو جان کے نام تو خط لکھتے ہین اور القاب سُنیے۔

اے افسر دلبران سلامت | وے خواہر مہربان سلامت

برادری۔ اے لعنت خدا۔ شعر گفتن چہ ضرور۔ مگر شرم چہ کنی است الخ اس کے بعد یون لکھنا شروع کیا۔

تمھارے چلے جانے سے دل پر جو کچھ گذری اسکا حال دل ہی جانتا ہے ؎

اشتیاقے کہ بدیدار تو دارد دل من
دل من داند و من دانم و داند دل من

میری مروت اور انسانیت کو دیکھو کہ بلا مرضی جنبش نہین کرتا تھا جو حکم دیا بجا لایا مگر افسوس صد افسوس کہ تم سخت بیوفا نکلین اور ایک تم پر کیا فرض ہے۔ ع۔ زنان را کہ باسے بس عظیم است۔ اگر جانا ہی تھا تو ہماری اجازت لیکر ہنسی خوشی گئی ہوتین۔ یہ کیا کہ بے اطلاع کے بھاگ گئین میرا خدا ہی خوب جانتا ہے کہ تمھاری جدائی سے کیسا کوہ الم مجھ پر ٹوٹ پڑا میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا روتا تھا لیکن تم ایسی بیمروت نکلین کہ خبر بھی نہ لی۔ اُس دن اتفاق سے تمھارے جمال مبین پر نظر پڑی ہے۔

کیا خداداد حسن پایا ہے | آپ اللہ نے بنایا ہے

اب پھر اسی مین ہے کہ آؤ۔ جس طرح کسی کو کانون کان خبر نہ کی اور چل دین۔ اسی طرح اب بھی کسی سے کہو نہ شنو۔ چپ چاپ چلی آئیے مجھے بلا لو۔ اگر کسی رئیس زادے کی نوکر ہو تو چلی آؤ اور اگر خود مختار ہو مجھ خستہ جان کو بلا لو۔ مین فقط

تشنۂ شربت دیدار ہون اس سے مجھے محروم نہ رکھو۔ ایک دفعہ دیکھنے سے تسلی نہین ہوتی۔ ؎

قانع بہ تجلی نشود شایق دیدار پروانہ بہ مہتاب تسلی نتوان کرد

تم خوب جانتی ہو کہ مین وکیل ہون اور نامی گرامی وکیل ہون۔

راوی۔ درین چہ شک حضور کو کوئی ریونیو ایجنٹ کہہ سکتا ہے۔ کیا مجال۔ وکیل بلکہ بیرسٹر۔

سلارو نے کہا میان ذری خوب غور کرکے لکھنا۔ ہان وہ پڑھی لکھی ہین۔ خوب ہاتھ سنبھال کے لکھو جسمین وہ تحفہ ہی دیکھکر ریجھ جائین۔ اور نہین ایک بات ہم بتا دین ہم کو بھیج دیجئے مین کہونگا بیوی وہ تو مالک ہین پہلے تم نکے غلام تھے غلام کے جو کام سے توجہ کرو۔ دیکھو تو کبھی دعوان دھار تقریر کرتا ہون کہ وہ بھی پھڑک جائین۔ مگر ایک بات اور بھی ہے میری تقریر تو جادو کی بھری ہوگی۔ گو پڑھا لکھا نہین ہون مگر عمر بھر لکھنؤ مین رہا ہون۔ ہم سے تو وہ لطف تقریر مین پیش نہ پائینگی لیکن حضور گر بڑا جائینگے۔ ریونیو ایجنٹ نے آنکھین نیلی پیلی کرکے سلارو کو ڈپٹنا شروع کیا تو ہسکر دیہاتی سمجھے شان خدا چلو بس بک بک نہ کرو خط لکھنے دو خط ادھورا رہا جاتا ہے سلارو کونے مین جا کر چپ چاپ بیٹھ رہا خط کے آخر مین اسقدر اور بڑھا دیا۔

مین خدا کو گواہ کرکے کہتا ہون کہ مین برا آدمی نہین ہون اور اسکا تم تجربہ بھی کر چکی ہی ہو۔ اگر مزاج مین بری ہوتی تو اتنے دن تم ہنسی خوشی کے ساتھ نہ رہتین۔ تم خوب جانتی ہو کہ مین وکیل خوش تقریر ہون۔

راوی۔ پھر یہ فقرہ تو ہوچکا اس کے علاوہ کی کیا ضرورت ہے۔ خیر آگے لکھیے اس کے بعد یون لکھا۔ تم خوب جانتی ہو کہ مین ظالم رس بھی ہون اگر چاہون تو تم کو ماخوذ کرا دون پوچھو کیونکر۔ وہ اس رات کی روایت یاد ہے جب تمھارے کسی ساتھی نے ایک کانسٹبل کو قتل کیا تھا اور بتاؤ کہ مجرم ہو یا نہین۔ شبو جان یہ تو ممکن نہین کہ مین کبھی تمھارے خلاف ہو جاؤن۔ کیا مجال لیکن اگر تمنے بات نہ مانی اور ہم کو ترسایا تو پھر ہم بھی دق کرینگے۔ ؎

کانٹون مین اگر نہ ہو الجھنا تھوڑا لکھا بہت سمجھنا

راوی۔ سبحان اللہ معشوق کو واقعی ایسا ہی لکھنا چاہیئے عشق صادق اسی کے معنی ہین ماشاء اللہ تم ماشاء اللہ خط کی آخری عبارت یہ تھی۔ اب ہم اس خط کو ختم کرتے ہین۔

راقم وہی وکیل بلا لازم میان سلارو۔

راوی۔ الغرض وہ خط لکھا گیا۔ ملازم میان سلارو کی اچھی کہی سلارو بڑے خوش قسمت آدمی ہین خط لیکر سلارو کو بلایا اور کہا ہین کہا جاکے بھگو کو بلا لو۔ سلارو بولا ارے چپ اسقدر زور سے نہ کہو ورنہ ہم اخواز پکڑے جائینگا۔ وہ اسی تاک مین کہ اتصل ریونیو ایجنٹ نے جھلا کر ایک چپت لگائی اور کہا۔ مرو کسی وقت دل لگی سے باز نہین آتا۔ دل لگی بازی کا بھی کوئی وقت ہوتا ہے یا ہر وقت دل لگی۔ ہر وقت دل لگی۔ سنو کہین کا ہم کو بھی کوئی دو کہتا ہے۔ سلارو ابھی بھگو کو بلا لاؤ سلارو اٹھے۔ بھگو کے ہان گئے۔ کہا چلو میان نے بلایا ہے آج آنکھ ایک آنکھ جاتی رہی بھگو نے کمال افسوس کیا ہائے ہائے یہ تو بڑا غضب ہوگیا۔ یہ آنکھ کیونکر جاتی رہی بھگو کو لیکر میان سلارو مکان پر آگئے۔

بھگو۔ وکیل صاحب سلام۔ مجازا اچھے حضور کے ہم کو توش سے

بڑا رنج ہوا اگر کمال کو بلاؤ ذری ہین دیکھون تو۔

وکیل۔ (دنگ ہو کر) کیا کمال آکے کیا کریگا کیسی بہکی بہکی باتین کرتی ہو۔

بھگو۔ ای میان لے مجھے کیا معلوم تھا یہین مین آئی کیون سلار بخش نے کہا خدانخواستہ۔

وکیل۔ ہان کہا۔ خدانخواستہ کے بعد کچھ اور بھی کہو گی یا خدانخواستہ ہی پر ختم کرو گی۔

یہ کہکر وکیل صاحب نے بھگو کی طرف رخ کیا تو اسنے دیکھا کہ دونون چمک رہی ہین ارے! توبہ توبہ بے اختیار ہنس دی سلارو کی شرارت سے واقف تو تھی ہی۔ کہا حضور معاف کیجیے گا۔ اس موے مسخرے نے جاکے کہا کہ میان کی نصیب دشمنان ایک آنکھ جاتی رہی اتنا سننا تھا کہ ردینو ایجنٹ آگ ہو گئے اور لکڑی لیکر مارنے دوڑے سلارو تو پہلے ہی سے کیل کانٹے سے لیس تھا۔ اچک کے نیبون پر ہو رہا اور وہان سے بھاگا تو سڑک پر تھا۔ ردینو ایجنٹ نے کہا۔ ع۔ اصل بد از خطا خطا نکند۔ آج سے آیا تو ٹانگ ہی توڑ ڈالونگا۔ جب ذرا غصہ فرو ہوا تو بھگو سے کہا اگر یہ کام کر لاؤ تو عمر بھر کے لیے غلام ہو جاؤن کام یہ ہے کہ یہ خط لو۔ اور اس سامنے والے محل مین جاؤ۔ جس مین (لعینہ) ہر وہان ایک بیگم رہتی ہین۔ شبو جان انکو یہ خط دو۔ اور جواب لاؤ۔ یہ خط لیکر بھگو ثریا بیگم کے مکان پر گئی۔ ادھر ادھر کی باتین کرکے خط دیا اور کہا وکیل صاحب نے بھیجا ہے۔ وکیل کا لفظ سنتے ہی انکے کان کھڑے ہوئے۔ پوچھا کون وکیل۔ کہا وہی جس کے ہان سلارو نوکر ہے۔ ع۔ سکا ڈو تو لہو نہیں بدن مین۔

ثریا بیگم نے خط لے لیا اور پیچھے جاکر دار وغہ خوشوقت والے کو بلوایا اور تخلیے مین خط پڑھوایا۔ دار وغہ خوش وقت رائے بغور دیکھتے جاتے تھے کہ ثریا بیگم کا رنگ فق اور سرخی زردی سے مبدل ہوتی جاتی ہے۔ جب پورا خط پڑھ چکے تو کہا۔ یہ کسی پاگل کا لکھا معلوم ہوتا ہے۔ خدا جانے کیا واہی تباہی بک رہا ہے۔ ثریا بیگم نے کہا تم اپنے ایمان اور اپنے بچون کی قسم کھاؤ کہ کسی سے اس امر کا تذکرہ نہ کرو گے۔ خوشوقت والے نے شرعی قسم کھائی اور کہا اگر تذکرہ کرنے کی نیت بھی ہوئے تو یاد کس کو رہتا ہے۔ یہ خط تو شبو جان کے نام ہے خدا جانے یہ عورت یہان کیونکر چلی آئی۔

ثریا بیگم کے دل مین صدہا قسم کے خیالات نے جگہ پائی کوٹھے پر آن کر بھگو کے کان مین کہا کہ ہم تین چار دن مین اس خط کا جواب بھیج دینگے۔ بھگو سلام کرکے رخصت ہوئی۔

عباسی مہری ان کی چتونون سے تاڑ گئی کہ کچھ دال مین کالا ضرور ہے۔ دیکھا کہ بیگم صاحب کمرے مین جاکر دلائی اوڑھکر سو رہین پلنگڑی کے پاس جاکر بیٹھی اور آہستہ آہستہ پنکھا جھلنے لگی۔ مغلانی نے کان مین کہا عباسی خیر تو ہے۔ آج سرکار کی طبیعت کچھ زیادہ سست معلوم ہوتی ہے اسکا کیا سبب ہے عباسی نے اشارے سے کہا چپ رہو دوسری مغلانی آئی کیا ہے خدانخواستہ طبیعت زیادہ سست ہے عباسی نے ان کو بھی اشارے سے ٹال دیا۔ محلدار آئی۔ اے عباسی۔ کیا نصیب دشمنان آج بخار کا زور ہے دار وغہ خوشوقت رائے نے موقع پاکر بھگو سے گفتگو کی اور پوچھا تم کو کس نے بھیجا ہے۔

معشوقۂ ترنج ذقن کے نام عاشق دل سوختہ و ناکام کا نامۂ حسرت انتما اور قسطنطنیہ وغیرہ مقامات کے حالات دلچسپ و دلربا

عاشق بے برگ و نوا آزاد پاشا کا حسن شستہ اُن کی جان کا دشمن ہو گیا۔ کئی ہفتہ تک اسی کہسار جنون زا میں قیس ہے۔ لنبے عرصے میں صرف ایک بار نخل مراد بار ور ہوا یعنی اس محبوب سیم ساق نے اُن کے عارض گلپوش کا بوسہ لیا اور اُن کو اجازت دی کہ اس نازنین رو صبیح جبین کے رخسار خورشید فروغ پر اپنا ہاتھ رکھکر ایک بوسہ لیں الله رے غرور مگر بسم الله تو ہوئی۔ یہ بھی غنیمت ہے۔

ایک روز آزاد پاشا نے قسطنطنیہ وغیرہ مقامات کی سیر و سیاحت کا حال حسن آرا کو خط میں یہ لکھا۔ وہو ہذا۔

نوای نسیم سحر کہ ز جانب آزاد ۔۔۔ ببر و بخدمت آن گلعذار حور نژاد

جان آزاد۔ یون تو خدا کی خدائی میں ایک سے ایک خوشنما اور دلکشا فرحت بخش اور پُر فضا مقام ہے لیکن قسطنطنیہ سا شہر نہ کبھی آنکھوں نے دیکھا نہ شنید کے کانوں نے کبھی سنا عشرت کاشانہ ہے پریخانہ ہے عقل کل دنگ ہے کہ الٰہی یہ شیشہ ہر یا نگارخانہ ارژنگ ہے مکان عالی شان محل فلک توامان دکانیں صاف و شفاف دنیا پر ور اور بار گذار و دو رویہ درختان شبیہ شق القمر۔ ساحل بحر پانچ کوس رہ گیا تھا کہ قسطنطنیہ کے ایوان سپہر رتبت لطف تماشا دکھانے لگے نقش و نگار پر بہار۔ گنبد طلائی عظمت بار۔ نور کے تڑکے جبکہ ہمارا جہاز بحر آشام کسی قدر فاصلے پر تھا تو کہرا سا پھیلا ہوا تھا مگر تھوڑی دیر کے بعد قسطنطنیہ نظر آیا تشنگان حجاز کو آب زلال اور عشاق زار کو وصل معشوقۂ جادو جمال سے د

خوشی حاصل نہیں ہوتی جو مجھے اس تقدس نہاد اور مینو سواد شہر کے دیکھنے سے حاصل ہوئی بعد مدت منہ مانگی مراد پائی سعادت نے اپنی صورت زیبا دکھائی دلی آرزو بر آئی زہے نصیب

صد شکر کہ آفتاب مقصود ۔۔۔ از برج امید چہرہ بنمود

قسطنطنیہ سا خوشنما اور لطف پرور شہر ساری خدائی میں نہیں ہے یہ شہر ساحل بحر مار مورا پر واقع ہے اور کہسار برفی اسکے سامنے اور بھی لطف مزید دکھاتے ہیں۔ تین حصے مکانات شہر کے سمندر سے صاف نظر آتے ہیں اور عجب کیفیت دکھاتے ہیں مغرب کی سمت ایک بڑی عمیق کھائی ہے اور دیوار (شہر پناہ) نہایت مستحکم اور مرتفع چار میل تک گئی ہے۔ یہ دیوار کو رفعت شاہ تھیوڈوسیس نے بنوائی تھی جا بجا مینار اور اُنکے چمکتے دمکتے سر طوق اور آبنوس کے عظیم الشان پھاٹک ہیں۔ شہر خود پہاڑی پر واقع ہے سو دریے عموماً اور ساحل بحر سے خصوصاً نیلگون چھپروں کی اونچی اونچی سطحیں اور اُن کے متعدد مینار اور مختلف ایوان کے مکانات قابل دید ہیں بلکہ دیدنی نہ شنیدنی ہیں سوا اس شہر میں اس کثرت سے ہیں کہ کوئی محلہ ایسا نہیں کہ جسمیں دس بارہ باغ نہ ہوں چمن طرازی اور خیابان پردازی اس شہر کے کامل فن باغبانوں پر ختم ہے ایسی چمن بندی کبھی کاہے کو دیکھنے میں آئی تھی اکثر اشجار پر بہار اسقدر بلند ہیں کہ گویا آسمان سے باتیں کرتے ہیں ساحل بحر پر کھڑے ہو کر ادھر سمندر ادھر شہر کی کیفیت ایسی بھلی معلوم ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ اکثر وضع سدا بہار میں خوشنما پتا تو ڑ بچا کتی ہے سرو و سرو چمن نے بہار کو اپنے بس میں کر لیا ہے۔ ساحل بحر پر ہر قسم کے جہاز ہر ملک کی آدمی سلطنت کے نشان دیکھ لیجیے۔ بڑے بڑے جہان دیدہ سیاحوں کا

قول فیصل ہو۔ کہ ساری خدائی میں منظر کی یہ خوبی نہیں جو کہ ایزد جہان آفرین نے اس شہر اور اسکے ساحل بحر کو عطا فرمائی ہو۔ سرو آزاد خاتون بہار کے چوبدار ہیں۔ تمام یورپ میں ایسے سرو نہیں جیسے اس شہر کے باغون مین کثرت سے موجود ہین کیلے بھی باغون کی آخری روشون میں لطف دکھاتے ہین انجیر اور شہتوت اور کھجور اور نارنگ اس دار السلطنت کے گرد اگرد مختلف مقامات پر بوئے گئے ہین۔ جنوب کی سمت پہاڑون کی قطار ہو جن کی چوٹی ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہے۔ گو قدرت نے اس خطہ خوش سواد کو رشک گلزار ارم بنایا ہو۔ لیکن ہنر نے اسکو کما حقہ ترقی نہین دی ورنہ اس ملک کا ایک ایک گانون بہشت برین پر خندہ زن ہوتا۔ اور اس شہر منو چہر کو اور شہرون کے مقابل مین ملکہ کہتے بازار عموماً تنگ ہین مگر صاف قبرستان کی اسقدر افراط ہے کہ ہر مقام پر دو چار تکیے موجود ہین بازارون مین گاڑیون اور گھوڑون کی آمد و رفت کم ہو۔ جیسے بڑے شہرون کا قاعدہ ہو کہ خاص خاص بازارون اور نخاس اور چوک مین شور و غل مچا کرتا ہو ویسا یہان نہین اور بعض بعض مقامات پر۔ ع ۔

بازارین شل شہر خموشان خموش ہین

فٹن اور پالکی گاڑی اور ادھے کی یہان صورت بھی دیکھنے مین نہین آتی۔ ایک قسم کی رنگی ہوئی گاڑی ہوتی ہے جسکو ارابا کہتے ہین اس مین بیل جوتے جاتے ہین ان گاڑیون مین اکثر خاتونین اور معزز عورتین ہوا کھانے نکلتی ہین جس طرح ہندوستان مین بیل گاڑی قدم قدم چلتی ہو اسی طرح ارابا بھی جاتا ہو یہان کے کتے سرخی مائل رنگ کے ہوتے ہین مگر بد قطع چھوٹے چھوٹے کان۔ بازارون مین پڑے رہتے ہین اور جب تک چھڑی سے کوئی اٹھاتا نہین تب تک نہین اٹھتے۔ شب کو دس بجے کے بعد شہر مین سناٹا ہو جاتا ہو۔ آتش زنی کے وقت پہرے والے غل مچاتے ہین (ماں جن وار) یعنی آگ لگی۔ آگ لگی۔ حکم سلطانی ہو کہ اگر وصہ دراز تک غل نہ ہو تو وزرا خود جائین اور بند و بست کرین اور ایک پاشا کے حکم دے دیا ہو کہ اگر ہم غافل سو رہے ہون تو بھی آتش زنی کے وقت ہم کو جگا دو۔ اگر ہم نہ جاگین تو پلنگ الٹ دو۔ کئی بار خود حضرت سلطان المعظم بنفس نفیس آگ فرو کرنے کے لیے تشریف لائے۔ اس شہر مین تخمیناً کوئی لاکھ آدمیوں کی آبادی ہو گی مگر مردم شماری کا قاعدہ اچھی طرح جاری نہین ہو۔ پندرہ ہزار بکٹ گیہون روز صرف مین آتا ہے یہ وزن قریب ۴۲۰۰۰ سیر کے ہوا۔ ترکون کے علاوہ یونانی یہودی ارمنی اور فرنگ آباد ہین۔ ان سب کی وضع قطع اور لباس اور پوشاک بالکل مختلف اور مختلف حصون مین بود و باش کرتے ہین ۱۸۴۰ء مین قسطنطنیہ کی آبادی کا حال ایک کتاب مین یون درج ہو۔ یونانی ساٹھ ہزار۔ اہل مالٹا ۱۹۸۳ ۔ اہل آسٹریا ساڑھے چار ہزار۔ فرانسیسی ۸۵۰ روسی ۹۴۸ ۔ فارسی ۷۰۰ ۔ بلجیکی ۱۱۱ ۔ انگریز ۲۱۰ ۔ بلجیئن ۱۰۲۰ پرشین ۱۴۴ ۔ سپانیارڈ ۴۸ سویڈن ۴۴ ۔ ورچ ۔ ۳۷ ۔ امریکن ۲ یہان لوگون کا ذکر ہو جو غیر ملکون اور مذہب کے ہین۔ ایک عجیب بات دیکھنے مین آئی۔ مسلمانون کے بوٹ زرد ہوتے ہین اہل آرمینا کے سرخ۔ یونانیون کے سیاہ اور یہودیون کے نیلے۔ دیکھتے ہی معلوم ہو جائے کہ کس قوم اور ملک کے ہین معزز شریف ترکون کی خاتونین برقع پوش باہر نکلتی ہین آن کی چادر وسی اوڑھنی) کی قسم کھانی چاہیے نہ کہ نہایت خفیف ہوتی ہین۔

حیا بہ پیش رخت چشم بستہ مے آید
ادب بہ پیش تو صد جا نشستہ مے آید

حیا آنکھوں مین جیسے بو برگ گل مین - یہودنین زرا زیادہ آزاد ہین مگر حسین دمہ جبین - بعض بعض حلق البنان بھی ہین کوہ قاف کی پریان بس پیار ہی کرنے کے قابل ہین - مگر ؎

شاہد آن نیست کہ موئے و میانے دارد
بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد

اس کا مطلب حضور کے سمجھنے کے لایق ہے - داد دیجیے تسلیم اکثر ترک کوہ قاف کی نوخیز اور نسرین تن عورتون کے ساتھ شادی کر لیتے ہین مگر ان پر جبر نہین کیا جاتا اگر اُن کی مرضی ہو تو مسلمان کے ساتھ شادی کرین - ورنہ اُن کو اختیار ہے - اگر اُن کے شوہر نے بے اعتنائی کی تو وہ بذریعۂ عدالت اپنے کو زوجیت سے خارج کر سکتی ہین - یہان کے خاص باشندون یعنی مسلمان ترکون کی عورتین بھی حسین ہوتی ہین - اور نک سک چہرے مہرے سے درست - ان کی وضع مجھے پسند ہے - مگر کوہ قاف کی پریان ستم ڈھاتی ہین غضب بپا کرتی ہین - یہی معلوم ہوتا ہے کہ حوران بہشت کو پرکاٹ کے چھوڑ دیا ہے - یہان کی شاہی مسجدین یعنی وہ مسجدین جو سلاطین روم نے بنوائی تھین دیکھنے کے قابل ہین - سلطانی مساجد چودہ ہین - عام مسجدین دو سو - معابد تین سو - اسی ہزار جن کو بسیعین کہتے ہین - ایک بات مجھے قسطنطنیہ مین بہت پسند آئی - یہان باغون کی طرح فوارے اور آبشار اور چشمے بھی کثرت سے ہین اور فوارے ایسے خوشنما کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہین قسطنطنیہ مین تخمیناً ایک لاکھ مکان ہونگے لکڑی کے مکان زیادہ ہین پتھر کی حویلیان ترکون کو چندان پسند نہین ہین ترک کہتے ہین کہ ہم کو خدا نے خاک سے پیدا کیا ہے پتھر کے مکان مین رہنا سرکشی کرنا ہے - علاوہ برین مسجدین جنکو ہم خانۂ خدا کہتے ہین پتھر کی بنی ہین اگر ہمارے مکان بھی پتھر کے ہون تو فرق کیا ہے میرے نزدیک پتھر کے مکان اس آب وہوا کے لیے موزون بھی نہین ہین - لکڑی کی دیوارین یہان کی آب وہوا کے لائق اچھی ہین - ہر مکان کے دو حصے ہوتے ہین ایک محلسرا - دوسرا مردون کے رہنے کا - اور پتھر کا مکان ایک دن مین یہان کے ایک پرفضا باغ مین جو خاص شہر سے آدھ کوس کے فاصلے پر ہے اپنے دو دوستون کے ساتھ گیا - ایک ترک دوسرا فرانسیسی مجھے دعوے ہے کہ اگر مدقوق ایک مرتبہ اس باغ بینظیر مین آئے تو دق سے معاً نجات پائے - اُس وقت مجھے خدا جانے کون یاد آیا جسکی یاد نے مجھے آٹھ آٹھ آنسو رُلایا ؎

بے گلعذار جا کے گلستان مین کیا کیا
ہان یہ کیا کہ داغ کہن کو نیا کیا

حسن آرا مین نے ٹھان لی ہے کہ اگر قید فرنگ سے رہائی پائی اور تمھارے ساتھ نکاح کی نوبت آئی تو ایسے ہی خوشنما باغون مین زندگی کے لطف اُڑائینگے انشاء اللہ سپہر آرا بیگم کے دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے - اب کہین شادی کی فکر کی شادی کا سودا ہے - بے سمجھے بوجھے کسی سے دل لگانا عقلا کا شعار نہین سپہر آرا کے لایق ہونا چاہیے کہ کیسں ذرا دوہم تربیت یافتہ ہو - چال چلن اچھا ہو - خوبرو ہو - کوئی عیب نہ ہو اور شعور آدمی ہو - سپہر آرا بیچاری کو بھی میری جدائی خلق گذرتی ہوگی -

بارگاہ سلطانی کی عظمت حیطۂ تحریر سے خارج ہے - ایسے ایسے

عالیشان ایوان رفیع اور گران بہا عمارات دیکھنے مین آئین کہ ہندوستان کے مکانون کو بھول گیا۔ ہان تاج محل کی ٹکر کی ایک عمارت نہین بارگاہ سلطانی کیا شہر کے اندر ایک اور شہر ہے۔ بارہ پھاٹک ہین۔ کوئی آٹھ ہزار آدمی اس مین رہتے ہین۔ دو سمت سمندر لہرین مارتا ہے۔ اور ایک طرف شہر ہی قسطنطنیہ کی آب و ہوا میرے مزاج کو راس آئی۔ اپریل سے ستمبر تک ہوا اپُروائی چلتی ہے اور موسم زمستان مین جنوبی ہوا۔ اردگرد پہاڑون کی چوٹیان برف سے ڈھکی ہوئی کمال لطف ظاہر کرتی ہین۔ لیمو اور نارنج کے درخت میدانون مین بوئے جائین تو مُرجھا کر کانٹا ہو جائین وجہ یہ کہ آب و ہوا اس درجہ معتدل ہی کہ یہ درخت ہرے سبز نہین ہونے پاتے۔ یہ گرمی چاہتے ہین لہذا کسی قدر سائے مین بوئے جاتے ہین۔ بارش کم ہوتی ہی اودھر گھٹا چھائی مینھ برسا اودھر کھل گیا۔ یہان تخمینہ کیا گیا ہی کہ قسطنطنیہ مین ۶۴ دن تو پانی برستا ہی پانچ روز برف پڑتی ہے ۱۵ روز آندھی آتی ہی۔ ۲ روز بدلی رہتی ہی ۲۶ دن ہوا بدلتی رہتی ہی۔ اور ۲۲۰ دن مطلع بالکل صاف رہتا ہی اسکا نام پہلے بائی زنشیم تھا۔ بیاز کے نام سے ۳۳۰ء مین ایک شہنشاہ نے اسکو (نیو روم) کا خطاب دیا۔ ترک اسکو استنبول کہتے ہین۔ اسکا بانی شاہ کانسٹن ٹائین تھا۔ اسی کے نام سے یہ شہر کانسٹن ٹنوپل مشہور ہوا۔ اور عرب اور فارس مین قسطنطنیہ کہنے لگے۔ یورپ اور ایشیا اور افریقہ سب کے وسط مین ہی۔ ایسا اور کوئی شہر نہین جسکو اسقدر فائدہ حاصل ہو۔ یہ دو سمندرون کے درمیان مین واقع ہی۔

پیاری حسن آرا افسوس ہے کہ تم جہاز کے حالات سے واقف نہین ہو ورنہ کچھ باتین ضرور لکھتا۔ جو کچھ مین لکھنا چاہتا ہون وہ تمہاری سمجھ مین نہ آئے گا۔ لہذا اسی قدر لکھنا کافی ہی کہ جہاز پر بجز پانی اور آسمان کے اور کچھ نظر ہی نہین آتا۔ جہاز کی آندھی سے بڑھکر خوفناک اور کوئی چیز نہین ہی۔ انتہا یہ کہ ملاحون اور ناخداؤن کے ہاتھ پانوُن پھول جاتے ہین جو تمام عمر سمندر ہی مین رہتے ہین جسوقت ہمارا جہاز جنی ٹڈنیس چکر کھا کر ڈوبا۔ ہی ہی۔ بس مین کچھ نہین کہہ سکتا کہ کیا حال تھا۔ ترپہ تو یہ شہر کے متصل ایک مقام ہی دیرا یہان وزراے ممالک غیر رہا کرتے ہین۔ اس مقام پر تمام یورپ کی زبانین بولی جاتی ہین۔ اور تمام یورپ کی پوشاک نظر آتی ہی۔ افسوس کہ تجارت کی طرف ترکون کا میلان طبیعت نہین ورنہ یہ ملک سونے کی کان کرامات کرتا۔ ادنی ادنی آدمی بات بات پر موتی رول دیتا۔ ریشم۔ لکڑی۔ افیون موم اور گوند یہ چیزین اور ملکون کے سوداگر یہان سے لے جاتے ہین۔ یہان کا عطر سبحان اللہ سبحان اللہ ہندوستان کے عطر کی اصل و حقیقت کیا ہی۔ شب عروسی کو انشاء اللہ وہی عطر ہوگا ذرا مسکرا تو دو۔ ع۔

وہ لب پہ آئی ہنسی دیکھو مسکرائی ہو

ایسا عطر کبھی کاہے کو سونگھنے مین آیا تھا۔ یہان یہ عطر ہوتا رومال مین ملا جاتا ہی دس بارہ قطرے محلے کے محلے کو معطر کر دین۔ دھوبی کے ہان سے دُھل کے آئے اور وہی خوشبو باقی رہے۔ لوہے اور کوئلے اور ٹین کی یہان قلت ہے انگلستان اور روم مین جو تجارت ہوتی ہے اس سے ترکون کو سروکار نہین۔ یونانی اور ارمن سوداگر اس سے فائدہ اُٹھاتے ہین۔ تجارت سے ترکون کو ایک قسم کی نفرت ہی

اور کلی نفرت - یہان کے اخبارون کو جب ہم ہندوستان کے اخبارون سے مقابلہ کرتے ہین تو زمین اور آسمان کا فرق پاتے ہین وہ آزادی یہان کہان - اخبار نویس ڈرتے رہتے ہین کہ کہین کوئی لفظ گورنمنٹ کے اسقدر خلاف نہ لکھین کہ پاشا اُن کے تباہ کرنے کی فکر کرین - اگر کسی نے کوئی کلمہ ذرا بھی آزادی کے ساتھ لکھا تو حکام نے اُسکو خاک مین ملا دیا اور بالکل برباد کر دیا -

لڑائی برابر کی ہو رہی ہے - ایشیا مین جو روسی فوج بڑھ آئی تھی وہ ہٹا دی گئی - یورپ مین برابر کی جنگ ہو رہی ہے خدا مالک ہے روسی بھی کچھ کم لڑنے والے نہین ہین اور ترکون کی شجاعت تو ضرب المثل ہے - لوہے سے لوہا لڑتا ہے دیکھئے کیا انجام ہو مگر ع - بیدل نیم ہنوز بہ بینیم چہ مے شود

اسقدر میان آزاد لکھ چکے تھے کہ وہ بانوے قوس ابرو چمان چمان آئی - آزاد نے استادہ ہو کر سلام کیا - مگر غرور حسن و جوانی نے اجازت نہ دی کہ سلام کا جواب دے - ایک طلائی کرسی پر جو فرش زمردین پر رکھی تھی متمکن ہوئی - اور وہی جوان رعنا جو اُس دن قیدیون کی طرح آیا تھا حاضر ہوا - سات بار سلام کیا قریب جا کر رسم انوکا بوسہ لیا بانوے قمر طلعت نے بوسہ کا جواب دیا - رخصت ہوا - آزاد اپنے دل مین سوچنے لگے کہ ہم اتنے دن سے مصیبت جھیل رہے ہین ایک مرتبہ بھی رخ تابان کا بوسہ شکر نصیب نہ ہوا اے کاش اس قید فرنگ اور غریب الوطنی کی مصیبتون کے ساتھ اتنی ہی راحت ملتی تو ہزار غنیمت سمجھتا خدا جانے کب تک غم سہنا ہوگا حسن آرا کے عشق نے جلا وطن کر دیا -

تقصیر نہ اس دل کی نہ جرم محبت کچھ
تیری ہی لگاوٹ نے سب خانہ خرابی کی

آزاد پاشا نے خط رکھ دیا اور جنون مین ہوا کھانے لگے حسن آرا کو یاد کر کے آنکھین پُرنم ہو گئین اور یہ اشعار زبان پر لائے

ہیچ چیزم بغیر درد نماند — جز لب خشک و روے زرد نماند
جفت واماندہ ایم و قافلہ شد — اثرے از نشان گرد نماند
باکہ سازیم عزم ہم سفری — کاندرین راہ رہ نورد نماند
تا یکے عشق دیگیتی الشا — درجگر ہم کہ آہ سرد نماند

عربن نے آن کر کہا کب تک اس جنون کی حالت مین بسر کروگے کسی روز قریب جا کر عرض حال کرو اس کل زمین کے مالک بن بیٹھو - تم حسین آدمی ہو لاکھون مین انتخاب گبرو جوانون مین لاجواب - دل و جان سے تمھاری او پر شیدا ہین مگر تم ایسے افسردہ دل ہو کہ آج تک اظہار عشق نہ کیا حالانکہ تم اس پری پر جان دیتے ہو - آزاد نے کہا کل پرسون تک کہا جائیگا ع - پھر نہ کہیں گے اضطراب کیا ہے - خدانے چاہا تو کامیاب ہونگے ع - بے دل نیم ہنوز بہ بینیم چہ میشود - او دیر آید درست آید انشاء اللہ شب کے وقت تنہائی مین آزاد پاشا نے عربن کی صلاح پر بجائے خود غور کیا - اور سوچے کہ اسکی راے صائب ہے -

صبح کو آزاد پاشا نے عربن کو بلایا اور کہا مجھے صلاح معقول دو - کہ کیا تدبیر کرون اور اس کور دہ وحشت زا سے رہائی پاؤن اس تقریر کو سنکر عربن سخت متحیر ہوئی کہا اے مرد نادان اسوقت خداے لایزال نے اپنے بندون کو عقل عطا کی تو تو ضرور دیر حاضر تھا اس گلشن بہار دلکش گلزار ارم کو تو وحشت زا اور اس مقام لطافت فرجام کو کور دہ کہتا ہے اس آرام کی زندگی کو قید سمجھتا ہے اور دست بدعا ہے کہ اس قید سے رہائی پائے

بڑے بڑے شہزادگان کیوان ایوان اور والیان ستارہ سپاہ غلط سمجھتے ہین کہ اس ناظورہ طاؤس زیب کی نظرون مین وقعت پائین اور اس ماہ اوج صبا کو عقد نکاح مین لائین اور تو ایک ذرۂ بیمقدار گمنام آدمی اس لطف و عنایت کو غنیمت نہین سمجھتا اور اس مساعدت طالع فرخ کا شکریہ نہین ادا کرتا کہ یہ پری پیکر دوشیزہ سمن بر تیرے ساتھ اس مہربانی سے پیش آتی ہی ایسا کہسار پر بہار اور یہ سبزہ زار لطافت بار اور یہ لالہ اور یہ سمان یہ روانی رودبار دربار ایسا دلکش مقام کسی کو نصیب کہان ۔ بڑے خوش قسمتون کو ایسی بہشت بہجت جگہ مین آنا نصیب ہوتا ہی ۔ ؎

این سبزہ و این چشمہ و این لالہ و این گل
آن شرح ندارد کہ بگفتار در آید

تیری اس وقت کی تقریر دہشت تحیر سے یہ ظاہر ہی کہ تیرا ستارہ نحس تجکو اس اوج اقبال سے حضیض ادبار پر گرائے گا اور تجھکو تمام عمر کے لیے خاک مین ملائے گا ۔ سیبریا کے برفستان مین ایڑیان رگڑ رگڑ کر مرتا دن رات ٹھنڈی سانسین بھرتا کسی سے گفتگو تک نہ کرسکتا اب جو باری تعالے نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ روز نیک دکھلایا تو تو اسقدر اترا گیا مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تیری شامت آئی ہے شیطان نے تجھکو اُنگلی دکھائی ہی خدا کیلیے اس خیال خام سے باز آ اگر بھاگنے کا خیال ذرا بھی دل مین لایا تو عمر بھر مصیبت مین رہے گا ۔ انواع واقسام کے جور و ظلم سہے گا وہ جوان سہی قامت قمر طلعت ذرا سے وہم مین مردود ہو گیا اب صبح کو ایک بوسہ ملجاتا ہے ۔ باقی دن رات قیدخانہ مین بیڑیان کھڑکھڑاتا ہی اگر ابھی جا کر کہدون کہ یہ حضرت بھی بھاگنے کی فکر مین ہین تو تمھاری بھی یہی گت ہو ۔ اللہ اللہ ۔ ایسے دیوانے بھی دنیا مین ہین جو ایسی پُر تمکین بانوے بلقیس مرتبت کی بارگاہ عالیہ متعالیہ تک پہونچ کر وصل سے محروم رہنے کی خواہش کرین ہاے افسوس اے جوان نادان تو سخت بدقسمت اور دشمن خرد ہی ۔

آزاد کے دل پر اس تقریر نے بڑا اثر کیا ۔ تھوڑی دیر تک چپ چاپ غور کیا کیے عربن نے خوب لعنت ملامت کی یہان تک کہ میان آزاد کا ناطقہ بند کر دیا زبان نہ ہلا سکے ۔

عربن نے پھر میان آزاد کو سمجھانا شروع کیا ۔ اے جوان رعنا مجھے تیری جوانی پر رحم اور افسوس آتا ہی ۔ یاد رکھ اگر تیرے یہی خیالات ہین تو تو اپنے کو جلد قید خانے مین پائے گا میری سمجھ مین نہین آتا کہ تو کس ملک کا باشندہ ہے اور تیری عقل کو کیا ہو گیا ہی ۔ افسوس صد افسوس کہ ایسی پری پیکر پا کر تو یہان سے بھاگ جانے کا قصد کرتا ہی اگر تو اجازت دے تو تیری داڑھی اور مونچھون کو ہاتھ سے دیکھون کیونکہ مجھکو تیری جانب سے شک پیدا ہوا ہی ۔

آزاد ۔ مونچھ اور داڑھی اسکے کیا معنی ہین مطلب نہین سمجھا

عربن ۔ مجھے تیرے مرد ہونے مین شک ہی قیاس مقتضی ہی کہ تو عورت ہی ۔ اور کسی کے دھوکا دینے کے لیے تو نے داڑھی مونچھ لگائی ہی ورنہ ممکن نہین ہے کہ تیرا سا شہ زور مرد اور ایسا مرد کہ جسکی جوانی پھٹی پڑتی ہو عنفوان شباب اور ایسی حسین و نازنین پر آ ۔ اس کی جان نہ جائے وطن کیسا اور عزیز کیسے ۔ تمام عمر جانے کا نام زبان پر نہ لائے ۔

آزاد (مسکرا کر) این گل دیگر شگفت ۔ یہ اچھا لطیفہ ہے واہ واہ ۔

عربن ۔ اچھا پھر کیا سبب ہی کہ باوصف جوانی تو اس

زین عابد فریب سے ملتفت نہین ہوا۔ کوئی وجہ خاص ضرور ہو یہ حسن گلوسوز اور رہائی کی فکر کرے۔ عجب عجب۔

آزاد۔ ہائے یہی تو افسوس ہو کہ نہ چھٹکارا ملتا ہو نہ بوسہ ملتا ہو۔

عزبن۔ یہ ناشکری! کیون۔ اور اُس دن کس نے لیا تھا۔

آزاد۔ ایک بوسے پر قناعت کی ہو۔ ہزار دو ہزار تو ہون

عزبن۔ جی بس۔ وا حلوا خوردن را روئے باید انھین چھنون!!!

آزاد۔ اچھا پھر دکھاوینگے۔ یار زندہ وصحبت باقی۔ ہم بھی ہین اور تم بھی ہو۔ وہی چار دن مین دکھادینگے لیکن اگر تم کوئی ترکیب وصل بتاؤ تو سبحان اللہ۔ ازین چہ بہتر۔

عزبن۔ جب تم کو اتنا بھی نہ سمجھ مین آیا تو تم کو بتلانے سے کیا فائدہ اُن سے ملو۔ ہاتھ جوڑو۔ قدمون پر ٹوپی رکھو۔ کہو اب جان جاتی ہو۔ یہی طریقے ہین۔

آزاد۔ تم مزاج دان ہو۔ ہم ناآشنا۔ کل باتین بتاؤ اور جس طرح بر رائے دو اُسی طرح عمل مین نہ لاؤن تو گنہگار مستحق سزا۔ مگر کچھ بتاؤ بھی تو۔

عزبن۔ اگر تم شرعی قسم کھاؤ اور مثل سچے مسلمانون کے اپنے قول پر صادق رہو تو یہان کا کل حال مو بمو کہہ سناؤن تم خوب جانتے ہو کہ مین مسلمان ہون اور باایمان ہون اس مقام اور اس صحبت مین برسون گذر گئے مگر منہیات اور معصیات سے اب تک اللہ نے بچایا ہے۔ مجھے تمھاری جوانی پر واقعی رحم آتا ہو۔ مگر یہان کے حالات اُسی وقت بیان کرونگی جب تم مجھے یقین دلاؤ گے کہ اس تندخو کے کان میں اسکی بھنک نہ پڑنے پائیگی۔

آزاد۔ کیا مجال ہے تم کو اپنی مخدومہ مکرمہ سمجھونگا ممکن نہین کہ کوئی کانون کان سن سکے۔ ایسی بات ہو بھلا سنو اپنی جان کے ساتھ ہو۔

عزبن۔ مجھے ابھی یقین نہین آتا۔ کیونکہ اگر بات کھل گئی تو بن کتے کی موت مرونگی اور میری جان جائیگی۔ خوب غور کر لو۔

آزاد۔ تم اتنا نہین سمجھتین کہ مین کہونگا کس سے اور کہنے کی وجہ کیا۔

عزبن نے کہا ذرا تامل کرو مین ابھی آتی ہون۔ یہ کہکر عزبن ایک کمرے مین گئی اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی کہا اگر اچھا تادہ یہان آگئین اور مین داستان بیان کرتی ہوئی تو تم بات کو ٹال دینا یا گانا شروع کرنا۔ یہ علم موسیقی کی بڑی قدر دان ہین۔

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ وہ شعلہ خو آ پڑی۔ آزاد اور عزبن کو سرگوشی کرتے ہوئے دیکھا تو چہرہ سُرخ ہو گیا آزاد گھبرا کر گانے لگے ؎

خرام ناز مین شمشیر برّان کی روانی ہو
تری پاپوش ای ترک ستمگر سیف خانی ہو
خوش الحان نالہ کش مجھ سا نہوگا باغ عالم مین
غذا میری دو نان گندم داؤد خانی ہو
ہوا سے اُڑ کے پہونچا اس پری پیکر کے کوچے مین
وہ مجنون ہون جسے تخت سلیمان ناتوانی ہو
مٹا لے چار دن مجھکو گیا جس روز جنت مین
کہان پیری وہی مین ہون وہی پیری جوانی ہو
تری فرقت مین ای یوسف خلیل وقت مین عاشق
غم و اندوہ حرمان کی ہمیشہ میہمانی ہو
خیال آیا ہو ہم کو ان دنون مضمون گیسو کا
زمین شعر پر نازل بلائے آسمانی ہو
نفیر مست ہون نعمت مری حاضر ہو جو چاہے

کباب نرگسی - مے یا شراب ارغوانی ہر
ستارہ آج کل چمکا ہوا ہر اپنا اے آتش
موافق ہر فلک اُس ماہرو کی مہربانی ہر

میان آزاد خوش گلو اور نازک آواز تو تھے ہی یہ خوش الحانی اس ستمگر کو کمال پسند آئی - کرسی پر بیٹھکر اشارہ کیا کہ اور کچھ گاؤ -

آزاد مضطرب قریب کی ایک کرسی پر بیٹھے اور اُس جانانہ عنبر مو کے خوش کرنے کے لیے یہ شعر گائے - ؎

صباح عید ہوئی ساقیا شراب چلے
نہ بیشتر کہین ساغر سے آفتاب چلے
شراب و آب یہ تر دامنون مبارک ہو
برسنے کو طرف میکدہ سحاب چلے
گلون کی پردہ دری کیا تمھین ہوئی منظور
جو آج سیر گلستان کو بے نقاب چلے
خرام ناز فرا اُس کوچہ گرد کا دیکھو
نہ اس روش کبھی نہر چمن مین آب چلے
ملے جو وادی غربت مین مجھسے وہ ناگاہ
نہ ٹھہرے پاس مرے کوئی دم شتاب چلے
چلا مین صورت بدمست ٹھوکرین کھاتا
وہ یون چلے کہ کوئی ساغر شراب چلے

وہ دوشیزہ جفاکار اور بھی محظوظ ہوئی - عربن کے کان مین کچھ کہا دو منٹ کے عرصے مین وہ ایک قسم کا شربت مفرح قلب مقوی دماغ خوشبو راح روح ایک طلائی کٹورے مین لائی اور آزاد کو دے کر کہا حضور نے یہ بطریق انعام دیا ہر - نوش جان فرمائیے -

آزاد نے اُس آبحیات کا کٹورا ہاتھ مین لیکر سات بار اُس کے بوسے لیے اور منھ سے لگا کر پی گئے -

آزاد - (عربن سے) الٰہی خیر - اُف - توبہ - اس مین شراب کا میل پایا جاتا ہی تم کہتی نہین کہ مین بھی اور پکی مسلمان ہون ؟

دوزخ مین جلینگے مے کے پینے والے
توبہ خدا ورہ ہزار توبہ خاور

عربن - خدا کو گواہ کر کے کہتی ہون کہ مجھے یہ نہین معلوم تھا یہ شربت ایک خادمہ نے بنا دیا - لانے بھر کی مین مجرم ہون -

آزاد - واہ تم سے روسی زبان مین کچھ کہا تھا اسقدر تو مین بھی سمجھا کہ (لاؤ) کہا - مگر اور لفظ سمجھ مین نہ آئے -

عربن - کیا واقعی شراب بھی اس مین تھی - توبہ توبہ - لاحول ولا قوۃ - بڑا رنج ہوا - ہائے ستم - وائے ستم - توبہ -

آزاد کی رائے صحیح تھی - اس شربت مین خادمہ نے شراب ملا دی تھی اور عربن کو یہ حال معلوم تھا مگر حکم حاکم مرگ مفاجات اور شراب بھی ایسی تیز کہ معاً نشہ چڑھ گیا کہا حضور نے اس وقت اپنے قیدی پر بڑی بدعت کی کہ شراب پلا دی مسکرا کر عربن سے پوچھا کیا ہم نے شراب مانگی تھی - اُس نے کہا نہین حضور شراب کا تو کہین ذکر بھی نہ تھا فقط شربت لائی تھی - شراب کیسی آزاد سمجھ گئے کہ دونون کی سازش ہر - اور اگر سازش نہ بھی ہوتی تو عربن خادمہ ہو کر انھین کی طرفداری کرتی - ؎

اللہ ہر وے بلبل ناشاد کی طرف
گلچین بھی بولتا ہے تو صیاد کی طرف

دوشیزہ - عربن - ان کی آنکھین اس وقت کیون لال لال ہین - یہ سُرخ سُرخ ڈورے بے وجہ نہین - یا شاید اِن کے ملک مین سُرخ ہی آنکھ والے

ہوتے ہیں۔

راوی۔ خیر اب چھیڑنا تو شروع کیا۔ بسم اللہ تو ہوئی۔ آنکھوں کی سرخی کا سبب دریافت فرماتی ہیں۔ بجا ہے

آپ ہی ظلم کرو آپ ہی شکوہ اُلٹا
کس سے فریاد کروں ہے یہ زمانہ اُلٹا

آزاد۔ آنکھوں کی سرخی کا سبب مجھسے پوچھیے۔ میں عرض کروں۔ سبب یہ ہے کہ آپ نے مردم چشم کا خون کیا۔ یہ خون آپ ہی کی گردن پر ہے اور نہیں کیا ہے۔ کوئی دم میں دست نازک ہمارے خون سے شنجرفی ہو جائیں گے۔ ہے

ہمارے خون سے ہوئے دست دلربا قاتل گلگوں
نصیب اپنے ہی قسمت کا ہے حنا اُلٹا

دوشیزہ۔ زبان ذرا ذرا لڑکھڑانے لگی۔ خدا خیر کرے زبان کی خبر لو صاحب۔

راوی۔ زبان تک تو خیریت تھی ابھی کیا ہے۔ حضور کے صدقے میں ابھی پانوں بھی لڑکھڑائینگے۔ ہوا تو چلنے دو۔

آزاد۔ ع۔ اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست۔ یہ سب حضور کی عنایت کا نتیجہ ہے اور ابھی تو ابتدا ہی ہے انتہا کا خدا ہی حافظ ہے ہے

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا | آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

دوشیزہ۔ اسوقت آپ کی گلے بازی اور خوش آوازی سے ہمیں از بس محظوظ کیا۔ تب یہ انعام دیا ہے۔ ورنہ یہ جام کسی کو آج تک نصیب ہوا ہے۔ ؟ توبہ توبہ۔

آزاد نے اسی حالت میں ان اشعار کو ترجمان دل کیا ہے

نرگس کو صدقے کیجیے بیمار چشم کے
زلف سیاہ پہ قربی سنبل کم تا سکے

ایلائے نازہی ہی اس شاہ حسن کو
چین جبین کو قتل جہان پر اُبھار دیے

وہ دوشیزہ قیامت خرام بصد ناز و ادا اُٹھکر چلی گئی اور ہمیں کو بھی اشارے سے بلا لیا۔ آزاد نشے میں چور ہو رہے تھے چپکے سے ایک مسہری پر لیٹے تو آنکھ لگ گئی۔ جب ایک گھنٹہ کے بعد بیدار ہوئے تو نشہ اور بھی تیز تھا۔ نشے کی حالت میں سوجھی کہ خوبی سے بیت بازی ہو رہی ہے۔ سوچے کہ بے نقط شعر دیے جائیں تو آپ ہی یہ اشعار بکنے لگے ہے

حلال ہمہ امور اسرار
راس الرساء لکل اسرار

آمد در مردم دل آگاہ
سالک گشر کلام ہمراہ

در دہ او دل سرور ما را
سرکاکل کہ سرو آرا

کامسال کہ دور کوہ صحرا
در مصر احاطہ کرد گلما

سرکردہ سوارۂ دل آرا
اسم و الاسلام اولا

راہ سر کوہ را سراسر
ادہام ہمہ کار گام صرصر

سرگرم دو سوا اساد ہم
در وسط راہ در دم

ہر سلسلۂ عطارد آسا
آرام دل آہو حرم را

آہو در اسم دوام طاؤس
دمہر دو سر اہرام طاؤس

سرور سوار رو دارد گرد
ادہم ہما در ہمہ دور در آہو

ہرگاہ کہ مہر عالم آرا
صد رہ ہمہ ملک داد صدا

آہو در لمحہ آدرم کرد
گم کردہ رہ مراد سا مرد

محرم دم دلیل دہمدم داد
صد دل ہوئے مصر ارادہ کرد

کاہ سر راہ او ہما دار
در صد سالہ کہ دادار

او را علم و عمل عطا کرد
در درد الم ورا دوا کرد

اتنے میں گھٹا چھائی اور چاروں طرف سے ٹھنڈی ہوا جائی تو آزاد پاشا جامے میں پھولے نہ سمائے گو ہندوستان

مین برسون چسکی لگائی تھی۔ بوتل پر بوتل لنڈھائی تھی ہر قسم کی شراب ناب پی تھی مگر یہان آن کر توبہ کرلی تھی اب اس ساقی سیم ساق نے جو دھوکے مین جام عروق پلایا تو اُن کو نشہ و سرور ایسا پسند آیا کہ بے اختیار ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد عربن نے آن کر کہا چلیے ایک نئے مکان مین آپ کو لے چلین۔ وہان ایک نور کی صورت نظر آئیگی مگر باادب قدم رکھنا خبردار عبد ہے۔ وہان بے ادبی کرو گے تو راندے جاؤ گے سیکڑون صورتین ہونگی پیاری پیاری مورتین نظر آئینگی۔ آزاد پاشا جھومتے ہوئے چلے تو پہاڑ کے ایک غار مین جو اس محل معلی سے متعلق تھا پہونچے اور زینون کے ذریعہ سے اُس غار کے اندرونی حصے مین اُترے دیکھا کہ ایک نہایت ہی سجا سجایا مکان ہے مکان کیا پرستان ہے اور دو رویہ مہ طلعتان زاہد فریب تمکن ہین یون تو سب کی سب خوبرو عنبر مو ہین مگر ایک پرکالۂ آتش کافر بد کیش زن نوخیز پرستم کا جوبن ہے ؎

درصنم خانہ چو رفتم بہ تماشائے بتان
نگہ برق وشئے خرمن ایمانم سوختہ

جھک کر سلام کیا۔

عربن۔ اور جھک کر سجدہ کر دیجیے۔ این! گستاخی! سجدہ کرو۔

آزاد۔ سجدہ بجز خدا کے اور کسی کے لئے نہین ہے معشوق دعوئی خدائی کرتے ہین۔ لہذا انکو کافر کہا ؎

بت کرین آرزو خدائی کی	شان ہے تیری کبریائی کی

عربن۔ یہ بڑا متبرک مقام ہے یہان سر کے بل چلو ایسا ویسا مقام نہین ہے۔ ادب کے ساتھ دیکھو۔

آزاد پاشا نے ذرا غور کر کے دیکھا تو کھلکھلا کر ہنس پڑے این! کیا خوب۔ کیا خوب کہہ کر قدمون پر ٹوپی رکھ دی اور اس بت ملائک فریب کے پائے رنگین پر بار بار لگا کر بوسہ لیا اور کہا ؎

ہیچ از تقوی نشد حاصل بجز افسردگی
کلفت چل سالۂ من پاک جام بادہ رفت

اپنے ساقی گلبدن کے صدقے کہ ایک جام سرشار سے مست و مخمور کیا۔ رباعی

حشر مین جب حساب مانگینگے	الامان شیخ زشاب مانگینگے
اپنے ساقی لاابالی سے	رندوان بھی شراب مانگینگے

عربن۔ یہ زبان کوئی نہین سمجھ سکتا۔ یا عربی مین کیجیے یا ایسی زبان مین کہ حضور بھی سمجھ سکین تو داد دین مذاق کی باتین ہین۔

اتنے مین اُس ملایک فریب نے عربن سے کہا اُن سے پوچھو ہم نے کیسی وضع بدلی کہ اُنکو ذرا بھی نہ معلوم ہوا۔

آزاد۔ دل ہی جانتا ہے کہ کیا حال تھا سانپ کلیجے پر لوٹتا تھا جیسے ؎

حسن سے دنیا مین دل کو عشق پیدا ہو گیا
آ کے اس بازار مین یوسف کا سودا ہو گیا
موسم گل کی ہوا کرنے لگی نازبری
سکۂ بازار جنون کا داغ سودا ہو گیا
دل تصور کا ترے مسکن ہوا ای بحر حسن
بند جذب عشق سے کوزہ مین دریا ہو گیا
اشک افشانی سے مجھ مجنون کے ہین اطفال محو
کھیلنا لڑکون کا لڑکون کو تماشا ہو گیا
تیغ سے وہ ابروے خمدار ہے خونریز تر
جوہر ادراک سے حل یہ معما ہو گیا

عربن نے کہا اس وقت مزے میں ہو۔ دور کی سوجھ رہی ہی جو جی چاہتا ہی بک رہے ہو چاہے کوئی کچھ چاہے نہ کچھے آزاد بولے۔ مجذوب کی بڑ تو یہی ہی جو زبان پر آیا بک دیا۔ آزاد نے ہاتھ جوڑکر شراب مانگی۔ ع

ساقیا دے مجھے شتاب شراب　　کب سے کرتا ہون مین شراب شراب
ہی مزہ مستی اور ہشیاری　　کہ ہی بے لطف وقت اب شراب
نرگس مست یار کے آگے　　ہوئی غیرت سے آب آب شراب

شہسوار کی شرارت کا نتیجہ

مرزا ہمایون فر بہادر ایک دن صبح کے وقت بستر سے اُٹھے تو دیکھا کہ ایک خط سرہانے رکھا ہی این! یہ خط کیسا۔ پڑھا تو دنگ ہوگئے۔

وہو ہذا

سنو جی۔ تم شہزادے۔ بادشاہ کے لڑکے ہو۔ ہم بھی رئیس زادے رئیس کے صاحبزادے ہین گو تمھارا مقابلہ نہین کر سکتے مگر ہم بھی اپنے وقت کے بادشاہ ہین کسی کو اپنے مقابل مین نہین سمجھتے۔ فغفور چین اور زار روس دونون کو ایک ادنی آدمی سے بدتر سمجھتے ہین۔ تم بھلا کیا بیچارے ہو۔ تمھاری کاشت کیا ہی۔ تم سے دشمنی جانی ہے۔ ایک دن آگ لگا چکا ہون۔ اتفاق سے بچ گئے مگر دیکھو تو سہی اب کی ایسی مصیبت مین پڑوگے کہ تمام عمر یاد کروگے۔ سنو میان ہم وہی شہسوار ہین۔ وہی جوانمرد۔ سپہر آرا بیگم کی ایک ایک ادا پر جان دیتا ہون۔ انکی صورت میرے دل مین کھبی ہی۔ ع

انعاشقان صادقت اہ لستان منم
اول کسے کہ بر تو فدا شد زجان منم

وہ عشق گلوسوز ہی کہ خرمن صبر تنک کو سوختہ کر دیا ع

نمایان شمع باحسن گلوسوز　　ہر پروانہ ہالیش صبح نور وز

سپہر آرا کے ساتھ اگر نکاح ہوا تو جان لونگا۔ مار ڈالونگا قتل کر ڈالونگا تجھے۔ سپہر آرا کے ساتھ کسی کی شادی ہو اور ہم دیکھین۔ اور خالی خولی بیٹھے رہین۔ واہ غیر ممکن ع

کانٹو مین اگر ہو الجھنا　　تھوڑا لکھا بہت سمجھنا

میرا قصد ہی کہ سپہر آرا کے نام بھی ایک خط اسی مضمون کا بھیجون کہ اگر ہمایون فر کی شادی تمھارے یہان ہوئی تو عین شب عروسی کو اُن کا سر تن سے جدا ہوگا۔ اور تن سر سے الگ پھڑک رہا ہوگا۔ ع

معرکہ پڑتے ہی اُٹھ جائینگے غیرون کے قدم
جب سمجھنا ہو سمجھ لین سر میدان ہم سے

جس روز سے مین نے تمھارے عقد کا حال سُنا ہے بڑا پیچ وتاب کھاتا ہون کئی بار جی چاہا کہ چھری لیکر سو بھونکون اور اتنی چھریان بھونکون کہ دم کے دم مین کام تمام ہوجائے پھر سوچا۔ ع

پھنسکے دل مت ہر بل سمجھ لینگے　　زلف کرلی ہی بل سمجھ لینگے
ہم سپاہی ہین او کمان ابرو　　تیغ پکڑے اجل سمجھ لینگے

راوی کس منھ پر چشم بد دور یہ اشعار لکھے ہین۔ سبحان اللہ اسقدر پڑھکر ہمایون فر نے خدمتگار پر خشونت کے ساتھ نظر ڈالی آگے پڑھا تو اس سے زیادہ سخت۔

مرزا ہمایون فر بہادر یاد رکھو کہ مین ایک بار اور چوٹ کرونگا۔ بے چوٹ کیے رہون یہ محال ہی افسوس ہی کہ مین اشتہاری مجرم ہون ورنہ جو آرزو تھی وہ بر آتی۔ دم کے دم مین کچا کچا کر دکھاتا ع

من رچہ خیالیم وفلک رچہ خیال　　کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال

خدا کی مرضی یہی ہی کہ تم چین کرو اور ہم قید سہین۔ خیر ہرچہ مرضی اوست ہمہ نیکوست۔ مرضی مولی از ہمہ اولیٰ۔

تقدیر الٹی سے کیا چارہ ہے۔ ؎

ای خدا قربان احسانت شوم | این چہ احسان است قربانت شوم

ہم سپاہی آدمی ہیں۔ للکار کر حریف کو مارتے ہیں۔ ؎

پٹے سے سیکھے دعوی مردانگی کوئی
آئے جو کاٹنے کو تو پہلے لکار دے

بغیر ٹوکے ہوئے ہم جوانمرد دشمن سے مقابلہ نہیں کیا کرتے پہلے ہم تم سے دب کے چلے تھے یہ ہماری شرافت کا ثبوت تھا۔ جنبیت کا ثبوت نہ تھا۔ ؎

نمو کرتا ہے انسان کو جوہر شرافت کا
اصالت جس میں ہوتی ہے وہی تلوار کستی ہے

اور ہمارا تو موت کا خوف ہی نہیں۔ بقول شاعر ؎

کٹنے میں رگون کے نہ صدا آہ کی نکلے
ہر قطرے سے بوٗ الفت اللہ کی نکلے

حضرات ناظرین یہ وہی شہسوار ہیں جو جوگن پر عاشق ہوئے تھے اور جو دولت کے نشے میں ایسے مست ہوئے کہ دین و دنیا دونوں بھول گئے۔ انھیں کے خوف کے سبب سے جوگن بھاگ آئی تھی۔ یہ وہی شہسوار ہیں جو آزاد اور ہمایون فر دونوں کے دشمن جانی تھے ناظرین کو یاد ہوگا کہ جب یہ شخص مرزا ہمایون فر کی کوٹھی میں آگ لگا کر بھاگا تھا تو غلبۂ حماقت و جہالت سے اُن کے نام ایک خط بھیجا تھا کہ دیکھو ہم ایسے ہیں اس طرح پر آگ لگا کر بھاگ جاتے ہیں اُن کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا گیا تھا اور یہ روپوش تھے اُستانی جی کے ہاں اُن کا پتا ملا تھا اور اُستانی جی اور جوگن کی بدولت ٹھاکر کے ہاں انھوں نے پناہ پائی تھی۔

اُن کے کان میں بھنک پڑی کہ سپہر آرا کے ساتھ اُن کا نکاح ہونے والا ہے بس آگ ہو گئے فوراً بتہ پلیتی داغ دی یہ تو یارون کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ اب ادھر کا حال سُنیے۔

بڑی بیگم نے کہا ان دونوں خطوں کو احتیاط سے رکھو ایسا نہ ہو کہیں کھو جائیں۔

حسن آرا اور سپہر آرا اور گیتی آرا اور جہان آرا سب خوش و خرم کہ چور کا پتا ملا۔

مرزا ہمایون فر نے اُسی وقت دونوں خط منگوائے اور فٹن پر سوار ہو کر فوراً صاحب ضلع کی کوٹھی پر گئے۔ صاحب کو اطلاع ہوئی باہر استقبال کے لیے آ کے ساتھ ملایا کمرے میں لے جا کر بٹھایا۔ پوچھا۔ دل مزاج اچھا شہزادہ صاحب۔ ہمایون فر نے کہا شکر ہے۔ کچھ دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں ہوا کیں اس کے بعد صاحب نے مذاق کرنا شروع کیا۔

صاحب۔ ہم نے سُنا ہے کہ آپ کا شادی جلد ہونے والا ہے۔

شہزادہ۔ (مسکرا کر) جی ہاں امید تو ہے مگر ابھی یقین کا درجہ نہیں ہے۔

صاحب۔ آپ نے دیکھا ہے۔ یا آپ لوگ بھی ہندو لوگ کی طرح بے دیکھے کرتا ہے۔

شہزادہ۔ ہم لوگوں میں بھی آپ لوگوں کی طرح اکثر خاندان میں شادی ہوتی ہے مگر جو بیگانی جگہ ہوئی تو دیکھنا معلوم۔

اس کے بعد ہمایون فر نے وہ خط دکھایا اور کل مطلب سمجھایا۔ صاحب نے کہا ہم ڈیڈ کیٹو پلیس کے ذریعے سے اسکا پتا چلائیگا۔ اب تک وہ شرارت سے نہیں چوکتا۔ ہم بہت جلد اس کا تدارک کرگا۔ آپ یہ خط ہمارے پاس رہنے دے ہم کسی کو دکھائیگا نہیں۔

صاحب نے پوچھا وہ آپ کا دشمن کیوں ہے۔ کیا آپ نے

اُسکو کسی قسم کی ایذا پہونچائی ہو۔ تم نے آپکا مکان کیون جلایا۔

ہمایون فر۔ اس خط کے پڑھنے سے آپ نہین سمجھے۔ وہ تو صاف صاف بیان کر رہا ہے پھر پڑھکر سناؤن۔ صاف صاف بیان کرتا ہے۔

صاحب۔ آپ ہم سے خلاصہ کے طور پر کہدین کہ کس واسطے آپ کا گھر جلایا۔

ہمایون فر۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ایک بیگم صاحب کے ساتھ میرا نکاح ہونے والا ہے مگر یہ شخص اُنکو خود عقد نکاح مین لانا چاہتا ہے۔

صاحب۔ ہان۔ اور ایسا آدمی ڈھونڈھ کے تلاش کرو۔

صاحب نے فوراً ڈیڈ کیسٹو پولیس کے ایک انسپکٹر کو بلایا اور ہمایون فر کے سامنے کہا کہ اس شہسوار کا پتہ لگاؤ۔ کسی ترکیب سے اُسکو ڈھونڈھ لاؤ۔ انسپکٹر صاحب نے کئی سوال کیے۔

۱۔ یہ خط آپ کے سرھانے پر کس نے رکھا۔ آپ نے اس کی کچھ تحقیقات بھی کی تھی۔

۲۔ کسی خدمتگار پر آپ کو شک تو نہین ہے۔

۳۔ کسی اور پر آپ کو شبہ ہے۔

۴۔ اُسکا حلیہ ہم کو بتلائیے۔ گو حلیہ چھپا ہے مگر ہم چاہتے ہین کہ صاف کل اُمور بتلائیے۔ بھلا طرز کلام مین کوئی خصوصیت ہے۔

۵۔ اگر ممکن ہو تو اُن کے اور حالات دریافت کیجیے۔

ہمایون فر۔ مین کوشش بلیغ کرونگا۔ مین نے خدمتگارون پر ذرا بھی سختی نہین کی سوار ہوا۔ اور چلا آیا۔

انسپکٹر۔ حضور یہ تو اچھا نہین کیا۔ چشم نمائی ضرور ہے۔

ہمایون فر۔ تو اب اسوقت جاکے تحقیقات کرون۔

انسپکٹر۔ مین حضور کے ساتھ چلون اور چلکر کھڑا کھڑا دون

صاحب۔ ہان ول ضرور جاؤ انسپکٹر صاحب شہزادے صاحب کا مقدمہ خوب درست کرو۔

انسپکٹر۔ ہان حضور ضرور جاؤنگا۔ اور تحقیقات کرونگا۔

ہمایون فر۔ یا اگر مناسب ہو تو ایک کام کیجیے۔ کہیے دو چار روز خفیہ تحقیقات کر لون۔

انسپکٹر۔ اچھا۔ بہتر ہے دو چار روز تو بہت بڑا وقفہ ہو جائیگا۔ حضور کل شام تک خفیہ تحقیقات کر لین تو بہتر ہے۔

صاحب۔ ول اچھا اب ہم کسی روز آپ سے ملیگا۔

ہمایون فر بہادر رخصت ہوئے۔ فٹن پر بیٹھے سامنے انسپکٹر صاحب بیٹھے۔ انسپکٹر اثنائے راہ سے اُتر گئے۔

محل سرا مین پہونچکر ہمایون فر نے ایک مصاحب سے سرگوشی کی اور شہسوار کے خط کا ذکر چھیڑا۔

مصاحب۔ سائین! خدا اُس مردک سے سمجھے۔

ہمایون فر۔ اگر ذرا بھی پتا معلوم ہو تو خدا کی قسم چور رنگ کر ڈالون۔

مصاحب۔ خداوند دیکھیے مین پتا لگاتا ہون۔ ایک ملی یہان رہتی ہین آستانی جی یہان سے تھوڑی دور پر مکان ہے

ہمایون فر۔ ہان اُنکو کچھ حال ضرور معلوم ہوگا۔

اتنے مین ہمایون فر بہادر کے ایک دو متقدیم آئے خدمتگار نے برآمدے ہی سے کہا۔ خداوند۔ حاجی صاحب آتے ہین شہزادے نے کہا کون حاجی صاحب حاجی الماس علی خان صاحب یہ کہکر برآمدے کی طرف تشریف لائے حاجی صاحب سے چار آنکھین ہوتین۔

شہزادہ۔ آخاہ۔ آئیے آئیے آئیے۔ بھئی جلد جلد چلو۔

حاجی۔ آداب عرض ہے حضور مزاج اقدس (کوٹھے پر آنکر)

خدا کی قسم ہو اسقدر خوشی ہوئی کہ سیان سے باہر ہوں۔

شہزادہ۔ ایں! سیان سے باہر ہوں! کیا خوب۔ باہر ہوں کی ایک ہی کہی۔ کیا خوب۔

حاجی۔ دل لگی سے باز نہیں آتے۔ مارے خوشی کے (ہوں) زبان سے نکل گیا۔

شہزادہ۔ اور کہیے کیا حالات ہیں۔

حاجی۔ جشن ہیں۔ جلسے ہیں۔ مزیداریاں ہیں۔

شہزادہ۔ اس کے کیا معنی۔ یہ جشن اور جلسے کیسے۔

حاجی۔ مجھسے بہت اڑیے میں سب سن چکا ہوں۔ مبارک ہو۔

شہزادہ۔ اللہ اللہ۔ یہ مطلب ہی۔ ارے یار تم سے ایک بات کہینگے مگر پوشیدہ رکھنا۔ خبردار ایک مردود نے ناک میں دم کر دیا ہی۔ ایک دفعہ کوٹھی جلا دی جان کے لالے پڑے۔ کچھ پوچھو نہ کسقدر مصیبت میں تھا۔

حاجی۔ لاحول ولا۔ وہ ہی کون۔ کھڑے کھڑے سمجھ لونگا۔

شہزادہ۔ اسکا کہیں پتا ہی نہیں مگر خط بھیجتا ہے اور دھمکاتا ہی کہ قتل کر ڈالونگا۔ اور یہ کرونگا اور وہ کرونگا۔

حاجی۔ اسکی ایسی تیسی۔ قتل کریگا۔ بد معاش۔

شہزادہ۔ آج سرہانے پر ایک خط رکھا تھا۔ اسمیں لکھا تھا کہ ہم تم کو قتل کر ڈالینگے۔

حاجی۔ اسکے مکان کا پتا معلوم ہی یا بالکل گمنام ہی ہی۔

شہزادہ۔ یہی تو خرابی ہی۔ نہ مکان معلوم نہ نام معلوم۔

حاجی۔ اچھا ذرا بتائیے کہ بنائے خصومت کیا ہی۔

شہزادہ۔ جس لڑکی کے ساتھ ہماری شادی ہونیوالی ہی اسی پر وہ بھی ریجھے ہیں۔

حاجی۔ اہا ہا یہ بتاؤ وہ تربیت یافتہ بھی ہیں۔

شہزادہ۔ اگر تربیت یافتہ نہوتیں تو میں منظور بھی کرتا۔ ع

زن نیک و خوش سیرت و پارسا	کند مرد درویش را بادشا

تربیت یافتہ آدمی کے لیے تربیت یافتہ عورت ضروری ہے بہت پڑھی لکھی ہیں حسین اور تربیت یافتہ۔

حاجی۔ نہایت ہی خوش ہوا۔

دوسرے روز حاجی صاحب نے شہسوار کا پتا لگایا۔

حاجی صاحب بڑے زندہ دل اور تیز طبیعت اور ہر دل عزیز آدمی تھے علما سے بھی ملاقات تھی بانکوں سے بھی یارانہ تھا۔ چرکٹوں کے بھی یار تھے پیراکوں سے بھی ملتے جلتے رہتے تھے۔ ستار بازوں تواروں سے بھی ملاقات تھی شہر کے ایک نامی گرامی چور کے پاس گئے (چور کا ہے کو چوروں کے گرو گھنٹال تھے) اس چور نے کہا ہم کل ہی تک پتا لگا دینگے اپنی ٹکڑی میں سب سے ذکر کیا کہ اس شہسوار کا پتہ لگاؤ جو ہمایوں فر کے ہاں آگ لگا کر بھاگ گیا ہے۔ ایک شخص نے کہا ہم سے پوچھو ہم بتائیں اور یوں کہنا شروع کیا۔

وہ بہت بڑے شہسوار ہیں اور ایک دن ایک جگہ ہم نے انکو دیکھا تھا کہ شراب پی کر غین پڑے تھے۔

ایک۔ ایں! تو شرابی ہی۔ والعلم الخ۔ معاذ اللہ۔

دوسرا۔ اجی ہم سے بھی ملاقات ہی۔ فوج میں نوکر تھے نہ۔

تیسرا۔ اگر شرابخوار ہیں تو ہم نہیں پہچانتے۔ وہ کوئی اور ہی

چوتھا۔ آہاہ اجی وہ تو نہیں جو چہرے سے بڑے شرابی ہیں۔ ع

واعظ کے میں چھڑوانے سے ڈر گیا
جام شراب لائے بھی ساقی کدھر گیا

پانچوان — واہ یون کہو —

شراب کہنہ کہ روشنگر روان من ست
مصاحب من و پیر من و جوان من ست

چھٹا — اچھا ہم کل پتہ لگا سکیں گے —

ساتوان — اجی ہم بتائین — بس ہم سمجھ گئے — وہ جو ٹھاکر رہتے ہین لکھیرے سے کوئی دو کوس یا تین کوس کے فاصلے پر وہان ایک شہسوار رہے مگر باہر نہین نکلتا ہم نے ابتک نہ کہا کہ ؎

خدا کے غضب سے ذرا دل مین کانپ
چغلخور کے منہ مین ڈستے مین سانپ

اس سے ہم یہ بولے — نہین ملک ملک کا آدمی ہماری پورون پر لکھا ہے ہم سے سیانہ سو دیوانہ — اور کیا —

حاجی — مگر یہ کیونکر معلوم ہوگا کہ ہمایون فر کے گھر مین اُسنے آگ لگائی — اُس کا پتا لگاؤ تو جانین —

ہمایون فر بہادر نے صاحب انسپکٹر کو بلایا اور کل حال بیان کیا وہ فوراً روانہ ہوئے —

اتنے مین وہی پروفیسر صاحب تشریف لائے —

ہمایون فر — آئیے مزاج شریف کیون صاحب آفتاب کی بابت آپ لوگون نے کیا تحقیقات کی —

پروفیسر — پیشتر لوگون کا گمان تھا کہ آفتاب آگ سے مرکب ہے مگر یہ غلط ہے اس مین بھی قریب قریب وہی اجزا ہین جو زمین مین ہین — مگر لوہا زیادہ ہے اسکے اردگرد بخارات ہمیشہ جمع رہتے ہین اور یہ طرفہ ہوا یعنی انھین بخارات سے گھرا ہے اجزہ مذکور ایسے روشن ہین کہ دنیا مین اُن سے زیادہ روشن اور کوئی شے نہین ہے اگرچہ زمین سے ۹ کروڑ ۵۲ ۱۱/۷ لاکھ ۴۵ ہزار میل کا ان سے فاصلہ ہے تاہم انسان بغیر خیرگی نگاہ کے اُن کی طرف دیکھ نہین سکتا — کرہ شمس ایک جسم مصمت اور سب سیارون کی گردش کا مرکز ہے اور اپنے محور پر مغرب سے مشرق کی جانب ۲۵ دن ۱۵ گھنٹہ اور ۲۶ انسٹ مین دورہ ختم کرتا ہے زمین کے قطر سے جو صرف ۷۹۱۲ میل ہے ۱۱۲ حصہ زیا[illegible] ہے — روز روشن مین جو سیارے نظر نہین آتے ہین اس سے نہ سمجھنا چاہیئے کہ دن کے وقت وہ غائب ہوجاتے ہین اور شب کو پھر ظاہر ہوتے ہین — نہین نہین! ایک بدیہی بات ہے کہ مہر منیر کے اشعۂ لمعان و درخشان کے مقابل مین اُن کی چمک دمک بیفروغ ہوجاتی ہے — ہان دوربین کے ذریعہ سے البتہ دن کو بھی ستارے نظر آسکتے ہین —

اکثر لوگون نے بڑی چاؤ سے کنوون اور عمیق غارون مین سے دن کے وقت ستارے دیکھے ہین چاندنی مین بھی سب ستارے مہتاب کی تیز روشنی کے سبب سے نہین دکھائی دیتے مگر شب دیجور مین بلا اعانت دوربین کے تین چار ہزار ستارون کے قریب نظر آتے ہین —

ہمایون فر — اور خسوف و کسوف —

پروفیسر — کسوف یعنی سورج گرہن تین قسمون پر منقسم ہے یعنی کامل — ناقص — حلقہ نما کسوف ناقص اکثر لوگون نے مشاہدہ کیا ہوگا — مگر کسوف کامل شاذ و نادر وقوع پذیر ہوتا ہے — اور النادر کالمعدوم کا حکم رکھتا ہے اسی سے اہل ہیئت علامات گوناگون اور تجربہ و تحقیقات بوقلمون حاصل کرتے مین ممکن نہین کہ انسان کسوف کامل دیکھے اور ایزد متعال کی صنعت کا نقش اُس کے لوح دل پر بخوبی منقش نہوجائے ہوجو نادر باتین متعلق بہ علم ہیئت اس وقت منصۂ شہود مین

جلوہ گر ہوتی ہیں ان کا اور ساوقات میں ظہور پذیر ہونا غیر ممکن الوقوع ہے۔
کسوف کا باعث رموز شمسی ہے ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ کرہ قمر
اور زمین کی روشنی مستعار ہے ذاتی نہیں اور دونوں کرہ مذکور آفتاب
سے نور اقتباس کرتے ہیں جبکہ آفتاب اور زمین کے
درمیان کرہ قمر حائل ہوتا ہے تو اسکا سایہ زمین کے کسی حصہ پر
پڑتا ہے اور شعاع شمس کی اسی زمین کے خاص حصہ پر
گرنے کا سد باب ہوتا ہے جب آفتاب چھپ گیا نور روشنی مفقود
اور تاریکی موجود ہو گئی اسی کو کسوف کہتے ہیں۔

تھوڑی دیر میں پروفیسر صاحب نے آلات کے ذریعے سے
ہمایون فر کو مختلف علمی باتیں بتائیں جس سے شہزادہ
بلند اختر کمال محظوظ و مسرور ہوئے اور کہا آپ کے آنے
سے مجھے بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے ورنہ اگر صحبت بد میں بیٹھتا
تو معاذ اللہ توبہ ہی بھلی۔ ؎

با ہمنشین وباش بیگانہ او	در دام افتی اگر خوری دانہ او
تیر از رہ راستی کمان را کج دید	بنگر کہ چگونہ جست از خانہ او

پروفیسر۔ اچھا اب ہم رخصت ہوتے ہیں۔

ہمایون فر۔ فی امان اللہ۔

حاجی صاحب نے مرزا ہمایون فر بہادر کو یہ مژدہ طرب انگیز
سنایا کہ شہسوار کو انھوں نے ڈھونڈھ نکالا۔ شہزادہ
بلند والا دہ کو پہلے مطلق یقین نہ آیا۔ کہا حضرت ہم
جانتے ہیں دھوکا ہوا ہوگا بھلا دو دن میں وہ ملسکتا ہے ہے توبہ
وہ ایک ہی کائیاں ہے۔ جس کے ٹھکانے کا منتر نہیں سمین
تو شک کی جگہ یقین ہے اور سچ پوچھو تو یہی ایمان و دین ہے
کہ وہ نابکار کسی سے دیکر نہ نکلیگا۔

حاجی صاحب نے کہا قبلۂ عالم۔ وہ تو کائیاں ہے ہی مگر
غلام بھی کچھ کم نہیں ہے۔ سیر سے بھی کا ٹھکانا منتر نہیں وہ سیر تو غلام
سوا سیر ہے یہیں ممکن ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائے توبہ۔ کیا مجال
شہزادے نے کہا اچھا حلیہ کیا ہے اور رہتا کہاں ہے۔

حاجی صاحب نے روایت یوں بیان کی۔

حضور خاکسار لاکھ یارانے کا دم بھرے اور یارانے میں تو کوئی
شک ہی نہیں۔ لڑکپن سے دوستی ہے مگر حضور پھر شہزادے
ہیں اور غلام رعایا حضور بادشاہ کے لڑکے اور میں ایک ادنٰی
سی رعیت کبھی جھوٹ نہ بولونگا سچا ہے ادھر کی دنیا ادھر
ہو جاوے کیا مجال حضور ہوا یہ کہ غلام ایک چھیڑ پر گیا
وہاں حال معلوم ہوا اور پھر ایک اور دوست سے ملا انھے
بھی وہی کہا جو میں نے پہلے سنا تھا بس یقین واثق ہو گیا کہ وہی ہے
ہمایون فر۔ کل حال مفصل بیان کرو۔ ملا کیونکر اور کہاں ملا
حاجی۔ حضرت سنئے وہ ایک روز حسن آرا بیگم کے محل کے
پاس کھڑا تھا اور حضور یا وہ دوسرے آدمی۔ ای ہے بھلا ہی
نام ہے میاں آزاد خوب یاد آیا۔ دونوں کا امتحان ہوا۔

حسن آرا نے کہا اس مصرع کا مصرع ثانی فرمائیے مگر مطلع ہو
ع شب چو آمد ماہ ما بر بام ما۔ اسکا جواب یوں دیا ؎

شب چو آمد ماہ ما بر بام ما	پر شدہ از مہر دل جام ما

مگر حضور نے یا آزاد نے یہ مطلع سنایا۔

شب چو آمد ماہ ما بر بام ما	گشتہ زو ہم صبح روشن شام ما

حسن آرا پھڑک گئی کہا بارک اللہ خوش گفتی۔ پھر فرمائش
کی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ خدمتگار نے آن کر ایک خط دیا
حاجی صاحب کی باتیں سنکر ایسے محو ہو گئے تھے کہ خط کو مسند
کے نیچے دبا دیا۔ اور کہا آپ فرمائیے۔ حاجی صاحب نے
گفتگو یوں شروع کی۔

حضور انہوں نے لکھا کہ ایک بوڑھا اپنی شادی کرنے جاتا ہے ۱۲۹۶ھ میں شادی ہو تو کیا مادہ تاریخ کہیے گا۔

آزاد نے فوراً کہا پیر نابالغ (۱۲۹۶ھ) حسن آرا نے تعریف کی اور کہا واہ واہ سبحان اللہ کیا موزوں طبیعت پائی ہے چشم بد دور کیا ذہن کی رسائی ہے۔

ہمایوں فر۔ واللہ یہ تو نئی نئی باتیں سننے میں آتی ہیں۔

حاجی۔ حضور سنئے تو بتائیں۔

ہمایوں فر۔ اللہ مجھے ایسی ایسی باتیں معلوم ہوئیں کہ کبھی سنی ہی نہ تھیں۔

حاجی۔ حضرت ان کے دروازے پر ایک دن بھیڑ لگی تھی۔ ایک طرف آزاد دوسری جانب وہ۔

ہمایوں فر۔ ارے تو بازار لگی تھی۔

حاجی۔ حضور بس اب کیا کہوں۔ کچھ پوچھئے نہیں۔

ہمایوں فر۔ ہاں صاحب اور کیا کیا معلوم ہوا۔

حاجی۔ ایک اخبار میں چھپ گیا ہے

جیب سے نکال کر اخبار دیا۔

ہمایوں فر۔ او وہ اخبار اس کے تو ہم بھی خریدار ہیں۔ پڑھا تو ذیل کی عبارت نظر سے گذری۔

وہو ہذا

پیر مرد نے محل میں جا کر حسن آرا اور سپہر آرا سے کہا کہ وہ دونوں گبھرو جوان بھی سامنے گھوڑوں پر سوار کھڑے ہیں میاں آزاد ان کو اور وہ ان کو قہر کی نگاہ سے دیکھنے لگے تو میں نے یوں فیصلہ کیا کہ تم سب کا امتحان لیا جائے۔ دیکھیں کس کا ستارہ چمکتا ہے قسمت آزمائی ہے۔ انہوں نے گو اس مشورہ کو پسند کیا مگر سپہر آرا سوچ کر بولی نہیں نہیں آزاد ہی کے ساتھ بیاہ رچے تو بات ہے۔ خیر۔ پیر مرد خوش خوش باہر گئے اور ان دونوں جوانان روئین تن سے یوں گفتگو کی۔

پیر مرد۔ اترو بھیا۔ گھوڑوں کو سائیس کے سپرد کرو آؤ بیٹھو۔

الا اللہ کہکر وہ دونوں دھم سے اتر پڑے تو پیر مرد نے کہا سنو بھائی ان دونوں مہوشان ماہ جمال پر آپ کا دل آیا ہے تو ہم ایک سہل سی تدبیر بتاتے ہیں یہ بے سمجھے بوجھے بیاہ نہ کرینگی اتنا سننا تھا کہ ایک کڑک کر بولا کیا کہا دوسرے نے کہا داغ دے۔ دیوان اُس پار ہو۔ پیر مرد کے ہوش پران کر بڑے پھنسے آہستہ سے کہا کہ وہ امتحان لینے کو کہتی ہیں۔ امتحان چہ معنی دارد۔ سٹھیا گیا ہے بڈھے کیا۔ ارے صاحب ارے ترے کہاں کی نکالی نامعقول۔

اجی حضور وہ علم و فضل میں امتحان لینگی کیا؟ علم و فضل ہم کیا کچھ مکتب خانے کے لونڈے ہیں ہمارا علم ہماری تلوار (شڑاپ سے میان کے باہر نکال کر) چمکتی دمکتی تلوار (دوسرا بھی تلوار (تڑ سے میان کے باہر تھی) اب پیر مرد ہکا بکا کہ بات کرتے ہی تلواریں اُگل پڑیں۔ خدا ہی خیر کرے۔ یعنی اچھے اچھلوں سے سابقہ پڑا ہے۔ بولے کہ آپ امتحان دینگے یا نہیں ایک نے کہا دینگے دوسرے نے کہا پہلے تیرا سر کاٹ لینگے تب تو پیر مرد بھی کسی قدر تیز ہوئے بس میاں بس بہت بانکپن کی نہ لو۔ میرے پوتے کے برابر ہو۔ اور مجھی کو للکارتے ہو اور تلوار دکھاتے ہو بوڑھوں کے منہ لگتے ہو (دانتوں کے تلے انگلی دبا کر) توبہ توبہ بانکپن کے یہ معنی کہ بوڑھوں پر تیز ہو میاں منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت ہم تو اب حلوا کھانے کے کام کے ہیں لڑنے بھڑنے کا اب زمانہ کہاں رہا۔ ایک جوان نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ معاف کیجئے گا دوسرے نے قدموں پر ٹوپی رکھی

کہ تصور ہوا غیر اب اصل حال اور کل داستان کا لُب لُباب سنیئے کہ حسن آرا سپہر آرا سولہ سنگار کر کے ایک پُر تکلف کمرے مین جلوہ گر ہوئین - اور میان آزاد کو وہان بُلوایا یہ مژدۂ روح افزا سنتے ہی میان آزاد کے رخسار تابان پر فرط طرب سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے - قدم بڑھاتے ہوئے کمرے مین پہونچے تو دیکھتے کیا ہین کہ کمرہ دُلھن کی طرح سجا ہوا ہے مشک و عنبر کی چو طرفہ خوشبو آتی ہے - جو شی ہے بے بہا - جو چیز ہے دلربا - فرش مکلّف کرسیان رنگین در و دیوار غیرت آگین ہے ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

ہمایون فر - خدا تجھکو سلامت رکھے - حاجی میرے یار کیا کہنا ہے - بھائی اب تو ہم شادی نہ کرینگے شادی اور امتحان! واہ اچھی کہی معاذ اللہ کا مقام ہے -

حاجی - این! آپ اسوقت ہین کہان - توبہ توبہ -

ہمایون فر - نا بھائی - اب ذرا دو ایک آدمیون سے دریافت کرنا پڑا -

حاجی - آپ بھی اتنے بڑے ہوئے مگر جھک نہ گئی ؎

آدمیت اور شی ہے علم ہے کچھ اور چیز
لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

اور سنئے حضور کی سپہر آرا بیگم نے ایک مرتبہ اُن سے فرمایش کی تھی کہ کوئی فی البدیہہ شعر پڑھیے تو انھون نے کہا ؎

کی شعر تر انگیزد خاطر کہ حزین باشد
یک نکتہ درین معنی گفتیم و ہمین باشد

پھر کہا خدا کے لیے ہمارا اور رقیب روسیہ کا امتحان لیجیے

شہسوار کے اس مصرع پر میان آزاد نے اعتراض جمایا تھا ع

پر شد و از جوہر دل جام ما

ہمایون فر - اعتراض کے تو قابل ہے ہی ؎

بدہ ساقی آن جوہر روح را | دوائے دل ریش مجروح را

حاجی - قسم خدا کی یہی اُنھون نے بھی کہا تھا - یہ شعر پڑھا تھا مگر کیا مصرع لگایا -

شب چو آمد ماہ ما بر بام ما | خندہ زد بر صبح روشن شامہا

سبحان اللہ سبحان اللہ -

ہمایون فر - واللہ امتحان کا لفظ سنکر پھڑک گیا - توبہ توبہ

حاجی - اور آپ کی سپہر آرا بھی اُن پر تو بھی نہین مگر خدا اور خدا کا رسول آگاہ ہے کہ انتہا سے زیادہ غضب ہین -

ہمایون فر - سنا تو ایسا ہی ہے - اور ہمارے علم و یقین مین بھی یہی ہے -

حاجی - مین نے بھی اُن کو در پردہ دیکھا ہے -

ہمایون فر - در پردہ دیکھنے کی کیا کہی ہے - واللہ پھڑکا دیا در پردہ دیکھا ہے آپ نے کتنے بے تکے ہو -

حاجی - اچھا بھائی - ہنس لو جو تمھارا جی چاہے کہو ہم تو سیدھے سادھے مسلمان ہین - ہم کیا جانین - ایک دن انھون نے یہ شعر پڑھا ؎

آہنین ہے طوق منت کا گران بار
ہمارا نون سے دامنگیر دیکھو

تو اتفاق سے طوق کو اضافت کے ساتھ پڑھا - اسپر اکثر احباب ہنس پڑے اور کہنے لگے گنوار ہے -

حاجی صاحب نے شہسوار کی دو ایک باتین اور کہین اور جوگن والے معاملے کا بھی تذکرہ کیا - جب تو یہ باتین ہو چکین

تو شہزادے نے وہ خط پڑھا۔

وہو ہذا

کل یا پرسون تمھارا سر خاک پر لوٹ رہا ہوگا۔ ہم لوگ چکے۔ لوگ کے قتل کرتے ہین یہ نہین کہ چوری سے مار ڈالا سر میدان لڑین ہم وہ لوگ ہین سبی قبلہ دل لگی نہین ہے۔

گو اب کسی قدر لٹ گیا ہون مگر اب بھی بہت ہون ؎

مرا چنین چہرہ گلفام بود
بلور نیم از شوخی اندام بود

دو باتین ہین یا تو سپہر آرا کی شادی کا خیال چھوڑ دو اور یا سر کو تن سے جدا کرو یہ ممکن نہین کہ دونون باتین حاصل ہون ارے لاحول۔ سپہر آرا کو تو ہم کسی کے عقد نکاح مین دیکھ ہی نہین سکتے یون چاہے ہماری بیوی ہو۔ مگر کنواری رہنے ہوی اور غضب ہو گیا۔ اور ایک تم پر کیا فرض ہے جو نہین اسکو نظر بھر کے دیکھے گا اسکو ذبح کر ڈالینگے ادھر نظر ڈالی ادھر ہم نے نیچا دکھایا ؎

غفلت مین نہ عمر کو بسر کر
انجام پہ ایک ذرا نظر کر

اس طول امل سے فائدہ کیا
کل کوچ ہے قصہ مختصر کر

اس دوروزہ زندگی کے لیے یہ لڑائی اور بغض اور حسد بچین گے نہ ہم نہ تم آج داڑھی مین ایک سفید بال نظر آیا ؎

اب گرم خبر موت کے آنے کی ہے
ناداں تجھے فکر آب و دانے کی ہے
ہستی کے لیے ضرور اک دن ہے فنا
آنا ترا دلیل جانے کی ہے

تو میان صاحب بات ساری یہ ہے کہ موت ایک دن سب کو آئیگی مگر تمھاری موت ہمارے ہاتھ سے آنے والی ہے اس خط کا جواب ہمارے پاس اس پتے سے بھیجنا

نزدیک شمس الاعتبار در مکان سبز برسد ؎

کانٹون مین سنو اگر الجھنا
تھوڑا لکھا بہت سمجھنا

ایک بات یاد رکھو خبردار آج سے شب کے وقت باہر نہ نکلنا ورنہ ہماری گولی چل جائیگی ۔

مرزا ہمایون فر نے یہ خط حاجی صاحب کے سامنے رکھدیا اور کہا بسم اللہ ملاحظہ فرمایئے ۔

حاجی۔ کیا ہے بھئی کیا۔

کانٹون مین سنو اگر الجھنا
تھوڑا لکھا بہت سمجھنا

یہ کس بگڑے دل کا خط ہے بھئی ۔

ہمایون فر۔ پڑھو تو آنکھین کھل جائین ۔

حاجی۔ سارے اللہ اللہ۔ یہ وہی شہسوار ہین۔ خدا کی مار مردود پر دیکھیے انسپکٹر صاحب گئے ہین۔ چچا ہی بنا کے چھوڑینگے۔ انشاء اللہ بہت کھیلون پر ہے ۔

ہمایون فر۔ ارے یار جو ملجائے تو بات ہے اور جو بھاگ گیا۔

حاجی۔ کیا مجال بھاگ کے جائیگا کہان۔ بھاگنا کیسا دل لگی ہے خدا کی قسم رنگیند کے بلدون مردود کو۔ یہ کیا بات ہے

ہمایون فر۔ افسوس صاف افسوس۔ والد مرحوم کے خیال آتا ہے کہ اس بدبخت کو یہ کیا سوجھی ۔

حاجی۔ حضور یہ دل کی لگی بری ہوتی ہے اسکا بھی قصور نہین ہے

عشق روزے کہ بدل خلعت سودا بخشید
جامہ داری من از دامن صحرا بخشید

عشق خانمان خراب سے خدا بچائے۔ اب دیکھیے مفت مین جان دینا ہے اپنی۔ کم سے کم سات برس کے لیے بھیجا جائیگا اب یہ مرتے سے کم تھوڑا ہی ہے کہ جلا وطن ہون جہنم مین بھیجے جائین مگر شیطان آنکھون پر غفلت کا پردہ ڈال دیتا ہے۔

انسان کو کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ خدا پیدا کرے تو غش ضرور دے اچھا نہ ہو انسان۔

اتنے میں محل سے ایک مہری دوڑی آئی۔ حضور جلدی چلیے۔ آگ لگ گئی۔ اتنا کہنا تھا کہ سب لوگ دوڑ پڑے دیکھا کہ محلسرا کا ایک کونا جل رہا ہے سارے کہار اور سقے اور خدمتگار اور اڑوسی پڑوسی سب کے سب دوڑ پڑے اور آگ بجھانے کی بڑی کوشش کی اس کے بعد دیکھا کہ ایک دیوار پر کاغذ چسپاں ہے جس پر جلی قلم سے لکھا تھا مرزا ہمایون فر کو بعد تسلیم کے معلوم ہو کہ اُن کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا اب چھلکا اور اب چھلکا۔ پرسوں تیسرے پہر کو اُن کی جان جائے گی۔ کڑام دھم کڑام دھم خلق خدا کا ملک بادشاہ کا حکم شہسوار والا تبار کا کہ پرسوں کے روز ضرور بالضرور ہمایون فر کا سر کٹے گا۔ کڑام دھم۔

ہمایون فر نے پڑھا آگ ہو گئے۔

مصاحب۔ حضور یہ کمبخت چور رنگ کرنے کے لائق ہے۔

دوسرا۔ یہاں کوئی دم کے دم میں بندھا آتا ہے۔

تیسرا۔ انشاء اللہ انشاء اللہ۔

چوتھا۔ واللہ دیکھتے ہی ایک چانٹا ادھر تڑ سے اور ایک ادھر تڑ سے۔

ہمایون فر۔ جو کہیں مل جائے تو پھر ٹھیک ہی بناؤں۔

مصاحب۔ اے حضور اللہ جانتا ہے ایک ایک چپت پڑے تو منہ بگڑ جائے۔ اللہ کی عنایت سے اتنے آدمی ہیں۔

گلباز۔ آج اُن کا ستارہ نحس ہے۔

ہمایون فر۔ او رصاحب بھی سخت سزا دینگے۔

گلباز۔ اس میں کیا شک ہے۔

مصاحب۔ حضور کے ساتھ سبھی عنایت کرتے ہیں۔

گلباز۔ اجی بادشاہزادے ہیں کہ باتیں۔

اتنے میں ایک مسخرا دوڑا ہوا آیا اور لگا کہنے حضور خیریت ہے۔

ہمایون فر۔ آگ لگ گئی تھی اس وقت۔

مسخرہ۔ ہاں مبارک ہو حضور۔

ہمایون فر۔ کیا عجب بے تکے آدمی ہو۔

مسخرہ۔ کیوں بے تکاپن کیا ہے اس میں بے تکاپن کیسا ہے جی۔

ہمایون۔ کسی کے ہاں آگ لگے تو مبارک کا لفظ کہنا چاہیئے۔

مسخرہ۔ آگ لگی اسباب بچ گیا۔ پھر مبارک نہ کہوں تو کیا روؤں۔

انسپکٹر صاحب واپس آئے اور ہمایون فر کو علحدہ لیجا کر کہا کہ سب معاملہ جو کس ہے حلیہ مل گیا ہے وہی صورت وہی ہاتھ پاؤں سُنا گھوڑے پر خوب سوار ہوتا ہے۔

ہمایون فر۔ پھر اب گرفتار بھی کیجیے گا یا نہیں۔

انسپکٹر۔ آج تو وہاں تھا جہاں ہم بھیس بدلکر گئے تھے۔

ہمایون فر۔ تو اب کب جائیے گا جس طرح ممکن ہو ضرور گرفتار کیجیے ورنہ بھاگ جائے گا تو مشکل پڑے گی۔

انسپکٹر۔ پھرے بٹھا دیے ہیں۔ ایسی بات ہے بھلا بھاگ کر جائیگا کہاں۔ کیا دل لگی ہے یہ بھی ہنسی ٹھٹھا ہے اور حضور کے حکم کے بیے اول تو حضور ہمارے ملک کے شہزادے دوسرے صاحب کا حکم۔ مگر حضور ذرا ہوشیار رہا کریں۔ گو یہ گیدڑ بھبکیاں ہیں اور خط صرف دھمکانے ہی دھمکانے کے لیے ہے مگر احتیاط شرط ہے۔ غافل ہونا بھی مناسب نہیں۔

اتنے مین ایک مصاحب نے آنکر کہا۔ خداوند کچھ سنا۔ ہمایون فر نے کہا نہین۔ کہا مین چوراہے پر کسی نمین نابکار نے خدا اُس سے سمجھے لکھکر کاغذ پر چپکا دیا ہے اور اُس پر بہت سخت سخت کلمات لکھے ہین۔ ہمایون فر نے اصرار کیا کہ بتاؤ کیا لکھا ہے۔ اُس نے کہا یہ لکھا ہے ذیل کی عبارت ملاحظہ ہو۔

ہمایون فر کا سر

یہ تو سر نہی ہے حضور اور اس کے بعد لکھا ہے (کل یا پرسون کاٹا جائے گا۔) ۵

از عاشقان صداقت ای دلستان منم
اول کسیکہ بر تو فدا شد زجان منم

تم ناحق کوشش کرتے ہو۔ سپہر آرا کو تم عقد نکاح مین لاؤ یہ انہونی بات ہے۔

نئی نئی باتین

سویرے منہ اندھیرے لالہ خوشوقت رائے ولد لالہ خورسند رائے ولد لالہ حسین بخش ٹیکا باندھے چپکن پہنے سر مبارک پر پرانے فیشن کی دستار جمائے ثریا بیگم کی ڈیوڑھی پر تشریف لائے چوبداروں نے سلام کیا۔ داروغہ خوشوقت رائے بیٹھے۔ پردے کے پاس سے آواز دی۔ ہم آتے ہین۔

محلدار نے کہا ای داروغہ جی سو باری تو سرکار نے کہدیا کہ آپ بے پوچھے چلے آیا کیجے۔ خوشوقت خواجہ سرا آپ کا نام رکھا سو برس کا سن۔ بلکن (بلکہ) کچھ اوپر سو ہم سب تو آپ کے پوتون سے چھوٹے ہین۔ لالہ خوشوقت رائے اندر گئے۔ کہا کل چقین خریدی تھین وہ کہان رکھین جو یہ پرانی چقین لٹکائی ہین۔ اس دالان مین دری کیون نہ بچھوائی۔ دری کو کس نے کھول دیا۔ یہ آج ماجرا کیا ہے۔ تم سب موقوفی کے قابل ہو گئے۔ مغلانی کو حکم دیا کہ سرکار بیدار ہوئی ہون تو اطلاع ہو کہ داروغہ صاحب حاضر ہین۔ مغلانی بولی جی بجا ہے۔ داروغہ حاضر ہے نہین کہتے صاحب کبھی ملا دیا سلا اللہ پہلے بات کرنا سیکھو۔ خوشوقت رائے خون پیکر رہ گئے مغلانی کوٹھے پر گئی اور عباسی کو ہلکا سا عباسی۔ عباسی۔ ای عباسی۔ ای ہو کیا اونچا سننے لگین دوسری مہری کو آواز دی۔ مگر صدائے برنخاست۔ ایک مغلانی کو جو کوٹھے پر سو رہی تھی جگایا ای اٹھو بہن۔ یہ عباسی آج کہان چلی گئین اور دوسری مہری بھی نہین ہے کوئی منکتا تک نہین پکارتے پکارتے تھک گئے اُس نے کہا باغ مین ہو نگی جا کے دیکھو۔

مغلانی باغ مین گئی۔ عباسی۔ ای عباسی۔ اور آگے بڑھی عباسی یہ ماجرا کیا ہے ساہ عباسی (زور سے آواز دیکر) عباسی۔ او عباسی (آہستہ سے) مر موئی۔ سچ مچ مر ہی گئی باغ کی کوئی روش نہ تھی جس مین مغلانی نہ گئی ہو مگر عباسی کا پتا نہ ملا واپس آن کر پھر جگایا ای بہن۔ وہان بھی نہین ہے یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ مہری لے کہا آج عباسی ہی ملتی ہین نہ کہین سرکار کا پتہ ہے۔ ابھی پانی لیکر گئی وہان ملی ہی نہین۔

الغرض مغلانیون اور مہریون اور معمار نے گھر بھر مین تلاش کی مگر ثریا بیگم اور عباسی کا پتا نہ تھا۔

محلدار۔ ای داروغہ جی۔ آج تو ایک نیا گل کھلا سرکار محل مین نہین ہین اور نہ اس چڑیل عباسی کا پتا ہے کچھ عقل کام نہین کرتی۔

خوشوقت - اَیں! یہ کیا ہوا - ذرا اچھی طرح دیکھو - شاید دل لگی دل لگی میں کہیں چھپ رہی ہوں - عباسی بھی نہیں ہے یہ بات ہمارے فہم ناقص میں نہیں آئی - ڈھونڈو خوب دیکھو - کہیں نہ کہیں ضرور ہونگی -

بفہم ہیچ مضمون چیز بہ لب نمی آید
خموشی نعمتی دارد کہ در گفتن نمی آید

خوشوقت رائے صاحب نے شعر بھی موقع پر پڑھ دیا -

مغلانی - یا اللہ کہاں ڈھونڈوں - کہیں پتا ہی نہیں ہے - عباسی او عباسی -

مہری - بھلا اس کمرے میں تو دیکھو جاکے وہاں ابھی کوئی نہیں گیا ہے -

محلدار - بس وہیں ہونگی یہ لیجیے ہم نے ڈھونڈھ نکالا اب چھپ کے کہاں جائیے گا - میں بھی کہوں اللہ یہ گئیں کہاں سویرے سویرے -

مغلانی - ہم بھی سمجھے تھے کہ بس ایک ہی جگہ باقی ہے وہیں ہوں گی -

مہری - ایلو اور سنو - کہا ہم نے اور یہ تعریف اپنی کرتی ہیں کیا زمانہ ہے -

خوشوقت رائے نے کہا باتیں نہ کیجیے کرنا پہلے جاکر دیکھو تو اور وہاں نہوں تو باغ میں جاکر تلاش کریں مغلانی بولی باغ میں تو ہم تلاش کر آئے ہیں - یہ کہکر تین چار عورتیں اس کمرے میں گئیں وہاں دیکھا تو سناٹا - فقط ایک تختہ تھا اور اس پر یہ شعر ؏

خزاں کے ہاتھ سے گلشن میں خار تک نہ رہا
بہار کیسی نشان بہار تک نہ رہا

یہ کئی سال سے اس کمرے میں رکھا تھا اب تو حیرت اور بھی بڑھی لالہ خوشوقت رائے اور کل خدام اور خادمہ نے ملکر ثریا بیگم اور عباسی کو مکان میں چوطرفہ ڈھونڈھنا شروع کیا - کوئی مقام باقی نہ رکھا - کمرن اور دالانوں اور شہ نشینوں اور کوٹھوں اور کوٹھیوں میں تلاش کی گئی مگر بے سود -

داروغہ - اب تردد کا مقام ہے اب واقعی تردد کا مقام ہے -

محلدار - کس سے پوچھیں - کیا کریں اب نہ عباسی نہ سرکار کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا - تھانے پر رپٹ لکھوا دیں ایسا نہ ہو اونچ نیچ ہو انگریزی کا زمانہ ہے -

مغلانی - اسباب وسباب تو دیکھو وہ سب ہریالے رورکے چل دیں -

دیکھا تو زیور کا نام بھی نہ تھا - شال زیور جواہرات قیمتی کپڑے سب ندارد - ورہاں غالیچے چاندنیاں پڑے ایسے ویسے کپڑے کم قیمت اشیا یہ سب ادھر ادھر پڑی تھیں داروغہ خوشوقت رائے نے غصہ سے ملکر کچھ مال اڑا دیا اور تھانے پر رپورٹ لکھوا دی -

حضرات ناظرین - آپ ثریا بیگم کا حال پڑھکر متحیر ہوئے ہونگے کہ یہ چل کہاں دیں اور عباسی کو کون بھگالے گیا دونوں نوجوان حسین مہ جبین شاید کسی کی نظر پڑ گئی ہو اور علم اب دوسرا حال سنیئے کہ ایک دریا کے کنارے ایک شہزادی مخملی زین پوش بچھائے بیٹھی رو رہی ہے اور دریا کی طرف دیکھکر آہستہ آہستہ کہتی جاتی ہے (خواجہ خضر - تیری پناہ) اور دو آدمی اس سے تھوڑی دور پر کھڑے آپس میں باتیں کر رہے ہیں - ایک خواجہ دوسرا اٹھا کر -

ٹھاکر۔ یہ بوڑھی شہزادی آج کہاں سے آگئی شاید کسی مصیبت مین مبتلا ہے ۔

خواجہ۔ اس کی مصیبت کا حال ناگفتہ بہ ۔

ٹھاکر۔ آخر کچھ تو معلوم ہو بھلا ہم بھی تو سنین ۔

خواجہ ۔ یہ بادشاہزادی بیگم ہین ۔ ان کے گھر مین شاید ان کا صاحبزادہ یا صاحبزادی علیل ہین ۔

ٹھاکر۔ پھر دریا پر آکر روتی کیون ہین ۔

خواجہ ۔ ایک فقیر نے کہا ہو کہ دریا پر بیٹھکر خواجہ خضر کو یاد کرو ۔

ٹھاکر سہلے ۔ افسوس یہ تو وہان رہتی ہین نہ دریا پار ۔ مرزا ہمایون فر بہادر کا نام سُنا ہو ۔ اُنھین کی والدہ شریفہ ہین ۔

حضرات ناظرین خدا جانے اس بیچاری شہزادی پر کیا مصیبت پڑی کہ ہو خدا خیر کرے مرزا ہمایون فر اچھے ہون ورنہ یہ بوڑھی عورت کڑھ کڑھ کے مر جائیگی ۔ اس دریا مین بوڑھی شہزادی سے کچھ دور کے فاصلے پر ایک بجرہ جا رہا تھا ۔ اس بجرہ پر چھ آدمی سوار تھے اور ایک شخص لہرا لہرا کر گا رہا تھا ۔ ؎

دم بلبل اسیر کا تن سے نکل گیا
جھونکا نسیم کا جو بنی سے نکل گیا

شہزادی کو یہ شعر اسوقت سخت ناگوار گذرا پھر آواز آئی ؎

لایا وہ ساتھ غیر کو میرے جنازے پر
شعلہ سا ایک جیب کفن سے نکل گیا

یہ بوڑھی شہزادی بڑی ضعیف الاعتقاد تھین ۔ دونون شعر بُرے معلوم ہوئے سمجھین کہ فال بد ہو دم نکلنے اور جنازے اور کفن کا ذکر بُرا ۔

اس شخص نے پھر دو شعر کہے اور دونون نحس ۔ ؎

اُس رشک گل کے جاتے ہی بس آگئی خزان
ہر گل بھی ساتھ بو کے چمن سے نکل گیا

واہ اس مین بھی خزان ہی کا ذکر آیا ۔ ؎

اہل زمین نے کیا ستم نو کیا کوئی
نالہ جو آسمان کہن سے نکل گیا

لاحول ولا قوۃ ۔ اس مین بھی وہی نالہ و فریاد ۔

شہزادہ ہمایون فر کی والدۂ معظمہ دو گھنٹے کامل لب دریا بیٹھین دو گھنٹے کے بعد خدا جانے اُنھون نے کیا سُنا کہ غش آگیا خدا خیر کرے ۔

ایک تو ثریا بیگم کے بھاگنے کا حال سمجھ مین نہین آیا ۔ اُن کا پتا ہو نہ عباسی کا دونون کی دونون مکان سے چلی گئین سڑ ڈھونڈے نہین ملین دوسرے یہ نئی بات سننے مین آئی کہ مرزا ہمایون فر کی مان اور اس طرح بیحجاب دریا کے کنارے بیٹھ کر روئین ۔ یہ بجرا کیسا تھا اور دریا پر آئین کیا کرنے اور سُنا کیا جو غش آگیا ۔

اب ایک اور حیرت انگیز خبر سُنیئے ۔

جناب خواجہ بدیع الزمان صاحب علیہ الرحمۃ والغفران ۔ ایک موسچے کے قریب گھاس پر لیٹے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے ہین ۔ ؎

چو لہراسپ بنشست بر تخت عاج　　بسر بر نہاد آن دل افروز تاج
جہان آفرین را ستائش گرفت　　نیایش دہد فزایش گرفت
نگارندۂ چرخ گردندہ اوست　　فزایندۂ فرّ بندہ اوست
چو دریا و کوہ و زمین آفرید　　بلند آسمان از برش برکشید
یکے تیز گردان و دیگر بجائے　　بجنبش ندادش نگارندہ پائے

گذشتہ بہر دانش ادبدر — زلشکر بہر دوی برآور دسر
ازآن کار گشتاسپ ناشاد بود — کہ لہراسپ را سر اندر ابود
جہان ہر دو از وقت کاؤس و د — ز تخم منوچہر از طوس بود
سخنہائے دیرینہ دستان گفت — کہ با داد یزدان خرد با جفت

یہ اشعار حضرت خواجہ بدیع خوش الحانی کے ساتھ ادا کر رہے تھے شاہنامۂ فردوسی طوسی یاد تھا کوئی کہین کا شعر پڑھ دیا کوئی کہین کا۔ یہ تو سب کچھ ہوا۔ پر خواجہ صاحب پیدا کہان سے ہو گئے۔ یہ تو ڈوب گئے تھے۔ کچھ عجیب بات ہے۔ اتنے دن ہوئے مچھلیون نے چٹ کر لیا ہوگا۔ یہ مورچے پر کیونکر موجود ہو گئے یا شاید انھین کے ہمشکل کوئی اور صاحب ہون۔

یہ شعر پڑھ ہی رہے تھے کہ چیل نے بیٹ کر دی اور حضرت نے ڈانٹ بتائی بھلا بے گیدی بھلا۔ ہاے سنو گی قرولی۔ افسوس دکھا دیتا مزہ آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا۔

اب یقین واثق ہو گیا کہ خواجہ بدیع الزمان ہی ہین مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ قعر دریا سے برآمد کیونکر ہو گئے۔ ہارے ع

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

ثریا بیگم اور عباسی کا حال کیا کہ حیرت خیز تھا کہ ہمایون فر کی والدہ کی گریہ وزاری نے اس پر اور بھی طرہ کیا۔ اور خوجی کا ڈوب کے زندہ ہو جانا اور بھی تعجب خیز ہے۔

اب ایک نئی بات اور سنیئے وہ بھی ان باتون سے کم نہین ہے ایک تحصیلدار صاحب کے نام سرکاری سوار پروانہ لیکے گیا دس بجے رات کو جگایا اور کہا حضور جنٹ صاحب نے پروانہ بھیجا ہے کہا کہ مار مار جاؤ اور تحصیلدار صاحب اگر سوتا ہو تو جگا دو

تحصیلدار صاحب نے پروانہ پڑھا۔

وہو ہذا

رفعت و معالی مرتبت منشی — خان تحصیلدار بعافیت باشند

بموجب حکم روبکار امروزہ آپکو قلمی ہوتا ہے کہ مبلغ پانچ ہزار روپیہ اپنی تحصیل کے خزانے سے گاڑی پر لاد اگر آج شب کو ۱۲ بجے لیکر بمقام کالاڈیہ حاضر ہو اگر آجیا تو آپ کو فرصت نہو تو پیشکار کو بھیجیے تاکید جانیے۔ در صورت نہ پہنچنے زر مذکور کے حکم مناسب صادر ہوگا۔ تاریخ ۔۔ ماہ پیشانی پر صاحب کے دستخط انگریزی مین اس طرح پر۔

ماشاءاللہ کوئی حرف درست نہین۔

تحصیلدار صاحب نے فوراً گھوڑا تیار کرنے کا حکم دیا۔ خزانچی کو بلوایا خزانہ کھلوایا۔ روپیہ نکلوایا گاڑی منگوائی روپیہ لدوایا۔ چار چپراسی ساتھ لیے اور بیل گاڑی پر سوار ہو کر چلے کالاڈیہ۔

کالاڈیہ۔ وہان سے دو کوس تھا۔ ایک نہو دنار جنگل گھنے گھنے سر بہ فلک کشیدہ۔ کوسون بستی نہ دار د۔ آدمی کا نام نہین جب اُس مقام پر پہنچے تو ایک چھوٹی سی چھولداری ملی برق انداز نے ٹوکا۔ ہو کمس دار۔ اُنھون نے کہا تحصیلدار پھر پوچھا۔ ہو کم ورسکا ہم ہین تحصیلدار۔ اُس نے ہاتھ گھما کر پولیس کے بعجب سلام کیا۔

تحصیلدار۔ صاحب سوتے ہین اس وقت کے بجے ہونگے۔ بارہ

برق انداز۔ بارہ بج گئے صاحب نے ابھی چائے پی ہے آج رات بھر لکھیں گے چپراسی سے کہو کہ اطلاع کرد۔

تحصیلدار۔ ہان ہان۔ کہدو کہ روپیہ حاضر ہے اور تحصیلدار حاضر ہے

برق انداز نے چھولداری کے قریب جا کر کہا۔

خداوند تحصیلدار صاحب حاضر ہیں اور روپیہ بھی آگیا۔

صاحب۔ کہا ول بلاؤ۔ تحصیلدار چبوتراسی کے اندر گئے تو ایک آدمی نے اُنکا منہ زور سے دبا دیا دوسرے نے کر تمامی دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور دو آدمی ٹانگوں میں چمٹے۔ تحصیلدار صاحب کے ہوش پران کہ یا خدا یہ کیا ستم ہوا ہائے چکما ہو گیا اور گھرا چکا ہوا۔ بڑی تیری ہوئی سا ایک شخص جو انگریزی لباس پہنے بیٹھا تھا اُن کے قریب آیا۔ اور مسکراکر کہا

ول تحصیلدار روپیہ کدھر۔ اچھا۔ اب تم نہ بولے گا تم بولا اور ہم لے سزا دیا۔ ہم کو مثل اچھے صاحب کے مانو نہیں تو ہم چو رنگ کرے گا۔

تحصیلدار۔ خداوند حضور کو اپنے صاحب سے بڑا ہو کر سمجھتا ہوں وہ اگر خلاف ہونگے تو درجہ گھٹا دینگے پیشکار کرینگے ہر دہ سے بران نہ ست کہ موقوفی کا حکم دینگے اور حضور تو چھری ہی سے پیش آئینگے۔

مصنوعی۔ ول کتنا روپیہ ہے۔ پانچہزار روپیہ پورا لایا ہے۔

تحصیلدار۔ خداوند ایک کوڑی کم نہیں۔ پورا پانچہزار۔

دو آدمیوں نے شمشیر برہنہ ہاتھ میں لی اور تحصیلدار کے گلے پر کھڑے رہے مصنوعی صاحب کرسی پر ڈٹے بیٹھے باقی ماندہ آدمی باہر گئے اور صاحب بھی تھوڑی دیر میں چبوتراسی کے باہر تشریف لے گئے پکارا۔

چپراسی چپراسی۔ ول چپراسی۔ دو چپراسی فوراً حاضر ہوئے۔

ایک۔ حضور حاضر ہوں۔ جو حکم ہو خداوند

صاحب۔ ول۔ روپیہ لایا۔ اچھا کون ہے۔ کوئی ہو یہاں پر۔

برق انداز۔ حاضر۔ روپیہ بھی حاضر ہے خداوند رکھوا لیا جائے

صاحب۔ ول بہت ٹھیک۔ اچھا چپراسی لوگ تم روپیہ رکھوا دے گا۔

ایک چپراسی سمجھ گیا کہ یہ بناوٹ کی بات ہے۔ اس میں کچھ کالا کالا ضرور ہے دوسرے چپراسی سے کہا۔ یار یہ تو جعل سمجھا ہے۔ اتنا سنتا تھا کہ صاحب نے کہا (بس دوڑو چلو) اس پر دس بارہ آدمی لٹھ اور تلواریں لیکر دوڑ پڑے لینا لینا۔ جانے نہ پائے ایک چپراسی نے تلوار میان سے نکالی۔ اور تین آدمیوں کو زخمی کیا دوسرے نے لٹھ چلایا۔ تھوڑی دیر تلوار چلی اور لٹھ سے سر کھولے آخر کار چپراسی مغلوب ہوئے۔ اور حریف روپیہ کو ہاتھوں ہاتھ لے اُڑے تحصیلدار صاحب کی نسبت ایک شخص نے رائے دی کہ ان کو قتل کر ڈالو۔ مگر سید تھے بچ گئے روپیہ سب لوٹ لیا تو تحصیلدار صاحب سے کہا کہ آپ سید ہیں اسوجہ سے آپ کو چھوڑ دیا ورنہ اس وقت بے زخمی کیے نہ چھوڑتے دو چپراسی زخمی ہوئے ایک جان بلب۔ جو تھا بچ گیا۔ ڈاکوؤں نے چلتے چلاتے تحصیلدار صاحب کا گھوڑا بھی پسند کیا۔ اور کہا کہ آپ یہ گھوڑا نذر کریں اُنکو تو اس وقت جان کے لالے پڑے تھے۔ فوراً منظور کر لیا۔

بعض ناظرین باتمکین غالباً سمجھ گئے ہونگے کہ یہ کون ذات شریف ہیں اور بعض گدھے بازی بھی کرینگے مگر جو بزرگوار افسانہ کو غور سے پڑھتے ہیں وہ معاً سمجھ جائینگے اب پوچھیے یہ بزرگ یعنی ملاح بلیح تھے؟ واہ۔ کیسی ہوں نہ شہسوار سدہ جو ہمایوں فر کے دشمن اور سپہر آرا کے عاشق تھے جی نہیں۔ اُن کو ڈاکے سے کیا واسطہ۔ محمد عسکری ہے

اِکو ہہ - وہ ایک رئیس زادے ہین اِن باتون سے ان کو
کیا تعلق ہو پھر کون تھے۔

یہ آزاد مرزا تھے - ڈاکوؤن کے سردار۔

اب دوسرا حال سنیئے انسپکٹر پولیس دوسرے روز شام کو بھیس بدلکر اس ٹھاکر کے مکان پر گئے جہان شہسوار روپوش تھے۔ اور کہلا بھیجا کہ ایک تاجر عطر لایا ہے بلوائے گئے۔

انسپکٹر۔ (سلام کرکے) حضور تحفہ عطر لایا ہون۔

ٹھاکر۔ لاؤ موتیے کا عطر ہی؟ کیوڑے اور موتیے کا دکھاؤ

انسپکٹر۔ حضور اول نمبر کا عطر دکھاؤنگا۔ ایسا شہر مین تو ملیگا نہین۔

شہسوار۔ ہان! اچھا بھئی دکھیئن تو۔

ٹھاکر۔ آپ عطر کا حال کیا جانین۔ آپ شہسواری جانین یا عطر کا حال۔

انسپکٹر سمجھ گئے کہ شہسوار یہی ہین۔ اُن کے ساتھ ایک برق انداز بھی طبلۂ عطار لیے بھیس بدل کر آیا تھا اُنھون نے اُسپر نظر ڈالی۔ اُسنے اُسپر مگر دونون خاموش رہے

شہسوار۔ آدمی رنگین معلوم ہوتے ہین میر صاحب آپ

انسپکٹر۔ (مسکرا کر) حضور غریب آدمی ہین۔ حضور کو مین نے دیکھا ہی۔

شہسوار۔ ہان۔ اب تو (آہستہ سے) قیدی ہین۔

پھر انسپکٹر نے برق انداز کی طرف دیکھا۔ اور برق انداز نے انسپکٹر کی طرف۔

ٹھاکر۔ مین چار قسم کا عطر سونگھا۔ موتیا پسند ہی۔

انسپکٹر۔ بھلا اس سے اول نمبر کا موتیا ہو۔

ٹھاکر صاحب نے کہا ہان کیا مضائقہ۔ انسپکٹر نے برق انداز کو حکم دیا کہ جاکے وہ کنستر اٹھا لاؤ جو طاق پر رکھا ہے وہ گیا دس منٹ کے بعد پچاس برق انداز بھڑا بھڑا کر گھس پڑے اور کہا سب بدمعاش کو پکڑ لو۔

اور انسپکٹر نے جھپٹ کر شہسوار کو گرفتار کر لیا۔ تب سمجھے کہ عطر فروش نہ تھا انسپکٹر تھا اسی تاک مین آیا تھا کہ شہسوار کو گرفتار کرے۔

مصاف

خاتون گلگون قبا بلقیس مرتبت سپہر آرا خوشی کے شادیانے بجاتی تھین جامے مین پھولے نہین سماتی تھین کہ چٹ مری منگنی پٹ مرا بیاہ ہوگا۔ شہزادہ فرخندہ گوہر رشک کاؤس غیرت سنجر کے ساتھ شبھ گھڑی نکاح ہوگا۔ چاند سا دولھا پائین گے لطف زندگی اُٹھائینگے۔ ڈومنیان کھلی جاتی تھین کہ بھر بھر انعام پائینگے۔ پیش خدمتین اتراتی تھین کہ بیش بہا جوڑے پھڑکائینگے۔ بہنون کا عرش برین پر دماغ تھا۔ سرتا طرب سے دل عشرت منزل باغ باغ تھا۔ بلبل کو دو رویش سے مبارکباد گل ورد زبان۔ فاختہ دستک زنان گلستان عالم پر مسرت کی گھٹا چھائی تھی بنے اور بنی کی دلی آرزو بر آئی تھی۔ بانوے بلند فن نسترن بدن حسن آرا دل کو ڈھارس دیتی تھین کہ ایک روز انشاء اللہ ہم بھی دلھن بنینگے۔ آزاد سا جوان حسین عقد نکاح مین لائے گا۔ خدا وہ دن بھی دکھائیگا۔ اور یہ خبر ہی نہ تھی کہ آزاد پاشا پر ایک نا طورہ ستمگر ترک زرین کمر عاشق ہین وہ خدا نا تو یہ واثق ہین۔

ثریا بیگم بیچاری خدا جانے کس مصیبت مین مبتلا تھین

کس جفاکار کی بدولت صید بلا تھین ۔ تماسی ٹکو چھوڑ کر کے کمان نے کئی کیسا جھانسا دے گئی ۔

ہمایون فر کی مادر مہربان کا پیمان شکنندہ نقاب لب ہو جانا اور ایک خبر دہشت اثر کا آ کے خرمن عیش پر بیر ایمانی مین بجلی گرانا ۔ وہ راز سربستہ ہے جو ابھی تک کسی کے سمجھ مین نہ آیا لاکہ کوششین کین مگر خاک پتا نہ پایا ۔

خواجہ بدیع الزمان دریا سے صحیح و سالم آئے دو چار غوطے کھائے مگر شان خدا کہ بلو بچ آئے ۔ یہ سب امور تو معرض بیان مین آئے مگر جنگ کا حال عرصہ سے قلمبند نہین ہوا اب معرکہ دار و گیر کا تذکرہ سنیے کہ وہان کیا ہوتا تھا ؎

علم بر کش ای آفتاب بلند ۔ خرامان شو ای ابر مشکین پرند
بنال ای دل رعد چون کوس شاہ ۔ بجہ ای لب برق چون صبحگاہ

آزاد پاشا کے گرفتار ہونے کے بعد دریاے ڈینیوب کے قریب کئی لڑائیان ہوئین مگر خاص معرکے کی جنگ اُس قلعہ معلی کے متصل ہوئی جس مین توپ اژدر وہان شرر افشان کی پیشانی پر یہ مصرع کندہ تھا ع ۔

بترس ای مدعی از من کہ آتش در دہن دارم

اس جنگ عظیم مین عساکر سلطانی اور افواج روس کے کئی ہزار مردان کاری کام آئے مگر کل سپہ سالاران فوج ترک اور پیادے سے لیکر افسر اعلی تک آزاد کو یاد کر کر کے آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے زندگی سے ہاتھ دھوتے تھے ۔ طرفین سے خون کا مینہ برس رہا تھا ۔ ظلم کی تلوار برابر چل رہی تھی گولون اور گولیون اور بوچھاڑ شمشیر ہوائی مکھو نواز سے سرون کی جھڑی لگی تھی ۔ ترک ضیغم بیشتر لیاقت تھے ۔ روسی خیرہ نشان شجاعت تھے دونون طرف زر رو جواہر کی افراط تھی دونون جان لڑانے پر مستعد تھے میدان جنگ مین اس زور سے قدم جمائے تھے کہ پیل دمان کے ہٹائے نہ ہٹتے ع

دل کو بھرے آفرین یہ جو ڈٹا سو ڈٹا ۔

دونون سمت اے مردان بکوشید کا نعرہ بلند تھا ۔ بھاگنے کا کو حینہ تھا ۔ جان بکف دونون آمادہ پیکار تھے ۔ سرگرم گیر و دار تھے ۔ ترک کہتے تھے کہ سپاہی کے لیے تلوار کے منہ مرنا معراج ہے ۔ روسی للکارتے تھے کہ خدا نے چاہا تو اس ملک مین صبح شام ہمارا ہی راج ہے ۔ ترکون کے ایک سپہ سالار آزمودہ کار نے سپاہ کا دل بڑھانے کے لیے کہا ۔ ہان غازیان جان نثار بڑھے ہوئے ۔ قدم پیچھے نہ ہٹنے پائین وہ حکیمانہ چال چلو کہ غنیم منہ کی کھائین ۔ زندگی دو روزہ ہے ۔ کوئی رہا نہ کوئی رہ جائیگا ۔ ؎

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا ۔ مٹے ناموں کے نشان کیسے کیسے

پھر تلوار کے منہ چڑھکر جان دینے مین کیا خوف ہے ۔ کوئی عاقبت کے بورئیے تو بٹورنے گا نہین ؎

دنیا کا ابتدا سے یہی کارخانہ ہے
کل تھا کسی کا آج کسی کا زمانہ ہے
کوئی یہان مقیم ہے کوئی روانہ ہے
قابض ہے کوئی اور کسی کا خزانہ ہے
آہوش مین یاس ہے یہ زمانے کا حال ہے
اور اس پہ تجھکو خواہش جاگیر و مال ہے

اس تلقین سے ترکون کے دل بڑھے ۔ بڑھ بڑھکر ہاتھ لگائے ۔ باجا کا دیا یا خود چھپکے کھلے ادھر شمشیر آبدار بجلی کی طرح چمکی ادھر فوج عدو مین زلزلہ آگیا ۔ بہیدون کوسے

شور الامان بلند تھا۔ ؎

	اعدا مین غل تھا تیغ نہیں یہ ہلال ہے اسکو عروج اور ہمارا زوال ہے	

سیف گران قدر ہمارا نگاٹ ادھر میان سے باہر ہوئی ادھر سر برسنے لگے۔ اور پانوون زمین سے اٹھنے لگے۔ ؎

	چلی یہ تیغ دم سے اعدا پہ دو گھڑی مین برش پکاری توبہ ٹھہرنے نہ دونگی مین	

اللہ رے برش اور اللہ رے بانکپن۔ بانکون کی تلوار بھی بانکی ہوتی ہے۔ ؎

	کھینچے پہ دست فتح دھراشنے ناگہان نکلی وہ تیغ یون کہ امان بولی الامان باہر ہوئی نیام سے شمشیر دو زبان یا سانپ کے دہن سے زبانین تھین عیان قارون کی شکل دل کو بخیلون کے رنج تھا قبضے پہ اس کے ہستی اعدا کا گنج تھا	

قلعۂ عالی مرتبت سے ایک میل کے فاصلے پر بھیڑ چھڑ گئی ادھر بھی سپاہ کی کثرت۔ ادھر بھی بہادر مردون کی جماعت یہ تلے ہوئے کہ قتل ہونگے اور قتل کرینگے۔ جان سے مارینگے اور مرینگے۔ ترکون کی تلوارون نے وہ رنگ باندھا کہ روسیون کی سیف دو پیکر تنگ سمٹ کے رہ گئی اور روسیون نے ایسے ایسے گولے آتارے کہ ترکون تک نے داد دی۔ دونون مین کوئی اُنیس تھا۔ کوئی بیس بس فرق تھا تو اسیقدر۔

قلعہ حلا کے متصل جو جنگ عظیم ہوئی اُسمین اپیلطن پاشا نے کمال سپہ گری دکھلائی ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ یہ اپیلطن کون تھے۔ یہ لفٹنٹ اپیلطن سے مراد ہے ترک انکو اپیلطن پاشا کہتے تھے علیفو پاشا اور اپیلطن پاشا دونون نے روسیون کے چھکے چھڑا دیے۔ اب سنیے کہ یہ جنگ ایک چشمہ سار کے قریب ہوئی تھی۔ ترکون کو اسقدر فائدہ حاصل تھا کہ روسی فوج کی نسبت ذرا بلند مقام پر تھے علیفو پاشا کی حکمت عملی سے روسیون کی رسد بند ہو گئی۔ دو طرف سے فوج ترک نے اُن کو گھیر لیا۔ ایک سمت دریا تھا اور ایک سمت جنگل۔ مگر روسیون نے اسقدر استحکام کر لیا تھا کہ اگر بارہ روز رسد نہ آتی تو اُن کا بال بھی بیکا نہ ہوتا۔ روسیون کے جنرلون نے یہ ترکیب کی کہ ایک حصہ فوج کو تو غنیم کے لشکر سے بھڑا دیا۔ اور ایسے میدان مین مورچے باندھے جہان وہ دشمن کے گولون سے محفوظ تھے یا ان اسقدر نقصان البتہ تھا کہ ترک بلند مقام کے سبب سے اور بھی محفوظ تھے۔ روسیون کا منشا یہ تھا کہ ترکون کی جماعت کثیر کو اس طرح پھیلا دین کہ وہ ادھر اُدھر کسی اور کارروائی کے قابل نہ رہے۔ چنانچہ جب ترک استحکام کے ساتھ مورچہ بندی کر کے مصروف جنگ تھے تو روسی کالم اُن کو دھوکا دیکر آگے بڑھتے جاتے تھے چنانچہ ایک کالم نے جس مین سوار کثرت سے تھے اور محاصرہ کی اتواب اژدر صولت بھی کافی تھین ترکون کے ایک مورچے سے قلعے کو خالی کرا لیا۔ اور چند آدمی اُسکی حفاظت کے لیے چھوڑ کر شلیک بلا خیز آگے بڑھے تو سات میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ترکون کے پچاس سوارون سے مقابلہ ہوا۔ وہ معدودے چند ان کی ہزارون کی جماعت کچھ گرفتار ہوئے کچھ زخمی۔ اور کچھ بھاگ گئے جو سوار زندہ بچ رہے تھے اُنھون نے فوراً آڑ نہ کے کالم کو اطلاع

دی اور ایک پہر بھی نہ گذرنے پایا تھا کہ فوج ظفر موج روم بسرکردگی دولت مآب صدیق پاشا میدان میں نکل آئی گرد سے روسیوں کو معلوم ہوا کہ غنیم میدان میں آیا۔ ترکی سواران کے پری چہرہ گھوڑے اٹکھیلیوں پر تھے۔ آدھ کوس کے فاصلے پر فوج نے دم لیا روسیوں کے علم و یقین سے خارج تھا کہ ترک اس کر و فر کے ساتھ آتے ہیں سمجھے تھے کہ تھوڑے سے سوار بھیجے ہوں گے جنہیں ہم چٹکیوں میں نیچا دکھا دینگے۔ مگر جب عساکر سلطانی کی عظمت جبروت اور جماعت پر نظر ڈالی تو آنکھیں کھل گئیں اور شورہ ہونے لگا کہ اب کیا کریں اور یہ خبر ہی نہ تھی کہ ترکوں کی شمشیر تیز اُن کے خون کی پیاسی ہے سر پر قضا کھیل رہی ہے۔ اجل نے فوج روس میں خیمہ نصب کر دیا ہے۔ جب دولت مآب صدیق پاشا کو معلوم ہوا کہ دشمن روسیہ نے ایک قلعہ خالی کرا لیا اور دوسرے قلعہ عظیم کے قریب معرکہ دار و گیر گرم ہے تو ٹھان لی کہ قلعے سے روسیوں کو نکالیں اور دوسرے قلعے تک جو لب دریا واقع ہے جلد پہنچیں۔ شب کو فوج سے گولہ نہ چلا دونوں لشکر خاموش رہے مگر جب :۔

پرچم کشا ہوا علم زرفشان مہر
لی روز نے پناہ بزیر نشان مہر
آیا عروج پر شہ گیتی ستان مہر
اور لشکر شعاع نے تانی سنان مہر
نیزہ کرن کا دیدۂ گردون میں ڈالکر
مغرب میں پھینکی رات کی پتلی نکالکر
سلطان صبح نے رخ آفاق فق کیا
اور دور سے قمر کو اُلٹ کر رمق کیا

ترکوں کے سپہ سالار شیر سوار نے بگل بجانے کا حکم دیا ادھر غنیم کے بیڑے میں بھی طبل جنگ بجنے لگا۔ ادھر نعرۂ تکبیر بلند تھا ادھر جوش و خروش دو چند تھا۔ ترک اپنی جماعت و شجاعت پر نازاں تھے۔ روسی اس قدر دور تک بڑھ آنے پر نادم و پشیمان تھے دونوں فوجوں میں آواز کوس بلند تھی ؎

صحرا کا سینہ شور دہل سے دہل گیا
عنقا صدائے گرم جلاجل سے جل گیا

روسی سمجھ گئے کہ انکی بہار فتح پر خزان آئی۔ گلشن کامیابی پر غم کی گھنگھور گھٹا چھائی۔ دوربینوں کے ذریعے سے فوج نصرت موج کو دیکھنے اور باہم کہنے لگے کہ آج بیڈھب بات ہوئی بہت بڑا سامنا ہے سافراس دغا پسند جھکتے آتے ہیں۔ اجل ہر برگ و بار سے صورت دکھانے لگی قضا بے طور ڈرانے لگی۔ دولت مآب صدیق پاشا علاوہ فنون حرب کے قابلیت اعلیٰ کے عالم و فاضل اور درویش حق آگاہ عارف باللہ بھی تھے۔ بسم اللہ کہکر پشت مرکب طوطی پر پر آئے۔ یون تو سب گھوڑے بل کھاتے تھے مگر اُن کے کمیت تیز گام کی چمک دمک اور چھل بل غضب ڈھاتی تھی۔ نصرت بار بار قدم چومنے کو آتی تھی۔

سمند کی جو تھی جست تو آہو کے طرارے
آنکھوں کو چرائے تھے خجالت سے چکارے
ہر نعل سے خم تھا ستو شرم کے مارے
اٹھتے تھے قدم جب تو جھکتے تھے ستارے
ہو رشک نہ کیونکر فلک ماہ جبین کو

نقش سم توسن سے لگے چاند زمین پر

نوبت بانیجا رسید کہ توپون پر بنی پڑی اور دونون طرف سے گولہ اندازون نے گولے اُتارنا شروع کئے اتفاق سے ترکون کی ایک توپ جس پر اُنکو ناز تھا بیکار ہو گئی۔ دیکھا تو کسی نے کیل ٹھونک دی تھی۔ تاڑ گئے کہ روسیون نے کسی کو اپنی طرف پھانس لیا ہو رشوت دینے اور توڑ پھوڑ مین روسی برق ہین یہ انھین کی کارستانی ہو۔ کیل نکالی اور توپ کو بھی کام مین لائے مگر حیرت تھی کہ راتون رات کس نے کیل لگا دی۔ یہ کس موذی کی شرارت ہو۔

اتنے مین ایک ترکی سوار نامور بطریق ایلچی فوج روس مین داخل ہوا اور خط دیکر افسر کمانیر سے یون گفتگو کی

سوار۔ حضور اس خط مین تو کل حال صاف صاف لکھا ہو مطلب یہ کہ اب آپ کی فوج ہمارے مقابلے کے قابل نہین ہو۔ ہمارا لشکر جوق جوق اُمنڈا آیا ہو۔ تمھارے پاس معدودے چند ہین۔

افسر۔ تم کیون گستاخی کرتے ہو اگر ایلچی نہ ہوتے تو مین اب تک حلال ہی کر ڈالتا۔ تمھاری فوج کیا اور تم کیا ہم کجا تم

سوار۔ اچھا پھر اسکا جواب عطا ہو۔ بس اور کچھ ہنین عرض کرتا

افسر۔ تو ہماری فوج مین آکر اور ایسا کلمہ نا ملایم زبان سے نکالے۔

سوار۔ ہان بجا۔ یہ بہت صحیح ارشاد ہوا۔

تو نشنیدی این داستان بزرگ
کہ شیر ژیان افگند ہیش گرگ

تو شیر و زندہ ہو تو تجھے کیا پرواہ ہو۔

افسر۔ جاکر کہدو کہ ہم ایک ایک کو چن چن کے قتل کرینگے ہم سے دعوی ہر دی ایک ضربت شمشیر لنگر وار مین پرے کے پرے صاف کر دین۔

اتنے مین اس افسر نے اپنا سمند دغا پسند چمکایا۔

عقابین پولاد در جنگ او　　عقابان سہ جامہ ز آہنگ او
بسے خون گردکردہ در گردنش　　عقابین چنگلے عقاب افگنش
جگرسلے سیمرغ در تاختن　　شکارش ہمہ گرگون ساختن
غضبناک و خونریز ہنگستل خشم　　خدا آفریدش ز بیداد خشم
چو وہم از ہمہ سوے مطلق خرام　　چو اندیشہ در تیز رفتن تمام

سفیر ترکی نے اس جوان پاکیزہ روے کو غور سے دیکھا اور کہا۔

چرا آنچنین چہرہ گلفام بود　　بلور سیم از خوبی اندام بود

اور افسران روس نے کہدیا کہ نادان یہ کہین تم ایسون کی سنتے ہین وہ افسر تم ایک ادنی سے سوار۔ ع۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اتنے مین فوج روس سے کوس کی آواز اور بھی بلند ہوئی

بلغرید ہر سو چو بانگ ہزبر　　بتیسو بغریدن آمد چو ابر

روسیون نے ایلچی کی ایک نہ سُنی اور جان پر کھیل کر لڑے مگر ایک کی دو اور دو۔ کہان تک لڑتے۔ آخرکار ترکون نے نیچا دکھایا اور دوسرے روز۔

سحر کہ کہ زورق کش آفتاب　　ز ساحل برانگندہ زورق بر آب

اس مقام سے کوچ کرکے آگے بڑھے۔ اس مصاف مین روسیون کے سات سو سوار اور گیارہ افسر کام آئے اور چار توپین چھین لی گئین۔ کوچ کرکے دوسرے دن یہ فوج اس مقام سے جا لی جسمین علیقو پاشا اور ایلطن پاشا تھے۔

ایک گھنٹے سے گولہ چلنا موقوف ہوا تھا۔ مگر از سر نو دونون فوجین تیاریان کر رہی تھین اور دونون کی کمکی فوج آگئی تھی اتنے مین ایک شخص نے لشکریون سے پوچھا کہ اِس فوج کا افسر اعلیٰ کون ہو یہ شخص پیر مرد تھا۔ کشیدہ قامت۔ کشادہ پیشانی۔ صبیح جبین۔ ایرانی الاصل۔ ایک مدت سے بلغارستان مین بود و باش اختیار کی تھی۔ لشکریون نے پوچھا۔ کیون تم کو افسر اعلیٰ سے کیا واسطہ۔ کہا ہم کسی کا پیغام لائے ہین۔

محمد صدیق پاشا سے ذکر کیا گیا حکم ہوا کہ اُس کے لباس کو بخوبی دیکھ بھال لو۔ کوئی آلۂ حرب اس کے پاس نہ ہو۔ کاسکون نے کپڑے بغور دیکھے حکم دیا کہ جاؤ یہ پیر مرد جھک کر آداب بجالایا اور دست بستہ عرض کیا ؎

کہ تا سبزہ زیبندہ باشد بباغ	گل سرخ تابد روشن چراغ
رخت باد چون گل برافروختہ	جہان از تو سرسبزی آموختہ
نگین فلک زیر نام تو باد	ہمہ کار دولت بکام تو باد

حضور سے تخلیے مین کچھ عرض کرنا ہو اگر حکم ہو تو فبہا المراد ورنہ قلم دوات کاغذ منگوا [illegible] فدوی لکھکر عرض حال کرے سپہ سالار نے فوراً قلم دوات کاغذ منگوایا اور پیر مرد نے یہ عبارت لکھی۔

ایک شخص نے حضور کے نام عرضی بھیجی ہو مگر قسمین دی ہین تاکید کی ہو کہ حضور اس راز سربستہ کو افشا نہ کرین۔ کوئی کانون کان یہ خبر نہ سننے پائے لہٰذا عرض پرداز ہون کہ حضور سب سے علیحدہ اس خط کو پڑھ لین۔ یہان تک کہ خدمتگار بھی کمرے مین نہ ہو صدیق پاشا نے خط لیا۔ کھولا پڑھا علیقو پاشا اور ایلبطن پاشا کو بلوایا اور دکھا کر کہا کہ اس خط کو کوئی پہچانتا ہو یہ کس کا لکھا ہوا ہو دونون پاشاؤن نے بغور دیکھا۔ علیقو پاشا نے کہا مین نے یہ خط کبھی پیشتر نہین دیکھا تھا مگر ایلبطن پہچان گئے۔

خط کا مضمون یہ تھا۔

مجھے معلوم نہین کہ یہ خط جس مین مین نے اپنا حال زار لکھا ہو کس کے ہاتھ مین جائیگا۔ مگر مین اِس درجہ مجبور اور پریشان ہون کہ بے سمجھے بوجھے اٹکل پچّو لکھ مارا۔ ماشاء اللہ ؎

لیے جاتا ہے نامہ بیکس	بال بیکا نہ ہو کبوتر کا ؎

مجھے مس کلیرسا کے عتاب نے کہین کا نہ رکھا سہا۔ مین سمجھا تھا کہ لب معشوق کا بوسہ دلربا قند و نبات سے زیادہ شیرین ہوگا۔ مگر برعکس اس کے تلخ کامی نصیب ہوئی حکم ہوا کہ سیبریا کے برفستان مین جلا وطن کیا جائے اور قید بامشقت کی سزا دیجائے مگر ریلگاڑی پر جو عبور کرتے ہی ایک نئی مصیبت مین پھنس گیا اب مین ایک زاہد فریب طاؤس زیب لیڈی کا قیدی ہون وہ چند روز مین میرے ساتھ شادی کرے گی اور تمام عمر مجھے یہان سے نکلنے نہ دیگی حامل خط ایک حبر ایرانی ہو ان کا خدا بھلا کرے کہ میری حالت زار پر افسوس کرکے میرے ساتھ اس قدر ہمدردی ظاہر کی کہ خط لے جانے پر آمادہ ہوئے اگر صحیح و سالم پہونچے تو فبہا المراد ورنہ یا قسمت یا نصیب ان سے آپ میری سکونت کا مقام دریافت کر لین میری روح روتی ہے کہ مین یہان قید ذلت مین ہون اور میرے ہم وطن بھائی جنگ کے میدان مین ہون مگر شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن۔ اگر کسی تدبیر سے

چٹکارا ملے تو سبحان اللہ ورنہ خدا حافظ و ناصر ہے۔

لیے جاتا ہے نامۂ بیکس	بال بیکا نہو کبوتر کا

مکرر لکھا خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آزاد۔

کھوپڑی شریف بدیع

سخنوروں کے قبلہ گاہ افیمیوں کے پشت و پناہ چنیا بیگم کے عاشق خستہ جان خواجہ بدیع الزمان علیہ الرحمۃ والغفران دل لگی دل لگی مین ڈوبنے گئے تھے مگر خدا نے بڑا فضل کیا۔ بہت بچے بہت سنبھلے۔ ورنہ باقی کیا رہا تھا۔ غوطے تو کھا ہی چکے تھے۔

جس وقت خوجی نے پہلا غوطہ کھایا ایسے اُلجھے کہ اُبھرنا مشکل ہو گیا مگر تھوڑی ہی دیر مین اُبھرے تو ترکون نے اُن کے بچانے کے لیے غوطے لگائے اور بٹے پکڑ کر نکالا سع

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

خوجی کسی قدر پانی پی گئے تھے۔ عرصہ دراز تک ہوش ٹھکانے نہ تھے۔ جب ذرا ہوش آیا تو سب کو ایک سرے سے گالیان دینے لگے۔ ہات تیرے گیدی کی لے کے ڈبو دیا۔ وہ تو کہیے زندگی تھی بچ گیا ورنہ باقی کیا رہا تھا۔ جس ترک نے اُن کو غوطہ دیا تھا اُسپر دانت پیس پیسکر رہ جاتے تھے۔ سیکڑون بے نقط سناتے تھے اس نے اُن کے چھیڑنے کے لیے کہا۔ شکر ہے خدا کا کہ صحیح و سالم نکلے۔ بڑی خیریت ہوئی۔

خوجی نے جھلا کر جواب دیا۔ یہ شکر کا مقام ہے یا شکایت کا اور کیسی افسوس ہے کہ قرولی نہ ہوئی۔ ورنہ بھونک دیتا۔ اور اوپر سے کہتا ہے کہ (بڑی خیریت ہوئی) یہ خیریت کی بات تھی خدا نے بچایا۔ اُس کی قدرت کاملہ کے صدقے۔

ترکی مسکرا کر بولا جی ہان خدا نے بچا لیا۔ ورنہ غلام نے تو حضور کے غرق کرنے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا تھا۔ خوجی اور بھی تیکھے ہوئے۔ بجا ارشاد ہوا۔ حضور نے کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا تھا۔ مگر اتفاق سے جان بچی۔ حضور کی نوازش کا کمال ممنون ہون مگر افسوس ہے کہ قرولی بسر سے پاس نہین ورنہ بھونک دیتا۔ پھر دل لگی رکھی رہتی بڑی دیر تک مذاق اور چہل پہل رہا خوجی کو یار لوگون نے خوب بنایا اور چٹکیون مین اُڑایا۔ خواجہ صاحب اُس وقت ضعف کے سبب سے بحث کرنے کے قابل نہ تھے مگر چپکے چپکے کوستے جاتے تھے خدا اس مردود کو غارت کرے جس نے ہماری جان لی تھی۔ خدا اس مردود سے سمجھے جس نے مفت مین ہماری مٹی خراب کی تھی سوچے کہ دو ایک روز مین ذرا اٹھا نٹھا ہو لون تو ان سب گیدیون سے سمجھ لون۔ اور سنیے خوب کی ہو سب کی سب ہیچ سے کوئی ایسا ویسا مقرر کیا ہے۔ جس شخص نے خوجی کو دریا سے نکالا وہ اُن کے قریب آیا خوجی نے کہا میں بدیع کمال ممنون ہوا کہ پریشان حالی کے وقت مجھے مدد دی۔ اُس نے کہا۔ حضرت۔ پہلے تو مین سمجھا تھا کہ کوئی دبلا پتلا آدمی ہوگا۔ مگر معاذ اللہ آپ خدا جانے لوہے کے بنے مین یا فولاد کے بنے مین۔ ایک ایک رگ و پے مین فولاد کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے اوہ۔ واللہ جو آپ بدن کو ہلکا نہ کر دین تو مین اور آپ دونون ڈوبین مگر واہ رے مین اور واہ رے میرے کمال۔ اتنی بھاری لاش نکالی۔ اب مجھے حضور ایک سرٹیفکٹ عطا کرین۔ خوجی

نے سرٹیفکٹ لکھدیا۔

ہم اس قرطاس کی رو سے تصدیق کرتے ہین کہ اس شخص اطرا آفندی نامے ترک نے کہ فن شناوری سے خوب واقف ہے۔ من بدیعا کو قعر جہنم یعنی دریاے بحر آشام سے نکال کے اوپر ساحل کے لائے گو من بدیع آدمی کرار اور جسیم و لحیم و شحیم بحد سے ہی چونکہ یہ شخص پیراکی کا استاد ہی فلہذا نکال لایا۔ ہم نے خوشنودی مزاج کا پروانہ دینا پسند کر لیا کہ ثانی الحال سند رہے اور وقت حاجت کام آئے

راقم من خواجہ بدیعا۔

یہ سرٹیفکٹ لکھکر خواجہ صاحب نے ترک کو دیا اور کہا اسکو حفاظت سے رکھو۔ داشتہ آید بکار اگرچہ بود سر مار۔ ترک نے اُن کی بڑی تعریف کی۔ اللہ اللہ۔ یہ ہاتھ پاؤن یہ کس بل۔

خوجی نے کہا۔ اجی ابھی کیا ہی۔ ہم کو جوانی مین دیکھنا کہ کیسا رنگ و روغن نکالتے ہین اور ہاتھ پانون کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ سینہ ابھر نکل جائینگے لوگ انگلیان اُٹھائینگے کہ وہ جوان رعنا جاتا ہے۔ عورتین دیکھہ دیکھکر کھجولیون سے کہین گی۔ بہن دیکھو کس قدر خوبرو جوان ہین۔ ذری دیکھو تو کیسا گرانڈیل اور کڑیل جوان جاتا ہے ہاے جی چاہتا ہی بلائین لون صدقے ہو جاؤن ہم ایسے ہونگے جوانی کے دن تو آنے دو ابھی تو نیچا نب بیٹھے ہی ہین

راوی۔ کیا خوب۔ ع

سجادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

یہ تو آج معلوم ہوا کہ خواجہ بدیع الزمان بچے ہین مگر آپ کے مزاج مین انکسار بہت ہی۔ آتو کا لفظ محذوف کر دیا یا شاید ٹھیٹھ محاورہ بولے ہون۔

حضرت خواجہ بدیع کو سوجھی کہ آزاد پاشا کے نام خط لکھین ان سے کسی شخص نے کہہ دیا کہ اگر ایک آدمی کا پتا نہ ملے اور اس کے نام خط بھیجنا منظور ہو تو خط کو تیون مین لپیٹ کر دریا کے کنارے کھڑا ہو اور (بفرست بفرست بفرست) تین بار کہکر خط کو دریا کے سپرد کر دے۔ خوجی ضعیف الاعتقاد تو تھے ہی سمجھ گئی کہ آزاد جہان کہین ہونگے یہ خط اُنکو ضرور ملیگا۔ خط لکھا تو فارسی زبان مین۔ وہو ہذا۔

خواجہ بدیع مستہام آزاد پاشا بنام

ای معشوقون کے دل کے آرام — جرأت کے ننگ بحر آشام
قسمت مین لکھا تھا یہی بھائی — آزاد سے ہوگی یون جدائی
خط لکھا چاہتا ہون قصداً — ہی بلبل طبع چہچہہ زن

این! لکھنے کو تھے فارسی اور چھیڑ دی اردو آگے سنیئے سبحان اللہ۔

برادر بہ جان برابر یہ چنیا بیگم بہا بزماقیام شجاعات پوستہ در جنگ باشند بعد ڈبیا ڈبیا تسلیمات و پیالی پیالی کورنش بجا آورده معروض راے بیضا ضیاے آن گرامی منش آزاد صاحب گردانیده مے آید۔ احوال من بدیعا تو ام است۔ چون کره و بچه از یک شکمے بری آیند ہمچنان تسق دو اشیا از بطن و طبع ساتی باہر شده • یکے را حرست ناسیدم و آن دیگرے را شفقت نه که گفته اند •

مرد باید که ہراسان نشود — مشکلے نیست که آسان نشود

اکنون بشنویه اے آزاد صاحب که من بدیع بعد طی مراحل و قطع منازل و سفر و دور و دراز و تعب دگر از فوج روس ما شکست دادن و ازان فوج مردانه وار بیرون آمد بر لب جو بارے نشست یک روز روسیان بگلاه شتل ستناده وصنتا

زمانہ مور یائے ما دھو رام جوق جوق گردہ آمدہ من بدیع را گرفتار ساختہ بہ بندی خانہ کہ یا دازدوزخ شررفشان میدہد بند فرمودند من بدیع در بحر حیرت غوطہ زن ۔ ای ذی غلط گفتم در باغ حیرت مصروف سیر کہ یا خدا این چہ بوالعجبی است کہ نہ یار در بر نہ وطن پیش نظر ذ خویش ذیگانہ ۔ ہر ہمہ بیگانہ من بدیع مثل دیوانہ یا الٰہی چہ کنم و چہ گویم ۔ بہر کیف روزے کہ شب دیجور بود در دل خود ٹھانیدم کہ امروز موقعہ وقت غنیم انگاشتہ راہ گیرم ۔ سہ

بوریابانے نصیحت کرد با فرزند خویش	
ای پسر فرصت غنیمت دان کہ مادر دختر است	

معنی این شعر فہمیدنی است کہ شاعر حکمت بانعیہ خوش گفتہ ۔ بارے بر یابوے سوار شدم و کھٹ پٹ کردہ رفتم یکایک سواران لشکر روس کہ بیش از مور و ملخ بودند تعقب نمودند و میخواستند کہ بر کھوپڑی شریفہ بدیع ضربت دست رسانند ۔ الا چونکہ یابوے بدیع صبا رفتار و بدیع خود بنفس نفیس بکار بود لہٰذا کھوپڑی شریفہ بدیع از ضربت دیوان روس محفوظ ماند ۔ از دو کرور روسیان اژدر دہان مقابلہ نمودن کار یست بس مشکل اگر احیاناً کسے گوید کہ آسان است بگو کہ بمقابلۂ من بدیع آید ۔ سہ

کھوپڑی شریفۂ خواجہ	گشت ایمن ز ضربت دشمن

※ سال تاریخ او بدیع نوشت

سبحان اللہ سبحان اللہ ۔ واہ خواجہ صاحب واہ اچھی تاریخ موزون کی ۔ اور اشعار کی کھوپڑی کو شاعرون کی ضربت اعتراض سے خوب بچایا ۔ یہ خدا کی دین ہے جو بات ضربت بدیع کو حاصل ہے وہ کسے کو حاصل ہو سکتی ہے کوئی مقابلہ ہی نہیں کر سکتا ۔ یا یون کہیں کہ کوئی (مقابلے) پر ٹھہر ہی نہیں سکتا ۔ فنون سپہ گری کے علاوہ تاریخ گوئی مین بھی حضور برق ہین ۔ مورخ ہو تو ایسا ۔

خواجہ صاحب نے تاریخ لکھکر اپنا ہاتھ صرف چوم لیا اور بدستور لکھنے لگے ۔ از زمرہ روسیان دشمنان نجات یافتہ بہ سوئے سینہ شتافتم و بہ زودی ہر چہ تمام تر اسپک خویشتن را کہ ایدون از ان من بدیع بود در رخت لبتہ رخت اقامت برکشیدم و گفتم کہ آن ہوچے آن ہوچے خواجہ بدیعا آن ہوچے این آوازۂ موزون شنیدہ تنے چند از مردان کارے تعاقب نمودہ بمن رسیدند و ہیہات ہیہات کہ من ملکستان کشان کشان بسوئے عساکر خویشتن بردہ بہ بندی خانہ فرستادند بارے من بر درخت بدیع سبز بخت الآخر رزے دانستم کہ بر کھوپڑی شریفۂ من ضربت دست سخت خواہند رسانید ولیکن روزے از آن جا ہم مردان وار رخت سفر بکر بستم ۔ و بہانے سفر کہ بصورت سقر ست کمر بہت چست بستم چون السفر مفتاح الظفر آمدہ است لہٰذا فتحیاب شدم در فوج ظفر موج ترکان شمشیر زن صف شکن زدم و در آنجا رسیدہ حال خویشتن گفتم ۔ ایدون بشنوید کہ درانجا چہ گل دمید و آن اینکہ ۔

وہو ہذا

	کشتی خواجہ بدیعا در بھنور چکر مین ہے
	ڈگمگا ڈگمگا کے کند ای از توجہ پار کر

ترکان برائے غسل و اظہار فن شناوری بر لب بحر دباری رفتند کہ دل خویشتن را بہلانید ۔ من بدیع ہم از شامت اعمال زشت ہمراہ رکاب شان رفت ۔ چہ دید این دید

کہ ترکان مردان میدان مصروف غسل اند۔ مرا ہم مجبور فرمودند کہ تو ہم کہ جسم شحیم و دست و پائے فربہ وقد دراز داری بیا و غسل نما۔ دزدور آزما۔ بسیار حیلہ کردم کہ من مرد افیم دوست۔ مارا از غسل و دریا و آب چہ کار۔ نہ قبول کردند دو ترکان بہ ہیکل قوی چون تنا ور درخت کشان کشان بردند او چہ بردن۔ من خود خویشتن را بردم۔ پارچہ ہائے من بدیع از جسم جدا کردہ بگفتند کہ اندرون دریا بیا۔ من باز حیلہ کردم۔ الا چونکہ او شان مرا از دل لگی می گفتند من ہم رفتم۔ آرے بابا۔ رفتن ما منظر شد۔ یک گیدی نزدیک من بدیع آمد۔ تا کمر عمیق آب اندرون بیا۔ گفتم لا۔ من نخواہم آمدن۔ او گیدی بر کوپڑی شریفۂ من بدیع ضربت دست نہاد۔ چہ ضربت دست زہے ضربت دست کہ اگر بر فرق دان شیر ببر افتد ڈکار کر بھاگ جائے

افسوس کہ از ضربت کوپڑی من بدیع از زد ہتھکی لب دیتی و تا آب پس آہے کہ از سر گذشت چہ یک نیزہ چہ یک دست چون آب از کوپڑی شریفہ از اندازہ یک وجب افزون شد سفوطہ خوردم۔ باز خوردم باز خوردم و در تہ فرو ماندم و آب دریا نوشیدم مگر قسمت بر سر یاری و طالع بیداری بود ترک سوارے در آمد و غوطہ خوردہ از تہ آب مارا بر سر آب آورد و شعر کوپڑی شریفہ مارا دست چپ گرفتہ بہ ساحل آورد۔ شکر خدا۔ ہزار شکر خدا۔

	شکر خدا کہ از مدد بخت کارساز بر حسب مدعاست ہمہ کار و بار دوست	

ایدون من بدیع بصحت است۔ جامۂ عافیت در برد دستار تندرستی بر سر دارم اعتدال مزاج و باج شما

بے سرایم۔ سہ

	الٰہی در جہان باشی بہ اقبال جوان بخت و جوان دولت جوان سال	

از جدائی آن ماہ مہر دلربائی چہ قدر بے اعتنائی کہ فلک ہرگز کج ادائی با من بدیع دل دادہ بینوائی کہ نکردہ باشد داد این فقرہ باید داد کہ چہ قدر قافیہ ہائے جدائی فراہم کردہ ام۔ جدائی یک و دلربائی دو و بے اعتنائی سہ و کج ادائی چہار و بینوائی پنج۔ این ہم از پنج رقعہ نیست۔

ایدون من بدیع بر لب دریا چہ چہار فور کہ بہ سرور ست نشستہ رقعہ ہذا کہ از سہ نثر ظہوری و ہر سہ دفتر شیخ مبارک نہاد مصنف کتاب ابوالفضل نیست می نویسم خدا داند کہ آن برادر در راہ کدام کوہ و دامستہ چہ ہا مون طے و قطع مے نمایند۔ من ہیچ نمے دانم داند۔ اگر مصرعہ۔ بر سر اولاد آدم ہر چہ آید بگذرد۔ مطلبش اینکہ چون بر کوپڑی من بدیع ضربت دشمن آید و بگذشت ہمان طور بر کوپڑی شریف ہر کہ آید بگذرد۔ ساقی خانہ۔ خدا کند کہ روزے آن برادر آنزا در با من آمد برائے عقد نکاح بستند و من دعوت طعام خورم۔ قند کے چاول فرنی۔ کھیر مزعفر دودھ۔ شکر۔ بالائی۔ ربڑی برنی لڈو۔ پیڑا۔ گلاب جامن جلیبی۔ امرتی۔ کھیلا۔ کھٹیان بنارسی شکرا اور شاہجہان پور کا گڑ۔ یہ سب چکھنے میں آئے خریداریان ہون۔ لطف اُٹھے خواجہ بدیع شیرین کلام ہون۔

جناب خواجہ بدیع صاحب لڈو اور پیڑے اور مزعفر کے پھیر میں ایسے پھنسے کہ نمکین چیز کا ذکر ہی نہ کیا۔ پلاؤ۔ قورمہ

کو فتہ کباب - دوپیازہ وغیرہ سے مطلق سروکار نہین
بس کشمیان ہون اور قند کے چاول ہون - باقی اللہ اللہ خیر صلاح
اسکے بعد خواجہ صاحب نے یون لکھنا شروع کیا -

شام من غریب الوطن بدتر از صبح است و صبح من تیرہ
درون رشک شام سا این در سفیدی خراب - واو در
سیاہی منجلاب -

رادی - واہ واہ واہ - ان فقرون مین خواجہ بدیع صاحب نے
قلم توڑ دیے - طبیعت داری اسے کہتے ہین - چشم بد دور ؎

خواجہ بہ فصاحت و بلاغت	گویا سلمان ساوجی ہر

الغرض خواجہ صاحب نے اس فقرے پر خط کو تمام کیا
حال طرفہ اینکہ ہر زن نو طیز و نو خاستہ کہ بر من جوان بالا بلند
خواجہ بدیع نظر می اندازد عاشق تن می شود و دعا می خواند کہ
این رعنا جوان تا قیامت سلامت باشد و شوہر من شود -
یہ خط کمال فصاحت و بلاغت کے ساتھ لکھکر حضرت
خواجہ نے موزونی طبع کے جوہر دکھائے - چند اشعار آبدار
موزون فرمائے -

وہو ہذا ؎

خواجۂ خواجگان ہندوستان	رکنِ مسجدی بدیع زمان
چون رقم کرد نامۂ رنگین	ہزاران فصاحت و تمکین
ہر سخنور کہ شائق افیونست	ہر کلام بدیع لبس مفتونست
من گیدان سلطنے بودم	جوہر تیغ خویشس بنمودم

اس شعر کے معنی شکل ہین یا المعنی فی بطن الشاعر ہو ؎

کمو ٹری شریف محفوظ است	ترک ایک سنوش محفوظ است

سبحان اللہ سبحان اللہ جل جل - شاعری حضور پر ختم
ہو - کوئی شعر ایسا نہین جو موزون یا بامعنی یا قابل داد نہو

تو وجہ کیا غلبۂ ذکاوت - کسی کی سمجھ ہی مین نہین آتا کہ خواجہ
صاحب یہ بک کیا رہے ہین - اور یہ کمال شاعری ہے
اور تعلی تو دیکھیے - ؎

ہر سخنور کہ شائق افیون ست	ہر کلام بدیع لبس مفتون ست

یہ تعلی جائز ہے - نظامی گنجوی بھی کہہ گئے ہین - ؎

نظامی بسا صاحب آوازۂ	کہی گشتی و ہچنان تازۂ

خواجۂ بدیع الزمان صاحب نے خط ختم کیا اور دریا جاکر
کنارے پر کھڑے ہوئے اور بآواز بلند (لبز ست لبز ست)
کا غل مچانے لگے - تھوڑی دیر کے بعد خط کو مار کے تھون مین
لپیٹ کر دریا مین بہا دیا اور آہستہ آہستہ کچھ پڑھکر
یہ شعر زبان پر لائے ؎

ساقی کنارہ کش ہے کشتی سے شکستہ
شکل ہے بحر غم سے اودل مجبور تیرا

خواجہ صاحب نے یہ فصیح و بلیغ خط جسکی ایک ایک سطر
بلکہ ایک ایک لفظ سے قابلیت نمایان اور استعداد علمی
عیان تھی ترکون کو سنایا مگر افسوس ہے کہ وہ بچارے اُنکے
کلام فصاحت انضمام کی تعریف نہ کر سکے - زبان سے
ناواقف تھے مگر وہان داد دینے والا کون تھا سخت خفا ہوئے
ای لا حول (خط کو لیتا) ای لا حول - مین نے اسی سے مسودہ کیا
تھا کہ ان لوگون کو سناؤنگا مگر بھینس کے آگے بین بجائے بھینس
کھڑی پگرائے - ایک کے منہ سے بھی کلمۂ تحسین نہ نکلا - ای لا حول
اس گیدی سے کوئی پوچھے کہ ترکی تمھاری زبان کیا
سمجھین مگر پوچھین کس سے آدمی ہو تو پوچھین جانگلو سے
پوچھنا نہ پوچھنا یکسان ہے خواجہ صاحب نے ترکون کی
طرف مخاطب ہو کر کہا - ؎

دوست اور شے ہی علم ہی کچھ اور چیز
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

اتنے میں ایک ایرانی کا وہان گذر ہوا جو ترکی خوب جانتا تھا اُس حضرت خواجہ بدیع الزمان علیہ الرحمتہ والغفران نے اپنی سرگذشت بیان کی اور کہا کہ بر کھو پڑی من بدیع ضربت دشمن افتاد من از جوانمردی این افتاد را بر داشت کردم خواجہ صاحب سمجھتے تھے کہ افتاد کے لفظ پر ایرانی داد دیگا مگر وہ اُن کو مجذوب سمجھکر خاموش رہا۔

خواجہ بدیع الزمان صاحب نے کھو پڑی شریفہ من بدیع یہ جملہ اتنے مرتبہ زبان مبارک سے کہا کہ ترکوں نے ایرانی سے اس کے معنی پوچھے وہ خود کھو پڑی کے لفظ سے ناآشنا تھے مگر خواجہ صاحب نے کسی نہ کسی طرح سے معنی بتا دیے ع

ترکوں کو شگوفہ ہاتھ آیا

اس دن سے کھو پڑی شریفہ من بدیع ان کا نام مشہور ہو گیا۔ ترکوں کی زبان سے (ڑ) کا حرف نہیں نکلتا تھا خوبی کے عوض کھو پڑی شریفہ نام پڑ گیا۔ ایک ترک نے کہا کھو پڑی شریفہ کیسے مزاج اقدس۔ دوسرے نے کہا کھو پڑی شریفہ مزاج اقدس تیسرا بولا کھو پڑی شریفہ آپ خاموش کیوں ہیں خواجہ صاحب کو یہ نام اور خطاب بہت برا معلوم ہوا اس دن سے کھو پڑی شریفہ انکی چڑ ہو گئی

دیباچہ فسانۂ آزاد

ریختہ قلم جادو رقم ادیب اریب سعلیق کہ سے لبیب سعدی شیراز نکتہ پردازی عندلیب شاخسار سحر طرازی رشک امرؤ القیس و سحبان غیرت رودکی و سلمان اُستاد مستند قدما و متاخران حضرت مولانا بالعلم والفضل اولٰنا ابو القاسم محمد فضل رب عرشی ادام شموس ظلالکم لا مثہ۔

٭ مرشد شہنشاہے ہر شندہ دہر شنگر زمر بان فراہید در نیا بیز و شیرازہ بیز آمدن آذر کدہ گفتار ور زندہ شخیال و اخگران نیم سوختہ فروغ پذیریان بکبر راصاعقہ درخشندگی زدن اگر بہ پردہ کشائی ہنگامہ سخن نیست خود چیست کہ فروغ طور شعلہ نہان داشت وارنی گوئے برافروختگی سر طیر را از بساط قدس فراچید۔ ہمانان آتشخیزی منقل ناطقہ بہ فروغ شید لیست کہ کرمک شب تاب را ازان تاب زمہر گیتی آرا ارزانی فرمودہ و بال چراغان بخشودہ۔ آرے بہر مان بہ لشو دنما جائے آن درخشان گوہر اقتباس ضیائے مہر است کہ فروغ شناس ایزدی شیدطیا سان زرین از دوش آفتاب کشیدہ و ذرہ بوار سرگرم تہ شنا سائی نما شد این خود درفش پیکر گفتار ست کہ بفر تابش خداوندی فروغ پذیر ست ورنہ نا طورہ سخن را این مایہ سرگرمی تپش برق از کجا بودے کہ از ابر نیسان پردہ کشائے نیالیش آمدے ریگساران سخن را ابلاغ بہائی بنیش باندازہ گردش خامہ علوی خرام است کہ بہر نیرنگ نقشے دلفریب تر از جلوۂ طاؤس باز رنگ خیال کشند وآن مرقعہ شگرف را نگارخانۂ دانش نامند۔ ہجوم شاہدان معنی در آغوش دیدہ وران آن قدر کہ گوئے پیکرے در پیکرے ہمی خونہ بخن ہر ہمانا ز فرط بجزوی خوش ہر پری پیکران در نظارہ بخندہ و در جریدۂ خیال فہرست گنج خانۂ اسرار فراہم آورند و از تشنگی جگر و سرگرمی نفس جائے سخن آفرین سایند و دجلہ دجلہ قلزم گہر بخشی بر فرق سخن سنجان و قافیہ بر سنجان افشانند ٥

٭ در زبان پارسی این فقرہ را بجائے بسم اللہ سرایند:۔

ندانم کہ پیوند حرف از کجاست / درین پردہ لخت سگرف از کجاست
گر از دل شناسم جنون پیش نیست / کہ آن نیز یک قطرہ خون بیش نیست
خرد را سگالم کہ بنزد دہد / خود او را زبن چیر تے رو دہد
نہ آخر سخن را نمایش ز تست / بہ نا بود چندین نمایش ز تست
چو پیدا تو باشی نہان ہم توئی / اگر پردہ باشد آن ہم توئی
بہر پردہ و ساز کش جز تو نیست / شناسندۂ راز کس جز تو نیست
سخن گر بہ صد پردہ و ساز گشت / چنان کامد از وے بوے باز گشت
بہر لب کہ جوئی نوائے از وست / بہر سو کہ بینی ہوائے از وست

فطرت دوشیزگی گوہر پاکیزگی نماد از سیرابی نطق ست کہ غوطہ خوار ہفت دجلہ را از خداوند لیست وزمزمہ دانش آشوب با زجلوہ فروشی نوید شاہد فکر علوی پوے ست کہ بذوق بخشی نشاط و کارسازی کرشمۂ قدسیان زبانے لب سخن سرائی از نوا در برد ماغی گرفتہ بمنکہ از ناسازی نوی ورشتی گمان از ہیچ کہ خود از جوہرش می خیزد ہیچ رسم قلمرو سخن را توقیع یگانہ بینی از پیشگاہ سخن آفرین نہ گرفتے واز رشحۂ فیض ایزدی قلزم قلزم آب زلال دانشی نیا شامیدن ہر آئینہ حریفان از خم خانۂ توفیق مسہد و فیاض کہ بخشندہ بے منت ست در خور ظرف جواہر ایاغ نا چیدہ دہ سرخوشش غنودند ور فتگان سنگ بر جام و سبوشکستہ سرگران بہ جادیہ خواب خوابیدند پس از خسرو دہلوی کہ بساط سخن را از نو دو شش سال پیچیدہ بود و قالب کن بے روان سی از پاکیزگی گوہر خود در پیکر بیجان معنی جان نوی دمیدہ ام ور اوق سخن در روزگار خود مستی فزا پر زور کردہ ام اما آوخ بر ستارۂ ما کہ در عہد اکبر نبود مے تا شوکت عرفی بچیدے واز رشِ رشحۂ گفتار ژالۂ بہ قسطاس خرد

سخنے در توانگر ستائی و علم پرستی ہشت و چہار دہ مرحلہ را از بالش خود در نوشتم۔ آوخ کہ کس از جاہمندان بر بساط تقویم جان دادہ و آتشم از آزمندی بے سود فرونشاندیدہ این خود خونگری آز و ہوس ست کہ مرا بدین روز سیاہ نشانیدہ دل بران ہم سپاس یزدان را کہ مولائے ما ہوشنگ ہوش کیوان برجیس قدر گرامی گہر سنجر کاؤس کوس غضنفر فرسام حسام جم جاہ ستارہ سپاہ قدر افزائے جوہر پاکیزہ گوہران۔ آرے شناس گوہر صاحب جوہران نیر سپہر خسروی خطا شوائے جہان داوری زادش جمال زا در جمالی سا لک در رشتہ ہویدا فروغ و یزشش نژاد و الا دودمان طہماسپ فرہنگ کیومرث بار بار سپہر آستان فرشتہ پاسبان جناب مہاراج وزارت مآب سوائی سرخیل بابو راؤ آپا صاحب اگلرہ بہادر فرمانروائے قلمرو دتسنا بہ دام شوکتہ و اجلالہ مینش از فراخی ہمت از رشش مرا بے خرد تنگفت کہ با لتفات خسروانہ این خسرو شاہ نشان از توقیع گرانمایگی بر گوہر خود ناز سنگر آیم و از ستایشش جاہمندان دہر و مایہ وران روزگار مستغنی گردم زخ زخ کجا بودم و بہ کدام غرا فتاے پوئیہ کردم گفتار گرہ در گرہ شد و سخن پیچ در پیچ۔ اللہ اللہ صد دسی سال اگر صد ہزار سال ہم زمزمہ سنجان ساز سخن در پار بدی پردۂ معنی آفرینی زخمہ از سر انگشت نوائے نو اور زنند و بہ نغمہ نوازی نلئے سرافیلی کہ در قالب فسردہ روانہا صد جان تازہ مے دمد زمزمہ سرائے آیند بہ سوگند بال موسیقار کہ اجزائے وانشی آن مطربان بہ رنگ صدائے طنبور ترکان درہم خوردہ بہ نفتگی منقل بنیش شعلہ ہا از پیکرش بخیزد یکسر

دل تا جگر لبسوزد امابہ پہلوے فرزانہ روشن گہر ما کہ سر آمد ہمقتانی خویش است کو دکا نندا بجد سرائے و بیو فا شند باذ لے سہرآئینہ دیدہ در فرزانہ ما کہ خون دل از رگ اندیشہ چکانیدہ بیدرد بادۂ ناب بہ میگساران سخن ارمغان بردہ ہر آئینہ رہروان خلد زا در بیشہ ہند بکمند اعجاز سخن بدام آوردہ باغ‌ الالان شیراز را بہ مرغزار سرزمین لکھنؤ بجرا آوردہ لطافت نظر فریبی کشش آذر رشک در کالبد گل و بنفشہ زدہ و طراوت شکر بیزی قلمش نبات از نایشکر گرفتہ زہے فسانۂ آزاد و چہ گرد آوران نامہ فرہنگ آموزیکا از ہر سو بزم و رزم و پند و اندرز آئین کشور کشائی و سخن گستری و ہنجار تیغ آزمائی و نصفت گستری دران فراہم آوردہ کالبد معنی را صد روان نوی دمیدہ شاہدلیست کہ از ہر پہلوے دانشش صد زبان فرہنگ روئیدہ و از رشک لطافتش قدسیان گردون نشین فطرت دانشی بجون نایۂ جگر شستہ بہ نظارہ این نا طورہ نظر فریب دیدہ دران عنقا نظر نفس باختہ ال آفتاب فشانیہا سے میر تشدہ و فرزانگان ہر کشور جگر گداختہ دوزخ افشانی ہائے حسرت فراہم آورد این فرو ہیدہ فرہنگ دیدہ و رلبست درخش افروز شبستان والا نظرے دانشش پژوہی ہیرہ صومعہ فرخ گوہری و بزرگ خوئی کہ لبنانش گذرگاہ بہاران است و جمالش نظرگاہ دیدہ وران از کشالیش لب یکسا زمزم آفرین جان بخش جگہ ہائے روان افزا را بلور دین نشینان چنان فشاندہ کہ از طرف کلاہ و قبا بنفشہ ستان بود بر نیان روئے تماشا آفرین زمردین بال طاؤسان خلد بازہ ہما تا لبش ہمایہ گلشکر آلاے آمدہ کہ درج و سج دہن را بکوزۂ نبات ماتا طورہ ہما تا دیدہ

درا ادیٹر ما فروزان گوہر لیست از صدف قلزم کمال روشنگر آئینۂ اقبال سر آمد شیوہ بیانان سرجمل ہنر بانان فسطاس نطرت سقراط حکمت گیتی سالار آئین نگارے کار دان غنچہ تازہ گفتاری ہوشیدگان درباب ہوشنگ پایہ پاکیزہ بار بد در رازشگانی دہان دریائی زمزمہ سرائی ترانہ و ربع چشکی و شگرف ازائی شرانہ انگیز آتشکدۂ بذلہ گوئی و ہنگامہ آرائی ادب آموز بستان فرخ گری گہر افشان دامن فرخندہ نظری فرزانہ روشن گہر سپہر کمال فرو ہیدہ کنش — کہ انجمن دانشی را ہو رخ افروز لیست فرو غبار دسخن سرائی را دیبا طراز لیست از برنیان پود و تار۔ یزدان ہستی آفرین این فرو ہیدہ نامہ را یا گرد آور او را چشم زخم روزگار رنیک نگاہ دارد و مرا وکہ گذشتگان را برابر اثری حسابم و بہ ابوالقاسم فضل رب عرشی زبان دو فرزانگان آمدہ ام ازین خاکیان اہرمن بفرو ہیدہ کنش بہ ہمین راستی شوں کیش برو ارد بمنہ و کرمہ۔ *

بانوے ماہ لقا حسن آرا بیگم سحر کاذب کے وقت خواب ناز سے بیدار ہوئین اور بہنون کو جگا کر نماز صبح ادا کرنے کے لیے وقت پر تیار ہوئین سجادون بلورین ذقن ادیم جلد پریان نماز پڑھ کر خانہ باغ مین ہوا کھانے لگین چاردن جوشش جوانی سے اس سہانی ساعت مین کلیلین کر رہی تھین کہ ماسی مہری چھکتی ہوئی آئی۔ کہا حضور وہ سواشسوار پکڑا گیا سرکاری پیادون کی رو ندگی سنگین بندھین سلامت گئے چودہ برس قید خانے مین رہے ہونے کی کھٹیلا بچھائی ہوئی لگے بہت سر چڑھایا تھا

بجو قلم فوٹو سے بارک اللہ۔

آسیئے دن شرارت۔ آئے دن چھیڑ خانی۔ اب ساری شیخیت نکل جائیگی۔ کس برتے پر تتا پانی۔

اتنے مین مغلانی ایک اخبار لائی۔ کہا حضور ڈاک پر یہ اخبار آیا ہے پہلا مضمون تو یہ دیباچۂ فسانہ آزاد تھا اور دوسرا درج ذیل ہے۔

اللہ اللہ اس لعبت دلفریب یعنی صورت معنی کا صورتگر خزینہ تصرفات ہے یا نیرنگ خیال کہ اس پیکر کے نظر فریب جلوہ نے یکقلم ارباب معنی کو صورت پرست شاہد معنی بنادیا۔ گو وہ حسن بمثال فروغ طور کا مستوجب نہ سہی مگر تصور اس فروغستان حسن کا خود ہی انجمن افروز طور خیال ہے۔ یہ سخن ہی کا کرشمہ دردل سوز تھا کہ لن ترانی کا مشاہدہ نور افزاے نگاہ ہوکر اسکی گو کو بے بادہ ہوش ربا مست کر ڈالا۔

فسانہ آزاد من حیث الصورت حسن بے مثال ہے و من حیث المعنی نیرنگ خیال۔ ورنہ یہ تصورات کے ثمر آور نہال تصدیقات کی متفرعہ شاخون سے فرہبی افزاے ناطقہ پیکر اوہام نہ ہوتے یہ خیالات روح افزا عنبر بیز نفحات ہین یا مشک آمیز عطریات تشبیہات کے شگوفے گلبن خیال پر خندان نہ ہوتے اگر استعارات کے عرع گلگشت خیال مین حیران نہ ہوتے۔ تلمیحات کے جمال پردہ نمایش مین شاہد حقیقی کے ستایش نگار ہین یا عقد و خال صنائع و بدائع متلونہ نہال اپنے حسن نشو و نما پر نخلبند ازل کے سپاس گزار۔ بلاغت کے طرہ عنبرین مو نافہ کشاے نوبہار معنی ہین یا فصاحت کے گیسوے مشکبو غالیہ سلاے صحن الفاظ جادو انی ہین کیا بات خوبیہ دکھا رہا

متلونہ کے طاؤس زمردین بال صنائع و بدائع کے خیابان مین خرامان ہین۔ یا کلک گہر بار گہر پاشان صدف سخن مین الماس فشان ہین۔ غلہ و رضوان کو تخیلہ روش خرام دواہ علوی سیہر نے چمن روح افزا ابنار کھا ہے۔ ورنہ یہ رنگ و بو کہان۔ اس کے اثمار و اشجار متقارب الالوان و متشابہ الروائح مگر اس فرزانہ دہر و دریعنی روشن گہر کے فرادیس خیال مین وہ حیرت خیز پھول اور پھل ہین جو یکسر متلون و متباین ہین۔ انفاس شکبیز کی روائح نافہ تاتار ہین۔ خود اس جوہر کی عطریت ذاتی اس کے شناسائے جوہر کے لیے کیا کم ہے کہ طبلہ عطر کا کاگ اڑا دین اور ہر زہ اس گران ارز جوہر کے ارزش میزان خرد مین تولون۔ ساحری اس کو کہتے ہین کہ بے بادہ اس ناطورہ محمل نشین نے ایک گردش ایاغ خامہ میگساران سخن کو مست کر ڈالا۔ سبحان اللہ نثر کا اور ہی رنگ نظم کا اور ہی ڈھنگ آزاد کی کشور کشائیان روسی شیر شکارون سے نبرد آزمائیان خواجہ بدیع کی گیدڑ بھبکیان۔ ستمگر فکاری روزگار کی نیرنگیان اور عقد سرگرمی عشق کی آتشزنی۔ مس میڈا کی منقل ذوق بخشی نبرد آزرم مین شرارہ ریزی روسی مس کا ہنگامہ رستخیز دونون سرطلتون کا مکالمہ جنون خیز۔ خواجہ بدیع کا عنقہ سیلاب فنا ہونا نئے ہنجارے اس جادہ و شوار مین نورانی کرنا۔ اسی فرزانۂ روشنگہر کا کام ہے نیا چربہ اٹھایا ہے اور اچھا اٹھایا ہے حق تو یہ ہے کہ ارژنگ خیال کا مرقع ثانوی کھینچ کر پیش نظر رکھدیا ہے سانکیہ ندرت آفرینی اور روش خرامی بیا ورہی کلک علوی خرام سی مگر رہی ہاتھین

جنگی قانون کا اس طرح نقشہ کھینچی کہ صورت رزم آنکھون مین پھر جائے ہر دیدہ ور کا کام نہین جب تک آئین سپہگری سے واقف نہو۔ دیکھو جس مقام مین اسپلیٹن کپتان اور آزاد سے ملٹری مقدمہ مین ہنگامہ گفتگو بلند ہوا ہی اعجاز کر دکھایا ہی اڈ وینس گارڈ اور ریرگارڈ کی گران پائی کہین اور مین باڈی اور فلینک ٹروپس کی روان آسائی پشت گرشمہ رزمی نے وہ تصویر نبرد کھینچی ہے کہ مجکو اس قلمرو کی برگی کا لطف آگیا نیٹیو مین گو اس ہنگامہ آرائی کے ساتھ دو رخ فشان ہونا جریان سخن کو طلسم حیرت مین ڈالتا ہی خواجہ بدیع کے ڈوبنے نے شاید مذاق کی کمر توڑ ڈالی اگر حضرت اسی بحری رہگذر سے خرامان خرامان گلگشت ارم مین چان ہوئے تو آزاد کی ہستی دنبرد آزمائی کا لطف جاتا رہے گا۔ وجود کا عدم عین نقیض وجود یعنی زندگی جاوید ہے گویا خواجہ صاحب زندۂ جاوید مین نہ موجود نہ معدوم یعنی انکی ہستی ابد سے وجود ہے اور اُن کی بے نشانی نشان آزادی سے نقیض عدم ـــ اُن کی ہستی ارباب مذاق کے سرمایۂ وجود کا باعث ہی اور ظرافت پسند ارباب کے لیے دستنوئے نشاط انھین چند سطور پر اس دیباچہ دیباچ کو نذر از فرجام دیتا ہون بہت تنگ آگیا ہون دم لیتا ہون ـــ اردو نگاری میرا کیش نہین۔ مولائے مکرم فرزانہ با ہوش فرہنگ فریدون فرفرہی شکوہ خسروی خیل خداوند ہوش و خرد ایرج ارج ہوشنگ ہوش سام حسلم منوچہر چہر سکندر در وزارت مآب سوائی سرخیل مہاراج ابو بادۂ آپا صاحب انگو بہادر دام اقبالہ و افاض علی العالمین واحسانہ کے اصرار سے اس نگارش کے آگے در رخہ مین کہان اور یہ رہگذر کہان جیتا رہا تو دوری یا پسلوی مین دیباچۂ فسانۂ آزاد جو ماہانہ فروغ بخش نظارۂ نظارگیان سخن ہوتا ہے روشناس ارباب معنی کرونگا اور اس پردہ مین دل غمزدہ کی حسرت نکالونگا۔

نامہ نگار ہیچ بے ارج ابوالقاسم فصل رب عرشی۔ از عشرتکدۂ وزارت مآب سوائی سرخیل مہاراج آپا صاحب انگرو بہادر

حسن آرا بیگم کی باچھین کھل گئین جہان آرا سے کہا۔ باجی چاہے ساری دنیا ہمین رلے مگر ہم تو یہی کہین گے کہ آزاد فرخ کا شیر دل شیوۂ حسن مین بے نظیر۔ جرات مین فرد آنکھون دیکھلو کانون شُنا خاتون جنت کی قسم چاند سا مکھڑا اپنا ہی۔ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے یہی معلوم ہوتا ہی کہ (بلا تشبیہ) یوسف کو آنکھون سے دیکھ لیا سر سے پانگ عالم نور ہی اور علم و فضل مین چاہے جس سے مقابلہ کرالو۔ بڑے بڑے مولویون سے دبنے والے نہین ہین۔ شعر و سخن کے اُستاد مستند خوش تقریر ایسے کہ منہ سے پھول جھڑتے ہین۔ ہاتھ پانون سانچے کے ڈھلے ہوئے سڈول ہی ایسی خوبصورت ہے کہ بیان سے باہر۔ جہان آرا چپ چاپ سنتی گئی۔ جب حسن آرا بیگم۔ اپنی تقریر ختم کر چکین تو گردن مین ہاتھ ڈال کر کہا بہن یہ سب سچ کہا بہنے۔ مانا مگر جسکے باپ دادا اور خاندان کا پتا نہ معلوم ہو اُسکے ساتھ نکاح کرنا اس کو ہم تو نہ پسند کرینگے دیکھو بہن دنیا مین آبرو بڑی چیز ہے ـــ اتنے مین سپہر آرا اور گیتی آرا اُن کے قریب آئین ـــ

سپہر آرا۔ (مٹھی بند کر کے) بوجھو ہمارے ہاتھ مین کیا ہی بھلا بوجھو تو باجی جان ـــ

حسن آرا۔ تمھارے ہاتھ مین ـــ ہم بتا دین پھول ہی۔

سپہر آرا۔ کچھ بدو تو کھولیں ہاتھ۔ دو دو روپیہ۔

حسن آرا۔ روپیے سے ہاتھ کالے ہوتے ہیں اشرفیاں بدو تو کیا مضائقہ ایک ایک اشرفی بدتے ہیں۔ آؤ۔

سپہر آرا۔ دیکھو باجی پھر نکل جانے کی سند نہیں۔ اور جو بھول جا

حسن آرا۔ بدو تو ہم بتا دیں کیا ہے۔ اشرفی لینگے یا دینگے بلا سے

سپہر آرا۔ اچھا بدتے ہیں۔ اللہ جانتا ہے جو ہارے تو ابھی ابھی دینگے آؤ۔

حسن آرا۔ تمھارے ہاتھ میں کوئی لال چیز ہے پھول کی قسم سے۔

سپہر آرا۔ جہان آرا بہن گواہ رہنا دیکھو ہم ہاتھ کھولتے ہیں۔

یہ کہکر نازنین طاؤس زیب عابد فریب سپہر آرا نے مٹھی کھولی اور شوخی کے ساتھ قہقہہ لگا کر کہا لے ایک اشرفی داہنے ہاتھ سے رکھ دیجیے اتنا نہ تحسین کہا اپنے ہاتھ کی چیز کا مجھے زیادہ علم ہے یا آپ کو جہان آرا بھی ہنسیں۔ کہا واہ حسن آرا۔ جاؤ بس دیکھ لیا۔ بڑی وہ بنتی تھیں ٹانگ کے برابر لڑکی نے دھوکا دیا۔ گیتی آرا مسکرا کر بولی۔ چلو خیر اشرفی جائیگی آن کی تو ہم کو کیا۔ ہمارا تو منہ میٹھا ہوگا۔

تھوڑی دیر تک سپہر آرا خاموش رہیں سانس کے بعد اصرار کیا کہ ہم اشرفی ضرور لینگے یہ کون سی بات ہے کہ ہارے اور مکر جائیے۔ پھر شرط ہی کیوں بدی تھی باجی (منہ بنا کر) نہیں باجی جان کا قاعدہ ہے کہ بدنے کو تو بد لیتی ہیں مگر دینے کے وقت گھنٹوں بجاتی ہیں۔ اتنے میں عباسی مہری نے آن کر کہا حضور چلیے شاہ چھڑے کی گلی سے جعفری بیگم آئی ہیں چلو وہ بہنیں چلیں۔ سپہر آرا ہرن کی طرح چھل بل کرتی تھیں۔ جہان آرا بیگم شوخی کے ساتھ قدم دھرتی تھیں

گیتی آرا جھوم جھوم کر اس ادا سے چلتی تھیں کہ کبک دری ٹھوکریں کھائے۔ مارے خجالت کے آب آب ہو جائے ؎

پامال کیجیے انھیں رفتار ناز کا
طاؤس و کبک رکھتے ہیں دعویٰ نیاز کا

مگر معشوقۂ طناز سرمست خوبی محو ناز گلگون قبا حسن آرا کی نستعلیق چال سب سے نرالی تھی۔ ہر قدم پر ایک عالم تھا خرام ناز اسے کہتے ہیں چار دن نہیں پہونچیں مگر سپہر آرا پانی پینے کے سبب سے ذرا پیچھے رہ گئی تھی۔

سپہر آرا۔ (جھپٹ کر) پھوپھی جان بندگی آپ تو ہم سب کو بھول گئیں۔

جعفری بیگم۔ نہیں بیٹی بات یہ ہوئی کہ تمھارے پھپھا کا کلکتے سے خط آیا کہ حسین کا تجا کرکے تم یہاں چلی آؤ۔

نظام الدین کی طبیعت نصیب دشمنان بے لطف ہے پاؤں تلے سے مٹی نکل گئی۔ حسین کا تیجا بھی نہ کرنے پائی کہ کلکتے چلی گئی۔

سپہر آرا۔ ہاں خط تو آیا تھا پھپھا کا۔ اب تو فضل الٰہی ہے۔ آپ آئیں کب ہم نے تو سنا ہی نہیں۔

جعفری۔ کل شام ہی کی ریل پر تو آئی۔ ہاں اب فضل الٰہی ہے

سپہر آرا۔ پھپھی جان۔ ہمارا اور باجی کا ایک مقدمہ ہے۔ آپ جو فیصلہ کر دیں اس پر ہم خوش ہمارا خدا خوش۔ کوئی بولے نہ بیچ میں۔ جعفری بیگم نے سپہر آرا کے خاطر خواہ شرط کا فیصلہ کیا اور فتویٰ لگا دیا کہ اگر ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر حسن آرا اشرفی نہ دیں تو ایک روپیہ اور جرمانہ لیا جائے

حسن آرا نے مسکرا کر جواب دیا۔ پھپھی جان آپ بھی مطلب نہ سمجھیں ہم نے شرط کیا بدی تھی یہی نہ کہ ہاتھ میں کچھ لال

لال ہے اور پھول سا ہے پھر لال لال ہے کہ نہیں سپہر آرا کے ہاتھوں میں مہندی لگی ہے یا نہیں لگی ہے اور حنا پھول ہے یا کچھ اور جعفری بیگم بولیں حنا کا پھول تو ہمیں کے کوئی ہاتھوں میں ملتا نہیں۔ برگ حنا البتہ پیسکر ملے جاتے ہیں آدھی شرط تم جیتیں۔ سپہر آرا بڑی دیر تک اپنی پھپھی سے بحث کرتی رہی۔ واہ پھپھی جان۔ آپ بھی انھیں کی سی کہتی ہیں وہ بولیں۔ بیٹا ہم تو حق کی سی کہتے ہیں (ہاتھ میں کچھ لال لال ہے) یہی کہا تھا نہ۔ پھر تو ٹھیک نکلا۔ مگر پھول نہیں ہے آدھی شرط ہاریں۔ آدھی جیتیں۔ اسمیں جہان آرا نے دوسری بات پیدا کی۔ آدھی شرط ہاریں آدھی جیتیں تو ساڑھے سات حسن آرا دیں ساڑھے سات سپہر آرا۔ چلو نہ رہی کی اشرفی رکھی۔ حسن آرا نے سر ہلایا۔ ہوں۔ کیوں نہیں۔ تمھاری اشرفی نہ جائے مٹھائی آئے مفت میں چکھو اور بیوقوف ہمیں بناؤ ہم کیوں دیں۔ وجہ۔ آخر سبب کیا۔ الغرض بڑی بحث کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ سپہر آرا پانچ روپیہ دیں۔ ناچار دینے پڑے مٹھائی آئی۔ چاروں بہنوں نے نوش روزہ کیا۔ بڑی دیر تک چہل پہل ہنسی دل لگی رہی۔ اتنے میں پیاری آئی۔ واہ۔ سب کے سب مل کے مٹھائی کھا گئے ہیں گڑ کا ملیدہ بھی نہ ملا۔

گیتی آرا نے کہا ارے۔ سچ تو کہتی ہے۔ کچھ خیال ہی نہ رہا اور اب ایک ڈلی بھی نہیں رہی۔ اچھا وہ مٹھائی کھاؤ جو صبح کو کھائی تھی یا انگور کھالے۔ پیاری نے منہ بناکر کہا ہاں۔ انگور کھالے۔ صبح کو مٹھائی کھائی۔ اب تھوڑی دیر میں کہے گا کہ ہینگ کھالے۔ ادراتی (راتی) مٹھائی آئی کل ہمیں سونگھنے تک کو نہ ملی۔ ہم تو لڑا کے لینگے۔ ہاں۔

گیتی آرا۔ اچھا تو پھر ہرج کیا ہوا۔ آج سویرے کی مٹھائی کھالے۔

پیاری۔ جی ہاں آپ کے نگیچ (نزدیک) کچھ ہرج ہی نہ ہوا۔ ہو نہ۔

گیتی آرا۔ بڑی ایک ہے۔ اور پیٹ کے ہاتھ تو بکی ہوتی ہے۔ کچھ ٹھکانا ہے۔

پیاری۔ اچھا ہمیں پاؤ بھر انگور دیدیجیے۔ ویسی انگور بھی سوئے کوئی جواہرات ہیں اشرفیاں لیٹیں اور کٹوروں پر مہر اچھا پھر سویرے جو آئی تھی وہی دیجیے۔

سپہر آرا۔ کچھ دیجیے ضرور۔ پیٹ کیا بھاڑ ہے۔ دوزخ ہے جہنم ہے۔

حسن آرا۔ نہیں ہمیں کچھ خیال ہی نہ رہا نہیں تو بات ہی کیا تھی دس دن اب کل ضرور ضرور منگوا دینگے۔

سپہر آرا۔ ای ہے اب بات کل پر گئی۔ جیتے رہے کل تک تو سمجھا جائے گا پیاری۔ تو اپنے میاں سے ضرور لٹکی صبح شام دوپہر سہ پہر آدھی رات کھانا ضرور مانگے گی تو وہ تو دیتے دیتے سڑی ہو جائیگا یا نکال باہر کریگا۔

حسن آرا نے کہا۔ اس کی نیت کبھی سیر نہ ہوگی — چاہے جسقدر کھانا دو۔ ۵

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

آئے دن ماں سے لڑائی ہے کہ کھانا کم دیا۔ بھوک معلوم ہوتی ہے۔ پائے تو باورچی خانے کا باورچی خانہ ہضم کر جائے مگر مجبور ہے۔ بیچاری۔ پیاری کو یہ باتیں بہت بری معلوم

ہوئیں۔ اور ایسی ناگوار گذریں کہ اٹھ کے چل دی۔ زینوں پر جا کر آہستہ سے کہا (اللہ کرے ہمایوں فر ماندے ہو جائیں) اتفاق سے عباسی مہری نے سن لیا تو آہستہ سے منھ پر ایک تھپڑ دیا۔ کیوں ری کل جبھی۔ تو اور ہمایوں فر کو کوسے سر منڈی ڈونگی۔ اُلٹے آتشے سے۔ اوئی واہ اور سنو موئی چڑیل کہ دن جلے ابھی کھڑے کھڑے نکلوا دی جائے۔ بیاری نے ہاتھ جوڑے۔ جانے دو۔ میری بوا۔ اب نہ کہوں گی۔ کہنا نہیں۔ بیٹین میں نکلوا دیجاؤں گی۔ عباسی نے چھوڑ دیا۔ چلو جاؤ۔ خبردار جو کبھی ایسی بات زبان سے نکالی۔

حسن آرا بیگم ایک مسہری پر لیٹ کر دیباچۂ فسانۂ آزاد پر غور کرنے لگیں یا خدا یہ فسانۂ آزاد کیا اور اس کا دیباچہ کیا معنی اور آزاد کی ساری داستان کا خلاصہ دیباچے میں موجود ہو حیرت تھی کہ یا للعجب یہ کیا بوالعجبی ہے۔ فسانۂ آزاد شاید کوئی اور آزاد ہوں۔ یا کسی شاعر کا تخلص آزاد ہو۔ مگر حسن آرا کا نام کیسا۔ میرا ذکر اس میں کیوں لاتا۔ اخبار منگوا کر پھر پڑھا۔ یا الٰہی۔ ایک دیباچہ دوسری تقریظ یہ سب منڈا کون ہو۔ حسن آرا کے کانوں سے سینے میں آتش رقابت بھڑک اٹھی اور دل ہی دل میں سوچنے لگی کہ کہیں کوئی گل چہرہ فرنگ آزاد پر عاشق نہ ہو گئی ہو۔ اس خیال نے حسن آرا کو بے چین کر دیا۔ جہان آرا اور سپہر آرا کو اندل سے اطلاع دی کہا سپہر آرا ذری یہ اخبار تو پڑھو کوئی اچھا سا مضمون سناؤ۔ سپہر آرا نے اخبار لیا۔ ورق الٹا تو (دیباچۂ فسانۂ آزاد) ایں! باجی۔ ذری یہ تو پڑھو۔ دیباچۂ فسانۂ آزاد۔ فسانۂ آزاد۔ کون آزاد۔

حسن آرا۔ تم پڑھو۔ ہم تو پڑھ چکے۔ فسانۂ آزاد کا دیباچہ ہے۔

سپہر آرا۔ اور یہ کیا ہے۔ نوشتۂ مستلائی سائیں (مسکرا کر) واہ ہم۔

جہان آرا۔ آزاد کون۔ وہی نہ۔ تو اس کا حال کیا چھپا ہے لڑائی کا حال ہے۔

حسن آرا۔ او فارسی کتنی اچھی ہے بنا مینرد شہزادہ بزرگ آذر کدۂ گفتار۔ اور اشعار بھی ہیں ابو القاسم محمد فضل رب عرشی۔ دولہا بھائی آئیں تو کہیں کہ ان سے بتا پوچھیں۔ ان کو ساری دنیا کا حال معلوم ہے۔ ہم تو جانتے ہیں کوئی تذکرہ لکھ رہا ہے مگر یہ کچا چٹھا کہاں سے مل گیا یہ ساری داستان کس نے بتا دی۔ خدا کرے ہمارا ذکر نہ ہو شعر کتنے دلربا ہیں۔

نمانم کہ پیوند حرف از کجاست ۔ درین عہد مے شکر دعا از کجاست
گر از دل شناسم جز این بیش نیست ۔ کہ آن نیز یک قطرہ خون بیش نیست
خرد را نگالم کہ نیرو دہد ۔ خود او را ز من جیرتے بود دہد
بہ آخر سخن را نمایش ز تست ۔ بہ تابود چندین نمایش ز تست
چو پیدا تو باشی نشان ہم توئی ۔ اگر پردہ باشد آن ہم توئی
ہمہ پردہ دمساز کس جز تو نیست ۔ شناسندۂ راز کس جز تو نیست
سخن گر بعمد پردہ مساز گشت ۔ چنان کامد از جے بوسے باز گشت
بہر لب کہ جوئی نوائے از تست ۔ بہر سو کہ بینی ہوائے از تست

کچھ سمجھیں بھی ہو۔ کیا مطلب ہے۔ ایک ایک شعر پڑھو۔ تو سمجھ میں آ سکے۔

سپہر آرا۔ ازبک کے کہتے ہیں۔ اور مینرد کیا معنی۔ سپہر کردان تھا اور کرس کیا معنی۔

حسن آرا۔ اوئی۔ او سنو۔ کرس کے معنی نہیں جانتیں کرسی تقدمہ۔

ماکوس بادشاہی دست جنون زدیم
ریگ روان آبلہ در زیر پاے ماست

سنجر ایک بادشاہ کا نام ہو۔ اور بنا مینروکے معنی بنام خدا یہ لفظی معنی تو لغت دیکھکر بھی بتا دوگی مگر ترکیب کا سمجھنا ذری ٹیڑہی کھیر ہو۔ یہ وہ فارسی تو ہو نہیں جس مین بجز لٹیا ڈرسا و دو موتی رسید کے اور کچھ بھی نہین۔ یہ ایرانیون کا کلام ہو اور اردو کیا کم ہے۔ فارسی سے بڑھکر۔ اور تو خیر۔ مگر یہ فسانۂ آزاد کس نے لکھنا شروع کیا۔ اگر اس کا حال معلوم ہو۔ تو آزاد فرخ نہاد کی خبر روز ملتی رہے۔ یہ مُنڈا کون ہو۔ اس کی بڑی تعریف کی ہے یا خدا مُنڈا بدقطع بدصورت کریہ منظر عورت ہو۔ آزاد مجھے خوب یقین ہے کہ تم مجھے نہ بھولوگے۔ چاہے کیسی ہی حسین کیون نہو اگر تمھارے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو تم ہرگز نہ منظور کروگے دل را بہ دل رہے است تم وہ ہو جس کی خیر و عافیت پر میری زندگی کا دار و مدار ہو۔ مین اپنے دل کو ڈھارس دیتی ہون کہ کبھی نہ کبھی دل کی آرزو برآئیگی اسی امید پر میری زندگی ہے۔ ورنہ خود قضا کی نوحہ خوان ہو جاؤن مُنڈا۔ مُنڈا۔ یا الٰہی یہ کون خدا ہی خیر کرے مُنڈا

سپہر آرا نے اخبار لیکر دیباچہ پڑھا تو حسن آرا سے درفش کے معنی پوچھے۔ حسن آرا نے کہا درفش کے معنی یہ ہے کی کوئی چیز جس کا سرا تیز ہو۔ درفش فارسی کتابون مین جا بجا آیا ہو۔

سپہر آرا۔ اچھا جو آزاد کا فسانہ کسی نے لکھنا شروع کیا تو ابھی سے ختم کیونکر ہو گیا اور یہ دیباچہ کیونکر ایسا جلد چھپکر تیار ہو گیا۔ خدا کرے آزاد صحیح و سالم واپس آئین۔ آمین

حسن آرا۔ ابھی لے ہمین کیا معلوم ہو مگر کسی ایرانی کا کلام ہے۔

سپہر آرا۔ ہر آئینہ حریفان از خمخانہ توفیق مبدء فیاض کہ بخشندہ بے منت است در خور ظرف جواہر اباغما پیمودہ سرخوش خندہ دند یہ فقرہ تو ظہوری اور طغرا اور طاہر وحید کا سا معلوم ہوتا ہو مگر اسکے معنی ہماری سمجھ مین نہ آئے۔

حسن آرا۔ طغرا اور طاہر وحید اور ظہوری کے طرز بیان مین زمین و آسمان کا فرق ہو۔ کسی کی طبیعت دقت پسند تھی۔ کوئی خیالات ایسے باندھتا تھا کہ سبحان اللہ اس فقرے کے معنی ظاہر ہین۔ مبدء فیاض خدا اور بے منت خلق بخشتا ہے تو کہتے ہین کہ اپنے اپنے ظرف کے موافق سب نے اس کے خمخانے سے کچھ نہ کچھ لیا۔ اب خمخانے سے یہ بھٹیان نہ سمجھنا جو منجھلے نواب کے ہان جاتے ہوئے راستے مین ملتی ہین اور سرخوش کے معنی مست مگر ایسے مست نہین کہ گالیان بکتے گرتے پڑتے چلے جاتے ہین سرخوش اول دفعہ تر دماغ دوسرا درجہ اس سے بڑھا اور خراب ہوا۔ سیہ مست یہ کا سا اور خراب

سپہر آرا۔ زادش جلال۔ زاور جمال۔ یہ زادش اور زاہ کیا معنی۔

حسن آرا۔ کوئی بادشاہ ہونگے۔ یہ تو ہمین بھی نہین معلوم کنس سے کیا مطلب ہو۔ دو چار لفظ سمجھ مین نہین آئے باقی سب سمجھ گئے سب مین آسان بس ایک یہ شعر ہے

ہر لب کہ جوئی نوے از دست	ہر سو کہ جینی ہوا کمار دست

نثر مین (ہوشیدگان دریا ہوشنگ پایہ) اسمین ہوشیدگان دریا نہین سمجھے باقی اور سب غور کرنے سے سمجھ مین آگیا کیا

زبان ہی مگر غالب فارسی ہی نہین ہی۔

حسن آرا کو تو وہ تھی کہ یہ تقریظ کیونکر چھپی۔ سب سے زیادہ خیال یہ تھا کہ اُس شخص کا نام جو آزاد کی سوانح عمری لکھتا ہی معلوم ہو جائے تو پیر مرد کے ذریعے سے اکثر خط و کتابت ہو اور اُس غریب الوطن کا حال برابر سننے مین آئے۔ فوراً پیر مرد کو بلوایا اور کہا مین روز دولھا بھائی یہان داخل ہون تم کہین نہ جانا ہمین کچھ کہنا ہی۔

در بہار آرزو یک غنچۂ عیشم گل نکرد	ریشہائے نخل آہم در دل سنگین کیست

ہائے یہ کیا ستم کا سامنا ہی۔ قلم خونین رقم اشکبار ہی دل پیکان لینہ بیتاب و بیقرار ہی اور کیون نہ ہو معشوقہ طرح فروش نسرین بناگوش کے گل رخسار خورشید فروغ پر شبنم اشک اضطراب فردوس کے قطرہائے دریاہ دل آب و تاب کے ساتھ جھلک رہے ہین اور بیکسی کی حالت مین گویا یہ شعر زبان حال سے پڑھتی ہین ؎

اشک من از مردم چشم بزاد آخر ترا	رحمتے بر اشک مردم زادگی بایست کرد

بارہ تیرہ برس کا سن ہنسنے بولنے کے دن۔ مگر خدا جانے کسی نے کیا کہہ دیا کہ آنسوؤن کا دریا اُمنڈ آیا اور گریۂ طوفان نژاد نے ستم ڈھایا ؎

آرام ور اشکے کہ ز دل ماتم تو برد	چون مرغ اشک باز نیاید بآشیان

روتے روتے ہچکیان بندھ گئین ہمجولیون نے لاکھ سمجھایا مگر دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ دل خود کام و غم آشام پر قابو ہوتا تو اشک درد آلود کیون ٹپکتے۔ ہائے ہے اُٹھتا جوبن اور یہ رنج و محن یہ نئی جوانی اور یہ سرشک افشانی یہ آغاز شباب اور یہ جوش بحر اضطراب۔ یہ حسن عالم افروز اور یہ درد جانسوز۔ ہائے افسوس۔ وائے افسوس۔ واللہ اعلم کیا یاد آیا۔ کس عاشق آفت خیال نے ستایا کسی عاشق دل از دست رفتہ کی تصویر ضرور آنکھون کے تلے پھرنے لگی ہی ؎

نمیدانم کرا دیدم کہ از خود میروم ہوشم	جنون آہستہ میگوید بہار کیا در گوشم

اس سیم زنخ کی یہ پریشانی و حیرانی دیکھ کر دو چار ہمجولیان قریب آئین اور سمجھانے لگین تا کہ تشفی دل حسرت منزل ہو ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ یہ دخت بالا بلند گیسو کمند کون ہی یہ رنگین قبا سپہر آرا ہے خدا خیر کرے۔ سپہر آرا نے کیسی کڑی خبر پڑھی کہ آنسوؤن کا تار بندھ گیا یا الٰہی اور یہ ہمجولیان اُن کی بہنین ہین۔ اپنے اپنے طرز پر سب نے غمزدہ ستم رسیدہ کو سمجھایا اور دلاسا دینا شروع کیا۔

جہان آرا۔ بہن لے مُنہ دھو ڈالو۔ اُف کیسے رو رہی مار کے ہلکان ہو گئین۔ میری بہن۔ ناحق آنکھین کھوتی ہو۔ اندھی ہو جاؤ گی۔ ذرا تو صبر کرو بہن۔ صبر صبر۔

گیتی آرا۔ سپہر آرا یہ کیا نحوست ہے۔ ابھی سے روتی ہو آدمی گئے ہین اُن کو تو آنے دو اللہ کی کریمی سے کیا دور ہی۔ مردے جی اُٹھتے ہین یہ کون بات ہی۔

سپہر آرا۔ (رو کر) تو باجی وہ زمانے اور تھے۔ الحمد سے مردے سے بدتر ہین مردہ جلا کے کیا اُٹھے گا۔ اُف۔ اُف۔ اُف۔

حسن آرا۔ سپہر آرا ابھی خبر معتبر نہین ہی۔ آدمی کو آنے دو

اور دل کو ذرا اُدھر اُدھر بہلاؤ - پھر باغ مین چلین - چلو بہن وہان دل بہلاؤ ذری -

یہ تو معلوم ہوا کہ سپہر آرا بیگم مصروف گریہ و زاری ہین اور اُن کی بہنین اُن کو سمجھا رہی ہین - مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ سپہر آرا کے اس غم والم کا سبب کیا تھا - اسقدر معلوم ہے کہ جعفری بیگم کی زبانی کوئی ایسی بات سُنی جس نے سپہر آرا کو خون رُلایا - اتنے مین جعفری بیگم کی نواسی ایک مہری کی گود مین آئی - چھ برس کا سن - صاف ستھرے اور زرق البرق کپڑے پہنے ہوئے - آن کر سب کو جھککے بہ ادب بندگی کی - اور ایک تخت کے کونے پر بیٹھی -

حسن آرا نے گود مین اُٹھا اور اپنے پاس بٹھایا - یہ لڑکی بڑی پیاری پیاری باتین کرتی تھی -

حسن آرا نے پیار کر کے کہا نظیر بھلا بتاؤ ہم اور دور کے ہوئے - شرما کر خاموش ہو رہی -

مہری نے کہا حضور کبھی دیکھا تھا نہین - ہل جائیگی تو دیکھیے گا کیسی باتین کریگی -

مہری - باتین کرو بیٹی - شاباش - باتین کرو تو پھر کھلونے منگوا دون -

حسن آرا - ہان - ابھی - ابھی - ابھی منگوا دین شاباش -

مہری - حضور کوئی کھلونا منگوا دین جو کوئی شے موجود ہو -

حسن آرا - عباسی کوئی کھلونا تو لاؤ - دو چینی کے کھلونے لاؤ -

دو کھلونے دیے تو نظیر بلبل ہزار داستان کی طرح چہچہانے لگین - ع

چل چل چنبیلی باغ کو میوہ کھلائین گے
میوہ کی ڈال ٹوٹ گئی چدر بچھائین گے
چدر کا کونہ پھٹ گیا درزی بلائین گے
درزی کی سوئی ٹوٹی لُہار بلائین گے
لُہار کا پھڑوا ٹوٹا گھوڑے دوڑائین گے
(واہ وا واہ) گھوڑے کی ٹانگ ٹوٹی ہلدی لگائین گے

حسن آرا بے اختیار ہنسنے لگین کہ کوئی درست نہین اور لُہار کا پھڑوا کیسا ہوتا ہے اس کے کیا سنی چادر کے لیے درزی تو ٹھیک ہی میوے کی ڈالی ٹوٹی تو چادر بچھانا کیسا شاباش -

عباسی دو چار سے کہہ باغ سے انگور لائے - اچھے اچھے دانے دیکھ کر لے آئے اور دو گلدستے بنا لائے اور کچھ آڑو بھی ہون -

عباسی نے کہا خداوند کل سے آم پڑے ہین کسی نے کھائے نہین -

نظیر بیگم نے پھر وہی شروع کیا اور مسکرا کر یون کہنے لگی ع

چل چل چنبیلی باغ کو میوے کھلائینگے
میوے کی ڈال ٹوٹی چدر بچھائینگے

نظیر کی پیاری پیاری باتون سے سپہر آرا کا بھی غم غلط ہوا مگر تھوڑی دیر کے لیے پھر کچھ یاد آیا - جب بہنون نے بہت سمجھایا تو بصد گریہ و زاری کہا سنو بہن - مین اندر والے کو کیونکر سمجھاؤن قلب اُلٹا جاتا ہے - ہائے یہ کیا سنائی سنی اور ابھی تک میرے رونے خبر لیکر واپس نہین آئے -

حسن آرا نے تشفی دی - بہن - گئے ہین - دریا تو یہان سے پاس ہی مگر اُن کو سورج گھاٹ جانا پڑیگا - یہان سے دو کوس زمین ہے - گاڑی کا راستہ نہین - ابھی ہمایون فر کے ہان آدمی بھیجا تھا - بی مغلانی سوار ہو کر گئی تھین دیکھا

توسب کو اُداس پایا مگر یہ نہیں معلوم کہ مجرے پر کون کون تھا اغلب ہی کہ ناظرین اب سپہر آرا بیچاری کے گریۂ حسرت آلود کا حال سمجھے ہوں۔ وجہ یہ ہوئی کہ دفعتہً مرزا ہمایون فر کے مکان سے رونے کی آواز آئی توسب کے سب گھبرا اُٹھے شادی کے گھر میں رونا دھونا کیسا۔

سپہر آرا اور اُن کی بہنوں کے ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے فوراً ایک خادمہ کو بھیجا وہ جواب لائی کہ مجرے پر کچھ لوگ سوار تھے سو وہ اُلٹ گیا اب کیا جانے کون کون تھا ہمایون فر کی بہن اور بھاوج اور سب عورتیں رو رہی ہیں سانڈنی سوار دوڑا گیا ہی۔ کہ جلد خبر لائے اس خبر وحشت اثر نے ان سب پری پیکروں کے ساتھ وہ کیا جو بادِ صرصر گل خنداں کے ساتھ کرتی ہے۔ کلیجے تھام تھام کر رہ گئیں۔ پھر مغلانی کو بھیجا تو وہ بھی جواب شافی نہ لائیں۔ بڑی بیگم کو خبر ہوئی۔ جعفری بیگم نے سُنا۔

عباسی نے آن کر بیان کیا کہ بڑی سرکار فرماتی ہیں کہ رات کو ایک پریشان خواب دیکھا تھا یہی خواب کی تعبیر ہے مگر فرماتی ہیں کہ انجام بخیر ہو خدا مالک ہی۔

اتنے میں کیا دیکھتی ہیں کہ ایک سانڈنی سوار بڑی تیزی کے ساتھ ہمایون فر کے محل سرا میں جاتا ہے فوراً مغلانی کو حکم دیا کہ چوبدار کو دوڑاؤ۔ کہہ آئے خبر لائے۔ چوبدار سفارہ انہ ہوا۔ ڈیوڑھی پر گیا تو وہاں پٹس پڑی ہوئی۔ کہرام مچا ہوا۔ اندر سے باہر تک سب ماتم کر رہے ہیں۔ ہر سمت شور و شین کی آواز بلند ہی۔

چوبدار نے کئی آدمیوں سے پوچھا خیر تو ہے مگر کسی نے جواب نہ دیا سب اپنی اپنی تباہی میں تھے جواب کون دیتا آواز اس قدر بلند ہوئی کہ بڑی بیگم کے ایوان فلک نما تک پہونچی۔

سپہر آرا دو تین بار لیٹتے بیٹھتے گر پڑی اور غش آ گیا۔

شہسوار گرفتار ہوگئے

اب شہسوار کا حال سنئے۔ انسپکٹر پولیس نے عطر فروش کے بھیس میں شہسوار کو گرفتار کر لیا۔ اور کشاں کشاں کوتوالی لے گئے۔ ٹھاکر صاحب بھی گرفتار ہوئے۔ اثنائے راہ میں شہسوار نے انسپکٹر کو للکارنا شروع کیا۔

شہسوار۔ اچھا بچہ سمجھ لونگا۔ دیکھو تو سہی جاتے کہاں ہو انشاء اللہ۔

انسپکٹر۔ ہشت چور کے پاؤں کتنے۔ چودہ برس دیجاؤ گے

شہسوار۔ چودہ برس نہیں اگر دائم الحبس کی سزا بھی دیجائے تو کیا پروا ہی۔

انسپکٹر۔ ہاں یہ صحیح ہی۔ بھائی بلا دور۔ قدر عافیت معلوم ہو جائے گی جب بڑا گھر دیکھو گے تب یہ سب باتیں بھول جاؤگے۔ بدمعاش۔

شہسوار۔ سنو میاں انسپکٹر۔ ہمارے کاٹے کا منتر نہیں ہی۔ زبان کو لگام دو ورنہ آج کے تیسرے روز تمہارا پتا نہ لگے گا۔ ع

آن نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من
آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

ایک برق انداز نے کہا تو اپنے حساب جنگ پر جاتے ہیں۔ کہاں کی مہم سر کرو گے۔

انسپکٹر صاحب مسکرائے۔ بھئی اب اتنا بھی نہ کہیں

اس سے بھی گئے گذرے زن پر تو کئی مقدمے ہیں اور سب سے زیادہ سنگین مقدمہ آتش زنی کا ہی۔

شہسوار نے کہا خیر فہمیدہ خواہد شد ہم تو صاف ہیں ع

تو پاک باش برادر مدار از کس باک
زنند جامۂ ناپاک گازران بر سنگ

ہم کہینگے صاحب سے کہ اس انسپکٹر کو ہم سے عداوت ہی۔

انسپکٹر۔ ہاں ہمین کیا شک ہی۔ تمھارا باپ مارا ہی نہ۔

شہسوار۔ خدا نے چاہا تو آج کے تیسرے روز ہم اپنا بدلا لینگے۔

انسپکٹر۔ ہاں کڑھ کڑھ کے جیلخانے میں دم توڑ دوگے۔ پھر بدلا کس کو ملے گا۔ خیر وہ جو کچھ ہونا ہو گا وہ ہو گا۔

شہسوار۔ تیسرے روز۔ بس تیسرے روز۔ چوتھا دن نہ ہونے پائے گا۔

انسپکٹر۔ میاں ابھی لوہے کی زنجیر کی بھی صورت دیکھی ہی

شہسوار۔ جی رہا تو ہماری جان ہی۔ ہم سپاہی آدمی ہین

انسپکٹر۔ کچھ تمھارے باپ سپاہی تھے کچھ تم سپاہی ہو۔

شہسوار۔ نہین ایک تم بڑے وہ بن کے آئے ہو سپاہی

شہسوار نے دب کے بات نہین کی۔ سکو توالی مین گئے حوالات مین رہے۔ صاحب انسپکٹر نے برق انداز کو حکم دیا کہ شہسوار کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ عمدہ پلنگ بچھے۔ فرش مکلف ہو۔ ذرا بھی تکلیف نہ ہونے پائے۔ شب کو شہسوار نے اپنی رہائی کی تدبیر سوچی۔ مگر کوئی تدبیر بھی نہین۔ شب کو خوش الحانی کے ساتھ یون گانے لگے۔

یاد ایامے کہ سودائے تو در سر داشتم
بند بر پا نالہ بر لب شور محشر داشتم
اشتم ذوق در دون آتش شوقم بسر

رفت آن روزے کہ من ظرف سمندر داشتم
از کہ گویم قیل و قال عربدہ سازان دہر
منکہ خود زین پیش شورے ورنہ سر داشتم
دامن بخت من آشوب ہوسناکی نرفت
گرچہ دل زین خاکدان چون آسمان بر داشتم
داشتانم سر نیاد مہر سر زد از افق
گردش اختر نگر تا من چہ در سر داشتم
گر ندیمش عرشی دیوانہ گرد و باک نیست
من ہم از جوئے جنون سیلاب رہبر داشتم

اب سنیے کہ ادھر یہ غزل شہسوار نے گائی۔ ادھر کوتوالی کے سامنے کمرے پر ایک زن مہ لقا آئی۔ اور غور سے دیکھنے لگی۔ مگر شب کے وقت کیا سوجھے یہ عورت اسقدر بیقرار ہوئی کہ اپنے باورچی کو جو اس وقت مکان کے نیچے کھانا پکا رہا تھا حکم دیا کہ جا کے اس شخص کا حال دریافت کر جو ابھی گا رہا تھا اس عورت پر ایک مرد حسین عاشق ہوا تھا مگر اس کے رقیب سے جس کے ساتھ آخر میں اس عورت کی شادی ہو گئی اسکو قید کرا دیا۔ یہ شخص جس وہ زن خوبرو عاشق تھی باتون باتون مین اکثر کہا کرتا تھا کہ یہ عشق یاد رکھنا سودائے تو در سر دارم شہسوار نے جو یہ مطلع پڑھا ع

یاد ایامے کہ سودائے تو در سر داشتم
بند بر پا نالہ بر لب شور محشر داشتم

تو اسکو اپنے عاشق زار کا کلام یاد آیا کہ (سودائے تو در سر داشتم) علاوہ بریں اسکی اور شہسوار کی آواز بھی ایک تھی بعینہ ایک اس سے اور بھی یقین واثق ہوا کہ وہی ہیستا زہ ہی

ایک روز سحر کاذب کے وقت اس جوان رعنا نے ایک داستان چھیڑی مگر ہنوز داستان ختم نہ ہونے پائی تھی کہ آفتاب طلوع ہوا ؎

داستانم سر نیامد مہر سر زد از افق
گردش اختر نگر تا من چہ در سر داشتم

اس شعر سے اور بھی یقین ہو گیا کہ یہ وہی ہے اور اشعار کے ذریعے سے اظہار مطلب کرتا ہے تڑپ رہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے ملے اور کچھ نہیں تو ذرا جھلک ہی دکھا دے ؎

در فراقت چشم گریانم بخاک و خون کیست
گر ہزاران نامہ بنویسم ہمان مضمون یکیست

باورچی نے آن کر کہا ایک گبھرو جوان حوالات میں ہیں وہی گاتے تھے۔ پوچھا شکل صورت ڈیل ڈول کیا ہے۔ کہا میں نے تو دیکھا نہیں مگر لوگ تعریف کرتے ہیں بڑا گورا چٹا ہے۔ اور کڑیل جوان ہے۔ کل سویرے جا کے دیکھ آؤن گا۔ اس خستہ نے آہ سرد بھری اور کہا ہائے افسوس اور آج کی رات پہاڑ ہو جائے گی۔ کاٹے نہ کٹے گی۔ ہجر کی شب ہے نہ۔ رنج کی رات اس سے خدا بچے۔

دوسرے دن ایک مخبر نے آن کر کہا کہ یہ اشتہاری مجرم شہسوار کئی مہینے سے ٹھاکر کے ہاں رہتا تھا۔ اور ایک عورت میں استانی جی انھون نے اسکو ٹھاکر کے سپرد کیا تھا۔ انسپکٹر نے آن کر دریافت کیا تو صاف انکار۔

انسپکٹر۔ استانی جی کوئی یہان ہیں آپ ان سے واقف ہیں یا نہیں۔

شہسوار۔ یا خدا وہ دن دکھا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آزادی سے جاتے ہوں۔ اور پولیس والے خون جگر کھاتے ہوں ؎

غم مخور حافظ بہ سختی روز و شب — عاقبت روزے بیابی کام را

وللہ باقی من کل فانی ع بیدلیم ہنوز بہ بینیم چہ می شود

انسپکٹر۔ چہ میشود؟ یہی نہیں معلوم۔ ثبوت جرم اور قید۔ چہ کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔

شہسوار۔ انا ست کہ بر ماست خود کردہ را چہ علاج مگر ہم ڈنڑ پیلتے ہیں اور گاتے ہیں۔ غم کیا ہے ؎

صبا بگلشن اسرار قدس راہ ببر — بنو بہار کرم زاری گیاہ ببر
خروش تشنہ زبانی بموج نیل بگو — فغان تیرہ نشینی بادج ماہ ببر
اگر بکنگرۂ کبریات پا نہ بود — طناب نالہ بگیر و کمند آہ ببر
دل مرا کہ قدم بر تتار فلک ننہد — بہ نزد بان نفسہای صبحگاہ ببر
بہ بندتا نہ دو گلدستہ از دل و جگرم — بار مغانی مستان بزم گاہ ببر
فراق از غم نادیدنش مرا خون کرد — دو دیدہ وام بکشش از پے نگاہ ببر
سر بر خامۂ فیضی کہ نالہ سحر یست — بگوش شاہ چو فریاد دادخواہ ببر

انسپکٹر۔ خوب ڈنڑ پیلو اور گاؤ۔ کل خدا جانے کہاں ہوگے۔
انسپکٹر

آخر تو کھڑا ہی ہے سر پر صیاد قضا — دل کھول کے خوب چہچہا لے بلبل

شہسوار۔ بوڑھے ہو گئے مگر دل سے کھوٹ نہیں گئی ؎

فیضی مرا ہر لیست قدم دیدہ بند — گام مرا دی نہی پسندیدہ بند
از عینک شیشہ ہیچ نکشاید ہیچ — لختے بتراش از دل و بردیدہ بند

انسپکٹر۔ فیضی فیاضی کا کلام حضور کو حفظ ہے۔

شہسوار۔ ہان فیضی فیاضی تھے ہی ایسے۔ فخر متقدمین و متاخرین۔ ؎

آب حیوانش ز منقار بلاغت میچکد
طوطی خوش لہجہ یعنی کلک شکر خاے تو

دل اور دماغ اور طبیعت کا زور اُس نے دکھا دیا۔

صبح کو اس جمیلہ نے اپنا خدمتگار بھیجا اور باورچی سے کہا کہ تم اس کے ساتھ جاؤ اور دریافت کرو کہ یہ کون شخص ہے اور قید کیوں ہوا۔ خدمتگار بڑا چالاک آدمی تھا انسپکٹر صاحب کے پاس جا کر یوں ہمکلام ہوا۔

خدمتگار۔ کوتوال صاحب بندگی۔ اب حضور کے والد کا مزاج کیسا ہے۔

انسپکٹر۔ اب فضل الٰہی ہے کل سے تپ میں خفت ہے۔ جوڑی بھی ٹل گئی۔

خدمتگار۔ شکر ہے۔ غلام پر بڑے مہربان ہیں۔ جب خالی ہوے اور بلا بھیجا۔

انسپکٹر۔ تم دلھن جان کے ہان نوکر ہو نہ کب سے ہو اِسس سرکار میں۔

خدمتگار۔ حضور کوئی دو برس سے نوکر ہوں۔ حضور کو روز سلام کر لیتا ہوں حضور یہ کون ہیں جو کل رات سے یہاں ٹکے ہوے ہیں اور رگایا کرتے ہیں آدمی خوبصورت ہیں اور بھلے مانس معلوم ہوتے ہیں۔

انسپکٹر۔ یہ ایک شہسوار ہیں۔ اشتہاری مجرم ہیں۔ آتش زنی کا جرم ہے۔

کل حالات دریافت کر کے خدمتگار اور باورچی گھر پر آ کے کہا حضور کوئی شہسوار ہیں بڑے کڑیل جوان اور خوبصورت ہیں کسی کے ہان آگ لگائی تھی اب پکڑے گئے

دلھن جان نے دانتوں کے تلے انگلی دبائی اور بڑی دیر تک کچھ سوچا کیں۔ ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ دلھن جان کون ہیں وہی جو ثریا بیگم کی ہمسائی تھیں۔

اب سنیے کہ کسی زمانے میں ثریا بیگم اور دلھن جان دونوں کی اس جوان رعنا پر جان جاتی تھی مگر دلھن جان نے ثریا بیگم کو مطلق نہ پہچانا اور نہ ثریا بیگم اُنکو پہچان سکیں اور شہسوار بھی ثریا بیگم کو نہیں پہچان سکا۔ اچھی دل لگی ہے۔ یہ جوان ابتدا ہی سے شہسواری میں طاق تھا۔ دلھن جان بخوبی سمجھ گئیں کہ یہ شہسوار کون ہے مگر ثریا بیگم اتنے دن تک اُن کے پڑوس میں رہیں روز ملاقات بات چیت ہوتی ہے اور یہ خبر ہی نہیں کہ باہم پرانی رقابت ہے۔ دلھن جان نے خدمتگار سے کہا کہ ایک شعر یاد کر لو اور اُس کے سامنے جا کے پڑھو۔ ؎

میکدہ سے اُٹھا ہے ابر بہار
میرے دل کی لگی بجھا دیگا

خدمتگار گو ان پڑھ تھا مگر طباع آدمی۔ فوراً شعر یاد کر لیا پھر کوتوالی کے ادھر اُدھر ٹہل کر اُس جوان کے پاس گیا اور شعر پڑھا۔ ع

میکدہ سے اُٹھا ہے ابر بہار

دوسرا مصرعہ بھول گیا شہسوار نے اس شخص کو غور سے دیکھا پوچھا تم نے ابھی کون مصرع پڑھا تھا خدمتگار نے کہا۔ ع

میکدہ سے اُٹھا ہے ابر بہار

شہسوار نے دونوں مصرعے پڑھ دیے۔ ؎

میکدہ سے اُٹھا ہے ابر بہار
میرے دل کی لگی بجھا دیگا

اشارہ سے خدمتگار کو اپنی طرف بلایا اور کہا ہم سمجھ گئے کہہ دو مزاج پوچھا ہے۔ کس مکان میں ہیں اور تخلیے کی ملاقات کا کون وقت ہے۔

خدمتگار نے دلھن جان سے کہا اُن کی باچھیں کھل گئیں کہہ دی ہے۔

دلھن جان دل مین سوچنے لگین کہ آتش زنی کا جرم بڑا سخت جرم ہی۔ ابھی تو حوالات ہی مین ہین اگر جرم ثابت ہوگیا تو خدا جانے کیسی سخت سزا پائین یا پھانسی ہو یا کالے پانی بھیجے جائین۔ دل کی دل ہی مین رہیگی۔ کوئی تدبیر ایسی ہو جس سے اس جوان رعنا کو حوالات سے چھٹکارا ملے۔ دلھن جان کے میان باہر تھے اُنھون نے ایک شخص کو چپکے سے بلوا یا۔ اُس شخص نے کہلا بھیجا کہ مین اشتہاری مجرم ہون۔ دن کو نہین آسکتا شب کو ضرور آؤن گا۔ رات کو تشریف لائے۔ دلھن جان سے گفتگو ہونے لگی۔

دلھن جان۔ کہو مرزا۔ کیا خبرین ہین اب کیسی کٹتی ہے روپوش ہو۔

مرزا۔ تمھارے کارن جو نہ ہووہ تھوڑا۔ لے کے دھروا دیا نہ

دلھن جان۔ واہ پاپا تم نے یا ہم نے مگر خدا جانے کہان بھاگ گئے۔

مرزا۔ ہان خوب یاد آیا۔ یہ ہوا کیا اور پھری بھی گئی۔

دلھن جان۔ عباسی اور ثریا بیگم دونون کی سانٹھ گانٹھ تھی

مرزا۔ مگر قربان اپنے اُستاد کے لتنے مرتبے گیا۔ ممکن کیا کہ کوئی پہچان بھی سکتا۔ ایک دفعہ طوطی کا پنجرہ لیکر عورت کے بھیس مین گیا ایک دفعہ ہندو فقیر باباجی بنکر گیا جب گیا نئی پوشاک نئی وضع نیا بھیس نیا طرز گفتگو۔

دلھن جان۔ ہم مدد نہ دیتے تو تم آنا زور زیور چرانے بھی پاتے۔

راوی۔ حضرات ناظرین۔ دلھن جان کی یہ تقریر عبرت انگیز سننے کے قابل ہی۔ ثریا بیگم کو اس عورت نے لٹوا دیا ظاہرا دوستی کادم بھرتی تھین مگر در پردہ دشمنی کرتی تھین۔

مرزا صاحب کی گفتگو سے ظاہر ہی کہ آزاد مرزا صاحب ہین ڈاکوؤن کے پشت پناہ۔

دلھن جان نے بڑے غور کے بعد ٹھان لی کہ آزاد مرزا سے بڑھ کر چالاک بے ایمان دغاباز اور کوئی نہ ہوگا لہذا آزاد مرزا کو بلوایا اور اُنھون نے بیڑا اُٹھایا کہ مین شہسوار کو راتون رات لے آؤن گا۔

دلھن جان۔ دیکھو پھرنے کی سند نہین۔ قول مردان جان دارد۔ ع۔

وعدہ آسان ہی وعدہ کی وفا مشکل ہی

مرزا۔ اجی تم خدا جانے کیا کہتی ہو۔ مشکل کچھ بھی نہین ہی۔ ؎

ہر چیز کہ دل بران گراید | گر صبر کنی بدست آید

یہ کون بڑی بات ہی اور پولیس سے مقابلہ کرنا کون بات ہے۔

دلھن جان۔ تمھارے نزدیک کوئی بات نہین ہی ہمارے نزدیک تو ہی اجی اسی دن ثریا بیگم کے ہان چوری ہوئی مین بھی گئی تھی ہی ہی جس وقت تھانہ دار نے آن کر ڈانٹ بتائی میرے تو ہوش اُڑ گئے۔

مرزا۔ اور ان صاحب سے تو ہم سے بڑی دوستی ہی گھبرایا [illegible]۔

دلھن جان۔ بس تو پھر کیا ہی۔ تم جاکے دیکھ آؤ۔ پہلے پھر ہم کچھ کہین۔

مرزا صاحب بسم اللہ کہکر چلے۔ آدمی سے کہا اطلاع دو۔ خدمتگار نے جاکر کان مین کہا۔ حضور مرزا صاحب آئے ہین کہا بلاؤ۔ یہ چلے تو یہ شعر ورد زبان۔ ؎

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالین گے | بے نیازی تری عادت ہی سہی

آزاد مرزا نے انسپکٹر صاحب سے اِدھر اُدھر کی گپ اُڑائی وہ کہتے جاتے تھے کہ واسطے خدا کے آہستہ آہستہ گفتگو کرو اور میرے پاس نہ آیا کرو۔ یہ للکارتے تھے کہ اجی حضرت علانیہ آئین اور ڈنکے کی چوٹ آئین۔ ہم کسی سے ڈرتے تھوڑا ہی ہین۔

انسپکٹر صاحب نے کہا قبلہ آپ کسی سے نہین ڈرتے مگر بندہ تو ڈرتا ہی۔

آزاد مرزا نے حقہ پیا چلے پی گلوریان چکھین چلتے وقت کہا۔ کہو آج کل حوالات مین کون کون ہی۔

انسپکٹر صاحب نے کہا۔ معمولی لوگ ہین مگر ایک معزز آدمی بھی ہی جس نے شہزادہ ہمایون فر کے مکان مین آگ لگا دی تھی روپوش تھا مگر ہم نے پتا لگایا اب تک بتا تھوڑا ہی ہی۔

آزاد مرزا نے اصرار کیا کہ ذرا ہم کو بھی چل کے دکھا دو شب کا وقت تو تھا ہی آزاد مرزا کو لیکر حوالات مین گئے

آزاد مرزا۔ بھئی بیان تو بڑی گرمی ہی ۵

میکدہ سے اُٹھا ہی ابر بہار	میرے دل کی لگی بجھا دیگا

دلہن جان نے یہ شعر آزاد مرزا کو بتا دیا تھا سنتے ہی شہسوار کی جان مین جان آگئی سمجھ گئے کہ اس جوان کو دلہن جان نے ہماری رہائی کے لیے بھیجا ہی۔ یہ شعر پڑھا ۵

مرحبا طائر فرخ پے دو فرخندہ پیام
خیر مقدم چہ خبر یار کجا راہ کدام

آزاد مرزا۔ آپ کا اسم مبارک حضرت۔ یہ شکل یہ صورت اور یہ افعال۔

انسپکٹر۔ شکر ہی کہ آپ کو کسی کے افعال سے تو شکایت ہوئی

الحمد للہ بڑے تعجب کا مقام ہی۔

آزاد۔ ابے۔ ع۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔

شہسوار۔ دل بھر آیا مگر فال نیک ہی۔ آدمی کرٹا معلوم ہوتا ہی اور چلتا پرزہ ہی۔ اچھا۔ انشاء اللہ ۵

کعبہ را ویران مکن ای عشق کانجا یک نفس
گہگہے پس ماندگان راہ منزل طے کنند

انسپکٹر صاحب نے شہسوار سے پوچھا۔ کیا اس شخص کو خلل دماغ ہی کہتا کچھ ہی۔ منہ سے کچھ نکلتا ہی۔ اس شعر کا بیان کون موقع تھا مگر خاموش نہ رہین گے حضور کا اسم مبارک کہا لوگ ہمین شہسوار کہتے ہین۔ آپ اپنا مطلب فرمائیے ہم تو حوالات مین ہین۔

آزاد اور شہزادی

آزاد ایک دن سوچے کہ آؤ خط ختم کر ڈالین بلغارستان کا حال لکھین یا مانٹی نیگرو کا بیان۔ اُنکو دریاے ڈینوب یاد آیا۔ قلم اُٹھایا اور عربن سے کل حالات دریافت کیے عربن اور دوردسیون نے کل حالات بیان کیے وہ دونون روسی اس شہزادی کے قدیم نوکر تھے۔ آزاد نے پہلے مختلف امور دریافت کیے۔ پھر لکھنا شروع کیا اُنکو یقین واثق تھا کہ یہ خط حسن آرا بیگم کے پاس پہونچ ہی جائیگا۔ جو خط پیشتر لکھا اس مین دریاے ڈینوب کا حال بھی شامل کر دیا۔

تذکرہ دریاے ڈینوب

تعالی اللہ زہے دریاچہ نور	کہ موجش میزند گلبانگ منصور

اس دریا کو ٹرکی سے وہی نسبت ہی جو ہندوستان سے دریاے گنگ کو نسبت ہی جس طرح دریاے گنگ اپنی سالانہ

طغیانی سے اردگرد کے مقامات کو ہر سبز شاداب کرتا ہے اسی طرح یہ دریاے زخار بھی ان شہروں اور مزارع کو سیراب کر دیتا ہے جو اُس کے کنارے پر واقع ہیں۔ زبان باستان میں اس دریا کو اسطر کہتے تھے۔ اس دریا کو اہل یورپ سلطان البحر کہتے ہیں۔ کیونکہ ترقی تجارت اور امور پولیٹیکل اور کثرت آب وغیرہ باتوں کے لحاظ سے کوئی دریاے یورپ اس کا مقابل نہیں ہے اس کا مخرج دیکھکر جو شخص خدا کی قدرت کاملہ کا اعتراف نہ کرے وہ کافر ہے اتنا بڑا قہار دریا اور ایک شہزادے کے محل کے احاطے سے نکلا ہے۔ ع

	یہ شان کردگار یہ قدرت خدا کی ہے	
	یوں ہے آبادی میں بازیب صفا دریا رواں جس طرح انجم میں شب کو آسمان پر کہکشاں	

یہ دریا دفعتہً سمندر میں نہیں گرتا ہے۔ بلکہ کئی مقام پر کئی دہانوں سے گرتا ہے۔ ڈینوب کا طول چودہ سو میل ہے۔ ۱۸۳۰ء سے اس دریا میں بوٹوں کے ذریعے سے تجارت ہوتی ہے پیشتر عجیب قطع کے صندوق دریا میں ڈالے جاتے تھے۔ ایک قسم کا ایک صندوق میں نے یہاں کے ایک تالاب میں دیکھا تھا پہلے بوٹ کے عوض اس قسم کے صندوق کچھ عرصے تک کام میں آتے تھے اور جب وہ خراب ہو جاتے تھے تو لکڑی کے عوض جلائے جاتے تھے اس قدر لکھ چکے تھے کہ عربن اُن کے قریب آئی۔ اُنہوں نے خط چھپا لیا۔ عربن نے کہا اب تو شادی کی تیاریاں ہو گئیں کل سامان آ گیا۔ آزاد بولے کیا! شادی ستادی کیسی۔ میں تو قیدی ہوں۔ اخاہ اب میں سمجھا اس جوان کے ساتھ شاید نکاح ہوگا جو ہر صبح کو پابزنجیر آتا ہے۔ ہے آدمی خوش نصیب۔

عربن نے کہا اور اگر تمھاری شادی ہوتی تو تم اپنے کو خوش نصیب کہتے یا بدقسمت۔ وہ بھی تم سے کم حسین اور وجیہ نہیں ہے۔

آزاد بولے ہم تو اپنے کو بدقسمت سمجھتے۔ وجہ یہ کہ جس دوشیزہ پر ہمارا دل آیا ہے وہ پرستش کے قابل ہے۔ حسین یہ بھی ہے مگر حسن حسن میں بھی فرق ہے

عربن نے کہا اے جوان نادان کیوں اپنی جوانی مفت میں ہاتھ سے دیگا اگر یہ بکالہ آتش تیری تقریر سن لے تو اسی جوان قیدی کی حالت کو پہونچائے۔ اس آزادی اور مطلق العنانی کے ساتھ پھر رہنے نہ پائے افسوس ہے کہ تیری عقل کی آنکھوں پر شیطان نے پٹی باندھ کر ایسی پٹی پڑھا دی کہ تو چوندھیا گیا اتنا نہیں سمجھتا کہ اگر اس مہ عارض قمر طلعت کے ساتھ شادی ہو گی تو تیرا بخت خفتہ بیدار ہو جائیگا۔ اس ایوان رفیع الشان اور باغ بینظیر اور اسباب شاہی کا مالک بن بیٹھیگا۔ وہ ایسی کون پری ہے جسنے تیرا دل اسقدر اپنے قابو میں کر لیا۔ یہ پولینڈ کی شہزادی ہے گو کئی پشت سے اس کا خاندان تاجدار نہیں مگر پھر شہزادی ہے۔ اس کے مزاج میں اسقدر بے پروائی ہے کہ الاماں۔ دن رات بناؤ چناؤ سے سروکار ہے۔ مکان کی صفائی کا حد سے زیادہ خیال ہے۔ خوش لباسی پر جان دیتی ہے۔ فرانس سے صد ہا رسالے آتے ہیں۔ روز دو چار نئے فیشن کے لباس قطع ہوتے ہیں نفاست نے مزاج میں اسقدر دخل پایا ہے کہ جو لباس

ایک بار زیب تن کیا وہ تمام عمر دوسری مرتبہ نہ پہنینگی — عطر کا ایسا شوق ہے کہ از سر تا پا عطر و عنبر مین بسی رہتی ہین۔ دوس مشاطہ گان چابک دست کامل فن خاص اس غرض سے نوکر ہین کہ چوٹی سنوارا کرین — روس کیا تمام یورپ مین ایسی رنگین مزاج بہار طبیع لیڈی نہ ہو گی اور طرہ یہ کہ ہر ملک کی وضع اور زیور سے واقف جہان کی جو وضع پسند آئی دوسرے روز وہی لباس پہننے لگی جس ملک کی جنس بہا چیز چاہے ابھی اسیدم حاضر ہے شہنشاہون کے ہان وہ نہ ملے جو اُن کے ہان موجود ہے — خوش خور بھی ہین — سوا سو روپیہ ماہواری کا صرف کھانے کا صرف ہے اور کوئی قاب اور کوئی پلیٹ ایسی نہین جس سے خوشبو نہ آتی ہو — کوئی سال بھر کا عرصہ ہوا کہ گانون کا ایک رئیس زادہ بغرض صید افگنی اس طرف سے جاتا تھا ان کے ہان مدعو ہوا — تو بعد تناول طعام کہا کہ ہمکو یہ نہین معلوم ہوا کہ ہم کسی یورپین کے ہان کا کھانا کھا رہے ہین — ان سے اس طرز معاشرت اور کنج عزلت کا سبب پوچھا تو انھون نے بات ٹال دی — موردن کا کمال شوق ہے کہ باغ کی ہر روش مین ایک طاؤس زمردین پر وبال پائیے گا محل کے ہر کمرے اور شہ نشین مین شب کو جب آرام کرو تو مور پنکھے اِدھر اُدھر ضرور ہوتے ہین — چکارے کا بڑا شوق ہے — روشون مین طرارے بھرا کرتے ہین اور رمنا قابل دید ہے بلکہ دید ہے نہ شنید ہے — ان سب باتون کو چھوڑ کر تم شریک جنگ ہونا چاہو تو مقام افسوس ہے —

آزاد — یہ سب سچ مگر ہمارے دل کا حال تمھین کیا معلوم خدا ہی خوب جانتا ہے خدا جانے ہم کس مصیبت مین ہین ؎

	عشق در آمد ز در گفت سلام علیک عقل برون شد ز سر گفت سلام علیک	

عشق نے ہمین دین کا رکھا نہ دنیا کا افسوس صد افسوس ؎

	عشق نے غالب نکما کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے	

عزمن — ہائے ہائے — یا خدا اس نادان کو کسی طرح راہ راست پر لا —

آزاد — مانا کہ کل اسباب شاہی موجود ہے مگر دل کو کیونکر سمجھاؤن —

عزمن — اس دل ہی نے تو تمھین غارت کر دیا — ایسے دل سے خدا سمجھے —

آزاد — اب تو صاف صاف بیان کرو کہ ہمارا حشر کیا ہو گا کیا کیا سختیان کی جائینگی — کیا کیا ستم ڈھائے جائینگے کیا کیا مصیبتین سہنی ہونگی مگر — ع — بر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگذرد خیر جو مرضی خدا ہو —

اتنے مین وہ ناظورۂ قیامت خرام اٹکھیلیان کرتی ہوئی گذری آزاد نے جھک کر آداب عرض کیا — شہزادی نے مسکرا کر پوچھا — مزاج شریف — کہا زندہ در گور ہین — یا یون کہین کہ مردہ بدست زندہ ؎

	اب ایک تو ہم ہین کہ تنگ آئے ہین جینے سے اِک خضر و مسیحا ہین کہ اس جینے پہ مرتے ہین	

شہزادی نے کہا اب صرف ایک بات کہنی باقی ہے اور اسی ایک بات پر تمھاری ناکامی اور کامیابی منحصر ہو اگر عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنا چاہو تو خیر ورنہ تمھین اختیار ہے —

آزاد — مین تو غم کھانے کے لیے پیدا ہوا ہون ؎

غم کھاتا ہوں لیکن مری نیت نہیں بھرتی
کیا غم ہو مزے کا کہ طبیعت نہیں بھرتی

بے بجھے بوجھے کیونکر کہوں کہ منظور ہے یا نامنظور ہے حضور فرمائیں تو بعد غور عرض کروں۔ مگر خیال رہے کہ غریب الوطن ہوں۔

شہزادی۔ بہت پچھتاؤ گے۔

آزاد۔ ایک دفعہ اور سن چکے ہیں

شہزادی۔ صحیح کہتی ہوں۔ بڑی مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔

آزاد۔ خیر سمجھا جائیگا۔ ع۔ ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

شہزادی۔ آج کل جنون کا زور معلوم ہوتا ہے۔

آزاد۔ آج کل! آج کل پر کیا فرض ہے۔ ع

ہر صبح سبز ند چو شفق جوش خون ما
موقوف بر بہار نباشد جنون ما

شہزادی۔ عربن۔ ان کو سمجھاؤ۔

عربن۔ سمجھاتے سمجھاتے عاجز ہو گئی اب کسکو سمجھاؤں ان کے سمجھانے کے لیے ڈاکٹر صاحب کو بلوائیے۔

شہزادی۔ افسوس ہے۔ پڑھا لکھا آدمی اور ایسا وحشی۔

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

آزاد۔ ہائے دردِ دل کس سے کہوں۔ حسن آرا واے حسن آرا۔

آزاد کا دل اس وقت بھر آیا اور حسن آرا کو یاد کر کے خوب روئے۔

شہزادی تاڑ گئی کہ کسی نوعروس نازنین کا عاشق زار ہے پہلے تو غصہ آیا او رنہایت غیظ و غضب میں چاہا کہ اسی وقت سزائے سخت دے مگر دل کو سمجھا لیا۔ ع

سوچی کہ وہ لا تستاب کیا ہے | پھر سمجھیں گے اضطراب کیا ہے

آزاد پاشا ایک درخت کے تلے جھک کر ادھر ادھر کے اشعار پڑھنے لگے۔ ع

وہ تخت نشین دوزخِ اسفل کا مکین ہے
یہ گوشہ نشین صومعت کا نگین ہے
دونوں ہیں یہ خضر ہے وہ شک یہ یقین ہے
وہ سنگ زمین یہ گہر عرش برین ہے
زنار ہے وہ گردن ارباب خطا کا
اور نام خدا صبح ہے یہ دست خدا کا

شہزادی نے عربن سے کہا اتنے دن سے یہ شخص یہاں ہے۔ مگر آج تک اس کا حال معلوم نہ ہوا۔ اس سے یخ کے طور پر دریافت تو کرو کہ اسکے درد کا کچھ چارہ ہے کہ نہیں۔ ع

درمان ہے کہ درد لا دوا ہے

عربن نے آزاد کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئی۔ کل حال نہیں بیان کیں۔

عربن۔ کسی پر انکا دل ضرور آیا۔

شہزادی۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے تو جا کے قتل کر ڈالوں۔

عربن۔ کئی خط میرے سامنے لکھ چکے ہیں۔

شہزادی۔ وہ خط آج رات کو چرا کر ہمارے پاس لے آؤ۔

عربن۔ بہت اچھا۔

راوی۔ افسوس ہے کہ آزاد پاشا مصیبت میں ہونگے مگر خدا ارحم الراحمین ہے۔ ع

شنیدم کہ در روز امید و بیم | بدان را بہ نیکان ببخشد کریم

آزاد پاشا کو یہ خبر ہی نہ تھی کہ یہاں کچھ اور ہی ہنڈیا پک رہی ہے

یہ کسی اور ہی دھن میں تھے۔ ع

پہنچے مراد کو سعد اپنا تمام ہے
آتر و اسیر و اژدر ادب کا مقام ہے
آگے تو آستانۂ سلطان شام ہے
دیکھو تو کیا جلال ہے کیا احتشام ہے

عربن۔ خدا جانے کیا پڑھ رہے ہیں ہماری سمجھ ہی میں یہ زبان نہیں آتی۔

شہزادی۔ تم سے تو عربی میں خوب گفتگو ہوتی ہے۔ تم اپنے طور پر سب باتیں دریافت کرو۔ اور انھیں کی سی کہو۔

عربن۔ حضور میں ایسا ہی کرتی۔ مگر وجہ یہ ہوئی کہ ان کی بہکی بہکی باتوں سے ہمیں خوف معلوم ہوتا ہے۔

آزاد نے ادھر پھر غل مچایا۔ ع

گمر اس کو قریب نرگس مستانہ آتا ہے
الٹتی ہیں صفیں گردش میں جب پیمانہ آتا ہے

ایک روش میں ٹھیکر گاتے ہوئے کہا۔ ع

طلب دنیا کی کر کے زن مریدی ہو نہیں سکتی
خیال آبروے ہمت مردانہ آتا ہے

شہزادی آزاد کی حالت پر افسوس کی نظر ڈالتی تھی اور عربن بھی کف افسوس ملتی تھی مگر ان کو اس کا خیال اصلا نہ تھا۔ یہ مصروف گریہ و زاری تھے۔ آزاد نے اپنی حرکات مجنونانہ سے ثابت کر دیا کہ کسی ایسی قوس ابرو پری رو کا دل آیا ہے جس کی مفارقت انکو سخت ناگوار اور کمال شاق گزرتی ہے

شہزادی۔ معلوم ہوتا ہے اس نوخیز جوان کی بھی شامت آگئی اب اس کا ستارہ بخت بھی نا مساعدت کرنے لگا۔ ہم مجبور رہیں

عربن۔ دو چار روز اور دیکھ لیجیے۔ شاید راہ راست پر آجائے

شہزادی۔ ایک ہفتے کی مہلت دیتی ہوں اگر سیدھے دھرے آیا تو خیر الا ورنہ مجبوری ہے۔ افسوس صد افسوس

عربن۔ خدا جانے ان بدبختوں کے دنوں میں کیا بات سما جاتی ہے۔

شہزادی۔ یہ ان کی بدبختی نہیں ہے۔ یہ ہماری بدنصیبی ہے۔ افسوس سوچی کیا تھی ہوا کیا۔ ایک جوان نے ساری عمر کا مزہ کرکرا کر دیا۔ ع

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہان گشت از نظر
یک لحظہ غافل چون شدم صد سالہ راہم دور شد

کجا پولینڈ کجا یہ کہسار مگر از ماست کہ بر ماست حیف صد حیف

عربن۔ کوئی دل کا تسکین دینے والا نہ ملا۔ جو ملا دشمن جان ہی ملا۔

شہزادی۔ اس دنیا میں اور سب چیزیں ہیں۔ نہیں ہے تو آدم زاد۔ ع

آنچہ بر جستیم کم دیدیم و بسیار ست و نیست
جز بجز آدم درین عالم کہ بسیار ست و نیست

آدمی ہی نہیں ملتا اور سب ملتے ہیں۔

آزاد اسی دھن اور ادھیڑبن میں تھے ان کو اس گفتگو اور تقریر سے واسطہ نہ تھا۔ وہ اسی مقام پر بیٹھے ہوئے بک رہے تھے۔ ع

جراحت را ز عشق است این رقم نیست
صدائے تیغ سے آید قلم نیست

اللہ باقی والکل فانی۔ اللہ باقی والکل فانی۔

عربن نے آزاد کو پھر سمجھانا شروع کیا۔ اے جوان رعنا افسوس ہے کہ تیری زندگانی کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور اب تو جینے کی

…دن کا مہمان ہی۔ آزاد نے کہا۔ ؎

براميد وعدہ وصل تواى جان جهان
شوق اگر ما چنين مشکل که نتوان زيستين
گو بياد شوارى جان کند نم را در نگر
آنکه نيدارد که بے يار ست آسان زيستين

عرین کو بے اختیار ہنسی آئی۔ کہا بس نوجوان دیکھا۔ ہائے ستم والے ستم تیری قضا ہی آگئی ہی۔ اب اسکو ہم کیا کرین آزاد نے اسکا جواب بھی نظم مین دیا۔ ؎

صیاد نے تسلی بلبل کے واسطے
کنج قفس مین حوض بھرا ہی گلاب کا

ہم کو کوئی دوا نہ کبھی ہو یا آخر کبھی کیا ہو بتا تو دوست ؎

کیا بادہ گلگون سے مسرور کیا دل کو
آباد رکھے داتا ساقی تری محفل کو
رخ سے جو نقاب اپنے وہ آئینہ رو اُلٹے
حیران ہو بیخود ہو سکتہ سا ہو محفل کو
جو چاہے سو مانگ آتش درگاہ الٰہی سے
محروم کبھی پھرتے دیکھا نہیں سائل کو

یہ بے تکی اُڑا کر آزاد پاشا اُٹھے مگر قدم نہین اُٹھتا تھا بہزار خرابی دو قدم چلے اور رُک گئے۔ عرین نے اُن کی حالت زار پر افسوس کیا۔ آزاد نے رونا شروع کیا تو آدھ گھنٹے کامل تک آنسوؤن کا تار بندھا رہا۔ ؎

اشکم بردن می افگند راز درون سینہ را
آرے شکایت ہا بود از خانہ بیرون رفتہ را

حسن آرا پیاری حسن آرا۔ ہائے۔ اس کوہ وحشت زا مین تجھے کہان ڈھونڈھون۔ کہان تلاش کرون۔ ؎

دست من گیر کہ آن دست نماندست کہ من
سالہا در غم ہجران تو بر سر زدہ ام

یہ کیا معلوم تھا کہ ہم قید ہو کر اس مصیبت مین پڑینگے وہ تیغ نگاہ یاد آتی ہی۔ ؎

تیز ہر دم کرتی ہے تیغ نگاہ یار کو
چشم کی گردش ہوئی ہی سان اس تلوار کو

یہ کافر مجھ پر ستم ڈھاتی ہی۔ غضب کا سامنا ہی۔ بڑا ظلم ہی۔ ؎

رتبہ اعلیٰ مین ظالم ترک کر دیتے ہین ظلم
پانوٗن سے کاہش نہین خار سر دیوار کو
ہی یہ ناساز طبیعت ہجر مین ساز نشاط
نبض بیجان جانتا ہون ساز کے ہر تار کو

ہائے حسن آرا کہان چھپا۔ اسوقت سپہر آرا کی باتین یاد آتی ہین تو کلیجہ منھ کو آتا ہی۔ یہ کیا ستم بپا ہوا۔ غضب کا سامنا ہی۔ بڑی مصیبت پڑی ہی۔ ؎

دیوانہ ہی دل یار تری جلوہ گری کا
مشتاق نہایت ہی یہ شیشہ ہی پری کا

پولینڈ کی شہزادی نے جب آزاد کی یہ گریہ و زاری اور بیقراری دیکھی تو عرین سے بلا کر کہا تم آخری مرتبہ اس قدر دریافت کر لو کہ ہمارے حکم کی تعمیل کرینگے یا نہین اور یہ بھی اطلاع دو کہ اگر تعمیل حکم نہ کی تو مبتلائے بلا ہونگے۔

عرین نے کہا۔ یون جانے کو تو جاتی ہون مگر خیر نہیں نظر آتی وہ بڑا سنگدل آدمی ہی کسی کا کہنا نہ مانیگا کوئی لاکھ سمجھائے وہ اپنی ہی سی کہے گا۔ یہ کہکر وہ آزاد کے پاس آئی۔ اور یون ہمکلام ہوئی۔

عرین۔ حضور نے سمجھا ہی ذرا آدمی بنو تو کہون سنتے بھی ہو کچھ

آزاد - کان ہین مگر قوت سامعہ نہین - آنکھ ہے مگر قوت باصرہ نہین

عز بن - ہاے ہاے کیسا جوان خوبصورت خوش وضع تربیت یافتہ ہے اور کس مصیبت مین گرفتار ہوا -

آزاد - چاہے جو ہو - اب تو جو ہونا ہو ہوا - ع

	ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم ؎	

الٰہی ایک دل کس کس کو دون مین	
ہزارون بت ہین یان ہندوستان مین	

عز بن - آخری سوال یہ ہے کہ کہنا مانو گے یا نہین اگر مانو تو خیر ورنہ بھگتو گے -

آزاد - بلا سے -

کیدان صاحب کی کارستانی

جینا بیگم کے عاشق خستہ جان میان خواجہ بدیع الزمان علیہ الرحمۃ والغفران روم کی فوج ظفر موج کے پڑاؤ مین گھوڑے بیچکر غافل ہو رہے تھے رات اس طرح کی تیرہ و تار کہ الامان تاریکی کیا تیرہ دردون کے دل کا سویدا تھا - ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس زور سے چلتے تھے کہ روح لرزی جاتی تھی - قلعہ کی فوج دیدبانی کرتی تھی اور آدمیون کے بیڑے مین سب سٹ مارے سوتے تھے کہ دفعتہً فوج روس سے آواز کوس جنگ بلند ہوئی اور بانگ جرس نے ہراول کو اطلاع دی کہ غنیم آمادۂ پیکار ہے - فوراً بیڑے مین خبر کر دی گئی - اور ادھر بھی بگل بجنے لگا - فوجی سخت گھبرا کر اٹھ بیٹھے - استعجاب تھا کہ یا الٰہی یہ صدائے مہیب کہان سے آنے لگی -

اس آوازۂ ناخوش آیند اور فوج کی چل چل سے خواجہ صاحب (سابق کیدان وگلے والی پلٹن) کی نیند میں خلل پڑا (او گیدی خبردار) کہکر اٹھ بیٹھے اور ڈپٹ کر پوچھا - این چہ واقع شدہ - بابا - از من بہ بیا بگو کہ چہ تباہی بر لشکر آمد وچہ شد - ترک اسوقت کمر کس کر لیس ہو گئے اور دونون طرف سے فوج آراستہ ہوئی دریا کے ادھر رومی اور ادھر روسی مگر دریا خشک ہو گیا تھا صرف بیچ مین دو قد آدم پانی تھا - طرفین سے نعرے بلند ہوئے ؎

	یکے گفت ہوے و دگر گفت ہان	
	بر آورد مرہاے ہوے از جہان	

فوجی نے دریا کی صورت دیکھی تو کانپ اٹھے - کہا اے دریاے بیرحم - زرت اگر خشکی کی لڑائی ہوتی تو خواجہ بدیع بھی آج جوہر دکھاتا - وگلے والی پلٹن کا کیدان ہون یا ہاتھین - کیا دل لگی مقرر کی ہے -

فوجی یا گہ ہے روسی غراب ہین وہ زاغ و زغن ہم عقاب ہین - وہ روباہ مکار - ہم پیل شیر شکار - وہ مار تو ہم طاؤس - وہ اسفندیار تو ہم کیکاؤس - (واہ) وہ او خواجہ بدیع کے مقابل مین صف آرا ہون - وہ اور مجھ سے شہر زیان سے مقابلہ بر آ ہون - ع

	این خیال است و محال است و جنون	

اتنے مین رنجکتابین بجلی کی طرح کوندنے لگین اور ٹمکے چمکتے ہی ظلمت شب کافور ہو گئی روسیون نے دیکھا کہ آنروے دریاے زخار غنیم کی فوج جرار مع سامان حرب بڑے کر و فر سے آراستہ ہے بعض سوار ہاتھ ملنے لگے کہ اب قصبہ ہو گیا کچھ گر یہ تنگ بند ہو جائینگے منہ کی کھائینگے مگر افسر کمیدان نے تسلی و دلاسا کر کے کڑکڑا کر فوج سے کہا کہ اے غازیان جرأت نشان یہی وقت آزمائش و امتحان ہے

خوب دل کھول کر لڑو اور جی کڑا کر کے قدم جماؤ۔ خدا نے چاہا تو بیڑا پار ہے۔ ان کے بعد اسپلیٹن (ہیلیٹن) پاشا نے کہا۔ ہاں مردان دغا پسند دیکھو۔ دروازہ ہائے جنان تمھارے لیے کھلے ہیں۔ رضوان استقبال کو آیا ہے۔ مردانہ وار غنیم روسیہ سے مقابلہ کرو۔ فوج سے نعرہ بلند ہوا اور فوجی نے بآواز بلند اظہار حال کیا۔ اے روسیان تند خو میری تیغ خون آشام سے ڈرو۔ عین قلب فوج میں داخل ہو کر ٹکڑے ٹکڑے کر دونگا۔ میری گرد تک کو نہ پاؤ گے۔ تم اور مجھے گرفتار کرو!!!۔ ع

این خیال است و محال است و جنون

او گیدی ہم پھنسنے والا نہیں ہے۔ پھنسنا کیا دل لگی ہے۔ سہ

عنان باز کش زین تمنائے خام
کہ سیمرغ را کس نیارد بدام

یوں تو سب افسر اور سپاہی اور سوار اور گولہ انداز اور بیرہ زن کے دل امنگوں پر تھے مگر خواجہ بدیع الزماں صاحب سب سے زیادہ للکار تے تھے کہ او گیدیاں خر اگر دریا اس وقت مثل دماغ من بدلیا خشک ہو جائے تو پھر مزہ دکھلاؤں۔ سبد لیا کی تیغ الماس گون چمکتے ہی صفوں کی صفیں کاٹ ڈالے۔

خواجہ صاحب نے کتنی برجستہ اور عمدہ تشبیہ دی ہے دریا مثل دماغ خشک ہو جائے۔ شکر ہے کہ اپنے دماغ کی خشکی کے تو قائل ہیں۔

گولے چلے گلہ ترکوں کی طرف سے ایک انجینیر نے جو فرانس میں پچیس برس تک تعلیم فن انجینیری پا چکا تھا سلو ر انجینیروں سے مشورہ کیا۔ آدھ میل کے فاصلہ پر خفیہ طور پر کشتیوں کا پل باندھنا چاہیے روسی اس مقام بیگانہ پر سب سے پہلے آ گئے تھے۔ پیشتر آنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا وہ اس حصہ ملک کی حالت اور دریا کے طول و عرض اور مختلف امور سے جو جغرافیہ کے متعلق ہیں اصلا آگاہ نہ تھے اور ترکی کی ہنجے سے منقم تھے۔ انجینیروں میں باہم کٹ ہونے لگی۔

اسد پاشا انجینیر کامل فن نے حکم دیا کہ پہلے دس بارہ سوار دریا کے کنارے کنارے آدھ کوس تک جا کر دیکھیں کہ روسیوں کا لشکر کس کس مقام پر ہے۔ چنانچہ بارہ سوار روانہ ہوئے اور فورا واپس آن کر بیان کیا کہ ایک کوس تک روسیوں کا نام و نشان نہیں ہے۔ ادھر ایک رومی پیراک کئی غوطے لگا کر آنزوے دریا پہونچا اور نہایت ہوشیاری سے کل لشکر روس میں سیر کر کے واپس آیا۔ اس نے حالات فوج غنیم بیان کیے۔

یہ لشکر صرف سامنے ہی صف آرا ہے۔ کئی ہزار سوار اور کئی ہزار پیادے اسکی کمک کے لیے عقب میں موجود ہیں۔ مگر دریا کے کنارے پر مقیم نہیں ہیں دریا کا کنارہ خالی ہے۔ اگر کوئی استاد مسلم الثبوت انجینیر حیلہ کرے تو روسیوں کے فرشتے خان کو خبر نہ ہو۔

اسد پاشا نے پل بنانے کا انتظام کیا۔ اس مقام سے ڈیڑھ کوس پر پچیس کشتیاں موجود تھیں حکم دیا گیا کہ فورا اس مقام پر لائیں اسی دم دو سوار گھوڑے کڑکڑاتے ہوئے گئے۔ ان میں سے ایک سوزی تھے۔

خوجی پچیس کشتیاں یہاں سے آدھ کوس پر مستعد ہیں سپاہ کو جب تک سوار تمھارے پاس پہونچینگے اور تم حکم دوگے کہ کشتیاں آئیں تب تک خدا جانے یہاں کیا ہو جائے

لہٰذا ایک سپاہی کو لیکر معاً کشتیون کو ادھر سے آیا۔
کمانیر نے خواجہ صاحب کی پیٹھ ٹھونکی اور کہا شاباش
اس وقت بڑا کار نمایان کیا خوبی اگر گئے۔ ابھی ہم جنگ آزما
صف شکن سپہ سالار رستم تن ہین۔ کچھ ایسے ویسے ہین
ہونہہ! اور آج ہم دکھا دینگے کہ ہم کون ہین۔ خدا نے چاہا
تو نشان کا جھنڈا اور اُس کا پھریرا فوراً چھین لون ایلئے لیے
نہیں ہین اجانب۔ ؎

بہ بندیم بر دشمنان راہ را　　بخاک اندر آریم بدخواہ را

ایک ایک کو چن چن کے مارون۔ انشاء اللہ (روسیون
کی فوج کی طرف مخاطب ہو کر) ای گیدیان آج مقابلہ ہی
اور ہیرلک نے آن کر فوج غنیم کا حال بیان کیا اُدھر انجنیرون
نے پھرتی کے ساتھ کشتی کے پل باندھنے کا انتظام کیا۔
فوج گولون کا جواب دیتی جاتی تھی۔ جب پل تیار ہو گیا تو
افسر کمانیر نے چند سوار لیکر گردگی اسد پاشا اُس پار
بھیجے تاکہ نہایت پوشیدگی کے ساتھ۔ خواجہ بدیع الزمان
بھی اس کالم کے ہمراہ تھے پل کے وسط مین پہونچکر ایک
دفعہ غل مچایا۔ او گیدی ہم آن پہونچے۔ ترکون نے اُنکا منہ
دبایا اور کہا چپ۔ ارے کمبخت آواز نہ نکال۔ خاموش رہ۔
خواجہ صاحب آہستہ سے بولے اچھا اچھا۔ مین سمجھا
کوئی پاگل یا گاودی تو ہون نہین مگر بجرأت جوش زن
ہی آج ان گیدیون کو نیچا دکھاؤن گا۔ سوارون نے پھر
سمجھایا ذرا خاموش رہیئے۔ اتفاق سے ایک سوار نے کہا
کھوپڑی شیر لیے چلے چلو چپ چاپ۔ یہ سننا تھا کہ خواجہ صاحب
آگ ہو گئے۔ او گیدی لاتا قردلی۔ لاناقرابیمہ (اور غل
مچاکر) لاتاقرابیمہ دس بارہ روسی نے یہ آواز سُنی مگر دور کی

آواز آتی تھی سمجھے کہ کوئی جانور ہی۔ خوف معلوم ہوا کہ ہیادا
آگے کھا جائے کئی بار پکارا مگر جواب ندارد۔
روسیون تک آواز نہ گئی ادھا تنے مین ترکی کالم اُس پار آگیا
خوجی۔ خاموش خاموش یاران خاموش۔ بالکل سکوت۔ مار لیا ہی
سوار نے کہا ایسی منہ کی کھائین گے کہ جس کا حق ہی۔
انشاء اللہ آج کامل فتح نصیب ہوگی۔ افسر کمانیر نے اور ایک
کالم بھی بھیجا۔ وہ بھی داخل منزل مقصود ہوا۔ مگر شب
کی تیرگی نے ترکون کو بڑا فائدہ بخشا۔ روسی معروف جنگ
تھے۔ اُن کو یہ کیا خبر تھی کہ ترکی کیا کارروائی کر رہے ہین۔
خوجی۔ آؤ ہم اور دو چار سوار ذرا آگے بڑھ کر دیکھین تو کیا ہو رہا ہی
راوی۔ آج تو خواجہ صاحب آمد کی لینے لگے۔ دریا کا خوف
نہ قتل کا ڈر۔ ماشاء اللہ کیون نہو۔ واہ خواجہ صاحب واہ
خاک ہندوستان ہی۔
سوار۔ چلو۔ مگر زمین دوز ہو کر چلنا ہوگا۔ چاپ نہ ظاہر
ہونے پائے۔
خوجی۔ ہونہہ۔ ابھی ہم دگلے والی پلٹن کے کیدان تھے
سپاہی آدمی ہین کچھ ایسے ویسے تو ہین نہین۔
سوار۔ مگر کہین آپ غل نہ مچائین کہ پھر لینے کے دینے پڑین۔
خوجی۔ اے لاحول۔ ایسی بات ہی بھلا۔ کیا مجال ؎

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم　　بندۂ بارگاہ سلطانیم

ہم اور غل مچائین۔ ای لاحول ولا قوۃ۔ کیا مجال۔
خواجہ صاحب مین چار ترکون کو ساتھ لیکر دریا کے کنارے
کنارے گھٹنون کے بھل چلے تھوڑی دور نکلکر دیکھا کہ کئی
آدمی بے حس و حرکت پڑے سسک رہے ہین۔ پہلے فوجی
سمجھے کہ گھٹنے مین آگے بڑھنے کی جرأت نہین ہوئی ترکی بھی

کسی قدر جھجکے مگر اس وقت تو خواجہ صاحب ہوا کے گھوڑون پر سوار تھے تلوار میان سے نکال کر جھپٹے اور غل مچا کر کہا ماو گبدی۔ صرف اسی قدر کہہ چکے تھے کہ ساتھیون نے سمجھایا از برائے خدا۔ غل نہ مچاؤ۔

خواجہ صاحب نے کل زخمیون کو جو بیکسی کی حالت مین پڑے تھے کاٹ کے پھینک دیا مگر حیرت تھی کہ زخمیون کو اسقدر فاصلے پر روسیون نے کیون جگہ دی۔ تھوڑی دیر تک فوج بادہ اُنکے ہمراہی بیٹھے جنگ کا رنگ ڈھنگ دیکھا کیے۔ جب اُن کو معلوم ہوا کہ فوج روس تھک گئی اور حکم دیا کہ اور فوج کمک کو آئے تو فوراً اپنے لشکر مین آئے۔ اس عرصے مین ترکون کے کئی ہزار آدمی مع سامان حرب این روے دریا عبور کر آئے تھے لیکن افسر کماینر کو مناسب معلوم ہوا کہ ابھی کئی گھنٹے تک حملہ نہ کیا جائے اس اثنا مین خواجہ صاحب روم کی سلطنت کے حالات ایک پاشا سے دریافت کرنے لگے جو ایرانی زبان بول سکتے تھے۔ پاشا نے کہا آج کل ہمارا بحری سپہ سالار الفرڈ پاشا ہے۔ یہ انگریز ہین خاص لنڈن کے باشندے اور ایک سلطنت یورپ کی فوج بحری مین میجر ہین۔ حضرت سلطان المعظم نے اُن کو انسپکٹر افواج بحری مقرر فرمایا ہے۔ ارل کے لڑکے ہین ۱۸۲۲ء مین پیدا ہوئے تھے اُن کی پیدائش کے روز نین مقام پر بحر پاسفک مین طوفان آیا تھا اور ایک جہاز بحر عرب کے پہاڑون سے ٹکرا گیا تھا۔

اُن کے باپ کو جب ان حادثون کی خبر ہوئی تو خوش ہوکر کہا کہ یہ لڑکا بڑا نام کریگا۔ اور بحری فوج مین اپنی آپ ہی نظیر ہوگا بڑھکر یہ لڑکا ہونہار ہوا۔ اور شاہی فوج بحری مین اسکا نام لکھوا دیا گیا۔ مگر لڑکپن ہی کے زمانے سے

بالاے سرش ز ہوشمندی	می تافت ستارۂ بلندی

۱۹ برس کے سن مین اس پرکالۂ آتش نے ایک جہاز کا تعاقب کیا جس مین چوکو نامے ایک چینی ڈاکو کئی پورپین کی مدد سے لوٹ مار کیا کرتا تھا اس نامی گرامی ڈاکو نے صدہا آدمیون کو لوٹ لیا تھا پچاسون کو بے دریغ تہ تیغ کیا تھا کئی بار کوشش کی گئی کہ اس کو گرفتار کرلین مگر اس نے ہمیشہ زک دی۔ کبھی ہاتھ نہ آیا۔ آخر الفرڈ پاشا نے اس کو نیچا دکھایا وزیر جنگ نے جب اس معاملے کی خبر پائی تو الفرڈ پاشا کو بلا کر تمغہ دیا اور کہا کہ تم دار السلطنت مین رہو۔ ہفتہ مین مجھسے ایکبار ضرور ملا کرو جب ان کے خاص وطن مین امن و امان کا ڈنکا بجنے لگا اور جنگ بحری کی کئی سال تک نوبت نہ آئی تو یہ گھبرانے لگے۔ انکا جوش و خروش اسی کا مقتضی تھا کہ لڑتے بھڑتے رہین۔ ایک مقام پر خالی خولی بیٹھنا وضع کے خلاف تھا۔ ناچار وطن چھوڑ کر یورپ کی سیر کی اور ترکی کو اپنے حوصلے کے قابل موزون پاکر یہان نوکری کرلی۔ اب ان کو اپنی لیاقت کے جوہر دکھانے کا خوب موقع ملا۔ پہلے گورنمنٹ عثمانیہ نے ان کو ایک نہایت ہی نازک کام سپرد کیا۔ اُن کو جزیرہ کریٹ کی طرف روانہ کیا کہ ساحل جزیرہ موصوف کو ڈاکوؤن سے صاف کردین اس جزیرہ کے ڈاکو کسی کی اصل و حقیقت نہین سمجھتے تھے لوٹ جزیرے مین خود عام تھی۔ اعلیٰ حضرت سلطان وقت کے دشمن تھے الفرڈ پاشا خوب جانتے تھے کہ انکے سپرد بڑا نازک کام ہے جسکا انجام کو پہونچنا سخت مشکل ہے۔

مگر چار ناچار جانا پڑا۔ وہاں جاکر انھوں نے تین بڑے مشہور ڈاکو گرفتار کیے۔ اور دو مہینے کے عرصہ میں ساحل کو بالکل صاف کر دیا۔ حضرت سلطان المعظم نے بکمال قدردانی اُن کو ایک شمشیر مرصع عطا کی اور درجہ بڑھایا۔ ایک اور موقع پر انھوں نے اپنے کمال فن سے ایسی جنگ عظیم روک دی جو تمام یورپ میں آتش غدر و فساد مشتعل کر دیتی جرمنی اور فرانس اور انگلستان اور اطالیہ اور اسٹریا اور روس کے اخباروں نے اس موقع پر ان کی بڑی تعریف کی جس کے وہ مستحق تھے۔

خواجہ صاحب نے دریافت کیا کہ مانٹی نیگرو کہاں ہے جس کا ذکر اکثر سننے میں آیا ہے۔ پاشا نے یوں بیان کیا یہ ایک کوہستانی مقام ہے بھورے رنگ کے درخت اس پہاڑ کی چوٹی پر کثرت سے ہیں۔ ایک چھوٹا سا مقام ہے زمین کا ایک چپہ ۵۰۰ میل طول اور کوئی ۳۰ میل عرض اس میں تین سو گاؤں کے قریب ہیں مگر آباد کم۔ بڑے سے بڑے گاؤں میں بارہ سو سے زیادہ آدمی نہیں بستے یہ موضع پہاڑ پر واقع ہیں۔ کچھ دامن کوہ میں کچھ کمر کوہ میں کچھ قلعہ کوہ کے قریب۔ مکانات بہت دور دور واقع ہیں سڑک اور بازار کا کہیں نام ہی نہیں۔ زراعت اس ملک میں ترقی نہیں پا سکتی زمین درجۂ غایت خراب ہے آلو کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں کے باشندوں کا خاص پیشہ بندوق تلوار اور پستول بنانا اور ان کی درست کرنا ہے۔

اس ملک کے باشندے اپنے کو رانا کارزی کہتے ہیں ایک لاکھ آدمی سے زیادہ کی آبادی نہیں ہے۔ ہر دم و ہر لحظہ مسلح رہتے ہیں اور ساری خدا کی نعمتوں پر جنگ کو ترجیح دیتے ہیں میدان جنگ میں جس بڑی خوشی سے یہ لوگ لڑتے ہیں ساری خدائی میں کوئی ایسا نہیں جو اس میں ان کا مقابلہ کر سکے یہ کون مریں مگر جنگ سے نہ سیر ہوں ان کے لڑکے بال بچے مال متاع سب چھن جائے مگر جنگ ہو۔ اس قوم کو آج تک کوئی فتح نہ کر سکا۔ چاہے کیسا ہی امن کا زمانہ ہو ان کے پاس پستول رائفل اور تلوار ضرور ہوگی۔ جس طرح دل بہلانے کے لیے لوگ گنجفہ شطرنج کرکٹ کھیلتے ہیں اس طرح یہ لوگ وقت فرصت نشانہ بازی سے دل بہلاتے ہیں۔ بندوق اٹھائی اور دائیں بائیں نشانے لگانے شروع کیے ذرا ذرا سے بچے ایسا نشانہ لگاتے ہیں کہ جسے دیکھیے قدرانداز کھانے کو دو دن نہ ملے کچھ پروا نہیں۔ پیاسے رہیں کچھ مضائقہ نہیں چاہے جیسی کڑی پڑے جھیل لے جائینگے۔ فن نکلیے پہاڑ پر چڑھنا کوئی ان سے سیکھے ان کے مقامات اس طرح پر واقع ہوئے ہیں کہ دس بارہ جوان چاہیں تو ایک لشکر کو روک دیں ایک بات ان لوگوں میں قابل قدر و تعریف ہے کہ چاہے جانی دشمن ہی کیوں نہ ہو ممکن نہیں کہ وقت جنگ بیرونی باہمی فساد کو بھول نہ جائیں۔ باہم چاہے کیسا ہی رنج ہو مگر غیر سے جب معرکہ پڑیگا سب شیر و شکر ہو جائیں گے۔ افسروں کے حکم کی تعمیل کو ذریعہ حصول سعادت سمجھتے ہیں جنگ میں مقتول ہونا ان کے نزدیک بڑے فخر کی بات ہے۔ جو شخص جنگ میں قتل ہوتے ہیں اُن کے لڑکوں اور اقربا کی تعظیم کی جاتی ہے۔ یہ فلاں جری آدمی کی بیوی ہے جو جنگ میں کام آیا تھا۔ یہ فلاں جوانمرد کا لڑکا ہے جس نے اپنے ملک کی عزت بچانے کے لیے اپنی جان شیرین جہان آفرین کے سپرد کی۔ انگلیاں اُٹھنے لگتی ہیں ایک نئی اور انوکھی بات ان میں یہ ہے کہ اگر ان کی

فوج کا کوئی آدمی سخت زخمی ہوا تو یہ خود اسکو مار ڈالیں گے لیکن اُن کے پھندے میں پھنس گئے تو معافی کی درخواست نہ کرینگے خدا نہ کرے کہیں غنیم کا کوئی سپاہی مانٹی نیگرو کے ہاتھ آئے بڑی بیرحمی سے قتل کرتے ہین۔ ہان اگر لڑتے لڑتے معافی کی درخواست کرے تو اس کو اپنے بھائی کی طرح رکھین میدان مین جس وقت جاتے ہین تھوڑی سی برانڈی ساتھ رکھ لیتے ہین۔ آلات حرب اور کسی قدر روٹی پنیر یہ اشیا بھی ضرور ساتھ ہونگی۔ لڑنے کا قاعدہ عموماً یہ ہے کہ اگر اُن کے پاس فوج کثرت سے ہوئی تو پہاڑون کے غارون مین چھپ رہتے ہین اور پہلے چند فاصلہ انداز باہر بھیجتے ہین غنیم نے دیکھا کہ معدودے چند ہین۔ فوراً جھپٹے۔ تعاقب کیا۔ بس تعاقب کیا اور کمین گاہ سے حریف نکل پڑے پھر کیا تھا گھیر کے مار لیا لیے سو قع پر تلوار سے لڑتے ہین۔ بندوق استعمال ہین نہین لاتے مانٹی نیگرو کے باشندے اکثر لیٹ کر بندوق سر کرتے ہین۔ غنیم کا نشانہ خالی جاتا ہی۔ لیکن ان لوگون کا نشانہ تیر بہدف نہ ہو تو اپنے کو خود گولی ماردین۔ یہ قوم ہمیشہ سے آزاد ہی۔ ان کا ملک اس موقع پر واقع ہوا ہی کہ غنیم کو گذرنے مین سخت مصیبت پڑتی ہے۔

خواجہ صاحب کو یہ بیان پسند آیا سوچے کہ بعد فتح تاریخ روم لکھین گے۔ دور کی سوجھی مگر فارسی زبان مین لکھیے اور جابجا اشعار ضرور ہون واقعی خواجہ صاحب کی تالیف لطیف قابل دید ہوگی۔

خوجی نے بلغارستان کا حال دریافت کیا پاشا نے کہا بلغارستان کے شمال مین دریاے ڈینوب موجزن ہی اور مشرق مین بحر اسود اور جنوب مین کوہ بلقان۔ مغرب مین سرویہ نہایت زرخیز و سبز و شاداب مقام ہی۔ دریاے ڈینوب نے اس صوبے کو رشک گلزار بنا دیا ہی۔ اسکے پہاڑون کے جنگل بھی سر سبز ہین اور عمدہ عمدہ فواکہ اور لذائذ کثرت سے ہین یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ افسر کمانیر نے حملہ کا حکم دیا۔

ترکون کا ایک کالم دفعۃً فوج غنیم پر حملہ آور ہوا۔ روسی ادھر ترکون سے لڑ رہے تھے اس کالم نے اُنکے ہوش اُڑا دیے۔ سواران ترک نے شہب آہو شکار سبک عنان کیے تو سامنے دم ایک مسجد سے اذان کی صدا آئی۔ موذن نے آواز تکبیر بلند کی سعادتمند جوانان رومین تن ہیون کو تانے باگ اُٹھا کے ورّاتے چلے جاتے تھے۔ ادھر روس کی سپاہ جرار اُدھر روم کی فوج کرار۔ ادھر روسیون کے سمند سنان جگر ادھر ترکون کے کمیت ضرغام پیکر ؎

گھوڑے تھے چھلاوا کبھی یان تھے کبھی وان تھے
پتلی مین تو پھرتے تھے پر آنکھون سے نہان تھے
یان تھے جو سبکرو تو ادھر گرم عنان تھے
بجلی تھے کسی جا تو کہین آب روان تھے
ہو سکتی تھی بجلی سے یہ سرعت نہ ہرن سے
جھونکے تھے ہوا کے کہ نکل جاتے تھے سَن سے

اب سنیے کہ ایک مقام پر کسی زمانے مین سلاطین روم نے نہر کاٹنے کی فکر کی تھی اور نہایت عمیق نہر کھودی گئی تھی اس نہر مین پانی بھرا ہوا تھا مگر نہر اسقدر تنگ کہ گھوڑا نہین جا سکتا تھا۔ آمنے سامنے ادھر رومی اُدھر روسی صف بستہ کھڑے ہوئے اور بندوق چلنے لگی۔ دائین۔ دائین۔ دائین۔ دائین۔ روسی جو ملکے لڑتے تھے اور ترک کی دو جانب سے کچھ فوج آ گئی دریا کٹی کچھ فوج این روسے دریا۔ اس شبخون

سے روسی گھبرا اُٹھے۔ خون خشک ہوگیا اور اپنے اوپر نفرین بھیجنے لگے کہ یہ کیا حماقت سرزد ہوئی۔ غنیم کلّے پر آن موجود ہوا اور ہم بالکل غافل ہے مصلحت وقت سمجھکر روسیون نے ٹھان لی کہ بھاگ چلین افسرون مین باہم مشورہ ہونے لگا۔ ایک۔ ایک تو سامنے والے کالم کا مقابلہ ہے دوسرے یہ بغلی گھونسا:۔

دوسرا۔ اب مصلحت اسی مین ہے کہ ایک دم سے بھاگ چلین۔ بس۔

تیسرا۔ دفعتہ بھاگنے مین آدمی زیادہ ضایع ہونگے۔ سوچ لیجیے۔

چوتھا۔ سواریون کیا بچ جائینگے۔ فوراً باگ موڑ دینا لازم ہے۔ ع

نہ ہر جاے مرکب توان تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

پانچوان۔ ع صلاح ما ہمہ آنست کان صلاح شماست
یہی بہتر تدبیر ہے۔ ع

سخن نگویم کہ این مکن آن کن
مصلحت بین وکار آسان کن

سب کی راے یہی قرار پائی کہ بھاگ کھڑے ہون۔ اس وقت گولیون کی جھڑی لگی ہوئی تھی مگر فوج روسی کے دو افسران اعلیٰ بہ کمال استقلال کھڑے چوٹ پی رہے تھے۔ فوراً بھاگنے کا حکم ہوا اور روسی سوارون نے گھوڑے اصول قواعد سے پھیرے کہ دفعتہ فوجی نے گھوڑے کو ایڑ دی تو گھوڑا چارون ٹاپون سے اس نہر کے پار تھا۔ نہر عمیق زیادہ تھی مگر عرض بہت کم تھا ترکون کی فوج سے نعرہ سبحان اللہ بلند ہوا اور فوجی نے بھاگتے سوارون مین سے سات آدمیون کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ کسی کا ہاتھ کٹ کے گرا کسی کا سر۔ کسی کے پاؤن۔ کسی کا دھڑ

ترکون نے پھر نعرہ مارا سواران روس بھاگتے تو تھے ہی انھون نے پیچھے پھر کے بھی نہ دیکھا کہ کیا ہو رہا ہے اور ادھر خواجہ صاحب تعریف کے نعرے سنکر ایسے خوش ہوئے کہ پھولے مین گھس گئے اور گلگون خوشخرام کو پھیر کر تلوار پھینکنے لگے۔ ع

غارت گری وہ صف جس سے دغا کرکے پھری وہ
دو ہاتھ مین سو سو کو فنا کرکے پھری وہ
سردارون کے سر تن سے جدا کرکے پھری وہ
ہر غول پہ اک حشر بپا کرکے پھری وہ
غل تھا کہ پرے ٹوٹے ہوئے جم نہین سکتے
سر کٹنے کی دہشت سے قدم تھم نہین سکتے

اللہ اللہ۔ یہ وہی خواجہ بدیع الزمان ہین۔ شاباش۔ ع۔ این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ ع۔ آفرین باد برین ہمت مردانۂ تو۔

روسی سوارون نے دم کے دم مین میدان خالی کر دیا۔ ترکون نے سامان رسد اور گولہ بارود اور تین توپین لوٹ لین۔ خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ خواجہ بدیع الزمان صاحب کے نام فتح لکھی گئی حضرت خواجہ بدیع الزمان کے دماغ عرش برین پر تھے اور کیون نہ ہوتے کار نمایان سرزد ہوا تھا۔ اس وقت قطع شریف دیکھنے کے قابل تھی اکڑے کھڑے تھے بررے ہی جاتے تھے۔ بل پر بل کھاتے تھے۔ حکم دیا کہ جنرل فوج سے کہو آج ہم آن کے ساتھ کھانا کھائین گے۔ انھون نے کہا بسر وچشم منظور کھانا نمکین میٹھے تو منہ بنایا۔ واہ معقول۔ سنتے بڑھے پہ سالا اور یہ غذا مربانہ مزعفر نہ میٹھے چاول نہ فرنی۔ مگر خیر قہر درویش بر جان درویش۔ کھانا کھانے کے وقت اپنی جواہر دی لونس

شیر دلی کی مدح سرائی کرنے لگے۔

واللہ ایک ایک بیٹن کا زہرہ آب آب کر دیا۔

خواجہ بدیع ایسی کہ باتیں۔ نام سنا اور غنیم کے سینے میں جگر لرزنے لگا۔ واہ خواجہ بدیع آج تک کسی سے خوجی کی آنکھ جھپکی ہی نہیں۔ غیظ و غضب کے وقت کوئی آنکھ ملا تو لے کیا تاب کیا مجال کیا طاقت۔ ایسی بات ہے بھلا خدا کا مقبول بندہ ہوں۔ علی کا غلام۔ منم غلام علی پس اس فیض سے۔ ؎

تابندہ ہو رستم مرے آگے یہ نہیں تاب
پنجے میں جو پکڑ لوں نہ چھٹے گردن سہراب

ہمارا وار کوئی سر میدان روک لے تو جانیں کہ بڑا جری ہے ہمارے مقابلے میں کسی نے قدم آگے بڑھایا اور ہم نے ضرب شمشیر سے اس کا کام تمام کر دیا برسوں مہمیں جھیلی ہیں۔ جب جا کے اس قابل ہوئے کہ روسیوں کے لشکر میں یکہ و تنہا بہ یک بینی و دو گوش گھس پڑے اور پیادے کے دو سوار کے چار ٹکڑے کر دیے اور ہمیں خوف کس کا ہے۔ ابواب جنان کھلے ہوئے ہیں۔ چاہے یہاں ہیں یا قسطنطنیہ میں۔ چاہے دریا کے کنارے بہشت کا دروازہ ہمارے لیے کھلا ہے۔ ع۔ باغ فردوس ہے تلواروں کے سایے کے تلے۔ ؎

خورشید شرف برج شرف میں ہوگا
جوہر معدن میں در صدف میں ہوگا
مشرق میں کہ مغرب میں کہ دفن اسے
یہ عاشق حیدر ہے نجف میں ہوگا

خوجی کی غذا کیا۔ ماشا بھر کے آدمی۔ غذا بلبل کا چارہ دونوالے کھائے چھک گئے اور لوگ تو کھاتے ہی ہے مگر یہ سیر ہو گئے تو اکڑ کر پینترے بدل بدل یوں کہنا شروع کیا قسم خدائے پاک کی اور قسم حسین کی کہ آج کی سی خوشی کبھی اور تمام عمر نہیں حاصل ہوئی تھی اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کی شان میں ملائکہ نورانی نے ما عرفناک حق معرفتک کہا تھا اور اس حسین کی قسم زبان پر لاتا ہوں جس کی شان میں خدائے سخن نے یہ بند موزوں کیا تھا۔ ؎

حور و ملک و خلد و ارم کوثر و طوبا
سنگ و شجر و کوہ و در و گوہر و دریا
خورشید و نجوم و قمر و گنبد خضرا
روم و ری و مصر و نجف و یثرب و بطحا
پوچھے جو کوئی کون امام ازلی ہے
سب دیں یہ گواہی کہ حسین بن علی ہے

میں وہی خوجی صاحب ہوں جس کا زہرہ پانی کی چمک دیکھ کر آب آب ہو جاتا تھا۔ اور اب بھی وہی ہوں جو پہلے تھا مگر نہر کے پار اس طرح گیا جیسے جنگل میں چکارہ تڑپ کر جائے۔ آج ہم نے بھی نام کیا۔ غنیم کو تہ شمشیر خون آشام کیا

سپہ سالار۔ ہم نے بحضور وزیر جنگ اس امر کی درخواست کی ہے کہ تم کو اس کار نمایاں کا صلہ عطا کریں دیکھیے کیا جواب آتا ہے۔

خوجی۔ اتنا ضرور لکھنا کہ یہ شخص وگلے والی پلٹن کا رسالدار بھی تھا۔

سپہ سالار۔ مگر ہم تو اس کے معنی نہیں سمجھے۔ وگلے والی کیا معنی۔

خوجی۔ شاہی میں ایک بڑی جری اور دلاور پلٹن کا نام تھا

سپہ سالار۔ شاہی کس سے مراد ہے۔ اچھی طرح مطلب سمجھاؤ صاحب۔

خوجی۔ جان عذاب میں ہے۔ یہان ترکی بول نہین سکتے ٹوٹی پھوٹی بول سکتے ہین اور یہ ہندی کی چندی نکالتے ہین بڑی مشکل آن پڑتی ہے ارے صاحب امجد علی شاہ واجد علی شاہ کے زمانے کو شاہی زمانہ کہتے ہین کہ نہین اودھ کی سلطنت کا حال معلوم ہے یا نہین معلوم ہے اودھ سے بڑھکر اور کوئی سلطنت تھی جہان دس ہزار ابر پیکر ہاتھی جھومتے تھے

سپہ سالار۔ آپکے مزاج مین وحشت بہت ہے۔ ہم کیا پوچھتے ہین اور آپ جواب کیا دیتے ہین بھلا کوئی بات بھی ہے

خوجی۔ سارے صاحب (اودھ - اودھ) نام سُنا ہے یا نہین مشہور ملک ہے۔

سپہ سالار۔ ہم نے نہین سُنا۔ حبش مین ہے یا نئی دنیا مین۔ ہے کہان۔

خوجی۔ (اپنے دل مین) نرے جانگلو ہی رہے حبش کی ایک ہی کہی۔ اگر صرف خواجہ بدیع کے چہرے پر نظر ڈال لیتے تو کہتے کہ کہین فرنگستان مین ہے۔ حبش کی ایک ہی کہی حبشی ہمارے سے سرخ و سفید ہوتے ہین۔

راوی۔ تو بھلا اگر سرخی و سفیدی کے یہی معنی ہین تو ایسی ایسی سرخی و سفیدی کو دور ہی سے سلام ہے۔ ع۔

برعکس نہند نام زنگی کافور

سپہ سالار۔ ہم نے سفارش کی ہے کہ آپکے لیے کوئی خطاب ملے ہے پسند۔

خوجی۔ واہ نیکی اور پوچھ پوچھ سازین چہ بہتر مگر چند شرطین ہین ایکو پڑی شرط یہ ہمکو کوئی نہ کہے ہو کہے تو اسکو سزائے قتل عمد

۲۔ افیم کی روک ٹوک نہ ہے افیون ضرور گھولین خواجہ بدیع۔

۳۔ میدان جنگ مین ہمکو ہاتھی پر سوار کر کے لیجایا جائے۔

۴۔ دنبے کا گوشت روز ملے اور مندری قند سیاہ کی خیر۔

۵۔ سو روپیے بلا تحقیقات خارج از ملک یعنی تا بہ اقصائے ہند

۶۔ تمھار فوراً جلا وطن کر دیے جائین اور تمھارنین بھی اُن کے ساتھ۔

۷۔ خوجی کوئی نہ کہے۔ جناب خواجہ بدیع الزمان صاحب بہادر بدیع۔

۸۔ شعرا ہمارے رسالے مین بھرتی ہون اور شعر خوانی ہوا کرے۔ ع

کہتی تھی زمین ہمسر عرش آج ہون مین
زیر قدم صاحب معراج ہون مین
آواز لب فرش سے ہوتی تھی بلند
طرہ یہ ہے سب پہ عرش کا تاج ہون مین

سپہ سالار نے کہا شرط اول منظور۔ دوم بھی قبول۔ سوم لاعلاج۔ ہاتھی یہان کہان سے آئین اور اگر اتنے اونچے سوار ہو جیے گا تو گولا پہلے آپ ہی پر پڑیگا۔ چوتھی شرط سمجھ مین نہ آئی۔ مندری کیا۔ پانچوین اور چھٹی شرط لغو ہے قابل جریانہ ساتوین شرط کا ایک حصہ منظور۔ خوجی۔ نہ سہی۔ مگر اتنا بڑا نام نہ لیا جائے گا آٹھوین شرط ممکن ہے۔

خواجہ صاحب نے جھک کر سلام کیا اور کہا کہ چنیا بیگم کی ممانعت نہین بس یہی غنیمت ہے۔

خواجہ صاحب نے اس فتح کے بعد آزاد پاشا کو ایک اور خط لکھا مگر اپنی ہی زبان مین۔

خط خواجہ بدیع الزمان مسخرہ

بنام نامی

مشفق مہربان آزاد خان۔

حامداً و مصلیاً۔ امابعد برمی گوید ارشدک اللہ تعالیٰ امیدوار مغفرت ایزد منان خواجہ بدیع الزمان کہ لقب تنگری (این در رومی زبان خدارا میگویند) من بدیع کہ بزمان و عہد دولت مہد شاہی کمیدان پلٹن دگلے والی بود بر غنیم زود تیغ چند مردان کاری را بشکست نہرے کہ یاد از دہانہ ہائے رود نیل میدارد۔ درمیان من بدیع و لشکر غنیم حائل شد و شب حائل شد۔ اکنون چہ کنم تو کہ مارا افیونی میخوانی اگر دران وقت بدے ایدون مقابلہ ما و آن معلوم کردی کہ بچہ طور او ہم صبا رفتار ما از چہار تپلی جست نمود و بچہ طور سواروں روس زمین را کہ از ہر یکے از ایشان غضنفر درندہ و ضرغام خشمناک بود از پشت توسن بر زمین آوردم ہمان وقت آسمان از زبان حال و سپہ سالار از زبان قال گفتہ کہ ع۔ فلک گفت احسن ملک گفت زہ۔ سپہ سالار مارا گفت کہ تو لائق خطاب ہستی۔ من گفتم کہ بابلے ما بشنو کہ من در اسکندریہ پہلوانے کہ روئین تن است چت نمودم و من پٹ دیدم خلق خدا انگشت بدندان میگزیدند کہ فلان پسرو کہ رستم است سیستانی و اسفندیار است مقدمۃ الجیش معرکہ نازک میانی سپاہیان نازک ما قابل ہیچ نہ۔ چہ کہ شیران شیر با وصف صولت میان نازک دارند۔

شکر صد شکر کہ این معرکہ سر شد آزاد
چہ بگویم بخدا فتح و ظفر شد آزاد

راوی۔ ہائے سبحان اللہ ع۔

ہائے سپستان فارسی ہندی لسوڑا اسانگلا

ایک پیادے نے اُن کو مصروف تحریر دیکھا تو کہا حضور اس وقت کس کے نام خط لکھ رہے ہیں۔ فرمایا کہ برائے آزاد پاشا کہ افسر شماست و ایدون چہ دانم کہ کجاست و آبشخور او چیست ع من چہ دانم کہ کجا می برد آبشخور ما۔

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلہا

پھر خط لکھنا شروع کیا۔

الغرض کارے کردہ ام کہ کسی نہ کردہ بود لشکر تنگری ست برخے از سواران روسی سقر را ہمشکل سقر پنداشتہ اند گریزاں آمدند ولیکن از آنجا کہ گریز ناگزیر بود مغرور شدند مگر

بھاگے جہان جہان پہ بزن اور بکٹ ملا
لٹ پٹ کے گھر کو آئے تو گھر کا کھٹ ملا

خوجی۔ سپاہ شاجی۔ پاشاجی۔ اجی پاشاجی۔ (ایک پاشا کی طرف مخاطب ہو کر) پاشا۔ پاشا۔

پاشا۔ یہ پاشا کے بعد کون لفظ تھا کیا کہا تھا۔

خوجی۔ ہاں۔ اجی اللہ تو اُدھر وہی بات کہی۔ فارسی سنو تو اور بھی گھبرا جاؤ۔

فخر زمان خواجہ بدیع الزمان	یافت ظفر بر سپہ باغیان

اور سپاہ باغیوں سے خواجہ بدیع الزمان نے جو زمانے کا فخر ہے فتح پائی یہ اس کا ترجمہ ہے۔

بجانان اسپ را زین کشیدہ درمیان سرعت تولائی اسپ جلوہ طاؤس ظاہر می نمود و الحال بزبان یلان آواز میدارد ہست

وہ کوس کہ سو کوس صدا جس کی نکل جائے
اور طبل کی آہٹ سے سرافیل سنبھل جائے

نقارہ کا غل سُنکے دل رعد پھٹ جائے
آوازہ ہل سے جگر شیر دہل جائے

آن طبل بود و نشان یک سوار در دست خود بر دگرفتم ونعرہ از میانہ برخاست ؎

پھر آ نہ سکا جب کہ ترا خستہ جان گرا
جون نقش پا زمین کا ہوا بس جہان گرا
بس رشک صد چمن وہ ہوا تختۂ زمین
جس جا کہ زخم خوردہ ترا خون چکان گرا
کرما کی جو برق آہ تو بس آئی یہ صدا
گویا زمین پہ گنبد نہ آسمان گرا
اب اضطراب دل سے یہی گھر مین شور ہی
گر زلزلہ یہی ہے تو سارا مکان گرا
گلشن مین دست رحم صبا اسپہ پھیر تو
ہو وے پڑا جو غنچۂ پژمردہ سان گرا

این اشعار بر زبان راندم کہ از بر مواج طبع جرات مرحوم ست نمیدانم کہ آزاد کجاست۔ ہائے ہمین درد است ؎

کیا جانین اب مریض ہی تیرا کہان پڑا
بھر کئے کیون نہ دل کہ ہی خالی مکان پڑا

دل خالی است کہ مکان خالی است ؎
الغرض بندہ از شما میگوید کہ ہر کجا باشد بیا

بہ لبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم
پس ازانکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

آزاد خستہ جان

زندان کو چلے کچل کچل کر

اب آزاد خستہ جان کا حال سنئے سیلولینڈ کی شہزادی کو شک کی جگہ یقین ہو گیا کہ آزاد کسی معشوق پر یزاد پر ہزار جان سے عاشق و مفتون ہی کئی بار سمجھایا اور سادپیچ دکھایا کہ اب عاشقی و معشوقی سے کنارہ کش ہو اور ہمارے حکم کی تعمیل کو ذریعہ حصول زندگانی سمجھو ورنہ تمھاری جان کی خیر نظر نہین آتی مگر ان کی یہ کیفیت تھی کہ ہر دم حسن آرا کی تصویر روبرو رہتی تھی۔ ؎

حور پہ آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

یہ شب و روز حسن آرا کی یاد مین سر دھنتے تھے اور دیوانہ وار سنگ چُنتے تھے۔ دین سے غرض نہ دنیا سے سروکار دنیا و مافیہا سے بیزار۔ ہر دم حسن آرا کا نام وظیفۂ زبان تھا کبھی خاک مین لوٹتے تھے کبھی دل حسرت منزل سیماب کی طرح بیقرار رہتا تھا۔ ؎

طپیدن گریہ کردن رفتن از خود مردن از حسرت
کم است افسوس عمر و کار ہا بسیار عاشق را

ایک روز سایہ دار درخت کے تلے بیٹھے ہوئے حسن آرا کے سراپا کی آپ ہی آپ تعریف کرتے تھے۔ وہ حسن خداداد کہ ملائکہ نورانی اسکا کلمہ پڑھین ؎

بنور خویش بتان را چو آفرید خدا
ترا ازان ہمہ در حسن برگزید خدا

اور ایسی صباحت تو دیکھی نہ سُنی۔ اپنی آپ ہی نظیر ہی ؎

از صباحت بسکہ دارد چہرہ او آب و تاب
آفتابے مے شود رنگش بہ سیر ماہتاب

زلف چلیپا جس وقت یاد آتی ہو کلیجے پر سانپ لوٹنے لگتے ہین ؎

بقربانت روم ہائے تو بوسم مرحبا اٹھل
کہ ے آئی زسیر لیلۃ المعراج گیسویش

ایک روز مین۔ لے موباف کی جھلک دیکھ لی تو آج تک نہ بھولا۔

رشتہ ہائے سرخ در بالائے سرحون بستہ اند
بر سر ہر تار موئے تہمت خون بستہ اند

ہائے کس لطف سے آئینہ دیکھ رہی تھین کہ مین ایک مرتبہ جا پہونچا اور جاتے ہی سپہر ا سے کہا کہ شعر حسب حال ہے

خبر داد آن را از حسن خدا داد | الٰہی خانۂ آئینہ آباد

جبین مبین کے کرور ن بوسے لون اور کیون نہو۔ کیا پیشانی ہے۔

ز تقویم جبینش گشتم آگاہ | کہ ہر روز ست آنجا غرۂ ماہ

او ر ابرو نے تو وہ ستم ڈھایا کہ الامان الامان

شبے در ماتم ہجران دو ابرو در خیال آمد
بسینہ ہر کجا ناخن زدہ شکل ہلال آمد

طاق ابرو عنبر مو کا ساری خدائی مین جفت نہین ہے

ماہ چون جلوہ گری کرد دو ابرو ہا
عنوان داد بہ شمشیر جواب شمشیر

حسن آرا بیگم تمنے اپنے کشتۂ ناز کو ناحق اتنی دور بھیجا اے کاش آزاد نوسیاد جنگ مین کام آتا تو آنسو ہی گھٹتے مگر افسوس تو یہ ہے کہ

لگ گئے دونون جہان کے کام سے ہم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
شغدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

چشم بیمار یار اس وقت یاد آتی ہے جس وقت نرگس شہلا ہم سے آنکھ لڑاتی ہو نرک جفا کار ستمگار ہے

آہو نسبت چشمش چو دادم چین بر ابرو شد
کہ چشم شیر گیر من ندارد ہیچ آہوئے

ساغر چشم کو ہمیشہ سیہ مست ہی پایا دوسرے نے اور بھی ستم ڈھایا۔

سرمہ منظور نظر ٹھہری چشم بیمار کو – نیلگون گنبد اچھا یا مردم بیمار کو
آفت آفت کلیجہ منہ کو آتا ہے – جان جان جسم کی جاتی ہے

صبح را در خون گل کرد حسن – تا بناگوش چنین پرورد حسن
می تراود از بنا گوش صفا – آہ ازین آئینۂ مہتاب زا
جنبشے از موئے جانی ریختہ – خرمنے از ماہتاب بیختہ
دہ چہ خرمن بستر از ماہ تمام – داد از نرمی طراوت را قوام
چون کند آغاز رقص دلبری – سازد از موج ہوا بال پری
گوشۂ ابرو زند ناخن بدل – تا کشاید عقدہائے جان گسل
عضو عضوش سحر دیگر میکند – فتنہ ہر دم صورتے سر میکند

اے درد فراق یا تو آزاد کا کام تمام کر۔ یا محبوب سے ملا۔ مصرعہ یک کار ازین دو کار می باید کرد۔

قاتل سنبھل کے تیغ لگا جائے شرم ہے
تسمہ لگا جو گردن بسمل مین رہ گیا

ہائے ابھی تو شادی در کنار دونون آنکھ بھر کے دیکھنے بھی نہ پایا تھا کہ بخت واژون نے کم شکی۔ ہے ہے۔

شاخ گل کو بھی نہ آتش نے چھوا تھا اسیر
خون تری آنکھون مین اے بلبل شیدا اترا

مگر مضیٰ ما مضیٰ سگذشت انچہ گذشت

ہوا جو کچھ سو ہوا ابس گذشتہ را صلوات
کہان تلک کوئی رویا کرے گلہ دل کا

حسن اور عشق نے آزاد سے آزاد کو اسیر کیا

کیا ملا ہم کو تیری یاری مین | رہے ابتک امیدواری مین
ہاتھ گہرا لگا کوئی قاتل | زور لذت ہی زخم کاری مین
دل جو بچھڑا ہوا صبا لائی | کس کی بو نکہت بہاری مین
روٹھ کر اُس سے مین جو کل بھاگا | ناگہان دل کی بیقراری مین
آلیا اُس نے دوڑ کر مجھکو | تاک کے اوچھل کی کناری مین
یون لگا کہنے بس واللہ نہین | پاؤن رکھ اپنا ہوشیاری مین
کب ملک مین بھلا رہون شب و روز | تیری ایسی مزاجداری مین

افسوس صد افسوس ہزار افسوس۔ ہائے ستم وائے ستم ہی ہی !!! حسن آرا حسرت تو یہ ہی کہ تمھارا نام بھی اچھی طرح زبان پر نہین لا سکتا کہ مبادا دشمن تمھارے درپے آزار ہو جائین۔ دور جا کے تمھارا نام زور زور لیتا ہون۔

خوف سے لیتے نہین نام کہ سن لے نہ کوئی
چپکے چپکے تمھین ہم یاد کیا کرتے ہین

حسن آرا یہ ستم ہی یا نہین تمھارا نام تک نہین لے سکتا۔

اُٹھ نہ ای درد جگر ابر بہاران سے لپٹ
رعد ہو صاعقہ ہو برق درخشان سے لپٹا

اب تو شوق شہادت ہی بس یہی خواہش ہی کہ جان جائے اور روح بہشت مین ہو۔ ع

سیر فردوس جو مطلوب تجھے ہو ای دل
تو نہ روح القدس و دامن غلمان سے لپٹ
کسمت خاک مین تو کھول کے بازو اپنے
دوڑ دروازہ پہ جا کر در جانان سے لپٹا

آرام دل کھویا عیش سے منہ دھویا۔ حسرت سے ناتا جوڑا۔ حرمان نصیب دل ہوا۔ یاس نے بھیانک صورت دکھائی۔ نومیدی استقبال کو آئی۔ اب سوچتا ہون کہ آخر یہ کس دن کے لیے سفر اختیار کیا اپنا ملک چھوٹا اور مصیبت جو اُٹھائی وہ الگ۔ کاش یہ سختیان ہندوستان مین برداشت کرنا پڑتین۔ ع

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بہ ملک مصر شاہی مے کرد
مے گفت گدا بودن کنعان خوشتر

یہ سب مصیبت جھیل کر اگر کوئی بھی اسقدر تسلی دیتا کہ حسن آرا کو ایک نظر دیکھ لو تو جی اُٹھتا مگر اب بے موت مرتا ہون شادی اور وصل کا تو ذکر ہی نہین ہم کہتے ہین کہ ایک نظر دیکھنے کی بھی اُمید نہین۔ ع

آس کہتے ہین جسے آس نہین پاس نہین
یاس ہی ہر کسی حالت مین مجھے یاس نہین

ہجوم انکار نے دیوانہ کر دیا دل کی دل ہی مین رہی۔ ع
لگا نے ٹھوکر گھری ہی نامرادی | تمنائے دل نکلے کدھر سے

ہم نے دیکھا کہ آج جوش بحر جنون کی انتہا ہی نہین ہی۔ قریب جا کر پوچھا اگر کوئی بات سمجھاؤن تو سمجھو یا نہ سمجھو۔ کہا۔

حضرت ناصح گرآئین دیدہ و دل فرش راہ
پر کوئی اتنا تو سمجھا دو کہ سمجھائین گے کیا

اور نہین کوئی لاکھ سمجھائے ہم ایک نہ سمجھین گے۔ ع

دست گلکاری مین میری سعی فرمائینگے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئینگے کیا

ان اللہ مع الصابرین والشاکرین۔ ع

منشین ترش تو از گردش ایام کہ صبر | گرچہ تلخ است ولیکن بر شیرین دارد

عزبن - صرف دو باتین کرنی ہین بس سنو تو کہون ورنہ خیر -

آزاد - ہم اپنے مطلب کی سُن لینگے اور تم اپنے مطلب کی کہوگی -

عزبن - ہم وہ بات کہین جو تمھارے حق مین اکسیر کی خاصیت رکھتی ہوگی - تم اب خدا جانے کہان جایا چاہتے ہو -

آزاد - ہش سیدھیسے! ہم ان گیدڑ بھبکیون مین آئین - ارے لاحول - آپ کسی اور کو جاکے ڈراؤ - ع

پرو شون ہی کی مین نے بھی آنکھین دیکھی ہین
مین ڈر نہ جاؤن گا آنکھین دکھائیے نہ مجھے

عزبن - اب آخری مرتبہ کہتی ہون کہ ہوش کی دوا کرو ورنہ بہت بُری ہوگی -

عزبن کہتی جاتی تھی مگر یہ اور ہی دُھن مین تھے اشعار حسرت بار ورد زبان اور چشم اشکبار خون چکان - ع

سر مدغم عشق بوالہوس را ندہند	سوز دل پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار	این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

اگر انصاف کی گردن کند چھری سے ریتی اور مجھ بیکس پر ظلم کیا تو خیر مگر انصاف سے بعید ہے - ع

خسرو غریب است و گدا افتادہ در شہر شما
باشد کہ از بہر خدا سوے غریبان بنگری

بیکس اور بے بس آدمی پر ظلم روا رکھنا وضع اہل آبرو کے خلاف ہے - ع

گر بر سر نفس خود امیری مردی	در بر دگرے نکتہ نگیری مردی
مردی نبود فتادہ را پائے زدن	گر دست فتادہ را بگیری مردی

شہزادی نے عزبن کو بلایا اور کہا اس سے جاکر کہدو کہ دو دن کے اندر ہی اندر ہم سے اقرار کرلے کہ جو ہم کہین وہ کرے ورنہ یہ شرطین ہین اُن کے خلاف کارروائی کی تو کڑا پہنچا دون گی -

۱- کسی سے بولنے نہ پائے - بات چیت کرنے کی قطعی ممانعت ہے

۲- دن کو تہ خانے کی کوٹھری مین بند رہے گا -

۳- کھانا صرف نو بجے شب کو پائے گا - آدھ سیر کی روٹی اور نمک اور ایک بوٹی گوشت کی دو آلو اُبالے ہوئے - اور ہفتے مین ایک بار جام شراب -

۴- مہینے مین ایک بار ٹھنڈا پانی ملیگا اور شام کو کھانے کے وقت دو پیالے پانی کے لیکن یہ اجازت نہوگی کہ کھانے کے بعد دوسرے وقت کے لیے پانی اُٹھا رکھے -

۵- گرمی مین آگ اور سردی مین برف کوٹھری کے قریب رہیگی -

۶- ایک ہفتہ مین من بھر گیہون پیسنا پڑیگا - چاہے ایک دن مین پیس ڈالے چاہے سات دن مین -

۷- ایک مہینے تک کی مہلت ملیگی کہ اپنی رائے بدل ڈالے ایک مہینے کے بعد ہرگز شنوائی نہوگی -

عزبن نے کل باتین آزاد سے کہین - آزاد نے کل شرطون کی نسبت اپنی رائے ظاہر کی - وہ یہ ہے -

۱- یہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہے - مین خوب غل مچاؤنگا چاہے جس کا جی چاہے قتل کر ڈالے - چاہے پھانسی دے -

۲- منظور تہخانہ ہو - چاہے جہنم ہو - اسکی پروا نہین ہے -

۳- کھانا ملے یا نملے - بلکہ نملے تو بہتر ہے -

۴- پانی کی بھی کچھ پروا نہین - کسی طرح موت تو آئے -

۵- ازین چہ بہتر منظور -

۶- ایک من کیا معنی رتی بھر تو پیسون نہین -

۷- ایک مہینہ کی مہلت نہین اگر دس برس کی مہلت ہو تو

آزاد اپنی بات پر قائم رہیں۔ س

دل مست جنون ست شرابش ندہند
خو کردۂ آتش ست آبش ندہند
ہر کس کہ ز احوال دل ما پرسد
آہے بلب آرند جوابش ندہند

میں وہی آزاد ہوں جس نے تیغ پر فتح حاصل کی جس نے بارہا علم نصرت بلند کیا۔ فصاحت میں فصحا کا دم اور بلاغت میں بلغا کا ناطقہ بند کر دیا۔ رنگین بیانی میں بلبلوں کو مات کیا سحر طرازی میں سحر بابل بھلا دیا۔ جادوگر میرے آگے ایک لونڈا ہے۔ جس وقت زبان کھولتا تھا خود فصاحت کا دم بند ہو جاتا تھا مگر اب س

در موسم پیری کہ سفر در وطن است
ہر روز جواب کاہش جان و تن ست
زین پیش بصد رنگ سخن می گفتند
اکنون اگر درد در خموشی سخن است

میں نے مانا کہ اس دلہن کے ساتھ بیاہ ہوا اور لطف زندگی اٹھایا۔ مگر س

گیرم کہ فلک ہمہ دمساز آید — ایام نشاط و طرب و ناز آید
یاران موافق از کجا جمع شوند — وین عمر گذشتہ از کجا باز آید

حسن آرا بیان کہاں ہیں۔ سپہر آرا کو کدھر ڈھونڈھوں۔ اللہ رکھی کیونکر ملیگی۔ بمبئی والی بیگم کہاں نظر سے گذرینگی س

پاے در زنجیر پیش دوستان — بہ کہ با بیگانگان در بوستان

اور موت سے تو خوف ہی نہیں کرتے۔

خواہی کہ تمام رتبۂ ابرار رسد — پسند کہ کس ماز تو آزار رسد
از مرگ میندیش و غم رزق مخور — کین ہر دو بوقت خویش ناچار رسد

نیم مرگ سے اندیشہ ہی کیا ہے۔ ہائے افسوس۔ ع۔ خود اپنی قضا کے نوحہ خوان ہیں س

اگر بخشے زہے رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا
سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

ایک ہفتہ کے بعد عربن نے آزاد سے آن کر کہا اے جوان مرغولہ مو یہ آخری سوال ہے اگر حکم کی تعمیل منظور ہے تو فہو المراد ورنہ اسی وقت سے اپنے کو قیدی سمجھ۔

آزاد نے کہا عربن تم تو ہزار بار کہہ چکے ہو کہ آخری سوال ہے۔ آخری سوال ہے اب ہم کسی سوال کا جواب نہیں دینا چاہتے۔ ع۔ ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم۔

عربن۔ ہاں خیر معلوم ہوا۔ یاد رکھو بہت روؤ گے آزاد

آزاد۔ رونے سے فائدہ س

عرفی اگر بگریہ میسر شدی وصال — صد سال میتوان بہ تمنا گریستن

عربن۔ ہم یہ زبان نہیں سمجھ سکتے۔ اسکے معنے کیا ہیں۔

آزاد۔ ہم کو سوال و جواب کا دماغ نہیں۔

عربن۔ اب دماغ کا حال تب معلوم ہوگا جب دن بھر میں ایک دفعہ کھانا ملیگا۔

آزاد۔ اور ہم اسکی پروا نہیں کرتے۔

عربن۔ افسوس کا مقام ہے ہزار افسوس کا مقام ہے۔

آزاد۔ ہائے معشوق یاقوت لب کو کہاں سے پاؤں س

دلبرے چو تو ندیدیم بنازک بدنی
کہ شود از نگہ گرم رخت یاسمنی

خداوند تو ہی مالک اور حافظ و ناصر ہے س

بزرگا بزرگی دہا بیکسم — تو کی یاوری بخش و یاری رسم

اب تو یہ نوبت پہنچی ہے کہ جان لبوں پر آگئی اور موت

ہر سمت سے بھیانک صورت دکھاتی ہی۔ صبح سے شور و شیون کرتا ہون تو شام تک دم نہین لیتا۔ جگر مین زخم آ پڑ گئے دل مین زخم از سر تا پا زخم ہی زخم ہین۔ ؎

ہر شب ز شور گریہ اختر شمار خویش
زخم گلوے صبح نمک بند کردہ ایم

ع۔ بن سمجھے کی کہ اب دیوانہ ہو گیا۔ مین ایک بات کہتی ہون یہ دو سو باتین کہتا ہی اور ایک صحیح تو پوری سنا دوے غلط۔

افسوس کا مقام ہی۔ کمال حسرت کے ساتھ آزاد پر نظر ڈالی اور کہا افسوس صد افسوس تیری جوانی پر رحم آتا ہی۔ اس قدر حسین اور خوش رو آدمی اور ایسا دیوانہ اب کی آن کے حکم سے اطلاع دونگی اور حکم یہی ہو گا کہ قیدخانے چلو۔ تمام عمر حسرت اور ناکامی کے ساتھ بسر کرو آزاد نے کڑک کر کہا۔ ؎

بگو شید مردانہ مردان نبرد	کہ ہنگام کین است در روز برد

دوسرے روز تین روسی پہلوان طلائی زنجیرین لیکر آئے ایک نے بہ آواز بلند کہا۔ اُٹھو اور زنجیر کھڑ کھڑا۔ دوسرا بولا حکم حاکم مرگ مفاجات۔ تیسرے نے کہا بس اب چون و چرا کی گنجایش نہین ہی۔ خود کردہ را چہ علاج آزاد پاشا قہر درویش برجان درویش کہتے اُٹھے۔ مگر آنکھون سے واقعی خون کے قطرے جاری تھے۔

روسیون نے اُنکی حالت زار پر رحم کر کے باہم مشورہ کیا کہ اس کو نشے کی کوئی چیز کھلا دو۔ فوراً ایک چاندی کے کٹورے مین پچاس برس کی پُرانی برانڈی لائے اور جام پلا دیا۔ ع۔ اک جام دے کے بیخود و حیران کیا۔

تہ خانہ مین شادان و فرحان گئے اور وہان بیٹھے۔ روسی رخصت ہوئے۔ آزاد نشہ مین بیہ مست تھے۔ مسہری پر لیٹے اور جب تک ہوش رہا یہ اشعار زبان پر لائے۔ ؎

بعزلت پا فشردم یا فتم آرام جان اینجا
جہان صحراے محشر بود بستم آشیان اینجا
دلم بہ ہیچ تسلی نمی شود صادق
بہار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

گو نشے مین چور اور سرمست و مخمور تھے مگر بے اختیار رونے لگے۔ ؎

بضبط گریہ عاجز ماندہ ام یا رب چہ حالست این
کہ آتش می نہفتم در دل اکنون آب می توانم

روسیون نے پولینڈ کی شہزادی کو اطلاع دی کہ آزاد کو قیدخانے مین بٹھا آئے اس بت سفاک کا بھی دل بھر آیا ایک گوشے مین جا کر خوب روئی۔ اور زبان حال سے بصد حسرت کہتی تھی۔ ؎

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدارا
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

شہزادہ ہمایون فر کا ماتم

الٰہی یہ کیا انقلاب ہی۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ شہزادۂ بلند اقبال سکندر سطوت پرنس ہمایون فر بہادر کے یہان دن عید اور رات شبرات تھی اور آج کہرام مچا ہوا ہے۔ کل دلبر جان مبارک باشد کی صدا آتی تھی آج بیوہ ہو رہا ہے۔ کل ہمایون فر جامے مین پھولے نہین سماتے تھے کہ دولہا بنین گے۔ آج اُن کی بیچاری والدۂ ضعیفہ سوگ نشین ہین۔ کل اُن کا بنین مارے خوشی کے

ہنسی ضبط نہیں کرسکتی تھیں۔ آج ہچکی نسیم تھمتی کل نشاط طرب سے اتراتے تھے کہ گوہر مقصود ہاتھ آیا۔ آج خدا جانے کس بحر مصیبت میں غوطے کھاتے ہیں۔ ہائے افسوس واے افسوس ہمایون فر کی بڑی بہن آبادی الزمانی بیگم ایک معصوم بچے کو گود میں لیے سر جھکائے رو رہی تھیں گریہ تلخ نے زندگی تلخ کردی مگر اس عفیفہ کے ضبط کے قربان۔ اف تک نہ کی۔ ہاں اشک بے آرام و پریشان روزگار نہ تھم سکے۔ شہزادے کی چھوٹی بہن غش میں پڑی تھی اور ایک چھوٹی بھانجی گھڑی گھڑی پوچھتی تھی۔ امی جان یہ سب کے سب روتے کیوں رہے ہیں کسی طرف سے صدا آئی ہائے بچے۔ کوئی بولی ہے ہے میرے لال کو کیا ہوا۔ ارے لوگو یہ بد نصیبوں جلی پر کیا قہر ٹوٹ پڑا۔

اب سنئے رونے والا گھر بھر اور سمجھانے والا ایک بھی نہیں سب اپنے اپنے ماتم میں مصروف تھے ہمایون فر کی والدہ ضعیفہ دستم رسیدہ رو رو کر کہتی تھی ہائے میں دکھیا اسی دن کے لیے اب تک جیتی رہی کہ اپنے بچے کی میت دیکھوں۔ ہے ہے ابھی تو اچھی طرح مسین بھی نہیں بھیگنے پائی تھیں کہ تمام بدن سر سے پانوں تک دریا میں بھیگ گیا اور آبادی الزمانی بصد حسرت کہتی تھیں۔ امی جان یہ مجھی بدبخت کے کانٹے بوئے ہوئے ہیں اے میرے بھائی جیتے جی مار ڈالا۔ ارے بھائی ہائے میرے شہزادے۔ میرے پیارے ذری آنکھ تو کھولو جانی ہائے جن ہاتھوں میں میں نے مہندی رچی تھی ان سے اب سر اور سینہ پیٹتی ہوں ارے میرے ہنس مکھ بھائی تیری بہن تیرے سرہانے بین کر رہی ہے۔ ہائے ذرا رحم نہیں

ایک بوڑھی عورت نے چھاتی پر دو ہتھڑ لگا کر کہا آج ہمارا قافلہ لٹ گیا اجڑ گئے ہائے ڈاکوؤں نے ہمارا لالا ہم سے چھین لیا۔ او شہزادے بیٹا دیکھو تمہاری اماں جان سر پیٹ رہی ہیں۔ ذرا مسکرا دو۔

اتنے میں سواریاں آنے لگیں ہے ہے یہ کیا ہوا شادی کے گھر میں یہ ماتم کیسا ہمایون فر کی مادر ضعیفہ نے کلیجہ تھام کر کہا ہائے یہ رانڈ بیوہ کا بچہ بن باپ کا بچہ اپنی بوڑھی ماں کو چھوڑ چلا۔ بیٹا مجھے کس کے سپرد کیا۔ اس فقرے پر گوہر نے بآواز بلند کہا (ہائے !!!) دو شہزادے اور کئی نوابزادے آئے جن کو اندر آنا تھا وہ محلسرا میں چلے گئے باقی باہر بیٹھے مصروف گریہ و زاری تھے ایک بولا سنا ہے میں سانس کی آمد و شد نہیں رہی دوسرے نے کہا ہائے کس بیکسی اور بے خبری میں چلے گئے کسی کی سنی نہ اپنی کہی۔ اتنے میں اس بدبخت ضعیفہ کی آواز آئی۔ ہائے بیٹا مجھے برباد کر چلے۔ ایک شہزادے نے کہا ذرا دل کو ڈھارس دیجیے مردے کی روح پر رونے سے بار ہوتا ہے۔ واسطے خدا کے ان لڑکیوں پر ذرا رحم کرو۔

سب سے یہی شیوہ ہے جہان گذران کا
دیکھے گا لحد جس نے شکم دیکھا ہے ماں کا

ایک عورت نے وفور غم سے چارپائی کے پائے پر سر دے مارا کھٹ سے بولا۔ مغلانیوں نے دوڑ کر سنبھالا تو اور ختجان نے کہا ہائے میرے ہمایون فر۔ مارے غم کے کلیجہ تک چھلنی کر دیا مہندی کے عوض خون رنگ لایا ہنسی خوشی کا منہ کہاں تھا۔ ہم تو ماتم عزیزان کے لیے پیدا

ہوئے تھے ہائے کیسے چپ سادھے لیٹے ہین ہمایون فر کی بہن سر پیٹ کر بولی - لوگو یہ اندھیر بھی کہین دیکھا ہے ایک گھر اور دو لاشین ماموں بھانجے کو ایک ہی وقت مین دم توڑتے کسی نے دیکھا ہے - ہائے ہائے ہم نے دیکھا ہے اشارے سے یہ ماموں کی لاش ہے ہائے اور یہ بھانجے کا لاشہ ہے اس پر کہرام مچ گیا اور اسقدر رپٹش ہوئی کہ کان پڑی آواز کا سننا محال تھا اور سب کی زبان پر یہی فقرہ تھا کہ ہائے ایک گھر دو لاشین ادھر ماموں ادھر بھانجا دنیا سے ترک تعلق کیے میٹھی نیند سو رہے ہین آبادی الزمانی بیگم نے نبض دیکھکر کہا ہائے ہاتھ پانون ٹھنڈے ہو گئے ہونٹون پر گرد اہٹ آ گئی دو اجل رسیدہ پڑے ہین ہے ہے قضا ان کو سنے گئی اور ہم منھ ہی تکتے رہے ہائے ہم سے کچھ نہ ہو سکا - میرے باپ مان کی کمائی لٹی جاتی ہے لوگو میرا بھائی جاتا ہے - وہ ضعیفہ مجبور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگی اور سب سے زیادہ حیرت کا مقام یہ ہے کہ کوئی سمجھانے والا نہین جس نے اس بیوہ صد سالہ کو اس حالت شیون مین دیکھا آبدیدہ ہو گیا ضبط گریہ نہ ہو سکا ہمایون فر کی بوڑھی مان بار بار نعش کے قریب جاتی تھی اور انواع و اقسام کے جگر خراش روح فرسا کلمے زبان پر لاتی تھی ارے لوگون یہ قبلہ رو کس کا لاشہ رکھا ہے ارے میرے لال کو اس طرح چادر کس نے اُڑھائی بہن بولی ذرا منھ سے بولو بھائی - میرے باپ کی کمائی ہائے میرے بھائی آج بھائی کا ماتم کر رہے ہین اور کل سمجھتے تھے کہ پرسون برات سجیگی چوشلے سنائین گے بھائی اٹھو لال جان تمھارے سر جانے پر ماتم کر رہی ہین ہائے بھائی ذری آن کر سمجھاؤ تو ضعیفہ نے کہا ہائے میرے بچے کیا اس لاڈ سے آج ہی کے دن کے لیے پالا تھا کہ ہم بچ جائیں کہ تم کو روئین اور آپ چادر تانے بے خبر سوئین ہائے کوئی سوتے مین سے جگاؤ امی جان جدا ہوتی ہین بھائی (کان کے پاس منھ رکھ کر) بھائی بھائی ہائے چلاتے چلاتے لب خشک ہو گئے کیون یہی کہتے تھے کہ بہن حشر تک تم کو نہ چھوڑون گا ہائے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے تمھاری محبت سے منھ نہ موڑونگا سوئی دنیا تو جیسی کی تیسی قائم ہے مگر تم سدھارے بھائی مین سمجھائے دوگی قول ہارے ہو قول پورا کرو تو جہان چاہے جاؤ ہائے یہ کیا ہوا بیٹا مان سے بھائی بہن سے جدا ہوتا ہے ہے ہے ابا جان بھی چھوڑ گئے اب بھائی بھی جاتے ہین -

تمام شہر مین خبر ہو گئی کہ بلقیس مرتبت شہزادی مومنہ پاک پر آفت آئی کہ اپنے فرزند دلبند کا ماتم کر رہی ہے کس ناز و نعم سے پالا تھا اندھیرے گھر کا اجالا تھا یہ عالم پیری ایک لڑکا وہ بھی جوان دلبند اور سعادتمند - شادی کے دنون مین اس بیکسی کے ساتھ چل بسے تو قلق کیون نہ ہو ؎

در ماتم تو دہر لباس شیون کرد	لالہ ہمہ خون دیدہ در دامن کرد
گل جیب قبائے ارغوانی بدرید	قمری نمد سیاہ در گردن کرد

تھوڑی ہی دیر مین صاحب ضلع اور ان کے اسسٹنٹ اور صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور دو میجر ایک کرنل اور پروفیسر صاحب مرزا ہمایون فر کی کوٹھی مین داخل ہوئے اور دم کے دم مین کوئی انیس تیس ہزار آدمی جمع ہو گیا ایک پر ایک گرا پڑتا - سب کی زبان پر لفظ الامان الحق - نوحہ خوان تھی جسکو دیکھو دیدہ مجروح سینہ مجروح آنکھون سے آنسوؤن کے فوارے چھوٹ رہے تھے اس ضعیفہ نیم جان کو روتے روتے غش آ گیا ایک خادمہ نے کیوڑا چھڑکا پانی پلایا عطر لائی لخلخہ سونگھایا جب ہوش آیا تو کہا بیٹا ہم شگون

سے منہ دھوتی ہین اور تم آرام کے ساتھ سوتے ہو ہم بے آرام جاگا کرتے ہین تم آنکھین بند کئے ہوئے سو رہے ہو اور اتنا نہین تا کہ امان کو دلاسا دو ہم بکا اور بین کرتے ہین تم پوچھتے تک نہین ہائے مین خستہ تن کیا کرون یا اللہ مین کیا کرون ہائے مین کس سے آسرے سے جیون خاتون جنت کی قسم تو میری مٹی تباہ کر چلا ہائے بیٹا تو تو دولھا بنا تھا سوچے تھے کہ شہنائی آگے آگے بجتی ہوگی دو تین ہون گی جلسے ہون گے۔ ناچ اور رنگ ہوگا وہ سب تو خواب ہو گیا ستارے کی گردش نے ایسا رلایا ایسا رلایا کہ دین اور دنیا دونون سے گئے گذرے ہائے آف آف۔ اُف ہائے مین کیا کرون مین واری میرے لال مین صدقے میرے بچے۔ مین قربان یا خدا کسی تدبیر سے میرا شیر دل بچا اُٹھ کھڑا ہو چاہے مین مر جاؤن ہائے اس وقت موت آئے تو کیسی جی جاؤن۔ از سر نو زندہ ہو جاؤن ارے میرے بیٹے کل تو دولھا بنیگا اُف دلھن کی طرح منہ گھونگھٹ مین ہے خدا جانے کسی کے خیال مین اسوقت مرزا ہمایون فر پڑے آرام کر رہے ہین کسی نے کچھ کر دیا یا کس کے عشق مین جان دی کہ آنکھ بند کی تو کھولنے کی قسم کھائی ہے ؎

بسے خیال تو آمد بخواب آسودیم
وگر زہم نگشادیم چشم گریان را

ہمایون فر دل وجان سے سب تیرے مشتاق ہین خدا را
ذرا ایک نظر صورت دکھاؤ اللہ جانتا ہے سب مشتاق ہین ؎

شوق مشتاق، آرزو مشتاق جان مشتاق ہے
دیدہ مشتاق آشکارا دل نہان مشتاق ہے

دل اور دیدہ سب مشتاق ہین مگر ہائے۔

اتنے مین مرزا ہمایون فر کے ایک بہت بڑے دوست یہ خبر وحشت اثر سنکر آئے آتے ہی گریبان چاک کر ڈالا اور سینے پر دو ہتڑ لگا کر رونا شروع کیا دیوانہ وار اِدھر اُدھر تڑپتے پھرتے تھے اور یہ اشعار حسرت بار زبان پر لاتے ؎

مرا راز دل آشکارا نہین
وہ دریا ہون جسکا کنارا نہین

وہ گل ہون جدا جس سے ہو جا رنگ
وہ بو ہون کہ جو آشکارا نہین

وہ پانی ہون کہ شیرین نہین جسمین شور
وہ آتش ہون جسمین شرارا نہین

بہت زال دنیا نے دی بازیان
مین وہ نوجوان ہون کہ ہارا نہین

فقیرون کی مجلس ہے سب سے جدا
امیرون کا یان تک گذارا نہین

جہنم سے ہم بیقرارون کو کیا
جو آتش پہ ٹھہرے وہ پارا نہین

پھرے دوست جب ہو گئی قبر بند
کھلا اب کہ کوئی ہمارا نہین

لوگون نے سمجھایا کہ ذرا صبر کرو سوچو تو کہ اسوقت اس جوان مرگ کی مادر غمزدہ پر کیسی گذرتی ہوگی دنیا جائے آسایش نہین ہے حسرت اور ناکامی اور حزن اور اندوہ اور پریشانی ان سب کی مہمانی ہے۔ واحسرتا واویلا ؎

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید
ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

اللہ بس باقی ہوس۔ آہ نوجوان ہمایون فر اور یہ حسرتناک خبر

درو لیست اجل کہ نیست مانع
شہنشاہ وگدا است حکم و فرمان

ایک روز ہم بھی اسی طرح سوتے ہونگے یہ وہ شربت ہے جو سب کو چکھنا ہوگا یہ وہ راہ ہے جسکو سب طے کرینگے ؎

صد حیف کہ گلرخان گلشن پوش شدند
وز خاطر یکدگر فراموش شدند

آنانکہ بصد زبان سخن میگفتند
آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

چند آدمی دنیا سے دولہا کی بے ثباتی کی نسبت گفتگو کرنے لگے۔ ایک نے کہا بھائی جان جس نے دودھ پیا اور مان کے پیٹ سے نکلا وہ شربت اجل بھی پیئے گا اور قبر کے شکم مین جائے گا۔ ؎

نہ گور سکندر نہ ہی قبر دارا | مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے

مگر اس دور روزہ زندگی کے لیے انسان خدا جانے کیا کیا فکرین کرتا ہی۔ ع

ہر دم ہی خیال عذر خواہی دل مین
مطلق نہین کچھ خوف الٰہی دل مین
نامے کی طرح خطا مین گذری سب عمر
بالون پر سپیدی ہے سیاہی دل مین

ہاے افسوس واے افسوس ادھر دم نکلا ادھر کچھ بھی نہ تھا۔ جو پیدا ہوا ضرور مصائب سہے گا۔ ضرور ایک روز قبر مین ہوگا۔ ع

چل جلد اگر قصد سفر رکھتا ہی
تو کچھ بھی مآل کی خبر رکھتا ہی
راحت دنیا مین کس نے پائی ہی انیس
جو سر رکھتا ہی وہ درد سر رکھتا ہی

ضعیفہ کی یہ کیفیت کہ خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے یہ سن اور یہ حزن و ملال ہاے ستم واے ستم۔ ع

آنکھون مین اشک لب پہ فغان اور دل مین درد
ہاتھون مین رعشہ چہرۂ اقدس کا رنگ زرد
صدمے سے ہاتھ پاؤن کبھی گرم گاہ سرد
قشل کمان خمیدہ مگر گیسوؤن پہ گرد

آبادی الزمانی بیگم کی آنکھین روتے روتے خون کی سی سرخ ہوگئین جیسے لہو کی بوٹیاں ضعیفہ کو کئی عورتین سمجھاتی تھین مگر وہ مصیبت کی ماری زبان حال و قال سے بصد محن یہ کہتی تھی۔ ع

ایک جان حزین تا بکجا رنج اٹھائے | راحت اب اسی مین ہی کہ جلدی چل بسئے

ادھر تو یہ شور و شیون اور فغان و محن تھا مگر حسن آرا بیچاری سے لوگون نے یہ راز سربستہ بالکل مخفی رکھا بلکہ حسن آرا اور گیتی آرا ایک کو نہ معلوم ہوا صرف بڑی بیگم اور عباسی اور جہان آرا راز دان تھین بڑی بیگم نے جیسے ہی یہ خبر پائی آنسو آنکھون سے جاری ہوگئے مگر بڑے استقلال سے فوراً انتظام کیا عباسی سے کہا کہ تو جاکر کہدے کہ ہمایون مرزا اچھے ہین اُن کا چھوٹا بھانجا جاتا رہا اور جہان تک ممکن ہو باغ مین ٹہلین کوٹھے پر نہ جائین عباسی باغ مین گئی۔

عباسی۔ بیچئے حضور خبر آگئی شہزادے بہادر اچھے مین اللہ کے فضل سے وہ تو سب طرح سے بخیریت ہین مگر اُن کا بھانجا وہ بچہ بیچارہ معصوم جاتا رہا ان کی بہن بیچاری پر بجلی گر پڑی۔ ہاے ہاے۔

حسن آرا۔ ہان اُن کی بہن کا لڑکا۔ ہاے ہاے کیسا پیارا پیارا گورا گورا لڑکا تھا اور ہنس مکھ بڑا ستم ہوگیا۔

سپہر آرا۔ ابھی سن کیا تھا۔ وہی آبادی الزمانی بیگم کا لڑکا نہ۔

عباسی۔ جی ہان اجی کوئی تین برس ایک کا ہوگا بڑا پیارا تھا مگر قضا سے کیا چارہ ہی۔

عباسی نے اس طرز پر بیان کیا کہ چارون بہنون مین اور کوئی نہ سمجھ سکی مگر جہان آرا تاڑ گئی کہ دال مین کالا کالا ضرور ہی فوراً اٹھکر محلسرا مین گئی تو بڑی بیگم کو دیکھا [illegible] و پریشان کہا امی جان صاف صاف بتاؤ۔

بڑی بیگم۔ کیا بتاؤن ہمایون فر چل بسے مگر چپ چپ کیسے!!!

جہان آرا۔ (چیخ ہوکر بہ آواز بلند) ہائین!!!

بڑی بیگم۔ چپ چپ۔ سپہر آرا نہ سننے پائے۔ مین سنے

گاڑی تیار ہونے کا حکم دیا ہے چلو باغ کو چلین وہان دو گھڑی اُن کا دل بہلے گا یہان تو یہ خبر ضرور سنین گی۔ تم کچھ ذرا بھی ذکر نہ کرنا۔

جہان آرا۔ (گھبرا کر) امی جان۔ ہائے یہ کیا ہوا۔

بڑی بیگم۔ واسطے خدا کے بیٹی چپ رہو بڑا برا وقت جاتا ہے۔

جہان آرا۔ ہمارے قلب کا عجب حال ہے۔ اندر روا لا نہین تھمتا۔

بڑی بیگم۔ صبر کرو صبر کرو سپہر آرا کے قلب کا بھلا کیا حال ہوگا۔

جہان آرا۔ تو اسکو کوٹھے پر جانے دین وہان ضرور سو دیکھے

بڑی بیگم۔ ہرگز نہین کہین ایسا نہ کرنا۔ اللہ اسپر اب رحم کرے

جہان آرا۔ (رو کر) ہائے یہ کیا ہوا۔ اُف جی گھبراتا ہے ہمکو نہ لے چلیے نہین سپہر آرا سمجھ جائین گی ہم سے رونا ضبط نہ ہو سکے گا۔ کہا مانیے ہمکو نہ لے چلیے ہم کو نہ لیجیے اماں جان

بڑی بیگم۔ یہی ہے یہان اتنے بڑے مکان مین اکیلی کس کے پاس رہو گی کہنا مانو۔

جہان آرا۔ یہ منظور ہے مگر آنسوؤن کا ضبط ممکن نہین ہے

بڑی بیگم۔ یا میرے اللہ میری بیٹی کو آفت اور بلا سے بچائیو سپہر آرا جو سنیگی تو کہرام مچائیگی ہائے یہ کیا ہوا۔ کیسا خوبصورت لڑکا تھا اور سعید مگر اس موت کا منہ کالا جسنے آج یہ دن دکھایا۔

بڑی بیگم نے فوراً سب لڑکیون کو بلایا اور کہا باہر پردہ ہے سواری تیار ہے چلو باغ کی سیر کرین آج جی بہت گھبراتا ہے۔

سپہر آرا خوش ہو گئی کہا امان جان میرے دل کی بات کہی سا ہو ہو۔ مین ذری ڈوپٹہ تو بدل لون۔

عباسی عطر تو لے چلو سنگاردان سے چلو مرہات نکال لو

سپہر آرا دل مین خوش تھین کہ باغ کی سیر کرینگے مگر یہ خبر ہی نہ تھی کہ بڑی بیگم کس سبب سے باغ لیے جاتی ہین چارون بہنین ایک پالکی گاڑی پر سوار ہوئین عباسی پیچھے دو چوبدار ساتھ ہوئے بڑی بیگم صاحب فنس پر سوار ہوئین مہریان ادھر اُدھر کونے دبائے چلنے لگین۔ دو مغلانیان ڈولیون پر سوار ہو کر ہمراہ ہوئین۔ چوبدار ساتھ تھے راہ مین سپہر آرا اور حسن آرا اور گیتی آرا آپس مین مزے مزے کی باتین کرتی تھین۔ مگر عباسی اور جہان آرا کے دل پر بجلیان گرتی تھین۔ بارے خدا خدا کرکے باغ مین سواریان داخل ہوئین اور بسم اللہ کہہ کر کہارون نے فنس رکھی اُدھر لڑکیان اُدھر بڑی بیگم اُترین۔ باغ مین پہلے ہی پردہ ہو گیا بڑی بیگم صاحب ایک کمرے مین بیٹھین۔

جہان آرا نے کہا ہم تھک گئے ہین۔ بہن ذرا لیٹنے کو جی چاہتا ہے مگر حسن آرا اور سپہر آرا اور گیتی آرا گلگشت چمن کرنے لگین۔ ان کو کیا معلوم تھا کہ ہمایون فر بیچارے پر اسوقت کیا گذر رہی تھی۔

سپہر آرا نے موقع پا کر عباسی سے کہا ایک دن ہم اور ہمایون فر اس باغ مین ٹہل رہے ہونگے نکاح ہوا اور ہم انکو باغ مین لے آئے دس پانچ روز یہان ہی رہین گے عباسی کی آنکھون سے بے اختیار آنسو نکل پڑے دل مین کہنے لگی کدھر خیال ہے کون ہمایون فر کیسا نکاح وہان جنازے اور کفن کی تیاریان ہو رہی ہین یہ نکاح کی دھن مین ہین۔ ہائے افسوس

فیروزہ خانم

ایک پرانی مگر آباد بستی مین دو نوجوان عورتین رہتی تھین فیروزہ خانم اور فرخندہ اس گانون مین کوئی ڈیڑھ ہزار گھر آباد

تھے مگر ان سب میں دو ٹھاکروں کے مکان عالیشان تھے اور تیسرا خانم صاحب کا چھوٹا اور خوشنما بنگلہ یہ دونوں عورتیں خوبصورت اور خوش قطع تھیں کہ گاؤں بھر میں سب عورتوں سے ان کا نمبر بڑھا ہوا۔ لیکن گو خدا نے حسن سیرت کی دولت سے مالامال کیا تھا اور اللہ کا دیا روپیہ بھی ضرورت کے موافق کافی تھا جوانی اور جوبن بھی پھٹا پڑتا تھا مگر جو خوشی اور جو بات اس سن میں ہونی چاہیے اسکا کہیں پتا نہ تھا

فرخندہ خانم کو جس نے دیکھا ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔ شباب کا آغاز۔ سرو قامت بت طناز جس وقت ذرا تن کے چلتی تھی خرام ناز سے طاؤس و کبک کے دل ہلتے تھے۔ لیکن گفتگو سے اداسی پائی جاتی تھی فرخندہ پر بھی غضب کی پھبن تھی اور ہر دم بناؤ چناؤ کے ساتھ رہتی تھی۔ گاؤں والوں کو حیرت تھی کہ یہ دونوں نوخیز اور حسینہ اس موضع میں کیوں آن کر فردکش ہوئی ہیں اور طرہ یہ کہ کوئی مرد ساتھ نہیں۔ اگر بد وضع ہیں تو شک ہوا کہ کچھ دال میں کالا کالا ضرور ہے کسی نے کہا شاید لڑکا پیدا ہونے والا ہے اس خوف سے گوشۂ عافیت ڈھونڈھا کسی نے صلاح دی کہ کوئی حریف ان گرہستوں کو بھگا لایا ہے اپنے اپنے ذہن کی رسائی کے موافق سب رائے زن تھے ع۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔

فیروزہ خانم کے ہاں گاؤں کی صرف دو عورتیں جانے پاتی تھیں۔ ایک تنبولن۔ دوسری بیلداران باقی اور کسی کے آنے کی اجازت نہ تھی۔ یاران سر پل توہ میں تھے کہ ان کے ہاں کا کچھ بھید کھلے مگر کسی کی سمجھ میں خاک نہ آیا۔ تنبولن اور بیلداران سے پوچھتے تھے تو وہ بھی آئیں بائیں شائیں اڑا دیتی تھیں کسی سے پتہ نہیں لگتا تھا۔

ایک روز اس گاؤں میں سویرے منھ اندھیرے ایک کانسٹبل کا گذر ہوا۔ پولیس کا آدمی۔ گاؤں والوں پر شیر فرعون بے سامان آتے ہی ایک دکاندار سے شکر مانگی آپنے کہا شکر نہیں گڑ ہے۔

کانسٹبل نے آؤ دیکھا نہ تاؤ چھوٹتے ہی گالی دے بیٹھا دکاندار نے کہا گالی نہ زبان سے نکالو۔ اتنا کہنا تھا کہ کانسٹبل نے بڑھکر دو گھونسے لگائے اور دکان کو درہم برہم کر دیا۔ سامنے والا دکاندار مارے ڈر کے شکر لے آیا

حضرت نے فرمایش کی کہ کالی مرچ لاؤ ہم بغیر کالی مرچ کے شربت نہیں پیتے۔ وہ بیچارہ کالی مرچ بھی لے آیا آپنے دو دو لٹیے شربت کے پیے اور کنوئیں کی جگت پر لیٹ کر للکارنے لگے سوچے کہ جو چادر نیچے بچھی ہے وہ مٹی ہو جائیگی۔ سامنے ایک لالہ پیسے اور روپیے رکھے بیٹھے تھے کانسٹبل نے اٹھکر کہا۔

لالہ معاف کیجیے گا پہلے یہ چادر تو اٹھا دو۔ لالہ بولے ہمارے پاس کوئی اور بچھونا نہیں ہے بس یہی ایک بستر ہے۔ کانسٹبل اٹھکر دکان پر گیا اور چادر الٹ دی اور کنوئیں کی جگت پر بچھا کر لیٹا۔ لالہ بیچارہ منہ تکنے لگا۔ یہ ذات شریف غافل سو رہے تھے کہ ایک عورت پانی بھرنے آئی پاؤں کی آہٹ جو پائی تو چونک اٹھے اور غل مچا کر کہنے لگے (او سسری الگ ہٹ) اور سنو چلیں ہاں سے گھڑا سر پر رکھکر پانی بھرنے سے چھٹا نہیں کہ کون لیٹا ہے کون بیٹھا ہے الگ ہٹ۔ دس پانچ آدمی جو اس مقام پر کھڑے تھے

تھر تھر سنگ آگ ہو گئے۔

ایک نے کہا یہ تو گنوئیں کے مالک بن بیٹھے۔ اب ان کے مارے کوئی پانی نہ بھرے۔ او کہار سے ٹھٹے ہیں۔ دوسرا بولا صراف کی دکان سے چادر میں لائے شکر مفت میں خریدی۔ شربت پیا۔ اندھیر ہے تیسرے نے صلاح دی کہ سب کے سب ملکر صاحب کو عرضی دو۔ گیان سنگھ اس کانسٹبل کا نام ہے۔ اتنے میں گیان سنگھ نے ایک ٹھاکر کو ڈانٹ بتائی۔ روک لے ٹٹو۔ ہم چالان کرینگے۔ ہونہہ چلے مرغی کے برابر ٹٹو پر ٹھمک ٹھمک!۔

ٹھاکر۔ کیوں کیوں روک لیں۔ ہم اپنی راہ راہ جاتے ہیں کیوں روکیں۔

کانسٹبل۔ کیا کچھ بڑے حاکم بن کے آئے ہو۔ روک لو یہ زمی ہی چلو تمھارا چالان (ٹٹو کی باگ پکڑ کر) ہو گے تو دو برس کو جاؤگے سرکاری افسر سے زبان ملانا یا سرکاری کام میں روکنا جرم ہے۔

راوی۔ سرکاری افسر!!۔ شانِ خدا۔ آپ افسر کب سے ہوئے۔

ٹھاکر۔ تو زخم کہاں ہے۔ ہم ایسے ویسے ٹھاکر نہیں ہیں ہم بھی پڑھے لکھے ہیں ہم سے بہت وہ باتیں نہ کرنا۔ ہاں واہ وا۔

کانسٹبل۔ ہم بھی ان پڑھ نہیں ہیں۔ لے اب بے چالان کئے نہ چھوڑینگے۔

اتنے میں دو ایک آدمیوں نے آن کر دونوں کو سمجھایا کہ بھئی جوان۔ چھوڑ دو عزت دار آدمی ہیں۔ اس گانوں کے ٹھاکر ہیں ان کو بے عزت نہ کرو (آہستہ سے کان میں) تمھارا منہ میٹھا کر دینگے۔ ادھر ٹھاکر کو سمجھایا کہ روپیہ دھیلی لے دے کے الگ کرو۔ کہاں کی جھنجھٹ لگائی ہے مفت میں چالان کر دیگا تو گانوں بھر میں ہنسی ہوگی۔ کچھ یہ سمجھے کچھ وہ سمجھے۔ اٹھنی نکال کر کانسٹبل کے نذر کی تب جا کے پیچھا چھوٹا۔ عیاذاً باللہ۔

اب تو گانوں میں اور بھی دھاک بندھ گئی پنہاریاں خوف کے سبب سے پانی بھرنے نہ آتیں۔ یہ ادھر ادھر للکارنے اور ڈپٹنے لگے غلے کی چند گاڑیاں سامنے سے گذریں اور حضرت نے للکارا۔ روک لے روک لے کیوں بے پٹری پر کیوں نہیں جاتا۔ یہ سڑک تو صاحب لوگوں کی بگھیوں کے لیے ہے۔ ایک گاڑی بان نے کہا اچھا صاحب اب پٹری پر کر دی اٹھ کے ایک طمانچہ لگایا پٹری سے اتار اور سنو۔ ایک تو جرم کریں۔ دوسرے ٹرائیں۔ اب سب کے سب دنگ ہو گئے کہ ٹرایا کون تھا اس بیچارے نے تو ان کے حکم کی تعمیل کی۔ یہ اسکو ٹرانا بتاتا ہے۔ حلوائی سے کہا ہم کو سیر بھر پوری تول دو وہ بھی کانپ رہا تھا کہ دیکھیں کب شامت آتی ہے۔ کہا اچھا ابھی حکم دیا کہ آلو کی ترکاری ہو۔ کہا آلو تو ہمارے پاس نہیں ہیں مگر اس کھیت سے کھدوا لاؤ تو ابھی ابھی معاملہ ٹھیک ہو جائے گنے بھر کی دیر تھی۔ رپ رپ کرتے ہوئے چلے۔ کسان سے کہا۔ ارے آلو دے۔ ایک آدھ سیر آلو کھود دے۔ اسکو شامت اعمال نے گھیر (دکھاکر کہا) "صاحب چار آنہ سیر ہے جاہے لیو چاہے نہ لیو" سمجھ جاؤ "بھیا تین آنہ کے دام سے چار آنہ بہت ہے۔ تین آنہ سیر لو" "سو نہ چار آنہ چاہے لیو چاہے چلے جاؤ"۔ کہنہ بہت اس

"اچھا ساڑھے تین آنے کے دام لے لیں اب کہو دو گے"
"ہم تو روپیہ کے چار سیر بیچت۔ چار آنہ کے سیر بھر"
"اچھا یہی لاؤ۔ یون ہی سہی مگر بڑے بڑے سا چھے اچھے ہون"

کسان سیر بھر آلو لایا۔ کانسٹبل نے حلوائی کو بلایا اور کہا ابھی ابھی پوری ترکاری تیار کر۔ جب چلنے لگے تو کسان نے پیسے مانگے۔ اس کے جواب مین کانسٹبل نے کہ شہ زور تھا اس غریب آدمی کو اٹھایا اور دے پٹکا۔ اور لگا کیون سالے بڑے ہی جلے تھے چار آنے سے کوڑی کم نہ لونگا کیا مل لگی ہو چار آنے مانگتے تھے۔ چار آنے لو گے ؟ یا چھ آنے (گھونسا لگا کر) لے اب کیا لے گا ہم دام کیسے سودا خریدین تو حکومت کر چکے تو کسان ہو کے اور ہم سے غرانے (چپت جما کر) اور دام مانگے گا بے ہونہہ۔ کہنے لگے چاہے تو چاہے چلے جاؤ سالے ہم ان لوگون مین ہین جو خالی خولی چلے جاتے ہین لے اب دو سیر آلو اور دے نہین تو مار تمہارے اتو کر دونگا۔

کسان۔ دہائی بڑے صاحب کی۔ دہائی کپتان صاحب کی دہائی ہے۔

کانسٹبل۔ ہان ہماری حکومت اور ہماری ہی دہائی ہے اچھا ٹھہر جا۔

کسان۔ دہائی ہے کمپنی بہادر کی سالے ڈانٹتا ہے۔ دہائی۔ دہائی ہے۔

کانسٹبل (دھول لگا کر) اب چار سیر آلو دے گا تب چھوڑون گا۔

راوی۔ اور اگر دو چار منٹ اور نہ دے تو کھیت کا کھیت گنوا دیجیے۔

کانسٹبل۔ ہم حاکم ہین یہان کے ہمارا اتنا بھی (رعایت) نہین ہے کیا۔

راوی۔ اس مین کیا شک اور (رعایت) کیون نہو۔ حضور حاکم ہین یہان کے ایسے ویسے اگر صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کو اطلاع ہو جائے تو پھر آپ کی حکومت دیکھ لین۔ خوش بخت رکھی رہے وہ خوب واقف ہین کہ عدل کسے کہتے ہین۔

	بہ نیم بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد زنند لشکریانش ہزار مرغ بہ سیخ	

کسان سیر بھر آلو لیں۔ پیسا نہ دیں۔ اور اوپر سے مارت ہے۔

اترائین۔ اور گویا ستم ہے۔ الٹی کا پلو ابکت ہے۔ رام کرے دیہی بھوائی کھائے جلے۔ ناس گاڑے کا۔

کانسٹبل۔ اٹھا کے کنوئین مین پھینک دون گا۔ دم سے۔ اور ہنسنے ہو نہہ۔

لوگون نے پھر کہا سمجھایا کہ تم کسان ہو اور وہ سرکاری آدمی۔ اس کے منہ کیون لگتے ہو۔ الغرض دو سیر آلو اور لے مرے۔ حلوائی کو چھ پیسے دیے سیر بھر پوری کے چھ پیسے بڑی فضول خرچی کی۔

حلوائی۔ یہ بھی رہنے دو چھ پیسے مین ہمارا کیا بھلا ہوگا بھلا۔

کانسٹبل۔ خوشی تمہاری۔ لاؤ۔ آلو تو ہمارے ہی تھے یا تمہارے تھے۔

حلوائی۔ بس اب سب پیسی کا ہو گرے ہے پھر ادھر نہ آؤ۔

کانسٹبل۔ تم اس گاؤن کے نہین معلوم ہوتے شین قاف خوب درست ہے معلوم ہوتا ہے شہر کے ہو کیون بچ کم لے

جلوائی۔ ہان حضور شہر کے تو نہیں ہین گنوار ہین بڑھا تھا۔

کانسٹبل۔ تو اچھا پھر دو پیسے اور لو۔ تم بھی کیا یاد کرو گے

حلوائی۔ کیا خوب بڑا احسان کیا۔ اچھا لائیے جو دیجیے وہی سہی

کانسٹبل نے کہا میان ہمکو تو یہی دیا کوئی اور ہوتا تو اتنا بھی نپاتا ہم حاکم ہین پلیس کے آدمی یا کوئی ایسے ویسے۔ کوئین پر جھکر پوریان چکھین پانی پیا اور حلوائی سے گلوریان منگوائین۔

کانسٹبل پوری خوب چکھ کر جھپک گئے تو گھوڑے بیچ کر دو گھنٹے تک لمبی تانی خراٹے لیا کیئے۔ دو گھنٹے کے بعد اٹھے تو دیکھا کہ پسینے مین شرابور تھے۔ ایک گنوار کو بلا کر حکم دیا کہ پنکھا جھل۔ وہ بیچارہ پنکھا جھلنے لگا۔ جب حضرت غافل ہوئے تو اُس نے اُن کی لٹیا اور لکڑی لی اور چلتا دھندا کیا۔ شاباش۔ یہ اُن کے بھی اُستاد نکلے۔

کانسٹبل کی آنکھ کھلی تو خدمتگار ندارد پنکھا جھلنے والا کا پتا ہی نہین ارے! ادھر دیکھا۔ اُدھر دیکھا۔ پنکھا قلی۔ پنکھا والا۔ اُٹھے تو لٹیا غائب لٹھ ندارد۔ این واہ واہم سمجھے تھے کہ بیگار پکڑا۔ اور وہ ہمین کو اُلٹا چکما دے گیا۔ لوگون سے پوچھا۔ دھمکایا۔ ڈرایا کہ باندھے جاؤگے۔ قیدخانے بھیجے جاؤگے۔ مگر کسی نے شنوائی نکی اور بتلائے کون سب خون جگر پیئے بیٹھے تھے جس وقت گنوار لٹیا اور لکڑی لیکر بھاگا لوگون نے اور شہ دی اشارے سے کہا کہ بھاگ۔ آنکھ نہ کھلنے پائے چلیے وہ اور بھی شیر ہو گیا پھر کیا تھا۔

کانسٹبل نے چوکیدارون کو بلایا اور دھمکایا ابھی ابھی پتا لگاؤ۔ اسی دم ڈھونڈھ لاؤ۔ نہین چالان کر دون گا۔ گانوٴن کے ٹھاکر کے پاس گئے۔ کہا اسی دم دوڑ آئیگی اور گانوٴن بھر پھونک دیا جائیگا۔ نہین تو اپنے آدمیون کی معرفت پتا لگایئے۔

ٹھاکر۔ اب لے ہم کس کس آپا ٹوکری سپرہ کا کہان ڈھونڈھین

کانسٹبل۔ ہم نہین جانتا۔ ٹھاکر ہو کے اور ایک چور کا پتہ نملے۔ واہ۔

ٹھاکر۔ تم ہو تو پلیس کے نوکر ہو۔ ڈھونڈھ نکالو نہ چور کا۔

کانسٹبل۔ ہم گانوٴن کو جلادیگا۔ کس مافق بات ہیگا۔

راوی۔ اللہ اللہ۔ اب تو اور ہی زبان مین گفتگو کرنے لگے

ٹھاکر۔ بھیا۔ چپا ہو۔ ارے گھرے کا بیٹھے دیو تنک کہو ایک بات سن جاے۔

کانسٹبل۔ اسوقت سے شام تک پتا لگے تو اچھا ورنہ بُری ہو گی۔

ٹھاکر صاحب سے لوگون نے کہا کہ یہ کانسٹبل بڑا شوربشت ہو آپ صاحب کو لکھ بھیجیے کہ ہماری رعایا پر بدعت کرتا ہو ابھی موقوف ہو جائیگے۔ وہ بولے کہ ہم سرکار دربار کے آدمیون سے مقابلہ نہین کرتے۔ کانسٹبل سے پوچھا تمھارا کتنے کا نقصان ہوا اُس نے کہا کہ کوئی ڈھائی روپیہ کا اُنھی کو حکم دیا چپا ان کو اڑھائی روپیہ دلوا دو چپا نے دو روپیہ آٹھ آنہ اُن کے ہاتھ دھرے جو دو آنے کی لٹیا گئی اور دو پیسے کی لکڑی اس کے عوض ڈھائی روپے پائیے

کانسٹبل وہان سے خوش خوش آیا۔ کنوین پر جا کے پانی پیا وبستی کی سیر کرنے لگا۔ اسیون کے گھر تاکے نکو ہوئی کہ کسی روپیہ والے سے کچھ لے مرین۔ چلتے چلتے ایک مقام پر دیکھا کہ جھولا پڑا ہوا ہے اور کئی لڑکیان آزادی اور خوشی کے ساتھ جھولا رہی ہین آپ بھی کھڑے ہو گئے وبچارہ

پالکدامن عفیفہ کنواری لڑکیاں تمام عمر گانوں میں رہی تھیں اور بے تکلفی سے باہم ملکہ ہنستی بولتی کھیلتی تھیں۔ اس شریر النفس آدمی نے جو گستاخانہ نظر ڈالی تو یہ لڑکیاں شرمائیں جو جھولے پر تھیں وہ چپکے سے اتر آئیں جو زمین پر تھیں وہ ہمجولیوں کے ساتھ کھیت میں چلی گئیں۔

کانسٹبل ایک ہی شریر اور بد وضع آدمی کھیت کی طرف چلا۔ وہ وہاں سے بھی بھاگیں۔ ایک تو نامحرم دوسرے سرکاری وردی ڈانٹے تیسرے بد ذات آدمی کچھ عرصہ تک کانسٹبل نے ان کو دق کیا۔ آخرکار ایک گھوسی کی لڑکی نے اپنے باپ سے جاکر کہہ دیا وہ پہلوان تھا۔ اور انتہا کا اجہل سنتے ہی آگ ہوگیا چٹ لنگوٹ باندھ کر سامنے آیا۔

پہلوان ۔ تو کون ہے رے۔ کہاں رہتا ہے کیوں رے بول

کانسٹبل ۔ کیا بیدھا تو نہیں ہوا ہے۔ ہونہہ چالان کر دونگا

پہلوان ۔ اچھا ٹھہر جا رے آ سامنے۔ آ سامنے۔ اب تو ملیں

پہلوان نے بڑھ کر ایک و جٹ میں کانسٹبل کو زمین پر گرایا ابا را رادھوں۔ گھوسی نے اوپر سے ایک لات اور جمائی گانوں کی چھوکریاں کسی اور طرف کھیلتی تھیں۔ صرف دو کسانوں نے کانسٹبل کی درگت دیکھی جھاڑ پونچھکر اٹھکر ٹھڑے ہوئے اور بستی کے دوسری طرف سیر کے لیے چلے اتفاق سے اس وقت فیروزہ خانم اپنی چھت پر کھڑی بال سلجھا رہی تھیں کہ کانسٹبل کی نظر پڑی حیرت ہوئی کہ این الٰہی کوہ دشت زا میں اور یہ پیاری صورت۔ فرشتہ دیکھے تو ہزار جان سے عاشق ہو جائے۔

کانسٹبل ۔ ارے یہ کس کا مکان ہے۔ کوئی ہے اس مکان میں رے۔

پڑوسی ۔ اس مکان میں ایک بیگم رہتی ہیں اس وقت کوئی مرد نہیں ہے۔

کانسٹبل ۔ تو کون ہے۔ تو ہی آ۔ چل جلدی۔ آیا۔

پڑوسی ۔ حاضر ہوا (باہر آن کر کہئے)۔

کانسٹبل ۔ اس میں کون رہتا ہے اور مکان کسکا ہے ہندو یا مسلمان۔

پڑوسی ۔ مکان تو ایک اہیر کا ہے۔ ال آ میں بیگم کی حلیت

کانسٹبل ۔ کہو دروازے پر آئیں۔ بلا لاؤ۔ پکار کے کہدو۔

پڑوسی ۔ واہ واہ وہ پردہ نشین ہیں وہ دروازے پر نہ آئینگی۔

کانسٹبل ۔ کیا پردہ نشین۔ پردہ کیسا۔ بلاتا ہے کہ گھس جاؤں گھر میں۔ پردہ لیے پھرتا ہے۔

کانسٹبل نے جو سنا کہ بیگم ہیں اور گھر میں کوئی مرد بھی نہیں ہے تو اور بھی شیر ہوگیا۔ دھمکانے کے لئے کہا۔ لے اب دروازہ کھول دو ہم پہچان گئے اشتہاری مجرم ہے اتنا سننا تھا کہ فیروزہ خانم کے ہوش اڑ گئے۔ فرخندہ سے کہا اے ہاے اب غضب ہی ہو گیا۔ ارے میں اب کیا کروں بھاگ کے یہاں آئی تھی کہ دنیا سے الگ تھلگ پڑ رہونگی ع

ذغم وزرو ذغم کالاسع ۔ بہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیداست

یہاں بھی بلا سے نجات نہ پائی ۔

فرخندہ نے کنکھیوں سے دیکھا تو کانسٹبل وردی ڈانٹے دروازے پر موجود۔ کانپنے لگی کہا ادئی اس موئے سے خدا سمجھے کہاں سے پتا لگاتا آیا ہے۔

فیروزہ ۔ تمھیں معلوم نہیں ہے ہم ایک اور مصیبت میں بھی مبتلا ہیں۔

فرخندہ ۔ تو اس پولیس کو کہاں سے اسکی خبر ہوئی ۔

فیروزہ۔ اب کیا بتاؤن۔ اس وقت کون اس سے جواب سوال کریگا۔

فرخندہ۔ ٹھہریے پڑوسی شاید کام آئین۔ بی ہمسائی کچھ چپکے سے بی ہمسائی کو پکارا۔ کہا ذری اپنے میان سے کہو کہ اُن کو سمجھا بجھا کر ٹال دین۔ وہ بولین میان تو کچھ بہر سے باہر ہین جواب سوال کر رہے ہین۔ مگر وہ موا سنتا ہی نہین ہے۔ کہتا ہے کہ ان کو ہم نے پہچان لیا ہے۔ یہ میان کن کے پاس آن کر رہی ہین۔ ان پر تو کئی جرم ہین۔ اتنا سننا تھا کہ فیروزہ اور فرخندہ اور بھی کانپنے لگین ؎

ہر دم زمانہ داغ غم بر جگر نہد
یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر نہد

ابھی ایک مصیبت سے بچی دوسری مین گرفتار ہوگئی۔ ادھر اس سے خدا خدا کر کے نجات پائی تو آج اس موذی نے یہان گھیرا۔ فیروزہ خانم اپنے دل مین سوچنے لگی کہ اگر مین افعال ناشایستہ کی مرتکب نہوتی تو آج یہ روز بد کیون دیکھتی۔ اُسکے دل پر بڑا صدمہ تھا از ماست کہ بر ماست کہکر روتی تھین۔

فرخندہ سمجھاتی جاتی تھی کہ بیوی خدارا اسوقت استقلال سے کام لو اگر ہاتھ پانوئن پھول جائینگے تو کرنے دھرتے کچھ نہ بن پڑے گی مگر اس بیچاری عفت مآب کو خدا جانے کیا کیا باتین یاد آتی تھین اور کون کون خیالات خون رلاتے تھے خود کردہ را چہ علاج۔ ہائے اگر کچھ دن ادھر فیروزہ خانم کو معلوم ہوتا کہ ان افعال کا یہ نتیجہ نکلے گا تو ایسا کیون کرتین۔ ان کی سوانح عمری سے سبق حاصل کرنا چاہیے ؎

باز آگر از عمر م گنہ تا قدم نگہ داشتم
کو ہی کہ در رہ داشتم از گریہ ہامون کردمش

تمام انام زیبا کلام فیروزہ خانم نے ساری خدائی سے ترک تعلق کر کے ایک گوشہ عافیت مین بسیرا کیا تھا مگر یہان بھی چین نہ آیا۔ پولیس کے آدمی کا نام سنتے ہی روح لرزنے لگی بڑے بناؤ چناؤ سے کوٹھے پر کھڑی تھین یہ کیا خبر تھی کہ کانسٹبل سب کی کسر انھین سے نکالے گا اور پھول مین پور رہا تھا کہ مبادا تھانہ دار نے بھیجا ہو۔ یا شاید برق انداز کے قتل کی مین قرار دی گئی ہون۔

اب تو ناظرین سمجھ ہی گئے ہونگے کہ یہ فیروزہ خانم کون ہین اور فرخندہ کون ہے۔ فیروزہ خانم کو اس وقت صرف دو خیال تھے۔ ایک یہ کہ اگر تھانہ دار نے اس سپاہی کو پر چک دی ہے تو دستہ کا سامنا ہے بے آبروئی قدم قدم پر صورت دکھاتی تھی دوسرا خیال یہ تھا کہ اگر مین اپنی ماں کو دکھ نہ دیتی اور افعال ناملائم کی مرتکب نہ ہوتی تو آج میرے دروازے پر کانسٹبل نہ کھڑا ہوتا۔ آزاد کی جدائی کا غم کیا کم تھا اور نشتر پہ نشتر لگا ؎

سانس دیکھی تن بسمل مین جو آتے جاتے
اور چرکا دیا جلاد نے جاتے جاتے

داغ مجبوری نے اور بھی صدمہ پہونچایا۔ اور فرقت نے خون رلایا ؎

از داغ مجبوری تو بر دل نشانی ماندہ بود
ہم مہ ز نو بستم از غم افزودن کردمش

ایک دفعہ خیال آیا کہ اگر آزاد اس وقت ہوتے تو کانسٹبل کا اب تک منہ بگاڑ دیا ہوتا۔ بھلا اس پیلوے کی جرأت ہوتی کہ دروازہ کا کتا ہو تو بہ ایک ذرا سی بات مین بھاگ کھڑے ہوتے۔ استغین کانسٹبل نے دروازے پر لات ماری اور کہا

کھول دو۔ دروازہ ہم دوڑ لائے ہین محلے والون مین سے دو آدمی کانسٹبل کو سمجھانے لگے۔ ایک نے کہا۔ بھئی تمھارے پاس سمن نہ سفینہ۔ پھر کس کی رو سے روا کھٹکھٹاتے ہو ایسا بھی کہین ہوا ہے اور اس بچاری کا جرم تو بتاؤ کانسٹبل نے اکڑ کر جواب دیا۔ جرم چل کے صاحب سے پوچھو جن کے بھیجے ہم آئے ہین سمن سفینہ دیوانی کے مذکوری واسطے ہین۔ ہم پولیس کے آدمی ہین دوسرے محلے والے نے آگے بڑھکر کہا سنو بھئی جوان۔ گنوار تو ہم لوگ ضرور ہین مگر کوئی لودھے یا چمار یا پاسی نہین۔ شیخ ہین اور پڑھے لکھے۔ تم اس وقت بڑی جبر کر رہے ہو اگر اسی طرح رعایا پر ظلم کروگے تو کوئی کاہیکو رہنے پائے گا ؎

رعیت چو بیخ است و سلطان درخت
درخت ای پسر باشد از بیخ سخت

رعایا پر جبر روا نہین۔ کانسٹبل نے جو رعایا کا لفظ سنا تو اور بھی اکڑ گیا کہا اپنا نام بتاؤ۔ ہم رپٹ بولین گے کہ سرکاری کام کو آئے اور اس شخص نے آن کے ہمین ٹوکا اور کام نہین کرنے دیا سرکاری کام مین خلل ڈال دیا تم اپنا نام بتاؤ تب تو وہ بھی جھکڑائے اور چپکے سے لپے ہوئے گنوار آدمی کانسٹبل کی گیدڑ بھبکیون مین آ گئے۔

فیروزہ خانم محلے والون کی تقریر سنکر ذرا خوش ہوئی۔ سمجھین کہ خیر ہماری طرف سے بولنے والا تو کوئی ہے مگر جب دیکھا کہ جو شخص حمایت کرتا تھا وہ خود بھاگ کھڑا ہوا تو زمانہ سچ ہے چہار طرف سے اپنی بھیانک صورت دکھانے لگی۔ عالم جوانی اور یہ تنہائی اور پریشانی غریب الوطنی اور بے سروسامانی۔ الامان الامان۔ اس حالت زار مین آزاد کو یاد کر کے یہ اشعار زبان پر لائین ؎

درد من کشتۂ شمشیر جفا میداند
سوز من سوختۂ داغ جفا میداند
مسکنم ساکن صحرای فنا میداند
ہمہ کس حال من بے سروپا میداند
پاک بازم ہمہ کس طور مرا میداند
عاشقی ہیچ سنت نیست خدا میداند
چارۂ من کن و مگذار کہ بیچارہ شوم
سر خود گیرم و از کوے تو آوارہ شوم

کانسٹبل نے غل مچا کر کہا۔ تمھارا نام لکھا گیا تھا۔ اور مخبرون نے مخبری کی ہے کہ تمھارے لڑکا ہونے والا ہے سو ہم کو حکم ہے کہ دروازے پر پہرا بیٹھے۔ یہ جگر خراش فقرہ سنکر فیروزہ خانم بہت روئین۔ اگر کوئی برچھی مارتا تو البتہ اسقدر رنج نہ ہوتا جسقدر رنج اس فقرہ سے ہوا۔

فرخندہ بھی دنگ ہو گئی اور کانپنے لگی۔ ہے ہے یہ کیسے موئے جھوٹے نے تہمت تراشی۔ اللہ کرے اس پر ظلم بردار کا علم گرے بی ہمسائی نے جو یہ خبر سنی تو دانتون سے انگلی دبائی۔ ارے یہ غضب خدا کا۔ اور سنا ہمین آج تک معلوم ہی نہ ہوا۔ اپنی بہن سے باتین کہنے لگین۔ ایک بڑی ہم بھی سوچتے تھے کہ ہا امہ یہ ایسی قبول صورت اور جوان جہان عورت شہر سے بھاگ کے گاؤن مین کیون آئین چال ڈھال وضع قطع سے کوئی بات پائی نہین جاتی تھی اور یہ معلوم ہی نہ تھا کہ یہان کچھ اور ہی گل کھلنے کو ہے۔ مگر ہمین آج تک تمیز نہ ہو سکی۔ ان کی بہن نے کہا

ہمین تو شک کیا یقین ہو گیا کہ کچھ دال مین کالا کالا ضرور ہے مگر تو ڈر نہ کر تو خدا کے غضب سے ڈر۔ اب ہم کو جا کے دریافت کرنا پڑا۔ ہے ہے کیسی بے آبروئی ہے۔ فیروزہ خانم کو ہم ایسا نہین سمجھتے تھے۔

راوی۔ کیونکر سمجھتین۔ کبھی پہلے تو سابقہ ہوا نہ تھا۔ افسوس

خوان شناخت بہ یک روز از شمائل مرد
کہ تا کجاش رسید است پایگاہ علوم
ولے ز باطنش ایمن مباش و غرہ مشو
کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم

افسوس ہے کہ فیروزہ خانم کی پاکدامنی بی ہمسائی کی نظروں مین اب نہین جچتی اب شک کے عوض یقین ہونے لگا کہ فیروزہ خانم کا چال چلن اچھا نہین ہے۔ کمال افسوس کا مقام ہے

فیروزہ۔ فرخندہ اب کیا کرین۔ اب کچھ کہتے دھرتے نہین بن پڑتی۔

فرخندہ۔ حضور اب قسمت پھوٹ گئی۔ میان آن کے بھی چین نہ ملا۔

فیروزہ۔ کہین اس وکیل کی شرارت تو نہین ہے۔ ایک ہی ہدفات ہو موا۔ مگر وہ تو سٹری ہے۔ اس پگلے کو ایسی کہان سے سوجھتی۔

فرخندہ۔ اور شاید اس سپاہی کو کسی اور کا دھوکا ہوا ہو پوچھے کون۔

فیروزہ۔ بی ہمسائی سے کہو کہ اپنے میان سے کہوائین ہمارا نام پوچھو۔

فرخندہ نے کوٹھے پر جا کر بی ہمسائی کو آہستہ سے پکارا اور کہا ذری اپنے میان سے کہو کہ اس سپاہی سے کل حالات دریافت کرین۔ نام تو پوچھین کہ ان کا نام کیا ہے۔ کہین دھوکا تو نہین ہوا۔ سب باتین پوچھین بی ہمسائی کچھ دیر کے بعد سوچکر بولین۔ فرخندہ ہم اب اس معاملہ مین دخل نہ دینگے۔ اوہ۔ تمھاری بیوی نے تو اچھا جال پھیلایا تھا۔ جو ہمارے میان کو معلوم ہو جائے کہ یہ ایسی ہین تو محلے سے کھڑے کھڑے نکلوا دین۔ فرخندہ نے ہاتھ جوڑ کر استدعا کی کہ حضور اس وقت ساتھ نہ چھوڑین یہ سب بہتان ہی بہتان ہے۔ بالکل۔ جھوٹ۔ محض لغو۔ سب غلط۔ ایسی بات ہے بھلا۔ اچھا یقین نہ آئے تو چل کے دیکھ لیجیے۔

اتنے مین بی ہمسائی کے میان بھی آ گئے۔ بی ہمسائی نے کہا نادھر کے آیا سنا کیا کہتا تھا۔ کچھ سنا بھی۔ یہ تو بڑی وہ نکلین۔ فرخندہ اُن کی طرف مخاطب ہو کر بولی۔ خانصاحب ذری آن کو سمجھا دیجیے۔ یہ ہمارا بڑا مصیبت کا وقت ہے اس گاڑھے وقت آڑے آئیے خدا اجر دیگا۔

خان۔ کیون گڑگڑاتی ہو۔ سپاہی جھک مارتا ہے جھک مریگا۔

فرخندہ۔ اچھا آپ فیصلہ کرا دین۔ جو مانگے وہ ہم سے اسی دم لے۔

خان۔ ان پاجیون نے ناک مین دم کر دیا ہے اور رعایا اس طرف کی ایسی بودی ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ بس کچھ نہ پوچھو ورنہ اگر کوئی ایک تھپڑ بھی دے تو میان کو معلوم ہو جائے کہ سرکار نے ان پیادون کو انتظام کے لیے مقرر کیا ہے یا جنت کے لیے۔ یہ لوگ زمین پر قدم نہین رکھتے سرکار کو معلوم ہو تو کھڑے کھڑے نکال دیے جائین چکیون مین دردن

پھن جائے۔ ؎

سفلہ چو جاہ آمد و سیم و زرش	سیلی خواہد بضرورت سرش
آن نشنیدی کہ فلاطون گفت	سور ہمان بہ کہ نباشد پرش

فرخندہ۔ میان تم ذرا بچا دوگے۔ اس نگوڑے نے ناک میں دم کر دیا۔ دو گھنٹے سے مو اغل مچا رہا ہے۔ او بجو اپنی تباہی منہ پر آتا ہے بک اٹھتا ہے۔ ہائے آفت گھر میں کوئی مرد نہ تھا۔ خان۔ خاموش رہو سکوت اختیار کرو چپکی ہو رہو ملو کیا۔ ؎

ہر قسم پیچ مضمون جز بہ لب بستن نگی۔
خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

ایک چپ ہزار بلا کو ٹالتی ہے۔ یہ کیمیا کا نسخہ ہے۔

خان صاحب کی بیوی نے کہا ہماری تشفی نہیں ہوتی سرکار دربار کا آدمی دروازے پر یوں کبھی نہ آئیگا۔ پہلے ان سے پوچھو کہ شہر میں ان سے کس کس سے قرابت اور رشتہ داری ہے کوئی ہے یا کوئی نہیں اور یہ پوچھو کہ یہاں کیوں آنکر رہی ہیں۔ کوئی نہ کوئی وجہ خاص تو ضرور ہے ہم ان کے پڑوس میں نہ رہینگے کل کو اونچ نیچ ہو تو ہم بھی گیہوں کے ساتھ گھن کی طرح پسیں۔

کانسٹبل دروازہ گانسے بیٹھا تھا کہ ادھر سے ایک گھوسن کا گذر ہوا۔

گھوسن کمسن اور سفید پوش تھی۔ سر پر دودھ کی ہنڈیا قریب سے گذری۔ تو کانسٹبل نے روکا محصول دیے جاؤ ہم بے محصول لیے نہیں جانے دینگے۔ گھوسن نے کہا صاحب چاہے سب کا سب دودھ پی لیو چاہے چھوڑ دیو حاکم ہو ہم رعایا ہیں حضرت نے کوئی آدھ سیر دودھ لیا حلوائی سے شکر لائے اور مزے سے دودھ کھا کر محلے والوں سے فرمائش کی کہ کوئی جاکے گلوری لاؤ۔ گلوریاں آئیں کھائیں ٹہلنے لگے۔ مگر مکان کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔

فرخندہ نے خان صاحب کو دو روپے دیے اور کہا جا کے یہ دیدیجیے شاید مان جائے۔ اب کیا کسی کا گھر لے گا۔

خان صاحب نے دو روپے دیے تو کانسٹبل آگ ہو گیا یہ روپیہ کیسا۔ کس واسطے دیا۔ ہم رشوت نہیں لیتے۔

خان صاحب بگڑ کر بولے کہ سنو میاں جو بہت بڑاؤ گے تو ہم دوست بھی بنائیں گے۔ منت کرتے ہیں ہاتھ جوڑتے ہیں سنتا ہی نہیں اتنا تاکس پر ہے تو۔ کس بہتے پر تتا پانی بنگے کا پیادہ ہے تو اور ہم نمبردار ہیں رئیس ہیں۔ تیری کیا اصل حقیقت ہے۔

کانسٹبل نے خان صاحب کو سر تا پا دیکھا۔ کہا کیوں شامت آئی ہیں۔ ہم پولیس کے لوگ ہیں۔ جس وقت چاہیں تم ایسے کو دھر دادیں مگر خیر اس کا جواب ہم دینگے نبیدہ خواہ شد اور ان بیوی کا تو یہاں رہنا دو بھر ہو جائیگا یہ اب آزادی کے ساتھ نہیں رہ سکتیں۔ کیا مجال اگی تو ہم فکر کر لیں گے اور تم کو ایسا ذلیل کرینگے کہ عمر بھر یاد رکھو گے ہاں کبھی پولس کے جوان سے بھی سابقہ پڑا تھا دیکھو تو سہی جاتے کہاں ہو۔ اول تو تم یہ بتاؤ کہ تمھاری معاش کیا ہے۔ تم نے کہہ دیا کہ ہم نمبردار ہیں اور ہم مان گئے اور تو یہ ہم بھی پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ پھر یہ سوال ہے کہ یہ عورت تم کہاں سے بھگا لائے ہو۔ اور اوپر سے باتیں بناتے ہو سوپ کیا کہے چھلنی کو کہ جس میں نو سو چھید۔ تم اور ہم کو للکارو۔

خان صاحب نے موچھوں پر تاؤ دیا۔ اچھا بابا ہم ہی کائیں یا تم ہی کاٹیں۔ یوں تو یوں ہی سہی۔ بسم اللہ۔ قسم ہے جو

کوئی دقیقہ اٹھا رکھون ۔

کانسٹبل وہان سے روانہ ہوا - چوکیدار کے ذریعہ سے گوشت والے سے گوشت مفت مین لیا کسی دکاندار سے برتن لیے گوشت روٹی چاول دال ترکاری پکی اور منہ سے چکھی ایک پیسہ اپنی گرہ سے صرف نہین کرنا پڑا - جب کھا پی چکے تو گانو کے باہر نکل گئے ۔ وہان جا کے ایک گاڑی پکڑی - گاڑی بان نے کہا جمعدار صاحب میری لڑکی بہت ماندی اور (بیاکل) ہے مجھے چھوڑ دیجیے ۔

اس بیچارے گاڑیبان کی لڑکی سخت علیل تھی اور صرف ایک ہی اولاد تھی - اس شقی کانسٹبل نے علالت اور بیقراری کا حال سنکر اور بھی پانون پھیلائے - دو چار آدمیون نے سمجھایا - ایک بولا بھئی جانے دو - تم اور گاڑی پکڑ لو - یہ بیچارہ حیران ہے ۔

کانسٹبل نے جواب دیا - اجی یہ اسی طرح ٹال دیا کرتے ہین - ان کی نہ کہیے - دوسرے نے سمجھایا کہ اچھا اور گاڑی دیکھو - اسکو ڈپٹ دیا - تم چپ رہیگا - اور گاڑی دیکھیے اور گاڑی دیکھیے لایا وہان سے تو بیچ مین بولنے والا کون ہے

اتنے مین ایک سفید پوش مسافر یابو پر سوار آیا - وہ بھی گئے

مسافر - بڑے سنگدل آدمی ہو جی - ملا ہون لاؤ چھوڑ دو -

کانسٹبل - کپتان صاحب نے منگوایا ہے چھکڑا ۔ چھوڑ دون آپ کا ذمہ ۔

مسافر - کیون اس بیچارے کو دق کرتے ہو اسکی لڑکی علیل ہے

کانسٹبل - آپ جائیے - ایسی طرح کے بہلانے کیا کرتے ہین چھوڑ دے جانے بھر کے صاحب سے نکلوا باہر کر اسی دم گاڑی میں جا کے لاؤ

راہرو - اچھا تو بھائی تم اور ہی گاڑی جا کے بیگار پکڑو -

کانسٹبل - بھائی جھگڑا کیا ہے اب عمر بھر اسی پھیر مین رہین -

آخرکار نوبت یا نیجا رسید کہ گاڑی بان چھکڑا چھوڑ کر اپنی گاڑی کی طرف چلا جاؤ ہم چھکڑا لاؤ کرا سب چھاڑ جائے ۔

کانسٹبل نے بڑھکر ایک سٹیپ جمائی اور بیٹے سکیا تا در جاد سب جانتے ہین چل سلے شاور ابھی لے چل چھکڑا حاکم کا حکم ہی لادی - اور لطف یہ چھکڑا کسی حاکم نے منگوایا نہ تھا - مطلب سعدی دیگر است مطلب یہ تھا کہ کچھ دے نکلے جب اس بیچارے نے دیکھا کہ یہ ہاری مانتا ہے نہ جیتی تو سات پیسے دے کر ایک کر دے ۔

شام کو ایک چبوترے پر آپ نے بستر جمایا - حقہ ایک چوکیدار سے بھروایا اور لیٹ کر حقے سے دھوان دھار تمباکو اڑانے لگے ۔

اتنے مین تحصیل کا ایک چپراسی آیا پوچھا - یار تم آج دن بھر یہان رہے اور کوئی کام نہ کلا - اور ہم نے سنا ہے کہ کچھ بنا بھی لے چلے تو ہم لوگ مفت ہی مین بدنام ہین -

کانسٹبل نے کہا تم لوگ مفت مین بدنام نہیں ہو جب ہم پولیس مین رہ کر اس قدر پیدا کر لیتے ہین تو تحصیل کے چپراسیون کو خدا جانے کیا کچھ مل رہتا ہوگا - کہا یہ اپنی اپنی قسمت پر ہے - ایک ہم ہین کہ پانچ روپیہ تنخواہ کے ملتے ہین اس کے سوا اور کا نہین چھونا ہوتا ہے ایک تم ہو کہ دو تین روپیہ ایک دن مین بنا لے چلے تم لوگ دیر کے بعد چپراسی نے کہا لے سلام اب ہم اپنے بستر کے جانے مین ہاو مر رخصت ہو کر چپراسی گیا ادھر چوکیدار نے کان مین کہا کہ (مولا صاحب) ایک جگہ کچھ آپ ہے

جو ہجور روئی ہجار ملجائے تو کیسا۔ ایک مہاجن کی جورو
اس گاڑی سے پیر پورے جات ہی۔ مار گہنا۔ مار گہنا
لدی ہی کانسٹبل اُٹھ بیٹھا۔ کہا بھلا کتنی دور جانا ہی۔
چوکیدار نے کہا یہان سے چھ کوس ہی۔ پوچھا آدمی
کتنے ساتھ ہین۔ کہا ایک گاڑی بان۔ ایک چھوکرا۔ یہ سن کر
کانسٹبل کی باچھین کھل گئین۔ کہا پھر مار لیا ہی مگر ہمارے
ساتھ کون کون آدمی چلے گا۔

چوکیدار نے دو برہمنون اور دو پاسیون کا نام لیا اور
کہا چار یہ ہین اور دو ہم اور تم۔ چھ آدمی ہوے مار لینگے
گرا دینگے۔ چھین لین گے۔

کانسٹبل تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ کہا ہمارے
نزدیک ایک آدمی اور ساتھ لے لو۔

چوکیدار بولا یہ کون بڑی بات ہی۔ ایک پاسی اور بڑھا دینگے

کانسٹبل۔ ہم مار کے گرا دینگے۔ دو ہون چار ہون
دس ہون چاہے جتنے ہون۔

چوکیدار۔ ارے صاحب ہوئے دیو۔ پھر دیکھو سیر۔

کانسٹبل۔ ابھی ایک ہاتھ مین گرا دون مگر رقم دو ہزار کی ہو

چوکیدار۔ دوئی ناہین بلکہ اور چار ہزار کی۔

کانسٹبل۔ مزے ہین خوب جشن اُڑائین گے۔

چوکیدار۔ تو ہجور ہم جائے سب ٹھیک کری۔

چوکیدار نے اپنے ساتھی بدمعاشون کو آمادہ کیا۔
وہ سب خوشی کے ساتھ چوکیدار کے مکان پر آئے۔ ایک
شخص نے بیان کیا کہ مہاجن کی بیوی تین ہزار کا زیور پہنے
سلی پہ جاتی ہی۔ ایک عورت ساتھ ہی اور ایک بہلی اور ایک چھوکرا
چوکیدار بولا (او گاڑی بان) چھوکرا گاڑی بان باری

تین آدمی بلکہ تین کا ہیکو ڈھائی سمجھیے اور عورت تو کسی گنتی ہی
مین نہین ہی۔ اتنے مین ایک آدمی جا کے کانسٹبل کو بلا لایا۔
کانسٹبل نے کہا سب پکی پوڑھی کر لو۔ وقت دریافت
کر لو کہ کس وقت روانہ ہون گے ہم آگے جا کے گاڑی بان
سے باتین کرینگے مگر بھیس بدل کر۔ اور کبھی گھن گائین گے
کبھی شعر پڑھین گے۔ ع

نسرین بہ چمن برند مگر بدن این است
با غنچہ صبا دم نزند گر دہن این است

چوکیدار ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے۔

ایک۔ سڑان ہی سالی کا پلوا بکت ہی۔ اور کا کہی ہو ہونہا
دوسرا۔ پارسی بولت ہی بو سالہ صوا ے دیسی بھیا ہان۔
تیسرا۔ تم تو سب کو ڈبوؤ گے۔ پارسی بولب کون وہ ہی
چوتھا۔ تم تو کانسٹبل ہی بنے رہو۔ اور دوڑ کے آؤ کہ چور
آئے چور آئے ڈاکو آئے لینا لینا بھاگنے نہ پائین۔ بس گئے نہ
عقلمندی یہی ہی۔

کانسٹبل۔ ہان جس مین نمبر بھی بڑھے اور روپیہ بھی ملے اور
نام بھی ہو۔ ع۔ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔

چوکیدار۔ مذا ہجور وہان پارسی نہ بولین۔ گنوار ہمی پاسی
کا ڈھائین۔

کانسٹبل۔ دا اکر اکس ابے ہم شعر نہ پڑھین گے۔ ع

ناصح کے ساتھ چلتے ہوں دوڑ کر کے رشک
دیکھیں تو پہلے کون پہنچے منزل کے پاس

راوی۔ لیلٰی صفت پر آئے گنتا وزن کا شعر پڑھ دیا۔
یہ سب آدمی کر کس کر ایک باغ مین جو تیرہ ڈنا تھا جب
سے غیر شب کو فیروزہ خانم نے کھانا نہین کھایا اور بیار بار

یہی سوچا کین کہ ثریا بیگم سے اللہ رکھی ہوئی اور اللہ رکھی سے جوگن اور جوگن سے سبحان پھر ثریا بیگم اب فیروزہ خانم نام رکھا۔ مگر چین نہ آیا۔ ہائے ان افعال قبیح سے خدا سمجھے حرکات بد کا یہی نتیجہ ہے۔

اب سنیے کہ مہاجن کی گاڑی بارہ بجے رات کو اس باغ کی طرف سے گذری آگے بہلی پیچھے گاڑی۔ چھوکرا ماہی پر بیٹھا عورت گاڑی کے اندر تھی ڈاکوؤں نے مشورہ کیا کہ بس یہی موقع ہے۔ لینا لینا کہتے ہوئے چھ آدمی دوڑ پڑے آتے ہی گاڑی بان کے ایک ڈنڈا رسید کیا۔ وہ تیورا کے گرا انہوں نے بیل کھول ڈالے بہلی لٹنے کے جھپٹا مگر دو چوکیداروں نے ڈنڈوں سے گرا دیا۔ ڈاکوؤں نے عورتوں کو گاڑی سے اتارا خادمہ سے کہا اپنی بیوی کا زیور اتار دے۔ اس نے انکار کیا۔

مہاجن کی بیوی نے رو کر کہا (اتار کیوں نہیں دیتی۔ اور جو وہ خود ہاتھ ڈال بیٹھیں تو کیا ہو) خادمہ نے زیور اتار دیا۔ چھوکرا بیچارہ الگ کھڑا کانپ رہا تھا اسنے میں ایک سمت سے روشنی نمودار ہوئی اور کہاروں کی ہوں ہوں کی آواز آئی ڈاکوؤں نے اپنا راستہ لیا۔ اور کانسٹبل دو چوکیداروں کو لیکر غل مچانے لگا۔ چور، چور چور چور

گانوں والے دوڑ پڑے لینا لینا۔ جانے نہ پائے۔

ڈاکہ پڑا۔ ڈاکہ پڑا۔ موقع واردات پر پہونچے تو دیکھا کہ دو عورتیں زار زار رو رہی ہیں۔ چھوکرا کھڑا آنسو بہاتا ہے۔ ایک بیل سڑک پر بیٹھا ہے دوسرے کا پتہ نہیں۔ بہلی ٹوٹی پڑی ہے گاڑی بان ڈنڈے کی ضرب سے کراہتا ہے۔ صاحب کی ڈولی آن پہونچی اترے۔ حال پوچھا۔ ڈولی میں سولہ کہار تھے صاحب کو حکم دیا کہ جنگل میں تلاش کرو۔ مگر ڈاکو لے دے کے چل دیے تھے پتا کہاں سے ملتا۔

صاحب۔ ول کسی کا غل نہیں ہوا۔ بولتا نہیں سکا کوئی شخص

کانسٹبل۔ خداوند ہم تو بلا رہا جاتے تھے جب پاؤ کوس رہ گئے تو رونے اور غل کی آواز سنکر دوڑ پڑے۔ یہاں آئے تو ڈاکو چلے

صاحب۔ ول ڈاکو ملا پھر تم کیونکر جانے دیا گرفتار نہیں کیا۔

کانسٹبل۔ حضور ڈاکوؤں کو ہم نے دیکھا نہ تھا مگر معلوم ہوا کہ ڈاکہ پڑا۔

صاحب۔ ول کس کا عورت ہے۔ کون کا عورت ہیگا آپ

خادمہ۔ صاحب یہ گنگا داس مہاجن کی بہو ہیں۔

صاحب۔ بہو ہو کیا بولتا۔

خادمہ۔ ان کے بیٹوا کی دولھن۔

صاحب۔ اول آدمی رات کو ساتھ نہیں کیا آدمی۔

کانسٹبل۔ حضور کئی آدمی ساتھ تھے۔ بہلی۔ گاڑی بان۔ کہار کا لونڈا۔ کہاری۔ مگر ڈاکوؤں سے کچھ چلنے پاتی ہے۔ توبہ توبہ

صاحب۔ ہاں ایسا بات۔ جنگل بڑا سا گھنا ہے۔

کانسٹبل۔ حضور گھنا سا گھنا ہے۔ کچھ ٹھکانا ہے۔

صاحب نے گانوں سے گاڑی بان بلوایا۔ مہاجن کی بیوی کو سوار کرایا۔ چھ چوکیدار ساتھ کئے بعد کہا جاؤ۔ ہم دونوں آدمیوں کو ڈولی پر بھیجتے ہیں بہلی اور گاڑیبان کو ڈولیوں پر لدوا کر بھیجا

اب سنیے کہ دوسرے روز گانوں کے چوکیدار نے تھانے پر اطلاع کی ادھر کانسٹبل بھی تھانے پر پہونچا۔

تھانہ دار صاحب سے کل حال بیان کیا۔ چوکیدار نے کہا ہم کو اپنے گانوں کے لوگوں پر شک ہے تھانہ دار چوکیدار اور دو سپاہیوں کو لیکر موقع پر تحقیقات کے لیے گئے۔ ایک سپاہی

مہاجن کے ہاں بھیجا گیا کہ باری اور گاڑی ہاں اور کہاں ہی اور چھوکرے کو بھیجیں اور کانسٹبل کو مع دو سپاہیوں کے گانوں بھیجا کہ وہاں کی تحقیقات کریں یہ واردات گانوں سے آدھ کوس پر ہوئی تھی ۔

کانسٹبل نے دونوں سپاہیوں کو راستے میں پٹی پڑھادی ایک کا نام کالے خاں تھا۔ دوسرے کا درشن سنگھ۔ تھانے سے دو کوس پر نکلکر تینوں سپاہی ایک چھکڑے پر لد لیے چھکڑے والے نے کہا صاحب ہم تو کنا لور جائت ہیں۔ ایک سپاہی نے کہا چپ رہ۔ نہیں تو اُتر کے دو لگاؤنگا۔ فیر دیش ہجان دیش تین کوس کا چکر پڑا اور سفت میں گانوں میں پہونچے سب چوکیداروں کو بلوایا۔ برگد کے تلے کنوئیں پر جھکر تحقیقات کرنے لگے

ایک چوکیدار۔ ہمرے محلے ماں کوہ بدجات ناہیں رہت

دوسرا۔ ہمری طرف یاک پٹھان ہیں اور راتی کا پکاریوں تو بولیں نہ۔ وہی ہو تو ہو۔

براوی۔ یہ سکھایا ہوا تھا۔ اکثر ناظرین اسکا مطلب سمجھے ہونگے

کانسٹبل۔ اور کون کون بدمعاش یہاں رہتا ہے سب کے نام لکھوا دو۔

چوکیدار۔ ایک ملکی ہے۔ تہور علی اور ایک گھوسی ہے بدلو۔ اور ایک لودھا ہے۔ کشنا یہی ہیں اور تو کوئی نہیں ہے۔

کانسٹبل۔ سب کو گرفتار کرلاؤ۔

ایک کانسٹبل اور دو چوکیدار پٹھان کے ہاں گئے۔ ایک چوکیدار گھوسی کے ہاں دوسرا لودھے کے پاس تہور علی گانوں میں نہ تھے سب جمع ہوئے مگر پٹھان کا پتا نہیں ۔

خان صاحب کے دروازے پر جو سنگھ جی (وہی کانسٹبل جو ٹلکے میں شریک تھا) پہونچے تو آواز سنکر فیروزہ خانم کانپ اُٹھیں

فیروزہ۔ فرخندہ اے فرخندہ۔

فرخندہ۔ (نیند سے چونک کر) بیوی۔ کیے۔

فیروزہ۔ وہ موا پھر آیا۔ درگور۔

فرخندہ۔ ارے ہاں ہاں۔ خانصاحب کو پکار رہا ہے۔

خان صاحب باہر آئے۔ کہیے تو سنگھ جی کہاں آئے۔

چوکیداروں نے کہا پٹھان ہیں۔

کانسٹبل نے موچھوں پر تاؤ دیکر کہا چلیے۔ وہاں برگد کے تلے تحقیقات ہو رہی ہے۔ جولدار صاحب بلاتے ہیں اب تو خانصاحب چکرائے کیسی تحقیقات تحقیقات کیسی۔

کانسٹبل۔ معلوم ہو جائیگی۔ ذری چلیے تو سہی۔ ہونہہ بڑے سرہنگ۔

خان صاحب۔ سنو جی ہم پٹھان آدمی ہیں جب تک چپ ہیں تب تک چپ ہیں اور جب دم غصہ آیا بس پھر یا تم نہوگے یا ہم نہونگے۔

کانسٹبل۔ خیر سمجھا جائے گا۔ مگر اب اس وقت تو چلیے کپڑے پہن آؤ۔

خان صاحب۔ کہاں چلیں کہاں۔ اور تحقیقات کس بات کی ہوگی۔

کانسٹبل۔ ہمکو کیا معلوم مگر جولدار صاحب کا حکم ہے کہ بلاؤ

چوکیدار۔ لودھے کو بلایا ہے اور گھوسی کو اور بدلو کو اور تم کو۔

خان صاحب۔ ایں! این گل دیگر شگفت۔ وہ تو ڈاکو ہیں تینوں کے تینوں۔

کانسٹبل۔ اور آپ بڑے ساد ہیں سارے ہی شیخت کے

خانصاحب۔ کیوں اپنی زندگی کے دشمن ہوئے ہو ہوش کی دوا کرو۔

کانسٹبل - اب چلیے گا یا وارنٹ آئے جو منا سب ہو وہ کرو -
خانصاحب - اچھا کپڑے پہن کے ہم آتے ہین -
خانصاحب گھر مین تشریف لے گئے - تو بیوی نے طعنے دیے واہ بڑے پٹھان بنے ہین - موے پیادے کی بھی کوئی اصل و حقیقت ہوگی کہ دروازے پر ادہم مچائے گر تم کیا کرو - گنوار پن کہان جائے بھلا دیکھون تو نگوڑا سپاہی کیونکر لیے جاتا ہی -
دروازے پر جا کر کہا کیون رے موے درگور الہٰی کرے تیرا جنازہ نکلے - تو لیے کہان جاتا ہی - جو مرد ہوتی نہ تو سر منہ اڑا لیتی تیرا سونڈی کاٹا جو منہ مین آتا ہی اول فول بکتا ہی - تحقیقات کس بات کی ہوگی - کیا تیرا باپ قتل کیا ہی - چل دور ہو میرے دروازے سے کانسٹبل کے ہوش اڑ گئے -
کانسٹبل - حضور خانم صاحب آپ غل نہ مچائین - خان صاحب کو بھیج دین -
خانم - اللہ کرے تجھ پر حضرت عباس کا علم ٹوٹ پڑے کیا چکنی چپڑی باتین کرتا ہی - ایسی جگہ گردن مارے جہان کہ پانی نہ ملے -
کانسٹبل - ابھی خانصاحب آئیے گا یا وارنٹ آ گئے -
خانم - وارنٹ لے جا اپنے ہوتون سوتون کے یہان -
کانسٹبل - یہ عورت تو بڑی کلہ دراز ہی -
خانم - میرے منہ لگے گا تو منہ پکڑ کے جھلس دون گی - مونڈی کاٹے کا وارنٹ اپنے باپ دادا کے نام لکھا -
اتنے مین خانصاحب دھاٹا باندھ کر برآمد ہوے - کہا لے تجھے داہنے ہاتھ کا کھانا حرام ہی جو لے نہ چلے -
خانصاحب آستین چڑھا کر سامنے کھڑے ہو گئے - کہا قسم خدا کی اگر ایک لفظ ایک کلمہ بھی تیری زبان سے نکلا تو چھاتی پر ہوہا ہونگا -
کانسٹبل بولا دیکھتے جاوے اشتعال طبع دیتے ہین قانون دانی سے بہرہ تو ہی نہین - پہلے اپنا منہ بنواؤ تب ہمارے منہ چڑھو - اب چلیے بس بہت غرور کی نہ لیجیے -
خانصاحب - بیدھا ہو آیا ہی کیا کیے بن پٹے گا - میرے ہاتھ سے -
کانسٹبل - کیا دونون چوکیدارون کو لگا دونگا پیس ڈالینگے
خانصاحب کانسٹبل کو ساتھ لیکر اکڑتے ہوے چلے -
کانسٹبل نے فیروزہ خانم کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا ہم ان کو لیے جاتے ہین یہی تمھارے حمایتی تھے نا اب تمھاری باری بھی آئیگی - فیروزہ خانم کانپ اٹھی -
خانصاحب کنوئین پر آئے تو دیکھا گانون بھر کے ڈاکو اور چور اور بدمعاش جمع ہین خلق خدا تماشا دیکھ رہی ہے اور دو کانسٹبل وردی پہنے بیٹھے ہین کہا حولدار صاحب ہم کو کیون تکلیف دی - بولے گانون بھر کے بدمعاشون کی آج دعوت ہی -
خانصاحب نے ڈنڈے کو تول کر جواب دیا آج بدمعاشون کی دعوت ہی - اچھا تو پھر دو ایک بدمعاشون کی ہم بھی خبر لین گے -
حولدار - بہت گرمائیے نہین چوکیدارون نے جو ہم سے کہا وہ ہم نے کیا -
خانصاحب - اور جو چوکیدار ہم کو کنوئین مین کود پڑنے کی صلاح دین -
حولدار - ہم کو دپڑین -
خانصاحب - تو ہماری نسبت آخر جرم کیا عائد ہوا ہی -

حولدار۔ کل رات کو تم کہان تھے۔

خانصاحب۔ اپنے گھر پر۔ اور کہان۔

حولدار۔ چوکیدار کہتا ہی کہ آپ گھر پر نہین تھے۔

چوکیدار۔ ہجور یہ بھوری مان ناہین رہے اور ایک منئی ان کا رات کا وہی باگ کے بھیتر دیکھس راہے۔

خان صاحب نے چوکیدار کو ایک چانٹا دیا۔ سور سالے ہم چور ہین اور رات کو گھر پر نہ تھے۔ حولدار نے خشمناک ہو کر کہا کیون جی۔ یہ ہمارے سامنے مار پیٹ۔ یہ بدعت کیسی۔

خانصاحب آگ ہو گئے پیترے بدل بدل کر چوکیدار کو گالیان دینے لگے۔ ایک بار پھر طیش مین آکر چوکیدار کو پیٹا۔ اس پر ایک کانسٹبل نے اُٹھ کر کہا سنو خانصاحب پٹھان تم بھی ہو پٹھان ہم بھی ہین۔ تم زمیندار ہو ہم سپاہی ہین ماگواب کی اس چوکیدار پر بھول کی چھڑی پڑی تو اُٹھا کے دے ہی مارونگا۔

خانصاحب نے جھلا کر چوکیدار کے دو گھونسے لگائے کہ اتنے مین ایک یورپین گھوڑے پر سوار اُدھر سے آنکلے پوچھا یہ کون ہی

کانسٹبل نے کہا خداوند ایک مقدمے کی تحقیقات کے لیے آئے ہین۔ اس شخص کی نسبت ایک چوری کا شک ہے۔ سو یہ مقدمہ مرتب نہین کرنے دیتا۔ چوکیدار کو کوئی تین چار مرتبہ پیٹ چکا ہی۔

چوکیدار نے کہا۔ دہائی ہی صاحب کی دہائی ہی صاحب کی مارے ڈالتا ہی۔

صاحب نے کہا۔ ول جاؤ ہم کو ہماری گواہی لکھواؤ ہمارا نام میجر کراس ہی۔ ہم گرینیٹر ہی۔ پیچھے چوری اور ڈاکہ زنی کا مقدمہ در کنار رہا۔ بالفعل ایک جرم تو عاید ہو گیا۔

کانسٹبل نے چوکیدار سے کہا اس آدمی کو بلاؤ جو گواہی دیتا ہی تھوڑی دیر مین ایک عورت آئی۔

تنبولن۔ بائیس تئیس برس کا سن۔ فوق البھڑکاک لہنگا بھڑکاتی ہوئی آئین۔ حیثیت کے موافق زیور بھی تھا مانگ چوٹی سے لیس گلے مین گلوری دبی ہوئی۔ ہاتھ مین چار پان۔ آنکر حولدار کو پان دیے اُنھون نے مسکرا کر لیے۔

حولدار۔ تم نے خان صاحب کو رات کے وقت کہان دیکھا تھا۔

تنبولن۔ اس پورے کے پاس۔ یہ تھے اور تین چار آدمی اور تھے سب لٹھ بند۔ ایک کے پاس تلوار بھی تھی۔ میرے ساتھ ایک آدمی تھا۔ یہ سمجھے کہ اس کے پاس کچھ ہے۔ ایک آدمی نے کہا چھین لو سالے سے۔ مین بولی کہ دانتون سے بوٹیان نوچ لونگی۔ مین کوئی مری ہوئی عورت نہین ہون نہ گنوارن تم ان بیوقوف شہر کی نازک عورت۔ ایک آدمی میری طرف بڑھا مین نے ایک چانٹا دیا۔ بس پھر کوئی نہ پاس آیا۔ خان صاحب نے مجھسے پوچھا کہو تنبولن۔ فتح ہی مین نے مارے ڈر کے کہا ہان جاؤ فتح ہی۔ اور دل مین دعا مانگی کہ زمین پھٹ جائے اور اسمین یہ سب دھنس جائین۔

خان صاحب۔ اری تنبولن۔

تنبولن۔ (انگلیان مٹکا کر) اری اری تری نہ کر نا مجھے مین کوئی چمارن نہین ہون۔

خانصاحب۔ تم نے ہمکو چورون کے ساتھ دیکھا تھا۔ کیون

تنبولن۔ (ہاتھ چمکا کر) دیکھا ہی تھا۔ کیا کچھ اندھے ہین چور تو تم ہو ہی۔

خانصاحب۔ عورت کے منھ کیا لگون۔

تبنولن - ای چور کے پاؤن کتنے تم کیا بچارے میرا مقابلہ کروگے -

حولدار - اور دوسرا گواہ کون ہے -

تبنولن - ہمارا آدمی - نوکر ہمارا -

تبنولن نے مسکرا کر کہا صبح کو میرے پاس ایک آدمی بھیجا تھا کہ بیس روپیہ لو اور کسی سے ہمارا حال نہ بیان کرو ہم عزت دار آدمی ہین ہماری محنت سے آبروئی ہوگی - مگر مین نے کہا تجھے دو بیس روپیہ کا گیہون بھروا جو عمر بھر لڑکے بالے کھائین -

خانصاحب - خدا اس جھوٹ کی سزا دیگا -

تبنولن - ہمارا منہ تو ہمیشہ سرخ رہا اور سرخرو ہمیشہ ہم رہینگے

خانصاحب - حشر مین روسیاہ ہوگی اور یہان بھی روسیاہ ہے

تبنولن - اب روسیاہی کا حال جب معلوم ہوگا جب بڑے گھر مین چکی پیسو گے -

خانصاحب - اور وہان گیت گانے کے لیے تمکو بلا لینگے -

تبنولن - کیون شامتین آئی ہین تیری -

حولدار نے کہا اچھا دوسرے گواہ کو بلاؤ - ماتادین کسان آئے اُنھون نے بیان کیا کہ مین رات کو گیارہ بجے کے وقت پورے کے پاس جاتا تھا وہان مجھے یہ ملے خانصاحب کی طرف اشارہ کرکے) بیا

خان صاحب - قسم خدا کی یقین ہوگیا کہ کوئی شخص میرا ہمشکل تھا -

کانسٹبل - ہان اب راہ راست پر آئے -

کالیخان - ہاے ہاے پٹھان ہوکے اور چوری کرین -

حولدار - ہان صاحب تو کوئی شخص آپکا ہمشکل تھا - ہے نہ -

تبنولن - جیسے بالکل یہی -

حولدار - (مسکرا کر) صورت کیسی ہے اور افعال کیسے ہین - ایک مسافر نے کہا حضرت شکل اور صورت پر نہ جایا کیجیے -

جس پاس عصا ہو اُسے موسی نہین کہتے
ہر ہاتھ کو عامل ید بیضا نہین کہتے

بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ یہ سفید پوش آدمی اور ڈاکا مارینگے -

خانصاحب - خدا کی قسم جی چاہتا ہے سر پیٹ لون -

مسافر - جی بجا ہے بلکہ منہ نوچ لیجیے -

خانصاحب - اللہ اس وقت ضبط کرنا محال ہے -

مسافر - بجا ہے - آپ بڑے متحمل آدمی ہین -

خانصاحب - یہ سب اس کانسٹبل کے کانٹے بوئے ہوئے ہین - اچھا -

حولدار - اچھا کیا - سمجھ لیجیے گا - کیون نہین -

خانصاحب بھی جگت پر بیٹھ گئے دل مین سوچنے لگے کہ اس کمبخت کا وار تو چل گیا مگر صاحب کے اجلاس سے ہم چھوٹ جائین مگر اس نے وار کیا ہے - حولدار کی طرف مخاطب ہوکر کہا -

جنس کے دل مت دہل سمجھ لینگے
زلف کرتی ہے بل سمجھ لین گے
ہم سپاہی ہین او کمان ابرو
تیغ پکڑے اجل سمجھ لین گے

ہم بانکے آدمی ہین -

حولدار - ہان ہان - آپ بانکے آدمی ہین اور ہم بزدل آدمی ہین -

خانصاحب - دیکھیے تو سہی - یا ہم نہین یا تم نہین -

خاکساروں سے جو رکھیگا غبار
سر فلک بدلی تری ہو جائیگی

ذرا تھانہ دار کو آنے دو۔

حولدار۔ تھانہ دار تو آپ کے یار ہے ہون گے۔ اس مین کیا شک ہی۔

خانصاحب۔ کیا ہمارے منہ مین زبان نہین ہی۔ ہم تقریر مین کسی سے بند ہین یا لڑنے بھڑنے والے نہین ہین مگر استاد خوب بدلا لیا۔ ہم بھی اسکا توڑ کرینگے۔

کانسٹبل۔ یہ بھنگ تو نہین پیتے ہین۔

خانصاحب۔ جی مین تو بھنگڑ سلطان ہون دن رات بھنگ ہی بھنگ پیا کرتا ہون۔

کانسٹبل۔ نہین۔ ہر کچھ ایسا ہی۔

حولدار کے کان مین ایک چوکیدار نے جھک کر کچھ کہا حولدار نے کانسٹبل کے کان مین کچھ کہا۔ کانسٹبل تین چوکیدارون کو لیکر چلا۔ چوکیدار خانصاحب کے مکان پر گیا کہا پردہ کرائیے۔ تلاشی لینگے۔ یا الٰہی کسقدر مصیبت کا سامنا ہی۔ میان باہر۔ بیوی گھر مین اکیلی اور سرکاری آدمی تلاشی کے لیے آئے ہین۔

خانصاحب کی بیوی نے سیکڑون مغلظات سنائین اور آخر مجبور ہوکر پردہ کیا۔

کانسٹبل نے جاکر ادھر ادھر تلاش کی اور کہا اہا ہا یہ زیور نکلا دو بالیان ہین اور ایک جگنو اور ایک چھپکا۔

یہ فقرہ سنتے ہی فیروزہ خانم اور فرخندہ اور خان صاحب کی بیوی کے ہوش اُڑ گئے کہا ارے! یہ زیور کہان سے نکلا ہاے ہاے اب دھرے گئے اور بے موت مرے کانسٹبل نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا محلے والون کو بلاؤ انکے سامنے کل اشیا کو لکھ لیا اور لے چلے۔

	*	بادی چور

محبوب سمن بر گلعذار غنچہ دہن طرحدار فیروزہ خانم اپنے عشرت کدہ مین شب کے وقت بہ آرام تمام خواب نازمین تھین فرخندہ اُن کی پلنگڑی کے قریب ایک چارپائی پر غافل سو رہی تھین کہ دھم کی آواز آئی فرخندہ کی آنکھ کھل گئی۔ این یہ دھمکے کی آواز کہان سے آئی منہ پر سے چادر اُٹھائی مگر اندھیرا دیکھکر ڈر گئین۔ چپ چاپ پڑی رہین اتنے مین پانؤن کی چاپ معلوم ہوئی بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو گیا۔ اور تھر تھرانے لگین ایک پیر مرد سامنے کے دالان مین سوتے تھے ساٹھ برس کا سن مگر پہلوان شہدی سالہین کے ساتھ کبڈی کھیلے ہوے گو بوڑھے ہو گئے تھے کمر خم نہین ہوئی۔ سکت موجود تھی اور پھبتی مین طاق۔ فرخندہ سوچی اگر بولی تو دھر لی جاؤن گی چور اٹھون گا نہم ٹکیست ہوتے ہین سبولی اور اُس نے حلال کر ڈالا۔ دبکی پڑی رہی اتنے مین اس چور نے فرخندہ کی چادر سرکائی فرخندہ اس قدر ڈری کہ خون خشک ہو گیا۔ ع کاٹو تو لہو نہین بدن مین۔ چور نے فرخندہ کو گود مین اٹھایا اور باہر لے گیا۔ ایک چارپائی پر بٹھا کر کہا۔ سنو عباسی ہم کو تم خوب پہچانتی ہو۔ اگر مارے خوف کے نہ پہچان سکی ہو تو اب اچھی طرح پہچان لو۔

عباسی نے بغور و تعمق نظر ڈالی تو کانپ اُٹھی۔ کہا ہان مین نے پہچانا مگر اب یہ بتاؤ کہ میان کس غرض سے آئے ہو اگر ہماری عزت کے خواہان ہو تو یاد رکھو کہ زہر کھا لون گی پھر کسی کو منہ نہ دکھاؤن گی۔

چور بولا۔ کیا مجال ہم لوگ بڑے بنوضع اور صاحب اخلاق

اور ذی مروت ہوتے ہین اور ہم سے بڑھکر کوئی ایماندار نہین ہی۔ یہان شہر مین لوگون کا قاعدہ ہے کہ آرایش چورون و شہدون کے سپرد کر دیتے ہین۔ پھر ممکن نہین کہ آرایش کے تخت لٹ سکین۔ ہم تمھارا زیور لینے آئے ہین۔ تمھاری آبروریزی نہین چاہتے تم اپنی بیوی کو جگاؤ اور کہو فلان شخص آیا ہی۔

عباسی نے کہا اب صاف صاف بیان کرو کہ تم چاہتے کیا ہو بیوی تو تمھارا نام سنتے ہی کانپ اٹھینگی۔ چور نے کہا عباسی خدا کی قسم تمھاری بیگم پر ہمارا دل آیا ہی۔ ہزار جان سے عاشق ہون دم نکلتا ہی۔ ناحق اِدھر اُدھر ماری ماری پھرتی ہین کسی کے سر ہو رہین اگر ہمسے زیادہ خوشرو جوان گرچل جوان طرحدار جوان وجیہ جوان ملے تو خیر ورنہ شرع سے نکاح ہو جائے یہ ہمارے ساتھ ہنسی خوشی سے رہا کرین اور تم سے شرعی قسم کھا کے اقرار کرتے ہین کہ تم کو عمر بھر موقوف نہ کرینگے۔ عباسی اس کا جواب کیا دیتی۔ خاموش ہو رہی۔ اس کے بعد چور نے عباسی سے کہا چراغ روشن کرو۔ چراغ روشن ہوا تو فیروزہ خانم کو جگایا آنکھ کھلی تو ان ذات شریف پر نظر پڑی۔ دھک سے رہ گئی۔ ہاتھ پانون بید مجنون کی طرح لرزنے لگے ہوش و حواس نفرو۔ چور کو از سر تا پا دیکھا اور کہا۔ اللہ اللہ ہمارے یہ نصیب کہ حضور کلبۂ خانہ مین قدم رنجہ فرمائین زہے بخت۔ ؎

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین ؏

چور مسکرایا۔ اس اٹھتی جوانی اور بحر حسن کی روانی کے علاوہ جادو طرازی اور لفاظی مین بھی حضور طاق ہین نکتہ پردازی اسے کہتے ہین ہائے اس حالت مین بھی بانکپن کو ہاتھ سے نہین دیتین سچ ہی۔ ؏ معشوق پن نہین اگر اتنی کجی نہ ہو ؎

چو مرغان چمن رنگین ادائے نازک آوازے
سراپا عشوۂ عالم فریبے شوخ و طنازے
بلیغے خوش گلوے دور اندیشی خوش آوازے
فصیحے نکتہ پردازے ز سرتا پا ہمہ نازے
چو گل بند قبا بازے چو شبنم پاکدامانے

ثریا بیگم نے کہا۔ اچھا مانا کہ ہم رنگین ادا نکتہ پرداز عالم فریب شوخ و طناز ہین مگر حق برزبان جاری۔ پاکدامن بھی ہین۔ ہماری پاکدامنی کی قسم کھانی چاہیئے آزاد مرزا اگر ہمارے برق کرنے سے کچھ ملے تو تم کو اختیار ہی۔ ورنہ کیون ہماری جان کے دشمن ہوئے ہو۔ اب ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ کون بزرگوار ہین آزاد مرزا۔ یہ نامعقول خدا جانے کس طرح سمجھ گیا کہ ثریا بیگم اسی مکان مین رہتی ہین اچھی ٹوہ لگائی جب ثریا بیگم نے آزادی کے ساتھ گفتگو کی تو آزاد مرزا نے کہا ؎

می برد دل ز کف جان بعوض می بخشد
سخنے کز لب جانانہ برون مے آید

بیگم صاحب اس وقت عمداً اور قصداً آزاد مرزا کی دلجوئی کے لیے ناز و ادا کے ساتھ ہمکلام ہوئین حالانکہ ان کی صورت سے نفرت تھی۔ ثریا بیگم نے کہا۔ آزاد مرزا اگر تم ہماری مصیبت کے وقت ہمارے کام آؤ تو لونڈی بنا لو۔ مگر۔ مگر کہکر کچھ کہنے کو تھین کہ زبان لکنت کرنے لگی۔ آزاد مرزا نے دو شعر پڑھے۔ ؎

رسید جان بلب الاَمان تو ام مرد
گرہ بکار من از لکنت زبانی ہاست

اگر بود لکنت تو بے معنی | میکنی درس دلبری تکرار

عباسی کو اس تقریر سے ذرا تشفی ہوئی۔ پہلے تو کلیجہ پکڑ کر

رہ گئی تھی کہ یا خدا اب ہم دونون جوان جوان عورتین اس مردوے
کا کیونکر مقابلہ کرینگی۔ رہی سہی جمع جتھا یہ لیجائے گا۔ مگر ہم صاحب
کو گھل گھل کے باتین کرتے دیکھا تو خوش ہو گئی۔ پوچھا
یہان ہمارا پتہ کیونکر پایا ہم تو وہان سے مارے ڈر کے بھاگ
کھڑے ہوے اور یہان آن کے ٹکے آزاد نے کہا ڈر کیسا
تم کو کس کا خوف تھا۔ عباسی نے آہ سرد کھینچی اور کہا
ہم کو اس موے تھانہ دار کا خوف تھا۔ اللہ اس سے سمجھے
اسی مونڈی کاٹے کے سارے کانٹے بوئے ہوئے ہین
خدا ہماری طرف تھا اُس سے بچ آئے۔ ع

اللہ ہوئے بلبل ناشاد کی طرف
گلچین جو بولتا ہے تو صیاد کی طرف

سارا زمانہ اسکا جنبہ کرتا۔ ہم اسباب زیور مال سب چھوڑ کر
بھاگ آئے وہان کیا جانے کیا ہوا۔ بھاڑ مین جائے۔ آبرو
جو ایک باری جاتی ہے پھر نہین آتی۔ آزاد نے ثریا بیگم سے
عشق کی باتین شروع کین اور عباسی کو اشارہ کیا کہ ذرا
ادھر اُدھر ٹہل جاؤ۔

عباسی فوراً دوسرے دالان مین جا بیٹھی۔ انھون نے
اشعار عاشقانہ پڑھنا شروع کیے کہا جان سن درد جدائی
نے مار ڈالا تھا۔ ع

فراق دوستان دیدن نشانی باشد از دوزخ
معاذ اللہ غلط کردم کہ دوزخ زان نشان باشد

شکر بحمد اللہ کہ زیارت تو نصیب ہوئی۔

فیروزہ خانم نے کہا کہ اگر اسوقت ہمارے کام آؤ تو بڑا احسان ہو

آزاد مرزا۔ جان تک حاضر ہے۔ خدا کی قسم جان تک حاضر ہے

فیروزہ۔ جان آپ کی آپ کو مبارک رہے۔ ہم صرف ایک
کام کر سکتے ہین۔

آزاد۔ ہل جان حاضر ہون۔ جان تک حاضر ہے۔

فیروزہ۔ ایک کانسٹبل نے ہمین بہت دق کیا ہے۔ تم کوئی تدبیر
کرو اور اُسکو نیچا دکھاؤ اُسنے ہماری ناک مین دم کر دیا۔

آزاد۔ بتاؤ تو سہی۔

فیروزہ۔ پہلے قول دو۔ سچا اقرار کرو۔

آزاد۔ منظور۔ قول جان کے ساتھ ہے۔ جو حکم ہو۔

فیروزہ۔ وہ ہمارے گھر پر آیا۔ اور ایک ایسی بات کی جس
سے ہمین بڑا رنج ہوا۔

آزاد۔ اے لاحول۔ اے تو کچھ کہو بھی۔

فیروزہ۔ (کان مین کہا) جھپٹے آنسو آنکھون سے نکل پڑے
ہائے افسوس۔

آزاد۔ وہی کانسٹبل تو نہین ہے جو خانصاحب کو پکڑ لے گیا ہے۔

فیروزہ۔ ہان ہان۔ ہمارے پڑوسی کو مفت مین گرفتار کر لیا۔

آزاد۔ اچھا سمجھا جائیگا۔ کھڑے کھڑے اس سے سمجھ لون تو سہی

راوی۔ واضح ہو کہ ان حضرات کو کانسٹبل ہی نے پتہ بتایا تھا
اور اسی کے کہنے سے یہ یہان آئے تھے ورنہ ان کے فرشتے خان کو
بھی خبر نہ ہوتی اُس نے آزاد مرزا سے کہا کہ فلان گانون مین ایک مال
دیکھا ہے قابل دید ہے بلکہ دیدہ ہے نہ شنیدہ ہے۔ ع

قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام — قیامت کرے جسکو جھک کر سلام

آزاد ہزار جان سے عاشق ہوے۔ چورون کے پشت پناہ
تو تھے ہی پہونچے۔ فوراً گھر مین جا دھمکے۔ ع

کودا کوئی یون گھر مین ترے دھم سے نہ ہوگا
جو کام ہوا ہم سے وہ رستم سے نہ ہوگا

اب سنیے کہ خان صاحب کو کانسٹبل کشان کشان تھانے پر

لائے۔ پٹھان آدمی کسی نے بات کی اور انھون نے چانٹا دیا۔ انکو تاب کہان کہ پیادون کی گھر کی جھڑکی سہین مگر سرکاری آدمیون کو دیکھکر جون جگر پی کے چپکے ہو رہتے تھے۔

حولدار نے کہا خانصاحب گھبراؤ نہین چھوٹ جاؤ کے ابھین صاحب سب کو چھوڑ دیتے ہین۔

خانصاحب مونچھون پر تاؤ دیکر بولے اجی قسم ہی خدا کی جو کوئی کلام کاف منھ سے نکلے تو اتنی باٹیلی دون کہ ہاتھ پانون ڈھیلے ہوجائین کیا دل لگی ہی۔ یاران چوری نہ پیران دغابازی کسی کے لینے مین نہ دینے مین۔ مگر ہم بھی سوچے کہ چلو بھئی دل لگی ہی سہی۔ اپنا ہرج ہی کیا ہے۔ اگر کوئی ذرا تیکھی چتون سے دیکھے تو آنکھین نکال لون یہ کیا ہمسکو بھی ایسا ویسا سمجھ لیا ہی۔ حولدار اور کانسٹبل قہقہے اڑاتے تھے۔ خان صاحب اکڑے جاتے تھے۔ فرمایا کہ ہم اگر چاہتے تو ٹکڑے ٹکڑے تم سبکو گانون سے نکلوا دیتے یا سمجھا دیتے کہ بلا ثبوت ہمکو نہ لے چلو مگر ؎

	نہ محتسب نہ شائخ نہ فاہیم نہ فقیہ	
	مرا چہ سود کہ منع شراب خوارہ کنم	

تم لوگ خود ہی بھگت لو گے۔ ہمارا بال تک بیکا نہ ہوگا ؎

لوگون سے ابھی ابھی بھاان		انشاء اللہ دیکھیے گا

اتنے مین دو آدمی جن سے خانصاحب سے بڑا تپاک اور یارانہ تھا گاڑی پر سوار سامنے سے آتے تھے انکو دیکھکر سخت متحیر ہوگئے۔ ارے میان خان صاحب یہان کہان خیر تو ہی۔

خانصاحب نے کہا حضرت کیا عرض کرون کچھ نہ پوچھیے جان عذاب مین ہی۔ ہمارے پڑوس ایک رئیس زادی رہتی ہین بیٹی نیک بخت اور پاکدامن عورت ہی۔ اسکے پاس یہ حضرت گئے دروازے پر خوب ڈانٹ ڈپٹ کی۔ غل مچایا برا بھلا کہا۔ اور ایک بات اور بھی کہی پوچھا وہ بات کیا تھی کہا اس بچاری عفیفہ پر تہمت تراشی کہ لڑکا ہونے والا ہے۔

کانسٹبل۔ کیون جھوٹ بولتے ہو کیون چغلی کھاتے ہو ؎

	خدا کے غضب سے ذرا دل مین کانپ	
	چغلخور کے منہ مین ڈستے ہین سانپ	

خانصاحب۔ بیش باد۔ ابھی کیا ہی مین تو صاحب کے سامنے کچا چٹھا بیان کرونگا۔

کانسٹبل۔ ابھی تک دشمنی سے باز نہین آتے ہو۔ ناحق ہمارے منہ لگتے ہو۔

حولدار۔ یہ تو ہم کو معلوم ہی نہ تھا کہ دونون مین عداوت ہی۔

خانصاحب۔ مدت سے عداوت ہی۔ صاحب کے سامنے سب بیان کرونگا ؎

	آخر تو کھڑا ہے سر پہ صیاد قضا	
	دل کھول کے خوب چہچہالے بلبل	

اب تو تم اپنا وار کر ہی لئے مگر توڑ کر کے وہ چوٹ لگائی ہو کہ تم بھی یاد کرو دل لگی نہین ہی۔ ہم بھی خواندہ اور تربیت یافتہ آدمی ہین۔ ایسے ویسے نہین ہین مگر ایسا چکما کھایا کہ ہم ہی جانتے ہین خیر۔ فہمیدہ خواہد شد ؎

سوچے کہ دلا شتاب کیا ہے		پھر کھینچئے اضطراب کیا ہی

خدا خدا کر کے تھانہ دور سے نظر آیا۔ خان صاحب نے کہا کہ تھانہ آگیا اب کانسٹبل کی خیر نہین نظر آتی۔

تھانے پر پہونچے تو خان صاحب شیر ہوگئے انسپکٹر پولیس ایک کرسی پر بیٹھے حقہ پی رہے تھے۔ خانصاحب نے سلام کیا انسپکٹر نے جواب دیا اور انکے واسطے مونڈھا منگوایا۔

انسپکٹر۔ (حولدار سے) کچھ تحقیقات ہوئی۔

حولدار۔ حضور تین آدمی چالان کرنے کے قابل ہیں۔

خان صاحب۔ اُن مین ایک خاکسار بھی ہے۔

حولدار۔ ہان حضور۔

انسپکٹر۔ ایں! خانصاحب اور چور۔ وضع قطع شکل صورت سے تو بھلے مانس معلوم ہوتے ہین۔

خانصاحب۔ حضور اصل حال یہ ہے کہ یہ کانسٹبل خدا واسطے کو ہمارا دشمن ہو گیا اور دشمنی کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ ہمارے پڑوس ایک شخص کے ہان بدعت کرتا تھا ہم نے منع کیا تو گالیان دینے لگے حضور محلے والون سے دریافت کر لین کہ یہ اسکو پکڑے لاتے تھے اور کہتے تھے کہ چلو سرکار مین تمھارا بلوا ہے۔

انسپکٹر۔ ہان۔ کیا یہ سچ ہے جی تم سے پوچھتے ہین جی۔

انسپکٹر نے پوچھا خان صاحب آپ کیا پیشہ کرتے ہین۔ فرمایا شاعر ہون شعر کہتا ہون۔ فارسی۔ اردو۔ نظم نثر۔ کچھ بُرا بھلا کہہ لیتا ہون۔

ای باد صبا نگذر آنجا کہ تو میدانی	جان دل من بر گو آنرا کہ تو میدانی

اس پر خاکسار کی بھی ایک غزل ہے۔ جدا ہوئے اور خدا ہوئے اس طرز پر ایک طرح تھی۔ بتائیں شعر کی غزل کہی۔

ہنگام نزع آپ جو روٹھ فزا ہوئے	رضوان لپک کر اٹھا در فردوس وا ہوئے

انسپکٹر۔ (منہ بنا کر) سبحان اللہ۔

خانصاحب۔ اور سنیئے ابھی سنتے جائیے۔ تعریف کی ضرورت نہین ہے۔

اٹھی ہے جھوم جھوم کے کہسار سے گھٹا	رندون مین دھوم ہے در میخانہ وا ہوئے

انسپکٹر۔ یہ شعر بہت صاف ہے۔ جھوم جھوم کی تکرار نے اور بھی لطف دکھایا ہے۔

خانصاحب۔ جی ہان حضور قدر دان ہین۔

انسپکٹر۔ کچھ فارسی نثر لکھنے کا بھی شوق ہے۔

خانصاحب۔ بس کیا عرض کرون طلب الکل فوت الکل۔ تلخی روزگار نے مار ڈالا۔

دم زند در میان رہ پیادہ	تا نخاطر طلب رسد تخمسم

انسپکٹر۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ اچھا کلام مبارک ہے۔

خان صاحب۔ حضور بھی کچھ فرماتے ہین۔

انسپکٹر۔ جی ہان مین بھی فرما لیتا ہون۔

راوی۔ ضرور۔ وہ تو تقریر ہی سے ثابت ہے۔ کچھ فرمائیے۔

خان صاحب۔ ہان قبلہ کان مشتاق ہین کہ زبان مبارک سے کچھ سنین۔

انسپکٹر۔ بہت خوب۔ عرض کرتا ہون۔

سامنے آنکھون کے اب دن رات اسکا خال ہے
ان دنون تابان ہمارا کوکب اقبال ہے
لڑکھڑاتے ہین قدم مستانہ تیری چال ہے
تاک انگور ای بت نازک جو سر پر شال ہے
گھر مین بیٹھے یار کو جو چاہے پاؤن سو بخیر
جب ملک خانہ مین آئینہ ہے بے تمثال ہے
رو رہا ہون جیسے اک موے کمر کی یاد مین
صورت ورنجف ہر اشک مین اک بال ہے

یاس نے مجھکو عطا کی رنج نقصان سے نجات
برق غمگین ہو جو کشت آرزو پامال ہے
اٹھ نہین سکتی تری انگیا کی چڑیا اس لیے
جالی کی کرتی ہو اُس پر اے پری پر جال ہے
باندھتا ہون اضطراب دل کے مضمون رات دن
یان زمین شعر مین بھی اندنون بھونچال ہے
نرگس آنکھین شاخ نرگس سرمۂ دنبالہ دار
گوہر ریحان سبزۂ خط تخم ریحان خال ہے

خانصاحب ۔ ناسخ لکھنوی کی غزل بھی اسی بحر مین ہے ؎

کچھ نہین اے ناسخ اسکو فتنہ انگیزی سے خوف
نسبت عیسیٰ ہون مین دشمن اگر دجال ہے

انسپکٹر صاحب سخت خفیف ہوے ۔ کہا اکثر توارد بھی ہوجایا کرتا ہے ۔

خانصاحب دل مین خوش تھے کہ انکو راہ پر لے آئے ۔ اس روز انسپکٹر صاحب اور خان صاحب مین شعر شاعری کا چرچا رہا اور یہان تک تپاک بڑھا کہ خان صاحب نے اُنھین کے دستر خوان پر کھانا بھی کھایا ۔ انسپکٹر صاحب مونگ کی دال کی تعریف کرتے تھے کیون صاحب ایسی مونگ کی دال بھی کھائی ہے ۔ واہ گوشت اسکے سامنے گرد ہے ۔ سبحان اللہ سبحان اللہ کیا دال ہے ۔

خانصاحب نمک حرام تو تھے نہین کہ تعریف نکرتے انتہا سے زیادہ تعریف کی ۔ کھا پی کر وہین سو گئے ۔ اور گانے لگے ؎

گیسوؤن کا ترے سودا شعرا رکھتے ہین
یہی باعث ہے جو یہ فکر رسا رکھتے ہین

تاب دیدار نہین رکھتے ہین یار رکھتے ہین
چشم مینا ترے مشتاق لقا رکھتے ہین
تیرے خونین کفنون کی یہ ادا رکھتے ہین
پھول لالے کے لباس شہدا رکھتے ہین
دست و پا مین جو حسین رنگ حنا رکھتے ہین
خون ہفتاد و دو ملت کو روا رکھتے ہین
قلزم عشق مین تنکے کا سہارا بھی نہ ڈھونڈھ
آزادہ نہین لیتے جو خدا رکھتے ہین

انسپکٹر صاحب نے کہا حضرت آپ تو خوش گلو بھی ہین اور انتہا کے خوش گلو ذرا کوئی ٹھمری تو کہیے گا ۔ بسم اللہ اس وقت آپنے پھڑکا دیا ؎

جب تک کہ نہ دل کی بیکلی جائے
اردو اثرے والے گت چلی جائے

خانصاحب لہرا لہرا کر گانے لگے ؎

مطرب خوشنوا بگو تازہ بتازہ نو بنو
بادۂ دل کشا بجو تازہ بتازہ نو بنو

سبحان اللہ ۔

کارستانی

ایک حاکم کے اجلاس پر خون کا مقدمہ دائر ہوا ہزارہا آدمی جمع عدالت کا کمرہ بھرا ہوا آدمی پر آدمی گرا پڑتا ہے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے مدعی کے گواہون مین منجملہ اور آدمیون کے دو گنوار بھی تھے ۔ بلکہ گنوار کے لٹھ ایک برہمن سیتا رام ۔ دوسرا چمار ۔ بچو مدعی کا مقدمہ مصنوعی نہ تھا مدعی رام سنگھ ۔ اور مدعا علیہ کلو مین دلی دشمنی تھی رام سنگھ کا بوڑھا بھائی ۔ ہنونت سنگھ شب کو مکان مین سو رہا تھا

دو بجے کے وقت آدمی سے کہا کہ حقہ بھر لا۔ باری گڑگڑی بھر لایا حقہ پیکر ہنونت سنگھ سو گئے سویرے باری نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی تو اندر سے بند پایا۔ دو چار بار آواز دی مگر صدائے برنخاست آقا کو ادھر اُدھر دیکھا کہیں پتا نہ ملا۔ کئی بار غل مچا کر کہا۔ مہراج۔ مہراج۔ مہراج جی۔ مہراج جی۔ کہیں ہون تو بولیں سخت استعجاب ہوا باہر گیا وہان لوگون سے پوچھا کہ مہراج کو باہر جاتے تو نہیں دیکھا۔ کہیں پتا ہی نہیں لگتا کہ کہان گئے۔ ایک آدمی نے کہا ہم نے نہیں دیکھا دوسرا بولا شاید ندی گئے ہون۔ تیسرے نے کہا ندی پر جاتے تو دو ایک آدمی تو ساتھ ہوتے۔

الغرض تین چار آدمی اندر گئے چو دفعہ تلاش کی بکر بکار آخرکار ایک شخص کی رائے ہوئی کہ کوٹھری کا دروازہ توڑا جائے باری نے کہا آج کل گرمی کے دنون مین بیان کیا کرتے آتے۔ باہر سوتے یا کوٹھری مین گھس کر دروازہ توڑا گیا باری سب کے پہلے کوٹھری مین گیا قدم رکھتے ہی چیخا اور بہ آواز بلند کہا۔ ارے! یہ کیا ہوا۔ حالی موالی سب گھس پڑے دیکھا تو کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہے۔

ہنونت سنگھ کا سر تن سے جدا۔ ناک الگ کٹی پڑی ہے۔ دونون کان ندارد۔ کاسہ سر ایک طرف۔ عضو عضو کٹے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے شہر بھر مین خبر مشہور ہو گئی انسپکٹر اور ڈپٹی انسپکٹر اور برقنداز اور پڑوسی اور رہرو جوق جوق آئے کہ اس حالت زار کو دیکھیں۔

ایک۔ ہائے ہائے کیسا نوشرو جوان تھا۔ شیر بچہ معلوم ہوتا تھا۔

دوسرا۔ رہے نام اللہ کا کل تک ہٹے کٹے تھے آج پتا ہی نہیں۔

تیسرا۔ یہ بھوا کا دکھ سے شتی بتی۔ وہی کا کام ہے لو۔

چوتھا۔ الامان۔ الامان۔ کاسہ سر الگ۔ دھڑ الگ۔ ناک الگ اور

پانچوان۔ خدا جانے کس شقی کا کام ہے۔ ہائے کس مصیبت سے مارا گیا۔ بڑے افسوس کا مقام ہے۔

چھٹا۔ افسوس صد افسوس خدا کی قسم اگر میرا بس چلے تو زندہ چنوا دون اس بے رحم سے خدا سمجھے۔ بڑے شقی ہوتے ہین سنگدل۔

اتنے مین انسپکٹر صاحب نے کل آدمیون اور محلے والون کو بلوایا۔ اور دو نامی بدمعاشون کو بھی طلب کیا۔ ایک چارپائی پر انسپکٹر اور ڈپٹی انسپکٹر بیٹھے۔ باری کو بلایا اور سوال کرنے لگے۔

سوال۔ تم رات بھر اسی مکان مین تھے یا باہر چلے گئے تھے۔

جواب۔ ہجور سگری رات یہی بکھری اور یہی کھاٹ پر رہتون۔

سوال۔ رات کو کسی وقت ہنونت سنگھ جاگے تھے۔

جواب۔ ہان ہجور جاگے رہے۔

سوال۔ اس وقت کچھ طبیعت بگڑی تھی تم سے بات چیت ہوئی تھی۔

جواب۔ ہان گریب نواج (غریب نواز) گڑگڑی بھرے کا ہکم (حکم) دہن گڑگڑی بھر لائیون۔ پہن او پیکے پوڑھ رہے

سوال۔ پھر اٹھے تھے یا پھر سوتے ہی رہے۔

جواب۔ ہجور پھر ہم نہین جانت ہمار اکرتج برات راہے

سوال۔ رات کو کوٹھری کے اندر کبھی اور بھی سوئے تھے۔

جواب۔ کبھون ناہین۔ سرکار کو داؤن ناہین ہجور۔

سوال۔ تم کتنے دن سے نوکر ہو اور کیا تنخواہ پاتا ہے پہلے

کیا پاتھا اب کیا پاتا ہی۔ کچھ کمی بیشی ہوئی۔

جواب۔ سرکار ہم تو لڑکپن سے ان ہی کا جھوٹا کھائت ہی پہلے ہمکا ڈیڑھ روپیہ اور کھانے کا دیت راہین پھر دو روپے اور کھانے کا کر دِہن۔

سوال۔ ان سے کسی سے عداوت ہی۔

جواب۔ ہان سرکار۔ ایک بنئی ہی کلو کلوار۔ روج انکے پاس آوت رہے کہ ہمارے روپیے دے ڈالو۔ اور راے کہت راہین کہ ہم کچھو ناہین چاہت ہین۔

سوال۔ کل رات کو بھی آیا تھا کلو کلوار۔

جواب۔ ہان سرکار۔ کال رات کا آوا رہے۔

سوال۔ کل رات کو کس وقت آیا اور کس وقت گیا۔

جواب۔ کال کال کوئی کچی دوئی گھڑی رات ہوئی۔ مداکب گوا یو ہم ناہین جانت۔ ہم تو گھوسی کے ہیان دودھ کے کھاتر گئین راہے۔

انسپکٹر صاحب نے کل سوالون کے جواب قلمبند کر لیے لوگون کو یقین واثق ہو گیا کہ کلو کلوار ہی کی شرارت ہی۔ کلو بلوا لیے گئے ادھر تھانہ دار نے سپاہی کے اظہار لیے جو دروازے پر تعینات تھا۔ سپاہی نے کہا میں ڈیوڑھی پر تھا کہ کلو آیا۔ مہاراج نے کہا آؤ سیٹھ کلو سے کچھ باتین ہوئین اُس نے کہا ہم تمہارا موڑ کاٹ لیب۔ یہ بولے ہم تمہارا کنبہ بھر کا بہونک دیب۔ کلو کے ساتھ دو سپاہی تھے وہ ڈیوڑھی پر بیٹھے رہے ہمکو مہاراج نے بھیجا کہ جا کے بھوسا لے آؤ ہم جب وہان سے آکے تو ڈیوڑھی پر جگہ سر تھا۔ مین نے بھوسا اندر رکھوا دیا مگر کلو کو وہان نہ پایا۔ مہراج سے پوچھا کہ کلو سے اور آپسے آج کیا تکرار ہوئی۔ کہا بہت گرما گرمی کی باتین ہوئین ہم اُٹھ کے پوجا کرنے چلے گئے وہ اپنے گھر چلا گیا۔

انسپکٹر۔ ہان بھلا تم کو یقین ہی کہ وہ کہین چھپ رہا ہوگا۔

تھانہ دار۔ معلوم ایسا ہی ہوتا ہی۔

سپاہی۔ اب یہ مین کیونکر کہون۔ مگر اسوقت مکان مین کوئی اور تھا ہی نہین باری چلا گیا دودھ لانے۔ مجھے بھیجا بھوسے کو خود پوجا پر تھے وہ کہین اغل بغل چھپ رہا ہوگا۔

انسپکٹر۔ اور کون گواہ ہی کہ کلو شام کو آیا تھا۔

باری۔ ہجور۔ ہمارا پتوہو۔

انسپکٹر۔ اپنی پتوہو کو بلاؤ۔ (مسکرا کر) پردہ نشین تو نہین ہی۔

باری۔ سارے ہجور۔ ہم غریب آدمی۔

اتنے مین باری کی بہو آئی۔ کشیدہ قامت سبزہ رنگ نازک اندام زیبا خرام ہاتھ پانون مین مہندی۔ ہری ہری پھریا اور لال لال لہنگا ہاتھون مین چوڑیان۔ سترہ برس کا سن۔ گھونگھٹ سنبھالتی ہوئی آئی انسپکٹر نے دل لگی کے راہ سے کہا ای ہی۔ یہ تو ابھی نابالغ ہی۔ تھانہ دار۔ اور برقنداز اور تماشائی مسکرانے لگے۔ بارن نے چمک کر کہا۔ جاؤ ہم کا مسکھری اچھی ناہین لاگت ہی اے واہ۔ اور سنو۔

انسپکٹر نے پوچھا تیرا نام کیا ہی۔ کہا ہمارا کچھ ناؤن ناہین۔

برقنداز۔ بتا دے نیکبخت۔ اجنٹین صاحب پوچھتے ہین۔

بارن۔ ہم جانیت ہی۔ ہان ہمکا کوئی اور سمجھے ہو۔

برقنداز۔ ای نیک بخت کچھ نام بھی ہی۔

بارن۔ ناؤن۔ لکھ لیو۔ رجرنیا۔

برقنداز۔ این!! ٹیلا چار کی ناؤن رجرنیا۔

بارن۔ ٹھوا چار کے تم۔ بڑے چلے وہان سے ایک تو ہتھا پھری اور لال لال بگیا دہے لہن ہوڑے پر اور چلے سبکا دھکاوتے

انسپکٹر۔ اچھا دل لگی ہو چکی اب۔
راوی۔ کیا خوب۔ یہ دل لگی کا کون موقع تھا حضرت
انسپکٹر۔ کل رات کو تو کہاں سوئی تھی۔
بارن۔ (مسکرا کر) جہاں اور دن سووت راہی وہاں کل ہو سوؤں راہیوں۔
انسپکٹر۔ لاحول ولا قوۃ۔
بارن۔ یو ہم ناہین سمجھت۔ کل بُل کل بُل کہ کا کہت ہین
انسپکٹر۔ رات کو کس جگہ پر سوئی تھی۔
بارن۔ سامنے والی بکھری کے کوٹھے پر۔ وہ سامنے دکھات ہے۔
انسپکٹر۔ کلو کو دیکھا تھا۔ میاں کل رات کو آیا تھا کہ نہیں
بارن۔ آوا رہے۔ دوئی سپاہی ساتھے ہتے۔ مہراج سے کو بات پر لڑائی بھئی۔ مدا مار پیٹ ناہین بھئی۔
انسپکٹر۔ مکان سے جاتے دیکھا تھا اس مکان سے چلا گیا تھا کہ نہیں۔
بارن۔ بکھری کے باہر جات دیکھا رہے مل پھر لوٹ پہنچی اندر ہوئے رہا۔
انسپکٹر۔ (ہنس کر) لپ دینی جب مکان کے اندر گیا تو کوئی اور بھی اس کے ساتھ تھا۔
بارن۔ سپاہی اور آپ اپنا۔ وجنے بکھری ماں گئے رہے اُن کا ہم ناہین دیکھا۔ بس سب ہم جات ہین اتو نہ پوچھو
انسپکٹر۔ رات کو مہراج اُٹھے تھے۔
بارن۔ ہم کا رات بھر تھری طرح پہرا دیا کرت ہو چکسر اور ناہین رات کا ہمکا نیند ناہین لاگت ہے۔
انسپکٹر۔ کلو اور سپاہی کدھر چپ رہے تھے۔ دیکھا تھا۔
بارن۔ (قدم بڑھا کر) بھائی ہم کا دک نہ کرو۔ ہم جائت ہی ہم اب نہ ٹھرب۔

اس پر بڑا قہقہہ پڑا اور انسپکٹر صاحب سخت خفیف ہوئے تھانہ دار نے کہا بڑی تیز چھوکری ہے۔ عدالت مین بڑی دل لگی ہو گی۔

انسپکٹر نے وردی اُتاری سفید کپڑے پہنے اور خلاف معمول ڈھاٹا باندھا۔ دو کانسٹبلوں کو ساتھ لیا وہ بھی بھیس بدل کر چلے۔ دو سپاہی جو کلو کلوار کے ساتھ آئے تھے ان مین ایک کا نام گھسیٹے تھا۔ دوسرے کا رام چرن۔ پہلے گھسیٹے کے مکان پر پہنچے۔ کانسٹبل نے آواز دی۔ گھسیٹے ہوت ماندر سے ایک عورت نے کہا نہیں ہین۔ پوچھا کہاں گئے ہین کہا رات سے نہیں ہین۔

انسپکٹر نے دو محلے والوں کی گواہی لکھوائی اور یون سوال کیا

سوال۔ کیا کہین باہر گئے تھے۔ یا رات کو اپنی گھر رہیں تھے۔
جواب۔ دکان پر گئے تھے۔ کیا جانے وہان سے کہاں گئے کیا
سوال۔ اور روز کہاں سوتے تھے مکان ہی پر رہتے تھے۔
جواب۔ ہاں آج آتے ہونگے (کل کیا جانے) کہاں رہے رات بھر
سوال۔ اور بھی کبھی رو ز رات کو باہر رہے تھے یا کل ہی باہر آئے
جواب۔ تم کو اس سے کیا مطلب ہے تم کون ہو کہاں سے آئے ہو

ایک شخص نے کہا اجی یہ صاحب ہین انسپکٹر۔ انسپکٹر صاحب ایک برقنداز کو دروازے پر تعینات کیا اور ایک کو تھانے پر بھیجا کہ تین کانسٹبل فوراً روانہ ہون جو شخص تعینات کیا گیا تھا اس سے کہا تم ہمارے پاس رام چرن کے مکان پر آؤ اور اُن کانسٹبلون کو یہاں اِدھر اُدھر تعینات کرو کہ گھسیٹے کو فوراً پکڑ لائین۔ خود ایک کانسٹبل کو لیکر اسی حالت مین

رامچرن کے مکان پر گئے۔ دروازے پر پہونچے تو ایک تنبولن اور ایک کہار کو اشارے سے بلایا اور پڑوس سے ایک دیوانجی کو طلب کیا۔ دروازے پر لڑکے کھیل رہے تھے اور ایک آدمی اُن کے پاس بیٹھا تھا۔ کانسٹبل نے پوچھا بڑے میاں رام چرن ہین۔ بوڑھے نے جو رامچرن کا باپ تھا کہا سوتے ہین۔ رات کو پانچ بجے تک باہر ناچ دیکھتے رہے ابھی تو آیا ہی کوئی دو گھنٹے ہوئے۔

کانسٹبل۔ ناچ کس کے ہان تھا اِسی محلے مین تھا یا کہین اور۔

بوڑھا۔ کیا معلوم۔ ہم کو کیا معلوم۔ وہی جانے۔ کچھ ہمسے کہہ کے جاتا ہی۔

کانسٹبل۔ بابا ذرا جگا دو۔ ہم کو تڑکے بلایا تھا۔ ایک نوکری اُن کے لیے ٹھہرائی ہی۔ جگا دو۔ لے جاؤن ساتھ۔ مگر وہ آدمی بڑے بے پروا ہین اُن سے نوکری کا ذکر کروگے تو وہ تنا کھینچینگے اتنا کہہ دو کہ کلو لالہ نے ابھی بلایا ہی۔

بوڑھے نے کہا۔ جاتا ہون۔ دیکھون جو اُٹھے۔ اندر جاکر رام چرن کو جگایا کہا لالہ کے ہان سے کوئی آیا ہی۔ بڑا ضروری کام ہی ابھی بلایا ہی۔

رام چرن گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔ کیون کیون کس نے بلایا ہی لالہ نے اُٹھکر منہ دھویا باہر آیا۔

کانسٹبل وردی تو پہنے تھا ہی نہین آگے بڑھ کر کان مین کہا لالہ نے بلایا ہی۔ کہا ہی کل کی واردات کھل گئی۔ رامچرن کا رنگ فق ہوگیا۔ قریب تھا کہ کانسٹبل سے کچھ حال پوچھے مگر بھانپ لیا۔ کہا کیسی واردات۔ واردات کیسی۔ کانسٹبل چمٹ گیا اور چمٹتے ہی غل مچایا۔ دوڑو۔ دوڑو۔ انسپکٹر کے پاس دو برق انداز پہونچ چکے تھے تینون آدمی نے دوڑ کر کانسٹبل کو مدد دی اور پکڑ لیا۔

رامچرن۔ ہائین۔ ہائین۔ تم لوگ کون ہو۔ دہائی ہی سرکار کی

انسپکٹر۔ چپ سور۔ ہم انسپکٹر ہی۔ خبردار جو بولا ہوگا۔ بس۔

رامچرن۔ ارے گلاب مار اِن بدمعاشون کو جاکے شیودین کو خبر دے۔

انسپکٹر۔ ڈیمنڈ مت جاؤ تم گلاب۔ سُور۔ ادھر کھڑا ہو۔

کانسٹبل۔ کل ناچ کہان تھا۔ کس محلے مین گئے تھے اچھا ناچ نچایا۔

رامچرن۔ اچھا تم گرفتار کرلو صاحب کے سامنے روبکاری ہوگی بس تم لوگ وردی نہین پہنے ہو۔ ہم کیونکر جانین کہ تم انسپکٹر ہو دیکھو کہتے ہین چھوڑ دو۔ کہا مانو چھوڑ دو۔

انسپکٹر۔ (مسکراکر) کچھ رشوت دو۔ دو روپیہ دو کل کہان تھے

رامچرن۔ کہان تھے۔ ہم اپنے گھر مین تھے اور تھے کہان کیا خوب اچھا سوال ہی۔

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا

انسپکٹر۔ اخاہ۔ آپ پڑھے لکھے بھی ہین اور سپاہیون مین نوکری کرتے ہو۔

پڑھین فارسی بیچین تیل ۔ یہ دیکھو قدرت کے کھیل

رامچرن کو کشان کشان لے چلے تو اس کے باپ نے حیرت کے ساتھ پوچھا کیون وجہ کیا ہی۔ لے کہان چلے اس نے کیا کیا ہی۔

لالہ رام چرن موقع واردات پر لاکے گئے مگر گھینٹے کا پتا نہ ملا۔ اب سنئے کہ لالہ کلو کے مکان پر تھانہ دار اور چار برقنداز اور دو جمعدار بھیجے گئے تھے۔ مکان پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ وہ کانپور

گیا ہی۔ کمال استعجاب ہوا۔

تھانہ دار۔ بھلا اسکا کیا ثبوت ہی کہ کانپور گیا ہی کیونکر معلوم ہوا؟

ننھو۔ (کلو کا چھوٹا بھائی) ہم کو ثبوت سے کیا واسطہ۔ وہ جانین تم جانو۔

تھانہ دار۔ کیا مخادین بنے بیٹھے ہین۔ اٹھہ نامعقول اٹھہ کھڑا ہو۔

برقنداز۔ دیکھت ہی سسر کہ صوبے دار صاحب کھڑے ہین اور سارہ اٹھت ناہین۔

ننھو۔ سُنا میرے مُنھ نہ لگنا جی۔

اس فقرے پر ایک جمعدار کو غصہ آیا۔ بڑھ کے ایک چپڑ مارا مُنھ پھر گیا۔ کہا اچھا جمعدار اندھیرے اُجالے سمجھ لونگا۔

تھانہ دار نے کہا اب سیدھی طرح پر بتادو۔ ورنہ بھگتوگے اور جوتیاں کھاؤگے۔

ننھو۔ (اکڑ کر) کسی کو دیکھا نہین ہی۔

تھانہ دار۔ جمعدار۔ ان کو اس کوٹھے مین لیجاکر خوب گدیاؤ۔

جمعدار۔ چل رے چل۔ آؤ ادھر۔ بتادو کہ کلو کہاں ہی نہین آج مار ہی ڈالے جاؤگے۔

تھانہ دار۔ کیون قضا سر پہ کھیلتی ہی۔ گیدڑ کی جب شامت آتی ہی تو بستی کی طرف جاتا ہی۔ اور چور کی جب قضا آتی ہی تو کوتوال سے مقابلہ کرتا ہی۔

جمعدار۔ ان کی آگئی ہی۔ اب یہ آج بچین گے نہین۔ یہ ایک ہی شریر ہین!

تھانہ دار۔ دیکھو عقل سے کام لو ؎

رزق ہر چند بیگمان برسد
شرط عقل است جستن از درہا

گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد
تو مرو در دہان اژدرہا

جان بوجھ کے اُلّو بننے سے کیا فائدہ ہی۔

ننھو۔ ہم سے تو یہی کہ گئے تھے کہ کانپور جاتے ہین اب کیا جانین گئے یا نہین گئے ہم سے اُن سے بول چال ترک ہی

جمعدار۔ یہ! بول چال ترک ہی۔ وہ چوری کرکے ڈاکا مار کے لائے اور تم حکھو اور پانچ پانچ روپیہ کے ٹلٹ باقی جوتے پہنو۔ اچھا بچہ دیکھو تو سہی۔

اتنے مین ایک شکرم آئی جھٹ پٹ صندوق اور ایک آدمی کلو کے دروازے پر ٹھہری۔ اُس مین سے لالہ کلو برآمد ہوے۔

جمعدار۔ سارے۔ یہ تو سچ مچ کانپور ہی سے آتا ہی حضور

کلو۔ کیون کیون۔ ارے غضب۔ کیا چوری ہوگئی ہائے ہائے کچھ ملا بھی کہ سب لے گیا۔ ملتی دیا الوپ ہی دیا جیسے سب کوے۔ گھر کا دھرا نہ پائے جب کر دھرا نہ ہوے۔

تھانہ دار۔ تم کانپور سے آتے ہو یا الہ آباد سے کیون بھئی۔

کلو۔ اجی ہم جہنم سے آتے ہین۔ ہائے لُٹ گیا۔

ننھو نے بڑھکر بھائی سے کہا بھیا روت کاہے کا ہو۔ ارے لُٹ نا ہین گیو تھانے کے جوان تمکو گرپتار (گرفتار) کرے آئے ہین۔ اُنھوں نے پوچھا۔ کاہے کا ہے سے کا ڈ ہم کو سار کے ہان ڈانکا مارا ہی کہ ہم ہی گرپتاری کا حکم ہی۔

تھانہ دار۔ صاحب نے بُلایا ہی۔ کہا ہی کلو کو لے آؤ۔

کلو۔ اب مُنھ دھو لیئے تو چلی۔ مار کے بیاکل ہوے گئے۔

تھانہ دار۔ اجی چلنے بھی ہو یا باتین بناتے ہو۔

کلو۔ اچھا چلو۔ کچھ چور نہین ڈاکو نہین بدماس (بدمعاش) نہین ڈر کاہی ہم کا۔

تھانہ دار۔ اور کیا جی۔ ور ین چہ شک۔

تو پاک باش برادر مدار از کس باک
زنند جامۂ ناپاک گازران بر سنگ

صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس نے جب کلو کا حال سُنا اور معلوم ہوا کہ وہ شنکرم پر کانپور کی ٹرین سے اُترکر آیا تو سخت تعجب ہوا بارے اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ کلو کلو ار شب کو مقتول کے مکان پر آیا تھا اور سخت کلامی بھی ہوئی تھی۔ کلو کو جاتے ہوئے بھی نہین دیکھا مہاراج ہنونت سنگھ پوجا کو چلے گئے۔ سپاہی کے کلام سے اس بات کی تصدیق ہوئی کہ کلو آیا تھا۔ اور دونون مین باہم گلخپ ہوئی۔ کلو کے ساتھ دو سپاہی بھی تھے ہنونت سنگھ کا سپاہی بھو سا لینے چلا گیا جب واپس آیا تو کلو اور اُسکے ساتھیون کو نہ پایا۔ بارن نے بھی ایسا ہی بیان کیا۔

اس سے بڑھکر ثبوت یہ ملا کہ گھسیٹے اور رامچرن جو کلو کے ساتھ ہنونت سنگھ کے مکان پر آئے تھے اُن مین ایک تو گھر مین موجود نہ تھا دوسرا چار پانچ بجے شب کو گھر پر آیا تھا مگر کلو کا کانپور کی ٹرین سے آنا حیرت انگیز بات تھی۔

صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس اور انسپکٹر اور تھانہ دار اور ایک میر صاحب مین جو ہنونت سنگھ کے پڑوس رہتے تھے یون گفتگو ہوئی۔

صاحب۔ ول تھا تو کلو ار ہی۔ اسمین کوئی شک نہین ہے۔

انسپکٹر۔ حضور بیشک یہی تھا۔ یہ بڑا بادی چور ہے۔

تھانہ دار۔ خداوند حضور کے ہان بھی اسی نے چوری کی تھی۔

صاحب۔ ہیو۔ یہ وہ کلو ہے۔ ہیو۔ یہ جیل سے چھوٹ آیا

تھانہ دار۔ ہان خداوند۔ بڑا کائیان ہے ایسا بدمعاش تو شہر مین دوسرا نہین ہے۔

انسپکٹر۔ اس کا ثبوت دے سکے گا کہ کل شب کو کانپور مین تھا تو بری ہو جائے گا۔

تھانہ دار۔ اسمین کیا شک ہے۔ مگر ہم کب بری ہونے دینگے

صاحب نے کلو کو بلوایا کلو نے مسکرا کر سلام کیا اور کہا حضور کی عملداری مین اب بڑا اندھیر ہونے لگا۔ ڈاکو اور بدمعاش لوگون کا گلا کاٹین اور وہی بدمعاش پولیس والون سے مل کر بھلے مانسون کو دھر دا دین۔

صاحب۔ تم کل رات کو کہان تھے۔ کانپور کیا کرنے گئے تھے

کلو۔ آجی سیلانی جوان ہین۔ کبھی کھوہور ہے کبھی بمبئی کی سیر لی۔ آج کلکتہ مین ہین۔ کل بمبئی۔ پرسون مدراس آدمی پنچھی ہو گیا۔

صاحب۔ بڑا تقریر کرنے والا ہے۔ تم کانپور کس واسطے گیا تھا۔

کلو۔ چلے گئے ٹہلتے ہوئے۔ موجی جوان تو ہین ہی۔

صاحب۔ ول تم کل رات کو یہان اِس مکان مین آیا تھا۔ یا نہین آیا تھا۔ تم عجب آدمی ہے اگر آیا تو جھوٹ مت بولو۔

راوی۔ واہ ایسے اُتو نہین ہین کہنے لگے جھوٹ نہ بولو۔

کلو۔ خداوند۔ کانپو یہان سے تین منزل ہے شب کو کیونکر آتا

صاحب۔ گھسیٹے کو تم جانتا ہے۔ رام چرن کون ہے۔

کلو۔ گھسیٹے تو میرے پاس کبھی کبھی آتا تھا اور نوکری چاہتا تھا مگر رام چرن سے مین واقف نہین ہون۔ رام چرن کون شخص ہے۔ رام چرن واللہ اعلم۔

تھانہ دار۔ رام کو نہین جانتے۔

انسپکٹر۔ تم جھوٹ بولتا ہے۔ رام چرن اور گھسیٹے دونون تمھارا نوکر ہے۔

کلو۔ ہرگز نہین۔ ہمارا نوکر نہین۔

صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے پہلے رامچرن کے اظہار لیے اُس نے بیان کیا مین کل رات بھر درد جگر کے سبب سے تڑپتا رہا رات بھر نیند نہ آئی میری "قبیلہ" نے چاہا کہ اپنے خسر کو اس سے اطلاع دے مگر مین نے کہا اسوقت مین اچھا ہون اُس سے کچھ نہ کہنا اتنے مین میرے لالہ سے کسی نے کہدیا کہ رام چرن ماندے ہین اُنھون نے مجھکو پکارا مین نے "قبیلہ" سے کہا کہ کہدو ناچ دیکھنے گئے ہین

کلو۔ بھلا ہم سے تم سے کیا واسطہ ہی میرا نام کاہی بدنام کرتے ہو

انسپکٹر۔ کبھی فارسی بولتا ہی۔ کبھی اردو۔ کبھی ہندی۔

کلو۔ سبحان اللہ ہم سے تم سے کبھو کی جان پہچان ہی۔

رامچرن۔ ہان لالہ ہی کاہی نا۔ مین گیان سنگھ کے ساتھ آوارا ہون

کلو۔ اہاہا۔ ہمارے تین رامچرن ہیں۔

رامچرن۔ (روکر) لالہ پولیس والے پکڑ لائے کہ چور ہیں۔

انسپکٹر۔ چپ رہو۔ برق انداز کلو کے پاس گھیٹے اور رام چرن بکجانے پائے۔

رامچرن۔ بہت خوب۔ ہم خود اُن سے بات کرینگے۔

انسپکٹر۔ تم تو ناچ دیکھنے نہین گیا تھا۔

رامچرن۔ غریب نواز۔ ناچ کیسا۔ ناچ تھا کہان

اتنے مین دو آدمیون نے کہا حضور رام چرن لالہ کلو کا نوکر ہی۔ یہ جھک مارتا ہی اور جھوٹ بولتا ہی۔ جو کہتا ہی کہ رامچرن سے واقفیت ہی نہین تمام شہر جانتا ہی کہ رام چرن نوکر ہی اس اثنا مین ایک بزاز بھی بھیڑ دیکھکر آن کھڑا ہوا ایک آدمی نے کہا حضور اس بزاز سے دریافت کرلین اس کے ہان سے کلو کپڑا خریدتا ہی صاحب نے بزاز سے پوچھا۔

بزاز بولا۔ خداوند کلو لالہ کے دارو غہ بھی تو ہین سارا محلہ جانتا ہی مالک

صاحب۔ اور کلو لالہ کون کام کرتا ہی کہین نوکر چاکر ہی۔

بزاز۔ (مسکراکر) حضور یہ ہمین نہین معلوم۔ کیا جانے کیا پیشہ کرتے ہین۔

صاحب۔ تم خوب جانتا ہی کہ کلو لالہ اس رام چرن کا مالک ہی۔ ٹھیک بولو۔

بزاز۔ ہان ہان حضور میرے ہان تو رام چرن دوسرے تیسرے آتے ہین۔

صاحب۔ وِل۔ تو تم بھی گرفتار ہوگا۔ تم کیون نہین بتاتا کہ کلو کون ہی۔

بزاز۔ خداوند چور ہی۔ اور ہی کون۔

صاحب۔ تو پہلے کیون نہین بتایا۔

بزاز۔ خداوند اپنی عزت کو ڈرتے ہین۔ کہ کل کدھارے کو آئے اور کیا سمجھ جایئے اور حرامزادے سے سب ڈرتے ہین

کلو۔ ہم کو کہتے ہو جی۔

بزاز۔ ہان ہان تم کو کہتے ہین۔ کیون کیا کچھ ڈر ہے۔

رامچرن تمھارا نوکر نہین ہی۔

دو برق انداز رامچرن کے مکان پر بھیجے گئے کہ رام چرن کے باپ اور بھائی کو بلا لائین۔ رام چرن کے باپ سے کپتان صاحب نے سوال کیے۔

سوال۔ تمھاری معاش کیونکر ہوتی ہی۔ تم کہین نوکر چاکر ہی

جواب۔ ہم تو نوکر نہین ہین۔ رام چرن نوکر ہی وہی لاتا ہی اور سب کو کھلاتا ہی۔

سوال۔ کس کے ہان نوکر ہی اور کیا تنخواہ پاتا ہی۔

جواب۔ ایک لالہ ہین کلو اُنکے ہان نوکر اب چھ روپیہ پاتا ہی

کپتان صاحب نے رامچرن کی طرف دیکھا۔ دل تمھارا

باپ جھوٹا کہ تم جھوٹا۔ رام چرن نے کہا حضور مین کلو کو جانتا ہی نہین کس کا کلو۔ کون کلو۔ کہان کلو۔ کلو کیسا۔

اتنے مین میان گھسیٹے بھی برق انداز من کے ساتھ برآمد

کانسٹبل نے کہا حضور گھسیٹے حاضر ہی گھسیٹے نے جھک کر اور زمین دوز ہو کر سلام کیا۔

صاحب۔ ول گھسیٹے تمہارا نام ہی

گھسیٹے۔ (ہاتھ جوڑ کر) ہان حضور مجھ روسیاہ کو گھسیٹے کہتے ہین۔ مگر اصل نام میر امام عباس حسین ہی۔

صاحب۔ رات کو تم کہان تھا۔

گھسیٹے۔ چوک مین۔

صاحب۔ وہان کیا کرتا تھا۔ گھر پر کیون نہ تھا۔

گھسیٹے۔ حضور وہان ایک آشنا ہین اُنکے ہان تھا

صاحب۔ کیا نام ہی۔

گھسیٹے۔ اے حضور نام تو بھلا سا ہی مگر غلام دلدار دلدار آ کر کہتا ہی

انسپکٹر نے صاحب کو سمجھایا کہ یہ جھک مارتا ہی اور گھسیٹے سے پوچھا کہ تم چل کے پتا بتاؤ گے اگر جھوٹ ہوگے تو سزا پاؤ گے گھسیٹے کے ہوش و حواس اب غائب ہوئے کہ پتا کیا بتائین قسمین کھانے لگا کہ حضور غلام چور نہ چور کا بھائی دونون مین سے ایک بھی نہین مفت مین پولیس والون نے دھر وا دیا۔ خدا ان کا بھلا کرے۔

انسپکٹر نے کہا ہم ایک نہین سنتا۔ تم چل کے پتا بتاؤ اس مقدمہ مین ہم دریغ نہ کرینگے تم بیشک قاتل ہی یا معین قاتل۔ اسمین ذرا شک نہین رات کو تم کہان ہوئے تھے۔

گھسیٹے۔ حضور صاف صاف یہ ہی کہ رات کو مین جوا کھیلتا تھا

انسپکٹر۔ کس محلے مین۔ جواری خانہ کہان ہی اور کب تک وہان تھے۔

گھسیٹے۔ حضور رات بھر وہین تھا۔ صبح کو گھر آیا۔

انسپکٹر۔ کیا بات کو ٹالتا ہی ابے وہ قمار خانہ کس محلے مین ہی

گھسیٹے۔ غریب نواز محلے کا نام تو نہین یاد ہی خدا جانے کہان ہی۔

انسپکٹر۔ اسکی مشکین کسو اور علیحدہ لے جاؤ سور کو۔

کانسٹبلون نے دھکے دے دے کے انسپکٹر اور کپتان صاحب کے سامنے سے ہٹا دیا اور ایک چھپر کی آڑ مین لے جا کر کہا بچہ صاف صاف بتا دو ورنہ اتنے گھونسے اور گھسے لگائے ہونگے کہ تمام عمر یاد کرو گے سمجھے۔ دل لگی نہین ہی۔

گھسیٹے نے کہا یار کچھ رشوت لے کے چھوڑ دو اس پر ایک کانسٹبل نے دو گدے رسید کیے۔ اور لگا بتا کل کہان تھا

گھسیٹے۔ جواری خانے مین تھے۔ اور تھے کہان۔

کانسٹبل۔ (کان اینٹھ کر) جواری خانے مین تھے کس جواری خانے مین تھے۔

گھسیٹے۔ رات کے وقت ایک آدمی ہم کو لے گیا تھا۔ محلے کا نام نہین جانتے۔

کانسٹبل۔ اچھا چلو ساتھ چل کے بتا دو۔

گھسیٹے۔ واہ۔ ہمین یاد ہوتا تو پھر کیا تھا یاد ہی تو نہین ہی

کانسٹبلون نے کئی گدے لگائے۔ اور لے گھسے لے اور لے۔ ایک اور لے۔ بات تیری کی (کان اینٹھ کر) اور لے (گھونسا لگا کر) ایک اور لے گھسیٹے کی ناک مین دم آ گیا۔ سخت حیران ہوا۔ اب بتائے تو کیا بتائے قہر درویش بر جان درویش۔

کانسٹبل نے کہا کہ اگر نہ بتاؤ گے تو کل تک ٹھو گے گھسیٹے

نے آہ سرد کھینچ کر کہا۔ اچھا کیا انسپکٹر صاحب کے سامنے نہ جاؤنگا۔ سارا کچا چٹھا کہہ سناؤنگا۔ کانسٹبل بولا۔ تڑی ہو گون۔ انھین کی تو شہ ہے انھون ہی نے تو اشارے سے کہا کہ پیٹنا شروع کردو یہ تو ہماری کارروائی ہی ہے۔ بائین ہاتھ کا کرتب۔

گھسیٹے۔ اچھا خیر مگر یہ قانون کے خلاف ہی۔

کانسٹبل۔ (گھونسا لگاکر) قانون کے خلاف ہی۔ قانون لائے وہان سے۔

گھسیٹے نے کہا اچھا صاحب کے سامنے لے چلو تو بتادون رات کو کہان تھا کانسٹبلون نے منظور کیا۔

صاحب کے سامنے لائے تو گھسیٹے نے کہا دہائی ہے سرکار کی۔ دہائی صاحب کی یہ لوگ مارے ڈالتے ہین اور جھوٹ قبولوائے لیتے ہین۔

صاحب۔ ول کیا بات ہی۔ تم لوگ نے مارا۔

انسپکٹر۔ نہین۔ یہ بڑا بادی چور ہی حضور۔ جھوٹ بولتا ہی ہٹاؤ۔ اس مکار کو سامنے سے دور ہو یہان سے۔

کانسٹبل دھکے دیتے ہوے گھسیٹے کو یہان سے لے گئے اور اب کی مرتبہ اس قدر پیٹا اسقدر گھونسے لگائے کہ بولا دیا ایک مخبر نے بیان کیا کہ لالہ رامچرن کی جیب مین ایک کاغذ ہی جس سے کلو اور وہ دونون کا ملزم اور مجرم ہونا ثابت ہوتا ہی صاحب انسپکٹر نے رامچرن کی جیب ٹٹولی۔ تو کاغذ نکلا۔ کھولا۔ پڑھا۔ اس مین اُستاد گرانمایہ سخنور بلند پایہ حضرت مولوی فضل رب عرشی مدظلہ کی یہ غزل لکھی تھی۔

غزل

ہمنشین ہو جسم شررجوشیدہ ام
لالہ سان داغم جگر جوشیدہ ام

فارغ از قید یم و آزادی بسے
دل گیتی در سفر جوشیدہ ام

آن سیاہ کارم کہ از تر دامنے
ہمچو دریا تا کمر جوشیدہ ام

در تہ ہر سنگ اخگر چیدہ ام
در دل شیون اثر جوشیدہ ام

آتش شوقت سراپایم بسوخت
تا چہ دانی بے شرر جوشیدہ ام

خاکپاے اشتیاقت بودہ ام
سبزۂ بے برگ بے بر جوشیدہ ام

قطرہ افشان ماندہ ام در ہر بہار
بوستانہا در نظر جوشیدہ ام

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام
ہمچو دریا بیشتر جوشیدہ ام

عرشیا اصل ترا بشناختم
گرچہ از خود بے خبر جوشیدہ ام

انسپکٹر۔ یہ غزل تم نے کہان پائی۔

رامچرن۔ چوری کرکے لایا تھا۔

انسپکٹر۔ صاف بات کہو جی تم ہمسے جھگڑا کرنا چاہتے ہو کیا۔

صاحب۔ ول اس کاغذ مین کیا لکھا ہی۔

انسپکٹر۔ حضور ایک غزل ہی۔

صاحب۔ غزل کون چیز ہی۔

انسپکٹر۔ حضور شعر ہین۔ جس کو آپ پوئٹری بولتا ہی۔

صاحب۔ پوئٹری اول۔ پوئٹری ہم نہین جانتا۔

انسپکٹر۔ حضور شعر۔ شعر جیسے۔

من ازان حسن روزافزون کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت برون آرد زلیخا را

صاحب۔ ول ہم کچھ نہین سمجھا۔ اچھا کچہری مین سب کو لاؤ۔

تقریظ

حسن آرا بیگم اس باغ مین بڑی خوشی کے ساتھ ٹہل رہی تھین گیتی آرا بھی اٹھلا اٹھلا کر چلتی تھی۔ سپہر آرا کھلی جاتی تھی اور عباسی سے بار بار کہتی تھی کہ عباسی ہمایون فر اور ہم اسی باغ مین مزے مزے سے کچھ دن لطف بہار اٹھائینگے عباسی (جی

تھان حضور) دبے دانتوں کھکر چپ ہو رہتی تھی مگر دل مین سوچتی تھی کہ کون ہایون اور کس کا باغ ۔ وہ خدا جانے کہان ہین جہان آرا ادھر اُدھر جا کے روتی تھی اور بڑی بیگم اُس کو سمجھاتی تھی کہ بیٹا دیکھو ایسا نہ ہو کہ سپہر آرا پر یہ راز سربستہ کھُل جائے ۔

اتفاق سے حُسن آرا کے پاس پیرو زمیع نے آن کر کہا کہ ذری یہ اخبار تو پڑھیے ۔ پڑھا ۔ تو یہ تقریظ عربی نظر سے گذری حسن آرا نے غور سے اس تقریظ کو پڑھا ۔

سپہر آرا ۔ کیا ہی باجی ۔

حسن آرا ۔ سنو کیا ہی ۔

رباعی

نقد جئت یا فندت رتن نات ۔۔۔ نقصتہ غار جہا فیہا العقول
فبشرے تقصکم نا ولکم ۔۔۔ لاتنا جئنا متقربین فنقول

وبعد ۔ فقد تجیب نقوش عبارا تہا حدود والغرا لیس وترصعت بسماع اساجیعہا طوالیس والفرادیس و لعمری ان عبارا تہا احب الی من دوق عدق نزل من السماء بعد الجدب وذہات الہنات والثمر وا روق من سحاب جاء فی ایام الربیع الی روض الریاحین فانمر داعیق من فوائح البنفسج در روائح الورد ۔ البھر علق بالا سماع من نغمات البلابل علی الورد والاحمر ۔ وترنمات القماری علی اغصان العرعر ۔ واسجاع العنادل علی افنان الشجر ۔ ومضامینہا اطیب منہا جاوت بریا الحبیب فاضرت بقرب وصالہ وبشر ونحاویہا الطف من نسائم سحرۃ ہبت من ساحہ لیلی ودربوع سلمی ۔ وقت السحر ۔ فو اللہ ان صنفک بالجنۃ عالیہ التی عیون الفصاحۃ فیہا جاریۃ وان نادلک (ایہا الاخق الیساق) روضۃ بالغۃ تامۃ التی عیون البلغاء الی حسنہا ناظرۃ ۔ ترتع انظارہم فی خضار ریاضہا وتتلذذ انسان عیونہم من عذوبۃ حیاضہا ۔ ریاحین حروفہا ایاتمر علی افنان سطورہا لناظمہ ۔ نالسائک لتعانق نسیم البلاغتہ ہاہا مایسات لہبوب صبہا الفصاحتہ الیہا وفیہا من کل فاکہۃ زوجان حیث اجتمعت فی کل موضع منہا فاقیتہا کانہا فی غصن من شجر الفصاحۃ ترتان ففیہا فاکہۃ ونخل ورمان ۔ ولابد للجنان ۔ من خیرات حسان ۔ فخدرات کنایاتہا الحقیقۃ حور متصورات فی الخیام من بلاغۃ الکلام قد اوقعن البلغاء فی التبلبل وایام رجوہ فراید خرائد معانیہا فانہ کالبدر ۔ وجباہ عرائس فحاویہا مشرقۃ کانہا شوکنظ من نار او شعل من شجر الطور ۔ وعین ناعمات تابدات اقلات فی حلل الفصاحۃ فی ذلک البستان فو اللہ ایہا المنلق قد ادہشت عقل المشتاق ۔ اذ جئت بکلام قد فاق ۔ علی شقاشق اقران قد سکنوا فی الاصقاع والآفاق ۔ فان تفخ البلاء غبار انک تخلص القلوب عن العاشقین ۔ وتذئل سلماد مضامینک بطلعت العقول عن المشتاقین وللبلد ور نقاطہ التی وقعت علی قرطاس من افلاک المسکیۃ فکانہا خیلان علی عذار غیدار جنادہ تا عمرابیتہ وکان براعک بلبل تترنم علی اغصان الاشجار فی حدائق الفردوس کثرۃ الازہار ۔ لا واللہ بل نغمات صریر قلمک تخجل البلابل وتغرید یراعک یدہش الصلاصل ماتحت فنظما یقابل نادلک فرائح البلاء ما شمت یا یل فصتک طبائع الفصحی ولاکبتہ الانتظام عقود الدرر یا من نظام منظومک ۔ ولاعداد لنضارۃ البساتین من

مختصارۃ ریاحین تشورک - فارجو من فضلاء عصنا و کملاء
دہرنا - ان یحلوا انعام سمح بہذہ القصۃ الرفیعۃ و نا نثردر
بہذہ الفرائد البہیۃ - لانہ ذو کلام منفہق - ولسان طلق الق
وادیب اریب لبق - الذی اتفق علی غزارۃ دیمۃ الفضلاء
النبلاء - واجمع بطول باعہ فی صناعۃ لادبیۃ الاذکیاء
اما تجتنون ایہا الناظرون الے مصنفہ من ریاحین
کلامہ انہاراً - وما تقتطفون من اغصان اقلامہ اثماراً
فبالہ علیکم یا اہل الزمان - قولوا باعلی صوتکم من صمیم
الجنان فالہ بحرسن للزمان لقارہ بہ تمتع الدنیا لفضل
کمالہ جزہ یوم السبت الاربعۃ عشر مضین من جمادی الاولی
سنۃ ثمانیۃ وتسعین بعد الالف ومائتین -

الراقم سایم بی مجھلی شہری تریل البدایون یہ
تقریظ پڑھکر حسن آرا بیگم نے اسی اخبار مین سطور ذیل
دیکھین - ایہا الناظرین - میان آزاد نام ایک مرد آزاد
جو خوبصورت ذکی الطبع شہ زور خوش وضع شریف زادے
ہین آج کل روم مین تشریف رکھتے ہین وہان اس غرض
سے گئے ہین کہ ترکون کا ہاتھ بٹائین اور اپنے برادران
دینی کے کام آئین ع - آفرین باد برین ہمت مردانہ او
حمیت اسلام اسے کہتے ہین خدا اس مرد نیک کا جزء خیر دے
میان آزاد ہندوستان مین ایک بیگم پر عاشق ہوے
تھے اس پاکدامن نے ان سے کہا کہ اگر تم روم جاؤ اور
وہان جاکر ترکون کی طرف سے لڑو اور سرخرو ہو کر آپس
آؤ تو مین نکاح کرون اب یہ وہان جان لڑا رہے ہین
اس جوانمرد کی سوانح عمری ایک صاحب لکھ رہے ہین
رسالہ بدیع کی یہ عربی تقریظ ہے - خدا کرے آزاد پاشا
فائز بمرام ہون یہ فقرو پڑھکر حسن آرا کمال مسرور ہوئی
اور بہنون سے یون گفتگو کرنے لگی -

حسن آرا - (گیتی آرا سے) گیتی آرا بہن اس وقت
جیسے ہم نے لاکھون روپیہ پائے -

گیتی آرا - ہان یہ کیا غور سے پڑھ رہی تھین کیا لکھا ہے
اخبار مین -

سپہر آرا - اے بہن ہم بتائین کچھ بچھڑے ہوؤن کا ذکر ہے کیا

حسن آرا - ہان بس اب کچھ نہ پوچھو - اس وقت مین آپ ہی
آپ خوش ہو رہی ہون - واہ رے آزاد کیون نہو - اچھا نام
پیدا کیا - ہاے اگر پتا معلوم ہوتا تو یہ اخبار بند کر کے بھیجدیتی

سپہر آرا - پتہ تو لکھا تھا - ہر مزجی بھائی کی کوٹھی بمقام قسطنطنیہ

گیتی آرا - اب یہ نہ معلوم کہ اس مین کیا لکھا ہے

حسن آرا - اچھا سنو - سمجھو مجھو گی ہی نہین -

لقد جئت یا فندت رتن ناتا	بقصۃ خارجا فی العقول

گیتی آرا - (ہنسکر) اے واہ اور سنو - یہ تو ہمارے پیر
بھی نہ سمجھین گے -

حسن آرا نے تقریظ پڑھکر سنائی تو سپہر آرا نے پوچھا حاجی
یہ بلابل اور قماری کے کیا معنی کہا بلابل جمع بلبل کی ہے اور
قماری قمری - سپہر آرا کو سخت تعجب ہوا کہ بلبل عربی لفظ ہے -
اور قمری کی جمع قماری -

گیتی آرا - اب آخر کچھ مطلب بھی سمجھاؤ گی -

حسن آرا - تقریظ ہے - مطلب کیا سمجھائین -

جان بلب ہے دل مرا اس زلف عنبر فام مین
غیر ممکن ہے نہ ہو مومن کو ایذا شام مین

بعد مدت کلفتِ غم سے ہوا صاف اپنا دل
دیر تک ہم تم نہائے کل جو اک حمام مین
ہمت ساقی سے ایسی وسعتِ مشرب ملی
مثلِ جم بحرِ جہان گویا ہوا اپنے جام مین

گیتی آرا اور حسن آرا اور سپہر آرا بڑی مسرت سے اس باغ پر فضا مین مصروفِ گلگشت تھین مگر جہان آرا کا پتا نہین یہ بیچاری ایک گوشے مین بیٹھی ہوئی روتی جاتی تھین۔ ہائے ہمایون فر ہائے ہمایون فر داغ دے گئے جیتے جی مار ڈالا۔ کہین کا نہ رکھا۔

بازیٔ عشق جز اندوہ و غم و رنج نہین
کھیل لے ہر کوئی جسکو وہ یہ شطرنج نہین

بڑی بیگم نے جو ان کی یہ کیفیت دیکھی تو قریب جا کر سمجھانا شروع کیا۔ سنو بیٹا۔ ہمایون فر بیچارہ تو مرا ہی شکر کرو کہ شادی نہین ہو گئی تھی (کانپ کر) ہے ہے جو نکاح ہوا ہوتا تو ستم کا سامنا تھا۔ اللہ نے بڑی خیریت کی۔

جہان آرا بڑی بیگم سے گلے ملکر زار زار روئی اور کہا امی جان اس وقت سپہر آرا بیچاری اس مزے سے باغ مین سیر کر رہی ہے۔ اور یہ خبر ہی نہین کہ ہمایون فر بیچارہ کس مصیبت مین ہے۔ ہائے ہائے مصیبت کیسی اس کا پتا ہی نہین۔ کیا معلوم روح کہان ہو گی اسی زندگی کے لیے انسان کیا جانے کیا کیا کرتا ہے۔ عالی شان مکان بنواتا ہے محل کھڑے کرتا ہے۔ اور یہ معلوم ہی نہین کہ یہ محل رکھا ہی رہے گا۔ قبر مین تمام عمر کے لیے سوتا ہے۔

پختہ مکان کی طرح سے ہے فکرِ گور بھی
انسان جان دیتا ہے آرام کے لیے

رہتا ہے آدمی کا نشان اس جہان مین
بنتی ہے قبر بعدِ فنا نام کے لیے

جہان آرا کا قول صحیح ہے مکان سر بفلک کشیدہ ہو یہی فکر رہتی ہے۔ ؎

الا یا ساکن القصر المعلیٰ ستدفن عنقریب فی التراب

بڑی بیگم۔ بابا یہی تم نے دیکھا کیا ہے۔ ؎

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

یہان کیا جانے کیا کیا صحبتین گذر گئی ہین کیسے کیسے سانحے ہوئے۔ ؎

وادیٔ وحشت مین ہین اپنے ہی یہ جوش و خروش
طاقتِ جنبش کہان ہمین کہ مجنون فاتحہ ہے

عباسی نے بہت سمجھایا مگر جہان آرا کی ہچکی نہ تھمی ادھر عباسی اور جہان آرا اور بڑی بیگم ہمایون فر کی باتین کر رہی تھین شیون اور بین تھا۔ ادھر گیتی آرا آہستہ آہستہ گاتی تھین سپہر آرا اور حسن آرا تعریفین کرتی جاتی تھین۔ ؎

نغمۂ گل مین نہین یہ مرغِ سحر کی آواز
سازِ مطرب سے ہے اوراقِ شجر کی آواز
پہلے ہی طائرِ جان ہو قفسِ تن سے رہا
وصل کی شب نہ سنون مرغِ سحر کی آواز
کان تک جھکتے گئی لگ گئی چپکی اسکو
سننے مین آئی نہین ایسی اثر کی آواز
نالۂ گریہ نہین ہے ہم ہین تماشائی قاتل
یہ تو آتی ہے مرے زخمِ جگر کی آواز
پردۂ گوش ہوا مثلِ کمان سو ٹکڑے
جب سے آتی نہین اس رشکِ قمر کی آواز

موج غم بھاگ چلی نیشۂ مے لا ساقی
لشکر ابر نے کی طبل ظفر کی آواز

سپہر آرا۔ باجی جان اس وقت دل بہت خوش ہے۔
راوی۔ ہائے ستم۔ کچھ اس بیچارے عاشق زار کی بھی خبر ہے۔
سپہر آرا۔ اب نیند آتی ہے۔ خوب میٹھی نیند سوئینگے۔
راوی۔ اور یہ سنا ہی نہین کہ ہمایون فر خون در جگر ہمیشہ کے لیے آنکھین بند کیے سو رہا ہے۔
سپہر آرا۔ خوشی سے بڑھکر دنیا مین کوئی شے نہین ہے۔
راوی۔ ہائے افسوس مگر یہ خوشی دو ہی چار گھنٹے کی ہے۔ ع

غنیمت جان تو مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

اللہ بس باقی ہوس۔

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید
ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

سپہر آرا۔ اس وقت ہچکیان آنے لگین (مسکرا کر) کوئی یاد کرتا ہوگا۔
حسن آرا۔ ہمایون فر یاد کرتے ہونگے۔
راوی۔ ہائے کس درجہ قلق کا فقرہ ہے۔ ہمایون فر ہین کہان ہائے ہائے۔

ہو نصیب عشق کی چاہ سے تو راحت جان لیلیٰ کو
عصا بخشے دیا پہلے جلایا دست موسیٰ کو

الغرض شب کو بڑی بیگم اور عباسی اور جہان آرا ایک مقام پر سوئین اور ادھر باغ کے ایک چبوترے پر پلنگ بچھے اور سپہر آرا گیتی آرا اور حسن آرا سوئین۔

قتل کا حال

اب اس قتل کا حال سنیئے۔ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس انسپکٹر ڈپٹی انسپکٹر برق انداز اور صدہا تماشائی جوق جوق جمع تھے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے کلو سے چند سوال کیے گئے اور کہا کہ اگر ان کے جواب دینے مین اغماض کیا تو سزا پائے گا۔

۱۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم کانپور گئے تھے۔
۲۔ کانپور مین کس کے ہان رہتے تھے۔
۳۔ کل تم اس مکان مین کس وقت آئے تھے۔
۴۔ ہنونت سنگھ سے تم سے لاگ ڈانٹ تھی یا نہین۔
۵۔ رام چرن تمھارا نوکر ہے یا نہین۔ اور گھسیٹے سے تم سے کیا تعلق ہے۔
۶۔ کبھی ہنونت سنگھ سے اور تم سے گالی گلوج کی نوبت آئی تھی۔
۷۔ آج صبح کو کانپور سے آئے تو شکرم پر کیون سوار تھے

ان سوالات کے جواب کلو لالہ نے بلا خوف یون دیے۔

۱۔ اسٹیشن پر برق اندازون سے پوچھیے جن کو ہمنے جاتے ہوئے انعام دیا تھا اور پہلی چوکی کے اسٹیشن ماسٹر سے دریافت کیجیے کہ کل ہم کو ریل پر دیکھا تھا یا نہین
۲۔ کانپور مین ہم چوبے جی کے اکھاڑے مین اترے تھے
۳۔ ہم اس مکان مین کل نہین آئے۔
۴۔ نہین جی ہمارا دلی دوست تھا۔
۵۔ رام چرن ہمارا نوکر نہین ہے۔ مگر یہ لالہ ہمارے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ اس کا نام ہم کو نہین معلوم ہے۔
۶۔ ہنونت سنگھ سے ایک دن البتہ تکرار ہوئی تھی

دوسرے روز وہ ہمارے مکان پر آیا اور پھر ہم اور وہ ایک ہو گئے۔

۔ ہم اسٹیشن سے چلے تو گاڑی کرایہ کی۔ اسکے گھوڑے تھکے تھے یہ شکرم ملی۔ خالی تھی سواریاں اُتر چکی تھیں ہم نے کوچبین سے کہا کہ تم اپنے ڈاکخانے ہمارے ہی مکان کی طرف سے جاؤگے پھر ہم کو کیون نہین لے چلتے اس نے منظور کر لیا۔ ایک روپیہ ہم نے انعام دیا۔

اُن سے سوال کیا گیا کہ ہنومنت سنگھ سے جو ایکبار تکرار ہوئی تھی اُس کا حال بیان کرو۔ کہا ہمارے ایک دوست سے اُنھون نے ہماری شکایت کی اور کلو نے ہماری چغلی کھائی۔ بس اس پر ہم سے اُن سے بہت تکرار ہوئی لیکن دوسرے روز وہ ہمارے دروازے پر آیا اور کہا کہ یار تم تو ذراسی بات مین بگڑ جاتے ہو بھلا دوستی کے یہی معنی ہین کہ ذراسی بات ہوئی اور بگڑ کھڑے ہوئے۔

صاحب نے کہا ہم صاحب کلکٹر کانپور کے نام تار بھیجتا ہے اس اکھاڑے کا پتا بتاؤ جہان تم نکلا تھا۔ کہا چوبے کا اکھاڑا۔ پوچھا چوبے کا اکھاڑا کہان ہے۔ کہا تالاب کے پاس نجاری ٹولہ کے پاس۔

برق انداز۔ کانپور مین بنجاری ٹولہ کہان ہے۔

دوسرا۔ بیس برس کانپور مین رہے۔ بنجاری ٹولہ کا نام نہین سُنا تھانہ دار۔ بنجاری ٹولہ تو کانپور مین نہین ہے ہم نے کانپور ہی مین تعلیم پائی۔

صاحب۔ کلو اگر جھوٹ بولے گا ہم سے تو ہم بڑی سزا دیگا۔

کلو۔ خداوند۔ چوبے کا اکھاڑا اور نجاری ٹولہ۔

صاحب۔ اچھا۔ قلم دوات کاغذ لاؤ۔

صاحب نے فوراً صاحب کلکٹر کانپور کے نام تار بھیجا۔ جو تئیس لفظ سب مفصل حال اور کہا دیکھو کلو اگر جھوٹ ہوا تو ہم تم کو جہنم مین پہونچا دینگے۔

کلو۔ کیا مجال جو جھوٹ ہو خداوند۔

صاحب۔ وَل اچھا۔ سمجھا جاویگا۔

کلو سے دریافت کیا گیا کہ تم کس بگھی پر سوار ہوئے تھے اور وہ کہان پر ٹوٹی۔ کہا ہم نہین پہچانتے۔ پوچھا اگر بگھی آئے تو پہچان لو۔

کہا بگھی تو نہین کوچبین آئے تو پہچان لون۔

صاحب۔ وَل۔ شکرم کس کے ہان کا تھا۔

کلو۔ حضور یہ مین نے نہین پوچھا۔ آم کھانے سے غرض ہے یا پیڑ گننے سے۔

صاحب۔ وَل۔ یہان کتنا شکرم ہے۔

انسپکٹر۔ حضور تین شکرم چلتی ہین۔ ایک لالہ گلاب چند کی ایک برائیٹ صاحب کی اور ایک دوبے جی کی۔

صاحب۔ وَل۔ سب کے کوچبین کو ابھی ابھی لاؤ۔

ایک ایک برق انداز تینون جگہ بھیجا گیا اور تھوڑی ہی دیر مین سب کوچبین حاضر ہوئے۔ صاحب نے جس سے پوچھا اس نے انکار کیا۔

صاحب۔ وَل۔ تم کاہے کو ڈر لگا۔ صاف بول دو۔

انسپکٹر۔ تمھارا کیا قصور ہے جی تم تو کرایہ پر لائے تھے۔

کوچبین۔ حضور ہم نہین جانتے ہم کسی کو نہین لائے تھے۔

دوسرا۔ خداوند ہم تو آج سویرے سے اُٹھے ہی نہین۔ مارے درد کے سر پھٹا پڑتا ہے۔

تیسرا۔ حضور ہم انکو نہین لائے۔ ہم تو گاڑی پر نہین آئے

چوتھا - ہم تو اہین اہین آیون -
پانچوان - صاحب ہم نہین جانتا ہو رکلو ہماری گاڑی پر نہین آیا۔
چھٹا - میرا ہاتھ درد کرتا ہی تین دن سے گاڑی نہین چلائی
صاحب نے بڑی کوشش کی مگر کوئی نہ بولا سب نے
انکار سخت کیا۔
صاحب - ول - کلو تم ثبوت دے کہ شکرم پر آیا۔
کلو - خداوند پولیس کا حولدار اور برق انداز اظہار دے چکا ہی
صاحب - او بیشک تم سچ بولتا ہی -
کانسٹبل - خداوند آیا تو شکرم پر تھا مگر یہ خیال نہین
کس کی شکرم تھی -
حولدار - حضور اسوقت کچھ غور نہ کیا۔ کیا کہیے -
انسپکٹر - ہان یہ بڑی وہ ہوئی -
صاحب نے فوراً حکم دیا کہ کل شکرم والون کے چالان کی
کتابین اٹھا لاؤ - آدھ گھنٹے مین کتابین آگئین -
مسٹر برائیٹ سیتاپور سے چالان آیا شکرم چار آدمی
دو ہندو دو مسلمان تین آدمی اندر تھے ایک اوپر -
لالہ گلاب چند سیتاپور سے چالان آیا - تین سواریان
عورت مرد اندر ایک مرد باہر -
مہانند دوبے - رائے بریلی سے چالان آیا چار سواریان
دو عورتین اور ایک لڑکا اندر - ایک خدمتگار باہر -
پوچھا کہ کوئی شکرم خالی بھی آئی - کہا کوئی نہین - پوچھا
کہ پوری شکرم کون تھی - کہا وہ جسمین دو عورتین تھین انکے
کوچمین سے دریافت کیا کہ تم نے عورتون کو اتار کر پھر گاڑی پر
اور کس کو سوار کیا تھا اس نے کہا خداوند میری گاڑی تو
ابھی ابھی آئی -

صاحب - ثابت کرو - اسکا ثبوت -
انسپکٹر - حضور ٹھیک کہتا ہی - اس گاڑی پر پیرے یہان
کی سواریان تھین -
صاحب - اُو - آئی سی -
برق انداز - ہان حضور ابھی آئی -
صاحب - ول - ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ یہ کیا بات ہی
کس واسطے -
برق انداز - غریب پرور عقل نہین کام کرتی -
انسپکٹر - حضور یہ کوئی بڑا جعل ہی -
صاحب - او بیشک - یہ بڑا بدمعاش ڈاکو ہی -
انسپکٹر - خداوند جان لڑا دونگا اور قتل کا پتہ لگا دونگا -
صاحب - او ضرور ضرور -
کلو - حضور اب ہم کو تو ہوتی ہی دیر -
صاحب - چپ - یو سور ٹین اناٹی بچ ہم جہندم مین
بھیجے گا -
کلو - جہندم نہ کہو - جہنم کہو -
اس پر صاحب کو بڑا غصہ آیا کہا تم سور ہی اور آگے بڑھکر
مارے غصے کے ایک تھپڑ لگایا تڑ سے - کلو نے پینترا بدلا -
صاحب نے ٹھوکر دی - کلو نے دوسرا پینترا بدلا - صاحب نے
ڈگ جایا - اس پر برق اندازون نے کلو کو پکڑ لیا -
کلو - اچھا خیر - دیکھو کیسا ناچ نچاتا ہون -
صاحب - دور ہو ہمارا سامنے سے -
کلو - اچھا تو پھر جاتا ہون - کہتے ہو نہ کہ دور ہو سامنے سے
صاحب - مت بکو تم - تم بڑا خراب آدمی ہی -
برق انداز اور تھانہ دار اور انسپکٹر اور صاحب اور

سوالی موالی سب روانہ ہو گئے۔ ہنونت سنگھ کے اعزا و اقربا تجہیز و تکفین کی فکر کرنے لگے محلے والے جمع ہوئے سب افسوس کناں تھے کہ اس بیچارے کی جان مفت میں گئی بڑا افسوس ہوا ابھی کل تک خاصے بھلے چنگے تھے۔

کلو کے ساتھیوں نے صلاح کی کہ اس کی طرف سے ایک بیرسٹر مقرر کریں۔ پہلے مسٹر جی ٹری بیرسٹر (لنکنس ان) کے بنگلے پر گئے۔

صاحب نے کہا بلاؤ۔ کلو کے شاگرد رشید منبودھ نے گفتگو کی۔

منبودھ۔ حضور۔ ایک تکدمہ ہے۔

ٹری۔ ول۔ اچھا بات کس کے اجلاس کا ہے۔

منبودھ۔ حضور اب یہ آپ جانیں کپتان صاحب کا اجلاس ہے

ٹری۔ او سنو۔

منبودھ۔ حضور لالہ کلو کو پھانس پھونس کے لے گئے ہیں کہ مہراج ہنونت سنگھ کو انھوں نے مار ڈالا۔ حضور سب جھوٹ ہے۔

ٹری۔ او۔ ول۔ اچھا۔

منبودھ۔ تو سن تو لیجیے۔

ٹری۔ ہم سب جانتا ہے۔ ہم آپ ادھر سے آیا تھا۔

منبودھ۔ تو حضور کیا لینگے۔

ٹری۔ ول۔ بڑا سنگین مقدمہ ہے۔

منبودھ۔ پھر جو کچھ حکم ہو وہ دیں۔ ہم گریب آدمی ہیں۔

ٹری۔ اچھا تم پانچ سو روپیہ دے۔

منبودھ۔ اور جو حضور دو تین پیشیاں ہوں۔

ٹری۔ تو فی پیشی ایک سو۔ پانچ سو نقد پہلے پھر فی پیشی ایک سو۔

منبودھ۔ حضور لائین کس کے گھر سے۔ ہم تو دو سو دینگے چاہے جتنی پیشیاں ہوں۔

ٹری۔ ول سلام۔ تم جائے اور وکیل کے پاس۔ بس

منبودھ نے خوشامد کی کہ منظور کر لیں۔

صاحب نے کہا ہم پانچ سو نقد سے کم نہ لینگے اور فی پیشی ایک سو۔

منبودھ نے فوراً تین سو روپیہ گن دیا اور کہا حضور یہ تین سو تو ابھی لیجیے اور فی پیشی اسی دینگے۔ بیرسٹر نے کہا ہم چار سو لے گا۔ اور فی پیشی سو سے کم نہ لے گا۔

منبودھ نے سو اور دئے۔

خون کا مقدمہ

صاحب کلکٹر کانپور نے تار کا جواب بھیجا کہ ہمارے شہر میں اس نام کا کوئی اکھاڑا نہیں ہے۔ لہذا ہم نہیں کہہ سکتے کہ کلو مجرم یہاں آیا یا نہیں۔ کانپور میں کئی اکھاڑے ہیں مگر چوبے کا اکھاڑا کوئی نہیں ہے۔

صاحب نے کلو کو تار کی خبر سنائی اور کہا تم نے ایک دعویٰ بھی ثابت نہیں کیا۔ لہذا تمھاری نسبت قتل کا جرم کسی قدر ثابت ہو گیا ہے۔

کلو۔ خداوند — گھبرا کر — حضور۔ اگر غلام —

صاحب۔ ول بس دوسرا بات نہیں۔ بس چپ رہو۔

کلو۔ تو خداوند دوسرا بات نہیں نہ سہی۔ ایک تو سنیے

صاحب۔ ول ہم کچھ نہیں سنے گا۔ تم بے ایمان آدمی ہے۔

کلو۔ تو حضور میں وکیل ٹھیک کر سکونگا یا سیدھا کالے پانی ہی بھیجا جاؤنگا۔ کیا یہی حضور لوگ کا انصاف ہے۔

صاحب۔ ول۔ تم وکیل بلائے آج تعطیل۔ کل مقدمہ ہوگا

کلّو۔ سلام۔ بس ہم سمجھ لین گے۔

کلّو نے اپنے بھتیجے رامو کو بلوایا اور اس سے یون گفتگو کی (بھتیا) بات تو سب کھل گئی اب تم اتنی مدد دو کہ برہمن کو اپنی طرف کر لو۔ اس نے کہا۔ ایک فرنگی ڈبلو ہوگیا ہے پیشگی روپیہ بھی دے دیا ہے۔ آپ نشان خاطر رہین۔ ڈبلو بڑا تقریریہ ہے۔ کلّو کی جان مین جان آئی کہا تم جا کے چھیدی سے ایک ہزار روپیہ مانگو اور ایک ہندوستانی وکیل بھی کر لو۔ اس سے کہو کہ گواہ بنائے اور ثبوت دے کہ ہم کانپور گئے تھے۔ کلّو کا بھتیجا مسکرایا کہا چچا سب بندوبست کر دیا ہے اب اس بات کو تو آپ بھول جائین کہ کانپور نہین گئے تھے۔ ہنگے تھے اور بیچ کھیت گئے تھے۔ کلّو نے کہا شاباش بیٹے آخر ہمارے ہی خاندان کے ہو نہ۔ ہم بہت خوش ہوئے لے اب تم جاؤ۔ وہ رخصت ہوا۔

اب سنیئے کہ ادھر پولیس کے انسپکٹر کو کد پڑ گئی کہ جس طرح ممکن ہو کلّو کو پھانسین۔ انھون نے چار گواہ تیار کیے۔ برہمن۔ شیخ۔ ٹھاکر۔ مرزا۔ سب کو سکھایا کہ جس شب کو ہنونت سنگھ قتل ہوا اس شب کو تم کہنا ہم نے کلّو کو دیکھا تھا۔ چارون گواہون کو یون منتر پڑھایا۔

برہمن۔ ہم کہین گے کہ ہم نے شام کو انھین چوک مین چلمین خریدتے دیکھا اور ایک کہارکی گواہی بھی لوا دیجیے ہمارا دوست ہے۔

انسپکٹر۔ اور جو پوچھا جائے کہ اچھا کیا اسکا ثبوت ہے کہ وہ اسیوقت ریل کے اسٹیشن پر نہین گیا۔ شاید چلمین خرید کے گیا ہو۔

برہمن۔ مین کہونگا کہ پھر مین نے اُسکو نو بجے سڑک پر دیکھا تھا۔

انسپکٹر۔ کتنی چلمین خریدین۔ دو چار دس بیس۔

برہمن۔ کوئی بیس خریدین۔

انسپکٹر۔ دو کم تیس۔ اگر زیادہ کہو گے تو وہ کہے گا کہ سفر کے لیے درکار تھین۔ باہر سے لوگون کی فرمایش آئی تھی۔

راوی۔ اچھا پکا کیا۔ کیون نہ سناتا ہون۔ ؎

چو پیرے کہ اورا پرا ند مرید		ز سر طوق گنبد بہ گردون رسید

یہ شعر سنتے تھے کہ انسپکٹر صاحب نے پیری کی حالت مین مرید کو اچھی پٹی پڑھائی۔

برہمن۔ بہت اچھا۔ مین چوکونگا نہین حضور۔

راوی۔ شاباش۔ ع۔

	این کار از تو آید و مردان چنین کنند	

انسپکٹر۔ تم سے ان سے کچھ بات چیت ہوئی تھی۔

برہمن۔ مین کہون گا کہ مجھسے اُنسے صاحب سلامت بھی نہین۔

انسپکٹر۔ ان کے ساتھ اور کون تھا۔

برہمن۔ ایک آدمی تھا۔ انکا نوکر ہے کہ بھائی بند ہو شاید۔

انسپکٹر۔ اچھا اب مرزا صاحب آئین۔ کہیے کیا گواہی دیجیے گا۔

مرزا۔ حضور کل شام کو مین چوک مین سوہن کا تیل خریدنے گیا تھا۔ کلّو کو مین نے ہار خریدتے دیکھا۔

انسپکٹر۔ اور کوئی ان کے ساتھ تھا یا اکیلے تھے۔

مرزا۔ ہان ایک آدمی اور تھا کوئی۔

انسپکٹر۔ اس کے چہرے قد و قامت چال ڈھال کا حال بیان کرو۔

مرزا۔ حضور اس کا غلام کو خیال نہیں۔ یا جو سکھائیے۔
انسپکٹر۔ بس یہی جواب تھا۔ شاباش۔
مرزا۔ حضور میں وہ گواہی دونگا کہ آپ بھی دنگ ہو جائیں ؎

خدایا جہان بادشاہی تراست ز ما خدمت آید خدائی تراست
پناہ و بلندی و پستی توئی ہمہ نیستند انچہ ہستی توئی
توئی کافریدی زیک قطرہ آب گہرہائے روشن تر از آفتاب
توئی کاسمان را برافراختی زمین را گذرگاہ او ساختی
توئی کافریدی زیک قطرہ آب گہرہائے روشن تر از آفتاب

راوی۔ اس تکرار کے قربان۔ آپ واقعی خوب گواہی دیجیئے
انسپکٹر نے کہا تم بھی گواہی کے قابل ہو۔ ٹھاکر کو بلاؤ
ٹھاکر۔ ہم سے جو کوئی بولی تو ہم گیا اب۔ ہاں۔
انسپکٹر۔ ہائیں۔ پاگل ہے کون۔ گواہی کیا دیگا۔
ٹھاکر۔ گواہی۔ ہونھ۔ ہم کہب کہ گلو مار ڈالس۔
انسپکٹر۔ آپ تشریف لے جائیں۔ تم تو کہتے تھے کہ ہم سنسکرت پڑھے ہیں۔ ؎

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز
لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

ان سب کے بعد شیخ جی کا نمبر آیا۔ یہ سب سے بڑھ کے نکلے
جمعدار۔ آپ کیا کہیں گے شیخ جی۔
شیخ۔ بھائی صاحب میں نے تو آج تک کالو کو دیکھا ہی نہیں۔
جمعدار۔ اجی ہم ابھی ابھی دکھا دینگے۔ کہو گے کیا۔
شیخ۔ کہوں گا کہ شام تک دریا پار گیا ادھر ایک دفعہ
کمیدان روشن علی خاں سے کہا کہ آج ایک کی جان لیں گے
اس وقت ہم لوگ کچھ نہ سمجھے۔ سہ پہر کو کہا کہ ہنومنت سنگھ
کا نام یاد رکھنا۔ سویرے سنا کہ ہنومنت سنگھ

مہاراج مارے گئے۔
انسپکٹر۔ اچھا۔ مگر وہ کمیدان کوئی (مٹی) آدمی ہیں۔
راوی۔ ہائے واللہ۔ کیا سوال کیا ہے۔ حضور سب فرضی ہی ہیں۔
شیخ۔ نہیں خداوند۔ وہ میرا شاگرد ہے۔ جو کہونگا کہدیگا۔
انسپکٹر۔ تو اسکو بھی لیتے چلنا۔

دو دل یکسا شود بشکند کوہ را پراگندگی آرد انبوہ را

شیخ۔ ہاں پر دیکھیے گا۔ بندہ کیسے فراٹے اڑاتا ہے
انسپکٹر۔ کیوں نہیں۔ گنوار تھوڑا ہی ہو۔
شیخ۔ اور لغات بولونگا۔ اردو لفظ نہ کہونگا عربی ترکی پاژند۔
انسپکٹر۔ تو بس یہ الفاظ میرے باپ کی بھی سمجھ میں نہ آئینگے
شیخ۔ (اکڑ کر) اجی حضرت ہم وہ لوگ ہیں کہ اچھے اچھوں کے چھکے چھڑا دیں ہم سے جو کوئی وکیل سوال کریگا نہ تو جھٹ ایک شعر کے معنی پوچھونگا۔

کب سبکدوش رہے قیدی زندان وطن
بوئے گل پھاندتی ہے باغ کی دیواروں کو

بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔
انسپکٹر۔ یہ سب سچ ہے مگر وکلا لوگ آگ کے پرکالے ہیں۔ ایسا نہ ہو گڑبڑا دیں۔
شیخ۔ اے لاحول۔ اے توبہ۔ کیا مجال۔ ہونہہ مجھے اور وکلا بند کر دیں۔ واہ۔

ناداں کہوں دل کو کہ خرد مند کہوں
یا سلسلۂ وضع کا پابند کہوں
اک روز خدا کو منہ دکھانا ہے وزیر
کس منہ سے میں بندے کو خداوند کہوں

ارے توبہ۔ کہنے کو کچھ تھا۔ کہا کچھ ہے

شیران مضامین کو کہان بند کرون
بھر نیگیے ڈکار نیکے جہان بند کرون
خلّاقی مضمون کا ہر سب کو ہو عوے
کھل جائے جو خندے مین زبان بند کرون

شیخ جی نے کہا آپ دیکھیے ہم کیسی دھوان دھار گواہی دیتے ہین جاہل گنوار اور پڑھے لکھے کی گواہی مین کچھ تو فرق ہو۔ انسپکٹر صاحب نے کُل گواہون کو سمجھا دیا کہ خبردار لغزش نہ ہونے پائے جو سوال کیا جائے ترت سے جواب دو پیشی کے روز جس وقت گواہی دینے کے لیے شیخ جی آئے اُسوقت بڑی دل لگی ہوئی۔ سرکاری وکیل نے سوال کیے

وکیل - آپ نے کلو کو اس شب کو کس مقام پر دیکھا تھا۔

شیخ - طبیعت لہرائی کہ دریا نہائین۔ احباب کو لیکر چلے وہان دیکھا کہ کلو بھی پیر رہے ہین صاحب سلامت ہوئی دور دور سے۔ وہ اپنی راہ گئے ہم اپنی راہ گئے۔ شام کو دریا سے نکلے ہم نے خونچے والے سے تکو نے دال موٹھ لی۔ کلو نے آم کھائے چراغ روشن ہونے کے بعد پھر ہم نے اُنکو چوک مین دیکھا گگڑ والے سے حقہ پی رہے تھے ــ

وکیل - کانپور کی ریل کا وقت تو جا تا رہا ہوگا ــ

شیخ - جی حضور اگر ہوا کے گھوڑے پر بھی جاتے تو ریل نہ ملتی

وکیل - شاید چوک سے سیدھے اسٹیشن گئے ہون ــ

شیخ - ممکن نہ تھا کہ کانپور کی ریل ملتی۔ دریا سے اگر اکا یا گاڑی کرایہ کرتے تو شاید ٹھیک وقت پر پہونچ جاتے ــ

وکیل - آپ سے اور کلو سے یارانہ ہے یا دور کی ملاقات۔

شیخ - ہاتھا۔ بہتو ہل ــ

وکیل - یہ لغت ہم نہین سمجھے۔ یعنی لاگ ڈانٹ۔

شیخ - جی نہین۔ لاگ ڈانٹ نہین دُور دُور کی علیک سلیک۔

وکیل - دریا پر کوئی اور بھی تھا جس نے کلو کو دیکھا ہو۔

شیخ - سو آدمی۔ مگر دو کے نام بھی یاد ہین۔ ایک تو یہ جو نسیم بیچتا ہے لالہ۔ دوسرا وہ ستار باز عبدالستار ــ

وکیل - اچھا۔ لالہ کو عدالت بلوا سکتی ہے ــ

شیخ - جی وہ کیا سامنے بیٹھا ہے ــ

لالہ بلوائے گئے۔ پولیس کے آدمیون نے لالہ کو پہلے ہی سے سکھا دیا تھا خود انسپکٹر نے تاکید کر دی تھی کہ جو شیخ جی کہین وہی بیان کرنا۔ لالہ نے آن کر یون بیان کیا ــ
مین دریا پیرنے گیا تھا وہان مین نے کلو لالہ کو دیکھا اُنکی میری جان پہچان ہے ــ سورج اُست ہوئے تک یہ نہایا کیے اُن کے ساتھ دو آدمی تھے۔ جب دریا سے نکلے تو اُنھون نے آمین (آم) چوسے پھر مجھے کوئی نو بجے کے وقت سرکٹے نالے کے پاس ملے اُس وقت بھی اُن کے ساتھ ایک آدمی تھا ــ

وکیل - یہ تو کہتے ہین کہ اس رات کو ہم کانپور گئے تھے ــ

لالہ - شاید گئے ہون۔ رات کی گاڑی پر شاید گئے ہون ــ

عدالت - تم کلو کو پہچانتے ہو ــ

لالہ - (مسکرا کر) ای وہجور بھلا کلو لالہ کو بھی کوئی نہین پہچانتا ہے یہ سامنے کھڑے ہین۔ پہچانتے ہی نہین بیچارے ــ

عدالت - اچھا عبدالستار کہان ہے ــ

شیخ - حضور صاحب کے ہان نوکر ہین۔ وہ جو سامنے رہتے ہین صاحب نے انسپکٹر کو حکم دیا کہ عبدالستار کو بلوائین ــ
عبدالستار چلے ان کو بھی پٹی پڑھا دی تھی۔ اُنھون نے

آکر لون بیان کیا۔

خداوند مین روز شام کو دریا جاتا ہون۔ جس رات کا آپ ذکر پوچھتے ہین اس رات کو غلام نے اُنکو چوک مین دیکھا تھا۔

عدالت۔ تم کلو کو پہچانتے ہو یہان ہی اسوقت۔

عبدالستار۔ حضور یہ کیا کھڑے ہین سامنے لالہ کلو مشہور آدمی ہین۔

وکیل۔ وہان اور کون کون تھا کسی کا نام بتا سکتے ہو۔

عبدالستار۔ وہان شیخ صاحب تھے اور وہ جوہری تھے جو سبزے گھوڑے پر نکلتے ہین۔ اور دو آدمی ہمارے محلہ کے تھے اور بہت سے آدمی پیر رہے تھے۔

عدالت۔ (لالہ کی طرف دکھا کر) ان کو دریا پر دیکھا تھا

عبدالستار۔ کچھ خیال نہین حضور۔ یہ تو افیم پیتے ہین شاید

عدالت۔ کلو نے دریا سے نکلکر کیا کیا۔

عبدالستار۔ ایک آدمی سے آم چکاتے تھے۔ پھر معلوم خریدے یا نہین خریدے مین پیرتا ہوا آیا۔ گیا تھا۔ کچھ خیال نہین کیا

عدالت۔ شیخ سے اور کلو سے کچھ بات چیت ہوئی تھی۔

عبدالستار۔ مین نے نہین دیکھا۔ شاید ہوئی ہو۔

اُسکے بعد کلو کے بیرسٹر نے سوالات شروع کیے۔

بیرسٹر۔ تم نے کلو کو کس وقت چوک مین دیکھا تھا۔ اور دریا سے وہ کب روانہ ہوئے۔

شیخ۔ حضور اسوقت کہان تھے جسوقت اظہار لیے گئے

بیرسٹر سوال۔ تم پاگل ہو۔ سوال کا جواب دو ابھی ابھی بولو۔

شیخ۔ شام کو روانہ ہوا۔ آٹھ بجے تک ہم نے دیکھا تھا۔

بیرسٹر سوال۔ اچھا آپ دریا سے چوک کس وقت آیا۔

شیخ۔ ہم بھی کوئی پانچ بجے آئے۔

بیرسٹر نے شیخ جی کو گڑبڑا دیا ایسے ایسے اینڈے بینڈے سوال کیے کہ شیخ جی چوکڑیان بھرنا بھول گئے۔ بہت بڑھ بڑھ کے باتین بناتے تھے یون کہونگا۔ اور یون سوال جواب کرونگا اور بیرسٹر کو بند کر دونگا مگر دو ہی سوالون مین بول گئے

بیرسٹر نے پوچھا کلو لالہ کے ساتھ کون شخص تھا۔ کہا اُنکا ایک آدمی تھا پوچھا اس آدمی کو پہچانتے ہو کہا ہان پہچانتا ہون۔ دو تین آدمی دکھائے گئے مگر پہچان نہ سکا پھر بیرسٹر نے ایک سوال کیا۔ تم اچھا پیرتے ہو یا کلو لالہ کہا ہم پیرنا خوب جانتے ہین کلو لالہ نہین پیرتے ہین۔

کلو۔ حضور مجھے خوب پیرنا آتا ہے۔ یہ بالکل لغو بکتا ہی اگر یقین نہ آئے تو مین پیر کے دکھا دون۔ جلہا نک مین برق ہون مار ڈالون۔

صاحب کے سر رشتہ دار نے کہا حضور مین اس شخص سے اسقدر واقف ہون کہ یہ پیرتا اچھا ہی۔ میر مچھلی کا شاگرد ہی اور جلبا نک مین سیکڑون سے اچھا ہے۔ صاحب نے کہا ول۔ شیخ تم جھوٹ بولا۔ انسپکٹر نے اشارے سے سمجھایا کہ کہہ مین نے پیرتے نہین دیکھا۔ شیخ جی اسوقت گھبرائے ہوئے تھے کہا حضور کلو لالہ کنارے پر نہاتے تھے۔ اور کئی ہفتے سے دریا پر آتے ہین مگر پیر کے کبھی نہین آتے۔

صاحب۔ ول تم بالکل جھوٹ بولتا ہی سب لوگ کہتا ہی کہ یہ پیراک ہی تم کچھ ٹھیک نہین بولتا۔ واہیات بات۔

شیخ۔ حضور جو لغو ہو تو ناک ناک بدتا ہون ۵

خدا کے غضب سے ذرا دل مین کانپ
جغلخور کے مُنھ کو ڈستے ہین سانپ

یہ سب جانوری کرتا ہے۔ ؎

من آنم کہ اسپان شہ پرورم
بخدمت درین مرغزار آورم

خاصے کے گھوڑوں پر تعینات تھا۔ شاہی تعلق تھا۔ ایسا ویسا نہ تھا اسی وقت صاحب کے اجلاس پر ایک یورپین آئے۔ ہیلو کہکر ہاتھ ملایا۔ کلو لالہ پر نظر پڑی تو کہا ول کلو سنگہ تم آج کہان آیا۔ اب تم دریا جاتا ہے صاحب سے کہا۔ یہ شخص ہمارا اُستاد ہے۔ پیرنا ہم کو اسی نے سکھایا ہے مگر ڈاکو اور بدمعاش ہے۔ ؎

راوی ۔ واہ کیا تعریف کی۔

ہر کہ آموخت علم تیر از من	کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

بیرسٹر نے کلو کی طرف سے خوب خوب سوال کیے شیخ جی بوکھلا گئے کئی بار جھلا کر کہا سنیے حضور ہم لوگ یہ باتین سننے والے نہین ہین ہم سے تہذیب کے ساتھ گفتگو کیجیے۔ بیرسٹر نے کہا۔ ول تم شریف ہے یا جھوٹا موٹا شیخ بن بیٹھا ہے۔ شیخ جی بہت بگڑے۔

شیخ ۔ ہم اس قسم کی بات نہین سننا چاہتے ہین۔

بیرسٹر ۔ تم شریف ہو۔

شیخ ۔ ہم بذات خاص تو شریف ہین مگر باپ دادا کا حال نہین معلوم۔

بیرسٹر ۔ جب تم پیدا ہوئے تھے تمھارے باپ کا کیا سن تھا

شیخ ۔ ہم بعد وفات جناب والد مرحوم و مغفور تولد ہوے

بیرسٹر ۔ کتنے برس کے بعد پیدا ہوے تھے۔

شیخ نے (گھبرا کر) یہی کوئی دو سوا دو برس کے بعد ہوئے ہونگے اس پر بڑا قہقہہ پڑا۔ گواہ اور اہل مقدمہ اور حالی موالی اور اہلکار کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ صاحب نے آہستہ سے کہا ول اس گفتگو سے کیا مطلب ہے۔ ہم ایسی باتین نہین سننا چاہتے ہین۔ شیخ جی سخت محجوب ہوے سکہا حضور میری سمجھ مین نہین آیا تھا۔ بیرسٹر نے کل گواہون کو گڑبڑا دیا اور دل لگی ہوئی کہ ایک گواہ نے کلو کے عوض صاحب کے سررشتہ دار کو مجرم اور قاتل بنایا۔ بیرسٹر نے پوچھا تم کلو کو پہچانتا ہے۔ کہا ہان۔ اسوقت اتفاق سے صاحب کے سررشتہ دار اسی جگہ پر کھڑے تھے۔ انسپکٹر نے کلو کی طرف اشارہ کیا گواہ سمجھا سررشتہ دار کی طرف اشارہ کرتے ہین۔ کہا حضور یہ کلو لالہ ہین۔ سررشتہ دار نے کہا سبحان اللہ اچھا پھانسا

بیرسٹر ۔ عدالت کے غور کے قابل بات ہے کہ گواہی دینے آیا کہتا ہے کل کلو لالہ کو دریا پر دیکھا۔ پھر چوک مین ملاقات ہوئی اور پھر کلو کو پہچانتا ہی نہین۔ سررشتہ دار عدالت کو کلو لالہ بتاتا ہے۔

صاحب ۔ ول جھوٹا گواہ ہے۔ اس کی گواہی کا اعتبار نہین ہم اس کو قید کرینگے۔ دروغ حلفی کرتا ہے۔

بیرسٹر نے پوچھا تم نے لالہ کلو کو کبھی اور بھی دیکھا تھا۔ کہا اسوقت اوسان خطا ہوگئے کچھ سمجھ مین نہین آیا۔ گھبرا اُٹھا ہون۔

ازین ستارہ دنبالہ دار می ترسند	

ضعیف الاعتقادی کے صدقے۔ سوئی کو بھالا اور تنکے کو جھنڈا بنانا اس کے بائین ہاتھ کا کرتب ہے۔ شایستہ ملکون مین ضعیف الاعتقادی کا پتہ نہین شایستگی آئی اور اس نے لقمہ سنبھالا ضعیف الاعتقاد آدمی جس شے کو سمجھ نہین سکتا اُس کو ادبار اور افلاس اور شومی طالع اور

برہمی انتظام موجودہ کائنات کا باعث تصور کرتا ہے۔ ابتدا ابتدا میں اکثر آدمی جو علم و فضل سے بے بہرہ تھے زلزلہ کو بھی انواع اقسام کے توہمات پر محمول کرتے تھے اور جب سمجھ میں نہیں آتا تھا تو یہ کہکر خاموش ہو رہتے تھے کہ خدا کی قدرت میں کسی کو دخل نہیں ہے۔ اسباب اور وجود زلزلہ وغیرہ کے سمجھنے کی کوشش کو بیکار اور فعل عبث سمجھتے تھے۔

شایستہ ملکوں میں اب اس قسم کے خیالات عموماً نہیں ہیں۔ اب وہ اسباب زلزلہ اور باعث حدوث قوس قزح اور انتظام شمسی اور مختلف کُرون کے حالات سے بخوبی واقف ہیں اور روز بروز ترقی کرتے جاتے ہیں۔

آجکل جو ستارۂ دنبالہ دار پیدا ہوا تو ہلچل مچ گئی سست اعتقاد آدمی کانپنے لگے کہ خدا ہی خیر کرے دمدار ستارہ ادبار کی نشانی ہے۔ اُدھر ستارۂ دنبالہ دار نکلا اور لوگوں نے طرح طرح کے خیالات ظاہر کیے غلّے کی گرانی قحط سالی کشت و خون عوارض وبائیہ اس کے نتائج قرار دیے گئے ہیں اور طرہ یہ کہ شایستہ ملکوں میں بھی ابھی تک بعض آدمی ستارۂ دنبالہ دار کے نام سے گھبرا اُٹھتے ہیں۔

لکھنؤ میں ضعیف الاعتقادوں بےفکروں وہمی آدمیوں نے بات کا جنگڑ کر دیا۔ جہاں جائیے ستارہ دنبالہ دار کی نسبت کوئی نئی بات ضرور سنیے گا۔ جس کی ذرا بھی اصلیت نہیں۔ محض لغو۔

ایک روز ریل کے اسٹیشن پر سیر کرتے ہوئے جانے کا اتفاق ہوا باہر کے چبوترے پر ادھر اُدھر کے مسافر بیٹھے چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

۱۔ پنڈت جی مہراج۔ سنسکرت دان۔ گول ٹوپی سر پر۔ اُدراج کی مالا سفید لمبی دھوتی پہنے ہوئے پچپن برس کا سن۔

۲۔ شیخ صاحب سُرخ داڑھی۔ کشیدہ قامت۔ خوش رو جوان۔

۳۔ بی اے۔ لائق انگریزی دان بیس برس کا سن۔

۴۔ ککڑو والا۔ زلزلے بھر کا نیاریا۔

ستارہ دنبالہ دار کی نسبت باتیں ہونے لگیں۔

شیخ۔ کیوں پنڈت جی مہراج یہ ذات الذنب کی خاصیت کیا ہے۔

راوی۔ ذات الذنب تو ہندی لفظ ہے پنڈت جی سے عربی لغت کیے۔

پنڈت۔ (گھبرا کر) ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ کرپاندھان

شیخ۔ اجی یہی دُمدار ستارہ۔ وہ سامنے نظر نہیں آتا ہے۔

پنڈت۔ کہ کرپاندھان یہ دھومرکیت ہے سمبت ۱۹۲۴ میں بھی اودے ہوا تھا۔

ککڑو والا۔ اور حضرت یہ غدر کے دنوں میں بھی نکلا تھا۔

پنڈت۔ رو دھر کی ورشٹی ہے۔ جدھر کا جوگ ہوئیگا۔ بڑا سنگرام ہوئے گا۔

بی۔ اے۔ اجی لاحول و لا قوۃ۔ کہاں دمدار ستارہ کہاں جنگ۔ ستارے کو حرب اور کشت و خون اور جدال و قتال سے کیا واسطہ۔

پنڈت۔ مہاراج یہ ستاروں ہی کے سبب سے تو نحش کو کلیس ہوتا ہے پرنتو انگریجی نولیس (انگریزی نویس یعنی انگریزی خوان) نہیں مانتے۔ جیسا جیسا کلجگ آئیگا ویسا ویسا دھرم کی کھنڈت ہوویگی۔ دھومرکیت کو آپ نہیں مانتے؟

بی اے۔ ع۔ آدمیاں گم شدند ملک خدا ارخ: افسوس ہے۔

مہاراج جی آخر سوچیے تو ستارہ دنبالہ دار کو اس سے
کیا تعلق ہے۔
اتنے مین ایک مولوی صاحب آ گئے۔ انھون نے
کہا بیشک تعلق ہے۔ غدر کے دنون مین بھی نکلا تھا پھر
کس قدر کشت و خون اور ہنگامہ ستیز گرم رہا آج کل کے
نوجوانون کا قاعدہ ہے کہ کسی چیز کو نہین مانتے اور اسلاف
پر منہ آتے ہین اگر ستارون کا اثر نہین ہے تو جزر و مد کا کیا
سبب ہے۔ جوار بھاٹا کیون آتا ہے۔ خاص اسی سبب سے
کہ کرون کی کشش کا اثر پڑتا ہے۔
بی اے نے ان لوگون کے خیالات پر قہقہہ اڑایا اور
کہا حضرت آپ لوگ عمر بھر بس اسی پھیر مین رہینگے۔ افسوس
کا مقام ہے۔ مانا کہ جزر و مد کشش شمس و قمر سے ہوتا ہے مگر
اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ انسان کے افعال پر
کرۂ شمس یا کرۂ قمر کا اثر پڑتا ہے
پنڈت۔ دیا دنت یہ دھوم کیتو کلیس ہی کے لیے
اُدے ہوتا ہے۔
شیخ۔ ابھی ایک دفعہ اور نظر آیا تھا تو ہمارا گھر بھر علیل
ہو گیا۔ کسی کو اسہال کا عارضہ۔ کسی کو سل۔ کسی کو تپ عرق
کسی کو درد جگر۔ یہ بڑا نحس ستارہ ہے۔
بی۔ اے۔ تو اس سال ستارہ دنبالہ دار صرف آپ
کے ستانے ہی کے لیے نکلا تھا۔ بجا۔
شیخ۔ اب آپ کو تو یقین ہی نہین آتا۔
پنڈت۔ تو اسکو ہم آپ کیا کرین۔
بی اے۔ ذات اللہ نبت کے حالات سے علما بہت
واقف ہین اُن کا مقولہ ہے کہ ستارۂ مذکور کرۂ شمس کے
گرد اگرد اور ستارون کی طرح دورہ کرتا ہے اور یہ ستارہ ایک
جسم مصمت ہے۔ جوف اس مین نہین ہے۔
شیخ۔ بجا جوف نہین ہے یہ کیونکر معلوم ہوا حضرت کہ نہین ہے۔
پنڈت۔ جوف کیا ہم اچھی طرح سمجھے نہین ہمین سمجھا دیجیے
شیخ۔ مطلب یہ ہے بیچ سے کھوکھل نہین ہے۔ ٹھوس ہے
پنڈت۔ مہاراج۔ بن دیکھے کوئی بچار کر سکتا ہے کبھی۔
شیخ۔ اور اشراق کے آپ لوگ قائل نہین۔ پھر کیونکر معلوم ہوا
بی۔ اے۔ آلات اور عقل دوربین کے ذریعے سے۔ یہ
کون مشکل بات ہے۔
شیخ۔ اور یہ دم کیا ہے حضرت اسکو کیا بتاتے ہین۔
بی اے۔ یہ بخارات ہین۔ آفتاب کی گرمی اور خود ستارۂ
دنبالہ دار کی حرارت سے روشن ہو جاتے ہین۔
شیخ۔ بلے! (بی معاف) آپ بھی نرے الو کی دم فاختہ ہی رہے
اس فقرے پر بڑا قہقہہ پڑا۔ بی۔ اے بیچارہ خاموش
ہو گیا۔ اتنے مین ایک صاحب نے پوچھا کیون قبلہ یہ اسکی
دم کس قدر دراز ہوگی۔
بی۔ اے۔ ۹۰ لاکھ میل تک دم کی طوالت دیکھی گئی ہے۔
شیخ۔ (حیرت مین آکر) این! نوے لاکھ!!! اوہ۔
پنڈت۔ نوے لاکھ میل جیسے پینتالیس لاکھ کوس ہوے
تو دم کیا ساری پرتھوی سے بھی بڑھ گئی
مسافر۔ اف رے جھوٹ اللہ ری گپ۔ ۹۰ لاکھ میل!!!
بی اے نے کہا ابھی حضرت آپ ہین کس بھروسے
۹۰ لاکھ تو ادنی سی بات ہے ایک عالم نے تین کروڑ بیس لاکھ
میل کی دم دیکھی تھی اس پر سب مسافر متحیر ہوے۔ ایک
بولا وہ بڑی پونچھ کے آدمی ہین۔ دوسرے نے کہا ابھی بے پر

بی اڑائی۔ یہ دُم بہت ہوگی بہت ہوگی دس گز ہوگی۔
شیخ۔ نا صاحب۔ کوئی چار گز پانچ گز کی ہوگی۔ بس اور کیا۔
پنڈت۔ یہ کبت ہے۔ آرام سکھ دھن سب کا کھائے جات ہے
راوی۔ آپ بچے رہیے گا۔ ایسا نہ ہو نوالہ کر جائے۔
بی اے۔ متقدمین کو بھی ایک بات کا خوف تھا۔ وہ سمجھے تھے کہ یہ ستارہ کرۂ شمس میں جا کر گریگا اگر کرۂ شمس میں گرتا تو اس کی گرمی کو دہ چند کر دیتا اور باشندگان کرۂ ارض جل بھن کے خاک سیاہ ہو جاتے۔
مسافر۔ کہاں کے باشندے کون کرہ۔ کرۂ ارض کہاں ہے
بی۔ اے۔ اب آپ لوگوں سے بحث کون کرے یہ تو آپ کو معلوم ہی نہیں کہ کرۂ ارض کہاں ہے آپ بیٹھے کہاں ہیں
مسافر۔ اچھا یہاں سے یہ ستارہ کس قدر فاصلے پر ہے۔ کوئی سو دو سو سنگی کوس۔
بی اے۔ نہ صرف دو کروڑ میل کبھی کبھی زیادہ۔ اور جب بہت بعد پر جاتا ہے تو نظر ہی نہیں آتا۔ ذی روح مخلوق کا وہاں رہنا غیر ممکن ہے وجہ یہ کہ سردی اور گرمی دونوں کی شدت ہوتی ہے۔
مسافر۔ کیا! ذی روح مخلوق تو کیا ان ستاروں میں ذی روح آدمی بستے ہیں ابھی نہیں حضرت۔ لاحول ولا قوۃ۔
بی اے۔ واہ۔ آپ کے کہنے سے۔ برابر سب نے تحقیقات کی ہے۔
شیخ۔ بھلا پنچھ داس کتنی دور ہیں گے۔
بی اے۔ یہ تو نہیں معلوم ہے مگر اسقدر جانتا ہوں کہ زمین سے ایک ہزار تیس حصہ زیادہ بڑا ہے۔ اور آفتاب بمقابلہ زمین لاکھ حصہ بڑا ہے۔ اور ستارہ جونو۔

شیخ۔ کون ہے جونو۔ جونو چہ معنی دارد۔ جونو کون ستارہ ہے
بی اے۔ آپ لوگ ان ستاروں کو کیا جانیں۔ یہ حال میں دریافت ہوئے ہیں قبلہ۔
شیخ۔ مشفق سبعہ سیارہ ہی تو مشہور ہیں۔ عطارد۔ زہرہ مشتری۔ مریخ۔ زحل۔ شمس۔ قمر۔
ایک چانڈو باز نے آکر پوچھا۔ کیوں حضرت بھلا اس ستارہ کا اثر افیم پر کیسا ہے اللہ ہم غریب آدمیوں پر رحم کرے۔ مگر ایک بات تو ہم جانتے ہیں کہ سرکار کا اقبال بڑا ہے اور سرکار کو اس سے آمدنی بھی ہے۔ اس سبب سے گمان ہے کہ افیم پر اس کا اثر اچھا ہو خدا کرے روپیہ کی من بھر بکے واللہ پھر کون مردک اپنے حساب نوکری بھی کرے۔ مزے سے افیم کی چسکی لگائے پونڈے کی گنڈیریاں چھیلیں مزے مزے سے چوسیں۔ ز غم فرزند ز غم کالا۔
بی اے نے کہا۔ چین کرو کچھ بھی نہ ہوگا۔ نہ آٹا مہنگا ہوگا نہ افیم۔ واہ! آٹے سے ہمیں واسطہ نہیں افیم نہ مہنگی ہونے پائے جو ہماری روح کی غذا ہے۔ ادھر یہ باتیں ہوتی تھیں اُدھر ایک نواب صاحب کے رفقا اسٹیشن پر ذوات الذنب کی نسبت گفتگو کر رہے تھے۔
رفیق۔ خداوند۔ یہ بڑا منحوس ستارہ ہے۔ خدا خیر کرے۔
دوسرا۔ ہاں حضور دریں چہ شک۔ ایک سال اور نکلا تھا شہر بھر کے مکانوں کو مسمار کر دیا۔
تیسرا۔ خداوند آج ایک اخبار میں پڑھا کہ کسی ملک کے والی نے انتقال کیا اور سنا کہ دُم کا رخ اسی طرف تھا۔
نواب۔ بھئی خدا سب کو آفات سے بچائے۔ مکانوں میں اڑامے ڈلوا دو۔ ایسا نہ ہو اب کی پھر ارا ارا کر کے گر پڑیں

رفیق۔ حضور ضرور بالضرور ایسا ہی ہوگا اسمیں فرق نہوگا۔
نواب۔ سانس دُم کو جھاڑو کہنا چاہیے۔
رفقا۔ اعجاز۔ اعجاز۔ کشف کہوں۔ کرامت کہوں۔ معجزہ کہوں۔
ایک۔ کیا بات فرمائی ہی سبحان اللہ جھاڑو ہی۔
دوسرا۔ صاف کردیتی ہی۔ بڑی بدبخت چیز ہی۔ خدا بچھے۔
نواب۔ بس جھاڑو ہی کسی کو بالکل صاف کردیا اور کسی کو آباد کردیا۔ یا صفائی یا صفایا۔
رفقا۔ اعجاز۔ قسم ہی اپنے سر کی۔ اعجاز ہے۔ اعجاز ہے۔
ایک۔ کلام الملوک ملوک الکلام۔
راوی۔ ای سبحان اللہ۔ کیا بات فرمائی ہی۔ کلام الملوک ملوک الکلام کتنا سچا مسئلہ فرمایا ہی۔ کیا جی خوش ہوگیا۔ عربی بولنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔
ایک رفیق نے واقفیت جتانے کے لیے کہا حضور ایک بات کہوں تو حضور کو یقین نہ آئے مگر ان آنکھوں کی قسم خداوند آنکھیں بڑی نعمت ہیں آنکھوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں ذرا بھی بناوٹ اسمیں نہیں ہی۔
نواب۔ ہان۔ ہان۔ کہیے اسی ستارے کے متعلق ہی نہ۔
رفیق۔ ہان حضور تین بار میرے ہوش میں ستارہ طلوع ہوا۔ دنبالہ دار ستارہ تین بار طلوع ہوا۔ اول مرتبہ میں کوئی دس برس میں تھا مگر سمجھیری آتش کا پرکالہ۔ رات کو خواب دیکھا کہ پورب کی طرف ایک چمکتی ہوئی جھاڑو ہے۔ اور جھاڑو اس قدر چمکدار ہی کہ آنکھ جھپکی جاتی تھی۔ سویرے ہم نے ایک منجم سے پوچھا کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہی اس نے دو دن تک غور کیا مگر کوئی رائے نہ قائم کرسکا۔ تیسرے دن جھاڑو کا ستارہ نظر آیا بس منجم نے مجھے بلوایا۔ گلے لگایا اور کہا بیٹا۔ سنو۔ تم ولی ہو۔ ایک نواب رہتے تھے۔ رونق الدولہ بہادر۔ بڑے فقیر دوست مجھکو بلوایا دو سو روپیہ دیے اور کہا شاہ جی تم پیدائشی فقیر ہو۔
دوسرا رفیق۔ واہ شاہ جی کیوں نہو۔ یہ کمال تو آج معلوم ہوا۔
تیسرا۔ جیسے رستم نکلے استاد۔ ای کیوں نہو سبحان اللہ۔
نواب۔ بھلا اس مرتبہ بھی دیکھا تھا آپ نے۔
چوتھا۔ ضرور دیکھا ہوگا۔ اب کی کیا تعبیر تھی۔
رفیق۔ اس مرتبہ دوسرے روز دیکھا کہ ایک عالی شان عمارت کو زلزلے نے ڈھایا سویرے سنا کہ دو برجی گر گئی تیسری شب کو دیکھا کہ دریا چڑھا ہوا ہی۔ سویرے خبر پائی کہ گومتی میں بیا آگئی۔
نواب۔ خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے تشویش ہوگئی۔ کیا سامنے جھاڑو نظر آتی ہی۔
رفیق۔ جی ہان خداوند نعمت۔ چل کے ملاحظہ فرمالیجیے نہ۔
نواب۔ ہان دیکھیں گے ضرور آج تک دُمدار ستارہ نہیں دیکھا۔
نواب صاحب نے کہا چلیے کہ میدان میں چلکر ستارہ دیکھیں مگر رفقا نے کہا حضور جانے بھی دیجیے۔ اس منحوس کی شکل دیکھ کے کیا کرنا ہی خداوند کے پاس نہ جانا چاہیے۔ ع
اصل بد از خطا خطا نہ کند:۔

رزق ہر چند بے گمان برسد	شرط عقل است جستن از درہا
گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد	تو مرو در دہان اژدرہا

رفقا نے حضور نواب صاحب کو ستارہ دنبالہ دار دیکھنے سے باز رکھا تو ایک شخص نے یہ تجویز پیش کی۔ خداوند نعمت کا پیش گارومال منھ پر لپیٹ کر دیکھیں تو مضایقہ نہ دارد۔ اس

تجویز کو نواب صاحب نے پسند کیا گلشن لیسٹ کا ایک رومال آیا نواب صاحب نے منہ پر رومال رکھکر دیکھا تو تھرا اُٹھے یا اللہ۔ اتنی بڑی دُم ہے!۔

رفیق۔ خداوند دُم کیا شیطان کا ماہی مراتب ہی۔

دوسرا۔ شیطان کی آنت ہی صاحب یا اللہ اللہ۔ اُف۔ کچھ ٹھکانا ہی۔

نواب۔ ارے یارو۔ یہ ہی کیا بلا۔ الٰہی توبہ الٰہی توبہ بھئی ذرا داروغہ سے کہدو کہ دس ملوکوں کو اس وقت کھانا کھلوا دینا۔ اور آج سے خیمے مین ہم رہین گے۔

رفقا۔ حضور خداوند حضور خوب سوجھی واللہ ہی کیا تجویز ہے۔

ایک۔ حضور ہم بھی چھولداری مین پڑ رہین گے۔

نواب۔ نہین بھئی۔ اپنے اپنے گھر مین سب ہون۔ خدا جانے کس وقت کیا بلا آئے۔

رفیق۔ اللہم احفظنا من کل البلیات۔

ایک چانڈو باز نے بڑھکر کہا۔ خداوند نعمت خبر آئی ہی کہ ایک جہاز ڈوب گیا۔ نواب صاحب نے کہا واللہ جی ہان جو نہ ہو تھوڑا ہی۔ جہاز مین آدمی بہت سے ہونگے کہا حضور چین سے افیم آتی ہی۔ ہائے افسوس آج شہر بھر ڈوب رہا ہی آسمان اور زمین کے قلابے ملجاینگے قسم خدا کی کائنات کا انتظام پلٹنے والا ہی۔ نواب صاحب کمال خائف ہوکے بندوبست ہونے لگا۔ بیوی سے کہا۔ کچھ خبر بھی ہی۔ آسمان کو بھی کبھی دیکھا ہی۔

بیگم۔ اوئی پہیلیان بجھواتے ہین۔ آسمان تو ہم نے کبھی نہین دیکھا (مسکراکر) آسمان بھلا کسی کو نظر بھی آتا ہی بھلا۔

نواب۔ اے ہی ہو تم تو سمجھتی ہی نہین۔ تمھاری شوخی سے ہماری ناک مین دم ہی اب آخری وقت ہی۔ اب چل چلاؤ لگ رہا ہی۔ قیامت آگئی۔ ع

	ساقیا یان لگ رہا ہے چل چلاؤ جب تلک بس چل سکے ساغر چلے	

بیگم۔ سبزی تو نہین کسی موے ہندوے نے پلا دی۔

نواب۔ اچھا چھت پر آؤ۔ دیکھو کیا ہی بلا کا بھی باپ!

بیگم صاحب پھرتی اور شوخی کے ساتھ پائچے سنبھالتی ہوئی چلین کوٹھے پر پہونچین تو نواب صاحب نے کہا دیکھو ایسا ستارہ بھی نہ دیکھا ہوگا بیگم صاحب نے ستارۂ دنبالہ دار دیکھا تو سخت خائف ہوئین۔ کہا اوئی اللہ یہ ہی کیا۔ اور یہ اتنی بڑی لکیر کیسی چلی گئی ہی۔ نواب صاحب نے ہاتھ مین ہاتھ دے کر کہا جنگ ہوگی۔ خون ہوگا۔ خون کے دریا بہین کیا معلوم کس ملک مین لڑائی ہو۔ مگر ہند و مسلمان عیسائی سب کا قول ہی کہ اسکا نتیجہ خراب ہی۔

بیگم۔ یا اللہ اب کیا ہونا ہی۔ نوازش دولھا کو الہ آباد سے یہین بلوا لو جو کچھ ہونا ہو وہ یہین سامنے ہو۔ ہائے آبا جان پہاڑ پر اکیلے ہین ہمین بڑا خوف معلوم ہوتا ہی۔ کلیجہ دھڑ دھڑ کر رہا ہے۔

نواب۔ علیٰ ہذا القیاس۔

راوی۔ آپکے ننھے سے کلیجے کو خدا بچائے۔ ناظرین ابھی نہین سمجھے کہ یہ نواب صاحب کون ہین اور بیگم صاحب کون ہین اس ستارۂ دنبالہ دار نے ہمارے ناول کے اکثر ذکر کرنیکو خون رُلایا۔ ہمایون فر کی وہ کیفیت ہوئی سپہر زنانہ خانم لٹ گئین جسکا حال آیندہ درج ہوگا سپہر آرا اور حسن آرا اور اُنکی بہنین صید مصیبت ہوئین اختر النسا اور زینت النسا

نے بھی صدمہ اٹھایا۔ (اتفاق)

مگر شکر ہی کہ آزاد پاشا مزے مین رہے اُنکا حال عشرت مآل عنقریب معرض بیان مین آئیگا۔ بڑی تکلیف برداشت کی سخت مصیبت سہی۔ بارے بخیر گذشت گو اس راحت مین بھی اُنکو تکلیف تھی مگر قید سے بچے ورنہ اگر سیبریا کے برفستان جاتے تو زندگی ہی محال ہوجاتی

اب میان آزاد کی زندگی کچھ دن عیش مین بسر ہوگی مگر سچا عیش وہی ہی جسکا انجام بخیر ہو۔ ورنہ

دنیا ہیچ است وکار دنیا ہمہ ہیچ
ای ہیچ زہی ہیچ در ہیچ ہیچ

لالہ کلو

لالہ کلو کے بیرسٹر نے ثابت کر دیا کہ گواہ نہایت جھوٹے ہین۔ سچے گواہون کو جھوٹا بنانا ان کے بائین ہاتھ کا کرتب ہی۔ جہان دو چار اینڈے بینڈے سوال کیے اور گواہ بوکھلا کر رہ گئے۔ ہوش و حواس غائب۔ واقفکار آدمی تک کی سٹی بھول جاتی ہی نہ کہ ناواقف آدمی۔ اور گنوارون کو تو ایسا بناتے ہین۔ کہ کچھ نہ پوچھیے۔ انسپکٹر صاحب نے اپنی کارگزاری مین کوئی دقیقہ نہین باقی رکھا تھا گواہون کو خوب سکھایا۔ اُن گواہون کے گواہون کو پٹی پڑھائی جھوٹے گواہ لائے مگر بیرسٹر نے اُن کی کل محنت ضائع کردی۔ گواہ تھے بھی گو کھے ورنہ انسپکٹر کی رائے پر چلتے تو بیرسٹر کی بھی دال نہ گلتی۔

بیرسٹر نے مقدمے کے آخر مین اپنے موکل کی بریت کا ثبوت یون دیا۔ سب گواہون نے بیان کیا ہے کہ لالہ کلو کو دریا مین شام کے وقت دیکھا اور پھر آٹھ نو بجے شب کو

اب سوال یہ ہی کہ اگر آٹھ نو بجے شب کو یا شام کے وقت لالہ کلو چوک مین تھے تو ہنونت سنگھ کے مکان مین کیونکر پہونچے۔ کل گواہون نے بیان کیا کہ انھون نے کلو کو شام کے وقت ہنونت سنگھ کے ہان دیکھا اور اب یہ لوگ کہتے ہین کہ شام کو اور آٹھ بجے شب کو چوک مین دیکھا ان کا کہنا صحیح ہے تو وہ جھوٹے نکلے اور اُن کا بیان راست ہے تو یہ دروغ کو قرار پائے۔

صاحب۔ ول یہ بہت خوب بات ہی بیشک ہمکو اتفاق ہے۔

بیرسٹر۔ بالکل بنایا ہوا مقدمہ ہی۔ ایک کچھ بولتا ہی دوسرا گواہ کچھ کہتا ہی۔

صاحب۔ مل (وکیل) سے اب اسکا کیا جواب ہی۔

بیرسٹر۔ عدالت اس پر بھی غور کرے کہ ایک گواہ نے سررشتہ دار صاحب کو کلو لالہ قرار دیا۔

اس پر پھر قہقہہ پڑا اور صاحب نے کہا ہان ہم اس گواہ سے ابھی جواب طلب کرتے ہین۔ گواہ کا رنگ فق ہوگیا۔

کلو۔ حضور جو ذرا بیان مین فرق ہو تو ٹکڑے ٹکڑے چنوا دیجیے

بیرسٹر۔ او بس تم بہت ٹھیک بولتا ہی۔

وکیل۔ معلوم ہوگا جب قیدخانے جائینگے۔ ٹھیک بولتا ہی۔

وکیل نے کہا عدالت کو اس امر پر غور کرنا لازم ہی کہ لالہ کلو شکرم پر سوار آئے اور ان کے دونون ساتھی پکڑے گئے ان پر جرم بھی ثابت ہو گیا ہی۔ ایک شخص رام چرن کے باپ نے صاف صاف کہا کہ اسکا لڑکا شب کو گھر مین نہ تھا۔ چار بجے آیا دوسرا آدمی صبح تک گھر پر نہ تھا لہٰذا جرم اس پر ثابت ہی۔

اسکے علاوہ ایک اور ثبوت کامل یہ ہی کہ کانپور مین کوئی

اکھاڑہ چوبے کا مشہور نہین ہی۔ یہ شخص اب تک اپنے قیام کی جگہ سے اطلاع نہ دیگا۔ آئین بائین شائین بکا گیا۔

بیرسٹر نے اس کلام کی تردید کی اور یون کہا۔

شکرم پر سوار ہونا کوئی جرم نہین ہی۔ صاف صاف تو بیان کر دیا کہ شکرم ادھر سے آتی تھی کرایہ کی گاڑی ٹوٹ گئی۔ شکرم والے کو کرایہ دیا اُس نے بٹھا لیا۔

وکیل۔ وہ شکرم والا بولتا کیون نہین۔ اسکا کیا سبب خاص ہی

بیرسٹر۔ ادہم اپنا وقت اس لغویات کے سننے مین نہین ضایع کرتا۔

وکیل۔ حضور ان کو اس کا جواب دینا چاہیے۔ غور کے قابل بات ہی۔

بیرسٹر۔ ممکن ہی کہ شکرم والا انعام لیکر اپنے مالک سے اطلاع کرنے کے عوض خود کھا گیا ہو۔ یا مارے ڈر کے کہ مین دو چار روز خراب ہون گا نام نہ بتاتا ہو۔ خود پولیس والے بیان کرتے ہین کہ شکرم پر تھا۔

صاحب۔ وَل۔ ٹھیک ہی اس سے کچھ بحث اب نہین رہی ہی

شیخ۔ اور ایک بات خداوند مجھکو لالہ سے پوچھنی ہی۔

وگ وگ وندان برہنہ تنان	چون غذت چو بک چو بک زنان

اس کے کیا معنی ہین۔

صاحب مسکرائے بیرسٹر ہنسا۔ وکلا اور مقدمے والے بھی تبسم کرنے لگے شیخ جی نے اکڑ کر کہا اچھا اسکے معنی بتایئن

موٹی دریا کی کلائی زلف اُلجھی بام مین	مورچہ مخمل مین دیکھا آدمی بادام مین

صاحب۔ وَل چپ رہو بہت غل مت مچاؤ یہان۔

بیرسٹر۔ ایسے ایسے گواہ ہین کچھ سمجھتے ہی نہین۔

وکیل۔ مگر کہتے سچ ہین۔

وکیل نے کہا اچھا کانپور مین یہ کہان فروکش ہوے تھے لالہ کلو نے بیان کیا ہم ایک برہمن کے ہان اُترے تھے وہ متھرا کے چوبے ہین۔ ایک رئیس نے اُنکو ٹکا یا ہی۔ کُشتی سیکھتے ہین اُن کا ایک اکھاڑہ ہی۔ وہین ہم بھی گئے۔

وکیل۔ وہین ہین۔ کہتے رہو۔ اور کچھ نہین۔ وہین کہان

کلو۔ جھلا کر۔ کانپور مین۔ کیسو جیسے بولتے ہین۔ وہ کانپور اور کہان۔

وکیل۔ یا الہی۔ تو کانپور کے کس محلّے مین۔

کلو۔ کانپور کی کوٹھی کے پاس۔

وکیل۔ عدالت کو مہربانی کرکے دریافت کرنا چاہیے۔

صاحب۔ وَل کلو تم جیل خانے بھیجا جائیگا۔ ایک دفعہ کیون نہین صاف صاف بولتا۔

بیرسٹر۔ پہلے ہمارے موکل نے صاف صاف بیان کر دیا تھا۔

صاحب۔ مقدمہ ملتوی۔ کلو ابھی بری نہین ہو سکتا۔ ۱۰ تاریخ کو مقدمہ پیش ہو۔

۲ تاریخ کو مقدمہ پھر پیش ہوا صاحب کلکٹر کانپور نے بذریعہ تحصیلدار صاحب دریافت کیا تو کلو کے بیان کی تصدیق ہوئی جواب تار بذریعہ پوسٹ آیا۔ ترجمہ درج ذیل ہے۔

منجانب صاحب کلکٹر و مجسٹریٹ۔

بنام صاحب جج ضلع۔

تاریخ ۲۔ مئی سنہ فلان۔

صاحب من۔ آپ کا نامہ مورخہ ۲ مئی وصول ہوا حسب خواہش سامی دریافت کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ لالہ کلو مل مہاجن نے

ایک جو بنے کو بمشاہرہ ۵ ماہوار نوکر رکھا ہے۔ اُس کے اکھاڑے میں ایک شخص لالہ کلو مل نامے آنگر لکا تھا۔

بیرسٹر۔ صاحب کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بس مقدمہ جیت گئے۔

وکیل۔ ابھی ہم کو کئی باتین کہنی ہین۔

بیرسٹر۔ ول اب کچھ نہین کہنا ہے اسکو کہنا ہے مگر ہم جاتا ہے۔

صاحب۔ ول اب کوئی ثبوت نہین ملتا مگر اب تم ابھی ثابت کرے کہ کانپور مین تھا۔

کلو۔ ہندوستان میں کیا انصاف کیا ہے۔

بیرسٹر۔ ہنونت سنگھ کے بھائی اور لالہ کلو سے دشمنی ہے لہٰذا وہ پھانسنا چاہتے ہین۔

کلو۔ مگر سچ سچ ہے اور جھوٹ پھر جھوٹ ہے۔

صاحب نے رائے لکھکر تجویز سُنا دی۔

چونکہ اس مقدمہ مین بالکل ثبوت اس امر کا نہین ملا کہ کلو قاتل ہے لہٰذا مقدمہ خارج۔ خرچہ فریقین ذمہ فریقین۔

کلو۔ واہ غریب پرور کیا عدالت ہے۔ دودھ کا دودھ پانی کا پانی

وکیل۔ (اپنے دل مین) واہ کیا اُلٹی گنگا بہائی۔

انسپکٹر۔ بڑا قسمت کا دھنی ہے۔

اس مقدمے سے ناظرین کو پولیس کی کارگذاری اور گواہون کی سچائی اور بیرسٹرون کی کارستانی سے بخوبی آگہی ہوگئی ہوگی۔ ابھی اس مقدمہ کی اپیل ہوگی۔

اب سنیئے کہ کلو لالہ نے واقعی ہنونت سنگھ کو قتل کیا تھا اور وہ دونون آدمی بھی اس وقت اسکے ساتھ تھے۔ رات کو کلو لالہ غیب بھی رہے تھے پولیس کی تحقیقات مین شک نہین اگلی سے اگلی تحقیقات ہوئی مگر اہل پولیس نے گواہون کو خوب بھرا اور مصنوعی گواہ مقرر کیے۔ یہان تک کہ گواہ یا کہ لالہ کلو دریا مین پیرتے تھے اور شام کو وہان سے چوک گئے اور چوک مین لوگون نے ان کو نو بجے کے قریب دیکھا۔ اور بیرسٹر نے وہ دلیلین پیش کین کہ پولیس کی کارروائی بھی خاک مین مل گئی اور وکیل کی بھی بند ہوگیا۔

آزاد کا حال

آزاد پاشا کی مصیبت ناگفتہ بہ۔ ایک تہ خانہ مین یکہ و تنہا کوٹھری مین پڑے تھے۔ شام کو کھانا آتا تھا۔ دو روٹیان اور آدھ پاؤ شوربا۔ باقی اللہ اللہ خیر صلاح۔

ایک روز آزاد پاشا کے کان مین آواز آئی اور سوال جواب ہونے لگے۔

آواز۔ آزاد۔ آزاد۔ آزاد۔

آزاد۔ (کان کھڑے کرکے) یا خدا کون بولتا ہے۔

آواز۔ آزاد۔ اودھر آؤ۔

آزاد۔ ہائے آگے کون۔ قبر کے برابر کوٹھری مین پڑا ہون۔

نہ دن کو چین نہ راتون کو آب و دانہ ملا	ملا تو شام مین ٹوٹا سا قید خانہ ملا

آواز۔ او نادان۔ ذرا ادھر آ۔

آزاد۔ ایک ہفتہ مین چُرمُر ہوگئے تھے۔ بات کرنے کی طاقت نہ تھی آہستہ سے کہا بھائی جان بلب ہون۔ مارے پیاس کے تالو مین کانٹے پڑے ہین۔

آواز۔ آزاد کیا مر گئے۔

آزاد۔ (آہستہ سے) مردہ بدست زندہ۔

آواز۔ آزاد تمھارے فائدے کے لیے آیا ہون جلدی آؤ۔

آزاد۔ (آہستہ سے) جامہ ندارم دامن از کجا آرم۔

آواز۔ افسوس ہائے افسوس۔ ارے آزاد۔ ذرا ادھر آؤ۔

آزاد۔ دروازہ توڑ کے آجاؤ۔

اس آدمی نے دروازہ توڑ ڈالا اندر آیا تو کہا اف وہ اس تنہائی مین بسر کرتے ہو۔ آزاد نے از سرتاپا اس شخص کو دیکھا کہا مین نے آپ کو پیشتر نہین دیکھا تھا آپ ہندوستانی ہین۔ کہا ہان مین ہندی ہون۔

آزاد۔ آپ کہان سے تشریف لائے ہین۔ حضور

ہندی۔ مین بھاگلپور کا باشندہ ہون اور خواجہ صاحب مجھے لوگ کہتے ہین۔

آزاد۔ یہان کس طریق پر آنے کا اتفاق ہوا۔

ہندی۔ بطریق سیاحت یہان آیا سنا کہ ایک ہندی بھائی گرفتار ہوا ہے سخت مصیبت مین پھنسا ہے بھائی تھا جوش خون کہان جائے فوراً موقع وقت پاکر ڈھونڈھتا ہوا اس طرف آیا۔

آزاد۔ کیا کوئی محافظ نہین ہے کسی نے ٹوکا نہین۔

ہندی۔ دو دو پہرے ہین اور ننگی تلوارین لیے ہوے تین تین سپاہی ایک ایک پہرے پر تعینات ہین۔

آزاد۔ (آہ سرد کھینچ کر) افسوس ہے۔

خلوت مین نہین ہے یار کیونکر ملیے
جلوت مین کہین ہے عار کیونکر ملیے
رونے نے تو کھویا خواب کا آنا
دریا حائل ہے یار کیونکر ملیے

آپ کس طور پر آسکے کیا تدبیر کی۔

ہندی۔ حب الوطنی نے مجبور کیا۔ ع

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بہ ملک مصر شاہی میکرد
میگفت گدا بودن کنعان خوشتر

آزاد۔ بڑی نوازش ہوئی مگر دروازہ بند کر دیجیے۔

ہندی۔ دروازہ کسی قدر ٹوٹ گیا ہے۔

آزاد۔ ہائے غضب اب آپ مار ڈالے جائین گے۔ افسوس کا مقام ہے۔

ہندی۔ کچھ پروا نہین بھائی جان۔ ہم پیدا ہی اس لیے ہوے۔

آزاد۔ خدا اجر دے بھائی صاحب۔

ہندی۔ ستر سویل کے پاٹ کے دریائے زخار ڈینیوب کے تو پار ہو ہی گئے تب تو جان گئی ہی نہین اب کیا جائیگی

آزاد۔ خدا تمھین اجر نیک عطا کرے۔

ہندی۔ اب کوئی تدبیر ایسی کرو کہ یہان سے نکل بھاگو۔

آزاد۔ واہ یہ غیر ممکن ہے۔ بھلا کہین ایسا ہو سکتا ہے۔

رشتہ درگردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ ع

بے رضائے تو یکے برگ نہ جنبد ز درخت

ہندی۔ سچ ہے حق ہے مگر وہ بڑا مسبب الاسباب ہے۔ جس دن ہم ایسے مقام پر تھے جہان زلزلہ نے پچاس آدمیونکو ہلاک کر ڈالا

آزاد۔ الامان۔ الامان (رو کر) موت سب کے واسطے ہے۔

ہندی۔ کسی امر کا خیال نکرو۔ آج ہمارے تمھارے چپ چاپ باتین ہون مگر ادھر ادھر کی۔ نہ تم اپنا حال ہم سے کہو نہ ہم تم سے بیان کرین۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ زلزلہ کیون آتا ہے۔

آزاد - بھائی یہاں جان کے لالے پڑے ہین اور تم کسی اور ہی فکر مین ہو - افسوس ہی کیسا زلزلہ اور کہاں کا بھونچال

ہندی - آج نہ تمھاری بیتی سنو نگا نہ اپنی بیتی کہونگا -

آزاد - اچھا ہم اور کے بہانے سے اپنا ذکر کرینگے -

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران | گفتہ آید در حدیث دیگران

زلزلہ کے کئی اسباب ہین -

اولاً زمین مین اجزا اکبریتہ ہین - اُن کے جوش کھانے سے زلزلہ آتا ہی -

ثانیاً - پہاڑون کے ٹکڑے زمین کے غارون مین اس زور سے گرتے ہین کہ زمین کا گہوارہ دور تک ہلنے لگتا ہی جب گندھک اور شورے کو کسی وجہ سے زمین کے اندر سیلان ہوتا ہی تو شعلے ہر سمت سے جو واقع ہوتے ہین

ہندی نے کہا ہمین اس وقت لکھنؤ کے مشاعرے یاد آتے ہین ؎

ہی ریاض فکر ناسخ کی جو شادابی یہی
لکھنؤ مین آئیگی بوے غنی کشمیر سے

آزاد - ہمین مشاعرہ یاد آتا ہی نہ مناظرہ فقط ایک بت بے پیر کا چہرۂ زیبا یاد آتا ہی اور سب بھولے ہوے ہین غم نے مار ڈالا -

یہ پھنک رہا ہی مرا جسم آتش غم سے
کہ طوق بھی مری گردن مین لال رہتا ہی

ہندی - رہے نام اللہ کا ایک دن ہم بھی مشاعرے مین گئے تھے - ہزارون شاعر اور ہزارہا سننے والے اور رؤسا اور نواب جمع خواجہ صاحب بھی تھے اور شیخ صاحب بھی تھے اور ہان دونون کے تلامذہ بھی تھے - خواجہ صاحب کی طبیعت علیل تھی اسوجہ سے انھون نے اپنا کلام نہین پڑھا مگر ناسخ نے ایسی نایاب غزل پڑھی کہ کیا عرض کرون ؎

پنجۂ گلگون چمن کو اب دکھایا چاہیئے
رشک سے مہندی کی ٹٹی کو جلایا چاہیئے

ٹھوکر اک ہاے حنائی سے لگایا چاہیئے
پھول کوئی میری تربت پر چڑھایا چاہیئے

باغ مین اس گل کو لیجا کر ہنسانا ہی ضرور
کھلیون مین عندلیبون کو اُڑایا چاہیئے

اشک کوئی چشم میگون سے گرا کر شیشہ مین
بادہ مجھ میکش کی تربت پر چڑھایا چاہیئے

آزاد - یہ شعر سب سے بہتر ہی - خوب ہی -

ہندی - ایک شعر اور سنیے حاصل زمین ہی واللہ کہتے ہین ؎

سیرے نالے سن کے وہ ظالم چڑھ آیا بام پر
آسمان پر اب دماغ اپنا چڑھایا چاہیئے

آزاد - آہاہا - ایک شعر اسکا مجھے یاد آیا سنیے گا حضرت ؎

طالب زینت نہین رنگینی بے ساختہ
پنجۂ مرجان کو کیا مہندی لگایا چاہیئے

ہندی - ہان - اسی غزل کا یہ شعر ہی بہت اچھا کہا ہی ؎

جس کے ہاتھ آیا خزانہ قصد رکھتا ہی یہی
مثل فوارہ جہان مین سر اُٹھایا چاہیئے

داغ فرقت زیست بھر سوز جہنم بعد مرگ
ان تینون پر کس توقع سر جھکایا چاہیئے

آزاد - سبحان اللہ سبحان اللہ - آہاہا - کیا کہنا - سبحان اللہ -

ہندی - استاد بے بدل تھے - مستند - مسلم الثبوت -

یار کی ٹیڑھی نگہ بھی لطف سے خالی نہین
ہو اگر تلوار اصل اسکو دیا یا چاہیے
محفلِ عشرت مین تلخ یاد آیا ہے غنی
شمعسان ہنسنے مین یارون کو رُلایا چاہیے

آزاد — ہم بھی کسی زمانے مین چہکتے تھے مگر دو دن نہ عیش کے ساتھ بسر کیا کہ تفرقہ پڑ گیا۔ ع

چار ہی دن مین نہ رکھا بلبل و گل کا نشان
کھا گئی صیاد و گلچین کی نظر گلزار کو
پرزے اڑتا ہے دل صیاد ہر نالے کے ساتھ
باغبان قینچی سمجھتا ہے مری منقار کو

اب تو زندان بلا کے اسیر ہین عضو عضو چھلنی ہو گیا تیر فراق نے بدن کو مشبک کر دیا۔

جوش وحشت مین کیا مین نے گریبان چاک چاک
دھجیان زخمون کی پہنائین گلے کے ہار کو

گویہان ہر قسم کا آرام تھا معشوق گلفام و نازک اندام شراب ناب اور نرگسی کباب۔ گل و لالہ۔ مگر۔

یار بن سمجھا گلون کو مین گنہگارون کی بھیڑ
سرو و سنبل نے دکھایا ریسمان و دار کو

جنازہ

حسن آرا بیگم اور گیتی آرا اور سپہر آرا باغ کے چبوترے پر پلنگڑیون پر بڑے آرام کے ساتھ لیٹین — ٹھنڈی ہوا کے جھونکون سے روح وجد کرتی تھی حسن آرا نے اشعار پڑھنا شروع کیے۔

ابر ست و بہار ست و ہوا ہم مزہ دارد
برخیز کہ لغزیدن پا ہم مزہ دارد

سپہر آرا بولی۔ باجی اب سونے دو۔ او بی اللہ سونے دو

گیتی آرا۔ اے ہے۔ تو ایسی نیند بھی کس کام کی۔ اور سنو۔ سونے دو۔

سپہر آرا۔ تو آپ رات بھر نہ سوئین۔ آپ جگا کرین بس

حسن آرا۔ اے یہ آج جہان آرا بہن اور خیبا سی کہان چھپ رہین۔

سپہر آرا۔ آپ کی طرح رات بھر جاگنے کا ٹھیکا لیا نہین ہے کسی نے۔

حسن آرا۔ ہم شب زندہ دار ہین رات کو عبادت خدا مین مصروف ہوتے ہین۔

سپہر آرا۔ سچ اللہ سونے نہ دینگی۔ آج۔ ہم بھی امی جان کے پاس جاتے ہین۔

حسن آرا۔ ہم تو سونے نہ دینگے۔ جس کا جی چاہے بیٹھے جس کا جی چاہے جائے۔

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب	گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستان را کجا کنی محروم	تو کہ با دشمنان نظر داری

یارب تو چنان کن کہ پریشان نہ شوم
محتاج برادران و خویشان نہ شوم
بے منت مخلوق مرا روزی دہ
تا از در تو بر در ایشان نہ شوم

سپہر آرا نے کہا تمھین قسم ہے جو صبح تک خاموش رہو۔ ہان پڑھے جاؤ۔ حسن آرا مسکرائی کہا ہم گیتی آرا بہن کو سناتے ہین۔

سپہر آرا جھلا کر اٹھ کے چلدین۔ چلین تو بڑی بیگم کے پلنگ تک پہونچنے پائی تھین کہ ہائے) کی آواز آئی

حسن آرا اور گیتی آرا نے قریب جاکر دیکھا تو سپہر آرا بیہوش۔ بڑی بیگم کو اطلاع نہ دی فوراً پانی کے چھینٹے دیے اور چھپر کھٹ پر لاکر پنکھا شروع کیا۔ جب اچھی طرح ہوش آیا تو حسن آرا نے ایک اخبار کا مضمون یوں پڑھکر سنایا تاکہ تشفی دل بیقرار ہو گیتی آرا اور حسن آرا اور ایک مغلانی سپہر آرا کے پاس بیٹھی تھی مضمون مذکور یہ ہے—

بھوت

حال میں آپکے اخبار ندرت بار میں ایک صاحب امیدوار جواب نے اپنے تین سوالوں میں سے سوال دوم میں استفسار فرمایا ہے کہ جو لوگ۔ بھوت۔ پریت جن۔ سحر کو سچ کہتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں کہ اگر یہ سب باتیں جھوٹ ہوتیں تو اس کا ذکر قدیم عقلا لوگ اپنی کتابوں میں نہ کرتے۔ اور اب صرف دغاباز لوگ بطور فریب اس کو سچ مانتے ہیں نہ کہ اچھے اچھے لوگ بعد عمل کرنے کے اسکو تسلیم کرلے ہیں تو یہ کیا صحیح ہے۔ تم کلامہ

اگرچہ مطالعہ اخبارات خصوص اودھ اخبار سے کہ اسمیں اکثر مضامین گاہ گاہ بھوت پریت اور جن کے حالات میں لکھے جاتے ہیں میرا قصد تھا کہ جو کچھ مجھکو بذات خاص تجربہ ہوا ہے اس کو واسطے ملاحظہ ناظرین کے لکھوں لیکن حضرت امیدوار جواب کی تحریر کو مطالعہ کرکے مجھکو ضرور ہوا کہ اسکا جواب دوں۔

واضح ہو کہ اہل ہنود تو بھوت پریت پساچ۔ دیو داکو۔ راکش۔ اپچھرا وغیرہ بولتے ہیں اور اہل اسلام خبیث۔ اور جن۔ اور نکیر۔ اور غول۔ اور پری کہتے ہیں بہرحال دونوں صاحب اس میں دو فریق بھی کرتے ہیں۔ یعنی ایک کی تو خلقت بیان کرتے ہیں اور ان کو آتشی قرار دیتے ہیں مثلاً۔ دیو۔ دانو۔ اور غول۔ راکشس۔ اور پری۔ اپچھرا۔ اور جن۔ اور پشاچ۔ وغیرہ کو اور دوسرے فریق کو انسان کا ہمزاد بتاتے ہیں۔ مثلاً خبیث اور بھوت اور پریت کو اب نئی روشنی کے مہذب ان دونوں گروہ کو اور ان کے وجود کو ایک امر خیالی تصور کرتے ہیں اور اس کی اصلیت سے محض انکار کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص اپنا معائنہ اور چشم دیدہ بیان کرے تو اس کو تصور کی پختگی خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ راقم کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ جس حالت میں تصور کو اثر مقناطیسی سے بہت کچھ طاقت ہے جس کا ثبوت عمل مسمریزم ہے تو کیا عجب ہے کہ جب کوئی شخص تصور کرلے کہ فلاں مقام پر ایک مہیب شکل کا بھوت رہتا ہے تو اسی موقع پر ایک مرتبہ ویسی ہی صورت نظر آجاوے چنانچہ سالہا سال میرا یہی طریقہ اور اعتقاد رہا لیکن جب بنظر تعمق اس مسئلہ کو غور کیا جائے تو معاملہ بالعکس نظر آتا ہے۔ کیونکہ اکثر لوگوں کو اس وقت کہ جب ان کو اس کا خیال بھی نہ تھا اور کسی مقام پر بھوت وغیرہ ہونے کا وہم بھی نہ تھا اسی وقت ان کو بھوت مل گئے ہیں۔ فی الجملہ میں اپنا تجربہ بیان کرتا ہوں اول یہ کہ راقم ایک مرتبہ بیمار ہوا اور حسب ایماے طبیب کے مسہل وغیرہ ہوئے دیوانخانے میں رہا کرتا تھا میرے ایک دوست آگئے اور مجھکو چھلے ہوئے بادام دے گئے جو میں نے کھائے اس میں سے دو ایک بستر پر بھی پڑے رہے۔ اور تیمار داروں نے دیکھکر

جب دریافت کیا تو مین نے بیان کیا کہ فلان صاحب مجھکو دے گئے تھے اُن سے جو دریافت کیا تو وہ منکر ہوگئے دو ایک روز کے بعد والدہ صاحبہ نے مچھلی کے کباب کھلائے اُن سے بھی جب دریافت کیا تو منکر ہوئین ایک عاقل نے بیان کیا کہ یہ ایک جن کا اثر ہے اور بتایا کہ دو روٹیان رغنی نصف شب کو فلان مقام پر (یہ مقام غیر آباد میدان مین واقع تھا) کوئی لے جائے ایک کتا سیاہ رنگ وہان آئے گا اس کو کھلا دے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا طرفہ تر یہ کہ سیاہ کتا تینون روز وہان ملا۔ اور وہ روٹی کھا گیا۔ تین روز ایسا ہی ہوا۔ لیکن اس کو بھی مین وہی نتیجہ تصورات خیال کرتا ہون۔ دوم بمقام لی کمپنی مارگھام گرنٹ بلینٹش دوئی والہ پرواد ولی ضلع دہر دون (یہ مقام دہر دون سے ہر دوار کی سڑک اعظم پر گیارہ میل ہی) ایک چاء کا بلغ ہی۔ اور اس مین کوٹھی بنی ہوئی ہی تقریب ایک ہزار آدمی کے آبادی ہی۔ ایک یورپین منیجر وہان رہتا ہی اور ایک محرر وہان رہتا ہی۔ مسٹر چارلس پامر صاحب (جرنیل پامر صاحب کے بڑے بیٹے) ۱۸۶۳ء مین یہان منیجر ہو کر گئے اور کوٹھی مین فروکش ہوئے صبح کو اُٹھکر راقم سے دریافت کیا کہ کیا مسٹر کون صاحب منیجر اسی کوٹھی مین مرے تھے۔ مین نے جواب دیا کہ وہ تو راجپور مین مرے تھے لیکن اور ایک صاحب یہان سے ایک میل کے فاصلہ پر ڈولی والہ کی کوٹھی مین مع اپنی میم اور بچون کے ایک روز مین مر گئے تھے۔ اس وقت صاحب مذکور نے بیان کیا کہ رات کے وقت ہم کو معلوم ہوا کہ کوئی شخص ہم کو دبائے ہوے ہی۔ لمپ جل رہا تھا ہم نے دیکھا کہ ایک صاحب ہمارے اوپر چڑھا ہوا ہی ہم نے ارادہ کیا کہ ان کو اُٹھا کر دے ماریں جب اس ارادہ سے ہم اُٹھے تو خود ہی گھٹنے کے بل گر پڑے یہ بیان کر کے صاحب موصوف دہرہ مین گئے اور پادری صاحب اور ڈاکٹر صاحب سے بیان کیا اُنھون نے فرمایا کہ وہان گندھک کی دھونی کردو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن یہ بھی منجملہ تصورات کے شمار ہو سکتا ہی سوم اسی کوٹھی مین صاحب ممدوح رات کے وقت چاٹ پر شکار کھیلنے گئے چپراسی کوٹھی کے دروازہ پر سو رہا تھا اندر لمپ روشن تھا کہ یکایک ایک صاحب نے آکر چپراسی کو جگایا اور کہا کہ چائے لاؤ اور کوٹھی کے اندر دروازہ کھول کر چلے گئے۔ چپراسی نے جا کر خدمتگار کو جگایا اُسنے کہا کہ معمولی چائے کا پیالہ تو میز پر رکھا ہوا ہی تازی چائے بنا کر لے گیا تو وہان کوئی نہ تھا جب صاحب شکار سے آئے اور اُن سے ذکر کیا تو اُنھون نے فرمایا کہ وہی صاحب مُردہ جو شیطان ہو گئے ہین ہونگے چہارم صاحب موصوف ایک روز مہروالا گانؤن مین (جو آجڑ گیا تھا) مع ایک چوکیدار کے شکار کے واسطے گئے (یہان نمک کی چاٹ لگا رکھی تھی اور کئی روز سے شکار کو جاتے تھے) چوکیدار کو کہدیا کہ ایک مکان مین سو رہے جب بندوق کی آواز ہو گی جلدی ذبح کر لینا۔ دو بجے رات کو کہ چاندنی رات تھی صاحب کو معلوم ہوا کہ کوئی شخص سفید کپڑے پہنے ہوے ہماری طرف آتا ہی صاحب نے کہا کوئی گاڑیبان ہی (جو اسی وقت پانس بھرنے کو گاڑیان لے جایا کرتے تھے) یا کوٹھی پر کوئی واردات ہوئی کہ محرر نے ہماری اطلاع کے واسطے چپراسی کو بھیجا ہی سامنے صحن مین وہ شخص قریب بیس قدم کے آگیا دیکھا تو وہ پانس

طویل القامت ہے۔ صاحب نے فوراً بندوق چھتیائی اور
پایہ پر چڑھائی فوراً نظرون سے پنہان ہوگیا۔ پنجم سونت گنڈی
مین چونہ بنانے کے پتھر تھے ندی کے کنارے رمضانی
چونہ ساز نے چونہ کا کٹھلہ (یعنے بھٹی) بنا رکھی تھی اسکے پندرہ
بیس آدمی وہان رہتے تھے اگر شام کے وقت اسکے نوکرون
مین سے خصوص کم عمر لڑکے ندی مین پانی بھرنے جاتے تو
ایک بھوت (جس کی صرف آواز آتی تھی) ان کے ہمراہ
دروازے ہی سے ہوتا۔ اور جب تک ندی مین سے
پانی بھر کر پھر اندر مکان کے نہ آجاتین آواز برابر آتی رہتی
تھی ایک روز ایک شخص نتھے خان نامے وزن کش تاپ جو موجود
تھا رمضانی مذکور نے کہا کہ نتھے خان ان لڑکون کو لیجا کر
ندی سے پانی بھر لاؤ اُن کو بھتنا دق کرتا ہے نتھے خان مذکور
لڑکون کو ساتھ لے جاکر پانی بھر لایا۔ بھوت بھی حسب
عادت ان کے ہمراہ تھا جب واپس آیا تو نتھے خان مذکور
نے آواز دیکر رمضانی سے کہا کہ ارے لاؤ ایک لکھٹی (یعنی
ہیزم سوختہ) اسکے جلادون۔ اسی وقت سے بھوت کی
آواز موقوف ہوگئی اور پھر کبھی نہین آئی

مرآۃ الہند اہل ہند اپنی موجودہ حالت کو بمقابلہ حالات
گذشتہ کے جب دیکھتے ہین تو نہایت متبدل پاتے ہین
پس بقول لیکہ (آپ ڈوبے جگ ڈوبا) سمجھتے ہین کہ کل
زمانہ روز بروز بدتر حالت مین ہوتا جاتا ہے حالانکہ بنظر غور اگر
دیکھین تو قضیہ بالعکس پائین لیکن سر تقریر ہونے والون کا تو ذکر
نہین مگر جاننے والے خوب جانتے ہین کہ زمانہ ترقی پر ہے
روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے باوجود اس ترقی کے جو اکثر
مصنفون کا کلام دلائل عقلی پر مبنی نہین ہوتا اور مبالغہ وغیرہ
سے خالی نہین ہوتا اس کو سوائے شاعرون کی تقلید اور
عادت کے کیا کہا جائے اکثر خلاف قیاس روایات مثل
واقعات تاریخی کے جو بیان کئے جاتے ہین تو عوام الناس
کو اس پر ایسا وثوق ہوتا ہے کہ اس مین عقل کو دخل دینا کفر
جانتے ہین۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے خیالات کے شیوع سے ہند کا
سراسر نقصان ہے ہند اسی حالت مین ترقی کر سکتا ہے کہ جب
اسکو وہم اور سستی اور جہالت اور بھوت پریت کے پھندے
سے نکالا جائے۔

سچ تو یہ ہے کہ جو لوگ ہند مین علم و فضل کا دم بھرتے ہین
اُن مین بھی سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ سمجھنے والے معدودے
چند ہین یہ کچھ ضرور نہین کہ قدیم تصنیفات سب شاعرانہ ہین
ہان اکثر اُن مین سے شاعرانہ مذاق سے عاری اور جس مین ہین
تمان کے الفاظ اور معانی اور مضمون مین جابجا ہند کی موجودہ
حالت کا ابر ایسا چھا گیا ہے کہ اصل مطلب پر (جو کہ عین حکمت
اور معقولات سے مملو ہے اور سراسر مفید نوع انسان ہے) نظر نہین پڑتی
غرضکہ شاعرانہ حکایات اور مضامین اور استعارات اور تشبیہات کے
اعتبار پر اگر بھوت پریت سے مراد وہ جہلا ہین جو نوع انسان
کو اپنے انواع واقسام کے افعال ناجائز سے اذیت پہنچاتے
ہین تب اُن کے وجود مین کسی کو بحث نہین ہے ہمکو باتون کو بنظر
غور دیکھنا اور بعد ازان راست راست بے کم و کاست
بیان کرنا ہے ہند مین ہر ایک کا کام نہین ہے یہان تو ہر ایک شخص
کسان سے لیکر رئیسون اور امیرون تک شاعرانہ مزاج اور
مبالغہ پسند ہے سچے واقعات انکو طعام بے نمک معلوم ہوتے ہین
بیان مین جب تک جھوٹ کی تہ نہین محض بے مزہ اور پھیکا ہے
ہم کو امید ہے کہ مرآۃ الہند کے سایہ سے بھی آئندہ •

بھوت پریت دور بھاگیں گے۔

سپہر آرا بار بار سہمی جاتی تھی اور یاس و نومیدی کے کلمے زبان پر لاتی تھی حسن آرا سمجھاتی تھی گیتی آرا ازراہ مذاق بناتی تھی۔

گیتی آرا۔ واہ۔ بس یہی کہتی تھیں کہ بھوت پریت کوئی شے نہیں ہے۔

حسن آرا۔ کیوں ہنسواتی ہو اپنے کو بہن۔

گیتی آرا۔ اوروں کو ہنستی ہیں اور خود یہ حال ہے۔

سپہر آرا نے آنکھیں بند کر لیں اور کہا باجی ہم کو سونے دو چھیڑو نہیں۔

حسن آرا۔ (گیتی آرا) سے باغ میں دو گھڑی جی بہلا

ہمصفیر اس باغ کی کیسی ہوا ناساز ہے
طائر رنگ چمن تک مائل پرواز ہے

گیتی آرا۔ کیا جانے کیا سبب ہے کہ سہم اٹھی۔

حسن آرا۔ اللہ جانے کیوں ڈر گئی ہیں۔ اف فوہ۔ توبہ توبہ

مغلانی۔ حضور ہاتھ پاؤں کیسے سرد ہیں جیسے مثال برف۔

گیتی آرا۔ امی جان کو جگا دیں اطلاع کر دیں یا چپکے ہو رہیں

حسن آرا۔ ہے ہے وہ سن پائینگی تو سپہر آرا کو اور بھی ڈرا دینگی

مغلانی۔ مگر بیگم صاحب ان سے کہنا تو ضرور چاہیئے جگا دوں

حسن آرا اور گیتی آرا اور مغلانی کی صلاح سے بڑی بیگم کو اطلاع دی گئی کہ سپہر آرا باغ میں ڈر گئیں۔

بڑی بیگم۔ ارے! ہے کیسی خیریت ہے۔

حسن آرا۔ ہاں اماں جان۔ اسوقت آنکھ لگ گئی ہے ذری

مغلانی۔ حضور ہی کے پاس آتی تھیں مگر راہ میں ڈر گئیں۔

بڑی بیگم۔ اچھا کیا مصیبت ہے میرا ہی دل جانتا ہے۔

مغلانی۔ حضور وہیں چل کے آپ بھی آرام کریں۔

اتنے میں جہان آرا کی آنکھ کھل گئی تو چونک کر بولی۔

کیوں۔ کیوں خیر تو ہے امی جان۔ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔

مغلانی۔ جی ہاں فضل الٰہی ہے۔

جہان آرا۔ پھر یہ باتیں کیا ہو رہی ہیں آہستہ آہستہ

حسن آرا۔ سپہر آرا سہم گئیں۔ درخت کے پاس ڈر گئیں ذرا

جہان آرا۔ ہے کہاں۔ ہائے ہائے یا میرے اللہ۔

حسن آرا۔ آئے تھے اس لیے کہ دو گھڑی لطف ہوگا یہاں رنج نصیب ہوا۔

بڑی بیگم۔ نصیب قسمت (آہ سرد بھر کر) کروشہ۔

حسن آرا۔ چلو امی جان وہیں چلو۔

بڑی بیگم صاحب اٹھکر چبوترے کی طرف گئیں۔

جہان آرا بیگم کانپتی ہوئی ساتھ ساتھ تھیں بڑی بیگم نے جو ان کو تھر تھراتے اور کانپتے دیکھا تو نہایت متانت کے ساتھ سمجھانے لگیں۔

بڑی بیگم۔ نا بیٹا سہمے کو اور کوئی سہماتا ہے۔

حسن آرا۔ جہان آرا بہن۔ ہائیں ہائیں دیکھیے سنبھلے رہو

گیتی آرا۔ اے آہستہ گفتگو کرو بہن۔ آنکھ ابھی ابھی لگی ہے ایسا نہ ہو کہ جگ پڑیں۔

اتنے میں سپہر آرا نے کروٹ بدلی۔

بڑی بیگم۔ (سپہر آرا کی پیشانی پر ہاتھ رکھکر) سپہر آرا

حسن آرا۔ بہن بولو اماں جان کیا پوچھتی ہیں۔

جہان آرا۔ میں ابھی بیٹھ جاؤں یہاں پر۔ ڈر معلوم ہوتا ہے

سپہر آرا۔ اماں جان آج جان بچ گئی۔

حسن آرا۔ کچھ حال تو بیان کرو یہ ہوا کیا تھا بہن۔

سپہر آرا۔ درخت کے پاس جب پہونچی۔ بس ایک

حسن آرا۔ کونسا درخت یہ سامنے والا۔

سپہر آرا۔ نہین مولسری کے درخت پاس۔ تو بس معلوم ہوا کہ کسی بھوت پریت نے کوئی روشن شے پھینکی اور اسکے بعد کوئی کالی کالی چیز ڈالی۔

حسن آرا۔ اسا ہی ہو۔ ہم سمجھ گئے۔ بھلا کوئی سمجھے تو۔

بڑی بیگم۔ بچون کی سی باتین کرتی ہو (آہستہ سے) کچھ کھیل نہین ہے۔

حسن آرا۔ واہ امان جان۔ ہوا سے شاخین جھونکے لیتی ہونگی

جہان آرا۔ پھر اُن سے اور اِن سے کیا مطلب۔

حسن آرا۔ جب یہ درخت کی شاخین تھین تو یہ چاندنی اور تاریکی یہان دونون تھین۔

جہان آرا۔ ہان کیا کہا۔ بس یہی تھا۔

سپہر آرا۔ واہ باجی جان ہمارا دل قابو مین نہ تھا۔ کیسی چاندنی۔

حسن آرا۔ بہن تم ایک بات سمجھتی ہی نہین ہو ہم اسکو کیا کرین۔

بڑی بیگم۔ ع۔ خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے۔

سپہر آرا۔ اُفوہ امان جان اس وقت اندر والا قابو مین نہین ہو۔

حسن آرا۔ (مسکراکر) ع

مکاندے شعابدے سے عاہے | خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

یہ باتین ہو رہی تھین کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز آئی

سپہر آرا۔ کسی کا جنازہ جاتا ہو۔

حسن آرا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سپہر آرا کی بیتابی

کچھ ایسے سوئے ہین سونے والے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے

اب سنیے کہ بڑی بیگم کے نزہت افزا اور دلکشا باغ کے متصل شاہ فصیح کا تکیہ تھا جس مین کئی بادشاہون اور شہزادون اور رئیسون کے مقبرے تھے یہ جنازہ بھی اسی تکیہ مین گیا اس کے ساتھ ہزارون آدمی تھے باغ کے ایک برج سے حسن آرا اور سپہر آرا اور گیتی آرا اور عباسی نے دیکھا کہ جنازہ بڑے کروفر کے ساتھ اُٹھا ہو۔ اور شہر کے رُوسا و عائد ہمراہ ہین۔

سپہر آرا۔ باجی جان کسی سے دریافت کرتین کہ یہ کس بیچارے کا جنازہ ہو۔ خدا اسکو بخشے۔ خدا اسکی تربت کو عنبرین کرے

راوی۔ ہائے یہ کلمہ ہو۔ جس کا جنازہ تھا اسکی روح کو تازگی پہونچے گی۔

حسن آرا۔ اُفوہ سارا شہر ساتھ ہو۔ اللہ یہ کون مرگیا کس سے پوچھین۔

عباسی۔ حضور جانے بھی دین۔ رات کا وقت لاش نہ دیکھین

حسن آرا۔ نہین گلاب مالی سے کہو ابھی پوچھے۔ اور جواب لائے۔

عباسی تھر تھر کانپنے لگی۔ گلاب نے باغبان کے کان مین کچھ کہا وہ باغ کا پھاٹک کھول کر باہر گیا۔ لوگون سے دریافت کیا آن کر عباسی کے کان مین کہا۔ عباسی اور گلاب مین سرگوشی ہوئی۔ اس کے بعد عباسی نے برج پر جاکر یون کہا۔

عباسی۔ اے حضور خاندان نیشاپور کے کوئی رئیس تھے۔

موت سے مسند راج حاطے میں رہنا شروع کیا تھا اب یہاں آئے تھے۔ یہاں قضا آن پہونچی انھیں کا جنازہ ہے

سپہر آرا - ہیں کیا تھا - ہائے جوان کا مرنا قہر ہے۔ دشمن کو بھی اللہ بچائے۔

راوی - قہر سا قہر ہے ع - این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد

خدا اس بچارے پر رحم کرے۔

گیتی آرا - کچھ ٹھکانا ہے - کہاں سے کہاں تک تانتا لگا ہوا ہے۔

سپہر آرا - خدا جانے بوڑھا دار لڑکے بالے ہیں یا مجرد ہے - جوان ہے یا بوڑھا۔

راوی - معلوم ہو جائیگا - ہائے غضب یہ کیا ستم ہوا - بڑی بیگم کے کان میں عباسی نے کچھ کہا تو وہ دو ہتڑ پیٹنے لگیں کہا حسن آرا ہماری بچی کھائے جو گھر لے پانوں نہ چلی آئے ہم کو ہر ہار کرے جو ابھی ابھی نہ آئے۔

حسن آرا - خیر ہے - اماں جان - آخر ش یہاں کھڑے کھڑے میں کیا ڈر ہے۔

بڑی بیگم - اچھا تم کو اس سے کیا مطلب۔

سپہر آرا - اماں جان کسی کا جنازہ جاتا ہے - لاکھوں آدمی ساتھ ہیں۔

راوی - ہائے اس لفظ نے مار ڈالا (کسی کا جنازہ) ایک شخص یہ اشعار پڑھتا ہوا نکلا۔

حیف بود آنکہ خضر راہ ہدیٰ	راہے کشور بقا گردید
شد سیہ خانہ عالم دہر سو	حشر در ماتمش بپا گردید
ورد اقلیم وظیفۂ عالم	نوحہ و نالہ و بکا گردید
چہ غم است این کہ قبلۂ عالم	بانی مجلس عزا گردید
چون مسجد معرفت بہر نماز	طاعت انباز غم و ماتم گردید
مہرۂ سجدہ شد کف افسوس	سبحہ چون سلک اشک گردید
شد رخ صبر ناخراشیدہ	جامۂ ضبط با قبا گردید
دست ماتم سراست بر سر دل	سینہا تعزیت سرا گردید
تا خدائی سفینۂ اخلاق	غرقہ لجۂ فنا گردید

دو چار آدمی آپس میں باتیں کرتے تھے۔

ایک - واہ رے مرے شاہزادے - کس سبکساری کے ساتھ مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

بر سینہ و سر دست زمان میر فشند	پیش تابوت چہ برنا و چہ پیر

دوسرا - حضرت اس شہر میں بس ایک ہی رئیس تھا - افسوس جیتے ہی میں نے یہ خبر وحشت اثر سنی - بس۔ ع

قافلۂ طاقت و اشک و فغان	از بدن و چشم و دل ما برفت

تیسرا - سیارۂ آفتاب برج امارت تہ خاک ہوا - ہائے ہائے ہائے۔

چوتھا - اجل سے خدا سمجھے - خدا اس اجل کا گھر پھونکیو

شرر جوش است سرتاپائے دل ای یاس تدبیرے
کمر راز مو دستم ندارد عشق تاثیرے

پانچواں - کیا سچ کہتا ہے بچہ - دنیا گذشتنی و گذاشتنی ہے۔

بیا زاہد از من نصیحت شنو	رہ و رسم اہل حقیقت شنو
مکن خویشتن را عبث در شکنج	کہ دنیا و عقبیٰ نیرزد بہ رنج
خدا م بہ سبحہ چہا دیدۂ	کہ چون ماہ بر مہرہ پیچیدۂ
بہ سبحہ چہ رانی کہ خاک شفاست	نہان زیر این خاک زنار ماست
بیا ساقی آن شربت خوش نام	بہ یاد آرم دیدۂ شیخ جام
شرابی کہ گلبانگ منصور ازو	شرابی کہ خاموشی طوسار دست
ہمن دہ کہ خواہد دلم جوش زد	نگاہ و بتانیم با ہوش زد

یہاں اس دنیا کی راحت اور آسائش رنج سب ہیچ ہے۔

چھٹا۔ حق ہے شاہ جی۔ حق ہے۔ مگر رنج نہین جاتا۔ انسان سے یہ ممکن نہین کہ رنج نہ کرے یا راحت سے خوش نہ ہو۔ ایک ستم زدہ نے روکر بہ آواز بلند کہا اے میرے شہزادے کہان چلے۔ دوسرے مصیبت کے مارے نے کہا شہزادے بہادر کدھر کے عزم ہین ہائے ہمین نہ ساتھ لے چلے چھوٹا بھائی سراسیمہ و بدحواس روتا پیٹتا جاتا تھا اور زبان حال سے کہتا تھا ؎

حضرت کا رفیق زود میری مین تھا
بازوے قوی دستگیری مین تھا
یہ دور عدم کی راہ اور آپ ضعیف
مجھکو نہ لیا عصائے پیری مین تھا

ہائے کس لطف سے ہماری زندگی بسر ہوتی تھی ہم سب نوگر عیش ہین یہ دھچکا کیونکر اٹھا سکین گے۔

شب فراق ہے اور آندھیان ہین ہون کی
چراغ گور سے ظلمت کدہ مین بار نہین

ایک شخص نے سر پیٹکر کہا سنو جنازے سے کیا آواز آتی ہے ؎

زمین پیار سے مجھکو گلے لگاتی ہے
عتاب ہے یہ دلا گور مین فشار نہین

سنو سنو۔ ہائے آواز آتی ہے۔

پس از فنا بھی کسی طور سے قرار نہین
ملا بہشت تو کہتا ہون کوئے یار نہین
تمام رنج ہین تا حشر ساتھ ہے ناسخ
بجز حیات کوئی چیز مستعار نہین

حسن آرا۔ خدا جانے کون بیچارہ ہے۔

سپہر آرا۔ اللہ بخشے اور اسکی تربت کو عنبرین کرے۔

راوی۔ تربت تو عنبرین رہے ہی گی۔ مگر روح تازہ ہوگئی

بڑی بیگم۔ اللہ کے واسطے چلی آؤ۔

جہان آرا۔ اے آخر کیا ماجرا ہے بھئی۔ قسمین دیتی جاتی ہین اور کوئی سنتا ہی نہین۔

حسن آرا۔ اچھا اچھا آئے۔ کہو صاحب۔ بس۔

جہان آرا۔ اور گیتی آرا کہا ہین وہ وہان کیون رہ گئین آؤ بہن وہان کیا ہے۔

سپہر آرا۔ مجھے سردی سی معلوم ہوتی ہے۔

راوی۔ ہائے افسوس۔ اور یہ خبر ہی نہین کہ ادس پڑ گئی اتنے مین گیتی آرا بھی نیچے آئی۔ کہا۔ اتی جان۔ کوئی شہزادہ مر گیا ہے کیونکہ کئی آدمی شہزادے شہزادے کہکر روتے ہین۔ بڑی بیگم نے کہا کوئی مرے ہونگے ؎

دنیا خوابے و زندگانی درو سے
خوابیست کہ در خواب بہ بینی آن را

دنیا ناپائدار ہے۔ موت سے ڈر کیا ہے۔

ہو گئے دفن ہزار ون ہی گل اندام یہین
اس سر خاک سے ہوتے ہین ہزارون پیدا

شاہ جی نے قبرستان مین کسی معصوم بچہ کی قبر کے پاس بیٹھکر یہ غزل پڑھی حسن آرا وغیرہ نے سنی تو کان دھر کے غور کرنے لگین ؎

درد زیست مین جان باختہ مائل نہوا
بکہ غم نازکی بازو قاتل نہوا
لے چلی موت مجھے سوئے جنان بہشت
ایک دم پاس جو دہ حور شمائل نہوا

آتی ہی عالم بالا سے صدا مانگ سو وہن
امتحان کو بھی مین لیکن کبھی سائل نہوا
بار احسان فلک سے تو ملی آزادی
یہی حاصل ہی اگر کچھ مجھے حاصل نہوا
کان گو کھولے نسیم سحری نے ناسخ
تو بھی گل سامع فریاد عنادل نہوا

شیخ۔ اور اس شیر بیشۂ شہسوار کی باتین تو دیکھیے کہ گرفتار ہونے کے وقت شہزادے کو کسقدر کوسا۔ ہاے ستم۔ ؎

کاوشین اب تک چلی جاتی ہین گو مین مر گیا
جلئے گل کلنے مری تربت پہ ظالم دھر گیا
قتل گہ سے جب چلا قاتل مرا اکڑ کر
دور تک پہونچانے کو لاشہ مرا بے سر گیا
ہون چراغ اس بزم کا ناسخ کہ جسمین لاکھ بار
بلبلون کا عالم ہستی تماشا کر گیا

افسوس دیکھتے ہی دیکھتے جان گئی۔

ہو گیا ضبط فغان کے ساتھ سینہ چاک چاک
لاکھ در وا ہو گئے گر ہم نے بند اک در کیا

عباسی۔ کوئی بوڑھا آدمی تھا۔

جہان آرا۔ ہان ہان وہ تو گلاب نے کہا ہی۔

سپہر آرا۔ ارے بوڑھا تھا تو پھر کیا غم ہی۔

بڑی بیگم (مسکرا کر) ہان یہی بات ہی۔ تو پھر جتنے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتین ہون سب کو مرنا چاہیئے۔

سپہر آرا۔ (شرما کر) ایسی باتین نہ فرمائیے۔ امان جان۔

حسن آرا۔ بوڑھے اور جوان سب کو مرنا ہی ایک دن۔

نہ گور سکندر نہ ہی قبر دارا
مٹے نامیون کے نشان کیسے کیسے

اف فوہ۔ موت بھی کیا بُری شی ہی۔

بڑی بیگم۔ اب ذرا سو رہین۔

حسن آرا۔ ہمکو تو آج شب کو نیند نہ آئیگی آپ آرام فرمائین۔ ؎

دیکھنا تاثیر میرے نالۂ جانکاہ کی
سنکے اُس بیرحم نے بے اختیار اک آہ کی

قبرستان مین کہرام مچا ہوا تھا۔ ہر صغیر و کبیر بزار و پریشان نوحہ کنان تھا۔ سپہر آرا اور گیتی آرا کا جی بہت گھبرایا۔ جہان آرا اور بڑی بیگم اور عباسی کو تو پہلے ہی سے معلوم تھا۔ ان تینون نے کوشش بلیغ کی کہ سپہر آرا سے مخفی رکھین مگر جبکہ جنازہ باغ ہی کے قریب آیا انکے ہاتھ پانون پھول گئے۔

بڑی بیگم اور جہان آرا اور عباسی نے باہم یون صلاح کی۔

عباسی۔ دیکھیے یہ بھی خوبی قسمت ہی کہ وہان سے بھاگے تھے کہ سپہر آرا سننے نہ پائین مگر اتفاق وقت۔ یہ لیجیے وہ جنازہ اسی باغ کے پڑوس آگیا۔

بڑی بیگم۔ قسمتون کی خوبی۔

جہان آرا۔ حسن آرا سے کہدون۔ سپہر آرا سے نہ کہنا چاہیئے

عباسی۔ ابھی کسی سے نہ کہیے۔ مگر چبوترے پر نہ سوئین۔

جہان آرا۔ ہان شاید کوئی نام لیکر رو دے۔

عباسی۔ جا کے کہدو کہ حضور نے یاد فرمایا ہی چلیے اب۔

جہان آرا۔ ہان ہان۔ کیون امی جان بلائین نہ جا کے۔

بڑی بیگم۔ اچھا بلا لو۔ کہو مین چل کے سو رہو۔ سب اندر چلے آؤ۔

عباسی نے وہان جا کر کہا۔ چلیے بڑی سرکار کو سب بلاتی ہین اس پر سپہر آرا نے قہقہہ لگایا۔

سپہر آرا۔ اہی واہ بڑی سرکار کو سب بلاتی ہین یا سب کو بڑی سرکار بلاتی ہین۔

حسن آرا۔ مارے نیند کے ہوش قائم نہیں ہیں۔
عباسی۔ تو اب چلیے حضور خفا ہو رہی ہیں۔ فرماتی ہیں۔ ذری جلدی آئیے۔ جو حکم ہو کہہ دوں۔
حسن آرا۔ کہہ دو ہمیں نیند آ رہی ہے۔ کیا کوئی ضروری کام ہے۔
عباسی۔ وہ گھبرا رہی ہیں۔
حسن آرا۔ اچھا کہہ دو کہ اگر ضروری کام ہو تو حاضر ہوں نہیں سونے دیں ادھر عباسی بڑی بیگم کے پاس گئی اور وہاں سے واپس آئی۔ کہا بڑی سرکار بہت خفا ہیں اس وقت مارے غصے کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے ہیں۔ حسن آرا اٹھی کہا چلو ہم بھی چلیں چلتے ہی کو تھیں کہ انھیں شاہ جی نے پھر یہ غزل پڑھی ؎

ہر دم لعنت درون سے ہم آفت طلب رہے
ہر دشمن حیات جگر میں جو تب رہے
جاگی ہے تو نے منزل وادی میں اے صنم
آنکھوں کا بھی حجاب یہ ہم سے نہ اب رہے
داماں دشت کی ہوس سکندر کو آرزو
باہر کفن سے ہاتھ نہیں بے سبب رہے
اللہ ری بے نمازی محبوب آفرین
دل سے قریب ہو کے کوئی دور جب رہے
روپوشی حبیب کا کشتہ ہوں چاہیے
مردہ بھی بے چراغ مرا شب کی شب رہے

حسن آرا اٹھی کہ بڑی بیگم کے پاس چلے۔ مگر قبرستان سے آواز آئی ہائے میرے ہمایوں فر داغ دے گئے۔ اس وفا کی تم سے امید نہ تھی۔
حسن آرا۔ ایں! عباسی۔ یہ کس کا نام لیا۔
عباسی۔ حضور بہادر مرزا کہا۔ کوئی بہادر مرزا ہونگے۔
حسن آرا۔ عباسی تمہیں دھوکا ہو گیا۔ اری یہ کس کا نام لیا
عباسی۔ حضور کے قدموں کی قسم بہادر مرزا کہا۔
حسن آرا۔ ذری گلاب سے کہو پوچھے جا کے۔
عباسی نے گلاب کو سکھا دیا۔ گلاب نے آنکر کہا۔ حضور کوئی باہر کے رئیس تھے۔ بہادر مرجا (بہادر مرزا) وہی مر گئے ہیں بڈھے آدمی تھے بچارے بہت سے لوگ ساتھ ہیں۔
عباسی۔ لونڈی نے پہلے ہی عرض کیا تھا۔
حسن آرا۔ ہاں ہمیں کو دھوکا ہوا۔ ہائے پاؤں کے تلے سے مٹی نکل گئی
گیتی آرا۔ بہن ہم نے بھی کسی اور ہی کا نام سنا تھا اللہ کرے وہ جم جم جئیں۔ صاف اسی بچارے کا نام لیا تھا موئے نے۔
عباسی۔ لیا ہوگا ہم نے تو بہادر مرزا سنا۔
عباسی اور حسن آرا اور گیتی آرا بڑی بیگم کے پاس آئیں
بڑی بیگم۔ آخر یہ استسفد تمہارے مزاج میں کیوں ہے۔
عباسی۔ حضور وہاں ٹھنڈی ہوا آتی تھی اس سے نہیں آئیں
حسن آرا۔ اماں جان وہاں بڑی ٹھنڈی ہوا آتی یہاں وہ بات کہاں۔
بڑی بیگم۔ اچھا کچھ تو سمجھ کے ہم نے کہا تھا یا بے سمجھے بوجھے کہا تھا ابھی دیکھ چکی ہو کہ سپہر آرا کی کیا کیفیت تھی۔ بلا غ ہے کہ گھر ہے میدان کا واسطہ
حسن آرا۔ بہت اچھا اب نہ جائینگے۔
بڑی بیگم۔ سہر بات میں اپنی ضد رکھنا اچھا نہیں ہے کل کی لڑکیاں اور یہ ضد۔ بلاتی ہوں آتی ہی نہیں۔
حسن آرا۔ (مسکرا کر) اب تو حاضر ہوئی۔
بڑی بیگم۔ مردہ وہاں آیا ہوا۔ اور رات کا وقت اور میدان

سپہر آرا۔ پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔ آخر اس سے ہوتا کیا ہے۔
بڑی بیگم۔ چلو بیٹھو۔ ہوتا کیا ہے۔ ہوتا نہین ہے کچھ تو سہی یقین
سپہر آرا۔ اچھا پھر کیا ہوا۔ اہو ہو۔ ہوا کا جھونکا آیا سن سے ہوا چلی تو۔ شکر ہے۔

حسن آرا اور سپہر آرا ایک کونے مین لیٹین۔ اور باتین کرنے لگین۔ سپہر آرا نے کہا باجی کچھ شعر پڑھو۔ مگر اچھے شعر ہون اور اردو کے

طریق عشق کا سالک ہے واعظون کی نہ سن
ٹھگون کے کہنے کا کیا اعتبار راہ مین ہے
جگہ ہے رحم کی یار ایک ٹھوکر اسکو بھی
شہید ناز کا تیرے مزار راہ مین ہے
جنون مین خاک اڑاتا ہے ساتھ ساتھ اپنے
شریک حال ہمارا غبار راہ مین ہے
کوئی تو دوش سے بار سفر اتارے گا
ہزار راہزن امیدوار راہ مین ہے
بلائے جان مسافر ہے خواب شیرین بھی
یہی وہ شہد ہے جو زہر مار راہ مین ہے

سپہر آرا۔ وہ شعر خوب کہا ہے۔ ع

جگہ ہے رحم کی یار ایک ٹھوکر اسکو بھی
شہید ناز کا تیرے مزار راہ مین ہے

حسن آرا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہین۔ ع

کام آخر نہ ہوا اپنا صف مژگان سے
حسرت تیر لیے جاتے ہین ترکستان سے
طرفہ گرمی مرے محبوب قبا پوش نے کی
شمع کشتہ کو فروزندہ کیا دامان سے

سپہر آرا بیگم کو یہ شعر پسند آیا۔

جگہ ہے رحم کی یار ایک ٹھوکر اسکو بھی
شہید ناز کا تیرے مزار راہ مین ہے

اور یہ خبر ہی نہ تھی کہ قبرستان مین تھوڑی ہی دیر کے بعد ان کے شہید ناز کا مزار ہوگا۔

شعر خوانی کے بعد دونون بہنین سو رہین۔

جنگ اور خوجی

خواجہ بدیع الزمان صاحب ایک روز میدان مین شب کے وقت سو رہے تھے۔ دس ہزار آدمیون کا رسالہ تھا پچاس آدمیون کے علاوہ اور سب سوتے تھے۔ خواجہ صاحب نے خواب دیکھا کہ ایک عدالت مین گواہی دے رہے ہین اور صاحب جج اور وکلا سوال کر رہے ہین۔

عدالت۔ وَل تمھارا کیا نام ہے۔
خوجی۔ ماشاء اللہ خان ہمارا نام ہے۔
عدالت۔ سہو نہ۔ وَل کیا نام ہے
خوجی۔ ماشاء اللہ خان۔
عدالت۔ اور تمھارے باپون کا نام کیا ہے۔
خوجی۔ باپون۔ واہ دل لگی بازی کرتے ہین آپ ہمارے باپ کا نام استغفر اللہ خان۔
عدالت۔ سُن، دادا کا نام۔
خوجی۔ نعوذ باللہ خان بہادر۔
عدالت۔ تمھارے خاندان مین سب کے سب کوئی اللہ خان ضرور رہین۔
خوجی۔ سہو، دادا کا نام ختم باللہ خان۔ ان کے باباجان کا نام انشاء اللہ خان اور ان کے باپ عیاذاً باللہ خان تھے۔
راوی۔ اور سبحان اللہ خان آپ کے مورث اعلی ہونگے۔

عدالت - تم اس مقدمہ کی بابت کیا جانتے ہو -
خوجی - اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ خان بہادر رشک اعلیٰ تھے
عدالت - اللہ اللہ - نام کیا شیطان کی آنت ہے -
خوجی - او ما لعظمۃ شغان اُن کے بھائی تھے

جناب بدیع الزمان بامراد | بدر با مدریاک و غالی نژاد

وکیل - کبھی پاگل خانے بھی گئے تھے
خوجی - نہ ہوئی قرولی - اچھا صاحب ٹھہر لیے -
وکیل - (عدالت سے) حضور یہ خوب بات ہے جواب ہی نہیں دیتا یہ شخص -
خوجی - جواب تو راست دیا -

بلبل بیان آکے خوش بیانی سیکھے
انداز فغان مجھسے فغانی سیکھے
رونا مری آنکھون سے کرے جلحل ہے
دریا مرے اشکون سے روانی سیکھے

عدالت - فلباس سے ہمین مطلب نہین -
وکیل - حضور اس پاگل کی سند نہین
خوجی - خاصے ہو جانگلو کی یہی قطع ہوتی ہے -
عدالت - اب کی بولا تو نکالا گیا -

استنے مین کسی کی چاپ معلوم ہوئی اور خوجی نے گھبرا کر گردن اٹھائی دیکھا کہ ایک شخص چھری ہاتھ مین لیے ہوے کل سوارون کے قریب جاتا ہے - تھوڑی دیر تک چپکے دیکھا کیے جب انکو شک ہوا کہ یہ شخص چھری سے سوتون کے گلے کاٹ رہا ہے - تو دفعتہً اُٹھے اور ایک دفعہ ہی (او گیدی خبردار) یہ کہکر جھپٹے -

یہ غل سُنکر ڈیرے کے اکثر آدمی جاگ اُٹھے -

ایک - کیون کیون خیریت تو ہے کیا سانپ نکلا تھا سانپ
دوسرا - کیا ہے کیا ہے یہ غل کیسا ہوا -
تیسرا - چور چور - لینا جانے نہ پائے -

خواجہ صاحب نے بڑھکر اس شخص کی گردن ناپی - کہا کدھر چلے تھے بچا جی - آج ہی تو پھنسے ہو دیکھتے کیا ہین کہ کوئی سترہ بیس آدمیون کے سر تن سے جدا ہین - معلوم ہو کہ یہ روسی ہے بھیس بدل کر خاص اس غرض سے آیا تھا کہ ترکون کو بیخبری مین قتل کرے افسرون نے اسیوقت سوال کیے

سوال - تم کون شخص ہے -
جواب - حضور ہم ایک آدمی ہین - اور کون ہین -
سوال - تمہارا لب و لہجہ اس ملک کا سا نہین -
جواب - حضور مین روسی ہون - مگر مسلمان ہو گیا ہون -
سوال - کون مسلمان سُنی یا شیعہ
جواب - خواجہ عشرت ہے وہ وحدت - ہم چاہتے ہین کہ آج تو معاف کیجیے پھر جو کچھ کیجیے گا -
خوجی - بات تیرے لیدی کی -

روے تو گل و لب تو قند است | گلقند علاج دردمند است

راوی - گلقند تو خیر - مگر اس وقت حضور ریشہ خطمی کیون ہوے جاتے ہین -
خوجی - او گیدی - ہم پہلوان زادہ ہے -

مست ذوقم در خرابات مغان جای من است
دل صراحی دیدہ ساغر گریہ صہباے من است

افسر - اہا خواجہ صاحب تمنے اس موذی کو گرفتار کرایا ہے
روسی - واہ - یہ اور ہم کو گرفتار کرتے ایک گھونسا چھپلت ہوا دون تو اُٹھ کے پانی نہ پیئے -

اتنے مین توپ دغی دھڑا اور تمام بیڑے مین ہلڑ ہو گیا ترکی سواروں نے جو طلایہ کے لیے مقرر تھے آ کے دم اطلاع دی کہ غنیم ایک پہاڑی سے گولے آتارتا ہی اور دو سمت سے فوج روم کو محصور کر لیا ہی طرفین سے جنگ شروع ہو گئی رومی دفعتۃً آواز توپ سنکر گھبرا گئے اور جب تک مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہون تب تک اُن کے کئی آدمی کام آئے اس کے بعد میدان جنگ گرم ہوا تو یہ کیفیت تھی کہ گویا۔

اکھڑ قدم گاو زمین جم نہین سکتے
گردش مین ہین قطبین فلک تھم نہین سکتے

اتنے مین ایک سمند صرصر تک سامنے سے نظر آیا۔ اس پر ایک صاحب سوار تھے اُنکے تقدس کے جھنڈے گڑے تھے اور عرب و عجم تک سے لوگ تلمذ کے لیے آتے تھے اُن کے حکم کی تعمیل کو اچھے اچھے رؤسا اور شہزادے فخر و افتخار اور ذریعۂ حصول سعادت کونین تصور کرتے تھے۔ اُن کے آنے کی خبر سنکر ترکون نے نعرہ بلند کیا۔

لشکر مین غلغل تھا کہ وہ غازی نظر آیا　　دین پرور و ابرار نمازی نظر آیا

بازوے شہنشاہ حجازی نظر آیا
بجلی سا تڑپتا ہوا تازی نظر آیا

میدان کارزار مین پہونچے تو۔

چہرے نے عجب نور کی فوجین دکھائی
گرتی ہوئی بجلی صف دشمن مین دکھائی
گردون کی صف شکست کے دامن مین دکھائی
ذرون نے ستارون کی چمک رن مین دکھائی
نصرت سے سفیدی تھی رخ چرخ برین پر
نقش سم توسن مہ کامل تھے زمین پر

پیشانی پر نور سے ہر رن مین اُجالا　　وہ خط خسار وہ مہتاب سا ہالا
ابرو وہی کہ سر تیز سروہی کا ہے بھالا　　پلکین نہین چھپکین یہ ہلا لشکر تہ و بالا

دیکھیے سے اُڑین ہوش نہ کیون اہل حسد کے
آنکھیں تھی قوین یا آہو کی یہ تیور ہین اسد کے

اُنھون نے آتے ہی فوج کو مخاطب کر کے کہا سنو غازیان دین مانا کہ روس کی سپاہ اس وقت جوق جوق جمع ہے۔ مگر

کچھ خار مغیلان گل تر ہو نہین جاتا　　ہر قطرہ ناچیز گہر ہو نہین جاتا
قلعی سے کہ آئینہ قمر ہو نہین جاتا　　مس پر جو ملمع ہو تو زر ہو نہین جاتا

جس پاس عصا ہو اُسے موسیٰ نہین کہتے
ہر ہاتھ کو غافل ید بیضا نہین کہتے

ہمارا شعار سپہ گری ہی۔ کثرت فوج غنیم سے کیا ہوگا ہم سے لشکر زیادہ ہو خواہ دولت و زر خواہ تیر و خنجر مگر۔

دولت نہین انسان کی کچھ قدر بڑھاتی　　دنیاے دنی کام کسی کے نہین آتی
گو فقر ہو عالی نسبی پر نہین جاتی　　بینا جو ہین وہ دیکھتے ہین جوہر ذاتی

محتاجی سے کم رتبہ عالی نہین ہوتا
عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہین ہوتا

یہ کہکر اس مقدس بزرگ نے فرس آہوشکار کو دوڑایا اور صف اول کاٹ ڈالی تلوار چمکائی اور ایک کے دو اور دو کے چار کر ڈالے۔ اللہ ری صفائی۔

ہر فرد کو اس تیغ کے جوہر نظر آئے　　ریتی پہ چپاتیان جسم برابر نظر آئے
ہو کے سر افواج ستم بر نظر آئے　　اُڑتے ہوے بالاے ہوا سر نظر آئے

چلاتے تھے ڈر ڈر کے پرندے کہ یہ کیا ہی
آتی تھی سلیمان کی صدا قہر خدا ہی

یہ مومن پاک نہایت شجاعت سے لڑا اور ایسا لڑا کہ۔ ع

ڈر سے کوئی لشکر کا نشان چھوڑ کے بھاگا
شمشیر و سپر کوئی جوان چھوڑ کے بھاگا

اب خواجہ صاحب کا حال سنئے اُنھوں نے سید صاحب عارف باللہ کے ساتھ بڑے بڑے کارنمایاں کیے۔ تین روسی افسرون کو تہ تیغ کیا۔ اور ایک سوار کو اس جوانمردی سے قتل کیا کہ تمام لشکر نے نعرۂ تحسین بلند کیا یہ شخص بڑھکر سید صاحب پر وار کرنے کو تھا مگر خوجی نے تلوار پر تلوار روکی اور ایسا تلا ہوا ہاتھ دیا کہ اس سوار کی گردن کٹ کے زمین پر گری اس وقت ترکون نے خوجی کی بڑی تعریف کی ایک ساتھ سے ہم خواجہ صاحب کی بڑی تعظیم کرینگے

دوسرا۔ واقعی واجب التعظیم ہین۔

تیسرا۔ اسوقت وہ کار نمایان کیا کہ ہمارا ہی دل جانتا ہو۔

چوتھا۔ سید ذیجاہ حق آگاہ کی جان بچالی۔ آفرین ہو۔ ؎

حماک اللہ من شر النوائب
جزاک اللہ فی دارین خیرا

روس کی سپاہ نے بھی نہایت مستعدی کے ساتھ قدم جمائے اور پھر طرفین سے گولے برسنے لگے۔ ؎

درآمد بشورش دم گاؤ دم
بحک زدن طاس و آئینہ خم

بتیر و زبان از خارش چرم خام
بپیسہ در افگند شب را لگام

زتار ورد و تاخچ و بید برگ
قوارہ قوارہ شد درع و ترک

چو لشکر بہ لشکر در آورد روے
سمار زبرون آمد از ہر دو سوے

سم بادپایان پولاد نعل
زخون دلیران زمین کردہ لعل

ترنگ کمانہاے بازو شکن
لبے حلق را بردہ از خویشتن

درخشیدن تیغ آئینہ تاب
درخشان تر از چشمۂ آفتاب

سید عالی جاہ نے کہا۔

چو گردن برآرم بگردن کشے
نہ زالے ہراسم نہ از آتشے

دوم پہلو پہلوانان بہ تیغ
خورم گردو گردنان بے دریغ

بہ ہردم کشی اژدہا پیکرم
نہ مردم کشم بلکہ مردم خورم

ستیزندہ را دارم آزرم سست
خر از زیر پالان برآید درست

مرا از کسے در جہان شرم نیست
ستیزو لیے ہست و آزرم نیست

خواجہ صاحب کے گھوڑے پر ایک ہاتھ تلوار کا ایسا کاری پڑا کہ گھوڑا دھم سے گرا اور ساتھ ہی اسکے خود بدولت بھی پشت توسن سے زمین پر آئے قریب تھا کہ غنیم کے سوار ضربت شمشیر لنگردار سے خواجہ بدیع الزمان کیسدان کا کام تمام کرین مگر یہ سنبھلکر اُٹھے اور اس زور سے تلوار کا وار کیا کہ دو آدمی زخمی ہو گئے۔ اُدھر سید صاحب ذوی الاحترام کی تیغ آبدار جوہر دکھا رہی ہو۔

اس تیغ کی برش سے زبردست زیر تھے
روباہ بن گئے تھے وہ دل جن کے شیر تھے
گوشوں مین چھپتے پھرتے تھے جتنے دلیر تھے
تودے تھے سر تنون کے سوارون کے ڈھیر تھے

چھ گھنٹے کا مل کے بعد جنگ موقوف ہوئی روسیون کے تین ہزار سات سو آدمی مقتول اور سترہ سو مجروح ہوئے اُدھر صرف چھ سو مقتول اور ڈھائی سو کے قریب مجروح ہوئے لشکریون نے کمر کھولی۔ پڑاؤ پر دم لیا۔ خواجہ صاحب کی تعریف مین ساری فوج رطب اللسان تھی۔

سید صاحب۔ آپ نے آج وہ کام کیا ہو کہ تمام عمر کے گناہ دور کر دیے ایسے کارنمایان کے ذریعے سے آپ کی مغفرت ہوگی۔

خوجی۔ بندہ بولتا کم ہو کتا بہت ہو مگر خموشی ہی عین گویائی ہو۔ ؎

خاموشی مین یان لذت گویائی ہے
آنکھین جو ہین بند عین بینائی ہے
نے دوست کا جھگڑا ہی نہ دشمن کا فساد
مرقد بھی عجب گوشۂ تنہائی ہے

خموشی ہزار گویائی کا لطف دیتی ہی ـ جو برستا ہی وہ گرجتا نہین اور جو گرجتا ہی وہ برستا نہین ـ ؎

بفہم ہیچ مضمون جز بہ لب گشتن نمی آید
خموشی معنے دارد کہ در گفتن نمی آید

سید ـ آپ کے واسطے کوئی خطاب تجویز کیا جائیگا ـ

خوجی ـ (آبدیدہ ہوکر) میرا آزاد آجائے تو میری محنت ٹھکانے لگے ورنہ سب ہیچ ہی ـ افسوس ہاتی ہوس ـ

کئی ترکی افسرون نے خوجی کو گھیر لیا اور پیٹھ ٹھونکی ـ خوجی اکڑے کھڑے تھے اور کیون نہو کام ہی ایسا سرزد ہوا تھا ـ

کرنل ـ جسوقت تم گھوڑے سے گرے اُس وقت میرے ہوش اُڑ گئے ـ

خوجی ـ گرتے ہی سنبھلا (اکڑ کر) اور کیا ـ

کرنل ـ منھ کے بل گرے تھے ـ

خوجی ـ اجی لاحول ـ پہلوان اور لڑنیوالا جب گریگا پٹ ـ

کرنل ـ شاباش ـ آفرین باد ـ

خوجی ـ ہم شاہی کا زمانہ دیکھے ہوے ہین حضور ؎

خدا آن تیغ را بہ دو نیم کرد
کلید تیغ در فیلان نگاشت
ہمہ ہر دو آن ہر دو تسلیم کرد
کلید آن تو تیغ برین گذاشت
ہوس زان تیغ گیتی فروز
کنم بازی خلق در فیروز

کرنل ـ آپ اس زبان مین کیون گفتگو کرتے ہین ـ

خوجی ـ ترکی زبان نہ تو صاف صاف سمجھ مین آتی ہی ـ

اور نہ بول سکتے ہین ـ

کرنل ـ اتنا سا قد اور یہ جرأت ـ حیرت ہی

خوجی ـ (بگڑ کر) ہان! اتنا سا قد (اکڑ کر) کیون اب بھی کہوگے کہ اتنا سا قد ہی ـ ؎

فراچنین چہرہ گلفام بود
بلوریم از سرخی اندام بود

اب آزاد کی جدائی نے مار ڈالا ـ

خواجہ بدیع الزمان صاحب کا بخت خفتہ جاگا اور طالع نے اچھی یاوری کی ؎

گاہ باشد کہ پیر دانشمند
برنیاید درست تدبیرے
گاہ باشد کہ کودکے نادان
بغلط بر ہدف زند تیرے

خوجی ـ ہم نے کئی کشتیان نکالی ہین ـ

راوی ـ بجا ارشاد ہوا ـ خصوصاً مصر مین ہوٹل کے نامی گرامی پہلوان کو لڑا دیا ـ ع ـ

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

کرنل ـ ہم سے آپ لڑیے گا ـ

خوجی ـ (مسکرا کر) آپ ایسے دس ہون تو کیا پروا ہی اور نرا سپاہی ہی نہین ہون ـ عالم بھی ہون ـ ؎

نے نیز تا نگہ داشتم
یکے حرف ناخواندہ نگذاشتم
بہم کردم آن گنج آگندہ ما
درین پارہائے پراگندہ را

فرس خوشتر کہ زان کہ صحرا خوش است
عنان در بکش بارگی دلکش است

راوی ـ سبحان اللہ ـ

خواجہ صاحب خوش خوش اِدھر اُدھر ٹہلنے لگے ـ جس طرف نکل جاتے تھے لشکری انگلیان اُٹھاتے تھے کہ وہ ہندی جا رہا ہی جس نے حضرت سید ولی اللہ کو بچایا

خدا اس کو اجر عطا کرے خواجہ صاحب کبھی جھک جھک کے
سلام کرتے تھے کبھی اکڑے جاتے ۔ کہ من ہم چیزے ہستم
کرنل نے اسی دم وزیر جنگ کی خدمت مین ایک عرضی
بھیجی اور سفارش کی کہ خواجہ بدیع الزمان صاحب کو تمغہ
اور خطاب عطا ہونا چاہیئے کیونکہ ایسے ایسے کار نمایان
ان سے سرزد ہوے ۔
راوی - اس کی تصدیق ہم بھی کرتے ہین - بیشک خواجہ بدیع
صاحب تمغہ پانے کے مستحق ہین ۔

شہسوار کی شامت

شہسوار سے ہمارے ناظرین خوب واقف ہین ۔
ٹھاکر کے ہان سے یہ گرفتار ہو کر گئے تھے انسپکٹر پولیس
نے بڑی جوانمردی اور چالاکی سے ان کو گرفتار کیا تھا اور
اُن گرفتاری کے بعد عطر فروش کا بھیس بدلا تھا مگر یہ اپنی
چالاکی سے بھاگ گئے دو دن حوالات مین رہے اور
نکل بھاگے ۔ اب سنئے کہ بھیس بدل کر شہسوار ایک
سرا مین بیٹھے اشعار پڑھ رہے تھے پڑھتے پڑھتے
یہ شعر پڑھا ۔

بارک اللہ بیا حضرت عشق اینجا شو
کہ بہ پیرانہ سرم طبع جوان می بایستا

اسٹیشن کے قریب ایک پیرمرد بھی ٹھیکے تھے اشعار
سنکر اُن کے قریب آ بیٹھے دونون مین باتین
ہونے لگین ۔
شہسوار ۔ ہم کو اشعار فرس از بس پسند ہین ۔

ہمارے اوج سعادت بہ کنگر اقبال
فشاند سایۂ خود باشکوہ و جاہ و جلال
نوید داد بہ نیستان کہ داور دادار
کشودہ است بروے جہان در افضال
ہواے تازہ وزیدہ و وبید سبزہ و گل
رسید صبح طرب باہزار غنج و دلال
سعادتے کہ علی داد تمام پاکش را
حصول آنہمہ باشد بشہریار محال
لواے شوکت و شان مدظلہ العالی
سحاب لطف و کرم در اعاسن و اشال

پیرمرد - آپ کو کس رشتہ سے تعلق ہے ۔
شہسوار - جی مین شہسوار ہون - لال کرتی مین ڈیڑھ سو
پاتا ہون ۔
پیرمرد - ہان - آپ کچھ انگریزی بھی پڑھے ہین ۔
شہسوار - جی ہان - ام - اے پاس ہون ۔
پیرمرد - یہ کیہ - تو آپ انگریزی دان بھی ہین ۔
شہسوار - جی ہان آپ یہان بیٹھئے تو مین اپنا کمال
آپ پر ظاہر کرون ۔
یہ کہکر شہسوار کوٹھری کے اندر گیا - اور ایک اخبار
بیگ سے نکال کر سامنے رکھ لیا - کہا دیکھیے انگریزی لی
شل ہین کسقدر یاد ہے - اخبار دیکھتے جاتے تھے اور پڑھتے
جاتے تھے گویا سب حفظ تھا ۔

وہوندا

لڑکیون اور بیوقوفون کو کوئی کام جو نصف کیا جاتا ہے
دکھانا نہ چاہیے ان کو اس بات کے قیاس کرنے کی سمجھ
نہین ہے کہ صناع کا کیا منصوبہ ہے یہ تمام دنیا جو ہم دیکھتے
ہین ایک کام ہے جو نصف انجام کو پہونچا ہے اور اس سبب

سے بیوقوف لوگ خالق کی قدرت کاملہ پر حرف رکھتے
ہین لڑکیون اور بیوقوفون کو تیز اوزار کچھ نہ رہنا چاہیئے۔
یعنی انکو اختیار نہ دینا چاہیے۔ بادل جو دور ہوتے ہین سیاہ یا خوشنما
نظر آتے ہین اگر ہم انکو نظر غور و تعمق سے دیکھین تو وہ سب خاکستری
رنگ کے ہوتے ہین یہی حال بہت سے آدمیون کا ہے وہ لوگ
جو ان کے قریب رہے ہین نہ اسقدر لایق کراہت نہ اسقدر
لایق توصیف سمجھتے ہین جسقدر کہ فریق مخالف تصور کرتے
ہین۔ قرضہ نہایت خراب قسم کی مفلسی ہے۔ اگر تم زندگی کو
عزیز رکھتے ہو تو وقت کو مت ضایع کرو کیونکہ وقت وہ شے ہے
جس پر زندگی مشتمل ہے۔ خالی ظروف نہایت شور اور غوغا
کرتے ہین۔ جو لوگ بہت کم لیاقت رکھتے ہین وہ بڑے
لاف زن اور فضول گو ہوتے ہین۔ بیوقوف عقلمندون سے
کچھ نہین سیکھتے لیکن عقلمند بیوقوفون سے بہت کچھ حاصل
کر لیتے ہین یعنی عقلمند اپنی غلطی ترک کرنا سیکھتے ہین بیوقوف
بالکل قسمت پر بھروسہ رکھتے ہین الفاظ نیک اچھے ہوتے
ہین لیکن افعال نیک نہایت اچھے ہین۔ وہ جو سب سے
آخر ہنستا ہے اچھا رہتا ہے۔ ایک شخص کو جو نہایت دانشمند
طریقہ اختیار کرتا ہے وہ لوگ جو عارضی فتح حاصل کرتے ہین
عرصہ قلیل کے لیے ہنستے ہین لیکن آخرکار اُن کو دریافت
ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقاصد مین بالکل ناکامیاب ہوے۔
وہ شخص جسکو سانپ نے کاٹا ہے رسی سے خوف کھاتا ہے
(سانپ کا کاٹا رسی سے ڈرتا ہے) غالب ہے کہ رسی کا ایک
ٹکڑا شفق مین غلطی سے سانپ خیال کیا جائے وہ اشخاص
جنھون نے کسی طرح سے سخت آفتین جھیلی ہین اُنکو ویسی ہی
آفات پر برداشت کرنے کا خوف لگا رہتا ہے۔ نادان مکان بناتے

ہین اور دانشمند اُس مین رہتے ہین۔ کیونکہ ایک مکان اسقدر
قسمت پر شاذ و نادر بکتا ہے جس قدر کہ اس کی تعمیر مین صرف
ہوتا ہے۔ وہ شخص جو کہ غصہ کرتا ہے اپنے تئین دوسرے شخص کے
قصور کی سزا دیتا ہے۔ وہ شخص جو خاص اپنی ذات کو فائدہ
پہونچانے کا خیال رکھتا ہے غلام کا غلام ہے۔ ایک خود غرض
شخص نہایت ہی کمینہ غلام ہے۔ کیونکہ وہ اپنی کمینہ خفیف خواہشون
کا غلام ہوتا ہے بلند ہوا اونچے ٹیلون پر چلتی ہے ان لوگون کو جو مراتب
اعلی پر ممتاز ہین ازخدا مقابلہ بڑے خوف و خطر تکلیفات اور
ہر ایک چیز سے جس مین استقلال کی ضرورت ہوتی ہے خم ٹھونککر
لڑنا پڑتا ہے اس شخص کو جس کی کسی چیز سے سیری نہین ہوتی
کچھ مت دو اگر چیزین دوبارہ ملی جاتین تو سب عقلمند ہوتے
جب ہم کسی کام کو کر چکتے ہین ہم اکثر معلوم کرتے ہین کہ اگر یہ
کام پھر ہمارے پاس آتا تو ہم کسقدر بہتر انجام دے سکتے
گذشتہ غلطیون پر بغور و تعمق خیال کرنے سے ہم آیندہ کے
لیے متنبہ ہوتے ہین اور دانشمندی حاصل کر سکتے ہین۔ اگر تم
ہوا کے رُخ کو پھیر نہین سکتے تو لازم ہے کہ تم بادبان کے رُخ کو پھیر دو
جب وہ حالات جس مین تم رکھے گئے ہو تبدیلی اختیار نہین
کرتے ہین تو تم کو لازم ہے کہ اُنکے مطابق تم اپنی تدبیرات کو پلٹو

پیر مرد۔ آپ شعر بھی کہتے ہین کچھ کلام تو سنایئے۔

شہسوار۔ بیشک اور ایسا شعر کہ زباندان تک تعریف کرے۔

پیر مرد۔ نہ باندان تو آپ خود ہین۔

شہسوار۔ جی ہین فارسی مین شعر کہتا ہون اور چوٹی کا شعر

پیر مرد۔ بجا۔ پھر کچھ فرمایئے۔

شہسوار۔ عرفی کے ایک قصیدے کے طرز پر مین نے
یون کہا ہے۔ ۵

ہمت والا یم از کون و مکان گذشتہ است   بر فضائے لامکان می زند عنقا آمن

عرفی نے کہا ہی۔ ع۔ آسمان صحن قیامت کرد از غوغائے من

پیر مرد۔ خوب کلام ہی آپ کو تلمذ کن صاحب سے ہی۔

شہسوار۔ جی؟ تلمذ؟ مجھے روح القدس سے تلمذ ہی۔ ایک رئیس اعظم کی شان مین یہ قصیدہ کہا تھا۔ سنئیے اور داد دینے کے قابل ہی۔

آن وزارت مآب بابو زاد   کہ بہر کام کامور گردد

پیر مرد۔ مین سمجھ گیا۔ یہ شاید حضور وزارت مآب ہوائی سنگھ جی آپا انگرا بہادر کی شان مین آپ نے فرمایا تھا۔

شہسوار۔ (متحیر ہو کر) جی ہان۔

گر بذوق خرام آن وارد   جلوہ آرائے رہگذر گردد

پیر مرد۔ کیا نطعہ بند ہی۔ ہان فرمائیے۔

شہسوار۔ آپ بس سنتے جائیے۔ بات نہ کاٹیے۔

گر بذوق خرام آن وارد   جلوہ آرائے رہگذر گردد
ہر تیغے کہ طرہ اش خیزد   رشک افزائے مشک تر گردد
ہاشمش راغ گر فرو زاند   دشت وکان شیشہ گر گردد
گر بہ پیکار مرکب انگیزد   ہمعنان نصرت و ظفر گردد

پیر مرد۔ کیا خوب شعر فرمایا ہی۔ واقعی آپ خوب فرماتے ہین

شہسوار۔ ابھی سنتے تو جائیے۔ کہ مین کہتا کیا ہون۔

گر بساط نشاط آرایڈ   گوے زرین ترنج زر گردد

پیر مرد۔ سبحان اللہ سبحان اللہ کیا مضمون ہی خدا کی قسم کیا مضمون ہی۔

شہسوار۔ تسلیم۔ آپ قدردان ہین۔ جوہر شناس ہین۔

دہن شیرین لبت چو نگارد   خامہ ہم رنگ نیشکر گردد

پیر مرد۔ بستہ ہی خوب۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔

شہسوار۔ اس مضمون پر غور کیجیے گا۔

ذرہ را چو مہر بنوازد   اعتبارش بلند تر گردد

پیر مرد۔ بہت بڑا قصیدہ ہی۔

شہسوار۔ خیر قصیدہ نہین تو قطعہ تو فرد ہی سنیئے۔

اے کہ در بارگاہ بخشش او   حاصل بحر مختصر گردد
نغز گویان ہند و فارس را   سخنم مسلک ہنر گردد
رشک نظم کہ سلک پروین است   بینش افزائے دیدہ ور گردد
آب نظم کہ در سلطان است   تابشش غیرت گہر گردد

پیر مرد۔ واہ واہ واہ۔ اہو ہو۔ در سلطان کیا خوب فرمایا ہی حضرت۔

شہسوار۔ اور خطاب کیا ہی۔

محک امتحان مرا بعیار   داور را جز تو کے دگر گردد

پیر مرد۔ قسم خدا پاک کی ایرانیون کا کلام معلوم ہوتا ہی۔

شہسوار۔ (جھک کر) تسلیم۔ قدر دانی ہی حضور کی۔

چند سوزد بہ داغ بے ہنری   چند چون شمع چشم تر گردد
از جنون چند سر بسنگ زند   چند پا نغز رہ سپر گردد
جادہ پیمائے راغ گر گردد   ہر گیا نوک نیشتر گردد

پیر مرد۔ راغ تو میدان وسیع کو کہتے ہین۔

شہسوار۔ جی ہان۔ راغ کے معنی جنگل۔ ساغرے گر زبادہ آشام یہ مصرع پڑھ چکے تھے کہ ایک شخص مسافر نے جو سرا میں قریب کی کوٹھری مین فروکش تھے اسکا دوسرا مصرع بھی پڑھ دیا۔

ساغرے گر زبادہ آشام   بادہ درکام تلخ تر گردد

شہسوار نے ان شخص پر نظر ڈالی اور سخت متحیر ہوا کہ کس نے دوسرا مصرع کیونکر پڑھ دیا دو چار منٹ کے بعد اور اشعار پڑھے۔

وائے گردون شگاف نالۂ من   کہ زکوے تو بے اثر گردد

بر دعا سر کنم فغانے چند تا دران نالہ با اثر گردد

اب ذرا دعائیہ اشعار سنیے گا۔ دعائیہ اشعار پڑھنے ہی کو تھے کہ اسی مسافر نے یہ اشعار سنا ئے۔

ابر تا بارد و گیاہ بالد برگ بار آور درخت گردد
گلشن عمر تو ہمیشہ بدہر سبز و شاداب و پرثمر گردد
چشم دارم کہ عرشی ناشاد زاستان تو شاد تر گردد

شہسوار نے یہ اشعار دعائیہ سنے تو گھبرائے۔

مسافر۔ خوب فرماتے ہین آپ مجھے آپکا کلام یاد تھا۔

شہسوار۔ بجا۔ دولت خانہ کہان ہے

مسافر۔ جی گوالیار کے قریب رہتا ہون۔

شہسوار کا رنگ فق ہو گیا۔ خوف ہوا کہ مبادا چوری پکڑی جائے۔

اتنے مین مسافر نے کہا وہان بھی ایک بڑے شاعر ہین۔

پیر مرد۔ کون صاحب کوئی لکھنوی ہین یا دہلوی۔

مسافر۔ خاتم الشعرا امام العلما عالم لمیعی فاضل لوذعی سحبان الامم حسان العجم حضرت مولنا ابو القاسم محمد فضل رب عرشی

پیر مرد۔ اہن عرشی تو آپ بھی تخلص کرتے ہین۔

شہسوار۔ کیا ہوا بجز دو چار سو شاعرون کا تخلص ہے حافظ کا تخلص کئی شعرا نے تخلص کیا ہے۔ ع

حافظ حلوائیم واز کمال معتقد حضرت شیرازیم

حافظ حلوائی بھی ایک شاعر تھے۔ ایک لسان الغیب حافظ شیرازی تھے۔

مسافر۔ یہ بھی آپ ہی کا شعر ہے ؟

داغها برده ام از دهر بسی عرشی لاله رویید ز نهالے که بود در گلشن

شہسوار۔ جی نہین یہ کسی اور شاعر کا ہے۔

مسافر۔ عقل کے ناخن لیجیے۔ یہ قطعہ مدحیہ جو آپ نے ابھی فرمایا جناب مولانا عرشی صاحب مدظلہ کے بحر مواج طبع کی لہر ہے۔ آج ہندوستان مین مولانا ے ممدوح اپنی آپ ہی نظیر ہین اُن کے کلام کو تم اپنا کلام بتاتے ہو۔ شرم نہین آتی

شہسوار بہت خفیف ہوئے مگر معرکہ بگڑی ہوئی بات یون بنائی حضرت اکثر توارد ہو جاتا ہے غنی کشمیری نے اپنا دیوان مرزا صائب کے پاس اصلاح کے لیے بھیجا نصف سے زیادہ شعرون مین توارد اسی سبب سے دیوان غنی بریدہ ہے۔ انشاء اللہ خان کے وقت مین ایک شاعر تھے وہ انشاء اللہ خان کی اور اُن کی غزل کے آٹھ شعرون مین توارد ہو گیا۔ ع

صحبت آنچنان کہ ضبط فزان ہم نمی شود
این ہم نمی شود ز من آن ہم نمی شود
چندان بعید نیست کہ از من نشد نشد
آن شوخ دیدہ از دگران ہم نمی شود
آن اختلاط و گرمی صحبت کجا کہ او
اکنون بسوے من نگران ہم نمی شود
از خود نمی رویم و بخود ہم نمی آیم وا ے
ہم انجنین نگشت و چنان ہم نمی شود
این طرفہ تر کہ راز درون دلم ہنوز
ظاہر نگشت و باز نہان ہم نمی شود
اے عرشی لذتے کہ ز فیض تو بردہ ایم
از صد یکے ز بندہ بیان ہم نمی شود
این یک زبان کو چکت بے ہیچ من چہ چیز
تقریرش از ہزار زبان ہم نمی شود

انشا کجا و پیروی زاہدان کجا
وارد بہ بزم پیر مغان ہم نمی شود

بس مقطع مین ذرا فرق تھا۔ انھون نے کہا انشا اُس نے کہا دانش انھون نے کہا زاہدان اُس نے کہا عابدان۔ بس۔

مسافر۔ درست۔ تو توارد ہو گیا ہے۔ کیون جناب

شہسوار۔ کیون۔ کیا تعجب ہے۔ ہمارا اور کلام سنیئے۔

مسافر۔ جی بس۔ اگر ہوس است ہمین قدر بس است

پیرمرد نے کہا صاحبزادے تم کو جو دیکھا تو مجھے اپنا فرزند دلبند یاد آیا۔ یہ کہہ کر پیرمرد رونے لگے اور یہ شعر زبان پر لائے۔

کجائی بگو جان بابائے من
کہ درد فراقت گلوئیم فشرد

شہسوار۔ کتنے برس ہوئے۔

پیرمرد۔ تین برس ہوئے ڈوب کے مر گیا ہائے افسوس

شہسوار۔ اگر آپ منظور کرین تو میرے ہی ساتھ رہین۔

پیرمرد۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ تم خدا جانے کہان کے باشندے ہے

شہسوار۔ سادہ ع درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست

نہ دہیم میپرس نہ مومن نہ کافرم
ن رسم این دیار ندانم مسافرم

پیرمرد۔ تم اپنا حال تو کچھ بیان کرو۔

شہسوار۔ داستان ہے۔ کہان تک بیان کرون۔

پیرمرد۔ آخر کچھ تو سنون۔

شہسوار۔ اگر مجھے مثل اپنے فرزند کے سمجھیے تو کہدون۔

پیرمرد۔ خدا گواہ ہے تیرے ساتھ دغا نہ کرونگا۔

شہسوار۔ مین شاعر ہون۔

کیا چیز بھلا قصر فریدون مرے آگے
کلپنے ہے بڑا گنبد گردون مرے آگے
مرغان اولی اجنحہ مانند کبوتر
کرتے ہین سدا عجز سے غون غون مرے آگے
مطلق متوجہ نہون ہر چند لگا رجائین
صد قافلۂ لیلے آ و مجنون مرے آگے
تف بھی نکرون لاد کے گو گاؤ زمین پر
لادے کوئی گنجینۂ قارون گرے آگے
منہ دیکھون جو نقارچی پیل فلک کا
نقارہ بجا کر گئے دون دون مرے آگے
ہون وہ جبروتی کہ گروہ حکما سب
چڑیون کی طرح کرتے ہین چون چون مرے آگے
بولے ہے یہی خامہ کہ کس کس کو مین باندھون
بادل سے چلے آتے ہین مضمون مرے آگے
ہے دورۂ گیتی جو بنایہ کروی شکل
بیشبہہ و شک و بیلے کی چون چون کرے آگے
مجرے کو مرے خسرو پرویز ہو حاضر
شیرین بھی لئے آئے بلاؤن مرے آگے
بیتابی دل دیکھ کے سیماب سے پھر جائے
کف لائے اگر موجۂ جیحون مرے آگے
کیا آکے ڈراوے مجھے زلف شب یلدا
ہے دیو سفیدی سحری جون مرے آگے
وہ ماہ فلک کاہکشان نام ہے جس کا
کیا دخل جو بل کھا کے کرے فون مرے آگے

اور گھوڑے کی سواری مین برق اور علم موسیقی سے

خوب واقف ہون اور نشہ باز آدمی نہین ہون ۔ ؎

کیا ذکر شراب یار توبہ خاور
رہ ایسا نہ شرمسار توبہ خاور
دوزخ مین جلینگے مے کے پینے والے
توبہ خاور ہزار توبہ خاور

قمار باز نہین ہون خواری کی جواری کرتا ہون ۔

انسان وہی مقبول خدا ہوتا ہے
جو مسلک خیر مین فنا ہوتا ہے
قسام ازل کا اک اشارہ بس ہے
دم بھر مین شہنشاہ گدا ہوتا ہے

مگر مین نے بیڑا اُٹھایا ہے کہ ہمایون فر اور آزاد دونون کو قتل کر ڈالون گا زندہ نچھوڑونگا ۔ انشاءاللہ ۔

پیر مرد کے ہوش اُڑ گئے ۔

شہسوار کو پیر مرد اور پیر مرد کو شہسوار کی باتین بہت پسند آئین ۔ پیر مرد نے کہا بیٹا تم ہمارے ساتھ رہو جو کچھ چھوٹی بھوسی ہم کو نصیب ہوگی پہلے تم کو دینگے پھر آپ کھائینگے ۔

شہسوار ۔ بہت خوب بسر و چشم منظور ۔

پیر مرد ۔ تمھارا مکان کہان ہے ۔ بتاتے کیون نہین ۔

شہسوار ۔ ع ۔ درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست

اتنے مین ایک شخص نے شہسوار سے دل لگی کی باتین شروع کین تو شہسوار نے یہ شعر پڑھا ؎

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

پیر مرد ۔ خوب شعر ہے ۔ آپ کو اشعار یاد ہین ۔

شہسوار ۔ جی ہان کسی زمانے مین ہم بھی کچھ تھے ۔

بلبلو کس کو دکھاتی ہو عروج پرواز
ہم بھی اس باغ مین تھے قید سے آزاد کبھی

اب کیا ۔ اب وہ دن گئے ۔ وہ وقت ہی نہ رہا ۔ وہ زمانہ ہی نہ رہا ۔ افسوس ہی افسوس رہ گیا ۔

آیا عجب شکوہ سے اسپ قمر رکاب
تھامے تھی فتح زین کا دامن ظفر رکاب
چشمک زنی ہلال پہ کرتی تھی ہر رکاب
حلقہ تھا نور مہر کا یا جلوہ گر رکاب
فتراک تھی کہ کھولے ہوے تھا عقاب پر
زین پر تھا گرد پوش کہ ابر آفتاب پر
اختر خجل ہین زین جواہر نگار سے
ذرون نے چن لیے ہین ستارے غبار سے
تھمتا ہے کب سوار فراست شعار سے
گردن مین ہاتھ باگ نے ڈالے ہین پیار سے
نازان ہے خود رکاب کے پانے کو دیکھکر
بل کر رہا ہے خاک پہ سایہ کو دیکھکر

یہ اشعار جو آپ پڑھتے ہین کس کے ہین

چمک ہے یہ کچھ اس اودے دوپٹے کی کناری مین
نظر جون برق آوے دامن ابر بہاری مین
تری چتون کی انکھیلی پری کے بھیس مین آکر
مجھے سب لے گئی چپکے سے اک نرگس کی کیاری مین
بہت سے عاجز آئے ہم مین بھلا صاحب رہین کب تک
مزاج عالی سرکار کی ہم پاسداری مین
مجھے کہنے لگے وہ پیار مین آکر اگر بس ہو
تو تجھکو موند رکھون ایک ننھی سی پٹاری مین

کرا بالات زخمی اُنکے غمزے کا تو وہ بولے
کوئی ہی لالۂ رچین بھی پرے اسکے زخم کاری مین
ہمارے ساتھ تیرے چاند سے مکھڑے لیے بن مکھے
رہا کل ماہ تابان رات بھر اختر شماری مین
جو کہتا ہون بھلا جاگا کرون راتون کو مین کبتک
تو کہتا ہی رہا کرا اور بھی امیدواری مین
وہ جو سردار تھے اگلے زمانے کے بڑے رستم
یہ اُن کا حال ہی اب عالم بے روزگاری مین
پڑے سونا گھر چتے ہین کسی ٹوٹے سے جا کو سے
کہین جو رہ گیا ہی پاؤ کوڑی بھر کٹاری مین
جو وہ پیسے کی ڈولی پر کہین جاتے ہین چڑھکر تو
پرانی شال دیتے ہین کہارون کو کہاری مین
میان قدوس ان کے بولے سے ایک نوکر ہین
بڑھی ہین موتیون سے اُن کی باتین آبداری مین
ہزارون چٹکلے تکرار کے کون یاد ہین اُن کو
حکایت بخشنے کی اُنکی تو خدمت گذاری مین
بعینہ اس لقرلی سی ہی وہ جو اپنے آقا سے
یہ کہتا تھا بہت سا کھینچ خود کو بردباری مین
نہ نادان اسقدر بنیے سمجھیے سوچیے دل مین
قدم حضرت سلامت آپ رکھئے ہوشیاری مین

پیرمرد۔ ان اشعار سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ کسی پرانے شاعر کا کلام ہی۔

شہسوار۔ یہ انشاءاللہ خان کی غزل ہی۔

پیرمرد۔ ادہم کا بھی کوئی شعر یاد ہی۔

شہسوار۔ ایک؟ ابجی ہزارون ہی یاد ہین حضرت

پیرمرد۔ زبان مین کسی کا حصہ نہین ہی۔

شہسوار۔ اور خاص مسلمان کی زبان ہی اور مسلمان بھی کون لکھنؤ یا دہلی کے یا وہ لوگ جو دہلی یا لکھنؤ کے متعلق مین

پیرمرد۔ کیا ہندو زباندان نہین ہو سکتا۔

شہسوار۔ ہندو فصیح ہو سکتا ہی۔ مگر زباندانی کہا۔

پیرمرد۔ ابھی آپ کو تجربہ ہی نہین۔ بنگالیون کی اردو سنیے تو متحیر ہو جائیے۔

شہسوار۔ واہ بس قابلیت کا حال معلوم ہو گیا۔ بنگالی بنگلہ زبان بولنا جانین اُردو بھلا وہ کیا جانین۔

پیرمرد۔ اچھا ایک بنگالی بابو کے ناول کو ملاحظہ فرمائیے

بیشتر قصص و حکایات زبان اُردو مروجہ کتب متقدمین میری نگاہ سے گذرے لیکن اکثر حالات خلاف قیاس و مبتدا مخالف عقل خبر غیر مناسب مضمون لاف گزاف ہی و بعض مین بیان فحش صاف صاف ہی جو سوا ے ناقص خیالات دوسرا نتیجہ نہین پیدا کر سکتا۔

پیرمرد۔ (نستعلیق) معلوم ہوتا ہی۔

شہسوار۔ زبان صاف ہی اور بنگالی سے ہزار غنیمت ہی

یہ درست ہی کہ متقدمین عالی طبع نے کوئی امر خالی از فائدہ موضوع نہین فرمایا ہی لیکن افسانہ و حکایات اسکا نام ہی جس کے ملاحظہ سے ناظرین قوت تجربہ نازک خیالی سے ممتاز ہون اور شائقین استفادہ بلند پروازی عقل و ادراک سے سرفراز ہون بالخصوص اسکے لیے زور علمی و عقلی درکار ہی بے اعانت علم و عقل انتظام اسکا خیلے دشوار ہی نہ اینکہ ایک دیو لکڑی کے گھوڑے پر سوار آیا اور وہ گھوڑا نہایت حسین پری ہو گیا اور ایک شہزادہ اسکا عاشق زار ہوا

شہزادے نے بقوت انسانی دیو کو ہلاک کیا اس اثنا مین غفلت پاکر دوسرا دیو اس پری کو اٹھا لے گیا برنج مفارقت اس کے شہزادہ جان بلب ہوا تب پری نے خواب کھلایا ع

مر لی ہون ترے ہجر مین یار خبر لے

انصاف فرمایئے اس سے سامعین کو کیا فائدہ ہی اور زور علمی یا عقلی اس سے مترشح ہی جو پسند خاطر ارباب لیاقت ہو عبارت مندرجہ بالا سے اندیشہ ہوتا ہی کہ شاید مفہوم ظاہری اس کا خلاف طبیعت ناظرین ہو بلکہ تعجب نہین ہی کہ ناگوار خاطر شائقین ہو۔

شہسوار۔ مگر زباندان کا کلام نہین ہی

لہذا بہ نظر دفع دخل اس کے مولف فسانۂ ثانی التقریر اپنا ظاہر کرتا ہی اور اپنی غرض خاص سے ہر منصف مزاج کو ماہر کرتا ہی یعنی عیاذاً باللہ اس حقیر نے متقدمین جامع فضل و کمالات و مخزن رفعت و جلال کی مذمت نہین کی ہی اور نہ وجہے من الوجوہ بیان فیض ترجمان حضرت محتشم الیہم لایق ہجو قرار پاسکتا بلکہ اکثر ارباب فضیلت مآب مثل جناب مرزا رجب علی بیگ صاحب سرور و پنڈت دیا شنکر صاحب نسیم و میر حسن صاحب کے کہ واقعی ان حضرات نے بزور خامہ زرین ختامہ اپنے بحر زخار ذکاوت و لیاقت دریاے مواج رفعت و لطافت اس زور و شور سے جاری کیا ہی کہ نغمہ سنجی عندلیب ہزار داستان اور زمزمہ پردازی طوطی شکر بیان اُن کے مقابلہ مین بے حقیقت محض ہی اور جس حد تک اعتقاد مستحکم نحیف شاہد لیاقت و کمالات حضرات موصوف الذکر ہے شاید اس مرتبہ تک دوسرے ارباب مدح و ثنا بے مداحی و داد سخن مین قاصر ہون گے

حضرات واجب الثنا کی نثر و نظم مضمون تراشی مثل در مکنون بیمثل و بے جواب ہی مجال نہین کہ کوئی شخص دعواے مساوات کر سکے یا راہ ہمسری مین قدم رکھ سکے بلکہ یہ کمال خوش اعتقادی نحیف کا مقولہ ہی کہ بغیر مدد و اعانت کلام اصحاب ممدوح الشان اس زمانہ مین قلم اُٹھانا دشوار ہی لیکن مغز سخن یہ ہی کہ ان اصحاب لیاقت و ارباب ذکاوت نے بہ تقدم گہر ریزی سلک عبارت آرائی و ذکر صنایع و بدایع اشعار نازک خیالی اصل مضمون کی جانب توجہ نہین فرمائی بلغو اہی بحر حکایات محتشم الیہم سواے نادرات و کمالات نثر و نظم کے گوہر مضمون ہاتھ نہین آیا اور ترجمہ ہذا جا بجا نازک خیالی اور آبداری مضامین عالی سے مرصع ہی اور لیاقت عبارت آرائی اور بندش صنایع و بدایع خاص اُن کا کام تھا جس کو وہ ختم کر گئے۔ ع

ایک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے

پیر مرد۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ واہ وا واہ۔

شہسوار۔ یہ تو کوئی اُستاد زباندان ہی۔

الحاصل محض بہ آرایشگی کیفیت لطافت خیالات مصنوعیت مضامین نادرات کے یہ طریقہ افسانہ جدیدہ ہے۔ نظر بران بخدمات شائقین عالی طبع التماس ہی کہ ہنگام مطالعہ فسانہ ہذا یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ یہ یادداشت کامل مضامین متعلقہ داستان ہاے ابتدائی جہان تک آغاز ہر بیانات کا فرداً فرداً مذکور ہی و نیز یہ نقش خاطر اسماے متذکرہ عبارات مندرجہ کتاب لذت مضامین داستان ہاے جزئیہ و انتہائیہ سے حظ وافر و لطف خاطر شائقین اور ان حضرات کو خاتمہ داستان چند حصول نتیجہ دخل و فیقر کی خواہش ہوا ان مگر

طلعت اسکا مطلق حاصل نہ ہوگا چونکہ ترکیب بیان فسانہ ہذا
نئی ہی لہذا اکثر مقامات پر شرح بطریق نوٹ ذیل صفحات
متعلقہ مین بنظر تسہیل ناظرین لکھے ہین و بغرض عجلت
تالیف جانب ترغیب عبارت کوشش بلیغ نہین کی گئی ہی
امید ہی کہ شائقین بتوجہ لطافت مضامین گوناگون و نفاست
کو الفت بوقلمون افسانہ ہذا کی صنعت عبارت نظر انداز
فرمادینگے اس لیے کہ تحریر ترجمہ صحیح بدیانت منظور خاطر
حقیر تھی لہذا بپابندی ترتبہ صحیحہ عبارت آرائی ناگزیر تھی
مگر ارادہ حقیر کا ہی کہ بشرط مقبولی ارباب طبیعت انشاءاللہ تعالی
آیندہ ایسے ہی قصص نادرہ و غیر معروفہ تالیف و طبع کرکے
نذر شائقین کرے لہذا خصوصی عبارت منحصر بر آئندہ
کے ہی بلکہ بعد تالیف فسانہ ہذا خفتہ ہیچمدانی سلیقہ تحریر
سے جرات طبع بر سر قصور تھی و خدشہ بے بضاعتی فن کسیطر
سے خواہش اعلان معذور رکھتی لیکن ارباب فضیلت و ذکاوت
نے جلسۂ عام مین ابتدا سے آخر تک مسلم کتاب سماعت فرماکر
بہ آراستگی خلعت مقبولی و پسندیدگی خاطر زیب و زینت
بخشی و بعض اصحاب فضیلت و لیاقت مآب نے اپنی اپنی
تقریظین خاتمۂ کتاب پر مرحمت فرمائین لہذا التماس معنی کسی
کسی غلطی کے رغبت طبع ہوئی تحقیق بے بضاعت نسبت
کیفیت تالیف کے اپنی راے کچھ نہین لکھ سکتا بلاحظہ مضامین تقریظ
تعریف کیفیت تالیف و رفع خاطر شائقین ہوگی واللہ المستعان

شدند باہم چو بودہ ہمدم لبی از حصول مراد خاطر
گشود ابواب راز پنہان بہ یکدگر گشت حال ظاہر
دمے کہ بشنید راز مخفی ز فرط خجلت نماند ہوشے
کہ کردہ بودی چہ قلبے بچہ بہ محرم راز و منکر شے

بگفت ای رشک مہ جبینان فزون باشد تہ پایان
نبودہ ام آشنائے حالش کہ ہست لطف او فراوان
امید عفو گناہ دارم چرا کہ در جرم خود اسیرم
اگر بہ شادی عوض شمارند خدنگ تعریض چین نگیرم

اس عبارت کو سنیے۔

ہم نے راحت کبھی اگر پائی تو ایک آن کی آن
اختر بخت جو چمکا بھی تو جگنو کی طرح

حاکیان وصل یابی زبان قلیل۔ و راویان متحمل شدائد
و خوار روز ذلیل شہران مسافرت منازل غربت و کاشفان راہبری
طریق درد و مصیبت بہ اظہار حالات عجیبہ یون گویا ہوتے ہین
ہیم چند نے مرزا لنی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ بمقابلہ یکدیگر کھڑے
ہوے الحمد للہ اتنی مدت کے بعد دونون کی یکجائی ہوئی
وہ روز سیاہ قابل یاد ہی۔ جبکہ یہ کیفیت پیش نظر تھی
کہ بلب دریاے جمن آب نیلگون کی لہرون مین عکس
نجوم فلک پڑتا تھا اور مولسری کا درخت دونون پر سایہ کیے
ہوے تھا باہم آبدیدہ ہوکر جدا ہوے تھے اسکے بعد آج
دوچار ہوے موسم تابستان اور زمستان و سرما بسر ہوے یہ
کون حساب مین ہی ان دونون طالب و مطلوب کے
نزدیک تو کتنی مدتین دوران جدائی کی گذری تھین جسکا شمار
نہین ہوسکتا ہی اور اب شب وصل مین کنارہ تالاب آب صفا پہ
جس کے سر چہار جانب درختان گنجان سایہ کنان اور
انکی شاخین باہم دگر پیوستہ تھین یہان تک کہ نگاہ کا دخل
کبھی نہ ہوتا تھا اور آب تالاب بارہ زمرد نظر آتا تھا اور سپہر
دوار پر ماہ و سیارے خندان تھے اور شعاع مہتاب شجر و بیل
شجر اور زینہ تالاب اور آب مینا گون پر پڑتی تھی یعنی چاندنی

پھیلی تھی۔ ایک سنسان کا عالم تھا۔

شہسوار۔ یہ رباعی سنیے گا۔

ستم زغم عشق تو ستم مستم   دل در طلب وصل تو بستم بستم
گویند مرا عاشق بدنام تو گی   شکر نتوان بود کہ ہستم ہستم

پیر مرد۔ اجی رباعی تو سنین گے مگر اس صنعت کی تو تعریف کیجیے کہ بنگالی اور یہ زبان۔ ؎

لب جو ماہ رخے سیم تنے را دیدم
در چمن سرو قدے گل بدنے را دیدم
کرد تقریر چنان بوالعجبی گشت مرا
تیر چون صاعقہ تو بہ شکنے را دیدم

گلبدنان رشک حور و غلمان و سیم تنان غیرت دہ تیر تابان کیفیت تقریر عجب آمیز دلربائے مہ سیما یون بیان کرتے ہین

الیع را سہ حرف است ہر سہ تہی

محرمان دائرہ سلطنت و آتش زنان تازگی زراعت کو ہمکنان اقتدار آقا و سرپرست و محن کشان روسیاہ و تہی دست دام مکر و زور یون بچھاتے ہین۔

پہونچا جو حریف مٹھ کے اندر   دیکھی اک صورت گل تر

بانیان بنیاد فساد و مکاران عالم ایجاد حال ساز ش و تملق کو توال سنکر اس طرح محظوظ ہوتے ہین جب محمد علی آنکھ کے نظر سے غائب ہوا ایک دوسرے شخص نے اسی دروازے پر آ کر آہستہ پوچھا اندر حاضر ہون۔

با سیہ دل چہ سود گفتن وعظ   نرود میخ آہنے در سنگ

نافہان نقایض روزگار و رہ نمایان گلستان سدا بہار رخنہ بندان معاملات شرارت و آتاکشی دہ بادیان طریق شرافت و عالی نسبی یون فرماتے ہین۔

صلا نشنبلا شد

محبوسان بے جرم و گناہ و غریب الوطنان ذیقدر و عالی جاہ حال اپنی نظربندی کا بزبان مجبوری اس طرح بیان کرتے ہین۔ ع۔

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

ناجیان حبس بجا و خلاص یافتگان احاطہ ظلم و جفا حال رہائی قید ناحق اس طرح ذکر کرتے ہین ع

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

جنگ آزمایان عساکر دلاوری و شجاعت و قاتلان اعدائے جامع ظلم و شقاوت حال مقابلہ شاہزادہ ہیم چند یون بیان کرتے ہین

گلچین کا جواب پتا ملا ہے   یون شاخ قلم سے گل کھلا ہے

سراغ یافتگان معشوق گم گشتہ و نہان و وصلت طلبان محبوبۂ رشک حور و غلمان رویت کنندگان ماہ فلک و مسخران فوق ثریا تا سمک کیفیت ایصال و مشاہدہ معشوق اس طرح لکھتے ہین

بالا جوڑے کی بندش اور قیامت قد بالا ہے
غضب جیتون ستم مکھڑا بدن سانچے مین ڈھالا ہے

دروازہ مندر سے جو پرتو چراغ طلائی سے جگمگا رہا تھا اور اسی جانب سے عکس ماہ درخشان بھی جلوہ افروز مندر تھا بمشاہدۂ جمال عارض عالم تاب منورما طبیعت پشوپتی کی مثل موجہائے سمندر لہرا اٹھی در اصل منورما کوتاہ قامت نہ تھی ولیکن با این ہمہ وہ قلیل العمر اس وجہ سے معلوم ہوتی تھی کہ عارض تابان اس کا نہایت ملیح اور پیارا اور صدائے ہوش ربا بغایت حلاوت انگیز تھی بیان مفصل اس کا حیز امکان سے باہر ہے مزاج مین سادگی و بچپن بدرجۂ غایت تھا پس اگر ان علامات سے شاہزادہ ہیم چند نے عمر اس دلربا کی پندرہ برس تشخیص کی

تو کیا بیجا ہو۔ باصلہ عمر اس کی ہیدہ یا سولہ سال یا کسیقدر کم و بیش رہی ہو حد و حصر اس کا مورخ بلاغت شیم نے ترقیم نہین کیا ناظرین شائقین بطور خود تجویز فرمالین المختصر اندازہ عمر منور یا جو کچھ ہو ذخیرہ حسن عدیم المثال رشک بدر غیرت ہلال اسکا ایسا بیحد و بیحساب تھا کہ نگاہ ناظرین مین گنجایش اسکی غیر ممکن تھی اس لیے کہ حسن عالمگیر زاہد فریب منوریا ایسا لاثانی اور عدیم النظیر تھا کہ عالم شباب و لڑکپن مین کسی کودک اور برنا کو نصیب ہونا خیلے دشوار بلکہ غیر ممکن ہو اگر رنگت گل یاسمن کی کہ ہنگام عکس مہتاب زیادہ تر لطیف ہوتی ہو رنگ حسینہ دل آویز سے تشبیہ دون اور بچہ ہاے افعی کو موے سر معشوقہ لکھون اور لوح مصفا پیشانی کو نصف قمر کہون اور ابروے عارض جانان کو موجہاے کمان کیش صفحہ آب سے مقابل کردن اور سواد سیاہی زنبور سیاہ کو چشمہاے محبوبہ خیال کردن اور لب یاقوتی طراوت آمیز سیب دلنواز کو گل گلاب آلودہ شبنم یاد کرون اور عارض منور کو نور بخش ماہ تابان بتاؤن اور کیفیت گلوے خمیدہ بعینہ حالت حفاظت استراغ بچہ مان کو گلوے جان جہان سے نسبت دون دندان فیل اگر نرم اور نازک ہوتے یا گل چنپا یا شعاع مہتاب سے دستہاے معشوقہ کی تعبیر مناسب بچون جز این نیست کہ اجزا سبب ترکیب بعینہ رشک قمر کو وہی اجزا ہر جس سے خمیر اس کا ہو کسی دوسری شے نادر سے تشبیہ دون۔

شہسوار اور پیر مرد سوئے تو لطیفہ گوئی مناتے ہوتے اور شہسوار نے لطایف و ظرایف سے پیر مرد کو خوش کردیا

در تذکرہ شمشیر خانی مرقوم است بعین دخمۂ نوشیروان کہ قلعہ کوہ واقع است چہار سوار مسلح با شمشیر ہاے علم از طلسم تیار ساختہ ہر گاہ شخصے مقابل آنہا آید بر وحملہ نمایند مامون رشید خلیفہ بغداد بہ ہدایت دخمہ بان کہ از دفع اذیت طلسم آگہی داشت اندرون آن دخمہ در آمد دید کہ پیکر نوشیروان بر تخت مرصع نشستہ و جملہ اعضایش سالم مگر لباسش بہ کہنگی رسیدہ و مامون رشید لباس تازہ بمشک و عنبر معطر کردہ بر آن قالب بیجان پوشانیدہ و در آن حالت دید کہ زیر زانوے نوشیروان لوحے از طلا است و در آن لوح نوشتہ اند کہ یکے از اعمام پیغمبر آخر الزمان بر زیارت ما رسیدہ لباس لطیف و عنبر خواہد پوشانید و آن وقت قالب بیجان ما بتواضع او اقدام نتواند نمود لہٰذا فلان جانب گنجے براے ضیافت او ودیعت نہادہ ام بعرفت خود در آرد و مارا معذور دارد مامون رشید گنج شایگان از آنجا بر داشت گویند کہ دولت بنی عباس بدولت آن گنج بیقیاس بود

اتنے مین مینہ برسنے لگا اور دونون آدمی کوٹھری کے اندر چارپائی لے گئے۔

در جہانگیر نامہ مرقوم است کہ مرتضیٰ خان ناظم گجرات انگشتری کہ حلقہ و خانہ نگین و نگینش ہمہ از یک قطعہ لال بے بہا بود و وزن یک مثقال و پانزدہ سرخ داشت بحضرت سلطانی برسم پیشکش فرستادہ بود خیلے مطبوع طبع ہمایون افتاد کہ مثلش در خزینہ پادشاہی نبود۔

پیر مرد۔ کیا عجب ہو۔ نہ ہوگا۔

شہسوار۔ دیکھیے کیا خوب جواب دیا ہے۔

روزے بعضے از ہوا خواہان بحضرت نوشیروان عرض کردند کہ متصدیان و کارپردازان تو اول بہ نفع خود سعی میکنند

ونگاہ بہ نقع توخوض می نمایند گفت این عجب نیست زمین خشک تاکہ از آب سیراب نشود آب ازانجا جاری وروان نگردد۔

پیر مرد۔ بچوں سے محبت رکھنا چاہیے۔

شہسوار۔ رسول مقبول بھی ازحد محبت رکھتے تھے لکھا ہے در اخبار آمدہ کہ روزے حضرت امام حسن علیہ السلام در عہد طفولیت حضرت رسول را گفت کہ ای جد بزرگوار می خواہم کہ بر شترے سواری کنم وہر طرف برانم حضرت فرمودند چگونہ باشد اگر من شتر تو شدم امام حسنؑ گفت بغایت نیکو باشد پس آنحضرت آن جناب را بر دوش مبارک خود نشاندند وازین گوشہ حجرہ بدان گوشہ میرفت دران حالت آنجناب گفت ای جد بزرگوار شتران را مہارے باشد وشتر من مہار ندارد آن حضرت ہر دو گیسوے مبارک خود بدست آنجناب داد وفرمود کہ این مو بجا مہار شتر تو باشد پس آنجناب ہر دو گیسوے مبارک بدست گرفت باز آنجناب گفت ای جد بزرگوار شتران آواز بردارند وعف کنند وشتر من عف نمی کند آنحضرت را ازین سخن کیفیت عظیم رو نمود آواز بر داشت کہ عفو درین وقت جبرئیل علیہ السلام نازل شدہ گفت یا رسول اللہ زبان خود نگہدار بیک عفو گفتن تو دریاے رحمت بجوش آمدہ اگر یکبارگی دیگر عفو گوئی خلق اولین وآخرین ہمہ از عذاب نجات یابند وطبقات دوزخ ہمچنان خالی بمانند

پیر مرد۔ ایک لطیفہ رابعہ بصری کا مشہور ہے اگر یاد ہو تو سنائیے

شہسوار۔ سنیئے۔

بعضے از ظریفان بصرہ نزد رابعہ بصری رفتند وگفتند کہ ای رابعہ ایزد تقدس وتعالے مردان را سہ فضیلت بخشیدہ کہ زنان ازان محروم اند اول اینکہ مردان کامل العقل اند۔ وزنان ناقص العقل وازین جہت شہادت دو زن برابر یک مرد است۔ دوم آنکہ زنان ناقص الدین اند زیراکہ بہ ہر ماہے بعلت حیض از نماز وروزہ باز مانند سوم اینکہ ہیچ زنے بہ پیغمبرے در سیدہ رابعہ گفت راست است اما زنان را سہ فضیلت است کہ مردان را ازان بہرہ نیست۔ اول آنکہ درمیان زنان مخنث نیست۔ دوم آنکہ ہیچ زنے دعوے خدائی نکردہ سوم آنکہ ہمہ انبیا واولیا از بطن زنان آمدہ اند۔

پیر مرد۔ آدمی کیا لغت ہو۔

شہسوار۔ لغت سے کیا واسطہ خیر ایک اور لطیفہ سنئے

ابلہے بیجا بانگ نماز میگفت وبی افزود ودر میرفت وگوش میداشت ازو پرسیدند کہ این چہ کار مے کنی گفت مردمان آواز مرا از دور خوش آیند میگویند من بانگ صلواۃ میدہم ودور میروم تا آواز خود را از دور بشنوم کہ راست می گویند یا دروغ۔

زندگی زندہ دلی کا ہے نام	مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

خواجہ غلامے را بطلب انگور فرستاد غلام بدیر باز آمد وانگور آورد خواجہ غلام را تہدید کرد وگفت کہ ہرگاہ ترا بیک کار فرستادم باید کہ یکبارگی چندکار مرا انجام دہی ودو وبا زآئی پس از چندے خواجہ بیمار شد غلام را گفت کہ برو طبیبے حاضر کن غلام رفت وچند کسان را نیز با خود آورد خواجہ پرسید کہ این مردمان چرا آمدند گفت اے خواجہ آن روز فرمودی کہ چون بیک کار اشارت کنم باید کہ چندکار را بعجلت تمام سرانجام دہی بحکم تو درین فرصت قلیل چندکارہا

سرانجام دادہ ام یعنی طبیب را آوردہ ام تا علاج کند و مطربے را آوردہ ام کہ اگر صحت شود نغمہ سراید و غسالی آوردہ ام کہ اگر بمیری ترا غسل دہد و شاعرے آوردہ ام تا مرثیہ موزون کند و نوحہ گری خاید و گورکنے آوردہ ام کہ مرقد تو تیار کند و حافظے آوردہ ام تا بر بالین تربت تو ختم کلام مجید کند۔

پیر مرد۔ اچھا دریا کا لطیفہ تو کوئی فرمائیے۔

شہسوار۔ بہت خوب ابھی سنئے۔

اعرابی بمحکمہ قاضی برائے کسے گواہی داد مدعا علیہ خواست کہ گواہی او رد کند گفت اے قاضی این عرب ہرگز نماز نہ گزاردہ گواہی او چگونہ مسموع باشد اعرابی گفت دروغ مے گوئی فلان تاریخ حج گزاردہ ام و مناسک حج بجا آوردہ قاضی گفت اگر راست مے گوئی نشان دہ کہ زمزم کجاست گفت پیرمردیست در عرفات نشستہ قاضی گفت اے جاہل زمزم چاہے است و عرفات صحرائیست عرب گفت در حالیکہ من بحج رفتم چاہ در آنجا نبود و عرفات باغے پر از انواع شقائق و ریاحین بود اکنون بمرور زمان چنین بودہ باشد۔

پیر مرد۔ خوب جواب دیا۔ خوش گفتہ۔

شہسوار۔ خوش گفت بلکہ در سفت۔

ابو منصور را پرسیدند کہ چون بصحرائے لق و دق برائے آب برویم رو بکدام سمت کنیم گفت رو بہ جامہ ہائے خود کنید تا دزد جامہ ہا را نہ برد و شما برہنہ نشوید۔

پیر مرد۔ اے سبحان اللہ۔

شہسوار۔ ایک لطیفہ اور سنئیے۔

از حکیمے پرسیدند چہ گوئی در حق نکاح گفت یک ماہ شادمانی است و بعد ازان اندوہ جاودانی۔

پیر مرد۔ حق بات کہی۔

شہسوار۔ یہ لطیفہ نئے مضمون کا ہے سنئیے۔

حکیمے گفتہ است کہ تا من مجرد بودم کدخدایان گنگ بودند کہ ابر غرا بیمارے کہ خدائی مطلع نگروند اکنون کہ من کدخدا شدم مجردان کر شدند کہ ہرگز گوش بر نصیحت من ندارند

گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو | از شما یک تن نشد اسرار جو

شخصے در ایام مامون رشید بادشاہ دعوی نبوت نمود مامون گفت معجزہ تو چیست گفت ہر چہ دانی بگو و بینا قفل افتادہ بود مامون گفت این را بکشا گفت دعوی نبوت کردہ بودم نہ دعوی آہنگری ملک بخندید و انعام و اکرام بخشید۔

پیر مرد۔ اگر ہمارے ساتھ رہو تو لطف اٹھاؤ۔

شہسوار۔ اے، کیا ساتھ چھوڑونگا بھی۔

شخصے دعوائے خدائی کرد او را پیش خلیفہ آوردند خلیفہ گفت کہ سال دیگر اینجا شخصے آمدہ بود کہ دعوی پیغمبری کرد من او را بر دار کردم گفت کہ خوب کردی من نہ فرستادہ بودم

پیر مرد۔ عجیب بات ہے۔

شہسوار۔ ایسے ایسے بھی لوگ دنیا میں تھے۔

اعرابی در راہ میرفت جامہ افتادہ دید برداشت و آن ازار بود ندانست کہ چہ کند ہر دو دست در ہر دو پائچہ انداخت و سر اندرون ازار سندا ساخت و گفت مرا معلوم شد کہ جامہ نیست پیراہن سر خانست۔

عورت بد قطع کی نسبت ایک لطیفہ گو نے خوب کہا ہے

واللہ سنو گے تو پھڑک جاؤ گے۔

شخصے صاحب جمال زنے داشت قبیح و بدشکل روزے بازن خود گفت کہ من و تو ہر دو بہشتی ام زن گفت بچہ دلیل مرد گفت من ہر گاہ ترا مے بینم صبر میکنم و تو ہر گاہ مرا می بینی شاکر میگوئی - پس صابر و شاکر ہر دو بہشتی اند ان اللہ مع الصابرین والشاکرین۔

پیر مرد - حق ہے - ان اللہ مع الصابرین والشاکرین۔

شہسوار - اور صابر کا بڑا درجہ ہے۔

شیخ شبلی برا دیر فت ناز نینے برہنہ سر بر بام ایستادہ بود شیخ گفت ای دختر سر بپوش دختر گفت اے مرد چشم بپوش شیخ گفت من عاشق ام عاشق چشم نمی پوشد دختر گفت من مستانہ ام مستانہ سر نمی پوشد فی الحال این شعر بخواند ؎

این موے نیست بر سر من بلکہ خار عشق
در پاے من خلیدہ و از سر بر آمدہ

شیخ شنید و جان بحق تسلیم نمودہ انا للہ و انا الیہ راجعون

نکتہ

دانا را باید کہ خود را نادان شمارد و انچہ نداند بنا موختن آن انکار نکند و عار نکند۔ ؎

آنکس کہ بداند و بداند کہ بداند
اسپ طرب خویش بہ افلاک رساند
وانکس کہ بداند و بداند کہ بداند
آن ہم خرک لنگ بمنزل برساند

وانکس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابد الدہر بماند

پیر مرد - اب رباعی سنیے -

سر دگلہ چہ نشد نکو شد کہ نشد
لب سپیدہ گوشت نکو شد کہ نشد
منت کش چرخ می شدی آخر کار
کاری کہ نکو نشد نکو شد کہ نشد

شہسوار - عمر خیام کا خیال اچھا تھا۔

مرغے دیدم نشستہ بر بارہ طوس
در پیش نہادہ کلہ کیکاؤس
با کلہ ہمے گفت کہ افسوس افسوس
کو بانگ جرسہا و کجا نالہ کوس

پیر مرد - کیا خوب فرمایا ہے۔

سرمد اگرش وفاست خود می آید
گر آمدنش رواست خود می آید
بیہودہ چرا درپے او مے گردی
بنشین اگرش خداست خود می آید

شہسوار - ذرا اس رباعی کو سنیے۔

تا از عدمم عازم دنیا کردی
در ملک وجود بادہ پیدا کردی
پوشیدہ ز خلق بود عیب و ہنرم
پیدا کردی و سخت رسوا کردی

پیر مرد - سچا کلام ہے۔

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند
سوز دل پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بہ کنار
این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

شہسوار - یہ بھی سچا کلام ہے

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من
این حرف معمانہ تو خوانی و نہ من

ہست از بس پردہ گفتگوے من و تو
چون برملا افتد نہ تو مانی و نہ من

پیر مرد۔ جو کچھ فرمایا خوب فرمایا ہے۔

سرمد غم عشق را بہ شادی ندہی
در وے اگرت ہست منادی ندہی
صد بار اگر شود مرادت حاصل
زنہار زدست نامرادی ندہی

شہسوار۔ یہ رباعی شراب خوار بہت پسند کرتے ہیں۔

آمد سحری خطاب میخانۂ ما
کاے رند خراباتی و دیوانۂ ما
برخیز کہ پر کنیم پیمانہ ز مے
زان پیش کہ پر کنند پیمانۂ ما

پیر مرد۔ رندانہ کلام ہے۔

زاہد بہ نماز روزہ ضبطے دارد
عاشق بہ مے شبینہ ربطے دارد
معلوم نہ شد کہ یار مشغول بہ کیست
ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

شہسوار۔ میر درد کا کلام۔

در موسم پیری کہ سفر وطن است
ہر روز چو آب کاہش جان و تن است
زین پیش بصد رنگ سخن مے گفتم
اکنون اے درد در خموشی سخن است

پیر مرد۔ حق کہا ہے۔

گیرم کہ سریت ز سمور و پشم است
سنگش داند ہر آنکہ او در چشم است

گیرم سند قاقم و سمور و سنجاب
در دیدۂ بوریا نشینان پشم است

شہسوار۔ یہ بھی سننے کے لائق ہے۔

در رند ہمہ کفر سر فرازم کردی
در تشنۂ عشق خود بازم کردی
یک نقش زدی بہ تختۂ ہستی من
ایمان بردی و پاکبازم کردی

پیر مرد۔ اور سنیے۔

دل مغز حقیقت است و تن پوست ببین
در کسوت پوست جلوۂ دوست ببین
ہر چیز کہ آن نشان ہستی دارد
یا پرتو روے اوست یا اوست ببین

شہسوار۔ واہ واہ واہ۔

از شبنم عشق خاک آدم گل شد
شورے برخاست فتنۂ حاصل شد
چون نشتر عشق بر رگ روح زدند
یک قطرہ از و چکید نامش دل شد

پیر مرد۔ یہ غزل سنیے۔

گفتم خم دام بلا گفتا سر گیسوے من
گفتم دم تیغ قضا گفتا خم ابروے من
گفتم کہ خون کردی دلم گفتا ہمین کار منست
گفتم زدی آتش بجان گفتا کہ ہست این خوے من
گفتم کہ ماہ آسمان گفتا کہ روے روشنم
گفتم کہ سروے گلستان گفتا قد دلجوے من
گفتم کہ در عالم عیان کردست سحر سامری

گفتا نگاہ کافران این نرگس جادوے من

گفتم چہ نام تو بود گفت کہ شاہ دلبران
گفتم کہ خسرو بنوا گفتا گدائے کوے من

شہسوار نے پیر مرد سے کہا کہ ہم برسون علما کی صحبت مین باریاب رہے ہین کوئی علم ایسا نہین جس سے ہم واقف نہ ہون پیر مرد نے کہا کہ یہ ہوا جو ہم سب کو نظر آتی ہی کیا شی ہے—

شہسوار نے یون جواب دیا—

کرۂ ہوا جس کو حکما طبعیات کائنات الجو کہتے ہین جو طرفہ زمین کے محیط ہی اور اس کی حرکت یومیہ کے ساتھ گردش کرتا رہتا ہی۔ علی ہذا القیاس اس کی حرکت حولیہ کے سبب سے کرۂ شمس کے گرد بھی اس کے ساتھ ساتھ گھومتا ہی ہوا بدرجۂ نہایت سیال اور لچکدار ہی حتیٰ کہ ذرا ہی سی حرکت سے اس مین بڑی دور تک جنبش ہو جاتی ہی جاہے کیسا ہی بڑا کمرہ کیون نہو عموماً دو ایک پنکھے اور دو ایک قلی اس سب کو ہوا دار کر دیتے ہین کیونکہ اسکے اجزا مین قوت اتصال بہت کم ہی چونکہ یہ جسم لطیف ہی اس سبب سے اکثر لوگ اس بات سے ناواقف ہین کہ ہم چو طرفہ ہوا سے گھرے ہین اگر سخت ہوتی تو ہم کو اٹھنے مین بیٹھنے مین چلنے مین پھرنے مین لکھنے مین ہلنے مین اُس کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑتا—

اور اس کے خرق اور التیام مین اور اجسام سخت کی طرح بڑی دقت واقع ہوتی پانی اور زمین کی بہ نسبت یہ کہین زیادہ سبک ہی۔ اور قاعدہ کا یہ ہی کہ اشیاے سبک وزنی چیزون کے اوپر رہتی ہی۔ مثلاً ظروف گلی جو پانی سے ہلکے ہین ہمیشہ سطح آب پر تیرا کرتے ہین۔ اگر پانی کی نسبت پتھر کی طرح وزنی ہوتے تو ڈوب جاتے کیونکہ پتھر بھاری ہونے کی وجہ سے پانی مین غرق ہو کر تہ تک پہونچ جاتا ہی اس سے صریحی نتیجہ نکلا کہ ہوا ہمیشہ سطح آب پر تیرا کرتی ہی اور زمین کے اوپر رہتی ہی۔ ڈاکٹر ٹامسن جو علم کمسٹری مین یہ طولیٰ رکھتے تھے بیان کرتے ہین کہ ہوا پانی سے ۷۶۱ حصے اور پارے سے ۱۱۰۰۰ حصے سبک ہی۔ اگر منار پر کھڑے ہو کر ایک ہاتھ سے پتھر اور دوسرے ہاتھ سے کاغذ کا تختہ ایک ہی وقت مین زمین پر پھینکو تو پتھر پہلے گریگا اور کاغذ پیچھے۔ اس کا باعث یہ ہی کہ پتھر کاغذ سے بھاری ہی اور اپنے زور سے ہوا کو ہٹا دیتا ہی مگر کاغذ اُس زور سے ہوا کو نہین ہٹا سکتا—

اگر یہ کہا جاوے کہ ہوا سبک کی سب اوپر ہی کیون نہین چلی جاتی تو اس کا یہ جواب ہی کہ زمین اسکو اپنی قوت کشش سے اپنی طرف کھینچتی ہی—

پیر مرد — آپ نے تو خوب ثابت کیا—

اسکے بعد شہسوار نے ایک دیوان انشا پڑھنا شروع کیا

غیر کے لی جو کان مین چٹکی
تم نے لی میری جان مین چٹکی
گالیان سُن کے جی مین آتا ہے
لیجیے تیری زبان مین چٹکی

دو شعر اور یاد ہین—

بات سن کہکے اسکی الھیلی
لے نہ اے عشق ہر دم انشا کے

لیتی ہے گل کے کان مین چٹکی
اس دل ناتوان مین چٹکی

قبرستان

مریض وہ ہون جو درمان سے بے نصیب آیا
اجل ہنسی مری بالین پہ جب طبیب آیا

لاکھ جتن کیے مرزا ہمایون فر کی جان نہ جائے مگر خاک

فائدہ نہ ہوا جس وقت اُس شہید خنجر ناز کی لاش دریا سے نکالی گئی ارد گرد تماشائی ٹھٹ کے ٹھٹ جمع تھے اور کہرام مچا ہوا تھا۔ ہمایون فر کی مادر پیر کی یہ کیفیت تھی کہ آنسو آنکھوں سے جاری تھے۔ اور حیرت کے ساتھ اپنے نوخیز اور ہونہار لڑکے کو دیکھتی تھی۔

ڈاکٹرون پر ڈاکٹر آئے۔ اطبا یونانی و مصرانی سب جمع تھے مگر کسی سے کچھ نہو سکا اور ہوتا کیا کوئی اجل سے لڑ سکا ہی

دردیست اجل کہ نیست درمان اورا
بر شاہ و گدا دست حکم زمان اورا

نوبت باین جا رسید کہ تابوت قبرستان مین پہونچا۔

اب سنئے کہ بڑی بیگم صاحب نے بہزار خرابی لڑکیون کو باغ مین اپنے پاس سلایا مگر حسن آرا اور گیتی آرا کی آنکھ نہ لگی۔ پہلے حسن آرا اٹھین اُن کی آہٹ پا کر گیتی آرا بھی بیدار ہوئین۔

حسن آرا۔ اسوقت اندر والا قابو مین نہین کلیجہ دھڑ کتا ہی۔

گیتی آرا۔ جب سے مردہ آیا ہی ہمارا دل بھی بے قابو ہی۔

حسن آرا۔ کیا جانے کون بیچارہ تھا۔ اور مصرعہ این ماتم سخت ست کہ گویند جوان مرد۔ ہاے ہاے۔

گیتی آرا۔ کوئی اس کے گھر والون کے دل سے پوچھے۔

حسن آرا۔ ہاے کیا جانے ان پر کیا گذرتی ہوگی۔

حسن آرا اور گیتی آرا بیتاب ہو کر کمرے کے باہر آئین اور روشون مین ٹہلنے لگین۔ تو قبرستان سے طرح طرح کی آوازین سننے مین آئین ایک شخص نے آہ سرد کھینچکر کہا ہاے میرے شاہزادے ہم کس کے سہارے جئین گے ہمین کس کے سپرد کر چلے دوسرے نے سمجھایا۔ بھائی صبر کرو صبر کرو الصبر مفتاح الفرج آیا ہی

عرفی اگر بہ گریہ میسر شدے وصال
صد سال مے توان بہ تمنا گریستن

تیسرا بولا ارے یارو لاکھون تمنا اُن کا خون ہو گیا ہاے وہ ناز پروردہ گلبدن صاحبہ اس سانحۂ نادیدنی اور واقعہ ناشنیدنی کا حال سُنے گی تو اُسکے قلب کا کیا حال ہوگا ہی ارے لاکھون تدبیرین کین مگر ایک بھی کارگر نہوئی سچ ہی

مریض وہ ہون جو درمان سے بے نصیب آیا
اجل ہنسی مری بالین پہ جب طبیب آیا

کئی آدمیون نے جو ہمایون فر کی ابدی جدائی سے آٹھ آٹھ آنسو رو رہے تھے اس شعر کو پڑھکر ماتم کیا اور بڑی دیر تک یہ درد انگیز شور سب کے ورد زبان تھا۔

حسن آرا۔ بہن کوئی ہردلعزیز شہزادہ تھا دیکھو! کتنے آدمی ماتم کر رہے ہین کیا غضب ہو گیا۔

گیتی آرا۔ ہمین اس وقت در و دیوار اور ایک ایک پتی سے موت کی شکل نظر آتی ہی۔ اُف۔ ہی ہی

حسن آرا۔ خدا ہی خیر کرے چلیے چل کے سو رہین

گیتی آرا۔ قدم نہین اُٹھتا۔ ہاے قدم نہین اُٹھتا۔

حسن آرا۔ کیا جانے مجرد تھے یا لڑکے بالے والے تھے۔

گیتی آرا۔ اللہ کو علم ہی مگر تھا ابھی جوان جوانمرگ ہوا۔

حسن آرا۔ یہی تو سخت افسوس ہی جوان آدمی تھا۔

کسی نے روتے ہوئے یہ اشعار بہ آواز بلند پڑھے۔

شمع بجھ گئے دیکھکر میرے سیہ خانے کا رنگ
دیکھکر سوز دلی اُڑجائیے پروانے کا رنگ
تو عبث دھوتا ہی قاتل دامن گل کی روش
میرے خون کا تیرے دامن سے نہین جانے کا رنگ

دامن گل کر دیا ہے دامن لَث رکو
ابر سیکھے آ کے ہم سے اشک برسانے کا رنگ

کھیت مین تیرے شہیدون کے جو دہقان بوئیگا
سرخ ہو جائیگا بس گرتے ہی ہر دانے کا رنگ

گیتی آرا و حسن آرا جب کوٹھے پر گئین دیکھا کہ قبرون پر بہت سے آدمی بیٹھے اور لیٹے ہین اور ایک شخص نے کفن کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

طالب نظارہ ام پردۂ افگن ز رخ
پیش صفت راستان شعبدہ بازی مکن

دوسرا بولا۔

دورم از وصال تو زندگی چہ کار آید
جان بلب نمی آید انچہ سخت جانی ہاست

حسن آرا نے آہ سرد بھر کر باول پر درد کہا بہن دیکھو تابوت سے کتنی حسرت برستی ہے۔ سیکڑون آدمی جمع ہین مگر کیسا سناٹا ہے کہ توبہ توبہ۔ جو ہے ٹھنڈی سانسین بھرتا ہے۔ یہ باتین ہو ہی رہی تھین۔ سپہر آرا بھی معلانی کو لیکر پہونچی۔

حسن آرا۔ ایلو اور سنو آپ بھی آئین! از برائے خدا تم جاؤ۔

گیتی آرا۔ ای ہان تم جاؤ ابھی ڈر گئی تھین۔

سپہر آرا۔ اس بیچارے کی شادی ہوئی تھی یا نہین۔

ہے ہے جو شادی ہوئی ہو گی تو ستم ہے۔

راوی۔ افسوس کیسا رقت انگیز فقرہ ہے۔ وا حسرتا۔

رفتم و اندوہ ہجران ترا بردم بخاک
تا بہ بینم بے تو حال خفتگان خاک چیست

سپہر آرا کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ تھوڑی دیر مین تڑپ رہی ہونگی۔ ؎

شب ہجر تو چون بیمار می غلطم ز بیتابی
ازین پہلو بہ آن پہلو وزان پہلو باین پہلو

ایک مرتبہ ہمایون فر نے ایک خط مین سپہر آرا کو لکھا تھا۔

وصل تو گفتم رسد پیشترم از اجل
آہ کہ از بخت بد این نہ رسید آن رسید

جان من جانان من۔

در ہجر تو دل مضطرب ماتم زدگان است
ایام خزان مرغ چمن مرثیہ خوان است

آخر اس ہجر و فرقت کی کوئی انتہا بھی ہے۔ یا تمام عمر اسی طرح وعدے ہونگے۔ اب صبر محال ہے۔

قانع بہ تجلی نہ شود شایق دیدار
پروانہ بہ مہتاب تسلی نتوان کرد

گو اسقدر آرزو بر آئی کہ تم نے ہماری حالت زار پر رحم کر کے وعدہ کر لیا مگر دل کی تشفی کجا خدا را کوئی تدبیر بتاؤ۔ خدا وہ دن دکھائے کہ ہم دولہا تم دلھن بنو۔ دل کے حوصلے نکلین۔ لطف زندگی حاصل ہو۔

شب عاشقان بیدل چہ شب دراز باشد
کہ زاول شب اینجا در صبح باز باشد

اب سنیئے کہ ادھر تو ماتم ہوتا تھا ادھر قبرستان کے شمال کی طرف ایک برات نکلی تھی۔ وہان خوشی کے شادیانے بج رہے تھے اس پر دو راہگیرون مین باتین ہونے لگین۔ ایک۔ دیکھیے دنیا کے کیا کارخانے ہین کہین نج کہین خوشی۔

دوسرا۔ اور کیا۔

دنیا دو رنگی ملا را سراے
کہین خوب خوبا کہین ہاے ہاے

رنج اور شادی دونون انسان کے واسطے ہین۔

اتنے مین محفل رقص و سرود آراستہ ہوئی اور گانا شروع ہوا گویا کی یہ غزل گائی۔

مرے خون سے سُرخ کرا و کفک تجھے ہاتھ کے رنگ حنا کی قسم
نہ اُٹھاؤنگا تیغ تلے سے مین سر تجھے یار ترے کف پا کی قسم
کہا لیلیٰ نے قدر شناس ہین ہم ہین اپنے ہی مہر و وفا کی قسم
جو ہی قیس کو غم ہی یہان بھی الم کہو کھائین دوبارہ خدا کی قسم
کہا لیلیٰ نے ناقہ جو چل نہ سکا یہی قیس کا بن ہی خدا کی قسم
یہ اسی ہی کے عشق کا جذب ہوا اسی وحشی بے سر و پا کی قسم
کبھی باغ مین گل پہ کرون نہ نظر رخ یار کے حسن صفا کی قسم
مری نظرون مین سانپ ہی سنبل تر تجھے حلقۂ زلف رسا کی قسم
کہین آیا بگولا نظر جو کبھی کہا لیلیٰ نے باد صبا سے یہی ہو
یہی حال ہمارے ہی قیس کا بھی اسی وحشی بے سر و پا کی قسم
ترے ہجر مین آگئے جو میری قضا رہے باغ جنان مین بھی دین ترا
کسی حور کا بھائے نہ ناز و ادا تجھے تیری ہی ناز و ادا کی قسم
گئے جہان مین عجب یہ ہم کہ سہا کیے تا دم زیست الم
ہمین کرچکے کشتۂ تیغ ستم تو وہ کھاتے ہین جور و جفا کی قسم
تپ ہجر سے حال تھا میرا بتر جو وصال ہوا تو وصال ہوا
نہ تو مین ہی رہا نہ مرض وہ رہا اسی عیسیٰ کے دست شفا کی قسم
گرہستی سے شب جو وہ ماہ لقا وہین ساقی کے ہوش رہے نہ بجا
ابھو ہاتھ سے پیر مغان کے گرا اسی مست کی لغزش پا کی قسم
جو ہو نجد کے بن مین گذار مرا کہے کا خون سے جسم نزار مرا
اگر دعو ہی ایک نگار مرا کہین قیس کے برہنہ پا کی قسم
ہوا قیس کا جبکہ چمن مین گذر کہا شرط وفا ہی یہ باد سحر
کبھی دیکھون نہ جانب سنبل تر تجھے لیلیٰ کی زلف دوتا کی قسم

مین اکیلا پڑا ہوا روتا رہا کبھی ان سے نہ خون کا قطرہ گرا
میرے زخمون نے ساتھ نہ میرا دیا تجھے ہجر کی شب کی بکا کی قسم
کبھی آئینہ جو رُسکا خیال ذرا میری آنکھون کے پردے مین جا کے چھپا
نہین دیکھی کسی مین یہ شرم و حیا تجھے یار کی شرم و حیا کی قسم
کرے بات وہ گل جو ادا سے کبھی لگے ٹھنکی سی بلبل زار کو بھی
کبھی چٹکی نہ کوئی چمن مین کلی تجھے اُسکے دہن کی صدا کی قسم
جو چمن مین وہ لالہ عذار نہین کسی گل پہ ذرا بھی بہار نہین
کہین نغمۂ بلبل زار نہین تجھے جنبش باد صبا کی قسم
دل مضطرب آہ جو کشتے مین ہو کہو سیدھی بھی بات تو ترچھی سنو
یہ سمجھ لو جو کعبہ بھی تم ہو تو نہ کرون کبھی سجدہ خدا کی قسم
شب ماہ ہی اور چمن کی فضا لب نہر ہی اور ہی ٹھنڈی ہوا
کوئی جام شراب کا دے گویا تجھے ساقی ماہ لقا کی قسم

دوسرے خط مین ہمایون فر نے بصد حسرت لکھا تھا۔ او ظالم۔ ذرا رحم کر۔ اب تو مہتابی پر آنا بھی چھوڑ دیا۔ یہ میری زشتی اعمال کا نتیجہ ہی۔ سپہر آرا خدا گواہ ہی کہ تمھارا ذرا قصور نہین۔

ای مرا بر زشتی اعمال نو میدی گراد
دور م از حسن عمل چون رو سپیدی از گناہ

یہ خط سپہر آرا کے پاس تھے اور ان کے اکثر کلمات جگر خراش ان کو خون رُلائین گے۔

چند آدمی باہم تقریر کرنے لگے کہ قبر اور مرقد حضور پر کیا عبارت کندہ ہو۔

ایک تاریخ وصال ہو۔ چار مصرعہ کافی ہین مگر ہجری سن ہو دوسرا۔ ہون تو پھر دس بارہ شعر سے کیا کم ہون۔ اور سب تاریخی ہون۔

تیسرا۔ یہ رباعی ضرور ہو۔

دردا کہ ز دہر ہا تمیزان رفتند
زین بزم چو شمع اشک ریزان رفتند
با یوسف دل را بہ کہ خواہیم فروخت
اکنون کہ ازین مصر عزیزان رفتند

چوتھا۔ ہم جانتے ہیں یون نہ ہو۔

مرقد ہمایون فر منور شہزادہ جم جاہ فلک بارگاہ سکندر صولت رشک سنجر حضرت۔

اس کے بعد ہمایون فر کا لفظ کہنے کو تھے کہ ایک شخص نے غل مچا کر کہا۔ خدا خیر کرے۔ ایک بھائی کا تابوت ابھی رکھا ہی ہے اور دوسرے کی حالت بھی دگرگون ہے۔

شیخ۔ بارخدا اُنکی بوڑھی ماں بیچاری پر رحم کرے۔

لالہ۔ ڈاکٹر صاحب کو فوراً بلاؤ۔ گاڑی بھیجو اور بلواؤ۔

شیخ۔ اس وقت حکیم کا کام ہے ڈاکٹرون کی ادویہ سریع التاثیر اور کثیر المنفعت تو ہوتی ہین مگر مسکن ادویہ اُن کے پاس کہان۔

بدلو۔ ہان یہی بات ہے حضور جلدی سے جا کے گاڑی پر ڈاکٹر صاحب کو لاؤ۔ اور دوسری گاڑی حکیم صاحب کے پاس جائے۔

سپہر آرا۔ معلوم ہوتا ہے دو بھائی ہین دوسرے کی طبیعت بھی بگڑی ہوئی ہے۔

حسن آرا۔ کہی رہتے ہین صاف صاف۔ حکیم اور ڈاکٹر بلوائے جاتے ہین۔

گیتی آرا۔ اُس کی بوڑھی ماں کے دل پر کیا گذرتی ہوگی۔ ہائے۔

سپہر آرا۔ جو شادی ہو گئی ہو تو خرابی ہے اور اگر شادی ہونے کو تھی تو خرابی ہے۔

راوی۔ ہائے ستم اور یہ معلوم ہی نہین کہ مرزا ہمایون فر ہین۔ خدا بخشے۔

سپہر آرا۔ وہ بیچاری بیوہ اپنے دل مین خدا جانے کیسا سوچتی ہوگی۔

حسن آرا۔ سوچتی کیا ہوگی۔ یہی سوچتی ہوگی کہ مر مٹے۔ اتنے مین ایک فقیر نے خلق اللہ کو مخاطب کر کے یون نصیحت کی۔ بابا دنیا گذشتنی و گذاشتنی ہے۔ جائے آسایش نہین۔ خدا کا مقبول بندہ وہ ہے جو موت سے ذرا بھی خائف نہ ہو۔ دل کے بودے اور ناتجربےکار اور جہلا موت کے نام سے کانپ اُٹھتے ہین مگر ہم موت کو کھیل اور زندگی کو بازیچۂ اطفال سے کم سمجھتے ہین۔ زندگانی امانت خدا ہے۔ اس کو اختیار ہے اپنی امانت جب چاہے لے لے۔ آج خاصے ہٹے کٹے ہین۔ کل جان آفرین کو جان شیرین سپرد کر دی۔ ع۔ ای غافلو یہ جان امانت خدا کی ہے

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید
ز جام دہر مے کل من علیہا فان

مرگ کا اندیشہ یعنی چہ۔

خواہی کہ ترا رتبہ ابرار رسد
مپسند کہ راز تو آزار رسد
از مرگ میندیش و غم رزق مخور
کین ہر دو بوقت خویش ناچار رسد

یہ طمطراق اور جاہ و تجمل اور شان و شوکت سب جائے فاتحہ ہے ایک صوفی صافی نے خوب کہا ہے۔ بادشاہ کی طرف مخاطب ہین

گیرم ہمہ ملک تو چنین خواہد بود
آفاق ترا زیر نگین خواہد بود
خوش باش کہ عاقبت نصیب من و تو
دہ گز کفن و سہ گز زمین خواہد بود

پس دس گز کفن اور تین گز زمین اس کے سوا اور سب ہیچ ہے بلکہ سہ گز زمین ہی اپنی ملک ہے دس گز کفن کا بھی اعتبار نہیں ہے یہ تنگ ظرفون کا کام ہے کہ ذرا سی ثروت مین پھول گئے پھر زمین پر قدم نہین رکھتے۔ یہ عجب و غرور خدا کو برا معلوم ہوتا ہے۔ ؎

ز حکمت بیاموز مت نکتۂ — کہ در ہر دو عالم شوی سرفراز
بپاس طریقت چو در برکنی — بذلت مرنج و بعزت مناز

اگر چشم بینا ہے اور گوش شنوا ہے تو ہر شی سے انسان عبرت حاصل کر سکتا ہے۔ ایک کاسے کی صدا سنیئے اور اس سے عبرت حاصل کیجیے۔

ہر کس بضمیر خود صفا خواہد داد — آئینہ خویش را جلا خواہد داد
ہر جا کہ فتادہ بود دستش گیر — بشنو کہ ہمین کاسہ صدا خواہد داد

اگر کوئی ہماری راے لے تو ہم کہین کہ سنگ مزار پر یہ شعر ضرور کندہ ہو۔

بعزلت یافتم دم یافتم آرام جان اینجا
جہان صحراے محشر بود بستم آشیان اینجا

ہائے حسرت کے اشعار شعراے ایران زمین نے خوب خوب فرمائے ہین۔

بگریہ زادم و با گریہ از جہان رفتم
درین خرابہ جہان کام دم چنان رفتم

ہمارا نامۂ اعمال بالکل سیاہ ہے۔ مگر لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

اس سے تقویت ہوتی ہے۔ خدا مالک ہے۔ ورنہ گناہون کی تعداد ہی نہین ہے۔ ؎

زیر پرسش گہم روز حشر آخر شد — تمسکات گناہان خلق پارہ کنند

اس تقریر نے لوگون کے دل پر بڑا اثر کیا۔

اتنے مین ڈاکٹر صاحب آئے مرزا ہمایون فر کے بھائی کی نبض دیکھی کہا رنج کے سبب سے قلب بیچین ہے۔ کچھ بات نہین ہم دوا لکھے دیتے ہین نسخہ لکھنے کو تھے کہ حکیم صاحب تشریف لائے۔ انھون نے بھی نبض دیکھی۔ فرمایا نبض اچھی ہے گھبرانے کی بات نہین۔ لخلخہ سنگھائیے۔ عطر گل منگوائیے پھر اکاش کر ناک کے پاس رکھیے۔

ایک نسخہ حکیم صاحب نے بھی لکھا۔ ڈاکٹر کا نسخہ سوداگر کی کوٹھی مین بھیجا گیا۔ دوا فوراً آئی۔ پلائی گئی تو ذرا تسکین ہوئی۔

ڈاکٹر۔ دو گھنٹے کے بعد ایک ایک مارک پلائی جائے۔

شیخ۔ بہت خوب حضور اور اگر بیچینی زیادہ ہو۔ خدا نخواستہ۔

ڈاکٹر۔ نہین ہوگا۔ اب بیچینی نہوگی بالکل۔

شیخ۔ اور حضور کیوڑا دین بھلا برف کیسی۔

ڈاکٹر۔ برف دو۔ کچھ ہرج نہین۔ برف کیوڑا۔

ہمایون فر کے بھائی نے آہستہ سے کہا۔ ڈاکٹر صاحب آپ اس وقت یہین رہیئے۔ جائیے نہین۔ ڈاکٹر صاحب نے پہلے تو عذر کیا مگر مجبور ہو کر رہنا پڑا۔

فقیر محمد مرزا ہمایون فر کے بھائی کی علالت کی خبر پائی تو سرھانے جا کر آہستہ آہستہ کچھ پڑھا اور یہ اشعار زبان پر لایا

مرا کن از فروغ جلوہ شادان — غبارم بر ہوا خیل پری ساز
دلم را کن نہی از غم شاد — کہ گرد و تہنیت دہر گرفتار

زین لب تشنگی دل خستہ جان چند	بیابان مرگ چون ریگ رواں چند
بیا اے ابر رحمت بر غبارم	دماغ ہرزہ جولانی ندارم

حسن آرا اور گیتی آرا اور سپہر آرا تینون بہنین ملی آئین اور سو رہین مگر دل بیچین تھا اور طبیعت مضمحل۔ تھوڑی دیر مین نیند آئی اور آرام کرنے لگین۔

شب کو سپہر آرا نے خواب مین دیکھا کہ مرزا ہمایون فر ایک باغ مین بیٹھے ان سے باتین کر رہے ہین۔

ہمایون فر۔ آج خدا نے یہ دن دکھایا۔ شکر خدا ہزار شکر خدا

سپہر آرا۔ کروڑون منتین مانین جب جا کے یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔

ہمایون فر۔ یہ ہمارے دل کی کشش کا اثر ہے۔

سپہر آرا۔ واہ یہ ہمارے جذبۂ دل نے رنگ اثر جمایا۔

ہمایون فر۔ سب کے پہلے ہمین نے التجا کی تھی۔ اور ہے

سپہر آرا۔ (مسکرا کر) تم نے دغابازی کی تھی یا التجا کی تھی

ہمایون فر۔ اپنی بہن بنکر تم سے گلے ملے۔

سپہر آرا۔ بہروپیے کے بھی کان کاٹے۔

ہمایون فر۔ دل قابو مین نہ تھا اور اللہ گواہ ہے۔ اگر نکاح نہ ہوتا تو ہمارا جنازہ ہی نکلتا۔

سپہر آرا۔ اے ہے۔ از برائے خدا جنازے کا نام زبان پر نہ لاؤ

ہمایون فر۔ اے واہ آپ خیر سے ڈرپوک بھی ہین۔

سپہر آرا۔ ہنسی خوشی کے وقت اچھی اچھی باتون کا ذکر کرو۔

راوی۔ ہائے ستم۔ اور یہ خبر ہی نہین کہ ہمایون فر کے مقبرے کی تیاری ہو رہی ہے۔

سپہر آرا۔ ہمارے تمہارے نکاح کی کسی نے تاریخ بھی کہی ہے

راوی۔ نکاح کی تاریخ یوم الحساب ہے۔ یہان تاریخ وفات کی فکر ہو رہی ہے۔

سپہر آرا۔ لوگون نے کس قدر رخنہ اندازی کی مگر اللہ کو یہ منظور تھا۔

راوی۔ افسوس صد افسوس یہ منظور تو کچھ اور ہی تھا۔

ہمایون فر۔ یاد ہے۔ جب ہم نے مہتابی پر کنکوا اڑھایا تھا۔

سپہر آرا۔ (مسکرا کر) ایک ہی ذات شریف ہین آپ۔

ہمایون فر۔ اور اُسکے اشعار بھی یاد ہین۔

از عاشقان صادقت ای دلستان منم
اول کسے کہ بر تو فدا شد ز جان منم

سپہر آرا۔ ہان ہان خوب یاد ہے اور اُس دن شاید نظیر بیگم اور جانی بیگم بھی آئین تھین۔

ہمایون فر۔ تمہاری بدولت کئی بار ہماری جان جانے کو تھی

سپہر آرا۔ اور ہماری خبر ہی نہین۔ بجا۔

ہمایون فر۔ خدا نا کردہ حضور کے دشمنون کی کب۔

سپہر آرا۔ کوٹھے سے خدا جانے کون گرا تھا۔ آپکو خبر ہی نہین۔

ہمایون فر۔ (کانپ کر) اُفوہ کیا بُرا وقت تھا۔ چو طرفہ آگ اور بیچ مین ہم۔

سپہر آرا۔ اللہ بچائے۔ دشمن کو بھی ویسا وقت نہ دکھائے

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

سپہر آرا اور محمد عسکری ہاتھ مین ہاتھ دیکر باغ مین ٹہلنے لگے ہمایون فر نے کہا اسوقت پانچ سوال کرتے ہین پانچون کے جواب دیجیے۔

ہمایون فر۔ ایک درخت پر تین چڑیان بیٹھی ہین زید نے گولی سر کی جو دو چڑیان مجروح ہو کر زمین پر گر پڑین تباؤ درخت پر کتنی باقی رہین۔

۲۔ اس وقت کون کتاب پڑھنے کو جی چاہتا ہی
۳۔ دنیا مین سب سے زیادہ مصیبت زدہ کون بدبخت ہی
۴۔ خوش قسمت کی تعریف کرو خوش نصیب کون ہی۔
۵۔ دنیا کو دار محن کیون کہتے ہین۔ اس کا کیا سبب ہی

ہمایون فر کے ان پانچون سوالون کے جواب سپہر آرا نے یون دیے۔

سپہر آرا۔ درخت پر چودہ کم سو چڑیان رہین - ۸۶ -
ہمایون فر۔ واہ - ۸۶ کیونکر رہین حساب کیجیے۔
سپہر آرا۔ چودہ گر پڑین۔ سو تھین باقی رہین چھیاسی
ہمایون فر۔ غلط ہی بالکل غلط ہی چھیاسی نہین رہین۔
سپہر آرا۔ آئیے۔ کچھ کچھ شرط سہی۔
ہمایون فر۔ سو سو اشرفیان۔
سپہر آرا۔ بہتر ہی مین لے لونگی۔
ہمایون فر۔ گولی کی آواز سنتے ہی سب چڑیان پھر سے اُڑ گئین چھیاسی کہان سے باقی رہین۔
سپہر آرا۔ ارے۔ واہ اسکی سند نہین ہم نہین مانتے

ہمایون فر کے کاندھے پر سر رکھکر سپہر آرا کسقدر شرما کر کہنے لگین کہ تم تو حساب کی بات پوچھتے تھے۔ یہ کیا بات اس سے کیا ہوتا ہی۔

ہمایون فر۔ خدا جانتا ہی نہ دوگی تو ہمارے تمھارے بنے گی نہین۔
سپہر آرا۔ یہان کسی کے کچی گولیان نہین کھیلی ہین۔ کیا مفت کی اشرفیان ہین
ہمایون فر۔ اچھا حسن آرا بیگم اس کا فیصلہ کر دینگی
سپہر آرا۔ خیر بہتر اب دوسرا سوال کیجیے۔ کیا پوچھا تھا ۲

ہمایون فر۔ اس وقت کون کتاب پڑھوگی
سپہر آرا۔ بین البکا۔ اسمین حالات کربلاے معلی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا حال درج ہی۔
ہمایون فر۔ اسوقت کوئی اور کتاب بتاؤ۔ عاشقانہ یا رنگین
سپہر آرا۔ ہماری طبیعت یہی چاہتی ہی کہ بین البکا پڑھین
ہمایون فر۔ بہتر ہی مگر اس مین تو جگر خراش مضمون ہین
سپہر آرا۔ چاہے جو ہو۔

رو کر بیان یہ کرتی تھی وہ سوختہ جگر
اور پیٹتی تھین بیبیان ڈیوڑھی پہ ننگے سر
اب اے انیس گریہ و زاری کا ہے محل
واللہ ہر عمل سے ہے بہتر یہی عمل
حسرت کا ہو مقام جو رخصت نہ دے اجل
اب تو وطن کو چھوڑ بس اب کربلا کو چل
پیری کا اب مزا نہ جوانی کا لطف ہی
روضہ پہ شہ کے مرثیہ خوانی کا لطف ہی

سپہر آرا۔ یہ بھی تو تم نے پوچھا تھا نہ کہ دنیا مین سب سے زیادہ بدقسمت کون ہی۔
ہمایون فر۔ ہان جس سے زیادہ مصیبت کسی پر نہ پڑی ہو۔
سپہر آرا۔ کنواری پاکدامن لڑکی ہو اور نکاح کے دو دن پہلے بیوہ ہو جائے۔
ہمایون فر۔ اس کے کیا معنی۔ جب نکاح ہی نہین ہوا تو بیوہ ہونا یعنی چہ۔
سپہر آرا۔ ہاے اتنا بھی نہ سمجھے۔ مطلب یہ کہ اسکو اسقدر عشق ہو کہ پھر کسی کے ساتھ شادی کا خیال ہی دلمین نہ لائے اور بیوہ کی طرح زندگی بسر کرے ایسی لڑکی سے زیادہ مصیبت

اور کسی پر نہ پڑیگی اسکی آرزو کا غنچہ بن کھلے مرجھا جائیگا

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچون پہ ہی جو بن کھلے مرجھا گئے

مثلاً ہمایون فر تم مر جاؤ اور ہم پھر کسی کے ساتھ نکاح نکرین ہمایون فر کا رنگ فق ہو گیا۔ کہا سپہر آرا اس وقت تم ہوش مین نہین ہو ہاے افسوس یہ جگر خراش کلمہ تمھاری زبان سے نکلے۔

صبحدم مرغ چمن باگل نوخاستہ گفت
ناز کم کن کہ درین باغ بسے چون تو شگفت
گل بخندید کہ از راست نرنجیم ولے
ہیچ عاشق سخن تلخ بہ معشوق نہ گفت

گو موت ایک دن سب کو آنی ہی۔ کل من علیہا فان مگر تمھاری زبان سے ایسا کلمہ مقام حیرت ہی سپہر آرا نے بات ٹالنے کے لئے کہا۔ دیکھو خوب یاد آیا۔ پہلے دن میان آزاد اور شہسوار سے باجی جان نے یہی سوال کیا تھا کہ اگر درخت پر اسقدر چڑیان ہون اور گولی سر کی جاوے اور آدھی مر جائین تو درخت پر کسقدر چڑیان باقی رہین مگر آزاد نے جواب بتا دیا۔

ہمایون فر۔ اب بات ٹالنے سے کیا ہوتا ہی۔ ہمارے مرنے کا ذکر تو ہو چکا خیر۔ ع ہر چہ از دوست میرسد نیکو ست

مرزا ہمایون فر نے جو بار بار اسی بات کا اعادہ کیا تو سپہر آرا بھی جھلائی اور تنگ ہو کر بولی کہ ایک بات منھ سے نکل گئی پھر اسکا بار بار چھیڑنا کیسا اور اگر تمھارا ذکر بدی کے ساتھ تھا تو ہم بھی تو اس مین شریک تھے صرف تم ہی تو نہین تھے۔ ذ ہم کو بھی تو اسکا خیال ہونا چاہیئے دیکھو اگر عاشق زار ہو تو ہمارے اس کلام کا بُرا ماننا خلاف عقل ہے بلکہ تم نے اس بات پر ناراضی ظاہر کی ہوتی کہ ہم نے منحوس بات کہی کہ ہم اور تم میان بیوی کی طرح کبھی نہ رہ سکین نہ یہ کہ اپنے مرنے کا حال سنکر بگڑ گئے۔ اے واہ۔

ہمایون فر نہایت خفیف ہوئے۔ اصرار کیا کہ اس سوال کا جواب دین دنیا مین سب سے زیادہ خوش نصیب کون ہی سپہر آرا نے یون جواب دیا دنیا مین سب سے زیادہ خوش قسمت سپہر آرا جو اسوقت اپنے پیارے ہمایون فر سے ہمکلام ہی۔ اور صرف ہمکلام ہی نہین بلکہ ہم۔

ہم کے بعد کچھ کہنے کو تھی کہ ایک درخت سے کالی کالی بھیانک صورت نظر آنے لگی سپہر آرا کانپ کر ہمایون فر کو لپٹ گئی۔ ہمایون فر نے شمشیر بران تول کر گھٹنا ٹیک کر ایسا تلا ہوا ہاتھ دیا کہ دو ٹکڑے ہو گئے اس کے بعد دلاسا دیکر سپہر آرا کو سمجھایا اُس نے آنکھ کھول دی اور ڈرتے ہوئے یون پوچھا۔

سپہر آرا۔ یہ کیا تھا ہاے کس خبیث نے صورت دکھائی تھی۔

ہمایون فر۔ خدا جانتا ہی فقط خیال ہی خیال تھا اُٹھو تمھین خدا کی قسم۔

سپہر آرا۔ ہمایون ہم اس مہینے مین کئی بار ڈر چکے ہین۔

ہمایون فر۔ کیون گھبراتی ہو۔ واہ۔ حسن آرا کی بہن ہو کر اور ایسی ڈرپوک۔ سبحان اللہ۔

سپہر آرا۔ اب اس وقت کیا کرون ہاے کیا کرون۔

انگڑائی لے کے خواب سے اُٹھا وہ دلربا
مل مل کے پشت دست سے آنکھون کو دیکھا

کیون امان جان خیر تو ہے تم پہ مین فدا
ہے کیا سبب کہ روتی ہو آنسو بہا بہا
کیون آج بیحواس ہو کیون رنگ زرد ہی
امان خدانخواستہ کیا دل مین درد ہی

ہمایون فر۔ یہ اشعار بے محل کیون پڑھتی ہو یہ غزلخوانی و شعر خوانی کا وقت ہی یا مرثیہ خوانی کا۔ اگر جی چاہے تو ایک روز مجلس کر دو۔

سپہر آرا۔ اسوقت طبیعت گھبراتی ہے اور جی چاہتا ہی کہ خوب رووُن۔

ہمایون فر۔ آؤ خواجہ صاحب کی ایک غزل سناؤن

وہ رنگ سرخ ہے کیفیت شراب سے ہوتا
ظہور لعل کا ہے آفتاب سے ہوتا
غرور حسن مے نازان کیا اُنھین ورنہ
نیاز نامہ مشرف جواب سے ہوتا
نزاکت بدن نازنین یار نہ پوچھ
کمر مین درد رہا پیچ و تاب سے ہوتا
شراب تھوڑی سی پینا مناسب آپکو ہے
قسم ہے تمھارے حجاب سے ہوتا
چکور ہوتے ہین رخسار یار کے صدقے
کمال ماہ ہے حسن شباب سے ہوتا
قریب ہی کہ کرے آفتاب حشر طلوع
کمال تنگ ہے یوسف نقاب سے ہوتا
شراب خوار ہون رندی بجھ نہ سہل آتش
شناورون کا گذارا ہے آب سے ہوتا

سپہر آرا۔ ہم کو تو یہی شعر پسند ہی۔ بس اور کوئی نہین

موت مانگون تو رہے آرزوئے خواب مجھے
ڈوبنے جاؤن تو دریا ملے پایاب مجھے

ہمایون فر۔ یہ اسوقت نا جا کیا ہی کہ رنج و غم اور ماتم کے سوا اور کسی قسم کے اشعار پسند ہی نہین آتے۔

سپہر آرا۔ سوا اسکے جب دل بھی خوش ہو۔

ظلم مردون پر کیا مشق خرام یار نے
ہر قدم پر کاسہ سر ٹھوکرین کھانے لگے

ہمایون فر۔ چلو اب شہر مین چلین۔ باغ مین وحشت ہوتی ہے۔

سپہر آرا۔ آہ خدا جانے اسوقت بیٹھے بیٹھے کیا ہو گیا ہی۔

شب آدینہ کبھی آتا نہین گور غریبان پر
ہنوز آگہ نہین وہ شمع مسکین نوازی سے

ہمایون فر نے کہا میر انیس صاحب کا ایک سلام سناؤن تم پھڑک جاؤ ایک ایک مصرعہ موتیون مین تولنے کے قابل ہی

سدا ہے فکر ترقی بلند بینون کو
ہم آسمان سے لائے ہین ان زمینون کو
لحد مین سوئے ہین چھوڑا ہی شہ نشینون کو
قضا کہان سے کہان لائی ہے مکینون کو
یہ جھریان نہین ہاتھون پہ ضعف پیری مین
چنا ہے جامۂ ہستی کی آستینون کو
لگا رہا ہون مضامین نو کے پھر انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینون کو
حسین جاتے ہین بہر نبرد میدان مین
الٹ چلے کے مثل ید اللہ آستینون کو

سپہر آرا۔ جنگ و جدل اور قتل کا ذکر اس سلام مین نہین ہی۔

ہمایون فر۔ سبب کچھ ہے۔

لگا دغا میں ٹپکنے لہو جو قبضے سے
چڑھا لیا شہ والا نے آستینوں کو

اور ایک شعر ایسا ہی سنئے۔ بلکہ اس سے بڑھا ہوا۔

فلک پہ جب ہوئی آواز ارکبو دم صبح
تو غازیوں نے رکھا مرکبوں پہ زینوں کو

اتنے میں ہمایون فر نے کہا اُف ہمارے جگر میں اسوقت بے طور درد ہو رہا ہے اور کرب زیادہ ہوا ہوتا جاتا ہے۔ چمک ہوتی ہے۔ اُف۔ اُف۔

سپہر آرا۔ ہائے ہائے۔ اللہ رحم کرے۔ ارے کوئی ہے جا کے ڈاکٹر کو لاؤ۔

مغلانی۔ حضور چوبدار کو روانہ کر دیا۔ اور ابھی ابھی میاں محسن بگھی لیکر گئے ہیں۔

سپہر آرا۔ ارے کہو جلدی جائے اور ابھی اسی دم لائے ہائے دنیا کو دار المحن اسی سبب سے کہا ہے۔ مجھسے سوال کیا ہے کہ دنیا کو دار المحن کیوں کہتے ہیں۔

ہمایون فر۔ (تڑپ کر) ہائے مرا جان نکلی۔ اُف فو۔

اتنے میں ڈاکٹر صاحب آگئے اور اُن کے ساتھ دو شیر اور ایک گینڈا۔ ڈاکٹر صاحب بیٹھے ہی تھے کہ شیر سپہر آرا کی طرف تکا۔ اور مارے ڈر کے آنکھ کھُل گئی تو ہمایون فر نہ ڈاکٹر خوف اس قدر غالب تھا کہ تھر تھر کانپنے لگی۔ اور جہان آرا بیگم کے گلے لپٹ کر رونے لگی۔ جہان آرا چونک پڑی اور غل مچایا کہ امی جان جلدی اٹھئے سپہر آرا کا خدا ناکردہ بُرا حال ہے۔

بڑی بیگم اور حسن آرا اور گیتی آرا اور عباسی یہ آواز سنتے ہی فوراً جاگ اُٹھیں خیر ہے خیر ہے۔ اے آخر کچھ بتاؤ تو ہوا کیا

بڑی بیگم۔ آج کی رات خدا دشمن کو بھی نصیب نکرے

جہان آرا۔ سوتے سوتے کیا جانے کیا ہوا کہ آن کے لپٹ گئی آپ ہی آپ۔

حسن آرا۔ اس وقت بھی ڈر گئی تھی اس وقت بھی ڈر گئی خوف ہی تو ہے۔

عباسی۔ اے حضور ذری آنکھ کھولیے (سپہر آرا کا شانہ ہلاکر) ذری ادھر تو حضور دیکھیں۔

بڑی بیگم۔ سپہر آرا بیٹا آنکھ کھول دو۔ شاباش۔ کھول دو۔

اتنے میں مہریاں اور مغلانیاں اور کئی آدمی بنگلے کے اردگرد جمع ہو گئے۔ عورتیں اندر آئیں۔ مرد باہر رہے۔

بڑی بیگم صاحب نے حکم دیا کہ شاہ لطف اللہ کو بلواؤ فنس یا گاڑی لے جاؤ۔ اور آداب عرض کر کے دست بستہ کہو کہ آپ کی پوتی آج شب کو دوبار ڈر گئی ہے۔ جلدی قدم رنجہ فرمائیے فوراً چلے آئینگے۔ اور ایک دوڑانے کو دوڑاؤ کہ نواب صادق حسین کو بلا لائے۔ وہ بھی سنتے ہی آئینگے

خدام باادب حکم پاتے ہی روانہ ہوئے ادھر سپہر آرا کو لخلخہ سنگھایا کیوڑا منہ پر چھڑکا۔ ذرا ذرا ہوش آیا۔ تو آہستہ آہستہ یوں گفتگو کی۔

اما۔ اماں جان۔ آج (آج کا لفظ اسقدر آہستہ سے کہا کہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔) آج۔ ہائے (آہ سرد) آج اندر والے کا کچھ عجب حال۔ (آہ سرد) اُف۔ اماں جان میں اب کیا کرونگی۔

حسن آرا۔ بہن بہن۔ کیوں اتنا گھبراتی ہو بہن۔ لو پانی پیو ٹھنڈا ٹھنڈا۔

بڑی بیگم۔ (بآواز بلند) برف کا پانی پیو گی یا نہین پیو گی
سپہر آرا۔ گردن کے اشارے سے کہا کہ پیونگی لائیے۔
بڑی بیگم پانی پلانے گئین مگر آبخورے سے پانی گرنے لگا ہاتھ کانپتے تھے۔ مصرعہ۔ پیری و صد عیب چنین گفتہ اند۔
عباسی نے معاً آبخورہ لیا اور پانی پلایا ٹھنڈا ٹھنڈا پانی پی کر سپہر آرا نے آنکھین کھول دین اور کہا اُف اماجان آج ہمارا برا برا حال ہوا۔ ایسا برا خواب اس وقت دیکھا کہ جی بیچین ہو گیا اک ذری سا پانی اور پلاؤ مغلانی نے برف کا پانی پھر پلایا۔ اس سے اور بھی تسکین ہوئی بڑی بیگم نے ایک بوڑھی مغلانی کے مشورے سے کئی ٹوٹکے کیے حسن آرا نے چاہا کہ بڑی بیگم کو اس حرکت لغو سے باز رکھین مگر سوچی کہ اگر اس وقت ٹوکتی ہون تو مبادا خفا ہو جائین لہذا خاموش ہو رہین۔ بڑی بیگم نے رائے ظاہر کی کہ اگر ڈاکٹر آئے تو نسخہ لکھوا لیا جائے مگر دوا نہ دیجائے۔
حسن آرا۔ نہین اماجان دوا ضرور دیجائے یہ بھی ہو اور وہ بھی ہو۔
گیتی آرا۔ ہان ہماری بھی یہی رائے ہے دوا اور دعا دونون ضروری کام ہین یہ نہین کہ دوا ہی دے اور دعا نہو یا دعا ہی کے بھروسے رہے اور دوا کی فکر نہ کی۔
حسن آرا۔ دوا مقدم۔ دعا اور ٹوٹکے اور جھاڑ پھونک سب تشفی قلب کے لیے ہین۔ فائدہ خیر صلاح۔
بڑی بیگم کو یہ کلمہ بہت برا معلوم ہوا۔ کہا تم لڑکیان لکھیے کیا بکتی ہو مجھے ان باتون پر زہر کھانا پڑیگا۔ خود رائی بھی تو کتنی۔ حسن آرا کچھ کہنے کو تھی کہ سپہر آرا نے مختصر طور پر خواب کا حال بیان کیا اور کہا ہمایون فر اور ہم مزے مزے سے باتین کرتے تھے مگر دفعتاً اس بیچارے کے جگر مین درد اٹھا اور درخت سے ایک بھیانک صورت نظر آئی جس سے مین ڈر گئی۔ تھر تھر کانپنے لگی۔ ادھر جگر کے درد کی چمک ادھر اس ڈراونی صورت کا خوف مصرعہ سکا ٹو تو ہو نہین بدن مین۔ اُف
اتنے مین آنکھ کھل گئی۔
بڑی بیگم۔ اب اس بات کا خیال نہ کرو۔
سپہر آرا۔ مگر دل کو کیا کرون۔

آزاد مرزا اور شہسوار

آزاد مرزا نے پولیس والون کے چھکے چھڑا دیے کئی انسپکٹر اور ڈپٹی انسپکٹر اور کانسٹبل اُن کے جانی دشمن تھے کوئی چانڈو خانہ کوئی مدک خانہ ایسا نہ تھا جہان انکی گرفتاری کے لیے آدمی نہ مقرر ہون۔ کوئی تھانہ ایسا نہ تھا جہان ان کا حلیہ موجود نہ ہو۔ ہر ساہو کی دوکان پر مخبر رہتے تھے جوارون کی بیٹھک اور قمار خانون مین بھی خفیہ طور پر انکی تلاش ہوتی تھی شہر بھر کے بدمعاش اُچکے اُٹھائی گیرے چور گرہ کٹ ان کی فکر مین تھے سرکار نے ایک ہزار روپیہ کے انعام کا اشتہار دیا تھا۔ ہر چوکی اور تھانے پر اشتہار چپان تھے بازارون اور سڑکون اور مشہور مقامون مین بھی اِدھر اُدھر اشتہار چپکائے گئے تھے ایک روز آزاد مرزا نے گورنمنٹ گزٹ مین اشتہار پڑھا

اشتہار جہت آگاہی خاص و عام

ازانجا کہ آزاد مرزا نامے ایک شخص جس پر کئی جرم عائد ہوئے مین حوالات سے دو تین کانسٹبلون کو مجروح و مقتول کر کے نکل بھاگا ہے لہذا واسطے آگاہی خاص و عام کے اطلاع

دیجاتی ہی۔ اگر کوئی مجرم مذکور کا پتا لگائے اور اُسکے ذریعے سے مجرم ہاتھ آئے تو ایک ہزار روپیہ اُسکو بطریق انعام دیا جائیگا

دوسری بات یہ ہی کہ اگر اچانا کوئی شخص اس مجرم و مفرور و روپوش کو اپنے گھر یا علاقے مین جگہ دے یا اُسکے علم و یقین مین ہو کہ یہی شخص آزاد مرزا ہی اور باین ہمہ دیدہ و دانستہ کوشش کرے کہ آزاد مرزا پناہ پائے تو وہ مستحق سزا ہوگا۔

یہ اشتہار پڑھکر آزاد مرزا ہنسے۔ اس وقت اُنکے پاس دو چور اور تین ڈاکو بیٹھے تھے اُن سے مخاطب ہوکر یون مکالمہ کیا

آزاد مرزا۔ شان خدا۔ ہم کو اور کوئی گرفتار کر سکے کیا مجال۔

چور۔ اجی اُستاد۔ تمھاری جوتیون کے صدقے مین ہمارا تو کوئی بال بیکا کر ہی نہین سکتا۔ نہ کہ تم۔ تم تو اُستاد ہو۔

دوسرا۔ اللہ جانتا ہی سارا شہر ان سے یون کانپتا ہی تھر تھر

ڈاکو۔ کوتوال کو کوئی نہین مانتا۔ ان سے سب ڈرتے ہین

دوسرا۔ درین چہ شک بھائی۔ ان کا (رعاب) ہی مارے ڈالتا ہی۔

اتنے مین ایک شخص نے آن کر کہا۔ مرزا جی غضب ہو گیا اب بچنا محال ہی جا بجا اشتہار لگے ہوئے ہین کہ آزاد مرزا کو گرفتار کرو۔ خدا ہی خیر کرے کئی محلون مین اپنی آنکھون پڑھا مگر اب ہوشیاری کے بغیر نہ بنے گی۔

آزاد۔ ای لاحول۔ ان پولیس والون کو ہم سمجھتے کیا ہین بھلا

ڈاکو۔ کہو تو انھین کے ہان ڈاکا مارون جا کے۔ جی۔ ہونھ

چور۔ ہان دل لگی تو خوب ہو۔ چلو ہم تم دونون چلین۔

آزاد۔ اور ہم کیا نہ چلینگے چلین اور بیچ کھیت چلین بھائی

ڈاکو۔ تمھارا جانا مصلحت نہین ہی تم مذمہ ہو اور اشتہاری مجرم بھی ہو۔

آزاد۔ اوجی۔ کچھ پروا نہین ع چور جاتے رہے کہ اندھیاری

آزاد مرزا اور دونون ڈاکوؤن اور چورون اور جس شخص نے بیان کیا تھا کہ اشتہار چو طرفہ چسپان ہین ٹھان لی کہ کوتوال شہر کے ہان چوری کرین اِدھر اُدھر آدمی دوڑائے شام کو کمیٹی ہوئی۔ شب کو آزاد مرزا اور لچھمی نرائن ڈاکو اور گلباز چور اور رامو ڈاکو چھ سات آدمیون کو کہ چوری اور ڈکیتی کے فن مین اپنے آپ ہی نظیر تھے ساتھ لیکر انسپکٹر آف پولیس کے مکان پر چلے۔ رامو کو رزرو فوج کی طرح بیٹھک مین رکھا تا کہ وقت ضرورت کام آئے۔

گلباز۔ بھئی ایک کام کرو محلے کے جتنے مکان ہین سب کی کنڈیان بند کر دو۔ بڑی دل لگی ہی۔ کچھ مشکل نہین ہی۔

چور۔ اچھی سوجھی۔ پھر اگر جاگ بھی ہوگی تو کچھ پروا نہین ہی

دوسرا۔ لانا ہاتھ۔ بس یہ خوب تدبیر ہی محلہ بھر بالکل بند

آزاد۔ اچھا ایک سرے سے بند کرنا شروع کرو۔ مگر محلے بھر سے کیا واسطہ اس گلی کی کنڈیان بند کر دو۔

اس حکم کی معاً تعمیل کی گئی۔ اتنے مین کانسٹبل کا اس طرف سے گذر ہوا۔ جاگتے رہیو۔ جاگو جاگو رات کے سونے والو جاگو خوب ہوشیار۔ اندھیری رات ہی ایک سنار دکان سے کھٹکھٹارا۔ مہاجن زادی ٹے سے بولا۔ کے بجے ہو گئے سکانسٹبل نے کہا ۱۲ بجے۔

آزاد مرزا اور اُنکے ساتھی ایک نالے مین دبک رہے جب کانسٹبل دور نکل گیا تو یہ باہر آئے انسپکٹر صاحب کے مکان کی دیوارین خام تھین۔ چاپ پاکر دربان نے آواز دی

دربان۔ کون۔ کون۔ تم لوگ کون ہو بولتے نہیں جی۔
آزاد۔ کیا بتائیں مصیبت زدہ ہیں ادھر سے کوئی جنازہ تو نہیں نکلا۔
دربان۔ ہاں گیا تو ہے بہت سے آدمی ساتھ تھے یوں گیا ہے
آزاد۔ ہمارے بڑے دوست تھے۔ افسوس ہائے افسوس ارے اُف۔
چور حضور صبر کیجیے صبر کیجیے۔ اب کیا ہو سکتا ہے صبر کیجیے۔
لچھمن۔ پرمیشر کی مایا۔ امانت لے لی۔ اب رونے دھونے سے کیا ہوتا ہے اب صبر بہتر ہے۔
دربان۔ ہاں بھائی ایسی بات ہے۔ آپ کون ٹھاکر ہیں۔
لچھمن۔ ہم اب کیا بتائیں۔ ہم برہمن ہیں۔ قنوجیا برہمن۔
دربان۔ پائیں لاگیں مہراج۔ مکان کہاں ہے مہراج۔
لچھمن۔ بیسواڑہ عمر بھر لڑائی میں صرف ہوا اب دن کہاں
آزاد۔ اجی خدا نہ کرے کہ کسی کے برے دن آئیں ستم کا سامنا ہو گیا

روز در آرزوئے وصل تو ام آخر شد
غم تنہائی و طولانی شب را چہ علاج
گیرم از ہر دو جہان چشم بہ بندم صاحب
دل شوریدۂ دیدار طلب را چہ علاج

شومی طالع سے خدا بچائے۔ یا خدا دوئے مصیبت تنہا کبھی نہیں آتی اور حضرت بات یہ ہے کہ اگر روٹی کھانے بھر کو ہو اور کفایت شعاری کے ساتھ انسان رہے اور منہیات اور معصیات سے محترز رہے تو سبحان اللہ۔

ہر کس کہ بہ ہر نم تا ہے دارد | در بہشت آشیانے دارد
نے خادم کس بود نہ مخدوم کسے | گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

راوی۔ انشاء اللہ ستر چوہے کھا کے بلی حج کو چلی اب بڑی

پارسائی کی لینے لگے مگر دل میں اب تک کھوٹ ہے ؎

کے رفتن رہ زرفتن خواب شود | کے دفع عطش زگفتن آب شود

زبانی دعوے کا مطلق اعتبار نہیں۔ دلی صفائی مقدم ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است | از ہزاران کعبہ یکدل بہتر است

دربان خوش گلو آدمی تھا۔ ایک چور جو اس سے آشنا تھا اس کی خوش لحانی کی تعریف کرنے لگا اس پر آزاد مرزا نے بہ اصرار کہا کہ کوئی چیز کہیے۔ ؎
دربان۔ آپ کہیئے تو میں بھی کہوں پہلے آپ فرمائیں تو ہم کہیں
آزاد۔ سنئے گا نہیں دیکھیے میں عرض کرتا ہوں بسم اللہ

کون زندہ ہے جو اس چشم کا بیمار نہیں
مر کے چھوٹا ہے جو زلفوں کا گرفتار نہیں

انسپکٹر صاحب بھی کوٹھے پر سے سنتے تھے۔ کمال محظوظ ہوئے۔ آزاد مرزا نے پھر بہ آواز بلند کہا۔

کیا ترے ہاتھ سے سر پر مرے دستار نہیں
مارے جا کون کے جنون جیب میں دستار نہیں

انسپکٹر صاحب یہ اشعار سنکر ایسے مسرور ہوئے کہ آنکھ لگ گئی
دربان۔ آپ خوب گاتے ہیں۔ بھلا ہم گنوار گانا کیا جانیں
آزاد۔ واہ۔ اب ہم بغیر سنے نہ جانے کے۔ کچھ فرمایئے ضرور
دربان۔ بہت اچھا۔ مگر ہمیں تو کچھ یاد ہی نہیں

گلفشاں عکس ہوا کس کے یہ رنگین رخ کا

آزاد۔ کوئی ٹھمری کہیے۔
دربان۔ سکھی ری ہمارے ہو دھن دھن بھاگ دھن دھن بھاگ
آزاد۔ خوب صاحب رخصت ہونگے۔

بر ضمیم یاران تخفیف تصدیع | اگر در دہر لود آشنا شمارا

چلتے وقت کہا اگر آپ بھا کو پیتے ہوں تو ایک چلم بھر دے

دربان بٹھا کر آدمی حقہ پینے کا عادی۔ فوراً انگیٹھی کے پاس جا کر چلم بھرنے لگا۔ چلم بھرنے کے لیے جھکا ہی تھا کہ آزاد مرزا نے تنچکین کس لین اور کہا بس بولا اور ہم نے قتل کیا۔ یہ تو رحم کے پاس بھیجے گئے اور دیوار مین سیند دینا شروع کیا۔ ڈیوڑھی پر ایک کانسٹبل تعینات تھا وہ اسوقت خواب خرگوش مین تھا۔ ایک سمت سپاہی کھٹیا پر غافل سو رہا تھا۔

آزاد۔ دیوار بڑی مضبوط ہی بغیر سر کے کام نہ چلیے گا۔

پچھمن۔ کچی دیوار اچھی۔ ایک اینٹ گرائی اور دیوار بھر کھود کے پھینک دی۔

چور۔ سرکار اس وقت کہان سے آ گئے۔ یہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہی۔

پچھمن۔ چلو کسی عطار کی دوکان مین چوری کرین ہی کہ نہین۔

راوی۔ اچھی سوجھی۔ اس سوجھ بوجھ کے قائل۔ ماشاءاللہ کیا ذہن کی رسائی ہی۔ ایک چور جا کے کہین سے سرکا لے آیا۔ سرکا چھڑک چھڑک کر دیوار مین سیند دی۔ اتنے مین کانسٹبل پھر آیا۔ جاگتے رہیو اندھیری بہت ہی۔

آزاد۔ دت لایا وہان سے اندھیری ہی۔ چلا جا چپ چاپ

کانسٹبل۔ کون یہ کون بولا۔ تم لوگ کون ہی۔

آزاد۔ باپ تیرے۔ جاتا ہی کہ بھونک دون قرولی۔ سور

کانسٹبل۔ چور۔ چور۔ چور۔ چور۔ (آہستہ آہستہ) ارے دوڑو دوڑو

راوی۔ دوڑو کہنے کو ہی مگر مارے خوف کے رو دو کہتے ہین

آزاد نے قرولی سے کانسٹبل کا کام تمام کر دیا۔ ہائے کر کے برق انداز گرا۔ چور نے کہا آپ بڑے بے دھڑک ہین کس بیرحمی سے اس بیچارے کی جان لی۔

آزاد۔ اسی ہی۔ بس معلوم ہو گیا کہ نام کے چور ہو۔ بالکل کچے۔ دیکھو چور مین ہون اتنی باتین ہونی چاہئین۔

۱۔ جیوٹ ضرور ہو۔ یہ خوف نہ ہو کہ پکڑا جاؤن گا۔

۲۔ جب گرفتار ہو جائے تو اپنے ساتھیون کا نام نہ بتائے۔

۳۔ رحم آئے تو چوری چھوڑ دے۔ رحم چور کے لیے تباہی ہی جیسا جبنیت سپاہی کے لیے۔

۴۔ جب موقع پائے معاً وار کرے چوکا اور گیا گذرا۔

۵۔ حتی الوسع بھاگنے کی فکر کرے لڑنے سے پرہیز کرے۔

۶۔ دبے پر سانپ بھی کاٹتا ہے۔ اگر کوئی گھیرے تو ضرور اُسکو مار ڈالے۔

۷۔ چھری یا قرولی یا چاقو ضرور پاس رکھے۔

۸۔ جسکے یہان چوری کرنے کو جائے اُسکو بے عزت نہ کرے۔

۹۔ کچ پیندیے کو ہرگز ہرگز ساتھ نہ رکھے۔

دو گھنٹے کے بعد سیند تمام ہوئی۔ اب فکر تھی کہ اندر جائین مگر ایک راہرو کے آنے سے معاملہ خراب ہو گیا۔ یہ شخص گاتا ہوا چلا آتا تھا۔

ہی جلوۂ تن سے در و دیوار بسنتی	پوشاک جو پہنے ہو مرا یار بسنتی

چورون مین سے ایک شخص نے آوازہ کسا واہ جی واہ تان سین کی بیٹ کھا گیا ہی۔ بیجو کے گھرانے کا ہی۔ اُسنے پلٹ کر کہا کون بچہ بیدھا تو نہین ہوا ہی۔

آزاد۔ جانے دو بھائی یہ دیوانہ یون ہی بکتا ہی۔

راہرو۔ دیکھتے ہو بھئی۔ ہم تو کسی سے بولین چالین۔ آپ ہی آپ گالیان دینے لگا۔

آزاد۔ اب غصے کو تھوک دو بھائی جان۔ جانے بھی دو۔

راہرو۔ ابھی پاؤن تو کھود کے اسی جگہ دفن کر دون مردک کو

آزاد۔ اسمین کیا شک ہی مگر اب سیدھے چلے جاؤ۔ غل نہ مچاؤ

راہرو۔ تم کون ہو۔ تم بیچ مین بولنے والے کون ہو آخر۔

آزاد۔ ہم چورون کے گرو گھنٹال بدمعاشون کے ولی کمبخت گر
یہ کہکر آزاد مرزا نے آگے بڑھکر ایک چانٹا لگایا جس سے
رہبر دتیورا کر گرا تو بیہوش دوسرا چانٹا لگایا تیسرا جا بجا
ادھ موا کر دیا اس کے بعد یہ تجویز پائی کہ سیند کے اندر سے اُٹھین
آزاد مرزا نے پہلے سیند مین پانون ڈالے پانون ڈالتے ہی
کسی شخص نے اندر سے تلوار جمائی تو دونون پانون کٹ کے الگ

آزاد۔ ہائے۔ ارے مرا۔ ارے دوڑو۔

لچھمن۔ ارے ہر ہر۔ دھوکا ہو گیا بس گئے گذرے۔

چورون نے ملکر آزاد مرزا کے دھڑ کو اٹھایا اور روتے پیٹتے
لے جانے لگے مگر اثنائے راہ مین پکڑے گئے۔ لچھمن اور دو چور
لمبے ہوئے۔

محلہ بھر مین جاگ ہو گئی۔ اب جو دروازہ کھولتا ہے بند
پاتا ہے۔ یا الٰہی ارے یہ دروازہ کون بند کر گیا دروازہ کھولو
اجی۔ لاحول ولا قوۃ کوئی سنتا ہی نہین۔ دروازہ کھولو بہت
سے ہی آوازین آتی ہین۔ صرف ایک دروازہ مین باہر سے
کنڈی نہ تھی ایک پرانے فیشن کا سپاہی اس پھاٹک سے
نکلا ایک ہاتھ مین مشعل دوسرے مین سروہی ڈھال لٹکی ہوئی
پھاٹک کھول کر للکارا۔

سپاہی۔ ارے یہ تو سیند لگی ہے۔ اخاہ خوب جاگ ہو گئی۔

کانسٹبل۔ خون بھی ہوا ہے۔ جلد آؤ۔ قدم بڑھاؤ۔

سپاہی۔ (قدم بڑھا کر) مار لیا ہے۔ جانے نہ پائے چور۔

چور۔ کیون بیدھے ہوے ہو۔ کالیجان۔ آزاد مرزا زندہ چھوٹ گئے

سپاہی۔ اجی۔ آزاد مرزا بھی یہان ہین۔ ارے غضب

اتنے مین سپاہی نے تمام محلے کے دروازے کھولے اور محلے
والے اپنے اپنے گھر سے لٹھ لیکر نکلے۔ دیکھا تو چورون
اور کانسٹبل اور کئی رہبرون مین لڑائی ہو رہی ہے آزاد مرزا
کی ٹانگین کٹی ہوئی لچھمن ڈاکو مجروح۔ کانسٹبل مردہ
دربان اوت مرا۔ رہبر جان بلب۔ کانسٹبلون کو مدد دی
اور چورون کو گرفتار کیا۔ صرف ایک چور بھاگ کھڑا ہوا۔
اور باقی سب دھر لیے گئے۔

چوکی پر خبر ہوئی تھانہ پر اطلاع دی گئی کوتوال آدمی دوڑایا گیا

کوتوال۔ اوہ خون ہو گیا۔ کتنے آدمیون کا خون ہوا۔

برق انداز۔ حضور ایک کانسٹبل مارا گیا اور کئی آدمی پڑے
سسک رہے ہین۔

کوتوال۔ لاحول ولا قوۃ۔ یہ ہوا کیا۔ کیا ڈاکا آیا تھا۔

برق انداز۔ حضور وہی کمبخت آزاد مرزا تھا۔ اور لچھمن ڈاکو

کوتوال۔ آزاد مرزا کیا بھاگ گیا۔ اوہ غضب ہوا۔

برق انداز۔ حضور اسکی دونون ٹانگین نذارد ہین۔ ادھ موا ہے۔

کوتوال نے فوراً وردی ڈانٹی اور چل کھڑے ہوے ادھر انسپکٹر
اور تھانہ دار اور برق انداز بھی دوڑ پڑے جس انسپکٹر کے مکان
مین سیند دی گئی تھی اسکو بھی اطلاع ہوئی۔ معلوم ہوا کہ اسکے گھر کی
بارن نے چورون کو سیند دیتے دیکھ لیا تھا فوراً جا کر کوٹھری مین
بیٹھ رہی جیسے ہی آزاد مرزا نے کوٹھری مین پانون ڈالا ساتھ دو
ٹکڑے کر دیے یہ بارن عرصہ دراز تک پاسیون اور چورون کے ساتھ
رہی تھی الغرض آزاد مرزا پر جرم ثابت ہو گیا۔ اور ایک جرم کیا تھا سیکڑون
جرم تھے۔ چند روز کے بعد دائم الحبس بعبور دریائے شور کا حکم سنایا
گیا۔ اور دو مہینے کے بعد آزاد مرزا پورٹ بلیر بھیجے جانے کے لیے
جہاز پر سوار ہوے اس وقت منجملہ اور آدمیون کے ایک شخص سے ملاقات
ہوئی آزاد مرزا نے پوچھا کہو بھائی تم کس جرم مین ماخوذ ہوے ہو آبدیدہ
ہو کر کہا حضرت کیا عرض کرون۔ ناکردہ گناہ دھر لیا گیا ہون۔

شہسوار۔ اس شخص نے بیان کیا کہ مین ایک امیر زادہ ہون۔ باپ دادا بدخشان سے آئے تھے سو لشپت سے سپہ گری پیشہ ہی۔ مین بھی فوج مین ایک معزز عہدے پر نوکر تھا مگر شامت اعمال سے نوکری چھوڑی۔

آزاد۔ کیون۔ شامت اعمال کیسی۔

شہسوار۔ ایک رشک قمر پر دل آیا۔ نوکری سے کنارکش ہوئے

الایا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

عشق خانہ خراب نے ہمین تباہ کر دیا۔ افسوس۔

آزاد۔ افسوس اب آپ بھی ہمارے ساتھی نکلے۔

شہسوار۔ جس رشک زلیخا پر ہم جان دیتے تھے وہ ایک اور ہی جوان رعنا پر ریجھی۔

آزاد۔ نام کیا ہی کوئی رئیس زادی ہی یا ایسی ویسی۔

شہسوار۔ حسن آرا بیگم نام ہی۔ ہائے افسوس وائے افسوس

آزاد مرزا نے از سر تا پا غور سے شہسوار پر نظر ڈالی۔

اور چند باتین دریافت کین۔

۱۔ آزاد پاشا کو آپ جانتے ہین۔

۲۔ اللہ رکھی سے کبھی کی ملاقات ہی۔ ثریا بیگم کو جانتے ہو۔

۳۔ شہسوار کا ذکر کبھی سنا۔ ہمایون فر سے کبھی کوئی تعلق تھا۔

شہسوار (آہ سرد کھینچکر) ہائے ستم تم تو رازدان نکلے۔

۱۔ آزاد ہی رقیب روسیہ کا نام ہی۔

۲۔ ثریا بیگم اور اللہ رکھی کا نام نہین سنا۔

۳۔ شہسوار غلام ہی ہی۔

آزاد۔ ہم نے آپکا نام سنا ہی اور آپ کے کل حالات سے بخوبی واقف ہین۔

چہ نامے کہ مولاے نام توام
درم ناخریدہ غلام توام

شہسوار۔ ابھی تو آپنے فرمایا کہ ہم تمھارے نام سے بخوبی واقف ہین۔

آزاد۔ اتنا جانتے ہین کہ شہسوار مشہور ہو نام نہین یاد ہی۔

شہسوار۔ گمنام عشق نے یہ دن دکھایا کہ آپ کا بے پانی چلا۔

این عشق ندانم از کجا خاست
کز سر رگ و ریشہ ام بلا خاست

اب تمام عمر حسن آرا اور سپہر آرا اور جوگن سے نہ مل سکینگے

آزاد۔ وہی جوگن نہ جو استانی جی کے ہان رہتی تھی۔

شہسوار۔ خدا کی پناہ۔ تم تو بڑے واقفکار نکلے۔

راوی۔ اب خوب گذرے گی۔

اب دوسرا ذکر سنیئے

ناظرین کو یاد ہو گا کہ ایک کانسٹبل نے ثریا بیگم کو دھمکایا تھا۔ جب اُنکے پڑوسی نے کانسٹبل کو سمجھایا تو وہ اُن کا دشمن جانی ہو گیا نوبت باینجا رسید کہ خود تو ڈاکہ مارا اور اُن کو گرفتار کر کے لے گیا تھانہ دار نے رہا سہا مقدمہ اور بگاڑ دیا اور یہ بیچارہ دو برس کے لیے قیدخانے بھیجا گیا۔ ثریا بیگم پر یہ تباہی پڑی کہ تھانہ دار کو ان کے بھاگنے اور گانون مین بود و باش کرنے کا حال معلوم ہو گیا۔ ایک روز شام کے وقت ایک عورت انکے مکان پہنچی جس نے ثریا بیگم اور عباسی سے یون گفتگو کی

عورت۔ بیگم صاحب بندگی عرض ہی۔

ثریا بیگم۔ بندگی۔ کون ہو۔ کچھ کام ہی یہان۔

عورت۔ اے حضور بھلا بغیر کام کے کوئی بھی کسی کے یہان جاتا ہی

عباسی۔ ہان ہان۔ بیگم صاحب نے یہی تو پوچھا۔

عورت۔ حضور سے تخلیہ مین کچھ کہنا ہی۔

ثریا بیگم نے عباسی کو اشارہ کیا۔ وہ دوسرے دالان مین چلی گئی ادھر عورت نے اظہار مدعا کیا اور یون کہا حضور کے حسن وجمال کا دور دور تک شہرہ ہی جس نے ایک باری دیکھا جان جانے لگی اگر دوسری دفعہ نہ دیکھا تو تڑپ تڑپ کے ہلکان ہوا۔ اور حضور دنیا مین جو کچھ ہی حسن ہی ہی حضرت یوسف کا سا حسن۔ ایوب کا سا صبر حضرت علی کا سا جیوٹ پن کسی اللہ کے بندے کو کاہے کو نصیب ہوا ہی۔ حسن عجب نعمت ہے اللہ تعالےٰ نے آپ کو یہ نعمت عطا کی ہی کتنی پیاری موہنی صورت ہی لب شوخ گردن نور کی کلائی سانچے کی ڈھلی ہوئی۔ آنکھیں مثال ہرن یہی معلوم ہوتا ہی کہ خدا نا کردہ نشہ پیا ہی کیتنی رسیلی آنکھین ہین اور دانت تو ایسے ہم نے نہین دیکھے۔ موتی سفید ہوتا ہی مگر یہ آب کہان۔ در دندان اسی کو کہتے ہین۔ مکھڑا پیارا سینہ کین ساق بلورین چال مستانہ۔ جوان عمر۔ ابھی سن ہی کیا ہی حضور کا الھڑ پنے کے دن۔ نام خدا۔ اور ماشاء اللہ سے ہنسمکھ خندہ پیشانی جامہ زیب۔ عابد فریب لیکن کیا جانے کیا بات ہے کہ دل کا کنول بجھا ہی جاتا ہی۔ اس کا کیا سبب حضور سی بانو اور اس حالت مین زندگی بسر کرے۔ ایک موے جنطلی نے مجھکو بلا کر کہا کہ فلان مقام پر وہ رہتی ہین۔ ان سے جو ہم کہین وہ کہدو۔ مین نے منظور کر لیا تو بلا کر یہ بیہودہ تقریر کی کہا تم جا کے ان سے کہو۔ ہماری طرف سے کہ ہم چار سو روپیہ مہینے پر نوکر رکھتے ہین۔ مجھے بڑا ملال ہوا مین نے کہا سٹری ہو گئے ہو ہوش کی دوا کرو عقل کے ناخن لو۔ کہا نہین ہم اور کچھ نہین کہتے صرف اس قدر کہتے ہین کہ ہم سے چار سو روپیہ ماہواری لین اور ہمارے تھیٹر مین شامل ہو جائین۔

ثریا بیگم۔ کس مین۔ تھیٹر کیا۔ تھیٹر کیا شے ہی۔

عورت۔ حضور جہان تماشا و ماشا ہوتا ہی۔

ثریا بیگم۔ اوہ۔ سب کے سامنے جانا ہوگا

عورت۔ ہان ہان۔ ناچنا بجانا ہوگا۔

ثریا بیگم۔ افسوس ہی۔ اب ہم کیا کہین۔

ثریا بیگم نے اس عورت کی تقریر سے بھانپ لیا کہ کسی کا پیغام لائی اگر تھانہ دار کا خوف نہ ہوتا تو اس زن بد کردار کو فوراً گھر سے نکلوا دیتی مگر خوف تھا کہ مبادا ادھر ادھر میرا حال مشہور کر دے تو کہین کی نہ رہون نرمی کے ساتھ گفتگو کرنے لگین۔

ثریا بیگم۔ بہن مین ایک مصیبت کی ماری عورت ہون۔

عورت۔ اہی اوئی۔ بیگم صاحب۔ بہن مجھے نہ کہین۔ حضور مین لونڈی حضور شہزادی ہین۔

ثریا بیگم۔ مجھے دنیا مین اب کوئی بات پسند نہین آتی۔

عورت۔ حضور کے دشمنون کو خدا نخواستہ ایسی کیا مصیبت ہی

ثریا بیگم۔ کیا بتاؤن بہن (آہ سرد کھینچ کر) مین بڑی پریشانی اور مصیبت مین ہون۔

عورت۔ ہائے ہائے ایسی پیاری پیاری صورت اور یہ حال حضور اس قابل ہین کہ بادشاہون کے محل مین ہون۔

ثریا بیگم۔ (ٹھنڈی سانس بھر کر) خدا دشمن کو بھی ایسی مصیبت مین گرفتار نہ کرے۔

عورت۔ حضور اللہ جانتا ہی اچھے اچھون کی آپ پر نظر پڑی کی

عباسی۔ ہان پڑا ہی چاہے مگر ہماری سرکار کو اٹھلانے

کوئی واسطہ نہین رہا۔ بالکل ترک کر دیا۔

عورت۔ اللہ مالک ہی بیوی کوشش یہ کرنی چاہیئے کہ دنیا مین ساتھ عزت اور آبرو کے بسر کرے اور کسی کا ہو رہے۔

ثریا بیگم۔ ہاے جب خدا کو بھی منظور ہو۔ ہم تو سب کچھ جانتے ہین شادی کی۔ سوچے تھے کہ ساتھ آبرو کے زندگی بسر کرینگے۔ مگر (رو کر) خدا کو منظور ہی نہ تھا۔ یہ دن دیکھنا قسمت مین بدا تھا سو دیکھا۔ قسمت کا لکھا کوئی مٹا نہین سکتا۔

عورت۔ بیوی اللہ کا حکم ہی کہ اگر عورت رانڈ ہو جائے تو انتظام کے لیے شادی ضرور کرے۔ یہ عرب اور عجم اور ولایت اور انگریزون اور نئی دنیا والون کے ہان سب کے ہان جائز ہی اور ہندوؤن کے یہان بھی مگر یہان ہندوستان مین ایسا نہین کرتے۔ ہمارے نزدیک بُرا کرتے ہین اگر آپ کے ناگوار نہو تو ہم عرض کرین کہ ضرور شادی کیجیے دیکھیے اس دن برق انداز آن کر کیا کیا سنا گیا اگر مرد گھر مین ہوتا تو ارق انداز اور برق انداز ایک کی بھی مجال نہ تھی کہ آدمی بات کہتا۔ آیندہ آپ کو اختیار ہی اور تلاش کرنا لونڈی کا کام ہی۔ اس مین دریغ نہ کرونگی۔

عباسی۔ کیا تم مشاطہ ہو۔ مکان کہان ہی۔

عورت۔ مشک گنج مین پشتہا پشت سے یہی کام ہوتا آیا ہی۔

ثریا بیگم۔ ہم کو معاف کیجیے ہم اب شادی نہ کرنے کے۔

عورت۔ حضور سے مین ابھی جواب نہین چاہتی ذرا تامل کیجیے سوچ لیجیے دو دن تین دن مین جواب دیجیے گا۔

اس عورت نے بیان کیا کہ یہان سے چار پانچ کوس پر ایک رئیس زادے رہتے ہین۔ حسین۔ جوان۔ خوش رو امیر۔ عالم۔ شاعر۔ پہلوان۔ خوش مزاج۔ عالی نسب کوئی آرزو دل مین باقی نہین رہی۔

همہ اسباب شاہی حاصل او | نماندہ آرزوئے در دل او

تفریح طبع کے لیے حکومت کی نوکری کر لی۔

عباسی۔ حکومت کی نوکری کیسی ہوتی ہی۔

عورت۔ اوئی۔ اتنا بھی نہین سمجھتی ہین۔

ثریا بیگم۔ مین یہ تو ہماری سمجھ مین بھی نہین آیا۔

عورت۔ ایسی نوکری کی جس مین سب پر حکومت کرین۔ سب رعایا بنے رہین۔

ثریا بیگم کا ماتھا ٹھنکا۔ عباسی نے بیوی اور بیوی نے عباسی کی طرف دیکھا کہا کچھ عہدے کا نام بھی ہی عورت نے کہا کوتوال ہین۔

ثریا بیگم۔ ہان سمجھی۔ اب مین بخوبی سمجھی۔

عباسی۔ کہیں انھین تھانہ دار کا پیغام لائی ہو گی۔

عورت۔ ای تھانہ دار کا ہے کو ہین براے نام نوکری کر لی ورنہ ان کو نوکری کی کیا ضرورت ہی وہ ایسے ویسے دس تھانہ دارون کو نوکر رکھ سکتے ہین۔

عباسی۔ حضور کو تو شادی کرنا منظور ہی نہین ہی۔

عورت۔ واہ کیسی باتین کرتی ہو کیون نہین منظور ہی۔

عباسی۔ واہ اس مین بھی کچھ زبردستی ہی بھلا۔

ثریا بیگم۔ تم ان کی سکھائی پڑھائی آئی ہو۔ ہم سمجھ گئے ان سے کہہ دینا کہ ہم بیوہ و بیکس عورتین ہین ہم پر رحم کرو۔ کیون ہماری جان کے دشمن ہوئے ہو۔ ہم نے تمھارا کیا بگاڑا ہی۔ جو نیچے جھاڑ کے ہمارے پیچھے پڑے ہو اے افسوس

فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا | کہ جس کے عوض یون رلایا مجھے

عورت۔ حضور کے قدمون کی قسم انھون نے نہین بھیجا ہی
عبّاسی۔ واہ بھلا کوئی بات ہی۔
عورت۔ بہن ہمارا تو پیشہ ہی۔
ثریا بیگم۔ اچھا تو اس مین زبردستی کاہے کی ہی۔
عورت۔ خیر۔ مین آداب عرض کرتی ہون۔
ثریا بیگم۔ بندگی۔ پان کھائے جاؤ۔
عبّاسی۔ لو گلوری لو بہن۔ کپوری پان ہین اسوقت
عورت۔ تمھارے اور ان کے دونون کے حق مین انکار اچھا نہین ہی ذراسی دیر مین وہ بے آبرو کر سکتے ہین۔ تم عورت اور بیوہ اور وہ افسر پولیس۔
عبّاسی۔ ہمارا بھی خدا ہی۔
ثریا بیگم۔ سب کا خدا ہی جو ہونا ہوگا سو ہوگا۔
عورت۔ خیر نہ مانو۔

عورت دو چار باتین سُنا کر چلی گئی تو عبّاسی اور ثریا بیگم باہم مشورہ کرنے لگین اب کونسی تدبیر کرین جس سے تھانہ دار کی سختی سے محفوظ رہین۔

ثریا بیگم۔ یہان سے بھاگنا پڑا اب۔ افسوس ہی۔
عبّاسی۔ آپ سے آپ بھاگنا پڑا۔ اور آج ہی کل مین
ثریا بیگم۔ نہ بھاگین گے تو کیا نہ بھاگین گے۔
عبّاسی۔ کیا ستم ہی اس موے کو ایسی کد پڑ گئی کہ توبہ ہی بھلی
ثریا بیگم۔ ہمارا حسن ہماری جان کا دشمن نکلا۔
عبّاسی۔ ہاے ہاے۔ یہ تو اس مشاطہ نے سچ کہا تھا کہ حضور بادشاہون کے محل کے قابل ہین۔ اس مین تو شک ذرا بھی نہین۔ ایسا ہی ہی۔
ثریا بیگم۔ جو کچھ تھے وہ تھے۔
عبّاسی۔ اب بھاگ کے جائین گے کہان۔
ثریا بیگم۔ جدھر خدا لیجائے ذرا کیا بتاؤن کہین ٹھکانا بھی ہی
عبّاسی۔ خدا مالک ہی۔ بس اُسی پر بھروسا ہی۔

زمین و زمان مین عدو گر تو ہون	زمانہ نہین تو خدا ساتھ ہی

ثریا بیگم۔ واہ خوب خوب شعر یاد ہین تجھکو۔
عبّاسی۔ بیوی سب کچھ یاد ہی مگر اب چوکڑیان بھول گئے
ثریا بیگم۔ کہین سے لالہ خوشوقت راے کو لاؤ۔
عبّاسی۔ ہان بڑا نمکحلال بڈھا ہی۔ اسکو لانا چاہیئے
ثریا بیگم۔ کوئی ایسی تدبیر کرو کہ وہ کل صبح تک یہان آجائے
عبّاسی۔ آٹھ آنے کا صرفہ ہی پڑوس کے کلّو کو بھیجون بلا لائے
ثریا بیگم۔ اور جو تم چلی جاؤ۔
عبّاسی۔ بیوی ہم اکیلے نہ جانے کے اور نہ حضور کو تنہا چھوڑ کے جائینگے

اب سنیے کہ کلّو قوم کا گاڑیہ لوہار تھا ظاہر مین ان سے ملا تھا باطن مین دشمن جانی۔ عبّاسی نے اُسکو بلا کے کہا کہ تم جا کے لالہ خوشوقت راے کو بلا لاؤ۔ مکان کا پتا دیا اور سادگی کے سبب سے کل حالات بیان کر دیے کلّو نے کہا تم ساتھ چلو تو کیا مضائقہ ہو ورنہ اکیلا تو مین نہ جاؤنگا۔ عباسی نے ثریا بیگم سے راے لی اور آخرکار یہ راے قرار پائی کہ عبّاسی بھی ساتھ جائے۔

شام کے وقت عباسی مردانے کپڑے پہنکر کلّو کو ساتھ لیکر لالہ خوشوقت راے کی تلاش کو گئی۔

اب کلّو کی قوم کا حال سنیئے جیسا کہ ایک وقایع نگار نے بیان کیا ہی اور سننے کے قابل ہی کیونکہ اب اس شخص کا اکثر ذکر آئے گا جن وحشی اور آوارہ گرد اور بےسر کی نسبت ہندوستان کی قدیم قومون کی تحقیقات مین نے کی ہی اُن مین سے گاڑیہ لوہار

کی بھی ایک قوم ہے۔ اس قوم کے لوگ فی زمانہ ہزاروں بلکہ لاکھوں ممالک راجپوتانہ وغیرہ کے اطراف میں بود و باش رکھتے ہیں اپنے کو اصلی باشندہ چتور گڈھ کا بتاتے ہیں۔ جلال الدین محمد اکبر شاہ شہنشاہ دہلی نے جب شہر مذکور کو فتح کیا اور اس قوم کے آدمیوں کو زیر کر کے فوج کے گھوڑوں کی سائیسی کروائی تب ہی سے قوم مذکور نے آپس میں یہ عہد کر لیا ہے کہ جب تک از سر نو ہمارے راجا جی بادشاہ کو مار کر ان چیزوں کو جو شہنشاہ چتور گڈھ سے لے گئے ہیں واپس نہ لائیں تب تک ایک جگہ گھر بنا کر آباد نہوں غرضکہ اسی زمانہ سے گاڑیہ لوہاروں کا یہ طریقہ ہے کہ ایک بستی میں آباد ہو کر نہیں ٹھہرتے بلکہ آج یہاں ہیں تو کل وہاں چھوٹی چھوٹی گاڑیاں دقیانوسی بنا رکھی ہیں جن کی سیاہ لکڑیوں پر پیوندکاریاں اور پہیوں کے جوڑ توڑ اور مرمت کو دیکھکر یقین ہوتا ہے کہ یہ گاڑیاں بھی یقیناً اسی زمانے کی ہیں جبکہ جلال الدین محمد اکبر نے چتور گڈھ فتح کیا تھا یہ قوم اپنے تئیں راجپوت بتاتی ہے بولی میں ان کی اور چال چلن میں باوجود گذرنے عرصہ صدہا سال کے ذرا بھی فرق نہیں آیا۔ بہ نسبت اور قوموں آوارہ گرد کے یہ قوم نہایت جفاکش اور محنتی ہوتی ہے۔ جیٹھ اساڑھ کی دھوپ میں گانوں کے باہر بالو یا ریت میں جہاں ان کا ڈیرہ ہوتا ہے آگ کے روبرو بیٹھے ہوئے لوہا گرم کیا کرتے ہیں۔ کئی زمانے گذر گئے اور کاریگری نے بہت ترقی کی ہے یہاں تک کہ لوہے کی عمدہ عمدہ چیزیں سکل اور نہایت عمدہ سے عمدہ ولیسی لوہا بنانے لگے مگر اس قوم کے لوہار وہی دقیانوسی پھاوڑے جن کو اپنی زبان میں یہ لوگ (کستی) کہتے ہیں بناتے ہیں۔ و قس علی ہذا وہی پرانی

قسم کی دریتیاں اور کتین اور چاقو ترکاری کاٹنے کے وغیرہ وغیرہ بنا کر راجپوتانہ کے کسانوں اور نیم وحشی باشندوں میں بعوض غلہ اور روغن وغیرہ فروخت کرتے رہتے ہیں جسقدر اقوام آوارہ گرد سانسی۔ سانیٹہ۔ کنجر۔ کوچبی وغیرہ راقم کے دیکھنے میں آئے ہیں۔ ان سب میں یہ قوم ایماندار اور غریب اور محنت اور مشقت سے روٹی کما کر کھانے والی ہے بالعکس دوسری اقوام مذکور الصدر کے کہ کوئی چوری کرتی ہے جیسے کہ سانسی۔ کوچبی۔ سانیٹہ۔ کوئی جنگلوں میں مسافر کو اکیلا پا کر گلا گھونٹتی ہے۔ جیسے کہ کوچبی و سانسی۔ کوئی کھوٹا روپیہ بناتے ہیں اور بچوں کی خرید و فروخت کرتے ہیں جیسے بنجارے اقوام بنجارہ ہندو اور مسلمان دونوں ہوتے ہیں جو نہایت شریر اور اکثر ظاہرا نمک کی سوداگری اپنا پیشہ قرار دیتے ہیں اس قوم کے حالات عجیب و غریب دیکھنے میں آئے ہیں جو قوم اڈدہ سے کسیقدر ملتے ہوئے ہیں چنانچہ آئندہ کسی موقع پر علیحدہ لکھونگا گاڑیہ لوہار چونکہ چند پشتوں سے آگ کے پاس سب کے سب رہتے ہیں لہذا اسکے سب سیاہ فام ہوگئے ہیں بلکہ جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ بھی اپنے ماں باپ کی طرح سیاہ ہی پیدا ہوتا ہے ایک عیب البتہ اس قوم میں دیکھا گیا اور وہ یہ ہے کہ کبھی کبھی راستہ چلتے ہوئے کھیتوں میں سے راستہ کے کنارے کی بالیاں اور تربوز اور ککڑی چرایا کرتے ہیں اسی اثنا میں اگر مالک کھیت آپہونچا تو نہایت عجز سے اپنا قصور معاف کرا لیتے ہیں برخلاف اور اقوام کے کہ وہ مع مستورات کھیت والے کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں جیسا کہ سانسی اور کنجر اور سانیٹہ اور اڈدہ وغیرہ۔ تھوڑے ہی برس پیشتر (یعنے تخمیناً یک صد سال)

گاڑیہ لوہار اپنے دیوتا بھوسیہ اور کھیت پال کے آگے سال بھر مین
ایک مرتبہ آدمی کی قربانی کرتے تھے اور ایسا آدمی قربان
یعنی بلدان چڑھانے کے واسطے یہ قوم قوم بنجارہ سے جنکا پیشہ
بچون اور آدمیون کی خرید و فروخت کا ہی مول لیا کرتے تھے
غدر سے پہلے تک یہ رسم کہین کہین اس قوم مین پائی جاتی تھی
جیسا کہ ایک مرتبہ علاقہ بیکانیر مین خود راقم نے اپنی آنکھ سے
آدمی کو بلدان چڑھاتے ہوے دیکھا تھا کیفیت اسکی یہ ہے کہ ایام
غدر سے شاید دو برس پہلے سورپور موضع مین سب گاڑیون
کے جمع ہوئے جس مین ڈیڑھ ہزار گاڑیہ لوہار کے قریب اس
قوم کے آدمی جمع تھے اور دیوتا کھیت پال کی پرستش
وہین قرار پائی مجھے یاد ہی کہ ایام کاتک تھے اول روز سب
لوہارون نے باہم چندہ جمع کر کے میٹھی لاپسی (ایک قسم کا
خشہ گندم کا دلیہ) پکائی اور دیوتا کی منڈھی پر جو ایک گاڑی
کی جڑ مین بنی تھی چڑھا کر سب نے کھائی دوسرے روز تین بکرے
دیوتا مذکور کے روبرو ذبح کر کے سر انکے تلوار سے اڑائے
گئے اور پلاؤ پکنا شروع ہوا جب پک چکا تو چند بوڑھے لوہار
جمع ہوے اور ایک لاغر آدمی کو بہت نشہ پلا کر دیوتا کی منڈھی
کے مقابل لے آئے یہ شخص انکی قوم مین سے تھا بلکہ صاف اور
گورے رنگ کا آدمی تھا جسکی عمر تیس برس کی ہوگی
مگر یا تو نشہ شراب سے یا اور کسی عارضہ سے یہ آدمی دیوانہ
کی سی حرکتین کرتا تھا جب تک لوہارون نے مرد مذکور
کی پیشانی پر سیندور اور چانول اور تیل کا تلک لگایا
ایک تھال مین یہ سب چیزین رکھی تھین جو آتا تھا لیکر اس
مرد مجنون کے سر پر ٹیکا لگاتا تھا چارون طرف لوہارون کا
انتظام تھا کہ کوئی غیر شخص نہ آنے پائے جب دو گھنٹے اسیطرح

کامل گذر گئے تو اچانک ڈھول بجایا گیا اور سنکھ پھونکا
اور ایک جوان گاڑیہ نے پیچھے سے آکر اس مرد مجنون کے سر مین
تلوار اس زور سے ماری کہ فی الفور تن سے سر جدا ہو کر
لاش تڑپنے لگی جسقدر لوہار وہان جمع تھے نہایت خوش
ہوے اور لاش پر پانی ڈالا اور کچھ خون لیکر اس دیوتا
کھیت پال اور بھوسیہ کے منہ پر چھینٹے مارے اور چھوٹے چھوٹے
بچون کی پیشانی پر بہت سے لوہارون نے اسی خون کا قشقہ
کھینچا بعدہ فی الفور نعش کو مع سر کے ایک سفید گزی کے
کپڑے مین لپیٹ کر جنگل کی طرف لے گئے مجکو یاد نہین گاڑا
یا جلایا۔ شام کو سب نے شراب پی پی کر پلاؤ کھایا اور خوشیان
کین دوسرے روز تین چار شادیان بھی آپس مین ہوئین
شادی کی رسمین کچھ انوکھی نہ تھین بلکہ وہی ہندوؤن
کی سی رسمین تھین مگر وہان ایک بات انوکھی دیکھی یعنی اول
روز دولہا دلہن اوندھی چارپائی بچھا کر سوئے اسکا سبب
جو دریافت کیا تو یہ کہا کہ ہمارے بزرگون نے طلاق
لکھدی ہی کہ جب تک چتور گڈھ کو فتح نہ کر لین تب تک
بروز شادی سیدھی چارپائی پر نہ سوئین۔ علاوہ برین کپڑے
کا ایک موٹا کرتا بنایا تھا جس سے دلہن نے بعد نکاح کے
دولہا کو خوب مارا اور وہ بیچارہ آگے آگے بھاگتا پھرتا تھا اور
دلہن پیچھے پیچھے لڑتی چلی جاتی تھی۔ یہان عقل حیران ہی کیونکہ
یہ رسم کسی قدر باشندگان انگلستان سے ملتی ہی فرق اتنا ہی
ہی کہ انگریز بعد نکاح کے دولہا کو جوتیون سے جو نرم نرم اسی
کام کے واسطے بنی ہوئی ہوتی ہین مارتے ہین اور یہ قوم
بذریعہ دلہن خاص کپڑے کے کوڑے دولہا کو پٹواتی ہے

عبرت

وہ شستی القاب خبیث نفس بد باطن آدمی عبّاسی کو ساتھ لیکر جھٹپٹے وقت لالہ خوش وقت رائے کے بلانے کا بہانہ کر کے وہان سے چلا عبّاسی مردانہ بھیس مین تھی چُست پھنسا ہوا انگرکھا سفید - اور صاف شفاف انگرکھا اس پر ڈھیلا چغہ سر پر عمامہ صندلی - یہی معلوم ہوتا تھا سترہ اٹھارہ برس کا خوبرو گھبرو ہی - ؎

بنورس گرد گل نارستہ شمشاد	ز خوبی سرو او چون سرو آزاد

کلو پہلے تو عبّاسی پر ریجھے - ہاتھ مین ہاتھ دیکر چلنے لگے عبّاسی ایک کائیان - گو کلو کی صورت سے نفرت تھی مگر دل کی بات کا اظہار نامناسب سمجھی - اختلاط کی باتین کرنے لگی -

عبّاسی - سچ کہنا اس مردانہ بھیس مین ہم کسقدر بجوبن ہی -

کلو - جان من کوئی میرے دل سے پوچھے - ہاے میرے دل سے پوچھے -

عبّاسی - اب چپکے چپکے چلے چلو - جھوٹی باتین سُنی ہین بہت

کلو - (ہاتھ مین ٹہوکا دیکر) ہاے ستم - جھوٹی باتین - !!!

عبّاسی - اے واہ بیٹا سے پاؤن نکالے -

کلو - جان من ایک کام کرو - خوشوقت رائے سے گئے ایسی تیسی مین تم بیگم صاحب کی جمع جتھا سب لے کے نکل آؤ - ہمارے گھر پڑ جاؤ - ہم تم مزے مزے سے زندگی بسر کرین

عبّاسی - واہ تم مردون کا اعتبار کیا ہی - نامعتبر لگ -

کلو - ہم اُن لوگون مین نہین ہین -

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد	خدا پانچون انگلی کو یکسان نکرد

راوی - سعدی سے بھی بڑھ گئے - خدا پانچون انگلی کو یکسان نکرد !!!

عبّاسی - خوشوقت رائے کا مکان معلوم ہی یا نہین -

کلو - خوشوقت رائے کا مکان اور اُنکے آبا خورسند رائے کی قبر تک سے واقف ہون - وہ کون ایسا ہی جسکو مین نہین جانتا -

عبّاسی - بھلا اب مکان کتنی دور ہوگا

کلو - یہی کوئی دو کوس -

عبّاسی - اوئی سچ ؟ نہین - مار ہی ڈالا -

کلو - سواری کرایہ کر لون - گود مین لے چلون -

عبّاسی - (مسکرا کر) اِین - ایا تو گھر بٹھاتے تھے یا گود بٹھانے لگے -

کلو - (ہنسکر) بہت کہی - ایسی کہی کہ ہمارا سا سیف زبان بند ہوگیا - اب ہارے -

عبّاسی - اوئی تم ایسے گنوارون کو بند کر دینا کون بات ہی -

کلو - بجا ہی - گنوار ہین ہم -

عبّاسی لگاوٹ کی باتین کرنے لگی - تھوڑی دیر مین ایک گلی کے قریب کلو نے کہا تم ٹھہرو ہم ایک دوست کو ساتھ لے لین ابھی ابھی آئے عبّاسی نے کہا ہم تمکو نہ جانے دینگے اور جو تم نہ آئے تو ہم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

کلو - واہ - بھلا تم کو چھوڑ کر کہان جاؤنگا - جہنم کو -

عبّاسی - اچھا جاؤ خدا حافظ ہی -

تھوڑی دیر کے بعد کلو واپس آیا - کہا چلو مکان مین چلکر بیٹھو ہمارے دوست کے پاس -

عبّاسی اندر آئی دیکھا کہ ایک کشادہ احاطہ ہی صحن فراخ مکان صاف مگر خام - ادھر اُدھر کھپریل اور ایک دالان کلو کے دوست شیودین نے کہا -

شیودین - آؤ یار بے بجا ز اچھے -

عباسی - ہاں - واہ ہر جان نہ پہچان خالہ جی سلام

شیودین - واہ بڑی تیج (تیز) ہو -

عباسی - ہمی ہین پہلے اپنی صورت تو دیکھو آئینے مین -

شیودین - ہم بڑے ہی سہی - پھر آپ کو کیا -

عباسی - شکل چڑیلون کی ناز پریون کا -

ایڑی چوٹی پہ موے دلو کو قربان کرون -

شیودین - اہاہاہا - اگر گانے مین ہرج نہ ہو تو کچھ گاؤ -

عباسی - کوئی سن تو نہ لے گا -

کلّو - محلے بھر مین سناٹا ہی - تم نشان خاطر رہو -

عباسی - اچھا - مگر بے ٹھیکے کے ہم سے نہ گایا جائے گا -

محفل راجہ مین پکھراج پری آتی ہے
سارے معشوقون کی سرتاج پری آتی ہے

بایان منگوا لو کہین سے -

جسکا سایہ نہ کبھی خواب مین دیکھا ہوگا
آدمی زادون مین وہ آج پری آتی ہے

شیودین - کیو گاتی ہو - ماجگا (معاذ اللہ)

عباسی - اے واہ - یہ معاذ اللہ کا کون موقع تھا - بھنبس نہ کودی کودی گون - یہ تماشا دیکھے کون -

شیودین مثلین بہت یاد ہین بھلا پہیلی بجھوائین بوجھو گی

عباسی - ہان ضرور کہو فارسی نہ ہو -

راوی - اچھی پھبتی کہی -

شیودین نے یہ پہیلی کہی -

سکھ کارنی بنایا مندر - لون پچھوڑی وا کے اندر
اس مندر کی ریت پرانی - او ڈھے آگ بجھاوے پانی

عباسی - یہ حمام ہی -

نیچے تا مین جل بھری اوپر لاگی آگ
باجن لاگی تو ڈری نکسن لاگے ناگ

عباسی - یہ تو حقہ ہی -

بالا تھا جب سب کو بھایا - بڑا ہوا تب کام نہ آیا
بتلایا ہے وا کا ناؤن - ارتھ کہو یا چھاڑو گاؤن

عباسی - اے کوئی مشکل پہیلی کہو - یہ دیا ہی -

تن گورد کہ پسا نورد ہر بینخ رتیر - پہلے رن مین وہ لڑین پاکنام وہیں

عباسی - یہ ہم نہین جانتے -

بوجھ سنائی پہیل ایک سندر - پھول پان سب وا کے اندر
آگ لگے تب او بچے دکھ - پھول چکے تب جاوے سوکھ

عباسی - یہ ہم سمجھے ہی نہین - اہاہاہا - انار ہی -

راجہ کے گھر آئی رانی - ادھوٹ گھاٹ وہ پیوے پانی
مارے شرم کے ڈوبی جائے - ناحق چوٹ پڑ دسی کھائے

یہ تم نہ بوجھو گی گھڑیال ہی - ہم کی پہیلی سنو -

سارے جگت مین آدھا ناؤن - ارتھ کہو یا چھوڑو گاؤن

عباسی - یہ تو کھلی ہوئی پہیلی ہے ہم پہلے ہی سمجھ گئے تھے -

ایک نار جو اولٹ کھائے - جس پر تھوکے وہ مر جائے
جو کوئی اسکا ساتھی ہووے - اندھا نہین تو کانا ہووے

عباسی - بندوق ہی -

چار کان ایک سیس ہے ایک ٹانگ کی نار
شام برن ناس بھری پنڈت کرو بچار

عباسی - یہ ہم نہین سمجھے

ایک تماشا دیکھو چل - سوکھی لکڑی لاگا پھل
جو کوئی اس پھل کو کھائے - کھیت چھوڑ باہر نہین جائے

عباسی - یہ نیزہ ہی مگر خوب کہی ہی -

مارو تو مرتا نہین چھوڑو تو مر جائیے
کہین نہیلی بیر بر مردہ روٹی کھائیے

عبّاسی - مردنگ ہی - کیون کیا بوجھتے ہین -

ایک پور کہ کئی لکھ ناری
چلے پورکھ دیکھے سنسار
سب مل کرین سنگار یکبار ن
تب ترین کا ہوے سنگار

عبّاسی - (سوچ کر) خدا جانے کیا ہی -
کلّو - ہم بتا دین یہ پزاوا ہی - کیون کیا بوجھی ہی -
شیودین - اچھا یہ تو بوجھو -

ہاتھ چڑھے دس بیس کاٹے
کھا کھا ہارو نون کو بھرنی
کام پڑے پتھر کو چاٹے
نی جیتا نی باگ نہ ہرنی

عبّاسی - ناخون گیر ہی -

ایک نار جب سبھا مین آئے
جاتر جاتر وا کے یار
ساری سبھا بو چپک رہ جائے
مور کہ دیکھین منہ پسار

عبّاسی - یہ بھی ہم نہین سمجھے

ناری ایک مندر مین نامے
ناچ تھکے مندر دھر جائے
بن چھٹیا مندر گن باجے
بوجھو پنڈت دھیان لگائے

عبّاسی - نبض ہی -

سیام برن پر ہر نہین جٹا نہین ایس
سدا اکال جل مین رہے بھسم رمائے بیس

عبّاسی - ہم نہین سمجھے -

سدا او نیدی نار کس باسر دے نہین
سووے پیا سلائے پھر سووے جاگے نہیں

کلّو - یہ بھی تمھاری سمجھ مین نہ آئیگی -

سیام برن ایک نایکا جری بری ہوں جین
گلن گلن اٹھی لری کہی رہی بل مین

عبّاسی - یہ بھی پہیلی دشوار ہی - وقت سے خالی نہین

چت نر پٹ سب ناریان دونون مل ہون یار
چت رکھ پٹ سے بوجھ لے ہی کوئی بوجھنہار

پہیلیوں کے بعد کلّو نے عبّاسی سے یون تقریر کی -
کلّو - سنو عبّاسی - ہماری اور ہمارے دوست کی رائے ہی کہ تم کو اب یہان سے نہ جانے دین - اب اگر تم عقلمند ہو تو ثریا بیگم کے مال و اسباب سے ہمین اطلاع دو -
عبّاسی - بڑی دغادی کلّو - بڑی دغا دی تم نے -
کلّو - اور ہمارا کام کیا ہی - ہم یہ برسون راجپوتانہ کے ریگستان مین لوٹ مار کیا کیے ہین -
عبّاسی - مجھ بیکس بیوہ پر تو رحم کرو - مین نے کیا بگاڑا ہی -
کلّو - ہم رحم کرنا نہین جانتے - قتل کرنا خوب جانتے ہین -
عبّاسی - ہائے ہائے وہان بیوی اکیلی ہونگی یہان ہم تڑپ رہے ہین -
شیودین - اچھا تو پھر یہان رہنے مین کیا مجا کا (مضائقہ) ہی
عبّاسی - ہان (آہ سرد کھینچکر) کیا کہون -
شیودین - لالہ کو یہان بلا لائین -
عبّاسی - بڑا دھوکا دیا کہین کے نہ رہے -

اب سنیئے کہ کلّو اور شیودین چھ اور چورون کو لے کر ثریا بیگم کے ہان چوری کرنے گئے - عباسی کو اسی مکان مین چھوڑا تین مردون کے سپرد کیا - تینون شراب کے نشہ مین چور عبّاسی کی آنکھون سے آنسوؤن کا سمندر جاری تھا - اور مثل ماہی بے آب تڑپتی تھی -

ادھر کلّو اپنے ساتھی بدمعاشون کو لیکر ثریا بیگم کے مکان پر پہونچے تو چوکیدار نے ٹوکا -

چوکیدار۔ کو ہے۔ کوجات ہے۔
شیو دین۔ ہم ہین بھائی مسافر (مسافر)
چوکیدار۔ تنک ٹھہرے رہو۔
شیو دین۔ اچھا بھائی۔ سدہ جلدی جانیکا ہے۔
چوکیدار۔ چوری کرے نکسو ہو۔
کلو۔ چپ بے۔
چوکیدار۔ ارے گبرے گبرے ہو۔ دوڑ۔ ڈاکا پڑت ہے۔

اتنے مین کلو نے بڑھ کر ایک لٹھ لگایا اور ایک چور نے دوسرا رسید کیا چوکیدار تیورا کر گرا ہوا تیز چلتی تھی گبرے چوکیدار نے آواز اچھی طرح نہین سنی۔ پکارا کو ہے ہو۔

کلو۔ (آواز بنا کر) ارے کہو ہو۔
شیو دین۔ (آگے بڑھکر) بھیا ڈگر بھول گیئن۔
گبرے۔ تمہی پکارے راہو۔
شیو دین۔ ہان بھیا۔

گبرے نے راستہ بتا دیا۔ کتراکر شیو دین پھر بگھی مین جمع ہوگئے

کلو۔ بہت بچے نہین تو دھرہی لیے گئے تھے۔
شیو دین۔ اُف۔ جان بچ گئی۔
کلو۔ یہی مکان ہے اس مین ایک عورت ہوگی اکیلی۔

شیو دین نے دروازہ توڑا اندر گیا۔ دیکھا ایک لمپ روشن ہے اور ایک کوٹھری مین کنول جل رہا ہے۔ آہستہ آہستہ پلنگڑی کے قریب گیا سامنے مین کلو اور دو چور بھی آگئے۔ ثریا بیگم بیچاری مارے خوف کے دبکی پڑی تھی آنکھ کھل گئی

ثریا بیگم۔ کون ہے۔ عباسی۔ عباسی۔
راوی۔ افسوس۔ عباسی کجا
ثریا بیگم۔ یہ کون تھا اے عباسی بولو۔
کلو۔ عباسی نہین ہے۔ ہم ہین عباسی کے میان۔
ثریا بیگم۔ ارے۔ ہاے ہاے! ارے میرے اللہ۔ اب مین کیا کرون۔
کلو۔ کیا کرون! کرنا کیا ہے۔ شادی کرو۔
ثریا بیگم۔ ہاے میرے اللہ غضب ہوگیا۔
شیو دین۔ ما شاء اللہ اللہ کہو۔ خدا چپکے چپکے بولو۔
ثریا بیگم۔ آج یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔ آزاد۔ ہاے تیری بدولت اس مصیبت مین پڑے۔
شیو دین۔ چپ چپ۔ بولو نہین۔
چور۔ بتاؤ روپیہ کہان ہین۔ زیور کہان ہے۔ مال اسباب کہان ہے
شیو دین۔ سب بتا دو۔ بتاؤ نہین ماری جاؤگی۔
چور۔ نہین نہین بتا دینگی۔
شیو دین۔ بتائین تو اچھا نہ بتائین تو اچھا۔
کلو۔ جیسے اب یہ تو آنکو معلوم ہوگیا کہ چور آئے ہین اکیلی بھی گھر مین ہین اور کوئی نہین ہے تو اب اگر ہم کو بتا دینگی تو اچھا نہین تو ہم گھر بھر ڈھونڈھ مارین گے۔
ثریا بیگم۔ اختیار ہے۔ مگر میری آبرو کا خیال رکھو۔
چور۔ اس بات کا تو ذکر ہی نکرو۔ ہم چور ہین۔ بدمعاش نہین ہین خاندانی چور ہین۔
شیو دین۔ ہان اور کیا اجت (عزت) نہ جائیگی۔
کلو۔ پھر زیور تو بتاؤ۔
شیو دین۔ سنتا ہے کہ تمھارے پاس جواہر کے ڈھیر ہین
کلو۔ ہان جی یہ بڑی امیر ہین۔
ثریا بیگم۔ خاک۔ امیر جب تھے تب تھے۔
کلو۔ لے یہ یون نہ بتائین گی۔

کلو نے چارپائی سے اُٹھایا اور کہا بتا چل کے ساس ابھی بتادے جواہرات اور زیور اور روپیہ کہاں ہی کئی کوٹھریاں توڑیں کئی صندوق توڑے۔ جو کچھ جس جس ہاتھ آئی باندھی اور چلنے کا قصد کیا اتفاق بلکہ شامت اعمال سے اسقدر کلمہ بیگم کی زبان سے نکلا کہ اچھا لے جاؤ۔ ہم تم کو پہچانتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ کلو نے اس بیچاری مصیبت زدہ کے منہ پر ایک تھپڑ دیا تڑ سے۔

چور۔ او نابکار سوت کمبخت۔ بے بس عورت پر ہاتھ چلاتا ہی۔ پاجی۔ نالائق۔

کلو۔ کیا۔ کیا بکتا ہی۔

چور۔ چپ نالائق نہیں کھود کے دفن کر دونگا۔

شیودین۔ مار سر کا۔ گر بات کا ہے ہی نہیں۔

چور۔ تو بھی اسی کی طرف سے بولا۔ کیوں بے۔

شیودین۔ سیدھا آیا ہی کیا۔

اس پر شیودین نے چور پر وار کیا اور دو چار زور زور سے لگائیں۔ اس چور سے سب خلاف تھے اور چور سے شیودین کیسقدر کراہتا تھا لہذا یہ خوب پٹے اور ساتھی سب بیٹھے دیکھا کیے۔

کلو۔ چل ہمارے ساتھ (ثریا بیگم) سے

شیودین۔ ہاں لیے چلو (کمبخت ہو واہی تباہی)۔

کلو۔ چل اُٹھ ساس۔ اُٹھتی نہیں۔

ثریا بیگم۔ (ہاتھ جوڑ کر) ارے خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو میں بے قصور بیگناہ عورت ہوں رحم کرو۔

کلو۔ رحم کہاں۔ رحم ہو تو چوری کون کرے۔

شیودین۔ چل اُٹھ رات جاتی ہی۔

ثریا بیگم نے ہاتھ جوڑے پاؤں پڑی۔ عاجزی سے کہا کہ واسطے خدا کے میری عزت کے خواہاں نہ ہو مگر کلو نے ایک نہ سنی کہا اب ہم تم کو نہ چھوڑینگے۔ کسی رئیس امیر شہزادے کے ہاتھ بیچیں گے تم بھی چین کرو گی ہم بھی چین کرینگے۔ شیودین بھی کلو کا معین تھا۔ ہاں جس کے ہاتھ چاہیں فروخت کر لیں۔ کیا بات ہے خوبصورت جوان نازک اندام عورت لاکھوں کا مال ہونگے۔

ثریا بیگم۔ میرا مال لیا زیور لیا۔ اب تو قناعت کرو۔

کلو۔ قناعت کرتے تو اتنے بڑے نہ ہوتے۔

شیودین۔ اور کیا یہ تو ہمّی ہی۔

کلو۔ چلو اچھی طرح اُٹھو۔ ورنہ دھکیائی جاؤگی

ثریا بیگم۔ یا خدا میں نے کونسا جرم کیا تھا جسکے عوض میں یہ مصیبت پڑی۔

کلو۔ ہاں سوچو۔ سوچو یاد کرو۔ کچھ یاد ہی۔ کوئی گناہ یاد آتا ہی اب عمر بھر گناہ نہ کرنا سمجھیں خبردار۔

کلو نے ثریا بیگم کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور چھری نکالکر کہا سنو بیگم صاحبہ ابھی ایک چوکیدار کی گردن ناپی ہے وہ تڑپ رہا ہی تم اگر اپنی دشمن ہو تو غل مچانا۔ ورنہ ہم جتلائے دیتے ہیں کہ اگر آواز نکلی تو ہم نے فوراً چھری بھونک دی۔ ثریا بیگم نے کہا اختیار ہی۔ جو چاہو سو کرو۔

کلو۔ دیکھو خبردار رہو ہوشیار۔ بس چلو

ثریا بیگم۔ (رو کر) ہائے کیا چلوں اور کیا نہ چلوں جان عذاب میں ہی۔

شیودین۔ حلت ہی کہ ناہیں سہوں۔ دوت ہی اپنے کرم کا

کلو۔ کیا جانے کن اگلے پچھلوں کو رو رہی ہی۔

ثریا بیگم۔ آزاد۔ ہائے آزاد اسوقت ان سب کو نیچا دکھایا مگر

دلی دوست ہاے۔ اے آزاد۔ واے قسمت وانصیب

الغرض سزار خرابی ان معاشوں کے ساتھ ثریا بیگم کو اندھیری رات مین گھر چھوڑ کر جانا پڑا۔

نوشہ کا قتل ستم ہے

دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ
دل کو فگار کرتا ہے لخت جگر کا داغ
آنکھون کا نور کھوتا ہے نور نظر کا داغ
مرنا جوان بیٹے کا ہے عمر بھر کا داغ

یہ حال ابن فاطمہ کے دل سے پوچھیے
زخم جگر کے درد کو گھایل سے پوچھیے

عین تیجے کے دن شہزادہ بلند ارادہ رشک سکندر نصرت سنجر مرزا ہمایون فر بہادر خوشی خوشی محل معلیٰ مین داخل ہوے اور آتے ہی اس زور سے اپنی مادر مہربان کے گلے لپٹے کہ فرط طرب سے اشک اضطراب فروش دامن کی خبر لائے۔ شہزادی بیگم سخت حیران کہ یا خدا یہ کیا اسرار ہی یہ لال تو زمین کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ شہر بھر اپنے سامنے دفنا آیا۔ بہن مارے خوشی کے کھلکھلاتی تھی مگر مردے کو زندہ دیکھکر تھراتی تھی۔ مغلانیان پیش خدمتین مہریان سب دنگ۔ چہرے زرد۔ رنگ فق۔ کسی نے دانتون کے تلے انگلی دبائی۔ کوئی جھجک کر کونے مین جا چھپی۔ کسی نے کہا سایہ ہی۔ کوئی بولی موا بہروپیا در گور روپ بھر کر حضور کے بھیس مین آیا ہی اور ہمایون فر کھڑے ہنس رہے ہین مگر سہمے ہوے راستے مین باہر سے ان کے رشتہ دار کئی نواب زادے یہ حیرت افزا خبر سنکر دوڑ پڑے۔ دیکھا تو سہ

صورت وہی رنگ رو وہی ہی | لہجہ وہی گفتگو وہی ہے

این! یا للعجب! کل تربت عنبرین مین لٹا کر آئے آج یہان دیکھتے ہین۔ ضعیف الاعتقادون کو شک کی جگہ کامل یقین ہو گیا کہ پریت ہی۔ ایک صاحب نے ڈانٹ بتائی۔ ابے تو کون ہی۔ بول۔ کون ہی۔ ڈپٹتے جاتے ہین مگر خود پیچھے ہٹتے جاتے ہین۔ دوسرے نے آنکھین پھاڑ کر دیکھا تو دبے دانتون کہا (ذرا فرق نہین ہے)۔ خدا ہی خیر کرے۔ اللہ اللہ مردہ جی اٹھا یہ نئی بات ہی دیکھنے مین نہین آئی۔

آخرکار مرزا ہمایون فر نے ایک کرسی پر بیٹھکر کہا بہن خدا اور خدا کا رسول آگاہ ہی ہمین سب سے زیادہ رنج یہ ہی کہ تم ہمین بھول گئین یہی کہتی تھین کہ بھائی کی ہمین سب سے بڑھکر محبت ہی۔ جاؤ بس دیکھ لیا۔ اس پر ہمایون فر کی بہن نے جھپٹ کر پیشانی نورانی کا بوسا لیا اور کہا واسطے خدا کے بتاؤ تو یہ اسرار کیا ہی۔ یہ ہوا کیا تمھین کچھ خبر ہی مغلانی۔ (چٹ چٹ بلائین لیکر) حضور نام بدل ہو گیا اللہ جانتا ہی۔

شہزادہ۔ لاحول ولا قوۃ۔ آخر کچھ تو یہ ماجرا کیا ہی تم سب مجھے دیکھ دیکھکر متحیر کیون ہو۔ یہ میری سمجھ مین خود نہین آتا۔

نواب۔ (ہمایون فر کے چچازاد بھائی) واللہ (متحیر ہو کر) یا خدا خیر کیجیو۔

بڑی بیگم۔ یہ کیا اسرار ہی لوگو۔ ارے میرے لال ہاے کوئی مجھے اس وقت دھوکا دے رہا ہی ہی ہی خدا کرے خواب نہ دیکھتی ہون۔ اُف۔

جب ہمایون فر کو کل حالات معلوم ہوئے تو دل دھڑکنے لگا اور یون ہمکلام ہوئے۔ مگر خود بھی کانپتے جاتے تھے۔

ہمایون فر۔ جناب باری کی قسم جو مجھے اس معاملے کی خبر بھی ہوئی ہو ہمارے بجرے کے سامنے ایک بجرا الٹ گیا اتنا تو ہم نے دیکھا کہ جو لوگ اس پر بیٹھے تھے وہ ڈوب گئے پھر ہوا نے ایسا زور باندھا اور دریا کی اسقدر طغیانی ہوئی کہ ہمین اپنی جان کے لالے پڑ گئے دوسرے روز ہم اس فقیر کے ہان رہے۔ اب اسکو لیکر آگئے ہین۔

جب اس واقعہ ہوشربا حیرت افزا کی خبر ہوئی تو تمام شہر کے آدمی جوق جوق اُمنڈ آئے اور برنا و پیر غریب و امیر سب نے یہی خواہش ظاہر کی کہ ہمایون فر کو ایک نظر دیکھ لین۔ اُسیوقت بزم طرب آراستہ ہوئی۔ ہمایون فر کی مادر مہربان اور پیاری بہن اور اعزہ و اقربا جامے مین پھولے نہین سماتے تھے شہزادی بیگم بار بار بلاتی تھین اور پیار کر کر کے روتی تھین تمام شب جلسہ رہا شہر بھر کے آدمی جمع تھے اور ہر در و دیوار سے مسرت بارتھی کہ شہزادے نے دوبارہ زندگی پائی۔ نئی زندگی پائی۔

صاحب مجسٹریٹ ضلع نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ جو بیچارہ مصیبت کا مارا نوجوان غریق لجہ فنا ہوا وہ مرزا ہمایون فر کا ہمشکل تھا۔ معاً قبر کھدوائی گئی۔ دیکھا تو بعینہ مشابہ۔ شہزادہ ہمایون فر اس بیکس کی لاش دیکھکر سخت غمگین ہوئے۔

ایک ہفتہ تک خوب جشن رہا اندر بھی اور باہر بھی۔ وہان ڈومینون نے یہان ارباب نشاط نے خوب دھما چوکڑی مچائی۔ اسکے بعد شہزادی بیگم نے بڑی بیگم کے ہان پیغام بھیجی کہ اب جسقدر جلد ہو سکے شادی ہو جائے مجھے اب اپنی زندگی کا بالکل بھروسا نہین ہے اور دلی آرزو ہے کہ میرے سامنے ہی ہمایون فر کا نکاح ہو تاکہ بہو کو اپنی آنکھون دیکھ لون بڑی بیگم نے منظور کر لیا اور ایک تاریخ سعید بہتر از عید اس تقریب فرح کے لیے مقرر ہوئی شہزادہ ہمایون فر کی برات کے اہتمام مین شہزادی بیگم نے ہزار روپیہ صرف کیا۔ جب شاہانہ کر و فر سے برات چلی تو تمام شہر کے باشندے فرط مسرت سے جامے مین نہین سماتے تھے۔

وہ زیب و زین زین کے وہ ساز کا پھبن
زیور سے جیسے ہوتی ہے آراستہ دلھن
چشم سیاہ دیدۂ آہو پہ طعنہ زن۔
سرعت یہ تھی کہ بھولتے تھے چوکڑی ہرن
فوق اس کو تھا ہمارے سعادت نشان پر
سم تھے زمین پر تو دماغ آسمان پر

جس نے اس سمند فلک سیر کو دیکھا پری کا جھمکڑا انظر آیا جھوم جھوم کے جاتا تھا۔ ایک ہی رفتار مین کبھک و طاؤس کا چلن دکھاتا تھا۔ راکب سلیمان فر۔ مرکب ضرغام بر۔ فرس دلھن کی طرح سجا ہوا فرس نوشہ بنا ہوا نقیب دور باش و ادب کی صدا بلند کرتے تھے شہزادے کے احباب بذلہ سنج اُن کو دیکھکر مسکراتے تھے اور حضرت مارے خوشی کے جامے مین پھولے نہین سماتے تھے۔

جس طرف برات اس کر و فر اور دبدبہ و طنطنہ کے ساتھ جاتی تھی تماشائی دعا مانگتے تھے۔ یا الٰہی جوڑی برقرار رہے۔ دولھا دلھن عیش سے زندگی بسر کرین۔ جوانی کے لطف اُٹھائین۔ ایک بولا بس جوڑی ہو تو ایسی دولھا غنچہ دہن دلھن گلبدن۔ دولھا صبح چہرہ دلھن غیرت قمر۔ دوسرے نے کہا اُٹھتی جوانی ہے سبزہ بر وہ ہے رشک یوسف رو دکش حور ہے یا کہدا ہے خدا رہے ساتھ مین میان محمد عسکری بھی جو گوشہ ٹوپی بنا کر کے سر جانے شربتی کا انگرکھا پھڑکاتے ہوئے آئے سان سے اور

ایک جوان رعنا سے باتین ہونے لگین۔
جوان۔ کیون حضرت یہ کون بزرگوار ہین جنکی شادی ہی۔
صاحبزادہ چشم بد دور وجیہ ہی۔ اللہم زد فزد
محمد عسکری۔ حضرت شہزادے ہین شہزادہ مرزا ہمایون فر بہادر
جوان۔ کیسے تنے ہوے بیٹھے ہین اور کیون نہ شہزادے ہین

بالاے سرش ز ہوشمندی	مے تافت ستارۂ بلندی

بھلا نسبت کہان ہوئی ہی؟ وہ بھی کوئی شہزادی ہونگی۔
محمد عسکری۔ جی ہان۔ بڑی بیگم کا آپ نے نام سُنا ہوگا
اُن کی پوتی کے ساتھ نسبت ہوئی ہی وہ بھی مالدار ہین
جوان۔ خدا کرے دولھن بھی پری ہو۔ ورنہ چاند کو گہن لگیگا
محمد عسکری۔ انتہا کی حسین و زہرہ جبین ہی۔ شوخ طرار برق وش طناز۔ ایک روز مین نے بالکل سادگی کی حالت مین دیکھا تھا اسی وقت حمام کرکے سفید کپڑے پہن کر باہر آئی تھین۔ واللہ بغیر زیور کے وہ جوبن تھا کہ بس کیا کہون۔ ایسی پری پیکر عورت تو دیکھنے مین نہین آئی سع

زیور ہی سادگی تیرے رخسار کے لیے

خاتون خوب سیرت و پاکیزہ روے ما
نقش و نگار خاتم فیروزہ گو مباش

جوان۔ اس وقت طبیعت کمال مسرور ہوئی۔ حسین مرد کو اگر حسین بیوی نہ ملے تو ستم ہی اگر بیوی خوبصورت ہے اور میان بدقطع تو بھی غضب لطف تو تب ہی ہو کہ چاند سورج کی جوڑی ہو۔ بیوی پاکیزہ پیکر میان رشک قمر۔ واللہ ان دونون کی خوب گزریگی۔
محمد عسکری۔ مین نے اس محبوب دلفریب کو دیکھا ہے۔ ہاے ہاے اک تیر سا اسوقت کلیجے کے پار ہوگیا۔ واللہ وہ چشم کرشمہ ساز و شعبدہ باز۔ ہاے ہاے (آہ سرد بھرکر) ظالم مظلوم نما۔ بیلنہ کش۔ فتنہ زا۔ مگر۔ (آہ سرد کھینچ کر)۔

ز ہیچ یار مرا چشم آشنائی نیست	شکستہ جانم و امید مومیائی نیست

دل باختہ ہون۔ حضرت عشق کا ساختہ و پرداختہ ہون۔ مجھے وہ دن خوب یاد ہی جب میرے سامنے ناز و انداز برنائی سے تمکن ہوئی۔ اور نظر پڑتے ہی طرارہ بھر کے نظرون سے غائب ہوگئی۔ چون بیاد ہوش از دماغ ما برفت و چون نشست فغان از نہاد ما برخاست۔

شمع دل عشاقان نشست چو او برخاست
افغان ز نظر بازان برخاست چو او بنشست

جوان۔ حضور کا نام شریف۔ اسی شہر مین دولتخانہ ہی۔
محمد عسکری۔ خاکسار کو محمد عسکری کہتے ہین۔ غریب خانہ یہان سے تھوڑے فاصلے پر ہی۔ مگر ننھیال یہان ہی ہی
جوان۔ (دبے دانتون) حضور کی شادی تو ہوگئی ہوگی غالباً۔ ہر گز نہ
محمد عسکری۔ (ٹھنڈی سانس بھرکر) جی نہین بندہ پرور اسی مہ جبین کے ناز کا کشتہ ہون۔ ابتک عمداً اور قصداً شادی نہین کی مگر درد دل کی دوا نہ ملی۔ اور آج تو دل ٹوٹ ہی گیا۔ پارہ پارہ ہوگیا سع

ندانستم کہ چندین خار خواہد رفت در پایم
شکستم بے سبب در خرقۂ تن سوزن دل را

ادھر یہ باتین ہو ہی رہی تھین اُدھر اشہب عقاب ہیبت فرط مستی سے جھومتا تھا اور اقبال رکاب کو بار بار چومتا تھا ایک مرتبہ چرخی کی آواز سے شبدیز آہیختہ گوش کسیقدر بھڑکا تو شہزادے نے چمکار کر سنبھال لیا۔ ہر سمت نور کا عالم تھا روز روشن

اس شب نورانی کو فرق تھا

ہر نخل پر ضیائے سر کوہ طور تھی
گویا فلک سے بارش باران نور تھی

مرزا ہمایون فر کی مادر مہربان شہزادی بیگم اور اُن کی دونون مہ پارہ بہنین اور صدہا شہزادیان اور بیگمین اور مخدرات عصمت سمات چھروکون اور دریچون سے برات کا جلوس خسروانہ اور احتشام شاہانہ دیکھتی تھین وفور طرب سے ماں بہنون کی آنکھین اشکبار تھین شہزادی بیگم کے دل پر اس وقت ایک عجیب طرح کا اثر ہوتا تھا جب نوشاہ کا گلگون خوشخرام سجا سجایا اٹکھیلیان کرتا سامنے سے نکلا اور انھون نے دیکھا کہ ان کا لخت جگر نور بصر ہونہار لڑکا شان اور آن بان کے ساتھ سمند ختلی خرام کی زرین لگام لیے ہوئے متمکن ہے تو آنکھون سے آنسو نکل پڑے بجز مسرت اس درجہ جوش زن تھا یہ نہ سمجھو کہ رونے کا باعث رنج و محن تھا ہمایون فر نے سہرا دست چپ سے ہٹا کر اوپر کی طرف دیکھا تو بہنین مسکرائین اور انکی بھاوج نے فرط ابتہاج سے دریچہ کو کھول کر ہمایون فر سے بے نقاب بے تکلف نظر ڈالی شہزادی بیگم نے کہا یا باری تعالیٰ مین گنہگار لونڈی کس زبان سے تیرا شکریہ ادا کرون ـ ہائے ابھی دو دن کی بات ہے کیا سامان تھا اور اب تیری کریمی کی بدولت یہ کیا ہو رہا ہے ـــ

یہ شہزادی تمام عمر مین کبھی اسقدر خوش نہین ہوئی تھین سچ ہے

ماں باپ کی آسایش و راحت ہے پسر سے
ظلمت مین بھی جینے کی حلاوت ہے پسر سے
خون جسم مین آنکھون مین بصارت ہے پسر سے
ایام ضعیفی مین بھی طاقت ہے پسر سے
آرام جگر قوت دل راحت جان ہے
پیری مین یہ طاقت ہے کہ فرزند جوان ہے
یہ وہ ہے عصا پیر جوان رہتا ہے جس سے
یہ وہ ہے نگین نام و نشان رہتا ہے جس سے
وہ شمع ہے پر نور مکان رہتا ہے جس سے
وہ دُر ہے کہ ذی رشتہ جان رہتا ہے جس سے
کھوتے نہین یہ مال زر و مال کے بدلے
موتی بھی لٹا دیتے ہین اس لال کے بدلے

برات آگے بڑھی تو ایک صندلی پوش فقیر بھیڑ کو کاٹ کے ہمایون فر کی طرف جھپٹا اور لوگون نے (لینا لینا) کی آواز بلند کی قریب تھا کہ ہمایون فر کے گھوڑے تک پہونچے مگر شہزادے نے کہ فن شہسواری مین طاق تھے ایسا اشارہ بتایا کہ رخش خوش سلیقہ چارون تیلیان جھاڑ کر دس قدم پرے ہو گیا اس مین ایک آدمی کچل گیا مگر کسی کی جان نہین گئی ـ لوگون نے اس درویش کو گرفتار کر لیا ـ دیکھا تو اس کی کمر مین ایک خنجر پایا گیا ـ اتنے مین پولیس انسپکٹر اور برق اندازون نے درویش کو گھیر لیا اور شہزادے کے دس جان نثار اور جرار سپاہی گھوڑے کے اِرد گرد کھڑے ہو گئے کہ مبادا کوئی اور گل کھلے بڑا اہتمام بلیغ کیا گیا کہ شہزادے کو حملے سے محفوظ رکھین ـ درویش نے بآواز بلند یہ شعر پڑھا

ماں باپ سے جدا کوئی گل پیرہن نہ ہو
پھولا پھلا اجاڑ کسی کا چمن نہ ہو

انسپکٹر ـ سائین یہ تمھین سو آفت کیا سوجھی تم اور ایسی نالائق حرکت

درویش ـ بچہ سوچکر بات کرو ـ درویش سے کون نالائق حرکت سرزد ہوئی سدھ بھی تو ہے فقیر جینوا نے کیا کیا کچھ نہین کیا

انسپکٹر ۔ یہ تم اس وقت نوشہ پر کیا بکو کے جھپٹے تھے اور تمھارے پاس یہ خنجر کیسا ہی ۔ اور تمھاری کیا نیت تھی ۔ چودہ برس کے لیے بھیجے جاؤگے ۔

درویش ۔ بھلا کبھی خنجر نہیں بھی ہوتا ہی ۔ یہ تو ہمارا پرانا دوست ہی اب باقی رہی یہ بات کہ جھپٹے کیون تھے ۔ مجھ پر زمین جو اسوقت یہ تزک و احتشام اور جاہ و تجمل دیکھا تو خدا جانے کیا یاد آیا ۔ ایک وہ دن تھا کہ مرزا ہمایون فر کا تابوت جاتا تھا اور آج اُن کی برات جاتی ہی ۔ ایک وہ دن تھا کہ قبرستان کی طرف جاتے تھے اور ایک آج کا دن ہی کہ دلھن کے گھر جاتے ہین ۔ ایک وہ دن تھا کہ ہاے ہاے کا کہرام مچا ہوا تھا ۔

برسینہ و سر دست زنان ہر فتنہ | پیش تابوت او چہ برنا و چہ پیر

اور آج مبارکباد کی آواز گونج رہی ہی ۔

ای شہ ہند بہر لہ مبارک باشد | بجہانبانی دلخواہ مبارک باشد
حشمت و مرتبہ جاہ مبارک باشد | الثغات اسد اللہ مبارک باشد

فصل و رنگ ہوا و ارسگاری عید | نوشروح لطیف و بدن پاک لطیف
مدہ سال اقبال و بدولت یارب | مدام محمد مختار ہمایون بادا

ہر مراد تو بود و سیر ہمہ سیارات
روز خورشید شود و ماہ مبارک باشد

ایک روز وہ دن تھا کہ شہزادی بیگم اپنے بچے کو یاد کر کے زار زار روتی تھین اور ایک یہ دن ہی کہ خوشی کے شادیانے بج رہے ہین مگر آج کے حشم و جاہ کو دیکھکر میرے دل پر خراب اثر ہوا

ادبار کا کھٹکا حشم و جاہ مین ہے
بھاگو بھاگو کہ خوف اس راہ مین ہے
جاگو جاگو یہ خواب غفلت کب تک
دیکھو دیکھو اجل کمین گاہ مین ہے

اجل ! اجل ! ! اجل ! ! ! ادھر اجل اُدھر اجل ! ! !
گھڑی دو مین مرلیا باجے گی ۔ گھڑی دو مین مرلیا باجے گی ہاے ۔ درویش کی اس تقریر سے سب کو سخت حیرت ہوئی پُرانے فیشن کے ضعیف الاعتقاد آدمی کانپ اُٹھے کہ خدا ہی خیر کرے مگر نئی روشنی والے نوجوانون نے درویش کو صلواتین سنائین اس عرصے مین باجا بجنا موقوف ہو گیا تھا حکم دیا تھا کہ باجا بجے اور برات بجے انسپکٹر نے درویش کو کوتوالی بھیجا اور ادھر برات چلی ۔ درویش نے بڑھکر یہ رباعی پڑھی ۔

انجام بخیر انتہا بگڑی ہے | گھر گر نہ پڑے کہین بنا بگڑی ہی
کشتی سے انیس ہم کنارے ہو جائین | اُلٹا دریا بہا ہوا بگڑی ہی

شہزادہ ۔ اس سے پوچھو تو آخر یہ کیا کہتا ہی ۔ اسکا منشا کیا ہی

دوست ۔ اجی جانے بھی دو کس پاگل کے منہ لگتے ہو ۔ بکنے دو

انسپکٹر ۔ حضور یہ مجذوب ہی ۔ دن بھر یہی بکا کرتا ہی کسی کے حق مین کلمۂ خیر آج تک نہ کہا ۔ حضور اسکا خیال نہ کرین سڑی ہی ۔

شہزادہ ۔ اجی نہین ۔ لاحول ولا قوت یہ کیا بات ہی ہم اور خیال ! ۔

دوست ۔ نوشہ بنے ہو ۔ باتین نہ کرو ۔ اس وقت تو ہم بزرگون کا کہنا مانو ۔

برات چکر کھاتی ہوئی چلی ۔ بڑی دور تک تانتا لگا ہوا تھا ۔ صدہا رؤسا و عمائد ہمراہ تھے ۔ پیچھے پیچھے شہدے غل مچاتے تھے ہاتھیون سے خدمتگار روپیہ اور اشرفیان لٹاتے تھے

ہمایون فر کے ایک دوست نے اُنکے صبا رفتار گھوڑے کے قریب جاکر کہا واللہ اسوقت تو نوشہ ہی معلوم ہوتے ہو اور اسمین تعجب ہی کیا ہی شہزادے ہو کہ ایسے ویسے دوسرے نے آہستہ سے کہا جین کا عنا ہی صدہا سختیان اٹھائین مصیبتین

حیلین جیب جاکے یہ دن دیکھا۔ اف خداوندا۔ واللہ وہ دن مجھکو یاد ہی۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک شخص نے پھیر کاٹ کر مرزا ہمایون فر بہادر پر تلوار کا تلا ہوا ہاتھ چھوڑا تو پشت توسن سے شہزادہ ثریا جاہ۔ لا الہ کہکر زمین پر آ رہے اور ساری برات مین کہرام مچ گیا۔ صدہا آدمی دوڑ پڑے ہاے کیا غضب ہو گیا ؎

افسوس زمانے کا عجب طور ہوا ہی
کیون چرخ کہن آہ نیا دور ہوا ہی
بس یان سے کہین اور چلو جلد انیس
اب یان کی زمین اور فلک اور ہوا ہی

ماں صدقے۔ بیٹا ذری آنکھیں تو کھولو

گودی لا ہی کبھی ماں کی کبھی قبر کا آغوش
گل پیرہن اکثر نظر آئے ہین کفن پوش
سرگرم سخن ہی کبھی انسان کبھی خاموش
گہ تخت ہی اور گاہ جنازہ بسر دوش
اک طور پہ دیکھا نہ جوان کو نہ مسن کو
شب کو تو چھپر کھٹ مین ہین تابوت مین دن کو

سمند طاؤس جلوہ کی پشت سے نوشہ کا گرنا ستم تھا کچھ لوگ سمجھے کہ شبدیز کی چھل بل کے سبب سے ران پٹری نہ جم سکی کسی کا ماتھا ٹھنکا کہ چھلاوا ہی کوئی بولا ہاے کسی بے رحم موذی کافر نے جادو کر دیا۔ مگر جن معدودے چند نے قاتل سفاک کے خنجر خون آشام کی چمک دیکھی تھی۔ وہ بے اختیار رونے لگے قریب گئے تو دیکھا کہ اس گل اندام کے جسم نورانی سے خون کے فوارے چھوٹ رہے ہین۔ گرتے ہی معاً اٹھایا تو بیہوش پایا۔ دوست احباب دوڑ پڑے برات مین کہرام مچ گیا باجے کے عوض بین تھا۔ چھچھون اور نقلون کے عوض شور و شین تھا۔ نشان کے ہاتھی کے ساتھ مرزا ہمایون فر کا چھوٹا بھائی خوش خوش مصروف انتظام تھا یہ خبر سنتے ہی دھک سے رہ گیا چند خدام دم دلاسا دیتے ہوئے لائے تو بھائی کی لاش دیکھکر تیورا کر گرا۔

اتنے مین صاحب سول سرجن اور انسپکٹر جنرل بہادر اور کئی اسسٹنٹ سرجن اور آٹھ دس اطبا ے یونانی آئے مگر وہان کیا تھا۔ شہباز اجل مرغ روح کا شکار کر چکا تھا۔ نہنگ بحر آشام مرگ نے ماہی جان کو نوالہ بنایا تھا۔ رؤسا اور عمائد ادھر ادھر کھڑے منہ تکتے تھے اکثر آدمی آپس مین باتین کرنے لگے یہ حسرت اور حیرت کا تماشا ایک۔ ہاے قیامت تو یہ ہی کہ عین دولھا اور نوشہ پن کی حالت مین یہ سانحہ ناشنیدنی واقع ہوا۔ یہ سہرا بندھا ہی اور یہ سر زمین پر پڑا ہی ہاے ہاے۔ دہنے ہاتھ کی ایک پور مین مہندی رچی ہی —

جسدن کہ فراق روح و تن مین ہوگا
مشکل آنا اِس انجمن مین ہوگا
نازاں نہو رخت نو پہن کر غافل
اک روز یہی جسم کفن مین ہوگا

دوسرا۔ شہزادی بیگم کے قلب پر کیسی گذری ہوگی۔ افوہ۔ توبہ توبہ تیسرا ساور سپہر آرا سین کی تو انکا کیا حال ہوگا۔ خداوندا یہ بڑی بری ہوئی۔ ہاے یہ کیا ہوا۔ ہمایون فر بیچارے اور ایسی موت مرے۔ یا خدا آج تو محفوظ رکھا ہوتا۔ یا خدا دولھا دولھن کی صورت تو دیکھ لیتے۔ ادھر برات باد بہاری کی طرح جا رہی تھی اور ادھر حریف اپنی گھات مین تھا ع

مچھلی کو کیا خبر تھی کہ پانی مین شست ہی

ٹھٹ کے ٹھٹ جمع ہو گئے۔ تمام شہر کے آدمی مثل طوفان امنڈ آئے تل رکھنے کی جگہ نہین تھی چھتین پھٹی پڑتی تھین جس نے سنا دوڑ پڑا۔ اور دم کے دم مین یہ خبر وحشت اثر شہر بھر مین مشتہر ہو گئی کہ ہمارے ملک کے شہزادے مرزا ہمایون فر کو ایک سفاک خونخوار اور جفاکار نے قتل کر ڈالا۔ ابھی ہاتھی جھومتے ہوئے جاتے تھے گنگا جمنی ہودے اور جھولین شان و حشم کو دوبالا کرتی تھین سمند چھل بل کرتے طرارے بھرتے آتے تھے پشنائی والے وہ لطف دکھاتے تھے کہ نانجھ تک کو وجد مین لاتے تھے اور اب سناٹا پڑا ہی ڈنکے پر چوب لگتی تھی نقیب ادب کے ساتھ صدا بلند کرتے تھے مگر اب بکا و بین ہی ماتم ہو رہا ہے۔

آج مرا پیر مغان کیا ہوا ۔۔۔ کل جو بندھا تھا وہ سمان کیا ہوا
ساقی و مطرب نظر آتے نہین ۔۔۔ جا کے چھپے ہین کدھر آتے نہین
قلقل مینا ہے نہ چنگ و رباب ۔۔۔ ناک مین آتی نہین بوے کباب
کیا ہی برستی ہے بیابان بیکسی ۔۔۔ میکدہ اور ایک جہان بیکسی

اب سنیے کہ شہزادی بیگم اور ان کی بیٹیون کو جو خبر ہوئی تو کلیجہ منہ کو آیا شہزادی بیگم اپنے پیارے اور جوان لڑکے کے زخمی ہونے کا حال سنکر رو دین۔ جلو سرا اس کثرت سے کہ انکی غشین بہت دور تھین ابھی تک یہ خبر نہ تھی کہ چراغ ہستی گل ہو گیا۔ صرف یہی سنا تھا کہ زخم لگا ہے تاب کہا کہ خود نہ دیکھین معاً غش بڑھ ہوائی سنوامون کو ساتھ لیا اور روتی ہوئی چلین۔ جب لاش کے قریب پہونچین تو لوگون کے دل بھر آئے اور اکثر رقیق القلب آدمی وہان سے ہٹ گئے کیونکہ ان سے یہ ماتم دیکھا نہ جاتا جب شہزادے کی نعش کے پاس پہونچی تو شہزادی بیگم نے ہمایون فر کہکر پردہ اٹھایا۔ ہائے ستم وائے ستم۔ بس پیٹنا شروع کیا۔ ہائے لوگو یہ کون ہے۔ ارے لوگو یہ کیا ہوا۔ مان صدقے بیٹا ذرا آنکھین تو کھولو (بلائین لیکر) بیٹا اٹھو برات بھی کھڑی ہے۔ ہائے ہائے برات کو چھوڑ کر کہین دولہا ایسا کرتا ہے (پھر بلائین لیکر) میرے شہزادے میرے گلبدن شہزادے۔ تیری مان رانڈ بیوہ تیرے سرہانے کھڑی ہے۔ اٹھو پیارے۔ امان کے مرنے کی قسم ہائے بیٹا لٹ گئی۔ ارے میرا بھرا گھر لٹ گیا۔ مین واری ذرا آنکھ تو کھولو۔ میرے پانون تلے سے مٹی پہلے ہی نکل گئی تھی۔ جب تیرے زخمی ہونے کی خبر سنی تھی۔

دنیا مجھے اندھیر ہے اس غم کی خبر سے
شعلون کی طرح آہ نکلتی ہے جگر سے
دامن پہ ٹپکتا ہے لہو دیدۂ تر سے
بس آج سفر کر گئی شادی مرے گھر سے

تیرے باپ مرتے وقت مجھے تیرے سپرد کر گئے تھے۔ تم یاد ہے۔ ہائے ہائے۔ تو بھی چھوڑ چلا۔ بس آج سے کسی جنگل مین جا کے رہون گی۔ دن رات یہی دعا مانگا کرون گی کہ میرے خدا بحق آل رسول میرے بچے کو جنت مین جگہ دے میرا معصوم بچہ مجھسے جدا ہوا ہے۔ خوب روؤن گی۔

دل اور کسی شغل مین مصروف نہ ہوگا
بس آج سے رونا مرا موقوف نہ ہوگا

انوہ۔ لوگو۔ ہائے۔ ارے بیٹا دغا دے چلے ذرا آنکھ تو کھولو۔ ہائے۔ ابھی تک ہمایون فر کی بہنون کو اس سانحہ جگر دوز کی اطلاع نہین دی گئی وہ دونون پریان جناب باری سے دعا مانگتی تھین کہ یا اللہ شہزادہ اس قابل ہو جائے کہ

براتِ اُلٹی واپس نہ آئے۔ اور یہ خبر ہی نہ تھی کہ بھرا گھر لٹ گیا۔ کس کی برات۔ کہاں کا نوشہ۔ وہاں ماتم ہو رہا ہے ایک بہن کا نام مہ لقا بیگم تھا دوسری کا خورشید لقا بیگم

مہ لقا۔ باجی جان اللہ سے دعا مانگو کہ بھائی اسوقت گھوڑے پر سوار ہو گئے ہوں۔

راوی۔ ہائے ہائے اب تھوڑی دیر میں تابوت کی سواری ہوگی

خورشید لقا۔ مسجد میں آج گھی کے چراغ جلائیں۔ ہائے میرے مولا مشکلکشا مشکلکشائی کرو۔ یوں اچھے ہونے کو تو اچھے ہو دین ہی گے مگر آج برات کا تتر بتر ہونا کھلتا ہے اللہ اپنا فضل کرے مگر بہن باجے کی آواز نہیں آتی۔ (پردہ اٹھا کر)

راوی۔ ہائے ستم۔ باجے کی آواز! باجے کی آواز کجا۔ اب ماتم کی آواز آئیگی یا باجے کی۔ اور یہ فقرہ کسقدر ستم ڈھاتا ہے دیوں اچھے ہونے کو تو اچھے ہو دین ہی گے مگر آج برات کا تتر بتر ہونا کھلتا ہے۔ خورشید لقا بیگم بیچاری کو شک کی جگہ یقین تھا کہ اچھے تو ضرور ہوں گے۔ نہ اچھا ہونا کیا معنی مگر دلی خواہش یہی تھی کہ آج برات منتشر نہو۔ برات ضرور چلے ہائے ہائے ایک بہن دعا مانگتی تھی کہ اس وقت گھوڑے پر سوار ہو گئے ہوں دوسری کہتی تھی کہ برات پریشان نہونے پائے اور ادھر اُن کی مصیبت زدہ ماں اپنے بچے کی نعش کے پاس بکا کر رہی تھیں اور شہزادہ خاموش سو رہا تھا۔

	خاموشی میں یاں لذت گویائی ہے آنکھیں جو ہیں عین بینائی ہے	
	نے دوست کا جھگڑا ہے نہ دشمن کا فساد مرقد بھی عجب گوشۂ تنہائی ہے	

مہ لقا۔ سنی مغلانی۔ ذری کسی سے پوچھو تو۔ کہو اماں جان ابھی تک نہیں لوٹیں خیر تو ہے۔ دو تین آدمی پی در پی دوڑا دو مگر جلدی۔

خورشید لقا۔ حکم دو کہ فوراً جائیں اور فوراً آئیں اور ابھی ابھی اماں جان کو واپس لائیں۔ وہ اب وہاں کیا کرتی ہونگی۔

راوی۔ بے اختیار رونا آتا ہے اس بیخبری کو دیکھیے کہ (فوراً آئیں) وہ برات ہے کہاں۔ وہاں لاش پڑی ہے۔

خورشید لقا۔ یا اللہ کیسی خوشی میں کیسا رنج دیا بھائی شادی کا بھی غم

مہ لقا۔ جب شادی دیکھنے کا مُنہ بھی ہو۔ خدا کرے اب دولھن کے دروازے پر پہونچ گئے ہوں۔ اور باجا بج رہا ہے

راوی۔ ہونہو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ قیامت بپا ہو گئی!!!

مہ لقا۔ خواصوں سے دریافت کرو مہری کہ کوئی آدمی دوڑایا

مہری۔ اے حضور لونڈی تو خود کہنے گئی تھی ایک رونا گیا ہے اور دو چوبدار دوڑتے گئے ہیں اور خدا جانے کون کون گیا اب ڈیوڑھی پر بس دو آدمی ہیں اور سب ملا کے کوئی دس بارہ آدمی سے زیادہ نہ ہوں گے۔

مہ لقا۔ اماں جان خوشی خوشی آئیں تو اسی دم گھی کے چراغ جلائیں۔

راوی۔ گھی کے چراغ اور یہ معلوم ہی نہیں کہ انکے گھر کا چراغ ہی گل ہو گیا بازار میں دو دو دیہ آدمی کثرت سے منتظر کھڑے تھے کہ برات دیکھ لیں اُن سبکے دلوں پر مایوسی چھا گئی کہیں دولھا کے حسن و جمال کی تعریف ہوتی تھی۔ کہیں جاہ و جلال کی ایک نے کہا بھائی اپنے وقت کا حاتم بڑا خرچنے والا تھا دوسرا بولا اس شہر میں تو اندھیرے گھر کا اجالا تھا جیسی سیرت ایسی صورت

کہیے نہ تو اس کو تو ابرو نہیں اُسمیں	
	مہتاب کہیں رخ کو تو گیسو نہیں اُسمیں

ہو اک گل خورشید تو خوشبو نہین اُس مین
آنکھین نہین پلکین نہین ابرو نہین اُس مین
بو ہر گل تر مین یہ خط و خال کہان ہے
قد سرو کا موزون ہی تو وہ چال کہان ہے
آنکھون کو تو دیکھو کہ عجب جلوہ گری ہے
یان دیدۂ نرگس کا بھی مضمون نظری ہے
حلقے مین سواد شب دیجور بھری ہے
یہ چشم مین تپلی ہے کہ شیشے مین پری ہے
یہ شام و سحر حور و ملک نے نہین دیکھی
آنکھ ایسی کبھی چشم فلک نے نہین دیکھی

مگر رہے نام اللہ کا۔ اللہ باقی من کل فانی ۔ اس اجل کمبخت سے ایک کی نہین چلنے پاتی کیسے کیسے گلبدن اسکی بدولت کفن پوش ہوے خدا جانے مرنے کے بعد کیا ہوتا ہی

کس نہ آمد ازان جہان کہ تا پرسم ازو
کاحوال مسافران عالم چون شد

اس پر انگریزی خوان نے آگے بڑھکر کہا یہ سب بیہودہ خیالات ہین مرنے کے بعد کچھ بھی نہین ہوتا ہر ذی روح کے جسم مین دو بڑی طاقتین ہین ایک کو انگریزی مین کیمیائی طاقت کہتے ہین دوسری کو وائٹل یعنی وہ جس پر زندگی کا دار و مدار ہی۔ کیمیائی طاقت کا میلان رہتا ہی کہ کل اجزا کو اُن کے اصلی اجزا سے ملادے لیکن دوسری قوت اسکو اس سے باز رکھتی ہی جب قوت عوارض اور ضعف کے سبب سے زائل ہو گئی تو دوسری قوت اُسپر غالب آجاتی ہی اور وہ کیمیائی قوت کل عناصر کو اپنی اصل سے لا دیتی ہی۔ اسی کا نام موت ہی بس اور کچھ بھی نہین

مولوی سبحان اللہ آپ نے اچھا فیصلہ کیا جھگڑا ہی پاک کر دیا بہشت دوزخ جزا سزا کسی سے واسطہ نہین رکھا

شیخ۔ تو آپکے نزدیک بعد مرگ کچھ بھی نہین ہوتا ہی اور یہ روح کیا شے ہی۔ آخر بعد مرگ روح کہان جاتی ہی۔

انگریزی خوان ۔ روح بھی مثل عنقا کے ایک ہی چیز ہی مگر اصل مین کچھ بھی نہین۔ بس نام ہی نام ہی روح۔ روح

مولوی ۔ ہندو مسلمان عیسائی یہودی پارسی بودھ سب مذہبون مین روح کو مانتے ہین۔ آپ کا مذہب ان سب مذہبون سے نرالا ہی کہ روح ہی کو نہین مانتے۔ تو پھر حضور خدا کو کاہے کو مانتے ہونگے۔

انگریزی خوان ۔ سبحان ہماری رائے تو یہی ہی روح کو نہین مانتے

مولوی ۔ خدا آپکو راہ راست پر لائے آپ بالکل گمراہ ہین

جس نے سنا کہنے لگا کہ ہاے یہ کیا ہو گیا۔ بہار جوانی پر خزان اجل نے عمل کیا خرمن عیش پر غم کی برق جہندہ گری

سبزہ رخ گلگون پہ نکلنے نہین پایا
نخل قد ابھی پھولنے پھلنے نہین پایا
چہرے سے عیان ہی کہ جوانی مین بھی کم ہین
دو سال ابھی عشرۂ ثانی مین بھی کم ہین

اٹھارہ انیس برس کا سن اور یہ مصیبت پڑی ۔ مان ضعیف مصیبت زدہ بھائی خرد سال خود نو عمر اور اس درجہ صاحب حسن و جمال ۔

آغاز ہی سبزہ اُنہین اٹھاروان ہی سال
کس فصل مین اس گل کو خزان کرتی ہی پامال
اک نور مجسم ہی کہ ہی حشمت و اجلال
خورشید پہ نقطے ہین کہ رخسارون پہ ہین خال

سیارے ہوں اسپند جو سارے تو بجا ہی
تاروں کو فلک اُن پہ اُتارے تو بجا ہی

روشنا نے مہری کو اندر سے بلوایا۔ کان میں کہا کہ مہری غضب ہوگیا۔ ہائے ہمارے شہزادے گذر گئے۔ یہ ڈیوڑھی کا حال ہی۔

مہری۔ (ارے) ہائے ہی لوگو۔

روشنا۔ چپ چپ چپ۔ بوا مت۔ حکم ہی کہ ڈیوڑھی پر اطلاع نہ دو۔ چپکے سے مہری یا مغلانی سے کہدو۔ اور جعفری بیگم سے کہہ دو کہ سب کو دلاسا دیں۔ مگر ابھی کچھ ذکر نہ کریں

مہری۔ (رو کر) ہائے ہم سے تو اندر نہ جایا جائیگا۔ اف اُفوہ

روشنا۔ مہری خدا کو یاد کرو۔ ہائے یہ کیا ہوگیا۔ اُف اُف

مہری۔ بی مغلانی کو پکار لو ہم سے اندر نہ جایا جائیگا۔

روشنا۔ بی مغلانی بی مغلانی۔ یہاں تک آجائیں ذرا

مغلانی۔ (پردے کے پاس سے) کیا غضب آئی ہی اب چپکے میں

روشنا۔ ذرا آگے بڑھ آئیے۔ کچھ پوشیدہ بات کہنی ہی

مغلانی۔ (آگے بڑھ کر) کہو سرکار کہاں ہیں۔

روشنا۔ بی مغلانی (رو کر) شہزادے بہادر تو چل بسے

مغلانی۔ (بہ آواز بلند) ای چل چپ مٹے در گور سا آئے تجھے تجھ سے۔

روشنا۔ ارے مجھے اب اور کیا سمجھے گا اللہ نے میرے مالک میرے آقا کو میرے سر سے اٹھا لیا۔ ہوے ہوے ہوے ہے آہ سا۔

مغلانی۔ (سر پیٹ کر) کیا بیگم صاحب کو معلوم ہوگیا

روشنا۔ ہاں ہاں وہ تو لاش کے پاس ماتم کر رہی ہیں کہرام مچا ہوا ہی۔ پلٹ گئے۔ ہائے اس سے تو ہم مر جاتے تو اچھا تھا۔ مگر اندر ابھی نہ کہنا منع کر دیا ہی کہ یہاں خواصوں وغیرہ کو بھی اطلاع نہ ہونے پائے۔

مغلانی۔ نہیں۔ پر تم سن ہوں مجھکو کیا اتنی بھی عقل نہیں ہی

مہری۔ بی مغلانی اب کیا کریں ہم۔ ہائے ہائے وہ صورت نظروں کے سامنے پھرتی ہی۔ منھ بالکل غنچہ تھا۔ ارے یہ کیا ہوگیا (آہ سرد بھر کر) چلے تھے دولھن بیاہنے۔ واہ ری قسمت۔

مغلانی۔ (زمین پر بیٹھکر) آہ۔ کمر ٹوٹ گئی (کھڑے ہو کر) جی گھبراتا ہی یا میرے اللہ۔ یہ کیا کیا۔ یہ بہار ہم ہی لیے مصیبت دی آج جیسے خوش تھے ویسے خوش کبھی ہے کو ہوے تھے

روشنا۔ پھوٹ پھوٹ کے رونا آتا ہی۔ ابھی گھوڑے پر سوار ہوے اور ابھی جیسے پیدا ہی نہیں ہوے سا اس سہرے کا منھ کالا ہو خدا اس سے سمجھے۔

اتنے میں اندر سے ایک خواص نے آن کر کہا۔ اجی امہری آؤ تم وہ بیٹھی رہیں۔ مغلانی آئیں۔ انھوں نے بھی چھاتی چھاتی اور حضور غل مچا رہی ہیں۔ چلو سہاں۔ برات اب آگے بڑھی نہ خدا نخواستہ نظر بہت تو نہیں لگا۔ مہری نے کہا بہن اللہ کو یاد کرو (رو کر) ستم ہوگیا۔ ہائے ستم ہوگیا۔

خواص۔ (چھاتی پیٹ کر) ہی ہی کیا ہوا۔ بولو بہن کیا ہوا!!!

مغلانی۔ ذرا ضبط کرو۔ اندر ابھی نہ کہنا شہزادے ہمارے جنت کی طرف سدھارے۔ ہائے بہن یہ کیا ہوا کاشکے ہم بھی مر جاتے

خواص باہر نکل آئی سر پیٹنے اور آہستہ آہستہ رونے لگی۔ ہی ہی لوگو ہم پر آج مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہائے ہم کہیں کی نہ رہے دین اور دنیا دونوں سے گئے گذرے خواص نے اندر جا کر کہا برات رک گئی ہی اور ڈاکٹر لوگ علاج کر رہے ہیں مغلانیاں یہ خبر سنتے ہی اسقدر روئیں کہ رومال اشکوں سے تر بتر ہوگیا

جعفری بیگم سر کو دیوار سے پھوڑنے لگین۔ اس وقت اُنکے ہان ساٹھ ستّر عورتون سے کم نہ تھین شہزادیان اور نوابزادیان اور رئیس زادیان اور مغلانیان اور خواصین مہریان ملا کر پیش خدمتین جو برات کے ساتھ تھین سب صید محن تھین۔

اتنے مین دروازے پر شہزادی بیگم کی فنس ٹھہری۔ وہ اُتر گئے ہی اُنہون نے بین کرنا شروع کیا۔ ہاے بھرا گھر لٹ گیا۔ ارے میرے گیسوؤن والے شہزادے۔ آخری دیدار تھا۔

ان کی فنس کے بعد مہ لقا اور خورشید لقا اور کئی بیگمات کی فنسین آئین۔

خورشید لقا۔ امان جان۔ بھائی کو کہان چھوڑ آئین۔ ہاے امان جان بھائی کو چھوڑا کیونکر گیا۔ ہاے ہم تو نہ چھوڑین گے ارے لوگو ہمارے بھائی کو لے آؤ۔ بھائی تیری بہن سر وا نگ کھڑی بلک رہی ہے (مان سے ملکر) امان جان مین کیا کرون

مغلانی۔ حضور اک ذرا صبر کیجیے (ہاتھ پکڑ کر) سر پھوڑ کر

خورشید لقا۔ (ہاتھ زور سے چھڑا کر) مجھے جی بھر کے رو لینے دو

مہ لقا بیگم سر پیٹتی ہوئی فنس سے باہر تک آنے مین تین بار گرین ایسی تاریکی آنکھون مین چھائی کہ باہر آ کر تمام عالم تیرہ و تار نظر آتا تھا ہجوم اشک کے سبب سے مان پر نظر بھی نہین ڈال سکی۔

جعفری بیگم۔ مہ لقا بہن مان کو سمجھاؤ۔ بوڑھی ستم رسیدہ مان کے سامنے روتی ہو۔ اُن کی کیا حالت ہوگی بالکل لٹ گئین ہی ہی ہے ہے (سر پٹک کر) مین کس کو سمجھاؤن۔ اندر والا تھامے نہین تھمتا دل کا کنول بجھ گیا۔

شہزادی بیگم۔ ہاے میرے لال میرے بیٹے دو ہی گھنٹے مین دنیا کو کوچ کر گئے میرے بچے۔ ہاے ہاے۔ ہاے ڈری کی مصیبت ہوتی تھی رو رو دیتی تھی کہ یا اللہ میرے لال کے دل کا کنول بجھنے نہ پائے اور آج یہ دن دیکھا۔

ہمایون فر کا چھوٹا بھائی اپنے مامون سے گلے ملکر روتا تھا۔ مامون سمجھاتے تھے۔

دلھن کی بیخبری

دنیا بھی عجب گھر ہے کہ راحت نہین جس مین
وہ گل ہے یہ گل بوے محبت نہین جس مین
وہ دوست ہے یہ دوست مروت نہین جس مین
وہ شہد ہے یہ شہد حلاوت نہین جس مین
بے درد و الم شام غریبان نہین گذری
دنیا مین کسی کی کبھی یکسان نہین گذری

شہزادہ بہادر کی دونون قائم اندام اور زیبا کلام بہنین اور اکثر نوجوان پری چہرہ شہزادیان جو بناؤ چناؤ کر کے برات کے ہمراہ بیش بہا فنسون پر سمد صبا سے جاتی تھین اپنے غنچہ دہن اور گلبدن خونریز کی لاش کے سارے گرد صف بستہ ماتم کر رہی تھین جو تھی پریزاد عنبر موسیم دلہن پا کر اس کس خوشی مین جاتی تھین اور اس سفاک کے غنچہ جگر دوز نے کیا ستم ڈھایا۔ نعش کے گرد ان اصنام شوخ و شنگ رشک گلچہرگان فرنگ کا ماتم اور بھی ستم ڈھاتا تھا یہی معلوم ہوتا تھا کہ اندر کا اکھاڑا ہمایون کے ماتم مین بین کرتا ہے پرستان سے پریان اُتر کر نازک نازک ہاتھون سے گورے گورے سینے پیٹ رہی ہین۔ شہزادہ ہما وہ عذار و طرحدار کو جن شہزادیون نے تمام کبھی نہین دیکھا تھا وہ تک اس طرح پھوٹ پھوٹ کے روتی تھین جیسے کوئی اپنے خاص بھائی یا بہن کو روئے ایک دفعہ شہزادی بیگم نے بہ آواز بلند کہا ارے لوگو ابھی آج جاتی تھی۔ ابھی دلہن کے گھر تک پہونچی نہ تھی کہ میرے لال کی

سواری باغ جنان مین داخل ہو گئی۔ یہ فقرہ سنکر مہ لقا اور خورشید لقا خوب زار زار روئین اور دو نہتر مامائین منہ پیٹنے لگین جو بجو لسان قریب کھڑی تھین اُن مین سے ایک نے بڑھکر خورشید لقا بیگم کو پکڑ لیا تو وہ جھلاکر بولی۔ ہی ہی یہ اندھیر تو دیکھو۔ بہن بھائی کو روتی ہی تو یہ لوگ زبردستی کرتے ہین۔ ہائے مجھے جی بھر کے رو لینے دو

مہ لقا۔ ابھی ابھی مبارک سلامت کی آواز آتی تھی اب لوگ پرسا دینے آئینگے۔ سو لو کیا دنیا کے کارخانے ہین۔ آہ آہ

خورشید لقا۔ ہی ہی یہ مظلومی کی موت!!! ہنستے بولتے گھر سے جانا اور سارے شہر کو رُلاتے ہوئے آنا واہ بھائی واہ!!!

بہو بیگم۔ بیٹا سدا کسی کا کسی سے ساتھ رہا ہی۔ یہ تباؤ۔

خورشید لقا۔ پھوپھی امان ہمین رونے دو۔ ہمارا امان جایا بھائی جنت کو سدھارا ہی۔ ہائے پھوپھی امان یہ کیا ہو گیا۔ (چیخ کر)

بہو بیگم۔ بیٹا مین تمھین کیونکر سمجھاؤن۔ لڑکیو ذری اسکا منہ دھلاؤ پانی جلدی سے لاؤ لے منہ دھو ڈالو بیٹا۔ اُٹھو شاباش۔

خورشید لقا۔ پھوپھی امان۔ ابھی سین ہی کھیلتی تھین کہ میت کا غسل ہوا۔ ہائے ہائے۔ اُف اُف۔

غش آ گیا اور خورشید لقا بیگم تیورا کر گر پڑین۔ اُنکی پھوپھی نے سر گود مین رکھا لخلخہ سونگھایا گیا۔ مغلانیان پنکھیان جھلنے لگین۔ جب آنکھ کھلی تو کہا ذری بہن کو بلاؤ۔ بہن گلے لگو (رو کر) ہائے سوچتے تھے کہ بھاوج آئیگی۔ خوب چہل پہل ہنسی دل لگی ہوگی۔ مگر جب نصیب بھی ہو۔ وہ بیچاری بھی ہمارے گناہون مین مٹ گئی۔ امان جان جناب امیر کی روح کا صدقہ ہمارے بھائی کو جگا دو یا ہم کو بھی سلا دو۔ شہزادی بیگم نے اپنے آنسو پونچھکر کہا۔ بابا مجھے دیکھو ساٹھ برس کا سن ہی اور جوان لڑکے کی لاش میرے سامنے پڑی ہی۔ محبت کے یہی معنی ہین کہ اُف نہ کرے۔ مُردے پر عذاب ہوتا ہی۔ جتنا روؤگی اُتنا اس بیچارے۔

راوی۔ بیٹی کو تسلی کے لیے کلیجے پر پتھر رکھکر سمجھاتی تھین کہ رونا کم کرو ورنہ تمھارے بھائی پر عذاب ہوگا مگر وہی کلمے کہکے زبان بند ہو گئی پوری بات زبان سے نہ نکلی۔

مہ لقا۔ اُف سائین! یہ کیا ہوا۔ اُف این! ہائے ہائے!!!

مہ لقا بیگم کی صورت سراپا حیرت تھی۔ ہر در و دیوار سے انکو حیرت مجسم نظر آتی تھی غم نے دل مین اس درجہ جگہ کر لی تھی کہ رونا نہین آتا تھا مگر چہرے سے وحشت برستی تھی اور وہ صورت زیبا اور گورے گورے رخسارے جو عابد صد سالہ کو فریب دیتے بھیانک اور زردی مائل نظر آنے لگے۔ خورشید لقا کو غش پر غش آتے تھے۔ ہوش آیا اور پھر زار و قطار رونا شروع کیا اِن کے جگر دوز کلمات اور خون رُلاتے تھے۔ شہزادی بیگم اور اُن کے اعزا کا جگر یہ فقرے سُن سنکر پاش پاش ہوا جاتا تھا معلوم ہوتا کہ کوئی ہاتھ سے دل مل رہا ہی سارا عالم آنکھون مین سیاہ تھا۔ ہائے افسوس مغلانی نے خورشید لقا بیگم سے کہا حضور ایک گھونٹ پانی پی لیجیے بڑے اصرار کے بعد خورشید لقا نے منہ کھولا تو ایک گھونٹ پیتے ہی پھینک دیا اور کہا تجھے نیکی دے خدا یہ کس نے مانگا تھا۔

مغلانی نے پانی کے عوض انار ترش کا افشردہ دے دیا تاکہ خورشید لقا بیگم کو ذرا تشفی ہو۔ مگر اُنھون نے افشردہ انار پینے سے انکار کیا

اتنے مین شہزادی بیگم کے دوسرے بھائی باہر سے آئے کہا بہن لاش کو وہان سے گھر مین کیون لائین یہ کس نے صلاح کی امام باڑے مین کیون نہ رہنے دی حکم دیا ہوتا کہ امام باڑے مین

رہے مگر خیر تم کو اسوقت ہوش کہا۔ خورشید لقا اُنکی آواز سنکر اٹھ بیٹھی۔ کہا ماموں جان اب ہم کیا کرین کہان سے لائین اب بھائی زندہ نہین ہو سکتا۔ اُنھون نے کہا بیٹی صبر کا پتھر کلیجے پر رکھو۔ یہ طلسم حقیقی ہی۔ طلسم مجازی بہت دیکھے ہونگے۔ اب طلسم حقیقی بھی دیکھ لو۔

جو شی ہی فنا اُسے بقا سمجھا ہی
ہی بحر جہان مین عمر مانند حباب
جو چیز ہی کم اُسے سوا سمجھا ہی
غافل اس زندگی کو کیا سمجھا ہی

ابھی دو سرا ہی برس تو ہی کہ تمھارا خالہ زاد بھائی مجھے داغ دیکر چل بسا پھر مین نے کیا کیا۔ رو پیٹ کے بیٹھ رہا۔ اور مجھے تو رونا بھی نہین آتا مگر ہان حیرت سی ہوتی ہی کہ یہ کیا ہو گیا مگر رنج سہتے سہتے پتھر کا کلیجہ ہو گیا ہی۔ ہ

نہین کچھ غم گلستان سے جو فصل گل روانا ہی
وہ بلبل ہون کہ گل کھا کھا کے تازہ گل کھلانا ہی
کہو اُس برق وش سے آج لازم ساتھ جانا ہی
جنازے پر ہمارے ابر رحمت شامیانہ ہی
دہن مین حبشیون کے میری زنجیرون کا دانا ہی
جنون مجھ زار کو بس پر بھی کستا ہی تو آنا ہے
شال نقش پا لاکھون پڑے رہتے ہین سرا بجا
اگر قاتل ترا کنج شہیدان آستانا ہی
گریبان پھاڑ کر دست جنون سے ہوگی کب فرصت
ابھی تو دامن صحرا کے بھی پرزے اُڑانا ہی
چلون گا سر کے بل شوق شہادت دستگیری کر
جہان تلوار چلتی ہی اُسی کوچے مین جانا ہی

حضرت نے اسی مقام پر بلا تکلف یہ اشعار گا گا کے رونا شروع کیا خاتونین اور خادمہ سب دنگ کہ یا خدا یہ کس قسم کا آدمی ہی۔ لاش سامنے رکھی ہی۔ ارد گرد ماتمیون کا حلقہ ہی۔ کوئی غش مین پڑا ہی۔ کسی کو سکتا ہی۔ کوئی آٹھ آٹھ آنسو روتا ہی۔ کوئی دیوار سے سر ٹکراتا ہی۔ اور حضرت خوش الحانی کے ساتھ غزل گاتے ہین۔ باہر تک آواز گئی تو اُنکے بھائی یعنی ہمایون فر کے دوسرے ماموں اندر آگئے۔ کہا جناب آپ تو غضب کرتے ہین یہ گانے کا کون موقع ہی بھلا۔ چلیے باہر تشریف لے چلیے بہزار خرابی حضرت باہر آئے تو یہان بھی واہی تباہی باتین کرنے لگے۔ پہلے زور سے یہ شعر پڑھا۔

نی ہمین از جوے شمشیرت گلویم تر نہ شد
آب پیکان تو ہرگز بر دلم ننشستہ است

راوی۔ یہ صاحب ہمایون فر کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ہمایون فر کو انھون نے پالا تھا۔ اس واقعہ نادیدنی اور عبرت خیز نے انھین دیوانہ بنا دیا کہتے کچھ تھے منہ سے کچھ نکلتا تھا۔ کبھی اندر جاتے تھے کبھی باہر آتے تھے اور کلمات بیہودہ و بیمعنی زبان پر لاتے تھے دو چار نواب زادون نے سمجھایا مگر دل قابو مین نہ تھا سب کو صاف جواب دیا کہ ہمارے منہ نہ لگو۔ مگر اس پر بھی ان کے دوست نے یون کہنا شروع کیا۔

جناب مرزا صاحب آپ مرد ہین۔ آپ پر فرض ہی کہ صبر کیجیے اور اپنی ضعیفہ ہمشیرہ کو سمجھائیے۔ لڑکون کو تسلی دیجیے نہ کہ خود اسقدر پریشان ہو جیے۔ ع

صبر تلخ است ولیکن بر شیرین دارد

مرزا۔ صبر آ گئی تو بہ صبر کیسا۔ صبر کہا۔ اور صبر کرے کون۔ شفیق۔ بندہ نواز آپ کے رنج مین شک نہین خدا صبر جمیل عطا کرے۔ عورتون کو جا کر سمجھا لیجے کہ سر اپنا پھوڑ رہی ہونگی۔

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

ہاں اسقدر خیال البتہ ہوتا ہے کہ ابھی سبزہ آغاز تھے اور سب سے زیادہ حسرت یہ ہے کہ دولہا نے قضا کی سہا۔ آہ ہاے مرزا۔ افسوس۔ مجھے کہتے ہیں صبر کرو۔ وا قسمت۔ ہاے ہاے

اندرون قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

قعر دریا میں تختہ بند کردیا۔ تختہ بند اس سبب سے کہ تڑپنے نہ پائے ہاتھ پاؤں مار نہ سکے یہ ممکن ہے اسقدر کوہ الم ٹوٹ پڑے اور صبر ہوسکے۔

اب دوسرا حال سنئے ناظرین۔ رنگین ادا عروس ماہ سیما سپہر آرا بیگم سولہ سنگار کرکے بصد شان برنائی تمکن تھیں۔ مشاطگان کامل فن و چابکدست نے اس طرح سنوارا تھا کہ دولھن کا جوبن دہ چند زیادہ ہوگیا تھا۔ وحسن خدا آفرین عالم افروز تحیر سوز کہ لاکھوں میں انتخاب کروروں میں لاجواب۔ یوں تو سپہر آرا بیگم پر یوں بھی ستم کا جوبن تھا لیکن مشاطگان عدیم السیم نے آتش حسن کو اور بھی بھڑکا دیا تھا۔

قد و قامت آفت کا ٹکڑا اہتمام
قیامت کرے جسکو جھک کے سلام

انجولیوں کی چھیڑ چھاڑ اور چہل پہل سے عجب ہی لطف تھا حسن آرا بیگم کھلی جاتی تھیں کہ آج پیاری بہن کا نکاح ہے ہمایوں فر سا شہزادہ قمر طلعت ہمارا بہنوئی ہوا۔ مدح افزا کہتی تھیں سپہر آرا اب ہمایوں باغباں سے خوب خوب گلدستہ بنوانا۔ سپہر آرا جھینپ کر گردن نیچی کرلیتی تھی بہار النسا نے کہا کہ کوٹھے پر سے جو تانک جھانک ہوئی تھی اسکا نتیجہ نکلا۔ آخرش نکاح ہوا ہی ہوا۔ اور ہم نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ ہمایوں فر اور سپہر آرا کی خوب جوڑی ہے۔ اللہ کرے دونوں میں نکاح ہو خدا نے دعا قبول کرلی۔ جہان آرا بیگم بولیں واہ ان کی دعا قبول ہوئی۔ یوں نہیں کہتیں کہ ہم نے امان جان سے ہزار بار ہی کہا ہاتھ جوڑے پانوں پڑے کہ ہمایوں فر کے ساتھ سپہر آرا کا نکاح ہوجائے جب جاکے کہیں انھوں نے مانا ورنہ کبھی خدانخواستہ شادی نہ ہوتی۔

بہار النسا۔ ای واہ۔ ایلو اور سنو۔ آئیں وہاں سے بڑی وہ بن کے

جہان آرا۔ ایں۔ اچھا۔ اچھا چلو امی جان سے پوچھیں۔ خود سپہر آرا ہی سے نہ دریافت کرو۔ کیوں بہن اچھی بہن بتاؤ کس نے کوشش کی تھی۔

بہار النسا۔ جب ہمارے یہاں گئی تھیں تب ہی ہمنے کہا تھا کیوں۔

حسن آرا۔ بڑی بہن ہو۔ اب کیا کہوں۔ تب تو آپنے لڑواہی دیا تھا بس یاد کیجیے۔ زیادہ منہ نہ کھلوائیے۔ ہاں۔

راوی۔ حضرات ناظرین۔ یہ فقرہ سمجھنے کے قابل ہے یاد ہوگا کہ بہار النسا نے کوشش بلیغ کی تھی کہ محمد عسکری اور حسن آرا میں عقد ہوجائے۔ آزاد کی نسبت انواع و اقسام کی بدخبریں مشہور کردی تھیں۔ ماں و بنت حسن آرا نے وہی طعنہ دیا۔ اور طعنہ بھی تھا بہار النسا اسقدر خفیف ہوئیں کہ رنگ فق ہوگیا آنکھیں نیچی کرکے کہا کیوں حسن آرا یہی اقرار کیا تھا کہ اب بات زبان پر بھی نہ لاؤ ینگے بھلا یہ ہنسی خوشی کا وقت ہے یا خدانخواستہ لڑائی جھگڑے کا۔

نظیر بیگم۔ سپہر آرا بہن سچ کہنا اس وقت دل کا کنول کیسا کھلا ہوگا۔ منہ مانگی مراد پائی ہے۔ میں نے مرزا ہمایوں فر کو دو باری

دیکھا ہی چشم بد دور اچھے جوان کلّے ٹھلّے کے جو ان ہین لیکن ابھی بالکل کمسن ہین —

جانی بیگم — اوہو کیون یہ تو جی نہین چاہتا کہ تمھارے ہی ساتھ نکاح ہو جائے تو اب آج سے تمکو سپہر آرا کی سوت کہین گے — ستا ڈاہ بری ہوتی ہی — دیکھین شہزادے کس محل کو زیادہ پیار کرتے ہین —

حسن آرا — ہائین ہائین — جانی بیگم یہ کیسی بیہودہ تقریر کرتی ہو

مغلانی — اے اوئی — بیوی نوج ایسی بہو بیٹی کسی کی ہو —

جسقدر عورتین وہان بیٹھی تھین سب کی سب دنگ ہو گئین کسی نے دانتون کے تلے انگلی دبائی کوئی زیر لب مسکرائی کسی نے کہا عورت کیا سوا مرد ہی کوئی بولی واہ ری چھوکری جبا جبا (جبه جبه) آٹھ دن کی پیدائش اور ایسی ڈھیٹ کہ بڑی بوڑھیون کے سامنے جو کچھ اسی تباہی منھ پر آتا ہی بک دیتی ہی — جانی بیگم کھلکھلا کر ہنس پڑین مگر نظیر بیگم کو یہ پھر گفتگو ایسی بُری معلوم ہوئی کہ آنکھون مین آنسو بھر آئے گیتی آرا نے سمجھایا کہ بہن اس شہدی کو بکنے دو تم اسوقت نہ بولو

بہار النسا — ہم نے ہمایون فر کے ساتھ لڑکپن مین کھیلا ہی دیکھو پھر پوچھون گی کہ یاد ہی یا بھول گئے — یاد کیون نہ ہوگا —

جانی بیگم — بھلا کس سن تک کھیلا ہی چودہ پندرہ برس کے سن تک (ہنسکر) جھیپو نہین — سچ سچ بتاؤ —

بہار النسا — اب تمھارے منھ کون لگے — اے بہن جب بہت ذری سے بچے تھے کوئی آٹھ نو برس کا سن ہمارا تھا — اور برسین پانچ ایک کے وہ ہونگے یا شاید کم ہون ہمین تو خوب یاد ہی آگلی جال نہین معلوم —

جانی بیگم — ہم نے بھی پڑوس کے ایک لڑکے سے کھیلا تھا تانبائی کا لونڈا ہی چھ مہینے کے ہم تھے اور کوئی تین ہفتے کا وہ تھا

بہار النسا — جیسی روح ویسے فرشتے — کھیلین بھی تو نانبائی کے لونڈے کے ساتھ — اے ولہ — کیون نہو — ہو —

بہار النسا بیگم نے کہا جانی بیگم خدا کے لیے بہن ایسی باتین نہ کرو — تمھاری ہنسی بہت بڑھی ہوئی ہی اور ہم لوگ ان باتون سے واقف نہین ہین — جانی بیگم تنک کر بولی اے ہی ذری سچ کتنا ایسی ننھی کیا وہ بنی جاتی ہین جیسے کچھ جانتی ہی نہین — ہو نہہ —

ادھر یہ باتین ہوتی تھین — ادھر نظیر بیگم نے سپہر آرا بیگم کے کان مین کہا بہن ہو قسمت کی دھنی اللہ کرے سکھ دیکھو جبین کرو خاتون جنت کی قسم وہ دولھا پایا ہی جو لاکھون مین ایک ہی کرورون مین فرد — نک سکھ سے درست چہرے مہرے سے درست — کوئی عیب نہین — حسب و نسب مین کوئی کیا حرف رکھے گا — شہزادے ہین ایک حساب پوچھو تو ہم سب اُن کی رعایا ہین —

سپہر آرا — بہن کسی سے ذکر نکرنا — اللہ گواہ ہی مجھے شادی مرگ کا خوف ہے میرا دل اسقدر خوش ہی کہ جامے مین پھولے نہین سماتی ہون — اللہ اللہ ہمایون فر کی برات آتی ہے ایک دن مجھسے گلے بھی مل گئے تھے کہلا بھیجا کہ ہمایون فر کی بہن خورشید لقا بیگم آتی ہین ہمین کیا معلوم — آئے اور آتے ہی کہا آؤ بہن گلے تو ملین — ہم خوب دل کھول کے گلے لپٹے جب معلوم ہوا کہ خود ہمایون فر تھے تو دھک سے رہ گئے

نظیر بیگم — اخاہ — جب ہی مین نے اُڑتی سی خبر سنی تھی —

سپہر آرا — ہم نے کسی سے ذکر تھوڑا ہی کیا — اور ذکر کیا کرتے کوئی کہنے کی بات تھی اور اچھی طرح دو کنواری لڑکیون کو گلے

لگ گیا۔ دیکھو جاتے کہاں ہیں پہلے اسی بات پر آنہ لے تو ہو
ہو نگی کہ کیوں بندہ پرور۔ یہ ہتھکنڈے ہیں اب تمہارا کیا اعتبار
جہاں نوخیز جوان حسین چھوکری دیکھو گے پھسل جاؤ گے۔
پیغام بھیجو گے۔ دیکھو کیسا شرماتے ہیں۔ اتنے میں بہار النسا نے
کان میں جھک کے کہا آج تم دولھن ہو بھی ہو۔ نظیر بیگم کہیں
بھاگی نہیں جاتی ہیں۔ پھر دل کھول کے باتیں کر لینا۔ سپہر آرا
سوچنے لگی کہ بعد مدت آرزو بر آئی۔ ہمایون فر کی محنت اور
کوشش و کشش نے رنگ اثر جمایا۔ جیسے چاند سا دولھا پایا زندگی
کے لطف حاصل ہو نگے مگر کھٹکا ہے کہ کہیں شادی مرگ نہ ہو جائے
اتنی خوشی کو میں برداشت نہیں کر سکتی۔ اللہ ہمارا مالک ہے
ہمجولیاں طرح طرح کے آوازے کستی تھیں اور جانی بیگم
تو بیدھڑک کھلی کھلی کستی تھی۔ ایک دفعہ کہا۔ ہم تو ایک بات
ضرور کہیں گے سالی آدھی جورو ہوتی ہے اور نظیر بیگم سپہر آرا
کی منہ بولی بہن ہیں تو اس حساب سے ہمایون فر کی سالی ہوئیں
اور سالی آدھی جورو ہوتی ہے۔ ہمایون فر ان کے بھی میاں
ہوئے اکثر رئیس زادیاں زیر لب مسکراتی تھیں اور رنگین طبع
نوجوان خاتونیں کھلکھلاتی تھیں مگر جنکو شرم و حیا اور ادب
کا لحاظ تھا وہ خاموش ہو رہتی تھیں۔

حسن آرا۔ آج نظیر بیگم بیچاری کے پیچھے بے طور پڑی ہیں یہ
جانی بیگم۔ انھوں نے تو خود ہی کہا کہ ہمایون فر پر ریجھی
ہوئی ہیں ورنہ کوئی شریف زادی بھی برابر والے مرد کے
حسن کی تعریف کریگی اور ٹھنڈی سانسیں بھرتی ہو گی۔
ان کا بیشک ہمایون فر پر دل آیا ہے اسمیں ذری فرق نہیں۔
نظیر بیگم۔ بہن ایسا نہ ہو کہ دل لگی دل لگی میں میری جان پر بن آئے
بات کا جھگڑا ہو جائے سر اٹھنے تو قتل ہی کر ڈالے میاں۔

حسن آرا۔ وہ کون ہیں۔ کیا بڑے غصہ ور ہیں۔ بھلے آدمی ہو نگے
جانی بیگم۔ اُنہیں تم اُنکی ساس اُنکے گھر پڑ گئی ہیں۔ ہاں ہاں
اس فقرہ پر بڑا قہقہہ پڑا۔ اور نظیر بیگم بیچاری پھر آبدیدہ ہو گئی
تقریر میں جانی بیگم سی طرار عورت سے کیونکر جیت سکتی۔
کسی شہزادی نے پوچھا ان کے سسرے کا کیا نام ہے۔ جانی بیگم
تڑ سے بول اٹھی اباو چہ خوش۔ وہ تو شیطان سے زیادہ
مشہور ہیں انھیں کون نہیں جانتا۔ باقی مر غماز اسپر ایک
زنانیشی قہقہہ پڑا اور سپہر آرا بھی بے اختیار ہنس دی۔

حسن آرا۔ بڑی شوخ ہیں۔ عورت کیا شمشیر برہنہ ہے۔ اوہ
بہار النسا۔ بوٹی بوٹی پھڑکتی ہے زمین پر قدم ہی نہیں رکھتیں
دولھن جان نظیر بیگم بیچاری بھلا ان سے کیا جیت پائینگی۔
جانی بیگم۔ تم آؤ تمہارے سسرے کو بھی میں جانتی ہوں۔
دولھا کے گھر میں حشر بپا ہے کہرام مچا ہوا ہے اور دولھن کے
یہاں ڈومنیاں گاتی بجاتی ہیں۔ ہنس ہنس کے لڑتی ہیں پھولی
نہیں سماتی ہیں ہمجولیوں میں چہل ہو رہی ہے۔ جانی بیگم کی چھیڑ چھاڑ
نوک جھونک روح افزا کی شوخی بہار النسا کا نکھار حسن آرا کا
مستعلیق مذاق اور سپہر آرا کا جوبن قابل دید تھا بلکہ دید تھا
نہ شنید تھا۔

بڑی بیگم اس اہتمام میں تھیں کہ کوئی چھینک نہ پائے کسی
کی زبان پر نحس کلمہ نہ آئے۔ جریب لے کر جھکائے ادھر ادھر
انتظام فرماتی تھیں جہاں آرا دولھن کے پاس بیٹھی تھیں گیتی آرا
دو چار نواب زادیوں کے ساتھ ایک طرف چپسی کھیل رہی تھیں
اور سپہر آرا سولہ سنگار کر کے گردن جھکائے سوچتی تھیں کہ
ہمایون فر سے یوں ملوں گی اور یوں لطف کے ساتھ زندگی
بسر ہو گی۔ دل میں ٹھنی تھی کہ پہلے دن خوب جی بھر کے

شکایت کرونگی کہ شہزادی کے بھیس مین ہمارے ہان کیون نہ آئے ایک دفعہ سوچی کہ ہم کو تو خیر اب اسکا خیال نہین مگر بڑی جان کو جب وہ چھیڑینگے کہ کیون صاحب آپ تو ہمایون فر کی بہن سے ڈر چکی ہین تب باجی البتہ لجائینگی —

من درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال
کارے کہ خدا کند فلک راچہ مجال

ہائے کوئی اس نادان سے اتنا تو کہدو کہ کس پھیر مین پڑی ہے —

ہمایون فر دل لگی دل لگی مین حسن آرا کو پھانسینگے ؟

واہ افسوس یہ خبر ہی نہین کہ ہمایون فر پر کیا گذری —

اتنے مین ایک مغلانی آئی کہا حضور شاہ جھڑے کی گلی کی طرف سے جو چوک مین میری ڈولی آئی تو افوہ مین کیا عرض کرون سرکار کچاکھچ آدمی بھرے ہوئے تھے ڈولی بھلا کہان جاسکے ہاتھی اور گھوڑے اور اونٹ اور سانڈنی سوار اور باجے کے ٹھٹ اور تلنگے اور گورون کا باجا انگریزی باجا ہندوستانی باجا شہنائی والے ڈنکے والے چوبدار خاص بردار جھنڈی والے تامدان میانے پینسین چاندی سونے کے ہودار ایسا ٹھاٹھ تو منجھلے نواب کی برات مین بھی نہ تھا بہار النسا بولی اور ساتھ بھی ہزارون آدمی ہونگے مغلانی نے کہا۔ ہزارون! لاکھون نہین بیسیون ہزارون! ای حضور کرورون کی خلقت
جانی بیگم - کروڑون نہین سنکھون - بوڑھی ہو مین مگر وہی نئی ریت
مغلانی - حضور تو نے دیکھے بھالے فرماتی ہین اور لونڈی دیکھے آتی ہے وہ بھیڑ ہے کہ تھالی اچھالیے تو سر ہی سر جاتے پڑی تالیان ہین
جانی بیگم - واہ - تیاریان - ایسی برات نکلی تھی نظیر بیگم کے سسرے کی جسکے ساتھ لاکھون مرغباز تھے اور ہزارون چھپری بند بھائی

نظیر بیگم - کہتی جاؤ ہم جواب ہی نہ دینگے آپ ہی تھک جاؤ گی
جانی بیگم - نہین نہین - جواب دو بہن میری بہن - جواب ضرور دو دیکھین تو کیا کہتی ہو - ذری چونچ تو کھولو مرغباز کی بہو ہو کہ باتین
مغلانی - سنا کہ ایک مہینہ تک ناچ ہوگا - حیدر جان کو عظیم آباد سے بلوایا ہے اور دلی سے دو طائفے آئے ہین لاکھون خرچ ہونگے
جانی بیگم - پھر کون بڑا کمال ہے - کرتی ہین بھی تو نظیر بیگم کے سسرے کی ہمت دیکھو - شاباش ہے اسکو کہ مرغ لڑا لڑا کے اس دھوم سے بیاہ کیا کہ بوچڑ دن بھر کی دعوت کردی کیون بہن
حسن آرا - نوشہ کو بھی دیکھا تھا بی مغلانی - سوار تو تھا ہوگا
مغلانی - جی ہان حضور سینہ تانے ہوئے بانکپن سے گھوڑے پر جمے ہوئے تھے اِدھر اُدھر چوبدار سونے چاندی کے عصا لیے ہوئے ساتھ تھے سنا کہ فقط گھوڑے کے گہنے اور اسکے ساز اور زیور مین کوئی اسی ہزار روپیہ صرف ہوا ہے اُن پیلغارون روپیہ بھرا ہے بادشاہ ہین —
حسن آرا - اللہ اور بڑھے دونون میان بیوی چین سے رہین
خواصین - آمین - آمین - اللہ کرے جوڑی صد دسی سال برقرار رہے - دودھون نہائین پوتون پھلین -

اتنے مین ایک بیگم صاحب کی سواری آئی قفس سے اُتر کر اندر آئین بیٹھین - حسن آرا اور روح افزا نے بندگی کی روح افزا کی طرف مخاطب ہو کر کہا تم نے کچھ اور بھی سنا چوک کی کالین لوگون نے آج دس دس بارہ بارہ روپیہ پر لی ہین سنا برات کے ساتھ شہر بھر کے امیر زادے اور رئیس اور کئی انگریز بھی آئے ہین - مین نے اپنے کوٹھے پر سے دیکھا تو اونٹ اور خاص بردار اور ہاتھی نظر آئے باقی سب جلوس آڑ مین تھا خدا جانے کہان کہان کے ہاتھی آئے ہین دو دو سو

عود ہمایون فر کے ہان کے ہین ایک لنگا جنمی شیر دہان دو سہرا بالکل سونے کا۔ دس ہزار کی ایک جھول آج ہی صبح کو خریدی ہی۔ اور جس نفس پر سپہر آرا جائین گی اس کی لاگت سے سب کے ہوش اُڑتے ہین۔ اللہ جانتا ہو عقل گم ہوتی ہو۔ اسکے بعد ایک بوڑھی خادمہ آئی۔

حسن آرا۔ اے دلاری آج لنگڑاتی ہوئی کیون آتی ہو۔

دلاری۔ بیوی اُف! پوچھو تو بتاؤن مر گئی تھی آج۔

بہار النسا۔ کیون کیون۔ خدا خیر کرے کیا ہوا کیا۔ ہیضہ ہو اٹھا کیا۔

بڑی بیگم۔ کیا منحوس باتین منہ سے نکالتی ہو۔ اور کوئی ذکر نہین ہے۔

حسن آرا۔ ہان امان جان۔ دیکھتی ہو۔ ان کی یہی باتین ہین امان جان۔

بہار النسا۔ (دانتون کے تلے انگلی دبا کر) ارے یہ کہان سے بولین۔

دلاری۔ بڑی حضور کو لونڈی کا آداب۔ سرکار آج بس آ چکی ہین کیا عرض کرون کس قدر بھیڑ ہی۔ اور مین برات مین جا کے پھنس گئی ادھر گھوڑے ہنہناتے ہین اُدھر ہاتھی جھوم رہے ہین کہین اونٹ کہین گھوڑے میرے تو ہوش اُڑ گئے ایک طرف کو بھاگی مگر اونٹ کی ٹانگ کے تلے آ گئی وہ تو کہو بچہ تھا اونٹ کا نہین تو کیا جانے کیا کا کیا ہو جاتا۔ ایک گھنٹے تک اُٹھا نہین گیا اب لنگڑاتے لنگڑاتے یہان تک آئی ہون مارے بھیڑ کے چلنے کی جگہ نہین ملتی۔ اسقدر کا جلوہ ہی۔ انگریزی باجا مین کیا عرض کرون بیوی جس نے نہین سُنا دنیا مین کچھ دیکھا ہی نہین۔ اب کوٹھے پر سے دیکھ لیجیے گا۔

مغلانی۔ اور تمھارے سوا کسی اور نے کاہے کو سُنا ہو گا بھلا۔

دلاری۔ کیا یہ انگریزی باجا جو چھنگلی بجاتے ہین یاد ہو انگریز گورے لوگ بجاتے ہین سنو تو آنکھین کھل جائین ۵

محفل راجہ مین پکھراج پری آتی ہے
سارے معشوقون کی سرتاج پری آتی ہے

جانی بیگم۔ اے واہ رے تیرے بے تکے پن۔ مارون گھٹنا پھوٹے آنکھ کہان برات اور انگریزی باجے کا حال کہتی تھین کہان اب پکھراج پری یاد آئی۔ واہ واہ۔

روح افزا۔ دلاری بوا۔ تم بادشاہ کی اندر سبھا مین تھین

برات کی تیاری اور جلوس کی کثرت کا حال سُن سُنکر سپہر آرا اور حسن آرا اور اُن کی بہنین دل ہی دل مین خوش ہوتی تھین۔ جو آتا تھا برات کا ایک نیا ہی کروفر بتاتا تھا۔ دلاری اپنی سرگذشت ختم نہ کر چکی تھی کہ ایک خواجہ سرا آیا الماس خواجہ سرا۔

الماس۔ (بڑی بیگم سے) آداب عرض۔ نواب جعفر علی خان بہادر نے بھیجا ہی کہ جا کے دیکھو جہیز کا سامان درست ہی یا نہین۔ خورشید دولھا نے سب سامان مجھے دکھایا۔ دشمن جہیزون کی کسر ہو آپ کے دوسرے داماد کہتے ہین کہ اب کسی شے کی فکر نہ کرو۔ جہان آرا بیگم کے میان۔ اُن سے کوئی جیت نہین سکتا۔ اور خورشید دولھا تو بہت تیز ہین۔

بڑی بیگم۔ مجھے دونون آنکھین برابر ہین جیسے جہان آرا کے میان ویسے بہار النسا کے ویسے ہی روح افزا کے مگر اُن کو بھیجدو کہو وہان سے حکومتین کرتے ہو یہان تک آتے ہوے منھ دکھ گھٹتی ہو کہہ دینا چھوٹے مرزا سے اور اگر کسر ہو تو اب اس وقت پورا لٹو ٹا ہی ہو سکتا ہو۔ برات دروازے پر آن پہونچی اور اب وہ جہیز کی فکر مین ہین۔

الماس - ای حضور ایک چشم زدن مین تو ہم شادیون کا سامان بہم پہونچا سکتے ہین - ع سنہ زر بر سر فولاد نہی نرم شود - کیا ہم روپیہ کا مینہ نہین برسا سکتے اور برات اب آئے تو چار گھنٹے مین کوئی ایسی ویسی برات ہی چوک مین دو رویہ دکانون پر آدمی ڈٹے ہوئے ہین کہ برات آتی ہوگی - جھنین بھی بڑی بڑی اُن رے سامان اور اللہ رے جلوس - ہاتھیون کی صف دیکھیے تو اور ہی لطف ہی - جھولین اس شان کی کہ مین بیان نہین کر سکتا - بادشاہزادے ہین کہ باتین اُن کے ہان کیا نہین ہی اور وہ کون شی ہی جو وہ بہم نہین پہونچا سکتے ایک ذرا سے اشارے مین خدائی کا سامان مہیا کر سکتے ہین —

بڑی بیگم - تو جا کے چھوٹے مرزا سے کہو کہ یہان آؤ اور یہان اُن کے سب سامان دیکھو - یہ نہین کہ وہان سے بیٹھے بیٹھے باتین بنلاتے ہو —

الماس - بہت خوب - ابھی جاتا ہون اور نواب صاحب تو خود تیار بیٹھے تھے فقط اس بات کے منتظر تھے کہ برات دیکھ لین تو پھر اس طرف روانہ ہون مین آداب عرض کرتا ہون - حضور اطمینان رکھین جھمکیون مین سب سامان ہوا جاتا ہی —

بڑی بیگم - اور تو سب باتون کا انتظام ہو چکا ہی بس یہی باقی تھا

ادھر بڑی بیگم مصروف اہتمام تھین - ڈومنیون کی خوش الحانی بیگمون کی جادو بیانی - سب ابروؤن کی چہل نے رنگ جما رکھا تھا ادھر ایک نیا گل کھلا جن کمرون اور کوٹھون مین جہیز رکھا تھا انھین آگ لگ گئی ہائے ستم بڑی بیگم نے کہا ارے لوگو کیا ہوا اُف اُف ارے یہ شعلے کیسے بلند ہین کم سن خاتونین دلہنین کلیجے دھڑ دھڑ کرنے لگے - کوئی شوخی کے ساتھ ادھر بھاگی کوئی بدحواسی کے مارے ادھر چھپی - اتنے مین نواب خورشید علیخان بہادر اور مرزا اسد اللہ دولہا بہادر اور نواب محمد حمید بیگ اندر دوڑ آئے کہا واسطے خدا کے گھبراؤ نہین - آگ گل ہوئی جاتی ہی بجھا آگیا آدمی آگ بجھ گئی - ابھی تک کچھ ایسا نقصان نہین ہوا ہی —

بڑی بیگم - نقصان ہوگا تو کیا ہوگا - مجھ نصیبون جلی کو خیال ہی تو یہ ہی کہ بد شگونی ہوئی - آگ لگی اس سے زیادہ بد شگونی اور کیا ہوگی - اندر باہر قہقہے پڑ رہے تھے گھر بھر مین خوشی خوشی کا سامان تھا آگ کمبخت کو بھی اسوقت ستانا تھا ایک ہفتے کے بعد آگ لگتی - اگر گھر بھر پھنک جاتا تو کیا بات تھی

خورشید دولہا - اب آپ ان سب کی تشفی کیجیے دیکھیے کیسی بدحواس بھاگ رہی ہین - اس وحشت کو دیکھیے - سمجھائیے جا کے

شعلانی - حضور آپ سب صاحب جو تشریف لائے جنکو سامنے نہین آنا ہی وہ ادھر ادھر چلی گئین حضور آدمی تو باہر کثرت سے ہین مگر شعلے تیز ہی ہوتے جاتے ہین —

بڑی بیگم - بیٹا اب تم باہر ہی جاؤ - مین یہان سبکو سمجھا لونگی - سب صاحب باہر گئے دیکھا کہ پانی کے گھڑے اور مشکین اور شکرے برابر پڑ رہے ہین مگر آگ بھڑکتی ہی جاتی ہی شعلے کم نہین ہوتے - اتفاق سے ہوا نے وہ زور باندھا کہ الامان شعلے آسمان کی خبر لانے لگے - اسوقت بڑی بیگم بالکل مایوس ہوگئین اور ایک کونے مین جا کر آہستہ آہستہ خوب روئین —

الغرض آدھ گھنٹے مین خدا خدا کر کے وہ کافر آگ گل ہوئی - آگ گل ہوئی تو معلوم ہوا کہ جہیز کا نصف سامان جل گیا - اب سنیے کہ ایک گھوڑا کھڑے کھڑے مر گیا - بس دیکھتے دیکھتے لوٹ گیا اور دم کے دم مین دم غائب —

عجائبی - حضور وہ سندھ گھوڑا جو اس مہینے مین لیا گیا تھا وہ مر گیا

بڑی بیگم - ہارے ! ہے ! ارے ذری خورشید دولہا کو تو بلاؤ

چمپاسی (ڈیوڑھی پر جاکر) ذری چھوٹے میاں کو بلاؤ تو۔

دربان۔ کس کو چھوٹے میاں کون۔ ہاں۔ اچھا۔ اچھا

نواب خورشید علی خان بہادر اندر آئے۔

بڑی بیگم۔ صاحبزادے یہ کیا سنا۔ کیا سمند گھوڑا مر گیا۔

خورشید دولھا۔ کچھ عقل نہیں کام کرتی۔ لاحول ولا قوۃ۔ توبہ

بڑی بیگم۔ آخر ہوا کیا کیا ماندا تھا سائیس سے اچھی طرح پوچھو۔

خورشید دولھا۔ جی نہیں۔ کل تو میری سواری میں تھا۔

بہار النسا۔ کیا ہوا۔ کیا گھوڑا سچ مچ مر گیا۔ ہمارے تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ توبہ توبہ۔ اور ابھی خریدا تھا۔ ایک ہزار پر پانی پھر گیا۔ یہ کیا بُری باتیں ہو رہی ہیں۔

خورشید دولھا۔ اچھا تم جاؤ اپنا کام کرو تم کو اس سے کیا واسطہ

بڑی بیگم کو شک کے عوض یقین ہو گیا کہ نتیجہ اچھا نہ نکلے گا۔ یہ انتہا کی ضعیف الاعتقاد تھیں اور ایک ان پر کیا فرض ہے ہندوستان میں فیصدی چار پانچ شاید ایسے مقام پر مغموم نہ ہوں گے چھیانوے فیصدی کو حق الیقین کا درجہ ہو گا کہ انھیں اتفاقات ہولناک سے ہمایون نے قتل کیے گئے حالانکہ اسکی کچھ بھی اصلیت نہیں اب سنیے کہ حسن اتفاق سے ایک ڈولی آئی ڈیوڑھی پر ٹھہری اور سواری اُتری۔ دروازے پر مغلانی نے جھک کر سلام کیا کہ حضور آپ کہاں تھیں آنکھیں آپکو ڈھونڈھتی تھیں۔ بڑی سرکار حضور کو یاد کرتی تھیں مگر آپنے کوئی خط تک نہ بھیجا آگے بڑھیں اندر گئیں تو بڑی بیگم نے خوش ہو کر کہا۔ اخاہ بڑی بات بڑے وقت کام آئیں مجھے اسوقت خاصکر تمہاری ہی ضرورت تھی خوب آئیں۔ اس عورت نے کہا شادی مبارک ہو میں سُن کے بہت خوش ہوئی کل ہی آنیکا قصد تھا مگر مینھ برسنے لگا۔

بڑی بیگم نے کہا آج ہنسنے بولنے کا دن ہے مگر یہاں ایک سے ایک بڑھکر بات ہوتی ہے۔ پوچھا کیوں خیر باشد۔ یہ اس قدر دھوان سا کیسا ہے۔ ایں کیا آگ لگی تھی خدانخواستہ۔

بڑی بیگم۔ ابھی ابھی آگ لگی تھی جہیز کا سامان آدھا جل گیا۔

عورت۔ (منہ بنا کر) ہوں۔ افسوس۔ بُرا ہوا مگر خدا ہے۔

مرد باید کہ ہراسان نشود
مشکلے نیست کہ آسان نشود

مرد سے مطلب مرد دے ہی سے نہیں ہے۔ یہ ڈومنیاں کہاں ہیں گانا کیوں موقوف کیا۔

بڑی بیگم۔ اور سنیے گھوڑا کھڑے کھڑے اسی دم مر گیا ابھی ابھی

عورت۔ آہ۔ آہ۔ توبہ۔ توبہ۔ یہ ہے کیا ماجرا۔ ہونہہ !!!

حسن آرا۔ استانی جی بندگی عرض ہے بہت جلدی آئیں آپ۔

راوی۔ یہ عورت استانی جی تھیں بڑی بیگم کو انکے آنے سے تقویت ہوئی

استانی جی۔ میں ایک ایسے ہی کام میں تھی ورنہ ضرور آتی۔

بڑی بیگم۔ پھر اب کیا کہتی ہو۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ آگ اور موت

استانی جی۔ صبر و تحمل۔ راضی برضا۔

مائیم کہ از ہر دو جہان موجودیم۔ ای اہل نگاہ
از ارض و سما ظہور ہر مقصودیم۔ ولاک گواہ
با آنکہ نبودیم و نباشیم و نہیم۔ صنعت نبگم
شور عدم ما چہ قدر موجود است۔ اللہ اللہ

کنہ صنعت بیچون کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ خدا ہی جانے کہ دنیا کیا ہے اور زندگانی کیا ہے اور نیکی اور بدی کیا ہے۔ کوئی جانتا ہی نہیں ہے

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من
ایں حرف معما نہ تو خوانی و نہ من
ہست از پس پردہ گفتگوی من و تو
چون پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

حسن آرا۔ استانی جان۔ اب گانا شروع ہو۔ آگ لگی تو کیا ہوا۔ بچانے کا اس خواجہ سرا کو بھیجا ہی تھا۔ ابھی کل جا بیٹے نہ

پھر ٹھیکیون مین بندوبست ہو جائے گا۔
آستانی جی۔ یہ گانا کیون موقوف کیا گانا بجانا تو آج ہی سے شروع ہے
حسن آرا۔ بلاؤ۔ بہارالنسا بہن عباسی کو ڈومنی۔ اور ڈومنی اور
فرخندہ کو بلالو۔ آستانی جی نے اجازت دیدی۔ بس اب کیا ہے
بڑی بیگم۔ (مسکرا کر) ہان! اور ہم کوئی ہوے ہین خیر
حسن آرا۔ واہ آپ بھلے۔ مگر الخاموشی نیم رضا۔ ہی کہ نہین
آستانی جی۔ ہان تم ڈومنیون کو بلواؤ۔ ہم تو کہتے ہین کیسو گانا ہو
آستانی جی نے ڈومنیون کو بلوا کر گانا شروع کرا دیا پھر تو پھر وہی
چہل پہل وہی دل لگی تھی۔ وہی قہقہے وہی چہچہے۔ جب دیکھا
کہ لڑکیان خوش وخرم ہین تو بڑی بیگم کو علحدہ لے جا کر
نصیحت آمیز باتین ہونے لگین۔
آستانی جی۔ سنو بہن ہر حالت مین انسان کو خوش رہنا چاہیے
بڑی بیگم۔ اور خوش نہ رہے تو کیا کرے اور آج کا دن تو ہنسنے
بولنے کا ہی ہی مگر یہ وہ باتین ایسی ہوتی ہین کہ انسے لطف آدھا ہو گیا
آستانی جی۔ خیر جو ہوا وہ ہوا اسی پر ٹل گئی آستانا تو سب ہے ؎

چون بگذرد عمر چہ شیرین وچہ تلخ	پیمانہ چو پر شود چہ بغداد وچہ بلخ
می خور کہ بسے برین چرخ کہن	از سلخ بہ غرہ آید وازغرہ بہ سلخ

بس انسان کو لازم ہے کہ افعال بد کا مرتکب نہو۔ بس ؎

آنم کہ پدید گشتم از قدرت او	پروردہ شدم بناز در نعمت تو
صد سال بامتحان گنہ خواہم کرد	تا جرم من است بیش یا رحمت تو

جانی بیگم اپنی دل لگی اور مذاق کی باتون سے سب کو ہنساتی
تھین اور نظیر بیگم بیچاری تو جانی بیگم کی زیر مشق تھین عباسی سے
جانی بیگم نے پانی مانگا پیا تھا اس پانی مین ایک طرح کی خوشبو
آتی ہے عباسی بولی حضور پانی مین خوشبو نہین آتی ہے رومال
کی خوشبو ہے یہ انگریزی عطر ہے بالون کے عوض کپڑون مین ملا جاتا ہے
بالون مین نہین ڈالتے ہین رومال کو تر کر دیا اور دماغ معطر ہو گیا
یہ انگریزی عطر گلاب تھا مرزا ہمایون فر بہادر نے یہ عطر بڑے
اہتمام بلیغ سے منگوایا تھا اور نہایت تکلف کے ساتھ گھر
کے پاس بھیجا تھا۔ وہ عطر عباسی نے رومال پر چھڑک لیا۔
سپہر آرا۔ اونچی نظر کر کے مسکراتی ہوئی ہون۔ ہون۔ سمجھی
بہارالنسا۔ کیا بات تھی ہم تو نہین۔ کہدو آج سب معاف ہے
عباسی۔ نہین حضور ایک بات کہی ہم سمجھ گئے۔ تھی ایک بات
جہان آرا۔ کیا بات تھی ہم تو نہین۔ کہدو آج سب معاف ہے
بہارالنسا۔ ہم دولہا سے پہلے ہی دن کہینگے کہ انکو سلیقہ ضرور تھا
حسن آرا۔ واہ۔ وہ کہین گے کہ بڑی آئی ہین ہوگے تمنے تو کچھ
سکھایا ہی نہین پھر تو شرماؤ گی یا پھر بھی تیز ہو گی۔

تحقیقات

صاحب انسپکٹر جنرل پولیس۔ ڈپٹی انسپکٹر جنرل سپشل مجسٹریٹ
ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس۔ سب سپرنٹنڈنٹ۔ سی آئی انسپکٹر
اور ڈپٹی انسپکٹر معاً موقع واردات پر آگئے۔ ڈسٹرکٹ صاحب مجسٹریٹ بہادر
اور انکے اسسٹنٹ اور تحصیلدار خبر پاتے ہی پہونچے اور
قاتل کا پتہ ہی نہین مقتول کی لاش موجود۔ ہنوز قاتل
ندارد۔ خلق خدا کا اژدحام۔ تحقیقات ہونے لگی۔
صاحب مجسٹریٹ ضلع نے بیڑا اٹھا لیا تھا کہ قاتل کو ڈھونڈ
نکالینگے اتنے مین صاحب کمشنر بھی آگئے کمال افسوس کیا اور
شہزادے کی لاش دیکھ کر بہت رنج سے دیکھا کہ ان کی ماں
شہزادی بیگم اپنے پیارے بچے کی نعش کے پاس ماتم کر رہی ہین
فوراً ادب کے ساتھ ٹوپی اتاری اور کہا بیگم صاحب ہم آپکا
بہت مطیع غلام کمشنر ہے۔ افسوس ہے کہ شہزادہ جو ہمارا بڑا دوست تھا
اسکو ہم ایسی حالت مین دیکھتے ہین۔ شہزادی بیگم نے اسکا کچھ جواب

جواب نہ دیا صرف ماتھے کو ٹھونک کر رونا شروع کیا۔
کمشنر۔ (صاحب مجسٹریٹ ضلع سے) ول قاتل کا پتہ نہیں ہے؟
مجسٹریٹ۔ یہ آپکے پولیس کی کارروائی ہو۔ افسوس کا مقام ہے
کمشنر (سپرنٹنڈنٹ پولیس سے) بڑے الزام کی بات ہو بہت برا ہو
سپرنٹنڈنٹ۔ بیشک کمال افسوس ہو اتنے بڑے شہزادے
کو قتل کیا اور عین برات میں قتل کیا پولیس کے اس قدر
آدمی ساتھ تھے انسپکٹر انتظام کے لیے ہمراہ اور قاتل قتل کر
صاف نکل جائے بڑی شرم آتی ہو اور ہم ہمہ تن مصروف ہو گئے
کمشنر۔ ایک اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر چار انسپکٹر اور آپ خاص اس
کام کے لیے مقرر کیے گئے ایسی سپرنٹنڈنٹ آپکا کام بھی کریں
بڑے اہتمام سے تحقیقات شروع ہوئی پہلے مرزا ہمایون فر
کے مصاحب خاص شیخ عطاء اللہ سے دریافت کیا گیا جو قتل
کے وقت گھوڑے کے ساتھ تھے انھوں نے یوں اظہار دیے
میں نوشہ کے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ رکھکر ہمراہ رکاب
جاتا تھا جس شخص نے قتل کیا اسکو میں نے پیشتر کبھی نہیں دیکھا
تھا مگر برات کے ساتھ ایک مقام پر کسی نواب زادے سے
باتیں کر رہا تھا جس وقت یہ شخص جھپٹا میری نظر گھوڑے کی
طرف تھی میں سمجھا کہ یہ بھی برات کے انتظام میں مصروف ہے
پہلے اگر میں جانتا تو اسیدم ٹٹو سے پر جست ہو بیٹھتا جب اس
شخص نے شہزادے پر ہاتھ چھوڑا اور وہ گرے تو میں گھبرا
اٹھا اور لاش کی طرف لپکا واللہ اعلم قاتل کس طرف چلا گیا
سوال۔ تم اس نواب کو پہچانتے ہو جس کو وہ باتیں کرتا تھا
جواب۔ نہیں میں ان سے واقف نہیں ہوں لیکن اگر میرے
سامنے آئیں تو پہچان لوں۔ دُہرے بدن ہیں۔ چوگوشیہ ٹوپی دیے
تھے اور رومال اوڑھے تھے مشین اور جامہ زیب آدمی تھے۔

سوال۔ قاتل نے شہزادے کو تلوار سے مارا یا بندوق سے
جواب۔ بندوق سے تو نہیں قتل کیا۔ کیونکہ بندوق کی
آواز ہوتی مگر مجھے یہ نہیں معلوم کہ تلوار سے مارا یا کھانڈے
سے یا خنجر یا قرابینچہ یا نشتر سے کیا تھا۔ زخم تو کٹار کا سا ہے۔
سوال۔ بھلا یہ شخص کبھی شہزادہ ہمایون فر کے پاس آتا جاتا تھا
جواب۔ میں نے اسکو ان تین برسوں میں کبھی نہیں دیکھا
کئی نواب زادے انکے روبرو لائے گئے جنمیں انھوں
نے ایک شخص کو پہچانا اور کہا انھیں سے وہ شخص باتیں کر رہا
تھا صاحب مجسٹریٹ نے ان سے نام دریافت کیا۔ انھوں نے
کہا خاکسار کو محمد عسکری کہتے ہیں۔
کمشنر۔ سوال۔ برات آپ کس کس سے بات کرتا تھا آج کون تھا
محمد عسکری۔ جی حضور میں سمجھا نہیں۔ برات آج نکلی تھی کیا؟
کمشنر۔ برات جو آج کا ہوا اسمیں آپ کس سے بات کیا تھا۔
محمد عسکری۔ حضور اکثر آدمیوں سے گفتگو ہوئی نواب زادوں
رئیسوں دوستوں اور سب سے بات چیت ہوئی تھی۔ اب
کس کا نام عرض کروں۔
کمشنر۔ ول کسی اجنبی سے بھی ہوا تھا بات چیت وہ کون تھا۔
محمد عسکری۔ ہاں خداوند ایک اور شخص سے بھی گفتگو ہوئی۔
تھی اس نے آہ سرد بھر کر کہا کہ افسوس یہ بری ہمارے ہتے
نہ چڑھی۔ مگر میں اسکو پہچانتا نہیں ہوں دیکھوں تو پہچان لوں
میں نے اچھی طرح اسکو دیکھا نہیں۔
صاحب کمشنر بہادر نے قلم دوات کاغذ دیکر کہا کہ اسکا
حلیہ لکھدیجیے محمد عسکری نے حلیہ لکھا حکم ہوا کہ آپ میں چلیے
بنجائیے کلستا اختتام تحقیقات میں رہیے اسکے بعد ہمایون فر
کے ایک حجاز او بھائی کے اظہارات لیے گئے جنکا نام

آغا شمس الدین خان بہادر تھا۔
آغا۔ حضور میں بھی اپنے بھائی کے گھوڑے کے قریب جا رہا تھا
مجسٹریٹ۔ (ل) نواب صاحب آپ نے کیا بات دیکھا قتل کا۔
آغا۔ (آبدیدہ ہو کر) جناب۔ جناب من۔
مجسٹریٹ۔ افسوس ہی مگر آپ پوری پوری بات بتلائے جس میں ہم کو قاتل کا پتہ ملے۔ آپ آنسو پوچھ ڈالیے۔ اور کہیئے
آغا۔ آہ۔ ہائے بھائی۔ ہائے بھائی اسقدر جلد داغ دیگیا ہائے ہم سب خوش تھے اور دل میں کہتے تھے کہ ؎

اب وقت سرور فرحت اندوزی ہے
ہر دل مصروف جشن نوروزی ہے

مگر ع۔ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ علی کا نام لیکر جان دی ؎

گر دوستی علی میں مرجائیں گے
بگڑے ہوئے کام سب سنور جائیں گے
جس وقت کہیں گے منہ سے یا شیر خدا
جوں برق صراط سے گذر جائیں گے

کمشنر۔ نواب صاحب۔ آپ دل کو مضبوط کر کے حال بتائیں
آغا۔ میں ہنستا بولتا خوشی خوشی چلا آتا تھا۔ کہ ایک شخص نے بھائی کے جسم میں خنجر بھونکا اور وہ معاً گر کے بیہوش ہو گئے جس شخص نے قتل کیا وہ محمد عسکری سے عرصے تک باتیں کرتا رہا میں سنتا تھا محمد عسکری نے کہا کہ افسوس ہی سپہر آرا کے ساتھ ہمارا نکاح نہ ہوا اور اس شخص نے بھی ایسی ہی باتیں کیں
کمشنر۔ گفتگو جو محمد عسکری اور اس میں ہوا اس سے دونوں کا دوستی پایا جاتا تھا یا جان پہچان نہیں پایا جاتا تھا۔
صاحب کمشنر اور صاحب مجسٹریٹ کو محمد عسکری پر بھی شک گذرا دونوں کو یقین ہو گیا کہ انکی سازش ضرور حق پہنچ

سے کہا گیا کہ انکی نگرانی کرتے رہنا محمد عسکری کے ہوش پڑاں کہ خدا ہی خیر کرے ان کے احباب نے کہا بھائی صاحب جو کچھ حال ہو ہم سے صاف صاف کہہ دیجیئے تاکہ ابھی سے دفع دخل کریں ورنہ پھر کچھ نہ ہو سکے گا۔
محمد عسکری۔ بھئی جرم ہی تو صرف اس قدر کہ ایک اجنبی سے باتیں کیں۔
دوست۔ وہ اجنبی کون تھا۔ ہندو مسلمان عیسائی۔ جوان بوڑھا کبھی اور بھی اسکو دیکھا تھا بات چیت کیا ہوئی تھی۔
محمد عسکری۔ کبھی کا صورت آشنا نہ تھا جان نہ پہچان۔ مجھے صرف اسقدر پوچھا کہ یہ برات کس کی ہی میں نے کہا ہمایون فر کی کہا جاتی کہاں ہی میں نے کہا ایک بیگم ہیں۔ بس۔
دوست۔ صاحب مجسٹریٹ تمھاری طرف سے مشکوک ہو گئے ہیں یا کہ نہیں۔
محمد عسکری۔ وجہ۔ وہ تو میری بہنیں ہیں میں ہمایون فر کا دشمن نہیں تھا کوئی وجہ خاص نہیں کہ ہمایون فر کے قتل میں معین ہوں مگر صاحب کی گفتگو سے یہی پایا جاتا تھا۔
اس کے بعد ایک مہاجن کے اظہار لیے گئے اس نے یوں روایت بیان کی۔
مہاجن۔ میں اپنی دوکان پر بیٹھا تھا اور میری دوکان پر کئی آدمی اور بھی تھے سب برات کی تعریف کرتے تھے بس جب دولہا کا گھوڑا آیا تو ایک آدمی نے گھٹنا ٹیک کر چھری بھونک دی اور ہم سب دوڑ پڑے۔ ہاتھ پاؤں اسوقت ایسے بھول گئے کہ اسکو کسی نے گرفتار نہ کیا۔
کمشنر۔ کبھی اور بھی اسکو دیکھا تھا یا آج ہی دیکھا۔
مہاجن۔ چھاؤنی میں دیکھا۔ یہ فوج میں پہلے نوکر تھا۔

کمشنر۔ کس چھاونی مین دیکھا تھا اور اسکو کسقدر عرصہ ہوا۔
مہاجن۔ مرار کی چھاونی مین دیکھا تھا۔ کوئی چھ برس ہوئے۔
کمشنر۔ تم انکو پہچانتے ہو (محمد عسکری کی طرف اشارہ کرکے)
مہاجن۔ جی ہان حضور بخوبی یہ ایک نواب زادے ہین یہان کے
کمشنر۔ انکے ساتھ کبھی اس آدمی کو دیکھا تھا یا کبھی نہین
مہاجن۔ جی نہین کبھی نہین۔ انکا انکا لے کون ساتھ ہی بھلا
کمشنر۔ ویل افسوس ہی کہ تم لوگ نے اسکو گرفتار نہ کرلیا۔ اچھا خیر
محمد عسکری کے ہوش پران کہ خدا ہی خیر کرے۔ آج بڑا
سانسا ہی صاحب کمشنر بہادر خود ابتدائی تحقیقات کر رہے ہین
پولیس سے کوئی واسطہ ہی نہین صاحب کمشنر قسمت اور خود تحقیقات
کرین۔ اور بڑے شرم کی بات ہی کہ ہزارون آدمیون مین یہ حرکت کی
اسکے بعد حسنا طوائف کے اظہار لئے گئے۔ حسنا نے
بیان کیا کہ مین اپنے کمرے کے برآمدے مین کرسی پر بیٹھی تھی اور
دوسری کرسی پر ایک تحصیلدار صاحب جن سے میری ملاقات ہی
بیٹھے تھے مگر اسی خیال سے کہ طوائف کے یہان آنکو کوئی
نہ دیکھے انھون نے اپنا منہ کپڑے سے لپیٹ لیا تھا صرف
آنکھین کھلی تھین۔ جسوقت نوشہ کا گھوڑا طرارے بھرتا
سامنے آیا مین نے تحصیلدار صاحب سے کہا کیون سچ کہنا
کیسا خوشرو شہزادہ ہی سدا لمن قسمت کی دشمنی ہے کہ ایسا
دولھا پایا اس پر تحصیلدار چہل کرنے لگے۔ ای بس اتنے مین
کسی موئے درگور نے اللہ اس سے سمجھے اوسکے تن بدن مین
کیڑے بلبلائین مین نے کسی کو آتے دیکھا نہ جاتے نہ چھری
بھونکتے نہ تلوار مارتے (کف افسوس مل کر) ہی ہی بس اتنا
دیکھا کہ وہ شہزادہ گھوڑے پر سے گر پڑا۔
کمشنر۔ ویل وہ تحصیلدار کون ہی۔ اسکا نام کیون نہ بتایا تم نے

حسنا۔ ای سبحان اللہ۔ واہ حضور واہ۔ اچھی کہی۔ ہونہہ!
کمشنر۔ ہم اسکا اظہار لیگا۔ اس سے کل بات پوچھیگا۔
حسنا۔ وہ موئے قاتل کو کچھ پہچانتے بھی ہین۔ کہتے تھے
اللہ جانے۔
کمشنر۔ او تب تو ہم پھر مانیگا۔ ہم ضرور پوچھیگا نام
مجسٹریٹ۔ اچھا ایک کام کرو۔ وہ جس طرح منہ لپیٹ کر بیٹھے
تھے اسی طرح منہ لپیٹ کر آئین اور اظہار دین تم دریافت
کرکے ہمین اطلاع دو۔
حسنا نے تحصیلدار صاحب کو اطلاع دی۔ مجبور ہو کر عورتون
کی طرح ہمہ تن اوڑھ کر تشریف لائے۔
کمشنر۔ ویل تحصیلدار صاحب ٹھیک ٹھیک اس مقدمہ
کا حال بول دو
تحصیلدار۔ (اشارے سے) قلم دوات کاغذ منگوائیے تو
لکھ دون۔ قلم دوات کاغذ آیا۔ کمشنر صاحب نے سوال کرنا شروع کیا
کمشنر۔ آپ تحصیلدار ہین شرم کیا ہی صاف صاف بتاؤ ہم کو
تحصیلدار صاحب نے یہ فقرہ لکھا (جی ہان حضور مگر خدا
کے لیے نام نہ پوچھیے چاہے خون ہو جائے غلام نہ بتائیگا۔
کمشنر۔ آپ نے کیا دیکھا۔ شاہزادے کو کس نے قتل کیا اور کسطرح
تحصیلدار لکھکر۔

غریب پرور سلامت۔ بعد عرض میرساند
ازآنجا کہ فدوی ناہنجار دستمند بوجوہ چند در چند اس
زن حسینہ موسومہ بہ حسنا سے واقف کمال ہی اور اسکی شفقت
کی تعریف مین زبان ناطقہ لال ہی جو کہ آج کے روز جگر سوز
خاکسار اس کمرے مین بیٹھا مصروف کھیلنے (چوسر) کا تھا
برات دیکھنے کے اشتیاق مین چوسر کو چھوڑ کر لپکتے دیکھی

مگر افسوس صد افسوس کہ عین اسی حالت مین کہ عروس کا بزرگ دربرتھی ایک ملعون نے اس بیگناہ شہزادے کو ضرب دی خنجر ہاتھ مین تھا اس خنجر سے قتل کر ڈالا۔ واجب بود بغرض سازید – سوتی آفتاب دولت ہمیشہ تابان ہو جیو۔

تحصیلدار

صاحب کمشنر نے عرضی پڑھوائی۔ کہا قاتل کو کبھی اور بھی دیکھا تھا اُسکو بخوبی پہچانتے ہو اچھی طرح سے جانتے ہو یا نہین

تحصیلدار۔ (لکھکر) دانم ولی نگویم۔

کمشنر۔ ہم نہین جانتا کہ اسکو کسنے تحصیلداری کا عہدہ دیا۔

تحصیلدار۔ اقبال سرکار کے زور سے کلام کرتا ہون حضور عالم

کمشنر۔ قاتل کا نام مقام سکونت پیشہ عمر قد و قامت سب بتاؤ

تحصیلدار۔ اگر اسکو پھانسی ہوئی تو ذمہ دار کون ہوگا۔ ہان

کمشنر۔ اسکو پولیس کی حراست مین رکھو بس ابھی اسی دم چلو

اس پر ایک صاحب نے کہا کہ ہم بھی کوشش کرین پھر اختیار ہے جہان چاہیے بھیج دو۔ قریب جاکر کچھ کان مین کہا

صاحب۔ ول تم خود مجسٹریٹ ہے اور تم حوالات مین رہیگا کیون نہین بول دیتا صاف صاف۔ بالکل صاف صاف کہدو کہ کون تھا اور اسوقت منھ پر پردہ کیون ڈالا ہے۔

تحصیلدار۔ (کان مین) پیر و مرشد مین ایک مولوی آدمی مشہور ہون اگر لوگ اسوقت دیکھ لینگے تو کیا کہین گے

اس پر صاحب نے جھلاکر برقع چاک کر ڈالا اور تحصیلدار صاحب کا چہرۂ انور صاف نظر آیا۔

کمشنر۔ ہیلو لالہ گوری ہل تحصیلدار۔ ول گوری صاف صاف بتاؤ

تحصیلدار۔ خداوند یہ شخص میرے ساتھ مراد کی چھاؤنی مین تھا وہان بھی دو آدمی اس نے قتل کیے تھے۔ ایک ہی موذی ہے

کمشنر۔ مکان اسکا کہان ہے مراد کا باشندہ ہے؟

تحصیلدار۔ مکان کا حال مجھے نہین معلوم مگر ہے بڑا بدذات

اس کے بعد سائیس کے اظہار لیے گئے۔ اس نے یون بیان کیا جسوقت سرکار قتل ہوئے دو آدمی جھکے تھے۔ ایک وہ جسنے قتل کیا اور دوسرے وہ جو سامنے کھڑے ہین (محمد عسکری کی طرف اشارہ کرکے) وہ قتل کر کے بھاگا۔ یہ بدو دیگر کھڑے رہے

کمشنر۔ او ول مسٹر کیا اس کے بارے مین تم کہہ سکتے ہو۔

محمد عسکری۔ خداوند یہ جو کہین وہ صحیح ہے

کمشنر۔ ول سچ بولو تم نے قتل مین مدد دی کہ نہین۔

محمد عسکری۔ حضور آسمان پھٹ پڑے اگر قتل مین ذرا بھی مدد دیا ہو یا مجھکو اسکا علم بھی ہو۔

کمشنر۔ تم سے اور ہمایون فر سے ملاقات تھا یا دشمنی یا دوستی

محمد عسکری۔ حضور مین اُنسے واقف تھا مگر وہ مجھے نہین جانتے تھے

کمشنر۔ کبھی کسی بات مین اُنسے جھگڑا ہوا تھا یا کبھی نہین

محمد عسکری۔ صاحب سلامت تک تو تھی نہین علیک سلیک تک نہ داردو۔ اور کیا عرض کرون

کمشنر۔ جہان شادی ہوتا ہے وہان کچھ عداوت تھا۔

محمد عسکری۔ وہ تو میری نہین ہین چچا کی لڑکی در عیال و اطفال

کمشنر۔ پولیس کے ذریعے سے ابھی تحقیقات ہو اور صاحب خود جاکے اُنکے ہان تحقیقات کرین جنکے ہان شادی ہوئی تھی

صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس ایک انسپکٹر اور ایک جمعدار اور دس جوان لیکر بڑی بیگم کے ہان چلے کہ دیکھین تحقیقات کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ادھر کمشنر صاحب کو وہ فقیر یاد آیا جس نے یہ رباعی پڑھی تھی۔ ع

ادبار کا ملک کا حشم وجاہ مین ہے — بھاگو بھاگو کہ خوف اسکا وہین ہے
جاگو جاگو یہ خواب غفلت کیسا — دیکھو دیکھو اجل کمینگاہ مین ہے

ان سب کے بعد درویش کا اظہار لیا گیا۔

کمشنر۔ تم اس بارے مین کیا جانتے ہو۔

درویش۔ وہی جو پہلے کہا تھا۔

ادبار کا کھٹکا حشم وجاہ مین ہے — بھاگو بھاگو کہ خوف اسکا وہین ہے
جاگو جاگو یہ خواب غفلت کیسا — دیکھو دیکھو اجل کمینگاہ مین ہے

کمشنر۔ اگر تم صاف صاف نہ بتاؤ گے تو سخت سزا پاؤ گے۔

درویش۔ (مسکرا کر)

روے مقصود کہ شاہان بدعاے طلبند
سببش بندگی حضرت درویشان است

اگر قید کرو گے تو فکر نہین اور اگر رہائی دو گے تو درویش خالی از ذکر نہیں اور اپنا تو یہ قول ہے ؎

ہستم زغم عشق تو مستم مستم — دل در طلب وصل تو بستم بستم
گویند مرا عاشق بدنام توئی — منکر نتوان بود کہ ہستم ہستم

غضب خدا کا اس جلاد دجبل کا جلوس اور خدا اسکے نام پر بھی نہین الصدقہ ترد البلاء وتزید فی العمر۔

صاحب کمشنر نے اس فقیر کو عارف باللہ ولی حق آگاہ تصور کر کے ایک گوشہ مین لے جا کر بصد خشوع وخضوع سمجھایا کہ سائین اس گورکھ دھندے مین نہ پڑنا جو کچھ معلوم ہو صاف صاف بتا دیجیے آخرکار بعد خرابی بسیار صاحب کمشنر سے یون بیان کیا کہ ایک شخص جو اسی شہر مین تازہ وارد تھا اُسنے مجھسے بیان کیا کہ مین ہمایون فر صاحب کے قتل کیلئے آیا ہون مین اگر گورنمنٹ مین اسکی اطلاع کر دیتا مگر چونکہ اس شخص نے کسی زمانے مین میری جان بچائی تھی مین نے اس امر کی کسی سے اطلاع نہین کی ایک بار ہمایون فر کے پاس جا کر باتون باتون مین ذکر کر دیا تھا اگر وہ نہ سمجھین تو میرا کیا قصور۔

من انچہ شرط بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

ہمایون فر کے مرنے کا افسوس ہے مگر قاتل کو پانی مین پاؤ گے اندرون آب۔ اندرون آب۔

قاتل گرفتار ہوا

درویش سے صاف صاف دریافت کیا گیا تو اس نے کہا یہ قاعدے کی بات ہے کہ انسان قتل کرنے کے بعد گھبرا جاتا ہے۔ خون سر پر سوار ہوتا ہے اکثر آدمیون نے انسان کا قتل کر کے بازار مین دھبے دھوئے ہین۔ سعا گرفتار ہو گئے ایک شخص اپنے رقیب کو شمشیر بران سے قتل کر کے تھانے پر گیا اور تلوار رکھکر ایک کانسٹبل کی چارپائی پر سو یا جب تھانہ پر خبر ہوئی کہ خون ہو گیا اور سپاہی دوڑے تو عند التحقیقات معلوم ہوا کہ فلان شخص قاتل ہے۔ سپاہیون نے کہا وہ کبھی قاتل نہین ہو سکتا وہ تو تھانہ پر باآرام تمام نہایت آزادی اور بیفکری کے ساتھ لیٹا ہوا ہے اگر قتل کیا ہوتا تو اس آزادی سے پولیس کے پنجے مین اپنے کو نہ پھنساتا آخرکار گرفتار ہو گیا۔

صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ اس طول طویل تقریر پر بہت جھنجھلائے کہا اس شخص کو ہم اسقدر سخت سزا دینگے کہ اسکے وہم وگمان مین بھی نہین ہے درویش نے کہا صاف صاف تو بتا دیا کہ قاتل دریا کی طرف گیا ہوگا یا کسی کنوئین پر نہا رہا ہوگا صاحب کمشنر خود بنفس نفیس مع صاحب مجسٹریٹ ضلع گھوڑون پر سوار ہو کر دریا کے سمت چلے اور ہر طرف گھاٹ پر دو دو چار چار سوار بھیجے کہ جس آدمی پر ذرا بھی شک ہو فوراً گرفتار کر لاؤ۔

اب سنیئے کہ جو گھاٹ سب سے قریب تھا اس پر صاحبان ممدوح داخل ہوئے اور پہونچتے ہی کہا کہ خبردار جو جس مقام پر نہاتا ہے وہ وہاں ہی رہے بس۔ اگر ذرا جنبش ہوئی تو ہم بندوق سر کر دینگے گھاٹ پر اکثر آدمی نہا رہے تھے۔ ہندوؤں کا کوئی چھوٹا سا تہوار تھا۔ لوگ دنگ کہ یا الٰہی سرکار نے یہ کیسا حکم نافذ فرمایا۔

اتنے میں محمد عسکری اور شیخ عطاء اللہ اور حسنا طائفہ اور تحصیلدار ریاست جن کے اظہار لیے گئے تھے گھاٹ پر آئے تو صاحب کمشنر نے کہا یہ لوگ جو یہاں نہا رہے ہیں اُن میں پہچانو تو کہیں قاتل کا پتہ ہے۔

حسنا۔ جی نہیں حضور ہمیں تو نہیں نظر آتا۔ شاید ہو کہیں

محمد عسکری۔ حضور سبکو الگ الگ دیکھوں تو شاید پہچان سکوں

عطاء اللہ۔ ان میں تو کوئی نہیں ہے وہ خدا جانے کہاں چھپ رہا ہوگا

مگر تحصیلدار صاحب نے غور کر کے سبکو دیکھا اور غل مچا کر کہا وہ ہے۔ وہ ہے۔ قاتل وہ ہے۔ قاتل وہ ہے—

کمشنر۔ سب اسی طرح دریا میں رہو۔ ورنہ ہم بندوق ماریگا۔

مجسٹریٹ۔ خبردار خبردار۔ ابھی گولی پڑی جو ذرا کوئی ہلا۔ ہم بلا تامل مار ڈالیگا بس یوں ہی رہو۔ یوں ہی رہو—

اب سب پوچھتے ہیں کہ قاتل کہاں ہے تحصیلدار نے کہا ابھی یہاں نہا رہا تھا مگر دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا۔ اس پر ایک سپاہی نے جو نہا رہا تھا کہا خداوند کس کی تلاش ہے۔ ایک آدمی میرے قریب نہا رہا تھا جب انھوں نے غل مچایا تو اسنے غوطہ لگایا اور آدمیوں نے بھی شہادت دی۔ تحصیلدار شہر کو حکم دیا گیا کہ کسی پیراک سے کہو غوطہ لگائے۔ اور اسکو گرفتار لائے۔ ایک پیراک جو برج پر کھڑا تھا سنتے ہی کود پڑا پورے آدھ گھنٹے تک غوطہ لگایا مگر در مقصود ہاتھ نہ آیا۔

اب دریا پر تو دھام دھام ہے۔ تمام شہر امنڈ آیا کہ دیکھیں قاتل ملتا ہے یا نہیں آدھ گھنٹے کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ابھرا اور ابھرتے ہی ساحل کی طرف چلا۔ اس زور سے آتا تھا جیسے ہوا پر ہلکی پھلکی ڈونگی جاتے تحصیلدار سے پوچھا یہی ہے۔ انھوں نے کہا ہاں یہی ہے۔ کنارے پہونچتے ہی اس نے ایک سائیس کو جو کسی رئیس کے گھوڑے کو پانی پلا رہا تھا اس زور سے تھپڑ دیا کہ وہ تیورا کے گرا۔ ادھر وہ گرا ادھر اچک کر گھوڑے کی پیٹھ پر ہو رہا اور گھوڑے کو تیز کیا اور للکار کر کہا آئے جس کا جی چاہے۔ قاتل ہم ہی ہیں ہمیں نے قتل کیا۔

ننگی پیٹھ گھوڑے پر سوار ہو کر اس پھرتی اور سرعت سے جانا اسی شخص کا کام تھا۔ چالیس گھوڑے اسکے تعاقب میں جاتے تھے مگر اس کی گرد کو نہیں پاتے تھے حاضرین تعریف کے نعرے بلند کرتے تھے۔

ایک۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ واہ واہ واہ۔ سبحان اللہ سبحان اللہ

دوسرا۔ دیکھنا کیا کمال کر رہا ہے۔ واللہ کمال حاصل ہے۔ واہ

تیسرا۔ زین کاٹھی نہ دار اور تو اور وہ ڈرنے جینے کو تو دیکھیے۔

چوتھا۔ قسم خدا کی لاکھ دو لاکھ شہسواروں میں فرد ہے۔ سبحان اللہ

صاحب سپرنٹنڈنٹ صاحب مجسٹریٹ اور اُنکے اسسٹنٹ اور کل حاضرین اور تماشائی دنگ تھے۔ قاتل کا گھوڑا طرارے بھرتا جاتا تھا مگر کچھ دور جا کر اُسپر یہ مصیبت پڑی کہ ایک گھوڑا جو مطلق العنانی کے ساتھ چر رہا تھا قاتل کے گھوڑے کی طرف دوڑا اگر کوئی اور ہوتا تو گھوڑے فوراً لڑ جاتے مگر شہسوار نے اس خوبصورتی سے بچایا کہ سبحان اللہ۔ لیکن اس عرصے میں ایک اونٹ گھوڑے کی نظر سے گذرا جو درخت کے تلے بندھا ہوا لمبی گردن اٹھا کر پتیاں کھاتا تھا۔ گھوڑا اس

عجیب الخلقت جانور کو دیکھکر بھڑکا اور رکا۔ ٹٹو نے بھی دوسرا
گوشہ آن پہونچا اور دھنا۔ بہنا کر دونون لڑنے لگے مگر شہسوار
بدستور ان پر ٹری جمائے بیٹھا رہا۔ اتنے مین صاحب کمشنر اور
صاحب مجسٹریٹ کے گھوڑے بھی آن پہونچے۔ شہسوار نے
اپنے کو گرفتار پنجۂ اجل دیکھکر گھوڑے کو کمال لیاقت سے
پھیرا اور شہسواری کے دو چار ایسے ہنر دکھائے کہ کل حکام
پھڑک گئے۔ ایک انسپکٹر اور دو برق اندازون نے بڑھکر
گھوڑے کی لگام پکڑ لی گھوڑے سے اتارا مشکین کسی گئین
پچاس سپاہی چو طرفہ سے گھیرے رہے۔

کمشنر۔ او تم ہی ہمارے شہزادے کا قاتل ہو۔ ول۔ اہ ہو۔
شہسوار۔ پھانسی ہی دوگے نہ۔ یا کچھ اور کروگے۔ بس؟۔
کمشنر۔ ہم تم سے بات کرنا نہین مانگتے۔ تم انسان نہین ہو۔
شہسوار۔ ہاے پیاری سپہر آرا تیرے عشق نے دو کی جان لی
ایک نوجوان شہزادہ تو قتل ہوا اور دوسرا نوجوان اب پھانسی
پائیگا۔ تیرے حسن تحیر سوز نے دو خون کیے۔ او بیگنہ کش کیا ستم ڈھایا
ہاے ہمایون فر واے ہمایون فر۔ ہمایون فر تیری موت
میرے ہاتھ سے بدی تھی اور میری موت تیرے سبب سے
ہمایون فر مجھے وہ وقت خوب یاد ہے جب تم اپنے عشرت محل
مین بہ آرام تمام سوتے تھے اور مین باہر گھوڑے پر منتظر تھا
اور جب تم خواب ناز سے بیدار ہوئے تو مین جھک کر آداب
بجا لایا اور سپہر آرا کا ذکر چھیڑا

مجسٹریٹ۔ تم سے اور ہمایون فر سے کیا عداوت تھا کس بات کا
شہسوار۔ اب مین کیا بیان کرون۔ مگر مین نے برا کیا۔ خیر
اب تو جو ہونا تھا وہ ہوا۔ ہمایون فر سا نوجوان خوش رو شہزادہ
اور اس حالت مین مقتول ہو۔ افسوس صد افسوس۔ ع

ان ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد

انسپکٹر۔ اس وقت اگر غصے کو ضبط کرتے تو کس قدر فائدہ ہوتا۔
شہسوار۔ اجی بیٹھو بھی۔ یہ کرتے وہ کرتے جو ہوا وہ ہوا۔
انسپکٹر۔ افسوس کا مقام ہے۔ اپنی جوانی بھی گنوائی اور اس
بیچارے کی بھی جان لی اور انکی بوڑھی ماں کو کہین کا نہ رکھا
شہسوار۔ بھائی جان میرا قصور نہین ہے۔ ہاے مین بے قصور ہون
اس عشق اور حسن کے جھگڑے نے میری جان لی۔ پہلے آزاد رقیب
ہوے پھر ہمایون فر رقیب ہوئے مین نے تو قصد کیا تھا کہ اسکو
مار ڈالون مگر وہ بڑا چالاک آدمی ہے اور شہسواری کے علاوہ وہ
مجھسے کسی بات مین کم نہین بلکہ سب مین بڑھا ہوا ہے۔ ہمیشہ یہی
خیال رہا کہ ہمارے مقابل مین کوئی بڑھکر نہ نکلے۔

رفعت کبھی کسی کی گوارا یہاں نہین
جس سرزمین کے ہم ہین وہان آسمان نہین

اللہ اللہ سپہر آرا کے حسن گلوسوز نے یہ رنگ دکھایا ایک
کو قتل کیا دوسرے کو سولی پر چڑھایا۔ خداوندا۔ سپہر آرا تمام
عمر خوش و خرم رہے۔

انسپکٹر۔ بجا ہے۔ کیا بڑی خوشی ہو اور تم ہی اس کے رنج کے
باعث ہوئے۔ تم نے اسکو ایسا رنج دیا کہ تمام عمر حسرت کے
ساتھ زندگی بسر کرے گی۔ زندگی تلخ کر دی اور اب عالم
کہا خدا وہ خوش و خرم رہے۔ اے ٹھیکار۔ کیا ہم کسی کے کشتہ نہین
ہین مگر اسکا اظہار عیب سمجھتے ہین جو بات دل مین ہے وہ ہے۔ یہ
کیا کہ کسی بندہ خدا کی جان لین۔

دل مین پوشیدہ تپ عشق تبان رکھتے ہین
آگ ہم سنگ کے مانند نہان رکھتے ہین

تمہارا نام تو دونون بزدلون قاتلون مین ہو گا۔ عاشقون

کے زمرے سے بالکل خارج ہو۔

شہسوار نے آہ سرد کھینچکر اس بات کا جواب دیا بھائی تم کتنے ہو سچ کہتے ہو۔ مجھے اس وقت اپنے پھانسی کا رنج نہین ہی مگر یہ البتہ رنج ہی کہ سپہر آرا اس وقت بین کر رہی ہوگی اگر اجازت پاؤن تو اسکی تشفی کر آؤن۔

لوگون نے کہا کچھ دیوانے ہوے ہو میان عشق کے ملزم ہو تم اور سپہر آرا کی تشفی کرو۔ ضرور بالضرور تمھاری صورت دیکھکر اُسکے آتش غم کے شعلے آسمان کی خبر لائین گے اور کباب دل کی بو بلند ہوگی تم دہ شقی ہو شہسوار آبدیدہ ہوکر بولا ؎

مریخ کا ہی ظلم وستم کس شمار مین ‖ پیر فلک کو رتبہ ہی تیرے مرد کا

بڑی بیگم کے ہان بین کا حال زار آگے بند ناظرین ہوگا۔ بالفعل مقدمے کا حال سنئیے۔ دوسرے روز جب مقدمہ دائر ہوا تو شہسوار نے عدالت کے روبرو بالکل انکار کیا قطعی انکار محض انکار کون ہمایون فر کس کی برات۔ کیسا قتل کس کی عداوت۔ مجھے کیا واسطہ مین کیا جانون۔

عدالت۔ تم نے مرزا ہمایون فر کو نہین قتل کیا۔

شہسوار۔ ہمایون فر کون۔ مین نے نام بھی نہین سنا خدا جانے

عدالت۔ ہان ہم سمجھتے کہ اجمالی مجرم ہو۔ ول گواہ پیش کیجئے

پہلے حسنا ملوانُٹ کو بلایا اور اظہار کے بعد سوالات ہونے لگے

سوال۔ تم قاتل کو پہچانتا ہی۔

جواب۔ نہین حضور مین نہین پہچانتی۔

سوال۔ دل ول ڈرنے کی بات نہین۔ تم قاتل کو پہچانتا ہی یا نہیں پہچانتا ہی۔

سررشتہ دار۔ صاف صاف کہدو کہ مین نہین پہچانتی نہین پہچانتی ہی خداوند۔

حسنا۔ حضور مین نے تو آدمی کی جھپک سی دیکھی تھی پہچانتی نہین کسی کو۔

تحصیلدار صاحب ریاست بلواے گئے۔ انھون نے کہا حضور ہزار مین کہون لاکھ مین کہون کرور مین کہون کہ یہی قاتل ہی شہسوار نے آہ سرد بھر کر کہا۔ کیون بھائی تم اور ہمارے خلاف راے دو۔ مرار کی چھاؤنی بھول گئے۔ اسپر وکیل سرکار نے کہا عدالت اس فقرے کو لکھ لے تحصیلدار صاحب نے وقت اظہار اس روز بھی کہا تھا کہ مرار کی چھاؤنی مین ہم اور وہ نوکر تھے شہسوار نے پھر کہا کہ کیون لالہ جی وہ دن بھول گئے جب تم چھوٹی سی ریاست کے تحصیلدار تھے تمھاری سفارشین کی ہین نوکریان دلوائی ہین اور آج تو ہماری جان کا گاہک ہی تحصیلدار صاحب نے اسکا جواب نہ دیا عدالت کی طرف مخاطب ہوکر بیان کیا کہ اس شخص نے میرے علم مین دو آدمی قتل کیے ہین اور بھاگ گیا ہی اور اس مرتبہ بھی مجھے یقین نہین کہ سزا پائیگا

عدالت۔ مجرم سے۔ تمنے تحصیلدار صاحب کو کبھی دیکھا تھا پہلے

شہسوار۔ کبھی نہین۔ صورت آشنا تک نہین ہون۔ جانتا ہی نہین ہون

عدالت۔ پھر مرار کی چھاؤنی کا کیون ذکر کیا۔

شہسوار۔ دو باتون سے خالی نہین یا تو آپ سنتے اونچا ہین اور یا مین دیوانہ ہون۔ اب اسکا فیصلہ پنچون کی راے پر چھوڑ دیجیے ورنہ آپ کو اختیار ہی جو چاہیے سزا دیجئے۔

محمد عسکری بلوائے گئے وہ اس خائب غلہ ہوش ترلن رنگ سوباختہ کانپتے ہوئے اجلاس پر آئے کرتا ہوا پائجامہ ڈھیلے پائنچون کا۔ جامدانی کا کرتہ۔ شربتی کا انگرکھا۔ چوگوشیہ ٹوپی رومال اوڑھے ہوے۔ آن کر آداب عرض کیا۔ صاحب نے

از سر تا پا دیکھا اور آہستہ سے کہا (کرسی دو) چپراسی لے کرسی دی۔ صاحب نے کہا حلف کے بعد حال بیان کیجیے۔

محمد عسکری نے نہایت سہولت کے ساتھ یون اظہار دیے حضور برات کا کروفر کا حال سنکر مین بھی آیا تھا اور دلھن میری بہنون مین بھی ہے بڑی بیگم صاحب میری بزرگ ہین مین برات کی دھوم دھام اور جلوس کا ٹھاٹھ دیکھکر خوش ہو رہا تھا کبھی ادھر کبھی ادھر اس سے باتین کین کبھی اس سے۔ اتنے مین کہین اتفاق سے یہ صاحب آ گئے۔ میرے قریب کھڑے ہو کر پوچھا کیون حضرت یہ کس کی برات ہے مین نے کہا یہ ایک شہزادے ہین۔ مرزا ہمایون فر بہادر پوچھا برات جاتی کس مکان ہے۔ مین نے کہا یہان ایک رئیسہ ہین بڑی بیگم صاحب اُنکی چھوٹی صاحبزادی کے ساتھ نکاح ہے۔ پوچھا کچھ خوبصورت ہین۔ مین نے سر تا پا اس شخص پر نظر ڈالی اور کہا کہ آپ کو اُنکے خوبصورت یا بدقطع ہونے سے کیا واسطہ کہا مین صرف اس خیال سے پوچھتا ہون کہ نوشہ کمال حسین ہے اگر دلھن خوبصورت نہوئی تو ستم کا سامنا ہوگا اس پر میرے منہ سے بیکلہ نکلا کہ ہان دلھن بھی چاند کی ہے بس مجھسے یہی باتین ہوئین تھین۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہ مردک میرے عزیز کا قاتل ہوگا تو خدا جانے کیا کر گذرا ہوتا۔

عدالت۔ جس کے ساتھ جن بیگم کے ساتھ ہمایون فر کی شادی ہونے کو تھی اُس سے آپکا کبھی شادی کا ذکر تھا کوئی پیغام تھا

محمد عسکری۔ حضور میرے علم و یقین سے خارج ہے مین نے کبھی پیغام نہین بھیجا۔ اور نہ کبھی میری نیت تھی۔

عدالت۔ تم اسکا ثبوت دے سکتے ہو۔ آپ اسکا ثبوت دے سکتے ہین

محمد عسکری۔ حضور اُنکے گھر مین دریافت کر لین کبھی یہ خیال ہی نہین گذرا۔ افسوس ہے کہ مجھپر ایک اتنا بڑا الزام لگایا جاتا ہے جس سے میری کمال بے عزتی ہوتی ہے مگر مجبوری ہے۔

عدالت۔ دل شادی کا پیغام بھیجنا کوئی الزام نہین ہے۔ ہم آپ کا دل دکھانا نہین چاہتا آپ بھی ایک رئیس ہین۔

محمد عسکری۔ نہین حضور میرا یہ منشا نہین ہے مطلب یہ کہ خاکسار پر یہ شک کرنا کہ مرزا ہمایون فر بہادر کے قتل کا معین ہو لے ستم ہے افسوس صد افسوس۔ گناہ ہوا تو اسقدر کہ اس اجنبی سے باتین کین

عدالت۔ آپ یہ نہ سمجھین کہ ہمکو شک ہوا ہے۔ ہر گز نہین ہم صرف اسقدر دریافت کرنا چاہتے ہین کہ آپ سے اور اُس شخص سے کبھی کی جان پہچان تو نہ تھی۔

یہ اظہار لیے جاتے تھے کہ دفعتاً ایک کانسٹبل نے بڑھ کر کہا حضور یہ اشتہاری مجرم ہے۔ حلیہ ملا لیجیے۔ یہ سنکر اسکے رہے سہے حواس اور بھی غائب ہو گئے۔ ع کاٹو تو نہین لہو بدن مین حلیہ ملایا گیا تو رنگ فق۔ مرزا ہمایون فر کے ایک خدمتگار نے کہا حضور آتش زنی کا جرم انھین پر قایم ہوا تھا۔ تب تو کل حاضرین نے اُن کو نظر غور سے دیکھا اور انواع و اقسام کی باتین اُن حضرت کی نسبت ہونے لگین۔

ایک۔ اخاہ حضور ہی ہین۔ یہ کیسے۔ کہ یہ سب گن پورے ہین انھین کون کہے لنڈورے۔

دوسرا۔ دیکھیے کیا اتفاق ہے۔ ہمایون فر نے کتنی کوشش بلیغ کی کہ اس کمبخت کو ڈھونڈھ نکالین۔ مگر نہ ملا۔ اب وہی اُن کا قاتل ہے۔ الامان۔ الامان۔

تیسرا۔ اللہ میرا جی چاہتا ہے کہ اسکی بوٹیان نوچون جو رگ کی

چوتھا۔ اجی حضرت چاہے بوٹیان نوچیے چاہے پورنگ کیجیے۔ چاہے زندہ دفن کر دیجیے جو ہونا تھا وہ ہوا۔

پانچوان۔ سارے یار و سب کے سب نے ملکر مار ڈالا۔ کہیے کہ

یار وہاتھی پر نوشہ سوار ہوے مگر نہ ماننا تھا اور اس بیچارے کو تو مرنا تھا ہی اُن سے بھی لوگوں نے کہا کہ حضور ہاتھی سوار ہوں گھوڑے پر نہ سوار ہوں۔ مگر ایک کی بھی نہ مانی۔ کہا نہ ہم گھوڑے پر سوار ہونگے بانکپن اسی میں ہے۔ وہ بانکپن سب رکھا ہی رہا۔

مریض وہ ہوں جو در ماں سے بے نصیب آیا
اجل ہنسی مری بالیں پہ جب طبیب آیا

عدالت کو شک کی جگہ یقین ہو گیا کہ محمد عسکری بالکل بیگناہ ہے تشفی دی اور دلجوئی کی باتیں کیں۔ محمد عسکری آبدیدہ ہو کر بولے حضور میں یہ چاہتا ہوں کہ حضور کافی طور پر تحقیقات کریں اور اگر ذرا بھی لغزش پائی جائے تو پھانسی کی سزا دیجیے مجھپر تو انگلیاں اُٹھیں گی کہ یہ ملعون جاتا ہے۔ قاتل۔

عدالت۔ نہ نہ نہ۔ ہرگز نہیں۔ ہم ایسا نہیں کہتا تم قاتل نہیں ہے

محمد عسکری۔ بجا ارشاد ہوا لیکن صرف اس الزام ہی سے مجھے بری نہ کیجیے بلکہ اگر کسی شخص نے میری طرف سے شکوک کر دیا ہو تو اسکو بھی سزا دیجیے۔ آیندہ اختیار بدست مختار۔

عدالت۔ آپ بالکل بری۔ صرف اسواسطے بلایا تھا کہ آپ اس آدمی کا حلیہ بتائیں۔ بس آپ جائیے۔

ہمایوں فر کے خدمتگار نے کہا خداوند اس شخص نے ایک مرتبہ مجھکو رشوت دی تھی کہ مرزا ہمایوں فر جب کبھی ثریا بیگم کے ہاں پیغام بھیجیں تو ہمکو فوراً اطلاع دو۔

اتنے میں نواب خورشید علی خان نے کہا۔ اخاہ میں نے اس شخص کو خوب پہچانا۔ یہ میرے پاس بھی ایک روز آیا تھا جب میں اپنی سسرال میں تھا۔ مجھسے کہا کہ یہ گھوڑا بکاؤ ہے اگر حضور خرید یں تو فہو المراد۔ اور ایک دن مجھے معلوم ہوا تھا کہ سسرال میں انھیں ذات شریف کے سبب سے چوری ہوئی تھی

عدالت۔ دو جرم

تحصیلدار۔ حضور دو ہزار جرم۔ یہ بڑا سفاک خونخوار آدمی ہے۔

عدالت۔ مسل مقدمہ طلب ہو آتش زنی والے مقدمہ کی کل آئی

بڑی بیگم کی ڈیوڑھی پر ماتم ہو رہا ہے

مہندی کے عوض ہاتھ میں دولھا کے لگے زخم
آلودۂ خوں پنجۂ مرجان نظر آیا

آج قیامت کا سامنا ہے۔ دولھا کی لاش پر دولھن کی آمد ہے اُف میرا خدا ادہ میں کہ دم تحریر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں یہ وہ ہمایوں فر ہیں جو ابھی ہنستے بولتے بجے سجائے سمند فلک سیر پر سوار دولھا بنے جاتے تھے۔ دوست احباب اعزا اقربا خوشی کے شادیانے بجاتے تھے لیکن خدا جانے کسی نے کیا کر دیا کہ خاموش ہو گئے خلق خدا ماتم کر رہی ہے ابھی ابھی باجے بجتے تھے اب چھاتیاں پٹ رہی ہیں ہائے دنیائے دوں کے بھی عجب کارخانے ہیں۔ یہ وہی شہزادہ ہے جو فرش گل پر سوتا تھا اب فرش گل پر اس لطف سے آرام کر رہا ہے کہ عمر بھر شاید ایسا لطف نہ حاصل ہوا ہوگا یا الٰہی دیکھتے ہی دیکھتے یہ کیا ہو گیا

نہ جن کو بستر مخمل پہ نیند آئی تھی
سو آن کے واسطے اب خاک کا بچھونا ہے

ہائے وہ نرگسی آنکھ اب بند ہے۔ وہ جادو بھری آنکھ دم کے دم میں پیوند زمین ہو گئی وہ برگ گل سے لب اب مرجھا گئے چہرہ نورانی کی رعنائی کا پتا ہی نہیں۔ کچھ عجب صورت ہو گئی ہائے پیارے رخسار جو ملائک فریب تھے اب بھیانک نظر آتے ہیں وہ گلاب سا مکھڑا اب خزاں کے ہاتھوں کمھلا گیا ہے۔ ہائے اس اجل سے خدا بچے جس نے شہزادی بیگم کے پھلے پھولے باغ کو سنسان کر دیا جس نے مجنوں کو لیلی۔ فرہاد کو شیریں۔ وامق کو

عذرا سے جدا کیا جس نے کروڑوں گلبدنوں کو خاک مین ملایا جسکی بدولت لاکھون نوجوانان سیم بدن کفن پوش ہو گئے۔

رہے نہ حضرت یوسف نہ حسن پاک اُن کا
رہی نہ اب وہ زلیخا نہ عشق اُس کا ہے

نہ اب ہین لیلی و شیرین نہ قیس اور فرہاد
نہ اب جہان مین وامق ہی اور نہ عذرا ہے

سر عزیز پہ تھا جن کے تاج سلطانی
ہر اک فقیر کی ٹھوکر سے اُن کا کھاتا ہے

نہ اب ہی سنجر و خاقان نہ سلطنت نہ حشم
نہ ہین سکندر و جمشید اور نہ دارا ہے

ہر سمت سے یہی صدا بلند تھی کہ یارو یہ کیا غضب ہی۔ ابھی ابھی ایک جہان خوش و خندان تھا۔ اور اب چشم عالم خونفشان ہی چرخ زبرجدی سیاہ پوش ہی ع این ماتم سخت است کہ گوئند جوان مرد۔

فلک زبار مصیبت خمیدہ وا ویلا
ملک زچاک گریبان دریدہ وا ویلا

اب سنیے کہ ادھر تو شہزادہ گیتی پناہ فریدون کمر کی لاش پڑی تھی اور حاضرین و ناظرین کی یہ کیفیت تھی کہ دل مین غم آنکھین پرنم جگر مین درد لب پر آہ سرد۔ زبان پر واحسرتا و اصیبتا

اگر ہی آنکھون مین آنسو تو دل ہی غم سے بھرا
جگر مین درد ہو تو ہے زبان پہ وا ویلا

شہزادی بیگم زبان حال و قال سے بصد حسرت و یاس کہتی ہین کہ –

فلک نے مجھکو دیا داغ نوجوان افسوس
وہ مہ دو ہفتہ ہوا خاک مین نہان افسوس

ملایا خاک مین اس رشک ماہ تابان کو
زمین پہ گر نہ پڑا کیون یہ آسمان افسوس

بگریہ ایم اگر گل بہ باغ می خندد
بگریہ ایم چو بلبل بہ باغ می خندد

خورشید لقا اور مہ لقا دونون گل پیرہن اور نسرین بدن نوخیز شہزادیان چھاتی پر دوہتڑ مار کر روتی ہین کہ ہائے ہائے ماں جائے بھائی کدھر چلے۔

اور ادھر سپہر آرا بیگم کے دل مین وہی ٹھنی ہی شہزادے سے یون ملینگے اور یون زندگی بسر کرینگے جس طرح خورشید دولھا اور بہار النسا بہن مین ہنسی دل لگی چہل مذاق ہوتا ہی اسی طرح ہم دونون بھی نہین بولینگے۔ ہائے کیا بیخبری ہی۔ تمام عمر مین سپہر آرا اسقدر خوش نہین ہوئی تھی۔ ہان جس روز حسن آرا بیگم کو غش آ گیا تھا اور گھر مین کہرام مچ گیا تھا اور اُسکے بعد حسن آرا نے آنکھین کھول دی تھین اُس روز البتہ سپہر آرا جامے مین پھولے نہین سماتی تھی۔ بلغ باغ ہوئی جاتی تھی اس چودہ پندرہ برس کے سن مین انھین دو بار انتہا سے زیادہ خوشی ہوئی تھی مگر اُنکی اس خوشی نے خون نہ رلایا۔ ہنسی کا یہ ثمرہ پایا کہ عمر بھر روئین گی افسوس صد افسوس۔

آتش زنی کی شورش ساعت دو ساعت رہی سمند گھوڑے کے مرنے کا افسوس دو چار سنٹ رہا۔ پھر وہی دھما چوکڑی مچنے لگی۔ وہی ناچ رنگ وہی چہل پہل۔ وہی گانا بجانا وہی ہنسی مل لگی۔ وہی قہقہے۔ وہی چہچہے۔

بہار النسا۔ کوئی اچھی سی ٹھمری گاؤ بی منی۔ ذرا شوخ ہو۔

منی۔ (اب شوخ تو آتی نہین جانی بیگم کی طرف اشارہ کرکے) حضور مین۔ بے ادبی معاف۔ آپ کئی بار کہہ چکی ہین۔

جانی بیگم۔ خدا کی شان۔ او نوج۔ سادیکھو اب تم لوگون کے بھی دماغ ہوئے کہ رئیس زادیون اور بہو بیٹیون کی برابری کرو۔ جہان

چھنی۔ ہنسنے بولنے مین راجہ پرجا امیر غریب سب یکسان ہین
نظیر بیگم۔ کوئی غزل یاد ہو تو کہو۔ مگر سمجھ مین آئے فارسی نہو۔
جانی بیگم۔ اے ایلو مرغ باز کی بہو بھی بولین۔ آج کل کتنے مرغ ہین
نظیر بیگم۔ تم بھی گاتی ہو۔ ذری کچھ کہو تو تمھین اپنی آنکھون کی قسم
نظیر بیگم۔ ہم نے تو کہہ دیا نہ کہ تم لاکھ بکو ہم جواب ہی نہ دینگے
ایک چپ ہزار بلا ٹالتی ہے بس چپکی ہوئی۔ اب تم جانو تمھارا
کام جانے ہم سے کچھ واسطہ نہین۔ ہم کسی بات کا جواب نہ دینگے
جانی بیگم۔ خوشی سے (مسکرا کر) نہین آپ جواب نہ دین تو ذری
کبھی تو کچھ بولو ہین۔ ہوئی گوارون کی طرح بات سن لی اور چپکی
ہو رہین۔ واہ واہ۔

اب سنیے کہ ایک مشاطہ کسی رئیسہ کی بھیجی ہوئی آئی۔ آداب
بجا لائی۔ دلہن کو دیکھا۔ کہا اور تو سب ٹھیک ہے مگر چوٹی
کے سنورنے مین ذری کسر رہگئی ہین چٹکیون مین سستا کردونگی
خورشید علیخان بہادر نے باہر اس مشاطہ کو ہنسی ہنسی مین چھیڑا
کہا کہو بی مشاطہ تم اس سن مین بھی ہر وقت بنی ٹھنی رہتی ہو۔ مشاطہ
سنک کر بولی حضور کی باتین سنیے اس سن کی ایک ہی کہی
ابھی ہمارا سن ہی کیا ہے۔ مردون کا قاعدہ ہے کہ اپنے کو تو جوان
سمجھتے ہین اور دوسرون کو بوڑھا بتاتے ہین چلیے آپکی سالی کو دیکھا تو
مشاطہ کی تو انکو حاجت ہی نہین ہے چاند سا مکھڑا پایا ہے
مگر ہان ہم انکے حسن کو دس گنا جوبن دے سکتے ہین اور حضور لاکھ
جوبن کا ایک جوبن تو جوانی ہے۔ اس سے بڑھکر جوبن ہی نہین
سنیے ایک چھوکری برسون دیکھی۔ سرکار دیدہ ہے نہ شنیدہ ہے۔ مین
کیا عرض کرون پھول سے رخسارے بس یہ گلاب کا پھول۔ بدن
اسقدر نازک کہ کسی کے چھونے سے تعلق رکھتا ہے چاند مین بھی کیل ہے
اسکے چہرے مین میل نہین ہے۔ اور حضور کلائی تو ایسی معلوم ہوتا ہے کہ
کسی سانچے کی ڈھلی ہے آنکھ سے جادو ٹپکتا ہے۔ بدن گول گات کی سڈول
کا حال کچھ نہ پوچھیے۔ اور بوٹا سا قد امہ ایسی شوخ اور چلبلی ہے کہ
توبہ توبہ۔ اور سن کا حال پوچھیے تو چودھوان سال بس چودھوین
کا چاند ہے۔ اور نور کیا کہون۔ کیا صورت پائی ہے۔
خورشید دولھا۔ بھلا اس تقریر سے مطلب۔ جوبن کا
چاند ہے یا شہد ہمکو کیا۔ حور ہے۔ پری ہے۔ پھر ہمکو اس سے کیا واسطہ
مشاطہ۔ حضور مطلب میرا یہ ہے کہ اتنی تو قبول صورت اور گھٹے ٹھاٹون
میلے دوپٹے مین وہ جوبن نظر آتا ہے کہ دیکھیے تو لوٹ پوٹ ہو جائیے
بادشاہ وزیر دیکھین تو نکاح کرلین۔ پری ہے پری اور چالاک
بیباک چست طرار۔ سوار کو گھوڑے سے اتار لے۔
خورشید دولھا۔ اور قوم کون ہے۔ کوئی بھنگن یا چمارن تو
نہین ہے کہین۔
مشاطہ۔ ای توبہ توبہ منہارن ہے چوڑی والی۔ چودھوان سال ہے
پھر حضور یہ سن و سال اور حسن کے سبب سے جو جوڑا پہنتی ہے
چاہے میلا ہو چاہے پھٹا پھٹا ہو نور برستا ہے۔
خورشید دولھا۔ ذرا ہمکو تو دکھا دو۔ اک منٹ کے لیے کہین؟
مشاطہ۔ واہ اور سنیے اچھے آئے حضور بھلا نواب ادون کے
سامنے کہین آسکتی ہے۔ غریب آدمی کے سامنے کیسے چلی جائے
باتین کرے مگر امیرون کے پاس جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ یا اللہ
دنیا مین کس طرح کے آدمی کس طرح کی باتین ہین۔ کوئی عیب لگا دے کوئی
برا بھلا کہے غریب آدمی کی دمڑی کی عزت دس لاکھ کی عزت
کے برابر ہے اور امیر چاہے کوئی عیب کیون نہ کرے کوئی نہین پوچھتا
یہ رو سیہ وشی ہے اسلیے مین اندر جاتی ہون مجھے تو یہ بھی خیال ہے
کہ کہین حضور سے باتین کرتے دیکھ لے تو عیب لگائے۔
خورشید دولھا۔ لو ایسی تو شکل صورت بھی آپنے نہین پائی ہے اور

پھر ہم رئیس زادے اور کسی پر نظر ڈالیں۔ کیا مجال ہے کبھی نہیں

شاطرہ (چمک کر ہاتھ کا اشارہ کر کے) امیر زادے تو وہ کرتے ہیں جو کوئی نہیں کرتا۔ امیر زادے! امیر زادے! ہونہہ۔

یہ گفتگو کر کے شاطرہ چمکتی ہوئی اندر گئی۔ تھوڑی دیر بات چیت کر کے بہار النسا بیگم سے کہا (آپ نے کچھ سنا اس وقت منجھلے میاں خورشید علیخان) باہر کرسی پر بیٹھے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ تمہارے محلے میں جو منہارن رہتی ہے اسکو گھر میں بلایا ہے؟ کیا حضور نے یاد فرمایا تھا۔ کل مجید دن ڈیوڑھی پر۔ بہار النسا متحیر ہو کر بولیں کیسی منہارن۔ ہمنے تو منہارن کو بلایا نہ کسگرن کو نہ کسی کو انکو بھی بیٹھے بیٹھے ایک شگوفہ چھوڑنا آتا ہے۔ منہارن؟ اے واہ پیاری ذری باہر سے جا کر بلا تو لا۔ پیاری نے باہر جا کر کہا حضور کو بہار النسا بیگم نے ذری بلایا ہے کہا ہے کھڑے کھڑے دو باتیں سن جائیں

نواب صاحب اندر تشریف لائے بہار النسا ایک کمرے میں لے گئیں

بہار النسا۔ کہو وہ منہارن آئی۔ کیا چوڑیاں پہنو گے منگوا دیں

خورشید دولھا۔ (متحیر ہو کر) منہارن! منہارن کون؟ کوئی اور ہوتا تو میں سمجھتا کچھ پی گیا ہے (ہنسکر) خدا ہی خیر کرے اب رنگ لائی گلہری۔

بہار النسا۔ اور اوپر سے ہنستے ہو۔ اے واہ۔ منہارن بلوائی تھی یا نہیں

خورشید دولھا۔ کچھ خیر ہے۔ ہوش کی دوا کرو۔ اس وقت ہو کہاں

بہار النسا۔ اچھا ہمارے سر ہاتھ تو رکھو کہ اس وقت منہارن کی باتیں کسی سے نہیں ہوئی تھیں۔ اور اوپر سے ہنس ہنس کے جلاتے ہو

خورشید دولھا۔ اس بدگمانی کا علاج ہی نہیں ہے —

معقول (مسکرا کر)

	مردم آزردگی بے سبب را چہ علاج
	ما گذشتیم زلطف تو غضب را چہ علاج

ادھر بہار النسا اور اُن کے دولھا میں یہ نوک جھونک ہو رہی تھی ادھر روح افزا بیگم کے دولھا کے آنے کی خبر ہوئی مہری نے آنکر کہا روح افزا بیگم کے میاں بھی آگئے۔ بڑی بیگم بہت خوش ہوئیں کہا قمر دولھا آئے بلا لو۔ سکو ہمیں صورت دکھا جائیں پہلے۔ نواب ذوالقدر صاحب تشریف لائے۔ انگریزی وضع کوٹ پتلون ٹوپی کالر ویسٹ کوٹ بچاس دپیہ کا ولایتی بوٹ زیب پا۔ دو ہزار کی طلائی گھڑی۔ کشیدہ قامت زیبا طلعت آدمی۔ اندر آئے۔ کورنش بجالائے۔ بڑی بیگم نے دعا دی۔ گل خیر و عافیت کا حال پوچھا۔ کہا برسوں سے آنکھیں تک گئیں راستہ دیکھتے دیکھتے اور تم نہ آئے برسوں کے بعد تم کو دیکھا۔ اور دیکھیں کیونکر تم کو سسرال کی محبت نہیں ہم جانے سے رہے اتنے دن تمہارے شہر میں رہے تم باہر تھے۔

اتنے میں چوبدار نے ڈیوڑھی سے مہری کو آواز دی اور مہری سے کہا جا کے اندر خبر دو کہ نواب رونق الدولہ بہادر آئے ہیں۔ مہری نے آنکر با آواز بلند کہا حضور رونق الدولہ آتے ہیں رونق الدولہ بہادر کے آنے کی آواز سنکر بڑی بیگم کے کان کھڑے ہوئے۔

بڑی بیگم۔ کون رونق الدولہ! اے کون رونق الدولہ یا خدا وہی ہو۔

یہ کہکر کہا جعفر علی خان کو بلاؤ۔ مہری باہر سے جعفر علیخان بہادر کو بلا لائی۔ کہا جعفر علی دیکھو تو باہر کون آیا ہے۔ جعفر علی خان نے کہا خالہ جان۔ بھائی آئے ہیں۔ بڑی بیگم رونے لگیں زور طرب سے آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ رونق الدولہ بہادر خورشید مرزا کے ساتھ تشریف لائے بڑی بیگم نے بڑھ کر گلے لگایا۔

بڑی بیگم (رو کر) ولو بیٹا۔ ولو وا وا ہ۔ اچھا خون رُلایا وا ہ

رونق الدولہ۔ نانی جان۔ کیا عرض کروں کہ کہاں تھا۔

زیور ہیں ہندوستان کے ڈیزیب ہیں سر کے
مثل گل بازی نہ ادھر کے نہ اُدھر کے

نانی جان۔ اللہ جانتا ہے۔ بس ایک بات ایسی ہوئی کہ مجبور ہو گیا گھر بار چھوڑنا کسی کو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ادھر یہ باتیں ہوتی تھیں ادھر کسی شخص نے یہ شعر پڑھا۔

یہ غم سے پیٹے کہ بس نیلا کر دیا منھ کو
لہو یہ روئے کہ گلرنگ سب کیا منھ کو

بڑی بیگم کا ماتھا ٹھنکا کہ خدا ہی خیر کرے دیکھیے اب کیا ہوتا ہے کوئی ہنسی مذاق کا شعر پڑھا ہوتا تو جی خوش ہو جاتا عجب ہی تاڑ گئی کہ یہ شعر پڑھنا ان کو ناگوار ہوا۔ مگر راہ چلتوں کا منھ کون بند کرے بڑی بیگم تو ایک ہی شعر کو روتی تھیں یہاں کسی نے ایسے ہی اشعار کا تار باندھ دیا۔ ؎

یہ کیا الم ہے جو ہے چاک چاک جیب سحر
یہ کیا الم ہے جو خورشید ہے برہنہ سر
ہے چاندنی میں دلاسیل اشک کا عالم
وفور گریہ سے ہے اب سفید چشم قمر
سیاہ پوش ہوا ہے الم سے چرخ کبود
برنگ داغ دل ماہ ہے ہر اک اختر
وفور غم سے تعجب نہیں اگر مریخ
اب اپنے قتل کو مانگے ہلال سے خنجر

قتل اور غم اور داغ کے الفاظ سنکر بڑی بیگم نے کہا ارے خدا کے لیے کوئی اس موے درگور کا منھ جھلسو۔ یہ کیا بک رہا ہے اس فقرہ پر دولھن کو ہنسی آئی اور روح افزا اور حسن آرا بھی کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

حسن آرا۔ اماں جان۔ آپ تو ناحق ادھر اُدھر خیال کرتی ہیں روح افزا یہیں کہنے کو تھی۔ اب سڑک پر کوئی بولے بھی نہیں

بہار النساء۔ اماں جان۔ صاحبزادی کی باتیں سنیں کیا کہتی ہیں۔

بڑی بیگم۔ جب بوڑھی ہو گی اور بال پکے ہوں گے اللہ کی عنایت سے تب ہماری باتیں یاد کریں گی۔ ابھی کیا ہے۔

حسن آرا۔ اماں جان۔ ہم اگر دو سو برس کے بھی ہوں تو یہ خیال نہ ہو۔

بڑی بیگم۔ جب میں بھی تمہارے سن کی تھی تو ایسی ہی باتیں کرتی تھی

رونق الدولہ بڑی بیگم کا نواسہ دس برس کے بعد وطن میں آیا تھا کسی کو خبر ہی نہ تھی کہ کہاں چلے گئے اور نہ ابھی تک معلوم ہوا اس وقت شادی میں چہل پہل اور بھی دوبالا ہو گئی سپہر آرا اور حسن آرا۔ روح افزا اور بہار النساء۔ جہان آرا اور گیتی آرا بدرجۂ غایت محظوظ و مسرور تھیں ادھر روح افزا کے دولھا کی آمد سے بھی خوشی حاصل ہوئی کہ بعد مدت ساس نے داماد اور سالیوں نے بہنوئی کو دیکھا بڑی بیگم بار بار کہتی تھیں کہ آج ہماری بائیں آنکھ پھڑکتی تھی۔ ہم سوچتے تھے کہ یا خدا کون بھولا بچھڑا آنے والا ہے۔ رونق الدولہ کی طرف خیال بھی نہ گیا۔ پرسوں شب کو میں نے اس بیچارے کو خواب میں دیکھا تھا۔ لڑکپن میں جو شعر اسکو اسکی ماں نے سکھایا تھا وہ پڑھنے لگا۔

کبھو نہ اس رخ روشن پہ چھاؤں زلفوں کی
گھٹائیں چاند پہ سو بار آسماں دیکھیں

یا میرے اللہ جیسی خوشی کا دن تو نے مجھے آج دکھایا ہے ویسی ہی خوشی سارے جہاں کو ہو۔

راوی۔ غضب غضب یون کہو کہ جس مصیبت مین تم لب
مبتلا ہونے والی ہو وہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو۔

اس خوشی اور مسرت کے وقت ایک نواب زادے نے خورشید علیخان کے کان مین ایک فقرہ جگر خراش کہا جسکو سُنکر انھین غش آگیا یہ بچارے جہیز کی تیاری مین مصروف تھے اُنھون نے کان مین کہا۔ بھائی خورشید علیخان۔ کس شغل مین ہو بھائی (رو کر) مرزا ہمایون فر نوشہ کی لاش پھڑک رہی ہے

خورشید دولھا (چونک کر) کیا! (سر پیٹ کر) ارے میان کیا کہتے ہو ارے غضب ہائے ہائے۔ اے یار بتاؤ تو (بہ آواز بلند) کیا کہتے ہو۔

نواب۔ بھائی ہمایون فر کی لاش پھڑک رہی ہے۔ اب اللہ کیا کہون ماتم کرو اور دلھن کو لاش پر لیچلو ہائے ہائے

خورشید علی خان بہادر کو غش آگیا اور گر پڑے دو چار نواب زادے دوڑے۔ ہائین! ہائین! خیر باشد۔ خیر باشد کیا کہہ دیا بھئی اُن کے کان مین۔ اتنے مین ہیرو یعنی ملاح ملیح دوہتڑ پیٹتا ہوا باہر سے آیا۔ اور سب مین ہلڑ مچ گیا ارے یہ کیا غضب ہوا چوبدارون نے کہا۔ برات لٹ گئی نوشہ کے کسی نے چھری بھونک دی۔

ایک۔ چھری!!! چھری بھونک دی۔ کس نے۔ ہین کیسے خیریت تو ہے۔

دوسرا۔ زخم کاری تو نہین لگا ہے یا خدا رحم کرنا۔ ارے ستم!!!

نواب۔ یارو مجھسے تو ایک معتبر آدمی نے کہا ہے کہ برات لٹ گئی۔ نوشہ زخمی ہوا اور جان نکل گئی۔

سب نے ملکر کمال افسوس کیا۔ اکثر آدمی گر پڑے اور صدہا آدمی ماتم کرنے لگے ہائے ستم وائے ستم۔

گر پیر نود سالہ بمیرد عجب نیست
این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد

میرے ناز و نخلے پالے میری نرگسی آنکھون والے
بیٹا دولھن لاش پر کھڑی ہے آخری دیدار تو دو

غافل تجھے کیون خواہش دنیائے دنی ہے
پیوند زمین ہر کوئی درویش و غنی ہے
جو قاقم و سنجاب پہنتے تھے ہمیشہ
سوتے ہین تہ خاک گلے مین کفنی ہے

محلسرا مین جانی بیگم انگلیان مٹکا مٹکا کر اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر نظیر بیگم کو بنا رہی تھین اور ہمجولیان نوعمر نوخیز شہزادیان نواب زادیان وفور طرب سے کھلکھلا رہی تھین۔ حسن آرا بیگم نے اپنی ایک ہم سن رئیس زادی خورشید بیگم کی طرف مخاطب ہو کر کہا ہم نے مرزا ہمایون فر کی ایک تاریخ کہی ہے جب ہمایون فر زندہ واپس آگئے اور ہمنے یہ مژدہ سُنا تو اُسی دن تاریخ موزون کی شہرہ ہوا تھا کہ نصیب اعدا غرق دریا ہوگئے خورشید بیگم بھی موزون طبع اور خوش فکر تھین اصرار کیا کہ تاریخ اپنی ہمین ضرور سنائیے۔

حسن آرا۔ سنیئے گا نہین سہو اور خطا ترکیب لسانی ہے اور نہ ہمین کچھ دعوی زبان دانی ہے۔ شادی کی بھی تاریخ کہی ہے سنیئے

چون برآمد از تہ دریاے ژرف
پس ہمایون فر بسوے خانہ تافت
مصرع سال مسیحی این بگو
شاہ دریا دل حیات تازہ یافت
۱۳۰۰ھ

خورشید بیگم۔ سبحان اللہ کیا خوب تاریخ کہی۔ ع

شاہ دریا دل حیات تازہ یافت

دریا کا ذکر بھی تھا اور شاہ دریا دل کی خوب کہی واہ واہ واہ

ع۔ شاہ دریا دل حیات تازہ یافت۔

حسن آرا۔ تین چار شعر اور سن لیجیے مبارکباد ہے کل ہی کہی تھی

نوشہ بانوے گلچہرہ مبارک ہو | صحبت شاہد خوش لہجہ مبارک ہووے
بزم عشرت میں ناہید ترانہ پرداز | نغمۂ مطرب خوش لہجہ مبارک ہووے
ہے سزاوار آشتگی انجمن عیش مدام | وصل معشوق پریچہرہ مبارک ہووے
ہو مزین رخ گلنار پہ سہرا زرتار | سر پہ زیبندہ کوئی تحفہ مبارک ہووے

اس طرح مصرعۂ تاریخ سنا ہاتف سے
شادی و عیش و طرب جملہ مبارک ہووے

خورشید بیگم پھڑک گئیں گلے لگا لیا کہا بہن خوب تاریخ ہوئی ہے وہ ناہید والا شعر پھر پڑھئے گا۔ ہمیں نہایت پسند ہے۔

بزم عشرت میں ہو ناہید ترانہ پرداز | نغمۂ مطرب خوش لہجہ مبارک ہووے

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ یکایک باہر سے رونے کی آواز آئی اور غل اٹھا بیگمات اور مخدرات عصمت سمات اور پیش خدمتیں گھبرا گئیں بڑی بیگم چونک پڑیں۔ حسن آرا اور روح افزا گھبرا کر کھڑی ہو گئیں۔ بہار النسا اور جہان آرا شل ہو کر تصویر خاموش گیتی آرا نے آواز بلند سے کہا ارے عباسی یہ کیا ہوا۔ دولھن نے حیرت کے ساتھ ڈیوڑھی کی طرف نظر کی مگر اچھی طرح گردن نہیں اٹھائی کہ مبادا لوگ کہیں کہ دولھن کیسی شوخ ہے۔ دم بھر بھی سر جھکا کے نہیں بیٹھا جاتا۔

اتنے میں نواب جعفر علی خان روتے ہوئے باہر سے محلسرا میں آئے۔ بہن لٹ گئے۔ ارے غضب ہو گیا ہائے کیا بتاؤں کہ کیا ہوا۔ اوہ۔ بڑی بیگم سر پیٹنے لگیں۔ ارے لوگو یہ کیا غضب تباہی آئی۔ کیا ہوا کیا۔ ہائے ہائے کوئی نہیں بتاتا ارے یہ کہرام کیسا مچا ہے۔ یہ کہہ کر بڑی بیگم کو تیور آیا اور دھڑ سے گر پڑیں عباسی نے سر پیٹتے ہوئے کہا۔ حضور میں نے تو بڑی ستم کی خبر سنی ہے۔ ہائے ہائے میرے شہزادے میرے آقا میرے سرتاج میرے شہنشاہ گھر بھر میں کہرام مچ گیا۔ ہر فرد بشر معروف بکا و بین تھا۔ الامان۔

حسن آرا کے چہرے کا رنگ فق۔ بےحس و حرکت۔ سکتے کا عالم۔ خاموش۔ حیرت کا جوش۔

جہان آرا کو ہجوم اشک۔ دو منٹ میں دو رومال تر کر ڈالے اور آنسو جاری۔

گیتی آرا ماہی بے آب تڑپتی تھی۔ زمین پر لوٹنے لگی۔ روح افزا نے اینٹ سر پر ماری۔ اور سر سے خون جاری ہو گیا بہار النسا بہ آواز بلند روئی۔ ہائے ہمایون فر یہ کیا کیا۔ او دشمن پیر کیا دوست بن کے دشمنی کی۔ ہماری پیاری بہن کو کہیں کا نہ رکھا۔ ہائے ہمایون فر۔ ابھی بیچارے نے دیکھا کیا تھا۔ ہی ہی ہی (ہچکی بندھ گئی) ارے میرے شہزادے دولھا بن کے آئے تھے۔ ارے یہ کیا ہوا لوگو۔

سپہر آرا سنتے ہی گر پڑی تو بیہوش۔ نظر بیگم جاتی بسم خورشید بیگم اور دو تین عورتوں نے سنبھالا مگر بیکار۔ کوئی پنکھا جھلتی ہے کوئی لخلخہ سنگھاتی تھی کسی نے کیوڑا چھڑکا۔ کوئی پانی لایا بڑی بیگم دو تہڑ ماری تھیں کئی عورتیں اور پیش خدمتیں ہاتھ پکڑے تھیں مگر وہ ضعیفہ ایک جھٹکے میں ہاتھ چھڑا لیتی تھیں جو نواب زادے سب کے پہلے خبر لائے تھے انھوں نے باہر سے کہا کہ دولھن کو لاش کے پاس ضرور لے چلو مگر اکثر لوگوں نے اس تجویز کے خلاف رائے ظاہر کی۔

ایک۔ جی نہیں۔ بیکار ہے۔ کیا ہوگا۔ زندہ ہو جائینگے ہمایون فر

دوسرا۔ اجی توبہ۔ بلکہ لاش کو دیکھنا اور بھی قیامت بپا کریگا

تیسرا۔ اس میں کیا شک ہے جناب۔ ابھی کمسن ہے بیچاری کہیں ڈر جائے تو اور بھی ستم ہو جائے۔ بھلا کوئی عقل کی بات ہے لاحول۔

جو تھا۔ اب اس سے بڑھکر اور ستم کیا ہوگا۔ ستم جو ہونا تھا وہ ہوا۔

پانچوان۔ یہ سچ مگر کیا فرض ہے کہ دلھن کو خواہ مخواہ دولھا کی لاش دکھائیے۔ ہم اسکے بالکل خلاف ہین۔ واہیات۔

نواب۔ (وہی جو خبر لائے تھے) ہمایون فر کی ماں شہزادی بیگم کہتی تھین کہ دلھن کو ضرور لاؤ۔ آمین چاہے جو ہو۔ میرے بیٹے کی روح تازہ ہوجائیگی سمجھے آپ لوگ۔ آئندہ اختیار ہے۔

پیرمرد۔ (رو کر) چلینگے۔ لیجئینگے حضور۔ شاید زندہ ہوجائین

جانان مرا بمن بسپارید | دین مردہ تنم بادسپارید
گر بوسہ زند براین لبانم | تا زندہ شوم عجب مدارید

بڑی بیگم یکایک اٹھ کھڑی ہوئین اور دوڑ کر کنوئین کی طرف چلین۔ استانی جی لے فوراً روکا۔ پیش خدمتین دوڑ پڑین۔ سپہر آرا چیختین۔ امی جان ہمارا مردہ دیکھے جو رک نہ رہے۔ ہے ہے یہ غضب نہ کرنا۔

بڑی بیگم کی دلی آرزو تھی کنوئین مین ڈوب مرین۔ مگر اس سے باز رکھی گئین تو سخت افسوس کیا اور کہا اچھا اسوقت نہیں پھر سہی ہائے مجھ نصیبون جلی کی قسمت مین کیا لکھا تھا۔ ارے لوگو۔ افسوس ہے خورشید دولھا ذرا سی یہان آکے میرے پاس بیٹھ بیٹا۔ حال تو کہو ہوا کیا۔ ہائے مجھ پر بجلی کیونکر گری۔ یہ کیا ہوا خورشید علیخان بیان کرنے ہی کو تھے کہ طوفان اشک امنڈ آیا اور بڑی بیگم سر و سینہ پیٹنے لگین۔ پیش خدمتین مغلانیان محلدار خواصین سب رو رہی تھین۔ اور اندر سے باہر تک رونے اور ماتم کی آواز بلند تھی۔

اگرچہ آنکھ مین آنسو تو دل ہے غم سے بھرا
جگر مین درد ہے تو ہے زبان پہ واویلا

حسن آرا ابھی تک سکتے ہی کے عالم مین تھین۔ گیتی آرا بڑی بیگم کے پاس بیٹھی تھین۔ روح افزا کے سر مین خواصون نے روغن بھرا تھا خون نکلنے سے اسقدر ضعف ہوا کہ پلنگ پر لیٹ رہین اور سو گئین۔ آگئی مگر بہار النسا برابر بین ہی کرتی رہین لاکھ سمجھایا مگر انھون نے ایک نہ سنی۔ بھوٹ بھوٹ کے رونا آتا تھا اور انتہا سے زیادہ بیقرار تھین۔

کسی طرح سے بجھتا نہیں دل ناشاد
وہی بکا ہے وہی زاری اور وہی فریاد
وفور غم سے ہے ہر چند خود فراموشی
ولے یہ دخل نہیں بھول جاؤن تیری یاد

بیا بیا کہ دگر طاقت و قرارم نیست
بیا بیا کہ دگر تاب انتظارم نیست

طرح طرح کی آوازین آتی ہین۔ کسی نے کہا۔ ہائے میرا پھلا پھولا باغ لوٹ لیا۔ کسی طرف سے آواز آئی۔ ہائے دلھن بنی تھین۔ اور یہ خبر ہی نہ تھی کہ اسی دم ماتم کر رہی ہونگی عباسی بولی مارے اس ظالم نگوڑے پر آسمان کیون نہیں پھٹ پڑتا ہے یا اللہ کیڑے بدن مین بلبلائین اور ایسی جگہ قتل ہو جہان پانی نہ ملے زندہ چنوا دیا جائے۔ پچاس ساٹھ بیگمین اور سو خواصین کھڑی ماتم کرتی تھین اور باہر تو کیفیت تھی کہ ہزارون آدمی کھچا کھچ بھرے ہوے اور سب مصروف گریہ و زاری جب سپہر آرا کو ہوش آیا تو آہستہ سے یہ گفتگو کی۔

سپہر آرا۔ امان جان۔ ذری امان جان کو کوئی بلاؤ۔

عباسی۔ آئین حضور آئین (بڑی بیگم سے) ہوش آیا حضور کو بلاتی ہین۔ سرکار ذری قدم بڑھائے چلین۔ ہائے ہائے۔

بڑی بیگم۔ معاً سپہر آرا کے پاس گئین۔

سپہر آرا۔ امان جان ہمین ہمارے پیارے شہزادے کی لاش دکھادو

راوی۔ ہائے ستم۔ وائے ستم۔ آہ حضرات ناظرین کیا جگر دوز

نقرہ ہے کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

بڑی بیگم۔ (ضبط گریہ کرکے) بیٹا میں تمھیں سمجھاؤں کہ اس دس برس کے سن میں تم پر یہ مصیبت پڑی اور تم مجھے سمجھاؤ کہ اس بڑھوتی وقت میں میری مٹی تباہ نہ ہو (آنسو بھر کر آہ!!!)

سپہر آرا۔ نہیں اماں جان۔ خالی تابوت دیکھنے سے ہماری تشفی نہ ہوگی۔ ہم کو لاش دکھا دو۔ دیکھیں دولھا بن کے ہمایون کیسے معلوم ہوتے تھے۔

یہ فقرہ کہکر سپہر آرا کے چہرے سے مردنی کے آثار نظر آئے اور اُنکے اعزا سخت گھبرائے۔ فوراً ڈاکٹر بلوائے جسوقت ایک ڈاکٹر سرہانے۔ اور ایک ڈاکٹر سامنے کرسی بچھاکر بیٹھا سپہر آرا مسکرائی۔ کہا واہ۔ ہونہہ۔ اس مرض کا علاج کرنے آئے ہو پہلے اپنا علاج تو کرو۔ ارے نادانو۔ کہیں موت کا بھی علاج ہوا ہے۔

ڈاکٹر۔ آپ اپنے دل کو مضبوط رکھیں خدا کی یہی مرضی تھی۔

سپہر آرا۔ بجا ارشاد ہوا۔ مگر دل کہاں ہے۔ دل کا کہیں پتا ہے اے نادان روح تک تحلیل ہو گئی۔ اور تو میرے دل کی تشفی کرتا ہے۔

ڈاکٹروں نے خورشید علی خان اور جعفر علی خان اور رونق الدولہ وغیرہ سے کہا کہ شاید اس صدمے سے یہ جانبر نہوں۔ ایک ڈاکٹر نے کہا مجھے سخت استعجاب ہوا کہ یہ مسکرا رہی ہیں مگر نبض پر ہاتھ رکھتے ہی سمجھ گیا کہ اسقدر رنج ہے کہ آنسو نہیں آتے تب بدون نے اشک سخت کر دیے اور یہ ضبط اچھا نہیں ان سے کہیے کہ دل کھولکر روئیں۔

خورشید علیخان بہادر نے بڑی بیگم سے کہا کہ ڈاکٹروں کی یہ رائے ہے ان سے کہو کہ خوب روئیں۔ ورنہ اگر دو چار گھنٹے تک ضبط کی یہی کیفیت رہی تو خدا جانے کیا ہوگا۔

بڑی بیگم۔ بیٹی خوب کھل کے رو لو۔ خوب کھل کے رو لو سمجھیں۔

سپہر آرا۔ اماں جان۔ روؤں کیوں۔ رونا نہیں آتا مگر میری روح تحلیل ہوئی جاتی ہے۔ اس سے میں اپنا رنج بھول گئی اب تھوڑی دیر میں میں بھی ہمایون فر کے پاس جاؤنگی۔ وہاں تو شادی ہوگی کہ وہاں بھی نہ ہوگی۔ اے میرے بدن سے طاقت بالکل زائل ہوتی جاتی ہے۔ اور بات کرنے کو جی نہیں چاہتا مگر میری اماں جان مجھے لاش ضرور دکھا دو۔ باجی جان کہاں ہیں۔ باجی کو بلاؤ۔ روح افزا بہن کو بلاؤ۔

حسن آرا آئیں مگر خاموش۔ رنج نہ غم۔ ماتم کیا نہ روئیں۔ سپہر آرا کے سر ہانے پلنگ کے پاس بیٹھ گئیں۔ مگر ہوائیاں اُڑی ہوئی تھیں روح افزا کو دیکھا تو سر میں پٹی بندھی ہوئی۔ بہار النسا آنسوؤں کو ضبط نہ کر سکی۔ تار بندھا ہوا تھا۔

سپہر آرا۔ باجی جان۔ چپ کیوں ہو۔ ہماری تشفی تک نہیں کرتیں واہ۔

حسن آرا۔ (دنگ تک دیدم دم نکشیدم۔ بالکل سکوت لب تک نہ ہلائے) مگر جلد سنبھلکر سپہر آرا پر نظر ڈالی۔

سپہر آرا۔ باجی جان۔ بولیے۔ آخر یہ چپ کب تک۔ ہائے ہائے

راوی۔ یہ اول مرتبہ تھا کہ واقعہ ناشنیدنی کی خبر سُنکر سپہر آرا نے اُنکی غم کے دریا میں اس طرح ڈوبی تھیں کہ قعر دریا میں پہونچ گئیں اور پھر ابھر نہ سکیں یہ وہ درجہ رنج کا تھا جسمیں انسان اُف تک نہیں کرتا۔ مگر غم اندر ہی اندر بدن کو گھلاتا جاتا ہے۔

روح افزا کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ بہن یہ پٹی کیسی بندھی ہے۔

روح افزا۔ (آبدیدہ ہو کر) یونہی۔

سپہر آرا۔ کہیں مسر در تو نہیں پھوڑا۔ بھئی یہ کیا۔

اماں جان خدا کے لیے ہمیں لاش دکھا دو۔ ہم ہمایون فر کی روح کے پاس پرسے کے لیے جائینگے۔ کیوں اماں جان شہزادی بیگم

کی کیا حالت ہوگی وہ بیچاری زندہ ہوگی یا نہیں اب تک۔

بڑی بیگم۔ بیٹا کیا بتاؤن (آہ سرد بھر کر) جوان بیٹا۔ ہے ہے۔

اولاد کسی کی نہ جدا ہو کے کسی سے
بیٹی کوئی اس داغ کو پوچھے مرے جی سے

حسن آرا۔ (چونک کر) امان جان۔ ہمین کسی کے رونے کی آواز کان مین آتی ہے ذرا کان دھر کے سنیئے۔ ہے کہ نہین جیسے کوئی بین کر رہا ہے

قربان برادر شدے مجھے بتلا دو کہان ہو
کس غول مین کس فوج مین کس صف مین نہان ہو

لوگون سفری دیکھو تو ہمارے بھائی جان کہان ہین۔

بڑی بیگم (ہاے کہکر) حسن آرا کسکی تلاش ہے کس کو ڈھونڈھتی ہو۔

حسن آرا۔ بھائی کو کیا آپ بھول گیئن۔

بڑی بیگم۔ اُف۔ (روکر) ہاے (سر پٹکیر) ارے غضب الٰہی ہاے

اتنے مین خورشید علیخان بہادر نے آنکر چپکے سے کہا کہ شہزادی بیگم رو رہی ہین اور کہتی ہین کہ خدارا دلہن کو لاش کے قریب لاؤ ہمایون فر کی روح تازہ ہوگی۔ بڑی بیگم نے کہا سچ ہے ایسا کبھی ہو نہین ہے اور ایسا نہو کہ میری معصوم بیٹی ڈر جائے۔ اسکا تو اور دل بہلانا چاہیئے نہ کہ لاش دکھانا جعفر علی سے پوچھو۔ بھائی سے دریافت کرو۔ دیکھو تو اور لوگون کی کیا راے ہے۔ میرے تو اس وقت ہاتھ پاؤن بھول گئے (روکر) ہاے یہ کیا ہوا۔ اُف سپہر آرا بیچاری پر بجلی گری۔

آخرکار یہ راے قرار پائی کہ دلہن کو لے چلین سب نے یہی صلاح دی کہ دلہن لاشے پر ضرور جائے۔ شہزادی بیگم کی بھی راے ہے۔ اور دلہن خود بھی اصرار کرتی ہے۔

بڑی بیگم۔ بیٹا اب مین کیا کہون تمھاری کیا مرضی ہے بابا۔

سپہر آرا۔ امان جان ہمین لاش دکھا دو چل کے۔ بس پھر ہم کوئی تکلیف نہ دینگے۔

بڑی بیگم۔ اچھا۔ مگر اسقدر یاد رکھنا کہ جو مر گیا وہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ ہاے۔

سپہر آرا اُٹھ بیٹھین۔ کہا امان جان اب جان مین جان آئی۔ ہاے ہمایون فر یہ کیا ہو گیا۔ دوسری بار پھر اُف کی اور ادھر اُدھر دیکھنے لگی عبّاسی کو حکم دیا کہ جا کے صندوقچہ لے آ۔ صندوقچہ آیا کھولا ایک کاغذ نکالا۔ اور پڑھ کر کئی بار بوسے لیے۔

الغرض پالکی گاڑی تیار ہوئی اور سپہر آرا اور بہار النسا اور بڑی بیگم اور اُستانی سوار ہوئین شہر مین دھوم مچ گئی کہ دُلھن دولھا کی لاش پر جاتی ہے خلق خدا کا اژدہام عام تھا شہزادی بیگم کو اطلاع دی گئی کہ دُلھن آتی ہین۔ گاڑی رُکی سپہر آرا اُترین۔

اب سنیئے کہ عروسی لباس اور عطر سُہاگ کی بو باس تار کشی کا بیش بہا دوپٹہ اوڑھے۔ سُنہرے پلے دو دو بالشت کے لٹکتے ہوئے اور موتیون کی بیل۔ پائجامہ فوق البھڑک تمامی پر زر دوزی کا کام کیا ہوا۔ نقشی مرصع ازار بند پڑا ہوا پھنزار کی لوگی جواہرات کے لٹو نگردے ہیرے نگینے جڑے ہوے نقش کی جھالر سر پر جڑاؤ چھپکا جبین مبین پر افشان چنی ہوئی۔ جڑاؤ ٹیکا۔ کارچوبی موباف اُسپر جواہرات جڑے اور کرن ٹکی ہوئی چوٹی مین سیس پھول ناک مین طلائی نتھ جسکے موتیون کی قیمت اچھے اچھے جوہری نہ لگا سکین لڑی۔ گوش صفا گوش مین مرصع سیتے بالی بجلیان کرن پھول۔ جھالے اُدراج مروارید کے بالے۔ گلے صفا مین طوق ہیکل۔ چندن ہار دو لڑا۔ چمپا کلی۔ ڈھولنا تعویذ بازو پر نورتن۔ جوشن سینج بند۔ مٹھیان۔ گورے گورے ہاتھون مین کنگن۔ چوڑیان۔ کڑے چھپیان پٹریان پہونچیے آرسی پاؤن مین چھلے پازیب۔ چھاگل اُترین تو چھم کی آواز آئی

اور اُدھر حاضرین نے سینہ کوبی شروع کر دی سپہر آرا نے گاڑی سے اُترتے ہی لاش کو چھاتی سے لگایا اور سرِ بالین بیٹھکر آواز بلند کہا شہزادے بہادر آخری دیدار کو نہ ترساؤ۔ ذرا آنکھ کھول کے مسکرا دو بس وہ دن ہنسا کے عمر بھر رلاؤ گے (چھاتی پر دو ہتڑ مار کر) شہزادے بہادر ذرا اسوقت اپنی دلہن کو تو آنکھ بھر کے دیکھ لو بدن عطر میں ڈوبا ہوا ہے چوٹی میں سیس پھول ہیں مشاطہ نے چوٹی ایسی سنواری ہے کہ خاص تمہارے دیکھنے کے قابل ہے (دو ہتڑ مار کر) کیون جی یہی محبت تھی۔ اسی دن کے لیے دل ملایا تھا اے لوگو اس ابھی کو کھودے چلو۔ اسکو گل لگاؤ لی پر شرف ہے۔ سرِ سلیمانی اسکے مقابل میں گرد ہے (کلیجے کو سنبھال کر) پیارے شہزادہ بہادر یہی ہے لوگوں میں لکھا بڑا دشمن تمہارا لوگو میں لٹ گئی سہاگ دیکھنے بھی نہ پائی کہ سوگ نصیب ہوا

اسوقت کل حاضرین کی نظروں میں عالم تیرہ و تار تھا۔ ہوا ٹھنڈی سانسیں بھرتی تھی گل گریبان چاک غنچوں کی چٹک سے صدائے واحسرتا بلند ہوتی تھی شاخیں ماتم کیلیے ہاتھ اٹھائے تھیں قمریوں کی آواز کوکو سے عبرت ہوتی تھی عنادل مصروف مرثیہ خوانی تھیں

گلی جو چٹکی تو آواز آئی ماتم کی
چمن تمام بہ لبریز شور و افغان ہے

ابھی ابھی ہر در و دیوار سے مسرت برستی تھی اور اب ساری خدائی ماتم کر رہی ہے۔

نہیں وہ گل نہ وہ سبزہ نہ وہ بہار چمن
نہ نغمہ سنج ہے بلبل نہ گل ہی خندان ہے

کئی آدمیوں کو غش آگیا۔ گر گر پڑے۔ کئی آدمی روتے روتے دیوانے سے ہو گئے۔

شہزادی بیگم نے رو کر کہا میرے نازوں کے پالے میرے نرگسی آنکھوں والے بیٹا دلہن لاش پر کھڑی ہے آخری دیدار تو دو اس فقرے پر ٹیس پڑ گئی۔

شہزادہ فریدون کمر مرزا ہمایون فر بہادر کی حالت زار نے آٹھ آٹھ آنسو رلایا کن کوششوں کے بعد بیچارے نے یہ دن دیکھا تھا دولہا بنے ہوئے سمند صبا رنگ پر سوار تھا کھیلیاں کرتے جاتے تھے میتیاں ابل رہی تھیں۔ دنور طرب سے دماغ آسمان پر تھا کہ دلی آرزو بر آئی چاند سی دلہن پائی سپہر آرا کا گلاب سا مکھڑا ہر دم پیش نظر رہتا تھا مگر عین کربلا میں غلغلہ لگا دلہن لباس عروسی زیب تن کیے ہوئے چھم چھم کرتی لاش پر آئی ادھر دوپٹے کے سنہرے پلے عجب لطف سے لٹکتے تھے ادھر جیغہ اور سرپیچ خاک پر پڑا تھا ادھر پنجۂ حنائی میں مہندی جھلکتی تھی ادھر جسم نازک سے خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے دلہن جن کے ساتھ ہمیشہ کیلیے فرش خواب پر آرام کرتے تھے یہ دولہا کی لاش دیکھکر جناب باری سے دعا مانگتی تھیں کہ یا خدایا جس طرح دولہا کو سلایا اسی طرح دلہن کو بھی سلا دے کہ دونوں اس دنیا میں ہل جل کے زندگی بسر کریں ایک دفعہ سپہر آرا نے آواز بلند دردناک لاش کی طرف مخاطب ہو کر کہا (یہ تم کے تازہ ہم سے نہ سہے جائینگے) ہم وہی ہیں جنھیں خط میں ہمشیرہ جان ہمایون فر لکھتے تھے۔ پھر اب جان آنے پر بھی زبان نہیں کھولتے) شہزادی بیگم نے سپہر آرا کو چھاتی سے لگا کر کہا (اللہ کو یاد کرو۔) ہمایون فر تمہارے بڑے دشمن نکلے۔ اگر مشعل لیکر بھی ڈھونڈھو گی تو اتنا بڑا دشمن نہ پاؤگی۔ ہائے یہ اندھیر بھی کہیں ہوتا ہے کہ دلہن لاش پر آئے۔ نکاح کے دن دولہا کی لاش زمین پر ہے نکاح کے وقت وکیل اور گواہ تو رہے بالائے طاق دوسرا مقدمہ چھڑ گیا سپہر آرا کو پھر غش آیا۔ بڑی بیگم اور شہزادی بیگم نے لخلخہ منگوایا۔ کوشش ہوئی کہ غشی دور ہو۔ جب آنکھ کھلی

تو ماں کی طرف دیکھکر کہا (اماں جان آپ نے اسوقت ہمارے ساتھ دشمنی کی) اچھا تھا ہم بڑی دشمنی کی۔ اس ہوش سے وہ بیخبری اچھی بیہوشی میں ہمیں کوئی ملال نہ تھا۔ اب ہوش آیا تو غم مجسم صورت دکھائی۔ خدا جانے کس بندۂ خدا کی لاش نظر آئی اس کس کی لفظ نے ستم ڈھایا۔ ناظرین و سامعین کو خون لایا اس وقت لاش کے ارد گرد ہجوم عام اور بڑا اژدحام تھا۔ ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے رقیق القلب آدمی یہ حال دیکھ دیکھکر زار زار روتے تھے نواب زادے اور خاندان در دسا ماتم کرتے تھے کہ جو دردانگیز اور حسرت خیز بات آج تک نہیں سُنی تھی وہ آج دیکھنے میں آئی مصور اسلیے جمع ہوئے تھے کہ دلھن اور دولھا کی تصویر کھینچکر بیچیں اور نفع اٹھائیں ایسی تصویروں کے لوگ بڑے شائق ہوتے ہیں اور عبرت کے ساتھ اُن پر نظر ڈالتے ہیں ناولسٹ یعنی ناولوں کے مصنف اس غرض سے جوق جوق جمع تھے کہ ناول کیلیے مصالح ملے دلھن کی طرز تقریر اور انداز میں کا خاکہ اُتاریں اور ناول میں ان کل امور کی تصویر کھینچدیں

اتنے میں صاحب مجسٹریٹ ضلع نے حکم دیا کہ بھیڑ چھانٹی جائے برق اندازوں اور خود انسپکٹروں نے انتظام کیا۔ لاش کے ارد گرد سے بھیڑ چھانٹ لی تو حکام یوں ہمکلام ہوئے۔

صاحب کمشنر (صاحب مجسٹریٹ سے) ہم سے اسوقت یہاں کھڑا نہیں رہا جاتا اور ہم نے آنسو بہت ضبط کیے سبب بے اختیار رونے کو جی چاہتا ہے—

مجسٹریٹ۔ (ٹھنڈی سانس بھر کر) کیا ستم ہو گیا کیسا ہنسمکھ آدمی تھا جو بات شہزادوں میں ہونی چاہیے وہ سب حاصل تھی

کمشنر۔ اُف یہ تو ٹریجڈی سے بھی بڑھ گئی۔ کوئی ناول نویس درج کرے تو خوب ہو بڑا جگر خراش مضمون ہو پڑھ کر جائے اور دل پر بڑا ہی اثر ہو۔ جو پڑھے زار زار رونے لگے لیکن کیا کہ ضبط اگر یہ ہو سکے۔ آج ساتواں روز ہے کہ ہم پرنس ہمایوں کی کوٹھی پر گئے تھے۔ ایک کوٹھی جو نئی بنوائی ہے ہمیں دکھائی اور کہا یہ بیگم صاحب کے واسطے ہے بڑی دیر تک شادی کے ہوم کی نسبت گفتگو رہی۔ اس شہر کے شہزادوں میں ہم نے کسی کو ایسا لائق نہیں پایا تھا۔ مگر افسوس صد افسوس۔

مجسٹریٹ۔ مجھسے پوچھتے تھے کہ اگر ہم لیڈیوں کی دعوت کریں تو محلسرا میں جانے میں عذر تو اُن کو نہو۔ میں نے ہنسی ہنسی میں کہا کہ آپ کے ایسے اچھے خیالات ہیں اور پھر بھی آپ پردے کے طرز کو اچھا سمجھتے ہیں ۔

ضعیف الاعتقاد آدمی اپنے اپنے طرز پر اس سانحے کی نسبت رائے ظاہر کرتے تھے اور سب کو ہمایوں فر اور شہزادی بیگم اور بڑی بیگم اور دلھن کے ساتھ ہمدردی تھی اُن سست اعتقاد آدمیوں کی گفتگو سننے کے قابل ہے انکے خلاف بھی [illegible] کرتے تھے

پنساری۔ ارے بھائی ہم تو اسی دم سمجھے تھے جب چھینک پڑی تھی۔

مرغباز۔ جب گھوڑے پر سوار ہوئے تھے چھینک تو نہیں ہوئی تھی

انّا۔ واہ کون کہتا ہے نہیں پڑی تھی۔ ادھر رکاب میں پاؤں گیا اور اُدھر پٹ سے چھینک پڑی میرا تو ماتھا ٹھنکا کہ خدا خیر کرے —

تماشائی۔ اجی بیوی نہ کچھ چھینک سے ہوتا ہے نہ کسی سے کرم لیکھا نا مٹے کرو کوئی لاکھن چترائی۔ قسمت کے لکھے کو میاں مٹا (مرغباز کی طرف مخاطب ہو کر) کوئی بھی آج تک مٹا سکا ہے۔ اب دیکھیے کروروں روپے گھر میں بھرے ہیں کسی بات کی کمی نہیں دس ہزار آدمی ساتھ ہیں شہر بھر کے امیر اور شہزادے اور نواب زادے برات میں تھے مگر کسی کے بنائے کچھ ہوا نہ تو وہ تو لکھا ہی تھا کہ فلاں آدمی کے ہاتھ سے موت بدی ہے وہی ہوا

مولوی۔ اذا جاء القضا عمی البصر۔ موت سے چارہ ہی نہین غریب امیر دونون اسمین یکسان ہین۔ انجام سب کا وہی ہے بس

افسوس کہ سرمایہ زکفت بیرون شد ۔ وزدست اجل بسے جگرہا خون شد
کس نامد ازان جہان کہ پرسم از او ۔ کاحوال مسافران عالم چون شد

اور مقبول بندہ خدا وہ ہے جو موت سے نہین ڈرتا۔ ہان۔

از مرگ میندیش وغم رزق مخور ۔ کین ہر دو بوقت خویش ناچار رسد

اثنا یسلن یہ سب ڈھکوسلا ہے ایسا کوئی نہین جو موت سے نہ ڈرے اور جوان لالہ نے بات کہی کہ قسمت کا لکھا نہین مٹتا مانا مگر کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتا ہے چھینک پڑتے ہی پانون تلے سے مٹی نکل گئی۔

درویش۔ بابا اور تو کچھ نہین سنا بس اتنا ہے کہ دونون لیلی مجنون تھے یہ انکو پیار کرتی تھین۔ وہ انکو پیار کرتے تھے ایک کی دوسرے پر جان جاتی تھی ساس سفاک نے بڑا ہی برا کیا۔

رہرو۔ کیسا خوبصورت جوان تھا۔ ہائے ہائے۔ مگر سنا برات کے تین دن قبل سے بائین آنکھ پھڑکتی تھی بس اسکا اثر کہان جاتا۔

تماشائی۔ واہ بائین آنکھ اور دہنی آنکھ اچی سنا کرو۔

مولوی۔ میان دنیا کے یہی کارخانے ہین۔ اور ایسے ہی رہینگے انسان کو چاہیے کہ کسی سے جھگڑے نہ کسی سے فساد کرے یاد خدا مین مصروف رہے اور کھانے بھر کے لیے پیدا کر کے گوشۂ عافیت مین بیٹھے۔

ہر کس کہ بدہر نیم نانے دارد ۔ وز بہر نشست آشیانے دارد
نے خادم کس بود نہ مخدوم کسے ۔ گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

انسان مین سب موجود ہے صرف غور اور خوض کی ضرورت ہے۔

خویشتن را بخویشتن دریاب ۔ خوش صدا نیست مادمن درباب
آشکار است ہر طرف بنگر ۔ چہ دوی ہمچو آہوئے مشکین
غنقریب است ہان سخن دریاب ۔ مشک در قست خویشتن دریاب

ضعیف۔ (چیچک بیچنے والی) سنتے ہین کہ دو تین دن سے رات کو برے برے خواب دیکھتے تھے کسی سے خواب کی تعبیر پوچھی تو اسنے کہا نکاح ابھی دو ہفتے تک ٹال دو۔ مگر شہزادے تو انگریزی پڑھے تھے انھون نے ہنسکر بات ٹال دی خواب سے جتنا ہم ڈرتے ہین کوئی اور نہین ڈرتا۔ روح فنا ہوتی ہے اور ہمیشہ تعبیر سچ نکلتی ہے

مولوی۔ ہم اسکے قائل نہین خواب کیا شی ہے۔ کچھ نہین!!!

ضعیف۔ ہان۔ آپ مولوی صاحب ہین بھلا حضرت یوسف کے والد نے جو خواب دیکھا تھا اُس کے قائل ہین آپ یا اس کے بھی قائل نہین ہو۔

مولوی۔ تم جاہل کیا جانو۔ ان پڑھ ہو نادان ہو۔ یہ دور کی بات ہے

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من ۔ وین حرف معما نہ تو خوانی و نہ من
ہست از پس پردہ گفتگوی من و تو ۔ چون پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

اسرار سا اسرار ہے۔ اللہ اکبر ابھی اسی خوشی مین جاتے تھے کہ دلھن کو بیاہ کے لائینگے۔ اور لو اب گویا پیدا ہی نہین ہوئے تھے شان ہے خدا کی۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر
ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

اثنا یسلن۔ مولوی صاحب مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے۔ یہ ہو کیا جاتا ہے

مولوی۔ جسم خاک مین ملجاتا ہے مٹی ہو جاتا ہے۔ روح کو فنا نہین ہے روح کو سزا یا جزا ملتی ہے۔ اگر افعال حسنہ سرزد ہوئے تو جزا ہے ورنہ سزا نار جہنم اور قعر جہنم۔ یا تو حورین ملینگی یا طوبی کے سایے مین آرام کرینگے۔ سلسبیل و کوثر و تسنیم کی لہرین دیکھینگے

یا دوزخ کی آگ ہم کو جلائیگی - جو مرضی خدا ہو۔
انّا - ہائے ہائے - مگر شہزادے بہادر تو بہشت مین جائینگے ضرور جائینگے
مولوی - داخل ہو گئے بہشت خاص ایسے ہی لوگون کے لیے ہے - ہان -

چون حباب از قید خود وا شود
راست میگویم کہ دریا میشود

سپہر آرا کو اسوقت وہ دن یاد آیا جب شہزادہ ہمایون فر تنس پر سوار ہو کر انکے یہان آئے اور خورشید لقا بیگم کے مجلس مین ان سے گلے مل گئے۔ سوچین کہ ایک وہ دن تھا اور ایک آج کا دن ہے۔ ٹھنڈی سانسین بھر بھر کر خیال کرنے لگین کہ ہائے اُس وقت ہم نے ہمایون فر کو برا بھلا کیون کہا تھا۔ ہائے ہائے دس پانچ بار اسی طرح سے کیون نہ گلے ملے۔ ہائے اب گلے ملنا عمر بھر نصیب نہ ہوگا۔ اُس دن کیا جوبن تھا خورشید لقا بیگم بنکر آئے تھے۔ اُف - اُف۔

اسکے بعد انکو وہ روز اور وہ وقت یاد آیا جب ہمایون فر نے پتنگ انکے کوٹھے پر بڑھایا تھا۔ اور سپہر آرا نے جھپٹ کر لوٹا تھا جو شعر اُس پر لکھا تھا وہ سپہر آرا نے ہمایون فر کے کان کے پاس بڑے زور سے پڑھا

انتہا شعار ما وقت ای دوستان ہم
اول کسے کہ بر تو فدا شد زجان منم

شہزادی بیگم اور بڑی بیگم کو کیا معلوم تھا کہ یہ شعر کس موقع پر سپہر آرا کی نظر سے گذرا تھا مگر سپہر آرا نے اس حسرت سے ادا کیا کہ ان دونون کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ دولھن نے اٹھکر اس گلگون طوطی پر کو چوم لیا جسپر سوار ہو کر دولھا جاتا تھا گھوڑا تمام چپلے لگا کبھی سبک تیز قدم خوش خرام پر نظر ڈالتی تھی کبھی کبڈلا مقام پہ فرس

جوانی مین رشک شیر تو ہیبت مین پیل تن
پوئی کے وقت کبک دری جست مین ہرن

بجلی کسی جگہ تو کہین ابر قطرہ زن
بن بن کے آتے جاتے ہین طاؤس کے چلن
سیماب تھا زمین پہ فلک پر سحاب تھا
دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا
گل کی طرح اشارے مین سو بار پھیر لو
بجلی ہے جس طرف دم پیکار پھیر لو
کاوے مین شکل گنبد دوار پھیر لو
نقطے کے گرد صورت پرکار پھیر لو
دوڑے برابر آب تو پتلی بھی تر نہ ہو
آنکھون مین یون پھرے کہ مژہ کو خبر نہ ہو

اور فارسی۔

سکندر طلعتے عالی مزاج آئینہ زانوئے
زلیخا خو شترے شیرین زبانے عنبرین موئے
برنگ گل خوش اندازے بسان خار بدخوئے
بہت رنگین ادائے سرو قدے یاسمن بوئے
چو لالہ آتشین روئے چو سنبل مو پریشانے

سپہر آرا نے دولھا کے رخسار کو کئی بار چوما اور اسقدر بیتاب ہوئی کہ بڑی بیگم سے گلے ملکر خوب روئی۔ بڑی بیگم نے کہا بیٹی خوب رو لو جی بھر کے رو رو دل کھول کے رو لو۔ اب رونا تو تمام عمر ہے۔ سپہر آرا نے چوڑیان تڑاتڑ توڑ ڈالین اور اٹھکر لاش کے اردگرد صدقے ہونے لگی یہ اشعار حسرت بار ورد زبان تھے۔

سبزۂ دامن نسرین ترا بندہ شوم
ابتدائے خط مشکین ترا بندہ شوم
چین ابرو زدن و کین ترا بندہ شوم
گرہ ابرو پر چین ترا بندہ شوم

حرف ناگفتن و غمگین ترا بندہ شوم
طرز محبوبی و آئین ترا بندہ شوم
اللہ اللہ زکہ این قاعدہ آموختہ
کیست اُستاد تو اے ناز کہ آموختہ

سامعین سینے پر دو ہتڑ مارتے تھے۔ ہائے ابتدائے خط مشکین ابھی سبزہ آغاز ہے (حرف ناگفتن) نے اور بھی ستم ڈھایا۔ دلھن لاش کے گرد جان جان صدقے ہوتی تھی سو دوپٹے کے پلّے خوشنمائی سے لٹکتے تھے عطر کی بوباس دماغ کو طبلۂ عطار بناتی تھی اور صدقے ہونے کے وقت چھما چھم کی آواز اور بھی رُلاتی تھی دلھن نے یہ اشعار پڑھے۔

مکن آن نوع کہ آزردہ رہم از کویت
دست بر دل نہم و پابکشم از کویت
گوشۂ گیرم و من بعد نیایم سویت
نکنم بار دگر یاد قد دلجویت
دیدہ پوشم ز تماشائے رخ نیکویت
گفتنی گویم و دشمن شوم از رویت
بشنو این پند مکن قصد دل آزردہ خویش
ورنہ بسیار پشیمان شوی از کردہ خویش

ہائے ستم (مکن آن نوع کہ آزردہ رہم از کویت) افسوس اب وہ بیچارہ اس قابل ہے کہ آزردہ کرے یا خوش کرے مصرع اور بھی افسوسناک اور درد انگیز ہے (گوشۂ گیرم و من بعد نیایم سویت) اب تھوڑی دیر میں لاش تہ خاک ہوگی اسکو کسی کے آنے جانے سے کیا فائدہ (نکنم بار دگر یاد قد دلجویت) واہ۔ انکا قد دلجو تو ہر دم یاد آئیگا۔ (دیدہ پوشم ز تماشائے رخ نیکویت) تم آنکھ چھپاؤ یا نہ چھپاؤ۔ وہ تو آنکھ بند کر چکے۔ ہائے۔

بڑی بیگم۔ (استادہ ہو کر) بیٹی اب ذری بیٹھ جاؤ دم لو بس
مغلانی۔ حضور اک ذری بیٹھ جائیے اس مرض کا تو علاج ہی نہیں ہے۔ ہائے کوئی دوا آئین کام ہی نہیں آتی۔ کیا خرابی ہے کہ ہے
دُلھن۔ کیوں دوائی کیوں نہیں ہے۔ دوا اس درد کی ہے۔

زخم دل مجروح جگر سوختگان را | سازند مرا نہ صبر دوائے دگری نیست

بس اس کے لیے صرف صبر دوا ہے۔ اور صبر ہی نے ہمیں اس قابل کیا کہ ہمایوں فر کی لاش اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہیں عین اس ماتم کی حالت میں بیکسے

سکان سموات میں برپا تھا اُدھر غل
رہ رہ کے ادھر ہوتا تھا گیتی کو تزلزل
معشوق کو تھا صبر نہ عاشق کو تحمل
گلشن پہ اداسی تھی جدا اٹھتے گل و بلبل
تاریک تھا دل تاب کسی دل کو نہیں تھی
پروانہ کہیں جلتا تھا اور شمع کہیں تھی

ایک درویش صندلی پوش بھیڑ کو کاٹ کر لاش کی طرف بڑھے اور مردے کے سینے پر ہاتھ رکھکر بے اختیار رو دیا۔ صاحب کمشنر کو کسقدر رشک گذرا کہا اسکو روک لو اور جانے نہ دو۔ برق انداز دوڑے چاہا کہ انکو گرفتار کریں مگر اسکے رعب میں آگئے اور ہیبت اسقدر طاری ہوئی کہ خاموش کھڑے رہے اتنے میں انسپکٹر صاحب نے قریب جا کر کہا کہ آپکو کمشنر صاحب بہادر یاد کرتے ہیں درویش اچھا کہکر صاحب کی طرف چلا اور قریب ہو کر یوں ہمکلام ہوا۔

درویش۔ اگر بحیثیت حاکم کسی سرکاری کام کے لیے بلایا ہے تو حاضر ہوں ورنہ مجھے جانے دیجیے۔ میرا کام کیا ہے۔

درویش رواں رہے تو بہتر | آب دریا بہے تو بہتر

کمشنر۔ آپ کون اور یہان کس لیے آیا۔

درویش۔ مین درویش بے توشہ اور بیواڑے مین مکان ہی

کمشنر۔ ہمایون فر بہادر سے کوئی واسطہ تھا۔

درویش۔ میرے شاگرد تھے عربی اور صرف نحو اور فارسی مین نے ہی پڑھائی ہی اسکے بعد پھر انگریزی شروع کی تھی مین نے ایک گانون مین جو یہان سے سات کوس کے فاصلے پر ہی خبر پائی تھی کہ ہمایون فر کی برات آج نکلیگی اور یہ بھی سنا تھا کہ کوئی شہسوار ہمایون فر کو آج ہی قتل کریگا مین نے ڈاک بٹھا دی اور مارا مارا آیا مگر یہان آیا تو سنا کہ ہمایون فر کے زخم کاری لگا ہی دیکھا تو روح پرواز کر گئی ہی۔

ہمایون فر کے اعزا و اقربا جھک جھک کر آداب بجا لائے اور کہا مولانا صاحب آپکا شاگرد ہم سبکو داغ دے گیا۔ ہمارے عیش و آرام پر بجلی گر گئی۔ ہم سب راحت کے خواہان ہین یہ کوہ الم ہم پر ہمایون فر نے توڑا کہ اب ہم کسی مصرف کے نہ رہے ساری خدائی ہماری نظرون مین تیرہ و تار نظر آتی ہی دلھن کی کلغی دیکھکر اور بھی رونا آتا ہی۔

درین محفل سراپا حیرتم امشب چہ حالست این	کہ شمع از جان و دل میسوزد و پروانہ میگرید

مولانا صاحب گو بڑے صابر اور ضابط تھے مگر انکی آنکھین بھی پر نم ہو گئین اور جس وقت انھون نے دیکھا کہ دلھن ہفت آرائش سے مزین ہو کر دولھا کی لاش کے نثار ہو رہی ہی تو اور بھی رنج ہوا۔ اتنے مین دلھن نے صاحب کمشنر کی طرف مخاطب ہو کر کہا (اب آپ قاتل کا پتا لگائینگے یا نہین) اس وقت صاحب ممدوح آبدیدہ ہو گئے کہا بیگم صاحب بڑی کوشش کرکے اُس بدبخت کو ڈھونڈھ نکالینگے حضور آپ دلکو ذرا تسکین دین۔ خلق خدا بڑے زور سے سینہ پیٹنے لگی کہ یہ نازونعم پروردہ جسنے کبھی کسی نامحرم سے بات نہ کی ہوگی کس بے تکلفی کے ساتھ ایک جلیل حاکم یورپین سے مخاطب ہوئی۔ سچ ہی۔ اہل الغرض مجنون۔

صاحب موصوف نے حکم دیا کہ اور زیادہ کوشش قاتل کی گرفتاری مین کی جائے اور کہا کہ ہم خود بھی تبلیغ کرینگے۔

شہزادی بیگم کی آنکھون سے اشک اضطراب فرد ش کا تار بندھ گیا تھا رومال پر رومال تربتر ہوتا تھا اور زبان سے صرف یہی کلمہ نکلتا تھا (ہائے میرے نازون کے پالے میرے نرگسی آنکھون والے بیٹا دلھن لاش پر کھڑی ہی آخری دیدار تو دو) کبھی دولھا کی کلغی دیکھ سر پیٹتی تھین۔ کبھی دلھن کی کلغی کو چومتی تھین۔

سپہر آرا نے کہا امان جان۔ اس وقت ہماری وہ کیفیت ہی جیسے کسی کو نشہ چڑھتا ہی۔ اوہ۔ مگر میرا دل مجھے تسکین دیتا ہی کہ پیارا شہزادہ مرقد منور سے ہنستا ہوا نکلکر باغ جنان کی راہ لیگا پل صراط سے یون گذر یگا جیسے باد شرطہ سے جہاز سمندر مین جاتا ہی رضوان پیشوائی کے لیے آئینگے۔ حوران بہشتی استقبال کرینگی تمام باغ ارم مین دھوم مچ جائیگی کہ شہزادہ ہمایون فر بہادر آتے مین غلمان قدم لینگے۔ طوبی نہال ہو جائیگا تسنیم و کوثر کا آب رواں آب گہر کو خجل کریگا سلسبیل کے کنارے فرش زمردی پر بیٹھے ہونگے ادھر ادھر حوران عنبر مو رشک شمشاد سنبل مین شہزادہ فرخ جناب شراب طہور کے جام حورین بھر بھر کے اپنے ہاتھ سے دینگی۔

کردہ ام توبہ بدست صنم بادہ فروش	کہ دگر می نخورم بے رخ بزم آرائی

یہ کہکر پھر لاش کے کنارے گر پڑی ہوئی۔ مغلانیان خواصین جو برات کے ساتھ تھین پائچے اُٹھاتی جاتی تھین تا کہ ٹھوکر کھا کر ابھی اٹھی ہین کے دن ہین کہین ڈر نہ جائین سپہر آرا سرھانے کی طرف غمگین ہو کر بصد حسرت و زاری لاش سے یون کہنے لگی

ہائے ستم ادجانے والے۔ کیا اب مُنھ نہ دکھلاؤگے۔ ہائے میرے لیے کیا کیا پاپڑ بیلے کون کون مصیبتیں جھیلیں۔ رشید لقا بیگم کا بھیس لا ہمایوں باغبان بنے اپنے پیارے پیارے ہاتھوں سے گلدستے بنائے (لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر) جب ہرسہ زا ایک گلدستہ اپنے ہاتھوں سے (ہاتھوں کو چوم کر) بنا کے بھیجنے لگے تو مین نے ایک دفعہ زیب النسا کا یہ شعر لکھا ؎

بگوای عاشق صادق چرا گلدستہ آوردی
دل بلبل شکستی غنچہ را سربستہ آوردی

تو اسکے جواب مین ایک شعر لکھا تھا جو مجھے اسوقت رنج دیتا ہے ؎

بہر زیب دست ماہ من گلدستہ آوردم
بشوخی لات میز دگل بہ پشت بستہ آوردم

(آبدیدہ ہو کر) ہاتھی پر سوار ہو کر گھنٹوں دیوار کے پاس کھڑے رہتے تھے۔ اور صبح شام دوپہر سہ پہر رات کو جب دیکھو کوٹھے پر ڈٹے ہوئے۔ ہائے ہائے۔ دوچار باری گھر تک بھی ہو گئے دولھا بھائی سے یارانہ پیدا کیا۔ شطرنج کے نقشے باجی جان کے پاس بھیجے (ٹھنڈی سانس بھر کر) ہائے کس کس بات کو رووں ایک موت نے کروڑوں ارمانوں کا خون کیا۔ جسدن ڈاکوؤں نے گھیرا تھا کس بانکپن کے ساتھ اُن کا مقابلہ کیا۔ جہان زبان کھولی اچھے اچھوں کو بند کر دیا۔ جو آتا تھا یہی کہتا تھا کہ شہزادے بہادر خوشرو بھی ہیں اور خوش تقریر بھی ؎

گلشن میں سنکے زمزمہ پردازیاں مری
دم بند ہو گیا ہے مرے ہمصفیر کا

کمال اضطرار اور غایت اضطراب سے سپہر آرا بیگم پچھلی باتوں کو یاد کر کے روتی تھیں کبھی ٹھنڈی سانسیں بھرنا کبھی ماتم کرنا کبھی لاش کی طرف مخاطب ہو کر کچھ کہنا۔ کبھی حاضرین کے سامنے گریہ وزاری کرنا۔

ایک بڑے زور سے دوہتڑ مار کر کہا (لوگو یہ کیا اندھیر ہے) یہی ہے یہ میرا رونے کا دن تھا۔ یا وہ دن تھا کہ میں جامے میں پھولے نہ سماتی۔ خلق خدا مجھکو دیکھ دیکھ کر کہتی کہ خدا کرے ہر شریف کی بیٹی ایسی خوش قسمت ہو جتنی صفتیں انسان میں ہونی چاہییں سب دولھا میں موجود ہیں۔ پریزاد چاند سا مکھڑا۔ قد دلجو۔ رخسار سے گل تر۔ نرگسی آنکھ۔ شانے بھرے ہوئے بدن گول ہاتھ پاؤں خوبصورت۔ پشہ زور۔ شیر نر کی سی کلائی۔ خوش وضع جامہ زیب عالی حسب سعد النسب۔ شریف الطرفین نجیب الجانبین امیر کبیر شہزادۂ والا پائگاہ۔ ثریا جاہ۔ کمسن۔ نوعمر۔ اُٹھتی جوانی ذی استعداد۔ صاحب تصنیف۔ شاعر غُرّا شاعر بے ہمتا۔ بانکے گل چھلے شہسوار۔ فنون سپہ گری سے واقف۔ خوش گلو۔ ذی مروت خوش اخلاق مگر قسمت کو کیا کروں۔ ہائے یہ وہ سر ہے جو میرا سر تاج تھا۔ ہائے یہ وہ پیشانی ہے جسکے چومنے کی پیاس آرزو رکھتی تھیں سپہر آرا یہ بین کر ہی رہی تھیں کہ دفعتاً پورب کی سمت ایک محل سے کسی شخص نے ایک سلام بصد سوز و گداز پڑھا ؎

مجرئی جبکہ خیمان ماہ عزا ہوتا ہے
چرخ پر ماتم شاہ شہدا ہوتا ہے

رونے والوں کا بھی کیا رتبہ ہے سبحان اللہ
جلسے اشکوں کا خریدار خدا ہوتا ہے

کیوں خجل ہوتے ہو پانی نہ ملا تو نہ ملا
وہ کیا تم نے جو کچھ حق وفا ہوتا ہے

کہتی تھی خلق خدا دیکھ کے عابد کو اسیر
کہیں بیمار بھی رسی میں بندھا ہوتا ہے

افسوس جہان سے دوست کیا کیا نہ گئے
اس باغ سے کیا کیا گل رعنا نہ گئے

تھا کونسا نخل جس نے دیکھی نہ خزان
وہ کون سے گل کھلے جو مرجھا نہ گئے

لوگون نے اس شخص پر نظر ڈالی تو کہا۔ ارے! یہ تو نواب ضیاء الدولہ ہین ہمایون فر کے بہنوئی۔ مہ لقا بیگم کے میان انکو ہمایون فر سے دلی محبت تھی ایک مدرسہ مین تعلیم پائی تھی۔ ایک ہی جگہ کھیلے تھے بڑا یارانہ تھا مگر ایک روز آپس مین کسی بات پر چلنی تو ہمایون فر نے کہا اب تم مر بھی جاؤ تو ہم تمھاری صورت نہ دیکھ سکو گے۔ انھون نے جواب دیا جس دن مرو گے اسی روز دیکھین گے اس وقت ضیاء الدولہ کو لڑکپن کی یہ تقریر یاد آئی تو جنون کی سی کیفیت ہوئی۔ صاحب کمشنر نے کہا نواب صاحب کو ذرا یہان تک لاؤ۔ نواب ضیاء الدولہ بہادر آگئے۔

کمشنر۔ آپکا مزاج کیسا ہے۔ اسوقت چہرہ کچھ سرخ بہت ہے۔

نواب۔ مطلب یہ ہے کہ جو لڑکپن مین کہا وہ کر دکھایا۔ ہائے ؎

تھا شور تند باد سے دریا کو اضطراب
چکر جو تھا حباب کو تو موجون کو پیچ و تاب

سول سرجن۔ (ایک شہزادے سے) یہ شعر جو پڑھا اسکے کچھ معنی ہین انکے کلام سے کچھ مطلب نکلتا ہے یا اکھڑ جاتا ہے۔

شہزادہ۔ بالکل مطلب نہین ملتا ہے شعر اس مقام پر بے جوڑ تھا۔

کمشنر۔ ول نواب ضیاء الدولہ خان بہادر۔ کیا بات ہے۔ ول۔

نواب۔ اف حضور جیسے ایک گرمی سی معلوم ہوتی ہے سینہ پھنکا رہا ہے میرا یار اب مجھے کہان ملیگا۔ ہائے بس اب ملیگا۔ ؎

عنقا کو گرد سرخ پارس اکسیر | یہ سب ملتا ہے دوست کم ملتا ہے

دوست نہین ملتا اور ساری خدائی کی نعمت چاہے ملجائے

ہائے افسوس ع این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد۔

اتنے مین خبر آئی کہ اس سانحہ ہوش ربا کا حال سنکر ایک عورت گر پڑی اور بیہوش ہو گئی۔ اطبائے یونانی نے دوا دی مگر ہوش نہ آیا نبض ساقط نہین ہوئی ہے مگر ہوش و حواس بجا نہین ہین۔ صاحب کمشنر بہادر سے ایک رئیس نے کہا کہ اس حادثے کے وقوع کے قبل نواب مہ پارہ بیگم کے ہان آگ لگی تھی (مہ پارہ بیگم بڑی بیگم کا نام ہے) اور تھوڑی دیر کے بعد ایک گھوڑا مر گیا۔ صاحب ممدوح نے کہا ان باتون سے ہمارے ملک مین بھی لوگ گھبراتے ہین مگر بہت کم تربیت یافتہ آدمی ان باتون کو نہین مانتے

جب دیکھا کہ دلھن کی حالت غیر ہے تو لاش کے پاس سے ہٹا لیگئے گاڑی پر سوار کیا اور کہا بیٹی اب بیٹھ کر چلو آخری دیدار ہو لیا

رہائی کی تدبیر

مرزا ہمایون فر بیچارے کا حال تو یہان چھوڑا۔ اب ذرا خوجی وہ لاحول ولا قوۃ۔ خواجہ بدیع الزمان صاحب کا حال سنیے۔ یہ لڑھکتے پڑھکتے آزاد کے قیدخانے تک پہونچے اور کوشش بلیغ کر کے دروازہ کھلوا اندر گئے۔ پہلے میان آزاد سمجھے کہ پولینڈ کی شہزادی نے کسی کو بھیجا ہے کہ ایکبار پھر ہمکو سمجھا کے اور راہ راست پر لائے مگر دل مین ٹھنی تھی کہ شادی پر ہرگز راضی نہ ہونگا چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے۔ خوجی قریب پہونچے مگر تاریکی کے سبب سے آزاد نظر نہ آئے۔ تو چلا کر کہا۔ او گیدی بھونکٹ دن کی آزاد نے یہ آواز سنتے ہی اٹھکر خوجی کو گود مین اٹھا لیا۔

خوجی۔ آزاد۔ آزاد۔ آزاد۔ آزاد۔ ہونہہ! این! الٰہی خیر۔ کسی نل لگی بازنے دل لگی تو نہین کی سایہ ہے میان تم کون ہو

آزاد۔ (خوجی کو گود مین لیکر کودنے لگے) ہو ہو!!!

خوجی۔ بھائی جان تم بھوت ہو یا پریت۔ ہم کو چھوڑ دو

میری بھائی ارے یار مین اپنے آزاد کی کمک کو جاتا ہون مجھے چاہیے جلد تو مگر کوئی تدبیر ایسی کرو کہ وہ بچ جائے ۔

اس فقرے پر آزاد کا دل بھر آیا ۔ بھائی خواجہ صاحب مین خوجی کو تاب کہان کہ پورا فقرہ سنین ۔ ایسے خوش ہوئے کہ جامے مین پھولے نہ سمائے آزاد نے کہا یار آہستہ آہستہ گفتگو کرو کہین ایسا نہو کہ کوئی آجائے پہلے یہ بتاؤ کہ یہان تک کیونکر پہونچے ۔

خوجی ۔ ہم تو سب بتا دینگے تم یہ بتاؤ کہ قیدخانہ نصیب کیون ہوا جو نہین ہو ڈاکو نہین ہو جلساز نہین ہو ۔ پھر یہ کیا ہوا تم اور قیدخانہ ۔ اور یہ بھی ظاہر ہی کہ فوجی قیدی نہین ہو پھر کیا ؟

آزاد ۔ کیا بتائین بھائی ۔ یہان ایک پری رہتی ہی دیکھو تو غش آجائے ۔ بیہوش ہو جاؤ ۔ مس وزرے بڑھ کر اور جوانی پھٹی پڑتی ہی اسی کے ہاتھون ہم اس مصیبت مین مبتلا ہوئے ۔

خوجی ۔ کیا کچھ بے ادبی کر بیٹھے تھے وہ صاف صاف بیان کرو

آزاد ۔ اجی خدا جانے کیا ہوا تھا ۔ مگر خیر جو ہوا وہ ہوا اب بتاؤ کہین بھاگنے کی بھی راہ ہی ۔ کوئی تدبیر ایسی بھی ہی جس سے بچ نکلین

خوجی ۔ ہان ہی ۔ ایسی بھی ایک تدبیر ہی ۔ سمجھ جاؤ گے یا نہین ۔

آزاد ۔ ہائے ہم اور نہ مانین ۔ ہم تو خدا سے دعا مانگتے ہین ۔

خوجی ۔ کمبخت اتنی عقل نہین کہ سنتر سنتر پہرے دارون مین سے کسطرح بھاگو گے ۔

آزاد ۔ (آہ سرد بھر کر) تو اب حسن آرا کو نہ دیکھ سکینگے ۔ اللہ رکھی بیچاری کڑھتی ہی رہیگی ۔ مس میڈا کے دل پر بجلیان گرینگی ۔ سپہر آرا یاد کر کے زار زار روئیگی ۔ افسوس ۔

خوجی ۔ پھر خود کردہ را چہ علاج ۔ ایسی پریزاد پر تمہیں ملے اور تم انکار کرو ۔ شومی طالع ۔ اس کو کوئی کیا کرے ۔ افسوس خدا کی قسم تم کو لازم تھا کہ فوراً نکاح کر لیتے اور خوب لطف اٹھاتے اگر دلبستگی ہوتی تو سبحان اللہ سبحان اللہ ۔ ورنہ اس حالت مین بھاگنا بھی آسان ہوتا ۔ آج صبح کو جب وقت مین سلام کے لیے گیا تو دیکھا کہ مسکرا رہی ہی ۔ ؎

تا قیامت نیشکر روید ازان خاکی کہ تو
او ببتا شیرین ادا آن جا تبسم کردہ

ہائے وہ مسکرانا عمر بھر نہ بھولے گا ۔ کیا ادا تھی ۔ سبحان اللہ سبحان اللہ ۔ ؎

آب گوہر چشم صدف رشک حیرت است
آنجا کہ لعل او بشکر خندہ وا شود

اور ساعد سیمین پر جو نظر پڑی تو کلیجہ پکڑ کر بیٹھ گیا ؎

صفائے ساعدش با صبح صادق میزند پہلو
سی بالای من در آستین دارد قیامت را

ایسی پریزاد نوخیز کا انکار کرنا عقل کے خلاف ہی یا نہین فوراً منظور کر لو ۔ ایسی پریان آدم زاد کو قسمتون سے ملتی ہین ۔

آزاد ۔ یار حسن و جمال مین تو شک نہین ۔ واللہ وہ حسن خداداد ہے کہ باید و شاید آنکھ ناک کان گلو قد و قامت جو ہے متناسب موزون سانچے کا ڈھلا ہوا ۔ مگر حسن آرا سے قول ہارے ۔ مس میڈا سے وعدہ کیا ہی اسکا خیال ہی ۔

خوجی ۔ واللہ نرے گاؤدی ہو ۔ ارے میان اب تو جان کے لالے پڑے ہین ابتو اس سے بہتر کوئی تدبیر نہین کہ جس طرح ممکن ہو اس پریزاد کو خوش کرو ۔ تم کو اس پر ثابت کر دینا چاہیے کہ تم کسی طور پر اسکو چھوڑ کے جا ہی نہ سکو گے ہین ۔ کہو کہ میری جان جاتی ہی ۔ جب کہین تمہارا اعتبار ہوگا ۔ اپنی ناتجربہ کاری کی بدولت تم نے یہ دن دیکھا ۔ اب نہ حسن آرا کے کام آسکتے ہو نہ میڈا کا وعدہ وفا کر سکتے ہو ۔ کسی مصرف کے نہین ہو ع

بیکارم و با کارم چون مد بحساب اندر

آزاد۔ ہو سڑی تو کیا ہوا۔ مگر بات ٹھکانے کی کہتے ہو مگر اب تقریر کون کرے۔ یہ تو بتاؤ۔

خوجی۔ آخر لونڈے ہی ہو نہ۔ تم آئے کیا کرنے۔ ہمکو بھیجا کیون ہے

آزاد۔ (خوش ہوکر) کیا شہزادی تک تمھاری رسائی ہو گئی شاباش پھر اب کیا پوچھنا ہے۔ مار لیا ہے۔

خوجی۔ مین بیڑا اٹھا کے آیا ہون کہ آزاد کو لاؤنگا۔

خوجی نے آزاد کو خوب سمجھایا۔ بڑی دیر تک گفتگو کر کے کہا کہ اب آپ ٹھہرین۔ بندہ جاتا ہے۔ جا کر عرض کرونگا کہ خدا خدا کر کے اس بدکیش کو راہ پر لایا ہون اب آپ ذرا چلی چلین تو وہ منظور کرلین

آزاد۔ اللہ اللہ۔ یہ دعوی۔ اب آپ اپنے نزدیک انکو یہان لے بھی آئینگے۔ واہ۔ وہ شہزادی حسن پہ مغرور زر و زیور کی کمی نہین نازک مزاج عالی دماغ۔ بھلا ممکن ہے کہ یہان آتے یہان آنا کیسا اگر اسکے دل مین آئے تو اسی دم پکڑ وابلوائے

خوجی۔ اجی کہتے ہین نہ کہ لونڈے ہو عشق بڑی چیز ہے عقل کو عشق سے کیا واسطہ۔ وہ تمھاری ایک ایک ادا پر جان دیتی ہے۔ جہان کہہ جائے اور جہان بلاؤ آئے۔

عشق در آمد زدر گفت سلام علیک عقل برون شد ز در گفت سلام علیک

عشق آیا اور قیامت آئی عشق کجا اور عقل کجا۔ توبہ۔

عشق آیا قیامت آئی ہے پارسائی پر آفت آئی ہے

عشق وہ بلا ہے بے درمان ہے کہ اسکا چارہ ہی نہین انسان کو مجبور کر دیتا ہے عاشق ہونا ہنسی ٹھٹھا ہے کچھ۔ مگر سخت حیرت ہے کہ تم ابھی عاشق نہوے مین تو صرف گوری گوری کلائی دیکھکر مفتون ہوگیا

ساعد خویش نمودی و من از کار شدم
آخر ای شوخ بدست تو گرفتار شدم

آزاد جبھر وزین نے اُس نیا اندام کو سب سے پہلے دیکھا سن سے جان نکل گئی۔ آئے دار و حسن و جمال اور کمسنی ہی قتل کیلیے کیا کم تھی اس آن نے اور بھی ستم ڈھایا۔ واللہ آنے دارد ہے۔

شاہد آن نیست کہ موے و میانے دارد
بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد

جسوقت گوری گوری گردن پھیر کر حسن کی طرف نظر ڈالی تھی میری یہ کیفیت تھی کہ دور ہی سے کھڑا مزے لوٹتا تھا برگ گل سے بھی نازک ہے اور زلف تو ایسی تمام عمر نہین دیکھی دیدہ ہے نہ شنیدہ ہے۔ گیسوے عنبر بو نے پریشان کر دیا۔

ہر غم و پیچے کہ شد از تار زلف یار شد
دام شد زنجیر شد تسبیح شد زنار شد

دو تین بار گل رخسار کا بوسۂ دلفریب بھی لے چکا ہون اور دو بار وہ بھی ان رخسارون کو چوم چکی ہین مابس لطف کا حال نہ پوچھو تم کا سا مناتھا۔ اب مین واقعی خود سوچتا ہون کہ مین نے اب تک وقت کیون ضایع کیا۔ ایسی پریچہرہ بیوی ہے شہزادی اور انتہا کی حسینہ اور جمیلہ ایسی گلعذار ایسی باغ و بہار ایسی خوش سلیقہ ایسی ہنس مکھ اور ایسی مغرور۔

خواجہ بدیع الزمان اسدرجہ محظوظ ہوے کہ پھڑک کہنے لگے ماشاءاللہ من شریف جیل وشش نارم لیکن ریش دفش۔ آزاد نے باصرار کہا کہ اپنا حال تو بیان کیجیے۔ حضرت نے یون بیان کیا

ثنا ہا ہمہ ایزد پاک را ثنا یادہ طارم تاک را

ایہا السامعین یعنی سنو تم اے سامعین۔ سننے والو

آزاد۔ کیا در و دیوار بھی سنتے ہین۔ یہان تو بس ایکیلین ہون

خوجی۔ کیون کیا دیوار نہین سن سکتی۔ پھر کیون کہا ہے ع

دیوار گوش دارد مہ ہمیدہ لب بجنبان

آزاد - خیر مطلب شروع کیجیے۔ حال بیان فرمائیے تمہید ہو چکی

خوجی - قسم ہے آزاد کے سر کی وہ وہ کارستانیاں کی ہیں کہ سننے سے تعلق رکھتی ہیں تین لڑائیاں سر کیں تینوں میں کامیابی حاصل ہوئی جسطرف فوج عدو تھی ادھر پٹکلر بستی تھی اور ادھر لقدیں پاشا کی بھی فوج اور دو ملا اور ایک اخوند انکے ساتھ تھے اس زمین کا کیا کہنا۔

مثل زمین خلد مصفا تھی وہ زمین
ساتوں فلک سے اوج میں بالا تھی وہ زمین
روے زمین پہ عرش معلے تھی وہ زمین
فردوس کا کھینچا ہوا نقشہ تھی وہ زمین

بس قبلۂ عالم چھڑ گئی اور ہماری فوج کسیقدر تربتر ہونے لگی کہ یکایک ایک آواز میرے کان میں آئی دیا جلور۔ دفتت دست بلی ہی یہ زبان حقانی آدمیوں ہی کی سمجھ میں آتی ہے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا اسکے یہ معنی ہیں کہ ایک خواجہ بدیع میمون ساعت ہے۔

آزاد - (مسکرا کر) خواجہ بدیع میمون کی اچھی پھبتی کسی نے کہی

خوجی - بات سنو صاحب دل لگی کا بھلا یہ کون موقع ہے اچھا بس اس آواز کے بعد ایک اور آواز آئی کہ (دل تیار کرو) دو سو قدم کے فاصلہ پر۔ فوراً سپہ سالار سے اس بشارت کو بیان کیا اور انھوں نے مقابل تیار کر دیا۔ لڑائی بڑی گرما گرمی سے ہو رہی تھی کہ ایک شکل نورانی نظر آئی جس نے ہدایت دی کہ ای بندۂ خدا فوراً چڑھ دوڑو۔ پھر تو میں شمشیر بکف چلا تو ع کشتوں کو اپنے فوج عدو روندنے لگی۔ باقی حال پھر کہوں گا بالفعل جا کے اس پری کو بلا لاتا ہوں۔

آزاد - فی امان اللہ جائیے۔ مگر اس پری کا آنا معلوم کیا مجال ہے۔

شادی کا پیام

چھوٹا موٹا بونا امیروں کا کھلونا ایک گلبدن غنچہ دہن شہزادی کے سامنے دست بستہ کھڑا ہے شہزادی اس بونے کی طرف دیکھ دیکھکر مسکراتی ہے میاں خوجی نے جو اس مہ طلعت پری پیکر کو مسکراتے دیکھا تو سمجھے کہ حسب معمول یہ بھی ہم پر ریجھیں آہا سمجھنا تھا کہ شیطان نے دور سے انگلی دکھائی اور حضرت خواجہ بدیع الزمان صاحب اکڑ گئے۔ انکے اکڑنے پر اس رشک قمر کو اور بھی ہنسی آئی کھلکھلاتے دیکھا تو یقین کامل ہو گیا کہ ہزار جان سے عاشق زار ہے۔ شہزادی کی طرف دیکھکر کہا۔ کیوں لڑوا دوگی آزاد سنے گا تو بگڑ اٹھیگا کہ وہاں مس روز کو اپنی طرف مخاطب کر لیا یہاں اس معشوقہ زرین کمر کو رجھا لیا اور مس روز کو رقابت ہوگی۔ اور ایک مس روز پر کیا فرض ہے جس جس ملک میں پریاں ہم پر فریفتہ ہوئی ہیں وہ تمھاری رقیب ہو جائینگی مگر واہ رے میں اور واہ ری میری کاٹھی۔ بس میں ہی میں تو ہوں جس نوعمر معشوق نے دیکھا بس دل آ گیا۔ اور یہاں یہ کیفیت ہے کہ مخاطب ہی نہیں ہوتے۔ ایک ہو تو مخاطب ہوں دو ہوں تو پسند کروں یہ تین چار ہوں تو نکاح کا سامان ہم پہونچا دوں جب اللہ کا اکھاڑا اور پریوں کا دنگل رنگیے تو پھر کس کس سے التفات کروں اور بوا زعفران یاد ہی نہیں ہیں یہ سب سے زیادہ تو وہی ریجھی تھیں بے نکاح کے میاں کہہ اٹھیں اور گھوڑی کو بھی ایسا آرام دیا کہ خواجہ بدیع الزمان صاحب عمر بھر نہ بھولیں گے۔

شہزادی نے ایک خوبرو خادمہ کو اشارہ کیا کہ انکو یہاں حاضر کرو خواجہ اینڈتے ہوے چلے اور کنبے تہلتے ہوے کرسی زرین کے قریب پہونچے جسپر وہ پری زہرہ جبیں شان برنائی تمکین تھی خواجہ صاحب جھک کر سات بار سلام بجا لاے اور پھر تن گئے اپنے جامے میں پھولے

نہین سماتے جس طرف نظر ڈالتے ہین عجب و غرور کے ساتھ سوچتے
کہ اب اس مقام دلکش مینو سواد کے مالک بن بیٹھین گے
ہمارے مقابل مین آزاد کی دال نہ گلنے پائیگی ۔

شہزادی نے ایک زیبا اندام پیشخدمت کو حکم دیا کہ ان لوگون
کو کرسی پر بٹھا دو ۔

خوجی ۔ ہم کرسی پر یون نہین بیٹھتے پہلے یہ بتاؤ کہ جہیز کیا دوگی
راوی ۔ این اچھے رنے مین آئے بسم اللہ جہیز ہی سے شروع کی
عزبن ۔ آپ کرسی پر ٹکیے تو اس گھبراہٹ کے قربان بیٹھو ۔
خوجی ۔ ہونہہ ہم پر تمام زمانے کی عورتین ریجھ جاتی ہین مگر
یہان تو اپنا مقولہ ہے کہ اپنا دل دیکھین کس پر آتا ہے ۔

گر تم نہین تو اور بت مہ جبین سہی
ہمکو تو دل لگی سے غرض ہے کہین سہی

راوی ۔ سبحان اللہ جست کے صدقے سوال دیگر جواب دیگر ۔ لاحول ولا قوۃ
عزبن ۔ اہ یہ اکڑتے کس برتے پر ہو ۔ سوکھی ہڈیون پر یہ غرور
خوجی ۔ دیگر مگر بس بس ۔ تم پہلوانون کی باتین کیا جانو ۔ یہ پور
بدن کہلاتے ہین ۔ ابھی اکھاڑے مین اترون اور ڈنڈ پیلون پر ذرا سی
مٹی مل لون تو پھر کیفیت دیکھو ۔ شیدی لندھور بھی بچکین تو سہی
عزبن ۔ بینی مرغ کے برابر تو حضور کا قد ہے اور دعوی یہ لمبا چوڑا
خوجی ۔ بس تم ناقص العقل ہو نہ ۔ تم تو قد کو دیکھا چاہو ۔ اور یہان
لمبے آدمی کو لوگ بیوقوف سمجھتے ہین ۔ شیر کو دیکھو اور اونٹ کو دیکھو سچ
کہتا ہون ۔ یہ چوربدن کہلاتے ہین ۔ مصر مین ایک بڑے گرانڈیل
جوان کو بخنی تپائی مارا چارون شانے چت ۔ اُٹھ کے پانی بھی نہ مانگا ۔
جی جناب دل لگی نیست ۔ مقابلہ کرون از من بدیع صاحب بہادر
دل لگی بازی نیست ۔ اگر دل لگی بازی باشد ہر آئینہ امتحان بکنید بس
خدا خدا کرکے خواجہ بدیع الزمان صاحب کرسی پر بیٹھے تو دونون

آنا نگین کرسی پر اس طرز نشست کو ملاحظہ فرمایئے خاص جانگلو ولا
کے بیٹھنے کا طریقہ ہے ۔ بیٹھکر شہزادی پر از سر تا پا نظر ڈالی اور اکڑ کر
فرمایا کہ اب جہیز کا حال بتاؤ ۔ لیکن مین ایک شرط سے شادی کرتا
ہون کہ یہ جتنی لونڈیان اور پیش خدمتین ہین ان سبکو محل بناؤنگا
اور ان کے نادر نادر نام رکھونگا ۔ دلفریب محل ۔ طاؤس زیب محل
مہ پارہ محل ۔ چاند تارا محل ۔ گلاب محل ۔ شاداب محل ۔ نئے
نام دنیا سے نرالے ۔ ساری خدائی سے انوکھے ۔

اس فقرے پر شہزادی متحیر ہوئی اور عزبن مسکرانے لگین پیشخدمتین
منھ چھپا اور گردن پھیر کر مسکرائین ۔

شہزادی ۔ اخاہ تو یہ اپنی شادی کے پھیر مین ہین یہ کہیئے
عزبن ۔ حضور انکے خوبصورت اور وجیہ جوان ہونے مین تو شک نہین
راوی ۔ ظاہر ہے ۔ ہاتھ پاؤن خوبصورت ۔ ڈنڈ پیل خوش رو جوان
ہین اور سن شریف بھی ابھی چہل و شش سے زیادہ نہین ہے ۔
خوجی ۔ ہنستی آپ کیا ہین ۔ کھاؤ تو قسم کہ ہم پر تمہارا دل نہین آیا مگر
ہان عزبن نے اسوقت بھاجی ماری کہ دبلے پتلے ہاتھ پاؤن ہین ہا
اس چوربدن نے دھر دادیا ۔ لے اسی بات پر کسی پہلوان کو بلوایئے
اگر ہم کشتی نکالین تو شادی منظور ورنہ خیر مگر جہیز کا فیصلہ پہلے ہی ہو جائے
شہزادی (مسکراکر) تو آپ اپنی شادی کیلیے آتے ہین یا آزاد کی
خوجی ۔ ہونہہ لڑاو لڑاو ۔ بھلا کالے کے آگے کہین چراغ جلا ہے

آگے میرے فروغ پانا
سورج کو چراغ ہے دکھانا

شہزادی نے ایک ادائے دلربا سے پیش خدمتون کو قریب
بلایا اور آہستہ سے کان مین کہا کہ اس موٹی تازی حبشن کو بلا لاؤ
خوجی سمجھے کہ ہمارے واسطے کچھ تحفے منگوائے ہین ۔ اتنے مین
دیکھتے ہین کہ ایک دیونی ڈنڈپیل عورت کالی کلوٹی بد قطع
حبشن اکڑتی ہوئی چلی آتی ہے سر پر کسی جانور کے دم کی ٹوپی

اور کمر سے ٹخنوں تک ایک قسم کا جانگھیا۔ اور ڈھیلا ڈھالا کرتا تا بہ کمر برہنہ پا۔ ہاتھ میں ایک موٹا سونٹا دیکھتے ہی انکے ہوش اُڑ گئے۔ بوا زعفران یاد آئیں۔ اُفوہ یہ تو بوا زعفران کی بھی نانی جان نکلیں۔ یا الٰہی میں بلا بنہلا آدمی اگر من بدیع پر گر پڑے تو چکنا چور ہی ہو جاؤں۔ سنا بھائی جان۔ ایسے مقام پر اگر حور کے ساتھ بھی شادی ہو تو اپن جانب کو گون نہیں۔ بس بیچ پی ہزار نعمت پائی۔ اب سے آگے گھر سے آئے بندہ در گذرا—

وہ عورت سکھائی پڑھائی تو تھی ہی۔ آتے ہی خوجی کی کرسی کے قریب کھڑی ہو گئی۔ خواجہ صاحب کو کمال ناگوار گذرا۔ تھوڑی دیر کے بعد جشن نے اُنکے شانے پر ہاتھ رکھا تو روح فنا ہو گئی۔ شانے کو جنبش دی تاکہ اسکا ہاتھ ہٹ جائے مگر وہ ہاتھ ہٹنے والا کب تھا۔ اس زور سے ہاتھ جمایا کہ میخ گاڑ دی—

شہزادی نے کہا یہ روم میں برسوں رہی ہے۔ تمہاری طرح ٹوٹی پھوٹی ترکی زبان بول لیتی ہے۔ اس سے کچھ گفتگو کرو۔ خوجی سے اس سے یوں مکالمہ ہوا—

"میں مرد تم عورت۔ بڑی شوخ اور بیحیا ہو۔ ہٹاؤ ہاتھ"

"تم مرد ہو۔ سچ کہو۔ مرد تو ایسے نہیں ہوا کرتے۔ تم تو عورت ہو"

"دیکھو میرے مُنھ نہ لگنا۔ خبردار۔ میں بہت بڑا آدمی ہوں"

"کیا بڑے آدمی ہو۔ اگر مرد ہو تو۔ ہماری تمہاری شادی ہو جائے"

شادی کا لفظ سنتے ہی خوجی کے ہوش اُڑ گئے۔ سمجھے کہ بُرے پھنسے اور اسی عرصہ میں اس دیونی نے اُنکا ہاتھ پکڑ کر مروڑنا شروع کیا—

جھلا جھلا کر کہتے تھے کہ ہائیں! ہائیں! ہائیں ہائیں۔ ہاتھ چھوڑ دے دیکھو ٹوٹ جائیگا۔ میں جتائے دیتا ہوں۔ اگر ہاتھ پر قریب آئی تو بیطور پیش آؤنگا مجھسے بڑھکر برا کوئی نہیں ہے۔ جی ہاں—

راوی۔ بجا ارشاد ہوا اور وہ جور بدل اب کہاں گیا۔ اس بانکپن کے صدقے کہ ہاتھ چھوڑائے نہیں چھوٹتا اور ہیکڑی کی لئے ہے ہیں۔ ہاتھ چھوڑ کر اسنے انکے دونوں کان پکڑے اور کان پکڑ کر اُٹھایا تو زمین سے چھ انگل اونچے۔ اسپر بڑا قہقہہ پڑا—

شہزادی اسقدر ہنسیں اسقدر ہنسیں کہ گورے گورے گال اور بھی سُرخ ہو گئے۔ پیش خدمتیں کھلکھلاتی جاتی تھیں عمر بن نے خوب تالیاں بجائیں۔ شہزادی کرسی پر اُٹھ کھڑی ہوئیں اور شوخی کے ساتھ کمر لچکاتی ہوئی خوجی کی طرف چلیں۔ یہ بیچارے تین منٹ تک ٹنگے رہے۔ خوجی کی یہ کیفیت کہ بوٹیاں نوچ کھانے کو جی چاہتا تھا۔ یہ تو سوچے تھے کہ چاند سی دُلہن یعنی شہزادی ملی۔ زر و زیور و جواہر کی کمی نہیں ہے۔ اور اُسی دُلہن کے سامنے یہ درگت ہوئی—

جشن۔ (خوجی کو چھوڑ کر) کہو شادی پر راضی ہو یا نہیں بولو

خوجی۔ عورت سمجھ کے چھوڑ دیا ورنہ کوئی اور ہوتا تو اتنی مُچھیاں بھونکتا کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جاتا۔ چوربدن ہے ہمارا مگر عورت کے منہ کون لگے

شہزادی۔ اے تو اب شادی کی نسبت تو صاف صاف کچھ جواب دو—

خوجی۔ ہمکو تمہارے ساتھ شادی منظور ہے مگر جہیز کیا دو گی

شہزادی۔ ہمارے ساتھ بیاہ کر لے کا شوق چرایا ہے اور یہ کیا کہتی ہیں پہلے ان سے نپٹ لو۔ پھر سمجھا جائیگا۔

خوجی۔ اوہ سے خدا سمجھے (اُردو میں) اس کمبخت نے بنا بنایا گھر بگاڑ دیا۔ اسکی صورت سے نفرت ہے۔ عورت کیا ڈیڑھ مرد ہے۔ کس آسانی سے مجھ ایسے پہلوان اور گراں ڈیل جوان کو کان پکڑ کے اُٹھا لیا۔ بوا زعفران سے کہیں اس نے کان کاٹے۔ مگر یہ پری غضب کی چلبلی دکھا رہی ہے—

خدا ترا بت نادان دراز سن تو کرے
ستم کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے

ابھی تو ماشاءاللہ خدا چودھوان پندرھوان ہی سال ہے اور اللہ کی عنایت ہے یہ حسن گلوسوز اور یہ جمال ہے اسکا مسکرانا دلپر بجلیان گراتا ہے اور تکلم سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے ۔

دل بردل ز کف و جان بعوض می بخشد
سخنے کز لب جانانہ برون مے آید

جو مکالمہ ہے جان پرور ۔ انسان صورت دیکھے تو غش آجائے اور گفتگو سے تو مردہ قبر سے اُٹھ بیٹھے یا ز سر نو کالبد مین جان آ جائے ۔

غنچہ لبریز شگفتن مے شود چون از نسیم
آن تکلم ہاے رنگین یاد مے آید مرا

شہزادی اٹکھیلیان کرتی ہوئی مصروف گلگشت چمن ہوئی پیش خدمتین جلو مین تھین ۔ خوجی بھی مو پریشان اور غزلخوان عشاق زار کی طرح ساتھ تھے ۔ قدم قدم پر اشعار عاشقانہ پڑھتے جاتے تھے ۔

خوجی سے شہزادی نے کہا کہ ہم تین شرطون سے شادی کرتے ہین اگر یہ تینون شرطین پوری کرو تو آج کے دسوین روز شادی ہو جائے

خوجی نے خوش ہو کر وہ شرطین دریافت کین ۔

شہزادی نے تینون شرطین یون بیان کی ۔

شرط اول ۔ اس حبشن کو اُٹھا کے دے مارو ۔ اور تین بار کشتی نکالو ۔

دوم ۔ افیم کھانا چھوڑ دو چھ روز تک ہم تمھین قید رکھین گے اور چھ روز تک ذرا سی افیم بھی نہ پاؤ گے ۔

سوم ۔ دن کو مویشی چرانے کی خدمت تمھارے سپرد ہو گی ۔ صبح سے شام تک مویشی چرانا اور رات کو کھیت رکھانا ۔

خواجہ صاحب مسکرائے ۔ فرمایا تینون شرطین سخت ہین ۔ ان مین ایک شرط ممکن ہے مگر باعث تذلیل ۔ تمھاری اور میری دونون کی ذلت متصور ہے ۔ جو کوئی دیکھیگا کیا کہے گا ۔ یہی کہے گا نہ کہ شہزادی کے میان سو رچا رہے ہین ۔ ہمارے لیے کوئی عمدہ کام تجویز دو ۔ جو ہماری شان کے شایان ہو ۔ مین شاہی مین کمیدان تھا ہزار آدمی میرے ساتھ چلتا تھا ۔ ہزار جوان میری ماتحتی مین تھے پورے ایک ہزار جوان ۔ اور جس مقام پر گیا وہ ترکیب کی کہ ایک بندۂ خدا کی جان بھی نہ گئی جنگ تو کبھی کی ہی نہین ۔ غنیم کی فوج پر چڑھ دوڑے اور جب دیکھا کہ وہ بھی آمادۂ پیکار ہے ۔ تو گھوڑے کی باگ پھیر دی ۔ اور بھاگے تو پتا ہی نہین ۔

راوی ۔ سبحان اللہ ۔ واہ بھئی بجگو کمیدان واہ کیون نہو ۔

عورتین ۔ کمیدانی کر کے ایک عورت سے پچھنے لگے اہی واہ ۔ واہ واہ کمیدان اور عورت سے چپتیا جائے ۔ کان پکڑ کے اُٹھایا اور پھر بٹھا دیا ۔ اے لعنت خدا ۔ تم مردوے ہو ۔ عورتون سے بھی بدتر

خوجی ۔ جرأت اور بانکپن تو موروثی ہے ۔ اور شاعر ہم خود ہوئے جناب والد مرحوم شاعر نہ تھے ۔ بلکہ سپاہی تھے ۔ مین البتہ شعر پڑھتا ہون اور شعر کہتا بھی ہون ۔

کانپا نہ جگر نہ دل نہ چہرا اُترا — کس بحر مین بیخوف وخطر جا اُترا
ساحل پہ نہ جسکے ٹھہرے یارونکے قدم — دو ہاتھ لگا کے مین وہ دریا اُترا
کس ان مضمون نو کا نقشہ اُترا — پر ور و معانی کا نہ چہرا اُترا
مجھ سے ہم آئے نئے مضمون پڑھکر — اُنکے لیے گویا من و سلوی اُترا

اس حبشن نے پھر خواجہ صاحب کا ہاتھ پکڑا تو انکی روح لرزنے لگی زور سے ایک جھٹکا دیا کہ ہاتھ چھڑا لین مگر ہاتھ کہین چھڑائے چھوٹتا تھا سخت خفیف ہوئے اور قہقہا ایسا فرمائشی پڑا کہ خوجی آبدیدہ ہو گئے کانکھ کو نکھ کر ایک دفعہ اور کوشش کی زور سے حبشن کو اپنی طرف گھسیٹنے لگے اُس شوخ دیونی نے ہاتھ چھوڑ دیا تو

ترٹسے گر پڑے اور ایک لڑھکنی کھائی۔ پھر قہقہہ پڑا۔

خوجی۔ مجھ بدنصیب کی جان کا ایک نیا ایک دشمن نکل ہی آتا ہے۔ لوا زعفران نے کان گوشی کی پٹا کسان نے کلانجی ہوس دکھایا جہاں گئے وہان جان عذاب مین گرفتار ہوئی۔

بہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیدا است

شہزادی۔ تمھاری سکت کا تو یہ حال ہے کہ لڑھکنی پر لڑھکنی کھاتے ہو اور پٹخنی پر پٹخنی۔ ذرا چھیڑا اور تم گر پڑے پھر تم شادی کس کے برتے پر کرتے ہو اور شادی کی خواہش ہے تو اس جشن کے ساتھ بیاہ کر لو ہان خوب یاد آیا وہ تینوں شرطین منظور ہین یا نہین۔

خوجی۔ شہزادی سچ کہتا ہون۔ چور بدن ہے۔ پہلوان کی اصل حقیقت کیا ہے۔ یہ ڈنڈ۔ یہ ہاتھ پانون یہ کس بل۔

عربن۔ تو اب اُنکے ساتھ شادی کروگے یا جشن کے ساتھ۔

خوجی۔ ہم پر دونون ریجھی ہین دونون عاشق زار ہین بس یہ اس کے حسب حال ہے۔

مشرب رندانہ میداریم دمی جوشیم ما	
پاشیم تندی چون غم ہم آغوشیم ما	
طاعت و تقوی چہ باشد زاہدی باشد چہ چیز	
عاشق آوارہ ایم و مست و مدہوشیم ما	
وہ چہ خوش باشد اگر آن مست صہبائے غرور	
خود بگوید دیگر امشب بادہ مے نوشیم ما	

راوی۔ یہ اشعار واقعی بعینہ خوجی کے حسب حال ہین شعر تو کبھی خلاف پڑھتے ہی نہین حضور۔

ادھر خوجی اول جلول باتین کرتے تھے اُدھر آزاد گھڑیان گنتے تھے کہ خوجی اب آتے ہونگے اور اس مہوش سراپا ناز کو ہمراہ لاتے ہونگے۔ یہ خبر ہی نہین کہ وہ اپنی شادی کی فکر مین ہین

شہزادی نے کہا کہ تم آزاد پاشا کو لانے گئے تھے۔ بیڑا اُٹھایا تھا کہ اُنکو راضی کر دونگا اور وہان سے آنکر خود اپنی شادی کی باتین کہنے لگے اگر خود ہی شوق چرایا تھا تو اس بیچارے کا نام کیون لیا تھا۔

خوجی بولے بات ساری یہ ہے کہ وہ آقا ہین۔ ہمارے مخدوم و مکرم اور محسن۔ ہم اس بارہ مین اُنکا مقابلہ نہین کر سکتے۔ مگر حسن اور طاقت اور جرأت اور خوش تقریری اور عالی خاندانی مین وہ ہمارے مد مقابل نہین ہین ہم ولایتی ہین۔ ہندی نہین ہین خاص ولایت زاد۔ ان کا بلی۔ باپ مغل۔ خاص سیستانی اور وہ ہندی ہین جس مقام پر ہم اور وہ کھڑے ہوتے ہین پہلے پریون کی نظر ہم پر پڑتی ہے۔ پھر اُن پر پڑتی ہے۔

عربن۔ ماورا اس جشن کی بھی پہلے تم ہی پر نظر پڑی تھی۔

خوجی۔ اس سے خدا سمجھے۔ ایسی بد قطع عورتون کو خدا غارت کرے۔

عربن۔ بنتی ہو کیا کہتا ہے۔ کہتے مین۔ ایسی بد قطع عورتون کو خدا غارت کرے۔ سنا تعجب ہے کہ تمھارے منھ پر تم کو بُرا کہین۔

جشن نے خواجہ بدیع الزمان صاحب کو گود مین اُٹھایا اور لے چلی۔ خواجہ صاحب نے سیکڑون بے نقط سنائین۔ او بدبخت عورت او کمبخت عورت۔ خدا تیرا گھر خراب کرے۔ خدا کرے تجھ پر آسمان ٹوٹ پڑے۔

شہزادی۔ تم بھی تو اسکی گود مین ہو۔ تم پر بھی آسمان ٹوٹے گا۔

خوجی۔ دیکھو مین نے غچا دیا ہے۔ پھر نہ کہنا۔ مین ایک نہ مانونگا میرا بدن چور ہے۔ دیکھو مین کہے دیتا ہون۔ ایک ڈھیکلی دونگا دوسری ڈھیکلی لگا دونگا۔ تو جان اسکی نکل جائیگی۔

اس عورت نے اُنکو اور بھی زور سے دبایا اور کہا پیس ڈالون سرمہ کر دون۔ قبول کرو کہ شادی کرونگا ورنہ آج مار ہی ڈالون گی۔

خوجی۔ شہزادی کی دہائی۔ مجھے مارے ڈالتی ہے۔ اور مین حیرت اس سبب سے نہین بولتا کہ عورت ذات سے مرد ہو کے کیا بولون

شہزادی - چھوڑ دو - چھوڑ رہو - اب دق نکرو تم کیون بنن لیے

خوجی - عورت سے کیا بولون مین لوگون کے ہاتھ پانون ڈھیلے کر دون

عزبن - جانے دو جانے دو ساب آپ اپنی ڈاڑھی کی طرف دیکھیے

خوجی - ہان میانا - مین اب نہ بولونگا - جو ہوا وہ ہوا (اگر کسی کوئی پہلوان ہوتا تو مین بھی سمجھ لیتا - اور سمجھتا کیا معنی مارتا چاروں شانے چت - خدا مہربان ہے - اسکی مدد سے ہم جسکو چاہین اسکو دے مارین -

بے مدد حق کے کرین کیا مردم دنیا مدد
کب تلک بالا مدد اے عالم بالا مدد

آزاد بیچارے ایسے پھنسے کہ الامان جسن بھی بلا سے جان ہے -

پھنس گئی عندلیب ہو بیکس | ہائے تنہائی اور کنج قفس

مگر اسمین کسی سے شکوہ سنجی کی شکایت نہین ہے - ہائے -

گل وگلچین کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

اگر آزاد کے ساتھ شادی کرنا منظور ہے تو ایک بات مانو قید خانے تک چلی چلو - اگر پتھر بھی ہو تو پسیج جائے -

شہزادی نے کہا اچھا پہلے عزبن کو لیجاؤ - اگر وہ کہین کہ شادی منظور ہو تو فہو المراد -

عزبن خوجی کے ساتھ گئی اور یون ہمکلام ہوئی -

عزبن - حضور نے بھیجا ہے کہ ابتداءً راست پر آؤ کیون مفت مین مصیبت جھیلتے ہو ایسی پری دلھن ملتی ہے اور شادی قبول نہین کرتے

آزاد - وہ پری سے بھی بڑھکر ہو تو کیا یہان کسی اور ہی کی یاد ہے

ہو جائے اگر جہان فراموش | کب دل سے ہو دوستان فراموش
تو بھولے یہ دل کیا ہے ہم تو | کر بیٹھے ہین خود کو یان فراموش

جسوقت رخصت ہوئے تھے زیب النسا بیچاری نے رو رو کر مجھسے کہا تھا -

جاتے ہو تو یاد رکھیو مجھکو | مت کیجیو مہربان فراموش

اب اگر ہم شادی کرلین تو انکو شکوہ سنجی کی گنجایش ہوگی یا نہوگی وہ ضرور کہین گی -

صد حیف کیا بچھڑ کے ہمکو | تم نے اے مہربان فراموش

ساقی بیار بادہ کہ بر قلہ ہائے کوہ
ابر بہار ہمچو پریزاد می رود

اللہ اللہ! آج تو بادۂ گلگون راح روح کیمیائے فتوح کا ذکر خیر زبان قلم پر آیا ہے - بادہ نوشون کی چاندی ہے میگسارون کے لیے عید ہے - شاہزادہ خاقان کلاہ ثریا جاہ مرزا ہمایون فر بہادر (برد اللہ مضجعہ) کی وفات اور اُس سفاک شقی القلب اسوا الوجہ فی الدنیا سواد القلب فی العقبیٰ کا ذکر دلھن کے لاشہ پر جلنے کا حال عبرت مآل حاضرین کے قلب کی کیفیت جن آرا کے سکتے اور بہار النسا کے شور و شین شہزادی بیگم کے بکا وبین ان امور سے ناظرین فسانہ تنگ آگئے تھے - اب مذاق اور لطف کی باتون سے شاید انکے آنسو تھمین - گو شہزادۂ فریدون تبت دارا صولت کی وفات کا سانحۂ ناشنیدنی ایسا واقعہ نہین ہے کہ ناظرین اُسکو ایک دن مین بھول جائین مگر مشیت ایزدی مین کیا چارہ ہے

اے بقول سپہر ناکردہ دون آرزو دُن کا خون ہوا حسرت تو یہ ہے دل کی دل ہی مین رہی - اگر یہ ہونہار شہزادہ کسی جنگ یا میدان حرب مین مقتول ہوتا تو اور بات تھی - شہزادون کے لئے تلوار کے منہ مرنا معراج ہے - مگر حسرت تو یہ ہے کہ جسوقت وہ لطاب ہمارے ثریا جاہ اور جگلاہ شہزادۂ سنجر صولت خلی ضیغم شکار پر سوار دولھن بیاہنے جاتے تھے عین اُسی وقت مین ایک شقی لعین نے انکا کام تمام کیا - ساناکدہ وبچارہ حسرت گلگشت ارم ہے

مگر دلھن کے قلب کی تشفی کیونکر ممکن ہے شہزادہ مہرور کی دایہ ضعیفہ اب تک یہی کہتی ہیں کہ (اے میرے نازوں کے پالے میرے نرگسی آنکھوں والے بیٹا دلھن لاش پر آئی ہے آ آخری دیدار تو دو) ہے ہے کیسا ہی سنگدل کیوں نہو۔ ممکن نہیں کہ پانی پانی نہ ہوجائے۔ ہائے دلھن اپنے دل میں کیا کیا سوچتی تھی اور دولھا کے دل میں کیا کیا باتیں تھیں۔ مگر ع۔ آرزوئیں ہزاروں ہیں خاک
بڑا رن کیسا + ہائے یہ کیا ہوا۔ دلھن زبان حال سے کہتی ہے

ہاں زخمی نگاہ کے جینے پہ حرف ہے
ہے دل پہ ایسے زخم کہ سینے پہ حرف ہے
طوفان اشک نوح علیہ السلام ہے
بولوں کہ اب تو اپنے سفینے پہ حرف ہے
ناچیز آپ جانتے ہیں اسقدر مجھے
الفت تو جا سے بھاڑ میں کینے پہ حرف ہے
ناسخ جگر کے زخم کو جراح کیا سیئے
یاں سوزن مسیح کے سینے پہ حرف ہے

جسوقت سپہر آرا بیچاری اپنے پیارے شہزادے کی لاش سے جدا کی گئی اسکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور پالکی گاڑی میں بیٹھکر زار زار روئی۔ اپنی ماں کی طرف خطاب کر کے کہا

اماں جان۔ اب ہمیں کہاں لیے چلتی ہو۔ ہائے میں کس سے کہوں۔ لوگو جو کوہ الم مجھپر ٹوٹ پڑا کبھی کسی نے ایسا واقعہ دیکھا ہو تو مجھسے کہے اور ایسے جگر دوز سانحے کا حال سنا ہو تو بیان کرے۔

مہندی کے عوض ہاتھوں میں دولھا کے گلے زخم
آلودۂ خون پنجۂ مرجان نظر آیا

ارے لوگو میں ابھی ابھی دلھن تھی۔ میرے دوست جانی اسکے گواہ ہیں میری کلغی شاہد ہے کہ میں دلھن تھی۔ ہائے میں کیا جانتی تھی۔ کہ میرا دولھا میرے جسم کے عطر فتنہ کے عوض کافور سونگھے گا۔

بڑی بیگم۔ بیٹی ہائے میری پیاری سپہر آرا ہائے میں کیا کروں۔ اُف۔

سپہر آرا۔ اماں جان (آہ سرد بھر کر) کر دگی کیا۔ میں نے کیا کر لیا۔

مغلانی۔ (رو کر) حضور صبر صبر صبر ہائے اب ہوگا کیا۔ یہی ہے سرنوشت۔ ہماری قسمت پھوٹ گئی۔ شادی کا دن دیکھنا نصیب میں لکھا ہی نہ تھا آج کے دن اور ہم ماتم کریں ہائے ہائے ہائے۔ لوگو ہمارا سرتاج ہمارا آقا اس جہان سے گذر گیا۔

دلا خونابہ کن آہ و فغان را | بزن برہم بنائے آسمان را
نمی خیزد صدائے آسمانی | چہ شد یارب درائے کاروان را
بجوید ہر کہ آبے اندرین دشت | الٰہی تشنہ گردان ساربان را
بہ ہجرت دمع دیگر می نماید | چہ بر سر آمد اطوار جہان را

سپہر آرا۔ اماں جان اسوقت بیچارہ کہاں ہوگا۔ پل صراط!!! ہائے ہائے۔

بڑی بیگم۔ بیٹی۔ پیاری بیٹی۔ خدا کے کارخانے میں کسی کو دخل ہے مگر میری بقیہ زندگی تلخ ہوگئی۔ ہائے ہائے غم کہہ سے تھے کہ اب نیا غم اور تازہ الم سہنا پڑا۔ مگر مرضی خدا مشیت ایزدی

ادھر ہمایون فر کی بہنیں ماتم کرتی تھیں۔ ایک بولی اماں جان ہماری بھاوج کو جانے کیوں دیا۔ ہائے کس کے ساتھ گئیں۔ دلھن کا کیا حال ہوگا۔

اکنون صلاح چیست برائے خدا بگو
اے عشق آشنا و رفیق قدیم ما

یہ شعر دلھن کے حسب حال تھا دولھا اور دلھن ایک دوسرے پر ہزار جان سے عاشق تھے۔ دولھا کہتا تھا

ہزار غمزہ بقربان ہر نگہ ستش
چہ آفت است ندانم چشم بد مستش

دلھن کی کیفیت ناگفتہ بہ۔ چونک چونک پڑتی تھی۔ ہاے ستم

رود خونم ز چشمہا جاریست — موسم عشق و نو گرفتاریست
خلعتی است نوی ہمہ مرا — زان نگہ زخم بر جگر کاریست
نوجوانی بلاے جان شدہ است — چہ بگویم امر ناچاریست
ای فداے تغافلت گردم — این چہ آئین و رسم دلداریست
چشم بد دور روز مزاج شریفت — چہ قدرہا کہ سعی نگاریست
شعلہ می آیدم بجاے نفس — عیسی مریم اینچہ غمخواریست
سینہ تا تراحہ شد آگاہ — از برائے چہ اینقدر زاریست

خیر یہ تو دنیا کے کارخانے ہی ہیں جنمیں کسی کو دخل نہیں —

اب آزاد پاشا کا حال سنیئے۔ خوجی کی لجاجت اور منت و سماجت کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ پریزاد رشک شمشاد چمان چمان قیدخانہ کی طرف چلی۔ مو پریشان مست دہن خوان خندہ دو جوبن مستیاں اُبل رہی تھیں۔ سینہ تانے ہوئے جوانی کی اُمنگ اور مستی کی ترنگ میں جھومتی جاتی تھی —

عزبن۔ حضور کا جانا اچھا نہیں ہمیں بھیج دیجئے یا کسی اور کو
خوجی۔ بڑی ہی چغلخور ان سے تو اور بھی ناک میں دم آگیا ہے

خدا کے غضب سے ذرا دل میں کانپ
چغلخور کے منہ میں ڈستے ہیں سانپ

پیشخدمت۔ حضور ہم میں سے دس پانچ کو بھیجیے ہم جاکے سمجھا کے لے آئیں۔ وہ اس قابل نہیں ہے کہ حضور خود تشریف لے جائیں۔ آئندہ اختیار ہے ——

شہزادی۔ آخر وہ بھی تو کچھ ایسے ویسے آدمی نہیں ہیں
خوجی۔ (جھلا کر) ان عورتوں کے منہ کون لگے۔ جھوٹے پر شیطان کی پھٹکار۔ آزاد اور اس قابل نہیں کہ یہ قیدخانے میں اسکے پاس جائیں؟ آزاد وہ جوان رعنا اور سپاہی ہے جسکی بسالت کے جھنڈے گڑے ہیں حسن آرا بیگم ایک۔ زیب النسا اختر النسا تین۔ وہ نیشا چار۔ مس میڈا پانچ۔ اور اللہ رکھی چھ۔ اتنی نوعمر اور حسینہ عورتیں اسپر ہزار جان سے عاشق ہیں اور کہتی ہیں کہ

بصورت تو بتے کمتر آزر خدا — تراشیدہ و دست از قلم کشیدہ خدا

شان خدا یہ چغلخور عورتیں اور اسقدر گستاخ۔ افسوس
شہزادی۔ اب تو ہم نے قصد کر لیا کہ چلینگے۔ آزاد کے نام پر جان دیتی ہوں۔ مگر اس کم عقل نوجوان کو خدا جانے کیا سوجھی کہ مجھ سی پری سے ملتفت نہ ہوا۔ وہ کون کافر عورتیں ہیں جنھوں نے ایسے جوان سہی قامت کو فریفتہ کر لیا۔ میں کیونکر انکو دیکھوں

کیستی ای کہ دل تنگ کسے جاے تو شد
سرو من فاختۂ سرو دلآراے تو شد

عزبن نے چپکے سے کہا کہ حضور چلتے چلتے ذرا رک جائیں اور فرمائیں کہ اچھا ہم خود نہ جائینگے پھر دیکھیے اس ہونے کی کیا کیفیت ہوتی ہے ——
شہزادی ایک مقام پر ٹھہر گئی۔ کہا۔ اب کون بھی جائے لجاہم کجا وہ۔ ہم آزاد وہ اسیر۔ وہ فقیر ہم امیر کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا۔ ہزار بار غرض ہو تو وہ خود حاضر ہو اور سجدہ کرے۔ ورنہ وہ نہیں اور کوئی سہی۔
خوجی دانت پیس کر بولے خداوند مجھ پر بجلی گر پڑے بس جل بھن کے خاکستر ہو جاؤں۔ بالکل خاک سیاہ جب تک حضور نہ جائینگی یہ خبر نہ آنے کے (اپنے دل میں ابھی حسن آرا یا مس نیشا یا میڈا ہوتیں تو

دوڑی جاتی ہیں) اور حضوران خوشامد خوروں کے سبب جانے نہ پائینگی یہ کہکر خوجی اپنا سینہ پیٹنے لگے اور ایک درخت کے سایہ میں جھکر ادھر اُدھر خوب تھپڑ لگا کے یہاں تک کہ منہ لال کر دیا

شہزادی اور عربن اور پیش خدمتیں زور زور سے قہقہے لگاتی تھیں۔ بڑی دیر تک دل لگی رہی آخرکار خوجی سے کہا کہ اگر اس حبشن سے کشتی لڑو تو ہم تمہارے ساتھ آزاد کے پاس چلے چلیں۔

خوجی ۔چاہے وہ دے مارے چاہے ہم کشتی نکالیں کہا سے کچھ مطلب نہیں فرض کرو اتفاق سے ہمارا پاؤں پھسل گیا اور یہ ہم گرے تو بھی چلنا ہوگا۔

عربن ۔اور یہ چور بدن کس روز کام آئیگا ۔جی۔کیوں۔

خوجی ۔آپ درمیان میں بولے۔تم کون بولنے والی ہو۔

اللہ ری رنگت تری اللہ ری نزاکت
بوسے کئے تو ہم سے ہوئے ہونٹھ ابھی نیلے

ابھی سوت نہ کپاس کوری سے لٹھم لٹھا واہ کیا شرافت ہے

کیا ملا ہمکو تیری یاری میں
ہاتھ گہرا لگا کوئی قاتل
دل جو بیٹھ ہوا صبا لائی
کبتلک میں رہوں بھلا شب و روز
اب ادھر دیکھ تو ذرا اے چشم

ہے ابتک امیدواری میں
زور لذت ہے زخم کاری میں
کس کی بو نکہت بہاری میں
تیر ہی ایسی خرابداری میں
فائدہ ایسی اشکباری میں

یہ اشعار آزاد کے ورد زبان تھے کہ قیدخانے کے زینے پر اس حور بہشتی نے قدم رکھا۔ اور وہ اشعار کیا سمجھتی مگر طرز خوشخوانی پسند آیا۔ بدن از سر تا پا عطر میں ڈوبا ہوا تھا۔ آزاد اس رائحہ روح پرور سے تاڑ گئے کہ وہی معشوقہ زہرہ تمثال مہوش یوسف جمال ہے۔ بے اختیار کہنے لگے۔

از کجا می آئی اے سرمست خوبی مو تا ر
عطر آگین تا بدامن عنبر افشان تا کمر

خوجی یہ شعر سنکر پھڑک گئے۔ وہیں سے آواز دی کہ آدم آدم من بہ بیع آوردم ہمراہ خویش زوجہ مستقبل شما را نیز ہم آوردم یہ کہکر بہ آواز بلند بولے کہ نیز ہم دونوں لفظ ہیں عمداً استعمال کیے ہیں۔ خبردار اعتراض نہ جڑنا برابر شعرا کے کلام میں آیا ہے چنانچہ خواجہ حافظ شیراز حضرت لسان الغیب نے باندھا ہے۔

آزاد کو ان فقروں نے بہت ہنسایا۔

خوجی نے شہزادی سے کہا بس اب چلیے۔یہاں تک آن کر پھر جانا یعنی چہ۔ آئیے آئیے۔بسم اللہ۔

شہزادی (خوجی کے ساتھ) ہزار دو فرض ہو تو آئین اب ہم ایسے گئے گذرے ہوے کہ یہاں تک استقبال کو بھی نہ آئیں

خوجی ۔ جان من ـــــ جانان من ـــــ

شہزادی ۔(چپت لگاکر) موا اندگورا اور سنئے انھیں بھی شو جڑا یہ ٹھیٹ محاورہ خوجی کی سمجھ میں نہ [illegible] ن کی جہالت سبب کچھ کچھ سمجھے تھے مگر خاص خاص محاورے انکی سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ ہاتھ جوڑکر کہا سرحاضر ہے دستی تیغ کھولو گا

اتنے میں آزاد نے عمداً آواز دی (کون ہے) دروازے پر کون غل مچاتا ہے جانتا نہیں۔ کہ ایک عالی دماغ سپاہی اس قیدخانے میں رہتا ہے۔ شہزادی مسکرانے لگی۔ پھر آواز آئی ـــ

آہستہ برگ گل بفشان بر مزار ما
بس نازک است شیشۂ دل در کنار ما

عربن نے اس شعر کو سنکر وجد کیا اور شہزادی کو اسکا ترجمہ سنایا شہزادی نے ناز و ادا کے ساتھ قدم اُٹھایا اور تہ خانے میں پہونچکر کہا۔ پیارے آزاد۔ آزاد کا دل اسوقت ہاتھ سے

جاتا رہا۔ فوراً جھپٹ کر گلے لگایا۔ اور کہا

گلے لپٹے ہیں وہ بجلی کے ڈر سے
الٰہی یہ گھٹا دو دن تو برسے۔

شہزادی۔ آزاد تمنے میرے خرمن عیش پر بجلی گرائی۔ مین نے ہوا بر استمرار تمکو عین خواب کی حالت مین فوج سے اٹھا منگوایا تھا۔ اور مجھے پورا پورا یقین تھا کہ تم انکار نہ کرو گے مین نے جسوقت تمھاری صورت زیبا دیکھی ہزار جان سے عاشق ہو گئی

لعل جانان یارب از جان ساختند
مردہ را جان میدہد جانش اگر
یا کہ جان از لعل جانان ساختند
لعل جانان آب حیوان ساختند

دلی آرزو تھی کہ تمھارے لب لعل شکرخا کا بوسہ لون۔ آج وہ تمنا برآئی یہ کہکر شہزادی نے آزاد پاشا سے معافی مانگی اور کہا کہ مین نے کمال حسرت و افسوس کے ساتھ تم کو قید کیا تھا۔ شکر ہے کہ اس بونے کے سبب سے رنجش دور ہو گئی۔

بونے کے لفظ پر خوجی بہت جھلائے اور پیشانی پر ہاتھ ٹھونک کر کہا کہ افسوس ہائے غضب۔ کہتا جاتا ہون قسمین کھاتا جاتا ہون کہ میرا بھی چور ہی مگر ان کو یقین ہی نہین آتا تو اسکو مین کیا کرون۔ سگرے خیر۔

ہم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکرخا را

حسن ہو مہ جبین ہو طناز ہو سراپا ناز ہو جو چاہے کہہ لو ہم بونے سہی مگر جو برا بر والے سے مقابلہ ہو تو چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔

راوی۔ درین چہ شک اسکندریہ مین ایک بچے جوان کی کشتی نکالی نہ تھی۔ وہ ہوٹل والا پہلوان۔ مگر جنن نے قافیہ تنگ کر دیا

شہزادی نے آزاد کی گردن مین ہاتھ ڈالکر کہا۔ اب ایسا نہو کہ پھر نکل جاؤ تو ل مردان جان دارد۔ آہ سرد بھر کر جواب دیا کہ جاناً آزاد قول جان کے ساتھ ہے۔ تمھاری محبت کا نقش ہمارے لوح دل پر اس طرح منقوش ہوا ہے کہ اس کا مٹنا ہمارے دل کی فنا پر موقوف ہے۔

خوجی۔ کیون یہ کس کی کارگزاری ہے۔ یہ اسی بونے کی کارروائی ہے

آزاد۔ اور بے تو کیا۔ کیون نہو۔ تم نہ ہوتے تو اسی قیدخانے مین ہم پڑے رہتے۔ اپنا نہ بیگانہ۔ خویش نہ یگانہ کوئی بات بھی نہ پوچھتا۔ مگر خدا کو اچھا ہی کرنا منظور تھا۔

صدقے اس بندہ نوازی کے ترے مین جاؤن
باپ ماں ہوتے ہین کب ایسے شفیق و مشفق

خوجی مارے خوشی کے کودنے لگے سفید داڑھی در ہے قدر کودنا اور پھر کتا کیا لطف دیتا ہوگا۔ کبھی موچھون پر تاؤ دیکر کہا واہ رے خوجی۔ وہ کار نمایان کیا کہ جھنڈے گاڑ گئے۔ داہ

کودا کوئی یون گھر مین ترے دھم سے نہ ہوگا
وہ کام ہوا ہم سے جو رستم سے نہ ہوگا

شہزادی۔ یہ بڈھا تو بڑا مسخرا معلوم ہوتا ہے۔ اور پہلے ہم پر حضرت ہی ڈورے ڈالتے تھے۔

آزاد۔ کیون بچہ۔ اب یہان بھی ذلیل ہو گئے کیا۔ کہدون کہ جھنڈی بردار کا لونڈا ہے ساری شیخی خاک مین ملجائے۔

خوجی۔ افسوس انھون نے کہا اور تمکو یقین آگیا۔ اور بچہ ہم اگر ڈورے ڈالتے تو پھر حضور تک آنے بھی نہ پاتین۔ یاد ہے کہ جس بیڑا ہمین پر زنجی تھی۔ کیون استاد۔ ارے یہان تو وہ عورت پائی ہے کہ آزاد اور آزاد سے دس ہزار آدمی ہون تو عورت کی زمین پر نظر پڑے۔

تو مشکلات جہان حل کنی چنانکہ بہ عقل
شبے دو عقدہ کشاشد نکردہ ہر دل شاد

آزاد۔ وسافوہ سلبعد مدت آج حسب حال اور موزون شعر سنا

بارے اگر تم قیدخانے مین ہوتے تو واللہ غم غلط ہو جاتا۔

شہزادی ۔ (آبدیدہ ہوکر) اب قیدخانہ کا نام ہمارے سامنے لو

آزاد نے کہا کہ مجھے دو تین امور کا تذکرہ کرنا ہی شادی تو منظور ہی۔ مگر اتنا سوچ لیجیے کہ مین ہندوستان کی ایک حور بہشتی سے وعدہ کر آیا ہون کہ جب روم سے واپس آؤنگا تو شادی ہوگی۔ اسی زیبا اندام عروس چاردہ سالہ نے مجھے یہان بھیجا ہی۔ ہاے اس وقت یاد آگئی وہ چشم نرگسی وہ عارض گلرنگ۔ وہ ابرو شمشیر بران۔ تیغ اصفہان ۔

نہ تفضلی کہ ازان ذوالفقار ترسم	زابروان تو نہ از اختیار می ترسم

اور ایک کوہ قاف کی پری ہی مس میڈا۔

شہزادی ۔ اخاہ۔ وہ میڈا جس پر ایک فرانسیسی عاشق تھا کیسی

آزاد ۔ مین کیا کہون۔ از سرتاپا عالم نور ہی۔ پرستان کی پری ہی حور ہی

قدش خم گردد از بار گرانی	بغرقش گل کند گر سایہ بانی

سراپا تصویر ہی۔ میرے پاس اسکی تصویر بھی تھی۔ ہاے

عجب ہی کھینچی مصور نے کس طرح تصویر
کہ شوخیون سے تو اک رنگ پر رہی کیونکر

میڈا پر تجسم ہی۔ حسن آرا برق دم ہی۔

شہزادی ۔ کون۔ کیا کوئی تیسری اور بھی ہی۔ ایک تو ہندوستان مین ہی۔ ایک قسطنطنیہ۔ ایک حسن آرا کوئی اور ہی

آزاد نے کہا وہی جو ہندوستان مین ہی۔ یہ کہکر آزاد پاشا کی آنکھین پرنم ہو گئین۔ خوب دل کھول کے روئے شہزادی نے رومال سے اشک پونچھے اور بوسہ لیکر کہا بس اب وہ باتین یاد کرو

خوجی ۔ اجی یہ تو سودائی سے معلوم ہوتے ہین ایسی پری چہرہ دلہن کو چھوڑ کر یاد کسے کرتے ہین مس بدقطع عورت میڈا کو اور حسن آرا مین کیا بات ہی سنگ سک سے درست نہین ہے۔

شہزادی تمنے دیکھی ہی۔ ہان ہان حال تو صاف صاف بیان کرو

خوجی ۔ ماشاء اللہ مین نے دیکھی نہین

اس پر بڑا قہقہہ پڑا۔ شہزادی نے کہا تم بالکل خبط الحواس آدمی ہو۔ جب تم نے دیکھی ہی نہین تو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ ہمسے بُری ہی یا ہم سے اچھی ہی۔

خوجی ۔ وہ دیکھین یا نہ دیکھین۔ اس سے کیا ہوتا ہی۔ ایسی عورت کسی نے دیکھی ہو تو بتلائے مگر ہم آجتک کبھی نہ پھنسے سیکڑون نے جھانسے دیے جب نکلے دامن بچا کر۔

آزاد پاشا کو پھر حسن آرا بیگم یاد آئین۔ کہا اسوقت مجھے معاف فرمائیے میرا دل بھر آیا ہی۔ مین ہرگز شادی نکرونگا بس اب دل قابو مین نہین ہی ہاتھ سے جاتا رہا اور مین مجبور ہون۔

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

شہزادی نے کمال غیظ و غضب مین کہا کہ آزاد اب مین مجبور ہون۔ حکم دیا کہ پھر قیدخانے لے جاؤ اور خوجی کو بھی اسی بلا مین قید کرو۔

نشی بدیع تحقیق فارسی

اس عروس سیم اندام زیبا کلام نے جھلا کر حکم دیا کہ اس کج ادا بدبخت کو یہان سے لے جاؤ اور آج سے ہمارے سامنے اسکا ذکر نہ آنے پائے

آزاد با دل ناشاد یہان سے دو آدمیون کے ساتھ پھر قیدخانے گئے۔ دونون طاقتور اور شہ زور آدمی تھے ایک کے ہاتھ مین شمشیر محرابی عریان دوسرے کے پاس تپنچہ اور تمنچہ۔ آزاد کی طرف دیکھتے جاتے تھے اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے تھے۔ آزاد نے کہا بھائی ہمسے یہ امید نہ رکھو کہ بھاگ جائینگے

قید خانے گئے اور بدستور پھر اسی زندان میں بند کیے گئے

اب سنیئے کہ خواجہ بدیع الزمان صاحب بہادر اس مقام سے دو کوس پر بھیجے گئے۔ حکم دیا گیا کہ پہرا ہے مگر زیادہ سختی اس بڈھے پر نہ کی جائے۔ وہاں ایک ایرانی سے ملاقات ہوئی

خوجی۔ آغاجی وطن جناب شہر ایران بودہ یا توران یا کدام مقام بودہ من بدیع در ملک ہندوستان کہ جناب شاید نبیندہ اند مقام ارد

ایرانی۔ ہندوستان عجب مقام دلکشی است خصوصاً خطۂ کشمیر انتخاب ہفت اقلیم۔

ہر سوختہ جانے کہ بہ کشمیر در آید	گر مرغ کباب است کہ با بال و پر آید

خوجی۔ آغاجی قرولی کہ اوزار است ہمراہ آنجناب ہست کہ نیست

آغا۔ نا بابا۔ قرولی ندارم۔ بندہ پنچہ و تیغ صفاہان دارد قرولی پیش شما ہست

خوجی۔ نہیں آغاجی صاحب ہارا ما ـــــ ما

لاحول ولا قوۃ۔ اجی اسے کیا کہتے ہیں دیکھیے (منہ پر تھپڑ لگا کر) لاحول ولا قوۃ۔ من میگفتم کہ سپاہی زادہ من ہستم با توپ و تفنگ شوق بدرجہ۔ بدرجہ۔ مطلب یہ کہ بسیار شوقین ہم پدرم سپاہی و پدر پدرم سپاہی زادہ۔

جھلا کر خواجہ صاحب نے توپ و تفنگ کا نام لیا۔

ایرانی انکی گفتگو پر دل ہی دل میں ہنستا تھا مگر پاس تہذیب مانع تھا کہ انکو بنائے۔ ایرانی کے بھائی آغا محمد نے خوجی کی طرف اشارہ کرکے پوچھا (این چہ کارہ ہست) ایرانی نے کہا از ہندوستان آمدہ است۔ چہ کارہ است کا محاورہ تو خواجہ نہ سمجھے۔ سمجھے کہ انھے ہمیں ہرکارہ بنایا۔ بگڑ کر کہا نہ آغا۔ آغا۔ نہ نہ۔ من کیدان صاحب ہستم در زمان شاہی عہدہ کیدانی ما با بادشاہ سلامت کہ اورا ہما ظل سبحانی و خلیفۃ الرحمانی میگویند مقرر گردانیدہ بود۔ پس من ہرکارہ را چہ شوم۔

ایرانی کے بھائی آغا محمد نے کہا۔ برادر دیشب نزد آن کاشت رفتہ بودم۔ بدیدہ آدم است۔ عرصۂ دو سال سپری است کہ دہ درم بردہ وارم نمیدہد امّا دہ فساد میشود اگر خدا خواہست بخیر خاتمہ

خوجی۔ شما ہر دو برادران ہستید یا پدر و پسر۔ یا داماد و خسر

راوی۔ سبحان اللہ کیا اچھے سوال ہیں۔ چاہے وہ باپ بیٹے ہی کیوں نہ ہوں تم نے تو انکو خسر اور داماد بنا دیا۔ اور

ایرانی۔ خسر را میگویند۔ خسر لفظی یا خسر خسر گرامی گویند۔

خوجی۔ (اکڑ کر) بر زبان فارسی مارا دعوی است تو کہ ایرانی خویشتن را ایرانی گفت و بامن گفتگوے نمی توان کرد۔

راز من معنی الفاظ پڑھو۔ حالا بشنو۔ ای برادر کہ خسر بزبان فارسی پدر زوجۂ خویش را گویند۔

ایرانی۔ در ولایت ما پدر زن میگویند بے اضافت فہمیدی

خوجی۔ (مسکرا کر) ہونہہ۔ فہمیدی بسیار زود فہم ہستم من بر ہمہ اشیا می فہمیدم و می فہمم۔

راوی۔ دریں چہ شک اور اپنے منہ میاں مٹھو کیا جاد بنگیے ہیں من نے کیا لطف دیا ہو دامغ برین فہم و دانش باید گریست

خوجی۔ اجی آغاجی از کلام سعدی ہیچے بگو شنیدم وداد اودہم

راوی۔ اجی آغاجی کی ایک ہی کہی۔ اور ہیچے بنا محاورہ معلوم ہوا

ایرانی۔ گلستان بوستان خواندۂ۔ از غنیمت فیضی چہ دادی۔

نی گفت کہ ای حبیب نادان	رنجم سفر اے بادا دان
معشوقۂ نازنین طلب کن	عناب لبش بکار تب کن
آگاہ نۂ تب دردن را	نشتر چہ زنی رگ جنون را

خوجی۔ لب و لہجہ شما خوب است۔ شنیدہ ام کہ ابو الفضل فیضی فیاضی مثنوی خود بہ ایران بنا بر مشورہ نزد علمایان ایرانی

ارسال کردہ بودندے کہ اگر یک غلطی ہم یافتم تو اسی وقت ایک دم سے یک اشرفی دہم براے یک غلطی یک اشرفی ایران کے علما دیدند و یک ہم غلطی چون نیافتند۔

راوی ۔ سبحان اللہ۔ دیدند و یک ہم غلطی چون نیافتند بان آگئے۔

خوجی ۔ بازکیقدر شرمندہ شدہ و در دل شعر گفتند کہ این غلط و آن غلط باقی در دیگر اشعار ہیچ نہ ہیچ ۔ گفتند ہی نہ۔

راوی ۔ ہیچ گفتند ہی نہ (کچھ کہا ہی نہیں) کا فارسی ترجمہ ہے سبحان اللہ۔

خوجی ۔ و آن یک اشعار ہمین است کہ بر زبان این مرغکہ می آید

ای در نگ و بوے تو زآغاز — طاؤس نظر بلند پرواز

ایران والا گفت طاؤس را پرواز مگو۔ عنقاے نظر گفتن لازم است۔

راوی ۔ (ایک اشعار ہے نے پھڑکا دیا۔ اور اس انکسار کو ملاحظہ فرمائیے کہ ازراہ عجز سے اپنے کو مرغکہ کہنے لگے۔ واہ وا واہ۔ اس انکسار کے صدقے۔

خوجی ۔ کیون جناب آغا صاحب شعر و نظم ہم میگوئی شاعر ہستی یا نہ اگر ہستی باز بگو۔ چند اشعار آبدار از زبان خود و کلام خود۔

ایرانی ۔ بندہ کم کم میگویم نہ قابل سماعت جناب۔

خوجی ۔ من بدیع اگر چہ ہندی ۔ لا لا بسیار بسیار میگوید ۔ خوب میگوید

یاران بہ فکر بخیہ و مرہم فتادہ اند
وین جامہ ام ہنوز ز صد جا دریدہ نیست

ایرانی ۔ این حال شماست۔

خوجی ۔ بلے آغا من شاعر این اشعار ہستم ۔ می خواہم بدیع۔

راوی ۔ جھوٹے کی ایسی تیسی۔ مگر ایرانی پر آپکی قلعی کھلجائے گی

ایرانی ۔ (خدمتگار سے) محمود ۔ محمود ۔ محمود ۔ کلاہ ما بیار شنیدی ۔

خدمتگار ۔ زرد رنگ کی ٹوپی لاکر) حاضر کردم ۔ ہمین است

ایرانی ۔ خیر نارنجی است ۔ دی از تاجر قسطنطنیہ خرید بودم

خوجی کی سمجھ مین خیر کا لفظ نہ آیا۔ پوچھا آغا صاحب این لفظ خیر دیچہ معنی است ۔ ایرانی نے سمجھا دیا کہ خیر کے معنی یہان یہ کہ ہم نے یہ ٹوپی نہین مانگی تھی نارنجی ٹوپی مانگی تھی ۔ خواجہ صاحب مسکرا کر بولے ۔ کہ ہان ! ہم نے سُنا تھا ۔ فارسی کا کوئی محاورہ ایسا نہین ۔ جس سے ہم واقف نہون ۔ ہر ہمہ میدانم من بدیع

ایرانی سخاک ہندوستان جنت نشان دامنگیر است الا تابستانش بد تر از دوزخ است ۔ عرفی شیرازی خوش گفتہ است

از بسکہ کند جذب رطوبت خطرش نیست
گر کاسہ چینی ز ہوا بر مجمرہ آید

خوجی ۔ این اشعار در شان کشمیر جنت نظیر عرفی مرحومی گفتہ بود

این سبزہ و این چشمہ و این لالہ و این گل
آن شرح نہ دارد کہ بگفتار در آید

ایرانی کے پاس ایک روسی آیا تو ایرانی نے کہا خوش آمدید و صفا آوردید اُس نے جواب مین کہا خوشش یافتم۔

خوجی نے متحیر ہوکر پوچھا کہ یہ یورپین اور ایسی صاف فارسی بولتا ہے ۔ ایرانی نے کہا روسیون کو اس بارہ مین ملکہ حاصل ہے ۔ یہ بہت خوب بولتے ہین ۔ اور ہر ملک کی زبان صفائی کے ساتھ بول لیتے ہین ۔ ان کا لب و لہجہ بالکل ہمارا سا ہے آپ اُن سے گفتگو کیجیے ۔

خوجی ۔ اگر شما وعدہ دادن صلح فرمایند اشعار بگویم و اصلاح گیرم

ایرانی ۔ بچشم فردا علی الصباح بیا

خوجی ۔ مارا حکم گو کہ بیرون ز بخیر خانہ روم ۔ اگر شما از راہ مہربانی آمدید بخدا کہ بسیار بسیار شکر گزار شما شوم ۔ ضرور تشریف آرید جناب

ایرانی۔ دیدہ خواہد شد۔ از لب ولہجہ شما دریافتہ بودم کہ اصل شما از ہندوستان است۔

خوجی نے دیکھا کہ آغا صاحب کا خدمتگار نوعمر آدمی ہی۔ اور آقا کے مزاج مین دخیل ہی۔ ایرانی نے جو کہا اُسکے خلاف ہی کیا۔ از سرتاپا اس پر نظر ڈالی اور مُسکرائے۔

یہ چھوکرا بھی خوب فارسی بولتا تھا اور گیونکر نہ بولتا خاک شیرازی تھا۔ خوجی نے اس سے کہا کوئی شعر تو پڑھو۔ اُسنے مسکرا کر جواب دیا کہ فارسی شعر تم کیا سمجھوگے۔ یہ بہت ہی بگڑے۔ فرمایا آقاے شما از من لفظ خسر پرسید و شما میگوئی کہ تو فارسی چہ داند ان کے خوش کرنے کے لیے اُس نے یہ شعر پڑھا۔

نسرین بہ چمن برزند گر بدن این است
با غنچہ صبا دم نہ زند گر دہن این است

خوجی۔ خوب مرا این اشعار بسیار پسند آمد۔ خوب گفت است۔

چھوکرا۔ این اشعار را ہمنکر اگر مضائقہ نباشد۔ چیزے بگو

ایرانی۔ محمود قلیان بیش جناب خواجہ صاحب بگزار۔ میل بفرمایند

محمود۔ یک سر قلیان بشکست۔

ایرانی۔ جانب آسمان نظر کن۔ ابر سیاہ از جانب قبلہ برخاستہ برق ہم مے تابد۔

خوجی۔ ہمین وقت است کہ در ہندوستان مردمان میخواری میکنند وکسانیکہ دریاد الٰہی مصروف اند و ہمین وقت یاد خدا می نمایند و آن اشخاص کہ سبق خود یاد می کنند او ہم اندرین وقت بسیار جنبیدہ یاد می کنند۔

راوی۔ یہ بسیار جنبیدہ والا فقرہ کسی کی سمجھ مین نہ آیا ہوگا۔ خواجہ صاحب کا مطلب یہ ہی کہ بہت ہل ہل کے یاد کرنے مین۔ لڑکون کا قاعدہ ہی کہ جب سبق یاد کرتے ہین یا پڑھتے ہین تو ہلتے ہین

خواجہ صاحب نے کہا ایک روایت سنئیے تو ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ جائیے۔ بادشہزادہ یک روز یک فلسفی را طلب کرد و گفت کہ میخواہم کہ ترا قاضی این شہر نمایم۔ فلسفی گفت کہ من خود را قابل اداے این کار اہم نمیدانم بادشہزادہ گفت کہ تو غلط میگوئی دروغ گو ہستی۔ قاضی گفت کہ اگر راست گفتم وقابل این کار نہستم مرا معذور کن اگر احیاناً من غلط گفتم باز دروغگو را قاضی شہر بچہ طور شما بادشاہزادہ میتوانی کرد

محمود اور ایرانی بہت ہنسے۔ پھر خوجی نے اپنی سرگذشت یون بیان کی۔

ان فقرون کی داد دیجیےگا۔

جناب آغا۔ من میگویم کہ چہ شد من کیستم من در قلمدانی وسخندانی ہم لائق فائق است و در اوصیت نیز باسم یعنی صاحب سیف والقلم۔ مارا مردمان دہر میگویند من در عہد شاہی گیدانی بود و یک ہزار سپاہیان زیر ما تحت۔ مگر اکنون پیر فرتوت شدم۔ الاجسم ما وزد است۔

ایرانی دنگ۔ محمود متحیر۔ ایرانی کا بھائی خاموش۔ جسم ما دزد است یہ کون فقرہ ہی۔ اسکے معنی کیا ہین۔ جسم ما دزد است۔ محمود نے پوچھا کہ جسم ما دزد است کے معنی۔

خوجی اکڑ گئے۔ کہا کیون دیدی سفارسی ما دیدی۔ این را لیاقت مردمان گویند شما ایرانی آدم ہیچ شما ایرانی و فارسی نمی فہمی۔ جسم ما دزد است۔ یعنی آنکہ۔ بدن میرا چور ہی۔

راوی۔ اے سبحان اللہ۔ کیتے رانسے بھی جوانمردی کا حال بتا دیا۔

خوجی۔ در ہندوستان اشعار بسیار میگویند۔ ہندیان خوب میگویند

ہمکتب میروم طفل بہ بزاد
بہار کہا در رگ تو آستاد

اور اس سے بڑھکر بھی کلام ہی۔

شہنشاہ جہان را در وفاتش دیدۂ پر نم شد
سکندر اشک حسرت ریخت کافلاطون عالم شد

خوجی نے کہا ایک مرتبہ کوئی ایرانی لکھنؤ میں فروکش تھے ایک لالہ سے کہا کہ ہمیں خط لکھدو۔ ایرانی پڑھا لکھا آدمی نہ تھا لالہ صاحب سے کہا کہ ہمارے آدمی بدر الدین سے ایک خطا سرزد ہوئی تھی اس سبب ہم نے اسکو نکال دیا۔ لالہ صاحب عینک لگا کر لکھنے بیٹھے تو خط کو شیطان کی آنت بنا دیا۔

جناب برادر صاحب قبلہ و کعبہ دو جہان فیض بخش فیقر سان ملاذ بیکسان برادر آغا شمس الدین علی خان صاحب مد ظلہ العالی بعد ادائے مراسم تسلیم و لوازم تعظیم کہ ہر آئینہ ذریعہ سعادت خاکساران است معروض رائے بیضا ضیائے گردانیدہ می شود احوال این نواحی بفضل ایزد بر حق قرین صحت است و مژدۂ صحتوری جناب از بارگاہ جناب باری نیکو خواستگار برادرم حال این مقام این است کہ بندہ بصحت می ماند و روز و شب دعائے خیر برائے چگونگی عافیت شما میکند مخدمگار بدر الدین خطائے سرزد شدہ خطا کردہ خیر بران کہ مزاج برادر شما درہم برہم ہمچو زلف مہوشان ایران شد۔ لہذا آن آدم را فوراً موقوف نمودم کہ باز باعث تکلیف دادن می شود امید کہ ہموارہ از طمانینت خاطر خطیر این ہیچکارہ دور افتادہ را یاد شاد فرمایند

بندہ خاکسار عبد الغفار

ایرانی کو خط پڑھکر سنایا تو اس نے فوراً چاک کر ڈالا اور کہا جو ہم بتائیں وہ لکھو۔

جناب برادر صاحب قبلہ سلامت بدر الدین کا ربد کرد اخراجش کردیم

ایرانی مختصر و موزون۔

خوجی۔ مگر او از خدا نہ ترسیدہ بود و قایل خدا نترسیم نبود بالکل شعر

ایرانی۔ ہر کہ از خدا نہ ترسد از و بباید ترسید۔ ع

خدا ترس را بر رعیت گمار

خوجی۔ مارا چند مثل فارسی بنویسان کہ وقت گفتگو بکار آید فریکی

ایرانی۔ بلے۔ ہر جا کہ پری دشمنی است دیوے با دوست۔ ہر چہ از غیب میرسد نکو ست۔ ہر کجا دیدیم آب از جو بدریا میرود۔ سگ را در بغل داشتن۔ گربہ در زندان کردن۔ قفل بر در مسجد افگندن

قفل استغنے کز غم دنیا بہ طبیعت زادہ است
شرم باشد گر ز چشم آنرا بہ مسجد افگنی

سر از خاک بر زدن سر از شیشہ تہی کردن۔ سر از لشہ سبک ساختن

تا از سر لشۂ تجرید سبک ساختہ ام
فرقۂ ما راست بہ دوشم ہمہ گر بکیار است

دل بر جنے سوختن۔ دل بصد جا رفتن۔ مرزا صائب میگوید

جائے نمیرسد کہ دل بہ گمان من | تا باز گشتن تو بصد جا نمیرود

دلاسا میشوم محاورہ ذبر است یعنی تسلی میشوم۔ اب ہمکو تسلی ہوئی

از کنارہ و بوسہ اکنون دل نمی گیرد قرار
منکہ از شوقش بہ بیگانے دلاسا میشوم

ایرانی نے کہا اب میں جاتا ہوں انشاء اللہ کل کسی وقت ملونگا آپ مطمئن رہیں۔ محمود جو آگے بڑھ گیا تھا اُسکو پکارا محمود ابجا باش باش ہم میرسم۔ محمود اور آقا باتیں سُنا کیے۔ ایرانی نے اپنی راہ لی تو خوجی بیچارے اکیلے رہ گئے شڑون ٹون سوچنے لگے کہ آزاد کی جہالت نے ہمکو بھی کہیں کا نہ رکھا اگر آزاد جہالت نہ کرتے تو آج ہم اس سمرقند دلھن کو بیاہ چکے ہوتے سوچے کہ آزاد کے نام خط بھیجیں اور قید خانے کے کسی آدمی کو گانٹھ لیں مگر بالفعل خط تو تیار رہے تعمیہ ہو اگر منظوم خط ہو تو فہو المراد آدمی موزون طبع تو تھے ہی خط لکھنا شروع کیا

ای برادر بجان برابر من	بلکہ از جان و روح بہتر من
سیفر ستم خطے بنام شما	تلخ شد زندگی بکام شما
ہاے افسوس این چہ ناکامی است	وای افسوس این چہ بلامی است
مہ رشک سرو قد و گل رخسار	چشم نرگس عروس شیرین کار
رشک افیون زلف اسود او	چشمۂ خیر ساعد وید او
بارک اللہ این چہ معشوق است	کہ بہ ہمہ را دلیلش فوق است
چون نکردی بجا مراسم عقل	شد خطا از تو بر لوازم عقل
وای ناچار آن سہی بالا	خشمگین گشت و شدتہ و بالا
داد ریغا کہ خادمان ادیب	خوبرو خوش گلو ظریف لبیب
ہمہ شان بردہ نزد خانہ جیل	داد آزاد را دروش دکھیل
نصیحتے کنت بشنو دبہانہ مگیر	ہر انچہ ناصح مشفق بگوید بپذیر

ان اشعار آبدار کو حضرت خواجہ بدیع الزمان صاحب نے کاغذ پر لکھ لیا اور لفافہ یون لکھا۔ اس شلتوی کے قربان

یارب ۔ یہ خط ہذا۔

راوی۔ واہ وا۔ یہ بھی اور ہذا بھی۔ اور توغیر ٹیپ کا شعر کسقدر موزون ہر۔ اور خاص الخاص ایسے ہی مقام کے لیے ہی

لفافہ ـــــ یارب ـــــ یہ خط ہذا۔ بسم اللہ

مقام واللہ اعلم رسیدہ از آنجا در مقام قید خانہ رسیدہ باز آنجا نزد یک دوست من و مشفق میرے میان آزاد پاشا صاحب سلامت شار بیل و ناظم سید یل و غضنفر شکوہ حق پژدہ زیدون کمر۔ بلکہ خاقان کلاہ ۔ رشک سکندر ۔ ثریا جاہ ۔

جہان داور اشاہ گیتی پناہ	فریدون کمر بلکہ خاقان کلاہ

خوجی ۔ یہ خط لکھکر کمرے مین ٹہلنے لگے۔

اب ادھر کا حال سنیے ۔ پولینڈ کی زہرۂ بناگوش اور سروقد شہزادی مصروف گلگشت چمن تھین ۔ آزاد کی خود رائی اور خوجی کی ہرزہ درآئی کا کمال افسوس تھا سوچی آزاد کو قید خانے سے پھر بلوا لیے مگر جھجکی اتنے مین شہزادی کی ایک خادمہ جو باہر کسی اور شہر مین برای چندے گئی تھی آن پہنچی

شہزادی ۔ خوب آئین تمھاری ہی ضرورت تھی تم ہی کو مین ڈھونڈھتی تھی ۔

خادمہ ۔ اسوقت حضور کا چہرہ اترا ہوا کیون ہر خیریت تو ہر

شہزادی (آبدیدہ ہوکر) خیریت کجا عجب مصیبت مین ہون

نگذاشت آب در جگرم آہ آتشین	در برگ گل ز تندی آتش گلاب خت

ایک جوان رعنا یہان آیا تھا میرا اسیر دل آگیا ایسا خوبترو جوان آنکھون دیکھا نہ کانون سنا ۔ مین نے شادی کا پیغام کیا ادھر سے صاف انکار۔ ٹکا سا جواب ۔ قید خانے بھیج دیا ۔

خادمہ ۔ ہر ہر ۔ ہم ہوتے تو یہ بات نہ ہونے پاتی ۔ یہ کیا غضب ہوگیا ۔ جس کو آدمی پیار کرے اسکو جیلخانہ دکھائے یہ کون سا انصاف ہر بھلا ۔

شہزادی ۔ بصد حسرت ۔

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا	ہاے چپ بھی رہا نہیں جاتا

نین کلیجے پر برچھی کھائی ہر دل چھلنی ہوگیا ۔ جوانی اور زندگانی دونون تلخ ہین ۔ افسوس صد افسوس ۔ روتے روتے برا حال ہوا مگر اب کوئی چارہ نہین ہر ۔

خادمہ ۔ واہ مین ابھی ٹھیک ٹھاک کیے لاتی ہون یہ کون بڑی بات ہر ۔

شہزادی ۔ تھوڑے دن ہوے انھین کے ملک کا ایک آدمی یہان آیا ہر جو سمجھا کر جیلخانے سے لایا ۔ پہلے تو کہدیا کہ شادی کرونگا مگر پھر صاف انکار کیا ۔ اب مین نے پھر قید کردیا

حکم دیا تھا کہ آزاد کو سخت قید دیجائے۔ اور خوجی یہان سے دو کوس پر بھیجے جائین۔ دونون الگ یہ ادھر وہ اُدھر ایک کی دوسرے کو خبر نہ ہوئے

خادمہ۔ بس یہی تو بُرا کیا۔ حضور نے خیر ہم سمجھ لینگے حضور

شہزادی۔ جو تمھاری راے ہو مگر عمدہ بات سوچو۔

خادمہ نے پوچھا آخر شادی سے انکار کرنے کی کوئی وجہ بھی بتائی یا بیوجہ اور بلا سبب انکار کیا۔ اگر کوئی وجہ خاص ہے تو اسکا حال مفصل معلوم ہونا چاہیئے اور اگر بیوجہ انکار کیا تو دو شقین سے خالی نہین یا تو مرد نہین ہے یا دیوانہ ہے کہ ایسی چاندسی دلھن پاکر انکار کیا۔ اگر مرد نہین ہے تو انکار مناسب ہے اُسکا کوئی قصور نہین اور اگر دیوانہ ہے تو مجبوری ہے۔ اور اگر کوئی وجہ خاص مانع ہے تو آپ زبردستی کرنے والی کون ہین۔

شہزادی۔ یہ تو سب سچ ہے۔ مگر دل نہین مانتا۔ اسکو کوئی کیا کرے۔

خادمہ۔ تو وجہ کچھ نہین بتائی۔ یہی کہا کہ ہم شادی نکرینگے

شہزادی۔ ہان ہان۔ وجہ بیان کی۔ کہا کہ ہم ہندوستان مین ایک عورت سے اقرار کر آئے ہین اور اُسی نے ہمکو بھیجا ہے اور تم نے مس میڈا کا نام سُنا ہوگا اس سے بھی شادی کا اقرار ہے۔ یہی سبب خاص بتایا۔

خادمہ۔ ہان دیکھا نہ کوئی سبب ہے۔ اچھا پھر قید کرنے سے کیا حاصل ہوا۔ آپکو زبردستی شادی کر لینی تھی۔ مراسم شادی اپنے مذہب کے طور پر ادا کر لیتین اور اسی مکان مین رکھتین پھر مفر رہو جاتا۔

تھوڑی دیر کے بعد خادمہ خوجی کے پاس گئی اور اسلی بڑی کو ساتھ لیتی گئی۔ خوجی نہایت خوش ہوے۔ ہاتھ ملایا۔ خادمہ کو از سر تا پا دیکھا دل مین سوچے کہ خال اچھی ہے انشاء اللہ اسی کے ساتھ شادی ہو گی۔ خوجی کو دیکھکر خادمہ کو بے اختیار ہنسی آئی مگر مصلحت وقت اسی کی مقتضی تھی کہ خوجی سے سازش کر کے مطلب بر آری کرے جھک کر سلام کیا تو خوجی اکڑ گئے۔ سمجھے کہ اس ملک کی عورتین ہمارے حسن و جمال کی توصیف سنکر ہمین گھورنے آئی ہین۔ خادمہ نے کہا اگر اجازت دیجیے تو قریب آؤن۔ خواجہ صاحب دل مین کمال خوش ہوے مگر ظاہر مین فرمایا کہ ہم کس کس کو اجازت دین۔ جان عذاب مین ہے کم سے کم پچاس عورتین آ چکین خیر صاحب آپ بھی آئیے مگر گل تک نہ جم جائیے گا۔ خادمہ اُنکے قریب بیٹھی خواجہ صاحب نے اُردو مین کہا واہ رے مین مر گیا آنکھ تو نے پائی ہے۔ اور کیا ناک تو نے پائی ہے۔ اور خدا نے تجھے کیا ہاتھ پاؤن دیے ہین۔ ایسے گلے گُٹھلے کا جوان تو دیکھا نہ سُنا قد و قامت کچھ ایسا بُرا نہین۔ سُرخ و سفید تو ہون۔ مگر اور لوگ بھی سرخ و سفید مین خوش رو ہم سے بڑھ بڑھ کر ہین مگر کل باتین ملا کر جو بات ہم مین ہے ایک مین نہین۔ از سر تا پا ہر عضو بدن سانچے مین ڈھلا ہوا ہے چشم بد دور

ادھر خوجی تو اپنے حسن و جمال اور جوانی رعنائی پر اتراتے تھے اُدھر خادمہ اُنکو بغور و تعمق دیکھتی تھی اور سوچتی تھی کہ اس پاگل مجہولے سے کیا کہون مگر اہل الغرض مجنون بدرجہ مجبوری کہا کہ مجھے آپ سے کچھ عرض کرنا ہے اگر خلاف طبیعت اور ناگوار نہو تو کہون ورنہ خاموش رہون خوجی نے اکڑتے ہوے کہا کہ مین تو ایک عالی دماغ اور آزاد منش آدمی ہون۔ شاہون کا اور میرا ایک مزاج ہے گلہے بسلامے بر نجند وگاہے بدشنامے خلعت دہند اگر مزاج برہم ہوا تو مالا مال کر دونگا۔ ورنہ جواب ہی نہ دونگا یہان سے ڈیڑھ کوس یا دو کوس کے فاصلے پر ایک شہزادی رہتی ہے عورت کیا پری ہے وہ مجھپر ہزار جان سے عاشق ہو گئی مگر مجھے پسند نہ آئی پری تاک پر تو نظر نہین ڈالتا۔ ہان اگر ایک خوبصورت عورت ہے

تو خیر حسن کافر میں عاشق ہوں اسکو دیکھو تو بھوک پیاس بند ہو جائے

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

خادمہ۔ تو حضور ایک کام کریں۔ وہ جو آزاد نامی ایک صاحب آپ کے دوست آئے ہیں انکو حضور آمادہ کر دیں کہ اس شہزادی کو بیاہ لیں اور کل جائداد پر قابض ہو جائیں۔

خوجی۔ ہونھ۔ تمکو کسی نے بہکا دیا۔ وہ دوست نہیں ہیں ایلچی کے ہیں

خادمہ۔ ہاں! پھر کیا ہے۔ اگر آپکو ایسی بہو پسند ہے یا نہیں۔ فرمائیے

خوجی۔ ہمنے ایک خط صاحبزادے کے نام لکھا ہے وہ تم اسکے پاس لیجاؤ اور اسکا جواب لاؤ۔ دیکھوں اب کیا لکھتا ہے۔

خادمہ۔ لائیے آپ بڑے فہمیدہ آدمی ہیں مگر تعجب ہے کہ آپکے صاحبزادے آپکے سے خوبصورت اور خوش قطع نہیں ہیں۔ گو حسین تو ضرور ہیں۔ مگر جو بات آپ میں ہے وہ انمیں نہیں پائی جاتی

اس فقرے پر خواجہ صاحب اچھل پڑے اور دیوار کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ہائے اس وقت آزاد نہ ہوئے ایسے جھینپتے اور ایسے شرماتے کہ پھر چار آنکھیں نہ کر سکتے۔ جڑ ہ گئی کہ ہم میں دیگرے نسبت اور یہ خبر ہی نہیں کہ ہم پر پہلے آنکھ پڑتی ہے۔ جو عورت ہماری شہرت سن لیتی ہے دوڑی آتی ہے بلائیں لیتی ہے دعائیں دیتی ہے اور فوراً شادی کا پیغام کرتی ہے۔ یا الٰہی کس ساعت نیک میں خواجہ بدیع پیدا ہوئے تھے کہ ساری خدائی کی حسین عورتیں پکار پکار کر کہتی ہیں واہ کیا جوان رعنا ہے۔ مصر میں کروڑوں حوریں ساتھ ساتھ پھرتی تھیں اسکندریہ میں جب بازار سے نکل گئے ٹھٹ کے ٹھٹ جمع ہو گئے۔ بمبئی میں انگلیاں اٹھتی تھیں۔ جزیرے میں چھل بل رہی قسطنطنیہ میں مس میڈا نے آزاد سے قطع محبت کر دی مس [illegible] نے صاف صاف کہدیا کہ ہماری شادی ہو گی تو اس سجیلے

آنکھوں والے کے ساتھ۔ اب یہاں لیجیے اتنی مالدار اور حسین شہزادی ریجھ گئی۔ اور اب یہ آئی ہیں جب سے قید خانے میں آیا کم سے کم ستر عورتیں تو ہمارے شمع رخسار سے آنکھیں سینکنے آئی ہونگی

خادمہ۔ پھر خط دیجیے تو انکے پاس لیجاؤں اور جواب لاؤں۔

خوجی۔ ہاں اچھا۔ تو یہ خط ہے۔ پڑھینگے تو جھوم لینگے

خادمہ۔ مگر واہ واہ واہ۔ آپکو خدا نے ایسی رت دی ہے اگر انکی شادی ہو جائے تو بیوی زار زار روئے اور سر پیٹے وہ حسن خداداد ہے

خوجی۔ بیشک روئے اس سبب سے کہ میاں ایسے مہ جبین اور ہم ایسے کہ انکے تلوؤں تک کے مقابلے کے لائق نہیں ہیں۔

راوی۔ یہ حسن خدا کی دین ہے حسین آدمی مقبول بندۂ خدا ہے۔

اے غافلو یہ حسن امانت خدا کی ہے
بیجا نہیں حسینوں کی ہیں لن ترانیاں

خواجہ بدیع الزمان صاحب جامے میں پھولے نہیں سماتے تھے جھوم جھوم کر باتیں بناتے تھے اور بربرے جاتے تھے خادمہ نے عرض کی کہ اب لونڈی رخصت ہوتی ہے اگر خواستہ خدا ہے تو ہماری شہزادی آپ کی بہو ہونگی ورنہ یا قسمت یا نصیب یا بخت لیکن اگر مضائقہ نہ ہو تو اس ہاتھ کو بوسہ دوں۔ خواجہ بدیع الزمان صاحب نے مسکرا کر کہا۔ ہاں ہو تو جوان اور نوعمر اور شکل و صورت بھی اچھی ہے اور لباس بھی صاف وستھرا پہنے ہو خیر کیا یاد کرو گی لاؤ ہاتھ (بوسہ دیکر) پانی منگواؤ ہم منھ دھوئینگے۔

اللہ ری تیری عالی دماغی۔ ایک حسین اور نوعمر اور خوشپوش ت کے ہاتھ کا بوسہ لیا تو منہ دھونے کی ضرورت واقع ہوئی

اللہ اللہ اگر خوجی اس درجہ حسین اور زہرہ جبین نہ ہوتے تو یہ پریاں کاہے کو ریجھتیں۔

خط لیکر خادمہ روانہ ہوئی پہلے شہزادی کے پاس آئی اور مسکرا کر کہا حضور وہ تو بڑی سودائی ہے مگر ایک خط اس نے

آزاد کے نام لکھا تھا وہ مجھکو دیا ہی کہ آزاد کے پاس بھیجدو وہی ایرانی بلوائے گئے شہزادی نے کہا اس خط کا ترجمہ سناؤ

ایرانی - (پڑھکر) یہ تو کسی خبطی کا لکھا ہی اشعار خبط - مطلب خبط بے معنی مہمل - بے تکے الفاظ بھرے ہین لفظی ترجمہ یہ ہی لفظی ترجمہ سنایا تو شہزادی مطلب سمجھ گئی - کہا یہ خط لیکر تم خود جاؤ خادمہ دو آدمی ساتھ لیکر گئی - آداب بجالائی - خط دیا آزاد نے پڑھا تو مسکرائے -

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر	ہر آنچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر

اچھی نصیحت ہی اور ہم تو اس نصیحت مین ہین اس گردو کو شاعری کی سوجھی ہی - کیا بیگاری ہی -

خادمہ نے کہا حضور آپ کے والد نے اسکا جواب مانگا ہی

آزاد - (سرخ ہو گئے) کہا! کسنے مانگا ہی؟ تمنے یہ کون لفظ کہا

خادمہ - حضور کے والد ماجد نے وہ جو ٹھنگنے سے آدمی ہین -

آزاد - وہ منحوس میرے گھر کا غلام ہی - خانہ زاد - مسخرہ بدمعاش

خادمہ - (متحیر ہو کر) جی مجھسے تو انھون نے ایسا ہی کہا تھا

آزاد - وہ مسخرا ہی اور جھک مارتا ہی - اسکے لینے کا کیا -

خادمہ - (دست بستہ) حضور مجھے معاف فرمائین مجھے کیا معلوم تھا

آزاد نے کہا ہم جواب کیونکر لکھین یہان قلم دوات نہ کاغذ - خادمہ نے عرض کی کہ سب حاضر ہی - قلم دوات کاغذ آیا تو آزاد نے یون جواب لکھا یہان تم تو خاصے مسخرے ہو یہان بھی مسخرے سے نہین چوکتے - آپ کہان کے بڑے شاعر ہین کہ نظم لکھنے کا شوق چرایا سا - املا تک درست نہین اور چلے شاعری کا دم بھرنے آپ میرے معاملات مین دخل نہ دین خرافات باتین ہمین نہین بھاتین یہان زندگی کے دن پورے کرتے ہین - جان عذاب مین ہی اور تمھین دل لگیان سوجھتی ہین سخت بیحیا ہو - تم اس قابل ہو کہ بورے مین بند کرکے گٹھری باندھ کر دریا مین غرق کردے تو منحوس میرے ساتھ ناحق ہی آیا شاعری کی سوجھی ہی آج سے کبھی خط نہ بھیجنا - خبردار - ورنہ تو جانے گا - راقم آزاد اسیر

خادمہ کو یہ خط دیا اور کہا کل تم آجاؤ تو ایک پیغام شہزادی کے نام بھیجون - خادمہ نے خط لیا اور شہزادی کے پاس آئی ایرانی نے خط کا ترجمہ سنایا فوراً خادمہ کو حکم ہوا کہ خوجی کے پاس لے جاؤ - پڑھتے ہی خوجی آگ ہو گئے -

"میان تم تو خاصے مسخرے ہو" اور سنیے ہم مسخرے ہین مسخرے ہین - مسخرے ہین ہم - انھین مجنون تو قیدخانہ جھیلا اور ہم لاحول ولا قوۃ!! -

"آپ کہان کے بڑے شاعر ہین" اور سنیے ہم شاعری بھی چرلگی ہی اس شخص کو اب ہم ایسے شاعر ہین کہ ایرانی کو سبق دیا اور یہ برتر بھی کیا فصیح محاورہ ہی - اسکو شرمایا کبھی نہ چوکے غیر کے معنی بتائے اور ہر بات مین ٹوک دیا -

"املا تک درست نہین" بجا - بس اسوقت جی چاہتا ہی کہ اپنی بوٹیان نوچ لون - ارے نامعقول ہم محقق فارسی ہین جی "آپ میرے معاملات مین دخل نہ دین" - بہت خوب یہ تو یہی سہی - جاؤ - اب ہم خود شاہزادی کے ساتھ شادی کیے لیتے ہین - لیس "یہان عذاب مین ہی" پھر خود کردہ را چہ علاج اپنے کرتوت "سخت بیحیا ہو" جی چاہتا ہی کہ اپنی بوٹیان نوچ لون "منحوس میرے ساتھ ناحق آیا" رو دے - رو رو کے گالیان دے

کرتے ہون کہ نہین ہم تو سخن مین سبقت	پر وہ کچھ ہم سے سنے گا جو کہے گا ہم کو

"ورنہ تو جانے گا"!! تو تکار تو دیکھیے - شریف نہین پاجی ہی خوجی اسقدر جھلائے کہ واقعی بوٹیان ہی نوچنے لگے - درحقیقت

یہ فقرہ پڑھا کہ (تم اس قابل ہو کہ بورے میں بند کرکے گھڑے باندھکر دریا میں غرق کردے) کئی بار دانت کلکلائے کلکلا کر رہ گئے کہا اب تو پانی پی پی کر کوسنے لگے۔ اجی لاحول۔

اقبال کرم میگزد ارباب ہمم را	ہمت نخورد نیشتر لا و نعم را

اجی سبحان اللہ۔ کیا برجستہ شعر پڑھا۔ اور میگزد بضم کاف فارسی کتنی اچھی اصلاح ہے۔ عرفی نے (ہمت نخورد غلط کہا تھا) خوجی نے اصلاح دی اور (نخورد) کو (بخورد) بنایا۔ افسوس ہے کہ با اینہمہ لیاقت سخندانی آزاد کی نظروں میں نہیں جچتے ہم جانتے ہیں آزاد کو ان سے تعصب ہے۔

خادمہ۔ آپکا خط پڑھکر آپکے صاحبزادے بہت ہی خفا ہوئے

خوجی۔ ناخلف ہے۔ نالائق ہے۔ باپ محقق فارسی اور بیٹا جاہل ان پڑھ آدمی سر پیٹنے کا مقام ہے۔ ہائے افسوس۔ ہائے افسوس

خادمہ۔ اس خط کا جواب کچھ دیجیے گا۔ دیجیے تو اسی دم لیجاؤں

خوجی۔ اس خط کا جواب اس مردک کا سر۔ ہمنے عاق کر دیا

دوسرے روز خادمہ حسب الطلب آزاد کے پاس گئی۔ دو پریاں اسکے ساتھ تھیں ایک گلابی پوش دوسری آہو چشم۔ آزاد نے ان دونوں پر نظر ڈالی۔ گلابی پوش سے جو چار آنکھیں ہوئیں آزاد پاشا کا دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور انھوں نے بےاختیار کہا

شکرین لعل تو کان نمک است	گرچہ شکر نہ مکان نمک است
نمک افزود رخت از لبست	گرچہ از آب زبان نمک است

گلابی پوش ان کی چتون دیکھکر شرمائی اور آہو چشم کی طرف دیکھکر نظر نیچی کرلی۔ آہو چشم نے شوخی کے ساتھ آزاد پاشا کو دیکھا اور مسکرا کر گردن نیوڑھا لی۔ اس پری نے وہ آنکھ پائی تھی کہ لاکھوں میں انتخاب کروروں میں لاجواب۔ آزاد نے کہا کہ ایسی آنکھ کسی معشوق نے نہیں پائی ہے۔ ملیدا اور زینت النسا اور اختر النسا اور اللہ رکھی اور دنیا ایک کی آنکھ ایسی نکیلی رسیلی نہیں جیسی یہ ظالم مظلوم نما ہے۔

بنرگس تا کنم تحریر وصف چشم میگونش	
برائے رقعہ برگے از گل بادام میخواہم	

ہائے کیا خونخوار آنکھ ہے۔ آنکھ ہے یا مردم بیمار۔ کیا سستی ہے۔

دو چشم یار کہ مستند و ناتوان ہر دو	شدند آفت عقل و بلائے جان ہر دو

آزاد نے خادمہ سے کہا کہ اگر یہ اجازت دیں تو ان کی چشم میگون کا ایک بوسہ لوں۔

خادمہ۔ واہ حضور پر ہماری شہزادی کا دل آیا ہے۔ بھلا ہماری مجال ہے کہ جسکو وہ چاہیں اسکو ہم اس قسم کی بات کی اجازت دیں

آزاد۔ (جھیپ کر) ہونہہ میں تو فقط آزماتا تھا۔ سچ کہتا ہوں۔

خادمہ۔ ہماری شہزادی نے ان دونوں کو صرف اسی سبب بھیجا تھا کہ ہمارے ہاں کی پیش خدمتیں ایسی ہیں کہ آپ کی نیت ڈانواں ڈول ہوجائے نہ کہ خود حضور۔ چنانچہ وہ بات حاصل ہوگئی اب اپنے دل میں سوچیے۔ بس۔

آزاد سخت خفیف ہوئے۔ سوچے کہ اگر شہزادی کو یہ بات معلوم ہوگئی تو انکی نظروں سے گر جاوینگے۔ اب تک تو ہم ڈینگ لیتے رہے کہ شادی نہ کرینگے ایک حور عین سے اقرار کیا ہے۔ اور این و آن اور چنین و چنان اور پھر وہ بھی کن کی پیش خدمتوں میں سے ایک پر اسقدر فریفتہ ہوئے۔ کہ اُس سے بوسہ مانگا۔ گلابی پوش نے مسکرا کر آزاد کا ہاتھ پکڑ لیا آزاد نے کہا اب مرغ دل دام میں پھنس گیا جب ایسی حسین پیش خدمتیں دل پر ستم ڈھاتی ہیں تو شہزادی کا کیا کہنا مگر اب تک شیطان نے آنکھوں پر پٹی باندھی تھی کچھ نہ سوجھا اب آنکھ کھلی۔ گلابی پوش کی جبین کیا سورۂ نور ہے ۔ع

بسکہ آئینہ صفا دید دران پیشانی ۔ دست در زیر زنخدان زدہ از حیرانی

اور عشوۂ دلربا تو بلائے جان ناتوان ہی۔ ہائے ہائے۔

غمزہ آموزد ز چشمش شیوۂ بیداد را
طرفہ شاگردے کہ می گوید سبق استاد را

یہ چہل بل۔ یہ مستی و شوخی۔ یہ رعنائی و برنائی۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ آہو چشم نے کہا۔ یہ ٹھنڈی سانسیں کیوں بھرتے ہو شہزادی کا کہنا کیوں نہیں مان لیتے۔ ہم سب خدمت کو حاضر رہیں گے۔

آزاد۔ (مسکرا کر) اچھا مگر اب ہماری طرف سے پیغام کون کریگا

خادمہ۔ واہ۔ اور ہم سب آئے کس لیے ہیں۔

آزاد۔ اچھا جاؤ کہدو کہ بسر و چشم منظور ہی۔ اب ہم بھی مجبور ہیں کیا کریں۔ ہم اس مصیبت میں گرفتار ہوئے کہ خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے

خادمہ۔ یہ سب مصیبتیں اپنی عقل کی بدولت جھیلیں۔ اب تو آدمیت سیکھو۔ چاہے برا مانیے چاہے بھلا مانیے۔ ابھی ہمیں تسلی نہیں ہی آپ کے مزاج میں وحشت زیادہ ہی اس وحشت سے ہمیں خوف معلوم ہوتا ہی کہ ایسا نہو پھر کایا پلٹ ہو۔ اب کی خوب سمجھ کے کام کرنا اگر منظور ہو تو خیر ورنہ صاف انکار کرو۔ مطلب یہ کہ تلون بری بات ہی۔

گلابی پوش دلھن بنی ہوئی تھی اور سکھاتی پڑھاتی تو تھی ہی ہر ادائے دلربا سے آزاد کی جان ناتوان پر ستم ڈھاتی تھی مسکرا مسکرا کر بجلیاں گراتی تھی اور آہو چشم کی چشم نرگسی وہ طلسم دکھاتی تھی کہ الاماں الاماں ع این ظالم ستمگار خاطر فسا کہ است

آہو چشم نے انگڑائی لیکر کہا۔ اب اگر پکی بات ہو تو ہم اسی دم اُن کو بلا لائیں اور کل امور ابھی ابھی طے ہو جائیں آزاد نے کہا بسر و چشم منظور اب وہ آئیں یا نہ آئیں۔ اگر آنکے خلاف نہ گورے تو ہم ابھی ابھی چلے چلیں۔

معشوقہ نسرین بنا گوش یعنی پولینڈ کی شہزادی بناؤ چناؤ کر کے آزاد کے پاس آئی۔ آزاد نے اس سرو صنوبر خرام کی مستانہ چال اور اُسکی صورت زیبا دیکھتے ہی کہا کہ (یا خدا) مجھے اسقدر عقل عطا کر کہ میں اس غنچہ دہن کو عقد نکاح میں لاؤں گلابی پوش اور آہو چشم دونوں ہمراہ تھیں۔

شہزادی۔ چلو۔ اگر ہزار بار بلواؤ۔ تو بسر و چشم حاضر ہوں

آزاد۔ امتحان جذب دل تھا۔ ورنہ تم کوپا کے شادی سے انکار کرنا یعنی چہ کیا مجال۔ انکار غیر ممکن ہی۔

یہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا
ہم الزام انکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

گلابی پوش۔ حضور یہ آپ ہی کے ناز کے کشتہ ہیں۔ ہندوستان سے حضور ہی کے حسن و جمال کا شہرہ سنکر آئے تھے۔ مگر یہاں رعب حسن میں آ گئے۔

شہزادی۔ واہ۔ اور یہاں اتنی دور آن کر یہ سہل انگاری۔

چشم بد دور در مزاج شریف ۔ چہ قدر ہا کہ سہل انگاری است

آزاد۔ چلیے بندہ حاضر ہی۔ جہاں چاہے چلیے فقیروں کو عذر کیا ہے

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست ۔ می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

شہزادی۔ جان کیا معنی۔ محل سرا چلی۔ اور ایوان سپہر نوامان میں چلینگے یا واہی تباہی۔ ادھر اُدھر پھرینگے۔ وہاں چلیے حمام کیجیے کپڑے بدلیے۔

آزاد پولینڈ کی شہزادی کے ساتھ چلے۔ تو کوہ رفیع کو عین جوبن پر پایا۔ دامن کوہ میں لالہ زار اور قلۂ کوہ پر مرغزار اور سبزہ نو دمیدہ عجب لطف دکھاتا تھا اور مد نظر کی چوٹی پر آزاد عشش کرتے تھے۔

شہزادی۔ جانیے سب باتون کے پہلے حمام کرو عطر ملو اور لباس بدلو۔ پھر ہم تم اس سبزے مین گلگشت کرینگے۔

آزاد نے غسل کیا۔ کپڑے بدلے۔ عطر ملا۔ کوٹھی کے باہر آئے تو جنگی پوشاک دیکھکر پولینڈ کی شہزادی ہزار جان سے عاشق ہو گئی۔ آزاد کے چہرہ سے اسوقت آگ برستی تھی اور جلال نمودار تھا۔ شہزادی ہاتھ مین ہاتھ دیکر چمنون اور روشون مین ٹہلنے لگی گلابی پوش اور آہو چشم اور خادمہ اور وہ بن سب پر آزاد پاشا کا رعب چھا گیا۔

جنگی پوشاک آن پر کمال زیب دیتی تھی۔

شہزادی۔ جام لاؤ۔ بادۂ گلفام لاؤ۔ آزاد ہمارے ساتھ تو شراب پینا پڑیگی۔

آزاد۔ ہم نے توبہ کر لی ہی کہ شراب نہ پینگے۔ اب مجبوری ہی

شہزادی۔ واہ ہوش کی دوا کرو۔ عقل کے ناخن لو۔ توبہ کیسی

آزاد۔ (ہنس کے) کیا مصیبت ہی۔ اگر نہ پئین۔

شہزادی۔ (تنک کر) مصیبت ہی۔ کیون حضور۔ غیر ہمارے پیارے پیارے ہاتھون سے شراب پینا مصیبت ہی۔ واہ

آزاد۔ خیر پھر اب جو ہو سو ہو۔

گر یار مے پلائے تو پھر کیون نہ پیجیے	
زاہد نہین مین شیخ نہین کچھ ولی نہین	

گلابی پوش۔ (ایک پیشخدمت سے) اگر اب زیادہ انکار کیا تو پھر قید خانے بھیجے گئے۔

پیشخدمت۔ اس مین کیا شک ہی۔ او ہونا بھی ایسا ہی ہے

آزاد پاشا نے یہ تقریر سنی سوچے کہ اگر رہائی پائی تو کفارہ کر لینگے دعاے توبہ پڑہ لینگے۔ خدا خوب جانتا ہی کہ ہم بدرجہ مجبوری شراب پیتے ہین خیر گو توبہ ٹوٹی ہی مگر آج مجبوری ہی

مے خوردن و خوش زیستن و توبہ شکستن	
این باہمہ در مذہب رندانہ ضرور است	

شہزادی۔ بولیے۔ اگر پینے کی مرضی ہو تو خیر ورنہ اب ہم زبردستی پلائینگے وجہ کیا کہ آپ نہین پیتے۔ آخر سبب۔

آزاد۔ واہ واہ وا۔ اب یہ باتین ہی ہوا کرینگی یا منگواؤگی بھی

طاعت و تقوی چہ باشد زاہدی زاہد چہ چیز	
عاشق آوارہ ایم و مست مدہوشیم ما	

شہزادی۔ (پیشخدمت سے) اوفوہ۔ اسقدر دیر۔ لاؤ۔

پیشخدمت۔ حضور حاضر ہی۔ ابھی آئی۔ وہ آگئی۔

آزاد پاشا نے کہا کہ ہم ایک شرط سے شراب نوش کرینگے ہم اور آپ دونون گائین گو علم موسیقی مین انکو چندان دخل نہ تھا مگر اسوقت سبزے کی لہک نے مجبور کر دیا اور اونچے سُرون مین میان آزاد یہ غزل گانے لگے۔

ذرا اے نسیم سنبھال لے کہ بہار مست شراب ہے	
وہ جو حسن عالم نشہ ہی کہ اسے ابھی عین شباب ہے	
یہ دو روزہ نشو و نما کو تو وہ سمجھ کہ نقش بر آب ہے	
یہ شراب ہی یہ حباب ہی فقط ایک عالم خواب ہے	
یہ گھٹائین چھائین جو کالیان ہین ہری بھری ہوئی ڈالیان	
اُبھر آئین پھولون کی لالیان تو بجاے آب شباب ہے	
عرق بہار شراب ہی وہی آج چھینٹ لین کے آب ہے	
نہ تو بید مشک ہی اس گھڑی نہ تو کیوڑا ہی نہ گلاب ہے	
انھین کہنے سننے سے بیر ہی جو خود آئین ہو تو بخیر ہی	
یہ غرض کہ مدنہ ہی سر ہی نہ سوال ہی نہ جواب ہے	
مین جھرا دن جا دُن کر دُن کیا مزا جی ہی نا کس مین آ گیا	
نہ تو عرض حال کی تاب ہی نہ تو صبحانہ خراب ہے	

مجھے وحشِ وطیر سے رشک ہی کہ کبھی بھی انکو کسی نمط

نہ سوال ہی نہ جواب ہی نہ عذاب ہے نہ ثواب ہے

مری بات مان تُو شاد لا نہ تو عرض دو نمی پہ ہی چلا

کوئی انکو ٹوکے سو کیا بھلا کہ وہ حالی اُنکی جناب ہے

ارے ساقیا اب جو یہ دور ہی تیری وضع اندنون اور ہی

یہ بھی کوئی زیست کا طور ہے نہ شراب ہی نہ کباب ہی

شہزادی۔ سو بوتلیں آ گئیں۔ اب کس کا انتظار ہو دور چلے۔

آزاد۔ ضرور۔ ہم بھی تلے ہین۔

دور چلے دور چلے ساقیا اور چلے اور چلے ساقیا

شہزادی (جام شراب دیکر) شغل کیجیے۔ دیکھو تو کیسا شراب ہے

آزاد۔ (منہ بنا کر) برسون سے شغل چھوڑ دیا۔ آپ کسی جام

مین پانی بھر کر اس مین دس پانچ قطرے ملا دیجیے۔

راادی۔ کیا خوب۔ اشک بلبل !!!۔

شہزادی۔ کچھ خیر ہی مین بے پوری بوتل پلائے نہ مانونگی۔

کمرے کے پینگ خوب بڑھین گے بہار مین

بوتل بغل مین ہوگی تو ہم سبزہ زار مین

آزاد نے بڑی کوشش کی کہ بدرجہ مجبوری کسیقدر شراب

پئیں مگر جام ہاتھ سے چھوٹ پڑا۔ کہا خدا کے لیے مجھے معاف

کیجیے۔ مجھسے نہ پی جائیگی ورنہ مین ہرگز انکار نہین کرتا۔

شہزادی۔ یہ بہتر ہے تو کسی اور کو دیجیے۔ خود تو ہاتھ سے

گرا دیا اور باتین بناتے ہین کیا یہی ایک گلاس تھا دوسرا گلاس گرا

آزاد۔ (ہاتھ بڑھا کر) مگر ——— اگر

راادی۔ اچھی اگر مگر ہی۔ وہ بے شراب پلائے نہ چھوڑیگی۔

آزاد۔ خداوندا تو خوب واقف ہی کہ مجھکو اس دختِ رز حرامزادی

مردار سے کلی نفرت ہی۔ جب سے مین نے توبہ کی کبھی نہین پی

جز بنتِ پیرم اور چیکا دم کی اور بات تھی۔ یا خدا تو اس

کافر کیش کو اسکی آرزو سے باز رکھ۔ اسکو اس کوشش

مین کامیاب نہ ہونے دے کہ میری توبہ شکنی کرے۔

شہزادی۔ اب کب تک لیے رہون۔ ہو راین۔ یا الٰہی!

آزاد۔ اچھا لاؤ۔ خاطر ہی۔ مگر جی نہین چاہتا۔ افسوس

شہزادی۔ کیا تم نے کبھی نہین پی۔ بالکل کورے ہو۔

ہائے جب ہی یہ جھجک ہی

لطف مے تجھسے کیا کہون زاہد ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہین

آزاد۔ اچھا اس وقت معاف کر دو پھر سمجھا جائیگا۔ خدا کیلیے

شہزادی۔ (جام میز پر پٹک کر) اچھا نہ لو۔ لیا ہم نہ کہینگے۔

گلابی پوش۔ ای نہین حضور یہ کیا بات ہی۔ ابکی پھر دیجیے۔

آزاد نے جام شراب اُٹھا کر چوم لیا۔ اور کہا کہ مجھے حاشا

کوئی عذر نہین ہی۔ مگر دل نہین قبول کرتا۔ ہونٹھ تک لیجاتا

ہون تو پیا نہین جاتا۔

گلابی پوش چلکتی ہوئی آئی اور آزاد کے کان مین کہا کہ انکار

نہ کیجیے ورنہ آپ کے حق مین اچھا نہ ہوگا۔ آزاد نے کہا تمھاری

گلابی پوشش اس بری مین ستم ڈھاتی ہی۔ یہ کہکر

بیٹھے مشون اور شہزادی پر غور سے نظر ڈالی تو شہزادی کو کابینی

پایا۔ مگر ایک شنجرفی پوش عورت پر بھی غضب کا جوبن تھا۔

اسکی طرف مخاطب ہو کر آزاد نے یہ اردو شعر پڑھا ؎

شنجرفی اس دوپٹے کے اوصاف کیسے کیا

لیکر دوات وخامہ شنجرف توڑ لیے

شہزادی کو کمال رنج ہوا کہ مین نے اپنے

ہاتھ سے جام شراب دیا اور اس نے انکار کیا۔ وہ

تو فرطِ غرور سے گھٹتی تھی۔ ؎

کیا شے ہے بھلا قصر فریدون مرے آگے
کانپے ہے پڑا گنبد گردون مرے آگے
مرغان اولی اجنحہ مانند کبوتر
کرتے ہیں سدا عجز سے غون غون مرے آگے
وہ مار فلک کاہکشان نام ہے جس کا
کیا دخل جو بل کھاکے کرے فون مرے آگے

اور آزاد نے اتنی بڑی گستاخی کی کہ انکار کیا۔

آزاد۔ اور جو حکم ہو بجا لاؤن۔ مگر خوف خدا کے سبب سے شراب نہین پی سکتا۔

شہزادی۔ منہ پھیر کر اختیار ہے۔

گوری گوری گردن پھیر کر بولے پن اور کسیقدر تیکھی چتون سے (اختیار ہے) کہنا ستم تھا۔ آزاد نے ہاتھ جوڑکر عرض کی کہ مین اپنے قصور کی معافی چاہتا ہون۔ اور اب ہرگز انکار نکرونگا۔

آزاد پاشا نے خوجی کو یاد کیا اور شہزادی سے کہا کہ ہکو اسوقت خوجی کی ضرورت ہے اگر آپکی رائے کے خلاف نہو تو بلوا دیجیے۔

شہزادی۔ خوجی کون۔ ہان وہ بونا۔ وہ پاگل آکے کیا کریگا اور ہنسنے سنانکو۔ وہ حضور کے والد ماجد ہین۔ سواہ جیسی شکل ویسے فرشتے

آزاد۔ لاحول ولا قوۃ۔ باپ کسی اور کا ہوگا ہمارا غلام ہے۔

شہزادی۔ (مسکراکر) خیر کوئی ہو۔ ان صاحب کے ابا جان کو ذرا ہی بلاؤ۔

آزاد۔ آپ ابا جان ہی سمجھین۔ مگر انکو بلوا دیجیے۔

ایک خدمتگار بھیجدیا گیا۔ خدمتگار نے جاکر خواجہ صاحب کو سلام کیا اور کہا حضور کو آزاد پاشا نے بلایا ہے اور سواری بھیجی ہے۔

خوجی۔ (متحیر ہوکر) کیا معنی۔ آزاد کہاں۔ وہ قید خانے کے اندر ہین۔

خدمتگار۔ قید خانہ کیسا۔ ان کے دشمن قید خانے مین جائین وہ شہزادی کے ساتھ ہوا کھا رہے ہین۔

خوجی۔ او ہو۔ یہ کہیے۔ آ گئے راہ پر۔

خدمتگار۔ آپ کو بلایا ہے۔

خوجی انکے ساتھ چلے آزاد کو دیکھتے ہی جھک کر سلام کیا۔ اور کہا خوش آمدید صفا آوردید۔ بگو بابائے من بدیع چہ کارہ است شما چہ میگفتی۔ برائے کہ وجہ مارا طلب داشتی۔ من کہ از برائے شما آزاد در زنجیرخانہ رفتم

آزاد۔ اب فارسی بولنا رہنے دیجیے مطلب سنیے مطلب یہ کہ

خوجی۔ در زبان پارند گفتگوے کن بابائے من بدیع خواجہ صاحب

نسرین بہ چمن برتند گردن این است
با غنچہ صبا دم نزند گرد ہن این است

انچہ من گفتہ اندرون شان این پری است کہ محاذی ہست

آزاد۔ سبحان اللہ۔ معلوم ہے کہ آپ بڑے فارسی کے محقق ہین

خوجی۔ محقق دحقق نبدانم۔ من ہیچ ندانستم زبان فرس را میگویند کہ جائے شما سبز است جائے شما خالی است۔

یک دیدہ جلا یافتہ از نکہت یوسف	صد دیدہ جلا یافتہ گر پیرہنی ہست

یہ رودکی اور سلمان کا اشعار ہے۔

آزاد۔ اشعار! ہان بجا ارشاد ہوا۔

خوجی۔ گربہ در بغل انباشتی میداق کرا میگویند بابلائے من خواجہ بدیع الزمان صاحب نے ایک ٹیکرے پر بیٹھکر پڑھنا شروع کیا

کبھی گردن سے لپٹ گھوڑے کی کرتے تھے بکا
کبھی کہتے تھے کہ بیٹا تری غربت پہ فدا
اے مرے قوت دل اے مرے پیری کے عصا
اے مرے راحت جان اے مری آنکھون کے ضیا
ہائے جی بھر کے نہ مجھکو مرے جانی دیکھا
اس ہتھیلی مین ترا داغ جوانی دیکھا

یہ پڑھکر خوجی رونے لگے۔ اور آزاد بھی آبدیدہ ہو گئے۔

شہزادی۔ کیون کیون خیریت تو ہی۔ یہ رونا اور ٹھنڈی ٹھنڈی سانسین بھرنا کیا معنے۔

آزاد۔ یہ بند انہون نے ایسا پڑھا کہ بے اختیار رونا آتا ہی۔

خوجی۔ من بدیع الزمان کہ بر فارسی محاورات بسیار مہارت دارد۔ بر بگو یدکہ را درین دشین دورافت انچہ محاورات و نقرات یاد اندہر ہمہ را یاد نیستند۔ من بدیع الزمان از فارسیان گفتگو ے کردہ ام۔

آزاد۔ قبلہ مین نے آپ کو فارسی (گفتگو کے) سکھانے کے لیے نہین بلایا ہی۔ اب اسوقت بحث یہ آن پڑی ہی کہ یہ اصرار کرتی ہین شراب پیو اور ہم انکار کرتے ہین۔

خوجی۔ اولاحول۔ اجی بس جاؤ بھی۔

آزاد۔ ہائین۔ تو سن تو لو۔ بات سنی ہی نہین اور رائے دے دی۔

خوجی۔ ہان ہان۔ رائے دے دی کہان کے بڑے پارسا آپ ہین خدایا

آزاد۔ ہم دعاے توبہ پڑھ چکے ہین۔ بھائی اب کیونکر پئین۔

خوجی۔ اجی جاؤ بھی۔ ایسی پری کے ہاتھ سے شراب نہ پیے تو دوزخ مین جائیے۔ ہوٹل مین جاکر شمپین چاپ اور گلاس لنڈھاتے ہو پھر شراب سے کیا بگاڑا ہی۔

کردہ ام توبہ بدست صنم بادہ فروش	کہ دگر می نخورم بے رخ بزم آرائے

جھوم جھوم کر اسرار کھا ہی مزے مزے سے پیو اور جشن کرو۔

آزاد نے کہا یہ تو سب کرین مگر حسن آرا یاد آتی ہین۔

بہار بے تو برنگ پریدہ مے ماند	گل شگفتہ بجیب دریدہ می ماند
برون کہ رفت ز محفل کہ تلقل مینا	بدم کشیدن حلق بریدہ مے ماند
بہ جیش رنگ عذار تو ای گل رعنا	چمن بہ بسمل درخون طپیدہ می ماند
زآب تاکہ برون رفتہ بچشم صدف	گہر بقطرہ اشک چکیدہ مے ماند

سواد دشت غزالان شست و مجنون را	سیاہ خیمہ لیلی بدیدہ مے ماند
جنان بہ ہست سلیمان شکوہ ظل اللہ	کہ دولتش بہ غلام خریدہ مے ماند

خوجی نے آزاد کو خوب آڑے ہاتھون لیا۔ کہا قسم کھا ئی کہ دعاے توبہ پڑھنے کے بعد پھر کبھی نہین پی۔ آزاد نے کہا ایک بار بدرجۂ مجبوری جہاز مین پینے کا اتفاق ہوا تھا اگر اس وقت رم نہ پیتا تو مر جاتا سمندر کا پیرنا دل لگی نہین۔ اور جہاز سے سیکڑون آدمیون کا بچانا آسان امر نہ تھا۔

خوجی۔ اجی بس بیٹھو۔ خدا کی قسم اگر ہماری معشوقہ ہمکو شراب پلائے تو ہم ہرگز انکار نہ کرین مگر تم عجب قطع کے آدمی ہو۔

گر یار مے پلائے تو پھر کیون نہ پیجیے
زاہد نہین مین شیخ نہین کچھ ولی نہین

آزاد۔ ایک شرط سے شراب پیتا ہون۔ خوجی بھی پئین اور ہم بھی۔

شہزادی نے کہا انکے پلانے کی سہل تدبیر ہی۔ کوئی جاکے اس حبش کو بلا لاؤ۔ اتنا سننا تھا کہ خوجی کے آئے ہوے حواس غائب ہو گئے اور چلانے لگے۔ خدا را کہین اس حبشنی کو نہ بلانا میری روح کی اس سے فنا ہوتی ہی۔ دیونی ہی۔ دیونی بوا زعفران کی بھی بچی نکلی میرے کان کاٹتے تو اُسنے۔ مگر مین اس سے بولا نہین کہ عورت کے منہ کون لگے۔ ورنہ وہ چھٹی بتاتا کہ چھٹی کا دودھ یاد آجاتا دل لگی نہین ہی۔ نامعقول نے کان پکڑ کے اٹھا لیا۔ اور مین مارے لحاظ کے بول نہ سکا کہ اسکے منہ کون چڑھے ورنہ کجا مرد کجا عورت راوی۔ اور مرد بھی آپ سا گران ڈیل اور قوی ہیکل۔ اور شہ زور!!!۔

آزاد نے جب سب روایت سُنی تو بہت ہنسے کہا واقعی بوا زعفران ہی نکلی۔ اس نے بھی حضور کو ٹھیک بنایا تھا اور اس نے بھی ٹھیک بنایا۔ حبش آئی۔ آتے ہی خوجی کو چٹکی بتائی

خوجی گر پڑے تو اب اُٹھتے ہی نہیں۔ میاں صاحب اُٹھیے۔ واہ
اُٹھ چکے لیٹے سو گئے۔ اب اُٹھنا کیا معنی۔ یا تو جب تک خوجی کو
آزاد نہ اُٹھائیں تب تک اُٹھنا معلوم۔ آزاد نے سہارا دیا تو اُٹھے
فرمایا دیکھیے انہوں نے پھر چھیڑا اور میں طرح دیتا جاتا ہوں اگر اب کی
چھیڑیں گی تو تماشا بھی دکھاؤں گا۔ اس دیونی کو کسی طرح اس قدر پلاؤں
کہ بدمست ہو جائے پھر البتہ اینجانب لکڑیاں لگائیں پیٹ پیٹ کے
بدن نیلا کر دوں۔ آزاد نے کہا بس بس جانے دیجیے جانے دیجیے غصہ حرام
ہوتا ہے۔ حضور اپنی طرف دیکھیں گو وہ لاکھ موٹی تازی ہے مگر
حضور پھر حضور ہی ہیں۔ اب ہمارا جھگڑا طے کیجیے گا یا نہیں آپ
اور ہم دونوں شریک حال ہوں۔

ثریا بیگم کی پریشانی

شہزادہ فریدون کو مرزا ہمایون فر کے وصال حسرت مآل
کا حال ناظرین نے افسوس کے ساتھ ملاحظہ فرمایا ہوگا مگر اکثر
اصحاب اس خبر سے خوش ہوئے ہوں گے کہ ہمارے ناول کے ہیرو
آزاد پاشا بہت جلد پولینڈ کی پری چہرہ شاہزادی کو عقد میں
لانے والے ہیں شاید اس شادی کے ذریعہ سے رہائی کی صورت
نکلے اور قید سے چھٹکارا ملے۔ خیر اب بعد مدت مہ وش زرین کمر
پری پیکر ثریا بیگم کا حال سنیے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ یہ بیچاری
چوروں کے ساتھ نصف شب کے وقت طوعاً و کرہاً کھیتوں کھیتوں
جاتی تھی۔ آدھ کوس زمین طے کر کے ان چوروں نے ثریا بیگم
کو دو اور چوروں کے سپرد کیا اور چلتے وقت کہا کہ یہ نوجوان
اور حسین عورت اس قابل ہے کہ کسی شاہزادہ یا رئیس کے
ہاتھ اسکو فروخت کرے۔ ان دو چوروں میں ایک کا نام بدھ سنگھ
تھا دوسرے کا ہلاس۔ یہ دونوں ڈاکو دور دور تک مشہور
تھے اور اچھے اچھے ڈکیت ان کے نام سے اپنے کان پکڑتے تھے
بدھ سنگھ کی ڈکیتی کے جھنڈے گڑے تھے۔ حیدر آباد اور
بمبئی اور مدراس اور دہلی اور کلکتہ اور پنجاب اور سندھ
تک انہوں نے ڈاکے مارے تھے اور وسط ہند کے ڈاکوؤں
سے اکثر اوقات خراج لیا تھا تمام ہندوستان میں انکی دھاک
تھی۔ ہلاس بڑا جیوٹ دار آدمی تھا قوم کا راجپوت۔ اس
شقی نے اپنی تین لڑکیاں قتل کر ڈالی تھیں ایک لڑکی کو
جس کی عمر سات دن کی تھی اُسے دریا میں جیتے جی پھینک دیا
دوسری لڑکی کو پیدا ہوتے مار ڈالا۔ تیسری لڑکی کو ولادت
کے دوسرے دن قتل کیا اور صحن میں دفنا دیا۔ انسان کی
جان لینا ان کے نزدیک کوئی بات نہ تھی۔ ایک روز بندیلکھنڈ
کے کسی میدان میں میاں ہلاس اپنے چیلوں کو ساتھ لیکر جاتے
تھے۔ یہ سب سانڈنیوں پر سوار تھے۔ اثنائے راہ میں ایک
پٹھان ملا۔ ہلاس نے للکار کر کہا (رکھ دے اسباب)
پٹھان بولا (ہٹ) کسی ایسے ویسے کو دھمکانا ہم پٹھان ہیں
اس پر بات بڑھی۔ پٹھان اکیلا تھا اور یہ جماعت کی جماعت
اسباب رکھوا لیا اور چلتے چلاتے ایک شقی نے گولی سر کر دی
تو پٹھان دھم سے گرا اور مر گیا اس پر سب نے قہقہہ لگایا۔
گویا دل لگی تھی۔ چلتے چلتے اور کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تھم آ رہی
ہے مشعل روشن ہے ادھر ادھر ایک ایک سپاہی دو چوکیدار
ساتھ پیچھے میانہ آگے کہار۔ ایک مشعلچی۔
ہلاس نے اپنے چیلوں کو حکم دیا کہ لوٹ لو۔ ان کے شاگرد رشید
ننکو نے سانڈنی بڑھا کر کہا یہ کس کی سواری جاتی ہے روک لو
سپاہی۔ کیا روک لو؟ وجہ۔ لالہ بنا مل سیٹھ کی سواری ہے
ننکو۔ بنا مل کون؟ لالہ بنا مل کون۔ اخاہ سیٹھ بنا مل ہیں!
سپاہی۔ جی ہاں سیٹھ بنا مل فقط مہ زمین ہیں اور لالہ جی بھی ہیں

سیٹھ صاحب۔ زیور وور سب ساتھ نہین ہی آپلوگ تکلیف نہ فرمائین
تنکو۔ ارے ہمکو بہکاتا ہی۔ دائی سے پیٹ چھپاتا ہی۔ اچھا
رتھ روک دے۔ کہا مان۔ روک لے نہین ہم تمکو ٹھیک بنائینگے
رتھ کے رکنے مین ذرا دیر ہوئی تو تنکو نے فوراً بندوق
سر کی جس سے وہ سپاہی اور ایک کہار اسی وقت مر گیا اور
دو آدمی زخمی ہوئے لالہ بچارے مہاجن آدمی گولی اور بندوق
سے کیا واسطہ کانپتے ہوئے بہلنے سے نکلے اور کہا کہ ہمارے
پاس جو کچھ ہو وہ ہم سے لیلو۔ مگر ہماری جان بچاؤ۔ تنکو اور
چار پانچ ڈاکوؤن نے عورتون کا کل زیور اتار لیا اور چلتے ہوئے
تنکو نے نہایت خندہ پیشانی اور شگفتگی کیساتھ لالہ پر تلوار کا
ملا ہوا ہاتھ دیا اور چار منٹ کے عرصہ مین سیٹھ جی کا کام تمام کیا
ماحصل اس تحریر کا یہ ہی کہ ہلاس جان لینے کو بائین ہاتھ
کا کرتب سمجھتا تھا ہلاس بدھ سنگھ مین ثریا بیگم کی نسبت باتین
ہونے لگین اور یہ بیچاری بھی سنتی جاتی تھی ۔

ہلاس۔ کہو سنگھ جی۔ اب کیا فکر مین ہین۔ گھرے ہین

استاد۔ کیون۔

بدھ سنگھ۔ اپنی تو یہ مرجی (مرضی) ہی کہ اس لگائی کو جورو
بناؤ کھدمت (خدمت) مین رکھو۔ اور جو کوئی سوگھڑ منچلا
ملجائے تو اسی دم بیچ ڈالو ٹھیل ڈالو۔ کوڑے کرو اور جو لاگ
نہ ملے تب لگ نہ سہی۔ پھر اور کیا ہوگا۔

ہلاس۔ کچھ نہین۔ اس سے بھی کہو کہ یہ بھی ٹھگائی کرے
جس طرح ہم کہین اس طرح ۔

بدھ سنگھ۔ اچھا پھر اب یہ تو ہماری تمہاری مرجی (مرضی)
کی بات ہے ۔

ثریا بیگم کانپ رہی تھین اندھیری رات سنسان میدان
اجنبیون کا ساتھ پاکر اس۔ اپنا بیگانہ بالکل یکہ و تنہا یک
بینی و دوگوش قدم قدم پر کانپتی تھی کہ ہائے اب کیا کرون اتنک
خدا نے شیشۂ ناموس و عفت کو سنگ بیحیائی سے مصؤن رکھا
مگر اب خدا ہی حافظ ہی سوچی کہ ان دونون شقی نابکارون کی
خوشامد کرون یا اس فکر مین رہون کہ کسی طرح بھاگ جاؤن یا کیا کرون

ہلاس نے ثریا بیگم کا دست سیمین اپنے ہاتھ مین لیکر کہا۔ سنو بیگم
تم برا نہ مانو اور اپنے دل کو ڈھارس دیجاتی جاؤ ہم لوگ تمہین
ایسے خوشرو جوان کے ہاتھ بیچینگے جو تمہین امیرزادی جان
کے رکھے۔ چلتے چلتے یہ تینون ایک دلکش مقام پر پہونچے
جہان ٹھنڈی ہوا کے جھونکے دل کو سرور بخشتے تھے۔

ہلاس نے کہا آؤ یہان ذرا دم لے لین۔ بدھ سنگھ بولے اچھا
دم لینے کو لو مگر اسقدر خیال رہے کہ تھوڑی دیر مین شکار کھیلنا
ہوگا۔ ہلاس مسکرا کر خاموش ہو گیا مگر شکار کے لفظ پر ثریا بیگم کے
کان کھڑے ہوے۔ یا خدا شکار کیسا۔ شاید کہین کسی کے ہاتھ
بیچ ڈالین یا شاید قتل کی فکر ہو۔ یا خدا قتل کی جاؤن تو اچھا
ہو۔ ہائے اب یہ زندگی اور یہ مصیبت نہین سہی جاتی بہت غم
سے پتھر کا کلیجہ ہو گیا۔ خدا جانے کس کے ہاتھ بیچین کیا کرین
یہ سوچ ہی رہی تھین کہ دو آدمیون مین باتین ہونے لگین
ایکنے کہا مرزا جی واللہ آج ہماری زندگی تلخ ہے وہ
رنج ہوا ہے کہ بس کچھ نہ پوچھئے خدا کی قسم اس وقت
نہ ہنسنے کو جی چاہتا ہی نہ بولنے کو نہ کھانے کو نہ پینے کو
بس یہی جی چاہتا ہے کہ جس طرح ممکن ہو کپڑے پھاڑ کر
جنگل مین جا بیٹھون۔ ہا۔ ارے یار بڑا سانحہ ہوا۔
مرزا جی افیون کی پینک مین تھے سنتا کون انھون
نے کہا کہ اسی دم خبر آئی کہ ہمارے شہزادے بہادر گزر گئے

نے قتل کر ڈالا ۔ ہائے مرزا ہمایون فر بچارے چل بسے ۔ اب ان کا کہین پتہ ہی نہین ہی ۔ ہمایون فر کا نام سُنکر ثریا بیگم کے کان کھڑے ہوے ۔ ایَن! ہمایون فر ۔ اُن کی تو شادی تھی ۔ اب پوچھیے تو کس سے اُدھر جب مرزا جی نے کچھ بھی جواب نہ دیا تو اُنکے دوست خان صاحب نے کہا ارے میان کیا اونگھتے ہو مرزا جی چونک کر بولے یاران ذری سونے تو دو ۔ ابھی خیند کا ماہی مراتب آیا تھا اور تم نے جگا دیا ۔

ہلاس ۔ خیند کا ماہی مراتب کیسا ہوتا ہی ۔ مرزا صاحب ہم سمجھے نہین

مرزا ۔ آپکا اسم مبارک ۔ اس وقت تاریکی مین کچھ نظر نہین آتا ۔

ہلاس ۔ ہمارا نام ہلاس ڈاکو ۔ اب سمجھے یا اب بھی نہ سمجھے ۔

مرزا ۔ خوب سمجھے ۔ خدا تم سے بچائے ۔ ہر بھلے مانس کو تم سے بچائے

ہلاس ۔ یہ کیا کہا ۔ ہم ہوا ہین ۔ یا شیطان ہین ۔ یا پریت ۔

مرزا ۔ ہان تو آپنے کیا پوچھا تھا ۔ خیند کا ماہی مراتب ؟ خیند کا ماہی مراتب پینک اب تو سمجھے ۔ ہان ۔

ثریا بیگم نے ہلاس سے کہا ذری ان سے پوچھنا ہمایون فر کا کیا ذکر کیا تھا ۔ ہلاس بہت ہی خوش ہوئے کہ ان سے بے جھجک گفتگو کی ۔ میان دونون آدمیون کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کیون صاحب آپنے کیا کہا تھا اور ہمایون فر کا کیا ذکر کیا تھا مرزا جی تو پینک مین تھے اُنھون نے خاک نہین سنا ۔ کہ خانصاحب نے کیا بیان کیا تھا کہا ہمایون فر کا ہم لوگون نے نام بھی نہین لیا تھا مگر خانصاحب نے کہا جی مین نے عرض کیا تھا کیا کہون بڑا حادثہ گذرا

عجب دردیست جانم را اگر گویم زبان سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

کہتا ہون تو کہا نہین جاتا اور خاموش رہتا ہون تو چپ بھی نہین رہا جاتا ۔ ہمایون فر شہزادے کی برات نکلی تو بڑی دھوم سے لاکھون آدمی جمع تھا ۔ بازار مین تل رکھنے کی جگہ نہ تھی ایک ایک ایک گرا پڑتا تھا ۔ ہم بھی ایک کوٹھے مین کھڑے جلوس کا سامان دیکھ رہے تھے ۔ بس حضرت ایک دفعہ بارات رک گئی ۔ یہ مین برات کا رکنا چہ معنی دارد ۔ سنا ہمایون فر زخمی ہوے ۔ ارے زخمی ؟ کیا ہوا کیا ۔ ہوش اُڑ گئے ۔ کل حاضرین دوڑ پڑے دیکھا تو گھوڑا موجود مگر سوار ندارد ۔

ہلاس ۔ کیا نوشہ گھوڑے پر سوار تھے ۔ ہاتھی پر نہین سوار تھے

خانصاحب ۔ جی نہین حضرت بس کوئی کمبخت آن کر پیچھے سے زخمی کر گیا اور بھاگ کھڑا ہوا ۔ ستم ہو گیا ۔ ہائے ہائے غضب غضب

ثریا بیگم ۔ لب زندہ ہین ۔ ہائے انجام کیا ہوا یہ تباہ کر ہو گیا ۔ اُف

خانصاحب ۔ فوراً مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید ۔ ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

اللہ بس باقی ہوس ۔ دنیا کے عجب کارخانے ہین کیا کیا جائے کیسا خوبصورت شہزادہ غیور فہمیدہ لایق فایق فیاض مگر رہے نام اللہ کا ۔

ہلاس ۔ ارے یار تم نے ہمین مار ڈالا ۔ اب کیا ہوگا بھئی ۔ ہائے سنگی ۔ کیون تم سے کیا واسطہ ۔ کیا تم انکا دیا کھاتے تھے تم سے کیا واسطہ ۔

ہلاس ۔ اُن سے ایک شخص سے لاگ ڈانٹ تھی ۔ ایک سوار تھے رئیس زادہ وہ بھی ہی ۔ اُس سے اور شہزادے سے جانی دشمنی تھی ہمایون فر نے ہمین مقرر کیا تھا کہ اسکو ڈھونڈ نکالین ہم نے پتہ لگاتے لگاتے خبر پائی کہ ایک ٹھاکر کے ہان ہی ۔ مگر پھر تب سے جانے کا اتفاق نہین ہوا ۔ ہمین پچاس روپیہ ماہواری دیتے تھے اور یہ تھوڑی رقم نہین ہی ۔ پچاس روپیہ بہت ہوا

خانصاحب ۔ قاتل کا بھی پتا لگا ۔ بڑا سفاک آدمی ہی ۔ دریا

میں پھیر رہا تھا پکڑا گیا مگر دریا سے نکلتے ہی ایک سائیس کو تھپڑ دیا۔ وہ مہاجن کے گھوڑے کو پانی پلا رہا تھا تھپڑ دیتے ہی وہ تو لڑھکنی کھا کر گرا۔ ادھر یہ مع گھوڑے پر سوار ہوئے اور چلے تو دم کے دم میں ہوا ہو گئے۔ یہ جا وہ جا پتا بھی نہ معلوم ہوا اسکے پیچھے صاحب لوگوں اور ہندوستانی رئیسوں کے چالیس پچاس گھوڑے بگٹٹ جاتے تھے مگر گرد تک کو نہ پاتے تھے۔ آخرکار گرفتار ہوا۔ شہسوار شہسوار مشہور ہے۔

ثریا بیگم۔ کون؟ شہسوار۔ کوئی ستائیس اٹھائیس برس کا سن ہے کیوں؟ اور کشیدہ قامت ہے یا پستہ قد۔

خانصاحب۔ سن تو بس اتنا ہی ہے مگر آدمی کشیدہ قامت ہے اور خوبرو رخسار چپ پر ایک خال ہے چھوٹی چھوٹی داڑھی کتری ہوئی مونچھیں۔ گھوڑے پر ایسا سوار ہوتا ہے کہ لاکھوں کروڑوں میں انتخاب ایسا آسن جمتا ہے جیسے میخ گاڑ دی۔ ہلنا اور جنبش کرنا کیا معنی

ثریا بیگم۔ بھلا بال گھونگر والے یا سیدھے کچھ خیال ہے

خانصاحب۔ ہاں ہاں بالکل گھونگر والے بال مجھے خوب یاد ہے

ثریا بیگم تاڑ گئیں کہ وہی حضرت ہیں۔ یقین ہو گیا کہ اب پھانسی پائینگے۔ چونکہ اتنے دن تک انکا ساتھ رہا تھا۔ یہ خبر سنکر افسوس ہوا اور ہمایوں فر کی وفات کی خبر نے اسکو اسدرجہ مغموم کیا کہ اپنا رنج بھول گئی۔ سوچی کہ خدایا سپہر آرا کا کیا حال ہوگا۔ اس بیچاری کیسی مصیبت پڑی کہ کہیں کی نہ رہی۔

اتنے میں مرزا جی نے ہلاس کی طرف مخاطب ہو کر کہا کیوں بھئی جوان ایک بات پوچھیں بتاؤ گے۔ اگر تم وہی ہلاس ہو جسنے نواب ولایتی بیگم کے ہاں ڈاکہ مارا تھا تو خدا کیلئے یہاں سے بھاگ جاؤ تمہارے نام وارنٹ گرفتاری جاری ہے۔ مگر بڑے ڈاکو مشہور ہو۔ اللہ اللہ

ہلاس نے کہا مرزا صاحب۔ آپ بھی بس وہی رہے مردوا کے نام وارنٹ گرفتاری جاری ہے ہوا کرے تم میں ہم سے اور پولیس سے تو جانی دشمنی ہے مگر قسم کھا کے کہتا ہوں اگر دو پچاس آدمی بھی گرفتار کرنے آئیں تو گرد تک نہ پائیں۔ کیا دل لگی بازی ہے۔ ہم اور بدھ سنگھ۔ دو آدمی پلٹن کی پلٹن کے لیے کافی ہیں۔ جی۔ آرنٹ وارنٹ ہوا ہی کرتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہلاس اور بدھ سنگھ اٹھے اور ثریا بیگم کو بھی ساتھ لیا۔ انہوں نے بکمال الحاح کہا کہ مجھے معاف فرمائیے میں مجبور ہوں اب چل نہیں سکتی یا تو کسی سواری کی فکر کیجیے یا یہیں ٹھک جائیے۔ ہلاس نے کہا ہم گود میں لے چلینگے مگر ثریا بیگم نے منظور نہ کیا۔ بدھ سنگھ نے کہا ہم سواری کا بندوبست اسی دم کیے دیتے ہیں سامنے سے ایک سوار آتا تھا۔ میانہ قد سبزے پر سوار ایک سائیس آگے اور پیچھے ایک خدمتگار بدھ سنگھ نے سائیس پر لٹھ جمایا۔ دھم سے گرا خدمتگار پر جمایا وہ بھی تیورا کر پڑا رہا۔ سوار سے کہا اگر آبرو کے ساتھ گھوڑا نذر کرو تو فبہا المراد ورنہ تم بھی زمین پر لوٹ رہے ہو گے سوار بیچارہ اتر پڑا۔ ہلاس نے ثریا بیگم کو گھوڑے پر سوار کیا اور لگام لیکر چلنے لگے۔ آگے ہلاس پیچھے بدھ سنگھ۔ سوار وہاں سے بھاگا۔ گانوں میں جا کر چوکیداروں کو اطلاع دی چار چوکیدار کے ساتھ آئے۔ خدمتگار اور سائیس کو اٹھایا۔ گانوں میں بھجوایا۔

ثریا بیگم دل میں سوچتی تھیں کہ اسی سن میں ہم نے کیا کیا دیکھا شادی ہوئی تو ایک بوڑھے کھوسٹ کے ساتھ بھویں تک سفید تھیں صورت دیکھنے سے نفرت ہوتی تھی۔ کچھ دن وہ مصیبت جھیلی۔ اسکے بعد وہ موا مر گیا تو رنڈاپے میں بسر کی۔ پھر سرا میں جا کر رہی کسی نے بھٹیاری کہا کسی نے کہا کہ یہ بڑی خراب عورت ہے وہاں سے جوگن ہوئی اور نئے طور پر زندگی بسر کرنے لگی پھر شہسوار کے ساتھ رہی وہاں سے استانی جی کے ہاں آئی پھر [illegible] بنی

اس سٹر پٹی خبطی سے سابقہ پڑا سلار دکی باتین سنین وہان سے امہ نے نکالا تو لکھنؤ تتی کر دیا۔ لیجیے بیگم ہو گئی داروغہ غلائی خواصین پیش خدمتین خدمت کے لیے مقرر ہوئین۔ وہان جی ری ہوتی بیگانون مین بھاگ کے رہی وہان سے یہ نوبت پہونچی اور اب اس لق ودق میدان مین آن پھنسی۔

ہلاس۔ بی بی کیا سوچتی جاتی ہو۔ منہ سے بولو۔ ہنسو کھیلو اور کیا کچھ گانا جانتی ہو۔ گاؤ اس جنگل بن منگل ہو۔ اور کیا

پیتم جو مین جانتی کہ پیت کیے دکھ ہوئے
نگر ڈھنڈھورا پیٹتی کہ پیت کرے نا کوے

اگر یاد ہو تو فارسی شعر کہدو۔ لطف ہو جائے۔ اور کیا

اگر دانستم از روز ازل داغ جدائی را
نمی کردم بدل روشن چراغ آشنائی را

بدھ سنگھ۔ واہ واہ واہ کیون نہو مگر جب تلک انکو نہ گوا دیگے تب تلک کوئی بات ہم کو نہ بھائیگی۔ ائے لو لو کہ کچھ نہیں گا۔ من کو بھی بھجن

ہلاس۔ انکو غزلین یاد ہونگی۔ یا ٹھمری ٹپا۔ یہ بھجن کیا جانین

ثریا بیگم۔ نہین میان ہمین کچھ نہین آتا۔ ہم بہو بیٹیان گانا بجانا کیا جانین۔

اب سنیے کہ ایک مقام پر پہونچے جہان گھانس بڑی لمبی چوڑی تھی۔ رات اسقدر تیرہ وتار کہ الامان الامان۔ صلاح ہوئی کہ مقام پر ٹک جائین ثریا بیگم بھی گھوڑے سے اترین کہا اُف بالکل شل ہو گئے۔ کبھی گھوڑے کی سواری کی عادت تو تھی ہی نہین ٹانگین بھی دکھ رہے ہیلین۔ اتنے مین کسی کی آواز آئی۔ ہلاس نے بدھ سنگھ سے پوچھا یہ کون بولا۔ یہ کس کی آواز آئی۔ بدھ سنگھ نے کہا ہان آواز تو آئی مگر کوئی بہت آہستہ سے بولتا ہے

ہلاس۔ کون بولا تھا جی سارے یہ کس کی آواز آئی تھی اسوقت

بدھ سنگھ۔ کون بولے تھا۔ ارے کونسا آدمی بولے تھا۔ اسوقت تیار

آواز۔ بدھ سنگھ ذرا ادھر تک آجاؤ۔ مین مرتا ہون۔ جان دیتا ہون سانس نکلتی ہے۔ اب کوئی دم کے دم مین جان نہوگی۔ خدا کے لیے

ہلاس اور بدھ سنگھ دونون آواز کے رخ چلے ادھر دیکھا ادھر دیکھا کوئی نہ ملا۔ ثریا بیگم کا کلیجہ دھڑکنے لگا۔ سمجھین کہ کوئی بھوت پریت ہے۔ اندھیری رات ہیبتناک۔ ہر سمت سے تاریکی اور ہیبت ہی ہیبت آتی تھی۔ ہلاس اور بدھ سنگھ جو اس بچاری کو چھوڑ کر آواز کی طرف گئے تو اور بھی سہمنے لگی۔ آنکھین بند کرین اور آہستہ آہستہ ان دونون کو پکارا۔ ہائے مصیبت مین خدا کسی کو نہ ڈالے۔ یہ دونون ڈاکو شقی القلب آدمی اسکے بیچنے کی فکر مین تھے مگر اس مصیبت کے وقت انھین دونون کو یاد کیا۔ سادہ بیچارے ڈرکے انھین کو پکارا۔ ہلاس نے جو اسکی آواز سنی تو کہا اخاہ لو آواز تو ادھر سے چلی آتی ہے اور ہم ادھر تلاش کرتے ہین۔ جب ادھر اس سمت آئے تو معلوم ہوا کہ ثریا بیگم کی آواز تھی۔ ثریا بیگم نے رو کر کہا کہ اس وقت ہر برگ وبار سے مجھے بڑی بڑی صورتین نظر آتی ہین۔

ہلاس۔ اچھا اب ہم تم کو اکیلا چھوڑ کر ہرگز نہ جائینگے۔

بدھ سنگھ۔ مگر وہ کیون پکارتا تھا اسکا پتا لگاؤگے یا نہین

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ پھر ایک آواز آئی۔ (یارو ذرا ادھر آؤ)

پہونچی نہ راحت ہمسے کسی کو ایسے اذیت کش ہوے
جان پڑی جب بار شکم تھے مر کے وبال دوش ہوے

بدھ سنگھ۔ ارے تو کس طرف بولتا ہے آواز آئے پر تو نہین نظر آتا

آواز۔ بائین ہاتھ چلے آؤ۔ دیر نہو۔ اب مین مرا۔ او باپ رام

دیدی کہ فلک بمن چہ نیرنگی کرد
مرغ تنم از قفس تنگ دلی کرد
آن سینہ کہ عالمے در و بگنجد
تا نیم نفس آورم تنگی کرد

ہلاس نے کہا بدھو سنگھ تم آنکے پاس بیٹھے رہو ہم جا کے بیچارے جان بلب کو دیکھیں کہ اسکا کیا حال ہی اور وہ کون ہی یہ کہکر ہلاس اس طرف گیا تو دیکھا کہ ایک پیرمرد گھاس پر پڑا سسک رہا ہی۔ ہلاس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا۔ بابا مجھ درویش کو ذرا سا پانی پلاؤ۔ بس میں پانی پیکر اس دنیا سے کوچ کر جاؤنگا کسی کو اپنا منہ نہ دکھاؤنگا۔ ہلاس نے پانی پلایا۔ اس مرد جان بلب نے پانی پیکر کہا۔ بابا خدا تمھین اجر دے۔ اور مدارج اعلیٰ پر پہونچائے اسکے عوض تحسین کیا دون خیر سا اگر دو گھنٹے تک حیات باقی ہی تو اپنا کل حال تم سے بیان کر دونگا۔ اور انشاء اللہ تمھین کچھ دونگا بھی۔

ہلاس۔ آپکے پاس کچھ جمع جتھا ہو تو ہمکو بتا دیجیے۔

راوی۔ سوجھی خوب بڈھے کو راہ پر لانے لگے

پیرمرد۔ کہا کہ دو گھنٹے تک بھی اگر حیات باقی ہی تو سب باتین بتا دونگا۔ مین سپاہی آدمی ہون۔ لڑکپن سے سپہگری میرا پیشہ ہی۔ بارہ برس کے سن سے فن سپہگری مین طاق ہون

ہلاس۔ آپنے تو ایک عمر کا قصہ چھیڑ دیا۔ مجھے خوف ہی کہ بابا جان نکلجائے تو پھر وہ روپیہ وہین کا وہین رہے

ثریا بیگم۔ اوہ خدا خدا کر مرد آدمی۔ ایک شخص کی جان جاتی ہی اور تو اسطرح بے جھجک باتین کرتا ہی۔ توبہ توبہ کیا ڈھٹائی ہی

پیرمرد (سرد آہ سرد بھر کر)

ستارہ قلندر سزد ار بمن نمائی
کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

بہ سکندر و سلیمان ببرا ے صبا پیامی
بشناست ملک و دولت من و ملک بینوائی

بہ طواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند
کہ بیرون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

بہ زمین چو سجدہ کردم ز زمین ندا برآمد
کہ مرا خراب کردی تو ز سجدۂ ریائی

بہ قمار خانہ رفتم ہمہ پاکباز دیدم
چو بہ صومعہ رسیدم ہمہ یافتم دغائی

درِ دیر چون زدم من ز درون ندا برآمد
کہ بیا بیا عراقی تو ز خاصگان مائی

بدھو سنگھ اور آدمی چپ چاپ سنا کیے مگر ہلاس کو اس غزل مین کسی قدر لطف آیا۔ فارسی سے کسی قدر واقف تھے پیرمرد نے ٹھنڈی سانس لیکر پھر یہ شعر پڑھا۔

از وداع مجوری تو بر دل نشانے ماندہ بود
ہمچو مہ نو دمیدم از مہر افزون کردمش

ہلاس۔ بابا جان۔ تم کو گانے کی سوجھتی ہی اور ہمارا دم نکلتا ہی۔

ثریا بیگم۔ ہائے افسوس۔ خدا سے ڈر مردود۔ مرد وہ دونی مین جلے چاہے بہشت مین انکو اپنے حلوے مانڈے سے مطلب ہی۔

ہلاس۔ بڑے میان بڑی دھوم سے تمھارا تیجہ کرینگے روپیہ بتا دو

بدھو سنگھ سپاہی اور پلا دو اسکو تو پھر کھوب (خوب گھنٹہ بھر تک رو رو گا)

پیرمرد۔ میرا ایک لڑکا ہی۔ دنیا مین اور کوئی عزیز نہین بس صرف ایک لڑکا۔ جوان خوبصورت۔ تربیت یافتہ گھوڑے پر لیا سوار ہوتا تھا کہ بایدو شاید

ثریا بیگم۔ پھر اب کہان ہین وہ کیا کہین بھاگ کے چلے گئے تھے

پیرمرد۔ فوج مین نوکر تھا۔ کسی بیگم پر عاشق ہوا جیسے جائے ہین

از وداع مجوری تو بر دل نشانے ماندہ بود
ہمچو مہ نو دمیدم از مہر افزون کردمش

ہائے اگر اتنا معلوم ہو جائے کہ اسکی جان نکل گئی ہی تو قبر

ہوا دون اُس مقبرۂ انور پر یہ شعر کندہ کر دون ۔

ای خاک تیرہ خاطر مہمان نگاہ دار ۔ کین نور چشم ماست کہ در بر گرفتۂ

ثریا بیگم ۔ کشیدہ قامت آدمی یا ٹھگنے ۔

پیر مرد ۔ کشیدہ قامت دراز گردن ۔ کشادہ پیشانی تیکھی چتون سپاہی آدمی ۔

ثریا بیگم ۔ ہاے ہاے کیا بتاؤن بڑے مہمان کہ وہ کہان ہین برسون ساتھ رہا ہے ۔

پیر مرد ۔ کیا اکثر کا ساتھ رہا ہی ۔ تمھارا کچھ حال تو بتاؤ ۔

ہلاس ۔ شہسوار ہی ہین ۔ سب بین سمجھ گیا (ثریا بیگم کے چچکی بیگم) کچھ معلوم نہین کہ اب کہان ہین مگر برسون تک ملاقات ہوئی تھی ۔

ثریا بیگم ۔ شہسوار نکلہ آدمی ہین میرے ساتھ نکاح ہونے کو تھا ۔

پیر مرد ۔ بیٹا ذری ہمارے پاس آجاؤ ۔ ادھر آن کے بیٹھو ۔

ای گل تو خرسندم تو بوی کسے داری

ثریا بیگم ۔ مجھے اس وقت خدا کی خدائی یاد آئی ۔

پیر مرد ۔ اور مجھے مجسم نظر آئی ۔

ای برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم

ثریا بیگم نے پیر مرد سے یہ نہین کہا کہ آپکے لڑکے نے شہزادے کو مار ڈالا تھا اور اب پھانسی پانے والے ہین ۔ لیکن اس بوڑھے کو دیکھکر کمال رنج ہوا ۔

ثریا بیگم ۔ اب دلکو کسی قدر ڈھارس ہوتی ہی

پیر مرد ۔ میرے دل کا حال نہ پوچھو ۔

وارم دلے آیا چہ دل صد گونہ حرمان در بغل
چشمے و خون در آستین اشکے و طوفان در بغل

ثریا بیگم ۔ اس مین کیا شک ہی ۔ جوان بیٹا اور بوڑھے باپ کو چھوڑ کر چل بسے ع دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ جوان بیٹے سے جدائی ہونا ستم ہی ۔ مگر ہے

منشین ترش تو از گردش ایام کہ صبر
گرچہ تلخ است ولیکن بر شیرین دارد

پیر مرد ۔ مجھے فقط اسقدر معلوم ہوجائے کہ زندہ تو ہی ۔

ثریا بیگم ۔ ہان اسقدر تو مین کہہ سکتی ہون کہ زندہ ہین ۔

پیر مرد ۔ عین جوانی کا عالم ہی ۔ شباب پھٹا پڑتا ہی ۔ اب میرا دل مجھسے بیزار ہی ۔ میرے ہاتھ پانؤن تک میرے دشمن ہو گئے

از پنجۂ من چاک گریبان گلہ دارد ۔ وز گریۂ من گوشۂ دامان گلہ دارد
دامان نگہ تنگ گل حسن تو بسیار ۔ گلچین بہار تو ز دامان گلہ دارد
لب خشک تشنہ دیم درین بادیہ کانجا ۔ از خشک لبی چشمۂ حیوان گلہ دارد
گل در چمن و نافہ بچین مشک بہ تاتار ۔ از نکہت آن زلف پریشان گلہ دارد
از بسکہ بزندان غمت دیر بماندیم ۔ زنجیر بتنگ آمد و زندان گلہ دارد
گہ بت شکنم گاہ بہ مسجد زنم آتش ۔ از مذہب من گبر و مسلمان گلہ دارد

گہ خندہ و گہ گریہ و گہ آہ جگر سوز
ای معزی از وضع تو جانان گلہ دارد

ترے نکاح کا اقرار ہوا تھا پھر شادی ہوئی تھی ۔

ثریا بیگم ۔ نہین پھر کچھ اور باتین ایسی ہو گئین کہ شادی نہ ہونے پائی ۔

پیر مرد ۔ اب وہ ہی کہان ۔ ہاے ذرا دیکھ لیتا یا خدا مجھے اسقدر زندگی دے کہ مین اپنے پیارے لڑکے کو دیکھ لون ۔

ای خدا قربان احسانت شوم ۔ اینچہ احسان ست قربانت شوم

اللہ بس باقی ہوس ۔

ہلاس ۔ آپکا سر دبا دون ۔ تلوے مارون ۔ جو خدمت کہیے بجا لاؤن

پیر مرد ۔ (مسکرا کر) نہین سر دبانے سے موت کا علاج نہین ہو سکتا ۔

از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب
دردمند عشق را دارد بجز دیدار نیست

ہمارا علاج اب خدا کے سوا اور کوئی نہین کر سکتا مگر افسوس ہے

مریض وہ ہوں جو درمان سے بے نصیب آیا
اجل ہنسی مری بالین پہ جب طبیب آیا

اب میری کشتی جمعیت دل غرق لجۂ فنا ہوتی ہے۔ اگر بادشرطہ چلی تو سبحان اللہ۔ کیا پوچھنا ہے ورنہ خیر۔ مجبوری تو ہے ہی خدا کی مدد درکار ہے۔

ناخدا در کشتی من گر نباشد گو مباش
ما خدا داریم مارا ناخدا درکار نیست

اسوقت ثریا بیگم نے خیال کیا کہ لاکھ سر ٹپکے ممکن نہین کہ اپنے پیارے بیٹے سے مل سکے۔ اب دیدار نصیب ہونا محال ہے۔ دو چار دس پانچ روز مین وہ قتل کیا جائیگا۔

شاد باش اے دل کہ فردا بر سر بازار عشق
مژدۂ قتل است گرچہ وعدۂ دیدار نیست

اس پیر مرد کو ناظرین یاد رکھین۔ کیونکہ اس سے ایک ایسا کام سرزد ہوگا جو آخری حصہ ناول مین ناظرین کے دلون پر اثر ڈالے گا۔

پیر مرد نے بکمال حسرت کہا کہ یا خدا مین اپنے بیٹے کے کام آؤن۔ اب آخر جان تو جاتی ہے اگر ذرا بھی قوت ہو تو اسکے دشمن کو قتل کر ڈالون بلا سے پھانسی پا جاؤنگا اور کیا ہوگا۔ اس عمر مین آج تک کسی سے عداوت یا فساد یا عناد یا دشمنی نہین ہوئی

مادر دو جہان فیض خدایا سنداریم | جز باد خدا یا دگران کار نداریم
ما صاحب ولائیم بکسی کار نداریم | جز خلق بجا دشمن و ما خار نداریم
ماشاخ درختیم پر از میوۂ توحید | ہر رہگذرے سنگ زند عار نداریم

ما مست الستیم ز میخانۂ محبوب | پروائے سر و جبہ و دستار نداریم
ما مست شرابیم و کبابیم و ربابیم | پروائے می و خانہ خمار نداریم
ما طوطی تقریم چشیدیم شکر را | چون زاغ سیہ میل بمردار نداریم

اللہ بس باقی ہوس۔ اللہ۔ اللہ۔ اللہ۔

پیر مرد نے کہا مین نے اپنے لڑکے کو جنگ کے فن خوب سکھائے تھے۔ ایک مرتبہ جہیلم کے کنارے پر لشکر کا پڑاؤ تھا انور علی خان نے کہا ابا گھوڑا دریا مین ڈال دو۔ یا مجھکو جانے دو اسی دن مین سمجھا کہ یہ لڑکا بڑا جری ہوگا۔ خیر جب صبح ہوئی دریا پار گئے تو دونون فوجین صف باندھکر مقابلے مین کھڑی ہوئین اور جنگ شروع ہوئی۔

ہلاس۔ لڑائی کے وقت سپاہیون کے دلون پر کچھ اثر ہوتا ہے ہم تو جب ڈاکے مارنے جاتے ہین اور کوئی مقابلہ کرتا ہے ہمکو ذرا خوف نہین آتا۔

پیر مرد۔ سپاہی کو جنگ کے میدان مین خوف کیسا خوف نے اسکو کیا

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سری

یہ کہتا ہوا سپاہی آگے بڑھتا ہے۔ انور علی خان جبتک جان رہیگی کسی سے دب کے نہین رہیگا اور جو دب کے رہے وہ پٹھان نہین۔

ثریا بیگم۔ انور علیخان نام ہے یہان سب شہسوار شہسوار کہتے ہین

پیر مرد۔ یہ نام اسکی مان نے بڑی چاہ سے رکھا ہے۔ یا خدا کیونکر دیکھون۔

ثریا بیگم۔ (اپنے دل مین) ماور یہ خبر نہین کہ دیکھنا نہ دیکھنا مساوی ہے۔

پیر مرد۔ اگر حیات مستعار باقی ہے تو خیر ورنہ جان رہے یا جائے یا خدا اگر اس کا دیدار نصیب مین ہو تو زندگی دے ورنہ

اسکے بغیر زندگی فضول ہی۔

بے یار دلا در قفس سینہ چرائی
حی با ید از ین غمکدہ بے شند و برخاست

ای تیر غمت در دل عشاق نشانہ
ہر کس بزبانے صفت حمد تو گویہ
حاجی بر و کعبہ و من طالب دیدار
گر معتکف دیرم و گہ ساکن مسجد

خلقے بتو مشغول و تو غائب بمیانہ
عاشق بسرود ے غم و مطرب بترانہ
او خانہ ہمی جوید و من صاحب خانہ
یعنی کہ ترا مے طلبم خانہ بخانہ

چون در ہمہ جا عکس رخ یار توان دید
دیوانہ نیم من کہ روم خانہ بخانہ

ایک لڑائی مین انور علی خان نے بڑا کار نمایان کیا تھا بارہ سوارون سے اُس اکیلے نے یکہ و تنہا مقابلہ کیا اور ایسا سخت مقابلہ کیا کہ سات زخمی ہوئے اور ایک کو جان سے مارا آخرکار ایک گولی پڑی جو ہڈی کو توڑ کر باہر نکل گئی۔

ثریا بیگم۔ ہان ہان اسکا نشان ابھی تک ہی۔

پیر مرد۔ تم مجھے یہ تو بتاؤ کہ وہ اب ہی کہان۔ اور خوش تو ہی

ثریا بیگم۔ اب تمکو ذرا تسکین ہو تو کل حال صاف صاف بتاؤن

پیر مرد۔ اتنا بتاؤ کہ زندہ ہی یا مر گیا۔

ثریا بیگم۔ زندہ ہین اور خوش ہین اور یہان سے دور نہین ہین پاس ہین۔

ہلاس۔ بڑے میان ہم تم کو کل ہی اُنکے پاس لے چلینگے مگر ہمین اتنا بتا دو کہ تمہارا مال و اسباب کہان رکھا ہے۔

پیر مرد۔ ہر ایک کے ساتھ خلق اور مروت سے پیش آتا تھا

مخلص مے باش حق گزاری این است
نیکی مے ورز خیر جاری این است

جز حق مپرست و بر کسے بد مپسند
تفسیر کلام رستگاری این است

ثریا بیگم۔ اب کچھ کچھ تسکین ہوئی خدا نخواستہ وہی حال اب بھی ہی۔

پیر مرد۔ اس وقت انور علی خان کی صحت کا حال سُنکر مین اپنے کرب اور تکلیف کو بالکل بھول گیا۔ خیال بھی نہین کہ تکلیف ہوئی تھی یا نہین ہوئی تھی۔ مجھے اپنے بچنے کی ذرا بھی امید نہ تھی مگر خدا نے بچا لیا وہی مسبب الاسباب ہی مگر تمنا ے زیست ہی تو صرف اس امید پر کہ اپنے لخت جگر کو ایک بار نظر بھر کے دیکھ لون ورنہ اب تو یہی جی چاہتا ہی کہ آنکھین بند کر لین

در موسم پیری کہ سفر در وطن است
ہر روز جواب کاہش جان و تن است
زین پیش بصد رنگ سخن مے گفتم
اکنون ای درد در خموشی سخن است

بس اب تو وہ زمانہ ہی کہ خاموش ہو جاؤن اور زبان سے کچھ بھی نہ نکالون۔

دیدہ ام در علم صحبت ہاے رنگین صد کتاب
کردہ ام یک نکتہ تنہا نشینی انتخاب

اُف۔ ہاے ستم۔ واے ستم۔ خدا جانے اسوقت کیا کیا یاد آیا ہی۔

یاران موافق ز کجا جمع شوند
وین عمر گذشتہ از کجا باز آید

ثریا بیگم نے کہا اب اپنے لڑکے کا حال ہم سے سُنیئے۔ اس شہر کے ایک شہزادے مین ہمایون فر پیر مرد ہمایون فر سے واقف تھے۔ کہا ہان مین خوب جانتا ہون مجھسے ملاقات بھی ہی۔ مرزا ہمایون فر بہادر سے کون واقف نہین۔

ثریا بیگم۔ اُسکو آپکے صاحبزادے نے چھری بھونک دی

پیر مرد - ارے - آہ ساہ ہئے ہئے !!!-

ثریا بیگم - اور کس حالت میں یہ تو سنو - ہمایون فر کی برات جاتی تھی تھین اسی حالت میں جھپٹ کر چھری بھونک دی -

پیر مرد کی آنکھون سے اشک جاری ہو گئے - کہا ہائے ستم بعد مدت خبر بھی معلوم ہوئی تو ایسی - یہ کیا سوجھی - مرا لڑکی جوانی مین بھی ایسی ہی غلطی اور حماقت کی تھی مگر وہان مین تھا بات دب گئی - اسکو کتنے روز ہوے ہونگے - ثریا بیگم نے لاعلمی ظاہر کی اور صاف صاف بیان کر دیا کہ ایک مسافر کی زبانی مین نے سنا تھا

پیر مرد - شاید غلط ہو مگر کسی سے استقدر دریافت کر دو کہ پھانسی کا حکم تو نہین ہوا - ابھی مقدمہ ہوتا ہے یا حکم ہو گیا

ثریا بیگم - یہ حال تو نہین معلوم -

بدھ سنگھ نے کہا ہم سے سنو - چھری مار کر بھاگ گیا کہین پتا نہ ملا - ادھر ڈھونڈھا اُدھر ڈھونڈھا - پل کہین نہین تھا - جب اس بیراگی سے کہا کہ بول بتا تب اُسنے کہا پانی کے اندر جا سب لوگ مل کے دریا گئے وہان ایک آدمی نے پہچانا اُسنے گوتا (غوطہ) مارا جب نکسا (نکلا) تو کنارے کے نزدیک ایک سئیس کو تھپڑ مارا اور اُسی کے گھوڑے پر جو ننگی پیٹھ تھا سوار ہو کر دوڑایا

پیر مرد - شاباش - شاباش - انور علی خان شاباش - بیٹا -

ثریا بیگم - خوش ہو گئے کہ لڑکا شہسواری مین طاق نکلا -

پیر مرد - سپاہیون فقط شہسواری کی کثرت سکھاتی ہے - اب چوکنے والا تھوڑا ہی ہے - مگر گرفتار کیونکر ہوا - یہ کیا ہوا -

بدھ سنگھ - بس ننگی پیٹھ گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑایا تو کوئی کو پتا نہ ملا اور گھوڑا ہوا بنا ہوا گیا - یہ جا وہ جا -

پیر مرد - شاباش - آفرین - بڑا زبردست شہسوار ہو گا -

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا	پہونچے کب اُسکو ہاتھ ہمارے غبار کا

یہ باتین ہو رہی تھین کہ ہلاس کی کسی نے مشکین کس لین اور بدھ سنگھ بھی بندھ گئے پچاس آدمیون نے چوطرف سے گھیر لیا

ہلاس - آخر بھئی یہ کیا اندھیر ہے - ارے یارو تم کون ہو -

انسپکٹر - ہم ہم جو ہون کے بیچ کن - ڈاکوؤن کے دشمن

ہلاس - تمکو کسی کا دھوکا ہوا ہے - ہم تو ذاکر حسین ہین مرثیہ خوان

انسپکٹر - چپ سور اچھا اگر مسلمان ہو تو پانی پیو لے پانی پی -

سن لے اے کافر یہ کشش ذرا دھیان کی بات
جھوٹ کہتے نہین ہم کہتے ہین ایمان کی بات

اگر ذرا کھسکے تو ہم نے قتل کر ڈالا -

ہلاس - واہ رے نصیب اے قسمت یا رو سچ کہتا ہون دھوکا ہوا -

پیری سے بدن زار ہوا زاری کر
دنیا سے انیس اب تو بیزاری کر
کہتے ہین زبان حال سے موے سفید
ہے صبح اجل کوچ کی تیاری کر

اس ملک سے دنیا کی ہوس مین آئے
اب جائین کہان اجل کے بس مین آئے
مر کر نکلے تو کنج مرقد پایا + +
جب دام سے چھوٹے تو قفس مین آئے

انسپکٹر - کہتے تو ہین کہ پانی ہمارے ہاتھ کا پی لو -

اتنے مین بدھ سنگھ نے رسی توڑا کر ایک برق انداز کو چھری ماری اور تین سپاہیون کو زخمی کر کے بھاگا - اور بھاگتے مین جھیل مین دھم سے کودا -

انسپکٹر - کود پڑو تم بھی کود پڑو -

برق انداز - بچ کے گا کہان بھاگ کے جائے گا کہان بھاگنے دو بھاگنے دو -

بلا اس سے ہم کو تو مرثیہ خوانی سے مطلب ہے ۔

آہو ہے سحر اگر چشم مست حیدر
کعبہ ہے دل خدا پرست حیدر
سینہ ہے تو مخزن علوم نبوی
ابر کرم خدا ہے دست حیدر

شہزادی کی آرزو بر آئی اور آزاد نے چاند سی دلھن پائی

معشوقہ خورشید لقا ماہ سیما یعنی شہزادی آتشین لب رنگین ادا کبھی آئینہ بے زنگار و گوہر نگار مین اپنے گل رخسار کا نظارہ کرکے اترا تی تھی کبھی آزاد فرخ نہاد کے ہاتھ مین ہاتھ دیکر خوش سوادان چمن کو جوبن دکھاتی تھی حسن گلو سوز و نور رخ عالم افروز سے آنکھ جھپکی جاتی تھی ہر در و دیوار اور ہر برگ و بار سے طلسمات کی سی کیفیت نظر آتی تھی سعدی شیرازی کی روح اس طلسم کے سمان کو ایک نظر دیکھ پاتی تو بے اختیار یہی شعر زبان پر لاتی

بدین کمال نذارند حسن در کشمیر
چنین بلیغ نذارند سحر در بابل

ابر سیہ قبلہ کی طرف سے جھومتا ہوا اٹھا تو گھٹا نے اور بھی عشرت بڑھائی ۔ رندون مین دھوم مچ گئی کہ وہ کالی کالی بدلی جھلکتی ہوئی نظر آئی ۔ بادہ کشون کی چاندی ہو۔

امسال خوش بہار لیست ای باغبان مبارک
ابر سیاہ پستان بر بوستان مبارک

وہ رخت آئینہ رخسار و خوش کنار و لکشا اور نزہت افزا شعار و شوخ مین آئین عاشقانہ و ناز و انداز دلربایانہ کے ساتھ اٹکھیلیان کرتی جھوم جھوم کر طاؤس رنگین پر و بال کی طرح قدم دھرتی تھی ادھر ابر مشکین پرند گوہر افشان ہوا ۔ ادھر آزاد کی طرف مخاطب ہوکر یہ شعر ورد زبان ہوا ۔ ؎

لگی ہے منہ کی جھڑی باغ مین چلو جھولین
کہ جھولنے کا مزا ابھی اسی بہار مین ہے

اس وقت کا لطف قابل دید تھا بلکہ دیدنی تھا نہ شنیدنی تھا ادھر کوہ فلک شکوہ مین آہوان مینا سمر بلور رفتار ۔ کمر کوہ مین سبزہ زار در و دیوار اور قلۂ کوہ پر ناظرۂ یوسف جمال گلعذار شوخ و عیار طرحدار چارون طرف اشجار رفیع و پر بہار اور انکی ہری بھری شاخون مین نشیمن مرغان چمن زار ۔ کہین موریاون کی چہکار ہے کہین پپیہون کی پکار ہے ۔ انکی یہ چشمہ سار مین رخ انور کا عکس کا ظہور ہے یا ورق آفتاب پر سورہ نور ہے ۔ یہ پہاڑ ہے یا کوہ طور ہے میان آزاد بیت لن ترانی کی لیتے تھے جام شراب ناب ہاتھ سے پھینکے دیتے تھے اب دیکھین انکی پارسائی ۔ قلقل مینا کی آواز کان مین آئی اور زہد و تقوی سلام علیک کرکر سدھارے اور رندی نے صدا بلند کی کہ وہ پارسے ؎

جھلکتے جام رہین میکدہ رہے آباد
خم دو پر کی دے ساقیا شراب مجھے

شہزادی نے مسکرا کر کہا کہو پارسائی کی اب بھی لوگے یا ان گورے گورے ہاتھون سے ہین بادۂ احمر راح روح کیمیاے فتوح کا ایک جام دوگے ۔

آزاد نے ہاتھ جوڑ کر کہا ذرا غور کرلون ۔ دون یا نہ دون اور خود بھی آب آتش لباس پیون یا نہ پیون ۔

شکرت زمرہ میخوار کنم یا نہ کنم
زاہد ہست من این کار کنم یا نہ کنم
لذت خوش مستانہ ز جامے بردم
رغبت خانۂ خمار کنم یا نہ کنم
ساقی بزم کنزن ساغر و سید ہدم
مصلحت چیست ان انکار کنم یا نہ کنم

آزاد اس فکر مین تھے کہ شراب روح افزا سے انکار کرین یا نہ کرین خوجی نے بڑھ کر کہا بس چپ واللہ بڑے سودائی ہو ارے دشمن عقل اس آتش دم معشوق کے ہاتھ سے شراب پینا بھی حلال ہے ۔ سبحان اللہ ۔ سبحان اللہ آئینۂ طلعت ہے

یہ بادہ جلال ہے۔ آخر بہشت میں حور اور جام سرور کے سوا اور کیا ہے۔

وہ چیز جس کے لیے ہو ہمیں بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے

آزاد نے اُس پری چہرہ خوش مزہ کے دوش صفا گوش پر آہستہ سے ہاتھ رکھکر کہا ؎

ساقی قدحے حوالتم کن
بے تاب فتادہ در خمارم
باز ہد و ورع چہ کار ساقی
رندم مستم شراب خوارم

شہزادی نے اپنے دست حنائی سے سونے کے جام میں بادہ لنڈھا کر کہا۔ نوش جان۔ آزاد نے ؎

می خوردن و خوش زیستن و توبہ شکستن
اینہا ہمہ در مذہب رندانہ ضرور است

کہکر نوش جان کیا اور مسکرا کر کہا ع۔ اک جام دے کے بیخبر دو جہان کیا۔ اب ہر سمت سے نغمہ و سرود کی صدا بلند ہوئی۔ اور عیش و عشرت دہ چند ہوئی ؎

قلقل شیشہ ہو بلبل کی صدا سے پیدا
نشہ ہوتا ہے گلستان کی ہوا سے پیدا

اس کے بعد آزاد نے اس مہ لقا کو اپنے ہاتھ سے شراب روح پرور پلائی تو ایک سمت سے رونے کی آواز آئی۔ حیرت تھی کہ یا للعجب یہ کیا اسرار ہے یہ وقت طرب و ہنگام عشرت آثار ہے۔ گریہ و بکا کی صدا کدھر سے آئی کس دل جلے نے چوٹ کھائی کہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگا۔ تمام کہسار میں آواز گونج گئی۔ خدا جانے کون چوٹ کھایا ہوا ہے ؎

یہ کون پھوٹ کے رویا کہ درد کی آواز
رچی ہوئی جو پہاڑوں کے آبشار میں ہے

ایک پیش خدمت قمر طلعت نے آنکر کہا حضور وہ جوان رعنا جو صبح کو حاضر ہو کر خدمت بجا لاتا ہے۔ آزاد پاشا کو معلوم ہوا کہ نگار رقیب ہے۔ اس کو اس بے تکلفی سے معشوقۂ زہرہ تمثال کے ساتھ مے کشی کرتے ہوئے دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کے رونے لگا۔ آزاد نے کہا۔ اب تک اتنی سختیاں جھیلیں مگر اب اسقدر برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے ؎

سختی عشق جھیل لی اے دل
واہ اے بردبار کیا کہنا
جوش الفت میں اور ضبط الم
جبر پر اختیار کیا کہنا

اب سنیے کہ اس غیرت ملک نظر فریب طاؤس زیب نے خدام باادب کو حکم دیا کہ معاً اعلیٰ سے اعلیٰ سامان بہم پہونچاؤ اور ایوان ہما آشیان کو نمونۂ باغ نعیم بناؤ۔ ہوشیار خادموں اور سلیقہ شعار پیش خدمتوں اور خواصوں نے اہتمام بلیغ کیا اشارے کی دیر تھی کل سامان شادی موجود ہو گیا۔ روشوں میں گلاب کا چھڑکاؤ۔ کیاریاں کیوڑے کی سینچی ہوئی۔ دوب گویا دودھ کی دھوئی تھیں۔ درختوں کی پھریرہ شاخیں جھکی پڑتی تھیں۔ ہری بھری ڈالیں بردبار آدمیوں کی طرح فرط حلم سے زمین دوز ہو کر عروس بہار کو مجرا عرض کرتی تھیں۔ زمردی پتے حلہ پوشان بہشت کی یاد دلاتے تھے۔ سامنے دو سو فوارے چھوٹ رہے تھے اور ہر فوارے سے نغمہ کی صدا آتی تھی۔ وسط کے کمرے میں ہر سمت طلائی تھا اور خوش جلا آئینے لگے تھے صدر میں چتر آسمان پایہ آفتاب سایہ اور اس کے نیچے تخت مرصع فلک قدر و گردون پایہ۔

خوجی۔ سنیے حضور۔ آپ اس ملک کی شہزادی ہیں شادی ہو تو ہمارے ملک کے رسوم کے موجب تزک و احتشام اد

جاہ و تجمل کے ساتھ برات ہو۔ روشن چوکی ہو خیزران دم گھوڑے ہوں۔ بست ہاتھی ہوں۔ انگریزی باجا بجے اور برات ٹھاٹھ سے۔ ورنہ بندہ شریک صحبت نہ ہوگا۔

شہزادی۔ مسکرا کر۔ برات کیسی۔ ہمارے ہاں تو ہاتھی والا ہاتھی کا شادی میں کوئی کام نہیں اور ہاتھی یہاں آئے کہاں سے یہ تماشا بڑا جھگڑا ہو ہے۔ کوئی بات بکھیڑے سے خالی نہیں ہاتھی ہوں اور گھوڑے ہوں۔ بست جلد پاگل خانے جائیگا۔

خوجی یہاں انگریزی باجہ کس حساب سے آتا ہے۔ تماشے والوں کی اردلی کو کیا دینا پڑتا ہے۔ بھلا غوسی ٹھنائی نواز کے پوتوں میں سے کوئی ہے اسکو ضرور بلوائینگے اور برات ہم سجائینگے مگر آرائش والیکو تو بلوا چنڈو بازوں کا تخت ضرور ہو۔ دس لڑکے بلے پتلے آدمی کیت واٹر گون کی طرح اوندھے پڑے چانڈو اُڑا رہے ہوں کوئی تھکسی لیتے ہوں کوئی جھنڈا بنا رہا ہو۔ واللہ لطف ہندوستانی یاد آجائے۔

آزاد۔ کچھ خبط ہے۔ یہ بک کیا رہے ہو واہی تباہی جسکا سر نہ پیر

خوجی۔ اجی وہ تخت ہو کر باید و شاید۔ اور چنڈو باز ایسے بنے ہوں کہ بالکل ابھی پیتے پیتے جوگا ہو گئے ہوں لانا ہاتھ

آزاد۔ اور نشان کا ہاتھی ضرور ہو۔ اسکے بغیر کچھ بھی نہیں۔

خوجی۔ ہاں ہاں۔ ہاتھی گھوڑے سانڈنیاں سب ہی کچھ ہونگے صاحب اپنی جانب اہتمام کر رہے ہو نگے بنشلے چڑھاؤ نشان کا ہاتھی بڑھاؤ۔ کبھی کبھی نو عمر منشا نے والی سے عرت ازراہ مذاق دو گال ہنس لیے۔ کبھی ادھر ادھر جوک کے کرتے ہوئے چلے کسی پر پھبتی کہی کسی پر آواز کسا۔ مگر اسکا ایک بڑی خرابی ہے۔ لیکن کچھ پروا نہیں بلا گنڈا ہیں لینگے یا اسپند جلا دینگے

آزاد۔ کیا کیا۔ آدھی بات کہتے ہو آدھی کھا جاتے ہو وہ خرابی کیا ہے ہم بھی تو سنیں اور کالے گنڈے کی کیوں ضرورت ہوئی

خوجی۔ ارے یار ہمارا حسن دشمن جان بلائے جان ہے۔ برات کے ساتھ جائینگے تو خواہ مخواہ بن ٹھن کے جائینگے ہی گے اچھا اب بازار میں انگلیاں اٹھینگی کہ وہ جوان جاتا ہے ہو کوئی غور آدمی جو دھر بیٹھی کر ہائے اسکے ساتھ ہماری شادی کیوں نہ ہوئی مگر اسی پر کافی ہے۔ ہائے حسن بھی کیا شے ہے حسین کا کیا کہنا۔

آزاد۔ بھائی جان برات کے دن تم ذرا اپنا منہ کالا کر لینا۔

خوجی۔ دیکھا جائیگا سارے یار دوست منہ کالا بھی کر لیں تو کیا ہے جبتک تو قبلہ مرتے دم تک بھی بچائینگی۔ یہ نورکیں چھپائے چھپتا ہے

	من از ان حسن روز افزون کہ یوسف داشتم کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را	

حضرت وطن پر آج وہ نکھار ہے کہ بس کچھ نہ پوچھیے مگر یار سیس پھول اور جھمکا نہیں ہے چاہیے اور کوئی زیور ہو چاہے نہ ہو ہاتھوں میں کڑے اور پچھیاں اور کانوں میں جوشن ضرور ہوں اس بے تکے پن کے صدقے۔ کانوں میں جوشن! معقول اور پانؤں میں کرن پھول ہوں۔ کیوں حضرت پھر ناک کیوں خالی رہے ناک میں چھڑے پہنا دیجیے۔ اور کمر میں ہیکل۔

خوجی۔ (مسکرا کر) ارے میاں خوب یاد آیا۔ یار طائفے نہیں آئے اور دور سے طائفے منگواؤ۔ یہ تمہارا کام ہے۔ یہ انکے تعلق نہیں ہے لڑکی والوں کو اس جھگڑے سے کیا واسطہ۔ بلواؤ کوئی پری جم برق دم بھیرویں کا لطف آئے ہمکو تو حیدر کا گانا بہت پسند ہے بلواؤ۔ قسم خدا کی بلواؤ۔ اگر ہمت کرو تو چنہ یہاں سے دور نہیں ہے کسی کو لکھنؤ میں لکھ بھیجو۔ بنہ ہی چلی آئیں۔

شہزادی نے آزاد کی زبانی ہندوستان کی باتوں کی دھوم دھام اور کر و فر و احتشام کا حال سنا تو دل میں ٹھن گئی کہ اسی دھوم سے آزاد کی برات نکلے اور سامان تو کہاں

مہیا ہوتا۔ شہنائی والے کہاں سے آتے۔ آرایش کے تخت کہاں ہوتے۔ اور تامدان کجا۔ ہاتھی کا تیا کہاں۔ مگر آتشبازی اور بھیڑ اور باجے کا خوب انتظام ہوا۔ دو گھڑی دن رہے سے برات سجی گئی۔ دس ہزار روپے کے سمند فلک سیر پر آزاد سوار ہوئے نقیبوں نے آوازہ دی۔ شہزادی پریزاد پچاس ہزار کی ایک فٹن پر سوار ہوئیں۔ سر پر چتر زر فشاں اور خوبصورت خوبصورت خواصیں مرچھل جنبان۔ آزاد غضب کا جوبن تھا۔ بلا کا چھبن تھا۔ نوجی نے شہزادی سے کہا حضور کو برات کے ساتھ ساتھ چلنا زیبا نہیں ہے اگر برات دیکھنے کا شوق ہے تو جھروکے سے دیکھئے غضب خدا کا ابھی تک نکاح ہی نہیں ہوا اور دلھن بن ٹھن کے دولہا کے ساتھ ہو لی۔ جب کل تڑکا ہوگا تو فنس میں سوار ہو جیئے گا چھنکا پڑا ہوگا۔ ادھر ادھر بانکی ترچھی نکیلی مہریاں فنس کل کونا دبائے ساتھ ساتھ جاتی ہونگی اور اندر حضور جھمکڑے کے ساتھ تمکن ہونگی۔ شہزادی نے فٹن روک لی اور کہا جب چکر کھا کے برات آئیگی تو ہم دیکھ لینگے دس دس بارہ بارہ کوس سے لوگ ڈر کر آئے کہ برات کا رنگ ڈھنگ دیکھیں کل جدید لذیذ۔ برات کے نام سے کبھی یہ لوگ کاہے کو واقف تھے۔ ہر سمت سے خوشی کے شادیانے بجتے تھے۔

ایک۔ کیا لطف حاصل ہوتا ہے۔ یہ رسم تو یہاں بھی جاری ہونی چاہیے۔

دوسرا۔ ضرور ہم بھی اپنی شادی میں ایسا ہی جلوس سجائینگے

تیسرا۔ دو چار روز تک یہی چہل پہل رہی تو بہت خوب بات ہے

راوی۔ خدا ہی خیر کرے۔ اس رسم سے ہندیوں نے پناہ مانگی ہے

الغرض برات چکر کھاتی ہوئی اس مقام پر آئی جہاں شہزادی فٹن پر سوار جلوس کی کیفیت مشاہدہ کر رہی تھی دیکھا کہ آزاد فسلی قیصم شکار چمکاتے اور پچاس ساٹھ سوار اور اسپ عقاب جلاعت اڑاتے چلے آتے ہیں۔ ہمراہی نشان کھولے ہوئے تلواریں تولے ہوئے جاتے ہیں۔ گھوڑوں کی سبک روی سے باد بہاری خجل تھی آزاد پر اس پری کی نظر پڑی تو ہزار جان سے عاشق ہو گئی۔

رخسار ہیں وہ گل جنھیں خوف خزاں نہیں
ٹکڑے ہیں لعل کے لب شیریں بیاں نہیں
ہے ماہی محیط فصاحت زباں نہیں
یہ فرط نازکی ہے کہ گویا دہاں نہیں
باتوں میں بند ہیں فصحا کائنات کے
صدقے ہیں بات بات پہ کوزے نبات کے

شہزادی اپنے ایوان فلک نوامان کے جھروکے سے برات دیکھنے لگی۔ برات پھر چکر کھا کر محل کے قریب آئی نوجی نے غل مچا کر کہا یا جا زور زور سے بجاؤ۔ کمانیں کڑکتی ہوں نیزے چمکتے ہوں لچکتے ہوں تیغوں کو کل پر چڑھاؤ۔ قیمہ چلے میں رکھکر قدم بڑھاؤ۔ شیران شیر اور دلیران دلیر کی سواری مثل باد بہاری آن پہونچی۔ بندوقیں سر کرو۔ دائیں بائیں پچاس بندوقیں دنادن سر کی گئیں آزاد کا شب خوشخرام اسوقت نوجوانوں کے مزاج کی طرح چل کر رہا تھا۔

جرات میں رشک شیر تو ہیکل میں پیل تن
پوئی کے وقت کبک دری جست میں ہرن
بجلی کسی جگہ تو کہیں ابر قطرہ زن
بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن
سیماب تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا
دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

شہزادی یون ہی مد مین بھری تھی بادہ گلگون کے نشے نے اور بھی مستی کو دوبالا کر دیا۔

خوجی۔ ارے یارو ایک چوک گئے دس روپے کی اٹھنی چونی دوانی اور ایک دس روپے کے پیسے بھنا کر خیرات کر دو شہدون کو بانٹ دو۔

آزاد۔ کچھ خبطی ہو۔ یہان شہدے کیسے۔ عقل کے ناخن لو۔ عجب پاگل ہو۔

خوجی۔ واہ۔ واللہ ہم ضرور تقسیم کرینگے۔ اب اس وقت تو ہمین اپنا باپ بنایا۔ قسم خدا کی سب سے کہہ آیا کہ میرے صاحبزادے کی شادی ہے۔ بات تیرے کی۔

اتنے مین ایک فقیر نے کہا۔ خدا کرے حضور کا لڑکا قیامت تک زندہ رہے اور بہو چین کرے۔ کھیتی ہری بھری ہے۔ گود بہو پوتون سے بھرے۔ خوجی بولے اچھا اچھا لیکا ٹھہرو۔ تماشے والے کہان ہین۔ آزاد نے ڈانٹ بتائی کیا خرافات بکتے ہو تماشے والے کیسے۔ خوجی بیکھے ہو کر بولے بس بس۔ بازی بازی بریش بابا ہم بازی۔

آزاد۔ اب واہیات نہ بکو۔ تم بڑے بدبخت ہو۔ بیکار۔ ڈھونگ کا دسہرہ بنایا یہان برات نکلنے کا رواج ہی نہ تھا۔ ع

اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست

خوجی۔ اجی قبلہ مطلب سعدی دیگر است۔ قبلہ کچھ نہ سمجھے بھی

آزاد۔ سر کچھے تمہارا۔ خدا تم اُلوؤن سے بچائے۔ اے لعنت خدا

خوجی۔ بھیا مطلب یہ تھا کہ یہان سب عورتون کو دیکھ لین یہان برات نکلی چلیے سب کو دیکھ لیا۔ کیون اُستاد۔ ہان

محل عشرت منزل مین آزاد پاشا دولھا بن کے تخت مرصع پر چتر زرفشان کے سایہ مین بیٹھے اور بائین جانب شہزادی بناؤ چناؤ کر کے متمکن ہوئین۔

خوجی۔ جوڑی برقرار چاند سورج کی جوڑی برقرار۔

آزاد۔ معقول! کیا بھیک مانگتے ہو۔ اسوقت ہاتھ خالی نہین ہے

خوجی۔ تم سے کون مانگتا۔ ہم تو اُن سے مانگتے ہین۔ ع

زکوٰۃ حسن دے بوسہ لب لعل شکرخا کا۔ میرا خدا اور مین کہ اس وقت پرستان کی پریان اس مہ لقا کی خواصون مین نوکری کرنا ہزار جان سے پسند کرین۔

آزاد نے کہا جناب خواجہ صاحب اس وقت تو مین طرح دیتا ہون لیکن آیندہ اگر یہ کلمہ فرمایا تو آپ کے حق مین اچھا نہ ہوگا۔ ع۔ زکوٰۃ حسن دے بوسہ لب لعل شکرخا کا۔ اس مصرع کو اگر حضور دہرائین تو اسی دم تماشا دکھا دون۔

آزاد نے کسیقدر غیظ و غضب کے ساتھ کلام کیا تو خوجی نے بات ٹالی۔ بھیا ہم تو تمھارے غلام ہین اور برات کے دن دل لگی مذاق کی باتین ہوتی ہی ہین کل سے ایسا کلمہ زبان پر آیا تو خدا کی مار شیطان کی پھٹکار آج اینجانب شل بھی ہو گئے ہڈی ادھڑی نہ دوڑنے دوڑنے ہانپ گئے دم بھول گیا مگر شکر خدا کہ محنت ٹھکانے لگی۔

شکر خدا کہ از مدد بخت کارساز
بر حسب مدعاست ہمہ کار و بار دوست

بیس خواصون نے شہزادی کے روبرو ناچنا شروع کیا آزاد اُن سبکی ادا اور دلربا چتونون پر شیدا ہو گئے اور دم نکلا بے تکلفی سے ٹھرکتا اور بھی ستم ڈھاتا تھا خصوصاً گلابی پوش نے تو خرمن صبر و قرار پر بجلی گرائی اور آہو چشم نے آفت ڈھائی جھمکڑون سے باجے بجنے لگے بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ راگ اور راگنی ہاتھ باندھے کھڑی ہین اور سرود مقام کمال

بن گیا ہی گو خواصین ایک سے ایک مہ جبین و نازنین اور نوخیز تھین مگر شہزادی کے مقابل مین کسی کو فروغ نہین چندے آفتاب چندے ماہتاب زنخدان سیب سیمین۔ یا کوئی بلور ہین اتنے مین دو ایرانی معاً اپنے بھائی اور خدمتگار کے آ گئے خوجی سے علیک سلیک ہو کر فارسی زبان مین باتین ہونے لگین۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ مرحبا۔ ایرانی نے کہا خوش یافتم۔ حالا بکدام محلہ می نشینی۔ خوجی سمجھے نہین کہ (بکدام محلہ می نشینی) کے کیا معنی سمجھے کہ ہمن لباطلی سفر کیا۔ پوچھتا ہی کہ کرکری خانہ پھیلا کر کس محلے مین بیٹھتے ہو۔ سگریٹ کر جواب دیا (آغا جی من مردم خواب ہستم) اینوقت طرح میدہم مگر وقت دیگر ہرگز مدہم آغا۔ آزاد سمجھ گئے کہ خوجی بیہودہ بک رہے ہین پوچھا کہ حضور کا مزاج اسوقت! لوا زعفران کی زلف مشکین کی طرح درہم برہم کیون ہے۔ کہا اس شخص نے ہم سے پوچھا کہ حالا بکدام محلہ می نشینی تو ہمکو کوئی لباطلی سمجھا ہی کہ کرکری خانہ پھیلا کے ہم ادھر ادھر دیا سلائی سوئی کنگھی آئینہ۔ مسی سرمہ۔ بیچتے پھر ینگے۔ آزاد اس فقرے پر بیتحاشا ہنسے خوجی۔ شما خندہ میکنند من آتش شدہ ام باللہ العظیم۔ راوی۔ آتش شدہ ام کے یہ معنی کہ مین آگ ہوگیا ہون۔ آزاد۔ اے بھائی اسکے یہ معنی نہین کہ تم میلا چنبیلی۔ مسی پھلیل یا سرمہ اور دیا سلائی کہان بیچتے ہو یہ فارسیون کا خاص محاورہ ہی۔ اسکے یہ معنی کہ یہان آپکا دولت خانہ کس مقام پر ہی۔ کس محلے مین آپ فروکش ہین۔

رقابت

خوجی کو سخت تعجب ہوا کہ یہ عجیب قطع کی دلھن ہے منہ کھولے ہوئے بے حجاب بیان سے باتین کر رہی۔ آزاد سے فارسی مین کہا (برادر بجان برابرم بلکہ از جان بہترم من این جا گویم کہ این دلھن عجب قاعدہ دارد کہ دہان روشن خود کشودہ بے نقاب بر نامحرم واظہار نظر غلط انداز میدہد این قاعدہ و دلھن نیست میر انیس صاحب گفتہ است و خوب بسیار خوب گفتہ اند کہ۔

زیبا تھا دم جنگ بری وش اُسے کہنا
معشوق بنی سرخ لباس اُسنے جو پہنا
اس اوج پہ وہ سر کو جھکائے ہوئے رہنا
جوہر تھے کہ پہنے تھی دلھن پھولون کا گہنا
سیب چمن خلد کی بو باس تھی پھل مین
رہتی تھی وہ شیشے سے دولھا کی بغل مین

نمیدی۔ بین میگوید کہ درعین اوج دلھن سر خود خمیدہ یعنی بزمین نظر کردہ بود نہ مثل زوجہ شما کہ سرکش و سربلند است آزاد نے کہا واسطے خدا کے اردو مین گفتگو کیجیے۔ آپ اپنے ملک کی دلھن اور اس ملک کی دلھن کا مقابلہ نہ کیجیے ہر ملکے وہر رسمے۔ یہ عین آپا بیگم بنی ہین۔ حالانکہ اپنے ملک کی رسم کے مطابق وہ کسی قدر آزاد ہین بس میڈا کو دیکھیے کس بانکپن کے ساتھ گلگون خوش رفتار اڑاتی بازارون مین سیر کرتی پھرتی تھی دیکھتے ہی انسان کے ہوش اڑ جاتے تھے کہ اللہ اللہ کنواری لڑکی اور یہ مطلق العنانی مگر ہر ملکے وہر رسمے اگر کوئی آپ ایسے کو اس گھوڑے پر سوار کردے تو دم کے دم مین منہ کے بل گر پڑیے اسکو بھی جانے دیجیے۔ ہرمزجی کی کوٹھی مین آپ نے اُن دونون فرانسیسون کو ناچتے دیکھا تھا یا نہین لمبی لمبی ڈاڑھی مچھا کڑ ابیگ اور قطع شریف ملاحظہ فرمایئے کھڑے تھرک رہے ہین تو وجہ کیا ؟ وہی ہر ملکے وہر رسمے آپ تو تھر کئے۔ اگر آپ سے کوئی کہے کہ ناچو تو ناچیے ہرگز نہین

وجہ۔ وجہ یہ کہ کبھی اس کی عادت نہ تھی اور اسکو معیوب سمجھتے ہین۔ اس شہزادی کو آپ پردہ نشین بنانا چاہین تو یہ محال ہے۔ قبلہ یہ کیا جانین کہ پردہ نشین کسے کہتے ہین خوجی نے تھوڑی دیر تک آزاد کے کلام پر غور کیا تھوڑی دیر کے بعد بولے کہ حضرت ہمین کمال افسوس ہوا واقعہ کمال افسوس ہوا آپ مرد وے ہین یا یہ آپ میان ہین یا بیوی۔ اگر تم شوہر ہو تو اپنے طرز پر لاؤ۔ اور اگر وہ شوہر ہین۔ تو آپ خود پردہ نشینی اختیار کرین

سر بدگلہ اختصار می باید کرد	یک کار ازین دو کار می باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد	یا قطع نظر ز یار می باید کرد

دونون کامون مین سے ایک کام کرنا چاہیے یا تو شوہر ہو یا بیوی ہی بن کے رہو۔ یا قطع نظر ز یار باید کردن یا برضائے دوست تن باید دادن۔ فہمیدی۔ بابا ے من بدیع۔ آزاد نے مسکرا کر کہا حضرت دیکھیے آپ پھر فارسی بولے۔ یہ بات اچھی نہین۔ اردو مین گفتگو کیجیے ورنہ ہماری کرکری ہو گی۔ آپکو کیا

ادھر گفتگو ہوتی تھی ادھر ایک خواص نے آکر تخت کو چوما۔ اور دست بستہ عرض کیا کہ حضور دو سوار آئے ہین۔ اور کمال گستاخی کے ساتھ کہتے ہین کہ شہزادی کو بلاؤ ہم نے کئی بار کہا کہ ہماری شہزادی نازک مزاج اور عالی دماغ ہین تم دونون یہان جو حاضر ہو اطلاع کرتے ہین اگر حکم ہوگا تو ہم بلوا لینگے مگر وہ نہین سنتے ہاری مانتے ہین نہ جیتی۔ شہزادی نے کمال استقلال کے ساتھ جواب دیا کہ وہ سوار ہونگے کسی ملک کے شاہزادگان والا تبار ہونگے سوارون کی یہ جرأت نہین کہ اس گستاخی اور بے ادبی سے آئین سلاطین ہما آشیان پر تقریر کرین اور امارت کا دم بھرین بیشک کسی سلطنت کے شہزادگان جم اقتدار ہین نشۂ بادۂ خسروی مین مخمور و سرشار ہین مگر مغرور اور سرکش۔ ورنہ کسی خاتون پاکدامن کو دروازے تک بلوانا نشان بالغ خردی نہین ہے۔

خوجی کو حکم دیا گیا کہ باہر جاکر ان سوارون کو دیکھین اور بغیر گفتگو کے ہمین بتا دین کہ کون ہین خواجہ صاحب نے فرمایا کہ کوئی پیش قبض یا پنجہ یا قرابینچہ ملے تو ابھی جاؤن اور کورا چٹا کہ سلون خوجی کو ایک شمشیر الماس بار ملی پیترے بدلتے ہوئے تلوار تولتے ہوے باہر گئے۔ تو دیکھا کہ دو برق رفتار گھوڑون پر دو خوبصورت جوان سوار ہین دس بارہ منٹ تک غور سے دیکھا اور آن کر تخت کو ادب کے ساتھ بوسہ دیکر کہا حضور غلام نے نہایت غور سے ان دونون پر نظر ڈالی۔ ابھی نام خدا کمسن جوان ہین اور سبزہ آغاز تک نہین۔ لیکن دونون کے حسن و جمال کی وہ کیفیت ہے کہ چندے آفتاب چندے ماہتاب۔

ہنوزش گرد گل نارستہ شمشاد	ز خوبی سرو او چون سرو آزاد

شہزادی۔ کوئی رئیس زادے معلوم ہوتے ہین یا ایسے ہی ویسے ہین کوئی؟ کل امور کا جواب دو ہمین۔

خوجی۔ ہمکو تو اولاد شاہ خاص شہزادے نظر آتے ہین دیکھنے کے قابل۔

گلابی پوش۔ حضور بجا ہی ہین۔ ابھی بالکل کمسن ہین اور حسن گلو سوز کی یہ کیفیت ہے کہ ہر عضو بدن سے نور برستا ہے نازک اندام گلفام۔ پری رو آئینہ زانو خوش قطع خوش وضع آہو چشم۔ حضور اگر مضائقہ نہو تو ذرا چہرہ دکھا کے سے نظر ڈالیے جان عالم ہین ایسے حسین مرد تو نہین دیکھے دیکھیے تو ہزار جان سے عاشق ہو جائیے۔ جادو ہے۔ جادو ہیں نگاہ مین چھپ بین ادا مین جادو ہی جادو بھرا ہے ذرا دیکھ تو لیجیے۔ بوڑھی کی تو بھوک پیاس بند ہو گئی۔

شہزادی نے ایرانی کو رخصت کیا اور آزاد سے اجازت چاہی کہ ان دونوں جوانان مہمان کو دیکھیں آزاد اُن کے حسن و جمال کی توصیف سنکر خود بھی مشتاق دید ا تھے شہزادی کے ہمراہ گئے دور تک سے شہزادی نے ان سیم بدن جوانوں پر نظر ڈالی۔

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ	صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ

آزاد نے دیکھا تو سخت خفیف ہوئے سوچے کہ بار الہا اب بڑی مصیبت میں پڑے ممکن نہیں کہ ان غنچہ دہن شہزادوں پر اس گلبدن پری کا دل نہ آئے۔ ہمیں اب نہ پوچھے گی اور ہماری بڑی بدنامی ہوگی اس خوجی سے خدا سمجھے جس نے برات نکالکر تمام شہر میں ہمیں ہنڈوایا۔ اتنے میں خواجہ صاحب بھی آگئے دیکھا تو آزاد کا رنگ فق چہرے پر ہوائیاں اُڑی ہوئی اور شہزادی ذرا اِدھر اُدھر گردن نہیں پھیرتی ٹکٹکی باندھے اُن گلعذار قمر طلعت شہزادوں کو گھور رہی ہے۔

خوجی۔ سمند گھوڑے کے سوار رعنا کا خال عارض دیکھا! ہا ہا

آن خال کہ بندہ بر رخت می بیند	زاغیست کہ جز بر گل تر ننشیند
نی نی غلطم کہ در گلستان رخت	زنگی بچہ برہنہ گل می چیند

کیوں آزاد سچ کہنا خال مشکین اس عارض رنگین پر کیا زیب دیتا ہے۔

خال را چون دید زاہد سبحہ از دستش فتاد
از برائے دانۂ صد دانہ را بر باد داد

آزاد تو جلے ہوئے تھے جھڑک کر کہا کیا بکتے ہو خال خال بدقطع سے آدمی ہیں۔ امرد۔ کیا بات کیا ہے ان میں۔ خال کی تعریف کرنے بیٹھے ہیں۔

خوجی۔ ہاں! یہ تو صحیح ہے۔ میں تو ہجو ملیح کرتا تھا ہونٹھ تو دیکھیے کیسے بھتے بھتے موٹے موٹے ہیں۔ ناک سک سے درست

نہیں سچ ہمیں تو مکارم نگر کے ہجڑے سے معلوم ہو تم میں نے صرف دل لگی دل لگی میں کہہ دیا تھا کہ حسین ہیں۔

شہزادی (خواصوں سے) ایمان سے کہنا آج تک کسی کو بھی ایسا خوبصورت دیکھا تھا۔ جیسے یہ دونوں ہیں۔ بڑی خوش نصیب وہ عورت ہے جو ان کی بیوی کہلائے دونوں پریزاد رشک شمشاد ہیں۔ ایک کی چشم نرگسی نے مجھے قتل کر ڈالا۔

در ساغر چشم تو ندانم چہ شراب است
ہر سر کہ نظر میکنی مست و خراب است

ہائے کیا آنکھ ہے۔ دیکھو دیکھو۔ مار ڈالا۔ مار ڈالا ظالم نے اور دوسرے پریرو کی ابرو دلبرانہ لائق ہے کہ برسوں گھور

خورشید کشیدہ خم ابروے دوتا را	گردی چہ ستارہ پیام تیغ قضا را

خوجی۔ میرے دل کی بات کہی۔ کیا ابرو ہے واللہ کیا ابرو ہے۔

ماہ چون جلوہ گری کرد نو ابروے بنما	می توان داد بشمشیر جواب شمشیر

شہزادی کے عشق کا حال ناگفتہ بہ۔ بس یہی چاہتی تھی کہ جھروکے سے کود پڑے۔

عورتیں۔ حضور اب محل کے تخت پر جلوہ گر ہوں۔ ایسے ایسے آیا کرتے ہیں جو کوئی سنے گا تو کیا کہے گا۔ ملامت خلق سے بچنا چاہیے۔

شہزادی۔ واہ! ایسی صورت تو کوئی ہمکو دکھا دے۔ کیا کھڑا ہے۔

خلقے ملامتم کند من برین کہ آہ	از دل چگونہ مہر تو بیرون کند کسے

خوجی۔ ہائیں! حضور شہزادی ہو کر اور یہ باتیں زبان پر لائیں توبہ

شہزادی۔ ہم سے کچھ نہ کہو کسی کی نصیحت کارگر نہ ہوگی۔ کیا مجال

منعم مکن کہ ہیچ بجائے نمی رسد	سعی کہ در نصیحت مجنون کند کسے

اتنے میں ان دونوں نے گھوڑے چمکائے تو شہزادی نے فوراً خواصوں کو حکم دیا کہ ان دونوں کو دوسرے محل میں جگہ دو اور کہہ دو ہم آتے ہیں مہمان نوازی کے خلاف کوئی بات نہ ہونے پائے۔ آزاد

شش ہارطو تحوار اسوقت پیچ وتاب کھاتے تھے اور مارے غصے کے جامے سے باہر ہوئے جاتے تھے۔ شہزادی ناز و ادا سے اُٹھی تو اُنھون نے آہستہ سے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔

اول تو مرا بدام خویش آوردی ۔ چون بلبل زار
صد گونہ وفا و مہر پیش آوردی ۔ ہر لیل و نہار
چون دانستی کہ دل گرفتار تو شد اے عہد شکن
بیگانگی تمام پیش آوردی ۔ در آخر کار

شہزادی ۔ چھوڑو۔ ہائین۔ یہ کیا بدتمیزی ہی۔ وہ لوگ خدا جانے دل مین کیا سمجھین گے اُن کی خاطر مین دل وجان سے منظور ہی مرد بدگمان ہوتے ہین۔

باسایہ ترا نمی پسندم ۔ عشق است و ہزار بدگمانی

آزاد کے دل پر اس تقریر نے وہ کام کیا جو برق جہندہ خرمن اور شمشیر دو پیکر گردن کے ساتھ کرتی ہی۔ خوجی نے بہت افسوس کیا اور جان پر کھیل کر کہا آزاد پاشا جو ان رعناہین اور وہ دونون ابھی لونڈے ہین حضور کی عقل کو اسوقت کیا ہوا شہزادی نے کہا اب تو ہم نے ان دونون کو دل دیا۔

اے چشم خوشت بلائے مردم ۔ در دیدہ توئی بجائے مردم

خواصون نے لاکھ لاکھ سمجھایا۔ خوجی نے نشیب و فراز دکھایا مگر شہزادی نے ایک نہ مانی عشق نے عقل کی آنکھون پر پٹی باندھ دی۔

از خیال آن دو لعل آبدار ۔ بوسہ بر لب می طپد بے اختیار
مرغ جان از سحر چشمش در قفس ۔ می رود با دل نگاہش در نفس
پشت دستش نور بخش سینہ ہا ۔ آب از و در چشمہ آئینہ ہا
از نگاہ آن دو چشم نیم خواب ۔ آب دریا قوت ہیگر دد شراب

آزاد میٹھے کے بیٹھے ہی رہے اور وہ ہمی ہی کرتی ہوئی نظر سے اوجھل ہو گئی۔ خوجی نے کہا ہائے اس عشق سے خدا سمجھے عشق آیا اور عقل رفو چکر ہوئی۔ ان دونون لونڈون نے جادو کر دیا۔ سحر کر دیا۔ ٹونا ڈال دیا۔

عشق وارد با جنون ربطے دگر ۔ از خرد باشد جنون گستاخ تر
مصلحت آموز ہر فرزانہ ایست ۔ طرفہ سرمستے عجب دیوانہ ایست
گر کلید چارہ اش ناید بدست ۔ می تواند قفل را ہم ہم شکست
از جنون گر آب طوفان را شود ۔ بحر چون ابر آسمان پیما شود

آزاد ۔ خوجی اسوقت جی چاہتا ہی کہ تم کو قتل کر ڈالون۔ اُف
خوجی ۔ ہان ہان تو گردن زدنی کشتنی سوختنی ہون ہی مگر

اے خرابی خانہ زاد کشورت ۔ دشت و صحرائے جنون صحن درت

یہ عشق بلائے بے درمان ہی۔ اس سے کسی کو چارہ نہین عشق اُفوہ ہم خوب بھگت چکے ہین۔ روح عشق کے نام سے کانپتی ہی۔ لڑکپن مین ہم بھی ایک مہ پارہ پر عاشق ہوئے تھے اُفوہ خدا گواہ ہی ایسی ایسی مصیبتین جھیلی ہین کہ توبہ ہی بھلی بس کچھ نہ پوچھیے دس دس دن تک برابر قرولی باندھکر گھما ہون کبھی اس بازار مین اور کبھی اس بازار مین کہ رقیب سے ملے بھونک دون گیدی کو چوندھیا دیا تھا عشق نے۔ ہائے ہائے کیا ہمارے بر ہی۔ مگر۔

عاشقے کو عشق را بشناختہ است ۔ خویش را محتاج ہر دلباختہ است

آزاد ۔ (گلابی پوش سے) اچھے کاٹنے بوکے خوب خرد سمجھایا آن کر خیر سمجھا جائیگا مگر تم کو ایسا لازم نہ تھا۔
گلابی پوش ۔ اے لو اور سنو ہم نے کیا کیا فقط اتنا کہا کہ دو سوار حضور کو باہر بلاتے ہین۔ بے ادب سے معلوم ہوتے ہین ہان اس نے البتہ بڑی تعریف کی کہ قابل دید ہین بلکہ دیدہ مین نہ شنیدہ ہین۔

بقامت آن قیامت مژدہ دادہ   بہالا از بلا حرفے زیادہ

خوجی۔ پھر اب یہان بیٹھے رہنے سے کیا فائدہ۔ کچھ فکر بھی ہے یا نہین ہے حضرت۔

آزاد۔ اسوقت عرق انفعال کے سیکڑون گھڑے پڑے ہین واللہ عرق عرق ہون۔ ایسا منفعل ہون کہ جان سے بیزار ہون ہر مقام پر یہان دل و جان سے عاشق ہوئین مگر کبھی کسی سبب کے مذہا یہان یہ بے وقعتی ہوئی کہ الامان

خوجی۔ افسوس صد افسوس سارے بحبنب بیوقوف گدھے یہ موقع رونیکا ہے یا بھاگنے کا۔ اس وقت قید سے بھاگ چلو وزیر بدلے تھے کہ ہاے اس قید سے کیونکر چھٹکارا ملیگا روز گریہ وزاری کرنے تھے اور اب جو موقع ملا تو لون بجنبج لی اور زار زار روتے ہین کہ بیوقعتی ہوئی۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکان بود

راوی۔ بعد مدت اس وقت بر محل شعر سننے مین آیا۔ خوجی ہین کہ باتین۔

آزاد۔ خوجی اسوقت دفن کر دیتا مگر مجبوری ہے گدھا اور بیوقوف یہ الفاظ اور ہماری شان مین خیر ہم اب بھاگ کے بھی جائین گے۔ کیا مجال۔ مگر یہان سے ضرور نکل جائینگے۔ اب یہان نہ رہین گے۔

نالہ خواہم کہ بہ طرز دگر ایجاد کنم
دست بر دل گرم و در کوے تو فریاد کنم

یہ کہکر آزاد اٹھے اور بسم اللہ کہکر شمشیر خارا شگاف ہاتھ مین لی نیچے آئے اور لب چشمہ سار پر بیٹھکر خوجی سے باتین کرنے لگے

آزاد۔ کیون جی۔ یہان کوئی ہمکو پہچانتا بھی ہے یا نہین۔ یہ بتلاؤ

خوجی۔ سبحان اللہ تیرے کی۔ بھائی جان برات کے سبب سے تم سب مین مشہور ہوگئے۔ مگر استاد صاحبزادے ہمارے ہی بیٹے ہو۔ ہان آشنا یار رہے۔

آزاد۔ اب کیا کرنا چاہیئے۔ بڑی خفت ہوئی۔ مر جانے کا مقام ہے ڈوب مرنے کی بات ہے بڑی شرم آتی ہے۔

خوجی۔ بس انھین باتون پر رنج ہوتا ہے۔ ڈوب مرو۔ دیکھتے کیا ہو ایسی غیرت ہوتی تو اتنے بڑے ہونے۔ اور اگر مرنے کی خواہش ہے تو زہر کھاؤ۔ واہیات۔ اجی اب بھاگ چلو۔

گلابی پوش نے سمجھایا کہ اپنے اتنے دن تک اس بیچارے کو قید کیا اور اب جو دو راحتی پر آئے تو آپنے انکار کیا۔

شہزادی۔ تم ہمارے نوکر ہو یا ہم تمھارے نوکر ہین بس اب کچھ نہ کہنا۔

گلابی پوش۔ حضور ہم تابعدار ہین مگر کوئی بات وضع کے خلاف نہ ہونی چاہیے آیندہ آپ کو اختیار ہے جو مرضی ہو۔

شہزادی۔ وہ دونون ہین کہان ذرا صورت تو دکھا دو ان دونون کو جام شراب پلا دو۔

ساقی بنور بادہ برافروز جام ما   مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما
ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم   اے بیخبر ز لذت شرب مدام ما

عورتین۔ (ہاتھ ملکر) افسوس۔ کچھ گذر رہین۔ افسوس صد افسوس

شہزادی۔ (فرط مستی سے) اوہو کچھ پرواہ نہین۔

گرچہ بدنامی است نزد عاقلان   ما نمی خواہیم ننگ و نام را

ادھر آزاد اور خوجی حسرت اور حیرت کے ساتھ باہم گفتگو کرتے تھے اور سوچتے تھے کہ اب کیا تدبیر کرین۔ آزاد نے دل مین ٹھان لی کہ چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے ان دونون لونڈون سے ضرور سمجھ لینگے۔ خوجی سمجھاتے تھے کہ خدا کے لیے اس خیال خام سے درگذر و بہتر یہی ہے کہ اب یہان

سے بھاگ چلو۔ ورنہ اب اگر قید ہوئے تو پھر ستم کا سامنا ہے پھر مفر نہیں ہے۔ اور ممکن نہیں کہ جب وہ دونوں ڈونڈھے سنیں کہ آزاد پر عاشق ہو گئی تھیں تو تمھارے قتل کی فکر کریں

زرق ہر چند بیگمیان برسد ۔ شرط عقل است جستن از درہا
گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد ۔ تو مرو در دہان اژدرہا

اب یہاں آپ کو ملے گا کیا خاک۔

آزاد۔ اچھا چلو بھاگ چلیں۔ یا قسمت یا نصیب یا بخت یا

سرچہ بار با دکشتی را او در آب بند انداختیم

خوجی۔ دیکھو۔ سمجھ بوجھ کے۔ بھاگو بھی تو اس طرح کہ کوئی کانوں کان خبر نہ ہو۔ کسی کو معلوم بھی نہ ہو کہ بھاگے تو کدھر گئے

آزاد نے خوجی کی بات پسند کی اور دونوں آدمی وہاں سے چلے۔

رسل و رسایل

دمے کہ لشکر غم صف کشد بخونخواری
دلم بنالہ دہد منصب علمداری
خراب نرگس مستانۂ توام کہ نہد
ہزار شیوۂ مستی بہ طبع ہشیاری
حریف عشق ترا اشتہا از آن بیش است
کہ بعد مرگ بیاساید از جگر خواری
ہزار چشمہ خون سر زند ز ہر ذرہ
چو بعد مرگ بخاکم قدم بیفشاری +
منم خراب عمارت بکشورے کہ در و
بود بدست خرابی عنان معماری
سزد کہ حسرت دیدار بر دل عشاق
بگاہ نزع شود مایۂ سبکساری

یہ اشعار حسرت بار آزاد غمزدہ و ستم رسیدہ کے حسب حال تھے۔ مگر خوجی آیت لا تقنطوا من رحمۃ اللہ پڑھ پڑھ کر دل کو تسلی دیتے تھے۔ آزاد سوچنے لگے کہ جس طرح ہمارے مقابل میں شہسوار حسن آرا کے یہاں سے نکالا گیا تھا۔ اسی طرح ہم اس شہزادی کے ہاں سے ان دونوں مردوں کے مقابل میں خارج کئے گئے۔ دنیا کس لطف سے پیش آتی تھی۔ مس میڈا نے فرانسیس کے جنرل کو ہمارے سامنے للکار دیا اور ہمارے ہاتھ میں ہاتھ دیکر گلگشت چمن کرنے لگی۔ اللہ رکھی نے تمام عالم کے مردوں میں ہمیں منتخب کیا۔ زینت النسا ہزار جان سے عاشق ہے اختر النسا کو ایک دم کی جدائی بھی شاق گذرتی تھی۔ بمبئی کی بیگم وقت رخصت زار زار روتی تھی اور ایک وہی ہم کہ ان دو زنان بیرونی نے ہماری کساد بازاری کر دی۔ ہمیں کہیں کا نہ رکھا اگر وہ دونوں ملجائیں تو بھی ہماری ضربت شمشیر کا جواب نہ دینگے لیکن عشق خانہ خراب سے خدا بچے۔

زخوش متاعی بازار عشق مے ترسم
کہ دست حسن بہ بندد کساد بازاری

آزاد نے خوجی سے صلاح لی کہ اگر ان دونوں سے (دوبدو) کے طالب ہوں تو کیسا۔ وہ دونوں ایک طرف ہوں اور ہم ایک طرف پھر دیکھیں کہ کیونکر عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ خوجی نے سمجھایا کہ ارے یار این جنگاہ نیست اگر جنگاہ بودے من بر یع سابق کیمدان شاہی سلمہ اللہ تعالی تا ایدون این ہر ہمہ ہارا بر خاک انداختی مگر شما اینقدر گران ذیلاستی دستی و آن ہر ہمہ کودکان اند

حقوق خدمت صد سالہ لعب اطفال است
بہ کشورے کہ درو کودکان خداوند اند

آزاد نے مسکرا کر کہا یار تم تو بیکار بھنواتے ہو۔ واہی تباہی باتین کہتے ہو۔ بھلا شعر خوانی کا یہ کون موقع ہے خوجی رنجیدہ ہو گئے فرمایا میان صاحب موقع پر جب شعر یاد آتا ہے تو پھر جی نہین چاہتا کہ خاموشیدن کا صیغہ گردانین بلکہ خروشیدن کا صیغہ فوراً ہی گردانتے ہین۔ خروشیدن

بخروش می خروشد خروش خموشیدہ بود

آزاد آہ سرد بھرتے کمال ملال کے ساتھ آہستہ آہستہ قدم دھرتے راہ طے کرتے تھے اور حسرت بار اشعار ہر قدم پر ورد زبان تھے۔

ای بر زدہ دامن بلا را
سر در پئے خویش دادہ ما را

چون در رہ مردمی نہی پائے
از کوچہ ما طلب وفا را

یادم نہ کنی و ہیچ گہ من
بے مژدہ ندیدہ ام صبا را

جان و دل من پر از غم تست
بر تو تی کنم چہ جا را

تا کی فلکم بہ عشوہ گوید
کاہ و ہم تو کردہ چو صبا را

از عشق فلان چہ باد داد
سرمایہ دانش و ذکا را

خوجی نے ایک چشمہ سار سے پانی پیکر مشورہ دیا کہ اس مقام دلکش پر تھوڑی دیر تک دم لینا چاہیے۔ ورنہ قضا کا سامنا تو ہی کوئی نہ کوئی قتل کر ڈالیگا۔ منحو تاک کے رہجاؤ گے خیر یا قسمت یا نصیب یا بخت ع ہر چہ باد اباد ما کشتی در آب انداختیم

مرا زمانہ طناز دست بستہ و تیغ
زند بفرق و گوید کہ ہان سرے میخار

زمانہ مرد مصاف است من زسادہ دلی
کنم بکوشش تدبیر دہم دفع مضار

ز منجنیق فلک سنگ فتنہ می بارد
من ابلہانہ گریزم در آبگینہ حصار

گل حیات من از بسکہ ہست پژمردہ
اجل نمی زند از ننگ بر سر دستار

اس چشمہ سار لطافت بار کے کنارے آزاد اور خوجی بیٹھے کہ دو گھڑی غم غلط کرین موجون کی روانی سے طبیعت خوش ہو خوجی ایک بوتل پوشیدہ طور پر ساتھ لائے تھے بوتل جھلکا کر دکھائی اور کہا کیون استاد سچ کہنا کیا کارستانی کی ہے آزاد بادۂ مصفا قوت روح دیکھکر زبس محظوظ ہوئے اور یہ شعر زبان پر لائے۔

بست سے غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہون مجکو غم کیا ہے

خوجی۔ بہتر لیجیے لنڈھایئے۔ غم غلط کرنے والی چیز ہے۔ تو بیان ہندوستان مین چل کے توبہ کر لینا۔ یہان نہ پیو گے تو مر جاؤ گے دیکھتے ہو آج کس قدر سردی ہے۔ ہر عضو بدن ٹھٹھرا جاتا ہے پیو اور ضرور پیو اور اگر ایک مرتبہ بھی انکار کیا تو ہم بوتل کو دریا مین بہا دینگے اور ہرگز نہ پینے دین گے آزاد نے کہا۔

کیونکر نہ ملے بادۂ اطہر تو نہین ہے
کچھ پیر مغان ساقی کوثر تو نہین ہے

خوجی۔ اچھا ہم بھی حسب حال شعر پڑھتے ہین۔

یا الٰہی حلال ہون واعظ
دخت رز کو حرام کرتے ہین

آزاد۔ اگر پھول توڑ ڈالو تو بتا ثواب ہو۔ ہم بادہ نوشی سے بچین اور تمہارے نامۂ اعمال مین فرشتے یہ نہ لکھین کہ انھون نے شراب پلائی۔

خوجی۔ ہم اگر خود پئین تو سزاوار۔ قابل دار۔ کیا مجال ہے

آزاد۔ ارے یار جی تو چاہتا ہے مگر خوف خدا ہے۔ واللہ

خدا سے ڈرتے ہیں۔

ز طول صحبت استغفر اللہ اند بشم
اگر گرفتہ نشینند بذیل عفو غفور
ہمین بس است کہ گر ناجیم دگر مغضوب
کہ بادلاے تو فردا ہمی شوم محشور
بود نعمت عشق تو فارغم ز نعیم
نہ جوئے شیر شناسم نہ طارم انگور
محبت تو ندارد بسینہ ام داغے
کہ ہست سوزش الماس دشمنی ناسور

یہ باتیں ہوتی ہی تھیں کہ شہزادی کے محل معلی کی طرف سے ایک گرد اٹھی خوجی نے کہا کچھ سوار نظر آتے ہیں آزاد غور سے دیکھتے ہی رہے کہ دس سوار ان کے قریب آپہنچے اور انکو چوطرفہ سے گھیر کر یوں ہمکلام ہوئے۔

سوار۔ بس خبردار جنبش کی اور حا بندوق سر ہوئی۔ خبردار۔

خوجی۔ اور فرنگہ کزا پاشا جنڈیل درین جاست کہ شما ہر دو را بہ یک ضربت شمشیر خارا شگاف بشگفد و جواب ترکی بہ ترکی داد و شمار البشیان کند۔

سوار۔ مت بک (آزاد کی طرف مخاطب ہو کر) اس پاگل کو منع کر دو کہ بے تکی بات زبان سے نہ نکالے اور جو زبان ہم نہیں آتی اسمین گفتگو نہ کرے۔

آزاد۔ خوجی۔ تم تو صرف سوار ہو مگر ہم جنرل ہیں۔ سپہ سالار ہیں پہلے یہ بتاؤ کہ تم ہم کو کس حکم سے روکتے ہو۔ پھر بتاؤ کہ تمھین کیا حکم ہوا اور خبردار ہماری آبرو اور ہماری شان کے خلاف کوئی بات نہ ہونے پائے۔

سوار۔ پولینڈ کی شہزادی کے حکم سے آپکو گرفتار کرنے آئے ہیں حکم ہی کہ جانے نہ دو۔ مگر حضور کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی کیا مجال۔

آزاد۔ اچھا قلم دوات کاغذ لاؤ۔ ہم ایک خط لکھتے ہیں یہ شہزادی کو دینا اور جواب لینا اگر تم کو یہ شک ہو کہ ہم بھاگ جائینگے تو نو آدمی یہین رہو اور ایک سوار ہمارا رقعہ لیکر جائے۔

سواروں نے فوراً قلم دوات کاغذ منگوایا اور آزاد کے روبرو رکھ دیا۔ انہوں نے شہزادی کے نام یہ رقعہ لکھا۔

تمنا مشکلکشا دانستہ بودم — ترا حاجت روا دانستہ بودم
ترا مہر آشنا دانستہ بودم — ترا من باوفا دانستہ بودم
غلط کردم خطا دانستہ بودم
چو دیدم از تو ناز و دل ربودن — بحرف مہربانی لب کشودن
نمالے لطف بر حالم نمودن — گمان بردم کہ خواہی دوست بودن
چنین دشمن کجا دانستہ بودم

شہزادی بیگم کی خدمت ہمایون مین آزاد پاشا دست بستہ تسلیم عرض کرتا ہے

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالینگے — بے نیازی تری عادت ہی سہی

ع۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف + اگر امرد پرستی کا شوق تھا تو مجھ بدبخت کو کیوں ستیاناس کیا میری مٹی ناحق خراب کی مگر شکر ہی کہ تمہارے تلون کی کیفیت جلد معلوم ہو گئی چلو اچھا ہوا کہ ع۔ آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

نشاید ہوس باختن با گلے — کہ ہر بامدادش شود بلبلے

یک در گیر محکم گیر۔ ہرجائی کو دل دینا وضعداری کے خلاف ہی یا بہ آن شورا شوری۔ دیا یا یہ بے نمکی یا وہ چپاچپ اور گرما گرمی تھی یا اب یہ سرد مہری۔ اب ہم ہیں اور ناکامی۔

نہ ہمنشینے نہ ہم زبانے — نہ ہمسفرے نہ کاردانے

تنہا من و یا وہ پیکرانے
مانند فلک بہرزمانے
از خود سبو خویشتن روانم

اب میری گرفتاری کا کیا باعث ہی پہلے تو اپنے حسن اور اپنی جوانی کی بدولت قید ہوا۔ زندان کی سختیان جھیلین جسر ہم بھی سوچے کر۔

گل و گلچین کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

لاکھون مردون مین ہمکو انتخاب کیا۔ مگر تلون کے صدقے دو کل کے لونڈون نے حضور کی طبیعت کے ساتھ وہ کام کیا جو جنون انسان کے ساتھ کرتا ہی۔ اب مجھے تو ربائی دیجیے اور اگر ان دونون مردون کے سامنے ذلیل کرتا ہی تو خوب یاد رکھیے کہ وہ دونون نہ ہونگے۔ پھر ہر چہ باداباد مین کچھار مین شیر نر ہون تو آسمان پر عقاب سیاب پر موج دریا مین تو پرند ہوا مین ابھی ڈکارون تو ان دونون بزدلون کا زہرہ آب ہو جائے۔ شیر کچھار چھوڑ کر بھاگے یہ لونڈے حلوا بے دود بھلا ہم جوانون کا مقابلہ کر سکتے ہین یہ تو ابھی خود بوسہ لینے کے لایق ہین کسی سے دب کر چلین یہ ہماری سپہ گری کے خلاف ہے مگر مردم آزاری سے بھی طبیعت نفور ہی ان دونون سے کہدو کہ ہمارے مقابلہ کو آئین وہ ہمین قتل کرین یا ہم ان کو نیچا دکھائین۔

افسوس ہی کہ تم نے میرا ایمان بھی لے لیا۔ معشوق سمجھکر تمھارے ہاتھ سے شراب پی مگر یہ کیا معلوم تھا کہ دغا دوگی خیر

ما نیاران چشم یاری داشتیم
خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم

ہنگام وغا یہان رزم مین اچھے اچھے مرشون کو نیچا دکھایا روس کی خاتون عفت قباب دنیبرین اور اس کلیرسا کے ربعل شکر خا کے مین نے بوسے لیے۔ پہلوان تہمتن کو مین نے خاک مین ملا دیا جو مقابلے کو آیا اس نے زک پائی۔ منہ چڑھا اور منہ کی کھائی۔ ایک ایک رونگٹے مین سپہ گری کا فن کوٹ کوٹ کے بھرا ہی۔ جسوقت معرکہ بزم مین گیا اور شمشیر خوش غلاف چمکائی۔ پرے کے پرے صاف ہو گئے۔

خونریزی شمشیر کا لکھون جو کوئی حرف
ہو صاف سیاہی سے عیان شوخی شنجرف
ہو گئے تھے سپہ کارون کے تن مثل قلم حرف
رو کین کوئی ار کا یہ ڈھالون کا نہ تھا ظرف
ایک ایک کی مانند اجل دشمن جان تھی
چار آئینے مین امن نہ جوشن مین امان تھی

میرے حسن گلو سوز پر ان ان پریون کا دل آیا ہی جن کی صورت دیکھو تو غش غش کرنے لگو بس میٹھا اور تم مین فرق زمین و آسمان کا ہی کبھی فرس خوشخرام کو کاوے پر ڈالا اور چکاتی ہوئی لے گئی تو کبھی چکارے کی طرح طرارہ بھرا اور دم کے دم مین ہوا ہو گئی۔ جوانی پھٹی پڑتی ہی خلق خدا ہزار جان سے عاشق ہی مگر نظر پڑی تو ہم پر کروڑون مین ہمین کو انتخاب کیا۔ حسن آرا بیگم وہ رجبین و نازنین پری ہی کہ خدا کی خدائی مین کوئی اس صورت کی نہین نازک بدنی غنچہ دہنی گل پیرہنی سب ان پر ختم ہی۔

برد بوئے تا ز ناخش صبا سوئے چمن
گل ندامت ہا کشید و از خجالت شد گلاب

وقت خرام نازکمر ہزارون بل کھاتی تھی۔ ہائے ہائے یہ نازک کمری

خرامان چون شوی گردد تنت سر تا قدم لرزان
بسان گلبنے کز تازگی گلہا بران لرزد

اسوقت چھڑ ان اور پازیب کی چھما چھم کی آواز کان مین آتی ہی

بزندان بستہ با شعلہ حیرت فزائیش را
مدان از حلقۂ فتراک کم خلخال پائیش را

اقندر کھی کے ناز و ادا اور عشوہ و کرشمہ کو دیکھو تو اپنے حسن و جمال پر ہرگز نہ اتراؤ۔ وہ عشوۂ لاجوردی سکھانے سے نہین آتا ـــــ

غمزہ آموز رجنبش شیوۂ بیداد را
طرفہ شاگردے کہ میگوید سبق استاد را

اگر ہمارے وطن مین کوئی دلھن ایسی بے شرم ہو تو لوگ نام رکھین اور اسپر انگلیان اُٹھین مگر حضور کے وطن کی عجب چال ہی اب التماس خاص یہ ہی کہ غلام کو آزاد کیجیے یا اُن دونون سے کہیے کہ بر سر مقابلہ آئین اگر تلوار بھی اُنکے ہاتھ مین دیدیجیے تو کیا مضائقہ ہی ہم نتّے ہی لڑینگے۔ بس اب بندہ رخصت ہوتا ہی۔

(مرد میدان آزاد پاشا)

یہ خط ایک سوار نے لیا اور خوش خوش آہوشکار کو گرما ہوا شہزادی کی خدمت مین حاضر ہوا۔ آداب بجالایا خط دیا شہزادی نے کھولا پڑھا ان دونون شہزادون کو سنایا اور ان کے مشورہ سے جواب خط یون لکھا ـــ

جواب نامۂ آزاد

اپنی جگہ تو سب کو ہی دعواے مردمی
میدان کارزار مین ٹھہرے تو مرد ہی

تمھارا دل جلول خط پایا مین سمجھتی تھی کہ تم فہمیدہ آدمی ہو مگر اس خط نے جو ترجمان دل ہی ثابت کر دیا کہ دماغ پر گرمی چڑھ گئی ہی۔ ارے نادان انسان کو یہ دعویٰ کب زیبا ہی پہلے آئینے مین اپنی صورت دیکھو دل مین سوچو تو تم کیا ہو۔ آپ اور مردمی کا دعوے۔ ارے تیری قدرت ـــ

بت بھی لینے لگے خدائی کی — شان ہی تیری کبریائی کی

نمرود نے بھی دعویٰ کیا تھا مگر ایک پشّے نے ناک مین دم کر دیا

دماغ بھر گیا آخر ترا نہ اے نمرود
چلا نہ پشّے سے کچھ بس تری خدائی کا

مس کلیرسا کا اور آپ بوسہ لین۔ میان وہان پرندون کے پر جلتے ہین فرشتے تک بار نہین پاتے تم کس شمار و قطار مین ہو اور مس میڈا اگر تم ایسے آدمی پر رجھین تو ہم سمجھین کہ خبط ہو گیا ہی تمھارا یہ فقرہ پڑھ کر مجھے بڑی ہنسی آئی (ہم نتّے ہی لڑینگے)

اس سادگی پہ کون نہ مر جاے اے خدا
لڑتے ہین اور ہاتھ مین تلوار بھی نہین

پھر تم نے لکھا ہی کہ (وقت خرام ناز کمر ہزارون بل کھاتی تھی) ہزارون ہزارون یا کرورون افسوس ہی کہ یورپ مین رہکر بھی ایشائی مبالغہ نہ چھوڑا۔ اور ہندوستان سے چھڑون کی چھماچھم کی آواز حضور کے کان مین آتی ہی کیا کوئی تار کان مین لگا دیا یا آلہ ٹیلیفون آپ کے گوش صفا کوش مین کسی حکیم نے بزور حکمت لگا دیا ہی۔ چھوٹے کے سردارون کے بھی آپنے کان کترے آپ کی جرأت کا کیا کہنا۔ ذرا سی چھوکری کلیرسا کشان کشان لے گئی اور ایک نہ چل سکی آپ بھی وہ پدّے ہین جو آسمان کی طرف ٹانگین اُٹھاکر سوتا ہی کہ مبادا آسمان گر پڑے تو روک لے۔ کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربا آپ کو عورتون نے کرورون مین انتخاب کیا ہو واقعی آپ ایسے ہی حسین ہین خدا چشم زخم حوادث سے بچائے اللّٰھم زد فزد اور خیر سے آپ کو اس کا بھی یقین آگیا کہ ہین آپ ٹکڑ شق ہوئی تھی شان خدا مین تو صرف تم کو بنائی تھی۔ خیر اب بہتری اسی مین ہی کہ سوارون کے ساتھ چلے آؤ اور خبردار آج سے یہ نہ کہنا

کہ ان دونون سے مقابلہ کرونگا اگر ایسا کلمہ پھر کبھی منہ سے نکالا تو تم جانو گے۔ انکے تلودن کو تمھارا چہرہ نہین پہونچتا۔

کانون مین سنو اگر الجھنا ۔۔۔ تھوڑا لکھا بہت سمجھنا

جسوقت آزاد نے یہ خط پڑھا آگ ہوگئے اور شیر ژیان کی طرح ڈکارنے لگے خوجی انکے چہرے سے تاڑ گئے کہ خط مین شہزادی نے کلمات سخت و ناملائم لکھے ہین ڈرتے ڈرتے آزاد سے اس آزردگی کا سبب دریافت کیا مگر جواب نہ پایا تب خوجی اس سوار کی طرف گئے جو خط کا جواب لایا تھا۔

خوجی۔ کیون میان جی۔ یہ کیا لکھوا لائے ہو۔ ہمارے شہنشاہ کا مزاج درہم برہم کردیا۔ اور یہ بھی کسی سے کچھ کم نہین ہین۔ جی

سوار۔ ہم سے کیا واسطہ۔ ہم کیا جانین۔ ایلچی راجہ زوال۔

خوجی۔ یہی بات ہے بھائی۔ یہی بات ہے مگر وہ دونون بھی پرکالۂ آتش ہین عجب حسن خداداد پایا ہے۔

کیا خداداد حسن پایا ہے ۔۔۔ آپ اللہ نے بنایا ہے

سوار۔ درین چہ شک ان مین شوق چنا ہے اور گبھرو جوان مین کلے ٹھلے کے جوان ہین وہ ابھی سترہ سترہ سولہ سولہ برس کے لڑکے ہین اور یہ ماشاءاللہ جوان ہین حسن مین یہ بھی کم نہین

خوجی۔ اجی اتنا بڑا تلدیا اور گل چلا اور بنوٹیا اور بکیت کاہے کو کسی نے دیکھا ہوگا۔ اے توبہ قادر انداز شہسوار فنون جنگ سے واقف ہین۔

یہ باتین ہوکر آزاد ایک اسپ صرصر تک پر سوار ہوے اور خوجی کو لیکر شہزادی کے پاس چلے۔

آزاد پاشا نے خط کو ر ر کر پڑھا۔ اور پھر بار بار چہرے کا رنگ سرخ ہو ہوگیا جب خوجی نے انکی یہ کیفیت دیکھی تو دست بستہ سامنے جا کھڑے ہوے اور کہا حضور سن بدلیعا درین جا

استادہ ام کہ شما جناب مرا بفرمایند در خط او شہزادی چہ مطلب غصہ انگیز بجیدہ بود آزاد گو کمال رنج اور غصے مین تھے مگر بے اختیار مسکرا دیے۔ کہا تم بڑے مسخرے ہو چلو سامنے سے ہٹو۔ خوجی کبھی ادھر جاتے تھے کبھی اُدھر جاتے تھے ایک پہلو چین نہ تھا۔ تھوڑی دیر مین آزاد اسی محل کے نیچے سوارون کے ساتھ پہونچے۔ شہزادی محل سے آئی تو ناز و ادا کے ساتھ کمر لچکاتی ہوئی کبھی زیر لب مسکراتی ہوئی۔

نام خدا وہ ناز سے اترائے جاتے ہین
چوٹی کا بوجھ پڑنے سے بل کھائے جاتے ہین

شہزادی نے کہا کہو اب کیا سزا دیجائے۔ آزاد کی آنکھون مین خون اتر آیا۔ غصے مین آن کر جواب دیا کہ بس اس سے زیادہ مزا اور کیا دوگی اور آیندہ اختیار ہے۔ خوجی نے آگے بڑھ کرکے کہا۔ سنو صاحبجان۔ اسکے بعد کچھ کہنے کو تھے کہ آزاد نے ڈپٹ دیا۔

خوجی۔ سنو میان آزاد۔ ڈپٹیدن لازمۂ انسانی نبودہ است بابا ے من۔ آنچہ گفتنی است لغتی کن دلا لا۔

آزاد۔ بابا ے من کا بچہ جب دیکھو دل لگی بازی۔ یہان اس وقت خدا جانے کس مصیبت مین پڑے ہین اسکو دل لگی سوجھتی ہے۔

شہزادی۔ (خوجی سے) تمھارا آزاد خوبصورت ہے یا ہمارے وہ دونون شہزادے۔

خوجی۔ اہو ہو ہو۔ واہ ری میری شہزادی ولایتی بیگم آزاد کی طرف مخاطب ہوکر۔ کیون بابا ے من کیا نام رکھا ہے ولایتی بیگم یہ نہین کہ مینڈا۔ بھیڑیا۔ کایرسا۔ وینشیا۔ واہ اچھا صاحب حضور نے سوال کیا کہ آزاد خوبصورت ہے

یا یہ دونون شہزادے شہزادون کو یہان نہ باوائینگا ۔ ورنہ خون ہوجائیگا ۔ ہان صاحب تواب حسن بالاے طاق رکھیے حسن کا ذکر ہی کیا ہو ۔ دل آجانا شرط ہے ۔ اور بس ایک بیگم نے لونڈی کو حکم دیا کہ باہر جاکر یہ گلوری کسی ایسے مرد کو دے آ جو تجھکو سب سے زیادہ حسین معلوم ہوتا ہو یوسف کا سا حسن ہو ۔ لونڈی نے گلوری لی اور باہر جاکر اپنے کالے شوہر کو دے آئی ۔ جھروکے سے بیگم نے دیکھا تو چلاکر کہا کہ او بدبخت تو تو اس کالے کلوٹے کانے کو جاکے دے آئی ۔ وہ بولی صدقے جاؤن بیوی مجھے تو یہ کانا ہی یوسف جمال نظر آتا ہو ۔ شنوبی صاحب بات ساری یہ ہے کہ دل آجانے کی بات ہو ۔ کہ نہین ۔

شد منفعل از نظر فرشتہ	بایید چو خجل تر فرشتہ
ابر است یا بردوش بردوش	یا بافتہ پر بہ پر فرشتہ
غفران سحاب تازہ رحمت	نازل قطرات تر فرشتہ
ابر سیہ و سفید باہم	دیو است یکے دگر فرشتہ
درجلوہ گشس ہجوم گردید	افتاد فرشتہ بر فرشتہ

شہزادی ۔ تم قابل دار ہو ان دونون کی نسبت یہ کلمہ زبان پر لائے ۔

آزاد ۔ بھلا ان اشعار کی یہان کیا ضرورت تھی اور آن کا کون موقع تھا ۔

خوجی ۔ تو ہم قابل دار ہین ۔ ہان اچھا بسم اللہ حکم صادر ہو ۔

آن محرم راز لامکانے	موصوف صفات جاودانی
افلاک بزیر پاے کردہ	درعالم عشق جاے کردہ
جاروفتہ از ضیاے توحید	یا کوفتہ در مقام تفرید
آن پاک گزیدۂ مشایخ	وان مردم دیدۂ مشایخ

سلطان سریر ملک تمکین	یعنے کہ بہاے ملک والدین

شہزادی ۔ ان کو یہان سے لے جاؤ ۔ اور پاگل خانہ مین رکھو ۔ یہ سڑی ہو ۔ جاؤ ۔ بس تمھارا دین گذارا ہے ۔ اور تم کسی مصرف کے نہین ہو ۔

خوجی ۔ مین ایک ایسے کی بیعت لایا ہون جو حضرت شیخ بہاءالدین قدس سرہ العزیز کے مریدون مین سے ہین ۔ ہم اسقدر کرامات دکھا سکتے کہ اگر پاگل خانے مین بند کردو تو کچھ مضائقہ نہین ۔ کوئی بات نہین ۔ ہم کشف و کرامات ولی اللہ والے لوگ ہین ۔

ہر چیز کہ دل بدان گراید	گر جہد کنی بدستت آید

کوشش بلیغ کرو کہ نفس کو پاک رکھو ۔ اور اپنے سے کم کو نہ ستاؤ ۔

اے زبردست زیردست آزار	گرم تا کے بماند این بازار
بچہ کار آیدت جہانداری	مردنت بہ کہ مردم آزاری

خوجی تو پاگل خانے بھیجے گئے ۔ وہان دو پاگل تھے ۔ ایک نے کہا کیا تم بھی پاگل ہو ۔ تم ہم دونون پاگل ہو ۔ ہم پاگل یا تم پاگل ہے تم پاگل ہو یا ہم پاگل ہو ۔

خوجی ۔ حضور پاگل نہین ہین پاگل مین کمبخت ہون ۔ اور بہت بڑا پاگل ہون ۔ حضور کو جو پاگل کہے وہ خود پاگل ۔

پاگل ۔ ول نہین تم پاگل نہین ہم خود پاگل ہو پاگل ہو ۔ ہم پاگل ۔ یا تم پاگل ہو ۔ تم پاگل ہو یا ہم پاگل ہو ۔

خوجی کی ناک مین دم آگیا ۔ پاگل نے انکو اسقدر دق کیا کہ پناہ مانگنے لگے ۔ کوشش بلیغ کی کہ اس پاگل سے چھٹکارا ملے ۔ مگر امر محال تھا ۔

پاگل ۔ تم شور ہو یا سور کا بچہ ۔ یا دونون یا ایک ۔

خوجی ۔ (ہاتھ جوڑکر) حضور کا مطلب مین نہین سمجھا ۔

پاگل ۔ شاہجہان نے جو کیا وہ عالمگیر نے نہین کیا کیون
خوجی ۔ بجا ارشاد ہوا مین آپکی رائے سے بالکل اتفاق کرتا ہون
پاگل ۔ چپ ۔ خوشامد کرنے والا ۔ تو بالکل غلط کہتا ہے ۔
خوجی ۔ حضور جو حکم ہو بجا لاؤن ۔ فوراً ۔ کیا مجال ہے ۔
پاگل ۔ کیا مجال ہے ! ہمارا ۔ ہمارا مجال ۔ اچھا ۔ ادھر آ
خوجی ۔ او گیدی ۔ ہاے سنئی قرولی ۔ خبردار قریب نہ آنا ۔
پاگل (جھپٹ کر) تم پاگل ہے ۔ ہم پاگل نہین ہے ۔
خوجی ۔ مین پاگل میرا باپ پاگل ۔ تمام خاندان پاگل
راوی ۔ سچ ہے ۔ کہ آہن بہ آہن توان کرد نرم ۔
پاگل ۔ ہم تمھارا باپ ۔ تمھارا دادا ۔ تم سور کا آدمی ۔
خوجی ۔ حضور میرے باپ میرے باپ کے باپ ۔ بس ۔
پاگل ۔ لاؤ جوتا ۔ یہ ہم سے بولتا ہے ۔ بس ۔ بس کیا معنی ۔
خوجی ۔ یا خدا مجھے بچا ۔ ہاے افسوس ہے کہ یہ بدبخت ہاری مانتا ہے نہ جیتی ۔ اس کو باپ بنایا ۔ دادا بنایا ۔ مگر یہ ٹیکھی ترچھی ہی بات کہتا ہے ۔

یارب تو چنان کن کہ پریشان نشوم
محتاج برادران و خویشان نشوم
بے منت مخلوق مرا روزی دہ
تا از در شان بردر ایشان نروم

اللہ حق باقی ہیچ ۔ ہیچ ۔ ہیچ ۔
پاگل ۔ ادھر آؤ ۔ اس طرف آ کر بس کہدیا ۔ ادھر آیا تو پاگل
خوجی ۔ (آہ سرد بھر کر) خدا خدا بچائیو ۔ ہاے ہاے ۔
پاگل ۔ ادھر آ ۔ تم پاگل ہے ۔ سڑی ۔ سودائی ۔ پاگل ۔
خوجی ۔ حضور تو ہاری ملتے ہین نہ جیتی ۔ ہاے سنوئی قرولی ہوتی ہے
پاگل ۔ ادھر آ ۔ ادھر آ ۔ ورنہ سر توڑ کر دھر دونگا ۔

خوجی ۔ ارے یار بچاؤ ۔ ہین ہاے (دیکھیے ہنگس) ہم کیہان ہیاد رہے

ہیچ چیزم بغیر درد نماند ۔ جز لب خشک و روے زرد نماند
ضعف ماندہ ا فہم فاقہ شد ۔ اثرے از نشان گرد نماند
ہادی و خضر رہ درین وادی ۔ کہ توان پیرویش کرد نماند
باکہ سازیم عزم ہم سفری ۔ کاندرین راہ رہ نورد نماند
آنچنان کرد چرخ کج رفتار ۔ کز نشانے ز نام مرد نماند
تا بکی عشق دمیکشی آتشا ۔ در جگر ہم کہ آہ سرد نماند

جیلر ۔ تم دونون پاگل اس طرح ہو کہ تمھارا علاج نکرے
خوجی ۔ علاج ۔ سبحان اللہ ۔ میرا علاج ۔

بیمار عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج
کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

جیلر ۔ اب یہ تو تمھین جانو مین کیا جانون ۔
خوجی ۔ واللہ تم تو اس قابل ہو کہ تم کو خود پاگل خانے بھیج دے ۔ آپ جیلر بنے ہین ہم فارسی بولتا ہے ۔ برادر باہاے من ۔ اینکہ خواجہ بدیع شمار ندمرد پست کردر مگلے والی پلٹن بود ۔

از مدد شیر خدا ے ودود ۔ صورت اقبال طرب رو نمود
ذہن وذکا رقص چو طاؤس کرد ۔ مست شدہ آہوے صحرا نورد
طائر اقبال بہ نشو و نما ۔ سایہ فگن گشت بسان ہما
خندہ لا صبح سعادت دمید ۔ فصل گل و باد بہاری وزید

پاگل ۔ کھاتے ہین ورد جو ہو تو سیر کا میدان ادھر پانچ
خوجی ۔ یا خدا ۔ کن بدبختون کا ساتھ ہوا ہے

قسمت تو دیکھنا کہ کہان ٹوٹی جا کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

اللہ باقی من کل فانی ۔ ہاے ہاے ۔

شب نیم گذشت و صبح سر زد　　ای مرو خدا بخواب تا کے

سونا محال ہی - تم پاگل نہین - ہم تو ہین -

پاگل - چپ سونہ - ہم دو پاگل - تم ایک -

خوجی - حضور پاگل او حضور کا باپ اور دادا پاگل - غلام تو غلام ہی ہی - ایک بیوقوف آدمی نے کہا کہ ہم شاعر اور ہمارے باپ شاعر اور ہمارے دادا جان شاعر اور ان کے جد امجد -

شاعر - تو ہم اسکے باپ ہوے اسوقت ایک حاضر جواب آدمی وہان بیٹھے تھے - کہا حضور نے بہت صحیح فرمایا - گو مین بھی کچھ کہتا ہون مگر حضور کا مقابلہ محال ہی - ایک دن مین نخاس گیا چڑیمار سے پوچھا کیون بھی اس بچۂ بوم کی کیا قیمت ہی - اس نے کہا بچے کی قیمت پانچ روپیہ - پوچھا الو کی قیمت کہا ایک روپیہ - تب تو مجھے تعجب ہوا کہا کیون میان اس فرق کا سبب کیا ہی اسنے کہا حضور یہ تو خالی خولی الو ہی - مگر یہ بچہ الو کا بچہ ہی

جیلر - اچھی کہی - تم پاگل نہین ہو - غلط ہی -

کلارک - یہ تو بیفائدہ بیان آئے - تم پاگل ہو جی -

خوجی - بنانے والے اور بھیجنے والے سب پاگل ہین شاعر ہون اور شاعر پاگل نہین ہو سکتا - کبھی نہین - کیا مجال ہی - مین تو شاعر ہون میرے اشعار سنئے اور داد دیجئے

پلا ساقیا مالوے کی افیم　　کہ کر آؤن گلگشت باغ نعیم
پیاسا کئی دن کا ہون ساقیا　　جھلک آب اسود کی جھٹ دکھا
نرالا ہو محفل کا کچھ آج رنگ　　نہ کیون زندگی سے طبیعت ہو تنگ
نہ مطرب نہ ساغر نہ مینا نہ چنگ　　نہ چانڈو نہ افیون نہ گانجا نہ بھنگ
کرم کر فقیر دل پہ مائی ڈیر　　مین قربان جاؤن ذرا کم ہیر

زدا مین تری یاد کرتا ہون مین　　دم نزع ہو سانس بھرتا ہون مین
جلانے دم واپسین ای کریم　　سر جلانے پہ کہہ تم بازن لافیم
بخرآب و سیہ مست و تر دامنم　　بده اوپیم - اوپیم - اوپیم
پہان خوف دوزخ ہی نہ خوف جل　　بنادے مجھے اوپیم کا نل
نہ تاخیر کر ساقی مشک رنگ　　پلا جام افیون ابھی بیدرنگ
دم پینک عیش بے رنج و غم　　پڑھون یہ کلام فصیح عجم
کریماتر تم بحال سقیم　　کہ ہستم اسیر کمند افیم
نگہدار مارا ز راہ خطا　　خطا در گذار و افیم نما
نداریم غیر از تو فریاد رس　　بده جام افیون و باقی ہوس
زبان تا بود در دہان جا گزین　　سرائیم توصیف افیون چنین
تولی کا فریدی زبکشاخ پوست　　ہزاران چو من مرد افیون دوست
سن ای ساقی لاؤ بالی ذری　　لگا بیجا بیلی سن سے اب جان کی
جو آئے مرے منہ مین افیون ناب　　کہ کم ہو ذرا جوشش اضطراب
لگا جاؤن پینک مین آگ و پیل　　غضب ہی چچوڑ اور ستم ہی سبیل
پھرون خوب بازار مین جھجھر　　وہ ٹھنڈی ہوا مین وہ ٹھنڈی سڑک
جھکاؤن کہین جا کے قند شکر　　کہین جا پہ کھا جاؤن حلوائے تر
کہے تجھ سے کنجڑن خدا کی قسم　　کترا نہ دینے کے ڈبل سے کم
کسی جا پہ چھلکے کہین پیالیان　　کہین جا پہ پونڈا کہین بھاند یان
کنون لشنوای ساقی مہ لقا　　نہین آدمیت ہی تجھ مین ذرا
آدمی را آدمیت لازم است　　عود را گر بو نباشد ہیزم است
تواضع مروت محبت وفا　　نہین چھو گئی تجھ مین گیدی فرا

بیت

تواضع کند ہر کہ ہست آدمی　　یہ سچ سچ ہی قول فصیح عجم
سخاوت مس عیب را کیمیاست　　نہ زیبد ز مردم بجز مردمی
سخاوت ہمہ دردہا را دواست　　سخیان زافیون برمیخورند
سخیان نبات و شکر میخورند

خدا کی قسم شکر کر شکر کر | قردلی[17] سے خالی ہے میری کمر
ذرا بھیجہ[18] اک پاس ہوتا اگر | تو کج کر کے میں پھونک دیتا تبر
خدا کے لیے لا مری جان جان | افیم سیہ دلکش زعفران[19]
کہ ہے تو آزاد فرخ نہاد | پدر بر پدر پاک عالی نژاد
گرا کر مجھے حوض میں چلدیا | وہ گیدی وہ مردود بہروپیا
جو پینک میں ہوتا نہ میں بے خبر | تو بھٹے کی صورت اڑا دیتا سر
اسی میں ہے بس خیر اے بدسگال | مجھے حوض[21] سے آنکر لے نکال
ہدیعا بس اب روک اپنی زبان | دم صبح[22] ہوتا ہے پینک کا دھیان

راوی ۱۔ ساقی نامہ کا رنگ ہی نرالا ہے۔ ابتدا ہی سے ماوے کی افیون کا بول بالا ہے۔

۲۔ دیکھکر عین فصاحت ہے انگریزی میں اس صنعت کا نام نابرنش ہے۔ خوجی کا شاعری میں چشم بد دور نرالا فش ہے۔

۳۔ بھنگ بھری نہوئی نہ سہی ست بھنگ تو ہے۔

۴۔ پشتو میں بھیک لمگنے لگے۔

۵۔ اس (قم باذن الافیم) نے بھڑکا دیا۔ واہ استاد

۶۔ اوچیم کی تکرار عین کمال شاعری ہے۔ اللہم زد فزد۔

۷۔ اوچھاجی۔ یہ نیا ہوٹل ایجاد ہوا۔

۸۔ شاباش اچھا حاشیہ چڑھایا۔

۹۔ نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ کو بھی لگے ہاتھوں اصلاح دے ہی دی۔

۱۰۔ اوہ بڑا دھاوا کیا بمبئی۔ آدھیل! کچھ ٹھکانا ہے۔ ہان رینگتے رینگتے پہونچ جاؤ گے۔

۱۱۔ اس شیرین بیانی کے صدقے۔ حلوائے تر کے لئے کھاجا بھی کس موقع پر لائے۔ عمدہ بت بیان ظاہر ہے۔

۱۲۔ لانا ہاتھ نصویر کھچیدی۔ ایسے موقع پر سیر اشیر جو کتا ہی نہیں

۱۳۔ بمبئی کے پونڈے دور دور تک مشہور ہین۔

۱۴۔ ہان! ابھی تک تو ساقی کی خوشامدین ہوتی تھین۔ اب تو لگے گالیان دینے۔

۱۵۔ کیا خوب بجربھی ایک ہی ہے۔ واللہ مارے ہنسی کے لوٹن کبوتر بن گئے۔

۱۶۔ یہ بات وہ بات لا اپنے ہاتھ۔ قند اور نبات۔ بس دوسری بات نہین۔

۱۷۔ یاد آئی یاد آئی۔ میان خوجی کو قردلی یاد آئی۔

۱۸۔ اس بے تکے پن کے قربان۔ ذرا بھیجہ پاس ہوتا تو بس پھونک دیتا اور جو اسکے پاس پھاوڑا ہوتا تو وہ کدال نہ جھونک دیتا۔

۱۹۔ بھلا اس شعر کا مطلب تو کوئی صاحب سمجھائین۔ کیا مجال زعفران بو از عفران حبش سے عبارت ہے جسنے میان کے دھوکے مین خوجی کا سر سہلایا تھا اور خوب دل کھول کر چپتیایا تھا چونکہ وہ حبش کالی کلوٹی تھی لہذا فرماتے ہین کہ ایسی افیم دے جو اس سے بھی کالی ہو۔

۲۰۔ ہان اب اپنی اصلیت پر آگئے کرے کوئی دھرا شعلہ بھی الا ہی جائیگا ابھی تک حضرت یہی سمجھے ہوئے ہین کہ بہروپیے ہی کے ہتھکنڈے ہین۔

۲۱۔ اجی منہ دھو رکھیے اور اسی حوض کے پانی سے۔

۲۲۔ دم صبح! اچھا زہر مچایا۔ صبح کیسی۔ اجی خواجہ صاحب ابھی تو رات بھی نہین بھیگی ہے۔

جیلر۔ واللہ بڑا دھوکا ہوا۔ سچ ہے۔

تو آن شناخت بیک روز از شمائل مرد
کہ تا کجاش رسید است پایگاہ علوم

دلے زباطنش ایمن مباش و غرہ مشو
کہ خبث نفس نگردد لبسالہا معلوم

خوجی۔ہائے افسوس او گیدی اشعار سن کے بھی تو ہمارا معتقد نہ ہوا۔

جیلر۔جتنے پاگل یہان آئے ہین سب کا معتقد ہو چکا۔

خوجی۔اور ہمارے۔

جیلر۔سب سے زیادہ معتقد ہوا۔

اتنے مین پاگل نے انکا ہاتھ پکڑ لیا اور دانتون سے چبا لیا

خوجی۔اُف۔ارے چھوڑ او گیدی۔لاؤ قرابینچہ۔

جیلر اور اُن کے ماتحت آدمیون نے ہاتھ چھوڑایا۔ڈاکٹر بلوایا خواجہ صاحب مجروح و مطروح ایک چھپر کھٹ پر لیٹے اور غل مچا کر کہا او گیدی بہوئی قرولی مگر واہ رے مین آدھا ہاتھ چبا لیا اور اُف بھی نہ کی۔واہ رے خواجہ بدیعا

راوی۔بدیعا کا کیا کہنا۔مرد میدان ہے سیکڑون جوتے پڑین اور بال تک بیکا نہو۔شاعری کے تو ہم بھی قائل ہین۔

ہم بیک دمش بے رنج و غم
پڑھون یہ کلام فصیح نجم
کر بجا تر حسم بحال سقیم
کہ ہستم اسیر کسند افسم

اتنے مین دوسرے پاگل نے اٹھکر خوجی کی گردن ناپی اور اس زور سے پٹخنی بتائی کہ خواجہ صاحب زمین پر آ رہے مگر اس وضعداری کے صدقے کہ اب اُٹھتے نہین۔

جیلر۔اجی حضرت اُٹھیے۔اب سوتے ہی رہیے گا۔

خوجی۔وضع کے خلاف ہے۔

جیلر۔اب اُٹھیے۔واسطے خدا کے اُٹھیے۔

خوجی۔اچھا۔مگر واللہ اس گیدی سے سمجھ لُونگا کل انشاء اللہ ضرور۔

ثریا بیگم کی پریشانی

غریق بحر غم و الم زمین گیر کوے حزن و ماتم یعنی ثریا بیگم حیران و ششدر کہ یا الٰہی یہ کیا اسرار ہے خدا جانے یہ دونون آدمی کیون گرفتار ہوئے اور مین کمبخون کے ساتھ گھن کی طرح پس گئی۔پوچھا ارے لوگو خیر تو ہے یہ سرکاری پیادون کی دوڑ کیسی آئی مجھے تو جانے دو کہ اپنی راہ لگون مگر برق انداز دولہ نے قہقہے لگائے۔ایک بولا اب عدالت مین چل کے جیسوا ہین سب نکل جائیگا۔کیا تمھی بنی جاتی ہین۔ارے لوگو یہ سرکاری پیادے کیون آئے۔معلوم ہو جائے گا۔دوسرے نے کہا یہان اس میدان مین کیسا شور و غل ہو رہا تھا۔کس کے گھائل کرنے کی فکر تھی۔کوئی منصوبہ کیا۔کیون نہو۔چوکے ہی نہین۔شہر بھر کو کچا کر دیا۔تیسرے نے ہنس کر کہا۔ارے یارو ذرا روشنی مین دیکھو تو یہ ہم کو وہی ساقن معلوم ہوتی ہے جس نے اس پنجابی کو زہر دلوایا تھا۔اخاہ خوب ملین سکھو اب کہاں دُکان ہے۔دمون کی خیر۔چوتھا بولا۔نا میان وہ نہین ہے۔یہ بیڑن ہے۔ناکے کے پاس بیڑن رہتی نہین ہے۔وہی ہے یہ۔تمھارا نام امامن ہے نہ ثریا بیگم بیچاری خاموش نام بتاتے تو کیا بتاتے۔کبھی ان لوگون نے ساقن بنایا دوکان کا پتہ پوچھا۔کبھی بیڑن کہا۔کبھی میسوا بنی مگر بیکس اور بے بس تھی۔جس نے جو کہا چپ چاپ سُن لیا۔چلتے چلتے ثریا بیگم کو خیال آیا کہ وہ دونون آدمی وہی چور ہو نگے جنھون اُس شب کو ایک برق انداز کو قتل کیا تھا اور یہ اُن کے ساتھ تھین۔ناظرین کو یاد ہوگا۔کہ جب جوگن تھانہ دار کے خوف سے ایک ماما کو لیکر استانی جی کے مکان سے بھاگی تھی تو راہ مین انواع و اقسام کی مصیبتین سہی۔اور ایک مقام پر

نوبت بانیجا رسید کہ دو چورون نے ایک کانسٹبل کو قتل کیا اس وقت یہ بیچاری بھی اُن موذیون کے پنجے مین پھنسی تھی میان سلارو کے آقا کے ہان اسکے بعد جانے کا اتفاق ہوا تعجب ان کا ماتھا ٹھنکا کہ وہی جرم ہے۔ یہ دونون آدمی ڈاکو ہین اور مین تو اسوقت ان کے ہمراہی تھی۔ کسی پکّے مخبر نے رپورٹ کر دی ہے اب پھانسی پائی یا دائم الحبس بعبور دریائے شور کی سزائے سخت تجویز ہوئی اپنے مرنے کا اس ستم زدہ کو مطلق افسوس نہ تھا مگر یہ البتہ خیال تھا کہ آزاد پاشا ٹرکی سے واپس آن کر سمجھین دغاباز اور بے ایمان نکلین گے۔ شک کے عوض یقین ہو جائیگا کہ اللہ کبھی کسی پر ریجھ گئی ہم سے جھوٹا سا اقرار کیا تھا کہ اب حشر تک شادی نہ کرونگی اس خیال نے اُنھین آٹھ آٹھ آنسو رلایا۔ ہار آبہا مین چاہے قتل ہی کی جاؤن مگر آزاد کو ضرور اس معاملہ کی خبر ہو جائے۔

تو گفتی ہر آنکس کہ در رنج و تاب
دعائے کند من کنم مستجاب

اب یہ لونڈی عاجزی کے ساتھ اس رنج و الم کی حالت مین دست بدعا ہے۔ یا میرے خدا بحق بنی فاطمہ میری سُن لے تا کہ آزاد مجھے بدوضع نہ سمجھے جب چند کوس نکل گئے تو برق اندازون نے صلاح کی کہ اب ذرا دم لینا چاہیے ایک باغ مین کنوئین کے قریب سب نے دم لیا اور بیچاری ثریا بیگم پر آوازے کس لے لگے۔

ایک۔ فرہاد کو جس بڑھیا نے مارا تھا اُسی کی دادی یہ ہے۔
دوسرا۔ کون؟۔ وہ اجی اُس بڑھیا کے بھی کان کاٹنے والی ہے
تیسرا۔ کیا بڑھیا یہ بڑھیا ہے۔ ذرا پاس جا کر دیکھو تو

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن
جوانی کی راتین مرادون کے دن

دو چار برق اندازون نے ثریا بیگم کو قریب سے دیکھا ایک بولا واہ واہ واہ یہ تو کوئی پری ہے بھائی دوسرے نے کہا یار رات کے دیکھنے کا کوئی اعتبار نہین تیسرے نے کہا ہمین اس وقت نہ سن کا حال معلوم ہوا نہ صورت مگر ایک کانسٹبل اصرار کرتا تھا کہ اگر پندرہ سولہ برس سے زیادہ عمر ہو تو دو مہینے کی تنخواہ ہارتے ہین اور صورت تو ایسی دیکھی نہ سُنی۔

پھبتی ترے مکھڑے پہ مجھے چور کی سوجھی
لایا تھا ادھر دے کہ بہت دور کی سوجھی

اتنے مین بادل گھر کے آئے اور رام سنگھ حولدار نے کہا بھٹرن کچھ گانا وانا جانتی ہو تو گاؤ آخر تو چلا مگر دیکھنا بدا ہی ہی بادل جھوم جھوم کے آئے ہین کچھ نہ کچھ ضرور گاؤ۔

ساقیا آئے ہین بادل یہ بڑے پانی کے
جلد بھر دے سبو خالی ہین گھڑے پانی کے

ہان اب تم بھی گاؤ اسی دھن مین کہے سے نہ گاؤ گی اور تین ہلاس۔ سنتے ہو جی بخوار بواب ایسی تقریر کی ہو۔ تم لوگون کو ہم سے مطلب ہے یا اس سے۔ وہ عورت ذات کیا جانے۔ ادھر آن کے ہم سے مقابلہ کرو۔ آؤ بڑے بہادر ہو تو لڑ لو

حولدار۔ ہونھ! اب اسکا جواب یہ ہے کہ اُٹھ کے ایک میں لگائے اور بھول جائے تو پھر سے گنے ہم پچاس اور تم ایک اگر ایک ایک چپت لگائین تو بھی پتہ نہ لگے۔ کھوپڑی کے پرخچے اُڑ جائین۔ چلا ہے بحث کرنے۔ آنکھین نیچی کر۔ نہین کھود کے دفن کر دونگا۔

برق انداز۔ بڑے سرہنگ بڑے تیکھے۔ اور تو سب نے

ہین۔ اب یہ بڑے گرگٹ خان ہین۔ جب ٹکھو سوا دیگا ودی ہین
کے دوسری بات نہین۔ اب کی بولا تو ٹیٹوا گا۔ یہ سُنا
ہلاس آگ ہوگیا اور معاً حولدار کی طرف جھپٹا تو ایک
گھونسا اس زور سے دیا کہ حولدار تیورا کر گرا۔ برق انداز دلہن
کو سخت تعجب ہوا کہ اس حالت مین بھی اس شخص نے
اسقدر جرأت ظاہر کی۔

صبح کے وقت شہر مین داخل ہوئے تو ثریا بیگم نے دوپٹے
سے اپنا منھ چھپا لیا۔ اس پر ایک برق انداز نے کہا۔ ہونھ
شرم ہے کھائیے کے بلی حج کو چلی۔ اوڑھنی سنھ پر ڈھانپتے ہی
ایسی بڑی وہ بن کے آئی ہین۔ ہٹاؤ اوڑھنیا۔

حضرات ناظرین! کیا نازک مقام ہے افسوس صد افسوس
یہ وہی ثریا بیگم ہین جو ٹھسّے کے ساتھ فنس پر سوار ہو کر نکلتی
تھین۔ بانکی سہری فنس کا کونا دبائے ساتھ ساتھ جاتی تھی
کہارون کی مچھلیان جکتی تھین دردیان پھڑکاتے ہوئے
چلتے تھے۔ اور آج یہ روز بد دیکھا کہ ادھر ادھر برق انداز
اور حولدار اور تھانہ دار اور بیچ مین ڈاکوؤن کے ساتھ یہ جا رہی
ہین۔ حیف صد حیف۔ زمانہ کا بھی عجب انقلاب ہے۔ برق انداز
ڈانٹ کر کہتا ہے کہ ہٹا اوڑھنیا۔ ہائے اسوقت غمزدہ مصیبت زدہ
خاتون کے دل پر کیا گذرتی ہوگی۔ اشک پریشان روزگار
آنکھون سے جاری تھے اور ہجوم گریہ سے راستہ مطلق نہین
سوجھتا تھا برق انداز جاہل اجد گنوار پولیس کے ملازم چھیڑتے
جاتے تھے۔ اہاہ۔ اب رو رہے لاگین سکا ہے کا نام ہین انکے
گھر مین ست جگ بیا پک ہے۔ دوسرا بولا اس بیچاری کو
ناحق بن ناحق یار لوگ پھانس لائے ہین۔ بیسٹری پا کلاس ہے
دیکھو کس بعلت کے ساتھ ڈاکوؤن اور بدمعاشون کو ساتھ لیکر
میدان مین پیٹھی تھی ناحق ہی پکڑ لائے۔ اتنے مین آدمیون مین صرف
ایک کانسٹبل خداترس آدمی تھا وہ ثریا بیگم کی صورت
وضع قطع چال ڈھال سے پہچان گیا کہ یہ شریف زادی ہے
صرف اس شخص کو ثریا بیگم کی حالت زار پر افسوس آتا تھا
باقی سب مل کے قہقہے لگاتے تھے اور چٹکیون پر اڑاتے تھے
راہ مین طرح طرح کی گفتگو ہوتی تھی۔

رنگریز۔ بھئی کتنا اچھا رنگا ہوا ہے۔ یہ دوپٹا۔ کہ واہ واہ واہ
نانبائی۔ کہان سے آئے ہو بھئی جوانو۔ کیا کہین ڈاکا پڑا تھا
سپاہی۔ ہلاس کا نام سُنا ہے۔ وہ کل گرفتار ہوا یہ چلے جاتے
ہین ہلاس ڈاکو اور یہ سنگھ جی ہین۔ دو مگر مجھ ایک جال مین
ہلاس۔ نوالہ کرونگا مگر مچھ تو ہین ہی۔ ٹھہرو دیکھو کیسا لوا لسن
کرتے ہین۔ رہنا دریا مین اور مگر مچھ سے بیر ـــ
سنگھ جی۔ آؤ میان یادش بخیر جینگے پھر ملینگے سانڈ نے لیا ان
شیخ (اپنے دوست سے) ارے یار دیہ کون ہین سبحان اللہ
سبحان اللہ کیا حسن گلوسوز ہے۔ کیا مکھڑا ہے قسم خدا کی وخدا آفرین
حسن ہے کہ باید وشاید۔ گل چہرہ اش در گلشن رعنائی بوجہ
نیکوست کہ خون صد ہزار بہار بہ گردن او است شادابی باگل
چہرہ اش از مغز زہ خشک بدست چین۔ یا استعارہ نازکی
خویش رخش بر گل نازک بدن طعنہ زن۔ وتاثیر طراوت گل خندہ
اش پژمردگی خزان در کش شگفتہ روے گلشن۔ بہ پشت
گرمی آفتاب چہرۂ اش ذرہ بیتاب را مہ فلک خورشید در بغل ر
بے گلاب افشاں گل عارض بہار آفرین طراوت ترنیش
دماغ بہار از خشک مغزی مختل۔ ان صاحب کے نوکر نے انکی
طرف مخاطب ہوکر یون کہا۔
لوکر۔ اب حضور تو نعات بھر پڑھ جائینگے مگر اسکی صورت نہ دیکھینگے

یہ اس قابل ہی کہ اسکو گھر ڈالے اور نکاح پڑھوا لے
آقا۔ ہان۔ دیکھون۔ واہ واہ۔ یہ تو شبو جان سے بھی بڑھکر ہی
نوکر۔ کیا خوب اِن آنکھون کے صدقے میان آنکھون کے صدقے
میان تیز نظر تو بہت دیکھے مگر آپکے سے گاؤدی نہین دیکھے
آقا۔ (بگڑ کر) کیون مردک۔ پھر تونے گستاخی کی۔ خبردار
نوکر۔ جب کھینگے کھری کھینگے۔ دو ٹوک صاف صاف

یاران چوری نہ ہم پیران دگا بازی
کنو کو بُرا کہین نہ ہم کسی کو پاجی

پرانا مسئلہ ہی اور آپ تو بس تعالیٰ کے ہیلین ہین۔
آقا۔ اور تم۔ تم تری سہی۔ ہم ہیلین۔ تم تری۔ کیون۔
نوکر۔ کیا بے تکی اُڑاتے ہو۔ تریا دک و نالت (لعنتا) بہر دو
ہم تو یہ جانتے ہین اور کیا۔ کھری کہے سو بُرا۔
اُس پر آقا جھلا کر دوڑے کہ نوکر کو سزا دین نوکر بھاگا
اور آقا اپنے زعم مین آپ آ رہے۔ گرے تو منھ کے بھل
برق اندازون نے قہقہہ لگایا۔ ثریا بیگم سے چار آنکھین
ہوئین تو دل مین سوچنے لگین کہ اس شخص کو مین نے کہین نہ کہین
دیکھا ضرور ہی۔
آقا تو منھ کے بھل گرے اور نوکر دور سے منھ چڑھا رہا ہی
اور کہہ رہا ہی کہ میان ذری یہ شعر سنو دیکھو کیا کہا ہی۔

گلشن پہ اسکے صرف نہ بلبل نے غش کیا
جٹ پٹ بلا مین غنچون نے لین گل نے غش کیا

گیسو کی کس کی لٹ نظر آئی جو باغ مین
مار سیاہ طرۂ سنبل نے غش کیا

موج نسیم سر پہ اُڑاتی ہی خاک آج
شاید کسی اسیر سلاسل نے غش کیا

آیا جو مہر گھر تو بناوٹ کو سوچیو
رکھ دل پہ ہاتھ اُس بت قاتل نے غش کیا

صدقے مین اس جگر کے کہ کشتے کی نعش سے
خون بہ چلا تو دیکھ کے قاتل نے غش کیا

آقا۔ اچھا سمجھونگا۔ تو ذرا گھر چل۔ ابھی ابھی سمجھ لونگا
نوکر۔ کیا سمجھو گے۔ لو بیٹا لو۔ آقا ہو مالک ہو مان باپ ہو
آقا۔ بس۔ ہم کوئی نہین ہین۔ بے ادب گستاخ۔ ہمکو مالک
بناتا ہی مالک تو دوزخ کا داروغہ ہی۔ واہ۔
نوکر۔ اچھا اب قتل کر ڈالیے بس اب کچھ اور بھی تمنا ہی۔
آقا۔ جا قصور معاف کیا۔ اب میان آگے سن کان مین کسی
سے کہو نہ سنو اس پریوش حور کو کسی طرح شادی پر راضی کر دو
نوکر۔ اوہ۔ کون بڑی بات ہی۔ ابھی لیجیے۔ اسی وقت۔
آقا۔ شاباش۔ شاباش۔ خوب آدمی ہی تو۔ ایک شبو جان کو
دل دیا تھا وہ قتل کر گئین۔ اب اُنکی باری ہی۔

بے ظلم اُس کو یار کیا ہم نے کیا کیا
کیا جبر اختیار کیا ہم نے کیا کیا

داغون سے اپنے سینۂ سوزان کو اے نسیم
یان رشک نوبہار کیا ہم نے کیا کیا

اس رشک گل کی خواہش بوس و کنار کو
اپنے گلے کا ہار کیا ہم نے کیا کیا

دست جنون سے اپنے گریبان صبر کو
اے عشق تار تار کیا ہم نے کیا کیا

وحشت پہ دیکھ ناصح مشفق نے جو کہا
ہرگز نہ اختیار کیا ہم نے کیا کیا

ایک چھوٹی سی لڑکی نے اپنے مکان کے کمرے کی چق سے

ان سب کو دیکھکر اپنی ماں سے کہا۔ اماں۔ یہ دیکھو کوئی بندھا ہوا جاتا ہو بہت سے سپاہی ساتھ ہین ای اماں دیکھو تو ذرا یہ عورت بھی ساتھ ہو مجھی سے کتنی صورت ملتی ہو۔ کیون نا۔

ماں۔ نا بیٹی کیون ایسی مثال دیتی ہو کیا جانئے کون ہیسوا ہی

بیٹی۔ سا اماں جان بے دیکھے جو چاہے کہہ لو۔ سنتو ہیی کینگے کہ

ماں۔ دیکھون۔ یہ تو کوئی بیگم سی معلوم ہوتی ہو! اللہ جانے کون آفت زدی ہو۔ عمدہ خانم ای عمدہ خانم ذرا دریافت تو کرا

عمدہ خانم نے خدمتگارون سے کہا ارے پوچھو تو یہ سپاہی کس کو لیے جاتے ہین۔ اور یہ عورت انکے ساتھ کون ہو۔

خدمتگار نے جاکر ایک سپاہی سے دریافت کیا اُس نے کہ ہلاس اور سنگھو جی دو چور گرفتار ہوے ہین اور یہ عورت بیٹرن ہے اسکے ہان سب جاؤ کرتے ہین اور ٹھیک اسین ہوتی ہو یہ بڑی ٹھگن ہو خدمتگار نے کہا۔ واہ شکل صورت ایسی اور کام یہ۔ واہ رے زمانے۔ افسوس ہو بھائی جوان۔ افسوس ہو آن کر عمدہ خانم کو بلایا اور کہا یہ دونون چور ہین اور یہ عورت ایک بیٹرن ہو انھین کے ساتھ کی۔

عمدہ خانم۔ ہائی۔ یہ بیٹرن ہو۔ نا صاحب کبھی نہین واہ وا

خدمتگار۔ کہتے ہین کہ بیٹرن ہو۔ کہا مانو سکانسٹبل کہہ چکا ہو

عمدہ خانم۔ ای ہوش کی دوا کرو وے۔ اور منہ ہم سے زیادہ وہ موا گنوار کالا کیا جانے یہ کوئی بیگم ہو۔ بیٹرن موئی جھکتی ہوئی سینہ تلنے ہوتی یہ بیچاری گری جاتی ہو۔ بیٹرن کی ایک ہی کہی۔

خدمتگار۔ اچھا آیئے شرط بدیے۔ دو سو روپیہ۔ آیئے

عمدہ خانم۔ ہم کے پاس نہین کھڑے ہوتے۔ اور تو کیا ہوگا

اس غول بیابانی کو جو دیکھتا تھا متحیر ہوتا تھا شہر مین طرح طرح کی روائتین مشہور تھین ایک محلے مین یاران سرپل نے مشہور کر دیا کہ شہر سے تین کوس کے فاصلے پر ایک بیٹرن کے مکان مین لاش نکلی۔ سندور گئی تو جو تین آدمیون نے پولیس کا مقابلہ کیا جب شہر مین خبر ہوئی تو پلٹن بھیجی گئی۔ پلٹن کے آدمیون نے ڈاکوؤن کو زیر کیا مگر طرفین کے کئی آدمی کام آئے اور وہ بیٹرن اور دس ڈاکو پکڑ آئے ہین اور لاش چارپائی پر لدی ہوئی ساتھ ساتھ آئی۔

حضرات ناظرین! دیکھیے بات کا بتنگڑ یون ہی بنتا ہو۔ لاش اس پیرمرد کو بنایا۔ جو علیل تھا اور جس کو چارپائی پر لاد کر لائے تھے اور بیٹرن اس بیچاری مصیبت زدہ سے مراد ہو۔ دوسرے محلے مین یہ خبر اُڑی کہ دریا مین خزانہ دفن تھا اسکو ڈاکوؤن نے رات کو کھودا۔ سرکار کو خبر ہوئی تو فوراً دو سو جوان مسلح ہو کر موقع واردات پر پہونچے وہان ڈاکو توڑے کے توڑے گدھون اور خچرون پر لاد چلے تھے بس سرکاری سپاہیون نے پہونچکر باڑھ ماردی۔ ڈاکو گھبرا گھبرا اُٹھے اور ادھر اُدھر بھاگنے لگے مگر ایک نامی ڈاکو نے تلوار ہاتھ مین لیکر تیس آدمیون کو قتل کیا اب وہ سب تو بھاگ گئے لیکن دس آدمی گرفتار ہوگئے انمین ایک عورت بھی ہو۔ اور گھوڑ موا آدمی بھی ڈاکوؤن کے ساتھ گرفتار ہوا ہو۔

اس خبر نے بھڑکا دیا۔ کہ گھوڑ موا آدمی گرفتار ہوا ہو۔ اور لطف یہ کہ جس نے سُنا اسکو یقین آگیا کہ بیشک یہ خبر صحیح ہو

دو تین محلون مین یہ افواہ اُڑی کہ ایک عورت اپنے گھر سے زیور اور جواہرات لیکر بھاگ گئی تھی اب پکڑی گئی ہو پولیس والون نے اسکے ساتھی ایک چور کو قتل کیا اور

تین چار آدمیون کو گرفتار کرکے لے آگئے۔

پیر مرد کی کھٹیا جو بچی تی نکلی تو تماشائیون نے اُن کو مردہ قرار دیا حالانکہ وہ ابھی مرنے والے نہین ہین۔ الغرض جتنے منھ اتنی ہی افواہین ثریا بیگم اور ڈاکو اور پیر مرد حوالات بھیجے گئے۔ وہان دو چار سپاہیون کی تقریر کی طرف ثریا بیگم کو مخاطب ہونا پڑا وہ باتین کرتے تھے یہ چپ چاپ سنتی تھی۔

گیان سنگھ۔ بھیا ہمایون کو جس نے مار ڈالا اُسکو ہم نے گھوڑے پر سوار دیکھا ایسا سوار ہوتا ہی کہ اس ملک مین شاید کوئی مقابلہ کر سکے۔

چاند سنگھ۔ اور دریا سے نکلتے ہی تھپڑ مارا تو سائیس نے بیس لڑھکنیان کھائین بیہوش ہو گیا۔ آدمی زور آور ہی۔

طالب علی۔ اجی ہم جانتے ہین اور جس عورت کے ساتھ رہتے تھے اسکو بھی جانتے ہین۔ وہ گوری گوری سی جوگن گیروے کپڑے پہنتی تھی۔ کبھی دھانی۔ کبھی زعفرانی۔ اس نے یہان خوب جل پھیلایا تھا۔ ایک ہی بدمعاش ہی خدا اُس سے بچائے ان دونون کی خوب میزان پٹی تھی۔

چاند سنگھ۔ اہا۔ ارے جی وہ جوگن۔ وہ جسکو۔ جو بستی کے باہر رہتی تھی جسکے ہان بڑے بڑے امیر اور حاکم اور مہاجن جاتے تھے

طالب علی اُٹھکر ٹہلنے لگے۔ ثریا بیگم سے چار آنکھین ہوئین تو گھورنے لگے مگر اُس نے آنکھین نیچی کر لین۔

طالب علی۔ کیس علت مین پھنسی ہو جی صاحب۔ کیون حضور

> ہم سے لڑی نگاہ تو چشمک اِدھر اُدھر
> پیدا یہ چشم شوخ نے کیا بانکپن کیا

ہم سبق انداز نہین ہین۔ حولدار صاحب ہین اور اب نمبر ترقی کا ہی۔

چاند سنگھ۔ بابا انسپکٹر ہوئے دو سو کے۔ ہمارے حولدار صاحب ایسے ویسے نہین ہین اور یہ منھ بنائے کب تک بیٹھی رہین گی ہلاس کے پکڑے جانے کا غم ہی کیون۔ بی بی۔ کچھ سر سے کھیلو منھ بھر بولو۔

ہلاس۔ (ڈکار کر) خبردار اس نیکبخت سے نہ بولنا نہین جس دن رہائی پاؤنگا فوراً گھر مین گھس کر مار ڈالونگا۔

چاند سنگھ۔ کسی ایسے ویسے کو دھمکانا۔ ہم سپاہی لوگ ہین تلوار کے دھنی۔ ہان۔

شہزادۂ سنجر سطوت اور شادی کا پیام

جوگن یعنی ثریا بیگم کا حال تو یہان چھوڑا۔ اب شہزادہ سنجر سطوت کا بیان ہی۔ یہ شہزادہ رفیع الشان سموالمکان فریدون جاہ خاقان کلاہ اسی شہر مین رہتے تھے جہان حسن آرا بیگم کا دولت خانہ فیض کاشانہ تھا مگر یہ ایک ناکے پر رہتے تھے۔ وہ دوسرے ناکے پر۔ اُن سے اور ہمایون فر سے بڑا اتپاک تھا۔ دونون ہمسن تھے اور ایک اُستاد سے دونون نے بنوٹ سیکھی تھی۔ یہ اُن کو بھائی کہتے تھے اور وہ اُنکو بھائی کہتے تھے۔ کچھ دن سے آمد و رفت کم ہو گئی تھی۔ مگر محبت ویسی ہی تھی۔

شہزادہ سنجر سطوت مع ارکان عزت کے جلوس فرما تھے کہ ایک مرزا صاحب جو قدیم مجرائیون سے تھے حاضر ہوئے

مرزا صاحب۔ آداب عرض کرتا ہون حضور والا۔ کیون آج خدا نا کردہ دشمنون کا چہرہ کیون اُترا ہی۔

شہزادہ۔ تم تھے کہان۔ بعد مدت کے دیکھا۔ مین فضل خدا سے اچھا ہون۔

مرزا۔ کیا عرض کرون حضور مین باہر چلا گیا تھا مگر ہان ایسا

پھنسا کہ حضور کی زیارت کو ترس گیا۔ آنکھین حضور کو ڈھونڈھتی تھین مگر الحمد للہ کہ بیان آنکہ مژدہ واجب السجدہ شکر باغ باغ ہو گیا۔

مژدہ آمد بگوشم ورد لم گاز ارشد
غنچہ شد گل شد چمن شد نافہ شد تاتار شد

حق تعالےٰ مبارک کرے۔ آمین۔

شہزادہ۔ بھئی وہ کیا مژدہ ہی جس سے تم ایسے مسرور ہوئے کہین خواب تو نہین دیکھا۔

مرزا۔ اے لیجیے حضور اور مجھسے پوچھتے ہین خدا حضور کو سلامت رکھے۔ سُنا کہ ستارۂ ہند کا خطاب ملا۔ خدا اور خدا کا رسول آگاہ ہی کہ جامے مین پھولا نہین سماتا۔

شہزادہ۔ (گردن نیچی کرکے) پھر اس مین تعجب کی کیا بات ہی او نی ادنی سے آدمی پا جاتے ہین۔

مصاحبون نے مرزا صاحب کا رنگ پھیکا کرنے کے لیے اُن کو آڑے ہاتھون لینا شروع کیا۔

کلن صاحب۔ (ان پڑھ آدمی) مین کہتا ہون آپ کبھی ہوش مین بھی آتے ہین مرزا صاحب۔ نہین واللہ مجھے شک ہی میرے علم و یقین مین حضور کا مجاز ہر دم چیرا بد لتا رہتا ہی۔

مرزا۔ واہ ری فصاحت مجاز کی ایک ہی کہی۔ واہ صاحب واہ

نور۔ کیا خوب بات فرمائی ہی کلن صاحب۔ مرزا صاحب کو بڑی خوشی ہوئی کہ حضور عالم نے ستارہ ہند کا خطاب پایا۔ گویا حضور کے لیے معراج ہی۔ اتنا نہین سمجھتے کہ اس خطاب کو اعزاز ہوا ہی اور حضور پر نور پر حکام کی ہمیشہ سے عنایت ہی جب دربار مین لاٹ صاحب نے ہاتھ ملایا پہلے حضور سے پھر کسی اور سے شہزادہ سنجر سطوت بہادر ہزبر جنگ کو کون نہین جانتا قسم خدا کی دور سے دیکھے تو جاہل تک کہدے کہ یہ اولاد بادشاہین بادشاہزادے کہین چھپے رہتے ہین۔

شہزادہ۔ ہان مجھے خود ان کی بات کھٹکی تھی مگر مین نے کہا بات بڑھانے سے کیا فائدہ یہ کون بڑی خوشی کی بات تھی۔ مگر خیر۔

مرزا۔ (دست بستہ) پیر و مرشد مجھے یہ کیا معلوم تھا۔ ایک نئی بات سُنی تو دل مین خوش ہوا کہ حضور کے نام کے ساتھ ایک خطاب اعزاز بھی شامل ہو گیا۔ حضور پر نور فیض گنجور امیر ابن امیر ابن امیر حضرت شہزادہ سنجر صولت ہزبر جنگ بہادر نجم الہند

نور۔ اجی وہ خالی سنجر صولت کیا کم ہی۔ سنجر صولت ہی سے شہزادگی برستی ہی چلو چھٹی ہوئی۔ یہ کیا کم اعزاز ہی کہ شہزادے ہین

کلن صاحب۔ بعض حضرات کا قاعدہ ہے کہ سوئی کو ہرام گھاٹ کا لٹھا اور تنکے کو بلے میان کا جھنڈا بنا دیتے ہین واہ ری دنیا۔

شہزادہ۔ اب بھی خدا کی عنایت سے کوٹھے بھرے پڑے ہین صرف زیر انداز نکالون تو یہان سے پکے پل تک سڑک ڈھک جائے کارچوبی مخملی زیر انداز جواہرات ٹکے ہوے۔ اور جواہرات بھی انمول بھلا کوئی جوہری کیا کھا کے دام لگائے گا۔

مصاحب۔ کیا مجال حضور۔ فقط آب و تاب اور جھلک کے دام اُٹھنے مشکل ہین۔ جواہرات کے دام کوئی کیا لگائیگا۔ ای توبہ

نور۔ حق ہی۔ واللہ یون ہی ہی جگت سیٹھ ہوتا تو آب گوہر دیکھکر پانی ہو جاتا۔ اور مجھ سے کوئی شی مخفی تھوڑا ہی ہی

کلن صاحب۔ جب پشمینے کو دھوپ دی گئی تو اس احاطہ مین جگہ باقی نہ تھی چوبیس دن تک دھوپ دی مگر جلانے کے جلانے کھلنا باقی رہ گئے۔ خدا کی قسم کھل نہ سکے۔ ایک ایک دوشالہ دس دس لاکھ کا بھی اور وہ باریک کام کہ انسان دیکھے تو

برسون عش عش کرے پشمینہ پوشون سے کوئی اسکی قدر پوچھے مرزا۔ واہ رے لکھنؤ۔ اب اِن کو کون کہے گا کہ یہ جاہل ہین کس قرأت کے ساتھ الفاظ ادا کرتے ہین۔ جاہل مطلق ہر جاہل مطلق۔ مگر گفتگو ایسی۔ تقریر سلیس اور مسلسل واہ رے لکھنؤ۔

دعوئی زبان کا لکھنؤ والون کے سامنے
اظہار بوے مشک غزالون کے سامنے

کلن صاحب۔ جاہل تو ہم ایسے ہین کہ باہر والون کو برسون سبق دین ایک دیہاتی سے جو تقریر کی تو سمجھے کہ یہ بھی کوئی مولوی صاحب ہین پوچھا جناب مولوی صاحب آپ کا دولت خانہ کہان ہے مین نے کہا فقیر کا کفش خانہ ایک اُجڑے ہوئے دیار مین ہے جسے لکھنؤ کہتے ہین فرمایا وہان کونسے محلے مین مکان ہے۔ اس (کون سے) اور مکان (مشدد) نے پھر ہرا دیا ہنسی کو ضبط کر کے کہا۔ بندہ فرنگی محل مین رہتا ہے تب تو کان کھڑے ہوئے سمجھے کہ کوئی بڑے زبردست مولوی صاحب ہین مگر مرزا صاحب جہان جائین گنوار ہی سمجھے جاتے حالانکہ شُد بُد پڑھنے مین لگی رہی۔

نہ محقق بود نہ دانشمند
چارپائے برو کتابے چند

شہزادہ۔ (مسکرا کر) واللہ لکھنؤ عجب مردم خیز طبقہ ہے میرا خدا اور مین کہ اگر ان سے واقف نہوتا تو مین بھی انکو مولانا ہی سمجھتا واللہ۔

نور۔ حضور ستارۂ ہند ولایت مین بھی خطاب ملتا ہے یا نہین شہزادہ۔ معقول۔ یہ لندن ہی سے تو خطاب بٹتے ہین پھر کیا وہان ستارہ ہند کا خطاب نہ ملتا ہوگا۔ صاحب لوگون کے نام کے ساتھ بھی ہم نے اکثر سنا ہے۔

نور۔ خدا حضور کو شمس الہند قمر الہند بلکہ کرسی الہند بنائے آمین

کلن صاحب۔ یہ کرسی الہند کیا معنی۔ چوکی الہند اور کرسی الہند۔ واہ۔

نور۔ کیون۔ کرسی ایک آسمان کا نام ہے کہ نہین آپ کرسی کے رہنے والے تو نہین ہین شمس الہند یعنی ہندوستان کے آفتاب تابان

مصاحب۔ کیون خداوند۔ یہ ہندوستان بہت بڑا ملک ہوگا۔ اسمین کوئی کرورون ہی آدمی رہتے ہونگے۔

نور۔ کم سے کم دو چار کرور بھی کیا ہونگے۔ بڑا ملک ہے صاحب

شہزادہ۔ دو چار کرور! بڑی ہو کون۔ دو سو کرور نہین کہتے

راوی۔ اس اغراق و تفریط کو ملاحظہ فرمائیے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ

اتنے مین ایک رفیق نے آن کر کہا خداوند نعمت بڑا غضب ہوگیا۔ ہائے ستم حضور آسمان ٹوٹ پڑا بالکل سناٹا ہوگیا تمام شہر مین ہل چل مچ گئی ہے۔

شہزادہ۔ کیون کیون۔ خیریت تو ہے۔ کیا کوئی واردات ہوگئی

رفیق۔ واردات حضور واردات سی واردات ہوگئی کچھ عرض نہین کیا جاتا (رو کر) پیر و مرشد حضور سنین گے تو رو دینگے مگر

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال میتوان بہ تمنا گریستن

شہزادہ۔ کیا کوئی مرگیا عجب قطع کے آدمی ہو آخر اب صاف صاف کیون نہین بتاتے کہ کیا ہوا۔ کس شامت کی باتین ہوتی ہین کہ آپ برآمد ہوے۔

رفیق۔ قسم خدا کی یہ بالکل امرا کی صحبت کے لایق نہین ہے۔

مصاحب۔ واللہ ثم باللہ جو کسی اور سرکار مین ہوتا تو اب تک نکال دیا جاتا تمیز سے بہرہ ہی نہین۔ سبحان اللہ۔

رفیق۔ حضور آج مرزا ہمایون فر کی برات جاتی تھی۔ کس

بھتیجے کی برات تھی کہ غلام کیا عرض کرے۔ بس ایک دفعہ ہی ایک شخص نے نوشہ کے چھری بھونک دی۔ اور شہزادے گھوڑے سے گرے دھڑ سے رفیق اور مصاحبین اور شہزادے نے متحیر ہو کر کہا۔ (این!) اب کیسے ہیں رفیق نے کہا خداوند وہ تو گذر گئے۔

شہزادہ۔ ارے! ہمایون فر چل بسے۔ ہائے ہائے یعنی ستم ہو گیا۔ سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے۔ میاں تم کو تحقیق ہے کہ گذر گئے۔

رفیق۔ حضور ایسا یقین ہے جیسا اس امر کا کہ غلام اسوقت زندہ ہے

شہزادہ۔ (جھلا کر) جھوٹے ہو جھک مارتے ہو ہرگز نہیں مرے

رفیق۔ بجا ارشاد ہوا خداوند۔ یہ جھک مارتے ہیں ہمایون فر زندہ ہیں کلمن۔ ودیدی چہ شک۔

زندہ است نام فرخ نوشیروان بعدل
گرچہ بسے گذشت کہ نوشیروان نماند

راوی۔ اچھی بے تکی ہانک لگائی مگر ہم تو سنجر سلوت کے قائل ہیں جھلا کے کیا جلد کہہ دیا کہ ہرگز نہیں مرے جھک مارتے ہو۔ سبحان اللہ اور رفیقوں نے اچھی ہاں میں ہاں ملائی۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک اور رفیق آئے ضیغم الدین ان کے والد ملیہ شاہی میں چکلہ دار تھے۔ انھوں نے منہ بنا کر کہا حضور نے تو سنا ہی ہوگا۔ دیکھیے کیا اندھیر ہے اندھیر کیا غضب ہو گیا۔ سنجر سلوت کو اب یقین واثق ہو گیا کہ مرزا ہمایون فر بیشک مقتول ہوئے بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور غم و الم کے اشعار اور رباعیاں زبان پر لاتے۔

شہزادہ۔ ہمارے بہت بڑے دوست تھے افسوس صد افسوس یہ کیا ہوا یارو۔ اب ہمارا دوست ہمیں کہاں ملیگا۔ ہائے ہائے یہ کیا ہوا۔

مال و زر زیور و حشم ملتا ہے
عنقا گو گرد سرخ پارس اکسیر
ممکن ہے نگین طبل و علم ملتا ہے
یہ سب ملتا ہے دوست کم ملتا ہے

اُف۔ واللہ یقین نہیں آتا اور نظروں کے سامنے صورت پھر رہی ہے آخر کچھ معلوم بھی ہوا کہ اس شقی سے کب کی عداوت تھی اور اس نے قتل کیوں کیا۔

خان۔ حضور ابھی کوئی گرفتار نہیں ہوا۔ تلاش ہو رہی ہے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کون تھا اتنا بڑا پھرتیلا آدمی ہے کہ برات کے ساتھ کوئی پچاس ہزار آدمی ہوگا مگر اس نے زخمی کیا اور اسطرح بھاگا کہ ایک بھی اسکو گرفتار نہ کر سکا۔ اور نہ کچھ سوجھا

رفیق۔ خداوند غلام سمجھ لیا اس کی لم کو غلام ہی پہونچا سرمہ سلیمانی اسکے پاس ہوگا۔ خداوند اگر کوئی بدے تو ناک ناک بدتا ہوں۔

نور۔ حضور یہ ہوشری تو کیا ہے ابات پکی کہی۔ سچے کی بات کہی

شہزادہ۔ بیشک۔ ورنہ بھلا ممکن تھا کہ لاکھ آدمی جمع ہوں اور ایک آدمی تلوار چلائے اور نوشہ کو زخمی کر کے نلوہ نکل بھاگے سرمہ سلیمانی اسکے پاس ضرور تھا۔ اللہ اللہ کیا تاثیر خدا نے بخشی ہے اور یا تو کوئی جن قابو میں ہے۔ دو ہی باتیں ہیں

رفقا۔ سبحانہ۔ اعجاز حضور کیا بات فرمائی ہے۔ واہ واہ واہ

لالہ۔ حضور کوئی اگھوری بس میں کر لیا ہوگا۔

شہزادہ۔ کیا بکتا ہے واہی تباہی۔ اگھوری۔ کھوری

رفیق۔ حضور یہ ہندو کیا پاگل ہے بولے بھی تو کیا بولے واہ میاں واہ۔ دیکھی تیری کاہلی اور باون ترے اجار کہنے لگے اگھوری بس میں ہوگا۔ نکلوا دے ان باتوں سے پیر و مرشد یہ شہزادوں اور بادشاہوں کے دربار کے لائق نہیں ہے۔

ضیغم الدین خان نے کہا حضور بڑی تمنا تھی کہ

سپہر آرا کے ساتھ نکاح ہو یہاں پر عاشق تھے وہ اُن پر عاشق تھیں۔ دل وجان سے دونوں کو عشق تھا۔ اور سُنا کہ لڑکی بھی بلا کی حسین ہے۔ قسم خدا کی اگر ہمارا بس چلے تو اُس شقی کو اس بیرحمی سے قتل کریں کہ وہ بھی جانے کہ ہاں کسی سے سابقہ پڑا تھا۔ کس کروفر کے ساتھ برات جاتی تھی اور اُس ٹھاٹھ سے شہزادہ ہمایون فر بیچے بجائے گھوڑے پر بیٹھے تھے۔ ان کی ماں کا حال دیکھکر قلب اُلٹا جاتا تھا اس طرح زار زار روتی تھیں کہ ہائے ہائے۔

لٹ جاتی ہے اک آن میں برسوں کی کمائی
کب جاتی ہے بے جان لیے جب اجل آئی

میری نظروں کے سامنے اُن کی اور اُنکے ضیغم خصلی تسکار کی صورت پھرتی ہے۔

ضیغم کی جو تھی جست تو آہو کے طرارے
آنکھوں کو چراتے تھے نجالت سے چکارے
ہر نخل سے خم تھا مہ نو شرم کے مارے
اُٹھتے تھے قدم جب تو چمکتے تھے ستارے

ہو رشک نہ کیوں تمکو فلک ماہ جبین کو
نقش سُم توسن سے لگے چاند زمین کو

اور حضور خدا گواہ ہے کہ ایسی دُلھن تھی کہ کسی نے کم دیکھی ہوگی۔ ہائے ہائے وہ صورت زیبا کہ بھوک پیاس انسان کی جاتی رہے ہوش وحواس قائم نہ رہیں۔

نازک لبین ہین برگ گل تر سے لعل لب
اور آب وتاب گوہر دندان مین ہے غضب

شہزادہ۔ اس بیچاری کا کیا حال ہوگا۔ واللہ مجھے اس ستم زدہ دلھن کے ساتھ ہمدردی ہے۔ میرے امکان مین جو کچھ ہوگا اُس سے مین دریغ نکرونگا اور ابھی تو نہیں کوئی مہینے ڈیڑھ مہینے کے بعد شادی کا پیغام بھیجونگا۔

رفقا۔ سبحان اللہ حضور قسم خدا کی حضور ولی ہین۔ واللہ یہ ہمدردی اللہ اللہ۔ حضور ضرور پیغام بھیجین اور ہمایون فر سے بھی حضور کا یارانہ تھا۔ اُن کی روح بھی دعائین دے گی یارانا ہی دن کام آتا ہے۔

ضیغم الدین خان۔ اسمین کچھ عیب تو ہے نہین۔ سیکا معنی کہ انکی شادی تو ہوئی تھی ہی نہین۔ صرف برات جاتی تھی شرع کی رو سے حضور نکاح کر سکتے ہین۔

نور۔ اُس لڑکی پر بڑا احسان ہوگا۔ وہ جی جائیگی بیچاری۔

کلن صاحب۔ ہم تو چاہتے ہین کہ دس ہی پانچ روز مین پیغام بھیجا جائے۔ ہمارے محلے مین ایک مشاطہ رہتی ہے اور جیسی ہے مگر چالاک۔ اُسکو بھیجین گے۔

مرزا۔ ہان حضور بہتر یہی ہے کہ مین غم اور رنج کے دنون مین اظہار مطلب کیا جائے کہ اُن کا غم غلط ہو اور ہمایون فر گو حسین تھے مگر حضور سے بڑھکر نہ تھے۔

ایک مصاحب نے صلاح دی کہ حضور کسی اخبار مین اپنا حال چھپوا دین۔ دو آنے فی سطر اخبار والے لینگے کسی زبردست منشی کو بلوائین حضور۔

کلن۔ اجی ہم بتاتے جائین اور لکھتے وہ جائین شاعر کو بلوائیے خدمتگار کو حکم دیا کہ داروغہ کو بلاؤ داروغہ صاحب نے زمین دوز ہو کر تسلیمات عرض کی حکم ہوا کہ کسی منشی کو حاضر کرو جو رنگین عبارت لکھتا ہو۔ انہون نے دست بستہ عرض کی خداوند لالہ مولچند سامنے بیٹھے ہین۔ ان سے حضور لکھوائیں چمن تخلص کرتے ہین۔

نور۔ خداوند۔ اُردو مسلمان ہی کی زبان ہے۔ ہندو لاکھ فاضل ہو جائیں پھر ہندو زبان دان نہیں ہو سکتا کسی مسلمان کو بلوائیے۔

کلن۔ اجی توبہ ہندو چہ داند الخ۔ ہندو بھی اچھے اچھے شاعر ہوئے مگر آتش اور ناسخ اور مومن اور ذوق اور انیس اور دبیر کا مقابل کون تھا کوئی نہیں۔ شیخ صاحب کے کلام کو ملاحظہ فرمائیے۔

بلبل ہوں بوستان جناب امیر کا
روح القدس ہے نام مرے ہم صفیر کا

شہزادہ۔ اور خواجہ صاحب کا کلام۔ سبحان اللہ سبحان اللہ زبان ایسی پیاری پائی ہے کہ مصرعے قند و نبات کے ریزے ہیں۔ واہ واہ۔

یہ کس نے باغ جہاں میں شگوفہ چھوڑا ہے
کہ آج تک گل و بلبل میں بول چال نہیں
زمانہ عاشق و معشوق سے نہیں خالی
گاؤں کا قحط نہیں بلبلوں کا کال نہیں
صیاد نے تسلی بلبل کے واسطے
کنج قفس میں حوض بھرا ہے گلاب کا

رفقا۔ اہاہا۔ بارک اللہ بارک اللہ۔ مگر حضور نے بھی تمام دیوان کا لب لباب یاد کر لیا ہے۔ یہ تینوں شعر ایسے چیدہ پڑھے کہ پھڑکا دیا۔

نہ عربی نہ فارسی نہ ترکی
نہ تال کی نہ سم کی نہ سُر کی
یہ تاریخ کسی ہے کسی لُر کی
حویلی ہے علی نقی خان بہادر کی

شہزادے نے میر انیس صاحب کی رباعی پڑھی۔

ہر آن تغیر ہے زمانے کے لیے
انسان کا دل ہے داغ اٹھانے کے لیے
بوڑھا ہو کہ نوجوان غنی ہو کہ فقیر
سب آئے ہیں اس خاک میں جانے کے لیے

رفقا۔ اعجاز اعجاز۔ کرامت۔ واہ حضور کیا رباعی پڑھ دی

شہزادہ۔ اس وقت کمال رنج ہوا کہ ہمارے دوست نے ہم کو داغ جدائی دیا۔ ہائے افسوس وائے افسوس مگر اُسکی دلھن کے ساتھ ہمدردی ہے۔

اب سنیے کہ نہایت غور اور فکر سے بڑی دیر تک شہزادہ سپہر سطوت سوچتے رہے کہ سپہر آرا کی شادی کا پیغام کیونکر بھیجیں۔ خدمتگار سے کہا کہ جو کتاب سب سے پہلے تیرے ہاتھ آئے اُٹھا لا۔ خدمتگار سکندر نامہ لایا حضور نے اسی میں فال دیکھی۔ تو یہ اشعار نکلے۔

علم برکش اے آفتاب بلند
خرامان شو اے ابر مشکین پرند
بنال اے دل رعد چون کوس شاہ
بخند اے دم برق چون صبح گاہ

اس کے بعد مرزا صاحب سے کہا کہ آپ آج کل کسی کی عروس میں شریک ہوئے تھے یا نہیں۔

مرزا صاحب۔ حضور شہر میں تو نہیں۔ ہاں زمانہ میں تیرا مہمان باہر ایک قصبہ میں شریک ہوا الحمد آجتک کسی فرد و بشر نے اپنے حساب ایسی شادی دیکھی بھی ہو۔

شہزادہ سپہر سطوت۔ کہاں بھئی شہر کی شادیاں اور براتیں تو عمر بھر دیکھا کیے مگر دیہات اور قصبات کی شادیاں دیکھنے

کو بہت دل چاہتا ہی۔ آپ نے کیا دیکھا۔

مرزا صاحب۔ حضور کیا عرض کروں مولوی احسان الحق صاحب ایک میرے کرمفرما ہین اتفاق سے مین اُنکے وطن مین وارد ہوا۔ یہ گمان تو تھا ہی نہین کہ مولوی صاحب نکلے مگر خیال یہ ہوا اُنکا دولتخانہ ہی دیکھ لون اور صاحبزادون مین سے کوئی گھر پر ہون تو اُن سے ملون۔ خیر اس قصد سے ان کے در دولت پر حاضر ہوا تو اُن کے خدمتگار سے سنا کہ ابھی ابھی چھٹو میان کے یہان بالا قطع کرانے کی تقریب مین تشریف فرما ہوے ہین بالا کا نام سنکر مین متحیر ہوا پوچھا بالا کی تقریب کیا معنی

خدمتگار۔ حضور مین خود نہین جانتا مین پردیسی ہون۔ میان خیرو تم بتاؤ بالا کیا کہلاتا ہی۔

خیرو۔ بیاہ کے پہلے یہ ہی تقریب ہی اور لوگ اسکو بالا بیونتانا کہتے ہین۔

مین۔ بالا بیونتانا کہتے کس کو ہین۔ اچھی طرح سے سمجھاؤ بھئی

خیرو۔ صاحب درزی آتا ہی برادری جُڑتی ہی اور کپڑا رکھا جاتا ہی پھر دولھا کا کپڑا درزی بیونت لیتا ہی یہی کا بالا قطع کہتے ہین

مین۔ ہان۔ مگر میان خیرو کسی صاحب انگریز نے ایک پنڈت سے پوچھا کہ لکھنا کے کیا معنی۔ پنڈت جی نے جواب دیا کہ لکھنا ماتو لکھنا صاحب سمجھے کیا خاک پھر پوچھا اول لکھنا کے معنی بتاؤ مگر پنڈت جی تو سوائے لکھنا کے دیکھنا جانتے ہی نہ تھے یہی رٹا کیے لکھنا ماتو لکھنا اگر یہ تو بتاؤ کہ ہم بھی وہان تک جا سکتے ہین۔

خیرو۔ ہان ہان جانے کس نہین سکتا ہو۔ ہمرے ساتھی چلو صاحب آؤ۔

مین۔ میان خدمتگار پھر مکان ہمکو بتاؤ کچھ ہرج تو نہین ہی

خدمتگار۔ میان خیرو گھڑی بھر کو ذری حضور کے ساتھ چھٹو میان کے گھر تک چلے جاؤ۔ اور جہان سرکار رہین وہانتک آپ کے ہمراہ رہو۔ سنو کہ نا ہین۔

خیرو۔ چلو میان چلو ہم چھٹو میان کی چوپار مین پہونچا دیں۔ میری جو شامت آئی تو مولوی صاحب کے ملنے کے اشتیاق مین چلا اور دیکھا کہ ایک مکان کے روبرو کسی مکان منہدمہ کا ڈھیر تھا اُسکا نشیب و فراز برابر کیا گیا تھا اور اس پر ایک چھوٹا پرانا شامیانہ نصب تھا اسمین محفل منعقد تھی غرضکہ بدشواری کبھی پھسلا اور کبھی سنبھلا آخر اُس بلندی پر بدقت تمام پہونچا تو وہان انواع و اقسام کے حضرات جمع تھے مگر مولوی صاحب اسمین مثل آفتاب شمس النہار کے متمیز تھے مجھے مولوی صاحب نے پہچان لیا اور نہایت جوش و الفت سے ملے اپنے قریب جگہ دی مگر شاید وہ تقریب ختم ہو گئی تھی اور مولوی صاحب اُٹھنے ہی کو تھے وہ رخصت ہوئے اور مجھے اپنے دولتخانہ پر لائے اور مہمان لیا اور میرے قیام پر مصر ہوے قصہ مختصر اُن کے ساتھ گیا۔ اُن کے نوکر چاکر کارخانہ ماشاء اللہ سب اُجلا تھا گو گرمی کے دن تھے مگر مکان پختہ تھا چین سے بسر ہوئی بعد نماز مغرب ایک گلی کے قریب فرش بچھا اور مولوی صاحب بھی رونق افروز ہوے۔ اور یکے بعد دیگرے وہان کے رؤسا جمع ہونے لگے مولوی صاحب ہر ایک کی تعظیم فرماتے تھے اور اُن کو بٹھاتے تھے مگر اُن صاحبون کے اوصاف مین اسقدر کہنا کافی ہوگا کہ ماشاء اللہ سب کے سب جاہل اور جو کچھ لکھے پڑھے تھے وہ جاہلون سے بھی فضل تھے ہیم حتمی کی بکا

تھی اور جو اس صحبت میں باتیں ہوئیں اسکے لیے اسقدر عرض کرنا بس ہی کہ میرے کانوں نے وہ تقریبًا سر و پا کبھی نہیں سنی تھی بات بات پر گالی مگر شستہ نمونہ از خروار سے۔

ایک صاحب بولے کہ خیرات علیخان کی جکلہ داری ہم لوگ کے کھیت میں للوا پاسی سوریان لے آیا۔ اور مجھے سمجھوانے ہم کر کہا سنتے ہی مین آگ بھبھوکا ہو گیا اور جس طرح بیٹھا تھا اٹھا کھڑا آئی میرے ہاتھ مین بھی اور شیر بچہ بھی تھا جیسے ہی بڑے کنوئین پر پہونچا تو دیکھا کہ بھائی حسین بخش اور اللہ بخش اور چچا فیض الحق (مولوی صاحب کے دادا) اور امیر الدین اور آثار احمد بیٹھے تھے چچا فیض اللہ نے پوچھا کہ خیر تو ہی مین نے غصہ کی آواز مین کہا کہ للوا دیکھا کہ للوا اور اسکا لڑکا آگے اور بیچ مین شیو دنوا سوریان چرار ہے ہین مین تو غصہ مین تھا ہی ایک ہاتھ جو مارا تو للوا کا بھیجا اڑ نکل گیا اور باقی کو بھاگتا ہی بنی ہوا

شہزادہ سبحر سطوت۔ ایں! یہ قساوت۔ معاذ اللہ معاذ اللہ بڑے شقی تھے واللہ۔ انتہا کی جہالت۔

مرزا صاحب۔ ای حضور یہ تو ادنی بات ہی یہ تو بائین ہاتھ کا کرتب تھا عہد گذشتہ مین چلتا دھندا تھا۔

شہزادہ۔ بھئی تم نے جو شادی کی ترکیب دیکھی ہو تو وہ بیان کرو نئی بات سنی۔

مرزا۔ بہت خوب مجھکو چار روز وہان بسر ہوے چوتھے روز سنا کہ برات ہی اور سنا یون کہ ایک آدمی نہ معلوم وہ بھاٹ تھا یا نائی تھا دروازے دروازے پکار رہا تھا کہ صدیق میان کے پوتے کی برات ہی صاحبو کپڑے دھلا رکھو جمعرات کو برات جائیگی صاحبو کے جایت ہی۔

قصہ مختصر مولوی صاحب نے اپنے غیر حاضر ہونے کی اجازت چاہی اور معذرت کی مین نے عرض کیا کہ مین اکیلا یہان کیا کرون گا چلیے آپ کے ساتھ چلون مولوی صاحب نے براہ عنایت منع فرمایا مگر مین نے کہا کہ صاحب مین آپ کی بدولت یہان کے مراسم سے مطلع بھی ہو جاؤنگا اور یہان برات جاتی ہی کچھ فاصلہ بھی ایسا نہین ہی غرضکہ حضور مین باصرار ہمراہ ہوا۔ مغرب کے قریب نوشہ کے دروازے پر لوگ جمع ہوئے اور جب اندھیرا ہوا تو مکان کے اندر سے نائی پکارا کہ صاحبو آؤ تو نوشہ نہلایا جاتے چنانچہ ہر ایک اپنے اپنے مقام سے اٹھا اور اندر محلسرا کے جمع ہوے تلے اوپر آدمی گرے پڑتے تھے عورتین کوٹھے پر تھین ایک گھڑا جسمین آم کے پتے گھسے ہوے تھے اور اسپر سپید و رچاول لگا ہوا تھا اور چراغ اسپر جلتا تھا آیا اور جو کی جو گیرو سے رنگی ہوئی تھی اور اسپر تارا بھی لپٹا تھا صحن خانہ مین رکھی تھی اس پر نوشہ کو بٹھایا اور نائی نے کپڑے اتارے کھاروے کی لنگی پہنائی اور سر پر پانی اوپر سے سر پر ڈالا۔ ادھر عورتون نے یہ مچایا۔ گھاٹ تو بند جائیے تال کھدائیے۔ مجھکو وحشت ہوئی کہ یہ کیا ہونے لگا۔ آخر کو معلوم ہوا کہ گانا ہوتا ہی۔ ای سبحان اللہ

شہزادہ۔ مین تو خاک نہین سمجھا۔ الفاظ ہی سمجھ مین نہین آئے واہ وا واہ۔

مرزا۔ حضور مین نے تحقیق کیا تو مین بھی سمجھا۔ گھاٹ بندھائیے یعنی نوشہ جب سے خدا نے چاہا تو گھاٹ بھی بندھوا لے گا۔ اور تال کھدائیے یعنے خدا نے چاہا تو تالاب بھی کھدوائیگا۔ غرضکہ یہ فال نیک نوشہ کے حق مین تھی اور دعائیہ گیت۔ سبحان اللہ

شہزادہ۔ سبحان اللہ پھر برات تو بڑے ٹھاٹ سے گئی ہوگی ماشاء اللہ کیون۔؟

مرزا۔ پیر و مرشد سبحان اللہ جب نائی نہلا چکا تو حضور وہ ہی جو بالا فقط ہوا تھا وہ خلعت دولھا صاحب کے لیے حاضر ہوا اور کپڑے پہنائے گئے۔ جامہ پاجامہ دستار مقیش سرپیچ کبھی نائی نے چوٹی گندھی باندھتے وقت اپنا انعام مانگا کبھی نائی نے اپنا حق مانگا آخر کو اب پگڑی باندھنے کا وقت آیا جو صاحب دستار بند مخصوص تھے وہ پکڑ آئے غرض اُن کی خوشامد ہوئی قصہ مختصر دولھا کو بنا چنا کر ایک اسی قسم کے گھوڑے پر جس کی تعریف مرزا سیدا نے کی ہے سوار کرایا اور دھم دھم بم بم کچھ باجے بجنے لگے روشنی کا بھی اول جاول سامان ہوا اور برات روانہ ہوئی نوشہ کے سر پر ایک چھتر بھی تھا جو نائی لیے تھا جیسے ہی آبادی سے باہر ہوئے براتی متفرق ہو گئے۔ صرف نوشہ اور نائی اور بیائیں باجے والے بھی کوئی ادھر کوئی ادھر

شہزادہ۔ ایں! یہ کیسی برات تھی۔

مرزا۔ حضور کیا عرض کروں کوئی ڈیڑھ میل اسی پریشانی سے ہم لوگ چلے آگے دیکھا کہ ایک جگہ کچھ آدمی بیٹھے ہیں وہاں برات ٹھہر گئی کملی پر بچھی پرانی جاجم دری جو نوشہ کے ساتھ تھیں وہاں بچھا دی گئی اور برات کا ٹھاٹھ وہاں جمع ہوا۔

شہزادہ۔ یہ راستے میں ٹھہرنا اور ٹھاٹھ بنانا کیا معنی۔

مرزا۔ حضور مجمع برات مجتمع کرنے کے لیے سوا اس کے اور کیا تدبیر تھی جو آگے چلے آئے تھے وہ تو وہاں موجود تھے اور جو پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی آن ملے۔ غرضکہ خوب دن بھر تمباکو کے لقے اڑے اور اکٹھا ہو کر نقتے ہوئے چلے اور ایک اور محلے پر پھر ٹھہرے جو بیبیاں برات کے ساتھ گئی تھیں وہ ایک جدا مکان میں جا ٹھہریں اور غل ہوا ریشم ریشم لے چلو

شہزادہ۔ ایں یا ریشم یعنی چہ۔

مرزا۔ خداوند میں بھی حیران تھا مگر معلوم ہوا کہ ساچق کی غرض ہی کوئی ریشم کہتا تھا کوئی بری کہتا تھا غرضکہ جہاں بیبیاں فروکش تھیں وہاں سے ساچق کا سامان آیا سینیوں میں وہ رکھا ہوا تھا کسی میں کپڑے کسی میں زیور اور پیچھے سب کے سر پر لکڑیوں کی کھنچیوں میں خدا جانے کیا تھا انکو وہاں کے بزرگ بھر بھر کے پکار رہے تھے واللہ عالم ان میں کیا تھا مگر قرینے سے معلوم ہوتا تھا کہ بستہ کشمش سر میں ڈالنے کا مصالحہ رہا ہوگا غرضکہ نوشہ کو اسی مکان میں چھوڑ کر براتی ساچق لیکر گئے اور عروس کے یہاں پہونچا کر پھر اسی کابہ حزان میں پلٹ آئے جہاں نوشہ صاحب سڑون ٹون بیٹھے ہوئے تھے

شہزادہ۔ بس برات ہو چکی۔

مرزا۔ نہیں حضور ابھی۔ حضور سماعت فرمائیں کہ آگے ہوتا کیا ہے تھوڑی دیر کے بعد چند مسن صاحب اور دو ایک نوجوان نوشہ کے واسطے خلعت لائے ماشاء اللہ چشم بد دور کپڑے نوراً علیٰ نور غرضکہ وہ کپڑے پہنائے گئے سہرا باندھا گیا نوشہ جو اپنے گھر سے جامہ اور پگ باندھ کے گئے تھے وہ نوشہ کے نائی نے اٹھا لیا اور اپنے زیب سر کیا وہ دوسرے نوشہ بن گئے اور اب تکرار شروع ہوئی۔

عروس کا نائی۔ بھری ہوئی مجھے عنایت ہو۔

مہتمم جامہ پوشی۔ ایں ایسی شادی میں دس ٹکے ملتے ہیں۔

مالی۔ پندرہ ٹکے مجھے دیجیے۔

بھاٹ۔ آٹھ ٹکے مجھے دیجیے۔

غرضکہ ہر مانگنے والا مانگ رہا تھا اور نوشہ کی طرف سے جو مہتمم تھے وہ ہر بار یہ فرماتے تھے کہ یہ بڑھیا بیاہ کا دستور ہے اور عروس کے جانب دار اپنے نائی مالی بھاٹ کے طرفدار

تھے چھٹو میاں فرماتے تھے کہ بھائی دے بھی دو مگر منتظم نوش ہوتے تھے کہ دستور کیوں بگاڑتے ہو آخر کار تصفیہ ہوا اور سب کو پیسے دیے گئے جب ان ہمہ سے انفراغ ہوا پھر برات بجی گئی اور دھم دھم ہوتا ہوا اور رفت فیر آتشبازی چھوٹتی ہوئی آگے آگے بھاٹ بولتا ہوا برات بڑھی اور عروس کے دروازے پر نوشہ صاحب پہونچے تو کسی گنوار عورتیں نکلیں اور انھوں نے خوب اپنی زبان میں براتیوں کو صلواتیں سنائیں پھر میاں نوشہ کے گھوڑے کے سموں کے نیچے پانی ڈالا اور چھڑیوں سے ان کو ٹھونکا اس طرح جب براتی گالی کھا چکے اور نوشہ ہٹ چکے تو پھر اس مقام پر جو برات کے اُترنے کے لیے مخصوص تھا وہاں پلٹ گئے ۔

شہزادہ ۔ آپ نے بھی گالیاں کھائیں ۔

مرزا ۔ حضور کیوں نہیں کرگا چھوڑ تماشے جائے ناحق چوٹ جولاہا کھائے پھر اتنا تو گنا تھا کہ شریک جرم عروس کے لانے کا ہوا تھا ۔

شہزادہ ۔ بھلا پھر کیا ہوا ۔

مرزا ۔ حضور جس مقام پر نوشہ بٹھایا گیا اس کا نقشہ بھی حضور سن لیں چھاتی بھر کرسی اور ایک زینہ جب تک کوئی اوپر سے ہاتھ نہ دے کرسی پر چڑھ نہ سکے تین طرف اسکے دالان اور ایک سمت کھلا ہوا اور ہر دالان سربجود ہر ایک اینٹ جداگانہ استرکاری نکمی صحن خانہ کیا گویا کھنتا ہے اور اس پر شامیانہ اور شامیانہ بھی چھینٹ کا چھپا ہوا مگر واقعی چھاپنے والے نے کام کیا تھا نہایت خوشخط بوٹوں کے درمیان میں کہیں لا الہ الا اللہ آدم صفی اللہ ۔ تو کہیں لا الہ الا اللہ نوح نجی اللہ لکھا تھا ۔

شہزادہ ۔ بھئی اور کہیں محمد الرسول اللہ نہ تھا ۔

مرزا ۔ نہ حضور وہ تو قبل بعثت جناب رسول خدا کے بنا تھا اس واسطے حضرت خاتم النبیین کا نام ہی چھاپنے والے کو معلوم نہ تھا وہ کہاں سے لکھتا غرضکہ خداوند ایک سینی میں خشکہ اور گھی اور شکر آیا اسکو وہاں کے بزرگوار تھال کہتے تھے ۔ وہ نوشہ کے روبرو رکھا گیا جو لونڈے انکی تاک میں آنکھیں پھاڑے بیٹھے تھے اور جمائیاں لے رہے تھے گرد ہو گئے نوشہ کے نام چار تو کھا لیا باقی ان چھوکروں نے ہاتھ صاف کیے اور پھر نائی کو کچھ دیا گیا میں دور تھا نہیں دیکھا مگر غالباً پانچ ٹکے دیے ہونگے اس لیے کہ نائی کی لیاقت بھی اس سے زیادہ بار اُٹھانے کی نہ تھی ادھر تو یہ ہو رہا تھا اُدھر عروس کے دروازے پر غل ہوا الغرض میں وہاں خراماں خراماں جا پہونچا اور دیکھا کہ عجب تماشا ہے براتی ایک ایک فرعون بے سامان ہے سواری میں گدھے کے برابر ٹٹو ۔ اور اس کے لیے دوسری دانا اور ٹٹو دن کو گھانس کی مانگ کوئی کہتا ہے کہ لکڑی چاہیے کوئی پیالی مانگتا ہے کوئی یہی کہہ رہا ہے کہ حقہ لاؤ حقہ لاؤ کوئی تمباکو غرضکہ عروس کی جانب سے جسقدر رستم تھے اُن کو بوکھلا ڈالا میں نے ایسے تا دہندے عمر بھر نہیں دیکھے خداوند مدار بے حقے دھیلے والے اُنکے نزدیک جانوں کے حقوں سے بڑھ کر تھے اور ہر ایک چاہتا تھا کہ دو چار جمع کر لوں کہ سال بھر اُنکو گھر میں پیوں نعوذ باللہ ۔

شہزادہ ۔ پھر وہ سارے براتی اسی مکان میں ٹھہرے رہے اور کب تک مقیم رہے ۔

مرزا ۔ عرض کروں کہ وہاں بجز نوشہ اور اُسکے عزیزوں کے کوئی بھی نہ تھا جہاں جسکے سینگ سمائے چل دیے جسطرح مرد متفرق تھے عورتیں بھی متفرق تھیں مگر میرا کہیں ٹھکانا نہ تھا اسلیے دہن نوشہ کے ساتھ مجھے رہنا پڑا مولوی صاحب نے بھی بہت

تکلیف اُٹھائی اسواسطے کہ وہ بھی ایسی تقاریب کی شراکت کے قابل نہ تھے اور مین نے ساری رات جاگتے کاٹی یا اُن صاحبون کی جو عروس کے گھر کھانا پکوا رہے تھے بے چینی مین رات بسر ہوئی مین حیران تھا کہ وہ کیون اسقدر پکوا رہے ہین اس واسطے کہ براتی تو شاید ستر آدمی سے زائد نہ تھے لیکن صبح کو عقدہ کھلا جیسے ہی صبح کی نماز سے مین فارغ ہوا تو دیکھتا ہون دھنئے جولاہے حلال خور ام غلم لڑکے لڑکیان دبائے چلے آتے ہین اور وہ سب اُسی مقام پر جہان نوشہ فروکش تھا دھوپ مین آ آکر ٹھہرے اور کچھ دن چڑھے عروس کی جانب سے تقاضا ہوا کہ صاحبو کھانا حاضر ہے اب براتی ڈھونڈے جانے لگے تو کوئی مہدی میان کے کھلیان مین کوئی گھسیٹے میسان کی چوپار مین کوئی موسی میان کے امام باڑہ مین نائی پر نائی اور آدمی پر آدمی جاتا ہے کوئی آتا ہے کوئی نہین آتا ہے کوئی طعنے دیتا ہے کہ ہمارے گھوڑے کو رات گھانس نہین ملی ہم آئینگے کوئی کہتا ہے کہ ہم کو حقہ نہین ملا کسی کا عذر ہے کہ ہمارے یہان تمباکو نہین پہونچا کوئی طعنہ دیتا ہے کہ ہم کو بچھونے نہین دین اب ایک طرف عروس کے جانب دار معذرت کرتے مناتے پڑے پھرتے ہین دوسری جانب نوشہ کے اعزا آخر ہزار خرابی کسی نہ کسی طرح وہ منائے گئے۔

شہزادہ۔ کسی نہ کسی طرح کیا معنی

مرزا۔ خداوندگا گفتہ بھی ہوا کشاکشی بھی ہوئی جوتی پیزار بھی ہوئی۔ توبہ! توبہ۔ خدا کی پناہ سب تھکا فضیحتی بھی ہوئی اور خوشامد بھی ہوئی آخرش اب سب بھائی بند اسی مکان مین ہین بیٹھے اور چھوٹے میان بڑے مکان مین بیٹھے۔

اس گفتگو کے بعد شہزادہ نجم سطوت نے ایک صاحب خاص کو حکم دیا کہ کل کسی شاطہ کو ضرور لاؤ۔ اسکو ہم اپنے طور پر سمجھائینگے ابھی تو دس بارہ روز تک نہ چھیڑنا چاہیئے۔ کیا معنی کہ تازہ زخم ہے اس پر مرزا صاحب نے کہا حضور وہ کبھی منظور نہ کرینگی۔ بڑی بیگم زہر کھالینگی اگر سہ بارہ کی آپ شادی ہوئی۔ اور شرفا مین اب یہ بات جائز کہان ہے حضور۔

شہزادہ۔ ہم شرفا کی بات نہین مانتے۔ بس۔

راوی۔ بجا چلیے جھگڑا گیا۔

شہزادے کے دربار مین ایک شخص نے کہا کہ حضور آج ایک کب راج کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ شاعری کے علاوہ اشراق مین بھی دخل رکھتے ہین اسپر مرزا صاحب نے فرمایا حضور بھی کسی شاعر کو حکم دین۔ شہزادہ بہادر نے ایک شاعر سے کہا کہ آپ ہمارے نکاح کی تاریخ موزون فرمائیے مگر بحر اور وزن اور توضیح اس غزل کے مطابق ہو اور کلام فارسی ہو

شادی جلوۂ گلفام مبارک باشد
عیش و عشرت کا سر انجام مبارک باشد

اتنے مین مرزا صاحب نے کہا خداوند دیہات کی شادی کا بھلا پورا حال حضور سُن لین

مرزا صاحب پہلے جولاہون کے یہان سے تھان اُٹھ آئے اور وہ ہر صف کے آگے بچھائے گئے اسپر کھانا آنا شروع ہوا خداوند چار روٹیان اور دو پیالے گوشت کے اور دو رکابی پلاؤ کی۔ یہ دوہرے حصے تھے ایک رات کا کھانا تھا اور دوسرا دن کا مین کھانے کی نسبت تو سوا اس کے اور کچھ نہ کہونگا کہ وہ اُنھین حضرات کے لائق تھا اور وہ حضرات اسکے لائق مگر جان دیتے تھے کوئی بیٹے کا حصہ مانگتا تھا کوئی بھائی کا بھتیجے کا بڑا ہلڑ اور غل تھا غرضکہ جنکو وہان

اشراف کہتے ہین اُس سے لیکر جن کو وہان پاجی سمجھتے ہین ان بیچارون تک اسی طرح کھانا بٹ گیا اور رفتہ رفتہ وہ روٹیان اور پیالے اور رکابی رومالون مین باندھ باندھ کر اور جوتیان بغل مین دباکر رفوچکر ہوے بجز نوشہ اور اسکے عزیزون کے کوئی بھی نہ رہ گیا اور اُنھون نے کچھ زہرمار کیا مولوی صاحب نے مجھپر بڑا احسان کیا کہ ایک دوست کے یہان جاکر مجھکو کھانا کھلوایا اور خود بھی نوش فرمایا عورتین بیچاری جو متفرق جگہ اور مقامون مین اتری تھین اُن کا حال مجھے معلوم نہین —

شہزادہ - بھلا وہ رسوم شادی تو بیان کیجیے

مرزا - پیرومرشد پھر شام تک ہملوگ نوشہ کے ساتھ بیٹھے رہے بعد نماز عصر کے سواریان نوشہ کی ہمراہی بیبیون کی عروس کے یہان جانے لگین دو رغل تھا کہ بہتری روین اور جلوہ ہو

شہزادہ - معقول اور تو اور یہ بہتری اور جلوہ یعنی چہ —

مرزا - خداوند یہ دونون لغتین قاموس اور منتخب مین تو الی الفاظ کا پتا ہی نہین الا کتاب الواح القصبات مین مرقوم ہو کہ جو بیبیان عروس کے لینے کو جاتی ہین اُنکو بہتری کہتے ہین یا شاید یون ہو کہ قصبے کی بیبیون مین جو بہتر ہوتی ہین وہ عروس کے لینے کو جاتی ہین اور جلوہ اُس رسم کو کہتے ہین کہ دلھن اُن کے مجمع مین آکر بیٹھتی ہے اور اس پر دھان کی کھیلین پھینکی جاتی ہین —

شہزادہ - خیر شادی کیا سوانگ ہوتا ہو —

مرزا - خداوند ایک سوانگ شہر و قصبات ہر جگہ شادیون مین طرح طرح کے سوانگ ہوتے ہین یورپ مین گو بڑے مہذب ہوتے ہین مگر اُن مین بھی سُنا ہو کہ شادی مین جب عروس کو نوشہ لیکر رخصت ہوتا ہو تو اپنی رسم ادا کرتے ہین —

شہزادہ - (متحیر ہوکر) ہان ہم نے اسکا حال نہین سُنا

مرزا - حضور گھوڑون سے ٹوٹے اور پھٹے پرانے کپڑے اُٹھاکر رکھتے ہین اور اُن کو سی کر دولھا پر پھینکتے ہین اور جس وقت دلھن کو دولھا لیکر چلا تو جسقدر اہل مجلس ہوتے ہین وہی کپڑا اولے کی طرح برساتے ہین —

شہزادہ - تو یہ کہئے کہ رسوم شادی کے مہذب اور غیر مہذب سب مین یکسان ہین —

مرزا - خداوند ہو تو یہی پھر مین نے سُنا کہ عروس کے یہان بیٹا کے رخصت کرنے کی تقریب ہو یہ سُنکر میرا شوق چرایا کہ ذرا دلھن کے یہان جاکر دیکھون کہ وہان کیا ہو رہا ہے مولوی صاحب نے تو اس مجمع مین شرکت سے بوجہ اسکے کہ وہ نوشہ کے طرفدار تھے جانے سے انکار کیا اور بندہ تو صرف تماشائی تھا اس لیے مین چلا گیا تو وہان کا عجیب سامان دیکھا ایک کھنڈل مین قریب مُہری کے جو اس سے جاری تھی ایک ٹاٹ بچھا ہوا تھا اور اُس پر ایک نہایت بوسیدہ اور میلی چاندنی تھی اور اس پر پچاس ساٹھ جوان بوڑھے بیٹھے ہوے مٹی کے بدقلیل حقّے اور سولہ سیر مہوے کا خمیرہ اڑا رہے تھے

شہزادہ - یہ مہوہ کا خمیرہ کیسا —

مرزا - جی حضور مہوہ ایک درخت ہوتا ہو اُسکے پھولون سے شراب بنتی ہو چونکہ وہ شیرین ہوتا ہو بجاے گڑ کے اسی مہوہ کو وہان کے بزرگوار تمباکو مین ڈالتے ہین —

شہزادہ - تو وہ تمباکو نشئی ہوتی ہو —

مرزا - نہ خداوند نشہ تو کچھ نہین ہوتا مگر اسکی بھبک اور بدبو ایسی ہوتی ہو کہ ہم لوگون مین سے تو اسکو کوئی پی نہین سکتا

عرض کرون قصہ مختصر اسی فرش پر ایک صاحب جن کے چہرے سے آثار امارت اور لباس سے فر تمکنت برس رہی تھی جلوہ آرا تھے مین نے ایک صاحب سے پوچھا کہ آپ کون ہین تو ان صاحب نے فرمایا کہ آپ چکلہ دار تھے ـــ

خیر اور کئی سربراہ کار بھی تھے اور وہ لوگ بھی تھے کہ جو اس قسم کے تعلقہ دارون کو جو خود انتظام اپنے دیہات کا نہین کر سکتے اور سرکار سے ان دیہات کے منتظم ہوتے ہین آئے تھے اور مدرسون کے دیکھنے والے جو ڈپٹی کہلاتے ہین مین نے پوچھا کہ چکلہ دار کون ہین تو ان صاحب نے فرمایا کہ خیر سے دو سو روپیہ مہینہ پاتے ہین فوجداری اور مال کے حاکم ہین تو مین سمجھا کہ شاہی کسے ہین۔ یہ مین پوچھ ہی رہا تھا کہ ایک شخص نہایت میلے کچیلے پھٹے کپڑے ٹوٹا جوتا پہنے ہوے تشریف لائے او یکبارگی للکارے السلام علیکم لوگون نے اُنکی تعظیم دی اور وہ جب سے ایک صاحب کا پہلو دبا کر زانو بزانو ہو بیٹھے تب تو مجھکو بہت حیرت ہوئی مگر دل مین سمجھا کہ ان مین کوئی بڑا وصف ہوگا ـــ

	خاکساران جہان را بحقارت منگر تو چہ دانی کہ دریں گرد سواری باشد	

اور اس فضیلت کے اعتبار سے یہ جواز ہی کہ اُن صاحب کا پہلو دبا کر تشریف فرما ہین لیکن جب اُنکی گفتگو سنی تو معاذ اللہ ـــ

شہزادہ ـ کچھ تو فرمایے کہ اُنکی تقریر کیا تھی ـــ

مرزا ـ کیا عرض کرون اور کہان تک حضور کو سناؤن مگر اسقدر کافی ہی (جیلخانے مین جو کچھ تکلیف ہوئی او ہکر بیان اور بکھان تو کہان نوکری پر افیم نہ ملیکا بڑا عجاب آہی) یہ سنکر مین ہو نکا کہ ما شاء اللہ اس درجہ پر آپ چنیا بیگم پر بھی عاشق ہین و خیر سے جیلخانہ بھی دیکھ آئے ہین اور باوصف ان اوصاف کے اور پھر چکلہ دار صاحب کے پہلو مین۔ خداوند اب چکلہ دار صاحب پر شک ہوا کہ غالباً کوئی نائی دھوبی ہونگے مگر مین نے وہان تحقیق اور تفتیش کو ملتوی کرنا ہی بہتر سمجھا اور دیکھا کہ نوشہ گھوڑے پر سوار اور براتی دلھن کے دروازے پر آ گئے اور عروس محافے مین سوار ہوئی مین نے سولہ کہار محافے کے گرد دیکھے جو محافہ اٹھانے کو طیار تھے میری عقل جاتی رہی کہ دلھن کوئی دیو لی ہی یا کیا اسرار ہی جو سولہ کہار اٹھانے کو مجتمع ہوے ہین غرضکہ جون ہی محافہ اٹھانے کو کاندھا کہارون نے لگایا تو ہر ایک کہار کا نکھنے لگا بمشکل سولہ کہارون نے اُس محافے کو اُٹھایا اور وہ محافہ آگے اور دس بارہ براتی آگے تیچھے ہوے اور نوشہ گھوڑے پر پیچھے پیچھے ہمراہ ہوا بندہ مولوی صاحب کے ساتھ آکر اس ڈولے کے ساتھ چلتا ہوا مگر ایک میل جا کر میرا وہ شک رفع ہوا کہ دیولی کے ساتھ نہین ہون انسان کے ساتھ ہون ـــ

شہزادہ ـ (قہقہہ لگاکر) یہ تو فرمایئے کہ آپ کا رفع شک کیونکر ہوا ؟ ـــ

مرزا ـ حضور محافے کا بانس تڑ سے دو ٹکڑے ہو گیا اور محافہ دھم سے زمین بوس ہوا۔ اسوقت سارے ہمراہی جمع ہوئے کوئی پردہ ہٹاتا تھا کوئی کہتا تھا کہ بانس دوسرا منگواؤ کوئی کہتا تھا کہ اور ڈولیان لاؤ آخر کو پانچ ڈولیون مین محافے کی سواریان منقسم ہوئین اور پھر دوسرا بانس لاکے وہی محافے مین لگایا گیا تب مین وہان سے چلتا ہوا اور اس عمل تقسیم سے ثابت ہوا کہ خیر سے مع دلھن اس مین سات بیبیان سوار تھین اور اس وجہ سے وہ محافہ سنگین تھا اور سولہ کہارون کے اُٹھائے اُٹھ نہیں سکتا تھا ـــ

شہزادہ۔ نسوان اور مرد وہاں کے سارے ندیدے ہی تھے۔

مرزا۔ خداوند کسی وقت مین چاہے اُنکے پاس کچھ رہا ہو اب تو مفلس قلاش ہین اور مشہور ہو کہ مفلسی سب بھار کھوتی ہو۔ قصہ مختصر دلھن کو نوشہ کے گھر پہونچایا اور بہ سلامت مولویصاحب کے یہان آئے پھر معلوم نہیں کہ اور کیا کیا رسوم ہوئے اور مین نے تو کان پکڑے کہ اب کوئی باندھکر بھی لے جائے تو دیہات کی تقریب مین نہ جاؤن۔

شہزادہ۔ بھلا یہ تو بتلائیے کہ چکلہ دار صاحب کی بابت آپ نے کچھ تحقیق کی۔

مرزا۔ خداوند ہان ماشاءاللہ شین چوکھے سید شریف اور نہایت قابل و مشہور و ممتاز صاحب تھے۔

شہزادہ۔ پھر ایسے نامعقول کی صحبت مین اُنکو جانا اور ایسے جلسہ مین بیٹھنا اور سزا یافتہ کے ہم پہلو ہونا کیونکر جائز تھا۔

مرزا۔ خداوند وجہ ہی کہ اُن سزا یافتہ کے فرزند سے اُن صاحب کی لڑکی منسوب تھی اور بیاہ ہونے والا تھا۔

شہزادہ۔ معقول یہ اور بھی بڑھ کے ہوئی بھلا ایسے نااہل کا لڑکا اور چکلہ دار کی لڑکی۔

مرزا۔ اُن نااہل کے فرزند باپ سے بھی بڑھ کر کہین نااہل ہین اور علم و تہذیب کو پاس پڑوس نہین رکھتے ہین۔ مگر خداوند رسم اور دستور۔

شہزادہ۔ یہ کیسا دستور۔

مرزا۔ خداوند وہ نااہل شین تو تھے اور خاندان کے اچھے مشہور تھے پھر اُس سے افضل کہان ملتا اور اُن کے سوا چکلہ دار صاحب کی دختر کس کو بیاہی جاتی مین نے پہلے ہی عرض کیا کہ چاہے مفلس ہون چاہے اجہل اُجڈ اور غیر مہذب جاہل مگر شادی بیاہ آپس ہی مین ہوتا ہو اور اُس سے الگ ہوا اور نسل بگڑ ملی اور کمینہ پاجی بن گیا۔

شہزادہ۔ جاہل کو اشراف بھی کہہ سکتے ہین۔

مرزا۔ آپ چاہے نہ کہین وہ تو اپنے کو کہتے ہین۔

شہزادہ۔ بھلا اُن کو کوئی اور بھی اشراف سمجھے گا۔

مرزا۔ حضور ہان جو اُنکو پہچانتا ہو وہی شریف کہہ سکتا ہو اور نہ کہے تو مار نہ کھائے۔

شہزادہ۔ بھلا جو نہین پہچانتا وہ بھی شریف کہتا ہو۔

مرزا۔ تو یہ جو نہین جانتا اُس کی نگاہ مین تو قصاب اور کنجڑے سے بھی وہ بدتر ہین۔

شہزادہ۔ پھر آپ وہان سے چلے آئے۔

مرزا۔ حضور دوسرے روز اور مولوی صاحب کے یہان مین رہا اس روز شام کو ایک مولانا صاحب بھی مولوی صاحب کی ملاقات کو آگئے واقعی وہ بھی بہت لایق اور باکمال تھے اور تعصباتی نہین معلوم ہوتے تھے مگر وہین کے رئیس اور سادات مین سے تھے حقیقت مین مَین ان کی امارت سے نہایت ہی خوش ہوا اور مین نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ مولانا یہ کیا وجہ ہو کہ چکلہ دار صاحب کی صاحبزادی جاہل کے لڑکے کے ساتھ بیاہی جائیگی۔

مولانا۔ ہمارے یہان شادی بیاہ کے واسطے محدود طبقہ ہی اور معدودے چند آدمی ہین۔ اور اُنھین مین بیاہ شادی ہونا چاہیئے حق تعالےٰ نے قبیلہ اور طائفہ مقرر فرمایا ہی اور سورہ محمد مین حق تعالےٰ نے فرمایا ہو کہ ہم نے تم کو پہچان کے لیے نسبوں اور قبایل مین تقسیم کیا لہذا ضرور ہوا کہ جس قبیلہ اور طایفہ مین جو مخلوق ہوا اسی مین وہ رہے اور حکمت بالغہ حق تعالیٰ مین یہ امر اس لیے ضرور ہوا کہ اب اس طائفہ مین اہل ہیا

نااہل ہم لوگ رہین اور اہل اور نااہل ایک عارضی شی ہے۔ نااہل اہل ہو جاتا ہے اور اہل نااہل ۔

مین ۔ حق ہے حق ہے بجا ارشاد ہوا مگر یہ تو مولانا آپ نے سنا ہوگا کہ حضرت نوح کا صاحبزادہ کہلاتا تھا اور حق تعالیٰ نے اسکو نااہل فرمایا پھر وہ کیون اہل نہ ہوا اور حق تعالیٰ نے قبائل اور طوایف اس لیے مقرر فرمائے کہ شناخت آسانی کے ساتھ ہو سکے ممکن ہے کہ ایک نام کے چار آدمی ہون اور اُنکے باپ کے بھی وہی نام ہون ۔ مثلاً چار عبداللہ ابن عمر ہون تو اُن کی شناخت کے لیے طایفہ کا نام لیا جائے تا معلوم ہو سکے کہ کون عبداللہ ابن عمر ۔

مولانا ۔ بجا ہے مطلب قبائل اور شعوب سے یہی تھا اسی کی پیروی تو ہم کرتے ہین اور اپنے قبائل کو قایم رکھتے ہین اگر ایک برادری سے نکل جائے تو پھر حاجت اسکی نہو سکے

مین ۔ جناب من یہی تو اسی آیت مین ارشاد ہے کہ بزرگ وہ ہے تم مین سے جو پرہیزگار ہو ۔

مولانا ۔ ہان یہ تو صحیح ہے مگر غرض کیا نہ کہ پرہیزگار غیر پرہیزگار بھی ہو سکتا ہے اور ہر مسلمان پر لازمان پرہیزگاری کا کرنا چاہیئے

مین ۔ بجا ارشاد ہوا مگر کیا آپ کے قبیلہ کا ایک مرد دوسرے قبیلہ سے جوڑ بہم پہونچائے تو اُس مرد کا قبیلہ ضایع ہو جائیگا

مولانا ۔ نہین ضایع تو نہین ہوگا بے شبہ باپ کے نام سے جو قبیلہ مشہور تھا وہ قائم رہے گا مگر اُسکے باپ کے اہل قبیلہ اسکے فرزند کو جو غیر قبیلہ کی زوجہ سے ہوگا حقیر سمجھین گے ۔

مین ۔ آخر اسکی وجہ ۔

مولانا ۔ سید صاحب ہمارے یہان منجملہ اور اوصاف عدل کے مروت بھی ہے اور مروت اُسکو کہتے ہین کہ جو رواج جہان ہے اسکو معمول رکھے اور جس سے خلاف رواج کوئی حرکت صادر ہو وہ منافی مروت کی ہوگی اور جو امر مروت سے مخالف ہوگا وہ عدالت کو ساقط کریگا پس انگشت نما ہونا طرفہ فضیحتی ہے ۔

مین ۔ ارشاد ہو کہ یہ سہرا باندھنا ۔ کنگنا باندھنا ۔ اور جس ترکیب سے مراسم شادی آپ کے قصبہ مین ہوتے ہین یہ جائز ہین ۔

مولانا ۔ سنیے اصل ہر شی کی مباح ہے جب تک نہی نہ ہو پس شرع مین کوئی فعل جو آپ نے فرمایا ممنوع نہین ہے ۔

مین ۔ اور جو امور رسول خدا نے خود نہین کیے ۔

مولانا ۔ اُنکے کرنے مین کوئی عیب نہین تاوقتیکہ رسول خدا نے منع نہ فرمایا ہو ۔

مین ۔ جو امور رسول خدا نے کیے ہون اُنکو نہ کرنا کیسا ہے ۔

مولانا ۔ اگر جناب رسول خدا نے کوئی امر خود کیا اور اسکے کرنیکا ہم کو حکم نہین دیا تو ترک کرنا جائز ہے ۔

مین ۔ آیا ہو سکتا ہے کہ جو فعل رسول خدا نے کیا ہو وہ مروت کے منافی ہو ۔

مولانا ۔ استغفر اللہ ایسا نہین ہو سکتا ۔

مین ۔ ارشاد ہو کہ سود لینا ایک نواح مین رائج اور ایک نواح مین نہین فرمائیے کہ نہ لینے والا وہان انگشت نما ہوگا ۔

مولانا ۔ ہوا کرے سود لینا خلاف حکم خدا و رسول ہے ۔

مین ۔ بیوہ کا نکاح کرنا کپڑون مین پیوند لگانا باعث بدنامی و رسوائی ہے بازاری اشیا خرید کرکے خود اُٹھا لانا دستور اجداد کے منافی ہے اگر کوئی باورچی کو اپنے سامنے آٹا دلائے گھی نمک مصالحہ دیکھکر دیوے تو کنجوس و مکھی چوس کہلا سے فرمائیے یہ سب خلاف مروت ہے ۔

اب تو مولانا صاحب اور کچھ کہنے کو تھے مگر رات زیادہ

آگئی تھی مجمع برخاست ہوا۔

شہزادہ - تم نے بیوہ کے نکاح ثانی کا ذکر کیون کیا تم بیوہ کا نکاح ہونا پسند کرتے ہو۔

مرزا - اے خداوند رنڈوے کا نکاح ثانی اگر آپ پسند فرماتے ہین تو رانڈ کا مین پسند کرتا ہون جس دلیل سے آپ رنڈوے کا بیاہ کرنا روا رکھتے ہین وہی ہمیشہ رانڈ کے واسطے بھی ہے۔

شہزادہ - مرد کے لیے تو چند جورو کرنا روا ہے پھر عورت کیلیے کیون نہین ہے۔

مرزا - پیرومرشد مرد کے لیے بھی چار جورو ضرورت مشروط بعدالت جائز ہین نہ عیاشی کے لیے اور مرد کی چار جورو مختلف ہونے سے اولاد کی شناخت ہین کہ کس کا فرزند ہے کوئی شبہ پیدا نہین ہوتا خلاف اسکے ملاحظہ فرمائیے۔

شہزادہ - یہ تم نے کیا مولانا سے کہا کہ باورچی کو کوئی نون تیل تول دے تو عیب نہ سمجھا جائے۔

مرزا - حضور بڑے آدمی ہین اور فضل الٰہی سے نوکر چاکر کاروباری آپ کی جان و مال کے بہت سے محافظ ہین آپ اگر نون تیل نہ دیکھین تو ادھر ہے مگر آپ پر بھی ضرور ہے کہ کسی معتمد کو اس کام پر مقرر فرمائین کہ وہ خود دیکھے اور کسی طرح غفلت نہ کرے مگر ہم لوگ تو آپ کی برابری نہین کر سکتے اور ضرور ہے کہ جو چیز ہم کھاتے ہین اُن کو بخوبی دیکھ لین کہ وہ خالص ہین فرمائیے کہ جب کوئی بیمار رہتا ہے تو اس کو جو دوائین کھلائی یا پلائی جاتی ہین اُن مین کس قدر احتیاط ہوتی ہے مگر تعجب ہے کہ حالت صحت مین غفلت کی جاتی ہے اور جو اشیا کہ کھائی جاتی ہین اُن کی بابت کچھ خبرداری نہین ہوتی اور آخر وہی بے احتیاطی بیمار ڈالتی ہے کیا مضایقہ ہے کہ خالص گھی باورچی کو نہ دیا جائے اور وہ ناقص گھی جسمین کوئی مضر شے آمیز ہو ڈال دے۔

شہزادہ - بھئی ہمکو چکلہ دار صاحب کی لیاقت سے بہت تعجب معلوم ہوا اُنکی صاحبزادی جاہل سے بیاہی گئی ---

مرزا - حضور زیادہ تر تعجب کرینگے خداوند مین نے سُنا کہ وہ صاحبزادی ذی علم ہے۔

سواری

شہزادۂ قمر طلعت مرزا سنجر سلطنت گو پڑھے لکھے امیرزادے تھے مگر ہفتے مین دو تین بار عقل سے چرخ چل جاتی تھی۔ ایک روز بیٹھے بیٹھے یہ سوجھی کہ عروس ماہ سیما اور اس کے ایوان دلکشا کو چل کے دیکھین۔ مشاطہ کامل فن کو حکم دیا کہ سپہر آرا بیگم کو جاکر ہماری طرف سے کہو کہ اگر مضایقہ نہو تو ذرا جھروکے پر بیٹھرین ہماری سواری ادھر سے نکلے گی۔ چار آنکھین تو ہو جائین ہم اُنکے رخ رنگین پر نظر ڈالیں وہ ہماری سواری کے ٹھاٹھ دیکھین طرفین سے جوش ہو جوانی کی اُمنگین تقاضاے شدید کرین کہ چٹ منگنی اور پٹ بیاہ ہو۔ مشاطہ اپنے دل مین سمجھ گئی کہ میان کو شیطان نے دور سے انگلی دکھائی۔ عقل الوداع کہکر رخصت ہو گئی لیکن شہزادے تھے مسکرا کر خاموش ہو رہی۔ کل باتین سنکر عرض کی خداوند نعمت لونڈی کو اصلا عذر نہین ہے مگر اس طرح پر عرض کرنا اُنکے خلاف گذریگا۔ مین بات بنا کر کسی عمدہ پیرائے مین عرض کر دونگی۔ حضور یہ تو نہین ہو سکتا کہ وہ حضور کو صورت دکھائین۔ دلھن کہین ایسی بے شرم ہو سکتی ہے۔ ہان جب مین کہونگی تو حضور کی سواری دیکھنے ضرور جھروکے پر آئینگی یہ کہکر مشاطہ روانہ ہوئی اور اپنی منھ بولی بہن سے جاکر صلاح مشاطہ شہزادہ سنجر سلطنت نے بلوایا تھا۔ ہمین تو کچھ ہوئے خبطے

سے معلوم ہوتے ہین وہ وہ بے تکی باتین کہین کہ توبہ ہی بھلی اور ہم سوا ہان مین ہان ملانے کے اور کہین تو کیا کہین مجھے ایک دوپٹا دیا خاصہ بھاری دوپٹا۔ اور پانچ روپیہ ملے اور کہا کہ تم بڑی بیگم کے گھر جاؤ سپہر آرا سے ملو اور کہو حضور کی سواری ادھر سے نکلے گی جھروکے سے ہمکو دیکھین۔

نواب جان۔ اے ہے کہین شرن نہ بتا بہن۔ بھلا کوئی بات بھی ہے وہ منہ کے آگے ناک سوجھے کیا خاک۔ گدی مین عقل ہے کیا۔

مشاطہ۔ بہن مین چپ چاپ سنتی رہی کاٹو تو لہو بدن مین نہین۔

نواب جان۔ سادنی۔ واہ رے مردوے اور پھر شہزادے کہلاتے ہین اور یہ عقل کی مار اُن سے تو ایسے ویسے مردوے ہی بھلے ابھی تازہ زخم ہے پورا انگور ابھی نہین ہوا اور چھلیم بھینچے کا شوق ہوا اچھا عشق چرایا۔

مشاطہ۔ بہن دوپٹا ہضم ہونے کا۔ جاکے شام کو اُن سے باتین بنا دینگے۔ اُنکی سواری اُدھر سے نکلیگی لیکن کسی خدمتگار سے کہہ دونگی وہ انگلی اُٹھا دیگا۔ بس وہ دیکھین یا نہ دیکھین ہم کو اس سے کیا۔

نواب جان۔ ہان تم جاکے خوب بناؤ دل کھول کے روپیہ لوٹو۔ اُن کے سر پر تو جنون سوار ہے۔ کیا دور کی سوجھی۔ سودائی پن کی باتین۔

مشاطہ۔ اور جب تک مین بیٹھی رہی تب تک برابر اپنی بڑائی کی لی اور بایست جتائی۔ سنتے سنتے عاجز ہوگئی اُف توبہ۔

نواب جان۔ نہین بہن یہ نہ کہو۔ بڑائی مین کچھ شک بھی ہے اولاد شاہ ہین کہ نہین۔ کیا کچھ ایسے ویسے ہین شہزادے ہین کہ باتین۔

شام کو کوئی پانچ بجے کے وقت مشاطہ نے جاکر آراسب عرض کیا اور کہا حضور کل باتین پکی پوڑھی کر آئی ہون۔ بس حضور کے سوار ہونے کی دیر ہے سب معاملہ لیس ہے۔

سنجر سطوت۔ جس وقت تم نے بیان کیا کچھ مسکرائی بھی تھین سچ کہنا بی جان لب پر ہنسی آئی یا نہین۔

مشاطہ۔ حضور مسکرائین تو ضرور مگر شرمائین اور لجا گئین گورے گورے رخسارے اُس وقت جوبن پر تھے کہ مین کیا عرض کرون۔

سنجر سطوت۔ بھلا کسی ڈھب سے تصویر تو لا دو۔ رات دن اپنے ہی پاس رکھون۔ مگر مانی و بہزاد کہان ہین جو کھینچین

عجب ہے کھینچی مصور نے کس طرح تصویر
کہ شوخیون سے تو اک رنگ پر رہی کیونکر

مگر ناز کیونکر کھینچے گا ناز کی تصویر کھینچنا محال ہے خاص خدائے تعالیٰ نے بنایا ہے کیا چہرہ زیبا ہے کیا نورانی صورت ہے۔

بصورتے تو بتے کس نیافرید خدا
ترا کشیدہ و دست از قلم کشید خدا

مشاطہ۔ حضور اب لونڈی کسی روز جائے تو تصویر مانگ لائے اب حضور سوار ہون وقت جاتا ہے پانچ بج گئے اور جانا دور ہے ناکے باہر مکان ہے۔ پھر جھٹپٹے وقت کیا خاک سوجھے گا۔

سنجر سطوت۔ کیا کہا ہے اس وقت تم نے کیا کہا۔ خاک کا لفظ مین نے سنا تھا۔

مشاطہ۔ حضور خطا ہوئی۔ معاف فرمایئے۔ اور ہم لوگ تو ہمیشہ کے خطاکار ہین۔ حضور مالک ہین رئیس ہین بیساختہ میری زبان سے یہ بات نکل گئی۔

سنجر سطوت۔ اللک ہم کو کبھی نہ کہنا۔ اللک زنخ کے دار وغہ کا نام ہے۔ اگر تم نے کوئی بات بے سمجھے بوجھے کہی تو خیر مضایقہ نہ دار اور اگر دانستہ کہی تو بیشک تم شہزادون کی صحبت کے قابل نہین ہو۔

لایق محفل نباشد ہر کہ خندد بے محل
کفش چون دندان برآرد دور شان زپا سیکنند

یہ بار بار کی ہنسی بھی اچھی نہین ہوتی ہم تمھارے برابر والے نہین ہین خبردار جب کرے مین آؤ۔ سات بار سلام کرو جھک کے

مشاطہ۔ بہت جھک کے حضور ہمتوا گر اپنے بادشاہون کی اطاعت کرین تو آسمان پر تھگلی لگائین۔ ایسے نصیب کہان ہمارے

سنجر سطوت۔ اچھا کوئی ہے۔ حکم دو ہاتھی تیار رہے۔ وہ جھول ڈالو جو عید کے دن خریدی تھی۔ چینی اطلس کی۔ اور لنگا جمنی ہودا دس سوار ساتھ چلین۔

خدمتگار۔ بہت خوب حضور۔ حسین خان (چوبدار) کہو سواری جائیگی حضور کی۔ دس سوار تیار ہون۔ ہاتھی پر جائینگے لنگا جمنی ہودا نکالا جائے اور چینی اطلس کی جھول نکالو۔ اور ایک دنتا جو مستا آئے۔

سنجر سطوت۔ اچھا بی جان سلام۔ کل ضرور حاضر ہونا مگر دوپہر کے بعد۔

سحر زہاتف غیبم رسید مژدہ بگوش
کہ عہد شاہ شجاع است مے دلیر بنوش

سواری تیار ہوئی اور حضور برآمد ہوے۔ خدام بادب اور چوبدارون اور سپاہیون نے جھک جھک کے سلام کیا شہزادے نے کسی کو جواب نہ دیا ہاتھی پر سوار ہوے۔ سواری مثل بادبہاری چلی ایک بازار مین کسی شخص نے کوٹھے سے کہا۔

گردون پہ جب بیاض سحر کا ورق کھلا
یعنے کتاب ذکر خدا کا سبق کھلا
بزم جہان مین دفتر نظم و نسق کھلا
ظلمت نہان ہوئی در باغ شفق کھلا

پہونچا فلک پہ ماہ کو حکم انقلاب کا
موج ہوا سے پھول کھلا آفتاب کا

شہزادے نے ایک مصاحب سے جو خواصی مین بیٹھا تھا کہا اس شخص کو انعام دینا چاہیئے۔ یہ مستحق انعام ہے اس نے نیک فال اور مبارکباد کے اشعار پڑھ دیے خصوصاً یہ مصرع

موج ہوا سے پھول کھلا آفتاب کا

مصاحب۔ خداوند۔ غلام نے اس شخص کو خوب جانچ لیا ہے حضور خاطر جمع رکھین آج شام ہی کو حاضر کر دونگا۔

شہزادے بہادر کمال مسرور ہوے اور تھوڑی دور بڑھے تو دیکھا کہ دس عورتین سامنے سے چلی آتی ہین مصاحب کی طرف گردن پھیر کر پوچھا۔ یہ عورتین تو بدشگون ہین۔ یہ فال بد ہے خواص نے کہا پیر و مرشد نہایت مبارک فال ہے یہ سب مچھلی والیان ہین اور مچھلی ایسے وقت حضور کسی کو نصیب کہان ہوتی ہے۔ سنجر سطوت یہ فقرہ سنکر بہت خوش ہوے اور ہاتھی پر سے چلا اٹھے کہ او مچھلی والی عورتو آج سے ہماری سواری کے سامنے ضرور آیا کرو۔ اور آج شام کو انعام لینے بھی آنا مچھلی والیان مسکرا مسکرا کر آداب بجا لائین۔ کوئی سمجھی کہ یہ خیل نشین بچہ پر ریجھا ہے۔ کسی کو شیطان نے پٹی پڑھائی کہ مستانہ چال پر عاشق ہو گئے۔ ایک کو خبط سوجھا کہ میری جوانی نے شہزادے کو فریفتہ کر لیا۔

شہزادہ۔ کیون بھئی میرا نور یہ تو اسوقت خوب ملین واللہ

فال نیک عورت کا سامنے آنا ہر اگر ہو اللہ کیا شان خدا ہو ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

وہی شکل ہو لی۔ اور اگر وہ جن آئی تو کیسی فال کمی حضرت

مصاحب۔ حضور کے لیے اسکا ذکر نہ کیجیے۔ نام بھی زبان پر نہ لائیے۔ خدا نہ کرے کہ واحد العین یا وہ جن سامنے سے آئے اور چھینک سے روح لرزتی ہو۔ مین تو ان باتون کو بہت مانتا ہون۔ جسوقت اُنکا محل علے دور سے نظر آئیگا غلام کچھ پڑھنا شروع کریگا۔ اگر تہ خانے مین ہون تو دوڑی آئین۔ بس ایک رباعی ہے۔

سکندر را آیا جہان تا پناہ جو تا لب گور
صدا یہ کان مین پہونچی وہان تربت سے
کہ اب نہ کیجیے گام ورن سے ہمالش
یہان کی ہو گی مساحت جریب قامت سے

ابدیلیے کہ شہزادہ سنجر سطوت کی سواری بڑے تزک و احتشام کیساتھ بڑی بیگم کے ایوان فلک نوامان کے قریب پہونچی خواصی کے مصاحب نے آہستہ سے کہا۔ خداوند سنبھل بیٹھیے بقعۂ نور نظر آیا۔ اس چشمہ سار کے سامنے جو بارگاہ فلک جاہ نظر آتی ہو اسی مین وہ پری جلوہ گر ہو۔ حضور ایک انا بیان کرتی تھی کہ رشک قمر ہو۔ انسان دیکھے تو ہوش پران اور حواس غائب ہو جائین۔ وہ بیان کرتی تھی کہ یہ شہزادی کسی حسین اور خوبرو جوان کے لایق ہو۔ میرا دل گواہی دیتا ہو کہ حضور کو دیکھتے ہی وہ ریجھ جائین گی۔

شہزادے نے آمین کی صدا بلند کی۔ اور جنون نے اسقدر زور کیا کہ بالکل بے تلی ہانکین لگانے لگے۔

شہزادہ۔ (فیلبان سے) دیکھو جی۔ بری کہو پھر دُھت بولو اور خاص برداروں سے کہو کہ بجن بجاتے چلین مطلب کہ منہ سے نہ بولین اور ہون ہون کرتے خاص جسمین معلوم ہو کہ لاکھون سوار اور پیادے ہمراہ جھول ہین

سبحان اللہ سواری کے ساتھ بجن بجاتے چلنا اچھا حکم دیا۔ اور ہمراہ رکاب کہتے تو کیونکر کہتے حضور گھوڑے پر سوار تھے نہین پھر رکاب کجا فیل نشین تھے لہٰذا ہمراہ رکاب کے عوض ہمراہ جھول کہا۔ اور سوجھی کتنی دور کی کہ ہون ہون کرنے سے لاکھون سوار معلوم ہونگے۔ سوار بھی سمجھ گئے کہ کچے گھڑے کی چڑھی ہے۔ حکم ہوا کہ سواری روک لو۔

شہزادہ۔ دیکھو کل سوار اور فیلبان اور ہمراہی جب اُس محل کے محاذی پہونچو تو اکڑ جاؤ اور سب کے سب ٹوپیان اُتار لو ٹوپی اُتار کے ہاتھ مین لو اور ادب سے سلام کرو اور نقیب گلا پھاڑ پھاڑ کر پکارے آمد ہر سواری بادبہاری شیران شیر کی اس کے بعد سوار کہیں۔

آمد ہمارے گھر مین کسی مہ لقا کی ہے
یہ شان کردگار یہ قدرت خدا کی ہے

جب تک ہمارا حکم نہ ہو سواری آگے نہ بڑھے۔

مصاحب۔ خداوند آج پہلا دن ہو۔ آج حضور چپ چاپ نکل چلین۔

شہزادہ۔ بہتر مگر ہم تمھین ہاتھی پر سے ڈھکیل دین گے گستاخ آدمی ایا زقدر خود بشناس ہماری جوتیون کے صدقے مین یہ درجہ پایا کہ ایسے فلک شکوہ ہاتھی کی سواری نصیب ہوئی اور ہمین کو عقل سکھاتا ہو۔

ہر کہ آموخت علم تیر از من ۔ کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

مصاحب۔ پیر و مرشد حضور ہی کی بہتری کے لیے عرض کرتا ہون

غلام ہمیشہ فائدہ کی کوشش کریگا نہ کہ نقصان کی۔ آج حضور کی سواری نکلے۔ کل کچھ اور چھیڑ ہو۔ یون ہی رفتہ رفتہ رنگ جمے گا۔ کاٹا اور لے دوڑی بھلا کوئی بات ہے۔

شہزادہ۔ اسوقت بخیال رحم قصور معاف کیا آیندہ اگر ایسی صلاح دی تم جانوگے ہم بادشاہ زادے ہین۔ گاہے بسلامے برنجند وگاہے بدشنامے خلعت دہند۔ علم مین شاعری مین فصاحت مین کسی مین تجھسے بند نہین ہے۔

بلبل بیان آپکے خوش بیانی سیکھے
انداز فغان مجھسے فغانی سیکھے
رونا مری آنکھون سے کرے حاصل ابر
دریا مرے اشکون سے روانی سیکھے

مصاحب۔ عالی جاہ خاقان کلاہ حق تعالیٰ نے حضور ہی کو پیدا کیا ہے۔ ؎

ہمہ اسباب شادی حاصل او
فلک درخدمت از جوزا کمر بند

نماندہ آرزوے در دل او
ظفر پابند تعظیمت سخت ہو مد

جو بات حضور کے ذہن مین آگئی وہ غلام تھوڑا ہی سمجھ سکتا ہے حضور کی رائے بہت صائب تھی کل حضور اس مشاطہ کو پھر طلب کرین وہ بڑی کارگذار عورت ہے۔ دم کے دم مین پورا بندوبست کردیگی۔ ہے یا نہین۔

شہزادہ سواری بڑھاؤ۔ نقیب سے کہو کہ آواز دیتا چلے الغرض نقیب نے بین سے ہانک لگائی (سواری بادشاہ شیران شیر) اور سوارون اور مصاحبون نے بآواز بلند وہی شعر پڑھا

آمد ہمارے گھر مین کسی مہ لقا کی ہے
بیشان کردگار یہ قدرت خدا کی ہے

شہزادہ۔ شاباش۔ ایکبار پھر کہو۔ مگر آواز بلند سے۔

مصاحب۔ خداوند ابھی آواز وہان تک نہ پہنچے گی

سوار۔ حضور ابھی گلا بھی پھاڑ ڈالین تو آواز نہ جائے بہت دور ہے۔ آگے جو مرضی حضور کی ہو۔

شہزادہ بس بڑھے ہوئے چلے چلو۔ بڑھے چلو اور آواز دیتے جاؤ ع

آمد ہمارے گھر مین کسی مہ لقا کی ہے

مصاحب۔ خداوند ہاتھی روک لیا جائے۔ غلام در لذما کان کے پردے پھٹے پڑتے ہین۔ حضور تو کہا ہی نہین مانتے لاحول ولاقوۃ۔

شہزادہ نے حکم دیا کہ ہاتھی روک لیا جائے۔ رات کو سواری آگے بڑھے ادھر اُدھر مرزا صاحب نے پھر ذکر چھیڑا۔

شہزادہ۔ تربیت یافتہ عورت احمق شوہر کی صحبت کیونکر پسند کریگی۔

مرزا۔ خداوند بس قسمت کا لکھا کہکر خاموش ہو رہیگی۔

شہزادہ۔ کیا ہم لوگون کی شریعت کا یہی مقتضا ہے کہ جاہل اجڈ سے مان باپ لڑکی کا بیاہ کردین۔

مرزا۔ نہین خداوند مسلمانون کی شریعت کی بنا مصالح پر ہے۔ ایسا نہین ہونا چاہئے کہ مان باپ نہایت ہی اہتمام سے اپنی دختر کی شادی کرین اور جبکہ صاحب علم و فضل و ادب پائین اور اسکی استعداد ذاتی اور صفاتی ایسی ہو کہ وہ معاشس پیدا کرسکے گا اور جورو کو خوش رکھے گا تب اپنی لڑکی کو اطلاع دین اور اسکو صورت شکل بھی اس مرد کی دکھا دین اور وہ پسند کرلے تب شادی کرین۔

شہزادہ۔ بھلا اگر یہ اوصاف کمینے مین جمع ہون تو تم کیا کہوگے

مرزا۔ حضور جس مین یہ اوصاف ہونگے وہ کمینہ کہلا سکتا ہے ہمارے سچے پیغمبر نے فرمایا کہ کسی کو کسی پر کچھ بزرگی نہین مگر پرہیزگاری

اور دینداری۔ اور حضرت مسیح نے فرمایا کہ غلام اور آزاد مین کچھ فرق نہین ہے اگر دونون دیندار ہون اور جب سارے انسان ایک ہی ماں اور باپ سے پیدا ہوئے تو ایک کو دوسرے پر بڑے نسب کی کیا فضیلت ہے بزرگی فضل اور ادب سے ہے نہ اصل و نسب سے

نسب چہ سود دہ چون تو بے ہنر باشی
ز آب جوچہ برش تشنہ ہائے جوشش را

شہزادہ۔ سچ کہتے ہو اگر کسی کا باپ دادا قابل فاضل ہوا اور بیٹا اجڈ اور جاہل ہے تو باپ دادا کی عزت سے وہ کچھ حصہ نہین پا سکتا۔

آن ناکسان کہ فخر بہ اجداد می کنند
چون سگ باستخوان دل خود شاد میکنند

شہزادہ۔ کہو تو مرزا اگر اپنے خاندان کے خلاف دوسرے خاندان مین کوئی شادی کرلے اور اُس سے جو اولاد پیدا ہو اسکو لوگ کیا سمجھین گے۔

مرزا۔ حضور تعصباتی اور دیہاتی جو پیروی شیطان کی کرتے ہین وہ تو اُس اولاد کو حقیر ضرور جانین گے۔

شہزادہ۔ پیروی شیطان کیسی۔

مرزا۔ حضور شیطان کو حکم ہوا تھا کہ حضرت آدم کو سجدہ کر شیطان نے کہا کہ مین آگ سے پیدا ہوا ہون اور آدم خاک سے اور آگ خاک سے افضل ہے پھر مین کیونکر سجدہ کرون اسی پر وہ نکالا گیا۔ جو لوگ کہ دعویدار حسب و نسب کے ہین وہ پیروی شیطان کی نہین کرتے پھر کس کی کرتے ہین۔ اگر پیروی حکم خدا کرتے تو جو آگ سے پیدا ہوا اور جو خاک سے وہ سب مساوی ہین ملاحظہ فرمایئے کہ جو فرشتے نور سے پیدا ہوے تھے انھون نے خاک کے پتلے کو سجدہ کیا یا نہین

شہزادہ۔ تم کیا اُس اولاد کو افضل سمجھوگے جو غیر کفو سے پیدا ہو

مرزا۔ خداوند اگر اسمین فضل و ادب ہوگا تو ہم ضرور ہی کہ اسکو افضل سمجھین مگر حضور اگر وہ فضل و ادب سے معرا ہوگی تو ضرور حقیر جانین گے

شہزادہ۔ پھر اسکا کیا مطلب ہوگا کہ اگر کسی نیک مرد کی لڑکی ہو اور اشعار سنئے۔

زنا محرمان دور دار دجہان		گر حوران علیین بباغ جنان
چراز بادۂ عشق لب ترکند		ہمہ عاقبت کار بادر کند
	دیگر	
اگر سالہا مردم بد سرشت		شود ہمدم حوریان در بہشت
در آن محفل پرصفا روز و شب		ز جبرئیل خواندہ فنون ادب
بدان اعتقادم کہ ہنگام کار		نہ گردد اندوجز بدی آشکار

مرزا۔ خداوند نیکی اور بدی نفس کے متعلق ہے شریف سے کسی حال مین بدی نہین ہو سکتی اور وہ ہی حال بد سرشت کا ہے پس چاہے مرد ہو یا عورت جو خراب ہوگا اُسکا یکسان حال ہوگا جو کچھ حضور نے اشعار فرمائے اب زر سے لکھنے کے لائق ہین اور بالکل صحیح ہین۔

مصاحب۔ حضور خدا کے لیے فیلبان کو حکم ہو کہ ہاتھی روک لے ساری خدائی یہ تماشا دیکھنے آئیگی اور دنیا پھر اُکو بنائے گی ہین اُن مصاحبون مین نہین ہون جو خوشامد کی روٹیان کھاتے ہین اور ہان مین ہان ملاتے ہین۔

اگر شہ روز را گوید شب است این
بباید گفت اینک ماہ و پروین

ان لوگون مین شہد رگا نہین۔ یہان ہمیشہ سعدی شیرازی کے ایک شعر پر عمل ہے اور اسی ایک شعر پر عمل رہیگا اسمین چاہے جو کچھ ہو

راستی موجب رضائے خدا ست	کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

حضور اتنا نہیں سوچتے کہ غلام حضور ہی کے فائدے کے لیے عرض کرتا ہے اور قسم کھا کے کہتا ہون واللہ کہ مین کود ہی پڑونگا اتنا تو سوچیے کہ وہ بیچاری کس حالت مین ہے ابھی ایسے کتنے دن ہوئے اور آپ سوارون سے فرماتے ہین کہ غل مچاتے چلو - بھلا یہ کون دانشمندی ہے عقل سے بحث ہی نہین اور اس حرکت بیجا سے کیا ہوگا بجز اس کے کہ دیوانون مین نام درج ہو - اور رفقا گالیان کھائین —

شہزادہ - آپ جائیے بس اب اپنی نصیحت رہنے دیجیے بسم اللہ آپ جائین روک لو ہاتھی تشریف لے جائیے ورنہ دھکیل دیے جاؤگے

مصاحب - آداب عرض ہے (ہاتھی سے اتر کر) جائیے وہان لڈو رکھے ہین وہ جھروکے سے جھانک رہی ہین خیر مین جاتا ہون

شہزادہ - جائیے خس کم جہان پاک —

مصاحب - ذلیل ہونا حضور کی قسمتون مین لکھا ہے — اسکو ہم کیا کرین آپ جانین آپ کا کام جانے — ۵

دوستی آن ست کہ عائب دوست	ہمچو آئینہ روبرو گوید
نہ کہ چون شانہ با ہزار زبان	پس رو رفتہ مو بمو گوید

والسلام - خدا حافظ و ناصر —

مصاحب ایک درخت کے سایہ مین دم لیکر دل لگی دیکھنے لگا اور حضرت نے سواری آگے بڑھائی مرزا صاحب نے کہا خداوند دیکھیے وہ جھانک رہی ہین کیا نور عالم افروز ہے —

با حسن و جمال تو پری را	دعوی نہ رسد برابری را
زیباست پری ولے ندارد	این عشوۂ ناز دلبری را
چشم تو بیک نگاہ جادو	آموختہ سحر سامری را
بر خاک فگندہ از لطافت	گلبرگ ترت گل تری را

سودائے رخت زاوج گردون	آوردہ فرود مشتری را

شہزادہ بہادر نے غور سے دیکھا - جھروکا تو خاک نظر نہ آیا اور نظر کہان آتا مگر بہانے شیخت کے کہنے لگے ہان ہان بیشک جھانک رہی ہین کیا جمگھٹا ہے اور ہمارے کانون مین ان اشعار کی آواز آتی ہے جو سپہر آرا ہماری طرف مخاطب ہو کر پڑھا کرتی ہین سنیے گا - ہائے تمہارے کان ایسے کہان ہم سنائین —

میان چشم جادو پہ اتنا گھمنڈ	خط و خال و گیسو پہ اتنا گھمنڈ
اجی سر اٹھا کر ادھر دیکھنا	اسی چشم و ابرو پہ اتنا گھمنڈ
نسیم گل اس زلف مین ہو تو ہم	سنہ کر اپنی خوشبو پہ اتنا گھمنڈ

مرزا جی نے بڑی کوشش بلیغ سے ہنسی ضبط کی مگر حضور شہزادہ نامدار گردون مدار کے خوش کرنے کے لیے کہا خداوند حضور نے یہ اشعار آبدار خوب سن لیے واللہ کان ہون تو ایسے اور حضور ایسے کان شہزادون کے سوا اور کس کو نصیب ہوتے ہین بادشاہون کی صفتین کہین ہم رعایا مین آسکتی ہین —

کبوتر با کبوتر باز با باز	کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

اگر کوئی شہزادہ ہوتا تو ضرور سمجھ جاتا کہ وہ کیا کہہ رہی ہین شہزادے اور بھی دل مین خوش ہوئے - اکڑ کر بولے کہ وہ مصاحب مردود جو خواصی مین بیٹھا تھا اپنا سامنہ لیکر بھاگیگا تم اسکو خوب ذلیل کرتا کیون بے نامعقول ہم کیا کہتے تھے سواری ابھی کوس ہی بھر پر تھی کہ آواز سے کسے گئے شعر خوانی ہونے لگی - عشق نے رنگ جمایا چشم جادو اور خال و گیسو اور خط و ابرو اور زلف خوشبو کی تعریفین ہونے لگین جی تبلہ دل لگی نہین —

سو بیت کہ پیام ما رساند	این قصہ مگر صبا رساند

ابکس کے ذریعہ سے اس وقت پیغام بھیجیں۔ مشاطہ تو ہی ہی نہیں۔

بچھڑے ہوئے سب ملین خدایا

بجز تیر رنج و الم زمین گیر کوے حزن و ماتم یعنی ثریا بیگم ان دونون زندان خراباتی نامی گرامی ڈاکوؤن کے پھیر مین ایسی صید محن ہوئین کہ الامان الامان سوچتی ہین تو ساری خدائی مین اپنا بیگانہ خویش نہ یگانہ ایسی مصیبت کی حالت مین کون مدد کو آتا۔ ایک آزاد۔ اُن کا پتا ہی نہین۔ جب سے گئے خبر بھی نہ لی۔ دوسری استانی جی۔ اُنھون نے صورت ہی نہ دکھائی۔ ثریا بیگم کو یقین کامل ہو گیا کہ استانی جی سوتیا ڈاہ کے سبب سے روپوش ہین۔ ماں باپ سے تو کبھی بنتی ہی نہ تھی۔ اعزا اور اقربا کو کس منھ سے صورت دکھائین۔ ایرے غیرے بکلیان سے امید دفا کیا۔ خدا خدا کر کے اس زندان بلا مین شب بسر کی۔ رات کو انواع اقسام کے خواب پریشان دیکھے۔ پہلے دیکھا کہ اسکا بوڑھا شوہر قبر سے گردن نکال کر کہتا ہے کہ ثریا بیگم تیرے سبب سے میرے شیشۂ ناموس پر ایسا سنگ گران گرا کہ بالکل چکنا چور کر دیا۔ ہائے وہ کیسی بری گھڑی تھی جب تیرے ساتھ نکاح کیا اور اپنے خاندان کی عزت خاک مین ملائی۔ مگر از ماست کہ بر ماست خود کردہ را چہ علاج۔ مین ابھی کچھ سال اور زندہ رہتا مگر اس غم نے میرے جسم زار کو ایسا ناتوان کر دیا کہ بالکل گھلا دیا۔ لہذا مین سوچا کہ اس دنیاے دون سے رخت اقامت اٹھاؤن اور سب سے الگ تھلگ کسی کونے مین بستر جماؤن۔ جناب باری عز اسمہ نے میرے حال پر رحم کیا اور مجکو بلا لیا

چون خلاف عقل دیدم رہ و رسم کار خود را
بخداے خود سپردم ہمہ اختیار خود را

مین اپنی عقل پر لعنت بھیجتا ہون اور اپنے فہم ناقص پر نفرین کرتا ہون عشقبازی نے کہین کا نہ رکھا۔

صد ہزاران عقدہ ہا بکشودہ است
عشقبازی طرفہ چیزے بودہ است
بسکہ در دست تمنا کشتہ ام
پایم از سطے مراحل سودہ است

آنکھ کھل گئی تو خواب کو یاد کر کے بہت روئی پھر آنکھ لگ گئی تو دوسرا خواب دیکھا کہ آزاد پاشا ایک درخت کے سایے مین لیٹے اور غافل سو گئے ایک مار خونخوار اُن کے سرہانے آبیٹھا۔ اور قریب تھا کہ آنکھ پر کاٹے کہ ثریا بیگم نے دور سے لکڑی دکھائی سانپ انکی طرف دوڑا۔ تو مارے ڈر کے آنکھ کھل گئی۔ اس خواب نے اور بھی زیادہ پریشان کیا سوچی کہ اے کاش خواب ہی مین باتین ہوتین تو انکو ذرا ڈھارس ہوتی خواب مین بھی دیکھا تو آنکھین بند پائین۔ گفتگو کو ترس گئی مکالمہ روح افزا نہ سنا نہ سنا۔ ہاے جھوٹا ہی وعدہ ہوتا۔

نہ شہد لطف کند کام جان شود شیرین
نہ وعدہ ایکہ گلوے گمان شود شیرین

تڑکا ہوا تو خواب کو یاد کیا اور زار زار رونے لگین۔ اتنے مین ایک کانسٹبل نے کہا کہ تمھارے بھائی جان تم سے ملنے کو آئے ہین اگر اجازت دو تو لین ورنہ اُن سے کہدین کہ چلے جائین۔ ثریا بیگم سوچی کہ بار خدایا میرا بھائی تو کوئی پیدا ہی نہین ہوا تھا یہ کون ذات شریف بھائی بن بیٹھے خیال آیا کہ شاید چچا زاد یا خالہ زاد بھائی ہون۔ کہا بلا لو

اجازت ہو۔ دل مین کسیقدر خوش بھی ہوئی کہ کسی نے پوچھا تو۔ ایسے گاڑھے وقت آڑے تو آیا۔

کانسٹبل نے اُس شخص کو بلا لیا ثریا بیگم نے دیکھا تو ہوش اُڑ گئے اُس نے آتے ہی کہا اُمین بہن! بہن خیر تو ہی یہان کہان یہ کیا ہوا کیا ہم سے بیان تو کرو۔ ثریا بیگم دنگ کہ یا الٰہی یہ کمبخت کہان سے آیا اور اُسنے اپنی منحوس صورت کیون دکھائی۔ ع

این از کجا رسید دگر بار الغیاث

اس نے بکمال لطف و کرم پھر وہی سوال کیا کہ بہن تم یہان کس جرم مین آئین ہمین اطلاع دو۔ کچھ چارہ جوئی کرین حکام سے کہین کوئی سبیل نکالین تم کو اس وقت یہان دیکھکر کمال رنج ہوا۔ ثریا بیگم نے سہولت سے یون جواب دیا یہ میرے نامۂ اعمال مین یہی لکھا تھا کہ ذلیل و رسوا روز بد مجھے دیکھنا پڑیگا اس مین تم کیا کر سکتے ہو اور کوئی کیا کر سکتا ہی۔

اس اجنبی نے اُسکی تردید کی۔ کہا بیگم صاحب یہ تو ہم دکھا دینگے نامہ اعمال یعنی چہ

بروز حشر الٰہی چو نامۂ عملم
کنند باز کہ آن روز داد خواہ من است
بکن مقابلہ آن را ز سرنوشت ازل
اگر زیاد و کمی باشد آن گناہ من است

اگر ازل سے کچھ لکھا ہوتا کہ فلان شخص سے یہ افعال قبیحہ سرزد ہونگے تو بندہ مجبور ہی اس سے مقابلہ کرو۔ اگر اسمین زیادتی یا کمی ہو تو بندہ سزاوار اور قابل دار ہی ورنہ سمجھ لو کہ اس سرنوشت ازل کے مطابق کارروائی ہوئی۔ چلیے الحمد اللہ خیر صلاح خیر یہ تو اور بحث چھڑ گئی اب آمدم بر سر مطلب خدا کو گواہ کرکے کہتا ہون شبو جان کہ جان تک حاضر ہی۔

جان و ایمان چو نثار رہ یارے کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

مگر افسوس ہی کہ تم ہمیشہ ہمارے خلاف ہی رہین اور غریب خانے سے اس طرح نکل بھاگین کہ گویا میری روح جسم سے نکل گئی اب تم گھبراؤ نہین ہم روبکاری کرینگے تم جانتی ہی ہو کہ ہم کیسے مشہور وکیل ہین اور کیسے کیسے مقدمے چشم زدن مین جیت لیے۔ اور اسکے علاوہ امیر صاحب جائداد منقولہ و غیر منقولہ باوضع فرش پوش اور حسین کیسے کہ جس طرف نکل جانے مین انگلیان اُٹھتی ہین کہ وہ گبھرو جوان جا رہا ہی جسکا ثانی روے زمین پر کوئی نہین ہی اور معشوق یون مخاطب کرتے ہین۔

ای حسن تو برتر از چہ و چون — سبحان اللہ زحسن بیچون
لعل تو فریب اہل افلاک — قد تو بلاے طبع موزون
شمشاد قدان فتنہ انگیز — بر فتنہ قامت تو مفتون
سرو از قد تو فتادہ بر خاک — گل از رخ تو نشستہ در خون
بر حسن تو فتنہ صد چو فرہاد — دیوانۂ تو ہزار مجنون
از زلف تو کار ما پریشان — از خال تو حال ما دگرگون

اور اب تم مخاطب ہی نہین ہوتی ہو۔

اتنے مین آواز آئی کہ شیخ سالار بخش بھی شبو جان کے سلام کو حاضر ہین۔ ثریا بیگم مسکرائین کہا آئیے۔ میان سلارو اچھے رہے۔ سلارو نے آتے ہی کہا کہ اچھے تو سب کچھ ہے مگر جس شیطان کے پلے پڑے ہین اس نے ہمین کہین کا نہ رکھا۔ وکیل معنوعی نے اپنے خدمتگار پر قہر آلود نظر ڈالی تو میان سلارو نے بات ٹال دی۔ کہا ہمارے حضور ہم پر بڑی عنایت رکھتے ہین نہین تو ہم کہین کے

نہ رہتے۔ جو کوئی پوچھتا ہے کہ تم کس کے نوکر ہو تو ہم کہتے ہیں کہ ایک رئیس اعظم مرزا صاحب وکیل کے خاص ملازم۔

مرزا۔ (مصنوعی غصّہ سے) ہمکو وکیل یعنی (ریونیو ایجنٹ) اور شیطان کسکو بنایا؟

سلارو۔ حضور تھپّس میں ایک بدذات آدمی رہتا ہے بڑا بدباہر۔

مرزا۔ ہاں پہلے ہم کچھ اور سمجھے تھے پٹنے ہی کو تھا اسوقت۔

سلارو۔ یہاں ماریپٹ کا نام لو گے تو دھر لیے جاؤ گے دل لگی نہیں۔ پولیس کے منہ میں بیٹھے ہو کیا خالہ جی کا گھر ہے کہیں ٹھٹا نہو۔

مرزا۔ سلارو۔ اسوقت دوسرا لفظ نہ زبان سے نکلے۔ بس۔ بس۔

سلارو۔ (قدموں پر ٹوپی رکھکر) لے آپ قصور معاف کر دیں قدر۔

مرزا۔ شاباش جا معاف کیا۔ تو بھی کیا یاد کریگا معاف کیا۔

سلارو۔ اور معاف نہ کرتے تو کیا کرتے ہم بھی ڈنڈپیل جوان ہیں۔

شبوجان۔ (مسکرا کر) تم دونوں میں کبھی نہ بنے گی۔ اب مجھے کیا صلاح دیتے ہو پہلے میرا حال سُن لو۔ تمھارے ہاں سے میرے ادبار نے مجھے نکالا پہلے تو سخت مصیبت میں گرفتار ہوئی ہائے خدا خدا کر کے اُس سے نجات پائی اور کسیقدر دولت بھی ہاتھ آئی تو تمھارے ہی محلہ میں مکان لیا اور امیرون کی طرح رہنے لگی۔

مرزا۔ ارے وہ ثریا بیگم آپ ہی تھیں جو تھوڑے دنوں بعد چل دیں۔

شبوجان۔ جی میں ہی تھی کئی بار تمکو ادھر سے جاتے دیکھا اور جب تم گاتے تھے تو تمھاری آواز برابر آتی تھی۔ ایک دفعہ سرکس کے تماشے میں تم کو اور سلار بخش کو دیکھا تھا۔ دونوں میں نوک جھونک ہو رہی تھی۔

مرزا۔ ہائے افسوس اتنے قریب رہ کر بھی نہ بلایا۔ وائے ستم۔

آن پلے تا بہ سر ہمہ زخم و رجا ختم	کو را بجواب عافیت الماس لستراست

خدا جانے ہمارا بخت برگشتہ کب تک سویا کریگا کوئی ہزار ہی مرتبہ اُدھر سے آیا گیا ہونگا مگر بے سود جو کہیں یہ معلوم ہو کہ بی شبوجان اس کاشانے میں فروکش ہیں تو واللہ ضرور بالضرور حاضر ہوں اور وہ داروغہ صاحب کہاں گئے۔ لالہ خوشوقت رائے انسے روز ملاقات ہوتی تھی وہ کہتے تھے کہ رذیلکھنڈ کی بیگم ہیں ریعنی بڑا چکما ہوا کمال افسوس کا مقام ہے پھر وہ ثروت کیا ہوئی اور یہاں حوالات میں کیونکر آئیں کچھ بتاؤ تو یہ ہوا کیا۔ ہائے کیا انقلاب زمانہ ہے۔

شبوجان۔ ہوا یہ کہ دو بار چوری ہو گئی اور بہت سا اسباب گیا۔

مرزا۔ (تو ہمکو معلوم ہے آشناد کے نام سے کوئی شخص دھوکا دے گیا یہ تو ہم نے بھی سنا تھا۔ پھر تم بھاگیں کیوں یہاں سے۔

شبوجان۔ تھانہ دار دشمن ہو گیا۔ اور کسی نہ کسی جرم میں ماخوذ کر کے ذلیل کرنے ہی کو تھا کہ ہم اپنی مہری عباسی کو لیکر چلدیے۔

مرزا۔ خوب کیا پھر کیا جمع جتھا چھوڑ کے چلدی تھیں ہائے ہائے

شوق ہر رنگ رقیب سر و سامان نکلا	قیس تصویر کے پردے سے بھی عریان نکلا

جو کام ہوا پورا ہی ہوا۔ وائے ناکامی۔

شبوجان۔ جواہرات اور اشرفیاں ساتھ لیگئی وہاں ایک کانسٹبل نے چوری کرادی ڈاکوا اپنے ساتھ میدان میں لیگئے وہاں پولیس والون نے ڈاکوؤں کو گرفتار کیا اور اب سب مجھے سٹرن کہتے ہیں اور ماخوذ کر لائے ہیں۔

مرزا۔ ہاں! خیر۔ ڈاکوؤں کو تم پہچانتی تو ضرور ہو گی۔ اپنی اصلا شک نہیں دو چار روز اُن کے پاس ضرور رہی ہو گی۔

شبوجان۔ بالکل نہیں میں صورت آشنا تک نہیں ہوں رات کو ساتھ تھی اور رات بھی کیسی کہ اندھیری میں سب باتوں کا نوبت دیکھی۔

مرزا۔ خدا نے چاہا تو بلو بری ہو جاؤ۔ بی شبوجان کبھیں خدا کو یاد کرو ہار خدا سے نجات پاؤ گی اور اس مصیبت سے بچو گی

زبان تازہ کردن باقرار تو	نہ انگیختن علت از کار تو

اب سنئے کہ ایک کانسٹبل نے صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کے پاس جاکر خبر دی کہ انسپکٹر صاحب نے ایک وکیل کو اس بیرٹن کے پاس بھیجا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں اس عورت کو رہا کرا دونگا۔ صاحب ممدوح سنتے ہی آگ ہو گئے انسپکٹر کو فوراً خط لکھا کہ یہ دو ڈاکو عرصہ دراز سے مفقود الخبر تھے اب خدا خدا کر کے ان کا پتا ملا ہے مگر تعجب ہے کہ تم انکی رہائی کے ساعی ہو۔ میں نے اس وقت خبر پائی ہے کہ تم ان کو رہا کرنے کی بڑی کوشش کر رہے ہو۔ چنانچہ تم اس خوبصورت بیرٹن کی طرف سے کوئی وکیل بھی مقرر کرنے والے ہو لہٰذا تم کو لکھا جاتا ہے کہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو منفعل ہو کر ایسی کارروائی سے باز آؤ ورنہ ہم حکام بالادست کو تمہاری نسبت لکھیں گے۔

انسپکٹر نے جو یہ خط پایا تو فوراً حکم دیا کہ وکیل سے کہو کہ بس اب ملاقات ہو چکی تشریف لے جائیے۔ صاحب کے نام کے خط کا جواب بھیجا اور اپنی بریت کا ثبوت کامل دیا۔ ادھر مرزا صاحب کو بوجہ مجبوری شبو جان سے مفارقت کرنا پڑا اور میاں سلارو بھی لمبے ہوتے۔ چلتے وقت مرزا صاحب وکیل مصنوعی نے شبو جان کے ہاتھ جوڑے اور کہا کل پھر ملیں گے۔ انسپکٹر کے حکم سے ایک نوجوان شریف زادہ جو حال میں تھانہ داری پر مقرر ہوا تھا شبو جان کے کمرہ میں بھیجا گیا تاکہ ان کی خود نگرانی کرے اور کسی پرندے کو بھی پر نہ مارنے دے۔

ثریا بیگم نے اس جوان پر نظر ڈالی۔ اور اس نے ان پر۔ دونوں رو دیے اشک اضطراب فروش ترجمان دل تھے مگر دونوں نے بڑی دیر تک لب نہ ہلائے رویا ہی کیے۔

ثریا بیگم نے اس محبت سے اس پر نظر ڈالی اور انھوں نے اس پیار سے عروس زیبا کو دیکھا کہ کانسٹبل متحیر ہو گیا مگر یہ تھانہ دار وہ کانسٹبل اور کانسٹبل بھی ان کا آوردہ خاموش رہا اور ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔

ثریا بیگم۔ پہچانا کیوں نہ بندہ پرور کسی کو پہچانتا (روکر) ہائے

تھانہ دار۔ ثریا بیگم خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اس وقت فرط طرب سے رونا آتا ہے اللہ اللہ ہم اور تمہاری صورت کا نظارہ کریں زہے نصیب ع آنچہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب ہائے دن کو گریہ و زاری کرتا تھا اور رات کو اختر شماری کرتا تھا اب بالکل مایوسی ہو گئی تھی مگر ہر دم تم ہی یاد آتی تھیں۔ شکر ہے کہ بچھڑے ہوئے ملے۔

تری جو یاد اے دلخواہ بھولا	بالآخر بھولا و اللہ بھولا
فرقت کی شب میں خود دل نے	اف اف کیا جو آہ بھولا
حور نے گرایا اسکو نظر سے	خود وہ تیری درگاہ بھولا

ثریا بیگم۔ وہ تمہاری اٹھتی جوانی وہ شباب نہیں وہ آب و تاب نہیں مگر اب بھی مجھے تمہاری ویسی ہی محبت ہے جیسے پہلے تھی۔ اگر تم بدقطع اور بدصورت اور چیچک رو بھی ہو جاتیں تو میرا خدا اور میں کہ ویسی ہی محبت برقرار رہتی حور پر کبھی نظر نہ ڈالوں برسوں کے بعد بچھڑے ہوئے ملے۔

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

رہائی

دوسرے روز جب لیلیٰ شب کی زلف مشکبار تا بہ کمر پہونچی تھانہ دار پولیس کی وردی ڈانٹ کر حوالات میں آیا۔ عروس یوسف لقا ناظورہ جبین او ثریا بیگم کو خواب ناز سے جگایا اور کان میں آہستہ سے کہا (جان من یہی موقع ہے چلو بھاگ چلیں)

ثریا بیگم بولین، دیکھو غور کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ بے سمجھے بوجھے چل کھڑے ہون اور پیچھے جگت ہنسائی ہو۔ لوگ تالیان بجائین۔ ایسے غیرے قہقہے لگائین خلق خدا کو شگوفہ ہاتھ آئے ہر کہ و مہ جانے کہ جوان اور حسین بیٹرن کو دیکھکر پھسل گئے تھانہ داری کرنے چلے تھے ایک ادنیٰ عورت کے پھندے مین ایسے پھنسے کہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔

تھانہ دار نے اصرار کیا کہ اب غور و فکر بیکار ہی میری خاطر سے چلی چلو سب معاملہ لیس ہی۔

ثریا بیگم بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر تھانہ دار کے ہاتھ مین ہاتھ دیکر حالات کے باہر آئین اور جب آہستہ آہستہ دونون عاشق و معشوق پچاس قدم کے فاصلہ پر پہونچے تو ایک سپاہی نے بحث کی خداوندی مکان ہی۔

تھانہ دار اس عروس زیبا شمائل کو وہان لے گئے۔ مردانے کپڑے پہنائے عباسی رنگا ہوا ململ کا دوپٹہ زیب سر کیا بوٹ پہنا گاڑی پر سوار ہوئے اور خدا کا نام لیکر اس زندان بلا سے چلے۔

اب سنیے کہ ایک بج گیا۔ ثریا بیگم کا دل دھڑکتا تھا۔ قدم قدم پر کانپتی تھین روح لرزی جاتی تھی کہ یا خدا اب کیا ہوگا اگر گرفتار ہونگے تو صید ادبار ہونگے۔ بازار مین ایک عورت نے بہاگ کی دھن مین (اس نگری کے دس دروازے نکس گوا کوئی دور سپاہیا جاگت رہیو) اس حقانی چیز کو نہایت عمدہ طرز پر ادا کیا یعنی اس شہر کے دس پھاٹک ہین چور خدا جانے کس دروازے کی راہ سے نکل جائے! ای پہرے والے سپاہی) بھاگتے رہنا ایسا نہ ہو تیری غفلت مین چور نکل بھاگے ثریا بیگم نے تھانہ دار سے اس کے معنی پوچھے اور کہا اس وقت جی چاہتا ہی کہ جو کچھ میرے پاس ہی سب اس کو دیدون مگر چور کا تو ذکر بھی نہین کیا تم نے یہ معنی کیونکر نکالیے اتنے مین اس خوش گلو عورت نے اس کا حصہ اولین گانا شروع کیا (نگری مین آیو ہی چور) ثریا بیگم وجد کرتی تھین ادھر آگے بڑھے تو برق انداز نے ٹوکا۔ کون۔ تھانہ دار بولے رعیت۔ ثریا بیگم اس قدر خائف ہوئین کہ کلیجہ دھڑکنے اور بانسون اچھلنے لگا۔ سمجھین کہ اگر گفتگو کرون تو مبادا برق انداز کو شک گذرے تھانہ دار کا ہاتھ لیکر کلیجے پر رکھا۔ انھون نے اشارے سے سمجھایا کہ خوف کا مقام نہین ہی یہ بات تو صبح ہولے گی تب تک ہم تم منزلون کے فاصلہ پر ہونگے۔ اور برق انداز کی یہ مجال نہین کہ ہم سے برسر مقابلہ ہو۔ چلتے چلتے گاڑی ایک مقام پر ٹھہر گئی تھانہ دار نے بہ آواز بلند کہا چودھری گاڑی کیون رکی۔ اسنے جواب دیا صاحب تنک تماکو پی لون تو چلون تھانہ دار اپنے دل مین سوچے کہ اسکو حقے کی پڑی ہی اور یہان جان کے لالے پڑے ہین۔ گاڑی لو چودھری نے ایک پکے کنوین کے قریب کا تھا اور اس کنوین کے ارد گرد چند مسافر ٹکے تھے ان مین باتین ہوتی جاتی تھین ایک نے کہا۔ ہم نے سنا ہی کہ حسن آرا بیگم نے شادی سے انکار کیا۔ اور کہا جب تک آزاد نہ آئینگے ہم شادی نکرینگے مگر اس نے روم مین بڑا نام پیدا کیا کل کے اخبار مین لکھا تھا کہ آزاد پاشا نے روسیون کی بہت بڑی فوج کے مقابل چند یلان روم سے فتح کامل حاصل کی اور وزیر جنگ نے ان کو خطاب کے علاوہ تمغہ بھی دیا۔ دوسرے نے کہا ہمنے قسطنطنیہ کے اخبار الجوائب مین انکی سوانح عمری پڑھی بڑا جری اور بہادر آدمی ہی۔ جان کو تو کچھ سمجھتا ہی نہین مگر عشق کے ہاتھ بک گیا ہی اس نوخیز بیگم زادی نے جسکے حسن خداداد فریب کی چار دانگ ہند

مین دھوم ہی خدا جانے کیسی چھب دکھا دی کہ ہزار جان سے عاشق ہوگیا۔ یہ حسن اور جوانی عجب نعمت ہی اور دل کا آنا بس قیامت ہی۔ اس پر ایک سوار بولا کس کا ذکر تھا میان کہ آزاد وہ تو نہین خوبصورت سے آدمی ہین کشیدہ قامت چھریرا اگر سپاہ گری مین بنوٹ کے استاد ہین۔ روم بھی گئے ہین۔ مگر وہ تو آوارہ مزاج آدمی ہی۔ سرا مین ایک بھٹیارن کے ہان پڑا تھا ہم کار سرکار کو وہان گئے تھے تو سرا ہی مین ٹکے۔ اللہ رکھی نام ایک بھٹیارن اسکو چھیتین لگایا کرتی تھی لیکن خوش رو جوان ہی اور بڑا شہ زور۔ بنوٹ بانک لکڑی پٹا بانا کشتی سب مین استاد کامل فن روم مین انہون نے ضرور فتح حاصل کی ہوگی۔ اب جنگ کی کیا کیفیت ہی۔ مسافر نے کہا آج کل اخبار پڑھنے مین نہین آیا صرف اتنا البتہ سنا کہ آزاد نے جو ہندوستان کے رہنے والے ہین روم مین وہ اپنے ملک کا نام کیا اور لڑتے وقت اکثر یہی کہا کہ مین ہندی مسلمان ہون اور روسیون پر ظاہر کرنا چاہتا ہون کہ بودا یا بزدل نہین ہون سچ ہی اور مصداق اسکے ہی ——

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر	خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بملک مصر شاہی میکرد	میگفت گدا بودن کنعان خوشتر

جو مسافر جاگتے تھے وہ سب آزاد پاشا کے مداح ہوے ایک بولا واہ رے آزاد کیون نہو شاباش میرے شیر خدا تمکو اسکا اجر دیگا

حماک اللہ عن شر النوائب	جزاک اللہ فی الدارین خیر

دوسرے نے کہا۔ اچھون کے اچھے ہوتے ہین شیرون کے شیر ہی پیدا ہوتے ہین آزاد کسی بڑے سپاہی بہت بڑے سپہ سالار اور شیر دل شیر مرد کا لڑکا ہی تیسرے نے کہا اب کل سے ہم بھی اخبار دیکھا کرینگے دیکھین آزاد وہان کیا نام کرتے ہین ہم ہندوستان کے نام پر فدا ہین اسی ملک مین پیدا ہوے پڑھے تعلیم پائی ہم یہی چاہتے ہین کہ ہند کا نام ہو۔

ثریا بیگم نے جو آزاد کی اسقدر تعریف و توصیف جنبیون کی زبان سے سنی اور ملتے مسافرون کو انکی مدح مین طب اللسان پایا تو جامے مین پھولے نسمائی رنج و غم سب بھول گئی برسون سے یہ بھی خبر نہ تھی کہ زندہ ہین یا مر گئے دل کو بڑی تسکین ہوئی جناب باری کا شکریہ ادا کیا جب گاڑیبان نے چلم پیکر فراغت پائی تو گاڑی پر سوار ہوا چلتے چلتے دو کوس نکل گئے اب تھانہ دار شیر ہوئے فوراً گاڑی سے اترے۔ اور ڈانٹ ڈپٹ بتانے لگے شہر سے دور میدان مین تھانہ دار کا کون مقابلہ کرتا۔ ایک مقام پر گاڑی کا ایک بیل بیٹھ گیا گاڑیبان نے لاکھ لاکھ تدبیرین کین مگر بیکار۔ تھانہ دار صاحب کو مجبور ہو کر گانون مین جانا پڑا چوکیدارون کو حکم دیا کہ کسی زمیندار کا بیل کھول لاؤ واپس آن کر دیکھتے کیا ہین کہ پانچ آدمی گاڑی کو گھیرے کھڑے ہین ہوش اڑ گئے سمجھے کہ دوڑ آئی ہی۔ اتنے مین ایک چوکیدار نے کہا۔ چور چور کا نام سنکر تھانہ دار صاحب کی جان مین جان آئی جھپٹ کر للکارکر لپکے تو چور بگٹٹ بھاگے۔ تھانہ دار نے گاڑی سے دری نکالی اور سڑک پر بچھائی اپنے دوست زن مرد نما کو بٹھایا حقہ بھرا اور تاکید کی کہ بیل ابھی آتے ہین سامنے سے ایک مسافر سوار آتا تھا

سوار۔ کیون بھئی مسافر ہندو ہو یا مسلمان بڑا نا تا یون ہی پوچھا

تھانہ دار۔ تمکو اس سے کیا مطلب۔ تم اپنا مطلب بیان کرو۔

سوار۔ حقہ پینگے مسلمان ہو تو حقہ پلاؤ۔ ورنہ خیر۔

تھانہ دار۔ ہمتو ہندو ہین۔ ذات کے کھتری۔ چلم ہوگی تو دو۔

سوار۔ چلم پینا وضع کے خلاف ہی حقہ ہوتا تو مضائقہ نتھا

تھانہ دار۔ اسم مبارک۔ آپ کہین نوکر ہین یا بیکار ہیا زمیندار ہین

سوار۔ جی مجھے فرزند علی کہتے ہین۔ نیوتنی مین میرا مکان ہی مگر

پیشتر ضلع بلند شہر مین سررشتہ دار ہندولبست تھا چھوٹے صاحب کے اجلاس مین پچاس روپیہ ماہواری پاتا تھا اب مین نائب تحصیلدار ہون۔

تھانہ دار نے حقہ دیا بٹھایا تعظیم کی باہم گفتگو ہونے لگی انھون نے کہا آپ تھانہ داری ہی جانتے ہین یا شعر و سخن کا بھی کچھ شوق ہے۔ تھانہ دار مسکرا کر بولے۔ بندہ نواز خاکسار بھی شعر آگرا نمایہ کے ساتھ و ساز ہے ایک شعر اسوقت یاد آیا اگر مضائقہ نہو تو سنیے۔

یاران بفکر بخیہ و مرہم فتادہ اند
وین جامہ ام ہنوز زصد جا دریدنیست

سوار۔ سبحان اللہ بہت ہی خوب واللہ۔ یہ حضور ہی کا کلام ہے
تھانہ دار۔ (مسکرا کر) جی واللہ اعلم کس کا کلام ہے مگر کسی اوج طبع کا کلام ہے۔ ع۔ وین جامہ ام ہنوز زصد جا دریدنیست۔ کیا کہا ہے

سوار۔ اصنام سخن پر قادر ہونا محال ہے۔ خاقانی اور عرفی قصیدے کے بادشاہ تھے۔ سعدی شیرازی کا حصہ فصاحت تھا نظامی گنجوی نے مناجات مین قلم توڑ دیے۔ فردوسی نے رزم کے بیان مین کوس لمن الملک بجایا محقق طوسی نے علم اخلاق کی وہ چھان بنان کی کہ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ حافظ شیرازی بادۂ عرفان کے نشے مین ڈوبا ہوا تھا۔

ساقیا برخیز و درده جام را
خاک بر سر کن غم ایام را
گرچہ بدنامی ست نزد عاقلان
مانمی خواہیم ننگ و نام را

مولوی معنوی کی مثنوی ملاحظہ فرمائیے سب سے نرالا ہی رنگ ہے

بشنو از نے چون حکایت میکند
وز جدائی ہا شکایت میکند
کز نیستان تا مرا ببریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

الغرض سب کا رنگ جدا گانہ ہے مگر اردو والون کا رنگ ایسا پھیکا پایا کہ الامان الامان۔ ہان اردو کے سخندانون مین میر انیس صاحب مرحوم اور مرزا دبیر صاحب مغفور کو ہم نے منتخب کیا ہے ہم اُن کے کلام کے عاشق زار ہین ایک بند پڑھتا ہون نہ تشبیہ ہے نہ رعایت ہے نہ استعارہ ہے مگر ایسا کہا ہے کہ جو سمجھتے ہین وہ داد دینگے اور نافہمون کا تو ذکر ہی نہین۔

ہان اے زبان خموش ادب کا ہے یہ مقام
کوثر سے منہ کو دھو لے تو لے شاہ دین کا نام
اے کلک سر جھکا دے قدم پر بہئے سلام
اے طبع پاک شستہ و رفتہ ہو سب کلام
کیجیے زبان سے وصف شہ نیک خو کرے
اشکون سے پہلے مردم دیدہ وضو کرے

تھانہ دار نے اس بند کی تعریف کی اور کہا سبحان اللہ فصاحت اس کو کہتے ہین زبان یہ ہے کیا روزمرہ ہے کیا بات پیدا کی ہے سبحان اللہ سبحان اللہ۔ تھانہ دار نے بھی ایک بند میر انیس صاحب کے طرز پر پڑھا۔

لب پر ہنسی گلون سے زیادہ شگفتہ رو
پیدا تھون سے پیرہن یوسفی کی بو
غلمان کے دل مین جن کی غلامی کی آرزو
پرہیزگار و زاہد و ابرار و نیک خو
گوہر مین ایسے لعل صدف مین گہر نہین
حورون کا قول تھا یہ ملک ہین بشر نہین

تھانہ دار نے مسافر پر غور سے نظر ڈالی تو دل مین کچھ شک پیدا ہوا۔ پھر بغور دیکھا۔ کہا حضرت میرے دل مین اس وقت آپ کی طرف سے ایک شک پیدا ہوا ہے کہئے عرض کرون کہیے خاموش رہون یہ فقرہ سنتے ہی نائب تحصیلدار صاحب کے

ہوش فرو ہوئے گھبرا کر فرمایا شک کیا۔ میری طرف سے کس قسم کا شک حضور کے دل میں پیدا ہوا ہے مگر آواز سے پایا جاتا تھا کہ دل میں چور ہے۔ تھانہ دار مسکرائے کہ حضرت سینے دایہ سے کوئی پیٹ چھپائے تو اس کی غلطی ہے۔ ہم تھانہ دار ہیں بس اور کچھ عرض نکرونگا۔ العاقل تکفیہ الاشارۃ۔ ع عاقلان را اشارہ کافیست۔ آپ نائب تحصیلدار نہیں ہیں اور نہ آپ ضلع بلند شہر میں سر رشتہ دار بندوبست تھے آپ اشتہاری مجرم ہیں حلیہ ملتا ہے۔

سوار۔ ذرا زبان سنبھال کر بولیے گا۔ مجھے حضرت سلامت جان۔

تھانہ دار۔ کیوں کیا مار بیٹھیے گا اللہ اللہ یہ خم و دم۔ انساجا کوتوال کو ڈانٹتے بس خیر اسی میں ہے کہ تلوار ہاتھ سے ڈال دو ورنہ دھر لیے جاؤ گے۔

سوار۔ آخر آپ کو کس کا شک گذرتا ہے اسکا نام تو لیجیے۔

تھانہ دار۔ آپ جبلپور میں ایک سوداگر کے ہاں کلرک تھے وہاں آپ نے دو ہزار روپیہ کا غبن کیا اور آپ پر مقدمہ دائر ہوا ثبوت کامل دیا صاحب مجسٹریٹ نے آپ کو ایک سال قید کی سزا دی دس روز قید رہے گیارھویں روز آپ بھاگ گئے ایک سپاہی اور ایک کنجی بردار کو آپ نے زخمی کیا آپکا حلیہ چوطرفہ بھیجا گیا اور سوداگر نے پانسو روپیہ کے انعام کا وعدہ کیا ہے حضرت سلامت دل لگی نہیں ہے ہمنے تھانہ داری کی ہے بھاڑ نہیں جھونکا ہے آپ اشتہاری مجرم ہیں حضرت۔

سوار۔ جی بھلا اگر یہ پھنس جائیں تو آپکو کیا ملے پانچسو۔

تھانہ دار۔ پانچسو روپیہ نقد۔ ترقی عہدہ۔ نام نیک۔ شہرت

سوار۔ بس ہم سے ایک ہزار لیجیے۔ ہمارے ساتھ ہمارے مکان چلیے

تھانہ دار۔ ہزار روپیہ گن دیجیے مکان کہاں ہے اگر قریب ہے تو ہم

ع۔ درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست

سوار۔ ایک ہزار روپیہ تو ہم ابھی ابھی دینگے۔ گنوا لیجیے مگر مکان کا حال یہ ہے کہ ہم اصل باشندے قنوج کے ہیں مگر عمر بھر آگرہ میں رہے اور اب دو برس سے جبلپور میں تھے۔ اب نہ کہیں مکان ہے نہ کوئی عزیز ہے نہ رشتہ دار ہے۔ دوست نہ یار ہے۔ ہم ہی ہم ہیں۔ ہر کہ ہیچ ندارد ز ہیچ غم ندارد اگر ہمکو گرفتار کرو گے تو گجراتی ہمارے پاس بھی ہے بے لڑائے بھڑے ہم ہتھیار نہ رکھینگے تم کئی آدمی ہو ہم یکہ و تنہا۔

ادھر تھانہ دار اور سوار میں یہ باتیں ہوتی تھیں ادھر ثریا بیگم دل میں سوچتی تھیں کہ یہ ناحق لڑائی مول لیتے ہیں۔ تم خود اپنی مصیبت میں گرفتار ہو تمھیں پرائے پھٹے میں پاؤں ڈالنے سے کیا واسطہ اور جو تلوار چلی تو پھر کیا ہوگا۔ کان میں کہا تم اسوقت اجڈپن کرتے ہو اتنا نہیں سمجھتے کہ اب تم تھانہ دار نہیں ہو تم خود مجرم ہو مگر پولیس میں رہ کر اجڈپن کہاں تک آئے مولوی کے لڑکے خود مولوی مگر افسوس کہ پولیس کی نوکری کی بدولت اکھڑ بن گئے اور جو اسکی تلوار پڑ گئی تو پھر کیا ہوگا۔ تمھاری جان الگ جائے اور میں الگ اس جنگل میں تلملاؤں۔

تھانہ دار۔ کہیے حضرت پھر اب کیا فکر کی جائے ہمارا جی نہیں چاہتا

سوار۔ بھائی جان یہ ہزار روپیہ کا سونا حاضر ہے اسکو قبول کیجیے

از دست گلے بیز انالہ دیم	جز آنکہ بعشق دل و جاں سپر کنند

تھانہ دار۔ حضرت یہ تو بالکل خفیف رقم ہے ہمیں جچتی ہی نہیں۔

اتنا سننا تھا کہ سوار نے فوراً گجراتی منہ سے نکالی اور جھکا کے کھڑا ہو گیا اگر یہ رقم نہیں جچتی تو لے روک۔ ہم سپاہی ہیں نہتے پر ہاتھ نہ لگائے تلوار۔ تھانہ دار بھی معاً تلوار اگل کر کھڑا ہو گیا۔

ثریا بیگم۔ واسطے خدا کے جانے دو اسے لوگو دوڑو۔ تم دونوں کو

خاتون جنت کا واسطہ۔ ہی ہی ارے اس جنگل میدان مین تلوارین نہ چمکاؤ کفن کو کپڑا ایک کو نہ ملیگا ہائے میرے اللہ

تھانہ دار۔ (متبسم ہو کر) کیسا کفن آگے بڑھ کر۔ روک

سوار۔ (ٹھاٹھ کر کے) روکا۔ اب تو ہمارا وار روک بسم اللہ

> ہمین میدان ہمین چوگان ہمین گو ہے

ثریا بیگم۔ اے مین کس کس کو سمجھاؤن۔ دونون جنگلی ہین

چوکیدار۔ تھانہ دار صاحب آپ نہ بولین۔ دوسرا دھر ہی سے لڑے

سوار (آگ بھبوکا ہو کر) گالی دیکر گالی۔ چپ پاجی سور کہین

یہ کہکر سوار نے بڑھکر وہ تلا ہاتھ دیا کہ چوکیدار کی ایک انگلی کٹ کے گر پڑی۔ تھانہ دار سوچے کہ لڑائی بڑھ گئی ہم خود بھی دھر لیے جائینگے فوراً اپنی تلوار پھینک کر کہا بس جانے دو جان نہ لو۔ سوار پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوا اور یون گفتگو کی۔

سوار۔ ہم شریف۔ آپ شریف۔ یہ پاجی گالی دینے والا کون

تھانہ دار۔ اسی سبب سے ہم خاموش ہیں ورنہ تم ہو کیا ہے

سوار۔ اچھا اب بیٹھو ہم بھی بیٹھین تم بھی بیٹھو۔ بسم اللہ۔

تھانہ دار نے کل امور پر غور کیا تو مناسب معلوم ہوا کہ شر سے اجتناب کرے اور ادھر ثریا بیگم نے گورے گورے ہاتھ گلے مین ڈالکر بھولے پن کے ساتھ کہا جانی خدا کے لیے اسوقت نہ لڑو کہین ایسا نہ ہو کہ پھر غصہ آجائے جس طرح تلوار ہاتھ سے ڈال دی اسی طرح اب صبر کرو۔ نہین تو مین کڑھ کڑھ کے مرونگی اور اس جنگل مین خدا جانے میری کیا گت ہو گی۔

سوار سپاہی آدمی تھا اور رقیق القلب اس جوان اور اس حسین عذار عورت کی گریہ وزاری دیکھکر دل بھر آیا قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہونگا تم دونون سے نہ جھگڑونگا چاہے تم وار بھی کرو مگر مین نہ بولونگا تھانہ دار نے کہا بھائی تمکو ہمارا حال ذرا بھی نہین معلوم ہم بھی مظلوم اور مفرور اور مجرم ہین اور کل ہماری نسبت بھی اشتہار دیا جائیگا اور ہمارا حلیہ بھی درج گزٹ ہوگا خیر۔ ع۔ ہرچہ باداباد ماکشتی در آب انداختیم۔

سوار نے کہا وجہ۔ تم مفرور تو نہین معلوم ہوتے سرکاری وردی ڈانٹے کرچ لگائے ہو تلوار پاس ہی ایک دوست ساتھ ہے مگر اُستاد ہم سمجھ گئے بس ہمنے تاڑ لیا یہ مرد نہین ہین۔ گو کپڑے مردانے سہی مگر کوئی عروس مہ طلعت ہے اسکو تم کہین سے بھگا لائے ہو۔ ثریا بیگم مسکرا کر بولین اے واہ اور سنیے گا دلھن کوئی اور ہوگی ہم تو خود دولھن کی تلاش مین ہین۔ یہ کاہے سے آپنے ہمین دلھن قرار دیا خیر سے نجوم مین بھی دخل ہے چشم بد دور۔

تھانہ دار۔ یہ بڑے ڈنڈپیل جوان ہین اور ورزش مین تمام عمر انھون نے صرف کی ہے بنوٹ اور بانک مین اُستاد بے بدل ہین

سوار۔ خیر بنوٹ یا بانک مین چاہے اُستاد بے بدل ہون مگر لگاوٹ مین تو واقعی اپنی آپ ہی نظیر ہین۔ اسمین ذرا شک نہین

ثریا بیگم۔ این امعقول۔ ذرا ٹھہرے ہوے گرمی تو نہین چڑھ گئی دشمنون کے دماغ پر آدمی ہین بس حواس ہی حواس تو نہین ادھر کیا

الغرض تھانہ دار نے اپنے اُن نئے دوست سے کچا چٹھا بیان کر دیا ان کو جو ہمدرد پایا تو سوار کمال مسرور ہوا کہا بس اب ع

> خوب گذریگی جو مل بیٹھینگے دیوانے دو

تھوڑی دیر کے بعد ثریا بیگم اور تھانہ دار اور سوار وہان سے روانہ ہوئے

> نازسے خامۂ قدرت نے کہا دلوارے مین
> اور تصویر یہ بول اٹھی کہ اللہ رے مین

شاہد مشتری پیکر معشوق پاک بر کی خاطر داری اور دلجوئی کرتے اور آہستہ آہستہ قدم دھرتے تھانہ دار اس دشت بلاخیز و کور دہ وحشت انگیز مین جاتے تھے آگے ناظرۂ گلعذار اور تھانہ دار

پیچھے سوار اور خشی ضیغم شکار پہونچنے کے وقت تھانہ دار ایک پہاڑی کے قریب پہونچے جس کی چوٹی پر گاؤں آباد تھا اس کہسار میں تھانہ دار نے ایک صاف ستھرا مکان اپنے لیے تجویز کیا اور زمیندار سے کہا کہ اگر کوئی شخص ہمارا حال پوچھے تو کہنا ہمیں نہیں معلوم یہ بندوبست کرکے ثریا بیگم کو لیکر مکان کے اندر لے گئے فرش بچھوا دیا سوار کو باہر جگہ دی ثریا بیگم کئی دن کی تھکی ماندی تھی آسایش کا مقام پاکر باغ باغ ہو گئی صبح عاشقوں کے دل کی طرح نورانی تھی چھت پر جا کر دونوں عاشق و معشوق قدرت حق کا مشاہدہ کرنے لگے۔ ابھی آفتاب عالمتاب کا شرقستان میں پتا بھی نہ تھا اور ہر سمت سے ہوائے سرد و خنک کے جھونکے روح کو سردی اور جگر کو تازگی بخشتے تھے جلاجل اوراق ریحان کی نغمہ انگیزی۔ مرغان خوش نوا کی ترانہ ریزی ہرن اور چکارے چوکڑیاں بھرتے تھے۔ انواع اقسام کے جانور کلیلیں کرتے تھے۔ گل بوٹوں کا جوبن پھٹا پڑتا تھا ایک ایک نونہال چمن حسن یوسف سے ٹکر لڑاتا تھا۔ موسم بہار فصل خور داد بلبل میں عروس بہشتی سرشت حور نژاد

عروسی بیگم ہی جوان گل آراستہ — پری وحشت از بند و ال خواستہ
ز پیشونی از گل شکر نوش تر — بہ نرمی ز گل نازک آغوش تر
نہ گیسو کہ زنجیر از مشک ناب — فروہشتہ چوں ابر آز آفتاب
گرہ بر گرہ چین زلفش چو دام — ہمہ چلیپا چین اور اقلام

ثریا بیگم کو اس کیفیت نے مست کر دیا نسیم عنبر بار بہشت کی لپٹیں لاتی تھی۔ روح تک وجد میں آتی تھی سامنے کے کہسار دور سے عجیب لطف و بہار دکھاتے تھے معشوق و عاشق کے دل غنچہ گل کی طرح کھلے جاتے تھے سبزے کی مہک اور چنبیلی نوشین گلاب مہکے آب روان کی جھنک مرغان خوش الحان کی دلکشی طاؤس رنگین پر و بال کی جلوہ گستری گل زمین پر کشن و دیوار شبنم گل عطر آگین ۔ باد صبا سبک بار بہار آلود عشرت بار فرحت بخش سعد اکبر مشتری کار روز نشاط عنوان روز ادینہ پر تقدم بالزمان۔ الغرض باغ و بہار اور گل و گلزار اور مشاہدہ قدرت کردگار اور کہسار در و دیوار نے ثریا بیگم کے دل سے گرد کلفت دھو دی اتنے میں سپیدہ صبح نمودار ہوا ۔

چو روز سفید از شب زاغ رنگ — بر آمد چو کافور در قعر زنگ
ہوا صاف از دود گیتی ز گرد — فلک شاہی فرو شست از لاجورد
فروزندہ روزی چو فردوس پاک — برآورد سر گنج قارون ز خاک
بدولت کمر بستہ با وجزائی — نسیم بہاری ز ہر سو وزان
ہمہ کوہ و گلشن ہمہ دشت و باغ — جہان چشم روشن بزرین چراغ
ہمہ دشت چون باغ افروختہ — از و چشم بر دیدہ بردوختہ
زمانہ بکردار باغ بہشت — زمین از گل و سبزہ مینو سرشت

ثریا بیگم نے کہا اب آفتاب نکل آیا ہے چھت پر ٹھہرا رہنا مناسب نہیں مبادا کسی کی نظر پڑ جائے کسی سے میری یا تمہاری آنکھ لڑ جائے تو مصیبت کے دینے پڑیں تھانہ دار نے مسکرا کر جواب دیا کہ اگر میری آنکھ کسی بت جلوہ جمال کافر کیش سے لڑے تو خیر مضایقہ نہیں مگر حضور کا کسی نامحرم پر نظر پڑنا ستم ہے کہیں یہ مصرع نہ صادق آئے ع رخ میری طرف نظر کہیں اور ۔ ثریا بیگم نے ہاتھوں میں آہستہ سے چٹکی لیکر کہا۔ بجا۔ آپ اوروں پر نظر ڈالیں تو (مضایقہ ندارد) اور ہم کسی پر آنکھ ڈالیں تو سزاوار سنگسار ہوں کیوں نہیں میٹھا میٹھا ہپ کڑوا کڑوا تھو۔ تھانہ دار نے دست حنائی کا بوسہ لیکر قہقہہ لگایا۔ تھوڑی دیر تک دونوں نے نظارۂ بہار کیا اسکے بعد کوٹھے سے اترے اتنے میں جمعدار نے باہر سے دریافت کیا کہ کھانے پینے کی کچھ فکر کی ہے یا نہیں اگر فکر نہ

کی ہو تو مین بندوبست کر دون۔ تھانہ دار اٹھا ہی گئے تو سوار نے یہ دو شعر جھومتے ہوئے پڑھے۔

بیا ساقی آن بادۂ چون گلاب ۔۔۔ برافشان بمن تا ورایم زخواب
گلابی کہ آبے جگرہا در دست ۔۔۔ دوا ے ہمہ دردِ سرہا در دست

تھانہ دار نے تاڑ لیا کہ یہ حضرت بلانوش ہین مسکرا کر خاموش ہو رہے مگر سوار نے پھر اسی قسم کے اشعار پڑھے اور اس مرتبہ اور بھی زیادہ جھومے۔

بیا ساقی آن مے کہ جان پرور است ۔۔۔ بتن مردہ کو چون جان در خور است
بمگرزکند مشرِ پژمردہ را ۔۔۔ بجوش آرد آن خونِ افسردہ را

تھانہ دار کیا اس شغل مین بھی ہین آپ۔ کبھی جام دیکھا ہو کچھ شوق ضرور ہی مین ایک نہ مانونگا۔ اگر آپ کو شراب ناب کا شوق ہو تو کیا مضائقہ مگر مین آپ کے ساتھ کھانا نہ کھاؤنگا۔ مجھے اس مردار سے احتراز ہو سع ۔ دوزخ مین جلینگے مے کے پینے والے سوار ۔ ای لاحول کیسے روکھے پھیکے آدمی ہو اسے میان راح روح پرور سے احتراز ۔ واہ ری عقل ۔ ارے نادان موشنگ کی دوا ہو ۔ آزما لو نہ ع ۔ ساقی بیا کہ شد قدح لالہ پر زمے ۔ حافظ کا قول سُنا ہو۔

اب سنیئے کہ ادھر تو سوار آب آتش خواص کی فکر مین تھے ادھر زمیندار نے اشارے سے تھانہ دار کو علحدہ بلایا۔ تھانہ دار سمجھ گئے کہ دال مین کچھ کالا کالا ضرور ہو۔ پوچھا پہلے یہ بتاؤ کہ خیریت تو ہو۔ کہا خیریت کجا ۔ اب مین کہین کا نہ رہا۔ آپکے ساتھ کوئی گھاڑ بیان تھا۔ تھانہ دار نے کہا ہان بیشک تھا۔ کیا اُس نے کچا چٹھا بیان کر دیا۔ زمیندار نے جھجھکر کل حال کہا مین کھیت مین بیٹھا تھا کہ ایک آدمی نے اکہا شارے سے بلایا میرے دل مین چور تھا ساتھ ٹھٹکا۔ پاس گیا تو پوچھا کہ تمھارے گانو مین

کل شام سے جو اجنبی آئے ہون اُنکو فوراً بلواؤ اور اگر کسی کو تمنے نکال دیا ہو تو حاضر کرو مین نے کہا اجنبی یہان پہاڑ پر کون آنے والا ہو۔ ایک ذرا سا گانو ۔ یہان تو مہینون آدمی کی صورت نہین نظر آتی پرندہ تک یہ نہین مار سکتا۔ کبھی کبھی شکاری البتہ ادھر نکل آتے ہین ۔ ہرن مارتے ۔ خرگوش نیل گاے کی اس طرف کثرت ہو اور پہاڑ کے نیچے جنوب کی جانب مرغیون کا بن ہے باقی اور تو کوئی نہین آتا صاحب کی شکاری بھی نہین آتے ہین دو گورے البتہ شکار کھیلتے ہین بس باقی اللہ اللہ خیر صلاح اس پر وہ بہت بگڑا اور دو آدمی اور آگے ایک کو مین پہچانتا ہون پولیس مین نوکر ہو مگر وردی کوئی نہین پہنے تھا ان دونون نے بڑی ڈوانٹ بتائی اور دھکایا تب تو مین بھی کسی قدر گھبرا پڑا مین نے کہا آخر یہ ماجرا کیا ہو۔ آپکو جو کچھ کہنا ہو صاف صاف کہیئے ۔ ظاہرا مجھے یہ معلوم ہوتا ہو کہ کوئی خونی یا ڈاکو یا قیدی بھاگ گیا ہو اسکو ڈھونڈھنے نکلے ہو ہم سے فرمو جو ہمارے علم و یقین مین ہوا بھی وہ لوگ گئے نہین ہین اب آپ ایک کام کیجیے کہ اندر ہی بیٹھے اور اور باہر سے مین قفل بندکر دونگا۔ اور دو آدمی ادھر اُدھر دور کھڑے رہینگے بُرے بُرے بھلے ۔ اگر کہین بات پھوٹی تو زمینداری ضبط نے تُو تنزل ہو جائیگی ۔ آج دن کو تو آپ یہان رہین اکہین ہر چہ بادا باد مگر شب کو کہین اور اپنا ٹھکانا کیجیے اس بیمار کو از راہ عنایت خالی کر دیجیے ۔ ورنہ بندہ گیہون کے ساتھ گھُن کی طرح پس جائیگا۔
تھانہ دار ۔ اجی تم خاطر جمع رکھو ۔ کوئی کیا کرلے گا دو کیا دو لاکھ ہون چاہے نہ سہ

لاکھ آئین کہ دو لاکھ کبھی ہم نہین ڈرتے
روباہون کے دھمکانے سے ضیغم نہین ڈرتے

زمیندار ۔ بندہ نواز حضور تو مرد ہین ۔ بندہ تو جان و مال کو ڈرتا ہو

تھانہ دار۔ اچھا صاحب شب کو ہم چلدینگے بس اب اسوقت آپ جائیے ہم نے جھک مارا جو یہان آئے توبہ کی۔

زمیندار۔ حضور اگر آپ تھانہ داری کی حالت مین آتے تو سر آنکھون پر بٹھاتا مگر اب تو آپ مجرم ہین جان جوکھم۔ اگر کھل جائے تو قید ہون بیڑیان پڑین تعلقہ جائے۔ ریاست خاک مین ملے۔ ذلت ہو بیچشم آلو بنائین۔ غور تو کیجیے۔ جہالت کو دخل نہ دیجیے حضور

تھانہ دار۔ اگر تھانہ داری کی حالت مین ہم آتے تو آپ سر آنکھون پر بٹھاتے تم سر آنکھون پر بٹھانے یا ہم خود تمہارا سر ہلاتے اور بھیجا کھاتے۔ تھانہ داری بادشاہی سے کم نہین۔

زمیندار مسکرا کر چلا گیا اور ادھر ثریا بیگم نے دو ہتڑ پیٹنا شروع کیا ہے ہے تمہارے اس اُجڈ پن کو مین کیا کرون۔ پولیس مین نوکری کر کے تم عقل کو کھو بیٹھے۔ وہ تو اس گاڑھے وقت آڑے آیا اور تم گالیان دیتے ہو اگر ابھی جا کے کہدے تو کیا ہو۔

سوار۔ مین اسوقت کانپ رہا ہون یہ شخص بالکل مدعی خرد ہے

زنان باردار اے مرد ہشیار | اگر وقت ولادت مار زایند
ازان بہتر بہ نزدیک خردمند | کہ فرزندان ناہموار زایند

ثریا بیگم کی روح تک لرزتی تھی کہ اب دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ اونٹ کس پہلو بیٹھتا ہے مارے خوف اور دہشت کے بال بکھرے تھے دوپٹا کھسکا جاتا تھا چہرے پر ہوائیان اڑتی تھین۔ ہاتھ پاؤن مین رعشہ کبھی بیٹھ گئی اور ہاتھ جوڑ کے سمجھایا کہ واسطے خدا کے اس جہل سے کام نہ لو ارے اب تم تھانہ دار نہین ہو۔ اب تم رعایا سے بدتر ہو مجرم ہو قیدی کو بھگا لائے ہو۔ اسے جانے تم اپنی جہل سے کیا کر دو گے یا میرے اللہ مین کس مصیبت مین گرفتار ہو گئی۔

یکایک تو مر مر کے ہوا تھا تھما | اٹھ گئی اور یہ کیسی ہے اللہ نئی

کہان کہان خدا نے بچایا مگر اب ذرا سی کھیر ہے اللہ مالک ہے

تھانہ دار نے کہا بیگم صاحب خدا حافظ و ناصر ہے اور تمھین ہماری قدر نہین۔ سچ کہتا ہون مین جرات اور شجاعت مین فرد ہون اور جسقدر جری ہون اسقدر خود مجھکو بھی نہین معلوم اپنا عیب اور اپنا ہنر کسی پر ظاہر نہین ہوتا۔

کس طرح قدر تجھے اپنے سخن کی ہو اسی
مرتبہ مشک کا آہوئے ختن کیا جانے

سوار۔ اب چپ چاپ بیٹھے رہیے ذرا غل نہ مچائیے حضرت

تھانہ دار۔ ہان ہان کیا مین نہین جانتا مگر چندان اندیشہ نہین ہے

ثریا بیگم۔ اب سوچو کہ رات کو کہان بھاگین اسکی فکر رکھو۔

تھانہ دار۔ یہان سے دو کوس پر ایک دوست رہتا ہے اسکے ہان

ثریا بیگم۔ خدا جانے ابھی کیا کیا مصیبت دیکھنا ہے خدا مالک ہے

الغرض۔ ع۔ جب زلف کو کھولے ہوئے لیلائے شب آئی تو زمیندار نے تشفی دی اور کہا کہ وہ تینون برق انداز چار طرف تلاش کر کے چلے گئے مگر اب آپ سوچ کے کوئی ٹھکانا تجویز کرین۔ رات اسقدر تیرہ و تار تھی کہ الامان الامان ثریا بیگم اور تھانہ دار مکان سے نکلکر میدان مین ٹھنڈی ہوا مین کھانے لگے مگر یہ معشوق ہر جہ شب کی تاریکی سے کسی قدر خائف تھی اور ٹیلے ٹیلے کبھی کبھی مہیب اور ہائل صورتین جو نظر آتی تھین تو کانپ اٹھتی تھی۔ ایک روش پر ثریا بیگم نے کرمک شبتاب کی کثرت دیکھکر کہا آؤ جگنو جمع کرین یہ کہکر پھرتی کے ساتھ طرارے بھرتی ہوئی جگنو پکڑنے لگی دس پانچ تھانہ دار کو دیے کہ اپنی ٹوپی مین کھلے اور چند جگنو دوپٹے مین باندھے اور اس کیسا تو چمکتی ہوئی چلی کہ تھانہ دار دور دوڑ کے لگے

کفر و دین ہر دو بر رہش پویان | وحدہ لاشریک لہ گویان

تھانہ دار۔ اب اس وقت تو لب بوسہ زیب کا ایک بوسہ شکر آمیز دو۔

ثریا بیگم۔ ایں! اے واہ میاں۔ زعفران زار دیکھتے ہی خوش طبعی کرنے لگے۔

تھانہ دار۔ اللہ جانتا ہے ایک ہی بوسہ لینگے منہ سے کہہ دو کہ ہاں بوسہ لو۔

ثریا بیگم۔ پہلے منہ بنواؤ۔ حلوا خوردن را روے باید چہ خوش

تھانہ دار۔ ہائے بیرحمی اف ری بیرحمی اس بیوفائی سے خدا بچائے

تحسین ظلم و جور و جفا خوب کردۂ | ظالم وفا و مہر نیاموختی چرا

اس ظالم کا نام تو بتلاؤ جس نے تمہیں جور و جفا کی تعلیم دی ہے

کاش یک حرف وفا نیز بگوشت مے کرد
آنکہ چندیں بتو تعلیم ستمگارے داد

ثریا بیگم۔ اللہ جانتا ہے تمہیں چھیڑنا دیرنا نہیں ہم سب قصہ بیان کریں پھر سمجھا جائیگا۔ ابھی دور دور سے باتیں ہوں اور اللہ کرے عزت آبرو کے ساتھ یہاں سے بچ جائیں بڑی بات ہے مگر سخت مشکل ہے۔

تھانہ دار۔ سخت مشکل میں تو اس وقت ہماری جان ہے مگر ایک کیا

نہ جلم از محتسب دید ایں ستم نے توبہ اے ساقی
شکستی سخت بیرحمانہ امشب عہد دیریں را

رنگین سے نکاح کا وعدہ ہے مگر بوسہ لینے میں نکاح کی شرط نہیں ہاں یہ کہو کہ ظالم ہو۔ ستمگر ہو۔ سفاک ہو بیرحم ہو۔ جلاد ہو۔

ثریا بیگم (مسکرا کر) ایں! بس۔ دو چار اور لفظ کہے ہوتے لیلیٰ

تھانہ دار۔ خدا وہ دن جلد دکھائے کہ تم ہمارے میاں کہلاؤ اور ہم بیوی کہلائیں۔ آمین آمین ثم آمین۔

ثریا بیگم۔ (کھلکھلا کر) ایں! اے لو۔ اچھی الٹی گنگا بہائی۔ آدمی ہیں حواس ہی حواس ہے بس اور ہے کیا بھنگیا سے ہو سے معلوم ہوتے ہو کچھ۔

تھانہ دار۔ اب ہم اس پہاڑ سے کود پڑینگے۔ ہم کودتا ہوں

ثریا بیگم۔ کیا زندگی سے بیزار ہو گئے غیرت دار کے لیے ایک چلو کافی ہے اور تم ایسے بےحیا سمندر تک سے نکل آؤ۔ بن تک ترنت

تھانہ دار۔ غیر صاحب اور تم تم ڈھاؤ اختیار ہے ہم مجبور ہیں افسوس۔

جنگجو کجکلہان صلح و صفا نیز کنند
غنچہ سازند دل و کار صبا نیز کنند

مگر ہمارا کجکلاہ و جادو نگاہ معشوق وفا کے نام پر لاحول پڑھتا ہے۔

آں روز کہ تعلیم تو مے گفت معلم
بر لوح تو ننوشت مگر حرف وفا را

الصبر مفتاح الفرج۔ ان اللہ مع الصابرین و الشاکرین۔ شب کو آرام کیا پچھلے سے کوچ کی تیاریاں ہوئیں۔ سو کاذب کے وقت سب جاگے اور کوچ کے لیے تیار ہونے لگے۔

گرمی کی سحر اور وہ پھولوں کا مہکنا
مرغان چمن کا وہ درختوں پہ چہکنا
انجم کا وہ چھپنا کبھی اور گاہ چمکنا
وہ سرد ہوا اور وہ سبزے کا لہکنا
اک دم میں بہار اور ہوئی باغ جہاں کی
تلوار چلی گلشن انجم پہ خزاں کی
سرخی وہ شفق کی افق چرخ پہ کم کم
وہ گل کے کٹوروں پہ در افشانی شبنم
مہتاب ہوا گم فلک نیلوفری سے
پھولا گل خورشید نسیم سحری سے

زمیندار ابھی آن پہنچا کہا اب چاہیے نہ جاؤ۔ ہمارے گرندے نے لکھا ہے کہ یہاں سے کسی کو تھانہ دار کی طرف شک

گذرا کہ وہ بمبئی بھاگ گیا بمبئی کی طرف زیادہ تر تحقیقات ہو رہی ہے آپ نخوت کریں۔

تھانہ دار سوچا کہ اگر بے بجھے بوجھے اس عمدہ مقام کو چھوڑیں تو خدا جانے کس تباہی میں پڑیں۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ بالفعل یہیں بستر جمائیں اور شہر سے خبر منگوائیں کہ وہاں کے کیا لچھن ہیں تھانہ پہ کیا ہو رہا ہے۔ ہماری نسبت کیا حکم ہوا ہے۔ ثریا بیگم سے اپنی بات بیان کی انہوں نے کہا تجویز تو اچھی ہے بشرطیکہ تم یہاں رہ کر اپنے کو تھانہ دار اور بہر حکومت نہ سمجھو۔ اور اجڈپن کی نہ لو ورنہ تم بھی پکڑے جاؤ گے اور میں بھی۔ دونوں کے دونوں گرفتار ہونگے

الغرض دو دن تک یہ سب وہیں رہے معلوم ہوا کہ صبح کو تھانہ دار کی بڑی تلاش ہوئی اور گاڑیبان کا پتا لگایا گیا جو انکو لایا تھا۔ مکان پر تلاشی لی گئی آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ اہل محلہ سے پوچھا تھانہ دار کے احباب سے دریافت کیا گیا مگر کسی سے بھید نہ کھلا ثریا بیگم کی نسبت اسقدر معلوم ہو گیا کہ بیرٹر نہیں ہیں بس مقدمہ کی پشیمان ہو رہی ہیں۔

اب سنئے کہ تیسرے دن ادھر

سحر گہ کہ زورق کش آفتاب	زساحل برافگند کشتی در آب

ادھر شیشۂ سار میں ایک کشتی نظر آئی جس پر حملہ آور آدمیوں کے ایک رئیس بادقار بھی تھا اور ایک رہوار صبا رفتار۔ ثریا بیگم نے اس جوان یوسف طلعت پر غور سے نظر ڈالی اور تھانہ دار سے کہا دیکھو کیسا خوش رو جوان ہے۔ زلف فتنہ گر کسقدر فتنہ خیز چشم فتنہ زا۔ گردن صراحی صبح جبین۔

صباحت از دور خسارش نہ پیداست	ز دو صبح از طرف یک مشرق ہویداست

اور گلگون برق شتاب کو تو دیکھو۔ گھوڑا کیا دلہن ہے۔

آنکھیں وہ جنکو دیکھ کے حیران ہوں غزال	گردن وہ جس کے شرم سے ہو سرنگون ہلال
آہو کی جست شیر کی چتون پری کی چال	دل اُسکے دست و پائے حنائی سے پائمال
ہر فصل پا کا حسن یہ تھا اس جلوس میں	آئینہ جس طرح سے ہو دست عروس میں
زیبا ہے گر کہیں شعرا باد پا اُسے	آہستہ گر چلے تو نہ پائے ہوا اُسے
طائر جہان کے جاتے ہیں سب ہما اُسے	مہمیز و تازیانے کی حاجت ہے کیا اُسے
فتراک اگر ہوا سے کبھی اک ذری اُڑی	یوں اُڑ گیا کہ سب نے یہ جانا پری اُڑی

کشتی سے اتر کر وہ جوان رعنا اسب طاؤس رفتار پر سوار ہو کر پہاڑ کے اسی مقام پر آیا جہاں تھانہ دار ٹکے تھے ایک درخت کے سایہ میں خیمہ زن ہوا۔ سوار نے آداب عرض کر کے پوچھا کہ حضور یہاں شکار کھیلنے آئے ہیں۔ کہا نہیں ہمنے ایک تصویر پائی ہے اُس شخص کو ڈھونڈھتے پھرتے ہیں سوار نے تصویر لیکر پوچھا کہ میں ذرا اپنی بیگم صاحب کو دکھا دوں۔ کہا بہتر ہے سانڈنہ آنکر وہ تصویر تھانہ دار کو دی اُسپر یہ شعر لکھا تھا۔

ناز سے خامۂ قدرت نے کہا وارے ہیں	اور تصویر پکار اُٹھی کہ اللہ رے میں

ثریا بیگم کو تصویر پر تصویر دکھائی تو غش آ گیا۔

اب چین نہیں سینے میں دلکو کسی پہلو	وزدیدہ نگہ لے گئی آرام ہمارا

الہی یہ کس جوان رعنا شمائل مشتری خصائل کی تصویر پذیرا ہے

عروس سخن عندلد کی نظر سے گذری کہ ایک ہی نظارے مین غش آگیا تصویر کسی مصور چابکدست غیرت مانی و بہزاد نے کھینچی تھی بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا بولا چاہتی ہے۔ ایک جوان شیر دل سمند دغا پسند پر سوار تھا کہ گھوڑا اب اوڑا اور اب اُڑا۔

تصویر کھنچے اُسکی مصور تو پڑے دھوم
سرعت قدم توسن تصویر کو لے چوم
کوڑا اپنے توسن پر جو چاہے کرے مرقوم
اک آن مین تصویر کا سب رنگ ہو معدوم
نقاش کا دل نقش پہ آمادہ ہی رہ جائے
بس ہاتھ مین اسکے ورق سادہ ہی رہ جائے

سوار گھبرا کر باہر نکل ہی آیا۔ تو رئیس نے پوچھا کیون کیون خیر باشد کچھ گھبرائے ہوئے ہو اس دہشت کے ساتھ کیون نکلے کہا اس تصویر پر جو بیگم صاحب کی نظر پڑی تو غش آگیا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ کیون صاحب یہ واقعی کسی شخص کی تصویر ہے یا یون ہی فرضی بنوائی ہے۔ رئیس نے جواب دیا واللہ اعلم مگر ہم جانتے ہین کسی ترک کی تصویر ہے اور یہ کوئی جلیل القدر فوجی افسر معلوم ہوتا ہے گر واہ وردی کس قدر زیب دیتی ہے جامہ زیب آدمی ایسے ہوتے ہین تو کیا واقعی غش ہی آگیا تعجب کا مقام ہے یہ غش کیونکر آیا اور یہ کیا ہو گیا۔ سوار نے کہا بجا ارشاد ہوا ایسے جوان رعنا کی تصویر آپ نے دکھائی کہ ہوش و حواس سب غائب کر دیے آدمی کیا پتھر ہے اور الٹے آپ ہی پوچھتے ہین کہ یہ کیا ہوا؟ اے بادصبا این ہمہ آوردۂ تست

آپ ہی بسمل کیا تیغ نگاہ ناز سے
آپ ہی کہتا ہے وہ یہ کیا ہوا کیونکر ہوا

ادھر تھانہ دار نے بیگم صاحب کے منہ پر پانی کے چھینٹے دیے شانہ پکڑ کر کئی بار ہلایا اور آواز دی مگر غشی کی حالت بدستور رہی جب اس کیفیت کو کسی قدر عرصہ دراز ہوا تو تھانہ دار نے زمیندار کو بلایا اشے لخلخہ اور کیوڑا منگوایا مگر لاکھ لاکھ سونگھایا فائدہ نہوا۔ آخر کار مجبور ہو کر زمیندار نے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ بستی سے جا کر طبیب کو لاؤ بغیر طبیب کے اب کام نہ بنے گا ہرچند بہت کوشش کی مگر بیسود

نہ ہوا کچھ مرض عشق کا جب اس سے علاج
تنگ آ کر مری بالین سے مسیحا اُٹھا

سپاہی روانہ ہونے ہی کو تھا کہ ثریا بیگم نے آنکھین کھول دین اور آہستہ سے پانی مانگا۔ کیوڑا ملا کر پانی دیا گیا تو ذرا دل کو تشفی اور قلب کو تقویت ہوئی۔

تھانہ دار۔ اب مزاج کیسا ہے بیگم صاحب اس وقت تو ہاتھ پاؤن پھول گئے۔

زمیندار۔ یہ فرط نزاکت ہے۔ ذرا ہی سے مین غش آگیا۔ اللہ اللہ

مے رنجد از تصور نظارہ خاطرت
گل ہم برنگ و بوے تو نازک مزاج نیست

ثریا بیگم۔ اس کو نزاکت نہین کہتے اس کو ضعف و نقاہت کہتے ہین سمجھے۔

تھانہ دار۔ یہ کیسی تصویر ہے کوئی رقیب ہے ہمارا مگر جوان خوش رو خوش وضع ہے ایسا جوان ہمنے آج تک نہین دیکھا یہ پنجہ اور کلائی شیر کی سی اور آنکھین تو بس اس قابل ہین کہ ہر وقت نظارہ کرتے رہیے۔

بہ آہو نسبت چشمش چو دادم چین برابرو شد
کہ چشم شیر گیر من ندارد ہیچ آہو سے

نگاہ پر نگاہ ڈالو واللہ جادو نگاہ یہی ہے۔ واہ وا واہ۔

نگاہش با مژگان بجنگ ست	خدا فضلے کند جوش نگہ ست

ثریا بیگم۔ تھوڑا سا پانی اور پینگے۔ مگر ٹھنڈا اور صاف ہو۔

تھانہ دار۔ حاضر ہے لیجیے۔ اب خدا کے لیے یہ بتاؤ کہ یہ کیسی تصویر

ہو سا اور یہ شخص کہاں ہو تم سے کب کی ملاقات ہو نام کیا ہو۔

ثریا بیگم۔ نام خدا جانے اور واللہ اعلم اس وقت دل پر کیا گذری آہ۔

خوف سے لیتے نہیں نام کہ سن لے نہ کوئی
دل ہی دل میں تمھیں ہم یاد کیا کرتے ہیں

ہمیندار۔ مگر اسقدر تو ظاہر ہو گیا کہ انکے جان پہچان ضرور ہیں ورنہ جب تک دل کو تعلق نہ ہو یہ کیفیت نہیں پیدا ہو سکتی شق سے زیادہ غالب دشمن دنیا میں اور کون ہو۔

ے نور کے ساز محفلہا ز تو	وے ہوا ے خانۂ دلساز تو
اے ز تو در ہر سرے پیمانۂ	اے ز تو در ہر درے میخانۂ
ے تسلی بخش ہر آشفتہ حال	از تو فربہ پہلو صید خیال
ے فروغ روزن دل ہائے تنگ	سینۂ خواہش شد از تو رنگ رنگ
ز تو جانہا مبتلائے رنگ و بو	از تو دلہا در طلسم آرزو

ثریا بیگم۔ ذری اک نظر پھر دکھا دو میں دل کھول کے دیکھ تو لے لوں۔ ایک نظارہ دل شکستہ کے لیے مومیائی ہو۔ درد دل کا یہی تو علاج ہو۔

زیاں چہ کنم ہیچ گوشہ نمائی نیست
کدام سنگدل این شیشہ بر زمین زدہ است

ثریا بیگم نے آہ سرد بھر کر کہا تمنے اپنی نوکری ناحق کھوئی مجھکو پایا تو عہد دکھویا مگر ہمارا دل گواہی دیتا ہو کہ اب کوچ کے دن قریب آگئے اب چل چلاؤ ہو۔ یہ تصویر اس وقت ملک الموت کا کام کر گئی۔ اندر والا قابو ہی میں نہیں۔ شہید ناز کہلاؤنگی ہائے میرا باوفا دل اب رخصت ہوتا ہو۔

رخصت ہو دل کی روتی ہیں مل مل کے حسرتیں
جاتا ہو آشنا کسی نا آشنا کے ساتھ

ہمیں اب زندگی دوبھر ہو۔ ہاں اگر زندگی ہو تو کوئی اور بھی ہو اگر جان باقی رہی تو ع۔ آتی وہ بھی آجاتیں جنھیں ہم یاد کرتے ہیں بس ہمکو غرض ہو تو ان سے باقی ساری خدائی سے واسطہ نہیں۔

غرض طوبیٰ و کوثر سے نہ پروا حور جنت کی
وہ مینا ہو وہ ساغر ہو وہ ساقی ہو وہ میخانہ

تصویر لیکر کہا۔

ہوتا ہو بے قرار حسینوں کو دیکھکر
ایسا دیا تھا کیوں مجھے پروردگار دل

(بوسہ لیکر) آزاد۔ خدا تجھے حشر تک زندہ اور بحال رکھے تیرا نام لیکر لاکھوں حسینہ اور جمیلہ عورتیں جیتی ہیں۔ تیرا خیال زندگی بخش ہو مگر ہمیں ایسا بھولے کہ خط بھی نہ بھیجا۔ ہو میں اول جلول بکتی ہیں کبھی جوگن بنی بن بن پھری۔ دنیا سے الگ ٹھنگ بستر جمایا کبھی شیدا ہوئی کبھی استانی جی کے ہاں رہی اور اللہ رکھی تو آپکے سامنے ہی رہتی مگر ہمیں بھول گئے ہونگے) یا شاید شرم آتی ہو کہ اب اللہ رکھی ذلیل عورت سے کون بولے

یا بھول گیا وہ بت خود کام ہمارا
یا خوف سے لیتا نہیں اب نام ہمارا

تصویر کی طرف مخاطب ہو کر بولیں کہ اب خدا حافظ ہے دمبدم میری ناطاقتی بڑھتی ہی جاتی ہو۔ ایک ساعت چین نہیں آتا۔ آزاد ہمارے قاتل ہوے۔

قاتل جو کہا میں نے تو شرما کے وہ بولے
منہ سے نہ بدنام کرو نام ہمارا

ثریا بیگم تڑپ تڑپ کر اظہار رنج و ملال کرتی تھیں اور ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھرتی تھیں ادھر بادہ سوار نے یہ اشعار با آواز بلند پڑھے۔

ہاتفی از گوشۂ میخانہ دوش   گفت ببخشند گنہ مے بنوش
عفو الٰہی بکند کار خویش   مژدۂ رحمت برساند سروش
لطف خدا بیشتر از جرم ماست   نکتۂ سربستہ چہ گوئی خموش
این خرد خام بہ میخانہ بُرد   تا مئی لعل آوردش خون بجوش

رندی حافظ نہ گناہیست صعب
باکرم بادشہ عیب پوش

تھانہ دار نے جاکر دیکھا تو حضرت کے دست مبارک مین جام اور جام مین بادۂ گلفام۔ مسکرا کر کہا آئیے آئیے۔ حاضر ہے تھانہ دار بولے نوش جان۔ سوار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ دنلے دانتون کہا جنت کو دور ہی سے سلام ہے؟ ایسی جنت پڑے جہنم مین

سوار۔ جنت کا خیال ہی نہین۔ ہم کوشش بلیغ کرینگے کہ جہنم مین جائین ہرگز جنت کی طرف رخ نہ کرینگے یہی کوشش رہیگی کہ دوزخ ملے۔

تھانہ دار۔ (مسکرا کر) اس کوشش کی کیا ضرورت ہے بلاکوشش جہنم ملے گی۔ نجات کا غم کیسا۔ پیے جاؤ۔ حشر کے دن بھی صراحی ہاتھ مین ہوگی۔ اور رند پی رہے ہونگے۔

سوار۔ انشاء اللہ ضرور ورنہ جوابدہی کس سے کی جائیگی۔

حشر مین جب حساب مانگین گے   الاماں شیخ و شاب مانگین گے
اپنے ساقی لاؤبالی سے   رندوان بھی شراب مانگین گے

تھانہ دار۔ تلخ تو ضرور ہوتی ہوگی۔ تم لوگون کو اس مردار سے لطف کیا حاصل ہوتا ہے لاحول ولا قوۃ۔ توبہ توبہ دائم الخمر تو نہین ہو۔ یہ بتاؤ۔

سوار۔ تلخ! تلخ نہ ہو تو چیز ہی نہین شراب تلخ نہ ہو تو شربت کیا برا ہے۔ اور دوسرا سوال کہ دائم الخمر ہین یا نہین اسکا جواب ایک رباعی مین ہے۔

ساقی کو پڑا ہے تم سے اچھا پالا   میخانے مین جب گئے تو جیتا پالا
جب دیکھیے ہاتھ مین ہے مئے کی بوتل   اے قدر یہ تم نے خوب طوطا پالا

آہ سرد دل پر درد سے کھینچکر سوار کسیقدر آبدیدہ یہ شعر زبان پر لایا۔

دو دو قدم وہ رقص مین چلنا کسی کا ہاے
دامن پکڑ کے پاؤن بڑھا کر اٹھا کے ہاتھ

تھانہ دار ان کے طرز شعرخوانی سے سمجھ گیا کہ دل چوٹ کھایا ہوا ہے۔ اتنے مین سوار نے کئی جام شراب لنڈھائے اور مست ہو گیا۔

دوستان وقت گل آن بہ کہ بعشرت کوشیم
سخن پیر مغان است بجان می نوشیم

اتنے مین ثریا بیگم نے تھانہ دار کو آواز دی اور وہ اندر گئے تو سخت متحیر ہو کر بولے ارے ایں! یہ کیا ماجرا ہے۔ روتی کیون ہو خیر باشد۔ ثریا بیگم اور بھی زار قطار رونے لگین۔ تھانہ دار آنسو پونچھتے جاتے تھے مگر اشک جگرخوار چشم خدنگ افگن و مردم آزار سے برابر جاری تھے۔ تھانہ دار نے سمجھانا شروع کیا کہ انسان کو صبر کرنا لازم ہے رونے سے سوائے پریشانی کے اور کیا حاصل ہوتا ہے۔ مگر ثریا بیگم کے دل کو اس نصیحت سے تسکین نہ ہوئی۔ بلکہ بے قراری اور بھی بڑھتی گئی۔

وصال یار سے دونا ہوا عشق   مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی

نوبت باینجا رسید کہ آنکھین لہو کی بوٹیان بن گئین۔ ہچکی بندھ گئی تھانہ دار نے اصرار کیا کہ دو گھونٹ پانی پی لو ذرا تسلی ہو۔ ثریا بیگم نے بہزار خرابی ایک کٹورا پانی پیا۔ منہ دھویا۔ آنکھون پر خوب چھینٹے دیے اور کہا اب ذرا آرام کیجیے آپ بہت ہلکان ہو گئی ہین۔ ثریا بیگم تھکی تو تھی ہین لیٹ رہین۔ تھانہ دار منہ چھپانے کے لیے ڈھاٹا باندھ کر باہر جاکے سوار کے پاس بیٹھے دیکھا تو وہ ابتک اسی شغل مین تھے ان کو دیکھا تو اشعار پڑھنے لگے۔

ما ہم خوشیم بادہ ما در پیالہ کن   بدست ما بغمزۂ ساقی حوالہ کن
در جام ماہ بادہ چو آفتاب ریز   بر روے روز سنبل شب را کلالہ کن

اے پیر خانقاہ بجز ابیات شو ہے — غسلے برآرد توبہ صفتاد سالہ کن

تھانہ دار- اب شام تک یہی شغل رہیگا شاید- بڑے پینے والے ہو بھئی
سوار- مداومت ہمانی کار- دائم الخمر- رند خراباتی- چھٹے ہوئے

صبح است ساقیا قدحے پر شراب کن — دور فلک درنگ ندارد شتاب کن
خورشید ز مشرق ساغر طلوع کرد — گر برگ عیش می‌طلبی ترک خواب کن
زان پیشتر کہ عالم فانی شود خراب — ما را ز جام بادۂ گلگون خراب کن

اتنے میں دو آدمی ایک درخت کے سایہ میں آن کر بیٹھے تھانہ دار نے کہا ان سے یہان کا کچھ حال پوچھنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ یہ پہاڑی پر کیونکر رہتے سہتے ہین انکو اشارے سے بلایا بٹھایا- پوچھا تمھارا نام ایک نے کہا آنند- دوسرا بولا نندی-

تھانہ دار- یہان مسلمان زیادہ رہتے ہین یا ہندو-

ان مین سے ایک آدمی نے یون بیان کیا وہو ہذا

مکانات جانورون کے گھونسلے کے مثل ہوتے ہین چارون طرف سے بند ایک در چھوٹا سا جیسا کہ کبوترون کے دڑبے کا دروازہ ہوتا ہے ایسی کھڑکی لگا کر رہتے ہین اندر ہی کھاتے ہین اور اندر ہی پکاتے ہین- اندر ہی سوتے ہین شام سے دروازہ بند کر کے سو رہتے ہین بعض بعض گانوُن مین راجہ کی طرف سے چوہار بنی ہوئی ہے عورتین مثل مردون کے کام کرتی ہین یہان سلیٹ کے پتھر کی کان ہے جس کی تختی اکثر مدرسون مین ہوتی ہے- تین آنے مین سالم تختی کتری ہوئی پہاڑی بیچتے ہین جس کی فی تختی شاہجہان آباد مین ایک روپیہ کو بکتی ہے یہان سے دو کوس آگے ایک گانوُن چھینوڑا ہے اس کے نیچے ایک بڑی ندی بہتی ہے اس کو اکلاہاڑ کہتے ہین پانی صاف موتی کا رنگ شیرین ہاضم مچھلی اسمین بہت ہین- یہان کی عورتین ایسی بدنژاد ہوتی ہین کہ جورین انکے واسن بر نمازیں پڑھتیں اُس گانوُن مین کوئی بید یا طبیب نہین یہان کے باشندون کو نٹ بلاچیٹ کہتے ہین-

تھانہ دار حیران ہوا کہ نٹ تو بیشک ایک قوم ہے جو رسیان وغیرہ پر چڑھ کے تماشا کرتے ہین یہ بلاچیٹ کے کیا معنی مضطر و پریشان ہو کر اس سے پوچھا کہ بلاچیٹ تم لوگون کو کیون کہتے ہین اسنے کہا غریب پرور حال یہ ہے کہ یہ ٹیلا جو سامنے نظر آتا ہے اسکو ٹیلا اٹل کہتے ہین اور اسکے مقابل پر یہ ٹیلا جو واقع ہے اُسکو فیتوڑ کہتے ہین ان دونون ٹیلون مین قریب دو ہزار جریب کے فرق ہے ہر سال ایک رسی اس ٹیلے سے دوسرے تک باندھکر ایک لنگوٹا موج کا پہنکر اس پر چڑھتا ہون تمام اطراف و نواح کے پہاڑی تماشے کے لیے آتے ہین اس طرح سے اس گانوُن کے اس ٹیلے پر سے پھسلتا ہون کہ دوسرے ٹیلے پر پہونچتا ہون اُس وقت راجہ مجھے چاندی کے کڑے دیتا ہے-

پہاڑیون کا عقیدہ ہندوُن سے بالکل مخالف اور سب سے علیحدہ مگر گنگا اور جمنا کی تعظیم کرتے ہین ناگ لوتا کو جسکا مندر ناگ ٹیلے پر واقع ہے مانتے ہین اکثر قوم راجپوت سے ہین مگر اور قومین بھی یہان موجود ہین تیلی کو کسی گانوُن مین گھسنے نہین دیتے حلال خور سے زیادہ تیلی کو برا جانتے ہین- ڈوم کو برا جانتے ہین مگر تیلی سے کم- اُن کے کپڑے پہنتے ہین اور کپڑا کم میسر آتا ہے اگر بہت کسی نے زیادتی کی گاڑھا دھوتر کہین سے منگوا لیا- وہ امیر سمجھا جاتا ہے جس کے پاس گاڑھا دھوتر ہے-

سوار نے تھانہ دار سے کہا کہ آپ بڑی دیر سے یہان بیٹھے ہین اندر کی بھی کچھ فکر ہے یا نہین تھانہ دار کو پہاڑیون کا حال نہایت عجیب معلوم ہوا اور بہت غور سے سنتے تھے کہا (آن عروس ماہ پارہ درخواب ناز ست) سوار بولا بر دو ببین کہ اکنون چہ میکند

تھانہ دار صاحب نے اندر جا کر دیکھا تو شاہ بیگم کو آرام

مین پایا سینہ صافی پر ہاتھ رکھکر سوتی تھین یہ سن چکے تھے کہ سینے پر ہاتھ رکھکر سونے سے انسان خواب پریشان دیکھتا ہے آہستہ سے ہاتھ ہٹایا باہر آکر یہ شعر پڑھا۔

یار آرام مین ہے وصل کی شب جاتی ہے
متحیر ہون کہ بیدار کرون یا نہ کرون

سوار۔ بڑی سونے والی ہین کبھی اب تک آرام ہی مین ہین ماشاء اللہ جوانی کی نیند ہے متوالے پن کے دن ہین نہ جبھی۔

تھانہ دار۔ نہین یہ وجہ نہین ہے سبب یہ ہے کہ جب سے تصویر دیکھی از خود رفتہ ہو گئین۔ کئی بار روئین اور مثل ماہی بے آب تڑپنے لگین خدا جانے کس کی تصویر ہے مگر واقعی کیسا جوان رعنا ہے کلے ٹھلے کا جوان حسن ایک ایک رگ و پے مین کوٹ کوٹ کر بھرا ہے رگون مین لہو کی جگہ نور ہی معلوم ہوتا ہے اعضا متناسب موزون انسان کیا فرشتہ ہے۔ ہم جانتے ہین آپ نے بھی ایسا جوان نہ دیکھا ہوگا۔

سوار۔ بیشک قد و قامت۔ رخسار ہاتھ پانوُن شانے بازو جسم عضو بدن پر تنومند اور نور کا عالم ہے سبحان اللہ تیغ شعلہ زا ہاتھ مین لئے کس شان و دبدبے سے رخش صبا شتاب پر سوار ہے گویا شیر نر کچھار سے شکار کے لیے چلا آتا ہے سینہ کسقدر چوڑا ہے اور مین ان آنکھون پر فدا ہون چشم بد دور۔

چشم بد دور زروے تو کہ ہست | حور در صورت انسان پیدا

وہی گھڑی مین ثریا بیگم کی کیفیت دگر گون ہو گئی تصویر کو بار بار چومتی تھی کبھی آنکھون سے لگاتی کبھی سر پر رکھتی کبھی مسکرا کر کہا آزاد اس تیکھی چتون کو دیکھکر شیر تک کا زہرہ آب آب ہو جائے کبھی ہاتھ کا بوسہ لیکر کہا ہاے ان پیارے پیارے ہاتھون سے کبھی خط بھی نہ بھیجا۔ کبھی لب لعل دیکھکر کہا۔

یک بوسہ ہرگز زلم لبت چین بری نداد | گویا نہال عاشقی بارے نداد

کبھی تصویر کو چھاتی سے لگا کر بولی۔ آزاد ایمان کی قسم کھا کے کہتی ہون کہ اس وقت بس یہی خواہش ہے کہ یا تم آؤ یا قضا آئے بس اور کوئی خواہش نہین ہاے پہلے نہین معلوم تھا کہ ہماری یہ کیفیت ہو گی

نہ تھے ہم پیش ازین آگاہ حال عشق بازی سے
نہ تھا معلوم دل آتا ہے پہلے یا قضا پہلے

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

اس روز ثریا بیگم کا مزاج رو بہ اصلاح نہ آیا کئی بار چکر آ گئے تیورا کے گر گر پڑتی تھی دو مرتبہ پھر غش پر غش آیا شب کو ذرا آنکھ لگی تڑکے کے وقت پیاس کی اسقدر شدت تھی کہ الامان تھانہ دار نے لیمون کا افشردہ پلایا اس سے ذرا تسکین ہوئی کوئی سات بجے کے وقت انکا دوست زمیندار آیا علحدہ بلا کر کہا حضرت آج ایک اجنبی آدمی یہان آیا ہے آپکی نسبت در پردہ کئی سوال کیے۔ ادھر ادھر کی بات کر کے آپ ہی کا ذکر چھیڑ دیتا تھا مین لاکھ ٹالتا تھا۔ مگر وہ اسکے سوا اور کوئی ذکر ہی نہین کرتا پہلے تو آدھ گھنٹے تک مین کچھ نہ سمجھا مگر یقین ہو گیا کہ آپ کی تلاش مین آیا ہے تھانہ دار نے کہا اگر ہم ہوتے تو پہلے ہی بات سے تاڑ جاتے بھلا وردی پہنے ہے یا نہین زمیندار نے کہا جی نہین اور دی وردی کچھ بھی نہین ہے عمامہ البتہ باندھے ہے وضع سے پنجابی معلوم ہوتا ہے

تھانہ دار۔ آپکے مکان مین ٹکا ہے یا کہین سرا مین اور وہ مقام جہان وہ فروکش ہے یہان سے کسقدر فاصلے پر ہے یہ بتایئے۔

زمیندار۔ سرا یہان سے تھوڑے فاصلے پر ہے وہ خود ہی ایک سائیس ہے اور ایک سفید پوش اور ہے تین آدمی ہین ایک گھوڑا کمپ پورا۔

تھانہ دار۔ ہم سمجھ گئے وہ ڈکیتون کے پولیس کا انسپکٹر ہے سفید پوش آدمی برق انداز ہوگا اور سائیس تو سائیس ہی ہے۔

زمیندار۔ مجھسے بڑی احتیاط سے ہاتھ ملایا۔ اشعار پڑھے عربی خوان آدمی ہی اور شعر بہت اچھے اچھے یاد ہین۔

تھانہ دار۔ کسی بہانے سے ہم کو اپنے مکان پر لیچلو اور ایسے مقام پر جگہ دو جہان سے ہم سُن سکین کہ کیا گفتگو کرتا ہی۔

زمیندار۔ چلیے مگر آپ کا چلنا اچھا نہین۔ شاید حلیہ ملائے تو پھر بڑی مصیبت پڑے جانے بھی دو۔ اگر کوئی اندیشہ کی بات ہوگی تو مین آپکو اطلاع دونگا آپ فوراً جنگل کا راستہ لین۔

تھانہ دار۔ بندہ نواز مین نے پولیس مین نوکری کی ہے چلنے کا ڈر آپ کو ہوگا مین ابھی ڈاڑھی کو حجام کے نذر کرتا ہون اور مونچھین کترواتا ہون چلیے چھٹی ہوئی۔ وضع بالکل بدل دونگا کپڑے کی گٹھری میرے ساتھ ہی ہی۔

زمیندار۔ اچھا تو مین جاکے ایک ڈولی آپ کے پاس بھیجون آپ ڈولی پر سوار ہون اور زنانے مکان کی ڈیوڑھی پر ڈولی اترے وہان سے کراکے آپ کو باہر کے کمرے مین لائین۔ وہان سے آپ گفتگو سنیے مگر سب باتین خوبصورتی کے ساتھ ہون۔

تھانہ دار۔ اجی ہم یون ہی آتے ہین پہلے آپ انکا حلیہ تو بتایئے۔

زمیندار۔ کشیدہ قامت۔ چھریرا بدن سینہ چوڑا۔ بازو بھرے ہوے خوش رو وجیہ آدمی ہین اور خندہ پیشانی۔ گفتگو سے بھی پنجابی پن برستا ہی۔ اور وضع قطع چال ڈھال سے بھی۔

تھانہ دار۔ اور وہ جو آدمی ساتھ ہی اسکی کیا قطع ہی۔

زمیندار۔ وہ تو سکھ ہی۔ اردو یون ہی سی بول سکتا ہی۔

تھانہ دار۔ آپ چلین بندہ حاضر ہوتا ہی بیشک کیتو کے پولیس کا انسپکٹر ہی ہماری تلاش مین آیا ہی کچھ پروا نہین۔ آپ جایئے زمیندار روانہ ہوا تو ثریا بیگم نے دریافت کیا کہ آہستہ آہستہ کیا بات چیت کر رہے تھے تھانہ دار نے کہا ایک انسپکٹر ہماری تلاش مین آیا ہی بھلا قصد ہی کہ اسکو دھوکا دین نواب ہم داڑھی منڈواتے ہین اور جاکے جھانسا دیتے ہین۔ ثریا بیگم اس جہالت پر ہنس پڑی مسکراتے ہوے کہا کہ تم بالکل اجڈ ہو گئے اس تھانہ داری نے تم کو کہین کا نہ رکھا انسان ایسا اجڈ پن کرتا ہی۔ جھانسا دینے سے کیا ملیگا اور جو گرفتار ہو گئے تو پھر کیسی ٹھہریگی۔ یہ سب جانتے ہین کہ بہوت کوئی نہ مریگا مگر کوئی خود جان بوجھ کے مرنے کی کوشش تو نہین کرتا۔

رزق ہر چند بے گمان برسد
شرط عقل است جستن از درہا
گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد
تو مرو در دہان اژدرہا

اور فرض کرو کہ اس سے تم سے کبھی کی جان پہچان ملاقات ہو وہ پہچان لے تو پھر تم کیا کروگے۔ تم بھی جہنم مین جاؤ اور میری بھی مٹی خراب کرو۔ تم یہ بتاؤ کہ وہان جانے سے تمکو ملیگا کیا تھانہ دار نے اجڈپن کے ساتھ جواب دیا ملیگا کیا۔ یہ کتنی بڑی بات ہوگی کہ ہم اس مردک کو جھانسا دے آئین گے اور موچھون پر تاؤ دیتے ہوے اپنے گھر آئینگے۔ کہ مار لیا انسپکٹری کرنے چلے تھے ہم سے سیانا سو دیوانہ عقل کے پتلے ہین ہم۔ جب مشہور ہوگا کہ اشتہاری مجرم خود جاکے انسپکٹر سے ملا تو بڑے قہقہے پڑینگے ثریا بیگم نے مسکرا کر کہا اور جب یہ مشہور ہوگا کہ اشتہاری مجرم خود کنوئین مین کود پڑا تب اور بھی دل لگی ہوگی۔

ان تھانہ دار صاحب مین یہ بڑا وصف تھا کہ کسی کی مانتے نہ تھے جو بات دماغ مین سمائی وہ سمائی ممکن کیا کہ پھر وہ نکل سکے دل مین ٹھن گئی کہ انسپکٹر سے ملین ثریا بیگم لاکھ اصرار کرین مگر وہ بے ملے نہ رہینگے۔ فوراً نائی کو بلایا۔ داڑھی منڈوائی خط گھٹوایا۔ کپڑے بدلے سیاہ کنارے کی دھوتی پہنی کرتہ اور انگرکھا پہنا۔ کالی مندیل سر پر رکھی اور چلے نیم تیتر۔ آدھے ہندو آدھے مسلمان بنے ہوے جاتے ہی زمیندار سے علیک سلیک۔

زمیندار۔ (استادہ ہوکر) آداب عرض۔ آپ کے مزاج شریف

تھانہ دار - شکر ہی آپ کا مزاج - محمد رونق علی صاحب آپ ہی کا نام ہی یہان کے تعلقہ دار آپ ہی ہین -

زمیندار - حضور خاکسار تو کسان ہی پیٹ بھر کے کھانا اراضی کی بدولت ملجاتا ہی تعلقہ داری کیسی مگر رونق علی میرا ہی نام ہی آپ کہان سے تشریف لائے ہین اسم مبارک جناب کا -

تھانہ دار - ہمارا نام شیخ بھوادر مکان بنگال مین ہی - ہم لوگ پاس ہم بنگالی مسلمان ہین - آپ لوگ کے دیس کے نہین -

زمیندار - وہ تو ہم پہلے ہی پہچان گئے تھے - وضع ہی سے -

تھانہ دار نے دیکھا کہ زمیندار کے پاس منجھلا ورآدمیون کے ایک سفید پوش پنجابی بھی بیٹھا ہی سمجھے کہ یہی حضرت ہمارے شکار ہین انکی طرف مخاطب ہوکر پوچھا آپکا نام شریف کہا شیر سنگھ

تھانہ دار - آپ کا دولتخانہ تو پنجاب مین ہوگا

شیر سنگھ - جی ہان - ہم خاص عنبر سر (امرتسر) مین رہتے ہین -

تھانہ دار - سکھ مین آپ یا کسی اور مذہب کے پابند ہین

شیر سنگھ - ہم کھتری ہین - آپ بنگال سے کب آئے -

تھانہ دار - کوئی پچیس برس ہوئے - مین ڈاکٹر ہون - لکھنو مین بہت رہا -

شیر سنگھ - کس محلے مین - آپ تو ڈاکٹر خانے ہی مین رہتے ہونگے

تھانہ دار - کل لکھنو سے واقف ہون کوئی محلہ ایسا نہین جہان مین نہ پہونچا ہون - آپ کا کبھی لکھنو مین رہنے کا اتفاق ہوا -

شیر سنگھ - ہان مین وہان پو -

راوی - (پو) کہکر شیر سنگھ خاموش ہوگئے تھانہ دار تو پہلے ہی سے سمجھ گیا تھا کہ پولیس افسر ہین (پو) کے لفظ پر ہنسی آئی مگر ضبط کی شیر سنگھ پولیس کہنے ہی کو تھے مگر (پو) کہکر خیال آیا فوراً سکوت کیا -

تھانہ دار - آپ کہین نوکر ہین یا ریاست ہی آپ کی -

شیر سنگھ - ہم زمیندار ہین عنبر سر کے پاس ہمارا اٹھائی ہزار روپیہ سالانہ کا علاقہ ہی اسکو ہمارا بھائی دیکھتا بھالتا ہی ہم سیاحی کرتے ہین -

تھانہ دار - اٹھائی ہزار کیا اٹھائیس ہزار سے مراد ہی -

شیر سنگھ - ہان ہم لوگ ستائی اٹھائی بولتے ہین -

تھانہ دار انکے لب و لہجہ سے سمجھ گیا کہ پنجابی نہین ہین بنے ہوے ہین ستائی اٹھائی کہکر پنجابی بننے کا دم بھرتے ہین - شیر سنگھ نے پوچھا ڈاکٹر صاحب کچھ شعر شاعری کا بھی شوق ہی کہا عمر بھر کیا کیا کیے -

شیر سنگھ - اچھا زلف کی توصیف مین تو کوئی شعر پڑھیے -

تھانہ دار - شاہ نہال صاحب کا شعر سنئے کیا کہا ہی -

زلف در گردن آغوش تو سخن مے گوید
سو بو حال پریشانی من مے گوید

شیر سنگھ - مشہور تو یون ہی کہ شیخ سعدی شیرازی کسی شہزادے پر عاشق تھے اسکی سائیسی انھون نے قبول کی ایک روز وہ کہین جنگل لیفٹننٹ سوار جاتا تھا اور سعدی ہمراہ رکاب تھے - ہوا تیز چل رہی تھی بال اڑنے لگے تو شہزادے نے یہ مصرع موزون کیا - ع - زلف من خم شدہ در گوش سخن میگوید - شیخ مبارک نہاد نے برجستہ فرمایا کہ ع سو بو حال پریشانی من میگوید -

تھانہ دار - بھلا آپ کو یقین ہی کہ شیخ سعدی نے سائیسی کی یہ بنی ہوئی ہی اول تو وہ مشہور آدمی سارا زمانہ اُنسے واقف تھا -

شیر سنگھ - بھلا اس شعر کو آپ کیسا سمجھتے ہین -

نہ زلف ہست آنکہ ہردم بر قد دلدار مے پیچد
زرستی ہر نفس بر شاخ صندل مار مے پیچد

تھانہ دار - سبحان اللہ ع زرستی ہر نفس بر شاخ صندل مار مے پیچد

زلف امروز در جو ربسا گشودہ است
مار از رو زادل دشمن آدم بودہ است

یہ شعر کیسا ہی آپ کے نزدیک۔

شیر سنگھ۔ خوب کہا ہی۔ بہت خوب کہا ہی۔ واقعی سانپ روز ازل سے آدم کا دشمن ہی حتیٰ کہ نکلوا دیا۔ اُردو کے اشعار سنائیے خاص اہل لکھنؤ کے آپ تو وہاں برسوں رہے ہین۔ ہان جناب کچھ ارشاد فرمایئے کان مشتاق ہین۔

تھانہ دار۔ بہت خوب زبان اور لکھنؤ۔ اُردو سیکھنے کا شوق ہو تو لکھنؤ والون سے سیکھے۔ آنکا طرز غزلخوانی بس جادو ہی جادو اور مرثیے کا لکھنؤ بادشاہ ہی۔ مرثیہ تصنیف کرنے اور پڑھنے دونون مین لکھنؤ والے معجزہ دکھاتے ہین

وہ طاہر واطہر ہوا اگر معرکہ آرا
معلوم ہو حملہ اسد اللہ کا سارا
آگاہ ہو کس طرح کہ عمر کو مارا
صمصام کا اک وار ہوا اسکو گوارا
واللہ گر اک دم کو وہ صمصام علم ہو
ہر روح کو آسام ہوس ملک عدم ہو

کس کا اسد اللہ سا ہو والد مرحوم
حلال مہم مالک کل طاہر و معصوم
صدر و سر ارحم دل و سرور ہموم
آسودہ ہو ہر سالک گمراہ وہ محروم
معصوم کا سردار ہو سالار امم ہو
اولاد کا اس عالم و عادل کو الم ہو

آپ ملاحظہ فرمایئے کہ بے نقط اور یہ لطف یہ خداداد بات ہی۔

گہ شرق مین خورشید کے مانند عیان تھی
گہ غرب مین شکل مہ نو جلوہ کنان تھی
گہ چرخ پہ روشن صفت کاہکشان تھی

فرمایئے یہ کس کی تعریف کی ہی۔

شیر سنگھ۔ جی۔ تلوار کی تعریف ہی۔

تھانہ دار۔ زمیندار سے۔ آپ فرمائیے یہ تین مصرعے کسکی توصیف مین کہے ہین

زمیندار۔ صاف ظاہر ہی شمشیر کی تعریف کی ہی۔

تھانہ دار۔ اے ہاے اس گریز کو تو ملاحظہ فرمایئے۔

گہ شرق مین خورشید کے مانند عیان تھی
گہ غرب مین شکل مہ نو جلوہ کنان تھی
گہ چرخ پہ روشن صفت کاہکشان تھی
یہ تیغ کے پرتو تھے فقط خود وہ کہان تھی

زمیندار اور شیر سنگھ دونون پھڑک گئے کہا واہ واہ واللہ واقعی یہ اہل لکھنؤ ہی کا حصہ ہی کیا گریز ہی۔ سب کچھ کہہ گئے اور پھر مصرع یہ تیغ کے پرتو تھے فقط خود وہ کہان تھی۔ سبحان اللہ سبحان اللہ

تھانہ دار۔ اجی جناب واللہ مین وجد کرتا ہون خدا کی قسم ان لوگون کے کلام مین جادو تھا اور سحر حلال۔

تھانہ دار ایک دفعہ طیش کھا کے بولے کہ ابھی اگر اشعار اودھ مین پڑھنے شروع کرون تو دو دن تک صرف ایک ہی مذاق کے شعر پڑھتا جاؤن۔

کھولا جو پھریرے کو علمدار جری نے
بوئے گل فردوس نسیم سحری نے
تارون کو اُتارا فلک نیلوفری نے
پرچم جو کھلا کھول دیے بال پری نے
عیسیٰ نے پکارا کہ نثار اس کے حشم کے
خورشید نے منھ رکھدیا پنجے یہ علم کے

شیر سنگھ نے رباعی پڑھنے کی فرمائش کی تھانہ دار نے پڑھ دی

ہر برگ سے قدرت احد پیدا ہے
ہر پھول سے صنعت صمد پیدا ہے
سینہ ہی بشر کا وہ محیط زخار
ہر ایک نفس سے جزر و مد پیدا ہے

انسان ہی کچھ اس دور مین پامال نہین
سچ ہی کوئی آسودہ و خوشحال نہین ہے

اندیشۂ آشیاں و خوف صیاد
مرغان چمن بھی فارغ البال نہیں

تھانہ دار نے شیر سنگھ کو چھٹے یار بنایا لکھنؤ کا کلام سنایا
شیر سنگھ نے کہا خواب واللہ آپ خوب ملے ع خوب گذریگی
جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔ جب تخلیے کی صحبت ہوئی تو
تھانہ دار نے اس نرمی اور اخلاق سے گفتگو کی کہ شیر سنگھ
ان کو اپنا بڑا سچا دوست سمجھے اور کان میں کہا کہ ایک بات
آپ سے بیان کریں بشرطیکہ آپ کسی سے ذکر نہ کریں۔
تھانہ دار۔ استغفر اللہ یہ پاجیوں کا کام ہے کہ دوست کی
بات کسی سے بیان کردیں کیا مجال جان جاتی رہے مگر بات
زبان سے نہ نکلے کیا طاقت۔
راوی۔ کیا مجال۔ اور اسکی تو ہم بھی گواہی دینگے کہ سوائے ثریا بیگم کے
اور کسی سے ذکر نکرینگے۔ تھانہ دار پہلے ہی سمجھ گئے کہ انھیں کی کرخبر ہو
شیر سنگھ۔ آپ جانتے ہیں کہ میں یہاں کس کام کے لیے آیا ہوں۔
تھانہ دار (دلمین) خدا انکو غارت کرے (شیر سنگھ سے) شاید
شکار کھیلنے آئے ہونگے یہاں تو شکار ہی شکار ہی بس اور ہی کیا
شیر سنگھ۔ ہم ایک مجرم کی تلاش کو نکلے ہیں۔ ایک تھانہ دار
بھاگ آیا ہی اور اپنے ساتھ ایک بیگم کو بھگا لایا ہی۔ اُسیکی
تلاش اور گرفتاری کے لیے ہم آئے ہیں۔
تھانہ دار دل میں بہت ہنسا۔ کہا پھر آپ اسکو ڈھونڈھیے
ہم سے مدد لیجیے جو کچھ میرے امکان میں ہی اس سے دریغ نکرونگا
اب آپ یہ فرمائیے کہ یہاں کب تک قیام ہی۔ کہا ہفتے دو
ہفتے تک دورہ روز کرینگے مگر رہینگے یہاں ہی صدر مقام یہی ہوگا
آپ بھی ادھر اُدھر کوشش کیجیے اور ہم بھی کوشش کریں۔
تھانہ دار۔ بہت خوب میں بڑی کوشش کرونگا خاطر جمع رکھیے

شیر سنگھ۔ آپ یہاں کس غرض سے آئے ہیں اور رہتے آپ کہاں ہیں۔
تھانہ دار۔ جی میں تھوڑی دور فرودکش ہوں۔
شیر سنگھ۔ اچھا ہم آیا کرینگے مگر بالکل تخلیے کی صحبت رہے۔
تھانہ دار۔ اگر مضائقہ نہو تو ہمارے ساتھ غریب خانہ تک چلیے
شیر سنگھ۔ بسم اللہ چلیے (زمیندار سے) میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔
تھانہ دار۔ آپ کی شان کے قابل فرش ہی نہ مکان ہی مگر
شیر سنگھ۔ اجی حضرت آپ تو ستم ڈھاتے ہیں۔
الغرض تھانہ دار انکو لیکر قیام گاہ پر آیا ثریا بیگم دوڑ کے چھپنے کو
تھیں مگر تھانہ دار نے منع کیا اور کہا کہ یہ ہمارے بھائی ہیں
ان سے پردہ کرنا فضول ہی ثریا بیگم دوپٹا سنبھالکر بیٹھیں شیر سنگھ
دنگ تھا کہ یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہی۔
شیر سنگھ۔ ان نیک بخت کا نام تو بتائیے۔
تھانہ دار۔ شمس النساء۔ انکی بہن چھوٹی مہر النساء۔
شیر سنگھ۔ آپ سے کیا تعلق ہی۔
تھانہ دار۔ جی میرے گھر پڑ گئی ہیں۔
ثریا بیگم۔ اوئی موئی۔ کیا واہیات باتیں کرتے ہو۔ حضرت یہ
میرے بھائی ہیں۔
اسپر شیر سنگھ اور ثریا بیگم دونوں نے قہقہہ لگایا اور تھانہ دار
جھیپے شیر سنگھ نے کہا حضرت یہ تو بڑی بخت کی تھانہ دار بولے
آپ نے سُنا نہیں۔

کس نیا موخت علم تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

نام ہی نقرے سکھاتیں اور ہمیں پر نقرے چست ہوں۔

بت بھی لینے لگے خدائی کی شان ہی تیری کبریائی کی

اچھا اب ہم سے کل حال بیان فرمائیے۔ وہ تھانہ دار کون ہی
شیر سنگھ۔ ایک مسلمان تھانہ دار کسی بیگم کو حوالات سے لے کے

بھاگے۔ بڑی تحقیقات ہو رہی ہے مگر پتہ ملے تو کیونکر ملے جب انسپکٹر پولیس خود بنگلے جائے تو برق انداز کیا کریں۔ انکا کیا قصور ہے۔

یہ تقریر سنکر ثریا بیگم کانپنے لگی رنگ فق ہو گیا اور جب سپہر سنگھ نے کہا کہ (آپ بھی انکی تلاش کریں) تو اور بھی لرزنے لگی۔

ثریا بیگم کو تھانہ دار کی جرأت اور استقلال دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ انسپکٹر کو اپنے ساتھ لائے گویا کوئی جرم سرزد ہی نہیں ہوا تھا اور انسپکٹر کی سادگی پر ہنسی آتی تھی کہ کس لطف کے ساتھ تھانہ دار سے مدد مانگنے آئے تھے۔ اقرار کیا کہ کل تک ہم اس شخص کو ڈھونڈھ نکالینگے اور مع بیگن کے لائینگے۔ اس فقرے پر ثریا بیگم کو بڑی ہنسی آئی پوچھا یہ بیگن کون ہے۔ انسپکٹر نے کہا وہ بستی کے باہر جنگل میں رہتی تھی ڈاکو اسکے ہاں بیٹھے ڈاکے کا مال تقسیم کر رہے تھے کہ اتنے میں ہمارے سپاہی انکے گلے پر پہونچ گئے اور گھیر لیا۔ بیگن بھی گرفتار ہو کر آئی۔ سنا کہ بیگن بڑی حسینہ ہے۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایسی خوبصورت عورت کبھی پیشتر نظر سے نہیں گذری نہایت خوشرو اور زیبا اندام جس نے دیکھا ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔ تھانہ دار بھی فریفتہ ہو گئے اور اڑا لے گئے۔

تھانہ دار نے انسپکٹر سے بیان کیا کہ پرسوں شب کو ہم اور یہ عروس گلفام ایک آدمی کو ہمراہ لیکر راہ چلتے آگے تھے۔ رات تیرہ و تار تھی کچھ نہیں سوجھتا تھا راستہ چلنا دوبھر ہو گیا۔ ایک مقام پر پہونچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گاڑی پر کوئی فوجی آدمی سوار ہے اور کسی عورت سے باتیں کرتا جاتا ہے۔ عورت کا نام ثریا بیگم تھا اور مرد کا نام ہمیں یاد نہیں۔ پہلے کنویں کے پاس مرد گاڑی سے اترا تو میں نے سمجھا کہ تھانہ دار صاحب ہیں ذرا ٹھہر جاتا تھا مگر جو نظر پڑی تو للکار کر پوچھا کون۔ میں خاموش رہا۔ پھر ڈپٹ کر بولے کون کھڑا ہے۔ میں نے کہا تھانہ دار صاحب بندگی ہے اس وقت کہاں چلے۔ قریب آنکر بولے ہم تھانہ دار نہیں ہیں ہم تو زمیندار ہیں بھنگا میں ہمارا مکان ہے۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ ایک عورت کو بھگا کے لیے جاتے ہیں تو کچھ نہ بولا۔ بیگن کو میں نے دیکھا خوبصورت ہے۔ آنکھیں ایسی پائی ہیں کہ شاید لاکھ دو لاکھ میں ایک کی ہوں زلف خدا کی قسم کمر سے نیچی ہے۔ میں ہزار جان سے عاشق ہوں ململ کا پیازی رنگا ہوا دوپٹا اور گلبدن کا پائجامہ پہنے تھی اور زیور بھی تھا۔ ہاتھوں میں طلائی چوڑیاں۔ کانوں میں بالی پتے سر پر چھپکا۔ ناک میں سونے کی کیل پور پور چھلے۔

ثریا بیگم جو لباس اور زیور پہنے تھیں وہی سب بتا دیا پھر بھی ڈرتی تھی کہ ایسا نہ ہو انسپکٹر سمجھ جائے کہ یہی ہے مگر تھانہ دار مسکرا مسکرا کر کل حال بیان کرنے لگا۔ انسپکٹر نے بڑے غور سے یہ روایت سنی اور بیگن کے حسن گلوسوز کی توصیف سنکر کہا کہ ملجائے تو بیگن کے ساتھ ہم شادی کر لیں۔ تھانہ دار بولا واہ کیا دل لگی ہے جس شخص نے اسکے پیچھے عہدہ گنوایا عزت دی آبرو ریزی کی جان پر کھیل گیا تمام عمر کے لیے روپوشی اختیار کی اعزا اقربا کو چھوڑا وطن سے منہ موڑا وہ آپکو اتنی آزادی دیگا کہ آپ اس عورت کو عقد نکاح میں لائیں۔ ہاں اگر ہمکو اسوقت یہ معلوم ہوتا کہ بیگن ہے اور تھانہ دار اسکو حوالات سے بھگائے لاتا ہے تو ہم چھین لاتے۔ سپہر سنگھ نے ہنسکر جواب دیا۔ دلو آپکے مزاج میں قناعت نہیں ہے یہ کیا بری ہیں۔ خدا کے فضل سے کروڑوں میں ایک ہوا ہیں۔ از سرتا پا ہر عضو بدن سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔ ہاتھ پیر ہیں جیسے کلائیاں نازک نازک گردن صراحی دار رخسار گورے گورے آنکھیں چشم بد دور نشیلی رسیلی قد بوٹا سا نازک بدن غنچہ دہن۔ لب سرخ اور پتلے۔ ابرو شمشیر جان۔ زلف چلیپا تا کمر عورت کیا پرستان کی پری ہے۔ بلکہ پری سے بھی [illegible]

زبس داغ اند گلہائے چمن از رنگ او
گلستان لالہ زارے گشتہ از حسن فرنگ او

ایسی لاکھ حور نژاد پاکو بھی اگر ہیٹرن کے بیاہنے کی ہوس ہو تو خدا حافظ و ناصر ہے لاحول ولا قوۃ جیسی روح ویسے فرشتے تھانہ دار نے کہا حضور والا یہ لاکھ حسین ہون مگر اُسکے تلوے اور اُن کا منہ برابر ہے اس پر ثریا بیگم بہت چٹخین اور تیکھی ہو کر بولین اے واہ صدقے کر دون اپنے اوپر سے اُس موئی ہیٹرن کو اُس جیسی سو سو کو ہر قربان کرون۔ کہا بھلے مانس کی بہو بیٹی۔ گھر گرہست کجا نائکہ ہیٹرن ہر جائی۔ اچھا مقابلہ کیا ہے ہو نہ چہ خوش۔ تھانہ دار نے کہا بیگم صاحب چھنکنے کی بات اور ہے اور سچی بات اور۔ اچھا انسپکٹر صاحب سے پوچھو کہ تم حسینون میں ہو۔ بانچ سچ بانچ مین اچھی ہو یا نہین تو کیا انسپکٹر نے انکے کلام کی تردید کی کہا واہ دس پانچ مین نہین لاکھ دو لاکھ مین اچھی ہین آپ قدر دان نہین ہین مین تو ان پر شیدا ہو گیا۔ اچھا ایک کام کیجیے آپ ہیٹرن کو ڈھونڈھیے اور انکو ہمارے حوالے کیجیے کبھی میری بھی نظر ڈالین تو جھپی کہیے گا۔

بھولے سے جو آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

ثریا بیگم تنک کر بولین۔ یہ منہ کھائے چولائی ساد کہ او کہ آپ ہی پھر فرلفتہ ہو گئے پہلے منہ دھو رکھو میان پھر فریفتہ ہوجیے چلے ہین اے تیری قدرت کسی ہیٹرن ویٹرن سے سابقہ رہا ہے بس ہی عجب چاپ بیٹھے رہیے گا انسپکٹر نے اپنے دونون کان پکڑے اور مسکرا کر کہا قصور ہوا اب کوئی اور ذکر چھیڑیے۔ ہان ڈاکٹر صاحب کوئی رباعی سنائیے تھانہ دار نے یہ رباعی پڑھی —

دنیا طلبا چہ گویمت رنجوری	عقبے طلبا چہ گویمت مزدوری
مولا طلبا کہ داغ سودا داری	در ہر دو جہان مظفر و منصوری

انسپکٹر نے اس کی تعریف کر کے فرمایش کی کہ کوئی اور رباعی فرمائیے۔ تھانہ دار نے کہا۔

ناکام بھی کامیاب ہوجاتا ہے	بیقدر فلک جناب ہوجاتا ہے
گر اک نظر مہر سے دیکھیں حیدر	ذرہ ابھی آفتاب ہوجاتا ہے

انسپکٹر۔ اب تو حضور نے قصور معاف کیا۔ واسطے خدا کے معاف کیجیے
ثریا بیگم۔ پھوہڑ بنا ہے یہی بھلا معلوم ہوتا بیہودہ کہین گے۔
انسپکٹر۔ یا خدا بچانا عجب قہر کی نظر سے دیکھا ہے آفت فرہ۔
ثریا بیگم عمداً اور قصداً چھیڑتی تھی کہ انسپکٹر سے بے تکلفی ہو جائے اگر یہ کھل بھی جائے کہ ہیٹرن انھین سے مراد ہے اور تھانہ دار ایسی ہین تو شاید مروت کرین —
انسپکٹر۔ تو آپ وعدہ کرتے ہین کہ ایک ہفتے مین مل جائینگے۔
ثریا بیگم — گھر کی شکی اور باسی سالن۔ ایک ہفتے مین ملجائینگے
تھانہ دار۔ ابھی کل قسم قرآن کی کل تک مع ہیٹرن کے ملے جی۔
ثریا بیگم۔ واہ ایسے ہی ہوتے تو گھر بھر گیا ہوتا چلے وہان سے —
انسپکٹر۔ تم دونون مین خوب نوک جھوک ہوتی ہے —
ثریا بیگم۔ یہ زبان کے بہت پھوہڑ ہین اور اجڈ بالکل جڈبڑ ہے لکھے آدمی کو ایسا اجڈ نہ پاؤ گے۔ بالکل گنوار کا لٹھ ہے —
انسپکٹر۔ اب تم انکو چھوڑ دو۔ اور ہمارے ساتھ نکاح ہو جائے
ثریا بیگم۔ اے لعنت خدا ہمکو ہندوؤن کی صورت سے نفرت ہے
انسپکٹر۔ ہم تو پنجاب کے ہندو ہین سپاہی آدمی تلوار کے دھنی لڑنے بھڑنے والے ہمکو اس ملک سے کیا واسطہ اچھے آئے۔ واہ
ثریا بیگم۔ بس چلو بہت بڑھ بڑھ کے باتین نہ بناؤ —
تھانہ دار۔ اور کہین حضرت یہ ہمارے سامنے آپ انکو بہلاتے ہین
انسپکٹر۔ پھر مجھ سے تو نہین بہلاتے اب بو و تے کہہ ہو تم
تھانہ دار۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ ایک شخص نے کسی سے کہا کہ بیلا

تمکو تمہارا دوست کل سیکڑون گالیان دیتا تھا دوسرے روز انھون نے اپنے دوست سے کہا کہ بعض نالایق گدھے پیٹھ پیچھے گالیان دیتے ہین اُسنے برجستہ جواب دیا کہ اُن بدمعاشون سے تو اچھے ہین جو منھ پر گالیان دیتے ہین۔ سو حضرت آپ بھی ویسے ہی آدمی ہین جو منھ پر گالیان دیتے ہین مگر ہم اب بھی خاموش ہین۔

ثریا بیگم۔ اوہو کیا بیچارے ننھے ہین کچھ جانتے ہی نہین۔

تھانہ دار۔ خدا خیر کرے مین دیکھتا ہون کہ انکا تم پر دل آیا ہے اور تم ان پر بے طور ریجھی ہو۔ حضرت بس اب آپ یہان سے جائیے

انسپکٹر۔ کیون ذلیل کرتی ہو بی صاحب شمس النسا بیگم اسم شریف ہے؟

اسدن تو باہم دل لگی اور چہل کی باتین رہین شب کو انسپکٹر شیر سنگھ رخصت ہوئے کہا کل صبح سے ہم یہان ہی ڈٹینگے دوسرے روز نور کے تڑکے انسپکٹر صاحب نازل ہوئے۔ تھانہ دار نے کہا حضرت سنیے آپ ہندو ہم مسلمان آپکی گنگا اور ہمارا قرآن آپ گنگا کی قسم ہم قرآن کی قسم کھائین ہم اور آپ تا دم مرگ دوست رہین اور ہر حالت مین دوستی کا دم بھرین یہ نہو کہ پیچھے نکل جاؤ قسم کھاؤ اور شرعی قسم کھاؤ تو کیا مضائقہ انسپکٹر نے کہا ہم اپنے ایمان کی قسم کھاتے ہین کہ تا دم مرگ تمھاری دوستی کا دم بھرینگے

تھانہ دار۔ چند شرطین ہین انکو سن لیجیے اور قبول کر لیجیے۔

۱۔ راز مخفی رہے اگر ہم کسی کو قتل بھی کرین تو آپ نہ کہیے چاہے نوکری جائے چاہے آبرو جائے۔ چاہے جان جائے۔

۲۔ ہماری عورت پر آپ اور آپکی عورت پر ہم نظر بد نہ ڈالین

۳۔ کسی بات کا آپسمین پردہ نہ باقی رہے ہم اپنا حال آپ سے کہین آپ اپنا ہم سے بیان کرین چاہے کیسا ہی پوشیدہ کیون نہ ہو

۴۔ کالیان ہون اور شرارت کی باتین نہون بلکہ بالکل صاف رہین ایک جان دو قالب اس مین ذرا فرق نہو۔ اسقدر صاف دل ہو جائین کہ یہ شعر ٹھیک ٹھیک صادق آئے۔

با ماست دل مجادلہ با خویش دوستی	ہر کو کشد بر آئینہ خنجر بخود کشد

انسپکٹر نے سب شرطین منظور کر لین دوسری شرط کی قسم کھائی کہ شمس النسا کی نسبت جو کچھ کہا تھا وہ صرف ازراہ مذاق تھا اس مین ذرا بھی نفسانیت یا حسد کو دخل نہ تھا۔

تھانہ دار۔ ہاتھ پر ہاتھ مار لیے اور ٹوپی بدلی اور منھ بولے بھائی بنے۔ بس اب ہم بھائی۔ اور یہ بھاوج ہے کہ نہین۔

انسپکٹر۔ بیشک بھابھی صاحب نظر عنایت رہے غریبون پر۔

ثریا بیگم۔ ابھی تھوڑی دیر مین ہم آپکو جھک کے سلام کرینگے۔ جی ہان

انسپکٹر۔ کیون تھوڑی دیر مین کیا ہوگا صاحب بتائیے۔

ثریا بیگم (زور سے ہنس کر) گھڑی دو مین معلوم ہو جائے گی۔

تھانہ دار۔ (جھڑک کر) لاحول ولا قوۃ۔

زن نیک خوش سیرت و پارسا	کند مرد درویش را بادشاہ

اور اگر اسکے برعکس بات ہو تو قیامت کا سامنا ہے۔ تم سے کس نے کہا کہ بیچ مین بول اٹھو۔

بے عنایات بزرگان نتوان گشت بزرگ	گر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی

ثریا بیگم۔ (مسکرا کر) اوہو اور سنو۔ تو آپ ہمارے بزرگ ہین آئیے قبلہ و کعبہ۔ مزاج شریف ابا جان۔

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ثریا بیگم ناز و ادا کے ساتھ دوسرے دالان مین گئین اور وہان جا کر اشارے سے تھانہ دار کو بلایا کان مین کہا ابھی سے اظہار راز کرنا خلاف عقل ہے اس اجنبی کا کون اعتبار خدا جانے کسی سے کہدے اور اول تو ہمکو یہی یقین ہے کہ سنتے ہی دونون کو گرفتار کر لیگا ادھر تم نے بیان کیا اور ادھر ہتھکڑی آئی بیڑی پڑی ہمکو باتون ہی باتون مین ٹالو صاف ہمدردی سے یارانہ کیا۔

مسافر سے کوئی بھی کہتا ہی بیت | شل ہر کہ جوگی ہوے کسکے میت

تھانہ دار۔ اجی تم دیکھتی تو جاؤ میری زبان مین جادو ہی۔

اثر لبھانے کا پیارے ترے بیان مین ہی
کسی کی آنکھ مین جادو تری زبان مین ہی

یہ شعر میرے حسب حال ہی آپ ہین کس خیال مین۔ جی بیگم صاحب

ثریا بیگم۔ اب تم کو اختیار ہی۔ ہم کہہ چکے۔

سمجھانے سے تھا ہمین سروکار | اب مان نہ مان تو ہی مختار

تھانہ دار۔ اچھا ایک بوسۂ لب لعل دیدو تو ہان لون ابھی آیئے

ثریا بیگم۔ بڑو جہنم مین تم۔ اللہ کرے اسی دم گرفتار ہو جاؤ۔

تھانہ دار۔ سبحان اللہ۔ ع آپ ڈوبینگے مگر یار کو لے ڈوبینگے

اس تقریر کے بعد تھانہ دار اس دالان مین جا کر بیٹھے اور انسپکٹر سے کہا کہ ہم خونی ہین اب آپ چاہیے بحیثیت انسپکٹر ہمین قید کیجیے چاہیے بحیثیت دوست معاف کر دیجیے۔

انسپکٹر۔ (دنگ ہو کر) کیا! خونی! واللہ!!

تھانہ دار۔ جی حضور مین بنگالی مسلمان نہین ہون لکھنوی ہون

انسپکٹر۔ خونی کس کا خون کیا اور کتنے دن ہوے۔

تھانہ دار۔ چند ہی روز تو ہوے۔ ایک شہزادے تھے مرزا ہمایون فر اُن کو قتل کیا اور قتل کر کے بھاگ آیا اب فرمائیے۔

انسپکٹر۔ (چہرے کا رنگ فق) خدا تجھے غارت کرے کمبخت

تھانہ دار۔ اگر شریف زادے ہو تو اپنی بات کی پچ کرو گے

ثریا بیگم۔ اللہ جانتا ہی جو ہمین یہ حال کچھ بھی معلوم ہو۔

انسپکٹر۔ او شقی تو اس قابل ہی کہ تجھکو کھود کے دفن کر دے
ای لعنت خدا تیرے اوپر شیطان کی ٹھینگا۔ بد بخت۔

تھانہ دار۔ مغلی ما مضیٰ۔ لب شد انچہ شدنی بود بابا۔

انسپکٹر۔ اب ایرانی بن گئے۔ ہائے ستم ہمایون فر کا قاتل تو ہی ہی

اُف اُف تو تو سنگسار کرنے کے لائق ہی۔ زندہ چنوا دے تجھے او شقی ہو اظلم۔ ستمگر۔ لایق دار۔

ثریا بیگم۔ ہمایون فر کون تھے جسکو اپنے قتل کیا۔ کوئی رئیس تھے

انسپکٹر۔ شہزادے تھے بڑے خوبصورت جوان ہٹا کہ مین کیا کہون

تجھے قتل کیونکر کیا گیا۔ او شقی القلب سواد الوجہ فی الدنیا۔

تھانہ دار۔ اچھا اب ہماری سزا کیا تجویز ہوئی صاف بتا دو

انسپکٹر۔ سر پر سو درے اور گدھے کی سواری شقی نابکار

ثریا بیگم۔ یہ قتل کیون کیا۔ سہو اکیا۔ عداوت کیون ہو گئی تھی

انسپکٹر۔ خبط جنون خراب مالیخولیا یہ ایسے ہی لوگون مین ہیں

بے سبب نیست اگر دوستی اظہار کنند | بخصومت چو در آیند بچو بیند لبیب

ثریا بیگم۔ اب خدا انکی نسبت کیا فتوی لگاتے ہو۔ خونی تو ہین

انسپکٹر۔ بس اب مین یہان سے بھاگ جاؤنگا اور تمام عمر اسکی صورت دیکھنے کا روادار نہ ہونگا۔ قاتل سفاک ہی خدا اس سے سمجھے

تھانہ دار۔ سنو بھائی جان۔ یہ فقط حکایت تھا ہم بری ہین۔

تو پاک باش برادر مدار از کس باک | زنند جامۂ ناپاک گازران بر سنگ

ہم فقط آزماتے تھے کہ دیکھین تم قول کے کہان تک سچے ہو تو تم کو واقعی صادق الاقرار پایا۔

مردان خدا خدا نباشند | لیکن ز خدا جدا نباشند

تم مرد خدا اور راستباز آدمی ہو۔ شاباش۔ اب ہم صاف کہتے ہین کہ ہم قاتل نہین ہین لیکن مجرم ہین۔ اب فرمائیے۔

انسپکٹر۔ جب اتنے بڑے جرم کی سزا نہ دی تو اب کیا عورت ہو کہین سے مار لاتے ہو۔

تھانہ دار۔ معاف کرو تو بتاؤن واللہ بتا دون سنیے ہم وہ تھانہ دار ہین جسکی تلاش مین تم نکلے ہو اور یہ وہ بیگم ہین جنھے اب چاہیے باندہ لے جاؤ۔ چاہیے دوستی ادا کرو۔ ع

یک کار ازین دو کار مے باید کرد

انسپکٹر۔ علی اللہ بڑا چکما ہوا۔ اوہ۔ اچھا جھانسا دیا یار تھانہ دار۔ لے اب شعر خوانی ہو رہے سنیے۔

مسجد نہ میکدہ نہ صنم خانہ دیکھنا — اے دل کسی کی نرگس مستانہ دیکھنا
دیکھا تھا اک نظر تو قیامت گذر گئی — اب دیکھیں کیا دکھائے تمہارا نہ دیکھنا
کوے پیر مغان مین جو دیکھا ہو شاد شاد — برباد ہوگا یہ دل دیوانہ دیکھنا
یون دیکھ بار بار نہ اس چشم مست کو — ساقی گرے نہ ہاتھ سے پیمانہ دیکھنا
آنکھون مین میری لایق دیدار حسن یار — کیا جانے آئینہ رخ جانانہ دیکھنا
جھکی ہزار بار مرے سر پہ تیغ ظلم — جھپکی نہ آنکھ ہمت مردانہ دیکھنا

انسپکٹر۔ قسم لو جو ایک شعر بھی سنا ہو۔ مجھے تو حیرت ہو کہ یہ کیسے میرے پاس آیا کیونکر گیا اللہ ری جرأت کچھ ٹھکانا ہو۔

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

تھانہ دار۔ کیا کہی ہو ع۔ چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد
انسپکٹر۔ مین پنجاب سے خاص اسی کام کے لیے بلوایا گیا تھا کہ تھانہ دار اور ہیڑن کا پتا لگاؤن۔ یہان دو دن سے تھانہ دار زانو بزانو بیٹھا ہو اور ہیڑن سے نوک جھونک رہتی ہے اور پھر ٹامین ٹامین فش۔

ثریا بیگم۔ حضور ذرا منہ سنبھال کے بات کیجیے۔ ہیڑن کوئی اور ہوگی ہیڑن کی صورت نہین دیکھی۔ اور سنیے چہ خوش۔

تھانہ دار۔ یہ بیگم ہین۔ خدا کی قسم۔ ثریا بیگم نام ہو۔

انسپکٹر۔ وہ تو بات چیت لب ولہجے سے ظاہر ہو۔ درین چہ شک

انسپکٹر نے ثریا بیگم کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ہمین تو خوف نہین اگر خوف ہو تو تھانہ دار کو یا تم کو اب اگر اپنی اور ان کی رہائی چاہتی ہو تو ہماری بات مان لو۔ ان کو استعفا دو اور ہم سے وعدہ کرو بس اب مفر اسی مین ہو آخر اگر ہم اسوقت شمن بن جائین تو آپکی کیا کیفیت ہو۔ ہم کوئی ایسے ویسے تو ہین نہین کہ دب نکلین گے۔ ہم پنجابی آدمی سپاہی لڑنے بھڑنے والے جنگ آزما۔ ثریا بیگم نے قہقہہ لگایا۔ اے واہ کیا دور کی سوجھی ہو۔ ہزار بار کہہ دیا کہ تم ایسے ہندوؤن سے ہم بات کرنے کے عادی نہین اور یہ یارانہ کیا تھا کہ پہلے ہی فرمایش کی۔ آپ شوق سے انکو گرفتار کر لین جائیے حضرت!

تھانہ دار۔ اے لاحول۔ یہ اور ہمین گرفتار کر لین کیا تاب۔

ثریا بیگم۔ ایسا نہ ہو کہ تم اسی بھروسے رہو اور دھر لیے جاؤ۔

تھانہ دار۔ کتنی سادی ہو سچ ہو عورتین بڑی ناقص العقل ہوتی ہین اتنا نہین سمجھتین کہ قتل کا مال سنکر تو خاموش ہو رہے اس ادنیٰ سی بات پر ہمین گرفتار کرینگے۔

انسپکٹر نے کہا بڑا چکما ہوا آپکا بایان قدم لے۔ ع

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

شیر سنگھ کو جھانسا دیا

انسپکٹر شیر سنگھ نے کئی بار ازراہ مذاق کہا کہ اگر تم دونون کو اپنی جان عزیز ہو تو اس بات پر راضی ہو جاؤ کہ اس پری کے ساتھ ہمارا نکاح ہو ورنہ بالخیر و شما بسلامت اسی دم تم دونون مجرم گرفتار ہو جاؤ گے۔ ثریا بیگم تنک تنک کر انسپکٹر کو دبے زبان برا بھلا کہتی تھین مگر تھانہ دار مسکرا مسکرا کر خاموش ہو رہتے تھے

تھانہ دار۔ ان کو راضی کیجیے ہم سے کیا واسطہ ہو۔ ہم کو تو اپنی جان عزیز ہو۔

ثریا بیگم۔ اے واہ ہو اچھے ملے اور سنیے یہ تھانہ داری کرتے تھے

انسپکٹر۔ آدمی فہمیدہ ہو۔ تم بالکل دشمن عقل ہو ہائے افسوس

ثریا بیگم۔ چلیے ہم بیوقوف ہی سہی۔ یہ بیشک فہمیدہ آدمی ہین

اس مذاق اور چہل کے بعد ثریا بیگم نے کہا کہ یہ دل لگی بازی

تو ہوا کرےگی اب مطلب کی بات کہو۔ ہم دونون بھاگین تو بھاگ کے جائین کہان اور نہ بھاگین تو کہان رہین یہان رہنا تو مصلحت کے خلاف ہی کیونکہ جب سے ہم یہان آکے ہین تب سے دو تھانہ دار آچکے سو ایک دفعہ دو برق انداز آکے پھر تم آئے اور اب کوئی تیسرا تھانہ دار آئیگا۔ کیا جانے کیا ہوتا ہی عورت کو تین دن گور کے بھی بھاری ہین۔ مین نے خدا جانے کیا کیا ہی ملبٹرن بننا باقی تھا سو بٹرن بھی بن چکی۔ انسپکٹر نے کہا۔ اب ایک کام کرو۔ ہمکو واپس جانے دو ہم وہان جاکے آئین بائین شائین اُڑا دینگے ہمارا کہنا سننا بہت چلیگا اسکے بعد ہم ایک مہینے کی رخصت لیکر آئینگے اور تم کو پنجاب لے جائینگے۔

ثریا بیگم۔ اے واہ چہ خوش چرا نباشد۔ اور سنیے۔

تھانہ دار۔ کیون آپ کیا کہتے ہین پنجاب چلینگے۔ ہم سب ان کے

ثریا بیگم۔ تم جاؤ تمھین اختیار ہی۔ ہم تو نہ جائینگے اور سنیے واہ

انسپکٹر۔ عورت کی عقل ناقص ہوتی ہی۔

رحم کر میرے گناہون پہ نہ جا
اے صنم اپنی طرف تو دھیان کر

ثریا بیگم۔ یہ شعر بین ہمنے بہت سنی ہین اسوقت یہ چہل اور دل لگی بازی اچھی نہین معلوم ہوتی۔ تسے کہے کون سمجھے وہ ناقص العقل نہے

دیکھیے انجام کو آشفتہ مژگان کیونکر
جلے اہل حسد کو یہ نیستان کیونکر
اے جنون توڑیے قفل در زندان کیونکر
دیکھیے چل کے تماشائے بیابان کیونکر
رحم عاشق پہ کرے وہ بت ناداں کیونکر
جان دینے کو جو کہیے تو کہے ہان کیونکر
قد قیامت کا ملا چال بلا کی پائی ہے
آفتین ڈھائے نہ وہ فتنۂ دوران کیونکر

رہنے دو گھات مین میری جو فلک رہتا ہی
دیکھنا نوک کے مارا سر میدان کیونکر
ہم نے تو ملکے حسینون سے بڑے رنج سہے
خوش رہا کرتے تھے پریون مین سلیمان کیونکر

انسپکٹر نے تھانہ دار سے کہا اب واقعی دل لگی کا موقع نہین ہی اگر ہماری رائے صائب کو کچھ تو ہمین اجازت دو ہم جاکے کہدین کہ وہ دونون خاندیس کی طرف بھاگ گئے۔ وہان تحقیقات کی جائیگی لیکن پتا نہ لگے گا۔ اتنے مین ہم رخصت لینگے پھر ہم تم ملکے جہان چاہینگے چلین گے۔

تھانہ دار۔ سنیے حضرت آپکا یہان سے واپس جانا اور پھر آٹھ دن کے بعد یہان آنا اور پھر رخصت لینا یہ کچھ ٹھیک بات نہین ہی۔

انسپکٹر۔ اچھا پھر آپ صلاح دیجیے۔ ع۔

صلاح ما ہمہ انست کان صلاح شماست

تھانہ دار۔ ہمارے نزدیک آپ یہان ٹھہر کر تحقیقات کیجیے اور دو دن تک ٹھگے رہیے اسکے بعد واپس جائیے۔ اور کہیے کہ مین نے خوب تحقیقات کی اگر دو روز قبل پہونچ گیا ہوتا تو گرفتار کرلیتا۔ معلوم ہوتا ہی کہ تھانہ دار مع اُس بٹرن کے نیپال کی ترائی کی طرف اُتر گیا۔

انسپکٹر۔ واللہ خوب سوجھی۔ بھئی خوب ہی سوجھی۔ تو اب ہم جاکے حسب ضابطہ تحقیقات شروع کردین۔ ور دی ڈانٹ کے

تھانہ دار۔ جی ہان برابر۔ آپ کہیے گا کہ چند روز خفیہ تحقیقات کی پھر حسب ضابطہ تحقیقات شروع کردی۔

انسپکٹر۔ بہتر ہی۔ تو آپ یہان رہین بندہ جاتا ہی۔

ثریا بیگم۔ اب ایسا نہو کہ پھر کوئی دل لگی کی بات سوجھے پھر جاکے

ادھر اُدھر بیٹھ رہو پہلے یہ معاملہ طے کر دو پھر رخصت لے کے آؤ تو ہنسی دل لگی ہی مین بسر ہو۔

انسپکٹر۔ ہان ہان جی۔ یہ تو ہے ہی۔ اسمین کیا شک ہے۔

یہ کہکر انسپکٹر رخصت ہوا۔ زمیندار کے مکان پر جاکر انسپکٹری وردی پہنی کرچ لگائی۔ کانسٹبل نے خاکی وردی ڈانٹی۔ انسپکٹر صاحب گھوڑے پر سوار ہوئے کانسٹبل بھی ساتھ ہو لیا جس طرف نکل گئے رعایا کانپنے لگی۔

بستی مین داخل ہو کر انسپکٹر صاحب نے حکم دیا کہ یہان کے جتنے زمیندار ہین سب کو طلب کرو اور منادی کرا دو کہ ان تین باتون کا رعایا کو لحاظ رہے۔

۱۔ جو شخص جس مقام پہ بیٹھا ہو وہ اسی مقام پر شام تک بیٹھا رہے
۲۔ کوئی آدمی کسی کے کان مین بات نہ کرے ورنہ سخت سزا پائیگا
۳۔ سب دروازے بند کر دیے جائین شام تک نہ کھلین۔
۴۔ جو کوئی اجنبی کہین نکلا ہو فوراً حاضر ہو ورنہ چالان کیا جائیگا
۵۔ بازار مین کوئی آدمی نظر نہ آئے۔ بلکے سب دکانون پر بیٹھے رہین۔

پہاڑ والے سب متحیر ہوئے کہ یہ نادری حکم کیسا۔ کوئی گھر کے باہر نہ جائے کوئی کسی سے بات نہ کرے۔ سب گھر مین قید رہین دروازے بند کر دین اجنبی آدمی فوراً حاضر ہون۔ تھوڑی ہی دیر مین سب دکانین بند ہو گئین۔ بازار بھر مین سناٹا سب شہر شہر خموشان دروازے بند۔ بوڑھا نہ فرزند۔

دیکھیے جس در کو الگ بند ہے   کوئی نہ بوڑھا ہے نہ فرزند ہے

انسپکٹر صاحب تشریف لائے تو سناٹا دیکھکر سخت متحیر ہوئے

انسپکٹر۔ این یہ کیا ماجرا ہے۔ بازار کہان ہے۔

زمیندار۔ حضور یہان کا یہی بازار ہے۔ یہ تو پہاڑ ہے۔ بازار کہان آٹھوین دن یہان شہد اور سلاجیت اور جڑی بوٹی بکتی ہے۔ دو چار دکانین تھین وہ اس وقت بند ہو گئین۔

انسپکٹر۔ لاحول و لا قوۃ۔

کانسٹبل۔ حضور کا تو حکم یہی تھا کہ سب مکان بند رہین اور بازار مین کوئی نہ ہو۔

انسپکٹر۔ ول ایک تو حکم سب نے مانا دوسرا حکم کسی نے نہ مانا کوئی اجنبی آدمی حاضر نہ ہوا۔ فوراً سب مکانون کی تلاشی ہو

زمیندار۔ حضور یہان کوئی نہین آیا ہے جہان تلاشی لیجیے

انسپکٹر۔ تمھارا نام ہم جانتے ہین کہ تم مخفی سازش رکھتے ہو

ادھر یہ باتین ہوتی تھین ادھر وہ سوار صاحب لشتے کی ترنگ مین شبنم کا حال یون بتا رہے تھے۔

زمین کے ابخرے رفتہ رفتہ اس مقام تک صعود کرتے ہین جہان ہوا بدرجہ غایت سرد ہے۔ پس سطح زمین بھی ابخرے کے متصاعد ہونے سے سرد ہو جاتی ہے مگر آفتاب کے طلوع ہوتے ہی پھر بدستور گرم ہو جاتی ہے ظاہر ہے کہ دن کی نسبت شب کو سردی ہونے کا سبب یہی ہے کہ آفتاب زمین کے محاذات مین نہین ہوتا۔ جب گرم ہوا پہاڑون کی سرد چوٹیون سے ٹکراتی ہے تو وہ بھی سرد ہو جاتی ہے اور رقیق ہونے کے باعث سے بخارات کا بوجھ نہین اٹھا سکتی۔ پس بخارات مائی سے کسی قدر ابخرہ لامحالہ بحر و بر پر نازل ہوتے ہین۔ جن کو شبنم کہتے ہین۔

دی اینڈ وکیٹ فار انڈیا نے دل شبنم کی کیفیت یون بیان کرتا ہے کہ زمین کے میدان پر جو اجسام گرم شعاعین باہر نکالتے مین ان شعاعون کا یہ حال ہے کہ وہ گرم اجسام سے نکلکر اجسام سرد کی طرف جاتی ہین اس سے ثابت ہوا کہ کرۂ زمین کی گرم شعاعین صاف ہواؤن سے ہو کر طبقہ زمہریر تک صعود کرتی ہین کیونکہ سطح آفتی ہے

تمام اجسام اعتدال مین ایک دوسرے سے برابر ہونے کی کوشش کرتے ہین جیسے کہ میدان زمین تبدریج خوب سرد ہوجاتا ہی مگر جب آفتاب کسی مقام پر طلوع ہوتا ہی تو یہ سردی اس قطعہ مین واقع نہین ہوتی اس لیے کہ وہان کی سطح زمین گرمی کو جذب کرلیتی ہی اور جب آفتاب وہان سے ہٹ جاتا ہی تب اگر آسمان صاف ہوجاے تو پھر بھی اُسکے باعث سے کسیقدر گرمی رہتی ہی۔ خلاصہ یہ کہ رات کے وقت بعد غروب آفتاب اگر بادل نہون تو زمین زیادہ سرد ہوتی ہی اور اگر بادل ہون تو کم سرد ہوتی ہی۔ آسمان پر جن حصون مین ابر نہین ہوتا وہ بارد زیادہ ہوتے ہین جو بخارات ہوا مین موجود رہتے ہین اُنکی مقدار ضرورت اعتدال پر موقوف ہی یعنی جہان گرم ملکون مین اعتدال کے واسطے زیادہ بخارات کی ضرورت ہوتی ہو وہان ہوا مین بخارات مائی کم ہوتے ہین اور موسم اعتدال مین بھی ہوا محمولہ بخارات کا یہی حال ہوتا ہی۔ جب ایک گرم ہوا پہاڑ کی سرد چوٹی کے قریب ہوتی ہی تو وہ ہوا بوجہ سرد ہونے کے تمام بخارات کو نہین اُٹھا سکتی اس لیے اُس آبی سرمایہ سے ایک حصہ بشکل بادل پہاڑ کی بلند چوٹی پر چھوڑ دیتی ہی اور وہ آبی سرمایہ جو بادل مین ہوتا ہی خشک زمین پر نزول کرکے اُسکو سیراب کرتا ہی اور اس سے بہت فائدے حاصل ہوتے ہین پس مطالب مندرجہ صدر سے ظاہر ہوتا ہی کہ جب سطح زمین پر سردی زیادہ ہوتی ہی تو ہوا بھی اُسکے اتصال سے سرد ہوجاتی ہی اور اسی قیاس پر جب گرم ہوا پہاڑ کے سرد پہلو سے ٹکر کھاتی ہی تو وہان بھی بباعث اتصال سطح سرد وہ ایک حصہ اپنے آبی سرمایہ کا چھوڑ دیتی ہی اور وہ شکل کہرے کے باریک باریک بوندون کی صورت بنکر زمین پر گرتا ہے درختون کے پتون پر جمع ہوکر اُن کے اطراف مین موتیون کی طرح لٹکتا اور ٹپکتا ہی اسی کو شبنم کہتے ہین۔

انسپکٹر صاحب نے کل زمیندارون سے سوال کیے۔ پانچ زمیندار اُن کے ہمراہ تھے۔ چار تھر تھر کانپتے تھے مگر پانچوین کے کان پر جون بھی نہین رینگتی تھی۔ یہ وہ حضرت تھے جنکے یہان انسپکٹر شیر سنگھ ٹکے تھے۔

انسپکٹر۔ زمیندار ہاشم علی کون ہی۔ اسکو سامنے بلاو۔

ہاشم۔ بندگی عرض۔ حکم سرکار کا۔

انسپکٹر۔ دل تمھارے گانون مین کوئی اجنبی آدمی ایک عورت کو ہمراہ لے کر ٹکا ہی یا نہین۔ اگر ٹکا ہی تو فوراً حاضر کرو۔

ہاشم۔ اب لے صاحب ہمکو کیا معلوم۔ مگر چوکیدارون کو بھیج کر دریافت کیے لیتا ہون جاؤ فوراً دریافت کرو کہ کوئی اجنبی تو نہین ٹکا ہی اور جو ٹکا ہو تو پکڑ لاؤ۔

انسپکٹر صاحب نے دوسرے زمیندار کو بلوا کر ڈانٹا اُسنے بھی یہی عذر پیش کیا اس طرح کل زمیندارون نے اپنے اپنے گانون مین چوکیدار دوڑا دیے انسپکٹر صاحب دن بھر دوڑ دھوپ کے بعد تھانہ دار کے یہان آے تو اپنی چارپائی پر گر پڑے۔ اُف بھئی آج شل ہو گئے اس پہاڑ کی ایسی تیسی۔ واللہ مار ڈالا۔

تھانہ دار۔ سبحان اللہ پولیس کی نوکری اور مرزا پھوہا بنے جاتے ہو

انسپکٹر۔ بجا ہی۔ آپ تو گھر مین ماما چکنیان اُڑاتے ہین۔ اب اسوقت یہان آنتین قل ہو اللہ پڑھ رہی ہین کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ۔ اب حواس بجا نہین ——

دسترخوان بچھا تو شیر سنگھ نے قہقہہ لگا کر کہا کچھ واہی ہو مین مسلمان ہون میرا کھانا روپ سنگھ زمیندار کے ہان سے آیا ادھر ثریا بیگم اور تھانہ دار نے اناناس پلاؤ اور پراٹھے اور مرغ کباب اور ماہی کباب اور دوپیازہ اور قورمے پر ہاتھ لگائے ادھر

نے پوری اور کچوری اور ترکاری اور اچار اُڑایا۔ پہاڑ دل کے جشون کا ٹھنڈا ٹھنڈا پانی پیا اور آرام کرنے لگے تھانہ دار نے کہا یہ خط (ایک خط دیکر) مین نے لکھا ہی۔ ڈاک پر بھیجیے یہ تمھارے نام ہی عبارت سن لیجیے۔

انسپکٹر صاحب سلامت۔

تھانہ دار مولوی محمد ابراہیم عرض رسا ہی کہ ایک دخت بری جمال کے حسن عالم آشوب نے کہین کا نہ رکھا۔ حوالات سے لیکر بھاگ آیا۔ سنا ہی کہ آپ کے اُس کسار پر گھا س ہر نہین اجی حضرت ہم بھی سرکاری نوکر ہین ٹھہریے ٹھہریے بلا سے یعنی چہ بہتر یہی ہی کہ اس خیال سے در گذرو۔ ہم اسی شہر مین دندناتے ہین مین کپتان صاحب کی خدمت مین بھی ایک عرضی بھیجنے والا ہون کہ اگر وہ مجھے معاف کر دین اور مجھسے مواخذہ نہ کرین تو آج کے دسوین روز حاضر ہون چنانچہ اُن کے نام جو عرضی بھیجی اُس کا مسودہ یہ ہی۔

بخدمت حضور صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ بہادر
غریب پرور سلامت

عرض حال یہ ہی کہ فدوی ایک ساعت کے خطرے مین جو جنون کی ایک قسم ہی مبتلا ہوکر مرتکب ایک امر لغو کے ہوا یعنی ایک زن حسینہ کو جو حوالات مین تھی اتفاق سے لے بھگا اب مجوب ہوا ہون اور چاہتا ہون کہ حاضر حضور سرکار دولتمدار ذوالاقتدار ہون۔ اگر حضور غلام کو مانع روزگار کر دین تو مضایقہ نہین مگر غلام کو قید کی سزا نہ دین اور فدوی اس عورت کا نہ لگائیگا انسپکٹر نے کہا خوب سوجھی فوراً اپنے دوست زمیندار کے ذریعے سے چوکیدار کو بلوایا اور حکم دیا کہ یہ خط فلان ڈاکخانہ مین چھوڑ آؤ تھانہ دار کہا تمھارا اب آپکا یہان ٹکنا مناسب نہین ہی آپ مین جا کے قیام کرین بلکہ مصلحت وقت یہی ہی کہ فوراً واپس جائیے

اور کپتان صاحب کو یہ خط دکھائیے انسپکٹر صاحب سیدھے آدمی تو تھے ہی فوراً اُٹھ کھڑے ہوے۔ ثریا بیگم نو سکھائی پڑھائی تو تھی ہی فوراً ناز و ادا کے ساتھ اُٹھین اور مسکرا کر بولین کہ تھانہ دار صاحب آپ ذری الگ ہٹ جائے ہم ان سے کچھ کہین گے انسپکٹر کا دماغ عرش برین پر تھا کہ یہ عروس طاؤس زیب فریفتہ ہو گئی۔ واہ رے نادان دو دو باتین کرکے ان کو رخصت کیا ادھر تھانہ دار اور وہ دونون خوش ہوئے کہ پالا جیت لیا سوار سے تھانہ دار نے کہا کہ کوئی علمی بیان چھیڑیے اُس نے کہا۔ کوہ ہاے آتش فشان اور شرر سامان پہاڑون کا نام ہی جن مین سے متعدد منفذون کی راہ سے دھوان اور شعلے اور گرم راکھ اور پگھلے ہوے پتھر اور معدنیات اور مرکبات کیمیاوی اخراج پاتے ہین اُنکی شکل عام پہاڑون کی صورت ظاہری سے مختلف ہوتی ہی۔ یعنی یہ اکثر گاؤدم شکل کے ہوتے ہین اور نشیب فراز بہت کم ہوتا ہی۔

جبال انار کی نسبت صاحب اینڈو کشنل راوی ہین کہ اُنکا وجود قعر دریا اور سطح زمین دونون مین برابر ہوتا ہی۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہی کہ کسی بلند پہاڑ کی سطح بیرون مین حرارت اندرونی کے باعث متعدد منفذ پیدا ہوجاتے ہین اور وہ مادہ آتشین کا اخراج شروع ہوتا ہی اور رفتہ رفتہ وہ مادہ تو بڑے گرد ایک جگہ مجتمع اور منجمد ہوکر بجائے خود ایک چھوٹا سا پہاڑ ہوجاتا ہی علی ہذا القیاس قعر دریا مین بھی یہ صورت ظہور مین آسکتی ہی یعنی سمندر کی تھاہ مین بسبب حرارت اندرونی متعدد منفذ اور سوراخ پیدا ہوجاتے ہین اور اُن مین سے رقیق مادہ آتشین اخراج پاتا ہی اب اگر یہ مادہ خارج شدہ نہایت رقیق اور قلیل المقدار ہی تو امواج اسکو منتشر اور پریشان کر دیتے ہین

اور کسی مقام خاص پر مجتمع اور منجمد نہین ہونے دیتین برخلاف اس کے اگر مادہ خارج شدہ کثیف و ثقیل و کثیر المقدار ہے تو وہ امواج سے متاثر نہین ہوتا اور ایک جگہ نشین ہوتا ہے اور مجتمع اور منجمد ہو کر سخت ہو جاتا ہی اور رفتہ رفتہ سمندر کی سطح بیرونی سے بہ ہیئت جزیرہ پدید ہوتا ہی اور اس جزیرہ مین سے براہ منافذ موجودہ مادۂ آتشین خارج ہوتا ہی ۱۸۳۱ع مین بحر روم کے ایک جزیرہ مین حرارت اندرونی سے سطح زمین مین سوراخ دار منفذ ہو گئے اور مادہ آتشین نکلنا شروع ہوا لیکن چونکہ قلیل المقدار اور بنہایت رقیق تھا امواج بحر نے اسکو منتشر کر دیا اور اسکا کوئی وجود ظاہری باقی نہ رہا۔ لیکن بحر الکاہل مین ۱۸۳۹ع مین گرم دھوان نکلنا شروع ہوا اور رفتہ رفتہ مادۂ آتشین جو کہ قعر سمندر مین خارج ہو رہا تھا اور بوجہ کثافت اور ثقل اور کثرت مقدار امواج اس کو پراگندہ نہ کر سکتی تھین مجتمع اور منجمد ہوتا ہوا سطح آب پر بشکل جزیرہ نما نمودار ہوا اس نو برآمد جزیرے مین متعدد منفذ اور سوراخ تھے جن کی راہ سے شعلے نکلنے شروع ہوئے اُن شعلون کی روشنی اور چمک سو میل کے فاصلے تک پہونچی تھی چھ برس کے بعد جب چند سیاح اس جزیرے پر گئے تو وہان کی زمین کو اسقدر گرم پایا کہ قدم رکھنے کی مجال نہ تھی۔ وقتاً فوقتاً اسمین مادۂ آتشین کا اخراج ہوتا رہا اور جزیرے کی وسعت اور بلندی زیادہ ہوتی گئی یہانتک کہ اب وہ جزیرہ سطح آب سے کئی ہزار فٹ بلند اور دو تین میل مدور ہی اکثر جبال النار کے وسط مین ایک منفذ ہوتا ہی اسکو الوسط کہتے ہین اسکی راہ جو مادہ رقیق آتشین خارج ہوتا ہی وہ پہاڑ کے چارون طرف بہتا ہی اس سبب سے جبال النار کی شکل ظاہری گاؤدم اور ہموار ہوتی ہی اور جو نشیب و فراز عام پہاڑون مین پایا جاتا ہی وہ اُن مین نہین ہوتا۔ البتہ اس قسم کے پہاڑون کے پہلو مین چارون طرف بہت گہری دراڑین ہوتی ہین اور اُس کا باعث یہ ہی کہ جب مادہ آتشین خارج ہوتا ہی تو اُسکی گرمی سے برف پگھل کر یا آب بارش گرم ہو کر چارون طرف اس زور سے بہتا ہی کہ پہاڑ کی سطح مین جو اسوقت نہایت نرم و گرم ہوتی ہے دراڑین ڈال دیتا ہی گرم راکھ کے باعث جو قعر زمین سے خارج ہوتی ہی۔ ان پہاڑون کا رنگ بیشتر بھورا ہوتا ہی۔

بھاگ نکلے

شیر سنگھ کو ان دونون نے چیتے یار بنا کر روانہ کیا ادھر پیچھے سے زمیندار نے ایک سوار بھی بھیجی دونون عاشق و معشوق سوار ہو کر وہان سے چلے۔ سوار جو ساتھ تھا اسکو شب کے وقت تھانہ دار نے کہ انتہا کا چالاک اور خوش فکر آدمی تھا مقدار سے کہین زیادہ برانڈی پلا دی وہ غین پڑے تھے۔ جب دو کوس زمین نکل گئے تو تھانہ دار کو دور کی سوجھنے لگی۔ کیون نہ سوجھتی تھانہ دار۔ دنیا مین رہ کر اگر چالاکی نہ کرے اور کاٹ پھانس نہ جانے تو دم بھر گذارہ نہ ہو۔ دنیا مین آٹھون گانٹھ کمیت ہو تب کہین کام چلے۔ ورنہ اللہ اللہ خیر صلاح۔

ثریا بیگم۔ واہ جتنے نیک آدمی ہین سب کے لیے دنیا مین اعلیٰ درجہ ہی اور عقبےٰ مین اس سے اعلیٰ درجہ ہی یہ کیا بات آپ نے کہی۔ اس رباعی پر غور کیجیے۔

انسان کو خلق فائدا دیتا ہی
آئینہ عقل کو جلا دیتا ہے
دنیا مین جو عزت ہی تو عقبیٰ مین بہشت
یہ دونون جہان مین مرتبا دیتا ہے

تھانہ دار۔ اخلاق سے کچھ نہین ہوتا چالاکی بڑی چیز ہی۔

اے دیانت بر تو لعنت از تو رنجے یافتم
اے خیانت بر تو رحمت از تو گنجے یافتم

ثریا بیگم۔ خائن ہمیشہ ذلیل و خوار رہتا ہی۔ خائن کے قول و فعل

کا کسی کو اعتبار نہین ۔

تھانہ دار ۔ اچھا اگر ہم شیر سنگھ سے چالاکی نہ کرتے تو چھانسا کیونکر دیتے

ثریا بیگم ۔ اسی طرح چور بھی پوچھ سکتا ہی کہ اگر مین چوری نکرتا تو ہزارون روپے کہان سے پاتا ۔

تھانہ دار ۔ کیا خوب ۔ تو چوری آپ کے نزدیک کوئی عیب ہے

ثریا بیگم ۔ ہائین ۔ واہ ۔ تو تم چوری کو عیب ہی نہین سمجھتے ۔ عیب نہین گناہ ہی ۔ چغلخوری اور قماربازی اور شراب خواری سب سے بڑھکر گناہ تو چوری ہی ہی ۔

تھانہ دار ۔ لاحول ولا قوۃ ۔ جان من گناہ کچھ بھی نہین ۔

ہم کو معلوم ہی جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش کرنے کو غالب یہ خیال اچھا ہی

ثریا بیگم ۔ پھر اس شعر سے کیا ہوتا ہی بھلا یہ بھی نو ہی ۔ کہ

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

پھر اب کوئی کعبہ شریف نہ جائے کوئی حج نہ کرے ۔

تھانہ دار ۔ کیا خوب ستر چوہے کھا کے بلی حج کو چلی ۔ آپ اور حج کا نام لین ایسی ہی تو بڑی عفیفہ ہو نہ ۔

ثریا بیگم ۔ خیر اس سے کیا مطلب ۔ ہم بد ہی سہی (آبدیدہ ہوکر) وائے قسمت ۔

تھانہ دار ۔ مین تو لڑکپن سے تمکو جانتا ہون جب چودہ پندرہ برس کا سن تھا تب ہی تاک جھانک کرتی تھین ۔ مجھ سے اڑتی ہوائی سے بیسٹا چھپانا ۔ وہ شعر مجھے خوب یاد ہین جو لکھ لکھکر پتنگ پر گراتی تھین ۔

محبت کا تری بندہ ہر اک کو اے صنم پایا
برابر گردن شاہ و گدا دونون کو خم پایا

مر گئے تیرے غم مین ہم کچھ بھی ہوا نہ تمکو غم
ہی یہ وہ غم کہ اے صنم کعبہ سیاہ پوش ہی

اور اس وقت آپ پارسائی کی لینے لگین ۔ آپکی پارسائی تو بی صاحب بس اسی سے ظاہر ہی کہ آپ بیٹرن مشہور ہوئین اور ڈاکوؤن کے ساتھ رہین اور پنیس کے حوالات مین آئین ۔

ثریا بیگم کے کلیجے پر اس تھریرنے تیر کا کام کیا ۔ دل ہی دل مین سوچی کہ میری پارسائی کا حال کوئی شہسوار سے پوچھے کوئی سلارو اور اسکے آقا رونیو ایجنٹ سے پوچھے کوئی استانی جی سے دریافت کرے کوئی اس تھانہ دار کی رائے لے مگر افسوس ہی اُس نے اتنا بڑا طعنہ دیا ۔

تھانہ دار ۔ اب تو ذرا خاموش ہوئین تپے تپے کی کہی نہ ۔

ثریا بیگم ۔ بیشک بالکل تپے تپے کی کہی ۔

پو پھٹنے کے وقت رتھ روک لیا ۔ گاڑیبان سے پوچھا یہان سے سیر ڈیہہ کتنے فاصلہ پر ہی ۔ اُسنے کہا حضور یہ سیر ڈیہہ ہی ہی مجھے میرے مالک کا حکم تھا کہ اس طرح جاؤ کہ کوتے سیر ڈیہہ ہی مین بولین ۔

تھانہ دار ۔ بھلا یہان ہم کس مکان مین ٹکین گے ۔ یہ تمکو معلوم ہی

گاڑیبان ۔ حضور آدمی بھیج دیا گیا ہی ارے نندا نندا ہو ۔ (پھر غل مچا کر) نندا نندا ہو ۔

نندا کے بعد (ہو) کے لفظ کو خوب بڑھاتا تھا ۔ تیسری آواز مین نندا نے جواب دیا (ارے آیت ہی سے)

ثریا بیگم ۔ دئی ٹپکی پڑے اُن گوارون پر ۔ کان کھا لیے نندا آنے کہا رتھ ادھر پھیر دے ۔ ایک ٹیلے کی طرف لے چلا ادھر سے مڑا بائین ہاتھ گیا وہان رتھ والے کو ہٹا دیا کہا اُترئیے تھانہ دار اور ثریا بیگم کو ایک مکان مین لے گیا ۔ پھر اُس مکان

کے تہ خانہ میں لے گیا تب تو تھانہ دار صاحب چکرائے۔

تھانہ دار۔ کیا کچھ منصوبہ کیا ہے بھئی۔

ثریا بیگم۔ ہم تو ایسیں نہ جانے کے۔ اُف نوج۔ اللہ رے اندھیرے

شنداد۔ اب جلدی چلیے۔ آپ چلیں تو سہی۔

تھانہ دار صاحب تلوار فوراً میان سے لی اور شمشیر برہنہ لیکر بسم اللہ کہہ کے چلے اور ثریا بیگم کو ساتھ لیا پیچھے پیچھے شندا آتا تھا۔

ثریا بیگم۔ (دو زینے اُتر کر) اوئی اللہ کسقدر کی تاریکی ہے

تھانہ دار۔ تم میرے ساتھ چلی آؤ۔

ثریا بیگم۔ واسطے خدا کے تم تلوار کو میان میں کر دو۔

تھانہ دار۔ واہ۔ اگر کوئی مقابلہ کو آئے تو ہضم ہی کر جائے اور لوں تو دلو کا باپ بھی آئے تو کیا پروا۔

> آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
> آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

ثریا بیگم۔ ای ہے۔ یہ کہاں آ گئے۔ یا اللہ بچائیو۔

تھانہ دار۔ ارے میاں شندار و شندان تو کچھ لیو جا کے

شندا۔ جی کیا جانے کس بکھت (وقت) کے بند پڑے ہیں

ثریا بیگم۔ (کانپ کر) ہے ہے خدا جانے کتنے برسوں سے یہاں چراغ نہیں روشن ہوا۔

تھانہ دار۔ یا خدا ارے میاں شندا یہ تو زینے ختم ہی ہوتے نظر نہیں آتے۔

شندا۔ جی کوئی ایک سو دس زینے ہیں۔

ثریا بیگم۔ ارے! اُف بس اب میں مر گئی۔

تھانہ دار۔ عجب بدتمیز آدمی ہے بے تو۔ نالائق۔

ثریا بیگم۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ دلی ہنوز دور است۔

تھانہ دار۔ گنوار آدمی سے خدا نہ کرے کسی بھلے مانس کو پالا پڑے بڑی خرابی ہوتی ہے۔

شندا۔ تو اب تو پہنچ آئے۔ اب کوئی بیس پچیس اور ہیں

بعد خرابی بسیار خدا خدا کر کے وہ کافر زینے طے ہوئے تہخانے میں پہونچے تو نمونہ بہشت پایا۔ اس طرح کی سردی کہ گلابی جاڑے کا لطف آیا۔ شندا نے کہا اس مقام پر دو پلنگ بچھے ہیں ذرا استا لیجے آرام کیجے ایک پر تھانہ دار دراز ہوئے دوسرے پر ثریا بیگم نے آرام کیا۔

تھانہ دار۔ اب بتاؤ یار سچ اب کی منزل کہاں کی ہے استاد۔

شندا۔ اب جس مکان میں رہنے کو ہے وہاں چلو گے۔

ثریا بیگم۔ وہ مکان (مسکرا کر) کہاں ہے وہ مکان بڑی دور ہے یا یہیں پر

تھانہ دار۔ (قہقہہ لگا کر) تم تو بیکار ہنساتی ہو۔

شندا۔ اب وہاں سب سامان لیس ہے۔ کھانا پکا ہوا رکھا ہے۔

ثریا بیگم۔ واہ پھر کیا پوچھنا ہے چپڑی اور دو دو۔

پلنگ پر لیٹ کر ثریا بیگم اوئیں۔ ابھی تک تو مجھ کو کچھ نظر نہیں آتا اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے اور کچھ سوجھتا ہی نہیں

تھانہ دار۔ اب ایک کام کرو۔ ذرا آنکھیں بند کر لو۔

ثریا بیگم۔ واہ (مسکرا کر) بلکہ آنکھیں پھوڑ ڈالوں۔

شندا۔ ہاں تو پھر سب سوجھنے لگے۔

ثریا بیگم۔ ٹھنڈک بھی ہے اور تھکے ہوئے بھی ہیں مگر نیند نہیں آتی

تھانہ دار۔ ہماری بھی یہی کیفیت ہے۔ دل اُچاٹ ہے نہ۔

ثریا بیگم۔ اچھا کوئی کہانی چھیڑو۔ ایسی کہ کل تک ختم ہو۔

تھانہ دار۔ اچھا سنو۔

چند احباب موافق متفق ہو کر اپنے گھر سے بقصد سیاحت نادرات و عجائبات روزگار چلے ہر روز نیا شہر ہر شب نیا مقام

کرنے چلے جاتے تھے کبھی جنگل کبھی دریا کی سیر کبھی شہر کی آبادی کبھی میدان کی ہوا اتفاقاً ایک جنگل زخار مین پہونچے وہ جنگل نہایت لق و دق صحرا کوسون تک سوا جنگل اور درندون کے آدمی اور آبادی کا پتا نہ تھا۔ یہ لوگ نہایت ہی گھبراہٹ اور خوف سے دو منزلہ سہ منزلہ کرتے تھے قدم قدم پر خوف جان دل مین دھڑکن لب پر آہ و فغان کبھی دست بدعا کہ یا خدا کہین شیر سے دوچار نہ ہو جاوین یا اللہ ہر آفت سے بچا غرض اسی فکر و اندیشہ مین رات دن کٹتے تھے ایک روز ایک مقام پر جا پہونچے وہان کچھ درخت سایہ دار تھے اور میدان بھی تھا تھوڑی دیر آرام کیا تھکے ماندے تو تھے ہی لیٹتے ہی سو گئے اٹھے تو بالکل شام دو گھڑی دن ہوگا کہ آنکھ کھلی بہت ہی گھبرائے کہ اب کیا کرین آخر سب کی یہی رائے ٹھہری کہ آج رات یہین بسر کرین۔

اب سنئے یہان یہ باتین ہو رہی تھین کہ سامنے سے ایک گرد نمودار ہوئی گرد کے دیکھتے ہی رہے سہے حواس جاتے رہے یا الٰہی یہ کیا معاملہ ہے دیکھیے اب کیا ہوتا ہے ایک نے کہا کہ کوئی قافلہ ہوگا اللہ نے ہماری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ دوسرے نے کہا خدا ایسا ہی کرے تیسرے نے کہا یار ایسی تقدیر نہین ہے ایسا نہ ہو ٹھگ ہون تو سب کپڑے اور اسباب کے گاہک ہو جائین ایک بولا اگر کوئی قافلہ ہے تو فہو المراد اور اگر چور ہین تو ہتھیار بند تو ہم ہی ہین برسر مقابلہ آئینگے جب تک جان مین جان ہے اسباب نہ دینگے جب ہم نہ ہونگے تو چاہے جو لے جائے۔ غرض سب صاحب اسی امر پر قائم ہوئے مسلح ہو کر آمادۂ پیکار ہوئے کہ سامنے سے پچاس سوار نمودار ہوئے آتے ہی انھون نے للکارا کہ ہتھیار رکھدو ورنہ مفت جانین جائینگی انھون نے بندوق سے جواب دیا غرض تھوڑی دیر دونون مین لڑائی رہی دس پانچ آدمی چور کے کام آئے

تب ایک سوار ان مین سے آگے آیا بندوق اسکے ہاتھ مین اور تیر کمان پر چڑھا ہوا اور ترکش کاندھے سے لگا بہ آواز بلند پکارا کہ تم لوگ کیون اپنی جان کے دشمن ہو رہے ہو۔ یہ خوب سمجھ لو کہ ہمارا یہ حربہ ہے اور تمہارا یہ پیشہ نہین آخرکار تمہاری شکست ہے بہت ہوگا دس پانچ آدمی ہمارے اور مارے جائینگے زیادہ پر جن کیا ہوگا ان لوگون کے دماغ مین جوش بہادری اور دلاوری بھرا تھا انھون نے ایک نہ سنی اس نے بہت کچھ سمجھایا۔ سچ ہے شامت کیا کہہ کے آتی ہے جب انھون نے نہ مانا تو اس نے بندوق سنبھالی اور دم کے دم مین دس بیس کو گرا دیا جو باقی رہے انکو باندھ لیا ان مین ایک جوان خوشرو قوس ابرو بھی تھا اسکو اس جوان رعنا نے اپنے گھوڑے پر بٹھا لیا اور اپنے مکان سکونت کا راستہ لیا وہان سے انکا مکان سکونت چالیس کوس پر تھا گھوڑون کی باگ اٹھائی اور بگٹٹ چلے چشم زدن مین اپنی قیام گاہ مین پہونچے شب کو آرام کیا اور ان قیدیون کو ایک مکان مین بند کر دیا دوسرے روز وہ جوان رعنا خرامان خرامان قیدیون کے پاس آیا سب قیدیون کی رہائی کا حکم دیا الا اس نوجوان کو اپنے ہمراہ لے گیا جب دسترخوان چنا گیا اپنے ہمراہ اسکو بھی کھانا کھلایا اور مذاق کی باتین کرنا شروع کین۔

یہ بلے سرد یا قصہ اسقدر کہہ چکے تھے کہ مذاکی آنکھ کھل گئی کہا بس اب ہا اٹھیے اور چلیے اتنی دیر مین تھکاوٹ مٹ گئی ہوگی تھانہ دار نے ثریا بیگم کو جگایا۔ وہ بھی خراٹے لے رہی تھین۔ مذا۔ چلیے جتنی سیڑھیان اترے اتنی ہی چڑھنی ہین۔ تھانہ دار۔ اسکے کیا معنی۔ اب پھر تہ خانے کے باہر چلینگے ثریا بیگم۔ بس اب ہم سے زینے نہ چڑھے جائینگے۔ مذا۔ اب دوسرے مکان مین چلنا ہے۔

چلے تو تہ خانے کے گوشے میں ایک کوٹھری ملی اسمین داخل ہوئے وہان ننھدا نے دروازے کا قفل کھولا اور کہا چلیے

ثریا بیگم۔ اُف۔ اب یہ دوسرا مرحلہ طے کرنا ہے۔

تھانہ دار۔ یار بتلاؤ تو لیے کہان چلتے ہو آخر بھی ہم ہرگز نہ جانے سکے۔

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالی است		شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

ننھدا نے کہا اچھا پہلے مین چلتا ہون۔ مین تو یہان اکیلا آیا جاتا ہون۔

ثریا بیگم بہزار خرابی ناک بھون چڑھا کر چلین۔

ننھدا۔ لیجیے لگن پہونچے۔ اب انعام دلوا دیجیے۔ لائیے بائین ہاتھ سے۔

ثریا بیگم۔ شکر ہے خدا کا کہ مصیبت دور ہوئی۔

تھانہ دار۔ روشنی ہے۔ اب صحن مین آئیے۔

یہ باتین ہوتی ہی تھین کہ زینہ ختم ہوے تو تھانہ دار اور ثریا بیگم دونون دنگ ہو گئے۔

دیکھا کہ ایک نہایت فراخ صحن ہے جس کے ایک سمت دو ہرے عالیشان دالان ہین اور چو طرفہ پہاڑ اور جنگل اور آبشار جب دالان کے قریب پہونچے تو ایک آدمی سلام کو ملنے گیا۔

ننھدا نے کہا یہی باورچی ہے۔ کہو کھانا تیار ہے۔

باورچی۔ کہان کچھ سٹر پٹر پکا ہے۔

ننھدا۔ سٹر پٹر کیا معنی۔ حضور کا حکم تھا کہ عمدہ کھانا پکوانا

باورچی۔ بھئی ہم تو وہ کھانا پکاتے تھے جو بادشاہون کے مقبول تھا سلطانی خاصہ ہے۔ ہین کہ باتین مگر چھ دن سے بخار آتا ہے۔ نکام نے ناک مین دم کر دیا۔ مدینہ سے خدا کی پناہ۔ جان عذاب مین ہے اس سبب سے کچا پکا پکا دیا مگر بہ ذائقہ نہ ہوگا۔

ثریا بیگم۔ جو کچھ ہو لاؤ۔ دال دلیا ہی سہی۔

تھانہ دار۔ لطائف کھاؤ منگوا دون پہاڑون کی ہری ہری دوب۔

ثریا بیگم۔ جی وہ حضور ہی کی غذا ہے۔ اور آپ ہی کو مبارک رہے۔

باورچی نے کھانا نکالا جنگلی مرغ مسلم کے۔ کباب ہرن کے کباب پہاڑ کی تین طرح کی ترکاری۔ قسم کے چانول اور دو طرح کا اچار یہ دونون حیران تھے تو تھے ہی اس غذا کو غنیمت سمجھکر نوش جان کیا اور کھانا کھانے کے بعد خاصہ کی بڑی تعریف کی۔

تھانہ دار۔ بھئی یہ ترکاری پلاؤ کے باپ کو مات کرتی ہے۔

باورچی۔ حضور یہ میرے پکانے کی تعریف نہین یہ ترکاری ہی ایسی لذیذ ہوتی ہے کہ گوشت کی کوئی اصل و حقیقت ہی نہین۔

اسکے بعد ثریا بیگم اور تھانہ دار نے چھت پر جا کر سیر کی تو عجب لطف حاصل ہوا۔ آب روان اور چشمہ سار دن کی روانی نے وہ سرور آنکھون کو عطا کیا کہ باید و شاید ایک مرد نے مفصل بیان کیا کہ جس طرح دریا موجین مارتا ہوا اور مختلف ملکون مین گھومتا ہوا آخر کار سمندر مین گرتا ہے اسی طرح انسان کا بھی حال ہے کہ جب وہ طفولیت اور شباب اور پیری کے دن پورے کر چکتا ہے تو اسکی زندگی کی کشتی گویا عدم کے بحر ناپیدا کنار اور بحر زخار مین غرق ہو جاتی ہے۔ کسی دریا کا طول چار سو میل ہے کسی کا صرف ایک ہی ہزار میل۔ قس علی ہذا انسان بھی بعض کثیر العمر اور بعض قلیل العمر ہوتے ہین کوئی ۱۲۰ برس کا ہوکر رہ گرائے عالم جاودانی ہوتا ہے کوئی عین عنفوان شباب مین آنکھین بند کر لیتا ہے اور کوئی پیدا ہوتے ہی عدم کی راہ لیتا ہے

سب ایک ہی سے نہیں ہوتے۔ کسی کی دھارا بڑی سرعت سے و تیزی سے بہتی ہے کسی میں مطلق تیزی نہیں ہوتی کوئی جنگلوں میں بہتا ہے کوئی اپنی سالانہ طغیانی سے قرب و جوار کے مزارع کو سرسبز و شاداب کرتا ہے۔ کسی کا پانی شیرین اور کسی کا متعفن اور مضر صحت ہے اسی طرح انسان بھی کوئی تیز طبیعت ہوتا ہے کوئی غبی اور سست کوئی ترش رو کوئی خجستہ خو کسی کے افعال شائستہ سے خلق اللہ کو انواع و اقسام کا فائدہ پہونچتا ہے۔ کوئی اپنی حرکات ناشائستہ سے بندگان خدا کو نقصان پہونچاتا ہے۔ دریا کے کنارے پر جو لوگ دوامی بود و باش کرتے ہیں وہ اس سے بدرجہ اتم مالوف و مانوس ہو جاتے ہیں اور اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں چنانچہ ہندوستان کے باشندے گنگا اور مہاندی اور بھاگیرتی کو بہا مقدس اور متبرک سمجھتے ہیں کہ آج تک شعرائے طلیق اللسان نے اُن کی توصیف میں سیکڑوں اشلوک سنسکرت اور اُردو اور ہندی میں تصنیف کیے مصر کے لوگ دریائے نیل سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسے کوئی اپنے اعزہ و اقربا سے محبت رکھتا ہے اس دریا کی توصیف میں جو اشعار شعرائے گرانمایہ نے موزوں کیے وہ آجتک مصر میں زبان زد خاص و عام ہیں اور کل ملک میں ضرب المثل اور وردِ زبان ہیں۔ انگلستان کے شعرائے فرزانہ مثلاً گرے وغیرہ نے ٹیمس کی بہت کچھ تعریف کی ہے گو یا یورپ کے ہر ایک بڑے نہر سے چھوٹا ہے مگر بیشمار دریاؤں کے سبب سے بہت تر و تازہ رہتا ہے۔

شہزادی قوس ابرو یاسمن بو اولا	
شہزادگان سکندر طلعت آئینہ زانو	

بیا ساقی آن مے کہ فرخ پے است | بمن دہ کہ آرائے مردان مے است

ئے گوشت حلوائے ہر خم کشے | ندیدہ بجز آفتاب آتشے
بیا ساقی آن جام آئینہ فام | بمن دہ کہ بر دست بہ جلے جام
بیا ساقی آن لعل پالودہ را | بیاور بشو این غم آلودہ را
بیا ساقی آن راوق روح بخش | بکام دلم بر نشان چون درفش
بدہ ساقی آن جام جمشید را | شب تیرہ رخشندہ خورشید را
خرابم کن از بادۂ جام خاص | مگر زین خرابات یابم خلاص

آج خامۂ زرفشان کا ختلی قرسم غزفا دم نوجوان کے مزاج کی طرح اٹکھیلیوں پر ہے۔ اور ایک ایک قدم پر بل کھا رہا ہے

خرامندہ ختلی فش دوم سیاہ | تگاور تر از باد در صبح گاہ
چو وہم از ہمہ سوئے مطلق خرام | چو اندیشہ در تیز رفتن تمام

ناظورۂ فتنہ تمثال معشوقۂ زلیخا جمال افشان و جبین عمانی منطقہ بروج دلربائی سکندر بخت آئینہ زانو یعنی پوئینٹڈ کی نوخیز شہزادی گل اندام یاسمن بو نے ایوان کیوان نشان کو رشک بہشت بریں و در دلکش خلد علیین بنایا۔ دو گھڑی دن رہے اس کہسار پر بہار کی کیفیت قابل دید تھی بلکہ دیدنی تھی نہ شنیدنی دو کوس سے اس محل معلی تک دو رویہ کوہ رفیع آراستہ و پیراستہ تھا۔ شہزادی نے کہ از بس نفیس طبع و نازک مزاج تھی حکم دیا کہ کیوڑے سے سڑک پر چھڑکاؤ ہو۔ اس پھول پر غالب عاشق ہے اور اُسکی بوئے خوش سے دل کی کلی کھل جاتی ہے۔ بیل بوٹے اس جوبن پر تھے کہ باید و شاید۔

نونہالان چمن کو مشاطۂ قدرت نے ایسا سنوارا تھا کہ ایک ایک رگ گل سے جوبن پھٹا پڑتا تھا جس طرف پیک نظر جاتا تھا جنات تجری من تحتہا الانہار کا مضمون آشکار تھا ہر روش سے باغ ارم کا لطف نمودار تھا سامنے ایک میدان

دلربا و دلکشا مین ایک خیمہ آسمان پایہ نصب ہوا خیمہ کیا زیر آسمان ایک اور آسمان ہویدا ہوا فلک فتنہ پرور کا بھی قریب پیدا ہوا اس خیمہ زرین کے گرد اگرد انہار آبدار کی روانی وہ لطف و تماشا دکھاتی تھی کہ سلسبیل و تسنیم کی روح تازہ ہو ہو جاتی تھی انہار کے بعد سبزان چمن کی قطار تھی نوجوانان چمن اکڑتے تھے گلون پر بہار تھی اس کے بعد چھوٹے چھوٹے پودھون کی ہری ہری شاخون پر انواع و اقسام کے طیور ذی شعور کے پنجرے صفائی سے رکھے تھے اور کچھ مرغان خوش الحان و رنگین ادا آزادی و مطلق العنانی سے چمنستان بہجت افزا مین نیرنگی قدرت حق کا تماشہ دکھاتے تھے کہین طاؤس رنگین تمثال عشاق نزار کے سینہ ریش کی طرح داغ داغ شب طرب کا چراغ کہین کہین نوری قرمزی جس کی توصیف مین زبان ناطقہ لال کہین طوطی شیرین مقال۔ حلہ پوشان بہشت کی طرح سبز پوش نکتہ پرداز ستم کوش کہین فاختہ دستک زنان کہین قمری کوکو کشان وہ تنک سبز کاشانی مخمل بیش بہا کا فرش مکلف بچھا ہوا تھا اور صدر مین ایک تخت خسروی پر تین کرسیان رکھی تھین تینون مین جو اہرات ٹکے ہوئے دیکھنے سے نظر چپکتی تھی۔ آفتاب نصف النہار کی سمت چاہے انسان ایک نظر دیکھ بھی لے مگر اس لمعہ نور کو بے خیرگی نگاہ دیکھنا محال تھا۔ اللہ ری ضو اور آفت ری چمک۔

ان تینون کرسیون پر پولینڈ کی بلقیس مرتبت شہزادی اور وہ دونون شہزادگان ثریا جاہ و خاقان کلاہ بصد شان و دبدبہ شاہی متمکن تھے ادھر ادھر شہزادگان فریدون کر بیچ مین عروس نازنین رشک قمر۔

چہ فرخ کسے کو بہنگام مے
هم آتش نهد پیش هم مرغ مے
بے نار پستان بدست آورد
که دو نار پستان شکست آورد
از ان نار دن تا بوقت بہار
گہے نار خواہد گہے آب نار
بگیرد سر زلف آن دلستان
ز خانہ خرامد سوے گلستان
گل آگین کند چشمۂ قند را
بشادی گذارد مے چند را

لطف زندگی ہے تو یہ ہے۔ اب سنیے کہ موسم ناؤ و نوش فصل بہار اغل بغل دو شہزادگان جم اقتدار دگر دون مدار بیچ مین بانے گلعذار نسرین بناگوش شوخ و جفا کار ساتھے گلعذار سراپا بہار چشمہ چشمہ سار لطافت بار اور شکر ریزی مرغان چمن زار در امشگری طاؤسان مینا بال و روانی آب جوبار اور عاشق و معشوق بادہ مستی کے نشے مین سرشار شہزادی فرط مستی سے جھومتی ہوئی نشیلی رسیلی انکھڑیان لڑاتی تھی کبھی زیر لب مسکراکر ان دونون کے دلون پر بجلیان گراتی تھی۔

قہر ہے آفت ہے یہ آنکھین لڑانے کی ادا
خوب آتی ہے تمھین فتنے جگانے کی ادا

اس عروس سراپا ناز نے اپنے دست سیمین سے ایک خادمہ با ادب کی طرف اشارہ کیا اور دم کے دم مخضوب مرصع پر مے ناب کی گلابیان چن گئین شراب ناب کے آتے ہی وہ رنگ جما کہ سبحان اللہ۔

بادہ نوشان کہ بہم انجمنے ساختہ اند
شیشہ را یوسف گل پیرہنے ساختہ اند
مے فروشان بدر میکدہ مہر و مذاق
بہرم خورشید شکستہ دلے ساختہ اند

بادہ نوشی کا صلائے عام ہے۔ اب محفل خوب آراستہ ہو گئی ہر سمت بادہ سرخوش اور صراحی و جام ہے جدھر دیکھو اچھوتی

دو آتشہ شراب ہے جس رخ پر نظر ڈالو مے ناب ہے۔ دور چلے اور رنگ جمے۔

توبہ تقویٰ کرد بادہ جام ست اینجا
سخنی بے مے و معشوق حرام ست اینجا

انواع و اقسام کی شراب جو ہمہ شمانے خواب مین بھی نہ دیکھی ہو۔ خاص شہنشاہون کے پینے کی محفل مین بوتلین آتے ہی محفل مست ہو جائے۔

اینچہ بزم ست کہ لب بر لب جام ست اینجا
بادہ خورشید و قدح ماہ تمام است اینجا

اب سنیے کہ ایک عاشق مظلوم خستہ جان کی حاضری کا حکم ہوا اور ان کے ساتھ ان کے بٹھو بھی بلوائے گئے۔ عاشق حزین نے جو طلبی کا مژدہ پایا تو جامے مین پھولے نہ سمایا سر کے بل کوے جانان کی طرف چلا خندان و فرحان ست تو لحوا

کوے پری رخان مین تو جاتا ہے شاد شاد
برباد ہوگا یہ دل دیوانہ دیکھنا

اثناے راہ مین ان دونون نے باہم یون گفتگو کی۔

آزاد۔ آخر صبر تلخ کے نخل نے بر شیرین کھلایا۔ شکر خدا

خوجی۔ ہمکو تو اس صبر نے بھی جوتیان کھلائین۔ واہ ری قسمت

آزاد۔ معلوم ہوتا ہے ان امردون سے جی ہٹ گیا۔ آزاد بھی آزاد ہے وہ حلوائے بے دود۔ کل کے لونڈے مگر شکر خدا کہ پالا ہمارے ہاتھ رہا ع۔ ہزار شکر خدا صد ہزار شکر خدا۔ پالا ہمارے ہاتھ رہا

خوجی۔ جب وہان چلوگے تو تب معلوم ہوگا خدمتگاری کرنا پڑے گی

خوجی۔ اور آزاد پاشا مین نوک جھونک ہوتی آتی تھی۔

آزاد۔ یار اگر آج شراب کی تواضع کی نہ تو انکار کرنے والے کی بھی ایسی تیسی۔

من و انکار زمے اینچہ حکایت باشد
غالباً این قدرم عقل کفایت باشد

خوجی۔ منہ دھو رکھیے حضرت۔ شراب کی تواضع شیخ جلی ہو گئے اپنے وقت کے۔ ارے میان اپنے قدح کی خیر مناؤ بھیا

آزاد۔ تم تو ہو لد ھے۔ اب بٹھو گے میرے ہاتھ سے بیکار بیکار آؤ بتے ہو کچھ دیکھتے ہی اگر شراب نہ دے تو ٹانگ کی راہ نکل جاؤن۔ کیا دل لگی ہے بد ہو نہ کچھ شراب پلا کے مست کر دیگی

خوجی۔ اچھا نہ بھائی تھوڑی سی ہمارے واسطے بھی چھوڑ دینا

آزاد۔ تم تو ہو مسخرے۔ تمھاری بات کا ہم برا نہین مانتے۔

خوجی۔ میان صاحبزادے عقل کے ناخن لو ورنہ چھینکے مین ڈال کے دریا مین غرق کرا دونگا۔ لاکھ پڑھ جاؤ اور لاکھ پڑھ گنا تجربہ کہان سے لاؤگے ع ساکڑ رہ تم سنبھالو ابھی دنیا دیکھو۔ بیٹا جان عقل بڑی کہ بھینس۔ جواب دیا کہ ابا گو سب سے بڑی جو بھینس کی بھی پرورش کرتی ہے۔ دوسرے آپ ہی کے سے ہونہار ہوے۔ نہین نہین ابا سب سے بڑا بیڑا یا جینین بھینس اور عقل دونون رہین۔ باپ نے سر پیٹ لیا کہ دونون سہل ہی رہے

آزاد۔ جو تمھاری بات کا جواب دے وہ سٹری۔ پاگل کے منہ کون لگے۔ واہی تباہی جو منہ مین آیا بکتا چلا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے ہم بھی ضعیف الاعتقادون کے فال نیک کے لیے جشن نوشابہ کی داستان پڑھتے ہین۔ فال نیک کی فال نیک اور راستہ کا راستہ کیلئے گا ع۔ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

بجشن فریدون و نوروز جم — کہ شادی ستر داز جہان نام غم
جہاندار بنشست بر تخت خویش — نشستند شاہان بلند گسنہ پیش
نوازندگان مے ہر دو جام — برآراستہ دست مجلس تمام
مے نوش و نوشابہ چون شکر — عروسان بگردش کمر تا کمر

برآن محمل اسکندر فیلقوس | نہ کرد التفاتے بچندین عروس
یکے آنکہ خود بود پرہیزگار | دگر در عزم کرد نتوان شکار
ہوا سرد و خرگاہ خورشید گرم | زمین خشک و بالین جمشید نرم
کباب تر از ران آہوے نر | نمک ریختہ آب را در جگر

یہ اشعار پڑھکر اور اشعار پڑھتے ہی کو تھے کہ یکایک خیمہ فلک شکوہ نظر آیا۔ پہلے سخت متحیر ہوے پھر خوش ہو کر یوں بولے

آزاد۔ کوئی انعقاد دیکھیے کہ یہ خیمہ کس واسطے نصب ہوا ہے۔

خوجی۔ کوئی بیوقوف سمجھے کہ ان دونوں حسین شہزادوں میں سے ایک کے ساتھ اس میں اس عروس پریچہرہ کا نکاح ہوگا۔

آزاد۔ اسوقت جشن نوشابہ کے اشعار نے سرخرو کیا انشاءاللہ

جہان بلبلاں را دریدہ دہل | ز نامحرمان روے پوشیدہ گل
شدہ بلبلہ بلبس انجمن | ہو کبک دری قہقہہ در دہن
ز باریدن ابر کافور بار | سمن رستہ از دستہاے چنار

خوجی۔ گھڑی دو میں مرلیا باجے گی۔ یہاں گھڑی دو میں مرلیا باجے گی (چٹکی بجاکر) باجے گی۔ اوہو۔

آزاد۔ (دانت پیس کر) جی چاہتا ہے قتل کر ڈالوں بھلا بے ٹھیر تو جا ذرا شادی ہو لینے دے پھر سمجھوں گا۔

خوجی۔ آپ کا کچھ اجارہ ہے۔ ہم اپنے گاتے ہیں آپ سے کیا مطلب ہے۔ پولینڈ کی شہزادی بھنبی جاے لونڈوں سے۔ گھڑی دو میں مرلیا باجے گی۔ گھڑی دو میں مرلیا باجے گی۔ ایک لونڈا بنت سند دوجا مانو کنھیا جی۔ گھڑی دو میں مرلیا باجے گی۔ اوسیاں گھڑی دو میں مرلیا باجے گی۔

آزاد کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مگر سپاہی ساتھ تھے قہر درویش برجان درویش خاموش ہو رہے۔ خوجی کو شک کی جگہ یقین تھا کہ پولینڈ کی شہزادی کا کسی شہزادے کے ساتھ آج نکاح ہے۔

آزاد۔ (سپاہیوں سے) کیوں بھئی یہ خیمہ تو بڑے ٹھٹے سے آج یہاں نصب ہوا ہے۔ کیا ماجرا ہے۔ کیا کسی امیرزادے کی دعوت ہے۔ یا سامان شادی ہے۔

سپاہی۔ ہمیں حضور آپ سے باتیں کرنیکا حکم نہیں ہے ہمیں معاف کیجیے۔ مگر حضور ہمارا قصور اس میں نہیں۔

خوجی۔ (مسکرا کر) گھڑی دو میں مرلیا باجے گی۔ وہ تو پسے تھے سو پس جاتے پس گئے گھن کی طرح ہمی۔ گھڑی دو میں مرلیا باجے گی۔ از من بدیع چہ واسطہ صاحب میں۔

خوش کرتی ہے دل دختر رز آ کے ہمیشہ
رہتی ہے دلھن پاس یہ دولھا کے ہمیشہ
لب نے جو جلایا تو تری آنکھ نے مارا
قاتل بھی رہا ساتھ مسیحا کے ہمیشہ

او گھڑی دو میں مرلیا باجے گی ع۔ ارے سفاک بے پروا ارے ظالم یہ کیا سوجھی۔ بہت بری سوجھی خدا ہی خیر کرے۔

آزاد پاشا اور خوجی خیمہ کے اندر داخل ہوے تو دونوں کا رنگ فق اور کلیجہ شق ہو گیا۔ آزاد نے جو اس پریزاد بہشتی نژاد کو ان شہزادوں کی بغل میں اس جاہ و تجمل کے ساتھ دیکھا معاً شک کی جگہ یقین ہوا کہ اگر خوجی (گھڑی دو میں مرلیا باجے گی) نہ گاتے تو یہ روز بد دیکھنے میں نہ آتا۔ ان کو یہ بھی یقین تھا کہ جشن نوشابہ کے اشعار ان کو فائز بمرام کرتے۔

آزاد تمام زدہ مصیبت رسیدہ نے بصد حسرت و ارمان یہ اشعار پڑھے۔

تمنائی در آن قصر زیبندہ دید | بہشتی بلاے فریبندہ دید
پر از حور آراستہ چون بہشت | بساط زمین گشتہ عنبر سرشت

زبس گوہرین گوش وگردن کشان — شدہ چشم بینندہ گوہر فشان
زتابندہ یاقوت رخشندہ لعل — خرامندہ آتش نشین گشت نعل
نگہ رکان و دریا ہمہ تافتند — ہمہ جوہر این جا درانداختند

کیا دیکھتے ہین کہ صدہا یوسف طلعت پریون کا جمگھٹا ہے جو ہر کمسن طرارہ تیز ہے۔ جو ہر نوعمر و نوخیز ہے۔ دورویہ جمگھٹا نظر آیا نگاہ پھسلی جاتی تھی اور تمام محفل پر وہ رعب چھایا ہوا تھا کہ خود آزاد کے جسم پر لرزہ سا تھا۔

کیا دبدبہ و رعب ہے العظمۃ للہ
شیر آنکھ چراتا ہے یہان صورت روباہ

آزاد ابھی تک خیمہ کی پہلی منزل مین تھے۔ انکو حکم دیا گیا کہ تا صدور حکم ثانی آگے نہ بڑھین۔ ابھی تک اس رشک بتان چینی سرمایۂ نازنینی کو ذرا بھی خبر نہ تھی کہ آزاد اور اُن کی دم یہان موجود ہین۔ مگر۔

پرستندگان چو خبر یافتند — بربانوی خویش بشتافتند

وہان جاکر بساط بار تخت کو بوسہ دیا اور دست بستہ عرض کیا کہ

رسولے رسیدہ بارائے وہوش — پیام آوری چون فرشتہ سروش
زسر تا قدم صورت بخردی — بدیدار از فرۂ ایزدی

پرستندگان خبر آگاہ نے اس خوف سے آزاد کا نام نہ لیا کہ مبادا ان دونون سے مخفی رکھنا منظور ہو لہذا ایلچی کے نام سے مشہور کیے۔

اب خوجی کا حال سنیے۔ مسخرالدولہ بہادر نے دیکھتے ہی آزاد سے چہل اور دل لگی شروع کر دی۔

خوجی۔ (دبے دانتون) ہر ملکے و ہر رسمے۔ اس ملک کی یہی رسم ہے کہ نوشہ جوتیون پر کھڑے رہین۔ آزاد بیچارے کو کوئی پوچھتا ہی نہین اور نہ آزاد کے باپ بھکوے کی کسی کو فکر ہے

مجھ بدبخت نے عمر بھر مین آج ایک لڑکا بیاہا۔ اس مین بھی ذلت ہی نصیب ہوئی واے ناکامی۔

آزاد۔ (جھلا کر آہستہ سے) تمھارے باپ نامعقول کے ہان بھی کبھی لڑکا بیاہا ہوا تھا۔ خدا کے لیے اب دق نہ کرو۔

خوجی۔ (بہ آواز بلند) گھڑی دو مین مرلیا باجے گی۔ گھڑی دو مین مرلیا باجے گی۔

اس آواز سے کل محفل ان حضرت کی طرف مخاطب ہوئی اور آپ کی قطع مبارک دیکھ کر ایک فرمایشی قہقہہ پڑا۔ ان دونون شہزادون مین ایک کا نام کلیرو فر تھا اور دوسرے نے اپنا نام میڈ پیکر بتایا اور مشہور کیا کہ ہم دونون بھائی ایران کے ایک صوبہ داغستان کے شہزادے ہین مگر عرصہ دراز تک روم مین رہے اور وہان رومی اور روسی اور فرانسیسی زبان حاصل کی۔

کلیرو فر۔ یہ بونا کون ہے۔ واہ کس نے نکلنی سے گانا شروع کیا۔

میڈ پیکر۔ (شہزادی کو ایک جام دیکر)

بنوش بادہ کہ ایام غم نخواہد ماند
چنان نماند چنین نیز ہم نخواہد ماند

شہزادی (جام لنڈھا کر) اس بونے کو بلواؤن۔ بشرطیکہ اجازت منہو۔ کوئی اس بونے کو بلاؤ۔ کہو سیدھا ہمارے تخت کے پاس آئے۔

خادمہ گئی۔ یہان چلو میان بڑے بونے حضور یاد کرتی ہین۔ خوجی اکڑ گئے۔ فرمایا۔ سنیے ہم آزاد منش آدمی ہین سامنے جاکے جھکین گے نہین سلام کرینگے۔ اگر منظور ہو تو چلین ورنہ خیر صلاح۔ اجازت دی گئی کہ آئیے۔ خواجہ صاحب خوب تنے ہوئے تشریف لائے اور ایک کرسی پر میڈ پیکر کے قریب جا بیٹھے

شہزادی گردن پھیر کر مسکرائی دونون شہزادے کھلکھلا کر ہنس پڑے اور آزاد کی یہ کیفیت تھی کہ مارے ہنسی کے لوٹ رہے ہے اب خواجہ صاحب گردن اُٹھا اُٹھا کر چو طرفہ نظر ڈالتے ہین کبھی استادہ ہوکر کل محفل کو دیکھا کیے اور زور زور سے کھنکھارا کہ ہم بھی ہین پانچون سوارون مین —

کلیرِسا — ماشاء اللہ اقطع شریف دیکھیے —

میڈ پیکر — آدمی کیا جانگلو ہی —

خوجی — ہمارے خدمتگار کو بلاؤ — آزاد نام ہی —

شہزادی — چپ خبردار ———

مس میڈا اور مس کلیرسا

خواجہ صاحب نے دونون ٹانگین کرسی پر رکھ لین اور اکڑون ہو بیٹھے اس پر پھر ایک فرمایشی قہقہہ پڑا اور خواجہ صاحب نے ہانک لگائی — ہمارے غلام کو جو اکڑا ہوا سامنے کھڑا ہی لاؤ شہزادی نے دانتون کے تلے انگلی دبائی اور کہا خبردار دو بار تو کہا اب نہ کہنا — ورنہ اس وقت وہ ایک کا خون کر ڈالیگا یہ کہکر دو گرانڈیل جوانون کو جو مسلح تھے بلایا اور آہستہ سے حکم دیا کہ اس مرد خونخوار کو دیکھتے رہنا اسکے تیور بڑے کڑے پڑ رہے ہین ایسا نہ ہو وہ چابک کا خون کر ڈالے — دونون سپاہی ٹکٹکی باندھے اسی سمت دیکھا کیے خواجہ صاحب نے اشارے سے بتایا کہ مین پیاسا ہون خدام خوش سلیقہ فوراً جام بلور مین پانی لائے —

خواجہ — او نچے ہو کے پلاؤ ورنہ انکار بحث ہی — بس اب سمجھو یا نہ سمجھو ———

خادم — حضور پانی حاضر ہی حضور کی بات چیت کچھ اچھی طرح سمجھ مین نہین آتی سپانی ہی تو مانگا تھا نہ — پانی حاضر ہی —

خواجہ — پانی کو لے کر کیا کرین ہم چاہئین — حسن بے نمک یعنی چہ — کچھ نہین —

حسن نمکین کو لے کے چاٹین
جب زلیست ہی اپنی بے مزہ ہو

خادم — ابتک تو خیر ہماری زبان ٹوٹی پھوٹی بولتے تھے اب خدا جانے کس زبان مین گالیان دینے لگے —

خواجہ — ایک میز سامنے لاؤ —

خدام — ایک میز لے آئے — کہا میز حاضر ہی خداوند لیجیے —

خواجہ — اسکے اوپر ایک کرسی رکھو اس پر ایک مونڈھا

کل احکام کی تعمیل کی گئی تو حضرت نے ایک خدمتگار کو حکم دیا کہ مونڈھے پر جاکر کھڑے ہو میاں آئی وہ بیچارہ تخت سے میز پر اُچکا اور میز سے کرسی پر کرسی سے مونڈھے پر اُسکے ہاتھ مین صراحی زرین تھی اور کہا ایک ایک قطرہ آب سرد کا ہمارے دہان پاک مین چواتا جا — ایک ایک قطرۂ آب آہستہ آہستہ میان خواجہ بدیعا صاحب کے دہان پاک مین چوایا جاتا تھا خلق خدا بے اختیار ہنستی تھی اور چو طرفہ سے آوازے کسے جاتے تھے —

ایک — بھئی واللہ یہ نئی گڑ ہٹ کی پلائی ہی — ماشاء اللہ واہ واہ واہ —

دوسرا — یہ خدا جانے کس ملک کے آدمی ہین — عجائب خانہ مین رکھنے کے قابل ہین —

تیسرا — آدمی آدمی اسے کون کہتا ہی — اجی جانگلو کہو —

چوتھا — کیون صاحب یہ کسی بڑے مہذب ملک کا چنڈول ہی بعینہ آدمی کی سی حرکتین ہین مگر پانی عجب قطع سے پیتا ہی —

پانچوان — ہم بتائین — واللہ پرکھ گئے یہ کسی پہاڑ کا جنور ہی

چھٹا۔ خوب سوجھی مگر پہاڑ کے دامن مین رہتا ہو اور جو پانی آبشارون سے گرتا ہو منہ کھول کر پیتا ہو جب ہی دور سے پانی پینے کا عادی ہو۔

شہزادی۔ (ہنسکر) اب یہ آخر کب تک پانی پیا جائیگا۔

کلیر وفر۔ اس قطع سے تو شاید کل تک بھی پانی نہ پی چکین۔

میڈ پیکر۔ ہم تو اس گردن کے قائل ہین جو تھکتی نہین۔

خادمہ۔ حضور یہ کوئی بڑا مسخرہ ہو۔ قطع تو دیکھیے۔

شہزادی۔ ہای یہ وہی مسخرہ ہو جو ہمارے ساتھ شادی کرنے کی فکر مین تھا۔ بڑبڑ تا۔ آزاد کے ساتھ تھا۔

خادمہ۔ حضور مین۔ اخاہ یہ تو ہمارے ساتھ بھی شادی کرتے تھے مگر مین تو جانتی ہون کہ آج شاید ہی پانی پی چکین۔

کل حاضرین کی نظر خواجہ بدیع الزمان صاحب کی طرف تھی مگر یہ سیر اسیر گردن اُٹھائے ایک ایک قطرہ پی رہا تھا۔ دنیا بھر ہنستی تھی لیکن کیا مجال کہ اُنکے لب پر ذرا ہنسی آئے۔

ایک۔ اجی پانی پی چکے حضرت (ہاکر) پانی پی چکے صدائے بر نخاست۔

دوسرا۔ ارے میان دنیا مین کوئی اور کام بھی ہے یا نہین۔

تیسرا۔ اجی حضرت یہ پانی کب تک پیا کیجیے گا۔ کچھ حد بھی ہے۔

چوتھا۔ اب ان کی یہ سزا ہو کہ بیزادر کرسی سب [illegible] ان پر پھینک دے۔

جو خدمتگار پانی پلاتا تھا اس نے کہا [illegible] میری

بڑی ہو جائے۔ یہ صراحی پرسون تک خالی نہ ہوگی ایک قطرہ سے زیادہ کا حکم نہین اور ایک ایک قطرہ کر کے کہین دو دن مین اتنی بڑی صراحی خالی ہوگی۔ الامان الامان۔ ہاتھ تھک گئے۔

کلیر وفر۔ تمہارے ہاتھ تھک گئے مگر انکی گردن نہ تھکی۔

شہزادی۔ اگر انکی گردن تھک جائے تو انکو کچھ انعام دین۔

کلیر وفر۔ واہ تھک چکی۔

خدمتگار۔ حضور ان کی گردن مین تو کھٹکا لگا ہے وہ کیا تھکے گی مگر مجھ کمبخت کا ہاتھ جڑ سے ٹوٹ کے گر پڑے گا۔

کلیر وفر نے کہا اسکے ساتھ کوئی اور آیا تھا وہ سامنے ہی کھڑا ہو اسکو بلا کر اسکا حال دریافت کیجیے۔

شہزادی۔ اسکو کرسی دینی ہوگی۔ اور یہان اب کرسی کی گنجایش نہین۔

کلیر وفر۔ کچھ پروا نہین سامنے ایک کرسی بچھا دینا۔ اللہ اللہ اب تک گردن کا کھٹکا بدستور ہے۔ کچھ ٹھکانا ہے کیا کھٹکا ہو۔

شہزادی۔ اچھا ہم جا کے اس آدمی سے بطور خود دریافت کر لین۔

یہ کہکر شہزادی چہکتی ہوئی اُٹھی اور اٹھکھیلیان کرتی نانند ادا سے قدم دھرتی ہوئی خیمے کے باہر گئی ادھر کلیر وفر اور میڈ پیکر مین باہم گفتگو ہونے لگی۔

کلیر وفر۔ بہن اللہ جانتا ہو۔ پیارے آزاد بہت برے پھنسے

میڈ پیکر۔ اوہ کچھ ٹھکانا ہو ہمارے تو خواب و خیال مین بھی نہ تھا کہ بیہ آزاد آ کے پھنسے ہونگے۔ اللہ اللہ۔

کلیروفر۔ مگر ہونا اپنے مسخرے پن سے تو بہ ہنستا ہے

میڈ پیکر۔ ذرا ہماری خاطر سے ایک بار بھی آزاد پر نظر تو ڈالو۔

اب سنیے کہ باہر جا کر شہزادی نے سبز پوش خادمہ کو بھیجا آزاد کو بلوایا تو کلیروفر اور میڈ پیکر دونوں کا ماتھا ٹھنکا (اغلب ہے کہ ان دونوں نوجوان اور حسین زہرہ جبین شہزادوں سے ناظرین واقف ہو گئے ہوں) اور سمجھ گئے ہوں کہ یہ دونوں اصل میں کون ہیں اور بھیس بدل کر کیوں آئے ہیں اور کلیروفر نے (بن کا لفظ کیوں استعمال کیا۔ خیر آزاد پاشا باہر گئے تو خادمہ ان کو کوٹھی میں لے گئی مگر وہ دونوں گرانڈیل جوان برہنہ تلواریں لیے انکے اغل بغل تھے۔ محل سرا کے اندر پہنچ کر آزاد نے دیکھا وہ پری بصد شان دلبری ایک تخت جواہر نگار پر متمکن ہے۔

آزاد۔ (سلام کر کے) یہ شعر بے اختیار زبان پر لائے

کوچے سے تیرے اذیت نا آشنا چلے
آئے تھے رنج و درد اٹھانے اٹھا چلے

شہزادی۔ پھر کس کے کرتوتوں۔ خود کردہ را چہ علاج۔

آپ ہی ظلم کرو آپ ہی شکوہ الٹا
خیر صاحب سمجھ الٹی ہے زمانہ الٹا

آزاد۔ اللہ اللہ یوں آنکھیں پھیر لیں۔ سیہ طوطا چشمی ہے لاحول۔ ذرا دو دو باتیں کیا ہوئی تھیں تو بگڑ گئیں سرکار واہ۔

سنتے ہی نام وصل وہ پہلو سے اٹھ گئے
جھنجھلا کے طیش کھا کے بگڑ کے بپھر گئے

اتنے دن تک یہاں رہے اور اب تک یہ ہمیں بیگانہ ہی سمجھا کیں۔

جوانان چمن اپنا نہ سمجھے آج تک مجھ کو
رہا باغ جہاں میں مثل سبزہ سب سے بیگانہ

شہزادی۔ جب تم کو معلوم ہوا کہ ہم ان دونوں پر عاشق ہیں تو تم نے انکو برا بھلا کیوں کہا۔ ہمارے پیارے کو جو برا کہے اسکو ہم کیا سمجھیں۔

آزاد۔ خیر مگر ان سے عشق کر کے پچھتاؤ گی بھی۔

ہزار ہوں گے اگر تم پہ جان باز عاشق
ملے گا ایک نہ مجھ سا مزاج دان عاشق
تمہارے ظلم و ستم سے خیال آتا ہے
کہ تم پہ کیوں نہ ہوئے بھلا آسمان عاشق
قدم جنوں میں نکلتا نہیں جو زنداں سے
ہمارے پاؤں کی شاید ہیں بیڑیاں عاشق

تمہارے سایہ سے بھی اب تو شک گذرتا ہے
نہ دیکھے ہونگے کبھی ہم سے بدگمان عاشق

اللہ اللہ یہ دونوں لونڈے اور ہمسا رنگ پھیکا کر دیں۔

شہزادی۔ ان دونوں امیروں کو پہچان تو لو۔ یہ ہیں کون

آزاد۔ یا خدا یہ کمبخت کہاں سے آئے۔

شہزادی۔ واسطے خدا کے کوئی نہیں ورنہ پچھتاؤ گے یہی دونوں کام آئیں گے۔ گھبرائیے نہیں۔

شہزادی۔ اگر تم یہ اقرار کرو آدمیت سے رہو گے تو ہم تم کو آزاد کر دیں مگر صدق دل سے کہو۔

آزاد۔ اب ہم رہائی کے طالب ہیں ان دونوں پر حسرت

نظر پڑتی ہے خون آنکھوں میں اُتر آتا ہے۔

وصل ہوتا نہیں سوا سے فراق
دیکھیے کب ہو انتہا سے فراق

بیقراری یہ اے دل بے صبر
ابھی ناداں ہے ابتدا سے فراق

ہم کو اللہ سے ہے خواہش وصل
وہ کیا کرتے ہیں دعا سے فراق

جس نے لکھا مرا خط تقدیر
وصل لکھا نہ کیوں بجا سے فراق

لکھ چکا لاکھ داستان صفدر
ابھی باقی ہے ماجرا سے فراق

شہزادی۔ کوئی جا کے دیکھو تو کہ وہ بوتا کیا کر رہا ہے۔ پانی پی چکا۔

آزاد۔ وہ بڑا ایکا مسخرہ ہے۔ ابھی پی چکے گا۔

خادمہ۔ حضور ابھی تک پی رہا ہے اور پانی کیا معنی ایک ایک قطرہ ایک ایک بوند پیتا ہے۔ مگر گردن ذرا ہلی تک نہیں۔ اُف حضور آدمی کیا عجیب الخلقت ہے۔

شہزادی۔ اے آخر یہ کس بلا کا آدمی ہے۔

شہزادی کا اصل منشا آزاد کے بلانے اور بٹھانے سے یہ تھا کہ ان کا دل ٹٹولیں اور دیکھیں کہ ان کا دلی منشا کیا ہے شہزادی کو خوف تھا کہ مبادا آزاد و پاشا کسی وجہ سے جھلا کر ان دونوں شہزادوں کو قتل کر ڈالیں ان کی خواہش ہوئی کہ جیتے پار بنا لیں۔ ادھر کلیر دفرا اور میڈ پیکر میں یوں گفتگو ہونے لگی۔

میڈ پیکر۔ خواجہ صاحب ہمکو پہچانا۔ ہم کون ہیں۔

راوی۔ خواجہ صاحب پانی ہی پی رہے ہیں۔

میڈ پیکر۔ او پانی پینے والے متوالے۔ ذرا سلطب کی تو سن لو

راوی۔ سُنے کس کی۔ اس پر جھلا کر میڈ پیکر نے خوجی کو کرسی پر بٹھا کر کہا۔

میڈ پیکر۔ مس روز نے بھیجا ہے کہ جا کے ہمارے میاں کو لاؤ۔

خوجی۔ (آنکھیں کپڑے سے صاف کر کے) کیا مس روز

میڈ پیکر۔ پہچانا۔ ادھوڑی استر کی عینک لگاؤ۔

خوجی۔ مس میڈا ہیلو۔ مس میڈا۔ خوب ملیں۔ خوب ملیں

میڈا۔ چپ چپ خبردار۔ اس شہزادی پر ظاہر نہ ہونے پائے ہم دونوں اسی غرض سے آئے ہیں کہ آزاد کو اس قید رنگ سے بچائیں اور چھٹکارا دلوائیں۔

خوجی۔ واللہ ازیں چہ بہتر۔ کیا یہ بھی عورت ہیں۔

میڈا۔ یہ وہی عورت ہیں جو آزاد کو گرفتار کر لے گئی تھیں

خوجی۔ اخاہ! مس کلیر سا۔ ان کا بایاں قدم کعبہ ہے یہ تو اس قابل ہیں کہ ان کا بایاں قدم لیں مگر چپ چاپ خاموش الخاموشی نیم رضا ع۔ خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

دو چیز تیرۂ عقل ست لب فرو بستن
بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

اب آپ ایک کام کیجیے یہ شہزادی بڑی پینے والی ہے جسقدر پلائی جائے پلاؤ اور بیہوش کر کے لے اُڑو۔ ورنہ اس کے مقابلہ میں دال نہ گلے گی۔

میڈ پیکر۔ اچھا

خوجی۔ یہ تو بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ یاروں کے نزدیک یہ کون مشکل بات ہے اب ہم علم موسیقی کے جوہر دکھاتے ہیں ہمہ تن گوش۔

مرد وارستہ کہیں قید مکان رکھتا نہیں
طائر نکہت خیال آشیان رکھتا نہین

روز اک شام و سحر کرتا ہی پیدا ابر عشق
صبح پیری شام غم کو آسمان رکھتا نہین

رشک ہی جن کا خدا کو بھی یہ وہ ہین زاہدا
مجھ تو دیکھا ہی جو مین ترک بتان رکھتا نہین

ہولی مین دیوانہ ہوا گرچہ تو چپ ہی ہو گیا
اس لیے مین ایک دم ضبط و فغان رکھتا نہین

رحم کر عشاق پر گر چاہیے عمر دراز
پیر گردون طفل ظالم کو جوان رکھتا نہین

کیا خرابات جہان ہی اپنی توبہ سے خراب
کوئی بھی اب مے فروشی کی دکان رکھتا نہین

عیب اپنے آپ کردیتے ہین ہم دست فاش
شیشۂ ری جس طرح می کو نہان رکھتا نہین۔

اتنے مین ایک خادمہ آئی۔

خادمہ۔ حضور زور زور سے نہ گائیں۔

خوجی۔ وجہ اس کا کیا سبب۔ ہم ضرور گائینگے۔

خادمہ۔ شہزادی آپکے خفا ہونگی۔

اتنا سنتا تھا کہ خوجی اور بھی غل مچانے لگے۔

ہاے یہ کستاترار مکھڑ مری چھاتی پہ ہاتھ
اب تو اس دم نالۂ آتش فشان رکھتا نہین

جام سے مین دیکھتا ہون مین جہان کو مثل جم
گو سکندر کی طرح سیر جہان رکھتا نہین

ہے میان یار ممکن جسم نا سخ ممتنع
عشق ایسا بھی کسی کو ناتوان رکھتا نہین

کلیرسا۔ اسوقت آزاد کو اپنے ساتھ کیون لے گئی

میڈا۔ ہان خدا جانے کیا سبب ہی۔

کلیرسا۔ ایسا نہ ہو کہ تمھاری چشمک زنی یا اشارہ بازی سے سمجھ گئی ہو۔

میڈا۔ مین نے تو آزاد کی طرف آنکھ بھر کے دیکھا تک نہین

خوف سے لیتے نہین نام کہ سن لے نہ کوئی
دل ہی دل مین تمھین ہم یاد کیا کرتے ہین

یہ باتین ہو تی ہی تھین کہ ہوا کے جھونکے کے ساتھ بہشت کی لپٹین آئین اور مجھے پھر کے دیکھا تو شہزادی۔

از کجا مے آئی ای سرمست خوبی محو ناز
عطر آگین تا بدامن عنبر افشان تا کمر

کلیرسا۔ انکے ساتھی کو یہان چھوڑا۔ یہ بے قرار ہین۔

شہزادی۔ ساری۔ یہ اب تک پانی ہی پی رہے ہین۔

راوی۔ غزل گاکر پھر بدستور پانی پینا شروع کیا۔ اتنے مین آزاد پاشا بھی محفل مین داخل ہوئے تو زبان پہ یہ شعر تھا۔

غیر کا دل نہ دکھایا ہم نے
رنج دشمن بھی گوارا نہ ہوا

خوجی۔ (شہزادی) سے۔

گر فرو تر نشست خاقانی
نہ ہر عار نے شرا ادب است

کا نقشہ ہی۔ مگر ع قل ہو اللہ کہ وصف خالق ماست۔ حضرت سلامت ہم اوپر یا نیچے بیٹھنے کو خاک نہین ملتے مگر ہمارا غلام بمنزلہ جد امجد کے ہی لہذا آزاد کو بھی ہمارے قریب جگہ دیجائے۔

میڈا۔ اچھا کیا ہرج بلاؤ۔ فرمائیے کون شکل صورت سے شریف زادہ معلوم ہوتا ہی آئندہ آپ جانین۔

شہزادی - اچھا بلا لیں۔ کہو بوسے کے قریب جا کے کھڑا رہے
آزاد پاشا خوجی کی کرسی کے پیچھے کھڑے ہوئے تو خوجی گر
گئے آہستہ سے بولے (یاد رکھنا) کیوں بیٹھے۔ بوڑھے اور
تجربہ کار آدمی کس طرح گھس بیٹھ کر انتظام کر لیتے اور رنگ جما لیتے
ہیں مگر افسوس ہے کہ ہمیں اسوقت مس میڈا یاد آتی ہے اس
بیچاری نے جی بھر کے تم سے بات بھی نہ سنی ـــ

جی بھر کے نہ دیکھیں کبھی ساقی تری آنکھیں
اس مے سے نہ لبریز ہوا جام ہمارا

لطف تو جب تھا کہ تم بوسے لیے جاتے اور وہ جھلا جھلا کے
کاٹ کاٹ کھاتیں جس طرح مس کلیرسا نے کیا ـ

ہم بوسے لیے جائینگے تم وار لگاؤ
یہ کام تمھارا ہے تو وہ کام ہمارا

آزاد نے کسیقدر شرم اور کسی قدر غصے کے ساتھ کنکھیوں
سے ان دونوں رقیبوں پر نظر ڈالی تو خوجی نے کہا ع۔

اے گل بتو خرسندم تو بوے کسے داری

خوجی - ادھر والے کی صورت کسی سے ملتی ہے

جلوہ گر آئینہ میں پر تو ترا کیونکر ہوا
تو تو یکتا تھا یہ پیدا دوسرا کیونکر ہوا

ادھر مس میڈا ازراہ لطف زمانے مے کی گلابیوں کی طرف نظر
ڈالی اور شہزادی نے ان دونوں سے اختلاط شروع کیا
شہزادی - یہ جو سامنے کھڑے ہیں یہ بھی ہمارے عاشقوں
میں ہیں شان خدا۔ حلوا خوردن را روے باید ع ہر روز
غنیمت کہ حلوا خوردے + ایک دن ہنسی ہنسی میں میں نے کہا تھا
کہ تم خوبرو جوان ہو بس تب سے سمجھنے لگے کہ ہم پر مرتی ہیں
میڈا - ہے تو جوان خوبرو۔ ہاتھ پاؤں کیسے خوبصورت ہیں

کلیرسا - سینہ شیر کا سا ایسا چیتیت بھی نہیں دیکھا۔
شہزادی - ارے! اور سنیئے - یہ تو خود تعریف کرنے لگے
میڈا - بھلا اتنے یہاں کھڑے ہیں۔ کوئی انکا مقابلہ کر سکتا ہے

لاکھوں میں انتخاب کروڑوں میں لاجواب

کلیرسا - آپ نے اس شخص کو اپنی محفل میں طلب کیوں کیا
اگر معتوب ہے تو یہاں بلانے کی کیا ضرورت ہے اور اگر صلح منظور
ہے تو اس سے بہتر اور کون وقت ہوگا۔
شہزادی - بے دیکھے بھی تو چین نہیں آتا۔

ہر چند چاہتا ہوں نہ بولوں میں یار سے
قابو میں اپنے دل کو نہ پاؤں تو کیا کروں

میڈا (مسکرا کر) بلی بری ہوتی ہے۔
کلیرسا - یہی تو سارا پھیر ہے۔ دل تو قابو سے باہر ہو گیا ہے مگر
ظاہر میں غصہ اور خفگی ہے۔ پھر ع معشوق ہیں نہیں اگر اتنی کجی نہیں
شہزادی - نہیں نہیں۔ کہیں یہ نہ سمجھ لینا ستم دونوں پر میری
جان جاتی ہے۔ اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا تو ستم ہو جائے گا میں اپنی
جان دونگی آزاد چاہے رہیں چاہے جائیں ـــ

پھوٹ

تھانہ دار اور ثریا بیگم نے اس کہسار میں بڑا لطف اٹھایا
یہ مکان چو طرفہ پہاڑوں سے ڈھکا تھا۔ چھت پر سے وہ سماں
نظر آتا تھا کہ سبحان اللہ سبحان اللہ چو طرفہ پہاڑوں کی کالی کالی
چوٹیاں اور ان پر ہرا ہرا سبزہ۔ ہرن کلیلیں بھرتے تھے انواع
اقسام کے جانور آزادی اور مطلق العنانی سے ہوا پر اٹکھیلیاں
کرتے تھے تھانہ دار اور ثریا بیگم پہاڑوں کی طرف دیکھ دیکھ کر
طرح طرح کی باتیں کرنے لگے ـــ
ثریا بیگم - اللہ جانتا ہے برسوں سے سیاحی کی ہے خدا جانے کتنا

کہاں پھرے اور کیا کیا دیکھا مگر یہ سماں آج تک کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا مگر ع۔ بہار ہے تو برنگ پریدہ می ماند۔ سب ہیں مگر جسے ہم چاہتے ہیں وہی نہیں۔

صراحی بھی ہے گل بھی لالہ وگل بھی ہے مطرب بھی
الٰہی وہ بھی آجائیں جنھیں ہم یاد کرتے ہیں

تھانہ دار۔ بس یہی مقام ہے جہاں نکاح ہونا چاہیئے تو صاحب بھی مسجد میں کل دریا اور سمندر کا حال بتاتے تھے۔ دیکھو ثریا بیگم لڑکپن سے تم پر ہم جان دیتے ہیں اور تم بھی ہم پر عاشق زار تھیں ہنسی دل لگی چہل مذاق سب وہی ہے لیکن وہ لگاوٹ بازی نہیں کیا کسی سے نکاح ہو گیا ہے تم اپنا حال تو بیان کرو کہ اب تک تم رہیں کہاں اور کیا کیا کیں اور کس طرح بسر کی۔

ثریا بیگم۔ اب مفصل حال سنو جب وہ بوڑھا کھوسٹ ہوا تو ہم نے مسجد میں گھی کے چراغ جلائے کہ اب کسی نوجوان کے ساتھ بیاہ ہوگا۔ ادھر ادھر تاک جھانک کرنے لگے کئی مشاطہ آئیں اُن سے باتیں ہوئیں۔ ایک نوجوان مشاطہ نے آن کے کہا کہ یہاں سے چار کوس پر ایک گانوں ہے۔ وہاں ایک سید رہتے ہیں بیس برس کا سن ہے۔ اور خوبصورت جوان ہیں مسجد میں رہتے ہیں اور قرآن خوانی کرتے ہیں۔ رات دن عبادت خدا میں مصروف رہتے ہیں۔

تھانہ دار۔ ای سبحان اللہ وہی آپ کے قابل تھے۔

ثریا بیگم۔ میں نے کہا کسی رئیس زادے کا نام لیجیے کیا ایسے ویسے نکھٹوں کا ذکر کرتی ہو۔

تھانہ دار۔ جی کسی شہزادے کا نام لیا ہوگا۔ پھر منظور نہ کیا آپ نے

ثریا بیگم۔ یا سنو یا دل لگی کرو۔ بس اُسنے مجھسے کہا کہ اچھا ہم اب اور تجویز کرینگے۔ دوسرے روز ایک رئیس کا نام لیا۔ کہا ستر روپیہ ماہوار کی وثیقہ ہے۔ عالی خاندان ہیں۔ نواب تقی اللہ ولی بہادر کے خاندان سے ہیں بیس اکیس برس کا سن اور قبول صورت ہیں۔ بس پھسل گئی۔ دل ہاتھ سے جاتا رہا۔

تھانہ دار۔ اوہو۔ اب تو پھسل جایا ہی چاہیں۔

ثریا بیگم۔ ہم نے انکو دیکھا اُنھوں نے ہمکو دیکھا۔ ادھر ہم اُدھر وہ شادی پر آمادہ ہوئے مگر شادی نہ ہونے پائی۔ وجہ یہ ہوئی کہ اسکے باپ نے کہا کہ اگر تم ثریا بیگم بیوہ کو بیاہ لوگے تو ہم گھر سے نکال دینگے اور پھر کبھی تیرا منہ نہ دیکھینگے۔

(ثریا بیگم نے بیان کیا) کہ محلے کی عورتوں نے یہاں بھی آنا جانا شروع کیا محلے بھر کی جتنی چھٹی ہوئی شہدی عورتیں تھیں سب ہم سے محبت ہو گئی ایک منہارن آتی تھی۔ مالی منہارن شہر بھر کی شہدی۔ خوشیاں کنجڑن چھوکری رہی شہر بھر کی آوارہ ہر دم سنارن کی شیو چرنا کی بہن۔ جو دن بھر کوٹھے ہی پر ننگی رہتی تھی گندیا مچھلی والی جس نے تین شادیاں کیں اور تینوں شوہروں کو نکال باہر کیا راستے میں جب چلتی تھی ٹھنی ہوئی چھم چھم چھم چھم۔ اور سنئے وہ تمام زمانے کی گھومنے والی عورت یکبارگی بھی آنے لگی۔ اب صبح و شام ہم ہیں اور محلے کی عورتیں۔ شغل کیا۔ ڈھول بج رہا ہے گانے ہو رہے ہیں۔

تھانہ دار۔ یہ کیسے۔ یہ ہمارے جانے کے بعد کھل کھیلیں اور ہمیں معلوم ہی نہیں۔

ثریا بیگم۔ تم خدا جانے اس زمانے میں کہاں تھے اتنا سنا تھا کہ باہر ہیں پھر سنا نوکر ہو گئے پھر سنا کسی میم صاحب کو پڑھاتے ہیں

تھانہ دار۔ ہاں یہ سب صحیح ہے ایک پادری صاحب کی میم صاحبہ کو پڑھاتا تھا۔

ثریا بیگم۔ بھلا اسکے بعد کہاں جہنم میں چلے گئے تھے کہ آئے نہیں

تھانہ دار۔ لو اور سنو تمہارے میاں کی وفات کے بعد ہم آئے تھے

تم کو یاد ہی نہیں۔

ثریا بیگم۔ ہاں ہاں اے لو خوب یاد آیا جب تم آئے تو اباجان نے کہا کہ لوگ طعنے دینگے کہ دوسری شادی کی۔ کل داماد مرا آج بیٹی پھر بیاہی۔

تھانہ دار۔ جو ہم کو معلوم ہوتا تو ہم اس بوڑھے کو زہر دیدیتے

ثریا بیگم۔ یہی تو ہم کو چاہیے تھا ہم نے اسکو تو زہر دیا نہیں مگر خود زہر کھالیا۔

تھانہ دار۔ اور بچ بھی گئیں۔ ارے غضب۔

ثریا بیگم۔ اے تو کچھ زہر تھوڑا ہی کھایا تھا۔ مطلب یہ کہ جو باتیں شریفوں کی بہو بیٹیوں کو لازم نہیں۔ وہ کرنا شروع کیا مگر عزت آبرو کے ساتھ۔

تھانہ دار۔ واللہ تمہاری تقریر ہماری سمجھ میں نہ آنے کی

ثریا بیگم۔ مطلب یہ کہ گھر سے بھاگ گئے۔ مہارن کی چھوکری ہم کو تو بھڑا دے کے بھگالے گئی۔ زیور وغیرہ جو لائی تھی وہ بھی گھوم گیا۔ اور ہم تو الگ بنے۔

تھانہ دار۔ افوہ تو بیکو بڑی مصیبت میں پڑی ہو۔ ہائے افسوس

ثریا بیگم۔ وہاں سے ہم سرا میں جاکے رہے یہاں بڑے لطف اٹھائے۔

بہار آئی ہے بھر دے بادۂ گلگوں سے پیمانہ
رہے لاکھوں برس ساقی ترا آباد میخانہ

کوئی توبہ گار ہا ہے۔ کوئی گنتا ہے۔

غزال دشت بولے دیکھکر مجنوں کی میت کو
یہ وحشی مر گیا بس ہو چکا آباد ویرانہ

ایک مولوی صاحب جو شعر بھی کہتے تھے وہ ہمارے پاس آنے لگے اور انہوں نے ہم کو اشعار سکھائے ایک سے ایک ٹکے

کیوں تمام کفن سن کے لرزتا ہے انیس
اک دن یہ قبا زیب بدن ہونی ہے

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ وہ مولانا صاحب جو دریا لہو کا چشمہ سار کی ماہیت بتاتے تھے سامنے آن موجود ہوئے۔

تھانہ دار۔ السلام علیکم جناب مولانا بالعلم والفضل اولٰنا۔

مولوی۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج اقدس

تھانہ دار۔ کیوں جناب مولوی صاحب ایک مسئلہ کی نسبت کیا رائے ہے۔

مولوی۔ فرمایئے تو میں جواب عرض کروں۔

تھانہ دار۔ ایک عورت نے جسکا شوہر بوڑھا اور اسکے سن سے کہیں زیادہ بلکہ اسکے ابا جان کا ہم سن تھا ایک دوسرے جوان صالح اور پابند صوم و صلوٰۃ سے اقرار کیا کہ شوہر پیر کی وفات کے بعد میں تمہارے ساتھ شادی کرونگی اور جبکہ وہ شوہر پیر مر جائے اور عورت شادی نہ کرے تو کیسا۔

مولوی۔ سوال یہ ہے کہ آیا وقت وفات شوہر پیر وہ مرد وہاں تھا یا نہیں۔

ثریا بیگم۔ آپ ان کی باتوں میں نہ جائیے۔

تھانہ دار۔ تو پھر اب نکاح ہو جائے۔ اب عذر نہ ہو۔

ثریا بیگم۔ یہ تو ہونے سے رہا۔

تھانہ دار۔ سنو بیگم صاحب ہم بے شادی کیے نہ رہینگے۔ اسمیں ہر چہ بادا باد۔ لیکن وجہ نہیں معلوم کہ اغماض کیوں کرتی ہو۔

ثریا بیگم۔ صاف صاف وجہ بیان کرتے تھے وہ تم سنا چاہتی ہیں سرا میں ایک شخص ان کے جلے میاں آزاد گراندیل نوجی ہیکل خوش پوش۔ کشیدہ قامت۔ باوضع۔ تربیت یافتہ۔ لائق فائق۔ عالم فاضل۔ شاعر۔ غزل سخنداں بے ہمتا۔ نثار گرانمایہ

علم موسیقی کے استاد مسلم الثبوت۔ اصناف سخن اصناف فن پر قادر پھکیت ایسے کہ گتکہ ہاتھ مین آیا اور پرے کے پرے صاف یہ آمادہ آیا۔ تڑ۔ اور بانک مین وہ دخل کہ اچھے اچھے پھکیت اُسکے مقابل مین گرد ہو جائین۔ اور بنوٹ کے تو بادشاہ تھے۔ کشتی مین آج تک کسی سے دب کے رہے ہی نہین لاکھون مین انتخاب تھا۔ نک ساک سے درست چہرے مہرے سے درست کسی فن مین کم نہین۔ ایک دن کسی بڑے مہاجن ساہوکار بیردل کی سوگھی نکلی۔ لاکھون آدمی جمع تھے دو چار ہمجولیون نے کہا دیکھو اتنے آدمیون مین کوئی آزاد کا سا جوان بھی ہے نہ ملا نہ ملا۔

تھانہ دار۔ کیا بات ہے اُن مین۔

ثریا بیگم۔ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ دیکھو تو معلوم ہو۔

تھانہ دار۔ وہ ہین کہان۔

ثریا بیگم۔ روم گئے ہین۔ لڑنے۔ جنگ پر گئے ہین۔

تھانہ دار۔ ای ہے کسی تلنگے سے آنکھ لڑی تھی۔

ثریا بیگم۔ آپ کی بھی کیا باتین ہین۔

راوی۔ یہ مکالمہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔

ثریا بیگم۔ میان آزاد تمام دنیا مین مشہور ہین جی۔

تھانہ دار۔ ایسے مشہور ہین کہ ہم نے کبھی سنا ہی نہین کہ کون تھے

ثریا بیگم۔ آپ اور آزاد۔ شان خدا سمجھا تم۔ بجا وہ۔

راوی۔ حق تو یہ ہے۔

گہ نگہ افروز بگاہ شعر فردوسی کہ نیست	
	ہاکر بند مرصع قدر شال طوس را

تھانہ دار محفل کے ناخن وہم عالی خاندان۔ سادات شریف زادے۔ خدا جانے کس اُٹھائی چولھے کا نام لیا۔

اتنے مین مولوی صاحب نے تھانہ دار کو مخاطب کر کے کہا اجی حضرت کچھ اشعار سنائیے۔ ہم تو اُس دفعہ آپ کے شعر سُن سُن کر پھڑک گئے۔ لکھنؤ کے اشعار سنائیے مگر اعلیٰ درجہ کے اشعار۔ تھانہ دار صاحب نے کہا کل تک پڑھتا جاؤن اسقدر شعر یاد ہین سنیئے۔

یہ کہہ کے ابر شام مین ڈوبا وہ رشک ماہ	
	یون چمکی پھر وہ تیغ کہ اللہ کی پناہ
آیا جو بیچ مین تو سمٹ آئی سب سپاہ	
	حربون سے بند ہو گئی چارون طرف کی راہ

پر کیا وہ ران پاک تھی کیا شہسوار تھا
دابا جہان سمند کو فوجون کے پار تھا

چھائی تھی ابر شام مین گھنگھور اُدھر گھٹا	
	یہ شیر جب ادھر سے بڑھا زور اُدھر گھٹا
دریا کے اس طرف سے اُٹھا شور اُدھر گھٹا	
	اُدھالون کی تھی لہو مین سر ابور اُدھر گھٹا

جان تھی تو اُسکے قبضے مین سر تھا تو نذر تھا
یہ آب شور تیغ کا مد تھا وہ جذر تھا

مولوی۔ کیا کلام دلکش ہے۔ جی خوش ہو گیا۔

تھانہ دار۔ لکھنؤ کے کلام کا کیا کہنا اور سنیئے۔

نکلی جو رن مین تیغ حسینی غلاف سے	
	اُڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے
بجلی بڑھی چمک کے جو دشت مصاف سے	
	صاف آئی الامان کی صدا کوہ قاف سے

جلتے فلک کے صورت گہوارہ ہل گئے
دب کر پہاڑ خاک کے دامن سے مل گئے

لرزہ تھا تحت و فوق و جنوب و شمال میں
سکان غرب و شرق تھے بیم و زوال میں
مضطر تھے شش جہت کے مکین ایک حال میں
غل تھا کہ آ گئے غضب ذو الجلال میں
شہ کا غضب نمونۂ قہر الٰہ تھا
تلوار کیا علم تھی کہ عالم تباہ تھا
راحت میں جن و انس و ملک کے خلل پڑے
قلزم میں ڈر کے مردم آبی اچھل پڑے
کھا کھا کے جوش خاک سے چشمے ابل پڑے
بیر علم سے غول جنون کے نکل پڑے
الٹی زمین سبھوں کے دلوں پر بن گئی
پریوں کے ہوش اڑ گئے جانوں پہ بن گئی
اٹھا جو الحفیظ کا رہبانیوں میں شور
مردے دہل کے چونک پڑے سب میان گور
چلائے گرگ و شیر و غزنہ الاماں مار و مور
ہر بازوے حسین میں دست خدا کا زور
الٹے ہیں مثل شیر خدا آستین کو
ای کردگار عرش بچائے زمین کو
جنگل میں تھی علم جو وہ تیغ شرر فشان
تھرا کے آسمان میں چھپتا تھا آسمان
غاروں سے چھٹ گئے شیروں نیستان
برپا تھا بر و بحر میں اک شور الامان
مانند موج مچھلیوں میں اضطراب تھا
زہرہ ہر اک نہنگ کا پانی میں آب تھا
تاریک تھا چکاروں کی آنکھوں میں سب جہان
مضطر تھے شیر و گرگ نکالے ہوئے زبان
بن سے سیاہ گوش بھی بھاگے دبا کے کان
غل تھا یہ دام و دد میں کہ کیونکر بچے گی جان
تیغ علی علم تھی جو دشت قتال میں
چیتوں نے منہ چھپا کے تھے گینڈوں کی کھال میں

مولوی صاحب کو ثریا بیگم نے اپنا پورا پورا حال کہہ سنایا تو ان کو سخت بیدلی ہوئی اور یوں نصیحت کرنے لگے۔

مولوی صاحب بیٹھو بیٹی دنیا عجب مقام ہے یہاں انسان کو دم بھر آسائش نہیں اگر اس وقت ہنس رہے ہیں تو تھوڑی دیر میں روتے ہونگے اور اس وقت روتے ہیں تو تھوڑی دیر میں ہنستے ہونگے جسنے کہا (من دمن) بس۔ (مین و من) کے کہتے ہی ملک الموت نے صورت دکھائی من کیا معنی۔ بس موت نے فوراً دبوچا

ہر کہ زاد بنا چار بایدش نوشید
ز جام دہر مے کل من علیہا فان

لیکن انسان کو لازم ہے کہ خیال ناپاک سے کنارہ کش رہے

انسان وہی مقبول خدا ہوتا ہے
جو مسلک خیر میں فنا ہوتا ہے
قسام ازل کا اک اشارہ بس ہے
دم بھر میں شہنشاہ گدا ہوتا ہے

تم شریف زادی ہو کے سرا میں رہیں

ثریا بیگم۔ ہاں حضور اور وہاں اللہ رکھی نام ہوا۔

مولوی۔ واہ۔ کیا فخر کی بات ہے اور کیا شرافت ہے۔

ثریا بیگم۔ مولوی صاحب عمر بھر مصیبت سہی سرا میں اٹھ گئی کہ آزادی کے شاید دل بہلے۔ تعزیہ ہو مگر جو بات گھر گرہست کی ہو۔ وہ مال زادیوں میں کہاں۔

مولوی - ہائے افسوس اب سوجھی۔ دو لاکھ روپیہ کی بات تمنے کہی مگر اہی کاش یہ بات اسوقت سوجھتی جب گھر سے نکلی نہ تھیں تو خوب ہوتا۔ اب مشتی کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلۂ خود باید زد لیکن اب تم یاد خدا کرو اور کسی شریف زادے کے ساتھ نکاح پڑھوالو۔

ثریا بیگم - (آبدیدہ ہو کر) کیا عرض کروں جان عذاب میں ہے ہائے میں نے یہ کیا کیا۔ یہ مجھے کیا سوجھی - اب اِدھر اُدھر ٹھوکریں کھاتی ہوں مٹی خراب ہے۔

مولوی - گو میں نہ مانونگا کہ تمھارے شیشۂ ناموس میں بال نہیں پڑا ہے مگر اسقدر کہہ سکتا ہوں کہ اب تم نے توبہ کی ہے اور یہی غنیمت ہے ہزار غنیمت ہے۔

اتنے میں تھانہ دار صاحب تشریف لائے کہا ذرہ کچھ سنائیے مولوی صاحب نے بدلایل قاطعہ وہ باتیں کیں کہ ثریا بیگم آبدیدہ ہوگئیں کہا مولوی صاحب کچھ عرض نہیں کر سکتی کہ دل پر کیسی گذرتی ہے کون کون باتیں یاد آتی ہیں۔ ہائے ہائے ہم اور اس پہاڑ میں ہم اور اس میدان میں۔ ہم اور بیٹرن کے ملا میں ہم اور شبو جان نہیں۔ ہم اور اللہ رکھی بھٹیاری شبو ہوں۔

مولوی - اب تم پر فرض ہے کہ نکاح کر لو۔

ثریا بیگم - حضور اس میں ایک امر مانع ہے جو میں عرض نہیں کر سکتی

مولوی - اب جو کہا تو پھر سب بیان کرو یہ دھا تیتر آدھا بٹیر کیا معنی

ثریا بیگم - حضور ایک شخص ہیں آزاد نام ہے۔

مولوی - میں اُن کے نام سے واقف ہوں۔

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لیے

ثریا بیگم - حضور کچھ ان کا حال بھی معلوم ہے۔

مولوی - ہاں ایک انگریزی اخبار میں ہم نے انکی تصویر دیکھی تھی سبحان اللہ سبحان اللہ دس ہزار کے بادپا سمند پر سوار معلوم ہوتا تھا کہ شیر ہے۔ یہ کلائی - یہ چوڑا سینہ ہے خاصہ شیر بنا ہوا۔

ثریا بیگم - (رو کر) پھر اب میں کیونکر شادی کروں بھلا کوئی شادی کا موقع تھا۔ میں تو اُسکے نام پر ادھار کھائے بیٹھی ہوں اور ایکبار جی گن ہو چکی ہوں۔

مولوی - کیا عقد ہو گیا ہے یا آزادی کی حالت میں۔ بُرا نہ ماننا ایک بات پوچھی ہے۔

ثریا بیگم - جی نہیں بُرا ماننے کی کیا بات ہے۔ مگر اللہ کی قسم کھاتی ہوں کہ آج تک میں کسی مرد سے واقف نہیں ہوں۔ اب چاہے یقین آئے چاہے یقین نہ آئے مگر آزاد کے بغیر کسی کے ساتھ نکاح ہو یہ محال ہے یہ نہ ہو سکے گا۔

مولوی - شاباش ہم اس بات سے بہت خوش ہوئے اب سنیے کہ تھانہ دار صاحب چپکے چپکے سب باتیں سُن رہے تھے ان کو نکاح میں شک نہ تھا یقین تھا کہ آج نہیں کل کل نہیں پرسوں - پرسوں نہیں نرسوں۔ ایک نہ ایک دن اس پری کے ساتھ شادی ضرور ہوگی۔ جب آزاد کا حال سنا اور معلوم ہوا کہ اس جوان رعنا پر عاشق ہے تو مایوسی ہو گئی آہ سرد بھر کر دل ہی دل میں سوچے کہ یہ کیا ستم بپا ہو گیا۔ ہائے یہ کیا غضب ہو گیا۔ ثریا بیگم کو کیا معلوم تھا کہ حضرت سُن رہے ہیں جو اصل بات تھی سب صاف صاف کہہ دی آپنے میں تھانہ دار کے سامنے آ کر کہا آداب عرض ہے۔ مزاج شریف ہم بھی سُن رہے تھے پھر اگر یہ بات تھی تو مجھ بدبخت کی نوکری کیوں لی مجھے کیوں مصیبت میں گرفتار کیا پہلے ہی سوچی ہوتیں۔

شراب کہنہ کہ روشنگر روان من ست
مصاحب من و پیر من و جوان من ست

اسوقت قلم رنگین رقم سرخوش و تر دماغ ہی اور فرط طرب سے سینہ بلغ بلغ ہی کیون نہ ہو محفل عشرت منزل کا ذکر خامہ ندرت ختامہ کی زبان پر آیا بزم طرب مین تردامنون کے زہد خشک پر قہقہہ لگایا صراحی زیر لب مسکرا کر کورنش کرتی ہی مے خوشگوار شراب طہور سے ٹکر لڑاتی ہی حور جنت تک اس مینا بازار کے صنم گلگون قبا کی شاگردی کا دم بھرتی ہی جام سلسبیل و کوثر پر خندہ زن ہین تو موج مے سرخوش نسیم پر طعنہ زن۔

چیست دانی بادہ گلگون صفا جوہری
حسن را پروردگاری عشق را پیغمبری

بیش بہا میز ون پر خوبصورت خوشبودار بوتلون مین پیارے پیارے رنگون کی شرابین انواع اقسام کی پیالیان اور جام نقرئی طلائی بلورین طرح طرح کے کباب چار چٹنیان موجود ہین منڈ پیکر اور کلیر وفر اور شہزادی کرسیون پر متمکن سامنے آزاد پاشا اور ایک کرسی پر خواجہ بدیع۔

خوجی (آزاد کی طرف مخاطب ہو کر) اب مزے کا وقت آتا ہی

ساقی دمید صبح قدح پر شراب کن
از روے گرم خود دل ما را کباب کن

آزاد (آہستہ سے) اب وہ دن گئے خیر خدا مسبب الاسباب ہی

زان میخورم شراب کہ بیہوشی آورد
وز انچہ غیر ادست فراموشی آورد

خوجی۔ آپکو مل چکی یہ ہم رئیسون ہی کا حصہ ہی۔ حضرت سلامت

آزاد۔ اجی ہم کو ہمارا معشوق شراب پلائیگا۔ یہ کون ہین۔

مے طہور تجھے واعظو خدا دے گا
وہ جانتا ہی کہ رند شرابخوار ہون مین

اتنے مین حکم ہوا کہ اغیار سے محفل صاف کی جاوے۔
ع۔ درین بزم رہ نیست بیگانہ را۔ کوئی نہ رہے۔ پرندہ تک پر نہ مارے خس کم و جہان پاک۔

شہزادی۔ آج بادۂ گلگون کے جام اس قدر لنڈھاؤ کہ ہوش و حواس باقی نہ رہین جام پر جام اور چسکی پر چسکی اور جرعہ پر جرعہ۔ ؎

دور چلے دور چلے ساقیا
اور چلے اور چلے ساقیا

منڈ پیکر۔ اچھا شرط ہو جائے جب تک ہمارے ہاتھ سے جام نہ چھوٹے تب تک تم بھی نہ چھوڑو جو پہلے چھوڑ دے وہ ہارا آئیے شرط۔

کلیر وفر۔ ہم بھی اگر کچھ کچھ شرط بھی تو بہ تو پھر لطف ہو۔

یہ کہکر منڈ پیکر نے جام لنڈھائے اور دور چلنے لگا۔

کلیر وفر۔ اودی اودی گھٹائین اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ہین سامنے دلارام گلفام ہاتھ مین جام۔ آنکھون مین نور آگیا دل مین سرور۔ بس اب دور چلتا ہی جائے۔

بھر دیا مجھ فقیر مست کا جام
ساقیا تو ہوا ورد نیا ہو

اتنے مین منڈ پیکر نے اعلیٰ سے اعلیٰ شراب کا جام بھر کر آزاد کو دیا۔ شہزادی نے مسکرا کر کہا۔ نوش جان۔ و تمھارے نصیب خوردہ کہ اپنے گورے گورے ہاتھون سے تمھین پیالہ دیا ہو قسمت کے دھنی۔ اب چوکو تو بد بخت۔ آزاد سوچے کہ یا خدا کس مصیبت مین پھنسا۔ ایک دفعہ بدرجہ مجبوری پی لی۔ توبہ کی اب لنڈ میان کو کب تک سمجھاؤن کب تک بہلاؤن خیر بہر حال بادہ ناب کنکر پی لی۔ کہا بار الہا مجھے مغفرت عطا کرنا۔ مستی و رندی کمیسے

شراب نہین پی ہے۔ اس وقت ایسا پھنسا کہ مجبور ہو گیا۔ شہزادی جو چاہے سو کرے۔

قاتل کی ہر طرح مجھے منظور ہے خوشی
سر پیشکش ہے جان ہے فدا اور نثار دل

کلیر دفر۔ (آزاد کی طرف مخاطب ہو کر) تم کون ہو میاں بوصاف
آزاد۔ مین آدمی نہین ہون۔ دیوزاد کی قسم ہون۔ پریان مجھے خوب جانتی ہین کہ مین کون ہون۔ ع

جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

کلیر دفر۔ انسان نہین ہو پری ہو سچ ہے۔ بجا۔ پریزاد بن گئے

آتا ہے مجھسے او ستم ایجاد کس لیے
بنتا ہے آدمی سے پریزاد کس لیے

آزاد۔ جو کام ہو پورا ہی ہوا۔ واہ ری ناکامی ہاے ہاے۔

شوق ہر رنگ رقیب سر و سامان نکلا
قیس تصویر کے پردے مین بھی عریان نکلا

ہم نے جو کیا پورا نہ ہوا لیکن آجتک ہمارے مقابل کسی غیر کی دال نہین گلی

زہر گلے کہ ہواے دلم نقاب کشاد
فلک بہ گلشن حسرت نوشت و داد بباد
ہر آن گرہ کہ درو لطف مدعا بستند
بدامن طلب مدعی نہاد و کشاد
زمانہ غیر الم نامہ نیست تصنیفش
دلم ز صفحۂ فہرست او گرفتہ سواد
چراغ مہر نمی میرد ای فلک یک صبح
بروہیم از یکشائی دریچۂ بیداد

کدام نالہ سرشتم بداغ دل کہ ورا
زمانہ در کرۂ زمہریر غوطہ نداد

خوجی۔ اب اسوقت مولانا صاحب بن جاؤ اور قیل و قال کر نے لگو
آزاد۔ اسوقت! بجا۔ اسوقت تو طبع موزون زمین پر قدم ہی نہین رکھتی آسمان ہی آسمان جاتی ہے۔ قیل و قال یعنی چہ۔

شرابیون کو بھلا عمر و زید سے مطلب
ہماری بزم مین ہو حق ہے قیل و قال نہین

اب شراب کا ذکر کرو۔ ہر چہ غیر اوست پوچ است۔ بس سمجھے

ہوتا ہے بے قرار حسینون کو دیکھکر
ایسا دیا ہے کیون مجھے پروردگار دل

شہزادی نے ایک قاب کباب خوجی کی طرف کھسکائی اور ادھر انھون نے میان آزاد کی جانب بڑھائی۔ آزاد کباب کھاتے جاتے تھے اور مرزا خلیل کا کلام زبان پر لاتے تھے۔

چہ عرض دارد از خوبی ہاے کباب کہ نمک ملاحتش شور نمجے در مطبخ روزگار انداختہ۔ ولہا را چون نمک از رشک خود در آب گداختہ کبابے آسمان تیز طائر را پاک کردہ و سیخ کباب از خط کہکشان آوردہ بسرخی شفق آتش افروختہ؛ اخگر اختر در مجمر پروین سوختہ ماہتاب نمک بردہ۔ آفتاب ترنج آوردہ ہلال قلم دار چینی و قرص ماہ نان تنکی بر طبق نہادہ نسیم ناوے ازین کباب بطرف چمن رسانیدہ باغبان سرخوش شراب نظر جریدہ تدروا انداختہ باد اد یا و زن صبا از افوان آتش افروختہ لالہ از داغ در مجمر شفق گون خود انگشت میگذارد و گل ز خار سیخ کباب مے آرد و شبنم ز نمک فشاندہ عباسی از دانہاے خود فلفل رسانندہ مشک دانہ الایچی مے آرد زعفران ہوش آمیزش پیازی کار و بیخ زنبق زنجبیل برمے آرد ناسخ آب لیموی فشردہ در صحن انجمن مستان بے سر و سامان بدہ ماسر بریدہ اندر نمکے از پستہ شور برزد و کشیدہ اند سبوے شکستہ گلبن دست مدح

سقایین بگرد نبرده اند و از دکان کبابیان بازار انگشت چند لیسہ آورده تا بہ سینہ سوزان را بہ آہ گرم نگاہ بیدار ندو بجاے سیخ نالۂ مستانہ از جگر بر می آرند و بیاد نفس سحر آتشے بر منبر وزند و لیعد خامی از بہد یگر کباب پختن می آموزند انبے استطاعتی کہ دسترسی بمصالح ندارند۔ اشک حسرتے از دیدہ میریزند و لخت جگر بہزار خون دل می آمیزند بذوق آب و روغن بگرفتن روغن از بادام و طلب آب از شراب شناختہ اند۔

کلیر وفر ۔ اب مطلب کی بات تو کہو شہزادی ہم نے سنا ہم نے پایہ۔

میڈ پیکر ۔ ہم دونون قمر طلعت جو انون پر نظر ڈال کر دیکھو جو سب سے زیادہ خوبرو اور خندہ پیشانی او پاکیزہ مشرب اور عالی گوہر ہو تم اسکو پسند کرو۔

شہزادی ۔ (مسکراکر) ہمکو دونون پسند ہین۔ دونون مہ لقا دونون رنگیلی اور دونون فرخندہ اختر۔ دونون پاک گوہر دونون خندہ پیشانی دونون گلدستہ گلشن سحر بیانی دونون تو حیر اور حسین۔ دونون عنبر موا ور مہ جبین دونون اگر ہمین عقد نکاح مین لائین تو سبحان اللہ از ین چہ بہتر۔

خوجی ۔ گھڑی دو مین مر لیا جائے گی۔ گھڑی دو مین مر لیا۔

آزاد ۔ ستمگر جفا پیشہ منحوس پھر وہی نحس ہانک لگائی۔

خوجی ۔ گھڑی دو مین مر لیا جائیگی۔ بی بی کے وار دہونی دشمن ست آجاؤ گا چھوڑ سین ہان مال ست۔ گھڑی دو مین مر لیا جائیگی۔

اتنے مین کلیر وفر نے شہزادی کو اسقدر جام پلائے کہ لالا مجمود دون نے رنگ جمایا اور شہزادی بدمست ہوگئی اور جھومنے لگی۔

کلیر وفر ۔ نشہ چڑھ گیا آنکھین بند ہوگئین اب مطلب کا وقت ہے۔

میڈ پیکر ۔ آزاد کو تو بھی اور پلاؤ تب تو لطف ہو ورنہ کیا؟

خوجی ۔ آزاد دو جام تو سیان چڑھ گئے ہیو۔ دو نہی گا نشہ تو ہو تھین یہان بجز تمہارے ہمارے اور ان دو پریون کے اور کون ہے ایک شہزادی وہ اس وقت یہان کہان خدا جانے کہان پہونچی ہے۔

آزاد ۔ پریان کون۔ ان دونون شہزادون کو پری کہتے ہو

خوجی ۔ جی حضور ذرا آنکھین کھولیے اور تھوڑی سی اور پیجیے۔

آزاد نے بھی ایک بوتل صاف کی۔ اب سنیے کہ خیمۂ زر نگار پر بہار کے اندر صرف خوجی اور آزاد اور وہ دونون پریزاد شہزادی کرسی پر سر رکھکر آرام مین تھین میڈ پیکر نے کہا آزاد پہچانا

آزاد ۔ کس کس کو پہچانا۔ میرے تو اسوقت ہوش اڑ گئے

میڈ پیکر ۔ کسی کی صورت۔ شکل۔ قطع۔ سخن۔ آواز۔ ادا پہچانتے ہو یا نہین۔

آزاد ۔ ع ۔ اے گل بتو خورسندم تو بوے کسے داری

ہے تو کسی معشوق کی سی ادا مگر عورت اور مرد کا فرق ہے بس صرف اسقدر۔

خوجی ۔ واہ بھئی خوب پہچانا۔ دو جام اور لنڈھاؤ تو تینون تلوک نظر آئین۔ آنکھین کیا جام جہان بین ہین ہ

گفتم این جام جہان بین بتو کے داد حکیم
گفت آن روز کہ این گنبد مینا میکرد

میڈ ا (آبدیدہ ہوکر) پیارے آزاد اسقدر جلد ہمین بھول گئے جانی۔ اُف۔ جن جن پر تم عاشق ہوئے انکے نام بتا دو دیکھین کس کس کو بھول گئے ہو اور کون کون یاد ہے۔ واہ اسقدر جلد۔

آزاد ۔ ہم پہلے پہلے تو ایک حسینہ پر عاشق ہوئے تیلی کر بل کھاتے رہے تدیا۔ ہزار جگہ سے کر بل کھاتی تھی اور ایسی خوشرو کہ مین کیا عرض کرون قابل دید بلکہ دیدنہ شنید اسکے بعد ایک بیگم نے دل چھین لیا۔ ہ

در تماشائے جمال او سراپا دیدہ ام
یک سر مو بر تنم بے لذت دیدار نیست

اس پری کا ذکر ہمارے دل پر عجب اثر پیدا کرتا ہے بلے کیا صورت زیبا ہے بس اس لائق ہے کہ بیشمار بوسے لے اور گھورا کرے ؎

تو با حسن جمال خوبی سر طور اگر خواہی
ارنی بگوید آنکس کہ بگفت لن ترانی

میڈا نے پوچھا اور کبھی کسی پر عاشق ہوئے تھے یا بس یہی ہو پر کہا دم مین ایک حور بہشتی نے گھایل کر دیا مس میڈا ہائے بس میڈا۔ دو بار میڈا کا نام لیا مارے رنج کے غش گیا اور پری بس میڈا نے فورا گلاب اور لخلخہ منگوایا اور عاشق زار کو سنگھایا

گلاب بلا جان پیکے آئی ہین حورین
غش آگیا ہے جمال پری رخان سے ہمین

آزاد۔ نے آنکھیں کھولیں تو میڈا گلے لپٹ کر رونے لگی

آزاد۔ کون ہے۔ شہزادے۔ شہزادے۔ این ا۔

خوجی سا بلے نامعقول شہزادہ نہیں ہے شہزادی ہے۔ ارے آنکھ کھول کے دیکھ تو کون ہے ابھی سے بھول گئے میان واہ

آزاد۔ میڈا مس میڈا۔

ہمکو تو ل کے حسینوں سے بڑے رنج ملے
خوش رہا کرتے تھے پریوں سے سلیمان ہوکر

تم یہاں کہاں۔ جانی تمنے مار ہی ڈالا ؎

دل چو عاشق گشت از آسیب رست
شیشہ چون بگداخت کے بیند شکست
چون شنیدم سر بسر احوال عشق
شد روانم در بدن تمثال عشق

ہر نفس بستم رہ جوش و خروش
خود دلم با عشق گویان شعلہ پوش
روے دل از غیر چون بر تافتم
مرہم ناسور ہجران یافتم
ہر دردم عشق درمان ساز شد
جذبہ اش ہر سو کمند انداز شد
چون مہ تابان من آمد ببام
ناگہان صید مراد آمد بدام
گفت با دل نکہت باد شمال
ایہا المہجور قد جاء الوصال
از نوید وصل شد دل پر خروش
زد سفالم از زلال خضر جوش
بستم آئین زاشک گلناری لباس
از در دل تا بہ دربار حواس
از ہجوم خوشدلی رفتم ز خویش
در نوردیدم بساط نوش و نیش
جان نواے دل طپیدن ساز کرد
رشک شد پروانہ و پرواز کرد

دیدمش دامن کشان لب پر ز نوش
آمدم از شوق جلش چون بہوش

میڈا۔ (بوسہ لیکر) آزاد کن کن جنگلون مین تمہارے واسطے رہ نوردی کی اور تمنے پوچھا بھی نہیں کہ ؎

چرا صحرائی و در صحرا نوردی
چہ پیش آمد ترا و حال چون است
جدا گشتی از یاران غمخوار

چنین چون سر بسر ژولیدہ دردی
مگر صحرا نوردی از جنون ست
چرائی ہمچو مجنون سر بکہسار

آزاد جان من ہماری سی مصیبت خدا دشمن پر بھی نہ ڈالے۔

بکستم دل شکستۂ غمزدۂ
از شرار نفس بہ تاب و تب
ناامیدی جگر گداختۂ

آفت جان خود الم زدۂ
در بیابان یاس تشنہ لبی
در غم دہر زہر یافتۂ

کشتی طوفانی محیط بلا ہا
دم بدم گرد کاروان بلا

خوجی۔ واہ ری شراب۔

صوفی از پرتو مے راز نہانی دانست
گوہر ہر کس ازین لعل توانی دانست

ایک جام سے حال کھل جاتا ہے۔ شراب کسوٹی ہے۔

کٹیڈرا۔ خواجہ صاحب سچ کہنا ہمارا عشق صادق ہے یا نہین۔

خوجی۔ درین چہ شک۔ اسمین کیا شک۔

آزاد۔ (بیقرار ہو کر اور رو کر) ابمین یہان کیا کرون۔ کچھ بس نہین ہے۔ عالم مجبوری ہے۔

خوجی۔ صبر صبر۔ ہماری نصیحت پر عمل کرو۔

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دوست تر دارند
جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

آزاد۔ پند بے سود موعظت بیکار ہے۔ دل بیقرار ہے ؎

ناصحا پند مجھ سے وحشی کو
اُسکو سمجھا جو کچھ سمجھتا ہو

پند اُسکے لیے ہے جو کچھ سمجھتا ہو یہان تو پند کا کام ہی نہین ؎

حضرت ناصح گر آئین دیدہ و دل فرش راہ
پر کوئی اتنا تو سمجھاؤ کہ سمجھائینگے کیا

اور کیا پند کیسی

مس کلیرِسا۔ نانہ کے ساتھ بولی بہن تم سچ کہتی تھین کہ یہ بیسہ

آزاد کی جان جاتی ہے۔ مگر اسمین شک نہین کہ ہزارون مین لاجواب کرورون مین انتخاب ہے۔ ایسا حسن خداآفرین دیدہ کی آنکھون نے خواب مین بھی نہ دیکھا ہوگا اور شنید کے کانون نے خواب مین نہ سُنا ہوگا۔

در صحیفۂ جمالش چندان نظر کہ کردم
جز نقطۂ دہانت حرف تنک ندارد

ابھی ماشاء اللہ سبزہ آغاز ہے اُٹھتی جوانی ہے ؎

خطی بین کہ فلک بر رخ دلخواہ نوشت
بر گل رقم بنفشہ ناگاہ نوشت
خورشید بہ بندگیش میداد خطے
کاغذ مگرش نبود بر ماہ نوشت

اب یہان سے چھٹکارا کیونکر ملے۔ کچھ رائے دیجیے۔

خوجی۔ اور جو شہزادی سب سُن رہی ہو تو کیا ہو۔

آزاد۔ واہ۔ ہوش تو فرو ہو گئے ہین سُن رہی ہو!

خوجی۔ شہزادی۔ اجی شہزادی صاحب یہ سب بھاگے جاتے ہین ذرا انکی فکر کیجیے اب آپکے پھندے مین نہ پھنسین گے

آزاد۔ ابے چپ رہ نالایق۔ ہان مس کٹیڈرا (بوسہ لیکر ہٹا کر) اب کس تدبیر سے بھاگو گی مگر تمنے تو وہ روپ بدلا کہ الامان الامان مین یہی دل مین سوچتا تھا کہ خداوندا ایسے حسین مہ جبین شہزادے یہان کہان سے آگئے جنھون نے ہمارا رنگ بھی پھیکا کر دیا اور واللہ جو ذرا بھی پہچانا ہو کہ یہ دونون کون ہین مگر خدا مسبب الاسباب ہے

جس طرح ہمین باہم ملایا
بچھڑے ہوے سب ملین خدایا

کٹیڈرا۔ اب کل باتین ہماری رائے پر چھوڑ دیجیے تو اسقدر

نہین ہین کہ کل تک آنکھ نہ کھلے گی۔ پرسون ہوش مین آئینگی۔
آزاد۔ اسوقت وہ سرور ہی کہ ع دل من داند و من دانم و داند دل من۔ بیان نہین ہوسکتا ہی۔

شد مدتے کہ خشت سر خم کتاب ماست
موج شراب سرخ سر ہاے باب ماست

اب کچھ تدبیر بتاؤ۔
خوجی۔ ابھی تم خاموش رہو سب فکر ہو جائیگی۔
میگڑا۔ جان من ہم سب بندوبست کر لینگے۔

تکرار

ثریا بیگم اور تھانہ دار مین کھٹ پٹ ہو گئی رہتے تو دونون ایک مقام پر تھے مگر بول چال ترک۔ تھانہ دار صاحب چاہتے تھے کہ فوراً شادی ہو جاے اور ثریا بیگم آزاد کے نام پر دین و دنیا کو ترک کیے بیٹھی تھین انھون نے صاف صاف بیان کر دیا کہ مین ثریا بیگم تب تک تھی جب تک اپنے مکان کی چار دیواری مین رہتی تھی۔ اسکے بعد اللہ رکھی بھٹیارن ہوئی سرا مین رہی پھر کچھ دن تک آزاد کے ساتھ گھر سے اُڑے پھرے جوگن بنی شہسوار کے ساتھ ہی اسکے بعد شبو جان کہلائی پھر ثریا بیگم ہوئی اب بیڑن مشہور ہوئی۔ یہ سب پاپڑ آزاد ہی کے لیے بیلے۔ اب خدا خدا کر کے آزاد کی واپسی کے دن قریب آئے تو حضور نے دق کرنا شروع کیا یہان دل مین ٹھنی ہی کہ چاہے ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے ہم شادی نکرینگے۔ اب شادی قبر کے ساتھ ہوگی اور بس۔ اور تم اُدھار کھائے بیٹھے ہو کہ ادا چاہے جو ہو مگر نکاح آج ہی ہو جائے۔ پھر بات کیونکر بنے۔ یہ پھیر ایسا پڑا کہ پھوٹ ہو گئی۔

تھانہ دار۔ اچھا تو ہماری تمھاری یکجائی اچھی نہین۔ الگ الگ رہو۔

ثریا بیگم۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ خانۂ احسان آباد چلیے سستے چھوٹے۔

تھانہ دار۔ ازین چہ بہتر۔ تم نہ ہوگی تو کیا زندگی نہ ہوگی۔

ثریا بیگم۔ اور تم نہ ہوگے تو سویرا نہ ہوگا۔ تم الگ ہو اور ہم الگ رہین جب تم ہمارا کہا ہی نہین مانتے تو پھر ہمارے سے کیسا واسطہ اور کیا سروکار۔

تھانہ دار۔ بسم اللہ نوکری کی نوکری گئی اور مطلب کا مطلب نہ نکلا۔

پھر آنکھین سینکین آس بت سے دل مضطر چلے
واے بیدردی کوئی تا پے کیسا گھر جلے

ثریا بیگم۔ بجا آنکھین سینکوانے والیان اور ہوتی ہین۔

تھانہ دار۔ اب اتنے برس سے خدائی بھر مین آوارہ پھرتی ہو اور کہتی ہو کہ ہم نیک ہین واہ ری نیکی۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکان برد

ثریا بیگم۔ تو نیکون کو کوئی طعنہ دیتا ہی۔ تم ہی دیتے ہو۔

تھانہ دار۔ اب اسوقت تمھاری صورت دیکھنے کو جی نہین چاہتا ہی بالخیر و شما بسلامت۔

بلبل برداشت آشیان را
گل گفت کہ خس کم و جہان پاک

ثریا بیگم۔ اچھا آپ الگ رہین ہماری صورت نہ دیکھیے بس چھٹی ہوئی۔

از فروغ عشق جان تابندہ است
جسم عالم زین حرارت زندہ است

عشق فردوسی حصارش خارزار
ظاہرش دے باطنش باشد بہار
صورتش زہرست و معنی صاف مل
شعلۂ آبستن صد رنگ گل ہا
عشق بارانے سحابش جملہ دل
عشق طوفانے حبابش جملہ دل
در بسر ایمان و کفر این آن
شعلۂ دود چراغ عشق و آن
از فروغ عشق جان یابد کمال
عشق خورشیدست و جانہا چون ہلال
گر کسے از عشق افتد در زیان
از خصوصیات آن گمراہ دان
کجروی آب روان راہست کیش
آسیا سرگشتہ است از وضع خویش
از چراغ عشق گیرو بے گمان
ہفت فانوس خیال آسمان
عشق معراج کمال آدم ست
عشق را تاثیر اسم اعظم است
می کند حسن آفرین اندیشہ را
خانۂ نقاش ساز د تیشہ را
گہ ید بیضا و گاہے آزرست
گاہ آب ذوالفقار حیدرست
عشق برگ گل خواندہ از افسانۂ
زاہد از ہی شنیدے بر دانۂ
کشور عشق ست ایمن از خطر
کہ خرابی مے شود آباد تر
دل چو عاشق گشت از آسیب رست
شیشہ چون بگداخت کے بیند شکست

تھانہ دار۔ ہمکو خیال یہ ہی کہ تو کوی مفت لگی۔

ثریا بیگم۔ مجبوری ہی۔

تھانہ دار۔ از ماست کہ بر ماست

ثریا بیگم۔ مجبوری مین کیا کرون۔

جن لوگون کے مزاج مین فلسفیت ذرا بھی نہین جو گوی انکا قول ہی کہ جب کسی ملک مین انسان گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہین اور منہیات و معصیات کے بالکل محترز نہین رہتے تو قہر ربانی اپنر اسطرح نازل ہوتا ہی کہ زمین ہل جاتی ہی جسکو عوام الناس زلزلہ کہتے ہین اگر انسے زلزلہ کے اسباب کی کیفیت پوچھیے تو آپکو زندیق اور مرتد و ملحد بنائین اور کہین کہ اس سوال کا جواب کوئی نہین دے سکتا خیر۔ یہ تو ناواقف آدمیون کا مقولہ ہی۔ اب علما کا قول بھی سنیے کہ وہ کیا فرماتے ہین علماے ہیئت نے زلزلے کے کئی اسباب لکھے ہین اولاً کسی قسم کے اجزاء ارضیہ کبریتیہ وغیرہ جوش کھاتے ہین اور انسے ابخرے پیدا ہوتے ہین اور وہ ابخرات بجنبہ باہر نکلنے کے واسطے متحرک ہوتے ہین جبکہ زمین کی کثافت کے باعث سے اسکے مجاری و منافذ مسدود ہو جاتے ہین اور ابخرہ عبور نکل نہین سکتے تو ناچار انکی حرکت سے زمین مین زلزلہ پیدا ہوتا ہی چنانچہ حکماے فرنگ کے تجربے مین آیا ہی کہ اگر آٹھ سیر لوہا ہون اور آٹھ ہی سیر گندھک مین پانی مخلوط کر کے اسکو ایسا سڑائین کہ اسمین خمیر آ جائے بعدہ اس خمیر کو زمین مین مدفون کر دین تو دس گھنٹہ کے عرصے مین وہ

اسقدر جوش مین آئیگا کہ زمین شق ہو جائیگی اور ہلنے لگیگی اور اُس مقام سے شعلہ نکل پڑیگا اسی طرح زمین مین گندھک اور شورے کے بخارات بھی باعث اشتعال و جنبش ارض ہو جاتے ہین شاید بعض لوگون کو استعجاب ہوگا کہ زمین کے اندر آگ کہان سے آئی مگر یہ اصلا مقام حیرت نہین علماے یگانہ اور حکماے فرزانہ نے بدلائل عقلیہ اسکو ثابت کر دیا ہی کیونکہ دوران زمین کے حضرت خالق اشیا نے ایسی چیزین بکثرت مخلوق کی ہین جو بوجہ من الوجوہ مشتعل ہو جاتی ہین اور اشتعال کا سبب وہ حرکت شدیدہ ہی جو بخارات مین طلب خروج کے لیے حادث ہوتی ہی جسقدر بسبب اشتعال خفیف ہوتا ہی اُسیقدر انسان کو حرکت زلزلہ خفیف محسوس ہوتی ہی اور اسکی جنبش قریب قریب ویسی ہی معلوم ہوتی ہی جیسی جہاز یا اگن بوٹ کے بیٹھنے والون کو جہاز یا اگن بوٹ کی حرکت محسوس ہوتی ہی۔ اکثر اوقات زلزلہ ایک طرفۃ العین مین موقوف ہو جاتا ہی کبھی علی الاتصال کئی دن تک رہتا ہی اسکے صدمے سے مکانات شق ہو جاتے ہین بلکہ اکثر گر پڑتے ہین اور اشیاے مرتبہ تہ و بالا ہو جاتی ہین غرضکہ جب کبھی زلزلہ آتا ہی تو زمین تھوڑی بہت تڑق جاتی ہی اور وہان سے اشیاے مکتنزہ یعنی غیر مجوف نکل پڑتی ہین۔

ثانیاً پہاڑ اور بڑے بڑے پتھر خود بخود زمین کے غار مین گر پڑتے ہین اور اس زور سے باہم ٹکر کھاتے ہین کہ زمین ہل جاتی ہی جب شورہ اور گندھک وغیرہ کے اجزا کو کسی وجہ سے زمین کے اندر غلیان پیدا ہوتا ہی تو شعلے ہر چہار طرف سے مستعد بخروج ہوتے ہین اگر اسکے زور سے زمین شق ہو گئی یا اُسکے کسی اور منفذ سے شعلہ نکل گیا تو فبہا ورنہ زمین کسیقدر مرتفع ہو جائیگی اور شعلہ کوہ آتش فشان کے دہانہ سے نکل جائیگا اگر مقدار اجزا بکثرت نہ ہوگی تو فقط زمین ہی متحرک ہوگی کوہ آتش فشان کے ذریعہ سے شعلہ نہ نکلے گا بلکہ حرارت کی وجہ سے اجزاے رقیق ہو کر کسی منفذ سے خارج ہو جائینگے۔

مسٹر ہوائٹ ہرسٹ اور لارڈ ڈالامیو کا مقولہ ہی کہ اسباب زلزلہ مین آگ اور پانی جزو اعظم ہین یعنی انکے بغیر حدوث زلزلہ غیر ممکن ہی۔ کیونکہ رطوبت مین جبتک حرارت نہ اثر کریگی تب تک تولید بخارات نہ ہوگی جب زمین مین بخارات جوش کھاتے ہین تو کئی ہزار میل تک اندر ہی اندر اُسکے اُبلنے کی آواز جاتی ہی۔ یہ آواز بعینہ ویسی ہی ہوتی ہی جیسے ناہموار کھرنجے پر بگھی کی گھڑگھڑاہٹ سے آواز نکلتی ہی۔

۱۷۵۵ء مین شہر لزبن دار السلطنت پرتگال مین ایسا سخت اور مہلک زلزلہ آیا تھا کہ اسکے صدمہ سے زمین کا کلیجہ پھٹ گیا اور شور حشر و ہنگامہ قیامت قایم ہو گیا تھا جسکے سننے سے جگر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین چنانچہ ہم اسکی کیفیت بالتفصیل و توضیح معرض بیان مین لاتے ہین۔ ناظرین تمکین کو معلوم ہو کہ پہلے لزبن کے باشندون کو قبل از آمد زلزلہ معلوم ہوا کہ بگھی کی گھڑگھڑاہٹ کی سی آواز زمین کے اندر سے آ رہی ہی حیرت مین تھے کہ یا للعجب یہ کیا بلا ہی جو زمین کے اندر عجب طرح سے غنغنا رہی ہی رفتہ رفتہ یہ آواز بڑے زور سے آنے لگی اور لوگون کے دلون پر دہشت و ہیبت چھانے لگی یکایک معلوم ہوا کہ سیکڑون آلاپ اندر وہان دغ رہی ہین اور دھرتی دھکے لیتی پڑ رہی ہی۔

دفعتہً زلزلہ آ گیا لوگ بدحواس ہو گئے کہ یہ کیا آفت ناگہانی و حیرت خیز ہی اور کیسا واقعہ نادیدنی و عبرت انگیز ہی سب کے سب بصد تضرع و زاری دست بدعا تھے کہ بار خدایا خیر کیجیو اور شر آفات سے بچائیو۔

مگر یہ یک دعا بمنزل اجابت قرین نقش مراد کرسی نشین نہ ہوا۔ زلزلہ آتے ہی بڑے بڑے محل جو آسمان سے باتیں کرتے تھے ازراہ کرم زمین پر ناصیہ سا ہوئے ایوان خسروی جو صناعان کامل فن اور معماران اعجاز پیشہ کی دستکاری سے بہ صرف زر خطیر طیار ہوئے تھے بچشم زدن مٹی میں مل گئے۔ قس علی ہذا امراے ذوی الاحترام ورؤساے عالی مقام کی عمارات عالی شان اور غریبوں کے جھوپڑے اور مکان تہ و بالا ہوگئے۔ جسدن یہ زلزلہ آیا اُسدن اتفاق سے گرجاؤں اور معبدوں میں آدمیوں کا ایسا اژدحام عام تھا کہ شانے سے شانہ چھلتا تھا جسوقت یہ معبد بجا معبود سر بسجود ہوے ہزار ہا بندگان خدا عدیم الوجود اور فائز بمنزل مقصود ہوے گرجا گھر گرجانے سے اسوقت رشک گورستان بنگئے تھے شہر میں کوئی بچا نہ سکتا تھا کوئی تنہ درخت کے تلے دبا ہوا بلکتا تھا عورتیں اپنے پیارے بچوں کو چھاتی سے چمٹائے کلیجے سے لگائے دیوانہ وار اِدھر اُدھر ماری ماری پھرتی تھیں۔ سراسیمگی میں قدم قدم پر گرتی تھیں۔ لنزبن کی پری رو لیڈیاں نفیس پوشاک سے بازیب و زینت آفت سے خاک میں لت پت ہوا س گم تھیں ذکور و اُناث جوان و اطفال اور پیر کہن سال سب تباہ و خستہ حال جان بچاتے پھرتے تھے زندگی کے لالے پڑے تھے۔ خدا خدا کرکے وہ کافر زلزلہ چند منٹ بعد موقوف ہوا۔ جو لوگ جیتے بچے تھے وہ ہنوز سسک ہی رہے تھے اور خدا کے شکر میں گرم گفتار تھے کہ اس بلاے بے درمان سے اُنکو محفوظ و معصوم رکھا۔ آدہ گھنٹے کے بعد ؎

ہر دم زمانہ داغ غمم بر جگر نہد
یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر نہد

کا معاملہ ہوا یعنی سمند سلطنت مارتا ہوا شہر میں داخل ہوا جو محلے جسقدر پستی میں واقع تھے وہ فوراً غرق آب ہوگئے یہ حال عبرتناک مشاہدہ کرکے تین ہزار آدمیوں نے ایک بڑی عالی شان عمارت میں جاکر پناہ لی (جو اسوقت باعتبار استحکام تحمل صدمات امواج آب سمجھی گئی تھی) اور سمجھ بیٹھے کہ جسطرح طوفان نوح میں صرف وہی لوگ بچے تھے جو کشتی نوح پر سوار تھے اسیطرح اس مکان میں صرف ہم ہی لوگ محفوظ رہینگے باقی تمام شہر غرق ہوجائیگا لیکن پختہ مکان کا خیال خام تھا اور اس عمارت کا استحکام برائے نام تھا تعدا اسکے بالعکس پایا گیا طوفان نے یہ ستم ڈھایا کہ اس قصر بلند کو دم کے دم میں ڈھایا۔ زلزلہ نے اُس پختہ مکان کی بنیاد کو ہلا کر ایسا کمزور کردیا تھا کہ پانی نے آناً فاناً میں گرادیا اور اُن تین ہزار آدمیوں میں سے ایک بھی جانبر نہ ہوا۔ یہ سانحہ ہوش ربا اور واقعہ حیرت افزا تو دن میں گذرا اب رات کا اندھیرا سنیئے۔

سانس دیکھی تن بسمل میں جو آتے جاتے
اور چرکا دیا جلاد نے جاتے جاتے

اِدھر آفتاب غروب ہوا اُدھر دوسرا گل کھلا۔ ایک اور شعلہ نمودار ہوا جسقدر مکان گر گئے تھے اُن سب میں از خود آگ لگ گئی۔ زلزلہ اور طوفان سے جو بچا تھا اُسکو آگ نے جلادیا آنچہ از دزد باقی ماند رمال برد۔ طوفان سے جو بچا تھا وہ آگ کی تذر ہوا ع سپارہ را سوخت آتش پارہ را آب بُرد۔

مولوی صاحب نے ثریا بیگم کو مختلف اُمور کی ہدایت کی اور صاف صاف سمجھا دیا کہ جبتک کسی کے ساتھ نکاح نہ ہوگا تب تک شریف زادی نہ کہلاؤ گی۔

ثریا بیگم۔ نکاح تو محال ہے یہ نہ ہونے کا۔

مولوی۔ براے نام ہی سہی۔

ثریا بیگم - برے نام کیا معنی نکاح مین بلا نام لیا
مولوی - خیر پھر تمکو اختیار ہی مگر ہم تو یہی صلاح دینگے کہ جہانتک جلد ممکن ہو نکاح پڑھوا لو -

ثریا بیگم - کسکے ساتھ -

مولوی - جو پسند ہو مگر پولیس کا آدمی نہ ہو - بوڑھا نہ ہو جاہل نہ ہو

ثریا بیگم - یہان پسند کرنے کا کوئی موقع ہی

مولوی - یہان تین آدمی ہین - ایک تھانہ دار - دوسرے باورچی تیسرے ہم - تھانہ دار پولیس کا آدمی - باورچی جاہل اور بوڑھا باقی رہا بندہ - اسکا تمکو اختیار ہی

راوی - ؎ چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی -

ثریا بیگم - یہ کیسے آپکو شوق چرایا ہی - ماشاء اللہ جب ہی صلاح دیتے تھے شادی ہو جائے -

مولوی - ہم کیا کچھ برے ہین -

شادی جلوہ گاہ کا نظام مبارک ہووے
عیش و عشرت کا سر انجام مبارک ہووے

ثریا بیگم - بجا ارشاد ہوا - بندی ابھی سے رخصت ہوتی ہی -

مولوی - نہین نہین - رخصت ہونا کیا معنی - مین کچھ زبردستی کرتا ہون یہ خوشی اور رضامندی کا معاملہ ہی -

ثریا بیگم - آسمان سے گری کھجور مین اٹکی -

مولوی - اگر زبردستی کرون تو برا بھلا کہو - ہم خدا کا نام لیا کرتے ہین - بدی کے قریب نہین جاتے ؎

بنام جہاندار جان آفرین حکیم سخن بر زبان آفرین
ثنا ہا ہمہ ایزد پاک را ثریا دو طارم تاک را
کہ خورشید را صورت جام از ست شراب شفق در خم شام از وست
پناہ بلندی و پستی توئی ہمہ نیستند انچہ ہستی توئی

توئی کافریدی زیک قطرہ آب
گہرہائے روشن تر از آفتاب
توئی کاسمان را برافراختی
زمین را گذرگاہ او ساختی

ثریا بیگم - آپ کسی مسجد مین جا کر بیٹھیے -

مولوی - تو بھی برا نہین اسمین کیا ہرج ہی بی صاحب - مولوی صاحب اسقدر رنجیدہ ہوئے کہ جان جانے لگی - اب ہر دم گریہ و زاری دن کو آہ سرد با دل پرد رد شب کو اختر شماری ؎

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

ثریا بیگم - تو تمنے جان بوجھ کے ہمین دھوکا دیا - اگر ہم یہ جانتے تو اس سے کیون بگاڑتے اب ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

مولوی - اچھا - اگر کے ٹکے کو محتاج ہو تو جب ہی کہنا -

ثریا بیگم - خیر خدا حافظ ہی - آپ تو مولوی صاحب ہین -

مولوی - ہم مین کون بات نہین ہی ناک آنکھ - کان - ٹانگ منھ - سر ہاتھ - پاؤن - چہرہ کوئی عضو بدن ایسا نہین جو سانچے کا ڈھلا نہ ہو -

ثریا بیگم - آپ حسین خوبصورت - ماہ لقا - خورشید طلعت آپ مین کوئی بات نہین ہی -

مولوی - خیر اچھا یون ہی سہی ؎

مرا ہمچنین چہرہ گلفام بود
بلورینم از نرم خوبی اندام بود

ثریا بیگم - ہمکو ایک جوڑا چاہیے اور چار روپیان اور بس ؎

ہر کس کہ بدہر نیم نانے دارد
وز بہر نشست آشیانے دارد

نے خادم کس بود نہ مخدوم کسے
گوشاد بزی کہ خوش جہانے دارد

مولوی۔ سبحان اللہ۔ مگر۔

انسان وہی مقبول خدا ہوتا ہے
جو مسلک خیر مین فنا ہوتا ہے
قسام ازل کا اک اشارہ بس ہے
دم بھر مین شہنشاہ گدا ہوتا ہے

ثریا بیگم۔ آپ تو مولوی ہین اور بندی ایک جاہل عورت اتنے مین تھانہ دار صاحب آگے اور للکار کر کہا او مولوی آج یا تو ہی نہین یا ہم ہی نہین۔ دونون مین سے ایک نہین دونون کی زندگی ہو یہ محال اندر ہے۔

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

مرنا برحق ہے۔

مولوی۔ ابے لونڈے کیون واہی ہوا ہو۔ ارے لاحول۔

ثریا بیگم۔ خدا کے لیے۔ واسطے خدا کے جانے دو۔

تھانہ دار۔ واہ کیا خوب کہی ہے۔

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

آج خون ہو گا۔ آج خون کے دریا بہینگے۔

بھاگ نکلے

بیا ساقی آن آب آتش خواص
بہ من دہ کہ تا یابم از غم خلاص
بیا ساقی آن ارغوانی قدح
کہ یابد ز فیضش دل و جان فرح

بہ من دہ کہ از غم خلاصم دہد
نشان رہ بزم خاصم دہد
بیا ساقی آن آب اندیشہ سوز
کہ گر شہد نوشد شود بیشہ سوز
بیا ساقی آن مے کہ حور بہشت
عبیر ملایک دران مے سرشت
بیا ساقی از مے مدارم گزیر
بیک جام باقی مرا دستگیر
بہ من دہ کہ در کیش رندان مست
چہ دنیا پرست و چہ آتش پرست

بادۂ گلگون راح روح کیمیائے فتوح کے جام یاقوت وش نے وہ رنگ جمایا کہ معشوقہ سراپا ناز رشک مہوشان طناز یعنی پولینڈ کی سبز شہزادی کو دم کے دم مین سرو دماغ سے مست بنایا اس ساقی لاابالی کے صدقے جسنے اپنے پیارے پیارے ہاتھون سے پیالہ پلایا شہزادی نے اسی حالت مستی و عشق پرستی مین فرمائش کی کہ کوئی باربد نژاد خوش گلو قوال علم موسیقی کے جوہر دکھائے اور اعلیٰ اعلیٰ چیزین گا کر وجد مین لائے۔

مغنی دف و چنگ را ساز دہ
بہ یاران خوش نغمہ آواز دہ
رہے زن کہ صوفی بحالت رود
بہ مستی وصلش حوالت رود
مغنی بیا ہا منت جنگ نیست
سگے بر مغنی زن گرت چنگ نیست
مغنی کجائی کہ وقت گل است
ز بلبل چمنہا پر از غلغل است

مغنی بیا عود را ساز کن
نوآئین نوائے نو آغاز کن

خیمۂ زرنگار دا ایک پر بہار کے باہر سے دو سرو صنوبر خرام ماہر دیان گلفام و نازک اندام نے رقص شروع کیا عجب انداز سے پانون پڑتا تھا ؎

دو در رقص تو کم از دور قیامت نبود
منشین یک نفس ای فتنۂ دوران منشین

اتنے مین ناظورۂ خورشید لقا مس کلیرسا نے ایک جام بادہ ممزوج اور شہزادی کو پلایا ۔ بس لے اڑا ۔ ایک تو کڑوا کریلا دوسرے نیب چڑھا یون ہی شہزادی نشے مین چور سیہ مست و مخمور تھی اس جام نے آتش نشہ کو اور بھی بھڑکایا عقل کو رد ٹھین ہوش حواس کھو بیٹھین ؎

بیا تا خرد را قلم در کشیم
ز جام دمادم دمے دم زنیم
ز مستی بعالم علم در کشیم
ز ہے آب بر آتش غم زنیم

دریغا جوانی که بر باد شد
خنک آنکه از عالم آزاد شد

آزاد ۔ خواجہ صاحب واللہ اگر اس بادہ تیز و مشک بیز سے محروم رہے تو عمر بھر پچھتاؤ گے ۔ میان در توبہ باز ست ۔ حال آ جائے وہ شراب ناب ہے ۔

خذ الجام لا تخش فیہ الجناح
که در باغ جنت بود مے مباح

بیا این نصیحت ز من گوش کن
جہان جملہ ہیچ ست مے نوش کن

خوجی ۔ جام کسی کج ہیندیے کو دیجیے یہان پیے ہوے ہین پاک دامن
آزاد ۔ بھائی بسر ملکے وہر سے سلب یہان نہ پیتے تو لینے کے دینے پڑتے اسوقت یہ مردار جان پر دہر ۔ اب اندیشہ سوز حافظ شیرازی نے اسکو صحیح لکھا ہے ۔ اندیشے کے خرمن کو تو بالکل جھلسا دیتی ہے

قدح پر کن از مے که مے خوش بود
خصوصا که صافی و بے غش بود

بیا ساقی آن روح ریحان نسیم
بمن ده که بے زر بماند نسیم

بیا ساقی از بادہ ہاے کہن
ز جام پیاپے مرا مست کن

خوجی ۔ کسی بیگناہ کا خون کرنا ہمارے مذہب مین روا نہین شراب خون انگور ہے ۔ خون آشام بننا ہمین پسند نہین ۔ آپ مزے مزے لنڈھائین خاکسار کو معاف ہی رکھیے ۔
آزاد ۔ ہم تو تم پر احسان کرتے ہین ۔ یاد کروگے بچہ جی ۔
خوجی ۔ بلی بھگتے چوہا بیچارہ لنڈورا ہی ہو کے جئے گا بس ۔
آزاد ۔ مس میڈا خدا کے تمھارے اوپر سے جان تصدق ہو جائے ؎

اے خونبہاے نافۂ چین خاک راہ تو
خورشید سایہ پرور طرف کلاہ تو
نرگس کرشمہ می برد از حد برون خرام
اے جان فدائے شیوۂ چشم سیاہ تو
خونم بخور که ہیچ ملک با چنین جمال
از دل نیایدش که نویسد گناہ تو
با ہر ستارہ سر و کار ست ہر شبم
از حسرت فروغ رخ ہمچو ماہ تو
یاران ہمنشین ہمہ از ہم جدا شدند
مائیم و آستانۂ دولت پناہ تو

فردا کہ روز حشر که عرض خلائق ست
باشد در آن میان بمن افتد نگاہ تو

خوجی۔ حسن کو بھی خدا نے کیا درجہ عطا کیا ہے واہ رے حسن و جمال آستانۂ دولت پناہ کہو چاہے جان فدائے شیوۂ چشم سیاہ کہو رخ کو رشک مہر چہرہ کو غیرت ماہ سمجھو۔ اس باشد کی لفظ نے آخری شعر میں جان ڈالدی ع۔ باشد دران میان بمن افتد نگاہ تو۔ خدا لسان الغیب حافظ شیرازی کو غریق رحمت کرے عجب عارف باللہ ولی حق آگاہ تھا۔

آزاد۔ خیر اسکا حال تو خدا ہی کو معلوم ہوگا۔ مگر عذوبت کلام اور رندانہ اشعار کا بادشاہ تھا ایک ایک مصرع وجد کرنے کے قابل ہے تصوف کوٹ کوٹ کے بھرا ہے۔

خوجی۔ بجا اور لسان الغیب نہ تھا۔ خال کوئی شے نہیں ہے۔

آزاد۔ ہاں بندہ تو اسکا قائل نہیں ہے۔ یہ سب ڈھکوسلا ہے

خوجی۔ معقول۔ کیا کفر کے کلمے زبان سے نکالتے ہو سارے لاحول۔ مشہور ہے کہ یکہ تاز میدان نکتہ پردازی۔ فارس مضمار جادو طرازی حضرت لسان الغیب حافظ شیرازی جعل اللہ الجنۃ مثواہ کی میت پر کوئی نماز جنازہ نہیں پڑھتا تھا کہ حافظ بادہ گسار اور بڑے میخوار تھے آخر کار علما نے رائے دی کہ حافظ کے پرزے ایک گھڑے میں جمع کیے جائیں اور کسی جاہل سے کہا جائے کہ گھڑے میں ہاتھ ڈالکر ایک پرزہ نکال لے اسی کے مطلب کے موافق کارروائی عمل میں آئے تو یہ شعر نکلا ؎

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ
کہ گرچہ غرق گناہ است میرود بہ بہشت

بس فوراً نماز جنازہ پڑھی گئی اسکے لسان الغیب ہونے میں بھلا کسی کو شک ہے ؎

صوفی از پرتو مے راز نہانی دانست
گوہر ہر کس ازین لعل توانی دانست

یعنی صوفی نے شراب پی اور راز سربستہ اسپر کھل گیا اور یہی مے یعنی شراب ناب سے ہر شخص کی قابلیت دریافت ہوسکتی ہے اگر ناکس ہے تو ناکس کی طرح کھیلیگا اور اگر کس نہیں ہے تو راز پوشیدہ اسپر کھل جائیگا یہ اسکے معنے ہوئے ؎

شرح مجموعۂ گل مرغ سحر داند و بس
کہ نہ ہر کو ورقے خواند معانی دانست

شرح مجموعۂ گل بلبل کے سوا اور کسے معلوم ہے کسیکو نہیں ؎

عرضہ کردم دو جہان بر دل کار افتادہ
بجز از عشق تو باقی ہمہ فانی دانست

باقی اور فانی کی رعایت ملاحظہ ہو۔ سبحان اللہ سبحان اللہ ؎

دلبر آسائش ما مصلحت وقت نہ دید
ورنہ از جانب ما دل نگرانی دانست

یعنی معشوق نے میرے آرام کو مصلحت وقت کے خلاف تصور کیا ورنہ اسکو یہ خوب معلوم تھا کہ میں مارے اشتیاق کے مر رہا ہوں۔ روایت معتبر ہے کہ حافظ شیرازی شاخ نبات ایک سیمبر شہزادی پر عاشق تھے وہ انکو سودائی اور مجذوب سمجھ کر چھل کیا کرتی تھی۔ ایک کنیز نے کہا کہ اگر لاکھ دینار دو تو مراد حاصل ہو انھوں نے ہر روز پیسہ ٹکا جو کچھ ملا اسکے محل میں پھینکنا شروع کیا ایک روز قبرستان میں حافظ شیرازی آرام کرتے تھے کسی نے انکو جگایا اور کہا کہ مزدوری کرو تو موجود ہے۔ حافظ نے حقارت کے ساتھ اسپر نظر ڈالی اور کہا ہم درویش آدمی ہمکو مزدوری سے کیا سروکار۔ اسنے کہا شراب کا ہنڈا تھوڑی دور لے چلنا ہے تب تو حضرت خوش ہوئے منظور کیا جب مزدوری لینے کا وقت آیا تو ان لوگوں نے تلچھٹ دیدی چکھتے ہی بس کھل گیا وہ شراب طہور تھی۔ بادۂ طہور کے اثر سے شاخ نبات دیکھی مگر اب انکو نے

انکار کیا کہ ایسے لغویات کے لیے میں کیوں بدنامی لوں۔ یہ غزل اس روایت کی تصدیق کرتی ہے۔

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند
واندران ظلمت شب آب حیاتم دادند
بیخود از شعشعۂ پرتو ذاتم کردند
بادہ از نور تجلی بصفاتم دادند
چہ مبارک سحرے بود و چہ فرخندہ شبے
آن شب قدر کہ این تازہ براتم دادند
چون من از عشق رخش بیخود و حیران گشتم
خبر از واقعۂ لات و مناتم دادند
من اگر کامروا گشتم و خوشدل چہ عجب
مستحق بودم و اینها بزکاتم دادند
بعد ازین روی من و آئینۂ حسن نگار
کہ در آنجا خبر از جلوۂ ذاتم دادند
ہاتف آن روز بمن مژدۂ این دولت داد
کہ بیازار غمت صبر و ثباتم دادند

اب جو شعر پڑھونگا اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ داب تسیح ہی سہی۔

این ہمہ قند و شکر چون سخنم میریزد
اجر صبریست کزان شاخ نباتم دادند

ہے کہ نہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اجر صبر اور شاخ نبات ہم مانتے ہیں

کیمیائیست عجب بندگی پیر مغان
خاک او گشتم و چندین درجاتم دادند
شکر شکرانہ بیفشان اے دل
کہ نگار خوش و شیرین حرکاتم دادند

اور مقطع میں قلم توڑ دیے۔ بالکل کھلی کھلی کیفیت بیان کی ہے اشعار

ہمت حافظ و انفاس سحرخیزان بود
کہ ز بند غم ایام نجاتم دادند

آزاد۔ مس میڈا ابتو وقت آگیا۔ بالکل یقین ہے۔ بھاگ چلو۔ بھاگ چلو۔

میڈا۔ ہوش کی دوا کرو۔ سنتر سنتر پہرے والے میں بھاگوگے کہاں۔

آزاد۔ پھر چھٹکارے کی بھلا صورت کیا ہے۔ بس معلوم ہوا کہ یہاں ہی مقبرہ شگاع۔ ع۔ ہرچہ باداباد ما کشتی درآب انداختیم۔ منعٰی ماضیٰ۔ گذشتہ را صلوٰۃ آیندہ را احتیاط۔

میڈا۔ تم یہ کل باتیں ہماری راے پر چھوڑ دو۔ پھر سمجھ لینگے۔

آزاد۔ اچھا اسوقت بوسہ لینے کو بے اختیار جی چاہتا ہے۔ ایک بوسہ لب نوشین کا دیدو۔

بوسہ خیرات کر بڑا دن ہے
اے صنم تو محبت کر سخن ہے

میڈا۔ یہ بوس و کنار کا کون وقت ہے۔ زندگی ہے تو کروڑوں بوسے لینا۔ ہمکو دیکھو کہ کیسی کیسی سختیاں جھیلیں جب جا کے تمکو ڈھونڈھ نکالا۔ رخصت کے وقت سب حال بیان کیا جائیگا۔

ہم عفی اللہ بہ صبا کز تو پیامے میداد
ورنہ در کس نرسیدم کہ ز کوے تو بود

آزاد۔ یہ ناوک نگاہ غیرت ماہ کون سا تم ہے۔ اسنے بھی گردوں کو گھائل کیا ہوگا مگر کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ میں اسیر یکجا ہوں
کیا مجال میں تمہارے خنجر ناز کا کشتہ ہوں۔

حسن تو ہمیشہ در فزون باد
رویت ہمہ سال لالہ گون باد
اندر سر من ہواے عشقت
ہر روز کہ ہست در فزون باد

قد ہمہ دلبران عالم
در خدمت قامت نگون باد

ہر سرو کہ در چمن بر آید
پیش الف قدت چو نون باد

چشمے کہ نہ فتنۂ تو باشد
از گوہر اشک غرق خون باد

ہر جا کہ دلے ست در غم تو
بے صبر و قرار بے سکون باد

چشم تو ز سحر دلربائی
در گردن سحر ذو فنون باد

ہر کس کہ بہ ہجر تو نسازد
از حلقۂ وصل تو برون باد

میڈا ۔ یہ ہماری منھ بولی بہن ہین مگر تعجب ہی کہ تمنے انھین نہین پہچانا ۔

آزاد ۔ مین نے انھین دیکھا کہان تھا پہچانتا کیونکر بھلا مگر ع

قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام
قیامت کرے جسکو جھک کر سلام

کلیریسا ۔ مجھے نہین پہچانا ۔ روس کی ایک چھوکری نے تمکو قید کر لیا ۔ ہم وہ ہین ۔

آزاد ۔ اوہو یہ کلیریسا ہین ۔ پناہ آپسے الٰہی تیری پناہ

کلیریسا ۔ یاد تو کروگے عمر بھر یاد بھی کروگے چلے تھے مقابلہ کرنے!!

آزاد ۔ واہ کیا خوب ۔ اتنے بوسے لیے کہ تمھارا ہی دل جانتا ہوگا ۔

قند آمیختہ با گل نہ علاج دل ماست
بوسۂ چند بیامیز بہ دشنامے چند

ہم تو بوس و کنار پر جان دیتے ہین ایک بوسہ دے جان لے لے مگر ایسا حسین ہو بھی تو ۔ یون تو سب کو دعوی ہی کہ ہم معشوق ہین مگر ع

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند
نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند

نہ ہر کہ طرف کلہ کج نہاد و تند نشست
کلاہ داری و آئین سروری داند

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجا است
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

کلیریسا ۔ ابھی تک لن ترانی ہی کی لیے جاتے ہو ۔ پھر بوسے لیے تو کیا ہوا ہم سپاہی آدمی ہین ہمین کوئی بوسون سے کیا دھمکائیگا بھلا ۔ بوسے لیے پھر؟ ۔

آزاد ۔ اُوہ کس غصے اور عتاب سے تم پیش آئین کہ الامان الامان

ہر دم آزردگی غیر سبب را چہ علاج
ما گذشتیم ز لطف تو غضب را چہ علاج

آخر اسقدر خفگی کا سبب کیا تھا ۔

کلیریسا ۔ اگر سبب خاص بیان کرونگی تو تمکو برا معلوم ہوگا ۔

آزاد ۔ قسم تو جو ذرا بھی برا معلوم ہو ۔ آپ بے تکلف فرمائیے ۔

میڈا ۔ اچھا تو اس سے فائدہ کیا کوئی سبب ہوگا بیتاب کیون ہوے جاتے ہو ۔

آزاد ۔ ہم تو سمجھے تھے کہ اب اسی قیدخانے مین عمر بھر رہے ۔ یہین بوڑھے ہونگے اور یہین مرینگے یہین قبر بنے گی ۔ کانون کان کسی کو خبر نہوگی کہ آزاد کا حشر کیا ہوا ۔ ادھر تم ادھر حسن آرا بیگم کڑھینگی مگر یہ کیا معلوم تھا کہ ع

نفس باد صبا مشک فشان خواہد شد
عالم پیر دگر بار جوان خواہد شد

ارغوان جام عقیقے بہ سمن خواہد داد
چشم نرگس بہ شقایق نگران خواہد شد

گل عزیز است غنیمت شمریدش صحبت
کہ بباغ آمد ازین راہ و ازان خواہد شد

زین تطاول کہ کشید از غم ہجران بلبل
تا سراپردۂ گل نعرہ زنان خواہد شد
اے دل از عشرت امروز بفردا فگنی
مایۂ نقد بقا را کہ ضمان خواہد شد
مطربا مجلس انس است غزل خوان و سرود
چند گوئی کہ چنین است و چنان خواہد شد
گر ز مسجد بخرابات شدم عیب مکن
مجلس وعظ دراز است و زمان خواہد شد

یہ کل دیوان حافظ نشہ کی ترنگ میں پڑھ جاتے کہ میڈا نے کہا آپ گلگشت چمن کے حیلے سے چلیں شاید موقع ہاتھ آئے دو کوس زمین کا طے کرنا مشکل ہے اسکے بعد پھر ان سب کا کوئی خوف نہیں اور آزاد اور خوجی اور مس میڈا اور مس کلیریسا اٹھے کو تو سب اٹھے مگر لرزتے اور کانپتے ہوئے —

آزاد کے سر پر وحشت سوار ہوئی تو چلتے چلاتے اس فتنۂ خوابیدہ کے بیدار کرنے کی فکر کی قریب جا کر عارض رنگین کا بوسہ لیا اور بہ آواز بلند یہ اشعار زبان پر لائے —

اے در چمن خوبی رویت چو گل خودرو
چین شکن زلفت چون نافۂ چین خوشبو
لعلت بجد و دندان بشکست لب پستہ
زلفت بخم چوگان بربود دلم چون گو
آن رائحہ زلفست یا نفحۂ عنبر
یا غالیہ می ساید در باغچۂ حسن او
ماہ است رخت یار و ز مشک است کہ زلفت
سیمست برت یا عاج سنگست دلت یا رو

میڈا — ہائیں ہائیں اس وحشت کے صدقے۔ خدارا کہیں اب نہ یہ حرکت کرنا۔

کلیریسا — یہ دھروا دینگے۔ اب انکو بھی اور نہ دینا۔ یہ بہت چل نکلے ہیں۔

میڈا — چلو چلو اس طرف چلو۔ خدا خیر کرے ابھی اگر جاگ اٹھے تو سب مصیبت میں پڑیں۔

خوجی — بھائی جان غنیمت سمجھو چپ چاپ یہاں سے بھاگو جی

بولا وہ یہ زلف ہاتھ لینی
ہے سانپ کے منہ میں انگلی دینی

گلزار نسیم یاد نہیں۔ ایک بوسے کے عوض تمام عمر بھگتو گے —

الغرض خدا خدا کرکے باہر گئے تو دیکھا کہ پہرے والے بھی سو رہے ہیں روشوں میں جا بجا اور چمن میں۔ مگر انسے کسی نے مواخذہ نہ کیا یہ پہاڑ کی سیر کرکے بائیں جانب سے اترے وہاں انکے گھوڑے تیار کھڑے تھے۔

اب سنیئے کہ مس کلیریسا اور مس میڈا اور آزاد اور خوجی چار آدمی اور تین گھوڑے خوجی چکرائے اور وقت بچا کہ انکے لیے فکر کیجائے

خوجی — مرے تو ہم سارے یار اب ہم کیا کریں بھائی —

آزاد — خدا حافظ ہے اب تو زیادہ بک بک نہیں کر سکتے۔ خوجی تمکو اس سرزمین کے سپرد کیا۔ اب اس وقت کیا ہو سکتا ہے اگر زندگی ہے تو لڑھکتے ہو سمرنا جی تک آجانا۔ ورنہ خیر نہیں ختم داستان

خوجی — فی امان اللہ۔ خدا تمکو صد و سی سال کی عمر عطا کرے آمین۔

میڈا — دیکھو خواجہ ہم مجبور ہیں۔ آزاد کو چھوڑ نہیں سکتے ہم میں سے کوئی یہاں رہ نہیں سکتا۔

خوجی — اجی جناب آج کے آٹھویں دن بندہ قسطنطنیہ میں ہوگا

راوی — کیا کہتے ہیں اہل دلوا الغرض کے چشم بد دور خواجہ صاحب کا

ہم غنیمت ہو مگر اب دیکھئے کیا گت ہوتی ہو یقین تو ہو کہ شہزادی سب کا بدلہ انھین سے لے - خوب درست ہو گئے -

آزاد - خواجہ صاحب اگر مجھے شاکی ہو تو کہدو واللہ فوراً آتر پڑون -

خوجی - کچھ خیر ہو مین آج ہوا کل دوسرے دن تم جوان آدمی ہو بسم اللہ کرو ع — در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست —

آزاد نے سلام کر کے گھوڑے کی باگ اٹھائی تو خوجی آبدیدہ ہو گئے جبتک گھوڑے نظر آئے ٹکٹکی باندھے دیکھا کیے اور جب نظر سے اوجھل ہوے تو جناب باری کی درگاہ مین دعا مانگی کہ بار آلہا آزاد کو سرخرو اور فائز بمرام کر -

آزاد - میڈا گھوڑے بہت تیز نہ دوڑاؤ ہاتون کی آواز نہ آئے

میڈا - (شوخی کے ساتھ) واہ کیا مجال ہو کہ جو کوئی گرد توسن کو بھی پا ئے -

آزاد - اللہ ری شوخی اور آفت ری تیزی سے

در شوخی و دلبری بتِ من طاق است
بیچارہ دلم بوصل او مشتاق است
پستہ دہن و لالہ رخ و سیمین تن
شیرین سخن و ظریف و سیمین ساق است

کلیرسا - اس وقت ہم سب کلیلون پر ہین - گھوڑے کو تیز کر کے اہپ اہپ -

میڈا - (مسکرا کر) اور تیز - اور تیز - ایک جام تو دو آزاد

مے نوش کہ عمر جاودانی این است
خاصیت روزگار فانی این است
ہنگام گل و لالہ و یاران سرمست
خوش باش دمے کہ زندگانی این است

خواجہ بدیع صاحب - لڑھکتے پڑھکتے اُنھین ایرانیون کے پاس پہونچے جِنسے پیشتر گفتگو ہوئی تھی محمدؐ اطہر ایرانی نہایت تپاک سے پیش آئے - خواجہ صاحب حسب معمول فارسی مین گفتگو کرنے لگے فرمایا کہ بابا ے من این وقت مارا گرسنگی بسیار زدہ است (یعنی بھوک بہت لگی ہو) اگر یک پارچہ نان (روٹی کا ٹکڑا) و آب زلال در کیوڑہ بدہند ے چہ شود کہ ع چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار - شمارا ثواب دنیاوی و اخروی حاصل و من بیچارہ را گرسنگی زایل شود (اے سبحان اللہ - حاصل اور زایل کا قافیہ کتنا خوب آیا ہو - بھڑکا دیا) ایرانی نے مسکرا کر خدمتگار کو آواز دی اور کہا انکو کھانا کھلوا دو - خدمتگار گوشت اور روٹی لے آیا - خواجہ صاحب بسم اللہ کہکر دستر خوان بچھا کے ہتے لگانے لگے مگر مسمار کے بغیر کھانا اچھا نہین معلوم ہوتا تھا - خدمتگار سے کہا - غلام بابا من بدیع این سخن بشنو کہ در گوشت میگویم کہ من بدیع عادی آشامیدن قہوہ ام بغیر از شکار لقمہ از دہان نمی دہد (یعنی شکار کے بغیر منہ سے لقمہ نہین دہنتا - کیا خوب ماشاء اللہ) اسنے دودہ اور شکر لادی جب کھانا کھانے سے فراغت پائی تو ایرانی کے پاس جاکر گفتگو کرنے لگے ایرانی سے فرمائش کی کہ کوئی حکایت بیان کیجیے - انھون نے کہا لڑکپن مین جو پڑھا تھا وہ یاد ہو ایک نقل سنئے یہ کہکر نقل یون بیان کی -

نقل است کہ ابلہی در راہ میرفت و مادر او نیز ہمراہ بود ناگاہ در راہ تشنہ شدہ یک چاہ پیش آمد آن ابلہ رسن در چاہ انداخت صورت خود را در چاہ دید فریاد کرد کہ اے مادر کسی در چاہ نشستہ است مادر پیش آمد در چاہ نگریست صورت خود را با پسر را در چاہ یکجا دید گفت اے پسر مردے ہست و لیکن زن او ہست

پس بدانکہ احمقان خود را غیری بینند و ازینجاست کہ گفتہ اند ؏

ہمچو آن ابلہ کہ تاب آفتاب
دید بر دیوار حیران شد شتاب

عاشق دیوار شد کان با ضیا است
بیخبر کان عکس خورشید سما است

چون باصل خویش پیوست آن ضیا
دید دیوار سیہ ماندہ بجا

ہمچو صیادے کہ گیرد سایۂ
سایہ کے گردد ورا سرمایۂ

سایۂ مرغے گرفتہ مرد سخت
مرغ حیران گشتہ بر شاخ درخت

کین مرقع ہر کہ خندیدہ عجب
نیست بالکل ہست پوشیدہ عجب

گر تو گوئی جزو پیوستہ گل است
خار ہمچو خار پیوستہ گل است

خوجی نے کہا اس روایت سے کیا مطلب سمجھ ہی میں نہیں آیا ایرانی نے یوں جواب دیا مقصود ازین تمثیلات آنکہ بدانی کہ غیر حق موجود نیست ہر چہ ہست ہمہ حق ہست ۔

کثرت چو نیک در نگری عین وحدت ہست
ما را شکے نماند ترا گر درین شک است

خوجی ۔ این اشعار اصلاح طلب ہستند بانگو تا من بدیہۃً درد شاو ہندی نژاد و بدخشانی الاصل اصلاح دہم ۔ بشنوا و تو جزا
راوی ۔ بارک اللہ اس بشنوا و تو جزا کا کس موزون محل پر استعمال کیا ہے شاباش واہ خواجہ بدیع کیوں نہ ہو فارسی کے محقق کامل ہو ۔

ایرانی نے دو شعر پڑھے اور مسکرا کر کہا کہ اصلاح دیجئے تو کمال احسان ہوگا ۔

ہمچو آن آبلہ کہ تاب آفتاب		دید بر دیوار و حیران شد شتاب

عاشق دیوار شد کان پر ضیا است
بیخبر کان عکس خورشید سما است

خوجی نے کہا الغلط ؏ خود غلط انشا غلط املا غلط ۔ یوں کہو ۔

ہمچو آن آبلہ کہ شد حیران شتاب
دید بر دیوار چون دھوپ آفتاب

ایرانی نے دھوپ کے معنی پوچھے تو آپ نے فرمایا تاب آفتاب را در ملک من کہ عبارت از ہندوستانست دھوپ میگویند و این در فارسی اشعار ہا غلط نیست چرا کہ ملا طغرا در شعرے گفت و آن اشعار بخوانم ؏ موسم آن باشد کہ مینا رنگ ہندی سر کند ۔ یعنی لفظ ہندی باز شما را چہ مجال است کہ اعتراض میکردید ۔

از مردمک دیدہ بباید آموخت
دیدن ہمہ کس را و ندیدن خود را

المؤمن مرآۃ المؤمنین در حدیث آمدہ است و صحیح ہم است
راوی ۔ حضور کو عربی اور فقہ میں بھی دخل ہے اللّٰھم زد فزد ۔
خوجی ۔ و اشعار من بدیع بشنو کہ وجد کنی بابا من بشنو ۔

دلم گرد د مقید بہر عشق		کنم تا بندگی در خانۂ حق
کہ گردیدہ فلک از رفعتش داغ		یکے مسجد بود در طرف این باغ
ولی از نور فیضش چشم خیرہ		چو کعبہ سر بسر از سنگ تیرہ

تعالی اللہ ازین در یا چشمہ نور
کہ موجش میزند گلبانگ منصور

ایرانی ۔ این حال شما است گل گفتی ۔ چشم بد دور ۔
خوجی ۔ پدرم خار بیلغت من گل گفتم و فرزند من زادہ گلدستہ میگوید

وفرزند زادۂ من باغ و داغ خواہد گفت فیضی بابا من میم ہے

گشت چون بلبل زمی شوقی در باغ
شد باندوہ بدل شادی گلہا در باغ
سنبل آورد بکف از پر مرغان مقراض
کہ زنانم بہ بروز لعب مکرا در باغ

اکنون مرا بگو کہ بچہ طور بملک خویشتن رفتن خواہم شد - چہ کہ من در فاصلہ فرسنگ بر فرسنگ واز ملک بیبار راہ دراز -

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر

خوجی باتیں تو ادھر کرتے تھے مگر دل ادھر طرف تھا کانپ رہے تھے کہ دیکھیے اُس حرکت مجنونانہ کا انجام کیا ہوتا ہے انکو شک کی جگہ یقین تھا کہ آزاد ضرور گرفتار ہو جائینگے - پولینڈ کی شہزادی کا نشہ اُترتا اور اُسنے آدمی دوڑائے انکو اپنے جلا وطن ہونے کا مطلق رنج نہ تھا مگر آزاد کی بیکسی اور حالت زار آٹھ آٹھ آنسو رُلاتی تھی -

ایرانی سے آزاد کے بھاگنے کا حال بالکل مخفی رکھا مُجلا ھر نے خوجی کو چند اشعار تصوف سنائے -

چون ندیدم خویش را در ابتدا من بودہ ام
در میان ہم نیست جز من انتہا من بودہ ام
رفتم اندر فکر کین مردم چرا غیر من اند
فکر چون حل گشت دیدم جملہ ہا من بودہ ام
در حقیقت چون نگہ کردم وجود جملہ را
عرش و کرسی و ثریا تا ثری من بودہ ام
در درون و در برون و در نہان و آشکار
بر و بحر و جملہ بازار و سرا من بودہ ام

جبن و علم و رنج و راحت فقر و گنج و کیمیا
علت و معلول و دوا و درد و شفا من بودہ ام

خوجی - سبحان اللہ شعار خوب ست ہمہ شعر من بودہ ام - ہمدرین میں چیزے خواہم گفت و ہمین دم فکر تازہ خواہم نمود - بگویم بشنو کہ چہ و بچہ طور میگویم قابل سماعت ست ہمہ شے ہے

ابتدا من بودہ ام ہم انتہا من بودہ ام
انتہا من بودہ ام ہم ابتدا من بودہ ام

راوی - ان کل اشعار سے یہ شعر بڑھ گیا کیا نادر مطلع ہے -
خوجی - شعر ثانی ازین مطلع من بسیار عمدہ تر بود انشاءاللہ

مرغکے بودم خرک بودم ہما من بودہ ام
آنچہ بودم از ازل خواہیدہ بدیہا بودہ ام

راوی - اس میں کیا شک مگر مرغ اور خرک اور ہما کی گرہ اچھی لگائی
خوجی - مصرع ثالث این ہر دو رباعیات کردہ و بدکہ اعلیٰ تر است

کل شئی ہالک الا خدا من بودہ ام
یک شوم لیکن در ہیچ خون جبا من بودہ ام

شائق افیون و چانڈو چرس ہم من بودہ ام
قابل پابوس جانان ہم حنا من بودہ ام
بر چپکا ہم زدہ یک مشت شربت زعفران
اے سرت گردم لبسوے من بیا من بودہ ام

راوی - سبحان اللہ سبحان اللہ - من بودہ ام کو کیا خوب نباہتے آتے ہیں - زعفران جو زعفران حبش سے مراد ہے جسنے انکو چپتیایا تھا -

اس سلاست پر ہمیں ایک نقل یاد آئی لکھنؤ میں بعہد حضور جگللہ واجد علی شاہ والی رائے دلارام صاحب کی عالیشان بارہ دری میں مشاعرہ منعقد ہوا - پنڈت ششمبر ناتھ صاحب ہجر لکھنوی

(خدایش بیامرزد) میر مشاعرہ تھے تو ڑا سانپ کا اور جوڑا سانپ کا اور کوڑا سانپ کا اس قسم کی طرح تھی سا کثر شعرائے کرام اپنا یہ اپنی غزلیں پڑھ چکے تھے کہ ایک صاحب نے جنکا سن شریف ستی سے تجاوز کر گیا تھا اور جنکی بھوین تک سفید ہو گئی تھین میر صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا جو شعرا کے سامنے آگار رکھتے تھے کہا کیون صاحب اب شاعری خواجہ صاحب اور شیخ صاحب کے شاگردون پر ختم ہو ادھر انکا لائیے میر صاحب نے کہا حضرت انکا حاضر ہی معاف فرمائیے مین سمجھتا تھا کہ آپ مولوی آدمی ہین شعر نہ کہتے ہونگے بسم اللہ فرمائیے۔ حضرت نے بہت ڈپٹ کر مطلع پڑھا جسکا مصرع اولیٰ وجد کرنے کے قابل ہی ؎

	ہی ستان فارسی ہندی لسوڑا سانپ کا	

تمام مشاعرہ پھڑک گیا۔ کیا خوب فرمایا ہی۔ ماشاء اللہ (سانپ کا) ثبوت کیا خوب دیا ہی۔ سبحان اللہ سبحان اللہ ایرانی انکے اشعار آبدار سنکر بہت ہنسا کہا آپ واقعی بڑے شاعر ہین کیا نادر کلام ہی۔ اور محاورات و روزمرہ پر تو آپ ایسے حاوی ہو گئے ہین کہ گویا آپکی مادری زبان ہی —
خواجہ صاحب اکڑ کر بولے ابھی مین نے معرکے کا سٹبل کو چاڑ دیا ۔۔۔ فقرے لکھے کہ میان صاحب کے ہوش اڑ گئے جی حضرت دل لگی نہین ہی ع بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے مگر اب یہان تو قیدی ہین —

در قفس بسیار ناشادیم ما — از فراموشان صیادیم ما
ملک باشد کو کہ در شہر آدہ ہم — وارث مجنون و فرہادیم ما

این زمان محتاج قاصد گشتہ ایم
پیش ازین دل می فرستادیم ما

انہم حال من بہ لجا است کہ اکنون گفتم شنیدہ بودی یا نہ

محمد اظہر نے انسے دریافت کیا کہ اب آپ قید سے رہا ہوئے تو اپنے وطن کیون نہین گئے۔ خوجی آہ سرد بھر کر یہ اشعار پڑھنے لگے۔

سبز کردم بہ گریہ ہامون را — ساختم شاد روح مجنون را
گردش چشم یار را نازم — کرد معزول دور گردون را

ساد بہ دوست نامدام واقعت
گریہ رنگین نمود مضمون را

ایرانی نے فرمائش کی کہ آپ اپنا کچھ کلام سنائیے —
خوجی نے یہ شعر پڑھا ؎

زما بلبلان نغمۂ رنگین تجنزد
بجز ان تا نویسیم منقار خود را

اتنے مین ایک آدمی نے آکر علیک سلیک کے بعد ایرانی سے کہا کہ آج آپ شہزادی کے ہان مدعو نہین ہوئے وہان تو بڑا جشن ہی جلسہ ہو رہا ہی ہزاروں کی شراب لنڈھائی جاتی ہی کئی حسین اور نوجوان شہزادے آئے ہین انہین سے ایک پری پیکر اور نوخیز کے ساتھ شادی قرار پائی ہی مگر وہ قسمت کا دھنی معلوم ہوتا ہی جسنے ایسی خوبصورت اور زیبا اندام بیوی پائی —

شکر شکر بشکرانہ ببخشان حافظ
کہ نگار خوش و شیرین حرکاتم دادند

ایرانی جام اور ہوحق کی صحبت کے لیے رندان می آشام موزون ہین۔ ہم زاہد خشک ہمکو جام سے واسطہ نہ دلارام سے —
خوجی — واہ — واہ شراب تو آئینہ عقل کو جلا دیتی ہی سنا نہین ؎

مے خورے خور اگر خدا می خواہی
ناکردہ گناہ پیش قاضی نبرم

ایرانی — بجا ارشاد ہوا — درست تو پھر آپ بسم اللہ کیجیے
خوجی — خم کے خم خالی کر دیے ساقی کے صدقے برسون پی ؎

گویند بہشت و حور و کوثر باشد
وانجا مے ناب و شہد و شکر باشد
پر کن قدح بادہ کہ در دستم نہ
نقدے ز ہزار نسیہ بہتر باشد

روسی - سُنا سب کے سب بیہوش ہو گئے کسی کو ہوش ہی نہیں ہے

اسقدر بادۂ عشرت نے کیا ہی مدہوش
مجھکو اپنے سر و پا کی بھی خبر کچھ بھی نہیں

خیمہ میں نشست ہے اور کسی کو اندر جانے کا حکم نہیں ہی۔

ایرانی - اور وہاں کون کون ہے دس پانچ آدمی تو ضرور ہونگے کیا شادی آج ہی ہوگی۔ اور ہمکو دعوت ہی نہیں۔

روسی - وہاں آزاد ہیں جنرل ترکی اور ایک مسخرہ۔

خوجی - (ٹیکھی چتون کرکے)

تمہاری تیغ کا منہ چڑھ کے لے لیا بوسہ
کبھی نہ آپ سے ہم دبکے بانکپن میں رہے

ایرانی - ایسا نہو کہ آزاد دو ایک آدمیوں کو قتل کر ڈالے۔

روسی - لوگ تو کہتے ہیں کہ آزاد کی مشکیں کسی گئی ہیں۔

خوجی - اجی کہاں کا جھگڑا لانکالا کچھ حقانی باتیں کرو۔

این نقش ما کہ ہست ہمہ در نمائش است
اندر نظر ہزار صورت بسیار آمدہ
این یک حقیقت است ولی در صفات خویش
زاعیان ممکنات بہ اطوار آمدہ
این موج ہا ز بحر محیط حقیقی است
این وحدت است لیک بتکرار آمدہ

ایرانی - حق ہی حق ہے بیشک ع - این وحدت است لیک بتکرار آمدہ

خوجی - اجی ایسی ایسی ہزاروں ابیات سُناؤں کیوں صاحب ولی اللہ حق کو پہچانتے ہیں یا نہیں اسکا جواب مختصر دیجئے۔

ایرانی - جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمنے حق کو پہچانا وہ ثابت کرتے ہیں کہ غیر حق ہیں۔ ورنہ حق کو پہچاننا کیا معنی وہ تو خود حق ہیں کوئی شے عین خود نہیں دیکھ سکتی ہے

باشارت سخن توان گفتن
کہ نہ فہمد کسے بلغت این راز
این سخن را زبان نمی‌داند
جانست آگہ ولیکن ازین انہ
این سخن را تو گر شوی محرم
ہر کجا بشنوی ہمین آواز

کہ ہمہ چیز ہست کیست ببین
کیست را بجواب اوست ببین

خوجی - واہ یہ عجیب بات ہے بلا بحث نہ بتائیگے ہمکو تشفی کردو تو سبحان اللہ۔

ایرانی نے کہا برادر نادیدن در میان ہست ہنوز شرکت ہست وازہمین وجہ تعینات را غیر وجود گویند و جو وحدت را منشاء کثرت خوانند ہے

معشوق عیان بود نمے دانستم
تا من بمیان بود نمے دانستم
شب با تو غنودم و نمے دانستم
روزت بہ تو بودم و نمے دانستم
گفتم مطالب مگر بجائے برسم
خود تفرقہ آن بود نمے دانستم
دانستہ بدم بجز کہ من من بودم
من جملہ تو بودم و نمے دانستم

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک شخص نے آنکر کہا کچھ اور بھی سنا آج شہزادی نے اپنی شادی کی تقریب میں بڑا جشن منعقد کیا تھا

کسی شہزادے کے ساتھ شادی ہونے کو تھی مگر اسقدر پی گئے کہ ہوش وحواس رفوچکر ہو گئے اور آزاد اور اُن شہزادون کا پتا نہین ملا کہ آزاد نے انکو قتل کر ڈالا اور لاشین کہین پھینک دین۔ پچاس سوار آزاد کی تلاش مین گئے ہین اس خبر بد نے خوجی کو خون رُلایا دیوانہ وار ادھر اُدھر دوڑتے پھرتے تھے اور (خبر بد خبر بد) یہی کلمہ زبان پر آتا تھا ؎

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدارا
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

* پھر مصیبت پڑی

اُدھر وہ دونون پریزاد اِدھر آزاد فرخ نہاد افراس خوش خرام وتیز گام کو کڑکڑاتے دچکانے جاتے تھے اور سمند با د رفتار برق جہندہ کی طرح اٹکھیلیان کرتے ہوئے دریا کی سمت آتے تھے گھوڑے ہوا سے باتین کرتے تھے طرارے بھرتے تھے آزاد نے بادل شادان اپنی معشوقہ پریزاد سے کہا۔ خدارا کہین اسوقت کسی سے لڑا دانہ دینا کہ مفت مین جھگڑا ہوا دہ دھر لے جائین فرانسیس کا کپتان تو کیا مال ہے اگر جنرل بھی آئے تو کیا پروا ہے ٹھنا ٹھیک کے دو تلا ہوا ہاتھ دون کہ یاد کرے چھٹی کا دودھ یاد آجاے ؎

ساقیا برخیز و دردہ جام را
خاک بر سر کن غم ایام را

میڈا نے مسکرا کر مس کلیرسا سے کہا کہ بہن کچھ تمھین انکی بہکی بہکی باتین سنین مس کلیرسا مسکرائین بہن ہمین ایسی بہت محبت ہی ہے اسوقت انھون نے پی بھی بہت ہے اور اسوقت ہوا بھی خنک ہے بس لے اُڑی اور یہ وجہ بھی ہے کہ بادہ خواری کے عادی نہین زبردستی پلائی گئی۔ مجبور ہو کے پینے لگے اتنے مین آزاد پاشا نے پھر بہکی ہوئی باتین شروع کین اس مرتبہ مس کلیرسا کی طرف مخاطب ہوئے۔ اگر وہ برکالۂ آتش پولینڈ کی شہزادی بیدار ہو جاتی تو معاذ اللہ ستم ڈھاتی ع کفتمش فتنہ ایست خوابش بردہ بہ؛ فتنہ خوابیدہ کا بیدار ہونا اچھا نہین جاہا تھا کہ رخ انور کے ہزارون بوسے لون مگر سوچا کہ سانپ کے منہ مین اُنگلی دینا جہالت ہے ؎

گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد
تو مرو در دہان اژدرہا

اب سوال یہ ہے کہ یہان سے دریاے ڈینوب کیونکر عبور کرینگے مس کلیرسا نے اُنکی تشفی کی اور کہا کہ ہم لے چلینگے شب کے وقت ہم اور مس میڈا ہونگے اور تم لباس بدلکے جانا۔ فرانسیسی خوب بولتے ہو کوئی نہ کہیگا کہ یہ ترکی ہین مس میڈا بولین یہ ترک نہین ہندی ہین۔ مگر جسطرح ترک حسین اور خوبرو اور طاقتور اور گران ڈیل اور قوی الجثہ ہوتے ہین اُسی طرح یہ بھی سُرخ وسفید اور کرارے جوان ہین ترکون سے کسی طرح کم نہین ہین۔ آزاد نے خواہش ظاہر کی کہ اب کسی مقام پر تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرنا چاہیئے۔ ورنہ گھوڑے شل ہو جائینگے ابھی کنارہ دریا دور ہے۔ خدا نے چاہا تو بیڑا پار ہے ورنہ خدا حافظ وناصر ہے ؎

کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

مس کلیرسا کی راے تھی کہ ابھی قیام کرنا خلاف مصلحت ہے مگر میڈا پریشان ہو گئی تھین اور آزاد کی آنکھین جھپکی پڑتی تھین لہذا گھوڑے روک لیے اور آزاد سب کے پہلے پشت تو سن گرے ہوتے

اسکے بعد مس میڈا انکے بعد کلیرسا۔ پشت توسن سے اتر کر میڈا ایک ٹیلے پر بیٹھیں ہری ہری دوب آنکھوں کو نضارت اور نور سرور بخشتی تھی۔ میان آزاد نے مس کلیرسا کے ہاتھ مین ہاتھ دیکر ٹہلنا شروع کیا۔

کلیرسا۔ اسوقت کلیجہ دھڑک رہا ہے کہین جلدی سے نکل چلین

آزاد۔ عاشقی و معشوقی دل لگی نہین ہے سختیان جھیلنی پڑتی ہین

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

کلیرسا۔ ہمتو جانتے ہین کہ کل تک اس کا نزدیک بھی علم نہ ہوگا

وے تو نشۂ الفت اتر گیا عاشق
وہ کیا شراب تھی جسکا خمار تک نہ رہا

آزاد۔ تا بکے۔ ہمتو اسدن سمجھین کہ بچ نکلے جب دریائے ڈینیوب کے اس کنارے سے ہون ورنہ ابھی تو بچنا نہ بچنا سب یکسان ہے ؎

سفینہ جبکہ کنارے پہ آگیا غالب
خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

کلیرسا۔ اگر اسکی آنکھ کھلی تو دھر لیے گئے ورنہ بچ نکلے۔

آزاد۔ خیر اسوقت ہنسی مذاق کی باتین کرو۔

میڈا۔ ہنسی مذاق تو ہوا ہی کریگا مگر اب ہمکو لڑنا پڑا۔

آزاد۔ کیا لڑائی کیسی۔

میڈا۔ ہمین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلیرسا سے رقابت ہو جائیگی

آزاد۔ ارے! اچھا این گل دیگر شگفت ؎

شگفتہ شد گل حمرا و گشت بلبل مست
صلائے سرخوشی ای صوفیان بادہ پرست

میڈا۔ یہ جوان عورت کا ہاتھ پکڑ کر علحدہ لیجانا چہ معنی دارد۔

کلیرسا۔ چہ خوش پھر تم چل مرو۔ آزاد تم ہمارے ساتھ شادی کرو

آزاد۔ مین بھی اسی فکر مین ہون ؎

من در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال
کاریکہ خدا کرد فلک را چہ مجال

کلیرسا۔ بس خدا کی یہی خواہش ہے کہ ہم تمھاری بیوی ہون۔

آزاد۔ آمین آمین ثم آمین ع این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد۔

میڈا۔ اچھا جلاؤ جلاؤ۔ مین بھی اسیطرح قید کر دونگی۔

آزاد۔ چشم بد دور۔ کیا خوب ہے کیون نہین۔

ایک مقام پر آزاد پاشا اور کلیرسا بیٹھے تو اور بھی چہل ہونے لگی آزاد شعر خوانی مین مصروف ہوئے اور یہ شعر زبان سے ارشاد کیا

این سبزہ و این چشمہ و این لالہ و این گل
آن شرح ندارد کہ بہ گفتار درآید

آزاد پاشا اسوقت نشہ مین چور سرمست و مخمور تھے آسمان کی طرف نظر کر کے کہا یا خدا مین گنہگار بندہ ہون کرورون گناہ مجھسے سرزد ہوئے ہین مگر خداوندا تو ہی خوب جانتا ہے کہ مین نے بدرجۂ مجبوری اس مردار کو منھ لگایا ہرگز میری دلی خواہش نہ تھی۔

کیا ذکر شراب یار توبہ خادر
رہ الیسانہ نشہ سار توبہ خادر
دوزخ مین جلینگے مے کے پینے والے
توبہ خادر ہزار بار توبہ خادر

میری حالت زار قابل افسوس ہے مگر اسوقت مین بالکل مجبور ہو گیا تھا توبہ کر چکا ہون مگر ساقی توبہ شکن نے توبہ شکنی کی۔

یون نہائے ابر بہتا ہی نہین ہاتا تیرا
توبہ کرتے ہی چھلکتی ہے سیاہی تیری

خداوندا اگر واقعی میرا گناہ ہے تو مین اپنے گناہ پر منفعل ہون ؎

ہر کہ از تقصیر خود شد منفعل
آب رحمت از جبین خویش یافت

کلیرسا ۔ یہ آبدیدہ ہونا کیا معنی ۔ آبدیدہ کیون ہوئے ۔
میڈا ۔ اسوقت پھر جوش ہے ۔ پی بھی تو بہت زیادہ گئے تھے ۔
کلیرسا ۔ خدا کی طرف مخاطب ہو کر کچھ کہ رہے ہین ۔
میڈا ۔ یہ آخر سور ہنا کیا معنی ۔ اٹھو ۔ ایسا نہو یہین سو رہو
اب یہان سے بھاگنا چاہیئے ۔ ایسا نہو کوئی تلاش کرتا ہوا آجائے
آزاد ۔ ہم اس وقت اور ہی خیالات مین ہین ؎

دستے وہم بہ یار کہ بدمست میرود
دستے بدل نہم کہ دل از کار میرود

اب دل ہاتھ سے جاتا رہا مس میڈا ۔ تو ہم کلیرسا کے ساتھ
شادی کیے لیتے ہین پھر دیکھا جائیگا ۔ اب صبر نہین ہے ؎

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

میڈا ۔ مس کلیرسا بہن دیکھو ۔ یہ باتین اچھی نہین ۔
کلیرسا ۔ وجہ کیا سبب کیا ۔ ہم خوبصورت ہین ۔ جوان ہین ہم پر
ایک جوان رعنا ریجھا ۔ پھر آپکو کیا ۔ ہمارے حسن خدا آفرین پر
انگلیان اٹھتی ہین ۔ حورین ہمارے دامن پر نمازین پڑھین ؎

قد و قامت آفت کا ٹکڑا اسام
قیامت کرے جسکو جھک کر سلام

آفتاب بلاخیز نگاہ ہمارے رخ انور پر نظر ڈالے؟ کیا مجال ؎

نسرین چمن برزند گر بدن اینست
با غنچہ صبا دم نزند گر دہن اینست
یک دیدہ جلا یافتہ از نکہت یوسف
صد دیدہ جلا یابد اگر پیرہن اینست

میڈا ۔ اس وحشت کے صدقے اس نشے کے قربان ۔
کلیرسا ۔ ذہن کہہ چکے ہین ۔ جو بات غرض کی وہی کہے جاتے ہین
اتفاق سے ایک شخص ادھر سے پانی لیے جاتا تھا مس کلیرسا نے
اس سے پانی لیا ۔ اور میڈا اور کلیرسا نے ملکر پانی چھڑکا تو ذرا آنکھ
کھول دی کلیرسا نے اور پانی چھڑکا ۔
آزاد ۔ (اٹھکر) اب چلنا چاہیئے بہت دیر ہوئی ۔
میڈا ۔ ہان اب یہان ٹھہرنا اچھا نہین ۔ اب بھاگنے کی ٹھہرے ۔
آزاد ۔ چلو ذرا سا پانی پینا چاہتے ہین یہان کہان ملیگا ۔
کلیرسا ۔ اسمین ابھی پانی ہے ۔ پیو ۔
آزاد ۔ لو اب اس بات کا فیصلہ ہو جائے کہ ہماری شادی کلیرسا
کے ساتھ ہوگی ۔ یا مس میڈا کے ساتھ کلیرسا کو چھوڑ کے میڈا کا نام لیا
کلیرسا ۔ واہ ۔ چہ خوش میڈا کون ۔
میڈا ۔ ہان اور یہ تمنے کیا کہا کہ حسین ہون جوان ہون ۔ تم
حسین اور جوان ہو ۔ ہم نہین ہین ۔ ہماری ایڑی اور تمھاری
صورت یکسان ہے ۔
آزاد ۔ جوان اور حسین وہ جو ہماری بیوی ہو ۔
کلیرسا ۔ اب کچھ اور باتین کرو ۔
آزاد فوراً گھوڑے پر سوار ہوے اور مس کلیرسا اور مس میڈا بھی
سوار ہوئین ۔ چلے مگر کانپتے ہوے ۔ آزاد اشعار پڑھتے جاتے تھے ؎

چو محتاج خواہی شد آخر بہ وا	متاب از وفاداری خویش رو
کسانیکہ فرمانروا گشتہ اند	بگیرم ز حسن وفا گشتہ اند

وفاداری آئین شاہنشہی ست
نہ عہد خوردن ز کار آگہی ست

انسان اس سے ملتفت ہوتا ہے جو وفاداری سے پیش آئے ؎

میل کسے کن کہ وفا پیشہ کند	جان ہدف تیر بلا پیشہ کنم

پس چنین دوست جانی کت	دوستی جان زگرانی کند
جان کہ از وے جہان بار نیست	ہیچ نیرزد چو وفادار نیست
یار توان یافت گیتی بسے	لیک وفادار نیابی کسے

صحبت آنکس کہ بصدق و صفاست
دامن او گیر گر اہل وفاست

تم دونوں باوفا ہو۔

دست وفا در کمر عہد کن
تا نشوی عہد شکن جہد کن

اور ہم عشقبازی کے معاملے میں ہمیشہ سچ بولتے ہیں ان کان الکذب ینجی فالصدق انجی۔

راستی آنجا کہ علم بر زند	یاری حق دست بہم بر زند
راستی خویش نہان کس نکرد	بر سخن راست زیان کس نکرد
راستی آور کہ شوی رستگار	راستی باشد ظفر از کردگار

چون سخن راستی آری بجاے
نام گفتار تو باشد خداے

میڈا۔ اب یہ باتیں تو بالاے طاق رکھو۔ اور تیز تیز چلو

آزاد۔ ابھی گھوڑے تھکے ہیں۔

ترس خوش ترک ران کہ صحرا خوش ست
عنان در مکش بارگی دلکش ست

ابھی آہستہ آہستہ چلیے تیز چلنے کی ضرورت ہی کیا جلدی کا کام [illegible]

کلیریسا۔ نہیں تیز چلنا چاہیے سستی اچھی نہیں ہوتی۔

میڈا۔ ہماری بھی یہی راے ہے۔ اب جلد چلنا لازم ہے۔

آزاد۔ اچھا ع صلاح ما ہمہ آنست کان صلاح شماست

من نگویم کہ این مکن آن کن
مصلحت بین و کار آسان کن

جب دو کوس نکل گئے تو مس کلیریسا کی طبیعت ناساز ہوئی اور انھون نے گھوڑے کی باگ روک کر کہا (آزاد ہمیں سنبھالو ہماری طبیعت سست ہے) آزاد فوراً گھوڑے سے اترے۔

آزاد۔ خیریت ہے کیون مزاج کیسا ہے۔

تنت بناز طبیبان نیاز مند مباد
وجود نازکت آزردہ گزند مباد

میڈا ابھی اتریں اور کلیریسا کو گھوڑے سے اتارا اور ایک سہانے مقام پر بٹھایا۔

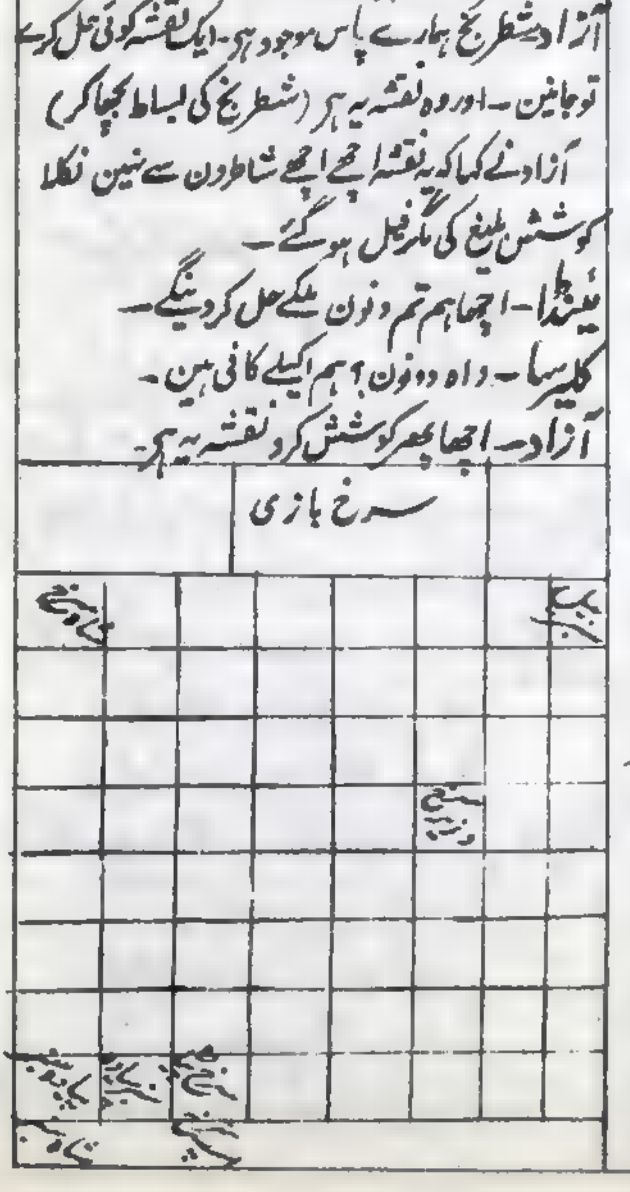
آزاد۔ شطرنج ہمارے پاس موجود ہے۔ ایک نقشہ کوئی حل کرے تو جانیں۔ اور وہ نقشہ یہ ہے (شطرنج کی بساط بچھا کر) آزاد نے کہا کہ یہ نقشہ اچھے اچھے شاطروں سے نہیں نکلا کوشش بلیغ کی مگر فیل ہو گئے۔

میڈا۔ اچھا ہم تم دونوں ملکے حل کر دینگے۔

کلیریسا۔ واہ دونوں؟ ہم اکیلے کافی ہیں۔

آزاد۔ اچھا پھر کوشش کرو نقشہ یہ ہے۔

سرخ بازی



سبز بازی

تین چال مین سُرخ مات کرے۔

کلیرسا۔ اچھا ہم غور کرینگے۔

آزاد۔ مِیڈا۔ ڈیر۔ ایک اور نقشہ ہی اسکو تم حل کرو ؎

شاہا دو رُخ بدہ و دلآرام را مدہ
پیل و پیادہ پیش کن و اسپ گشت مات

مِیڈا۔ پہلے کلیرسا حل کر دین پھر ہم حل کرینگے دیکھین کون حل کرے۔

آزاد۔ واہ۔ نہ آپ حل کر سکینگی نہ وہ کیا ہنسی ٹھٹھا ہی۔

مِیڈا۔ آپ شطرنج کھیلنا کیا جانین بھلا شطرنج بہت مشکل ہے۔

آزاد۔ ہم استاد بے بدل اور مسلم الثبوت استاد ہین

مِیڈا۔ اپنے منہ میان مٹھو سبھی بننا جانتے ہین۔

آزاد۔ خیر اب اس وقت ہم خاموش رہینگے۔

دو چیز تیرۂ عقل ست دم فرو بستن
بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

مِیڈا۔ اچھا بتاؤ کون نقشہ ہے۔ دیکھین تو سہی کیسا ہی۔

آزاد۔ بادشاہ نے ایک شخص سے شرط بد کے شطرنج کھیلی تھی۔ اور بازی کی یہ کیفیت ہوئی۔

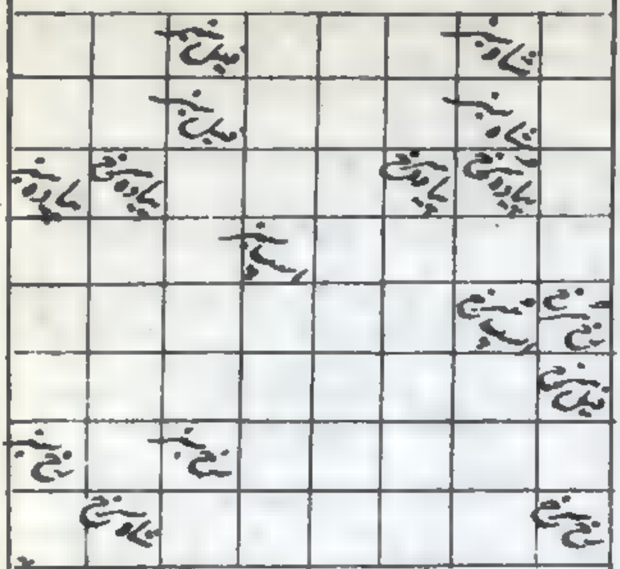
مِیڈا۔ اسمین تو صریح مات ہی۔

آزاد۔ مات نہین ہی چال سُرخ کی ہی۔

مِیڈا۔ بیشک مات ہی بھلا کھیل ہو چکا ہے۔

آزاد۔ تم غور کرلو نقشہ سامنے موجود ہی۔

سبز بازی



سُرخ بازی

سُرخ مات کرے۔

مس کلیرسا اور مس مِیڈا غور کر رہی تھین۔ ایک شطرنج پر دوسری زمین پر اور آزاد اشعار پڑھ پڑھ کر حل کرتے تھے ؎

فروزان روشِ از فر الٰہی | درخشان کوکبے از برج شاہی

ابو الحسن شہنشاہ جوان بخت
کہ برخوردار باد از تاج از تخت

مِیڈا۔ اب شطرنج تو ہوا ہی کر یگی یہان سے بھاگ چلنا اولی ہی۔ وہی مثل یاد رکھو جو کہی تھی کہ ؎

گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد
تو مرو در دہان اژدرہا

آزاد۔ اب مطمئن رہو۔ کوئی نہین آسکتا۔

کلیرسا۔ یہ نہ کہو۔ شاید آہی جائے تو کیا کروگے۔

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالی ست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

الفاظم ہر کہین سینے جانا ہے۔

آزاد۔ اچھا تو پھر سکو خوف ہی کیا ہے آیا کرے پھر جائیگا ؎

تو پاک باش برادر مدار از کس باک
زنند جامۂ ناپاک گازران بر سنگ

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ دفعتہً ایک آدمی نے آزاد کی مشکین کس لین۔ میڈا اور کلیرسا (ہائے) کہکر بیہوش ہو گئین ـ

زندان بلا

من آن از حسن روز افزون کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت برون آرد زلیخا را

ہمارے حبیب لبیب اور ادیب اریب آزاد فرخ نہاد با دل شاد ان دونوں پریزادون سے عشق کی گھاتین اور مزے مزے کی باتین کرتے تھے پیار اور محبت کا دم بھرتے تھے کہ یکایک قہر خدا نازل ہوا اور چند قوی ہیکل روسیون نے پیچھے سے مشکین کس لین۔ میڈا کا رنگ فق ہو گیا پیارے پیارے رخسارون پر زردی چھا گئی مس کلیرسا کے گورے گورے گال غم و غصہ کے سبب تمتمانے لگے میڈا نے ان جفاکار روسیون پر نظر ڈالی تو روح لرزنے لگی کلیرسا نے کنکھیون سے دیکھا تو کانپ اٹھی ہائے ابھی تو بے غل و غش تلطف کے ساتھ گفتگو کرتے تھے اور اب دیکھتے ہی دیکھتے آزاد اسیر ہو گئے۔ ہی ہی ہی انھون نے کہنا نانا خود پرستی اور بدمستی نے کہین کا نہ رکھا یا وہ مزے مزے کی حکایتین اور شکایتین تھین مس میڈا اپنے جوبن پر اتراتی تھین۔ کلیرسا اپنے ناز و ادا کی توصیف کے پل باندھتی میڈا کو بناتی تھین دونون پریون مین فرط محبت سے چہل ہوتی تھی اور یہ گفتگوے صنم عرصہ جو آزاد کے دل سے گرد کلفت دھوتی تھی مگر چشم زدن مین وہ مصیبت پڑی کہ الامان الامان ہان آزاد کی آنکھون مین تمام دنیا تیرہ و تار تھی کبھی شوقہ گلگون تھا اس میڈا پر

نظر غلط انداز ڈالتے تھے کبھی نا طور طاؤس زیب ملک فریب کلیرسا کے حسن صبیح کا نظارہ کرتے تھے وحشت دل دمبدم بڑھتی تھی آہو ان صحرا ابھی ان کی وحشت کے مقابل مین گرد تھے ؎

وحشت دل نے کیا ہے وہ بیابان پیدا
سیکڑون کوس نہین صورت انسان پیدا

تیس جوان روسی انکے ارد گرد تھے ہر ایک کشیدہ قامت فراخ پیشانی سینے چوڑے طلعتین نورانی ہاتھ پاؤن سڈول سانچے کے ڈھلے ہوے شانے بازو بھرے ہوے شمشیر برّان لٹکائے تپنچے کمر سے لگائے برے جمائے آگے اور مشکین کس لین ایک کی دو دو آزاد گو مانک بے لکڑای بنوٹ کے استاد کامل فن تھے مگر نہتے اور بے خبر۔ طرۂ اسپر یہ کہ آزاد ایک اور وہ تیس۔ آزاد نے با دل پر درد آہ سرد بھری اور بعد جوش و خروش یہ اشعار زبان پر لائے ـ

بجرح چارہ ادا میرسانم
بدل جوش تمنا میرسانم

فغان را تا مسیحا میرسانم
درین یک قطرہ دریا میرسانم

جزین مستانہ ام انشا همی گفت
چون صنعان مشق سودا میرسانم

ایک نئی فیشن کی بیش بہا گاڑی مین ان دونون پریون کو ادب کے ساتھ بٹھایا اور آزاد کو پیادہ پا لے چلے اثناے راہ مین آزاد کی زبان پر جو کچھ آیا بار بار ٹھنڈی سانسین بھرتے تھے اور اشعار حسرت بار کو ترجمان دل کرتے تھے ؎

آتش از دو دختہ در عالم
اے پر آشوب تر امیدام

اے دل اندر غم ار خواہی مرد
صبر ایوب تر امیدانم

میڈا نے بصد حسرت گاڑی پر سے سمجھانا شروع کیا۔ سنو آزاد جب اتنی مصیبتیں جھیلیں اور اسقدر سختیاں سہیں تو مطلب کا ہے کا خوف ہے۔ خدا مسبب الاسباب ہے شاید ابھی بھی اس زندان بلا سے رہائی پائیں اور ہنسی خوشی روم جائیں۔ خدا پر چھوڑ دو۔

ما کار خویش را بخداوند روزگار
بسپردہ ایم تا کرم او چہا کند

پہلے خار ہے پھر گل ہے۔ رنج کے بعد انسان کو راحت حاصل ہوتی ہے دلکو خوب مضبوط رکھنا چاہیئے گھبراہٹ سے کام نہیں نکلتا۔

در دہر کسے بگلعذارے نرسید
تا بر دلش از زمانہ خارے نرسید

در شانہ نگر کہ تا بصد شاخ نشد
دستش بسر زلف نگارے نرسید

مس کلیریسا نے بھی انکے کلام کی تائید کی اور کہا کہ عشق کے دار رو کتنے ایسے مرد میدان کہلاتے ہیں اور ابھی تو پہلی ہی منزل ہے

ہنوز این اول عشق ست جانان گریہ کمتر کن
کہ این طوفان رسوائی ہست عالمگیر خواہد شد

اس تقریر دلپذیر سے آزاد کے دل کو کسیقدر ڈھارس ہوئی آسمان کی طرف نظر حسرت کر کے کہا۔ بار الٰہا مجھسے صدہا گناہ کبیرہ سرزد ہوئے مگر امیدوار عفو اور سزاوار معافی ہوں۔

فارغ دمے ز شاہد و ساغر نبودہ ام
پوشیدہ کردم این عمل و آشکار ہم

لیکن اگر گناہ زیادہ تو رحمت اس سے بھی زیادہ ہے۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بدان را بہ نیکان ببخشد کریم

گو اکثر امور کے قائل نہیں ضعیف الاعتقادی کی طرف طبیعت مائل نہیں مگر خر کس نہیں کافر مرتد نہیں ملحد نہیں زندیق نہیں دہریہ نہیں

بندۂ عشق بتانم بوجود
بخدا کار ندارم بخدا

گو بادی النظر میں باجتماع ضدین معلوم ہوا مگر اسکو وہی سمجھتے ہیں جو سمجھتے ہیں نا سمجھ کیا جانے کہ کیا رمز ہے یہ مسئلہ بہت نازک ہے۔

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

جب کمسائے عظمت بارگاہ وہ مقام جو رشک فرخار اور سبزہ زار پر بہار سے مالا مال تھا نظر آیا اور اس معشوقہ پست دہن سیم ساق یعنی شہزادی کے ایوان معلیٰ کے سنہرے منار جھلکتے ہوئے سامنے دکھائی دیے تو مس میڈا نے کلیریسا اور آزاد کی طرف مخاطب ہو کے کہا۔ اب تم لوگ کسی مصیبت سے ذرا بھی ہراساں نہ ہونگے اپنے کل کاموں کو خدا پر چھوڑ دو۔ وہی مسبب الاسباب ہے۔ اور وہی ہمارا بیڑا پار کریگا۔ آزاد نے کہا بار خدایا میں نے اپنے کو تیرے سپرد کیا۔

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

مس کلیریسا نے بھی ایسے ہی خیالات ظاہر کیے جب محل نور مثل بقعۂ نور نظر آیا میڈا کا کلیجہ دھڑکنے لگا کلیریسا کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ آزاد کا بحر جنون جوش زن ہوا۔

غم بہت رکھتا ہے دل کو چرخ ناہنجار خوش
غم دیا سو بار تو شاید کیا اکبار خوش

"ڈونڈیوں نے باہر آ کر کہا کہ گاڑی اسی مقام پر روک لو اور آزاد کو بحراست حاضر حضور کرو۔ آزاد پاشا دس رومیوں کی حراست میں اس بت پندار و جفا کار کے پاس چلے تو میڈا نے

آبدیدہ ہو کر دل میں دعا مانگی کہ یا خدایا پاک پروردگار جس طرح اس جوان رعنا نے پیٹھ دکھائی اسیطرح اسکا منہ جلد دکھا مجس کلیجہ سا چھکے چھکے کستی تھی (خداوندا اس بیچارے کی عزت اب تیرے ہاتھ ہے یہ گلبدن جوان اس جور و جفا کا مستحق نہین)۔

الغرض آزاد پاشا اکڑتے اینڈتے اُس صنم جفا پرور کے روبرو حاضر ہوے دیکھا کہ ایک تخت طلائی مرصع پر بصد شان بہ نازی و رعنائی تمکن ہے اور گرد کنیزان باادب و ماہ سیما بیچ مین وہ عروس خورشید لقا کالبدر فی النجوم۔ مشاطگان کامل فن نے جوبن کی آگ کو اور بھی بھڑکا دیا۔

کمے خود خوبرو بودی دگر آراستی خود را
بنا معلوم شد ارا کہ قصد جان ما داری

اس محبوب سراپا ناز شوخ و طناز نے ترچھی چتون سے میان آزاد پر نظر ڈالی یہ اسطرح تنے ہوے کھڑے رہے اور آنکھین لڑائین ایک خادمہ رنگین ادا چمک کر بولی حضور یہ قدم رکھتے ہوے کانپتے تھے حواس غائب غلہ تھے۔

شہزادی۔ کیون بندہ پرور ہم ملک الموت ہین یا اجل لٹھ لئے اب آپ محل کے اندر قدم رکھتے ہوئے لرزتے ہین

آزاد۔ آپکے لب لعل شکر خا مردے کو زندہ کر دین۔ آپ مسیحائی کا دم بھرین تو بجا و اسد مگر آزاد یار کو کیا کرون ۔

بحضور حسن چسپان رسم آزاد کا انفعال گناہ کے دارم

خادمہ۔ اب بھی وہی تن بانی ہے یا اب حالت دگرگون ہو گئی۔

آزاد۔ اب؟ دیوانہ مجنون۔ اپنی قضا کا نوحہ خوان ہون۔

حسرت آلود آہ کے دارم زخم کے از نگاہ کے دارم

دشت فرسائے منزل عشقم
آبلہ بار رو بروئے دارم

شہزادی۔ (آنکھوں کا اشارہ کر کے) نادان بدتمیز!!

آزاد۔ اس گردش چشم خونخوار ظالم مظلوم نما کے قربان ہاے ہائے

ہزار غمزہ بہ فرمان ہر نگہ ہستش
چہ آفت ست ندانم چشم بد مستش

اس چشم نرگسی نے مدڈالا رسیلی متوالی آنکھڑیون نے ستم ڈھایا

یہ خانہ نگر دین و ایمان۔ عدوے صبر دشمن دل و جان ہین ۔

زافسون نگاہ نرگس سحر آفرین ہیہات
مرا دیوانہ میسازد پریزادے کہ من دارم

شہزادی۔ (سینے کو تانکر) جو کچھ پوچھین سچ بتانا ورنہ ہمین جانتے ہو۔

آزاد۔ خوب واقف ہون مین اور نہ مجنون کیا مجال۔

شوخ محبوب ترا میدانم
از ہمہ خوب ترا میدانم

اب سنیئے کہ پولینڈ کی شہزادی کو شک کی جگہ یقین تھا کہ آزاد نے اُن دونوں گلبدن اور غنچہ دہن شہزادون کو قتل کر ڈالا ہوگا نشہ ہرن ہوتے ہی آزاد اور اُن نازک بدنون کی تلاش کی جب کہین پتا نہ ملا تو مو پریشان اور گریہ کنان محل کے باہر آئی اور چو طرفہ سوار اور پیادے دوڑائے کہ پتہ لگائین اور جس طرح ممکن ہو آزاد کو گرفتار کرلائین اور اُس موذی کے پنجے سے اُن پریچہرہ نوجوانون کو بچائین جب سنا کہ وہ دونون صحیح و سالم آ گئے تو باچھین کھل گئین۔ جی تو چاہتا تھا کہ آزاد کو کھڑے کھڑے چنوا دے مگر اسکے ہمنشینوں سے خوف تھا کہ مبادا جان پر کھیل جاے لہذا بلطائف الحیل سوال کیے۔

شہزادی۔ کل حال بیان کرو۔ اگر زندگی چاہتے ہو اور جان پیاری ہے تو صاف صاف بیان کرو ورنہ وہ انزا راب ہے۔

ادھر تم ہو۔

آزاد۔ (مسکرا کر) اگر یہ ہی تو بسم اللہ۔ ہر گز صاف صاف نہ جان کر ٹکلا جائیے بس۔ اب جہان چاہئیے بھیجیے اور جو چاہیے کیجئے۔ میں تو گرفتار مصیبت ہو گیا ہون۔ اب مصیبت اور قیدخانے سے مجھے کیا رنج پہونچے گا خاک؟ مگر ؎

	عیش کی جا ہی ترے کوچے مین ہم غمگین رہین دیر مین ہین گبر خوش مسجد مین ہین دیندار خوش	

شہزادی۔ اُن دونون فرخلقت شہزادون کو کہان چھوڑا۔ ابھی حاضر کرو۔ اسی مین تمہارے لیے بہتری ہو۔

آزاد۔ واللہ اعلم مجھے اُنسے کیا واسطہ وہ شہزادے میں یا ملایش۔

شہزادی۔ ارے نادان اب بہت ٹن کی نہ لے۔ اتنی سی جان گز بھر کی زبان شان خدا تم اور ہمارے سامنے اکڑو۔ اور چبا چبا کے باتین کرو ؎

	بت کرین آرزو خدائی کی شان ہی تیری کبریائی کی	

آزاد۔ اسقدر دل و دماغ کجا کہ مضمون سرسخن کرون۔ ایسی بات کا جواب نہ دون گا۔ بس خاموش ہی رہون گا۔ ایک چپ سو بلا کو ٹالتی ہی ؎

	بفہم ہیچ مضمون جز بلب بستن سے آید خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمے آید	

اتنے مین اس سراپا ناز نینی نے حکم دیا کہ آزاد بجراستان ارسطو ی الجثہ ایک مکان مین قید کیے جائین اور وہ دونون شہزادے آئین میڈا اور کلیرسا گاڑی سے بصد ناز و تجمل اُترین شہزادی نشست و برخاستہ پیشوائی کی نوکرون چاکرون اور کنیزون نے ادب کے ساتھ تعظیم کی۔ بیچ مین شہزادی اِدھر اُدھر وہ دونون ماہ رو قوس ابرو۔

شہزادی۔ (میڈا کے گورے گورے گالون پر ہاتھ پھیر کر) شکر خدا ہز ار شکر خدا کہ تمکو دیکھا۔ کس بدبخت کو اُمید وصل ہو۔

میڈا۔ (مصنوعی تبسم کے ساتھ) ہمکو اس سفاک کے سپرد کر کے خود نشہ مین ایسی بدمست ہوئین کہ ہماری ذرا بھی فکر نہ ہوئی۔

اتنے مین ایک کمرے سے آواز آئی۔

	بیا کہ با دل آن می کند پریشانی
کہ غمزۂ تو نکرد ست با مسلمانی ہا	
	ز دیدہ رفتی و در دم ہمان نفس فریاد
کہ بے تو مردم دانگہ چنین بآسانی	
	متاع حسن تو سرمایۂ تنید ستی
خیال زلف تو مجموعۂ پریشانی	
	لب تو جرعہ دہ بادۂ دل آشوبی
غم تو شانہ کش طرۂ تن آسانی	

	کسے کہ تشنہ لب ناز تست میداند کہ موج آب حیات ست چین پیشانی	

گو یہ زبان اور الفاظ کلیرسا کی سمجھ مین نہین آئے مگر میڈا کچھ کچھ سمجھی اور دونون نے آزاد کی آواز پہچانی شہزادی نے حکم دیا کہ دوسرے کمرے مین آزاد قید کیا جاوے جہان سے آواز نہ آئے ؎

	ہائے صیاد جفا پیشہ نے کیا گل کترے دور لیجا کے چمن سے پر بلبل کترے	

آزاد نے جب خبر پائی کہ شہزادے اس حور وش کے اغل بغل متمکن ہین اور انکے نام حکم نافذ ہوا ہی کہ دور کے کسی کمرے مین رہین تو آزاد کی طبیعت بیقرار ہوئی اور بکمال پریشانی آہستہ آہستہ اُس کمرے کی طرف دوسیون کے ساتھ چلے ؎

باز گلبانگ پریشان میزنم — آتشے در عندلیبان میزنم
بجای گل بہر من بستند ومن — سر بدیوار گلستان میزنم
در بن ہر خار خنجر می خورم — بر سر ہر مشت جولان میزنم
خون گرم از ریشۂ دل می کنم — جام زہر از شیشۂ جان میزنم
صد محیط زہر دارم در سفال — مرحبائے کوکہ آسان میزنم

پاے ہجرم راہ حسرت می ردم
دست مجرم فال دامان میزنم

ایک روسی نے اُنسے گفتگو کی۔ وہ بیچارہ بھی چوٹ کھایا ہوا تھا

روسی۔ تم یہان کیونکر پھنسے۔ کجا ہند کجا روس آئے کیونکر

آزاد۔ ارے ادبار نے مجھے اندھا کر دیا۔ بہک کر ادھر آنکلا۔

روسی۔ اب شہزادی نے وعدۂ شادی کیا ہے یا وہ بھی نہین

آزاد۔ (آہ بھر کر) واہ۔ وعدۂ شادی کجا!!! توبہ۔

نہ شہد لطف کرد وکام جان شود شیرین
نہ وعدہ کرد کہ گلوے گمان شود شیرین

یہ تک اقرار نہین کیا کہ اسقدر عرصہ مین قید سے نجات پائیگا مین تو بلا میعاد قیدی ہون دائم الحبس بعبور دریاے شور یہ اقرار نہین ہوا کہ اسقدر زمانے کے بعد رہائی پائیگا بلکہ یہ دھمکی دی کہ اندمانے مین پھینکا جائیگا۔ شعر ؎

شاد باش اے دل کہ فردا بر سر بازار جزا
مژدہ قتل ست گرچہ وعدۂ دیدار نیست

اِدھر شہزادی نے بادۂ گلگون کی گلابیان چنوائین اور قلقل مینانے رنگ محفل جمایا میڈا نے کہا کہ خدارا اسوقت اتنی نہ لنڈھانا کہ اپنے آپے مین نہ رہو اور خود رفتہ ہو جاؤ۔

شہزادی۔ بلا سے ہفت تو جسقدر پی جائے پیو کہ بچھڑے ہوؤن کو خدا نے ملایا ہے تمھارے فراق مین کیسا کیسا تڑپا کی کہ دل ہی جانتا ہے ؎

ابر تھے دیدۂ پر آب سے ہم
برق تھے دل کے اضطراب سے ہم

یہ کہکر شہزادی کے رخسار تابان پر اشک اضطراب بخرو تن جھلکنے لگے کلیرسا نے رومال سے اشک پونچھے اور اس بُت ترسا کی چشم سیہ کار کا بوسہ لیا پولینڈ کی شہزادی مس کلیرسا کے گلے لپٹ کر بعد حسرت زبان حال سے کہنے لگی۔

رود خونم ز چشمہا جاری ست — موسم عشق ونو گرفتاری ست
نوجوانے بلاے جان شدہ است — چہ بگویم کہ امر ناچاری ست
شعلہ می آید بجاے نفس — عیسیٰ مریم این چہ بیماری ست

اے فداے تغافلت گردم
این چہ آئین در رسم دلداری ست

کلیرسا۔ پھر اب یہ آنسو بہانا کیا معنی یا تو دونون بغل مین بیٹھے ہین اب جشن ہو۔ بادۂ احمر کے جام ہون نہ کہ اشک دگر ؎

حاصل ز گریہ اے دل خانہ خراب چیست
آخر ترا چہ میشود این اضطراب چیست

شہزادی۔ شکر خدا کہ درمقصود ہاتھ آیا اور جناب باری نے تمکو ہمسے ملایا ورنہ بس گھٹ گھٹ کے جان دیتی ؎

دُرِ الفت بدست مے آرد
آنکہ در بحر عشق غواص ست

اتنے مین دور چلنے لگا میڈا اور کلیرسا ایک دوسرے کو سمجھاتی جاتی تھین کہ کوئی بات خلاف عقل نہ کرنا جو کچھ کہے وہ منظور کر لینا ہمارا مالک ہے انشاء اللہ اس زندان بلا سے نجات پائینگے شہزادی نے کہا چلکے سبزہ زار مین لب جوئبار شراب ناب پئین تو لطف زیادہ ہو۔ ان دونون نے منظور کر لیا۔ لب چشمہ سار سبزے مین کرسیان بچھین اور دور شراب گلگون چلنے لگا ؎

نشے کے پینگ خوب بڑھینگے بہار مین
بوتل بغل مین ہوگی تو ہم سبزہ زار مین

شہزادی - میری خواہش ہے کہ تم دونون کے ساتھ شادی ہو

میڈا - کیا مضائقہ ہے ایک ایک دن - ہاری باری ایسی بعض بعض ملکون مین رسم ہے - ہم دونون کو منظور ہے - ع

صلاح ما ہمہ آنست کان صلاح شماست

کلیرسا - (آہستہ سے میڈا کی طرف مخاطب ہو کر) خدا خیر کرے اب وعدے لیے گئے -

میڈا - خاموش ع - بخدائے خود سپردم ہمہ اختیار خود را

کلیرسا - دونون مین جو پسند ہو اُسکے ساتھ شادی ہوجائے

تھوڑی دیر مین پولینڈ کی شہزادی نے اپنے پادری کو تار دیا کہ پرسون ہماری شادی ہونیوالی ہے تم ضرور بالضرور فوراً آجاؤ بلکہ اسپشل ٹرین چھڑوا کے آؤ - ایک شہزادہ فریدون کر بجکلاہ کے ساتھ شادی قرار پائی ہے -

مس میڈا یہ ٹیلیگرام پڑھ کر کانپ اٹھین اور کلیرسا کے منہ پر ہوائیان چھوٹنے لگین -

پادری کے نام ٹیلگرام بھیجکر پولینڈ کی شہزادی نے اپنے ایک معتمد اور معتبر غلام خانہ زاد سے کہا کہ آزاد کو پھر اسی چاہ عمیق و تیرہ و تار مین لیجاؤ اور یہ خط اُسکے حوالہ کرو - خط کا مضمون یہ تھا -

آزاد باشاد - دیکھو ہم بادشاہزادیون سے تمھارے سے ادنی آدمی لڑ کر کبھی جیت نہ پائینگے - تمنے اپنے کیے کی سزا پائی - کتنا نہ مانا شامت آئی خدانے ہمین دو یوسف جمال نوجوان شہزادون کی صورت زیبا دکھائی اور ہمنے منہ مانگی مراد پائی - اب تم ہو اور زندان بلا - تم ہو اور چاہ وحشت زا - ابکی گر اس ظلمات سے نکلجاؤ تو جنک کے ساتھ اسلام کرون اور ہم دہر لحظہ ہر ا رہیگا تمھارے

اعمال کی سزا ہمین ہمارا کیا قصور ہے - ہمکو خدانے یہ دن دکھایا کہ دو زیبا اندام و گلفام شہزادے ملے جنکو قدرت نے خود بنایا ہے ہر عضو بجا سانچے کا ڈھلا ہے - خدا کی خدائی نظر آتی ہے -

انوار حق در انسان دیدم ندیدہ بودم
چیزے کہ من ز خوبان دیدم ندیدہ بودم

والسلام - خدا حافظ ہے - اب ہند جانے کا خیال دل مین نہ لانا

یہ خط وہ غلام با ادب آزاد کے پاس لیگیا اور کہا چلیے ہمین حکم ہے کہ اسی دم آپکو اس چاہ وحشتناک مین قید کرین مگر سرکار نے تاکید کردی ہے کہ کسی بات کی تکلیف نہ ہونے پائے خط پڑھتے ہی آزاد کا رنگ فق ہوگیا مگر ضبط فغان کیا - صبر کو کام فرمایا -

ما شکوۂ ز حال تباہے نکردہ ایم
خون گشتہ ایم و نالہ و آہے نکردہ ایم

آزاد - واسطے خدا کے اسقدر عرض کردو کہ ایک دفعہ اپنی شکل دکھانے دین یا اُسی طرف سے لے چلو مین ایکدم کے لیے صورت تو دیکھ لون -

صیاد یک نفس قفس اندر چمن گذار
با عندلیب زمزمہ گاہے نکردہ ایم

چاہ بلا مین ہم آزاد ون سے رہا نہ جائیگا بوئے گل کی طرح نکل بھاگین گے کجا چاہ تیرہ و تار کجا آزادہ رو - یہ خیال خام ہے -

طے کردہ ایم وادی عشق پر پر خان
ہرگز قرار بر لب چاہے نکردہ ایم

غلام نے آنکر جواب دیا کہ سرکار منظور نہین فرماتین آپنے ویسا خفیف گناہ نہین کیا ہے کہ رحم کے قابل ہون آپ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوے لہذا سزا پائیے گا -

آزاد سخت بے قرار ہوے مگر کر کیا سکتے تھے آبدیدہ ہوکر کہا -

ما را بہ اتہام گرفتہ است عاصی
آقا سرت کہ ہیچ گناہے نہ کردہ ایم

مین اس جور و جفا کا مستحق نہین ہون مگر اس بت سنگدل کے قربان جسکا دل ذرا نہین پگھلتا سنگدلی بھی تو کتنی الامان الامان ؎

دلیکہ بود مرا از آبگینہ نازک تر
کدام سنگدل از سنگ جور بشکنش

آخرکار آزاد کو اجازت ہوئی کہ روبرو حاضر ہو کر جو کچھ عرض کرنا ہو عرض کرلین۔ آزاد نے جا کر دیکھا تو تینون پریان سج دھج کیے بیٹھی تھین میڈا آفت جان آزاد۔ کلیرسا شکر لب پریزاد۔ پولینڈ کی شہزادی بروہ جوبن تھا کہ چشم بد مرساد۔

آفت جان غمزۂ جادوگرش
ہمچو سحر سامری صد چاکرش
بود صد بتخانہ در ہر ناز او
عالمے دیوانۂ انداز او
ہر یکے از تیغ تیز خود کش
ہوش کو چون گرم شد بازار جوش
در جبین آفتاب آئین او
موج دریائے محبت چین او

محبوب ماہ سیما سیں میڈا پر نظر ڈالی تو ایک تیر سا کلیجے کے پار ہو گیا دل مسوس کر رہ گئے مگر خاموش غلط انداز نظر نے کام تمام کر دیا

خال زیر چشم او از خویش گم
ہندوے افتادہ دریاے خم
شوخیش یک دسعہ گل پیرہن
مدتے افتادہ در چاہ ذقن

مالکانہ حسن گردش دست برد
یا زلیخاے جمال او سپرد

شہزادی۔ دشمن عقل۔ رہنا دریا مین اور مگر سے بیر اس عقل پر خدا کی مار شیطان کی پھٹکار یہان رہ کر مجھ سے عداوت اب یہان آنے سے کیا مطلب نکلیگا بس انکو لیجاؤ جو کچھ کہنا ہو کہ لو ہمارے عیش کو منغص نہ کرو۔

میڈا۔ گھبراؤ نہین شاہزادی تمہاری دشمن ہوں لے رہو سبب اسباب ہو

شاید یہ شہزادی رحم کرے خدا کی قدرت سے کچھ بعید نہین ؎

ناصح نصیحتت ہمہ تحصیل حاصل ست
سیدا اندرین قدر بچۂ شیر خوار ہم

کلیرسا۔ عقل سے کام لینا لازم ہے۔ خدا کو یاد کرو گھبرانا کیسا۔ آزاد کے دل کو ذرا ذرا ڈھارس ہوئی۔ خیر فی امان اللہ۔

خاک چھنواتا ہے عشق نرگس جادو مجھے
تو تیاے چشم ہے گرد رم آہو مجھے

یہ کہکر آزاد وہان سے چلے تو میڈا اور کلیرسا دونون کا دل بھر آیا۔ دونون آبدیدہ ہوئین نوبت بانجا رسید کہ ضبط نہ کرسکین۔

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدارا
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

شہزادی۔ کیون کیون۔ یہ گریہ وزاری کیا معنی ایسے شقی اسی سزا کے قابل ہین ہم تم بے خلل و غش لطف زندگی اٹھائینگے اب کوئی کھٹکا نہین ہے۔

کلیرسا۔ مگر اسقدر سختی نچاہیے کہ کوئین مین قید کیا جائے۔

میڈا۔ ہان ایسا جوان رعنا اور یہ قید فرنگ۔ خدا رحم کرے ع

کوئی دم رحم بھی فرماتے ہین

قید ہے مگر کوئین سے نجات ملے۔

اتنے مین شہزادی ان دونون ماہرویون کو لیکر باغ مین آئی خواصین ادب کے ساتھ ادھر ادھر استادہ ہوئین اور باغ کو ان گلبدنون نے نہال کر دیا ؎

وہ یکایک باغ مین آکے جا ٹھلاتے ہوئے
کبک بھاگے سامنے سے ٹھوکرین کھاتے ہوئے

ادھر تو یہ باتین ہوتی تھین ادھر آزاد پاشا سوچے جاتے تھے کہ یہ سب خرابیان شراب پانے کی بدولت ہوئین سچ ہے شراب بچے

نہ بیہوش ہوتے نہ ہم بجا گتے نہ گرفتار ہو کر واپس آتے اسوقت پھر توبہ کی - بس اب آج سے شراب کو دور ہی سے سلام ہے اسکی بو تک سے نفرت کرونگا ٥

کردم زشراب ناب توبہ — وز گفتۂ ناصواب توبہ
می ساختمش بہ بادہ ممزوج — بے خستگی از گلاب توبہ
در لفظ شراب چون بود آب — با تشنہ لبی ز آب توبہ
در وصف بادہ چون شہر یکیست — صد بار ز شہد ناب توبہ

نو توبہ شدم کہ خانۂ عشق
بے شبہہ کند خراب توبہ

یا خدا میں کس مصیبت میں گرفتار ہوا - کجا حسن آرا کی فرمائش کجا جنگ و جدال، روم کجا روس کی شہزادی اور یہ چاہ بلا اور آزاد مظلوم -

ای خدا خواہم دلِ دیوانۂ — ہاے ہاے گریۂ مستانۂ
از جنون جان و دلم را بر فروز — تا شب ہجرم شود در عشق روز
تیر آہم را اجابت شد ہدف — دامنِ پاکِ جنون آمد بکف
کفر و ایمان در رہش کردم نثار — گفتمش از روے عجز و انکسار

خیر مقدم اے جنون نیک فال
ای تو ام شیر نیستانِ خیال

جسوقت آزاد رسے کے ذریعہ سے اندارے میں اُترے خلق خدا زار زار رونے لگی مگر نادری حکم کی پابندی مقدم اور ضروری تھی اب اس چاہ بابل اور غیرت چاہ بابل کی کیفیت سنیے بستی سے تین کوس کے فاصلہ پر کرکوہ میں ایک چشمہ سار کے قریب ایک سبزہ زار تھا اور اسکے پاس جنگل اس جنگل میں جسکے ہر شجر سے وحشت برستی تھی ایک تختے میں اشجار رفیع اسقدر بلند تھے کہ گویا آسمان سے باتیں کرتے تھے اور اتنے گھنے کہ خرگوش تک دقت سے جا سکتا اسکے وسط میں یہ کنواں واقع تھا الامان الامان حکم تھا کہ فوراً اسکے سبب ہانسے دانہ ہوں کنوئیں کے ارد گرد کوئی نہ رہنے پائے آزاد کو کنوئیں میں گرفتار کر کے سب ہر ہو گئے یہ بیچارے باآواز بلند آہ آہ کر رہے تھے کہ دفعۃً انکے کان میں آواز آئی کان دہر کے سنا تو یہ شعر کوئی پڑھ رہا تھا ٥

دعویٰ جو عشق کا ہے تو فریاد کس لیے
یہ آہ آہ اے دلِ ناشاد کس لیے

آزاد - بھائی کون ہو میرے طرح ناحق کو کیوں رو کتے ہو -
آواز - خدا کو یاد کرو - ہاے ہاے سے کچھ نہ ہوگا تمھے -

تو گفتی ہر آنکس کہ در رنج و تاب
دعائے کند من کنم مستجاب

آزاد - خدا نے تو ذرا بھی مدد نہ کی میاں صاحب - ہاے ستم
آواز - یہ کلمۂ کفر ہے کفر کا کلمہ زبان سے نہ نکالو ورنہ مردود ہو جاؤ گے اس سے کیا فائدہ ہر حالت میں بندے کو صبر لازم ہے ع

ہر حال میں بندہ ہے گنہگار تمھارا

آزاد - کلمۂ کفر یا ہستو کا فر ہو ہی گئے - اب کفر کا ڈر کسے ہے
آواز - مرد خدا استقلال کو ہاتھ سے نہ دو الصبر مفتاح الفرج
آزاد - پورا مشرک مرتد ملحد ہو گیا - اب خدا کا قائل نہیں ہوں
آواز - آزاد واسطے خدا کے کلمۂ کفر نہ منھ سے نکالو -
آزاد - این! کون ہے میرا نام کسنے بتادیا - میاں تم کون ہو اہاہا حسن آرا کے پاس سے آئے ہو - خوش آمدی ٥

مرحبا طائر فرخ پے فرخندہ پیام
خیر مقدم چہ خبر یار کجا راہ کدام

آواز - قدرت حق نے مجھے یہاں بھیجا ہے - حسن آرا کون ہے -
آزاد - قدرت نے بھیجا ہے تو بیرنگ واپس جائیے ہم کس بت کا

کلمہ پڑھتے ہین - اب مشرک ہو گئے -

مرے حال پر رحم کرتا نہین
خدا سے بھی اے بت تو ڈرتا نہین

آواز - بتون کا عشق چھوڑ دو آمین اور اذیت پاؤ گے -

قضا کی نشانی ہے الفت بتون کی
وہ جیتا ہے جو انپہ مرتا نہین

بتون کی الفت بھی کوئی الفت ہے وہ مرد نہین جو عاشق خدا نہین

چھوڑ دے عشق حسینان جہان مرد خدا
عاشق اللہ ہو پھر عشق بشر کچھ بھی نہین

آزاد - سُنا نہین - ہاے افسوس یہ مشہور شعر نہین سُنا -

بندۂ عشق بتانم بجو د
بخدا کار ندارم بخدا

آواز - آزاد تمھاری مصیبت ظاہر ہے - مگر خدا کو یاد کرو بھائی بجانبہ اللہ ہی خدا ہی تمہاری کلفت دور کریگا - شرک کرنا قیامت ہے -

مرد باش و آشنا ے درد باش
سید الشعرا اینچنین فرمودہ است

مجکو تمنے ابتک نہ پہچانا مین کون ہون گھبرانا نہین

آزاد - خدا جانے - اور مین تو سچ یہ پوچھو کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون -

اے فلک عمر دو روزہ مین ترے باعث سے
نہ گئی عرش پہ آہ دل مضطر کس دن

آج پر کیا ہے سدا سے چمن عالم مین
بلبلین ہمین دل نالان سے برابر کس دن

وعدۂ حشر پہ کیا جان مری جلتی ہے
اپنا دیدار دیا اس نے مقرر کس دن

معرکہ روز کا ہے چرخ ستم پرور سے
یا الٰہی یہ مہم دیکھئے ہو سر کس دن

ماننا ہی نہین پہلو مین دل خانہ خراب
دوڑے جاتے نہین ہم یار کے در پر کس دن

آواز - آزاد مین تمھارا خادم اور جلیس اور شریک حال ہون

آزاد - (آہ سرد بھر کر)

نہ جلیس ہے یہ ہمدم ہین بزم ہستی تک
لحد مین کوئی کسی کا شریک حال نہین

آواز - آج کے دسوین روز تمھاری مصیبت کم ہو جائیگی -

آزاد - ہو چکی مصیبت جان کے ساتھ ہے -

تخفیف جور دام بلا ہو تو جانئے
کوتاہ انکی زلف رسا ہو تو جانئے

مگر یہ خلش کیونکر ہوتی - ہاے اب تو آزاد درد آشنا ہو گیا -

ترے تیر نگہ کو کوئی مرے دل سے پوچھے
یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

آواز - مقبول بندۂ خدا وہی ہے جو ہر دم اور ہر لحظہ اور ہر حال مین خدا کی یاد کرے اور خدا کو بھول گیا تو کیا ہے

ہو بر زبان مین شکر خدا ہو تو جانئے
وقت قضا نماز ادا ہو تو جانئے

آزاد - حسن آرا ہاے حسن آرا - یا خدا مین حسن آرا کو کہان پاؤن جو ہر در و دیوار سے اسی کی صورت نظر آتی ہے مگر وہ کہان ہے

قانع بہ تجلی نہ شود شائق دیدار
پروانہ بہ مہتاب تسلی نتوان کرد

یا الٰہی وہ کون دن ہوگا جب مین پیاری حسن آرا سے ملونگا
مگر اب امید کی کمر ٹوٹ گئی اب یاس ہی یاس ہر سمت نظر آتی ہے

ازل سے خنجر قاتل ہی میرے سر کے لیے
مین وہ شمر ہون کہ پیدا ہوا تبر کے لیے

بلا طویل شب ہجر ہے نہین لگتی
دعائین مانگتا ہون شام سے سحر کے لیے

اسیر زار ہون رکھ مجکو یون ہی اے صیاد
ضرور کیا ہے قفس ایک مشت پر کے لیے

آزاد۔ بھائی آزاد ہمین اسقدر جلد بھول گئے۔ عورت پہ ہاتھ کون اٹھائے کوئی مرد ہوتا تو کھیدی کو مار ہی ڈالتا۔ اتنی چپتیان اور قمچیان بھونکتا کہ چھٹی کا دودھ یاد آتا۔

لن ترانی گوے من جلوہ بر خار افگند
ہر طرف اک موسی مبہوت و شل افتادہ بود

آزاد۔ مین نے مطلق نہین پہچانا۔ بس اسقدر پہچانا کہ ہندی ہو اُردو خوب بولتے ہو۔ واللہ اعلم کون ہو۔

راوی۔ اس پریشانی اور جنون کو ملاحظہ فرمائیے۔ اس گیدی تک کو نہین پہچانتے شعر کیا برجستہ پڑھ دیا ہے۔

خوجی۔ بابلے من من بدیعا در زبان الفرس کہ مراد از ان از زبان پارس ہست نیز ہم گفتگوے کردن میتوانم نیز ہم صحیح باشد کہ حافظ جی شیرازی گفتہ است و مارا در زبان مختلفہ ہم دستگاہ پس زیراکہ گفتی کہ اُردو خوب بولتے ہو۔

راوی۔ پھر کا دیا (زیراکہ) کے معنی یہ ہین (چرا گفتی)

آزاد۔ اب میرا دماغ نہ کھاؤ۔ خدا جانے کیا اول جلول بکتے ہو تم دوسرے خوجی میری جان کے لیے پیدا ہوے۔

خوجی۔ واہ جناب بابا سے من بدیع ما را خوجی گفتی مردود و مطرود ملعون کہ است من خواجہ بدیع الزمان بدیع کہ سداان دگلے والی پلٹن سابق ہستم و بودم یعنی خواجہ بدیع الزمان بدیع ہستم و اسخ بودم۔

راوی۔ اس ذکاوت کے صدقے۔ ہستم اور بودم کی تشریح کتنی مختصر ہے۔ اب آزاد سمجھ گئے کہ یہ خود خواجہ صاحب ہی ہین۔ کمال خوش ہوے کہا۔ خوش آمدی وعلیک السلام والاکرام۔ تم یہان کیونکر پہونچے

خوجی۔ (رو کر) ہائے بھائی جان کیا کہون۔ ذرا بس نہین چلتا۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

آزاد۔ کیسی ترکیب سے کنوئین مین آسکتے ہو۔

خوجی۔ معقول اچھی فرمایش کی یعنی ایسی آدمی۔ پانی کے نام سے روح لرزتی ہے اور آپ اندھیرے مین بلاتے ہین۔

آزاد۔ سفر بحری کرکے بھی خوف نہ گیا۔ ابتک سہمتے ہو۔

خوجی۔ سنا نہین ایک بادشاہ کے لڑکے کے مزاج مین زنانہ پن بہت تھا بادشاہ نے اس زنانہ ختری کو ایک مولوی کے سپرد کیا کہ اسکو شاہنامہ فردوسی طوسی علیہ الرحمۃ پڑھاؤ شاید مردی کی طرف مائل ہو جب شاہنامہ پڑھ چکے اور باپ کے سامنے امتحان دینے آئے تو یہ شعر زبان پر لائے۔

منیژہ منم دخت افراسیاب
برہنہ ندیدہ تنم آفتاب

حضرت ہمتو لنے کی دُم ہین۔

آزاد۔ بھلا ہمارے سفر کی بھی کوئی صورت ہے یا نہیں۔

خوجی۔ ہے ہے۔ بھائی۔ گھڑی دو مین مرلیا باجگی گھڑی دو مین مرلیا باجگی۔ سنو اب پرسون ان دونون کے ساتھ یہ نادان البیلی مست شہزادی بیاہ کریگی اور وہ دل لگی ہوگی کہ بس کچھ نہ پوچھو مگر خرابی یہ ہے کہ کہین جھلا کر انکو سزا نہ دے ہائے یہی تو خرابی ہے آج تار پر پادری کو اطلاع دی ہے وہ دونون گھبرائی ہوئی ہین

خدا خیر کرے مگر اب تمکو ضرور یاد کریگی ـ

آزاد ـ آپ تو واہی ہین پاگل دشمن عقل ـ الّو ہی رہے

خوجی ـ (جھلاکر) لونڈے ہو نہ عقل کہان سے آئے سالے ہم تجربہ کار آدمی ہین ـ خرانٹ ـ تم یہ باتین کیا جانو بھلا ؎

اظہار عشق نے انھین پردہ نشین کیا
کھولا جو راز بند ہو مین کھڑکیان تمام

ابھین وہان جاکے ذرا تو وہ لاؤن تو کچا چٹھا کہہ سناؤن عجب عذاب مین جان ہی کچا حسن آرا کا حکم کچا میڈا کی شادی کچا مِس کلیرسا ـ یہ سب توتھین ہی لیجیے پولینڈ کی شہزادی بھی کود پڑین یک نہ شد دو شد سنتے آتے تھے یک نہ شد دو شد ـ

آزاد ـ تم شہزادی کے پاس جاکر خوب مسخرے پن کی باتین کرو جمین وہ تمھین نقل محفل بنائے ـ

خوجی ـ بندہ مسخرے کی ہمتا و پشت پر لعنت بھیجتا ہی مین ظریف ہون مسخرے کوئی اور ہونے ہونگے ـ

ہم جو یار و ن مین بیٹھین تو ہمین چین آئے
حضرت خضر کو کیا زلیست کی لذت ہوگی

یہ کہکر خواجہ صاحب نے اجازت لی اور اس قرار پر روانہ ہوے کہ دو گھنٹے مین شہزادی کے ہان کے حالات لائینگے اور مس میڈا اور مس کلیرسا کو دلاسا دینگے ـ

شہزادہ سنجر قدر مرزا ہمایون فر کا جنازہ

ہر ایک گلشن عالم مین مو پریشان ہی
چمن مین سنبل تر زلف سوگواران ہی
ہر ایک شاخ اٹھائے ہی ہاتھ ماتم کو
ہر ایک نخل پہ بلبل بھی مرثیہ خوان ہی
کلی جو چٹکی تو آواز آئی نالون کی
چمن تمام یہ لبریز شور و افغان ہی
اڑا رہی ہی صبا خاک صحن گلشن مین
گلون کا چاک گریبان ہی ٹکڑے دامان ہی
چمن مین پہنے ہی سوسن بھی ماتمی پوشاک
برنگ دیدۂ تر نرگس آج گریان ہی
کسی روش پہ ہی صبا خستہ دل گریان
اسیر دام الم اسکا طائر جان ہی
پڑا ہی برگ خزان کی طرح کہین گلچین
برنگ سایۂ گل خاک پر وہ غلطان ہی
یہ کہہ رہا ہی کہین باغبان بھی رو رو کر
ہجوم داغ سے سینہ مرا گلستان ہی
نہ ہین وہ گل نہ وہ سبزہ نہ وہ بہار چمن
نہ نغمہ سنج ہی بلبل نہ گل ہی خندان ہی

روان ز دیدۂ نرگس سرشک شبنم شد
فغان کہ ہر شجر باغ نخل ماتم شد

آج قلم خونین رقم صفحۂ قرطاس پر اشکبار ہی اور دل تو دشمن کی زلف خوبان فرخار کی طرح پریشان روزگار ہی جگر مین درد ہی تو لب پر آہ سرد ہی چشم خونچکان سے اشک بیقرار و جگر خوار روان ہین حاملان فلک تک گریہ کنان ہین نالۂ برق جولان و شعلہ نشان آسمان تک کی خبر لائے آہ آتشین درون تابنے ہزارون خرمن دل جلائے آتی یہ داغ جگر ہی یا آفتاب محشر ؎

یہ کیا الم ہے جو ہی چاک جیب سحر
یہ کیا الم ہے جو خورشید ہے برہنہ سر

ہے چاندنی میں دلا سیل اشک کا عالم
وفور گریہ سے ہے آب سفید چشم قمر
سیاہ پوش ہوا ہے الم سے چرخ کبود
برنگ داغ دل ماہ ہے ہر اک اختر
بنا ہے چاند کا ہالہ بھی حلقۂ ماتم
ہے برج آبی گردوں بشکل دیدۂ تر
نظر میں گنبد گردوں ہے گنبد مدفن
بنی ہے چادر مہتاب قبر کی چادر

یا الٰہی کس شہزادہ آشیین جلوہ کا جنازہ نکلا ہے کہ ساری خدائی مصروف ماتم ہے شہر بھر میں ٹھس پڑ گئی۔ ہائے یہ نوخیز اور ہر دلعزیز شہزادہ اب دنیائے دوں سے منہ موڑ کر خدا جانے کہاں جاتا ہے

در ماتم تو دہر لبے شیون کرد
لالہ ہمہ خون دیدہ در دامن کرد
گل جیب قبائے ارغوانی بدرید
قمری شد سیاہ در گردن کرد

اب سنیے کہ شہزادۂ خاقان کلاہ جم جاہ والا قدر ارجمند دوران مار حضرت مرزا ہمایوں فر بہادر کی لاش کے ارد گرد گلرخان شوخ و شنگ ترکش خوبان فرنگ کا حلقہ تھا۔ شہزادی بیگم اسقدر زار زار روئیں کہ بار بار بیہوش ہو گئیں غش پر غش آنے۔ خورشید لقا بیگم کی آنکھیں مثل خون کبوتر سُرخ تھیں۔ سر تھا گھڑی گھڑی بھائی کا نام لیکر پکارتی تھی اور دمبدم سر و سینہ پر دو ہتّڑ لگاتی تھی۔ اندر سے باہر تک گریہ و زاری کی گرم بازاری تھی مگر وہ شہزادہ بیخبر میٹھی نیند سو رہا تھا ؎

صد حیف کہ گلرخان کفن پوش شدند
از خاطر یک دگر فراموش شدند
آنانکہ بصد زبان سخن مے گفتند
آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

اتنے میں فجو نجار اپنے فن کا استاد و آزمودہ کار آیا صندل کا صندوق بنایا کشمیری مسلمان تابوت اٹھانے کے لیے آئے تمام شہر کے رؤسا امرائے عالی مقام اور شہزادگان ذوی الاحترام جوق جوق جمع تھے جب سب سامان تیار ہوا مرزا ہمایوں فر کے چھوٹے بھائی نے ڈیوڑھی پر جا کر درد آلود آواز سے پکارا ذرا ہٹ جائیے پردہ کیجیے اس آواز حسرت ناک نے ستم ڈھایا بیویوں کو آٹھ آٹھ آنسو رلایا۔ شہزادی بیگم کے سوا اور سب شہزادیاں اور مخدرات عصمت سمات بین کرتی آہستہ آہستہ قدم دھرتی ہوئیں شہ نشینوں میں جا کھڑی ہوئیں۔ چھوٹے مرزا کی حالت زار قابل بیان نہیں ناگفتہ بہ۔ گریبان چاک۔ بدن پر خاک۔ برہنہ سر۔ لب پر آہ بے اثر۔ دیدہ مطروح دل مجروح منہ پر طمانچوں کے نشان۔ نالان و فریاد کنان اندر آئے بیس پچیس نواب زادے اور شہزادے ہمراہ تھے اندر آ کر چھوٹے مرزا بھائی کی لاش سے چمٹ کر اسقدر روئے کہ اسقدر روئے کہ آواز بیٹھ گئی ؎

ز جوش آتش غم شعلہ افشان شد چراغ من
خدایا بر دم رمے کہ خون گردید داغ من

شہزادی بیگم۔ دیکھے سے گلے ملکر بیٹا کیوں ہلکان ہوتے ہو اب نہ مجھے سمجھاؤ مجھے سمجھاؤ۔ ہائے ہائے تم رو رو کے یہ حال کر گئے تب مجھے کون سمجھائیگا ارے میرے لال۔ ہا ساس بڑھوتی وقت میں چھوڑ کے کہاں چل دیا۔ ہائے ہائے۔

چھوٹے مرزا۔ اماں یہ کیا ہوا اب بھائی سے کہاں ملینگے

شہزادی بیگم۔ (سر پیٹ کر) ارے لوگو میں نصیبوں جلی اسکا کیا جواب دوں۔ ہائے ہائے میرے نازوں کا پالا میری آنکھوں کا اُجالا سو دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا۔

خورشید لقا۔ امی جان سب کو ہٹا دو۔ ایک نظر بھائی کو دیکھ لوں اب کاہے کو ہمایوں فر کا دیدار نصیب ہوگا۔

مہ لقا بیگم کا بحر غم اس درجہ جوش زن ہوا کہ بال کھولے ماتم کرتی ہوئی فوراً شہ نشین سے نکل آئیں اور چادر منہ سے اُٹھا کر بھائی کا منہ دیکھا اور دم سے اُسی مقام پر گر پڑیں تو بیہوش۔ نواب زادے اور شہزادے اور کشمیری مٹا باہر چلے گئے۔ لوگوں نے پوچھا خیر تو ہے گئے کیا اور آئے کیا۔ کہا وہاں کہرام مچا ہو۔

نواب۔ یا خدا یہ دن کسی دشمن کو نہ دکھا۔ ہائے ستم۔

شہزادہ۔ قیامت کا سامنا ہے۔ قیامت کبری ہے۔ افسوس صد افسوس۔

دوسرا۔ اسماں زدہ بجائے مصیبت اور موت اور ماتم مجسم نظر آیا مجسم۔

تیسرا۔ آخر ہوا کیا لاش نہیں اُٹھانے دی۔ یا کہرام مچا ہوا ہے۔ اس سے آپ لوگ باہر چلے آئے ہائے کیا غضب کا سامنا ہے۔

چوتھا۔ ایسا سانحہ آج تک دیکھا نہ سنا۔ اُف۔ توبہ توبہ۔

اتنے میں کشمیری پھر اندر گئے صندوق ساتھ تھا۔ لاش کو پلنگ سے اُٹھاتے ہوئے شور محشر بپا ہوا۔ سوختاؤں اور گھر کی مغلانیوں مہریوں پیش خدمتوں خواصوں کے رونے کی آواز تمام محلے میں جاتی تھی مردے کو اُٹھاتے ہوئے ہاتھ کانپ اُٹھے۔

اے مرگ ہزار خانہ ویران کردی
از بود و جود غارت جان کردی
ہر گوہر قیمتی کہ آمد بجہان
بردی و بزیر خاک پنہان کردی

اگر شہزادے کے دل میں کوئی درد تھا تو یہ تھا کہ مہا داسپہرآرا کے ساتھ شادی نہ ہو مگر اس درد دل کا علاج نہ ہوا اجل نے فیصلہ کر دیا

علاج درد ضمیری بسند نمیدانم
کہ گفتہ بود کہ دردت دوا پذیر مباد

چھوٹے مرزا صاحب کو انکے احباب سمجھاتے جاتے تھے کہ بھائی اب ذرا صبر کرو۔ ہمایوں فر کو تو عمر بھر رونا ہی مگر یہ استقلال اور امتحان کا وقت ہے وہ بیچارہ مصیبت کا مارا زار زار رو کر یہی کہتا تھا کہ ؎

سنگین دلاں بطفل سہ شکم ترحمے
افگندہ ام بپائے شما این یتیم را

شہزادی بیگم حالت جنون میں صندوق پر گر پڑیں۔ لڑکے نے روکا اور کہا اماں اب ذرا صبر کرو جسوقت جنازہ صندوق میں رکھا گیا اور لوگ لیکر چلے اُسوقت کا ماتم خدا کسیکو نہ دکھلائے ڈیڑھ سو عورتیں سینہ کوبی کرتی تھیں اور کئی مخدرات دو تہڑ پیٹتی ہوئی باہر نکل آئیں

شہزادی۔ ہائے اس معصوم بچے کو زبردستی لیے جاتے ہیں۔ ارے لوگو یہ بادشاہ کا لڑکا ہے۔ ارے یہ تاجدار کا لال ہے کوئی تو بچاؤ تمہیں بادشاہ کے نمک کا واسطہ ارے لوگو جسے چھاتی سے لپٹائے رہتی تھی وہ اب قبر کی گود میں سوئیگا کس کس ناز سے پالا تھا۔ ہے ہے ابھی خلعت اور جیغہ اور سرپیچ پہنے تھا۔ اور اب کفن پوش ہے۔ ہے ہے میرا فرزند جگر بند زمین کا پیوند ہو اور میں جیتی جاگتی رہوں۔ ارے لوگو یہ کیا اندھیر کرتے میرے لال۔

چھوٹے مرزا نے حسرت کے ساتھ جنازے کی طرف نظر ڈالکر کہا بھائی جان اس دور دراز سفر میں کسی کو ساتھ نہ لیا مجھے بھی چھوڑ چلے ؎

حضرت کا فیض زود میری مین تھا
بازوے قوی دستگیری مین تھا
یہ دور عدم کی راہ اور آپ ضعیف
مجھکو نہ لیا عصائے پیری مین تھا

یا خدا یہ تو تنہائی کے سفر کے عادی نہین ہین عدم تک کیونکر جائینگے اور قبر کی منزل بھاری مشہور ہے - یا خدا مدد دے یا علی مشکلکشا مدد دے -

ہوتے ہین بہت رنج مسافر کو سفر مین
راحت نہین ملتی کوئی دم آٹھ پہر مین
سو شغل ہون پر دھیان لگا رہتا ہے گھر مین
پھرتی ہے سدا شکل عزیزون کی نظر مین

سنگ غم فرقت دل نازک پہ گران ہے
اندوہ غریب الوطنی کاہش جان ہے

ادھر جنازہ دروازے کے باہر آیا ادھر شہزادی بیگم نے اینٹون کی دیوار پر سر دے مارا اور خون کے سراٹے روان ہوگئے - خورشید لقا نے اس زور سے سر ٹپکا کہ طلائی کڑا الکھٹ سے سر پر لولا اور خون جاری ہوگیا سنبھالے کون اور روکے کسکو - وہ دوپٹہ جلتا تھا کہ الامان الامان بخدا اپنے تو اپنے غیر تک از خود رفتہ تھے دو چار عورتون نے شہزادی بیگم کو سمجھایا کہ حضور اسوقت اک ذری دیر دل کو قابو مین لائیے جبتک قبر مین مردہ دفنایا نہ جائے تب تک رونے سے اسپر عذاب ہوتا ہے وہ بیچاری یہی کہتی تھی کہ بہن رونا ضبط کرتی ہون تو دم گھٹتا ہے روؤن نہ تو کیا کرون ہائے کسی پہلو چین نہین میرا ہمایون فر پیوند خاک ہوا اور مین ضبط گریہ کرون ہائے میرے دل مین تو آہ شعلہ فشان سے پھپھولے پڑ گئے - یہ غم تو کسی طرح سہانہ جائیگا اس سے تو موت ہزار درجہ بہتر ہے -

دل درد مند خود را شدہ ام ز چارہ عاجز
شدہ وقت آنکہ اکنون بخدا سپارم او را

جنازہ روانہ ہوا - صندل کا صندوق - زربفت کا شامیانہ گنگا جمنی چوبین شامیانے مین سبز ریشمی ڈوریان باندھی گئین کشمیر بلون نے تابوت اٹھایا جنازہ اس طرح پر چلا - پہلے برچھی بردار سیہ پوش - پھر جھنڈی بردار سپاہی جو چار آدمی ڈوریان تھامے ہوئے دو نقیب ادھر ادھر ساتھ ایک نے کہا کل من علیہا فان - دوسرا بولا - اشہد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس زور سے کہ رونگٹے کھڑے ہوتے تھے - اور سامعین عبرت کے ساتھ جنازے پر نظر ڈالتے تھے - گنہگار سیہ کار زانی - فاسق - بدکردار تھراتے تھے جو لوگ ملتے تھے - دس قدم جنازے کے ساتھ جاتے تھے - صندوق پر کمخواب کی گرانبہا چادر پڑی تھی اسپر سرخ رنگ کا دوشالہ پڑا ہوا - سہرا بندھا ہوا -

مہندی کے عوض ہاتھون مین دولھا کے لگے زخم
آلودۂ خون پنجۂ مرجان نظر آیا

روتے پیٹتے دریا پر پہونچے میر غسال اور بہت سے غسال تھے جنھون نے دریا مین چارون طرف بلیان گاڑین اُنپر تختے باندھے اُدھر اُدھر قنات نصب کی خیمہ تانا گیا - لاش مبارک کو بیسن سے پاک کیا اسکے بعد آب خالص سے غسل دیا پھر آب سدر سے پھر آب کافور سے کربلائے معلیٰ کا کفن متبرک جو حضرت مولانا بحر العلوم اور جناب شیخ زین العابدین اور مجتہدین مقدس کربلا کی مہرین تھین پہنایا گیا اس کفن پر بہت خوشخط کلام اللہ لکھا تھا - چادر (بردیمانی) اور تبرکات بھی رکھے گئے بعد انفراغ غسل جنازہ قلعہ معلی کی طرف روانہ ہوا اس قلعے

مین جولب جو واقع تھا مرزا ہمایون فر بہادر کے آبا و اجداد سلاطین سابق کے مقبرے تھے۔

جنازے کو دیکھ دیکھکر خلق خدا زار زار روتی تھی اور قاتل سفاک پر سب صغیر و کبیر لعنت بھیجتے تھے غرض چھوٹے مرزا یعنی مرزا ہمایون فر کے بھائی نے چوبدار کو حکم دیا کہ قبلہ و کعبہ سے عرض کرو کہ اب حضور تشریف لائین نماز جنازہ پڑھنے کا وقت آگیا چوبدار حکم پاتے ہی روانہ ہوا۔ قبلہ و کعبہ کی ڈیوڑھی پر آیا بہت جھک کر ادب کے ساتھ آداب بجا لایا اور عرض کی کہ خداوند چھوٹے مرزا صاحب نے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ اب حضور تشریف لائین (رو کر) نماز جنازہ کا وقت آگیا یہ کہکر چوبدار بے اختیار رونے لگا آپ نے سمجھایا کہ بھائی دنیا جا آسایش نہین الدنیا دار الغرور و العقبیٰ دار السرور جہان عیش و آرام کجا

دل مبند بر دنیا و اسباب او
زانکہ از وے کس وفاداری ندید
کس عسل بے نیش ازین دکان نخورد
کس رطب بے خار ازین بستان نچید
ہر کرا یاے چراغے بر فروخت
چون تمام افروخت بادش در دمید
بے تکلف ہر کہ دل بر وے نہاد
چون بدیدم خصم خود وے پرورید
شاہ غازی خسرو گیتی ستان
آنکہ از شمشیر او خون مے چکید
گہ بہ یک حملہ سپاہے می شکست
گہ بہوئے قلب کوہے می درید
سروران را بے گنہ می کرد حبس
گردنان را بے سخن سر مے برید
از نہیبش پنجہ می افگند شیر
در بیابان نام او چون می شنید
عاقبت شیراز و تبریز و عراق
چون مسخر کرد وقتش در رسید
آنکہ روشن بد جہان بینش بدو
میل در چشم جہان بینش کشید

یہ فرماکر جناب امام العلما شریف کعبۂ مقدس حضرت قبلہ و کعبہ مجتہد العصر و الزمان نے سیاہ عبا دوش مبارک پر رکھی کپڑے پہنے سر مبارک پر عمامہ باندھا۔ ہاتھ مین تسبیح لی اور فنس مین بیٹھے کہارون نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر فنس اٹھائی۔

ادھر جنازہ داخل قلعہ معلی ہوا۔ ادھر حضور مجتہد العصر کی سواری نمودار ہوئی۔ فنس قریب آئی بسم اللہ کہکر آپ اترے چھوٹے مرزا حضور نے کچھ سنا۔ اسکے بعد فرط الم سے آہ نکلی

مجتہد العصر۔ (تھوڑی دیر خاموش رہ کر) ع

اے یومین من الموت افر
یوم لا یقدر ام یوم قدر
یوم لا یقدر لا یاتی القضا
یوم قد قدر لا یغنی الحذر

بس اسکو ہی اللہ ہی رکھو ع

دو روز حذر کردن از مرگ روا نیست
روزیکہ قضا باشد و روزیکہ قضا نیست
روزیکہ قضا باشد کوشش نہ کند سود
روزیکہ قضا نیست درو مرگ روا نیست

چھوٹے مرزا۔ (نہایت شکستگی کے ساتھ رو کر) اب مین کیا کرون

مجتہد العصر۔ (سہولت کے ساتھ) صبر

چھوٹے مرزا۔ (آہ سرد بھر کر) یہ ہوا کیا اور تھا کیا۔
مجتہد العصر طلسم حقیقی ہے

ہر کہ آمد در جہان پر ز شور
عاقبت می بایدش رفتن بہ گور
در رہ عقبیٰ است دنیا چون پلے
بے بقا جائے و ویران منزلے
دل منہ بر این پل پر وہم و بیم
برگ ہا سازو مشو اینجا مقیم
من گرفتم خود توئی بہرام گور
خواہی افتاد آخر اندر دام گور
ہیچکس را نیست زین منزل گذیر
از گدا و شاہ و از برنا و پیر

اتنے میں ہمایون فر کے ایک بزرگ نے کہا قبلۂ و کعبۂ پوچھیا کہ یہ کیا ستم بپا ہوگیا ہمارا ہونہار ہوشیار سعادتمند و لبند معقول پسند فرزند داغ حسرت دیکر چل بسا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

ولا دیدی کہ آن فرزانہ فرزند
چہ دید اندر خم این طاق نیلین
بجائے لوح سیمین در کنارش
فلک بر سر نہادش لوح سنگین

کبھی کسی شخص کے ساتھ بدی نہیں کی ہنس مکھ شگفتہ خندہ جبین ہر دلعزیز مرنجان مرنج آدمی تھا مگر اجل کے ہاتھ سے جانبر نہوا

ماعادت خود بہانہ جوئی نکنیم
جز نیکی خلق و نیک خوئی نکنیم
وانہا کہ بجائے ما بدی ہا کردند
ما با ایشان بجز نکوئی نکنیم

اس مسلک کا وہ سالک تھا۔

صندوق قبلہ رخ رکھا گیا۔ حضرت مجتہد العصر تابوت کے پاس تشریف لے گئے۔ حاضرین نے صفیں باندھیں قبلۂ کعبہ نے نیت کر کے تکبیر کہی۔ نماز جنازہ ختم ہوئی تو چھوٹے مرزا دفعۃً علیل ہوگئے حوالی قلب میں یکایک درد اٹھا اور اس درد کی چمک سے بسمل کی طرح تڑپنے لگے این گل دیگر شگفت ہے

ہر دم زمانہ داغ غم بر جگر نہد
یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر نہد

یک نشد دو شد فوراً صاحب سول سرجن اور بابو صاحب اسسٹنٹ سرجن بلوائے گئے اور کئی حکیم طلب ہوئے۔ اس وقت قلعہ معلیٰ میں عجیب ہیبت ناک ماتم عزا اور درد انگیز سمان تھا ہر در و دیوار برگ و بار سے وحشت اور مرقد منور سے بیکسی برستی تھی۔ ہائے افسوس وائے افسوس۔

مرزا ہمایون فر کے دلی دوست عجیب حیرت سے قبر نورانی و عنبرین پر نظر ڈالتے تھے ہے

یار ہیں سب ہماری صحبت کے
جتنے تکیے میں پڑے ہیں تیرے

ایک دوست۔ کیوں جی مرزا ہمایون فر یہی ہیں گویا پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔

دوسرا۔ کل من علیہا فان ابھی دھاچوکڑی مچی تھی اور اس وقت سناٹا ہے ابھی برات کروفر سے جاتی تھی اور اب جنازہ نکلا اور قبر بھی بن گئی۔

تیسرا۔ (رو کر) ہا۔ کیا ہوگیا۔ اُف ارے یار آج نیند کیونکر آئیگی پھوٹ پھوٹ کے رونا آتا ہے ہمایون فر سا جلیس اٹھ گیا۔

اتنے میں ڈاکٹر صاحب کی فٹن کھڑکھڑاتی ہوئی آئی اور لوگوں کی توجہ اس طرف مخاطب ہوئی۔

رنگین شاہ

ثریا بیگم اور مولوی صاحب اور تھانہ دار اور باورچی سی مکان میں رہتے تھے باورچی کو کھانا پکانے کے سوا اور کوئی کام نہ تھا تھانہ دار اور ثریا بیگم میں بول چال ترک مولوی صاحب اس فکر میں تھے کہ اس زیبا عروس کے ساتھ شادی کریں ایک دن کیا دیکھتے ہیں کہ ایک فقیر سامنے سے چلا آتا ہے۔ زعفران پوش زعفرانی تہ بند۔ اور زعفرانی کفنی اور زعفرانی دوپٹا۔ بال گھونگھر والے سر برہنہ مانگ نکلی ہوئی۔ بیلے کا تیل پڑا ہوا کشیدہ قامت گل رخسار۔

ثریا بیگم۔ یہ درویش کون ہیں معلوم ہوتا ہے رسیدہ ہیں۔

مولوی۔ اب یہاں آئیں تو معلوم ہو کہ رسیدہ ہیں یا بنے ہوئے ہیں۔

ثریا بیگم۔ بنے ہوئے ایسے نہیں ہوا کرتے انکے چہرے سے نور برستا ہے۔

مولوی۔ ہاں مگر آدمی بدمعاش معلوم ہوتا ہے سرمے کی تحریر بھی ہے پان بھی کلے میں دبا ہوا ہے۔ سیدھی مانگ بھی نکلی ہے۔ اینڈتا ہوا چلتا بھی ہے۔

اتنے میں درویش نے آنکر مولوی صاحب کو سلام کیا اور کہا اگر مضایقہ نہ ہو تو رنگین شاہ بھی ذرا بیٹھ کے دم لے لیں مولوی صاحب نے اجازت دی اور کہا خانۂ بے تکلف ہے بیٹھیے۔

شاہ۔ بابا ہم دور سے آتے ہیں اور چکر دھرتی سیر کر چکے ہیں۔

مولوی۔ کہاں کہاں جانے کا اتفاق ہوا ہے کن کن ملکوں میں گئے ہو۔

شاہ۔ کشمیر۔ برہما۔ اٹک۔ کٹک۔ میسور۔ دکھن۔ گجرات۔ مدراس۔ بمبئی۔ کلکتہ۔ بنگالہ۔ اڑیسہ۔ نیپال۔ کابل۔ تبت چین۔ بھوٹان۔ کاشغر۔ وغیرہ وغیرہ۔

مولوی۔ اخاہ ع جہاندیدہ بسیار گوید دروغ ہے کہ نہیں۔

شاہ۔ بچہ ایسی مت کہو ہم رمتے جوگی سنت سادھو ہیں۔

مولوی۔ کیا ہندو ہو۔ اور ہم ابتک مسلمان سمجھا کیے۔

شاہ۔ اللہ سب کا ایک ہے تمنے اللہ کہا ہمنے پرمیشر کہا اور انگریزوں نے گاڈ کہا کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ مگر وہ ایک ہی ہے ع کثرتِ ذات تو وحدت نہ گزیند زصفات۔

ثنا ہا ہمہ ایزدِ پاک را
ثریا و طارم تاک را

مولوی۔ آپنے اس فقیری میں کیا پایا۔ کچھ ملا یا نہیں ملا۔

شاہ۔ وہ ملا جو ملنا چاہیئے تھا۔ اور وہ پایا جو کسی نے نہیں پایا

شیخ کعبہ میں تمنے کیا دیکھا
ہم بتوں سے لے خدا دیکھا

اس مائی کا نام کیا ہے۔

مولوی۔ تمکو اس سے کیا مطلب ہے باتیں کرو۔ مردوں سے

شاہ۔ واہ وا۔ کیا موہنی صورت مائی کی ہے کامنی اور پدمنی آج دیکھی کیوں مائی تو یہاں کسکے ساتھ آئی تو تو بادشاہوں اور راجاؤں کے قابل ہے۔

مولوی۔ شاہ جی آپ نہیں مانتے انسے نہ بولیے۔

شاہ۔ کیوں مائی تیرا ہاتھ دیکھ کے تیرا حال بتا دوں۔

مولوی۔ ایسے بڑے بنے ہیں۔ بھلا بتا تو دو۔

شاہ جی نے بالحان داؤدی گانا شروع کیا۔

بااثر یافت چون فغان مرا / باغبان سوخت آشیان مرا
خوش نگاہان بگردشِ چشمے / سرمہ کردند استخوان مرا
نالہ گفتم کند ہوا داری / داد بر باد خانمان مرا
بہ نام و نشان توان جستن / دلِ بے نام و بے نشان مرا
نازک آن طبع و من سخن گستاخ / اے ادب مہر کن دہانِ مرا

بسکہ گلگون اشک شوخ افتاد
برد واقعت زکف عنانِ مرا

مولوی۔ بیگم۔ تم ادھر جاکے بیٹھو۔ اب اسکے سامنے نہ آنا
راوی۔ این لامعقول۔ وارث علی خان بن بیٹھے۔
بیگم۔ وہ۔ آخر آپ میرے باپ ہیں بھائی ہیں۔ آپ ہیں کون
شاہ۔ مائی میں ذرا ہاتھ دیکھوں تو کل حال بتا دوں۔
ثریا بیگم۔ (ہاتھ بڑھا کر) بسم اللہ۔ دیکھئے۔
مولوی۔ ہائیں ہاتھ ہٹالو۔ ہمارا ہاتھ دیکھ کے بتائیے۔

تو بہ اوج فلک چہ دانی چیست
چون نہ دانی کہ در سرائے تو کیست

شاہ۔ (ہاتھ میں ہاتھ لیکر) کیا گورا گورا ہاتھ ہے۔
مولوی۔ سخت بدمعاش ہو سچ ہے اصل بد از خطا نہ کند
ثریا بیگم۔ تم کون ہو۔ تم بیچ میں کیوں بولتے ہو۔
شاہ۔ بیگم صاحبہ آپ کا نام ثریا بیگم ہے اور آپ کسی زمانے میں جوگن کے بھیس میں رہی تھیں اور آپ اپنے ماں باپ سے جدا ہوگئی ہیں اور عباسی مہری آپکے ہاں ضرور رہتی۔
ثریا بیگم۔ (دنگ ہوکر) بیشک تم رسیدہ ہو۔ تمھارے قدم لے مگر ہندو ہو۔
شاہ۔ مائی ہم نہ ہندو ہیں نہ مسلمان ہیں ؏

نہ ہندوم نہ مسلمان نہ محتسب نہ فقیہ
بجز تم کہ سر انجام ما چہ خواہد بود

راوی۔ یا وحشت!!! دوسرے خوجی ہیں۔
مولوی۔ ایسے ایسے سادھو بہت دیکھے ہیں زمانے بھر کے بدمعاش۔ اور سادھو بن بیٹھے۔ اے لعنت خدا خبردار اب ان سے منہ بولنا نہیں تم جاؤ گے فقیری رکھی رہیگی۔
شاہ۔ بچہ بہت اہنکار کی نہ لو۔ مائی تم گانا سنو۔

بہ بینید آن چشم سحر آفرین را
بہ بینید آن فتنۂ اہل دین را
اگر خانمان سوز دلہا نہ دیدید
بہ بینید آن غارتِ آتشین را
بہ آن زلف سودا ازیان بیست سودت
بتکرار پرسیدہ ام نشانہ ہین را
چو بر بیدلان بگذرد گوید از ناز
بہ بینید آن را بہ گیرید این را

بران خاک در سجدہ کردیم واقف
فشاندیم بر تخت نقش جبین را

ثریا بیگم۔ تمھارے گانے پر ہم عاشق ہیں کوئی اور غزل گاؤ۔
شاہ۔ مائی ابھی تو ٹھیک نہیں ہوئی جب میل ہوگا تو پھر اور سنایا کرونگا۔
مولوی۔ یہ میل کیسا۔ سائیں تم نہیں ٹکنے نہ جاؤ تم ہندو مسلمان تمھارا انکا میل کون۔ ہمارا انکا میل البتہ ٹھیک ہے۔
بیگم۔ اچھا جان دینے پر تیار ہو تو ہم اسسے نہ بولیں۔
مولوی۔ جب جان ہی نہیں پھر کیا عاشقی اور کیا معشوقی۔

دل لیکے ہمارا جو کوئی طالب جان ہے
ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ جی ہے تو جہان ہے

شاہ۔ مائی میں ایک راجہ کا نوکر تھا بس گیان آتے ہی نوکری چھوڑ دی۔

ما سپردیم یار جانی را
حاصل عمر و زندگانی را

مولوی۔ آپ دیوان ہونگے کوئی ہزار روپیہ تنخواہ تھی۔

شاہ ۔ بچہ مین دو سو ٹھیکریان پاتا تھا ۔

مولوی ۔ بچہ بابا کہتے شرم آتی ہے ۔ اور روپے کو آپ ٹھیکریان کہتے ہین ۔ ایسے بڑے قانع بنے ہین ۔ دنیا ساز چاپلوس آدمی ۔

شاہ ۔ بابا تو ہمکو لوگ کہتے ہین بچہ ۔ اور ہم تو بیشک ٹھیکریان ہی سمجھتے ہین ابتک ہزارون ہی جھنجھٹین تھین ۔ اب موجین کرتے ہین ۔ گنگا کے کنارے ایک کٹی بنائی ہو ۔ اسی مین سادھو ہر کا نام جپا کرتے ہین اور گنگا کے اشنان اور بھجن کرنا گنگا توری لہر ہمارے من بھائی ۔ گنگا توری لہر ہمارے من بھائی ۔

مولوی ۔ خدا سمجھے یہ بدبخت کہان سے آیا ۔

شاہ ۔ نا بچہ کبھی کو برا نہ کہنا ۔ خدا تمکو راہ راست پر لائے ۔

بکشائے درے کہ در کشایندہ توئی
بنمائے رہے کہ رہ نمایندہ توئی
من دست بہ ہیچ دستگیرے ندہم
کاینہان ہمہ فانی اند و پایندہ توئی

مولوی ۔ اس قسم کے لوگ بہت ٹھگ لیتے ہین دو چار رباعیان یاد کر لین ذرا گانا سیکھ لیا ستار بجانے لگے ۔ چلئے جہان نے پوجنا شروع کیا ۔

شاہ ۔ بچہ کچھ اسکا بھی ڈر ہی سب کی نندیا (ہجو) کرتا ہی ۔

آنکو کہ سر حقیقتش باور شد
خود پہن تر از سپہر پہناور شد
مُلّا گوید کہ بر شد احمد بفلک
سرمد گوید فلک باحمد در شد

مولوی ۔ اگر بس چلے تو قتل کر ڈالون ۔ واجب القتل ہے

ثریا بیگم ۔ شاہ صاحب آپ کوئی غزل گائین ۔

شاہ ۔ مائی اگر ہرج نہ ہو تو مین ایک بوشہ لے لون ۔

مولوی ۔ کیا بوشہ ۔ شیخ ہی شاہب شیخ ہی ۔ آپ تو بڑے بے تکلف نکلے ۔

راوی ۔ اس بوشے کی لفظ پر ثریا بیگم بہت ہنسین ۔ اس عرصہ مین تھانہ دار صاحب سیر و شکار افگنی کے لیے گئے تھے اور باورچی بھی انکے ساتھ گیا تھا موقع وقت غنیمت جانکر ثریا بیگم نے ٹھان لی کہ اسکے ساتھ نکل بھاگین شاہ سے بوسے کی اجازت دی اور اس جوان مست نے گوری گردن مین ہاتھ ڈال کر گل رخسار کے متواتر بوسے لیے مولوی صاحب جل مرے اور اپنے دل مین کہنے لگے ؎

بآن طمع کہ بہ مستی بہ بوسم آن لب لعل
چہ خون کہ در دلم افتاد ہمچو جام و نشد

شاہ ۔ مائی ۔ اس جہان گذران کا کون ٹھکانا ہی کچھ بھی نہین ۔

دنیا گذرانست بہر حیش دمے
خواہیش بہ شادی گذران خواہ بغمے
زین منزلت البتہ ہمی باید رفت
خواہی بہزار سال خواہی بدمے

مولوی ۔ اچھا بس و کنارا ہی ۔ بیحیائی تیرا ہی آسرا ہی ۔

شاہ ۔ بچہ حسد نہ کرنا ۔ مائی ہمکو پہچان گئی ۔

مولوی ۔ ہان پہچان گئی کہ بھائی ہین اور ابتک مائی کہے جاتا ہی ۔

ثریا بیگم ۔ شاہ جی اب تم ایسے دلیون کے منہ نہ لگو ۔

شاہ ۔ ہم موجین کرتے ہین ۔ ہمکو کیا واسطہ ۔

گدا دست اہل کرم دیکھتے ہین
ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہین

نہ دیکھا جو کچھ جام مین جم نے اپنے
سوا اک قطرۂ مے مین ہم دیکھتے ہین

غرض کفر سے کچھ نہ دین سے ہے مطلب
تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہین

حباب لب جو ہین اے باغبان ہم
چمن کو ترے کوئی دم دیکھتے ہین

زشتے کو یسے کر مٹاتے ہین رو رو
ملائک جو لوح و قلم دیکھتے ہین

مٹاتا ہے سب حرف ہی آنسوؤن سے
جو نامہ اسے کر رقم دیکھتے ہین

اکڑ سے نہین کام سنبل کی ہمکو
کسی زلف کا پیچ و خم دیکھتے ہین

اگر تجھسے رنجیدہ خاطر ہے سودا
اسے تیرے کوچے مین کم دیکھتے ہین

مولوی - ایک بوسہ اور لے لو -
شاہ - بچہ سادہو رن جوگیون کی زبان نہ پکڑا کرو -

روے مقصود کہ شاہان بدعا می طلبند
سببش بندگی حضرت درویشان ست

مولوی - اچھا آنے دو انکے میان کو معلوم ہوگا -
شاہ - ہمکو کسی سے کیا واسطہ - سادہو آدمی کو کچھ مطلب نہین -

رنگین شاہ نے آہستہ سے کہا کہ اسکو بات نہین لگاؤ اور کوئی ایسا چکمہ دو کہ یہانسے ذرا ٹلجائے تو ہم تمکو لیکے بھاگ جائین ثریا بیگم نے کہا تم گاؤ مین فقرہ چست کرونگی شاہ جی نے گانا شروع کیا -

ستاخون با باغ نیست مارا
دل نیست دماغ نیست مارا

اے نالۂ مقصدیم از تو
کز گریہ فراغ نیست مارا

یک لخت جگر بسان لالہ
بے بہرہ زداغ نیست مارا

از ما احوال دل چہ پرسی
یکذارہ دماغ نیست مارا

واقف شبہائے پر تو داغ
حاجت بہ چراغ نیست مارا

ثریا بیگم - مولوی صاحب اپنے دل مین سمجھے کہ یہ انکے ساتھ چل دینگی -
مولوی - سمجھے کیا معنی - تمنے بوسہ دیا تھا کہ نہین -
شاہ - بچہ سادہ سنت سب کو مائی اوہین سمجھتے ہین اور سبکے ساتھ ایک طور سے پیش آتے ہین -
مولوی - جی بجا ہے آپ ایسے ہی ہین -
ثریا بیگم - مرد خوبصورت ہے - ایسا جوان کہان پیدا ہوتا ہی
مولوی - اور جو ہوتا ہے تو مر بھی جاتا ہی -
ثریا بیگم - اے ہٹو بھی - یہ کونسی دل لگی ہی واہ بوے کی نہین تو دیکھو آیا وہان سے دو بن کے مولوی کی دم -
شاہ - نہین مائی ان باتوسے کیا ہوتا ہی -
ثریا بیگم - تم ہندو ہو - کون ہندو - باہمن یا ٹھاکر -
شاہ - مائی ہمارے مذہب کی کیا پوچھتی ہو -

ملت عشق از ہمہ دینہا جدا ست
عاشقانرا مذہب و ملت جدا ست

پوجا اور نماز دونون سے واسطہ نہین -

در مذہب عاشقی حسابے دگرست
رسمے دگرست واحتسابے دگرست
در مذہب ما نیاز باشد نہ نماز
پیغمبر عشق را کتابے دگرست

ثریا بیگم ۔ مولوی صاحب اسوقت کچھ شکار لاؤ تو کیے ۔
مولوی ۔ اچھا یہ کون بات ہو مگر اسکے واسطے تو نہین منگوائی ہو
شاہ ۔ (مسکرا کر) ہم گوشت خور نہین ہین اور زبان کا ذائقہ بھی ایسا نہین کہ عمدہ ہی غذا ہو ۔ جو کچھ کھانے کو مل گیا کھا لیا ۔

اے طالب لذت غذاہاے لذیذ
جویاے حلاوت مرباے لذیذ
بانان جوین بساز و بیش ودونان
کف کفچہ مکن از پئے حلواے لذیذ

مولوی ۔ اچھا مین جا کے کوئی جانور لاتا ہون ۔
ثریا بیگم ۔ کہین سور نہ مار لانا ۔
مولوی ۔ استغفر اللہ ۔ توبہ توبہ ۔ الٰہی توبہ ۔ خوک خنزیر!!!
ثریا بیگم ۔ پھر جاؤ مگر جلد آنا ۔

مولوی صاحب سیدھے آدمی ان ہتھکنڈونکو کیا جانین بندوق لیکر شکار کے لیے گئے ۔

ادھر مولوی صاحب گئے ادھر باہم مکالمہ وج پردر ہونے لگا

شاہ ۔ تم جوگیون کے قابل ہو ۔
ثریا بیگم ۔ وجہ ؟
شاہ ۔ ایسی حسین ہو کہ بیان سے باہر ۔
ثریا بیگم ۔ واہ ۔
شاہ ۔ ایک بوسہ اور لون ۔
ثریا بیگم ۔ ذرا تامل کرو ۔
شاہ ۔ عاشق زار ہون ۔
ثریا بیگم ۔ کھل جائیگا ۔
شاہ ۔ جان جاتی ہی ۔

ثریا بیگم ۔ افسوس ۔
شاہ ۔ یہ مختصر و موزون تقریر ۔
ثریا بیگم ۔ بیشک ۔
شاہ ۔ جان من ۔ خدا جانے کہان سے ڈھونڈھتا ہوا آیا ہون
ثریا بیگم ۔ این ! (غور کر کے) تمھارا نام کیا ہی ۔
شاہ ۔ ہمارے نام سے کیا غرض ۔

نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہون
مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون
گریان بشکل شیشۂ و خندان بطرز جام
اس میکدہ مین آہ عبث آفریدہ ہون

مین کیا کہون کہ کون ہون سودا بقول درد
جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

ثریا بیگم ۔ (پھر غور کر کے) کون ہی ۔ ع
اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

شاہ ۔ پہچانا یا اب بھی نہین پہچانا ۔
ثریا بیگم ۔ آزاد ۔ بائین یا خدا میری آنکھین اسوقت دھوکا تو نہین دیتی ہین ۔
شاہ ۔ پھر غور کر لو ۔ عاشق جانباز کو دیکھ لو ۔

فردوس چہ کار آید گر یار نباشد
جنت نروم گر رخ زیباش نہ بینم
ما را غم دوزخ دنے خبط بہشت ست
بر وار ز رخ پردہ کہ مشتاق لقائیم

ثریا بیگم ۔ آزاد صورت تو بعینہ ایسی ہی ہی ۔
شاہ ۔ (مسکرا کر) خوب غور کر لو ۔ کن کن مصیبتون سے پتا ملا ہی مگر دل مین ٹھان لی تھی کہ یا یار سے ملین گے یا جان دینگے ۔

گر تیغ بارد در کوے آن ماہ — گردن نہادیم الحکم للہ
من رند و عاشق آنگاہ توبہ — استغفر اللہ استغفر اللہ
آئین تقوے ما نیز دانیم — اما چہ چارہ با بخت گمراہ
ما شیخ و زاہد کمتر شناسیم — یا جام بادہ یا قصہ کوتاہ

الصبر مرّ والعرفان
یالیت شعری حتی م اللقاء

ثریا بیگم۔ یا خدا مین کیا کرون۔ آنکھین کام نہین کرتین

شاد۔ اب کوشش ٹھکانے لگی۔

بہار گل طرب انگیز گشت و توبہ شکن
بشادی رخ گل بیخ غم ز دل بر کن

رنگین شاہ نے حافظ شیرازی کے اس شعر کو ایسی خوش الحانی سے گانا شروع کیا کہ ثریا بیگم مست ہو گئین ؎

تا ز میخانہ و مے نام و نشان خواہد بود
سر ما خاک رہ پیر مغان خواہد بود

اِس بیت نازنین کو شک تھا کہ یہ آزاد ہی ہین گر یقین کامل کا درجہ نہ تھا شاد ہی نے آگے بڑھ کر پھر ایک بوسہ لیا اور ثریا بیگم اس درجہ مست ہوئین کہ خاموش رہین۔

شاد۔ اب یہی موقع ہے کہ بھاگ چلو۔ اور اگر نہ چلو تو مار ڈالو ایک غمزہ کافی ہے۔

بدام زلف تو دل مبتلاے خویشتن است
بکش بغمزہ کہ اینش سزاے خویشتن است

برسون سے تمھارے حسن گلوسوز نے خرمن دل پر بجلی گرائی ہے۔ اور ستم ڈھایا ہے۔

الغیاث اے مایۂ جان الغیاث
کفر زلفت برد ایمان الغیاث

جان مدعا اب مین تھی کہ وہ دشت و ہامون اور میدان جنگ مین جہان جاتا تھا آنکھین نکو ڈھونڈھتی تھین ؎

چشم بیمارت مرا بیمار کرد
جز لبانت نیست درمان الغیاث
چون دو زلفت کرد سرگردان مرا
گردش گردون گردان الغیاث

ثریا بیگم نے کہا اچھا بسم اللہ کہکر چلو۔ اب بھاگ چلنے کا موقع ہے۔

دونون روانہ ہوے۔

تھانہ دار کی بے قراری

محبوب شیرین ادا معشوقہ مہر لقا ثریا بیگم اس جوان رعنا شمائل زیبا خصایل کے ساتھ بھاگ گئین۔

حضرات ناظرین خوب واقف ہین کہ ثریا بیگم یعنی اللہ رکھی جو جوگن ہو گئی تھین اور جنکا نام کچھ عرصے تک شبو جان تھا گو رنگین مزاج اور خودرو اور ہنس مکھ تھین۔ مگر پاکدامن اور عفیفہ اس قوی ہیکل و جوان خوبصورت پر آزاد کا دھوکا ہوا مگر علم الیقین یا حق الیقین کا درجہ نہ تھا تاہم اے گل بتو خرسندم تو بوے کسے داری + کہکر خاموش ہو رہی تھین۔

اب سنیئے کہ تھانہ دار صاحب جو شکار کر کے واپس آئے اور یہان مولوی صاحب کو نہ پایا نہ ثریا بیگم کو۔ تو کان کھڑے ہوے۔ ادھر گئے اُدھر گئے اس کونے مین جھانکا اُس گوشے مین دیکھا چو طرفہ سناٹا پایا تب تو ماتھا ٹھنکا کہ دال مین کچھ کالا کالا ضرور ہے۔

اتنے مین باورچی بھی آیا انواع اقسام کے جانور ساتھ آتے ہی کہا کہ صوبہ دار صاحب آج تو بیگم صاحب۔ اور مولانا اور آپ

اور ہم سب مزے سے ان جانوران صحرائی کا گوشت چکھین گے اور ونہ نائینگے۔

تھانہ دار۔ ارے یار ثریا بیگم ہین کہان۔ اُنکا کہین پتا ہی نہین ؎

دلبرے بُرد از دلم صبر و قرار
کز رخش برقع بود صبح بہار

باورچی۔ کیا! یہ آپنے فرمایا کیا۔ ثریا بیگم کہان ہین۔ سبحان اللہ

تھانہ دار۔ بھائی چکمہ ہو گیا۔ وہ مولوی بھگا لے گیا۔ تڑ کا ہو گیا۔

شاکی ہون گردش فلک بدخصال کا
آئی شب فراق گیا دن وصال کا

اور اس پرکالۂ آتش نے تو پہلے کہہ ہی دیا تھا کہ جب سے اپنا گھر بار چھوڑا سیکڑون وہیتے لے خدا جانے کون کون مصیبت زدہ اسیر عاشق ہوا کس کس کو گھایل کیا کون کون وصال سے مستفید ہوا کس کس پر ستم ڈھایا ؎

عاشق ہزار یون تو ہوے صاد چشم کے
چہرہ مگر بحال رہا خال خال کا

اب اس مولوی نے ہمکو بھی دھتا بتلایا۔ خدا جانے اب کہان ہی اور وہ نام کا مولوی انکو لیکر کسطرف نکل گیا۔

محو جمال رہ گئے ہم کچھ خبر نہین
آیا کدھر سے یار کدھر سے نکل گیا

ایک ہمپر کیا فرض ہی جسنے ایک نظر دیکھا عاشق زار ہو گیا اور ہوا ہی چاہے۔ رخسار گل قد سرو۔ آنکھین نرگس زلف کا کل۔

قد قیامت کا بلا چال بلا کی پائی
آفتین ڈھائے نہ وہ فتنۂ دوران کیونکر

گر دنیا کے بھی عجب کارخانے ہین۔ یہی ثریا بیگم ہمپر جان دیتی تھین کوٹھے پر مو پریشان مست دخندان تاک جھانک کرتی تھین لونڈیون کے ذریعہ سے ہمنے پیغام بھیجے مسکرا مسکرا کر جواب دیا کہ اُنسے کہو کچھ خیر ہی۔ نکاح ثانی شرفا مین جائز نہین۔ مانا کہ وہ حسین جوان ہین عالی خاندان ہین اور رسالی دودمان ہین مگر یہ بات بھلا کیونکر ممکن ہی۔ یہ ظاہرا انکار مگر در پردہ عشق کا اظہار۔ وہ چھت پر گیسو سنوار کر آنا اور عاشق شوریدہ سر کو دیکھ کر زیر لب مسکرانا ؎

سودا تھا ہمکو سنبل باغ مراد کا
چلتی تھی اپنے گلشن دل مین ہوائے زلف
روز سیہ نصیب ہو موذی کے واسطے
دنیا مین کوئی ہو نہ پریشان سوائے زلف

مگر وہ روز سیہ ہمین کو نصیب ہوا۔ یا تو وہ گرماگرمی تھی اب یہ سرد مہری ہی۔ اب ہم ہین اور دل بے قرار ہم ہین اور چشم اشکبار ؎

ابر ہین دیدۂ پر آب سے ہم
برق ہین دل کے اضطراب سے ہم
دم مین نوج فنا مٹا دیگی
بحر ہستی مین ہین حباب سے ہم
بیوفاؤن سے ہے وفا مطلوب
طالب آب ہین سراب سے ہم
زندگی ہو گئی عذاب ہمین
گذرے زاہد ترے ثواب سے ہم
تنگ آئے ہین تنگ آئے ہین
اس دل خانمان خراب سے ہم

مگر مولوی صاحب قبلہ ہاتھ آئین تو ہم انھین خوب بتائین خیر

اب تو جھانسا دے ہی گئے۔ سمجھا جائیگا۔ انشاء اللہ۔

عاشقوں میں فرد ہیں نکتے وہ ہمکو یاد ہیں
قیس کے اُستاد ہیں فرہاد کے اُستاد ہیں

ہمیں بھی گھاتیں یاد ہیں۔ زندگی شرط ہے انشاء اللہ لیکن یہ ہجر ہمیں مار ڈالے گا کہیں کا نہ رکھے گا ؎

آفت کا روز ضعف کا بڑھتا ہے ہجر میں
انسان تو کیا ہے دیو پچھڑتا ہے ہجر میں
دم عاشقِ حزیں کا اکھڑتا ہے ہجر میں
کیا کیا کمیت عمر بگڑتا ہے ہجر میں
چین ایک دم نہیں مجھے پڑتا ہے ہجر میں
خنجر کوئی گلے پہ رگڑتا ہے ہجر میں
روتا ہے آسمان مرے حالِ زار پہ
بارانِ غم سے منہ نہیں پڑتا ہے ہجر میں
تدبیرِ وصل پڑتی ہے تقدیر کے خلاف
بنتا نہیں ہے کام بگڑتا ہے ہجر میں

وصلت میں مجھسے پوچھتا ہے یار اے صبا
کس طرح چین آپکو پڑتا ہے ہجر میں

باورچی۔ آپنے چپہ چپہ ڈھونڈھ لیا ہے۔ شاید یہیں ہوں۔
تھانہ دار۔ اجی حضرت۔ وہ یہاں سے پانچ کوس پر ہیں یہاں کہاں
باورچی۔ لاحول ولاقوۃ۔ بڑی بڑی ہوئی۔ یہ سوجھی کیا۔
تھانہ دار۔ مولوی نے جھانسا دیا اور اڑا لیگیا۔ اب ہجر ہے ؎

تقدیر شکلِ یاس کی تکتی ہے ہجر میں
رہ رہ کے بائیں آنکھ پھڑکتی ہے ہجر میں

باورچی۔ اچھا اب انکو بھون بھون کے چکھئے اور غم غلط کیجئے۔
تھانہ دار۔ ارے یار یہ غم غلط ہونے والے نہیں بھلا ہے توبہ ؎

فرقتِ ساقی میں یہ مقسوم پر پتھر پڑے
ہیں الگ کونے میں ٹوٹے شیشہ و ساغر پڑے

باورچی۔ سنئے حضور۔ دو دو باتیں عرض کرونگا بس ؎

جھکے آپ اُس سے جھک جائیے
کھنچے آپ سے اُس سے کھنچ جائیے

جب وہ آپکو چھوڑ کے بھاگ گئیں تو اب آپکو لازم ہے کہ کبھی نام تک زبان پر نہ لائیے۔ ایسی ایسی تیسی میں جائے۔
تھانہ دار۔ ایسا نہ کہو میری جان جاتی ہے۔ عاشق صادق ہوں مگر خدا ایسے خلاف ہے بت ہمارے دشمن ہیں اور ہم عاشق خدا اور عاشق بتانِ رنگین ادا ہیں۔ ہائے کیا الٰہی ہائے ؎

خدا کا قہر بتوں کا عتاب رہتا ہے
اِس ایک جان پہ کیا کیا عذاب رہتا ہے

اس فلک پیر کو اگر پاؤں تو واللہ کچا ہی چبا جاؤں جب دیکھئے اسی فکر میں رہتا ہے کہ عاشق و معشوق میں ملاپ کے عوض فساد ہو ؎

اثر ایسا کہاں سے نالۂ شبگیر میں آئے
کہ جسکی فرق جو رہ آسمان پیر میں آئے

ہماری نوکری گئی آرام گیا عیش گیا چین گیا۔ اب ہم اشتہاری مجرم ہیں۔ ہائے اس بت بے پیر نے ہمکو کہیں کا نہ رکھا ہم پر وہ ستم ڈھایا کہ الامان الامان۔ کہیں کا بھی نہ رکھا اب نہ مغفرت کی فکر ہے نہ جنت کا خیال دل سے لگی ہے کہ اس جان جانکو ڈھونڈھ نکالوں ؎

آئیں رضوان بھی جو لینے تو نہ جاؤں سوئے خلد
ٹھن گیا کوچۂ جانان کا ارادہ دل میں

باورچی ۔ انسان کو ذرا استقلال بھی لازم ہی مین تو جاہل ہون مگر اچھے اچھون کی صحبت رہی ہی بڑے بڑے علما کی آنکھین دیکھی مین۔ اللہ جانتا ہی صبر اور استقلال عجب چیز ہی۔

تھانہ دار۔ ہان صحیح ہی مگر زخم تازہ ہی۔

ہماری جان پہ آخر کو بن گئی اے دل
بگاڑنی تھی نہ اُس عیسی زمان سے ہمین

ہمنے ناحق اُس سے بگاڑی گذشتہ کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلۂ خود باید زد۔ از ماست کہ بر ماست اب ہم ہین اور داغ جگر ہم ہین اور دیدۂ تر۔ ہائے افسوس وائے افسوس۔

جگر کا داغ ہی لین دل کے داغ کے نزدیک
چراغ جیسے ہو روشن چراغ کے نزدیک

باورچی ۔ اب مجھے اجازت ہو تو کھانا پکاؤن۔

تھانہ دار۔ کھانا بھی کسی نے چھوڑا ہی۔ جو ہوا وہ ہوا بعضی بعضی ہم خود ہی چوک گئے مگر یقین نہ تھا کہ ایسی رنگین مزاج مین طبع عورت کسی بد قطع سے تعلق پیدا کرے۔

باورچی ۔ خدا جانے کیا بات ہو گئی۔ کیا دل مین سمائی۔

تھانہ دار۔ اور ہمنے اسکے لیے اپنا عہد چھوڑا ہمکو سے منہ موڑا اجرم نے دنیا و مافیہا کے کام کے نہ رہے مگر وہ ہمارے دل مین ہی معشوقون کی بیوفائی دنیا مین ضرب المثل ہی۔ جو بیوفا نہین وہ معشوق نہین ع معشوق ہی نہین اگر اتنی بھی نہ ہو ؎

رات دن محو تماشائے بتان رہتا ہی
آئنہ صورت چشم نگران رہتا ہے

ہجر کہتے ہین کسے فرق کہان رہتا ہے
ہم بھی رہتے ہین وہان یار جہان رہتا ہے

کونسی جا نہین وہ جلوہ کنان رہتا ہی
پر کوئی کہہ نہین سکتا کہ کہان رہتا ہے

دین و دنیا کا ہوش تری الفت مین
اب تو کچھ اور ہی عالم ہی جہان رہتا ہے

فصل گل نے نہین مدت سے کرم فرمایا
نعرہ زن باغ مین ہر برگ ہزار رہتا ہے

کچھ تعجب نہین دامان اثر تک پہونچے
رات دن قافلۂ اشک روان رہتا ہے

باورچی ۔ افسوس ہی کہ ذرا دلکو نہین سنبھالتے۔ اب کرہی جانے دیجیے کسی اور بات کا خیال کیجیے۔ جان ہی تو جہان ہی۔

تھانہ دار۔ واہ اسی مین تو لطف ہے حضرت کیسی جان اور کسکا جہان ہمارے نالۂ گردون شگاف ابھی آپنے سنے کہان ؎

شب غم جو بندے کے نالے سنین
فرشتے پکارین قیامت ہوئی

خدا خدا کرکے بعد مدت اس عرصہ جو کا وصال نصیب ہوا تھا مگر ہجر شام ہجر نے صورت دکھائی پھر دامن و گریبان کی شامت آئی ؎

یہ اندھیر کیسا ہی اے آسمان
نمودار پھر شام فرقت ہوئی

ہائے برسون کے بعد ثریا بیگم کی تقریر روح افزا سنی تھی مگر افسوس ؎

سنین جو یار کی باتین غش آگیا ہمکو
یہ ناتوان تھے کہ لطف بیان اُٹھا نہ سکے

اب تو زندگی وبال ہی مرنے نہ دون ہو رہین خدا مالک ہے ؎

تخفیف جور دام بلا ہو تو جانیے
کوتاہ انکی زلف رسا ہو تو جانیے

حسن اے جنون جو عشق نما ہو تو جانئے
جامہ کسی پری کا قبا ہو تو جانئے

جور بتان میں شکر خدا ہو تو جانئے
وقت قضا نماز ادا ہو تو جانئے

چھوٹے کسی طرح قفس تن سے کبکِ روح
یہ بلبلِ اسیر رہا ہو تو جانئے

سنتے ہیں مدتوں سے مسیح زمان تمہیں
کچھ اپنے دردِ دل کی دوا ہو تو جانئے

اس سے کہنے کو بازدل کہا عرض کیا کہ ہم عاشق بے برگ و نوا ہیں اور تمہارے نام پر نوکری اور نام اور عہدہ پر لعنت بھیجکر دنیا سے الگ بستر جمایا ہے گر پھر بھی صاف صاف نہ کہہ سکے

یہ منہ کہان ترے آگے جو عرض حال کرین
مجال ہی نہین جنبش لب سوال کرین

جب مین نے جھڑک کر کہا کہ شادی ضرور ہو گی تو جواب دیا کہ ؎

یہ الجھ پڑنے کی خو اچھی نہین
بے محابا گفتگو اچھی نہین

بھائی تمہین بتاؤ کہ ایسی خوبرو بھی آنکھون دیکھی یا کانون سنی ہائے کیا صورت زیبا ہے کیا ادا ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

سرکو ٹھہراتے ہے آئے گی اگر گرنے ان
سرو نکلا قد موزون سے برابر کس دن

باورچی۔ نواب مجھے اجازت ہے یا نہین۔ آپ فاقہ کرین بندہ فاقہ کر چکا۔ مجھے بھوک لگی ہے۔

تھانہ دار۔ بسم اللہ آپ کھانا کھائین مگر ع واعظ کو جلاؤن یہ مرے دل سے لگی ہے ؎۔

منع کرتا ہے مجھے یار کے گھر جانے کو
ناصحا آگ لگے اس ترے سمجھانے کو

آپ ہمارے ناصح ہوے۔ خدا کی شان واہ! آپ اور ناصح ؎

مجنون ہے کہین کہین ہے فرہاد
درد و غم و یاس و داغ و حرمان
اللہ رے گردش زمانہ

الفت کی عجیب صورتین ہین
اک دل ہے ہزار آفتین ہین
ہر روز نئی مصیبتین ہین

یہ کہکر تھانہ دار نے شمشیر برہنہ ہاتھ مین لی اور سر بزیرین لازم ست کہتے ہوے روانہ ہوے۔ باورچی نے فوراً انکے قدمون پر ٹوپی رکھ دی اور کہا سنو صاحب مجھ سے آپ سے چند روز کی ملاقات ہے۔ نہ کبھی جان نہ پہچان تھی نہ ملاقات نہ صحبت نہ صوہت آشنا۔ دو دن کی ملاقات ہے۔ اس دو دن کی ملاقات مین مجھے آپکے ساتھ کوئی ہمدردی نہین ہو سکتی مگر آپکی جوانی پر رحم آتا ہے۔ اگر مولوی صاحب کو قتل بھی کیا تو کیا تم پھانسی ضرور پاؤ گے۔

تھانہ دار۔ ہر چہ بادا باد مرضی مولیٰ ہمہ اولیٰ۔

باورچی۔ مرضی مولا تو یہ ہے کہ سالک مسلک صلح کل ہو۔

تھانہ دار۔ اخاہ۔ آپ تو خود مولا نا معلوم ہوتے ہین۔

باورچی۔ حضور مین شاہی خاصہ پز ہون۔

تھانہ دار۔ خیر۔ تو زردہ کباب یاد ہو نہین یا ہم نہین۔

باورچی۔ اس سے فائدہ۔ اگر آسکو زک دینا منظور ہے تو ہزار ترکیبین ہین اپنا نقصان کیون کرو۔

تھانہ دار۔ نقصان کیسا ع ہم عاشق جان نثار ہین مرزا نئے ڈھب کے ، جان کیا ہے۔ اور مال کیا ہے ؎

قدرت حق سے زہے جلوہ کا خانۂ عشق
نور عرفان سے ہے چراغ رہ بتخانۂ عشق

زر کو کچھ مال سمجھتا نہیں دیوانۂ عشق
گنج اسرار سے خالی نہیں ویرانۂ عشق
مرگ عشاق کی جاتی نہیں کیفیت سے
جان بلب جب ہوئے لبریز ہی پیمانۂ عشق
عل مچاتے ہیں جو کتوں کی طرح سے ناصح
شیر کی طرح بپھر جاتے ہیں دیوانۂ عشق

سمجھے اس شعر پر غور کرنا۔

باورچی۔ کتے تو ہم ہین ہی۔ سگ دنیا۔

تھانہ دار۔ شاباش خوب سمجھے آدمی طبیعت دار ہو آفرین باد

باورچی۔ اب واسطے خدا کے تلوار چھوڑ دو۔ اس جہالت سے کیا مطلب نکلے گا۔ یہ ممکن ہی نہین کہ مولوی صاحب آسانی سے دستیاب ہون پھر کیا فائدہ۔ جو دیکھیگا سڑی سودائی سمجھیگا یا مجرم قرار دیگا۔ اس تلوار کا لیسنس آپکے پاس ہی یا یون ہی لیے پھرتے ہو۔

تھانہ دار۔ کسکا لیسنس اور کیسی تلوار اور کیسا مجرم۔ ہم کسی سے ڈرتے تھوڑا ہی ہین۔ اب اوکھلی مین سر دیا تو موسلون سے ڈرنا کیا معنی ع ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم +

یا قسمت یا نصیب یا بخت ۵

شاہد آن نیست کہ موے ومیانے دارد
بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد
شیوۂ حور و پری خوب و لطیف ست ولے
خوبی آنست و لطافت کہ فلانے دارد
در رہ عشق نشد کس بیقین محرم راز
ہر کسے بر حسب فہم گمانے دارد

یہ اشعار پڑھ کر تھانہ دار کا دل ستقدر ٹھیرا کہ تلوار زور سے ہاتھ سے چھوڑ دی اور ایک گوشہ مین بیٹھکر اسقدر روئے کہ جوے اشک رواں ہوگئی آخر کار روتے روتے یکبارگی مصیبت زدہ دل سو رہے۔

باورچی۔ (شانہ ہلا کر) اب اُٹھئے بہت عرصہ ہوا۔

تھانہ دار۔ اب خدا دنیا ہی سے اُٹھائے تو بہتر ہی۔

الٰہی ایک ہم بھی ہین کہ تنگ آئے ہین جینے سے
اور اک خضر و مسیحا ہین کہ اس جینے پہ مرتے ہین

اتنے مین مولوی لمبے پھندے سامنے سے تشریف لائے۔

باورچی۔ ارے! یہ مولوی صاحب کہان سے آگئے۔

تھانہ دار۔ این! وہ کہان ہین۔

مولوی۔ ہمکو کیا معلوم۔ وہ تو رنگین شاہ سے باتین کرتی تھین ہمسے کہا شکار مار لاؤ۔ ہم شکار کے لیے گئے۔ ادھر اُنسے منصوبہ کیا۔ اور جو مجھے معلوم ہو تو حشر تک نہ جاؤن۔

تھانہ دار اپنا سر ٹکرانے لگے کہ سونیکی چڑیا ہاتھ سے گئی۔ مگر مجبوری تھی

ثریا بیگم غائب ہوگئین

حسین و زہرہ جبین نوخیز و ملک نظر فریب دشمن ہوش عدوے شکیب عارف باللہ رنگین شاہ کے ساتھ اُس مکان سے نکل بھاگی۔ بار بار شاہ صاحب کے چہرۂ نورانی اور حسن پر دہ سوز پر نظر غلط انداز ڈالتی تھی۔ حیرت تھی کہ یا للعجب کیا بوالعجبی ہی چال ڈھال وضع قطع شکل صورت سب آزاد فرخ نہاد کی سی ہی مگر خود وہ نہیں اس جوان شیر اندام کیساتھ مین ہاتھ دیکر جہان جہان اور خرامان خرامان جاتی تھی پتلی کمر ہزارون بل کھاتی تھی۔ اسوقت چرخ نیلی ور شفق رنگین اور باد مشک آلود اور دشبار پر بہار شفقتا آم دبنے وہ لطف

دیکھا یا کہ ثریا بیگم اور رنگین شاہ دونون کے دل سے کلفت دور ہوگئی۔ شاہ صاحب نے اس سرو سمن اندام صنوبر خرام کو چند شفتالو سے ارادی دیے۔ عاشق مضطر اور معشوق سیمبر دونون اسوقت اُسنگ پر تھے۔ یہ سرو گلنار وہ جوان مست وطناز یہ حور لقا نازک اندام۔ وہ فراخ سینہ زیبا خرام یہ نو عروس نوخاستہ۔ وہ زیور شجاعت و حسن آراستہ یہ دونون کی چشم سیہ شفق نگار۔ نرگس بیمار شور انگیز فتنہ خیز لعل لب چکان شکر فشان۔ گوہر نثار۔ شیرین گفتار۔

ثریا بیگم نے اپنے عاشق جان نثار کے دوش پاک پر ہاتھ رکھکر انگڑائی لی اور کہا آزاد ہین اسوقت نیند آتی ہے اور مارے نیند کے آنکھین جھکی پڑتی ہین اگر کہین آرام کا مقام ہو تو ذرا ایک جھپکی لے لون۔ شاہ صاحب نے کہا بسر و چشم۔ درویشون کے لیے یہ مقام آرام ہے۔

جب دن قریب اختتام اور آفتاب لب بام ہوا۔ رنگین شاہ نے ایک حلوائی کی دُکان پر ٹھہر کر کہا۔ کیون بچہ سادھوون سے بھی واحد شاہ ہوگا۔ بڑی دور سے سنت آئے ہین اور سیر ے (سویرے) سے بھوجن نہین پائے ہین جو موج ہو جائے تو پوری ترکاری یا سیدھا تیرے یہان سے پائین۔ حلوائی نے انکو لڑکے کو اشارہ کیا کہ انکو سیدھا اچھی طرح دلوا دو اُسنے پوچھا باباجی کتنے سیدھے دلوا دون بولے بابا دو مورتین ہین۔ دو سیر آٹا پاؤ بھر دال۔ گھی شکر نون لکڑی ترکاری دلوائی گئی تو شاہ جی نے کہا بچہ سادھوون کے پاس پکانے کا سامان نہین ہم اپنی پکائی کھلا۔ لہذا حلوائی نے اپنی دُکان سے کھانے کا سامان کردیا ثریا بیگم اور رنگین شاہ نے ملکر کھایا۔ اب سُنیے کہ حلوائی کے لڑکے کا نام ننکو تھا اور میان ننکو چرمے سرے کے عیاش۔ دو گھڑی دوکان پر بیٹھین تو تین پہر کوچہ گردی کرین۔ اور آوارہ پھرین دو سو روپیہ ایک نٹنی کو دیدیے پچاس روپیہ کا غلہ باپ کی چوری سے ڈوم ڈھاڑیون کو کھلا دیا۔ بیوی کا زیور داؤن پر لگا دیا۔ اُسنے جو انکے ساتھ عورت دیکھی تو شوق چرایا کہ دیکھین کیسی ہے۔ جوان ہے یا پیر سال۔ اب یہ فکر ہوئی کہ شاہ جی ذرا اِدھر اُدھر جائین تو مین اس عورت کو چھیڑون ابھی تک یہ نہین معلوم تھا کہ ملک پرینہ روزہی یا حسن عالم افروز ہے اتفاق سے شاہ صاحب کسی ضرورت کے لیے باہر گئے اور ثریا بیگم چاندنی مین ٹہلنے لگین حلوائی کا لڑکا برفی لیکر قریب گیا اور آہستہ سے کہا لیجیے یہ مٹھائی آپکے واسطے لایا ہون۔ ثریا بیگم نے پیچھے پھر کر دیکھا۔ مگر مٹھائی قبول نہ کی۔ سمجھا دیا کہ جو کچھ دینا ہو شاہ جی کو دو۔ میان ننکو نے پوچھا یہ شاہ جی ہین یا باباجی اور تم انکے ساتھ کہان سے آئی ہو اور کیون آئی ہو

ثریا بیگم۔ تجھکو ان باتون سے کیا واسطہ تو اپنی دوکان دیکھ جا کے۔

ننکو۔ (ہاتھ جوڑ کر) گلام ہون بے جر کھرید گلام ہون صاحب

راوی۔ یعنی بیع درم ناخریدہ غلام توام + کی خرابی ہے ماشاء اللہ!!!

ثریا بیگم۔ کچھ گھانس تو نہین کھا گیا ہے موا اور سنو نگوڑے کی باتین۔

ننکو۔ چہے مار ڈالو پل ہم ہاتھ ہی جوڑے جاینگے۔ دفسے نہ کہنا۔ باباجی نہ سننے پائین تم ہمارے کابل (قابل) ہو یا سنتو نکے کابل (قابل) یہان رہو۔ ہر روج (روز) پیڑے برفی لڈو پوری کھاؤ مجے کرو۔ ان سنتونکے ساتھ کیا ہے سوائے اسکے کہ مارے مارے پھرین در در ٹھوکرین کھائین کہا مانو پیاری

ثریا بیگم۔ اے کچھ دیوانہ ہوا ہی اور سنو جو منھ مین آتا ہی واہی تباہی بکتا جاتا ہی نہ آؤ دیکھتا ہو نہ تاؤ کہین سبزی تو نہین پی ہی یا کالا پانی بیکر آیا ہی۔

ننکو۔ چھپے سو کہو لو۔ ہم نے مٹھائی دیے بنا جائینگے۔ ہم امیر کے لڑکے ہین اور ہاتھ جوڑنے آئے ہین۔ ایسی چھپے جو ہو سو ہو۔

ثریا بیگم۔ تیرے چھپے کو آگ لگے موا اتنا کر کا پنڈا دیو کا بچہ ذری الگ ہٹے رہنا۔ بہت بڑھ بڑھ کے باتین نہ بنا۔ اللہ سمجھے۔

ثریا بیگم دل ہی دل مین ہنستی تھین کہ یہ قطع وضع اور یہ شوق موٹا بھدا کاواک بیڈول۔ بد صورت سیاہ فام چیچک رو میلی دھوتی پہنے ہوے ہی اور شوق یہ کہ رنگین شاہ کو چھوڑ کے انکے ساتھ رہنا شروع کردن شان خدا کی آزاد اور کجا یہ حلوائی یہ منھ کھائے چوہائی۔ ثریا بیگم نے جو کئی بار میان ننکو کو گھڑکیان دین تو دوپٹا سر سے کھسک گیا اور موے مشکین وعنبرین وغب رنگ اور سیدھی مانگ نے جوبن کی آگ کے ساتھ ہوا کا کام کیا۔ اور ننکو اس گورے گورے مکھڑے پر زلف سیاہ کو دیکھ کر ہزار جان سے عاشق ہوگئے۔

چھٹنا ضرور مکھ پہ ہے زلف سیاہ کا
ہو فن بغیر شام نہو چہرہ ماہ کا

اتنے مین رنگین شاہ آگئے۔ اور ننکو کھسکے۔ ثریا بیگم نے للکارا۔ ارے یہ کیسا مردود ہی تو۔ او بد بعد جنازہ نکلے موے کا۔ رنگین شاہ نے کان کھڑے کیے۔

شاہ۔ کیون کیون مائی کیا بکتا ہے گر دو دو (غصہ ہو کا فیدہ (لفظ) کیون زبان سے نکالا بچہ یہ کیا بکتا ہے۔ سچ بتانا۔

ننکو۔ باباجی ہمارا اس عورت پر دل آگیا ہی اور یہ ہمکو گالیان دیتی ہی اور ہم اُسپر مرتے ہین اور یہ ہمسے بھاگتی ہی۔ آپ تو سنت سادہ ہین آپکے کس کام کی ہم لڑکے بالے والے ہین یہان اور بکھیڑے ہین وہان ایک یہ بھی سہی۔ سو جو ہی آپ انسے بولیے کہ یہان رہین۔

شاہ۔ بچہ تیری صفائی کے ہم بھی قائل ہوگئے۔ کیا صاف صاف بیان کر دیا تو اس قابل ہی کہ سادھو ہوجائے۔ تو تو پرم ہنس ہی اگر فقیر ہونے کا بھی جانے تو ہم منتر بڑھا دین۔

ننکو۔ ہم کھد (خود) تم ایسونکو منتر پڑھا دین ہم جنتر منتر کیا جانین کسکا منتر اور کسکا جنتر۔ یہ جورے کسی اور کو دینا۔ آپ انسے یہ کہو کہ منجور ہی یا گیر منجور۔ (منظور ہی یا غیر منظور)

شاہ۔ او ملعون حلوائی والے۔ ہمارے سامنے یہ گستاخی دور ہو مردک یہ بے ادبی۔ اپنی صورت تو دیکھ تو۔ ہونھ!

حلوائی کو کسی نے خبر دی کہ شاہ جی سے اور ننکو سے لڑائی ہوتی ہی وہ فقیرون کا بڑا معتقد تھا۔ فوراً آکر رنگین شاہ کے قدمون پر ٹوپی رکھ دی اور کہا یہ لڑکا اکھڑ ہی کہی سنی معاف (معاف)

شاہ۔ بچہ ہم سادھو لوگ ہر کا نام لینے والے ہمارے جو کوئی لڑکے ہم سراپ دیدین۔ برہمن آدمی ہین کہ باتین۔

حلوائی نے پھر ہاتھ جوڑے۔ رنگین شاہ خاموش ہو رہے شب کو وہین بستر جمایا حلوائی کے ہانسے دو چھپر کھٹ اور بستر منگوا لیا ایک پر خود دراز ہوے دوسرے پر ثریا بیگم کو سلایا۔ اور باتین کرنے لگے

رنگین شاہ۔ جان من خدا اور خدا کا رسول آگاہ ہی کہ تمھاری سی لالہ بنا گوش اور پری رخسار گلعذار آجتک کانون نے دیکھی نہ آنکھون نے سنی۔

ثریا بیگم۔ (کھلکھلا کر) اے واہ ہی یا وحشت کانون نے دیکھی نہ آنکھون نے سنی۔ اچھے کان ہین اور اچھی آنکھین ہین۔

رنگین شاہ ۔ اے لاحول ولا قوۃ اسوقت مارے غصے کے ہوش ٹھکانے نہین ہین خدا جانے کیا کیا ہون زبان سے نکلنا گیا لاحول !!!

ثریا بیگم ۔ اب یہ بتائیے تو کسی اور کو یہ کہو کہ زبان سے نکل گیا۔ ایک دفعہ بادشاہ چھتر منزل کی سب سے اونچی چھت سے دریا کی سیر دیکھ رہے تھے۔ سامنے رمنا تھا۔ اِدھر اُدھر سبزہ۔ اتفاق سے ایک شتر سوار کا اسطرف گذر ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کس کی اونٹنی ہی بادشاہ کی صورت دیکھتے ہی حواس ٹھکانے نہ رہے کہا جہان پناہ یہ اونٹ چند کی دیتی ہی کہنا چاہیئے تھا کہ یہ چند کی اونٹنی ہی ۔ اسیطرح تمنے کہا ۔

رنگین شاہ ۔ سنو تو بھلا شادی کرنا کچھ فرض ہی۔ اگر عورت اور مرد دونون خدا کی طرف مخاطب کرکے کہین کہ یا خدا ہم دونون نے ایک دوسرے کو ازدواج مین قبول کیا تو حرام کاری اور زنا نہین ہی۔

ثریا بیگم ۔ اے ہی۔ توبہ توبہ۔ تو پھر زانی دنیا مین کوئی نہ نظر آئیگا شادی کے معنی یہ ہین کہ ہندو یا مسلمان اپنے مذہبی اصول سے نکاح یا بیاہ ہو۔ مرد اور عورت کے خالی خولی کہدینے سے کیا ہوتا ہی۔

راوی ۔ واہ میان رنگین شاہ کیون نہو ۔ اچھی پٹی پڑھائی۔

شعبدے سے مکائد سے دغا سے
خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

رنگین شاہ ۔ اب ہمسے یہ اقرار کرو کہ عمر بھر جدا نہ ہونگے

ثریا بیگم ۔ اللہ جانتا ہی کہ اگر تم آزاد ہوتے تو تمام عمر جدائی نہ ہوتی مگر آزاد نہین ہو مگر ہان تمہاری صورت بہت ملتی ہی جبھی تو مینے کہا تھا کہ

ع اے گل بتو خرسندم تو بوے کسے داری

رنگین شاہ ۔ اچھا فرض کرو ۔ آزاد نہ سہی ۔ مگر حسن مین جمال مین شجاعت مین کسی شے مین اُس سے کم نہین ۔ پھر کیا ۔

ثریا بیگم بیچاری مصیبت کی ماری نصیب اعدا یہان بھی صیاد کی نظر اور نخچیر تیر غم ہوئین ۔ اُنھون نے اپنے دل مین خیال کیا کہ جب سے گھر بار چھوڑا مختلف حالتون مین رہی ۔ پہلے سرا مین اللہ رکھی بنی اس حالت مین لطف کے ساتھ زندگی بسر کی مگر کمینون اور پاجیون کی صحبت رہی شرفا کا وہان گذر کہان ۔ جو دیکھتا تھا یہی سمجھتا تھا کہ کوئی بھٹیاری ہی ۔ اسکے بعد جوگن ہوئی جوگن کی حالت مین بہت عمدہ طرز پر رہی ۔ اچھے اچھے رئیس زادے اور حاکم اور جوہری بچے اور لکھپتی جوق جوق آتے تھے مقدس سمجھ کر تعظیم و تکریم کرتے تھے اور ہمارے تقدس کا دم بھرتے تھے بعض بعض رنگین مزاجون نے ڈورے بھی ڈالے مگر وہ بھی فریفتۂ حسن ہو کر رہ جاتے تھے اِدھر سے ذرا بھی شہ نہین پاتے تھے ۔ جوگن بن مین جو لطف پایا وہ عمر بھر نہ بھولے گا ۔ اسکے بعد استانی جی کے ہان ہی یہان تھانہ دار کے سبب سے جان عذاب مین تھی ۔ پھر قسمت جان نام رکھا ۔ بڑے کے پلے پڑی تھی وہانسے تو پھر ثریا بیگم ہو گئی مہلانیان خواصین نوکر چاکر خدمتگار دروازے جھاڑ کنول نفیس نفیس آلات فرش مکلف محل سرا رہنے کے لیے خدائی کا سامان موجود تھا مگر یہان پھر تھانہ دار نے ناک مین دم کر دیا ۔ چوری ہوئی آزاد کے دھوکے مین ایک کمبخت موس لیگیا ۔

اس مقام پر ثریا بیگم نے خیال کیا کہ کسطرح ایکدفعہ دھوکا کھایا تھا ایسا نہو کہ اسیطرح پھر یہ چھانسا دینے آیا ہو اور عجب نہین کہ یہ وہی شخص ہو صورت جو خیال کی تو بجنسہ اُسی کی ۔ قد و قامت بعینہ وہی ۔ اور یہ بھی یاد آیا کہ فقیر بن کے آیا تھا ۔ لہذا کھٹکا کہ وہی ہی ۔ اور رفتہ رفتہ کامل یقین ہو گیا کانپنے لگی کہ یا خدا

کیسی بُری پھنسی گر جائے ماندن نہ پائے رفتن ۔

رنگین شاہ ۔ اس وقت کس سوچ مین ہو جانی کچھ باتین کرو ۔

ثریا بیگم ۔ خدا جانے کیا خیال آیا ۔ دل ہی تو ہی ۔ اپنی زندگی پر افسوس آیا ۔ لیکن جو اللہ کی مرضی ہی وہی بات ہو گی ۔ ع

بے رضائے تو کیے برگ نہ جنبد ز درخت ۔ ہماری نادانی نے یہ دن دکھایا ۔

رنگین شاہ ۔ اگر کسی سے لاگ ڈانٹ ہی تو ہمسے کہو ۔ ہم کھڑے کھڑے سمجھ لینگے ۔ اور اگر کوئی پوشیدہ بات ہے تو مجبوری ہے خیر ۔

ثریا بیگم ۔ قول جان کے ساتھ ہی ۔ قول ہارو تو بتاوین ۔

رنگین شاہ نہین آپنا کہدو کہ کسی سے لاگ ڈانٹ ہی یا کوئی اور کام ہو اگر لاگ ڈانٹ ہے تو ہم حاضر ہین ۔

ثریا بیگم ۔ ایک تھانہ دار سے لاگ ڈانٹ ہی اُسکا نام تو نہین معلوم مگر اُستانی جی کا مکان اُسی کے تھانہ مین ہی ۔ اُس تھانہ دار کو کوئی سزا دلوا دو تو جانین ۔ بڑا کمینہ آدمی ہی ۔ اللہ اُسکو غارت کرے موئے کو ۔

شاہ ۔ ایک فقرے سے مسجد مین چلکر نکاح پڑھوا لو ۔

ثریا بیگم ۔ آخر کچھ خوف خدا بھی ہی ۔ مذہبی اصول کے بغیر نکاح کیونکر ہو سکتا ہی تم تو دوزخی ہو ۔ مجھے دوزخ مین نہین جانا ہی ۔

اور سنیئے ۔

شاہ ۔ سُنو ۔ حقائق و معارف آگاہ شیخ سیف اللہ نے کہا ہے کہ اگر بحقیقت نگاہ کنی بہشت و دوزخ بجز نامے بیش نیست برائے مصلحت عالم ست وگرنہ کہ رفت بدوزخ وکہ رفت بہ بہشت ۔ یک وجود ست کہ موجود ست کہ بصد اضداد برآمدہ است اگر در ہیچ صورتے نمودے ست از آن وجود ست کہ بیحد و نہایت است

اے عزیز بدانکہ وجود یکے ست وجود انبیا و اولیا یعنی مرشد ہمین حقیقت ست کہ چون ایشان ہمہ را عین خود می بینید و غیر از خود نہ بینید بلکہ میدانند کہ خود بصورت تعینات برآمدہ ایم ۔

ثریا بیگم نے کہا یہ بک کیا رہے ہو بھینس کے آگے بین بجائے بھینس کھڑی پگرائے مین یہ کیا جانون بھلا تم کیا کہہ رہے ہو ۔ رنگین شاہ نے یہ فقرے صرف اظہار قابلیت کے لیے ادا کیے تھے تاکہ آزاد سے کم لائق انکو نہ سمجھین ۔ ثریا بیگم نے جو کہا کہ ہم یہ باتین کیا جانین تو آپ بہت خوش ہوے اور اظہار مزید لیاقت کے لیے اشعار فرس پڑھنے لگے ؎

اے نسخۂ نامۂ الٰہی کہ توئی ۔ اے آئینۂ جمال شاہی کہ توئی
بیرون ز تو نیست ہر چہ در عالم ہست ۔ از خود بطلب ہر انچہ خواہی کہ توئی
اے قطرہ تو غافلی کہ دریاست ۔ در جوے تو میر و دہو یداست

عیسے چونکہ کنی جیب دراست
کین ہژدہ ہزار عالم این ست

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ۔
کل شئی ہالک الا وجہہٗ ۔

رنگین شاہ تو اس دُھن مین تھے اور ثریا بیگم کسی اور اُدھیڑ بن مین تھین ۔ انکے دل مین ٹھنی تھی کہ چاہے جو ہو اب مین پھر جوگن بنجاؤنگی اور مرتے دم تک جوگن ہی کے بھیس مین رہونگی ۔ دُنیا سراب ہے حباب ہے اسمین پائداری کجا سوچی کہ اسکے پھندے کیونکر چھوٹونگی اسکی پیاری پیاری باتون نے فقیر دل کو ایسا مسخر کر لیا کہ ساتھ چلی آئی اب یہ نکاح کا پیغام کرنے لگے سمجھی کیا تھی ہوا کیا ؎

من در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال
کارے کہ خدا کرد فلک را چہ مجال

ثریا بیگم نے خدا سے دعا مانگی کہ بار خدایا آزاد جہان ہو ہان خوش رہے۔ خدا کرے لڑائی سے سرخرو آئے جس معرکے مین جائے اُسمین فتح پائے اور ایک نظر مین اُسکو دیکھ لون ؎

دعا تازہ کروند بر جان او　　بجانا و ایزد نگہبان او
مباد از تمام تو گیتی تہی　　ز اختر بجانِ تو بادا نہی
مینا و چشم فلک بر تو تیز　　سرِ دشمنت باد در خاک ریز
زنامِ تو نامِ دلیری بلند
بجا فی با قبال خود ارجمند

شاہ جی نے اپنی جوانمردی ظاہر کرنیکے لیے لڑائیون کا ذکر چھیڑا اور فرمایا کہ جب سرکار لاہور کی طرف سے بھائی رام سنگھ اور سردار چتر سنگھ اتاری اور سردار نجو رنگھ اور دیوان دینا ناتھ پنڈت اور سرکار انگریزی کی طرف سے ایف کیری صاحب سکریٹری گورنمنٹ ہند اور میجر لارنس ایجنٹ نواب گورنر جنرل بہادر عہد نامے کے لیے مقرر ہو گئے تھے۔ تو ہم بھی اُسمین شریک تھے کئی شرطین ہوئین۔

۱۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ اور سرکار انگریزی مین ہمیشہ اتحاد ہو
۲۔ مہاراجہ صاحب ملک دو آبہ کو سرکار انگریزی کے حوالے کرین
۳۔ کل قلعے جو دو آبے مین ہین وہ سرکار انگریزی کے سپرد کرین۔

پنجاب کی سب لڑائیون مین شریک ہوے تھے۔ کنور نونہال سنگھ کو جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پوتے تھے مین نے گولی چلانا اور نشانہ لگانا سکھایا تھا اور رنجیت سنگھ سے اور مجھسے بڑا یارانہ تھا۔ ثریا بیگم انکی اوٹ پٹانگ تقریر خاک نہ سمجھی۔ اسکو کیا معلوم کہ رنجیت سنگھ کون تھے اور دو آبہ کہان ہے میجر لارنس کون تھے اور دیوان دینا ناتھ پنڈت کون تھے۔ وہ اسی فکر مین غلطان پیچان تھی کہ کسی طرح اس موذی کے پنجے سے چھوٹون اور اپکی پھر جوگن بنجاؤن۔

رنگین شاہ۔ ہمارا ذکر تاریخ مین بھی ہو گا ہو گا۔

ثریا بیگم۔ اے اب سو رہو۔ کیا بک بک لگائی ہے واہی تباہی

رنگین شاہ۔ اور سنو۔ واہی تباہی کی ایک ہی کہی۔ بکمہ بک ہونہہ! بک بک کیسی ہم تو اپنا حال بیان کرتے ہین کہ ہمنے مہاراجاؤن اور بادشاہون کی آنکھین دیکھی ہین یہ بک بک لیے پھرتی ہین۔

یہ جھک باندھ کر حضرت رنگین شاہ نے آرام کیا اور ثریا بیگم کے دل مین انواع و اقسام کے خیالات نے جگہ پائی سوچی کہ یہانسے بھاگون تو کیونکر بھاگون اور جاؤن تو کہان جاؤن۔ رات کا وقت ہے۔ کوئی اپنا نہ بیگانہ خویش نہ یگانہ۔ رنگین شاہ کو آرام کرتے دیکھا تو بہت ہی خوش ہوئی کہا خوابش بردہ بہ۔

اتنے مین ایک خوش گلو قوال نے گانا شروع کیا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے سن سن کرتے چلتے تھے اور رات بھی خوب بھیگی تھی۔ ثریا بیگم کی آنکھ لگ گئی۔

صبح کو کہین انکا پتا ہی نہ تھا۔

سویرے منھ اندھیرے رنگین شاہ بیدار ہوے تو لیٹے ہی لیٹے آواز دی بیگم صاحب بیگم صاحب! اب اٹھیے کتے بولنے لگے۔ صد لے بر نہ خاست پھر پکارا۔ جان من کیا سوتی ہی رہو گی۔ جواب ندارد۔ رنگین شاہ نے منھ سے چادر ہٹائی تو چارپائی سونی پائی۔

شاہ۔ این! یہ کیا ماجرا ہے بیگم صاحب۔ اجی بیگم صاحب

راوی۔ خدا ہی خیر کرے۔ پتا ہی نہین۔

شاہ۔ (چارپائی سے اُچھک) آئین۔ یہ چلی کہان گئین۔

راوی۔ منقول۔ این گل دیگر شگفت۔

شاہ ۔ یا الٰہی یہ کیا اسرار ہی ۔ ارے کوئی ہی یہان ۔ ادھر آؤ بیگم صاحب کدھر گئین ۔ ابھی ابھی سوتی تھین اور ابھی غائب غلہ ہو گئی ۔ اچھا ! یہ نئی بات سنی ۔

حلوائی کی دوکان پر گئے مکان پر گئے گاؤن بھر کو سر پر اٹھایا مگر بیکار ۔ ثریا بیگم نہ ملین نہ ملین ۔ رنگین شاہ نے حلوائی کے لڑکے ننکو کو خوب ٹھونکا اور اسکے علاوہ دو تین اور سے بھی ڈگن جائے گر کہین پتا ہی نہین ۔ کوئی تبولتا ہی نہین ۔ انکی یہ کیفیت تھی کہ اشک آنکھون سے برابر جاری تھے ۔

اگر ہی آنکھون مین آنسو تو دل ہی غم سے بھرا
جگر مین درد ہی تو ہے زبان پہ واویلا
کبھی یہ کہتا ہون بے یار جاؤن مین صد حیف
جو گل نہو تو عنادل کو سیر باغ سے کیا

الغرض رو پیٹ سکے اپنا سا منہ لے کے رہ گئے ۔

دوسرے روز بعد تلاش بیچارے مصیبت کے مارے رنگین شاہ فوراً تھانہ پر گئے اور وہان رپورٹ لکھوائی کہ زوجہ منکوحہ رنگین شاہ من مظہر یہان ایک چار پائی پر جو قبر چار پائی منظر کے تھی آرام نازمین غائب غلہ ہو گئی ۔ مین نے ہر چند ادھر ادھر تلاش بیشمار کی تاہم پتہ نہ ملا لہذا مجبور ہو کر رپورٹ لکھوائی کہ بذریعہ پولیس چارہ جوئی کی جائے ۔

تھانہ دار صاحب نے کہا آپکو کسی پر شک ہے ۔

شاہ ۔ کسی پر نہین ۔ مگر حلوائی کے لڑکے ننکو پر البتہ شبہہ ہی ۔

تھانہ دار ۔ کیونکر ۔ کیا وہ تمھاری بیوی کو پہلے سے جانتا تھا ۔

شاہ ۔ جی نہین مگر اس مردود نے ایک ہی دن مین غائب کر دی قیاس چاہتا ہی کہ وہ سوتی کی سوتی رہی اور حلوائی مذکور نے مع چار پائی کے بذریعہ بدمعاشان اسکو غائب کر دیا واللہ اعلم بالصواب ۔

تھانہ دار ۔ کچھ آوارہ مزاج تھین خدانخواستہ ۔

شاہ ۔ اے لاحول ولا قوۃ ۔ پاکدامن عفیفہ طیب النفس

تھانہ دار ۔ سن کیا تھا ۔ اور شکل وصورت کیسی تھی ۔

شاہ ۔ سن سترہ اٹھارہ برس کا اور صورت کا حال کیا عرض کرون ؏ کھڑا ہی چاند کا ٹکڑا کہ پری کا ٹکڑا

تھانہ دار ۔ (شاعر آدمی) پری کا ٹکڑا کہان کا محاورہ ہی ۔

شاہ ۔ بابا تم تھانہ داری اور فوجداری جانو شعر شاعری سمجھین کیا سروکار ہی یہ جلوگون کا کام ہی ۔ یہ شعر ذوق کا ہی فصیح ابن خاقانی مخاطب بہ خاقانی یہ ایسے شاعر پر اعتراض کرتے ہو ۔

تھانہ دار ۔ جائز ہی سب شعرا تعلی کی لیتے آئے ہین ۔

نظامی بسا صاحب آوازۂ
کہن گشتنی و ہیجنان تازۂ

اردو گو شاعر کا کلام سنئیے ۔

ناسخ بہ فصاحت و بلاغت
گویا سلمان ساوجی ہے

فارسی شعر شاعر ہندی کا ملاحظہ ہو ۔

عاشق تو گفتہ غزل تر درین زمین
ناطق ز راہ خشک سواد سخن گرفت

شاہ ۔ تو تعلی کو اعتراض سے کیا واسطہ ایسے استاد پر اعتراض کرتے ہو ۔

تکیہ بر جائے بزرگان نتوان زد بگزاف
مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی

چاند کا ٹکڑا اور مہ پارہ سب باندھتے آئے ہین ۔

تھانہ دار ۔ سب باندھتے آئے ہین ؟ نظیر پیش کیجئے ۔

شاہ۔ نظیر کوئی لونڈی تو ہو نہین جو کہ ہاتھ باندھے کھڑی رہے
تھانہ دار۔ ہم اردو شعرا مین اتنے آدمیون کے قائل ہین ناسخ۔ آتش۔ ذوق۔ مومن۔ انیس۔ دبیر۔ میر صاحب اور مرزا صاحب کو خدائے سخن کہنا جائز ہی میر صاحب فرماتے ہین ذرا ان بندون کو سنیے گا حضرت۔

یہیم جو لگے تیر فرس بن گیا طاؤس
دم بھر مین لہو ہو گیا جرار کا ملبوس
سینہ ہی کہ تودا ہی نہو تا تھا یہ محسوس
غش آنے لگے شیر ہوا جنگ سے مایوس
رخ زرد تھا گلنار تھی پوشاک لہو سے
فوارۂ خون چھوٹتے تھے ہر بن مو سے

اور مرزا صاحب فرماتے ہین ؎

لے فکر نظم آمد مضمون کا وقت ہے
اوج ہلال مصرع موزون کا وقت ہے
دور قمر پہ گردش گردون کا وقت ہے
فوج امیر شام پہ شبخون کا وقت ہے
تسلیم فتح کرتی ہی جھک جھک کے راہ مین
آمد امام دین کی ہی بارگاہ مین
چاندی کے کام سے ہی مزین تمام زین
تارون کی طرح سے ہین ستارے قرین قرین
زین جا ہے یہ کے جو خون امام دین
گویا عقیق سرخ کے ہین جابجا نگین
اس زین پر جدھر شہ جن و ملک گئے
دن کو شفق کے پردے مین تارے چمک گئے

میر صاحب فرماتے ہین ؎

آمد ہی کربلا کے نیستان مین شیر کی
ڈیوڑھی سے چل چکی ہی سواری دلیر کی
جاسوس کہہ رہے ہین نہین راہ پھر کی
غش آگیا ہی شہ کو یہ ہی وجہ دیر کی
خوشبو ہے دشت باد بہاری قریب ہے
ہوشیار غافلو کہ سواری قریب ہے

اور شمشیر کی تعریف مین ارشاد ہوا ہی

چھوڑے اگر شعاع کی چلمن نہ آفتاب
کیا تاب ہے کہ لا سکے اُسکی چمک کی تاب
آفت کا دم ہی قہر کی تیزی غضب کی تاب
دشمن اسے جرأت کو دیکھے میان خواب
بھاگے ہزار وہ پہ نہ پائے مفر کہین
بستر پہ دھڑ کہین ہو دم صبح سر کہین

تھانہ دار۔ اس تعلّی کو دیکھیے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔
شاہ۔ رباعیان سُنی ہین آپنے۔
تھانہ دار۔ جی ہان اکثر رباعیات سُنی ہین۔

ظلمتکدۂ ہند مین کیا ملتا ہی
نے دوست کوئی نہ آشنا ملتا ہی
صحرائے نجف مین چلکے دیکھو تو انیس
در ایک طرف نور خدا ملتا ہے

شاہ۔ سبحان اللہ سبحان اللہ بہت ہی خوب۔
تھانہ دار۔ آفتاب مہتاب ہین دونون۔
شاہ۔ آپکو تصوف اور توحید کی طرف بھی کچھ توجہ ہی۔
تھانہ دار۔ جی ہان مگر کوئی عمدہ کتاب نہین ملی۔
شاہ۔ میرے پاس ہی لیجیے (ایک کتاب دیکر) یہ صفحہ پڑھیے
تھانہ دار بسم اللہ کہکر پڑھنے لگے۔

از اصل ول اگر ترا پرسند کہ چون گفتی عالم عین حق است
ہر آئینہ اعتقاد متکلمین ست کہ حق لامکان ست وجسم نداردلیعالم می ہم
کہ مکان برمکان وجسم برجسم ست چگونہ راست آید قول تو کہ گفتی عالم عین
حق ست جواب بگوئیم کہ عالم عین حق ست باعتبار آنکہ عالم نیز لامکان ست
ومکان عالم متصور نیست چون یک وجود ست ہرچہ ہست ہمہ اوست
ہر آئینہ مکان او ہیچ نخواہد بود چہ اگر مکان ست آنہم داخل عالم ست
وجود ست باز اورا مکان باید تسلسل لازم می آید پس مکان معدوم
شد ہرچہ ہست مکین ست اگر گوئی بچہ اعتبار توان دانست کہ وجود یکی
ولامکان ست بدانکہ چون حق قدیم وعالم را جدید گفتی لازم شد کہ
پیش از عالم بود پس بگو کہ آن زمان حق تنہا بود یا آنکہ ہمراہ او چیز
دیگر بود اگر گوئی با او ہیچ نہ بود بحکم کان اللہ ولم یکن معہ شیئی
ہیچ شے با او ہمراہ نبود پس چگونہ شے در وجود او گوئی اگر بگوئی حق تعالیٰ
خلق کردہ ہر آئینہ بگو کہ از مادہ آفرید یا بے مادہ اگر گوئی از مادہ
آفرید پس بگو کہ مادہ قدیم بود یا جدید اگر بگوئی قدیم بود پس بگو کہ مکان
مادہ برچہ چیز بود ومکان او عین او بود یا غیر او واین ہر دو بعید است
پس لازم شد کہ در ذات خدا بود پس بگو کہ عین حق بود ہر آئینہ آن
مادہ نشد ذات خدا شد چرا کہ گفت کان اللہ ولم یکن معہ شیئی واگر
گوئی کہ مادہ عالم جدید ست ہر آئینہ آن مادہ نشد بلکہ اوہم
داخل عالم شد کہ مخلوق نیست لازم شد کہ عالم بے مادہ آفریدہ
شدہ است چرا کہ اگر مادہ است حادث شد ہر آئینہ او مخلوق اول ست
اورا نیز مادہ باید واین محال ست ہر آئینہ لازم شد کہ مادہ از
ذات خود آفرید چون از ذات اوست پس ہر آئینہ ذات او
مادۂ موجودات شد لازم آمد کہ ہمہ چیز عین ذات او مادہ موجودات
شد لازم آمد کہ ہمہ چیز عین ذات او باشد چرا کہ از مادہ انچہ
سازی ہر آئینہ او عین مادہ است ومحال کہ عالم اجسام بے مادہ موجود
باشد بہر وجہ مقرر میشود کہ ہمہ عالم از ذات او باشد پس بگو کہ از پیدا
شدن مادہ از ذات او چیزے کم شد یا زیادہ شد چرا کہ محال ست کہ
بے نقص کمال مادہ از ذات صرف پیدا شود اگر گوئی کم شد محال ست
چرا کہ ذات مطلق ہرگز کم نمیشود چہ اگر کم شود عدم شود ومحال ست
کہ موجود مطلق عدم شود وکم گردد واگر گوئی کہ زیادہ شد محال ست
زیرا کہ ذات ساذج مطلق ہرگز زیادہ نمی شود۔

شاہ۔ ساذج سمجھے۔

تھانہ دار۔ جی نہین۔ مین نہین سمجھا۔

شاہ۔ ساذج معرب سادہ ہی۔ قاعدہ ہی کہ جب لفظ فارسی کو معرب بناتے ہین تو دال مہملہ کو ذال معجمہ اور ہائے ہوز مختفی کو جیم تازی سے بدل دیتے ہین پس سادہ کا ساذج ہوا کما لایخفی علی الفطن اللبیب۔

تھانہ دار۔ عالم حادث ہی یا نہین۔

شاہ۔ حادث ہے ؎

مرا او را رسد کبریا ومنی کہ ملکش قدیم ست وذاتش غنی

قدیم خدا ہی۔ حادث عالم ہوتا ہے۔

تھانہ دار۔ اچھا پھر اسکے کیا معنی ہوے کہ ملکش قدیم ست۔

شاہ۔ یہ مشکل مسئلہ ہی۔

تھانہ دار کو لونڈا بنا کر اور خود انکے اُستاد بنکر اُنھون نے اپنا مطلب نکالا۔ تھانہ دار سے کہا کہ اگر تم ہماری بیوی کا پتا لگا دو تو ایک مہینہ کے اندر ہی اندر کل تصوف کی باتین بتا دون۔

تھانہ دار نے کہا بہت اچھا حاضر ہون۔

تھانہ دار۔ جمعدار صاحب کو بلاؤ۔

جمعدار۔ کہئے مین ابھی باہر سے آیا ہون تحقیقات کرکے۔

تھانہ دار۔ اس ننکو حلوائی کو بلواؤ۔ یہ بچارے شاہ جی بڑے عالم و فاضل آدمی ہین۔ مگر اتفاق سے انکی ننکوحہ خدا جانے کہان چلدین۔ اُنکا پتا ہی نہین۔ انکو ننکو حلوائی پر شک ہے۔ اسکی تحقیقات اچھی طرح کرو۔

جمعدار۔ ننکو۔ وہ موٹا کلوٹا لونڈا۔

شاہ جی۔ جی ہان صوبہ دار صاحب۔

جمعدار۔ وہ کہان ملا۔ کیا اُس سے کبھی کی ملاقات تھی۔

شاہ۔ مین اُسی کی دوکان کے پاس چبوترے پر سویا تھا اور وہ عورت کے پاس گیا بھی تھا۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ مین امیر ہون میرے ساتھ نکل بھاگو۔

جمعدار۔ بڑا بدمعاش ہی اور پرلے سرے کا اوباش۔

شاہ۔ خدا اسکا اُسکو انتقام دیگا۔

تو قیامت شو قیامت را ببین ۔۔ دانش ہر چیز را شرط است این
آفتاب آمد دلیلِ آفتاب ۔۔ گر دلیلت باید از وے رو متاب
تو نہ بینی ہیچ چیزے را عیان ۔۔ تا نگردی بالیقین تو عین آن

یعنی جب تو مین قیامت ہوجائیگا تو قیامت کو دریافت کرلیگا اور جبتک یہ بات نہین حاصل ہی تب تک دلیا کا قائل نہوگا۔

جمعدار۔ حضور تو بڑے عالم معلوم ہوتے ہین۔

جمعدار فوراً ننکو حلوائی کی تلاش مین چلا اور اِدھر شاہ جی نے تھانہ دار کو ایک غزل سنائی۔

نہ گلچین ہی شفیق اپنا نہ مونس باغبان اپنا
یہ دونون ہوگئے دشمن ٹھکانا ہے کہان اپنا
بیان کیسا تصور سے بھی ہی قصہ نہان اپنا
زبان کا ذکر کیا دل بھی نہین ہی رازدان اپنا
ہین کیا کام تھا اس گلشن ویران مین آنیسے
چھڑایا آب و دانے نے قدیمی آشیان اپنا
وہ گھبراتے ہین تنہائی سے ہم غم سے تڑپتے ہین
عجب عالم ہی فرقت مین وہان انکا یہان اپنا
تلاش اِک رشک یوسف کی رہی ایسی کہ دل برسون
پھرا منزل بمنزل کاروان درکاروان اپنا
شب وصلت ہوئی آخر عدم کو ہم بھی چلتے ہین
کہو شمع سحر آگے بڑھے کرنشان اپنا
ریاض دہر مین ہی ختم مجھ پر خانہ بردوشی
کہ اپنے پشت پر کو جانتا ہون آشیان اپنا

پس آئینہ ہم طوطی ہین جو سنتے ہین کہتے ہین
زبان اُنکی زبان اپنی دہن اُنکا دہان اپنا

تھانہ دار۔ سینے کو چمن بنائینگے ہم + اسپر کوئی مصرع کہیے

شاہ۔ بسم اللہ۔

سینے کو چمن بنائینگے ہم
گل کھائین گے گل کھلائینگے ہم

سبحان اللہ سبحان اللہ۔

تصور روز و شب خاطر مین ہی گیسوئے جانان کا
دِل صدچاک شانہ بن گیا زلفِ پریشان کا
تمھاری سرخی لب نے اُڑایا رنگ ہنس ہنس کر
حنا کا لعل کا یاقوت کا خون شہیدان کا

اب سنیئے کہ جمعدار صاحب داخل ہوے۔

جمعدار۔ ارے ننکو۔ ننکو کہان ہی بلاؤ۔

ننکو۔ سلام جمعدار صاحب۔ آج کہان بھول گئے۔

جمعدار۔ تمھارے ہی پاس آئے ہین۔ بچہ اب تم بڑا گھر دیکھے بغیر

نہ سوگے بس۔ اچھے گھر بیانہ دیا۔ وہ تھانہ دار صاحب کے مرشد ہین اور ڈپٹی صاحب کے بھی مرشد ہین۔

تنکو۔ مین سمجھا نہین جمعدار صاحب۔

جمعدار۔ بس بھل نسی اسی مین ہی کہ کہا مانو۔

تنکو۔ باپ کی کسم (قسم) کھائیکے کہتا ہون کہ مین نہین سمجھا۔

جمعدار۔ کل تم کسی عورت پر کتراتے تھے۔

زینہار از قرین بد زنہار
وقنا ربنا عذاب النار

تنکو۔ ہجو۔ ہم پارسی کیا جانین۔

جمعدار۔ بچۂ۔ اچھے گھر بیانہ دیا ہی۔

سفلہ چو جاہ آمد و سیم و زرش
سیلی خواہد بضرورت سرش

آن شنیدی کہ فلاطون چہ گفت
مور ہمان بہ کہ نہ باشد پرش

تنکو۔ ہجور۔ ہمارا پرمیشر جانتا ہی کہ ہم کچھ سمجھے نہین۔

جمعدار۔ اچھا سور۔ چل کوتوالی۔ ابھی چل۔

تنکو۔ یہ جبردتی (زبردستی) اچھی نہین۔

جمعدار۔ اب زیادہ نہ بکواؤ۔ بس چپ چاپ چلے چلو۔

تنکو۔ بہت اچھا چلتا ہون مگر کسور (قصور)

جمعدار۔ ہان ہٗ کیا ننھے بنے ہین ایسے بھولے بنے ہین۔

تنکو۔ ہجور مین حلوائی کا لوکا یہ باتین کیا جانون۔

جمعدار۔ چپ سوٗر۔ مت بیہودہ بکو۔

تنکو۔ ہجور چاہے مار ڈالو۔ ہم اسکا حال نہین جانتے۔

جمعدار۔ تم سوٗر ہے چل ہمارے ساتھ۔

تنکو۔ جمعدار صاحب جو حکم ہو مگر مجھے معلوم نہین کہ وہ کہان گئی اب مانیے تو اچھا نہ مانیے تو اچھا۔

محبت مین سبھی یکسان ہین جسکی جس سے بن آئی

جمعدار۔ ہان شاعر بھی ہین حضور۔

تنکو۔ (قدمو نپر ٹوپی رکھکر) ناہین ہجور۔

جمعدار۔ کوئی ہی۔ چلو اسکی مشکین کسو۔ سوٗر۔ بدمعاش۔ پرائی بہو بیٹیون کو تکتا پھرتا ہی بے نامعقول اور اب تو ہم خوب سیکھ گئے۔

محبت کو ٹریون کے ہو اگر مول
پسند دل ہوا ہی حسن صورت
بنی آدم نہ لے پیر دس مول
فلک بیچے تو لین شمس و قمر مول

ہوا صف بندی مژگان سے ظاہر
ہمین نے لین وہ آنکھین ڈھونڈھکر مول

تنکو تھانے پر آیا قسم کھائی کہ مجھے اس عورت کا حال ذرا بھی نہین معلوم ہی۔ تھانہ دار نے کہا غلط ہی۔ تم بڑا بدمعاش آدمی ہی اور تمنے اس عورت کو رات کو بھی چھیڑا تھا۔ کامل ثبوت ہے کہ تمنے اسکی چارپائی آہستہ سے اٹھوا دی۔

تنکو۔ صوبہ دار صاحب اگر یہ ہو تو مار ڈالیے۔

راوی حضرات ناظرین۔ ذرا غور کیجیے بھلا ثریا بیگم ایسی نفیس مزاج عورت اس میلے کچیلے حلوائی کے لونڈے پر پھسلے اے لاحول! اے لاحول!!! اے لاحول!!!

غالب ان سیمین تنون کے واسطے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

پادری صاحب کے غضب ہوگیا

ذرنگے تڑکے ان دونون سیم بدن اور بستہ دہن شہزادونکی کرسیان حوض کے کنارے ہری ہری دوب پر بچھی تھین اور بیچ مین وہ عروس نازنین رشک بتان چین بصد ناز و انداز معشوقانہ متمکن تھی تینون کی زلف چلیپا رشک اذفر اور

عنبر سارا کی خوشبو آتی تھی تینوں کے دل کی کلی نسیم بہجت سے کھلی جاتی تھی۔ کہسار پر گلزار اور گلزار میں بہار اور بغل میں نگار پولینڈ کی شہزادی کے چہرۂ انور پر جلال و جمال دونوں نے رنگ جمایا تھا۔ شان خسروی سے بیٹھی تھی مس میڈا کا جوبن اُ وقت ستم ڈھاتا تھا۔ اغند آتش سیامس کلیرسا کا بانکپن قابل دید تھا بلکہ دیدہائے قند ید تھا۔ کبھی چتون بانکی ادا پر شہزادی لوٹ تھی اور بے اختیار چاہتی تھی کہ لب شکر بار کا بوسہ لے کبھی میڈا پر نظر ڈالکر دل میں کہتی تھی کہ یا خدا وہ کون مبارک دن ہو گا جب پادری صاحب آن کر نکاح پڑھوائیں۔ گے کبھی کلیرسا کی چتون اور بانکپن دیکھکر دل ہی دل میں خوش ہوتی تھی کہ صبح شام آرزو بر آئیگی۔ دل کی حسرت نکل جائیگی۔

اتنے میں کلیرسا نے کہا: اری شہزادی رقابت بڑی چیز ہے اور جب کسی خوبصورت پر کوئی جوان عاشق ہوتا ہی تو ممکن نہیں کہ کسی اور مرد سے ہنستے بولتے دیکھکر رشک کی آگ میں نہ جلنے لگے پھر یہی جی چاہتا ہی کہ جو کوئی بدبخت اسیر نظر بد ڈالے اسکی آنکھیں تلوے کے تلے ملے۔ گولی مار دے۔ ذبح کر ڈالے۔ ایک مرتبہ یہی آزاد جو تمھارے ہان قید میں قسطنطنیہ کے ایک ہوٹل میں فروکش تھے۔ وہان ایک خوبرو اور عنبرین مو دوشیزہ قوس ابرو بھی آیا جایا کرتی تھی۔ وہ اس جوان شیر اندام فراخ سینہ پر عاشق ہو گئی اور اُسی کنواری پر فرانس کا ایک گران ڈیل کشیدہ قامت قوی ہیکل اور حسین جوان بھی جان دیتا تھا جب آزاد پاشا اور مس میڈا میں بے تکلفی بڑھی وہ دوشیزہ سیم تن آزاد کی مفارقت ایک لمحہ کے لیے بھی پسند نہیں کرتی تھی اور اُسی کے عشق کا دم بھرتی تھی ایک روز

افسر مذکور نے باغ کے ایک گوشہ میں بیٹھکر تاک لگائی کہ دیکھوں یہ دونوں نوخیز مرد اور عورت یہاں کیوں تنہا آنکر کیا کرتے ہیں۔ جب چاندنی نکھری اور سبزے میں اُسنے کھیت کیا تو اُسکو پاؤں کی چاپ معلوم ہوئی دیکھا تو دو آدمی نظر آئے جب قریب پہونچے تو معلوم ہوا کہ آزاد ہیں اور وہ پریزاد۔ دیکھتے ہی جل بھن کے خاک ہو گیا اور مارے غصے کے ہونٹھ چبانے لگا آزاد اپنی معشوقہ پریزاد کے دست سیمین میں ہاتھ دیکر گلگشت چمن کرنے لگے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا۔ اور عنبر بار صبا نے دماغ کو طبلۂ عطار بنایا۔ گلہاے نودمیدہ کی مہک۔ غنچوں کی چٹک۔ باغ کو چاندنی نے جوے شیر کر دیا تھا۔ وہ باکرہ گلعذار اس سامان طرب سے اور بھی مست ہو گئی اور ایک روش صفا پرورین کرسی پر بیٹھکر آزاد فرخ نہاد کے رخسار تابان پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرنے لگی۔ فرانسیسی افسر سے یہ قیامت کا اختلاط نہ دیکھا گیا دو بار شمشیر صحرائی لنگر دار تولی اور دو ہی بار قرولی کمر سے کھولی۔ مگر صرف اس خیال سے کہ یہ مرد بیاری کا پیارا ہے کندے تول تول کر رہ جاتا تھا جب مس میڈا نے پیجن داؤدی گانا شروع کیا اور اُسنے نغمۂ دلربا کے ذریعے سے اظہار عشق بھی کیا تب اُنسے نہ رہا گیا۔ تیغ دو سر میان سے نکالی ہی تھی کہ آزاد نے اس کا عکس دیکھ لیا۔ اور اس خاتون بلقیس مرتبت سے کہا کہ سامنے ہمکو ایک کشیدہ قامت آدمی شمشیر بکف نظر آیا۔ کچھ دال میں کالا ضرور ہی مس میڈا اسوقت بادۂ جوانی کے نشے میں ایسی چور تھیں جیسے بسنت کی رت میں بھونرا کلیوں کا رس چوس چوس کر مست ہو جاتا ہی اُنھوں نے بات ٹالدی اور کہا جان من اسوقت مذاق لطف اور دل لگی اور چہل کے سوا اور کوئی بات بھلی نہیں معلوم ہوتی

اتنے مین وہ خونخوار افسر شمشیر برہنہ لیکر کمین گاہ سے جھپٹ ہی تو پڑا آتے ہی تلا ہوا ہاتھ جمایا آزاد نے صاف خالی دی مگر وہ مسلح یہ نہتے۔ اُسنے کئی ہاتھ لگائے مگر یہ کبھی آڑے ہوگئے کبھی تو پیچھے ہوگئے۔ ایک چوٹ تک نہ کھائی اور افسر منہ کو ہانپ گیا۔ اسکو غنیمت سمجھکر آزاد نے ایک لکڑی جو اُسی روش مین پڑی تھی اُٹھالی۔ لکڑی کا اُٹھانا تھا کہ برس پڑے۔ سر۔ طمانچہ باہرو۔ بالٹ۔ کرڈک جنیوا۔ انی۔ مونڈھا۔ اتنے ہاتھ لگائے کہ افسر کے رخ چھوٹ گئے۔ ساری اُڑن گھائیان بھول گیا اسکے بعد آزاد نے جھپٹ کر اس پھرتی کے ساتھ کیلی کی کہ تلوار انکے ہاتھ مین آگئی۔

تم تو عورت ہو یہ باتین کیا جانو مگر کوئی مردونکے دل سے پوچھے کہ جس پری پر ہزار جان سے عاشق ہون اُسکے سامنے دوسرے مرد خصوصاً رقیب روسیہ و ناہنجار سے دب نکلنا ستم ہے قہر ہے۔

مس میڈا کے لوح دل پر اس مقابلے سے آزاد کی بسالت اور جوانمردی کا نقش اور بھی منقوش ہوگیا مگر فرانسیسی افسر نظر و نسے گر گیا۔ یہ رقابت بلائے بے درمان ہی جسکو ہم پیار کرین اُسکو کوئی اور پیار کرے !!! بڑی بدگمانی ہے۔

> با سایہ ترا نمے پسندم
> عشق ست و ہزار بدگمانی

پولینڈ کی شہزادی نے قہقہہ لگا کر پوچھا آخر اس بحث طویل کا ماحصل کیا ہی مس میڈا اپنا ذکر خیر سنکر خاموش تھی اور دل ہی دل مین ہنستی جاتی تھی شہزادی کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا یہ بھی عجب بے تکے آدمی ہین۔ ایک گھنٹے تک یہ روایت بیان کی اور مطلب کی دُم مین موتا سا رشتا۔

اب سنئے کہ میڈا اور کلیرسا مین چھیڑ چھاڑ ہونے لگی مگر در پردہ تاکہ وہ سمجھ نہ سکے۔

میڈا۔ آدمی مین تو اس ہی حواس ہین۔ ابھی اچھے بھلے چنگے تھے اور اب بیہوشی کی باتین کرنے لگے دماغ عقل سے کھکھل ہوگیا ہی۔

> ہوش کی خیر پی کے کچھ واعظ
> آج مستون سے ننگ لائے ہین

کلیرسا۔ مطلب ہم شہزادی کے کان مین کہینگے ذرا کان لاؤ۔

میڈا۔ ہرگز نہین کان ندینا ورنہ یہ چوم لینگے بس الگ۔

کلیرسا۔ دیکھا ابھی سے رقابت کی لینے لگے اچھا سمجھا جائیگا

میڈا۔ سمجھا کیا جائیگا۔ حسن مین جمال مین طاقت مین وضع مین قطع مین تجھسے کسی بات مین کم ہین تجھسے بیس ہی ہون۔

کلیرسا۔ شان خدا۔ آپ بھی اتنے ہوے۔ اے تیری قدرت دیکھو شہزادی رقابت کی لینے لگے نہ۔ یہ قصہ تو ہمنے اسی لیے تو بیان کیا تھا دونون کے ساتھ تعلق رہنا اچھا نہین اسین سیکڑون خرخشے ہین دونون مین ایک کو چن لو۔

راوی۔ اور اس چھنٹے ہوے کے ساتھ شادی ہوجاے بس۔

میڈا۔ اچھا دونون مین کون پسند ہی تمھاری ہی رائے پر چھوڑا۔

مس میڈا اور کلیرسا دونون تنکر بیٹھین دونونے ایکدوسرے پر قہر آلود نظر ڈالی پولینڈ کی شہزادی کو کیا معلوم تھا کہ اُنہین کی بدی ہی سمجھی کہ واقعی آتش رقابت جوش زن ہوئی مسکرا کر کہا اے واہ ہم تو سمجھے تھے کہ تم دونون دلی دوست ہو مگر تم تو سچ مچ رقیب ہی بن بیٹھے جب انکو (میڈا) از سرتا پا دیکھتی ہون تو جی نہین چاہتا کہ کسی اور مرد کی صورت دیکھون فریفتہ ہو جاتی ہون اور جب اسکی بانکی ادا پر نظر پڑتی ہو تو دل

قابو سے جاتا رہتا ہے ؎

جو یہ پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

میڈا۔ پھر وہی رقابت باقی رہی۔ اور خدا جانے تم نے کون بات دیکھی ہے۔ بھلا میرے مقابلہ میں یہ ٹھہر سکتی ہے۔ ہمارا حسن گلوسوز۔ کجا یہ کالا بھجنگا جنگل کا روز نگر جیسے بیا جاہے وہی سہاگن کیا سا زر کیا گررا رے ع

محبت میں سبھی یکساں ہیں جسکی جس سے بن آئی

کلیرسا۔ اخاہ۔ یہ کہئے۔ تم اور حسین۔ شان خدا۔ اپنے چہرے کی طرف دکھا کر۔ حسن اسے کہتے ہیں۔ ادھر دیکھو۔

کلیرسا اور میڈا میں خوب چہل ہوئی۔ شہزادی سمجھتی تھی کہ یہ دونوں واقعی اپنے اپنے حسن و جمال کی رقابت کے سبب سے تعریف کرتے ہیں مگر مطلب سعدی دیگر ست۔ کلیرسا نے بیان کیا کہ ایک بار اطالیہ جانے کا اتفاق ہوا احباب بذلہ سنج و موافق اور یاران صادق ساتھ تھے وہاں ایک ہوٹل میں اترے شام کے وقت ادھر سے ایک نازک اندام کنواری چھوکری سمند گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتی تھی۔ میں اسکی تعریف نہیں کر سکتا آنکھ بالکل ہرن کی سی رنگ رخسار رعنا اور وہ چھل بل کہ الامان الامان۔ نظر غلط انداز رخنہ انداز دین و ایمان۔ ابروے کج قبلۂ کفر گزینان و ویسی نازک کمر تو آجتک نظر سے نہیں گذری۔ ایک ان جوڑا کھلا ہوا تھا بالوں کے گچھے اسکے بار سے کمر لچکتی جاتی تھی اور ہزار دن بل کھاتی تھی۔

میان نقش را بیان کردن ضرورست
کہ چون حد وسط خیر الامور ست

چو وصف آن میان اندر میان ست
قلم را موے حیرت بر زبان ست
زبان خامہ گرچہ مو شگاف ست
ضمیر آئینہ ہر چند صاف ست

نہ زان موے میان گوید بیانے
نہ زان امرے نہان جوید نشانے

اور دست نگارین کی تعریف میں زبان ناطقہ لال ہے۔

اشارت کرد ماہ نو بہ انگشت
کہ آن انگشت ما را بیگنہ کشت

وہ ساعد کی صفائی اور وہ پنجۂ حنائی اور وہ گوری گوری کلائی جسنے دیکھی دنگ ہو گیا ہو غرض انہوں نے بیان کیا کہ اس پریزاد کا حسن خداداد تمام اٹلی میں ضرب المثل ہے ایسا نورانی پہونچا تھا کہ لباس کے اندر سے جھلکتا تھا۔ بے اختیار دل چاہتا تھا کہ سجدہ کرے اور پہلو چیر کر دل میں جگہ دے

مانی چو نقش آن بت بدست میکشد
چون میرسد بہ ساعد او دست میکشد

گو ہر عضو سانچے کا ڈھلا تھا مگر کمر نازک اور ساعد رنگین اور غبغب سیمین بوسہ فریب تھا۔

ہزار موج بہ آب حیات کرد نمود
یکے ز روے لطافت چو غبغبش نبود

ایک روز میں اسکے سمند فلک سیر کے پیچھے پیچھے جانے لگا مگر اسنے گردن پھیر کر دیکھا بھی نہیں تھوڑی دیر کے بعد میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

چہ نامے کہ مولاے نام توام
درم ناخریدہ غلام توام

گر جواب نمازد کچھ بولی ہی نہین ؏

غرور حسن اجازت مگر نداد اے گل
کہ پرسشے بکنی عندلیب شیدا را

مجھے یہ غرور کہ جو درجہ اس گل پوش کا عورتون مین ہے وہی درجہ میرا مردون مین ہے اور میرا غرور حق بجانب تھا۔

ٹیڈا۔ مگر کی ٹلکی اور باسی ساگ حسین بنے بین چہرے پر پھنکار برستی ہے۔ مگر دون کی ضرور لینگے پھر آپ پر عاشق ہو گئی ہوگی۔

کلیر سا۔ مین آپسے نہین کہتا تھا بس جب مین پھر آگے بڑھا اور اس حور نژاد نے مجھے کنکھیون سے دیکھا تو گھوڑے کو اور بھی آہستہ آہستہ چلانے لگی مین ٹکٹکی باندھے اور ساتھ ہو لیا راہ مین ایک مقام پر عمداً اور قصداً چابک پھینکدیا مین فوراً جھپٹا اور چابک اٹھایا۔ رومال سے صاف کیا بوسہ لیا اور دینے لگا تو چابک لیکر پھر پھینک دیا اور کہا کہ اب یہ ہمارے کام کا نہین رہا۔ ناپاک آدمی نے اسکا بوسہ لیا ہے۔ مین نے اپنے دل مین کہا تو سہی کہ چابک تو چابک تمھارے لب لعل شکر فام کے ہزارون بوسے لیے ہون۔

کلیرسا نے نہایت فخر کے ساتھ کہا کہ اس کے بعد آئینہ زانو نے اسپ برق رفتار کی باگ روک لی اور ایک کاغذ کے پرچے پر پنسل سے کچھ لکھکر میری طرف پھینک دیا اور گھوڑا کڑکڑا کر چھوڑ دیا تو یہ جا وہ جا۔ مین دھک سے ہو گیا کہ اے یہ کیا ہوا سوچا کر یا خدا مجھسے ایسا کون قصور سرزد ہوا جسکے عوض یہ بے اعتنائی کی۔

چہ کردہ ام سبب رنجش تو چیست بگو
بگو بگو کہ سر بندگیت گردم

مارے وحشت کے وہ کاغذ نہ اٹھایا۔ مگر دفعتہً خیال آگیا۔ پڑھا تو فرانسیسی زبان مین لکھا تھا کہ کل شام کو جھٹپٹے وقت لال پل پر ملنا اور ضرور ملنا۔ باچھین کھل گئین۔

ہزار شکر کہ ایزد نگاہ دارم شد
کفیل روزی و انجام بخش کارم شد

جناب باری کا شکریہ ادا کیا کہ آرزوئے دلی بر آئی۔

اے خدا قربان احسانت شوم
آنچہ احسان ست قربانت شوم

ہوٹل مین کسی سے ذکر نکیا مگر اسکی زیب و آرایش کا ہر دم خیال رہا۔

گر بدین شکل و شمائل سوے محشر گذری
قاضی حشر پے تعظیم تو از جا خیزد

وہ چشم مست کہ ایک نظر مین ہزارون کو بسمل کر ڈالے۔ لاکھون گھائل ہو جائین۔ رخسار تابان اور عذار رنگین اور لباس لالہ گون ہر دم آنکھون مین پھر گیا۔

تن او در لباس لالہ گون لطف دگر دارد
بود فانوس گلگون نقطہ رنگین شمع معنی را

دوسرے روز سہ پہر ڈھلے مین جب نکلکر لال پل پہ جا کے ٹہلا

ٹیڈا۔ انکھر کے کے بعد تو آپ بڑے خوبصورت معلوم ہوتے ہونگے ماشاء اللہ ایسے ہی حسین ہو۔ شکل چڑیلون کی ناز پریون کا۔ خدا کی قدرت۔ آپ اور دعوی حسن۔

شہزادی۔ اے ہے غضب کرتے ہو تم مین کون بات جو انہین نہین ہے

بہ قامت از قیامت مژدہ دادہ
بہ بالا از بلا صفرے زیادہ

بہ بودہ مژدہ داد آن سرو قامت
کہ نزدیک است روز قیامت

نزاکت اور لطافت مین فرد ہو جیسے تم ویسے یہ۔

خیال او نجواب آمد گرفتم ورنبل تنگ کش
خزان ہیگشت دیدم صبحدم و گلشن زنگش

کلیریسا۔ واہ۔ کیا ہماری قدر کی ہے۔ اب مین ایسا گیا گذرا ہوا کہ ان ایسون سے مقابلہ کیا جائے بجا۔ اچھا کسی اور سے دریافت کرو۔

میڈا۔ ایک شرط سے۔ دس آدمیون سے پوچھو۔ اگر زیادہ آدمیون کی رائے ہو کہ ہم حسین ہین تو ہمارے ساتھ انکی شادی ہو ورنہ تمھارے ساتھ۔

مس کلیریسا نے کہا کہ اُس روز شام کو وہ پری اسی کیت مرصع تنگ پر سوار پل پر آئی۔ وعدہ کر لیا کہ آج کے تیسرے روز فلارنس کے گرجا مین شادی ہو جائیگی۔ تین گھنٹے تک میرا اور اُس بُتِ طناز کا ساتھ رہا۔ اسکے بعد ہوٹل واپس آیا۔ تڑکے گجردم میرے کمرے مین ایک شخص نے آکر مجھے جگایا اور ایک خنجر آبدار دیکر کہا۔ اٹھ اگر مرد ہے تو مقابلہ کر۔ مین متحیر ہوا کہ خدا یہ کیا اسرار ہے۔ پوچھا وجہ اُسنے کہا مین یہان کا انسپکٹر ہون اور میرے والد بزرگوار خیوا کے جج ہین جس زن خوبرو سے تنے کل لال پل پر گفتگو کی اُسکے ساتھ میری شادی ہونے والی تھی اور اب سنا ہے کہ تنے اُسکو ورغلا لیا۔

مین۔ مجھے اسکا علم نہ تھا۔ تمھاری بیوی تمکو مبارک ہے۔

انسپکٹر۔ نہ نہ۔ تمسے بے ڈویل لڑے نہ رہونگا۔ آو سلئے

مین۔ مین کوئی بزدل آدمی نہین ہون مگر بیکار جان دینے سے کیا فائدہ تمھاری بیوی تمکو مبارک ہو۔ اگر پیشتر سے معلوم ہوتا تو مین کیون کہتا مگر ایک بات البتہ غور طلب ہے یہ عشق کیسا ہو کہ دو گھنٹے مین وہ ہمارے ساتھ شادی کرنے پر راضی ہو گئی۔

انسپکٹر۔ اب سوال وجواب کا وقت نہین ہے بس آ جایئے

مین۔ اچھا پھر اگر یہ رائے ہے تو خیر۔ مفت جان دو گے۔

اتنے مین میرے دوست جو کمرے مین تھے یہ حال دیکھکر آ پہنچے اور مین نے کل حالات بیان کر دیئے تو اُنھون نے انسپکٹر سے تلوار چھین لی اور اُسکو سمجھا دیا کہ ہم لوگ سیر کرنے آئے ہین نہ کسی کی جان لینے سے کام نہ جان دینے سے واسطہ یہ رقابت انسان کو کسی کام کا نہین رکھتی۔

ادھر تو یہ باتین ہوتی تھین اُدھر خواجہ بدیع الزمان صاحب سامنے کھڑے لہراتے تھے۔

مرا چشمے ست خون افشان بہ چشم آن کمان ابرو
جہان پر فتنہ می بینم از ان چشم و از ان ابرو
غلام چشم آن ترکم در خواب خوش مستی
نگارین گلشنش روئیت و مشکین سایبان ابرو
ہلالے شد تنم زین غم کہ با طغرائے مشکینش
کہ باشد مہ کہ بنماید ز طاق آن کمان ابرو
ہمیشہ چشم مستش را کمان حسن در بر باد
کہ از پشتی تیر او کشد بر سر کمان ابرو
روان گوشہ گیران را ز جنبش طرفہ گلزاریست
کہ بر طرف سمن زارش ہمی گردد چمان ابرو
رقیبان غافل اند از ما کہ زان چشم سیہ گردم
ہزاران گونہ پیغام ست و حاجت در میان ابرو
دگر حور و پری را کس نگوید با چنین حسنے
کہ این را ایچنین چشمست و آنرا آنچنان ابرو

کلیریسا - اخاہ آپ تشریف لائے - کہو کہاں تھے -
خوجی - دوزخ میں جانیوالے تھے مگر راہ بھول گئے -
کلیریسا - خدا انکو وہاں پہونچائے مقام تو تمہارے قابل ہی
خوجی - ہاں ہمکو تو وہی پسند ہی ہم ایسے آدمی آگ اور کوئلے خوب ملینگے باقی اور کسی شے کی یہاں ضرورت ہی نہیں ہی -
اتنے میں ایک خادمہ نے آنکر کہا حضور پادری صاحب تشریف لائے ہیں - میڈا اور کلیریسا کا رنگ فق ہو گیا - شہزادی پادری صاحب کے استقبال کے لیے گئی تو اُن دونون نے فرط غم سے زار زار رونا شروع کیا -
میڈا - اب کیا ہوگا بہن - یہ تو کھڑے کھڑے جنوا دیگی بس اب گئے گذرے - یہ کیا ستم ہوا - آئے تھے آزاد کو بچانے اب خود دھر گئے -
کلیریسا - (روکر) کلیجہ لرزتا ہی - اب موت ہے - کچھ کرتے دھرتے بن ہی نہیں پڑتی - جائے ماندن نہ پائے رفتن
میڈا - صاف صاف کہہ دو - مگر اب جو پادری بھی آگیا یہ کیا ہوگا کیا -
کلیریسا - اُف اُف - قضا ہر در و دیوار سے نظر آتی ہی - روح تحلیل ہوئی جاتی ہی - ہائے افسوس وائے افسوس
میڈا - ارے غضب - ہماری جان یون جانی تھی اور یہ انجام ہونا تھا - افتاد -
کلیریسا - ہمسے عاجزی تو نہ کی جائیگی مگر ہم اپنے اعزہ اور روس کے افسرون کے پاس گمنام خط بھیجیں گے -
خوجی کے ہاتھ پاؤن بھول گئے سگ باسوختہ کی طرح ادھر ادھر دکھلاتے ہوے پھرتے تھے - مس میڈا کے پاس گئے اور کان میں کہا غضب ہوگیا - پادری صاحب تشریف لائے خدا خیر کرے - گھڑی دو میں مرلیا باجے گی - عورت ہے بدمزاج اور شوخ خدا جانے کیا غضب ڈھائے اُف اُف - بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور لطف یہ کہ دونون کے ساتھ شادی پر آمادہ ہی - اس بیحیائی سے خدا سمجھے بس میڈا نے کہا ہمارے نزدیک اب صاف صاف بیان کردینا لازم ہی - اب بھی سویرا ہی ورنہ جب گرجا میں جاکر شادی ہوگی تو ستم ہی ہو جائیگا -
مس کلیریسا نے اس ارادے سے اتفاق کرلیا مگر خوجی نے سمجھایا کہ ایسا غضب نہ کرنا - ہماری صلاح یہی کہ مس کلیریسا وہ پوشاک جنگی زیب تن کریں جو اُس روز میدان حرب میں پہنی تھی اور پوری وردی زیب بدن کرکے سینہ تانتی ہوئی سامنے آن کھڑی ہوں اور تم (یعنی میڈا) بھی اپنی بانکی وضع سے انکے ہمراہ ہو - اس لئے کو دونون نے پسند کیا اور خوجی اکڑ گئے دیکھا ہم بوڑھے آدمی کسقدر کام آتے ہیں - ہم لوگ اس قابل ہیں کہ طبع میں بند کیے جائیں - وہ بات بتادی کہ دو کرور روپے صرف کرکے بھی نہ معلوم ہوتی تو وجہ کیا ایک تو غلبۂ ذکاوت دوسرے تیزی عقل تیسرے چنیا بیگم کی صحبت اور ملاقات دیرینہ ذہن کا بخار انکل گیا - یون تو خدا نے سب کو عقیل اور نیک اور صالح پیدا کیا ہے مگر جو بات ہم میں ہی وہ کوئی کہاں سے لائے -

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

ہر چہ بر صفحۂ اندیشہ کشد کلک خیال
شکل مطبوع تو زیباتر ازان ساختہ اند

مس کلیریسا خوب تنی ہوئی بیٹھی با ادعا فروشانہ کی کلاہ صحیح

(سر پیٹ کر) ہائے اسوقت کوئی داد دینے والا نہین ذہن کا بنا دکھلا رہا ہی۔ عورت کے لیے جو امر د خواجہ بدیع کمبخت ہی کا حصہ ہی مس کلیر سا شجیعہ (شجاع کا صیغہ تانیث) ہین ہان مُس مِیڈا جمیلا ان اللہ یحب الشجاع بھی آیا ہی اور ان اللہ جمیل و یحب الجمال بھی آیا ہی

مرگ در چشم ہر کہ خوار بود	در شجاعت بزرگوار بود
ہر کہ جان را عزیز میدارد	با جہاندار یش چہ کار بود

مس مِیڈا اسکرا کر بولین کہ خواجہ بدیع کمبخت اسوقت بھی جھک باندھ رہا ہی بھلا یہ وقت صلاح اور مشورے کا ہی یا بے تکی ہانک لگانے کا خواجہ صاحب نے اپنے کان پکڑے اور پادری صاحب کی زیارت کے لیے چلے دیکھا کہ ایک کرسی پر ایک بڈھا آدمی بیٹھا ہی۔ بال سفید بھون تک کے بال سن کے سے سفید تھے اور صاحب تن و توش جاتے ہی خوجی نے سلام کیا اور ایک بھدی کرسی اُٹھا کر پادری صاحب کے قریب گئے۔

خوجی۔ اک ذرا تکلیف کیجیے۔ وہ کرسی چھوڑ دیجیے اور اس کرسی پر دند نائیے۔ بسم اللہ۔ بس اب کہا مانو بھائی جان اسطرف آؤ لاحول ولا قوۃ۔

شہزادی۔ پاگل ہی کون۔ اس کرسی مین کیا اور اسمین کیا ہی

خوجی۔ اے ہی حضور تو سمجھتی ہی نہین۔ اجی تن و توش دیکھتی ہو اس کرسی کی خیر نہین نظر آتی۔ آئیے اس کرسی پر مرد خدا تمہین اسکا خود خیال چاہیے۔ اس توندار کے صدقے۔ ہوا کا تکیہ ہی۔

شہزادی۔ یہ مسخرے ہین۔ انکے منھ نہ لگیے یہ ایسا ہی بکا کرتے ہین۔

خوجی۔ حضور معاف فرمائین۔ بندہ اسوقت افیم کی پینک مین ہی۔

شہزادی۔ مسخرہ ہی۔ چلو ہٹو سامنے سے۔

خواجہ صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھپٹ کر پادری صاحب کے پاؤن دبانے لگے۔ شہزادی مسکرائی۔ کہا دیکھو ہمنے کئی بار کہا مگر نہین مانتے۔ مذاق اور دل لگی کا موقع محل دیکھ لیا کرو۔

پادری۔ تمہارا کیا پیشہ ہی۔ پڑھے لکھے آدمی ہو یا نہین۔

خوجی۔ حضور مین درزی ہون۔ کپڑے سیتا ہون۔ مگر اب اس درزی کی شاگردی کرنیوالا ہون جو حضور کے کپڑے سیتا ہی اللہ ری توند اسوقت مارے ہنسی کے پیٹ مین بل پڑ پڑ گئے ہین الاماں الاماں۔ اس شہر مین یہ عجیب الخلقت دیکھنے مین آئے ایک کنگارو جانور دوسرے حضور کا توند۔ کیا فرمائشی توند ہی درزی کمر کیونکر ناپتا ہوگا۔

پادری۔ ہم لوگ کبھی کے بُرا کہنے کا رنج نہین کرتے جسکا جو جی چاہے کہہ لے۔ ہمین اسکا خیال نہین مگر کسی کا دل دکھانا بُرا ہی۔ خدا ناراض ہوتا ہے۔

توانی بہ نرمی بکار آگہی	کہ تغییر رائے سلاطین دہی
وگر از درشتی برآری نفس	نیابند از ان رائے خود باز پس
پس آن بہ کہ او دل مدارا کنی	بہ فرصت رہ چارہ پیدا کنی

جب دھوپ نکلی اور حضرت کی ریش سفید پر شعاع شمس پڑنے لگی تو کمرے مین جا کر بیٹھے۔ شہزادی نے حکم دیا کہ ان دونکو بھی بلالو۔

شہزادی۔ دو شہزادے آئے ہین ایسے لطیفہ دیکھے نہ سنے۔ چندے آفتاب چندے ماہتاب دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی اور ابھی نہایت کم سن ہین۔ وہ گلاب کے پھول کا سا بس یہی معلوم ہوتا ہی کہ گلاب کھلا ہی طرہ یہ کہ دونون کا حسن و جمال ایک سا ہے

کرا رسد کہ کند عیب دامن پاکت
کہ ہمچو قطرہ کہ بر برگ گل چکد پاکی

پادری۔ تمہاری شادی کسکے ساتھ قرار پائی ہے۔ کیا دونون بھائی ہین کس ملک کے رہنے والے ہین کہانسے آئے ہین۔ کس بادشاہ کے لڑکے ہین۔ یہ سب حالات دریافت ہون تو مین اپنی رائے دون ورنہ اس بارے مین کیا کہہ سکتا ہون تربیت یافتہ ہین یا نہین۔

شہزادی۔ ایک تو روسی زبان ایسی صاف بولتا ہے جیسے ہم آپ بالکل روسی معلوم ہوتا ہے۔ ذرا فرق نہین اور دوسرا فرانسیسی بولتا ہے اور کچھ کچھ روسی زبان بھی بول لیتا ہے۔

پادری۔ تو شادی کسکے ساتھ قرار پائی ہے وہ جو روسی خوب بولتے ہین یا دوسرے کے ساتھ۔

شہزادی۔ اب خرابی یہ ہے کہ دونون مین ایک بھی چھوڑا نہین جاتا اس سبب سے مینے دونون کو قبول کیا دونون کے ساتھ شادی ہوگی اور اُن دونون نے بھی منظور کر لیا۔ آج شام کو گرجا مین چلکر اس کار خیر سے فراغت ہو جائے تو تمام عمر خوشی خوشی زندگی بسر کرون۔

پادری۔ اب کیا کہون عقل چکر مین ہے یہ آجتک کہین سُنا ہی نہین یہ تو عرب عجم وغیرہ کی طرف رسم ہے۔ یہان یہ بات کہان اس خیال خام سے درگذرو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کسی اور پادری کو بلاؤ۔

شہزادی۔ مین نے کچھ جواہرات اسی دن کے لیے رکھے ہین کہ جس معزز پادری کے ذریعے سے شادی ہوگی اسکو شادی کے دن منھ دکھائی دونگی۔ مگر افسوس ہے کہ وہ دولت تمہارے مقسوم کی نہین ہے وہ کسی اور کی تقدیر مین ہے۔ خیر ہمکو اس جھگڑے سے کیا مطلب۔

پادری۔ ایک صلاح بتاؤن اُسپر عمل کرو۔ شادی تو دونون کے ساتھ ہو مگر مشہور ایک ہی کا نام ہو منج کے طور پر دو ہون مگر گرجا کے رجسٹر پر ایک ہی نام درج کرین۔

شہزادی کو یہ بات پسند آئی۔ سوچنے لگی کہ سب سے بہتر تدبیر کیا ہے کہ سامنے سے خادمہ آئی عرض کیا کہ حضور دو شہزادیان کہین باہر سے آئی ہین اور آپسے ملنا چاہتی ہین۔ شہزادی نے کہا بلاؤ۔ یہ کہکر اُنکے استقبال کو چلین۔ پادری صاحب ہمراہ تھے دیکھتے کیا ہین کہ مس کلیرسا اور مس میڈا انکی دائی کے ساتھ چلی آتی ہین۔ دیکھتے ہی دھک سے رہ گئی۔ ارے! یہ مین کیا دیکھ رہی ہون یا خدا یہ خواب ہین دیکھا یا سچ سچ وہی ہین۔

کلیرسا۔ بہن مرد کے بھیس مین تو پیار کر چکے اب آؤ بہنین بہنین ملکے پیار کرین ہم وہی ہین جنکے ساتھ تم شادی کرنیوالی ہو۔

شہزادی۔ (غصے کے ساتھ) ہان! خیر!! کیا مضائقہ ہے!!!

کلیرسا۔ کچھ بسنت کی بھی خبر ہے۔ مین آئی کسلیے ہون۔ تم یہان ماما پچھتیان اُڑاتی ہو تمکو نہ وطن کی محبت نہ عزت کا خیال اور مین میدان کارزار مین جاکر کارنمایان کرتی ہون مینے آزاد کو گرفتار کیا جسنے تہلکہ ڈال دیا تھا اور تم یہان شادی بیاہ اور ناچ رنگ اور میخواری کے پھیر مین پڑی ہو۔

پادری۔ اخاہ۔ یہ مس کلیرسا ہونگی یہ تو مشہور ہین۔

شہزادی۔ یہ مس کلیرسا۔ یہ وہی ہین جو آزاد کو گرفتار کرلائی تھین۔

کلیرسا۔ اور کتنی کہا جاتی ہون (ہاتھ بڑھا کر) آؤ گلے ملین

تم کو تو روس کے نام کا عاشق ہونا چاہیئے۔ آخر حب الوطنی کس دن کام آئیگی۔

شہزادی ہم تو پولینڈ کی خبر سناتے ہیں روس گیا سرِکار

شہزادی اپنے دل میں سوچی کہ یہ تو عورت نکلی مگر دوسرے شہزادے کے ساتھ نکاح ہوگا جب جاکے مس کلیریسا کو لیکر کرسی پر متمکن ہوئیں اور مس میڈا پر نظر ڈالی تو دنگ ہو گئی۔ کہا کیا تم دو نون بھیس بدل کے آئی ہو۔ اچھا نہ کیا۔ اب تک تو مجھے رنج نہیں ہوا تھا مگر اب البتہ رنج ہوا بدنام کی بدنام ہوئی اور غم جو ہوا وہ طرہ مزید بران۔

کلیریسا نے کہا اب آزاد کو بلواؤ۔ مین تو چاہتی تھی کہ تم کو بھی مزہ چکھاؤں سرکاری قیدی اور ایسے نامی قیدی کو راستے سے بھگا دیا تھا مگر وزیر جنگ سے مین نے خود کہا کہ معاف کر دیجیے مین آزاد کو لیے آتی ہون ورنہ پھر سیبریا کے میدان مین بھیجا جائیگا اور برفستان مین تمام عمر رہیگا کئی معرکون مین اُسنے روسیون کو نیچا دکھایا۔ شہزادی کے رہے سہے حواس بھی غائب ہو گئے اور بات ٹال کر باہر گئی۔ جوجی کو بلوایا کہا افسوس ہے کہ آزاد بیچارہ سید مصیبت ہوا۔ جوجی نے جواب دیا بجا فرماتی ہین آپکے ہان بڑے آرام مین تھے۔ خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔ انکو کنوین سے تو نکلواؤ۔ پیچھے اظہار ہمدردی کرنا شہزادی اپنا سا منہ لیکر رہ گئی۔ دو گھنٹے کے بعد آزاد پاشا بلوائے گئے۔ پہلے انھون نے خط بنوایا۔ پھر اسی کنوین پر غسل کیا کپڑے پہنے اور چلے شہزادی آدھ کوس تک اُن کے استقبال کو گئی راہ مین ملاقات ہوئی تو بے اختیار رو دی اسپ آہو شکار سے اُتری اور آزاد کے گلے مین ہاتھ ڈالکر زار زار رونا شروع کیا کہا آزاد۔ افسوس ہے کہ تم پھر کلیریسا کے پنجے مین گرفتار ہوے

وہ یہان آئی ہے اور دھمکاتی ہے کہ اگر آزاد نہ آئے تو مکان پھونک دیا جائیگا اور قید ہو جاؤ گی۔ آزاد تو دل سے چاہتے تھے کہ چھٹکارا ہو اُنھون نے کہا اب ہم کو برفستان اور صحرا سب یکسان ہے۔ یہان کون آرام تھا مصیبت اور تکلیف برداشت کرنے مین اب ہم طاق ہو گئے ہین۔

اس وقت پولینڈ کی شہزادی کے دل پر آزاد کے حسن نے ایسا اثر پیدا کیا کہ دل مین ٹھان لی چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہوجائے آزاد کو کلیریسا کے حوالہ نہ کرونگی۔ آزاد کو صلاح دی کہ تم یہین چھپ رہو مین تم کو ایسی پوشیدہ جگہ پر مکان دونگی کہ دنیا مین کوئی نہ بتا سکے گا ہاے مین نے تمکو دیدہ و دانستہ ہاتھ سے کھویا۔ میرے غرور نے مجھے نیچا دکھایا۔ اب مین پچھتاتی ہون مگر گریہ و زاری اور افسوس و غم سے اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ ؎

اے کہ خواہی کز بلا جان وا خری
جان خود را در تضرع آوری
با تضرع باش تا شادان شوی
گریہ کن تا بے دہان خندان شوی
کین تضرع را بر حق قدرہاست
دان بہا کانجاست زاری را کجاست
اے خوشا چشمے کہ آن گریان اوست
وے ہمایون دل کہ آن بریان اوست
در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست
مرد آخر بین مبارک بندہ ایست

مگر ہم نے عاقبت اندیشی سے کام نہیں لیا۔ اب اسی کا نتیجہ دیکھا اب تم اپنی راے بتاؤ۔ آزاد نے غور کے ساتھ جواب دیا

کہ میرے ہوش وحواس بجا نہیں ہین مین دبکے اور چھپکے نہ رہونگا لڑونگا اور جان دونگا۔ اس مین ہرچہ بادا باد۔

ما عاشقیم کشتہ شدن اختیار ماست
شمشیر عشق تیز زرنگ مزار ماست
بے زخم تیغ عشق ز عالم نمی رویم
بیرون شدن ز معرکہ بے زخم عار ماست

شہزادی نے اُنکے استقلال اور جوانمردی کی تعریف کی۔

در جگر خواری دسر بازی شمار اشکل نیست
بر چنین مردان یکدل آفرین باد آفرین

اتنے مین خواجہ بدیع الزمان صاحب سامنے آگئے اور آہستہ سے کہا خواجہ صاحب بہادر بھی آداب عرض کرتے ہین برادرا آنچہ این عورت پختہ کار دخام بارہ میگوید ست آزاد اگر گوشش برائے مصلحت انداختہ باز بیرون کن فہمیدی برادر امن بدیعا مینگفتم اکنون وقت کہ شمار الازم ہست کہ آنچہ او کند بران امر کہ او گوید گوش کمن۔ ونیا دبرو۔ خناب خناب۔

بیا قبیا ساقیا شراب شراب
سطر با مطر بار باب رباب
جان خواجہ بدیع رنگین فکر
پیارے آزاد رو بکد خناب

گفتہ خواجہ چون عسل شیرین است
رد کشیں برد کان بادۂ ناب

آزاد نے جھلا کر کہا خدا کی مار تم بے ایمان مسخرے پر اس وقت شاعری سوجھی اور یہان جان پر بنتی ہی شہزادی سے کہا حضور جو حکم ہو اسکی بجا لائی کیجئے وہ آزاد کو لیکر ایک نئی عمارت مین گئین اور وہان بیٹھکر خوب زار زار روئین سب سنکر خوجی نے جاکے مس میڈا سے کہا کہ اگر آزاد تمھارے ساتھ آج ہی چلے گئے تو اچھا نہ ہوگا اُسکو یقین ہو جائے گا کہ سازش کی ہی ورنہ دس پانچ سوار پیادے تو ساتھ ہون بہتر یہ ہی کہ مس کلیرسا اپنے کسی دوست کو لکھین اور وہ وہان سے دس بارہ آدمی بھیجدین۔

خوجی نے یہان آکر بیان کیا کہ مس کلیرسا آج کے آٹھوین روز جائینگی وہ روسی فوج سے کچھ آدمی منگوانے والی ہین۔ شہزادی کو اس خبر سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آزاد کو دہین ٹھہرایا اور مس کلیرسا اور مس میڈا سے کہا کہ اگر کچھ ہرج نہو تو آزاد کو ہم یہان بلوالین وہ تو خدا سے چاہتی تھین دونون نے اجازت دے دی۔ آزاد پاشا تشریف لائے اور ایک کرسی پر بیٹھے۔

کلیرسا نے کہا پھر بہن اب دعوت نہ کروگی اب تک تو اور ہی فکر مین تھین اب ہنین ہنین ساتھ بنین۔

بہیچ وجہ بنا شد فروغ مجلس انس
مگر بروے نگار و شراب انگوری

شہزادی نے فوراً شراب ناب منگوائی آزاد کی روح لرزتی تھی کہ خدا ہی خیر کرے مجھسے بھی اسرار کرینگی مگر ابھی تو بہ شکنی نہ ہوگی۔ مس میڈا نے ان پر نظر ڈالی اشارون سے گفتگو کی۔ عاشق ومعشوق دونون مین نظارہ بازی ہوئی اُنھون نے کہا۔ ؎

چہ قامتی کہ ز سر تا قدم ہمہ جانی
چہ صورتیکہ بہ ہیچ آدمی نمی مانی
چہ صورتیکہ گل گلستان فردوسی
نہ قامتے کہ سہی سرو باغ بستانی

آزاد۔ (ترکی زبان مین) بعد مدت آج ایک بوسہ لے گا۔

روز ہا رفت کہ دست من مسکین نگرفت
ساق شمشاد قدے ساعد سیم اندامے

میڈا۔ اب تھوڑے ہی دن باقی ہین۔ ذرا تامل کرو۔

روزے برسی بوصل حافظ
گر طاقت انتظار داری

شہزادی۔ آزاد تم کو سیبیریا کے برفستان جانا ہوگا۔ اسوقت
تم ایک قیدی ہو مگر خاطر سے تم کو قید بٹھالیا ہی۔

آزاد۔ اتفاق وقت۔ ہم وہ جانباز لوگ ہین جنکو شہنشاہ
قیدخانہ جگہ دین۔

کلیریسا۔ ایسین تو شک نہین مگر تم کو نیچا دکھایا تو مین نے

میڈا۔ پہلے جب ہم نے خبر پائی تب ہم کو اس بات کا یقین
نہین آیا کہ پھر اخبارون مین پڑھا کہ مس کلیریسا آزاد کو لیے بھاگین

آزاد۔ اتفاق! ان سے خود دریافت کر لو صرف ان کی
چوٹین بچائین۔

شب کو مس کلیریسا اور میڈا نے ایک کمرے مین آرام کیا
اور شہزادی آزاد کو لیکر محل معلیٰ کے باہر آئی۔

ز شعر حافظ شیراز میگویند و میرقصند
سیہ چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی

اللہ اللہ! آج تو عجب بہار ہی کہ سیہ مستی معنی ناصیہ
مضمون ہی سے آشکار ہی۔ الٰہی یہ صریر قلم ہی یا صوت
عنادل یا نغمہ سنجی مرغ سحر۔ یہ رگ گل ہی یا سطر الفاظ
معانی عاشق و معشوق کی طرح ہم آغوش ہین ہندوے مضامین
رنگین حلقہ بگوش ہین۔ زلیخاے دل یوسف مدعا سے ہمکنار ہی
ہر در و دیوار و برگ و بار سے عیش و عشرت نمودار ہی۔ نور کا
تڑکا صبح کا وقت سہانا سمان۔ سمک سے سما و ثرا سے ثریا
تک بہجت اور خرمی کے نشان۔ گلہاے نودمیدہ کی جلوہ گری
اور رعنائی۔ نسیم سحر باد نوروزی کی غالیہ سائی۔ نرگس شہلا کی
نگاہ بازیان۔ سوسن کی زبان درازیان۔ بلبل رنگین گفتار کے
ترانۂ گل و ورد زبان نوجوانان چمن زبان حال سے مبارکباد گو
اور غزلخوان طلیعہ صبح نشاط ہی وقت طلوع خورشید انبساط کی

الٰہی یہ صبح ہی یا فروغ تجلیات ربانی یا سبحان ملاء اعلیٰ کا
دل نورانی۔ چمن مین گلہاے شگفتہ اور گلون پر جوبن ہے
گلزار مین نور کا مسکن ہی اس روز طرب افروز پر عید قربان ہو جائے
رضوان آئے تو بہشت کا نام زبان پر نہ لائے۔

مژدہ اے دل کہ دگر باد صبا باز آمد
ہدہد خوش خبر از طرف سبا باز آمد
برکش اے مرغ سحر نغمۂ داؤدی را
کہ سلیمان گل از طرف ہوا باز آمد
مردمی کرد و کرم بخت خداداد بمن
کان بت سنگدل از راہ وفا باز آمد

ناہج سناہج سدا پاکیزہ مشرب فرخ نہاد میان آزاد آزاد
اصنام سیمین و نازک بدن کے عاشق دلدادہ کئی دن مصیبت
و تکلیف مالایطاق اٹھا کر شب کو گدگدے بستر پر با آرام تمام
سوئے دایۂ بہار رات بھر باد عنبر فشان کا پنکھا جھلتی رہی
سویرے منہ اندھیرے ان کے رفیق قدیم واجب التعظیم
حضرت خواجہ بدیع الزمان دگلے والی پلٹن کے کپتان افیم
کی پینک مین غین جھومتے ہوئے آئے دیکھا مسہری پر بستر
مکلف بچھا ہے۔ ادھر ادھر گل تکیے۔ مکان عشرت نشان سے
چوطرفہ تجلی و عنبر سارا کی بو سے خوش آتی ہی دل کی کلی کھلی
جاتی ہی آزاد کو آرام مین دیکھکر جناب باری کا شکر ادا کیا
سر بسجود ہوے تھوڑی دیر کے بعد آزاد کو جگایا حضور والا
اب آرام کر چکے اٹھیے آفتاب برآمد ہوا ہی۔ خداوند نیرنگ
سونافشان ہو رہا ہی۔

آزاد نے بستر چھوڑا غسل کیا۔ کپڑے بدلے اور خوجی
باتین کرنے لگے کہ اتنے مین ایک کنیز نوجوان شکر دہان۔

خوش نگاہ غیرت مہر رشک ماہ پری پیکر برق دم آئی اور آزاد کو دیکھکر مسکرائی ۔

ہوے کان نوش لب چون غنچہ خندید	
زشیرینی لبش چون قند چسپید	

مسکرا کر کہا حضور اب انعام دلوایئے تو ایک مژدہ روح افزا سناؤن آزاد نے از راہ مذاق جواب دیا اگر انعام دے کے مژدہ سنین تو ہم سے زیادہ بیوقوف کوئی نہین ہم تو چتونون سے تاڑ جاتے ہین مژدہ یہی ہی کہ تمھاری شہزادی نے تم کو ہماری خدمت کے لیے بھیجا ہو گا اور ہم نے تم کو دل و جان سے قبول کیا ۔ کنیز لطیف رو کیسقدر رجھا کر بولی واہ ایسی قسمت ہم کہان سے لائین کہ حضور کی مجلس این جگہ پائین اور ہمنے شہزادی سے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ با مذاق آدمی ہین بات چیت مین چھیڑ چھاڑ ضرور کرینگے کسی بوڑھی لونڈی کو بھیجیے ۔ اُنھون نے ہمارا کہنا نہ مانا ۔ آخر وہی بات ہوئی نہ ۔ خوجی نے کہا یار آزاد واللہ ایسی چمکتی ہی کہ بے اختیار شادی کرنے کا شوق چراتا ہی مگر تم سے یہ کہان ممکن ہی کہ ہماری سفارش کرو ہم رند قلندر ۔ تم پاتشاہ ۔ کجا راجہ بھوج کجا گنگوا تیلی کجا فیون پاک کجا چنبیلی اس تک بندی پر آزاد کو بڑی ہنسی آئی اور خوجی اکڑ گئے کہ کیا قافیہ ملایا ہی موزون طبع ہو تو خواجہ بدیع کا سا ۔

اتنے مین وہ کنیز شیرین زبان بلاے جسم و جان عدوے دین و ایمان بصد ناز معشوقانہ آکے بیٹھی اور آزاد سے کہا کہ آپکے لیے ایک پیغام لائی ہون ۔ مگر بہت پوشیدہ بات ہی اگر مضائقہ نہ ہو تو ایک گوشے مین چلیے چلنے کی تکلیف تو ضرور ہو گی مگر گلچین کہین خار سے ڈرا کرتے ہین ۔ آزاد بسم اللہ کہکر اس سنبل مو آتشین رو کے ہمراہ ایک گوشے مین گئے تو اُس پختہ اور چست و طرار نے گوہر مدعا کو سلک بیان مین یون پرو دیا حضور سے زیادہ خوش نصیب ہماری خدائی مین کوئی نہین آپنے کل ہی شب کو کل امور طے ہو گئے بس کلیرسا کی آتش غضب کو ہماری سرکار کے ابر نیسان تدبیر نے گل کر دیا اب وہ آپ کی دشمن نہین حضور نے ستم ڈھایا کہ ایسی بانکی اور مشہور دوشیزہ کی ضرب شمشیر تیز صولت اژدہا ہیبت کا جواب بوسۂ جان پرور سے دیا عشق بازی اور پاسبازی کو جنگ و حرب سے کیا سروکار ہے مگر حضور عاشق مزاج آدمی خاتون کجکلاہ تو خیز ناوک نگاہ پا کر رخسار رعنا اور چہرۂ زیبا کے بوسے لینے شروع کیے جسوقت ذکر آتا ہی تو جھینپ کر گردن نیوڑھا لیتی ہین بے ادبی معاف سیکڑون گالیان دیتی ہین ۔ دوسرا مژدہ یہ ہی کہ ہماری شہزادی کا آج آپکے ساتھ بیاہ ہو گا ۔ اسی وقت سے مشاطگان چابکدست و کامل فن سنوار رہی ہین ۔ آج کا جوبن دیکھنے کے قابل ہو گا ۔ ایک تو اٹھتی جوانی ۔ دوسرے بحر عشق کی طغیانی تیسرے خلقی مستی اور عشرت پرستی دلہنین تو بہت دیکھین مگر ان کی سج دھج کو ملاحظہ فرمایئے گا کہ ایک ایک عضو بدن سے حسن بیحجاب دلاویز سبک پرواز بلا انگیز نظر آئیگا عورت کیا چھلاوا ہی پری ہی ستم کا بانکپن قیامت کی جادو گری ہی ۔ گو وہ بھی عورت ہم بھی عورت مگر بعض اوقات بے اختیار جی چاہتا ہی کہ گلے لگا لین ۔ لب رنگ سحر آموز سے لب ملا لین ۔ آزاد نے قہقہہ لگا کر بات اڑا دی تو کنیز گلچین نے پھر کہا کہ حضور اس بات کو غلط نہ سمجھین لونڈی صحیح عرض کرتی ہی ۔ آزاد سخت متحیر ہوے ۔ بارالہا

یہ کیا اسرار ہے۔ کجا مس کلیرسا اور مس میڈا کی باتین کجا انکے عشق کی گھاتین۔ رات ہی بھر مین کایا پلٹ ہو گئی۔ کنیز نے تیز حرکات سے کل باتین دریافت کین۔ کیسا نکاح۔ کس کا بیاہ مگر ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ رمز یہان نہ کھلے گا۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ شہزادی شعلہ جولان بستہ وہان کے ایک خادم کے ہاتھ آزاد کے نام نگار ماہ لقا مس میڈا کا خط آیا آزاد نے لفافہ پڑھا چوما آنکھون سے لگایا۔ کھولا تو یہ مضمون نظر آیا۔ بنام آزاد یا غنا۔

غارت ہین صبر و طاقت و تاب و توان تمام
اے ترک تو نے لوٹ لیا کاروان تمام

پیارے آزاد تمھارے حسن جانفزا نے ہمارے خرمن دل پر وہ بجلیان گرائین کہ ہمین خوب جانتے ہین یہ چیستان حل کرو یہان تو ایک ایک آن ایک ایک قرن کے برابر ہے اب تمھاری جدائی کی تاب نہین مگر ایک نیا گل کھلا آج پولینڈ کی شہزادی کے ساتھ تمھاری شادی ہو گی ورقیامت کا سامنا یہ ہے کہ مین بدبخت بھی وہان موجود ہونگی مگر افتاد ہائے مجھسے یہ ستم کیونکر سہا جائیگا۔

بندے کے لئے جو آفتین ہین — اے عشق تری کرامتین ہین
دو دن کی حیات پر فلک سے — کیا کیا شکوے شکائتین ہین
اللہ ری گردش زمانہ — ہر روز نئی مصیبتین ہین

لیکن مایوس نہ ہو جانا۔ دو دن کے بعد تم یہان سے منزل مقصود پر پہونچ جاؤگے گو یہ دل لگی اور مذاق کا موقع نہین کیونکہ تنور سینہ مین طوفان الم جوش زن ہے اور ہر عضو بدن نخچیر تیر محن ہے۔ مگر اتنا ضرور لکھونگی کہ تم یون بھی اچھے رہے چاند سی بیوی پائی اور پھر جوان جہان۔ نازک بدن دھان پان

دیکھو آزاد کہین ایسی غلطی نہ کرنا انکار کرو۔ ورنہ وہ شعلہ قامت قیامت بپا کرے گی۔ مین سوچتی ہون کہ مین اپنی آنکھون سے کیونکر دیکھ سکونگی مگر مجبوری ہے۔ اپنے مسخرے خوجی کو کسی وقت بھیج دینا اب شام کو تو ملاقات ہو وے ہی گی مگر اس وقت دولھا بنے ہونگے دماغ کاہے کو ملین گے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے ہاتھ سے ہی جاؤ۔ خدا خیر کرے مس میڈا کا خط پڑھکر شک کی جگہ یقین کامل ہوا کہ کنیز کا صبح کا پیغام صحیح ہے لیکن حیرت اور زیادہ ہوئی کہ یہ ماجرا کیا ہے معلوم ہوتا ہے کوئی ایسی ہی بات ہے جس کو مخفی رکھا۔ خوجی کو خط پڑھکر سنایا تو مجھو ہنسنے لگے فرمایا کہ بھائی جان تڑکے تڑکے آیا کس لیے تھا صبح کو مین نے دیوان حافظ مین فال دیکھی تو یہ شعر نکلا۔

ز شعر حافظ شیراز میگویند و مے رقصند
سیہ چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی

بس فوراً سجدہ کیا اور جناب باری کی درگاہ مین دعا مانگی کہ جلسے جو ہو اس زندان بلاخیز سے جلد نجات ملے بس حافظ جی کی رائے پر چلیے وہ جو حکم دین۔

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

حافظ نے اسی غزل مین جو فال مین نکلی تھی باتین ہمین بتا دی ہین کوئی شعر بیکار نہین ہے سنیئے۔

دل اندر زلف لیلی بند و کار عشق مجنون کن
کہ عاشق را زیان دارد مقالات خردمندی

اب شراب نہ پینا خردمندی ہے مگر یہ خردمندی ہے زیان یعنی نقصان پہونچائیگی۔ لہذا اسکو چھوڑ دو اور جام پر جام لو۔ جو

حافظ حکم دے دہ کر ع کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

دعائے صبح و شام تو کلید گنج مقصود است
باین راہ و روش میشو کہ با دلدار پیوندے

سمجھے؟ کیا صاف حکم دے رہا ہے۔ لسان الغیب حافظ شیرازی معرکۂ سخن کا یکہ تاز تھا۔ ایک روز شاہ کجکلاہ ایران کی کوئی شے گم ہو گئی دیوان حافظ منگوا کر فال دیکھی۔ تو یہ شعر نکلا۔

بفروغ چہرہ زلفت ہمہ شب زند رہ دل
چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

اور جس لونڈی نے وہ شے چرائی تھی اُسی کے ہاتھ میں چراغ تھا حضرت سلامت آپ ابھی بچے ہیں آزاد نے پوچھا آپکی فال کی غزل کا مطلع کیا ہے۔ خوجی نے مطلع پڑھا۔

سحر با دمے گفتم حدیث آرزومندی
خطاب آمد کہ واثق شو بالطاف خداوندی

اور ساتویں صفحے کے شعر نے تو واللہ پھڑکا ہی دیا۔
اُستاد۔ اللہ۔

صبح است و ژالہ میچکد از ابر بہمنے
برگ صبوح ساز د بزن جام یک منے

کیوں ہے اچھا مطلع کہ نہیں شادی کی شادی ہوئی اور بھاگ جانے کی سبیل بھی نکلی تم مزے میں رہے اے یار کوئی لونڈی باندی من بدیع راہستم باید وہانید کرد۔ اینکہ روبرو ہست قابل ولایق من بدیع ہست آزاد نے اس خوش سلیقہ رنگین طبع کنیز سے کہا کہ ہمارے دوست خواجہ صاحب کا آپ پر بطور دل آیا ہے اور شادی کا شوق چرایا ہے۔ اُس پر کالا آتش نے جھڑک کر جواب دیا اے واہ اچھے آئے۔ پہلے اپنی صورت تو دیکھو میاں۔ ایڑی چوٹی پر

ایسے موئے بونے ٹٹے کو قربان کر دوں موئے خبیث کی باتیں تو سنو۔ ہم اچھے اچھوں پر نظر نہیں ڈالتے یہ نگوڑا وہاں سے بڑا وہ بن کے آیا۔ یہ اور ہم سے چھیڑ چھاڑ۔ اے تیری قدرت۔

آزاد ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ گئے۔ خوجی کے غصے کا پارہ ایکسوئیں درجہ پر پہونچا۔ بہت بگڑے۔ ہونہہ! کیا شان خدا ہے مصر میں جس طرف سے ہم نکل جاتے تھے امیر اور غریب سب کی عورتیں گھورنے آتی تھیں۔ اچھی اچھی رئیس زادیاں انگلیاں اُٹھاتی تھیں۔ اُنھوں نے ڈٹینا شروع کیا اکثر محاورے تو ہماری سمجھ ہی میں نہیں آئے۔ مس روز ہزار جان سے عاشق ہو گئیں مس میڈ ابھی خیر۔ اب اس کا ذکر ہی کیا ہے۔ جو عورت دیکھتی ہے تہ دل سے عاشق ہو جاتی ہے۔ ایک عورت نے جو ہم پر عاشق تھی اپنی کئی ہمجولیوں سے کہا کہ۔

زلف کو دیکھ کے سنبل ہی پریشان کیسا
اُس کا منہ دیکھ کے آئینہ ہے حیران کیسا
تم کو اے قافلہ والو مہ کنعان کی قسم
بیسکر یوسف کا یہ ہے چاہ زنخدان کیسا
قامت سرو پہ ہے ناز تجھے اے قمری
دیکھ تو تو ہے مرا سرو خرامان کیسا

میں نے آنکھوں سے نہ دیکھا نہ چھوا ہونٹوں سے
کیا بتاؤں کہ ہے وہ سیب زنخدان کیسا

یہ ہماری شان میں کہا تھا اور جس پری پیکر عورت نے کہا تھا کمسن اور خوبصورت کوئی سینتالیسواں سال تھا اور گندم گوں لحسن برفتہ۔ مگر ہم درویش قلندر ہیں ان باتوں سے کیا واسطہ رہا ہے بڑو کا ہے کو۔ بس۔

عطر مٹی کا لگا یا چاہیے پوشاک مین
خاک سے رغبت رہے ملنا ہے آخر خاک مین

کنیزک۔ کیا کچھ عقل دماغ ہی نہین اللہ جانتا ہی۔ یہ سودائی ہین کل ایک درخت کے سائے مین کھڑے ہوکر درخت کو گالیان دے رہے تھے۔

آزاد۔ ہان کیون خواجہ صاحب۔ صحیح ہی۔ آپکو واللہ؟

خوجی۔ اجی مین چلا آتا تھا۔ ایک جانور نے تاک کر بیٹ کر دی اور مجھے معاً شک گذرا کہ بیٹی کا بہروپیا ہی پلٹ کے مین نے غل مچایا بھلا بے گیدی۔ بھلا۔ اچھا بچہ سمجھا جائیگا۔ کیا نیچے نہ آؤگے۔ دیکھا تو جانور۔ ارے مگر اُستاد آثار برے ہین معلوم ہوتا ہی کہ گیدی کا یہان بھی گذر ہوا یہان حلال ہی کرڈالون گا۔ ابے یار تم نے قرولی نہ منگوادی واللہ قرولی منگوادو تو لاش پھڑکتی ہو۔

آزاد۔ خدا خیر کرے ہمتو سمجھے تھے کہ یہان کی آب وہوا راس آئی قرولی بھولی مگر پھر جنون حضور کے گلے پر سوار ہوا۔

خوجی۔ جناب سنیئے۔ چاہے پاگل کہیے چاہے سڑی سودائی
ع۔ محبت مین بھی یکسان ہین جسکی جس سے بن آئی

بند قبا جو کھولے تو اے رشک آفتاب
کیونکر نہ اپنی جیب کے ٹکڑے اُڑائے صبح

اتنے مین عرب آئی مصافحہ کیا اور عربی زبان مین کہا کہ خدمت کے لیے دس خدمتگار۔ بیس سپاہی اور دس کنیزین حاضر ہین جن مین ایک بھی شامل ہین کنیز خوش تمیز سنکر مسکرائی۔ کہا لیجیے حضور اب خدمت مین قبول کیجیے رنڈی حاضر ہی تھوڑی دیر مین آزاد کے واسطے لباس بیش بہا بھیجا گیا اور رنڈیون نے ہر شے کو قرینے سے رکھا۔

اُسوقت آزاد کی طبیعت انتہا کی بشاش تھی جس وقت اُس بت یوسف جمال مشتری خصال کا چاند سا مکھڑا یاد آتا تھا کھلے جاتے تھے۔ اللہ اللہ ایسی بلقیس مرتبت شہزادی اور ہمارے عقد نکاح مین آئے۔ گردن توارہ نور ہی یا شمع کافور عارض رنگین گل تر ہین یا رشک ثمر نزاکت نازک کمری کے صدقے ہو جائے حسن تجلی پر تو شاہدان چگل کو شرمائے خوجی سے کہا یار اب یہ فرط مسرت سے لغ لغ ہے اور فلک الافلاک پر دماغ ہی۔

چمن مین کیجیے اشارہ جو سوے نخل حنا
تو ساتھ اشارے کے انگلی پر رنگ مرجان ہے
ریاض دہر مین پھریے تو سایے کی صورت
مراد دل کے عقب آرزو شتابان ہے
چمن مین بات جو کیجیے تو منہ سے پھول جھڑین
اب ان دنون مین یہ فیض بہارستان ہی
زمین پہ دانہ جو پھینکا تو گر کے نخل ہوا
نمو کی سعی سے صبا دسخت حیران ہے
کمین ہے آئینے سے صاف تر زمین چمن
کہ اس سے سبزۂ دارستہ تک نمایان ہے
پڑا ہے عکس یہ بجلی کا وقت نظارہ
جو داغ لالہ مین کہتا ہی عین بہتان ہی
نہال گلشن تصویر بھی ثمر لائین
بہار کا چمن دہر مین یہ فرمان ہی

خوجی نے کہا بھائی جان جو حافظ شیرازی نے کہا ہی گا بس

شعر حافظ شیراز میگویند و میرقصند
سیہ چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی

تمھارے بخت جوان نے یاوری کی اب کیا پوچھتے ہو آج کی رات عمر بھر یاد رہے گی کن کن مصائب کے بعد یہ روز عشرت افروز نصیب ہوا۔ آزاد نے ہنسکر جواب دیا۔ بھائی ایسا نہو کہ ہم یہان ہی کے ہو رہین مگر اب طرح طرح کی فکرین دل مین پیدا ہوتی ہین۔ اگر شادی ہوئی تو پھر چھوڑ کے بھاگ جانا مصلحت کے خلاف ہے۔ وضع کے بھی خلاف ہے۔ اہل آبرو ایسے امور سے اجتناب کرتے ہین اور بغیر شادی کے چارہ نہین اور بھائی سچ یون ہی کہ اب تو اگر شادی نہ ہو تو ستم ہو جائے خیر فہمیدہ خواہد شد اگر زندگی ہی تو حسن آرا بیچاری سے ضرور ملینگے۔ ہاے عرصۂ دراز سے کوئی خط نہین آیا۔ اور نہ ہم نے کوئی خط بھیجا۔ اسکے بعد مس میڈا کے خط کا جواب یون لکھا۔

اے راحت جان بے قرارم
امید دل امیدوارم

شادم بغمت کہ در ہمہ حال
سوز غم تست سازگارم

نارفتہ از کنارم اے دوست
یکبار ز عیش برکنارم

تا مرگ نگیرم دم گریبان
من دست ز دامنت ندارم

چون ہیچ نہ شد بسعی حاصل
کام دل خستہ و نگارم

آن بہ کہ ز صبر رخ نتابم
باشد کہ مراد دل بیابم

جان آزاد تم پہیلیان بجھواتی ہو اور مین اس مرض کا طوطا نہین پالتا واسطے خدا کے بتاؤ تو سبب کیا ہی شام کو کچھ باتین ہوئی تھین اس وقت کچھ اور ہی خبر سننے مین آئی معلوم ہوتا ہی کہ کوئی گل کھلا ہی۔

ہر فتنہ دارد دگر روزگار
من و مستی و فتنۂ چشم یار

جو امر تم نے لکھا وہ طوعاً و کرہاً منظور کرنا پڑا۔ آزاد

پریچہرہ شہزادی اور آزاد کی شادی

بیا ساقی آن مے کہ حور بہشت
عبیر ملائک در آن مے سرشت

بیا ساقی آن مے کہ تیزی کند
ببلغ دلم شک بیزی کند

بیا ساقی آن آتش تابناک
کہ زردشت میجویدش زیر خاک

بیا ساقی اکنون کہ شد چون بہشت
ز روے تو این بزم عنبر سرشت

بیا ساقی آن مے کہ شاہی دہد
بپاکی او دل گواہی دہد

بیا ساقی از بادہ ہاے کہن
ز جام پیاپے مرا مست کن

چو مستم کنی از مے بے غشت
بمستی بگویم سر دوم خوشست

ساغر سرشار ہو اور رطل گران بار ہو بغل مین نگار مشتری عذار ہو اور طبع جوان طرحدار ہو تو زیبا عروس رنگین مضمون اپنے حسن بیباک و خدا آفرین پر کہان تک نہ اترائے شاہد دلربائی ساقی اصنام سیم اندام فرخار کو کیونکر نہ شرمائے گرنگ سرنگ خامۂ مزاج نوجوانان نوخیز کی طرح بلون بڑھی فرط مستی سے اٹکھیلیون برہے۔ ہنگام خرام ناز معشوقون کی جلوہ گری ہی گلگون خامہ کیا وطین ہی پرستان کی پری ہی چکارون کی سی چہل بل برکی سی سبک چال ہی سرعت مین برق جہندہ بلند پروازی مین عنقاے رنگین پر و بال اور کیون نہو آزاد فرخ نہاد کی شادی کتخدائی کا مضمون معرض بیان مین لاتا ہی صفحۂ قرطاس کو نگار خانۂ ارژنگ بناتا ہی۔

اب سنئے کہ پولینڈ کی طاؤس زیب و دلفریب شہزادی ہر ہفت آرایش سے نشین اور حلیۂ پیرایش سے مزین ہوئی ایک تو یون ہی جوبن اور جوانی پھٹی پڑتی تھی دوسرے مشاطگان کامل فن نے آتش حسن کو اور بھی بھڑکا دیا

یکے خود خوبرو بودی دگر آراستی خود را
بتا معلوم شد ما را کہ قصد جان ما داری

آج غضب کا سامنا ہے۔ خدا ہی خیر کرے۔ دیکھیں یہ حسن گلوسوز اور نور گیتی افروز کیا قیامت ڈھاتا ہے آزاد کو خدا بچائے اس محبوب مرغوب کافرکیش کی زلف چلیپا کے دام میں نہ پھنسنے اسوقت تو معشوقہ دلربا حسن آرا اور نہ ناظورۂ سنز والا مس میڈا کا حسن بھی اس سمن عارض کے مقابل میں ماند ہے انسان کا مکھڑا ایسا صاف چاند ہے۔ سب لالہ رخسار اور گلعذار سہیلیاں جلو میں تھیں۔ سب کمسن نوجوان ملایک فریب غنچہ دہان آفتاب جلوہ جادو نگاہ۔ نسرین بدن غیرت ماہ زرق البرق لباس زیب بر۔ زرین کمر کسی کی پوشاک دھانی کسی کی ارغوانی کسی کا لباس آبی کسی کا گابی۔

ہے لطف حسینوں کی دو رنگی کا امانت
دو چار گلابی ہوں تو دو چار بسنتی

ایوان کیوان نشان کی تیاری کی توصیف میں زبان ناطقہ لال۔ جو شے تھی عدیم السہیم فقید المثال۔ آئینہ گونا گون اشیاے بوقلمون۔ قاقم و سنجاب پرنیان و کمخواب ہی ہر سمت نظر آتا تھا۔ آنکھوں نے نور پایا تو کانوں نے سرور۔ محل عشرت منزل سے دو میل تک سڑک پر پانی کے عوض کیوڑے کا چھڑکاؤ ہوا تھا۔ کیاریاں خوب سینچی گئی تھیں بیچ میں لال لال سڑک اور ادھر ادھر سرسبز دوب کی لنگ اشجار پر بہاروں پر میوے ہوا سے جھونکے کھاتے تھے زمین کو بار آوری کے سبب سے بار بار چوم جاتے تھے کہ ایسی گلزمین جگہ پائی چہرہ پرداز عروس ایجاد اور کدیور گلشن کون و فساد نے اس زمین مینو آئین کو رشک گلزار ارم بنایا تھا باغ نسیم زیادہ مرتبہ پایا تھا۔ کسا پر گلزار اور گلزار میں بہار اور بہار میں پریوں کا نکھار اور اس نکھار پر جوبن جستی دل و جان سے نثار کہیں تدرو کا خندہ سرشار کہیں روح افزا صوت ہزار کہیں موریلوں کی جھنکار۔ کہیں پپیہوں کی پکار کو مٹی کے سامنے حوض لطیف و صفا پرور روکش تسنیم و کوثر بے نظیر لطافت تخمیر سورہ کوثر کی تفسیر انزلنا من السماء کا مضمون اس حوض سلسبیل سلاست سے آشکار تھا۔ پانی مومیائی دل شکستہ مرہم جگر فگار تھا۔

ہمیشہ در دہن کوثر آب گردد
از آن کہ از لب حوضش کند حسرت یاد

باغ مینو سرشت کی گلریزی۔ باد غالیہ سا کی عطر بیزی آب حوض کی روانی عنادل کی شیوا بیانی۔ گلوں کی رنگینی شاخوں کی بہار آفرینی یہ سامان طرب لطف دکھاتا تھا کہ غنچۂ دل کھلا جاتا تھا جدھر دیکھو لالی تھیں جدھر نظر ڈالو جواہر رنگین حاصل کان و قرۃ العین عمان یہاں قدر پانی لولوے لالہ اور مروارید غلطان کی یہاں کی کنیزان لالہ رخسار گلعذار نے وقعت بڑھائی تھی یہ یاقوت ہے یا پری رخان چگل کا لعل نوشخند یہ مروارید ہیں یا خراج سحاب نیشکین پرنم جیسے صاف و پاک جس نہ خاشاک۔

در فروغ صفا آب رخ کار او — روشنی آفتاب سایہ دیوار او

یہی معلوم ہوتا تھا کہ ایوان فلک سائبان کو معماران ساحر نے جادو کے زور سے بنایا ہے سحر بابل کو شرمایا ہے مکان کیا صنم کدہ دلکشا ہے نگارستان روح افزا ہے عیش کا کاشانہ ہے صنم کدہ ہے پریخانہ ہے اس نزہت کدہ فردوس کی صناعی و رنگ آمیزی آب و تاب جاوید اور دلاویزی سے خدا کی قدرت مجسم نظر آتی تھی

عقل تک بحر حیرت مین غوطے پر غوطے کھاتی تھی کہ یا للعجب یہ مکان ہی یا پری ہی صناعی ہی یا جادوگری ہی سحر سامری ہے یا کشف و کرامات ہے۔

چہ روضہ ایست خدایا کہ رفت از یادش
خیال گلشن فردوس از دل زہاد
زعرش بال و پر افشان فرود مے آیند
پے زیارت آن قدسیان پاک نہاد
صفاے مرمر صحنش چگونہ شرح دہم
کہ تیرگی برد از چشم کور مادر زاد
شعاع شمسۂ آن گرفتہ بروے قمر
وگر ز قید کلف چہرہ اش شود آزاد
بہ ہر کجا کہ بود نامرادی اندر دہر
بہ آن خجستہ حرم چون رسد رسد بمراد
کجاست دار الامانی چو آن بزیر سپہر
کہ از حوادث دور سپہر ایمن باد
غنی شدہ است بہ تعمیرش آنچنان مزدور
کہ گنجہا بہ سر یکدگر ز مزد نہاد

اب سنئے کہ مصباح مجالس اور امیر اعلیٰ نژاد میان آزاد فرخ نہاد کا بحر عشق جوش زن تھا۔ ایک ایک گھڑی ایک ایک سال کے برابر گذرتی تھی دعا مانگتے تھے کہ بار خدایا کہین جلد شام ہو عروس عدن تخت سیمین فلک پر جلوہ افگن ہو۔ برق دم دولھا کی بغل مین پری پیکر دلھن ہو۔ اب تو نشہ بادۂ عشق مین بجز وصال محبوب زہرہ رخ جادو جمال اور کچھ بھلا نہین معلوم ہوتا۔

مستعستان دگر از ساغر سرشار شدم
نشہ آمد بسر کار و من از کار شدم
ہمہ از بام و درش ظلمت عصیان میریخت
چون بطاعت کدہ شیخ سیہ کار شدم
بخط ساغر مے خط غلامی دارم
فارغ از کشمکش سبحۂ و زنار شدم
چہ قدر خندہ بر آزادی سیمرغ زدم
بخم دام تو آندم کہ گرفتار شدم
توبہ از بادہ در آغاز جوانی کردم
اول مستی من بود کہ ہشیار شدم

اتنے مین خواجہ صاحب بدیع الزمان کرم بھوڑ ملنجی بخشان لڑھکتے ہوے آئے۔ السلام۔ السلام و السلام بندگی عرض ہی حضرت
گو نہین پوچھتے ہر گز وہ مزاج
ہم تو کہتے ہین دعا کرتے ہین
آج آپ کا دماغ ہی نہین ملتا۔ ارے یار کچھ نہ پوچھو۔ وہ ٹھاٹھ اور وہ تیاریان ہین کہ بس دیکھنے سے تعلق ہی۔ کنیزان بلورین زنخ پر دہ جوبن ہی کہ بھئی واللہ ابھی مذہب سے ہاتھ دھوتا ہون اور انکا بندہ ہوتا ہون۔ ہاے ہاے جوان جوان گوری گوری لونڈیان پوشاک زرین مین غرق بیاق سیمین سینہ بلورین رخ رنگین بھائی خدارا کسی کے ساتھ تو مین بدیع کی بھی شادی ہو جائے اللہ اللہ ایسی ایسی چنچل شوخ چلبلی دیکھنے مین آئین کہ دل بے قابو ہو گیا تو من شدی من تو ہو گیا۔ اس تک بندی پر آزاد بڑی دیر تک ہنسا کیے۔ مگر تعجب ہے کہ ابھی تک کوئی بے تکا شعر حضرت کی زبان مبارک سے نہین نکلا آزاد نے کہا حضرت یہان تو دست بدعا ہین کہ کہین جلد شام ہو تو اس گل پیرہن سے نوبت بوس و کنار آئے دولھا آزاد ہو دلھن منہ مانگی مراد پائے۔ اب قرار اور چین نہین۔

بردہ طاقت و قرار مرا
کردہ خون دل نگار مرا

سن فدایت نسیم صبح گیے | بدر اور سان غبار مرا

انشاء اللہ اقتراب تھوڑی ہی دیر ہی. مگر دل گواہی دیتا ہی
کہ آج کا حسن ہمین کہین کا نہ رکھے گا آجکا جوبن آفت ڈھائیگا
خوجی نے کہا بھائی جان لِلّٰہ ہماری کچھ فکر کرو۔ دل ہاتھ سے
جاتا ہی اب دل پر قابو نہین رہا۔ میان قسم خدا کی کوئی ڈیڑھ سو
کے قریب پرستاران لالہ عذار سیم بدن بلورین ذقن نازک کمر
پری پیکر دیکھین اور ایسی حسینہ وجمیلہ کہ بھوک پیاس صورت
دیکھتے ہی نفرد ہو اور ان سب باتون پر طرہ یہ کہ رگ رگ مین
شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہی ایک گدبدی دبنگی نوخیز نے قریب
آکر اس نلمٹے سے ٹپ جمائی کہ کھوپڑی ہی جانتی ہی مگر جی خوش
ہوگیا کہ اس قابل تو ہوے اور جتنی تھین سب یہی کہتی تھین کہ
وہ آزاد کے ابا جان آتے ہین۔ آزاد نے مسکرا کر کہا بڑے شریر
ہمان باتون پر میرے ہاتھ سے ایک دن پٹو گے۔
خوجی۔ اچھا پھر ہم اب کس کے ساتھ شادی کرین فرمایئے
آزاد۔ تمکو کوئی پوچھتا بھی ہی کہ شادی ہی کروگے چلے وہان سے
خوجی۔ گستاخی معاف ہو تو عرض کرون بیس روز کسن پر پھسل
پڑی تھی میصر کی پریون کی آنکھ کس سے لڑی تھی تا واب جھیپے
تو نہ ہوگے۔ اب خیر مائو ذرا چلیے وہان سے دو بن کے میان
یہ حسن اور کندنی رنگ کسی کو نصیب کہان ہوتا ہی۔

یہی بیداد ہے تو حشر کو ہم تم اے یار
دیکھ لینا کہ اٹھے دست و گریبان کیونکر

راوی۔ الحمد للہ۔ اب البتہ ایک شعر حسب حال پڑھد یا شاباش
آزاد۔ اچھا ہماری شادی ہوے تو پھر کسی نے بالک کے ساتھ
فکر کردین فوراً دھاپک وز تاہل کرو۔ پچاسون مل جائینگی تم تو
جلد باز آدمی ہو بھئی۔ اور ہمین آج اپنی شادی کی فکر ہی۔

خوجی۔ اے یار ہمارے پیٹ مین چوہی چھوٹے ہوئے ہین بھائی
آزاد۔ معقول پیٹ کیا ہی چوہے دان ہی کیا فرمانشی پیٹ ہے
خوجی۔ بھلا کبھی ان صاحب دراپسے خوبرو اور جوان عنلاور
لے بالک کے ساتھ شادی ہو۔ اگر کوئی ماہرو ہو تو یون بھی سہی
مگر سِن چالیس برس سے زیادہ نہ ہو۔ ورنہ۔

ادھر رقیب ہون وہ ہون اشارہ بازی ہو
ادھر بھی دیکھ لین اتنا انھین خیال نہین

یہ بڑی شیر ملھی کھیر ہی جناب قبلہ وکعبہ دو جہان سلامت باشند
راوی۔ سبحان اللہ۔ بات کیسی پورا القاب لکھ گئے اس وحشت
کے قربان۔ آدمی مین حواس ہی حواس تو ہین اور رہی ہی کیا
خوجی۔ خدا تم کو شادی مبارک کرے چین کرو۔ لطف اٹھاؤ

تا صحن گلشن است ملالت زدائے دل
تا صوت بلبل است طراوت فزائے دل
بزم تو باد غیرت گلشن ز اہتزاز
خواجہ درو چو چہچہ خوش رشک بلبلان

آزاد۔ تسلیم۔ اب کیا وقت ہوگا۔ ع

چون گوش روزہ دار بر اللہ اکبر است

مگر وہ بھی منتظر اور بے قرار ہو گی۔ مار لیا ہی انشاء اللہ
خوجی۔ وقت کیا پوچھتے ہو دیر آید درست آید۔ ہماری دعا ہی
کہ حق تعالیٰ تم کو میمون کرے۔ واللہ تہ دل سے خواجہ بدیع
یہی دعا مانگتے ہین۔
آزاد۔ تم کو خود خدا میمون کرے۔ شرارت سے نہین چوکتے تم
خوجی بولے اب آج تو ہنسی دل لگی چہل مذاق کا دن ہی۔

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو | جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہی

جس دن قید خانے تمھارے دشمن بھیجے گئے تھے۔ بھلا کوئی

کہہ سکتا تھا کہ تم اس مہ پارہ کے میاں ہو گے جس وقت مس میڈا اور مس کلیریسا کے ساتھ کھڑے گئے دل کی کیا کیفیت تھی۔ اجل ہر در و دیوار سے نظر آتی تھی یا نہیں۔ مگر آج خدا کے فضل سے دولھا بنے ہو مخمل کاشانی بیش بہا کے بستر پر آرام کرو گے۔ گل تکیے اور چار بالش اور پردے چینی اور ختائی اور دیبا اور سمور ہر سمت ہفت اقلیم کا سامان شادی بہم ہو گا طیور ذی شعور ہنگام صبح سرہانے چہک رہے ہونگے بستر کے ادھر ادھر انواع و اقسام کے پھول مہک رہے ہونگے طیور خوش الحان گا۔ ابہشت کے مرغان اولی الاجنحہ کو رنگین گفتاری میں مات کرینگے اور باد صبا کے ہر عنبر بار و مشک بیز جھونکے کے ساتھ روضۂ رضوان کی لپٹیں آتی ہونگی۔ خواصوں اور مغلانیوں اور مہریوں اور حبشنوں کے عوض روس اور پولینڈ کی نازک اندام و صنوبر خرام عورتیں نظر آئینگی۔

آزاد نے آہ سرد بھر کے جواب دیا۔ یار تم سے کیا کہیں طرح طرح کے خیالات دل میں جگہ پاتے ہیں۔ خدا جانے کون کون بتان سیمبر یاد آتے ہیں محبوب عجوبہ دلربا یعنی حسن آرا ہر دم نظر کے سامنے رہتی ہیں اُس ناز و انداز کی تصویر صفحۂ دل پر مرتسم ہے وہ بات بات پر زیر لب مسکرانا۔ کبھی لجانا کبھی شرمانا کبھی گورے گورے ہاتھوں سے سفید سفید مزے دار خوشبو بیڑے کھلانا کبھی ہنسی ہنسی میں روٹھ جانا کبھی گلے میں ہاتھ ڈالکر منانا لع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔ خدا جلد اُسکی صورت زیبا دکھائے۔

من این مراد بہ بینم بہر خود کہ شبے
بجائے اشک روان در کنار من باشے

خیر سمجھا جائیگا۔ یار زندہ و صحبت باقی۔ مگر آج ایک بڑا سامنا ہی

آزاد کی زبان سے یہ لفظ نکلا ہی تھا کہ خوجی نے للکارا۔ او گیدی خبردار آج کے روز سعید ایسا لفظ زبان پر نہ لانا۔ برا، کیا معنی آج ہر سمت بھلا ہی بھلا نظر آتا ہی مزاج مارے خوشی کے تختۂ زعفران کشمیر ہوا جاتا ہی اور تم زبان پر ایسے منحوس کلمات لاتے ہو اور مجھ پیر فرتوت کو مفت میں جلاتے ہو ع زن فال بد کا در دحال بد۔ ہندوستان میں ہوتے تو اس وقت زنانخانے میں ڈومنیاں گاتی ہوتیں اور باہر ارباب نشاط کی دھاچوکڑی اور پریوں کے جھرمٹ سے پرستان کا دھوکا ہوتا۔

بہار گاتی ہو مطرب جہاں گلستان ہے
پیالہ دیجیو ساقی کہ جوش باران ہے
نسیم پھرتی ہے مانند خضر کہتی ہوئی
کہ دست شاخ میں گل جام آب حیوان ہی

اتنے میں لیلائے شب زلف عنبرین کھولے ہوئے آئی۔ انجم و اختر نے خواصوں میں جگہ پائی اور ضیغم نیستان شجاعت ہزبر بیشہ بسالت ضرغام ظلمت باریک دم کوتاہ سم کی پشت پر آگئے۔

خود چو بر اسپ عربی بر نشست
آمدہ بر فوج غزالان شکست

اسپ چہ اسپ اشہب باد صبا
اسپ بگو سرخ گلگون قبا

اسپ باین شوخی دلچسپ کو
حور بگو اسپ بگو اسپ کو

پیش رو جودت طبع سلیم
گام نہد بر پر دوش نسیم

خوش خرام زرین لگام عربی نژاد صبا نہاد۔

از نعل دیگر مہ زمین و ز گام او کرتہ زمین

ز آہنگ او اگر زمین در قلبت خالی عضب

باد بہاری خویش او ونا ورد جولان کیش او

سحر او در پا پیش او چون مہرہ پیش لو العجب

نخلی عنقا شکوہ پر یہ شیر دل شیر مرد حسن خداداد میں بے نظیر

جہاں حسین میں فرداس شان برنائی سے بیٹھتا تھا کہ فغفور چین حاشیہ برداری کرتے۔ خاقان ختن چاکری کا دم بھرتے گھوڑا چھل بل دکھاتا تھا زمین سے اڑا جاتا تھا سعادت جلو میں تھی ظفر رکاب کو بار بار چومتی تھی۔ آزاد کج کلاہ بڑے عز و جاہ سے اس غیرت ماہ کے در دولت پر داخل ہوئے۔

خوجی نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آزاد فرشتہ نہاد پشت توسن سے اترے معاً پچاس توپ اژدر دہان کی سلامی اڑائی گئی خوجی اس وقت جامے میں پھولے نہیں سماتے تھے غنچہ گل کی طرح کھلے جاتے تھے در دولت پر بآواز بلند شعر پڑھا

سرم بہ سجدۂ ہر در فرو نمی آید
بہ آستان تو نازم کہ آسمان خیز است

وہاں جا کر دلہن کو دیکھا تو سبحان اللہ سبحان اللہ۔

وصف رخسار تو گفتم سخنم رنگین شد
از لبت حرف نوشتم خط من شیرین شد

ناز آفرین۔ زہرہ جبین۔ گیسو کمند۔ یوسف جمال۔ خوش کلام شیرین مقال۔ غارتگر صبر و ہوش۔ نسترن بناگوش آفت توبۂ نصوح۔ نمکپاش زخم سینۂ مجروح۔ سنبل ہندوئے زلف عنبر بو سرو آزاد بندۂ قامت دلجو۔ نرگس شہلا گرفتار چشم جادو دردندان سے گوہر خوش آب خجل چشم مست سے شراب ناب منفعل۔ قلب شکن لشکر حواس ہوش۔ بلائے بے درمان ستم کوش۔ لاکھوں میں انتخاب کروڑوں میں لاجواب

یوں تو جو گل ہے خوب ہے لیکن
تیرا اے گلعذار کیا کہنا

مِس پالن

ایک پادری صاحب جن کی عمر اسی سے تجاوز کر گئی تھی اور جن کی ریش سفید اور کمر خم اور گالوں کی جھریوں اور پوپلے منہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بابا آدم کے ہمعصر ہیں گرجا گھر میں تشریف لائے انکے ہمراہ ایک نازک بدن غنچہ دہن ستم عربدہ جو بھی بصد ناز مشتاقانہ آئی۔ عارض تابان اور زلف چلیپا اور نازک کمری اور قد دلجو نے کل حاضرین کو جو سوا سو سے کم نہ ہونگے فریفتہ کر لیا یہ مس بیش بہا انگریزی پوشاک پہنے تھی اور گلاب بصرہ کے عطر کی وہ لپٹ آتی تھی کہ تمام عمارت بس گئی لوگوں کو حیرت تھی کہ یارب اس سن اور عمر پادری کے ساتھ یہ پری کون ہے جسکی مستانہ چال اور چہرۂ زیبا اور زلف عنبر بار نے سب کو لبھایا۔

از کجا آمدی اے مست خوبی محو ناز
عطر آگین تا بدامن عنبر افشان تا کمر

پادری صاحب اتراتے ہوئے آگے بڑھے ایک کرسی پر بیٹھے اور اس محبوبہ دلربا کو بھی قریب کی کرسی پر بٹھایا۔ اس جوان عورت کی چال ڈھال انداز جھجک سے پایا جاتا تھا کہ کبھی صحبت میں نہیں بیٹھی ہے اور اگر بیٹھی ہے تو گاؤں میں شہر میں آنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ ہر شے کو اجنبیت سے دیکھتی تھی واقفکار آدمی بھانپ گئے کہ کچھ دال میں کالا کالا ضرور ہے مسن آدمی دنیا بھر کے خرانٹ۔ جوان آدمی رنگین مزاج قلندر مشرب جو عورتوں کی صحبت میں عرصے تک بیٹھے تھے اور انکی خو بو سے خوب واقف تھے عورتیں جو خود رنگین طبع تھیں یہ سب مرد ہوں خواہ عورت بھانپ گئے کہ یہ مس صحبت میں کبھی پیشتر نہیں بیٹھی ہے۔ گرجا میں عبادت کے وقت کو ابھی دس بارہ منٹ باقی تھے اور ہر فرد بشر کی نظر اسی کی طرف تھی پادری صاحب بھی لوگوں کی حیرت اور استعجاب پر نظر ڈالکر

دل ہی دل مین ہنستے تھے اور وہ زن خوبرو اپنے کو اجنبی سمجھکر کسی قدر پریشان تھی۔ ناکتخدا اور بہادر طبع اور نکیلے نوجوانون مین چپکے چپکے باتین ہونے لگین۔

ٹام۔ ارے میان ڈیوس یہ بیچ کون ہی۔ ذرا دیکھو تو۔

ڈیوس۔ ہونہ بھا ہم سے کہتے ہو؟ ہم اسوقت سے گھور رہے ہین۔

ٹام۔ کپڑے انگریزی ہین۔ گال گورے گورے ہین سرخ و سفید مگر زلف سیاہ ہی بھورے بال نہین اور سیہ چشم بھی یورپ مین تو نہین ہی مگر رنگینی اور خوبصورتی ملاحت اور صباحت ملکر لینڈ مین سے بڑھ گئی ہی۔ کوئی ایسٹ انڈین ہی لیکن چال ڈھال سے اسقدر وحشت برستی ہی کہ معلوم ہوتا ہی کسی ہندوستانی عورت کو انگریزی لباس پہنا دیا ہی۔

ڈیوس۔ اول تو کرسی پر بیٹھنے کی طرح ہی نرالی ہی دیکھو دیکھو۔

ٹام۔ مین خوب دیکھ رہا ہون مگر قابل اسکے ہی کہ جورو بنائیے۔

ڈیوس۔ پھر آؤ ہم تم ڈورے ڈالین۔ ہم بھی ناکتخدا تم بھی۔

ٹام۔ اچھا پھر تم سے رقابت ہی سہی۔ آپ بھی کوشش کرین اور اینجانب بھی دیکھین کون کامیاب ہوتا ہی کسے بافخر

ڈیوس۔ نا بھئی۔ ہم یون ڈورے ڈالنے والے آدمی نہین ہین جی ہان پہلے معلوم تو ہو کہ ہی کون کس کی لڑکی ہی۔ کون ہی۔ کہان تعلیم پائی پڑھی لکھی ہی یا نہین ناچ گا سکتی ہی یا نہین ضرور بہر مقدم یہ بات دریافت کرنی ہی کہ چال چلن بی صاحبہ کا کیسا ہی جب یہ سب باتین دریافت کرون تب البتہ ڈورے ڈالون

ٹام۔ ہم تو اسی وقت جاکے قریب بیٹھتے ہین عشق ہی تو ہی

ع ملے ترام خیز ستان خیال۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد	بسا کین دولت از گفتار خیزد

اور یہان تو دیدار بھی ہو گئے۔ جاؤن یا نہ جاؤن۔ جور اہو

ڈیوس۔ ابھی نہین۔ بدنامی ہوگی۔ مگر پادری صاحب کی لڑکی تو نہین ہی۔ اسقدر دریافت کرلینا لازم ہی۔ مجھے بھائی جان ٹام۔ صورت تو یورپ مین کی سی نہین ہی۔ مگر ہان حسین ہی بھئی بچا رہے جرم ہو ہم تو یہی کہین گے کہ کسی ہندوستانی عورت کو پادری صاحب نے عیسائی کیا ہی اور یہان لے آئے ہین لیکن کیا پری پیکر ہی تین ہندوستانی جنٹلمین بھی گرجا گئے تھے انھون نے جو اس مہ پارہ عابد فریب کو دیکھا تو یہ بھی آپس مین آہستہ آہستہ گفتگو کرنے لگے۔

مرزا۔ استاد کیا مال ہی۔ سچ کہنا۔ او ہا بھی دو شیزہ ہی۔

لالہ۔ اس پادری کے تو پہلے کوئی لڑکا بالا تھا نہین۔

منشی۔ وہ تھا یا نہین تھا۔ مگر سچ کہنا کیسی خوبصورت اور نازنین ہے بس اس قابل ہی کہ ہر دم گھورا کرے سبحان اللہ سبحان اللہ درو کر) میرا دل اسوقت بے قابو ہوگیا۔ ہاتھ سے جاتا رہا

دوش غریبے ہمہ شب میگریست	زو تم و گفتم کہ ترا حال چیست
گفت اگر قصۂ خود گویمت	ہر دو دریں غصہ نخواہند زیست
خندہ زدو باز بہ گریہ فتاد	من متحیر شدہ دوئے گریست

عاقبت الامر یقین شد مرا
کان دل من بود کہ برمن گریست

دو مسین اس غارتگر ہوش آفت گوش کو دیکھکر کان مین یہ باتین کرنے لگین۔

لزی۔ اے بہن۔ یہ کون ہین۔ چہرے اور چال سے ابھی کنواری معلوم ہوتی ہی مگر گرجا مین کسقدر جھجکتی اور ڈرتی ہوئی آئی

این۔ ہم خود اسوقت سے دیکھ رہے ہین گرجا ختم ہو تو اسکو اپنے گھر لے چلین پوچھین تو کون ہین اس شہر مین کب آئین۔

لزی۔ مرد تو مرد عورتین تک گھور رہی ہین تک سکتے درست

ہی اور سرخ سفید مگر بال بھورے نہین - اور پتلیان سیاہ ہین

این - بھلا تم کیا کہو گی کبھی کی جان پہچان - کہو گی کیا۔

لزی - پادری صاحب ہاتھ ملا کر کہینگے کہ یہ ہین کہان سے آئی ہین بس وہ بتا دینگے ہم باتون باتون مین کہین گے کہ ہمارے ساتھ چلو -

این - اچھا تو ہی - ان دو گورون کو دیکھو کس طرح کنکھیون سے دیکھتے ہین اور ڈیوس تو ادھر ادھر نظر کرتا ہی نہین انھین کو گھور رہا ہی -

لزی - لو پادری صاحب آ گئے اب عبادت شروع ہو گی خاموش

پادری صاحب ایک گوشے سے آئے تو بڈھے پادری کے قریب گئے ہاتھ ملایا - اور مسکرا کر کہا - آپ کب تشریف لائے پیر فرتوت نے کہا تھوڑی ہی دیر ہوئی ہی - یہ کہکر اس مس کی طرف اشارہ کر کے کہا ان سے مصافحہ کیجیے یہ میری لڑکی ہین پادری نے متحیر ہو کر ہاتھ ملایا مگر اس مس نے ایسے بھونڈے طریقے پر ہاتھ دیا کہ پادری صاحب کو اور بھی تعجب ہوا - غور سے اس نوجوان خوش وضع پر نظر ڈالی -

پادری - دل بہن - تم کہان رہتی ہو - کبھی پہلے دیکھا نہ تھا!

بوڑھا - ان کو ایک بیماری ایسی تھی جس سے ثقل سماعت کا عارضہ ہو گیا مگر علاج ہوتا ہی کچھ کچھ فائدہ ہی -

پادری - یہ آپ کی لڑکی ہین یا مثل لڑکی کے آپ سمجھتے ہین

بوڑھا - جو کچھ سمجھو - مگر مین اسکو اپنی لڑکی ہی سمجھتا ہون -

پادری - بہن خدا کرے کہ تم اپنے باپ کی سی نیک اور لائق ہو اور حضرت عیسیٰ کے قول و راس کے باپ کے حکم کے بموجب چلو خدا کا بیٹا ہمارا سب کا منجی ہی اور راس ہی اور کہیں ذریعے سے مغفرت حاصل ہو گی وہی ایک پیغمبر ہی جو انسان کو راہ نیک بتلانے کے لیے اپنے باپ کی طرف بھیجا گیا تاکہ گمراہی کے ڈھرے کو چھوڑ کر خدا کے بندے شاہراہ سیدھا اور آئین اور مغفرت پائین یہ پہلا مرتبہ ہی کہ مین نے اس عفیفہ اور نیک اور ہونہار مس کو اس گرجا خدا کے گھر مین دیکھا اور میری دعا ہی کہ تمہاری کل بہنین اور کل بھائی خدا کو ڈھونڈھین اور اسکے مقبول بندے کو جسنے بنی انسان کے لیے اپنی جان دی اپنا خاص منجی سمجھین اور یہی مغفرت کا ذریعہ ہی -

یہ سب تقریر انگریزی مین کی گئی - اور یہ بیچاری نوجوان عورت سمجھی کہ اب لوگ مجھے زبردستی عیسائی کرینگے تھر تھر کانپنے لگی روح لرزتی تھی اور سوچتی تھی کہ یا خدا کہان آن پھنسی -

مرا ایچ پیچ میرا چلبلا دل لیے پھرتا ہی مجھکو جا بجا دل

سوچنے لگی کہ ہاے مین نے بے سبب بیوجہ اپنی جوانی خاک مین ملا دی -

بہت نازون کا پالا تھا مرا دل ملایا خاک مین کیون اسکو تم نے

اگر دل قابو مین ہوتا تو کسی جوان پر کیون مرتی - اب تو گلے پڑ گئی فقیر ہون میر اکیلا میرے آگے آیا - از ماست کہ بر ماست -

اگر ہوتا مرے بس کا مرا دل اٹھاتا کیون ستم کے ناز بیجا

خدا نے بادشاہون کو سلطنت بخشی - امیرون کو زر دیا حسینون کو حسن کی دولت سے مالا مال کیا - تشنہ زر دونکو طاقت عطا کی معشوقون کو ناز و انداز دیا آفتاب کو ضو - آسمان کو نجم دریا کو موتی - کان کو گوہر - گلشن کو گل سب کو کچھ نہ کچھ دیا اور ہمکو یہ دردِ دل دیا -

ہمین آفت رسیدہ اک ملا دل ملا روزِ ازل عالم کو سب کچھ

پادری صاحب نے وعظ شروع کی - نماز ادا ہو گی - گانا شروع ہوا - ستر اسی لیڈیان اور مس چالیس مرد استادہ ہو کر

پیانو باجے پر انجیل مقدس کے اشعار گاتے تھے۔

پادری۔ (یعنی بڑھا پادری) کھڑی ہو جاؤ کھڑی ہو جاؤ

مِس۔ (اُردو مین کہیے) مین آپ کا مطلب نہین سمجھی۔

پادری۔ (اشارے سے) استادہ ہو جاؤ۔ یہ بے ادبی ہی۔

مِس۔ (استادہ ہو کر اپنے دل مین) ابھی تو امد ہی عمر بھر ایسے مقام پر کاہے کو آئے تھے۔ بیٹھو اٹھو۔ گاؤ بجاؤ۔ پھر اُٹھو۔ بیٹھو ابھی اُٹھا بیٹھی ہی۔ واہ واہ واہ۔

پادری۔ یہ کتاب ہاتھ مین لئے رہو۔ اسمین کیا ہرج ہی۔

راوی۔ بجا۔ پڑھنا تو خیر صلاح مگر کتاب لیے رہو۔

مِس نے کتاب لی تو اُلٹی اور ہاتھ مین کتاب لے کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔

مِس اپنے دل ہی دل مین یہ اشعار پڑھتی جاتی تھی اور کبھی کبھی گنگنا بھی اٹھتی تھی۔ وہان اس غل مین سنتا کون تھا

خزان ہی آخر بہار دنیا بقا ہی اس مین ہوا کا جھونکا
غرور اتنا نہین ہی اچھا بھلا یہ حسن شباب کب تک

یہان ہے جینے کا کیا بھروسا کہ حادثون سے بھری ہی دنیا
یہی جو ہے موج کا طمانچہ تو پھر قیام حباب کب تک

ضرور اتفاق ہے سفر ہے سر دریان قابل ضرر ہے
مقام عبرت یہ خشک تر ہے شراب کب تک کباب کب تک

وحشت دل اور بھی دونی ہو گئی۔ سوچی کہ مین کیا چاہتی تھی کیا ہوا۔ مگر پادری بوڑھا آدمی ہی اس سے خوف نہین ہی یہ بڑی کوشش کریگا کہ عیسائی بنائے مگر مین کب مانتی ہون کو دل بہلانا چاہتی تھی مگر وحشت گریبان و دامن پکڑتی تھی۔

فصل گل پھر آ گئی اے جنون مبارک ہو
ہاتھ پھر لگا جانے خود بخود گریبان تک

چند روزہ زندگی کے لیے اس بیچاری نے وہ وہ مصیبتین سہین کہ الامان الامان۔ گویا رنج ہی اُٹھانے کے لیے پیدا ہوئی تھی۔

دل ہے غذائے رنج جگر ہی غذائے رنج
پیدا کیا تھا مجھکو خدا نے برائے رنج

الٰہی یہ کیسا تفرقہ ہی کہ خبر ہی نہین معلوم ہی نہین کہ وہ یار آشنا کہان ہی۔

کس کس چمن مین آ کے یہ ڈالا ہے تفرقہ
پھولون سے آج جو ہین عنادل الگ الگ

دلکو ہماری تلاش ہی اور ہم کو دل کی۔ یہ عجب بات ہے۔

فرقت مین اک صنم کی یہ تفرقہ پڑا ہے
دل ہم کو ڈھونڈھتا ہی ہم دلکو ڈھونڈھتے ہین

نماز ختم ہوئی تو گرجا سے لوگ چلنے لگے۔ بوڑھے پادری نے کہا اب نکل چلو پادری صاحب آگے آگے اور مِس پیچھے پیچھے۔ اب جدھر یہ دونون جاتے ہین لیڈیان اور جنٹلمین گھیرے لیتے ہین۔ جائے ماندن نہ پائے رفتن بوڑھے پادری نے اُن کے ہاتھ مین ہاتھ دیا اور بھیڑ کو کاٹتے ہوے لے چلے تو لوگون نے ان سے مکالمہ شروع کیا۔

ٹام۔ آہا۔ بندگی۔ آج اسقدر جلد کیون جاتے ہین آپ

پادری۔ میری لڑکی ساتھ ہی اور یہ علیل ہین۔ اس سبب سے جلد جاتا ہون تاکہ مکان پر پہونچ جاؤن۔

ڈیوس۔ میری گاڑی حاضر ہی۔ سوار ہو کر چلے جائیے۔

پادری۔ کیسی گاڑی ہی۔ پالکی گاڑی ہو تو کیا مضائقہ

ڈیوس۔ پالکی گاڑی تو نہین ہی بمبو کارٹ ہی چار سیٹ

راوی۔ بہت ہی خوب۔ پادری صاحب اور مِس اور ٹام

اور حضور چارون بیٹھ کے چلے جائین ۔

اتنے مین این اور لزی بھی آئین ۔ بڑھے پادری سے ہاتھ ملایا۔ کہا یہ کون ہین ہم سے ان کی ملاقات نہین ہوئی

پادری نے جواب دیا ۔ یہ میری لڑکی ہے ۔ اسوقت طبیعت علیل ہے۔ لہذا مین رخصت ہوتا ہون ۔ این نے کہا کیا گاڑی نہین ہے ہماری گاڑی پر آیئے ۔ بروہم سے۔

پادری صاحب اپنی لڑکی کو لیکر (بسی ۔ بروہم) پر چلے این اور لزی بھی گاڑی پر بیٹھین ۔

این ۔ تم سے آج ایسے وقت ملاقات ہوئی کہ تم کسیقدر علیل ہو۔

پادری ۔ بیماری اور نقاہت کے سبب سے ذرا اونچا سنتی ہین ۔

لزی ۔ بہن کیسی ہو کیا درد ہوتا ہے کہین بولو۔

مس کٹ کٹ جاتی تھی اور توحش تو بڑھتا جاتا تھا لاؤ ومین جواب دین تو پادری صاحب خفا ہو جائین اور انگریزی سے ناواقف ۔ لاحول ولاقوہ ۔

خدا خدا کر کے پادری صاحب مس کو لیکر گھر پہونچے ۔ اور ان دونون مسون کو یہ کہکر رخصت کیا کہ اب رات آئی تم جاؤ پھر ملاقات ہوگی انھون نے ہاتھ ملایا ۔ اور چلی گئین گھر پر آنکر پادری صاحب نے کہا بیٹی تمھارا نام مس پالن رکھا۔ اب تم انگریزی پڑھنا شروع کرو اردو اور رومن تو ہم تم کو دو دن مین سکھا دینگے ۔

مس ہمین کسی چیز کے سیکھنے کی آرزو نہین ہے۔ ہمارا دل بجھا ہوا ہے اسکو ہم کیا کرین ۔ ہم مجبور ہین ۔ ہمین بس یہی آرزو ہے کہ اب جان تن سے نکل جائے کسکا پڑھنا اور کیسا لکھنا بس جو کچھ لکھنا پڑھنا تھا لکھ پڑھ چکے ! اب خدا جانے کیا ہونا ہے

پادری ۔ دیکھو آج جس نے تم کو انگریزی مین بات کہی تم اسکو جواب نہ دے سکین یہ بڑی شرم کی بات ہے اور تم خاص سیم معلوم ہوتی ہو ۔

مس ۔ آج سے ہم گرجا گھر نہ جائینگے ۔ بس چھٹی ہوئی ۔

پادری ۔ یہ نہ کہو ۔ خدا کے گھر مین جانا عاقبت کے لیے آرام کی فکر کرنا ہے چاہے کوئی ہنسے چاہے برا کہے چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے خدا کے گھر مین ضرور جانا چاہیے مینھ پڑے موسلا دھار پانی برسے مگر تم گرجا ضرور جاؤ ۔ چلچلاتی دھوپ ہو اور گرجا مین بلائی جاؤ تو ہرگز دھوپ کا خیال نکرو ۔ ہر حالت مین گرجا جاؤ ۔ اور ضرور جاؤ ۔ سردی کے سبب سے روح لرزتی ہو مگر گرجا جانے سے ہرگز باز نہ رہو ۔ خدا کا حکم ہے ۔ اسکو مانو اور اسکے پیارے بیٹے کو مانو جو تم کو نجات دلوائے گا ۔ سدھو لاٹ نے افعال بد کا کیا نتیجہ بد پایا جو بوئے گا وہی آگے گا ۔

گندم از گندم بروید جو ز جو	از مکافات عمل غافل مشو

پادری ۔ اے سبحان اللہ ۔ کیا موزون شعر پڑھ دیا ہے ۔

مس کو ان کی تقریر پسند آئی ۔ کہا اگر تم مجھے اپنی بیٹی سمجھتے ہو تو مین بھی تمھین اپنا باپ سمجھتی ہون ۔ اور صاف صاف کہے دیتی ہون کہ مین عیسائی مذہب نہ قبول کرونگی ۔ پادری صاحب نے کہا اچھا کچھ ہرج نہین ۔ مگر ہم تو سمجھا بجھا کے تمھارا عقیدہ بدل دینگے کچھ زبردستی تھوڑا ہی ہے ۔ پادری صاحب چلے گئے اور مس کو علیحدہ ایک کمرے مین آرام کرنے کے لیے جگہ دی ۔ یہ بیچاری پلنگ پر لیٹ کر اپنی زندگی اور جوانی پر افسوس کرتی تھی کہ دفعتاً بائین آنکھ پھڑکی اور مس خوش ہو گئی کہ شاہد مدعا سے جلد ہمکنار ہونگی ۔

فراق گذرا وصال آیا کہو کہ اب حسرتین ہون رخصت
کہ ایک پہلو مین ہوگا ساقی تو ایک پہلو مین یار ہوگا

نہ کھینچ تلوار کیا ہی حاجت ہمارا دل ہی شہید ابرو
یہ آپ ہو جائیگا تصدق یہ آپ تم پر نثار ہو گا

آزاد نے اجتک خبر نہ لی ایسے بھول گئے۔ ہائے افسوس۔

یہی ہین جالین اگر تمھاری تو دیکھنا مرینگے ہم بھی
جہان پڑے گا قدم تمھارا وہین ہمارا مزار ہو گا

مگر بیکار جب آزاد ہمارے نہ ہوئے تو یہ باتین عبث ہین۔

تو اے دل عبث مبتلا ہی کسی کا
فقط چار دنکی ہی یہ جاہ و حشمت
دیا دل تو ہم نے کیا اپنا نقصان

مجھے تو کوئی بھی ہوا ہی کسی کا
زمانہ کہان آشنا ہی کسی کا
اجارہ کہو اسین کیا ہی کسی کا

یہ سوچ کر مس بے اختیار رونے لگی۔ یہانتک کہ ہچکیان بندھ گئین اسی گریہ وزاری مین آنکھ لگ گئی تو خواب مین دیکھا کہ ایک قمر طلعت حسن آدمی اُن کے سرہانے کھڑا کہہ رہا ہی کہ ای ترہ بام بخت عورت تو خدا کا شکر نہین کرتی کہ کس مصیبت سے کس آرام کی جگہ مین آئی۔ فوراً آنکھ کھل گئی۔

مس۔ پادری صاحب۔ پادری صاحب۔

پادری۔ مین سمجھا ذرا تامل کرو۔

مس پالن کو پادری صاحب نے تالیف قلب کر کے اُردو پڑھائی ایک مہینے مین مس پالن لقمان حکیم کی نصیحتین پڑھنے لگین پادری صاحب کے دل کی خواہش تھی کہ یہ ہونہار اور حسین نا کتخدا کسی طرح سے عیسائی مذہب اختیار کر لے اور پھر اس کی کسی تربیت یافتہ انگریز یا ایسٹ انڈین کے ساتھ شادی کر دیجائے۔ اور یہ معلوم ہی نہ تھا کہ مس پالن پر پچاسون آدمی ریجھے مگر انھون نے ایک کی نہ سُنی ایک روز مس پالن بن ٹھن کر ایک نازک کرسی پر بیٹھی مطالعہ کتاب کر رہی تھین کہ جانسن نامے ایک یورپین جو ریل کے دفتر مین نوکر تھا آیا اور اس حور نژاد کو دیکھکر سخت متحیر ہوا۔ این۔! پادری صاحب کے ہان یہ کون دیکھنے مین آئی۔ یہ مجرد آدمی عزیز نہ یگانہ۔ اِن کے نوکر سے دریافت کیا۔ پادری صاحب ہین اُس نے کہا نہین حضور کہین گئے ہین۔ پوچھا کہان گئے ہین کہا حضور مجھ سے یہ نہین کہہ گئے ہین مس صاحب کو معلوم ہو گا۔ یہ کہکر آدمی چلا گیا اور اُن کو اس پری پیکر سے باتین کرنے کا موقع ملا ادھر مخاطب ہو کر انگریزی مین کہا۔ آپ مہربانی کر کے مجھے بتا سکتی ہین کہ اولڈ جنٹلمین کہان گئے ہین مس پالن نے کہا مین انگریزی نہین سمجھتی اب ان کو اور بھی حیرت ہوئی اُردو مین دریافت کیا کہ صاحب کہان ہین مس پالن نے بتا دیا۔ جانسن صاحب موقع وقت غنیمت جانکر قریب کی کرسی پر بیٹھے اور ہمکلام ہوئے مین نے تم کو کبھی پیشتر نہین دیکھا تھا بہن کیا کہین باہر سے آئی ہو مس پالن مسکرا کر اخلاق کیساتھ بولین۔ جی ہان مین یہان نہین تھی۔ پادری صاحب نے مجھے یہان بلایا ہی پوچھا بہن یہ کتاب کون ہی مس پالن نے کہا مجھے پادری صاحب فارسی پڑھاتے ہین یعنی لقمان حکیم کی نصیحتین ہین۔ جانسن نے خواہش ظاہر کی کہ کچھ نصیحتین سُنا چاہتے ہین تو مس پالن نے چند پند سنائین اول آنکہ اے جان پدر خدائے عز وجل را بشناس۔ جانسن نے اسکے معنے پوچھے تو مس پالن نے یون بیان کیے یعنی خدا کو پہچان جان پدر کے معنی باپ کی جان لڑکا باپ کی جان ہوتا ہی نور چشم لخت جگر راحت جان قرۃ العین کہتے ہی ہین۔ دوم ہر چہ از پند و نصیحت گوئی نخست بر آن کار کن یعنی جب کبھی تو کسی کو نصیحت کرے کہ فلان امر قابل ترک اور فلان قابل اخذ ہی تو پہلے خود اُسپر عمل کر یہ نہین کہ خود را فضیحت دیگران را نصیحت

ناصح خود یافتم کم در جہان	ہر کسے ناصح برائے دیگران

جانسن نے کتاب ہاتھ مین لی ورق الٹتے پڑھتے پڑھتے کہا (جوانی را غنیمت دان) اسکا مطلب سمجھین یعنی جوانی کو ہر از غنیمت سمجھو جوانی بار بار نہین آتی اور جوانی کے دن پھر نصیب نہین ہوتے بعض مردون اور عورتون کا قاعدہ ہے کہ جوانی کو مفت مین برباد کر دیتے ہین۔ اور پھر پچھتاتے ہین۔ مثلاً ایک تم ہی ہو۔ خدا کے فضل سے جوانی پھٹی پڑتی ہے عین عنفوان شباب ہے۔ یہ بوٹا سا قد یہ نازک کمر کہ زلف کے بوجھ سے لچکنے لگے مگر افسوس صد افسوس کہ تم اس بوڑھے پادری کے پالے پڑین۔ اسکا قاعدہ ہے کہ لڑکیون کو تعلیم دیکر (نن) بناتا ہے مس پالن اس نوجوان کی تقریر سے تاڑ گئین کہ شوق چرایا پوچھا (نن) کسے کہتے ہین۔ کہا پادری لوگ عورتون کا سر منڈا کر اسیر ہر وقت کپڑا بند ھا رکھتے ہین اور یہ پھر تمام عمر شادی نہین کرتین مگر ان مین سے بعض بعض بھاگ جاتی ہین مس پالن نے کہا اچھی بات ہے۔ مین بھی چاہتی ہون کہ انھین مین شامل ہو جاؤن اور تمام عمر شادی نہ کرون۔ باقی جوانی کا لطف وہ اٹھائے جو دنیا کو پائدار سمجھتا ہو یہ دنیا ے دون ناپائدار ہے۔ جوانی اور شیب سب یکسان ہے مجھے کچھ اور ہی لو لگی ہے لیکن تعجب ہے کہ تم انگریز ہو کر ایسی صاف اردو بولتے ہو جانسن نے کہا مین نے تین برس تک اردو فارسی پڑھی ہے اور اب عربی شروع کی ہے اگر اجازت دو تو کبھی کبھی آیا کرون۔ پالن سوچی کہ آدمی مہذب اور تربیت یافتہ اور شایستہ ہے اور جوان حسین کہا ہان آپ آیا کیجیے۔

جانسن۔ کیون مس۔ آپکے نام سے مین واقف نہین ہون

مس پالن۔ میرا نام ثریا۔ وہ میرا نام مس پالن ہے۔

جانسن۔ ڈیر مس پالن۔ آپنے کبھی شراب انگوری پی ہے یا نہین۔

مس۔ توبہ توبہ۔ اللہ نہ پلائے۔ ہم تو کالا پانی پینے والے کے قریب بھی نہ پھٹکین اس مردار کا ہمارے سامنے نام نہ لینا ہوش ست کرنے والی چیز کہ اللہ سمجھے۔

جانسن۔ تمھارے ہان کے علما و حکما تعریف کر گئے ہین اگر بری ہوتی تو عقلا ہرگز اسکی تعریف نہ کرتے۔ بو علی بن سینا نے اس کی تعریف کے پل باندھ دیے ہین۔ وہ لکھتے ہین کہ (منافعے کہ شراب دارد ہیچیک از ادویہ و اغذیہ مفردہ و مرکبہ بآن برابری تواند کرد بنا بر آن فضلاے اطبا و عرفاے حکما اعتراف نمودہ اند کہ ما قادر نیستم بر ساختن چیزے کہ در منافع یعنی با شراب مقاومت تواند نمود۔ از جملہ منافع نفیسہ او تفریح است و بسط نفس و تقویت و صحت اہل شجاعت و ازالۂ فکر فاسدہ و رزانت و افادۂ جود و سخاوت و حدت فہم و فطانت و افزونی عقل و فراست و اما منافع بدنی و اگرچہ ممکن است کہ از استعمال بعضے از معاجین و مرکبات حاصل گردد الا بغایت دشوار است و از جملہ منافع بدنیہ سرخی رنگست و نضارت و انتعاش و تقویت حرارت و قوت دل و جگر و تیزی زبان و بصر و روانی دست و پاو تحریک آلات و قوت و خفت اعضا و اندام و ازالۂ آلام و اسقام و توسیع مجاری و مسامات و تجوید ہضم و تلطیف سودا و تکثیر ارواح و تقویت اجساد و تلیین خون و تعدیل صفرا) کوئی شاعر ایسا نہین جس نے شراب کی تعریف نہ کی ہو۔ حافظ شیراز کو دیکھو کیسا مست تھا نظامی گنجوی نے ساقی کو جا بجا یاد کیا ہے ظہوری ترشیزی کا ساقی نامہ مشہور ہے۔ سنا ہے یا نہین سنا

بیا ساقی آن آفت عقل و ہوش   بیا ساقی آن لعبت لعل نوش
بمن دہ کہ بیہوشیم آرزوست   بہ یکران ہم آغوشیم آرزوست

مس۔ ہم نے تو یہی دیکھا ہی کہ پی اور انٹا غفیل ہو گئے پاؤن رکھکر ٹلانے لگے سوکے اٹھے تو دس بجے رندی و مستی مین تمام عمر ضایع کرنی ہو تو اس مردار کو منھ لگائیے۔

جانسن۔ اگر شراب پیئے تو اصول کے ساتھ جب پیے بادۂ ممزوج پانی ضرور ملا ہو شراب غیر ممزوج معدہ کو فاسد کر دیتی ہی اگر کثرت ہوئی تو اسہال کبدی نہ استسقا برسام بلکہ تشنج رعشہ۔ انواع و اقسام کے عوارض پیدا ہو جاتے ہین۔

چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے
حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے
رنگ و صورت کداز دیوی ادمعنی نواز
در حقیقت مومنے و در شریعت کافرے
شوق گوئی سود و اند خواب را حل کردہ اند
پیکر روح است باشد روح را گر پیکرے
تا بود اندر صراحی چاہ چاہ مخشب است
بالہ بر در گرد وار آید برون از ساغرے

مس۔ تم لاکھ تعریف کرو مین کب مانتی ہون۔ دو ہی سے بو آتی ہی دماغ پراگندہ ہو جاتا ہی۔ اے توبہ اے توبہ۔

جانسن۔ اخاہ۔ تم اس عرق کو شراب سمجھی ہوئی ہو سبحان اللہ سبحان اللہ۔ یہ شراب کاہے کو زہر ہے۔

یہ بطریق مغالطہ۔ شراب سے مراد شراب انگوری ہی خوش طعم خوشبو خوش رنگ لطیف اس شراب کا کیا کہنا۔ تم میری خاطر سے ایک روز بادۂ انگوری چکھو۔ فقط بطریق امتحان۔

بیا ساقی آخر بیا تا دمے   دمے بیغمے بہتر از عالمے

بیا تا قدح طلبے پر می کشیم   لبالب کنیم و بپا پے کشیم

مس۔ ہمارے مذہب کے رو سے حرام ہی لہذا ہم سے یہ ذکر نہ کیجیے کوئی اور ذکر چھیڑیے۔ کہان لقمان کی پند سود مند کہان اس مردار کا ذکر جس کے نام کے سننے سے آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جایین۔ زندگی کن بخداے تعالیٰ بصدق بنفس بقہر باخلق بہ انصاف بہ بزرگان بخدمت بخردان بشفقت بہ درویشان بسخاوت بدوستان و یاران بنصیحت بہ دشمنان بحلم بجاہلان بخاموشی۔ بعالمان بتواضع۔ کیا کیا نصیحتین کی ہین نا آموختہ استادی مکن یعنی جب تک خوب واقف نہ ہو تب تک استاد بن بیٹھو۔ ورنہ جس کو سکھاؤگے اسکی مٹی خراب ہوگی۔ اور پدر را غنیمت دان۔ اس فقرے پر مس پالن کی آنکھون سے آنسو نکل پڑے اور خدا جانے کون بات یاد آئی جس نے انھین آٹھ آٹھ آنسو رولایا۔ افسوس صد افسوس۔ جانسن نے ان کو زار زار روتے دیکھکر کمال حیرت کے سبب دریافت کیا شک گذرا کہ شاید کسی کی بہو بیٹی کو یہ پیر فرتوت بھگا لایا ہو۔ مگر مس پالن نے آنسو پونچھے اور آن کا شک رفع کر دیا۔

جانسن۔ آج پادری صاحب نے بڑی دیر کی خدا جانے کہان جا کے بیٹھ رہے اور مجھے ایک ضروری کام ہی خدا جانے وہ کب تک آئین۔ خیر۔ اب مین رخصت ہوتا ہون۔

مس۔ ان کے آنے کا تو ٹھیک وقت یہی ہی آتے ہی ہونگے یا شاید دیر مین آئین۔

جانسن۔ مس پالن مین تم کو دیکھکر اسقدر خوش ہوا کہ بیان نہین کر سکتا۔ مگر افسوس ہی کہ تم انگریزی خوان نہین ہو ورنہ۔ خیر۔ پھر کہونگا۔

مس۔ مجھے انگریزی سے کیا سروکار اردو ہی کچھ شاید جاننے لگون

تو غنیمت ہی۔ اور تھوڑی سی فارسی۔

جانسن۔ واہ۔ تم اس قابل ہو کہ کسی انگریز کے ساتھ تمھاری شادی ہو حسین ہو۔ نازنین ہو۔ سرخ و سفید۔ نک سک سے درست ہو جو دیکھے غش غش کر جائے تم اپنے وقت کی نوشابہ اور شیرین ہو۔ مین ڈھائی سو روپیہ ماہواری پاتا ہون۔ والد بارہ سو۔ بھائی بیرسٹر ہی چچا ڈبلن مین جج ہین اور ابھی میری شادی بھی نہین ہوئی۔

راوی۔ ایک بات بھی سچ نہین۔ ان کی تنخواہ ایکسٹرا اسّی باپ بیکار چچا ندارد۔ بھائی پولیس انسپکٹر۔ ہان شادی البتہ نہین ہوئی۔

مس۔ اس تقریر سے آپکا منشا کیا ہی۔ اسکا اگر صاف صاف بتا دیجیے شادی نہین ہوئی کوئی میم تجویز کیجیے بہت سی ملجائینگی۔

جانسن۔ ہم جس کو چاہتے ہین وہ ہمین چاہے تو کیا مضایقہ ہی ورنہ شادی کرنا فضول ہی۔ اور جسکو ہم پیار کرتے ہین وہ ہمسے گریز کرے تو حیف کا مقام ہی۔

مس۔ وہ کون ایسی ہی جو آپسے پرہیز کرتی ہی میم ہی۔

جانسن۔ خدا جانے میم ہی یا کون ہی مگر قہر ہی آفت ہی چھلاوا ہے بس اور کیا کہون کہ کون ہی اور اس وقت میرے سامنے بیٹھی ہی اور باتین کر رہی ہی۔ مس پالن (ہاتھ چوم کر) مجھے معاف کرنا تم پر بے اختیار میرا دل آیا ہی۔

مس۔ ہائین۔ واہ پہونچا دینے ہی ہاتھ پکڑ لیا ہی کہین پی تو نہین گیا ہی یہ کون انسانیت ہے واہ واہ واہ بس خیر اسی مین ہی کہ آپ یہان سے جائین۔ ورنہ مین پادری صاحب سے کہدونگی آپ اس قسم کی باتین کرنے والے کون۔

جانسن۔ (ہاتھ جوڑ کر) اچھا تم خفا نہو۔ مین ابھی ابھی چلا جاتا ہون۔ جانسن سخت خفیف ہوا اور گڑگڑا کر ہاتھ جوڑ کر معافی چاہی مس پالن نے کہا مجھے تمسے کوئی رنج نہین ہی مگر شریف آدمی سے اس قسم کا مذاق اچھا نہین۔ جانسن نے مسکرا کر جواب دیا ہمین یقین واثق ہی کہ تم ہندوستانی عورت ہو۔ کیونکہ ہم لوگون کے رسوم سے مطلق واقف نہین۔ ہاتھ تک ملانا نہین جانتین خیر ہمکلامی سے کیا۔ مگر کبھی کبھی آیا کرینگے۔ اگر خاصدان ہو تو ہم کو ایک گلوری دو ہم پان کھانے کے بہت شایق ہین۔ مس پالن نے کہا افسوس ہے کہ پان مین نے دو مہینے سے دیکھے تک نہین۔ کھانا کیا معنے

مسٹر جانسن اپنی فارسی جتانے کے لیے پان کی تعریف کرنے لگے مگر لب و لہجہ بالکل انگریزی۔

بوصف پان سخن را کنم سر — کہ تا رنگین شود چون لعل دلبر
سخن را آمد از پان رنگ روئے — دہان چون غنچہ شد رنگین و خوشبوئے
زبان گلبرگ لبہا گشتہ رنگین — زہے او دہان ہا نافہ چین
خط سبزی و رو رنگین معانی — دہد از سبزۂ گلگون نشانی
ز حسن برگ پان این نکتہ پیداست — کہ برگ حسن خوبان زو ہویداست
بخور پان ہمدم از رنگین بیانی — نمودہ سبز حرف تر زبانی
چو پان در دہر ہمدم دلبرے نیست — نگارے نازک سبزے ترے نیست

اگر او را ازین دندان خوری غم
شود راز تہ دل با تو ہمدم

جانسن۔ اور بھی اسکی تعریف ہم کو یاد ہی۔ وہ بھی فارسی ہے

نادرہ برگے چہ گل دلستان — خوب ترین میوۂ ہندوستان
سیر خورد گرسنہ در دم شود — گرسنہ را گرسنگی کم شود

کس نخورد خوردہ دندان کس
آنچہ توان خورد ہمین ست بس

مس۔ وہ پادری صاحب آتے ہین بڑی بات شکر ہی۔

جانسن - اخاہ - کیسے نیک آدمی اور ہر دلعزیز ہین سب کے ساتھ ہمدردی اور سب کے دوست - ہر قسم کی مدد کے لیے موجود ایسے آدمی پیدا کہان ہوتے ہین پادری صاحب اُٹھے تو جانسن سے ہاتھ ملایا اور مس بالن کے رخسار تابان کا بوسہ لیا - کرسی پر بیٹھے

پادری - وِل جانسن - تم کئی دن کے بعد نظر آئے -

جانسن - مین علیل تھا - یہان بڑی دیر سے بیٹھا ہون ان سے باتین کرتا تھا - یہ بڑی نیک اور صاف دل ہین - مین اس وقت ان سے بہت خوش ہوا -

پادری - ہان خدا ان کو راہ راست پر لائے - یہ بڑی ہوشیار اور ہونہار لڑکی ہے مین ایک بار گرجا بھی لے گیا تھا تاکہ اسکا دل نورانی ہو جائے - نیک آدمی کے لیے مغفرت کا ایک ایک ذریعہ ہو جاتا ہے اس بیچاری لڑکی کے لیے خدا نے یہ اسباب پیدا کیے کہ یہان آئی ہے اے خدا اس بیکس اور معصوم کو وہ نور دکھا جو اپنے مقبول بندون کو دکھاتا ہے اور اسکے دل کے آئینے کو ایسی جلا دے جیسے اپنے خاصون کے آئینہ دل کو دی ہے یا خدا میری دعا قبول کر اور اس پاکدامن لڑکی کو شر آفات سے بچا اور اس پیارے لڑکے جوزف جانسن کے دلکو صفائی بخش - آمین - آمین - یا خدا یہ دعا قبول کر آمین ثم آمین

پادری صاحب نے مس بالن کی طرف مخاطب ہو کر کہا عالمون کا قول ہے کہ چار چیزون کو بقا نہین ہے حاکم ظالم - وزیر بے خرد - مال حرام - گردش ایام - حاکم ظالم ہوا اور رعایا بگڑ کھڑی ہوئی ظلم سے سلطنت کو بقا نہین سچ ہے بنائے سلطنت عدل سے ہوتی ہے خیر - دوسرے وزیر بے خرد - وزیر کو کہا بے عقل کج فہم ہوا اور لوگون نے جوڑ توڑ کر کے اسکو ہٹایا پھر وہ نہین جم سکتا - اور مال حرام کی قدر نہین - حرام کا مال ہمیشہ اُڑ جاتا ہے اِدھر آیا اُدھر رفوچکر - اور گردش ایام آج فقیر ہین کل امیر ہین آج گدا ہین کل وزیر ہین اور چار چیزین چار چیزون کے بغیر تمام نہین دانش عقل کے بغیر طاعت دل کے بغیر عمل صدق کے بغیر نعمت شکر کے بغیر اور چار چیزون کا نتیجہ خراب ہے عاقبت خشم پشیمانی عاقبت لجاج رسوائی - عاقبت بدگوئی دشمنی - عاقبت کاہلی خواری اور چار چیزین انسان کو ضعیف کر دیتی ہین - دشمن بیشمار قرض بسیار - کثرت عیال - خیال محال - اور چار چیزون سے چار باتین پیدا ہوتی ہین - خاموشی سے راحت فضولی سے ملالت - سخاوت سے بہتری - شکر سے افزونی اور چار چیزون سے چار چیزین جاتی رہتی ہین - شہوت سے قوت - کسالت سے دولت - ناسپاسی سے نعمت - تکبر سے ثروت اور یہ چیزین انسان نہین پا سکتا سخن گفتہ - تیر انداختہ - قضائے رفتہ - عمر گذشتہ اور چار چیزون سے چار چیزین حاصل ہوتی ہین - سوال کرنے سے خواری - عاقبت اندیشی سے پشیمانی - ہزل سے سبکساری اور بادشاہ سے دلیری کرنے مین ہلاکی - چار چیزین دلیل نادانی ہین - نا آزمودہ کے ساتھ دلیری - عورت سے چشم وفا کودک کی صحبت - ابلہ پر اعتماد - اور چار چیزون سے نقصان عمر ہے - پیری بجامعت بسیار - گرمابہ رفتن زیادہ میوہ کھانا اور عورت سے صحبت رکھنا -

مس - میوہ - میوہ تو سب ہی کھاتے ہین - اسکے ہم قائل نہین

پادری - یہ علما کے تجربہ کی بات ہے - ہر عالم جانتا ہے اور چار چیزین چار آدمیون مین نہین ہوتین - دروغگو مین مروت بخیل مین سعادت - حسود کو راحت - بدخواہ کو سرداری - اور چار چیزین اصل ہین - فرمانبرداری حق تعالیٰ - متابعت پیغمبران خوشنودی مادر و پدر - راضی داشتن علماء و حکما و فقرا

شفقت بر خلق خدائے تعالی - اور چار چیزین نشان شقاوت دین - صحبت جاہلان - کوئی با بدان - تجنب از نیک مردان - عمل بقول زنان - اور چار چیزون سے احتراز لازم ہی - عجب و تکبر - خشم و غضب - بخل و امساک - شتاب و تعجیل - اور چار چیزون کو کبھی حقیر نہ سمجھے - دشمن - آتش - سیل - بیماری - چار چیزین بغیر چار چیزون کے نہین رہ سکتین پادشاہی نتوان کرد الا بعدالت - محبت نتوان کرد الا بتواضع دشمن ہلاک نتوان کرد الا بدوستی - بمراد نتوان رسید الا بصبر -

جانسن - مین اب کل حاضر ہونگا فقط آپکے دیکھنے کے لیے آیا تھا -

مس - یہ بیچارے بڑی دیر سے بیٹھے تھے - آپ دیر مین آئے

جانسن - جی ہان مین عرصے سے بیٹھا تھا - یہ انگریزی بھی بول نہین سکتی ہین -

پادری - اب پڑھین گی ہم نے ان سے کہا ہے -

جانسن صاحب پادری صاحب کو ایک گوشے مین لے جاکر پوشیدہ طور پر کچھ کہنے لگے ادھر مس پالن نے سعادت نامہ کھولا - بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر پڑھنے لگین

اے سرایم نغمۂ حمد خدا	آنکہ مرسل ساخت خیر الانبیا
وہ چہ مرسل ہادی جن و بشر	وہ چہ ہادی قاسم خلد و سقر

خواجہ بدیعا

حماقت نشان خواجہ بدیع الزمان صاحب مرنج (بلکہ بدیعا) جامہ مین پھولے نہین سماتے کھلے جاتے ہین آدمی کیا کشت زعفران ہی - قطع مبارک ملاحظہ ہو - پون انچہ کا قامت شریف بالشتیے آدمی جیسے کتے سے بھی کم وزن ننھے ننھے ہاتھ پاؤن مگر آدمی چیوٹ کے ہین - بات بات مین قرولی تیز ہوتی ہی اور

خیر سے جان گئے پٹ ہی کے آئے جسکیس بڑھے اُس نے آنکھا کے دیے ہی اما اگر شرم چہ کتی ست کہ پیش مردان آید با این ہمہ پہلوانی و مکیدانی کا زعم - آزاد پاشا سے حضرت نے کہا کہ اس وقت یہان کا انتظام ہمارے تعلق کیجیے آزاد پاشا نے اجازت دی اور کہا بسم اللہ - کل آپ ہی کا انتظام ہی - خواجہ صاحب نے آستین چڑھا کر خدمتگارون کو حکم دیا کہ ہمارے ساتھ آؤ اور اُنکو لیکر باہر گئے اور یون گفتگو کرنے لگے -

خوجی - زرنہ کا گھوڑا کہان ہی سارے یہ سائیس کدھر لے گیا

خدمتگار - حضور کسکو پوچھتے ہین - گھوڑا کہان ہی کسکا گھوڑا

خوجی - پھر کہتا جاتا ہی بے تکی بات - کس کا گھوڑا کس کا گھوڑا ابے زرنہ کا گھوڑا اسکو بلاؤ - تو انعام دین عجب نالایق لوگ جمع ہوئے ہین ان گدھون کو اتنا بھی نہین معلوم کہ زرنہ کے ہاتھی اور گھوڑے کو انعام ملتا ہی - سائیس کو بلاؤ کہو انعام دینے آئے ہین - اس کو چاہیے کہ اپنے حق کے لیے ہم سے لڑے یا گھوڑا لے کے بھاگ جائے - واہ اگر وہی گھوڑا ہو جس پر دولہا سوار تھا یہ نہ ہو کہ کوئی سائیس غچا دے کے انعام ٹہل لے جائے ورنہ این جانب پھر قرولی ہی سے خبر لین گے اور نہین کوئی جھکو اکیا اچھا نساد یگا ہم ساری خدائی کے نیارے ہین - گھوڑے کا سہرا دیکھ لینگے - کیا سوجھی ہی واللہ - واہ رے مین - شاباش ہی - من بدیعا شاباش -

حکمت محض ست اگر لطف جہان آفرین	خاص کند بندۂ مصلحت عام را
دولت جاوید یافت ہر کہ نکو نام زیست	کز عقبش ذکر خیر زندہ کند نام را
وصف ترا گر کنند ور نہ کنند اہل فضل	حاجت مشاطہ نیست روی دل آرام را

خدمتگار دنگ تھے کہ چھنک کیا مارا ہی کبھی کوئی زبان بولتا ہی کبھی کوئی کسی نے جواب نہ دیا تو خواجہ صاحب اور بھی جھلائے بھئی کچھ عجب عجب آدمیون سے سابقہ ہوا ہی قسم خدا کی اس قسم کے آدمی مین نے نہین دیکھے لاحول ولا قوۃ واللہ ڈھائی گھڑی کی بادشاہت ہوجاتے نہ توان سکو کھڑے کھڑے چنوا دون ۔

راوی ۔ خدا گنجے کو ناخن نہین دیتا اور جو حضور ڈھائی گھڑی کے لیے بادشاہ ہوجائین تو وہ ڈھائی گھڑی کیا معنی ڈھائی چوک دس گھڑی تک بینک وہ رنگ جمائے کہ حضور کو سر و پا کی بھی خبر نہ ہو ۔

خواجہ صاحب نے دونون خدمتگارون کو سمجھا کر کہا بھائی جان ہماری رسوائی کے کیون خواہان ہو جب دلھن والے سنین گے کہ نوشہ نے سائیس کو انعام نہ دیا تو کیا کہین گے ۔ سوائے وہی یاجی پن کے دوسری بات نہین ۔

دو نان نخورند گوش دارند	گو بند امید بہ کہ خوردہ
روزے بینی بہ کام دشمن	زر ماندہ و خاکسار مردہ
فریدون گفت نقاشان چین را	کہ پیرامون خرگاہش بدوزند

بدان را نیک دار اے مرد ہشیار
کہ نیکان خود بزرگ و نیک روزند

سبحان اللہ سبحان اللہ ۔ اس وقت البتہ وہ اشعار پڑھ دئے کہ پھڑکا دیا کیا ساری گلستان سعدی آج ہی ختم کیجیے گا

خوجی ۔ اب تم لوگ یون نہ مانو گے ۔ لاتون کے آدمی کہین باتون سے مانتے ہین مگر اے ستم افسوس یہ ہی کہ سمدھیون کے آدمیون پر ہاتھ بھی نہین اُٹھا سکتے ۔ واللہ عجب ل لگی ہی گو مگو کا معاملہ ہی خیر ۔ افتاد ۔ ہرچہ بادا باد ۔

جب یہان کچھ شنوائی نہ ہوئی تو آزاد کے پاس تشریف لے گئے اور فریاد کرنے لگے ۔ دیکھا آپ نے ۔ اپنی سسرال والون کے کرتوت دیکھیے ۔ رسوائی کے خواہان ہین ۔ وہی بات کرتے ہین جسمین ذلت و خواری ہو ۔ سمدھیون مین آبرو جائے جوتیان کھائین ۔ دال مین جوتی بٹے ۔ بصریح ساری خدائی مین دستور ہی کہ نوشہ کے گھوڑے کا سائیس انعام پاتا ہی ہماری شادی کے دن خچر والا مانتا ہی نہ تھا اور بے انعام لیے نہ ہلا ۔ نہ ٹلا ۔

آزاد ۔ خچر والا! کیا برات کے روز خچر پر سوار ہوئے تھے ۔ یہ کہیے تو گدھے کی سواری بھی ہو چکی ہی ۔ یہ تو معلوم ہی نہ تھا اس وقت آپ کتنے خوبصورت معلوم ہوتے ہونگے ۔ اللہم زد فزد ۔

خوجی ۔ (اپنے منہ پر طمانچے لگا کر) ارے توبہ ۔ ارے توبہ اب کہین مس روز کے سامنے نہ بک اُٹھے گا جیسے اُس دن بک دئے تھے کہ یہ تمم بردار ہین ۔

آزاد ۔ خیر وقت پر سمجھا جائیگا ۔ فہمیدہ خواہد شد ۔

خوجی ۔ (سر پیٹ کر) افسوس ۔ اس زبان سے ہم ہار گئے یہ کمبخت ہزارون جگہ ذلیل کروا چکی ہی ہزارون مقامون پر جوتے کھلوا چکی ہی ۔ اس سے ہمارا کچھ بھی بس نہین چلتا ۔ عاجز آ گئے افسوس ہی واللہ ۔ اک ذرا سی چیز اور ناک مین دم کر دیا اس سے ہار گئے اتنی ہی نہین ۔ خیر یہ تو جو کچھ ہوا وہ ہوا ۔ اب سنیے کہ دونون خدمتگار نابکار دونون شریر دونون ناکارے گولی مار دینے کے قابل ۔ مگر علاج کیا سمدھیون کے آدمیون کو کون ڈانٹے اور جو سمدھین سن لین تو غضب ہی ہوجائے پھر تو بھائی صاحب اللہ دے اور بندہ لے واللہ بس پھر کبھی اور رام کی گنجائش نہ رہے ۔ جی ہان ۔

غرضکہ حضرت سلامت اب کوئی بات رسوائی مین باقی نہین رہی۔

آزاد نے کہا ہم ان کے داروغہ کو گھوڑے کا انعام دینگے اب خواجہ صاحب پھر تاب لائے۔ کہا یہ سمدھنین یہان سب کی سب کس کونے مین چھپی ہین ان سب کو تو بلاؤ۔

آزاد۔ پاگل ہو کون۔ بھلا سمدھنین سامنے آئینگی۔

خوجی۔ (منھ پر تھپڑ لگا کر) لاحول۔ واللہ گنوارپن کی بات کی اس وقت ٹوپی اتار کر سر جھکا دیا اور آزاد کے قریب جا کر بھائی صاحب ہمین اک دو جوتے گن کے لگا دیجیے۔ آپ واللہ خوب گن لیجیے اور گن کے دو جوتے لگا دیجیے۔

آزاد ایک دل لگی باز۔ تڑسے دو چپت جمائی کہ خوجی کی کھوپڑی بھنا گئی۔ جھلا کر کہا او گیدی قسم خدا کی دوسرا ہوتا تو قرولی اسوقت پار کر دیتا خدا ان ہاتھون سے سمجھے ے کہ ہمیں تک ہلا دیا آج نوشہ ہو گیا برون خیر۔۔ نہ وہ گدا دیا ہوتا کہ کھوپڑی ہی یاد کرتی اور سنیے کیا صفت کا سر پایا ہے۔ آپ کی چپت گاہ پر ایک پٹھے تو جانیے۔ آزاد نے کہا ہائین سے ادب گستاخ۔ ہماری شان مین یہ کلمے۔ رو کر جواب دیا پھر یہ تو نہی بنائی بات ہے کسی کا ہاتھ چلے کسی کا منھ چلے۔ اب اتنے سے گئے گذرے سمدھیانے مین ہمین ذلیل کیا اور ہم باپ بنے تھے۔

آزاد نے کہا بھئی تمہارے حکم کی آدھی تعمیل کی تم نے کہا تھا کہ دو جوتے لگاؤ جس کے عوض ایک چپت جمائی بس پھر کیا گناہ ہوا فرمایئے اگر جوتے لگاتا تو شاید آپ بگڑ ہی جاتے۔ خوجی صورت دیکھ کر رہ گئے اور آہستہ آہستہ بڑبڑانے لگے اور سنیے گا اپنے نزدیک آپنے ایک ہلکی سی چپت لگائی تھی اور یہان کھوپڑی

ل ہاتھ گئی خیر۔ اب اسوقت دولھا بنے ہو ورنہ سمجھ لیتا۔ ہری ہری چوکیین مس روز کے سامنے ایسی دھول پڑتی تو واللہ کچا ہی چبا جاتا۔

خوجی۔ (خدمتگارون سے) اسے یامدہ کیا ماجرا ہے۔ گلوری ہے نہ عطر نہ ڈلی نہ پان نہ قلیان نہ حقہ نہ پیچوان۔ یہ کیا اندھیر ہے۔ آخر کیا کوئی نقرہ سمجھے ہو جی۔

خدمتگار۔ حضور ہم سمجھے نہین۔ قلیان اور پان کے معنی سمجھا دیجیے۔

خوجی۔ ایسے نچھے ہین سمجھے نہین۔ اپنے داروغہ کو فوراً بھیجدو کہو نوشہ کے ابا جان نے تم کو یاد کیا ہے۔ دست بستہ حاضر ہو فوراً حاضر ہو۔

خدمتگار۔ بہت خوب خداوند۔ ابھی حاضر کرتے ہین داروغہ

خوجی بولے واللہ یہ لوگ گنوار کے لٹھ ہین کچھ جانتے ہی نہین تعظیم و تکریم ادب و آداب معاشرت سب سے بے بہرہ۔ نوشہ الگ جھک مار رہا ہے۔ رفقا الگ جھک مار رہے ہین۔

کس نمی پرسد کہ بھیا کون ہو
ایک ہو یا ڈیڑھ ہو یا پون ہو

آزاد نے کہا آپ بہت وحشت کی نہ لین ورنہ اب سچ مچ جوتے ہی پڑینگے۔ سمجھے حضرت سلامت جی اتنے بڑے ہین کبھی کبھی تو یاد کیجیے جو منھ پر آتا ہے بک اٹھتا ہے۔ پان کیسے یہان پان کبھی دیکھا بھی تھا کہ بے تکی ہی بکتا ہے۔ پان کھائینگے اور حقہ کس سے مانگتا ہے مردود یہ سگرٹ پیتے ہین یا حقہ، روم مین ہو یا ہندوستان مین ہو۔ تم پہلے یہ تو بتاؤ کہ ہو کہان لوتے کا گھوڑا اور سہرا اور یہ اور وہ۔ واہیات بکتا جاتا ہے بے تکی۔ خوجی کو یہ کلمات ناشایستہ سخت ناگوار گذرے منہ پھلا کر

باہر آئے۔ کچھ جواب نہ پایا باہر آنکر ایک لونڈی سے کہا بستی ہو جاکے نوشہ سے کہدو کہ آج سے ہم سے کوئی تعلق نہ رکھیں بس اب تک صاحب سلامت تھی۔ اب وہ بھی ترک۔ اللہ اللہ خیر صلاح ہم جاکے مس روز کے ساتھ شادی کرتے ہین مردک کو آدمی بنادیا اور جب بھی بے سمسم اکڑا ہی رہتا ہی۔

ادھر لونڈی پیغام لیکر گئی ادھر اُنھون نے مرثیہ خوانی شروع کردی۔ ؎

آہو سے دو چند اس کے طرارے نظر آئے
سایہ جو پھرا ساتھ چکاوے نظر آئے
آیا جو عرق ابر مین تارے نظر آئے
چل پھر فقط ابرو کے اشارے نظر آئے

یکتا ہوئے کل تین فرس دونون جہان مین
یہ رن مین ہین اور دلدل فردوس جنان مین

لونڈی نے جاکر آزاد سے سب داستان کہا تو اُنھون نے بات ٹال دی کہا۔ وہ دیوانہ ہی اُسکے منہ نہ لگو بکنے دو۔ ہندوستان مین خاصہ بھلا چنگا تھا۔ یہان آتے آتے خدا جانے کیا ہوگیا۔

لونڈی۔ مجھے تو ان کی صورت دیکھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ بے گالی کے بات ہی نہین کرتے اور بات بات پر مارپیٹ کے لیے مستعد پھر ان سے کون بولے جو بولے وہ گالی کھائے۔

آزاد۔ جنون ہی۔ کئی مہینے سے جنون ہی بکنے دو واہی ہی۔

لونڈی۔ اے حضور میرا ہاتھ پکڑ کے بیت ڈپٹ کے کہا کہ خبردار خبردار ضرور کہنا ضرور کہنا اور مین اسکی کیا پرواہ رکھتا ہون۔ مین ادھر آئی تو وہ غل مچانے لگے۔

آزاد۔ لاحول ولا قوۃ۔ کیا غل مچا رہا ہی ذرا خاموش رہو تو مین سنون لونڈی خاموش ہوئی تو آزاد نے یہ سنا۔ ؎

اللہ ری تیغ لیتی تھی محصول سب سے یہ
تیغون سے آب تیرون سے چلے کمان سے زہ
مو سے کمر سے کھولتی تھی ناف کی گرہ
سر سے تو خود لیتی تھی اور جسم سے زرہ

دست تہی بنادیا ہر اک نیام کو
نیزے کی بھی گرہ مین نہ تھا بال نام کو

گر کوئی تیغ پڑتی تھی اس تیغ گرم پر
تو جوہر اسکے اڑتے تھے یون جسطرح شرر
دندانے صاف تیغ مین پڑنے تھے سر بسر
آہن بھی عجز کرتا تھا دندان نکال کر

دندانہ تیغ نے کیا پیدا تو کیا کیا
زور عدو پہ خندۂ دندان نما کیا

آزاد۔ خیر ابھی تک حواس تو درست ہین۔ ہزار غنیمت ہی۔

خوجی۔ اللہ اللہ ہم اور کسی کی آدھی بات سنین کیا مجال وہ کوئی اور ہوتے ہونگے جو کسی کی سنتے ہونگے ہم گلبھڑے چیر ڈالین خواجہ صاحب سے رہا نہ گیا خود تشریف لائے اور آزاد کے کان مین کہا میان اسوقت تمھاری وہی مثل ہی کہ کاناٹو بہ خود غرض۔ ایک شتر دون ٹون ہم ساتھ ہین اور ہم سے بھی بگاڑتے ہو۔ ہم نے تمھارا کیسا کیسا ساتھ دیا کہان کہان معرض خطر مین ڈالی گر تم اب ایسے دشمن ہوگئے کہ ہماری سنتے ہی نہین یہ کیا اندھیر ہی۔ ہمین سخت استعجاب ہے کہ یہ تم کو ہو کیا گیا ہی میری خطا میرا قصور میرا جرم۔ جو تو بتاؤ بھائی۔

بگفتند کلسے سرور یہ خرد | تن و جان تو در بادا زابد

راوی۔ اس گفتگو کو اس شعر سے کتنی مناسبت ہے سبحان اللہ۔

خوجی - سو حضرت اب ہماری سُنیے مطلب یہ ہی کہ سسرال مین اس طرح پر رہنا لازم ہی کہ انسان کی قدر و منزلت ہو۔ نہ اس طرح سے کہ ذلت حاصل ہو۔ سمجھے آپ۔ ہم جب اپنی سسرال جاتے تھے تو کل آدمی سرو قد تعظیم کرتے تھے اور جسطرح یہ کنیزان خوبرو آپکے سامنے ہنستی ہین اس طرح کسی کی مجال نہ تھی کہ ہنستی۔ دانت تڑوا دیتا سب باادب اور خاموش اور گردن نیچی چپ چاپ رہتے تھے مرد ہو یا عورت۔ ایک حکیم صاحب جو ہمارے چچیا سسر تھے وہ البتہ بڑے مقدس تھے انھون نے تو ہماری تعظیم کبھی نہین کی مگر بس وہی ایک اور بھی بڑے نامی حکیم تھے مسیحاے زمان۔

ز آن حکیم مسیحا دمے درین ایام	کہ در زمان تو علت ز خلق بگریزد

آزاد - اس فضول تقریر کا ماحصل کیا ہی حضرت؟

خوجی - ماحصل یہ کہ عزت کے ساتھ زندگی بسر کرو سمجھے۔

آزاد - اب بالکل سمجھ گیا۔ بس اب اسمین کوئی شک نہین ہے۔

خوجی - ایک ذرا لیے رہو پھر دیکھو کیسی قدر و منزلت ہوتی ہی ورنہ کوئی ٹکے کو نہ پوچھے گا۔ اور مفت مین ذلیل و خوار ہو گئے آیندہ اختیار ہی۔

من نگویم کہ این مکن آن کن	مصلحت بین و کار آسان کن

آزاد - اچھا ہدایت ہوئی۔ اب ذرا لیے رہونگا بس حضرت اتنے مین ایک خادمہ نے آکر کہا حضور ذری خاموش رہیے غضب ہو گیا ستم ہو گیا۔ آپ کی تلاش مین سرکار نے لوگ دوڑائے ہین۔ چنانچہ پچاس سوار اس طرف بھی آئے ہین وہ بیان کرتے ہین کہ حضرت زیر جنگ نے نادری حکم دیا ہی کہ آزاد پاشا کو فوراً لاؤ۔ مس کلیرسا اور میڈا اور شہزادی گھبرا اٹھین ابھی تک ان لوگون کو یہ نہین معلوم ہوا کہ آزاد کہان ہین۔ مگر اسقدر سنا ہے کہ اس پہاڑ کی طرف روپوش ہین خدا خیر کرے مس کلیرسا کو وہ سوار جانتے ہین اور اُن کی عزت و توقیر کرتے ہین سب نے ان کو دیکھکر ٹوپی اُتاری۔

آزاد - خدا خیر کرے۔ افسوس ہی سخت افسوس ہی۔ گر خدا نکردہ لاچار علاج شہزادی نے ہم کو یہان پھانس کھلا بھگت لین ہمارا تو بال تک بیکانہ ہو گا۔ ہم کو تو سزا ابھی اس سے زیادہ مل نہین سکتی اور ہمارے لیے یہی سزا کیا کم تھی جو شہزادی نے دی

خوجی تھر تھر کانپنے لگے آزاد نے سمجھایا کہ ہوش و حواس درست رکھو ورنہ ہاتھ پانون پھول جائینگے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک اور خادمہ آئی۔ اُس نے مس میڈا کا خط دیا۔

ڈیر آزاد - اس وقت پولینڈ کی شہزادی کو تم دیکھ ہی چکے ہو کہ کس طرح کا جوبن ہی۔ وہ مجھکو جیب دکھا کر ہم سب سے مل کے یہان چلی آئی تھی تاکہ شام کو دعوت کے بعد ہم سب کو رخصت کرے اور پھر ہم ہون اور وہ ہو۔ گل ہو اور بلبل ہو مینا کی قلقل اور جام مل ہو۔ مگر سارا مزہ کرکرا ہو گیا۔ پچاس سوار گھوڑے اڑاتے ہوئے آئے معلوم ہوا کہ تمھاری گرفتاری کے لیے آئے ہین مس کلیرسا کا رنگ فق ہو گیا! ان پچاسون سوارون کو شک تھا کہ آزاد اس پہاڑ مین کہین چھپے ہین مگر مس کلیرسا کی ملاقات سے ان کا شک کافور ہو گیا کیونکہ اس شعلہ رو کے سبب سے آزاد گرفتار اور اسکی وجہ سے وہ سپیریا بھیجے جاتے تھے اب سنا ہی کہ یہ سوار اُتر کی طرف جائینگے تم گھبرانا نہین تمھارا بال بھی بیکانہ ہو گا۔ عربن سے ان سوارون نے پہلے کئی سوال کیے تھے مگر وہ جہاندیدہ عورت ہے۔ اُس نے سمجھ بوجھ کے جواب دیے سچ ہے

سخندان پرورده پیر کہن	بیندیشد آنگہ بگوید سخن
بیندیش و آنگہ بر آور نفس	وزان پیش بس کن کہ گویند بس

بہ لطف آدمی بہتر ست از دواب	دواب از تو بہ گر نہ گوئی صواب

تمھارے ساتھ وہ جو مسخرہ - وہی بونا خوجی اُس کو باہر نہ نکلنے دینا ورنہ وہ کوئی نہ کوئی حماقت کی بات ضرور کریگا اسکو ہرگز نہ آنے دینا۔

مس میڈا پریوٹ

آزاد - سنا بھائی خواجہ صاحب یہ بڑی مصیبت پڑ گئی ہے۔

خوجی - اور تو خیر مگر ان دل لگی کر بیٹھی۔ اور رشتہ بھی ایسا ہی سالی ہیں نہ ہماری پھر کہاں تک ضبط کریں۔ خوجی وہ سنئے بونا لو صاحب ہم بونے ہیں۔ بونے ہوتے تو مصر کے اس مل والے پہلوان کو اُٹھا کے دے مارتے۔

آزاد - اور مسخرہ بھی بنایا ہے۔ یہ اس سب پر بھی طرہ ہے۔

خوجی - ابی خوجی چاہے کہہ لیں۔ گالیاں دے لیں ہنس لیں

عاشقان کشتگان معشوق اند	بر نیاید ز کشتگان آواز

آزاد - عاشق آپ کس کے ہیں۔ کیوں صاحب آپ ہیں پھر ایک عاشق

خوجی - کیوں مس روز کے عاشق ہیں یا نہیں۔ اونہہ کہنے لگے عاشق کس کے ہیں۔ بہت اچھے پھر ارشاد ہوا- آپ لوگ میری ہی طرف جلتے ہیں۔ بھائی اصلاً واسطہ نہیں کہتے مس روز ہماری جان ہے یا نہیں ہے۔ پھر عجب آدمی ہو بھئی -

خواجہ بدیع الزمان صاحب کو آزاد نے سمجھا کر بھیجا کہ جا کے ان سواروں کو دیکھیں جو بجانب روس ان کی گرفتاری کے لیے آئے تھے خواجہ صاحب نے کپڑے بدلے کچھ ترکی کچھ ہندی کچھ روسی ایرانی وضع بنا کر باہر تشریف لے گئے۔ بغل میں شطرنج و خدمتگاروں کو سکھایا کہ تم ان سواروں کے پاس کھڑے رہنا جب ہم اس طرف سے گذرینگے تو وہ عجیب الخلقت آدمی دیکھکر ضرور متحیر ہونگے تم کہنا یہ شاطر ہے۔ ایران کا رہنے والا ایران اور روم اور ہندوستان اور بڑی دور دور سفر کر آیا ہے اسکو شطرنج بازی کا بڑا شوق ہے یہ کہکر حضرت لڑ جھکتے ہوئے روسی سواروں کی طرف پہونچے تو ان اینڈنے لگے سواروں نے اُن کی قطع دیکھ ایک بر قہقہہ لگائے اور ان دونوں خدمتگاروں میں سے ایک سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے۔ خدمتگاروں نے بیان کیا کہ یہ ایک عجمی ہیں۔ خاص ایران کے رہنے والے ایران اور کابل اور ہندوستان اور روم کی سیر کر چکے ہیں شطرنج بازی کا کمال شوق ہے۔ چنانچہ اسوقت بھی بغل میں موجود ہے سواروں میں دس پانچ شاطر بھی تھے اُنھوں نے بڑے اشتیاق سے اُن کو بلایا۔ خواجہ صاحب نے کہلا بھیجا کہ ہم رئیس آدمی ہیں کسی کے پاس جاتے آتے نہیں۔

ایک سوار - آگے بڑھکر ہم سپاہی آدمی بھی تو رئیس ہی ہیں

دوسرا - ہم آپ کی تواضع تکریم کرینگے آپ آئیں تو سہی ہم کو بھی شطرنج کا بڑا شوق ہے۔

تیسرا - تمھارے سبب سے دو گھڑی غم ہی غلط ہوگا۔ آؤ۔

خوجی - بھئی ہم تو بندۂ لطف ہیں - موجود مستعد۔ آمادہ

سوار - روم کھیلتے ہو یا فرنگ -

خوجی - جو کچھ ہو۔ فرنگ ہی سہی۔ ہم کب بند ہیں کسی میں

سوار - اچھا شطرنج لاؤ۔ کچھ بد بدکے کھیلو تو کیا مضایقہ۔

خوجی - ہم اس کے ساتھ شطرنج کھیلتے ہیں جو ہمارے سوالوں کا جواب کافی دے۔ ورنہ خیر صلاح ہے۔

سوار - اچھا آپ سوال کریں ہم جواب دینگے فرمایئے

خوجی - سوال بہت مختصر ہیں مگر موزون۔

۱- گھوڑے اور بیل سے مات کر سکتے ہو یا نہیں۔

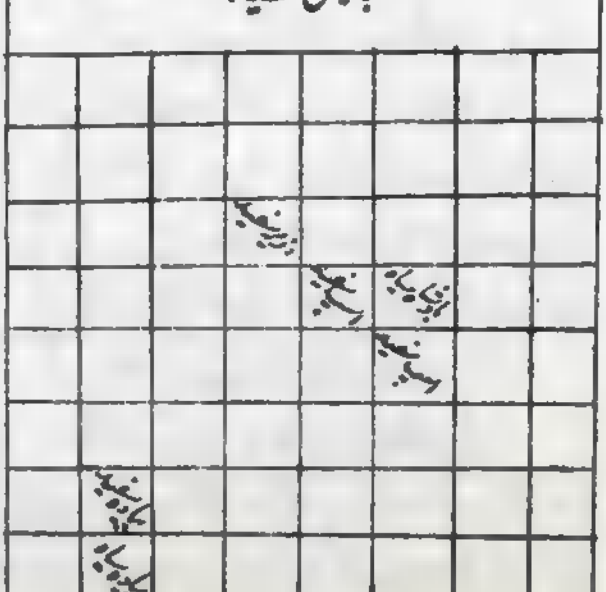
۲۔ پیلون سے مات ممکن ہی یا غیر ممکن ۔
۳۔ پیادہ کسے کہتے ہین اور بُرد کے کیا معنی ۔
۴۔ فرزین زیادہ یا دو رخ ۔
۵۔ گھوڑے اور رخ مین کیا فرق ہی ۔
۶۔ آخر بازی مین گھوڑا اچھا یا پیل ۔

سوار ۔ یہ کون مشکل سوال ہین جواب سنیئے ۔
۱۔ گھوڑے اور پیل سے مات ممکن ۔
۲۔ پیلون سے مات ہو سکتا ہے ۔
۳۔ پیادین پیادون کی مات کو کہتے ہین بُرد کے معنی کہ حریف کے پاس بجز شاہ کے اور کوئی مہرہ نہ رہے ۔
۴۔ دو رخ فرزین سے زیادہ ہین ۔
۵۔ رُخ کی ترجیح ہی ۔

خوجی ۔ اچھا اس نقشے کو کوئی حل کرے ۔

سیاہ بازی کو تین چال مین مات ہو سیاہ پیادہ بادشاہ سفید کا رکا ہوا ہی ۔ پہلے چال شاہ سفید کی ہی ۔

بازی سیاہ



بازی سفید

سوار ۔ بیشک حل کر دینگے اس مین مشکل کیا ہی ۔
خوجی ۔ گھر کی ٹکی اور باسی ساگ ۔
سوار ۔ پہلے کون چلے ۔
خوجی ۔ اے لاحول بس بو حل کر چکے نادان اتنا نہین جانتے کہ پہلے ہمیشہ مات کرنے والا چلتا ہی ۔ ای توبہ توبہ

کنایم زبان را بشکر نوا ۔۔ کہ در بزم ما نیست کس بینوا

سوار ۔ آپ کا مکان کہان ۔
خوجی ۔ اجی جہنم مین ہی ۔ اس سے کیا واسطہ تم کو ۔
سوار ۔ آپ ایرانی ہین یا ہندی یا عربی یا ترکی ۔
خوجی ۔ عربی نہ فارسی نہ ترکی تال کی نہ سُم کی نہ سُر کی

پہیلی کہی ہے کیسی کڑکی ۔۔ حویلی علی نقی خان بہادر کی

بیڑے مین ہر قسم کے آدمی ہوتے ہین ۔ ایک سوار نے انکو دور ہی سے چڑھانا شروع کر دیا ۔ انھون نے دیکھا تو آگ ہو گئے اور شطرنج اُٹھا کر پھینکدی ۔ اس پر اور سوارون نے اس سوار کو منع کیا اور پھر نقشے پر غور کرنے لگے اتنے مین ایک سوار نے اُن سے فارسی مین گفتگو شروع کی پوچھا تم کون ہو اور کہان سے آئے ہو اور کہان جاتے ہو ۔ خوجی نے فارسی مین جواب دیا بابا ے من بدیع شنیدیم بہ کہ خاکسار از بلدۂ کہ در حوالی

حوالی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ در حوالی

اجی لاحول بڑے بڑے پھنسے ۔ کیا بیڈھب سوال کر بیٹھا

اجی در حوالی اصفہان واقع بود مسکن دارم ۔

سوار ہنسا سمجھ گیا کہ ایرانی نہین ہی ۔ نہ ایرانیون کا سا لب و لہجہ نہ زبان یہ بنا ہوا عجمی ہی ۔ پوچھا آپ نے کس کس ملک کی سیر کی فرمایا بس یہ نہ پوچھیے از سر زمین ایران با کاکُم و کابل و از کابل رفتم بہ سیستان و از سیستان باز بخارا دیدم ہو رم

آدم واز عرب در بدخشان رفتم۔ (اس بے تکے پن کے صدقے تھا وہن) ویدم ہندوستان ودریاے اٹک وگنگ وسندھ ودر آنجا زنان ہندی ویدم سبز ان بمصرستان ہم رفتہ ام۔ (مصرستان کیا خوب۔ اور روستان اور روستان اور پورٹلستان کے پہلوان کا ذکر ہی نہیں) وباز آمدم روم واکنون ویدم روس۔

سوار۔ (مسکراکر) سن تمہارا کیا ہی۔

خوجی۔ بندہ شش سال وچہل سال آمیختہ عمر دارم۔

راوی۔ پھڑکا دیا چہل وشش کہیں تو پھبتیاں ہوں لہذا چہل وشش کی آمیزش کی واہ حضرت واہ۔ فارسی ہوے تو ایسی۔ اس (آمیختہ) کے لفظ نے جان ڈالدی۔

سوار۔ (ہنسکر) مزاج تو اچھا رہا کہیں فصد کی ضرورت تو نہیں ہوئی تھی۔

خوجی۔ اوگیدی۔ اگر قرولی در دست من بدیہا بودے میں ہر پیچ ضرور بھونک دیتا۔ چہ کہ مارا تاب سخن شنیدن درست نبودہ ونہ بود ونخواہد بود۔

راوی۔ کیا خوب تمام آمدنامہ گردان گئے (نخواہد شد)

تین سوار نقشے پر غور کر رہے تھے انھون نے بعد غور کامل کہا حضرت اس کا حل کرنا محال ہی بلکہ ہمارے نزدیک یہ نقشہ حل ہی نہین ہو سکتا۔ سیکڑون منصوبے کیئے گر بیکار اس ستم کو دیکھیے اب ہمارا کیا بس ہی لیکن آج شام تک غور کرینگے اگر حل ہوا تو خیر ورنہ آپ شرط جیتینگے خوجی اکڑ کر بولے ابھی حضرت روم اور مصر اور ہند اور عرب اور ایران مین تو کوئی بازی جیت نہ سکا۔ آپ کیا بیچارے ہین یہ سوار نے کو غصہ آیا کہا اچھا خیر ابھی تو ہم نے ہمت نہین ہاری ہی لیکن اگر آپ بھی حل نہ ہو سکا تو اس سامنے والے کنوین مین پھینک دینگے۔

خوجی۔ (فارسی وزن سے) میہ یدی برادر من بدیہا کہ این چہ میگوید مارا الفاظ سخت شنیدہ کہ من بدیہا در عہد شاہی کمیدان بودم می شنوی و مارا ورچاہ غضب انداز (چاہ غضب بھی کیا خوب آیا ہی۔)

سوار۔ عربی مین گفتگو کر سکتے ہو۔

خوجی۔ ابی ہمین کیا نہین آتا ہی۔ عربی سہی۔ الحمد للہ الذی جل عن شبیہ والنظیر وتعالیٰ عن النصیر والوزین ومن شانہ تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء ولا یدرک ذہن البشر حکمتہ البالغۃ ولا یحیل کمرہ کنہ قدرتہ الکاملۃ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا خاتم النبیین وخیر الخلائق اجمعین وعلیٰ آلہ واصحابہ الاتقیاء الابرار والسادۃ الامجاد الاخیار۔

سوار بہت ہنسا۔ سمجھا کہ یہ اپنے دل مین مجھے بالکل بے لکھا اور جاہل تصور کرتے ہین اور یہ جانتے ہی نہین کہ برسون عرب اور ایران مین رہا ہون۔ خوجی نے اکڑ اکڑ کر کہا کلام نظم فاخرہ از بطن من بدیہ بشنو کہ من میگویم۔

چنان بر شراکدم آن پہلوان ... چو فیرے کہ بر کو سفند جوان
تفنگانے زواز و فسنہ بر سینہ اش ... کہ افتاد بیرون زدل کینہ اش
بیکدم حصار زمش شد تہی ... ہمہ خاک شد سروری و مہی
ببین گردش چرخ دوار را ... کہ از جان کشد ہمچو سردار را
ندانم کہ از گردش آسمان ... چہ آید بجان و تن من زیان

ندانم کنون چارۂ کار خویش ... کہ درمان کنم ہر آزار خویش

سوار۔ ایران اور عجم اور فارسی اور سیستان اور کابل اور بدخشان مین کیا فرق ہی اور کہان کی زبان سب سے زیادہ معتبر

دستند ہے۔

خوجی ۔ ایران عجم مین ہی اور عجم فارس مین اور سیستان مین کابل ہی اور بدخشان مین سیستان ۔

راوی ۔ اور آپ کی عقل کہان ہی ۔ گدہی مین ۔

سوار ۔ آپکے ایرانی ہونے مین شک نہین ہی ۔ اصل ایرانی ہو لیکن نہ بتایا کہ زبان کس مقام کی زیادہ مستند ہی ۔

خوجی ۔ ایران کہ جسکو ماورا النہر بھی کہتے ہین بیرف ورالنہر

سوار ۔ بجا (مسکرا کر) درست ارشاد ہوا ۔ اور بعض آدمی خوارزم بھی تو کہتے ہین شاید ۔ برین عقل و دانش بباید گریست ۔

خوجی ۔ مارا از امتحان گرفتن مردم شما ہیچ نیست ۔

سوار ۔ مین سمجھا نہین ۔ آپ تو ٹھیٹھ فارسی بولتے ہین ۔

خوجی ۔ ہان ۔ اکنون برراہ آمدی (ہان) اب ٹھیک راست آئے بشنو از من بدیع من کانسل مصر را عرضی نوشتم کہ او دنگ بود و درعنوان گفتم ۔

اے قبائے بادشاہی راست بر بالائے تو
مصرعۂ ثانی فراموش شد ۔ والائے تو

و اکثر بارہا قایل نمودم مدعیان زیارت را چنانچہ یک ایرانی درین جاہم ہست و او از من درس میگیرد ۔ من خوانم او را و از من می خواندہ ۔

بیا تا گل برافشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرح نو بر اندازیم
اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقان ریزد
من و ساقی بہم سازیم و بنیادش بر اندازیم

ایک افسر نے خوجی کی شکل و صورت اور نئی گردھت کی وضع دیکھکر ان کو اپنے پاس بلایا ۔ خواجہ صاحب گئے ۔ آداب بجا لائے اور ٹوپی ہاتھ پر رکھکر بطرز تندر دکھائی افسر نے ہنسکر کہا ۔ آپ کس ملک کے باشندے ہین ۔ خوجی بولے من بدیع باشندہ ایران خاص شیرازی زباندان بلا بالا ۔ دس دخرام ۔

افسر ۔ یہ وضع اہل ایران کی نہین ہی ۔

خوجی ۔ آپ روسی آدمی اہل ایران کی وضع کیا جانین ۔

افسر ۔ سبحان اللہ ۔ سبحان اللہ ۔ یہ آپنے خوب بات کہی مین ایران مین دو مہینے تک رہ چکا ہون ۔

خوجی ۔ او بابا من بدیع را اکنون معذوری لازم آمد پہلن جو ہی وہ ایران ہو آیا ہے ۔ اور ہمارے شہر کے آدمی نخاس کے باہر قدم نہین رکھتے ۔

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بملک مصر شاہی میکرد
میگفت گدا بودن کنعان خوشتر

حب الوطنی اسکو کہتے ہین ۔

افسر ۔ ہم شیراز اور تبریز اور اصفہان اور جام وغیرہ مقام بخوبی دیکھ چکے ہین حافظ اور سعدی کی قبر بھی دیکھی ۔

سعدی تو جوہری و کلام تو جوہر اند
بازار جنان فروش کہ گوہر اتیان خزمد

اور حافظ کا کلام ہمین بہت پسند ہی ۔

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چون دگران قرآن را

مگر ہم اسکو لسان الغیب نہین سمجھے ۔

خوجی ۔ تو آپ ان کے بھائی ہین ہمارے میان آ ۔

راوی - ہان ہان فرمایئے فرمایئے کس کے بھائی ہین آپ کے میان کون (آ) کہکر خاموش کیون ہے حضور - یہ زبان اگر قابو مین ہی تو سب کچھ ہی ورنہ عزت کا خدا حافظ ہی۔ کہنے کو تھے کہ آپ آزاد کے بھائی ہین یعنی جسطرح وہ فال کو صحیح نہین سمجھتے اور اس کے قائل نہین اسی طرح آپ بھی فال کے قائل نہین ہین مگر (میان) کہ کے رہ گئے اگر آزاد کا نام لین تو معاً گرفتار ہو جائین۔ لیکن اس افسر اور اس سوار کو گمان قوی تھا کہ یہ ایرانی نہین ہی مگر ابھی تک ان کو یہ شک نہین گذرا تھا کہ ہندی ہی اور نہ یہ سمجھتے تھے کہ آزاد کا ساتھی ہی۔ ورنہ معاذ اللہ تمام کہسار تھرا اٹھتا۔

خوجی - آپ شعر میگوید یا نمیگوید صاحب بہادر۔

افسر - بندہ! بندہ کم کم میگوید۔

خوجی - برخوان - کلام - ملا یدرک کلہ خوش برخوان برادر

راوی - اس فقرے پر افسر ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ گیا۔ کلام کے بعد ما لا یدرک کلہ نے کیا لطف دکھایا ہی۔

افسر - کلام منظوم بخوان کہ ازو استفادہ حاصل کنیم۔

خوجی - شاباش ہی میان واہ کیون نہو یہ لیجیے انگریز ہو کر فارسی زبان مین گفتگو کرتے ہین۔ کیون نہو۔ مگر لب و لہجہ نہین بدلا

راوی - اب آپ کا سا لب و لہجہ کہان سے لائین۔ آپ ایرانی الاصل اور انگریز کی ایک ہی کہی۔ روسی اور انگریزی مین فرق نہین معلوم ہوتا۔

خوجی - از کلام بلاغت التضام بندہ بدیع مقام بشنو برادر۔

نکلی عروس فتح محافہ جدا ہوا
یا نامۂ ظفر سے لفافہ جدا ہوا

افسر - کلام پارسی برخوان کہ بفہم نزدیک تر باشد۔

خوجی - ارے! غضب کیا۔ اردو کا فقرہ پڑھ دیا۔ خواجہ صاحب کی شامت اعمال۔ بوستان سعدی کے اشعار جو یاد تھے سنانے لگے اور فارسی وان سواران سے خوب واقف تھا۔ آپنے جھوم جھوم کر یون کہا۔

طریقت شناسان ثابت قدم — بخلوت نشستند چندے بہم
یکے زان میان غیبت آغاز کرد — در ذکر بیچارہ را باز کرد
کسے گفتش اے یار شوریدہ رنگ — تو ہرگز غزا کردۂ در فرنگ
بگفت از پس چار دیوار خویش — ہمہ عمر ننہادہ ام پائے پیش
چنین گفت درویش صادق نفس

استقدر خوجی پڑھ چکے تھے کہ سوار نے اسکے بعد تین مصرعے بھی پڑھ دیے

ندیدم چنین بخت برگشتہ کس
کہ کافر ز پیکارش ایمن نشست — مسلمان ز جور زبانش نرست

خوجی کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا۔

سوار - حضور یہ کوئی مخبر ہی۔ گرفتار کرنا چاہیے۔

افسر - ہمین خود شک تھا۔ ہرگز ایرانی نہین ہی۔

سوار - پھر گرفتار کر لیا جائے اور پہرا رہے کہ بھاگنے نہ پائے

خوجی - او گیدی خبردار ہم کوئی ایسے ویسے نہین ہین خبردار کمینو اون کے منہ نہ چڑھنا۔ اور سنئے کیا نرم چارہ سمجھے ہین۔

خواجہ صاحب غرفش کرتے رہے سواروں نے انکو گرفتار کر لیا

خوجی - اندھے کی داد نہ فریاد اندھا مارے بیٹھے گا۔

سوار - کیون صاحب - آپ تو ایرانی بنے تھے۔

خوجی - واہ میان .... تم تو آج لطف زندگی اٹھاؤ گے نئی دلھن پاؤ گے مگر ہم دیکھیے کس مصیبت مین گرفتار ہوتے ہین۔ ناحق ایرانی بنے مفت مین دھر لیے گئے۔

چو شمشیر پیکار بر داشتی	نگہدار پنہان رہ آشتی
کہ لشکر کشایان مغفر شگاف	نہان صلح جویند پیدا مصاف

افسر نے ایک آدمی کے ذریعے سے دریافت کیا کہ تم صاف صاف اپنا نام اور نشان اور مولد اور ملجا بتاؤ گے یا نہین اگر ٹھیک ٹھیک بتاؤ اور تشفی کرو تو ہم تم کو رہا کر دین۔ خواجہ صاحب نے فرمایا ہمارا نام سیتارام۔ نشان شہر اصفہان پتا محلہ اکیان متصل مکان ملا فرقان مولد من شیراز نام مقام مرتبان۔ ملجا و ماوا۔

افسر نے یہ سنکر کہا یہ شخص دو شقون سے خالی نہین۔ یا پاگل ہی یا بد ذات حکم دیا کہ اس سے تحریری جواب حاصل کرو۔

ایک۔ تم یہان کس تقریب سے آئے اور کسکے ساتھ آئے۔

جواب۔ تقریب بموج طبیعت کا لہرا۔ اور ساتھ اپنے عزم کے

دوسرا۔ کب آئے اور کہان کہان مقیم رہے۔

جواب۔ تاریخ یاد نہین مقیم سایہ درخت کے تلے۔

تیسرا۔ اعزہ مین سے کون کون ہی۔ اور کہان ہی۔

جواب۔ ۱۔ سب مرکھپ گئے۔ ۲۔ کوئی بہشت مین ہی۔ کوئی جہنم مین۔ کوئی دونون سے بری۔

چوتھا۔ تم یہان سے کسکے ساتھ جاؤ گے۔ کون تم کو لے جائیگا

جواب۔ موت۔ اجل۔ مرگ۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

خواجہ بدیع الزمان صاحب بدیع گئے تو تھے اس فکر مین کہ کچھ کھوج خبر لائین۔ وہان الٹی آنتین گلے پڑین۔ ایرانی جن کے آزادی سے ہاتھ دھویا کس مزے سے خواجہ بدیع شطرنج بغل مین داب کر سوارون کے بیڑے مین داخل ہوئے تھے وہان دھرے گئے شطرنج بازی کا شوق بھول گئے ہاتھ پاؤن پھول گئے بیٹھے ہوئے سوارونکو گالیان دے رہے تھے کہ ایک شخص نے ان سے کہا چلیئے وہ نقشہ حل کیجیے۔ کسی سے حل نہین ہو سکتا خواجہ صاحب کے ہوش جو اس نغرو شطرنج بازی پر کیا جاین ناچار بقول اسے قہر درویش بجان درویش جانا پڑا۔ سوارون نے کہا حضرت یا تو اس نقشے کو حل کیجیے یا وعدہ پورا فرمایئے ہمنے پہرون اسمین صرف کئے ہین۔ خواجہ صاحب نے نقشہ یون جمایا۔

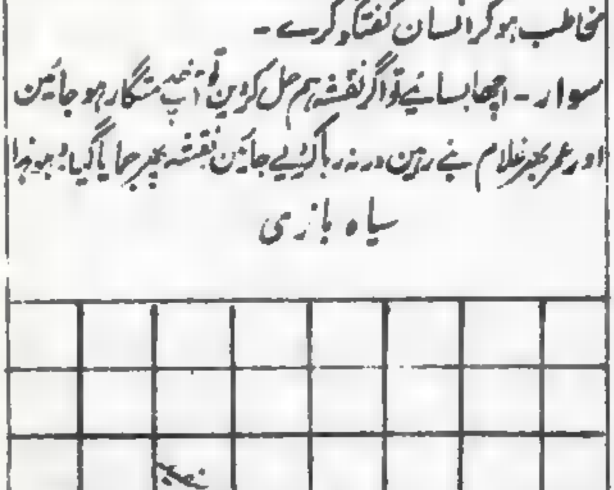
ایک سوار نے شطرنج کو اٹھا کر پھینک دیا۔ اسپر خوجی بہت ہی جھلائے کہا تم لوگون مین ذرا حمیت نہین ہی۔

سوار۔ اچھا پھر بسایئے۔ ایکدفعہ اور نقشہ جمے۔

خوجی۔ اے توبا۔ یہ گیدی اس قابل نہین کہ اسکی طرف مخاطب ہو کر انسان گفتگو کرے۔

سوار۔ اچھا بسائیے تو اگر نقشہ ہم حل کرین تو آپ خدمتگار ہو جائین اور عمر بھر غلام بے زر رہین ورنہ باکڑے جائین نقشہ پھر جمایا گیا جو یہ تھا

سیاہ بازی



سفید بازی

سیاہ مین چال مین سفید کو مات کرلے۔

سوار۔ عجب پاگل ہو۔ دو پہر تک سر مغزنی کی حل نہ ہوا اور اب دوسری طرح کا نقشہ بناتے ہو۔

خوجی۔ خیر آپ سنیے آپ ہی حل کیجیے تو جانین۔

سوار۔ بھلا آپنے شطرنج سیکھین تو کتنے دنون مین آگئے۔

خوجی۔ یہی کوئی دو برس مین۔

سوار۔ ہان۔ تو دو برس تک آپ کی مخلصی معلوم۔

خوجی۔ اسکے کیا معنی شطرنج سے اور ہماری رہائی سے واسطہ

سوار۔ جب تک بخوبی شطرنج سیکھ نہ لینگے تب تک حضور کو جانے نہ دینگے۔

خوجی۔ ہاے افسوس ع۔ اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی

سوار۔ اور اگر دو مہینے مین سکھا دو سبحان اللہ۔

خوجی۔ (اپنے دل مین) یہان شطرنج جاننا کون ہے۔

سوار۔ اچھا اب نقشہ حل کر دو۔

خوجی۔ حل کیجیے اگر نہ حل ہو تو افسوس کا مقام ہے۔

خواجہ صاحب نے دیکھا کہ سوار دن مین بے طور پھنسے ہین۔ ایسا نہ ہو کہ پستہ قامت اور دبلا پتلا سمجھکر چپتین لگانا شروع کردین۔ سوچے کہ مذاق کی باتین کہو تا کہ ان کا دل بہلے اور ہم سے بلطف و تواضع پیش آئین۔ فارسی دان سوار کی طرف مخاطب ہوکر کہا باباے من بدیع اگر مضایقہ نباشد البتہ بگویم حکایات و روایات چند بابت یک کس مرد بخیل کہ جمیع الجمع بخیل است مگر شما و زبان روسیہ ترجمہ کرون و من گفتن خواہم شد سبحان اللہ اس نے مسکرا کر جواب دیا بسم اللہ حضرت خواجہ صاحب یون گویا ہوے۔ بشنوید اے سخندان پروردہ پیر کہن کہ در ظریف ع بند بشد آنکہ بگوید سخن، یعنی بعد فہم و غور۔ آوردہ اند

راویان رنگین بیانی و حاکیان شیوا زبانی (بیانی اور زبانی مین بے تغیر نہیے) کہ در زمان پاستان یعنی قبل تولد گردیدن حضرت آدم (معقول) دو۔

	من آن وقت بودم کہ آدم نہ بود	
	کہ آدم عدم بود و حوا نہ بود	

مرے بود اول زندہ و خوش مجاز (یہ مزاج کی خرابی ہے و افسردہ کا ہیگا افسردہ) مگر بخیل بحدے تمام کہ بنام دادن در دریچہ نداد (یہ ہندی کا محاورہ ہے) یعنی دینے کے بعد دروازے کے بھی نہین سوتا تھا۔ ایسا بخیل تھا۔

سوار۔ کچھ مطلب بھی اس کا ہے۔ ایسا خود وقت ٹالتا۔

خوجی۔ واہ بنتے بھی کتنے ہو۔ ماشاء اللہ ماشاء اللہ۔ ذرنے داشت صاحب جمال کہ ماہم پیش عارض تابون او خجل بود۔ در ہر بزم کہ میرفت چون بنشست خفا او از نہاد ما برخاست و چون بنشست دل از دست رفت بہ و تر آن مرد ہیچک میخورد۔ ناگاہ صاحب غرضمندے بیامد سوال کرد آن زن حسین و حسن را دربایہ ساخت مشق توانم

بود از بس خرام گلعذاران	شدہ این بزم پر گل چون خیابان
ملنگی مہوشان سبز چالاک	کہ سبز بوستان از سایہ اش خاک
بباغ از قد رعنا بر فراز ند	گلستان را نہال از جلوہ سازند
کنند این دلبران گر جلوہ بنیاد	دہد سر و غلامان سرو آزاد
سر عشاق را این نالہ و شور	چو اشک شمع رنجنان چون چکد شور

	کہ دادہ عمر انسان تیغ را تاب	
	ز بہر قتل عاشق از نمک آب	

سوار۔ اب نقشہ تو حل کیجیے۔

خوجی۔ اسوقت دل بیقرار ہے۔ انشاء اللہ پھر سہی پھر سہی

سوار۔ واہ اس وقت بتاؤ۔

خوجی۔ اچھا ہم گھنٹے بھر میں بنا دینگے جو بھاگنا ہوتا تو ہم جھجک نہ جاتے۔

ز تخم شہان یک سر افراز مرد
بہ جوشیم بر جاے ارشاد کرد

یک روز ان اولاد خود نیز ہم اعتراض کن کہ حافظ شیراز ہم گفتہ است فقیر بر ہیچ دیان دعلوا منجورد و زیر سایہ درخت و در شہر و یک کس گرسنہ ہم در آنجا پیش رو استادہ بود این بخیل بعد فراغ طعام گفت کہ اے برادر شمارا از در می بینم کہ برائے تعظیم من استادہ چرا نشستن نمیکنی۔ سبحان اللہ او مرد گرسنہ دانست کہ این بخیل ہیچ نخواہد داد۔ لہذا رفت

اب سنیئے کہ ان کی انوکھی وضع اور چال ڈھال اور قد و قامت دیکھکر بہت سے آدمی ادھر ادھر کھڑے ہو گئے اور خوجی کو تماشا بنا لیا تو حضرت اکڑ کر فرمانے لگے۔

خود پرستی کا جو سودا ہو گیا
آپ میں اپنا تماشا ہو گیا

سوار۔ کبھی شادی بھی ہوئی تھی یا نہیں۔

خوجی۔ اس سوال کے صدقے یوں نہیں پوچھتے کہ کتخدا ہو یا ناکتخدا سوال بھی کیا تو بھونڈا کبھی شادی بھی ہوئی تھی؟

وہ ایسا کون سا معشوق ہے جسکو نہیں چاہا
یہ فردیں جتنی ہیں اُن پر ہماری بھی نشانی ہے

مس روز صورت دیکھتے ہی ان اشعار کی مصداق ہو گئیں

شور جسکا ہے وہ ہے عشق جنون زا دل میں
بندھ گیا ہے تکین حسن کا سودا دل میں
بات بھی آپکے آگے نہ زبان سے نکلی
لیکے آئے تھے ہم سوچ کے کیا کیا دل میں

مگر ہائے فراق واے فراق۔ اسے ہمیں مار ڈالا۔

شکست تار نفس ہو جو ہوں عدوے فراق
ہمارا رشتہ جان ہے رگ گلوے فراق

شکست دیکھیے دیتا ہے آسمان کس کو
عدو فراق ہمارا ہے ہم عدوے فراق

یقین ہے چمن عیش پر خزان آ جائے
گل وصال سے آتی ہے مجھکو بوے فراق

لگی ہے قید غم ہجر کی مرے دم سے
پھنسا ہے جان کے پھندے میں تا گلوے فراق

مس روز جان من جانان من قابل دید ہے۔ نازک کمر نازک اندام سیم بدن صنوبر خرام۔

لچکا نہ اس دھنک کے اڈ دپٹے کو جانیے
اک تار بادلے کی ہے لے سیر کمر

زلفوں کو چھوڑ کر نہ کرو تم خرام ناز
بچکے گی نازکی سے ہر اک گام پر کمر

پہلو میں بیٹھنے کو جو اُن سے کہا کبھی
لڑنے پر مستعد وہ ہوے باندھکر کمر

سوار نے دریافت کیا کہ حضور کا قد اب کچھ اور بڑھیگا یا بس انتہا یہی ہے۔

خوجی نے کہا آپ لوگوں کو خدا نے آنکھ نہیں دی ہے۔ ورنہ ہم کو حسینوں کا بادشاہ کہیے۔

اتنے میں ایک سوار نے کہا کہ آج یہاں کوچ کی تیاری ہے سنا ہے کہ اس مقام سے چار دن کی راہ پر آزاد پاشا کسی روسی لیڈی کے ہاں فروکش ہیں اور اُن سے اُس نے وعدہ کیا ہے اُن کے ساتھ شادی کریگی اور فرانس میں جا کر رہیگی۔ سنتے ہی خوجی کے حواس غائب ہو گئے۔ رنگ زرد دل سرد۔ یا خدا خیر کیجیو

اور آزاد کو شر آفات سے بچائیو ۔ بڑی اوس پڑ گئی یہ کیا ہوا کبھی تو کسی نے تپے تپے کی ہی ۔ مگر اسقدر رجوک گیا کہ چار دن کی راہ کا پتا دیا ۔ ایک آدمی نے بڑھے کے لڑکون سے کہا کہ یہان بھی ہم نے ایک مرد ۔ روم کا کوئی پاشا جسکا نام ہم نہین جانتے دیکھا تھا شیر کا سینہ ہی چیتے کی سی کمر خوش رو جوان ہی بس دو دن رہ کر خدا معلوم کہان چلدیا اور ایک دبلا دبلا ترک اُس کے ساتھ اور بھی تھا خوجی کا کلیجہ دھڑ دھڑ کرنے لگا ۔ یہ بڑی بیڈھب ہوئی اب تو یار لوگون نے تپے تپے کی کنا شروع کی ۔ خدا نہ کرے کہ کوئی حسین عورت کے پھیر مین پڑے ۔

اے صنم سب ہیں ترے ہاتھون سے نالان آجکل
صورت ناقوس ہین گبر و مسلمان آج کل

تھوڑی دیر مین پھر آزاد پاشا کی باتین ہونے لگین اور کئی آدمی اس گفتگو مین شریک تھے ۔

ایک ۔ آزاد پاشا کچھ رشوت دیکر بھاگ گئے ہون تو عجب نہین ۔

دوسرا ۔ اور رشوت کس کو دیتے کیا مجال ۔ اے توبہ!!!

تیسرا ۔ یہان تو وہ آ نہین سکتے تھے مین کلیر سا پھر گرفتار کر کے بھجوا دیتین ۔ مگر ہے کہین انھین پہاڑون کی طرف اگر پیچھا کیا جاے تو شاید مل سکے ۔

چوتھا ۔ اجی بستر اٹھا کے آئے ہین ۔ لائین اور پھر لائین جی ۔

خوجی ۔ وہ بھاگ کے گئے کہان ہین ۔ سو سوار تو اُنکے ساتھ تھے سو سوارون مین سے اگر نکل گئے تو ستم ہوا گیا ۔ بڑے جری اور چالاک ہین ۔

سوار ۔ جبدن وہ ملے اُس دن ہم سمجھینگے کہ روس قسمت کا دھنی ہی ورنہ اگر وہ پھر ترکون سے جا ملے تو ستم ہو جائیگا ۔

اتنے مین ایک شخص نے اُٹھکر کہا ارے یارو دہشی کہ خدایا نے

بچاؤ آزاد پکڑے گئے ۔ ایک مکان مین یہان سے کچھ فاصلے پر چھپے تھے ۔ بگڑی ہوئی بس دھر لئے گئے ۔

یہ خبر وحشت اثر سنتے ہی خوجی نیم جان ہو گئے اور آنکھون سے آنسو بہنے لگے ۔

غافلو تقدیر کا رونا عبث
سب گلہ بیجا ہی سب شکوہ عبث
ایکدن گرگ اجل کا ہی شکار
یہ تگ و دو ای سگ دنیا عبث
کارخانہ عالم اسباب کا
کچھ نہین بیفائدہ بیجا عبث
خیر مین جاتا ہون اپنا خانہ خراب
کیون پڑا پھرتا ہی تو ہر جا عبث

کل کی کل کے ہاتھ ہے اے غافلو
آج تم کو ہے غم فردا عبث

جو آتا تھا وہی کہتا تھا کہ آزاد پکڑے گئے اور شدہ شدہ یہ خبر مشہور ہوئی کہ منجملہ ان سوارون کے تین آدمی پہاڑ پر شکار کھیل رہے تھے انھون نے ایک شخص کو درخت پر بیٹھا ہوا دیکھا پوچھا تو کون ہی ۔ اُس نے جواب دیا مجبور ہو کر ایک سوار نے چاہا کہ گولی لگائے تو اُس نے للکار کر کہا ۔ بابا مین ایک فقیر ہون مجھے ناحق دق کرتے ہو ۔

سوار ۔ تم کون ہو اور یہان کیون آئے ہو ۔

آدمی ۔ ہم پاگل ہین اور اسکو پاگلخانہ سمجھکر یہان آئے ہین ۔

سوار ۔ باتین تو پاگلون کی سی کرتے ہو مگر شکل صورت سے پاگل نہین معلوم ہوتے ۔

آدمی ۔ ہم کو بک بک کا دماغ نہین ۔

دوزخ مجھے قبول ہی لے منکر و نکیر
لیکن نہین دماغ سوال و جواب کا

آخرکار دو آدمیون نے اس شخص کو درخت سے اُتارا اور کہا تم کو ہم نے گرفتار کیا ۔ تم آزاد پاشا کے ہمشکل ہو ۔

حلیہ لا یا گیا تو ہمشکل کیا معنی۔ خود آزاد ہی تھے۔ خوجی کی آنکھین پھر پرنم ہوگئین۔ اور کمال حسرت سے اشعار ذیل کے زبان پر لائے۔

اے چشم غرق آب حیا ہو جہان تمام
خالی حباب واری نہ آسمان تمام
غارت ہین صبر و طاقت و تاب و توان تمام
لے یار تونے لوٹ لیا کاروان تمام

ابر ہین دیدۂ پر آب سے ہم
دم مین صبح فنا شادے گی
بیوفاؤن سے ہے وفا مطلوب
زندگی ہوگئی عذاب ہمین
تنگ آ گئے ہین تنگ آ گئے ہین

برق ہین دل کے اضطراب سے ہم
بحر ہستی مین ہین حباب سے ہم
طالب آب ہین سراب سے ہم
گذرے زاہد ترے ثواب سے ہم
اس دل خانمان خراب سے ہم

ایک سوار نے آہ بھر کر کہا کہ آزاد پاشا کے دیکھنے کے لیے مس کلیرسا گئی ہین اور ان کی ایک بہن بھی۔ ان کے ہمراہ ہین خوجی کو ڈھارس ہوئی کہ مس کلیرسا اور مس میڈا دونون رعایت کرینگی اور کہدینگی کہ یہ آزاد پاشا نہین ہین دیکھیے کیا ہوتا ہی۔

ہر دم ہے تیز خنجر بیداد کس لیے
یہ ظلم و جور اے ستم ایجاد کس لیے

کسی روز یہان عیش کا دن نصیب نہ ہوا۔ اے ستم۔

کس دن شب غم جان کو آفت نہین ہوتی
کب خیام سے یان صبح قیامت نہین ہوتی

مین اس وقت جان پر کھیل جاتا مگر افسوس ہی کہ حضور آزاد پاشا سے دور ہون۔ مجبوری کا مقام ہی۔

بستر ہمارا یار کے ایوان سے دور ہے
درویش آستانۂ سلطان سے دور ہے

ادھر یہ گفتگو ہوتی تھی ادھر وہ شطرنج باز سوار آیا۔ کہا لیجیے حضرت نقشہ حل کر دیا۔ وہو ہذا۔

اول۔ اسپ سفید بخانہ (۳) فیل سیاہ۔

۲۔ فرزین بخانۂ شاہ سیاہ۔

۳۔ فرزین کی کشت بخانہ رخ نمبر ۴۔ اور مات ہے۔ سفید شاہ جو چال چاہے چلے۔

خوجی۔ ٹھیک ہے خوب حل کیا شاباش۔ اب ہم تمھاری شطرنج بازی کے قائل ہوے۔ شاباش۔ شاباش۔

سوار۔ اب آپ بہت بنائیے نہین۔

اتنے مین خبر آئی کہ آزاد پاشا پہچان لیے گئے اور گرفتار ہو گئے خوجی بیچارے کو غش آگیا۔

سوار۔ کیا مس کلیرسا نے کہدیا کہ آزاد پاشا ہین۔

آدمی۔ ہان انھون نے پہچان لیا۔

سوار۔ یہان لائے جاتے ہین یا نہین۔

آدمی۔ ابھی وہین تحقیقات ہو رہی ہی۔

اتنے مین خواجہ صاحب کو ہوش آیا تو یہ شعر زبان پر لائے

ہر دم زمانہ داغ غم بر جگر نہد
یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر نہد

اللہ بس باقی ہوس۔

مکر و زور کے بغیر بعض اوقات کام نہین بنتا خدا کے مقبول بندے کسی حالت مین فریب نہین دیتے لیکن ایسے قدسی صفات آدمی دنیا مین کم ہین۔

اب سنیے کہ مس کلیرسا ہر ہفت آرایش سے مشین اور مس میڈا کلی پیرایش سے مزین اور پولینڈ کی گلچہرہ شہزادی سولہ سنگار کر کے بیٹھی تھین کہ دفعۃً سوارون کے بیڑے سے ایک آدمی آیا

اور مس کلیریسا کو علیحدہ بلایا اور ادب کے ساتھ عرض کیا حضور آزاد پاشا کا پتا لگا ہی حضور کو اسقدر تکلیف ہوگی کہ دیکھکر پہچان لین کہ آزاد ہی ہی یا کوئی اور ہی۔ مس کلیریسا دھک سے رہ گئی مِیڈا کو بلا کر کہا بہن ان کی زبانی معلوم ہوا کہ آزاد پاشا کا پتا پایا ہی سو ہم کو لیے جاتے ہین کہ چل کے شناخت کرو۔ مِیڈا کے چہرہ کا رنگ فق ہوگیا مگر یہ خبر سنکر کہ کلیریسا کے سوا اور کوئی آزاد کو نہین پہچانتا ذرا ڈھارس ہوئی کہ شاید بچ نکلے۔ سوار نے بیان کیا کہ تیس سوار پہاڑ سے دو کوس کے فاصلے پر شکار کھیل رہے تھے دریا کے قریب ایک آدمی کو بیٹھا دیکھا جو اس ملک کا رہنے والا نہین معلوم ہوتا تھا شکل و صورت خط و خال سب ایشیا والون کا سا ہی کشیدہ قامت بہت کسا ہوا بدن سینہ چوڑا جبین سرخ و سفید۔ کمر پتلی۔ پوچھا تم کون ہو۔ تو اس نے کہا مین ملک بُرما مین پیدا ہوا تھا جو چین کی سلطنت مین جانب شرق واقع ہی۔ باپ بلوچستانی ماں ترک سمرقندی آبا و اجداد وہان تجارت کرتے تھے مین نے ایک اسکول مین چینی زبان کی تعلیم پائی اور بطریق منشی سفارت چین کیساتھ روس مین آیا یہان مین نے نوکری چھوڑ دی۔ گھر کا امیر ہون اپنے پاس سے کھاتا ہون اور دندناتا ہون اب صرف اسقدر کام ہی کہ سیاحی کرتا ہون۔ ایک مقام پر گذر نہین دنیا کے پردے پر کوئی ملک ایسا نہین جہان مین نہ گیا ہون۔ ہان ہسپانیہ ابھی نہین دیکھا۔ قصد ہی کہ یہان سے ہسپانیہ بھی جاؤن۔ دریافت کیا گیا کہ تم کبھی ہندوستان بھی گئے تھے کہا ہان پانچ برس تک رہ آیا ہون۔ پوچھا نام کہا محمد طاہر پوچھا تم اسکا کیا ثبوت دے سکتے ہو کہ ہندی نہین ہو۔ کہا ہم اس کے ثبوت کی کوئی ضرورت نہین دیکھتے۔ ہم کوئی مجرم نہین کوئی گنہگار نہین۔ ہمارا ذرا قصور نہین ہی پھر ثبوت یعنی چہ۔ ایک سیاح جہانیان جہان گرد آدمی ہین ایک جگہ پر قیام نہین۔ آج یہان کل وہان پوچھا کوئی فن بھی جانتے ہو۔ کہا ہان جانتے ہین۔ ایک تو بانک اور بنوٹ مین ہم برق ہین۔ کسی سے دب چلنے والے نہین۔ دوسرے کشتی مین استاد بے بدل ہین۔ چاہے جیسا پہلوان ہو ہم اڑا دینگے تیسرے فن شاعری مین ید طولےٰ حاصل ہی فارسی شعر ایسا کہین کہ سننے والا پھڑک جائے بشرطیکہ تمیز دار ہو پوچھا کبھی کسی جنگ مین شریک ہوے تھے۔ کہا ہان بلکہ آسٹریا مین ایک فرقہ ہی لونیرز۔ اس کے سرغنہ سے چل گئی تھی باتون سے گھونسون اور لاتون اور لاتون سے جوتون کی نوبت آئی۔ اور آخر کار جنگ کی ٹھہری دس مہینے تک سرکاری فوج کی طرف سے ہم ان لوگون سے لڑتے رہے آخر کار شکست دی جو حضرت سلطان المعظم کے خلاف ہوگیا تھا۔ اطالیہ کے ایک جنگی اسکول مین تعلیم پائی ہی۔ پوچھا آزاد پاشا کا نام سنا ہی کہا سنا ہے مگر اس سوال سے چہرے کا رنگ زرد ہوگیا اور حیرت کے ساتھ ناظرین پر نظر ڈالی۔ بس مِیڈا کو یہ تقریر ایسی بری معلوم ہوئی کہ اگر بس چلتا تو اس کے راوی یعنی روسی سوار کو خاک مین ملا دیتی مس کلیریسا بھی کمال ملول ہوگئی کہ آزاد پر مصیبت پڑی۔ اسکے بعد سوار نے کہا کہ ہم لوگ گھوڑون سے اتر پڑے اور اس کو گھیر لیا۔ ایک آدمی نے جو آزاد کو حالت جنگ مین دیکھ چکا تھا پہچانا اور کہا آزاد یہی ہی۔ اسکی تلوار سے مین نے بھی دو زخم کھائے تھے مگر خدا نے بچا لیا۔ اس نے تو اپنے نزدیک کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا تھا اس شخص سے کہا صاف صاف کہدیا گیا کہ ہم کو شک ہے کہ تم آزاد پاشا افسر فوج روم ہو تمھاری تلاش مین ایک سو سوار بھیجے گئے ہین جن مین سے تیس سوار اس طرف

تسکار کرنے کے لیے نکل آئے اتفاق سے تم مل گئے۔ اب تم اپنے
کو قیدی سمجھو۔ اُس نے خشمگین ہو کر جواب دیا کہ تم قیدی
تمھارا باپ قیدی۔ آزادون کو کون قید کر سکتا ہے اُس کے
پاس ایک نہایت نفیس شمشیر بُرّان تھی اور ایک تپنچہ۔
صلاح ہوئی کہ ہتھیار اس سے لے لین کہا گیا کہ ہتھیار ڈال دو
اسپر آگ ہو گیا اور فوراً نیام سے تیغ خون آشام نکال کر
تین سوارون کو قتل کر ڈالا جب تک گرفتار کرین کرین
وار بچائین۔ چوٹ۔ دکین جواب دین اُس نے تین سوار
قتل کیے اور۔ چھ کو گھائل کر دیا۔ بڑی خرابی اور دقت
سے خدا خدا کر کے گرفتار ہوا۔ اب ایک مکان مین بند ہے
اور کئی روسی سوار شمشیر برہنہ لیے سر پر کھڑے ہین حضور
تشریف لے چلین تو پہچان لین اب پولینڈ کی شہزادی کو
اس حال کی اطلاع نہ تھی مگر سمجھی کہ سوارون کا آنا اور کلیسا
سے علیحدہ باتین کرنا اور میڈا کا جانا خالی از علت نہین
ہے۔ کوئی وجہ خاص ضرور ہے۔ ماتھا ٹھنکا کہ خدا ہی خیر کرے
کلیسا اور میڈا باہم تخلیے مین گفتگو کرنے لگین۔
کلیسا۔ بہن یہ ماجرا کیا ہے۔ کیا آزاد دیوانے ہو گئے یہ نہین
سوجھی کیا کہ بھاگ گئے۔ ایسے محفوظ مقام سے بھاگ جانا
جنون کی دلیل ہے۔ رہ رہ کے افسوس آتا ہے کہ یہ کیا سوجھی
ہم کو اطلاع تو دیتے بھاگے تو صید مصیبت ہوئے۔
میڈا۔ میری عقل خود کام نہین کرتی کہ یہ کیا ہوا۔
کلیسا۔ شکل وصورت سیرت خو بو وضع قطع چال ڈھال
خط و خال سب حلیہ ملتا ہے بیشک آزاد ہی ہین۔ ہائے ناحق
اپنی جوانی کا دشمن ہوا ہمارے وہین چھپا رہتا تو کانون کان
کسی کو خبر نہ ہوتی۔ بھاگ کے اپنی جان کے ساتھ دشمنی کی۔

میڈا۔ بہن یہ تو سب ہوا۔ اب یہ بتاؤ کہ تم کیا کہو گی صاف
کہہ دینا کہ یہ آزاد نہین ہے۔ وہ اس سے زیادہ حسین اور شہزور ہے
کلیسا۔ تمھارے سکھانے کی بات ہے۔ مین کیا بالکل نادان
ہون مگر بُری ہوئی اور میرے لیے سب سے زیادہ۔ اگر بات
کھل گئی تو غضب ہو جائیگا۔ ہائے افسوس ہائے افسوس۔
مگر مین آزاد کا ساتھ مرتے دم تک دونگی تم خاطر جمع رکھو مین جو
کہدونگی۔ اسکو سب باور کر لینگے میری ہی سبب تو آزاد
سیبریا بھیجے جاتے تھے۔
یہ کہکر مس کلیسا نے ایک آہ سرد بھری اور آنکھین
پرنم ہو گئین ناظرین اسکا سبب سمجھ ہی گئے ہونگے اس لقا
کو اپنا عاشق زار یاد آیا معرکہ دارا گیر مین آزاد کے ہاتھ سے
مقتول ہوا تھا اور جسکا بدلہ لینے کے لیے مس کلیسا کو خود آنا پڑا تھا
میڈا۔ شہزادی کو تو اطلاع کر دو۔ وہ بھی سُن لین۔
مس کلیسا نے سوار سے کہا کہ تم کل سوارون کو تیار کرو
اور فوراً آؤ ہم بھی سوار ہوتے ہین۔ اسکو تو یہین ٹالا اور
ادھر شہزادی کو بلا کر کچا چٹھا کہہ سنایا شہزادی مثل پیکر تصویر
خاموش ہو گئی۔ گویا منھ مین زبان ہی نہ تھی۔ چپ ہو گئین ہوش حواس
درست نہ تھے ہائے ستم ہائے ستم۔ کیا کیا آرزوئین تھین مگر
سب کا خون ہوا اسقدر آرزو بر آئی تھی کہ برات کا دن
دیکھ لیا۔ مگر دل کی دل ہی مین رہی۔

ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

ع۔ آرزوئین ہوئین سب خاک پہ ارمان کیسا۔
میڈا۔ بہن اب افسوس کرنے اور رونے کا وقت نہین ہے اب
سوچنے اور غور کرنے کا وقت ہے۔ غور کرو کہ اب کون تدبیر

کارگر ہوگی کس طرح آزاد کی جان بچالانا چاہیئے۔

کلیرسا۔ شہزادی واسطے خدا کے استقلال کو ہاتھ سے نہ دو۔

شہزادی۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے ہائے غضب!!! کیا سوچی تھی اور کیا ہوا۔ بڑا غضب ہو گیا۔ ہاے مین یہ نہین جانتی تھی۔

خواب دیدم کہ خورم آبحیات از دستش
تیغ میراند بحلقوم چو بیدار شدم

ہمارا دوست نہ تھا قاتل تھا سفاک تھا۔ آخر کا بیوفائی کی اب اس کے بغیر زندگی حرام ہے اور وہ اب افسران فوجی کے پھندے مین ایسا پھنسا ہے کہ چھٹکارا معلوم۔

سرے با ہوشے دارم کہ خواہد
زدست او زمین و آسمان داد
من و دل میروم از کوچۂ تو
دلاسائے بیا ہم میتوان داد

ہاے درد فراق مار ڈالے گا۔ یون ہی۔ نشتر نازتھے اب فرقت مین کیونکر بسر ہوگی۔

کشتہ ہون تیغ نگاہ نرگس مخمور کا
زخم ہے ہر ایک ساغر بادۂ انگور کا

مین سمجھتی تھی کہ اس کے سبب تا دم مرگ ساری خدائی کا آرام ملے گا۔ بآسایش تمام بسر کرونگی اور یہ معلوم ہی نہ تھا کہ یہی میری زندگی تلخ کریگا۔

ہاتھ سے کچھ نہ ترے اے مہ کنعان ہوگا
ہان جو ہوگا تو مری موت کا سامان ہوگا

مس میڈا نے کہا حکم دیجیے کہ دو گھوڑے فوراً حاضر کیے جائین اور مس کلیرسا جائینگی۔ سوارون نے آنکر بیان کیا کہ اسکو کوئی اچھی طرح پہچانتا نہین لہذا مس کلیرسا چلکر دیکھ لین۔ شہزادی نے کسیقدر خوشی ظاہر کرکے کہا شکر ہے کچھ کچھ جی مین جی آیا شاید بات بن جائے۔

اتنے مین باہر سے آواز آئی۔ ارے ان گیدیون سے خدا سمجھے اسے قرولی کی جان کو رو کے بیٹھ رہا۔ نہ ہوئی قرولی ورنہ دس بارہ کی لاش پھڑک رہی ہوتی۔

میڈا۔ خواجہ لو آگئے۔ تم۔ اس وقت خوب آئے۔ ادہر آؤ

کلیرسا۔ کیا خبرین ہین۔ یہ کیا شور ہو گیا ہے کچھ بتاؤ تو

خوجی۔ بس اب گفتگو کا موقع نہین۔ ایک قرولی جلد منگواؤ وبس جاتے ہی سوارون کے بیڑے مین گھسکر ایک ایک کے دو دو اور دو دو کے چار چار کر دون۔

پھر تو پکار رہو یہ ادھر وہ ادھر گرا
وہ نیچہ وہ ہاتھ وہ خود اور وہ سر گرا

میڈا۔ تم نے کیا خبر پائی۔ یہ بکنے اور جھک مارنے کا وقت نہین ہے۔ اسوقت آزاد کے کام آؤ۔ اور انکی مدد کو جاؤ قرولی سے کیا مطلب نکلے گا۔

خوجی۔ ہا! ہا! من ہیچ ہیچ بولے این امور نیست چہ کہ من در دگلے والی پلٹن شاہی کہ ہم سنگ اختری و جعفری پلٹن بود ملازم شدہ بودہ است۔

من آنم کہ اسپان تہ بردہ ام
بخدمت درین مرغزار آمدم

شہزادی۔ ماشاء اللہ چشم بد دور۔ اللہم زد فزد۔

کلیرسا۔ یہان ابھی ایک سوار نے آنکر کہا کہ آزاد یہان سے دو کوس پر گرفتار ہو گئے خدا جانے صحیح ہے یا غلط تم کسی سے دریافت تو کرو۔

خوجی جس مکان مین تھے اس مین ہین یا نہین ہین۔

کلیرسا۔ یہ تو نہین پوچھا۔ دریافت کرنا چاہیئے اگر نہین ہین تو سمجھو کہ نکل بھاگے تھے اور گرفتار ہو گئے اور ہین تو سبحان اللہ

جھوٹی خبر ہی۔

مَیڈا۔ ہان یہ تو خوب بات ہے۔ اب تک ناحق چپ چاپ بیٹھے رہے اتنی دیر سے معلوم ہوا ہی مگر خاموش بیٹھے ہین۔

خوجی۔ واہ ری میری عقل اور واہ رے مین اور واہ رے میرے حواس کہ کبھی رتی کبھی ماشہ کبھی تولہ تو وجہ کیا ضیا بیگم سے صحبت گرم رہتی ہی۔ ہائے ہائے کر رہی ہین یہ نہین ہوتا کہ جس مکان مین آزاد تھے اُس مین آدمی بھیجکر دریافت تو کر لین بس اس فراست ہی پر تو من بدولت کو ناز ہی۔

> کیون نہ صدقے تری دانش کے مین ہو جاؤن ہیلیچ
> انگلیون پر تو فلاطون کو نچاتا ہوگا۔

(داکرڑ کر) یہ مقطع کہلاتے ہین۔

الغرض مس کلیرسا نے آدمی بھیجکر دریافت کیا اتنے مین سوار آن پہونچے مَیڈا اور کلیرسا بھی تیار ہو چکی تھین۔ گھوڑون پر سوار ہو کر چلین شہزادی کو سمجھا دیا کہ گھبرانے کی بات نہین ہے کوئی شے ایسی نہین جو ہمارے امکان سے خارج ہو۔ اتنا ہی راہ مین آدمی ملا اُس نے مس کلیرسا کے کان مین کہا (آزاد پاشا وہان نہین ہین) یہ جگردوز خبر سنکر کلیرسا کو کمال رنج ہوا چار ناچار میڈا سے بھی کہا وہ بیچاری زار زار رونے لگی۔

کلیرسا۔ خاموش رہو۔ یہ لوگ کیا کہینگے اور کیا سمجھین گے

مَیڈا۔ اب تاب ضبط فغان کہان ہی اب تو دل ہی اور درد ہے

> دل میرود ز دستم صاحبدلان خدارا
> دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

مس مَیڈا کی حالت زار قابل افسوس تھی مس کلیرسا سمجھاتی جاتی تھین کہ بہن اگر اس طرح گھبراؤ گی تو زمانے بھر مین مشہور ہو جائیگا اور پھر یہ سوار بھی نہ مانینگے لیکن مَیڈا کا رنج اور درد دل کم نہین ہوتا تھا۔

> حضرت ناصح گر آئین دیدہ و دل فرش راہ
> پر کوئی اتنا تو سمجھا دو کہ سمجھائین گے کیا

کلیرسا۔ اب یہان سے کتنی دور ہی۔ قریب ہے یا دور۔

سوار۔ اب قریب ہے۔ وہ جو درخت ہے اُس کے پورب کی طرف مکان مین قید ہین۔

مَیڈا۔ اب ضبط گریہ محال ہی۔

کلیرسا۔ خدارا ضبط گریہ کرو۔ ورنہ حال کھل جائے گا۔ اتنے مین سوارون نے کہا بس باگ روک لیجیے مس مَیڈا کا کلیجہ دھڑ دھڑ کرنے لگا۔ مگر خاموش۔ سوارون نے کہا اگر حکم ہو تو ہم آزاد کو باہر لائین مس کلیرسا نے حکم دیا کہ باہر لاؤ۔ دس سوار ننگی تلوارین لیکر اندر سے آزاد کو باہر لائے پہلے مس کلیرسا نے گھوڑا بڑھا کر دیکھا پھر مس مَیڈا نے گو اس وقت یہ شخص سخت مصیبت مین تھا مگر مَیڈا کے بشرے سے خوشی ظاہر ہوتی تھی۔

اب سنیے کہ پولینڈ کی شہزادی سے اُس آدمی نے (جسکو آزاد پاشا کے فرودگاہ پر بھیجا تھا) جا کر کہا کہ آزاد کو وہان مین نے نہین دیکھا یہ سنتے ہی شہزادی نے آہ سرد کھینچکر کہا۔ خدا کے لیے اسکی مدد کو جاؤ ورنہ مین اپنی جان دے دون گی خواصون نے سمجھایا حضور کس کی مدد کو جائین اور کس قسم کی مدد دین اور کس سے لڑین کس کے مقابلے مین آپکے آدمی آزاد کی اعانت کرین۔

شہزادی۔ ارے وہان تم نے کیا دیکھا۔ آزاد تھے یا نہین

آدمی۔ نہین حضور وہان نہین تھے۔ اِدھر اُدھر دیکھا کہین نہ ملا بس مین چلا آیا۔ اب کہیے پھر ہو آؤن۔ مگر وہ وہان نہین ہین

اگر ہوتے تو کیا مجھے ملتے نہیں۔

شہزادی۔ تم نے کسی سے پوچھا تھا یا نہیں۔

آدمی۔ نہیں حضور میں نے نہیں پوچھا۔ مگر اب یافت کر لوں

شہزادی۔ افسوس صد افسوس ہمارا آدمی اور ایسا گاؤدی

آدمی۔ حضور میں نے عمداً نہیں دریافت کیا۔

شہزادی۔ اچھا اب دو آدمی جاؤ اور گلابی پوش خواصوں کو ہمراہ لیتے جاؤ۔ وہاں جا کر چپے چپے کو دیکھو شاید کسی مقام پر اس غرض سے پوشیدہ بیٹھے ہوں۔ کہ اگر سوار پتا پائیں تو مقابلے یا مفرور ہونے کے لیے مستعد ہو رہیں۔

دو آدمی اور گلابی پوش خواصیں اور ایک مسن اور تجربہ کار اہلکار سب مل کر گئے۔ خیر۔

اب ادھر کا حال سنیئے۔ مس کلیرسا نے لوگوں کے دکھلانے کے لیے اس شخص سے کئی سوال کیے۔

۱۔ تم آزاد پاشا ہو یا نہیں۔ اس کا ثبوت دو۔

۲۔ تم یہاں کیوں آئے اور تم سے کس کس آدمی سے خط و کتابت ہے

۳۔ اگر آسٹریا میں پیدا ہوئے اور اٹلی میں تعلیم پائی تو اٹلی کی زبان اور کوریا کی زبان سے ضرور واقف ہو گے۔

ان تینوں کے جواب یوں دیے۔

۱۔ آزاد پاشا کا نام تو ہم نے سنا ہے مگر ہم آزاد نہیں ہیں۔

۲۔ ہم بطریق سیر و سیاحت یہاں آئے۔ خط و کتابت تمام دنیا میں کسی سے نہیں ہے۔

۳۔ ہم اطالیہ کی زبان بول سکتے تھے اور اب بھی کچھ کچھ بول سکتے ہیں کوریا میں ہمارا سن بہت کم تھا مگر وہاں کے حالات بخوبی یاد ہیں۔

مس کلیرسا نے پھر سوال کیے۔

۱۔ اطالیہ کی زبان میں بلی کو کیا کہتے ہیں۔

جواب۔ کلیرسا۔

اس پر فرمائشی قہقہہ پڑا

سوال۔ کوریا کی زبان میں چڑیا کو کیا کہتے ہیں۔

جواب۔ مس میڈا۔

اس پر پھر قہقہہ پڑا میڈا اور کلیرسا سخت خفیف ہوئیں۔

سوال۔ باپ کے لیے کون لفظ اطالیہ ہے۔

جواب۔ بیٹا۔ اور بیٹے کے لیے باپ۔

کلیرسا۔ یہ مسخرہ ہے ساتھ لے چلو۔

ناظورہ پری رخسار ترائی میں اور شیروں کا شکار

نیپال کی ترائی میں جو شیر تریاں کا مسکن ہے ریاست کھیری گڈھ کے ڈانڈے کے پاس ایک لق و دق جنگل میں چند شکاری جمع ہیں خودرو پھولوں کی بو باس روح کو وجد میں لاتی ہے۔ عندلیب شیدا گلوں کا دم بھرتی ہیں۔ باد بہاری سے باغ نعیم کی لپٹیں آتی ہیں اور دل کی کلی کو غنچۂ گل کی طرح کھلاتی ہیں۔ نور کا تڑکا ہے سہانا سماں طرب نشان سات کوہ پیکر ہاتھی جھومتے ہوئے اس جنگل کی طرف آ رہے ہیں ایک فیل فلک شکوہ پر دو نوجوان طنطنہ و دبدبہ خسروی کے شکن ہیں۔ ایک کا سن بیس بائیس برس کا دوسرے کا مسا کر کے اٹھارہ کا۔ ایک کا نام وجاہت علی دوسرے کا نام معشوق حسین۔ وجاہت علی کا حلیہ سنیئے۔ اکہرا بدن۔ کرارے ہاتھ پاؤں۔ کس بل کا جوان۔ نگاہ قہر آلود۔ آنکھیں سیاہ۔ چہرہ چاند کا ٹکڑا۔ وضع کچھ انگریزی کچھ ایرانی دوسرے گلبدن کے چہرے مہرے نک سک وضع قطع چال

ڈھال بات چیت حرکات سکنات دیکھ کر سب کی رائے تھی کہ اگر زنانے کپڑے پہنا دیے جائیں تو بالکل عورت معلوم ہو۔ چھریرا بدن پتلی کمر۔ گورے گورے ہاتھ پاؤں پیارا کھڑا اتنیکھی چتون۔ نازک بدنی کی قسم کھانی چاہیے۔ وہ صورت زیبا اس حور لقا نے پائی تھی کہ فرشتے دیکھتے تو رہ جاتے ملائکہ نورانی اس بت بے پیر کا کلمہ پڑھنے لگتے۔ پیچھے پیچھے چھ ہاتھی آتے تھے۔ اور آگے آگے نواب نامدار وہم اقتدار کا فیل عظمت نشان ابر کی طرح جھومتا ہوا جاتا تھا۔ جب خاص جنگل میں داخل ہوئے تو ہاتھی روک لیے گئے۔ ریاست بکھیری گڈھ۔ سے نواب صاحب نے ایک واقف کار آدمی لے لیا تھا۔ جو اس جنگل کے مختلف مقامات اور شکار کے طرز سے اعلیٰ درجہ کی واقفیت رکھتا تھا اس اہلکار نے کہا کہ یہیں پر تھوڑی دیر کے لیے ہاتھی روک لیجے تاکہ شیر کا حال دریافت کر لیا جائے کہ کہاں ہے۔ اس فقرے پر معشوق حسین نے لرز کر کہا۔ اوئی کیا شیر کا شکار ہوگا۔ ہمارے تو ہوش جاتے رہے اللہ کے لیے ہمیں بچاؤ۔ موئے شیر کے نام سے روح فنا ہوتی ہے تم نے تو کہا تھا کہ ہرنی اور پاڑھے اور مرغابیوں کا شکار کھیلنے چلتے ہیں ہمیں جل دے کے لے آئے اور یہاں بے بسی کے عالم میں جان لوگے وجاہت علی نے سمجھایا پیاری کیوں گھبراتی ہو۔ تم تو کہتی تھیں۔ ہم بن بن پھرے ہیں۔ اکیلے رہے ہیں۔ بھوت پریت سے نہیں ڈرتے جادو ٹونے کے قائل نہیں۔ یہ اب کیا ہو گیا کہ ذرا سے شیر کا نام سنا اور کانپنے لگیں معشوق حسین تنک کر بولی (اوئی۔ ذرہ سا شیر ہے ذرا ہے۔ اے وہ اس ہاتھی موئے دیونے کے کان پکڑے تو اس سا کر بیٹھ جائے یہ معلوم ہو کہ پہاڑ گر پڑا۔ ایک دفعہ شاہ مینا کی درگاہ جاتے ہوئے نواب محسن الدولہ بہادر کی ڈیوڑھی کے پاس ایک شیرنی دیکھی تھی۔ اوفوہ (ہاتھ سے دکھا کر) یہ موٹی گردن اور پنجہ جیسے شیر کا۔ اس پر وجاہت علی خاں بہادر کھلکھلا کر ہنس پڑے اور خیلیاں بھی کسی قدر مسکرایا۔ تو انھوں نے ایک ادائے دلربا کے ساتھ کہا۔ ارے دہشت کے زبان قابو میں نہیں ہوا اسکے بعد ہی بات جو شروع کی اکلائی آتی جوڑی یہ نگوڑا ہاتھی بس دیکھنے ہی بھر کا ہوتا ہے۔ اسکے بدن میں خون کہاں بس پانی ہی پانی ہے۔ بادی بدن ہے ایکبارگی ہو کر بیکے ہو کٹہرے سے چھٹی تو میں نے کوچبان سے کہا قادر جلد گھوڑوں کو بھگا موڈی کاٹے تجھپر خدا کی سنوار اور خالہ جان کو تو بس غش ہی کی نوبت آگئی وہ بڑی ڈرپوک ہیں) وجاہت علی خاں نے تشفی دی۔ کہا اوں تو فکر کا فکر نہیں ہے۔ ہرن ہو خرگوش ہو یا ایسا ہی کوئی اور جانور ہو۔ دوسرے اگر شیر آیا بھی تو (بندوق دکھا کر) اسکا مقابلہ کر سکے گا؟ بولو اور سا اٹھارہ اٹھارہ گل چلے کیا اسکو چھوڑ بھی دینگے! ایک ایک قادر انداز ہے اور ان میں دو آدمی ایسے بڑھے ہوئے ہیں کہ میں تعریف نہیں کر سکتا آواز پر تیر لگاتے ہیں۔ رات کے وقت آواز پر ایسا تیر لگائیں کہ نشانہ خالی نہ جانے پائے عکسی نشانہ لگاتے ہیں۔ تم گھبراؤ نہیں ایسا لطف آئیگا کہ تمام عمر یاد کرو گی ایسے موقع ہمیشہ ہاتھ نہیں آتے معشوق حسین شیر کے نام سے اسقدر پریشان اور خائف ہوئی کہ چہرے کا رنگ فق ہو گیا کہا تمھیں خاتون جنت کا واسطہ ہمیں بستی پھیر دو۔ اللہ کب یہاں سے چھٹکارا ہوگا۔ ات میرا کلیجہ دھڑ دھڑ کر رہا ہے یا علی مشکل کشا مدد کرو (اسی بڑی بھینسی کر تو یہ ہی بھلی) اس کے جواب میں نواب صاحب نے مسکرا کر پوچھا کس

شوق حسین نے تنک کر کہا (اے ہٹو بھی) انھین دل لگیان سوجھی ہین اور ہم کیا جانے کیا کیا سوچ رہے ہین شیر آلیا جانو ایک تھپڑ مین دیو کو بٹھا دے۔ آدمی ذری سا بھنگا چلے ہین شیر کے شکار کو یہ جہالت ہے کہ کچھ اور۔ سامعین کو حیرت تھی کہ یہ کون شخص ہی۔ بالکل زنانی باتین۔ زنانے محاورے بولنا ہی کوئی زنان منتری ہی فیلبان متحیر۔ خواصی خدمتگار قشدر ساتھ کے لوگ حیران۔ یا الٰہی یہ کون ہی۔ طرح طرح کے خیالات دل مین جاتے تھے مصاحب میدان فکر مین عقل کے گھوڑے دوڑاتے تھے مگر کسی کی سمجھ مین نہین آتا تھا۔ ایک دوسرے کا منھ تکتا تھا ایک ہاتھی پر برکت اللہ صاحب برکت تخلص رفیق خاص اور منشی نند لال رفیق بیٹھے تھے ان دونون مین اس نازکبدن امرد کی نسبت گفتگو ہونے لگی۔ برکت اللہ نے کہا یار رنگ برا ہی۔ بڑی بیدمعب ہوئی۔ اب تک اور شوق تو تھے ہی اب یہ نیا شوق پیدا ہوا ہی۔ ابھی دیکھیے کیا کیا سیکھتے ہین ع۔ انداز یار نے ہین نکالے نئے نئے۔ نند لال نے کہا اچھا بتاؤ۔ امرد ہی یا عورت ہم تو جانتے ہین کہ کسی کی چھوکری کو نواب صاحب دم دے کے لائے ہین اور مردانے کپڑے پنھا کر یہان لے آئے یہ باتین مردون سے نہین سنین مردکوا دکی اور نگوڑے اور موئی کاٹے سے کیا واسطہ یہ مردون کی زبان نہین ہی دوسرے ہاتھی پر محمد شیر خان افغانی قادر انداز اور گل چلا تھا۔ خان صاحب نے کہا کیون بھائی یہ حضور کیساتھ ہاتھی پر کون رئیس بیٹھا ہی شکل وصورت چال ڈھال بات چیت بالکل زنان بن پایا جاتا ہی کبھی انگلیان مٹکاتا ہے کبھی ہاتھ چمکاتا ہی اور نواب صاحب ایسے ریجھے کہ گھل گھل کے باتین کر رہے ہین۔ گل چلا بولا۔ بھائی صاحب مرد ہو یا

عورت خوبصورت ہونے مین شک نہین حسین ضرور ہے آواز کس غضب کی ہی برسون گھوما کرے اور سیری نہو بکھڑا ہی کہ یا چاند کا ٹکڑا ہی اسکی ادا پر ادا خود لوٹ ہو جائے نزاکت خود اسکی نازکبدنی کی قسم کھائے آپکے آنے کے قبل نواب صاحب باغ مین ساتھ لیکر ٹہل رہے تھے کچھ کہہ نہین سکتا خدا کی قسم کمر بہتر جگہ سے بل کھاتی تھی لچکی جاتی تھی فرمائیے یہ صندلی علم کیون بند حا ہی اور یہ دلائی کیون اوڑھے ہین۔ اسی وجہ سے کہ زلف چلیپا چھپی رہی اور جسم کو چرائے رہے مگر ع۔ تاڑ جاتے ہین تاڑنے والے۔ کیری پتون کی آڑ مین کب تک چھپے گی۔ آخر ایک نہ ایک دن ٹکے سیر بازار مین بکے ہی گی ہم سے اور یہ حال چھپا رہے۔ کوئی میلا ٹھیلا خالی نہین جاتا تھا۔ جب گئے دو تین کو ساتھ لیکر۔ مگر فرق یہ ہی کہ مردانے کپڑے پنھا کے لائے ہین کچے ہین اور ہم نے زنانے ہی کپڑے پنھائے تھے (راوی اے سبحان اللہ) اور برابر سیر دکھانے لے جاتے تھے (شاباش تجھ سے حیادار ہو) مگر ایک چوٹ بن نواب صاحب نے بھی کیا۔ باغ مین ادھر ادھر دیکھکر آنکھون کا بوسہ لیا تھا مین نے دیکھ لیا اور ان دونون کی نظر مجھ پر پڑی تو نواب صاحب کٹ گئے اور اس نے آنکھین نیچی کرکے نواب صاحب سے کمال طنز کے ساتھ کہا اب خوش ہوئے۔ ع۔

خود ہمے رسوا مجھے رسوا کیا

مین نے آڑ دیکھا نہ تاڑ جھٹ یہ شعر پڑھ دیا۔

شرگین آنکھون کے بوسے لیے گستاخی سے
گدگدی دل مین ہوئی انکی حیا سے پیدا

اور بھائی صاحب جو ہم نے دیکھا وہ کسی نے نہین دیکھا جو زمانہ ان آنکھون سے دیکھ چکے وہ اب کاہے کو دیکھنا

نصیب ہوگا۔ نہ غازی الدین حیدر ہونگے نہ ہم نصاب الدولہ ہونگے نہ وہ عیش ہوگا نہ وہ صورتیں دیکھنے میں آئینگی نہ وہ سیر نہ وہ دل لگی۔ اب کہاں۔ مگر حسن وہی ہے عشق وہی ہے عاشق وہی معشوق وہی حسین وہی چاہنے والے وہی - مگر زمانے کا رنگ بدل گیا۔

رہ گئی حسن و عشق میں اک لاگ
آج تک قصّہ فیصلہ نہ ہوا

اتنے میں معشوق حسین نے کئی بار کہا۔ نواب لِلّٰہ جانتا ہے ہم ہاتھی پر سے کود پڑینگے۔ بلا سے جان جائے یا رہے۔ یہ سمجھاتے جاتے تھے (ہائیں! ہائیں! جان تمھارے دشمنوں کی جائے جان ہمارے رقیبوں کی جائے۔ جان اسکی جائے جو تمھاری طرف دیکھ نہ سکے۔ آخر اتنے آدمیوں کو اپنی جان پیاری ہے یا نہیں۔ کوئی اور بھی چون کرتا ہے۔ بہت بگڑ کر ناز معشوقانہ سے یوں جواب دیا (اتنے آدمی جائیں چولھے کی جڑ میں۔ ان موؤں کو جان بھاری ہوئی ہے۔ یہ گھر سے مرنے کے آئے ہیں۔ جو روؤں نے جوتیاں مار مار کر ان کو نکال دیا ہے ان کی اور میری کون سی برابری کوئی چون کرے یا نہ کرے ہم کو اس سے کیا واسطہ۔ ہمیں اُتار دو۔ ہم اب جائینگے اوئی اللہ کیسے بے رحم ہیں ارے تم ذرا ترس نہیں کھاتے ایسے ڈھیٹ ہو) نواب صاحب نے ہاتھ پکڑ لیئے اور کہا تم ذرا تامل کرو میں بندوبست کئے دیتا ہوں کسی بڑے اور تناور درخت پر ایک مچان باندھ دینگے بس وہیں سے بیٹھ کے دیکھنا معشوق حسین نے کہا (اوئی ذری سا مچان اور جنگل کا واسطہ اس سیدان بیابان میں اکیلی ڈر نہ جاؤنگی حاشا بندی اکیلی نہ بیٹھے گی۔ اور کوئی عورت یہاں ہے نہیں نہ اجنبی مردوں کے ساتھ بیٹھا نہ چاہوں۔ تم بھی بیٹھو تو کیا بات ہے۔ نواب نامدار نے کہا جان من تمھاری بات حشر تک ٹالونگا اور کیونکر ٹالوں دل و جان دین و ایمان سب سے زیادہ عزیز ہو اگر بادشاہ ہوتا تو تمھارے لیئے تاج و تخت تک سے ہاتھ دھوتا درویش ہوتا تو خرقہ تقویٰ اُتار کر تمھارا درم ناخریدہ غلام ہو جاتا۔ مگر بڑے شرم کی بات ہے کہ ہم مرد ہوکر مچان پر بیٹھیں اور لوگ شکار کھیلیں معشوق حسین نے کہا۔ اچھا ان سب سے کہدو کہ ہمارے دوست کی یہی رائے ہے کہ ہم دونوں آدمی ملکر ایک مچان پر بیٹھیں اور وہاں سے شکار کا لطف دیکھیں۔ یا اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو صاف کہدو کہ یہ عورت ہیں اور ہمارا ان کے ساتھ نکاح ہونے والا ہے نواب صاحب نے کچھ دیر کے بعد سوچکر فرمایا۔ یہ بات محال ہے۔ نکاح تو ضرور ہوگا مگر یہ مشہور کرنا کہ ایک کمسن اور حور لقا کو مردانہ لباس پہنا کر یہاں لائے ہیں نازیبا و نامناسب ہے۔ آیندہ جو تم کہو۔ معشوق حسین مسکرائی واہ رے کیا کسو کا ڈر پڑا ہے کچھ کسو کا دیا کھاتے ہو تم خود اپنے گھر کے رئیس ہو اور کیوں صاحب آپنے کیا فرمایا کہ نازیبا بات ہے اگر نازیبا بات ہے تو بسم اللہ ہمکو جانے دیجیے نواب صاحب نے کہا ارے ارے روٹھ گیئں۔ واہ واہ۔ سبحان اللہ بھلا ذری سی بات پر روٹھنا کیا معنی لے اب ہنس دو تمھیں خدا کی قسم مسکرا دو۔ اللہ ری کج ادائی۔ اف ری قہر بھری تیوری ع

قہر ہے قتل عام کرتے ہیں
ترک ترکی تمام کرتے ہیں
شیخ تم سے پناہ مانگتے ہیں
برہمن رام رام کرتے ہیں
جوہری پر ترے وہ دندان
آب و دانہ حرام کرتے ہیں

بھلا یہ ہماری مجال ہے کہ تم کو خفا کر دیں۔ کیا نواب اچھا صاحب یہی منظور ہے۔ اب تو مسکرا دو۔ تم اور ہم یک جان و دو قالب ہیں

جھگڑا کیسا۔ مگر ہان روٹھنے منانے مین بھی ایک لطف ہے ورنہ جو محبت ہم کو تم سے ہے وہ خدا کرے تم کو بھی ہم سے ہو۔

ہم تم ہین ایک جان و دو قالب
آپسمین بڑی محبتین ہین

معشوق حسین نے کسی قدر مسکرا کر نواب خاقان کلاہ کی طرف نظر بھر کے دیکھا تو حضرت کھل گئے اور کہنے لگے۔ شکر خدا ہزار شکر خدا ہم تو سمجھے تھے کہ عشق کا قصہ تمام ہو گیا۔ اب حضور روٹھی ہین بارے صد شکر کہ بخت خفتہ نے یاری اور طالع نے مددگاری کی ہے ہم بھی قسمت کے دھنی ہین

چمن چمن یہ نسیم سحر پکار آئی
خزان کا کوچ ہوا بلبلو بہار آئی

اب اسوقت شرط محبت یہ ہی کہ بلا عذر ایک بوسہ دو اس سیم بدن نے کچھ ادا کے ساتھ کہا سچ کہیئے گا بوسہ دون کیون حضور ایسے دن اور کہان ملینگے۔ بوسے کی قیمت تو پہلے لگا دو۔

نواب صاحب بولے اک بوسے کے عوض دل دیتے ہین معشوقہ زہرہ تمثال نے کہا۔ (بس دیا ارزان بوسہ نہین بکتا) نواب صاحب ہنسے۔ بجا ارشاد ہوا۔ دل کوئی مال ہی نہین۔

جنس دل آپ گران سمجھے ہین اک بوسے پر
دھیان اتنا نہین کیا دیتے ہین کیا لیتے ہین

معشوقہ۔ آخر تش نگوڑی حیا بھی کوئی شے ہی۔ یا بھون کھائی نواب۔ حیا کیسی۔ ہم اسوقت ناصح و واعظ کی اور طرز پر خبر لیتے ہین۔ حیا کا کیا ذکر ہی۔ حیا کجا۔

کون سنتا ہے تری جوش جنون مین ناصح
خضر بھی آئین تو ہم راہ بتا دیتے ہین

معشوقہ۔ جوش جنون ہی تو شکار سے کنارہ کش ہو چکے ورنہ مجنون کی روح استقبال کے لیئے آئیگی سمجھے حضور۔ نواب۔ مجنون کون۔ کس طفل مکتب کا نام لیا۔ مجنون لونڈا تھا۔

ہم وہ مجنون ہین کہ مجنون بھی ہمیشہ خط مین
قبلہ و کعبہ لکھا کرتا تھا القاب ہمین

مجنون ہمارے سامنے زانوے ادب تہ کرتا تھا ہم وہ ہین اتنے مین آدمیون نے عرض کیا۔ پیر و مرشد سامنے ایک محلہ ہی اس مین ایک شیرنی مجنون کے پاس بیٹھی ہی۔ یہی موقع ہی۔ ریاست کا اہلکار کہتا ہی کہ ہاتھی اسی دم پیل دیجیئے اسقدر سننا تھا کہ نواب صاحب نے اہلکار کو بلوایا۔ اور خدمتگار کو حکم دیا کہ ان کو ایک شالی رومال اور پچاس اشرفیان آج ہی دینا۔ ہاتھی کے لیے پیل کا لفظ خوب لائے سبحان اللہ۔ وہ نواب صاحب ضلع جگت کے بھی حضور قدردان ہین۔ اللھم زد فزد۔ اس جگت بازی کے قربان کل مصاحبین اور رفقا نے طنطنہ توصیف بلند کیا۔ ایک۔ اے سبحان اللہ۔ واہ میرے شہزادے کیون نہو۔ آفرین آفرین۔

دوسرا۔ حاتم کا نام مٹانے والے یہ رئیس ہین۔ کیون نہو واہ تیسرا قسم ہی جناب الد مبرور کی تربت عنبرین کی اگلے وقتون مین حاتم کا نام مفت ہی مشہور ہوا ہے۔ بادشاہ بحر و بر تھا اگر ہمارے سرکار کے پاس اسقدر سلطنت اور خزانہ ہو تو اس سے بڑھکر نام کرین حق تعالیٰ تا صد و سی سال زندہ رکھے چوتھا۔ آمین آمین۔ واہ داتا کیون نہو۔ دردمندون کی دعا ہمیشہ تیری رکاب کے ساتھ رہے۔ ایک درویش تھے

کیا بادہ گلگون نے مسرور کیا دلکو
آباد رکھے داتا ساقی تری محفل کو

پانچوان۔ اللہ رے جود۔ اور اللہ رے فیض اور اللہ
ری سخاوت اور اللہ ری قدر دانی! اور اللہ ری ریاست
کچھ ٹھکانا ہے کہ اک دن دو شالے دیئے دس کرور۔

راوی۔ بہت بڑھ گئے! اودھ کے ایک بادشاہ کی تعریف
مین ایک شاعر نے قصیدہ کہا تھا جب ظل سبحانی کے روبرو
پڑھا گیا تو اس مصرع پر بد دماغ ہو گئے ہے کہ اک دن
دو شالے دیے ساتسے + کسی شاعر نے رقابت کے سبب سے
کہدیا کہ جہان پناہ تو ایک روز مین چودہ چودہ سو دوشالے
تقسیم کر چکے ہین اور یہ سات سے کہتا ہے فوراً حکم ہوا کہ آپ
تشریف لے جائین۔ قصیدہ قابل سماعت بندگان جہان پناہ
کے لائق نہین ہے۔ لیکن اگر یہ صاحب ہوتے تو اور بھی بڑھ جاتے
فرماتے ہے کہ اکدن دو شالے دیے دس کروڑ۔ سبحان اللہ
چاندی تھی خلعت و جاگیر ملتی۔ ملک الشعرا کا خطاب ملتا
چین کرتے بقربان سلطانی کے مزاج مین دخیل ہوتے اور
رفتہ رفتہ بادشاہ رس ہو جاتے۔

نواب۔ اچھا سب تیار ہون۔ اور کچھار کی طرف ہاتھی لیے چلین

معشوقہ۔ ہاے مرے اللہ۔ یا مشکلکشا ارے لوگو یہ کیا اندھیر
ہے ہاے دن دہاڑے اندھیر مچایا۔ لے آخر تمون مین کسی کے
جورو و درد بھی ہے یا سب نہنگ لاڈلے بیفکرے اٹھاؤ چولھا
ہی ہین واسطے کبریا کے ان کو سمجھاؤ روکو۔ اتنی سی جان گولی
لگی ہو رانسان ٹمین سے رہ گیا۔ آدمی مین ہے کیا! درپے ہین
قسمت کے شکار کو اس حماقت سے خدا سمجھے۔ اللہ کرے شیر نیلے نواب
کے سر کی قسم جاتے ہی جاتے روح فنا ہو جائیگی۔ کیون حجت
کرتے ہو۔ ہم گھٹ گھٹ کے مرینگے۔ ہو گئی کشتی دلی سے تو
معلوم ہوتا ہے جو کمرے مین اکیلی بیٹھی ہوتی ہون در کھی سے نکلی
تو سہم جاؤن مین شیر کی صورت کیونکر دیکھ سکونگی۔ بھلا اتنا
بتاؤ کہ بندھا ہوگا یا کھلا ہوا۔ تماشے مین ہم نے شیر دیکھے تھے
مگر کٹھرون مین بند تھے۔

راوی۔ حضرات ناظرین اب سمجھ گئے ہونگے کہ یہ کون ناظرہ
نسترن بناگوش ہین۔ کوئی پری پیکر خاتون سرکس کا تماشا
دیکھنے گئی تھین یہ وہی ہین۔ تب پردہ نشین تھین۔

افزون ہے ترا حسن حسینان چگل سے
سب بزم ہے مشتاق نکل پردۂ دل سے

شکار کا اور حال سنیئے۔

نواب ثریا جاہ و خاقان کلاہ نے تو تم سمجھو کہ اپنی معشوقہ
شیرین حرکات رنگین ادا سیمین بدن مشتری لقا کو اس بات پر
راضی کیا کہ اس پیل دمان پر سے شکار کی سیر دیکھین مگر شرط
یہ کر لی کہ دو ہاتھی ادھر ادھر رہینگے تاکہ اس شعلہ رو پر آنچ
نہ آنے پائے۔

اتنے مین دو پاسیون نے جو جنگل کے ایک ایک چپے سے
واقف تھے آکر کہا کہ شیرنی کچھار سے چلی گئی۔ اب لوگ اسکے
تعاقب کے لیے بھیجے گئے ہین۔ نواب صاحب نے حکم دیا کہ
ایک خیمہ بیش بہا اس مقام پر نصب کیا جائے۔ خیمہ آیا
اپنے گلفام اور نازک خرام دوست کو لیکر خیمے مین داخل ہو گئے
معشوق حسین سے کہا جان من اب تو سب پر کھل گیا کہ تم
دلھن ہو۔ پھر اب اس گھونگھٹ کے طلسم کو توڑو۔ لباس گران بہا
حاضر ہے۔ زیب تن کرو اور گھر کے چلو یہ بات بھی یاد رہے گی کہ
ایک بیگم صاحب بہادری کے ساتھ شیر سے جانور کا شکار کھیلنے گئین
بیگم صاحب نے قہقہہ لگا کر کہا واہ واہ۔ جو شریف زادی سنیگی
اپنے دل مین یہی کہے گی کہ نوج ایسی ڈھیٹ کسی کی بہو بیٹی ہو

شریف کی لڑکی اور یہ دیدہ دلیل کہ شیر کے شکار کو جائے بھلے مانس کی بہو بیٹی کے یہ معنی ہیں کہ جنگل کے کتے کا نام سنتے ہی بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو جائے۔ اکیلے کمرے میں بلاؤ آئے تو تھر تھر کانپنے لگے۔ خواب میں بھی رسی دیکھے تو چونک پڑے۔ ہاتھی چنگھاڑے تو سہم جائے۔ نہ کہ شیر کا شکار جس سے مردی گنوار میں بھی ڈر جائیں۔ اچھی پٹی پڑھاتے ہو۔

نواب صاحب نے کمال اصرار کیا کہ اپنی خاص پوشاک زیب بر کرو اور سولہ سنگار کر کے باہر چلو۔ بیگم صاحب نے نکھار کیا تو جوبن دوچند ہو گیا۔ گیسوئے عنبر مولیۃ القدر جبین مبین مطلع الفجر چین ابرو تیغ جوہردار۔ غیرت لعبتان چینی رد کش حوران فرخار مصحف رخ سجدہ گاہ آتش پرستان۔ آپ کے کچ قبلۂ کفر گزنیان عجب حسن خداداد پایا تھا۔

اگر دیدے رخ آن ماہ پیکر
خلیل بت شکن میگشت آزر

یوں تو خدا کی خدائی میں ایک سے ایک بڑھ کر عجم برق دم معشوق ہیں مگر اسکی آن بان کا عالم ہی اور ہے۔

بہ نور خویش بتان را چو آفرید خدا
ترا از آن ہمہ در حسن برگزید خدا

زلف کیا بلائے بے درمان تھی۔ وہ کالی ناگن جس کا کلٹے کا منتر ہی نہیں۔

نہ زلف است آنکہ ہر دم بر قد دلدارمی پیچد
ز مستی ہر نفس بر شاخ صندل مارمی پیچد

اور موباف مرصع و سرخ نے اور بھی ستم پر ستم ڈھایا۔

رشتہ ہائے سرخ را بالائے سر چون بستہ اند
بر سر ہر تار موئے تہمت خون بستہ اند

رسیلی نشیلی آنکھوں نے جادو کر دیا اور نواب صاحب اسیر زندان عشق ہو گئے۔

دو چشم مست مخمورش ببرد آرام ہشیاران
دو خواب آلودہ بربود خواب از چشم بیداران

ایک نظر غلط انداز نے بادہ کو بت پرست بنائے وہ نگاہ مست کہ پیر مغان تک کو مرید کر لے۔

چون سوارے یکہ تازے گر سیاہ آید برون
از صف مژگان خونریزش نگاہ آید برون

غمزہ دلربا اور عشوہ ستم گر قیامت کبریٰ کا نمونہ تھا۔ ستم ڈھاتا تھا۔

غمزہ آموزد بچشمش شیوۂ بیداد را
طرفہ شاگردے کہ میگوید سبق استاد را

نواب صاحب کی یہ کیفیت تھی کہ ٹکٹکی باندھے اسی شوخ و شنگ رشک گلرخان فرنگ کو گھورتے تھے اور وہ ہر بر وجو قوس ابرو کبھی تبسم ناز سے ان کے دل حرمان منزل پر بجلیاں گراتی تھی کبھی ناوک نگاہ مست سے ہوش و حواس اڑاتی تھی ایک ایک اشارے میں لاکھ لاکھ انداز تھے ستم کے نخرے قیامت کے ناز تھے۔

سر تا قدمش کرشمہ و ناز
ہم سرکش حسن و ہم سر انداز

نواب۔ جان من۔ خدا کے لیے ایک بوسہ شکر ریز دو تو جی اٹھوں
بیگم۔ اے ہے۔ کیا موئے بوسو رے۔ جاسے جیتے جاگتے ہٹے کٹے بیٹھے ہیں مگر مردوں میں ملے جاتے ہیں۔ اپکی شب برات کو فاتحہ پڑھ دینگے۔
نواب۔ اگر بوسہ نہ لینے دوگی تو ہم کو جنون ہو جائیگا۔

اے خدا خواہم دل دیوانۂ	ہائے ہائے گریۂ مستانۂ
سینۂ از نالہ رشک شعلہ زار	خوشۂ آہے پراز تخم شرار

تا چو برق از سوز دل خندان شوم
در ہوائے خویش بال افشان شوم

بیگم۔ آج جنگل مین کشت و خون ہوگا۔ دس بیس کی جان جائیگی۔
نواب۔ خدا خیر کرے۔ آج تو قیامت کبریٰ سے دوش بدوش ہو۔ آتش زن کالائے دین غارتگر حواس و ہوش ہو۔ گر جیسی رنگین ادا ہو ویسی باوفا نہین ہو۔

آفاق را گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام
بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

خدا کا شکر ہی کہ ایسی مہ پارہ عابد فریب ہمارے ہتھے چڑھی سونے کی چڑیا ملی۔ ع ہزار شکر خدا صد ہزار شکر خدا۔
بیگم۔ کہین پھر سے اُڑ نہ جائے۔ ہان ذری اسکا خیال رہی۔
یہ کہکر لب شیرین حرکات اس لطف و نزاکت سے ہلاتی تھی کہ گویا لبون سے قند گھولتی تھی۔ نواب نامدار عاشق زار بیقرار تھے نعل در آتش یہی جی چاہتا تھا کہ ساعد سیمین کو چوم لین کبھی خواہش ہوتی تھی کہ عارض رنگین کے بوسے لین کبھی در دندان پر انجم کو نثار کرتے جاتے تھے کبھی زلف چلیپا دیکھکر پیچ و تاب کھاتے تھے اس ناطورہ طاؤس زیب کا ہر عضو بدن بجائے خود ایک معشوق تھا اور یہان ایک دل۔

الٰہی ایک دل کس کس کو دون مین
ہزارون بت ہین یان ہندوستان مین

اور اس حسن گلو سوز اور جمال تجلی شعلہ پر طرہ یہ کہ چلبلاہٹ اور اچپلاہٹ لگاوٹ اور بناوٹ اور سجاوٹ نے اور بھی قیامت بپا کی۔

کیے خود خوبرو بودی دگر آراستی خود را
بتا معلوم شد ما را کہ قصد جان ما داری

نواب۔ تو آج حضور قتل کرینگی۔ خدا بیگناہون کو بچائے
بیگم۔ واہ گناہگار اور بیگناہ یہان سب یکسان ہین۔
نواب۔ الٰہی اچھا بوسہ تو دو۔ پھر آخر قتل تو کرو ہی گی۔
بیگم۔ آپ چاہین جتنی باتین بنائین بوسہ لینا معلوم۔
نواب۔ خیر صاحب معشوق ہو۔ پری ہو۔ دلربا ہو۔ نہ دو۔

شاد باش اے دل کہ فردا روز بازار جزا
مژدۂ قتل ست گرچہ وعدۂ دیدار نیست

ہمارا ابھی خدا حافظ ہے۔ خیر یاد رکھین گے۔
بیگم۔ (سنو ہاتھ مین ہاتھ دیکر) اللہ جانتا ہی ہمین لے چلو۔
نواب۔ اچھا تم یہان ہی رہو۔ ہم جاتے ہین شام تک واپس آئینگے
بیگم۔ اوئی۔ اے لو اور سنو۔ یہ کیا کہی ہی اس ہو کے عالم مین اکیلے رہین اور تم جاؤ۔ بھلا تم سے جایا جائیگا۔ اچھا جاؤ۔ یون ہی سہی بس محبت کا حال معلوم ہوگیا تم مردوے بیوفا بیمروت ایک کے ہو کے رہنے والے کب ہو اپنے مطلب کے دوست ہو۔ خود غرض۔ خود مطلب تم سے امید وفا کی ع

بیوفائی مین طاق ہو تم لوگ

ایک مولوی صاحب کا لڑکا ہمارے مکان کے پڑوس مین رہتا تھا۔ زمیندار تھے اور علم ہیئت اچھا تھا۔ لڑکے کا سن کوئی اٹھارہ انیس برس۔ اور ہم کوئی بارہ تیرہ برس کے تھے ایک دن مین کوٹھے پر پتنگ اڑا رہی تھی بال کھلے ہوئے زیور سے گوندنی کی طرح لدی ہوئی مہری کے ہاتھ مین اچکا تکلی ماہی جال کا لال بتنا لنگوٹا بڑھایا تھا۔ اب مجھے کیا معلوم کہ کون موذی کا ماوہ رستے تاک جھانک کر رہا ہی۔ مین نے دوپٹا اتار کر پلنگ پر رکھدیا اور

پیچ لڑانے لگی۔ اِدھر ہم پیچ لڑاتے تھے اُدھر وہ صاحبزادے آنکھیں لڑاتے تھے۔ میں نے کنکوّے کے کتنے ہاتھ لئے اور کاٹنے ہی کو تھی کہ مہری نے آہستہ سے کہا حضور ذری اِدھر تو دیکھیں دیکھتی ہوں کہ اٹھارہ اُنیس برس کا ایک خوبصورت لڑکا سر ننگا کوٹھے پر کھڑا نظر آیا بس کنکوّا اور کنکوا چھوڑ کے بھاگی اور جھپٹ کے کمرے میں چلی گئی تاٹ بافی بوٹ ایک پاؤں سے نکل گیا۔ دوسرے پاؤں کا پھندنا ٹوٹ کے گر پڑا۔ بادلا چھٹک گیا۔ سبز لوٹے دار اطلس کا پائجامہ پہنے تھی پنڈلی کے پاس چر سے بولا۔ دروازے کی کیل کا بڑا ہر چھ گئی ایسی بھگدڑ پڑی کہ بس کچھ نہ پوچھو۔ نواب صاحب نے ہنسکر کہا ہائے اسوقت کی کیفیت بھی خالی از لطف نہ ہوگی۔ ہائے گھبرا کے بھاگنا اور اس کسمسی کے عالم میں سوچنا کہ دوپٹا زیب دوش حلقہ گوش نہیں ہے نامحرم نے اس حالت میں سراپا دیکھ لیا اس وقت گورے گورے گالوں کا رنگ کئی بار سرخ سے سفید اور سفید سے سرخ ہو گیا ہوگا۔ اور وہ بدن کو چُرا کے اِدھر کو بھاگنا قیامت ڈھاتا ہوگا۔ بیگم صاحب نے سلسلۂ سخن پھر شروع کیا۔ ہاں بس کمرے میں جا کر ہم نے اوٹ میں سے دیکھا تو برس اٹھارہ ایک کا۔ گر ہڑی چوڑی بہت بھدا اتھل تھل یا پچیس نہ تھا بدن کسا ہوا اور عطر میں ایسا بسا ہوا کہ ہمارے کوٹھے تک مہک رہا تھا شربتی کا انگرکھا اور نکے دار ٹوپی اور چھوٹے نیچے کا مخملی بوٹ زرد رنگ کا جیبی گھڑی لگی ہوئی جوڑے کا چست گھٹنا میں دیکھتے ہی ریجھ گئی چھیڑنے کے لئے آواز بلند سے کہا اے مہری ذری کسی سے پوچھو کے بجے وہ مسکرا کر تماشہ خوش ہو رہی آپنے گھڑی کو کھول کر کہا حضور چھ کا عمل ہے یہ کہکر ہمارے کمرے میں طلائی گھڑی مع زنجیر کے پھینک دی میں نے مہری سے کہا اُٹھا لے۔ مہری نے گھڑی اُٹھا لی اور میں نے ذرا سا دروازہ کھول کر کہا اب میں کھٹکا ہو گیا اسپر بہت مسکرا کے کہا۔ سبحان اللہ۔ حاضر جواب اور تیز طبیعت بھی ہو۔

نواب۔ کمرے میں گھڑی کدھر سے پھینکی یہ ہم نہیں سمجھے۔

بیگم منہ کے آگے ناک سوجھے کیا خاک۔ دروازے کی طرف سے پھینکی اور کدھر سے پھینکتے کیا مشکل بات ہے کہ سمجھ ہی میں نہیں آتی

نواب۔ ہاں اچھا پھر یہاں تک نوبت آئی کہ بات چیت ہونے لگی پھر کیا ہوا یا بس اسیقدر، باقی پھر خیر صلاح۔

بیگم صاحب ٹھنڈی سانس بھر کر بولیں۔ بس پھر ہم سے اُن سے نامہ و پیام کا سلسلہ جاری ہوا۔ اماں جان پر یہ بات نہیں کھلنے پائی۔ اِدھر میں اُدھر وہ تڑپتے تھے مگر نوبت ایک روز کہیں دعوت تھی اماں جان نے ہمیں بیش بہا کپڑے پہنائے اور اس دن ایسا نکھار تھا کہ بس کچھ نہ پوچھو۔ میں بہت روئی لب پر تبخالہ۔ زبان پر نالہ۔

اماں جان نے سمجھایا کہ بیٹی روتی کیوں ہو۔ بڈھا کھوسٹ آج موا کل دوسرا دن موا اکب تک جیئے گا۔ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت بہت جیا مہینا بیس دن۔ قبر میں ایک پاؤں لٹکا ہی چکا ہے اب کی ہم تمہیں کسی گبھرو کے ساتھ بیاہیں گے خاطر جمع رکھو۔ میں نے دعا مانگی کہ اللہ کرے بڈھا خبیث جلد مرے

نواب۔ وہ کون تھا میں یہاں پر کچھ سمجھا نہیں ہوں۔

بیگم۔ وہ میاں تھے ہمارے۔ اماں نے روپے کی طمع سے ہمیں اندھے کنوئیں میں ڈھکیل دیا تھا۔ ہائے خدا خدا کرکے وہ خبیث موا۔ اور ہم نے گھی کے چراغ جلائے۔ ایک دن بیحیائی کر کے اماں جان سے کہہ دیا کہ ہمیں ولی صاحب کا لڑکا پسند ہے۔ اُسی کے ساتھ

نکاح ہو۔ اے پہلے تو منظور کر لیا اور پھر اڑن گھائیاں بتانے لگیں۔ کہا شریفوں میں دوسرا نکاح عورت کا جائز نہیں ہے بس تڑ کا ہو گیا عشق نے ہمیں اندھا کر دیا۔

شد دلم از کار و بار عقل سرد
گفتم آنکہ با ہزاران سوز و درد
خیر مقدم اے جنون نیک فال
اے تو ام شیر نیستان خیال
ساختی بیگانہ ام از کفر و دین
خوب کردی صد ہزار آفرین
در ہوائے بوے آن گل پیرہن
زرد میگرد و غبارم در کفن
عشق را نبود بغیرے احتیاج
می ستاند از شہان این عشق تاج
عشق چہ بود مایۂ ترتیب بود
عشق چہ بود نور خورشید وجود

پردہ دار کبریا عشق است عشق
آب این نہ آسیا عشق است عشق

نواب۔ پھر مطلب نکلا یا نوت ہو گیا عشق بھی بلاے بے درمان ہے۔
بیگم۔ (آہ سرد بھر کر) اے کیا جانے کیا کیا اسوقت یاد آ-ا آج
نواب۔ بڑی سخت بلا ہی۔ خدا نکرے کوئی اسکے پھندے میں پھنسے

شاہنشہ بے سر و عشق ست
سلطان خرابہ گرد عشق است

بیگم۔ چوٹ کھائے وہ ان سے کوئی پوچھے۔ اے کیا بڑی چیز ہے۔
نواب۔ ہم بھی چوٹ کھائے ہوئے ہیں۔ ایک نہیں کئی بار برابر جان سے بیزار ہیں۔ زندگی تو تھی۔ مگر شکر ہی کہ تم کو پایا شکر خدا۔

نواب صاحب کا بحر جنون جوش زن ہوا اب تک مذاق کی باتیں کرتے تھے اب وامق و فرہاد کے ادب آموز ہوے مزاج کا اصلاح پر آنا محال ہو گیا اشک خونین مثل سیل فنا آنکھوں سے جاری ہوئے اور آہستہ آہستہ یہ غزل زبان پر لائے

حاصل ز گریہ اے دل خانہ خراب چیست
آخر ترا چہ می شود این اضطراب چیست
نظارہ ام ز رحمت اگر رنگ تازگی
بر گلشن جمال تو این آب و تاب چیست
نگذشتہ بہ محفل دردے کشان اگر
در پیرہنت این ہمہ بوے شراب چیست
جائے کہ در میانۂ ہم اختلاط نیست
وز دیدن نگاہ چہ باشد عتاب چیست

انشا گرفتم اینکہ نداری خیال عشق
این آہ سرد و این ہمہ چشم پر آب چیست

اسوقت تم نے ایسی باتیں چھیڑ دیں کہ ہمارا دل بھر آیا کہاں خوش و خرم تھے کہاں آٹھ آٹھ آنسو روتے ہیں ہائے افسوس وائے افسوس۔

ہیچ چیزم بغیر درد نماند
جز لب خشک و روے زرد نماند
حیف وا ماندہ ایم و قافلہ را
اثرے شد نشان گرد نماند
وادی خضر رہ درین وادی
کہ ز آن پیر دیش گرد نماند
با کہ سازیم عزم ہمسفری
کاندرین راہ رہ نورد نماند

تا کجے عشق دمے کشتی انشا
در جگر ہم یک آہ سرد نماند

اللہ باقی من کل فانی۔ اللہ بس باقی ہوس۔ خیر جو ہوا دہ ہو

گر عشق زعفران صفت چہرہ زرد کرد
چون و چرا کی سزوت ہر چہ کرد کرد
از شوخی نگاہ تو اے حور وش مرا
در سینہ دل طپید بجائے کہ درد کرد
چون عشق یار سر زدہ از پردہ کشید
بازار گرم جوشی زہاد سرد کرد

جان من از برائے خدا۔ اب تم تشفی دل کرو۔ خدا کا واسطہ اب کون چھپائے ناظرین خود ہی سمجھ گئے ہونگے۔ یہ پرکالۂ آتش ثریا بیگم ہین یعنی اللہ رکھی۔ جوگن بشبو جان اور مس پالن بھی وہی تھین۔ تھانہ دار کے پاس سے بھاگ کر گانؤن مین ادھر ادھر سراسیمگی کے ساتھ پھرتی تھی کہ ایک چوکیدار ملا۔ پوچھا کون۔ کہا مسافر۔ راہ بھٹک گئی۔ اگر کوئی سرا ہو تو رات بھر وہان رہون تڑکے چلی جاؤن۔ چوکیدار بولا مین نے اب آپکو پہچان لیا۔ آپ وہی ہین جو جوگن ہو گئی تھین ثریا بیگم کسی قدر جھجکین تو اُس نے کہا نہین نہین آپ جھجکین نہین مین سب جانتا ہون وہ جو چارپائی پر آنکھ ٹکے ہین انھین کے ساتھ آپ آئی ہین اُن سے آپ سے کسی بات پر جھگڑا ہوا تھا معلوم ہوتا ہی کہ روٹھ کے چلی آئی ہو

بیگم۔ ہان ہی تو یہی بات مگر کسی سے ذکر نہ کرو تو احسان ہی۔

چوکیدار۔ کیا مجال۔ چوکیداری تو مرے حالون کی مین تو شاہی مین خدمتگاری کرتا تھا۔ نوابون اور رئیسون کی سرکار مین رہا ہون

بیگم۔ اچھا پھر اب اس وقت مین کہان جاؤن اور کہان رہون

چوکیدار۔ میرے گھر پر۔ مگر وہان جگہ بہت خراب ہے۔

بیگم۔ واہ اس گئے گذرے حال مین محل کی کس کو خواہش ہی

چوکیدار۔ پھر چلیے۔ حاضر مین حجت نہین بخائب کی تلاش نہین

بیگم۔ مگر کسی پر ظاہر نہ ہونے پائے ورنہ ہماری عزت جائیگی

چوکیدار۔ کیا مجال مجھے کچھ لیجائیگا۔

بیگم صاحب چوکیدار کے ساتھ چلین اور کوئی بیس پچیس منٹ مین داخل مکان چوکیدار ہوئین۔ چوکیدار کی بیوی نے چارپائی بچھادی اور اس پر ایک صاف ستھری چٹائی بیگم صاحب تھوڑی دیر تک مین کر کے سو رہین تڑکے اٹھکر کہا کہ اب ہم کہان جائین اور کیونکر جائین۔ چوکیدار بولا آج یہان میلا ہی۔ آج تک جاؤ کل شام کو ڈولی پر چلی جائیے گا۔

خیر دن تو کسی نہ کسی طرح بسر ہوا شام کو دو چار گھڑی دن رہے میلا جما ہوا چوکیدار کے مکان کے پاس ایک جھوپڑے پر پادری صاحب وعظ کہنے لگے۔ بوڑھا آدمی۔ اسی برس کا سن بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ پستہ قامت کمر خم وعظ کہنا شروع کیا تو بہت سے آدمی ارد گرد جمع ہو گئے۔ ہندو مسلمان جوڑے چار دھنیے جولاہے

ایک۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر ہم عیسائی ہو جائین تو کیا دوگے

پادری۔ خداوند تعالیٰ تم کو اجر نیک دیگا۔ اور تم اننت جیون پاؤگے اور تمہارا خدا اور اُسکا بیٹا تم سے خوش ہوگا۔

منطقۃ البروج شہریاری۔ خورشید مشرقستان جہانداری افشان جبین عظمت۔ گیسوے عدا حشمت غواص قلزم سروری و امارت گوہر کان بہتری و ریاست نواب عالیجناب مجسم وجاہت علیخان بہادر ولایتی شکاری لباس زیب بدن کر کے ایک سے باہر برآمد ہوئے نگار سیمین بر سیم اندام ستمگر قیامت خرام چھم چھم کرتی ناز و ادا کے ساتھ قدم دھرتی خیمہ سے انا البرق کہتی ہوئی آئی جس نے دیکھا غش غش کرنے لگا جنگل مین منگل ہی۔ الٰہی یہ صیدگاہ ہی یا پریون کا دنگل ہی۔ خدا کرے اس خیمے سے دس پانچ ایسی ہی پریان پر کھولے ہوئے آئین چلتی تن سے آگی پراہ پائین۔ الٰہی یہ خیمہ ہی یا صنم خانہ۔ یہ جنگل ہی یا حورون کا کاشانہ سبحان اللہ سبحان اللہ کیا پیاری پیاری صورت دیکھنے مین آئی

کہکشان مانگ سے منھ چاند ہی خال اختر ہے
ہالہ ہے تیرے گلے مین مہ انور توڑا

نواب فرخندہ طالع نے اس آتش رخسار کے دست سیمین مین ہاتھ دیا اور مسکرا کر کہا پیاری اسوقت تو بسم کتا ہی یہی معلوم ہوتا ہی کہ کوئی پری کوہ قاف سے پر کھولے چلی آتی ہی جنگل متصل

ہو جائیگا۔ خرام ناز سے ہنگامہ محشر بپا کرو گی ایسا نہ ہو کہ تمہارا عاشق شوریدہ اپنی جان سے جائے اور تمھین خبر بھی نہ ہونے پائے اور سُن لیناکہ۔

آغاز عشق ہی مین ہمین موت آگئی
آگاہ بھی نہ حال سے وہ بے خبر ہوا

اس مہوش عاشق کش نے ہاتھ چھوڑ کر تنک کے کہا۔ بس بس سنو بس باتین ہمین ایک آنکھ نہیں بھاتین مرنے جینے کا کون ذکر ہے۔

نواب فرخ کیش بولے۔ سنئیے حضور جو آپ بدمزاجی کرینگی تو ہمارا دل بھی بدمزاج ہو جائیگا۔ اتنا خوب یاد رکھئیے۔

بدمزاجی دل بیمار کی لاحول ولا | روگ لایا تو بہت تو نے دیکھا ہوگا

بیگم۔ از برائے خدا ذرا حیا سے کام لو۔ ان سب کے سامنے ہمین رسوا نہ کرو۔ ہماری حیا پروری کی خود حیا قسم کھاتی ہے حیا بھی سامنے آتی ہے تو آنکھ بند کر کے۔

در خلوتے کہ آئینہ بیدار بودہ است | ہرگز ز شرم بند قبا وا نکردہ ام

وہ شریف زادی کیا جو شرم و ادب سے منہ موڑے بے حیائی سے ناتا جوڑا ہے۔ حیا مقدم ہے مگر تم بڑے بے شرم سخت بیحیا ہو۔ اتنے آدمی کھڑے ہین اور تم کو کچھ خیال ہی نہیں۔ لے سبحان اللہ ایسی بھی کیا بے شرمی بے شرمی کی کچھ حد ہے

نواب۔ اس حیا کے صدقے۔ اس شرم کے قربان۔

از تو محجوب ترے یاد ندارد ایام | بوے گل چاک بدست گریبان تر

بیگم۔ اب یہان کھڑے کھڑے کب تک مصلحتین کیا کرینگے اب چلو

نواب۔ ان غمزون کے صدقے اس جلوے کے نثار جو رہی ہو رہی بلکہ حور سے زیادہ دور از تصور رہی پرستان کی پری سے غضب کی جلوہ گری ہے۔

جلوۂ آن سرو قامت دیدہ ام | یا بچشم خود قیامت دیدہ ام

بیگم صاحب خفا ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گئین۔ کہا بس اب ہم نہ جائینگے چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے چاہے جو ہو ہم نہ جائینگے ہرگز نہ جائینگے جانے کا نام کسی نے لیا اور ہم تھر تھر کانپے

نواب صاحب نے قدمون پر ٹوپی رکھدی مار ڈالو قتل کرو مگر اٹھو ورنہ گھٹ گھٹ کے جان جائیگی بیگم صاحب نے کہا اچھا یون ہی سہی خنجر لاؤ تو گردن پر پھیر دین اس پر حضور نے قہقہہ لگایا اور یہ شعر پڑھا زیر لبی صبا۔

محو ابرو کے لیے خنجر تو لا دو آیا | ذبح کرنا بھی نہ بھولا کہ جلاد آیا

ہزارون قسمین دین کہ اب قصور معاف کرو للہ اٹھ کھڑی ہو خدا خدا کر کے بڑے اصرار سے اس صنوبر خرام گلفام نے کہنا مانا اور بصد ناز دلربا اٹھین۔

در چمن یار چو با آن قد و قامت برخاست
سرو بنشست بدعویٰ قیامت برخاست

افغانی کو اسکا خرام ناز ایسا پسند آیا کہ بے ساختہ یہ شعر زبان پر لایا

جلوۂ آن سرو قامت دیدہ ام | یا بچشم خود قیامت دیدہ ام

نواب۔ اخاہ آپ بھی ریجھے شان خدا اتنے ہوے اللہ اللہ افغانی حضور والا عمدہ شے مقبول خاص و عام ہوتی ہے بیشک یہ حسین حور ہے ہر کوئی کو ٹھیک ٹھیک (ٹھیک ٹھیک) مطبوع ہوگا ہندو ہو یا پٹھان۔

شاخ گل دیوانہ شد از قامت دلجوے او
باغبان تعویذ بست از غنچہ بر بازوے او

ایسی زن حسین چشم فلک نے کم دیکھی ہوگی آئنے دارد

من باین رفتار شیرین عمر خود در باختم
عمر من میرفت و من پنداشتم رفتار دوست

پری بیگم نے کہا مین کیا کہتی تھی کہ جب نکھر و نگی تو قتل عام کرونگی وہی ہوا اب اسوقت قتل عام ہو رہا ہی یا نہین قتل کے یہی معنی نہین ہین کہ خواہ مخواہ تلوار اور خنجر آبدار سے قتل کرے قتل یہ کہ جان نہ نکلے مگر زندگی نہ ہو سو ہان روح ہو جائے وہ بات حاصل ہی گو جو عاشق زار اور عاشق صادق ہین وہ ہر حالت مین معشوق کا دم بھرتے ہین کبھی اُف تک نہین کرتے

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کان سوختہ را جان شد و آواز نیامد
این مدعیان در طلبش بے خبرانند
کان را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

اس بچان کو دیکھ کر کیا کیفیت ہو گئی ضبط نہ کر سکا۔ حسن ایسی ہی بلاے بے درمان ہی مین نے ابھی چشم افسون پرداز کو قتل کی گھاتین سکھائی کہان ہین۔

راوی۔ واہ وہ خود سیکھی سکھائی ہین۔ ظالم مظلوم نما۔

زلف ما گفتہ حسن بسائی کند | قتل عامے از خود آرائی کند

ادھر زلف سیاہ ادھر رخ زیبا۔ دونون نے دل لوٹ لیا۔

نواب۔ آخر کسی درد کی دوا بھی ہو یا دل ہی لگانا آتا ہی سچ تجھے تو اوبت کا فقط ترسانا آتا ہی بس اور کچھ نہین آتا

بیگم۔ یہی ہمارا کام ہے اور اس مین ہم طاق ہین۔

خوبرو بچکلمان صلح و صفا نیز کنند
غنچہ سازند دل و کار صبا نیز کنند

افغانی
اے صورت زیبا ے تو رشک بتان آذری
تو از پری چابک تری و ز برگ گل نازک تری

نواب۔ بس بس اب شعر خوانی رہنے دیجیے اپنا کام کیجیے۔

چوکیدار۔ حضور مادہ شیر جنگل مین نظر آئی دیے ہین اب بھی موقع ہو ورنہ شیرنی کی طرح وہ بھی بھاگ جائینگے اور پھر شکار نہ ملے گا۔

آدمی۔ شیرنی بھی آ گئی مین دیکھے آتا ہون موجود ہی۔

بیگم۔ آدمی کیسے موے جان کے دشمن ہین۔

حکم دیا گیا کہ ہاتھی کو بٹھاؤ (ری) لیکر فیلبان نے ہاتھی بٹھایا نواب صاحب نے کہا زینہ لگاؤ بیگم صاحب نے ایک زینہ پر قدم رکھا اور اوئی کہکر اتر گئین۔ پھر تو تشتبہ کر کے نواب صاحب لائے گئے

نواب۔ اس دفعہ تو بے جھجک بیٹھ گئی تھین اب کی ڈرتی ہو

بیگم۔ اے لو اس باری کہا تھا کہ مرغابیون کا شکار ہو گا۔

نواب۔ شیر کا شکار آسان ہی مرغابی کا شکار مشکل ہی۔

بیگم۔ اے کیون نہین کیسا کچھ ہم نے کچی گولیان نہین کھیلی ہین یہ پھر سے کسی اور کو دینا روح لرزتی ہی کہ یا خدا کیا ہو گا۔ اُف اُف

نواب۔ ہو گا کیا؟ کچھ بھی نہین ایک دفعہ کا شکار دیکھ لو گی بس جھجک جاتی رہے گی چلو چھٹی ہوئی۔

ہزار خرابی بیگم صاحب بیٹھین نواب صاحب بھی تمکن ہوئے حوالی موالی سب بیٹھے اور ہاتھی جھومتے ہوئے قطار اندر قطار چلے تو خریا بیگم کو آزاد یاد آئے اور جو باتین آزاد سے ہوئی تھین وہ یاد کر کے آبدیدہ ہو گئین جو فقرے ماشاءاللہ رکھی نے آزاد سے اسوقت کہے جب سرا مین ٹکے تھے اور بعزم روم لپٹی جاتے تھے وہ یہ ہین۔

(بجز اعرض کرتے ہین) اے بندہ پرور ذری ادھر نظر کیجئے یہ مہینون کی راہ طے کر کے ہم صرف آپ ہی کی زیارت کے لیے آئے ہین اور ہم سے آپ کو ایسی نفرت ہے کہ آنکھ تک نہین ملاتے واہ ری خوبی قسمت اب ذرا سر تو اٹھائیے گردن تو ہلائیے وہ چاند سا مکھڑا تو دکھائیے ہائے کیا ستم ہی جن پر ہم جان دیتے ہین وہ ہماری صورت سے بیزار ہین بقول صفدر۔

دل اور جگر خون ہو چکے ہین جو اس حد تک لے جا چکے ہین
وہی محبت کا حوصلہ ہے ہزار صدمے اٹھا چکے ہین

کہیے آپ کی حسن آرا تو ابھی ہین غضب ماہم کو انکا جوبن دکھاؤ دہنیے سناؤ بہاری کی طرح چمن مین ناز کرتی پھرتی ہین کبھی طاؤس طناز کے مثل جھوم جھوم کر چلتی ہین۔ کبھی بجرون پر سیر دریا کر جاتی ہین کبھی بجرلیون کو لیکر جشن اڑاتی ہین اور نام خدا ابھی سولہ سترہ برس کا سن ہے اور ان دنون تو بناوٹ سجاوٹ پر ادھار کھائے بیٹھی ہین۔

مصاحب ان روز دن آئینہ ہے سنگار کا ان کو شغلہ ہے
کبھی ہے سرمہ کبھی ہے مسی کبھی ہے غازہ کبھی حنا ہے
تو اس کے آگے سے کھینچتا ہے وہ اسکے آگے سے انجمن مین
غرضکہ آئینہ کا بھی طوطی عجب حسینون مین بولتا ہے

کہو بندہ پرور۔ ہم بک رہے ہین یا بھونک رہے ہین (رخسارون پر ہاتھ پھیر کر) ہمارا ہی لہو پیے جو ادھر نہ دیکھے! ایک نظر ذرا ادھر بھی۔

آزاد۔ جناب باری کی قسم صرف تمہین کو دیکھنے آیا ہون۔

اللہ رکھی بولی خیر اتنی تو ڈھارس ہوئی کہ مرنے کے بعد ہمارا قاتل آنسو بہلائے گا۔ لیکن کیا! ۔

آئے تربت پہ بہت روئے کیا یاد مجھے
خاک اڑانے لگے جب کر چکے برباد مجھے

آزاد نے کہا اللہ رکھی اب ہماری عزت و آبرو تمہارے ہاتھ ہے۔ تم چاہو تو جلاؤ چاہو تو نہ جلاؤ۔ اگر ہم تمہارے معشوق ہین تو ہمین دق نہ کرو۔ ورنہ اب ہم سنکھیا ہی کھا لینگے اور اسی دم جان دینگے اگر ہماری موت منظور ہو تو خدا کی قسم ہم کمر کس کر مرنے پر آمادہ ہو جائین ورنہ اگر ہماری زیست چاہو تو ہمین آزاد کر دو۔

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

اللہ رکھی بولی سنو آزاد۔ مین بھی شریف زادی ہون کوئی ایسی ویسی نہ سمجھنا مگر اللہ کو یہی منظور تھا کہ ہم باجیون کی طرح سرا مین بھٹیاری بنکر رہین مین ایک شریف کی لڑکی ہون اور نادان ہم کو اسقدر جلد بھول گیا یاد ہے کہ ہمارے بوڑھے میان نے تم سے ہمارے لیے خط لکھوایا تھا اور تم ہمارے گھر کا پتا ڈھونڈھتے ہوئے آئے تھے اور ہماری تمہاری چار آنکھین ہوئی تھین اور پھر ہم ایک دن فنس پر سوار ٹھسے سے جاتے تھے اور تمہاری فنس کا کونا بائے چکتی ہوئی ساتھ ساتھ تھی اور کئی دن تک آپ ہم پر لٹو رہے آخرکار آپ تو غتربود ہو گئے اور ہمارے بوڑھے میان نے انتقال کیا۔ ہم کمسن کوئی چودہ پندرہ برس کی عمر۔ وہ دقیانوس کے معصر ہین انکی صورت سے نفرت تھی۔ پوپلا منہ۔ دانت چوہے کے نذر کر چکے تھے کمر بہتیری جگہ سے خم بھون تک سفید۔ حلوا دن رات کھائین آنکھون سے کچھ سوجھتا نہین۔ قوت سامعہ سے بے بہرہ۔ ہائے ہماری امان جان نے ہمین کس موئے بوڑھے کے ساتھ بیاہا تھا دن رات ہم کو دعا کرتے تھے اور ہماری جوانی مفت مین ضایع جاتی تھی۔ آخرکار وہ تو قبر مین پاؤن لٹکائے ہوئے بیٹھے ہی تھے چل بسے جس دن ان کے مرنے کی خبر آئی ہم نے مسجد مین گھی کے چراغ جلائے لیکن ہماری امان نے پھر ہماری شادی نہ کی اور ہم کو یہ سوجھی کہ گھر سے بھاگین لیکن اللہ جانتا ہے جو ننگ ناموس مین فرق آیا ہو۔ تم سے بیاہ کرنے کا بہت شوق تھا مگر تم یہ سمجھکر کہ بھٹیاری کو کیا بیاہین نکاح پر راضی نہ ہوے اب جنے سنا ہے کہ حسن آرا کے ساتھ تمہارا نکاح ہونے والا ہے اللہ مبارک کرے سبھ گھڑی بیاہ ہو۔ اچھی ساعت نکاح ہو۔ اب ہم اپنے آپ

اجازت دیتے ہین. خوشی سے بیاہ کیجیے. پیاری پیاری دُلھن کے ساتھ نکاح کیجیے چشم ما روشن دل ما شاد. لیکن ہمین بھول جانا لونڈی بنکر رہونگی مگر نہ چھوڑونگی. نہ چھوڑونگی۔

ثریا بیگم کے روبرو آزاد کی تصویر کھنچی تھی ان کا شکار کھیلنے کو جی چاہتا تھا. جنگل کے مختلف اشجار رفیع اور طرح طرح کے جانورون پر نظر ڈالتی تھین خیال فقط یہی تھا کہ آزاد سے کیونکر ملین بے اختیار آزاد آزاد دمین بار زبان سے نکل گیا مگر بڑا ضبط کیا اور بات ٹالکر خاموش ہو رہین۔

اب سنئے کہ ہاتھی جھپٹتے چلے تو ایک جھیل کے قریب پہونچے اور ساتھ کے آدمیون نے جو رہبر تھے کہا کہ جھیل مین پانی ایک قدآدم ڈباؤ ہے۔ ہاتھی بہت جلد نکل جائینگے۔

بیگم۔ کیا کہا۔ اوئی کیا اس سمندر مین سے جانا ہوگا۔

رہا وہی سمندر رہا بجا. سمندر تو ذرا سا ہوتا ہے. سمندر تو اس بحر بے کنار کے ایک چھوٹے سے سوتے کا نام ہے۔

نواب۔ تم خاموش رہو. اور ہماری رائے پر سب باتین چھوڑ دو۔

بیگم۔ اے واہ اچھے آئے خاموش کیون رہین. ہمین یہان ڈبونے لائے ہو. ذری ہاتھی کا پاؤن پھسلا اور چلیے غڑاپ پانی کے اندر غوطے کھانے لگے۔

نواب صاحب نے بہت سمجھایا اور ہاتھی جھیل کے اندر چلے تو بیگم صاحب نے آنکھین بند کر لین اور غل مچایا کہ جلدی نکل چلو. کبریا کے لیے ٹھہرنا دھرنا نہین۔

پانچ ہاتھی تو ساتھ ساتھ چلے. دو پیچھے تھے. نواب صاحب نے بہت اصرار کر کے کہا کہ آنکھین کھول دو. اب اسوقت آدھی دور تو چلے آئے ہین آدھی دور اور باقی ہے ثریا بیگم نے آنکھین کھولین تو پانی کی روانی اور جھیل کی کیفیت دیکھکر کمال مسرور و محظوظ ہوئین کنارون پر اشجار رفیع عجب لطف دکھاتے تھے جو تھا سر بفلک کشیدہ. کوئی درخت جھیل کے پانی کو چومتا ہے کسی کی شاخین طرح طرح سے جھیل کی طرف جھکی تھین اور جانوران صحرائی کا ہاتھی اور انسان کو دیکھکر بھاگنا خالی از لطف نہ تھا۔

بیگم۔ اب ہمین ڈر نہین معلوم ہوتا. بلکہ سہانا سمان دیکھکر دل خوش ہو گیا مگر اللہ کرے خیر آج کوئی شیر نہ ملے. یا میرے اللہ میری دعا قبول کر۔

نواب۔ خدا نہ کرے خدا نہ کرے. خدا کرے کوئی شیر نظر آجائے

بیگم۔ واہ. آجائے کیا مجال ہے. ہم منتر پڑھ دینگے۔

نواب۔ خیر اچھا. بھلا شکر ہے کہ آپ اتنی ہوئین تو۔

بیگم۔ اسکے کیا معنی. مین تم سب کو بتاتی ہون. ڈر کیسا ملکون ملکون جنگلون جنگلون پھری ہون. کوئی کوہ و دشت رہا ہوگا ایسا نہین جس مین ہم نہ گئے ہون. راتون کو برسون اکیلے رہے۔

نواب۔ خدا کرے کہ تم سچ کہتی ہو۔

بیگم۔ ہے ہے اگر شیر سچ مچ کہین نکل ہی آئے تو غضب ہو جائے اُف سنتے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہین یا میرے اللہ۔

ہاتھی جھیل کے باہر نکلے تو جان مین جان آگئی۔

اس جھیل کے اُس پار کچھار تھا اور اس کچھار مین ایک مادہ شیر خونخوار اپنے بچون کو لیے ہوئے عظمت و جبروت خسروی کیساتھ بیٹھی تھی کھیدے کے آدمیون نے کہا حضور اب ہاتھی روک لیے جائین. شیرنی یہان سے تھوڑی ہی دور پر ہے. مگر بہت بڑی شیرنی ہے. ثریا بیگم کانپ اٹھین. کیا! ہو ہو ہاتھ مل کر اے یہ کیا ہوا. یہ موئی شیرنی کہان سے نکل آئی یا تو اسکو قضا لائی ہے یا ہم کو. دو مین سے ایک کی قضا آئی ہے ابصنا جب

نے کہا پھر اب تو فکر بیکار ہی۔

حمد بیحد اس خدائے پاک کو | نورِ ایمان جسنے بخشا خاک کو

اسی سے کہلے کہ صبر مفتاح فرج ہی۔ ان اللہ مع الصابرین۔ دانشا کرین۔

ہمنشین تلخی مکش تو از گردش ایام کہ صبر
گرچہ تلخ است ولیکن برِ شیرین دارد

حکم دیا جائے کہ کھیدا کیا جائے تیس آدمی بڑے بڑے لٹھ لیکر کچھار کی سمت دوڑے اور خوب غل مچایا اتنے مین ہاتھی قرینے سے قطار قطار کھڑے ہوئے اور دور سے روشنی نمودار ہوئی۔ ثریا بیگم بہت سہمی ہوئی تھین مگر اس ہر شکار مین ایک قسم کا لطف بھی آتا تھا۔

بیگم۔ یہ روشنی کیسی ہی۔ وہ سامنے نظر آتی ہی۔

نواب صاحب نے کہا شیرنی نکلی ہو گی اور شاید حملہ کیا ہو اسی سبب سے روشنی کی گئی کہ ڈر کے بھاگ جائے۔ شیر کا قاعدہ ہی کہ روشنی سے منزلوں بھاگتا ہی۔ اس سے ثریا بیگم کو ذرا ڈھارس ہوئی کہا شکر ہی کہ کسی شے سے ڈرتا تو ہی۔ اچھا پھر جو طرفہ روشنی ہوا ایک ہاتھی آگے بڑھے۔

اوشالا پھیل کا بان

کیا پھیل کا بان؟ سبحان اللہ پھیل کا بان۔ خدا جانے کس زبان سے یہ لغت حضور نے پسند کیا۔ اول تو پھیل کے معنی ہی نہین معلوم پھیل کرا میگویند۔ ہائے اس وقت خواجہ بدیعا نہ ہوئے ورنہ معاً فارسی بولنے لگتے۔ گیدی کے بغیر لطف ہی نہین آتا۔ مگر گیدی خواجہ بدیعا خالی خولی نہ ہون۔ قرولی اور گز ساتھ ہو۔ ورنہ خواجہ بدیع الزمان جھلائینگے خیر خوجی کو جانے دیجیے اب پھیل کے بان کا ذکر سنیئے۔

نواب قمر رکاب فیل فلک شکوہ پر سوار تھے اور ناظورہ طاؤس زیب عابد نظر فریب برق دم پری پیکر ثریا بیگم ساتھ تھین ہاتھیون پر گل چلے قادر انداز۔ آواز پر نشانہ لگانے والے شیر سے مقابل کرنے پر آمادہ۔ مگر ثریا بیگم کی عجب حالت تھی۔ یہ اول مرتبہ تھا کہ یہ پری پیکر رشک قمر جنگل مین شیر سے جانور کے شکار کے لیے آئی کلیجہ دھڑ دھڑ کر رہا تھا مگر اس لطف کا تماشا دیکھکر طبیعت کسی قدر بشاش بھی تھی۔

اب سُنئیے کہ شیرنی نے جب حضرت انسان کی آواز سنی تو گھبرائی مگر بچون کو اس وقت دودھ پلا رہی تھی۔ ان کو کچھار کے ایک ایسے مقام پر لے گئی جہان انسان کا گذر محال تھا کھیدے کے لوگ سمجھے کہ شیرنی بھاگ گئی۔ لہذا بڑی جرأت کے ساتھ اُنھون نے نواب صاحب کو اطلاع دی کہ شیرنی کچھار سے بھاگ گئی اب اس کا تعاقب کیجیے۔ ثریا بیگم یہ خبر دم طرب انگیز سنکر کھلکھلا کر ہنس پڑین کہا خوب ہوا شیرنی بھاگ گئی نا۔ نواب کھیلو شکار۔ بڑے وہ بن کے چلے تھے۔ ہماری دعا اور مقبول نہ ہو کیا مجال۔ اب حضور فرمائین کہ ہماری دعا قبول ہوئی یا آپ کی شیرنی بھاگ گئی نا۔ اچھا پھر کیا ہوا۔ اب دن تھوڑا رہ گیا ہی۔ دوسرا شکار ملیگا نہین (تالیان بجا کر) لے آج کا دن بیکار رہا چلے تھے دعا مانگنے۔ اور ہم نے کہدیا تھا کہ اللہ حسینون کو دوست رکھتا ہی۔ اللہ جمیل و یحب الجمال خدا خوبصورت کو عزیز رکھتا ہی۔

خدا بھی خوبصورت کو نہایت دوست رکھتا ہی
ارادہ کون سے در پر کرون مین دادخواہی کا

نواب۔ اللہ اللہ حضور ایسی ہین۔ اچھا خدا نے چاہا تو شیر کے باپ کا سامنا ہو۔ واللہ قسم کھائی آج بے شکار کیے تو نجا مینگے

بیگم۔ تمھین بائین ہاتھ کا کھانا حرام ہی جو شیر کا شکار کھیلے بغیر جاؤ۔ بس صاحب کھانا نہ کھانا اور نہین۔

نواب نامدار رئیس اعظم تو تھے ہی قسم کھائی کہ جب تک شیر کا شکار نہ کر لینگے کھانا نہ کھائینگے! اور اس قسم کے مطابق عمل کیا۔

افغانی۔ حضور ممکن ہی کہ شیر آج نہ ملے۔ مگر یہ قسم کھانا کہ کھانا ہم نہین کھائینگے بات ٹیک (ٹھیک) نہین ہی۔ اور جوت (جھوٹھ) بولنا ہم اور ہماری ولایت کا لوگ جانتا ہی نہین۔

نواب۔ اس بارے مین اصرار فضول ہی۔ ہم ہرگز کھانا نہ کھائینگے جب تک شیر کا شکار نہ کرینگے۔ ایسین چاہے رات ہو جائے چاہے دو دن گذر جائین اور شیر کا جنگل مین نہ ملنا کیسا؟۔

بیگم۔ بات تو یہی ہی۔ خدا تمھاری بات رکھ لے۔

افغانی۔ ام (ہم) نہین جانتے۔

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

بنگ پینا ٹیک ہے مگر بنگ کا مزہ دل لگی نہین۔ بہت مشکل ہی اسکا مزہ۔

نواب۔ دل تگی نہ کہو۔ دل لگی کہو۔ آغا۔ سمجھا۔

افغانی۔ ام (ہم) خوب سمجھتا (سمجھتے ہین) مگر۔

من بندۂ حضرت کریمم | پروردۂ نعمت قدیمم

بیگم۔ خدا کے لیے اب کبھی چلے چلو۔ آخر تم پر کوئی جن سوار ہی یا کسی نے جادو کر دیا ہی۔ یہ ماجرا کیا ہی۔ اب دن کتنا باقی ہی۔

نواب۔ دو گھڑی تین گھڑی۔ مگر ہم شکار ضرور کرینگے۔

بیگم۔ ارے لوگو کوئی انکو سمجھاؤ۔ یہ کسی کا کہنا مانتے ہی نہین کوئی صلاح دینے والا بھی ہی یا نہین۔ واہ وا۔ میان واہ۔

برکت۔ حضور یہ سچ فرماتی ہین اب سب بھوک کے پیاسے ہین حضور اب سب کے حال پر رحم کرین۔ ورنہ سب کے سب ہلکان ہو جائینگے۔

نواب۔ ہم کو کسی کا غم نہین ہی کچھ پروا نہین۔

برکت۔ مانا کہ حضور۔ اورون کا تو خیال ہی یا وہ بھی نہین

اے آنکہ بہ اقبال تو در عالم نیست
گیرم کہ غمت نیست غم ما ہم نیست

نواب۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آخر یہ آپ لوگ اصرار کیون کرتے ہین۔ ہم بغیر شکار کیے نہ جائینگے ہرگز ہرگز نہ جائینگے۔ اگر آپ لوگ ہمارے رفیق ہین تو ہمارا حکم مانیے۔

رفقا نے دست بستہ عرض کیا خداوند ہم سب جان نثار ہین۔ جو حضور کا حکم ہو فوراً بجا لائین۔ افغانی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہکر سٹ سے ہاتھی سے اتر پڑا۔ اور شمشیر اصفہانی لیکر کہا۔ بچہ ہم سپاہی زادہ ہی تلوار کے منھ مرنا اور جان دینا ہمارے لیے معراج ہی۔ شیخ کا شعر ساری دنیا کو یاد ہی اور وہ ہمارا مسلک ہے۔

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

اب ہم شیر کے باپ سے لڑیگا (لڑیگا) ہم تیت پتھان ہی۔

بیگم۔ کیا کہتا ہی۔ تیت کیا۔ ہم تو سمجھے ہی نہین۔

نواب۔ یہ پٹھان آدمی ہی ٹ کا تلفظ نہین کر سکتا تیت کے معنی ٹھیٹھ اور پتھان کے معنی پٹھان۔ یہ کہتا ہی کہ ہم ٹھیٹھ پٹھان ہین۔

بیگم۔ چولھے مین جائے ایسی زبان خدا سمجھے ان سے۔

نواب۔ یہ کیون! اپنی اپنی زبان ہی۔ ایسین کسی کا کیا اجارہ ہی لوگ ان کی پشتو زبان نہین بول سکتے۔ پھر کیا ہم گنوار ہین۔

بیگم۔ گنوار پنے کو تو چولھے مین ڈالو۔ اب بتاؤ کہ یہان سے چلوگے کب! اب کتنا دن باقی ہی شام ہونے کو آئی اور شکار کا پتہ ہی نہین

پھر اب یہان ٹھہرنا بیوقوفی ہی۔ یا کچھ اور کھانے پینے کے مفت کی ٹھائین ٹھائین۔ بیکار وقت ضایع کرنا۔ ارے تم کوئی تو انکو سمجھاؤ۔ اللہ جانتا ہی تم کو جنون ہو گیا ہی۔ برکت حضور ہی کے سب کانٹے بوئے ہین حضور ہی نے کہا کہ اب جب تک شکار نہ ملے تب تک ٹائین ٹائین۔ ہاتھ کا کھانا حرام ہی وہ تو رئیس زادے ہی ہین آ گئے جھانسے مین ع اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست۔ یہ سب حضور ہی قسم کی پابندی ہی۔

بیگم۔ جھوٹے سے خدا سمجھے۔ دیکھو تو موا کیسی چکنی چپڑی باتین کرتا ہی۔ لے انکو ایسے طرار مصاحبون نے لوٹ لیا حضور شکار کو چلین حضور فلان عورت کو بلوائین۔ ایسی بیسوا اس ملک مین تو نہین ہی۔ تم پر خدا کی مار شیطان کی پھٹکار۔ اللہ کرے آسمان ٹوٹ پڑے موے نابکار۔

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ کھیدے والون نے کہا خداوند اب ہوشیار رہیے شیرنی آتی ہی۔ یہ آئی وہ آئی۔ ہوشیار خبردار اب عرصہ نہین ہی۔ کچھار چھوڑ کر پورب کی طرف بھاگی تھی۔ اُدھر ہم لوگون نے روشنی کی وہان سے بڑی خونخوار ہو کر پھر کچھار مین آئی اور اپنے بچون کو لیکر پاس ٹھہری ہم لوگ کلے پر پہونچ گئے تو قیامت کا سامنا تھا ایسی بپھری کہ الامان الامان۔ خدا نہ کرے کہ وہ وقت پھر آئے اس زور سے ڈکاری کہ ہوش اُڑ گئے حواس جتنے ایدلکر گئے تیس آدمی ساتھ گئے تھے وہ خدا جانے کہان رہ گئے۔ اٹھائیس آدمی ساتھ تھے۔ اٹھائیسون بھاگ گئے اسوقت قدم جمانا محال تھا شیر کا قاعدہ ہی کہ جب کوئی گولی لگاتا ہی تو آگ ہو جاتا ہی بس پھر گولی کے باپ کو نہین مانتا اگر بم کا گولہ بھی ہو تو وہ اس طرح پر آئیگا جسطرح توپ کا گولہ آتا ہی اور شیرنی کا قاعدہ ہی اگر اپنے بچون کے پاس ہو اور ساری خدائی کے گولے اور گولیا ں لے کے کوئی آوے تو بھی ممکن نہین کہ اُسکے بچون پر آنچ آسکے کیا مجال۔ تو حضور اسوقت وہ اپنے بچون کے پاس بیٹھی تھی اور ہم لوگ وہان پہونچے۔ بس اسدرجہ خونخوار ہوئی کہ الامان! الامان!

بیگم۔ بندھی ہی یا کھلی ہوئی ہی۔ تماشے والون کے شیرون کی طرح کٹہرے مین بند ہے نہ۔ یا بالکل کھلی ہوئی ہی۔ بندھی ہو گی نا۔

رفقا۔ ہان ہان حضور بیگم صاحب۔ بندھی ہوئی ہی۔

بیگم۔ اُف دھک سے رہ گئی تھی۔ اسکو باندھا کس نے ہوگا۔ ہم جانتے ہین یہ سارا کھیل جادو کا ہی۔ جادو برحق ہی۔ کرنے والا کافر

نواب۔ جادو تو حضور کی نگاہ مین ہی۔ یا حضور کی زبان مین ہی

اثر لبھانے کا پیارے ترے بیان مین ہے
کسی کی آنکھ مین جادو تری زبان مین ہے

بیگم۔ اے ہی۔ اللہ اللہ۔ آپ اور ہمکو بنائین۔ شکر خدا

نواب۔ ہان۔ اب ہم ایسے گئے گذرے۔ خیر صاحب اب ایک لطیفہ سنیئے۔ ایک ہاتھی پر دو بنگالی تھے۔ یہ بیچارے شیر و شکار سے کچھ واسطہ نہین رکھتے تھے۔ انھون نے صرف اسقدر سنا تھا کہ نواب صاحب شکار کے لیے جاتے ہین۔ اگر یہ معلوم ہوتا کہ شیر کے شکار کو جاتے ہین تو کروڑ برس تک آتے سمجھے تھے کہ جھیلون مین پرند جانورون کا شکار ہو گا یا شاید ہرن کا شکار ہو جب یہان آئے اور سنا کہ شیر کا شکار ہی تو روح فنا ہو گئی۔ ایک کا نام بابو کالی چرن گھوش دوسرے کا نام شب دیب بوس تھا۔ ان دونون مین یون گفتگو ہونے لگی ذرا غور کر کے سنیئے گا۔ وھو ہذا۔

بوس۔ مہا شائی۔ یہ تو بڑی بات ہوئی ہم کو نواب نے بڑا دھوکا دیا ہم نہین جانتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے دشمن ہین دوست نہین

گھوش۔ اوشالا۔ یہ لوگ ہمارا دشمن ہی۔ اچھا ہم ان سے سمجھے گا اوشالا پھیل کا بان۔ ہمارے کو مت لے جائیگا۔

راوی۔ کیا خوب پھیل کا بان۔ اسکے معنی ناظرین نہ سمجھے ہونگے پھیل کے معنی فیل وپھیل کا بان۔ اسکے معنی فیل بان۔ اب آپ پوچھینگے یہ لفظ (کا) کہان سے آیا۔ بابو صاحب کی ایجاد خاص ہی فیلبان کو انھون نے (پھیل کا بان) کہا اس بے تکے پن کے صدقے۔ اوشالا پھیل کا بان۔ بے اختیار ہنسی آتی ہی کجا پھیل کا بان کجا فیلبان۔ فیلبان ہنسوڑ آدمی تھا اُس نے جو دیکھا کہ بابو صاحب گھبرائے ہوئے ہین اور گالیان بکتے ہین تو ہاتھی کو اور بھی تیز کیا اور دونون بابوؤن کے دل پر اسقدر صدمہ ہوا کہ الامان والحذر۔ ایک نے کہا۔ او پھیل کا بان اوشالا۔ دوسرا بولا باپ رے باپ۔ ارے ہم لوگ کا جان جاتا ہی بابا۔

فیلبان نے ہاتھی کو اور بھی تیز کیا تو یہ دونون صاحب کمال منتشر ہوئے اور اسقدر گھبرائے کہ اگر موقع ملتا تو ہاتھی کود پڑتے۔

بوس۔ اوشالا تم ہاتھی کا وان کا شالا ہی کون ہی۔

گھوش۔ اوشالا پھیل کا بان (دھوتی سنبھالکر) واہ اچھا ہم مجسٹریٹ صاحب کے ہان تمھارے کا نالیش (نالش) کرنے سکیگا اوشالا تم ہمارے کی جان کا بیری ہی۔ تم پھیل کے بانکو پھیر دیگا

راوی۔ بن چہ خوش نام۔ برادر فلان ما بسیار خوش است حضور کے ساتھی تو (پھیل کا بان) فیلبان کو کہتے تھے۔ اور حضور فرماتے ہین پھیل کے بان کو پھیر دیگا۔ ان سے بھی بڑھ گئے

گھوش۔ ارے بابا۔ ہم لوگ جانے نہین مانگتا شیر شالا کا مکالبہ (مقابلہ) کون کرنے سکتا۔ ہم لوگ پکھر دینے مانگتا۔ اوشالہ ارے اوشالا پھیل کا بان۔

فیلبان۔ (ہنسکر) بابوجی ڈر نہین۔ ابھی تو شیر دو ہی جب ہودا اکپڑ لیگا تب دل لگی ہوگی۔ گالیان دیتے جاؤ تو مین ایک ہی دفعہ یہ لاؤنگا دل لگی نہین ہی شالا شالا کہتے جاؤ

بوس۔ ارے بائی تم ہمارے کا باپ۔ ہمارے باپ کا پتا ہم ہاتھی کو پھیرنے مانگتا۔ اوشالا تم آرام زادہ (حرامزادہ)

فیلبان۔ (ہاتھی کو تیز کرکے) اچھا بابو دیتے جاؤ گالیان خدا کی قسم عین شیر کے منہ مین ہاتھی نہ لیجاؤن تو پاجی دیکھو تو سہی

بوس۔ ارے مہاشائی۔ او مہاشائی۔ باپ رے باپ۔ او پھیل کا بان تم ہمارے کا باپ۔ بیٹا جی۔ ہمارے کو بچائیے۔ ہم رشوت (رشوت) دینے سکے گا (شانہ پکڑکر) او پھیل کا بان تم روک لیگا۔ روک لیگا او۔ اب ہم کیا کرے۔ ہمارا باپ ہمارا مان ہی سب تم ہی بیٹا جی۔

فیلبان نے ہاتھی دوڑایا تو گھوش بولے۔ اوشالا تم ہمارا جان لینے مانگتا ہی اوشالا تم ہمارے کو دیک (دق) مت کرو ارے بابا ہم بنگال کا رہنے والا بردوان سے آیا ہی۔ کہان ہمارا مکان ہی کہان یہ جنگل ہی ہمارا تو باپ بھی کبھی شیر کا شکار نہ کھیلنے سکا۔ او بابا ہمارے پر رحم کرے جتنے آدمی ساتھ تھے سب قہقہے لگائے۔ ان دونون کی بیتابی وبیقراری قابل دید تھی کبھی فیلبان کے ہاتھ جوڑتے تھے کبھی ٹوپی اتار کر خدا سے دعا مانگتے تھے۔ کبھی جنگل کی طرف دیکھکر کہتے تھے۔ اف ارے بابا ہمارا جان لینے کو ہم یہان آیا ہمارا موت ہمکو یہان لایا۔ او پھیل کا بان ہمارا کہنا جرور نہین مانتا فیلبان نے ہاتھی روک کہا۔ بابو صاحب آخر آپ ہی ہاتھی پر سوار ہین یا کوئی اور بھی ہی جان سب کو عزیز ہی یا آپ ہی کو اسوقت کم سے کم پچاس ہاتھ

آدمی شکار کھیلنے آئے ہین مگر آپ کی طرح کوئی بدحواس نہین ہی
کبھی گالیان دیتے ہو کبھی دعا کبھی ہاتھ جوڑتے ہو اور تمھاری
بدحواسی دیکھ دیکھکر ہمین ہنسی آتی ہی۔

گھوش۔ ارے بابا ہم لوگ لیکھنے پڑھنے مین اچھا ہوتا ہی
ہم لوگ بلایت (ولایت) جاکے انگریجی (انگریزی) کھوب
(خوب) سیکھتے ہی او ہم لوگ بڑا الساجہ ڑا الکچرس دیتا۔ ام موہن رائے
کیشب چندر سین۔ سریندر ناتھ بنرجی۔ پرتاب چندر معظم دار۔
ڈاکٹر سرکار لال موہن گھوش اور ہجاروں (ہزاروں) آدمی
ہیگا۔ اور ہم لوگ اپنا اپنا ہک (حق) واسطے کھوب کھوب لڑتے
پرنتو ہم لوگ بنگال کا رہنے والا ہم کبھی شیر کا شکار جانے تم
لوگ جان کو سمجھتے نہین۔ ارے بابا یہ پھر کے آنے نہین والا ہی۔

بوس۔ ہمارا بھیل کا بان۔ اب تم ہاتھی کو پھیرے۔ ہم ترپ
(تعریف) تمھارا چھاپے گا۔ پھر کے کاگج مین (خبر کے کاغذ مین)

فیلبان۔ آپ اپنی تعریف رہنے دین آپ ہماری ہجو چھپائین

گھوش۔ ڈل نہین۔ تمھارا نام ہو جائیگا۔ بڑا بڑا مہاراجہ لوگ
نواب لوگ بادشاہ لوگ کھبر کے کاگج مین تمھارا پڑھیگا تو بولیگا
کہ یہ بھیل کا بان بڑا نامے شکار کھیلنگے اور تم پچاس ساٹھ کا نوکر
ہو جائیگا ضرور نوکر ہو جائیگا۔ سمجھا۔ تم کو ہم نوکر رکھا دیگا۔

فیلبان۔ اُفوہ۔ پچاس ساٹھ! اسقدر روپیہ مین رکھونگا
کہان۔ اچھا دوسری شادی کرینگے گر تعریف لکھیے گا کس
بات کی ذرا ہاتھی دوڑاؤن تو لطف ہو۔

بوس۔ تم بڑے نٹ کھٹ ہی۔ اوشالا تم پھر دوڑائے۔

جب جھیل کے قریب پہونچے تو گھوش اور بوس کو اور بھی خوف
معلوم ہوا گھوش نے فیلبان سے پوچھا۔ دل بھیل کا بان۔
اس جھیل مین کیتا گہرا۔ فیلبان نے کہا دس ہاتھی ڈوبا دیجیے سنتے ہی
دونون کے رہے سہے حواس بھی نفرو ہو گئے۔ بالکل سٹپٹا گئے

گھوش۔ اور اس جھیل کے اندر سے ہلوگ کو جانے ہوگا بھی۔

فیلبان۔ جی ہان اسی مین سے (جانے ہوگا بھی) کیون؟۔

بوس۔ اور جو ہاتھی کے پانون پھسل گئی تو ہلوگ کا کیا؟۔

فیلبان۔ اگر ہاتھی کی پانون پھسل گئی تو تم لوگ کا ٹانگ اور
ناک ٹوٹ جائیگا۔ بس اور کچھ نہ ہوگا۔ اور منہ بگڑ جائیگی تم لوگ کی

بوس۔ اور تم شالا کہان سے بچنے سکے گا۔ اوشالا۔

فیلبان۔ ہم عمر بھر ہاتھی پر چڑھا کیے ہین اسکے حالات خوب
معلوم ہین ہاتھی پھسلے تو ڈر نہین اور بہ جائے تو خوف نہین

بوس۔ تمھاری ہاتھی پانی سے ڈرتی ہی یا نہین۔ بابا ہم سے سانچ
سانچ (سچ سچ) کہدو۔ ہم جان نہین دینے مانگتا ہیگا۔ بولدو۔

گھوش۔ بڑا بیوقوف ہم بنا۔ ہم سنتے شیر کا شکار تو ہم آتے نہین
سکتے ہم سے نواب بولا۔ بابو صاحب ہم چڑیا کا شکار کرینگے۔

فیلبان۔ بابو صاحب آپ چڑیا کے شکار سے بھی ڈرتے ہین

بوس۔ ارے بابا۔ گولی لگانے سے تو شب کوئی ڈرتا ہی۔
جان پھیر کے آنے سکے گا نہین۔ اور ہم لوگ شکار نہین جانتا
ہم شکار رکھا تا ہی۔

گھوش۔ اب تم تو بات کرتا کرتا اسکے اندر جاتا ہی۔ بابا
فیلبان نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر ہاتھی کو جھیل مین
ڈالا تو ان دونون نے وہ چل پون مچائی کہ تو بہ ہی بھلی ایک
بولا ارے بابا ہمنے ابھی اپنا دل (وصیت نامہ) نہین لکھا ہی ہمارا
کتاب کا کاپی رائٹ کون لیگا۔ ہمارا جاگیر کون کے پاس جائیگا

فیلبان مسکرا کر بولا ادہین سے سب لکھ کے بھیجیےگا دوسرے
صاحب نے دھوتی سنبھالکر کہا۔ ہم دل قل مرڈر (قتل عمد) کرتا ہی
تم لوگ کو ڈبونے مانگتا ہی۔ تم تاجیرات ہند (تعزیرات ہند)

نہین جانتا ہی اوشالا۔ تم ہمارا جان لیگا۔ تم جان لیگا شالا
فیلبان۔ بابو گول مال نہ کرو خدا کو یاد کرو بابو صاحب
گھوش۔ اوڈوشٹ۔ گول مال تم کرتا ہی کہ ہم کرتا ہی۔
بوس۔ ہاتھی ہلیگی تو ہم تم کو ڈھکیل دیگا۔ تم مر جائیگا۔
ہم مار ڈالے گا۔ ہم اب نہ مانے گا۔ تم کیا سمجھا ہی۔
گھوش۔ ہاتھی ہلیگی تو داتون سے تمھارا اوتی ذبحے گا۔
فیلبان۔ آپ گدھے کے گوشت پر دانت لگائین گوشت
دندان سگ مین تو آدمی ہون سمجھے خداوند۔
بوس۔ اچھا ہمارے گھوش لے۔ کل روپے لے بہت سا۔
فیلبان نے ان کے بنانے کے لیے کہا۔ اچھا اس وقت
ایکہزار روپیہ دیجیے تو ہم ہاتھی کو پھیر دین۔ بوس نے کہا ہم
تمین مار ہی ڈالیگا۔ جان سے مار ڈالیگا ہم ایسا بات۔
فیلبان۔ یا خدا کسی مرد کے ہاتھ سے قتل ہون۔ اگر کسی
کے ہاتھ سے میری موت بدی ہی تو سپاہی کے ہاتھ سے مرون
ہاتھی کچل ڈالے شیر مار ڈالے مگر ان دونون کے ہاتھ سے
موت نہو۔ بابو صاحب آپ اتنا نہین سوچتے کہ پانچ ہاتھی تو
اس پار نکل گئے کسی کا بال بیکا نہین ہوا اور ایک ہاتھی پیچھے تا
جان آپ ہی اکیلے کو عزیز ہی یا کسی اور کو بھی عزیز ہی۔
گھوش۔ ارے بابا تم بات نہ کرے تم ہاتھی کا دھیان کرے
جو پاؤن پھسلے گی تو بڑی گجب ہو جائیگا بابا بڑی گجب ہوگا
دیکھ کے چل۔
فیلبان۔ اجی نہ پاؤن پھسلے گی نہ بڑی گجب ہوگا آپ چپ
چاپ بیٹھے رہیے بس بیٹھے تماشا دیکھتے جائیے بولیے
چالیے نہین۔
گھوش۔ کیس ماپھک نہین بولیگا جرور کرکے بولیگا اوشالا

ارے تمھارا باپ آج ہی ابھی ابھی مر جائیگا ابھی ابھی گھبرائے
فیلبان۔ ہمارا باپ تو کب کا مر چکا ہی اب تمہارے باپ کے
مرنے کی باری ہی تار آتا ہی ہوگا کہ ڈھلک گئے۔
بوس۔ ہمارا باپ کیسا اسم تو ہمارا نانی مر گیا ہی کہ تم پانی
مین لایا۔
راوی۔ خوب کہی اور پانی دس ہاتھی ڈوباؤ انوہ۔
اب سنئے کہ فیلبان نے از راہ شرارت ہاتھی کو دو تین بار
دق کیا تو دونون آدمی سمجھے کہ بس اب جان گئی اور باہم یون
باتین کرنے لگے۔
بوس۔ آدمی دوئی جنی ڈوبی جابو ہم دونون آدمی ڈوب جائینگے
گھوش۔ ای ہاتھی ولا ابڑوبو دجات ایہ فیلبان بڑا بدذات ہے
بوس۔ جونی امی بچی آج تیکھے بی کو رلام آر سینکار کھیلنے جاؤنگا
بیٹے اگر ہم بچ گئے تو اب آج سے قسم کھائی کہ شکار کو
نہ آئینگے۔
گھوش۔ تمی امائین جابردستی نئی ائے چھو۔ (تم زبردستی
ہم کو لائے۔
بوس۔ ہمارا پران بھالے آچھے۔ ہماری جان بھی معرض
خطر مین ہی۔
گھوش۔ تمی تو ایک جون (تم اکیلے آدمی ہو) اور ہمارا
چھیلے پیلے آچھے (اور ہمارے لڑکے بالے ہین۔
بوس۔ دگن تو ہانی جوڑی داب تو ہاتھی بلنے لگا۔
گھوش۔ ہی بھگبان ائین بابچتی ہو دیا خدا ہمین بچائیے۔
بوس۔ آمی تو پاپ کری نی (ہم نے کوئی گناہ نہین کیا)
گھوش۔ امی کسریٹ شٹری نکالم کیئی چی (ہم نکسرٹ
کا روپیہ کھایا ہی اس مین ہم کو شک ہے حضرت !)

راوی۔ یہ صاحب بحکرو کسریٹ مین تھے۔

بوس۔ امی اور گھوش لوبونا (اب ہم رشوت نہ لین گے)

گھوش۔ ہاتی والا ہاتی روکٹ۔

فیلبان۔ بابوجی اب ہاتھی ہمارے ہانکا نہین اب اسکا پاؤن پھسلا چاہتا ہی ذرا سنبھلے رہیئے گا بہت مضبوط بیٹھیئے گا۔

بوس۔ امی ٹمی امی اپنا پرمیشر دھیان کوچے (اسوقت ہم اپنے پرمیشر کا دھیان کرتے ہین۔

گھوش یشٹی امار کشٹو دور کورتی (وہی ہماری تکلیف دور کریگی)

بوس۔ ہاتھی والا تمی بڑا دُشٹو ہاتی تھامے ناؤ (روک لو)

گھوش۔ امرا الکمن لائیی پوڑلو (اب ہم کو در پڑینگے)۔

بوس۔ ہا پرمیشر امی کی کاشے پوڑلام (یا خدا ہم کس مصیبت مین پڑ گئے) آج کے بانچونا (آج نہ بچین گے۔

ایک مقام پر اتفاق سے ہاتھی کا پاؤن گڑھے مین چلا گیا بس دونون نے اسقدر غل مچایا کہ الامان۔ ارے باپ رے باپ۔ کی کاشٹی پوڑلام (پرمیشر) او شالا بھیل کا بان۔ ہاتھی نے گڑھے سے پاؤن نکالا اور پھر بدستور چلنے لگا ان دونون کی یہ کیفیت تھی کہ بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا تھا اور زار زار روتے تھے نواب صاحب نے فیلبان کو للکارا اور کہا خبردار جوان ڈراویگا تو جانے گا۔ گھوش نے بآواز بلند کہا۔

نواب شاہب ہمارا مدد کرو۔ اب ہم جاتا ہی بیکنٹھ فیلبان نے آہستہ سے کہا بیکنٹھ جا چکے جاؤ گے نرک مین اس پر گھوش بہت بگڑے اور گالیان دینے لگے تم شالا کو پانی کے باہر جا کے ہم مار ڈالے گا۔ اس نے کہا جب پانی کے باہر جا سکو نہ یہ فقرہ اور بھی ستم۔

گھوش۔ نواب شاہب یہ شالا ہمارے کو گولی دیتا۔

نواب۔ گولی کیسی بابو آپ اسقدر گھبرائے کیون ہین۔

گھوش۔ ہمارے کو یہ شالا گولی دیتے ابھی ابھی دیتے ہین۔

نواب۔ برکھلا گئے اب کنارہ قریب ہے مگر گولی کیسی۔

بیگم۔ اے ہے کہین گالی کی خرابی تو نہین ہی گولی۔

نواب۔ ان ہان خوب سوجھین گالی کے عوض گولی کہتا ہی۔ او فیلبان بدتمیز خبردار جو گالی گلوج کی ہو۔

فیلبان۔ خداوند مین ایسی سواری سے درگذرا انکو ہرصت سے اجل ہی اجل نظر آتی ہی ان ایسون کو حضور شکار مین کیون لائے یہ تو بڑے ڈرپوک ہین کانپتے تھرتھراتے ہین اور جیسے جنگل کے اس طرف آئے برابر گالیان دے رہے ہین۔

بوس۔ ارے شالے کا شالا تم بات کریگا۔ یا ہاتھی کو دیکھے گا ارے بابا اب ہم ایسا شواری پر نہ آئے گا۔

نواب۔ بابو صاحب ذرا تامل کیجیئے اب پار پہونچ گئے ہین بس اک ذرا ٹھہر جایئے تو بیڑا پار ہی۔

خدا خدا کرکے انکا ہاتھی پار پہونچا تو جان مین جان آئی۔ نواب صاحب نے اپنا ہاتھی بڑھوایا کہا بابو صاحب کوئی اسقدر ڈرتا ہی آخر اتنے آدمی ہمارے ساتھ ہین کوئی بھی خائف ہوا جان سب کو پیاری ہی اور ابھی تو شیر کا سامنا بھی نہین ہوا ہی ابھی سے یہ حال ہوا ہی سبحان اللہ سبحان اللہ۔

گھوش۔ یہ بھیل کا بان شالا ٹرانٹ کھٹ آدمی ہی۔

نواب شاہب۔

نوابصاحب بھیل کا بان کیا معنے مین آپ کی تقریر نہین سمجھا حضرت!

بوس نے کہا بھیل کا بان کے معنی ہاتھی والا۔ مہاوت۔ بڑا بدذات (بدذات) موکوف (موقوف) کرنے کابل (قابل)

مسٹر بوس نے آبدیدہ ہو کر کہا نواب صاحب ہم اس کا ساتھ بڑا تکلیب (تکلیف) پایا یہ ہماوت ہمارا اس جنم کا بیری ہی ہم اپ نٹ کھٹ کبھی دیکھا نہیں تھا آج تک ہمارا جان کا کوئی ایسا دسمن (دشمن) نہیں نکلا جیسا یہ شالا نکلا۔ ہم تو بڑا دیک (دق) ہوا با با ہم ایسا شکار نہیں کھیلنے چاہتا ہمارا جان لیا تھا اب ہم ہاتھی پر سے اتر جائیگا نواب صاحب نے فیلبان کو حکم دیا کہ ہاتھی بٹھاؤ ہاتھی بٹھایا گیا کہا اچھا اگر آپ لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو تو ہاتھی پر سے اتر جائیے اس پر گھوش اور بوس دونوں سر پیٹنے لگے ارے با با۔ ایش (اس) جنگل کے بیچ میں تم ہم کو چھوڑ کے بھاگنا مانگتا ہم جائیگا کہاں۔ ادھر جنگل ادھر جنگل ایش (اس) طرف سندر سا گر اس طرف کھائی اور تیسر کا بن ہم بھاگ کے کدھر جائیگا با با ہمارے کو ہمارے گھر پہونچا دو ہم بھاگ جانے مانگتا ہی اب ہم شکار نہیں کھیلے گا۔ نواب صاحب نے کہا سنیئے بابو صاحب اگر ایک ہاتھی کو اکیلا بھیجدوں تو شاید تیسر یا سور یا کوئی اور جانور حملہ آور ہو ہاتھی کا ہاتھی زخمی ہو جائے فیلبان کی جان پر بنے اور جگت ہنسائی ہو آپ لوگ کوئی چلانے سے رہے۔ گھوش نے سر پیٹ کے کہا آپ کو اپنا ہاتھی پیارا بھیل کا بان پیارا ہمارا جان پیارا نہیں سب کا نام لیا ہمارا نہیں لیا۔ کیسا بات۔ ہم انسان تم انسان ہمارا جان کچھ نہیں ہاتھی اسکا جان مانتا بھیل کا بان چار پانچ یا سات آٹھ روپیہ کا نوکر ہم لوگ سر دفری کرتا ہیڈ کلرکی کرتا ہم لوگ سپرنٹنڈنٹی کرتا اور کیا بات کریگا ہم جان نہیں رکھتا وہ رکھتا ہو بڑا جان والا وہ کچھ بات نہیں اور ایسا کہاں ہونے سکتا۔ نواب صاحب نے کہا اچھا پھر بیٹھے رہو مگر ڈرو نہیں خوف کی بات نہیں ہے۔

گھوش۔ اچھا ہم کلیجہ پر پتھر رکھ لیا اپنے اب نہ بولیگا۔

بوس۔ کیسے نہ بولے گا تم نہ بولے گا تو ہم بولے گا۔

گھوش۔ تم شالا اشور ہی تم کیا بولیگا بولیگا تو ہم تم کو کس (قتل) کر ڈالیگا۔ شالا ہمارے کو پھانس کے لایا اور اب جان لینا مانگتا ہی ہم نہیں دینا سکتا۔

بوس۔ (دھوتی سنبھال کر) تم ڈسٹ چپ رہے تمہارا کوم (قوم) کون ہی کون تمہارا کوم (قوم) ہی تم نیچ کوم ہی ہمارے مکابلے (مقابلے) کا ہی۔

گھوش۔ (ہاتھ دکھا کر) بولیگا تو ہم حلال کریگا۔

بوس۔ (دانت سے اشارہ کرکے) ہم تمہارا بوٹی بوٹی نوچ لیگا۔

گھوش۔ ارے تم کیے جائے شالا او دجات ڈسٹ دُر گدھا۔

بوس۔ تم بدکوم نیچ قوم چھوٹا کوم بھیک مانگنے والا اشور

دونوں میں خوب گلچپ ہوئی حاضرین قہقہے اڑاتے تھے ایک دوسرے کو گالیاں دیتا تھا کبھی بوس نگھونسا تانا کبھی کبھی گھوش نے چپت لگانے کا قصد کیا۔ یہ دانت پیستے تھے کبھی وہ۔ مگر ممکن کیا تھا کہ دونوں میں کوئی حریف پر ایک وار بھی کرتا اب زبانی داخل تھا۔ بیگم صاحب کو یہ کیفیت بہت پسند آئی کھلکھلا کھلکھلا کر ہنسیں۔

الغرض دونوں بہادر گندے تول تول کے رہ جاتے تھے۔ نواب صاحب نے جو یہ حال دیکھا تو چاہا کہ علیحدہ علیحدہ ہاتھیوں پر بٹھائے جائیں مگر گھوش نے منظور نہ کیا بولے کہ یہ ہمارے دیش کا اور ہم اسکے دیش کا۔ اور کوئی ہمارا دیش کا نہیں جو تیسر کھائے تو ایک ساتھ دونوں دیش والا کو کھائے اور نہ کھائے تو دونوں دیش والا سے ایک کو بھی نہ کھائے۔

نواب صاحب بہت ہنسے کہا آج اسقدر لطف آیا کہ کبھی نہ آیا تھا۔ اتنے میں دو آدمیوں نے للکار کر کہا ہوشیار ہوشیار

شیرنی نکلی جاتی ہے حکم ہوا کہ ہاتھی اُس طرف بڑھاؤ سب ہاتھی بڑھائے گئے۔ دیکھا کہ ایک درخت کی آڑ میں شیرنی دو بچے لیے ہوئے دبکی کھڑی ہے۔ نواب صاحب نے فوراً گولی سر کی۔ مگر خالی گئی۔ اور شیرنی بچوں کو لیکر چلی اُنھوں نے اپنا ہاتھی بڑھایا۔ اور ساتوں ہاتھی اس طرف تیز تیز چلے نواب صاحب نے پھر بندوق سر کی۔ اب کی گولی نے شیرنی کا ایک گال اُڑا دیا بس گولی کھانا تھا کہ بلائے ناگہانی کی طرح پلٹ پڑی اور اسطرح سُرعت کے ساتھ چلی جیسے گولہ توپ سے چھوٹتا ہے ادھر سب لگ چلے تیار ہو گئے شیرنی آتے آتے کے ساتھ ہی ایک ہاتھی کے بڑھ کر تھپڑ لگایا تو وہ چنگھاڑ کے بھاگا۔ نواب صاحب نے بندوق سر کی۔ مگر نشانہ خالی گیا اور اس مرتبہ میں شیرنی بدرجۂ اتم خونخوار ہو گئی تھی اسی ہاتھی کو جو تھپڑ کھا کر تلملا رہا تھا کان پکڑ کے بٹھا دیا۔ اب شیرنی اس کے کان پکڑے ہے اور ہاتھی دونوں پاؤں ٹیک کر جھکا ہوا ہے اور فیلبان نے مستک کو چھوڑ دیا ہے افغانی اور کل چلنے نے کہا نواب صاحب آپ دیکھتے کیا ہیں۔ گولی چلایئے ورنہ شیرنی ہاتھی کو ادھ مرا کر دیگی نواب صاحب نے بندوق فیر کی شیرنی کے ایسے چپ میں لگی اور وہاں سے نکل کر ہاتھی کے پاؤں کو زخمی کیا۔ ہاتھی جھکا ہوا تو تھا ہی اور بھی جھک گیا۔ اب اگر شیرنی چاہے تو پشت فیل سے آدمیوں کو اُتار لے مگر وہ اس خوف سے نہیں چھوڑتی تھی کہ مبادا ہاتھی غالب آجائے اور اس پر افغانی نے بکمال جوانمردی اپنا ہاتھی بڑھوایا اور عین اس مقام پر لے گیا جہاں شیرنی تھی قریب جا کر بندوق سر کرنے ہی کو تھا کہ شیرنی اس ہاتھی کو چھوڑ کر ان کی طرف جھپٹی اور بکمال خونخواری کے ساتھ منہ کھول کر ہو کہ کر آئی مُنہ کا کھلا پانا تھا کہ اُنھوں نے منہ ہی میں بندوق جھونک دی اور شیرنی تڑپ کر گری بس افغانی نے بندوق رکھدی اور شمشیر برہنہ لیکر دھم سے کود پڑا اور اللہ اکبر کہہ کر شیرنی کے گلے پر پہونچا شیرنی گو کسی مصرف کی نہیں رہی تھی مگر اسقدر دم باقی تھا کہ ایک دفعہ ڈکار کر اسکی طرف آئی اور بڑے غصے میں تھپڑ لگانا چاہا مگر افغانی کب چوکنے والا تھا۔ دونوں گھٹنے ٹیک کے تلوار کا ایسا تلا ہوا ہاتھ دیا کہ شیرنی کی کوچیں کٹ گئیں اور ایک مرتبہ ڈکار کر گر پڑی۔ نواب صاحب نے بڑی تعریف کی اور کل حاضرین نے طنطنہ تحسین بلند کیا

اب سنیئے کہ ادھر تو یہ کیفیتیں ہو رہی تھیں ادھر دونوں بنگالی بابو ہودے کے اندر اوندھے پڑے تھے آنکھیں دونوں ہاتھوں سے بند۔ اور بالکل سکوت کا عالم ہودہ کے باہر ایک انگلی تک نہ تھی۔ ایک صاحب نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں بند کرلی تھیں اور دوسرے بزرگوار نے ایک ہاتھ سے دونوں آنکھیں بند کیں (اس جوانمردی کے صدقے) بیگم صاحب نے جوان کے ہاتھی کی طرف دیکھا تو بکمال متحیر ہوئیں۔ پوچھا۔ نواب کیا یہ دونوں بابو بھاگ گئے نواب صاحب نے ان کے ہاتھی کی طرف نظر کی تو یہ بھی متحیر ہوئے۔

نواب۔ فیلبان کیا یہ دونوں بابو ہاتھی سے اُتر گئے تھے۔

فیلبان۔ نہیں خداوند۔ (مسکرا کر) میں ہاتھی بٹھائے لیتا ہوں

نواب۔ بتاؤ تو سہی۔ آخر یہ ماجرا کیا ہے۔ لاحول ولاقوۃ۔ اب ایسے بودوں کو ساتھ نہ لائینگے۔ بزدل آدمی۔

فیلبان ہاتھی قریب لایا تو خریا بیگم شوخی کیساتھ کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ اے ادھر تو دیکھو۔ نواب صاحب نے اس ہاتھی کی طرف نظر ڈالی تو اسقدر ہنسے اسقدر ہنسے کہ پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے۔ دونوں صاحب سر نیچے اور گٹھری بنے ہوئے پڑے تھے

آنکھیں بند کیے دبکائے ہوئے پڑے ہیں۔

نواب۔ اب اُٹھوگے بھی یا سوتے ہی رہوگے۔ خواب تا کے - کب تک سویا کروگے۔ بابوجی۔ بابو صاحب! بولتے ہی نہیں۔

بیگم۔ (شوخی کے ساتھ) کیا اچھے آدمی تھے بیچارے۔

نواب۔ گزر چل بسے۔ افسوس۔ ابھی باتیں کر رہے تھے۔

بیگم۔ اب کچھ گور و کفن کی فکر کروگے یا نہیں۔ یا ہاتھی ہی پر لاش پڑی رہے گی۔ بیچارے باتیں کرتے کرتے مرے۔

نواب۔ رہے نام اللہ کا۔ دنیا کے کیا کارخانے ہیں فیلبان شانہ پکڑ کے ہلاؤ۔ اور اُٹھاؤ۔ کہ اب اُٹھیے۔

فیلبان نے شانہ پکڑ کے ہلایا۔ تو مسٹر بوس اُٹھے مگر سہمے ہوئے اُٹھتے ہوئے شیرنی کی لاش دیکھی تو کانپنے لگے۔ نواب شاج شاج بولو یہ مٹی کا شیر ہے یا ٹھیک ٹھیک شیر ہے نواب صاحب نے کہا میں اُتر پڑوں۔ یہ کہکر نواب صاحب فوراً ہاتھی سے اُتر پڑے اور کہا لیجیے۔ اب معلوم ہوا،

بوس۔ مٹی کا ہے ہم سمجھ گیا تھا پہلے ہی۔

گھوش۔ (گردن اُٹھا کر) نواب صاحب یہ مٹی کا شیر ہے یا جادو کا شیر ہے۔ مگر مٹی ہی کا ہے۔

نواب۔ آپ تو ہیں پاگل۔ خاصے سڑی اور خبطی ہو۔

اتنے میں ایک آدمی نے شیرنی کی دُم ہلائی۔ اور اُسکی کمر پر بیٹھ گیا تو گھوش اور بوس کو سخت تعجب ہوا۔

گھوش۔ آپ لوگ جان کو مفت سمجھتا ہے ہم لوگ مفت نہیں جانتا۔

بوس۔ یہ لوگ سب وحشی ہے ہم لوگ ایم۔ اے۔ بی۔ اے ہے۔ ان ہم لوگ ولایت کا لکچر دیتا ہے ہم لوگ بہت سا بات ایسا کرتا ہے کہ آپ لوگ نہیں جانتا۔ کھائی کھوئی خیر ماننے سے کیا

لال موہن گھوش پارلیمنٹ میں لڑتا ہے ممبر بنا لگتا ہے ہم لوگ ایسا۔ تم لوگ ایسا۔

نواب۔ اچھا اب ہاتھی سے تو اترو۔ ادھر آؤ ذرا۔

آدمی۔ حضور بابو صاحب شیرنی تو مر گئی اب اسکا پتا کہاں ہے اب ڈر کیا ہے۔ آئیے۔

نواب۔ فیلبان۔ ذرا ہاتھی کو بیٹھنے دو۔ لے اب اتریئے حضرت آئیے اس طرف تشریف لائیے۔ آؤ صاحب لاحول ولا۔

مسٹر بوس اُترے اور اُنکے بعد مسٹر گھوش اب شیرنی کے قریب جاتے ہوئے ڈرتے ہیں دور سے کمال غور کے ساتھ دیکھا کیے

بوس۔ (گھوش سے) آگے بڑھو بھائی۔ بڑھو بڑھو۔

گھوش۔ تم ہی بڑھو۔ تم بڑا مرد ہیگا تو تم بڑھے۔

نواب۔ لاحول ولا قوۃ۔ بڑھنا نہیں خبردار۔ بڑھے اور شیر کھا گیا ہضم ہی کر جائیگا۔

گھوش نے کہا۔ بابا اب جائے جان جاتا رہیگا جائے جو ہوگا اب بوڑا آدمی نہیں ہے اب ضرور کر کے جائیگا۔ یہ کہکر آگے بڑھے اور پھر غور سے دیکھا۔ اور اُلٹے پاؤں بھاگے۔

ان دونوں صاحبان کی باتوں کا لطف اُٹھا کر نواب صاحب نے کوچ کیا اور اپنے خیمے میں آئے خیمے میں جملہ سامان عیش و عشرت مہیا ہوا تھا فرش مکلف پلنگڑی نازک چاندی کے پٹے ڈوریاں کسی ہوئیں۔ خاصدان عطردان۔ آئینہ طبلہ پاندان سب رہے۔ ہاتھی سے اُترے تو خدام باادب نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر ادب کے ساتھ خیمے کا پردہ اُٹھایا بیگم صاحب کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر اندر تشریف لائے اور مسند مخملی پر مع معشوقہ حسن پری پیکر لطف جلسہ کی

> کچھ عجب سامان سے ہیں وہ بزم میں مسند نشین
> خاصدان ہے عطردان ہے آئینہ ہے شانہ ہے

محبوب نے بزم عشرت کو دوبالا کر دیا۔ رفقا او رمصاحبین ہزار جان سے عاشق ہو گئے تھے گر پاس ادب مانع اظہار عشق تھا مگر جس نے دیکھا تیر نگاہ سے گھائل ہو گیا۔

قمریان عاشق ہین تیری سرو بندمے ترا
بلبلین تجھپر فدا ہین گل ترا دیوانہ ہے

مسند زرنگار پر نواب فرخندہ اختر او رپہلو مین نگار مشتری جبین مگر نظر ڈالی تو گل رخسار پر شبنم اشک دیکھکر متعجب ہوئے اور کہا

بھرے آتے ہین آنسو آنکھ مین اے یار کیا باعث
نکلتے ہین صدف سے گوہر شہوار کیا باعث

ثریا بیگم نے آنسو پونچھکر کہا کچھ نہین یون ہی آنسو نکلنے لگے آپ اسکا کچھ خیال نہ کیجیے۔

دبے دانتون نکاح کا اقرار

فریدون مرتبت خاقان منزلت دارا سطوت سنجر صولت نواب والاصفات افتخار الدولہ محمد وجاہت علیخان بہادر اس خیمہ آسمان توامان مین نگار آتشین رخسار شاہد غنچہ دہن گلعذار رعنا شمائل مشتری خصائل کو بغل مین لیکر مسند زرنگار رو بہ بہار پر بیٹھے مزے مزے کی باتین کرتے اور اس صنم قیامت پیکر سمن برکی عاشقی کا دم بھرتے تھے۔ ہاتھ مین ہاتھ دیکر او رلب لعل کا بوسہ لے کر کہا بیگم صاحب مین اور میرا خدا اس پچیس برس کے سن مین پچاسون معشوقون پر دل آیا مگر تم نے واللہ باللہ سچ سچ جادو ہی کر دیا۔ تمھاری آنکھ مین جادو ہے۔ غمزے مین جادو ہی عشوے مین جادو ہے۔ آواز مین جادو ہے۔ جو انداز ہے جادو بھرا ہوا کوئی معشوق ناز و ادا سے خالی نہین مگر یہ آن یہ ادا کجا۔

یوسف کے رخ مین نور نہ تھا یا ضیا نہ تھی
پر تجھ مین جو ادا ہی وہ اُن مین ادا نہ تھی

سراپا کیا چمن ہی اور چمن بھی پھولا پھلا۔ قد دلجو سرو آزاد رشک شمشاد۔ رخسارے گل تر بلکہ رشک قمر۔ آنکھین نرگس غمزہ زن گیسوے مشکین سنبل پر شکن عنادل تجھپر فدا قمریان تیری شیدا۔ گل تیرے دیوانے ملائکہ نورانی اگر یہ رخ انور دیکھ پائین تو تاب جمال نہ لائین غش پر غش کھائین۔

تاب نظارہ ہے شرط رخ یار کے لیے
چشم کلیم چاہیے دیدار کے لیے

مگر تم اپنا کل حال بتاؤ۔ مکان کہان ہی کس شہر کی رہنے والی ہو کس پرستان کی پری ہو یہ دلبری کس نے سکھائی یہ مستانہ چال اور شوخی کہان پائی بیگم نے شوخی کے ساتھ جواب دیا گنوار ہو کون۔ مکان کیا خاص اِندر کے اکھاڑے سے آتی ہون۔ آدم زاد مین ایسی کامنی بدنی کبھی دیکھی تھی اور دلبری ہمین کون سکھاتا ہم وہ ہین جو ادا کو خود ادا سکھائین۔ دلبری ہم سے دلبری کا سبق سیکھ جائے مستانہ چال خلقی ہی شوخی روز ازل سے رگ و پے مین کوٹ کوٹ کر بھری ہی۔ گل و بلبل دونون ہمارے ادب آموز ہین۔ اچھا سوال کیا واہ وا واہ۔

لے اڑی طرز فغان بلبل نالان ہم سے
گل نے سیکھی روش چاک گریبان ہم سے

نواب صاحب نے فرمایا اس مین کیا شک ہے۔ چور سے کہو چوری کر اور شاہ سے کہو ہوشیار رہ۔ گل کو بیوفائی سکھائی بلبل کو نالہ و زاری تعلیم دی باغبان کو بیرحمی کا سبق دیا عندلیب شیدا کے دل پر بجلی گرائی۔

باغبان بیدرد ہی گل بیوفا گلچین رقیب
کون سنتا ہے چمن مین نالہائے عندلیب

نواب صاحب نے آئینہ دیکھکر کہا ہم پر بھی خدا کے فضل سے جوبن ہی اور حضور تو خسرو خوبان جہان ہین مگر واسطے خدا کے اسوقت کا نکھار ذرا آئینے مین دیکھ لیجئے تو آئینہ پرستان کی پری بھی دیکھے تو شرما جائے کیا حسن ہی خدا کی قدرت مجسم نظر آتی ہی بیگم صاحب نے آئینہ کو جھٹک دیا اے ہٹاؤ بھی کہان کا آئینہ کس کا آئینہ۔ ہم کو آئینے سے واسطہ؟ ناحق بن ناحق نظر لگ جائے تو مٹھے بٹھائے لینے کے دینے پڑین۔

آئینہ دیکھتے نہین جادو کے ڈر سے آپ
اللہ اب تو بچتے ہین اپنی نظر سے آپ

نواب۔ اگر مین بلبل کو طرز فغان سکھاؤن تو سارا چمن رونے لگے۔ باغ ماتم کدہ بن جائے۔ نوجوانان چمن ماتمی پوش ہون گل پر اوس پڑے۔ قمری کی گردن مین نمد سیاہ ہو گلستان مین ہر سمت کہرام مچا ہو

باغبان نالے کرے گلچین کلیجا تھام لے
طرز اگر کچھ میرے نالون کا اُڑا لے عندلیب

ایک روز کسی پری وش کی فرقت کے صدمے نے مجھے آٹھ آٹھ آنسو رلایا پھر یہ کیفیت تھی کہ جس نے میرے نالے سنے فوراً رو دیا

راتون کو مری سنکر فریاد بہت رویا
دل تھام لیا اپنا صیاد بہت رویا
وہ عاشق پرغم ہون سنکر مرا افسانہ
مجنون نے لیے نالے فرہاد بہت رویا
پر درد وہ افسانے بلبل نے کہے شب بھر
گلچین کے سبب آنسو صیاد بہت رویا
وہ عاشق گریان ہون کھینچا جو مرا نقشہ
مانی کو ہوئی رقت بہزاد بہت رویا
ہر بیت مین مضمون تھا پُر درد جو اے صفدر
دیکھی جو غزل میری اُستاد بہت رویا

بیگم۔ اب یہ رونے دھونے کی باتین رہنے دو ہنسی خوشی مذاق دل لگی کی باتین کرو۔ ماتم اور کہرام سے ہمکو کیا واسطہ

نواب۔ بہت اچھا۔ سنئے کیا شعر سناتا ہون۔

اندر کا اکھاڑا ہے چمن موسم گل ہے
ہر پھول پہ ہر شاخ پہ عالم ہے پری کا

بیگم۔ ہان ایسے ایسے شعر پڑھو جن مین اندر کے اکھاڑے اور پرستان اور پریون کے جھرمٹ اور کوہ قاف کا ذکر ہو۔

نواب۔ جب تم زانو بزانو رو برو بیٹھی ہو تو اسکے سوا اور کوئی ذکر کہان سے ہو سکتا ہی گل بھی ہی بلبل بھی۔ جام بھی ہی مل بھی ہی صراحی بھی ہی قلقل بھی ہی۔ جملہ سامان عیش مہیا ہی۔

دخت رز میخانہ مینا جام ہی میرے حضور
حور کا فردوس کا طوبیٰ کا کوثر کا جواب

مین نے جس وقت تمھین باغ مین دیکھا دل کا عجب حال ہوا کبک کی سی چال دیکھکر دل ہاتھ سے جاتا رہا۔

جو گل تھا باغ مین ترا آئینہ دار تھا
پرتوے لباس کا رنگ بہار تھا

تم تو گلون سے مقابلہ رخ رنگین سے کرتی تھین اور نازکبدنی و غنچہ دہنی کا دم بھرتی تھین (کچھ دیر سوچکر یہ شعر پڑھا)

پھولون مین ہی شہرہ تری گل پیرہنی کا
غنچون مین ہی چرچا تری نازک بدنی کا

اور ادھر ہم عندلیب نالان سے برابر مقابلہ کرتے تھے

بلبل کو نالہ کرکے جو صفدر کیا ذلیل
گل ہنس پڑے تو غنچون نے بھی مسکرا دیا

جب تک تم ادھر ادھر ٹہلا کین مین چپ چاپ دیکھا کیا مجھے کیا معلوم تھا کہ تم کون ہو۔ مگر چال اور گردن اور حسن و جمال اور گورے گورے گال ان سب کی جھپک ڈ رسے دیکھ لی تھی جب تم نے ادھر رخ کیا تو۔

جلوہ جو اپنے حسن کا اُس نے دکھا دیا
دم مین فروغ شمس و قمر کو مٹا دیا

غشون پر غش آ گئے۔ سوچا کہ یا خدا یہ عورت ہی یا پری ہی۔ بڑی دیر تک شک کی جگہ یقین تھا کہ حور بہشت ہے۔ آدمزاد نہین ہی پریزاد ہی غش آتا تھا اور پھر سنبھلتا تھا اور پھر غش آتا تھا۔

دیکھا جو برق طور کو موسی نے غش لیا
آسان نہین ہی جلوۂ دلدار دیکھنا

بیگم۔ اللہ نے ہمین ایسا ہی حسن دیا ہی ہمارے جوبن اور ہمارے جمال کا کیا کہنا۔ یہ حسن عالم افروز کسی کو نصیب ہوتا ہی

روے تابان جس نے دیکھا صرف حیرانی ہوا
مبتلائے زلف پابند پریشانی ہوا
خضر و یوسف دونون عاشق ہین سمجھ آتا ہی فرق
کوئی زندانی ہوا کوئی بیابانی ہوا

نواب۔ اللہ رے غرور حسن۔ اف رے گھمنڈ۔ اس دولت حسن پر اتنا ناز۔ اور یہ دولت بھی پائدار نہین مگر اسپر تمہین کو نازحسینون کو فخر ہی عشاق جان دیتے ہین صدمۂ فراق سے دم توڑتے ہین۔

جسے سمجھتے ہین سب محبت وہ ہی حقیقت مین عین ذلت
کسی کو شیدا کسی کو رسوا کسی کو خانہ خراب دیکھا

نواب صاحب نے تھوڑی دیر کے بعد دنیا کی بے ثباتی کا ذکر چھیڑا۔ دیکھو بیگم اس زندگی کا کوئی بھروسا نہین ہی ابھی کل کی بات ہے کہ ہمارے ملک کا شہزادہ گردون مدارجم اقتدار فریدون کر مرزا ہمایون فرکس شان اور آن بان سے دس ہزار روپیہ کے سمند دغا پسند پر سوار دولھا بنا ہوا جاتا تھا۔ اور آج اسکا مقبرہ بن رہا ہی اور مرقد منور پر تاریخ وفات لکھی ہی اُف اسوقت دل بھر آیا ہی اور بیچاری سپہر آرا کا حال ناگفتہ بہ دل کی دل ہی مین رہی کوئی حسرت نہ نکلی ع۔ آیا جو عدم سے پھر عدم ہی + اس سرور سے خدا سمجھے۔

اس عمر مین کیا تمام ہو حرص
اتنا ہے دراز روز فرقت
قصّہ ہی طویل رات کم ہے
جتنی کہ شب وصال کم ہے

مگر ہم کو دنیا و مافیہا سے سروکار نہین۔ اب صرف یہی خواہش ہی کہ ہم ہون اور تم ہو۔ اور چاہے ساری خدائی ہو یا نہو ہمین کسی بات کا غم نہین ہی نہ کسی امر کی خوشی رنج و شادی سب یکسان ہی۔

اے جوش جنون تری بدولت
دنیا کا نہ آخرت کا غم ہے

اب تو ہم ایک نئی دنیا مین ہین۔ وہ عالم ہی نہین۔

عجب نیرنگ دکھلایا ہی ہم کو جوش وحشت نے
نئے عالم مین پہونچے ہین نکلکر دونون عالم سے

اگر ہم کو چھوڑ کر چلی جاؤ تو اختیار ہی اور اگر پہلو کو آباد کرو تو احسان ہی بہر کیف ع۔ ہر حال مین بندہ ہون گنہگار تمہارا۔

قفس مین یا الٰہی ایسی ہو گویا زبان میری
کلیجا تھام لے صیاد سنکر داستان میری

یا خدا جہان رہون زبان ہمیشہ مدد کرے اور قسم کیسا ہی سنگدل کیون نہو اسکا بھی دل پسیج جائے۔ آمین ثم آمین۔

اب کسی سے مطلب نہ سروکار نہ غرض نہ واسطہ۔

دل ہمارا مستِ عشق نرگس مستانہ ہے
کیا غرض ساقی سے ہے کیا حاجت پیمانہ ہے

بیگم۔ مین آپ کی اس تقریر کا مطلب سمجھی۔ ابھی کچھ جواب نہ دونگی۔ دو چار دس پانچ روز کیجائی ہو۔ آپ کی خو بو سے واقف ہون۔ تو کچھ عرض کرون مگر اتنا کہے دیتی ہون کہ مجھسی عورت ہندوستان مین نہ ملیگی۔ کچھ حسن و جمال کا ذکر نہین کرتی ہون مگر میری کل سوانح عمری سے واقف ہو تو تعجب کرو اور کہو کہ واہ اچھی ڈھیٹ عورت ہے سب کر دیکھا لیا آزما لیا باوفا ایک بھی ہون نہ ملا

دلربا سیکڑون ملے لیکن
کوئی معشوق باوفا نہ ملا

نواب صاحب نے دست حنائی کا بوسہ لے کر کہا لالہ رخ خدا گواہ ہے اگر تم ساتھ رہو تو بادشاہی کی حقیقت نہ سمجھون سچا عاشق ہون من و خداے من یقین نہ آئے تو آزما لو انگلی جلا دو۔ کوئی عضو بدن کاٹ ڈالو۔ ہاتھ پاؤن کان۔ مگر کہین ناک اڑا لیجیے گا واللہ عاشق صادق ہون تمھاری صورت زیبا دیکھکر مجھے خدا کی خدائی یاد آتی ہے صنعت صانع بیچون و چرا ہے۔

صانع نے اس کو آپ ستمگر بنا دیا
ابرو کو قتل کے لیے خنجر بنا دیا
مانی نے کھینچین دونون شبیہین الگ الگ
اس کے قدم پہ کیون نہ مرا سر بنا دیا
آنکھون نے میری وقت نظارہ بہا کے اشک
تار نگہ کو رشتہ گوہر بنا دیا
بخشا جو اسکو حسن تو مجھکو خدا نے عشق
قمری مجھے تو اسکو صنوبر بنا دیا
پردہ اٹھاتے ہی رخ روشن سے یار نے
ذرون کو آفتاب منور بنا دیا

بیگم۔ آپ صاف صاف اپنا منشاء دلی ظاہر کر دیجیے مگر صاف صاف۔

نواب۔ صاف صاف کہتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے کہ مبادا بد دماغ ہو جاؤ۔

بیگم۔ نہین یہ کیا بات ہے۔ آپ بیان تو فرمائین حضور۔

نواب۔ (دبے دانتون۔ بہت آہستہ سے) نکاح

بیگم۔ سنیے مجھے نکاح مین کوئی عذر نہین میرا اللہ جانتا ہے آپ اول تو کمسن۔ دوسرے رئیس زادے۔ تیسرے روپے والے۔ چوتھے خوبصورت ابھی سبزہ آغاز بھی نہین ہوا۔ پھر مجھے عذر کیونکر ہو سکتا ہے لیکن رفتہ رفتہ عرض کرونگی کہ کس سبب سے مجھے منظور نہین ہے۔

نواب۔ ہاے ہاے کیا ستم ڈھایا! یہ تو قیامت ہے۔

بہار بے تو برنگ بریدہ مے ماند
گل شگفتہ بجیب دریدہ مے ماند
برون کہ رفت ز محفل کہ قلقل مینا
بہ دم کشیدن خلق بریدہ مے ماند
بہ پیش رنگ حناے تو اے گل رعنا
چمن بہ بسمل در خون طپیدہ مے ماند
بقامتت چہ تواند برابری کردن
اگرچہ سرو بقد کشیدہ مے ماند
ہر آنکہ زلف سیاہ تو اش پریشان ساخت
بہ بے قراری افعی گزیدہ مے ماند

بیگم۔ سن لیجیے۔ مین مجبور ہون۔ اسکی وجہ عرض کرونگی۔

نواب ۔ یہ ہم نے جس سے دل لگایا اُس نے مایوس ہی ٹالا ۔ تھوڑے دن ہوئے لالہ خوش وقت رائے صاحب اپنی بیگم صاحب کے ہان ہم کو لے گئے تھے بیگم کو ہم نے نہین دیکھا تھا مگر اُن کی بڑی بہن سے آنکھ لڑی تھی مین کیا عرض کرون کہ کیسا جوبن تھا بس ایسی صورت دیکھی نہ سُنی یا اُس کو دیکھا یا اب آج حضور کو دیکھا ۔

تیری زبان سے مدح کہان اُس کی ہوسکے
توصیف مین سے جس کی زبان قلم قلم

اچھا پھر اگر منظور نہین تو ہمین قتل کر ڈالو بس چھٹی ہوئی ۔

بیگم ۔ اب ہمین کوئی گنوار مقرر کیا ہی کیا ۔ واہ وا ۔

دم بدم جھوٹ کے یہ مفت بھیارے کیونکر
کیون کلیجے مین مرے آگ لگاتے ہو تم

غیب سے آپ کی بجلا گئے اس چاہت پر
کس لیئے آکے بھلا اور جلاتے ہو تم

بھیر وین ہی نہ یہ بھیرون نہ الہیا نہ للت
جیز جب دیکھو تو کچھ اپنی ہی گاتے ہو تم

نواب ۔ (ہاتھ جوڑ کر) اب زندگی اور موت تمہارے ہاتھ ہے بس ۔

بیگم ۔ اس نگوڑے دل کو کس بھاڑ مین جھونک دون خوبصورت آدمی دیکھا اور ریجھ گیا ۔ خوش وضع پر نظر پڑی اور دل آگیا مگر بالکہ امنی قدم قدم پر ساتھ رہتی ہی ۔ جہان گئی کوئی نہ کوئی دکھ ضرور دیکھا ۔ یہ نگوڑا کبھی ٹھکانے نہ رہا ۔ زندگی اب حرام ہی ایسے پڑھے لکھے آدمی در اسقدر عجلت یہ جلد بازی مین توبہ شکنی نہ کرونگی ۔

بردلے واعظ از برائے خدا 	تو براہم مشکن از برائے خدا

گر بجوشی دگر نہ خواہم 	بگذرار محبت از برائے خدا
مژدہ اے صوفیان من کردم 	ترک دیبا و خز برائے خدا

دین د دنیا سے واسطہ نہین رکھا عقبے کا حال خدا جانے اب تو تارک الدنیا ہوگئے اور یہ دولت نصیب ہوئی ۔

نواب نے جوش جنون مین اشکون کا طوفان بہا دیا اور ثریا بیگم پر ان کی کیفیت زار سے صاف کھل گیا کہ عشق صادق ہی بناوٹ اور لگاوٹ نہین ہی ۔ نواب بازبان حال سے کہتے تھے کہ ۔

شوق بر گرد دلم پرے زند 	از طپیدن حلقہ بر درے زند
زخمہائے سینہ ام بر دوشت آب 	زبہائے شد خزانم زین سحاب
بر دلم زد عشق اکسیر گداز 	شد ز جان مردہ ام پروانہ ساز
جملہ صرف عشق شد اندیشہ ام 	خود بخود میشد ہوا در شیشہ ام
فکر تم نہاد بر حیرت اساس 	گشت فصل برگ ریزان حواس
خود بخود ساماں عشقم شد درست 	بر تنم چون فلس ماہی داغ رست
کاد غم غم میکند در دل غبار 	نالہ کارد در دلم تخم شرار
الحکم آمد ز دل پر اضطراب 	از گل برق است در جانم شراب

ثریا بیگم کا اس جوان حسین دمہ جبین خوش رو و خوش خو پر دل آیا تھا ۔ سوچی کہ اگر اس رئیس زادے کے ساتھ نکاح ہوجائے تو دن رات کی ٹھوکرون سے بچون بڑی بڑی مصیبتین جھیلی ہین اب تکلیف نہین برداشت کی جاتی ہی اب دل ضعیف ہوگیا ۔

جب نواب صاحب کی بیقراری اور گریۂ وزاری دیکھی تو اور بھی سمجھین کہ یہ ہمارا سچا عاشق ہی ۔ کہا سنو نواب صاحب اگر دو دن کی مہلت دو تو جواب باصواب دون ۔

نواب ۔ جان جان ۔ یہان ایک ایک لمحہ ایک ایک صدی کے

برابر ہی تم دو دن کہتی ہو۔ خدا کے لیے رحم کرو ترس کھاؤ۔
بیگم۔ اف ری جلد بازی۔ سچ کہتے ہین مرد وے بڑے بے شعور ہوتے ہین۔ دو دن کی مہلت نہین دیتے۔
نواب۔ دو دن تو دو برس کے برابر ہین۔ ہاے درد دل کس سے کہون اور کس کے سامنے جا کے روؤن۔
بیگم۔ دلے داتون منتظر رہیے مگر دس دن کے بعد نکاح ہوگا۔
یہ مژدہ طرب انگیز سنکر نواب گردون مدار کی باچھین کھل گئین منھ مانگی مراد پائی۔ دل کی تمنا بر آئی۔

دیدار شد میسر بوس و کنار ہم
از بخت شکر دارم واز روزگار ہم

اُسی دم حکم دیا کہ پانچسو روپیہ ہمگا لٹا دیا جائے حکم پاتے ہی داروغہ نے دو سو روپیہ اس جنگل مین لٹایا۔ یہان بھیڑ بھی وہ چند تو تھے ہی روپیہ دونون ہاتھون سے خوب لٹایا۔ چودہ روپیہ افغانی جوان کے ہتے چڑھے۔ اُنھون نے عمامہ کھول کر بچھا دیا تھا لوگون سے کہدیا کہ لوٹنا تو ہماری وضع کے خلاف ہی مگر اس عمامے پر جو گرے وہ مال حلال ہی۔
چودہ روپیہ ان کے ہاتھ لگے۔ ثریا بیگم نے ٹھان لی کہ اب اس جوان رعنا اور رئیس کجکلاہ کے ساتھ شادی کر لون گی۔ آزاد کا کون ٹھکانا۔ کہین پتا ہی نہین۔ خدا جانے روم مین ہین یا یہان آ گئے۔ اُن کا انتظار کب تک کرون۔ اتنے دن اسی انتظار مین اِدھر اُدھر ٹھوکرین کھایا کی۔
نواب صاحب مارے خوشی کے جامے مین پھولے نہین سماتے تھے اور بات بھی ایسی ہی تھی۔

شہزادہ مرزا ہمایون فر
برد اللہ مضجعہ

این ماتم سخت ست کہ گویند جوان مرد

شہزادہ ہنجر بنگ مرزا ہمایون فر بہادر کی موت ستم ہی۔ قیامت ہی۔ یہ کیا ہوا اور ستم بر ستم یہ کہ دُلھن سولہ سنگار کرکے بنی ٹھنی بیٹھی تھی اور اِدھر دولھا سمند باد رفتار سے زخمی ہو کر زمین پر آ رہے اور گرتے ہی مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ دلھن سے یہان ہمجولیان چہل کرتی ہین چھیڑتی ہین دل لگیان ہوتی ہین حسن آرا اور روح افزا گیتی آرا اور جہان آرا بہار النسا اور جانی بیگم اور نظیر بیگم اور ایسی ہی اور شوخ و شنگ پریان ادا و ناز کے ساتھ چہل کر رہی تھین سپہر آرا کبھی لجاتی تھی کبھی مسکراتی تھی بات بات پر ٹھنکنا اور ٹال جانا کبھی بہار النسا کو بلانا اور کان مین کہنا باجی جان دیکھو یہ سب ہم کو دق کرتی ہین اور ہم اس وقت جواب نہین دے سکتے۔ بہار النسا سمجھاتی تھی بہن ہنسنے دو سب کو ہنستے ہین یہ تو خاص ہنسنے بولنے چہل پہل کا وقت ہی تم برا کیون مانتی ہو۔ جانی بیگم سمجھین کہ سپہر آرا نے کان مین میری ہی شکایت کی ہو گی۔ ان کو تاب کہان کہ ضبط کر سکین بجلی کی طرح جھک کر آگے بڑھین اور پیاری پیاری حنائی انگلیان مٹکا مٹکا کر بجا سون باتین سنائین مین سمجھی مین سمجھی مجھ سے اڑ کے کہان وہ کوئی کہان جائے گا۔ اڑتی چڑیا تو مین پکڑتی ہون چاہے بلاؤ چاہے نہ بلاؤ یہ نگوڑی زبان تو رُکنے کی ہرگز ہرگز نہ رکنے کی اور ہم نے کہا ہی کیا جان دس ہمجولیان ملتی ہین چھیڑ چھاڑ ہوتی ہی ہم کو بھی ابھی سب چھیڑ رہی تھین کہ تمھارے میان نے ہزار دن نوکر رکھی ہی جو تم سے کبھی آفتابہ بھی نہ اٹھوائے

ہین کچھ روئی تو تھی نہین کہ ہنسی ہنسی مین رو دیتی مین نے کہا اچھا کیا خوب کیا۔ سو تیا ڈاہ تو تب ہو جب کوئی بیاہتا آئے مجال ہی منھ نہ بگڑے کے جھلس دون۔ کیا کوئی اور مقرر کیا ہی

بہار النسا۔ تمھارا ذکر نہ تمھاری بات تم ناحق کو جنکتی ہو۔

یہ تو وہی مثل ہوئی کہ آؤ پڑوسن لڑین۔ وہ بولی لڑے میری جوتی اُسنے کہا جوتی لگے تمھارے منھ پر بس چلے لڑائی ہونے لگی۔ اب رات بھر پڑوسیون کی نیند حرام ہوگئی۔ ممکن نہین کہ تمام شب کوئی پلک پر پلک رکھے بس اللہ جانتا ہی تمھارا ذکر نہ تھا

روح افزا۔ انکی باتون کا برا ماننا ہی فضول ہی تم کیے جاؤ

گو اس مقام پر اس ذکر کی چندان ضرورت نہ تھی لیکن اس وجہ سے معرض بیان مین لائے کہ ناظرین کے سامنے دلھن کے خانۂ عشرت کاشانہ کی تصویر کھینچ جائے ہائے کیا کیا سامان ہو رہے تھے کیا کیا تیاریان تھین کیسی دھوم تھی۔ دونون طرف عیش و طرب کی باتین ہیں تھین دلھن کا نکھار قابل دید تھا بلکہ دید تھا نہ شنید تھا اور دولھا کے بشرے سے بشاشت چہرے سے عظمت و شان ریاست برستی تھی مگر دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا سپہر آرا کے دل کی کلی کھلنے ہی کو تھی کہ باد صرصر کے جھونکے نے بالکل جھلسا دیا۔

ہر غنچہ شگفت الا دل من　　　اے وا دل من ہے وا دل من

خیر روح افزا اور بہار النسا نے جو جانی بیگم کے خلاف کہا تو اور بھی تیکھی ہوئین کہا تم دونون بہنین مل گئین اللہ کرے دونون مین کھٹ پٹ ہو جائے تو ہم گھی کے چراغ جلائین اور ایسی خوش ہون کہ جامے مین پھولے نہ سماؤن ان کے جھوٹے آن کے ہاتھون مین ہون او سان کے جھوٹے ان کے ہاتھ مین اور ہم سب بیٹھے قہقہے لگائین چٹکیون پر اڑائین۔ یہ گرما گرم فقرے سنکر روح افزا کا چہرہ سرخ ہو گیا قریب تھا کہ جانی بیگم کو دندان شکن جواب دے مگر گیتی آرا ان کے چہرے تاڑ گئین کہ کمال غیظ و غضب مین ہین علیحدہ لے جا کر کہا سنو بہن جانی بیگم کا حال تو سب جانتے ہین وہ تو شوخی مین برق ہی منھ پھٹ جو منھ مین آتا ہی بک اٹھتی ہی۔ مگر بات اتنی ہی کہ آج تک کوئی بات ایسی نہین سنی کہ جس سے جانی بیگم کی بدی ثابت ہوئی ہو بس زبان تو البتہ کترنی کی طرح چلتی ہی باقی خیر صلاح اتنی بات اس مین ہی کسی کی آدھی بات سننے کی تاب نہین اب اس وقت جانے دو۔ تمھارے گھر مین بیٹھی ہین۔ تمھارے مکان پر آئی ہین۔ روح افزا بیگم خاموش ہو رہین۔ اتنے مین جانی بیگم اٹھین۔

بہار النسا۔ کہان۔ کہان۔ بہن کہان روٹھ کے چلین۔

جانی بیگم۔ بس بس دیکھ لیا۔ دیکھی تیری کالبی اور بادن پورے اجاڑ یہی کہتی تھین کہ ہم کو تم سے بڑی محبت ہے کھانے کے دانت اور دکھانے کے دانت اور۔ اب آج سے یہان آنے کا نام تو لونگی نہین۔

گیتی آرا۔ اے ہوش کی دوا کرو۔ واہ۔ یہ دھتا بگڑنا کیا معنی چہ خوش بھلا جاؤ تو۔ دیکھین تو کیونکر جاتی ہو۔

جانی بیگم۔ نہین گیتی آرا بیگم اب ہم جانے ہی دو پھر بلا۔

گیتی آرا۔ (دوپٹے کا کونا پکڑ کر) بھلا جاؤ تو سہی جایئے جایئے

جانی بیگم۔ اوئی کیا کچھ زبردستی ہی۔ یا شہر شلہ ہی۔ واہ۔

گیتی آرا۔ اللہ جانتا ہی دوپٹا نکل جائیگا۔ اور ہم نہ چھوڑینگے

جانی بیگم۔ نکل جائے گا نکل جائے۔ ایک گوٹے دوپٹے کے چھٹ جانے سے کیا ہوگا کیا اچھی دل لگی ہی ان بھر دن مین ہم آ چکے۔

نظیر بیگم۔ یہ ناحق کا جھگڑا ہی۔ کیا ہوا کیا جو روٹھ چلیں
جانی بیگم۔ (جھک کر) تم کو بھی میرے لیے زبان آئی خدا کی شان آپ بھی بولیں اپنے وقت پر توڑ دینے لگتی ہو۔ دل بہار کماروں کو حکم دو فنس نکالیں ہم جائینگے۔ دیکھو چوبدار ساتھ ہیں یا نہیں نہوں تو بلوالو۔ اور کہو اب ہم یہاں نہ رہینگے
جہان آرا خبردار دل بہار جاؤ گی تو تم جاؤ گی۔
دل بہار۔ (پان چباتے ہوئے مسکرا کر) اوئی دو ملاؤں میں مرغی حرام اب ہم جائیں تو نہیں بنتی نہ جائیں تو نہیں بنتی۔

اتنے میں جانی بیگم نے بے جھجک گیتی آرا کو زور سے گلے لگایا اور کہا ہیں تم کیسی سیدھی ہو۔ میں کیا ایسی بچہ تھی کہ ذرا سی بات پر روٹھ کے چل دیتی۔ توبہ توبہ۔

جتنی بیگمات اور مخدرات عصمت مآب بیٹھی تھیں سب دنگ ہو گئیں کہ ابھی تو تیوریاں تڑا کر بھاگی جاتی تھیں اور اب یہ اختلاط اور گرمجوشی ہی۔

بڑی بیگم کا چھوٹی بڑی سب لحاظ کرتی تھیں کچھ اُن کے تقدس کچھ پیرانہ سالی کچھ ثروت و دولت غیر محدود کے سبب اُن کو سب مانتے تھے مگر جانی بیگم کو ان کا بھی مطلق خیال نہ تھا۔ بڑی بیگم کو ان کی دو باتیں خاصکر ناپسند ہوئیں یہ اُن کی وضع اور تقریر اور چال ڈھال سے ان بات کی روادار نہ تھیں کہ جانی بیگم کو اپنے ہاں آنے دیتیں۔ مگر لڑکیوں کے باعث سے مجبور ہو کر بلوانا پڑتا تھا وہ لفظ جو خاصکر ناگوار طبع ہوئے تھے یہ ہیں۔

۱۔ ایک بار جانی بیگم نے کہا تھا۔ دیکھی تیری کالبی اور پادون پورے سے اجاڑ یہ اجاڑ کا لفظ ان کو زہر معلوم ہوا۔ اس وقت آبادی اور شادی اور عیش اور خوشی خرمی کا ذکر ہونا چاہئے نہ کہ اجاڑ اور ویرانے کا تذکرہ۔ یہ نحوست کی بات ہے۔

۲۔ جانی بیگم نے ایکبار کہا تھا۔ ایسی باتیں مرگھٹ میں کرنا ان باتوں سے بڑی بیگم کو اور بھی رنج ہوا۔

اب سُنیئے کہ گھوڑا کھڑے کھڑے مر گیا۔ ناظرین اس حال سے واقف ہیں۔ بڑی بیگم نے جسوقت یہ خبر پائی اُنکے ہوش ٹھکانے نہ تھے۔ اُف۔ ہی ہی۔ دروازے پر گھوڑا مر جائے اور شادی کا دن برات آنے والی ہو اور جب آگ لگی تو ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔

بیگم۔ خورشید دولھا کو بلاؤ۔ ارے کوئی جلدی جا کے بلا لاؤ۔
خورشید۔ ذرا گھبرائیے نہیں۔ گھبرائیے نہیں۔ سب بندوبست ہو رہا ہی۔ آپ اسقدر بدحواس ہونگی تو سب گھبرا جائینگے
بڑی بیگم۔ ہی ہی۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے اُف میرے اللہ۔
حسن آرا۔ دولھا بھائی۔ اب کیا ہوگا۔ دلھن کو تو کہیں لے جاؤ ایسا نہ ہو یہاں تک خدانخواستہ دشمنوں کے کان بہرے کہیں آنچ آ جائے۔ یہ ہوا کیا ہزاروں آدمیوں کے سامنے آگ لگ گئی۔
خورشید دولھا۔ نہیں نہیں بہن۔ تم گھبراؤ نہیں اپنی اماں جان کو سمجھاؤ۔
بڑی بیگم۔ آخر تم اب یہاں اندر کیا کرتے ہو تم سب کو گھبرانے دو مگر باہر جا کے بندوبست کرو۔ اسلئے خدا کے باہر جا کے بندوبست کرو۔

الغرض بڑی خرابی سے آگ فرو ہوگئی تو دو بلیاں باہم لڑنے لگیں۔ ان کی آواز سے بیگم صاحب منتشر ہوئیں۔ مہریوں کو حکم دیا۔ ابھی ابھی نکال دو۔ یہ بڑی نحوست واہی

مگر بلیان لڑتی ہی رہین۔ بڑی بیگم کے دل پر بڑا اثر ہوا اور آدمیون کو سخت سست کہا۔

اب سنئے کہ بلی جامن کے درخت پر چڑھ گئی اور بلاو دیوار پر بیٹھا رہا نیچے سے ڈھیلے مارتے تھے آخر کار ایک مخلانی نے کوٹھے پر سے تاک کے اینٹ ماری اور بلاو تڑپ کے بھاگا۔

اسوقت حسن آرا بیگم گلوریون پر سونے کے ورق لگا رہی تھین ان کو شوق تھا کہ اپنے ہی ہاتھ سے بنائین ایک سونے کا ورق جس کاغذ مین لپٹا تھا اس مین آزاد کا لفظ نظر سے گذرا پڑھا تو اخبار اور یہ سطرین درج تھین۔ وھو ہذا۔

خوجی نے جو غور سے پانی کی صورت دیکھی اور گول گول دیدے پھاڑ کر لہرون اور ان کے تھپیڑون پر نظر ڈالی تو کفن پھاڑ کر چیخ اٹھے اور کوئی پچاس قدم الٹے پاؤن بھاگے۔ وہان پر خدا جانے کس مصلحت سے کسی نے ایک میخ گاڑی تھی۔ ٹھوکر جو کھائی تو ارارا دون لڑھکتے ہی حضرت نے غل مچایا کہ بھلا بے گیدی یہان بھی ہماری جان کا گاہک آن ہی موجود ہوا اچھا بچا ٹھہر تو جا اتنا پیٹتا ہون کہ عمر بھر یاد ہی تو کرے مردک۔ ہم جو بیٹھ. کی طرف منہ اور منہ کی طرف دم کیے بھاگے جاتے تھے تو گیدی نے اچھی گھات پائی ایک میخنی چلتے چلتے پٹا ہی دی اب اوندھے پڑے بہروپیے کو للکار رہے ہین مگر اٹھنے کی قسم کھائی ہی۔

اتنے مین مرزا صاحب اور میان آزاد بھی کلے پر جا پہونچے

آزاد۔ بس اب اٹھیے۔ اٹھیے۔ بڑی دیر تک سو لیے

خوجی۔ (جھاڑ پونچھکر) پہلوان کبھی چت تو گرے ہی گا نہین جب گرے گا پٹ۔ گرا اور زمین پکڑ لی۔

آزاد۔ اب سفر کی تیاری ہی نا۔ چلیے روم بھی دیکھ آئین

خوجی۔ توبہ کر بندے بھائی خشکی چلو تو بندہ ساتھ ہی ور نہ سلام پانی کی صورت دیکھی اور زہرہ آب ہو گیا تین مہینے سے ٹھہر ٹھہر اکر گھنگر بن جاؤن گا روم تک کون جا سکے گا۔

یہ کہکر میان خوجی بگٹٹ بھاگے۔ آزاد اور میرزا صاحب بھی ساتھ ہی جھپٹے لینا لینا جانے نہ پائے۔ چور چور اد ہوڑی آنے کا چور ہی راہ مین ایک شخص نے میان خوجی کا ٹیٹوا لیا پہلے تو بہت ہی جھلائے اور لگے گاؤ زوریان کرنے مگر آزاد اور مرزا بھی آن ہی موجود ہوئے چھوڑ دو چھوڑ دو۔ لو بھئی ہم آ گئے۔

مرزا۔ (آزاد کے کان مین) حضرت یہ یون نہین جانیںگے ان کو خوب افیم پلوائیے اور آلو بنائیے جب یہ نشے مین غین ہون تو لاد کر جہاز پر بٹھا دینگے۔

آزاد۔ اچھی ترکیب ہے (خوجی سے) اے میان خوجی۔

خوجی۔ خواجہ صاحب نہین کہتے. خوجی کی ایسی تیسی خواجہ ملیح خاصہ نام ہی۔ خوجی کیا معنی۔

آزاد۔ خواجہ صاحب آپنے آج افیم تو پی ہی نہین۔

خوجی۔ یہ کاہے سے معلوم ہوا آپ کو۔

مرزا۔ آنکھون سے جماہیون سے۔

آزاد۔ کیون صاحب آپنے افیم پیتے دیکھا تھا انھین۔

مرزا۔ جی مین تو خود ٹوکنے کو تھا۔

خوجی۔ ہان حضرت کچھ نشہ تو ہم کو بھی ہلکا معلوم ہوتا ہی جماہی آئی۔ بیشک افیم نہ پی ہوگی۔ لاحول ولاقوۃ۔ یہ تو اپنے ہوش کا حال ہی

آزاد۔ اسوقت جماہی بھی آئی آپکو۔ وہ لیجیے دوسری آئی۔

مرزا۔ تیسری آئی۔ واللہ اسوقت تو جماہیون کی ڈاک بیٹھ گئی

خوجی۔ بھائی بندہ بے پیے اب بات تو کرنے کا نہین میان خواجہ بدیع صاحب نے پیالیان نکالین افیم گھولی اور

چسکی لگائی آزاد ہشاش بشاش کرتے جاتے. مرزا خوش کہ ہماری تدبیر کارگر ہوئی. خوجی نے افیم جو پی تو مارے ہوس کے ذرا زیادہ پی گئے. پیتے ہی غین. آنکھیں بیر بہوٹی. آزاد نے ایک چپر کھٹ پر لاد کر حضرت کو کشتی پر سوار کیا اور وہاں سے جہاز پر خوجی کو سر دبا ہی کی خبر نہین ورنہ اسقدر رد و کد الامان آزاد سوار ہونے ہی کو تھے کہ مرزا صاحب کا دوسرا خدمتگار بے تحاشا دوڑتا ہوا گھر سے آیا۔

آزاد۔ خیر تو ہے۔ خیر تو ہی۔

مرزا۔ اُف خدا اُف! خیر کیجیو۔

خدمتگار۔ (ہانپتے ہوئے آزاد سے) حضور بیگم صاحب۔

آزاد۔ ہان ہان۔ کیا ہوا بتا تو۔

مرزا۔ ارے غضب۔ ارے کمبخت بول تو کیا ہوا۔

خدمتگار۔ (رو کر) ہجور۔

مرزا۔ ہائے غضب اُف ستم ستم۔ پیاری بیگم دھوکا دے گئین۔

حسن آرا بیگم نے یہ فقرے پڑھے تو اُن کا دل بھر آیا۔ گلوریاں ٹیک دین سونے کے ورق پھینک دیے اور ایک گوشے مین جا کر خوب روئین اب یہ ٹھیک وہ وقت ہی جبکہ چار پانچ منٹ مین قادر انداز قضا و قدر ابدی رنج و غم کے زہر بجھے ہوے تیر سے سپہر آرا کے کلیجے کو نشانہ بنانے والا ہی جب حسن آرا تھوڑی دیر تک نہ آئین تو بڑی بیگم نے مغلانی سے کہا ذری جا کے حسن آرا سے کہو کہ باہر آن کے بیٹھو۔ وہان کیا کر رہی ہین جلد بلا لا کے گلوریاں مانگی ہین۔

مغلانی۔ (شہ نشین مین جا کر) حضور چلیے سرکار نے یاد کیا ہی

حسن آرا۔ (اشارہ سے) اچھا ٹھہر جاؤ۔

مغلانی۔ کیون کیون خیریت تو ہی۔ یا اللہ یہ کیا ماجرا ہی

حسن آرا۔ (آہستہ) تم چلو مین آئی۔ ابھی آئی۔

مغلانی۔ (بڑی بیگم سے) حضور وہ تو اسوقت۔

بڑی بیگم۔ کیا۔ اسوقت کہکر خاموش کیون ہو گئی خیریت تو ہی

مغلانی۔ حضور وہ تو خدا نا کردہ رو رہی ہین۔

بڑی بیگم۔ خدا نا کردہ رو رہی ہین۔ اسکے کیا معنی

مغلانی۔ اب معنی تو اس کے ظاہر ہین۔ آنکھین سرخ بیر بہوٹی ہو گئی ہین کیا جانے کیا سبب ہے. بہت رو مین زار زار روئین میری عقل حیران ہی۔

جہان آرا اور گیتی آرا اور روح افزا اور نظیر بیگم اور جانی بیگم کو تاب کہان کہ یہ خبر سنین اور خاموش ہو رہین۔ پھرتی اور تیزی کے ساتھ شہ نشین کی طرف چلین مگر جانی بیگم سب سے پہلے پہونچین اور یون ہمکلام ہوئین۔

جانی بیگم۔ حسن آرا بہن (گلے لپٹ کر) اے ہی۔ اے یہ کیا کر رہی ہو۔ ذری آنکھین تو دیکھون۔ آنکھون کو چوم کر۔ پیاری بہن بتاؤ تو یہ سبب ہے کیا

روح افزا۔ حسن آرا۔ این! کچھ کہو تو۔ آخر یہ ماجرا کیا ہی

جہان آرا۔ اب منھ سے بولو۔ کیا سب کو رلواؤ گی۔

جانی بیگم۔ کیا گنوارون کی سی باتین کرتی ہو۔ رلواؤ گی رلواؤ گی ہم سے پوچھو۔ یہ روتی اس مارے ہین کہ بڑی بہن کنوارے مین بیٹھی رہین اور چھوٹی بہن کی شادی ہو۔ اکثر چھوکریون اور چھوکریون کو اس بات کا خیال ہوتا ہی۔ ان پر کیا موقوف ہی سب کو یہ خیال آتا ہی۔

گیتی آرا۔ یہ ہنسی دل لگی کا کون موقع ہی۔

جانی بیگم۔ یہی موقع ہی ہنستے ہی گھر بستے ہین۔

جہان آرا۔ حسن آرا اچھا منھ تو دھو ڈالو۔ بی مغلانی کھڑی دیکھتی کیا ہو۔ پانی منگواؤ۔ بے منھ دھوئے ڈالو مار کے ہلکان کر دیا اپنے کو۔

پیاری بیگم صاحب۔ اسوقت جو سونے کا ورق اٹھایا تو کاغذ پڑھنے لگین بس اسی کو پڑھکر خوب روئین۔ اتنے مین اماں آگئین اور اب آپ سب آئین۔

جانی بیگم۔ (حسن آرا کے کان مین) روؤ نہین بہن تمھارے واسطے ہم چاند سا دولھا تجویز کرینگے رونے کی کون بات ہے رونے دھونے سے کیا ہوتا ہے ناحق اپنی جان کو ہلکان کرتی ہو۔ آج کے آٹھوین دن دولھا لو۔ حسن آرا نے منھ دھویا۔ روح افزا نے اپنے ہاتھ سے گلوریان کھلائین جانی بیگم پھر گلے لپٹی۔ اور پھر آنکھون کے بوسے لیے۔ حسن آرا بولی اللہ جانتا ہے تم بڑی بے جھجک اور ڈھیٹ ہو۔ کسی مقام پر بند ہی نہین زبان رکتی ہی نہین مقراض سے بھی دو ہاتھ آگے جاتی ہے۔

جانی بیگم۔ آؤ بہن ہم مل کے گائین۔ رنگ رلیان منائین

شادی جلوۂ گلفام مبارک ہووے
عیش و عشرت کا سر انجام مبارک ہووے

آؤ ایک کام کرین۔ ایک رہم سبز پری بنین اور حسن آرا بنین لال پری۔ نظیر بیگم پکھراج پری۔ اور مغلانی بنے لال دیو اور اس کلموہی جنتن کو کالا دیو بنائین اور اندر سبھا کا تماشا کرین بڑا لطف ہو بہن۔

جہان آرا۔ کیا دور کی سوجھتی ہے جب دیکھو ایسی ہی سوجھی

حسن آرا۔ ان سے بعید نہین ہے۔ ایکدن یہ کر دکھائینگی

جانی بیگم۔ ادئی یہ کھڑی بولی تو دیکھو مردون کی سی

روح افزا۔ او سنو تو بہن۔ پریان تو بن چکین راجہ اندر کون بنے گا۔ یہ نہین تجویزا۔ یہ بھی تو تجویز کرو۔ کسی کو راجہ اندر بھی بناؤ۔

جانی بیگم۔ تمھارے دولھا۔ راجہ اندر بنین اور کوئی گلفام بن جائے۔

حسن آرا بیگم گلوریان چباتی ہوئی بڑی بیگم کے پاس گئین مگر دل مین شرمندہ تھین کہ اگر رونے کا سبب پوچھا تو کیا بتاؤنگی بڑی بیگم نے اس وقت بات ٹال دی پوچھا گلوریان بنائین گئین تو بڑے دعوی سے تھین جس کا کام اسی کو ساجے حسن آرا نے کہا اماں جان کیا مجال کہ کوئی ہم سے بڑھکے گلوری بنائے۔ آزما لیجئے۔

بس یہ گفتگو ہوتی ہی تھی کہ تیر غم نے گھر بھر کے دلون کو نشانہ بنایا

شوخ

نواب قمر کاب اور ناظورۂ یوسف جمال مشتری تمثال نے شب کو ہرن کے کباب ہریل اور چپے کا گوشت خرگوش کا سالن بارہ سنگھے اور باڑھے کے انواع و اقسام کے کباب خوب چکھے شکاریون نے شکار کا انبار لگا دیا۔ انکے خیمے کے ارد گرد ہر درخت کے نیچے جانور بھن رہے تھے۔ کوئی ہرن کی ران بھون رہا ہے۔ کوئی خرگوش پر چھری تیز کرتا ہے کوئی ہریل کے کباب مزے سے چکھتا ہے کوئی چھون پر دانت لگائے ہے۔ بجز ٹھاکر کاشی سنگھ اور لالہ ہری چند کے اور سب گوشت خور ساتھ تھے۔

ان بیچارون نے سب سے الگ تھلگ بستر جمایا اور ایک دوسرے کو ہمدرد پاکر باہم گفتگو کرنے لگے کہ گوشت کھانا بری بات لالہ نے کہا۔ رام رام کوئی جانور بچنے نہین پاتا۔ ہریل یہ کھائین چپے یہ کھائین باڑھا یہ کھائین بارہ سنگھا یہ کھائین

خرگوش ہرن کوئی جانور بچتا ہی نہین ٹھاکر بولے بھائی صاحب ہم تو بارہ برس سے اس مچھلی نہین چھوتے۔ ایک دن دریا مین پیرتے جاتے تھے تو ایک مچھلی دیکھی۔ رہ رہ سوچے کہ اگر یہ مچھلی ملے تو اہی کباب خوب پکین۔ آدمی کو حکم دیا کہ جال اور کانٹا لاؤ۔ اتنے مین دیکھا کہ وہ مچھلی ایک چھوٹی مچھلی کو کھا گئی۔ بس نفرت ہو گئی پھر ہم نے عہد کر لیا کہ آج سے اس مچھلی نہ چھوینگے۔ لالہ نے کہا شاباش۔ جتنے حلیم و سلیم جانور ہین وہ بھی گوشت خور نہین۔ ہاتھی۔ گینڈا۔ بھینسا گھوڑا۔ بیل گاؤ۔ یہ جانور کبھی گوشت نہین چھوتے۔ اسیطرح جو سلیم الطبع آدمی ہین وہ بھی گوشت سے پرہیز کرتے ہین ٹھاکر کو یہ بات پسند آئی۔ کہا دیوانجی آپنے خوب ہی مثال دی ذی روح کو اپنے ذائقے کے لیے ذبح کرنا عقل کے خلاف اور سراسر بے انصافی ہی۔

اتنے مین نواب صاحب کے ساتھ کے دو شکاری باتین کرتے آتے تھے۔ ایک نے کہا۔ یار جب کچھ بھی شکار نہ ملا تو بندے نے جھلا کے پانچ سات کوے گرا دئے اور تین چیلین گرائین لالہ سے نہ رہا گیا کہا شاباش شاباش ہے۔ این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ مطلب تو جان مارنے سے ہی۔ اُس نے پھر کر دیکھا تو مسکرا دیا۔ دیوانجی ہین۔ کیون آپ جھگڑے سے الگ تھلگ جا کے کیون بیٹھے۔ لالہ بولے۔ وہان تو اسوقت بڑا پاپ ہو رہا ہی ہم سے یہ نہین دیکھا جاتا کہ کسی جاندار کی گردن چھری پھیری جائے۔ تم لوگ گوشت کھاتے ہو تو کھاؤ۔ مگر برا نہ مانو تو ایک بات پوچھین۔ ہرن بیل اور چڑے کو تو خیر کھاتے ہو انکا شکار زبان کے ذائقے کے لیے کیا۔ مگر یہ چیل اور کوے نے کیا بگاڑا تھا جو ان پر بھی آپنے نظر عنایت کی اور کس فخر سے بیان کرتے جاتے تھے کہ جب کچھ اور نہ ملا تو ہم نے کوے گرا دئے۔ واہ واہ واہ۔ کوے کے مار ڈالنے سے کیا ملا۔

دوسرا شکاری بولا۔ اجی آپکو گوشت کا ذائقہ کیا معلوم آپنے کبھی کھایا ہو تو جانئے گوشت کا مزہ گوشت خور سے پوچھیے کہ بغیر سالن کے کھانا حرام ہو جائے۔

لطف مے تجھسے کیا کہون زاہد ‖ ہائے کمبخت تونے پی ہی نہین

ٹھاکر نے کہا بھیا ہم درگذرے غضب خدا کا جس درخت کے تلے دیکھو دو چار چڑے ہوئے ہین۔ خدا جانے یہ بیچارے جانور کیا کرتے تھے کیونکر رہتے تھے حضرت انسان کے لینے مین نہ دینے مین۔ مگر بستی سے بندوقین اور چھرے اور گولیان لیکر آئے اور داغنا شروع کیا۔ شیرنی بیچاری کے بچے اُس سے چھوٹے اب اُن کو کون پالے گا۔ بچے بھی مرے اور وہ بھی مری۔ یہ گناہ نہین تو اور کیا۔ بستی مین آپ رہیے جنگل اُن کو دیجیے۔ یہ نہین کہ بستی اور جنگل دونون پر قبضہ کر لیجیے۔ جب جی چاہا بندوق اُٹھائی اور دو چار بیگناہون کا خون کیا توبہ توبہ بڑی بری بات ہے۔

شکاری۔ پھر اب تو ہم سے گوشت نہین چھوٹ سکتا۔ چاہے جو ہو۔ اب تو خون منہ سے لگا۔ مرتے دم تک گوشت کھائینگے ہم سے اب نہین چھوٹ سکتا۔

ٹھاکر۔ اچھا بھئی اپنی اپنی سب بھگت لینگے۔ ہمین کسی کا کیا اجارہ ہی جو جیسا کریگا وہ ویسا پائے گا۔ ع۔

ہر کسے آن درود عاقبت کار کہ کشت

گندم از گندم بروید جو ز جو ‖ از مکافات عمل غافل مشو

لالہ۔ اگر ہریل ہو اور کوئی شکار کرے تو اپنے دلمین کیا سوچے آنچہ بر خود نپسندی بر دیگرے ہم مپسند بس اسقدر خیال چاہیے

شکاری۔ جانور کا دل کیسا اور قوت تخیلہ اسمین کہان ہے خدا نے جانور اسی سے پیدا کیے کہ انسان اُن کو کھائے اگر حلال جانور نہ کھائین تو وہ جناب باری سے روز محشر انسان کے شاکی ہونگے۔

لالہ۔ ہان یہ کہیئے تو پھر ضرور کھایئے ہرگز نہ چھوڑیے ان پر احسان کیجیے۔ اور موقع ہی نہ دیجیے کہ شکایت کر سکین روز چھری اُن کی گردن پر تیز ہو۔

ادھر نواب صاحب اور معشوق گلبدن مین میٹھی میٹھی باتین ہوتی تھین۔

نواب۔ پہلے تو تم رنگ لائی تھین۔ بارے پھر سنبھل گئین

بیگم۔ پھر جب ڈر جاتا رہا۔ پہلے ہم سوچے کہ ایک تو جنگل کا واسطہ دوسرے شیر کا شکار اور شیر وہ جس کے نام سے بدن کانپتا ہے۔ ہے ہے۔ پہلے سمجھی تھی کہ بندھا ہوگا جب سنا کہ شیرنی کچھار مین بچے لیے بیٹھی ہے تو روح لرزنے لگی۔ پھر ڈر ور کچھ نہ معلوم ہوا۔ اچھی طرح سیر دیکھا کی۔

نواب ان بابوؤن نے بڑی سیر کی۔ اُف نوہ۔ پھڑکا دیا۔

بیگم۔ وہ دیکھا تھا جب دھوتیان سنبھال سنبھال کر او شالا کہکر دونون آپسین لڑنے کو تھے مگر کندے تول کر رہ جاتے تھے۔ اونوہ مجھے بڑی ہنسی آئی یہ اُسکو شالا کہتے وہ اُسکو شالا کہتے۔ اور خدا جانے کیا کیا کہتے تھے میری تو کچھ سمجھ ہی مین نہین آیا۔ واہی تباہی کیا بکا کیے۔

نواب۔ بلواؤن۔ بلواؤن۔ دل لگی تو ہو گی۔ کوئی ہے دونون بابو صاحبون کو بلا لاؤ۔ کہنا نواب صاحب کہتے ہین یہان آکے بیٹھیے۔

دس بارہ منٹ مین مسٹر بوس اور مسٹر گھوش دھوتیان پھڑکاتے ہوئے آئے نواب صاحب نے کہا کہئے بابو صاحب خدا نے آپ دونون کو بہت بچایا ورنہ شیرنی کھا جاتی۔ ع

	رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت	

بوس بولے ہم ڈرتا نہین تھا۔ ہم اس شالا بھیل کا بان کو مارنے چاہتا تھا۔ وہ شالا ہم کو بہت دک کیا (دق) وہ جانتا تھا کہ ہم اُش دیش (اس دیس) کا آدمی نہین ہے دوسرا دیش کا ہے اس لیے ہمارے کو ڈرانے سکتا کہ ایسا بات ویسا بات اور ہاتی کو بو جاتی (بد ذاتی) سے ہلانے مانگے جب تو ہم لوگ بڑا اگسا ہوا کہ ارے سب لوگ کا ہاتھی ہلنے نہین مانگتا تم کیون ہلنے مانگتا اور ہم سے بولا کہ بابو شاہب اب تم گریگا ہاتھی کا پاؤن پھسلے گی اور تم مر جائینگی (سبحان اللہ) ہم بولا ارے جو ہاتھی کا پاؤن پھسل جائیگی تو تم شالے کا شالا کہان بچ جائیگا۔ تم تو بھی ہمارا ایک ساتھ مریگا (بہت ہی خوب) ثریا بیگم اسقدر ہنسین اسقدر کھلکھلائین کہ پیٹ مین بل پڑ پڑ گیے ہاتھ جوڑ کر کہا نواب خدا کے لیے اب اس جانگلو کو رخصت کرو نہین مارے ہنسی کے برا حال ہو گا۔ اُف نوہ۔ یہ تو بات کہتا ہے بے تکی (مریگا گا) بھیل بان مر جائینگی۔ (پاؤن پھسلے گی) (ہمارے کو ڈرانے سکا) (بو دجاتی) (ہلنے مانگتا) (اش دیش) (دق کو دیک) غصہ کو اگسا سب کو شب مارنے چاہتا) واہ وا کیا تقریر ہے

نواب صاحب نے پوچھا۔ بابو جی یہ تو جو کچھ ہوا وہ ہوا اب یہ فرمایئے کہ کل شکار کھیلنے جایئے گا یا نہین۔ بابو نے کہا جائیگا تو جرور گرکے گر بھیل کا بان بدجاتی کریگا تو ہم آپکا برائی کھبر کے کاغذ مین چھاپے گا ہمارے ہاتھی پر بیگم شاہب ہمارا سات بیٹھے تو ہم چلے جائینگی۔

اس پر ثریا بیگم تیکھی چتون کرکے بولین یہ چل ہٹ دور گور

بڑے جوسکھے بیگم شاہب تو تم ایسوں کو اپنا سایہ تک چھونے دین پہلے منھ تو بنوا. نواب صاحب نے فرمایا اچھا اس مین ہرج کیا ہی آخر بندۂ خدا یہ بھی ہی صورت شکل آدمی ہی کی ہی۔

بوس۔ ہم لوگ آپکا گھوڑا اسی (خواصی) کے اوپر بیٹھے گا۔

نواب۔ بجا ہاتھی بھاگتا نہو تو بھاگ جائے مین در گذرا

بوس نہین ہم بندوک (بندوق) لیے رہیگا اور شکار کھیلیگا اب ہمارے کوڈر پاس نہین آتے ہم خوب جان گیا کہ جان جانے والا نہین

بیگم۔ نہین اس بھروسے بھی نہ رہنا کہ جان نہ جائے گی۔

بوس۔ اب ہم کھانے جاتا ہی بھوکا ہی. سلام شاہب سلام۔

بیگم۔ اچھا آپ تشریف لے جائیے. خدا کیلیے یہانسے جائیے بابو صاحب تشریف لے گئے تو ثریا بیگم کو اور بھی ہنسی آئی۔ انکی باتین یاد کر کے بڑی دیر تک ہنسا کین۔ ایک بات کی اور ہنسی آئی۔ ایک فقرہ زبان سے نکلا اور کھلکھلا کر ہنس پڑین وہ لفظ کہے اور ہنسنے لگین۔ نوابصاحب نے سمجھایا کہ بس اب بہت ہنس چکین۔ اب ضبط کرو۔ یہ خندۂ بے محل اچھا نہین مگر انھون نے ایک نسنی بے اختیار ہنسی آتی تھی اور بابو صاحب کے فقرے یاد تھے جن کو بار بار زبان پر لاتی تھین۔ (او شالا پھیل کا بان) تم ہمارے کا جان لینے مانگتا۔ (ارے باپا ہمارا نانی مر گیا) بڑا اودجا سے ہ جان جائینگا۔ (جان سے مار نے سکتا نہین) ایک ایک جملے پر دس دس منٹ تک ہنسا کین اور نوابصاحب بھی ہنسی ضبط نہ کر سکے اتنے مین چوبدار نے آنکر عرض کیا خداوند ریاست کے اہلکار نے دریافت کیا ہی کہ حضور کل شکار کھیلین گے یا نہین اگر کھیلینگے تو وہ مقیم رہین ورنہ جائین۔ نوابصاحب نے کہا کیون جانے کا کیا سبب ہی ہم ابھی ایک ہفتے تک شکارگاہ مین رہینگے راجہ صاحب سے دریافت کر کے اہلکار ریاست بھی مقیم رہے اسکے بعد نوابصاحب نے اشعار پڑھنا شروع کیے۔

ثریا بیگم مس بالن پادری صاحب کے ہان تین مہینے تک مقیم رہ کر اردو کے اشعار سمجھنے لگی تھین. اچھے خاصے مین تیز ہو گئی تھی۔

کوئی صورت سے گر صفا ہو — آئینہ دل خدا نما ہو
ماشاء اللہ چشم بد دور — کیا خوب جوان مہ لقا ہو
منصف ہون جو شیخ و گبر لمبین — قصہ چک جائے فیصلا ہو
دوزخ کو بھی مات کر دیا ہی — اے سوزش دل ترا برا ہو
مسند کیسی فقیر ہون مین — تھوڑی سی جگہ ہو بوریا ہو
کہتے ہین وہ تیر دیکھنے پر — دیکھو کوئی نہ دیکھتا ہو

نواب۔ مطلب سمجھتی ہو۔ یا زبان ہی تیز ہی۔ کچھ سمجھین

بیگم۔ ہم کچھ پڑھے لکھے ہون تو سمجھین. ہماری سمجھ مین کیا آئے بھلا

نواب۔ تمھین خدا کی قسم سچ کہو۔ کچھ سمجھین بھی شعر پڑھون۔

بیگم۔ پڑھیے بسم اللہ. مگر ترکی عربی فارسی نہ ہو۔ اردو ہو۔

نواب۔ ہان ہان اردو اردو۔ اور بہت صاف صاف سنیے اب

اخر آتش سودا سے دوا جلتی ہے
تیرے بیمار کی صورت سے شفا جلتی ہے

بیگم۔ سودا کی آگ مین ایسا اثر ہی کہ دوا تک جل جاتی ہی اور جب دوا ہی جل گئی تو فائدہ معلوم۔ ۔ خالی خولی سودا کا لفظ تو ٹھیک نہ تھا لہذا آتش سودا لایا دوسرے مصرعے کے یہ معنی ہین کہ تیرے بیمار کی صورت دیکھ لی و شفا یعنی صحت جلنے لگی یعنی جب شفا خود ہی جل گئی تو مرض کا دفع ہونا معلوم۔

نواب شفا اور شِفا مین کیا فرق ہی۔

بیگم۔ یہ ہم کو نہین معلوم. ہم تو شفا شفا بولتے ہین۔

نواب شَفا بالفتح کے معنی موت اور شِفا بالکسر کے معنی آرام صحت

نواب صاحب دل مین محظوظ ہوے. کہا جان من اب ہم تمھین پڑھایا

کرینگے اس سے زیادہ لطف اور کسی بات مین نہین کہ نوجوان میان نو تمیز بیوی کو پڑھائے عجب لطف آتا ہی اچھا اسکے معنی بتادو

ہے نسیم صبح کا عالم خرام ناز مین
سبزۂ خوابیدہ کو چلتے ہو چونکاتے ہوئے

بیگم صاحب نے کہا معشوق کی چال کی تعریف کرتا ہی کہ خرام ناز مین نسیم سحری کا عالم ہی یعنی جسطرح صبح کے تڑکے ہوا سے سبزۂ خوابیدہ لہلہاتا ہی اسیطرح معشوق کی سبک خرامی اور نازک رفتاری سے سبزہ چونکنے لگتا ہی سبزے کو خوابیدہ اور بیگانہ کہتے ہین نواب صاحب نے ہاتھ کا بوسہ لیا اور کہا۔ لب لعل کا بوسہ پھر کبھی لینگے بیگم صاحب نے ہنسکر کہا اے واہ الٰہی گنگا بہائی کجا شعر کے معنی۔ کجا ہاتھ۔ ہاتھ کو اس سے کیا تعلق ہی بھلا نواب صاحب بھی اس فقرے پر ہنسے کہا نازک خرام کہا کرو نازک رفتار نہ کہا کرو۔ نازک رفتار غلط ہی۔

رخ پر ترے نقاب نہین اے نگار سرخ
خورشید پر ہے ٹکڑا ابر بہار سرخ

بیگم صاحب نے اسکے معنی یون سمجھائے شاعر کہتا ہی کہ معشوق کے رخ انور پر جو نقاب پڑا ہی اصل مین یہ نقاب نہین ہی بلکہ یہ آفتاب پر لال بادل کا ٹکڑا ہی۔ رخ انور کو خورشید تابان سے مشابہت دی اور نقاب کو ٹکڑا ابر سے۔ ابر بہار یعنی وہ ابر جو معنی تو جانتی ہون یہی معنی ہین کہ وہ ابر جو ایام بہار اور موسم گل مین جو گلون کو شاداب و سیراب کرے۔

نواب۔ سبحان اللہ۔ یا خدا مین تیرا ایسا شکر گذار و ممنون ہون کہ اگر بفرض محال ایک ایک رونگٹا کرور کرور زبان ہو جائے تو بھی ادائے شکر سے قاصر رہون اب پھر عیش کرینگے پھر ایام نشاط آیا پھر گلستان دل پر ابر بہار چھایا۔ ہزار شکر خدا صد ہزار شکر خدا

پھر عیش ہو پھر خسرو گل کا ہو زمانہ
پھر صحن گلستان مین کرے باد صبا رقص

بیگم۔ ہمارے ہاتھون کی مہندی چھٹ گئی ہی سونے ہاتھ برے معلوم ہوتے ہین پہلے ہم کو مہندی منگوا دینا تمہاری کوئی باغ وراغ ہی بس ذہن مین رہا کرینگے۔ رات دن سیر گل و سنبل مین رہا کرینگے

نواب۔ ایک باغ ہو نہ ادو باغ تو ملکے ہین ایک پرانا حید رگنج مین ہی ایک باغ جہنٹ کے راستے مین ہی۔ باغون کی کمی نہین ہی

بیگم۔ ہمین پڑھاؤ یا کروگے کوئی کتاب علم طبیعات کی پڑھاؤ۔

نواب۔ کیا! کون علم۔ ہم نے تو نام بھی نہین سنا بہت چکرائے

بیگم۔ علم طبیعات۔ ہم کو پادری صاحب نے اس تین مہینے کے عرصے مین بہت سی باتین بتائین۔ انھون نے کہا کہ زمین اور سمندر کے بخارون کو آفتاب اپنی طرف کرن کے ذریعے سے کھینچ لیتا ہی اور جب وہ ابخرے اوپر جاتے ہین تو رفتہ رفتہ کرۂ زمہریر کے پاس پہونچتے ہین یہ وہ کرہ ہی جہان ہوا سرد ہی اور سردی سے کل چیزین جم جاتی ہین بس یہ بخار بھی جم جاتے ہین اور جم جانے کے سبب وزنی ہو کر زمین پر گرتے ہین اسی کو بارش کہتے ہین مجھے بہت سی باتین بتائی تھین۔ نواب نے کاغذ لیا پڑھا۔

بیگم۔ کیا تم نے یہ علم نہین پڑھا پڑھنے کے قابل ہی۔

نواب۔ ہم نے سوا بجز شاعری کے اور کچھ نہین سیکھا فقط شاعری ہی جانتے ہین۔

بیگم صاحب نے کہا انھون نے ہم سے بیان کیا تھا کہ بادل کی ساخت مین بخار اور برف کی نسبت انھون نے بیان کیا تھا کہ ٹھنڈی ہوا کی برودت سے بخار جم جاتے ہین اور اسی قسم کے جمے ہوئے بخار کو برف کہتے ہین سردی کے دنون مین برف سے زمین گرم رہتی ہی اور نباتات اسکے سبب سے سبز ہو جاتے ہین اور گرمی مین برف نہ گرنے کا سبب

یہ ہی کہ جب اوپر سے برف گرتی ہی تو زمین کے قریب کی گرم ہوا اسکو
پگھلا دیتی ہی لہٰذا زمین پر برف بنکر نہیں گرتی ہین بلور لصاحب نے
چاند دکھایا عطارد دکھایا مریخ دکھایا۔ اور کئی ستارے دکھلائے
دوربین بھی کیا شے ہی۔ نواب صاحب کے ہوش اُڑ گئے انکو علم طبیعیات
سے کیا واسطہ سوچے کہ اگر یہی گفتگو رہی تو ہم کو جھینپنا پڑیگا۔ لہٰذا
پھر شعر و شاعری کا چرچا شروع کر دیا کہا۔ بھلا اس شعر کے معنی تو کہیے

ز بہار آمد کہ افشاند چو حسن یار گل
چون وصال یار ریزد ہر خس ہر خار گل
گلشن اقبال و دولت شاہ اکبر کز ازل
بوے خلقش کرد از خواب عدم بیدار گل
عزم اوگر باغبان دہر گردد در زیست
گر شود چون آفتاب اندر جہان بسیار گل

بیگم صاحب تو فارسی جانتی تھین نہین ان اشعار کے معنی
کیونکر بتا سکتین اس پر نواب صاحب بہت خوش ہوے کیون
سچ کہیے گا کیا فخر ہی مجھکو تو شاعری کا عارضہ ہی۔ تم شعر کہا کرو
بیگم صاحب نے کہا اگر اصلاح دیا کرو اور کچھ پڑھاؤ تو کیا مضائقہ
حضرت نے قسم کھائی کہ ضرور فارسی پڑھا ئینگے اور اسرار کے ساتھ
کہا کہ آج سے تمھارا تخلص شوخ رکھا اب آج سے ثریا بیگم
شوخ ہم بھی کہا کرینگے۔

بیگم صاحب نے کہا ابھی تین مہینے ہوئے کہ ایک حرف تک
نہین جانتی تھی۔ اور اب تم کہتے ہو کہ شوخ تخلص رکھو اور
شعر کہا کرو پہلے کچھ پڑھنے تو دو کم سے کم برس بھر تو پڑھ لون۔
کوئی دیوان پڑھا دو۔ دو چار دیوان پڑھ لین سو دو سو شعر یاد
ہو جائین تب تو شعر کہہ سکون۔ نواب صاحب نے کہا ہم
چٹکیون مین تم کو شاعر بنا دینگے۔ ہمارے ڈھائی سو مین سو

شاگرد ہین اور ایک سے ایک بڑھا ہوا۔ بطور خود اُستاد ہی۔
بیگم۔ اب کل پھر شکار ہو گا۔ اور جو شیر نہ ملا تو کیا ہو گا۔
نواب۔ نہ ملنا کیا معنی۔ نہ کیونکر ملے۔ نہ ملے۔ نہ ملے ضرور ملے
بیگم۔ دیکھنا جو ہم کہینگے وہی ہو گا۔ دوسری بات نہونے پائیگی
جو حکم دیدین اسکے خلاف ہو۔ کیا مجال۔ ممکن نہین۔
نواب۔ یہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہی۔ یہ بُری سنائی۔

خدا بھی خوبصورت کو نہایت دوست رکھتا ہی
ارادہ کون سے در پر کرون مین دادخواہی کا

بیگم۔ بدصورتون پر خدا کا عذاب اور قہر ہی مگر خوبصورتون پر
مسکے ہم چاہے جسقدر لن ترانی کی لین جائز ہی سزاوار ہی زیبا ہی

بیجا نہین حسینون کی ہین لن ترانیان
اے عاشقو یہ حسن امانت خدا کی ہی

نواب۔ دیکھین اب کل بابو صاحب کیا دل لگی کھلاتے ہین
مین فیلبان کو سکھا دونگا۔ کہ آج اور بھی زیادہ ڈراتا۔
بیگم۔ فیلبان نہین بھیل کا بان۔ بلکہ شالا بھیل کا بان
(رہنسکر) بڑا مزا آتا ہی۔ انکی بولی مین اوشالا بھیل کا بان
اور دھوتی کھڑی کھڑی سنبھالتے جاتے ہین۔

یہ گفتگو ہو کر نواب صاحب سو رہے اور ثریا بیگم شوخ
علیحدہ پلنگ پر لیٹین اور اپنی سوانح عمری پر غور کرنے لگین
کہ پہلے ثریا بیگم تھین پھر اللہ رکھی اسکے بعد جوگن بنی پھر
شبو جان نام ہوا پھر بیڑن مشہور ہوئی پھر مس پالن اور اب
شوخ کا خطاب پایا۔ بڑی دیر تک غور کیا کین کہ نکاح کا
اقرار پورا کرین یا نہ کرین۔ مگر دل یہی گواہی دیتا تھا کہ
قول کے مطابق عمل مین لائین اسی فکر او رخوض مین آنکھ
لگ گئی تو خوب میٹھی نیند سوئین۔

اے میرے نامراد پسر کم سخن پسر | دولھا پسر یتیم پسر بے وطن پسر

زخمی پسر شہید پسر خستہ تن پسر
سیمین بدن پسر مرے پستہ دہن پسر

ہی ہی یہ کیا ہوا۔ حسن آرا بیگم گلوریاں پر سونے کے ورق جاتی تھیں اور بیڑا اُٹھا کے گئی تھیں کہ ایک گلوری کے کھانے سے پسینے آ جائینگے لوگ فرمائش اور خوشامد سے بیڑے بنوائینگے۔ سپہر آرا کھلی جاتی تھی بات بات پر ہنسی آتی تھی جانی بیگم کی چہل و طراری نظیر کی تسلیق شوخی روح افزا کی پیاری پیاری باتیں گیتی آرا کا جوبن جہان آرا کی دلربائی کی گھاتیں بہار النسا کی بناوٹ اور سجاوٹ۔ غرضکہ بڑی بیگم کے مکان عشرت نشان میں پریوں کا دھاڑے کا دھاڑا تھا مکان کیا کوہ قاف تھا یا اندر کا اکھاڑا تھا ادھر شہزادی کی دخت گلفام خورشید لقا اور سیمتن غنچہ دہن مہ لقا سولہ سنگار کر کے برات کے ساتھ ٹھسے سے آتی تھی حسن آرا اور اُنکی بہنوں سے چوٹ چلتی مگر سب کھیل بگڑ گیا عنوان کے شعر شہزادی بیگم کے ورد زبان تھے خورشید لقا نے سینۂ بلوریں کو اسقدر کوٹا کہ نیلا ہو گیا جوشش گریہ سے مہ لقا بیگم کی صورت نہیں پہچان پڑتی تھی یہ شوریدہ سر خون در جگر۔ اور چشم خونچکاں۔ ادھر لب پہ نالہ زبان پہ شور و فغاں۔ ادھر سینہ مجروح اُدھر دیدہ مطروح شہزادی بیگم فرط الم سے کہتی تھی

آنکھیں گو رہیں دل پاش پاش ہے
لوگو کہاں کدھر مرے بیٹے کی لاش ہے

سر پیٹا۔ سینہ کوبی کی اور گریہ و زاری کر کے بصد حسرت بولی کہ ہائے لال نہ پھولے نہ تم پھلے

اک ہاتھ دل پہ ایک سر لاش کے تلے

خنجر کا زخم سینے میں ناسور لائے ہو
دم توڑنے کو ماں کے پہلو میں آئے ہو

خورشید لقا۔ ارے لوگو بھائی جوانا مرگ ہوا۔ یہ برات کو کسنے درہم برہم کر دیا یہ باجے والے کیوں چپ ہیں۔ اللہ میرا بنا تو ہی ہائے یہ کیا ہوا۔ ہمایوں فر کی برات نکلی ہے۔

مہ لقا۔ بھائی ارے میرے بھائی۔ شہزادے بھائی دونوں بہنیں گلے مل مل کے خوب روئیں۔ اس بکا کی آواز سے سنگدل تک تھر تھر کانپتے تھے اور دور تک کہرام مچا تھا۔

صید افگنی

دوسرے روز ادھر شاہین خورشید نے کبک ماہ کا شکار کیا اور شہباز نور نے مرغ ظلمت کو بھگا دیا ادھر دارا حشم خاقان خدم نواب ذو الاحترام و عالی مقام بستر استراحت سے اُٹھے سب سے پہلے اس نازک بدن نازک کمر کامنی روکش نگار ارمنی پر نظر پڑی۔ عنبریں جوڑا کھلا کچھ سینہ بلوریں پر منتشر تھا اور کچھ پیچ و تاب کھا کر رخ رنگین کی بلائیں لے رہا تھا۔ سچ ہے ؎

چھٹنا ضرور رخ پہ ہے زلف سیاہ کا
روشن بغیر شام نہو چہرہ ماہ کا

گل تکیوں پر سر تھا۔ بیقرار ہو کر اُٹھے اور اس زہرہ جبین کے رخ تاباں کو دو بار فرط مستی سے چوم کر پھر اپنی جگہ پر چلے آئے اور وہیں سے بہ آواز بلند کہا بیگم صاحب بیگم صاحب۔ اے حضور اب اُٹھیے۔ یا الٰہی۔ کیا ماجرا ہے۔ اب آخر کب تک سویا کروگی۔ بھلا یہ سونے کا کون وقت ہے اُٹھکر شانہ ہلایا۔ اُٹھو صاحب۔ بیگم نے انگڑائی لیکر کروٹ بدلی اور پھر سو گئیں۔ نواب صاحب نے

پھر شانہ ہلایا۔ آنکھین کھول دین کہا۔ کیون خیریت تو ہی سرہانے کیون بیٹھے ہو۔ فرمایا۔ آپکے جگانے کیلیے تنگ کر جواب دیا کچھ خبر ہی۔ ہماری جوانی کی نیند ہی اُٹھتے اُٹھتے اُٹھینگے جلدی کیا ہی۔ کیا امیر خان کا لشکر پیچھے آتا ہی! اللہ جانتا ہی۔ کبھی نیند نہ جگاؤ۔ ذری دیر اور سونے دو۔ بہت دق نہین کیا کرتے۔ نواب صاحب نے زبردستی جگایا اور کہا۔ واہ۔ ابھی آپ کی نیند ہی۔ یہان شکار کا وقت جاتا ہی آپ کو نیند کی پڑی ہی بیگم بہزار خرابی اُٹھین آنکھ ملتے ہوے کہا اُسنے تنا دن چڑھ آیا۔ پانی منگوایا۔ دونون نے منہ دھویا بیگم صاحب کے سامنے مہری نے حسن دان اور آئینہ رکھا کپڑے بدلے عطر ملا اور نکھر کر شکار کے لیئے تیار ہوئین۔

نواب آج تو کل سے بھی زیادہ جوبن ہی چشم بد دور سے

پھر آج سامنا ہی کسی ماہ عید کا ۔۔ تارا چمک گیا مرے بخت سعید کا

بیگم پھر یہ تو اللہ کی دین ہی اور حسن چیز ہی ایسی ہی۔ کیا کہا ہی

مشہور ختن مین ہی مرا گیسوے مشکین
شہرہ ہی سمرقند مین شیرین دہنی کا

نواب۔ اب چلو چلے چلین۔ اب کب تک فرمائیے رکھیو جی

کچھ دے کسی فقیر کو ستم نواب سے
کام آئیگا ترے یہ کسی دن لیا دیا

بیگم۔ ابھی برس دو برس ترٹیو۔ نکاح کیا دل لگی ہی

نواب۔ کیا! اب رنگ لائی گلہری۔ یہ عتاب یہ ظلم!!!

کرو جفا کو ظلم جتنا کرچاہو ۔۔ ہیا کیا کسی روز محشر نہ ہوگا

بیگم۔ کیا جلدی پڑ گئی ہی اف رے تری جلدی۔ ہونہہ!!!

نواب۔ آپ سے نہ بولینگے بس اب ہم بھی روٹھ گئے

بیگم۔ روٹھ گئے تو روٹھ جاؤ۔ ہماری بیزار سے۔ ہمکو اس سے کیا

گر تم نہین تو اور بت مہ جبین سہی
ہم کو تو دل لگی سے غرض ہی کہین سہی

نواب۔ اچھا یون ہی سہی ہم باتکے دھنی ہین قسمت کے دھنی نہین تو نہ سہی۔ ہم کو تم سے عشق ضرور ہی مگر جب تم کو عشق نہین تو یکطرفہ عشق کس کام کا۔

نگاہ ترچھی کلاہ ترچھی روش ہی ترچھی ادا ہی ترچھی۔
جو بانکپن ہم نے تم مین پایا کسی مین یہ بانکپن نہ دیکھا
مگر ہماری قسمت مین لکھا ہی کہ جب عاشق ہونگے بیوفاؤن پر

رہ دادی غم مین نہ جین ملا مجھے صفدر الم ہی رہنما
کہین زیر شجر جو ٹھہر بھی گیا کبھی سایہ فگن وہ شجر نہ ہوا

مہری نے نواب صاحب اور بیگم صاحب مین ملاپ کرادیا۔
بیگم۔ ذراسی شوخی مین تنک کے روٹھ گئے۔ بس دیکھ لیا۔
نواب۔ کیا مجال۔ ہم کو کوئی مار بھی ڈالے تو نہ روٹھین اور پھر تم سے ایسا نہین ہو سکتا۔ دل وجان سے عاشق ہین۔ مین تو بے موت مرجاتا اگر تم کو اطلاع دیدیتا کہ جان جان اب جان جاتی ہی۔

قاتل سے کہدو دیکھ لے للہ اک نظر
دنیا سے آج کوچ ہی تیرے شہید کا

بیگم۔ اخاہ ایسے بڑے ولی اللہ ہین آپکو پہلے ہی سے مرنے کا حال معلوم ہو جاتا ہی۔ اف رے جھوٹ۔ پھر ایسے اور دروغ بے فروغ کا دعویٰ۔

نواب۔ تمنا یہ ہی کہ تمہاری زلف کے دام مین پھنسون۔

کسقدر شوق اسیری نے کیا ہی بے قرار
پوچھتے پھرتے ہین ہر کوچے مین گھر صیاد کا

اتنے مین خدمتگار نے دست بستہ عرض کیا حضور والا۔

اب دن چڑھ گیا ہے اور سب لوگ بڑی دیر سے تیار ہیں۔ فوراً لیس ہوئے۔ کمر میں شمشیر آبدار، شکاری لباس، ہر ایک دو دو بندوقیں گل چلون کو دیں جو خواصی میں بیٹھے تھے۔ بیگم صاحب بھی ناز و خوشی سے اُٹھیں ہاتھی پر سوار ہوئے اور کہا چلو۔

بیگم۔ وہ بابو آج کہاں ہیں۔ مارے ڈر کے نہ آتے ہوںگے وہ نہ چلیں گے تو ہم بھی نہ جائیںگے۔ بلوا لو۔

بوس۔ ہم تو آج شبو (صبح) ہی سے شات شات (ساتھ) ہیگا اب ہمارے کو کچھ بھو بھے (خوف) لگتی نہیں۔

بیگم۔ (ہنس کر) اور شالا اچیل کا بان نزدیک نہیں کرتی ہیگا جس طرح اس دن تک کرنے سکتے نہیں۔

نواب۔ اُف نوہ۔ تم تو غضب ڈھاتی ہو۔

بیگم۔ بابو تمہارے کو ہاتھی تو نہیں ملتی۔

گھوش۔ نا آج ہاتھی نہیں ملتی۔ کال کا بات کل کے شاتھ گیا۔ آج کا بات اب آج شات ہے۔ سمجھا آپ۔

بیگم۔ ہم تو سمجھا مگر تم سمجھا یا نہیں سمجھا۔

ہاتھی چلے۔ چلتے چلتے ایک مقام پر لوگوں نے اطلاع دی کہ شیر یہاں سے آدھ میل پر ہے اور بہت بڑا شیر ہے۔ نوابصاحب بہت ہی محظوظ ہوئے کہا بہت جلد چلو۔ ہاتھیوں کو دوڑا دو۔ یہ حکم پاتے ہی فیلبانوں نے ہاتھی دوڑائے اور فیلبانوں نے کہہ دیا تھا کہ ہوشیار رہیے گا مگر بوس اور گھوش کے مہربان نے اطلاع نہ دی ہاتھی جو تیز کیا تو مسٹر بوس منہ کے بل زمین پر آ رہے۔

گھوش۔ ارے شالا ہمارا باپ کو جمین (زمین پر) گیرا دیا (گرا دیا) ارے تم اب روک لے گا۔

فیلبان جب چپ غل نہ مچائیے میں نے ہاتھی روک لیا۔

گھوش۔ گول نہ مچائین گا تو پھر کیا مچائین گا۔

فیلبان۔ وہ دیکھیے۔ بابو صاحب اٹھ بیٹھے چوٹ نہیں آئی۔

گھوش۔ بھاشائی۔ لاگے نے تو چوٹ تو نہیں آئی۔

بوس۔ اجی ہاتھی والا کے میرے پیچھو رہے فیلبان بڑا ایگی بڑو لو لوگ (بڑا بدمعاش ہے)

گھوش۔ آگے اپنا شماچار بولو (پہلے اپنا حال بیان کرو) تار پورے میرو (پھر مارنا)

بوس۔ اپنا شماچار کی بولبو پایا۔ ساتھا ہی جاتے ہی کھو پڑی ہی جانے ہے۔

گھوش۔ ہاتھ اناک بیچے تھے۔ (ہاتھ پاؤں ناک تو بچا)

بوس۔ سب بیچے جی۔ کیچھو باچے نہیں (سب بچا اور کچھ نہیں بچا)

گھوش۔ کے جانے تمار دوش جھیلو کی ہاتی والا (کیا معلوم تمہارا قصور رہا یا فیلبان کا)۔

بوس۔ اجی جان بوجھار بونہ (ہم جان سے نہیں چھوڑیںگے)

گھوش۔ تھے ٹھیک ٹھیک۔ بولو لاگی نبوا (تم صاف صاف بتاؤ کہ چوٹ تو نہیں آئی۔

بوس۔ سوریش لاگے کچھو بھورسے کو رے ناد بھلو چوٹ سے نہیں ڈرتے۔

راوی۔ دریں چہ شک اور پھر آپ ایسے بہادر۔

گھوش۔ تمام بات برانت جھیلو کہ نمی ہوبے۔ تمہارا باپ بھی بہادر رہا یا تم ہی بہادر بن بیٹھے)

بوس۔ تمے جودی اے راکم بولے تھالے تماکے ماریو تمار پورے بہادت کے (اگر اس طرح کی باتیں کروگے تو فیلبان کو پیچھے مارین گے پہلے تم کو پیٹین گے)۔

الغرض مسٹر بوس جھاڑ پونچھکر ہاتھی کے قریب آئے اور

اسقدر جھلائے کہ فیلبان کو ہزاروں گالیاں دین۔

بوس۔ مہاشائی۔ تم ایش کو مارو ابھی ابھی سجا سزا دینگے مارو اس وشٹ کو۔ مارو اس دشٹ کو۔

گھوش۔ (دانت پیسکر) ارے شالا تمھارا اتنا سر پر نہین ہی نہین ہم بڑے پکڑ کے تم کو مار ڈالنے مانگتا۔

راوی۔ پھڑکا دیا۔ اس بہادری اور جرات کے صدقے۔ دو لمحہ کیئے خیر گذری کہ فیلبان کے سر پر پڑتے نہ تھے ورنہ بیچارے کی درگت ہو جاتی۔ بوس نے بنگالی زبان مین کہا تم اس سے ڈرتے کیون ہو۔ دو چار گھونسے لگا دو۔ تو مسٹر گھوش نے آہستہ سے جواب دیا۔ اسکے پاس ہاتھی کے چلانے کی لوہے کا چیز ہی اور ہمارے ہاتھ مین کچھ نہین۔ مسٹر بوس نے جھلا کر چھتا اور توڑی۔ اور چھوٹا سا گٹھا لیکر فیلبان کی طرف جھپٹے! او شالا ہم آج تم کو کھا جائے گا۔ فیلبان کی خرابی اتفاق سے ہنس دیا اس پر بوس آگ ہو گئے اور ہاتھون سے مٹی کھود کر کئی ڈھیلے مارے مگر خیر سے کوئی ڈھیلا اسقدر اٹھ نہ سکا کہ فیلبان تک پہونچتا۔ فیلبان نے کہا حضور اب ہاتھی پر بیٹھ لین۔ یہ گھر نہین ہی جنگل ہی۔ یہان شیر سور نیل گاو گینڈا ادھر دم آسکتا ہی بیٹھ لیجیئے تو ہم نواب صاحب کے ہاتھیون سے ملا دین۔ بوس بولے ہم ڈرپوکنا آدمی نہین ہی۔ ہم ہمارا جہ بردوان کے یہان کسم کسم (قسم قسم) کا جانور دیکھ چکا ہی گینڈا ہاتھی سب دیکھا ہی

گھوش۔ ارے مہاشائی۔ اب باتین کب تک کریگا۔ بیٹھ جائیے۔ کوئی جانور ہم لوگ کو کھا جائیگا بس یہان کا یہان رہیگا۔ ہڈی پسلی کچھ ملنے کا نہین مہاوت ہاتھی کو روک لے تم بیگم پھر بد جاتی کریگا اور ہم گر پڑیگا۔

فیلبان۔ حضور قرآن کی قسم کھا کر کہتا ہون میرا قصور نہین آپ کبھی ہاتھی پر سوار تو ہوئے نہین۔ ہودے پر لٹک کر جھکے ہوئے تھے۔ ہاتھی دوڑا تو آپ بھد سے گر پڑے مین کیا کرون۔

گھوش۔ کی مہاشا پیلبان ٹھیک بولتا ہی۔

بوس۔ ہمارا دل مین آئی کہ ہم تمھارا کان نوچ ڈالے ہم کبھی ہاتھی پر نہین چڑھا تم بولتا ہی۔ تمھارا باپ کے سامنے ہم ہاتھی پر چڑھا تھا۔ تم کیا جانے گا۔ جو لوگ جانتا ہی اُس سے پوچھو۔

گھوش۔ تم باپ کی بات بولتا اسی سے گرا۔ ہمارے باپ کے سامنے تم ہاتھی کہان سے لایا۔ وہ کون تھا جر کتا تھا۔ تم شالا کہان سے ہاتھی لایا۔ جھوٹ بولتا باپ کا بات۔

بوس۔ ارے باپ! ہمارا ہاتھ ہمارا ان پر ہمارا بیری ہی اب تم بھاگ جاؤ۔

فیلبان نے کہا شکر ہی میری جان تو بچی اب ان دونون مین ہونے دو کہا اب سنبھلے بیٹھے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ پھر گر پڑو دونون نے ہودے کو خوب زور سے پکڑا اور آنکھیں بند کر کے کہا اب ہمارا جان پرمیشور کے حوالے ہی وہ جو کری سو کرے ہم کچھ نہین جانتے۔

اب سنیے کہ جب شیر تھوڑی دور پر رہ گیا اور نواب صاحب نے دیکھا کہ چھ ہی ہاتھی ساتھ ہین اور بابو والا ہاتھی ندارد تو کمال تشویش ہوئی اور بیگم صاحب نے اصرار کیا کہ یا تو خود واپس چلو یا ان بیچارون کو بچاؤ۔ یا دو ہاتھی بھیجو۔ خدا جانے ان بیچارون کی کیا حالت ہوگی۔ بڑی مصیبت مین پڑ گئے جان عذاب مین ہوگی جینے سے بیزار ہونگے۔

نوابصاحب نے حکم دیا کہ سب ہاتھی روک لیے جائین اور دھرتی دھمک (ہاتھی کا نام) کو دوڑا کے لے جاؤ دیکھو اس ہاتھی پر کیا تباہی آئی۔ دھرتی دھمک روانہ ہوا۔ اور نوابصاحب نے ایک کنج مین اپنے ہاتھی کو روک لیا۔ بیگم نے کہا کیون نواب اگر

خدا نخواستہ شیر کا پنجہ ہوئے تک آجائے تو کیا ہو۔ نواب نے کہا
وہ ضرب لگاؤں کہ شیر کے دو سو ٹکڑے ہو جائیں یہ تلوار خارا شگاف ہے

اللہ ری تیغ لیتی تھی محصول سب سے یہ
تینوں سے آب تیروں سے پر کمان سے زہ
موے کمر سے کھولتی تھی ناف کی گرہ
سر سے تو خود لیتی تھی اور جسم سے زرہ
دست تہی بنا دیا ہر اک نیام کو
نیزے کی بھی گرہ میں نہ تھا مال نام کو

بیگم۔ یہ سب باتیں ہیں ابھی شیر للکار کر آجائے تو ساری شیخی نکلجائے شیر کے نام سے آدمی بھاگتا ہے مقابلہ کیسا۔ نواب ہم نے دس برس کے سن سے شکار کھیلا ہے اور سب سے پہلے شیر کو مارا ہے۔ آنکھ بند کر کے نشانہ لگانے میں فرد ہیں ہم کچھ دل لگی تھوڑا ہی ہے خدا نے ہمیشہ مدد کی ہے۔ اور کبھی آجتک نشانہ خالی نہیں گیا ہے ہم خدا کے مقبول بندے کیوں نہ ہوں وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ دشمن تک کی مدد کرتا ہے نہ کہ دوستوں کی بقول مرزا دبیر صاحب۔

یا علی آپکے کرم کی ہے دھوم — بھیجا شربت برائے قاتل سموم
اس عنایت سے ہو گیا معلوم — دوستان را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمنان نظر داری

بیگم صاحب کو یہ رباعی از بس پسند آئی مکرر کہلوائی اور فرمایش کی کہ مرزا دبیر صاحب کا کچھ اور کلام سناؤ نواب صاحب نے فرمایا

جنت کی ہوا میں جو یکایک ہوا جولان
رہوار پری بن گیا زین تخت سلیمان
صرصر نے قدم چوم لیے اور کہا ہاں ہاں
بن بن کے ہوا خواہ ہوا بولی میں قربان
یہ کھل گئی اک جست میں سب سلسلہ بندی
نے عرض تھا نے طول نہ پستی نہ بلندی
عکس ان کا پڑا مہر درخشاں کے جبین پر
یا برق گری خرمن خورشید مبین پر
یا چھائی گھٹا نور کی افلاک برین پر
بوندوں کے عوض تاروں کا مینہ برسا زمین پر
یہ حرف لب شوکت و اقبال سے نکلا
خورشید قدم مشرق جلال سے نکلا

بیگم۔ کیا اور کہی طبیعتیں پائی تھیں (واہ واہ کرکے) بھلا ہاں بھی دو دفعہ پڑھے تھے؟ گو شرق میں خورشید کے مانند عیاں تھی ایک دفعہ یہ مرثیہ پڑھا۔ خورشید نقیبانہ لیے چوب کرن کی ان دونوں بابوؤں میں خوب گلخپ ہوئی۔ ایک نے دوسرے کو گالیاں دیں اور کندے تول تول کے رہ گئے۔ الغرض فیلبان کی جان عذاب میں تھی گر مجبوری نواب صاحب کے خوف سے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا دل ہی دلمیں گالیاں دیتا تھا دس بارہ منٹ کے عرصے میں بابو صاحبوں کا ہاتھی دور سے نظر آیا۔ چوبداروں نے دوڑ کر نواب صاحب سے عرض کیا خداوند ہاتھی آگیا اب حضور تشریف لے چلیں بیگم صاحب بہت محظوظ ہوئیں۔ اف جان میں جان آئی میں تو سمجھی تھی کہ دونوں کا شکار ہوا۔ آئے تو تھے شکار کھیلنے گر خود شکار بن گئے۔ بارے خیر گذری جب ہاتھی قریب آیا تو نواب صاحب نے پوچھا بابو صاحب خیریت تو ہے۔ ہاتھی کہاں رہ گیا تھا جواب ندارد۔ پھر دریافت کیا۔ ارے صاحب واسطے خدا کے جواب دو۔ یہ ہاتھی دیر میں کیوں آیا۔ صدائے برنخاست گول گول دیدے پھیر پھیر کر دیکھتے جاتے ہیں۔ مگر بولتے نہیں۔ نواب صاحب بے اختیار ہنس دیے

اور ثریا بیگم نے فیلبان سے دیر کی وجہ دریافت کی فیلبان بولا حضور ایک بابو صاحب نے کہا ہاتھی آہستہ آہستہ لیچلو ہمارے پیٹ کا پانی ہلتا ہے۔ دوسرا بولا تیز چلو تیز چلو۔ اب ان کی سی کروں تو وہ خفا ہو جائیں اور ان کی سی کروں تو یہ بگڑ جائیں۔ میں نے ہاتھی روک لیا اور کہا آپ دونوں صاحب آپس میں فیصلہ کر لیں بس دونوں میں ہونے لگی ایک غالب آیا دوسرا مغلوب ہو گیا۔ اتنے میں دھم کی ایک آواز آئی۔ پیچھے پھر کے دیکھتا ہوں تو ایک صاحب نیچے پڑے ہوتے ہیں۔ بیگم نے مسکرا کر پوچھا ہاتھ پاؤں تو بچ گئے منہ ہاتھ تو نہیں ٹوٹا۔ فیلبان نے کہا وہاں تو بالو پڑی تھی جھیل کا کنارہ تھا۔ مسٹر لوس سے نہ رہا گیا۔ بگڑ کر کہا او شالا تم ہمارے منہ پر جھوٹ جھوٹ سے بات بولتا ہے ایسا بولتا ہے ویسا بولتا ہے تم شالا بگیر (بغیر) اطلاع ہاتھی کو دوڑا دیے ہم تو بے گابل (غافل) کی خرابی (گابل) پڑا تھا گیر پڑا (گر پڑا) نواب صاحب نے فرمایا ہم شام کو اس کی تحقیقات کرینگے ایک تو ہم سے جھوٹ بولا۔ دوسرے اس نے یہ بے ادبی کی سزا دی جائیگی۔ یہ کہکر حکم دیا کہ ہاتھی بڑھاؤ اور آدمیوں نے اطلاع دی کہ شیر سامنے کی جھیل کے کنارے پر بیٹھا ہوا ہے بندوقیں لے لیکر روانہ ہوئے۔ ایک گل چلے نے کہا حضور یہ بائیں جانب کون جانور ہے ذرا ہوشیار رہیے دیکھا تو بنڈیلا سور بڑی بڑی اور اونچی اونچی پتاور میں بیٹھا تھا پہلے نظر آیا پھر غائب ہو گیا۔ بیگم صاحب نے بڑے غور سے دیکھا مگر نظر نہ آیا اب سب کی صلاح ہوئی کہ پتاور میں چو طرفے خالی نشانے لگائیں۔ باد ہوائی۔ تاکہ گھبرا کر نکلے۔ اور فوراً گولیوں سے گرا دیں۔ مگر نواب صاحب کے دل میں ٹھن گئی چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے ہم اس پتاور میں ضرور ہاتھی لے جائینگے ثریا بیگم ابتک تو بڑے لطف سے سیر دیکھتی تھی۔ مگر پتاور میں جانا کمال شاق گذرا۔ کہا نواب کے سر کی قسم اب ہم نہ جانے کے پتاور تلوار کی دھار سے بھی تیز ہوتی ہے۔ تم پر تو جنگل میں بھوت سوار ہو جاتا ہے کسی کی سنتے تو ہو ہی نہیں۔ ہمیں کسی اور ہاتھی پر بٹھا دو حکم دیا گیا کہ افغانی اور ان کے ساتھی اس ہاتھی پر آئیں اور بیگم صاحب اس ہاتھی پر جائیں اور ایک قادر انداز خواصی میں بیٹھے۔ ایک اور ہاتھی انکی حفاظت کے لیے ساتھ رہے۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور نواب صاحب پانچ ہاتھی لیکر پتاور میں چلے۔ جب سور نے دیکھا کہ غنیم کی فوج سامنے سے مثل سیل عظیم امڈی چلی آتی ہے تو اٹھا اور بھاگ جانے کا قصد کیا مگر ایک گل چلے نے مشاغل بجایا وہ نکلا۔ وہ نکلا۔ دوسرا بولا میں نے دم دیکھی تیسرے نے کہا میں نے پیٹھ دیکھی اور اتنے میں سور بھاگا۔ آگے آگے بنڈیلا پیچھے پیچھے ہاتھی۔ پتاور سے نکلکر نواب صاحب نے گولی چلائی۔ پھر دوسرے نے بندوق سر کی دونوں گولیاں کاری لگیں اور سور تڑپ کے جھیل کی طرف جھپٹا اتنے میں افغانی نے تیسری گولی لگائی۔ وہ چھپلتی ہوئی پڑی تو پانی میں کود پڑا اور ہاتھی نے گھیر لیا۔ گھبرا کر بھاگا تو ایک گولی اور کھائی۔ لوگ سمجھے اب کام تمام ہو گیا۔ افغانی اور ایک راجپوت ننگی تلواریں لیکر کود پڑے پہلے افغانی نے ایک تلا ہوا ہاتھ لگایا۔ سور غرا کر باہر آیا۔ آنا تھا کہ راجپوت نے دوسرا ہاتھ دیا اور بنڈیلا پھر جھیل میں چلا گیا۔ نواب صاحب کو شوق چرایا کہ اپنے ہاتھ سے قتل کریں۔ ہاتھی سے اترے شمشیر و سپر لیکر میان سے نکالی اور ساتھیوں کو جھیل کے کنارے

سے ادھر ادھر ہٹا دیا کہ بنڈیلا سمجھے سب چل دئے ہین جب سور نے دیکھا کہ میدان خالی ہی تو آہستہ آہستہ جھیل سے نکلا نواب صاحب تو کمینگاہ مین تھے ہی تاک کر اس زور سے کر بر تیغ دودم کا ہاتھ دیا کہ بنڈیلا بول گیا۔ لوگون نے چارون طرف سے واہ واہ کا طنطنہ بلند کیا۔

ایک۔ اعجاز اعجاز حضور یہ کرامت ہی واللہ کرامت ہے۔

دوسرا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ کیا تلا ہوا ہاتھ لگا یا کہ باید و شاید

تیسرا۔ بلونت اور تلوار کے دھنی ایسے ہی ہوتے ہین ایک ہی ہاتھ مین چونگ کر دیا نبوٹ سیکھے ہین نہ۔ کیا ہاتھ پڑا ہی واہ

چوتھا۔ دھوم پڑ گئی۔ دھوم پڑ گئی شہسواری مین ویسے ہی تیر اندازی مین ویسے ہی قادر اندازی مین ویسے ہی جیسے انگلی مین ثانی نہین رکھتے شاعری مین اچھے اچھے شاعرون کا قافیہ تنگ کر دیا جس نے ایک شعر سن لیا بحر حیرت مین غوطے کھانے لگا کہ ہندی اور ایسا شعر کہے گویا خاص ایرانی ہی۔

ہمت والائیم از کون و مکان بگذشتہ است
بر فضائے لامکان پرمیزند عنقائے من

عرفی کے قصیدے پر جو قصیدہ حضور نے کہا ہی وہ سننے کے قابل ہی۔

پانچوان۔ اجی اسوقت تو کمال کیا۔ اور ایک ہی ضرب مین ٹھنڈا کر دیا۔ مگر آفرین ہی اس ہمت مردانہ کو کہ سب کو ہٹا دیا اور تن تنہا فقط تلوار سے اس مہیب جانور کا مقابلہ کیا ع

آفرین باد برین ہمت مردانہ تو۔ خدا کا سایہ ہی ظل اللہ۔

نواب۔ ارے بھئی۔ دیکھتے ہو۔ برسون شکار کی نوبت نہین آتی مگر ریاض کیا ہی لڑکپن سے شکار کھیلا ہی۔ وہ بات کہان جا سکتی ہی

رفقا میان۔ خداوند حضور کے ہاتھ تلے ہوئے ہین جب قصد کیا بندوق کبھی سر ہی نہین ہوئی کہ ع قضا گفت گیر و قدر گفت دہ۔ شکار سامنے پھڑ پھڑانے لگا۔

نواب صاحب نے کہا کسی صورت سے بیگم صاحب کو یہان لاتے اور ان کو دکھاتے کہ ہم نے شکار کیا ہی مگر بتاور کے سبب سے وہ نہ آئینگی اس پر دو چار آدمیون نے جو راہ سے واقف تھے کہا حضور اب بتاور کہان۔ بتاور کب کی چھوٹ گئی ہی ہم سب جا کے ان کو دوسری راہ سے لے آئینگے مگر

بیگم صاحب کا ہاتھی آیا۔ بنڈیلے کو دیکھ کر ڈر گئین۔ اوئی اللہ یہ اس موذی سے مقابلہ کیا۔ اللہ جانتا ہی مرد ہے جان کو ذری عزیز نہین رکھتے اس عقل کے صدقے اور جو بگڑ پڑتا تو پھر کیسی ٹھہرتی نواب کی تعریف کی کہ کس جوانمردی سے اکیلے آدمی نے مقابلہ کیا اور تلوار سے مارا۔ ایسا مارا کہ بس ڈکار تک نہ لی تعریف درکنار وہ اور الٹی ہجو کرنے لگین۔ ماشاءاللہ خدا کی قسم اسطرح کا شکار آج تک کسی نے نہ کیا ہوگا۔ اتنا بڑا جانور۔ لاش تو دیکھو کہان سے کہان تک ہے۔

رفیق۔ حضور نے وہ کام کیا جو ساری دنیا مین کسی سے نہین ہو سکتا خداوند دس پانچ آدمی ملکر تو سب جانورون کا شکار کر سکتے ہین مگر ایک آدمی کا تلوار لیکر بنڈیلے سے مقابلہ کرنا خالہ جی کا گھر نہین ہی

دوسرا۔ ع۔ این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ سبحان اللہ

بیگم۔ ای ہی۔ تم اکیلے مقابلے کو گئے تھے۔ اوئی اللہ اتنے دھڑ دھڑ اُف رونگٹے کھڑے ہوئے جاتے ہین۔ اللہ جانتا ہی ہم سے کوئی کہے کہ اس وقت ہاتھی سے اتر دو۔ تو ہم ہرگز ہرگز نہ اترین یہی معلوم ہوتا ہی کہ زندہ ہی۔

نواب۔ اب تو ہماری بہادری کا یقین آیا یا اب بھی نہین اور تمہارے لیے تو جان پر کھیل جائین۔ بنڈیلا کیا مال ہی شیر ہو تو کیا پروا ہی

اس لالہ رو کو دیکھ کے بھولا ہے عشق گل
بے رنگ ہے عنادل گلزار کا مزاج

بیگم۔ تمھاری بہادری کا سب سے زیادہ ثبوت یہی ہے کہ تم نے میرے دل کو فتح کر لیا اب اس سے زیادہ اور کیا ہوگا اور اس محبت کے سبب سے دو دن سے تمھارے ساتھ جنگل مین سختیان سہتی ہون ورنہ کجا مین اور کجا جنگل۔

نواب۔ سچ ہے۔ واللہ سچ ہے اس مین ذرا شک نہین ہے۔

نازکون سے کبھی کہین اٹھتا ہے بار سختی
بارش ژالہ کو گلہاے سمن کیا روکین

نازک بدنون سے کہین شکار کی سختی اٹھتی ہے۔ ای توبہ۔ کیا مجال۔ مگر محبت عجیب شے ہے ہم تم پر فدا تم ہم پر فدا۔ ہم عاشق شوریدہ سر تم معشوق پری پیکر۔

یہان سے پھر شکار کے لیے روانہ ہوے۔ اب بیگم اور نواب صاحب ایک ہی ہاتھی پر متمکن تھے۔ یہان سے اس جھیل کی طرف گئے جہان پر شیر سو رہا تھا بنڈیلہ کا شکار تو جملہ معترضہ تھا جھیل کے قریب پہونچے اور آدمیون کو حکم دیا کہ شیر کی تلاش کرین۔ کہا حضور اسی مقام پر لیٹا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ پانون کی آہٹ پا کر چلا گیا اتنے مین ہاتھی اور زور سے زمین پر پانون ٹیکنے لگا۔ افغانی۔ شیر ارد گرد ہے۔ ورنہ فیل اپنے پانون کو زمین پر دے نہ مارتا اب ہوشیار رہنا چاہیے۔ یہان جھاڑیان کثرت سے ہین اور درختون کے سایے کے سبب سے تاریکی بدرجۂ کمال ہے عجب نہین کہ ظلمات یہی ہو۔

گل چلا۔ شیر یہان سے بیس قدم پر ہے بس کہہ دیا ہم نے۔

شکاری۔ حضور بس ہر دم یہی سمجھیے کہ اب نکلا اور اب نکلا آیا ہی چاہتا ہے۔ کاشی سنگھ ہاتھی پر آ جاؤ۔ دلآرام سے بھی کہو کہ بہت نہ بڑھین

کاشی۔ ہونہہ! شہر کے سنئی (شہر کے آدمی) نیولا دیکھے ڈر جائین ہم کا تہ بیر سکہادت ہین وہ سیر تو ہم سوا سیر۔

نواب۔ یہ آج ڈر ین اچھا نہین کاشی سنگھ آ جاؤ۔ دلآرام ٹھہرو خواصی مین بیٹھ لو۔ یا کسی اور ہاتھی پر چلے جاؤ۔ مانو کہنا۔

دلآرام۔ ہجور۔ چار برس کی عمر سے باگ سارے کر مارت ہون۔ ہم تو ہی جنگل کی پیدائش ہے کہا جاے سسر کہا جائے۔

بیگم۔ اے ہے بڑے ڈھیٹ ہین۔ نواب تم اپنا ہاتھی سب ہاتھیون کے بیچ مین رکھو۔ ہمارے کلیجے کی دھڑکن تو دیکھو (سینہ صافی پر نواب صاحب نے ہاتھ رکھ کر اور کلیجے کی طرف اشارہ کر کے) دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ کر رہا ہے۔

نواب۔ اوہ دو دن مین بھی بھڑک نہ گئی۔ اتنے گل چلے اور قادر انداز شکاری ساتھ ہین۔ شیر کیا کوئی موت ہے

اب سنیے کہ اتفاق سے ایک گل چلے نے شیر دیکھ لیا جھاڑی مین ایک درخت کے تنے کے پاس چت سو رہا تھا۔ انھون نے کسی سے کچھ کہا نہ سنا آو دیکھا نہ تاؤ بندوق داغ ہی تو دی گولی پیٹھ پر پڑی۔ شیر آگ ہو گیا اور غراتا ہوا لپکا تو کھلبلی مچ گئی آتے ہی کاشی سنگھ کو ایک تھپڑ دیا اور سنگھ جی بیٹھ گئے۔ دوسرا تھپڑ دینے ہی کو تھا کہ کاشی سنگھ سنبھلا اور سنبھل کر تلوار لگائی تلوار داہنے ہاتھ پر پڑی تلوار کھانا تھا کہ آگ بھبھوکا ہو گیا بلا کی طرح ہاتھی کی طرف جھپٹا کاشی سنگھ کے امکان مین تھا کہ کسی ہاتھی پر سوار ہو جاتا مگر مارے خوف کے ایسا بدحواس ہوا کہ تھر تھر کانپنے لگا۔ شیر نے آتے ہی نواب صاحب کے ہاتھی کے دونون کان پکڑے ہاتھی نے ٹھوکر دی تو شیر پانچ چھ قدم پر گرا۔ ادھر ہاتھی ادھر شیر گرجا اور بابو صاحبون نے دہائی دینا شروع کی۔

بوس۔ ارے ہمارا نانی مر گیا۔ ہمارا جان جاتا ہے ارے! باہمتہ

کال (کل) ہی سے روتے تھے کہ ہم شیکار (شکار) کو نہین جائینگے۔

گھونس۔ اور اچھوت تم شیر کو روک لیگا بندوق سے۔

یوس۔ ول ہم اگر نیچے ہوتا تو جرور (ضرور) روک لیتا۔

گھونس۔ آنکھ بند کرلو مہاشائی شیر سے آنکھ نہین ملاتے اچھا

اب سُنئے کہ شیر اس زور سے ڈکارا کہ دو ہاتھی نوک دُم بھاگے اور بہت زور زور سے زمین پر پانون مارے بابو کا ہاتھی ڈٹا کھڑا تھا اس پر یوس نے رو کر کہا او شالا ہمارا ہاتی۔ ارے تم کس ماپھک بھاگتے نہین۔ اور تھا ماجائی لوگ بھاگے جاتا ہی تم کیون نہین بھاگے۔ گھونس نے کہا آنکھ بند رکھو مہاشائی آنکھ بند کرلے۔ شیر نے جھپٹ کر نواب صاحب کے ہاتھی کی مستک پر ایک ہاتھ دیا تو گوشت کھینچ آیا۔ اور ہاتھی بلبلا اُٹھا نواب صاحب کے ہاتھ پانون پھول گئے۔ ایک گل چلا خواصی سے گر پڑا اور ہاتھی بھاگا مگر شیر نے پھر تھپیڑ دیا۔ اتنے مین ایک چوکیدار نے دور سے گولی چلائی اتفاق سے وہ گولی خالی گئی دوسرے گل چلنے والے نے بندوق سر کی پھر گولی توڑ کے باہر نکل گئی اور شیر گرا۔ مگر نواب صاحب ایسے بدحواس تھے کہ اب تک گولی نہ چلائی۔

لوگ سمجھے کہ شیر اب مر گیا مگر غلطی تھی۔ کاشی سنگھ کو ایک ہاتھی پر لاد کر بھیج دیا تھا کہ سیدھے ڈاکٹر خانے جائین اور شیر سامنے پڑا تھا دو آدمی آہستہ آہستہ قریب گئے۔ کہا حضور اب اسمین جان نہین ہی مر گیا۔ نواب صاحب ہاتھی سے اُترتے ہی کو تھے کہ شیر گر جکر اُٹھا اور ایک چوکیدار کو جو بالکل قریب کھڑا تھا چبا کے بیٹھ گیا اور چو طرفہ ہڑ بچا۔ لینا لینا۔ کوئی بندوق چھتیا تا ہی کوئی للکارتا ہی۔ کوئی کہتا ہی تلوار لے کے دس بارہ آدمی پہونچ جاؤ۔ اب شیر اُٹھ نہین سکتا۔

نواب۔ کیا کوئی گولی نہین لگا سکتا۔

ایک۔ حضور شیر کے ساتھ آدمی کی بھی جان جائیگی۔

نواب۔ پٹھان کہان ہین۔ کابلی تم تو اپنی قدر اندازی کی بڑی تعریف کرتے تھے اب اُستادی کہان گئی۔ لگاؤ گولی۔

پٹھان۔ حضور۔ اسی دم۔ ابھی ابھی۔

یہ کہکر افغانی نے بندوق فیر کی۔ گولی پیٹھ کو چھوتی ہوئی نکل گئی اور شیر گر جا۔ اُنھون نے ایک اور گولی لگائی اُس نے شیر کا کام تمام کر دیا مگر یہ گولی اس اُستادی سے چلائی تھی کہ چوکیدار پر آنچ نہ آنے پائی۔ کل حاضرین نے تعریف کی۔ شیر او پر اور چوکیدار نیچے سات آدمی تلوارین لیکر جھپٹے اور شیر پر وار کرنے لگے جب خوب یقین کامل ہو گیا کہ شیر مر گیا تو لاش کو ہٹا دیا۔ دیکھا کہ چوکیدار نزع کی حالت مین ہی۔

افغانی۔ حضور اس کا کام تو شیر نے تمام کر دیا۔

لالہ۔ سانس چلتی ہی۔ مگر وہ ہی ایک گھڑی کا مہمان ہی۔

نواب۔ غضب ہو گیا یارو۔ ہاے افسوس۔

بیگم۔ (کانپتی ہوئی) ہاتھی یہان سے ہٹا لے چلو ایسا نہ ہو۔ بھنا بن کے جھٹے کہتے تھے کہ شکار کو نہ چلو نہ چلو تم نے میرا کہا نہ مانا جان کی جان گئی اسکی اور عذاب کا عذاب ہوا۔

نواب صاحب نے کہا ہاتھی بٹھاؤ ہم اُتر ینگے مگر بیگم صاحب نے اصرار کیا کہ ہم نہ جانے دینگے اُنھون نے کہا بیگم تم تو ہمکو بالکل ڈرپوک ہی بنایا چاہتی ہو۔ کیا سبب کیا کہ ہم اسوقت ہاتھی پر سوار ہین ہم کو جانے دو۔ اُنھون نے کوشش کی کہ کود پڑین مگر معشوق گلعذار نے گردن مین ہاتھ ڈالکر کہا۔ جائیے بسم اللہ جائیے۔ اب یا تو ہم تم دونون گرینگے یا ہمین یہ جھنگے۔

نواب نامدار دل مین کمال مسرور ہوئے کہ اس بت شیرین حرکات کو ہم سے اسدرجہ محبت ہے۔ آدمیون کو حکم دیا کہ اگر کوئی بید حکیم

لے تو فوراً لاؤ۔ انھون نے کہا خداوند کس کے لیئے لائین
اس مین اب باقی کیا ہی سہم کے مرگیا ہوگا غضب خدا کا اتنا بڑا
اور خونخوار شیر اتنے عرصے تک چھاپے بیٹھا رہا گھٹ گھٹ کے
مرگیا ہوگا بھلا اسقدر دیر تک کہین زندہ رہ سکتا ہی۔
یہ باتین ہو تی ہی تھین کہ اُس نے آنکھین پھیر دین اور
دم توڑا ثریا بیگم نے مارے ڈر کے لاش پر نظر نہین ڈالی اور
نواب صاحب مصلحتاً ہاتھی کو وہان سے دور لے گئے خدام
کو حکم دیا کہ فوراً تجہیز و تکفین کرو۔ اور فیلبان سے کہا بس
اب شکار ہو چکا۔ ہاتھی پھیر دو۔ چار ہاتھی ایکے ہمراہ گئے ہاتھی بیچ
بیگم۔ اب پھر کبھی شکار کو آؤ گے۔ ایک آدمی کی جان لی نہ
نواب۔ سبحان اللہ ہم نے جان لی اور جو ہمین کو شیر مار ڈالتا
بیگم۔ (ہاتھ جھٹک کر) کیا منحوس باتین زبان سے نکالتے ہو واہ
ہزار بار کہہ دیا ع مزن فال بد کاورد حال بد۔ جب دیکھا اپنے
آپ کو کوسا کرتے ہین۔ اس سے خدا اور خدا کا رسول برا مانتا ہے
نواب۔ تم عورتون کے مزاج مین بڑا شک ہوتا ہی اور
ضعیف الاعتقادی تو کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہی۔ لاحول لاقوۃ
خیمے مین پہونچکر نواب صاحب نے ہاتھ منہ دھویا۔ بیگم صاحب
نے تھوڑی دیر ٹھہر کر حمام کیا اور لباس فاخرہ بدل کر نکھر کر
سامنے آئین اور کہا ایک بات مان لو تو ایک بوسہ دیتے ہین
نواب نے کہا خدا کی قسم اگر اسوقت خوشی سے بوسہ دو اور
لو تو جان حاضر ہی جو کہو منظور قول دیا۔ بوسہ لیکر بیگم صاحب نے
کہا قسم کھاؤ کہ آج سے شکار نہ کھیلین گے اگر کھیلین تو آج
نواب صاحب فرط طرب سے یہ اشعار زبان پر لائے۔

للہ رنگ کہ سر کوہسار لال ہوا	عروس لالہ کو طاؤس دولھا جانا
ہوا کو عطر لگا اور سنگ کو گل کھلا ہوگا	وہ ماہ مالک عمرہ دو سال ہوا

بیگم صاحب نے پھر شوخی سے کہا اللہ گواہ ہی اگر تمنے قول پورا
نہ کیا ہے تو ہم ایک دم بھر بھی نہ بنے گی۔ نواب صاحب نے دست
نازک چوم کر فرمایا۔ کیا مجال قول جان کیساتھ ہی ایسی تیسی
بھلا جو وعدہ کیا وہ کیا اب چاہی جان جائے بات نہ جائیگی
بیگم۔ امید تو ایسی ہی آگے خدا جانے۔
نواب۔ دیکھ لیا آزما لیا۔
راتون رات نواب صاحب اپنے گھر پہونچے۔

ثریا بیگم اور فیروزہ

بدہ ساقی آن مے شیرین گوار	کہ شیرین بود بادہ از دست یار
بدہ ساقی آن جوہر روح را	دوائے دل ریش مجروح را
سبک باش و رطل گرانم بدہ	وگر خاش نتوان نہانم بدہ
بیا ساقی آن مے کہ شاہی دہد	بپاکی او دل گواہی دہد
چو سترکنی از مے بیغشت	بمستی سرایم سرود خوشت

صبح کا سہانا سمان۔ باد نوروزی عنبر سرشت مشک افشان
غنچے مسکرا رہے تھے۔ گل کھلکھلاتے تھے۔ عنادل سیہ مست و
غزلخوان۔ فاختہ دستک زنان چمن مین رقص طاؤسان نگین
پر و بال۔ گلاب کے کٹورے بادۂ شبنم سے بالا مال۔ اس بہار
مین عاشق و معشوق نوجوان ہاتھ مین ہاتھ دیئے سیر گلگشت
چمن مین مشغول تماشائے نسرین و نسترن تھے۔ ریحان و ضمیران سے
تختۂ باغ لہلہاتا تھا غنچۂ دل کھلا جاتا تھا۔ نگار گلرخسار دلکش
شاہان فرخار ثریا بیگم شوخ اسوقت اپنے جوبن پر آپ اتراتی
تھین فرط مستی سے جھوم جھوم کے قدم رکھتی تھین۔ سرو شمشاد
کو خرام ناز سے شرماتی تھین۔ نواب سکندر صولت خاقان منزلت
ستارہ سپاہ ثریا جاہ رئیس کجکلاہ اپنے طالع فرخ پر ناز کرتے تھے کہ
ایسی زن حسین معشوقہ زہرہ جبین ہاتھ آئی چاندسی بیوی بانی

ثریا بیگم سینۂ بلورین تان کر جھک جھک کر باتین کرتی تھین کبھی ہنسکر نواب نامار کے دل فگار پر بجلی گرائی کبھی گردش چشم سے آفت ڈھائی ۔

نگاہت رنگ مستی بر در میخانہ ریزد
باندازے کہ صہبا از لب پیمانہ ریزد

بیگم صاحب کو خوق چرایا گگا نا سنین ۔ کہا اسوقت چمن بھی ہے بہار بھی ہے لطف بھی ہے قبل مین نگار بھی ہی مگر مغنی کے بغیر لطف نہین بھیرو ین اٹھے تو بڑی کیفیت ہو ۔ برسون سے کسی خوش الحان کو گاتے نہین سُنا ۔ نواب صاحب نے اسی دم حکم دیا اور خدام باسلیقہ و باادب قوال بار بخشاد کو بلا لائے دست بستہ عرض کیا کہ خداداد خان صاحب حاضر ہین اور اُن کے دو شاگرد بھی آئے ہین اور خوب گاتے ہین ۔

مغنی بزن چنگ بر ارغنون ۔ ببر از دلم فکر دنیائے دون
مغنی کجائی بگلبانگ رود ۔ بیاد آور آن خسروانی سرود
مغنی کجائی کہ وقت گل است ۔ ز بلبل چمن پر ز غلغل است
مغنی کجائی کہ لطفے کنی ۔ زرے آتشے در دلم افگنی
مغنی بیا ہو درا ساز کن ۔ ز آئین نوائے نو آغاز کن

قوال خوش گلو نے بھیرو ین شروع کی اب ملاحظہ فرمایئے کہ نور کا تڑکا صبح کی نشست ۔ اور باغ بھی کیسا پھولا پھلا ہرا بھرا گلون کی بو باس چشمہ تختہ بلورین سا زسکت ساک بہار آگین

عید است و موسم گل ساقی بیار بادہ
ہنگام گل کہ دیدست بے مے قدح نہادہ

مطرب نے یہ عاشقانہ غزل گائی جس سے سامعین کی روح وجد مین آئی ۔ سندہ بھیرو ین سننے کے لائق ہی

وصل کی شب ہو چکی رخصت قمر ہونے لگا

آفتاب روز محشر جلوہ گر ہونے لگا

بار صندل سے عرق آیا جبین یار پر
بوسے زلف عنبرین سے درد سر ہونے لگا

رات بھر مردہ پڑا رکھا مسیحا نے مرا
قسم باذنی جب کہا وقت سحر ہونے لگا

ایک دو دم ہون مسیحا دم کے دم آخر تو آ
جانب ملک عدم دم کا سفر ہونے لگا

پاس رہتا تھا شہیدی جب تھا اتنا خیال
بعد مرنے کے محبت کا اثر ہونے لگا

ثریا بیگم کو اس دھن نے ایسا مست کر دیا کہ پھر فرمایش کی اور کہا کوئی اور چیز کہیے نواب صاحب بھی بدرجۂ غائت محظوظ و مسرور ہوئے اور رانغانی نے تعریف کے پل باندھ دیے حضور خان صاحب کا کیا کہنا استاد ہین ۔

بیگم صاحب نے فرمایش کی ۔ اب کی کوئی ٹھمری ۔ کہو ۔ قوال نے یہ ٹھمری چھیڑی ۔ جو نبوا ہو جارو نادیو ساتھ جو بن لُوٹ جات سب ہی کہ مورت رے سکرو کوئی نہ پوچھے بات جو نبوا جارو نادیو ساتھ ۔

رفیق ۔ نور کا گلا ہے ۔ استاد ہین ۔ استاد بے بدل ۔

مصاحب ۔ آواز کیا ہے گھنگرو ہی ۔ گلا جیسے اصیل گھوڑا جدھر چاہو باگ پھیر دو ۔ سبک عنان ۔ ہر دم آواز قابو مین

ایک شاگرد ۔ تان کتنی سُر مین ہین ۔ اور تیاری ماشاءاللہ سے کیسی اچھی گوالیار سے ایک استاد آئے تھے کہنے لگے بعض اوقات آ ہی گئی بھی معلوم نہین ہوتی ۔

دوسرا ۔ بس دم غنیمت ہے استاد کا ۔ اگلے استادون کی روح کو زندہ کر دیتے ہین اور اب ہے کون ۔ حق تعالیٰ تم کو صد و سی سال کی عمر عطا کرے

رفیق۔ خداوند اس شہر کی ناک ہیں ہمارے خان صاحب انکے بعد قوالی کا چراغ گل ہو جائے گا اب کوئی اور نظر نہیں آتا بھیرویں کے سروں سے کمرہ بھر دیا۔

خانصاحب۔ میں کس قابل ہوں۔ یہ آپ ہی لوگوں کی عنایت ہے جو کچھ گا لیتا ہوں گانا بہت مشکل امر ہے علم موسیقی دریائے ناپیدا کنار ہے۔

نواب۔ بہت اچھے ہو۔ اور حق تو یوں ہے کہ یہ راگنی اپنا رنگ لے ہی جاتی ہے اور پھر استاد کی زبانی ہو تو سبحان اللہ جیسے سونے میں سہاگا

خانصاحب۔ حضور قدردانی شرط ہے ایک صاحب نے جھنجھوٹی کی فرمایش کی میں نے کہا اچھا۔ گایا بس خداوند وجد کرنے لگے اسی دم پانچ سو کی اشرفیاں اور دو تھان گلبدن کا اور ایک تھان چوٹے کا انعام دیا اور ایک پشمینے تک لٹکایا۔ چلتے وقت سو روپے نقد دیے اور ایک انگوٹھی اور اپنے ملک کی رسم کے مطابق کچھ اور بھی دیا

ثریا بیگم۔ کتنی نشیلی سریلی آواز ہے جیسے راگ والی راگنی ہاتھ باندھے کھڑی ہے۔ گانا یہ کہ مست کر دے اور آدمی وجد کرنے لگے۔

نواب۔ شکر ہے کہ حضور کو پسند آیا آج اس ملک میں انکا ثانی نہیں ہے خانصاحب ہزار غنیمت ہوئے اللہ غنیمت ہو۔ بس ایک تم دوسرے حسن خان سو وہ تو اس قابل نہیں ہے کہ کسی کے یہاں گائیں مگر معلومات اچھی ہے تحقیقات میں شک نہیں تان رس خان سے ہمارے خانصاحب ہی نے مقابلہ کیا تھا۔

خانصاحب۔ حضور تو کبھی یاد ہی نہیں کرتے۔ بڑا تعجب ہے۔

نواب۔ آپ تو کبھی آتے ہی نہیں اور ادھر سے روز نئے جاتے ہو۔ کبھی کبھی آیا کرو۔ دو گھڑی دل لگی ہی رہے۔ ناچ رنگ کا لطف اٹھے

خانصاحب۔ حضور ہیں تو آپکے غلام تک بلائیں تو فوراً حاضر ہوں مگر بن بلائے کہیں جانا اپنی وضع کے خلاف ہے۔ تھوڑی سی عزت کو میں بہت عزیز رکھتا ہوں۔ دو سرکاروں سے کچھ ملتا ہے اور اِدھر اُدھر کسی رئیس نے بلا لیا۔ ورنہ میں تو کہیں جاتا ہوں نہ آتا ہوں۔ جائے کہاں اور ملے کس سے حضور کے سے دو چار رئیس امیر ہیں انھیں سے کھانے بھر کو ملتا جاتا ہے اب گانے کا شوق کسے ہے سنے تو یہ۔

بیگم صاحب نے کہا اب یہ باتیں تو ہوا ہی کریں گی کوئی پھڑکتی ہوئی غزل سناؤ۔ خانصاحب نے کہا بہت اچھا۔ بہت اچھا۔ جو غزل فرمائیے (شاگردوں سے) چھیڑے جاؤ۔

شب غم بھی آخر بسر ہو گئی
تڑپتے تڑپتے سحر ہو گئی
جو اس بت کی ترچھی نظر ہو گئی
تو دنیا اِدھر کی اُدھر ہو گئی
بگڑ کر شب وصل کروٹ جو لی
مناتے مناتے سحر ہو گئی
حسینوں کی کیا بات کا اعتبار
کدھر تھی طبیعت کدھر ہو گئی
لپیٹے جو چوٹی میں پھولوں کے ہار
نزاکت سے دوہری کمر ہو گئی
ہوئے بال غفلت میں سر کے سفید
اٹھو نور جا گو سحر ہو گئی

بیگم۔ کیا غزل ہے۔ اللہ جانتا ہے پھڑکتی ہوئی غزل اسی کو کہتے ہیں

لپیٹے جو چوٹی میں پھولوں کے ہار
نزاکت سے دوہری کمر ہو گئی

نواب۔ ایسی آج تک دیکھنے میں نہیں آئی کہ کمر پھولوں کے ہار سے لچکنے لگے شعروں میں البتہ سنا کرتے ہیں مگر بعض بعض نازک کمر ہم نے ایسی دیکھی ہیں کہ بیان سے باہر۔

بیگم۔ اے تم نے دیکھا کیا ہے ابھی گھر سے باہر تو نکلے نہیں ذرا سفر کرو سیاحی کرو تو دنیا کا حال معلوم ہو۔ شکار کھیلنے سے کہیں عقل آتی ہے

نواب۔ ع۔ بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے۔ سفر مقدم ہے۔

بیگم۔ اچھا اب نکاح کے بعد چلو کسی سمت چلیں۔ کلکتے چلو۔

نواب۔ نہیں قصد ہے کہ حج کو جائیں سفر کا سفر اور ثواب کا ثواب مگر

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

بیگم ۔ لے لو اور سنو ۔ کجا وہ گرما گرمی کجا یہ سرد مہری کہاں تو سفر کو چلتے تھے کہاں زیارت کا شوق ہوا ۔ خیر یہ تو اچھی بات تھی مگر گھڑی گھڑی گرگٹ کے سے رنگ بدلتے ہو ۔ آدمی کیا ہے دھوپ چھاں ہے

جب قوال کو رخصت کیا اور تخلیے کی صحبت ہوئی تو نواب صاحب نے اپنی معشوقہ عابد فریب کہا ۔ ایک بات پوچھیں مگر شرط یہ ہے کہ سچ سچ بتاؤ قسم کھاؤ کہ سچ بتاؤ گے بیگم صاحب کسقدر کج ادائی کیساتھ بولیں قسم کھانے سے کیا فائدہ اگر سچ بولنے کا خیال ہے تو یون بھی بولینگے ورنہ ایک نہین ہزار بار قسم کھائین تو کیا ہوتا ہے

نواب ۔ بھلا کبھی ایسا پانی بھی پیا ہے جو آگ کا خواص رکھتا ہو دیکھو تول ہار چکی ہو سچ سچ بتاؤ ۔ راست راست بلا کم و کاست

بیگم ۔ ایسے پانی پر ہم لعنت بھیجتے ہین اور جو پیے اسکو کچھ کہتے ہین یہی بات تو ہے ایک آنکھ نہین بھاتی چاہے اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے یہ ممکن نہین کہ ہم اس بات کو جائز اور روا رکھین ۔

نواب ۔ ملے ہاے بیگم خدا جانتا ہے تم نے ابھی دیکھی ہی نہین ۔ سونگھی ہی نہین دیکھنے مین یاقوت زمرد موتی کا رنگ اور سونگھنے مین مشک اذفر اور عود اور عنبر کی بو سے خوشتر و پینے مین گلاب اور قند سے زیادہ خوشگوار و خوش ذائقہ ۔ چاہے دو چند پی جائے مگر سرخوش و تر دماغ ہی رہے ممکن کیا کہ سیہ مست ہو سکے ۔ بڑے بڑے صوفیان صافی طینت اور شعراے گرانمایہ دخت رز کے شائق تھے تعریف کے پل باندھے ہین ۔ ؎

اعجاز بادہ بین کہ مسیحا بصد نیاز	تعلیم قم قم از لب مینا گرفتہ است

دیکھو کسقدر بڑھا دیا مسیحا نے قم قم صراحی سے سیکھا ہے اللہ اللہ اور بو علی سینا تک اسکی تعریف کر گیا ہے ۔ اس سے بڑھ کے اور کون حکیم حاذق تھا مسیحاے ثانی نے شراب کی تعریف کی ۔

امتحان کن تا ببینی قدرت پیر مغان	کا دمی سازد بیک پیمانہ مشت خاک را

بیگم ۔ خیر آپ کو اسکا یاقوتی اور زمردی رنگ اور سوندھا سوندھا بو اور مستی مبارک مین درگذری دور ہی سے سلام ہے اسمین دختر رز ہو یا بنت العنب ہو ۔ ترکی دیا کرو ۔ لعنت بہر دو ۔

نواب ۔ تمہیں بسلم کے کہتا ہوں کہ ہماے شکستہ کی مومیائی ہے درد دل کی دوائی ہے اسوقت الفاظ کی غلطی کی سند نہین ۔ نام زبان پر آیا اور درست ہو گیا ۔ اسکی لپٹ آ پڑے جام جمشید ہے گلگونہ چہرہ خورشید ہے عندلیب مزاجان گلشن عشق سے کوئی اسکی تعریف پوچھے اور رندان قلندر مشرب کی زبان سے کوئی اسکے اوصاف بیحد و لاتعد سنے ۔ رنگ بدن کو سرخ کرے قوت دل جگر تیزی زبان و بصر روانی دست و پا تحریک آلات و قوا خفت اعضا و اندام ازالہ آلام و اسقام ۔ تجویز ہضم ۔ و تلطیف سودا تکثیر ارواح و تقویت اجساد ۔ ؎

ساقی دمید صبح قدح پر شراب کن	از روے لطف حرمت ربط با کباب کن
زان پیشتر کہ یاسمن صبح بشگفد	خود را ایک پیالہ گل آفتاب کن

بیگم ۔ حشر کے دن ساری قلعی کھل جائیگی بہت بڑھ بڑھ کے باتین بناتے ہو وہان یہ زبان جو کترنی کی طرح چلتی ہے نہ چلیگی وہان بھی دن کسی انیلے کو پھانسو ۔ بندی ان بھپاردن مین نہ آنے کی ۔

نواب ۔ بخت جوان کی یاری اور طالع فرخ کی مددگاری سے ایک جوان اور غنچہ دہان ہاتھ آئی ہے اگر خواستہ خدا ہے تو ایک روز وہ رند بے خبر رہا ہوگا ۔ انشاء اللہ ۔

فردا شراب کوثر و حور از براے ماست	امروز نیز دلبر مہ رو و جام مے

ترایا بیگم کی چمک تک ستم ڈھاتی ہے گلشن کا دوپٹہ ہلکا دھانی اچھا آڑی پیل کا دامانی سرخ بوٹے دار اطلس کا پاجامہ سر کے چھپکے سے بانکپن برستا تھا ۔ دست حنائی بوسہ زیب ملانگ نظر فریب ۔

زساعد پنجۂ رنگین نمودار — چو شاخ گل کہ آرد غنچہ ہا بار
پنجہ در پنجۂ جانان کردہ — شوخی رنگ حنا را دیدہ

نواب صاحب کی ایک مطبوعہ خادمہ نوجوان حسین اور ثریا بیگم مین باتین ہونے لگین اُسکا نام فیروزہ تھا۔
فیروزہ۔ یہ کیا باتین ہو رہی ہین۔ کیون بہن! اور کسو بات مین خدا کا خوف نہین۔ ایک موئے کھانے پانی ہی مین ڈر پڑا ہوا ہی جوانی مین بھلا مین سوجھتا جب بوڑھی ہو گی تو بہ بلینا
بیگم۔ تم نے زبی ہو گی بہن۔ بھلا بو باس کیسی ہو تی ہی۔
فیروزہ۔ ہمارے نزدیک کان مین بسایئے تو گندھی اور نشہ پیئے تو شراب او رنکاح کرے تو بھبہ کی بات کو یہ ایسی بو باس ہو تی ہی کہ لبس سونگھنے اور پینے سے تعلق ہی۔
بیگم۔ اچھا جیسی خوشبو ہمارے ڈوپٹے مین آ رہی ہی ویسی ہو تی ہی
فیروزہ۔ حضور نے فتنہ کا عطر لگایا ہی۔ یہ فتنہ ڈھائے گا۔
نواب۔ یہ اطلس کا پائجامہ کیسے جوبن پر ہی۔ عورت کیا اندر کے اکھاڑے کی پری ہی۔ جان کی آفت صبر کی دشمن ہے خدا کی قدرت ہے یا جوبن ہی۔

جو گل شگفتہ بصد آب رنگ می آئی
ز سنگ شہر آئنہ یا از فرنگ می آئی

فیروزہ۔ اب خدا کی رات پرسون ہی نہ (نواب کی طرف) ہان پرسون ہی۔ ہم کچھ کہین گے گر ہماری بات ماننی پڑیگی نہ مانو گے تو ہم کو بڑا رنج ہو گا۔
بیگم۔ تم ڈھیٹ بہت معلوم ہو تی ہو اور نواب صاحب کی آنکھ پڑ تی ہی جبھی بہین کرتی ہو انسے کچھ رشتہ ناتا بھی ہی یا یون ہی کبھی کبھی آ جاتی ہو
فیروزہ۔ آئین! اے واہ نواب رنگ لائی گلہری! اری مین بیاہتا ہون جوانی کا عالم ہی جوبن کی مہ مین بھری ہون جوانی ابلی پڑ تی ہی

پھر میان کی مطبوع طبع نہ ہون کیا معنی اور اللہ کی عنایت سے صاحب تمیز اور خوش سلیقہ ہون۔
بیگم۔ ٹکی پڑے ایسی جوانی کو۔ کوئی باتین تو سنے۔ بیحیائی بھی تو کتنی آخر کچھ انتہا بھی ہی۔ توبہ توبہ۔
فیروزہ لگین اکھل کھرے پن کی باتین کرنے۔ واہ واہ واہ۔
نواب۔ یہ کیا دانتا کلکل لگائی ہی ہنسی ل لگی کی باتین کرو
فیروزہ۔ تکلف برطرف (ثریا بیگم کے زانو سے سین پر سر رکھ لیا اور گانے لگین۔)

بہار آئی ہی بھر دے بادۂ گلگون سے پیمانہ
بادۂ گلگون سے پیمانہ پیمانہ
رہے لاکھون برس ساقی ترا آباد میخانہ
ترا آباد میخانہ۔ ۔ ۔ ۔
گذر یارب گلستان مین ہوا ہی کس شرابی کا
کہ شاخین جھومتی ہین نالۂ بلبل ہی مستانہ
بہار آئی ہی بھر دے بادۂ گلگون سے پیمانہ
بھر دے بادۂ گلگون سے پیمانہ

بیگم۔ آواز تو اچھی پائی ہی۔ مگر گانا تم نے سیکھا کس شخص سے ہی
فیروزہ۔ اپنی بہنون سے۔ امان جان سے پھوپھی امان سے اور کس سے۔
بیگم۔ (مسکراتی ہوئی) اِین! واللہ کی عنایت سے گھر بھر کی گانے مین مشاق ہین۔ نگوڑی میسواؤن کو بھی مات کیا۔ مکان کہان ہی بہن تمھارا۔
فیروزہ۔ ہمارا مکان مشہور ہی بیا بانی کی گلی سنی ہو وہی
بیگم۔ ماری ہی! وہان تو ڈومنیان رہتی ہین مشہور ڈومنیان ہین
فیروزہ۔ ہمارا مکان بھی وہین ہی۔ ڈومنی تو ہم ہین ہی۔

بیگم صاحب نے کہا بس سر ہمارے زانو سے ہٹاؤ۔ نواب جانتو جنت کی قسم ایک لمحہ (لحظہ) بھی تمہارے ہاں رہنے کی روادار نہیں ہوں بنگوا دو نفس ہم اپنی بہن کے ہاں جائیں گے یہ موئی نگوڑی تو میناں اور ہمیں بہن کہیں درگا نہیں۔ زانو پر سر رکھکر سوئیں۔ تم کو پیاری ہوں تو ہوں۔ تم ان کے ہاتھ کی جوتیاں کھاؤ۔ ہم ایڑی چوٹی پر ان ایسیوں کو صدقے کرتے ہیں یہ بھی اتنی ہوئیں اللہ تیری قدرت۔

فیروزہ۔ معاف کیجیے حضور۔

بیگم۔ بس چلو الگ۔

نواب۔ قصور ہوا۔

بیگم۔ افسوس افسوس۔

خوجی خم ٹھوک رہے ہیں

درخت کے سائے میں ایک بونا اسیروں کا کھلونا اکڑ اکڑ کر ٹہل رہا ہے اور ادھر اُدھر دیکھکر سسکار رہا ہے۔ ہمارے ناظرین اس قیدی کو سمجھ گئے ہونگے کہ یہ کون ہے اگر ہمارے پاس قرولی ہوتی تو بھونک دیتے۔ ہائے تیرے قیدی کی مردود آج بونا بن کے آیا ہے اور ہم پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ بہروپیا ہے۔ ناظرین کو اسقدر ضرور یاد ہوگا کہ آزاد کو گرفتار کر کے مس کلیریسا اس مقام پر لائیں جہاں سوار تھے۔

اسکے بعد کا حال اب سنئے۔ خوجی نے جو آزاد کی گرفتاری کی خبر پائی تو تلملانے لگے سواروں نے انکو رہا کر دیا انکو اسوقت خوجی کی گرفتاری کا خیال نہ تھا جب خود آزاد مل گئے تو خوجی کس کھیت کی مولی ہیں۔ جب سوار آزاد کو گرفتار کر لائے تو خوجی روتے سر پیٹتے ہوئے انکے دیکھنے کو گئے تو کھلکھلا کر ہنس پڑے یہ کھیل ہنسی کیسی۔ خوجی نے غور سے دیکھا تو آزاد کا پتہ نہیں سمجھے کہ ان لوگوں نے غلطی کھائی یا کسی بیگناہ کو آزاد کے دھوکے میں پکڑ لائے فرط مسرت سے ادھر اُدھر بغلیں بجاتے تھے۔ مارے خوشی کے جامے میں پھولے نہیں سماتے تھے۔ ایک رسس ہیڈا کے قریب جاکر کہا اچھا جھانسا دیا۔ کلیریسا کے کان میں کہا ان جنگلو قیدیوں کو خوب بنایا۔ الو ہی رہے۔ مگر خواجہ بدیع پہچان گیا تھا کہ یہ قیدی ہی آزاد اور کسی کے پنجے میں پھنسے۔ توبہ توبہ کروروں میں بند نہیں ہی حضرت۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است	اگر خاموش بنشینم گناہ است

کلیریسا اور ہیڈا نے سواران سے کہا کہ ہم جانتے ہیں تم انکو قید رکھو۔ کل تحقیقات کی جائیگی سوار اسکو لیکر راہی ہوئے ادھر کلیریسا اور پولینڈ کی شہزادی کے ہاں جاکر کل کیفیت بیان کی اور خواجہ صاحب نے جناب باری کا شکریہ ادا کیا۔

خوجی۔ ع شکر شکر ہزار شکر شکر۔ اوہ اوہ میری تو روح فنا ہوگئی تھی کہ یارو آزاد پاشا ایسا جرار و کرار اور گرفتار بدست سواران نابکار شود۔ والا ندائے ناشنوائی نمودہ گرفتار کردہ زار زار ساخت۔

ہزار شکر خدا صد ہزار شکر خدا	کہ آمدہ است عروس دعا بنزد بدیعا

حضرات ناظرین اس شعر کی لطافت کو ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ دوسرا مصرعہ خیر سے موزون کس قدر ہے اور بدیعا کی لطافت تو ظاہر ہی ہے۔

شہزادی۔ یہ آخر ہوا کیا۔ یہ کس نے کہا کہ آزاد یہی ہیں

کلیریسا۔ خدا جانے۔ مگر ہمیں حیرت ہے تو یہ ہے کہ اتنے آدمی بھیجے ایک نے بھی نہیں کہا کہ آزاد اس مکان میں ہیں اب دریافت کرنا چاہیے کہ آزاد کہاں ہیں۔

میڈا۔ ہم نے خود جا کے دیکھا مگر وہ نہ ملے اسی سبب سے تو ہمیں خیال تھا کہ بیچارے دھرے نہ گئے ہوں۔ بارے شکر صد شکر کہ بچ گئے

ورنہ بڑی مصیبت مین پڑتے ۔

خوجی ۔ اجی دل لگی ہوئی کہ کوئی دھرا پٹیلمی والا جائے آگرہ خدا جانے کہان سے پھانسا ہی اور لطف یہ کہ بولتا تک نہین گویا سچ مچ کے آزاد پاشا ہین ۔ توجہ کیا اس مین ایک لم ہے ۔ پوچھیئے فرمایئے وہ کیا ہی ۔ ؎

واقف جو ہم نہین ہین اس بزم مین کسی سے
ہین کیا غریب بیٹھے چپ چاپ اجنبی سے

کلیسا ۔ دو چار آدمی اِدھر اُدھر بھیجو کہ آزاد کا حال تو معلوم ہو جائے خدا جانے وجہ کیا کہ اب تک کچھ سننے مین نہین آیا کہ کہان گئے کہان نہین گئے شہزادی نے فورًا آدمی دوڑائے ۔ خواجہ صاحب بھی جانے کو تھے کہ مس میڈا نے کہا آپ یہین رہیے ۔ آپکا جانا کچھ ٹھیک نہین ہی خدا جانے کیا بک اٹھو ۔ خوجی بہت بگڑے فرمایا ۔ تو تم سے دل لگی کا رشتہ ہی کیا معنی کہ تم مس روز کے سبب ہماری سالی ہو مگر یہ موقع دل لگی کا نہین ہے بے موقع بات نہ کرنی چاہیئے ؎

گل باد بہاری نے سو ٹکڑے گلابی کی
اس پردے مین آنکھ کی سرخ ایک شرابی کی
انداز و ادا اک سو پر قتل ہی کرتی ہی
اک پیچ کی دھج تیری دستار گلابی کی

کلیسا ۔ تم ڈاڑھی منڈوا ڈالو بالکل صفا چٹ حسین کوئی پہچان نہ سکے کہ کون ہو ۔

خوجی ۔ آہو ہو ہو ۔ خوب کہی ؎

ڈاڑھی کے منڈانے کو اندر سے جو فرمایا
راہب نے کہا اچھا جو کچھ ہو رضا بی بی کی

میڈا ۔ مجھے رہ رہ کے ہنسی آتی ہی کہ اس اجنبی کو اچھا پہچانا خوجی نہ دھر آگیا کیدی ۔ ابکی بھی کو معلوم ہو گئی ہی تو بس جاتے ہین ذرا سیر کے لیے دیکھیے کیا دل لگی ہوتی ہی منہ چڑھاؤنگا

فتادہ عکس بخت بہ سوئی دیدم	نوشتہ بر ورق آفتاب ؤ ذر

کلیسا ۔ کوئی آدمی واپس آیا یا نہین نہ آیا ہو تو دو چار اور روانہ کرو ۔ اور کہو جہان ہون پتہ لگائین ۔

اب سنیے کہ خواجہ بدیع صاحب عقلمند آنجہانے زیادہ تھے سوچے کہ مس میڈا کی آنکھ چوکے تو ہم آزاد کی تلاش کے لیے باہر نکل جائین اور دو مین یہ آواز بلند اپنے دل سے باتین کرنے لگے بھئی واللہ دن سے نکل جاؤنگا ۔ آنکھ چوکی اور پگڑی غائب بیٹھو گا وہ ایسے ویسے تو ہین نہین کہ دھر لیے جائین ۔ اور بس خدا کے فضل سے یہ بات بھی ہی کہ پہلوان ہین ۔ مصر کے پہلوان کی کشتی نکالی تھی

من آنم کہ اسپان نہ بردم	بخدمت و رین مرغزار اندرم

ایک روز کی دل لگی سنیے کہ این جانب ایک دوڑ کالے رنگ گھوڑے پر سوار گومتی کے کنارے کنارے جاتے تھے اور گھوڑا اس طرح اڑتا تھا جیسے اڑن کھٹولا جھمکا وہ جھمکا پری کون دلھن کون ۔ چڑیا کون ۔ گرو کون ۔ کیا کہون ۔

راوی ۔ اور تو اور چڑیا اور گرو کی ایک ہی کہی ۔

بس حضرت سلامت بادشاہ کی نظر پڑی کہ گھوڑا ہوا کی طرح جاتا تھا

جو نکلے جیم منہ سے چین مین آرام لندن مین
سواران سے ذرا چل کہہ کے کھیے آنکی جولانی

یہ گھوڑے کیا پرندے ہین ۔ چرندے ہین ۔ ؎

اسپے کہ جہاز زیب اے تن است	کوہیست کہ لالہ زار دامن اوست
نے نظم کہ آسمانہ گراست	وز رنگ شفق پیراہن اوست

بس جناب ٹلانے مین یہ ہوا کہ بادشاہ نے ہم کو فرشی سلام کیا

راوی ۔ بجا ارشاد ہوا ۔ مین بھی دیکھ رہا تھا بہت جھک کے سلام کیا تھا مگر حضور نے جواب نہین دیا بلکہ بد دماغ ہو گئے بیچ ہی

گلے بسلامی برنجند و گاہے بہ دشنامے خلعت دہند۔

ہر کہ شاہ آن کند کہ او گوید | حیف باشد کہ جز نکو گوید

نہ کہو گے ہم نے بھی نمک ملا دیا نہیں تو

نکوئی با بدان کردن چنان ست | کہ بد کردن بجائے نیک مردان

لیجیے دوسرا شعر بھی پڑھ دیا۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بس حضرت خدا آپ کا بھلا کرے ہمنے جواب دیا مگر مسکراتے ہوئے پھر بادشاہ سے ہم سے باتین ہونے لگین۔

بادشاہ۔ اجی حضرت اب تو آپکے مزاج ہی نہین ملتے۔

بدیعا۔ اسکے کیا معنی۔ آخر جو تمنے طعنہ دیا (اب) آپکے مزاج ہی نہین ملتے تو اس (اب) کے کیا معنی اور ہمارے دماغ ملتے کب تھے۔

راوی۔ صحیح ہے دماغ مین تو ابتدا سے فتور رہتا۔

خوجی۔ بس حضرت سلامت بندے نے ڈپٹ کے جواب دیا تو بادشاہ یون بولے فری گفتگو غور سے سنیے گا۔ ہان سننے کے قابل ہے

بادشاہ۔ ارے یار تم تو بگڑے ہی جاتے ہو۔

بدیعا۔ یار با یار چہ معنی دارد۔ یار کون ہے ہم ایسون سے یارانہ نہین رکھتے جنکے قول و فعل ایک نہین۔ قول مردان جان دارد۔

بادشاہ۔ اخاہ مین اب سمجھا۔ یہ کہیے۔ بھائی تم سے یہی وعدہ تھا کہ ڈھائی گھڑی کی سلطنت دینگے وہ وعدہ پورا کیے دیتے ہین

بادشاہ تم ہی سہی۔

راوی۔ کیا ہولی کے دن تھے یا شطرنج کا دیوانہ بادشاہ بنا یا

بدیعا۔ ہم بادشاہی کو لیکر کیا کرینگے۔ مگر

یا مجھے افسر شاہانہ بنایا ہوتا | یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا

یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا

بادشاہ۔ اچھا ایک کام کرو، ہم سے کچھ جرمانہ لو۔

بدیعا۔ ہان یہ بات انی تم منادی کرا دو کہ جسوقت خواجہ بدیع الزمان مہیج کی سواری نکلے اسوقت کوئی بیٹھا نہ رہے سب کھڑے ہو کر آداب بجا لائین اور اسکے علاوہ اور شرطین بھی ہین۔

ا۔ صبح کو ہر فرو بشر یہ آواز بلند کہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم | ہنگا کر بانی اور سستی کرافیم

ا۔ جو شخص افیم نہ پیتا ہو وہ نوکری نہ پائے اور جو ہم پیکر پینک سے بری رہتا ہو وہ نوکری پائے مگر ترقی مدار داد اور جو افیون نہ کھائے وہ قید کر دیا جائے اور افیمیون کے قبلہ گاہ حضرت چانڈو باز بتبرک اور متقدس سمجھے جائین چلیے بالخیر و شما بسلامت۔

تیسری شرط بڑی کڑی ہے۔ جی ہان حضرت۔ بادشاہ بولے۔ بھائی خدا کے لیے کہو تو کڑی اور سخت جو کچھ ہو ہم مان لینگے جیا دینگے ہمنے کہا جو پہلوان اس شہر مین ہے پہلے ہم سے خم ٹھوک کے لڑے اٹھاؤن اور گد سے پھیکون اٹھاؤن اور دون سے سے مارون اٹھاؤن اور دون گدا حضرت سلامت اینجانب استادون کے استاد نامی پہلوان ہین ایسے ویسے نہین۔

بادشاہ کی سنیے ڈرتے ڈرتے کہا بھائی جان ذرا ذرا سے تو تمہارے ہاتھ پانون ہین ننھا سا قد۔ ہڈیان پسلیان نکلی ہوئین کوئی پھونک مارے تو اڑ جاؤ۔ اور دعوی یہ کہ پہلوان سے لڑونگا۔ اتنا کہنا تھا کہ بندہ آگ ہو گیا بس اسی دم گھوڑے کو درخت سے باندھا اور کپڑے اتار کر خم ٹھوک کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ ہل من مبارز میدان۔ پھر کشتی ہوئی یا نہین ہوئی تم نے کشتی نکالی ضرور ہوگی وہ تو ہاتھ پانون ہی کہے دیتے ہین۔

خوجی۔ اب ایک بات کہون تو خفا ہو جاؤ۔ بازکی بات تو یہی ہے کہ حضور کی ہمشیرہ جان ریجھ گئین بس اب منہ نہ کھلوائیے گا۔ خیر خم ٹھونک کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا دیر کر کے

وزیر سے کہا کہ اسی دم پہلوانوں کو جمع کرو اور بندے نے خم ٹھونک کے ٹہلنا شروع کیا وزیر نے دیوان کو بلایا۔ آپ نے کہا کہ پہلوانوں کو بلاؤ۔ الغرض شتر سوار اور سانڈنی سوار ہر کام کے لیے روانہ ہوئے اور بندہ درگاہ نے خم ٹھونک کر کہا کہ آئے جس کا جی چاہے اور شعر خوانی کی طرف جھک پڑا۔ ؎

بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش — عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش — کس نتواند کہ بجا آورد

بادشاہ نے کہا خواجہ صاحب کیدانی کے بھروسے نہ بھولیے گا کیدانی رکھی رہیگی۔ رسالداری اور کیدانی کو پہلوانی سے کیا واسطہ پہلوانی اور شے ہی اور کیدانی اور شے ہی۔ مین نے کہا ؎

منش کردہ ام رستم داستان — وگرنہ یلے بود در سیستان

اتنے مین کیا دیکھتا ہون کہ دو سو آدمیون کا غول چلا آتا ہی۔ ایک سے ایک بڑھکر۔ جو مقابل بنا ہوا معلوم ہوا کہ نرا پہلوان اور اسکے پٹھے آتے ہین۔ خم ٹھونک کے سامنے کھڑا ہو گیا ؎

اٹھو نہ اسے درد جگر ابر بہاران سے لپٹ
رعد جو صاعقہ ہو برق درخشان سے لپٹ
یاد مین اُس قد رعنا کے بھری مین نے جو آہ
وہین وہ آہ گئی سرو گلستان سے لپٹ

خواجہ صاحب کی باتین سننے سے مس میڈا اور پولینڈ کی شہزادی اور مس کلیرسا کا غم غلط ہو گیا۔ ورنہ آزاد کی جدائی سخت شاق گذرتی اتنے مین خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بندہ درگاہ چٹ لنگر ٹے ترا بند مے تھے ہی۔ ایک نعرہ ہی خم ٹھونک کے سن سے اس پہلوان کے سامنے کھڑا ہو گیا میرا من چور رہ کہنے مین کچھ بھی نہین مگر اکھاڑے مین کھڑا ہوا اور بدن پھول کے کپا ہو گیا اور بالکل بعینہ گل ڈوانگ (گل ڈانگ کی خرابی ہی۔ گل ڈوانگ) بس حضور پھر تو یہ کیفیت تھی کہ دو سو آدمی ایک طرف اور بندہ درگاہ ایک جینی دو دو کلاہ دوسری جانب۔

پہلوان۔ اُستاد ہم سے لڑنے کا بوتا ہی۔ کیون۔ لڑو گے

بدیعا۔ تجھے تو کیا لڑیگا گر دعوی نہین کرتے۔ ہم تو ایک بات جانتے ہین خم ٹھونک کے بدیع کے سامنے آ تو جائین۔

پہلوان۔ خم ٹھونکنا کیا معنی بدو ایک روز۔

بدیعا۔ ایک روز ایک روز کی ماں گھر ٹے لیتی ہی ابھی سہی اسی بار مین چت پٹ کی ٹھہرے۔ آئیے بس آیئے ؎

جوان مردان نہ پیچید از سخن رو — ہمین میدان ہمین چوگان ہمین گو

پہلوان گینڈا بنا ہوا۔ کہنے لگا اچھا آؤ۔ بس آؤ کا لفظ سننا تھا کہ اینجانب نے خم ٹھوک کے پھیرا بدلا۔ دیکھتا ہون تو پہلوان ندارد کہین پتا ہی نہین۔ بات تیرے گیدی کی دم مین نمدا۔ آنکھوں مین دھول کانون مین گرما گرم پانی منھ مین خاک کیون کہو پھر مرد ہو کا مقابلہ کرو گے ؎

ہم رستم داستان ہین سن لو — ہم تم سب پہلوان ہین سن لو

ایک شاگرد نے آ کر کہا۔ پہلے ہم سے کشتی لڑ لو پھر مقابلہ کرنا استاد سے مقابلہ کرنا دل لگی نہین ہی پہلے ہم سے مقابلہ کیجیے پھر کسی اور سے مقابلہ کا دعوی کیجیے گا۔ مین نے خم ٹھونک کے کہا اچھے آپ ہی سے سہی۔ اس وقت ہاتھ کھجلاتا ہی۔ اسنے برجستہ جواب دیا ہاتھ تو کھجلاتا ہی کہین ایسا نہ ہو کہ سر بھی کھجلانے لگے۔

راوی۔ خوب کہی۔ واللہ اچھی پھبتی کہی۔

بدیعا۔ کیا سرہان! اچھا آجاؤ اپنے ساتھی کو بھی لاؤ اور مقابلہ کرو دیکھین تو کیا کر لیتا ہی۔

آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ اُٹھا کے مارا تو چاروں شانے چت دوسرا آیا اسکو بھی پٹخنی دی۔ تیسرا آیا اسکو بھی اُٹھا کے دے مارا۔ چوتھا آیا اور لگا چین چپڑ کرنے۔ مین نے قلاجنگ کے پیچ پر اسکو بھی

اکڑ ایا۔ الغرض تمین آدمیونکو لڑا یا۔

راوی۔ چھوٹے کو نسیم کی مار۔ چھوٹے پر چاندو بازون کی پھنکار۔ چھوٹے پر ٹھنڈے پانی کے دو سو گھڑے۔ کہو میش بادشاہ

خوجی۔ بس جناب پھر تو وہ پہلوان بلا کی طرح آیا۔ ہاتھ ملاتے ہی غلام نے زمین پر منہ کے بھل گرایا وہ مارا۔ مگر سنبھلا اور اینٹھ کر سے گردن پکڑی کہ توبہ ہی بھلی۔ مین نے پیچ کیا تو گردن چھوٹ گئی اور پہلوان کی امید کی کمر ٹوٹ گئی۔ پھر جھپٹا مین نے دستی کی اور سے بیٹھ پر آنٹی دی اور تڑ سے زمین پر لایا۔ ساری کسر دی ہی ؎

خودت ار بیان نسازی بجہات پرسم آخر
بگو لے نسیم الفت زکجات پرسم آخر

پہلوان ہانپ گیا اور مین نے کہا ہار گیا ہی۔

ہی یقین دل کو کہے حسن دریا کا بھنور
گھر کے ساری ہی نزاکت نہین آتی ہی سمٹ

مُنڈھا۔ پھر تو وہ سامنے نہ آیا ہوگا۔ ڈر گیا۔

کلیسا۔ بڑے پہلوان ہین۔ ابھی ایک عورت کو بلواتی ہون تو پہلواتی رکھی رہتی ہی۔ بلواؤن پھر۔

خوجی۔ ایک شرط سے عیشن نہ ہو۔ بوا زعفران کی بہن نہ ہو اور ع ہر چہ باداباد ما کشتی در آب انداختہ ؎

کیا تیز بھلا قصر فریدون کے آگے | کانپے ہی پڑا گنبد گردون کے آگے

میرے آگے پہلوان کھائے مین آئے تو مار ڈالون مگر بعض اوقات رحم آجاتا ہی۔ یہ ہماری بدبختی ہی ؎

سیہ بختون کو ساتھ اپنے اٹھایا داغ غم نے یون
لپیٹ کر مہرے کاغذ کے جیسے فرد اٹھتی ہی

مس کلیسا نے ایک موٹی تازی حبشی کٹنی دیو نی کو اشارہ کیا کہ انکو اٹھا کے دے مار۔ خوجی خم ٹھونک کے اکڑ رہے تھے کہ وہ عورت اُن کے قریب آن کھڑی ہوئی کہا کیا خم ٹھوکتے ہو۔ ابھی کہو تو ایسی پٹخنی دون کہ یاد کرو۔ بڑے پہلوان بنے ہین۔ خوجی بگڑے ہی تھے کہ اُسنے ایک چپوٹا جمایا اور دونون ہاتھ پکڑ کر ایک گدا دیا اور اٹھا کے پھینکا تو دھم سے زمین پر۔ اسنے انکو چاروں شانے چت دیا اور کہا بس اب نہ اٹھنا۔ بہت خم ٹھونک ٹھونک کے شیخی بگھارتے تھے۔ اب بولو بچہ۔ پھر خم ٹھوکوگے۔ ہات تیرے گیدی کی۔

خوجی۔ اللہ جانتا ہی عورت سمجھ کے چھوڑ دیا ورنہ ایسا دتی کرتا اور اس طرح پٹخنی بتاتا کہ دادا مرے ہین اور دادہ لیے ہین۔ ابا چھٹی کا دودھ یاد کرتی۔

خوجی خم ٹھونک ٹھونک کے ادھر ادھر دیکھتے تھے کہ جتنی پریان یہان جمع ہین وہ سب ہم کو اسوقت گھور رہی ہونگی مگر حبشن نے وہ پٹخنی بتائی کہ ساری شیخی نکل گئی۔ بڑی کرکری ہوئی مگر بےحیا کی بلا دور انکو اس سے کیا واسطہ۔ حبشن کی طرف دیکھ کر کہا مردار تو بوا زعفران کی بھی نانی ہی۔ وہ تو خیر میان کے ہو گئے ہین تھی اور تو نے میان بنے ہوئے پکڑ کھڑی ہوئی۔ پولینڈ کی شہزادی نے کہا مزاج شریف کہیے اب پھر خم ٹھونکیے گا۔ اے لعنت خدا پہلوانون سے تم کیا پکڑ لڑوگے جب ایک عورت تک کا مقابلہ نہ کر سکے مگر زبان البتہ کترنی کی طرح چلتی ہی۔ باقی خیر صلاح۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ شہزادی صاحب آپ سمجھین نہین ع نازبران کن کہ خریدار تست ہین یہ میمین ریجھ گئی ہین۔ اور ہم اُن پر ریجھے ہین۔ تو یہ نخرے کیا ہی چاہ انکے نخرے ہم سہینگے اور ہمارے چونچلون کی یہ داد دینگی ابھی کیا ہی۔ ابھی تو ہمارا سر ہوگا اور ان کا جوتا۔ ہماری ناک انکی چھری ہمارے دانت ان کے پتھر اور یہ ادنی ادنی سی باتین ہین

عاشقان کشتگان معشوق اند | بر نہ آید ز کشتگان آواز

مرغ سحر کو چاہیے کہ غش پر دار سے سیکھے کہ اس جیسے

جان گئی آواز نکت نکالی۔ یہ معنی ہیچ طلب اسکی کے بنجر ہین کہ اسکی جسکو خبر ہوئی خبر اُسکی پھر نہین آئی بمطلب کہ عشق صادق ہونا چاہیئے اور پختہ مغز جنون ورنہ عشق ہیچ ہی ؎

عشق تا خام ست باشد بستہ ناموس ننگ
پختہ مغزان جنون را کے حیا زنجیر پاست

کیا خوب۔ لڑکپن یاد آگیا۔ گویا گلستان کا سبق پڑھ رہی ہین

مُیڈا۔ ابھی تک آزاد کا حال نہ معلوم ہوا کہ کہان ہین۔

خوجی۔ کچھ گھبرانے کی بات نہین ہی۔ وہ کہین محفوظ مقام پر ہونگے آدمی کائیان ہین اور ہم نے اُسکو اکثر پیچ بھی سکھائے ہین

مُیڈا۔ ہان تو شاگرد آپ ہی کے ہین خدا خیر کرے۔

خوجی۔ شاگرد۔ شاگرد کیسے میرا لڑکا ہی صاحب۔

خواجہ صاحب نے کہا انجناب پھر ایسے پہلوان اور خلقی پھیت ہین کہ ایک ایک پور مین پیچ ہی صرف انگلی کے دو سو پیچ معلوم ہین اور ان سب کے توڑ۔ ایک ایک پیچ کے دو دو توڑ اور ہر توڑ کا توڑ جسوقت وہ زمین پر بیٹھا تولد ہوا اسی وقت تولدگاہ مین ایک شیر کی صورت دیوار پر از خود بن گئی۔ لوگون نے کہا یہ بڑا شیر مرد ہوگا چنانچہ ویسے ہی انجناب ہوئے مس کلیریسا نے کہا۔ بیشک کیا شک ہے شیر نہین تو بکری کی صورت البتہ بن گئی ہوگی خوبی کے اس فقرے پر مین ایک نقل یاد آگئی کہ ایک زمیندار اپنے دروازے پر بیٹھے حقہ پی رہے تھے ادھر سے ایک بھدڑی کا گذر ہوا۔ باعث بیچارین۔ زمیندار آدمی تھا ضعیف الاعتقاد بھدڑی کو بڑی تعظیم کی عزت کے ساتھ بٹھایا۔ دروازے پر زمیندار میان آکر بیٹھین گھر کی اور عورتین بھی (دھمر مین) زمیندار نے اپنے لڑکے کو بلایا اور بھدڑی سے کہا مہاراج اسکا ہاتھ تو دیکھو بھدڑی نے ہاتھ دیکھا اور کہا آہا ہا۔ یہ لڑکا بڑا اچھا اُڑان تند۔ جا بجا عورتون مین نام کریگا اور ہاتھی

کی سواری بھیل نشین (فیل نشین) ہوگا اتنا سننا تھا کہ زمیندار نے سر پیٹ لیا۔ عورتون کو سخت تعجب ہوا کہ یہ بے محل سر کوبی کیسی چہ اسکو کمال خوش ہونا چاہیئے تھا کہ اسکا فرزند دلبند فیل نشین اور صاحب عزو تمکین ہوگا مگر خوشی کے عوض اسکو رنج ہی یہ سر پیٹ رہا ہی زمیندار کی جورو نے ڈانٹ بتائی اور اپنی زبان مین کہا تم کچھ سٹری تو نہین ہو گئے ہو ہاتھی کی سواری نصیب سے ہوتی ہی زمیندار بولا ہاے ہاے یہی تو افسوس ہی کہ یہ سارا لڑکے کی طرف اشارہ کرکے بھیل نشین کیا ہوئی۔ یہ سارا چر کٹا ہوگی یعنی یہ سارا فیل نشین تو کیا ہوگا یہ چرکٹا ہوگا اسپر عورتون نے قہقہہ لگایا کہ فیل نشینی تو زمیندار نے قائم رکھی مگر امارت کے عوض چرکٹے کی اچھی سوجھی اسیطرح حضرت خوجی کے تولد کے وقت شیر کی تصویر دیوار پر بن گئی تھی۔ اس سے مطلب تھا کہ ہر در و دیوار سے ان کو شیر ہی نظر آئینگے اور۔ تو خیر یہ تولدگاہ کی اچھی کہی۔

اتنے مین ایک خادمہ نے کہا حضور میان آزاد بآرام ایک ایسے محفوظ مقام پر ہین جہان پرند تک پر نہین مار سکتا آپ مطمئن رہیے مجھے سبز پوش نے بھیجا ہی اور کہا ہی کہ جس مکان مین آزاد تھے اسکے دروازے پر بھی دس سوارون کا پہرا بیٹھا تھا لہذا سبز پوش خادمہ اُنکو کوٹھے پر سے دوسرے کوٹھے پر لے گئی اور وہان سے دوسرے محفوظ مکان مین جگہ دی۔ اس خبر سے مس میڈا اور مس کلیریسا کی جان مین جان آئی اور پولینڈ کی شہزادی کی باچھین کھل گئین مگر خوجی چندان خوش نہوئے کلیریسا نے اسکا سبب یافت کیا تو خواجہ صاحب نے منہ بنا کر فرمایا۔ آپ ابھی کم سن ہین۔ دنیا کے نشیب و فراز سے آپکو کیا واسطہ یہ کوئی خوشی کی بات تھوڑا ہی ہی میان آزاد ہین عاشق تن آدمی اور وہ سبز پوش آدمی خادمہ ایک ہی چگو اور معشوق مزاج ہی خدا کی پناہ ایک آزاد اور دس معشوق مین سے جتنی

ہون کہ آخر یہ کرینگی کیا اللہ رکھی پر یحیم سفید دلائی مین بنیر پر رکھے
ایسا گھمرتی ہی کہ مسل علی ایک ہوئی بیبتی کی شوخ اور چنچل بیگم۔
چھلاوا ہی۔ قیامت کبریٰ سے دوش بدوش ہی دو ہوئین ۔
اختر النسا اور زینت النسا دونون آفت جان بلاے بے درمان۔
زاہد صد سالہ تک سجدہ کرنے لگے اور عشق کا دم بھرنے لگتے ہین رہو جہان مین
اب آگے چلیے حسن آرا بیگم اُن کا حال اظہر من الشمس ہی۔ اُنکے حسن و جمال
کی تعریف تحصیل لاحاصل ہی۔ ع

همین ز سبزهٔ حسن تو با خدا اکنه بست
کہ ماند کز تو بہ تیغ کرشمہ کشتہ نہ شد

پانچ ہوئین۔ اور لیجیے مس میڈا وہ بانکی ادا اور شکیلی جنکی چتون کی
برسون ملائکہ اس تمنا مین رہین کہ ایکدفعہ نور کا جھمکڑا دیکھ لین۔

خدا نصیب کند جوش فرنگ است
نگاہش با سر مژگان بجنگ است

چہ خوش اور چلیے پولینڈ کی شہزادی۔ ماہ لقا۔ رنگین ادا
قوس ابرو۔ عنبر مو۔ رشک حور۔ دور از قصور۔

نعوذ باللہ اگر غمزہ تمام کنی
بہ نیم غمزہ جہان جملہ قتل عام کنی

سات ہوئین۔ اور خدا جانے کون کون ہی۔ یہ سبز پوش آٹھوین
ہوئین یا الٰہی سننے سے ہوش اڑتے ہین۔ خوجی کا بیان کسی قدر
صحیح تھا سبز پوش کو آزاد کی ایک ایک ادا دل مین بھائی تھی۔ بار
بار نظر غلط انداز ڈالتی تھی آزاد بھی سمجھ گئے کہ اس پری تمثال کا
ہم پر دل آیا ہی۔ خواہ مخواہ اُنکو بھی کسی قدر محبت ہوا ہی چاہے
اور نوجوان حسین۔ خوش قطع۔ خوش وضع۔ خوش پوش۔ عنبر و
معطر بات چیت ہنسی مذاق مین طاق دلربائی مین شہرۂ آفاق۔
یون تو ہر عضو بدن سانچے کا ڈھلا تھا مگر کمر اور آنکھین غضب کی
تھین جادو نگاہ اور انتہا کی نازک کمر۔ ع

رسید کمر کہ نشانے تو بے نشان آورد
کسی نشان میانت نداد جز کمرت

میان آزاد قسمت کے بڑے دھنی تھے سبز پوش بھی ہوئے تو

ایک معشوق کے ذریعے سے۔ سبز پوش نے کہا۔ آزاد پاشا ایک
بات کہنے کو ہون اگر اجازت دو اور برا نہ مانو تو کہون۔ آزاد
نے کہا مین بے سنے ہوئے تاڑ گیا کہو تو بے سنے ہی جواب بھی
دیدون سبز پوش لجا کر بولی حضور ہم غریب آدمی اور خادمہ
گرد لکو کیا کرین۔ آزاد پاشا نے کہا تم صاف صاف بیان کرو
سبز پوش۔ صاف صاف کہتے شرم آتی ہی صرف اس قدر
عرض ہی کہ خفیہ طور پر ہم سے نکاح ہو۔ مین اپنی عزت کو
عزیز رکھتی ہون مگر ایک پادری صاحب ایسے ہین کہ وہ
بلا تامل نکاح کرا دینگے ۔
آزاد۔ سنو۔ تمھارے حسن اور عنفوان شباب اور چھٹ پٹ
اور خوش ادائی مین ذرا شک نہین۔ مگر پولینڈ کی شہزادی
پر کھل جائے تو کیا ہو۔ ستم ہوا ہو یا نہین۔ بس یہی خیال ہی
ورنہ ہمین اصلا عذر نہین۔ تم غور کر لو۔
راوی۔ آزاد کو سبز پوش کی اس عجلت اور بیقراری و خیال
نکاح پر بڑی ہنسی آئی۔ مگر مہذب آدمی تھے۔ ٹکا سا جواب دینا
خلاف عقل سمجھے لہذا البعنوان مناسب بات ٹالدی۔
سبز پوش۔ خیر آپ کو اختیار ہی۔ خدا گواہ ہی کہ مین نے اپنی حیا
کی آنکھ پر پٹی رکھ لی تھی تب یہ بات کہی مگر اب تم قسم کھاؤ کہ
کسی سے بیان نہ کروگے۔ اگر بیان کیا تو زہر کھا لونگی۔
آزاد۔ استغفر اللہ۔ بیان کیا کرتے ہین کوئی اور اسمین کوئی
حرج نہین ہی۔ تم کو کوئی بیحیا نہ کہے گا۔ ع

ادب ز بزم تو صد جا نشستہ ایم
حیا ز حسرت چشم بستہ می آید

سبز پوش سوچی کہ اگر آزاد کو پولینڈ کی شہزادی کے ان
لے گئی تو یہ موقع نہ ملیگا۔ یہان تخلیے مین رہنے سے شاید راہ راست
پر آئے اور نکاح ہو جائے مگر جب معلوم ہوا کہ مس کلیرسا اور مس میڈا اور

شہزادی آزاد کی مفارقت سے کمال بیقرار ہیں تو آدمی کی زبانی کہلا بھیجا اگر کچھ فکر نہ کرنا آزاد بخیریت ہیں میں انھیں ہر قسم کا آرام دیتی ہوں اب ادھر کا حال سنیئے۔ وہی حبشن جسنے میاں خواجہ بدیع الزماں کو شخنی بتائی تھی اُنکے قریب آکے بیٹھی خوجی اسکی صورت دیکھتے ہی جل بھن کے خاک ہو گئے اور کسیقدر پیچھے ہٹے اور وہ آگے بڑھی یہ پھر ہٹے وہ بھی ساتھ ہی کھسکی تو جھلا کر ٹوپی اُتار کے کھوپڑی پر دوہتڑ لگانا شروع کیا تو آدھ گھنٹے تک پیٹا کیے۔

مُیڈا۔ (ہنسکر) یہ خوب بات ہے بڑے مردوے ہو جب جانیں کہ اُنکو یہاں سے ہٹا دو۔ ایک عورت تک سے مقابلہ نہیں کر سکتا اور دعویٰ یہ کہ ہم پہلوان ہیں۔

کلیسا۔ جاؤ بس دیکھ لی پہلوانی۔ پہلوان بنکے آئے ہیں۔

خوجی۔ عورت سے کون بولے۔ کوئی پہلوان ہوتا تو سمجھ لیتے اسکو اگر شخنی دی تو کیا اور نہ دی تو کیا۔ اگر گر گئے تو بدنام ہوئے اور رفے مارا تو لوگ ہنسینگے کہ واہ ایک عورت تک کا مقابلہ نہ کر سکے کس بہتے پر تتا پانی۔ اور عورت بھی کچھ ایسی کراری نہیں ہے

کلیسا۔ تم اس قابل ہو کہ دریا میں ڈبو دے۔

خوجی۔ خیر آپ کی بلا سے فرس کو جبکا جب فوج غنیم کو ڈپٹا تھا تو کلیجے ہل ہل جاتے تھے۔ تیغ دو سر یوں چمکتی تھی جیسے بجلی یہ چمکی وہ چمکی۔ یہ آئی وہ آئی۔ تلوار کیا اجل تھی۔ ۵

بست خواجہ بدیع الزمان بدو شمشیر		برائے ضربت و قتل عدو دو جسم سپر

وہ حبشن لپکے اور بھی قریب آئی اور قریب آنکر میاں خوجی کے کان پکڑ کے ہلائے تب تو خوجی آگ ہو گئے۔ کہا جاے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے دیجائے آپ ایک نہ مانینگے اور ضرور لڑینگے ۵

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد		اگر خارے بود گلدستہ گردد

مُیڈا۔ کیا لڑائی پر آمادہ ہو۔ اب بھی نہ ہو تو افسوس ہے

خوجی۔ لڑوں اور بیچ کھیت لڑوں یہ تو اب ہاری مانتی ہے جیتی کسی کی سنتی ہی نہیں ہے۔ افسوس تو یہی ہے میں جسقدر طرح دیتا ہوں اسیقدر یہ بڑھتی آتی ہے۔ آپ خواجہ بدیع نے بھی آستینیں اُلٹ لیں آخر کرو کیا مانتی ہی نہیں ہاری مانے نہ جیتی خم ٹھونک کے بندہ آن پہونچا

کند تحمل بسیار مرد را بے قدر		کمان چون تن کشیدن شکستہ شود

تحمل کی بھی کوئی حد ہے۔ یا کوئی انتہا ہی نہیں جب تلوار کو میان سے نکالا اور فوج عدو پر لپکا تو پھر یہ کیفیت تھی ۵

	بچھ بچھ گئیں صفوں پہ صفیں وہ جہاں چلی
چمکی تو اس طرف ادھر آئی وہاں چلی	
	دونوں طرف کو فوج پکاری کہاں چلی
اُس نے کہا یہاں وہ پکارا وہاں چلی	

منہ کس طرف ہے تیغ زنوں کو خبر نہ تھی
سر گر رہے تھے اور تنوں کو خبر نہ تھی

یہ خواجہ بدیع کی شمشیر بُران کا زور و شور تھا اور یہ حبشن مقابلہ کرے یہ کہکر خواجہ صاحب نے کپڑے اُتار ے اور سامنے آن کھڑے ہوئے کہا تم ٹھونک کے آ۔ ادھر حبشن زادی خم ٹھونک کے سامنے آئی

یہ ہاتھ میں شکست و ظفر نیک ہاتھ میں
ہاتھ اُسکے جا پڑا کئی ہاتھ ایک ہاتھ میں

ایسا ہاتھ لگاؤں کہ تو بھی یاد کرے۔ ہاے نہ ہوئی قرولی۔

حبشن۔ اب خم ٹھونک چکے یا کل تک خم ہی ٹھونکا کروگے۔

خوجی۔ اسی خم ٹھونکنے سے اچھی اچھی جوڑوں کو اُٹھا اُٹھا کے دے مارا ہے جی اس کی آواز جہاں تک جاے وہاں تک۔ شیر ہو تو وہ بھی تھرا جائے یہ خم نہیں جادو ہے چھلاوا ہے چھلاوا ہے

حبشن۔ پھر اب میں گردن لوں آن کے۔

خوجی۔ جھپٹ کر سنبھل سنبھل کر گردن میں ہاتھ ڈالکے ہو بولی

جبشن ۔ اخاہ ۔ بڑے شہ زور ہو ۔ کچھ ٹھکانا ہے ۔

خوجی ۔ باعتیر سے کی کہتے تھے کہ ہمارا بدن چور ہی نہ مانا اچھا نہ مانو پھر اس سے کیا کہون ۔

جبشن نے اپنی گردن چھوڑائی اور انکی گردن زور سے پکڑ لی

خوجی ۔ او بدبخت گردن تو چھوڑ ۔ ارے گردن چھوڑ ۔ خدا کا واسطہ خدا سمجھے دیکھو مین بولتا نہیں ہون ورنہ ابتک کھا جاتا تاکہ کچا کھا جانے والون مین ہون ایسا ویسا نہیں ہون مگر ذرا گردن چھوڑ دے تو اشعار مردانہ پڑھون جسمین جرات آجائے ۔

راوی ۔ اشعار مردانہ سے آپ کو کیا سروکار ۵

سنیزہ تو کی ذخت افراسیاب
برہنہ ندیدہ تنت آفتاب

خواجہ صاحب اشعار مردانہ زبان پر لائے ۔ گردن چھوڑ دی گئی

چمکا کے رو کا فرس تیز قدم کو
اونچے آسمانے کچھ کہنا ہی ہمکو
بعد اسکے ندا دی یہ شقی نحس قدم کو
مکار نے لبیک کہا شاہ امم کو

استادہ ہوا حشر کے جمہور کے آگے
ناری نے قیام آکے کیا نور کے آگے

عکس رخ پر نور سے رن بنگیا ایمن
کانٹے عوض شمع مین فانوس مین روشن
فانوس کا پردہ ہی بیابان کا دامن
ہر دھوپ کی گرمی ہے اک تختۂ گلشن

یہ دھوپ پہ عکس رخ گلرنگ پڑا ہے
یا تختۂ الماس پہ یاقوت جڑا ہے

یہ اشعار پڑھکر حضرت خواجہ بدیع الزمان نے کہا لے اب سامنے اتنا کہنا تھا کہ جبشن نے پھر گردن پکڑ لی خوجی نے جھلا کر چاہا کہ نثار سید کیا جبشن نے اسیدم انکو تخنی دی اور اوپر بیٹھ گئی ۔ اسپر بڑا قہقہہ پڑا خوجی تو دل بھول گئے بھیگی بلی بنے دبے پڑے ہین جبشن نے کان گوشی کی اور کان گوشی کے بعد اٹھی ۔

خوجی ۔ لاحول ولاقوۃ ۔ کیا اتفاق ہوا ۔ اپنے زعم مین آپ دل لڑائی چاہیے تھی شنگرفی سے بیٹھا ہاتھا ولسی پیچ پر ایکدفعہ مار کھا چکا ہون ۔

کلیسا ۔ اب پھر کبھی لڑاؤ گے ۔ کیون ۔ اب پھر بڑھ بڑھ کے باتین بناؤ گے ۔ پہلوان سے لڑنا دل لگی بازی نہین ہی جب تم عورت سے ہار گئے پہلوان سے کیا کھا کے لڑو گے ۔

خوجی ۔ آپ کشتی کے اصول سے واقف ہوتین تو ایسا ہرگز نہ کہتین آپکو معلوم ہی نہین کہ پیچ کیا شے ہی اپنے زعم مین انسان خود گر پڑے تو کوئی کیا کرے چلتے چلتے نہین آدمی گر پڑتا ہی پھر اس کہین پہلوانی مین حرف آتا ہی ۔ ہم نے تو بڑے بڑے ملکون کے نامی گرامی پہلوانون کی کشتی نکالی ہی ۔ کسی سے دبے نہین ہین روم کے ایک ہوٹل مین پہلوان ہمسے بھڑا ۔ مار اچار دن خیال نے جیت اور شاہی کا حال تو بیان ہی کر چکے کہ کیسے کیسے کارنمایان کیے

یادگار زمانہ ہین ہم لوگ
یاد رکھو زمانہ ہین ہم لوگ

دوسرے روز مس کلیسا نے تحقیقات کر کے حکم دیا کہ آزاد مصنوعی بحر است سواران روس فوراً روانہ میدان جنگ ہو چنانچہ ویسا ہی ہوا یہ بیچارا مصیبت کا مارا سخت پریشان اور مبتلا بلا ہوا اور سوچنے لگا کہ مین اچھا پھنسا اور مفت مین دھرا گیا جب سوار چلے گئے تو خوجی شہزادی کے ہان آگئے ۔ خوجی نے کہا

شادی جلوہ گاہ مبارک ہو
عیش و عشرت کا سرانجام مبارک ہو

اب مزے مزے سے شادی ہو لی ۔ سوارون کو انھون نے نکال دیا مگر وہ اچھا الو بنا ۔ لاحول ولاقوۃ ۔ کر تو کر نہین خدا کے غضب سے ڈر لینے مین نہ دینے مین مفت مین پھنس گیا ۔ رائے قرار پائی کہ دوسرے روز میان آزاد کا نکاح ہو اور اسی دن جشن منعقد ہو اب دوسرے روز کی تیاری تا جلد یہ ہو گی بلکہ دیدہ ہو گی یقینی ہو گی دولھا اور دولھن چندے آفتاب چندے ماہتاب مبارک ہے

بڑی مصیبت سی ہی۔ انشاء اللہ آرزو سے ہم آغوش ہوں۔

مرقد منور

رنج و الم کی داستان غم و ماتم کا بیان کسی کو بھلا نہیں معلوم ہوتا مگر شادی و غم توام ہیں ایک وہ مبارک دن اور سعید وقت تھا کہ شہزادہ سنجر فر فریدون کر مرزا ہمایون فر بہادر اپنے محل معلی کی چھت سے خاتون ماہ سیما سپہر آرا سے آنکھیں لڑاتے تھے چھپ چھپ کے کوٹھے پر جاتے تھے۔ وہ مہ پارہ عابد فریب پری چہرہ تمام زیب جسم کو چرائے ناز دلربا سے پانیچے اٹھائے کبھی اُنکو دیکھتے ہی مارے شرم کے چھت پر بیٹھ جاتی تھی تاکہ نامحرم کی نظر نہ پڑے بیگانے مرد سے آنکھ نہ لڑے کبھی فرط حیا سے جھک کر بیتابی سے چھت پر چلی جاتی تھی عاشق زار کو تڑپاتی خون رلاتی تھی۔ ایک وہ وقت تھا کہ عاشق النسا بیگم بنکر مرزا ہمایون فر حسن آرا سے مل آئے تھے وہ موقع ہمیں خوب یاد ہی سپہر آرا اور حسن آرا دونوں خوب نکھر کر بیٹھی تھیں دوپٹے جامدانی کے اور آسمانی بیل بوٹے کامدانی کے۔ فوق البھڑک لباس دونوں ادھر عاشق النسا بیگم کا ان دونوں پریوں کو بحجاب دیکھنا اور آنکھیں سینکنا کبھی زانوئے سیمین اور ساق بلورین پر سر رکھکر سونا۔ کبھی ایک بانکی ادا اور ناز دلربا پر لٹو ہونا۔ کبھی مرزا ہمایون فر کا ذکر کبھی شادی کی فکر کبھی گلوریوں کی فرمایش۔ کبھی نکاح کی فہمایش۔ خوب ہنسی دل لگی مذاق میں گذری۔ مگر چلتے وقت مہری کے ہاتھ اپنی تصویر بھیجی تو غضب ڈھایا۔ سپہر آرا آگ بھبوکا ہو گئی حسن آرا دھک سے رہ گئی۔ دونوں بہنوں نے دانتوں کے تلے انگلی دبائی ایک کانپ اٹھی دوسری تھرائی۔ یا الٰہی اب کیا ہوگا۔ اماں جان سُن پائینگی تو آسمان سر پر اٹھائینگی اڑوسیوں پڑوسیوں کو ضرور خبر ہوگی کیا جانے کوئی کیا سمجھے کوئی کیا کہے رنگ رخسار متغیر ہو ہو جاتا تھا ہائے ستم! عاشق النسا بیگم نے ایک ہی دن بلکہ ایک ہی گھڑی میں حسن آرا و سپہر آرا سے بے تکلفی پیدا کر لی تھی۔ اسوقت کا مکالمہ سننے کے قابل ہی:-

عاشق النسا بیگم۔ آؤ بہن گلے تو ملیں دیوار سے دیوار ملی ہی۔

حسن آرا۔ پڑوس میں رہ کے ہم نے آجتک آپکی صورت نہیں دیکھی آپنے ہماری صورت نہیں دیکھی۔ ہاں نام البتہ سنتے تھے۔

سپہر آرا۔ آپ تو یہاں بہت کم رہتی ہیں۔ ہی کہ نہیں۔

عاشق النسا بیگم۔ آزاد حسین یا آزاد علی یا آزاد خاں یہاں کوئی رہتے ہیں۔ ہم نے سُنا! اس نام کے کوئی ہیں یہ آخر تمھارے چہرے کا رنگ کیوں بدل گیا۔ اُن سے ہم بھی ملنا چاہتے ہیں بہن۔

حسن آرا۔ اے واہ۔ اور سنو۔ آزاد خان تو ہمارے ہاں۔ کوئی نہیں ہیں نہ آزاد حسین نہ آزاد علی خان کوئی ہیں۔ کیا خواب دیکھا تھا

عاشق النسا بیگم۔ جی ہاں خواب دیکھا تھا! ایک نگوڑی بادلی چڑیا کان میں کہہ گئی تھی۔ کہو تو ساری داستان کہہ چلوں پہلے خواب کا حال کہوں یا وہ کہوں جو چڑیا نے کہا تھا! ہی لو پھر رنگ بدل گیا اچھی دل لگی ہی۔ آخر شرمائی کیوں جاتی ہو بہن۔ وجہ۔

حسن آرا۔ اللہ جانتا ہی۔ ان بہکی بہکی باتوں سے ہمیں کچھ شک گذرتا ہی۔ کبھی خواب کا ذکر کرتی ہو کبھی کچھ کبھی کچھ۔ تم ہو کہاں

عاشق النسا بیگم۔ ہم اسوقت روم میں ہیں اور ہمارا نام آزاد

حسن آرا۔ ہوش کی خبر (ہنسکر) آزاد نام ہی نہ؟-

سپہر آرا۔ چپ خوش ابھی دیکھتی جاؤ کیا کیا کہتی ہیں۔

عاشق النسا بیگم۔ ہمارے ہاں بھی ایسا ہی کمرا ہی اور ادھر ادھر ایسی ہی شہ نشین ہیں سامنے بادلے کا لنگر ہی اور اسکے نیچے ایک تالاب ہی۔ صاف شفاف پانی! ایک حوض تم بھی بنوالو ہیں سرخ سرخ مچھلیاں تیرتی ہوں۔ سو سو اسوشکون میں سے چھلکا دیں۔

حسن آرا۔ اتنا بڑا تالاب؟ سو سو اسوشکیں۔ اُف وہ!!!

پیاری حضور ہمارے پڑوس میں ایک تلاؤ (تالاب) ہی سیمیں

سے زہنستی پانی بھر بھر کے لے جاتے ہین اور کم نہین ہوتا۔
عاشق النسا بیگم۔ (حسن آرا کے زانو پر سر رکھکر بے تکلف) بطرف ذری لیٹنے دو بہن پرسون رات سے جاگتے گذری ہے۔ پلک سے پلک جھپکی ہو تو قسم لو۔ کل پھوپھی اماں کے ہان صدائی رات تھی پرسون بہن کے ہان ڈومنیان آئی تھین۔ آج خوب سوؤنگی۔
سپہر آرا۔ آپ کی بہن کا نام تو خورشید لقا بیگم ہے اور وہ جو نواب امین الدین حسین کے ہان بیاہی ہین انکا نام مہ لقا بیگم ہے آپکا نام عاشق النسا بیگم۔ یہ اچھا نام ہے (مسکرا کر) عاشق النسا بیگم عاشق النسا جیسی زیب النسا تھی ویسے ہی ہم بھی ہین۔
بس بالکل ویسی ہی۔ اشعار سنیئے تو پڑھون۔ ؎

وائے بر شاعران نادیدہ	غلطی را نجود پسندیدہ
سر در اقدیار بے نامند	سر چو بے است تا تراشیدہ

حسن آرا۔ یہ زیب النسا کا کلام ہے مگر یہ کیا جانے کیا سبب تھا کہ عمر بھر شادی نہ کی ناکتخدا ہی مری۔ تربتش عنبرین باد۔
عاشق النسا بیگم۔ کیون بہن ایک بات پوچھین بتاؤگی یا نہین بتاؤگی۔
حسن آرا۔ ضرور۔ مگر جو بتانے کی ہوگی تو بتا دینگے۔ ہان۔
عاشق النسا بیگم۔ واہ۔ چہ خوش۔ یہ بھی کوئی اقرار ہے وعدہ کرو۔
حسن آرا۔ بے سمجھے بوجھے کیونکر وعدہ کر لین بہن بس پانچین۔
عاشق النسا بیگم۔ اچھا کان لاؤ (کان کے پاس منھ لیجا کر) گانا جانتی ہو یا نہین ہمارا ہی مردہ دیکھے جو جھوٹ کہے بہن اور جو
حسن آرا۔ نہین خاتون جنت کی قسم ہمین گانا نہین آتا۔
عاشق النسا۔ ہمارے بھائی کا کیا گلا ہے۔ جو سن لو تو عاشق ہی ہو جاؤ اور وہ تو فنکار بھی ہین۔ بین خوب بجاتے ہین سنو تو عشق ہو جائے۔

حسن آرا۔ ماشاء اللہ کیا تقریر ہے۔ شریف زادیان یہ باتین کیا جانین بھلا عاشقی معشوقی کسے کہتے ہین عشق ہے کیا بلا۔
عاشق النسا۔ سنو بہن۔ تم لاکھ چھپاؤ نگاہ کہین چھپائے سے چھپتی ہے۔ اشارات آشنا نگاہ لاکھون مین پہچان لین ج۔ بھلا چھپی ہین ادائین کہین چھپانے سے ہمارے بھائی کو کبھی دیکھا ہے
سپہر آرا۔ ہان کیون دیکھا کیون نہین ہے۔ آپ کی صورت بہت ملتی ہے بالکل ہمشکل ہو۔ دونون بہن بھائی خوبصورت اور حسین چندے آفتاب چندے مہتاب آنکھین بھی دونوکی ایک سی ہین کیا مرزا ہمایون فر کی شادی ہوگئی ہے یا نہین ہوئی ابھی تک۔
اس فقرے پر حسن آرا بد دماغ ہوئین اور قہر کی نگاہ سے اپنی بہن کو دیکھنے لگین ہمایون فر تو اس قسم کی چھیڑ چھاڑ تہ دل سے پسند کرتے تھے کھل گئے کہ آرزوے دلی بر آئی اسکے جواب مین کہا (نہین بہن) ابھی تو شادی نہین ہوئی ہے لیکن جو تمھاری عنایت ہو تو عز و جل اسی مہینے مین نکاح ہو جائے۔ سپہر آرا اب سمجھین کہ انھون نے غلطی کی تھی مگر تیر از کمان جستہ و وقت از دست رفتہ کا نقشہ تھا۔ خاموش ہو رہین۔
جن بزرگوارون نے فسانہ آزاد کی جلد اول پڑھی ہے وہ اس فقرے کو خوب سمجھین گے خوب یاد ہوگا کہ مرزا ہمایون فر پہلو رہنے جیسا کہ ہم نے لکھا اپنی بہن کے فرضی نام سے مہری بھیجی کہ حسن آرا بیگم اور سپہر آرا بیگم سے عاشق النسا بیگم ملنا چاہتی ہین انھون نے منظور کر لیا بھیس بدلکر فنس پر سوار ہو کے گئے اور وہان انھون نے دو ہی تین گھڑی مین بے تکلفی کر لی۔ چونکہ ان سے استعداد ہو گئی رخصت کے بعد باہر آکر اپنی تصویر بھیجدی ورنہ دوسرے روز حسن آرا سپہر آرا بھی شاید انکے ہان جاتین ابتانی جی یا معتبر اور مہریان ساتھ ہوتین مگر ہمایون فر نے ایسی جلدی کی کہ غلطی کی کسر

بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔ اس کے بعد مرزا ہمایون فر اگرچہ تب ہمایون باغبان بنے تھے اور سپہر آرا کے لوح دل پر انکی محبت کا نقش بخوبی منقوش ہوا تھا دل و جان سے ان پر نثار تھی اور ہمایون فر سے ہر روز اشارون مین گفتگو ہوتی تھی نامۂ و پیام خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا کبھی ہاتھی پر سوار ہو کر نکلے کہ دیوار کے پاس سے اپنی معشوقہ نسرین بدن کا حسن گلو سوز مشاہدہ کرین کبھی ہتابی پر گئے مگر افسوس ۔ ؎

یہ کیا الم ہی جو اب خواب مین ہی چشم نہان
یہ کیا الم ہے جو ہے واصیتا لب پر
فلک ز بار مصیبت خمیدہ او دیلا
ملک جو صبح گریبان دریدہ وا ویلا

کجا وہ سامان شادی ۔ کجا یہ خانہ بربادی ۔ کجا وہ عیش و سرور کجا عشرت منزلون دور شمع طرب گل مسرت کافور کجا وہ تیاریان وہ خوشی کے شادیانے وہ دھوم کجا بحر غم کی طغیانی اور اشکون کا ہجوم اب تک کیا تھا اور اب کیا ہو گیا ۔

اب ایسا گرم ہی بازار رنج و آفت کا
کہ مشتری ہی خریدار سوز درد جگر

اس اجل مردار سے خدا سمجھے اسکو جو قتل کرے وہ بڑا مرد ہی ع
از دست اجل بسے جگر ہا خون شد ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون
مگر اس دو روزہ زندگی پر انسان کیا کیا گھمنڈ کرتا ہی اہل دل اپنی دولت فانی پر اتراتے ہین بادۂ نخوت کے نشے سے مست ہو جاتے ہین حسینون کو اپنے جمال اور حسن خداداد کا فخر ہی ۔ خدا نے ہمکو حسن کی دولت سے مالا مال کیا رشک قمر بنایا ۔ چاند سا مکھڑا دیا علما و فضلا اپنے علم و فضل پر ناز کرتے ہین ۔ جہلا کو بہائم دنیا کو فخر سمجھتے ہین سپاہیون کو بھی غرور ہی کہ ہم تلوار کے دھنی ہین جان کی کچھ حقیقت ہی نہین ہم بہادر ہین تلوار کے منہ چڑھتے ہین سینہ کو سپر بناتے ہین مصور اسی تکبر مین مرے جاتے ہین کہ ہم نقل کو اصل کر دکھاتے ہین یہی معلوم ہوتا ہی کہ تصویر منہ کھولا ہی چاہتی ہی گویا بولا ہی چاہتی ہی فصحا کو یہ ناز ہی کہ ہم سیف بیان ہین ہم آتش زبان ہین ہم غیرت سلمان ہم رشک سحبان ہین دم تقریر منہ سے پھول جھڑتے ہین جو سنے پھڑک جائے مگر حیف صد حیف کہ مآل کار پر کسی کو نظر نہین کل من علیہا فان کو سب بھولے ہوئے ہین اور جو بصیر ہین ۔ ہر در و دیوار سے اُن کے کان مین یہی صدا آتی ہی کہ دنیا گذشتنی و گذاشتنی ہی ؎

این عمر کہ بیتاب بہ بینی آن را
نقشے است کہ در خواب بہ بینی آن را
دنیا خوابے و زندگانی دردے
خوابیست کہ در خواب بہ بینی آن را

آسودگی کنج عدم مین ہی مرزا بیدل خوب کہہ گئے ہین دنیا سے دون کو آرائش کے اسباب کیا واسطہ آسایش منزل دور رہی ؎

مہ از جہان بہر کہ غذا لطیف تو
دولت در لباس اگر سیر درست

شہزادہ ہمایون فر اور یون وفات پائے اس عنفوان شباب مین قضا آئے کیا جگر دوز سانحہ ہی کیا حسرت انگیز واقعہ ہی نادیدنی و ناشنیدنی ہی مگر اتفاق ۔ انسان مجبور ہی ذرا بس نہین چلتا اگر دنیا مین کوئی مرض لا علاج ہو تو یہی ہی ؎

آگاہ بود خضر ز آفات زندگی
دانستہ آب را ز سکندر دریغ داشت

ایک روز کا حال بر سبیل تذکرہ حضرات ناظرین سن لین مرزا ہمایون بہادر چھت پر ٹکٹکی لگائے بیٹھے تھے کہ شاید ناظورۂ طاؤس زیب کا نظارہ ہو جائے مگر محروم رہے تھوڑی دیر کے بعد خدمتگار نے آ کر کہا خداوند آج سرکار نے نماز نہین پڑھی تو چونک پڑے کہا افسوس کمال رنج ہوا ۔ مگر تعجب ہے کہ تم مین سے کسی نے مجھکو مطلع نہ کیا ۔ یہ کہہ کر مرزا ہمایون فر اسی مقام پر مشغول نماز ہوئے

ساتھ یہ غزل گانے لگے۔

لگا کر دل بت ناآشنا سے — عبث ہم پھر گئے اپنے خدا سے
سوال بوسۂ لب پر کے تم — لگے چڑھنے فقیر کی دعا سے
ملایا ہر دم سے بار ہا منھ — نہیں نسبت تمھارے نقش پا سے
عجب ہے یار کی تصویر رفتار — پری کے نقشے کھینچے نقش پا سے
ذرا دیکھو تو اللہ ری نزاکت — قدم اٹھتا نہیں بار حنا سے
ہر اک محبوب کیا سر چڑھی ہے — رسائی سیکھیے زلف رسا سے

یہ شعر پڑھ ہی چکے تھے کہ سامنے والی مہتابی سے یہ آواز آئی

مسلمان بھی کریں سجدے بتون کا — دعا مانگی تو یہ مانگی خدا سے

سپہر آرا بیگم مہتابی سے انکی کیفیت بیقراری اور گریہ و زاری و اختر شماری دیکھ رہی تھین ادھر حضرت نے شعر خوانی موقوف کی ادھر سپہر آرا بیگم نے ایک شعر پڑھ دیا اور پھرتی کے ساتھ تڑپ کے مہتابی سے نیچے چلدین ہمایون فر نماز روزہ کے بڑے پابند تھے۔ انکو سخت شاق گذرا کہ نماز قضا ہو گئی مگر تشفی یہ تھی کہ جس ناظرہ آتش رخسار سے لو لگائی وہ دوڑی آئی جذب اسے کہتے ہین۔ دل مین محظوظ و مسرور ہوئے اور سمجھے کہ کوشش ٹھکانے لگی ورنہ اس جلے پیر کی بدولت نماز مفت ہاتھ سے جاتی افسوس ہے کہ ایسی ہی اور بھی بہت سی روداد ہین جن کے لکھنے سے قلم قاصر ہے۔ اور روداد مصیبت واحسرتا۔ ہائے ستم۔ وائے ستم۔ یہ کیا ہوا۔ ۵

یہ کیا الم ہے جو ہے چاک چاک جیب سحر
یہ کیا الم ہے جو خورشید ہے برہنہ سر
سیاہ پوش ہوا ہے الم سے چرخ کبود
بہ رنگ داغ دل ماہ ہے ہر اک اختر
بنا ہے چاند کا ہالہ بھی حلقۂ ماتم
ہے برج آبی گردون بشکل دیدۂ تر
ز فور غم سے تعجب نہیں اگر مریخ
اب اپنے قتل کو مانگے ہلال سے خنجر
ز فور آتش غم سے ہر ایک دل ہے تنور
ہے آفتاب قیامت ہر ایک داغ جگر

مرزا ہمایون فر بہادر کے جنازے کا حال ہم کسیقدر معرض بیان مین لا چکے ہین اب باقی ماندہ حال بھی بصد حسرت مذاکر اب سُنیے کہ قلعہ معلی کے امام باڑے مین صندلی صندوق رکھا تھا قبر کے قریب لائے معمار پہلے سے تیار کر چکے تھے چونے کی چنائی ختم ہو چکی تھی۔ دو آدمیون نے قبر کو اندر سے صاف کیا صندوق سے سہرا اور دوشالہ اتارا گیا ہائے ابھی ابھی دولھا کے سر پر سہرا تھا اب لاش کے صندوق پر نظر آتا ہے دوشالہ اتارا یہ دوشالہ مرزا ہمایون فر نے بڑے شوق سے مول لیا تھا قبر تک اپنے ساتھ دیا اور دو آدمیون نے پوٹ پکڑ کر لاش اتاری بند کفن کھولا گیا۔ داہنے رخسار کے نیچے مٹی کا ڈھیلا رکھا گیا داہنے شانے کو ایک شخص نے آہستہ سے ہلایا۔ قاری نے تلقین پڑھی بعد ختم ایک شخص نے تختے لگائے اسکے بعد اعزہ اقربا و احباب اور حاضرین قبر کے قریب آئے اور سب نے مٹی دی مرزا ہمایون فر کا چھوٹا بھائی قبر پر گر پڑا اور اسطرح پر زار زار رویا کہ کل حاضرین کے دل بھر آئے دو چار اعزہ نے سمجھایا گلے لگایا۔ آنسو پوچھے مگر اس بیچارے کی عجیب حالت تھی جوش اشک جاری تھی لب پر آہ آتشین سینہ بریان دل بیقرار۔ قبر کی طرف نظر کی اور آہ سرد بادل پر درد بھری۔ پھر قبر کو دیکھا اور پیٹنا شروع کیا ہائے بھائی بگڑ گئی ۵

ز عزم جنان کردی و دستی ز من — بستی کمر خویش و شکستی کمر من

ایک بزرگ نے گلے لگا کر کہا بیٹا اس وقت کا رونا بڑا ہی

ذرا صبر کرو سوچو کہ ایک روز ہم کو تم کو بھی یہی منزل طے کرنی ہی اور یہی شربت مرگ ہم تم سب کے لیے ہی۔ دنیا فانی تو ہی ہی! اب تو تم کو لازم ہی کہ اپنی ضعیفہ اور خستہ جان مادر مہربان کو ڈھارس دو۔ کہا اماں جان تم کیون روتی ہو مین تو خدا کے فضل سے موجود ہون۔ مجھکو دیکھو کہ بھائی نہ رہا۔ قوت بازو اب کہان سے لاؤنگا۔ نہ کہ تم خود اپنا اسقدر برا حال کرو۔ وہ بیچارا باواز بلند پکار کے کہنے لگا۔ قبلہ و کعبہ اسوقت ہمین کچھ نہین سوجھتا۔ ہمارا جوان بھائی دنیا سے اٹھ گیا۔ ہاے (بلند آواز سے) گورکن نے قبر کو برابر کیا سقے نے سرہانے سے پانی ڈالا اور سرہانے ہی پر ختم کیا لوگ کہتے جاتے تھے کہ خبردار دھار نہ ٹوٹنے پائے۔ پہلے مین سکھ کی چادر اسپر زربفت کی چادر بچھائی گئی۔ پھر پھول کی چادر آئی فاتحہ خوانی ہوئی۔ سب نے ہاتھ دھوے اور روانہ ہوئے۔

اثناے راہ مین ہر کوچہ و برزن ہر دکان اور ہر مکان سے یہی آواز آتی تھی کہ ہاے یہ کیا ہو گیا ابھی ابھی ادھر سے برات گئی تھی اور ابھی ابھی جنازہ گیا اور دفنا کے چلے آگے۔ ہاے ستم واے ستم۔ اس سلیمان مرتبت جمشید منزلت شہزادے سے کون واقف نہ تھا۔ دوسرے تیسرے شہر کے خاص خاص بازارون مین دکڑی پر نکلتے تھے۔ کبھی سمند کبھی کمیت کبھی عربی کبھی ولایتی کیپ چنے ہوئے ایک ایک گھوڑا دو دو چار چار ہزار کا۔ فیشن اور اوڑھے اسی وضع اور فیشن کے تمام اشخاص جسکے امرا کے پاس شکلین جب یہ لوگ دفنا کر گھر چلے تو راہ مین لوگ باہم یون باتین کرتے جاتے تھے

ایک۔ رہے نام اللہ۔ بھائی۔ رہے نام اللہ کا۔ بس

دوسرا۔ واہ میرے شہزادے اچھی دفنائے گئے۔ قیامت باقی

تیسرا۔ بھائی ہماری نظرون کے سامنے انکی تصویر پھر رہی ہی وہ سمند گھوڑے پر سوار ہو کر شان سے چوک کی طرف گذرنا

بادشاہ تو تھے ہی جھک جھک کے لوگ سلام کرتے تھے۔

چوتھا۔ جسوقت دلھن جنازے پر آئی تو اللہ عرش تھرانے لگا زمین ہل ہل گئی یہ کیفیت ہوئی بس کچھ نہ پوچھیے اُف وہ ستم کا سامنا تھا ارے غضب دلھن اور جنازے پر کھڑی کہرام کر رہی ہی۔ آجتک ایسا سانحہ نہین سنا۔

نہ آشنا کوئی گل ہی نہ کوئی بلبل یار
ہے مثل سبزۂ بیگانہ بوستان افسوس
چمن مین پھیری ہی نرگس نے آنکھ اب مجھسے
نہین نظارے کے قابل مین ناتوان افسوس

پانچوان۔ شہزادی بیگم کے حال پر رودون کہ اس پیرانہ سالی مین یہ سانحہ دیکھا جسکے سننے سے انسان کانپ اٹھتا ہی۔ یا سپہر آرا کی حالت زار پر پیٹون کہ ہاے یہ کیا ستم ہو گیا جو آجتک کبھی ہوا ہی نہ تھا۔ یا ہمایون فر کے بھائی کی گریہ زاری پر سینہ کوبی کرون۔ ہاے یہ کیا ہوا۔

مکان پر پہونچے تو کہرام مچ گیا۔ ایک شخص دروازہ پر مولیان لیے کھڑا تھا جو گیا اسنے پتا توڑا اور کھٹک لیا مرزا ہمایون فر کا چھوٹا بھائی جیسے ہی گھر کے اندر داخل ہوا مجلس پڑ گئی۔ یہ بیچارہ سو پریشان اور گریہ کنان و نوحہ کنان تھا دل حسرت منزل نخچیر تیر حرمان تھا۔ شہزادی بیگم نے سر پیٹ کر کہا۔ بیٹا میری کمائی کو کہان چھوڑا۔ خورشید لقا دردکرتی تھی ہاے کس جنگل بیابان مین ہمارے بھائی کو چھوڑ آئے ہم بھی وہین جائینگے۔ ارے لوگو ہم بھی وہین جائینگے ہمین بھی ان ہی کے

شہزادی بیگم۔ ہاے میرا لال زمین کا پیوند ہو گیا ہی!!!

خورشید لقا۔ اماں جان۔ بھائی کو اکیلا چھوڑ دیا۔ وہان اور کوئی نہین ہی اس لق و دق بیابان مین بیچارے اکیلے

پڑے ہین اس بیکسی کو تو دیکھو۔

مہ لقا۔ (سینہ کوبی کرکے) یا اللہ مجھے بھی موت آجائے۔

مغلانی۔ (آہستہ سے) اللہ نہ کرے۔ ابھی موت ہی موت پکار رہی ہو (یہ مغلانی بڑی بوڑھی عورت بہت مدت سے اِنکے ہان نوکر تھی) شہزادی۔ میری پیری کا سہارا تھا میری تِلیون کا تارا تھا کن کن نازون سے مین نے پالا تھا کیسی کیسی منتین مانی تھین ہائے لوگو یہ دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا۔ دن رات اسی سوچ مین رہتی تھی کہ اُسکا کنول کھلا کرے اسکے پاؤن مین کبھی کانٹا نہ چبھے کیسی کیسی نعمتین اُسکے لیے موجود تھین اُف کبھی بیمار نہین ہوا مجھسے ایکروز کہنے لگا کہ آنا آج ڈاکٹر صاحب ہمارے ہان آئے تھے جو سب سے بڑے ڈاکٹر ہین انھون نے ہم سے کہا کہ تم بڑے صحیح مزاج اور تندرست آدمی ہو ایک نسخہ لکھ گئے ہین سردی مین اسکا استعمال کرو مین نے کہا۔ بھیا انکی داواؤن مین کالا پانی ملا ہوتا ہے دوسرے دن کہا آنا جان اس دوا نے بڑا فائدہ کیا اور صاحب مجھسے کہہ گئے ہین کہ آپکا سا تندرست آدمی اس اسٹیشن مین کوئی نہین ہے (سینے پر دوہتڑ لگاکر) ہائے یہ کیا معلوم تھا کہ آفتِ غیبی تیار ہی آئیگی یہ کون جانتا تھا کہ ایک ہی جھونکے مین گلِ خندان مرجھا جائیگا سمجھے تھے کہ مین بڑا تندرست ہون اور یہ معلوم ہی نہ تھا کہ

ہائے ہائے خورشید لقا بیگم نے مارے غم کے اسقدر سر پٹکا کہ دونون رخسارے نیلے ہو گئے آہ سرد بھر کر کہا ہم نے ایکبار ہی سنا تھا کہ دو دن سے بخار آتا ہے بس اسقدر رگڑھی اسقدر رگڑھی کہ بیان سے باہر ہے۔ ہائے یہ معلوم ہی نہ تھا کہ اجل غیبی گولا آئیگا۔ ہائے ابھی تھوڑے ہی دن ہوے کہ آس ٹوٹ گئی تھی اپنے حساب دفنا آئی تھی مگر اس مرحلے سے نجات پائی بھائی کی صورت دکھائی شادی مرگ کی نوبت آئی (رو کر) بھائی یہ کیا غضب ڈھایا۔

ہمایون فر کے برادر اصغر نے کہا اسوقت قلب کا عجب حال ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مسوس رہا ہے اور بیقراری دمبدم بڑھتی جاتی ہے انکے ایک بزرگ نے قریب آکر کہا۔ بھائی بیقراری کا سبب ظاہر ہے۔ دل کیونکر مانے یہ سانحہ جگر دوز ہے خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے مگر خیال یہ ہے کہ اس جہان فانی مین کوئی ایسا بھی ہے جو نہ جائے کوئی نہین صرف فرق اتنا ہی ہے کہ کوئی آج کوئی کل۔

رہے نہ حضرت یوسف نہ حسن پاک انکا
رہی نہ اب وہ زلیخا نہ عشق اسکا ہے
نہ اب ہے لیلی و شیرین نہ قیس و فرہاد
نہ اب جہان مین وامق ہے اور نہ عذرا ہے
نہ اب ہے قیصر و خاقان و سلطنت و حشم
نہ ہے سکندر و جمشید اور نہ دارا ہے
نہ جن کو بستر مخمل پہ نیند آتی تھی
سو ان کے واسطے اب خاک کا بچھونا ہے
سر عزیز پہ تھا جن کے تاج سلطانی
ہر اک فقیر کی ٹھوکر سر ان کا کھاتا ہے
نہ گل سے کان مین آنکھ نہ آنکھ نرگس سی
نہ مثل سنبل تر کا کل چلیپا ہے

نواب۔ بھائی جان اب خدا کو یاد کرو الصبر مفتاح الفرج

آغا۔ خدا صبر جمیل کرامت فرمائے۔ آمین آمین ثم آمین

منشین ترش از گردش ایام کہ صبر
گرچہ تلخ است ولیکن بر شیرین دارد

بزرگ۔ جوان خورد تربیت یافتہ حلیم الطبع خندہ پیشانی خوش اخلاق ذی مروت ہمہ صفت موصوف تھا گر موت سے کسی کی بھی چلتی ہے ہائے افسوس برسون نہ بھولونگا بلکہ تمام عمر نہ بھولونگا دیکھتے ہی دیکھتے

یہ کیا ہوگیا خداوندا کس شان سے برات جاتی تھی اور یہ کیا ہوگیا اس درد کی دوا ممکن ہی نہیں۔ لاعلاج محض ہی ؎

وصل تو ام چو نیست میسر علاج نیست
بر درد عشق داغ جدائی فزودہ اند

ایک براتی نے جو عرصۂ دراز سے ہندوستان میں رہتے تھے مرزا ہمایون فر کے برادر اصغر کو بہت سمجھایا اور نصایح دلپذیر سے دل بہلانا چاہا مگر نمایش آتش غم والم پر روغن کا کام کرتی تھی اور یہی شعر ترجمان دل تھا۔

اے سر ز جوش ست سراپاے دل اسیر پاس تدبیرے
اگر را آز سود ستم ندارد عشق تاثیرے

ہزارہا لوگ ادھر ادھر بیٹھے ماتم کر رہے تھے۔ ایک جہان کو شہزادہ رفیع المنزلت کے ماتم میں نوحہ گر پایا جسنے اس واقعۂ جگردوز کا حال سُنا اُسنے کہرام مچایا۔

ایک۔ بس یہی جی چاہتا ہی کہ زہر کھا کے مر جاؤن۔ ہائے

دوسرا۔ اس حلم اور بردباری کو خیال کیجیے کہ ڈرتے ڈرتے ہین گھوڑے پر سوار دولہا بنے چلے جاتے ہین اور جھک کے مجھے سلام کیا اور مسکرائے ہے ہے۔ یا خدا یہ کیا ہوا وہ بیچارہ تو اس جور و جفا کا مستحق نہ تھا۔ فلک پیر اور چرخ کج رفتار نے وہ ظلم کیا کہ الامان الامان اس حلم کو غور کیا آپنے سچ ہی ع نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین۔ بادشاہزادے تھے کہ ایسے ویسے

تیسرا۔ صبح کو مین گیا تھا۔ ملاقات ہوئی مین نے کہا حضور کو دلہن مبارک ہو غلام کا انعام دلوائیے۔ کہا بھئی یہ جلد بازی اچھی نہین ہی۔ انعام جبر لیو لو۔ مگر شادی تو ہونے دو۔ جسدن دلہن آئے اسی دن انعام لو۔ نہ دین تو جرمانہ۔ یہ کہکر خدمتگار کو اشارہ کیا دو اشرفی ہاتھ مین چپکے سے دے گیا مین نے جھک کر آداب عرض کیا اور کہا تا وصلی خسب نر پر مشق خامۂ تقدیرات نستعلیق عمر و دولت از شکستن محفوظ باد بالنون والصاد آمین آمین کی آواز بلند ہوگئی

چوتھا خفیہ طور پر بہت خیرات کرتے تھے کسی کو دس روپے کسی کو پچاس کسی کو سو کسی کو دو سو مگر مجال کیا کہ زبان پر لائین کبھی نہین آجتک کسی سے ذکر ہی نہین کیا اور بہر طرہ یہ کہ جسکو دیا اس سے کبھی کبھی نخوت کی نہ لی۔ امیر اور غریب دونون سے جھک کے ملے یہ بہت مشکل ہی۔ ورنہ وہ تو بادشاہ کی اولاد شہزادے کروڑپتی آدمی تھے یہان جس کے پاس بیس پچیس ہزار روپیہ ہوتا ہی وہ زمین پر قدم نہین رکھتا جی حضرت۔ دل لگی نہین ہی ع۔ گر بدولت برسی مست نگردی مردی مرزا ہمایون فر کے چھوٹے بھائی سلیمان شکوہ نے کہا۔ برسی تمنا کے بعد شادی کا دن دیکھا تھا۔ برسون کی آرزو بر آنے کو تھی۔ مگر وہ دولہا بن کے رہ گئے۔ ہائے ہائے۔ ؎

هجرت کہ بجان من درویش آمد / گوئی نیکے بر جگر ریش آمد
می ترسیدم از تو شوم روز دور / دیدی کہ ہمان روز بہ پیش آمد

رباعی حسب حال ہی۔ ہمین مار ڈالا قتل کر گئے بھائی۔

در ہجر تو من شمع افزون گریم / مانند صراحی اشک گلگون گریم
چون ساغر بادہ ام کہ از دل تنگی / چون نالۂ چنگ بشنوم خون گریم

دو آدمی جو بڑی بیگم کے ایوان فلک نشان کے قریب رہتے تھے باہم بصد حسرت و یاس یون ہمکلام ہوئے۔ آغا اور لالہ۔

آغا۔ سپہر آرا بیچاری کی خدا جانے کیا کیفیت ہوگی! اب تمام عمر تلخی کے ساتھ گذرے گی۔ ہا۔ کیا ہوا۔ ؎

من حاصل عمر خود ندارم جز غم / در عشق تو یار خود ندارم جز غم
یک ہمدم و ہمراز ندارم نفسے / یک مونس و غمخوار ندارم جز غم

لالہ۔ مجھے خوب یاد ہی کہ بجرے پر سوار ہو کر دونون بہنین کس شان سے جاتی تھین کہ مین کیا عرض کرون۔ مگر اتفاق وقت سے سب

مجبور ہین۔ ع کسی کی کچھ نہین چلتی ہی جب تقدیر پھرتی ہی

این نکتۂ سربستہ بیادم زحباب است
کاین عمر بیک چشم زدن نقش بر آب است

این جہان نقشے بر آبے بیش نیست
پیش نور چشم عبرت بین ما

موج آبے یا سرابے بیش نیست
اوج گردون جز حبابے بیش نیست

این ہمہ جوش و خروش ہر دو کون
جز خیالاتے و خوابے بیش نیست

سب لوگ رخصت ہوے۔ چند اعزہ شب کو رہین رہے تاکہ مرزا سلیمان شوکت کو تشفی دیتے رہین۔ تمام شب اندر باہر ماتم ہوا کیا خورشید لقا بیگم کا بہت بُرا حال تھا روتے روتے آنکھین خون کبوتر کی سی سرخ ہو گئین اور ہچکی بندھ گئی جو سمجھاتا تھا اسکو سخت جواب دے بیٹھتی تھین۔ مہ لقا بیچاری سکتے کے عالم مین تھی اگر کبھی کچھ کہا بھی تو یہ کہا کہ ہاے لوگو یہ کیا ہوا بس اسکے سوا اور کوئی کلمہ زبان سے نہین نکلتا تھا شہزادی بیگم دیوارون اور کھمبون سے سر ٹکراتی تھین سینے پر دوہتڑ ہاتھ لگاتی تھین رشتے کی بیگمات مخدرات زار زار روتی تھین۔ ہاے ہمایون فر ہاے ہمایون فر کی صدا بلند تھی محلے والے رات کو چونک چونک پڑتے تھے کہ یا خدا ان سبکو بچا دو چار آدمی رو رو کے جان دینگے۔ اُس وقت سے برابر کہرام مچا ہوا ہی ایسا نہو آسمان پھٹ پڑے یا خدا اُنکی جان کا تو محافظ ہو جا خورشید لقا بیگم کوٹھے پر چڑھکر دوہتڑ پیٹ رہی تھین۔ مرزا سلیمان شوکت باہر حشر بپا کرتے تھے شہزادی بیگم نے سر پھوڑ ڈالا یا خدا امد دے یا خدا مدد دے۔ ؎

کسیطرح سے سمجھتا نہین دل ناشاد
بیا بیا کہ دگر تاب انتظارم نیست

وہی بکا ہی وہی زاری وہی ہی فریاد
خدا برا نظرے طاقت قرارم نیست

یہ اشعار ہر دردمند کی زبان پر گویا جاری تھے۔

دوسرے روز صبح کو ایک صاحب مرقد منور و مطہر پر گئے اور قبر کے قریب جا کر آہستہ سے پوچھا (شب کیسی گذری) تو یہ آواز آئی ؎

دراز نشے بوس کنارت مردم
قصہ چہ کنم دراز کوتاہ کنم

در حسرت لعل آبدارت مردم
باز آ باز آ کز انتظارت مردم

یہ آواز انکے کان مین آئی تو کانپ اٹھے ادھر دیکھا ادھر دیکھا بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے خدمتگار پیچھے کھڑا تھا اُس سے پوچھا تم نے کچھ سنا کانپ کر کہا حضور کوئی آواز سی قبر سے آئی مجھے صرف ایک لفظ سمجھ مین آیا (مردم) اور الفاظ مارے خوف کے مجھے یاد نہین مین مرزا صاحب نے جنھون نے خود قبر کے قریب جا کر (شب کیسی گذری) پوچھا تھا فوراً ایک سادے کاغذ پر پنسل سے لکھ لیا

دراز روے بوس کنارت مردم
در حسرت لعل آبدارت مردم

دوسرا شعر یاد نہ تھا۔ انھون نے تکیے کی درگاہ کے سجادہ کو بلایا اور کہا کہ ایک تعجب انگیز داستان سناتا ہون آپکو یقین نہ آئیگا مگر ضرور سنئے۔ مین نے آنکر حسب معمول و رواج پوچھا (شب کیسی گذری) تو وہان سے آواز آئی کہ۔ ؎

دراز زدے بوس کنارت مردم
در حسرت لعل آبدارت مردم

اور میرے خدمتگار نے بھی سنا۔ ہم دونون کے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ یا الٰہی یہ کیا اسرار ہی قبر سے یہ آواز کیسی آئی اللہ جانے کیا بھید ہی سجادہ نے کہا خداوند مین تو حضور کے پاس جانے ہی کو تھا شب کا ذکر سنئے تو سخت تعجب ہو گا مگر مجھے اجازت نہین کہ عرض کرون شب کو تو قبر پر جلسہ ہو رہا تھا وہ دیکھا جو کبھی بھی نہ تھی کہ کچھ نہ پوچھیے لیکن جب تک اپنے مرشد سے نہ پوچھونگا تب تک زبان سے نہ نکالونگا مگر اس قدر بتائے دیتا ہون کہ حافظ شیراز کی یہ غزل گائی جاتی تھی غزل کے بتانے مین ہرج نہین ہی۔

رفتم بباغ تا کہ بچینم سحر گلے آمد بگوش ناگہم آواز بلبلے
مسکین چو من بعشق گلے گشتہ مبتلا واندر چمن فگندہ فریاد غلغلے
میگشتم اندران چمن و باغ دمبدم میکردم اندران گل و بلبل تاملے
چون کرد در دلم اثر آواز عندلیب گشتم چنانکہ ہیچ نماندم تحملے
بس گل شگفتہ میشود این باغ را و کس بے جفائے خار نچیدہ ازو گلے
گل یار خار گشتہ و بلبل قرین عشق آنرا تغیرے و نہ این را تبدلے

حافظ مدار امید فراخ از مدار چرخ
دارد ہزار عیب و ندارد تفضلے

مرزا۔ ہان! سبحان اللہ سبحان اللہ مگر ہم لوگ ذرا ان باتون کو کم مانتے ہین لیکن بات ساری یہ ہی کہ وہ مقدس ملکوتی صفات اور برگزیدۂ کائنات ضرور تھا۔

مجاور۔ کہا نہ آپسے جو کچھ مین نے آج دیکھا وہ کبھی نہین دیکھا تھا اور شاذ و نادر ہی کسی نے دیکھا ہوگا۔ واللہ مین کچھ بیان نہین کرسکتا میرے ساتھ اور لوگون نے بھی دیکھا اللہ اللہ بس اب گو مگو کا عالم ہی جی چاہتا ہی کچھ کہون مگر زبان بند ہوئی جاتی ہی کچھ کہنے نہین پاتا

این مدعیان در طلبش بیخبرانند کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

مرزا صاحب ضعیف الاعتقاد آدمی تھے اور مجاور نے اس لسّانی اور چرب زبانی کے ساتھ بیان کیا کہ مرزا جی کو شک کی جگہ یقین ہوگیا اتنے مین مجاور نے ایک اور آدمی کو بلوایا۔ اس نے بیان کیا حضور والا کل شب کو عجب بات دیکھنے مین آئی مگر جسوقت بیان کرنا چاہتا ہون جیسے کوئی شخص منہ کو بند کر دیتا ہی اور کہنے نہین دیتا مرزا صاحب کو اور بھی یقین کامل ہوا کہ کچھ اسرار ضرور تھا قبر کو دیکھکر کہا۔ سچ کہنا ذرا بیکسی نہین برستی یہی معلوم ہوتا ہی کہ قبر کیا دولھا ہی۔ واہ ہمایون فر۔ (آہ سرد بھر کر) یہ کیا غضب ہوگیا بھائی ہائے ستم وائے ستم۔

مجاور۔ آپکے قریب کے عزیز تھے۔ مین جانتا ہون۔
خدمتگار۔ عزیز لڑکے تھے۔ مگر رہے نام اللہ کا۔
مجاور یہی بات ہی بھائی بجز ذات خدا اور سب فانی ہی ہر شے کیلیے فنا ہی۔ اگر نہین ہی تو ذات خداوند تعالی جل شانہ کے لیے

کس عسل بے نیش ازین دکان نخورد
کس رطب بیخار ازین بستان نخورد

اللہ بس باقی ہوس۔ اللہ باقی من کل فانی

نزد اہل معنی این کاخ سپنج ہست چون ویرانہ خالی ز گنج

مرزا۔ آج شب کو ہم بھی اس قلعے مین آئینگے! ذرا ہم بھی دیکھین کیسا نور خدا جلوہ افگن ہوتا ہی! انشاء اللہ۔ انشاء اللہ

اب سنئے کہ مرزا صاحب نے تمام شہر مین مشہور کر دیا کہ شہزادہ ہمایون فر کے مرقد منور پر شب کو بڑی چہل پہل تھی پریونکا جمگھٹ تھا راجہ اندر کے اکھاڑے کی پریچہرائین ناچنے آئی تھین درگاہ کا مجاور جو معتبر اور مقدس ہی گواہی دیتا ہی اس خبر کو ضعیف الاعتقادون نے باور کر لیا۔

جب سب لوگ بعد تجہیز و تکفین کے رخصت ہونے کو تھے نواب جعفر حسین خان بہادر نے سب صاحبون سے بحسرت کہا پنجشنبہ سوم کا دن قرار پایا ہی (آبدیدہ ہوکر) آٹھ بجے سب صاحب تشریف لائین اس فقرے نے کل حاضرین کو خون رُلایا اور ہمایون فر کے ایک دوست نے کہا۔ ہمارا تو لطف زندگی گیا۔ اب ہم کسی مصرف کے نہ رہے جائینگے کہان بیٹھینگے کہان ہنسین بولین گے کس سے۔ کس قدر ربط ضبط تھا۔ ہم تو سمجھے تھے کہ اب تاحشر ساتھ نہ چھوٹے گا مگر۔

ہزار حیف کہ اب کہ سب وہ دھوکا تھا
وہ ربط اور وہ صحبت تھی مثل موج سراب

جد اگرچہ رہین دن کو شمع دیروانہ
اُٹھائے چہرۂ مقصود شب کو رخ سے نقاب
نسیم صبح آئے دلائے صبح مژدۂ وصل
رہے فراق مین نالان جو رات بھر سرخاب
یہ ایک مین ہون کہ یکسان گذرتے ہین شب و روز
جگر کو آتش فرقت نے کر دیا ہے کباب

الغرض پنجشنبہ سوم کا دن قرار پایا۔ اب کل یا پرسون سوم کا حال سنیئے گا۔ بالفعل ایک بات بیان کرنی ہی کہ اس شب سپہر آرا بیگم نے تمام رات گریہ و زاری کی حسن آرا رات بھر بڑی بیگم قریب مرگ ہو گیئن۔ روح افزا اور بہار النسا دونو وار سر پیٹتی تھین اور جہان آرا اور گیتی آرا کا برا حال تھا جانی بیگم سپہر آرا کے ہاتھ پکڑے تھین اور نظیر بیگم حسرت اور حیرت سے سب کی طرف نظر ڈالتی تھین کہ ہے یہ کیا ہو رہا ہی اور یہ کیا ہوا

مطلبے گر بود از ہستی ہمین آزار بود ॥ ورنہ در کنج عدم آسودگی بسیار بود

سوم کے روز ہزار دن آدمی جمع تھے خلقت ٹوٹ پڑی اسکے کئی سبب تھے ایک یہ کہ شہزادہ ثریا جاہ فلک بارگاہ کا سوم تھا دوسرے مجاور کی تقریر اور قلعہ معلّیٰ والون کی شہادت نے لوگون کے دلون پر عجب رنگ اثر جما یا تھا اکثر آدمیون کو تو یقین بلکہ حق الیقین تھا کہ شہزادہ انجہانی بر و اللہ مضجعہ صرف مقبول بندہ خدا ہی نہ تھے بلکہ اولیاء و صدیق اور صلحا مین اُنکا درجہ تھا اور اُنکی تربت عنبرین پر خسب کر جشن جو مان بہشتی ہوا تھا۔ لہذا سوم کے حصے لینے کو تبرک سمجھکر لوگ آگئے تھے ان مین اکثر آدمی ایسے بھی تھے جو محض ہمایون فر کی محبت یا رسم و رواج کے مطابق شریک ہوئے تھے اور جنکو مجاور کی داستان کا مطلق یقین نہ تھا۔ آٹھ بجے کے قبل اس قدر آدمی جمع ہوئے کہ گو مرزا ہمایون فر کا محل کیوان نشان بمرتبہ غایت رفیع الشان و عظمت توامان تھا تاہم اس مین اس قدر گنجائش نہ تھی کہ سب شہر کا مجلس سوم بیٹھ سکتے۔ لہذا فور اً انگیرے اور خیمے نصب کیئے گئے۔ فرش دو گھڑی رات ہی سے بچھا تھا اور صندوقون مین سیپارے رکھے تھے جب سب بیٹھ سا اور امرا دہا ئد شہزادے اور احباب اور اعزہ و اقربا جمع ہو گئے قاریون نے قرآن خوانی شروع کی جو لوگ پڑھ سکتے تھے اُن مین سے اکثر کے ہاتھ مین سیپارے تھے بعد قرآن خوانی بارہ امام پڑھے گئے بعدازان اعزہ نے دونے بیلے چنبیلی کے پھول اٹھائے ایک پیالے مین صندل اور خوشبو دار تیل تھا اسمین دو دو چار چار پھول ڈالے مرثیہ خوانون نے مرثیے پڑھے جناب فضیلت انتساب خدائے سخن میر انیس صاحب مبرور و مغفور کے ایک شاگرد رشید نے یہ مرثیہ پڑھا جس سے کل شہر کا مجلس عزا پھوٹ پھوٹ کر روئے ؎

یارب چمن نظم کو گلزار ارم کر ॥ اے ابر کرم خشک زراعت پہ کرم کر
تو فیض کا مبدا ہی توجہ کوئی دم کر ॥ گمنام کو اعجاز بیانون مین رقم کر
جب تک یہ چمک مہر کی پرتو سے نہ جائے
اقلیم سخن میرے قلم دے نہ جائے

اور جسوقت حسرتناک آواز سے ذاکر جناب سید الشہدا نے یہ بند پڑھا تمس پڑ گئی شائقین مجلس آل عبا سینہ کوبی کرنے لگے

چلائے محمد کہ مین بسمل ہوا بھائی ॥ اے وائے آخی کیا یہ خبر مجھکو سنائی
دل ہل گیا برچھی سی کلیجے مین آئی ॥ یہ واقعہ سنکر نہ بچیگی مری جائی
ممکن نہین دنیا مین دوا زخم جگر کی
کیونکر کہون زہرا سے خبر مرگ پسر کی

مجلس عزا مین ہنگامہ محشر بپا تھا۔ ہر مومن پاک سرشت ہائے حسین کی آواز بلند تھی ایک تو ذکر سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا کی طرز مرثیہ خوانی دوسرے معجز بیانی خیو از بانی تیسرے دکر رقت و

پریشانی جو تھے مومنین حق بین عشاق ائمۂ ہدیٰ کے بحر غم والم کی روانی۔ اس سبب سے ملکر کہرام مچا دیا۔ ہنوز تک جاڑین مار مار کر روتے تھے اشکون سے منہ دھوتے تھے بیان مصائب سنکر کلیجہ منہ کو آتا تھا دل شق ہوا جاتا تھا۔

کٹ جاتے ہین خود رنگ بدلنے والے
کب تھمتے ہین جو اشک ہین ڈھلنے والے
اللہ رے تیرے سخن کی تاثیر انیس
رو دیتے ہین مثل شمع جلنے والے

مرثیہ خوانی نے ان بندون سے سامعین حاضرین کو خون رلایا

جسوقت سنی فاطمہ نے یہ خبر غم　　شادی مین ولادت کے بپا ہو گیا ماتم
چلاتی تھی سر پیٹ کے وہ ثانی مریم　　بیٹے پہ چھری چل گئی یا سید عالم
خنجر کے تلے چاند سی تصویر کی گردن
کٹ جائیگی ہی ہی مرے شبیر کی گردن

دنیا مجھے اندھیر ہی اس غم کی خبر سے　　شعلون کی طرح آہ نکلتی ہی جگر سے
واہن یہ ٹپکتا ہی لہو دیدۂ تر سے　　بس آج سفر کر گئی شادی مرے گھر سے
جسوقت تلک جیتی ہون ماتم مین رہونگی
مظلوم حسین آج سے مین ان کو کہونگی

سامعین نے انتہا سے زیادہ گریہ و بکا کیا۔ اور باہم باتین ہونے لگین ایک نے کہا۔ صاحب خوب پڑھتے ہین واللہ بہت خوب پڑھتے ہین دوسرے صاحب بولے اے حضرت کیون نہین شاگرد کس کے ہین سحبان وائل اور امراء القیس اور حسان عجم آسکے سامنے زانوے ادب تہ کرتے شاگردی کا دم بھرتے۔ کوئی بادشاہ سخن ہوتا ہی جناب میر صاحب قبلہ کو خدا بخشے وہ صدر سخن تھے۔ ایک ایک مصرع اس قابل ہی کہ کرورون در خوش آب و شاہوار کی لاکھون لڑیان اسپر نثار کیجئے۔ مرثیہ خوان نے یہ بند شروع کیا

پھر دیکھ کے فرزند کی صورت یہ پکاری
اے میرے شہیدائے بیکس ترے واری

اس بند کا ایک شعر پڑھا تھا کہ سامعین حاضرین سر پیٹنے لگے اور اسقدر ماتم کیا کہ چرخ اطلس تک آواز بکا مین ہونچی ہوگی کوئی فرو بشر کیا ہندو کیا مسلمان ایسا نہ تھا جسکی آنکھین اشکبار نہون اس بند کے اور شعر پڑھے۔

یان بعد مرے ذبح کرینگے تجھے ناری
تنہی ہون ابھی سے مین عزادار تمھاری
دل اور کسی شغل مین مصروف نہوگا
بس آج سے رونا مرا موقوف نہوگا

مرجائیگا تو تشنہ دہن ہائے حسینا　　ہو جائیگا ٹکڑے یہ بدن ہائے حسینا
اک جان پہ یہ رنج و محن ہائے حسینا　　کوئی تجھے دیگا نہ کفن ہائے حسینا
گاڑینگے نہ ظالم تن صد پاش کو ہی ہی
رہوار دن سے روندینگے تری لاش کو ہی ہی

مرثیہ خوان نے بلند آواز سے یہ بند پڑھے۔ کیونکہ سامعین و مومنین اسقدر زور سے روتے اور سینہ کوبی کرتے تھے کہ سننا محال تھا ایک بار ممبر پر سے کہا جسقدر رونا ہو رو لو یہ رونا بھی ذریعۂ مغفرت و وسیلۂ نجات ہے۔ ارشاد ہی کہ۔

غم مین مرے بچون کے یہ سب کرتے ہین فریاد
اللہ سلامت رکھے ان لوگون کی اولاد

مہلت جو اک دم کی تو غنیمت اسے جانو　　آمادہ ہو رونے پہ سعادت اسے جانو
آنسو نکل آئین تو عبادت اسے جانو　　ایذا جو ہو محفل مین تو راحت اسے جانو
فاقے کیے ہین دھوپ مین لب تشنہ رہے ہین
آقا نے تمھارے لیے کیا ظلم سہے ہین

مرثیہ خوانی کے بعد حصے تقسیم ہوئے الائچی دانے اور بتاشے

عوزمین برساد نیے آئی تھین۔ محلسرا مین الگ کہرام مچا تھا۔ شہزادی بیگم کی بصارت کم ہوگئی تین ہی دن مین نور بصر کے غم نے نور نظر کو کم کر دیا اس صدمۂ جانکاہ نے ساغر دل کو بادہ محن سے بھر دیا۔ ہر دم انتہا کی بیقراری اور چشم خونچکان سے اشک جاری۔ خورشید لقا بیگم کا گل رخسار اس سانحہ جگر دوز کے سبب زرد ہو گیا۔ ملقا بیگم کا رنگ چہرۂ زیبا شل سحر فق تھا۔ مرزا سلیمان شوکت کا دل دنیا سے بھر گیا۔ بھائی سے عشق تھا جدائی ابدی اور مفارقت دائمی مطلق نہ سہ سکے۔ بھائی کے بغیر اکیدم خوش نہ رہ سکے۔ بیچا سون اعزہ اور مصاحب ور احباب سمجھاتے تھے ہر دم انھین کے پاس بیٹھے تھے مگر اُنکا حال ہر آن دگرگون ہی ہوتا جاتا تھا تین ہی دن مین اسقدر نقیہ اور کمزور ہوگئے تھے کہ پہچان نہین پڑتے تھے۔ ڈاکٹرون کی رائے سے ایک عرق دیا جاتا تھا مگر اس سے کیا ہوتا درد دل اور درد جگر کا علاج ہوتا تو طاقت بھی عود کرتی اور یہ درد لا دوا ہی کبھی کوٹھی پر نظر ڈالی اور بھائی یاد آئے کبھی گھوڑون کو دیکھا اور سر پیٹنے لگے ہر دم کوئی نہ کوئی شے ایسی نظر سے گذرتی تھی کہ بے اختیار رو دیتے تھے لوگون کی صلاح ہوئی کہ اُنکے لیے سفر اور نقل مکان ضروری ہے اس کوٹھی مین رہنا خلاف مصلحت ہے کیونکہ ہمایون فر کے بیٹھنے کا کمرہ اور حمام اور باغ اور ڈرائنگ روم اور مختلف کمرے اور اشیا اور سواریان دیکھ دیکھکر بھائی یاد آئینگے اور یہ اپنا برا حال کر لینگے ایک صاحب نے راے دی کہ اگر بڑی بیگم صاحبہ کو عذر نہو تو سپہر آرا کے پاس گھڑی دو گھڑی کے لیے جائین مگر اکثر نواب زادون نے جو ہمایون فر کے عزیز اور دوست تھے اس تجویز کو پسند نہین کیا ایک نے کہا یہ بات ہرگز نہین ہو سکتی۔ ابھی نکاح نہین ہوا تھا بڑی بیگم صاحب کو (شب و روز) ہر امر کا اختیار ہی کہ مطلب کر نکاح کر سکتی ہین علاوہ برین وہ اس راے سے کسی طرح اتفاق نہین کر سکتین۔ یہ بھی ماشاء اللہ جوان ہین وہ بھی جوان ہین۔ ایسا کیونکر ہو سکتا ہی۔

ایک نواب صاحب نے جو محمد عسکری کے دوست تھے پوشیدہ طرز پر دو چار نواب زادون سے کہا کہ بڑی بیگم صاحب اس راے سے تو اتفاق نہ کرینگی مگر غالباً اس تجویز کو منظور کرین کہ مرزا سلیمان شوکت کے ساتھ سپہر آرا کا نکاح ہو جائے اسکے جواب مین اُن لوگون نے یون راے دی۔

ایک۔ اچھا تو ہی۔ اسمین کوئی قباحت نہین۔ خدا کی قسم دوسرا۔ نکاح تو ہوا ہی نہ تھا۔ اگر نکاح ہو جاتا تو بھی بعد وفات شوہر نکاح ثانی جائز ہی۔ حدیث و قرآن کی رو سے اسمین ہرج نہین الا رسم و رواج۔ اچھا۔ مگر نکاح جب ہوا ہی ہوا اور جب نکاح نہین ہوا تو شادی مین کیا قباحت ہے۔

تیسرا۔ وضع اہل آبرو کے خلاف ہے، غور کر لیجیے حضرت چوتھا۔ سبحان اللہ۔ ایسی آبرو پر تین حرف۔ وضع اہل آبرو کے کیون خلاف ہے۔ دعوی بے دلیل محض مہمل ہوتا ہی۔ یا تو خاموش رہیے یا کہتے ہو تو دلائل قاطع اور براہین ساطع کے ساتھ۔ ع
ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

وضع اہل آبرو کی ایک ہی کہی یہ بھی کیا کیا عقلمند جمع ہین شان خدا اسی پر ین فہم و دانش بباید گریست جو صاحب اس تجویز کے خلاف تھے اُن کا کسی نے ساتھ نہ دیا سب نے اُن کے خلاف راے دی اور خوب للکارا محمد عسکری کے دوست سے اکثر احباب نے اُسی وقت کہا بھئی سنتے ہو اس بارے مین کوشش بلیغ کرنی چاہیے شاید مرزا سلیمان شوکت کی اسی سے تشفی ہو۔

حضرات ناظرین دنیا کے بھی کیا کارخانے ہین۔ ابھی کل ہی

مرزا ہمایون فر نے انتقال کیا اور آج سپہر آرا کی شادی کی باتین ہو رہی ہین. کیا انقلاب ہے. ابھی سب کے سب ماتم کرتے تھے آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے اور اب سپہر آرا کے نکاح کی فکر ہو رہی ہی. واہ. اور لطف یہ کہ جو لوگ مرزا ہمایون فر بہادر کے ولی دوست اور سچے شفیق اور یار پائدار تھے وہی سب سے زیادہ فکر کر رہے تھے زمانہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہی دھوپ چھاؤن سے بڑھکر تغیر و تبدل ہی ایک کمرے مین احباب مرزا سلیمان شوکت کو سمجھاتے تھے کہ بھائی جان خوب غور کرو. یہ دنیا دار المحن ہی. یہان آسائش سنن لون دور ہی. آپکے والد بزرگوار نے جب انتقال کیا تب آپ نے کیا کر لیا جب دوسرے بھائی نے قضا کی تب کیا کر لیا! اور ایک دن سب کو مرنا ہی جو ہوا وہ ہوا. اب کوشش کرنی چاہیے کہ جہان تک ممکن ہو آنکے نام پر خیرات کیجیے. اور اس مین شک ہی نہین کہ لاکھون روپیہ خیرات ہو چکا اور لاکھون خیرات ہوگا دوسری فکر یہ کیجیے کہ جناب والدہ مقدسہ شہزادی بیگم کو تشفی دیجیے اور بہنون کو سمجھائیے. بچون کا دل بہلائیے اب آپ ہی آپ ہین خدا آپ کو خضر و الیاس کی عمر عطا کرے. ایک کمرے مین یہ باتین ہوتی تھین دوسرے مین سپہر آرا بیگم کے نکاح کا ذکر تھا معاذ اللہ ایک نواب صاحب نے کہا اگر مرزا سلیمان شوکت کو منظور ہو تو ہم چٹکیون مین فیصلہ کرا دین معقول! ان حضرات کا بایان قدم لینا چاہیے یہ بڑے صاف اور بے تکلف معلوم ہوتے ہین. دوسرے صاحب نے کہا ابھی اُن سے ہم لوگ اس قسم کی گفتگو نہین کر سکتے مگر آپ فکر مین رہیے کوشش کیجیے کہ محمد عسکری کے ذریعہ سے سب معاملہ ٹھیک ہو جائیگا.

نواب . اجی عسکری تو میرا لنگوٹیا یار ہی. اسکے ذریعہ سے کل امور کا فیصلہ ہو جائیگا عسکری ہی نے تو مجھ سے کہا تھا

مرزا صاحب . بہت اچھی بات ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیے

نواب . بڑی بیگم تو فوراً منظور کر لینگی. ابھی تو نیم جان ہین. ابھی ان سے کون تذکرہ کر سکتا ہی. توبہ توبہ کیا مجال.

دوسرا . یار غضب ہو گیا بھائی ستم کا سا سنا ہی.

جو شے ہے فنا اُسے بقا سمجھا ہے | جو چیز ہی کم آسے سوا سمجھا ہے
ہی بحر جہان مین عمر مانند حباب | غافل اس زندگی کو کیا سمجھا ہے

ہائے مرزا ہمایون فر اور اسقدر جلد چل بسین. کیا دیکھا کیا کھایا کیا کیا کوئی حظ نہ اُٹھانے پائے. اور راہی ملک جنان ہوسئے افسوس صد افسوس. ایسا خوش رو جوان اور یون قتل ہو جائے

دنیا دریا ہی اور ہوس طوفان ہے | مانند حباب ہستی انسان ہی
لنگر ہی جو دل تو ہر نفس باد مراد | سینہ کشتی ہی نا خدا ایمان ہی

حضرات ناظرین. انسان ایک آنکھ سے روتا ہی اور ایک آنکھ سے ہنستا ہی ایک ہی مقام پر احباب رنج اور غم دونو کی باتین کر رہے ہین کبھی تو ہمایون فر کے جوانمرگ مرنے پر روتے اور گریہ و زاری کرتے تھے اور باہم سپہر آرا بیگم اور سلیمان شوکت کے نکاح کا چرچا ہوتا تھا.

اب سُنیے کہ نواب انور علی خان بہادر محمد عسکری کے دوست مرزا سلیمان شوکت کو تشفی دیکر رخصت ہوئے تو سیدھے محمد عسکری کے پاس گئے اور یون ہمکلام ہوئے.

نواب . بھئی اس امر خاص مین ضرور بالضرور فکر کرنا اُستاد

محمد عسکری . ضرور ایسی بات ہے بھلا. نہ فکر کرنا کیا معنی.

نواب . سپہر آرا بیگم کی کیا کیفیت ہے بڑا برا حال ہوگا.

محمد عسکری . کچھ نہ پوچھو بھائی مصیبت ہی ایسی پڑی چونک چونک پڑتی ہین. بس کچھ عرض نہین کر سکتا کیا حال ہی خدا ہی ہے جو بچ جائین کل امید منقطع ہو گئی تھی.

نواب ۔ اہیں! ایسی کیفیت ہے؟ یا خدا خیر کیجیو خدا خیر کرے بڑا صدمہ ہوا نہ ۔ کیا بھتی تھیں اور کیا ہو گیا ۔ وائے افسوس ۔

محمد عسکری ۔ ذرا ہوش آ لے تو میں کہوں ۔ دیکھیے تو سہی ۔

نواب ۔ نوجوان ۔ خوبصورت ۔ مہ جبین ۔ اور شہزادے تربیت یافتہ حلیم الطبع چال چلن اچھا ۔ ہونہار ۔ کوئی نقص نہیں ۔ ہمایون فر کے قدم بقدم ہیں ۔ اور سارا زمانہ جانتا ہی کہ والدہ کی اس قدر اطاعت کرتے ہیں اور جاگیر کو تعلقے کو گھر کے انتظام کو کس حسن لیاقت سے انجام دیتے ہیں ہمہ صفت موصوف ہیں ۔

محمد عسکری ۔ اجی مجھ سے کیا کہتے ہو ۔ میں تو خود واقف ہوں ۔

یہ مکالمہ ختم ہوا اور نواب صاحب رخصت ہوئے خیر اب سنئیے کہ مرزا ہمایون فر کے مرقد منور پر اُس دن سے ہجوم عام تھا جو لوگ ان باتون کو نہیں مانتے تھے وہ تک صرف اس نظر سے گئے کہ چلیں دیکھیں تو کیا اسرار ہی اور ضعیف الاعتقاد آدمیون کا حال تو کچھ نہ پوچھیے سجدے کرتے تھے ۔ ہندو تک جا جا کے قبر کو چومتے تھے عجب بھیڑ بھاڑ دھسان خلقت ہے ۔ علما اور فضلا بھی ۔ لوگون نے کہا انھون نے بات ٹال دی ۔ یہ خبر یہان تک مشہور ہوئی کہ دو تین یورپین افسر بھی قبر دیکھنے گئے ابھی تک مجاور نے پوری پوری کیفیت نہیں بیان کی تھی جس کسی نے حال پوچھا اُن سے کہا کہ ابھی ہمارے مرشد کا حکم نہیں ہی اور اس بات پر کیا فرض ہی ہم ہر شب کو جلسے دیکھتے ہیں اور ایسے ایسے جلسے جو کسی نے نہ دیکھے ہون شہزادہ تو ولی اللہ تھا ۔ گلزار ارم کی سیر کر رہا ہوگا مین نے جب کبھی اُنکی صورت دیکھی دل نے گواہی دی کہ اسکی آنکھیں بادۂ عرفان کے نشے سے مخمور ہیں ۔ چال کہے دیتی تھی کہ بہشتی ہی

اُنکی ایک قدم لغزش مستانہ ہے
گلزار بہشت اپنا میخانہ ہے

سرمست ہین جب ساقی کوثر سے
آنکھیں شیشے ہین قالب پیمانہ ہے

مجاور نے مرزا ہمایون فر فردوس آرام گاہ کے اعزہ سے کہا کہ مرقد منور پر میر انیس صاحب جنت آشیانی کی یہ رباعی ضرور چاہیے

خاموشی مین یان لذت گویائی ہے
نہ دوست کا جھگڑا ہے نہ دشمن کا نساہ

آنکھیں جو ہین بند عین بینائی ہی
مرقد بھی عجب گوشۂ تنہائی ہی

ایک عزیز نے کہا اس رباعی پر کیا فرض ہی شعرا سے کہا گیا ہی تو اور قطعے تصنیف کر رہے ہیں ۔ وہ سب کندہ ہونگے ہم اس فکر سے غافل نہیں ہیں ۔ ایسے جگر دوز اشعار نہ سنے ہونگے ۔ مجاور سے لوگون نے اصرار بلیغ کیا کہ تم اُس شب کا حال مفصل بیان کرو ہم لوگ سننے کے کمال مشتاق ہیں اُس نے کہا آج نہیں جس دن مرشد کا حکم ہو گا اُسی دن عرض کرونگا وہ حال سننے کے قابل ہی ہائے کس خوش الحانی سے آواز آتی تھی ۔ حافظ شیراز کی مست کرنے والی غزلیں ۔

اے صبا نکہت از کوئے فلانے بمن آر
زار و بیمار غمم راحت جانے بمن آر

قلب بے حاصل ما را بزن اکسیر مراد
یعنے از خاک در دوست نشانے بمن آر

در کمینگاہ نظر با دل خویشم جنگ است
ز ابرو و غمزۂ او تیر و کمانے بمن آر

ساقیا عشرت امروز بہ فردا مفگن
یا ز دیوان قضا خط امانے بمن آر

دلم از پردہ چہ شد دوش کہ حافظ میگفت
اے صبا نکہت از کوئے فلانے بمن آر

جو سنتا تھا متحیر ہوتا تھا کہ یہ کیا اسرار ہی ۔ مجاور کی خوشامد کرتے ہیں مگر با اینہمہ نہیں بتاتا قلعے والے دریافت کرتے ہیں تو وہ حال بتانے کے عوض آئیں بائیں شائیں بکتے ہیں ۔ خدا جانے کیا اسرار ہی

مجاور نے بڑی دقت کے بعد اقرار کیا کہ آج کے آٹھوین دن کل حال معقول طور پر سنا دونگا۔ صاف صاف بیان کر دونگا۔

نواب۔ اور اگر آپنے نہ بیان کیا تو پھر۔

مجاور۔ ضرور بالضرور ضرور کہونگا۔

فنس کے لیے چھٹنے کی فکر کی یا نہین

گگھون کے سردار بیوقوفون کے ہادی گھامڑون کے سرتاج جانگلوؤن کے منجی خواجہ بدیع الزمان علیہ الغفران کا آج دماغ ہی نہین ملتا عقل ادھر اُدھر سے سمٹ کر گدی مین ہو رہی ذہن کا بنارہ ڈھل گیا۔ ایک آنکھ پر حماقت کے پردے پڑگئے دوسری پر اُنکے عم بزرگوار شیطان الرجیم نے پٹی باندھ دی۔ پاؤن پہ سنیچر سوار ہوا۔ اسکا سبب کیا۔ وحشت تو جبلی ہی۔ کدہن خلقی یہ دونون بہن بھائی خوجی کے ساتھ پیدا ہوئے تھے مگر آج وحشت پر وحشت کی ایک اور تہ جم گئی۔ بس بے اڑ ہی۔

اب سنئے کہ مس کلیرسا کی ہوشیاری اور بیدار مغزی اور مس میڈا کی نہمایش ودوراندیشی سے سوار تو مصنوعی آزاد کو لیکر دو چکر ہوئے دیکھئے اس مصنوعی آزاد کا حشر کیا ہوگا۔ آیندہ سمجھا جائیگا۔ ادھر آزاد فرخ نہاد شادان وخندان مست غزلخوان جھومتے ہوئے آئے پولینڈ کی شہزادی نے فرط طرب سے گلے لگایا۔ پاس بٹھایا عزت بخشی رتبہ بڑھایا۔ خاتون یہ نقا مس میڈا سے اشارون مین باتین ہوئین۔ ادھر اُدھر وہ مسکرائی مس کلیرسا انکھیون سے دیکھتی جاتی تھی کہ سبزپوش خادمہ حسین کی نظر آزاد پاشا پہ جمتی ہی اور خوجی تو پہلے ہی سے غل مچاتے تھے۔ آزاد نے ہنسکر کہا۔ خدا جانے کس بدبخت کی تباہی آئی۔ ہماری بدولت بندھا بندھا پھرتا ہی کلیرسا بولی اور شکل بھی نہین مگر ہان کشیدہ قامت وہ بھی ہی اور شہزور آدمی معلوم ہوتا ہی پنون سپہگری سے بھی واقف ہے۔ ان لوگون کو شگوفہ ہاتھ آیا۔ گرفتار کرلائے اب لیے لیے پھرتے ہین مس میڈا نے کہا۔ چلو اب تم کو اُس سے کیا واسطہ خیال تو تب ہو جب تم نے اُسکو گرفتار کرکے بھیجا ہو یا تمہارے سبب سے گرفتار ہوا ہو۔ آزاد نے مس میڈا اور کلیرسا کا شکریہ ادا کیا۔

آزاد۔ تم دونون کا بندۂ احسان ہون۔ کمال مشکور ہون۔

میڈا۔ (مسکرا کر آہستہ سے) بجا۔ درست احسان کیسا!

کلیرسا۔ تکلف کی باتین کرتے ہین۔ احسان اور شکریہ کیا معنی۔

آزاد۔ غضب ہی ہو گیا تھا۔ خدا نے بچا لیا نہین تو آج بڑے بڑے جھنسے تھے مگر کسی مخبر نے پتا خوب ٹھیک دیا جیسے ہین آن پہونچے۔

خوجی۔ ای حضرت آداب عرض ہی غلام بدینجا حاضر شد۔ اینجا من بدینجا پارسی گوشدہ۔ پارسی الاصل وپارسی زبان ہ

خوبان پارسی گو بخشندگان عمر اند	ساقی بگو بشارت پیران پارسا را

آزاد۔ واللہ اب تو آپ ماشاء اللہ اچھی فارسی بولنے لگے۔

خوجی۔ ہونھ! (اب تو) کی خوب کہی کہنے لگے (اب تو آپ ماشاء اللہ اچھی فارسی بولنے لگے) اس ب تو کو ملاحظہ فرمائیے گا اب تو ہونھ! اب تو اکیا معنی۔ اور ہم فارسی خراب کب بولتے تھے فرمائیے مصر مین کانسل کے نام کس دھوم دھام کا فارسی خط لکھا۔ پڑھ کے دنگ ہوگئے اور یہان ایک ایرانی کو آڑے ہاتھون لیا۔ آپ فرماتے ہین (اب تو) اب تو خوب فارسی بولنے لگے ہم ہمیشہ سے خوب فارسی بولتے ہین اور ایک فارسی بولنے پر کیا موقوف ہی شعر کیسا کہتے ہین نا فر ویسے ہی۔ ناظم ویسے ہی سپاہی ویسے ہی۔ بانکے ویسے ہی۔ ہ

یاران بفکر بخیہ و مرہم فتادہ اند	وین جامہ ام ہنوز بصد جا دریدنی

آزاد - یہ تو آپ کے ابّا جان کا شعر ہی ایک بار تو آپ نے فرمایا تھا کہ حضور کے والد ماجد کی تصنیف لطیف ہی۔
خوجی - نا اُن کا شعر یہ ہی۔ آپ کو یاد نہیں رہا۔ ع

بتحریر آدرم گر نامۂ بیتابی دلہا	نویسند خامہ جائے بسم اللہ بسملہا

یہ مطلع دیوان ہی اور اس غزل کا ہر شعر شان گلستان ہی سُنیے اور کان دھر کے سنیے۔

اگر خورد پری پروانہ آتش گرد سوزد کا شب
فنا دا آتش ز شمع ورد اور جان محتاہا

اور مقطع سننے کے قابل ہی واللہ وجد کرنے لگو گے بھائی

بوجد آورد اشب نغمۂ شیرازہ سر بر را	الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

راوی۔ یہ شعر آپکے باپ کے ہین شاید سرور تخامس کرتے تھے بات تیرے گیدی کی۔ اب تو شرمایا اب بھی نہین شرمایا۔ چلیے جو شعر ہو جہان شعر پسند آیا اپنے باپ کا کہا۔

اب سُنیے کہ پولینڈ کی قوس ابرو اور غنبر مو شہزادی نے دوسرا دن شادی کی تقریب سعید کے لیے مقرر کیا خوجی نے شہزادی سے کہا سُنیے حضور آپ اپنے ملک کی رسم کیجیے ہم اپنے ملک کی رسم کے مطابق عمل مین لائین ہم برات ضرور نکالینگے۔ ہان ایک بات ہو سکتی ہی کہ آزاد پاشا چاہے برات کے ساتھ نہون مگر برات ضرور آئے اور اسکا انتظام بندہ خواجہ بدیع کے سپرد ہو یہان کے جانگلو دھوتی کیا جانین ہم چٹکیون مین انتظام کر دینگے۔

آزاد نے کہا تمھاری شامتین آئی ہین۔ تم اب ہمارے ہاتھ سے پٹو گے اور یہ تو ہم خوب جانتے ہین کہ تمھاری قضا ہمارے ہی ہاتھ ہی ہماری گردن پر تمھارا خون ہو گا خیر پھر کچھ پروا نہین خوجی نے شہزادی سے کہا سنیے اُنکو تو آپ بکنے دین۔ اور ہماری رائے مان لین مس کلیریسا نے خواجہ صاحب کی رائے سے اتفاق کیا۔

کہا۔ اس مین ہرج ہی کیا ہی ایشیا کی دھوم دھام اور تزک و احتشام اور حشم و خدم کا حال بہت کچھ سنا ہی دیکھین برات کیسے کہتے ہین۔ اور جلوس کے کیا معنی دوسرے روز خواجہ صاحب نے حسب سابق بیس خدمتگار ساتھ لیے اور انتظام کرنا شروع کیا شام کے وقت دس دس بارہ بارہ کوس کے آدمی جو شہزادی کے رعایا مین سے تھے جمع ہوئے کہ برات دیکھین ان سے کہا گیا تھا کہ ایک فرانسیسی کے ساتھ شادی ہو گی۔ آزاد پاشا کا نام ظاہر نہ کیا خواجہ صاحب نے برات کو کروفر کے ساتھ نکالا پہلے برات کی دھوم دیکھکر پہاڑی کمال شوق سے اس ٹھاٹھ کو دیکھنے آئے سب سے پہلے ڈنکا تھا۔ بڑی اونچی سانڈنی پر اسکے بعد جھنڈا۔ یہ بھی سانڈنی پر۔ سانڈنی سواروں کی وردیان بھی نئی اور انوکھی تھین روسیون نے کبھی ایسی وردی نہین دیکھی تھی اسکے بعد پچاس اونٹون کی قطار حکم تھا کہ جو اونٹ زیادہ بلبلائیگا اور سب سے زیادہ شتر غمزے کریگا۔ اُسکے شتربان کو انعام کثیر ملیگا دلھن کے مکان پر پہونچکر اونٹ ضرور بلبلائے اور یہ معلوم ہو کہ بس جاگا ہی چاہتا ہی سب اونٹون اور سانڈنیون کی گردن ہلتی ہو۔ اور ہر سانڈنی اور اونٹ کے منہ مین ایک ہری شاخ ضرور ہو - ہری بھری چیز عمدہ شگون ہی۔ اسکے بعد تخت۔ اُن پر عورتین کسی تخت پر ناچ ہوتا تھا کسی پر گانا بجانا۔ آٹھ آٹھ دس دس بارہ بارہ آدمی تخت اٹھائے ہوئے تھے حکم تھا کہ دلھن کے دروازے پر پہونچکر خوب دھما چوکڑی مچے ایسی بلند آواز سے گائین کہ کان کے پردے پھٹ پڑین۔ اسکے بعد باجا حکم دیا کہ خوب زور زور سے باجا بجے تال سے سر سے کچھ واسطہ نہین آواز ایسی ہو کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دے اسکے بعد بڑی دراز قامت سانڈنیان سانڈنی سوارون کے ہاتھ بڑے لمبے لمبے بانس۔ ایک بانس مین دوسرا بانس باندھا

قد اور بھی لمبا ہو گیا اور اسکی نوک پر نجشانے روشن کیے۔

اب ملاحظہ فرمایئے کہ ایک تو سانڈنی اونچی دوسرے دو بانسون کی لمبائی اور اُسپر روشنی بقول۔ واہ میان خواجہ بدیعا واہ سبحان اللہ مانتا ہون کیا فرشتون کو روشنی دکھانے تھی جلا نجشا خون کی روشنی زمین پر کیونکر آنے پاتی۔ اس عقل کے صدقے اس فہم کے قربان مرد خدا روشنی آسمان کے لیے تھی۔ یا زمین کے لیے رات مین اندھیرا پڑا ہوا۔ مگر نجشانے سیکڑون ساتھ۔ جو دیکھتا تھا قہقہے اُڑاتا تھا۔ اور خواجہ صاحب کا حکم تھا کہ دلھن کے دروازے پر پہونچتے ہی نجشانے ہلائے جائین تاکہ روشنی اور بھی تیز ہو جائے واہ رے بیوقوف اس عقل پر خدا کی مار علی کی پھٹکار۔ لاحول ولا قوۃ عقل سے بہرہ ہی نہین۔

اس سامان کے بعد گھوڑون کی قطار تھی۔ نہایت عمدہ عمدہ برق دم اور اَڑیل گھوڑے عربی۔ کیپ۔ ترکی ایک سے ایک بڑھ کے ایک گھوڑا جو خاص شہزادی کی سواری کا تھا اس طرح بنکے چھوڑا ہوا جاتا تھا کہ ایک ایک قدم پر تماشائی عش عش کرتے تھے

چال یہ کی بھا جو گلستان مین جھوم کر	طاؤس نے قدم ترے رہوار کے لیے

خوبھی اس گھوڑے کو دیکھکر کہنے لگے۔ واہ ہی۔ واہ ہی۔ واہ ہی واہ ہی۔ اور بن کے چل اور بن کے چل۔ پری ہی پری۔ دلھن ہی تو عروس ہی۔ سبک عنان لاؤ میان۔

چون تصور کنم میانش را	ہست باریک تر ز راہ خیال

من بدیعا کو اسوقت اپنا کاسنی رنگ کا فرس خوش خلاف یاد آیا بس ویسا ہی تھا بعینہ ایسا ہی یہی قد بھی کمر پری وش رشک قمر اسی طرح بن بن کے اور تن تن کے جاتا تھا بس ایسا خوبصورت اور زیبا اندام اور خوش خرام گھوڑا نہین دیکھا اور بالکل خوش غلاف ہے

میان او کہ ز اندیشہ در نمی آید	عجب مباشد اگر در نظر نمی آید

راوی۔ اور تو خیر مگر یہ خوش غلاف کے معنی ہم نہ سمجھے خوش غلاف تلوار البتہ سنی ہی۔ مگر اسپ خوش غلاف ایجاد خواجہ صاحب غزغادم ہی خواجہ صاحب برا نہ مانین جس طرح اُنھون نے گھوڑے کو خوش غلاف کہا اُسی طرح ہم نے اُنکو غزغادم بنایا۔ مگر وہ تو بے دُم کے گدھے ہین۔ ایک شخص نے جو خوجی کے قریب کھڑا تھا پوچھا کیا آپ کسی شہر کے رئیس ہین۔ خواجہ صاحب مسکرائے کہا جی نہین بندہ تو سائیس ہی۔ بلکہ خاکروب۔ گیدی صورت بین دانش میسر ہی ہمارے چہرے سے شان ریاست برستی ہی پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ صورت سوال ہی۔ (کیا خوب) مجحب مجحب جانگلو اس مجسم وحشت ملک کے بیچ مین (بہت ہی خوب) پیدا ہوے ہین مان مینی باپ کلنگ انڈے لیجیے رنگ برنگ کس مزے سے آپ پوچھتے ہین۔ کیون صاحب کیا آپ کہین کے رئیس ہین۔ بدتمیز نامعقول۔ الحمد ہم رئیس ہمارے جناب والد رئیس ہین ان کے والد رئیس۔ والدہ رئیسہ والدہ در والدہ رئیسہ ابن رئیسہ۔

راوی۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ حضور خود اور حضور کے والد رئیس ایک پشت کا حال تو معلوم ہوا مگر والد کے بعد دادا کا ذکر نہ کیا۔ اپنے والد کے والد کو رئیس بنانا مگر دادا جان کا ذکر نہین ہم سمجھ گئے کوچڑ ہونگے بس ہم سمجھ گئے جب ہی مخفی رکھا۔ والدہ در والدہ نیا جملہ ہی۔ اسپ خوش غلاف کا بھائی والدہ در والدہ شاید آپنے دادی سے مراد لی ہی۔ اور یہ لفظ تو اس قابل ہی کہ آب زر سے لکھے (رئیسہ ابن رئیسہ) اپنی کی ایک ہی کہی اور حضور خواجہ بدیع الزمان بنت رئیس ہین خیر اس آدمی نے مسکرا کر کہا کہ جناب خواجہ صاحب حضور نے

صرف اتنی سی بات کے پوچھنے پر کہ آپ کس شہر کے رئیس ہین
مجھے گیدی بنایا اس ملک کو مجسم وحشت کہا۔ یہان کے
اعلیٰ وادنیٰ باشندون کو جانگلو کا خطاب عنایت فرمایا
غرض اسقدر مسلسل اور طویل و عریض تقریر آپنے کی۔
مگر یہ نہ بتایا کہ حضور کہان کے رئیس ہین۔ خوجی بولے ہم
ماورالنہر کے رئیس ہین۔ اور آباجان روم کے تھے۔ اور
امان جان کابلی ہین اور نانا خوارزم کے تھے اور نانی کی نسبت
اسقدر سنا ہے کہ وہ کوہ ہمالیہ کے قریب پیدا ہوئی تھین اور
جس وقت وہ تولد ہوئین اُسوقت حافظ شیراز وہین تھے
اور یہ غزل تصنیف کر رہے تھے۔

درد ما را نیست درمان الغیاث
ہجر ما را نیست پایان الغیاث

دین و دل بردند و قصد جان کنند
الغیاث از جور خوبان الغیاث

خون ما خوردند این کافر دلان
ای مسلمانان چہ درمان الغیاث

ہر زمانم درد دیگر مے رسد
زین حریفان بر دل و جان الغیاث

ہمچو حافظ روز و شب بیخویشتن
گشتہ ام سوزان و گریان الغیاث

آزاد پاشا کے پاس لپک کر گئے اور کہا یار جیسے سر پیچ
کی فکر تو کی ہی نہین از برائے خدا کہین سے منگوا دو کسی رئیس کے
ہان ضرور ہوگا اور رئیس کے کیا معنی اپنی سسرال ہی
منگوا لو بس کافی ہے انکے ہان کیا معنی چڑیا کا دودھ تک تو موجود ہے

ہمہ اسباب شاہی حاصل است
نماندہ آرزوے در دل او

آزاد۔ آپکو تو خبط ہی بندہ پاگل نہین انکے ہان جیغہ سرپیچ
کہا عجب سڑی سودائی سے سابقہ پڑا ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔
خوجی۔ ارے نادان۔ ان کے ہان سب کچھ ہے۔ ان کے
ہان کیا نہین ہے بہ نسبت تمام دنیا کی اشیا موجود ہین جی۔

فلک در خیلش از جوزا کمر بند
عطارد

آزاد۔ این بس! تھمے ہی پر سے اُکھڑ گئے یہ عطار دادہ کا تما
آگے آیت جناب دلوی صاحب۔ اتنا نہین سمجھتا ہے کہ گل
کرکجا ہندوستان کی رسم کجا روس اعجب گدہے سے سابقہ
پڑا ہے خدا بچائے۔
خوجی یہ فقرہ کہہ کر آزاد کے پاس سے معاً چلدیئے گدھے
سے سابقہ پڑا ہے گدھے تم کو نہین ہم کو سابقہ پڑا ہے اور ہم گدھے
ہی سہی مگر یہان تو سب تمہارا باپ ہی کہتے ہین۔ یہ گرما گرم فقرہ
کہا اور جھپٹ سے بھاگ گئے کہ ایسا نہو آزاد گردن نا پین بارات
کے شریک ہو کر پھر مصروف انتظام ہوئے خوجی کو غائب غلہ
پاکر سانڈنی سوارون نے بانس نیچے کر دیے تھے کہ روشنی ہو
انھون نے جو دیکھا کہ بانس اسقدر نیچے ہین تو آگ ہو گئے
اوگیدیان۔ اوگیدیان۔ تم عجب طرح کا آدمی ہے ہمنے جو حکم دیا
اسکو مانو۔ یو ڈیمیڈ عجب تماش کا گیدی ہے اوگیدی۔
راوی۔ اب تک تو گیدی کہتے تھے اب گیدی کی جمع گیدیان
بنائی واہ گیدی خوجی۔ بہت دن سے بیٹے نہیں ہین گیدی
ارے ہم خود بھولے ابھی کل ہی پرسون تو پلیتھن نکل چکا ہے
بوا زعفران کی نانی جستن نے اُٹھا اٹھا کے وہ تھپڑ بتائی
ہین۔ کہ چھٹی کا دودھ حضرت کو یاد ہو گیا ہوگا۔ مگر بھیا کی بلا
دور انتظام مناسب کر کے پھر آزاد کے پاس دوڑے آئے۔
خوجی۔ اگھرائے ہوئے دروازے ہی کے پاس بوکھلا کر
لوٹے دل آزاد صاحب۔ سنا جی۔ ارے یار فنس کے لیے جھکا
منگوایا ہے یا نہین۔ بھئی تمہارے سبب ناک کٹے گی۔
ایک شخص نے آزاد سے کہا تھا کہ برات کا نکلنا برا ہوا

اب سب مین مشہور ہو جائیگا کہ شہزادی نے کسی ہندی کے ساتھ شادی کرنی ہی۔ تم اور آزاد دونون گرفتار ہو گے۔ اگر چپ چپاتے شادی ہو جاتی تو خوب بات تھی کسی کو کانون کان خبر نہ ہو نے پاتی اس کسار مین کون آتا جاتا ہی معدودے چند وہ بھی جن کو آپسے توسل ہی آزاد کے دل مین یہ بات لگ گئی اور دو چار آدمیون نے یہی آنکر کہا کہ آپکے والد با عد انتظام مین مصروف مین مگر عقل کی کوتاہی ہی۔ آزاد بد دماغ ہو گئے کئی بار قصد کیا کہ باہر جاکر خوجی کو تنبیہ کرین شامت اعمال انکو خود کشان کشان لائی۔ یہ بھرے تو تھے ہی آؤ دیکھا نہ تاؤ برس پڑے۔ خوجی کا اتنا کہنا تھا کہ ارے یار فنس کے لیے کہ جھٹکا منگا دیا ہی یا نہین کہ آزاد نے اُن کے بٹے پکڑے اور چانٹے جمانا شروع کیے۔ گو بہت زور سے نہین پیٹا۔ مگر وہ مرد ا تنہم طوفان۔ زبان سے کہتے جاتے تھے (ارے یار فنس کیلیے جھٹکا منگوایا ہی یا نہین اور ہاتھ سے پیٹتے جاتے تھے کم سے کم تو تیس چالیس بار کہا ہو گا۔ (ارے یار فنس کے لیے جھٹکا منگوایا ہی یا نہین۔ خوجی یہ فقرہ کہہ کر بہت پچھتائے بڑے شوق سے تشریف لائے تھے مگر بہت خوش ہوئے ہونگے پٹ پٹا کر چپتین کھا کر آزاد کو خوب گالیان دین۔ اوگیدی اگر آج دولہا نہ ہوتا تو مارے قرولیون کے آنبنا دیتا (سبحان اللہ) اوگیدی آج راہ خدا پر چھوڑ دیا ورنہ بسمل کر دیتا۔

راوی۔ جانے دیجیے آپ اپنی کچی داڑھی کی طرف دیکھیے مردم آزاری اور غریب آزاری اچھی نہین ہوتی۔ یہ آپ کی بھلمنسی تھی کہ آپ چپکے ہو رہے شریف زادے ایسے ہی ہوتے ہین۔ ورنہ بولتے تو بے ادبی معاف اور ذلیل ہوتے بڑی دیر تک خواجہ بدیع الزمان صاحب بیچ گرڈے رہے آزاد کو گھورتے جاتے تھے اور گالیان دیتے جاتے تھے آزاد کو پہلے تو بڑا غصہ تھا مگر جب دل کھول کر سزا دے چکے تو غصہ فرو ہو گیا۔

اب سنیئے کہ خادمہ نے آزاد کو ہنگامہ پیٹتے ہوے دیکھ لیا تھا خوجی کے پاس جاکر کہا اب آپ جانے دیجیے جلوس تر بتر ہوا جاتا ہی اب ان کی حالت پر رحم کیجیے۔

خوجی۔ دہشت۔ دہشت ایسی تیسی ایسے آزاد کی۔ جاؤ یہان سے

خادمہ۔ اب آخر جلوس اور برات کا کوئی والی وارث بھی ہی؟

خوجی۔ ہماری پاپوش سے کوئی ہو جاتے نہو۔ ما راجہ از ین قصہ تم نہ لو۔ ان سے ہم سے ایسی اکثر ہوا کرتی ہی کبھی ہم نے ان کو پیٹا کبھی انھون نے ہم کو۔ چہ مضائقہ وارد ؏

گہ کشتی در دل دریا در دل کشتی	

کبھی کشتی دریا مین کبھی دریا کشتی مین سمجھے۔

آزاد۔ بھائی خوجی۔

خوجی۔ خوجی سور کی ایسی تیسی مردک کی جناب خواجہ صاحب قبلہ کہو۔ ادب کے ساتھ۔

یہ کہکر خواجہ صاحب سکرائے اور باہر جاکر پھر مصروف انتظام ہوئے مگر اب فنس اور جھٹکے کی فکر سے ہاتھ دھویا۔ خواجہ صاحب بڑے زعم مین آئے تھے کہ فنس کے لیے جھٹکے کا بندوبست کرنا چاہیے اپنے حساب آزاد پر بڑا احسان کیا تھا پہلے جینا اور سرنج کی فکر ہوئی تھی پھر دلھن کی فنس کے لیے جھٹکا یاد آیا۔ مگر اتنی دھولین پڑین کہ چاند گنجی ہو گئی قسم کھائی کہ اب آج سے جھٹکے کا لفظ زبان پر نہ لاؤنگا آزاد کی صورت سے نفرت ہو گئی مگر پردیس کا واسطہ ہی ورنہ بتا دیتا شان خدا۔ دیس مین ہوتے تو کیا کرتے دو چار اور پڑ جاتین جب برات دلھن کے مکان پر پہونچی تو خواجہ صاحب باجے والون کو

کوڑ چینا شروع کیا۔ زور۔ زور۔ زور بہت زور زور باجا
بجاؤ۔ ارے زور۔ زور سے بجاؤ باجا۔ اور تاشے والے کہاں
چلے گئے انکو بلاؤ۔ ارے میاں روشن چوکی کہاں ہے میاں
خوجی کے پوتے ہیں یا نہیں یا وحشت خدا خیر کرے۔
خوجی۔ یارو یہ کیا حماقت ہے شہنائی والے کو بلاؤ۔
راوی۔ حاضر ہوتے ہیں سب حاضر ہوتے ہیں گھبرائیے نہیں۔
خوجی۔ ارے یہ خاص بردار کہاں ہیں۔ آتشباز کدھر چلے گئے
راوی۔ دیمک چاٹ گئی آتشبازی مین گندھک بہت تھی
شہزادی نے منع کر دیا کہ یہ آتشبازی یہاں نہ چھوڑی جائے
خوجی۔ چرخیاں لاؤ۔ رنگ برنگ کی چرخیاں لاؤ۔
راوی۔ عقل چرخ ہوئی کیا شان خدا۔
خوجی۔ انار کہاں ہیں ہزارہ لاؤ۔ بڑے بڑے انار و داغ دم
راوی۔ ایک انار و صد بیمار۔
خوجی۔ یہ آرایش کیا ہوتی۔ تخت کدھر چلے گئے۔
راوی۔ لٹ گئے۔ انتظام خراب تھا لے پھٹکار
خوجی۔ سب مین عمدہ تکسم انار کون بناتے ہیں۔ تھا
راوی۔ جی حضور دم بدم حضور ہی نے تو کمہاروں کو حکم دیا
اس انتظام کے بعد خواجہ صاحب اس ایرانی کے ہاں
گئے اور کہا کہ ایک خط فارسی مین لکھا ہے سنیے۔
ایرانی۔ فرمائیے فرمائیے۔ ضرور سنوں گا۔
خواجہ صاحب یوں فرمانے لگے۔ وہو ہذا۔
سید السادات سید معین الدین محمد سفایت لالی ستعالی سلام و دعا
از جنبش عنان شوق دلا متوجہ صراط مستقیم کعبہ صدق و صفا منہج
توکم حریم اجتبا و اصطفا اعنی جناب مقدس مآب معلی مخدوم اعظم و
معصص انجم کمال علوم الاوایل حلال غوامض المسائل مجمع البحرین

من انتظام الدین والدنیا مطلع السعدین فی زمانہ التناد الاول
والاخرے رافع وسادۃ السیادت صاحب لا فاضت الافادت
ذو اللسانین والبیانین امام الحرمین کمین المزب نظمہ المثال
مجمع المشرقین تذکرۂ اکابر سلف ابو المکارم معین الدین اشرف
ادام اللہ انضالہ علی المستفیضین ساختہ کشوف ضمیر الہام پذیر کہ
منہل فیوض آلہی و منجل اشیاء کما ہی است میگرداند کہ ہر چند میں
نادیدہ بمشاہدہ دیدار گرامی اقتباس انوار سعادت نکردہ اما گوش
ہوش و کاخ صماخ از صیت طنطنہ جلائل صفات عالیہ کہ نہایت
مرتبۂ جامعیت انسان کامل ہمان تواند بود مملو و مشحون است و زبان
بذکر محامد اوصاف و نشر مکارم اخلاق کہ سرمایہ التذاذ قلوب ارواح
و پیرایہ افتخار النفس آفاق تواند شد مسرور و محظوظ الحمد للہ علی
وجود افتخار الزمان بوجود داہتز الکون بشرف در آوردہ شرح حالات
و تفصیل کمالات انسان سابقاً و لاحقاً بکرات و مرات بمجلس اقدس
اعلی حضرت شاہنشاہی خلد ملکہ کہ محفوف بالعلم والادب و حکمت است
شدہ و بسبب النیام موروثی کہ آستاد البشر و العقل الحادی عشر
قدس سرہ باین دودمان والا ثابت است کمال وضوح دارد و توجہ
عالی بود و فیض موز و الیشان و رپایہ سریر سرور ہر چہ اکمل و اتم
ظاہر است کہ در ظہور این مطالب رجمند مواتو توی خواہد بود اگر نہ
جمعیت آباد سواد اعظم ہندوستان از یمن عدالت و برکات جود
درافت بجدیست کہ قوافل آمال ہفت اقلیم اینجا باز میکشاید
و سفاین امانی از ہفت اقلیم در اینجا زمام مے سپارند۔

اے عیش روزگاری خوش بگذران کہ دانش
سر تا بپا مجسم لطف است و مہر باقی
ہندوستان بدورش مستانہ جلوہ دارد
چون موسم بہاران طاؤس بوستانی

برکام دل مبارک بر کام جان گوارا
دہرے بکام بخشی شاہی بہ کامرانی

حصول نواعت خوانی نہانیست امیدکہ رفع موانع بطریق
این فسود دسبیل احسن صورت بندواستدعا آنکہ تا ہنگام ملاقات
قدسی مضابات این محب خیرخواہ را کہ موجب لاذن تعشق
قبل العین احیاناً در بساط محبت شطرنج غائبانہ می بازدہ
بمعاوضات مخنوقہ الافاضات منت بر جان نہند۔

ایرانی کو یہ خط سنایا تو دہ دنگ ہوگیا۔ بڑی تعریف کی اور کہا آپ لکھتے اچھا ہین مگر بولنے کا کم ربط ہی۔ خواجہ صاحب اکڑ گئے فرمایا نہین ربط تو کم نہین ہی مگر مین عمداً ٹھیٹھ فارسی نہین بولتا۔ اگر یون تو بجز آپ باندا تون کے اور کوئی نہ سمجھے پھر اس سے کیا فائدہ

ایرانی ۔ کیا ہندوستان مین شادی اسی طرح پر ہوتی ہی۔

خوجی ۔ جی ہان یہی قاعدہ ہی۔ یہان ہاتھی کیجا۔ تامدان پالکی نالکی ہوادار کیجا خاص بردار کہان جھنڈی بردار کہان یہ سب یہان کہان سے آئین سنا تھا۔ بتاہی نہین ہی مگر یہان کا حسن ہمکو پسند آگیا۔

ایرانی ۔ کبھی آپ فوج مین بھی بھرتی ہوسے تھے یا نہین

خوجی ۔ (مسکراکر) ہونہہ کبھی کی ایک ہی کہی۔ سبحان اللہ عمر بھر کیا کیا۔ گلے والی پلٹن کا رسالدار رہ کمیدان رہ چکلے اور ایسی کین نظامتین کین۔ بادشاہی مین جو جین ہم نے کیا وہ کسی کو نصیب کہان ہوا۔ مگر اب البتہ مصیبت پڑی ہی۔

ایرانی ۔ آپ وہان سے کیون بھاگ آئے کیا شریک عزت نہو جیے گا۔ انصرام تو آپکے تعلق تھا اور اب آپکو کوئی نہین پوچھتا

خوجی ۔ جی نہین۔ یہ بات نہین ہی۔ مین تھکا بہت تھا۔ اگر تھکانہ ہوتا تو جاتا۔ اگر گیا تو پھر کام مین جوتا جاؤنگا۔

راوی ۔ بجا ارشاد ہوا۔ یہ نہین کہتے کہ تھپے گئے تھے۔
خوجی ۔ ہم مبارکباد کے وقت جائینگے اور اپنے اشعار سنائینگے

دعا تازہ کردند بر جان او
مبادا از نام تو گیتی تہی
مبیناد چشم فلک بر تو نیز
زنام تو نام دلیری بلند
زشاہ و زبیداد کردند یاد

بمانا دیزدان نگہبان او
زاختر بجان تو یاد آہی
سر دشمنت باد بر خاک ریز
بمانی باقبال خود ارجمند
بہ تو ہین او ہر کیے لب کشاد

وزان سمت شوریدن مردمان
بشاہ و وزیر و سپاہ گران

ایرانی سیدھا آدمی تھا اُن کی بڑی توصیف کی اور دل مین سوچا کہ یہ شخص بڑا فارسی دان ہی۔

ایرانی نے خوجی سے پوچھا کہ آپ اپنے وطن کابل سے ہندوستان کب گئے خوجی بولے حضرت ہم اُس زمانے مین صغیر سن تھے کوئی آٹھ دس برس کا سن ہوگا مگر جناب والد علامہ دہر تھے جسدن اُنکے مرنے کی خبر مشہور ہوئی شہنشاہ اکبر رو دیے۔

شہنشاہ جہان را در وفاتش دیدہ پرنم شد
سکندر اشک حسرت ریخت کافلاطون عالم شد

راوی ۔ بجا۔ کیا ابوالفضل حضور کے والد یا جد تھے یہ نئی بات سُننے مین آئی خیر۔ ابتک کہان معلوم تھا۔ یہ تو اب معلوم ہوا۔

ایرانی ۔ ہم بھی آپکے کابل کی سیر کر چکے ہین۔ کابل اور قندھار اور غزنین کی لڑائی دیکھے ہوئے ہین۔

خوجی ۔ اکبر خان نے غزنین پر کیونکر قبضہ کرلیا بجہ طو(؟) غزنی گرفت

ایرانی نے یون بیان کیا۔ چون سپہدار۔ لشکر خود بموجب عہد وپیمان کہ با افاغنہ نمودہ بود کابل را گذاشت و روانہ ہندوستان شد در اثناے راہ بہ قصبہ گلد جک بوقت

برف بادی فوج تباہ شد۔

بیک چشم برہم زدن شد تباہ
چہ تاج و چہ تخت و چہ گنج و سپاہ

جہان را ہمین است رسم کہن
کہ آورد برروے ہر انجمن

بشاہ و گدا و بہ نامرد و مرد
نیارد کسے ہیچ افسوس کرد

گہے میفرازد بہ تخت و کلاہ
گہے می نشاند بخاک سیاہ

کسے را برآورد بمردی و زور
دگر را ز تخت اندر آرد بگور

القصہ قدرے فوج او کہ قلعۂ جلال آباد استقامت داشت تباہ شد۔ اگر بان بہ شہداز غنیم نگاشت کہ ترا از حال ہلاکی وزیر و برباد ی لشکر اطلاع شدہ باشد۔

خوجی۔ اس بحر طویل سے کیا واسطہ ازین خرافات چہ سود دہر کہ بگفتی بگو۔ چہ سود دید۔ ہر ہمہ میدانند کہ خدا کسے را تخت میدہد و دیگر کسی را بدبخت۔

کسے را بہ گردون برآرد بلند
بفر و بزرگی کند ارجمند

دگر را ز گردون درآرد بخاک
دلش را بغم دارد اندوہناک

کسے را چو فرزند مے پرورد
کسے را ز خنجر جگر بر درد

بہ بخشد گہے کشور و مال و گنج
گہے می دہد زحمت و درد و رنج

گہ از بندہ زمان برآرد بہ تخت
بہ فیروزی و شوکت و فر و بخت

کسے را چنان خوار سازد بہ تن
برہنہ بود مردہ اش را کفن

اب دس بجے کا وقت ہوا مگر خوجی اُٹھ ہی بیٹھے تھے آزاد کی دلی خواہش تھی کہ خواجہ صاحب اسوقت تشریف نہ لائیں تو بہتر ہی مگر پولینڈ کی شہزادی نے کہلا بھیجا کہ خوجی کو ضرور بلواؤ اُن کے بغیر لطف نہیں۔ ابھی تمکنزا اور شہزادی علٰیحدہ علٰیحدہ تھے اُن کو اُن سے کام۔ نہ اُن کو اُن سے سروکار۔ ایک خادمہ سے آزاد نے حالات پوشیدہ طور پر دریافت کیے۔

خادمہ۔ اس وقت مشاطہ سنوار رہی ہین۔

آزاد۔ (اپنے دل مین) جوبن قابل دید ہوگا بھلا اس گلبرن اسوقت کہان ہونگی۔ یہان ہین۔؟

خادمہ۔ جی ہان ہین دو تین شہزادیان اور آئی ہین۔

آزاد۔ اور مس میڈا بھی ہونگی۔

خادمہ۔ ہان ہین تو وہ بھی مگر اداس اور رنجیدہ ہین۔

آزاد۔ (اپنے دل مین) ہوا ہی چاہین۔

رقیبا ز آتش عشقش من مہجور مے سوزم
نمی سوزی تو از نزدیک من از دور می سوزم

رقابت بُری چیز ہی خدا نہ کرے کوئی کسی کا رقیب ہو۔

خادمہ۔ حضور جسوقت جمال مین دیکھین گے پھڑک جائینگے

اگر دیدے رخ آن حور پیکر
خلیل بت شکن گشتے آذر

آزاد۔ مس میڈا افسوس کرتی تھین۔ افسوس کی بات کیا ہی ہمین تعجب ہوا۔ شادی مین غم۔ کجا۔

خادمہ۔ نہین۔ افسوس نہین کرتی تھین مگر اداس سی ہین

راوی۔ ہوا ہی چاہین۔ اداس ہونے کی تو بات ہی ہی

آزاد۔ ہان کوئی سبب ہوگا۔ تمھاری شہزادی خوب نکھری ہین ستم کا جوبن ہوگا۔

راوی۔ تھوڑی دیر مین خود ہی معلوم ہو جائے گا۔

اتنے مین شہزادی نے ایک خادمہ پھر بھیجی اور کہلا بھیجا کہ خوجی نہ ہونگے تو ہم بُرا مان جائینگے۔ آزاد نے کہا مجھے اس مردود کے نام سے نفرت ہے۔ کہدینا کہ مہربانی کرکے مجھے معاف کرین مین اُنکو نہ بلاونگا وہ اس قابل نہین ہی۔

خادمہ۔ اب اسوقت اُنکی بات کو فوراً مان لو۔

آزاد۔ ہم کیونکر مان لین اور جو کہین ہم مان لین یہ بات ہم ہرگز نہین مان سکتے۔ ہاتھ جوڑ کر ہماری طرف سے عرض کردو

خادمہ چلی گئی اُس نے جاکے کہا حضور اُنھوں نے ہاتھ جوڑے
ہین اور کہا ہی کہ اس بارہ مین ہمین معاف کیجیے۔ وہ تو
اسوقت سراپا ناز بنی تھین۔ اپنے حسن پر مغرور ہو کر کہا جاکے
کہو کہ ابھی ابھی خوجی کو بلائین۔

جسوقت اس زہرہ جبین خادمہ نے آنکر کہا کہ خداوند
آپ ناحق بات بڑھاتے ہین خوجی جہان کہین ہون وہان سے
بلوا لیجیے۔ آزاد کو کمال رنج ہوا سوچے کہ وہ بار آدمی آچکا
اب اگر فرمایش کے خلاف کیا تو طبع نازک کو سخت ناگوار گذریگا
مجبور ہو کر کہنا پڑا کہ اچھا۔ بلواتا ہون۔ دو آدمیون کو بھیجا کہ
جاکے خوجی کو بلا لاؤ۔ دونون روانہ ہوے مگر خوجی کا پتا ہی نہین ملتا
ایک ایک سے پوچھتے ہین کوئی بتاتا ہی نہین۔ آخرکار ایک آدمی
نے کہا کہ خوجی کی آواز آئی یہ خوجی کے سوا اور کسی کی آواز نہین
ہو سکتی دونون آدمی ٹھہر گئے یہ سنا کہ خواجہ صاحب بہادر ایرانی
صاحب سے گفتگو کر رہے ہین۔ اسوقت یہ اشعار اُنکی زبان پر تھے۔

چنان بر تنش آمد آن پہلوان	چو شیرے کہ بر گوسفند جوان
تنگانے زدوا زدخنہ بر سینہ اش	کہ افتاد بیرون زدل کینہ اش
بیکدم حصار تنش شد تہی	ہمہ خاک شد سروری و مہی
ببین گردش چرخ غدار را	کہ از جان کشد ہمچو سردار را

ان مین سے ایک شخص نے کہا۔ جناب خوجی صاحب
آداب عرض ہی خواجہ صاحب نے چونک کر معًا جواب دیا خوجی
کی دم مین نمدا اور بڑا سا رسا۔ خوجی ہی کون نامعقول۔ ہم عظمت
و حشمت نشان جناب والا لقاب مولانا حکیم مفتی قاضی محمد
خواجہ بدیع الزمان صاحب بہادر بیچ ہین کہنے لگے خوجی۔
آدمی۔ آپ اس سے بڑھکر سہی مگر اب چلیے گا یا نہین۔

خوجی۔ ہمین کیا غرض ہی۔ ہم ایک آزاد منش قلندر ہین۔

از مذہب مپرس نہ مومن نہ کافرم	من رسم این دیار ندانم مسافرم

معقول مذہب اور مومن اور کافر سے کیا واسطہ۔ اور
رسم راہ سے کیا غرض ذکر کچھ۔ شعر کچھ۔ لے لعنت خدا۔ یہ
کہکر خواجہ صاحب پھر شعر پڑھنے لگے۔

ابر و سپاہش بمیدان جنگ	برون آمدہ زان بحر خون چون نہنگ
تنا کردہ در موج دریائے خون	بیک روز میدان برآمد برون
بیالاے کوہے برآمد فراز	برآسود از چالش ترکتاز
بیک کوہ دیگر سپاہ فرنگ	برآسود از کین و پرخاش جنگ

آدمی۔ حضور آزاد پاشا نے بلایا ہی اور تاکید کر دی ہی۔
خوجی۔ کون آزاد۔ ہٹاؤ بھی۔ ہم کسی کو کیا جانتے ہین۔
آدمی۔ بہت ضروری کام ہی۔ نہایت ضروری کام ہی۔
خوجی۔ کہو تو ضروری کام کیا ہی۔
آدمی۔ حضور شہزادی نے کہلا بھیجا ہی کہ خواجہ صاحب ضرور
ہون ورنہ مجھے بڑا برا معلوم ہوگا۔ تو آزاد پاشا نے ہمین دوڑایا
ہم دوڑے مگر حکم ہی کہ جس طرح ہو لاؤ۔ ہاتھ جوڑو۔ پاؤن پڑو
سجدہ کرو۔ مگر لاؤ اور ضرور لاؤ۔
خوجی۔ (ہان (اکڑ کر) بات تیرے کی اب آیا راہ پر۔

مفلس کے دل بت دہل سمجھ لینگے	زلف کرتی ہی بل سمجھ لینگے
ہم سپاہی ہین او کمان ابرو	تیغ پکڑے اجل سمجھ لینگے

نہیدہ خواہ شد اب دیکھو کیا دل لگی بازی ہی۔ اچھا ہم
ایک خط لکھے دیتے ہین یہ لیتے جاؤ۔
خط سُننے کے قابل ہے۔

کم فہم کم عقل کم تمیز آزاد گرز پرسلمہ العزیز۔ بندہ ملے
کہ مافوق آن نباشد۔ اینکہ آدم رسید۔ بندہ دیارۂ او بہ پذیرفتید
مرا طلبید۔ مارا عید وقت سعید۔ الا یاران کید (اس کا سمجھنا
مشکل ہے لیجیے لفظ (کید) کے قبل (ی) لاؤ تو کیدی ہوا)
سبحان اللہ سبحان اللہ۔ بشنو آزاد یار من دلدار من و غمخوار
من و غمگسار من تو کہ باشی کہ بر خاطر من بگذری۔ ع۔ تو کہ
باشی کہ برین خاطر عاطر بگذری۔ مگر مرا از گفتۂ تو ہیچ انکارے نہ
الا اکنون خمار تبت زدہ کوب میکنی و من راز دو کوب متحمل نہ

کند تحمل بسیار مرد را بے قدر | کمان چون تن بکشیدن بہ کباد شود

ساقم آثم حقیر فقیر پر تقصیر جا کیا سے فصیح خواجہ بدیع الزمان خراسانی
محقق فارسی عفی اللہ عنہ۔

آدمیوں نے یہ رقعہ حضرت آزاد کو دیا۔ پڑھتے ہی کھلکھلا کر
ہنس پڑے اور جواب یون لکھا۔

جناب خواجہ صاحب قبلہ۔ زمین دوز ہو کر آداب بجا لاتا
ہون۔ بنیقہ انیقہ شرف ورود لایا۔ احسان ہوا۔ الحمد للہ کہ
حضور نے خاکسار کو قابل سمجھا۔ مہربانی کر کے آیئے اور واسطے
خدا کے ضرور تشریف لایئے۔ ورنہ میری ہتک جاتی ہے۔ خادم آزاد

خواجہ صاحب نے خط پڑھا اور ابریشم کی پینک مین جھومتے ہوئے تشریف لائے

حالات جنگ

اب سنئے کہ شب کو ۱۱ بجے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
رخصت کئے گئے اور ادھر پولینڈ کی شہزادی کے ہان جشن جمشیدی
شروع ہوا۔ شہزادی نے حکم دیا تھا کہ بجز عورتون کے اور
کوئی نہ ہو۔ ہو وہ ان مین صرف آزاد اور عورتین سترہ اٹھارہ سال سے
زیادہ سن کی نہ ہون۔ خواجہ صاحب کو بہت برا معلوم ہوا۔ مگر
تصور دلش بر جان در دلش سمجھے تھے کہ پولینڈ کی شہزادی نے
جو اس تاکید سے بلایا ہے تو کوئی نتیجہ ضرور نکلے گا۔ مگر ثائین ثائین
فش۔ آزاد سے پوچھا کیون بھائی صاحب یا تو اس گرماگرمی
سے ہم کو بلوایا تھا یا اس سرد مہری سے پیش آتے ہین۔ آزاد نے
کہا آپ کس کھیت کی مولی ہین آپ کس شمار قطار مین ہین۔
شان خدا آپ بھی اتنے ہوئے معشوق ہے جب بات سوجھی فوراً
حکم دیا کہ ابھی ابھی اس کی تعمیل ہو۔ خواجہ صاحب حیران و ششدر
پھرے اور وہان سے چلے ایرانی کے مکان پر آئے۔ غل مچایا
کھولو کھولو۔ ارے بھئی دروازہ کھولو مگر صدائے برنخاست
آخرکار سوچے کہ فارسی مین پکارین تو شاید کوئی جواب ملے
یہ آواز بلند کہا۔ بکشا۔ بکشا۔ دروازہ بکشا۔ یا ملے من بدیع
تو باعلامت یار اور مہربانت اگر بیدار چشم باشد برخیز و بکشا
بہت ہی خوب۔ جواب ندارد۔ بہت جھلائے۔ مگر کرین کیا
دروازے پر کئی بار ہاتھ مارا اور یہ شعر زبان پر لائے

بکشا سر شک در گلویم درده | سائل بکنم قدح ندارم ساقی

بڑی دیر تک چلایا کیے مگر آواز نہ آئی۔ تو کوسنے لگے مر گئے
سب مر گئے۔ اس مکان کے سب کے سب انشاء غفیل ہو گئے سانپ
سونگھ گیا چھت گر پڑی۔ زمین کے پیوند ہو گئے۔ خدا کرے صبح کو
ایک بھی زندہ نہ نکلے۔ چلاتے چلاتے گلا پھٹ گیا اور کسی نے
جواب ہی نہ دیا اور من بدیع کو ہلکان کر دیا۔ اچھا کیدی بول
خراٹے لیتا جاتا ہے کل ہماری قرولی ہے اور تمہاری گردن بھلا بے
کیدی بھلا۔ یہ ہانک لگا کر خواجہ بدیع الزمان مریع ادھر ادھر ٹھوکرین
کھانے لگے۔ سوچتے تھے کہ یا خدا اس وقت جاؤن تو کہان جاؤن
آزاد نے تو نکال ہی دیا۔ شہزادی نے اس شدومد سے بلایا
اور ثائین ثائین فش۔ اچھا خیر

گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو | از شما یک تن نہ شد اسرار جو

کہتے کہتے تھک گیا گر کسی نے بات کا جواب دیا اچھا نہین تو نہ سہی ہم بھی خاموش ہو رہے۔ مگر یہ خموشی مین گویائی ہی آخری

بار میگویم برادر کہ مرا ازین کار بسیار تردد و ملال لاحق حال تنگ دل است

جب کسی نے جواب دیا تو خواجہ صاحب بدرجۂ مجبوری وہان سے روانہ ہوے اور قسم کھائی کہ اب ہرگز ہرگز ان حضرات کے پاس نہ جاؤنگا نہ جاؤنگا۔ راہ مین ایک شخص ملا اُس سے اُنھون نے کہا بھائی ہم اسوقت کمال پریشانی مین ہین اگر سونے بھر کی جگہ دو تو پڑ رہین اور رات کو آرام کر کے صبح گجردم مفرور ہون اُس شخص نے کہا ضرور چلیے۔ مکان حاضر ہے بندہ بے تکلف ہے

یہ شخص خوجی کو برات کا انتظام کرتے ہوے دیکھ چکا تھا جب خواجہ صاحب اُسکے مکان پر گئے اور لیٹے تو باہم مکالمہ ہونے لگا

خوجی ۔ کہو بھئی۔ کچھ جنگ کا حال بھی معلوم ہوتا ہے۔

جواب ۔ جی ہان۔ خوب لڑائی ہو رہی ہے دیکھیے کیا نتیجہ ہوتا ہے ایشیا مین ہماری فتح کا ڈنکا بج رہا ہے کرٹم دھم کرٹم دھم یورپ مین ابھی سادی ہین۔

خوجی ۔ ہان آپ تو روسیون کا جنبہ کرتے ہونگے۔

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بملک مصر شاہی میکرد
میگفت گدا بودن کنعان خوشتر

حب الوطنی کا کیا کہنا حب الوطن سے بڑھکر اور کیا ہے ہم کو دیکھیے کہ کس طرز سے یہان آئے اور لطف یہ کہ جان بکف ہین اور ہر دم ہتیلی پر جان لیے رہتے ہین۔

خواجہ صاحب گو دشمن عقل مدعی خرد گو کہیے نامعقول جبلۃ الحواس تھے مگر ایک ہزاران مین یہ تھا کہ مذہب کے بڑے پابند تھے۔ ہوٹل مین کھانا حرام سمجھتے تھے چاہے جان جائے ہوٹل مین ہرگز ہرگز نہ کھائینگے۔ اس مین ہرچہ بادا باد۔ اُنکی لی خواہش تھی کہ ترکون کے غلبے کا حال سنون کئی بار مختلف امور جنگ دریافت کیے۔ روسی نے یون بیان کیا جنرل گرکو نے بڑا کارنمایان کیا۔ فتح پر فتح حاصل کی۔ بڑا نامی سپہ سالار ہے سوچنا اور راجنیا کے درمیان مین جو کوہ عظیم واقع ہے۔ اسکو گرکو نے چٹکیون مین فتح کر لیا۔ ترک تاب مقاومت نہ لائے مگر جب تک لڑے خوب لڑے یہ فتح حاصل کر کے جنرل گرکو جنوب کی جانب روانہ ہوئے۔ اُنھون نے اپنی فوج کے چار حصے کیے جانب راست کا کالم بسرکردگی جنرل ولس مناف ۷۔ جنوری کو صوفیا سے روانہ ہوا حکم دیا گیا کہ مقام سیاکودا کی طرف روانہ ہو۔ تاکہ اس ترکی فوج کا تعاقب کرے جو مقام رودامر کی جانب بھاگی جاتی تھی۔ خاص کالم بسرکردگی کونٹ سویلاف تھا۔ وہ ۹ ماہ مذکور کو روانہ ہوا۔ جانب چپ ایک اور کالم تھا یہ دریاے ٹپالیکا کے قریب رہا چاکر پاشا کی نسبت خبر مشہور ہوئی کہ وہ اس مقام کے قریب تھے اور کوشش بلیغ کر رہے ہین کہ مقادر یا عبور کر کے بھاگ جائین ایک کالم نے اُن کا بھی تعاقب کیا۔ الغرض ترک چوطرفہ سے محصور ہو گئے۔

خوجی ۔ آپ بھی بس عجب باتین کرتے ہیں۔ یہ کس نے کہا آپ سے۔

روسی مشہور ہے خبر۔ تمام ملک مین شہرت ہوگئی ہے اخبارون مین چھپ گیا ہے۔ کوئی مقام ایسا نہین جہان یہ خبر مشہور نہ ہوئی ہو۔ ترکون کی نسبت بھی اکثر باتین سننے مین آئی ہین

خوجی ۔ جی یکا ارشاد ہوا۔ وہ کون گیدی ہے نامعقول جو ایسی

باتین سُننے اچھا آزاد کو جانے دو سمجھا جائیگا۔ فمیدہ خواہ شد گر آزاد کے تعلق تو اب دو باتین ہو گئین ایک تو شادی کرتے پھرنا اور دوسرے جنگ۔ دونون کا حاصل ہونا محال ہی۔

ہے عشق خط بھی الفت زلف دوتا کے ساتھ
کیونکر بچے گی جان بلا سے بلا کے ساتھ
طرز نگہ نے چھین لیے قدسیون کے دل
آنکھین جو اُن کی اُٹھ گئین دست دعا کے ساتھ
ہو کر شہید ناز یہ پایا ہے مرتبہ
خلق خدا ہی آج تمے مبتلا کے ساتھ

روسی۔ بس جناب جنرل گرکو نے حکم دیا کہ لشکر فوراً روانہ ہو چھ دن کی خوراک ساتھ کر دی اور کہدیا کہ اور رسد بھی جلد بھیجی جائیگی توپخانے کے ساتھ دہرے دہرے گھوڑے دیے اور گولہ گولی بارود دوچند سے کسی قدر زیادہ۔ ترکون کو جب اس کی خبر ہوئی اور اُنھون نے دیکھا کہ روسی فوج کسی جانب سے جوق جوق چلی آتی ہی۔ فوراً کمیٹی کی کہ اب کیا تدبیر لازم ہی متفق رائے قرار پائی کہ بھاگ چلین۔ لہذا سوچینا کو اُنھون نے چھوڑ دیا۔ باقر پاشا اس فوج کے ہمراہ تھے اُنکی جرأت اور واقفیت امور جنگ سے ترکون کا بال تک بیکا نہوا اور تلوہ بچ نکلی۔ روسیون نے بڑے استقلال سے ترکون کا تعاقب کیا ۷۔ جنوری کو جنرل ولیل مناف تھوڑی ہی دور بڑھے تھے کہ اُنھون نے ترکون کے ایک حصہ کو دوربین کے ذریعے سے دیکھا قبل اسکے کہ جنگ ہو قسطنطنیہ سے ایک ٹیلیگرام آیا کہ روسیون سے معاہدہ ہو گیا ہی۔ اور بالفعل مہلت جنگ حاصل کی گئی ہی ۸۔ کی صبح کو ترکی فوج کا پتا بھی نہ تھا۔ جنرل گرکو سوفیا سے آگے بڑھے گر برف باری نے دور تک جانے نہ دیا۔ مجبور ہو کر واپس آئے سمجھے تھے کہ ایک موضع مین جو وہان سے قریب تھا پناہ پائینگے مگر اس موضع مین بعد خرابی بصرہ داخل ہوئے تو دیکھا کہ سپاہیون نے اس گانوُن کو جلا دیا تھا اب غور کیجیے کہ فوج تھکی ماندی شل سپاہی بھوکے پیاسے ہلکان حیران بہزار دقت ایک موضع ملا تو وہ بھی سوختہ۔ ایک چھپر تک نہ تھا۔ کمال پریشانی ہوئی۔ ناچار اُسی موضع مین بسیرا لیا۔ اوپر سے برف پڑ رہی تھی اور یہ بیچارے ٹھٹھر ٹھٹھر کر بسر کرتے تھے صبح کو جو اُٹھے تو کوئی کھنگر بنا ہوا۔ کوئی اینٹھا ہوا۔ کوئی تختہ بن گیا تھا آب و ہوا کئی دن تک خراب تھی۔ اگر جنگ ہوتی اور غنیم مقابلہ کرتا تو آب و ہوا کی سختی کو سپاہی بالکل نہ مانتے مگر جنگ تو ہوتی نہ تھی۔ صرف تعاقب کرتے تھے لہذا موسم کی سختی کی برداشت کرنا محال تھا۔ ۱۰ تاریخ کو جنرل گرکو شہر اپشیمن مین داخل ہوئے یہان پھر خبر ہوئی کہ مہلت جنگ دونون سلطنتون نے منظور کر لی سیجر زرکی جو سلیمان پاشا کے ایڈیکانگ تھے اُنھون نے بیان کیا کہ مہلت جنگ دونون سلطنتون نے منظور کر لی مہلت جنگ کو طرفین نے منظور کر لیا چنانچہ اُنھون نے بیان کیا کہ وہ اپنے چند آدمیون کے ساتھ نشان جنگ لیکر جاتے تھے اور وہ نشان جنگ ایسا نہ تھا جیسا میدان کارزار مین ہوتا ہی گرون کو جنرل گورکو کے پاس گرینڈ ڈوک آف نکولس کا حکم آیا کہ تم آگے بڑھتے جاؤ مہلت کا مطلق خیال نہ کرو۔

خوجی۔ غلط کہا۔ بالکل غلط کہا۔ کیا نکولس کو معلوم نہ تھا کہ مہلت ہو گئی ہی۔ بیشک معلوم ہو گیا ہو گا۔

روسی۔ ہان۔ آن یہ یہ جرم ترکون نے قائم کیا ہی کہ نکولس نے از راہ دغا حکم دیا کہ آگے بڑھتے جاؤ۔ ایسا اُن کو لازم نہ تھا۔

خوجی۔ ہاے افسوس۔ آزاد نہ ہوے خیر اب بھی انتشار رہتا

روسی ۔ ترکون مین اندرونی انتظام اچھا نہین ہو ۔ اور افسر سب خراب ہین ۔ ہان انکی جرات اور جوانمردی اور جیالے پن کا کیا کہنا

خوجی ۔ جری ۔ کرار ۔ جرار مرد شیر دل ۔ شہ زور ۔

روسی ۔ اور ہمارے ملک کے سپاہی کیا کچھ کم ہین ۔ وہ بھی جری اور طاقتور اور جنگ آزما ہین اور مستقل مزاج ۔

خوجی نے کہا ہم اس قسم کی خبرین نہین سنا چاہتے ہین ۔ روسی اپنی ہی گاتا تھا ۔ لہٰذا خواجہ بدیع الزمان نے بات ٹالنے کے لیے اشعار پڑھنا شروع کیے ۔

کیا صدمون نے ہم کو ناتوان آہستہ آہستہ
بہار باغ پر چھائی خزان آہستہ آہستہ
کسی کی ابرو و مژگان نے ہم کو مار ڈالا ہے
چلی شمشیر رگ رگ پر سنان آہستہ آہستہ
نہ پایا آج تک ظالم نے مجھسا صبر مین کامل
ہوئے سب عاشقون کے امتحان آہستہ آہستہ
ابھی جلدی ہی کیا صیاد وصل گل تو آنے دے
سنا دونگا تجھے سب داستان آہستہ آہستہ
کہین گھبرا نہ جانا رعب سے اُس شوخ کے قاصد
ہمارا حال سب کرنا بیان آہستہ آہستہ

روسی ۔ کوہ بلقن کے قریب ۱۷ جنوری کو روسیون نے فتح عظیم حاصل کی ۔ اُسی وقت لندن مین پارلیمینٹ کے ممبر بحث کرنے لگے کہ روس اور ٹرکی کی نسبت کسی قسم کی کارروائی کی جائے حضور ملکہ معظمہ نے یہ اسپیچ دی ۔

مابدولت و اقبال کو یہ بات مناسب معلوم ہوئی کہ آپکو وقت مقررہ معمول کے قبل بلائین اور پارلیمینٹ منعقد کرین تاکہ آپ کو اس کشمکش بلیغ سے آگاہ کرین جو مابدولت اقبال نے جنگ روم و روس کے اختتام کی نسبت کی یہ جنگ جو مشرقی یورپ در ملک ارمن کو ستیاناس کیے ڈالتی تھی ۔ مابدولت کی خواہش ہو کہ پارلیمینٹ سے اس امر اہم مین صلاح لین اور اعانت پائین اب تک دونون سلطنتون مین سے ایک نے ابھی ان قواعد کے خلاف نہین کیا جسکے سبب سے ہم نے اس معاملہ جنگ مین دخل نہین دیا ۔ اور ہمین یقین ہو کہ ان دونون کی دلی خواہش ہو کہ ہمارے خیالات سکوت کی تعظیم کرین اور ہم کو اس امر کا موقع نہ دین کہ ہم کسی کی طرف سے بولین یا کسی کا جنبہ کرین جب تک اس قسم کی کارروائی ہوگی ۔ مابدولت اسی طرح خاموش رہینگے لیکن یہ البتہ کہنا لازم آیا ۔ اگر بوجہ من الوجوہ کوئی بات ایسی ہوئی جس سے ہم کو مجبور ہو کر ساکت نہ رہنا پڑے تو ہوشیاری ضرور کی جائیگی لیکن بظاہر ہو کہ اس ضروری احتیاط کے لیے روپیہ کی ضرورت ہوتی ہو لہٰذا پارلیمینٹ کو بتانا چاہیے کہ کن کن تدبیرون اور کس ذریعے سے روپیہ اس کام کے لیے مل سکتا ہو ۔

خوجی ۔ خدا کرے حضور ملکہ معظمہ ابدالآباد تک زندہ رہین آمین لاکھون کروڑون روپیہ ہندوستان سے ٹرکی مین کھنچ آیا ۔ اور ان اور امیرون نے لکھو کھا روپیہ دیا ۔ اور سرکار عظمت مدار نے سب قبول کیا یعنی اجازت دی کہ جس کا جی چاہے ٹرکی بھیجے کچھ پروا نہین ۔

الٰہی دو جہان باشی باقبال	جوان بخت و جوان دولت جوان سال

روسی ۔ ہان برٹش گورنمنٹ نے اس مین اعتراض نہین کیا

خوجی ۔ وجہ ۔ آخر وجہ کیا ۔ شہزادون شہنشاہ اور خسروان ثریا جاہ کو ایسا ہی لازم ہو ۔ تا قیام زمین و زمان اقبال آسمان روشنی شمس و ماہ سلامت باکرامت باد ۔ آمین ۔

این دعا از من و از خلق خدا آمین باد

روسی ۔ یونان بھی ترکی کے خلاف ہے بلغارستان بھی۔
رومانیا بھی مانٹی نیگرو بھی ۔ کوئی مقام ایسا نہین جو خلاف نہ ہو

خوجی ۔ ابی سب سمجھ لینگے ۔ اتھ پاؤن ہی دشمن
ہو گئے ہین پھر اسکو کوئی کیا کرے ۔ مگر ہمت مردان مدد خدا

شکست و فتح نصیبون سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا

روسی نے کہا حضرت سنیئے کسی زمانے مین ٹرکی کی تمام عالم مین دھاک تھی ہوا بندھی تھی جھنڈے گڑے تھے یورپ مین ٹرکی کا راج ایشیا مین ٹرکی کی عملداری اور افریقہ تک مین ٹرکی کے نشان کے پھریرے اڑتے تھے قسطنطنیہ سے شہر کا قبضہ اور اتنی بڑی کچھری فوج اسی عظمت کے لیے دلیل قاطع تھی بحر میڈی ٹیرینین مین ٹرکی کا بھی نشان تھا ایشیا کے چک اور ملک امن کے قبضے سے اس کی عظمت اور بھی دوبالا ہو گئی ہے کیونکہ دریاے دجلہ فرات پر اس کا قبضہ تھا ۔ نہر سویز کے معاملات مین اسکو دخل تھا کیونکہ ملک مصر اسکی ماتحتی مین تھا یورپین سلطنتون نے سوچا کہ اگر ایسی سلطنت رفیعہ روسیون کے قبضۂ اقتدار مین آگئی تو بہت برا ہوگا کیونکہ ٹرکی ایسی سلطنت نہین ہے جس سے حملے کا خوف ہے ۔ انھین وجہ سے معاملات ٹرکی کی طرف کل سلاطین یورپ نہایت سے زیادہ توجہ کرتے تھے سب سے زیادہ توجہ انگلستان اور روس اور آسٹریا اور جرمنی کو تھی

خوجی ۔ ابی ہم کو اس بحر طویل سے کیا سروکار ۔ ہم ان امور کی طرف ذرا بھی توجہ نہین کرتے مگر ہم پوچھتے ہین کہ آخر روس ہوتا کون ہے ہمین اپنے گھر پر اختیار ہے نیکی بدی سیاہ سفید سب ہمارے ہاتھ ہے

روسی ۔ فرانس کے ایک بڑے نے کہا تھا کہ اگر کوئی مجھسے پوچھے کہ ٹرکی پر کس قوم کو قابض ہونا چاہیے تو مین کہون ترکون کو دنیا کے پردے پر کوئی ایسی قوم نہین ہے جو ترکون کے سوا اس قابل ہو کہ روم پر حکمران رہے اور یورپ کی کسی قوم کو اس سے ضرر کا احتمال نہو یا بس۔

خوجی ۔ اگر وہ مدبر زندہ ہے تو روس کا شہنشاہ ہو جاے اور اگر مر گیا ہے تو بہشت برین مین جگہ پائے آمین آمین ثم آمین

روسی ۔ آپ اس سے بہت خوش ہوے ۔ خیر شکر ہے کہ آپ خوش تو ہوے تمھاری تشفی کے لیے یہی کافی ہے ۔ مگر وہ ترک نہ تھا فرانسیسی تھا۔

خوجی ۔ آپ بھی بچپا کے تاؤ ہی رہے ۔ کہتے تو ہین کہ اگر مر گیا ہے تو بہشت مین جگہ پائے ۔ اگر ترک ہوتا تو یہ دعا کیون مانگتے وہ تو ضرور بالضرور بہشت مین جگہ پاتا ۔ پھر دعا یعنی چہ تحصیل حاصل بات ساری اتنی ہے۔

روسی ۔ اس جنگ مین قابل غور بات یہ ہے کہ روس کو ذرا بھی خوف نہین ٹرکی اس سے زیادہ کیا کر سکتی ہے کہ روس کے حملون کو روکے بس ۔ مگر روس کو کسی حملے کے روکنے کی ضرورت نہین ۔ وہ خود حملہ آور ہے اگر روس ہارا تو نام گیا اور ترک ہارے تو ملک گیا آزاد بھی گئے ہمین اس کا خیال ہے جس سے آپ کو رنج ہوگا۔

خوجی ۔ کچھ پروا نہین ۔ خدا ہمارا دوست ہے ۔ باقی بس

با ناداں آن دوست کو دوستان را	غمے دل و راحت جان فرستد

آپ ہم سے کل باتین کہہ لیجیے دیکھین جنگ کا انجام کیا ہوتا ہے جنگ دو سر دارد ۔

روسی ۔ ہمارا بال بیکا نہ ہوگا ۔ آپ دیکھ لینگے ۔

خوجی ۔ تو قبلہ ہمارا ملک بھی نہ جائیگا اور یون فتح اور شکست

اتفاق پر منحصر ہے۔

روسی۔ یہ خوب بات ہے۔ شاید ایسا ہی ہو۔

خوجی۔ دل نے چوٹ کھائی ہے۔ واللہ کسی مصرف کے نہ رہے۔

ہزاروں درد و حسرت یاس و ارمان دل میں مہمان ہیں	
کہاں اٹھیں کہاں بیٹھیں ذرا سا ہے یہ کاشانہ	

اسوقت آزاد دھما چوکڑی مچاتے ہونگے دماغ ہی نہیں ملتا ہوگا

شہزادۂ خلد مکان اور مجاور کی داستان حیرت بنیان

کشتۂ عشق فتنہ بنیادم	تو اسیر کمند بیدادم

شہزادۂ خلد مکان عرش آشیان کے مرقد منور و مطہر پر صبح و شام میلا جارہتا تھا پھولوں کی چادروں کا اسقدر انبار ہوا تھا کہ قبر بالکل ڈھک گئی اور نازک نازک پھولوں کی بھینی بھینی مہک کو باد صبا کے جھونکے ناز کے ساتھ دور تک لے جاتے تھے مشام روح کو طبلۂ عطار بناتے تھے۔ یوں تو صبح سے شام اور شام سے صبح تک کوسوں اور منزلوں سے لوگ آتے تھے اور چادریں چڑھاتے تھے مگر دو گھڑی دن رہے سے پریوں کا جمگھٹا قابل دید تھا۔ بلکہ دید تھا نہ شنید تھا۔ جسے دیکھو سمن اندام مہ رو خرام نور مصباح مجالس خوبی شمع بزم محبوبی۔ شعلہ رو تندخو۔

حسن میں ایک ایک مہ جبین	عبرت بتان لندن و چین
طرفہ جوبن عجیب عالم ہے	جتنی تعریف کیجیے کم ہے
آنکھ میں سحر کی نگاوٹ ہے	بات میں قہر کی بناوٹ ہے

شہزادہ سرور برد اللہ مضجعہ کے اعزہ و اقربا نے مرقد خانزادہ فردوس آرامگاہ کے مجاوروں سے کہدیا تھا کہ اگر کوئی مرد یا عورت چادر چڑھانے آئے اور منشا یہ ہو کہ شہزادے کی قبر پھولوں کی بو باس سے مہکتی رہے تو مضایقہ ندارد چشم ما روشن دل ما شاد

بعض آدمی اس پر معترض بھی ہوئے۔ شہر میں چھوٹے بڑے پڑھے بے پڑھے رعایا برایا حکام عوام ہندو مسلمان سب کی دلی خواہش تھی کہ مجاور کی زبانی وہ حالات سنیں۔ مجاور نے سبکو ایک روز جمع کر کے قلعے کی درگاہ فلک پایگاہ میں وہ حال سنایا سامعین کی یہ کیفیت تھی کہ ٹوٹے پڑتے تھے جگہ کے لیے گرتے تھے شانے سے شانہ چھلتا تھا۔ بڑی دقت سے درگاہ کے اندر جانے کا موقع ملتا تھا۔ مجاور سے کہا گیا کہ بیچوں بیچ میں آکے تقریر کرو ورنہ کسی کی سمجھ میں نہ آئیگی۔ ساری داستان اور کل کوشش بیکار جائیگی۔ الغرض مجاور ایک ذرا اونچی میز پر کھڑا ہوکر زمزمہ سنج بیان ہوا۔ یہ صاحب عمر آدمی تھے مگر سرخ و سفید کسی زمانے میں مرثیہ گوئی کا شوق تھا۔ عرصہ تک ذاکر حسین رہے حدیث خوانی بھی کی مگر آنکھوں سے کم سوجھتا تھا اعزہ و اقربا سب نے انتقال کیا۔ تن تنہا رہ گئے۔ لہذا درگاہ میں آبیٹھے۔ جوانی میں بڑے صالح متقی اور پرہیزگار تھے مگر عالم پیری میں وہ بات نہ رہی گو گوشہ نشینی اختیار کی مگر طمع بڑھ گئی۔ یہ صاحب بڑے جہاندیدہ تھے۔ ع سفر کردہ و دریا و ہاموں بسے + اور ظاہر ہے کہ + ع جہاندیدہ بسیار گوید دروغ داستان یوں بیان کی۔

از یار وفا کہ دید تا من بینم	راحت ز جفا کہ دید تا من چینم
تو عمر منی و بیوفائی چہ کنم	از عمر وفا کہ دید تا من بینم

ایہا السامعین! شہزادۂ سکندر رتبہ مرزا ہمایون فر کی وفات سے جو رنج و الم ساری دنیا کو ہوا وہ محتاج بیان نہیں مہر نیمروز کی طرح روشن ہے۔ اس سانحہ جگر دوز نادیدنی اور واقعہ حسرت خیز ناشنیدنی سے ہر فرد و بشر کا دل غنچہ برہمن ہے واللہ اعلم انکو کیا سوجھی کہ دنیا سے اٹھ گئے بجز یہ کہ مطلق خیال

نہ کیا اور چل بسے یہ جوانی اور ایسی موت! ہائے ہائے۔

نسید اگر تراود رول پہ افتاد	گر دادی صحبت دیرینہ برباد

مگر شکر خدا ہزار شکر خدا کہ بہشت بریں اور خلد بریں میں انھون نے جگہ پائی۔ اور اس کا ثبوت میرے پاس ہی۔ اور ایسا ثبوت ہے جسکو سب تسلیم کرلین۔

حضرات سامعین! ذرا کان لگا کے سنیئے جس روز ہمارے پیارے شہزادے کا وصال ہوا اور آپ سب انکو دفنا کر چلے گئے اُس شب کو عجب تماشا دیکھنے مین آیا جو فلک پیر نے با وصف پیرانہ سالی آج تک نہ دیکھا ہوگا اور کانون نے کبھی نہ سنا ہوگا۔ دس بجے کے وقت مین آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا تربت کے قریب گیا اور کھڑا ہو کر حسرت کے ساتھ انسان کی زندگی چند روزہ پر غور کرنے لگا۔ کہ یا الٰہی کیا اسرار ہی یہ کیا ستم ہی کسی کی سمجھ ہی مین نہین آتا۔ اسوقت ہم چلتے پھرتے بولتے چالتے ہین اور دم کے دم مین بالکل سناٹا ہی۔ وہی ہاتھ وہی پانون وہی ناک آنکھ منہ وہی جسم وہی شکل وہی صورت مگر گفتگو ندارد حس و حرکت غتر بود۔ ایک دن بھر لاش کو رکھے تو سڑ جائے یا خدا وہ کون شے تھی جو اس جسم خاکی سے نکل گئی پتا ہی نہین ملتا کوئی لاکھ میدان فکر مین عقل کے گھوڑے دوڑائے ممکن ہی نہین کہ پتا پائے کوئی ہزار بحر خوض مین غوطے کھائے۔ کیا مجال جو در مقصد ہاتھ آئے۔ موت خدا نے اپنے ہاتھ رکھی ہی۔ باقی کل اختیارات انسان کو دیدیے خیر سوچتے سوچتے میرا دل بھر آیا۔ دل مین غور کرنے لگا کہ یا خدا اس شہزادے کی تربت عنبر بن ہی جو اس ملک مین اپنی آپ ہی نظیر تھا اور اس جوانی کے عالم مین موت نے اُسکو کہین کا نہ رکھا۔ افسوس دفعتہً ایک آواز کان مین آئی معلوم ہوتا تھا کہ طوفان آنے والا ہی ہوا اس زناٹے سے چلی کہ ہوش و حواس بلا اجازت و استفسار رخصت ہو گئے نعوذ۔ اور ویسے ہی ہوا پر ایک کھٹولا اسمان سے زمین پر آیا۔ کھٹولا آگیا اور کام سکن تھا آنکھ جھپک گئی اس سکن نور سے دو پریان اُترین۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اس صانع کے صدقے جس نے یہ نورانی صورتین بنائین۔ خدا کو گواہ کر کے کہتا ہون کہ آفتاب کو انسان شاید بلا خیرگی نگاہ دیکھ سکے مگر اُن پریون پر نظر پڑتے ہی آنکھون مین چکا چوند کا عالم ہوتا تھا ؎

جہان خورشید خوانم روے اورا	کہ مصحف را غلط خواندن گناہ است

اٹھلاتی ہوئی چلین تو بے اختیار زبان سے نکلا اس خرام ناز کے صدقے اس رفتار مستانہ کے قربان کبک کی کیا حقیقت ہے۔ اے توبہ۔

از رشک خرامیدن تو سر چو طاوس	در ہر قدمے تازہ کند ماتم یار را

مین تو محو ہوگیا۔ کھٹولا از خود اُڑا اور اُڑ کے آسمان پر ہو رہا اور وہ دونون پریان خندان و فرحان مست و رقصان قبر کے پاس گئین۔ ایک پرکالۂ آتش نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھایا اور دفعتہً ابر گھر آیا قبلہ رخ سے گھٹا جھومتی اٹھی۔ مگر لطف یہ کہ روشنی کم نہین ہوئی۔ بوتل سے ایک گلاس مین شراب ناب لنڈھائی اور دونون نے مل کر پی بس کچھ نہ پوچھیے ستم کا سماں تھا۔ کر لچکا لچکا کر اس مستی کے ساتھ ناچتی تھین کہ ہر قدم پر مجھ ایسے پارسا کا دل پامال خرام ناز ہوتا تھا دونون گاتی پڑتی تھین مجھے یقین کامل ہی کہ اگر قبرستان مین نابین تو مُردے قبرین چھوڑ چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہون۔

طورِ رقص تو کم از دور قیامت نبود
بنشین یک نفس اے فتنۂ دوران بنشین

ایک نے جھک کر قبر کو چوم لیا دوسری نے اٹھا کر پھول کی چادر کو بوسہ دیا اور دونوں ہاتھ میں ہاتھ دیکر اس شوخی اور جھمک کمک کے ساتھ ناچنے لگیں کہ دل ہاتھ سے جاتا رہا بے اختیار دل میں آئی کہ دونوں کے قدم لوں سجدہ کروں پاؤں پڑوں اور کچھ نہ ہو تو بلائیں ہی لوں۔ ایسا ناچ دیکھا نہ سنا دونوں سبز پوش دونوں ناز آفرین دونوں سمن پوش دونوں طرز رقص میں طاق۔ دونوں دلربائی میں شہرۂ آفاق انا البرق کہتی ہوئی ناچتی تھیں۔

زرقص سبز پوشی مردہ زیر خاک میرقصد
تو گوئی در لباس خضر پیدا شد مسیحائی

سر تا قدم نور۔ آفت جان۔ اب سنیے کہ ابر گھر آیا اور شراب کے نشے اور مستی نے رنگ جمایا۔

گھر کے آیا ہے ابر دربار — جھینی جھینی سی پڑ رہی ہی پھوار
قہقہہ زن کسی طرف ہیں چکور — کہیں کویل کہیں پپیہے کا شور
برق سے ہی عیان تجلی طور — سارا جنگل ہی نور سے معمور
ایک ہنگامہ ہی ہزاروں میں — مرغ زریں ہی مرغزاروں میں
ہی معطر گلوں سے سارا بن — صورت وادی تتار و ختن

ابر میں کوندتی ہے یوں بجلی
مسی آلودہ لب پہ جیسے ہنسی

یہ صاحب اسقدر کہہ چکے تھے کہ ایک انگریزی خوان نوجوان نے اٹھکر قطع کلام کیا۔ کہا کیوں حضرت یہ کویل اور پپیہے اور چکور اور مرغ زریں اور ہزار یہ سب جانور اس قلعے میں کہاں سے آگئے اور بن کہاں ہی جو معطر ہو گیا۔ شہر سے آدھ کوس کے فاصلہ پر بن نہیں ہوا کرتا۔ تو مسکرا کر جواب کیا دیتے ہیں۔ یا حضرت یہ کون تعجب کی بات ہے۔ حکم کی دیر تھی۔ ہوا پر اشیا آتی تھیں۔ ہاتھ بڑھایا اور شراب ناب بادۂ گلگون کی بوتل موجود۔ ذرا یوں اشارہ کیا مرغان خوش رنگ خوش منقار و خوش نوا چوطرفہ اڑنے لگے۔ وہاں تو اشارے میں کام ہوتے تھے۔ کہ چکاک اڑن کھٹولا آیا۔ پریاں اتریں اور پھر بھی پوچھتے ہیں کہ بن کیسا مرغ کہاں سے آیا۔ یہ قلعہ اسوقت بالکل بن معلوم ہوتا تھا ابھی سنتے تو جائیے ابھی آپنے سنا ہی کیا ہی بس حضرت آپ ہی آپ قبر پر شامیانہ نصب ہو گیا اور ہوا سے مین کی آواز آنے لگی اس آواز پر وہ دونوں پریاں اور بھی مست ہو کر ناچیں اور ایک پری نے قبر کے پاس جاکر بہ آواز بلند کہا۔

کیوں میاں کسطرف سے آنا ہو — کتنا اس جوگ کو زمانا ہو
کس پری رو کو پیار کرتے ہو — کس مسیحا نفس پہ مرتے ہو
نام سے اپنے مطلع کیجیے — کچھ نسب کا ہمیں نشان دیجیے

کس قدر دلفریب ہے جوبن
دیکھنا کتنی تیکھی ہے چتون

ان اشعار کے جواب میں قبر سے بھی آواز آئی۔ اُف بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے میں کچھ عرض نہیں کر سکتا اس سوز و گداز سے آواز آئی کہ دل ہی جانتا ہی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی شخص کسی چاہ عمیق سے بول رہا ہی۔ جواب یہ تھا۔

خسرو ملک کوہ و ہاموں ہوں — رشک فرہاد و فخر مجنوں ہوں
سینہ لبریز زخم صورت گل — خستہ دل مثل خاطر بلبل
داغ وحشت سے دل پہ دیوانہ — سوز غم سے ہے گریہ پروانہ

محو آشفتگی ہے گیسو پر | عاشق افسردگی ہے ابرو پر
خشکی ہونٹوں پہ ہے نثار اگر | زردی رنگ ہے فدا اُس رخ پر

لخت دل ہر مژہ پہ شیفتہ ہے
خون دل آنکھوں پر فریفتہ ہے

دوسری پری نے قبر عنبر کو چوم کر پوچھا۔ اس خاکساری کے سبب شہریاری کو کیوں چھوڑا۔ اب چلو بہشت کی ہوا کھاؤ اور شراب طہور لنڈھاؤ۔ تھوڑے عرصے کے بعد یہ شعر سنا قبر سے آواز آئی۔

گو کہ سامان خاکساری ہیں | پر سب آثار شہریاری ہیں

پری۔ آخر اپنا نام لقب حسب نسب کچھ تو بتاؤ مرد خدا۔
آواز۔ نام عاشق لقب مجنون حسب نسب یعنی پہ سنا نہیں
ع۔ کہ درین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست۔
پری۔ (چادر گل چوم کر) اے آدم زاد تجھکو اسی کی روح کا واسطہ جس کے سبب سے تو مقتول ہوا سچ بتا تو کون ہے۔
اس کے جواب میں قبر سے یہ آواز آئی۔ (!!!)

کیا کہیں تم سے کون ہیں کیا ہیں | بلبل گلشن تمنا ہیں
وطن آوارہ خانمان برباد | نامراد ستم کش ناشاد

کشتۂ عشق فتنہ بنیادم
تو اسیر کمند بیدادم

آہ فرہاد کوہ غربت ہوں | قیس صحرائے درد محنت ہوں
جھوٹ کہتا نہیں میں سچ جانو | کافر عشق ہوں مسلمانو

کشتۂ عشق فتنہ بنیادم
تو اسیر کمند بیدادم

ہدف ناوک ملامت ہوں | کشتۂ خنجر شماتت ہوں
کچھ نہ پوچھو حقیقت غم کش | کچھ نہ پوچھو فسانۂ دل ریش

کشتۂ عشق فتنہ بنیادم
زو اسیر کمند بیدادم

وہ پریاں کان لگا کر سنا کیں جب یہ اشعار سن چکیں تو ایک بلائے جسم و جان دل نے کہا خدا را اپنی سرگذشت مفصل طور پر سناؤ تو اسکے جواب میں یہ آواز آئی۔

سرگذشت بلاکشاں نہ سنو | نہ سنو میری داستان نہ سنو
فقرہ فقرہ ہے اسکا پر تاثیر | ہو نہ جاؤ کہیں بلا میں اسیر

کشتۂ عشق فتنہ بنیادم
تو اسیر کمند بیدادم

پری۔ اب جو ہوا وہ تو ہوا۔ اب تو خوش و خرم اور شاد ہو کر نام و نسب بتاؤ۔
آواز۔ نام مجنون نسب سے کیا واسطہ خاکساری۔

کیا بتائیں تمہیں نسب اپنا | اب تو ناشاد ہے لقب اپنا

پری۔ اب خاکساری پسند ہے ذرا جھکڑ ابھی دکھاؤ کہ اگر حکم ہو تو قبر کھل جائے۔ ابھی چٹکیوں میں قبر صاف ہو جاتی ہے۔
آواز۔ آپ اپنی قدرت اپنے پاس رہنے دیں ہم خود فضل خدا سے اسقدر قدرت رکھتے ہیں کہ ابھی چاہیں تو قبر سے اسطرح نکل جائیں جیسے بوئے گل چمن سے۔

کب سبکروح رہے قیدی زندان وطن
بوئے گل پھاندتی ہے باغ کی دیوار ونکو

اتنے میں پھر اڑن کھٹولا آیا اور دس پریاں اتریں پہلے تو رقص ہوا۔ اسکے بعد حافظ شیراز کی غزلیں گائی گئیں۔ ایک پری نے چٹک مٹک کر یہ شعر لسان الغیب شیراز کا گایا۔

ہمائے اوج سعادت بدام ما افتد | اگر ترا گذرے بر مقام ما افتد

اس کے بعد آن بان سے اُن پریون نے جام زمردین مین بادہ گلگون راح روح کیمیاے فتوح ۔ کے پی اور یہ شعر زبان پر لائین ۔

حباب وار برانداز م از نشاط کلاہ
اگر ز روے تو عکسے بجام ما افتد

قبر سے آواز آئی (ایک نگار پری رخسار کے پیار نے مجھے کہین کا نہ رکھا گر افتاد ۔ دل کی دل ہی مین رہی ۔ بزدل بودا وحشی آدمی میرا رقیب تھا ورنہ اگر کوئی جری یا سپاہی آدمی ہوتا تو کہ کے آتا ۔ للکار کے آتا اور مجھپر ہرگز ہرگز ہاتھ نہ چلاتا ۔ مگر خیر مضیٰ مامضیٰ ۔ ایک پری نے جواب دیا عشق کا یہ نتیجہ ہوتا ہی ہی فرہاد کو دیکھو کس مشقت سے جوے شیر لایا مگر بدی یون ہی تھی کہ اسی وقت سے جان جائے جس پہاڑ کاٹا تھا لیلی و مجنون کا کیا انجام ہوا وامق کی جان پر کیسی گذری یہ تو ہوتا ہی ہی ۔

در رہ منزل لیلی کہ خطر ہاست بجان
شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

معلوم ہوتا ہی یہ شعر شہزادے کو بہت پسند آیا کیونکہ کئی بار پڑھا مگر رسہ کر یہی شعر زبان پر لائے ۔ اتنے مین خدا جانے کس چیز کا عکس پڑا کہ سبز سبز روشنی ہوئی اور ایک پری نے بادہ گلگون و رنگین کا جام زمردین دست نگارین مین لیکر قبر کے سرہانے جا کے آہستہ سے کہا ۔

ساغرے نوش کن و جرعہ بر افلاک فشان
تا بچند از غم ایام جگر خون باشی

اسکے بعد سلامی سر ہوئی ۔ قبر سے دنادن کی آوازین آئین اور دفعۃً قبر سے تڑاق کی آواز آئی ۔ اور مُثالاش باہر آئی

حضرات سامعین! راوی خاکسار کے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو گیا لاش کے نکلتے ہی اس طرح کی خوشبو آئی اس طرح کی خوشبو آئی ۔ کہ مین کیا عرض کرون عطر و عنبر اور مشک اذفر کی اصل و حقیقت کیا ہی مثا پریون نے قدم لیے بس حضرت یاد کیجیے کہ لاش کھڑی ہو گئی ۔ اور کفن گر پڑا شہزادہ سکندر فر رشک سحر کا جوبن اسوقت قابل دید تھا! اتنے مین لالہ جوکھو رام مجرّر قلعہ آگے آ گئے

اس تقریر کے بعد لالہ جوکھو رام صاحب عینک اور دھوتی سنبھالتے ہوئے اُٹھے ۔ کہا ۔ (صاحبان ۔ یہ خبرین جو کہین خیلے راست براست ہین ۔ ہم نے بھی پریان حوریان اور لاش مردہ کا زندہ دیکھی ہم اسوقت وہین تھے اس فقرے پر ناظرین کھلکھلا کر ہنس پڑے اور لالہ صاحب سخت خفیف ہوے گو ہنسی کا موقع نہ تھا مگر اُن کی تقریر نے سب کو ہنسا دیا ۔ مجاور نے کہا حضرات سامعین لالہ صاحب بڑے پارسا اور متقی آدمی ہین ۔ اُن کی عادت ہے کہ کبھی جھوٹ نہین بولتے ۔ اسوقت روشنی دیکھکر قبر کے قریب آئے تو یہ تماشا غریب دیکھا اور مرزا ہمایون فر سے باتین بھی ہوئین ۔

لالہ ۔ عقل حیران ہی ۔

لوگ ۔ بیشک ۔ بلاشبہہ ۔ لاریب ۔ حیرت سی حیرت ہے! افسوس ۔ صد افسوس ۔

شاید چی اُٹھین دنیا بامید قائم

جانان مرا بمن بیارید	این مردہ تنم بہ او سپارید
چون بوسہ زند برین لبانم	ار زندہ شوم عجب مدارید

مجاور نے کہا حضرات سامعین شاہزادہ فرخ نہاد کو ایک پری نے بصد شان دلبری جام شراب دیا اور شہزادے بہادر نے اس جام کو چوم کر پی لیا تو سبحان اللہ سبحان اللہ عالم ہی تھا اب سنئے کہ بارہ پریان اس پری رخسار کے اردگرد کھڑی چہل

کر رہی تھین اور عاشقی کا دم بھر رہی تھین دفعۃً ایک طشت زمردین پر از دُر خوش آب و گوہر نایاب ہوا کے ذریعے سے شہزادے بہادر پر نثار ہونے لگا قبر کے قریب ایک نہر ظاہر ہوئی شہزادے نے اس نہر تک سے ایک چلو پانی لیکر پیا اور جھومتے ہوے فرط طرب سے یہ شعر پڑھا ۔ ؎

بہت سے غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہون مجھکو غم کیا ہے

ایک پری نے شہزادے سے سپہر آرا بیگم کی نسبت گفتگو کی۔

پری ۔ تعجب ہے کہ لاش پر معشوق آئے اور عاشق کو کانون کان خبر بھی نہ ہو۔ ہم نے خود دیکھا کہ وہ تفتہ جگر عین حالت بیقراری و مصیبت مین مو پریشان و گریان لاش کے قریب آن کھڑی ہوئی خوف ہوا کہ مبادا اُڑ جائے ابھی کچھ سن نہین ہی۔ ہاے اسکی بیکسی پر رحم آتا ہی کیسی بے بس ہی بیچاری۔ مگر آپ کیسے عاشق زار بنے ہین مرنے سے کہین عشق چلا جاتا ہی۔

مرے تو نشۂ الفت اتر گیا عاشق
وہ کیا شراب تھی جسکا خمار تک نہ رہا

شہزادہ ۔ جان من ۔ یہ تو کچھ خدا کی عنایت تھی کہ اسوقت مین باتین کر رہا ہون ورنہ کجا مردہ اور کجا تقریر۔ سپہر آرا کا نام لیکر تم نے میرے دل مین برچھی کی نوک چبھو دی (آبدیدہ ہوکر) ہاے یہ کیا ہوا۔ مجھے اپنے مرنے کا رنج نہین ہی مگر حسرت ہے تو یہ ہی کہ سپہر آرا بیچاری کڑھتی ہو گی اور عجب نہین ہی کہ رو رو کے جان دے۔

فنا ہے سب کے لیے مجھپہ کچھ نہین موقوف
یہ رشک ہے کہ اکیلا رہے گا تو باقی

پری ۔ اب بھی معاملہ رو براہ آسکتا ہی۔ اب بھی سب چیزین ممکن ہین۔ اب بھی کچھ نہین گیا ہی۔ اب بھی دونون کی ملاقات ممکن ہی۔

شہزادہ ۔ ہان ۔ کیا مجال ۔ ایسا کہین ہوسکتا ہی۔

پری ۔ آدم زاد کی یہ مجال ہی کہ ہمارے سامنے زبان کھولے جو بات تمھارے نزدیک محال ہی اُسکو ہم ممکن کر دکھاتے ہین۔

جانان مرا بمن بیارید
این مردہ تنم باد سپارید
چون بوسہ زند برین لبانم
ار زندہ شوم عجب مدارید

شہزادہ ۔ یہ کہانیان ہم نے بہت سنی ہین۔ ایسی ایسی باتون کا عقیدہ ہی نہین کہین مردے بھی زندہ ہوا کرتے ہین۔

پری ۔ جی ۔ ہان ۔ جی ہان ۔ مردے زندہ ہوا کرتے ہین۔

شہزادہ ۔ اچھا ہمین زندہ کر دو تو جانین ۔ ورنہ کیا۔

پری ۔ سپہر آرا بیگم جھگڑے کے ساتھ قبر پر آئین اور بوسہ نین دیکھین تو تم کیونکر زندہ نہین ہو جاتے ۔ تجربے کے بغیر تو ہم کبھی کوئی بات نہین کرتے ۔ کیا مجال ۔

شہزادہ ۔ یقین نہین آتا کہ مردہ قبر سے اُٹھ بیٹھے ۔

پری ۔ اس یقین کے صدقے صریح قبر سے اُٹھ بیٹھے ہو اور اب بھی یقین نہین آتا! اب اس سے زیادہ تصدیق کیا چاہیے

جانان مرا بمن بیارید
این مردہ تنم باد سپارید
چون بوسہ زند برین لبانم
ار زندہ شوم عجب مدارید

شہزادہ ۔ آپ بار بار یہی رباعی پڑھتی ہین ۔ مگر مین سوچتا ہون کہ ایسا آج تک کبھی نہین ہوا ۔ یہ بات حسب عادت و حسب عقل دونون طرح محال ہی ۔ بلکہ ناممکن ہی ۔

پری ۔ بہت سی باتین دنیا مین حسب عادت و حسب عقل محال ہین مگر اکثر ظہور پذیر ہوتی ہین ۔ عورت کے پیٹ سے سانپ کا بچہ پیدا ہونا محال ہی یا نہین مگر پچاسون جگہ پیدا ہوا ہے

اونچی چھت سے پتھر پر گر کر بچ جانا سخت حیرت کی بات ہے یا نہیں مگر صدہا ہزارہا آدمی بچ گئے ہین۔

شہزادہ۔ اچھا خیر سپہر آرا پیاری آن کے قبر کو چومین۔ اگر خواستہ خدا ہی شاید قبر سے ہم اٹھ کھڑے ہون۔ مگر باسی کڑھی مین ابال آپ کو اختیار ہی۔

اتنے مین دوسری پری نے آکر ان کو چوم لیا اور گلے لگا کر کہا شہزادے ہم نے برسون سے تمھارے عشق کا تیر دل پر کھایا ہی اور تیری ایک ایک ادا پر دل آیا ہی مگر اب تک موقع نہ ملا اور اب تم ہو اور ہم ہین۔ مگر او آدم زاد خبردار بیوفائی نہ کرنا ورنہ برا ہوگا۔

شہزادہ۔ بیوفائی اور عشق اسکے کیا معنی میری سمجھ مین نہین آتا پری۔ وہ بیوفا نکلی ورنہ جب لاش پر آئی تھی لازم تھا کہ اس کا بھی دم نکل جاتا۔ عاشقی و معشوقی خالہ جی کا گھر نہین ہی اور تمھارے لیے؟ ایک سے ایک بڑھکر ہی۔

آپ بھی اب دل اور سے بہلائین
تا وہ سن سنکے دل مین خار تو کھائین
آپ معشوق کو ہین کیا محتاج
پیر و مرشد خدا کے فضل سے آج
لاکھون معشوق شہرۂ آفاق
آپ کی اک نظر کے ہین مشتاق
ہم نہ سمجھے تھے یون کرے گی جفا
لے کے دل ہم سے ایسی دے گی دغا

شہزادے کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا سمجھے کہ یہ نگار قوش اگر سپہر آرا کے خلاف ہے۔ اس سے اپنے درد دل کا علاج چاہنا امر فضول ہی اب وہ خار کھائین یا نہ کھائین ہم کو اس سے کیا واسطہ۔ دل مین دعا مانگتے تھے کہ خدا کرے وہ پری آئے جو زندہ کرنے کا بیڑا اٹھاتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ آئی کہا ہان فرآج کے تیسرے روز تک تو تم زندہ نہین ہو سکتے مگر اسکے بعد ایک مہینے تک جب کبھی سپہر آرا بیگم تمھاری قبر پر آنکر بوسہ لین گی تم فوراً زندہ ہوجاؤ گے۔

جانان مرا بمن بیارید
این مردہ تنم باو سپارید
چون بوسہ زند برین لبانم
ار زندہ شوم عجب مدارید

مگر خوب بن ٹھن کے آئین۔ دلھن بنی ہوئی ہون۔ سولہ سنگار

اک ذرا بن سنور کے آئین وہ
سر سے پا تک نکھر کے آئین وہ

شہزادے کا دل بھر آیا۔ دلھن کا لفظ سنکر آنکھون بے اختیار رونا آیا آسمان کی طرف دیکھکر کہا یا خدا مجھسے ایسا کون قصور سرزد ہوا تھا جس کے جلد دین یہ سزا پائی کہ بعد مرگ بھی راحت نصیب نہ ہوئی۔ یہان تو آسودگی پاتا۔ مگر پھر وہی درد دل ہی۔ پھر وہی عشق کی پہلی منزل ہی۔

عشق نے کی جنون کی پھر تقریب
چاک پر پیرہن کئے ہی ترغیب
دل سے پہلو تہی کی راحت نے
سوز شین کین جنون الفت نے
شعلے آہون کے یہ بلند ہوے
خال رخ دانۂ سپند ہوے
داغ گلدستہ نذر کو لایا
صبر رخصت کے واسطے آیا

دل کو تڑپایا شوق وصلت نے
کی ترقی ملال فرقت نے

اب سنیئے کہ وہ سب پریان ملکر شہزادے کے پاس آئین اور قبر کے قریب ایک فرش مکلف بچھا اسپر ایک شامیانہ نصب ہوا اور آپ ہی آپ گانے اور مین باجے کی آواز آنے لگی۔ ادھر ادھر پریان اور بیچون بیچ مین شہزادہ

خلد مکان جنت آشیان۔

ساقیا تو اگر ہے دریا دل
چاندنی رات کس بہار پہ ہے
اتنے بھر بھر کے تو جام بلور
سختیاں ہجر کی جھیلیں گے

ہم کو دکھلائے آج اپنا دل
نشے میں بھی اب آ تار پہ ہے
دل سے دھو جائے مئے کشی کا غرور
بط مے کا شکار کھیلیں گے

قاف جنم کی پری جو پیار کرے
عیش کیا ہی یہ بادہ خوار کرے

رقص شروع ہوا۔ ایک ایک پری باری باری چمک دمک کے آتی تھی اور رقص ناز سے دل کو پامال کرتی جاتی تھی اس کے بعد دور چلا عجب شراب تھی۔

مجاور نے اسقدر بیان کیا تھا کہ لالہ صاحب نے قطع کلام کیا اور کہا صاحبان۔ غلام فدوی نے بھی ایک گجی پی تھی مگر واہ کیا ہی تھی ایسی دارو کبھی نہیں پی۔ جیسے ذائقہ شراب الموسوم بہ سونفی فکر ہر کس بقدر ہمت اوست تعریف کیسی کی تو سونفی کی۔ ماشاء اللہ اور موسوم کی ایک ہی کہی (لوگوں نے پوچھا آپ کو نشہ معلوم ہوا تھا۔ فرمایا ذرا سی پیتے ہی نشہ چڑھ گیا اور زمین زمین ہو گیا آنکھیں سرخ سرخ لال انگارا اور کل بھید کائنات کھل گیا

راوی۔ دریں چہ شک۔ وہ تو چیز ہی ایسی ہے (انگارا اور بھید کائنات) واہ حضرت واہ۔

لالہ۔ چو آتشہ شراب سونفی بود خوب مزہ بود۔

راوی۔ این! اردو بولتے بولتے اب فارسی بولنے لگے للہ فارسی کے حال پر نظر عنایت رکھیے۔ فارسی بیچاری کی تانگ توڑیے آپ اردو ہی بولیے اور خیر سے اردو بھی ولندیزی ہے

زکار زمین را نکو ساختی
کہ با آسمان نیز پرداختی

ایک کام تو آپنے خوب کیا اب حریف کی طرف مخاطب ہوئے مجاور نے پھر سلسلہ سخن جاری کیا اور اس طرح کہا۔ دو پریوں نے یہ غزل اس سوز و گداز اور خوش الحانی کیساتھ گائی کہ ہم دونوں مست ہو گئے۔

فاش میگویم و از گفتۂ خود دل شادم
بندۂ عشقم و از ہر دو جہان آزادم
طائر گلشن قدسم چہ دہم شرح فراق
کہ دریں دامگہ حادثہ چون افتادم
من ملک بودم و فردوس بریں جایم بود
آدم آورد دریں دیر خراب آبادم
سایۂ طوبی و دلجوئی حور و لب حوض
بہ ہوائے سر کوئے تو برفت از یادم

حضرات سامعین اس شعر پر شہزادۂ خلد آشیان نے بڑا وجد کیا۔ اور فرمائش کی کہ پھر ایک دفعہ پھر ایکبار

نیست بر لوح دلم جز الف قامت یار
چہ کنم حرف دگر یاد نداد استادم

یہ بھی حسب حال تھا۔

کوکب بخت مرا ہیچ منجم نشناخت
یارب از مادر گیتی بچہ طالع زادم

مرزا ہمایوں فر کی آنکھوں سے اشک جاری ہوگئے۔ دل بے اختیار ہو گیا۔

تا شدم حلقہ بگوش در میخانۂ عشق
ہر دم آید غمے از نو بمبارک بادم

ان پریوں نے وہ غزل ڈھونڈ کے نکالی جسکا ایک ایک مصرعہ ان کے حسب حال تھا اور جس کا ہر شعر انکو خون رلاتا تھا

میری یہ کیفیت کہ چپ چاپ کل حالات دیکھتا ہون مگر وہی ٹک ٹک بدم دم نکشیدم اور لالہ جوکھورام کی یہ کیفیت تھی کہ تھر تھر تھر تھر کانپتے تھے۔

گر خورد خون دلم مردمک دیدہ رواست
کہ چرا دل بجگر گوشۂ مردم دادم

ہمایون فر نے کہا خون دل بھی تو یہان باقی نہین رہا یہان تو خدا کے فضل سے وہ درجہ حاصل ہوا ہی کہ دل ہی نہین۔ خون کہان سے آئے۔

پاک کن چہرۂ حافظ بسر زلف ز اشک
ورنہ این سیل دمادم بکند بنیادم

اس غزل کے بعد ایک پری نے ہاتھ پھیلائے تو زرد رنگ کی کوئی شے ہاتھ آئی۔ گولی کے برابر تھی مگر اسقدر جھلکتی ہوئی کہ مین کیا عرض کرون اُس کو پری نے قبر پر دے ٹپکا تو فوارہ چھوٹنے لگا۔ اور اس طرح کی خوشبو آئی کہ مین کچھ عرض نہین کرسکتا قبر کے چارون کونون پر ایک ایک فوارہ چھوٹنے لگا اور ایک فوارہ بیچ مین تھا اب لطف دیکھیے کہ فوارہ سے صورتین نمودار ہوئین کیا بیان کرون بس میرا دل ہی مزے لے رہا ہی۔ ابھی تک ہم کو کسی پری نے نہین دیکھا تھا۔ لالہ صاحب سے مین نے کہا کہ بھائی جان اب میٹھ جاؤ بیٹھکے تماشا دیکھین خیر صاحب یہ کیفیت ہوئی کہ پریون مین باہم مذاق ہونے لگا ہائے ہائے دل سوس سوس کے رہ گیا۔ اُہو ہو ہو دل مزے لوٹ رہا ہی۔ اور روح وجد کرتی ہی کہ سبحان اللہ سبحان اللہ پرستان بھی عجب مقام ہوگا۔

مرزا ہمایون فر کو پھر ایک جام شراب یا۔ مگر اُنکا دل اُسوقت بھر آیا تھا۔ ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ اب اسوقت مجھے معاف کیجیے

فتوئی پیر مغان دارم و عہدیست قدیم
کہ حرامست مے آنجا کہ نہ یارست ندیم

پری نے کہا غم غلط کرنے کے لیے شراب سے بہتر اور کون شے دنیا مین ہی۔ شراب پی اور غم بھاگا۔ فقرہ۔

خشک شد بیخ طرب راہ خرابات کجاست
تا دران آب و ہوا نشو و نمائے بکنم

ہمایون فر نے دیکھا کہ اب اسوقت اور کوئی چارہ نہین ہی طوعًا و کرہًا جام لیا۔ اور بادۂ گلگون پیا۔

بہت سہے غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہون مجھکو غم کیا ہے

پریون نے وعدہ کیا کہ ہم تم کو زندہ کر دینگے مگر شرط یہ ہی کہ ایک مہینے کے اندر ہی اندر سپہر آرا بیگم وہی لباس و سی زیب بر کر کے قبر پر آئین اور تاج مین کلغی ضرور ہو مرزا ہمایون فر بہادر نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو سبحان اللہ۔ مگر یہ محال ہی اسکے بعد پریون نے پھر وہی رباعی پڑھی۔

جانان مرا ببین بیارید
وین مردہ تنم باو سپارید
چون بوسہ زند برین لبانم
از زندہ شوم عجب مدارید

شہزادہ۔ یہ تو مشہور بات ہے کہ شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کے وقت کا تذکرہ ہی مین نے بچشم خود مردے کو زندہ ہوتے آجتک نہین دیکھا اور نہ اب کوئی اس بات کو باور کرتا ہی۔

پری۔ ایک ایسا کبھی اتفاق نہین ہوا کہ انسان جان بلب ہو گیا مگر بچ نکلا۔ اعزہ و اقربا رو رہے ہین کہ اب نزع کا عالم ہی زیست سے بالکل مایوس ہو گئے۔ اطبائے حاذق نے جواب دیدیا۔ تجہیز و تکفین کی فکر ہونے لگی۔ اور پھر جی اُٹھا۔ بارہا ایسا ہوا ہی اور اکثر یہ بھی ہوا ہی کہ خاصے ہٹے کٹے بیٹھے ہین نہ کوئی عارضہ

نہ بیما۔ ہی ہو گر ٹھوکر لگی اور چل بسے بیٹھے بیٹھے جان تن سے نکل گئی خدا کی خدائی میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔

اے برتر از خیال و قیاس گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر
ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

کوئی فرد بشر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کنہ بیچون کو سمجھ گیا۔ کوئی آدمی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں اسرار الٰہی سے واقف ہو گیا ہون کیا مجال۔ بڑے بڑے علما فضلا اور کملا اور حکما گذر گئے ہین مگر یہ دعویٰ کسی نے نہین کیا۔

توان در بلاغت بہ سحبان رسید | نہ در کنہ بیچون سبحان رسید

پھر آپکے دل پر اس بات کا نقش کیونکر مرتسم ہو گیا کہ مردہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ اسکی قدرت سے کوئی بات بعید نہین ہے شق القمر کیونکر ہو گیا۔ طوفان نوح کیونکر آیا۔ یہ باتین بھی تو بادی النظر مین حسب عادت و حسب عقل محال معلوم ہوتی ہین مگر چشم بینا اور گوش شنوا چاہیئے تب ان اسرار الٰہی کو انسان سمجھ سکے۔ دل کی صفائی مقدم ہے۔ ما عرفناک حق معرفتک اور ما عبدناک حق عبادتک۔ یاد ہے پھر انسان ضعیف البنیان کس برتے پر دعویٰ ہمہ دانی کر سکتا ہے

بدہ ساقیا مے کہ تا دم زنم | قلم بر سر ہر دو عالم زنم
سبک باش در طل گرانم بدہ | دگر فاش نتوان نہانم بدہ
کزین چرخ و این انجم آبنوس | لبسے یاد دارد چو بہرام و طوس
جز این مرکز ہفت پرکار نیست | جز این ہفت پرکار پرکار نیست
بدہ ساقی آن آب آتش فشان | ازان پیش کز من نیابی نشان

یہ اشعار پڑھکر پرلون نے کئی جام لنڈھائے مرزا ہمایون فر کے دل پر اس تقریر نے عجب اثر پیدا کیا۔ یقین واثق ہو گیا کہ سپہر آرا سے ضرور ملین گے اور زندہ ہو جائینگے۔ پرلون نے انکو ہر پہلو سے سمجھایا اور ذہن نشین کر دیا سامعین نے جو یہ تقریر سنی تو دنگ ہو گئے اور دل مین سوچنے لگے کہ یا خدا یہ کیا اسرار نہان ہے نصف سے زیادہ کو شک کی جگہ یقین تھا کہ مرزا ہمایون فر ضرور زندہ ہو جائین گے اگر سپہر آرا بیگم لباس عروسی زیب کر کے آئین اور قبر کو بوسہ دین تو ممکن نہین کہ شہزادہ بلند ارادہ زندہ ہو جا

مجاورسے ایک صاحب نے استادہ ہو کر پوچھا کیون حضرت اس کا ثبوت کیا ہے۔ اگر ثبوت دیجیے تو سبحان اللہ سبحان اللہ مگر ثبوت آسان نہین ہے ہم نے آج تک ایسی بات نہین سنی

ایک اور صاحب نے ان کا قطع کلام کیا اور کہا یہ خبر ہرگز غلط نہین ہے آپ انگریزی خوان لوگ دنیا مین عقل کے سوا اور کسی شے کو نہین مانتے آپکو چڑھ گئی ہے کہ جو کچھ ہے عقل ہی ہے مگر یہ آپ کو معلوم نہین کہ عقل سے بھی بڑی کوئی شے ہے آپ لوگ واقف ہی نہین اگر سپہر آرا قبر پر آئین تو ممکن نہین کہ ہمایون فر زندہ نہ ہو جائین۔

جانان مرا بمن بیارید | دین مردہ تنم باد سپارید
چون بوسہ زند برین لبانم | ارزندہ شوم عجب مدارید

اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا صدہا آدمیون نے اس تقریر کو باور کر لیا بعض کو شک تھا اور بعض اسکو بالکل لغو سمجھتے تھے

ذکر خیر

خواجہ بدیع الزمان صاحب وہان سے اگر سو سے صبح کو اٹھے اور آزاد کی خیر و عافیت دریافت کرنے چلے تو اثنائے راہ مین ایک مسافر سے ملاقات ہوئی۔

خوجی۔ لنگڑا کے کیون چلتے ہو بھئی خیر تو ہے۔

مسافر۔ گولی لگی۔ مین میدان جنگ سے آتا ہون۔

خوجی۔ ہان یہ کہیے کس مقام پر جنگ ہوئی تھی۔

مسافر۔ دریاے ڈینوب عبور کر کے بڑی لڑائی ہوئی۔

خوجی۔ بھلا تمھارے نزدیک روسی غالب ہین یا ترک۔

مسافر۔ روسیون کے آدمی بہت کام آئے مگر ابھی غلبہ کسی کو نہین ہی ترک بڑی جوانمردی سے لڑ رہے ہین۔ افسر ابھی تک دونون طرف خراب ہین فرق صرف اسقدر رہا کہ ترکی افسر راشی ہین اور روسی افسر راشی نہین ہین۔ ہان یہ البتہ ہی کہ روسی افسر لایق نہین ہین۔

خوجی۔ خیر ابھی تک تو خبر اچھی سننے مین آئی۔ مگر افسوس ہے کہ ہم میدان سے نکالے گئے۔ افسوس صد افسوس۔

فریب غیر نے ہم کو نکالا کوے جانان سے
کیا ابلیس نے آدم کو باہر باغ رضوان سے
پھسے دل دو خط مین کیا لب جان بخش جانان کے
ملی ظلمت تو کیا ہم ہاتھ دھوئین آب حیوان سے
نظر جب وہ پری آتا ہی تو کہتا ہی ہوش اپنا
بلند اس دم مری پرواز ہی تخت سلیمان سے

کیون جی تمھاری ٹانگ مین گولی لگی تو نکل گئی۔ یا ابھی ٹانگ ہی مین ہی اس سے اطلاع دو۔ خدا کرے آرام ہو جائے!!!

مسافر۔ جی نہین نکل گئی مگر بڑی تکلیف پائی تھی۔ افوہ

خوجی۔ (آہستہ سے) خدا کرے کہ دوسری ٹانگ بھی اسیدم زخمی ہو جائے اور خدا کرے کل فوج روس لنگڑی ہو جائے آمین آمین ثم آمین۔ بھلا کون جیتے گا تمھارے نزدیک

مسافر۔ خدا جانے ظاہرا تو طرفین سے برابر لڑائی ہو رہی ہی مگر ترکی سپاہ کا جوش بڑھا ہوا ہی اور ادھر ہماری طرف جوش بھی ہی اور سامان بھی ہی جس کو فتح خدا دے دیکھیے۔ مسافر نے کہا۔

چرا کر آنکھ ہم سے کم بھی نہ کیون عالم گریزان ہو
ہمارا جسم عریان کم نہین شمشیر عریان سے

آپ ملاحظہ فرمائین کہ شپکا گھاٹی پر روسیون کا قبضہ ہو گیا جسطرح شپکا گھاٹی اور کوہ بلقان کو ہٹانا محال ہی اسیطرح روسیون کا وہان سے ہٹانا دشوار اور غیر ممکن ہی۔ بلقان سے فوج اتر ہی گئی ہی اور پھر یہ بھی نہین کہ صرف چند ہون بلکہ فوج کثیر ہی مقام فلو پولس مین ہمارے سپاہی اور سوار فرے سے دندناتے ہین سلیمان پاشا جسپر آپکو بڑا ناز تھا وہ بھاگ کھڑے ہوئے اب مصلحت وقت یہی ہی کہ صلح کر لیتے مگر کسی نے مانا ہی نہین روسی آرے بلے کرنے لگے۔ صلح کی درخواست کو قطعی نامنظور کرتے تو روسی سے اور سلاطین بگڑ کھڑے ہوتے لہذا انھون نے نہ قطعی اقرار کیا نہ انکار۔ ظاہر مین صلح کے پیغام کو منظور کرنے کے لیے مستعد ہو گئے اور سوال جواب کرنے لگے مگر درپردہ کوشش یہی رہی کہ جہان تک ممکن ہو فتح پر فتح حاصل کر لو۔ ایسا موقع شاید پھر ہاتھ نہ آئے۔ اور یہ بھی جانتے تھے کہ جسقدر زیادہ فتح حاصل کرینگے اسی قدر زیادہ سخت شرایط کرنے کا موقع ملیگا ترکون کے افسر اس قابل ہین کہ بلا تحقیقات سزا دیدے سب خود غرض اور طامع مگر فوج سبحان اللہ سبحان جسقدر خیرخواہی ترکی سوارون اور پیادون نے ظاہر کی اور جو جوش حب الوطنی انھون نے دکھایا وہ تاریخ مین ابد الآباد تک یاد رہے گا۔ ستو باندھ کے لڑنا جسے کہتے ہین وہ انھون نے دکھایا افسرون کی طمع اور خود بلندی اور نفسانیت کے سبب سے کل امور مین ابتری واقع ہوئی

ورنہ ٹرکی کے جوان قوی ہیکل وہ وہ کارنمایاں کرتے کہ غنیم کو دانتوں پسینا آجاتا شہنشاہ کے خاص بھائی سپہ سالار افواج مقرر ہوے۔ روسیون سے غلطی یہ ہوئی کہ معدودے چند آدمی لیکر ترکون کے ان قلعون اور مقامون پر حملہ کیا جو بالکل محفوظ تھے۔ اور جن مین وہ چند زیادہ فوج تھی۔ اول تو ترک جری اور بہادر دوسرے مقام محفوظ تیسرے فوج زیادہ جب مقابلہ ہوا روسیون نے شکست پائی۔ اسی سبب سے روس کے آدمی ترکون کے مقابل مین زیادہ مقتول ومجروح ہوئے۔

اگر سپہ سالار افواج روس پر کوئی الزام ہی تو یہی ہی۔ اور اس الزام سے وہ اپنے کو بری نہین کرسکتے۔ زار ایک اُستاد۔ تجربہ کار۔ خرانٹ۔ سوچے کہ ان شیرون سے کام نہ بنے گا۔ لہذا تغیر وتبدل لازمی اور ضروری ہی پس اُنھون نے ایک بہت بڑے آزمودہ کار مرد میدان کو بلوایا اور فوراً حکم دیا کہ معرکہ کارزار مین حاضر ہو یہ شخص جنگ کریمیا مین بڑے بڑے کام کرچکا تھا اور اسکی بہادری کا نقش بادشاہ کے دل پر منقوش تھا۔ یہ صاحب انجنیری مین بھی برق تھے جنرل ٹوڈلبین تمام یورپ مین اُنکی قابلیت فنون جنگ اور لیاقت فن انجنیری کے جھنڈے گڑے تھے دور دور تک مشہور تھے جنگ کریمیا مین ان صاحب نے ہتھیلی پر سرسون جمائی غنیم کلے پر آن پہونچا اور اُنھون نے بزور انجنیری فوراً دھس تیار کرلیے قلعہ کی دیوار چند گھنٹون مین درست کردی ملکہ حاصل تھا۔ جنگ کریمیا مین ان کے سپرد وہ مقامات تھے جن کو یہ بچاتے تھے اور اس مرتبہ انکو حملہ کرنے کی ضرورت تھی مگر سب لوگ واقف تھے کہ یہ پرکالۂ آتش کل فنون جنگ کے حاوی ہے۔

جنرل ٹوڈلبین بلغارستان مین داخل ہوئے اور شہزادۂ رومانیا کے اسٹاف کے افسر مقرر کیئے گئے پھر اُنکو حکم ہوا کہ تم پلونا کے بچانے کی کوشش کرو اور جنرل گرکو بھی اس کام کیلیے مقرر ہوئے زار نے بہت جھلا کر بعض افسرون کے نام فرمان بھیجا کہ اگر اس مرتبہ کسی افسر جنگ سے کسی قسم کی بزدلی یا بے ضابطگی ہوگی تو سزاے سخت ضرور پائے گا یہ سُن چکے تھے کہ پلونا کے سپہ سالار کے پاس ترکون نے کچھ پیام لیکر چند سوار بھیجے تھے روسی فوج نے اُن کا تعاقب کیا مگر اُنھون نے بکمال مستعدی وجانبازی ان کو زک دی اور صاف نکل بھاگے اس خبر سے زار کو سخت رنج تھا۔ آخر کار کچھ ترکی گرفتار ہوئے تو زار کو ذرا تشفی ہونے لگی صاحب سنیے کہ پلونا ایک ایسے مقام پر واقع تھا جسکو بھول بھلیان کہنا نازیبا نہین ہے چارون طرف کوسون تک دلدل ہی۔ پلونا مین ایک مسجد ہی ایک گرجا۔ ایک جیلخانہ اور ایک خانقاہ۔ پلونا کی آبادی کچھ بھی نہین ہی مگر ایسے مقام پر واقع ہی کہ اگر ادھر اُدھر ایک ایک لاکھ آدمی اسکے قبضے کے لیے کام آئین تو جانثار روسی چاہتے ہین اس پر قابض ہوجائین ترک چاہتے ہین کہ ہمارے ہاتھ سے کبھی نہ نکلے۔ اگر کوئی اور پاشا یا سپہ سالار ہوتا تو پلونا سے ترکون کو فائدہ نہ حاصل ہوتا مگر یہ بات ہے کہ جسکے پاس پلونا اب ہے اپنے ملک کا ٹوڈلبین ہی پلونا مین داخل ہوتے ہی پاشا نے جگہ تجویز کی اور دھس بندی کردی قلعے پر قلعہ بننے لگا اور ہر قلعے مین توپ اور بندوق اور گولی بارود اور فوج جرار سے لیس الغرض ترکون کو یقین ہی کہ اس قلعے پر ایسی جنگ ہوگی ایسی جنگ ہوگی کہ شاید اِدھر اُدھر دونون طرف نئی فوج

بھرتی کرنے کی ضرورت واقع ہو۔

اسٹنبے ایک مقام ہے۔ گارنے اسٹوڈنٹ۔ زار روس کا خیمہ اسی مقام پر تھا میں نے جو جا کے خیمہ دیکھا تو دنگ ہو گیا بالکل سادہ۔ اب وہان لوگون سے پوچھتا ہون کہ خیمہ کہان ہے۔ کوئی بتاتا ہی نہین۔ اور قہقہے لگاتے ہین۔ مگر جب سنا کہ زار کا خیمہ یہی ہے۔ تو سخت تعجب ہوا کہ اتنا بڑا شہنشاہ اور اس سادگی کے ساتھ بسر کرے!!! یہ بہت خوبصورت مقام ہے۔ وسط مین ایک گرجا ہے۔ شمال مین ترکون کے گھر تھے مگر محلے کے محلے ویران اور اُجاڑ پڑے ہوے۔ جب روسی فوج نے اس مقام کو فتح کر لیا اور داخل ہوئی تو ترک روسیون کے جبر و تعدی کے خوف سے اپنے اپنے گھر چھوڑ کے بھاگ گئے سناٹا پڑا تھا۔

شہر ہے پر عجب ہے یہ روداد	نہ کوئی آدمی نہ آدم زاد

ان مکانون مین ایک مکان سب سے زیادہ عظیم الشان اور فلک نشان نظر آتا تھا۔ یہ عمارت بلغارستان کے ایک تاجر کی تھی۔ یہ شخص قوم کا عیسائی تھا مگر ترکون کا دوست اور اُسکی نسبت مشہور تھا کہ خفیہ طور پر مذہب اسلام بھی قبول کر لیا تھا۔ جب ترکی یہان سے بھاگے تو یہ تاجر بھی مارے خوف کے بھاگا اسکا مکان جو خالی پایا تو زار روس نے اسی مین پڑاؤ کیا۔ اور گرد خیمے نصب تھے اور جن لوگون کو خیمون مین جگہ نہین ملی وہ ترکون کے ویران گھرون مین رہنے لگے جس وقت روسی داخل ہوئے تھے شہر مین کوئی بھی نہ تھا۔

دیکھیے جس در کو الگ بند ہے	کوئی نہ بوڑھا ہی نہ فرزند ہے

اسی مکان مین تار لگایا گیا۔ شہنشاہ بڑی مستعدی سے کل کارروائی دیکھتے تھے صبح گجردم بستر سے اٹھتے تھے اور ضروری کام دیکھتے تھے۔ دوپہر کو کوئی پچاس ایک خیمے مین جمع ہوتے تھے۔ ٹھیک بارہ بجے زار روس آتے تھے کھانا چنا گیا۔ گردہ پنیر مچھلی۔ گوشت بریان شوربا تین قسم کا چرندون کا گوشت۔ بس اور کھانے کے بعد چاے اسکے بعد کام کرتے تھے۔ ۶ بجے شام کا کھانا کھایا۔ اسمین صرف ایک گھنٹہ صرف ہوتا تھا۔ ۹۔ بجے چاے پی۔ دس بجے آرام کیا۔ حکم تھا کہ جو ٹیلیگرام شب کو پہونچین وہ فوراً ہمارے پاس لائے جائین اگر سوتے ہون تو جگا دو فوج کے مجروح اور بیمار سپاہیون اور افسرون کے ساتھ زار بڑی ہمدردی کرتے ہین بعض اوقات زخمیون کی حالت پر اُنکی آنکھ سے آنسو نکل پڑتے تھے اور وہ چھپاتے تھے مگر آنسو ٹپک ٹپک کر اُن کی خبر لاتے تھے یہی معلوم ہوتا تھا کہ کل فوج کو اپنے اعزہ سے بہتر سمجھتے ہین ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے یہ ہمدردی پیش آنا اور سب کی تواضع و تکریم کرنا ادنیٰ سی بات تھی۔ ایک روز غربا کو بہت سے سرٹ اور کوٹ اور پتلون بخشے اور جو لوگ ارد گرد کھڑے تھے اُن کو اجازت دی چرٹ پیو اور زخمیون کو دیکھتے گئے وہان سب سے علیحدہ علیحدہ انکا حال پوچھا اور بڑی ہمدردی ظاہر کی اور کہا کہ شہنشاہ بیگم نے تم لوگون کے لیے کچھ تحفہ بھیجا ہے اس کو تم قبول کرو۔ چاقو اور تمبا کو رکھنے کی چمڑے کی تھیلی۔

خوجی۔ این اواہ۔ دیکھی تیری کالیں اور بادان پر سے اُجاڑ ابھی ہمارے ہان ایک ایک چکلہ دار لاکھ لاکھ روپیہ ذرا ذرا سی بات پر دے دیتا تھا۔ رلے دلارام کو بانگرمؤ کی چکلہ داری تھی۔ بس حضرت ایک دفعہ کرم بخش حلوائی نے اُن سے اپنے امام باڑے کے لیے شیشہ آلات مانگا۔ دوسرے دن پُروا چلی پیٹی آئی کہ آگ لگ گئی اور حقیقت مین آگ لگ گئی تھی۔ بس

جناب کیا مجال کہ راے صاحب کچھ کہین آپ سے خاطر سے بٹھایا
اور کہا پاپوش سے جل گیا۔ اور حساب کرتے ہین تو ایک لاکھ
دس ہزار کی مالیت ۔ مگر تیور پر بل نہ آنے دیا۔ آپ اپنے
شہنشاہ کی تعریف کرتے ہین کہ چاتو تقسیم کیے اور چمڑے
کی تھیلی اپنے بس جاؤ بھی ۔ راے دلارام کا نام سنا ہوگا
جن کا کٹرا مشہور ہے۔ ارے میان جن کی بارہ دری ہے۔
راوی ۔ واہ بے گیدی واہ روسکل آدمی اور راے دلارام
کا ذکر اور طرہ یہ کہ کس طرح فرماتے ہین کہ آپنے تو راے دلارام
کا نام سنا ہی ہوگا۔ اس خبط اور اس جنون کے قربان لاے
لاحول اور بارہ دری والا فقرہ اور بھی چست ہوا۔ اہ گیدی کون
روسی نے کہا شہنشاہ کے ہاتھ زخمیون نے چومے اور
زار نے انکی پیٹھ ٹھونکی اور اس لطف سے پیش آئے جسطرح
کوئی اپنے بچون سے پیش آتا ہے۔ اب سنیے کہ رومانیا اور بلگیریا
کے درمیان مین سڑک درست نہ تھی اور روسیون نے
اسکی مرمت بھی نہ کی اور سسٹوڈا سے بلونا تک سڑک بالکل
خراب تھی۔ بارش نے ایسا غارت کر دیا تھا کہ آمد و رفت محال
تھی جنرل ٹوڈے مین بھلا اس غفلت کو کب جائز رکھتے
خوجی ۔ توبہ توبہ ۔ دگلے والی پلٹن مین ہمنے بھی کئی سڑکین
بنوائی تھین اور ہم سے بڑھکر اس کام کو کوئی کیا جانتا تھا
راوی ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ قلی تھا گیدی ۔ اب بتا ملا
روسی ۔ سڑکون کے سبب سے ذرا خط و کتابت اور رسل رسائل
مین بھی دقت واقع ہوتی تھی ۔ اور ایک طوفان نے
دو مین پلون کو بالکل ستیاناس کر دیا تھا ایک پل بہ گیا
اب صرف کشتیون کا پل رہ گیا۔ اور یہ پل بھی بودا تھا لیکن
اسکے قبل روسیون کا لشکر داخل بلغارستان ہو چکا تھا۔

خوجی ۔ بھلا آزاد پاشا کا نام بھی سنا ہے۔
روسی ۔ ہان کیون سنا کیون نہین ہے وہ تو اب قید ہین
خوجی ۔ یہ قید کیونکر ہوے وہ تو بڑا جری آدمی ہے۔
روسی ۔ ایک بڑی داستان ہے۔ کوئی کہان تک بیان کرے
وہ سیبیریا بھیجے گئے تھے ۔ وہان جانے بھی پائے کہ بیچ ہی
مین کسی نے اڑا لیا۔ سنا کوئی لیڈی ان پر عاشق ہوئین۔
مگر تحقیقات کی گئی تو یہ خبر بالکل غلط نکلی ۔ محض لغو۔
خوجی ۔ (اپنے دل مین) آپ کی ایسی تیسی کہین ہو نہ غلط
روسی ۔ پھر وہ کسی پہاڑ پر پکڑے گئے اور اب پھر سیبیریا
بھیجے گئے ۔ اب وہ واپس نہین آسکتے وہان اجل انکو
لے گئی ہے ۔ بس مرے اب ۔
خوجی ۔ (اپنے دل مین) تمھارا ستیا ۔ وہ چین کر رہا ہے مرتا ہے
پھرتا ہے وہ جشن اڑاتا ہے یہ سیبیریا کے پھیر مین ہے۔
روسی ۔ زار بڑی مستعدی ظاہر کر رہے ہین اور دل سے
لگی ہے کہ فتح حاصل کرین جس جنرل نے ترکی کو مریض اور
بیمار بیان کیا تھا وہ معتوب ہے ۔
خوجی ۔ خوب ہوا ۔ دیکھیے تو سہی اب ہوتا کیا ہے۔
جی حضرت خدا چاہے گا تو ہم کو فتح دیگا اور حضرت کا ڈنکا بجے گا۔

یارب خلاق مور و ماہی تو ہے
بخشندۂ تاج و تخت شاہی تجھے
بے منت و بے سوال و بے استحقاق
دیتا ہے جو سب کو یا الٰہی تو ہے

خدا مسبب الاسباب ہے ۔ مگر آزاد نے خوب ٹھیک بنایا
روسی ۔ خیر آزاد نے ٹھیک بنایا یا نہین بنایا ۔ کہین ایسا نہو
مین تمھین ٹھیک بناؤن ۔ نامعقول ہمارے سامنے اور روسیون کی

ہجو۔ ایک بار سنا۔ دو دفعہ سنا تین مرتبہ سنا۔ کہتا ہی چلا جاتا ہے
خوجی نے کہا انشاءاللہ تعالیٰ آج کے چوتھے دن یا پانچویں دن اینجانب میدان کارزار مین فرس کو پر بلکے غنیم کی فوج پر چھاپہ مارینگے دنادن۔ دنادن گولے چلتے ہونگے۔ اور بندہ درگاہ اینڈرسے ہو نگے ہماری آپ نے تعریف ابھی نہین سنی۔ ہم بھی بڑے پرانے جفادری خرانٹ ہین۔ سارا زمانہ ایک طرف ہو اور ہم دوسری طرف کچھ پروا نہین۔ کچھ پروا کا بات نہین۔ ہم کسی گیدی سے نہین ڈرتے شاہی زمانے مین ہم نے بڑے بڑے کارنمایان کیے ہین۔

من آنم کہ اسپان شہ پرورم — بخدمت در بن مرغزار اندرم

روسی سمجھ گیا کہ یہ سودائی ہین ان کی بات کا جواب دینا ہی فضول ہے۔ کہا آپ سے اگر گفتگو کرے تو پاگل ہو جائے لہذا رخصت۔ والسّلام۔

خواجہ صاحب نے سوال کا جواب نہ دیا اور کمال خشونت سے کہا اچھا سمجھونگا۔

مسافر نے بیان کیا کہ پہلے جنرل گرکو بہت آگے بڑھ گئے تھے مگر مجبور ہو کر انکو پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ بہت بڑی غلطی روسیون سے سرزد ہوئی اسی طرح ایشیائے کوچک مین بھی روسی آگے بڑھ گئے تھے قلعہ اردھان لے لیا اور قرس لی در بڑھتے چلے گئے۔ آخر کار احمد مختار پاشا جو آگ اٹھائی تو روسی جس مقام سے گئے تھے وہان بھاگ آئے یہ روس کے نوجوان افسرون کی تیزی اور فہم کا قصور ہے ورنہ ایسا کبھی نہوتا اسی طور پر جنرل گرکو کو بھی جنوب بلقان سے بھاگ آنا پڑا۔

خوجی۔ (مونچھون پر تاؤ دیکر) انشاءاللہ سب کو بھاگ آنا پڑیگا تو سہی یہ کیا بات ہے۔ اے یار ایک بار ہم بھی اسی طرح بھاگ آئے تھے۔ مگر شیران خیر ہون واللہ۔ بھاگنا کیسا

بھاگ کر کیا مجھسے جانبر کوئی اے قاتل ہوا
اڑ چلا گر ہوش اپنا طائر بسمل ہوا

مسافر۔ تین بار جنرل مارس نے کوشش کی کہ پلونا سے ترکون کو بھگادین مگر اُن کا بال تک بیکا نہ ہوا۔ بڑی بدنامی ہوئی اور ترک ڈٹے رہے سارا دارو مدار پلونا کی جنگ پر ہے۔ مگر خوشی کی بات یہ ہے کہ شبکا گھاٹی سے ہماری فوج کو ترک نہ ہٹا سکے نہ ہٹا سکے۔

خوجی۔ مرنا معقول عجب طرح کا آدمی ہے۔ اے کمبخت یہ خوشی کی بات ہے یا رنج کی۔ او منئے گا معقول۔

مسافر۔ رنج کی کون سی بات ہے اس مین رنج کیا ہے۔

خوجی۔ تو آپ خوش ہون۔ ہم تو روئینگے۔ ہم ترکون کا جنبہ کرتے ہین۔ روسیون سے ہمین کیا واسطہ۔ ہونہہ!

مسافر۔ ہم لوگون سے بہت غلطی ہوئی کہ پلونا کو نہ چھوڑ دیا اور مقام ٹرنووا کو لے لیا اور اسکے بعد پہاڑون کی طرف جھک پڑے مگر لانچہ محفوظ نہ کیا۔

خوجی۔ اجی ابھی دیکھو تو کیا کیا غلطیان کرتے ہو۔

مسافر۔ ترکون کی فوج صوفیہ مین بہت ہے اور یہ مقام کوہ بلقان کے جنوب مین واقع ہے اور سرویا کی سرحد کے پاس اس قصبہ مین بھی فوج کثرت سے ہے اور ادھر مشرق کی جانب شملہ مین کئی ہزار آدمی جمع ہے۔

جشن طرب

بیا ساقی آن کہ حالی دورد — کرامت فزاید کمال آورد
بیا ساقی آن بکر مستور مست — کہ اندر خرابات دارد نشست
بیا ساقی اکنون کہ فرخ چون بہشت — زشے آراین بزم عنبر سرشت

بیا ساقی آن جام یاقوت وش | کہ بر دل کشاید در وقت خوش
بیا ساقی آن جام چون سلسبیل | کہ دل را بفردوس باشد دلیل
بیا ساقی آن مے کہ عکسش ز جام | بہ کیخسرو و جم فرستد پیام

بدہ تا بگویم ز بستان مرا
کہ بدنام خواہم شدن
مریدِ مے و جام خواہم شدن

اللہ اللہ! آج تو قلم کی باچھیں کھلی جاتی ہیں نوجوان کے مزاج کی طرح بل کرتا ہی بشوقون کے مانند اٹکھیلیون پر ہے اور کیون نہ ہو۔ ایک جشن طرب کا حال لکھتا ہی جو بزم فریدونی اور جشن جمشیدی پر طعنہ زن تھا۔

ساقی بخور بادہ برافروز جام!
مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما

نگار یاقوت لب سیم تن لالہ رخ شیرین سخن سرو گل اندام صنوبر خرام ثریا بیگم شوخ خوب نکھر کے بیٹھی ہین مکان سجا سجایا۔ لونڈیان مغلانیان مہریان پیش خدمتین سب بناؤ چناؤ کیے ہوے ہین جس طرف نکل جایئے ایک ایک پریچہرہ پری چہرہ دیکھنے مین آتی ہی۔ فکر و غم کا کوچ تھا ہر سمت شادی۔ ہر طرف صدائے مبارکبادی۔

مغنی بزن چنگ بر ارغنون | ببر از دلم فکر دنیاے دون
مغنی دف و چنگ را ساز دہ | بیاران خوش نغمہ آواز دہ

یا الٰہی ثریا بیگم اسقدر زر خطیر اور مال کثیر کہان سے لائین تزک احتشام یہ مال اور منال اور یہ اتنی لونڈیان مغلانیان خواصین کہان سے آئین۔ بیگم صاحب کا حسن اس وقت ایسے جوبن پر ہی کہ سبحان ملا و اعلیٰ تک سجدہ کرین۔

اے زشرم عارضت گل کردہ خوے | در عرق پیش حقیقت جام مے

مغلانیان اور خواصین خوش خوش باہم گفتگو کرتی تھین۔

مغلانی۔ (پانزدہ سالہ) اری بی سیدانی! ہی ہی آج تو مجاز مزاج ہی نہین ملتے۔ اس گلابی جوڑے پر اتنا اترا گئین۔

سیدانی۔ ہان کبھی! ارا آج کا ہی کو پہنا تھا۔ آج پہلے پل ملا ہی تم اپنے جوڑے کا حال تو کہو تم کو جوڑا اچھا ملا یا برا۔

مغلانی۔ تم تو دل لگی کرتی ہو۔ اللہ جانتا ہی ہم اس جوڑے کو کہتے تھے۔ اللہ جانتا ہی اس جوڑے کو کہتے تھے جو پہنے ہو تم خدا جانے تم کیا کا کیا سمجھین۔

سیدانی۔ جوان جہان ہو۔ ماشاء اللہ سے ابھی اٹھتی جوانی ہی اٹھی ہو اس سن مین مغلانی ہوئین جیسے بی چاہے وہی سہاگن گورے کالے پر کچھ موقوف نہین۔

مغلانی۔ جوانی مین تو تم پر جوبن ہوگا بی سیدانی کیون؟

سیدانی۔ ہان ہو اب تو ہم بالکل بوڑھے ہو گئے منہ مین دانت نہ پیٹ مین آنت بال سب برف سا سفید ہو گئے۔

اتنے مین ایک اور خواص آئی آتے ہی کہا۔ کیا ہی بی سیدانی کس کے بال سفید ہو گئے کون بوڑھی ہو گئی ہی۔ کچھ بتاؤ تو۔

سیدانی۔ ہم۔ دانت سب چوہے کے بل مین ڈال دیے بال بال سفید ہو گیا سر ہلنے لگا۔ ہاتھون مین رعشہ ہو گیا کمر ٹیڑھی ہوئی۔ اب چل چلاؤ ہی۔ لڑکپن کھیل کھایا ہی جوانی نیند بھر سویا بڑھاپا دیکھکر رویا۔ بی جی آسرا تیرا سو اب بوڑھے ہو گئے

خواص۔ اے ہے۔ یہ کاہے سے۔ کاہے سے بوڑھی ہو گئین تمھاری برابر والیان تو دس دس لڑکے گود مین کھلاتی ہین تم سے بڑی بڑی ٹھنی جاتی ہین تم بوڑھی کاہے سے ہو گئین بال ابھی تو نہین پکے ابھی۔ ماشاء اللہ سے ابھی خاصی ہو۔ یہ کون کہتا ہی کہ تم بوڑھی کھوسٹ ہو گئین اور چل چلاؤ اللہ نہ کرے آخر یہ کہا کس نے بہن۔

سیدانی - جو ہمارے امنگ کے بھٹی پڑتی ہو اور کون کہیگا

مغلانی - اے ہے یہ تو بات بات پر بگڑنے لگین - اور اللہ جانتا ہو ہم نے فقط اتنا (اتنا) پوچھا تھا کہ جوانی مین تو جوبن پر ہو گی بس اللہ دے اور بندہ لے - اب ان کو جوان کون موئی اندھی کہے گی جوان ہم ہین یہ تو اب ادھیڑ بھی نہین رہین آئین وہان سے وہ بن کے - اور نہین -

سیدانی - (مسکرا کر) اب بھی تم ایسی بیس سے اچھی ہون

مغلانی - (جھک کر) لے ہے کیون نہین - آپ ایسی ہی ہین

مہری - خدا جھوٹ نہ بلوائے تو بی مغلانی کی مان سے سن مین زیادہ ہونگی - اور دعویٰ یہ پرو پری کا -

سیدانی - اخاہ - تم کو ہمارے لیے زبان آئی - خیر!

مہری - آج تو دلھن پر جوبن ہی چندے آفتاب چندے مہتاب

سیدانی - کیا پوچھنا ہی - کوٹ کوٹ کے نور بھرا ہے -

مغلانی - ایک ایک رگ و پے مین حسن ہے نواب صاحب بڑے قسمت کے دھنی ہین عورتون کی طرف سے ہمیشہ انھون نے عیش کیا جو ملی پری کا سا کھڑا چاند کا ٹکڑا اگر بیاہنا نہین جانتے یہ اتنا بڑا عیب ہے کہ سب ہنرون کو اس نے چھپا دیا اور کوئی عیب نہین ہی تو یہ ہی -

سیدانی - پھر بے عیب تو ذات خدا کی ہی - اور سب عیب سے بھرے ہین کوئی کم کوئی بیش - خالی کوئی نہین ہی تم چاہو کوئی خالی ہو یہ بات کہان مگر نواب صاحب کی خیرات ان کے کام آتی ہی ہندوؤن کے ہان کہتے ہین کہ جس نے بہت سونا دان کیا ہوتا ہی وہ چاندسی جورو پاتا ہی انھون نے معلوم ہوتا ہے سونا خوب دان کیا ہی -

مغلانی - لے ہٹو بھی تم بھی موئے ہندوؤن کی باتین لائی ہو ہماری باتین تو وہ مانتے نہین ہم انکی باتین کیون مانین -

سیدانی - کیون بی مغلانی آج تک تمھارا بھی کسی پر دل آیا ہی سچ سچ کہنا - دیکھو یہان کوئی غیر نہین ہی - سب آپس ہی کے ہین

مغلانی - ہان کیون نہین آیا جن کے ساتھ ہمارا نکاح ہوا انھین پر دل آیا ہی اور کسی کی طرف آنکھ اٹھا کے کبھی دیکھا ہو تو دیدے ٹم ہو جائین ایسی بات ہی بھلا جب تو محلات مین جنے پائے ورنہ جھونٹے پکڑ کے نکال نہ دیے جاتے - ہان ہمارے میان البتہ ہمین پسند آگئے ہم نے امان سے کہا انھون نے منظور کر لیا - ان کا بھی دل آیا تھا انھون نے اپنے باپ سے کہا -

مہری - اف فوہ - ایسا دیدہ دلیل، اے غضب خدا اف تو بہ بڑی شوخ اور ڈھیٹ - کچھ ٹھکانا ہی -

مغلانی سینہ تانتی اینڈتی ہوئی اٹکھیلیان کرتی تانہ کے ساتھ دلھن کے کمرے مین جانے لگی - اتفاق سے دروازے پر پانی پڑا تھا - پانون پھسلا مگر وہ شوخ طرار سنبھلی اور چمک کے طرارہ بھرا تو دس قدم پر تھی - اس شوخی کے صدقے - اس امنگ کے قربان اس ترنگ کے نثار جس وقت پانون پھسلا سیدانی نے قہقہہ لگا کر کہا (شیطان کا دھکا) مگر مہری اور دوا جی کی زبان سے فوراً (یا علی) کی آواز نکلی - سنبھلکر مغلانی نے کہا بس دونون اچھی ہو - دوا جی بیچاری نے فوراً کہا - یا علی - مگر بی سیدانی کو ہم سے جانی دشمنی ہی -

مہری - اور ہمارا نام ہی نہین - ادھر تمھارا پانون پھسلا ادھر ہم نے کہا یا علی - پھر کہین دوا جی نے کہا - آپ نے مجھ غریب کا نام ہی نہ لیا خیر ہم نے کچھ ایسا ہی قصور کیا ہوگا -

دوا جی - اس زبان کے آگے کوئی کیا جیت سکے گا بھلا

سیدانی - مین دعا ہی مانگتی تھی کہ اللہ کرے پیر پھسلے -

مغلانی۔ ہو نہ کلجبھی۔ اچھا ٹھہر تو جاؤ سمجھا جائیگا۔ دیکھو تو سہی اے ایسی جگہ بدلا لوں کہ عمر بھر یاد رکھو۔

سیدانی۔ اخاہ۔ اخاہ۔ کیا بڑی بدلہ لینے والی ہیں۔

اتنے میں ایک خادمہ نے کہا بی مغلانی اے بی مغلانی دیکھو یہ بولتی ہی نہیں۔ بہری بلا۔ کیا کانوں میں تیل چھوڑا ہے کیا اللہ کرے بہری ہو جاؤ۔ دوسری عورت دوڑی آتی ہے اے مغلانی واہ واہ واہ۔ سرکار کب سے یاد کرتی ہیں۔ بولتی ہی نہیں یہ آخر اتراتی کس پہ ہو کس بتے پر تتا پانی مغلانی جھک کر بولی اے ہے۔ یہ نکتوڑے کس پر کرتی ہو۔ جاؤ کہدو ہم نہیں آتے بس اور وہ آئی وہاں سے چودھرائن بن کے۔ اب گھورتی کیا ہو جاؤ کہدو نا۔ یہ عورت بھی پرکالۂ آتش تھی تنک کر گھر میں گئی۔ ثریا بیگم سے کہا حضور وہ تو اب ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی۔ اُف وہ۔ میں نے جو اتنا کہا کہ سرکار نے یاد کیا ہے تو اسقدر کا تنگی کہ اُف وہ سیکڑوں باتیں سنائیں کہنے لگی تیرے اول آخر پر زوف۔ تیری ذات بنیاد پر زوف۔ تیرے کنبے پر زوف یا میرے اللہ لاکھوں باتیں سنا ڈالیں۔ کہیں پر بند ہی نہیں رہی۔

ثریا بیگم اسوقت بناؤ چناؤ کر کے نکھر کر ٹھسے کے ساتھ بیٹھی تھیں ایک دفعہ اس عورت پر نظر ڈالی بس جتنی عورتیں اور خواصیں وہاں پر تھیں سب خاموش ہو رہیں۔ اور وہ خود بھی سمجھی کہ اس نے غلطی کی مغلانی دور سے کھڑی ہنس رہی تھی کہ چغلی کھائی تو منہ کی کھائی جب وہ عورت شرما کر باہر گئی تو مغلانی نے جھک کے سلام کیا اور خوب ہنسی۔

مغلانی۔ بندگی۔ کہو پھر چغلی کھاؤ گی۔ یاد تو کرو گی۔

عورت۔ ایسی نبی ہوں کہ بس آج سے کبھی چغلی نہ کھاؤنگی اُف (کان پکڑ کر) کان پکڑے۔

مغلانی۔ توبہ کرو۔ توبہ کرو۔ کہو توبہ۔

عورت۔ توبہ صاحب توبہ۔ ہزار بار توبہ۔ توبہ۔ توبہ۔

مغلانی۔ ہاں بس اب میں خوش ہوئی۔ کیا مزے سے پائینچا پھڑکاتی چلی تھیں۔ سرکار۔ اے سرکار (منہ چڑا کر) سرکار۔ مغلانی تو اب کسی کی سنتی ہی نہیں۔ ابے ار کو گھوڑے سے اُتار لیتی ہو وہاں بڑا جوتا۔ اے پھٹے منہ۔

عورت۔ اب جو چاہو سو کہہ لو بہن۔ ہم تو خود بن گئے۔

مغلانی۔ ہے ہے کم آنکے کوئی جائیگا کہاں۔

گانا ہی بجانا ہی سدا کام ہے میرا
آفاق میں بکھراج پری نام ہے میرا

عورت۔ اخاہ۔ آپ گاتی بجاتی بھی ہیں خیر۔

مغلانی۔ اللہ جانتا ہے اب تو مہینوں چرچا ہی نہیں رہتا نہیں تو انھوں نوں میں دن رات یہی شغل تھا۔ اور پڑوس کی ڈومنی سے صحبتیں رہتی تھیں۔

اب سنیے کہ ثریا بیگم کی والدہ معظمہ بڑی بیگم ایک شہ نشین میں بیٹھی ہوئی اہتمام کر رہی ہیں اور دوسری شہ نشین میں جو اسکے محاذی تھی ثریا بیگم کی بہن جعفری بیگم بن ٹھن کے تمکن بیٹھی تھیں اب ناظرین کو حیرت ہوگی کہ ثریا بیگم کی ماں اور بہن کہاں سے آئیں اُن کا تو پتہ ہی نہ تھا اُن کی بوڑھی ماں ایک دیرینہ روز قبر میں ایک پاؤں لٹکائے بیٹھی تھیں اب اتنا غفیل ہو گئی ہوگی بہنوں کا ذکر ہی نہیں سنا۔ یہ نئی بات سننے میں آئی۔ اور طرہ یہ کہ ثریا بیگم کے ابا جان باہر رؤسا کے پاس بیٹھے ہیں اور ہر دم انتظام میں چہ خوش یک نشد دو شد۔ اتنے رشتہ دار کہاں سے واضح ہو کہ نواب نامدار گردوں مدار نے ثریا بیگم سے کہا کہ اگر تو لونڈی ہی نکاح پڑھوا لیا تو ہمارے اعزہ و اقربا تم کو نظر حقارت سے

دیکھین کے اور یہی سمجھین گے کہ کوئی میوا ہی اُسکو گھر ڈال لیا ہوگا یا بنظر مزید احتیاط نکاح کر لیا ہوگا۔ بہتر ہی کہ ایک سید کی بھانجی مشہور کرین اور اُسکو کچھ روپیہ دین۔ وہ اپنی بھانجی بنا کے تم کو بیاہی۔ ثریا بیگم کو یہ بات پسند آئی۔ کہا سنا نواب ایسا نہ ہو کہ وہ سید ہی ہم کو لوٹ لین اور ہمین اور تمھین دونون کو بنائین۔ نواب نے تشفی کی۔ گو اب اُنکا زمانہ بکام نہین مگر بڑے شریف آدمی ہین۔ عالی خاندان صائب رائے۔ بھلے مانس۔ نیک مزاج۔ عورتین خوش مزاج۔ ملنسار کسی بات مین تکرار نہین کرتین۔ ہمارے ہان کبھی کبھی آتے جاتے ہین۔ بڑے بھلے مانس ہین تم وہان دو چار روز رہو گی بس دو چار روز کے بعد نکاح ہو جائیگا۔

ثریا بیگم نے کسی قدر شرما کر کہا نواب۔ دیکھو زمانہ کیسا جاتا ہی کوئی کسی کا نہین آجکل کا زمانہ بڑا نازک ہے۔ شاید وہان کوئی جوان یا کمسن آدمی ہو۔ سوچ سمجھ لو ہمسے کم بنے گی نہین۔ عزت ایک دفعہ جا کے پھر نہین آسکتی اللہ کرے دشمن تک کی عزت برقرار رہے جان چلے جاتی رہی۔ مگر آبرو پر پانی نہ پھرے

نوابصاحب۔ اے سبحان اللہ۔ بھلا اگر ایسی بات ہوتی تو ہم کبھی منظور بھی کر لیتے۔ کیا مجال۔ ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے مگر ایسا ہرگز ہرگز نہ ہو سکے گا۔ وہ سب شریف اور بوڑھے لوگ ہین اور سب وضعدار۔ جو ہے خوش وضع اور مجسم اخلاق ثریا بیگم نے یہ بات منظور کر لی۔

دوسرے روز ثریا بیگم اس سید کے مکان پر گئین مشہور کیا کہ ثریا بیگم سید کی بھانجی ہین۔ اور اُنکی بیوی بھانجی سید صاحب کی قسمت کھل گئی نواب صاحب کے خسر بنے۔ روپیہ ہاتھ آیا۔ دو چار روز گھر مین جشن رہا خوب دھما چوکڑی مچی۔

بہار آئی ہی بھر دے بادۂ گلگون سے پیمانہ
رہے لاکھون برس ساقی ترا آباد میخانہ

یہ شعر سید صاحب کے ورد زبان تھا۔ پڑوسی سخت متحیر تھے کہ یا الٰہی ان کے پاس اسقدر روپیہ کہان سے آیا کہ ڈومنیان بھی آئی ہین اور ناچ رنگ بھی اور سید صاحب نے جوڑے بھی بنوائے اور گھر مین سب بیش بہا کپڑے بھی پہنے ہین اور بھانجی اسقدر زیورسے متحلی ہی۔

اور یہ معلوم ہی نہ تھا کہ نواب کی مطبوعہ ہین اور یہ سارے کرشمے اُنھین کے روپے کے ہین۔ سید صاحب کے ایک پڑوسی نے جنکو یہ شان اور عظمت دیکھکر بڑا تعجب تھا۔ جبر سے یون گفتگو کی

پڑوسی۔ یا حضرت آداب عرض ہی مزاج ہی نہین ملتے مگر خیر آپ چاہے آدھی بات نہ کرین بندہ تو چھیڑ کے گفتگو کریگا۔

گو نہین پوچھتے ہرگز وہ کہاج
ہم تو کہتے ہین دعا کرتے ہین

سید۔ حضرت تشویش مین ہون۔ خدا کرے بخیر و عافیت انجام پائے آپ جانتے ہین لڑکی کی شادی جھنجھٹ سے خالی نہین

پڑوسی۔ خدا مسبب الاسباب ہے۔ منسوب کہان ہین۔

سید۔ نواب وجاہت علیخان بہادر کے ہان یہی سامنے محل ہی۔

ہمہ اسباب شاہی حاصل او
نماندہ آرزوے در دل او

پڑوسی۔ مجھکو آپ سکھلاتے ہین۔ شہر مین ایسا کوئی ہی جو انکو نہین جانتا نواب وجاہت علیخان بہادر بڑے مشہور آدمی ہین

سید۔ جی ہان۔ بڑی کوشش کی جب غلام نے منظور کیا ورنہ میری خواہش تو یہی تھی کہ کسی شریف اور غریب کے ہان بیاہون

پڑوسی۔ ہان کیون۔ یہ کیون۔ وجہ۔ غریب کے ہان بیاہنے کی آپ سادات مین خاندان کا نام مشہور ہی۔ باقی رہا روپیہ یہ ہاتھ کا میل۔ شریف آبرودار آدمی درزی کی سوئی ہی کبھی

زر لبعت مین کبھی گاڑے مین۔

با چشم کم مبین من ظاہر ذلیل را
عیب از غلاف کہنہ چہ تیغ اصیل را

اصالت کا ہونا مقدم ہے اصل بات یہ ہے کہ انسان اصیل ہو دو نصلون کا کام نہین اور دیکھ لیجیے کہ جسقدر شریف ہین وہ کسقدر جھکتے ہین اور کیون نہ جھکین۔

خمیدہ کرتا ہے انسان کو جوہر شرافت کا
اصالت جسمین ہوتی ہے وہی تلوار کستی ہے

آپکی وضعداری اور لیاقت کا حال تو سب ظاہر ہے وہ کون ہے جو حضور کو نہین جانتا۔ مگر اب یہ فرمائیے کہ سب بندوبست کر لیا ہے نہ۔ مین پڑوسی ہون اور حضور کا خادم ہون سیدصاحب نے کمال تہذیب کے ساتھ کہا اے حضرت آپکے فرمانے کی بات ہے۔ آپ بندہ نواز۔ دوست۔ مخدوم۔ مکرم ملاذ بیکسان فیض بخش فیض رسان ہین یا ایسے ویسے۔ آپکی نوازش اور بزرگون کی دعا اور سب سے زیادہ مقدم جناب باری کی عنایت سے خاکسار نے اپنی حیثیت کے موافق بندوبست کر لیا ہے۔

پڑوسی۔ الحمدللہ۔ ہمسایا ماں کا جایا مثل مشہور ہے۔

راوی۔ ہان بہت صحیح ہے مگر جب سیدصاحب کے پاس نکاح نہ تھا تب اس تپاک سے حضور باتین نہین کرتے تھے اب جسقدر گھل گھل کے باتین ہو رہی ہین۔ سچ ہے یہ شعر خوب کسی نے کہا ہے

اے زر تو خدا نہ ولیکن بخدا — ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

مع۔ زر بر سر فولاد نہی نرم شود۔ زر وہ شے ہے۔

سید۔ آپکو بھی شریک ہونا لازم ہے بلکہ نہایت ہے پڑوسی ہین آپ کی صرف شرکت سے مجھے اعزاز ہوگا۔ بس آپ ان کے بیٹھ جایئے گا فقط اسقدر خواہش ہے۔

پڑوسی۔ بسر و چشم۔ بخوشی دلی۔ بالراس والعین آنکھون کے بل

راوی۔ اور دو چار جملے فرمائیے اور دعوت عزی سے چکھیے

ادھر تو یہ باتین ہوتی تھین ادھر نواب کے احباب ان سے چہل کر رہے تھے ایک دوست نے قسمین دیکر پوچھا۔ کیون یار سچ بتانا۔ تم اس چھوکری پر کیون ریجھے ہو معلوم ہوتا ہے کہین دیکھ پایا ہے اور کوئی ادا دل مین کھب گئی ہے۔ نوابصاحب نے کہا بچہ حور ہے۔ اب ہرچہ بادا باد ہم نے نکاح کی ٹھان لی چاہے کوئی بدنام کرے۔

دکھلاؤ زلف مجھکو سودا ہوا تو پھر کیا
وابستہ محبت رسوا ہوا تو پھر کیا
تا زندا اسے چلیے لیکن ذرا سنبھل کر
ہنگامہ قیامت برپا ہوا تو پھر کیا
اے دل تڑپ نہ اتنا لازم ہے ضبط نالہ
عالم مین راز الفت افشا ہوا تو پھر کیا
کانون تک انکے پہونچے ایسا کہان مقدر
گردون کے پار اپنا نالا ہوا تو پھر کیا

دوست۔ حضرت اس بارے مین تو آپ بہت کے دھنی ہین

نواب۔ بھائی خدا کی قسم صورت پائی ہے کہ لاکھون مین انتخاب کرورون مین لاجواب ہے دیدہ نہ شنیدہ۔

تم سے کہ آفت ہے یہ آنکھین لڑانے کی ادا
خوب آتی ہے تمھین فتنے جگانے کی ادا

یہ شعر اس معشوق شوخ و شنگ کے حسب حال ہے۔

دوست۔ ہے کوئی۔ سن۔ برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن؟

نواب۔ ہاے ہے۔ اب تو کھود کھود کے پوچھنے لگے حضور

نام خدا اب اُن کا جوبن اُبھار پر ہے
جلوہ دکھا رہا ہی حسن شباب کیا کیا

اور سید صاحب تو ایک فقیر درویش صفت آدمی ہین۔

یہ اوج یہ مرتبے ہما کو نہ ملے
یہ دلق مرقع امرا کو نہ ملے
بخشی ہی خدا نے ہمکو وہ دولت فقر
برسون ڈھونڈھے تو بادشا کو نہ ملے

دن رات وظیفہ خوانی کا شغل رہتا ہی اور کسی امر سے واسطہ نہین دنیا و مافیہا سے کوئی سروکار ہی نہین عزلت نشین گوشہ نشین خمول عجب رنگ کے آدمی ہین اور دعا مین تو ایسا اثر ہی کہ مین کیا عرض کرون جس کے واسطے جو دعا مانگی فوراً قبول ہوگئی۔ دوست نے کہا ہم جانتے ہین اپنی بھانجی کو بھی دعاے خیر دی ہوگی کہ کسی عالی خاندان شریف زادہ کے ساتھ نکاح ہو میر صاحب نے فرمایا واہ یہ خوب بات کہی آپ نے عالیخاندان شریف زادہ کیا معنی۔ یون نہین کہتے کہ رئیس اعظم اپنے وقت کا شہنشاہ ہی شہزادون کے ہان جو نہ نکلے وہ اُنکے ہان ہی لالہ۔ ہان امیرون مین ایک ایک شہزادہ یہان ایسا پڑا ہی جسکے ہان ہاتھی جھومتے ہین۔ ایک سے ایک امیر رئیس زادہ۔

میر صاحب۔ تمھ بیدھا ہو کے تو نہین آیا ہی انسے بڑھکر کون ہے یہ بات کس کے ہان ہی یہ سامان ثروت یہ عیش یہ راحت کس کو نصیب ہے۔

لالہ۔ اجی آپ خوشامد خوری کی بات کرتے ہین اور بندہ صاف صاف

خدا کے غضب سے ذرا دل مین کانپ
چگلگھو رے کے منہ مین ڈستے ہین سانپ

میر صاحب۔ جا پہلے منہ دھو۔ چلا وہان سے عجب اُلو چگلگھو رو دوست۔ ہماری صحبت مین اگر کوئی ایسا مصاحب ہو تو

ہم نکلوا دین۔ واللہ کھڑے کھڑے نکلوا دین۔ اسکے کیا معنی ایک شخص تو صریح تعریف کر رہا ہی اور تو موو دہین چبڑ کی لیتا ہی گو کھے پن کے سوا اور کوئی بات نہین۔

نواب۔ بد تمیز آدمی ہی کبھی صحبت مین کاہے کو بیٹھا ہی۔

میر صاحب۔ بڑے کھرے بنے تھے۔ کھرے کے بچے بنے ہین! واہ!

نواب۔ جی ہان۔ لاحول ولا قوۃ! اجی سخت بدتمیز ہی خیر جی اب اس ذکر کو جانے دو۔ واللہ خوب بنی ٹھنی ہونگی اُس وقت

ساقیا آج تو بصد مہلت
فرقت دخت رز مین مرمر کے
جاہتا ہی جو مجھکو راحت دے
خم سے شیشون مین آب سرخ بھرون
جلد اے ساقی قمر طلعت
دے کوئی جام دار وے صحت
بھی بچا ہون خدا خدا کر کے
تو مجھے اتنی اب اجازت دے
غسل صحت بھی مین اسی کرون
دے کوئی جام بادۂ الفت

دوست نے حضرت سلامت سنیے اُن کے نکھار کا اب ذکر نہ کیجیے گا یاران سرپل بگڑ جائینگے یعنی اسقدر یارانہ ہی یار۔ ایک دن تو صورت دکھا دینا۔ احسان ہوگا بس دور دور سے

ادھر نواب صاحب اور اُن کے احباب بذلہ سنج مین یہ گفتگو ہو رہی تھی اُدھر ثریا بیگم بناؤ چناؤ کر کے دلھن بنی بیٹھی تھین اور ہمجولیان چھیڑ چھاڑ چہل دل لگی مذاق کرتی جاتی تھین۔ آسمان جاہ نامے ایک غیرت مہرو ماہ کمسن آتشین رخسار گلعذار نوخیز نے جو ازبس طرار و شوخ تھی ثریا بیگم کو چھیڑنا شروع کیا۔ آج تو طبیعت امنگون پر ہی جوانی تو یون بھی پھٹی پڑتی تھی مگر آج کا نکھار ستم ہی چشم بد دور۔

ثریا بیگم۔ (مسکرا کر) بہن تم تو ہنساتی ہو۔ کوئی بڑی بوڑھی آجاین تو اپنے دلمین کیا کہین آج کے دن معاف کرو پھر دل کھل

ہنس لینا گر تم مانو گی کاہے کو۔

آسمان جاہ۔ واہ (ہنسکر) ابھی تو دن ہی۔ اسوقت سہمی ہوئی کیون بیٹھی ہو نہین۔ کوئی وجہ ضرور ہی مگر اللہ جانتا ہی ایسا دولھا پایا کہ لاکھون مین انتخاب ہے ہرن سی آنکھین شیر کا سا سینہ ہے چیتے کی سی کمر۔ دیکھیے تو بھوک پیاس بند ہو جاے۔

اتنے مین ایک خاتون ماہ لقا ہاتھ مین کاغذ لیکر آئی اور اٹھلا کر بولی لے بی ذری یہ غزل تو سُن لو۔ ریاض کوئی شاعر ہین تم انکی غزل ہے ایک ایک مصرع موتیون مین تولنے کے قابل دُرِ خوش آب کے مقابل ہی۔

آسمان جاہ۔ حقانی کلام ہو تو کسی مسجد مین جا کے پڑھیے جو نچلے کا ہو تو ہم کو سنائیے ورنہ۔ ع عزیز حق تعالی کبریا ہی ؛ اس سے بہتر کوئی اور مصرع نہین ہی ہم تو پھڑکتے ہوئے شعر کے عاشق ہین جن جسمین۔ جوانی اور مستی اور رندی کوٹ کوٹ کر بھری ہو۔

خاتون۔ ای ہی تو پہلے سُن تو لو غزل کی غزل دلھن کے پلنگ کی طرح مرصع ہی۔ ریاض کوئی اچھا شاعر معلوم ہوتا ہی۔

دل کسی طرح چین پا جائے ۔۔۔ غیر کی آئی ہم کو آجائے
دیدہ و دل ہین کام کے دونون ۔۔۔ وقت پر جو مزا دکھا جائے

آسمان جاہ۔ (اچھل کر) اہو ہو ع وقت پر جو مزا دکھا جائے کیا بات پیدا کی ہی۔ ای لو اتم کہان بھڑ دنگا بیگی کی طرح ادھر اُدھر پھر رہی ہو ذری سُننا تمھین خاتون جنت کی قسم سننے کے لایق کلام ہی

خاتون۔ اور شعر سنیے گا۔ رندی کے سامان ہین۔

مے کشی ہو چھپا کے گردون سے
گھر کے بادل فلک پہ چھا جائے

آسمان جاہ۔ شعر تو اچھا ہی مگر ذرا پھیکا ہی۔ تو سبب کیا۔ اے تم یہ نہ سمجھو گی معلوم ہوتا ہی۔ زبانی داخلہ ہی۔ بادہ گسار کا رنگ اور ہی ہوتا ہی۔ لاکھ چھپائیے اسکی ادا۔ اور اسکا رنگ ضرور دکھا دیگا۔ گر مضمون اچھا پیدا کیا یعنی معشوق کا حسن اور شے ہی اور نگاہ اشارت آشنا دوسری چیز ہی یہ کلام وہ معشوق ہی جسکے حسن مین کوئی دھبا نہین لگا سکتا مگر نگاہ اشارت آشنا نہین۔ ایک جام پی کے پھر بیخودی کی کیفیت دیکھ لین۔ وہ رنگ اڑے کہ آتش اور ناسخ کی روح وجد کرنے لگے۔

مے سے غرض نشاط ہی کس روسیاہ کو
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے

خاتون۔ اچھا اس شعر سے بتاؤ کیا ثابت ہوتا ہی۔

شیخ صاحب برائیاں مے کی ۔۔۔ اور جو کوئی چیت کی آجائے

آسمان جاہ۔ اگر ہمارے سامنے ہوتے تو ہم کہتے کہ یہ شعر ہماری طرف سے قبول کر لیجیے شاید تائب ہو گئے ہین ان مردودون کے قول و فعل کا کیا اعتبار اور بیغنے ہوے شاعر تو زمین اور آسمان کے قلابے ملاتے ہین اور بانکے تینگڑ بناتے ہین۔

خاتون۔ ذرا اسکو کان دھر کے سُننا بہن۔

جان تو کچھ گذر گئی اسپر ۔۔۔ منہ چھپانے جو کوستا جائے

آسمان جاہ جادو نگاہ زیر لب مسکرائین اور ادائے شوقانہ کے ساتھ گردن موڑ کر جھینپتے ہوئے کہا آگے پڑھو آگے پڑھو

لاش اٹھیگی جبھی کہ ناز کے ساتھ
پھیر کر منہ وہ مسکرا جائے

آسمان جاہ۔ اللہ جانتا ہی اس کمبخت نے بلا کی طبیعت پائی ہی کیا شعر کہا ہی۔ اس پھیر کے منہ نے ستم ڈھایا۔ ہان پڑھیے نہ۔

پھر فشان لحد رہے نہ رہے
آکے دشمن بھی خاک اڑا جائے

کہین ایسا نہ ہو یہ نالۂ دل
کنگرے عرش کے گرا جائے

آسمان جاہ ۔ (منہ بناکر) پھیکا ۔ پہلا شعر اچھا تھا ۔ ہان اور

وہ لین گے گلے سے خلوت مین
مجھکو ڈر ہے حیا نہ آجائے

آسمان جاہ ۔ واہ واواہ ۔ ہاے کیا خوف ہے کیسی ہے نہ کوئی فرہاد کش کی بڑھیا کی ہجولی تو ہے نہین ۔ خوب کہا ہے ہم ضرور داد دینگے ۔

گالیان کھائے پر مزے کے ساتھ
گورے گالون کو چومتا جائے

خاتون ماہ لقانے اور اشعار سنائے اور آسمان جاہ نے کان دھر کے سُنے ۔

کیونکر آغوش مین اسے کھینچون
لاکھ بل جو ہوا سے کھا جائے

آسمان جاہ ۔ بس یہی کلام تو ہم کو ایک آنکھ نہین بھاتا ۔ معشوق کیا سوکھے کا عارضہ ہی نزاکت کی تعریف کرنے پر آئے تو ایسا بنا دیا کہ جانو اُٹھ ہی نہین سکتے ۔ جنبش کی اور تین تین بل کھانے لگے ۔

ثریا بیگم ۔ واہ اور نہین تو کیا کہے ۔ یہ کہے کہ معشوق قصائی کا گمکا یا گھی والے کا کُتا یا ہوائی تکیہ ہے نزاکت کی تعریف تو سبھی کرتے آئے ہین یہ کسی نے نہین کہا کہ دبنگی یا موٹی تازی بھدی سی عورت پر ہم عاشق ہین ۔

ببین نزاکت موے میان او گویا | کہ ہیچ تار نگہ در نظر نمے آید

اس مین نازکی کی تعریف کی ہے یا دبنگے پن کی یا موٹاپے کی کون تعریف کرے ۔

بردبوے تازانداشت صبا سوے چمن
گل ندامتہا کشید وماز خجالت شد گلاب

نزاکت تو نسیم بہار شوخی ہاست | ز بار سایۂ گل کج شود کلاہ ترا

یہ نزاکت کہلاتی ہی ۔ ریاض نے اچھا شعر کہا ہی ۔ منہ چوم اسقدر رکہہ چکی تھین کہ ہجولیون نے فرمائشی قہقہہ لگایا اور ثریا بیگم اسقدر شرمائین اسقدر جھینپین کہ بیان سے باہر کہنے کو تو جوش مین کہہ گئین مگر معاً سوچین اور دانتون کے تلے انگلی دباکر منہ پھیر لیا ۔ گردن نیوڑھالی ۔ آسمان جاہ ایک ہی شوخ تھی ۔ چڑھانا شروع کیا ذری اکیبار پھر کہنا ۔ ہان کیا منہ چوم لے ریاض کا ۔ پھر قہقہہ پڑا اور کئی نوخیز بیگمین کھلکھلاکر ہنس پڑین ۔ ثریا بیگم کے قریب جاکر جاہ زنخدان پر ہاتھ رکھکر کہا ۔ ای تو اب لجاتی کاہے کو ہو ۔ قدردانی کی بات ہے اور ثریا بیگم نے دست نسیمین سے آسمان جاہ کا ہاتھ ہٹاکر کہا چلی بیٹھو ۔ واہ ۔ سواے وہی چلبلے پن کے دوسری بات نہین آسمان جاہ نے کہا مقطع سناؤ خاتون ماہ لقانے یہ مقطع پڑھا

ہے ریاض اک جوان مستخرام
نہ پیئے اور جھومتا جائے

آسمان جاہ ۔ ہان اس شعر سے البتہ جوش شباب اور مستی کی ترنگ برستی ہی ۔ ع نہ پئے اور جھومتا جائے ۔ رندانہ شعر ہمین بہت بھاتا ہی ۔

خم کے خم الٹے پڑے ہین میکدے مین چارسو
قابل نظارہ ہے مستون کی محفل آج کل

بس لوٹ ہون تو ایسے کلام پر ۔ اور ایک شعر سنا یہ بھی سننے کے لایق ہی ۔

بھر دیا مجھ فقیر مست کا جام | ساقیا تو ہو اور دنیا ہو

آسمان جاہ نے جھوم کر مستانہ وار یہ شعر پڑھا تو ثریا بیگم نے آہستہ سے کہا یہ شریف زادیون کے طرز نہین ہین اُلٹی ہی پڑتی ہین۔ آئو مغلانی خواصین دس گھر کی دس بڑی بوڑھی آئی ہین وہ سب کیا کہین گی یہ جھوم جھوم کے شعر پڑھنا کیا معنی

آسمان جاہ بولی تم تو سایہ سے بھی اب ڈرنے لگین اللہ جانتا ہے اگر ہم سے یہ اگلی گھر سے پن کی باتین کروگی نہ تو ہم چلے جائینگے

آسمان جاہ کی بڑی بہن کا نام عالم آرا تھا اُسکی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ اجی باجی بھلا یہ شعر پڑھنے مین کوئی عیب ہے! انھون نے مسکرا کر یون جواب دیا۔ لے مجھے کیون اس جھگڑے مین سمیٹتی ہو۔ اس دانتا کلکل مین ہم نہین پڑتے۔ شعر پڑھنے مین عیب کاہے کا ہے۔ مگر بات اتنی ہے کہ اُپس کی ہنسی بولیان ہون

ثریا بیگم۔ (اٹھلا کر) اُان جان ہین کھڑی تھین۔

ذری اُنھون نے پیٹھ پھیری اور چلنے ہی کو تھین۔ ہنوز آنکھون سے اوجھل بھی نہین ہوئی تھین کہ آپنے قہقہہ لگایا اور وہ وہ باتین کین کہ توبہ ہی بھلی۔

عالم آرا۔ یہ بیہودہ پن ہم کو اچھا نہین لگتا کیا سچ مچ کہتی ہو اچھا ہمارے سر پر ہاتھ تو دھرو۔ بہن تمھین ہمارے سر کی قسم

ثریا بیگم۔ (سر پر ہاتھ رکھکر) اس سر کی قسم جھوٹ نہین ہے

ہمنے بجد ہو کے کہا کہ آسمان جاہ بہن نصار اذری امان جان کو جا لینے وہ گر جب وہ کسی کی مان بھی ہون۔ بی مغلانی! ہی ذری کسی سے کہو۔ نگیرہ تان دے۔ وہ باڈلے والا نگیرا لے آوٗ مہریون سے کہو تان دین۔ جھٹ پٹ دیر مت کرو۔

آسمان جاہ نے انگوٹھا دکھا کر کہا۔ ایسی بڑی وہ بنی ہین ہمین نصیحتین کرنے چلی ہین۔ یہ کہکر پھر جھومی اور جھومتے ہوئے یہ شعر پڑھا

ناصحا پند مجھ سے وحشی کو	اس کو سمجھا جو کچھ سمجھتا ہو

کوئی کتاب لاؤ تو پڑھین۔ دو گھڑی دل ہی بہلے گا۔ ایک مغلانی جا کے ایک دیوان اُٹھا لائی۔ آسمان جاہ پڑھنے کو تھین کہ ایک مہری نے آ کر کہا حضور حشمت بہو آئی ہین حشمت بہو چھم چھم کرتی ہوئی آئین۔

انکھڑیان قہر کی لگاوٹ باز	دلربا بات بات کا انداز
سامری تاب کیا جو آنکھ ملائے	چشم ہاروت جن سے آنکھ چرائے
نشہ کے لال لال وہ ڈورے	خنجر نرگس کے پڑتے ہین ڈورے
موج دریا سے نور ہے مینی	عکس انگشت حور ہے مینی

خشمگین برق خرمن دل و جان
جتو مین رہزن متاع توان

سوائے دلھن یعنی ثریا بیگم کے سب کا رنگ اُس شکل حسن بسیج کے مقابل مین ماند ہو گیا ایک نوخیز خاتون نے کہا۔ بہن ہمنے اُڑتی سی خبر پائی ہے کہ۔

امتحان عاشقون کے ہوتے ہین	جان نثار اپنی جان کھوتے ہین
کتنے دل پایمال ہوتے ہین	روز کتنے حلال ہوتے ہین
کتنے ہین بلبل گل رخسار	کتنے ہین قمری صنوبر بار

دولت دید لوٹتا ہے کوئی
رشک سے چھاتی کوٹتا ہے کوئی

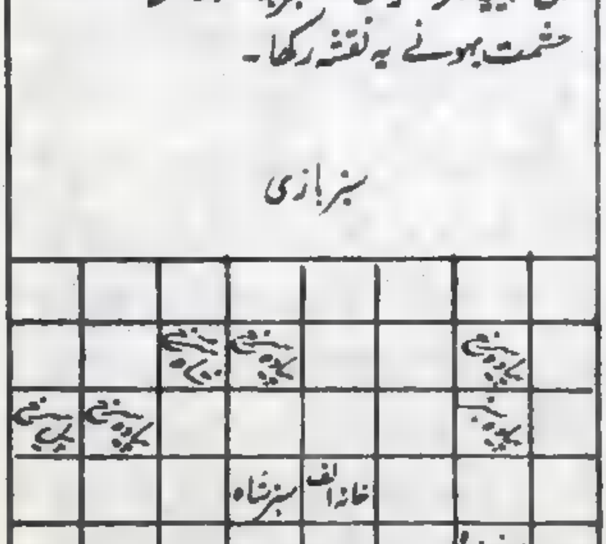
حشمت بہو نے کہا۔ یہ کس موئی نے آپ سے کہا۔ اللہ کرے اسکا جنازہ نکلے اور حضرت عباس کا علم اُسپر ٹوٹ پڑے نیک بیبیون کے ساتھ اُسکا حشر نہ ہو۔ واہ بیگم نے مسکرا کر کہا! ہی آؤ تو بگڑتی کیون ہو بہن ہمسے بڑی معتبر عورت نے کہا ہے جا ہے اپنی آنکھ سے پوچھ لینا۔ وہ تو شمشیر برہنہ ہی ہے۔ وہ بھی آگ ہو گئی تھی یہ گفتگو ہوتی ہی تھی کہ حشمت بہو نے شطرنج منگوائی اور ثریا بیگم سے کہا آؤ شطرنج کھیلین بہن۔ ایک نقشہ نکالو تو جانین کہ بڑی شطرنج باز ہو

ثریا بیگم۔ یہ کسم اور شطرنج۔ اے تیری قدرت۔
حشمت بہو۔ اللہ جانتا ہی۔ ایسا پیچید نقشہ ہی کہ اچھے اچھے غوطے کھاتے ہین بھلا نکال لو نقشہ تو جانون کہ بڑی کھیلنے والی ہو دانتون پسینہ آتا ہی۔ اور تین چال مین مات ہے۔
ثریا بیگم۔ اے وا اچی ذری شطرنج تو لے آؤ حشمت بہو سے بدبد کے کھیلین گے۔ جلدی سے لاؤ۔ ابھی لاؤ۔
دواچی۔ آج اب کون موقع ہی بھلا۔ جو بات ہے۔ انوکھی چوکھیل کھیلین گی بے وقت جو بات کرینگی بے تک۔
آسمان جاہ۔ لاؤ بھی۔ انوکھی لائین وہان سے ادبی زبان جوانی مین دواچی نے بھی بہتون کو گھایل کیا ہوگا۔
ثریا بیگم۔ (دانتون کے تلے انگلی دبا کر) ارے۔ توبہ توبہ
حشمت بہو۔ بھلے کو اس نے سنا نہین نہین تو جہان کی ہو وہین بہو بجا دیتی۔ بہت ہی زبان دراز عورت ہے اور دعوی بھی ہی اسی گھر مین بڑی ہوئی ہی۔ زمانہ دیکھا ہی اور ایک بات اور بھی ہی خیر خواہ ہے اور بے شہر لالچ ذرا چھو تک نہین گئی۔ بالکل بے طمع۔
دواچی شطرنج لائین خالسائی اطلس کی بساط۔ ایک انگشتی لچکا اور لیس ٹکی ہوئی۔ بادلے کے خانے بنے ہوئے۔ چاندی سونے کے مہرے گرچہ چھوٹے اور ہلکے پھلکے پچیس تیس کم سن بساط کے ارد گرد بیٹھین۔ سب حسین مہ جبین۔

مست لب بادۂ جوانی سے	چھین لین دلکو خوش بیانی سے
چوٹیان نور کی گندھی ہوئی صاف	جلوہ گر رنگ رنگ کے موباف
دست نازک مہندی سے رنگین	سخت خونریز عاشق تسکین

حشمت بہو۔ اب بتاؤ۔ کیا کیا بدتی ہو۔ بولو جھٹ پٹ
ثریا بیگم۔ ہم بدکے پاس کھڑے نہین ہوتے۔ بدکو اپنے ہان پھٹکنے نہین دیتے نقشہ تو جاؤ۔ دیکھین تو کیسا نقشہ ہی۔
حشمت بہو۔ واہ یون نہین بتاتے۔ پہلے کچھ بد لاہم سے
ثریا بیگم۔ اچھا اگر ہم نقشہ نکال لین تو یہ انگوٹھی ہماری اور جو نہ نکال سکین تو تمہاری یہ انگوٹھی ہم لے لین بس ہی انصاف کی بات یا نہین۔ چلو چھٹی ہوئی۔
آسمان جاہ۔ یہ انگوٹھی بھی کوئی کائنات ہی۔ ہم تو میان میان بدتے ہین چاہے جو بدلے۔ کیون منظور ہی۔
اس پر بڑا قہقہہ پڑا۔ ان سب کم سنون کی یہ کیفیت تھی کہ بے اختیار ہنس رہی تھین۔ پیٹ مین بل پڑ پڑ گئے۔ ہنسی ضبط نہ ہوسکی۔ کسی نے دانتون تلے انگلی دبائی کوئی آسمان جاہ کی صورت دیکھکر رہ گئی۔ سب کی سب دنگ تھین کہ یا خدا یہ کیا معاملہ ہے ایسی زبان دراز شوخ و بیباک آجتک دیکھی ہی نہین۔ انھون نے جانی بیگم کے بھی کان کاٹے۔ گو وہ بھی انتہا کی شوخ و بیحیا ہی۔ مگر ان کا نمبر بڑھا ہوا ہی۔
حشمت بہو نے یہ نقشہ رکھا۔

سبز بازی



سرخ بازی

سرخ چلے اور تین چال مین مات کرے۔ تخلص جو

حشمت بہو۔ سرخ چلے اور تین چال مین مات کرے بڑا مشکل

ثریا بیگم۔ چلو تو اس سے کیا مطلب۔ وہ مشکل ہو یا سہل ہو

آسمان جاہ۔ کوئی ناک ناک ہے تو ہم نقشہ حل کر دین (اور

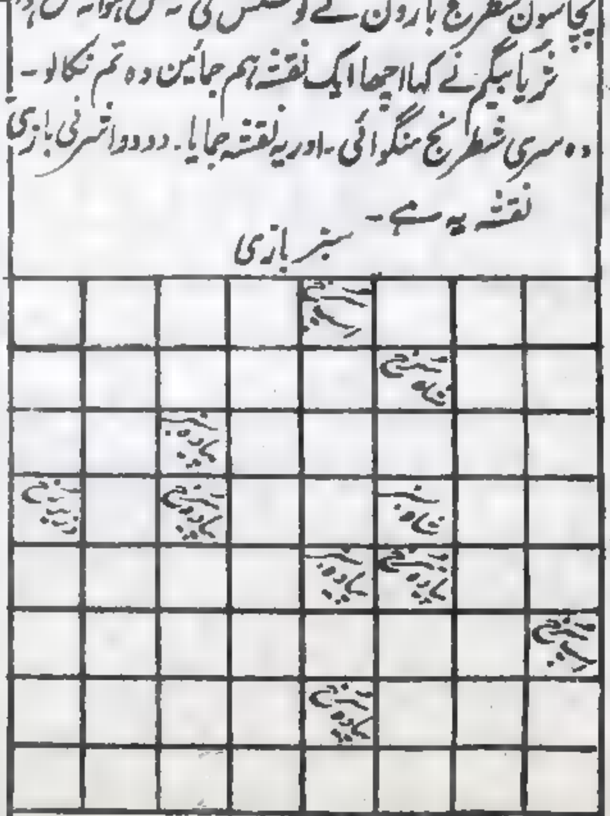
چٹکی بجا کر) یون۔ ابھی ابھی اسی دم نقشہ بھی کوئی مشکل

ہے۔ اس سے مشکل مشکل نقشے ہم حل کیے ہین۔

ثریا بیگم۔ تین چالون مین مات ہے اور بادشاہ کو کتنے گھر چلنے کو ہین فقط ایک۔ گھر الف۔ اچھا اور کوئی خانہ نہین ہے۔ اور نقشے مین پہلے ہاتھ بادشاہ کو گشت نہین دیتے۔

حشمت بہو۔ لاکھ منصوبے کرو۔ کچھ بھی نہو گا۔ نقش علی بھی آئین تو چال نہ نکل سکے چاہے غور کر لو۔ آخر کچھ تو سمجھ کے کہتی ہون۔ پچاسون شطرنج بازون نے کوشش کی نہ حل ہوا نہ حل ہوا۔ ثریا بیگم نے کہا اچھا ایک نقشہ ہم جانین وہ تم نکالو۔ دوسری شطرنج منگوائی۔ اور یہ نقشہ جمایا۔ دو دو اشرفی بازی نقشہ یہ ہے۔

سبز بازی



سُرخ بازی

حشمت بہو۔ اس مین تین چال مین مات ہے؟ ای ہے اندھیر جو تتی ہوگئین ہو نہ تین چال مین مات اچھا تم اس شطرنج مین غور کرو۔ ہم اس نقشے پر غور کرتے ہین۔ ہے نہ معلمے کی بات۔

آسمان جاہ دیوان پڑھنے لگین کبھی یون ہی پڑھتی تھین کبھی گاتی جاتی تھین اور کبھی کبھی ناز و ادا کے ساتھ بھاؤ بھی بتاتی تھین اور سب کو اپنی طرف مخاطب کرتی تھین۔

ہم نزع مین رہے نہ وہ آیا غضب کیا
مرتے ہوئے کو منھ نہ دکھا یا غضب کیا

دل کی طرف مین دیکھ کے کہتا ہون عشق مین
اس چاند کو یہ داغ لگا یا غضب کیا

تڑپا کیا مین فرقہ مین بجلی کی طرح سے
ابر آکے میکدے پہ نہ چھایا غضب کیا

طرہ نگاہ یار ہوئی برق طور پر
سرمہ جب انکھڑیون مین لگا یا غضب کیا

کرو بیان عرش نہ گھبرائین اے تبو
نالون کو قہقہون مین اڑا یا غضب کیا

دل نے جو کچھ کہا وہ کیا مین نے عمر بھر
کچھ دھیان مین کسی کو نہ لایا غضب کیا

نازل عجب بلا کرۂ خاک پر ہوئی
کیون تم نے گیسوؤن کو بڑھایا غضب کیا

جام شراب کی نہ ہوئی محتسب کو قدر
رندون کا کیا چراغ بجھایا غضب کیا

عشر دوروزہ مین نہ کوئی کام بن پڑا
رہ رہ کے آسمان نے مٹایا غضب کیا

گل کی طرح کیا نہ گریبان چاک چاک
آئی بہار رنگ نہ لایا غضب کیا
کوتاہ ہمتی مرے ذہن رسا نے کی
حال مزاج یار نہ پایا غضب کیا
اڑتے پھرینگے ہفت فلک صورت حباب
طوفان آنسوؤن نے اٹھایا غضب کیا
ہنسانہ تھا تمہین مگر رونے پہ اے گلو
روتے ہوئے کو اور رلایا غضب کیا
آنکھین لڑائین یار سے کیون ہمین بزم مین
نظرون مین دشمنون کی سمایا غضب کیا
دنیا کے کاروبار مین تم اے صبا رہے
عقبے کا کام کچھ نہ بنایا غضب کیا

ثریا بیگم ۔ بہن خدارا ہمین ذلیل نکرو جو گانا ہی ہی تو اس طرف کی چھت پر جاکے گاؤ ۔ کوئی کانون کان خبر بھی نہو گا اور یہان سے بازار والے سنین گے تو کیا کہین گے ۔

آسمان جاہ ۔ کہینگے کیا اور سنینگے کیا سمجھ جائینگے کہ کوئی ڈومنی ہی بس اور کیا کہینگے اور ڈومنیون سے ہم سے بنا ہی کیا ہی بیانی والی حیدری ہماری دوگانا ہی ہم ضرور گائینگے ۔

تقریر اختلاف مین کیونکر بڑھے نہین
ہندو پڑھے نہین کہ مسلمان پڑھے نہین

اے جی ہندو پڑھے نہین کہ مسلمان پڑھے نہین ۔

اب سنئے کہ اس مصرع ثانی کو آسمان جاہ نے کئی طرح پر بتایا جب مسلمانون کا لفظ کہا تو شیخ کا اشارہ کیا ۔ کانون پر ہاتھ رکھے اذان سے مراد ہی جب ہندو کا لفظ کہا تو تلک بتایا یا مالا بتایا ۔ الغرض کئی طرح سے اشارہ کرکے بتایا ۔ اور رانی اصغری سمجھا

جتنی بیگمین قریب بیٹھی تھین سب کی سب دنگ ہوگئین کہ اچھا بھاؤ بتایا ۔ آسمان جاہ نے پھر گانا شروع کیا ۔

تری سنجیدگی پر جان قربان اے کمان ابرو
ترازو ہوگیا تیر نگہ دل کے نشانے مین

ثریا بیگم ۔ خدا تمھاری اس شوخی سے سمجھے بڑی بیجا ہو ۔

آسمان جاہ ۔ ہان ۔ اور وہ بھول گئین کہ شاعر کا منہ چوستی تھین اور شاعر بھی کون ریاض سا شوخ طبع ۔

ثریا بیگم نے آدھ گھنٹے مین نقشہ حل کردیا اور کہا لائیے انگوٹھی داہنے ہاتھ سے نکالیے اور بائین ہاتھ سے حوالے کیجیے ہمنے نقشہ نکال لیا ۔ نقشہ نہوا ایک وہ ہوا کہ حل ہی نہو سکے یہ کیا دشوار نقشہ تھا جو نقشہ زمانے بھر مین کوئی نہ حل کرسکے خدا چاہی تو ایکدم مین مین نکال دون اسکی کیا حقیقت ہی یہ بھی کوئی مشکل تھا ۔ حشمت ہو دوپٹا سنبھالکر اٹھین ۔ کہا اگر نکال لیا ہو نہ تو اور جسقدر کہو اسقدر بدون ایک انگوٹھی کی کیا اصل و حقیقت ہی ۔ ثریا بیگم نے کہا ۔ یہ بھی کوئی نقشے مین نقشہ ہی ۔ ہزارون نقشے نکال ڈالے پہلے ہماری چال ہی اچھا ملاحظہ ہو ہم پہلے اس گھر مین آئے ۔ (خانہ ب) تم کو کسی بادشاہ یہان جانا پڑا ۔ (خانہ الف) مین نہ جاؤ گی تو جاؤ گی کہان سوا اس گھر کے اور کوئی گھر ہی نہین مجبوری آؤ ۔ اچھا آئیے ۔ پھر ہم شاہ کو اس گھر (ج) مین لے آئے دیکھا آنچے ۔ اب تم بادشاہ خواہی نخواہی اس خانہ مین لاؤ گی ۔ (خانہ د) ہان اس گھر کے سوا اور جاؤ گی کہان ۔ اچھا اب ہم نے اس پیادے کو بڑھکر کشت دی پیادہ اس گھر مین بڑھے ۔ اب کشت اور مات پیل کی کشت اور وہی مات ۔ رخ پیل کے زور سے ہوگیا ۔ اب بادشاہ کہین جا نہین سکتا جسطرف جائے مات ہی مات ہے ۔ فرض کرو اگر (خانہ الف) مین آئے تو ہمارا

بادشاہ ہی ادھر آ نہیں سکتا اور رہی پیدل دو رخ سے بند ہی رخ بھی کس غضب کا مہرہ ہی ایک خانہ میں رکھ دیا تمام پٹی کا حاکم بنے ہیں۔ اور وہ پٹی پیل سے رکی ہوئی ہی۔

لے اب انگوٹھی نکالیے کیوں اس طرح نقشہ حل کرتے ہیں ہم نے نقشہ دیکھتے ہی سمجھ لیا تھا کہ یہ نقشہ سہل ہی۔ کوئی دشوار نہیں بہن ہیں کیا تم سے کہوں کہ کیسے کیسے مشکل نقشے ہمنے حل کیے ہیں۔ خوب یاد ہی۔ کہ جب ہم بہت ہی کم سن تھی اور وہی شروع شروع شطرنج کھیلنا سیکھا تھا بس اسی طرح ایک ہمسائی ہمارے پاس نقشہ لائیں اور کہا کہ بہن ایک نقشہ ہمارے میاں لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نقشے کے حل کرنے میں تمام شہر کے شاطر دنگ ہیں اور ایک مہینے سے فکر کر رہے ہیں مگر حل نہیں ہوتا۔ میرے منھ سے بے اختیار نکل گیا کہ بہن ذرا لاؤ تو ہم بھی فکر کریں۔ بس بہن انھوں نے شطرنج لیکر نقشہ جمایا میں نے نقشہ کو غور سے دیکھا کہا ہاں بہن دشوار تو ہی مگر آٹھ روز میں ہم غور کر کے نکال لینگے انھوں نے کہا بہن ہرگز نہ نکلے گا بیکار وقت رائگان کرنا ہی ہم نے کہا بغیر حل کیے ہم ہرگز نہ آرام لینگے اگر تم کو باور نہو تو کچھ کچھ شرط سہی انھوں نے کہا اچھا دس دس اشرفیاں ہمنے کہا دس اشرفیاں کیا سو سو اشرفیاں بدو انھوں نے بد دیں بس میں نقشہ لیکر بیٹھ گئی تین دن فکر کی اور نقشہ حل نہ ہوا چوتھے دن رات کو چال سمجھ میں آگئی اور نقشہ حل کر لیا علی الصباح مہری کو بھیجکر انکو بلوایا اور نقشہ جما کر انکو سمجھا دیا۔ دیکھتے ہی دنگ ہو گئیں اور کہا بہن تم نے کمال کیا خوب حل کیا میں نے کہا بڑی دقت سے نکالا ہی اب لائیے اشرفیاں بائیں ہاتھ سے رکھ دیجیے۔ ہر چند بڑے حیلے کیے مگر میں نے اشرفیاں لے ہی لیں یہ کہکر ثریا بیگم انگوٹھی کی طالب ہوئیں۔

حشمت بہو۔ تو یہ موئی انگوٹھی کیا مال ہی اب اسوقت زچ ہو گئیں یہ ہمیں کیا معلوم تھا۔ اے سچ مچ تقاضا ہی کرنے لگیں۔

ثریا بیگم۔ اے۔ بااے ہی۔ ہم کو کیا معلوم تھا۔ بس آپ اپنی انگوٹھی رہنے دیں۔ ہم درگذرے ایسی انگوٹھی سے بجاد ہو گا

آسمان جاہ۔ کاہے کی ہی کاہے کی قیمتی نہیں ہی؟ اگر قیمتی ہوتی تو یہ انگوٹھی شرط میں نہ لگاتیں۔

ثریا بیگم۔ قیمتی! اے پکھراج کی ہی۔ دیکھو تو۔ کوئی دو ہزار تین سو روپے کی ہوگی اور ہماری عقیق کی انگوٹھی پانچ ستادن کی خرید ہی۔ اور جب خریدی تھی اسوقت آٹھ سو ملتے تھے

آسمان جاہ۔ اب بے بھلا کس کو معلوم تھا کہ اتنے بڑے نواب کی صاحبزادی ایسے نواب زادے کی بہو اور ایسا وضعدار میان اور پکھراج کی انگوٹھی پہن کے آئے گی ہمارے یہانکی مہریاں بھی ہاتھ سے نہ چھوئیں۔ بس معلوم ہو گیا کبھی بڑھ بڑھ کر باتیں نہ بنانا بس دیکھ لیا۔

ثریا بیگم۔ سچ کہو کیا گھر سے سوچ کر آئی تھیں کہ ہم جا کر شرط لگائینگے اور شرط میں یہی انگوٹھی لگائینگے۔

آسمان جاہ۔ نہیں حضور ہم سمجھ گئے کسی کی مانگ کر پہن آئی ہونگی کیوں بہن حشمت بہو جبھی نہیں۔ شرماؤ نہیں۔

حشمت بہو۔ پھر کیا کسی کا اجارہ ہی اچھا کیا پہنے پھر آپ کو کیا اس میں ہرج ہی کیا ہی۔ اپنا دل اپنی خوشی۔

ثریا بیگم۔ ہم نے اتنی دیر محنت کی اور ملا کیا کچھ بھی نہیں ہماری محنت رائگان ہوئی۔ مفت اوقات ضایع کی۔

حشمت بہو۔ کیا مفت کی انگوٹھی تاکی تھی۔ کیا ہمیں بیوقوف سمجھتی تھیں۔ ہونہہ! منھ دھو رکھیے۔

آسمان جاہ۔ اتنی دیر محنت کی تو مزہ رہی اگر دو ری) لے لو

بھراج کی انگوٹھی پائی تو کیا کم ہی۔ پھر بھی کہ سے کم چار پانچ سو کی ہو گی۔ اچھا تم نہ لو تو ہم کو دیدو۔ مگر ہم نہ لین گے کہو تو کسی فقیر کو دیدین۔ اُس کی روٹیان چل جائینگی۔

ثریا بیگم۔ بی مغلانی۔ اپنی نواسی کو یہ انگوٹھی دیدینا وہ پہنے رہیگی اسکے کام کی ہی۔ اسکو انگوٹھیون کا شوق بھی ہی۔

مغلانی۔ اے بی وہ یہ انگوٹھی لیکر کیا کریگی اسکے پاس سے اچھی اچھی انگوٹھیان موجود ہین آپ کی عنایت سے۔

ثریا بیگم۔ لے لو بی مغلانی ہمارے کہنے سے۔

راوی۔ اللہ اللہ ایسی انگوٹھی ناچیز ہو گئی کہ کوئی لیتا ہی نہین

مغلانی۔ (انگوٹھی لیکر) بندگی حسینی لو سرکار سے انگوٹھی ملی ہے بندگی کر جھک کر آداب بجالا۔

حسینی۔ (بندگی کرکے) حضور ہمارا انعام ابھی باقی ہی۔

آسمان جاہ۔ آئین۔ واہ۔ وہ کتاب کون لے گیا۔ ان ہے رکھی ہی اور اُٹھا کر پڑھنے لگین۔

بستر ہمارا یار کے ایوان سے دور ہے
در دیس آستانۂ سلطان سے دور ہی
ان ہی اڑا کر نکلی گریبان کی دھجیان
جب تک کہ ہاتھ دامن جانان سے دور ہے
مجھ عاشق غریب سے چھوٹا ہے کوے یار
مو ضعیف ملک سلیمان سے دور ہے
کیفیت شراب مین ہے بے تکلفی
پاس ادب مجالس رندان سے دور ہے
کیا دولت وصال کی ہم آرزو کرین
بوسہ ملے یہ ہمت جانان سے دور ہے

ایک بیگم صاحب نے اُنکے گانے کی تعریف کی دوسری نے بتانے کی توصیف کی۔ کچھ بولین۔ ای بہن اب بس ایک کسر رہ گئی ہی پیشواز منگوا کر ناچنا بھی شروع کر دو۔ یہ بھی ہوس کیون باقی رہے نفع سے خالی نہو گا وقت بیوقت ڈومنیونکی ضرورت نہ رہیگی۔ آسمان جاہ نے کہا۔ جی مین تو آتا ہی کہ ناچنا بھی سیکھون مگر پھر سوچتی ہون کہ واہیات بات ہی گانا اور بتانا ہی کافی ہی یہ دو باتین کیا کم ہین کہ ایک ناچ کی مشق کرون۔ ہان ایک ستار کو جی چاہتا ہی۔ ہارمونیم ہین نہین بجانا آتا یا ضرور سیکھونگی۔ کیا باجا ہی پست کرنے والا آدمی قابو مین نہین رہتا۔ گانے مین ہم برت مین ٹھمری ٹپا غزل خیال دھرپت جو کہو گادون کسی مین بند نہین مگر چلتی پھرتی چیزین بہت پسند ہین۔

بہار آئی ہی بھر دے بادۂ گلگون سے پیمانہ
رہے لاکھون برس ساقی ترا آباد میخانہ

ترا آباد میخانہ ترا آباد میخانہ اسکی بہت تکرار کی اور اچھی طرح ادا کیا۔ ع۔

بہار آئی ہی بھر دے بادۂ گلگون سے پیمانہ

یہ شعر ضرور سُننا اسکو بتاؤنگی بھی۔ ذرا دیکھنا خیال رکھنا۔

گذر یارب گلستان مین ہوا ہی کس شرابی کا
کہ شاخین جھومتی ہین نالۂ بلبل ہی مستانہ

ثریا بیگم۔ خوب بہت ہی خوب اللہ جانتا ہی۔ جیسے برسونکی سیکھی سکھائی تعلیم یافتہ معلوم ہوتی ہو۔

آسمان جاہ۔ پھر اسی کو سنیے گا دیکھو کسطرح بتاتی ہون اسطرح ادا کرون اتائی کیا اچھے گویے سے بھی نہ ہو سکے۔

گذر یارب گلستان مین ہوا ہی کس شرابی کا
کہ شاخین جھومتی ہین نالۂ بلبل ہی مستانہ

شرابی کو ہزار طرح پہ بتاؤن اور شاخون کا جھومنا دو ہزار

طرح سے ظاہر کرون بہرا دلے میدا ہو تو صحیح۔

اب کی بہار آئے تو مانند شاخ گل
رکھیے نہ ہاتھ سے جو پیالہ اٹھایئے

اے جی رکھیے نہ ہاتھ سے۔ جو پیالہ اٹھایئے۔ اٹھایئے

پی کے عید کیجیے گذ رامہ صیام
تسبیح رکھیے ساغر و مینا اٹھایئے

یہ صحبت ہمین سازوار ہی بس ایسی ہی صحبت کی بھوکی ہون ایسی صحبت سب کو بھاتی ہی وہ کون دل ہین جو ایسی صحبت سے نفور ہوتے ہین۔ یہ چہل پہل سب کو بھلی معلوم ہوتی ہی لطف زندگی ہی کہ چہلین بھی ہوتی جاتی ہین۔ دل لگی بھی ہوتی جاتی ہی مذاق بھی ہو چھیڑ چھاڑ بھی ہی شعر خوانی بھی ہو گانا بھی ہی یہ نہین جیسے بنے بیٹھے ہین غمزدون کی صورت بنائے ہوئے۔

زندگی زندہ دلی کا ہی نام | مردہ دل خاک جیا کرتے ہین

عمر اگر عیش و سرور شراب و کباب مین بسر نہ کی تو کیا کیفیت آ یہی ہی اور میرا تو اس شعر سے دل بہت خوش ہی۔

بے غم شراب پیجیے مسجد مین بیٹھکر
زاہد کی کیا بساط مصلا اٹھایئے

کئی روز ایس کی اور کھلے کی صحبت ہو تو پھر لطف آئے ایک دن بہو بیگم کے ہان ہمنے چہل سے گایا تھا کوئی چار پانچ ہمجولیان تھین سب کی سب پھڑک گیئن۔ یہ غزل گائی تھی۔

دولت سے ہین تمام چمن بر بھرے ہوئے
ہر گل ہی اپنی جیب مین یان زر بھرے ہوئے

جتنی ہمجولیان تھین وہان غش غش کر گیئن۔ بڑی واہ واہ ہوئی

خوجی پکڑے گئے

خواجہ بدیع الزمان صبح کو آزاد کی ملاقات کے لیے جاتے تھے کہ اثنائے راہ مین دو تین مسافر ملے۔ اور انکو دیکھکر ٹھہر گئے ایک نے سلام کیا تو انکو سخت حیرت ہوئی کہ یہ یورپ مین ہندوستانیون کی طرح کیونکر سلام کرتا ہی پوچھا آپ لوگون کا نام ایک نے کہا رامولاف دوسرے نے کہا باسوقاف۔

خوجی۔ آپ لوگ میدان جنگ سے تو نہین آتے ہین۔

رامولاف۔ ہان خوب لڑائی ہو رہی ہی۔ ابھی دونون ساوی ہین نہ ادھر کی ہار ہی نہ ادھر کی۔ برابر کی چوٹ۔

خوجی۔ بھلا ترک جیتین گے یا روسی۔ ٹھیک ٹھیک بتاؤ

رامولاف۔ ترک۔ روسیون کے پاس روپیہ کہان ہی۔

خوجی۔ ہان۔ مگر ہمنے سنا ہے کہ ترکی افسر خراب ہین

رامولاف۔ بیشک۔ مگر سپاہ اچھی ہی اور ترک بھی روسیون کی طرح جری ہین دونون طرف کی سپاہ لڑنے مرنے والی ہی۔

خوجی۔ (زخم ٹھوک کر) دیکھا چاہیے کہ کیا ہوتا ہی۔

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

ہزارون مین فرد ہون لاکھون مین لاجواب۔

رامولاف۔ آپ کا مکان کہان ہی۔

خوجی۔ در ہندوستان جنت نشان بومن باشندہ کالپستان ہستم من خواجہ بدیع اشعر ہم نیز می گویم۔

رامولاف۔ آیئے جوا کھیلین ہندوستان کا جوا ہم کھیل سکتے ہین اور ہم بھی ٹھیا خیل افغان ہین۔ آیئے تسلی ہو۔

خوجی۔ ہم بدکے پاس نہین کھڑے ہوتے۔ جی ہان۔ ہونہہ

رامولاف۔ کیا خواجہ آپنے۔ آؤ۔ ایک ایک داؤن۔

خوجی۔ جوا بہت حرام شے ہے ہمنے آجتک نہین کھیلا جوا حرام ہی۔ جواری کی صحبت مین بیٹھنا تک ناجائز ہی۔

رامولاف ۔ یہ آپنے کیونکر کہدیا اسپر کوئی سند لائیے۔

خوجی ۔ سنیے مین سناتا ہون۔

اول ۔ جوے اور سٹہ دونون کی ناجائز آمدنی ناجائز اور مضر افعال ہی مین صرف ہوتی ہی۔ پہلے غور کر لیجیے گا۔

دوم ۔ جب جواری اور سٹہ لینے والے دونون کی نیت خراب ہوتی ہی دونون دوسرے کا مال تاکتے ہین تو دونون فعل ناجائز اور داخل گناہ ہین۔ اس عذر سے کوئی گناہ ثواب اور کوئی ناجائز فعل جائز نہین قرار پاسکتا کہ کھانے پینے کے صرف مین وہ ناجائز آمدنی صرف ہوئی اگر اس بنیاد پر مال کی نقصان رسانی کے مجرم جرم سے بری ہو جائین تو چور اور ڈاکو وغیرہ سب سے پہلے بری ہو جائین کیونکہ سٹہ تو اکثر شریف اور مالدار بھی مانگتے ہین اور چوری وغیرہ کے جرائم تو اکثر ننگے بھوکے بدچلن فاقہ مست ہی لوگون سے سرزد ہوتے ہین پس سٹہ والے کی فاقہ کشی تو ثابت نہین ہوسکتی اور چوری اکثر فاقہ کشی کا ثبوت بھی دیکھتے ہین۔ اے جناب جوا اور سٹہ اور چوری وغیرہ یہ سب وہ جرائم نہین ہین کہ جن مین کوئی صورت مستثنیٰ بن سکے جوا ایک روز ہو یا چند روز چوری ایکدفعہ ہو یا کئی دفعہ سٹہ ایک بار مانگی جاے یا چند بار سب ناروا اور داخل گناہ عظیم ہی نہ دیوالی کی رات جوے کے گناہ کو مستثنیٰ کرسکتی ہی اور نہ اندھیاری رات شب تار چوری کو اور نہ خیرات اور بھیک کا حیلہ سٹہ کو جب کسی کا ایک تنکا لینا یا کسی کو ایک خرمہرہ کا نقصان پہونچانا یا کسی کی نقصان رسانی کی نیت کرنا بھی داخل گناہ عظیم ہی تو پھر جوے اور چوری اور سٹہ وغیرہ ان سب جرائم کا جنمین دوسرے کی نقصان رسانی مقصود ہوتی ہی) ارتکاب کیسا ایسے افعال بد کی نیت یا ایسے افعال کے جواز کا خیال اور تصور بھی گناہ عظیم ہی اور شرع اور شاستر اور اصول اخلاق اور انسانیت کے سراسر خلاف ہے منوجی نے جوے وغیرہ کو چوری ہی مین شامل کیا ہی فقط فرق یہ رکھا ہی کہ ایک مین مخفی نقصان پہونچایا جاتا ہی اور دوسرے مین صریحی نیت نقصان رسانی کی دونون مین ہوتی ہی اور نیت ہی مقدم ہے نیت ہی پر سارا دار و مدار ہی۔

رامولاف ۔ ہان صحیح ہی۔

خوجی ۔ ع ۔ کس بشنود یا نشنود من گفتگوے میکنم

جس طرح سے شودرون نے بے تہذیبی کے واسطے ہولی کا ایک سوانگ بنالیا اسی طرح اور لوگون نے جوے وغیرہ کے ذریعہ سے پرایا مال تاکنے اور اڑانے کے واسطے دیوالی کا ایک فقرہ گڑھ لیا مگر شکر ہی کہ برہمن جو عالم تھے اور چھتری جو راجہ تھے ان بلاؤن سے بچے رہے تھے فقط وہی فرقے جو جاہل تھے ایسے ایسے افعال ناجائز کو ابتدا مین اختیار کرکے دین و دنیا مردود بنے۔ مگر افسوس ہی کہ اب برہمن اور چھتری بھی جاہلون کے گرد گھنٹال ہو کر افعال بد کے مرتکب ہونے لگے بغرض غائت جہالت سے اب طبائع ہوا کہ چارون برن کی شناخت جو سابق مین اعمال اور عادات اور افعال سے ہوتی تھی نہ رہی بلکہ ہر ایک برن مین شودر یعنی بداعمال نیچ کرم کے لوگ کثرت سے ہوگئے اسی وجہ سے اب برن کی تخصیص فضول ہوگئی اور نتیجہ جہالت عام کا یہ ہوا کہ مفصلہ ذیل جہت سے بداعمال فرقے بن گئے اور ہر ایک فرقے نے بجائے خود اپنے اپنے پیشہ ہاے نقصان رسانی اور بے تہذیبی کے واسطے ایک ایک حیلہ بنالیا۔ چورون نے اندھیری رات کی چوری ڈاکہ زنون نے جھٹپٹے وقت کی ڈاکہ زنی جوارون نے دیوالی کی قمار بازی اور سٹہ ۔ جھوٹے گواہون نے اجرت لیکر جھوٹی گواہی دینی بے تہذیبون نے ہولی کی بے تہذیبی غافلون اور بے عقلون اور ناعاقبت اندیشون نے شادی بیاہ

مین فضول خرچی۔ دشمنان جان نے جوانی کی نشہ بازی۔ بدعتیان صحبت نے کم سنی کی شادی بعض اقوام ہند کی عورات دشمن تہذیب نے تیوہارون اور شادی بیاہ کی گالی گلوج۔ پنجاب کی اکثر اناث نے بےغیرتی سے دریاؤ تالاب مین کھلے بندون برہنہ نہانا اکثر دیہاتی برہمنون اور چھتریون نے شادی کے جلسے سے بردہ فروشی وغیرہ وغیرہ کو جائز قرار دیکر ہند کی قدیم تہذیب اور شایستگی لیاقت اور علم اور عقل کو خاک مین ملا دیا اور دین و دنیا کے وبال مین مبتلا ہو کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا اور کر رہے ہین۔ لیکن نہایت شکر کی جگہ ہی کہ ہماری قوم کے پڑھے لکھے لائق آدمی ان بلاؤن سے بچے ہوئے ہین اور جو لوگ صحبت بد کی بدولت نشہ بازی وغیرہ کے پھیر مین آگئے ہین وہ بھی اس بلا سے نجات پانے کی کوشش کر رہے ہین۔۔ دونون روسی باہم چپکے چپکے باتین کرنے لگے۔ خوجی کو طرز کلام سے معلوم ہوا کہ پٹھان ہین مگر یہ غلطی تھی ایک روسی نے ان سے پوچھا آپ آزاد کو جانتے ہین خوجی دشمن عقل تو تھے ہی۔ کہا جی ہان۔ نہ جاننا کیا معنی بہت اچھی طرح سے جانتا ہون میرے لنگوٹیے یار تھے اتنا کہنا تھا کہ دونون روسی بشاش ہو گئے اور مسکرائے کہ یہ احمق اب بھی نہ سمجھا پھر انھون نے پوچھا کہ آپ بھی ہندوستان سے آئے ہین۔ کہا۔ جی ہان۔ پوچھا انھین کے ساتھ آئے تھے۔ فرمایا جی ہان۔

رامولاف۔ ہم کو معلوم ہی کہ آزاد پاشا کہان ہین۔

خوجی۔ آزاد پاشا۔ (اب گھبرائے) آزاد پاشا کون؟

رامولاف۔ جسکا ابھی ابھی تم نے ذکر کیا تھا۔ ہی درکون

خوجی۔ ہم کو سال مین دو چار بار جنون ہو جاتا ہی۔ چنانچہ آج جنون کی باری ہی۔ کہتے ہم کچھ ہین اور زبان سے کچھ نکلتا ہے۔

ترچھی جو پڑی زیر بغل فرق سے نکلی
منہ غیر کی جانب جو کیا شرق سے نکلی
یون جاکے تن ظالم پر زرق سے نکلی
العظمۃ للہ کی صدا برق سے نکلی

اُڑ اُڑ کے چمکتی تھی جو اعدا کے سرون پر
دم نادعلی کرتے تھے جبرئیل پرون پر

رامولاف۔ ہم ترکون کی طرف سے آئے ہین اور گویندہ ہین

خوجی۔ (غور سے دیکھکر) ہان! شاباش! کہین آزاد کا پتا لگا یا ہم جانتے ہین کہ وہ گرفتار ہو گئے کئی روسی سوار ایک شخص کو لیے جاتے تھے شاید آزاد ہی ہونگے اور ہم تو مجنون ہین کہتے کچھ ہین زبان سے کچھ نکلتا ہی۔ ہان فارسی نظم و نثر مین اینجانب کو ملکہ حاصل ہی اگرچہ ہندیم والا فارسی زبان ہستم من ہیچ شعر پارسی میگویم بشنو رقعہ کہ بنام نامی بزبان فارسی من ہیچ گفتہ بودہ است و آن ہمین است کہ بر میگویم۔

امید کہ عنصر شریف حضرت قبلہ اوہی گاہی از بلیات ناگاہی و نکبات آسمانی بہ تقدیر الٰہی موفق و محفوظ باشد نقیر خود بقضای یزدانی کشتی قالب را دریاے کردہ در تلاطم امواج عمر فرسای در آمدہ اگر شرط موافقت کرد طواف آن کعبۂ افضال و سجود آن قبلۂ اقبال نصیب خواہد شد والا چہ گنجایش تجلی خواستن در خور بقصر بندہ امیدوار است کہ ہرگز بخطور ضمیر فیض پذیر شود و ہمچنین از دیگر امہات مقدسات ملتمس است دیگر جو نویسد ظل عالی مشام باد الحمد للہ کہ از اسباب دنیوی ہیچ نداشتہ و ہیچ نگذاشتہ مکتوب بخدمت خلاصہ دودمان اجلال و اقبال دنو بادہ گلشن ابہت و استقلال رسطو منش بقراط منش مستشار موتمن بایگاہ خاقانی دانشور حق تردہ کارگاہ سلطانی

بزم آرائے محفل قدس شاہنشاہی یکتا گوہر دریاے خدا آگاہی منتخب مجموعۂ جراید کون وفساد حلال غوامض اسرار آلٰہی جہابذا سخنور دانش پرور جاہ وزارت پرور سلطنت طراز بزرجمہر وقت کشاف مضامیر شگفت دستور دستوران افضل الانامی شیخ ابوالفضل علامی فہامی وردنی خاطری خطر بیانی مخاطبا نفسی الدھر العاصیۃ الصلیا ر اللہ تعالےٰ۔

ذوق فنا نیافتہ در نہ در نظر	رنگین تراز بہار بود جلوۂ خزان

حق سبحانہ تعالیٰ نظر کرامت فرماید احوال خانہ کہ ماتم کدہ خانہا غم خانہ دلہاست چہ نویسد نظر برطرمان عقلات کہ سرنوشت عالم کون وفساد بانست انداختہ قیاس میفرمودہ باشند بندہ ہم فرد کامل از ارباب عقل ست چون تفاوت درجات قوابل واستعدادات خواہند فرمود معذور خواہند داشت دالحق معذور ست الآن ہمگی خاطر مستہام نگران نصیحت و عافیت انسان است المنۃ للہ کہ بعافیت مقرون اند امید کہ شفاے تمام کرامت شود چون دو روز گذشتہ بود کہ شرح احوال نوشتہ این دو کلمہ در جاخت پنجشنبہ ہفدہم ربیع الثانی در عین برہم برہمزدگی و دل نگرانی نوشت سلامت باشند حضرت قبلہ گاہی صحت و سلامت ومفاد ضمہ گرامی فرستادہ اند دیگر خرد و کلان دعا میرسانند حضرت نواب جیو خون منزم می ہستند وکار برایشان تنگ شدہ بود درین ایام ماتم بود ظاہر نے گردید بعد از مدتے ظاہر شد الحمد للہ کہ صحت تمام یافتند بحال خود آمدند غنیمت اند۔

اخوت وعطوفت پناہا ہنوز عیک دل افسردگی و دل سردی وضعف قویٰ واختلال مزاج این مستہام را بمرسیدہ کہ شرح تواں کرد تا تقدیر چیست درین دو روز نقل مکان معہود خواہد شد و درین ایام درمیان کتابہا لے نقیر کتاب مصیبت نامۂ عطار و برآمد فرستادن آن مناسب دید کہ سلوک اختیار کردم فرض وقت است دانچہ خاطر را تسلی می بخشد مصیبت آن ست کہ بندگان حضرت خلافت پناہی ہنوز زرولایت خاص الجامہ بادریافتہ آمد و تعصب بے دیانت آنہارا دانستہ الحمد للہ علی کل ذالک حق سبحانہ ظلال دولت واقبال است حضرت را مستدام داراد۔ وآنچہ نوشتہ اند کہ از ناکوریان در مجلس بعضی دشمنان نام والدہ سیدہ فقیر را باہانت بردہ اور النصب صعب اسپردہ شدہ فرزند ارجمند از نسب لاف زدن استخوان پدر فروختن است دانتخار بکمال غیر کردن نشان۔

بندۂ عشق شو و ترک نسب کن جامی
کہ درین راہ فلان ابن فلان چیزی نیست

رامولاف نے خواجۂ بدیع الزمان صاحب کا قافیہ خوب تنگ کیا۔ کہنے کو تو خواجہ صاحب کہہ گئے کہ مین آزاد پاشا کو خوب جانتا ہون مگر جب رامولاف نے سوال کرنا شروع کیے تب چکر آئے۔

خوجی۔ ہماری پارسی حضور نے ملاحظہ فرمائی یا نہین۔

رامولاف۔ یہ آپکے باپ کا کلام ہی یا آپ کا۔

خوجی۔ باپ سے کیا واسطہ خاص ہمارا کلام ہی۔ کلام خاص بدیع الزمان ایسے ایسے ہہنے رقعے بہت سے لکھے ہین

رامولاف۔ آزاد پاشا کا پتا بتاؤ ورنہ تم بھی قید خانے بھیجے جاؤ گے۔

خوجی۔ مین نے کیا قصور کیا ہی جناب۔ بندہ تو خادم ہی ملک خادم کا خادم مین کیا جانون کہ آزاد پاشا کون ہی اور کہان رہتا ہی نام البتہ سنا ہی۔ آزاد پاشا آزاد پاشا سنتا آیا ہون مگر یہ نہین معلوم کہ آزاد پاشا کہان کے باشندے ہین کون ہین کون نہین

ہین ۔ بالکل عقل و یقین سے خارج ہے ۔

ہین کیا جانون مجھے خبر کیا | آزاد کون کدھر گیا ؟

راوی ۔ ایک مصرعہ کی گمٹ گئی ہے دم

رامولاف ۔ تم خوجی ہو ۔ تمھارا نام مشہور ہے ۔ تم آزاد کیساتھ ہندوستان سے آئے ہو اور تم کو بخوبی معلوم ہے کہ آزاد پاشا کہان ہین ۔ جو شخص آزاد کے دھوکے مین گرفتار ہوا وہ اصل آزاد پاشا نہین ہے دو آدمیون کی گرفتاری کا حکم ہوا ہے ۔ ایک خواجہ بدیع دوسرے آزاد پاشا ۔ تم تو مل گئے ۔ اب دو باقی رہے

خوجی ۔ خیر ہے مجھ غریب مسافر کو گرفتار کرتے ہو اور مسافر بھی کون کہ دیوانہ کہتا کچھ ہے زبان سے کچھ نکلتا ہے ۔

اب خواب سے چونک وقت بیداری ہے
بے زاد سفر کوچ کی تیاری ہے
مر مر کے پہونچتے ہین مسافرون تک
یہ قبر کی منزل بھی غضب بھاری ہے

رامولاف اور ان کے دوست دونون نے خواجہ صاحب کے ہاتھ پکڑ لیے اور انکی زبان چلی ۔ او گیدی بھلا بے گیدی ابے او گیدی ۔ تم دونون گیدیان کو ہم کچھ لیگا مسے اور رونت بھلا ۔ دونون سے تب نہ آتی ہوتی تو مار ہی ڈالنا ۔ سو تم دونون گیدیان کے لیے ہم کافی ہین ۔ مگر وقت ۔ اتفاق افتاد خیر سمجھا جائے گا فہمیدہ خواہد شد ہم سمجھ لے گا کچھ اس بات کا پروا نہین ہے ہم کو ۔ ع ۔ ہرچہ باد آباد ما کشتی در آب انداختیم

اب جو جاتے ہے سو ہو ۔

رامولاف ۔ جب تک تم نہ بتاؤ گے تب تک پیچھا نہ چھوڑ دنگا

خوجی ۔ خدا تجھسے سمجھے او گیدی بلکہ گیدیان ۔ تم تجھسے اپنے آپا ہی اچھا ۔ ذرا ہاتھ چھوٹے تو ہم سمجھ لین بس ۔ نہوئی قرولی دربن

اسی دم کے، دم مین سمجھ لیتا اور ایک کی دو دادو ۔ تم دو ہم ایک بڑا فرق ہے ۔

راوی ۔ وہ ایک ہی آپکے لیے کیا کم ہے ۔ دونون تو آپ کیا بنالین ۔ عورت تک نے اُٹھا کے دے مارا ۔

خوجی ۔ اگر قرولی در دست ام بے من ہر دو گیدیان را بر نیل

فکر سے مین نہین خالی غم جانان مین کبھی
کبھی زانو پہ مرا سر ہے گریبان مین کبھی
نالوان ایسے ہین ہم سایہ گلون پر جو پڑے
نکہت گل سے نہ جنبش ہو گلستان مین کبھی
ہے یہ پیچ کے دل صد چاک سے نفرت انکو
شانہ کرتے نہین وہ زلف پریشان مین کبھی

رامولاف ۔ اس گفتگو سے کیا فائدہ اس سے مطلب ہماری معلوم ہو

خوجی ۔ تم گیدیان سے ہم نہ بولیگا ۔ تمنے تمکو حوالہ شیطان کیا بس وہی تم سے سمجھے گا اور کھڑے کھڑے سمجھ لیگا ۔

اس مستی کے جو کی سو دریا نگاہ گرم
پانی ہوا شراب تو ماہی کباب ہے

اب سنیے کہ پولینڈ کی شہزادی کے ہان خوجی کی گرفتاری کی خبر پہونچی بس کلیرسا اور شہزادی سیج کو میٹھی میٹھی باتین کر رہی تھین کہ ایک شخص نے جاکے کہا انکو اطلاع دی اور کہا خوجی پکڑے گئے پولینڈ کی شہزادی ابھی خواب ناز ہی مین تھین اور آزاد پاشا بھی آرام کر رہے تھے مگر گھر بھر مین کھلبلی مچی ہوئی لونڈیان بیشیں خدمتین خواصین باہم گفتگو کرتی تھین کہ آزاد پاشا کو جلدی سے جگا دین تاکہ اپنے بھاگنے کی فکر کرین

کلیرسا ۔ پہلے تو دریافت کرو کہ خوجی کو انھون نے کیون گرفتار کیا ہے ۔ شاید کوئی اور سبب ہو ۔

خادمہ۔ بہت خوب مین جاکے ابھی بھی دریافت کرتی ہون

خواص۔ اب اس طرح نہ پوچھنا کہ بھڑک جائین اور تم کو بھی گرفتار کرلین تمیز کے ساتھ دریافت کرنا اور خوجی سے مخاطب بھی نہ ہونا۔ کیا مطلب ہے۔

خادمہ۔ مین ادھر سے آؤنگی انکو دیکھکر پوچھونگی کہ کس ملک کے آدمی ہین بس ہوتے ہوتے اور باتین بھی دریافت کرلون گی۔ یہ کہکر خادمہ روانہ ہوئی۔ دیکھا کہ خواجہ بدیع الزمان صاحب بدیع کے دونون ہاتھ چورون کی طرح بندھے ہوئے ہین۔ انکو دیکھکر خواجہ صاحب نے یہ شعر پڑھے۔

کھل گیا ہے پیرہن مین جسم مجھ مایوس کا
ایک عالم کا گمان ہے شمع اور فانوس کا
جو کہ ہین بیدرد کیا انکو ہے قدر داغ عشق
مرتبہ زخمی سمجھتے ہین پر طاؤس کا

خادمہ۔ (رامولاف سے) یہ کس ملک کے رہنے والے ہین۔

راموُلاف۔ بتاتے تو کابل کے گر ہین ہندوستانی۔

خوجی۔ ہم ہندوستانی ہین۔ اور یہ خراسانی۔ بلکہ خر خراسانی۔

خادمہ۔ ان سے کیا قصور ہوا جس کے جلد وہ پکڑے گئے

خوجی۔ باقصور پھانس لیا۔

وصل نوشاہ کج کلاہ ناوک نگاہ
وعروس قوس ابرو غیرت مہر و ماہ

ساقیا ہی یہ وقت میخواری　　دخت رز کر رہی ہی تیاری
ساقیا جم حشم کدھر ہی تو　　حال میکشں سے بیخبر ہے تو
ساقیا کیا ہی لطف تیرے بغیر　　سیری بہشتیون کی دیکھ تو سیر
ساقیا دیر کا نہین یہ مقام　　ہے دیدار کا کوئی دے جام
ساقیا آج دن خوشی کا ہی　　یہی ہنگام مے کشی کا ہے
ساقیا آج ناخدائی کر　　دھوم مستون نے یہ مچائی ہی
رندون کا پاس آشنائی کر　　دخت رز کی برات آئی ہی

دخت رز آج بیاہی جاتی ہے
پیر میکش تلک براتی ہے

آج عجب سمان ہی۔ طاؤس خامہ چمن صفحہ پر رقص کنان ہے صریر قلم سے مبارکباد کی آواز آتی ہی۔ دل کی کلی کھلی جاتی ہی باد صبا مشک بیز و غالیہ بار ہی پیش رو قافلہ سیاہ تاتار ہی ایوان کیوان نشان عروس چاردہ سالہ کی طرح آراستہ ہی ہر دیوار و در لطافت سے مملو ہر مقام پیراستہ ہی شیشہ آلات سے محل محلے جگمگاتا ہی۔ بہشت شداد کو چپہ چپہ شرماتا ہی۔ حاصل کان و بحر اس مقام پر بہار و مینو سواد پر نثار ہی۔ الہی یہ آراستگی ہی یا کسی نوخیز و عنبر مو دلہن کا نکھار ہی کسی طرف طرب و مسرت کے چہچہے کسی سمت طائران خوش نوا کے قہقہے نسیم عنبر شمیم کو یہ دعوی تھا کہ آتش نمرود کو دم مین گلزار خلیل بنادون۔ ایک ایک جھونکے سے سحر سامری کا لطف دکھادون۔

عجب ہے نام خدا لطف رنگ خاک چمن
حنائی ہوتے ہین پائے بتان دم رفتار
نسیم گل مین ہے تاثیر معجزۂ عیسے
نہ کوئی دیدۂ نرگس کو اب کہے بیمار
خروش خندۂ گل اسقدر ہے گلشن مین
کہ کان تک نہین آتی نوائے بلبل زار
چمن مین لائین اگر عندلیب کی تصویر
تو صفحے سے وہ نکل جائے ہی یہ جوش بہار
زمین تو غیرت آئینہ ہے عجب کیا ہے
لگے جو بولنے طوطی سبزۂ گلزار

چمن کے سبزے پر آ کر گرا جو شاخ سے پھول
نشانہ تھا کبھی ہونے گل پیادہ سوار

یہ پاس نازکی شاخ گل ہے گلشن میں
کہ دم چرائے ہوئے پھرتی ہے نسیم بہار

شراب اوس ہے گل جام غنچے مینا ہیں
نسیم لاتی ہے گردش میں انکو ساقی دار

ہر ایک شے میں رطوبت سے یہ کیا ہے اثر
بنا ہے کاغذ ابری برنگ ابر بہار

اب سنیے کہ شب عروسی کو پولینڈ کی گلرخسار شہزادی نے وہ سامان طرب بہم پہونچایا کہ بزم فریدونی اور جشن جمشیدی دونوں کو مات کر لیا ایک سمت سمن بر پری پیکر شہزادیوں کا جھرمٹ ایک طرف غنچہ دہن گلبدن خواصوں کا جمگھٹا چہل پہل مذاق دل لگی میاں آزاد با تشبیہ اپنے وقت کے کنھیا بنے ہوے اور پھر طرہ یہ کہ سب سے دل لگی کا رشتہ سب کے بہنوئی بنے ہوے تھے گو چھیڑ چھاڑ کرتے تھے مگر طبیعت یہی چاہتی تھی کہ تخلیہ ہو۔

شوق کہتا تھا اب حجاب ہے کیا
شرم مانع کہ اضطراب ہے کیا

شہزادی بھی زبان حال سے در پردہ یہی کہتی تھی کہ

آ گلے سے لپٹ جا میری جان
ہمکناری کا ہے بہت ارمان

مگر دو رحیلے لب پہ اظہار شکول کھولنا شاق گذرتا تھا دلہن دعا مانگتی تھی کہ یا خدا کہیں تخلیہ ہو۔ دلہن ہو اور دولہا ہو اتنے میں آزاد کی نظر مس میڈا پر پڑی۔ دیکھا کہ گل رخسار مرجھائے ہوئے ہیں آنکھیں پُرنم ہیں آنسو ڈبڈبائے ہوئے ہیں آثار سے پایا جاتا تھا کہ دل بھر آیا ہے رقابت نے ستایا ہے اشارے سے کہا تمہاری محبت بدستور ہے بلکہ پہلے سے دوچند زیادہ کیونکہ بندہ تمہارا کمال مشکور ہے مگر وہ گل اندام زیبا خرام زبان حال سے یہی کہتی تھی کہ۔

چلو تم اپنی آن سے بات کرو
جن سے الفت ہے آجکل تم کو

مس میڈا کے سوا اور سب خوش خرم تھیں اور یہ بیچاری کیونکر خوش ہوتی۔ اول تو یہ حسد کہ جس پر دل آیا تھا اور جسکو پیام کرتی تھیں وہ دوسری کا پیارا ہوا۔ دوسرے یہ خیال کہ یہ تو ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھی ہی رہیں اور سوت سرخرو ہو گئی تیسرے یہ خوف کہ مبادا آزاد اس پری پر ریجھ جائے اور پھر لڑکی جانے کا لفظ زبان پر نہ لائے انواع و اقسام کے خیالات نے میڈا کو انتہا سے زیادہ پریشان کر دیا تھا مگر عالم مجبوری تھا۔

شرم سے چپکے چپکے رویا کی
رات بھر فرش غم بچھویا کی

درد دل سے عجیب نوبت تھی
جانکنی سے سوا اذیت تھی

پھنکی جاتی تھی شرم کے مارے
گل بستر بنے تھے انگارے

کلیرسا۔ دیکھو بہن۔ یہاں بہت سمجھ بوجھ کے رہنا چاہیے سمجھیں

میڈا۔ اندر والا ذرا نہیں مانتا۔ لاکھ سمجھاؤں سمجھتا ہی نہیں

اب بتاؤں میں کیا کروں تدبیر
یہ تو بنکر بگڑ گئی تقدیر

کلیرسا۔ جانتی تو ہو کہ دو چار روز کے بعد آزاد بھاگ چلینگے

میڈا۔ ہاے یہی تو حسرت ہے کہ یہاں سے جھٹکارا محال ہے

کلیرسا۔ تمہارے کہنے سے محال ہے یہ کاہے سے تم نے جانا

میڈا۔ انسان کی طبیعت ایک سی نہیں رہتی شاید اس شہزادی کا جادو کارگر ہوا اور اس نے پھسلا دیا۔ پھر ہمارے مان کے نہ دینگے

کلیرسا۔ کتنی سادی ہو بہن۔ آزاد اور پھسلانے میں آئیں۔

میڈا۔ یہ نہ کہو بہن۔ یہ بہت بُرا گو ہے اچھے اچھے ڈگمگا جاتے ہیں اور جھنکیوں میں بڑے بڑے خرانٹ نچا دیکھتے ہیں۔

عشق آیا قیامت آئی ہے
پارسائی پہ آفت آئی ہے

اب تو بجز کف افسوس ملنے کے اور کچھ نہین سوجھتا سو اس سے کیا ہوتا ہی سچ یون ہی کہ تمام عمر کا رونا ہی۔ خیر۔

آہ موزون کے ساتھ نالہ کرون — محبوب مصرع ہے یہ برابر کا
کب تلک ان بتون کے ظلم سہون — لے خدا دل نہین ہی پتھر کا
یاد دندان مین جو ہم رو دین ابھی — اُٹھے طوفان آب گوہر کا

کہو ابر بہار سے آئے
دیکھ لے جوشش دیدۂ تر کا

ہجولیون نے شہزادی کو چھیڑنا شروع کیا۔

ایک۔ ای بہن اب دیر ہوتی ہی۔ آدھی رات آگئی کچھ ٹھکانا ہی
دوسری۔ لے خدا حافظ۔ اب ہم رخصت ہوتے ہین۔
شہزادی۔ ای ہی۔ ابھی سے آج رات کو نہین رہجاؤ تو کیا ہرج ہی
ہجولی۔ (مسکرا کر) سچ کہیے گا۔ ایسا نہو پھر کوسنے لگو۔
دوسری۔ اوپر کے دل سے کہتی ہین دل مین تو چاہتی ہونگی کہ کسی طرح سب دفان ہون۔ ہی کہ نہین؟
تیسری۔ دل مین! ای دعا مانگتی ہونگی بہن کہ سب دفان ہون
چوتھی۔ اب زیادہ دق نہ کرو (خواصون سے) اب اللہ نے چاہا تو سویرے لیٹینگے مگر آج تو صبح کو شاید ہی انکی آنکھ کھلے۔
پانچوین۔ (اُٹھکر) خدا حافظ ہی بہن اللہ کو سونپا کل مزے مزے کی باتین ہونگی۔ سلام کیا خاموش بیٹھی ہین بیچاری۔
شہزادی۔ اللہ جانتا ہے ابھی کچھ ایسی رات نہین آئی ہی
ہجولی۔ (ٹھنک کر) لے ہٹو بھی۔ کوئی گنواری مقرر کیا ہی۔ واہ اور سنیے گاذری)۔ اچھا پھر برا نہ ماننا۔ دلہن چپکے چپکے کوسنے کی سند نہین ہی۔ کہو تو اسی بات پر آج نہین سو رہون اور دس اور کو ساتھ لے کے

اس فقرے پر بڑا فرمایشی قہقہہ پڑا اس ہجولی کا منشا یہ تھا کہ اگر اپنی بات پر آجاؤن تو دس بارہ اور ہجولیون کو لیکر سو رہون تو شہزادی بہت برا مانین مگر ہجولی کا لفظ محذوف کر دیا اور دو تین شہزادیون نے ہنسکر کہا۔ ای واہ بی ایسی حیادار ہو دس کو ساتھ لے کے سو رہو گی۔

الغرض تخلیے کی صحبت ہوئی۔ دولہا اور دولہن کے سوا تیسرے کا نام نہین دس پانچ ہجولیان قریب کے کمرے مین تھین اور برآمدے مین خواصین۔ سب بنی ٹھنی جوان اور حسین۔

آزاد۔ اللہ اللہ۔ مین اور ایسی سمن پوش عروس نازآفرین سے ہمکنار ہون اور ایسی عروس جسکے غرور کی انتہا ہی نہین ہ

تجھ سی مغرور کی جھکی گردن — یہ بھی اک شان کبریائی ہی

شہزادی۔ تیرے حسن گلوسوز نے خرمن غرور کو سوخت کر دیا مگر مین ہی اکیلی ملزم نہین ہون۔ تمھارا بھی جرم ہی۔

گر زدست زلف مشکینت خطائے رفت رفت
ور ز ہندوے شما بر من جفائے رفت رفت
گر دلم از طرۂ دلدار تابے رفت رفت
درمیان جان و جانان ماجرائے رفت رفت

ہمارا تو یہ قول ہی اور تم بھی دل سے یہ باتین بھلا دو۔
آزاد۔ مین بھلا دون اچہ خوش۔ ایک بوسہ شکر بار کو خدا نے تاثیر بخشی ہی کہ ہزارون باتون کو انسان دم کے دم مین نسیاً منسیاً کر جاے۔ چلو خیر انجام تو بخیر ہوا۔
شہزادی۔ شکریہ ہی (بوسہ لیکر) واسطے خدا کے اب پچھلی باتون کا ذکر نہ کرنا۔ مجھے وحشت ہوتی ہی۔
آزاد۔ اسوقت جوش اور ولولے کی باتین لطف دیتی ہین نہ اگلی پچھلی باتین۔ مین نے صرف تمھارے چھیڑنے کے لیے کہا تھا
شہزادی۔ تو جان من چھیڑنے کی اور بہت سی باتین ہین

راوی۔ کیا غضب کا فقرہ کہا کسقدر جامع ہی۔ اللہ اللہ
آزاد۔ ہم تو مس کلیرسا کی نوازش کے کمال ممنون ہین
اب ایسے مقام پر لے چلو جہان روسیون کا خوف نہو بس
شہزادی۔ جانی خدا را ایسی باتین نکرو جو اسوقت
لطف صحبت اور ہمارے تمھارے مزے کو کرکرا کر دین واسطے
خدا کے ایسا نہ کرنا تیری ایک ایک ادا دلمین کھب گئی
ہی جاہے ثروت جاتی رہے۔ آرام و راحت سے ہاتھ دھو دون
عیش کھو ؤن مگر آزاد سے مفارقت گوارا نہین۔

ہی ترے رخ سے آفتاب خجل　　کف پا سے ہے ماہتاب خجل
جام پر ہنس رہا ہی ساغر لب　　چشم میگون سے ہی شراب خجل
ہنستے مین جب وہ دانت دیکھ لیے　　ہو گیا گوہر خوش آب خجل
دیکھتے ہی عرق عرق ہو جاے　　آگے اس گل کے ہو گلاب خجل

آزاد۔ کیون پیاری۔ بھلا تمام عمر ایسی ہی محبت رہیگی۔
شہزادی۔ اور یہ ترقی پائیگی اور محبت بڑھتی جائیگی۔
آزاد۔ بھلا یہ وعدہ کرتی ہو کہ میری زندگی بھر تمھارا پیار
بدستور قائم رہے گا اور کبھی ذرا بھی کم نہ ہونے پائے گا۔
شہزادی۔ معقول مین یہ اقرار البتہ کرتی ہون کہ اپنی زندگی
بھر اسیطرح دل و جان سے قربان رہونگی۔ مگر یہ اقرار کیونکر
کر سکتی ہون کہ تمھاری زندگی بھر محبت کم نہو گی۔
آزاد۔ (مسکرا کر) بات تو واقعی اچھی پیدا کی۔
اتنے مین دور چلنے لگا۔ شہزادی اپنے دست نگارین سے
بھر بھر کے جام دیتی تھی اور صحبت کے مزے لیتی تھی کہ دفعۃً قبلہ رخ
سے گھنگھور گھٹا اٹھی اور بجلی چمکنے لگی پھر کیا پوچھنا تھا۔

ابر سے آب روان ہی لغزش مستانہ ہی
گردش گرداب ساقی گردش پیمانہ ہے
سرو مینا ہے نواے فاختہ مستانہ ہے
دست ساقی شاخ ہی ہر ایک گل پیمانہ ہے

راحت و عیش و طرب کس کا گذر ہوتا نہین
یا الٰہی دل ہے میرا یا مسافر خانہ ہے

آزاد۔ یا خدا جیسے خوش و خرم ہم دونون آج ہین ایسے ہی
تمام عمر رہین۔ یا الٰہی یہ طرب و نشاط کم نہو۔ یا رب یہ مسرت و انبساط
کالعدم نہو۔ یا باری تعالیٰ ہم دونون ہمیشہ فائز بمرام رہین
ہمیشہ آرزوئین بر آئین اور نیکنام رہین۔

جب تک ہے بقا ساری خدائی کو خدایا
تا حورین پھرین خادمین غلمان کے برابر
دشمن ترے پامال رہین صورت سبزہ
پھٹکے نہ خزان تیرے گلستان کے برابر
ہو ایسی تری حشمت و اقبال کو رفعت
پہونچے نہ فلک بھی ترے دامان کے برابر

شہزادی۔ (بوسہ لیکر) آمین خدا کرے یہ دعا قبول ہو۔
آزاد۔ بیشک قبول ہے۔ ہم خدا کے مقبول بندے ہین۔
اب سنیئے کہ دور شراب کے بعد مستی نے رنگ اثر جمایا۔

بیا ساقی آن مے کہ حال آورد　　کرامت فزاید کمال آورد
بیا ساقی آن جام چون شعلہ　　بدہ تا زنم بر فلک بارگاہ
بیا ساقی آن جان چون سلسبیل　　کہ دل را بفردوس باشد دلیل
بیا ساقی آن لعل یاقوت رنگ　　کہ گرد از رخ لعل و یاقوت رنگ
بدہ ساقی آن آب افسردہ را　　بیا زندہ ساز این دل مردہ را
بدہ ساقی آن بکر مستور مست　　کہ اندر خرابات دارد نشست

پولینڈ کی شہزادی کا جوبن پھٹا پڑتا تھا اور نشہ شراب نے اور بھی
آتش حسن کو بھڑکا دیا تھا۔ آزاد با شاہجہان سیہ نرگسی و جبین نازنین

اور پیشانی نورانی اور زنخدان صفا پرور اور رُگل رُخسار اور بناگوش صفا کوش کے بوسے لیتے جاتے تھے اور برابر جواب پاتے تھے آزاد نے ان اشعار ون کو مین مستی مین ترجمان دل کیا۔

چہ قامتی کہ ز سر تا قدم ہمہ جانی | چہ صورتی کہ بہیچ آدمی نمی مانی
چہ صورتی کہ گل گلستان فردوسی | چہ قامتی کہ سہی سرو باغ و بستانی
بسے حکایت حسنت شنیدہ ام جانا | کنون کہ دیدمت الحق ہزار چندانی

زجستجوے تو بنشینم ار چہ ہر تقسیم
میان خون دل و آب دیدہ بنشانی

شہزادی دل مین سوچنے لگی کہ دیکھیے یہ عیش و طرب دائمی ہی یا دو روزہ مارے خوشی کے اشک پریشان روزگار آنکھون سے جاری ہو گئے تھے آزاد آنسو پونچھتے ہین اور دونون آنکھون کے پیارے بوسے لیتے ہین مگر طرفین کی یہ کیفیت کہ کبھی خوش کبھی ناخوش۔ کبھی شکریہ باری ادا کرتے تھے کہ منہ مانگی مراد پائی آرزوے دلی بر آئی۔ کبھی یاس و نومیدی صورت مہیب دکھاتی تھی بُری گھڑی سامنے نظر آتی تھی۔

گاہ امید گاہ ناامید | رنگ رخ گاہ سرخ گاہ سفید

آزاد کو حسن آرا بیگم یاد آئین تو بے اختیار رو دیے۔

بیوفائی کا اپنی گاہ خیال | اور بدنامیون کا گاہ ملال
موج غم دل پہ عازم شبخون | مائل چاک جیب دست جنون

جان دینے پہ یاس ابھارتی تھی
دل سے لطف حیات اتارتی تھی

شہزادی۔ اسوقت ہم دونون کو خدا جانے کیا یاد آیا لاکھ ضبط کیا مگر آنسو آنکھون سے نکل ہی پڑے۔

دلمین اک درد اٹھا آنکھون مین آنسو بھر آے
بیٹھے بیٹھے ہمین کیا جانیئے کیا یاد آیا

آزاد۔ زیادہ خوشی مین ایسا ہی ہوتا ہی کچھ مقام خوف نہین ہی
شہزادی۔ اُف مین نے لاکھ لاکھ چاہا کہ ضبط گریہ کرون مگر نہ رہا گیا مجبور ہو گئی اور آنکھون سے اشک جاری ہو گئے۔
آزاد۔ علیٰ ہذا القیاس۔ آؤ اب منہ دھو ڈالین۔

شہزادی نے خواصون کو آواز دی وہ پانی لیکر آئین ادب کے ساتھ میان بیوی کا منہ دھلایا کچھ فواکہ لذیذ و لطیف کھلائے اور باہر چلی گئین۔ ادھر بالکل تخلیہ ہو گیا۔

شہزادی۔ بس اب رنج و غم پاس تک پھٹکنے نہ پائیگا۔
آزاد۔ (مسکرا کر) ابھی ایک بات کہون تو تنکنے لگو گی۔
شہزادی۔ (تیکھی چتون کرکے) تمہین قسم جو نہ کہو۔ فرمایئے
آزاد۔ اب ہمین یہ فکر پیدا ہوئی کہ کسی اور شہزادی کو پسند کر رکھین تمہارا تو اعتبار نہین رہا۔
شہزادی۔ کیا ہمارے ہوتے ساتھ اور کی ضرورت کیا ہی۔ تم تو پہیلیان بجھواتے ہو۔ اور۔
آزاد۔ شاید ۔۔۔ کہو ۔۔۔ مین سوچتا ہون کہ شاید ــــــ مبادا ــــــ کوئی ــــــ
شہزادی۔ یا میرے اللہ۔ اے صاحب کچھ کہیے گا بھی تو بہ
آزاد۔ شاید کسی ملک کے دو اور شہزادے آجائین تو ہم پھر نکلوا لیے جائین۔ (کھنکار کر) کیون!

شہزادی بہت شرمائی جھیپ کر گردن نیوہڑالی! اب اُسکے بعد کیا لکھین دولہا دلھن کا حال وہی دونون جانین۔

ہمجولیان باہم چہل کرتی تھین اور تاک جھانک کی فکر مین تھین ایک خوجہ نے دروازے پر ہاتھ مارا مگر صلاے بر نخاست خواصون نے منع کیا اور کہا حضور ہمارے اوپر بدنامی رہیگی حضور خفا ہونگی کہ تمنے کیون نہ روکا وہ خواصون کی باتین کب مانتے والی تھین کسی نے

آئینے میں سے جھانکا۔ کوئی دروازے کی درازوں سے دیکھنے لگی لیکن آزاد پاشا نے یہ چالاکی کی تھی کہ کمرہ بدل دیا تھا آخرکار یہ سب تھک کے سو رہیں۔

صبح کو ہمجولیاں بن ٹھن کے آئیں تو کمرے کے دروازے بند پائے کسی نے دروازے پر ہاتھ مارا۔ کسی نے زنجیر ہلائی کسی نے آواز نفیری دی ایک نے چلّا کر کہا۔ سونے والے جاگو۔ جاگو جاگو بیخبر سونے والو۔ رات اندھیری ہے مینھ رم جھم برستا ہی چندرمن کی رین آئی ہی جاگو سونے والو قہقہے پر قہقہے پڑتے تھے اور خیر سے جتنی تھیں سب چمن طبع گلین مزاج ہنسوڑ دل لگی باز عیار شوخ کوئی مہذب نہیں اتنے میں کیا دیکھتی ہیں کہ پولینڈ کی شہزادی نازو ادائے دلربائی کے ساتھ جھومتی ہوئی سامنے سے چلی آتی ہی جتنی کھڑی تھیں دنگ ہو گئیں اور قہقہہ لگا کر باتیں کرنے لگیں۔

ایک۔ ارے! کیا خوب۔ یہ کدھر سے آگئیں شاباش شاباش

دوسری۔ اڑکے آئیں کیا؟ آخر یہ آئیں کس طرف سے واہ!

تیسری ہم جانتے ہیں اسطرف کوئی کمرہ ہی وہاں سوئی تھیں

چوتھی۔ ہان! ہان! اور وجہ سمجھیں جسمین کوئی جھانکنے نہ پائے یہ تو ایک کلان کار ہیں نہ۔ ہم سمجھ گئے۔ خیر

شہزادی۔ اللہ جانتا ہی تمہاری کسی کی باتیں جو ہماری سمجھ مین بھی آئی ہوں۔ خدا جانے یہ سب کی سب کہہ کیا رہی ہین زعفران کا تختہ تو نہیں ہی یہان کوئی ہنسی ضبط ہی نہین ہو سکتی ہمجولی۔ اسوقت تو کل سے بھی زیادہ جوبن ہی۔ مگر بال بے طور بگڑے ہوے ہین نرگس غمزہ زن کی چشمک نئی ادا ہی لطف دکھاتی ہی زلف چلیپا سنبل شکن کیطرح پیچ و تاب کھاتی ہی معلوم ہوتا ہی شب کو عطر کے دریا بہا دیے۔ گیسوے دراز کی عطر بیزی اور لباس کی گل ریزی ستم ڈھاتی ہی کہ روح وجد میں آتی ہی اور مست ہوئی جاتی ہی

اسوقت واقعی شہزادی کا حسن اور جوبن قابل دید تھا۔ بلکہ دید تھا نہ شنید تھا۔ عورت کیا آفت تو بہ نصوح تھی نمکپاش جگر مجروح تھی۔ عدوے شکیب و ہوش۔ سمنبر سمن پوش۔

طوبےٰ مثال سرو ے و شمشاد قامتے
من وصف قامتے تو چہ گویم قیامتے

اور نزاکت کا تو اور ہی عالم تھا ہر رگ و پے مین نزاکت کوٹ کوٹ کر بھری تھی یون تو جو تھی نازک بدن مگر انکی نزاکت سب سے بڑھ چڑھ کر تھی۔ کئی ہمجولیون نے ملکر کہا واقعی نزاکت اسے کہتے ہین۔ نزاکت اس کے معنی ہین

نازک اندامے کہ عالم کشتۂ آغوش اوست
سایۂ بالاے او از سرکشی ہمدوش اوست

شہزادی اٹھلاتی ہوئی چلی کہ کمرے کے دروازے کھولکر آزاد کو جگا دوں تو ہمجولیان ہنسکر تالیان بجانے لگیں وہ لطف خرام ناز تھا کہ ہمجولیان بلائین لینے لگین۔ ایک نے کہا کیا مستانہ چال ہی۔ دوسری بولی عجب خرام ناز ہے۔

بسکہ جان بخشد خرام آن پری
سازد از نقش قدم کبک دری

ایک خادمہ کو حکم دیا کہ آزاد پاشا کو جگا دو۔ گھڑی دن چڑھ گیا ہی اب اٹھیئے۔ خادمہ نے جھک کر کہا حضور مین تو نہ جانے کی دام بھلا میں کیونکر جاؤن۔ جوان آدمی اور نام خدا مین بھی جوان اگر جگانے جاؤن تو خدا جانے وہ اپنے دل مین کیا سمجھین۔

شہزادی۔ اب باتین نہ بناؤ۔ جاکے جگاؤ جلدی۔

خادمہ ای حضور ذرا غور تو کر لیجیے مین جوان ہون بابوڑھی اچھا جوان ہی ہوں نہ۔ اور وہ ماشاء اللہ جوان آدمی ہیں قد و نون جوان اب اکیلے کمرے مین جہان ایک جوان مرد سوتا ہو

وہان جانا ہماری وضع کے تو خلاف ہی۔ ہم نہ جانے کے آداب ہون جیسا حکم ہو تعمیل کرون۔ مگر ذری غور کر لیجئے۔

شہزادی۔ اری نادان۔ اتنا نہیں سمجھتی کہ انکی نظر تجھ پر نہیں پڑیگی جس سیج پر ہم سوئیں وہان خادمہ کا گذر نہیں۔

خادمہ۔ حضور یہ نہ کہئے یہ مین نہ مانونگی جوانی اور حسن بلائے بے درمان ہی اور پھر جوانی بھی کیسی اٹھتی جوانی۔

الغرض خدا خدا کر کے وہ حسین خادمہ چمکتی ہوئی کمرے کے اندر گئی باواز بلند کہا حضور کسی اور خواص کو بھی بھیجئے۔ دولہن ہون وہ تو گھوڑے بیچکر سو رہے ہین (آزاد کی طرف مخاطب ہو کر) اجی خداوند اب کب تک آرام کیجئے گا۔ اٹھئے حضور دن بہت چڑھا ہی سارے مین دھوپ پھیل گئی ہی۔ حضور وہ تو بولتے تک نہیں لب تک نہیں ہلاتے۔ بیخبر پڑے سو رہے ہین۔

شہزادی۔ شانہ پکڑ کے ہلاؤ ضرور جاگ اٹھینگے۔

خادمہ۔ حضور ڈر معلوم ہوتا ہی۔ خدا جانے برا مانین بد دماغ ہو جائین کچھ کہہ اٹھین مفت مین خفا ہو جائین حضور خود ہی آن کے جگا دین۔

آزاد انگڑائی لیتے ہوئے اٹھے۔ خواص نے جھک کر سلام کیا اور کہا خداوند آج دیر تک سوئے۔ اب اٹھئے سب عورتین جمع ہو گئی ہین۔

اتنے میں کل شہزادیان کمرے کے اندر داخل ہو گئین اور جاتے ہی قہقہہ لگایا۔ ایک نے کہا سلام۔ دوسری بولی مبارک تیسری نے کہا کہ اب آپ آج دعوت کیجئے خدا نے یہ دن دکھایا کہ چاندسی بہو پائی اب آج جشن ہو۔ اور خوب اظہار مسرت ہو۔

آزاد۔ جشن تو مہینون رہیگا۔ ایک دو دن چہ معنی دارد۔

شہزادی۔ مہینون! خدا جانتا ہی برسون بلکہ تمام عمر۔

ہمجولی۔ خدا کرے تمام عمر جشن رہے مگر آجکل تو ضرور لطف ہو۔ یہی دن تو خاص لطف اور جشن کے ہین۔ اور کیا۔

بما ناوان دوست کو دوستان را
غذائے دل وراحت جان فرستد

آزاد پاشا نے کہا مین حمام کر کے ابھی ابھی آتا ہون شہزادی کی طرف مخاطب ہو کے کہا ان سب کو بٹھاؤ جانے نہ دینا آج بڑی دل لگی ہوگی۔ شہزادی نے کہا مگر شرط یہ ہی کہ جلد آؤ ورنہ یہ سب طعنے دینگی کہ۔ طاقت مہمان نداشت خانہ بہ مہمان گذاشت

آزاد ایک کمرے میں غسل کے لئے گئے ادھر بزم طرب آراستہ ہوئی شہزادی نے کہلا بھیجا کہ چاہے دیر مین آؤ مگر

سر سے پا تک نکھر کے آئیے گا	اک ذرا بن سنور کے آئیے گا

ہمجولی۔ ای ہی۔ آج اسوقت تم پر البتہ عالم ہی۔ خدا جانتا ہی اس طرح کا جوبن ہے کہ ہم تک کو بے اختیار چومنے اور گلے لگانے کو جی چاہتا ہی۔ بس اور کیا کہون۔

ساق نور انیش در پیرہن رنگین او
شمع کافور ست در فانوس روشن کردہ اند

اور ادھر آزاد پر نکھار ہو تو وہ ایک ستم ڈھا ئین۔ خوب جوڑ چھپکے۔ ہی تو آزاد بھی نہایت حسین اور مہ جبین۔ اتنے مین آزاد پاشا بھی نکھر کے آگئے۔ کرسیون کی نشست تھی اور باہم چہل اور دل لگی ہوتی تھی۔ دو چار رنگین طبع اور شوخ نوجوان چھوکریان شہزادی کو چھیڑتی تھین

ہمجولی۔ مبارک حضور! کہئے شہزادی پسند آئین حضور تو بھاگے جاتے تھے۔ شرم تو نہ آئی ہوگی۔ وہ کون بد تمیز دلھن این جن کو آپ رنجھے تھے۔ یہ شہزادی کیسی برق دم پری پیکر غیرت حور ہین۔ ان کو چھوڑ کر اور کو چاہنا ستم ہے۔

آزاد۔ گذشتہ را صلوٰۃ آئندہ را احتیاط۔ مضی ما مضی

ہمجولی۔ ایسا نہ ہو کہ اب پھر وحشت کی لو۔ اب اسکو اپنا گھر سمجھو کہین آنے جانے کا نام زبان پر نہ لانا۔

آزاد۔ کیا مجال۔ کیا تاب۔ کیا طاقت۔ آنا جانا کیسا۔

من از آن حسن روز افزون کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت برون آرد زلیخا را

یہ ہمارے حسن روز افزون کا اثر ہی کہ شہزادی ہم پر عاشق ہوگئی ورنہ ایسی معقول اور امیر عورت کو کیا کمی تھی۔ اچھے اچھے شہزادے چوم کے شادی کر لیتے۔ مگر ہمارا سا حسین حبیب کوئی ہو

ہمجولی۔ اچھا مانا مگر خدارا اب اپنی بات پر قائم رہنا۔

آزاد۔ قول مردان جان دارد۔ ایسی بات ہی بھلا۔

شہزادی۔ اب یہ باتین جانے دو۔ ہمین یقین نہین کہ کوئی انسان جسکو خدا نے ذرا بھی عقل دی ہو ایسے مقام کو چھوڑ کر کہین اور جانے کا نام زبان پر لائے۔ کہ امجال۔

آزاد۔ کچھ جنگ کا حال بھی معلوم ہوا ہی۔ کوئی اخبار تو منگوائیے۔ عرصہ سے اخبار نہین پڑھا ہی۔

ہمجولی۔ ابھی تک کوئی جیتا ہارا نہین دونون مساوی ہین۔ مگر ترک ذرا دب گئے ہین ایک مقام پلونا ہی وہان آج ترکون کی فوج جوق جوق جمع ہوئی ہی۔ روسی بھی فکر کر رہے ہین کہ کسی طرح ترکون کو وہان سے ہٹائین۔ ایشیاے کوچک مین ترک مغلوب ہو گئے ہین اور روسی غالب دیکھئے کیا ہوتا ہی۔

آزاد۔ اور یورپ مین اب فوج کہان ہی۔

ہمجولی۔ کہا نہ کہ پلونا کے پاس ترکون کی فوج جمع ہو رہی ہی اور روسی خیکا گھاٹی پر دندناتے ہین۔ ایشیا مین البتہ ترک غالب ہین

شہزادی نے آزاد کے کان مین کہا۔ سنئیے حضور والا! اگر آپ نے ہمین چھوڑ دیا اور موقع پا کر ہندوستان بھاگ گئے تو یہ سب کی سب ہمین طعنے دینگی اور برا بھلا کہینگی۔ آزاد نے مسکرا کر جواب دیا اب ہمارا مطلب تو نکل گیا رہنا نہ رہنا خدا کے اختیار ہی۔ اس پر شہزادی نے کہا۔ واہ

دل مین منصف تو ہوجیے صاحب — ہم نے تو آپ کے لیے صاحب
سلطنت ترک کی وطن چھوڑا — باپ مان سے بھی اپنے منہ موڑا
اقربا سے گوارا کی فرقت — پر نہ چھوڑی حضور کی الفت
آپ بے اعتنائی کرتے ہین — اتنی ہم سے رکھائی کرتے ہین

واہ کیا تم نے قدردانی کی
داد دی خوب جانفشانی کی

آزاد نے ہنسکر کہا۔ خدا جانتا ہی ان باتون سے ہمین سخت رنج ہوتا ہی بار بار مفارقت اور غم اور جدائی ہی کا ذکر کرتی ہو یہ کیا بات ہی۔ اس تقریر سے کیا واسطہ۔ اگر مجھے بھاگنا ہوتا تو منظور ہی کیون کرتا اور اب بیوی بنا کے بھاگ سکتا ہون؟ غیرت نہ آئیگی۔ پھر یہان جو چین اور آرام ہی وہ ساری عمر خدائی مین تو ملے ہی گا نہین۔

شہزادی۔ دکلیرسا سے آج مس میڈا کو نہین دیکھا۔ یہ کیا

کلیرسا۔ کچھ طبیعت علیل ہی۔ سر مین درد بتاتی ہین لیٹی ہوئی ہین

ہمجولی۔ وہ کل ہی سے سست ہین رات کو آئین تک نہین۔ سر شام ہی سے سو رہی تھین درد سر ہی اور کھانسی آتی ہی

[شہز]ادی۔ درد سر نہین۔ درد دل ہی اور ہوا ہی چاہے۔

غمہاے مردہ در دل ما زندہ ساخت ہجر
گویا شب فراق تو روز قیامت است

میڈا دل مین سوچی کہ مین نے روپیہ کی فکر کی تب کہین آزاد پاشا میدان جنگ کے لائق ہوے مگر اس کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ شہزادی کی بغلین گرم ہوئین اور یہان افسردہ دلی

نصیب ہوئی۔ افسوس صد افسوس واے ستم واے ستم

فراق دوستان دیدن نشانے باشد از دوزخ
معاذ اللہ غلط کردم کہ دوزخ زان نشان باشد

اب اسقدر بھی طاقت نہیں ہی کہ نظر اُٹھا کے دیکھوں بس
فرط نقاہت سے یہی جی چاہتا ہی کہ پڑی رہوں جنبش تک نکروں

نمی رسد نگہ از دیدہ تا در دیدہ
ازان زمان کہ تو رفتی نگاہ بیمار است

اب جان کوئی دم کی مہمان معلوم ہوتی ہی۔ ستم ہی کہ میرے سامنے آزاد کی شادی ہو۔ بڑے بڑے سپہ سالار اور نامی گرامی وزیر زادے اور اچھے اچھے امیر اور رؤسا تمنا رکھتے تھے کہ میرے ساتھ شادی ہو مگر ہزاروں میں میں نے آزاد کو منتخب کیا تھا۔ اب زندگی کا خدا حافظ ہی۔

بے تو آمد جان بلب از دل کنون آمد بلب
این مسافر تا عدم منزل بمنزل می رود

آزاد تیرے فراق نے مجھے زندہ در گور کر دیا اور کہیں کا نہ رکھا یاس کی صورت ہر در و دیوار سے نظر آتی ہی اور جگر خون ہو گیا ہی

در دو نم بے تو شد دریاے خون از شوق دید نہا
حباب آسا داغہاے سینہ موج دل طپید نہا

مگر میرے نالۂ شبگیر میں اثر ہی تو انشاء اللہ آرزو بر آئیگی دعاے سحری ہرگز بیکار نہ جائے گی۔

نہ کہیئے نالۂ عاشق میں کچھ نہیں تاثیر
سُنی ہی تم نے کسی کی ابھی کہاں فریاد

اگر آرزوے دل بر آئی تو فبہا ورنہ ہم اور اجل۔ یہی ہمارا بیڑا پار کردیگی۔ ایسی زندگی سے موت ہی اچھی۔ جب رنج ہی رنج ہو۔ جب پیمانۂ دل غم ہی سے لبریز ہو جائے تو زیست کے تین حرف۔

دل ہی غذاے رنج جگر ہی غذاے رنج
پیدا کیا ہی ہم کو خدا نے براے رنج
حاصل کسی سے کچھ نہیں ہوتا سواے رنج
دنیا میں لائی ہے ہمیں قسمت براے رنج

اتنے میں مس کلیرسا نے شہزادی کے کان میں کہا ہمیں کچھ خبر بھی ہی خوجی پکڑے گئے ہیں سنا ہی پھر کچھ لوگ آزاد کی تلاش میں آئے ہیں میں نے خادمہ بھیجی ہی کہ جا کے پتہ لگائے۔ دیکھئے کیا خبر لاتی ہی۔ یہ خبر وحشت اثر سُنکر شہزادی دھک سے رہ گئی۔ آزاد چتونوں سے تاڑ گئے کہ دال میں کالا کالا ضرور ہے۔ پوچھا خیر باشد آثار بُرے ہیں شہزادی کے تیور بیڈھب پڑتے ہیں۔ شہزادی نے چپکے سے کہا سُنتے ہیں خوجی کو چند آدمیوں نے گرفتار کر لیا۔ آزاد کا چہرہ اُداس اور رنگ فق ہو گیا۔ مگر استقلال کے ساتھ پوچھا کہ ان لوگوں کا حال تو اچھی طرح دریافت کر لو کہ وہ کون لوگ ہیں۔

اتنے میں وہ خادمہ بدحواس اور سراسیمہ آئی۔ مس کلیرسا کو علحدہ بلوایا شہزادی اور آزاد بھی ہمراہ گئے۔ خادمہ نے کہا حضور خبر تو اچھی نہیں ہی۔ بڑی بُری خبر ہی۔ خوجی بونے کو گرفتار کر لیا ہی اور دھمکا رہے ہیں کہ بتاؤ آزاد کہاں ہیں اور وہ بیچارے بہت پریشان کرتے دم رتے کچھ نہیں بن پڑتا ہے۔ مجھکو دیکھکر اشارے اشارے میں کہا کہ خبردار ہمارا اور آزاد کا حال اور لوگوں کو نہ بتانا۔ میں نے اُن سے پوچھا یہ بونا کون ہی تو اُنھوں نے کہا یہ ہمارے ملک کے دشمن کا دوست ہی اگر آزاد کا حال موبمو اور راست راست بلا کم و کاست بتا دے تو خیر ورنہ ہم اسکو بھی برفستان میں قید کر دینگے۔

بڑی تحقیقات کر رہے ہین مس کلیرسا نے کہا بڑی خراب خبر لائی ہو یہان جس کسی سے دریافت کرینگے سب کے سب یہی کہینگے کہ آزاد کی شادی کے جلوس کے ساتھ تھے اور انھین کا انتظام تھا فتہ رفتہ سب باتین کھل جائینگی۔ شہزادی نے گھبرا کر پادری صاحب کو بلوایا اور رو رو کر سارا حال کہہ سنایا۔ اسکے بعد اصرار کیا کہ آپ مہربانی کرکے خبر لائیے اور یہ بھی دریافت کیجیے گا کہ آزاد پاشا کو تو تم لوگ گرفتار کر لے گئے تھے اب انکی تلاش کیسی ہو رہی ہے۔ پادری صاحب نے تھوڑی دیر غور کرکے کہا۔ لڑکی تیری خاطر سے مین جاتا ہون حال تو سب دریافت کر لونگا۔ مگر جھوٹ نہ بولونگا۔ جھوٹ سے مجھے کلی نفرت ہے یہ کہکر پادری صاحب روانہ ہوئے دیکھا کہ ایک مقام پر دو آدمی خوجی کو گرفتار کرکے سوالات کر رہے ہین پادری صاحب کو دیکھکر ایک نے سلام کیا۔ خوجی بذات تو تھے ہی پادری کی صورت دیکھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور ادب کے ساتھ کہا حضور فوج کے افسر ہین نہ۔ ان لوگون نے مجھے مفت مین پھانس لیا ہے اور دھمکاتے ہین ذرا آپ میری للہ مدد کیجیئے۔ خدا کے لئے اعانت فرمائیے

پادری۔ تم کون ہو۔ کہان سے آئے ہو کس ملک کے رہنے والے ہو اور یہان کیون آئے ہو۔

خوجی۔ مین پٹھان ہون۔ کابل کا باشندہ۔ آیا پشاور سے۔

پادری۔ یہان کس ضرورت سے آنا ہوا تمھارا۔ سچ بتاؤ۔

خوجی۔ خداوندا سچ بلکہ سچ کا بھی باپ کہون مین تاجر انار ولائتی اور سیب بیچتا ہون آزاد کا نام سُنا ہے مگر صورت آشنا نہین یہ سب زبردستی مجھے پھانسے لیتے ہین۔

پادری۔ تم لوگ کیا سرکاری نوکر ہو۔ کس محکمے کے ہو۔

ایک۔ ہم فوجی ملازم ہین اور یہ بھی ہمارے ساتھی ہین۔

دوسرا۔ حضور کو مین جانتا ہون دوبار دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ شہزادہ صا

مین دوسری بار دریانیوا کے پل پر۔ پادری ہین آپ۔

پادری۔ ہان ہم پادری ہین۔ دریائے نیوا کے پل کے قریب ہمارا مکان ہی ہے اور دو دار سا بھی دوسرے تیسرے دن جانیکا اتفاق ہوتا ہے وہان ہماری بہن رہتی ہین آپ لوگ یہان کسکی تلاش مین آیا ہے۔

ایک نے کہا آزاد پاشا کی فکر کے لئے آئے ہین اور دوسرے نے بھی یہی کہا۔

آزاد پاشا کو پادری کے ذریعے سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ انھین کی تلاش مین آئے تھے پادری صاحب نے اُن دونون سے حالات جنگ دریافت کئے اور آزاد کو کچا چٹھا کہہ سنایا۔ اور حالات ترکی یون بیان کئے۔ جہان تک افسر متعلق ہین شاذ و نادر ایسے پائیے گا جو رشوت سے بری ہین شاید فیصدی دس بھی ایسے نہ ہون اور جو مرتشی نہین وہ باہمی حسد کے سبب سے کام بگاڑے دیتے ہین۔ مگر سپاہ اب تک جان نثار اور نمک حلال ہے اور جوش خروش روز بڑھتا جاتا ہے۔ سلطان المعظم کے لئے اعزہ کی نسبت لوگون کی رائے اچھی نہین ہے وہ سمجھتے ہین کہ یہ اعزہ سلطنت کے دشمن ہین اور انکے سبب سے دولت رفیعہ ترکی کو نقصان پہونچے گا۔

مرا گدائے تو بودن ز سلطنت بہتر

یہان تک مشہور ہوا ہے کہ انھون نے اس ملک کو روسیون کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے لہذا اکثر آدمیون نے گورنمنٹ سے درخواست کی ہے کہ وہ فوراً موقوف کئے جائین اور ایسا نازک کام اُن کے ہاتھ سے نکال لیا جائے نومبر کے مہینے مین رعایا نے کئی ہزار اشتہار جابجا چسپان کر دیے کہ جو لوگ ترکی کے دلی دوست ہین انکو چاہیے کہ مدد کو آئین اس اشتہار مین گورنمنٹ کے خلاف رائے ظاہر کی تھی اور لکھا تھا کہ گورنمنٹ نے ایسے افسرون کو فوج مین بھرتی کیا ہے جو افسری کے قابل نہین ہین یہ بھی بیان تھا کہ ترک کبھی صلح نہ چاہینگے

کیونکہ افسران صیغۂ جنگ رشوت لیکر روس کی خاطر صلح کئے لیتے ہین ہم رعایائے ٹرکی نے عہد کیا ہے اور دل مین ٹھان لیا ہے کہ اپنی جان شیرین اپنے ملک پر نثار کردین لہذا آخری دم تک ہم ضرور لڑینگے اگر خدا کو یہی منظور ہے کہ ہم فتح نہ پائین تو ہم کو لازم ہے کہ پہلے اس افسر کو قتل کر ڈالین جسکے یہ سارے کانٹے بوئے ہین اور اُسکے بعد لڑکر مر جائین یہ اشتہار گورنمنٹ کے حکم سے فوراً چاک کر ڈالے گئے مگر اُن کا اثر بہت کچھ ہوا دوسرے ہی روز تمام شہر مین مشہور ہو گیا کہ اُس افسر کو کسی نے زہر دیدیا۔ یہ افسر سلطان کا عزیز قریب تھا۔ اُنکے اطبا نے اس خبر کی تردید کی مگر اس امر کو تسلیم کیا کہ عارضہ سخت ہے اور کئی دورے ہو چکے۔ چند روز مین اُنھون نے صحت پائی مگر اُنکا رعب کم ہو گیا تھا ان پر یہ تہمت تراشی گئی کہ یہ سلطان مراد کو تخت پر بٹھایا چاہتے ہین بعض کے نزدیک خبر بہت صحیح تھی اور بعض کو اسمین شک تھا بعض اسکی تردید کرتے تھے۔ جب یہ خبر مشہور ہوئی تو گورنمنٹ نے سلطان مراد کے مقام سکونت کو سپاہ سے گھیر لیا۔ چند روز کے بعد سلطان سابق کے چالیس پچاس ملازم گرفتار کر لئے گئے۔ مشہور ہے کہ گورنمنٹ کے حکم سے وہ سب پھانسی دیکر مارے گئے۔ مگر ٹرکی اخبارات سے یہ بات منکشف نہین ہوتی۔ ایک اخبار نے لکھا تھا کہ وہ جلا وطن کئے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تھوڑے عرصہ مین یہ بات مشہور ہوئی کہ رعایا نے واقعی اِس افسر کو زہر دیا تھا مگر اطبا نے نہایت کوشش سے اُسکے اثر کو دفع کیا اس عرصے مین حضرت سلطان معظم نے خواب دیکھا کہ اگر صلح ہو جائے تو ٹرکی کے لئے انسب و اولیٰ ہے۔ اور شیخ الاسلام نے بھی یہی خواب دیکھا۔ لہذا مساجد مین علما نے اِس خواب کا حال بعد نماز بیان کرنا شروع کیا۔ مگر رعایا کے دلون پر اسکا اثر مطلق نہ ہوا ادھر تو رعایائے ٹرکی صلح کے خلاف تھی اُدھر روسی اُنکی خواہش تھی کہ جب اچھی طرح فتح حاصل کر لین تب صلح کرنے پر راضی ہون تاکہ زیادہ فائدہ ہو۔

اب سُنیے کہ اخبارون کو تاکید اکید کی گئی کہ خبردار ایسی خبر نہ شائع کرنا جس سے عوام کے دل پر انگیختہ ہو جائین اگر ایسی خبر شائع ہوئی تو تمھارے حق مین اچھا نہ ہوگا۔ گورنمنٹ کو خوف ہوا کہ مبادا رعایا بگڑ کھڑی ہو مگر حضرت سلطان آجکل مختلف سلطنتون کو یقین دلاتے ہین کہ جس رفاہ اور تبدل کی ضرورت ہے وہ دریغ نہ کرینگے۔

آزاد۔ افسوس صد افسوس۔ اب یہ نوبت آگئی ہے۔ خیر۔ اچھا۔

پادری۔ خدا کرے صلح ہو جائے۔ جنگ اخلاق کے بالکل خلاف ہے۔

آزاد۔ جی ہان۔ مگر حکمت عملی کے خلاف تو نہین ہے۔ بس۔

پادری۔ روس اب کسی قدر غالب ہے۔ ترک جیوٹ کے ہین۔ مگر افسر نکمے پائے۔ پھر خالی خولی سپاہ سے کیا ہو سکتا ہے۔ بھلا

آزاد۔ یہی تو خرابی ہے۔ بھلا اسلیٹن کا نام بھی کسی سے سُنا۔

پادری۔ نہین۔ وہ لوگ پادری صاحب سمجھ کر اسقدر کھلے ورنہ ہرگز ہرگز کل امور بالتفصیل نہ بتاتے۔ جنگ دو سر دارد۔ ابھی کوئی نہین جانتا کہ کون فتحیاب ہوگا مگر روسی شپکا گھاٹی پر بڑی مستعدی سے قابض ہین۔ یہ بہت اچھی بات ہے۔

آزاد۔ واللہ اعلم۔ انگلستان مین وزرا اور ممبران پارلیمنٹ اور وقائع نگارون کی کیا رائے ہے۔ اخبار یہان نظر ہی سے نہین گذرتا۔

پادری۔ وزرا کی یہی رائے ہے کہ دونون کو لڑنے دو۔ جہانتک ممکن ہو صلح کرو۔ اور اگر اتفاق سے قسطنطنیہ پر روس کا قبضہ ہو جائے تو روس سے کہدیا جائے کہ آپ تشریف لے جائین۔ یورپ کی کوئی سلطنت آپکو ٹرکی کی دارالسلطنت مین جمنے نہ دیگی۔ انگلستان بیشک اپنے حقوق کا خیال رکھے گا۔

اور یہ انگلستان پر فرض ہے سلطان ٹرکی نے سب سلطنتون کو یقین دلایا ہے کہ وہ اپنی کل رعایا کی جان و مال کی حفاظت کرینگے عام اس سے کہ مسلمان ہو یا عیسائی۔

آزاد۔ اب مجھے آپ کیا صلاح دیتے ہین۔ جب تک مین یہان رہونگا میری جان معرض خطر مین رہے گی۔ روز ایک نہ ایک مصیبت سے سامنا ہوگا اور اب یہان سے بھاگنا ہمت مردانہ اور وضع اہل آبرو کے خلاف ہے

پادری۔ یہان آپ بادشاہی کرتے ہین اور یہ کہسار گویا آپ ہی کا ہے بادشاہی کو چھوڑ کر امید موہوم پر کہین جانا عقل کے خلاف ہے

آزاد۔ مجھے بادشاہی اور شہریاری کی مطلق خواہش نہین ہے مگر ہان خوجی جان کے ساتھ ہے فقط اتنا خیال ہے۔

آزاد پاشا نے جسوقت ٹرکی کا حال سنا آنکھون مین خون اتر آیا۔ ٹھان لی کہ چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے ٹرکی کی مدد کو ضرور پہونچینگے مس کلیریسا نے تنہائی مین باتین ہوئین انھون نے ان کو بہت سمجھایا۔ کہ آزاد پاشا جہالت سے کام نہین نکلتا۔ امید کو ہاتھ سے نہ دو عقل سلیم سے کام لو۔ یہان تمھارے لئے ساری خدائی کی نعمت حاصل ہے آزاد نے بکمال سہولت یون جواب دیا۔ سنئے مس کلیریسا مین آپکی نوازش اور فہمایش کا کمال مشکور ہون لیکن خود سمجھئے کہ مین کیا کہکر آیا تھا۔ یہ شادی بدرجۂ مجبوری قبول کرنی پڑی مہینون قید تنہائی بھگتی۔ ہفتون کنوئین کے اندر بند رہا مگر مین نے انکار ہی کیا حسن آرا سے جو وعدہ مین نے کیا اسکا مجھے ہر دم خیال ہے جان جائے مگر بات نہ جائے مین ہرگز ہرگز شادی نہ کرتا لیکن افسوس ہے مین مجبور ہو گیا۔ مین سمجھا اگر اب بھی انکار کرتا ہون تو پولینڈ کی شہزادی وزیر جنگ کو لکھ بھیجیگی اور مین سیدھا سیبریا کے برفستان کو بھیجدیا جاؤنگا اس سے بہتر یہی ہے کہ اس شہزادی سے شادی کر لون اور پھر ہنسی خوشی رخصت لون۔ اب مجھ سے یہ نہین دیکھا جاتا کہ ٹرکی اس بلا مین ہو اور مین یہان بادشاہی کرون ع مرا گدائے تو بودن ز سلطنت بہتر۔ مین خوب جانتا ہون کہ اگر یہان رہون تو تمام عمر لطف کے ساتھ زندگی بسر کرون اور دنیا کے بادشاہون کی طرح چین اور آسائش نصیب ہون۔ مگر ایسے آرام پر تین حرف۔ ہندوستان سے تا اقصائے روم اور روم سے روس تک میرا نام مشہور ہو گیا کہ آزاد اپنی معشوقۂ عفت کوش کے حکم سے روم جاتا ہے اگر سرخرو واپس آیا تو اس پری پیکر کو عقد نکاح مین لائیگا ورنہ ع یا قسمت یا نصیب یا بخت۔ اور ہمین ذرا شک نہین کہ اگر مین ٹرکی مین شمشیر شجاعت کے جوہر دکھاؤن اور کار نمایان مجھ سے سرزد ہون تو مجھے سچی خوشی حاصل ہو جو مسرت دلی مجھے اسمین حاصل ہو وہ یہان کے رہنے مین نہین حاصل ہو سکتی۔ لہذا مین نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ شہزادی سے رخصت ہون آپ بھی ان کو سمجھائیے تو مزید احسان ہے ورنہ مجھے تو اب کوئی روکنے والا نظر نہین آتا ہان اسمین ذرا شبہہ نہین کہ بعد اختتام جنگ اگر زندہ رہا تو شہزادی کو ہمراہ لے چلونگا۔ قول مردان جان دارد جو لفظ زبان سے نکلا اسمین حشر تک فرق نہ آئیگا۔ کیا مجال اگر مین گرفتار ہو گیا تو نہ شہزادی کے کام کا رہا نہ میری آرزو بر آئی کوئی سبب تو ہے کہ اس بادشاہی سے دست بردار ہو کر جانا چاہتا ہون مجھے حسن آرا کے حکم کی تعمیل بسر و چشم منظور ہے ع مرا گدائے تو بودن ز سلطنت بہتر۔ مجھے شہزادی کی خوشی بھی منظور ہے مگر عقل سے کام لینا چاہیئے اور یون تو اگر اس سمن بر پر سے جان بھی قربان ہو جائے تو کیا مضائقہ۔

قاتل کی ہر طرح مجھے منظور ہے خوشی
سر پیشکش ہے جان فدا ہے نثار دل

میرا تو قاعدہ ہی کہ حسین عورت کو دیکھا اور دل آگیا۔ مگر بات اور قول جان کے ساتھ ہی۔ ہان حسین کو دیکھکر دل کسی قدر بے قابو البتہ ہو جاتا ہے۔

ہوتا ہی بیقرار حسینون کو دیکھکر
ایسا دیا ہی کیون مجھے پروردگار دل

خدا جانے کیا سبب ہی کہ روز ولادت سے آج تک انواع و اقسام کی مصیبتین سہین اب تکلیف اور پریشانی ہی مین عمر عزیز بسر ہوئی اگر کبھی خوشی بھی ہوئی تو اسکا انجام رنج ہی ہوا۔ خوشی کی صورت دیکھی ہی نہین اور رنج نے استقلال کیا۔

ز بہر گلہ کہ ہوائے دلم نقاب کشاد
فلک بگلشن حسرت نوشتہ ادبا
سپردن گہ کہ درد فقد مدعا بستند
بدامن طلب مدعی نہاد و کشاد
زمانہ غیر الم نامہ نیست تصنیفش
دلم ز صفحۂ فہرست و گرفتہ سواد
چراغ مہر نمی میرد ای فلک یک صبح
بروییم از نکشائی دریچۂ بیداد
کدام نالہ سر شتم بداغ دل کورا
زمانہ در کرۂ زمہریر غوطہ نداد

مخند اگر بہ فسون زمانہ دل ستیم
نہ بہترم ز سلیمان کہ تکیہ زد بر باد

اب چاہے جو ہو شرکی ضرور ہونگا۔ جنگ مین ضرور شامل ہونگا
ع ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم ؛ خدا حافظ و ناصر ہے۔ حسن آرا نے میرے ہوش و حواس کو ایسا لوٹا کہ کسی کام کا نہ رکھا اُسکے حکم کی تعمیل پر جان دونگا۔

دل بردی و در کمین دینی
با عاشق خود چرا چنینی
پرخون دل و دیدہ از تو تا کی
در بند خیال آن و اینی
دل بردی و دین و جان شیرین
زین طرفہ کہ باز در کمینی
حسن تو ز ماہ و مہر بگذشت
خورشید سپہر ہفتمینی

ہر گرد تو حلقہ بستہ خوبان
چون خاتم حسن را نگینی

کلیسا۔ اچھا مس میڈا سے مشورہ لے لو۔ دیکھو اُنکی کیا رائے ہے وہ بڑی فہمیدہ ہین ضرور رائے صائب دینگی۔ کیا ہرج ہی۔

آزاد۔ اُن سے الگ شرمانا پڑتا ہی۔ خدا خیر کرے۔

کلیسا۔ وہ ایسی نہین ہین کہ بے سبب خفا ہو جائین۔

آزاد۔ اچھا آپ اُن سے دریافت کرین۔ مجھسے تو نہ پوچھا جائیگا مجھے کمال خفت ہی مگر کیا کرون مجبور ہون یہ شادی نہین اسکو ماتم کہتے ہین مگر اس مین کسی کا کیا بس چلتا ہے۔

صبحدم چون در دمد دل صور شیون زاے من
آسمان صحن قیامت گردد از غوغاے من
گوش اہل آسمان و حلقۂ ماتم یکے ست
شیونم تا بر کشید آہنگ یا با ہاے من
زان دل شوریدہ را بر تارک خود می نہم
کاشیان مرغ مجنون شد دل شیداے من

آیۃ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ شد گرہ
بر زبان جبرئیل از شرم عصیان ہاے من

مس کلیسا نے مس میڈا سے مشورہ لیا میڈا تو چاہتی ہی تھین کہ اس گورک دھندے سے آزاد نجات پائین دل مین کمال خوش ہوئین مگر مسرت ظاہر نہ کی تاکہ مس کلیسا اپنے دل مین یہ نہ سمجھین کہ صرف اپنے فائدے کے لئے آزاد کو رائے دی۔

کلیسا۔ بہن آزاد تو بپھرے ہوے ہین کہ میدان جنگ مین ضرور جائینگے ہاری ملنتے ہین نہ جیتی۔ اب تم سمجھاؤ۔

میڈا۔ اگر ہماری رائے لو تو اُن کو بیشک میدان جنگ مین جانا چاہیئے سپاہی آدمی ہین ایسے ویسے نہین ہین۔ سپاہی کے لئے سب سے زیادہ فخر اسی مین ہی کہ وہ معرکے سے منھ نہ موڑے وہ سپاہی کیا جو کسی پر تجھا اور اپنے کام کو ترک کرے۔

کلیسا۔ مگر دفعتاً چلے جانا بھی تو وضع کے خلاف ہے۔

میڈا۔ اور چور دیون نے گرفتار کر لیا۔ اور کیا تم جانتی ہو کہ یہ خبر چھپی رہیگی ہرگز نہین ع نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا ٭ یہ باتین کہین پوشیدہ رہ سکتی ہین۔ اے توبہ

کلیسا۔ پھر چلو چل کے شہزادی سے کہین۔ وہ کہتی ہین جب لڑائی ختم ہو گی تو ہم اُن کو بھی اپنے پاس بلا لینگے۔

میڈا۔ اچھا تو ہے۔ اور اب لڑائی کا خاتمہ بھی ہے۔

کلیسا۔ تو پھر شہزادی سے پہلے تم کہو گی یا پہلے مین کہون۔

میڈا۔ تم ہی چھیڑو۔ پھر مین بھی تمھاری مدد کرونگی۔

مس کلیسا نے شہزادی کو علٰحدہ بلوایا اور کہا بہن کچھ دوسرے تیسرے دن صیغۂ جنگ سے گوئندے اور مخبر اور سوار آزاد کی تلاش مین بھیجے جاتے ہین اور ایک نہ ایک دن آزاد گرفتار ہو جائینگے خوجی نے بہت سی باتین کہدی ہین۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ اُن کو کسی طرف بھگا دو جب جنگ کا چراغ گل ہو جائے پھر بلا لینا ورنہ اگر یہان رہے تو دو چار روز کے بعد تمام عمر کے لئے جدا ہونگے اور فوراً قید کر لئے جائینگے۔ اگر آزاد کو دل و جان سے چاہتی ہو تو بہتر یہی ہے کہ اُنکو اب آزاد ہی کر دو۔ ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ اس بھونڈی محبت سے اُنکی جان جائیگی اور تمھاری عظمت و شوکت اور امارت و ریاست خاک مین مل جائیگی اور پھر افسوس اور حسرت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

شہزادی کے دل پر اس تقریر نے بڑا اثر کیا۔ تھوڑی دیر تک سوچا کی آخر کار مس کلیسا کی رائے سے اتفاق کر لیا۔ اسوقت شہزادی کی عجب حالت تھی چشم خونچکان سینہ بریان۔ کلیجہ دھڑ دھڑ کر رہا تھا مجبوری کا عالم تھا۔ آزاد پاشا بلوائے گئے۔

شہزادی۔ آزاد۔ تخلیے مین تم سے کچھ کہنا ہے چلو۔

آزاد۔ خدا خیر کرے۔ اسوقت تم اسقدر اداس کیون ہو۔

شہزادی۔ (رو کر) خدا کو منظور نہین کہ مین خوش و خرم رہون۔

آزاد کو شہزادی ایک کمرے مین لے گئین۔ سب دروازے بند کر دئے گئے۔ گلے مین ہاتھ ڈال کر خوب روئین آزاد کی آنکھون سے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ دونون عاشق و معشوق بڑی دیر تک رویا کئے۔ آخر کار آزاد نے روے زیبا کا بوسہ لیکر کہا جان من میری ہرگز خواہش نہین کہ مین دھوکا دون مین سپاہی آدمی اور شریف زادہ ہون اور اسکے علاوہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تم میری عاشق زار ہو مگر صاف صاف کہتا ہون کہ اگر مین یہان رہا تو تمھارے اور میرے دونون کے حق مین اچھا نہ ہوگا اس سے بہتر یہی ہے کہ مین اب تم سے رخصت لون اور تمھین خدا کے سپرد کرون۔ مگر مین تم سے اقرار کرتا ہون کہ اگر حیات مستعار باقی ہے تو تم اور مین پھر یکجا ہونگے اسمین ہرگز ہرگز فرق نہ پڑیگا۔

شہزادی (گلے لگا کر) پیارے آزاد۔ اب تم مجھے زندہ نہ پاؤ گے کیا تمھین امید ہے کہ تمھاری جدائی میرا دل برداشت کرے گا۔

آزاد۔ (زار زار رو کر) ہاے کیا اتفاق ہے افسوس۔

شہزادی۔ (آہ سرد بھر کر) تمھارا اس مین کچھ قصور نہین یہ سب میرے دل کا قصور ہے مگر اب تو جو ہوا وہ ہوا۔

آزاد۔ خدا مالک ہے۔ ہم نے کل امور خدا ہی پر چھوڑے۔

ما کار خویش را بخداوند کارساز ‖ سپردہ ایم تا کرم او چہا کند

شہزادی۔ چھوڑا نہین جاتا۔ اب تمھاری رائے پر منحصر ہے۔

من نگویم کہ این مکن آن کن ‖ مصلحت بین و کار آسان کن

مگر یاد رکھنا۔ بھول نہ جانا۔ لونڈی سمجھنا۔

یہ فقرہ کہکر شہزادی بہت روئی اور غش آ گیا۔ آزاد نے خواصون کو آواز دی۔ اپنے زانو پر سر رکھا۔ مس کلیسا اور مس میڈا کو چپکے سے

بلوایا پانی چھڑکا۔ لخلخہ سنگھایا۔ تو تھوڑی دیر میں ہوش آیا شہزادی نے آہستہ سے کہا آزاد یہ تو پہلی منزل ہے۔

ابتدائے عشق میں روتا ہے کیا | آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

ابھی تو عشق کی پہلی ہی منزل ہے۔

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلہا

تمہارے جانے کے بعد اس سے بھی زیادہ بری نوبت ہوگی۔ مگر جو کچھ خواستۂ خدا ہے مشیت ایزدی میں کیا چارہ۔ سوچتی تھی کیا ہوا کیا۔

من در چہ خیالم و فلک در چہ خیال
کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال

آزاد۔ خوجی گرفتار ہو گئے ہیں۔ دیکھیے اس بیچارے کا کیا حشر ہوتا ہے۔ سیدھا آدمی ہے۔ ایسا نہو قبول دے مگر اس سے ایسی امید نہیں ہے آیندہ جو مرضی خدا ہے چارہ ہی کیا ہے۔

شہزادی۔ میں دل سے دعا مانگتی ہوں کہ میرے آزاد پر آنچ نہ آنے پائے یا خدا میری دعا قبول کرلے۔ آمین

یارب این آرزوے من چہ خوش ست
تو بدین آرزو مرا برسان

یہ کہکر شہزادی اُٹھی اور تھوڑی دیر میں ایک چھوٹا سا ڈبا لائی۔ نشانی ہے۔ آزاد نے لیکر سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا اور کئی بار چوما۔ آزاد پاشا کے سفر کی تیاریاں ہونے لگیں خوجیوں نے اسباب باندھا مشورہ ہوا کہ راتوں رات بھاگیں چنانچہ پانچ پانچ کوس پر گھوڑوں کی ڈاک بٹھادی گئی۔ ایک آزاد پاشا کے واسطے دوسرا شہزادی کے ایک خدمتگار کے لئے۔ کوشش بلیغ کی گئی کہ صبح تک دریا کے پار داخل ہو جائیں۔ خوجی کی نسبت اس عرصے میں مختلف خبریں آئیں۔ ایک مرتبہ سنا کہ خواجہ صاحب کو وہ روسی اپنے ساتھ لے گئے۔ پھر ایک شخص نے اُسکی تردید کی۔ پھر معلوم ہوا کہ روسیوں نے بازار والوں سے اُنکا حال دریافت کیا آخر کار معتبر خبر یہ پائی کہ روسی ادھر ادھر آزاد کی تلاش میں گئے تھے اور قریب کے ایک مقام خاص پر ٹکے ہیں

خوجی سٹری بن گئے

واہ اُستاد کیوں نہو۔ مانتا ہوں۔ مگر گیدی بُرے پھنسے۔ اور سب سے بڑھ کر افسوس یہ ہے کہ دگلے والی پلٹن کے کمیدان صاحب کے پاس قرولی بھی نہیں ورنہ دس پانچ کے ہاتھ جاتی خواجہ صاحب ایسے ویسے نہیں ہیں مصر کے پہلوان کو انھوں نے پٹخنی بتائی۔ بوا زعفران کو انھوں نے عورت سمجھ کر چھوڑ دیا ورنہ کچا ہی چبا جاتے۔ روس کی حبشن یعنی پولینڈ کی شہزادی کی کلوٹی خواص کو وہ ڈانٹ بتائی کہ صرف چپتیں لگا کر رہ گئی۔ لیاقت کا یہ عالم کہ کانسل کے نام فارسی میں عرضی لکھی اور ایسی ادق کہ طاہر وحید کے جد امجد کی سمجھ میں بھی نہ آتی۔

ای قبائے بادشاہی راست بربالاے تو
مصرعۂ ثانی غت ربود والاے تو

یہ عنوان کا شعر تھا چنیا بیگم کے ایسے عاشق زار کہ جہاز سے لائیف بوٹ پر آئے مگر آتے ہی یہ غل مچایا کہ ارے یارو! میری افیون کی ڈبیا تو لاؤ۔ یا خدا چاہے سب دب جائیں مگر افیون کی ڈبیا نہ ہاتھ سے جائے میری پیاری چنیا بیگم اور مجھ سے جدا ہو!! ستم ہے غضب ہے۔ قیامت ہے۔

اب سُنیے کہ دونوں روسیوں نے اُن کو چرغو کیا۔ قہر درویش بر جان درویش جاے ماندن نہ پاے رفتن۔ بہت تلملائے۔ مگر بیکار۔ آدمی کائیاں اور اپنے مطلب کے پکے تو تھے ہی فوراً ایک تدبیر سوچی

سوچے کہ شتری بن جاؤ۔ دل سے یون مشورہ کرنے لگے۔ سنو بھئی خواجہ بدیع یار۔ مرنا برحق ہی تو مرنے ہی کے لیے ہندوستان اپنا پیارا وطن چھوڑ کر اس دور و دراز ملک میں آئے۔ کجا روم کجا ہند اس فاصلے کو خیال کیجیے اگر مرنا نہوتا تو اتنی دور کیون آتے۔ خاصے مزے مین نواب کے ہان دندناتے تھے۔ اُلو بنا بنا کے مزے اُڑاتے تھے چینی کی پیالیون مین مالوے کی افیون گھلتی تھی چنڈو کے چھینٹے اُڑتے تھے۔ چرس کے دم لگتے تھے یہ سب لطف چھوڑ چھاڑ کر اُلو بنے اور آئے کہان روم مین اس عقل پر خدا کی مار گر پھنسے سو پھنسے۔ اکنون چہ میشود۔ بابائے بدیع من من کردم عقل برخلاف زبان ہا را عقلم را رسوا کردن سودا اشست برمن بدیع و پدر من بدیع ہزار نفرین برلے من زیرا کہ بر فعل سر زد او ہر پدر چرا کہ من بدبخت را تولد کردن سینے نمود والا نہ آنچہ شدہ بعد باز واپس آمدن محال۔

مرا بارہا در حضر دیدہ	زخیل و چراگاہ پرسیدہ

راوی۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ کیا ارشاد ہوا۔ اُردو بولتے بولتے فارسی بولنے لگے مگر اس فارسی کو سمجھے کون۔ ہندی بچاؤ کیا سمجھیگا ایرانی سمجھے تو سمجھے اور تولد کرد (والا نہ) کیا ٹھیٹھ فارسی جملہ ہی (والا نہ) کیا (خالص) محاورہ ہی۔ خوجی اور ایسے محاورے سے (نامحروم) رہے۔ کیا مجال گر خوجی بیچارے (بے غافل تھے اچھا چاہا کل خیر وہ اب کی ہی تو پھنسے ہو نمیدۂ خواہد شد ہاتھ تیرے سگیدی کی ایسی تیسی۔

اب سُنیے کہ ان دونوں روسیون نے ان سے سوال شروع کیے اور اُنھوں نے اناپ شناپ بے تکے جواب دینے شروع کیے شتری تو تھے ہی اور اب تو اور بنے۔

سوال۔ تمھارا نام کیا ہی۔ سچ سچ بتا دو۔ سمجھا۔

خوجی۔ کل تک دریا چڑھا تھا آج چڑیا دانہ چگے گی۔

راوی۔ اے سبحان اللہ اچھی بے پر کی اُڑائی۔ شاباش

سوال۔ ہم تمھارا مطلب نہین سمجھے صاف صاف بیان کرو۔

جواب۔ گھانس کا گٹھا اگر پڑا اور چرکٹا چلایا۔

راوی۔ خلاصے۔ ہمکو تو کوئی گراسکٹ معلوم ہوتا ہی۔

سوال۔ کبھی تمھاری شادی بھی ہوئی تھی یا نہین ہوئی۔

جواب۔ واہ ہمارے باپ کی بھی شادی کبھی ہوئی تھی۔ یہ ہماری ہی شادی ہوتی۔ بقدر سلامت کشتی۔

راوی۔ واللہ پھڑکا دیا۔ واہ گیدی بدیعا۔ کیون نہو۔ واہ!

سوال۔ تمھارے باپ کا نام کیا تھا یاد ہی یا نہین یاد ہی۔

جواب (مسکرا کر) ہمکو اپنا نام تو یاد ہی نہین۔ باپ کے نام کی کون کہے مگر کچھ بارہا پڑے ہین۔

سوال۔ تم عقل کے دشمن ہو اول جلول بک رہے ہو

جواب۔ ہم تو شتری ہین بھائی جان۔ تم ہمارے بڑے بھائی ہو۔ اور سگ زرد برادر گیدڑ الدولہ بہادر بھیگی جنگ۔

راوی۔ کیا خوب۔ گیدڑ الدولہ بہادر بھیگی جنگ

سوال۔ تم یہان کس کے ساتھ آئے۔ اور کیون آئے۔

جواب۔ شیطان کے ساتھ دوڑے آئے تو اب یہ پوچھتے ہو کہ کیون آئے (ہنسکر) میان یہ نہ پوچھو۔ کیون آئے۔ کیا کرنے آئے اس لیے کہ لوگون کو اور مرضان کو بہکا دین۔

منم غلام شیاطین دہر یا بابا	منم تلام و جلام قہر یا بابا

مین ہون مین غلام شیطانون زمانے کا یا باپ میرے اور مین ہون مین غلام کے تلام کے جلام قہر کا اے میرے ابا جان

بدرم روضۂ رضوان بدو گندم بفروخت
ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم

سوال۔ تم پیدائشی سٹری ہو یا حال مین پاگل بن گئے ۔
جواب۔ روم تو روس مین ہو اور بدخشان کے بیچ مین دریا بہتا ہو نام اس دریا کا کوہ ملقران فستقران فیہ علیہ کم ایک یا ظرین الا تواب
راوی۔ بہت ہی خاصے۔ یا اللہ شافی جواب
سوال۔ تم ہو قت سٹری بن گئے ہو۔ اچھا سمجھا جائے گا۔
جواب۔ نہ کوئی جائے گا نہ کوئی آئے گا۔
سوال۔ کیا تم سمجھے ہو کہ دیوانہ بننے سے تمھارا مفر ہے۔
جواب۔ دو گھڑی دن اور تین گھڑی رات اور جمعرات
سوال۔ خواجہ تم بہت ذلیل ہو گے۔ بہت خراب و خوار ہو گے اس ہٹ اور استبداد اور ضد سے کیا ہوتا ہے۔
جواب۔ دماغ کھکھل عقل گدی مین۔ طبع پاک ناپاک

درس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند	آنچہ استاد ازل گفت ہمان میگویم

سوال۔ بتاؤ آزاد پاشا سپہ سالار افواج روم کہان ہین ۔
جواب۔ بالائے زمین و زیر آسمان۔ یا زیر آسمان و زمین ۔

این حکایت شنو کہ در بغداد	رایت و پردہ را خلاف افتاد
رایت از رنج راہ و گرد رکاب	گفت با پردہ از طریق عتاب
من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم	بندۂ بارگاہ سلطانیم
من ز خدمت دمے نیاسودم	گاہ بیگاہ در سفر بودم

قدم من بہ سعی پیشتر است
پس چرا عزت تو بیشتر است

روسی۔ (اپنے دوست سے) یہ شخص بکا بے ایمان دغاباز جلساز۔ کائیان خرانٹ آدمی ہو۔ اسکے کاٹے کا منتر ہی نہین ۔
دوست۔ یہ سٹری بن گیا ہو اصل مین سٹری نہین ہے ۔
روسی۔ اچھا بچہ۔ دیکھو تو سہی۔ ایسے ذلیل ہو کہ عمر بھر یاد کرو۔ ہاتھیون سے گنے کھاتے ہو۔ بہت پچھتاؤ گے۔ یاد رکھو۔

دوست۔ یہ کیا یون مانیگا۔ لاتون کے آدمی کہین باتون سے مانتے ہین ایسے بھلے مانس نہین ہین درخت کے تنے مین باندھ کے رسون سے مارو تو البتہ شاید کچھ قبولے ورنہ کیا مجال
روسی۔ اچھا لاؤ رسا۔ دیکھو ہم ابھی قبول والے لیتے ہین ۔
خوجی۔ گھڑی دو مین مرلیا باجیگی۔ گھڑی دو مین مرلیا باجیگی۔ سامنے والے درخت مین خواجہ بدیع ہونگے اور رسے مین لٹکے ہونگے اور رسون کی مار پڑ رہی ہو گی۔ گھڑی دو مین مرلیا باجیگی
اے خداوند نعمت ۔
روسی۔ تم نہ بتاؤ گے۔ اچھا بچہ اب تمھاری شامت آگئی۔ اب تم جیتے نہ بچو گے ہمکو کیا ۔
خوجی۔ آؤ تم کو ایک حکایت سنائین راوی کہتا ہو کہ بادشاہے باغلامے عجمی در کشتی نشستہ بود۔ ایک بادشاہ ساتھ غلام عجمی کے کشتی مین بیٹھا تھا۔ غلام دیگر دریا ندیدہ۔ غلام نے کبھی دریا نہ دیکھا تھا و محنت کشتی نیازمودہ اور محنت کشتی کی نہ آزمائی تھی گریہ و زاری آغاز نہادہ۔ رونا پیٹنا شروع کیا۔ و لرزہ در اندامش افتاد اور جھری بیچ بدن اسکے کے گھس گئی۔ چندانکہ ملاطفت کردند آرام نیافت۔ کتنا ہی تسلی دی مگر آرام نہ پایا۔ ملک را عیش ازو منغص شد۔ بادشاہ کو عیش اُس سے کڑوا ہوا چارۂ ندانست چارہ نہ جانا۔ حکیمے در آن کشتی بود۔ ایک حکیم اُس کشتی مین تھا ملک را گفت۔ بادشاہ کو کہا اگر فرمان دہی من اورا خاموش گردانم اگر حکم دیجیے مین اسکو خاموش کرون مین۔ گفت غایت لطف باشد کہا غایت لطف ہووے آخر فرمودہ تا غلام را بدریا انداختند فرمایا کہ غلام کو بیچ دریا کے ڈالین۔ بارے چند غوطہ بخورد۔ بارے چند غوطے کھائے۔ مویش گرفتند و سوئے کشتی آوردند بال اسکے پکڑے اور طرف کشتی کے لایا۔ بہر دو دست در سکان کشتی در آویخت

پھر دو ہاتھ بیچ سکان کشتی کے ٹکایا۔ چون ساعتے برآمد۔ جب ایک ساعت اوپر آئی۔ بگوشہ نشست و قرار گرفت۔ بیچ گوشہ کے بیٹھا اور قرار پکڑا۔ ملک را پسندیدہ آمد و گفت۔ بادشاہ کو پسندیدہ آمد اور گفت۔ اندرین چہ حکمت بود۔ بیچ اسکے کیا حکمت تھی۔ گفت کہا۔ اول محنت غرق شدن نیازمودہ بود۔ اول محنت ڈوبنے کی نہ آزمائی تھی۔ و قدر سلامت کشتی نمی دانست۔ اور قدر سلامتی کشتی کی نہین جانتا تھا۔ ہمچنین قدر عافیت کسے داند کہ بہ مصیبتے گرفتار آید۔ ہمچنین قدر عافیت کی وہ کس جانتا ہی کہ بہ مصیبت پکڑا آوے۔

اور کیونکر جانین۔ کابل کے رئیس اُردو سے کیا مطلب۔

۸۔ حکمت کیا حکمتا کہئے جب تو مذکر ہوگا۔ حکمت اور حکمتا۔

۹۔ کیا فصیح ترجمہ ہی ہائے لعنت خدا۔ ہات ترے گیدی کی۔

۱۰۔ بہشتی کی حورین۔ یہ نئی حورین پیدا ہوئی ہین۔

روسی۔ اب تم کو قسم ہی کہ چپ نہ رہو بکتے ہی جاؤ۔

خوجی۔ دو اور دو چار دیوانے۔ ایک اور ایک دو کانے۔

راوی۔ ایک روسی واحد لعین تھا۔ اُسپر آوازہ کسا۔

روسی بکتے جاؤ بکتے جاؤ۔ تمھین قسم ہے جو خاموش رہو۔

خوجی۔ زینہ سیدھی۔ مونڈھا شکر کا مونڈا ہے۔

اے سیر ترا نان جوین خوش نہ نماید	اے سیر تجھکو نان جو کی خوش نہین آتی
معشوق من ست آنکہ بہ نزدیک تو زشت است	معشوق میرا ہے وہ جو نزدیک تو بُرا ہے
حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف	بہشتی کی حورون کو اعراف دوزخ ہے
از دوزخیان پرس کہ اعراف بہشت است	دوزخیون سے پوچھ کہ اعراف بہشت ہے

۱۔ ماشاء اللہ بیچ بن اسکے کے گھس گئی سبحان اللہ سبحان اللہ

۲۔ حکیمے دران کشتی تھا کیون نہ کہدیا حضور نے۔

۳۔ یہ اس سے بھی بڑھکر ہی من چہ فش ام برادر من بسیار فش ست یہی مثل صادق آئی ہے سبحان اللہ

۴۔ مین اسکو خاموش کرون مین۔ اس تو تو مین مین کے صدقے

۵۔ (را) کے لئے اردو لفظ خوجی بیچارے کو نہین معلوم ہے۔

۶۔ اوہو ہو ہو (اوپر آئی) کی ایک ہی کہی۔ واہ خوجی واہ

۷۔ گفت کے معنی بھی خواجہ بدیع الزمان کو نہین آئے۔

چنین یاد دارم کہ سقائے نیل	یہ سقائے نیل اک جو ہی ابر تر
نکرد آب بر مصر سالے سبیل	نہ اک سال برسا کہین مصر پر
گروہے سوے کوہساران شدند	پہاڑون پہ خلقت گئی بھاگ تب
ہزاران طلبگار باران شدند	وہ رو رو کے تھے مانگتے پانی سب
کہ مستند واز گریہ جوئے روان	وہ اسقدر روئے کہ ندی بہی
بباید مگر گریۂ آسمان	کہ شاید فلک ان پہ رونے کبھی
بہ ذوالنون خبر برد از یشان کسے	تو ذوالنون سے جاکر کسی نے کہا
کہ بر خلق رنجست و سختی بسے	کہ ہے خلق پر رنج و سختی سوا
فرو ماندگان را دعائے بکن	تو بیچارون کے واسطے کر دعا
کہ مقبول را رد نباشد سخن	ہو مقبول اچھو نکی اکثر دعا
شنیدم کہ ذوالنون بمدین گریخت	وہ ذوالنون مدین کو بھاگا وہین
بسے بر نیامد کہ باران بریخت	نہ گذرا بہت مینہ برسا وہین
خبر شد بمدین پس از روز بیست	خبر دی کسی نے یہ ذوالنون کو دن
کہ ابر سیہ دل بر ایشان گریست	کو بیچارون پر رویا آسمان
سبک عزم باز آمدن کرد پیر	تو پھر آنے کا قصد اُسنے کیا
کہ پُر شد بسیل بہاران غدیر	کہ ہر چشمہ آب مینہ سے بھرا

بپرسید از و عارفے در نہفت
چہ حکمت درین فتنہ بود گفت
شنیدم کہ ہر مرغ و مور و دوان
شود تنگ روزی بفعل بدان

لگا پوچھنے اس سے اک پارسا
کہ کیا حکمت اس جانے مین تھی کہا
سُنا چیونٹی اور چڑیا چوپاؤن کی
بدون کی بُرائی سے روزی رکی

خوجی نے کہا - یارو تم نے تو کئی سوال کئے اور من بدیع نے برجستہ جواب دیے - مگر اب چند سوال ہمارے ہین - جواب طلب ضروری -

۱ - آسمان کا زینہ ع - کدھر ہی - کس طرف ہی اور کہان ہے
۲ - خدائے ذوالجلال کا رُخ کسی کی طرف ہی یا نہین -
۳ - اگر شیطان ناری ہی تو دوزخ کا اُسکو کیا خوف ہے -
۴ - وجہ کیا کہ من بدیع کو لوگ شیطان ابن شیطان نہ کہین

منم شیطان منم شیطان اعلیٰ
اللہ باقی من کل خاکی - انت انتما - انتم

۵ - روم اور روس مین کسکا قصور ہی اور کسکی عقل کا فتور ہی کہ عاقل و کہ غافل کہ مجرم و کہ مجرم کہ جری و کہ ہری

مست ذوقم در خرابات مغان جائے من ست
دل صراحی دیدہ ساغر گریہ صہبائے من ست

دل تو صراحی ہی - صراحی اور دل کی ایک شکل ہے - ایک کتا یعنی مادہ سگ کا دل دیکھا تھا - یہ صراحی - اچھا آب ٹپکنے کہ دنیا ساغر آنکھ مثل پیالے کے بس یہ بات ہی اور ذوق کا مست ہون -

خواجہ تو گفتۂ غزل تر درین زمین
سلمان زراہ خشک سواد سخن گرفت

دہلوی سبحان اللہ یہ شعر تو مضمون خیز اور بامحاورہ ہے مگر خواجہ بدیع کا کلام نہین معلوم ہوتا - یہ کسی اُستاد بے بدل کا شعر ہے - یا شاید

گاہ باشد ز پیر دانشمند
بر نیاید درست تدبیرے
گاہ باشد کہ کودک نادان
بغلط بر ہدف زند تیرے

۶ - آواز پر روس مین کون تیر لگا تا ہی - کوئی ہے بھی ؟
۷ - اگر آزاد بھاگ گئے تو خواجہ صاحب قبلہ نے کیا قصور کیا ہی کہ کوئی پکڑ کر شعلیچی والا جائے - یہ کون انصاف ہی -

ہر کہ شاہ آن کند کہ او گوید
حیف باشد کہ جز نکو گوید

۸ - کوئی نجومی ہو تو ہمکو بتائیے کہ ستارہ کب تک منحوس ہی اور اس نحس اور نحس مرز بوم زمین بوم سے من بدیع کو کب چھٹکارا ملیگا -

راوی نے از راہ مذاق ان سوالون کے جواب یون دیے -

۱ - آسمان کا زینہ ادھر ہی - اس طرف ہی اور یہان ہی -
۲ - شمع کا رخ کسی کی طرف ہی - بس یہی جواب ہے -
۳ - تم خاکی ہو - اگر دو من کا مٹی کا ایک ڈھیلہ کوئی تمھارے سر پر مارے تو چوٹ آئے یا نہین - اگر تم خاکی ہو تو مٹی سے چوٹ کیسی - راوی - خوب اچھا جواب دیا - مگر خوجی کے لئے دو من کے ڈھیلے کی کیا ضرورت تھی - خاک ! ایک کنکری کافی ہے -
۴ - بدیع اور بدیع کے باپ اور اُن کے دادا کے پردادا کو شیطان کہین تو ہی زیبد - اس مین ہمارا کیا نقصان ہے -
۵ - روم نہ روس کا قصور ہی بس حضور کی عقل کا فتور ہے - باقی خیر صلاح رہے کہ نہین -
۶ - آواز پر تیر تو کوئی نہین لگا تا مگر خواجہ بدیع کی گدی پر چپت جمانے والے بہت ہین - جھکاؤ سر نیچی کر کھوپڑی -
۷ - خوجی آزاد کے پٹھو ہین جیسے آفتاب اور سایہ
۸ - نحوست آپ کے ساتھ پیدا ہوئی ہے -

خوجی نے یہ جواب سُنکر کہا - مگر دو روز تک ہوائے سرد

اور آج ایک دوست کی ملاقات کلکٹر صاحب کی۔ گجھی۔ اگر ہم سمجھے ہیں تو وہی اور ہے بات یہ کہ مرغ کی وہی ڈھاٹنگ مگر ہم تو آدمی جری ہیں۔

گر سایۂ مبارکت افتاد بر سرم | جرأت غلام من شد و اقبال چاکرم

اتنے میں ان لوگوں نے ایک موٹے رسے کو درخت میں باندھا اور کہا خواجہ اب بولو۔ دو گھڑی کی مہلت ہے۔ اس مہلت میں اگر تم جواب شافی دو تو فہو المراد۔ ورنہ تم ہو اور ہمارا رسا اور یہ درخت مار پیٹ کے اسی میں پھانسی دیدینگے۔ خوجی کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے سوچے کہ اب ہم دو گھڑی کے مہمان ہیں خدا سے دعا مانگی کہ باری تعالی تیرا خادم بندۂ بدیع تو اب ہی ملک بقا ہوتا ہے۔ مگر مرتے وقت صرف یہ دعا مانگتا ہے کہ خدا کرے حسن آرا کو یہ صدمہ نہ پہونچے کہ آزاد سے شادی نہو۔

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

روسی۔ بے حضرت اب اٹھیے۔ چلیئے پھانسی حاضر ہے۔
خوجی۔ (بکمال استقلال) دل ہمارا تری نذر ہے۔

اگر دستم از روز ازل داغ جدائی را
نمی کردم بدل روشن چراغ آشنائی را

روسی۔ (دوست سے) سنتے ہو۔ میاں سٹری ہے۔
دوست۔ اجی سٹری نہیں ہے۔ ہم کو سٹری بناتا ہے۔
خوجی۔ درخت نیب اور بکری کی کلیجی۔

ہر چہ از دوناں بجت خواستی | در تن افزودی و از جان کاستی

آزاد پاشا مفرور ہوئے

آزاد پاشا سواروں کے ساتھ مار امار چلے جاتے تھے۔ کبھی دل میں خوش ہوتے تھے کبھی ملول۔ خوشی یہ تھی کہ خدا نے وہاں سے بچایا اور رنج یہ تھا کہ شہزادی چھوٹی اور مس میڈا چھوٹیں پھر یہ بھی خیال تھا کہ مبادا راہ میں گرفتار کر لیے جائیں۔ بہر کیف بمصداق قہر درویش بر جان درویش چپ چاپ چلے جاتے تھے۔ حسن آرا کی صورت ہر شجر اور ہر سمت سے نظر آتی تھی عشق صادق کا کیا کہنا ہے

ای خونبہائے نافہ چین خاک راہ تو | خورشید سایہ پرور طرف کلاہ تو

یہ شعر میاں آزاد کے ورد زبان تھا اور فرس آہو شکار کو کڑکاتے ہوئے سرپٹ لئے جاتے تھے راہ میں روسی سوار سے جو شہزادی کا نوکر تھا اور ملازم خاص تھا باتیں ہو جاتی تھیں۔
آزاد۔ خدا نے چاہا تو راہ میں ہمیں کوئی نہ روکے گا۔
ایک سوار۔ (ملکاف) اگر کوئی روکے بھی تو ہم مستعد ہیں۔
دوسرا (کنائف) کیا مجال ہم لوگ جواب دہی کر لیں گے۔
آزاد۔ مبادا دن چڑھ جائے اور صورت سے وہ لوگ ہمکو پہچان لیں لیکن تم دونوں کے سبب سے بڑا سہارا ہے ہمیں تمہاری وجہ سے مطلق خوف نہیں ہے۔ تم زباندان آدمی ہو۔
ملکاف۔ آپ اندیشہ نہ کریں جب تک ہم دو ساتھ ہیں آپکا بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر ہم نہوں تو بیشک مقام خوف ہے۔ اور جب تک ہم ہیں تب تک ذرا بھی اندیشہ نہیں ہے۔
آزاد۔ مگر مجھے اسوقت یہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی قتل کرنے کے لئے شمشیر برہنہ لئے ہوئے آتا ہے۔

اس دم کوئی برچھی ہے مرے دل پہ لگاتا
گویا ہے کلیجہ کوئی میرا لئے جاتا
کوئی میرے سینے کو ہے آتش سے جلاتا
اس دم مری آنکھوں سے نظر کچھ نہیں آتا
لذت مرے جینے کی لئے جاتا ہے کوئی
بے تیغ مجھے ذبح کئے جاتا ہے کوئی

کنائف۔ نہیں ایسا خیال نہ کیجیے خدا مسبب الاسباب ہے۔

ملکاف۔ دریائے ڈینوب کے پار تک ہم آپ کے ساتھ ہین ۔

آزاد۔ بس اُس پار جاکے ہم کو فوج ٹرکی مل جائے ۔

ملکاف۔ یہ تو ہم سے نہ ہو سکے گا۔ فوج کو آپ خود تلاش کر لیجیے گا مگر دریا پار تک آپکا بال کوئی بیکا نہین کر سکتا ۔

اگنالف۔ کیا طاقت۔ کوئی بیوجہ کیون بولنے لگا ۔

آزاد۔ اب تو ہم ہین اور ہمارا خدا ہے۔ ہمین چاہیے ۔ جو ہو۔ ہرچہ بادا باد۔

ما کار خویش را بخداوند کارساز	بسپردہ ایم تا کرم او چہا کند

ملکاف۔ اگر کوئی ٹوکے گا تو ہم لوگ روسی زبان مین اُس کو قائل کر دینگے اور شہزادی کا ایک خط وزیر جنگ کے نام موجود ہے بس کافی ہے ۔

اگنالف۔ اور مس کلیریسا نے بھی کچھ لکھ دیا ہے ۔

آزاد۔ ہان مگر ہم سے ذکر نہین آیا۔ ان کی تحریر کی بڑی ہی وقعت ہوگی کیا اُنھون نے بھی صیغۂ جنگ کے کسی افسر کے نام لکھا ہے ۔

آزاد پاشا کوئی چار کوس نکل گئے ہونگے کہ ایک مقام پر تاریکی اور نشیب و فراز کے سبب سے گھوڑا روکنا پڑا۔ آہستہ آہستہ چلے جاتے تھے کہ اتنے مین سامنے سے بھی گھوڑون کی ٹاپون کی آواز آئی۔ اور ایک شخص نے پکار کر کہا۔ کون آتا ہے روک لو گھوڑے۔ ہم سرکاری سوار ایک ضروری کام کے لئے آئے ہین تم لوگون سے کچھ دریافت کرنا ہے آزاد پاشا اور سوارون نے گھوڑے روک لئے جب پولینڈ کی شہزادی کے سوارون نے روسی زبان مین فصاحت و بلاغت سے گفتگو کی تو سرکاری سوارون کو ذرا بھی کھٹکا نہ باقی رہا اور جنگ کا حال یون بیان کیا۔ ہم لوگون نے کئی گانون کئی قصبے کئی قلعے ترکون سے چھین لئے ہین۔ مگر وہ لوگ ابھی تک ہم سے کچھ ایسے کم نہین ہین۔ بڑی جوانمردی اور جرأت کے ساتھ جنگ کرتے ہین اب تک سمجھا جاتا تھا کہ میدان جنگ کی لڑائی مین ترک کم ہین مگر اُنھون نے ثابت کر دیا کہ یہ خیال غلط تھا۔

سوال۔ آپ لوگ اسوقت یہان مین کیا کرنے جاتے ہین کیا فوج کے لئے لوگ بھرتی کرتے ہین یا کوئی اور کام ہے ۔

جواب۔ آزاد پاشا کی نسبت خبر ہے کہ وہ اسی طرف کہین چھپے ہین۔ ایک بار اُنکی تحقیقات کی گئی تھی اب پھر بھیجا ہے ۔

سوال۔ ادھر تو پولینڈ کی شہزادی کی عملداری ہے ۔

جواب۔ سُنا اُنھین کی عملداری مین کسی شخص کے ہان ہے ۔

سوال۔ اور آزاد تو سیبریا کے برفستان بھیجے گئے وہ وہان سے کیونکر بھاگ آئے۔ ہم کو سخت ہی حیرت ہے ۔

جواب۔ سُناہے راہ مین سوارون کو دھوکا دے کر چلدیے ۔

سوال۔ اب جنگ کی نسبت جنرلون کی کیا رائے ہے ۔

جواب۔ آثار سے ظاہر ہے کہ ترک دم آخر تک لڑینگے۔ اور خوب لڑینگے مگر فتح تمھاری ہی ہوگی۔ اسمین شک نہین ۔

سوال۔ بھلا قسطنطنیہ پر روسیون کا قبضہ ہوگا یا نہین ۔

جواب۔ نہین۔ اس قبضے کو یورپ کے سلاطین خصوصاً فرمانروائے انگلستان جائز نہ رکھین گے کہ قسطنطنیہ پر روسیون کا قبضہ ہو جائے ۔

سوال۔ اب آپ لوگ آزاد کی تلاش مین کہان تک جائینگے کل کوہستانی مقامات ڈھونڈھ ڈالئے گا کیا۔

جواب۔ دیکھیے اگر کہین پتہ ملا تو خیر ورنہ روانہ ہو جائینگے اور ہمین تو ذرا بھی یقین نہین ہے کہ پتہ لگے ۔

پولینڈ کی شہزادی کے سوار خاص پولینڈ کے باشندے تھے اور روسیون کے جانی دشمن اُنکی دلی خواہش تھی کہ روسی شکست

پائین جب کبھی روس کی کامیابی کا حال سنتے تھے کمال ملول ہو جاتے تھے اور جب روم کی فتح کا ذکر گوش گزار ہوتا تھا جامے مین پھولے نہین سماتے تھے۔ وجہ یہ کہ روس اور پولینڈ مین عرصۂ دراز سے ناچاقی تھی۔ پولینڈ والے روسیون سے بالکل صاف نہ تھے اس ملک کو مختلف والیون نے ملکر تباہ کر دیا تھا اور اسکے حصے بخرے کر دیے تھے۔ کچھ حصہ ملک پروش کو ملا۔ کچھ آسٹریا نے لیا اور کچھ روس کے قبضے مین آیا۔ روسی اہل پولینڈ پر کمال ظلم کرتے تھے اور وہان کے باشندون کو روسیون سے نفرت ہو گئی تھی۔ روس کے پاس اس ملک کی ایک لاکھ اٹھ ہزار میل مربع زمین تھی پروش کے قبضے مین باون لاکھ میل مربع زمین آئی اور آسٹریا نے چونسٹھ ہزار میل مربع پر قبضہ کیا۔ سنہ ۱۸۱۵ء مین پھر حصے بخرے ہوے انگلستان کی یہ خواہش ہوئی کہ روس اور آسٹریا اور پروش کے درمیان مین کوئی آزاد ملک ہو جسکو ان تینون عظیم الشان سلطنتون سے کوئی واسطہ اور تعلق نہ رہے کیونکہ ایسی بڑی سلطنتون کے درمیان مین کسی آزاد والی ملک کا ہونا امن کے لئے منافی ہے آسٹریا نے بھی یہی راے دی۔ بلکہ یہان تک کہا کہ جو مقامات پولینڈ کو مل گئے ہین وہ واپس دینے کو تیار ہے بشرطیکہ پولینڈ پھر ویسا ہی آزاد ملک ہو جائے جیسا پیشتر تھا۔ چنانچہ اس راے کے مطابق کسی قدر عمل مین آیا۔ اب روس کے تحت مین ایک لاکھ اٹھتر ہزار میل مربع زمین پولینڈ ہے۔ پروش کے قبضے مین انتیس ہزار۔ آسٹریا کے پاس تیس ہزار سینتالیس ہزار میل مربع زمین پر ایک والی ملک کا قبضہ ہے اور اس ملک کا نام پولینڈ رکھا گیا ہے۔ اس مین اب اٹھاسی لاکھ آدمیون سے زیادہ کی آبادی نہین ہے۔ مگر روس کے پاس جو حصہ پولینڈ ہے۔ اسکی آبادی ستر لاکھ کے قریب ہے۔

پیشتر یہان دریا کے ذریعہ سے بڑی سوداگری ہوتی تھی لیکن اب کچھ سال سے بند ہے خصوصاً ان دریاؤن کی سوداگری بالکل مفقود ہو گئی ہے جو روس کے قبضۂ اقتدار مین ہین۔ غلہ شراب سن تیل اس ملک مین باہر سے جاتا ہے اور ریشمی کپڑے پھلیون کے کمس مویشی وغیرہ اس ملک مین لائی جاتی ہے۔

سرکاری سوارون نے کہا ہم لوگ آج شب کو پولینڈ کی شہزادی کے سوارون کے ہان مدعو ہونگے۔ کل اُن سے ملین گے اور بیس اُن کے واقفکار آدمی لیکر کہسار مین آزاد پاشا کی تلاش کے لئے روانہ ہونگے اگر آزاد پاشا مل گئے تو ہم لوگون کو کثیر انعام ملے گا۔

آزاد پاشا چپ چاپ کل باتین سن رہے تھے کچھ تو ہنسی آتی تھی اور کچھ خوف معلوم ہوتا تھا کہ مبادا بات کھل جائے تو اُلٹی آنتین گلے پڑین۔ لیکن تشفی یہ تھی کہ روسی خود انکے ساتھ موجود ہین یہ دونون سوار روس ہین اور روس مین پیدا ہوئے زباندان تھے سرکاری سوارون کو ذرا بھی شک نہ ہوا کہ آزاد پاشا انکے ساتھ ہین اور کیونکر ہوتا۔ آزاد نے عمداً اور قصداً زبان نہین کھولی کہ مبادا کوئی لفظ غلط نکلے یا کسی لفظ کا تلفظ درست نہو یا کوئی بات بے محاورہ کہہ جاؤن تو لینے کے دینے پڑین

سرکاری سوار۔ تم لوگ وزیر جنگ کے پاس کس غرض سے جاتے ہو۔ کوئی خاص کام ہے یا نوکری کی تلاش کو

سوار۔ کہا نا آپ سے کہ ہم پولینڈ کی شہزادی کے ملازم ہین انھون نے پارچمنٹ پر لکھا ہے ہمین حکم ہے کہ بحفاظت وزیر جنگ کو دو۔

سرکاری سوار۔ اور صرف تین سوار بھیجے۔ کافی نہین ہین۔

سوار۔ معقول۔ ہمکو زیادہ آدمی کرنے ہی کیا ہین۔

سرکاری سوار۔ آجکل ملک مین آگ لگی ہوئی ہے۔ فرض کرد کہ

کہین ترک مل جائین تو پھر کیسی ٹھہرے۔
سوار۔ واہ ترک مل جائین کیا دل لگی ہے۔ ترک نہ ہوے ہوا ہوئے اور ترک ملینگے تو کیا کرینگے۔ بہت کرینگے کاغذ چھین لینگے۔ لیکن ہم بڑی ہوشیاری سے جائین گے۔
سرکاری سوار۔ اگر کہین آزاد کا حال معلوم ہو تو فوراً اطلاع دینا اور دریافت کرنا کہ روسی لشکر اس مقام سے قریب کہان ہے معاً جانا اور اطلاع دینا کہ آزاد فلان موضع کی طرف ہین۔
راوی۔ ضرور۔ الضرور۔ دریں چہ شک۔ مُنہ دھو رکھو
سوار۔ بلا شبہہ۔ ضرور اطلاع دیجائیگی۔
دوسرا۔ مگر وہ ایک کائیان ہے وہ نہ ملے گا۔
سرکاری سوار۔ ہان ہے تو اُستاد اور بڑا لڑنے والا ہے۔ ہم لوگ تو لوہا مان گئے ہین۔ اخبار ٹائمز کے ایک نامہ نگار نے میدان جنگ سے لکھا تھا کہ ترکون کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ آزاد کا سا جنرل ملا کل فوج ترکی مین ایسا جیوٹ اور بہادر نہین ہے۔ آزاد وہ شخص ہے
آزاد۔ بھلا ٹائمس کے کس پرچے مین درج ہے
آزاد پاشا کے لئے مصلحت اسی مین تھی کہ سنتے سب کی مگر خاموش ہو رہتے۔ زبان نہ کھولتے۔ لیکن اپنی تعریف سُنی تو رہا نہ گیا۔ ابلہ را ستایش پسند می آید۔ یہ مثل غلط ہے۔ ابلہ اور دانا سب کو تعریف اچھی معلوم ہوتی ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ بیوقوف اس تعریف پر اترا جاتا ہے چاہے اسکا مستحق نہ ہو مگر دانشور میزان خرد مین تولتا ہے کہ وہ تعریف کہان تک جائز ہے۔ بس اسقدر فرق ہے۔
سرکاری سوار۔ تاریخ تو ہمین نہین یاد ہے مگر اسقدر کہہ سکتے ہین کہ دو مہینے ہوے زیادہ عرصہ نہین ہوا کہ ہم نے ٹائمز کا آخری پرچہ دیکھا تھا چنانچہ زار روس نے اس تحریر کو پڑھکر ایک سکرٹری سے کہا کہ اس شخص کی تصویر اگر ملے تو ہم بہت خوش ہون۔
سوار۔ ہان تو روس کے شہنشاہ کے کان تک آزاد کا نام پہنچ گیا۔
سبحان اللہ۔ ازین چہ بہتر۔ بڑا نام ہوا۔
سرکاری۔ سپاہی کو اس سے بڑھکر اب اور کیا چاہیئے۔ بس
سوار۔ اس اخبار کو ہم بھی پڑھنا چاہتے ہین۔ بڑا نام ہوا۔
سرکاری۔ جرمنی کے سپہ سالار نے جنگ قلعہ کا نقشہ دیکھا تو کہا اگر مین بھی اس جنگ مین شریک ہوتا تو اتنا ہی کرتا جتنا آزاد نے کیا اس سے زیادہ کارنمایان انسان کی طاقت سے خارج ہے۔
آزاد۔ کون قلعہ۔ رومانیا کی سرحد کے قریب جو واقع ہے یا بلغارستان کے قلعہ کا ذکر ہے۔ یا اور کوئی؟
سرکاری۔ ہمین یہ کیا معلوم۔ ہم نے جرمنی کے ایک اخبار مین پڑھا تھا آزاد کو کون نہین جانتا ہم نے سنا تھا کہ ہندوستان کے مسلمان آزاد کو اسقدر عزیز رکھتے ہین کہ مسجد مین نماز کے بعد اُنکی فتحیابی اور سرخروئی کی تعریف کرتے ہین۔
آزاد پاشا ان خبرون سے اسقدر خوش ہوے کہ جامے مین پھولے نہین سمائے۔ جناب باری کا شکر ادا کیا کہ آج یہ خبر فرحت اثر سُننے مین آئی۔

صد شکر کہ آفتاب مقصود	از برج امید چہرہ بنمود

پولینڈ کے سوار بھی بدرجۂ غایت مسرور و محظوظ ہوئے۔

پیر مرد

اب سنئے کہ بمبئی کے مرزا صاحب جن کے ہان آزاد پاشا فروکش ہوئے تھے مرزا ہمایون فر کے عرس کی تقریب کے لئے آئے۔ آج داخل ہوتے ہی گھر مین کہرام مچ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مرزا صاحب باہر آئے دیکھا کہ پیر مرد ایک کتاب پڑھ رہے ہین پوچھا آپ کیا ملاحظہ فرماتے ہین۔ کہا کس بدقسمتی اس سانحے نے مجھے کہین کا نہ رکھا دل بہلانے کے لئے تمام دن یہی پڑھا کرتا ہون کہ آزاد نے یہ کتاب

مجھے دی تھی۔ مرزا صاحب نے کتاب لی اور پڑھنے لگے۔

جو لوگ بڑے لائق فائق مشہور ہیں اور تربیت یافتگی کا دم بھرتے ہیں وہ تک اس بات کے قائل ہیں کہ ذات الذنب یعنی ستارۂ دنبالہ دار منتج بر نحوست ہوتا ہے پس جاہلا جو سڈگرڈ ہاقین ایسا خیال کریں تو کچھ تعجب کی بات نہیں اور جاہلا مقام حیرت ہیں گنوار نوان پڑھ ہوتے ہیں۔ آپ چاہیے کیسے دلائل ساطع پیش کریں وہ مرغی کی ایک ہی ٹانگ قائم رکھینگے لیکن اندھیر تو یہ ہے کہ جو لوگ اپنے تئین روشن ضمیر اور دانشمند تصور کرتے ہیں وہ تک ع از زمین ستارۂ دنبالہ داری ترسند۔ ایسے ضعیف الاعتقاد آدمی تربیت یافتگی پر دھبا لگاتے ہیں اور تربیت و تعلیم کو بدنام کرتے ہیں لاحول ولا قوۃ نظر انصاف سے دیکھیے کہ ستارون کو انسان کے معاملات میں کیا دخل ہے معاذ اللہ۔ کہان ستارہ کہان انسان کے افعال بھلا ستارون کو ہماری بدقسمتی یا خوش طالعی سے واسطہ سبب غرض کہ تو وہی بجد سیں مثل ہوئی کہ مارون گھٹنا پھوٹے آنکھ۔ جہان دمدار ستارہ نمودار ہوا کہ بس کھلبلی مچ گئی۔ لوگون کا ماتھا ٹھنکا کہ خدا خیر کرے۔ کوئی صاحب غلبۂ جودت سے فرماتے ہین کہ جس طرف اس ستارہ کا رخ ہے اس طرف دو بادشاہون میں باہم معرکۂ جنگ و جدل گرم ہوگا۔ خون کی ندیان بہینگی۔ ہزارہا بندگان خدا کی ناکردہ گناہ جان جائیگی۔ کوئی صاحب مشیخت سے پکارتے ہین کہ امسال کسی آفت ارضی یا سماوی کا ظہور ضرور ہوگا لیکن اس خیال کو پختہ مغز خیال خام تصور کرتے ہیں اور ایسے توہمات باطلہ پر لاحول پڑھتے ہین۔ ذات الذنب یعنی ستارۂ دنبالہ دار کی نسبت اہل ہیئت نے یون تحقیقات کی ہے کہ ستارۂ مذکورہ کرۂ شمس کے گرداگرد اور سیارون کی طرح دورہ کرتا ہے۔ سر آئزک نیوٹن صاحب نے جو علم ہیئت میں اپنی آپ ہی نظیر تھے اور جنکی تحقیق انیق کو ایک عالم مسلم سمجھتا ہے لکھتا ہے کہ سیارہ دنبالہ دار ایک جرم مصمت یعنی غیر مجوف ہے۔ یہ دم جو دکھائی دیتی ہے اصل میں بخارات ہین۔ کچھ آفتاب کی گرمی اور کچھ خود سیارہ مذکور کی تمازت سے بخارات روشن ہو جاتے ہین صاحب معزی الیہ نے سنہ ۱۶۸۰ء میں ایک دمدار ستارہ دیکھا تھا جو کرۂ شمس سے اسقدر قریب تھا کہ اسکی گرمی جلتے بلتے لوہے کی گرمی سے دو ہزار حصے زیادہ تھی سنہ ۱۸۰۷ء میں عالم اجل ڈاکٹر ہرشل صاحب نے ایک ستارہ دیکھا تھا جسکی دم نو لاکھ میل دراز تھی پھر ڈاکٹر ممدوح نے سنہ ۱۸۱۱ء میں ایک اور ستارہ معائنہ کیا جسکی دم تین کروڑ بیس لاکھ میل کی تھی۔ سنہ ۱۸۰۵ء و سنہ ۱۸۱۱ء و سنہ ۱۸۲۱ء و سنہ ۱۸۶۱ء و سنہ ۱۸۵۹ء میں علما نے اسکا حال کسیقدر دریافت کیا ہے ورنہ اوائل میں لوگون کو خوف تھا کہ مبادا یہ سیارے آفتاب میں جا گرین اور آفتاب کی گرمی کو دوچند زیادہ کردین جس سے زمین کے باشندے بیٹھے بٹھائے سخت مصیبت میں مبتلا ہون اور جل بھنکر خاک ہو جائین لیکن یہ خیال صرف وہم پر مبنی تھا فلپ صاحب کا مقولہ ہے کہ ذات الذنب نے کرۂ شمس میں گرنے کا کبھی میلان نہیں کیا اور بفرض محال اگر گرے بھی تو جاہلا مقام خوف نہیں کیونکہ اسکا جسم آفتاب کے جسم سے بہت چھوٹا ہے۔ ستارۂ دنبالہ دار آفتاب کے گرد زمین کے محاذات میں دورہ کرتا ہے شروع اکتوبر میں زمین ستارۂ دنبالہ دار سے دو کروڑ میل کے فاصلے پر ہوتی ہے۔ دسمبر اور جنوری میں اسکا بعد کسی قدر زیادہ ہو جاتا ہے حتی کہ رفتہ رفتہ ستارۂ مذکور نظر ہی سے غائب ہو جاتا ہے۔ ان کرون میں تابستان اور زمستان دونون کی ایسی شدت ہوتی ہے کہ ذی روح مخلوق کا رہنا وہان غیر ممکن ہے۔

مرزا صاحب نے کہا ہم بھی شمس الضحیٰ خریدینگے اچھی کتاب ہے

اس مین علوم کا ذکر ہی اور اس خوبی سے بیان کیا کہ مصطلحات کی وقت ہرگز باقی نہین رہی ہے۔

پیر مرد۔ تو آپ سے اور آزاد پاشا سے بڑی ملاقات تھی۔

مرزا۔ جی ہان بمبئی مین عرصۂ دراز تک رہے مین خوب جانتا ہون

پیر مرد۔ رخصت کے وقت ہم سے کہا تھا۔

اب تو جاتے ہین روم کو آزاد | پھر ملین گے اگر خدا لایا

افسوس ہی کہ جب سے گئے پھر نہ ملے اور مین کیونکر وہ تو پہونچے روم اور ہم یہان رہین خیر ما بزندہ و صحبت باقی۔

مرزا۔ حسن ابراہیم کے نام تو اکثر خطوط آتے ہین بخیریت ہین۔ اور اخبارون مین ان کا حال پڑھا۔ بڑا کارنمایان کر رہے ہین اور شہنشاہ روس تک اُن کے مداح ہین۔

خوش ہوا ہیست فرح بخش خدایا بفرست
نازنینے کہ بروئش مے گلگون نوشم

دنیا ہو اور جام شراب ہو۔ شراب ہو اور نرگسی کباب ہو (لے اُڑے) اور ساقی پستہ دہن۔ سیم ساق۔ بیحجاب برافگندہ نقاب ہو۔ زاہد صد سالہ تک شاہ مینا کا مرید ہو جائے صراحی کو منہ سے لگائے جام پر جام لنڈھائے۔ مستی و ہندی کا زور ہو۔ ہو حق کا شور ہو تمام محفل مین دھوم مچے۔ بزم طرب دلہن کی طرح سجے۔

اب سنیے کہ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے سن سن چل رہے تھے اور کانٹون کے لمپ سامنے جل رہے تھے آزاد پاشا لب ڈینوب غرض طرطی برضرغام بر یہ سوار موجون کا لطف اُٹھا رہے تھے اور خیالات مندرجۂ بالا ان کے دل مین جگہ پا رہے تھے۔ روس سواران سے کئی بار بادۂ گلگون کی فرمائش کی مگر اُنھون نے ہر بار فہمائش کی کہ حضور یہ بڑا نازک وقت ہی۔ سامنے روس کی فوج مع غنیم ادھر اُدھر طلایہ کے سواران جرار۔ اس طرف دو بار تھا اس سمت کہسار

عظمت بار جاے ماندن نہ پاے رفتن۔ خدا خدا کر کے دریا عبور کیا۔ مگر ذرا الغوریت ہوئی تو دھر لئے جائینگے پھر تمام عمر پچھتائینگے مگر اسوقت کی ہواے خنک نے جگر تک کو سرد کر دیا تھا رات بھیگی تھی۔ برفباری سے ہاتھ پاؤن ٹھٹھرے جاتے تھے ادھر دریا کا کنارہ ان سب پر طرہ تھا۔ آزاد گو شراب کے خلاف تھے مگر بیجام عرق کے زندگی وبال تھی اور حافظ شیراز کے اشعار ورد زبان تھے۔

حاشا کہ من بموسم گل ترک مے کنم | من لاف عقل میزنم این کار کے کنم

مطرب کجاست تا ہمہ محصول زہد و علم | در کار بانگ بربط و آواز نے کنم

از قیل و قال مدرسہ حالا دلم گرفت
یک چند نیز خدمت معشوق مے کنم

سوارون نے پھر سمجھایا۔ شیب و فراز دکھایا۔ کہا حضور ہم اس لئے ساتھ بھیجے گئے ہین کہ حضور کو منزل مقصود تک پہونچائین اور ترکون سے ملائین واسطے خدا کے جام سے اجتناب کیجئے۔ عقل سے کام لیجئے۔ آزاد نے کہا۔

ساقی بیار بادہ کہ اندر زمان گل | تا بشکنیم توبہ دگر در میان گل

آزاد پاشا کو شک کی جگہ یقین کامل تھا کہ اب نہ بچینگے سامنے روسیون کا لشکر مور و ملخ سے زیادہ ہی بھاگنے کا راستہ بالکل مسدود ترک مفقود صرف دو آدمی ساتھ۔ اب مفر کی کون صورت ہی۔ چند گھنٹون کے بعد سویرا ہو جائیگا کوئی نہ کوئی پہچان لیگا قید کر کے وزیر جنگ کے پاس لے جائیگا۔ لہذا سوچے کہ جام بادۂ مصفا لنڈھا کر غم و رنج کی گرد لوح دل سے دھوئین اور بھی تان کر بے غل و غش اسی میدان بلاخیز مین سوئین جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہی

کس مینے سے ہوتا ہو فراموش غم دہر | حضرت کا رام ہی یہ جام نہین ہی

مگر سواروں نے ان کو منع کیا۔ اور کہا اب چلیے ہم اُٹھتے ہیں۔ اگر اس فوج سے نکل گئے تو بچاں اللہ ورنہ ع

بر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگذرد

آزاد نے انکی رائے سے اتفاق کیا اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے

بر نیامد از تمنائے لبت کامم ہنوز
بر امید جام لعلت دردے آشامم ہنوز
روز اول رفت جانم در سر زلفین تو
تا چہ خواہد شد درین سودا سر انجامم ہنوز
ساقیا یک جرعہ زان آب آتش گون کہ من
درمیانِ پختگانِ عشق او خامم ہنوز

سوار۔ ان سرکاری سواروں سے تو خدا خدا کر کے چھٹکارا ہوا اب دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ اس فوج سے اگر محفوظ رہے تو فہو المراد ورنہ خدا حافظ و ناصر ہے۔ پھر جو کچھ ہو۔

دوسرا۔ کچھ بھی ہوگا۔ ہماری رائے پر چھوڑ دو۔ پھر لطف دیکھو۔

سوار۔ بہتر مگر اتنا سوچ لو کہ اگر ترکی کا ہو گیا تو پھر دھر لئے جاؤ گے اور اگر داہنے بائیں چلے تو طلائے کے آدمی جانے نہ دینگے۔ یہ بڑے شریر ہوتے ہیں ان سے خدا ہی بچائے۔

دلا زہجر مکن نالہ زانکہ در عالم
غم ست و شادی و خار و گل و نشیب و فراز

سوار۔ آزاد پاشا۔ اب حضور اپنی رائے دیں کہ کیا کرنا چاہیے۔

دوسرا۔ حضور کی رائے اس وقت صائب نہیں ہے حضور تو جام و صراحی کی تلاش میں ہیں یہاں جان پر بنی ہے خیر خدا مالک ہے

آزاد۔ اسوقت دو دو گھونٹ لو اور مزے سے ڈراتے ہوئے چلو۔

صبح دولت می دمد کو جام ہمچون آفتاب
فرصتے زین بہ کجا باشد بدہ جام شراب

الغرض سب کی رائے قرار پائی کہ گھوڑے چمکتے ہوئے چلے چلو۔ جو کچھ ہوگا سمجھا جائیگا۔ میاں آزاد اور دونوں سواروں تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے۔ روس کی فوج کو کمال حیرت ہوئی سوار نہ پیادے اور افسر سمجھے کہ ترکی فوج قریب آ گئی ہے طلایہ کے سوار اطلاع دینے آئے ہیں۔ لوگوں نے گھبرا کر کہا خیریت ہے۔ پولینڈ کے ایک سوار نے کہا جلد بتاؤ وزیر جنگ صاحب کہاں ہیں۔ کہا وزیر جنگ یہاں کہاں۔ یہاں جنرل کارچگاف ہیں۔ تم کہاں سے آئے ہو۔ طلائے پر تھے نہ مطلب تو بتاؤ۔ کیا کہنا کیا ہے۔

سوار۔ وزیر جنگ سے ایک نہایت ضروری کام ہے سخت ضروری کام ہے۔

فوجی سوار۔ کچھ کہو تو سہی کیا ضروری کام ہے کیا ترکی لشکر قریب ہے۔

سوار۔ ہم کو پولینڈ کی شہزادی نے بھیجا ہے اور ایک پارچمنٹ دیا ہے حکم ہے کہ وزیر جنگ جہاں ہوں فوراً انکے پاس پہونچو اور انکے سوا اور کسی کو نہ دو۔ چنانچہ ہم چو طرفہ پوچھتے پھرتے ہیں کہ وزیر جنگ کہاں ہیں کوئی سوار ہمارے ساتھ بھیج دیجیے۔

فوجی سوار۔ پارچمنٹ ہمکو سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ پارچمنٹ پر کیوں لکھتیں۔ پولینڈ کی شہزادی تو مشہور ہیں مگر وزیر جنگ سے کیا تعلق ہے۔

سوار۔ آزاد پاشا کی نسبت کچھ حال اُن کو معلوم ہوا ہے۔

فوجی سوار۔ اخاہ۔ تو ہمکو تو اطلاع دو۔ شاید ہم کچھ فکر کر سکیں۔ ہم یہاں سے قریب ہیں۔ اگر مقام معلوم ہو تو ہم خود جائیں۔

سوار۔ ہمیں کچھ مطلق نہیں معلوم۔ ہمکو فقط پارچمنٹ دیا ہے۔

فوجی سوار۔ اچھا ہم جنرل کو اطلاع دیتے ہیں۔ تم ٹھہرو۔

اب سنیے کہ دونوں سوار باہم عمداً لڑنے لگے۔ ایک نے کہا تم نے کیا سمجھ کے خط کا حال بتا دیا یہ راز سربستہ تھا۔ اگر

بات پھوٹی اور آزاد نے سُن لیا اور بھاگ گئے تو روس کے حق مین کسقدر مضر ہوگا۔ دوسرا بولا۔ ہم نے اپنی فوج کے بڑے مین اس امر کا تذکرہ کیا ہے کسی غیر کے سامنے نہین کیا ہے۔ کیا ہم نہین جانتے کہ یہ راز کی بات ہے۔ دونون سوارون مین باہم خوب گلخپ ہوئی ایک تو یہی کہتا جاتا ہے کہ ان لوگون سے آزاد کی خبر اور خط کا حال بیان کرنا خلاف مصلحت نہ تھا۔ دوسرے کی رائے تھی کہ آزاد بڑے نامی گرامی جنرل ہین۔ اُن کے حالات کو سخت مخفی رکھنا چاہیئے روسی بھی سمجھے کہ یہ دونون واقعی خیرخواہ ہین اور روسی تو یہ خود بھی تھے۔ لہذا ان دونون کی خاطر کی گئی۔

اتنے مین ایک لفٹنٹ نے آن کر کہا۔ آپ دونون کو جنرل افواج نے یاد کیا ہے سوار اُنکے سامنے آئے تینون کے نام پوچھے آزاد نے اپنا نام کرشلاف بتایا جنرل نے ان سب سے سوال کئے۔

جنرل۔ تم کو پولینڈ کی شہزادی نے ہمارے پاس بھیجا ہے!؟

سوار۔ حضور، ہمکو وزیر جنگ کے پاس روانہ کیا ہے۔

جنرل۔ کوئی خط۔ کوئی لفافہ کوئی تحریر دی ہے یا یون ہی۔

سوار۔ ہان حضور ایک پارچمنٹ سر بمہر دیا ہے

جنرل۔ اگر مضائقہ نہو تو پارچمنٹ ہمارے حوالے کر دو۔

سوار۔ حضور کو اختیار ہے۔ مگر ہمین حکم نہین دیا ہے۔

جنرل۔ قواعد جنگ کی رو سے ہمین پورے پورے اختیارات حاصل ہین کہ وہ کاغذ آپ سے لین خود کھولین اور پڑھین اور پھر بدستور آپ کو وزیر جنگ کے پاس مع اس کاغذ کے بھیجدین۔

سوارون نے پارچمنٹ دے دیا اور جنرل فوج نے تخلیہ کر کے پارچمنٹ کھولا اور پڑھا تو اسمین یہ عبارت لکھی تھی۔

حضرت وزیر جنگ کو معلوم ہو کہ ہماری عملداری مین کئی بار سوار اس غرض سے آئے کہ آزاد پاشا تو یہان نہین آئے اس سے ہمین خود شک ہو گیا کہ غالباً وہ یہان کے ہی کہسار مین ہونگے ع

تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا ہم آزاد کے حالات سے بخوبی واقف نہین ہین ہم نہین کہہ سکتے کہ آزاد کون شخص ہے مگر سنا ہے کہ وہ روم کے ایک پاشا ہین۔ یہان کچھ دن تک مس کلیرسا بھی تھین ایک بار آپکے سوارون کو خبر ملی کہ آزاد پاشا ایک پہاڑ کی طرف ہین چنانچہ وہ لوگ اس سمت دوڑ گئے اور کچھ عرصے کے بعد مس کلیرسا بھی گئین۔ اُنھون نے کہا کہ ہم کو یقین ہے کہ آزاد یہین ہین وہ شخص سوارون کے ساتھ روانہ کیا گیا اب پھر کئی سوار آن موجود ہوئے ہین لہذا آپ کامل تحقیقات کیجئے ورنہ ہماری رعایا کی امن مین فرق واقع ہوتا ہے۔

یہ پڑھکر جنرل نے لفافے کو سر بمہر کیا اور سوارون کو دیا اور ایک سوار اُنکے ساتھ بھیجا کہ وزیر جنگ تک ان کو پہونچائے۔

اثنائے راہ مین آزاد پاشا نے ایک موضع مین فوج کے لفٹنٹ سے کہا کہ آپ کے ہان کہین اسوقت شراب ملسکتی ہے؟ اس نے کہا ہان۔ ایک بوتل ہے۔ باقی سب صرف ہو گئین۔ وہ بوتل اُنھون نے آزاد کو دی۔ اُنھون نے لیبل پڑھا اور کہا (جمیکا رم) دل مین سوچے کہ ہمین وقت ضرورت جب شراب ملتی ہے جمیکا کی رم ملتی ہے اور اس سے ہمین نفرت ہے۔ مگر اسوقت ہزار غنیمت ہے۔ جمیکا رم کے دو مین پگ سے تو خوف اور تشویش خیرباد کہکر سدھاری گویا بہرہ کھل گیا نڈر ہو گئے۔

ہر بر بشیۂ شداد میان آزاد فرخ نہاد جام پر دو سالہ لنڈھا کر بیخوف و خطر سوارون کے ساتھ گلگون عقاب ہیئت صیغم شکار سبک پویہ کرتے جاتے تھے۔ اثنائے راہ مین انواع واقسام کے خیالات اُن کے دل مین جگہ پاتے تھے۔ کبھی اپنی بادہ خواری پر نفرین کی کبھی آیۂ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ نے تقویت دی۔

سوچے کہ خدائے عزوجل عطا پاش و خطا پوش ہے۔ اسوقت بادہ خواری سے یہ غرض نہ تھی کہ رندی و مستی حاصل ہو۔ بلکہ اصلی منشا و خاص یہی تھا کہ جھجک نہ باقی رہے۔

مے سے غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے

جمیکارم نے اس دم مرہم زخم دل و جگر کا کام کیا۔ خدا خوب جانتا ہے کہ آزاد رند خمخانۂ محبت ہے خاص مطلب یہی تھا کہ جس کام کے لئے ہندوستان سے آیا ہوں اسکو پورا کروں۔ خدا نے چاہا تو وہ پورا ہو اور میں سرخرو ہو جاؤں ورنہ ع یا قسمت یا نصیب یا بخت بد خدا کی بارگاہ میں دعا مانگتے ہوئے بھی خوف آتا ہے اور بے دعا مانگے رہا بھی نہیں جاتا۔

حافظ اندیشہ کن از نازکی خاطر یار
برد از درگہش این نالہ و فریاد ببر

دیکھیے خدا وہ دن کب دکھاتا ہے کہ ہم فوج روس کے افسر بنے ہوئے میدان کارزار میں جنگی کارروائیاں کر رہے ہو نگے۔ ادھر آزاد پاشا تو ان خیالوں میں تھے ادھر پولینڈ کے سوار سوچتے تھے کہ روسی فوج کا سوار ہمراہ ہے انکی موجودگی میں آزاد کی مطلب برآری معلوم اور انکو یہاں سے کسی طرح ٹال بھی نہیں سکتے آخر کار ایک پہاڑی کے قریب گھوڑے روک لئے۔ اس سوار نے کہا ذرا دم لے لو۔ ابھی ایسی جلدی نہیں ہے۔ سرکاری سوار گھوڑے سے اُترا۔ ایک درخت کے تنے سے گھوڑا باندھا اور کہا میں گانوں سے آگ لاتا ہوں۔ ورنہ ٹھٹھر جائینگے۔ ان تینوں نے اسکا گانوں میں جانا غنیمت سمجھا اور باہم مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا تدبیر کی جائے۔

"گھوڑے کو ذبح کر ڈالو اور بھاگ چلو۔ بس یہی تدبیر ہے"

"واہ کیا گانوں میں اسکو گھوڑا نہ مل سکے گا۔ بقول؟ ہمارے نزدیک سب سے بہتر تدبیر یہ ہے کہ اسی موذی کو قتل کر ڈالیں فراغت ہوئی۔ بس کوئی خرخشہ باقی نہ رہے گا۔ ع نے غم دزد نے غم کالا۔

"اس میں بھی دقت ہے۔ لاش کو کہاں پھینکو گے بھلا"

"جنگ کے زمانہ میں کوئی لاش کی فکر کیا کرتا ہے۔ اسی کنوئیں میں کاٹ کے ڈال دو۔ بس کون پوچھتا ہے۔

آزاد اور اُن دونوں سواروں میں بحث ہونے لگی۔ کسی نے کچھ رائے دی کسی نے کچھ۔ اتنے میں ایک سوار نے میان سے تلوار نکالی اور بڑھ کے تلا ہوا ہاتھ دیا تو گردن کھٹ سے الگ تھا تینوں آدمی گھوڑوں پر سوار ہوئے اور کڑکڑاتے ہوئے چلے مقتضائے مصلحت یہی تھا کہ جسقدر جلد ممکن ہوتا بھاگ جاتے آزاد گھوڑے کو للکارتے جاتے تھے۔ رگٹ آن سر گٹ آن شاباش ائی نوائے شاباش۔ گٹ آن۔ واہ غازی مرد۔ کیوں نہو۔

اشاروں میں چلا کرتے ہیں یہ شائستہ گھوڑے ہیں
کہ صورت ان کی حیوانی ہے سیرت انکی انسانی

آزاد اسوقت خوب گرمائے ہوئے تھے۔ گو سردی بھی اچھی چمکتی تھی اور برف بھی کسی قدر پڑ رہی تھی۔ ایک تو جمیکارم کی گرمی دوسرے گھوڑے کی سواری اور فرس تندخو کا بگٹٹ جانا سردی ذرا بھی نہ معلوم ہوئی۔ تین کوس نکل کر دم لیا۔

اب سُنیے کہ وہ سوار جو گانوں سے دو چار آدمیوں کو لیکر آیا تو گھوڑا ندارد۔ پولینڈ کے سواروں کا پتہ ہی نہیں ابن بھائی سوار و بھائی سوارو۔ ارے یار کدھر چلدیے۔ بھئی بڑے دل لگی باز ہو۔ آخر اس سے کیا فائدہ دیر ہوتی ہے بھائی اور جانا دور ہے ہمکو کیا ہم سے کہو ہم بھی پڑ کے سو رہیں اور لطف یہ کہ گھوڑا بھی درخت سے

کھول کے لے گئے۔ بڑے ہنسوڑ ہو۔

اتنے مین ایک آدمی نے کہا وہ سامنے کیا چیز نظر آتی ہے؟ گھوڑا ہی تو نہیں ہے۔ جاکے دیکھتے ہین تو گردن الگ دھڑ الگ۔ لاش پڑی ہے اور خون کے شرّاٹے جاری ہین۔

سوار۔ ارے اُف! بڑا دھوکا ہوگیا! دغا دے گئے!!!

شدائد سے مکائد سے دغا سے	خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

آدمی۔ یہ ماجرا کیا ہے۔ کیا لٹیرون کے ساتھ آئے تھے کیا۔

سوار۔ بڑا چکما ہوگیا۔ اُف اُف۔ دغا۔ دغا۔ دغا

آدمی۔ کچھ بتایئے تو کس نے دغا دی۔ کس بات کی دغا دی

سوار۔ دغا۔ دغا۔ ہم ہی کو دغا نہین دی بلکہ جنرل تک کو چکما دیا۔ مگر اب تک ہماری سمجھ مین نہ آیا کہ یہ کون لوگ تھے۔ شاہزادی کا خط موجود۔ پارچمنٹ موجود۔ روسی آدمی۔ لیکن اس قتل کا سبب نہ معلوم ہوا۔ کمال افسوس کا مقام ہے۔

آدمی۔ آپ کے ساتھ تھے کون لوگ؟ کچھ معلوم تو ہو

سوار۔ اب اس سے کچھ مطلب نہ نکلے گا۔ تم کوئی سواری لاؤ گھوڑا ہو یا یابو ہو۔ اور دو آدمی ہمارے ساتھ چلو۔ تین گھوڑے یا تین یابو ہون تو کام بن جائے۔

آدمی۔ دس۔ بلکہ اور پچاس۔ یہ کون مشکل بات ہے۔

یہ کہکر ایک گھنٹے مین گانوٴن کے آدمی چار گھوڑے لائے ایک سوار اور دو بر دو آدمی سوار ہوئے ایک گھوڑا واپس کر دیا سوچے کہ اس لق و دق میدان مین خدا جانے وہ لوگ کس طرف نکل گئے ہم تعاقب کرین تو کس پتہ سے اور یہ بھی دل گواہی نہین دیتا کہ اسی مقام پر بیٹھے رہین اور ذرا بھی پیچھا نہ کرین سپاہی پن کے خلاف ہے۔ خیر خدا کا نام لیکر چلے چلین۔ اگر ملے تو سبحان اللہ نہ ملے تو دل کا ارمان تو نکل جائیگا۔ تینون آدمیون نے شمال کی جانب راہ لی اور آزاد جنوب کی طرف گئے تھے۔ یہ لوگ دو کوس جلکے واپس آنے لگے۔ سمجھ گئے کہ سوار نکل گئے وہ ہوا کے گھوڑون پر سوار ہو گئے اُنکا تعاقب کرنا دل لگی بازی نہین ہے۔ واپس آتے تھے کہ اثنائے راہ مین ڈاکوون کا گروہ ملا۔ اُنھون نے نرم چارہ سمجھ کر اُن سے ہتھیار رکھوا لیے اور کہا گھوڑے چھوڑ دو ورنہ قتل کیے جاؤ گے۔ قہر درویش برجان درویش۔ ایک کی دوا دو۔ دو کی دوا چار۔ یہ تین وہ بیشمار۔ اور وہ بھی مسلح۔ طوعاً و کرہاً ہتھیار رکھ دیے۔ اور گھوڑے بھی ڈاکوون کے حوالے کیے۔ یہ وہی مثل ہوئی کہ چوبے جی چھبے ہونے گئے تھے وہان سے دوبے ہو کے آئے۔ نماز بخشوانے گئے تھے روزے گلے پڑے۔ ڈاکوون نے اپنی راہ لی اور یہ مصیبت کے مارے پیادہ پا چلنے لگے۔

اتنے مین ایک شخص نے جو ڈاکوون کا سرغنہ اور کارکن تھا اپنے ساتھیون سے مشورہ کیا کہ ان تینون کو قتل کرنا چاہیے ورنہ راز فشا ہو جائیگا۔ ایک آدمی ہمکو پہچانتا ہے (حالانکہ یہ صرف واہمہ ہی واہمہ تھا) الغرض چار ڈاکو لپٹ پڑے اور ان تینون بیگناہون کو دم کے دم مین مار ڈالا۔ اس سفاکی پر خدا کی مار ان کو قصہ تو یون تمام ہوا اب کوئی اتنا بھی نہ رہا جو جنرل کو ان امور سے مطلع کرتا۔

اب سنیے کہ آزاد پاشا اور وہ تینون سوار ایک ایسے مقام پر پہونچے جس سے آدھ کوس کے فاصلے پر روشنی نمودار تھی اور صاف ظاہر ہوتا تھا کہ فوج کا پڑاؤ ہے ورنہ میدان اور کہسار مین روشنی کہا گانوٴن مین بھی شب کو اگر بہت جلے دس پانچ لیمپ۔ لہذا یہ روشنی اس امر پر دال تھی کہ فوج کی ہے مگر یہ نہین معلوم تھا کہ روسی ہین یا ترک تینون آدمی عقل دوڑانے لگے۔ ایک نے رائے دی

کہ روسی ہین مگر آزاد اور ایک سوار نے کہا گو حق الیقین ہے نہین کہہ سکتے مگر اس مین شک نہین کہ یہ ترکون کی فوج ہی راے قرار پائی کہ ایک سوار تھوڑی دور جاکے دریافت کرے اور ڈھونڈے کہ کس کی فوج ہی۔ ایک سوار آہستہ آہستہ اس سمت گیا جدھر روشنی تھی۔ آزاد پاشا دوسرے سے چپکے چپکے باتین کرنے لگے کہا اسوقت چمپکا نے وہ لطف دکھایا۔ ع۔

دل من داند و من دانم و داند دل من

صرف معشوق گلرخسار و باغ و بہار کی ضرورت ہے کہ دو گھڑی قہقہے اڑین بس گلریسا نو بہار حسن و جمال ہی میڈا ناوک نگاہ مشتری خصال ہی پولینڈ کی شہزادی سیم اندام زیبا خرام ہی تو سرا پر و شیرین کلام ہی۔ یہ تینون پریان اس وقت روبرو ہون تو سبحان اللہ سبحان اللہ اب قسم کھائی کہ بلا معشوق سمن بر پری پیکر کے اس کا شغل نہ کرینگے۔

کردہ ام توبہ بدست صنم بادہ فروش
کہ دگر مے نخورم بے رخ بزم آرائی

آزاد پاشاہ فرط طرب سے ساقی نامہ زبان پر لائے اور جھوم جھوم کر بیخوف و خطر لہرا لہرا کر پڑھنے لگے۔

بیا ساقیا مے کہ نادم زنیم ۔ قلم بر سر ہر دو عالم زنیم
سبک باش در طل گرانم بدہ ۔ وگر فاش نتوان نہانم بدہ
بدہ ساقی آن آب آتش فشان ۔ ازان پیش کز ما نیابی نشان
کہ در آتش ست این دل دشمنم ۔ ہمانا کہ آبے بہ آتش زنم
زخشت است بر جام زخسروان ۔ کہ بنفزاے از جام نوشین لبان
بدہ ساقی آن آب آتش خواص ۔ کہ زان بلکہ یا بم ز آتش خلاص

کدام ست جام جم و جم کجاست
سلیمان کجا رفت و حاتم کجاست

اتنے مین وہ سوار واپس آیا۔ ان دونون نے کہا بھئی دال مین کالا کالا ضرور رہی ورنہ اگر ترک ہوتے تو یہ ہین غل مچا تا آتا سوار نے قریب آنکر کہا حضرت جانے کو تو مین چلا گیا مگر مجھے راہ مین خیال آیا کہ اگر روسی فوج نہ ہوئی ترکی لشکر ہوا تو مجھے فوراً قتل کر ڈالینگے لہذا واپس آیا کہ تم سب کو لیکر چلون۔ ترکون کی فوج ہوگی۔ تو آزاد پاشا جو ابھی کو موجود ہین اور روسیون کی سپاہ ہوگی۔ تو ہم کافی ہین الغرض تینون سوار ہوے اور چلے جب قریب پہونچے تو ایک لشکر والے نے آواز دی (کون) کون کہتا تھا کہ آزاد نے آواز بلند کہا (ہم آزاد پاشا) وہ شخص فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اسقدر خوش ہوا کہ بیان سے باہر فوراً بڑے مین خبر ہوئی اور خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔

ایک۔ آزاد پاشاہ (قدمون پر گر کر) شکر خدا ہزار شکر خدا
دوسرا۔ یہان سنتے تھے کہ پیسبرا بھیجے گئے اور مار ڈالے گئے
تیسرا۔ یا خدا اسوقت جو مانگتا مل جاتا۔ مین ابھی دعا ہی مانگ رہا تھا بارے قبول تو ہوئی۔
آزاد۔ بڑی بڑی مصیبتین سہین۔ بارے بخیر گذشت الحمد۔
چوتھا۔ حضور یہ دو سوار کون ہین۔ یہ روسی ہین۔
آزاد۔ یہ وہ ہین جنھون نے میری جان بچائی۔ یہ روسی بڑے دوست آدمی ہین۔ شاباش بھائیو شاباش یارانے کا حق خوب نباہا اب یہان سے فوج کتنی دور ہی۔
جواب۔ ابھی ایک میل کا فاصلہ ہی۔ ہم چالیس آدمی یہان تعینات ہین اور وہ سامنے چالیس آدمی ہین اور دس آدمی دس طرف طلائے کے لیے گئے ہین کل دو سو کی جماعت ہے، اور یہان سے ایک میل کے فاصلے پر دس ہزار سوار اور دو ہزار پیادے ہین اور اٹھارہ ضرب توپ پہاڑی باڑھی بھی ہین اور تھے نئی ایک

ہفتے کی رسد ہی سب سامان لیس ہی کسی شے کی کمی نہین ہی
تھوڑی دیر دم لیکر آزاد نے حکم دیا کہ فوج مین ہمارے آنے
کی اطلاع دیجائے ایک سوار فوراً روانہ ہوا فوج سے دو افسر
اور چار سوار چلے پہونچتے ہی غل مچایا (آزاد۔ آزاد)
آزاد۔ ہیلو۔ اسپلیٹن۔ خوش آمدی۔ خوش آمدی۔
اسپلیٹن۔ (گھوڑے سے اُتر کر مصافحہ کرکے) شکر ہی شکر ہی
آزاد۔ بھائی بڑی مصیبت پڑی تھی۔ بارے بخیر گذشت
اسپلیٹن۔ ہم تو سمجھے تھے کہ تم سیبیریا کے برفستان مین ہو۔
آزاد۔ بڑی بڑی پریشانیان اور سختیان جھیلی ہین دنیا اور
مس اسپلیٹن کا حال کہو۔ خدا کرے بخیریت ہون۔ آمین۔

تنت بناز طبیبان نیاز مند مباد	وجود نازکت آزردۂ گزند مباد

اسپلیٹن۔ آخری خط جو اُنھون نے بھیجا ہی اسنے مجھے خون رُلایا
آزاد۔ (چونک کر) کیون کیون خیر تو ہی خیر تو ہی۔
اسپلیٹن۔ کسی اخبار مین اُنھون نے تمھارے مصائب کا حال
پڑھا تھا بس رہ گیا۔ بڑا لمبا چوڑا خط بھیجا ہی پڑھنے کے قابل ہی
آزاد۔ خدارا جلد لکھ بھیجو کہ آزاد مع الخیر واپس آیا۔
اسپلیٹن۔ ضرور اور بہت جلد۔ شکر خدا۔ ہزار بار شکر خدا۔

شکر خدا کہ از مدد بخت کارساز
بر حسب مدعاست ہمہ کار و بار دوست

بلغارستان مین کوہ قاف کی ایک پری گرفتار کی ہی یہ عورت
جسکے جادو جمال ہونے مین ذرا بھی شک نہین لیکر یاسے
روسیون کو خفیہ مدد دیتی تھی اتفاق سے اسکا حال درج
اخبار ہونا گزرا تھا۔ اور ایک زیرک کی نظر سے گذرا اسکی گرفتاری کا
کام میرے سپرد ہوا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ عورت کیا ہے آتش
کی پری ہی اب فوج مین چلو تو دکھا دون پھڑک جاؤ گے

آزاد۔ چلو۔ بسم اللہ۔ نیکی اور پوچھ پوچھ۔
دم کے دم مین داخل ہوگئے اس عورت کو دیکھا تو خدا کی
خدائی مجسم نظر آئی۔ کہا یہ بت یوسف جمال اس قابل ہی کہ اسکا
کلمہ پڑھے کیا خدا کی شان ہی۔

تو از پری چابک تری و ز برگ گل نازک تری
وز ہر چہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری

دل ڈانواڈول ہوگیا۔ ہاتھ سے جاتا رہا طبیعت پر
دل کا اور دل پر آزاد کا قابو نہ رہا اور ٹھنڈی سانسین بھرنے لگے

ہر آہ جگر سوز کہ از سینہ بر آید
دو دست کز و بوے کباب جگر آید

اسپلیٹن۔ کیا چہرہ ہی۔ کیا رنگ ہی۔ کیا حسن خداداد ہے
سبحان اللہ سبحان اللہ اب تڑکا ہوگیا۔ رات بھر کے جاگے ہو
آرام کرو دن کو انشاء اللہ باتین ہونگی۔
فوج کے کل دس افسر پیادے اور سوار آزاد پاشا کی
ملاقات کے لیے دوڑے آئے اور انکو دیکھکر کمال محظوظ ہوئے
کرنل۔ ہم نے مردہ کو آج زندہ پایا۔ اللہ اللہ۔
لفٹنٹ۔ دو چار آدمیون کی زبانی سنا تھا کہ آپ بھاگ گئے
سوار۔ یہان مشہور تھا کہ پولینڈ کی طرف بھاگ گئے ہین۔
آزاد۔ مین ایک روز اپنے کل حالات بیان کرونگا۔ ایک نہ دو
صدہا مصائب سے دو چار ہوا۔ بڑے عذاب مین جان تھی۔
مگر خدا خدا کرکے چھٹکارا ملا۔ ورنہ بڑی بیڈھب ہوتی۔
سوار۔ خبر تھی کہ کوئی خوش الحان شہزادی ان پر بھی مرتی ہے
آزاد۔ واہ۔ بیوقت کی شہنائی کسی کو نہین بھاتی۔

تھا اپنے ہی سوچ مین وہ سنسان	دھن راگ کی تھی نہ رنگ کا دھیان
بے وقت وہ راگ خوش نہ آیا	بے فصل وہ پھاگ خوش نہ آیا

کرنل۔ اسمین شک نہین کہ تم پر کوئی حسین بشر و عاشق ہوئی تھی مین بہت بڑھا آدمی ہون اور عاشق تن آدمی ہون۔

آزاد۔ زمانہ مساعد بھی رہا اور نامساعد بھی مگر اب غنچۂ دل کھل گیا کہ اس فوج مین داخل ہو گیا۔ شکر خدا ہزار شکر خدا۔ صد ہزار شکر خدا۔

کچھ گلشن جہان کے موافق ہے یہ ہوا
کھٹکا گلون کو باد خزان کا نہین ذرا
سب کھلی ہوئی ہے مہکتا ہے موگرا
ہین پہچے گلون مین بندھا ہے عجب سما
صدقے ہے لاکھ جان سے خزان اس بہار پر
جوبن ٹپک رہا ہے ہر اک گلعذار پر

بدلی جو جھوم جھوم کے اٹھتی ہی بار بار
جھونکون مین باد سرد کے پڑتی ہی کچھ پھوار
پھولے ہین کس خوشی سے بیابان مین گلعذار
ارکل کے کوکنے سے ہین گلچین بھی بیقرار
کلیان تباے گل کی جو شبنم بھگوتی ہے
آکر صبا گلون سے بغلگیر ہوتی ہے

جھڑتے ہین گفتگو سے جواہر نگار پھول
دکھلاتے ہین ریاض سخن کی بہار پھول
یان شاخ فکر مین ہین شگفتہ ہزار پھول
کیا ہو گئے گیا جو کوئی آکے چار پھول
لپٹیں نکل رہی ہین معطر دماغ ہے
سینے مین یان بھرا ہوا پھولونکا باغ ہے

آزاد پاشا نے جنگ کے حالات دریافت کیے تو کرنل نے کہا ہماری فوج بیچ بیچ مین ذرا دب گئی تھی روسیون نے زغہ کر دیا تھا مگر ہم نے دو افسرون کو خوب رشوت دی اب ہم غالب ہین ایشیا کے سپہ سالار نے البتہ رشوت لینے سے انکار کیا۔ پہلے ہماری فوج قلعۂ اردھان و قرص کو فتح کر کے بہت دور بڑھ گئی تھی مگر سپہ سالار موصوف نے ہم کو ہٹا دیا۔ وجہ یہ تھی کہ یہ فوج نوجوان افسرون کی غلطی سے اسقدر دور بڑھ گئی کہ رسد کا سامان ہم نہین پہونچا سکتے تجربہ کار اور بوڑھے افسر کہا کیے مگر ان لوگون نے ایک نہ مانی۔ اگر ترکی فوج کی طرح افسر بھی اچھے ہوتے تو لوہے سے لوہا لڑتا اور برابر کی جنگ ہوتی مگر افسر عموماً راشی ہین فوج بیچاری کیا کرے۔ سپاہ کا مطلق قصور نہین ہے۔

آزاد۔ زار روس تو میدان جنگ مین خود آئے ہین۔

کرنل۔ ہان۔ نہایت جوش ہے۔ پرانے افسرون کو بدل کے نئے افسر مقرر کیے ہین اور صبح و شام و دن رات جنگ کے حالات سنا کرتے ہین۔ انکا خیمہ نہایت سادہ ہے اور آجکل غذا بھی سادی ہی کھاتے ہین روز و شب یہی فکر ہے کہ فتح حاصل کرین اپنے بھائیون کو قطعی حکم دے دیا ہے کہ چاہے شکست پاؤ چاہے گرفتار ہو جاؤ غنیم کو پیٹھ نہ دکھانا۔

آزاد۔ یہ سب سچ ہے مگر ہمارے نزدیک بل مانٹی نیگرو کے سوا دنیا مین کوئی قوم ایسی نہین جو ترکون کی نقطۂ مقابل ہو۔ ہان مانٹی نیگرو والے البتہ ترکون کا مقابلہ کر سکتے ہین۔

کرنل۔ دنیا مین بہت سی طاقتور اور جری اور بہادر قومین ہین ایک سے ایک بڑھکر زولو کیا کچھ کم ہین ترکمان کیا کچھ کم ہین اور روسیون کو آپ کیا سمجھتے ہین کاسک سب سے بڑھکر ہین اور مانٹی نیگرو والے تو ستم کے بہادر ہین۔ ہان ترکون کی جرأت مین بھی اصلا فرق نہین ہماری فوج نے اکثر مقامات پر کارنمایان کیے ہین روسی تک مان مان گئے۔

آزاد۔ اب فرمایئے کہ ہم کس فوج مین بھیجے جائین گے۔

کرنل۔ وزیر جنگ کو آپکے آنے کی اطلاع دیجائیگی تب تک آپ اسی فوج مین ہین۔ سُنا ہی کہ روسی کل ہم لوگون سے اس مقام پر جنگ کرینگے مگر ہم کچھ ان سے دبکے نہین رہین گے۔

آزاد۔ (اپنے دل مین) یا خدا مس میڈا اور مس کلیرسا کا کیا حال ہوگا تڑپ رہی ہونگی۔ ہاے افسوس جس سے دل ملایا اسکو صید رنج و محن ہی کیا۔ واہ رے ہم۔ پولینڈ کی شہزادی بیچاری کس مصیبت مین پڑی کہ خدا دشمن کو بھی اس سے محفوظ رکھے ہم بھی عجب خوش نصیب آدمی ہین۔

آن طوطی ام کہ برگ درختش داغ داخگر است
زاغ دہد روشنا بچہ را دہمند راسب
آن روضہ ام کہ ہر شجرش باغبان اگر
آبش بجون دل ندہد خشک لے بر است
آن پاے تا بسر ہمہ زخم دجر احتم
کورا بخواب عاقبت الماس نشتر است
آن خستہ ام کہ در تپ صفراد جوش خون
فصادش آتش جگر و شعلہ نشتر است
آن تیغ آبدیدہ زہر بلا کشم
کش پاے تا سر از اثر زخم جوہر است

حسن آرا ہم پر عاشق ہوئین اور ہم اُن پر۔ مگر اب تک بجز مصائب بیشمار اور تکلیف مالایطاق کے اور کچھ نصیب نہوا۔ اللہ رکھی بیچاری کس محنت سے ہماری تلاش مین دوڑی آئی مگر ہم کو وہ دامون مین پھر رہے ہین۔

آن شعلہ وست ہیزم خشکم کہ خاک شے
صندل فروش ناصیہ عود و عنبر است

اب اسوقت کوئی نازنین مہ جبین ہو تو لطف آئے۔ کل کی کل کے ہاتھ ہی دیدہ باید کہ شب حاملہ فردا چہ زائد۔ ایک گولی کافی ہی۔ اسوقت سپہر آرا بیگم یاد آگئین اور آنکھین پرنم ہوگئین اور نشہ خوب تیز ہوا تو آزاد نے یہ شعر پڑھا۔

عروس بس خوشی ای دختر رز
ولے گہ گہ سزاوار طلا ئی

کرنل۔ ہمنے سوار بھیجے ہین کہ جاکے روسی فوج کی نقل و حرکت کے حالات دریافت کرین۔ آتے ہی ہونگے دیکھین کیا کہتے ہین۔ پلونا مین ہماری بہت فوج ہی اور یہ فوج بسر کردگی سپہ سالار تجربہ کار غالبًا فتح کامل پائیگی اور غنیم کو شکست فاش دیگی۔ اتنے مین ایک گرد سامنے سے نظر آئی اور فوج مین غل اٹھا۔ افسرون نے دوربینون کے ذریعے دیکھا تو معلوم ہوا کہ طلایہ کے سوار گھوڑے بگٹٹ دوڑائے چلے آتے ہین بعنان گذرا کہ غنیم قریب ہے جب گھوڑے قریب آئے تو اکثر آدمی دوڑ پڑے سوارون نے گھوڑون کی باگین روک کر کہا بس صرف ایک دن کی مہلت ہے ایک دن کے بعد پلونا چو طرفہ سے محصور ہو جائیگا اگر روسیون نے غفلت کی تو شاید دو چار روز کے بعد محاصرہ کامل ہو جاے ورنہ اب جنرل کمانیر افواج پلونا کا محصور ہو جانا مشکل نہین ہے۔

جنرل۔ روسیون کی کسقدر فوج پلونا کے اِرگِرد ہوگی۔

سوار۔ کم سے کم ایک لاکھ آدمی اور سب جری۔ لڑنے بھڑنے والے آدمی کاسک بھی بہت ہین اور جو رجمنٹ ہی بہادر اور آزمودہ کار۔

جنرل۔ رسد کا سامان روسیون کے پاس کیسا ہی اچھا یا بُرا۔

سوار۔ اس سے بہتر سامان رسد کسی کسرٹ سے نہین ہو سکتا۔

جنرل۔ پلونا مین ہماری فوج کی کیا کیفیت ہی۔ گھبراتی تو نہین۔

سوار۔ مطلق نہین سب جان دینے پر آمادہ ہین اور سپہ سالار کی لیاقت مین تو اصلا شک نہین ہو سکتا۔ کیا مجال جو ذرا بھی شبہ ہو سکے

جنرل۔ کسی ریاست کی فوج پلونا تک جا سکتی ہے۔
سوار۔ امید نہین کہ ہماری فوج بیرونی مدد دے سکے۔
جنرل۔ تو یہ کہو کہ وہ سب گھر گئے ہین۔ بُری ہوئی۔
آزاد۔ مجھے حکم ہو تو مین پلونا مین اب بھی داخل ہو سکتا ہون صرف دس ہزار سوار دن کی ضرورت ہے بس پیادہ کی ضرورت نہین۔ اب تو معشوقون سے مفارقت نصیب ہی ہوئی ہے۔ اسکا کب تک غم کرون۔

تا کے ز غم تو زار گردم	دیوانہ و بیقرار گردم
بر یاد تو خون ز دیدہ بارم	از فکر تو دل فگار گردم
سیلاب غمم گذشت از سر	آن رفت کہ بر کنار گردم
کار من بیقرار عشق است	دیگر ز پئے چہ کار گردم
دائم نہ رسم بگرد وصلت	از ہجر تو گرد غبار گردم

بس جان دینے پر آمادگی چندان مقام ہرج نہین۔ اگر اتفاق سے بچ گئے تو فہو المراد ورنہ ع یا قسمت یا نصیب یا بخت

نو عروس زیبا شمائل

پچھلے کو میان آزاد کی آنکھ جھپکی تو خواب مین دیکھا کہ ایک شوخ و شنگ رشک پری جان فرنگ بت سیم ساق چالاک چاق سے ہمکنار ہین تڑکے آنکھ کھلی دیکھا کہ سر بالین وہی پری جسم برق دم حور بہشتی یعنی کوہ قاف کی پری بصد شان دلبری متمکن ہے اور سامنے ان کے یار وفادار بندہ نواز مرنجان مرنج اسپلین پاشا بیٹھے چرٹ پی رہے ہین آزاد نے اس رشک خوبان فرخار نگار گلعذار کو سر بالین دیکھکر کہا۔

اے خوش آن صبح کہ عاشق ز شکر خواب وصال
دست در گردن معشوق حمائل برخاست

گورے گورے مکھڑے پر زلف سیاہ عجب جوبن دکھاتی تھی اور بکھرے ہوے بالون کے بوجھ سے کمر نازک لاکھون بل کھاتی تھی یکایک سر بالین سے شوخی کے ساتھ طرارہ بھر اور چھاپ چھلک کے سینہ تانتی ہوئی گلگشت چمن کرنے لگی مہ شوخی کا دم بھرنے لگی مست صہبائے ناز کی ایک ایک اشارے مین ہزارون انداز

جلوۂ حسن رشک شعلۂ طور	چشم بد دور آنکھین ہوئی چور
رنگ گل سے کمر لچکتی ہوئی	چوٹی ایڑی تلک لٹکتی ہوئی

بیکسی کے وہ دانت رشک گہر
جان عاشق نثار ہو جس پر

چلبلاپن ایک ایک رگ و پے مین کوٹ کوٹ کر بھرا تھا لٹین کالی ناگن کی طرح لہراتی تھین۔ جوان عنا زکمر لچکیلی لگاوٹ باز کبھی طرارہ بھرنا کبھی اشارے کرنا کبھی زیر لب مسکرا کر عشاق زار کے دلون پر بجلیان گرانا کبھی بدن چھپا کر لجانا۔ دل لبھانے کی خوب ادا یاد تھی۔ مدرسۂ دلبری کی استاد تھی آزاد پاشا کا قاعدہ تھا کہ جہان کسی نوخیز حسینہ جمیلہ کو دیکھا ایک ساعت کے لیے مجنون ہو جاتا تھا آہ سرد کھینچنے لگتے

پھر کچھ اب دل کو بیقراری ہے	سینہ جویائے زخم کاری ہے
چشم دلال جنس رسوائی	دل خریدار ذوق خواری ہے

وہی صد رنگ نالہ فرسائی
وہی صد گونہ اشکباری ہے

نسیم عنبر شمیم اور باد نو روزی خاتون سحر کی جلوہ افروزی غنچون کا چٹکنا۔ گلون کا مہکنا مساجد سے صدائے اللہ اکبر بلند تھی۔ خوشی و نشاط دو چند تھی۔ عنادل اس کیفیت اور گلکاری کو دیکھکر جامے مین پھولے نہین سماتے تھے شاخ گل کے قدرتی جھولون پر بہار گاتے تھے۔ اسپلین نے اس مہوش سمن پوش کی پیاری پیاری بھولی بھولی باتین آزاد کو سنائین تو اسکی چاہ مین

ان کی طبیعت ڈانوان ڈول ہو گئی۔

آزاد۔ جان جان۔ کچھ رحم بھی ہی یا ظلم اور ستمگار ہی ہو

پری۔ ظلم و جفا ہمارا شیوہ خاص ہی۔ رحم کسے کہتے ہین۔

آزاد۔ اللہ اللہ رحم کے نام سے بھی واقف نہین ہو شان خدا

پری۔ ہمارے معلم نے تعلیم جفا کی ہی۔ وفا تو ہم کو کسی نے سکھائی ہی نہین۔ پھر ہم با وفا کہان سے ہون۔ جور و تعدی کا سبق کوئی ہم سے لے اس مین ہم بھی برق ہین۔

آزاد۔ اچھا پھر ہمارے دل کو زیر مشق بناؤ اور جور و جفا کا اسی پر امتحان لو۔ ناز و نعم پروردہ ہی۔ اس کو ظلم و تعدی کی خوب لذت حاصل ہو گی مگر آپ کے اُستاد کے صدقے۔

تعلیم جفا کرد و فا ہیچ نیاموخت
زین درس غلط بحث بر اُستاد تو دارم

پری۔ یہان نہ شراب ہے نہ جام۔ نہ کھانے پینے کا لطف ہوتی مگر ریاستا عزیب کلام۔ ہم تو کڑھ کڑھ کے مر جائینگے ہم سے کیم بغیر لطف کی صحبت سے نہین رہا جاتا۔

صبح است ساقیا قدحے پر شراب کن
دور فلک درنگ ندارد شتاب کن

کہین سے جام بادہ احمر ملے تو آنکھین کھل جائین یہ قید ... ہی تم ایک رنگین مزاج جوان خوش رو غنچہ بوستان آتش۔ بان یہان نظر سے گذرے ہو جی خوش ہو گیا اور اسقدر مکالمے کی نوبت آئی ورنہ کسی اور سے تو اسقدر کہنا بھی شاق تھا

آزاد۔ وجہ۔ کسی غیر سے کیون فرمایش کیجیے بندہ حاضر ہی

فرمائشین حضور نہ اغیار پر کرین
موجود ہی یہ تابع ارشاد کس لیے

پری۔ یہ تو فقط میری ایک شوخی تھی ورنہ مجھے اس وقت جام اور صراحی کی کیا ضرورت تھی۔

آزاد۔ ہی ہے۔ یہ شوخی تو ستم ہے۔

خوبرو جتنے ہین دل لیتی ہی سب کی شوخی
ہے مگر آپ کی شوخی تو غضب کی شوخی

پری۔ ہمین مفت مین لوگ گرفتار کر لائے مگر۔

تو پاک باش برادر مدار از کس باک
زنند جامۂ ناپاک گازران بر سنگ

آزاد۔ سچ ہی مگر جان من تمھاری ایک ایک ادا مین کھب گئی ہی

پری۔ علی ہذا القیاس۔ مگر ہم تو قیدی ہین۔

مسافر سے کرتا ہے کوئی بھی پریت
مثل ہے کہ جوگی ہوے کس کے میت

آزاد۔ واہ اگر ہماری زندگی ہی تو ہم تمکو بچا لینگے ہم عاشق تن آدمی ہین جہان اچھی صورت دیکھی پھسل گئے بات تو یہ ہی۔

وہ ایسا کونسا معشوق ہی جس کو نہین چاہا
یہ فردین جتنی ہین ان پر ہماری بھی نشانی ہی

تم مطمئن رہو ہم تمھاری طرف سے لڑینگے۔ انشاء اللہ تم ایسی نازنین نازک بدن نازک کمر اور مصائب قید برداشت کرے کیا مجال اب خدا ہمین تمھاری زلف کی کالی ناگن سے محفوظ رکھے۔ آمین آمین۔

خدا محفوظ رکھے دل کو اس افعی کاکل سے
نہین ممکن سلامت چھوٹنا موذی کے چنگل سے

شراب سرخ کا ساغر چلے ساقی لب جو پر
چمن سر سبز ہے باران رحمت کے تفضل سے

پری لائی ہی صندل گھس کے مجھ دیوانے کی خاطر
جو سر مین درد ہوتا ہے کبھی زنجیر کے غل سے

چمن کی سیر سے نفرت ہمارے دل کو ہوتی ہی
طبیعت کو خفا کرتی ہی صحبت خار کی گل سے

خدا پر رکھو نظر طالب اگر ہے دین و دنیا کا
یقین ہی دولت کونین حاصل ہو توکل سے

ضرر ہو نجاتی ہی معشوق کو بیتابی عاشق
پھٹے ہین پردہ ہاے گوش گل فریاد بلبل سے

قیامت مین بھی کوئی حال کو ان کے نہ پوچھے گا
کیا ہے کشتہ تو نے جن کو شمشیر تغافل سے

پری ۔ (گلے لگا کر) مگر بھول نہ جانا ۔ یاد رکھنا ۔
آزاد ۔ ایسی بات ہے بھلا شرفا کہین کہکر کے بھول جایا کرتے ہین
پری ۔ فوجی آدمی اکثر جوش مین آکر اقرار کر لیتے ہین مگر پھر ایفاے وعدہ مین دقت واقع ہوتی ہی ۔ ایسا نہ ہو کہ میرے سبب سے تم کو بھی پریشانی حاصل ہو ۔
آزاد ۔ جان من جو زبان سے کہتے ہین وہ کر دکھاتے ہین
پری ۔ آزاد مین تمھارے نام سے خوب واقف ہون ۔ مین بلگیریا کی لیڈی نہین ہون مگر خاتون روس ہون تمھاری تعریف اکثر اخبارون مین پڑھی ہی بے اختیار جی چاہتا ہی کہ تم ایسے سپہ سالار کے ساتھ شادی کرون مگر تم ہندی مسلمان اور مین روسی لیڈی شادی کیونکر ہو روس اور ٹرکی مین اس قدر جانی دشمنی ہی کہ اگر ترکون اور روسیون کی بوٹیان ایک قاب مین رکھی جائین تو قاشین اچھل اچھل پڑین نہ کہ باہم شادی ہو ۔ اب تم کو دیکھا تو اس صورت سے کہ تم آزاد اور افسر فوج اور نامور اور وہ جنرل ہم اسیر قیدی بے بس ۔ مگر ۔

کب سبکدوش رہے قیدی زندان وطن
بوے گل پھاندتی ہی باغ کی دیوارون کو

جب جہاز سے تم نے صدہا آدمیون کو بچایا تب تھا ۔ آتش دل مین پیدا ہوا ہی جب تم نے میدان کارزار مین فتح پر فتح حاصل کی تب سے ہم تمھارے چاہنے والون مین ہین جب مس کلیرسا کے گل رخسار کو تم نے جھجک چوما تب سے ہمین تمھاری ملاقات کا شوق چرایا ہی ہر رنگ مین تمھارے عاشق تھے

خواہان ترے ہر رنگ مین اے یار ہمین تھے
یوسف تھا اگر تو تو خریدار ہمین تھے

مجھپر کیا فرض ہی جس نے دیکھا گھائل ہو گئی جان دینے لگی

مرض عشق سے اک خلق خدا ہے رنجور
جلوۂ حسن جہان سوز بھی نفصلی تپ ہے

مین نے تمھاری ایک تصویر دیکھی تھی السٹریٹڈ لنڈن نیوز مین چھپی تھی تصویر نے اور بھی عاشق کر دیا ۔ ہزار جان سے عاشق ہو گئی

عجب ہے کھینچی مصور نے کس طرح تصویر
کہ شوخیون سے تو اک رنگ پر رہا کیونکر

آزاد ۔ لنڈن نیوز مین دیکھی ہو گی ؟ ہم نے تو نہین کھنچوائی
پری ۔ مشہور آدمی اپنی تصویر کہین کھنچوایا کرتے ہین ۔
آزاد ۔ یہان مشہور کون ہی ۔ گمنام آدمی ہین ۔
پری ۔ روسیون کے ظلم کی خبرین بہت مشہور ہوئی ہین مگر ابھی تک کسی کو یہ نہین معلوم ہوا کہ روسی لیڈیان کیسی پرکالۂ آتش ہین اور کیسی کیسی کارروائیان کرتی ہین اور کسی شہر کے تو مرد بھی اسقدر رشتی اور سفاک نہ ہونگے جسقدر رشتی اور سفاک روسی لیڈیان ہین رحم تو چھو نہین گیا ۔ جانتی ہی نہین کہ رحم کہتے کسے ہین
آزاد ۔ کیا اسی قسم کی لیڈیون مین تم بھی تھین ۔ اوہ !!!
پری ۔ خدا نکرے مگر ہان جس جرم مین ہم گرفتار ہو کر وہ صحیح ہی ہم نے کئی جہاز ڈبوائے سنا کہ فلان مقام پر ٹرکی کا جہاز ہی فوراً کوشش کی کہ غرق کر دیا جائے دو مقام پر تارپیڈو کے ذریعہ جہازون کو غرق کیا ۔ تین گانون مین آگ لگا دی دس آدمی گم

اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور بھی کئی قسم کی کارروائیان کین۔ آخر کار اتفاق سے گرفتار ہو گئے۔ اب ایک نہین چلتی۔

آزاد۔ جو جور و جفا کرد مے زیبد سب روا ہی حسن مین بےنظیر ہو۔ از سر تا پا حور ہو بلکہ حور سے بھی بہتر ہو۔ کیا ادا ہی۔ ہائے کوئی میرے دل سے پوچھے۔

عجب چشم سیہ کا ہی رخ رنگین جانان مین
تماشا ہے عوض بلبل کے ہی شاہین گلستان مین
وہ چشم سرگین ہی فتنہ پردازی کے سامان مین
کھنچی رہتی ہی تیغ ابرو کی صف بندی جو مژگان مین
پری پیکر نہین اس دلربا سا قوم انسان مین
فلاطون کو کرے دیوانہ جا نکلے جو یونان مین
جنون پردہ دری دکھلا رہا ہے داغ سینہ کا
تماشا ہے چمن سے کو چۂ چاک گریبان مین
یہ مجھ دیوانے کی زنجیر سے آواز آتی ہے
وہ کیچڑ مین پھنسا ہی جو ہی آب و گل کے زندان مین

پری۔ ہمارے ملک کا قاعدہ ہی کہ جتنے باشندے ہین ان مین سے نصف آدمی سے زیادہ ہی زیادہ سرکار کے دشمن ہیتے ہین اور یہ آج ہی کل کا قاعدہ نہین ہی مدت العمر سے یہ بات ہوتی آئی ہی۔ اس قسم کے لوگون کو روس مین نہلسٹ کہتے ہین۔

آزاد۔ ہان ہم نے اس فرقے کا ذکر سنا ہی۔ بڑے شوریدہ پشت ہوتے ہین اور سرکار کے جانی دشمن۔ خدا ان لوگون سے بچائے معاذ اللہ۔

پری۔ یہ کیون۔ یہ لوگ تو اپنے ملک کے خیر خواہ ہین۔

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بملک مصر شاہی میکرد
میگفت گدا بودن کنعان خوشتر

آزاد۔ زار روس کو جان بچانا مشکل ہی۔ مگر آدمی جری معلوم ہوتے ہین اور باوصف پیرانہ سالی محنت اور مشقت سے نہین چوکتے

پری۔ ہان اس مین کیا شک ہے، مگر ہم لوگون کی خواہش ہے کہ اب ہمارے ملک مین بھی انگلستان کی طرح پارلیمنٹ ہو۔ یا فرانس اور امریکا کی طرح سلطنت جمہوری ہو جائے ورنہ شاہی مین رعایا پر جبر ہوتا ہی۔

نہد ملک در پنجۂ ظالمے
جو خواہد کہ ویران کند عالمے

آزاد۔ روس کے یہ خیالات وحشت انگیز ہین۔ لاحول و لا

پری۔ آپ کو ابھی اُن کے حالات معلوم کہان ہوے حضرت جبر۔ تعدی۔ ظلم۔ خود پسندی۔ خودستائی۔ خود غرضی یہ روسی حکام کی ادنے صفتین ہین اور بائین ہاتھ کا کرتب۔ وزرا تو جان و مال کے مالک ہین۔

آزاد۔ قانون کی پابندی ہوتی ہی یا نہین ہوتی۔ یہ بتایئے

پری۔ کیسا قانون اور کس کی پابندی۔ طوائف الملوکی کی سی کیفیت ہے جس کے جو جی چاہا وہ کیا۔ کوئی کسی کی نہین سنتا۔

این چہ شوریست کہ در دور قمر می بینم
ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر می بینم
دختران را ہمہ جنگ ست و جدل با مادر
پسران را ہمہ بدخواہ پدر می بینم
ہیچ شفقت نہ برادر بہ برادر دارد
ہیچ مہرے نہ پدر را بہ پسر می بینم

یہ بالکل ہمارے ملک کے حسب حال ہی۔ کالجون کے طلبے سرکار کے خلاف لیڈیان دشمن۔ رعایا عدو۔ ہاتھ پاؤن خلاف۔ بس انتہا ہے، یہ اختلاف۔

آزاد۔ شکر خدا کہ ہماری ہندوستان مین امن و امان کا ڈنکا بجتا ہے۔ نے غم دزد نے غم کالا جھگڑا نہ فساد حکام رحیم غریب پرور عدل گستر۔ رعایا شاد۔ ملک آباد۔ اگر کسی کو کچھ شکایت ہوئی

بھی تو اُس نے حکام تک پہونچائی اور ہاتھوں ہاتھ داد پائی

ع ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

پری ۔ پھر ہندی اپنی گورنمنٹ کے بجان نثار کیون ہون سے

رعیت چو بیخ ست و سلطان درخت
درخت اے پسر باشد از بیخ سخت

آزاد ۔ پولینڈ کی شہزادی کا نام کبھی سنا ہی ۔ وہ کون ہی

پری ۔ وہ ہماری جان پہچان مین کتنی حسین شہزادی ہی واہ واہ واہ حسن خداداد اسی کو کہتے ہین ۔ شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہی ۔ بلا کا حسن ۔ آدمی مُنھ تکتا ہی رہے ۔

روسیون نے بمقابلہ اقوام یورپ علم و تہذیب مین بہت کم ترقی کی ہی گو یہان کے باشندے سب کے سب ناخواندہ اور جاہل ہی نہین مگر بحیثیت مجموعی علم و فضل کا چرچا کم ہی فرانس اور جرمنی اور انگلستان کو دیکھیے اور روس کو ملاحظہ فرمایئے عوام حالت جہالت مین گرفتار ہین اور انتہا سے زیادہ متعصب کئی کتب سے ظاہر ہی کہ روس نے علم و فضل مین بالکل ترقی نہین کی ہم اکثر سیاح جو روس گئے انھون نے نہایت استعجاب اپنا اس امر کی نسبت ظاہر کیا ہے کہ کل یورپ مین یہی ایک ملک ہے جسمین اسقدر جہالت و بے تہذیبی رعایا مین پائی جاتی ہے یورپ کے نامی حکما مین سے کوئی ایسا نہین جسکا مسکن روس مین ہو یا جو پیدایش سے روسی سمجھا جا سکے کوئی معقول فلسفی یورپ یا اور فنون ڈاکٹری وغیرہ مین ایسا نہین ہی جس کی ابتدا روس سے ہوئی ہو ۔ کوئی ایجاد کوئی کل ایسی نہین ہی جسکے اجرا کا یورپ روس کا مشکور رہو ۔ اسمین شک نہین کہ اس ملک کے چند روسا نہایت تعلیم یافتہ ہین مگر ان لوگون کی بھی اکثر تعلیم فرانس یا جرمنی مین ہوئی ہی اور اس قسم کے لوگ نہایت معدودے چند رئیس ہین چند اشخاص کے تعلیم یافتہ ہونے سے کوئی قوم مہذب و تعلیم یافتہ نہین متصور ہو سکتی جائے تعجب ہے کہ گو اسقدر جہالت روس مین پھیلی ہوئی ہی الا کوئی کوشش از جانب گورنمنٹ اشاعت علوم و فنون کی خاص ملک روس مین بھی نہین ہوتی ہی وجہ اسکی صاف یہ ہے کہ سلطنت روس نوعی ہی اور تخم آزادی کا اس سلطنت مین بالکل مفقود ہی اس قسم کی سلطنت کا مدار جہالت عملی رعایا پر ہی جہان رعایا تعلیم یافتہ ہوئی اپنے حقوق سمجھنے لگی ضرور اُن کے دل مین ایک طبعی خواہش آزادی حاصل کرنے کی پیدا ہوتی ہے روس مین ہمیشہ زار کی جانب سے اس امر کی کوشش ہوتی ہی کہ رعایا ترقی علوم و فنون نکرے بلکہ حالت جہالت مین گرفتار رہے اکثر سیاحون نے اپنے سفرنامون مین اُسکو تعجب کے ساتھ لکھا ہی کہ روس مین کل کارخانجات مین جہان کہ کل سے کام لیا جاتا ہی مہتمم و افسر اعلیٰ ضرور بالضرور غیر ملک کا شخص دیکھا گیا ہی ۔ روس مین خود اسقدر ترقی نہین کہ کارخانجات تجارت کے لیے کلین تیار ہو سکین لہذا اکثر تجار روس اپنے فوائد کے لیے کلین انگلستان یا فرانس یا جرمنی سے خرید کر لے جاتے ہین ۔

آزاد ۔ یہ کل حالات ہم سُن چکے ہین بڑی ابتری ہی وہان

پری ۔ انتہا سے زیادہ طوائف الملوکی ہی افسوس کا مقام ہی

آزاد ۔ بیشک روس مین آزادی کا پتا اور نام و نشان ہی نہین جس قدر مال اور جائداد رعایا کی ہی وہ سب زار روس کی جائداد سمجھنا چاہیئے اُنکو اسکی ضرورت نہین کہ کسی جاری کرین زار روس کو اختیار ہی کہ جس سے چاہے جسقدر روپیہ وصول کرلے ۔ اگر کسی نے نہ دیا تو سیبیریا کے جنگل مین فوراً بھیجا جائیگا جب خود فرمانفرمائے ملک کا یہ حال ہی بقول ایک مصنف کے

حکام کی تعدی پر ظاہر ہے۔

بہ نیم بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد	زنند لشکریانش ہزار مرغ بہ سیخ

جس دن سے روس نے پولینڈ پر قبضہ کیا ہی اس دن سے بموجب فرمان شاہی اسکول اور کالج وہان بند کر دیے گئے تاکہ رعایا تعلیم نہ حاصل کر سکے۔

آزاد۔ اہل پولینڈ پر بڑا جبر کیا ہی! اور یہ شایان شان سلطنت نہین ہی سولھوین صدی مین سات دار العلوم پولینڈ مین تھے۔

پری۔ اب سنا ہی یہان تک حکم نادری ہی کہ کوئی شخص پولینڈ کی زبان مین گفتگو نہ کرے ورنہ سزا پائے گا اور اکثر لوگون پر اس جرم مین سنگین سزا سے جرمانہ ہوئی کہ وہ اپنی زبان مین گفتگو کرتے تھے۔

آزاد۔ لاحول ولا قوۃ۔ یہ آئین شہریاری کے خلاف ہے،

پری۔ اس سے بھی زیادہ بدعتین ہوتی ہین توبہ ہی بھلی۔

آزاد پاشا نے اس خاتون شیرین حرکات سے روس کی نسبت بڑی دیر تک گفتگو کی اور وہان کے حکام اور گورنمنٹ کی تعدی اور جور و جفا کا حال سنکر سخت افسوس کیا۔ خاتون عنبر مو نے کئی روایات بیان کین جن سے آزاد کو یقین کامل ہو گیا کہ جس قدر مفسدہ پرداز روسی لیڈیان اسقدر ساری دنیا کی عورتین نہونگی۔ مردون کے بھی کان کاٹے۔ سچ ہی۔

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد	خدا پنج انگشت یکسان نکرد

پری۔ ایک شہر ہی اس مین گلاب کا باغ بہت مشہور ہی ایک روز شہر کی لیڈیون نے جمع ہو کر باہم جلسہ قرار دیا۔ دو بجے کے وقت وہ سب پھول توڑ رہی تھین کہ دفعتاً دس آدمیون نے باغ کو گھیر لیا اور سب عورتون کو گرفتار کر لیا۔

آزاد۔ قصور بے وجہ گرفتار کر لیا۔ اچھا اندھیر ہی۔

پری۔ وجہ اور سبب اور قصور سے کیا واسطہ حکم حاکم مرگ مفاجات وہان کسی قانون کی پابندی ہو تو قصور اور سبب دریافت کیا جائے۔

آزاد۔ لاحول ولا قوۃ۔ تو حکام کیا جابر ہین۔

جو خواہد کہ ویران کند عالمے	نہد ملک در پنجۂ ظالمے

روس کی خیر نہین نظر آتی ہی دیکھیے کیا ہو۔ اونٹ کس کروٹ بیٹھے۔ مگر ابھی تک جنرلون کی لیاقت مین کسی کو کلام نہین ہی

پری۔ ہان بڑے بڑے لائق جنرل موجود ہین اور جنگ آزما تجربہ کار ایسے ویسے نہین۔ ایک سے ایک بڑھکر۔

آزاد۔ ہم تو جانتے ہین کہ تسے بڑھکر جری کوئی نہین جسنے ہمارے قلعہ دل کو دم کے دم مین فتح کر لیا۔ تمھاری سفاکی خدا کی پناہ

خدا پناہ مین رکھے تمھاری پلکون سے
ستم کی نوج کھڑی ہی پرا جمائے ہوئے

فتح الباب دل آسان نہین ہی۔ ملک فتح کرنا اسقدر مشکل نہین جسقدر رہگذر دل کا فتح کرنا مشکل ہی۔ خدا کی قسم جادو نگاہ ہو۔ کیا آنکھ ہی۔

پری۔ (آبدیدہ ہو کر) آزاد مردی و مردمی اب اسی مین ہے کہ ہمارے کام آؤ اور ہم تو بے بس اور بے کس اب ہین ہی گر مردی کے یہی معنی ہین کہ ہمارے کام آؤ۔

آزاد۔ (مسکرا کر) ایک شرط سے تم بھی ہمارے کام آؤ

پری۔ یہ دل لگی کا موقع نہین ہی۔ ہم اب دل لگی کے قابل نہین رہے ہم تو قیدی ہین۔ مگر میرا دل گواہی دیتا ہی کہ تم مجھے بچا لو

آزاد۔ اگر مین تم کو نہ بچا سکا تو زندہ نہ رہونگا۔ جان دیدونگا۔ بس اب تو یقین آیا یا اب بھی یقین نہ آیا۔

پری۔ بس۔ اب ہم اس بارے مین اصرار نہ کرینگے

آزاد۔ وزیر جنگ کے نام ٹیلیگرام بھیجا۔ کہ پلونا کے بارے مین کیا کیا جاوے۔ اگر ہمکو پلونا جانے کا حکم ہوا تو ہم تم کو فوراً اپنے ساتھ لے چلین گے تم مطمئن رہو۔

پری تسلیم کمال شکور ہوئی۔ ہمارے روس مین بھی اکثر لوگ ایسے ہین جو لیڈیون کی طرف سے سینہ سپر ہو جاتے ہین

آزاد۔ آپ روس کے حالات کو بس رہنے ہی دیجیے

پری۔ ابھی آپنے کل حال سنا کہان ہی۔ وہان تو حکام ضلع کا عام قاعدہ ہی کہ متمول آدمی کو جرم مین ماخوذ کر کے پھانس لیتے ہین اگر اُسنے زر کثیر دیا تو خیر ورنہ حکم دیا کہ سائبیریا ضربت کی سزا دیجاے۔ مجبور ہو کر روپیہ دے نکلے گا۔

آزاد۔ افسوس کا مقام ہی اور حکام بالادست ذرا بھی تدارک نہین کرتے یہ سخت تعجب ہے۔ کس مپرسی کا معاملہ ہی۔

پری۔ من چہ نقش ام برادر فلان من بسیار نقش است کا نقشہ ہی۔ مذہبی تعصب بھی بحد ہے ہی غرضکہ بڑا خراب ملک ہے

اب سنیئے کہ وزیر جنگ کے نام ٹیلیگرام لکھا گیا کہ پلونا کے قرب وجوار مین روس کی فوج جوق جوق جمع ہی اور زار کا نادری حکم ہی کہ چارون طرف سے پلونا کو محصور کرلین چنانچہ اُنکے جنرل بڑی سرگرمی سے کوشش بلیغ کر رہے ہین اور خوف ہی مبادا ہمارے سپہ سالار متعینہ پلونا چو طرفہ سے گھر جائین لہذا اب یہ تدبیر مناسب ہے کہ اُن کی کمک کے لیے فوج بہت جلد روانہ ہو۔ آزاد پاشا ہندی جو اسقدر عرصے تک روسیون کے ہان گرفتار تھے اب خدا کے فضل سے مع الخیر واپس آگئے ہین ہمارے علم ویقین مین اس کام کے لیے اُن سے زیادہ موزون اور کوئی پاشا بالفعل نہین ہی اگر حکم ہو تو کچھ سوار اور پیادے لیکر پلونا کی سمت روانہ ہون۔ جواب جلد مرحمت ہو آزاد پاشا نے بڑے بڑے کارنمایان کیے ہین اور وہ مستحق ہین کہ تمغہ مجیدی انکو ملے ہم اس بارے مین انکی سفارش کرتے ہین اور امید رکھتے ہین کہ سفارش بیکار نہ جائے گی تیسرا امر قابل غور یہ ہی کہ بلگیریا کی ایک عالی خاندان خاتون نوجوان جن کے سبب سے آتش فساد مشتعل تھی اور جو کل لمبارزن کو ورغلان کر سلطنت رفیعہ کے ساتھ کمال دشمنی اور سخت عداوت ظاہر کرتی تھی۔ اسکو ایلیتن پاشا (ایلیٹن) نے گرفتار کیا ہی۔ اسکی نسبت کیا حکم ہوتا ہی۔

پچاس سوارون کو حکم ہوا کہ فوراً تار کے سب سے زیادہ قریب مقام پر جاکر اسی دم تار بھیجین چنانچہ وہ پچاسون سوار روانہ ہوئے تار کا قریب ترین مقام اس پڑاؤ سے دس کوس پر تھا سوارون نے گھوڑون کی باگ اٹھائی تو ہوا ہو گئے جب پری کو یہ حال معلوم ہوا کہ میری نسبت وزیر جنگ سے استفسار ہوا ہی تو کانپ اٹھی ہوش وحواس غائب ہو گئے اوسان خطا آزاد سے کہا واسطے خدا کے اب کچھ فکر کرو۔

آزاد۔ آپ اور استقلال کو ہاتھ سے دین! حیرت ہے!

پری۔ وقت ہی ایسا پڑا ہی۔ اسکو مین کیا کرون مجبوری ہے

آزاد۔ گو مین یہ نہین چاہتا کہ آپ اسکا کوئی معاوضہ دون گرچونکہ آپ اسقدر ریاپانہ ہی تو اس درخواست کو قبول فرمائیے کہ مجھے روس کے کچھ حالات معلوم ہون۔

پری۔ اگر مجھے زیبا ہو۔ تو اس سوال کا جواب دون

آزاد۔ پھر اسیطرح مجھے بھی مناسب نہین کہ اپنے ملک کے قیدی کو بلا حکم حکام بالادست رہا کردون کچھ تو دل کو تشفی ہو۔ کہ ایک قیدی بے ضابطہ رہا کرنے سے یہ فائدہ ہوا ورنہ جو اقرار کیا ہی وہ تو ضروری پورا کرونگا اس مین فرق نہ واقع ہوگا

پری - اچھا پھر وہ باتین بتاؤنگی کہ آپ بھی یاد کرینگے۔ سوچتی ہون۔ کہ اگر اب اسوقت نہ بتاؤن تو مجبور ہو کر دو دن بعد وہ باتین بتانا ہونگی۔

انچہ دانا کند کند نادان	لیک بعد از خرابی بسیار

آزاد - کوئی تدبیر ایسی بتاؤ کہ زار کے خیمہ کو جلا دون۔

پری - (مسکرا کر) بہت دور کی سوجھتی ہی۔ کیا ادنیٰ سی بات کہی ہی۔ خان خدا۔ تم اور مین کجا۔ زار روس کجا۔ بھلا شہنشاہون کے خیمے کہین ایسے غیر محفوظ رہتے ہین۔

آزاد - اچھا پلونا۔ ہم کس طرف سے جائین ہمارا منشا صرف یہ ہی کہ جنرل کو مدد دین تاکہ ہماری فوج وہان گھر نجائے بس اور کچھ نہین۔

پری - پلونا کا نقشہ منگواؤ تو ہم فوراً بتا دین کہ فلان سمت سے جاؤ۔ اور ہماری راے قابل تسلیم ہی ہمین اس ملک کے ایک ایک چپے سے واقفیت ہے۔

آزاد - لیجیے یہ نقشہ حاضر ہی بسم اللہ یہ پلونا ہی۔

پری - مین غور کر لون ذرا تو جواب دون۔

آزاد پاشا اس پری کے ہاتھ مین ہاتھ دیکر چہل قدمی کرنے لگے اہلیٹن اور کرنل اور کئی اور افسر انکو دیکھکر قہقہے لگانے لگے

آزاد - ہنسا کرو۔ ہنسنے سے کیا ہوتا ہی۔ ہم تو رند مشرب آدمی ہین دل لگی چہل سے واسطہ ہی بس اور کسی بات سے سروکار نہین

کرنل - قیدی کے ساتھ اختلاط کرنا چہ معنی۔

آزاد - ہم تو مذاق کے عاشق ہین دنیا ہو اور مذاق ہو۔ کوئی مہ جبین ہو۔ کوئی حسین ہو۔

گر تم نہین تو اور بت مہ جبین سہی
ہمکو تو دل لگی سے غرض ہی کہین سہی

کرنل - مین لکھتا ہی۔ تمھارے لیے یہان بھی چین لکھتا ہی

پری - ہم تو مسافر بیکس بے بس قیدی ہین۔ اس قابل نہین کہ کسی سے مذاق کرین مگر ہان ایک بات سے طبیعت رنگین ہی۔ دل مین اچپلاہٹ ہے۔

کرنل - اور اگر تمھارے نام حکم آگیا کہ جنگ کے میدان مین روانہ ہو تو پھر کیا کروگے۔

آزاد - تہیدہ خواہد شد۔ سمجھا جائیگا۔ اب اسوقت تو لطف حاصل کر لین۔

بہار عمر ملاقات دوستداران است
چہ حظ برد خضر از عمر جاودان تنہا

اتنے مین آزاد اُس پری کو لیکر اور سمت چلے گئے۔ پری نے روس کی بدعتے کے اور بھی حالات بیان کیے۔ کہا ایک مقام پر حاکم بالادست کو ایک شریف زادی سے جو بہت متمول تھی خلش پیدا ہو گئی۔ پھر وہ بیچاری کیا مقابلہ کر سکتی اس پر ایک مقدمہ دائر ہوا۔ اور مقدمہ دائر ہونا کون مشکل بات تھی جھوٹا مقدمہ بنا کر اس عزت دار اور بیگناہ عورت کو پھانس لیا۔ اُسکے ورثا نے افسر پولیس کو زر کثیر دیا افسر پولیس نے اس خاتون پریوش کو رہا کر دیا۔ اب سنئے کہ ورثا نے افسر پولیس کو تو رشوت دی۔ مگر اُن کے ماتحتون کو ٹکا نہ دیا دوسرے ہی ہفتہ مین پھر وہ بیچاری ماخوذ ہو گئی اور جرم اسپر یہ عائد کیا گیا کہ وہ یونیورسٹی کے طلبا کو ورغلایا کرتی تھی۔ حالانکہ وہ بیچاری طلبا سے واقف تک نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس بیچاری کو مجبور ہو کر زر کثیر صرف کرنا پڑا دوسرے ہفتے پھر پولیس والون نے پھانسا۔ آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال مین لنگوٹی بندھ گئی۔ ٹکا پاس نہ رہا۔ دھرّے اڑ گئے۔

آزاد - افسوس صد افسوس۔ کمال رنج ہوتا ہی۔
پری - اس سے بڑھکر بدعتین ہوتی ہین۔ ابھی آپکو معلوم کہان ہی چند روز کے لیے روس مین چلکر رہیے پھر حال معلوم ہو
آزاد - ہم سمجھ گئے۔ خدا کو روس کی بہبودی منظور نہین ہی۔

چو خواہد کہ ویران کند عالمے ... نہد ملک در پنجۂ ظالمے

پھر تو بار بار یہی کہین گے۔ اس ظلم کا انجام بہت برا ہی۔
آزاد - اب جام شراب منگوائین۔؟

زاہد سے مین ضرور ڈرانے سے ڈر گیا
جام شراب لائے بھی ساقی کدھر گیا

پری - ہم تو کہتے کہتے عاجز ہو گئے! سوقت بہت ضرورت ہے
آزاد - اچھا مین ابھی فکر کرتا ہون۔

شراب کہنہ کہ روشن گر روان من است
مصاحب من دیرین و جوان من است

ادھر یہ باتین ہوتی تھین ادھر روسی اور خوجی مین یون گفتگو ہوتی تھی جو ذیل مین درج ہی۔
روسی - بس اب ہم ایک نہ سنین گے۔ چلو اٹھو۔
خوجی - گھڑی دو مین مر کیا باجیگی۔ خوب مر لیا باجیگی۔
روسی - اچھا اسکو ساتھ لے چلو۔ ڈاکٹر سے راے لی جائے
درست - دو ایک بید ان پر پڑین تو ٹھیک ہو جائین ابھی بتا دین۔
خوجی - (اپنے دل مین) خدا تجھسے سمجھے۔ مردود۔
روسی - اب صاف صاف کہدو۔ تم ٹرکی کے جاسوس ہو یا آزاد ہونے کی فکر کروگے اگر ہمارے سوالون کا شافی جواب دو تو خیر ورنہ لاش پھڑکتی ہو گی۔ آیندہ اختیار ہی ہم نے آگاہ کر دیا پھر نہ کہنا
خوجی - مرا نصیحت بعد کردیم۔ باقی چہ گویم۔

گوش تواند کہ ہمہ عمر وے ... نشنود آواز دف و چنگ و نے
دیدہ شکیبد ز تماشاے باغ ... بے گل و نسرین بسر آرد دماغ
گر نبود بالش آگندہ پر ... خواب توان کرد حجر زیر سر
ور نبود دلبر ہمخوابہ پیش ... دست توان کرد در آغوش خویش
وین شکم بے ہنر پیچ پیچ ... صبر ندارد کہ بسازد بہ ہیچ

مگر ہم بد نصیب اس نشن سے ہین کہ چاہے کھانے کو نہ ملے لیکن اتنا معلوم ہو جائے کہ آزاد اور حسن آرا مین نکاح ضرور ہوگا بس پھر چاہے کوئی قتل کرے چاہے پھانسی دے آزاد کو لازم ہی کہ اب جنگ کے میدان مین نجائین۔ ع۔ ہر روز عید نیست کہ حلوا خورد کسے شاید کوئی نہ کوئی بخت غنیم خدا ناکردہ۔

صیاد نہ ہر روز شکارے ببرد ... افتد کہ یکے روز پلنگش بدرد

اتنے مین ایک شخص نے کہا۔ کیا یہ خبر بھی نہین کہ پلونا پر جنگ ہونے والی ہی خوجی کے ہوش اڑ گئے۔ اب آزاد کا حال سنیے
آزاد - کوہ بلقان کا مفصل حال آپ کو معلوم ہی۔
پری - مجھے کیا نہین معلوم۔ وہ کون مقام ہی جسکے جغرافیہ اور تاریخ سے مین ناواقف ہون۔ کوہ بلقان اور دریاے ڈینیوب یہ دو بڑی سرحدین ہین جنوب دریاے ڈینیوب جو حصۂ ٹرکی کا ہی اس مین اس پہاڑ پر چڑھے تو انسان جنوبی ٹرکی مین داخل نہین ہو سکتا اگر سپہ سالار لائق ہون تو تھوڑی ہی فوج سے بڑی فوج کثیر کو روک دین موسم زمستان مین اسکے دررون سے گذرنا لوہے کے چنے چبانا ہی۔ اول تو برف باری مارے ڈالتی ہی اکثر مقام پر قلعے ہین اگر ان مین سو آدمی توپ لیے ہوے ہون تو ہزارون غنیم کا مقابلہ کر سکین لیکن اگر غنیم بلکہ خدا نخواستہ
آزاد - واقعی سخت دقت سے غنیم دریاے ڈینیوب اور کوہ بلقان سے گذر سکتا ہے۔

پری۔ مگر روسی فوج نے کس جوانمردی سے دریا کو عبور کیا
تو سے ہزار آدمی ایک دن مین پار چلے گئے۔ اللہ اللہ اور کوہ بلقان
کو بھی دیکھ لیا برفباری نے ستایا نہ دردون کی چلی۔
آزاد۔ ہان پھر رشوت جو چاہے سو کرے۔
پری۔ رشوت! تو یہ رشوت ہی کے سبب روسی اسقدر
بڑھتے جاتے ہین۔ بجا۔ تم نے بھی رشوت دی ہوگی تمھاری بھی
تو سلطنت ہے۔
آزاد۔ ہم تلوار اور بندوق سے کام لیتے ہین۔ ڈاکٹر ڈون کی راے
ہو کہ کوہ بلقان کی سب سے زیادہ اونچی چوٹی تین ہزار فیٹ سے
زیادہ نہین ہو اور نیچے کے حصے کی بلندی کا ہزار فیٹ۔
پری۔ ہان معلوم ہو۔ مجھے کل حالات سے واقفیت ہو۔ مین
ڈاکٹر ڈون کی راے سے اتفاق کرتی ہون۔
آزاد۔ اسمین کیا فرق ہے۔ آپکو واقفیت نہو گی تو پھر کسکو ہو گی۔
پری۔ ایک مقام پر آپنے بڑا کارنمایان کیا۔ اور وہ خوجی
کہان ہو وہ بوناٹما آدمی۔ ہنسوڑ۔ مسخرہ۔
آزاد۔ ہان! شکر ہے۔ خوجی بھی مشہور ہو گئے۔
پری۔ روس کی لیڈی اور آزاد کو نجانے۔ کیا مجال
اور خوجی تو آپکے سایہ ہین۔ جہان آپ وہان وہ۔
آزاد۔ وہ تو بیچارا ہمسے چھوٹ گیا اب خدا جانے کہان ہے۔
خدا کرے جہان ہو خوش ہو۔ افسوس ہے۔ اللہ اعلم کیا حالت ہو گی
پری۔ ہم اسکا حال دریافت کر سکتے ہین۔ اگر ہمکو رہا کر دو تو ہم
تو اسکو ابھی رہا کرادون۔ چاہے قسم لو۔
کوہ بلقان کی شاخین آٹھ ہین جنمین سے تین شمال مین واقع ہین
دو خاص گھاٹیون کے الحاق کے مقام پر جہان دریاے ایبار
نوچ خیمہ زن ہو یہ مقام کمال دلکش اور بہت پُرفضا ہو۔

ایک روز نور کے تڑکے مین ایک خوشرو و عنبرو جوان کیساتھ
مصروف گلگشت چمن و تماشاے نسرین و نسترن تھی لعمر ریحان
و ضمیران کو بوے عنبر بار ادھر جوئبار لطافت آثار اور رگذار سر دیا بہا
باد نوروزی پیش رو کاروان ختن و تاتار۔ مین جوان رعنا اور
ہاتھ مین جام شراب ناب اور اسی مقام پر ایک مرتبہ دو عیسائی
قومون مین جنگ ہوئی تھی۔ اس پہاڑ کے تاریخی بڑے بڑے
واقعات صحت سے چھپے ہین۔ کوہ ارجن بیرونی تاریخی مقام ہی
اسکے گرد اگرد بڑے بڑے غار ہین جسکو روسی زبان مین کوکس کہتے
ہین دامن کوہ مین ہرن سہ پہر کو چوکڑیان بھرا کرتے ہین ایسے
خوبصورت ہرن تمام یورپ مین نہ پائے گوشت لذیذ مگر خشک
اور آنکھون کا عالم ہی اور ہی کوہ وسوویس۔ یہ مشہور و معروف
کوہ آتش بار ملک اطالیہ کے جنوب مین نیپلس سے آٹھ میل
کے فاصلہ پر واقع ہو اور خلیج نیپلس سے ۳۹۵۰ فیٹ بلند ہو
اس پہاڑ کی چوٹی سے عجب دلربا فضا اور دلکش تماشا نظر آتا
ہو منظر کی خوبی اور وسعت دی نگاہ ایسی کیفیت دکھاتی ہو کہ
حیطہ تحریر مین نہین سماتی اسکا اوپر کا حصہ متواتر اور متوالی آتش
افشانی کی وجہ سے شق ہو گیا ہو اور پارہ ہاے سنگ چہار طرف منتشر ہو گئے
حصۂ وسط کی سطح پر لاوا پہاڑ سے نکلکر منجمد ہو گیا ہو حصہ سفلی مین
خدا کی قدرت مجسم نظر آتی ہو یعنی ہرے ہرے درخت لہلہاتے ہین
قسم قسم کے خوشنما گل بوٹے کھلے ہین جابجا پھلواریان جو بیل بوٹے سے
مخروطی اور راکھ سے ڈھکی رہتی ہو دہانہ کا محیط قریب ڈیڑھ
میل کے ہو ۱۹۰۶ء کی آتش افشانی مین چوٹی کے کسی قدر
دھنس جانے اور منفذ کے بند ہو جانے سے جو مادہ آتشین پہاڑ
کے جوف مین اُبل رہا تھا جب اسکو باہر نکلنے کا راستہ ملا تو
بصورت لاوا ادھر ادھر پھیل گیا اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار ہی

جسکا قطر ۱۲ فیٹ ہی۔ اوخنہ آئیمن سے ہمیشہ نکلا کرتے ہین اور کبھی بڑے بڑے انگارے اور سرخ سرخ پتھر نکلکر بڑی دور جاکر گرتے ہین جو شے انکے آگے آتی ہی اسکو جھلسا دیتے ہین سنہ ۱۷۶۲ء و سنہ ۱۷۶۹ء و سنہ ۱۷۹۳ء و سنہ ۱۸۳۲ء و سنہ ۱۸۵۹ء و سنہ ۱۸۶۰ء مین بڑے بڑے خروج واقع ہوے تھے شہر ریسنا اور پورٹسی کے باشندے ہمیشہ خائف رہتے ہین کہ مبادا کسی روز پتھر اور مادہ آتشین خروج کرکے ان کو سوختہ کردے کیونکہ وہ دونون شہر دامن کوہ مذکور مین واقع ہین کوہ ہکلا یہ کوہ آتش فشان جزیرہ آئیس لینڈ کے جنوب ہی پری نے بیان کیا کہ ایک تاریخ مین لکھا ہی کہ قوت سلطنت روس کی نسبت عوام الناس کی رائے غلط ہی ترکی مین اگر نظمی نہوتی تو روس کا نقطہ مقابل تھا بوجہ وسعت ملک عوام الناس خیال کرتے ہین کہ روسیون کو نہایت قوت حاصل ہی گریہ خیال غلط ہے وسعت سلطنت باعث ضعف روس کا ہی نہ باعث تقویت وجہ اسکی خاص انتظام روس سے پیدا ہوتی ہی ناظرین کو استعجاب ہوگا مگر اصل امر یہی ہی کہ اصل قوم روس بھی باعث تقویت و قوت شہنشاہ روس نہین ہی سبب اسکا یہ ہی کہ بوجہ ظلم اور بد انتظامی کے رعایا زار روس سے نہایت ناراض ہی اور کرورون آدمی اس فکر مین غلطان پیچان رہتے ہین کہ کوئی تدبیر ایسی کی جائے جس سے زار کی جان جائے۔

نہلسٹ کے ممبر ایسے ہین جن کے شرکا کو عداوت قلبی سلطان روس اور اُن کے خاندان سے ہے ایک سال مین پانچ افسر اعلیٰ جو نہایت مشہور تھے دار السلطنت مین انھین لوگون کے ہاتھ سے قتل کئے گئے اہل پولینڈ و باشندگان صوبہ جات کوہ قاف و وسط ایشیا بھی روسیون کے ظلم اور بدعت کی جہت سے نہایت تنگ ہین اور جبکہ سلطنت روس سے کسی غیر ملک سے جنگ شروع ہوتی ہی اصل ملک روس و صوبجات مفتوحہ مین فوراً تدبیرین کرتے ہین کہ زار کی سلطنت تباہ ہو جائے۔ اہل پولینڈ مین سے ہزارہا آدمی فوج روس مین افسر ہین گر جب کوئی تدبیر آزادی پولینڈ کی ہوتی ہی یا ہنگامہ اس غرض سے رعایا برپا کرتی ہی یہ افسر اپنے ہموطنون کے شریک ہوتے جاتے ہین سنہ ۱۸۶۳ء مین جو غدر ہوا انھین باغیون مین اکثر شخص ایسے گرفتار ہوے جو کہ بڑے معتمد افسر فوج اور کمانڈر انچیف کے فرزین تھے اور صرف ایک روز قبل ہنگامہ کے سب طرح کے صلاح و مشورہ مین شریک تھے جس زمانہ مین درمیان سلطنت روس و روم کے لڑائی ہو رہی تھی ایک بندش جس مین اکثر افسران فوج شریک تھے اس غرض سے ہو رہی تھی کہ خاندان موجودہ کو تخت سے اتار دین کسی اتفاق سے یہ تدبیر کھل گئی اور بہت سے شرفا اور افسران فوج گرفتار کرکے سیبیریا کو بھیجے گئے بدین وجہ ہر وقت حکام روس کو خاص اپنے ملک نیز دیگر صوبجات مفتوحہ مین ایک بڑا جزو اپنی فوج کا اپنی حفظ بقا کے واسطے رکھنا پڑتا ہی اور چونکہ سلطنت روس نہایت وسیع ہی اور مختلف مقامات مین نہایت فاصلہ ہی اس وجہ سے کثرت فوج کی ضرورت اس غرض سے ہوتی ہی کہ اگر کسی وقت روس سے کسی زردار بادشاہ سے زبردست جنگ کی آئی تو ضرور یہ بات باعث بربادی سلطنت روس کی ہوگی اور ذری سی مدد اگر ان فرقون کی کسی بادشاہ کی جانب سے ہوئی تو اصل ملک روس مین وہ آگ پھیل جائیگی کہ شاید اس کا فرو کرنا حکام روس کو مشکل پڑ جائے۔

آزاد۔ شہنشاہ بیگم کی کیا رائے ہے۔

پری۔ وہ زار روس سے ناراض ہین۔

آزاد۔ اور ولیعہد سلطنت۔ زار وچ؟

پری ۔ اُن سے بادشاہ سے بھی نہین بنتی ۔
آزاد ۔ ہم نے سنا ہی کہ زار روس جنگ کے خلاف ہین اور وزیر جنگ بھی مسلک صلح کل کے سالک ہین و اللہ اعلم بالصواب
پری ۔ بہت صحیح ہی لیکن رعایا سے سخت خائف ہین ۔
آزاد ۔ رعایا سے اتنے بڑے زار کی پیش نہین جاتی ۔
پری ۔ اور تاہم اُن کی سلطنت شخصی ہی ۔
آزاد ۔ یہی تو برہمی کا باعث ہے ۔ رعایا کی خواہش ہی کہ مثل انگلستان آزادی حاصل ہو وہ بات یہان کہان

گر شہ روز را گوید شب است این ‎ ‎ بباید گفت اینک ماہ و پروین

وہان تو اس شعر پر دار و مدار ہے ۔
پری ۔ یہ بات نہین ہی ۔ بادشاہ کو وہان مانتا کون ہی ۔
آزاد ۔ دیکھین ٹیلیگرام کا کیا جواب آتا ہی ۔ ہماری سلطنت مین بھی عجب طوائف الملوکی ہی ۔ لاحول ولا قوۃ ۔

ہر کہ شاہ آن کند کہ او گوید ‎ ‎ حیف باشد کہ جز نکو گوید

شہنشاہ کے مقربون کو لازم ہی کہ خیر خواہ اور نمک حلال ہون ایسے نہ ہون کہ بدخواہی کرین ۔
پری ۔ بیشک ۔ ایسے ہی ہونا چاہیئے ۔

الانتظار رابع

دلا چند باشی زغم در خمار ‎ ‎ سر از جیب مستی چو عشرت برآر
حیات ابد چون بہ میخانہ رو ‎ ‎ کہ بخشند شراب کہن جان نو
بکن اول از زمزم مے وضو ‎ ‎ چو دست امانت دہی با سبو
ہر آنکس کہ پیمان بہ پیمانہ بست ‎ ‎ بجز توبہ ہیچش نباید شکست
چہ گویم زخون گرمی مے فروش ‎ ‎ کہ خون مے آید ز مہرش بجوش
نیاوردہ از خم مے لالہ گون ‎ ‎ کہ آوردہ از چاہ یوسف برون
سزد گر زند لاف افسونگری ‎ ‎ کہ پیوستہ در شیشہ دارد پری

فروغ مے از شیشہ شد آشکار ‎ ‎ چو از آئینہ عکس رخسار یار
بیا ساقی آن ہمدم جان نثار ‎ ‎ کہ درد سر است اختلاط خمار
بمن دہ کہ ہستم ہوا خواہ مے ‎ ‎ چو جامم بود چشم در راہ مے
از آن می رساند آنکہ کیف بلند ‎ ‎ در افگند ادراک را در کمند

بود قطرہ گر از زمین مے سحاب
زند سر زگلشن گل آفتاب

ثریا بیگم کا مکان پریخانہ تھا عیش و طرب کا کاشانہ تھا ہر دیوار و در پر نور برستا تھا ۔ کمسن اور ماہ پیکر بیگمات باہم چہل کرتی تھین ہنسی دل لگی کی گرم بازاری تھی اور دلہن زبان حال سے کہتی تھی

ساقیا دیر کا نہین یہ مقام ‎ ‎ مے دیدار کا کوئی دے جام
دیر سے راہ دیکھتا ہون مین ‎ ‎ منتظر تیری دید کا ہون مین
حسرت دید بڑھتی جاتی ہی ‎ ‎ وحشت عشق سر اٹھاتی ہی

بادۂ عشق سے رہیں سرجوش
نہ رہا مجھکو نشہ مین کچھ ہوش

ثریا بیگم ۔ آسمان جاہ ۔ تم ذرا انگلی نہین سمجھتین ۔
آسمان جاہ ۔ پھر آپ کو کیا ہان وہ نقشہ تو حل کیجئے
ثریا بیگم ۔ ہم نے کچھ دعوی نہین کیا تھا ۔ مگر حل کر لیا ۔ اب میری چالین دیکھیے اسپ سرخ کو ہم خانہ الف مین لے آئے اب بادشاہ زچ ہو گیا ۔ کوئی گھر نہین صرف ایک گھر تھا وہ گھوڑے کے سبب بند ہو گیا ۔ اب ایک پیادہ سبز تو پیادہ سرخ سے بند ہی صرف ایک پیادہ سبز کھلا ہی اسکو خانہ (ب) مین حکمی چال چلے
آسمان جاہ ۔ اچھا آیئے وہ تو حکمی چال ہی چلو ۔
ثریا بیگم ۔ ہم وزیر سرخ کو خانہ (ج) مین لے آئے ۔ بات ہی
آسمان جاہ ۔ واہ ۔ مات کہین ہو نہ ۔ مات کی اچھی کہی
ثریا بیگم ۔ چلو نہ ۔ اس جھگڑے سے کیا مطلب ہے چل کے دیکھ لو

آسمان جاہ - ہمنے وزیر سرخ کو پیٹ لیا -

ثریا بیگم - ہم پیادے سرخ کو آگے بڑھے - خانہ دش مین جہان پہلے پیادہ سبز تھا - ہم نے کشت دی بس مات ہے - اب بتاؤ بادشاہ کو کہان لے جاؤ گی -

آسمان جاہ - ہوش کی خبر - کچھ خیر ہے پیادہ دو گھر چلتا ہے بس بس رخت کے صدقے - اے آخر بتاؤ کہ پیادہ کے گھر چلتا ہے -

ثریا بیگم - دو گھر بھی فرنگ مین چلتا ہی پہلی مرتبہ جب پیادہ چلتا ہی تو دو گھر بھی چل سکتا ہے -

آسمان جاہ - اے ہے - آخر ہم بھی تو شطرنج کھیلتے ہین -

ثریا بیگم - اچھا یون ہی سہی تم نے فرزین پیٹ لیا - اچھا ہم پیادہ سرخ کو آگے بڑھے -

آسمان جاہ - ہم فرزین بن گئے بس مات دات ندارد آہے -

ثریا بیگم - ہمنے پیادہ بڑھ کے مات کر دیا بس -

آسمان جاہ - اہاہا سیج کہیے گا - ہوش ٹھکانے نہین اورکے چالون کی شرط ہی تین چالین تو ہو چکین - یہ چوتھی چال ہے -

ثریا بیگم - تین چالون مین تو مات کر دیا تھا - اب دوسری طرح پر مات کر دیا - جب تم مانو ہی نہین تو کوئی کیا کرے لے اب کوئی اور نقشہ جماؤ -

آسمان جاہ - بس اسی برتے پر تتا پانی اور نقشہ جماؤ - بدلو بد بد کے بتاتے ہین - آؤ بدتی ہو -

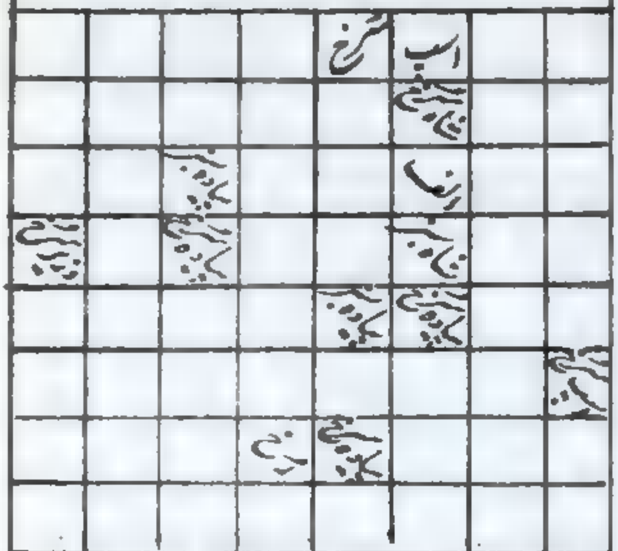
ثریا بیگم - ہان ہم بھی ویسی ہی انگوٹھی بدتے ہین -

آسمان جاہ - ویسی انگوٹھی آپ نے ہی بائین ہے دینی -

ثریا بیگم - نقشہ تو ہمنے حل کر ہی لیا ہے - گر انگوٹھی چھوٹے دیتے ہین خاطر سے بد و گی تو پچھتاؤ گی -

آسمان جاہ - اچھا یون ہی سہی نقشہ یہ ہے -

سبز بازی



سرخ بازی

جو بیگمین شطرنج سے واقف تھین انھون نے ثریا بیگم کی بڑی تعریف کی -

آسمان جاہ - اللہ جانتا ہی بڑی طبیعت دار ہو - اب ہمارے میان کو بھین لو بلا اون -

ثریا بیگم - گردن نیچی کرکے یہ دل لگی ہمین گوارا نہین ہے -

آسمان جاہ - اے ہے - تم تو بات بات پر بگڑتی ہو - ہم ان سے دو محبت ہے ہمین دشمن اور بد دن کو بڑی دو مجھنے لگین

خیر یہ بھی خدا کی شان ہے بن		غیر تو دوست ہم ہوے دشمن

ثریا بیگم - تم باتین ہی ایسی کرتی ہو -

پیاری خانم - ای بیوی تمھاری میان تمکو مبارک ہین اللہ صد دسی سال عمر کرے کسی کو چھیننے سے کیا واسطہ باتی وتی کیسی

آسمان جاہ - انھین سے پوچھو - ہم کیا جانین -

پیاری خانم - حضور ہماری سرکار کا یہ منشا تھا کہ حضور ہر گھڑی ان کا نام کیون زبان پر لاتی ہین -

آسمان جاہ۔ ادھر میاں ہمارے گئے بدلیس رہ جوا دروازہ ٹٹیا لاگ رہی۔ (لہرا کر) ٹٹیا لاگ رہی۔

ثریا بیگم۔ توبہ توبہ ایسی ڈھیٹ کسی کی بہو بیٹی ہو۔

آسمان جاہ۔ (چڑا کر)

ساقیا وہ شراب دے مجھکو — جس رخ حجاب فرقت ہو
یار کو جب مین ڈھونڈھنے جاؤن — راستے مین وہ راہبر پاؤن
موج صہبا ہر ایک ہو پر شوق — بط بادہ ہو مرغ رہبر شوق
جبکہ شعلہ ری ہوئی بیدار — دیکھتی کیا ہے وہ قمر رخسار
کہ بغل مین نہین وہ ماہ کمال — خالی آغوش ہی برنگ ہلال
سارے سامان عیش برہم ہین — بستر درد و غم ہی اور ہم ہین

وہی سنسان ہی سیہ نامہ
وہی اجڑا ہوا ہے کاشانہ

بوڑھی مغلانی۔ ادئی۔ واہ حضور واہ۔

آسمان جاہ۔ کیا اب تمھارے مارے کوئی پڑھے بھی نہین۔

بوڑھی مغلانی حضور کو مین کچھ کہہ سکتی ہون بھلا۔ مگر اتنا خیال کیجیے کہ آج شادی کے دن مبارکباد گائی جاتی ہی یا یہ جو آپ فرما رہے ہین۔ اجڑی بستی۔ اندھیر نگری چوپٹ راج سنسان۔ ویران۔ غم۔ ماتم۔ ان باتون سے آج کیا واسطہ

دلھن جان۔ ہان کہی تو بات سچ۔

آسمان جاہ۔ ہان سٹھیا گئی ہی تو کیا ہوا۔ بات پتے کی کہتی ہی کتنی ٹھکانے کی بات کہی۔ اچھا مبارکباد سہی۔

ہمیشہ دلبر سجان مبارک باشاد — سلامت سلامت مبارک مبارک باشاد
ہمیشہ دلبر سجان مبارک باشاد

فرمائشی قہقہہ پڑا۔ آسمان جاہ تو غضب کی شوخ تھین۔ یہ گا ہی رہی تھین (ہمیشہ دلبر سجان مبارک باشاد) ہمجولیون نے آوازے کسے اور قہقہے لگائے۔

ایک۔ کتنا پیارا گلا ہی اور کیا نور کی آواز پائی ہی۔

دوسری۔ ٹھٹکا کتنا اچھا ہی۔

تیسری۔ ڈومنیون کو مات کر دیا۔

چوتھی۔ یہ تو مجرے کو جایا کرین تو کچھ پیدا کر لائین۔

پانچوین۔ بہن ایسی کڑی نہ کہو۔

چوتھی۔ (پھر) اب تم لڑوا دو وہ ایسی سادی نہین ہین

آسمان جاہ۔ مگر اللہ جانتا ہی ان کے دلہا کی کتنی پیاری پیاری صورت ہے دیکھتے ہی دیکھتے عاشق ہو جائیے۔ اور چاند کا ٹکڑا ہے مکھڑا نہین ہو۔

طرفہ جوبن عجیب عالم ہے — جتنی تعریف کیجیے کم ہے

بیگم۔ کیا آپ بھی رکھی ہین۔

آسمان جاہ۔ ایک ہو ئی۔ پھر اپنے داؤن نہ رونا۔

بیگم۔ ہے غضب تو ایک بات پوچھی۔ برا نہ مانو۔

آسمان جاہ نے کہا ہم اب مہذب ہو جائینگے بس اب آج سے مذاق نہ کرینگے تم سب دکھی پھیکی ہو۔ ہماری باتین بھی بہار نستعلیق ہونگی دو چار ہمجولیون نے کہا ضرور کیون نہین۔ چرا نباشد ضرور ضرور تم اور دل لگی مذاق چہل چھوڑ دو

آسمان جاہ۔ اچھا دیکھ لینا۔ کیا مجال جو ہنسی تک آ گئے

ثریا بیگم۔ شکر خدا۔ ہزار شکر خدا۔ صد ہزار شکر خدا

ایک۔ کون۔ اگر یہ چہل چھوڑ دین تو ہم مسجد مین گھی کے چراغ جلائین

دوسری۔ وہ مسجد مین گھی کے چراغ روشن کر دیا چاہے جو کچھ کر دے ان سے چہل نہ چھوٹنے کی نہ چھوٹنے کی چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے۔

تیسری۔ اے بی تمھارے میان کا نام کیا ہی۔

آسمان جاہ۔ ہم سے یہ دل لگی نہ کیجیے۔
بیگم۔ ہم نے سنا آپ فال خوب دیکھتی ہیں۔
آسمان جاہ۔ بہن دیوان حافظ منگوا کے دیکھ لو نہ
پیاری خانم دوڑ کے دیوان حافظ لے آئیں۔
بیگم صاحب نے فال دیکھی تو یہ غزل نکلی۔

کجاست اہل دلے تا کند دلالت خیر
کہ ما بدوست نہ بردیم ہیچ رہ بطریق

ورق الٹ کے اسکا مطلع پڑھا۔

مقام امن و مے بیغش و رفیق شفیق
گرت مدام میسر شود زہے توفیق

آسمان جاہ۔ آہو ہو۔ کیا اچھی فال نکلی ہے مقام امن کے ع۔ ہے غم و زود ے غم کالا۔ اور شراب ہے۔ اس کے بغیر ایک قدم حافظ شیراز نہیں چلتے۔

بیا کہ تو بہ ز لعل نگار و خندہ جام
بصورتیست کہ عقلش نمیکند تصدیق

لعل نگار سے مراد لب معشوق سے ہے اور خندہ جام سے مراد کیا ہے۔ جام کے لیے خندہ ہی لکھتے ہیں ساتویں ورق میں یہ شعر نکلا۔

چو خون خصم بجو صراحی بریختی
بادوستان بعیش و طرب گیر جام جم

ثریا بیگم۔ اب کچھ مطلب بھی تو سمجھائی جاؤ۔
آسمان جاہ۔ دشمن تو زیر ہو گیا اب دوستوں کیساتھ عیش کرو۔

بشنو ز جام بادہ کہ این زال نو عروس
بسیار کشت جو ہر چون کیقباد و جم

بس جہاں دیکھو شراب ہی کا ذکر ہے۔

حافظ بہ کنج میکدہ دارد قرار گاہ
کالطیر فی الحدیقۃ واللیث فی الاجم

اس شعر کا مطلب کیا آسمان جاہ کی سمجھ میں نہ آیا طیر اور حدیقہ اور لیث کے معنی نہ سمجھیں مگر عورت شوخ اور ذکی الطبع تھیں کہا مطلب یہ کہ (حافظ تو ہر روز اور ہر دم شراب خانہ میں رہتا ہے مگر خمار نہیں اترتا اگر کسی نئی دلھن کو دیکھ لوں تو خمار اتر جائے اور نشہ ہرن ہو جائے)

ثریا بیگم۔ بجا عربی بھی آپ پڑھی ہیں۔
اتنی بیگموں میں صرف دو اردو خواں تھیں باقی ناخواندہ صورت دیکھتی رہیں مگر ثریا بیگم سب سے زیادہ سمجھدار تھیں انکو اس سے تشفی نہوئی۔ کہا بہن سنو۔ تم زیادہ پڑھی لکھی ہیں تو کچھ آتا جاتا نہیں مگر اسکے یہ معنی نہیں۔
اتنے میں ایک مغلانی نے کہا حضور کل برات نہ آئیگی کل قمر در عقرب ہے اب پرسوں برات نکلے گی۔ ثریا بیگم کو سخت افسوس ہوا ایک ایک گھڑی ایک ایک برس کے برابر تھی
آسمان جاہ۔ چلو خیر۔ آج نہ سہی پرسوں سہی حشمت بہو۔ دیکھو انکے چہرے کا رنگ فق ہوا جاتا ہے۔
آسمان جاہ۔ کیوں یہ کیوں وجہ۔
ثریا بیگم کو اسقدر ملال ہوا کہ آنسو آنکھوں سے جاری ہو گئے

آزاد کا پلونا جانا

آزاد فرخ نہاد اس پریزاد سے میٹھی میٹھی باتیں کر رہے تھے اور عشق و محبت کا دم بھر رہے تھے کہ سامنے سے گرد نظر آئی اور فوج میں ایک غل مچا سب گرد کی سمت دیکھنے لگے بتھوڑی دیر میں سوار نظر آئے۔ لوگ سمجھ گئے کہ تار کا جواب لائے سوار نے جنرل کو لفافہ دیا۔ جواب یہ تھا۔

آزاد پاشا کے حالات سنکر وزیر جنگ بہت خوش ہوے ایسے لائق اور شجاع سپہ سالار پر جو فنون سپہ گری سے بخوبی واقف ہے وزیر جنگ کو پورا پورا بھروسا ہی پلونا کا حال معلوم ہوا حکم دیا جاتا ہی کہ آزاد پاشا لشکر کثیر لیکر پلونا کی سمت روانہ ہون تمغہ مجیدی انکے لیے تیار ہی جلد بھیجا جائیگا آج بیس ہزار سوار تمھاری سپاہ کے لیے روانہ ہوئے ہین -

یہ جواب وزیر جنگ کے ملٹری سکرٹری نے بھیجا تھا ۔

جنرل - آزاد پاشا آپ کو تمغہ مبارک ہو - اب آپ بعجلت تمام پلونا جائیے اور وہان بھی شمشیر لیاقت کے جوہر دکھائیے یورپ اور ہندوستان کا کوئی اخبار ایسا نہین جسمین تمھاری تعریف درج نہین ہوئی ہو - اس سے زیادہ اور کیا ہوگا سپاہی کے لیے معراج ہی تو یہ ہی ع - کہ معراج مردان ہمین است وبس

آزاد - مین مستعد ہون - مگر وزیر جنگ نے یہ نہین لکھا کہ کسقدر آدمی میرے ساتھ جائین - صرف فوج کثیر دو لفظ لکھدیے میرے نزدیک اسقدر جماعت ہونی چاہیے کہ راہ مین مصیبت ہو

جنرل - اپلٹن پاشا کو بھی ساتھ لیتے جانا ہم اسی دم افسرون کو منتخب کیے دیتے ہین خدا کرے کہ ہم کامیاب ہون بس پلونا ہی پر بچوڑ رہے -

آزاد - خدا مالک ہے - مین خاص اسکام کے لیے ہندوستان سے آیا تھا کہ اپنے بھائیون کا ہاتھ بٹاؤن - مین نے صدہا مصائب اور ہزارہا سختیان برداشت کین مگر کچھ مضائقہ نہین - ہم اسکی پروا نہین کرتے - ہان اگر سرخرو اور کامیاب رہا تو مرام ہون تو سبحان اللہ کل محنت اور کوشش ٹھکانے لگے

جنرل - پلونا کا نقشہ یہ ہی - اور دو راستے ہین ایک راہ مین خطرہ ہی دوسرا صاف راستہ ہی اگر اس صاف راستے مین کسی فوج ہو تو بڑی خرابی پڑیگی ہمین یقین نہین کہ پھر کسی اور راہ سے گذر ممکن ہو -

آزاد - مین کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور نکالونگا - ممکن نہین کہ بے نیل مرام واپس آؤن - پلونا والون کی مدد ہم پر فرض ہی -

جنرل - ہماری سپاہ ایک ہفتہ سے گرفتار ہوتی جاتی ہی جو لوگ مقام ٹرلوا مین گرفتار ہوئے تھے وہ شمال کی جانب بھیجے گئے تھے رومانیا مین ایک شہر ہی اسکندریہ دریاے ڈینوب کے قریب ہے - اس مقام سے روسی فوج روانہ ہوئی تو ڈبل کوچ کرکے آئی اور اسقدر کسل تھی کہ الامان - اول تو راستہ پر خطر اور صعب شوار گذار دوسرے برف باری اور بھی مارے ڈالتی تھی تیسرے شب کا وقت - چوتھے غنیم کا ہر قدم پر خوف - جب فوج داخل منزل مقصود ہوئی سنا کہ روسیون کا رسالہ پرے جمائے کھڑا ہی ہوش اڑ گئے - خوب یقین تھا کہ اسوقت کبھی تاب مقاومت نہ لاسکین گے - ترکون نے دھاوا کیا اور دونون طرف سے گولیان چلنے لگین - خوب لڑائی ہوئی آخر کار نوبت باینجا رسید کہ ترکون نے شکست فاش دی اور روسیون کو بھاگنا پڑا اگر تعاقب نہ کیا گیا ورنہ دو تین ہزار آدمی گرفتار ہو جاتے

آزاد - تو اب مین تیاری کرتا ہون - وقت کم ہی -

جنرل - ہان اب آپ تیاری کیجیے - اور ہم فوج کے نام بھی حکم دیتے ہین - ابھی سب بندوبست ہو جائیگا دیر نہونے پائیگی

آزاد - سینٹ پیٹرسبرگ مین ایک اخبار چھپتا ہی جنرل دی سینٹ پیٹرسبرگ یہ اخبار روزانہ کا ہی اور پالسی اوس مین بڑی وقعت ہے اس مین ایک مضمون میری نسبت درج تھا مین چاہتا ہون کہ وہ مضمون کسی طرح حضرت سلطان اعظم کی نظر سے گذرے -

جنرل ۔ تاریخ بتائیے تو ہم بذریعہ ٹیلیگرافی سکریٹری جنگ کے پاس بھیجیں اور ان سے درخواست کریں کہ سلطان المعظم کی خدمت میں روانہ کر دیا جائے ۔

آزاد اُن سے رخصت ہوے اور پری سے باتیں کرتے ہوے انتظام روانگی کی تیاریاں کرنے لگے پری نے بصد شان دلبری ناز کے ساتھ کہا ۔ اب آپ تو میدان جنگ میں چلے اور ہم یہاں بالکل اکیلے رہے اگر ہم از او عدہ وفا یا تو اقرار ہی نہ کیا ہوتا اور اب اقرار کیا تو پورا کرو ۔

اس دلبر شیرین حرکات کو شک کی جگہ یقین تھا کہ آزاد ایسے نازک وقت میں مدد نہ دے سکیں گے ۔ آزاد نے ٹھان لی تھی کہ جس طرح ممکن ہوگا پلونا میں ضرور داخل ہونگے اگر اسوقت نہ حسن آرا یاد آتی تھیں نہ مس میڈا نہ پولینڈ کی عنبر اور خوبرو شہزادی کا خیال تھا ۔ اس بت سیمین نے بھی تھوڑی دیر کے بعد گفتگو میں سرد مہری ظاہر کی ۔

پری ۔ قول مردان جان دارد ۔ جو کہا اسکا خیال رکھو ۔

آزاد ۔ از برائے خدا مجھے اسوقت دق نہ کرو مجھے اپنے قول اور قرار کا ہر دم خیال رہتا ہی بس صرف اسقدر کہدینا کافی ہی ۔

پری ۔ اب گھنٹے دو گھنٹے میں تم پلونا کی طرف کوچ کروگے مجھے کیونکر یقین آئے کہ تم کو میرا خیال ہوگا ۔ اور اب تمھاری مکان میں کیا ہی ۔

آزاد ۔ میرے امکان میں سب کچھ ہی ۔ جو پہلے تھا وہی اب بھی ہی ۔ بلکہ اب اور بھی زیادہ ہی ۔ تم گھبراؤ نہیں ۔

پری ۔ دنیا بہ امید قایم گر یاس بڑھتی جاتی ہی ۔

آزاد ۔ ایک گھنٹے میں تم آزاد ہو جاؤ گی ۔ ہم کو دیکھو کہ فرض بھائیوں کی مدد کے لیے وطن چھوڑا ہموطن چھوڑے عیش و آرام چھوڑا کل لذات دنیوی سے منھ موڑا اور اب قضا کے استقبال کو جاتے ہیں اور تم اتنی بڑی نامی لیڈی ہو کے ذراسی گرفتاری میں گھبراتیں ہیں ہم تو وطن اور برادران دینی کے نام پر جان نثار کرتے ہیں

حبِ وطن از ملک سلیمان خوشتر ۔ خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بملک مصر شاہی میکرد ۔ میگفت گدا بودن کنعان خوشتر

پری ۔ اب تک تمھارے امکان میں یہ تھا کہ چوری سے مجھے رہا کر دیتے مگر اب یہ بات باقی نہیں رہی اب تم تیار ہو کر میدان کارزار میں جاتے ہو خدا ہی ہی جو رہا ہو سکوں ۔

آزاد ۔ چوری ! کیا تم کو یقین ہی کہ میں چوری سے تم کو رہا کر دیتا کبھی نہیں تم ڈنکے کی چوٹ رہا کر دیجاؤ گی ۔ مگر یہ بتاؤ کہ بعد رہائی کیا کرو گی ۔

پری ۔ مجھے افسوس یہ ہی کہ میں اپنے وطن کے کام نہیں آسکتی اسکا سخت ملال ہی اگر میری جان جاتی رہتی تو میں سمجھتی کہ میری دلی آرزو بر آئی اور میں نے منہ مانگی مراد پائی لیکن افسوس ہے کہ میں رہا نہیں ہو سکتی ۔ خدا کرے مجھسے کوئی کار نمایاں سرزد ہو جاے جان جاتی رہے مگر دس کے کام آؤں ۔

آزاد ۔ تو اب غور کرنے کا مقام ہی کہ تم تو عورت ہو کر اپنے وطن کا اسقدر خیال کرو اور میں مرد ہو کر یہ بے ایمانی کروں کہ اپنے ملک کے صیدی کو جس نے ضرر پہونچایا ہی رہا کر دوں اور ایسی حالت میں جبکہ تم خود مقر ہو کہ تم کو ضرر پہونچاؤ گی اور اسقدر آمادگی ظاہر کرتی ہو کہ جان تک سے دریغ نہیں ۔

پری ۔ اچھا میں وعدہ کرتی ہوں کہ میدان جنگ سے سیدھی روس چلی جاؤنگی ۔ ہاں ایک بات البتہ ہی میں بالکل خاموش تو رہ نہیں سکتی ۔ مگر اخباروں کے ذریعے سے اس جنگ کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کرونگی ۔

آزاد ۔ مانا منظور ۔ اس میں ہمارا ہرج نہیں ۔

پری - اب تو جنرل سے کہکر ہمین رہا کرا دو -

آزاد - ذرا آدھ گھنٹے تامل کرو - مین ابھی آتا ہون -

پری - خدا تم کو اسکا اجر دیگا - آمین آمین -

یہ باتین ہو رہی تھین کہ ایک فقیر بیڑے مین آیا - کشیدہ قامت دوہرا بدن سُرخ و سفید سیہ چشم سر کے بال لمبے لمبے - ڈھیلا ڈھالا زعفرانی رنگ کا پیرہن برہنہ سر - برہنہ پا عربی زبان مین گفتگو کرتا - آزاد پاشا اور کئی ترکی افسرون نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کون ہین - کہان سے آئے - کہان جاتے ہو - درویش نے کہا مین تھکا ماندہ بھوکا پیاسا بڑی دور سے آتا ہون ایک ٹکڑا روٹی کا کھا کر پانی پیون تو جان مین جان آئے - ایک آدمی نے دو روٹیان اور کسی قدر شوربا اور دو بوٹیان گوشت کی دین درویش نے کھا کر پانی پیا اور کہا مین ایک پاشا سے گفتگو کرنے آیا ہون تخلیے مین اُن سے کچھ کہنا ہے اُن کا نام آزاد پاشا ہے - یہ فقرہ سُنکر آزاد پاشا سخت متحیر ہوئے اور اس درویش کی طرف غور سے دیکھنے لگے - کرنل ایلینڈ نے کہا ہم تخلیے کی ملاقات پسند نہیں کرتے ہان اگر ہماری یہ تشفی ہو جائے کہ تمھارے پاس کوئی تلوار یا تمنچہ یا قرولی یا ایسا ہی اور کوئی ہتھیار نہین ہے تو کیا مضایقہ - درویش نے کہا آپ اپنی تشفی کر لیجیے - تھوڑی دیر کے بعد آزاد اس درویش کو لیکر بیڑے سے چند قدم کے فاصلے پر گئے -

درویش - مجھے تمھارے پاس ایسے شخص نے بھیجا ہے جو تم پر عاشق ہے - مجھے حکم دیا تھا کہ بجز آزاد پاشا کے اور کسی سے ذکر نہ کرنا - مین تمھین پہچانتا نہین ہون - لہذا مین چاہتا ہون کہ پہلے اس بات کی تشفی ہو جائے کہ آزاد پاشا تمھین ہو تب تم سے اس بارے مین گفتگو کرون - میرے سوالات کے جواب دو -

۱ - تم کو کسی لیڈی نے قید کیا تھا - وہان کا کل حال بتاؤ

۲ - مس کلیرسا کون ہین - اُنکو تم جانتے ہو یا نہین -

۳ - مس میڈا آج کل کہان ہین اور تم سے اُن سے کب ملاقات ہوئی تھی اور وہ کس کے ساتھ ہین -

۴ - خواجہ بدیع کون شخص ہے ہندی ہے یا کابلی -

۵ - دریاے ڈینوب کے اس پار سے تم کیونکر بھاگے تھے -

۶ - بیڑے مین کبھی کوئی سوار ملا تھا اس نے تم کو مچھلی کھلائی تھی اسکا کیا نام ہے - صراحت کے ساتھ بیان فرمایئے -

آزاد نے کہا مین تمھارا مطلب سمجھ گیا - پولینڈ کی شہزادی نے تم کو بھیجا ہے مین تمھین یقین دلاتا ہون کہ آزاد مین ہی ہون تم ہرگز نہ گھبراؤ - مگر جو کچھ پیغام ہو صاف صاف بیان کرو مین کلیرسا اور میڈا کو جانتا ہون - درویش نے جواب دیا یہ ہرگز نہ ہوگا - میرے کل سوالون کے جواب شافی دو - آزاد نے کہا بہتر -

۱ - مجھے پولینڈ کی شہزادی نے قید کیا تھا اور مجھے یقین کامل ہے کہ اسی نے تمکو بھیجا ہوگا مین کنوئین مین قید کیا گیا اور بڑی بڑی سختیان مین نے جھیلین - انتہا کی مصیبت پڑی اور یہ سب صرف اس وجہ سے کہ مین اس لیڈی کیساتھ شادی کرنے پر راضی نہین ہوتا تھا - ان کا محل معلیٰ جو دو چار محلون سے بھی بڑا ہے پہاڑ پر واقع ہے -

۲ - مس کلیرسا روسی لیڈی ہے جسکے سبب سے مین تباہ ہوا - مگر آخر کار اسی لیڈی کی بدولت جان بچی میدان جنگ مین مین نے اس لیڈی سے مقابلہ کیا اور اُسکی ضرب شمشیر کے جواب مین مین نے بوسے لیے وہ مجھے قید کر لے گئی حکم ہوا کہ آزاد کو سائبیریا کے برفستان بھیجدو مگر مین بچ گیا - آخر کار پولینڈ کی شہزادی کے ہان ملاقات ہوئی تو مس کلیرسا نے مجھے بڑی مدد دی روسی سوار میری تلاش مین وہان آئے مس کلیرسا کے سبب سے میری جان بچ گئی - مین نکلا

کمال ممنون احسان ہون۔
درویش نے آزاد کے جواب بہت غور اور تعمق سے سُنے
آزاد نے صاف صاف بیان کیا کہ پولینڈ کی شاہزادی
کے ساتھ شادی ہوئی تھی اور آزاد کے دھوکے مین ایک
شخص کو روسی سوارون نے گرفتار کیا تو مس کلیرسا نے ہماری
کمک کی اور کہا یہی شخص آزاد ہی۔ اسکو پکڑ لے جاؤ۔ اس طرح
پر ہماری جان بچی۔ خوجی کے نسبت کہا کہ یہ شخص ہمارے ساتھ ہندوستان
سے آیا ہی اور روسیون کا جانی دشمن ہی۔ اس کے بعد یہی
سہی اور بھی تاریخ یاد کر دی اور کہا کہ جس روز شہزادی کیساتھ
شادی ہوئی اسکے دوسرے روز روسی سوار کسا پر آدھمکے
اور مس کلیرسا نے صلاح دی کہ اب تم بھاگ جاؤ۔ دو سوار
شہزادی نے میرے ساتھ بھیجے راہ مین جس کسی نے پوچھا کون
ہو۔ اُنھون نے روسی زبان مین جواب دے دیا۔ اور ہمین گفتگو
کرنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ اثنائے راہ مین ایک مرتبہ ہم
روس کی فوج مین پہونچے۔ وہان جنرل کو دھوکا دیا کہ ہم
وزیر جنگ کے پاس جاتے ہین۔ اُنھون نے ایک آدمی ساتھ
کر دیا ہم نے اُسکے گھوڑے کو ذبح کر ڈالا اور بھاگ آئے
درویش۔ مس میڈا کا حال نہ بیان کیا۔ وہ کون ہے
آزاد۔ وہ کوہ قاف کی ایک رئیس زادی ہے۔
درویش۔ تم سے اسی سے کیا واسطہ ہی۔ کہان کی ملاقات ہے
آزاد۔ قسطنطنیہ کی عجب دل دار دلربا ہی حسن و جمال مین
اپنی آپ ہی نظیر ہی۔ اور کوئی لیڈی اسکا مقابلہ نہین کر سکتی
میڈا سے ہم سے اقرار ہوگیا ہی کہ بعد جنگ شادی کرینگے اگر زندگی
ہی تو شادی ہو گی۔ ورنہ یا قسمت یا نصیب یا بخت۔
درویش۔ خوجی کون شخص ہی۔ اُسکا نام تو خواجہ بدیع ہے
پھر آپ خوجی خوجی کیون کہتے ہین۔ وہی بونا۔
آزاد۔ (مسکرا کر) ان کے بہت نام ہین۔ خوجی۔ خواجہ صاحب
خواجہ بدیع۔ خواجہ بدیعا۔ بدیع۔ بدیعا۔ آدمی کیا ایک تماشا ہی
درویش۔ مس کلیرسا روسی لیڈی اور تمھاری مدد کرے!
آزاد۔ خدا کی شان۔ اسی مین کسی کا کیا اجارہ ہی۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال
کہ آگ لینے کو جائین پیمبری ہو جائے

درویش۔ شہزادی آپکے فراق مین مثل ماہی بے آب
تڑپ رہی ہی ایک دم چین نہین آتا۔ جان پر بن پڑی ہی
دن رات رویا ہی کرتی ہین۔
آزاد۔ اب پیام تو صاف صاف کہدو۔ اب تو ہمارے
آزاد ہونے مین شک نہین ہی یا اب بھی شک ہے۔ اور جو کچھ
دریافت کرنا ہو۔ دریافت کر لو۔
درویش۔ ابھی کچھ کچھ احتمال ہی۔ ایک سوال اور ہی
آزاد۔ یا الٰہی۔ وہم کی دوا تو لقمان کے پاس بھی نہ تھی
اس کا کیا علاج ہی آپ ہاری مانتے ہین نہ جیتی۔ سب باتین تو بتا دین
اب اور کیا بتائین۔ کون بات باقی رہ گئی ہی جو پوچھتے ہو۔
درویش۔ اچھا بتاؤ کہ سبز پوش لونڈی سے تم سے کیا باتین
ہوئی تھین۔ کیون کیسے بنے کی پوچھتا ہون نہ کہوگے۔
آزاد۔ (مسکرا کر) سبز پوش اور صندلی پوش تو یاد نہین اتنا
جانتا ہون کہ ایک کمسن اور مہ جبین خواص سے کچھ باتین ہوئی
تھین وہ مجھپر جان دیتی تھی اور جب روسی میری گرفتاری کے
لیے آئے تھے تب وہی مجھکو ایک مکان سے دوسرے مکان مین چھپا
لے گئی تھی وہان اُس نے مجھسے اپنے عشق کا حال بیان کیا
درویش۔ اسکی بھی کسی قسم کی مدد ملی تھی یا نہین۔

آزاد۔ اُس سے کیا مدد ملی بس یہی مدد ملی تھی کہ مکان بدل دیا مدد جو کچھ ملی بس مس مِیڈا اور مس کلیرسا سے ملی۔ یہ دونوں بڑی نیک اور ملنسار ہین۔

درویش۔ اب ہم کو کوئی سوال باقی نہین رہا اب مطلب سنئیے شہزادی نے آپ پاس اس غرض سے بھیجا ہی کہ آپ جنگ سے کنارہ کش ہون اور اُنکو لیکر ہندوستان جائین اور مزے سے دندنائین۔ اُنھون نے یہ بھی کہا ہی کہ وہان چاہے اور جسکے ساتھ شادی کر لینا۔

آزاد پاشا نے کہا ہم کو اسوقت بڑا رنج ہوا وہ بیچاری ہمسے محبت کر کے صید محن ہوئی مگر خدا خوب جانتا ہی کہ اس مین ہمارا ذرہ قصور نہین ہی۔

درویش۔ مین بیان نہین کر سکتا کہ کسقدر رنج اور افسوس ہوا ہی۔

آزاد۔ مین خوب سمجھ سکتا ہون۔ مجھ سے آپ کیا کہتے ہین۔

درویش۔ ہر در و دیوار سے سر ٹکراتی رہتی ہین۔

آزاد۔ ہاے ستم واے ستم۔

ٹکرا کے سر کو جان نہ دون مین تو کیا کرون
کب تک فراق یار کے صدمے سہا کرون

درویش۔ مس مِیڈا اور مس کلیرسا وہان سے روانہ ہوئین

آزاد۔ ہان اب تو اور بھی پریشانی ہوتی ہو گی۔

درویش۔ بالکل تنہائی ہی اور اُس پر ستم یہ ہی کہ روسی سوارون کا پہرہ رہتا ہی یہ اور بھی قیامت ہی۔ خدا ہی خیر کرے

آزاد۔ ایسی حسینہ اور یون صدمے سہے۔

لالۂ بیداغ تجھسا کوئی گلشن مین نہین
ایک بت اس حسن کا دیر برہمن مین نہین

خیر ہم بھی اُف نہ کرینگے۔ خاموش ہی رہینگے۔

سر شمع سان کٹائیے پر دم نہ مارئیے
منزل ہزار سخت ہو ہمت نہ ہارئیے

درویش۔ آپ کو ایسا لازم نہین۔ آپ چلیے اور میدان جنگ سے کنارہ کشی اختیار کیجیے۔

آزاد۔ یہ تو محال ہی۔ توبہ توبہ۔

درویش۔ کوئی مر جائے!!! اسکا آپ کو خیال نہین؛

آزاد۔ ہرچہ بادا باد۔

درویش۔ افسوس کتنے سنگدل ہو۔ یہ سختی۔

آزاد۔ مرد میدان اور آزمودہ کار ہو کر ہم سے یہ ہرگز نہو گا کہ ہم میدان جنگ سے مُنہ موڑین کیا مجال۔

درویش۔ اس مین مردی نہین ہی مردی یہ ہی کہ جو اپنے اوپر جان دے اسکا خیال رکھے۔

آزاد پلونا کے قریب پہونچ گئے

دگر روز زرین سانی صبح خیز　　زمے کرد بر خاک یاقوت ریز
دلے جگر تاب فریاد زنگ　　زسر مغز میبرد و از روے رنگ
ہمان کوس رومی زرگینہ جرم　　نہ دل بلکہ پولاد را کرد نرم
زمین را ز شورش برافتاد بیخ　　فگند آسمان نعل و خورشید میخ
زنیزہ نیستان شدہ روے خاک　　زگوپالہا کوہ گشتہ مغاک
نہنگان شمشیر جوشن گداز　　بہ گردن کشی کردہ گردن دراز
نہ پوئیدہ را بر زمین پاے بود　　نہ پرندہ را بر ہوا جاے بود
چو انجم برآراست لشکر گہے　　کشیدہ بہ گردون در دخرگہے
سپاہی کہ اندیشہ را پے کند　　چو بر کہ زند کوہ را خوے کند
دلیران شمشیر زن بے شمار　　بردم گزائی چو پیچیدہ مار
کمند افگنانے کہ چون تند شیر　　در آرند سرہاے پیلان بزیر

شجاعت کے نہنگ بحر آشام سپہ سالار عالی مقام آزاد خوش نہاد اس شب کو پانچ کوس پر خیمہ زن ہوے اور دوسرے دن نور کے تڑکے کوچ کیا۔ شب کو جاسوسون کے ذریعے سے معلوم ہوا کہ وہان سے چند میل کے فاصلے پر روسیون کی جماعت کثیر نے فوج ترک کو جو غنیم کے مقابلے مین کم تھی شکست دی بعد فتح وہ مقام چھوڑ دیا۔ اس پر قبضہ نہ کیا اور ترکون کی فوج کا تعاقب ہوا۔ پلونا کی نسبت یہ مشہور ہوا کہ ترکی سپالار تین جانب سے محصور ہی مگر چوتھی طرف ایک جنگل ہی پاشا نے کمال جوانمردی جنگل کی طرف سے باغیون کو نکال دیا ہی۔ اگر جنگل کی طرف سے فوج پہونچے تو سبحان اللہ ورنہ ایک لاکھ آدمی گرفتار ہو جائے گا۔ یہ خبر سنکر آزاد کا چہرہ فرط غم سے سرخ ہوگیا اور شیر نر کی طرح ڈکار کر بولے۔ کیا پروا جب تک تن پر سر اور قالب خاکی مین جان باقی ہی ہم پلونا جانے کی کوشش بلیغ کرینگے۔ بس اب تو ٹھان لی ہی کہ یا جان جائیگی یا فتح پائینگے۔ جیتے جی بے نیل مرام واپس نہ آئینگے نہ آئینگے ہم مرد میدان ہین۔ مرد کہین غنیم کو پیٹھ دکھلاتے ہین کیا مجال۔ ممکن نہین۔

آزاد نہایت غیظ و غضب مین آئے معًا اٹھکر ادھر ادھر ٹہلنے لگے۔ آنکھ سے غصہ برستا تھا اور چہرہ انگارے کیطرح لال بھبھوکا ہوگیا تھا کل افسر اور سپاہ انکی کیفیت دیکھکر خاموش تھے اس وقت اگر شیر بھی آتا تو آزاد ایک ہی ہاتھ مین کام تمام کر دیتے۔ شاہنامے کے اشعار ورد زبان

زاسپان تازی بزرین ستام ... زشمشیر ہندی بزرین نیام
زدیبا و خز و زیاقوت و زر ... زگستردنی ہاے بسیار مر
زایران در آمد بہر سو خروش ... شد آرام گیتی پر از جنگ و جوش

بشمشیر زان لشکر نامدار ... بیفگند بسیار در خاک زار
چو در پاے الماس شد کان لعل ... تن کشتہ فرسودہ در زیر نعل
برینسان بیارید گوپال تیغ ... شدند آن دلیران براہ گریغ

ایک افسر نے جو معمر آدمی تھا آزاد کو سمجھایا۔

افسر۔ بھائی مین سینتالیس برس سے فوج کی افسری کرتا ہون اور پچپن سال سے فوج مین بھرتی ہون۔ سہولت سے کام لینا چاہئے۔

آزاد۔ آجکل کے چند روز بس نچوڑ کے دن ہین۔

افسر۔ مگر عجلت سے کیون کام لو ایسی کیا جلدی ہی سنا نہین

ع۔ کہ تعجیل کار شیاطین بود۔

التعجیل من الشیطان۔ والتاخیر من الرحمن۔

آزاد۔ خدا خیر کرے چو طرفہ سے گھر گئے۔ الامان الامان

افسر۔ ہان ہو تو نازک معاملہ اور پلونا ہی بقول آپکے نچوڑ کا مقام ہی۔ دیکھئے کیا خواستہ خدا ہے۔

آزاد۔ فوج کو خوب آمادہ کیجیے کہ ہرگز ہرگز ہراسان نہون جان دین اور جان لین۔ آپ دوبارہ زندہ ہونے سے رہے پھر وطن ہی کے نام پر نہ جان دون۔

افسر۔ اچھا۔ مین سمجھاتا ہون۔

آزاد پاشا اور ایلیٹن مین گفتگو ہونے لگی۔

ایلیٹن۔ بلغارستان کی اس عورت کو کہان رکھا رہا کر دیا یا نہین اقرار کیا تھا تو بیشک رہا کرنا لازم تھا۔ مین تو عمدًا اس کافر کے قریب نہین گیا۔ ایسی صورت پائی ہی کہ زاہد تک مرید ہو جائے اور اسکا کلمہ پڑھنے لگے۔

آزاد۔ یہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ مین نے رہا نہین کیا

اسلیٹن۔ یہ تمنے نہین سنا۔ کیا خود بخود رہا کر دیا؟

آزاد - جنرل کے پاس گیا۔ وہان اُن سے بیان کیا کہ اس عورت کو ہماری خاطر سے رہا کر دیجیے عورت کو قید کیا تو کیا مقابلہ تو مردون سے ہی۔ روسی جنرلون اور افسرون اور سپاہیون کو گرفتار کرو تو مضایقہ نہین کہنے کو ہو گا کہ سپاہی کو گرفتار کر لائے فوجی افسرون کو گرفتار کر لیا۔ عورت کو قید کیا تو کیا

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

جنرل بھڑ و ن مین آ گئے یہ کون بات تھی کہا اچھا تم رہا کرو مگر ایلیٹن پاشا سے دریافت کرو جب تمھارا نام لیا تو مین نے فوراً رہائی کا حکم دے دیا۔

ایلیٹن - جنرل ہیوم نے تمھاری بہت تعریف کی ہی۔

آزاد - سب سے بڑی تعریف اُس دن ہو گی جب ہم پلونا سے فتحیاب ہو کر آئینگے خدا نے چاہا تو ایک دن ایسا بھی ہو گا

ایلیٹن حسن آرا بیگم سے کیون خط و کتابت ترک کر دی

ہم لوگون مین یہ قاعدہ نہین ہی۔ ہمارے خطوط برابر آتے جاتے ہین۔ ابھی مینڈا کا خط ہم نے پایا۔ آپکا حال اُنھون نے بھی سُنا سخت افسوس ظاہر کیا ہے۔

آزاد - اب ان کو ضرور لکھیے گا کہ اب آزاد پا بزنجیر ہو گئے ہین اپنے ہاتھ سے دو چار سطرین لکھونگا کہ اُن کی تشفی ہو ورنہ سمجھین گی کہ صرف دل کی تسلی کے لیے لکھدیا ہی دیکھین ہم اور آپ اور مینڈا اور خوجی یہ چارون آدمی کب تک ملتے ہین۔ یار زندہ صحبت باقی۔

ایلیٹن - اس درویش سے تم نے خوجی کا حال نہ پوچھا کہ وہ ہے کہان۔

آزاد - ارے لاحول ولا قوۃ اور کل باتین پوچھین مگر پوچھنا بھول گئے۔ بلا کے دریافت کرون۔ یاد ہی نہ رہا۔ خوجی کا حال پوچھنا ہی بھول گئے ہم کو امید نہین کہ خوجی سے ملین اب اُس کو یہان تک کون لائیگا۔ یا تو روسی قید کر لے جائین گے یا کوئی مار ڈالے گا اور قرولی اُسکے پاس ہی ہی نہین۔ ایک تو یون ہی مرا ہوا ہی۔ دُبلا پتلا آدمی اگر ہوا زور سے چلے تو پتانے لگے۔

گھل گیا ہی پیرہن مین جسم مجھ مایوس کا
ایک عالم کو گمان ہے شمع اور فانوس کا

وہ بھی ہمارا ہی سایہ بخت ہے۔ کس مزے سے نوابصاحب کے ہان رہتا تھا صبح و شام افیم گھولتا اور چانڈو پیتا اور گپین اُڑاتا۔ مگر نحوست نے کہین کا نہ رکھا۔

برق کی اُس پر عبث گرنے کی ہین تیاریان
برگ گل ہی آشیان کو اپنے ہین چنگاریان

خیر یہ گفتگو تو ہوا ہی کریگی۔ اب یہ فرمائیے کہ راہ مین کتنے دریا ملین گے تین دریا نقشے کے رو سے ظاہر ہوتے ہین اور ایک پہاڑ شاید دریا اور ملین مگر بڑے بڑے دریا تین ہی ہین ڈینوب کو جو ہم نے دیکھا تو بڑا لطف حاصل ہوا۔ اُسکی موج زنی نے ہمین ایسا محظوظ کیا کہ بیان سے باہر ہی۔

عاشق ہجور کے مانند ہے بیتاب موج
رکھتی ہے دریا مین حال ماہی بے آب موج

ہم نے کئی دریا دیکھے اور ایک سے ایک بڑھکر مگر جو لطف ڈینوب سے حاصل ہوا وہ اور کسی دریا سے حاصل نہین ہوا۔

یون ہی آبادی مین بازیب و صفا در بار دان
جس طرح ظلمت مین شب کو آسمان پر کہکشان

مگر جب ہم قید ہو کر جاتے تھے تب ڈینوب کو دیکھکر خون روتے

تھے کہ اب ان رود دریا پہونچے اور قید خانے سے قریب ہوئے جب واپس آتے تھے تب غنچۂ دل کھلا ہوا تھا کہ خدا نے ڈمیو کے اس پار بھیجا۔ اسکی عنایت کا کیا کہنا۔

صدقے اس بندہ نوازی کے تری مین جاؤن
باپ ماں ہوتے ہین کہیں ایسے شفیق و مشفق

اپلیٹن۔ پاشا دیکھیے کچھ نظر آتا ہی یا کچھ بھی نہین وہ جماعت کیسی ہے۔

آزاد اور اپلیٹن پاشا دونون نے گھوڑے روک لیے معلوم ہوا کہ ایک میل کے فاصلے پر سوارون کا پرا جما ہی مگر یہ نہین معلوم ہوتا تھا کہ روسی ہین یا ترک۔

آزاد۔ بس اب ہمارے ہوش ٹھیک نہین۔ بڑا افسوس ہوا۔

اپلیٹن۔ ہمارے نزدیک فوج کو روک کر تھوڑی دیر کے بعد واپس چلو۔

آزاد۔ ہائے پلونا۔ وائے پلونا۔ یار اسوقت ستم ہو گیا۔

اپلیٹن۔ اب ہمارے آپکے امکان سے خارج ہی۔

آزاد۔ اُف۔ ہائے افسوس۔ وائے افسوس۔

اپلیٹن۔ اب دوسرے راستے سے کوشش کرو مگر ہم جانتے ہین کہ چو طرفہ سے فوج نے محصور کر لیا ہی اور اب کسی طرف سے راہ باقی نہین ہے۔

روسی فوج نے حس و حرکت نہ کی آزاد اور اپلیٹن پاشا اپنے لشکر کو لیکر وہان سے بعجلت تمام روانہ ہوئے اور دوسری طرف سے پلونا کے جانے کا قصد کیا شام تک بخیر و عافیت سفر کیا مگر دو گھڑی رات جا کر اسقدر برف باری ہوئی کہ الامان الامان۔ ایک قدم چلنا بھی دشوار ہو گیا۔

رخ آسمان گشتہ کافور بار　　زمین شد زیخ بستہ الماس وار
ازان برف ویخ دست و دربستہ شد　　زمین با فلک پاک پیوستہ شد
ہمہ روز و شب برف بود و ہوا　　فرو بست راہ دم اندر فنا
سیہ شد ازان درد نالان و زار　　زرہ رفتار پا ماند و بار و زگار
زتن جنبش دست دشوار شد　　سلیح و سلب جملہ بیکار شد
سپاہ و ہمہ سروران بے درنگ　　زسرما فسردند چون تخت سنگ
ازان یخ چنان شد گزند و درشت　　جدا شد زکف بند انگشت و مشت
فرو ریختہ جان زتن مردمان　　پے و پوست بے گوشت از استخوان
ہوا بود و یخ بود و سرما سخت　　نہ سایہ نہ آتش نہ موئینہ رخت
فرو بستہ شد نلے توپ و تفنگ　　ز آب و ز شبنم ز برف و ز زنگ
کسے را بہ تن تندرستی نماند　　روان را بہ تن ہا درستی نماند

ہمہ زندہ و مردہ یکسان شدند
ز افسردن برف بے جان شدند

اتنے مین چلتے چلتے ایک ترکی (اوٹ پوسٹ) ملا تو جان مین جان آئی اُن لوگون نے بیان کیا کہ پلونا کی طرف سے جو خبر آتی ہی اُس سے مایوسی ہی ہوتی جاتی ہی جب ہمین یقین نہین کہ ہم کامیاب ہون۔ روسیون کا ڈیڑھ لاکھ آدمی پلونا کے چارون طرف جمع ہی مگر ابھی تک صرف تین طرف سے بخوبی محاصرہ ہے اگر اس چوتھے راستے سے آپ جا سکین تو سبحان اللہ ورنہ کچھ بھی نہ ہو گا۔ یہ خبر سنکر سب کے ہوش اُڑ گئے۔ پوچھا روسیون کا جنرل گرکو کس سمت کو ہے اور کیا کرتا ہی انھون نے بیان کیا کہ جنرل گرکو نے ایک بہت بڑی جنگ مین کامیابی حاصل کی

گرکو و فوجش زمیدان جنگ　　بردن آمد ازان رود خون چون نہنگ
شنا کردہ در موج دریائے خون　　بیک سو ز میدان بر آمد برون
ببالائے کوہے بر آمد فراز　　بر آسود از چالش ترک و تاز
ازان بعد بر کوہ مانو ترنگ　　بر آسود از کین و پرخاش جنگ

معلوم ہوا کہ روسیون نے اس مقام پر ترکون کو شکست دی تھی آزاد اور اپلیٹن کی راے ہوئی کہ تھوڑی دیر کے لیے اس مقام پر ٹھہر کر غور کر لین کہ کس راہ سے جائین۔ باہم مشورہ ہونے لگا۔ آخر کار کل افسرون نے راے دی کہ دو چار گویندے بھیجے جائین تا کہ وہ جلدی خبر لائین حکم ہوا کہ دو ہزار سوار طلایہ کے لیے مقرر ہون اور باقی سب کمر کھول ڈالین جب اطمینان کے ساتھ بیٹھے تو درویش بھی آزاد اور اپلیٹن کے پاس آ گئے اور شعر و شاعری کا چرچا شروع کیا۔

درویش۔ فارسی شعرا مین ہمین فردوسی اور عنصری اور رودکی کے اشعار بہت پسند ہین۔ اور خاقانی کے قصیدے سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔

آزاد۔ کیا فارس مین بھی آپ رہے ہین۔ تو یہ کہیئے کہ سیاح کامل ہین۔ آپ اور کہان کہان جانے کا اتفاق ہوا۔

درویش۔ تبت۔ تاتار۔ چین۔ ہندوستان۔ ایران کابل۔ عرب جین۔ روس۔ روم۔ جرمنی۔ امریکا۔ انگلستان کوئی مقام ہم سے نہین بچا۔

روایت ہے کہ ایک بار ہاتفی نے جو مقام جام کا شاعر اور حضرت جامی کا بھانجا تھا جامی سے کہا کہ ہم فردوسی طوسی کے شاہنامے کا جواب لکھنا چاہتے ہین اسمٰعیل باریک نے جب وہ خراسان کا مالک تاج و تخت ہوا ان سے کہا کہ جسطرح فردوسی نے شاہ محمود کی تعریف کی ہی تم میری تعریف کرو۔ جامی نے ہاتفی سے کہا کہ فردوسی کے نقطۂ مقابل تم نہین ہو اور اگر واقعی یہی دعوے ہے تو بسم اللہ فردوسی کے ان اشعار کے جواب مین کچھ کہیے۔

درختیکہ تلخ ست وی را سرشت
اگرش در نشانی بباغ بہشت
ور از جوے خلدش بہنگام آب
بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب
سر انجام گوہر بکار آورد
ہمان میوۂ تلخ بار آورد

ملا ہاتفی نے برجستہ جواب دیا اور خوب جواب دیا۔

اگر بیضۂ زاغ ظلمت سرشت
نہی زیر طاؤس باغ بہشت
اگر وقت آن بیضہ پروردنش
ز انجیر جنت دہی ارزنش
دہی آبش از چشمۂ سلسبیل
دران بیضہ دم در دمد جبرئیل
شود عاقبت بیضۂ زاغ زاغ
برد رنج بیہودہ طاؤس باغ

درویش نے کہا شاعری کا لطف عرب مین نہین ہی ایران مین البتہ شاعر ہی شاعر نظر آتے ہین اور سب شعراے عرب بے ہمتا۔ ہندوستان مین بھی بعض بعض شاعر بہت اچھے ہین انیس کہتا ہے۔

زمین پہ پانون ہی اور آسمان پر ہی دماغ
فلک بڑھائے گا اب تا کجا کمینون کو

آزاد۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ یہ سلام کا سلام مرصع ہی۔

زمین پہ سوئے ہین چھوڑا ہی شہ نشینون کو
اجل کہان سے کہان لائی ہے مکینون کو
یہ جھریان نہین ہاتھون پہ ضعف پیری نے
چنا ہے جامۂ اصلی کی آستینون کو
لگا رہا ہون مضامین تازہ کے انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینون کو

مگر حیرت ہے کہ آپ اردو زبان سے کیونکر واقف ہو گئے عرب کے باشندے اور ایسی صاف اردو۔ جاے استعجاب ہے۔

درویش۔ چھ برس تک ہندوستان مین رہا ہون ع

کشتۂ ہندم و سبزان گلابی پوششش

حسن ملیح کی کان ہندوستان جنت نشان ہی۔

ملاحت آنقدر ہا داشت ساقی
کہ بے خوردن ز دست او حلال ست

یہ شعر میزان ہند کی شان کے شایان ہی۔ علی حزین نے خوب ہی کہا ہے۔

از بنارس نہ روم معبد عام ست اینجا
ہر برہمن پسرے لچھمن و رام است اینجا

آزاد۔ آپ تو اس قابل ہین کہ عمر بھر آپ کو ساتھ رکھے اور آپ کو ادب آموز بنائے۔ عربی عجم ادب اور زبان سیکھے مگر آپ بھاگے ہی جاتے ہین لیکن تعجب ہے کہ پولینڈ کی شہزادی کے ہان ہمنے آپ کو نہین دیکھا۔

درویش۔ مین کسی سے ملتا نہین۔ ملا فرقان کی بیت یاد ہوگی

دیدہ ام در علم حکمت ہاے دنیا صد کتاب
کردہ ام یک نکتہ تنہا نشینی انتخاب

گویندون نے اطلاع دی کہ اٹھارہ ہزار روسی یک سمت گھیرے ہین اور پچپن ہزار روسی دوسری جانب ہے اور روس بارہ ہزار کے قریب تیسری طرف ہے اور تیاریان ہو رہی ہین کہ جنگل کی سمت بھی محاصرہ کرلین مگر ایک دریا حائل ہی اور اس دریا کے کنارون پر جو جو مقامات عبور کرنے کے ہین وہان ترکون کا قبضہ ہی یہ ترکی سوار ایسے ایسے خوبصورت اور قوی ہیکل جوان ہین کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی جو ہی جو بصورت سیم تن غیرت رستم رشک روئین تن خدا ان جوانون کو بچائے خدا کرے باری تعالےٰ کو ان پر رحم آئے۔ جاسوسون نے بیان کیا کہ راتون رات ہماری فوج چلے اور شب کو پڑاؤ کرے

تو بہتر ہی۔ گو دن کو سفر کرنا چندان مشکل نہین مگر شب ہی کے وقت مصلحت ہے۔ آزاد نے کہا اچھا یون ہی سہی۔

آزاد۔ حال مین کوئی جنگ ایسی بھی ہوئی جسمین ہمنے فتح پائی ہو یا ہر جنگ مین غنیم ہی نے فتح پائی۔ اور ہم نے شکست

جاسوس۔ ایک لڑائی مین ہم کامیاب ہوئے مرتضی پاشا کی سرگرمی مین دو ہزار سوار بھیجے گئے تھے اس سپاہ مین گیرشا کے لوگ تھے۔ یہ لوگ کاسکون کے مقابل ہین موضع سونبین سے گذر کے انھون نے ایسی دانائی اور چالاکی اور حکمت عملی کی کہ توپخانۂ روس کے عقب مین آگئے اور روسیون کو خبر بھی نہ ہوئی پیچھے سے باڑھ پڑی تو روسی چکرائے پھر کیا ہو سکتا تھا بھاگتے ہی بن پڑی بلکہ بھاگنے بھی راہ نہ ملی لیکن دو گھنٹے کامل مقابلہ رہا۔ اسکے بعد روسی تاب مقاومت نہ لاسکے دو شب اور دوسرے دن شام تک فوج اسی مقام پر رہی شبا شب کوچ کیا تو پلونا سے تین کوس کے فاصلے پر دم لیا اور اسی مقام پر خیمہ انداز ہوئے دو جاسوس بھیجے گئے کہ پاشاے پلونا کو اس مژدہ طرب انگیز سے مسرور کرین کہ کمک کے لیے فوج قریب آگئی ہے۔

چہل پہل

بیا ساقی آن جام کیخسروی — کہ نورش دہد دیدہ را نوی
لبالب کن از بادۂ خوشگوار — بنہ پیش کیخسرو روزگار
بیا ساقی آن جام زرین بیار — کہ ماند فریدون و جم یادگار
بے ناب دہ عاشق ناب را — بہ مستی توان کردن این خواب را
بیا ساقی آن آب چون زعفران — کزو پیر فرتوت گردد جوان
بمن دہ کہ نازو جوانی کنم — گل زرد را ارغوانی کنم
بیا ساقی آن کہنہ پوشیدہ روے — بمن دہ کہ گردش ہست پردہ سوز

نازنین برق دم پری پیکر نواب ثریا بیگم شوخ کا صنم خانہ عروس رانا کی طرح سجا سجایا تھا۔ کمرے اور شہ نشین بازیب و تزئین فرش پُر تکلف پردے رنگین خواصین ماہرو پیش خدمتین قوس ابرو مغلانیاں نازک نگاہ سیم اندام مہربان ماکین ترچھین رنگین کلام بلبلین خوش رو خوش وضع سہیلیاں عنبر مو سیمین طبع بیگمات اور مخدرات عصمت سمات فوق البھڑک لباس سے آراستہ جواہرات اور زیور سے پیراستہ۔ جمرت کو بھی حیرت ہوتی تھی کہ الٰہی یہ مکان ہے یا پرستان ہے۔ اندر کا اکھاڑا ہے۔ یا حسن کی کان سبحان طائر اعلیٰ بھی ایک نظر دیکھتے تو دنگ ہو جاتے۔ حوران جنان پڑھنے آتے انھیں توبن کا کلمہ پڑھتے بیت لاتے آہوان صحرا تشنم سیہ دیکھ پاتے تو چوکڑیاں بھول جاتے۔

دیکھا جسے گھائل کیا تاکا جسے مارا
اُس آنکھ سے ڈریے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ

اور خدا سے ڈرے تو کافر کہو کر کہلائے۔ کفار کو کہین خوف خدا ہوا کرتا ہے۔ یون تو ایک سے ایک ستم کوش اور سمن پوش تھی۔ مگر آسمان جاہ کی شوخی ستم ڈھاتی تھی۔ کبھی مسکرا مسکرا کر عشاق دون پر بجلیاں گراتی تھی۔ دو تین نوجوان نواب ادھر ادھر ایک روشندان سے چپ چاپ گھور رہے تھے آسمان جاہ کو کیا معلوم کہ نامحرم کی نظر بے طور پڑ رہی ہے ڈوپٹے کی فکر تھی نہ بدن چھپانے کا خیال۔ تینون عاشق تن ان سب گلبدنون کے حسن خداداد کا نظارہ کر رہے تھے اور ٹھنڈی سانسیں بھر رہے تھے۔

فرشتہ در ایشان نہ بیند دلیر — دگر بیند افتد ز بالا بزیر
نظر طاقت آن ندارد ز نور — کہ بیند در ایشان ز نزدیک و دور
کجا فاقہم یا حریر است نرم — بلرزد بر اندام ایشان ز شرم

اور انواع و اقسام کے زیور مرصع اور مروارید قدر خوش آب و گوہر ناب سے آتش حسن اور بھی دوبالا ہو گئی تھی۔ گوری گوری گردنون مین منت کے طوق ڈنڈون پر نورتن۔ نرم نرم کلائیون مین جڑاؤ کڑے اور کنگن۔ گوش صفا گوش مین بجلیاں تیج جھالے انتیان اور سر پر چھپکے! آنکھیں بے زیور کے کٹاؤ کرتی تھین

بہ آہو نسبت چشمش چو دادم چین بر ابرو شد
کہ چشم شیرگیر من ندارد ہیچ آہوے

دو چار حسینین بالکل سادی وضع سے آئی تھین مگر ان کی سادگی حسن بھی زیادہ کام دیتی تھی اور ان نوابون کا دل چھینے لیتی تھی۔ ثریا بیگم اس روز انواع و اقسام کے بیش بہا زیور پہنے تھین۔

لب از لعل کانی و دندان ز در — ز لعل و زر در گردن و گوش پر

آسمان جاہ کو اپنی اٹھتی جوانی اور شیوا زبانی پر ناز تھا تو حشمت بہو رخ رنگین اور زلف عنبرین پر اتراتی تھین بیگم [illegible] اپنے دست حنائی اور گوری گوری کلائی پر گھمنڈ کرتی تھین گلشن آرا حسن خدا آفرین اور جبین شکین دیکھ کر جامے مین پھولے نہین سماتی تھین۔ آبادی بیگم چمن مین ناز و ادا سے قدم دھرتی تھین الغرض ہر سمت چہل پہل اور دل لگی تھی۔

خنک روز گاہے کہ بے رنج و غم — نشستند آسودہ یاران بہم
ہمہ ہمدل و ہمدم و ہم زبان — بر آسودہ از کار و بار جہان
دمے خوش نشینند با ہمد گر — بفضل خدا وند جن و بشر

آسمان جاہ۔ بہن چلو ذری باغ کی ہوا کھائین۔ اللہ جانتا ہے اتنے وقت وہان اسقدر کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہو گی کہ جی خوش ہو جائیگا۔

ثریا بیگم۔ اے واہ ہنسوا ؤ گی کیا؟

مغلانی۔ حضور دلھن کہین اس شوخی کیساتھ چمنون مین

ٹہلا کرتی ہین تھوڑی دیر مین برات آتی ہوگی۔ اُس وقت اُنکو گردن جُھکا کے بیٹھنا چاہیئے یا ہڑدنگا کرنا چاہیئے۔

آسمان جاہ۔ جھوٹ کے چھپیر اُڑاتی ہو۔ جھوٹ بھی تو کتنا تھوڑی دیر مین برات آتی ہوگی بھلا کے بجے ہونگے۔ آخر معلوم تو ہو

مغلانی۔ اے یہی کوئی نو بجے ہونگے اور کیا۔

آسمان جاہ۔ اور رات کو برات آئیگی دس بارہ گھنٹے ہوئے تھوڑی دیر کہان گئی دھوپ مین چونڈا سفید کیا ہو کیا۔ یا کوئی عارضہ ہوا نزلہ گرا ہوگا بالون پر جب ہی بہکی بہکی باتین کرتی ہو آدمی مین حواس ہی حواس تو ہین۔

اتنے مین ایک بوڑھی بیگم نے جو آسمان جاہ کی تقریر سُن رہی تھی کہا۔ لڑکی تجھے ہوا کیا ہو۔ بڑی بوڑھی کا لحاظ کسی کا خیال لے واہ۔ جو زبان پر آیا بک دیا دلھن کو کبھی باغون مین سیر کرتے آج تک کسی نے بھی دیکھا ہو جب تم دلھن بنی تھین تو پانون اپنے سسرال گئی ہوگی یہ فقرہ سنکر وہ شوخ گلبدن مسکرا کر بولی اور سُنیئے۔ یک نشد دو شد ہم تو ابھی ہجولیون مین ہنستے تھے۔ کیا ہمین نہین معلوم کہ دلھن کو کس طرح بیٹھنا چاہیئے بوڑھی بیگم نے کہا۔ تو ایسی ہنسی کیا۔ اور باتین چھتین کرد۔ ایک نگوڑی یہی ہنسی رہ گئی ہو جب سے ان کو لمبے تھا یا تب سے دلھن نہین ابھی کل تو تمھاری شادی ہوئی آج سب یہین بھول گئین۔ اللہ ری بھول۔

آسمان جاہ۔ ہمین نہین یاد رہین اور یاد کر کے کرنا کیا ہے

بوڑھی بیگم۔ تو اتنی بھی بھول کیا ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیدائش اور حافظے کا یہ حال۔ خدا ہی خیر کرے جب ہماری طرح بوڑھی ہوگی تو اپنا نام بھول جایا کرے گی۔ اچھی بھول ہے۔

ثریا بیگم۔ خالہ جان۔ آپ کچھ اور کام دیکھیے بیسکڑون دھندے ہین۔ ان کی تو ایسی ہی باتین ہین ہم ہجولیان جو آپسمین چاہین (آہستہ سے) سو کہین۔

آسمان جاہ۔ (خالہ بناکر) خالہ جان سچ کہتی ہون آپکی جان کی قسم مین نے بے ادبی کی بات نہین کی مگر آپ حق ناحق کو خفا ہو گئین۔

بوڑھی بیگم نے دوسرے کمرے مین جا کر مغلانیون کو حکم دیا کہ جتنے خاصدان ہین سب ہمارے پاس لے آؤ۔ اور ادھر ثریا بیگم اور انکی ہجولیون مین میٹھی میٹھی باتین ہونے لگین آسمان جاہ نے پوچھا کیون بہن تمھارے امان باپ نے تم سے پوچھا تھا کہ فلان شخص کے ساتھ نکاح منظور ہی یا نہین۔ ثریا بیگم تو مسکرا کر خاموش ہو رہین مگر انکی بڑی بہن نے کہا۔ ہان ہان پوچھا تھا انھون نے اس کے جواب مین کہلا بھیجا کہ منظور غیر منظور مین کچھ عرض نہین کر سکتی مین نے یہ سب باتین حضور ہی کی رائے پر چھوڑ دین مگر اسقدر رابستہ ہو کہ چاند کو گہن نہ لگے۔ اور یون مین تو یہی چاہتی ہون کہ جب تک جان مین جان ہے مین امان جان کے پاس سے جدا نہ ہون۔ اور یون شادی بیاہ کو تو کوئی روک ہی نہین سکتا۔ یہ تو حکم خدا و رسول ہی جس بہن کے ذریعے سے پیغام آیا تھا اُس سے کہا کہ۔

میری جانب سے بعد تسلیمات ۔ عرض کر دیجیو تم اتنی بات
کہ تصدق سے آپکے حضرت ۔ کوئی باقی نہین رہی حسرت
گزران دل مین ہی اتنا ۔ کہ یہ جو دن کی زندگی ہو بقا
آپکے زیر دامن دولت ۔ یہ بھی عزت سے ہو بسر حضرت

امان جان اس نکتے اور رمز کو سمجھ گئین کہ چاند کو گہن نہ لگے کہلا بھیجا۔ کہ ایسا دولھا تجویز ہو جس کے سامنے چاند بھی

ماند نظر آئے۔ جیسے مہتاب ان گھ کے چھوٹتا ہے۔

آسمان جاہ۔ ثریا بیگم اپنے دل میں دعا مانگتی ہونگی کہ اللہ آج کہیں کوئی اور جھگڑا نہ پیدا ہو جائے۔ مگر اب ہنسی خوشی بیاہی جاؤ گی۔ چین ہی چین لکھتا ہے۔ چاند سا دولہا اور چاند سی دلھن (گاکر)۔

شوخی حسن سے کہتے ہو جلاوا ہم ہیں
تم کو ہم عاشق کاہیدہ و بدن کیا روکیں

کچھ بھی قیمت لب جانان نے رکھی لعلوں کی
ترک اب راہ بدخشاں دمیں کیا روکیں

نازکوں سے بھی کہیں اٹھتا ہے بار سختی
بارش ژالہ کو گلہائے سمن کیا روکیں

چاہئے وصف قد یار میں مضمون بلند
ہم طبیعت کو دم فکر سخن کیا روکیں

چاہیئے پاس ادب قیس سے یارانہ ہے
دشت میں ناقۂ لیلی کو ہرن کیا روکیں

شرر جستہ ہیں بیتابی سوز غم سے
اے صبا آپکو ہم سوختہ تن کیا روکیں

تم کو ہم عاشق کاہیدہ بدن کیا روکیں۔

بیگما بیگم۔ ہمارا تمہارا امکان پاس ہوتا۔ تو ہم گانا ضرور سیکھتے

چھوٹی بیگم۔ ضرور سو کام چھوڑ کے۔ مگر آواز کتنی پیاری ہی اور ادا بھی اچھی طرح کرتی ہیں۔ کہاں سیکھا تھا۔

آسمان جاہ۔ تان سین کی روح سے پوچھیں تانسین کی روح

چھوٹی بیگم۔ ہاں درست ابھی کیوں نہ اچھی طرح گا سکو

اتنے میں بلقیس مہری نے باہر سے آکر کہا۔ اے حضور بڑی بھیڑ ہیں ہیں۔ اوہ۔ اللہ جانتا ہے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے ہیں اور ایک پر ایک گرا پڑتا ہے اسقدر ریکا دھکم دھکا ہے کہ میں کیا بیان کروں۔ بڑی کشمکش سے آنے کا اتفاق ہوا میں تو چلی جاتی تھی مردوں میں کون جائے میں جیسے آدمی ہوں تو راستہ کترا کے جائے اور جہاں ہزاروں کی گنتی ہو وہاں جاتے جھجک معلوم ہوتی ہی اور بعض بعض ہٹر ونگیاں گھس پیٹھ کے دھکم دھکا کر کے نکل ہی جاتی ہیں اور بعض بعض نگوڑے ڈھیٹ مردوے قتل کے قابل ہوتے ہیں چاہے جگہ ہو یا نہ ہو خواہی نخواہی چھیڑ کے چلیں گے۔ ایک موا اگر راگو را سا ہی میں جھپٹ کر تو چلتی ہی ہوں لے بس سامنے آن کے کھڑا ہو گیا اب ادھر تو ساہو جی کے ہاں کا گھوڑا ادھر نواب دولت الدولہ کی دم کٹی ہتنی میں جاؤں تو کہاں جاؤں تب تو میں نے اس کو ڈانٹ بتائی۔ میں نے کہا چل مجھے دور موئے اور سنو رانڈ کا سانڈ۔ ہمیں یہ چھیڑ خانی نہیں بھاتی۔ چھیڑو اسکو جو موئی شہدی ہو۔

آسمان جاہ۔ تم لاکھ باتیں بناؤ ہم ایک نہ مانینگے تم نے اپنے آپ چھیڑا ہو گا تمہاری آنکھیں کہہ دیتی ہیں کہ تم ویسی ہو۔

بلقیس۔ اب سرکار مالک ہیں۔ کوئی ایسی ویسی کہتی تو جواب پاتی حضور کو کیا جواب دوں۔ مجھ میں کونسی بات دیکھی۔ خشمت ہو۔ اچھا اچھا برو بری (برابری) نہ کرو چپ ہو۔

آسمان جاہ۔ ہاں وہاں کا حال تو بتاؤ۔ بڑی بھیڑ ہیں ہیں۔

بلقیس۔ جی ہاں ہزاروں آدمی جمع ہیں اور ہر قسم کے آدمی نوابزادوں۔ شہزادوں۔ راجاؤں۔ مہاراجوں ساہوکاروں مہاجنوں سب کے ہاں سے آدمی آئے ہیں۔ برچھی بردار اور جھنڈی بردار اور یہ اور وہ ڈیوڑھیوں سے بھی لوگ آئے ہیں۔ سنا گوروں کا باجا ہو گا۔ ہاں خوب یاد آیا یہ تو میں کہنا ہی

بھول گئی تھی حضور پچیس ہاتھی جلوس کے ساتھ ہوگا کچھ ٹھکانا ہی پچیس ہاتھی۔!!!۔

آسمان جاہ۔ جھوٹ بولے تو اتنا۔ اُف فوہ۔

بسنتی۔ جھوٹ کہتی ہوں تو دونوں آنکھیں پٹم ہو جائیں۔

آسمان جاہ۔ پچیس ہاتھی سارے شہر میں تو ہیں نہیں یہ آئے کہاں سے ہم کو تو انگلیوں پر گنوا دیں۔ دو ہاتھی نواب مرتضی کے ہاں ہیں۔ ایک ہتھنی اور ایک پاٹھا گڑھیا والے چودھری کا ہے۔ ایک ہاتھی حیدر کا ہے۔ اور تین ہاتھی انکے میاں کے ہاں ہیں اور اسی طرح سارے شہر میں کوئی دس بارہ ہونگے۔ پندرہ سہی۔ بیس سہی۔ یہ پچیس کہاں سے آگئے۔

بسنتی۔ اب میں کیا جانوں۔ حضور جو سنا وہ کہا۔ میں کچھ گننے تو بیٹھی نہیں تھی یہ سنی سنائی کہتی ہوں۔

آسمان جاہ۔ اے واہ ری۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ بتا کھڑکا اور بندہ سرکا۔ بھانڈ نقل نہیں کرتے ہیں۔ ہم نے دو کروڑ بلیاں دیکھیں۔ دوسرے نے کہا۔ واہ کہیں دیکھی نہ ہوں کہا اچھا دو کروڑ نہیں تو چار لاکھ تو بیشک تھیں کہا اچھا قسم کھاؤ انھوں نے کہا قسم کھا کے کہیں تو پھر پچاس کروڑ دیکھیں۔ کہا اچھا ایمان سے کہو۔ اُس نے جواب دیا۔ ایمان سے پوچھتے ہو تو لاکھ کروڑ بلیاں دیکھیں اور جو صاف صاف پوچھو تو دو بلیاں تھیں۔ دوسرے بھانڈ نے کہا۔ اب ہم کو یقین نہیں کہ دو بھی دیکھی ہوں سچ سچ بتاؤ۔ اُسنے کہا بھائی جان سچ سچ تو یہ ہے کہ بتا کھڑکا اور بندہ سرکا۔ خدا جانے کوئی بلی بھی تھی یا نہیں۔

حشمت بہو۔ شلیس کوئی آن سے سن لے۔ ہزار دہزار

آسمان جاہ۔ اے جانی بیگم کو بلواؤ۔ اُنکے بغیر سونا ہے۔

حشمت بہو۔ ہاں تمھاری انکی خوب جوڑ ہے۔

آسمان جاہ۔ ہئی ہی۔ ہئی ہی۔ جوڑ میں کیا شک ہے۔

حشمت بہو۔ اچھا جب جانیں کہ وہ تم سے سنہ ہو جائیں

آسمان جاہ۔ واہ بہنوں میں پھوٹ ڈالوگی۔

حشمت بہو نہیں ہنسی ہنسی میں۔ آپس کے طور پر بات چیت ہو

آسمان جاہ۔ وہ تو ہماری بہن ہیں جتنی ہمسے اُن سے محبت ہے اتنی بہن اپنی بہنوں اور کنواری بہنوں سے محبت نہیں ہے

ثریا بیگم۔ (آہستہ) جوڑ اچھی ہے۔

آسمان جاہ۔ اخاہ آپ بھی بولیں۔ آپکو بھی ہمارے لیے زبان آئی۔ خدا کی شان۔ رو۔ رو۔

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ جانی بیگم چھم چھم کرتی ہوئی آئیں آسمان جاہ نے جھپٹ کے گلے لگا لیا۔

آسمان جاہ۔ یادش بخیر۔ ابھی تمھارا ہی تذکرہ تھا۔

جانی بیگم۔ ہلکے تو تمھارے ہاں مہری بھیجی کہ جانا تو ادھر سے ہوتی جانا ہم بھی چلیں گے۔ اُس نے کہا وہ تو چلی گئیں

آسمان جاہ۔ اور ہم سمجھتے تھے کہ تم آگئی ہو گی۔

جانی بیگم۔ اب روزوں کے دن قریب ہیں۔

آسمان جاہ۔ ہم کو کیا۔

> ہم رند پریشان ہیں ماہ رمضان ہے
> چمکی ہوئی ان روزوں میں واعظ کی دکان ہے

جانی بیگم۔ ہاں ہم تو تیس روزے رکھتے ہیں۔

آسمان جاہ۔ اور عید کے دن۔

جانی بیگم۔ واہ عید کے دن ابھت دنسے شعر نہیں سنائے ہیں

آسمان جاہ۔ کس کو سنائیں یہاں اتنی بیٹھی ہیں کسی کو تمیز ہے سب جاہل مورکھ ان پڑھ۔ تم سنو تو سنائیں۔

جھولا جھلوائینگے ہم جا کے چمن میں تجھکو
رت کہین آئے تو اے حور لقا ساون کی

یہ گانے کی غزل ہی۔

ساقی کی بھول چوک سے ہم رند لٹ گئے
جام جہان نما سے جو ساغر بدل گیا

(پھر گاکر) جام جہان نما سے جو ساغر بدل گیا۔

ساقیا نوروز ہی سامان کر — روح پر جمشید کے احسان کر
رحم کر میرے گناہون پر نہ جا — اے صنم اپنی طرف تو دھیان کر
بار الہا اپنا جوش عشق دے — قطرۂ ناچیز کو طوفان کر
ایسے خوش طالع کہان ہیں لائیے — سکرا دے یار کہنا مان کر
بندہ خانے مین کرم فرمائیے — اے صنم اپنے خدا کو مان کر
مجھ کو تو اک اک مصرع ہوا — یہ صفا پیدا کی باتین جہان کر

جانی بیگم۔ ہم نے سنا ہے کہ دو لھا ہزار دو ہزار مین ایک جوان ہے۔

آسمان جاہ۔ دو لھا دولھن چندے آفتاب چندے مہتاب ہین دونون نوجوان دونون حور پیکر دونون سیم بدن ہم سے میان میان بدلین تو ہم بدل ڈالین کیون ثریا بیگم بدلتی ہو۔

جانی بیگم۔ (مسکرا کر) اوئی میان نہ ہوئے لوہا ہوے کہ جرد والے کے جڑ دون سے بدل ڈالو۔ جو تمھارے میان سن لین اور تم کو بدل ڈالین تو کیسی ہو۔

آسمان جاہ۔ اب اس شہر مین اور تو کوئی ایسی خوبصورت نہین ہی کہ جس سے وہ ہم کو بدل ڈالین ہان ایک ہو تو تم ہو تمھین دیکھ پائین تو بیشک رکھ جائین۔

حشمت بہو۔ خوب کہی اچھا جواب دیا۔

بیگما بیگم۔ اب تو جانی بیگم ذرا جھینپین۔ ادھر دیکھنا۔

حشمت بہو۔ اب بہت غیرت نہ دلواؤ۔

گلشن آرا۔ سچ سچ جھیپ ہی گئین۔ ذری گردن اونچی کرو منہ کی کھائی نہ۔ خوب شد۔

حشمت بہو۔ مین بہت ہی خوش ہوئی بہت چھیڑا کرتی تھین۔

آسمان جاہ۔ (جانی بیگم کو گلے لگا کر) اے واہ سب نے مل کے بنا لیا۔ ہماری بہن کو سنو بہن شعر سنو۔

وہ یکایک باغ مین پہونچے جو اٹھلاتے ہوئے
کبک بھاگے سامنے سے ٹھوکرین کھاتے ہوئے

جانی بیگم کو سب نے مل کے بنا لیا اور کئی فرمایشی قہقہے پڑے تو لال لال گورے گورے گال تمتمانے لگے گر شوخ تو انتہا سے زیادہ تھی بات ٹال دی اور خود بھی مسکرانے لگی گر گئی گھڑی تک یہی دل لگی رہی ایک نے پوچھا کیون جانی بیگم سچ بھلا اگر ان کے میان تم کو رکھین تو تم سے ان سے بنے یا نہ بنے دوسری نے کہا یہ آسمان جاہ سے پوچھو کیون بی تم سے میان سے نبھ چلے یا نہ چلے تیسری جھک کر بولی دال مین جوتی بٹے جانی بیگم چو کبھی لڑتی تھی۔ آسمان جاہ نے کہا یہ وقت غنیمت جانو بہن سائین کے سو کھیل۔

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

نگاہ سے چاہیے شوخ پری وش
حسینے ہوشے ترک قبا پوش

یعنی ناظورۂ گلپوش بلاے جان ستم کوش غیرت مہر و ماہ نواب آسمان جاہ اور ان کی منہ بولی بہن بانی ستم جانی بیگم باہم چہل کر رہی تھین کہ ایک اور نو خیز گلرخسار بیگم صاحب تشریف لائین۔ آسمان جاہ نے دیکھتے ہی کہا ای لونڈی بیگم

بھی آگئین۔ اتنا کہنا تھا کہ قہقہہ پڑا اور وہ بیچاری کسی قدر شرما گئی۔ جانی بیگم بولین کہ بہن اس وقت تو انھون نے خطاب طور دیا ان بیگم صاحب کا نام امراؤ بیگم تھا گر دو نگوڑی فیور نے ان کو اس قدر ستایا کہ برس بھر تک علیل رہین اور بال بھی جا بجا سے جھڑ گئے تھے مگر جس روز ثریا بیگم کے ہان آئین تو اچھی تھین سر کے بال بدستور حالت اصلی پر ہان چوٹی ذرا چھوٹی تھی آسمان جاہ نے ان کے آتے ہی آوازہ چست کیا۔

حشمت بہو۔ آتے دیر نہین کہ انھون نے دل لگی بازی شروع کر دی اب ان کے منہ کون لگے۔ بڑی ایک ہو۔

آسمان جاہ۔ آخر ہم نے کہا کیا۔ کوسا۔ گالی دی۔ برا بھلا کہا منڈی بیگم نہین لنڈوری خانم سہی۔

جانی بیگم۔ (ہنسکر) یہ اس سے بھی اچھا نام ہی۔ لنڈوری خانم

حشمت بہو۔ ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہین دونون ایک ایک سی

بیگما بیگم۔ آسمان جاہ گلابو ہین تو جانی بیگم شتابو۔

جانی بیگم۔ جنیا لال لونگی ہم شتابو۔ یہ گلابو۔ اور تم۔

آسمان جاہ۔ یہ مہتابو۔ بولو بی مہتابو کچھ سر سے کھیلو کچھ منہ سے بولو اے ہے بڑی خفیان ہین۔ اونھ۔ اف

جانی بیگم۔ اس ڈنگو کو خدا غارت کرے امراؤ بیگم کا جوبن لوٹ لیا۔

بوے نافہ کا خر صبا زان طرہ بکشاید
زتاب جعد مشکینش چہ خون افتاد در دلہا
بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید
کہ سالک بیخبر نبود زراہ ورسم منزلہا
مراد منزل جانان چہ امن و عیش چون ہر دم
جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا

امراؤ بیگم۔ کسی ایسے کو چھیڑو جو جواب دے ہم نے تو ایسی ہنسی کسی سے آج تک کی ہی نہین ہم کو چاہے جتنا بنالو دل کھول کے ہنسو۔

جانی بیگم۔ اے ان بنے ہوئے کو بنانا یہ تو بنی بنائی ہین ان سے کسی شریف زادی سے تو ملاقات ہے نہین جب ملینگی کبڑنون چمارنون بھٹیاریون سے ہر مزنی کسگرن کو انھون نے دوگانا بنایا ہے۔ اجی مہریان مالنین آس پڑوس کی نیچ قوم عورتین آئین تو پھر دیکھو کیسا چہکارتی ہین بھلے مانسون کی بہو بیٹیون مین کبھی بیٹھی ہون تو بات کرآئے۔

امراؤ بیگم بڑی ذیشعور اور نستعلیق مزاج تھین اسکا کچھ جواب نہ دیا خاموش ہو رہین۔ ثریا بیگم نے اپنے پاس بلایا اشارے سے قریب بٹھایا اور کان مین کہا ان کی باتون کا برا نہ مانیے جب آئی ہین سب پر آوازے کس رہی ہین۔ آسمان جاہ تو تھین ہین جانی بیگم کا آنا جیسے سونے پر سہاگا ایک تو کڑوا کریلا دوسرے نیم چڑھا۔ امراؤ بیگم بولین یہ اس لائق نہین کہ ان سے بات کرے یا صحبت مین بٹھائے منڈی بیگم لنڈوری خانم یہ تو ان کی تقریر ہی۔ ثریا بیگم نے پھر سمجھایا کہ اب جانے دو ان دونون کے منہ نہ لگو۔

آسمان جاہ چتونون سے تاڑ گئی کہ امراؤ بیگم ہم سے خفا ہین ہاتھ جوڑے اور مسکرا کر کہا بہن برا تو نہین مانا۔ آؤ گلے مل لین یہ کہکر امراؤ بیگم کو گلے لگایا اور یہ شعر زبان پر لائین۔

شکر ایزد کہ میان من و تو صلح فتاد
حوریان رقص کنان ساغر پیمانہ زدند

حالات حرب

اب خواجہ بدیع الزمان صاحب کا حال سنیئے ان کو فوج والون نے

چھوڑ دیا تھا۔ پاگل سمجھکر سب کی رائے قرار پائی کہ ان کو رہا کرو۔ یہ ایک روسی سپاہی کے ساتھ روانہ ہوئے۔

آرمینیا مین بڑی جنگ ہوئی۔ پہاڑون کی چوٹیون پر اور میدانون مین اسقدر سردی تھی اور اس شدت سے برف پڑتی تھی کہ الامان۔ انتہا یہ کہ مئی کے مہینے تک سڑکون پر برف نظر آتی تھی اور چلنا سخت دشوار ہی نہین بلکہ غیر ممکن تھا روسی تاہم آہستہ آہستہ آگے بڑھتے گئے۔ بکمال شوق منتظر تھے کہ کہین موسم زمستان جائے تو جان مین جان آئے۔ ادھر ترک اُدھر روسی تبدیل فصل کی خواہش کرتے تھے۔ ترک کہتے ہین کہ روسیون نے اس عرصے مین بڑی بڑی بدعتین کین اور روسیون کا مقولہ ہے کہ جب ترکون کی سپاہ نے دیکھا کہ برفباری کے سبب سے جنگی کارروائی اچھی طرح نہین ہو سکتی تو ظلم و تعدی شروع کر دی۔ دونون فریق ایک دوسرے کو بُرا کہتے ہین اور تہمت تراشتے ہین۔

خوجی۔ بھلا ترکون نے کسی مقام پر جرات بھی ظاہر کی

سپاہی۔ کئی لڑائیون مین۔ آرمینیا کی جنگ مین ترکون نے بڑی جوانمردی کے ساتھ کارروائی کی سا ایسی مستعدی دکھائی کہ روسی دنگ ہو گئے اس برف باری اور سردی کی حالت مین غنیم کے ملک مین جانے کا قصد کیا اور بندوبست کر لیا کہ آرمینیا کو روسیون سے بآسانی چھین لین اسکے علاوہ کچھ فوج اس جلد کے ساتھ فوج روس کے عقب مین بھیجی کہ روسی دو طرف سے گھر گئے۔

خوجی۔ بھلا ترک ورغلاتے بھی ہین یا نہین ورغلاتے

سپاہی۔ ابھی چند ہی مہینے ہوئے کہ ترکون نے ہزارون آدمی خاص اسی کام کے لیے مقرر کئے تھے کہ مختلف مقامات کی رعایا کو بہکائین۔ چنانچہ کوہ قاف کے پاس ایک مقام ہے ابخسیا وہان سرکیشیا کے کچھ آدمی بھیجے۔

خوجی۔ شکر خدا ہزار شکر خدا۔ اب ہم بہت خوش ہوئے۔

روسی۔ اتنی سی جان گز بھر کی زبان قضا سر پر کھیلتی ہے ہمارے سامنے اور یہ ذکر شکر خدا!

خوجی۔ بھائی حب وطن کو کوئی کیا کرے۔ انصاف کیجئے۔

روسی۔ اس مین شک نہین کہ اُس ملک کی طرف تم لوگون نے بڑا جبر کیا تھا جس کے سبب سے رعایا کے دل برانگیختہ ہو گئے تھے سرکیشیا والون نے جو ذرا چمک دی تو اور بھی رعایا بھڑکی اور اس بات پر آمادہ ہو گئی کہ روسیون سے مقابلہ کرے۔

ابخسیا والے بالکل دیوانے اور وحوش ہین اور مثل مشہور ہے کہ دیوانہ را ہوے بس است۔ اُن کا ملک بحر اسود مشرقی ساحل اور ملک سنگر لیا کے شمال مین واقع ہے یہ لوگ مسلمان ہین یہ ملاؤن نے وعظ دے دیکر اُن کو اور بھی بھڑکایا سب کے سب بگڑ اُٹھے اور تمام ملک مین منادی ہو گئی کہ جتنے آدمی ہتھیار اُٹھا سکتے ہین وہ سب آئین مہینون یہی کیفیت رہی روسیون کو مجبور ہو کر کوہ قاف کے ملکون مین فوج کثیر رکھنی پڑی مگر اہل ابخسیا کی بغاوت سے جنگ پر ذرا بھی اثر نہ ہونچا۔ ترکون کو کچھ اس سے مدد نہین ملی مگر تشفی اتنی ہوتی کہ اس کارروائی مین کامیاب ہوے۔

خوجی۔ تم کس جنگ مین زخمی ہوے تھے اور کتنے دن ہوئے

سپاہی۔ ۲۶۔ اپریل کو جنگ باطوم مین زخمی ہوئے۔

خوجی۔ کتنے دن جنگ رہی تھی۔ باطوم تو قلعہ ہے۔

سپاہی۔ ہان ۲۵۔ اور ۲۶۔ اپریل کو جنگ ہی ایک بار روسیون نے اس قلعہ کے قریب شکست پائی اسکے بعد روسیون

کا ایک کالم آگے بڑھا اس کالم کے ساتھ بیشمار سولر تھے اور کوہی توپخانہ یہ لوگ قلعہ اردہان کی طرف چلے یہ قلعہ قرص کی سڑک پر واقع ہے ۲۹- اپریل کو آرطوین پر روسیونکا قبضہ ہوا-

خوجی- باطوم سے بہت فاصلہ دراز پر واقع ہے

سپاہی- جی ہان بہت ہو بہت ہو کوئی چالیس میل- لیکن اور کیا خیر صاحب اسکے بعد ہمنے قرص کا محاصرہ کر لیا سپہ سالار عساکر ترک متعینۂ ایشیا کو جو خبر ہوئی تو فوراً ہزارہا آدمی لیکر چل کھڑا ہوا- ۲۹- اور ۳۰- اپریل کو خوب جنگ ہوئی- لیکن چونکہ روسی پہلے سے سب بند و بست کر چکے تھے لہذا اسپہ سالار نے شکست پائی اب سُنیے کہ پہلی مئی کو بیازد جو کوہ ارارات کے دامن مین واقع ہے اس پر روسیون کا قبضہ ہو گیا- اس مقام پر ترکون نے مقابلہ کیا واللہ اعلم کیا مصلحت تھی-

خوجی- اب اسوقت مین ترکونکی سپاہ کس مقام پر تھی-

سپاہی- کچھ ارض روم مین داہنی جانب کی فوج اور کچھ باطوم مین یہ وسط کا کالم تھا اور سکم کالی- واقع ابھیسیا مین شرقی حصۂ فوج تھا اس سے انکا فائدہ یہ ہوا کہ ہماری آمد و رفت اور خط و کتابت مسدود ہو گئی جائین تو کدھر سے جائین- ارض روم کی طرف سے ڈاک جا نہین سکتی باطوم خالی نہین- اور ادھر ابھیسیا کی طرف آتش بغاوت مشتعل- اب روسیون نے یہ تدبیر کی کہ مغرب کی جانب سے بڑھنا شروع کیا اور باطوم پر حملے کا پھر قصد ہوا پہلی بار تو شکست پائی تھی-

خوجی- اور باطوم پر قبضہ جو ہو گیا پھر حملہ کیسا-

سپاہی- باطوم پر قبضہ نہین ہوا تھا- باطوم تو ابھی تک ترکون ہی کے پاس تھا ایک سمندر ہو کسا مین- اسکے ساحل پر باطوم واقع ہے- ۱۱- مئی کو روسیون نے فوج بھیجی کہ باطوم کا محاصرہ کرے

ترکون کی سپاہ جرار کہین زیادہ تھی- یہ فوج کوہستان ربوبی پر پہنچ جانے آمادہ جنگ کھڑی تھی جنگ چھڑی تو ترکون نے ایسی داد شجاعت دی کہ ہم لوگون تک نے تعریف کی- روسیونکا نقصان عظیم ہوا- اور گو بڑی دیر تک مقابلہ کرتے رہے تاہم مجبور ہو کر بھاگنا پڑا- ترکون نے یہ دانائی کی تھی کہ دمسون کے نیچے سے گولے چلاتے تھے یہ جنگ ترکون کی دلیری کی یادگار رہیگی روسیون نے اس جنگ مین کئی دھوکے کھالے- افسرون کی عقل نے کوتاہی کی- لہذا ہارنا پڑا-

خوجی- (اپنے دل مین) خدا کرے ہر میدان مین ایسا ہی ہو- ؎

گر حسد اخواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکان برد

ہم لوگ سنتے یہ شیخی بگھارتے ہین خدا نے چاہا تو ایک ایک گیدی کی لاش پھڑک رہی ہوگی ہمارا مقابلہ کرنا دل لگی نہین ہے کہ جو چاہے منہ چڑھے- ؎

باصاف دل مجادلہ باخویش دشمنی ست
ہر گوشہ بر آئینہ خنجر بجو د کشد +

سپاہی- اس کے بعد پھر ترکون نے بلکہ ترکی افسرون نے بھی کارروائی نہ کی- روسیون کی فوج ادھر اُدھر سے برابر ملتی چلی گئی-

خوجی- ابھی کوئی نہین کہ سکتا کہ نتیجہ جنگ کیا ہوگا- ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

خدا کو سونپا وہی بیڑا پار کریگا- اللہ مالک ہے-

سپاہی- قلعہ اردہان کے آخری حملہ مین افسر اعلیٰ بھاگ گیا اور ماتحت افسر اس کے ساتھ بھاگے- اب فوج کس کی داے

کے مطابق کارروائی کرے۔ فوج نے دیکھا کہ سب بھاگے جاتے ہین تو سپاہی اور سوار بھی بھاگ کھڑے ہوئے سب کے سب ہار گئے۔

خوجی۔ ہشت گیدی سب غلط۔ ترک بھاگنے والے جوان نہین ہین جان پر کھیل جانیوالے لوگ ہین۔ ایسے ویسے نہین ہین۔

سپاہی۔ ہان یہ سچ ہی مگر شاید افسر اعلیٰ سے ملے ہون سازش کر لی ہو رشوت لی ہو۔ حضرت سلطان کو جب خبر ہوئی تو حکم نافذ فرمایا کہ افسر اعلیٰ پر کورٹ مارشل مین مقدمہ دائر ہو غرض ترکی کیا افسر اور کیا پیادے ادنیٰ سے اعلیٰ تک سب آلہ ہو گئے ترکون کا نام اس کمبخت نے بد کیا اور حضرت سلطان المعظم کی دلی خواہش یہ تھی کہ افسر اعلیٰ چور نمک کیا جائے مگر آخر کار معلوم ہوا کہ روسی پچاس ہزار آدمی لیکر آئے تھے اور ترکون کی طرف صرف دس ہزار آدمی تھے۔ قلعہ کی دیوارین عرصہ دراز سے بالکل خراب حالت مین تھین۔ روسیون نے جو گولے اتارنے شروع کیے تو دیوارین اور بھی شق ہو گئین پھر بھلا کیونکر مقابلہ ہو سکتا افسر اعلیٰ کو بھاگتے ہی بن پڑی اور وہان روسیون کے قبضہ اقتدار مین آ گیا۔ اس شکست سے ترکون کا بڑا نقصان ہوا اردہان کا قلعہ بڑا مشہور قلعہ تھا۔

خوجی۔ اور دو ہزار قلعے ابھی تک جو ترکون کے پاس ہین۔

سپاہی۔ کچھ لعنت کی بھی خبر ہے۔ اب چل چلاؤ ہے۔

خوجی۔ شکست اور فتح منجانب خدا ہے مگر مقابلے مین تو ہم بھی کبھی دب کے نہین رہے ہم اور کسی سے دب چلین کیا مجال۔ ای لاحول مگر۔ ؎

شاد باش ای دل کہ فردا رو دبادا رحیرا	
فردا اقتل است گرنیز وعدہ فردا نیست	

اب آزاد کہاں اور خوجی کجا۔ خدا جانے آزاد کجا رفتہ و مرا این گیدی بہانے روس کجا برند۔ دیدہ باید۔ خدا مالک و ناصر است۔

سپاہی۔ قلعہ اردہان کی فتح سے روسیون کا یہ فائدہ کثیر ہوا کہ جن آدمیون کو اس قلعے کے راستے مین حفاظت کے لیے مقرر کیا تھا وہ اب وہان سے ہٹا لیے گئے اور اُنسے جنگی کام لیا گیا۔ اب یہ لوگ ارض روم کی سمت روانہ ہوئے۔ مئی کے اواخر مین مقام الٹی تک داخل ہوئے جو ارض روم اور اردہان کے درمیان مین واقع ہے اور ادھر قرص پر حملہ ہوتا تھا روسیون کے بہت آدمی اس جنگ مین ضائع ہوئے اور ترک بہت کم۔

خوجی۔ شکر خدا بھیا ہزار شکر خدا۔ ان گیدیون نے خدا سمجھے۔

سپاہی۔ مگر انجام بخیر نہین اور مقدم انجام ہی پر نظر ہونا چاہیے ابتدا اچھی ہوئی تو کیا انتہا اچھی ہو تو سبحان اللہ۔

خوجی۔ نادان ہو۔ ارے پاگل جسکی ابتدا اچھی اسکی انتہا بھی اچھی ہو گی سمجھے اور ابھی لڑائی کا کون ٹھکانا۔

سپاہی۔ قرص کے محاصرہ مین ترک ہمارا کچھ بھی کر سکے۔

خوجی۔ کہتے ہوئے شرم نہین آتی۔ قرص پر کتنے آدمیون نے حملہ کیا تھا اسی ہزار آدمی تمھارے ساتھ تھا اور غضب خدا کا دو سو چالیس توپین۔ کچھ ٹھکانا ہے۔ ۲۰ اپریل کو ہمارے سپہ سالار نے وہان سے کوچ کر دیا اور کیا کرتے۔ وہان رہ کے بناتے کیا۔ ؎

بہر جائے مرکب توان تاختن	کہ جاہا سپر باید انداختن

جناب چچا سعدی فرما گئے ہین کہ ہر مقام پر گھوڑے دوڑانے والا شخص کے بعض کرتا ہو اور ٹھوکرین کھاتا ہے اب ہمکو اگر فکر ہو تو یہ ہے کہ آزاد کا پتا

سے ملاقات ہوئی مفارقت کے صدمے سے کمال رنج ہو۔ ؎

از غم خویش چنان شیفتہ کردی باز م
کز خیال تو بخود نیز نمی پردازم
ہر کہ او نالۂ شبگیر من آگاہ شود
ہیچ شک نیست کہ چون درد بد اندر سازم
گفتہ بودی کہ خبر دہ کہ ز ہجرم چونی
آنچنانم کہ بہ بینی و ندانی بازم
اگر از دام تو خود نیز خلاصم بخشی
ہم بخاک سر کوے تو بود پروازم

خوجی نے عند الذکر دریافت کیا کہ کبھی ترکی نے بھی فتح پائی یا نہیں ہمسے وہ قصے بیان کرو جنمین ترکون نے فتح پائی ہو۔ سپاہی نے کہا سکم کالی مین ترکون نے ۱۴ ۔ مئی کو تیاری پچاس جنگی جہاد چار بڑی بڑی کشتیان جنپر اسباب اور سامان رسد اور گولہ بارود تھا اور کئی توپ روس ہزار آدمی پانچ کوہی باڑیان اور پچاس ہزار رفل ۲۳ ۔ مئی کو یہ سب جہاز مع سامان کے ابھیسا کے قریب آگئے اور ساحل پر اُترنے لگے روسی سپہ سالار متعینہ لشکر بھیجا گیا کہ ترکون سے مقابلہ کرے اور ہٹا دے۔ ترکون نے اس مقام پر غنیم کو پھر مغالطہ دیا اور مشہور کر دیا کہ جو ترکی فوج جہازون سے اُتری تھی وہ واپس چلی گئی روسی اس دھوکے مین رہے صبح کو ترکونکی فوج ظفر موج سکم کالی کے سامنے نظر آئی روسیونکے ہاتھ پاؤن پھول گئے۔ شہر کا محاصرہ ہو گیا اور ترکونکے قبضہ مین آیا۔

اب سنیئے کہ ایک تو ابھیسا والے یون ہی روسیون سے سخت ناراض تھے اُسپر طرہ یہ ہوا کہ سرکیشیا والون نے اُنکو اور بھی بھکایا اور اب ترکون نے سکم کالی پر قبضہ کر لیا تو اُنکو خوب موقع ملا کہ ابھیسا اُنکو

بھڑکائین چنانچہ اُنھون نے ایسا ہی کیا چونکہ روسی اُس ملک مین کئی مقام پر شکست پا چکے تھے لہذا اُنکی ہوا نہ بندھی اور جا بجا رنگ پھیکا ہو گیا۔ ہان ترکون کی البتہ دھاک تھی جسطرف ترک نکل جاتے تھے اُس طرف لوگ خوشی ظاہر کرتے اور شادیانے بجاتے تھے۔

خوجی نے کہا شکر ہے شکر ہے ہم خوش ہوئے روم معشوق ہے اور مین عاشق زار۔ خدا اس معشوق کو ابد الآباد تک سلامت رکھے۔ ؎

حسنِ تو ہمیشہ در فزون باد
رویت ہمہ سال لالہ گون باد
اندر سر من ہوائے عشقت
ہر روز کہ ہست در فزون باد
قدِ ہمہ دلبران عالم
در خدمت قامتت نگون باد
ہر سرو کہ در چمن بر آید
پیش الف قدت چو نون باد
چشم تو ز بہر دلربائی
در گردن سحر ذو فنون باد

آمین آمین یا خدا ہم خریبو کی سن لے۔

اس گفتگو کے بعد جناب خواجہ بدیع الزمان صاحب اور وہ سپاہی دونون سو رہے۔ صبح کو اُٹھکر قافلے کے ساتھ خواجہ صاحب بہادر روانہ ہوئے اثنائے راہ مین اسقدر سردی کھائی کہ انیٹھ گئے دانت بجنے لگے کہا یارو آج ہمپر تو بڑی مصیبت ہے ہی ہندوستان مین مزے سے زندگی بسر کرتے تھے شیطان نے اُنگلی کھائی اور شامت اعمال یہان لائی اب ہم کسکے سامنے روئین اور کس سے درد دل کہین اور کون داد دیگا۔ افسوس صد افسوس ؎

لالہ ساغر گیر و نرگس مست و من بدنام عشق
داورے دارم بسے یارب کرا داور کنم

خیر ع۔ بر سر اولاد آدم ہرچہ آید بگذرد۔ اللہ مالک ہے۔

خوجی کی لن ترانیاں

حماقت نشان جہلا کی روح رواں میاں خواجہ بدیع الزمان صاحب بدیع علیہ الرحمۃ والغفران نوشہ تخت کے روسی سپاہی کیسا قصد وات ہوے تو سردی نے ایسا دق کیا کہ کھنگ بیٹھ گئے۔ روح تک ٹھٹھری جاتی تھی دانت بجنے لگے جھلا کر بلبل بے نوا تھی سے کہا یار کچھ نہ پوچھو بڑی مصیبت میں پڑ گئے جان عذاب میں ہے کس مزے سے ہندوستان میں چین کرتے تھے نواب صاحب کی بدولت بادشاہ بنے پھرتے تھے۔ ع۔ نے غم دزد و نے غم کالا۔ صبح سے دس بجے تک جاڑو کے چھینٹے اُڑتے گیارہ بجے دسترخوان بچھا۔ بندۂ درگاہ بھی پہونچے۔ پلاؤ، مزعفر، فرنی۔ کھیر۔ بالائی۔ قند۔ قند کے چاول خوب ڈل کھولے چکھتے۔ صراحی کا جھلا پانی پیا۔ گھنٹے دو گھنٹے فقرہ بازی کی پڑ کے سو رہے تو چار بجے کی خبر لائے چار بجے سے افیم گھلی چسکی لگائی جاتے ہی پونڈے سامنے رکھے ہیں چھیلا اور آہستہ آہستہ گنڈیریاں چوسیں اور باتیں ہونے لگیں۔

نواب صاحب برآمد ہوے مصاحب اور مدار ستادہ ہو کر آداب بجا لائے سرکار نے جو اب دیکھا تکیہ لگا ہوا ہے۔ شاہی سامان مہیا۔ گفتگو شروع ہوئی تو کیسی نفیس نفیس باتیں ہونے لگیں کہ میں کیا عرض کروں اور ہندوستان کے رئیس یہاں دیکھنے میں کہاں آتے ہیں قسطنطنیہ میں بیلکے ہر حبشی کی کوٹھی میں نکلے۔ کروڑپتی آدمی مگر سوداگری پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں اور ہمارے ملک میں نواب زادے شہزادے ہم لوگ سا چاہیے بھیک مانگیں مگر تجارت نہ کرینگے اور بھائی جان انکا سا دل تو کسی کا نہو۔ ایکدن کا تذکرہ ہے کہ ہمارے نواب صاحب تاج دیکھ رہے تھے غنچہ کھلا ہوا۔ آدمی ٹھہرے شوقین اور شوقین بھی کیسے کہ سب سے نمبر بڑھے ہوے اور رئیس اعظم روپے والے ایک لولی شوخ و شنگ پر ریجھے تو حکم دیا کہ آج جسقدر شیشہ آلات اس کمرے میں اسوقت موجود ہے سب لُٹا دو۔ واہ ری ہمت۔ اللہ ری شان۔ اُف رے دل۔ یہاں دل تو شیشہ آلات کسکے یہاں ہے اور پھر اگر ہے بھی تو بیکار۔ دینے کے نام کبھی درواڑے کی کنڈی بھی تو دیں۔ ہائے واللہ۔ کتنی کسی ہو۔ اے صاحب وہاں کے ایک ادنی کہار نے تین لاکھ کی دارو اپنے برادری والوں کو ایک رات میں پلادی۔ یہاں جس کے پاس تین لاکھ ہوں تو بکس بھر لیں اور دن کس کس طرح بیجا کریں۔ جی ایسے وضعدار۔ ماشاء اللہ۔ غور کیجیے ایک بہرا اور یہ دل کہ تین لاکھ کی دارو برادری والوں کو پلادی ماشاء اللہ۔ تمام ہندوستان کے کہار جمع تھے۔ ڈریا۔ گڑیا۔ پسکوتا۔ کیہٹ ترلیہ۔ روانی۔ بوشہ۔ بیوڑا۔ بیٹھرا۔ کمرداء۔ دوتیا۔

تمام ملک کے کہار کُلّیاں لیے ہوے دارو پی رہے ہیں اتنے میں راجہ مہرا نے کہا بھائی پنچو مٹی کی کلیاں پھینک دو۔ سونے چاندی کی ٹکیوں میں پیو۔ پھر ایک بوڑھے عزازت کہار نے کہا نا بھائی پنچو اپنی مرجاد نہ چھوڑیے۔ ہمارے باپ بھی کلھیاں پیتے۔ ہمارے دادے پر دادے ہمارے کا کا ہیں۔ اپنی مرجاد نہ چھوڑیے راجہ مہرا نے فوراً سونے چاندی کی پیالیاں منگوائیں۔ اور فقیروں کو تقسیم کردیں۔ دس ہزار پیالی چاندی کی تھی اور دس ہزار سونے کی پی پی کر کہاروں نے وہ دانا مچائی کہ جہاں پناہ تک خبر پہونچی جب سُنا کہ راجہ مہرا نے اپنی برادری کے لوگوں کو نیوتا دیا ہے تو بہت خوش ہوے اور حکم دیا کہ جتنے کہار آئے ہیں سبکو ایک ایک لہنگا دلوایا جاے۔ چار پانچ روز تک سلطان العالم کہاروں کا ناچ دیکھا کیے۔ ہر ملک نجے تھے۔ مزے مزے کی چیلم ناکو لال چنری کی پھریا اور لال ہی لہنگا پہنکر ایک امرد کہار تھرکنے لگا تو جہان پناہ بہت خوش ہوے۔ یہ اگلے وقتوں کے ذکر ہیں بھائی جان اب اس گئی گذری حالت پر بھی جو بات وہاں ہے دیکھیں تمہیں

ہاں ہاں یہ تو بھول ہی گیا تھا۔ ہمارے

نواب صاحب نے کمرے بھر کے جھاڑ اس بت رنگین ادا کے حوالے
کر دیے۔ ایک ایک جھاڑ پچیس پچیس ہزار کا چالیس چالیس
ہزار کا پچاس پچاس ہزار کا اور دو جھاڑ لاکھ لاکھ روپے کے
زرد اور سرخ اور گلابی اور بسنتی اور زعفرانی اور دھانی اور
بیگنی اور قرمزی۔ ایک سو ایک بتی کا۔ جناب ریل کی لال
ٹینیں دیکھ کے اب لوگ عش عش کرتے ہیں کہ واہ واہ سبز رنگ
کتنا اچھا سرخ رنگ کسقدر شوخ ہے اور یہاں کوئی رنگ چھٹا
ہی نہیں تو جنچ گیا۔ ع۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک
اب سنیئے کہ حساب لگاتا ہوں تو اس کمرے کا شیشہ آلات
گیارہ لاکھ کا خیال کیجیے لاکھ دو لاکھ نہیں۔ گیارہ لاکھ
ارے میاں گیارہ لاکھ۔ اللہ اللہ۔ اللہ اللہ۔ اور نواب
صاحب کے چتون پر میل نہیں۔ وہی تیور۔ گویا جیسے دس
پانچ روپیہ کسی کو دے ڈالے۔ جناب دل لگی نہیں ہے
کوئی اس دل کا ہو تو لے۔ بہت مشکل ہے۔ اور سنیئے دھنیا مہری
کی ہمت کا حال سناؤں قسم خدا کی پھڑک جاؤ۔ ایک دن
خبر ہوئی اور خبر ہوئی کیا معنی منادی ہوئی شتر سوار سانڈنی
سوار دوڑائے گئے کہ کل شہر میں حضرت قدر قدرت سلطان عالم
خلد اللہ ملکہ و دولتہ کی سواری نکلے گی۔ آئینہ بندی ہو رہی ہے
شام کو دو گھڑی دن رہے سواری مثل باد بہاری نکلی۔
نقیب ساتھ آواز دیتے جاتے تھے۔ دھنیا مہری بھی چمکتی
ہوئی نکلیں اور ایک کمرے پر کھڑے ہو کر لوہے کا توا جہاں پناہ
کو دکھایا فوراً ہاتھی رکوا لیا پوچھا یہ کیا بات اسکے کیا معنی
ہیں۔ دھنیا مہری نے کہا میں نے سنا تھا کہ حضور جہاں پناہ
پارس ہیں۔ سوچی کہ لوہے کا توا دکھاؤں تو سونے کا ہو جائیگا
اسی لیے یہاں آن کے کھڑی ہو گئی۔ جہاں پناہ نے حکم دیا
کہ اسکو ساتھ لاؤ۔ جی۔ یہ نوازش۔ کہا۔ اگر تیرا جی چاہے تو
محل سرا دوں یا کہے تو جاگیر دوں۔ وہ بولی مجھے تو اپنا مہرا ہی
پسند ہے مجھے جاگیر دیجیے۔ جہاں پناہ نے دوسرے روز مرزا
قنبر علی بیگ رسالدار کو سوار لیکر بھیجا کہ جاکے ٹھاکر راج سنگھ کو
مار کے نکال دو اور اُسکے گانوں پر اس مہری کو قبضہ دلوا دو
رسالدار صاحب اس ٹھاکر سے خوش تھے اُسکو تو چھوڑ دیا۔
دوسرے ٹھاکر کے گانوں پر چڑھ دوڑے مار کے نکال دیا اور
وُن سے دھنیا مہری کو قبضہ مل گیا۔ اب اور دل لگی دیکھیے
وہ ٹھاکر اتفاق سے کہیں بادشاہ کے حضور میں پہونچا۔ اتفاق
ہی تو ہے۔ ورنہ اچھے اچھے ٹاپا کرتے ہیں۔ وہاں تک گذر ہونا
کیا ہنسی ٹھٹھا ہے خارجی کا گذر نہیں ہے ع۔ بیا رسفر باید تا پختہ شود
خامے۔ جہاں پناہ نے پوچھا تم کون۔ کہا حضور میں ٹھاکر رگھناتھ
سنگھ ہوں رسالدار نے میرا گانوں لوٹ لیا اور مجھکو نکال دیا۔
اب دھنیا مہری کا قبضہ ہے۔ جہاں پناہ بد دماغ ہو گئے فرمایا
کیوں قنبر علی بیگ یہ کیا بات ہے۔ ہم نے تو تم کو ٹھاکر راج سنگھ
کے گانوں پر بھیجا تھا تم اُن کے ہاں کیوں گئے اور اُنکو کیوں
نکال دیا۔ رسالدار بہادر نے کہا۔ جہاں پناہ کس کی نسبت
فرماتے ہیں حضور یہاں تو کوئی ٹھاکر نہیں ہے۔ ٹھاکر
کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یہ کیا سامنے کھڑا ہے۔ کل حاضرین
نے متفق اللفظ ہو کر کہا پیر و مرشد یہاں کوئی نہیں ہے۔ ہمیں
کوئی نظر ہی نہیں آتا۔ ٹھاکر چلاتا ہے روتا ہے مگر کل حضار کہتے
ہیں خداوند ہم نہیں جانتے۔ ہمیں کوئی نظر ہی نہیں آتا۔ حضور
فرماتے کیا ہیں ہمیں معلوم تو ہو۔ جہاں پناہ نے کہا مجھے ایک
آدمی نظر آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ٹھاکر راج سنگھ کے گانوں کے
عوض میرا گانوں لوٹ لیا۔ اور اپنا نام رگھناتھ سنگھ بتاتا

تمغار نے ادب کے ساتھ عرض کیا حضور اسوقت یہان نہ تشریف رکھین۔ حکم ہوا کہ کسی عامل کو بلاؤ۔ جہان پناہ وہان سے بھاگے۔ ٹھاکر سر پیٹتا ہوا باہر آیا۔ کسی نے شنوائی نہ کی۔ بادشاہ کو بھاگن پڑا۔ روسی سپاہی نے یہ کہانی سُن کر کہا۔ حضرت اگر ایسے ہی بادشاہ ہین تو رعایا کا خدا حافظ و ناصر ہے جب سر پیچ ایک آدمی سامنے کھڑا ہو اور وزرا اور اراکین اندھا بنا کے کتے ہین کوئی نظر ہی نہین آتا تو خدا ہی رعایا کو بچائے تو بچائے ورنہ اراکین سے تو ذرا امید نہین ہو لاحول ولا قوۃ خواجہ صاحب بگڑے جھلا کر فرمایا۔ اجی حضرت آپ ان امور کو کیا جانین بھلا۔ ان کو بادشاہ ہی سمجھتے ہین۔ ع

	رموز مصلحت ملک خسروان دانند گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش	

ایک مرتبہ کا ذکر سُنیے سیار شب کے وقت بول رہے تھے راجہ نے دیوان کو بلا کر پوچھا دیوان یہ سیار کیون غل مچاتے ہین دیوان نے دست بستہ عرض کی کہ حضور والا یہ سردی کھاتے ہین۔ اس لئے سب کے سب مل کے فریادی آئے ہین۔ فرمایا دوشالے دیے جائین تاکہ باد سرد آزار نہ دے۔ دیوان نے چودہ لاکھ کا پشمینہ اُڑایا کچھ وزیرون کو دیا کچھ اپنے گھر مین رکھا دوسری شب کو سیارون نے پھر غل مچایا۔ راجہ کو سخت استعجاب ہوا دیوان کو طلب کیا اور کہا ابھی کل ہی تو چودہ لاکھ کا شال دیا گیا اور آج پھر یہ غل مچانے لگے۔ اب کیا اپنا راج ان کے حوالے کر دون تم ان سے کل پشمینہ واپس لو۔ یہ احسان فراموش ہین۔ دیوان ایک کائیان۔ دیکھا کہ اب دوشالے اور کل پشمینہ ہاتھ سے جاتا ہے تو فوراً بات بنائی۔ کہا مہاراج ادھر آج یہ حضور کو دعا دیتے ہین۔ احسان فراموش نہین ہین۔

راجہ خوش ہو گئے اور کئی گاؤن کی آمدنی ہمیشہ کے لیے سیارون کے نام وقف کر دی کہ سردی مین دوشالے سیارون کو دیے جائین ایسے بادشاہ کہین پیدا ہوتے ہین قافلے والے یہ حماقت کی باتین سُن سُن کر ہنستے تھے۔ مگر خوجی اپنے زعم مین تعریف کرتے تھے۔ اس قصے کے بعد خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپکے ملکون مین سب کے سب مولوی بننا چاہتے ہین مگر ہمارے ملک مین روسا اور اُمرا اسکو عیب سمجھتے ہین اُنکے خیالات ان پست باتون کی طرف مائل ہی نہین ہوتے وہ کبھی ان امور کا خیال ہی دل مین نہین لاتے۔ پڑھنے لکھنے سے ہوتا کیا ہو۔ خاک انکے شغل ہی اور ہین۔ بٹیر بازی کبوتر بازی کہین کنکوون کا میدان بدا ہو۔ اشرفی پیچ لڑ رہا ہو برسون میدان رہا۔ لاکھون صرف ہو گئے بلا سے جوتی کی نوک سے روپیہ کیا چیز ہے۔ نام پر جان دیتے ہین روپیہ کو مٹی سے بدتر سمجھتے ہین جناب بس اب مین کیا عرض کرون۔

خواجہ صاحب تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ سردی نے قافیہ تنگ کر دیا تھا ایک رحم دل روسی نے خالی جبہ دیا حضرت نے پہنا تو کہا بھائی گرمانے کو تو گرمایا مگر بڑی سردی کھائی اور اب یہ سوچتا ہون کہ اسقدر بوجھ لیکر کب تک چلونگا ٹھٹھر گیا۔ ٹھٹھر گیا۔ لاحول ولا قوۃ۔

روسی۔ آپکے ملک مین سپاہی تو اچھے ہونگے۔

خوجی۔ بچو ڑان کا ملک نہین ہو۔ ہمارے ملک کے مرزا منش مشہور ہین اور سپاہیون کی نہ پوچھیے۔ جو ہے رستم دستان۔

روسی۔ بجا ارشاد ہوا۔ اور حضور بھی رستم ہین۔

خوجی۔ ورین چہ شک۔ بیشک رستم ہین۔ ہئی ہین۔

روسی۔ آپکے کُشتی ہوتی ہو۔ ہے کچھ زور۔

خوجی۔ اس وقت تو سردی نے مار ڈالا ہی اور اب بڑھاپا آیا جوانی مین البتہ این جانب بھی ہاتھی کی دم پکڑ لیتے تھے تو ہَس نہین سکتا تھا۔ اب نہ وہ شوق نہ وہ ذوق۔ اب تو فقیری اختیار کی۔ دنیا کا عیش و آرام چھوڑا۔ ؎

ٹاٹ کا ٹکڑا لباس فقر مین		قاقم و سنجاب دو دیبا ہو گیا

اب تو اپنے کو مٹا دیا۔ بالکل مرنے کے گذرے۔

روسی۔ تاہم ہاتھی لئے گا تو کہان تک لٹے گا۔ ہرگز نہین

خوجی۔ اچھا دن چڑھے تو سمجھ لون۔ گیدی۔ سمجھ لونگا۔

راوی۔ درین چہ شک مصر کے پہلوان کو کیسی تخنی بتائی تھی کہ آج تک نہ بھولا ہو گا۔ آپ ایسے ہی ہین لے لاحول

روسی۔ آپ کی شادی بھی ہوئی ہی۔ بیوی کہان ہین

خوجی۔ (مسکرا کر) آپنے بھی وہی بات پوچھی۔ بس مذاق اجی فقیر آدمی آزاد منش۔ شادی نہوئی نہوئی۔ برابر کے لڑکے ہین۔

روسی۔ آپکے لڑکے بالے ہین۔ کتنے۔

خوجی۔ (ہنسکر) میرے لڑکے بامیرے باپکے بھی کبھی لڑکا پیدا ہوا تھا۔ آپ بھی بس وہی باتین کرتے ہین۔

اس پر فرمایشی قہقہہ پڑا اور خواجہ صاحب بہت خوش ہو فرمایا۔ ہمارے ملک مین میر ذوالفقار علی مرزا مغل بیگ مرزا محمد جان رسالدار تہور خان اور منور علی خان یہ بانکے گذر گئے ہین تین ہزار ہاتھ جوڑی کے ہلانے تھے دو دو ہزار کے پانچ پانچ ہزار! ڈنڈون پر جھک گئے تو چار پانچ ہزار ڈنڑ پیل ڈالے۔ ہاتھی کے پاٹھے معلوم ہوتے تھے۔ گل چلے ایسے کہ مچھلی کا پانی مین شکار کیا ہی اور تیر اندازون نے تو معجزے اور کرامت دکھائی رات کا وقت ہی اور اندھیری رات بالکل تیرہ و تار۔ روشنی کا نام تک نہین اور آدھ کوس پر کوئی بولا۔ صرف آواز پر تیر لگایا اور نشانہ خالی نہ گیا۔ لوہے کی دیوار ایک شخص نے بنائی اور اس پار بھینسا باندھ دیا اور تیر توڑ کر بھینسے کی پسلی توڑی ایک درخت کے تنے مین سوراخ کرتا ہوا پہاڑ مین لگا تو سو ہاتھ پیر گیا تیر کیا نشتر تھا کہ بہین پیر دیا۔ تو اس پار نکل آیا۔ اللہ اللہ۔ اللہ اللہ۔ یہ قادر اندازی اور ہمارے ملک مین چانڈو کا شغل ہی۔ جرس مدک کا گانجے کا شغل بھی ہی گر چانڈو زیادہ۔ یہ پڑھنے لکھنے کا عارضہ تو یہان ہی دیکھا اس مرض کا طوطا۔ ہان کوئی نہین پالتا ہان اگلے زمانے مین عادت تھی مگر اب ریاست کی شان کا زیادہ خیال ہی اب ہندو دستار مطلق پڑھتے ہی نہین۔ برہمن اکثر لُرہ۔ اگر پڑھا بھی تو شدید کشمیر اور بنارس مین کچھ لوگ پڑھے لکھے سنسکرت دان ہین اور پونا مین۔ بس۔ باقی اللہ اللہ۔ خیر صلاح۔

روسی۔ یہ آپکے نزدیک بڑی تعریف کی بات ہے۔

خوجی۔ جی تعریف نہین تو کیا ہجو کی بات ہے۔

روسی۔ خبطی ہو تم کیا اور تمھارا ملک کیا۔

خوجی۔ تم خود کیا اور تمھارا ملک خود کیا۔ ہندوستان جنت نشان ہی ہمارے ملک کا حسن سبز مشہور ہی۔ جس عورت کو ہم نے دیکھا حسین اور ملیح ہی دیکھا اور ادا تو ایسی کہین دیکھنے ہی مین نہین آئی۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ ؎

	سرخ ٹھہرا ترے رخ سے گل احمر کسدن سرو نکلا قد موزون کے برابر کسدن	

مگر ظالم بے رحم بے مہر بے وفا عدوے شکیب دشمن جان خون کر ڈالین۔ اور اُف تک نکرین۔ قاتل سفاک

دشمن عشاق۔ باہمہ صفت موصوف ہین گر عاشق بھی سنگدل ہو تو نہ چاہے پگھل جائے مگر اُن کا دل نہ پگھلے گا۔ وہ سنگدل ہین ؎

جور بتان مین شکر خدا ہو تو جانیے
وقت قضا نماز ادا ہو تو جانیے

روسی۔ یہان آپ پولینڈ کی شہزادی سے ملے تھے یا نہین

خوجی۔ اجی مین اپنے کو ہفت اقلیم کا بادشاہ سمجھتا ہون کون شہزادی اور کس کا شہنشاہ۔ ما بدولت خود ملک جنون کے فرمانروا ہین۔ گدائی مین بادشاہی کا دماغ ہی۔ زر نہین نہ سہی دماغ تو ہی ؎

نہ اہل زر سے ملونگا وہ خاکسار ہون مین
کرون گا میل نہ ذرون سے وہ غبار ہون مین

اہل زر سے ملنے کو ہتک سمجھتے ہین۔ کیون ملین ہمین زر سے کیا واسطہ زردار کوئی ہوا کرے بات یہ ہے کہ زر ہو اور لوگ تعظیم کرین۔ خواجہ بدیع ایسے ویسے نہین ہین۔ خدا کی دین روسیون نے دریافت کیا کہ آپکے ملک مین علم جیالوجی کے علما بھی ہین یا نہین فرمایا دنیا مین کوئی ایسا علم نہین جو ہندی نہ جانتے ہون ایک ایک لونڈا اپنے وقت کا بقراط اور جالینوس ہے جو ہے وہ عالم ہونے کا دم بھرتا ہی۔ جی ہندوستان سے کوئی وحشی ملک نہ سمجھئے گا۔ جو اس بھروسے آپ ہون۔

بھائی جان۔ ہندوستان لاکھ گیا گذرا پھر ہندوستان ہے روسیون نے کہا ہندوستان کی تعریف ہم نے بھی سنی ہے مگر جب یہ کیفیت ہے تو ستم ہے بادشاہ ایسے ایسے اور ارکان دولت ایسے ع۔ وزیرے چنین شہریارے چنان۔

ایسے وزیر ایسے اراکین سلطنت ایسے ارکان دولت رعایا کی تباہی کے یہی سامان ہین یہی کارخانے ہین اچھی اچھی روائتین سننے مین آتی ہین۔ ہمارے ملک کے پاشا بھلا جابر کہے جا سکتے ہین۔

خوجی۔ نہلسٹ کون لوگ ہین۔ باتین بناتے ہو۔

روسی۔ پھر اس سے کیا واسطہ یہ سوال خارج از بحث ہے ایسے سوال سے کیا مطلب۔

الغرض روسیون نے باتون مین ان سے دریافت کیا کہ اہل ہند کی شادی بیاہ کے مراسم کیا ہین تو خواجہ صاحب فخریہ بیان کرتے ہین کہ تاجدارون کے دو دو سو محل ہین رؤسائے نامدار کے ساٹھ ساٹھ محل اور اوسط درجہ کے لوگ بھی علی القیاس اپنی حیثیت کے موافق شادی کرتے ہین۔

روسی۔ ایک مرد کی دو دو سو بیویان۔ الامان۔

خوجی۔ واہ۔ واہ واہ الامان کی ایک ہی کہی اسمین الامان کی کیا حاجت تھی۔ اور یون ہٹ دھرمی کی تو اور ہی بات ہے

روسی۔ ہمارے ملک مین یہ جائز نہین۔

خوجی۔ پھر ہر ملک کے رسم و رواج مختلف ہین یہ تو بنی بنائی بات ہے۔

روسی۔ اچھا ہم پوچھتے ہین آپکا ملک اچھا ہی یا ہمارا ملک

خوجی۔ آپکا ملک بھی کسی شمار قطار مین ہی ہونہہ!! اِشان خدا

آزاد پاشا کی کارگذاری

گرایندہ شد ہر دو لشکر بجون — علم بر کشیدند چون بے ستون
درآمد ز دریا بغریدن ابر — ز ہر بیشہ سر بردن زود بر
نفیر دلیران برآمد باوج — ز ہر گوشہ میرفت خون موج موج

ادھر عامل روز نے سپاہ ماہ و انجم کو شکست فاش دی اور اشعۂ زرنگار سے تاریکی شب کا فور ہوئی اُدھر ضیغم نیستان شجاعت شیر دل شیر مرد آزاد پاشا سمند دغا پسند و ضرغام شکار پر

سوار ہوئے اور خدا کا نام زبان پر لا کر فوج کے ہمراہ پلونا کی طرف چلے اہل پلونا کے پاس تار حسب آدمی بھیجا گیا تھا۔ یہ مژدہ روح افزا سنتے ہی پلونا والون کی جان مین جان آئی منھ مانگی مراد پائی۔ سپہ سالار آزمودہ کار نے کئی ہزار سوار جرار روانہ کئے کہ روس کی سپاہ آزاد کو روک سکے۔ گو فاصلہ بہت تھوڑا ہی تاہم خالی از خطر نہین مبادا یہ خبر پا کر کہ کمکی فوج فلان سمت آگئی ہی غنیم اسکے روکنے کی فکر کرے۔ دو میل آزاد پاشا کا لشکر گیا ہوگا کہ جاسوسون نے ایک خبر وحشت اثر سنائی چراولون نے بھی اسکی تصدیق کی کہ غنیم کئی توپ اُتر وہان اور پچیس ہزار آدمی سوار و پیادہ لیکر پلونا اور فوج آزاد کے درمیان مستعد دار و گیر ہی۔ پلونا سے آمد و رفت بالکل مسدود رسد کا ٹھکانا نہین۔ یا خدا یہ بڑی بُری ہوئی۔ فوج اسی میدان مین ٹھہرا دی گئی۔ ابا ٹین پاشا نے صلاح دی۔ کہ اس درویش کو بلاؤ اور اس سے کہو کہ پلونا کی سمت جا کر خبر لائے عجب کہ روسی اس سے نہ بولین۔

آزاد پاشا نے درویش کو بلوایا اور بکمال منت و سماجت یون تقریر کی شاہ جی صاحب آپ خوب جانتے ہین کہ پولینڈ کی شہزادی پر مین دل و جان سے عاشق ہون اور وہ بھی میری عاشق زار ہین۔ تم انکے فرستادہ ہو ایسے میاں جی کو مین ہمیشہ گزند اور خوف و خطر سے مصون رکھنے کی کوشش موفور کرونگا لیکن یہ وقت بہت نازک ہے۔ پلونا کا معرکہ قابل یادگار رہیگا۔ اور اسی پر جنگ کا خاتمہ اور لڑائی کا نچوڑ ہی ہماری فوج اور پلونا کے درمیان مین پچیس ہزار روسی حائل ہین۔ نہ ہم مین سے کوئی اس طرف جا سکتا ہی نہ پلونا والے اپنی خبر بھیج سکتے ہین انکو انھون نے بڑی مسرت دلی سے سُنا تھا کہ کمکی فوج آتی ہی اور اس بیرونی مدد سے وہ کمال محظوظ ہوئے ہونگے لیکن غنیم کے مخبرون نے ہماری خوشی مبدل بہ رنج کر دی۔ اب ہماری سپاہ قلعہ محصور کی فوج کے مطلق کام نہین آسکتی۔ اُفتاد۔ اسکو کوئی کیا کرے آپ اسقدر مدد دیجیے۔ کہ پلونا تک کسی طرح گھس بیٹھ کے جائیے اور اہل پلونا کو ہمارا مراسلہ دیجیے۔ آپکو کوئی پہچانے گا نہین سب یہی سمجھین گے کہ روسی ہی اور روسی زبان بھی آپ بول سکتے ہین

درویش نے بسہولت تمام کہا۔ آزاد مین پولینڈ کی شہزادی کو اپنی بہن سمجھتا ہون میرے والد نے انکو علم موسیقی کی تعلیم دی ہے کہ در روپیہ بھی کوئی دیتا تو مین عبادت اور یاد الٰہی چھوڑ کر وطن سے نہ آتا مگر بہن کی محبت اُسکی بیقراری اور گریہ و زاری نے مجھے مجبور کر دیا۔ میرا سن بیس سال سے زیادہ نہین ہی صرف ایک روسی خدمتگار لیکر مین نے یہ سفر اختیار کیا ہی خیر۔ وطن خاص کہین ہی اور بود و باش کہین ہی میری بیوی نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر جاتے ہو تو اتنا یاد رکھنا کہ واپس آنا جنگ مین جان گنوانا اب جو اجازت دو۔

آزاد نے کہا آپنے واقعی اس سن مین کہ ابھی سبزہ آغاز بھی نہین بڑا کار نمایان کیا کہ اسقدر فاصلہ دور دراز آپنے بکمال مشقت اس سن مین طے کیا کہ یہ سب باتین کیونکر حاصل کرلین۔ یہ خدا کی دین ہی۔ اس مین کسی کا اجارہ نہین لیکن اب اسوقت ہم سب کی عزت و آبرو تمھارے ہاتھ ہے۔

درویش بسم اللہ کہکر اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا۔ بڑھا جاتا ہی خدمتگار کو ساتھ لیا۔ آزاد اور افسران فوج سے مصافحہ کیا اور روانہ ہوا آزاد اور افسران فوج خوش تھے کہ اس درویش کے ذریعے سے پلونا والون کو کل حالات معلوم ہو جائینگے مگر تشویش تھی کہ ان پچیس ہزار آدمیون کو یہان سے کون ہٹائے گا اور کیونکر

پلونا تک گذر ہوگا۔

یہ مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ درویش کا خدمتگار چار گھڑی کے بعد سامنے نظر آیا سب کو حیرت ہوئی کہ بار خدایا یہ کہاں عقل کے میدان میں فکر کے گھوڑے دوڑانے لگے۔

ایک نے کہا معلوم ہوتا ہی درویش کو کسی نے مار ڈالا۔

یہ آدمی بیچ کے چلا آیا افسوس صد افسوس ابھی نوجوان تھا سبزہ تک نہین نکلا تھا۔

ہنوزش گرد گل نارستہ شمشاد	زخوبی سر دادچون سرو آزاد

دوسرا بولا۔ یہ بات نہین ہی ہم نے کئی بار غور کیا تو مردانہ پن اس مین نہین پایا جاتا تھا کئی مرتبہ مین کہنے کو تھا کہ یہ عورت ہے مگر مین نے کہا تم لوگ ہنسو گے۔ اس پر سب نے قہقہہ لگایا اور لفٹنٹ بیچارہ جس نے یہ انوکھی رائے ظاہر کی تھی بن گیا۔

جب خدمتگار سے دریافت کیا گیا۔ تو وہ مسکرایا اور مسکرا کر بولا۔ مین نہین جانتا کہ وہ درویش کہان گئے مگر یہ خط اُنھون نے مجھکو دیا ہی۔

آزاد نے خط لیا اور پڑھا تو دھک سے رہ گئے۔ عبارت سُننے کے قابل ہی۔

نامہ بنام آزاد پاشا

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے	جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

اجی حضرت تسلیم۔ سچ کہیے گا سنہ کی کھائی یا نہین۔ انصاف شرط ہی واللہ مجھے بڑی ہنسی آتی ہی۔ ایک ذرا سے بچے مین کچا چٹھا کہہ سنایا پولینڈ کی ناوک نگاہ شہزادی کے عشق صادق کا حال مس کلیرسا کی دلربائی اور اعانت کا ذکر میڈا کی چالبازی اور ہمدردی اور حسن گلو سوز کا بیان۔ ایک بات بھی نہ اُٹھا رکھی۔ ارے۔ نادان مین درویش نہین ہون مین بھی ایک مس ہون جیسے تو نہ ہوگے مگر مین کلیرسا اور پولینڈ کی شہزادی کی طرح اپنے پیارے وطن کی دشمن نہین ہون کلیرسا اگر ملے تو خون پی جاؤن اور اگر بس چلے تو پولینڈ کی شہزادی کے تکے تکے اڑاؤن اور بوٹیان چیل کوون کے حوالہ کرون مگر واہ میرے طالع فرخ کہ کل امور تیری زبان سے صاف صاف سن لیے خدا کی شان ہی مگر یہ ہتھکنڈے چھوڑ دو ورنہ بُری ہوگی

جو جو اسرار تھے نہانی	سب تجھسے سُنے تری زبانی

یاد رکھنا روس کی لیڈیان اپنے وطن کے نام پر جان قربان کرنے کو ہمیشہ آمادہ رہتی ہین روس کی لیڈیان کلیرسا کی سی نہین ہوتین اس چھوکری نے وہ نام پیدا کیا تھا کہ روس کی کل لیڈیان رشک کرتی تھین مگر نباہ نہ سکی ہاے افسوس۔ کلیرسا اور آزاد پاشا کو مدد دے۔ خیر سے۔ خیر۔ اب خوب یاد رکھو کہ مس کلیرسا اور پولینڈ کی شہزادی دونون تمام عمر گرفتار مصیبت رہینگی۔

اسقدر پڑھکر آزاد اشکبار ہو گئے خدمتگار یعنی حامل خط کی طرف دیکھکر کہا۔ اللہ اللہ۔ یہ دغابازی کچھ ٹھکانا ہی۔ بڑا چکما دیا پڑ ادھو کا کھایا ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے کس لطف کے ساتھ کل حال مجھسے پوچھ لیا اور میری آنکھون پر کیسا غضب کا پردہ ڈالا اب کلیرسا اور میڈا کو کون بچائیگا۔ اور پولینڈ کی شہزادی کو کون مدد دیگا۔ یا خدا مدد دے۔ یا خدا مدد دے

یارب سببے ساز کہ یارم بسلامت	باز آید و برہاندم از چنگ ملامت

ایلیٹن پاشا اور کئی افسر منتظر تھے کہ آزاد اس خط کا مطلب بیان کرین مگر آنکو گریان و پریشان دیکھکر سخت متحیر ہوئے پوچھا خیریت ہے اُنھون نے کہا خیریت منزلون دور ہی خیریت کہا۔ بڑی مصیبت پڑ گئی۔ ادھر کے۔ رہے نہ ادھر کے رہے۔

یہ کہکر خط کا بقیہ حصہ پڑھا۔ دھو ہذا۔

سنو آزاد پاشا۔ پلونا تک تمھارا گذر نا محال ہی۔ اس خیال خام

سے در گذر رو۔ افواج ظفر امواج روس موروملخ سے زیادہ ہے۔ اب اگر اپنی جان کو عزیز رکھتے ہو تو گھر کی راہ لو ورنہ دشت بلاخیز ہو اور تم ہو۔ لاش کا بھی پتا نہ ملے گا۔ ہاتھیون سے گنّے کھانا عقل و مصلحت دونون کے خلاف ہے اگر شیطان نے یہ پٹی پڑھا دی ہو کہ پلونا مین داخل ہو جائینگے تو یاد رکھو بہت پچھتاؤ گے

کیا سمجھتے ہو کہ امید یہ بر آئے گی
آج یا کل کبھی حسرت یہ نکل جائیگی

کیا مجال۔ کیا تاب کیا طاقت۔ دیکھ ہی لوگے۔

کانٹون مین اگر نہو اُلجھنا　　تھوڑا لکھا بہت سمجھنا

اب مین آپ سے رخصت ہوتی ہون اور مس کلیرسا سے عوض لیتی ہون جو شہزادی آپکی چاہتی بیوی بنی ہین وہ اسی مہینے مین سیبریا کے برفستان کی ہوا کھائینگی اور تمام عمر پچھتائینگی

مس صوفیا

آزاد پاشا نے یہ خطاب کو سنا یا تو ہاتھون کے طوطے اُڑ گئے اسے بڑا جھکا ہوا۔ بڑا دھوکا دیا۔ اب روس کی فوج اور بھی مستعد ہو جائیگی کل حالات اور امور کی اطلاع پائیگی۔

اب سُنیے کہ مس صوفیا نے اپنے لشکر مین جاکر آزاد کلیرسا پولینڈ کی شہزادی اور ریڈ اسپ کا پوست کندہ حال بتا دیا فوراً تار دیا گیا کہ وزیر جنگ کو ان حالات سے اطلاع دیجئے تاکہ اگر مناسب سمجھین تو ان سب کو سزا دین۔

ادھر آزاد پاشا اور افسران فوجی باہم مشورہ کرنے لگے کہ اب تاخیر کا موقع باقی نہین ہے۔ فوراً حملہ کردو۔ آزاد پاشا کیساتھ ۲۴ توپین تھین۔ پندرہ ہزار سوار تین ہزار پیادے اور صرف دو دن کی رسد سب کی رائے یہی قرار پائی کہ حملہ آور ہونا بہتر ہے۔ لہذا فوج آراستہ ہو کر بڑھی۔

بیا ساقی از غم مرا دور کن　　جہان از مے لعل پر نور کن
مے کو مرا رہ بمنزل برد　　ہمہ دل برند او غم دل برد

فوج ظفر موج سیل کی طرح چلی سپاہیون کے دل بڑھے ہوئے تھے افسرون نے ٹھان لی تھی کہ قتل ہونگے اور قتل کرینگے مارینگے اور مرینگے مگر غنیم کو پیٹھ نہ دکھائینگے بھاگنے کا لفظ زبان پر نہ لائینگے

ز غریدن کوس خالی دماغ　　زمین لرزہ افتاد در کوہ و راغ

دلاورون نے نعرہ بلند کیا۔ کاندھے پر بندوق کمر سے تلوار لگی ہوئی بازین چڑھی ہوئین۔ وردی چمک رہی تھی۔ گھوڑے بلون پر تھے تمام میدان نعرون اور گھوڑون کی ٹاپون سے گونج رہا تھا

خروشیدن کوس رویینہ طاس　　ہو تندہ راداد بر جان ہراس
جلاجل زنان از نواہاے زنگ　　بر آوردہ خون از دل خارہ سنگ

آزاد۔ یارو بڑھے ہوئے۔ ہان جوانو شاباش یہی وقت ہے
اپلین حمیت اسی کی مقتضی ہے کہ اس میدان جنون زا مین جان دیجئے
کرنل۔ انشاء اللہ دل اور ہمت ہو تو کیا بات ہے لے تو بہ
لفٹنٹ۔ مار لیا ہے اس جوش اور ولولے کے بحر ناپیداکنار کو کون روک سکتا ہے۔ یہ سیلاب غنیم کی جمعیت خاطر کی کشتی کو بہا لے جائیگا یہ سیل کہین رو کے رکے ہین۔
آزاد۔ ہماری سپاہ فولاد پوش ستم ڈھائے گی۔

ز فولاد پوشان لشکر شکن　　تن کوہ لرزید بر خویشتن
ز نوک سنان چرخ دولاب گنگ　　زمین کار گردش فرو ماند لنگ

مگر زیادہ جوش و خروش نہ چاہیے ع۔ بوقت جنگ دانائی بوقت صلح نادانی + اس مصرع پر عمل ہو تو سبحان اللہ سبحان اللہ
کرنل۔ ابھی کوئی دو میل زمین باقی ہے۔ اسکے بعد پھر دھاوا ہوگا
لفٹنٹ۔ ہان بس ہماری بھی یہی راے ہے۔ اسمین شک نہین
آزاد۔ اسوقت تو ہم مست ہین۔ بادۂ حب الوطنی کے نشے نے

مخمور کر دیا ہو عجب شراب ناب ہے۔ کیا کہنا۔

بیا ساقی از مے مرا تازہ کن	درین رہ صبوحی باندازہ کن

روسیون نے ترکی فوج کی حس و حرکت کا حال سنا تو فورا بندوبست کیا بجملہ پچیس ہزار آدمیون کے دس ہزار کو مقابلہ کے لیے بھیجا اور پانچ ہزار کو فوج ذخیرہ مقرر کیا اور دس ہزار اسی مقام پر ڈٹی رہی میدان مین ادھر رومی ادھر روسی فوج صف باندھکر کھڑی ہوئی اب کوئی چار پانچ گھڑی دن باقی تھا۔ مگر نہایت عمدہ سمان تھا۔

فروزندہ روزے چو فردوس پاک	بر آوردہ سر گنج قارون ز خاک
بعزلت کمر بستہ باد خزان	نسیم بہاری زہر سو روان
ہمہ صحن گلشن ہمہ کوہ و راغ	جہان چشم روشن بزرین چراغ
زمانہ بہ کردار باغ بہشت	زمین از گل و سبزہ مینو سرشت

پہلے ترکون نے گولا چلایا ان کے ہمراہ ایک بڑا نامی گرامی گولا انداز تھا اس گولا انداز نے تاک تاک کر ایسے گولے اتارے کہ روس کے کئی افسرون کے سر بھٹے کی طرح اڑ گئے آدھ ہی گھنٹے مین چونتیس افسر کام آئے اور ترکون کا صرف ایک سب لفٹنٹ کام آیا۔ اپلیٹن کی راے تھی کہ ایک عمارت کی آڑ سے گولے مارے جائین مگر آزاد پاشا نے صلاح دی کہ میدان کی لڑائی ہو۔

آزاد۔ غنیم کے بہت سے افسر کام آئے۔ میدان انشاءاللہ ہمارے ہی ہاتھ رہیگا مگر ابھی تک کوئی قطعی راے نہین دے سکتا۔

کرنل۔ اس طرح پر تو تھوڑی دیر مین ادھر ادھر کے کل آدمی کام آجائینگے۔ اور مطلب خاک نہ نکلے گا۔

آزاد۔ آپ ذرا خاموش رہیے۔ مین ایک اور فکر مین ہون بہتر ہو کہ ایک دستہ کو دیکر دریا کی طرف سے گھوم کر کوئی دو ہزار سوار بائین جانب سے باڑھ مارین یہ نہایت مشکل کام تھا کیونکہ خفیہ طور پر ترکی رسالے دریا کی جانب نہین جا سکتے تھے اور یقین واثق تھا کہ جب رسالے روانہ ہونگے تو روسی ہوشیار ہو کر کچھ سپاہ کا رخ دریا کی جانب کردینگے۔

آزاد پاشا نے اس کام کو اپنے ذمے لیا۔ ادھر فوج بسر کردگی آزاد پاشا روانہ ہوئی ادھر روسیون نے بندوقین چھتیا کر باڑھ پر باڑھ ماری اور دونون طرف گولی چلنے لگی۔ تو دھوئین سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان کے نیچے ایک اور آسمان بن گیا طرفین کی فوج خوب دل کھول کر لڑی مگر چونکہ ترک کسی قدر بلندی پر تھے لہذا روس کی سپاہ زیادہ کام آئی ادھر آزاد پاشا دریا کنارے پہونچ گئے اور بائین جانب سے باڑھ ماری تو روسیون کے ہاتھ پاؤن پھول گئے آزاد پاشا نے اس مقام پر ایسی جوانمردی کی کہ تاریخ پلونا مین یادگار رہیگی۔ فورا گھوڑے کو دریا مین ڈال دیا اور ستر سوار لیکر اس پار آگئے۔ اس اثنا مین روسیون نے گولیان چلائین مگر بیکار۔ اب مجبور ہو کر ذخیرہ فوج کے پانچ ہزار آدمی بلوانے پڑے۔ اب کیا تھا ادھر اپلیٹن پاشا کے سوار ادھر آزاد کی فوج نصرت موج جب تک ذخیرہ فوج آئے تب تک قلع قمع کردیا۔ آزاد پاشا سوچے کہ یہ لوگ اب جان پر کھیل جائینگے۔ لہذا ان کو گولی مارنے کا موقع نہ دو انکے ماتحت افسرون نے منع کیا اور کہا آپ بڑی غلطی کرتے ہین۔ گولا گولی بارود انکے پاس بہت کم ہے اگر تلوار کی لڑائی ہوئی تو جان پر کھیل جانا کون بڑی بات ہے۔ مگر آزاد نے ایک نہ سنی فورا تلوار میان سے نکال اور جھپٹ پڑے۔ اسوقت اتنی تلوارین چمکتی تھین کہ نظر جھپکی جاتی تھی۔ دھوپ کا رنگ ان کی چکاچوند کے مقابل مین ماند پڑ گیا تھا ع

رن کی زمین تو سرخ تھی اور زرد آسمان

یہ مصرع صادق آتا تھا۔

ز خارِیدن کوشِ خارا نشگاف
بز انگندہ سیمرغ در کوہ قاف
ز فریادِ خر چہرۂ و گاؤ دم
علی اللہ برآمد ز روئینہ جسم

ایک ایک آدمی ایک ایک سے گتھ گیا۔ آزاد پاشا پینترے بدل بدل کر تلے ہوے ہاتھ لگاتے تھے اور پرچھیون مین اڑے جاتے تھے ایک ایک نے سَو سَو کے سر اڑائے گویا ایک بار تھا کہ اُس سے سبکدوش کر دیا یہ مصرع یہان پر صادق آتا تھا جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔ ع۔

سر یون برس رہے تھے کہ جیسے جھڑی لگے

ان کی تلوار پیغام اجل تھی جس طرف جھکی آنکھون مین چکا چوندھ آ گیا جس طرف گئی پرے کے پرے صاف کر دیے۔

بس اس کا گھٹا تھا جو دلیرانہ بڑھا تھا
منہ کی وہی کھاتا تھا جو منہ اُسکے چڑھا تھا

کئی روسی جوانون کو آزاد نے نیچا دکھایا مین بچیس سوارون کو ایک ایک ہاتھ مین مقتول کیا۔ کئی افسرون کو تلوار کے گھاٹ اُتارا کئی مردان کاری کو آب خنجر پلایا جس طرف اُنکی شمشیر صحرائی لنگردار چمکی ایک کے دو دو کے چار کیے۔ مگر ایک روسی جوان جھلا کر آگے بڑھا اور طالب پیکار ہوا۔ آزاد شیر نر کی طرح آگے بڑھے اور تلوار چلنے لگی یہ کیفیت قابل دید تھی اسوقت آزاد نے ایسے ایسے فنون سپہ گری دکھائے وہ وہ حملے دلیرانہ کیے کہ باید و شاید۔

دس منٹ تک مقابلہ مساوی رہا اسکے بعد آزاد فرخ نہاد نے چالاکی کا ہاتھ دیا تو خون کے تراٹے بہنے لگے سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ اُنھون نے ایک ہتھ کٹی دی اور اُسکا دست راست کھٹ سے کٹ کے گر پڑا اور ادھر ترک کی فوج مین نعرۂ خوشی بلند ہوا۔ کچھ دیر مین میدان صاف ہو گیا اور آزاد پاشا کے نام فتح لکھی گئی۔ میدان مین فوج کے مقتول ایک سمت ہمیشہ کے لیے میٹھی نیند سو رہے تھے اور دوسری جانب مجروحین کی فریاد اور نالہ و زاری کرب سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے تھے رن کی زمین مین باوصف کثرت فوج سناٹا پڑا تھا۔

بیا ساقی آن آتش تر بسوز
بہ آتشکدہ مغز من بر فروز
بیا ساقی از شادی نوش ناز
کمی شربت آمیز عاشق نواز
بہ تشنہ دہ آن شربت دلفریب
کہ تشنہ ندارد ز شربت شکیب

رن کی زمین مین آزاد پاشا اپنے کمیت طوطی پر کو ادھر اُدھر کدکڑانے لگے۔ فوج کے جوانان روئین تن خوشی کے شادیانے بجانے لگے آزاد پاشا نے قرب و جوار کے گانؤن مین دریافت کیا کہ کوئی عمارت بلند و وسیع بھی یہان ہے یا نہین تو معلوم ہوا کہ روسیون نے کل بڑے بڑے مکانون کو مسمار کر دیا۔ اُنھون نے دو جاسوس روانہ کیے کہ اہل پلونا کی خبر لائین اور اُن کو اطلاع دین کہ اس جنگ مین کامل فتح پائی اور غنیم کو شکست فاش دی۔ میدان مین ہزارون لاشین پڑی تھین۔ ایک ایک پر دو دو۔ تلوار کی لڑائی نے چٹکیون مین جنگ کا فیصلہ کر دیا۔ ایک مقام پر دو زخمی پڑے سسک رہے تھے ایک روسی دوسرا ترک۔ روسی نے گولی کے تین زخم کھائے تھے اور تلوار کی ضرب سے بایان ہاتھ جھول گیا تھا۔ ٹانگین دونون بیکار ہو گئی تھین۔ ترک بھی بہت تڑپ رہا تھا۔ ایک گولی توڑ کے نکل گئی تھی اور تلوار نے ایک ہاتھ اڑا دیا تھا۔ تلوار اب تک داہنے ہاتھ مین تھی وجہ یہ کہ اُس شخص کے پاس اصفہان کے قریب ایک گانؤن کی شمشیر خارا شگاف تھی نہایت جوہردار اور صحرائی مگر عام تلوارون سے زیادہ طول تھا۔ اس لنگر کے سبب سے تلوار جب تک

تول نہین لی جاتی تھی چلانا تا مشکل تھا۔ کلائی پر بڑا زور پڑتا تھا ایک بار اس زور سے اُس نے تلوار چلائی کہ ایک ہی ضرب مین دو روسیون کو کاٹ کر ایک درخت کے تنے پر رکھی اتنے مین اس پر کئی تلوارین پڑین اور بیدم ہو کر گرا تو تیورا گیا۔ مگر تلوار پنجے سے نہین چھٹی ۔ اس شخص نے گیارہ آدمیون کو اسی تیغ خوش غلاف سے قتل کیا تھا۔ جب گرا تو تلوار کا قبضہ ہاتھ مین دھنس گیا۔ ان دونون مین تھوڑا ہی فاصلہ تھا۔ ایک دوسرے کو دیکھ دیکھکر دانت پیستا تھا مگر دونون شخص بے بس۔ روسی نے کہا۔ یا خدا اتنی فرصت دے کہ اس بدبخت کو جو مجھے دیکھ دیکھکر دانت پیستا ہے قتل کر ڈالون ۔ گو ہاتھ اور پاؤن دونون بیکار ہو گئے ہین لیکن اور کچھ نہین تو دانتون سے بوٹیان ہی نوچون اور ترک کہتا تھا کہ ٹھہر جا ٹھہر جا ذرا خون رکے تو اسی شمشیر بران سے گلا کاٹون گا۔ اور جہنم واصل کر دونگا انشاء اللہ۔

روسی۔ دیکھین جنگ کا انجام کیا ہوتا ہے ہائے ہم کسی کام نہ آئے ہم کچھ بھی اعانت نہ کی ۔۔ کاش دس بیس کو مار کر مرتا تو آرزو بر آتی اور سمجھتا کہ مین اپنے وطن کے کام آیا۔ مگر آہ سرد بھر کے چپ

ترک۔ اتنی ڈھارس تو ہوئی کہ مین بیس کو قتل کر کے جان دی اور مرتے دم اپنے ملک کی فتحیابی کا حال سنا بس اس سے زیادہ معراج سپاہی کے لیے اور کیا ہے کہ تلوار کے منہ مرے بڑی بڑی بات یہی ہے کہ دست بگیر و سر شمشیر تیز + اور ہر بن مو سے بزن بزن کی آواز نکلے۔ جب تک گر نہ پڑے دم نہ لے جب تک جان مین جان رہے تلوار ہاتھ سے نہ چھوٹے ۔ مردی اور مردمی اس کے معنی ہین ۔ سمجھا۔

روسی۔ ذرا خون بند ہوا اور کھسکنے تک کی طاقت ہو تو تجھ لڑن

ترک۔ بہشت ہا تو کیا سمجھ لیگا نامرد۔ دیکھ مرتے دم تک تیغ صف شکن ہاتھ مین ہے۔ اور تو ڈھیر پڑا ہے یہ فرق ہے۔

روسی۔ کہان۔ کہان پڑے ہین۔ میدان کارزار مین خیر اب اس بک بک سے کیا واسطہ۔ اب تھوڑی دیر کی زندگی ہے خدا سے دعا مانگنے دو کہ روسی اس جنگ عظیم مین کامیاب اور سرخرو ہون۔ آمین آمین ثم آمین ۔ ع ۔

این دعا از من واز جملہ جہان آمین باد

ترک۔ (تیکھی چتون کر کے) منہ دھو رکھو ۔ تم اس خیال مین مرتے ہو کہ روسی فتح پائینگے اور ہمین یہ خیال ہے کہ ہم کامیاب ہون غرضکہ دونون خوش خوش مرتے ہین جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہوئے ہی گا

روسی۔ خدا ہم کو اور تم کو دونون کو بہشت برین مین جگہ دے اب اسوقت ہم تم کیون لڑین اور کیون دشمنی کرین ۔ سہ

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف است
با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

ترک۔ اب وہ لوگ آگئے۔ آزاد پاشا آتے ہین۔

روسی۔ خوش ہو۔ مگر یاد رکھنا ہماری تمہاری دونون کی تیمارداری ہوگی ۔ ترک سپاہی آدمی ہین اور سپاہی کی قدر سپاہی کرتے ہین بودے آدمی سپاہی کی قدر کیا خاک کرینگے۔

اتنے مین آزاد پاشا نے حکم دیا کہ کل ڈاکٹر اور کمپونڈر بہت عجلت اور مستعدی کے ساتھ مجروحین کی فکر کرین۔ جب اس ترک کے قریب آئے تو اُسنے آہستہ سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب مہربانی کر کے اس روسی کا بھی علاج کرنا ۔ کیونکہ بیچارا اسسکتا ہے

جس طرف نظر جاتی تھی کشتون اور زخمیون کے ڈھیر ہی دکھائی دیتے تھے ۔ کوئی پڑا اسسکتا تھا کوئی روتا تھا کوئی فرط کرب سے گریہ وزاری اور نالہ و فریاد کرتا تھا اور خون کی

ندیان ہر سمت بہ رہی تھین جسطرف دیکھو لاش ہی لاش نظر آتی تھی

آزاد۔ اللہ۔ اللہ۔ زندگی کا مطلق بھروسا نہین ہے۔

کرنل۔ دیکھیے نہ۔ ابھی تک سب کے سب زندہ جیتے جاگتے تھے اور اب یہ کیفیت ہے کہ گویا پیدا ہی نہین ہوئے تھے دنیا مین آئے ہی نہین تھے۔ خدا کی شان ہر گھڑی مین کچھ گھڑی مین کچھ

ہر لحظہ ہر ساعت ہر دم	دگرگون میشود احوال عالم

آزاد۔ یہ جتنے اسوقت یہان پڑے ہین اس قابل ہین کہ انکی قبرین بنوائی جائین۔

یہ گفتگو ہو تی ہی تھی کہ ایک مسافر نے جو اس طرف سے گذرا بیان کیا کہ صوفیا کے راستے مین ترکون سے بڑی جنگ ہوئی جس مین روسیون نے پلونا کے قریب فتح پائی اور اسکا حال یُن بیان کیا قلعہ پلونا کو محصور کر لیا گیا ہے مگر تاہم محفوظ و مامون رہا رشید پاشا کی جرأت و دلیری مین کوئی شک نہین لاتا اگرچہ عساکر معاند و جنود مخالف پاشا کو ہر طرف سے گھیرے تھے بلند آنھون نے اپنی دلیری و بہادری و فطانت و چالاکی سے اپنی لشکر کو دائرہ حفاظت سے نہ خارج ہونے دیا جو صف کہ صوفیا کے راستہ پر واقع تھی وہ قبل اختتام ماہ اکتوبر مین ۱۵ میل تک پھیل گئی۔ ۱۹۔ ماہ اکتوبر کو جبکہ فوج رومانیا اپنے حملہ مین ناکامیاب رہی اسوقت تین گولے پے در پے آن پر نازل ہوئے اور ایک منٹ مین ہر ایک گولے سے تخمیناً تیس ہزار گولیان بر آمد ہوئین۔ یہ امر یقینی تھا کہ اب قلعہ مین مدد نہ پہونچ سکے گی اور اس پر قابض اور متصرف ہونا ایک امر محال اور غیر ممکن تھا یہ مصیبت منجملہ اُن مصائب و مشکلات کے تھی جو مقام پلونا مین واقع ہوئی تھین اور جس سے روسیون کو اس امر کی امید واثق ہوگئی تھی کہ اُن کا حملہ دیوار قلعہ کے حق مین ایک طوفان اور بلا نازل کریگا۔ کمانڈر فوج ترکی نے جب یہ تہلکہ اور آفت دیکھی تو بغرض افتتاح طریق و کشادگی راہ اس صف پر حملہ کیا جو صوفیا کی راہ پر واقع تھی مگر فوج ترکی بوجہ خستگی اور نادانی کے نجات نہ پا سکی اور فوج روس اُن پر غالب و کامیاب ہوئی اور پلونا کے قریب آگئی۔ اور رشید پاشا نے مایوسی اور ناامیدی کی حالت مین اپنی گڑھی مین پناہ لی۔ یہ ضرور ہے کہ اگر رشید پاشا حسب خواہش حصار سے باہر آجاتے تو قصیدہ بجاد لہ شاید مختلف مقدمات سے مرکب ہو جاتا اور یہ امر شاید اس وجہ سے تھا کہ جب پاشا موصوف کی فوج مایوسی سے بیدل ہو گئی تب پاشا کے دل سے کل خیالات حفاظت مقام پلونا کے جاتے رہے لہذا مجبور ہو کر صف دشمن پر بہ امید بہبود حملہ کیا غرضکہ بعد فتحیابی روسی بہت خوش و خندان ہوگئے اور اپنی فوج کی صف بندی پلونا کے قریب کردی اور ایک خندق اُسکے گرد تیار کر کے غنیم کے منتظر رہے۔

شروع نومبر مین بوجہ بے ترتیبی اور بدنظمی کے فوج ترک کو بھاگنے کا عمدہ موقع کافی طور پر ہاتھ آگیا تھا مقام رومانیا مین پانچوان اور اکیسوان دستہ مقام ملبیا مین سنبھل گیا بعد ازان ایک دستہ بسرکردگی جانسن آیا جس نے ۹ نومبر کو ایک پہاڑی پر قائم ہو کر اپنی فوج کی صف بندی کی جس مقام پر کمانڈر موصوف مقیم تھا وہان پر اُسکی فوج شمالی مغربی جانب قائم ہوئی تھی اور تیجان اس پل کے مقابلے پر واقع تھا جو پریشیا کے سامنے ہے اور دریا کے دوسری جانب ایک صف صوفیا کے راستے سے گذر کر شمالی مشرقی جانب قائم تھی اور جو ملک اٹریہ کے مغرب جانب واقع ہے اس پر رومانیا کا چوتھا دستہ قابض و متصرف تھا اور شمالی و مشرقی اضلاع پر دوسرا دستہ قابض تھا صف مذکور ۲۰ میل کے فاصلے تک تھی اور فوج مین تخمیناً بارہ ہزار آدمی تھے۔ اور اسوقت مین رشید پاشا بہت

گھر لئے تھے اور گرتے دھڑتے نہین بن پڑتی تھی اور ایام گرما بھی آگئے مگر کوئی صورت نجات کی نہ ہوئی۔ آزاد پاشا کو اس کلام کا مطلق اختیار نہ تھا یہ کہانی سنکر فوراً حکم دیا کہ اس شخص کو گرفتار کرو سوارون نے فوراً آکر گرفتار کر لیا شب کو کرنل نے سب افسرون کی دعوت کی اور کھانے کے وقت باہم خوش خوش گفتگو ہونے لگی۔

ہیملیٹن۔ آپ کی شمشیر کی چمک کے ہم قائل ہو گئے کیا کاٹ ہے۔

آزاد۔ آپنے اسوقت دیکھا ہو گا کہ وہ جوان رعنا کس ڈانٹ ڈپٹ سے تلوار سونتے جھپٹا تھا۔ اور کس بانکپن سے تلوار تول تول کے لڑتا تھا مگر ہم نے بھی کیسی مستعدی سے جواٹ یا چوٹ بچائی اور چوٹ لگائی یہی صفت ہے۔ سپہ گری کے یہی معنی ہین۔ جوان مونچ۔

کرنل۔ سبحان اللہ ہم تو عش عش کر رہے تھے۔ تلوار کیا پیام اجل ہے۔ پری ہے دلھن ہے۔ واہ ری تلوار ہو ہو ہو۔

گیا کیا چمک دکھائی تھی سر کاٹ کاٹ کے
آتی تھی کیا تون سے زمین پاٹ پاٹ کے
پانی وہ خود پئے ہوے تھی گھاٹ گھاٹ کے
دم اور بڑھ گیا تھا لہو چاٹ چاٹ کے

کیا جانیے ملا تھا مزا کیا زبان کو
کھا جاتی تھی ہما کی طرح استخوان کو

آزاد۔ بس یہی وار تھا کہ سو دو سو آدمیون کو کاٹ کے پھینکدون اور لطف یہ کہ تلوار خود جوش بڑھاتی تھی۔ دلکو حوصلہ دلاتی تھی۔

بولی یہ تیغ دم سر اعدا پہ لوٹتی ہین
برق بکاری گو یہ ٹھہرنے نہ دو گی مین

کرنل۔ اور ایک سوار کی بھی ہم تعریف کرین گے۔ وہ بھی تیغ دھار رہا تھا اسکی شمشیر زنی اور جرأت کے ہم بھی قائل ہین۔

ہیملیٹن۔ مگر مار ڈالا گیا بیچارہ عجب مقام نازک ہے کیا کہون

درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختۂ بر کنار

افوہ۔ ایک تو آبادی کے جنگ مین ہم کسقدر بچے ہین کہ الامان الامان۔ گولی آئی اور سن سے نکل گئی۔ اس پہلو سے معاً دوسری گولی آئی اور سن سے نکل گئی۔ ہنوز سنبھلے نہ تھے کہ تین گولیان تابڑ توڑ آئین اب بچین تو کمان سے بچین مگر خدا کی شان ایک تو آتے ہی آتے ٹھنڈی ہو گئی دوسری گولی سر سے نکل گئی تیسری گولی تو چھوتی ہوئی نکل گئی۔ مگر خدا نے لوہ بچایا۔ ورنہ خدا جانے کیا کیفیت ہوتی۔

اتنے مین ایک دودھ والی دودھ بیچتی ہوئی آئی اُسنے کہا کہ مین خاص پلونا سے آتی ہون۔ وہان کا حال کچھ نہ پوچھو۔ سپہ سالار رات دن نقشہ دیکھا کرتے ہین۔ دن اور رات مین بہت کم سوتے ہین ہر دم دھیر لحظہ یہی فکر رہتی ہے کہ کسی تدبیر سے نکل بھاگین گو اس صورت مین بھی یہ خرابی واقع ہو گی کہ پلونا سا مقام روسیون کے قبضے مین آجائے گا۔ آپ لوگ تو اس طرف کارروائی کر رہے ہین مگر آپ کو یہ خبر ہی نہین کہ پلونا کے شمال کی جانب کیسی جنگ ہو رہی ہے۔ خون کے دریا بہہ گئے تین دن برابر لڑائی رہی۔ بڑے معرکے کی جنگ تھی۔ یہ کہکر عسکری پاشا کا خط ایک کرنل کو دیا اور کہا پلونا کے سپہ سالار نے مجھے بلا کر یہ خط دیا تھا اور کہا تھا کہ جس طرح ممکن ہو فوراً آزاد پاشا کی فوج مین پہنچاؤ اگر اسکا جواب دیجیے گا تو مین پہنچا دونگی خط یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خیر خواہان سلطنت رفیعہ روم کو مژدہ تازہ اور بیحد و بے اندازہ کہ قلعہ پلونا کے شمال مین تین روز تک معرکہ دار و گیر اور میدان رستخیز گرم رہا موسکون کی فوج جرار اور افسران کرار نے خوب داد شجاعت

دی گولی اور تلوار وہ ڈنکی لڑائی مین پالا ہمارے ہی ہاتھ رہا
جب تلوار بجلی دھوپ مین آگئی - جدھر گئی ادھر

اللہ کے غضب کی نشانی دکھا گئی
دریاے قہر حق کی روانی دکھا گئی
جل جل گئے وہ شعلہ فشانی دکھا گئی
کٹ کٹ گئے وہ سیف زبانی دکھا گئی

لب صورت شگاف قلم بند کر دئے
نفرون کے ذو الفقار نے دم بند کر دئے

فوج عدو مین غل مچ گیا کہ تلوار نہین موت کی مان جائی بہن ہی چلی اور جان تن سے نکل گئی قریب آئی اور روح نے پرواز کیا۔

بجلی یون کہ گر گئی سب کی نظر سے برق
رکین کسے رکی ہی کسی کی سپر سے برق

بجلی کہین کسی کے روکے رکی ہی تین دن تک یہی مصیبت رہی گردون کا منہ برس رہا تھا گولیوں کی جھڑی لگی ہوئی تھی تیسرے روز فوج عدو ہٹ گئی اور میدان ہمارے ہاتھ رہا۔ مگر پلونا مین داخل ہونا محال ہی اگر فوج کمکی آئی تو نعم المراد - ورنہ ہم لوگ جان پر کھیل جائینگے اور پلونا مین داخل ہونے کی کوشش بلیغ کرینگے۔

آزاد - شکر ہی - کسی طرف فتح کی تو خبر آئی الحمد اللہ -

کرنل - مگر زیادہ خوشی تب ہوتی جب یہ خبر سنتے کہ عسکری پاشا اپنی سپاہ لیکر پلونا مین داخل ہو گئے -

اب سنیے کہ پلونا کی راہ سے ایک مسافر آتا تھا جسکو سوارون نے گرفتار کر لیا اور آزاد پاشا کے پاس لائے -

آزاد - اس بیچارے کو کیون پھانس لائے - اب کوئی تمہارے مارے سفر نہ کرے اسکا کیا ثبوت ہے کہ یہ جاسوس ہی چھوڑ بھی دو -

سوار - خداوند یہ سب جاسوس ہین اور یہ عورت جو دودھ بیچنے آئی تھی یہ بھی سکھائی پڑھائی تھی - ان کا ہرگز اعتبار نہ کیجیے گا قابل اعتبار نہین ہین -

آزاد - اللہ اکبر - یہ دغا بازی - ایک درویش بن کے آئے کل حال دریافت کر لے گئے - دوسری دودھ والی بنی - اب یہ مسافر بن کے آئے ہین -

سوار - اسکے دونون کان کاٹ لیے جائین تو خوب ہو - اکثر ملکون مین یہ قاعدہ ہے کہ ڈاکوؤن کے کان کاٹ لیتے ہین تاکہ جہان کہین جائے فوراً لوگ پہچان لین کہ ڈاکو ہی -

آزاد - چہ خوش - تو وہ ڈاکوؤن کے بھی کان کاٹتے مین -

اس مسافر کی تحقیقات کی گئی اور سوالات ہونے لگے -

سوال - تم کس ملک کے باشندے ہو - اور یہان کیون آئے ہو

جواب - ہم جرمن کے باشندے ہین - یہان علم جیالوجی کی تحقیقات کے لیے آئے ہین ہم کو اسکا بہت بڑا شوق ہی -

سوال - جنگ کے زمانے مین یہان آنا کیا ضرور تھا -

جواب - ہم کو جنگ اور صلح سے کیا واسطہ طالب علم آدمی ہین -

سوال - سنسکرت زبان سے کچھ واقف ہو یا نہین جانتے

جواب - بخوبی تمام واقف ہین - برسون سنسکرت پڑھی ہمارے ملک کا ایک ایک بچہ انگریزی خوان ہی -

سوال - جنگ کا کیا حال ہی - پلونا کی طرف سے آئے ہو نہ -

جواب - پلونا کے شمال مین ایک جنگ ہوئی تھی جسمین ترکون نے فتح پائی - تین چار روز تک لڑائی رہی روسی بھی دل کھولکر لڑے اور ترک بھی آخر کار روسیون نے غنیم کو پیٹھ دکھائی اور شکست فاش پائی -

سوال - اب ترکون کا وہ لشکر کہان ہی جو فتحیاب ہوا تھا

جواب - پلونا سے دو کوس کے فاصلے پر گر آئے نہ بڑھے پائے

روسیون نے گو شکست پائی مگر ترک اس سبب سے آگے نہ بڑھ سکے کہ روسیون کے کئی ہزار آدمی پلونا کے قریب لین باندھے بہت مستعدی اور مضبوطی سے کھڑے تھے۔ آپ لوگ اگر انکو مردود ین تو سبحان اللہ۔

آزاد پاشا اس قسم کی تحقیقات مین بالکل ناآزمودہ کار تھے اینڈے بینڈے سوالات کیے جن سے کوئی مطلب نکلا پھر الیٹن پاشا نے سوالات کیے تو مسافر گرگ بڑا گیا بغلین جھانکنے لگا۔ اُنھون نے ہر سوال کے جواب مین اُسکو جھپا دیا اور آخرکار کامل ثبوت بہم پہونچا یا کہ یہ شخص جاسوس ہے وہ ذات شریف گرفتار کیے گئے اور سخت ذلیل ہوئے۔

اتنے مین کیا دیکھتے ہین کہ سامنے آدھ کوس کے فاصلے پر لشکر عظیم مثل طوفان آب موجزن ہے دوربینون کے ذریعے سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ترکی فوج مدد کے لیے آتی ہے۔ کل اہل لشکر نے نعرۂ خوشی بلند کیا اور اکثرون نے ٹوپیان اُچھالدین دم کے دم مین سپاہ آن پہونچی یہ لشکر بسرکردگی ریاض پاشا حسب الحکم سلطانی روانہ کیا گیا تھا۔ اس مین سترہ ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اور چالیس توپین تھین مگر جوان سب تو خیز اور کرارے اور تیزدر افسر سب جری اور تجربہ کار افسر اعلی یعنی ریاض پاشا جنگ کریمیہ مین شریک ہو چکے تھے فرانس اور جرمن کی لڑائی دیکھے ہوئے تھے اور معاملات حرب خوب سمجھتے تھے آزاد پاشا ریاض پاشا اور سب افسرون نے باہم مصافحہ کیا اور آخری جنگ کا حال بیان کرکے کہا کہ اب انشاء اللہ۔ کل اور بھی کارنمایان کیا جائیگا اور ایسا کارنمایان ہوگا کہ یادگار ہوگا۔

سانحۂ جگر دوز

بمبئی کی پریچہرہ بیگم جو حسن آرا کی بہنون مین تھین ہر صفت آراستہ

سے مزین ہو کر بناؤ چناؤ کے ساتھ نازک پلنگڑی پر متمکن ہوئین اور شبو مہری سے ادھر ادھر کی باتین کرنے لگین۔ یہ وہی بیگم صاحب ہین جن کے ہان آزاد فرخ نہاد فروکش تھے۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ یہ شوخ چنچل آزاد سے محبت رکھتی تھی اور محبت کی وجہ یہی تھی کہ آزاد پر حسن آرا بیگم جان دیتی تھین اور حسن آرا انکی خالہ زاد بہن تھین۔ خیر بیگم صاحب نے شبو سے کہا پرسون سپہر آرا بیگم کی شادی تھی۔ مرزا ہمایون فر بہادر کی تصویر ہمارے پاس بھی بھیجی ہے وہ صندوقچی تو اٹھا لاؤ جسپر سنہرہ غلاف ہے شبو جان جستی و چالاکی کے ساتھ گئین۔ اور صندوق لائین۔

بیگم۔ اے ہے۔ کیسی کور تو ندھی آتی ہے۔ تم کو دن تو ندھی آتی ہے صندوق کا پتہ دیا کچھ لائین کچھ۔ واہ۔ لے وہ صندوقچی لاؤ۔ جس پر سنہرہ غلاف ہے۔

شبو جان۔ (تھو تھو کرکے) حضور اس بیماری کا نام زبان پر نہ لایا کیجیے اسکے نام سے ڈر معلوم ہوتا ہے ایک دن کوئی سات بجے ہونگے بڑے آغا صاحب کی سرکار مین نوکر تھی گھنٹا بیگ کی گڑھیا کی طرف سے آتی تھی راہ مین ایک آدمی نے کہا کون جاتا ہے۔ میان خدارا ہم کو ذری راستہ بتا دو۔ مین سمجھی کہ مجھکو میان بنایا اور راستہ بتانے کو کہتا ہے۔ کوئی اندھا ہے مین نے کہا میان آنکھون سے سوجھتا نہین تو رات کو نکلے کیون تھے کہا آنکھون سے تو سوجھتا ہے مگر رات کو نظر نہین آتا۔ پوچھا کہان جاؤگے کہا کاظمین کی طرف مین بھی کاظمین ہی مین رہتی تھی۔ مین نے کہا چلو اچھا ساتھ ہوا چلتے چلتے ایک گلی مین کھڑا ہو گیا اور اندھیاری رات نہ آدمی نہ آدم زاد بس ایک مین اور دوسرے وہ باقی خیر صلاح

بیگم۔ اور وقت کیا تھا کوئی آدھی رات ہوگی۔

شبو۔ نا بیوی۔ آدھی رات کہا۔ اے کوئی سات ساڑھے سات بجے

ہونگے بس یہ سمجھیے کہ آٹھ کا عمل ہوگا اور اندھیاری۔
بیگم۔ اور گلی کا واسطہ۔ کیا گر پڑا کیا ہوا کیا واں۔
شبو۔ مین نے کہا یہان کیون ٹھٹکے ابھی کاظمین ذری دور ہی
ہے بس سرکار اتنا کہنا تھا کہ جھپٹ کے میرے دونون ہاتھ پکڑ لیے
بیگم۔ واہ ہی۔ تو کیا اندھا بنا ہوا تھا کوئی۔ کیا دنیا ہی۔ پھر کچھ
دست درازی کی۔ کوئی چور چکار تھا کیا۔
شبو۔ سنتی جائیے۔ ہاتھ پکڑ لیے تو مین دھک سے رہ گئی۔
بیگم۔ بات ہی ایسی تھی۔ غیر مرد۔ اندھیری رات اور گلی کا
واسطہ طبیعت کیونکر ٹھکانے رہے بھلا ہم کو تو غش آجاتا۔
شبو۔ ہان حضور پھر ہم لوگ تو بازار کے جانے والے۔ گلی
کوچون کے پھرنے والے۔ جو ڈرین تو حضور کی تابعداری کیون کرین
بس سرکار اُس نے جو میرے دونون ہاتھ پکڑے تو مین بہت
ڈری۔ جھٹکا دیا مگر ہاتھ کیونکر چھوٹے مرد پھر مرد ہی اور عورت
لاکھ ہو پھر عورت ہی ہی تب تو مین نے غل مچا کر کہا۔ ہاتھ چھوڑ موے
تجھ پر خدا کی مار اللہ کرے تیری کھٹیا بچھاتی ہوئی دیکھون۔
لوگو دوڑو چور ہی۔ اُس نے ایک ہاتھ سے میرے دونون ہاتھ پکڑ لیے
اور دو انگوٹھیان نکال لین چھلے پر ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ ایک آدمی
آن پڑا اُن کو دیکھکر چور بھاگا اب مین للکارتی ہون کہ لینا لینا
چور ہی چور ہی۔ وہ میری صورت دیکھتا ہی کہتی جاتی ہون چور ہی
وہ سامنے جاتا ہی اور میرا منہ دیکھتا ہی مین جلی ہوئی تو تھی ہی
ایک دوہتڑ منہ پر لگایا۔ اتنے مین دس پانچ آدمی جمع ہو گئے
اور سب نے اسکو قائل معقول کیا کہ مردوا بنا ہی اور ایسا بودا۔
کہنے لگا۔ واہ صاحب ہمین کیا پڑی تھی۔ کہ کسی کے پھٹے مین پاؤن
ڈالین۔ تو حضور اس بیماری کے نام سے میرے بدن کے رونگٹے
کھڑے ہوتے ہین۔

بیگم۔ آج بائین آنکھ صبح سے پھڑکتی ہی۔ کوئی خوشخبری ضرور
سنونگی پار سال بائین آنکھ پھڑکی تو آزاد آئے اب کی برس دیکھین
کیا خوشی ہوتی ہی سپہر آرا کے بیاہ کا خط آتا ہوگا کہ اتنا جہیز دیا اور
اسقدر مہر ہوا۔ اے ہان خوب یاد آیا وہ صندوقچی اٹھا لاؤ۔
شبو جا کے وہی صندوقچی اٹھا لائی جس مین تصویرین تھین
بیگم صاحب نے کھولی اور کہا دیکھو ہمایون فر کی یہ تصویر ہے
کیا جوان ہی۔
شبو۔ ماشاء اللہ سے کلے ٹھلے کے گبھرو ہین۔ ای یہ تو ہمارے
شہر کے شہزادے ہین۔ واہ مین کیا جانتی نہین ہون۔ وہ دن
سے بمبئی مین رہی تو کیا ہوا۔ کیا ان کو دیکھا نہین ہی۔ خورشید لقا بیگم
کے بھائی ہین۔
بیگم۔ ہان۔ یہ لقا چھوٹی بہن ہی اور خورشید لقا بڑی بہن کا نام ہی
شبو۔ مین خورشید لقا بیگم کے ہان نوکر رہ چکی ہون۔ مین تو نہین
نوکر تھی اماں نوکر تھین مگر اُن کے میاں کا ایسا اچھا مزاج تھا
کہ مین کیا عرض کرون ذرا کسی عورت کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہین
دیکھتے تھے۔ بڑے سیدھے بیچارے اور لوگون کی طرح نہین تھے
بعض مردوے بڑے ایک ہوتے ہین۔ ایک دن لکھنؤ مین
لالہ ہر بخش کی دوکان پر سے مین چکنی ڈلی خریدے لیے آتی تھی
تو ایک شخص یہ شعر گانے لگا۔

حجاب آگئے آنکھین کیونکر شبنم کے ڈوپٹے مین
کسی کی آنکھ پڑتی تھی نہ حیدر بھا بجا پہلے

مین مسکرا دی تو دوکان پر بڑا قہقہہ پڑا۔
بیگم۔ اور تم سے مسکرایا کیونکر گیا۔ بڑی ڈھیٹ ہو۔
شبو۔ اے تو وہان کوئی غیر تھوڑا ہی تھا لالہ روز کا آنے والا
دوسرے تیسرے سرکار مین آتا تھا اور منے میان سے جان پہچان

بھائی سے جان پہچان۔ ایک اور لالہ بیٹھے تھے اُنکا سن کوئی اسّی برس کا تھا۔

بیگم۔ اب کی چاند ہو تو ہم بھی جائیں۔ بہنے دو مہینے چہل پہل ہنسی دل لگی رہیگی۔ کئی برس یہاں رہے۔ اب جی نہیں لگتا۔

شبو۔ ہمارے سرکار کا بھی تو قصد ہے۔ کل تو باتیں کرتے تھے کہ ضرور ضرور جائینگے اور دو چار مہینے رہینگے۔ ایک دو دن نہیں۔

بیگم۔ دو مہینے کے لیے جاتے ہیں۔ رہتے تو اسی تقریب بھر مگر صاحب نے کہا کہ یہاں نمائشگاہ ہو گی۔ آپ کو بندوبست کرنا پڑے گا۔ اب صاحب کا کہنا کیونکر نہ مانیں اور سب سے بڑے صاحب ٹھہرے۔

شبو۔ ہاں پھر یہ تو ہے ہی۔ مگر حضور جو لطف اب ہوتا وہ کہاں ہوگا اور یوں تو جب جائیں تب لطف ہے حسن آرا بیگم کا مزاج چھوٹی بہن سے اچھا ہے وہ ذری ذری تیز ہیں۔

بیگم۔ دونوں کا مزاج اچھا ہے حسن آرا بیگم ذرا خلیق ہیں اور سپہر آرا کے مزاج میں تیزی ہے بس اتنا فرق ہے۔ مگر دونوں بہنیں پڑھی لکھی خواندہ۔ شہر میں اُن کی سی ایک تو ہو گی نہیں۔

شبو۔ اس میں کیا شک ہے حضور۔ تو اب چاند کو کتنے دن ہیں آج کو تھی ہے۔ ہو گی کوئی ساتویں۔

بیگم۔ آج پانچویں ہے۔ جمعرات کو چاند ہوا تھا نہ اور بیس سے نمائشگاہ شروع ہو گی۔ کوئی چار دن رہے گی۔ بڑی بڑی دور سے صاحب لوگ آئینگے اور بڑی دھوم ہو گی۔

شبو۔ بھلا ہم لوگ بھی جانے پائینگے یا نہیں کیا ہرج کیا ہے ہم تو مرزا صاحب سے کہیں گے کہ سرکار ہم کو بھی لے چلیں۔

بیگم۔ ضرور۔ ہزار کام چھوڑ کر تم نہ جاؤ گی تو پھر کون جائیگا۔

شبو نے کہا کیوں بیگم صاحب یہ تو اُن کی بات ہے کہ حسن آرا بیگم نے آزاد ایک اجنبی کو قسطنطنیہ بھیجدیا اور کہا کہ اگر تم لڑائی سر کر کے آؤ تو ہم تمہارے ساتھ شادی کریں یہ بات آج تک کبھی ہوئی نہ تھی کسی شریف کی بہو بیٹی سے ایسی بات کاہے کو ہوئی ہوگی۔

بیگم۔ تم سمجھیں نہیں۔ پہلے پہل چوٹ کھائی تھی نہ۔

شبو۔ وہ لاکھ چوٹ کھائی مگر ہم شریفوں میں اور اُن میں کچھ فرق بھی ہے یا نہیں۔ اور ہمیں بہت تعجب ہے کہ بڑی بیگم صاحب نے کیسے جائز رکھا اُن کو بھی بُرا نہ معلوم ہوا۔

بیگم۔ جس طرح ہم یہاں رہتے ہیں اس طرح بھلا شہر میں رہ سکتے ہیں یا جس طرح مہاراجہ کی عورتیں گھوڑے پر سوار ہوتی ہیں اس طرح ہماری طرف کسی عورت کو دیکھو گی یہ فقط رسم اور رواج کی بات ہے۔

شبو۔ آپ کی بڑی انتظاری کرینگے کیسے سب منتظر ہونگے۔

بیگم۔ حسرت دید ہمیں بھی مارے ڈالتی ہے۔ جس دن آزاد یہاں سے گئے ہیں کیا کہوں کہ میرا کیا حال تھا۔ اُف کچھ نہ پوچھو لاکھ لاکھ ضبط کیا مگر جب دل سے لگی ہو تو پھر ضبط نہیں ہو سکتا دل بھر آیا اور اشک جاری ہوئے اور بھید ایک ایک پر کھل گیا اُن کے رخصت ہونے کے وقت دل ہی دل میں گو غت کھایا کی۔ اُف تک نہ کی چپ لب بند۔ مگر آنکھیں پُر نم ہونے لگیں۔ اللہ کرے جس طرح اُنھوں نے پیٹھ دکھائی تھی اسی طرح منہ بھی دکھائیں اُن کا خیال بھی مارے رنج فرقت کے بے طور تھا مگر مجبوری اور ان کے ساتھ ایک ہونا ہوتا تھا۔ تو بھی۔ ای ہے میں کیا کہوں کتنا ہنساتا تھا ہنساتا تھا کہ پیٹ میں بل پڑ پڑ جاتے تھے اور ہنستے ہنستے لوٹنے لگتی تھی مگر جتنا ہنسی تھی اتنا ہی رخصت کے وقت روئی۔ ساری کسر نکل گئی۔

شغل گریہ مدام تھا مجھکو | آہ و زاری سے کام تھا مجھکو

جب سے گئے کوئی خط بھی نہ بھیجا، بڑے بے مروت نکلے

جب سے گیو موری سُدھ ہی نہ لینی کیسو کٹھن کٹھور کیسو کٹھن کٹھور

جب سے گیو موری سُدھ ہی نہ لینی کیسو کٹھن کٹھور۔

شبو۔ صدقے۔ اس گلے کے صدقے۔ اللہ جانتا ہے کیا آواز پائی ہے

بیگم۔ چپ چپ (دانتون کے تلے اُنگلی دباکر) چپ کہین سُن نہ لین ہم نے تو اُنکے سامنے کبھی نہین گایا۔

شبو۔ تو سرکار یہان ہین کہان وہ تو باہر شطرنج کھیل رہے ہین۔

بیگم۔ دیوار گوش دارد و فہمیدہ لب بجنبان۔ دیوار کے بھی کان ہین ہم نے جیسے میان پائے ہین ویسے چراغ لیکے بھی ڈھونڈھو تو نہ لین پھر ہم اُن کی تابعداری دل و جان سے کیون نہ کرین وہ اور ہوتی ہین جو ستری سوائیون سے نباہ کرتی ہین وہ کون ہوتی ہین جو بدمزاج میان کے ساتھ مل جل کے رہتی ہین۔ مکان کے پڑوس ایک بزاز رہتا تھا نام سب کا ہندو وہ ایک ہی کنجوس تھا چمڑی جلے مگر دمڑی نہ جائے کھانا تک تول تول کر دیتا تھا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ ذراسی بات ہوئی اور پیٹنے لگا۔ قصائی۔ گر اسکی جورو۔ واہ ری نیکبخت۔ ایسی عورت بھی نہین دیکھی روز مار سہتی تھی گالیان کھاتی تھی پٹتی تھی۔ لیکن کبھی اُف تک نہ کرتی تھی۔ مین اس بیچاری پر بڑا ترس کھاتی تھی۔

شبو۔ حضور ہماری آنکھون کی دیکھی یہ بات ہے کہ ایک قلعی گر کی جورو کو اُسکا میان بس یہ کیفیت تھی کہ اُٹھتے جوتی اور بیٹھتے لات اوپر کیون دیکھا نیچے کیون دیکھا۔ سیدھی کیون چلی۔ ٹیڑھی کیون چلی۔ یا میرے اللہ اور وہ اسقدر کی قبول صورت تھی کہ کئی رئیسون نے پیغام بھیجے مگر وہ میان کو چھوڑکے نہ گئی نہ گئی یہانتک کہ اُس کمبخت نے دوسری شادی بھی کی مگر وہ وفادار ہی رہی۔

یہ باتین ہوتی ہی تھین کہ زمین باہر سے کئی خط لائی بیگم صاحب نے کہا کیا ڈاک پر آئے ہین زمین بولی ہان حضور۔ پوچھا پڑھے نہین کہا پڑھے کون۔ سرکار تو چھوٹے میان کے ہان چلے گئے شطرنج بچھی ہے اور سب کے سب جمع ہین۔ محلہ بھر۔ بیگم صاحب نے تنک کر کہا جاکے ابھی ابھی بلا لاؤ۔ کہو اس شطرنج کو آگ لگے جب دیکھو شطرنج ہی کا شغل رہتا ہے کھانا پینا اسکی بدولت چھوٹ گیا موئی بڑی لت ہے۔ توبہ توبہ۔ جاکے کہو ابھی ابھی بلایا ہے۔ سب کے سامنے کہنا کہ بیگم صاحب خفا ہو رہی ہین کہتی ہین کہ خط تو پڑھ جاؤ۔ زمین چھوٹے میان کے ہان گئی اور کل حاضرین کے روبرو کہا حضور بیگم صاحب اسوقت بہت خفا ہین ابھی ابھی بسدم بلایا ہے شطرنج کو چھوڑیے کئی خط آئے ہین چل کے پڑھ دیجیے۔ مرزا صاحب کے احباب نے قہقہہ لگایا ایک نے کہا جائیے جائیے بسم اللہ۔ اب ایسا نہو کہ بیگم صاحب خود چلی آئین۔ دوسرا بولا کیا نادری حکم ہے۔ تیسرے نے کہا گئے اور پٹے۔ بس بیٹھے اب نہین آتے اور واقعی سچ کہتی ہین۔ اسکے کیا معنی دن رات شطرنج۔ سوتے جاگتے اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے شطرنج ہی شطرنج خواب مین بھی شطرنج ہی سوجھتی ہوگی۔ جاؤ تو بچہ دیکھو کیسی بے بھاؤ کی پڑتی ہین کہ عمر بھر یاد کرو۔ چوتھے نے کہا۔ بھائی جان گربہ کشتن روز اول۔ مرزا صاحب نے کہا تم کہا کرو۔ ہم تو جائینگے اور ضرور جائینگے نہ جانا کیا معنی یہ کہکر مرزا صاحب چلے مگر دعا کر گئے کہ بازی بدستور قائم رہے مین ابھی آتا ہون گھر مین گئے تو دیکھا بیگم صاحب ناک بھون چڑھائے ہوئے بیٹھی ہین۔

مرزا صاحب۔ افوہ۔ اس وقت تو بہت ہی بگڑی ہوئی بیٹھی ہین۔ خدا خیر کرے۔ بیگم صاحب (مسکرا کر) بیگم صاحب یا آپکے مزاج ہی نہین ملتے یا خدا۔

بیگم۔ یہ دل لگیاں ہم کو نہیں بھاتیں۔ شطرنج نہوئی وہ ہوگئی خط آئے انکا پڑھنا تک محال ہی۔ ڈاکیے کو حکم دیا کہ جاؤ ڈیوڑھی پر خط پہونچا دو۔ واہ واہ اب تک یہان جاؤ تھا اب چھوٹے میان کے ہان۔

مرزا صاحب۔ خط لاؤ دیکھیں کس کس کا خط آیا ہے اخاہ۔ ایکدم سے اپنے خدا کچھ ٹھکانا ہی۔ ایک دو نہین۔ دس بارہ۔

سب سے پہلے حسن آرا کا خط نظر سے گذرا۔ لفافہ دیکھتے ہی لہا حسن آرا کا خط ہی۔ کھولا پڑھا اور بیگم صاحب کو سنایا عبارت درج ذیل ہی۔

باجی جان بندگی۔ مرزا ہمایون فر بہادر کی تصویر پہونچی ہوگی خوش تو ہوئی ہوگی کہ سپہر آرا کا دولھا ایسا خوشرو اور وضعدار جوان ہی۔ اس شہزادے سے تمام دنیا کے لوگ خوش ہین لیاقت کا یہ عالم کہ شاعر یہ انشا یہ منطق علم ادب عربی فارسی انگریزی سب مین طاق عالی خاندانی کا حال کتنا بیکار ہی۔ کون نہین جانتا کہ شہزادے ہین بادشاہ جہان پناہ کی اولاد سعادتمند معقول پسند۔ باوضع منکسر حسین پابند صوم و صلواۃ اور حسن تو خدا نے ایسا دیا ہی کہ لاکھ دو لاکھ مین انتخاب اماں جان نے بڑی منتین مانی تھین کہ دونون لڑکیان اچھے گھر جائین۔ ایک تو ٹھکانے لگی دوسری کا خدا حافظ ہے۔

اسقدر پڑھکر مرزا صاحب بے اختیار ہنس پڑے اور بیگم صاحب بھی خوب کھلکھلائین واقعی فقرہ ہی ایسا تھا اپنی طرف اشارہ کرکے یہ کہا کہ ایک تو ٹھکانے لگی دوسری کا خدا حافظ ہی خواہ مخواہ ہنسا دیا۔

مرزا صاحب۔ اور یہ خبر ہی نہین ہی کہ دوسری اُس سے اچھے ٹھکانے لگے گی۔ آزاد سا مشہور آدمی ملیگا جسکے نام سے ساری دنیا واقف ہے۔

بیگم۔ کیا معلوم کیا ہوگا۔ انسان تو سب کچھ سوچتا ہی۔ مگر جب ویسا ہو بھی ویسا ہوتا کہان ہی۔ جب آزاد آئین تب کی بات ہے۔

مرزا صاحب۔ اب تو خنگی دور ہو گئی حضور کی ہمتو پوچھتے ہین مزاج شریف آپ ناک بھون چڑھائے بیٹھی ہین واہ۔ انصاف۔

بیگم۔ اچھا اب ختم کرو۔ خط تو ختم کرو کہین جلدی سے۔

مرزا صاحب نے بقیہ خط سنایا۔ اسوقت جانی بیگم اور نظیر بیگم اور روح افزا بہن۔ بہار النسا بہن۔ جہان آرا بہن گیتی آرا۔ نوابجان امراؤ جان عمدہ خانم سب یہان ہی ہین اور جانی بیگم سے چہل ہو رہی ہی۔ تم کو سب یاد کرتی ہین مگر تم نے آنے کی قسم ہی کھائی ہی۔ اماں جان نے جب دولھا بھائی کا خط سنا تو بہت جھلائین کہ ہین سپہر آرا کی شادی ہو اور دور دور سے مہمان آئین غیر غیر شریک ہون اور بہنین نہ شریک ہون اور سنو وہ کہتی ہین کہ نواب دولھا تو ایسے نہین ہین یہ ساری کارستانی اس چھوکری ہی کی ہی۔ وہ تمہین کو الزام دیتی ہین اب اسکا کیا علاج ہی تار بھیجا تھا پہونچا ہوگا۔ اماں جان نے حکم دیا کہ اسی دم تار پر خبر دو کہ ضرور بالضرور آؤ۔ مگر اب آنا معلوم۔ سپہر آرا کہتی ہین کہ واہ باجی بس دیکھ لیا۔ ایسی ہی بہنین ہوتی ہین بہت کہا کرتی تھین کہ ہم کو سپہر آرا کا بڑا پیار ہی سب بہنون مین انہین کی سب سے زیادہ محبت ہی مگر جاؤ۔ اب قلعی کھل گئی زبانی داخلہ تھا بہار النسا بہن تم سے بہت خفا ہین۔ کہتی ہین اب دیکھئے کب ملنا ہو یہ بہانہ تھا غرضکہ تمھارے نہ آنے سے یہان سبکو رنج ہوا اور رنج ہوا ہی چاہیے

دولھا بھائی بندگی۔ واہ واہ وعدے کے کتنے سچے ہین آپ اور چلتے وقت قسمین کھا گئے تھے کہ ضرور آؤنگا (حسن آرا)

بیگم۔ بندگی۔ دیکھا وہی بات ہوئی نہ۔ سب کی شکایت رہی

مرزا صاحب۔ تو اب اس مین ہمارا کون قصور ہی ہم اسکو کیا کرین بتاؤ صاحب گورنر نے روک لیا۔ اتنے بڑے حاکم کا کہا۔ کوئی ٹالتا ہی ہمارا کیا قصور ہے۔

بیگم۔ ہان! سچ ہی اور جو ابھی تمھاری بہن کے ہان شادی ہوتی تو ہم دیکھتے کیونکر نہ جاتے۔ تمکو سسرالون کی ذرا الفت نہین۔

مرزا صاحب۔ این! سبحان اللہ۔ ہم تو اپنے خاندان مین بدنام ہین کہ سسرال والون کے ہاتھ بک گئے۔ چہ خوش۔ اُدھر وہ طعنے دین۔ ادھر تم طعنے دو۔ بیچ مین ہم آگو نہین۔ ماشاء اللہ۔

بیگم۔ اچھا اس خط کا جواب تو بھیج دو۔ ذرا نرمی سے لکھنا۔

مرزا صاحب نے کہا اب اسوقت تو ہم جاتے ہین۔ اللہ جانتا ہے بازی چھوڑ کے دوڑا آیا ہون۔ اب کل لکھونگا۔ یہ کہکر مرزا صاحب تشریف لے گئے تو شام کو گھر آئے بیگم صاحب نے گلوریان بنا کر کھلائین تختون پر فرش تکلف بچھا تھا میان بیوی بیٹھے میٹھی میٹھی باتین کر رہے تھے کہ خدمتگار نے باہر سے مہری کو آواز دی اور کہا تار آیا ہے لے جاؤ۔ مرزا صاحب نے کہا یا خدا ایک تار ابھی دس ہی دن ہوئے آچکا ایک اب آج یہ کیا آیا ہے۔ مہری تار لائی اُنھون نے کھولا اور پڑھا تو۔ (ارے!) کہکر رونے لگے بیگم صاحب نے کہا ہے ہے یا میرے اللہ خیر کیجیو۔ ارے کیا ہوا کیا (رو رو کر) کچھ کہو تو۔ مرزا صاحب کا رنگ فق ہو گیا۔ چہرے پر زردی چھا گئی آنکھون سے آنسو برابر جاری تھے بیگم صاحب نے سر پیٹنا شروع کیا سمجھ گئین کہ کچھ دال مین کالا کالا ضرور ہے گریہ وزاری بوجہ نہین شاذ نک ہوا کہ بڑی بیگم کے ہان سے تار آیا ہے اور بے خبر سمجھتے ہوئے زار زار رونے لگین۔

آخرکار مرزا صاحب نے ہمایون فر کے سانحہ کا حال بتایا تو بیگم صاحب آٹھ آٹھ آنسو روئین۔

ثریا بیگم کی شادی اور پریزادون کا جھمگٹ

بیا ساقی آن بادہ بردار زود — کہ بے بادہ شادی نباید نمود
مغنی کجائی بزن بربطے — بیا ساقیا پر کن از مے بطے
کہ باہم نشینم و عیشے کنیم — دمے خوش برآریم و عیشے کنیم

معشوق سیمبر پری پیکر ثریا بیگم کے ہان دھوم دھام چوکڑی مچی ہوئی تھی پریون کا جھرمٹ کمسن مہوشون کے جمگھٹے۔ آپس کی چہل اور ہنسی سے لطف صحبت دوبالا تھا۔ جتنی خواتین مہمانی کے لیے آئی تھین سب حسین و مہ جبین۔ سب گلپوش۔ آفت جان عدوے صبر و ہوش اور ثریا بیگم کا جوبن ان سب پر فوق لے گیا تھا۔ ایک تو وہ نہین یوسف جمال زہرہ تمثال تھی اسپر نکھار اور سنگھار نے اور بھی طرہ کیا۔ ع کہ خود داہرو بودے وگر آراستی خود را۔

لب او چہ لب شور بازار ہا — در و قند و شکر بخروار ہا
سمن را تماشا در آغوش او — تماشا کہ گل بنا گوش او

کئی نوخیز بیگمات عصمت سمات مزے کی گفتگو کر رہی تھین کہ مغلانی نے آن کر کہا حضور رام نگر سے اصغر میان کی بیوی آئی ہین ابھی ابھی بہلی سے اتری ہین بڑی حضور سے باتین کر رہی ہین جانی بیگم نے پوچھا کون آئی ہین۔ اصغر میان کون ہین کوئی دیہاتی بھائی ہین اس پر حشمت بہو بولین از برائے خدا خاموش رہو بہن (وہ دیہاتی نہین اس سے بھی بدتر سہی اب تو ہماری مہمان ہین آسمان جاہ نے کہا ہان ہان تمیز سے بات کیا کرو۔ مگر وہ جو آئی ہین انکا نام کیا ثریا بیگم نے آہستہ سے کہا۔ (فیضن) اسپر دو تین شوخ بیگمون نے مسکرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

حشمت بہو۔ واہ کیا پیارا نام ہے فیضن۔ کوئی میراثن ہے کیا؟

ثریا بیگم۔ تم آج لڑو اؤ گی خود را نصیحت و دیگر یرا نصیحت جانی بیگم کو تو سمجھاتی تھین اور خود یہ کیفیت ہے۔ ارے واہ وا دا۔

آسمان جاہ۔ دیہات کے تو یہی نام ہین۔ وہان بیگم اور خانم سے نفرت ہے۔ عمدہ۔ محمدی۔ زینت یہ نام ہوتے ہین

ثریا بیگم۔ عمدہ ان کی ساس کا نام ہے۔ یہ جو آئی ہین انکی ساس کا نام عمدہ ہے بڑی خوش مزاج عورت ہے کسی کے لینے مین نہ کسی کے دینے مین یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ بی فیضن تشریف لائین اور مسکرا کر کہا

مبارک ہو جتنی بیٹھی تھین سب زیر لب مسکرائین فیضن کی وضع ہی سے دیہاتی پن برستا تھا۔ ان کی بہن کا نام کریم انسا تھا ثریا بیگم نے ان سے آہستہ آہستہ باتین کین فیضن نے پوچھا بہن آج ہی برات آئیگی نہ اور کون کون رسم ہوئی۔ ہم تو پہلے ہی آتے مگر ہمارے دیور کی طبیعت اچھی نہ تھی اس سے ذری دیر ہو گئی آسمان جاہ ان کی طرف مخاطب ہوئین پوچھا بہن تمھارا نام کیا ہے کہا فیضن۔ پوچھا تمھارے میان کا نام۔ اس پر کچھ بیگمین ہنس پڑین اور کچھ مسکرائین فیضن نے مسکرا کر کہا ہمارے قصبے مین میان کا نام نہین لیتے تم اپنے میان کا نام بتاؤ۔ آسمان جاہ نے تڑسے کہا کہ اصغر میان اس پر وہ فرمایشی قہقہہ پڑا کہ بڑی دور تک آواز گئی اور کئی منٹ تک ہنسی رہی فیضن قصبات کی عورت یہ فقرہ سنکر دنگ ہو گئی اور دل ہی دل مین سوچنے لگی کہ اس شہر کی عورتین بڑی بے حیا اور ڈھیٹ ہین مان سے ہم عہدہ برآ ہو سکینگے حشمت بہو نے آسمان جاہ کے آہستہ سے چٹکی لی فیضن اب تک تو بے تکلفی کے ساتھ باتین کرتی تھین اب ذرا ذبک کے بیٹھین

امراؤ خانم۔ تو اصغر میان بی فیضن کے میان ہین یا تمھارے میان ہین۔ آسمان جاہ۔ یہ عجیب بات ہے اسکا فیصلہ تو ہو جائے

آسمان جاہ۔ اے ہے تو اتنا بھی نہ سمجھین بہن پہلے ان کے ساتھ نکاح ہوا۔ مگر انھون نے دیہاتی پنے کی باتین لین تو اصغر میان کو فکر ہوئی کہ کسی شہر والی کو بیاہین۔ باتین ہوئین ہم نے منظور کر لیا اب انکے دو محل ہین ایک تو یہ بی فیضن جان صاحب دوسری ہم پھر قہقہے پر قہقہہ پڑا فیضن کے مارے شرم کے پانی پانی ہو گئین اب اسقدر جرأت بھی نہ تھی کہ زبان کھول سکین۔ جب بالکل خاموش۔ ثریا بیگم دل ہی دل مین ہنستی تھی۔ جانی بیگم نے کہا کیون فیضن بہن تمھارے ہان کون کون رسمین ہوتی ہین فیضن بولی برات منگنی یہی ہوتی ہین۔ کہا۔ کچھ ہم نہین تو ہمارے ہان کی رسمین کہو تو کہہ چلین ثریا بیگم ہی کے ہان کا حال سنو جب گفتگو طے ہو گئی اور نواب صاحب نے ان کو پسند کر لیا تو امام ضامن کا روپیہ بھیجا گیا فیضن نے کہا کیا یہان میان پہلے ہی بیوی کو دیکھ لیتے ہین نہ دیکھ لین تو ہرگز نہ بیاہین۔

جانی بیگم۔ اور کیا جب مشاطہ پیام لاتی ہے تو دولھا اس لڑکی کے گھر جا کر دیکھ آتا ہے۔ ہنسی دل لگی ہو کے پھر بات طے پاتی ہے۔

فیضن۔ قصبے مین تو نو برس بھی ایسا نہ ہونے پائیگا واہ!

آسمان جاہ۔ (ہنسکر) نو برس یہ نئی بات ہے یہ نو برس کیا معنی ہین کوئی ٹونکا ہے۔ کیا۔ ۹ نو برس کی قید موئی کیسی۔

فیضن۔ (جھلا کر) موئی ٹوئی ہم کیا جانین اوڑنکا تو ہم کہا نا ہین

یہ الفاظ سنکر جتنی بیٹھی تھین سب بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑین اور فیضن بیچاری بہت جھینپی۔ ایک تو موئی ٹوئی پر ہنسی آئی دوسرے ٹوٹے کے عوض جو فیضن نے قصباتی لفظ (ٹنکا) کہا اس پر اور بھی ہنسی آئی تیسرے (ہم کہا نا ہین) الغرض فیضن نے لاکھ چاہا کہ شہر والیون کا تتبع کرین مگر قصباتی محاورے زبان سے نکل ہی گئے ہجو لیون نے چڑھانا شروع کیا۔

آسمان جاہ۔ اے یہ مثلانی موئی ٹوئی کہان چلی گئی۔ موئی ٹوئی کو بلاؤ۔ یہ مہربان موئی ٹوئی بھی دکھائی نہین دیتین۔

جانی بیگم۔ نہین نہ کہو بہن (نا ہین کہو) نا ہین ٹھیک محاورہ ہے۔

بنگیا بیگم۔ اچھا ہرنے کا ڈنکا بھی کسی کو معلوم ہے کہ نا ہین)

حشمت بہو۔ ہمکا معلوم ہے مگر ہم ہرگز ہرگز (نہ بتاب)

آسمان جاہ۔ ارے موئی ٹوئی بنگیا کہان غائب غلہ ہو گئی

حشمت بہو۔ جس موئی ٹوئی کو گرمی معلوم ہو وہ ڈھونڈھ لے

آسمان جاہ۔ گری لگے تو ٹھگا کیوں نہ کہے سمجھتی ہو کہ نا ہیں

ثریا بیگم نے آسمان جاہ اور جانی بیگم کے ہاتھ جوڑے کہ اب زیادہ نہ بناؤ ورنہ یہ رو دیگی ہنسے، سقدر کسی کو ناگوار ہو اور جو ہنسی ہنسی میں رو دے تو پھر بناتا اور ہنسانا واہیات بات ہے۔ از برائے خدا اب تو خاموش رہو۔ جانی بیگم نے کہا۔ اچھا اب ہنسی ہو چکی فیضن بہن کہا سنا معاف کرو۔ آؤ ہم تم کو یہاں کی رسمیں بتائیں پہلے امام ضامن کا روپیہ بھیجا تھا۔ سرخ اطلس لچکا پٹھا کرن مقیش دو چار عزیز ساتھ گئے۔ انگریزی باجا بجتا تھا۔ چاندی کی کشتی میں لگا کے لے گئے اور مہریاں ساتھ تھیں۔ تمہارے ہاں بھیجا جاتا ہے یا نہیں

فیضن بولی ہمارے ہیاں (ہاں) منگنی کے بتاسے بھیجے جاتے ہیں اور دولھا کے ہیاں سے بتاشے آتے ہیں جانی بیگم نے کہا اسکے بعد مانجھے کی رسم ہوتی ہے۔ چاندی کی چوکی پر کمخواب کی چادر بچھائی جاتی ہے۔ آسپر گنگا جمنی ڈنٹا کٹورا تھا دلھن کے ہاں سے دولھا کے لیے مانجھے کا جوڑا گیا۔ زرد۔ بہت قیمتی تھا نواب صاحب نے پہنا نہیں یہ جوڑا بھی کشتیوں میں لگا ہوا تھا اور اسکے ساتھ بٹنے اور پنڈیوں کے خوان تھے باجا بجتا ہوا مہریاں اعزہ اقربا ہمراہ۔ دولھا کے ہاں شربت پلایا گیا۔ کالپی کی مصری اور عمدہ سے عمدہ قند کا شربت اور کیوڑا اب منہدی کا حال سنو۔ منہدی بھی بڑی دھوم سے اٹھی اور بہت بھاری جوڑا بھیجا گیا طرح طرح کے عطر اور روغن خوشبو مہینوں سے عطاروں سے فرمائشیں کی تھیں کہ عمدہ سے عمدہ عطر کھینچو شیشوں اور کنٹروں میں عطر اور پھلیل تھا حنائی رومال سرخ کنگنا مقیشی انگوٹھی۔

فیضن۔ ہمارے وہاں منہدی مانجھا کچھ نہیں ہوتا۔ دولھا کو دولھا کی بہنیں خواہ خالہ زاد ہوں یا چچا زاد مانجھے کا جوڑا پہناتی ہیں اور دلھن کو آسکے رشتہ دار۔ بس۔ یہیں کی زیادتی ہو۔

جانی بیگم۔ ساچق کے روز دلھن کا بیش بہا جوڑا دولھا کے یہاں سے آیا سرخ زری کارچوبی پائجامہ۔ لچکا پٹھا بنت گوکھرو لگا ہوا زرد زری بیل بہت قیمتی تھی۔ دوپٹا کامدانی کا گرگرخ رنگا ہوا آنچل مقیش کے ایک ایک بالشت اور بیل۔ کرتی کامدانی کی اور جوتا کارچوبی۔ اس میں کرن اور گوکھرو اور موتی لگے ہوئے

فیضن۔ (جانی بیگم کے کان میں) ہم کو جوتا دکھادینا جوتے میں موتی ہم نے آج تک سُنے ہی نہیں۔ اور کیونکر سنتے۔ ہم یہاں رہے کب؟

آسمان جاہ نے یہ گفتگو سُن لی۔ تو ہنسکر کہا۔ جوتا دیکھوگی۔ مہری ذری دُلھن کا جوتا لے آنا۔ مہری سمجھی شاید کسی ضرورت سے دو چار قدم جائیں گی فوراً جوتا حاضر کیا فیضن غور سے دیکھنے لگیں تو پھر قہقہہ پڑا اور آسمان جاہ نے کہا۔ سونگھ لو بہن۔ اسے ذری سونگھ لو!۔

ایک مغلانی بولی حضور میں نے دیہات کی شادی دیکھی ہے دولھا اور دلھن دونوں کو تین دن کی سلطنت ہوتی ہے اور نئی نئی باتیں سننے میں آئیں۔ میں۔ تیل۔ کاہے جانی بیگم نے فیضن سے ان رسموں کا حال پوچھا۔ اُنھوں نے کہا میں کے دن مہندی لگاتے ہیں اور بہت سی رسمیں ہیں۔

جانی بیگم۔ اور ساچق کے ساتھ نقل کے چوگھڑے اور میوے کے چوگھڑے یہاں بھیجے جاتے ہیں ساچق بڑی دھوم سے گئی تھی اکثر عمائد اور رئیس اور نواب زادے شریک تھے۔ ہاتھی اور گھوڑے اونٹ اور ہر طرح کا باجا بڑی بھیڑ بھاڑ تھی۔

آسمان جاہ۔ کیوں بہن (فیضن کی طرف مخاطب ہو کر)

تمھارے میاں تمھیں چاہتے ہیں سچ سچ بتانا تم اپنے میاں کی چاہتی بیوی ہو؟

فیضن ۔ (شرما کر) ہیں یہ باتیں نہیں آتیں۔ اور چاہتے ہیں یا نہیں چاہتے ہیں تم کو اس سے کیا۔

آسمان جاہ ۔ ابھی کم سن ہو ۔ خوبصورت ہو ۔ انگڑیاں کتنی لگاوٹ باز ہیں بھلا آنکھوں کا بوسہ لیتے ہیں یا نہیں لیتے ۔

فیضن (کسیقدر مسکرا کر شرماتے ہوئے) بڑی بیحیا ہو۔ اف فوہ

جانی بیگم ۔ اے تو یہاں سب اپنی ہمجولیاں ہی تو بیٹھی ہیں کوئی غیر تھوڑا ہی ہے سب اپنی ہی ہیں سب ہمسن سب شوخ سب طرار تم یہاں جھیپتی کس سے ہو ۔ کیا کوئی مرد وا یہاں بیٹھا ہے ۔

فیضن ۔ وہ نہ بیٹھا ہو کوئی تو کیا ہے اپنی بھی شرم ہے یا نہیں ہے

آسمان جاہ ۔ اب گانے کو جی چاہتا ہے کچھ تم گاؤ کچھ ہم گائیں ۔

> بہ ہے نازکا خرصبا زان طرہ کہ بکشاید
> زتاب جعد مشکینش چہ خون افتاد در دلہا

حشمت بہو ۔ بس یہی ایک غزل یاد ہے یا کوئی اور بھی یاد ہے

آسمان جاہ ۔ ایک غزل! پچاس غزلیں یاد ہیں پوری پچاس

> سالہا در نہ ماور گرد صہبا بود | رونق میکدہ از درس دعائے ما بود

بیگما بیگم ۔ پھر وہی فارسی غزل پڑھی ۔ کوئی اردو کی غزل پڑھو

فیضن نے جانی بیگم کے کان میں آہستہ سے پوچھا کیا میراثن ہیں یا ڈومنی ہیں) جانی بیگم ایک ہنسوڑ کہا ۔ ڈومنی ہے اسپر فیضن کا چہرہ سرخ ہو گیا ۔ آواز بلند کہا جو ہم یہ باتیں جانتے تو ہرگز ہرگز نہ آتے ۔ آپس میں جسکا جو جی چاہے کہے اسکے کیا معنی کہ ڈومنیاں ہمسے ہنسیں ۔

ہمجولیاں تاڑ گئیں کہ جانی بیگم نے انگوٹھی بڑھا دی کہ آسمان جاہ ڈومنی ہیں وہ سب کی سب ہنستی جاتی تھیں اور فیضن بگڑتی تھیں ۔ واہ یہ دل لگی ڈومنیاں اور ہمکو بنائیں

جب ثریا بیگم نے دیکھا کہ فیضن بہت خفا ہو گئی ہیں تو اپنے قریب بلا کر سمجھا دیا اور قسمیں کھا کر کہا کہ یہ ڈومنی نہیں نواب زادی ہیں ۔ ان کے میاں کا وثیقہ چار سو روپیہ اور وثیقہ کے علاوہ روپیہ بھی پاس ہے آسمان جاہ تنک کر بولی جب شہزادیوں اور رئیس زادیوں نے ہم ڈومنیوں کو منہ لگایا ہے جب تو ہم اسقدر ڈھیٹ ہوئے پھر اب تو ہم برابر کی گفتگو کرینگے چاہے جو ہو۔ ثریا بیگم کے قسمیں کھانے سے انکو یقین ہو گیا تھا کہ آسمان جاہ ڈومنی نہیں ہیں مگر اس پرکالہ آتش نے وہ فقرہ چست کیا کہ پھر شک ہو گیا ۔ الغرض بڑی دیر میں فیضن کا غصہ فرو ہوا ۔

آسمان جاہ ۔ کیوں فیضن بہن ۔ کرسی تمھارے قصبے سے کس قدر فاصلے پر ہے کہ ڈانڈا ملا ہے نہ سچ بتانا معلوم ہوتا ہے کرسی کی رہنے والی ہو

جانی بیگم ۔ اے یہ تو گوپامئو کی رہنے والی ہیں ۔

حشمت بہو نے آسمان جاہ کو ڈانٹ بتائی ۔ واہ یہ کیا بات ہے جو کوئی اپنے ہاں آتا ہے ۔ اسکی خاطر تواضع کرتے ہیں یا رلاتے ہیں تمھارے شہر میں آئی ہیں اسکی خاطر کرو ۔ یہ تو ستانے لگیں بنانے آسمان جاہ نے کہا اچھا اب انکی خاطر کرینگے فیضن بہن کل ہمارے ساتھ شہر دیکھنے چلو ۔ بادشاہ باغ ۔ سکھنڈا جامع مسجد ۔ نواب باغ ۔ خاقان پسند ۔ فرحت بخش ۔ اڈے کی کوٹھی چوک اور جو جو چیزیں دیکھنے کی ہیں سب دکھا دینگے فیضن نے پوچھا کیا یہاں باہر نکلتے ہیں اس سادگی کے سوال پر اور بھی قہقہہ پڑا حشمت بہو نے کہا تمھارے ہاں منہدی کون لگاتا ہے دلھن کو ۔ کہا ۔ نائن ۔ اسپر چھوٹی بڑی سب کھلکھلا کر ہنس پڑیں

فیضن ۔ (جھلا کر) اور یہاں منہدی کیو نکر لگائی جاتی ہے

آسمان جاہ ۔ یہاں دلھن کو دولھا مہندی لگاتا ہے اور دولھا کو

دلھن - یہاں یہ ہوتا ہے اور تمھارے ہاں تا دن بلائی جاتی تم حشمت ہو - یہاں یہ قاعدہ ہے کہ کسی سیر اعلیٰ سے اعلےٰ مہندی منگواتے ہیں پھر پان پیکر ساتی ہیں خوب باریک سرمہ سا پیسی جاتی ہے -

فیضن - واہ واہ - کیا سرمہ بھی ملایا جاتا ہے یہ نئی بات ہے۔

بیگما بیگم - (ہنسکر) جی ہاں - سرمہ - مسی ہینگ پھٹکری زرگوں بازتنگ - ریشہ خطمی مغز خشک پنساری اور بساطی کی دوکان گھول کر ملا دیجاتی ہے بہن تم نری گنوارن ہو - سرمہ سا کے یہ معنی ہیں کہ سرمہ جیسا باریک ہوتا ہے ویسی ہی باریک مہندی بھی پیسی جائے اب دیکھیں جب مہندی پس کے تیار ہو گئی تو مغلانیاں اور اغوا نے لگائی - ہاتھ پاؤں میں مہندی لی جاتی ہے اور سرخ سوسے سے ہاتھ باندھ دیتے ہیں ح -

آزادے جائے گا دز دحنا چھلانشانی کا

فیضن - بیگم یہ لفظ ہی نہیں سنا چھلانشانی کا - واہ - آسمان جاہ - اور سویرے جب ہاتھ کھولتے ہیں تو صل ملتے ہیں جس سے رنگ سرخ ہو جائے اور خوشبو کی خوشبو ہو جائے -

فیضن نے سادہ پن کے سبب سے پوچھا کہ ہاتھوں میں کپڑا باندھتے ہیں اور جو رات کو کھجلی آئے - اتنا کہنا تھا کہ تیس چالیس بیگمات نے وہ فرمایشی ٹھٹھا لگایا کہ گھر بھر میں آواز گونجنے لگی مارے ہنسی کے ایک پر ایک گری پڑتی تھی ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے - کوئی ادھر لوٹتی تھی کوئی ادھر - نوبت بانیجا رسید کہ ہنسی کی شدت سے دو ایک کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور بڑی دیر میں ہنسی ضبط کر سکیں لیکن جب فیضن کا فقرہ یاد آتا تھا بے اختیار ہنسی آتی تھی اور جہاں ایک ہنسی اسکی دیکھا دیکھی اور بھی ہنس پڑتی تھیں -

اتنے میں تیاریاں ہونے لگیں کہ دولھا کے لیے سہرا بھیجا جائے دروازے پر ہاتھی گھوڑے اونٹ باجے خاص بردار برق انداز - رؤسا امرا سب جمع تھے فیضن جھرو کے کی راہ سے سب سامان دیکھکر غش غش کرتی تھی ہوا دار آنھوں نے کبھی نہیں دیکھے تے فنس کے ایسے جھٹکے کبھی انکی نظر سے نہیں گذرے تھے - اس سامان کو دیکھکر فیضن بہت خوش ہوئیں

فیضن - (جانی بیگم سے) کیوں بہن یہ ہاتھی گھوڑے کہاں سے آئے ہیں امیروں رئیسوں کے ہاں سے منگوائے ہونگے یا سب انھیں کے ہاں کے ہیں -

جانی بیگم - ادھر ادھر سے منگوا لیے - کسی کے ہاں سے ہاتھی کسی ڈیوڑھی سے خاص بردار کسی سرکار سے گھوڑے سات پانچ کی لاٹھی اور ایک جنے کا بوجھ - اب سب جلوس قرینے سے لگا کر دولھا کے ہاں سہرا بھیجا جائے گا -

فیضن - آج جب دولھا گھر میں آئیگا تو پردہ ہوگا یا نہیں -

جانی بیگم - برات کے دن دولھا سے کوئی پردہ نہیں کرتا اور دولھا اسوقت اچھی طرح سب کو دیکھ بھی تو نہیں سکتا ایک تو یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ادھر ادھر نظر پڑی تو بدمعاش سمجھا جائے گا دوسرے سہرا سامنے پڑا ہوتا ہے -

الغرض جلوس آراستہ ہوا اور دلھن کے ہاں سے دولھا کے لیے سہرا گیا چاندی کی خوشنما اور نئی گھر صحت کی کشتیوں میں پھولوں کے ہار بدھیاں طرۂ تعیشی جڑاؤ سہرا بڑی دھوم دھام سے سہرا گیا دو چار فنسوں کے ساتھ مہریاں کونا دبائے ہوئے جاتی تھیں لنگوں کی چوڑی چوڑی گوٹ دیکھکر فیضن دنگ ہو گئی - اف فوہ! اتنی چوڑی گوٹ آدھا پائجامہ آدھی گوٹ جب فضیلت کا بیاہ تھا تو یہاں سے

ایک مہری کسی کام کے لیے گئی تھی بس کچھ نہ پوچھو۔ باتون باتون مین اپنا مطلب نکالتی تھی۔ ایک تو اُسکے مقابلہ کی تھی نہین اور نام بالکل انوکھا گلبدن۔ جوان عورت تھی اور مردون سے بالکل نڈر آسمان جاہ اس عرصے مین دوسرے کمرے سے جلوس کی کیفیت دیکھی تھین جب جلوس نکل گیا تو سینہ تانتی ہوئی خرام ناز کے ساتھ ثریا بیگم کے کمرے مین آئین کہا کہو بی فیضن جان جلوس دیکھکر خوش ہوئین۔

فیضن۔ فیضن جان! فیضن جان!! ہم کا فیضن جان نہ کہو۔

آسمان جاہ۔ (ہنسکر) پھر کا ہکی تم کا ہوئی تو ئی بنائی۔

ثریا بیگم۔ (آہستہ سے) پھر وہی باتین۔ پھر چھیڑ خانی۔ اب اس گفتگو سے در گذرو۔

آسمان جاہ۔ اے تو ہنستے ہی گھر بستے ہین بڑی دیر سے ہنسی نہین ہوئی تھی بی بی فیضن صاحب نے سبکو ہنسا دیا۔

کیا کام ہم کو سجدۂ دیر و حرم کے ساتھ
ستون کا سر جھکے ہے ہراسی کے غم کیساتھ
او جانے والے مڑکے ذرا دیکھیو ادھر
مانند سایہ ہم بھی ہین تیرے قدم کے ساتھ

چو شب بود عنبرین ساز گرد
شب جشن بود آن بت دلنواز
برآراست از زینت و فر و زیب
کنیزان چو پروین بہ پیراستش

سر نافہ مشک را باز کرد
پری پیکران چون پری جلوہ ساز
چو باغ ارم مجلس دلفریب
ز تارک در آمود تا دامنش

ادھر عروس عدن نے تخت فلک پر بصد زیب و تجمل جلوہ فرمایا ادھر دولھا کے ہان برات کی تیاریان ہونے لگین اسکا حال ہم پھر معرض بیان مین لائینگے بالفعل دلھن کے ہان کے جشن کا حال مفصل کان دھر کے سُنیے شہر کی مشہور مشہور ڈومنیان طلب ہوئی تھین۔ محبوبن۔ حیدری! امامن عباسی بسم اللہ دست بستہ حاضر تھین۔ بی فیضن بہت خوش ہوئین کہ لکھنؤ خصوصاً بیا بانی کی ڈومنیون کا گانا سنینگے۔ جانی بیگم سے انھون نے کہا ہم نے ان ڈومنیون کی بڑی تعریف سُنی ہے۔ ایک بوڑھی مغلانی نے پوپلے منھ سے کہا۔ اے حضور اب تو نام ہی نام ہے نہین تو ہمارے لڑکپن مین یہی بیابانی کا تکیہ ایسی رونق پر تھا کہ مین کیا عرض کرون۔ ڈومنیون کے کئی گھر تھے۔ یہ محبوبن جو سامنے بیٹھی ہین انکی دادی کا وہ دور دورہ تھا کہ اچھے اچھے شہزادے سرنگ کر آتے تھے اور جہان پناہ تک آنکے ہان آئے تھے بس حد ہوگئی۔ جہان پناہ اور بیابانی کی گلی مین آئین۔ ہاتھی وہان تک نہین جاسکتا تھا حکم دیا کہ مکان مسمار کر دئے جائین اور چوگنا روپیہ مالکون کو دیا جائے ایک بوڑھی عورت جسکی بھوین تک سفید تھین ہاتھی کی سونڈ پکڑکر کھڑی ہوگئی۔ کہا مین جہان پناہ کے ہاتھی کو آگے نہ بڑھنے دونگی جب تک اپنی داد نہ پاؤنگی میرے بزرگون کی ہڈیان حضور کے حکم سے کھود کے پھینک دی گئین۔ یہ مکان میرے بزرگون کی استخوان ہے بادشاہ نے وزیر کو حکم دیا کہ اسکے بزرگون کے نام سے ایک خیرات خانہ جاری کردو اور اسکو زر و گنج سے مالامال کردو جب جہان پناہ کا ہاتھی اُن کی دادی کے مکان پر پہونچا تو دس بارہ ہزار آدمی گلی در تکیہ مین کھڑے تھے اور ڈومنی کا دماغ عرش برین پر مگر واہ ری ظہورن با این ہمہ اوج ذرا غرور نہین۔ غرور چھو نہین گیا پھر اسی ل(؟) جان سے اٹھکر ظہورن نے تانین لی ہین۔ برسات کے دن تھے ساون کا مہینا مگر مینھ نے ہو لبنا ئی تھی۔ جہان پناہ نے فرمایا ظہورن جب جانین کہ مینھ برسا دو۔ مسکرا کر کہا حضور لونڈی ایک ادنی سی ڈومنی ہے مگر خدا کی خدائی

سے بعید نہین کہ مینھ بھی برس پڑے گانے کو خدا نے ایسی ہی تاثیر بخشی ہی یہ کہکر تان لی۔ (آئیو بدرا کارے کارے رہی بجلی چمک موسے آنگن مین)۔

برق چشمک زن ز طرف کوہساران میرسد
ساقیا سامان ساغر کن کہ باران میرسد

اے بس خدا کی کبریائی کے صدقے قبلہ رخ سے جھوٹی موٹی گھٹا اٹھی ایسی گہری گھٹا گھنگھور سیاہی چھلکنے لگی۔ ظہورن کو خدا بخشے۔ پھر تان لگائی۔ بی مغلانی خود بھی گلے باز تھین۔ انگلیان مٹکا مٹکا کر اور بتا بتا کر گانا شروع کیا (آسون برکھا جھم جھم برسے۔ آسون برکھا رم جھم برسے آسون برکھا)۔ بس حضور شہر بھر مین غل مچ گیا کہ ظہورن آج کی لے رہی ہین پھر یہ ملاحظہ فرمائیے کہ عالم باغ کے ناکے سے تا بہیا پانی کی گلی تک یہ بھیڑ تھی کہ تھالی اچھالتے تو سر ہی سر جاتی۔ بس آناً فاناً مین مینھ رم جھم برسنے لگا اور ایسا برسا ایسا برسا کہ دریا چڑھ گیا اور تال اب سے دریا تک بس تختہ آب ہی نظر آتا تھا جب تو بیاپانی کی ڈومنیان مشہور ہین جس ملک مین ڈومنیون کا ذکر سن لو اور اب تو خدا کا نام ہی اللہ اللہ خیر صلاح یہ آتنی ڈومنیان بیٹھی ہین سے کوئی گاتے تو۔

خدارا جلد لے آ کر خبر اے عیسیٰ دوران
ترے بیمار کا اب کوئی دم مین دم نکلتا ہے
نصیحت دوستو کرتے ہو پر اتنا تو بتلاؤ
کہین آیا ہوا دل بھی سنبھالے سے سنبھلتا ہے

محبوبن۔ بڑی گلے باز ہین آپ۔ اور اسی دل سے واقف اور کیون نہ ہو کن کن کی آنکھین دیکھی ہین، ہم کیا جانین۔

حیدری۔ دربین چہ شک۔ ہم لوگون کی آوازین اس سن مین کام نہین کرتین جب انکے سنون کو پہونچینگے تو خدا جانے کیا حال ہو۔

عباسی۔ اور گلا کسقدر قابو مین ہی۔ جہان جاتی ہین کچھ اپنا ہی کر لاتی ہین برسون گلے کی پرورش کی ہی۔

امامن۔ گلے کی قطع بندی کتنی درست ہے۔ اُستادون سے سیکھا ہے

بوڑھی مغلانی قبر مین ایک پاؤن لٹکائے بیٹھی تھین۔ منھ مین دانت نہ پیٹ مین آنت۔ سر ہلتا تھا۔ جیسے گھڑی کا کھٹکا کمر خم لٹھیا ٹیک کے چلتی تھین مگر طبیعت ایسی رنگین کہ جوانون کو مات کرتی تھین سویرے ٹھنانہ ملین تو چین نہ آئے۔ چٹان مرد ہو جاتی تھین یون تو کمال خوش مزاج اور ملنسار اور نیک تھین مگر جہان کسی نے انکو بوڑھی کہا بس پھر اپنے آپے مین نہین رہتی تھین۔ آسمان جاہ نے چھیڑنے کے لیے کہا بی مغلانی نے جو زمانہ دیکھا ہی وہ ہم لوگون کو نصیب کہان ہو گا۔ کوئی سو برس کا سن ہو گا کیون بی مغلانی ادہر انھون نے یہ سوال کیا ادھر بی مغلانی آگ بھبھوکا ہو گئین۔ گردن ہلا کر بولیے منھ سے کہا اب اسکا جواب کیا عرض کرون۔ بوڑھی مین کاہے سے ہو گئی میرا سن ایسا کیا ہے۔ نزلہ گرا بال سفید ہو گئے اس سے کوئی بوڑھا ہو جاتا ہی۔ آسمان جاہ ایک شوخ مسکرا کر بولی۔ کیون بی مغلانی۔ بال تو نزلے کے سبب سے سفید ہو گئے۔ اور یہ دانتون کو کیا ہوا۔ یہ کمر کیون ٹیڑھی ہو گئی۔ گالون پر جھریان کیونکر پڑین آخر یہ تو معلوم ہو۔ بی مغلانی نے اس تقریر کا جواب نہ دیا قہر آلود نظر ڈالکر خاموش ہو رہین کچھ دیر کے بعد چند عورتون کے اصرار سے انھون نے گانا شروع کیا۔

قتل عشاق کیا کرتے ہین — تب کہین خوف خدا کرتے ہین
مہندی ملنے کے بہانے ظالم — کف افسوس ملا کرتے ہین
گو نہین پوچھتے ہرگز وہ مزاج — ہم تو کہتے ہین دعا کرتے ہین

یہ گوری کی دُھن ہی۔ شوری کے ٹپّے سناؤن تو پھڑک جاؤ
ایک ٹھمری سنو۔ جان عالم کے نینان نکیلے۔ ہان ہان جان عالم
کے نینان نکیلے۔ نینان نکیلے گویان ٹینان نکیلے۔ تلوار کھینچے
جان عالم کے نینان نکیلے نینان نکیلے، گویان ابرو نکیلے۔
گاتی بھی جاتی تھین اور بتاتی بھی جاتی تھین اور ادہر تعریفین،
ہوتی تھین قہقہے پڑتے تھے ڈومنیان داد دیتی جاتی تھین۔

اتنے مین دو بوڑھی بیگمین آئین تو چہل پہل غائب
خاموش بیٹھین مگر باہم اشارہ بازی ہوتی جاتی کہ ان دونون
بوڑھیون کو کیا بڑہ بھس سے کہ کم سنون مین اس وقت
آن کے بیٹھین اور سارا مزا کرکرا کر دیا اور کوشش کی کہ
کسی طرح اُٹھ جائین مگر وہ جمین تو اُٹھنے کی قسم کھائی۔ جانی بیگم
نے آسمان جاہ کی طرف اشارہ کیا۔ اور آسمان جاہ نے
جانی بیگم کی طرف۔ آخرکار آسمان جاہ سے نہ رہا گیا۔ اِدھر اُدھر
کی باتین کرکے کہا۔ ہم سنون کی صحبت کا کیا کہنا۔ اب تک
سب ہجولیان بیٹھی تھین۔ کیسی دل لگی ہو رہی تھی کہ واہ جی واہ
اب کوئی ہنستا ہی نہین اور کیونکر ہنسے بڑی بوڑھیون کو کمسنون
مین بیٹھنے سے کیا مطلب بوڑھی بیگمین جہاندیدہ تو تھین ٹال
کے چلی گئین اور یہان پھر قہقہے پڑنے لگے۔

حشمت بہو۔ آخرکار تم سے نہ رہا گیا نہ۔ بڑی ایک ہو۔
بیگما بیگم۔ اُوئی ان سے بڑہ کے اور ہو کون۔ یا یہ یا جانی بیگم
جانی بیگم۔ مین بھی تلی ہوئی تھی کہ یہ نہ بولین تو مین کچھ کہون۔
آسمان جاہ۔ مین کب چپ رہنے والی تھی بھلا۔ ہونھ!
حشمت بہو۔ سمجھ گئین۔ اور دل مین شرمائی بھی ہونگی کہا نہین
جانی بیگم۔ کچھ کہتین تو کچھ سنتین بھی۔ ہم بند رہنے والے نہین ہین
آسمان جاہ۔ مکان قریب ہوتا تو ان سے املانی کی طرف
اشارہ کرکے ہم بھی کچھ سیکھتے۔ اللہ جانتا ہی۔ خوب گاتی ہین
گنگنا کر

بہار آئی ہی بھر دے بادۂ گلگون سے پیمانہ
رہے لاکھون برس ساقی ترا آباد میخانہ

مغلانی۔ آواز تو بہت اچھی ہی مگر بے قاعدہ گاتی ہین۔

جاسوس

آزاد پاشا اس فکر مین کہ اب کیا فکر اور کاروائی کرین
ایک درخت کے سائے مین بیٹھے طرح طرح کی باتین سوچ رہے
تھے کبھی یہ خیال آتا تھا کہ پلونا مین جو لشکر ترک فتحیاب ہو ابھی اُسکی
مدد کرین کبھی یہ خیال آتا تھا کہ خدا کا نام لیکر فوراً حملہ آور ہو جائین
الغرض مختلف اقسام کے خیالات اُن کے دل مین جگہ پاتے
تھے۔ آزاد پاشا کو خوب معلوم تھا کہ اگر اس محاصرۂ پلونا مین
روسی کامیاب ہو گئے تو پھر ہمارے کرتے دھرتے کچھ نہ بن پڑیگی
ان خیالات مین غلطان پیچان تھے ہی کہ ایک شخص نے جھک کر
سلام کیا اور کہا خداوند مجھے حضور سے کچھ عرض کرنا ہی۔ آزاد
نے اجازت دی تو اس اجنبی نے یون جواب دیا۔ سُنیے حضور
ہر ملک اور ہر قوم کا قاعدہ ہی کہ ایلچی کو گزند اور نقصان سے
محفوظ رکھتے ہین۔ ایلچی را چہ نہ دارد مثل مشہور ہی۔ اطالیہ
کے ایک بادشاہ نے اپنے غنیم کے پاس ایلچی کی زبانی یہ پیغام
بھیجا کہ اگر تمھارا بادشاہ اپنی لڑکی سے ہمارے وزیر کے
لڑکے کو بیاہ دے تو کیا مضایقہ ہی۔ ہم صلح منظور کرلین گر
اُنھون نے یہ فقرہ سُنکر ایلچی کو قتل نہین کیا۔ چنانچہ نوشابہ
کے پاس جب اسکندر بن فیلقوس خود بہ نفس نفیس گئے
تھے تو یہی کہا تھا کہ مین ایلچی ہون مجھ سے کوئی واسطہ نہین
نظامی گنجوی کہتا ہے۔

زن زیرک از سیرت شان او　　دران داوری شد ہراسان او
کہ این کاروان مرد آہستہ راے　　چرا حق خدمت نیارد بجاے
کز دکرد باید پژوہندگی　　کہ از ما نزارد شکوہندگی

جب اپنا مافی الضمیر ظاہر کیا تو سکندر نے یہی کہا کہ مین ایلچی ہون اور بہت بڑے شہنشاہ بحر و بر نے مجھے بھیجا ہی ؎

در آئین شاہان و رسم کیان　　پیام آوران ایمن اند از زیان

آزاد پاشا نے اس زبان اور سفیر کو از سر تا پا دیکھا اور کسیقدر شک ہوا کہ یہ روسی گوئندہ ہی۔ مگر ابھی تک اپنا خیال ظاہر نہ کیا اور پھر اجازت دی کہ جو کچھ کہنا ہی بے دھڑک کہو۔ ایمن شرم کیا ہی۔ سفیر مذکور نے جو نہایت لسان اور بڑا آتش زبان تھا یون جواب دیا۔ مجھے ایک ایسے نامی گرامی سپہ سالار نے بطریق ایلچی تمہارے پاس بھیجا ہی جن کا نام ساری خدائی مین مشہور ہے اور جو اپنی آپ نظیر ہین۔ ایسے صاحب عظمت و جلال کا ایلچی ہون جس کے نام سے فوج کے قدم ہٹ جائین جسنے ایک شب مین لاکھ آدمی دریاے ڈینوب کے پار اُتار دیے جسنے شب کا گھاٹی پر دم کے دم مین قبضہ کر لیا جس نے اپنی عاقلانہ تدبیرون سے ایک ایک جنگ مین دس دس ہزار آدمی گرفتار کر لیے لہذا مین ایلچی گری مین دبتا نہین ہون مجھے کسی لومڑی نے نہین بھیجا ہی۔ مین شیر دل شیر مرد کے پاس سے آیا ہون ؎

اگر در میانجی دلیر آمدم　　نہ از روبہ از نزد شیر آمدم

جو کچھ مجھے حکم دیا مین وہ بجا لایا۔ اب جو آپ حکم دین اسکی تعمیل کرون مجھے یقین واثق ہی کہ جب آپ اس نام آور کا نام سینگے جسکا مین ایلچی ہون تو بیشک اور بلاشبہہ مجھے سنگسار نہ کرینگے ۔

مرا با پیام بزرگان چہ کار　　تصرف نیابد درین پردہ کار

آزاد نے اس کی تقریر سنی تو صاف ظاہر ہوا کہ روس کے کسی جنرل کے پاس سے آیا ہی۔ ہم دوبارہ اجازت دیتے ہین۔ اب اگر کچھ کہنا ہی تو کہو ورنہ اپنی راہ لو۔ ہم خدا جانے کن خیالات مین غلطان پیچان ہین۔

سفیر۔ تو مین اب عرض کرتا ہون کچھ تمہید کی ضرورت نہین ہی جو کچھ سمجھانا تھا بخوبی سمجھا چکا۔ اب کیا کہون۔

آزاد۔ یا خدا کہو نہ۔ مین بخوبی سمجھ گیا۔ کہ تم کو کسی نے بھیجا ہی۔

سفیر۔ میرے پاس کوئی تحریر نہین ہی گرفتاری کے لیے صرف تمہاری تصویر دی ہی وہ مین اپنے ساتھ لایا ہون۔

آزاد۔ ہم صرف پیغام سُننا چاہتے ہین اور بس۔

سفیر۔ آپ اپنے دل مین سمجھتے ہونگے اور کہتے ہونگے ؎

فرستادہ روباہ ست این دسترس　　کہ بر ما بہ تندی برآرد نفس

مگر ایک شیر کے پاس سے پیغام لایا ہون۔ لومڑی کے پاس سے نہین آیا ہون۔ مجھے روس کے مشہور معروف جنرل اغناٹیف نے جو جنگ کریمیہ کے سپہ سالار اعلیٰ تھے آپ کے پاس بھیجا ہے مجھے حکم ہے کہ آپ کو اطلاع دون کہ ترکی اب چراغ سحری ہی اور آفتاب لب بام۔ آپ ہزار کوشش کرین مطلب براری معلوم۔ اکثر جنگون کے حالات آپکو معلوم ہونگے۔ لہذا آپ کی اطلاع کے لیے بیان کیے جاتے ہین آپ کو سمجھنا چاہیے کہ پلونا ہر سمت سے محصور ہو گیا ہی اور اب صبح و شام ہم لوگون کے قبضہ مین آیا ہی داخل ہی۔ شبکا گھاٹی سے آگے اب ہم بڑھ گئے ہین ایشیا مین ہر طرف ہم ہی ہم ہین پھر تم کس صورت سے ہمپر غالب آسکتے ہو تمہارے جسقدر افسر ہین سب راشی و رشوت خور ہین ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیاے دون　　این خیال است و محال است و جنون

کسی جنگ مین اب تم کامیابی نہین حاصل کر سکتے۔ اگر پلونا کی طرف جانے کا قصد کیا تو اسکا نتیجہ یہی نکلے گا کہ زخمی ہو جاؤگے لاش پھڑکنے لگے گی۔ تھوڑی دیر مین دم توڑو گے۔ اول تو تم صاحبزادے ہو تم کو جنگ سے کیا واسطہ روس کے جنرل کہان اور تم کہان۔ وہ آزمودہ کار جنگ آزما۔ تجربہ کار۔ تم کیا جانو بہتر ہے کہ اس خیال سے درگذرو اور جسقدر جواہرات کہو تم کو منجانب روس عطا ہون زر اور جواہرات سے مالا مال ہو جاؤ۔ ہندوستان کی راہ لو مزے سے دندناؤ۔ ورنہ بدنام ہو گے۔ اور ہندی ہنسین گے کہ یہان سے بیڑا اٹھا کر گئے تھے اور وہان سے شکست کھا کے آئے۔

آزاد۔ اگر تمھارا جنرل اس قسم کی تقریر کرتا تو اسکو جواب شافی دیتا مگر تم ایلچی ہو تم کو کیا دندان شکن جواب دون۔

سفیر۔ مجھے قتل کر ڈالو۔ مار ڈالو۔ تمھین اختیار ہے۔

آزاد۔ ایک تمھارے قتل سے روسی کم نہ ہو جائینگے۔ پھر فائدہ

سفیر۔ اور سلطنت روس اس بات کا ذمہ لیتی ہے کہ آپ کو مع الخیر ہندوستان پہونچا دیگی اب آپ کو اختیار ہے چاہے مانیے چاہے نہ مانیے۔ ۵

من نگویم کہ این کن آن کن	مصلحت بین و کار آسان کن

آزاد۔ تم لوگ تلوار اور بندوق کی لڑائی خاک نہین جانتے بس جانتے ہو تو اس قدر کہ دغا بازی اور بے ایمانی کر کے اور کسی نہ کسی طرح ورغلا کر رشوت کے ذریعہ سے کام نکالو۔ مگر خوب یاد رکھو کہ آزاد باشاہجے آزاد منش آدمی ہین۔ یہ جان کو ہتھیلی پر رکھکر آئے ہین۔ ہم اور رشوت اے توبہ۔ اس خیال خام کو دل سے نکال ڈالو۔ ہم مرد میدان ہین لاش میدان کارزار مین پڑی ہو۔ سر الگ ہو دھڑ الگ ہو۔ یہ منظور ہے مگر یہ ہرگز ہرگز منظور نہ کرینگے کہ رشوت لین اور اپنے ملک کا نام بدنام کرین کیا مجال۔ کیا طاقت ۵

چو بر جوشم از خشم چون تند میغ	در آب آتش انگیزم از برق تیغ
کفلگاہ شیران در آرم بداغ	ز پیہ نہنگان فروزم چراغ

مین وہ ہون جس نے سلطنت روس مین زلزلہ ڈال دیا جسکے نام سے شیرون کا زہرہ آب آب ہو جاتا ہے اگر کسی درخت پر میرا کوٹ لٹکا دیا جائے اور سپاہ روس سے کہا جائے کہ آزاد کا کوٹ ہے تو لاکھون آدمیون کے قدم اکھڑ جائین۔

سفیر نے کہا جنگ کا حال تو ذرا سُن لیجیے۔

دسوین جولائی کو جنرل روس نے اپنی فوج کا بہت بڑا حصہ ملک ارمن کا جانب شرق بسرکردگی کرنل سلیکوف روانہ کیا اور وہان کملی وج کے لیے کچھ عرصہ تک مقیم رہی علی ہذا القیاس ترکون کے جنرل نے بھی کچھ اور فوج کی ضرورت دیکھکر اپنی سپاہ فوراً بھرتی کرنی شروع کی اور انکو قواعد جنگ جہانتک جلد ممکن ہو کے سکھائے اور والنٹیر بھی مختلف مقامون سے شریک جنگ ہوئے سرسٹھ ازآب ازدرہان اور کئی ہزار افراس عقاب ہیئت کے حسب الحکم سلطانی معاً روانہ کیے اور اراضی روم اور قرص کے درمیان مین بڑے اہتمام بلیغ سے مورچہ بندی کی گئی اور اسکی کھائی پر بہت سی سپاہ جرار مقیم ہوئی پہاڑون کے سبب سے ترکون کی سپاہ بہت محفوظ اور انجنیر کی عمدہ کارروائیون سے اور بھی بے خلل و غش روسی ان سب وجوہ سے مجبور ہو گئے اور حملہ نہ کر سکے جبراً اور قہراً ایسے مقام پر رہے جہان انکو کچھ بھی امن و امان کی صورت نظر نہ آئی کوہ قاف کی بغاوت کی وجہ سے انکو بہت سی فوج اس صوبہ مین رکھنی پڑی اور امن کی لڑائی کے لیے تھوڑی سی فوج رہ گئی جنرل ملیکوف کے ساتھ بہت سے

عیسائی باشندے تھے یدس کی فوج کے ہمراہ مع مویشیون
اور اسباب خانہ داری کے رہتے تھے اور ان کو اس جنرل نے
شہنشاہ کی طرف سے محفوظ رکھنے کا اقرار کیا تھا ان لوگون
نے اس جنرل پر یہ بات ظاہر کی تھی کہ ہم لوگ اگر ترکون کے
پابند ہو جائینگے تو ہمارے ساتھ نہایت ظلم کیا جائیگا اور ہم پر
بڑی بدعت ہوگی اس امر مین بھی کچھ شک نہین کہ انکے ساتھ
کسی قسم کا ترحم نہ کیا جاتا تو م کر وایشیا مین وہی برتاؤ کر رہی تھی
جو اقوام سرکیشیا اور باشی بزوق کا حال یورپ مین تھا۔

ہمایون فر کے مرقد منور پر دلھن کے جانے کا مشورہ

تمام شہر مین غل مچ گیا کہ سپہر آرا بیگم مرزا ہمایون فر کی قبر پر
جانے والی ہین۔ اب جانیے دنیا ضعیف الاعتقاد آدمیون
سے خالی نہین۔ اور پھر ہندوستان مین فیصدی نوے کو یقین
کامل تھا کہ ادھر سپہر آرا قبر پر گئین ادھر ہمایون فر اٹھ کھڑے
ہوے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو مگر عقل نہین قبول کرتی اسکو
کوئی کیا کرے۔ ہمایون فر قبر مین آرام کر رہے ہین انکا زندہ
ہونا گیا سنی قبر بن گئی اور قبر پر مقبرہ بھی بن گیا۔

زمین پہ سوتے ہین چھوڑا ہے کہ تہ نشینون کو
اجل کہان سے کہان لائی ہے مکینون کو

حسن آرا بیگم نے بہار النسا کے شوہر سے کہا دولھا بھائی
کچھ خبر ہے بھلا کہین مردون کو کسی نے زندہ ہوتے دیکھا ہے
اندھیر ہے مردے زندہ ہو جایا کرتے تو کوئی کاہے کو مرتا کسی کو
موت کیون آتی۔ یہ سب ڈھکوسلا ہے۔ واسطے خدا کے ان
سب کو سمجھایئے آپ ایسے فہمیدہ ہو کر ان باتون کو مانتے ہین
اور یہی ہے تو ج ایسی کوئی دولھن ہو جو قبر پر یہ سمجھ کر جائے کہ دولھا
زندہ ہو جائیگا۔ یہ تو دیوانون کی باتین ہین۔ سمجھدار آدمی
کہین ان باتون کے قائل ہوا کرتے ہین۔ نواب صاحب نے
کہا نہین یہ معاملے بڑے نازک ہین اور بزرگون کی یہی راے
ہے کہ جائین اور ضرور جائین۔ پھر ہم منع کرنے والے کون ہین
مگر ہان عقل کے تو ضرور خلاف ہے عقل سلیم کبھی تسلیم نہین کریگی
حسن آرا۔ خدا را اس مین کوشش کیجیے۔ ورنہ خوب
یاد رکھنا دولھا بھائی سپہر آرا بھی ہاتھ سے جائینگی یہان سے
تو اس امید پر جائینگی کہ ہمایون فر کو زندہ پائین گی۔ اور یہ معلوم
پھر زندگی کا کون بھروسا۔

نواب۔ ہان یہ بھی صحیح ہے اس مین شک نہین کہ دنیا بامید
قائم ہے اور جب آس ہی نہ رہی تو یاس ستم ڈھائے گی یاوسی کو
خدا غارت کرے کسی مصرف کا نہین رکھتی اور انسان کا بچنا بھی
محال ہو جاتا ہے خیر اب سنیے۔

سپہر آرا بیگم تمام شب بیقرار مثل ماہی بے آب مضطر رہین
ایکدم چین نہین آتا تھا۔ شہزادہ سپرور کا خیال لحظہ لحظہ آٹھ آٹھ آنسو
رلاتا تھا پچھلے کو ذری آنکھ لگی تو خواب دیکھا۔ دیکھتی کیا ہین کہ
شہزادہ فریدون کمر مرزا ہمایون فر ایک رشک قمر مشتری پیکر
کم سن دلھن کے ساتھ ساتھ گلزار پر بہار مین مصروف گلگشت
ہین۔ باغ مینو سواد ہے اور وہ پریزاد ہے رقیب کو اپنے معشوق
کی بغل مین دیکھکر کہا۔ دیکھا ہے۔ ہم تو آپکے رنج مفارقت مین
گھلین اور آپ پریون کے ساتھ ادھر ادھر رنگ لیان منائین
اور دل جلون کو اور جلائین۔

تم بھی کس درجہ بیمروت ہو — کتنے کج خلق و بیمیت ہو
مرد کی ذات بیمروت ہے — اور دغا باز انکی خلقت ہے

ہمایون فر نے اس بت شیرین حرکات کا ہاتھ چھوڑ دیا۔
اور دانتون کے تلے انگلی دبا کر کہا اے ہے اوہ یہ تو یہ سپہر آرا

تنگ کر بولی بس بس۔ دیکھ لیا جیسی کر کر کے قبر میں سو رہے۔ جاؤ خیر ہم بھی اپنے کو دفن کر دینگے۔ ہم کچھ کم تھوڑا ہی ہیں اس نوری دور گور کے ہاتھوں میں ہاتھ دیکر باغوں میں اٹھکھیلیاں کرناؤ ہم کو دیکھکر دانتوں کے تلے انگلیاں دبانا خیر صنا یوں ہی سہی ہے۔ جائیے بس خوب الفت آزمائی آپ کی۔ ہم سنا کرتے تھے کہ مرد وے بے مروت ہوا کرتے ہیں سو آج تجربہ بھی کر لیا کل سی میدان میں رات بھر تمہارا راستہ دیکھا کئے مگر تم گھر سے اڑ آتے تھے اتنے میں جنگل کا کتا (ھو تو) نظر آئی دیا مجھے بہت خوف معلوم ہوا اور ایک درخت پر چڑھ گئی۔ اب آپ بتائیے منظور کیا ہے۔ کیا ہماری منظوری غیر منظوری کی نہ کہو۔ ہم تو دل و جان سے نثار ہیں۔

شہزادہ۔ بس ایک دلی ثبوت یہ ہے کہ ہم تمہارے عشق میں مٹے

سپہر آرا۔ بجا۔ ہم میدانوں بیابانوں کی ہوا کھائیں اور آپ عاشق بتائیں۔ مکر کر کے مر گئے اور ہم کو تپے بتاتے ہیں جب جاتے ہیں کہ جیتے جاگتے سامنے آؤ۔ موت موئی نگوڑی کی کیا حقیقت ہے

شہزادہ۔ تم کتنی ناسمجھ ہو۔ میں کچھ مرا تھوڑا ہی ہوں۔ اللہ جانتا ہے جس دن تم مو پریشان قبر پر آئیں اسی دن اٹھ کھڑا ہونگا اور اسی دم نکاح ہو جائیگا۔

جو کہ ہیں مرد باوفا ہیں وہ　　ماسنگو ثابت آشنا ہیں وہ
جان جان کیا نہیں ہے آپکو یاد　　قصۂ قیس و وامق و فرہاد
جتنے عاشق تھے سب جو سے بہانا　　جان کھو بیٹھے یہ اٹھائے ناز

معلوم ہی نہ تھا کہ ع۔ آنکھ کھلنے بھی نہ پائی تھی کہ جلاد آیا۔ یہ لب لعل شکر خا اور یہ رخ زیبا میری قسمت کا نہ تھا۔ افسوس جتنی باتیں جوان شریف خصوصاً شہزادوں میں ہونی چاہئیں وہ سب خدا نے تمہاری ذات میں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں۔ حسین ویسے ہی ذی اخلاق ویسے ہی۔ فیاض و جواد ویسے ہی اور ان سب پر طرہ یہ کہ مومن پاک۔

شہزادہ۔ نامرد تھا۔ اگر مرد ہوتا تو نہتے پر ہاتھ نہ اٹھاتا اور ابھی مہلت ملتی تو ولایتی کا ایسا تلا ہوا ہاتھ دیتا کہ تمام عمر یاد کرتا میری شمشیر خارا شگاف کی چمک نمونۂ قیامت ہے۔

پہونچی سم فرس پہ جو بالائے سر گری
جھکی ادھر زمین سے نکلکر ادھر گری
ناری گرے ادھر وہ جدھر کو نظر گری
اس صف سے لگ چلی یہ صف خاک پر گری
دکھلا کے اوج جاتی تھی یوں ہر سوار پر
جنگل میں باز گرتا ہے جیسے شکار پر

سپہر آرا۔ محبت کا مقتضا تو اب یہی ہے کہ اٹھ بیٹھو اور زیادہ نہ ستاؤ مگر تم کب مانو گے ہماری جوانی اور زندگی تلخ ہو گئی ہائے موت بھی نہیں آتی۔

شہزادہ۔ جانی اس میں ہمارا کیا قصور تھا۔ موت سے بے بسی ہے۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

سپہر آرا۔ اب ایسا نہو کہ ہم تو علانیہ لاکھوں آدمیوں میں بے حجاب تمہارے سر قبر پر جائیں اور لوگ ٹھٹھے لگائیں کہ واہ کچھ بھی نہ ہوا بات کی بات جائے اور جان کی جان۔ خوب سوچ سمجھ لو۔ یہ بھی تمہی کہ تمام عمر تمہارے ساتھ زندگی لطف بسر کرونگی مگر یہ

کر بیڑا اٹھا لیا ہے کہ پھر اسی طرح منہ دکھاؤنگا۔ قبر شق ہو جائیگی اور کفن پہنا ہوا قبر سے نکلونگا ہنستا کھلکھلاتا چمکتا خندہ زنان مست و غزلخوان۔

سپہر آرا۔ آمین اللہ۔ آمین آمین۔ ازیں چہ بہتر۔ خدا یقین کند

شہزادہ۔ ساری خدائی کو حیرت ہوگی۔ مگر ہوگا ایسا ہی۔ یہ گفتگو ہوتی ہی تھی کہ شہزادۂ خاقان کلاہ و فریا جاہ نے بیتاب ہوکر اس بت تنگ چشم کو گلے لگایا اور لب جان بخش پر لب رکھکر پیار کیا کہ اتنے مین سپہر آرا کی آنکھ کھل گئی اور مغلانی کو آواز دی۔ مغلانی مغلانی۔ اے مغلانی سویرے کا وقت مغلانیان میٹھی نیند سو رہی تھین مگر حسینی خانم محلدار کی آنکھ کھل گئی۔ کہا حاضر ہوئی حضور۔ ارشاد۔ اسکی آواز سنکر اور عورتین بھی جاگ اٹھین حسن آرا کی آنکھ کھلی۔ بہار النسا اور روح افزا جاگ پڑین۔ طشت آیا۔ پانی منگوایا۔ سب نے منھ دھویا۔ اور کمرے مین شگن ہوئین تو سپہر آرا نے آبدیدہ ہوکر یون تقریر شروع کی۔

سپہر آرا۔ باجی جان اسوقت جی کو ہول ہوتا ہے رات کا قصہ سناؤن تو آنسوؤن کے دریا بہا دو۔ ہاے کیا جانے مین نے کیا دیکھ لیا۔ کیا جانے کون کشتۂ ناز نظر پڑا ایسا خواب خدا روز دکھائے گو اب خواب و خیال مرہم جگر ریش نہین ہوسکتا مگر گھڑی دو گھڑی کے لیے تسکین تو ہو جاتی ہے۔ ہاے لوگو یہ کیا ہو گیا۔ مین تو کہین کی نہ رہی لٹ گئی لاکھ ضبط کرتی ہون مگر آنسو نہین تھمتے اور کیونکر تھمین زخم کاری لگا ہے کچھ کھیل تھوڑا ہی ہے۔

تھمتے تھمین گے آنسو	رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہین ہے

حسن آرا۔ بہن رونا تو تمام عمر کا ہے۔ خواستۂ خدا ایسا ہی تھا اسکو کوئی کیا کرے۔ کسی کا بس چلتا ہے۔ اسی جگہ تو انسان لاچار ہے۔ کچھ کرتے دھرتے بن ہی نہین پڑتی۔

روح افزا۔ خواب مین اسی بیچارے کی صورت دیکھی ہوگی

بہار النسا۔ بیان نہ کرنا۔ دن کے وقت خواب کا ذکر کرنے سے مسافر راہ بھٹک جاتے ہین اور خواب کا اثر جاتا رہتا ہے رات کو کہدینا۔

حسن آرا۔ واہ۔ اخ۔ اخ کیسا۔ اور مسافرون کے راہ بھٹکنے کی اچھی کہی

سپہر آرا۔ ہم کو وہ سب باتین یاد ہین جو ہمنے دیکھین ایک اندھیر اسا چھایا ہوا ہے۔ یا میرے اللہ مین کیا کرون۔ ~~ه~~

بلائے جسم جان اور وبال دوش ہے سر	ہر ایک دم دم خنجر ہر ایک مو نشتر
نہ ہوگا مجھسا کوئی خستہ و پریشان حال	ستم رسیدۂ ہجران و بیکس و مضطر
الم گذر رہے ہین جو جو خدا ہی واقف ہے	ہزار داغ مصیبت ہین اک مرے دل پر
نہین ہے اس کا بھی کچھ غم مگر ہے تیرا دھیان	نہ اپنے جی کا مجھے ہوش ہے نہ دل کی خبر
ترے مزار پر جاروب کرلیے مژگان سے	چھڑ کیے پانی طینت سے آب دیدہ کر

امید نیست دگر دفع این ملال شود
گر بمیرم واے جان تو وصال شود

بڑی بیگم صاحب کو کسی نے اطلاع دی کہ سپہر آرا بیگم نے ایک خواب دیکھا ہے جسکو وہ بیان نہین کرتین مگر زار زار روتی ہین وہ بیتاب ہوکر انکے پاس آئین اور چٹ چٹ بلائین لیکر کہا بیٹا خبردار خبردار خواب کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ رات ہو تو مجھسے کہنا مین حافظ جی کو بلاؤنگی۔ وہ بڑے معبّر ہین۔ سپہر آرا نے کہا اماں جان مین نے دیکھا کہ ہمایون فر ایک عورت کے ساتھ باغ کی ہوا کھا رہے تھے مگر مجھے دیکھکر وہ عورت بھاگ گئی اور مین نے ان کو آڑے ہاتھون لیا۔ انھون نے کہا تم میرے مزار پر ہو پریشان آکر

تو مین فوراً اُٹھ کھڑا ہون اب جو رائے ہو جو صلاح ہو۔ یہ کہہ کر سپہر آرا کی آنکھ سے دریائے اشک جاری ہوا بڑی بیگم صاحب نے بیٹی کو گلے لگایا اور یون سمجھایا۔

بڑی بیگم۔ سنو بابا۔ خدا کی خدائی سے کوئی بات بعید نہین کبھی تم نے یہ بھی سنا ہے کہ عورت کے پیٹ سے سانپ کا بچہ پیدا ہوا مگر ایسا ہوا ہے۔ کبھی یہ سنا ہے کہ تین لڑکے ایک عورت جنی مگر یہ ہمارے ہوش کی بات ہے ہم نے اپنی آنکھون دیکھا ہے۔ کبھی یہ بھی سنا ہے کہ نیم کے درخت مین کیلے لگین۔ مگر ایسا ہوا ہے اور کنوین سے منون دودھ نکلا ہے بابا۔ تم ابھی یہ باتین کیا جانو

بہار النسا۔ ہان ہان سچ تو فرماتی ہین بہت سی باتین ایسی ہوا کرتی ہین آدمی کیا اور اسکی عقل کیا۔ خاک کا پتلا خدا کی خدائی مین دخل دے سکتا ہے بھلا۔ ہرگز ہرگز نہین۔

روح افزا۔ اچھا اور کسی سے صلاح لو۔ یہان تو کل سے یہ بات مشہور ہے کہ سپہر آرا بیگم قبر پر جانے والی ہین ایک زمانہ کہتا ہے اور خبر بڑی گرم ہے مگر سوچ سمجھ لیجئے۔

حسن آرا۔ آغا جعفر شاہ صاحب ہین۔ نواب ضرغام الدولہ ہین نواب منجھلے صاحب ہین ان سب کو بلوا کر رائے لیجیے دیکھیے وہ سب کیا کہتے ہین۔

مغلانی۔ حضور خورشید لقا بیگم تو کہتی ہین خدا را ایسا ہی ہو۔

حسن آرا۔ جو سب کی صلاح ہو وہ ہو بس ہزار بات کی ایک بات یہ ہے جو سب صلاح دین اسکے مطابق کام ہو۔

بڑی بیگم صاحب نے ایک معبر کو جو اپنے فن مین یکتائے دہر تھا خود طلب کیا اور کہا حافظ جی اس خواب کی تعبیر تو دیجیے لڑکی نے خواب مین ہمایون فر کو دیکھا۔ اور انھون نے اس سے کہا کہ اگر میری قبر پر آؤ تو مین زندہ ہو جاؤن۔ مگر مو پریشان آؤ

معبر۔ خود اُنھین کی زبانی کل حال سننا چاہتا ہون۔

بڑی بیگم۔ مغلانی۔ سپہر آرا بیگم کو بلاؤ تو۔ کہو ذری یہان آئین

معبر۔ کل امور من وعن بیان فرمائین یاد کر کے کہین مگر کوئی بات رہ نہ جائے خواب پریشان ہوا کرتا ہے۔ اور اسکو مین ہی خوب سمجھتا ہون کہ اسکے امور کیا ہین۔ کل ایک رئیس نے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی کہا ہم نے خواب مین دیکھا کہ ہم کنوین پر کھڑے ہین لوگ پانی بھر رہے ہین سیکڑون سقّے اور پیاسون آدمی جمع ہین مگر جس سے پانی مانگتے ہین وہ کہتا ہے الگ ہٹ آخر کار ایک بوڑھی عورت نے ہمین پانی پلانے کی کوشش کی تو دو بڑے اژدرے پر جم گئے ہم نے لاکھ لاکھ کوشش کی کہ ان کو ہٹائین مگر کوشش بیکار گئی وہ پر وہان سے نہ ہٹے معًا کہہ دیا کہ آپ کے ان جانور پیاسے رہتے ہین۔ رئیس نے آدمیون کو چھڑا دیا اور اپنے داروغہ سے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ یہ کیا بات ہے معلوم ہوا کہ اس دن جانورون کو پانی نہین ملا تھا خانصاحب جو اس کام کے لیے مقرر تھے وہ پینک کے سبب سے پانی دینا بھول گئے۔

بڑی بیگم۔ جبھی تو تم کو بلوایا ورنہ اور بہت سے آدمی تھے۔

معبر۔ مین تو اس سرکار عالی کا نمک پروردہ قدیم ہون۔

من بندۂ حضرت کریمم — پروردۂ نعمت قدیمم
گر بے ہنرم دگر ہنرمند — لطف است امیدم از خداوند

اتنے مین مغلانی نے کہا حضور ذری خود چلی چلین تو بات بن جائے بڑی بیگم صاحب جریب ٹیک کر اُٹھین سپہر آرا کے پاس گئین اور سمجھانے لگین۔ بٹیا۔ جو مصیبت تم پر پڑی وہ دشمن پر بھی نہ پڑے مگر شاید خدا یہ مصیبت دور کر دے۔ دروازہ بھڑا ہے ڈیوڑھی ڈیوڑھی ہی بیٹھین پڑی ہین۔ بوڑھا آدمی ہے تم فقط حال

سب بیان کر دو۔ اتنا کہنا مان کر سپہر آرا آبدیدہ ہو کر اٹھی حسن آرا اور بہار النسا اور روح افزا ساتھ گئین۔ جق کے پاس سے سپہر آرا نے خواب کا حال یون بیان فرمایا۔ کل رات کو مجھے بڑی دیر تک نیند نہین آئی اور اسی خیال مین غلطان پیچان تھی کہ یا خدا یہ کیا ہوا پچھلے کو خدا خدا کر کے آنکھ لگی تو خواب مین اس بیچارے کو دیکھا کہ ایک عورت کے ساتھ چمن مین ٹہلا کھا رہا ہی۔

معبّر۔ جی۔ عورت خوبصورت تھی یا سیاہ فام اور بدصورت؟

سپہر آرا۔ نہایت حسین۔ ماہرو۔ پری چہرہ۔ شیرین حرکات رنگین ادا

معبّر۔ سن کیا تھا صاحبزادی خوب یاد کر کے بتلاؤ۔

سپہر آرا۔ سن کوئی سترہ اٹھارہ برس کا۔ کشیدہ قامت۔

معبّر۔ ہان میری ایک اور خواہش ہی کہ تم کوئی شعر پڑھو۔

سپہر آرا۔ بہت خوب۔ ؎

فنا ہے سب کے لیے مجھ پہ کچھ نہین موقوف
یہ رشک ہے کہ اکیلا رہے گا تو باقی

معبّر۔ اچھا اور سب امور بیان کیجیے۔ اسکے بعد پھر کیا دیکھا

سپہر آرا۔ پھر؟ مجھ سے باتین ہونے لگین وہ عورت ہٹ گئی مین نے کہا کیون بندہ پرور شرط وفا یہی ہی کہ ہم تو دل و جان سے عاشق ہین اور آپ منہ چھپا کے چلدین۔ کہا جان من اس مین ہمارا کیا قصور ہی۔ قضا آئی لے گئی قضا سے کوئی لڑ سکتا ہی مین بھی خاموش ہو رہی مجھسے کہا جان جان اگر قبر پر مو پریشان آؤ تو کیا مضایقہ ہی فوراً زندہ ہو جاؤن اس مین ہرگز ہرگز دریغ نہ کرنا اسکے بعد ہاتھ مین ہاتھ لیا اور آنکھ کھل گئی

معبّر۔ آخری حصہ چبا چبا کے بیان کیا۔ اسکی سند نہین کوئی خادمہ ایسی بلوائیے جو انکی ہم سن ہو۔ اس سے کچھ سوال کرونگا

ختنو دائی کی لڑکی بھیجی گئی۔ معبر نے کہا بیگم صاحب کے کان مین پوچھو کہ بوسہ بازی کی نوبت آئی تھی یا نہین۔ دائی کی چھوکری نے سپہر آرا کے کان مین کہا۔ اتنا بتا دین حضور کا بوسہ لیا تھا یا نہین سپہر آرا نے گردن ہلا کر اشارے سے بتایا ہان لیا تھا۔ معبر نے کہا میرے نزدیک انکو قبر پر ضرور جانا چاہیئے۔ مگر وقت شب چاندنی رات ہو تلنگے کے پہاڑ تک سواری پر جائین وہان سے پیادہ پا۔ یہ کہکر معبر تو تشریف لے گئے اور ادھر بیگم صاحب نے اپنے اعزہ کو بلوایا آغا شاہ صاحب اور نواب جعفر حسین خان صاحب اور شہزادہ دارا مرتبت اور بہار النسا کے میان اور کئی اور عمائد نے باہم مشورہ کیا۔

آغا۔ واللہ ہی بڑی چوک ہو اگر سپہر آرا بیگم کو وہان نہ بھیجو۔

جعفر۔ بیشک اور دیکھ لینا قبر فوراً شق ہو جائیگی ذرا شک نہین

آغا۔ ہم تو قسم کھا کے کہتے ہین کہ اسکی بات مین فرق آ ہی نہین سکتا

جعفر۔ توبہ توبہ۔ مجاور مرد معتبر ہی۔ پھر ملا نے اسکی گواہی دی اور دونون نے کہا کہ اگر دلہن آئے تو یہ زندہ ہو جائین اور پھر خود دلہن نے خواب دیکھا۔

آغا۔ اور ایسے مشہور معبر نے راے دی کہ ضرور بالضرور جائین۔

بہار النسا کے میان نواب صاحب نے کہا ہم اس راے کے خلاف ہین یہان نہ خواب کے قائل ہین نہ تعبیر کے نہ معبر کو مانتے ہین نہ مجاور کو۔ بھلا یہ عقل کی بات ہی۔ مردے بھی کہین زندہ ہو گئے ہین۔ ایک نہین دس ہزار خواب کوئی دیکھے تو کیا ہوتا ہی قبر شق ہو گی ایجاد فساد ہوا اور قبر سے ہمایون فر زندہ نکلین گے درست بہت صحیح ہی خدا خدا کیجیے عقل کے ناخن لیجیے۔ ہم ہرگز صلاح نہ دینگے

جعفر۔ بھائی جان ابھی صاحبزادے ہو تم یہ باتین کیا جانو۔

آغا۔ ان سے اتنا پوچھیے کہ نام بدل کے قائل ہین یا نہین

نواب ۔ کیسی قابل ۔ نام بدل گیا نام ۔
آغا ۔ اے صاحب میرا نام قائم علی اور آپکا نام بھی قائم علی ہے اچھا حکم ہوا کہ اُن کی روح قبض کی جائے ۔ فرشتے نے غلطی کی اور میری قبض کر لی ۔ مین مر گیا ۔ اب تجہیز و تکفین کی فکر ہوئی اتنے مین غلطی معلوم ہوئی مین فوراً زندہ ہو گیا ۔ جناب خدا کے کارخانون مین کسی کو دخل نہین ۔ ؎

زان در بلاغت بہ سحبانؑ رسید ۔ نہ در کنہ بیچون سبحان رسید

ماعرفناک حق معرفتک ۔ وما عبدناک حق عبادتک ۔
نواب ۔ آپ کی عقل کے صدقے کہنے لگے فرشتے نے غلطی کی ۔ اور نام بدل گیا ۔ آپ مر گئے تجہیز و تکفین کی فکر کی اور آپ جی اٹھے جناب بس ان خیالات سے حذر کیجئے ۔

اگلے وقتون کے ہین یہ لوگ انھین کچھ نہ کہو
عقل کی بات کو جو کفر و خطا کہتے ہین

آغا ۔ آپ انگریزی پڑھکر بالکل کرشتان ہو گئے ۔
جعفر ۔ اس مین کیا شک ہے ۔ درین چہ شک ۔
اکثر عائد اور رؤسا مین بحث ہوئی بیشتروں کی راے تھی کہ سپہر آرا بیگم کو ضرور بالضرور جانا چاہیئے ۔ مگر نواب صاحب اس راے سے اختلاف ظاہر کرتے تھے آخر کار یہ تجویز قرار پائی کہ مجاور کو بلائین اور اس سے دریافت کرین مجاور بلایا گیا ۔ کہا کل شب کو قبر پر بڑا جشن تھا ۔ دو سو آدمیون سے کم کی جماعت نہ تھی عورتین اور مرد اور طائفے اور تماشبین صدہا آدمی ۔ بڑی دیر تک ناچ رہا اور پچاس آدمی گواہی پورا پچاس ۔ ایک دو بھی نہین ۔ ایک لالہ دہی جو اُس دن گواہی دینے آئے تھے ۔ دوسرے منولال تیسرے شیر محمد خان چوتھے مولوی لطف احمد ان سب کو بلوائیے تو حال کھلے گا ۔ یہ چارون طلب ہو گئے ۔
آغا ۔ مولوی لطف احمد صاحب آداب عرض ہے ۔ اس جگر دوز سانحے نے شہر بھر کو خون رلایا ۔ ہر کس و ناکس ماتم کرتا ہے ۔
مولوی ۔ (آہ سرد بھر کر) آپکے تو عزیز نور چشم قرۃ العین تھے آپ کا ماتم کرنا عجب نہین مگر خدا گواہ ہے جس گلی کوچے سے نکل جایئے ہر زن و مرد کو روتے پایئے گا ۔ کل ایک بڑھیا کہتی جاتی تھی کہ لوگو مین نے آج تک بجز حسین کے کوئی غم نہین کیا مگر اس شہزادے کے مرنے سے میرا کلیجہ پھٹ گیا ۔
نواب ۔ ہان مولوی صاحب کل شب کا حال کچھ فرمایئے آپنے کیا دیکھا ۔
مولوی ۔ وہ کیفیت دیکھی کہ عقل دنگ ہے ۔ واللہ عقل کام نہین کرتی قبر پر میلا جما ہوا تھا اور صدہا پریان ایک سے ایک بڑھکر کوئی ناچتی ہے کوئی تھرکتی ہے کوئی گاتی ہے ۔ عرس مین آجتک ایسی بھیڑ نہین دیکھی ایک شخص کو حال آیا قوال تربت عنبرین پر بیٹھا ہوا گاتا تھا ۔ گاتے گاتے ایک مرتبہ اُس نے یہ شعر گایا ۔

غلام ہمت آن رند عاقبت سوزم
کہ در گدا صفتی کیمیا گری دارد

یہ شعر سنتے ہی ایک پیر مرد اچھل پڑے ۔ حق حق ۔ اور قوال نے پھر بدستور گانا شروع کیا اور اس مرتبہ اور بھی جی لگاکے ۔ ع ۔ کہ در گدا صفتی کیمیا گری دارد ۔ اور ایک مقام پر ایک عورت نے جو پیشہ دلالی کرتی ہے اور واجب القتل ہے قبر کو بوسہ دیکر کہا ۔ ہاے ہمایون فر ہاے ہمایون فر اور فوراً غش آگیا گر پڑی ۔
یہ تقریر سنکر ایک خدمتگار نے کہا ۔ خداوند اس مین

تحقیقات کی کیا ضرورت ہے۔ اور تعجب کی کونسی بات ہے کل رات کو غلام بھی شہزادہ بہادر کی قبر پر تھا۔ وہان تو روز شام سے ہزارون آدمی جمع ہوتے ہین۔ پریان اور حورین کیسی نجبن کی چھوٹی بہن تھی۔ بریلی والی امامن تھی۔ اور کل تو تنبولیون کی دکانین بھی تھین۔ مولوی صاحب نے کہا ہان! یہ حال ہمین نہین معلوم تھا ہم سمجھے سچ مچ پرستان کی پریان آئی ہین۔

نواب۔ یہ تو حال ہے بات کا بتنگڑ بنا دیا سوئی کا بھالا واہ رے زمانے اور اسی پر ہمارے بزرگون کو ناز ہے۔

آغا۔ بھئی اب یہ حال ہمین کیا معلوم تھا۔ تو اول مرتبہ جو مشہور ہوا تھا وہ بھی کچھ ایسا ہی واقعہ ہوگا۔ لاحول ولاقوۃ قبر شق ہو گئی تھی۔

مجاور۔ جی نہین۔ اول مرتبہ تو سبحان اللہ قبر شق ہو گئی تھی اس روز ہمایون فر سے ہمارے سامنے باتین ہوئین۔ اشعار پڑھے گئے شہزادے نے ایک پری کی طرف مخاطب ہو کر یہ شعر پڑھا ؎

شراب لعل کش و روے مہ جبینان بین
خلاف مذہب آنان جمال اینان بین

پری نے اٹھلاتے اٹھلاتے اسکا جواب یا اور نہ کبھی شعر مین ؎

باصبا در چمن لالہ سحر مے گفتم
کہ شہیدان کہ اند اینہمہ خونین کفنان
گفت حافظ من و تو محرم این راز نہ ایم
از مے لعل حکایت کن و سیمین ذقنان

آغا۔ پھر اب جو تجویز ہو اسکے مطابق عمل مین آئے۔

نواب صاحب نے کہا ہماری راے ہے کہ اس خیال خام سے آپ درگذرین اور اگر یہی راے ہو کہ سپہر آرا بیگم بالضرور جائین تو کوئی صاحب اس امر کا ذمہ کرین کہ ان کے قلب پر صدمہ نہ پہونچے گا خوب یاد رکھیے کہ ہمایون تو اب زندہ ہونے سے رہے۔ یہ تو ایسا ہی غیر ممکن ہے جیسا بندے کا خدا ہو جانا (معاذ اللہ) اور جب وہ زندہ نہ ہونگے تو ضرور ہے کہ سپہر آرا کی جان جائے۔ ممکن نہین۔ کہ یہ بچ سکین۔ اتنا بڑا صدمہ ہوگا کہ جان نکل جائیگی۔ اس امر سے اکثر رؤسا نے اتفاق کیا۔

اتنے مین خدمتگار نے کہا حضور بی مغلانی نے کہا (گھر مین بلاتی ہین) نواب صاحب اندر گئے۔ ڈیوڑھی کے قریب حسن آرا اور بہار النسا کھڑی تھین حسن آرا نے کہا دولھا بھائی اب کیا راے قرار پائی۔ از براے خدا ایسا نہونے دینا نہین سپہر آرا بھی ہاتھ سے جائینگی۔ نواب صاحب بولے کچھ خیر ہے بھلا مین ایسا ہونے دونگا حشر تک نہین۔ کیا مجال۔ ع۔ این خیال است و محال است و جنون + کیا مجال۔ بہار النسا نے خفا ہو کر کہا۔ واہ اتنی سی لڑکی کی عقل مین آ گئے آخر کچھ اپنی بھی عقل ہے یا نہین۔ چلو تم کو امان جان بلاتی ہین۔ نواب صاحب بڑی بیگم کے پاس گئے انھون نے کل امور انھین کی راے پر چھوڑ دئے۔ اب سنیئے کہ قبر پر ہزارہا آدمی جمع تھے اور سکو شک کی جگہ یقین تھا کہ سپہر آرا بیگم ضرور آئینگی دو چار انگریز بھی آئے تھے جب شام ہوئی تو اور بھی جماعت زیادہ ہو گئی۔ اور جھٹپٹے وقت قلعے مین تل رکھنے کی جگہ نہ تھی کہ اتنے مین ایک شخص نے کہا راے پلٹ گئی۔ اب نہ آئینگی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر سب مین مشہور ہو گئی اور اکثر آدمی مایوس ہو کر بڑی بیگم کے مکان پر آئے۔ یہان کا حال سنیئے کہ ایک گھڑی رات گذری ہوگی کہ بڑی بیگم کے محل معلی کے چارون طرف آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے اور سو سو آدمی ملکر غل مچاتے تھے کہ خدا کے لیے انکو صورت دکھ

حسن آرا - خدا کی سنوا مان لگوڑون پر۔ آج ہمین نے یہ بُرا دن دیکھا یا ان کا بھی کوئی مواجیتا ہے۔ انکی امان بھینا بھی قبرون پر مُردون کو جلانے گئی ہین۔

بہار النسا - ہان یہ تو ہم کو بڑا معلوم ہوتا ہی۔ اللہ سمجھے انسے

بڑی بیگم - چپ۔ مو بیٹا چپ رہو۔ اُف۔ ہاے ہاے

حسن آرا - اور یہ سب کے سب باہر بیٹھے منھ ہی تاکتے ہین کسی سے اتنا بھی نہین کہا جاتا کہ ارے چپ رہو خدا کیلیے چپ رہو۔

جب شہزادی بیگم کو اس امر کی اطلاع ہوئی کہ سپہر آرا ہمایون فر کی قبر پر جانے والی ہین تو فوراً مہریان بھیجین اور اپنے دیور کو بھی پیغام لے کر بھیجا۔ مہریان اندر گئین اور وہان جاکر انھون نے کہا۔

مہری - حضور شہزادی بیگم نے بھیجا ہی اور کچھ پیغام لائی ہون۔

بڑی بیگم - (آہ سرد بھر کر) کہو۔

مہری - حضور تخلیے مین عرض کرنا ہی۔

بڑی بیگم - اچھا تو آکر آہستہ سے کہو۔

مہری - (کان مین) حضور سرکار نے بھیجا ہی کہ جو بات سب مین مشہور ہوئی ہی اُسکے مطابق کام نہ کیجیے گا۔ ورنہ آپکو اختیار ہی۔

بڑی بیگم - نہین ہرگز نہین جو اُنکی راے ہی وہی ہماری بھی راے ہی۔

حسن آرا - دیکھا امان جان ہم نے کیا عرض کیا تھا۔

بڑی بیگم - بیٹا میرے حواس بر جا کہان ہین۔ میرے تو ہوش اُڑے ہین۔

حسن آرا - اس مین کیا فرق ہی۔

مہری - یہ پیرانہ سالی اور یہ صدمہ۔

بہار النسا - ہم نے تو سُنا تھا کہ خورشید لقا بیگم کی مرضی ہی کہ ضرور جائین اب تو یہ پیغام لائین۔

مہری - نہین حضور سب کوئی یہی کہتی ہین کہ اُنکی خدا نہ کرے خدا نہ کرے جان جاتی رہیگی۔ اور وہ صدمہ نہ سہ سکینگی۔

مہری رخصت ہوئی اب سنئے کہ شہزادی بیگم کے دیور محمد حسن خان بہادر نے بھی مردون مین یہی تقریر کی اور کہا کچھ خیر ہی کیون اس بیچاری معصومہ کے دشمن ہوے ہو مفت مین اسکی جان لوگے۔ نواب صاحب نے کہا مین بھی کل سے یہی بک رہا ہون اور مین کہتا کیا تھا میری یہی راے ہی مگر سنتا کون ہی۔ کوئی سنے نہین تو مین کیا کرون۔ سر پیٹ کے بیٹھ رہا۔

واقعات جنگ

روسی جاسوس گرفتار کر لیا گیا۔ ہر چند اس نے عذر کیا کہ مین ایلچی ہون سفیر ہون ایلچی راجہ نزوال مگر ترکون نے ایک نہ سُنی۔ تھوڑی دیر مین محمود پاشا نے کہا کل میرے پاس بھی ایک شخص آیا تھا پہلے تو مجھسے کہا کہ بھائی مین مسلمان اور باایمان ہون تم میرے برادر دینی ہو اگر امکان مین ہو تو مجھے کچھ دو۔ مین وطن سے اسقدر دُور ہو گیا ہون کہ بلا مدد برادران دینی اپنے لڑکون بالون اور اپنی پیاری بیوی اور بڈھے والدین کو نہین دیکھ سکتا ہون۔ مین نے کہا تم اسقدر لجاجت کیون کرتے ہو۔ تمھارے لیے چندہ ہو جائیگا مگر اپنا حال تو بتاؤ۔ کہا مین ترکی فوج مین بھرتی ہوا تھا مگر اڈریا نوپل کی طرف ایک جنگ مین گرفتار ہو گیا۔ اسطرح بیان کیا کہ مجھے یقین آگیا جب مین نے چندے کا نام لیا تو کہا چندہ مین نہین چاہتا جو کچھ خود دو گے لے لونگا مین نے اسکو بٹھایا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد قلعی کھل گئی آہستہ سے کان مین کہا اگر کچھ ضرورت ہو تو جواہرات دلوا دین۔ تب تو مجھے حیرت ہوئی اور متحیر ہو کر اس شخص پر نظر ڈالی

مین۔ جواہرات کیسا۔ تم یہ کہتے کیا ہو آخر۔

روسی۔ اگر زر و زیور اور سیم و زر گوہر کی ضرورت ہو تو ہم حاضر ہین اب سمجھ جاؤ جسقدر رقم کہو دلوا دون۔

مین - تم سچ بتاؤ کہ ہو کون - روسی یا ترکی -
روسی - اس سے کیا مطلب - پہلے تم یہ بتاؤ کہ نوکری کیون کرتے ہو فوجی نوکری کی تم کو کیا ضرورت ہے، یہی نہ کہ روپیہ ملے -
مین - نہ - صرف اسوجہ سے کہ مجھے فوجی نوکری دل و جان سے پسند ہو اور سبب بھی ہو کہ مین اپنے ملک کے نام پر جان دیتا ہون ؎

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر

اس پر وہ اُٹھ کھڑا ہوا مین تاڑ تو گیا ہی تھا فوراً اسکو روکا اب جاتے کہان ہو بچہ جی - ادھر تو آؤ ذرا - اب ہم تم کو جانے بھی دینگے - اس نے اسطرح پر ہاتھ جوڑے اور ایسا گڑگڑایا کہ مجھے بہت رحم آیا اور مین نے چھوڑ دیا -
آزاد - واہ رے آپکے رحم - بہت بُرا کیا -
کرنل - بڑی غلطی کوئی ایسا کرتا ہی بھلا - واہ - ہونھ !
اسپلیٹن - فوراً گرفتار کر لینا تھا مگر اللہ ری دغابازی دیکھیے تو کہان کہان پہونچتے ہین - کچھ ٹھکانا ہی -
آزاد - مین اسکی صورت ہی سے پہچان گیا تھا کہ یہ بد ذات ہے مگر لب و لہجہ درست - شکل صورت اچھی - باوضع - خوش قطع - یہ سب باتین ہین لیکن چہرے سے حرامزدگی برستی ہی ؎

تو ان شناخت بیک روز از شمائل مرد
کہ تا کجاش رسید است پایگاہ علوم
ولے ز باطنش ایمن مباش و غرہ مکن
کہ خبث نفس نہ گردد بہ سالہا معلوم

کرنل - پھر اب کیا رائے ہے - حملہ یا سکوت -
آزاد - سکوت ایکا ارشاد ہوا سکوت کیسا - حملہ ضرور ہوگا دو لاکھ ہون چاہے دس لاکھ ہون -

اُسی روز فوج ترک کا ایک کالم آزاد پاشا کی سپاہ جرار سے آ ملا - اور ایک خط جنرل لشکر کا دیکر کہا حکم ہو کہ اسکے ایک ایک لفظ کی تعمیل کرو - اسپلیٹن پاشا نے خط کھول کر مضمون سنایا -
آزاد پاشا اسپلیٹن پاشا کرنل ریاض پاشا کو معلوم ہو کہ ایشیا اور یورپ دونون پر غنیم کی یورش ہی اور اب اکثر لڑائیون مین عساکر سلطانی نے شکست پائی ہی - مگر فوج اور رعایا جان کف پر لیے ہے پلونا سے برابر خبرین چلی آتی ہین کہ کمکی فوج کی کمال ضرورت ہے چار سے پچاس ساٹھ گویندے قتل کر ڈالے گئے - اب ہم چار سو بھی نہین بھیج سکتے - نور پاشا نے بڑی نمک حرامی کی روسیون سے رشوت لے لی - اور کئی ہزار ترک قتل کروا ڈالے ؎

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

اب اس ملک کی عزت تم لوگون کے ہاتھ ہی اور تم کو پورا پورا اختیار حاصل ہی جب چاہو حملہ کر دو حضرت سلطان آج کل ہر دم اسی فکر مین رہتے ہین کہ پلونا سے کوئی مژدہ آئے ایسا فرمان فرما ساری خدائی مین نہ ملیگا -

خورشید ملک پرور و سلطان دادگر
دارائے عدل گستر و کسرائے نشان
اعظم جلال دولت و دین آنکہ تیغ تیز
دارد ہمیشہ توسن ایام زیر ران
سیمرغ وہم را نبود قوت عروج
آنجا کہ باز ہمت او دارد آشیان

گر در خیال چرخ فتد عکس اوج او
از یکدگر جدا شود اجزائے آسمان

زیادہ کہنا فضول ہی -
آزاد - خدا کی قسم اسقدر جوش ہی کہ دل ہی جانتا ہی -
اسپلیٹن - بیشک - لاریب - بلا شبہ - مگر جنگ دو سر دارد -
لیکن ہراسان نہ ہونا چاہیے -

آزاد پاشا نے ان لوگون سے کہا کہ پلونا کا حال جہان تک آپنے سنا ہے اس سے ہمین اطلاع دیجیے۔ اُنکے ایک افسر نے کہا حال اچھا نہین مگر ہماری فوج ایسی جوانمردی سے لڑتی ہی کہ آجتک کبھی نہین لڑی تھی اور آخر دسمبر تک جنرل گرکو نے محمد پاشا سے برابر لڑائیان کین اور سب یہی کہتے تھے کہ جنرل کامیاب ہوگا۔ محمد پاشا نے کوشش بلیغ کی کہ پلونا مین داخل ہوجائین ۴۔ دسمبر کی صبح کو فرزند پاشا اور ایزد پاشا نے مقام مہران پر جو الینا سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہی حملہ کیا۔ یہ جنگ کوہ بلقان کا ذکر ہی۔ ترکان آزاد نے خوب داد شجاعت دی سپہ سالاران آزمودہ کار نے ہمت بڑھائی اور ملاؤن نے آیات قرآنی سے وہ کارنمایان کیے کہ فوج ظفر موج کا پھر مجر جوش موجزن ہوا ایک گھنٹے تک معرکۂ تیز دمیدان رستخیز گرم رہا دود توپ اژدر دہان سے کاخ چنبری کے تلے ایک اور آسمان بن گیا اسوقت ترکون کی جوانمردی قابل دید تھی بلکہ دیدہ تھی نہ شنیدہ تھی۔ اخبار ٹیمز کا نامہ نگار جو اس میدان جنگ مین شریک تھا لکھتا ہی کہ ترکون اور فراخ سینہ نوجوان سپاہیون نے جوش مین آکر اپنے برادران دینی کی حمیت اور حمایت کی تھی۔ بڑی جرأت کے ساتھ آمادہ پیکار ہوے۔

واقعات جنگ ترکی مین کوئی امر اس سے زیادہ مشہور ومعروف نہین ہی کہ افواج مانٹی نیگرو ہمیشہ بمقابلہ غنیم ہر جنگ وجدل مین فتحمند وکامیاب ہوئی۔ گرینڈ ڈیوک چارلس جو شہنشاہ کے اعزہ مین سے ہے کمانڈر انچیف مقرر ہوے۔ اُنھون نے مانٹی نیگرو والون کی بڑی تعریف کی ہی یہ لوگ جاسوس کے دشمن ہین جنگ مین دغا سے کام نہین لیتے۔ اکثر موقعون پر مانٹی نیگرو کے افسرون نے بڑے کارنمایان کیے اور اپنی شجاعت کا کامل ثبوت دیا مگر ظاہر البعض حملے مین اُنکی قوت اور بہادری کا اظہار کامل طور پر نہین ہوا جن مقامات پر ٹرکی فوج نہایت شجاعت اور دلیری سے حافظ ونگہبان تھی اُن پر روسیون نے حملہ کیا مگر مغلوب وپسپا ہوے آخرکار مانٹی نیگرو کی فوج بھیجی۔ اور یہ فوج اسقدر کامیاب ہوئی کہ ترکون کو ہٹا دیا زار نے حسب اقتضاے وقت اور عاقبت اندیشی افسران اور سپاہ مانٹی نیگرو کا بہم پہونچانا مصلحت وقت تصور کیا اور برطبق اُنکے روسی نوکر رکھا اور اس سپاہ نے کارنمایان کیے۔ قلعجات مفتوحہ کو نہایت بہادری اور جرأت سے محفوظ اور مامون رکھا۔ جس وقت قلعہ داؤد کے جنوب مین حملے ہونے لگے اس سپاہ جرار نے نہایت چابکدستی اور عقلمندی سے گولے مارے اور حصار وغیرہ کا انتظام بخوبی کرلیا جس شجاعت کا اظہار اس سپاہ نے اس موقع پر کیا وہ بعینہ ویسا ہی تھا کہ ثالمی نپولین یا سکندر نے کیا تھا اسی وجہ سے سپاہ موصوف کی بڑی توقیر اور عزت ہوئی۔

آزاد پاشا نے کہا کل ہم ضرور جنگ کرینگے پھر جو ہو سو ہو کل کی کارروائی پر ہمارا کل دار ومدار ہی انشاء اللہ وہ کارنمایان کرین کہ بایدوشاید۔ اور یہی ہماری شجاعت یادگار ہوگی اگر بچے اور حیات مستعار نے امان دی تو سبحان اللہ فہو المراد ورنہ مری تو خیر نہیدہ خواہ شد خدا مالک اور ناصر ہی کچھ غم نہین۔

واقعات مختلف

خوجی۔ کرم پھوٹ کمبختی کے نشان میان خواجہ بدیع الزمان علیہ الرحمۃ والغفران اُفتان وخیزان گرتے پڑتے بہزار خرابی منزل مقصود مین داخل ہوے مگر بالکل مثل ایک ترتکاوٹ و درد سردی کی شدت تیسرے منزل کردی جتھے مصیبت کے دن راستہ وبال ہوگیا منزل اور سفر نے بیدم کردیا پڑاؤ پر آکے ملکے سب چکاب

کھائین تو کیا کھائین روسیون کے ساتھ کھانے سے سمٰ اور یہان سرا کا نام و نشان بھی نہین ہی۔ اس فکر مین غلطان پیچان تھے۔ اُنھون نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کیون بھائی جان یہان کوئی مسلمان بھی ہے ہم نے آجتک کبھی اپنے ہاتھ سے کھانا نہین پکایا۔ اگر کوئی مسلمان ملے تو کھانا پکوائین۔ مگر ہماری غذا کچھ بھی نہین ہی تین انڈے اسوقت تین اسوقت نیم بریان۔ ایک جوزہ۔ پاؤ بھر بکری کا گوشت۔ بریانی پلاؤ اور صبح کو چاے پیتے ہین۔ اللہ اللہ خیر صلاح۔

ایک روز کا تذکرہ ہی کہ نواب صاحب بہادر کے ہان ہم بیٹھے گپین اُڑا رہے تھے کہ ایک مولوی صاحب آگئے۔ یہان اُسوقت نشے جمے ہوے سردر گھٹے ہوے۔ ہم نے ازراہ مروت عرض کیا کہ مولوی صاحب اگر ارشاد ہو تو چینا بیگم چھمکڑے کے ساتھ حاضر ہون۔ مولانا چکرائے منھ بنایا۔ مین تاڑ گیا کہ جانگلو ہین۔ آنکھ آڑے ہاتھون لو یہ بن جائینگے مین نے ہاتھ جوڑکر کہا۔ بھائی جان ایک چسکی لو۔ مولانا نے آنکھین نیلی پیلی کین اور کہا کوئی مسخرا ہے بے تو۔ مین نے کہا یار سچے ایمان سے کہدو کہ تم نے کبھی افیم پی یا نہین پی۔ نواب صاحب بے مسکراکر کہا۔ جناب مولوی صاحب اس مسخرے نامعقول سے پیچھا چھڑائیے۔ خدا کے لیے صاف صاف بیان کردیجیے کہ آپنے کبھی افیم پی ہی یا نہین۔ مولانا صاحب کو کمال رنج ہوا۔ بولے جناب نواب صاحب حضور اور ایسا فرمائین۔ کس مردود نے آج تک افیم چھوئی بھی ہو۔ اسپر مین نے آہستہ سے کہا خیر۔ پھر اشک بلبل ہی سہی ایک ہی قطرہ سہی۔ اس اشک بلبل کے فقرے پر قہقہہ پڑا کہ چھوٹے بڑے لوٹ لوٹ گئے اور مولوی صاحب کا چہرہ مارے غصہ کے سرخ ہوگیا۔

اس تذکرے کے بعد خواجہ صاحب بہادر نے افیم گھولی اور روسیون سے اصرار کیا کہ ذراسی افیم پیو۔ سب نے انکار کیا مگر خواجہ صاحب نے بکمال لجاجت و منت و سماجت کہا بھائی ذرا چسکی لو ہماری خاطر سے پیو۔ ایک مسافر کی شامت جو آئی خوجی کے اصرار سے چسکی لگائی تو دم کے دم مین نشے نے رنگ جمایا اور جھومنے لگا پینک آئی سر جھکا ساتھیون نے قہقہہ لگایا۔

روسی۔ اب ان سے نہ بولو ان کو چپ چاپ سو رہنے دو۔

خوجی۔ بڑی سردی ہی۔ ہاتھ ٹھٹھرے جاتے ہین۔ اُف۔

روسی۔ یہ وقت ہوا کھانے اور سیر کرنے کا ہے۔

خوجی۔ واہ خدا کی مار اس عقل پر۔ یہ ہوا کھانے کا وقت ہے؟ اے نامعقول یہ ہوا کھانے کا وقت ہے یا آتش خانے مین بیٹھنے کا وقت ہے۔ ہمارے ملک کے رؤسا اسوقت تین تین کمرے بند کرکے بیٹھے ہونگے۔ اور آتش خانے روشن ہونگے اور اسقدر گرم فرش ہوگا کہ جیٹھ بیساکھ کی گرمی کو بھی مات کرے۔ جی یہ ٹھٹھرن کا وقت ہے۔ ہوا کھانے کی اچھی سوجھی۔ ہم تو اس سمجھ بوجھ کے قربان ہین۔ واللہ کیا عقل ہی۔ اوفوہ یہان تو روح تک لرزتی ہی اور اسکو ہوا کھانے کی خوب سوجھتی ہی۔

روسی۔ یہ وقت آتش خانون مین بیٹھنے کا نہین۔ آتش خانے مین اپاہج لولے لنگڑے اندھے بیٹھتے ہین۔ یہ وقت شکار کا ہی دس کوس زمین بندوق لیکر دوڑے۔ اور خوب شغل ہو ہرنون کا شکار ہو اور اُسی مقام پر ہرن بھونے جائین۔ اور مزے سے کباب چکھین اور نمک ہو پھر دیکھین سردی کیونکر معلوم ہوتی ہی سردی کیسی واللہ کپڑے اُتار کے پھینک دو۔ تم لوگ بودے بزدل یہ باتین کیا جانو۔

خوجی۔ اب بودے پن کا حال تو تمھارا دل ہی جانتا ہوگا

روسی - ایک سیاح نے ہم سے کہا تھا کہ ہندوستان مین پرانی رسمون کے لوگ بہت پابند ہین۔ اور چاہے رسمین خراب ہی ہون وہ اُنھین کی پابندی کرتے جائینگے۔ لاحول ولاقوۃ۔

خوجی - بجا - بجا ارشاد ہوا - کیا ہمارے آبا و اجداد بیوقوف تھے انکی رسمون کو جو ہم نہ مانین تو ناخلف۔ جو رسم جس طرح پر چلی آتی ہے وہ اسی طرح پر رہیگی - اب کچھ دن سے بعض جہلا نے انگریزی پڑھ پڑھ کے اپنے باپ دادا کو گالیان دینی شروع کی ہین ان لوگون کو بہت چربی چڑھ گئی ہے۔ سمجھتے ہین کہ ہمچو من دیگرے نیست۔ ایک انگریزی خوان سے مین نے کہا کہ کیون حضرت آپنے اپنے باپ دادا کی وضع کیون چھوڑ دی - نہ وہ شملہ ہے نہ وہ ٹپکا ہے۔ نہ وہ چپکن ہے نہ وہ اَدگی ہے۔ نہ وہ جریب ہے نہ وہ میانہ ہے۔ جریب کے بدلے ڈنڈا ابڑا موٹا لٹھ کتے ماردن کا سا۔ گھیتلے جوتے کے عوض بوٹ۔ لکڑ توڑ۔ کھٹ پٹ۔ کھٹ پٹ۔ چپکن اب نظر ہی نہین آتی۔ اب کوٹ فراک کوٹ دو دو کوٹ پہنے ہین پائجامے کے عوض پتلون ہے۔ شملہ ندارد۔ مندیل یا ترکی ٹوپی یا یہودیون کی سی کلاہ سرخ و سیاہ پہنے ہین۔ ٹپکا ندارد عجب عجب تطعین بنا کے حضرات نکلتے ہین -

روسی - اگر کوئی رسم خراب ہو تو اس مین ترمیم کرنا گناہ ہے فرض کیجیے کہ بابا آدم کے وقت سے ایک خراب رسم چلی آتی ہے اور اس مین ترمیم کی ضرورت ہے

خوجی - لاکھ ضرورت ہو تو کیا۔ کبھی ترمیم نہ کرنا چاہیے ۰

تکیہ بر جاے بزرگان نتوان زد بگزاف
مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی

بزرگون کی باتون مین دخل دینا ناخلفی اور گناہ کبیرہ ہے کیا وہ لوگ احمق تھے - ایک آپ ہی بڑے دانا بینا پیدا ہوے ہین ہم ان باتون کو مطلق نہین مانتے - اور نہ کبھی ان امور سے اتفاق کرینگے - کیا مجال -

اب سنیے کہ خواجہ بدیع الزمان صاحب بعد خرابی بصرۂ ترکون کے ڈانڈے مین داخل ہوے۔ شب کو ایک لشکر مین رہے۔ وہان اپنی مصیبت کا حال بیان کیا۔ آزاد پاشا کا حال پوچھا صبح کو روانہ ہوے تو ایک ہفتہ مین قسطنطنیہ پہونچے - اور ہرمز جی بھائی کی کوٹھی مین فروکش ہوے انکا حال یہان چھوڑا -

زینت النسا - ناظرین باتمکین کو یاد ہوگا کہ آزاد و فرخ نہاد کو ایک ریل کے اسٹیشن پر دو پریزاد نوجوان عورتین ملی تھین اور ایک شبانہ روز ان کا اُن کا ایک ہی درجے مین ساتھ رہا تھا پہلے تو دونون ان سے کسی قدر جھجکین پھر راہ راست پر آئین - آزاد رنگین طبع تو تھے ہی عشق کی باتین در پردہ چھیڑ دین - نوبت باینجا رسید کہ یا تو وہ پریزادین اُن سے بگڑ گئی تھین - یا اب ہنس ہنس کر میٹھی میٹھی باتین کرنے لگین گلوریان بنا کر دین - آزاد سے بات بات پر کھلکھلائین - آزاد نے اسقدر رسوخ بہم پہونچایا کہ ان کے ہان آنے جانے لگے - یہ دونون چھوکریان عیسائی تھین - مگر ان عیسائیون مین عقائد مذہبی کے علاوہ بالکل ہندوستانیون ہی کی طرح رہتے ہین - ان کے چچا نے آزاد کو شریف حسین باوضع اور تربیت یافتہ دیکھکر اجازت دی کہ کبھی کبھی آیا کیجیے - ایک بہن کا نام زینت النسا تھا دوسری کا نام اختر النسا جب آزاد نے وہ شہر چھوڑ دیا تو پھر انکو انکی اور انکو انکی خبر نہ رہی - مگر برسون کے بعد آزاد نے اُن کو دیکھا۔ اختری کا بیاہ ہو گیا تھا۔ زینت النسا ابھی دوشیزہ ہی تھی آزاد کو دیکھکر ان دونون کی باچھین کھل گئین۔ زینت النسا اپنے دل مین خوش ہو گئی کہ اب آزاد کے ساتھ شادی ہو گی۔ مگر آزاد حسن آرا بیگم سے وعدہ کر چکے

اب سنیے کہ ادہر آزاد پاشا روانۂ روم ہوئے ادہر دوسرے مہینے زینت النسا کی ایک لائق عیسائی کے ساتھ شادی ہوئی اور وہ اسی شہر مین نوکر ہو کر آیا جہان حسن آرا بیگم رہتی تھین۔ مرزا ہمایون فرکی وفات کے قبل زینت النسا حسن آرا کے ہان گئی اور کہا بہن ہم وہی ہین جن کے بوڑھے چچا سے تمہارے ہان کے کسی بوڑھے لازم نے آزاد کا حال پوچھا تھا۔ زینت النسا ہمارا نام ہی۔ اور آزاد کو ہم خوب جانتے ہین حسن آرا نے پیارے کی پیاری کو اپا گلے لگا یا اور تعظیم کیساتھ بٹھایا

حسن آرا۔ بہن اللہ جانتا ہی تمکو آنکھین ڈھونڈھتی تھین۔

زینت النسا۔ ہم بھی ماہی بے آب کی طرح تڑپتے تھے کہ خدایا آزاد نہین تو آزاد کے کسی پیارے ہی سے ملتے چچا نے جب ہم سے آپ کا ذکر کیا تو ذری ڈھارس ہوئی کہ اور بھی کوئی ہمارا ساتھی ہی ہم سے آزاد نے کل حال بیان کیا تھا۔ جب ہمارے میان کی یہان بدلی ہوئی توجی خوش ہو گیا اختر النسا ہماری چھوٹی بہن کا نام ہی وہ بھی صبح شام آنیوالی ہی۔ ہان بہن آزاد کا کیا حال سنا۔ خوش تو ہین۔

حسن آرا۔ ہان خوش و خرم ہین اور ترکون کا ہاتھ بٹا رہی ہین خوب خوب لڑائیان ہو رہی ہین۔ اللہ انکو بچائے۔ آمین

زینت النسا۔ آمین آمین۔ ایسا خوش رو اور وجیہ جوان آجتک نظر سے نہین گذرا اور کتنے خلیق آدمی ہین کہ مین کیا کہون۔

حسن آرا۔ کوئی اللہ رکھی نامے ہے وہ بھی جان دیتی ہی سنا کہ آزاد کے نام پر جوگن ہو گئی اب بنون مین رہتی ہی۔

زینت النسا۔ ہان بہن ہمنے بھی سنا ہی۔ وہ آدمی ہی ایسا ہی

حسن آرا۔ تم کس محلے مین رہتی ہو بہن۔ پاس ہی یہان سے

زینت النسا۔ پیادہ پیا ڈولی تو ہی نہین۔ دو آنے فقط آنے کے دیے ہین۔ دور ہی مقبول گنج۔

حسن آرا۔ اے تو فنس کیون نہ منگوالی ہوتی۔

زینت النسا۔ ہم غریب آدمی ہین فنس کس کے گھر سے لائین

حسن آرا۔ (مسکرا کر) ہر شے گھر مین موجود ہی۔ وہ اسی لیے ہو کہ کام آئے صورت دیکھنے کے واسطے تو ہی نہین۔ کبھی منگوا لینا۔

سپہر آرا بیگم سے بھی باتین ہوئین۔ انھون نے کہا بہن اب تو یہ دعا مانگو کہ آزاد پاشا کسی طرح جلد سرخرو ہو کر واپس آئین۔ اللہ جانتا ہے جب ان کا حال سوچتی ہون کہ میدان مین گولیون کا چھرّا چلتا ہو گا اور وہ اس بوچھار مین لڑ رہے ہونگے تو کلیجہ لرزنے لگتا ہی۔ مگر حافظ نے تو کئی بار خوشخبری سنائی۔ ایک دفعہ فال دیکھی تو ایسی اچھی غزل نکلی کہ مین کیا عرض کرون جیسے ہی فال کھولی یہ اشعار نکلے ؎

شہنشاہ مظفر فر شجاع ملک و دین منصور
کہ جود بید ریغش خندہ بر ابر بہاران زد
ازان ساعت کہ جام مے بدست او مشرف شد
زمانہ ساغر شادی بیاد میگساران زد
ز شمشیر سر افشانش ظفر آنروز بدر خشید
کہ چون خورشید انجم سوز تنہا بر ہزاران زد
دوام ملک و عمر او بخواہ از لطف حق حافظ
کہ گردون سکۂ دولت بنام شہسواران زد

اور اس غزل کا مطلع سب سے بڑھکر تھا۔ ؎

سحر چون خسرو خاور علم بر کوہساران زد
بدست مرحمت یارم در امیدواران زد

زینت النسا۔ اللہ کرے کہ اس میدان سے اپنے ملک کو ہنسی خوشی آئین۔ ہمکو اپنی صورت دکھائین اور حسن آرا بیگم کو اپنے عقد

نکاح مین لائین خدا کرے ہماری دعا قبول ہو۔

سپہر آرا۔ اے بہن کئی اخبارون مین تعریف چھپی ہی سنوگی تو خوش ہو جاوگی۔

حضرات ناظرین یہ اُس زمانہ کی گفتگو ہی جب مرزا ہمایون فر بہادر کے نکاح کی رائے اچھی طرح قرار نہین پائی تھی اور گفتگو طے نہین ہو چکی تھی۔

الغرض زینت النسا اور حسن آرا اور سپہر آرا مین باہم ملاقات ہوئی ادھر یہ خوش ہوئین اُدھر وہ کہ آزاد پاشا کی نسبت باتین کیا کرینگے۔ اس روز زینت النسا رخصت ہوئین مگر پھر کئی بار آئین اور آزاد پاشا کے حالات سنکر کمال مسرور ہوئین۔

مس میڈا۔ آزاد پاشا کی روانگی کے دوسرے دن پولینڈ کی شہزادی کے کل عمارات کو سواران روس نے گھیر لیا اور ہر عمارت کے پھاٹک پر پہرا بٹھا دیا گیا کہ کوئی اندر سے باہر اور باہر سے اندر نہ آنے پائے شہزادی اور مس کلیریسا اور مس میڈا کی روح لرزتی تھی کہ یا خدا اب کیا کرین سمجھ گئین کہ راز سربستہ افشا ہو گیا۔ سوارون نے آنکر دریافت کیا کہ مس کلیریسا کہان ہین جنرل فوج کا ایک خط اُنکے نام ہمارے پاس ہی پہلے رائے قرار پائی کہ صاف انکار کیا جائے۔ کون کلیریسا یہان تو کوئی کلیریسا نہین آئین مگر مس میڈا نے صلاح دی کہ اس انکار سے رہی سہی اور بھی قلعی کھل جائیگی لہذا اب مقتضائے مصلحت یہی ہی کہ جا ہے جو کچھ ہو مس کلیریسا فوراً سوارون کے افسرون سے ملین مس کلیریسا نے بعد غور منظور کر لیا اور اپنی پوشاک جنگی پہنکر باہر آئین مس میڈا بھی اُن کے ساتھ تھین سوارون نے اُنکو دیکھکر ٹوپی اتاری اور ادب کے ساتھ عرض کیا کہ جنرل فوج نے ایک خط خاص آپ کے نام بھیجا ہی اور ہم کو حکم دیا ہی کہ شہزادی کی کل عمارات کو فوراً محصور کر لین اور پہاڑ پر کسی کو نہ آنے دین مس کلیریسا کے ہاتھ پانو خنک ہو گئے مگر خط لیا اور پڑھا عبارت ذیل درج تھی۔

مس کلیریسا ہم نے معتبر معتبر آدمیون کی زبانی یہ خبر پائی ہی کہ آپ نے بمقتضائے حمیت کہسار مین آزاد پاشا مفرور کی تلاش مین بہت بڑی کوشش کی ہی اور اکثر معتبر آدمیون نے یہ بھی مشہور کیا ہی کہ آپنے آزاد کے ڈھونڈھ نکالنے کا بیڑا اٹھا لیا ہی آفرین مگر اب ہم جانتے ہین کہ آزاد پاشا کو پولینڈ کی شہزادی نے اپنے ہان پناہ دی ہی لہذا آپ کو اطلاع دیجاتی ہی کہ آپ کامل تحقیقات کیجیے اگر وہان آزاد پاشا نہ بھی ہون تاہم شہزادی قید سے رہا نہ کی جائے اس تحریر کے پہونچتے ہی اُنکو قید کر لیجیے۔

یہ خط پڑھکر مس کلیریسا اور سوارون سے یون گفتگو ہوئی۔

مس کلیریسا۔ آزاد پاشا اس کوہسار مین ہین؟ تعجب کی بات

سوار۔ حضور مشہور تو ایسا ہی ہوا ہی۔ خدا جانے ہین یا نہین؟

مس کلیریسا۔ اچھا ہم اسی دم سے تحقیقات شروع کر دین گے پولینڈ کی شہزادی کو اطلاع دیجائے گی گو اب تک مین اُنکی مہمان تھی تاہم اب اُن کو سمجھنا چاہیے کہ وہ قیدی ہین۔ دل مین تو سوچی تھین کہ کسی تدبیر سے خود بھی بھاگ جائین اور مس میڈا اور شہزادی کو بھی بھگا لے جائین مگر ظاہر تین سوارون کا خیال کیا شہزادی کو خبر ہوئی تو اُنھون نے کہا۔ مین حاضر ہون آپ تحقیقات کیجیے لیکن خوب یاد رکھیے کہ یہ خبر محض غلط بالکل جھوٹ اور بہتان ہے کسی دشمن نے تہمت تراشی ہی مس کلیریسا نے دو روز تک کامل تحقیقات کی۔ ایک ایک خادمہ کے اظہارات لیے۔ یہ سب گٹھی ہوئی تھین شہزادی کی مفید مطلب گواہی دی آخرکار مس کلیریسا بعد تحقیقات وہان سے روانہ ہوئین اور مس میڈا کو بھی ساتھ لیا پولینڈ کی شہزادی سے وقت رخصت کہہ گئین کہ تم گھبرانا نہین۔

مین تمھاری بڑی سفارش کرونگی۔

وہان سے رخصت ہو کر مس کلیرسا اور مس میڈا کئی دن مسافت اور مشقت کے بعد داخل قسطنطنیہ ہوئین مس میڈا ہرمزجی بھائی کی کوٹھی مین گئین تو سب سے پہلے خوجی کو دیکھا خواجہ صاحب دوڑ پڑے اور ہنستے ہوئے مس میڈا کے قدم لے کر کہا آزاد پاشا کا حال کہو۔

مس میڈا۔ آزاد کا حال ہم کو راستے مین معلوم ہوا تھا۔ پلونا کے قریب ایک مقام پر جنگ ہو رہی تھی۔ اب تک تو آزاد پاشا نیک نام رہے ہین آیندہ خدا حافظ ہے ہم دونون بڑی مصیبت مین پڑ گئے تھے مجرون نے بچے بچے کی خبر پہونچائی تھی مگر خدا نے بچا لیا ع۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت شکر ہے۔ مگر شہزادی بڑی پھنسی ہے۔

خوجی کی آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے دو بار آزاد کا نام لیا اور منہ ڈھانپ کر خوب روئے مس کلیرسا اور مس میڈا نے سمجھایا ہرمزجی بھائی نے دلاسا دیا مس کلیرسا نے تشفی دی۔ خواجہ صاحب کو آزاد سے دلی محبت تھی۔ مصائب سفر اور حالات جنگ سے اُن کو آزاد کی طرف سے مایوسی ہو گئی تھی۔ ہرمزجی بھائی نے انکی مہمانداری مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا۔ اور خوجی اس امید پر انکے ہان رہے کہ شاید خدا وہ دن بھی دکھائے کہ آزاد پاشا کی زیارت نصیب ہو اور انکے ساتھ مع الخیر ہندوستان جائین۔

پولینڈ کی شہزادی۔ پولینڈ کی خوبرو شہزادی سخت مصیبت مین گرفتار ہوئی جس روسی لیڈی نے پیغامبر بنکر آزاد کو دھوکا دیا تھا اور کچا چٹھا دریافت کر لیا تھا اُس نے گورنمنٹ کو کل امور کی اطلاع دی اور اسی پر تحقیقات کا حکم ہوا پہلے بھی ایک مخبر نے مخبری کی تھی مگر اُس وقت تک یہ نہین معلوم تھا کہ مس کلیرسا بھی شریک ہین اب جو یہ خبر معتبر دریافت ہوئی تو دو کرنل اور کئی افسر اور فوج بھیجی گئی۔ یہان سنا کہ مس کلیرسا اور مس میڈا چلدین مگر شہزادی ہی باقی رہ گئی۔ شہزادی ایک خیمہ مین قید کی گئین اور ہر وقت پچاس آدمیون کا پہرا خیمے کے ارد گرد مقرر رہتا یہ لوگ ننگی تلوارین لیے ہوئے تین تین گھنٹے تک پہرا دیتے تھے اور کہسارین دس بارہ کوس تک آزاد کی تلاش کے لیے لوگ روانہ کیے گئے وہان سے مختلف خبرین آئین جتنی زبانین اُتنی ہی روایتین کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ صحیح صحیح حالات نہ معلوم ہوئے صحت کے ساتھ کوئی خبر نہ ملی

آزاد کی شمشیر جان گزا کی چمک

ز آسمان و زمین مژدہ ناگہان آمد ... کہ آفتاب زمین تاج آسمان آمد

لوائے فوج حکومت بہ قلبگاہ رسید ... ہمائے اوج سعادت بآشیان آمد

سپہر گفت ہمل مہ رو زگار بگوے ... کہ آفتاب سے ناف آسمان آمد

جہان بگفت کرنی بگو کہ جان جہان ... بلب رسیدہ و گرد رسن جہان آمد

بیا بیا کہ ز اقبال اے بہشت نہم ... زمانہ بر تر از امید کامران آمد

فلک عنان تو بوسید و تہنیت را گفت ... خوشا ہلال کہ مشکل این بنان آمد

بسالت کے نہنگ بحر آشام ہر دلعزیز و نیکنام جوان رعنا وسہ لقا محمد آزاد پاشا نبنے کے روز جہان افروز وعید بہر آ عید کو بارک اللہ بستہ دہمیۃ فوج نصرت موج لیکر اہل پلونا کی عانت کے لیے چل کھڑے ہوئے معشوقہ گلرخسار سرو قامت … ا. فرخار تیر جسم حسن آرا بیگم ایک ایک قدم پر یاد آتی تھین۔ ناطورہ شوخ سیم ناوک نگاہ رشک مہر غیرت ماہ خاتون رنگین ادا مس میڈا کی دلربائی اور معشوق پن کی باتین خون رلاتی تھین۔ اللہ رکھی کے رخسار بہار آفرین صباحت قرین کی تصویر آنکھون کے سامنے کھنچی تھی زینت النسا کی زلف مشک ریز و عنبر بیز کے خیال نے دماغ کو

طبلۂ عطار بنا دیا تھا۔

دل میں خیال روئے حسیناں ہو اندنوں
پریاں ہیں جمع گرد سلیماں عجب عجب

آزاد پاشا گلگوں آہو فنکار پرشان برنائی سے سوار تھے گھوڑا قدم قدم پر اٹھکیلیاں کرتا تھا۔ شبر گردوں کو ٹاپیں مارنے کا دم بھرتا تھا۔ سواران آزمودہ کار کے راہوار ان برق رفتار کی ٹاپوں سے میدان کارزار گونجتا تھا۔ کبھی دوڑتے تھے کبھی جمتے تھے کبھی بڑھتے تھے کبھی تھمتے تھے۔ ہرن کی جھل بل طاؤس کی چال خرام ناز سے دل کبک دری پائمال ہے۔

دیکھی نہیں کسی نے یہ تیزی عقاب میں
ہے جست کی زمین صاف یہ بجلی بھی خواب میں
ترکا ان کی وصف لکھیں گر کتاب میں
سطریں رہیں بصورت موج اضطراب میں

ان کی ثنا اگر کوئی لائے زبان پر
ساکن جو حرف ہو وہ نہ آئے زبان پر

دونوں لشکر بڑے جمائے کھڑے تھے۔ ادھر ترکوں کی توپیں برق بار ادھر روسیوں کی بندوقیں دوزخ شرار۔ ادھر توپخانہ سلطانی سے صدائے کوس بلند ہوئی ادھر روسیوں کی روانی بحر جوش سرچند ہوئی۔ ادھر ترکوں نے آواز رعد آہنگ کے گولے اتارے اور ادھر روسیوں نے تاک تاک کر جگر دوز نشانے مارے وادی نبرد میں آزاد کا سمند وغا پسند آہو کی طرح جست کرتا تھا۔ اور طرارے بھرتا تھا۔

زیبا ہے گر کہیں فرس باد پا اسے
آہستہ گر چلے تو نہ پائے ہوا اسے
طائر جہاں کے جانتے ہیں سب ہما اسے
مہمیز و تازیانہ کی حاجت ہے کیا اسے

قزاق گر ہوا سے کبھی اک ذری اڑی
یوں اڑ گیا کہ سب نے یہ جانا پری اڑی

میدان رزم میں میاں آزاد اس طرح اٹھکیلیاں کرتے تھے جیسے شیر کچھار میں آہو مرغزار میں۔ مور لیے چمن میں یا مرغان خوش الحان نشیمن میں۔ عنادل ہجوم گل میں۔ یا غنچے سرور دل میں برق چشمک زن ابر نیساں میں۔ یا جام بادہ ارغوانی محفل رندان میں گو آزاد پاشا نے انواع و اقسام کی سختیاں سہی تھیں۔ مگر یہ ارمان دل سے مطلق نہیں گیا تھا کہ حسن آرا کے رخسار تابان اور چہرۂ منور سے آنکھیں سینکیں۔ ہائے عشق بھی کیا بلا ہے۔

ہر چند جسم زار ہوا خاک کوے دوست
باقی ابھی ہے دل میں مرے آرزوئے دوست

آزاد۔ یہ فوج روسیہ جو سامنے صف بندی کرکے برسرپیکار ہوئی سہی کہ اسکے ایک ایک سپاہی اور سوار کی لاش کو اسی کمیت صرصر تگ کی ٹاپوں سے نہ روندا ہو۔ یا خدا مدد دے۔ انشاء اللہ (گھوڑے کی طرف مخاطب ہوکر) کیوں غازی مرد۔

راوی۔ گھوڑے نے اتفاق سے ہنہنانا شروع کیا۔

آزاد۔ شاباش شاباش کیوں نہ ہو غازی مرد۔

اب سنیے کہ پلونا اسقدر محکم اور مضبوط حصار ہو گیا کہ ایک سوئی کے برابر بھی دیواروں میں سوراخ کا نام نہ تھا۔ پہلے تو یہ قلعہ کچھ مشہور نہ تھا مگر سپہ سالار افواج ترک نے اپنی لیاقت فن انجینیری سے اسکو غیرت روئین وتر بنا دیا۔ جا بجا کونوں میں چھوٹے چھوٹے گردے چڑھے تھے اور توپیں زد در جہات جوار در گرد تھیں ان سے اس قلعۂ معلّٰی کی شان اور بھی بڑھ گئی تھی

روس کی فوج پلونا اور سپاہ آزاد پاشا کے درمیان مین مور و ملخ سے بھی زیادہ تھی شب کا وقت دن مہتابین روشن۔ گولون کی آواز دناون۔ ایک سمت ترکون کی توپین اژدرہاے دہان کرامات کرتی تھین دوسری جانب روسیون کا توپخانہ آتش فشان تھا آزاد پاشا اشہب ختلی خرام و تیزگام پر سوار ہو کر فوج کے ارد گرد دورہ کرتے اور مردان کاری کو ترغیب و تشویق دیتے تھے۔ ہان بھائیو بڑھے ہوئے۔ ہان غازیان دین جمے ہوئے غنیم روسیہ سے دب نہ جانا۔ بڑھ بڑھ کے شمشیر شجاعت کے جوہر دکھانا مجاہدین کو قاعدین پر ہر آئینہ فوق ہے ہان سواران صف شکن روئین تن گھوڑون کی باگین لیے ہوے تھم تھم کے اور جم جم کے گولہ اندازون نے اپنے اپنے ہنر دکھائے کمال کیا۔ تاک تاک کے گولے اتارے گولہ گرا پھٹا اور پچاسون کو لے ڈالا کسی ٹکڑے نے دو کو لیا اور کسی نے دس کی جان لی۔

اس معرکۂ دار و گیر مین اپلیٹن پاشا زخمی ہوے ان کا ویلا گھوڑا آزاد پاشا کے قریب تھا کہ ایک گولی دونون گھوڑون کے بیچ سے سن سے نکل گئی پھر دو گولیان پیاپے آئین جن مین سے ایک گولی اپلیٹن پاشا کے بازو کی ہڈی توڑ کر سرد ہو گئی ایک افسر اعلیٰ جو فنون جنگ کے علاوہ فن انجنیری مین بھی طاق تھا اس جنگ عظیم مین کام آیا اس کی وفات کا آزاد کو سخت رنج ہوا کیونکہ آزاد پاشا فن انجنیری سے بالکل ناواقف تھے اور اس انجنیر کی مدد کو بہت قیمتی سمجھتے تھے روسیون کی طرف بھی یہی حال تھا۔

اہل پلونا کی یہ خواہش تھی کہ یہ جنگ حصار فلک نشان سے اسقدر فاصلے پر ہوتی جہان آرم اسٹرانگ کی برق آہنگ توپین اور ہنری مارٹینی رفل کام آتے۔ تو روسی بھاگتے راہ نہ پاتے اپنے کشتون اور مجروحون کو آپ روندتے جاتے۔ ادھر آزاد کا لشکر فیروزی اثر یورش کرتا۔ ادھر اہل پلونا گولون کا مینھ برساتے۔ گو سپہ سالار عساکر روم نے کوشش بلیغ کی کہ ایک کالم کو قلعے سے باہر بھیجے تاکہ روسی فوج دو طرف سے گھر جائے۔ مگر سعی مشکور نہوئی غنیم نے کہسار کے ہر مقام پر راستے بند کر دیے تھے۔ جب ترکون نے دیکھا کہ فوج عدو بھی بیشمار ہے اور مستعدی اور بسالت کے ساتھ برسرپیکار ہے۔ تو ٹھان لی کہ فوراً حملہ آور ہون اور شمشیر سے دست بدست لڑین۔

حکم ہوا کہ کوہی توپین آگے بڑھین اور بڑی سرگرمی سے گولے چلائے جائین۔ اسوقت میدان رستخیز اور معرکہ تیز کی کیفیت قابل دید تھی طرفین کی سپاہ کے نزدیک جنگ نہ تھی عید تھی دونون کے حوصلے بڑھے ہوے۔ ولولہ و جوش و خروش کی انتہا ہی نہ تھی

دو لشکر بہ کوہم دو دریاے خون | بہ بسیاری آفتاب دریا فزون
بعرض میدان دران تنگ جا | نشر وند چون کوہ پولاد پاے
سپہ از دو جانب صف آراستہ | زمین آسمان دار برخواستہ

نہ پوبندہ را بر زمین جاے بود
نہ پرندہ را بر ہوا جاے بود

گولہ ہاے جگرہ دوز سے میدان کارزار گونج رہا تھا پیادون سے لیکر افسرون تک سب کو یہی حوصلہ تھا کہ چاہے جان جائے قدم پیچھے نہ ہٹے۔ دونون لشکر خوب لڑے۔

آزاد۔ (افسرون سے) اب شمشیر زنی کا وقت آن پہونچا۔

افسر۔ اک ذرا اور تامل کیجیے انشاء اللہ مار لیا ہے۔

دوسرا۔ میدان ہمارے ہاتھ ہے۔ لواے سلطانی کے پھریرے اڑ رہے ہین۔

تیسرا - اب تلواریں سونت کے بڑھنا چاہیے - ہاں غازیان دین یہی دفت ہے سنبھلے ہوئے غنیم کے چھکے چھوٹ گئے ہیں۔

چوتھا - اب زیادہ تاب مقاومت نہیں ہو سکتی - فوج عدو میں ہل چل مچ گئی -

آزاد - بسم اللہ - الا اللہ -

یہ کہہ کر آزاد پاشا نے شمشیر لنگر دار و خارا شگاف میان سے نکالی ؎

یہ کہہ کے لی نیام سے تیغ شرر فشان
آواز دی زمین نے کہ یا حافظ جہان
شعلے نے الحذر کہا بجلی نے الامان
دہشت سے تھر تھرا گیا مریخ آسمان

ثابت ہوا کہ چہرۂ مہتاب کٹ گیا
غل تھا کہ فوج روس کا دفتر الٹ گیا

آزاد کی تلوار کے چمکتے ہی ہزاروں تلواریں نیام سے نکل پڑیں آزاد پاشا نے کہا بسم اللہ حملہ آور ہو - سپاہیوں اور لشکریوں نے نعرہ بلند کیا اور کہا بسم اللہ ہم بھی جان بکف حاضر ہیں ؎

اگلی کے تیغ کہا رومیوں نے بسم اللہ
بڑھیں حضور بڑھیں خوش غلاف ہم بھی ہیں

ترکوں کے جوانان جرار اور رومیں تنان کرار نے داڑھیاں منہ میں دبائیں اور اللہ اکبر کہہ کے تیغ صحرائی و براں عدو سے جان دشمنان لیکر بڑھے ادھر روسی بصد خروش شمشیر برہنہ لیے ہوئے مقابلے کے لیے آئے ؎

دلیران شمشیر زن بیشمار
نہنگان شمشیر جوشن گداز
بہر دم گزائی چو پیچیدہ مار
بہ گردن کشی کرد گردن دراز

اہالیان روم کی سیف سرافگن سے فاقتلوا فاقتلوا کی صدا بلند تھی - تو روسیوں کی حسام جوہردار سے بزن بزن کی آواز آتی تھی اور چکٹ مک کے مقابل میں چاندنی شرماتی تھی لدھر اسنے جھلکی دکھائی اور عدو کی گردن زمین پر نظر آئی ادھر وہ چمکی تو سر سے تا بہ کمر آئی اُن کی تلواریں مغفر شگاف الماس بار - انکی سروہیان گلو نواز جگر دوز - یہ زبان آور - وہ برق پیکر - یہ ہلال سپہر فتح و ظفر وہ برق خرمن سر و مغفر ؎

چو ہم از ہمہ سوے علوی خرام
چو اندیشہ در تیز رفتن تمام

آزاد پاشا اس ڈانٹ ڈپٹ سے پیترے بدل بدل کر اور ہاتھ تول تول کے ضرب لگاتے تھے کہ فوج عدو کے تن سے سروں کی جھڑی لگاتے تھے ادھر روس کے مردان رزم زن - ادھر روم کے دلیران سر افگن - یہ دغا جو - وہ تند خو - یہ ضرغام بیشۂ مصاف و کشور کشا جگر شگاف - یہ نہنگ بحر لبالب دہر بر میدان شجاعت ؎

بلفر دلیران برآمد بہ اوج
زہر گوشہ میرفت خون موج موج

ترکوں کا بحر جوش آب اور بھی زیادہ طغیانی پر تھا - اور فوج نے اس قطع سے حملہ کیا تھا - پہلے دو کمپنیاں بڑھیں - پھر کچھ فاصلے پر چھ کمپنیاں اور تھیں اسکے بعد خاص فوج کی چودہ کمپنیاں جو کالم سب سے آگے بڑھے ہوئے تھے وہ خاص فوج سے ڈھائی ہزار گز کے فاصلے پر تھے ترکوں نے بڑی دانائی کی تھی کہ صرف ایک حصہ فوج کو بڑھا دیا تھا اور باقی کالموں کو اس طور پر آڑ میں آراستہ کیا کہ روسیوں کو کل حصۂ لشکر نظر نہ آیا اور یہی مغالطہ کھایا - اب نوبت بانیجا رسید کہ کالموں کی قطع اور مقام اور فاصلہ بدل گیا اور تلوار سے دست بدست جنگ ہونے لگی تو روسیوں نے اپنی غلطی پر افسوس کیا - مگر مقتضے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد - کا نقشہ تھا ہر کالم کے ساتھ انجنیر تھے - راہ میں بعض مقامات ایسے بھی ملے جہاں بغیر انجنیروں کی مدد کے کارروائی نہ ہو سکتی - انجنیروں کی

اعانت کے لیے پیادے اُن کے ہمراہ تھے اور اُنکو حسب قواعد جرمنی یہ حکم تھا کہ فوج کے آگے مثل ہراول کے چلین۔ سپاہیون کو ایک گھنٹے مین ڈھائی میل زمین چلنے کا حکم تھا۔ مگر فرط جوش سے اُنھون نے چار میل فی گھنٹہ کے حساب سے کوچ کیا بڑی خرابی یہ تھی کہ سڑکین دشوار گذار تھین۔

خیر یہ سب مصیبتین جھیل کر تلوار کی لڑائی ہونے لگی جیسا کہ ہم لکھ چکے ہین۔ خون کے سمندر بہ رہے تھے اور تلوارون کی چکاچک سے میدان نبرد کا عجب حال تھا شپاشپ کی آواز آتی تھی۔ روسی اب بھاگنے ہی کو تھے مگر جس طرح چراغ سحری گل ہونے کے قبل بھڑک کر ٹھنڈا ہو جاتا ہے اسی طرح اس فوج کی بھی کیفیت تھی۔ جب روسیون نے دیکھا کہ میدان ہاتھ سے جاتا ہے تو جان پر کھیل گئے۔

ایک نامہ نگار جو دور سے ساری کیفیت دیکھ رہا تھا یون لکھتا ہے مین قلعۂ فلک شکوہ سے جنگ کی کل کیفیت مشاہدہ کر رہا تھا۔ الامان الامان۔ مین ایک معمر آدمی ہون اور پنشن یافتہ جو تیس برس تک فوجی افسر رہا تھا اور پھر دس برس تک فوج مین کام کیا۔ واٹرلو کی لڑائی اور فرنسیہ کی جنگ (۱) درمحاربہ پروشیا و فرانس مین شریک تھا۔ جرمنی۔ روس۔ فرانس۔ انگلستان امریکا۔ روم کوئی ملک ایسا نہین ہے جسکے قواعد جنگ سے ہم واقف نہ ہون۔ تلوار کی لڑائیان صدہا بار دیکھین اور ہزارہا مرتبہ اس قسم کی جنگ مین خود بھی شریک ہوا تھا۔ مگر مین نے آج تک ایسی گھماسان لڑائی کبھی نہین دیکھی تھی گو شب کا وقت تھا مگر چاندنی بہت صاف چھٹکی تھی اور مین دوربین سے کل حالات دیکھ رہا تھا۔ آزاد نامے ایک سپہ سالار روم نے جسکا نام مجھے پیچھے معلوم ہوا وہ کار نمایان کیا کہ باید و شاید یہ جنرل اپنے وقت کا اسکندر اعظم۔ جولیس سیزر۔ تالمی ہنیبال اور نپولین ہے۔ اس مسلمان کی شجاعت کی تو کیفیت مع زبان ناطقہ لال ہے۔ جسقدر تعریف کیجیے کم ہے۔ ع

خاموشی از ثنای تو حد ثنای تست

بلبل سے کبھی وصف گل تر نہین ممکن
آئینہ سے اوصاف سکندر نہین ممکن
ذرے سے ثنائے شہ خاور نہین ممکن
جبرئیل سے تعریف پیمبر نہین ممکن

روسیون اور ترکون مین اسقدر فرق تھا کہ ترک تھک گئے تھے بالکل شل۔ مگر باین ہمہ انکا ہاتھ نہین رکتا تھا۔ اور روسی بھی جان بکف لڑتے تھے لیکن شل نہ تھے۔ ترک چاہتے تھے کہ روسیون کو اس مقام سے ہٹا دین۔ اور روسی صرف اپنے کو بچاتے تھے۔ بس یہی فرق تھا۔ اور ایک نئی بات اس مصاف مین ہم نے یہ دیکھی کہ جو تلوار تھی تیر تشکر زخمہ کی طرح کبھی خطا ہی نہین کرتی تھی ایک ایک وار مین دو دو کو کاٹتی تھی۔ ؎

خالی نہ کوئی وار گیا تیغ دو سر کا
ہاتھ اڑ گئے گر پاؤن بچا کر کوئی سرکا
سینہ جو بچا اُس سے کسی بانی شر کا
بھی عقدہ کشا کھول دیا بند کمر کا

تیغ اُس نے سپر اُس نے زرہ اُس نے نہ چھوڑی
دس انگلیون مین ایک گرہ اُس نے نہ چھوڑی

روسیون کا سپہ سالار اعلیٰ پہلے ہی کام آگیا تھا۔ ایک گولے کے ٹکڑے نے انکے گھوڑے کو زخمی کیا تو گھوڑا بیکسی کیساتھ گھٹنون کو ٹیک کر بیٹھ گیا یہ ہنوز سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ ایک اور گولہ پھٹا جس کے ایک ٹکڑے نے ان کے سر کو نشانہ بنایا اور

استخوان توڑ کر باہر نکل گیا۔ جنرل کے گرتے ہی فوج ترک مین نعرہ خوشی بلند ہوا۔ اور روسیون مین کھل بل مچ گئی۔ اب دست بدست لڑائی مین اور بہت سے افسر مقتول ہوئے۔

آخرکار روسیون کو بھاگنے کے سوا کچھ نہ بن پڑی۔ ادھر ترکون نے تلوارون کو میان مین رکھا اور پشت توسن پر سوار ہو کر تعاقب کیا تو چھ ہزار کئی سو روسی گرفتار کر لیے فوج مین نعرہ خوشی برابر مارا جاتا تھا۔ آزاد پاشا کی مسرت دلی کا حال ناگفتہ بہ۔ باچھین کھلی جاتی تھین حسن آرا یاد آتی تھین فرط نشاط سے سینہ باغ باغ تھا عرش برین پر دماغ تھا۔ اب انکو یقین کامل ہو گیا کہ فائز بمرام ہونگے اور اقصاے روم سے تا ہندوستان نیک نام ہونگے۔

اہل پلونا کو خبر ہوئی تو کوس فتح بجنے لگا۔ ؎

نسیم صبح مشک افشان زگرد راہ می آید
کہ از موکب اقبال شاہنشاہ می آید
شبستان سعادت را بہ نقل مے لبالب کن
کہ گل در بوستان و شمع در خرگاہ می آید
مغنی بجمرہاے ارغوان را فغل بہ در رنہ
کہ در گوشم صداے کوس شاہنشاہ می آید
منجم بر سعادت ہاے روز افزون کواکب را
بشارت دہ کہ بہ اوج ثریا ماہ می آید
بعہد سایۂ دولت جہان کو بادشاہی کن
کہ بال افشان ہماے چتر ظل اللہ می آید

جس وقت پلونا مین فوج داخل ہوئی اسوقت کی مسرت فسادمانی ناگفتہ بہ۔ بوڑھے اور جوانون سب کی یہ کیفیت تھی کہ جامے مین پھولے نہ ساتے تھے غنچۂ دل کھلا جاتا تھا کس ناکس سب قہقہے اڑاتے تھے۔ سپہ سالار نے آزاد کو گود مین اٹھا لیا۔

آزاد۔ اب یہان تک تو آ گئے آیندہ فہمیدہ خواہد شد۔

جنرل۔ (بغلگیر ہو کر) شاباش آزاد پاشا شاباش۔ ع۔

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

آزاد۔ ابلیین پاشا زخمی ہو گئے ہین ان کے اور کل زخمیون کے لیے کچھ بندوبست فرمائیے۔

جنرل۔ فوراً یہ قلعہ عجب قلعہ ہی ہر شے یہان موجود ہی کسی چیز کی کمی نہین ہی۔ آپ لوگ آج تو آرام کرین کل جنگ کی ہو گی۔

آزاد۔ ضرور بالضرور انشاء اللہ۔

الغرض آزاد پاشا کے سب مداح تھے۔ اس روز جنگ کی نسبت تذکرہ رہا آزاد پاشا اور ان کے ساتھیون کو جو کچھ معلوم تھا وہ انھون نے بیان کیا۔ نئی فوج کے آدمیون نے اپنی سنی سنائی خبر کہی اہل پلونا نے اپنا کچا چٹھا کہہ سنایا۔ آزاد نے افسرون سے دریافت کیا کہ تم نے ہماری نسبت کیا سنا تھا۔ انھون نے کہا ہمکو کل حالات رفتہ رفتہ معلوم ہو گئے تھے۔ پہلے ہم نے سنا کہ ایک مس انکو بھگا لے گئی۔ اسکے حسن گلوسوز اور صورت زیبا پر حضرت پھسل گئے پھر خبر پائی کہ روس کے کسی سرد مقام پر قید کر دیے گئے۔ پھر سنا کہ کسی شہزادی نے ان کو رہائی دلوائی۔ ان پر ریجھ گئی اور اپنے ملک مین لے جا کر ان کے ساتھ شادی کر لی مگر سنا تھا کہ کئی مہینے تک قید رہے واللہ اعلم بالصواب۔

آزاد نے کہا سب باتین سچی کہین بیشک ایسا ہی ہوا تھا ایک مہوش کا ہم پہ دل آیا۔ ایسی خوبصورت عورت کہ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ بچہ حور۔ اس شکل و اس صورت کی نازنین آج تک ہماری نظر سے نہین گذری اور سچ کہون مین بھی

اس پری کی صورت زیبا پر شیدا ہو گیا۔

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

افسر۔ مطلب برآری بھی ہوئی یا نہیں۔ یا خالی خولی ہی چلے آئے۔

آزاد۔ واہ۔ لوجوان کہیں یوں خالی خولی چلے آتے ہیں۔

کرنل۔ شادی ہوئی یا نہیں ہوئی۔ ہو قسمت کے دھنی۔

آزاد۔ مگر بقول شخصے ع۔ آنکھ کھلنے بھی نہ پائی تھی کہ صیاد آ گیا کا نقشہ ہوا۔ پہلی ہی شب کو روسیوں نے صورت منحوس دکھائی اور سارا لطف کرکرا ہو گیا۔ بھاگتے ہی بن پڑی۔

کرنل۔ خیر یہ تو کہنے کو ہوگا کہ ترکی افسروں نے روس کی لیڈیوں کو بھگا لیا۔ یہ کیا کم ہے۔ ساتھ نہ لیتے آئے۔

آزاد۔ ساتھ کا موقع نہ تھا۔ ہم اور وہ دونوں صید مصائب ہوتے۔

کرنل۔ ایک جنگ ایشا میں ہوئی تھی جسکا حال سننے کے قابل ہے۔ ایک گھاٹی بہت خوفناک اور قلب مقام۔ کیفیت اسکی یہ ہے۔ اتفاقاً متفرق مقامات و مختلف پہاڑیوں سے جہاں بجز سطح زمین و نقشۂ ارض کے کوئی مکین و آدم زاد کی بو تک نہیں پائی جاتی تھی ایک جماعت کثیر و جم غفیر فوج روسیہ کی بڑی شجاعت اور بہادری سے مسلح اور چست و چالاک نہایت رعب اور شوکت سے نمودار ہوئی تھی مگر مقامات اور تمام پہاڑوں پر فوج مثل سیل امنڈ آئی اور ان کی صدائے بلند و صورت قہر انگیز حملے و رستخیز سے پہاڑوں پر قیامت کا نقشہ ظاہر ہوا یعنی حشر کا سامان پیدا ہو گیا۔ تمام پہاڑی تہ و بالا ہو گئی۔ ہر چرند و پرند انسان او مدرند عزلت نشین حمول ہوا۔ تھوڑے عرصے میں عساکر بحیع نے فوج ترک کا جو ابھی تک باطمینان تمام بلا وحشت غنیم سے خواب استراحت میں غیر مسلح اور سبکدوش تھی محاصرہ کر لیا مگر حالت روی اور کیفیت نزع اور جان کندنی میں ترکی فوج نہایت مایوسی اور ناامیدی کے عالم میں اپنی جان کی حفاظت کے واسطے اس مقام سے نفرہ ہو گئی حتی کہ کسی کو اس حالت خوف و خطر میں اپنے اسلحہ زرہ بکتر اسباب جنگی کا بھی ہوش رہا۔ فوراً سب کو چھوڑ کر اپنی جان سلامت لیکر بھاگ گئے۔ وجہ اسکی یہ تھی کہ ترکوں کے دلوں پر یہ بات بالیقین نقش کالحجر ہو گئی تھی کہ روسی فوج کے لاتعد و غیر محدود سپاہی حملہ آور ہوئے حالانکہ یہ امر صحیح نہ تھا۔ کیونکہ ترکوں کو سب سراغ اور نشان جب یہ معلوم ہوا کہ روسی فوج اس کثرت سے نہیں ہے جیسا کہ ان کا گمان تھا تب فوراً انھوں نے اپنے مقام کی حفاظت اور محاصرہ کی کوشش شروع کی اور نہایت دلیری اور شجاعت سے روسیوں کو روکنے لگے تاکہ وہ آگے نہ بڑھنے پائیں الغرض جسوقت ترکوں نے روسیوں کا تعاقب کیا اُس وقت مسلح پیادے جو کہ کمینگاہ میں موقع اور روقت کے منتظر تھے فوراً نکلکر اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ ادھر توپخانہ فوج غنیم کے واسطے نہایت عمدہ موقع سے قائم کیا گیا تھا وہ اسی کمینگاہ میں آ گیا اور ترکی فوج نہایت بہادری اور شجاعت سے تھوڑے عرصے تک میدان جدال و قتال میں بڑی سرگرمی اور ثابت قدمی سے قائم رہی اور بڑے جوش و خروش سے داد بہادری دی۔ بعدہ جو دستہ فوج بروقت تعاقب فوج روسیہ بھاگ گیا تھا وہ بھی جمع ہو گیا۔ اور ترکوں نے نعرہ اللہ اکبر بلند کیا او آواز بلند پکار پکار کر کہنا شروع کیا کہ بامداد و نصرت غیبی فوج غنیم کو شکست ہوئی۔

ایک بڑھے سوار نے کہا روس کا غالب آنا قانون قدرت اور آئین مشیت کے خلاف ہے کیونکہ روم کا اس جنگ مین اصلا قصور نہین ہے اور روس بے ایمانی کے سبب سے حملہ آور ہوا ہے لہذا خدا بھی بے ایمان کی مدد نہ کریگا۔ ہم کو ہرگز یقین نہین ہے کہ ٹرکی پر روس کا قبضہ ہو سوائے ازین اول تو روس مفلس قلاش ہے۔ خزانہ ٹھکھل۔ دوسرے فوج قواعد دان نہین اور فوج کا قواعد دان ہونا مقدم ہے۔ ورنہ چاہے جسقدر کثرت سے فوج ہو بیکار ہے۔ پھر آپ سب کو خوب معلوم ہے کہ کوہ قاف والے روسیون کے جانی دشمن ہین اور وقت جنگ ان لوگون کے حوصلے اور بھی بڑھ جائینگے دل خیر ہو گا کہ اس مصیبت مین چرکا دینے کا اچھا موقع ہے۔

اب سنیے کہ پولینڈ والے اور بھی زیادہ خلاف ہین۔ اگر پولینڈ کے انتظام کے لیے جرمنی سے جرمن فوج نہ جاتی تو بلوا ہو جاتا ہے کہ نہین جب یہ کیفیت ہے تو فتح کی امید کجا۔

آزاد۔ یہ نہ کہیے حضرت فوج نہایت قواعد دان ہے۔

کرنل۔ ہان ہے مگر ترکون سے زیادہ تو نہین۔

آزاد۔ نہ مین تو کئی جنگون مین انکی طاقت آزما چکا ہون مجھ سے کوئی امر مخفی تو ہے نہین مگر تاہم۔ ع۔

دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد

اس گفتار شیخ سعدی سے روسی خوب واقف ہین۔

کرنل۔ اور اسپر عمل بھی کرتے ہین بلاشک۔

بڑھا۔ خیر۔ پھر اب آپ کی جو رائے ہے صحیح ہے۔

آزاد۔ یہ سارا فساد جنرل الیوبوف کا ہے۔

کرنل۔ ہان کانٹے تو اُسی کے بوئے ہوے ہین۔ مگر ٹرکی اخبار الجوائب نے جو نقل لکھی ہے وہ روس کے حسب حال ہے یعنی بوندا آوردہ اند کہ روزے زاہدے در راہ معرفت داہر من را تصادف نمودہ پرسید کہ اے نامہربان چرا این قدر فتنہ و فساد درمیان بنی آدم می اندازی گفت اے مرد دیندار این بہ پہلو اکہ تو می بینی چنان می پنداری کہ از من بر سر می زند نی بلکہ ایشان بعضے خرابی ہا میکنند کہ عقل من نیز دران حیران می ماند اگر باور نداری بیا تا باہم دیگر بجائے نشستہ از احوال ایشان ترا خبردار سازم چون زاہد برین رضا داد دیو بد سرشت رفتہ از دکان قنادے انگشت خود را آلودہ نمودہ بر دیوارے مالیدہ پیش زاہد آمد و گفت اے مرد خدا ترس بطرف این دیوار کہ انگشت انگبین را مالیدہ ام بدقت نگاہ کن تا چہ چیز ہا از بنی آدم بظہور خواہد پیوست مشاہدہ خواہی نمود چونکہ مگسان شہد را دوست دارند پس بر بوئے آن شہد بر دیوار ہجوم نمودند دران اثنا کودکے کہ مگس گیری بر دست داشت از راہ میگذشت مگس گیر مگسان را دیدہ یکبار از دست کودک رہا شدہ بر مگسان افتادہ میگرفت و میخورد و ہم دران اثنا بزرگ زادہ نیز ازان رہ میگذشت و بر دست بازے تیز پرواز داشت چون نگاہ باز بر مگس گیر افتاد پریدہ مگس گیر را بناخن خونریز از ہم دریدہ منقار را چون سیخ در مگس گیر چل گون نمود کودک از شغفے کہ با مگس گیر داشت سر باز زدہ بر زمین انداخت بزرگ زادہ بمشاہدۂ این حال خنجر خونریز را

نگویم ز جنگ بد اندیش ترس — در آوازۂ صلح از و بیش ترس
بسا کس بروز آیت صلح خواند — چو شب شد سپہ بر سر خفتہ راند
زرہ پوش خسپند مرد افگنان — کہ بستر بود خوابگاہ زنان
بخیمہ درون مرد شمشیر زن — برہنہ نخسپد چو در خانہ زن
بباید نہان جنگ را ساختن — کہ دشمن نہان آورد تاختن
حذر کار مردان کار آگہ است — یزک سد روئین لشکرگہ است

از میان کشیدہ بر سینہ کودک زدہ بکشت پدر کودک این خبر را شنیدہ زود بشتاب وشمشیرے خونخوار چنان بر گردن بزرگ زادہ حوالہ نمود کہ در ہمان ساعت جان بحق تسلیم کرد۔ و پدرش ہم از استماع چنین خبر در غضب آمدہ پدر کودک را بقتل رسانید پس شیطان روبسوے خدا پرست نمودہ گفت کہ اے زاہد این بدیہا را کہ تو مشاہدہ میکنی آیا از من بوجود می آیند زاہد گفت اے مکار حیلہ ساز این قدر بدیہا تنہا۔ از مالیدن انگشت انگبین آلودہ تو بظہور آمد و اگر خود ہم در ان داخلہ چنان می پندارد کہ دنیا را بیکبار برباد می دادی۔

اتنے مین آزاد پاشا اپنے دوست اپلیٹن کے پاس گئے یہ بیچارے کرب کے سبب سے سخت بے چین تھے۔

آزاد۔ افوہ بہت بے چین ہو بھئی۔

اپلیٹن۔ کچھ نہ پوچھو۔ اور ہم سے حماقت ہوئی کہ گولی کھا کے پھر تلوار کی لڑائی مین بھی شریک ہوئے۔ کئی چکر لگے بھاگتے بن نہ پڑی اب زخم بہت چرارہا ہے۔ مگر ڈاکٹر مورن نے بیان کیا کہ مقام خوف نہین ہے۔

آزاد۔ تھوڑی سی برانڈی پی لو اور سو رہو۔ ۵

ہزار آفرین بر مے سرخ فام	کہ از رُوے ما رنگ زردی برد
بنازیم دستے کہ انگور چید	مریزاد پائے کہ در ہم فشرد

اپلیٹن نے تین پگ برانڈی کے پیے اور سو رہے۔

آزاد باہر سے مین آئے تو ایک شخص نے یہ روایت بیان کی یورپ مین تو کم مگر ایشیاے کوچک مین بڑی گرما گرمی سے جنگ ہو رہی ہے مختلف حالات جنگ کے وہان سے آئے ہین۔ گو قطعی اور صحیح کیفیت دریافت نہین ہوئی بایں ہمہ سے نہ روسی تار برقیان خالی ہین اور نہ ترکی۔ ہر ایک کو یہی خیال رہتا ہی کہ ڈینگ کی لین بالعموم واقع ایشیاے کوچک مین تو بڑی لڑائیان ہوئی تھین۔ روسی چاہتے تھے کہ یہان کی بندرگاہون پر قبضہ کر لین روسی اور ترکی اپنی اپنی گھات مین تھے روسیون کا تو بیان تھا کہ ہمارے بہت کم آدمی مرے گئے اور زخمی ہوئے مگر ہم نے اس بلندی پر قبضہ کر لیا جو باطوم کے روبرو ہے۔ اور ترکون کا یہ بیان تھا کہ روسیون کو ترکی اور چار ہزار آدمی روسیون کے کام آئے روسیون کو اول تو فتح ہوئی مگر بعد کو ہٹنا پڑا اور ترکی فوج لیبیا نے روسیونکو زک دین کیونکہ بموجب قاعدے کے ترکی سپاہی بڑی بہادری سے جنگ کرتے ہین۔ اگر اسی طرح سے بلیبیا کی فوج جنگ کرتی رہی تو روسیون کو ایشیاے کوچک مین بڑی وقت پڑیگی روسیون کو ایسی مشکلات روز بروز پڑتی جاتی ہین جو خبرین اب تک آئی ہین اگر وہ صحیح ہین تو روسیونکو بلاشک مستحکم کارروائی کرنی پڑیگی۔

ایک شخص نے کہا جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ دریاے ڈینوب کے اس پار روس کے ایک لاکھ آدمی عبور کر کے چلے آئے تو کسی کو یقین نہ آیا اور نہ یہ بات قرین قیاس تھی مگر جب سبکو یقین واثق ہو گیا۔ کہ واقعی کئی ہزار روسی جو قریب ایک لاکھ کے تھے ایک ہی شب واحد مین اس پار اتر آئے تو کھلبل مچ گئی۔ گمان یہ تھا کہ جب تک لاکھ دو لاکھ آدمی مجروح و مقتول نہ ہونگے تب تک روسیون کا عبور کرنا معلوم! ناذ آدمی ایسے تھے جن کو اس خبر کی صحت پر اعتماد ہو۔ ورنہ فیصدی نوے کو یقین نہ تھا۔ بلکہ اس خبر کو غلط سمجھتے تھے۔

سوار۔ اخبار دارالخلافت میرے پاس موجود ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کہ کس جوش و خروش سے ترک آمادہ جنگ ہین۔

چون عثمانیان کہ عبارت از جیل (پلیون) یعنی چہار کرو رنفوس اند برائے محافظت وطن و ننگ و ناموس ملت یا برائے در آمدن بہ میدان شجاعت منتظر بودند پس اکنون ہر کس حاضر گشتہ بعذاب مال و جان عبرت نمایند تا ہمگی ساکنان عالم درجات و شجاعت عثمان را سیر نمایند۔ جناب پروردگار در ہر اوقات ظہیر دین را شکوہ یان و صادقان است۔

ممکن نہین کہ بے سمجھے بوجھے یہ بات لکھدی ہو اس سے ہم کو خوش ہونا چاہیئے۔

آزاد خوش تو اسی دن ہون جب پلونا مین فتح حاصل ہو اور غنیم کو قرب و جوار سے بھگا دین اور ہماری نصرت و فتح کا ڈنکا بجے تب البتہ خوشی حاصل ہو۔ ورنہ ابھی یہ ہم نہین کہہ سکتے کہ کون فتحیاب ہوگا اور کون ہارے گا۔

کرنل۔ بیشک جنگ دو سر دارد۔

آزاد۔ کسی نے خوجی کا ذکر بھی کبھی سنا۔ ہمارے ساتھ ایک شخص ہند سے آیا تھا۔ اس نے ایک مقام پر ایسا کارنمایان کیا کہ سبحان اللہ سبحان اللہ دل مین ٹھان لی کہ جاسے جو ہو آج بے فتح پائے یہ جائینگے نہ جائینگے۔ ع۔

ہر چہ بادا باد ماکشتی در آب انداختیم

یہ کہہ کر حملہ کر دیا اور واقعی فتح پائی۔

آزاد نے کہا آرمینیا کا حال ہم مفصل سننا چاہتے ہین ہمین کل امور نہین معلوم ہوے۔ ایک شخص نے جو حالات آرمینیا سے بخوبی واقف تھا یون بیان کیا۔

آرمینیا تو ترکون کے ہاتھ سے جاتا رہا اور اب نہین لگنے ہاتھ مین آسکتا ہے۔ اگر خیال کیا جائے کہ سلطان مہلت جنگ کے خواہان ہین۔ تو اسوقت پوچھکر ہوری یا دغا بازی خیلون کے پلونا فتح ہو جائیگا اور جنرل یہ بات چاہینگے کہ جنرل پلونا پر خرابی آئے فی الحال تو شہنشاہ روس نہین خیال کرتے ہین کہ ترکون کو کامل زک ہوئی ہے اور انکو مہلت جنگ ہونا چاہیے روسی تو اسی وقت مہلت دینگے جبکہ سمجھین گے کہ شرطین منظور ہو جائینگی اور شرائط بھی تجویز ہونگے اور یہ بھی دھوکا ہمیشہ رہے گا کہ کہین مہلت جنگ اس واسطے تو نہین چاہتے ہین کہ آیندہ جنگ کرین اور وعدہ کرالیا جائیگا روسی خواہان ہونگے کہ قلعہ روجہ ہم کو دیا جائے پس کیا ٹرکی ایک زبردست قلعہ دیدیگی مجھکو تو اس بات مین بڑا ہی افسوس ہے اگر پلونا فتح ہوگیا اور بلکن سے ادھر روسی اتر گئے اور اسی جانب سرویہ کے لوگ بڑھے اور اوڈریا نوپل کی جانب پہونچے تو اسوقت شاید یہ ممکن ہے۔

آزاد۔ اور تو خیر مانٹی نیگرو نے البتہ کارنمایان کیا۔

کرنل۔ مانٹی نیگرو کے آدمی بہت جری ہین۔

آزاد۔ بہت جری! ہمارے نزدیک دنیا مین کوئی قوم ایسی جری نہوگی بڑے لڑنے والے۔ شیر دل شیر مرد بڑے جرار ہین

کرنل۔ اس مین کیا فرق ہے۔

آزاد۔ مگر کل مومنون اور غازیون کی فوج نے وہ کام کیا کہ روسی تک تعریف کرتے ہونگے ہاے میر عثمانے کیا خوب فرمایا ہے

انداز ان علیٰ ہین صلی علیٰ کے
کہتے ہین ملک بیٹھ نگہ سر کو جھکا کے
مردم سہم اُس کے نشان راہ مین تھکے
عینک کی طرح رکھتے تھے آنکھون پر اٹھا کے
چلاتی ہے شوکت کہ وہ ردو آن پہ بڑھے جاؤ
فراتی ہے ہیبت کہ بڑھے جاؤ بڑھے جاؤ

ہاے کیا کلام دلکش ہی فرماتی ہی ہیبت کہ بڑھے جاؤ بڑھے جاؤ - واہ وا واہ - یہ جنگ اس قابل ہی کہ میر صاحب اسکی شان مین کچھ فرمائین - ایسی جنگ بھی کم ہوئی ہوگی -

کرنل - کوئی شعر اور سنائیے - فارسی الفاظ تو ہم سمجھ لیتے ہین مگر اردو کے لفظ سمجھ مین نہین آتے -

آزاد - ہان کیونکر سمجھ مین آئین -

آراستہ ہے حجلۂ صفت عرش کردگار
پیراستہ ہے گلشن جنت عروس وار
لاے کے دلمین داغ نہ پہلوی گل مین خار
پہنا ہی پیر چرخ نے بھی کہکشان کا ہار

طلعت جہان جہان ہی ضیا موج موج ہے
خورشید چرخ چرخ ہلال اوج اوج ہے

کرنل - (ہی کے) کیا معنے (کے) کے کیا معنی (مین) کے معنی (جو) دارد (بھی) کے کیا معنی اتنے لفظ نہین سمجھ مین آئے -

آزاد نے ان الفاظ کے معنی سمجھائے تو کرنل اور اور افسران ردم نے بڑی تعریف کی اور میر انیس کے کلام کی داد دی اسکے بعد جنگ کا ذکر پھر ہوا - آزاد نے کہا - بہت مشکل یہ آن پڑی ہی کہ کل خیر خواہان ترکی نے سلطنت عثمانیہ کو اسکی قسمت پر چھوڑ دیا ہی یورپ اعظم یورپ مین کوئی شخص ایسا نہین ہی جو ہمارے ملک کا شریک حال نہ ہوا ہو - روس گو اکیلا لڑ رہا ہی مگر آسٹریا اور جرمنی دو بڑی بڑی سلطنتین جن کی تمام دنیا مین دھاک ہے در پردہ اسکی شریک ہین - گو جرمنی نے کھلم کھلا فوج سے مدد نہین دی مگر یہ مدد کیا تھوڑی ہی کہ پولینڈ کی حفاظت کے لیے فوج کثیر بھیجی اور روسیون کا یہ فائدہ ہوا کہ جو فوج انھون نے پولینڈ کی حفاظت کے لیے رکھی تھی وہ میدان جنگ مین بھیج دی - جرمنی اور آسٹریا علانیہ روس کی جانب داری کرتی ہی اور پرنس بسمارک جرمنی کی سلطنت بڑی طاقتور سلطنت ہے ترکی کی طرف انگلستان البتہ ہی مگر انگلستان نے بھی فوج سے اصلا مدد نہین دی ترکی کی تنہائی پر سخت افسوس ہی فرانس کو ان امور سے مطلق واسطہ نہین ہی وہ کہتا ہی کہ اگر جرمنی نے روس کو مدد دی تو ہم ترکی کے معین ہونگے اور اس مین اصلا شک نہین ہی - فرانس کو روس سے مطلق ہمدردی نہین ہی - خیر فہمید و خواہد شد - خدا ترکی کو مصئون رکھے -

جہانت بکام و فلک یار باد
جہان آفرینت نگہدار باد

کرنل - آمین آمین ثم آمین رب العالمین -

آزاد - این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد -

کرنل - خدا چاہے گا تو انجام بخیر ہوگا -

سر پر سوار کے تو کبھی وہ بغل مین تھی
یا کہ گردن سمند پہ گاہے کفل مین تھی
تحت الثری مین تھی کبھی برج حمل مین تھی
دریا مین تھی کبھی تو کبھی وہ جبل مین تھی

عالم میان عالم امید و بیم تھا
جو زا مثال تیغ دو پیکر دو نیم تھا

نادرد گاہ مین مبارزان رزم زن اور دلاوران صف شکن کی تلوارون نے صفون کی صفین بچھا دی تھین دور تک زمین گلرنگ تھی اور میدان کارزار مین لاشین ہی لاشین نظر آتی تھین کسی مقام پر دو سپاہی گتھے پڑے تھے کہین دس دس ایک ایک پر جھکے تھے کوئی سسکتا تھا کوئی کراہتا تھا اور بستر خواب ابدی کے مزے لوٹ رہے تھی - یہ سب آزاد پاشا کی شمشیر

الماس بار کی روانی اور آن کے ہاتھ کی صفائی کا نتیجہ تھا۔
صف کارزار مین فرس شیر شکار کی چھل بل چھلاوے کا لطف
دکھاتی تھی۔ چال ایسی مستانہ کہ طاؤس کو شرماتی تھی۔ کنوتیان
بدل بدل کر جھپٹتا تھا۔ روکے نہین رکتا تھا کبھی بڑھا کبھی سمٹا
قدم کا وسے ایڑ ... ن سب مین برق تھا۔ ایک نامہ نگار نے جو اس
معرکۂ عظیم کی کیفیت دور سے دیکھ رہے تھے یون حال لکھا ہے
وہ لکھتے ہین کہ پہلے کچھ عرصہ تک توپین طرفین سے چلا کین اور
دناؤ ن کی آوازین برابر آیا کین یہان تک کہ کان کے
پردے پھٹے جاتے تھے۔ اس کے بعد ترکون نے ننگی تلوارین لیکر
حملہ کیا تو روسیون نے بھی تلوارین نکالین اور گتھ گئے۔ گو شب
کا وقت تھا مگر ان والاتیون کی چمک دمک سے چکا چوند ہوتی
تھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ کئی آفتاب زمین پر طلوع ہوئے ہین
الامان الامان اور زمین کو بھونچال سا آگیا تھا ہر سپاہی اور ہر
پیادے کو اسقدر جوش تھا کہ جان دینے پر جان دیتا تھا ہٹنے
کا نام تک نہین لیتا تھا۔ آزاد پاشا نے جن کی تصویر مین نے پہلے
ہی اتاری تھی کئی سو آدمیون کو ہلاک کیا یہ شخص تلوار کا بڑا دھنی
ہے اس طرح پر تیغ دو زبان تول کر ہاتھ لگاتا تھا کہ ایک ایک
وار مین چار چار پانچ پانچ کو گراتا تھا عقل دنگ تھی اور گو کئی
آدمیون نے آزاد پر چوٹین لگائین مگر اسکی یہ کیفیت تھی کہ بدن کو
ذرا سمیٹا اور وار خالی۔ ذرا ہٹ گئے اور تلوار کی چوٹ بیکار گئی
اکثر اوقات تلوار پر تلوار روکی اور سپاہانہ ہاتھ کھا کر کسی عضو بدن پر لگا
تو غنیم ڈھیر ہو گیا۔ ایک مرتبہ اس شخص نے بڑی جرأت کی کوئی
ساٹھ ستر آدمیون کے غول مین اکیلا گھس گیا اور روکتے ہوئے
چھ افسرون کو جن پر روس کو بڑا ناز تھا زخمی کر کے کئی آدمیون کا سر
تن سے جدا کیا اور زندہ بچ آیا اس غول مین جانے کے وقت

انھون نے عجب طرح سے پینترا بدلا تھا اس فن کا یہ شخص استاد ہے
تمام روس مین ایسا نہین جو تلوار مین اسکا مقابلہ کر سکے اس
خوبصورتی سے چوٹ لگا کر الگ ہوتے تھے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ
جنگ روس و روم کی تاریخ مین یہ لڑائی ابدالآباد تک
یادگار رہے گی کہ ہم کو یقین ہے کہ ہندی رستم سیستان کو بھی اسکے
مقابل مین بھول جائینگے اگر یہ نہ ہوتا تو ترک ہرگز فتح نہ پاسکتے
میدان روسیون کے ہاتھ آتا۔ مگر ایک تو رومی بڑے جری اور
جھوٹ دوسرے افسر اعلیٰ ایسا جنگ آزما اور تلوار یہ ملا پھر
کیا پوچھنا تھا۔ سونے پر سہاگا۔ فوج عدو مین کہرام مچ گیا
سر جھڑی کی طرح برس رہے تھے کسی کو طاقت نہ تھی کہ آزاد کی
شمشیر دو زبان کا مقابلہ کرتا جو بڑھا وہ ڈھیر ہو گیا جو منھ آیا
اس نے منھ کی کھائی اور جان گنوائی واہ رے آزاد بارک اللہ
ع۔ این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ تلوار بجلی گراتی
تھی یہ چمکی وہ آئی۔ وہ چمکی یہ آئی۔ سر پر آن پہونچی اور معلوم
نہ ہوئی۔ گردن کٹ گئی اور خون سے آلودہ نہین عجب نظر
ہی نہ آئے تو کوئی تلوار کیا روکے۔

چمکی جو خود سر پہ تو سر سے نکل گئی!
مثل قرار سینکے جگر سے نکل گئی
سینہ مین دل لیا تو کمر سے نکل گئی
حیران تھا خود بدن کہ کدھر سے نکل گئی

ادھی ہوئی تو فرق عدو کو فرو کیا
گر کر اٹھی تو راکب و مرکب کو دو کیا

اس میدان مین خون کی ندیان بہہ رہی تھین اور ہزارون
نوجوانون اور آزمودہ کار جنرلون اور مردمان تہمتن کی لاشین
بے کفن پڑی تھین ہزارون تمناؤن کا خون ہوا تھا ہزارہا نوجوان

اور حسینہ جمیلہ عفیفہ عورتین بیوہ ہوگئین ۔ ہزار ہا تو معصوم بچے یتیم ہوئے ۔ ہزارون بوڑھے بے بس آدمیون کے فرزند دلبند انکو بصد افسوس چھوڑ کر چل بسے ۔ ہزارون زخمی ہونہار حسرت لے کر عالم فانی کو پدرود کر گئے ۔ جو لاش تھی ایک نئی وضع سے زمین پر پڑی تھی ایک جوان کے ہاتھ مین تیغ اصفہانی مگر سر تن سے ندارد ۔ ایک بوڑھا افسر روس ایک ترکی لفٹننٹ کے ہاتھ مین ہاتھ دیے چت پڑا تھا ترکی لفٹنٹ کی دونون ٹانگین غائب روسی افسر کا کاسۂ سر دو نیم ۔ ایک سمت کیا دیکھتے ہین کچھ آدمی تلے اوپر گرے پڑے ہین ایک ایک تلے اوپر چھ آدمی مگر کسی کا سر نہین کسی کی کمر نہین ۔ کسی کا دھڑ نہین کسی کی ٹانگون کا پتہ نہین ایک طرف دیکھا کہ سوا سوا آدمیون کے قریب ایک صف مین پڑے ہین ۔ ایک سے ایک گتھا ہوا معلوم ہوتا تھا کہ ادھر سے ترکی اُدھر سے روسی جھپٹے ۔ انکی تلوار سے وہ گرے اُن کی تلوار سے یہ گرے ۔ الغرض رن کا میدان لالہ زار تھا زخمیون کو ترکون نے ڈولیون پر سوار کر کے پلونا کی سمت بھیجا اور روسی زخمیون کی بھی اسیقدر خبرداری کی جسقدر خاص اپنے آدمیون کی کی روسی زخمیون سے آزاد نے مختلف امور مین گفتگو کی ۔

آزاد ۔ (ایک نوجوان سے) اس جنگ کی نسبت تمھاری کیا رائے ہے ۔

زخمی ۔ مجھے مطلق خبر ہی نہین کہ جنگ کیسی ہوئی حسرت ہی رہ گئی کہ دو چار ترکون کو قتل کرتا ۔ مگر پہلے ہی حملے مین ایک آدمی نے گرا دیا ہاتھ کٹ کے گر پڑا اور دل کی دل ہی مین رہی

آزاد ۔ (دوسرے زخمی سے) تمھاری کیا رائے ہے ۔

زخمی ۔ مین نے تین چار ترکون کو تہ تیغ بیدریغ کیا جنگ کا حال مجھسے نہ پوچھیے ۔ اس سن مین مین نے ایسی جنگ کبھی نہین دیکھی تھی جس جوش سے طرفین کے جرار لڑتے تھے اس کا ایک شمہ جنگ کریمیا مین نہ تھا ۔ اللہ اللہ جس شخص کو دیکھتا تھا بھپر رہا تھا شیر کی طرح ڈکارتا تھا ۔ اللہ رے جوش اور اُف رے ولولے ۔ مگر ہم کو کیا ہو گیا ایک آدمی پر ہاتھ لگا یا اُسنے ہتکنٹی دی دایان ہاتھ کٹ کے وہ جا کر گرا ۔ بائین ہاتھ سے کیا کر سکتا ۔ تلوار تو ہاتھ کے ساتھ اڑ گئی تھی قہر درویش بجان درویش گرفتار ہو گیا ۔ کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑی ۔

تیسرا زخمی ۔ ہم تو آپ کی تعریف کرتے ہین ۔ آپ کو ہم نے فرد پایا دو دو سو آدمیون کے غول مین گھس بیٹھ کے در آتے ہوے جانا اور ایک چرکا تک نہ کھایا یہ آپ کا ہی کام تھا ۔ صد ہا آدمیون کی دلی خواہش تھی کہ آزاد کا سر کاٹین مگر دل کی دل ہی مین رہی اور آپ کی تلوار نے خرمن جان پر بجلی گرائی ۔ آگ لگاتی ہوئی سب کو ٹھنڈا کر کے آئی ۔

زخمی پانی پانی کا غل مچاتے تھے ۔ ہاتھ جوڑتے تھے اور پانی کے سوا اور کوئی لفظ زبان پر نہین لاتے تھے ۔ ہر بن مو سے العطش العطش کی آواز نکلتی تھی ۔ زبان سوکھ کے کانٹا ہو گئی تالو مین کانٹے پڑے جاتے تھے ۔ مگر ڈاکٹرون اور طبیبون کا حکم تھا کہ پانی ہرگز نہ پائین ۔ کوئی ٹانکے لگاتا تھا ۔ کوئی پٹی باندھتا تھا ۔ کوئی زخمون کو دھوتا تھا ۔ کوئی دوا پلاتا تھا ۔ اُسوقت ترک اور روسی سب یکسان تھے ۔ افسر اور پیادے اور سوار کل زخمیون پر یکسان ترس کھاتے تھے مجروحون کا تڑپنا اور کراہنا اور واویلا اور وا مصیبتا ہاے ہاے کا غل مچانا ستم ڈھاتا تھا

آزاد ۔ ذرا صبر کرو ۔ ذرا صبر کرو خدا کو یاد کرو ۔

زخمی ۔ اسوقت تو جان دوبھر ہے ۔ ہاے موت بھی نہین آتی

جب روسیون نے دیکھا کہ میدان ہاتھ سے جاتا رہا اور درون

مین جو فوج تھی اسکو بھی حسب مقتضائے مصلحت بھاگتے ہی بن پڑی تو بلونا کے جانب شمال ورنہ زیادہ لشکر بھیجکر اسطرف قلعے پر یورش کی جائے مگر وزیر جنگ نے اس حال سے اطلاع پاکر فوراً تار کے ذریعے سے جہان تک ممکن تھا اطلاع دی کہ اس ارادے سے درگذرو جب تک چارون طرف سے محاصرہ نہ ہو جائے تب تک ہرگز حملہ نہ کرنا ورنہ کسی نہ کسی جانب سے ترکی فوج نکل بھاگے گی روسی جنرلون نے جو بلونا کے قریب تھے اس رائے سے اتفاق نہ کیا۔ لہذا وزیر جنگ کے نام اس تار کا یون جواب لکھا۔

(ہم لوگ) ادب کے ساتھ دست بستہ ملتمس ہین کہ اس تار کے مقاصد سے ہمین اتفاق نہین۔ ہماری خواہش بالفعل یہ نہین ہے کہ ہم بلونا کی فوج ٹرکی کو گرفتار کرلین۔ بلکہ یہ خواہش ہے کہ بلونا ہمارے حیطۂ اقتدار مین آجائے۔ یہ نہایت موزون مقام ہے۔ جب قلعہ ہمارے قبضۂ اختیار مین ہوگا تو یورپین ٹرکی مین ترکون کے قدم نہ ٹھہرینگے اور ہم اڈریانوپل اور راجاریہ مقامات تک چٹکیون مین اڑاتے ہوئے چلے جائینگے۔ پھر قسطنطنیہ کا قبضہ امر آسان ہوگا۔ ہماری فتح کامل اسی پر منحصر ہے کہ فوراً بلونا پر حملہ کر دین مگر حضرت وزیر جنگ کو اتفاق نہو تو ہم ادب کے ساتھ عرض پرداز ہین کہ ہماری عرضی بحضور سلطان بھیجدیجائے۔

اس عرضی پر وزیر جنگ نے غور تامل کیا۔ آخرکار یہ رائے قرار پائی کہ بحضور سلطان روس عرضی بھیجی جائے وزیر جنگ یہ درخواست لیکر خود گئے اور زار سے مشورہ کیا۔

زار۔ یہ بات قابل غور ہے اگر حملہ کر دیا اور کامیاب ہوئے تو پھر شپکا گھاٹی کی فوج بھی بیدل ہو جائیگی۔ اور اگر حملہ ادر ہوکر فتح پائی تو روسی ایک راستے سے جو کھلا ہوا ہے نکلجائینگے اور منشا ہمارا یہ ہے کہ ترکون کو قید کرلین کیونکہ جب ایک لاکھ آدمی گرفتار ہوگا تو ہم کامل فتح حاصل کرلین گے لہذا ہماری رائے یہ ہے کہ فوراً حملہ نہ ہو۔ کوشش کی جائے کہ بلونا چوطرفہ سے محصور رہو۔

وزیر۔ یہی تو میری بھی رائے ہے۔

زار۔ بلکہ بہتر ہے کہ ایک سمت سے تم خود جاؤ۔

روم اور روس اور فرانس اور پروش اور جرمنی اور امریکا اور عرب اور ہندوستان اور فارس ہر ملک کے اخبارات حضرت آزاد پاشا کے مداح تھے۔

ایکروز حسن آرا بیگم نے آزاد کو بڑی حسرت سے یاد کیا روح افزا نے کہا ہان اسوقت اگر آزاد ہون تو دلکو بڑی تشفی دین۔ کچھ تو ڈھارس ہو کچھ تو تسکین پائے۔ کئی دن سے اخبارون مین بھی اُن کا حال نہین پڑھنے مین آیا۔

روح افزا۔ کیا کہون حسن آرا۔ ہم پر تو سچ مچ بجلی ہی گر پڑی

حسن آرا۔ کیسی کچھ۔ بیٹھے بٹھائے یہ کیا ہوا۔ ہا۔

بوئے گل تو تو چلی اپنی سبکساری سے
ہم گرانبار رہے اپنی گرانباری سے

وہ تو چل بسے مگر ہم سب کو زندہ در گور کر گئے۔

روح افزا۔ امان جان بیچاری کی حالت پر افسوس کرون کہ پیرانہ سالی مین زخم جگر پر نمک چھڑکا گیا۔ یا سپہر آرا کو دیکھ دیکھکر خون روؤن کہ کیا ہو گیا۔ اپنے خاندان کی تباہی پر سر پیٹون کہ

حسن آرا۔ کیسے مزے سے زندگی بسر ہوتی تھی۔

فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا — کہ جسکے عوض یون رلانے لگا
ہنسی اچھی طرح ایک دن بھی نہین کہ رونا اب عمر بھر کا ہے

روح افزا۔ ہان (آہ سرد بھر کر) قسمت کے لکھے کو کوئی میٹ سکتا ہے۔

اتنے مین ایک مغلانی گئی اخبار اور خط لیکر آئی حسن آرا نے پہلے خط پڑھے پھر ایک اخبار مین یہ سرخی دیکھی (آزاد پاشا کی جرات و جوانمردی) دیکھتے ہی پھڑک گئی۔ اخبار کو چوم لیا پڑھا تو نفس مطلب یون درج تھا۔

جبکہ یہ معاملۂ رستخیز واقعۂ قیامت انگیز ظاہر ہوا تو آزاد پاشا سپہ سالار روسیون کے حملات کے دفعیہ و انسداد خوف و خطر مین بکوشش و جانفشانی تمام مستعد ہوے۔ مگر اس کوشش و سعی سے کوئی نتیجہ مفید اور مستحسن ظہور پذیر نہ ہوا۔ کیونکہ اکثر افسرون اور سپہ سالارون نے رشوت لے لی تھی۔ انکے حکم کی اتباع کل سپاہ کرتی تھی۔ ہرچند آزاد پاشا نے سپاہیون کو بہادرانہ طور پر حملہ کرنے کی جرأت اور ترغیب دی مگر اس سے بھی کوئی نتیجہ نہ پیدا ہوا اور نہ سپاہیون نے حملہ کرنے پر کمر باندھی حالانکہ آزاد پاشا نے سپاہ سے یہ بیان کیا کہ اگر حملہ کر کے پہاڑی جانب راست پہونچ جائینگے تو روسیون کے حوصلے پست ہو جائینگے اور آگے قدم بڑھانے کی ہمت نہ کرینگے بلکہ تعاقب تک مین کامیاب نہ ہونگے مگر افسر جو کہ بالکل رشوت کے ہاتھ بک گئے تھے ان کے حق مین اس ترغیب و ہدایت نے کوئی عمدہ نتیجہ نہ پیدا کیا اور نہ انھون نے حملہ کرنے کی جرأت کی بلکہ ترغیب کو بلا لحاظ مراتب ایسا خیال کیا کہ گویا سنا ہی نہین تھا اور ایسے تہلکہ اور خوف جان مین اپنی حفاظت کے واسطے مقام نصرت مین پھیل گئے۔ قریب تھا کہ آزاد پاشا روسیون کی گولہ اندازی اور بہادری سے جان بحق تسلیم ہون مگر اپنے سپاہیون کے ساتھ وہ ڈٹے رہے اور آزاد کے ساتھ نیفی پاشا اور اظہر پاشا جو یمین و یسار پر محافظ تھے اپنی شجاعت و دلیری سے میدان جنگ مین ثابت قدم رہے۔ آزاد پاشا نے اس دلیری اور جرأت سے داد جوانمردی دی کہ روسیون کا حملہ سست اور ضعیف ہو گیا فوج روس بہ اجازت سپہ سالار ارض روم مین اسی شب کو داخل ہو گئی اور اسقدر باہم جنگ و جدل ہوئی کہ دار السلطنت کی سڑک تمام کشتون سے بھر گئی تھی۔ اور سہ پہر کے وقت ترکون کو شکست و ہزیمت نصیب ہوئی اور بہت سا مال و اسباب اونٹ اور بیل اور اقسام و انواع کی بگھیان دستیاب ہوئین باشی بزوق اور سرکیشیا اور بعض کے سوار اور پیادے بندوق بار اور خدام سپہ سالار گرفتار ہو گئے۔ جب گورنر کو یہ خبر پہونچی کہ اسکی فوج کو شکست فاش ملی اسوقت اسنے اپنے قلعہ کا دروازہ اس غرض سے بند کر لیا کہ مبادا مغلوب اور شکست یافتہ فوج اسی راستے سے گذر کر قلعہ کو جائے اور پناہ لے کیونکہ اس حالت مین اس پر بھی وہی بلا نازل ہونے کا خوف تھا۔ غرضکہ جب مغلوب فوج اس قلعہ کے نزدیک پہونچی اور دیکھا کہ قلعہ مین انتظام بخوبی ہو گیا ہے ہر طرف گولا اور بندوق ہی نظر آتی تھی۔ اسوقت مایوسی اور خوف کے عالم مین مجبور ہو کر باہم لڑائی شروع کر دی اور دونون فریق کی فوج بندوقون سے اپنی جان سے ہاتھ دھو کر خوب لڑی۔ آدھی رات کے قریب جب معرکہ جنگ و جدال مین گرمی کم ہوئی اور دونون فریق کے جوش قلب مین کسیقدر تسکین پائی گئی اسوقت قلعہ کا دروازہ کھول دیا گیا اور بحکم قلعہ دار مغلوب فوج قلعہ کے اندر داخل ہوئی قلعہ کے اندر جسقدر مکانات تھے وہ سب بیمار اور زخمی فوج سے ایسے بھر گئے تھے کہ رہنے کے واسطے کوئی مکان نہین ملتا تھا۔ اتفاقاً ایک دوسری

بلائے ناگہانی عذاب آسمانی نازل ہوئی یعنی بارش برف باران اس شدت سے ہوئی کہ بیچارے تھکے ماندے اور فاقہ کش سپاہی اسکے نیچے دب کر ملک عدم کو روانہ ہوے۔ اس جنگ مین آزاد پاشا نے بڑی نیکنامی حاصل کی۔

یہ مژدۂ فرح بخش و روح افزا ایسا نہ تھا کہ حسن آرا بیگم باوصف رنج و غم محظوظ و مسرور نہ ہو جاتین روح افزا کو اخبار کا مضمون سنایا اور بکمال خوش ہو کر خدا سے دعا مانگی کہ باری تعالیٰ بحق رسولؐ و بحق فاطمہؑ آزاد کو سرخرو واپس لا

روح افزا۔ بڑا نام وہان جاکے پیدا کیا اب ہمین آوین تو چین آوے اللہ نے چاہا تو تمھاری دل کی آرزو ضرور نکلیگی

حسن آرا۔ یہ نہ کہو بہن خدا جانے ہاتھی چھوٹے کہ گھوڑا چھوٹے

راوی۔ یہی اول مرتبہ تھا کہ حسن آرا بیگم نے اس سن شعور مین ضعیف الاعتقادی کا کوئی کلمہ زبان سے نکالا ہو۔

روح افزا۔ آزاد پاشا ہوے پاشا کے کیا معنے ہین

حسن آرا۔ وہان روم مین افسرون کا یہی خطاب ہے۔

گو اتنا رنج تھا مگر آزاد کی خیر و عافیت دریافت کرکے دل کو گونہ تسکین ہوئی۔

روح افزا۔ یہ تو قاعدہ ہی ہے بہن۔ کئی اخبارون مین تعریف چھپ چکی ہے۔

یہ روایت اسلئے درج کی گئی کہ ناظرین کو اس امر سے اطلاع ہو جائے کہ حسن آرا بیگم کو آزاد کی جرأت اور مردانہ کارروائی کی خبر ملتی جاتی تھی۔ خیر۔

اب سنئے کہ پلونا کے سپہ سالارون کو آزاد سے حسد پیدا ہوئی اور باہم مشورہ کرنے لگے کہ اس شخص کو نیچا دکھائین۔ ایشیا کا نفاق اور آپس کی پھوٹ ضرب المثل ہے۔ گو یورپ مین ترکی یورپ مین واقع ہے مگر نسل تو ایشیا ہی کی ہے۔ ان لوگون کے مزاج سے ابھی تک بوے ایشیا نہین گئی آزاد کی نسبت یہ راے قرار پائی۔ یا تو اسکو قتل کر ڈالین یا زہر دین یا رشوت کا جرم قائم کرکے نکلوا دین۔ قریب قریب کل افسر انکے دشمن بن گئے

ایک۔ اس آزاد کے سبب سے ہم لوگون کا نقصان متصور ہے۔

دوسرا۔ بائین ہاتھ کا کرتب ہے مار ڈالو۔ اور مشہور کردو کہ مقتول ہوا۔ اس مین فکر کی کیا ضرورت ہے۔

تیسرا۔ یا مشہور کردینا کہ علیل تھا۔ بخار آیا مر گیا۔ بس

چوتھا۔ ابھی نہین۔ جب کوئی اور کار نمایان سرزد ہو تب قتل کرکے لکھ بھیجنا کہ ہم نے فتح پائی ورنہ اسکے سامنے ہماری آپ کی دال نہ گلے گی۔

پانچوان۔ سان سے مل کے ان کو مار دو۔ ع۔

گر ملے جو مرے تو زہر کیون دے

چھٹا۔ بندوق مین گز ڈالو اور دل لگی دل لگی مین اس سے کہو کہ بندوق سر کرو۔ پھر دیکھیے کیسی دل لگی ہوتی ہے یہ سب سے آسان ترکیب ہے۔

آزاد بیچارے کو اس تجویز کی خبر ہی نہ تھی۔ یہ سوچتے تھے کہ اب کی جو ہماری شمشیر برق بار چلے گی تو ہم ہزارون کو جلن سے مارینگے۔ ممکن کیا کہ کوئی بچ سکے۔ اور یہ معلوم ہی نہ تھا کہ ان کے ہاتھ پانون ہی ان کے دشمن ہو رہے ہین۔

فلک بے رحم و عالم دشمن و معشوق بے پروا
مرا بر آرزو ہاے نظیری خندہ مے آید

مگر یہ افسرون سے ہنسی خوشی باتین کرتے تھے۔

نئی شرمیلی دلھن

بیا ساقی آن بکر مستور مست | کہ اندر خرابات دارد نشست

بن دہ کہ بدنام خواہم شدن | مرید مے و جام خواہم شدن
بیا ساقی از خم دوشینہ مے | کہ ماند است باقی نہ کاؤس و کے

بمن دہ کہ تا گردم از عیب پاک
خرامم بہ عشرت بہ پیر مغاک

دن کو تو اس پری خانہ طرب کاشانہ میں چہل پہل رہی آسمان جاہ غیرت مہر و ماہ کے چٹکلے اور ظریفانہ باتیں۔ جانی بیگم کی شوخیاں اور دلربائی کی گھاتیں حشمت بہو معشوقہ ماہرو کی اٹکھیلیاں بگیا بیگم کی خوش فعلیاں۔ مالک دیرینہ روز بی مغلانی کے بڑھے چونچلے اور اگلے وقتوں کے ذکر و مذکور بیابانی کی نارپستان ڈومنیاں رشک قمر غیرت حور۔ مکان کیا پرستان تھا یا روضہ رضوان تھا جس طرف نگاہ جاتی تھی کسن گلرخسار باغ و بہار پریاں ہی پریاں نظر آتی تھیں غضب کرتی تھیں ستم ڈھاتی تھیں۔

فرخندہ ایشان نہ بیند دلیر | و گر بیند افتد ز بالا بزیر
نظر طاقت آن ندارد بنور | کہ بیند در ایشان ز نزدیک و دور

درخشندہ ہر یک در ایوان و باغ
چو در روز خورشید و در شب چراغ

اوج فلک سے ملائکہ نورانی تک مبارکباد کے لیے آئے تھے۔ اور طشت زمردین و زبرجد و بنارود درم نثار کے لئے لائے تھے دلھن کا باپ مارے خوشی کے جامے میں پھولے نہیں سماتا تھا۔ اور یہی شعر زبان پر لاتا تھا ؎

سحر زغیب کشادند بر من دلگیر
درے ز دولت بے منتہائے رب قدیر

مسرت و عیش کی باد بہاری سے غنچۂ دل کھلا جاتا تھا ہر فرد بشر منہ مانگی مراد پاتا تھا۔ برگ گل تالیاں بجاتے تھے بلبل دفور طرب سے چہچہاتے تھے۔ پھول مسکراتے تھے غنچے کھلے جاتے تھے ہر در و دیوار نغمہ ریز۔ ہر برگ بار خندہ خیز۔ شادی کیا تمام شہر میں عید تھی اور دلھن کے صنم خانے کی کیفیت قابل دید تھی۔ بلکہ دیدہ تھی نہ شنیدہ تھی۔ چمن میں گل خندان ہے گلون پر عنادل غزل خوان۔ بزم طرب میں رقاصۂ نوجوان اور مبارکباد شادی ورد زبان۔

یہ تو دن کا حال تھا اب شب کا ذکر سنئے۔

چو سلطان شب چتر بر سر گرفت | سواد جہان راہ عنبر گرفت
ستارہ چنان گنجے از زر فشاند | کہ صد زمین گاؤ در گنج راند

شام سے آدھی رات تک یہی کیفیت یہی چہل یہی مذاق رہا نئی دلھن گوری گوری گردن جھکائے میلا ابیار اکھڑا اچھا سا ادب اور حیا کے ساتھ چپ چاپ بیٹھی تھی چنچل اور شوخ طبع رنگین مزاج ہنسوڑ ٹھٹھول ہمجولیاں چٹکے چٹکے چھیڑتی جاتی تھیں دلھن بیچاری اور بھی شرماتی تھی مگر کوئی کلمہ فرط غیرت سے زبان پر نہیں لاتی تھی۔

آدھی رات کے وقت دلھن کو نہلانے بٹھایا اور مسن ملکے نہالنے کے بعد اٹھایا۔ ڈومنیوں نے تین حرارے دلھن کو حسب قواعد و رسوم جھلایا اور عطر حنا اور سہاگ اور کیوڑا اور گلاب بدن میں ملا جس کی بو باس سے دماغ جو تیورا اور قنوج پر طعنہ زن تھا۔ اسکے بعد جوڑا پہنایا گیا۔ پر ایک عرض کا سبز بافتے کا پائجامہ سوسے کی کرتی۔ سوسے کی اوڑھنی اڑھائی دو ردار کشمیری دو شالہ پستی رنگ زیب بر کیا بہاوجوں نے بینڈھیاں گوندھی تھیں اب زیور پہنانے کے لیے بیٹھیں

لب از لعل کانے دو دندان ز در | ز لعل و زر و در گردن و گوش پر

سونے کی پازیب دلفریب۔ چھاگل و در کڑے۔ بیر بان

اور چھڑے دسوں پوروں میں تلکڑی کے چھلے پڑے ہوئے
ہاتھوں میں جوسے دتیاں کنگن جڑاؤ طلائی کڑے الماس
خوانی نیروہاں ہیرے کے جڑاؤ کڑے پڑیاں۔ بازو پر مٹھے نورتن
ذنگے اور مرصع جوشن۔ گلوے مصفا میں دھکدھکی۔ چمپاکلی۔
تلکڑی کا طوق چاند سورج لگے ہوئے اور ان پر یاقوت و زمرد
کی پچی کاری۔ مالاے مروارید دیدہ و شنید۔ موتیوں کا ہار۔
جس پر حاصل کان و بحر نثار۔ ایک ایک موتی کے بعد زمرد
کی خوشرنگ مرٹیاں۔ گوش صفا گوش میں انتیاں اور جھالے
اور راج اور بالے۔ کرن پھول انمول۔ سر پر چھپکا بیش بہا۔
سیس پھول اور جواہرات کا ٹیکا مانگ میں موتیوں کی لڑی
جس پر حوران بہشتی کی نظر پڑی۔

> دل و دین زلف و دوتا مانگے ہے
> مانگ اب دیکھیے کیا مانگے ہے

پور پور چھلے۔ ہیرے اور یاقوت احمر کی انگوٹھیاں
دو ایک میں نیشاپوری فیروزے کے نگ تھے۔ آرسی زیب
انگشت۔ ناک میں نتھ از سر تا پا عالم نور نظر کا پاؤں پھسلا
جاتا تھا۔ جواہرات کی چمک دمک سے گمان ہوتا تھا کہ ایک چاند
زمین پر طلوع ہوا۔ دُرِ خوش آب سے دریا منفعل تھا تو گوہر
نایاب سے کان خجل پریوں کو آرزو تھی کہ اس رشک حور رو دراز
قصور کے دامن پر نماز پڑھیں۔ فرشتے دزدیدہ نگاہ دیکھتے
تو آنکھ جھپک جاتی لیلیٰ و شیرین کی روح شرماتی۔

> فریبندہ چشمے جفا جوے تیز　　دوا بخش بیمار و بیمار خیز
> زبان کوتہ و زلف و گردن دراز　　لب چون شکر خالی با او براز

ادھر تو چوتھی کے دن اب ٹھاٹھ ہونگے۔ آج کیا ہے۔
جانی بیگم۔ چوتھی کے دن اب ٹھاٹھ ہونگے۔ آج کیا ہے۔

فیضن۔ آج کچھ ہئی نہیں۔ ایسا مہکوا عطر کبھی نہیں سونگھا۔
اس پر سب کھلکھلا کر ہنس پڑیں اور طرح طرح کی دل لگیاں
اور چہل کی باتیں ہونے لگیں۔ سب اپنے اپنے طرز پر مذاق
کرتی تھیں۔

ایک۔ مہکوا ناہیں سونگھا۔ یہ مہکوا کہاں کی بولی ہے۔
دوسرا۔ اجاڑ گانوں بستی ناؤن کی بولی ٹھولی ہوگی شاید
تیسری۔ کیوں بہن فیضن تمھارے دیہات کی سب ایسی ہی
زبان بولتی ہیں یا تم ہی اکیلی۔ سچ سچ بتانا بہن۔ لو لو۔
فیضن۔ اوئی! اب اس سے کیا مطلب۔ اور دیہات
کی کون ہے دیہاتن کوئی اور ہوگی۔ ہم تو قصبے کے ہیں۔
گنوارن بنائے دیتی ہو۔
بیگما بیگم۔ بی فیضن کی باتوں سے دل کی کلی تازہ ہو جاتی
ہے (ہنسکر)
آسمان جاہ۔ ای کیسی کچھ۔ اور چنچل کیسی ہیں۔ شوخی ایک
ایک رگ میں بھری ہے اور کوٹ کوٹ کے بھری ہے۔
جانی بیگم۔ بہن فیضن۔ ہم تمھاری میاں کے ساتھ نکاح
پڑھوا لیں برا تو نہ مانو گی اصغر میاں۔ ہمیں پسند ہیں۔
آسمان جاہ۔ دو دل راضی تو کیا کریگا قاضی بہن چھٹی ہوئی
حشمت بہو۔ (دانتوں کے تلے انگلی دبا کر) کوئی ایسی بات
زبان سے نکالتا ہے۔ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔
بیگما بیگم۔ اے ہاں۔ ہنسی بھی تو کتنی۔ نوج کوئی ایسی بیحیا ہو۔
حشمت بہو۔ آنکھوں کا پانی بالکل ڈھل گیا۔ حیا نگوڑی
چھو نہیں گئی مروت بھون کھائی پھیری منہ پر لوٹی تو کیا کریگا
کوئی۔
آسمان جاہ۔ چھیڑ چلی جائے چھیڑ چلی جائے۔ یہ ہنسنے بولنے

کے دن ہین اے آؤ جی. ذری ایک گلوری ادہر بھجوا دو۔
اے ذری سے پان پر اتنا مان۔ اونھ اونھ!! ہری ہمارا
حاسدان کھو اجب جانین کہ محلے بھر مین کہین ایسی گلوریان
ہون۔ تم لوگ گھانس کھانا جانو۔ پان کھانا کیا جانو۔
بیگما بیگم۔ بڑی منہ پھٹ ہو بہن۔ جو منہ مین آیا واہی تباہی
بک دیا زبان کیا لندن کی قینچی ہی کہ ٹھہرتی ہی نہین۔
آسمان جاہ۔ اور قینچی بھی راجس کے ہاتھ کی۔ اصل لائیی
اور بازبھی وہ جو میان گھسیٹے نے گھسیٹی ہو ایسی مقراض ہی۔
مغلانی۔ (اور ٹھی) حضور نام خدا اٹھتی جوانی ہی شباب ہے
طبیعت امنگون پر ہی یہی دن چہل ہنسی مذاق کے ہین
جب ہم ان سنون تھے تو یہی ہماری بھی کیفیت تھی۔ آئے
دن جلسے ہوتے تھے دن رات ناٹک چوٹی مین گرفتار رہتے
تھے۔ ایک جوان کے عشق کی آگ مین پھنک گئے تھے۔
پڑوس مین ایک سنار بازرہتا تھا ایسے خوبصورت ہاتھ پاؤن
کہین کیا عرض کرون۔ سینہ چوڑا۔ داڑھی ایسی پیاری اور
کالی کہ واہ جی واہ
حشمت بہو۔ کسی کی فنس ڈیوڑھی پر ٹھہری ہی دیکھو تو
کون آئین۔
مغلانی۔ آج آنے کی جلی کہی فنسون پر فنسین اور ڈولیون پر
ڈولیان کھچا کھچ چلی آتی ہین۔ ایک پر ایک۔
آسمان جاہ۔ اہن! ادھر دیکھو تو۔ مہریون کے کاندھے پر
فنس ہو اللہ اللہ کوئی بڑی مستعلق ہین پردہ نہ گرایا اندر ہی آگئین
حشمت بہو۔ اے وہ ہونگی مرزا بہرام سطوت کی بیوی
مبارک محل۔
آسمان جاہ۔ واہ۔ وہ تو کربلا گئی ہین۔ ابھی آئین کہان
وہان سے۔
حشمت بہو۔ اے واہ اور سنو۔ آج کوئی چودھوان دن ہی کہ انکی
محلدار کی تھی عجب عجب باتین بیان کین خچر پر بھی سوار ہوتے
سب۔ وہان اسکا عیب نہین اور وہان کے خچر وہ بیان کرتی
تھی کہ یہان کے گھوڑون سے بڑے ہوتے ہین۔
فیضن۔ خچر کیا کسی جانور کا نام ہی۔ سور، ہاتھی گھوڑا، بن مانس
ہرن، پاڑھا اور لکھڑی تو سنا ہی خچر نہین سنا۔
اس لکھڑی کے لفظ پر ایک فرمائشی قہقہہ پڑا ایک نے کہا۔
یہ لکھڑی کن جنگل مین ہوتی ہی۔ دوسری بولی جہان بی فیضن
کی نال گڑی ہی۔ تیسری نے کہا بہن لکھڑی نہ کہو دمڑی کہا
کرو۔ لکھڑی تو گنواری بولی ہی گو ان کے نام پر تو بہت پھبتی
ہو۔ مگر باتین گنوار ہی کرتی ہو۔
فیضن خاموش ہو رہی۔ اپنے نزدیک تو خاص شہر کی بولی
بولتی تھین مگر شہر والیون کے مقابل مین کب فروغ پاتین
شہر شہر ہی ہی۔ گانون گانون ہی ہی۔ کجا شہر کی زبان کجا
قصبے کی زبان۔
اتنے مین ایک ہمجولی نے آن کر کہا۔ آسمان جاہ۔ وہ آئی مین
مبارک محل۔ انکے سامنے ذری ایسی باتین نکرنا وہ بڑی نازک
مزاج ہین۔ اتنی بے لحاظی نہین اچھی ہوتی۔ آخر اور بھی تو سب
بیٹھی ہین۔ تمھاری سی کوئی بھی بے لحاظ ہے۔
آسمان جاہ۔ یہ بے لحاظی ہی یا چہل مذاق دل لگی ہی۔
ہمجولی۔ اے آگ لگے اس چہل کو بہو بیٹیون مین یہ دل لگی
ہم نے آج تک نہین سنی تھی۔ دل لگی کی ایک ہی کہی۔
ہمجولی کا یہ فقرہ کئی بیگمون کو برا معلوم ہوا۔ ایک بولین
ہان ہان مبارک محل کا لحاظ کرو۔ ادب سے بیٹھو۔ اور سب

تو یہاں اکل کھری کھری گنجی لونڈیاں باندیاں بیٹھی ہیں ـ اب ایک بیگم صاحب آتی ہیں ـ مرزا بہرام سطوت کی بیگم نواب مبارک محل دوسری نے ان کی رائے سے اتفاق کرکے دل کا غبار یوں نکالا ـ ہاں ہاں سچ تو کہتی ہیں مبارک محل ان سب کا وظیفہ آج سے مقرر کر دینگی تیسری نے کہا ـ ہونہہ ! مبارک محل مبارک محل ان کے میاں کا وثیقہ تو پانچ ہی سو ہے یہ جو بیٹھی ہیں کیا ان سے کچھ کم ہیں ـ (بیگما بیگم) کی طرف اشارہ کرکے) ان کے میاں کا تو تیرہ سو کا وثیقہ ہے ـ

اتنے میں مبارک محل مستانہ چال سے قدم رکھتی ہوئی آئیں اور خواصیں پائجامے کے پائنچے اٹھائے ہوئے تھیں یہ نازنین مہ جبین اپنے حسن خدا آفریں کے لیے ضرب المثل تھی ـ بوٹا سا قد بدن گول ـ سانچے کا ڈھلا ہوا ـ نشیلی آنکھیں چاند سا مکھڑا ـ

شب چو در بزم حسن از رخ خوب تو گذشت
شمع پیش از ہمہ انگشت شہادت برداشت

عارض تاباں رشک قمر غیرت ماہ منور ـ پوشاک بیش بہا زیب تن زیور سے از سر تا پا آراستہ خورشید رو نوجوان نوخاستہ عشوہ گری میں طاق ـ دلربائی میں شہرۂ آفاق ـ

کر ماند کز تو بہ تیغ کرشمہ کشتہ نہ شد
ہمی ستیزۂ حسن تو با خدا است کہ نیست

ادب اور تمیز کے ساتھ سب سے ملیں اور دلھن کے پاس جا کر بیٹھیں ثریا بیگم سر جھکائے ہوئے بیٹھی تھیں ـ آسمان جاہ کی طرف مخاطب ہو کر مبارک محل نے کہا ـ اخاہ ـ دماغ ہی نہیں ملتے آسمان جاہ نے مسکرا کر کہا بجا ـ ثریا بیگم کے دماغ نہ ملیں تو کیا میرے دماغ کیوں نہ ملینگے ـ ہاں جس دن میں دلھن بنی تھی اس دن میرے دماغ بھی ساتویں آسمان پر تھے ـ

جانی بیگم ـ اتنا انکسار نہ کرو بہن ـ تم اب تک ساتویں چھوڑ نویں آسمان پر تھگلی لگانے کا دم داعیہ رکھتی ہو ـ

اس پر قہقہہ پڑا مبارک محل زیر لب مسکرائیں ـ آسمان جاہ بولی ہاں ہاں پھر اس میں تعجب کی کونسی بات ہے ـ یہ تو یہی سہی ـ

مبارک محل ـ میں نے ثریا بیگم کو آج ہی دیکھا ـ اللہ مبارک کرے

آسمان جاہ ـ ان کے میاں کو دیکھا ہے یا نہیں بس چندے آفتاب چندے مہتاب نہایت قبول صورت ہیں انکا نام اصغر میاں ہے

راوی ـ اس لطیفے پر وہ ہنسی ہوئی وہ ہنسی ہوئی کہ دلھن تک بے اختیار ہنس پڑی اور فیضن کا مارے ہنسی کے برا حال تھا مبارک محل کی سمجھ میں یہ لطیفہ نہیں آیا بیگما بیگم نے کان میں کہا بہن تم نہیں سمجھی ہوگی کہ ہنسی کاہے پر ہوئی یہ جو سامنے بیٹھی ہیں بی فیضن ان کے میاں کا نام اصغر میاں ہے جب فیضن یہاں آئیں اور آسمان جاہ کو ان کے میاں کا نام معلوم ہوا ان کو تو تم جانتی ہی ہو کیسی چنچل شوخ ہیں سوار کو گھوڑے سے اتار لیں ادھر ادھر کی باتیں کرکے کہہ اٹھیں کہ ہماری میاں کا نام اصغر میاں ہے اب ثریا بیگم کے میاں کو اصغر میاں بنا دیا مبارک محل مسکرا کر خاموش ہو رہیں مگر اور ہمجولیاں بڑی دیر تک ہنسا کیں

بیگما بیگم ـ حد ہو گئی غضب کی شوخی مزاج میں ہے اوہ ـ

جانی بیگم ـ شوخی سی شوخی ہے کسی جگہ پر بند ہوتی ہی نہیں

آسمان جاہ ـ ذری اپنی ایڑی دیکھو ـ

جانی بیگم ـ اے ہے نظر لگ گئی نظر بد کا یہ خوف ہے ذرا ہنس کر اللہ نظر بد سے تم کو بچائے اس شہر کی تھیں تو ناک ہو بہن ـ

آسمان جاہ ـ اے ثریا بیگم ذری گردن اونچی کرو ـ واہ یہ نیا تماشا نکالا ہے ـ شرم بھی تو کھنی ـ گردن اونچی کرو ماہی لو وہ اور جھکی جاتی ہیں ہم تو سینہ تان کے بیٹھے تھے کیا کسی کا ڈر پڑا ہے

اوئی یہ انوکھی شرم ہی۔
حشمت بہو۔ تم تو اندھیر کرتی ہو نئی دلہنین کہین اکڑ کے بیٹھا کرتی ہین جو بہو بیٹیون کا دستور ہی۔ اس طرح بیٹھی ہین واہ
مغلانی۔ اے ہان حضور تن کے کہین دلہنین بیٹھی ہین۔ کیا کچھ نئی ریت ہے۔ سرکار بیٹھی ہون تو تعجب نہین۔ (مسکرا کر)۔
آسمان جاہ۔ اچھا صاحب یون ہین سہی ذری در جھک جاؤ
حشمت بہو۔ بیشک جو دلہن کا قاعدہ ہی اس طرح بیٹھی ہین
اب سنیئے کہ باجے کی آواز آئی اور ثریا بیگم کے بہنوئی نے باہر سے آکر دینی ساس سے کہا۔ دلہن کا سہرا آتا ہی دولہا کے ہان سے یہ سہرا بڑے ٹھاٹھ سے آیا تھا۔ بی فیضن نے کمال شوق سے جلوس دیکھا اور بہت ہی خوش ہوئین۔ جب سہرا اندر آیا تو ثریا بیگم کی مان نے کہا اب اس وقت کوئی چھینکے دینگے نہین سہرا اندر آنا ہی بڑی بوڑھیون نے بھی کم سنون کو آگاہ کیا کہ خبردار چھینکنا نہین۔
سہرا اندر آیا۔ کم سن بیگمات جو ثریا بیگم کے بہنوئی کے سامنے نہین آتی تھین پردے مین ہو گئین۔ انھون نے سالی کے سر پر سہرا باندھا اور ساس سے نیگ کے لیے کہا۔
ساس۔ ہان ہان باندھ لو باندھ لو اس وقت تمھارا حق ہی
بہنوئی۔ ان بھیارون مین نہ آؤن گا۔ لائیے نیگ لائیے
حشمت بہو۔ ان نے جھگڑے نہ بانا دولہا بھائی۔ وجہ؟
بہنوئی۔ مان چکا۔ توڑون کے منہ کھولیے اب دیر نہ کیجیے
ثریا بیگم کی والدہ شریفہ نے پانچ اشرفیان دین وہ تو پانچ اشرفیان لیکر خوش خوش باہر گئے ادھر دولھا کے ہان کی اوڑھنی دلہن کو اڑھائی گئی پائجامے مین ناڑے کی اکیس گرہین دی گئین۔

آسمان جاہ۔ یا میرے اللہ دس پانچ اور ہین۔
جانی بیگم۔ (ہنسکر) وہ سو ہون تو کیا بات ہے۔
آسمان جاہ۔ (قہقہہ لگاکر) اس مین کیا شک ہے، سو چھوڑ چاہے ہزار ہون۔
پردہ ڈالا گیا۔ ایک پلنگ پر دلہن متمکن ہوئین پھول کے طوق پھولون کی بدھیان پہنائی گئین۔ جن مین حسینی کے ہاتھ کی ہٹرین بنی ہوئی تھین پھولون کا طرہ باندھا بیچ مین عروس پری پیکر اور ع۔ عروسان بگردش کمر در کمر کوئی دلہن کے رخسار تابان سے پسینا پونچھتی تھی۔ کوئی کہتی ہین ذری گردن اونچی کرو۔ برات کے آنے کا انتظار تھا۔
آسمان جاہ۔ کیون بہن فیضن سچ کہنا اس وقت دلہن کیا جوبن ہی۔
فیضن۔ وہ تو یوہین خبصورت ہین۔
خوبصورت کے عوض خبصورت کہنا تھا کہ بے اختیار سب کھلکھلا کر ہنس پڑین۔ حتی کہ مبارک محل جو بڑی مستعلیق تھین ان تک سے ہنسی ضبط نہ ہو سکی اور دلہن بھی گردن نیچی کر کے ہنسنے لگی۔ دیہاتی پن کی بو کہان جائے اور پھر شہر والیون کے سامنے زبان کھولنا اور بھی ستم ہو دو چار بوڑھیون نے ان سب کو سمجھایا کہ کسی کو ہنسنا اچھا نہین ہوتا۔ ہنسی مین ہرج نہین مگر وہ ہنسی کیا جس سے کسی کا دل دکھے۔
آسمان جاہ۔ برات بڑے دھوم سے آئے گی۔ ہم نے چاہا تھا کہ بنے میان کے ہان سے برات کے ٹھاٹھ دیکھین سکر سے مین دھری دھری چھتین پڑی ہین اور وہ ہان بھی بیس پچیس بیگمین ہونگی انکی بھاوج ہمراہ خانم بڑی ہنسوڑ عورت ہین ہین تو ان کو بہن سے زیادہ عزیز رکھتی ہون سنا آج خدا نا کردہ طبیعت

کچھ بے لطف ہو گئی ہے ؎

تنت بہ ناز طبیبان نیاز مند مباد
وجود نازکت آزردہ گزند مباد

مغلانی۔ امراؤ خانم کون۔ وہ منے میاں کی بھاوج۔ ہاں
حشمت بہو۔ مہری جا کے دیکھو چقین سب درست ہین
پہلے اس طرف سے جا کے برات دیکھین گے۔ پھر اُدھر اُس کمرے سے
مہری۔ حضور سب لیس ہے۔ کئی دن سے سامان ہو گیا ہے۔

آسمان جاہ ناز و ادا کے ساتھ اٹھین اور جھومتی ہوئی اس کمرے کی طرف چلین جہان سے برات دیکھنے کا بندوبست کیا گیا تھا کمرے مین گئین اور نیچے جھانک کے دیکھا تو کہا اوئی۔ ہے ہے مین سہم گئی۔ ایسی تیسی مین جائے یہ کمرہ اتنا اونچا اللہ جانتا ہے مین تو مارے ڈر کے گر پڑی ہوتی اُفوہ۔ مہری کا ہاتھ لیکر قلب پر رکھا اور کہا دیکھو میرا قلب اس وقت دھک دھک کر رہا ہے۔ اُفوہ۔

اتنے مین ایک مہری نے یہان آکر کہا بیگم صاحب وہ جگہ تو اس قابل نہین ہے کہ وہان سے تماشا یا برات دیکھے ابھی آسمان جاہ نے نیچے جھانکا تو گرتے گرتے بچین۔ بہت بلندی ہے دوسری جگہ بدل دیجئے۔ جانی بیگم بولین۔ اے ہے۔ کیا ننھی ہین ایسی ننھی بنی جاتی ہین۔ ذری بلاؤ تو ادھر بلاؤ۔ گر ہی پڑی ہوتین اونھ! اونھ! آسمان جاہ آئین تو جانی بیگم نے آڑے ہاتھون لیا۔

جانی بیگم۔ ہے کم بِنا آپ اسوقت سہم گئین۔ شان خدا۔
آسمان جاہ۔ اللہ گواہ ہے۔ دل لگی نہ کرو۔ میرے ہوش ٹھکانے نہین ہین حواس باختہ ہو گئے ہین۔ توبہ۔ اتنا اونچا کمرہ
جانی بیگم۔ چلو بس زیادہ منھ نہ کھلواؤ۔

آسمان جاہ۔ اچھا جاؤ اور جا کے جھانکو تو معلوم ہو۔
جانی بیگم۔ چلو جھانکین چل کے۔ دیکھین کیا ہوتا ہے۔
حشمت بہو۔ ہم بھی چلتے ہین۔ ہم بھی جھانکین گے۔
بگما بیگم۔ آخر شش اس کھٹا کھٹی سے کیا فائدہ! اس کمرے کو بدل کے نیچے کے کمرے سے دیکھو بیکار کوئی گر پڑے کسی کا ہاتھ پاؤن ٹوٹے۔ اس سے کیا مطلب۔

اکثرون نے جا کے دیکھا تو کمرے کو ناپسند کیا اور بی مغلانی نے اور بھی ڈرا دیا۔ پوپلے منھ سے گردن ہلا ہلا کر کہا۔ بیوی ایک دن کا ذکر سنو کہ مین نواب قدسیہ محل کے ساتھ تاج بی بی کا روضہ دیکھنے گئی اللہ رہی تیاری یہ روضہ کیا سچ مچ بہشت ہے۔ فرنگی تک جب آتے ہین تو مارے رعب کے ٹوپی اتار لیتے ہین۔ اور سلام کرتے ہین۔ یہ لوگ کسی کو مانتے دانتے نہین مگر اُس کو مانتے ہین۔ بس حضور قدسیہ محل کے ساتھ سیکڑون خواصین پیش خدمتین آتوما اصیلین مغلانیان وہ دھیری کا دھیرا تھا۔ جب روضے کے پھاٹک پر پہونچے تو مجاور باہر چلے گئے۔ مالیون کو حکم ہوا کہ پیٹھ پھیر کر اپنا کام کرین۔ ان موے گنوارون سے پردہ کیا۔

آسمان جاہ۔ اونھ! پردہ! پردہ دل کا۔ اور نہین کیا۔
حشمت بہو۔ پھر مجاورون کو کیون ہٹایا۔
مغلانی۔ وہ آدمی ہین اور مالی جانور۔ موے گنوار۔
بگما بیگم۔ مالی۔ مزدور۔ بھتوئی۔ کہار۔ ان سب لوگون سے کون پردہ کرتا ہے کوئی نہین۔ پردہ اپنے دل کا۔ ان لوگون سے پردہ کیا۔
مغلانی۔ بس حضور سب خواصین اور بیگمین اور آتوا اور سب پھاٹک مین آتے ہی باغ مین پھیل گئین۔ میدان جو پایا تو بڑی

آزادی سے روشون مین سیر کرنے لگین۔ قدسیہ محل کی پوتی ایک مالی کی گھٹی کھوپڑی پر زور سے چپت لگائی تو بڑا قہقہہ پڑا اُس دن کی باتین عمر بھر یاد رہین گی۔

حشمت بہو۔ اُن کی پوتی کا سِن کیا تھا۔ بچّہ ہو گی۔

مغلانی۔ ہان۔ بچّہ تو تھی ہی۔ سترھوان سال تھا۔

آسمان جاہ۔ وہ ہمارے ڈھب کی تھی ہم ایک ٹیپ نہ جماتے ہم کم سے کم دو تین دھولین لگاتے۔ اور ہاتھ پھونک پھونک کر۔ گھٹی تو تھی ہی۔ بَن ٹیپے کہ کفرستان برزرد۔

حشمت بہو نے کہا دوسرے کمرے مین جو اِس کمرے کے نیچے ہے فرش بچھا ہے۔ آراستہ ہے۔ صاف شفاف ہے۔ وہین بیٹھیے اور وہین سے برات دیکھین گے۔ دیکھنے کے واسطے وہ مقام اچھا ہے۔

آسمان جاہ۔ اور دلھن کو کہان سے برات دکھاؤ گی۔

حشمت بہو۔ ہمارے ہان کی دلھنین برات نہین دیکھا کرتین

آسمان جاہ۔ واہ کیا انوکھی دلھن ہین اے واہ

جانی بیگم۔ ہان انوکھی! اور جس دن تم دلھن بنی تھین اُس دن برات دیکھی ہو گی۔

آسمان جاہ۔ ہان ہان۔ نہ دیکھنا کیا معنی۔ ہم نے اماں جان سے کہا کہ ہم کو دولھا دکھا دو۔ ہم بے دیکھے شادی نہ کرین گے حشر تک کبھی شادی نہ ہونے کی۔ انھون نے کہا اچھا جھروکے سے برات دیکھو ہم نے دیکھی۔ ہمارے میان گھوڑے پر اکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ ایک پھول اُن کے سر پہ مارا

حشمت بہو۔ کیون نہین۔ خوب کیا شاباش۔ کیا کہنا۔

جانی بیگم۔ (ہنس کر) پھول ناحق مارا۔ ایک جوتا کھینچ مارتین اُس پر بڑا قہقہہ پڑا۔ جوتے کے لفظ کو جانی بیگم نے بڑی بے تکلفی سے ادا کیا تھا۔ آسمان جاہ بھی کھِلکھِلا کر ہنسین۔

آسمان جاہ۔ خوب یاد دلایا۔ بھول گئی۔ اب بھی اب کسی کی دولھن کو دیکھون گی کہ آج تم دولھا ہو بس اُسی روز پھول کے عوض پاپوش کاری ہونے لگے گی۔

نواب مبارک محل نے دانتون کے تلے اُنگلی دبائی اور اُن کے ساتھ کئی ہم سِنون نے اتفاق کیا کہ ایسی باتین شریف زادیون کی وضع کے خلاف ہین۔ میان کے لیے پاپوش کاری اور یہ باتین ہم نے آجتک نہین سُنی تھین۔

آسمان جاہ۔ خوب کہی۔ جانی بیگم بہت بڑی طبیعت دار ہین

حشمت بہو۔ کیا کہنا۔ باتون ہی سے تابت ہے۔ ہونھ!

بیگما بیگم۔ نواب مبارک محل نے کچھ نہین کہا۔

مبارک محل۔ مین کیا عرض کرون مین نے تو یہ باتین کبھی آج تک سُنی ہی نہ تھین۔ آج نئی باتین سُننے مین آئین۔

آسمان جاہ نے ان باتون پر ذرا بھی لحاظ نہ کیا اور آہستہ آہستہ گانے لگین۔

بہار آئی ہے بھر دے بادۂ گلگون سے پیمانہ
رہے لاکھون برس ساقی ترا آباد میخانہ

اتنے مین حشمت بہو نے کہا۔ اخاہ دو داجی آتی ہین؟ آیئے آیئے۔ کہان سے آتی ہو۔ دو داجی: بولین۔ آتی تو بڑے مرزا صاحب کے ہان سے ہون مگر راہ مین بھیڑ ہے کہ مین کیا کہون۔ آدمی پر آدمی ٹوٹا پڑتا ہے۔ یہانتک آنا مشکل ہو گیا دو گھنٹے مین اتنی راہ طے ہوئی۔ اونٹ سانڈنیان گھوڑے ہاتھی پالکیان ڈولیان سوار تلنگے۔ اور ایک نئی بات دیکھنے مین آئی کوئی دو سو گورے گھوڑون پر سوار ہین اور انگریزی باجا بج رہا ہے ایسا باجا ہم نے آج تک نہین سنا تھا

ایک ایک گورا دیو کے برابر۔

آسمان جاہ۔ کِس کِس برابر دیو کے برابر۔ دیو تم نے دیکھا ہی۔

دواجی۔ اب آپ تو ہنستی ہین۔ دیو نہین دیکھا تو کیا سنا تو ہی۔ وہ کیا شکل ہی دولھا نہین بنے تو براتین تو دیکھی ہن۔

آسمان جاہ۔ اے ہے تم ابھی تک دولھا نہین بنین

راوی۔ اِس پر اور قہقہہ پڑا

دواجی۔ کہتے ہین گورون کو کالا پانی بہت بلادیا گیا ہی۔ وہ دانہ مچا رہے ہین کہ الٰہی تیری پناہ۔

حشمت بہو۔ ایسا نہ ہو کسی کے گھر مین گھس آئین۔

جانی بیگم۔ واہ یہ گھس جانا کیا دل لگی ہی۔

حشمت بہو۔ اخاہ آپ سپاہی بھی ہین ماشاء اللہ

جانی بیگم۔ اے کیون۔ ہماری حسن کا رعب کیا کم سپاہی ہی

ہم سپاہی ہین او کمان ابرو	تیغ پکڑے اجل سمجھ لینگے

بی مغلانی نے کہا۔ ہمارے وقت مین یہ لوگ تھے کہ

کچھ حبشیون کا رسالہ۔ اختری پلٹن۔ خاص بردار۔ علم بردار جھنڈی بردار ہمارے وقت مین یہ لوگ تھے۔

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ حشمت بہو نے بی مغلانی سے کہا۔ واہ بی مغلانی واہ۔ کہان قدسیہ محل کا ذکر چھیڑا تھا تاج بی بی کے روضے کا ذکر تھا کہان اب مَسٹ مانہ کے بیٹھین۔

مغلانی۔ ہان خوب یاد آیا مین حضور کوئی مولسری کا درخت دیکھتی تھی کوئی الائچی کا درخت۔ ہوتے ہوتے دس پانچ مل کے ایک برج پر گئین۔ مین کیا کہون حضور۔ کم سے کم ہونگے تو دو سات آٹھ سو زینے۔

آسمان جاہ۔ اِس جھوٹ مین کیا سچ۔

حشمت بہو۔ اُفوہ۔ سات آٹھ سو۔ اللہ تیری پناہ۔

مغلانی۔ بیگم صاحب بلکہ اور نو ہزار جی۔

حشمت بہو۔ اچھا پھر کیا ہوا کہتی جاؤ۔

مغلانی۔ بس نواب اختر محل بھی ساتھ تھین سیڑھیون پر دم لے لیکے اُوپر جاتے تھے۔ سوزینے پر گئے کہ دم بھول گیا ہانپنے لگے خیر اب کرین کیا کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑا اور وہ سب بضد ہوئین کہ برج تک جائین گے چاہے جو کچھ ہو۔ تریا ہٹ۔ بالک ہٹ۔ راج ہٹ۔ یہ تین ہٹین مشہور ہین دم لے لے کے پھر چڑھے جب دُھر پر پہونچے تو دم نہین باقی رہا کہ ذرا بل بھی سکین۔ نواب اختر محل کو غش آگیا اور راستے مین شام ہوگئی۔

حشمت بہو۔ اللہ اتنی دیر ؟ کچھ ٹھکانا ہے۔

مغلانی۔ بڑے بڑے برج ہین۔ آسمان سے باتین کرتے ہین کسی شاعر نے ان کی تعریف مین کہا ہے۔

شاہون کی یہ جا ہے تاجدار دن کی ہی
مسکن بس مرگ ذی وقارون کی ہی
وان ذہن رسا کا حوصلہ پست رہے
رفعت یہ تاج کے منارون کی ہے

بس حضور شام کے وقت نواب اختر محل نے برج سے نیچے دیکھا کہا اللہ اللہ۔ یہ بلندی۔ نیچے کے آدمی بھنگے سے بھی چھوٹے نظر آتے ہین۔ گرمی کے دن تھے ہوا زنائے کی آرہی تھی۔ ہائے شامت اعمال۔ دوسری دفعہ جو نیچے جھانکا تو دھم سے گرین۔

حشمت بہو۔ ارے اکون گرین۔

مغلانی۔ نواب اختر محل۔

حشمت۔ ہائے ہائے توبہ توبہ۔ مرین کہ بچ گئین۔

آسمان جاہ - بچ جانے کی ایک ہی کہی - بڑی پسلی چور ہو گئی ہوگی - بچنا کیا معنی بچنا کیسا -

مغلانی - حضور بس ہم سب کے تو ہاتھون کے طوطے اڑ گئے اب نہ کچھ کہتے بنتی ہے نہ سنتے بنتی ہی - ایک دفعہ ہاے کی آواز تو آئی - بس پھر کسی کی زبان سے آواز نہ نکلی ایک ایک کا منھ تاکتی تھی -

جانی بیگم - اللہ یہ وقت ساتوین دشمن کو بھی نہ دکھائے -

بیگما بیگم - سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین -

آسمان جاہ - مین نے کہا تو کسی کو یقین نہین آیا - اللہ جانتا ہے اتنے اونچے پر سے جو سڑک دیکھی تو ہوش اڑ گئے -

جانی بیگم - جانے دو - جانے دو - اب اسکا ذکر نہ کرو -

آسمان جاہ - اللہ جانتا ہے مین سہم گئی تھی -

حشمت بہو - چلو دولھن کے پاس چل کے بیٹھو -

مغلانی - اب کچھ اور ذکر چھیڑیے -

آسمان جاہ نے (دیپک سرون مین) یہ شعر گانا شروع کیا -

بیچارہ خسرو خستہ را خون ریختن فرمودہ است
خلقے بسنت یکطرف آن شوخ تنہا یکطرف

مغلانی - اچھی آواز پائی ہی مگر اصول سے واقف نہین -

حشمت بہو - ہان خوب پیارا گلا ہی - اچھا گلا پایا ہی -

مغلانی - اچھا ہم جس طرح کہین اوس طرح تم بھی کہو -

یا ربہ خوردہ پان - این گل دیگر شگفت -

اتنے مین ایک بیگم آئین از سرتا پا بسنتی لباس آن پر سب کی نظر پڑی آنے کی دیر تھی کہ آسمان جاہ نے پھلجھڑی چھوڑ دی اور بسنت کا ضلع بولنے لگین -

ہو جلوۂ تن سے در و دیوار بسنتی
پوشاک جو پہنے ہی مرا یار بسنتی

کیون بسنتی خانم کچھ بسنت کی بھی خبر ہی - وہ بیچاری شرمائی کچھ جواب نہین دیا تو آسمان جاہ نے کہا یک رنگی کے یہ معنی ہین کہ عقیق اور پکھراج کے سوا اور جواہرات کی انگوٹھی پہنی ہوتی اور اس کمرے کے جھاڑ جھاڑ سب زردی زرد ہونے چاہئین اور میوہ بھی کھاؤ تو چکوترہ مہتابی زرد آلو پھول بھی سونگھو تو گیندے کے گلے کا ہار ہے گیندے کی بہار ہی - ایک تو سنہرہ رنگ اس پر بسنتی لباس - نوروز خان بہار خان بسنت لال ہولی رام آدمیون کے نام رکھو - اور نرگسی پلاؤ زردہ نرگسی کباب کے سوا اور کچھ نہ کھانا -

ہے لطف حسینون کی دو رنگی کا امانت
دو چار گلابی ہون تو دو چار بسنتی

جدھر دیکھو سرسون پھولی ہی - گیندے اور ہزارے سے بھری بالیون کی جھولی ہی - ڈومنیون سے فرمائش کیجیے کہ بسنت گائین - ۵

موسم بدل گیا ہے ہوا خوشگوار ہے
مرغون مین چہچہے ہین چمن مین بہار ہے

کھیت کشت زعفران بنے ہوئے ہین اور بی فیضن جان نے یرقان سے ابھی نجات پائی ہی -

فیضن - کاہے سے - کاہے کا ہو -

آسمان جاہ - اے تنگت کاہے کا ہو -

فیضن - (ہنسکر) جو چاہو کہہ لو -

آسمان جاہ - ہار سنگار کے پھول منگواؤ -

جانی بیگم - اب فیضن کچھ کہین گی تو تمھارے چہرہ کا رنگ زرد ہو جائیگا -

آسمان جاہ - اب نیا گل کھلا چاہتا ہی -

جانی بیگم ۔ ہلدی کی گرہ پاکے تم بھی پنساری بن جاؤ۔
آسمان جاہ ۔ اِسوقت نرگسی کباب کھانے کو جی چاہتا ہے
جانی بیگم ۔ ہندو آج بسنت کی پوجا کرینگے ۔
آسمان جاہ ۔ مجھکو تو یہ ٹیسو کی جورو جھنجیا معلوم ہوتی ہے
راوی ۔ اس پر پھر فرمائشی قہقہہ پڑا ۔ ان دو کے سوا اور کسی نے زبان نہین کھولی ضلع جگت کیا جانین مگر ان دونون شوخ و طرار معشوقونکی زبان نہین رکتی تھی اور انکی انوکھی باتین دنیا بھر سے نرالی تھین ۔
مغلانی ۔ برات چوک پہونچ گئی ۔
حشمت بہو ۔ یہ کون خبر لایا ۔
مغلانی ۔ جو برات دھوم کی ہوگی وہ چکر کھاکے آئیگی ۔
حشمت بہو ۔ ہماری برات بڑی دھوم کی تھی ۔
جانی بیگم ۔ تمھاری برات یا تمھارے میان کی ۔
آسمان جاہ ۔ ہم اور وہ ایک ہین ۔ حد سے زیادہ اشتیاق ہے اتنی دیر تک نہین دیکھا تڑپ رہی ہون (دل ہمارا ترسی اظہر ہے ۔ تو تو پیارے بے خبر ہے) ۔
مبارک محل ۔ اِسوقت بسنت پر خوب کہا ۔
حشمت بہو ۔ ایک بسنت لیے پھرتی ہو ایک بسنت گیا ہے
مبارک محل ۔ اِن مین تو طبیعت دار اور بڑی طرار
خبرین برابر آنے لگین کہ برات اِس دھوم سے نکلی ہے کہ آجتک اِس شہر مین ایسی برات کسی نے نہین دیکھی تھی ایک نئی بات یہ ہے کہ گودون کا اجاہے ۔ ہزارون آدمی بلجاسنے کے لیے آئے ہین اور چھتین چھٹی پڑتی ہین ایک ایک کمرا چوک مین آج دو دو اشرفی کرایہ پر نہین ملتا یہان تک کہ رنڈیون کے کمرے مین بڑے بڑے ثقہ برات دیکھنے کے لئے گئے کہین

شہزادے اور کئی حکام انتظام کرتے آتے ہین ۔
اب سنیے کہ گپین اڑنے لگین ۔ ایک نے آن کر کہا ۔ سنا کہ نئی روشنی برات کے ہمراہ ہے جسکو گاس لیٹ بولتے ہین
آسمان جاہ ۔ کیا گاس لٹ ۔ واہ ہے ۔
مہری ۔ کیا جانے کیا نگوڑا نام ہے ۔
آسمان جاہ ۔ اُس روشنی اور اس روشنی مین کیا فرق ہے
مہری ۔ ای ہے حضور زمین اور آسمان کا فرق ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دن ہے اور روز روشن ہے رات کیسی ۔
مغلانی ۔ واہ وا ۔ نئی روشنی ہے ۔ اور وہ روشنی کون آتی ہے جسکے رات بالکل تاریک نظر آتی ہے ۔
مہری ۔ وہ روشنی ؟ اچھا پھر دیکھ لینا ۔ ہم کو کیا ۔
آسمان جاہ ۔ ہمین ایک شعر یاد آیا ۔ ؎

ابلہ کو روز روشن شمع کافوری نہد
زود بینی کش بشب روغن نباشد در چراغ

مہری ۔ آب یہ شعرین جو گاین حضور کے سوا اور کون سمجھ سکتا ہے کوئی پڑھا لکھا ہو تو سمجھے ۔
ایک بولی سنا کہ برات کے سات جہاز بھی ہین ۔ اللہ جانے کیا سچ ہے کیا جھوٹ ہے ۔ دیکھ ہی لینگے ۔ اب کچھ دیر تو ہے نہین ۔ اب باقی کے گھنٹے رہے ۔

مصاف پلونا

بیا ساقی آن آب ظلمات رنگ
بدان آب روشن بصر کن مرا
مے کو لقب اے مے خوارگان

بجوے ز بیا آب حیوان بچنگ
درین زندگی تازہ تر کن مرا
کند چارۂ کار بیچارگان

روس کے لشکر جرار نے رفتہ رفتہ ہر طرف سے قلعہ پلونا کو محصور کر لیا اور یورپین ٹرکی کے قریب کل فوج جو

اِس طرف خیمہ زن تھی مثلِ سیلاب اُمڈ آئی اور کئی کام
کیے بعد دیگرے صفین آراستہ کر کے آمادہ جنگ ہوے
ترکون کی اور کسی وقت مین اس سے زیادہ نازک حالت
نہ تھی غنیم جوق جوق جمع کوچہ گریز بند۔ ہر سمت سے قلعہ محصور
اور طرہ یہ کہ سامان رسد ندارد بالکل سناٹا! اور گولہ بارود
بھی کافی نہین۔ روسی برق دم۔ فوج نئی۔ نوجوان بھرتی
افسر اعلیٰ سے اعلیٰ ہر ایک آزمودہ کار۔ سپاہی جرار سامان لیس
کھلا ہوا میدان اونچا مقام۔ شہنشاہ روس تار پر تار بھیجتے
تھے کہ جسقدر فوج ہو سب پلونا کی طرف روانہ کی جائے
آزاد کی رائے تھی کہ اگر قلعے سے نکلنے کا قصد ہو تو اس
زور و شور اور جوش و خروش سے حملہ کیا جائے کہ محاصرہ توڑ کر
نکل جائین اور کل فوج ایک دم سے اس قلعہ کو چھوڑ کر
نکلے تاکہ زیادہ حصہ فوج محفوظ رہے۔ بعض کی راے تھی
کہ دو تین جانب سے حملہ کیا جاے جس طرف روسی کم طاقت
پائے جائین اُسی طرف کل فوج حملہ کر دے۔

مگر آزاد پاشا نے اس راے سے اختلاف کیا اور کہا
کہ اگر دو یا تین جانب سے حملہ ہوا تو روسی فائدے مین رہینگے
روسی فوج ہماری سپاہ سے دوچند ہے اور جس قدر عرصے
تک وہ لڑ سکتے ہین اُسکے نصف عرصے تک بھی ہم میدان مین
قدم نہین جما سکتے۔

آزاد۔ اب آپکی کارگذاری پر کل جنگ روم و روس منحصر ہے
کرنل۔ اور آج کا حال ظاہر ہے۔ ہوائیان اُڑ رہی ہین
اسپلیٹن۔ خدا خدا کر کے ہم تو اب ذرا ذرا اچھے ہین۔
آزاد۔ آپ اس کالم کی کمان لین جسکے افسر نے گولی کھائی ہے
اس تقریر کے بعد آزاد نے بآواز بلند ایک اسپیچ دی یہ ہو نہ

پس از نام دارندۂ مہر و ماہ — کہ اندیشہ را سوے اوزیست راہ
خداوند فرمان و فرمان بران — فرستندۂ وحی پیغمبران
بران بود رایم کہ عزم آورم — بگوپال بابیل رزم آورم
تمایم بگیتی یکے دستبر — کہ گرد و ذر پولادمن کوہ خرد

ایہا السامعین یہ بات مثلِ مہر نیمروز روشن ہے کہ اس مصاف
عظیم مین سلطنت رفیعہ و جلیلہ عثمانیہ ہمہ تن مصروف ہے، اور روم
کے ہر فرد بشر کے دل سے لگی ہے کہ جس طرح ممکن ہو فوج روسیہ پر
غلبہ پا سکے غازیانِ دین اور حامیانِ ترک اے درے قدمے
سخنے تلے بیٹھے ہین کہ ترکون کا ہاتھ بٹائین اور دل و جان سے
مدد دین عورتین تک زیور اور اسباب بیچکر مدد کرتی ہین بیسون
کی حالت پر غور کرو مس کلیرسا نامی ایک لیڈی عین میدان
جنگ مین آئی اور سپہ سالارون کی طرح لڑی بس ہم لوگ مجبور کر
اگر قدم پیچھے ہٹائین تو مقام حیف ہے بس سمجھ لو کہ تلوار کے
سایہ مین باغ جنان ہے اگر جان گئی تو روضہ رضوان مین قیام ہو
اور اگر بچ گئے تو دنیا مین نام ہوگا اور ملک سرخرو رہیگا
قاعدین پر مجاہدین کو شرف ہے۔

The beat heraldry the pump of power and all that beauty all that wealth ever gave. Await alike the inevitable hour. The paths of glory lead but to the grave.

اگر زندہ رہے اور اپنے ملک کے کام نہ آئے تو ایسی زندگی
پر تین حرف اس مین تو شک نہین کہ روسی اب غالب ہوتے

جاتے ہین لیکن اپنی طرف سے ہم کو سعی بلیغ کرنی چاہیئے۔ آیندہ یا قسمت یا نصیب یا بخت۔

من طریق سعی سے آرم بجا
لیس للانسان الا ما سعےٰ

ہمت مردان مدد خدا۔ اب ہم کو لازم ہے کہ خدا سے یہ دعا مانگین کہ جو امر روم کی بہبودی کا باعث ہو وہ ظہور پذیر ہو۔

من بندہ چہ دانم کہ چہ می باید خواست
دانندہ توئی ہر آنچہ دانی آن دہ

رزم کے نہنگ بحر آشام آزاد فرخ نہاد کی ہر سمت دھوم تھی ہر طرف سے نعرۂ خوشی بلند تھا۔ لطف جنگ لطف شادی سے دوچند تھا۔ سپہ سالار فوج روم پیٹھ ٹھوکتے جاتے تھے اور افسران نامی گرامی ان کا حوصلہ بڑھاتے تھے۔

سپہ سالار۔ آزاد تم مارشل بزین سے بھی بڑھ گئے۔ شاباش

کرنل۔ واہ ری سپاہ ترکی ع۔ این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ فاقہ کشی کے بعد اس جوانمردی سے لڑنا کارے دارد

کپتان شکست اور فتح تو قسمتوں سے ہے لیکن یہ جنگ مدت العمر تک یادگار رہیگی۔ فاقہ کرکے لڑنا خالہ جی کا گھر نہین

آزاد۔ یہ کیا سبب ہے کہ دفعتاً گولہ اندازی غنیم نے موقوف کردی خدا جانے کس فکر مین ہے آج کی تاریخ (۹۔ دسمبر) یادگار رہے گی۔

کرنل۔ ایسے معرکہ جنگ کریمیا کے بعد شاذ ہی ہوئے ہونگے

آزاد۔ میدان تو غنیم ہی کے ہاتھ رہے گا مگر کوئی فرد بشر دنیا مین ایسا نہین جو ہمارے سپاہیون کی نسبت کلمۂ توہین زبان پر لائے۔

یہ سب باتین ہو رہی تھین مگر کسی جنرل کو یہ خبر نہ تھی کہ چند ہی روز کے بعد سپہ سالار پلونا اور آزاد پاشا کی جوانمردی و بسالت ساری خدائی مین ضرب المثل ہوگی اور اخبارون کے کالم اُن کی توصیف و تعریف سے مملو اور رطب اللسان ہونگے۔ چنانچہ اس جنگ کے بعد ہندوستان کے ایک مشہور اخبار مین یہ عبارت درج تھی۔

پلونا مین ترکون کی نہایت آراستہ سپاہ تھی آزاد پاشا کا نام تمام جہان مین ہمیشہ روشن رہے گا اور سارے عالم کے سپہ سالاران افواج مین بہت معزز اور بڑے درجے کے سپہ سالار شمار ہونگے اُنھون نے اپنی فوج قلیل سے روسیون کی فوج کثیر پر حملہ کیا اور اُن کی جانب نکل جانے کا ارادہ کیا اور ترکون کی فوج گو فاقہ کشی سے نہایت مجبور ہو گئی تھی مگر اُس نے ایک خونخوار حملہ روسیون پر کیا اور گارد کے سپاہیون کو اُن مورچون مین قریب نیست و نابود کردیا اور اُن مورچون کو فتح کرلیا مگر یہ فتح عارضی تھی۔ روسیون کی ایک باڑھی ترکون کے ہاتھ آگئی اسی سے اُنھون نے روسیون پر گولون کا مینہ برسایا روسیون نے زیادہ فوج سے حلقہ کیا تو پھر خوب سخت جنگ ہوئی اور کئی گھنٹے تک معرکۂ رزم گرم رہا اور بڑا کشت و خون ہوا۔

آزاد پاشا نے روسیون کے مورچون پر یورش کی مورچون کو فتح کیا اور چند توپین بھی چھین لین۔

روسیون کو تین روز قبل معلوم ہوگیا تھا کہ آزاد پاشا کے پاس رسد بالکل نہین رہی وہ قلعہ سے نکل کر حملہ کرنے کی تیاریان کر رہے ہین یکشنبہ کی شام کو روسیون کو خبر پہونچی کہ آزاد پاشا اپنی فوج دریاے دودھ پر جمع کرتے ہین اور رات کو جنرل اسکوبلوف نے اس خبر کی تصدیق کی فکر کی چنانچہ صحیح حقیقت

دریافت ہوئی کہ ترکون نے خاموشی سے کرشنا کے تمام دمدمون اور مورچون کو کوہ گرین ہل پر چھوڑ دیا اور کل سات بجے صبح کو قدیم اور جدید پل دو دمدمے ہو کر جس کو اُنھون نے تیار کر لیا تھا اور جو مورچہ روسیون کی شمالی جانب تھے اُن پر حملہ کیا اور شہنشاہی گارڈ کے سپاہیان کرمیا کو تہ تیغ کر دیا۔

یہ حملہ ترکون کا بڑے جوش و خروش سے ہوا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا روسیون پر برق یکایک گر پڑی ترکون نے اپنے اس حملہ مین کامیابی حاصل کی اور ایک کابل توپخانہ پر قبضہ کر لیا اور یہان ترک محاصرہ کی دوسری لین اور توپون کے فیر کے نیچے تھے اور گرینڈ ولا نے ان توپون کے چھین لینے کا مصمم ارادہ کر لیا جو ان کے ہاتھ سے نکل گئی تھین بعد ازان سنگینون کی لڑائی شروع ہوئی جو پاؤ گھنٹے تک جاری رہی اور جس مین بہت سے آدمی مجروح اور مقتول ہوئے اور گویا ترکون کو شکست ہوئی اور وہ پیچھے ہٹکر دریاے ددوھہ کی جانب چلے گئے۔ اور روسیون کی فوج پیدل اور توپخانون نے اُن کا تعاقب کیا ترکون نے دریا کے کنارے ایک جائے پناہ قرار دیکر روسیون کی توپون کا جواب دیا اور ساڑھے بارہ بجے تک لڑائی رہی اسکے بعد دونون طرف سے لڑائی ملتوی ہو گئی۔

اب سنیے کہ آزاد پاشا فرس خوش عنان پر سوار ہو کر اس قصد سے چلے کہ کسی نہ کسی راستے سے نکل بھاگین اور اگر ممکن ہو تو کل فوج کو بھگلے جائین سا سوقت اُنکی فتح و شکست قابل دید تھی

وہ مرصع سے تیغ زیب کمر	فتح و نصرت ہین جس کے دو جوہر
ہو یقین دیکھکر وہ برق جمال	پہلوے آفتاب مین ہے ہلال

سپہ سالارون نے ان کو روکا۔ کہا روسیون کا لشکر ظفر پیکر چارون طرف سے محاصرہ کیے ہوے ہے اور اب باڑھ پر باڑھ پڑ رہی ہی۔ دس پندرہ ہزار کیا معنی اگر ایک لاکھ آدمی اس وقت باہر نکلنا چاہے تو بھی یقین نہین کہ ایک آدمی تک بچ سکے۔ آگ برس رہی ہی۔

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ ایک گولا آن کر پھٹا۔ اور جس مقام پر یہ لوگ مشورہ کر رہے تھے وہین پھٹا تو بہتر ٹکڑے آزاد پاشا بھی زخمی ہوگئے۔ مگر گھوڑے سے نہ اترے۔

کرنل۔ آہ آہ۔ گھوڑے سے اتر پڑو بھائی۔ ڈاکٹر کو بلاؤ

کپتان۔ ڈاکٹر حاضر ہین۔ مگر یہ گھوڑے سے تو اُترین

آزاد۔ اب تو آزاد گھوڑے کو نہ چھوڑیگا۔

یا ہاتھ توڑے جائینگے یا کھو لینگے نقاب
سلطان عشق کی یہی فتح و شکست ہے

حسن آرا بیگم کا حکم ایسا نہین کہ ہم اسکی تعمیل نہ کرین

کرنل۔ ہم لوگ تو پون بھی آپ کو صلاح نہ دیتے کہ اس آگ مین پھاند پڑیے اور اب تو اور بھی صلاح نہ دینگے یہ مقتضاے مصلحت نہین۔

گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد	تو مرو در دہان اژدرہا

مانا کہ اب غلبہ روسیون ہی کا نظر آتا ہی مگر عقل سے اب بھی ہاتھ نہ دھونا چاہیے۔ خدا حافظ و ناصر ہی۔

جنگ کی گرمی بازار تھی گولون اور گولیون کی بوچھار تھی سرون کی جھڑی لگی تھی۔ میدان مصاف نمونہ قیامت کبریٰ تھا بلکہ ہنگامہ رستخیز اور معرکہ ستیز قیامت کو بھی شرماتا تھا خبر آئی کہ جنرل گرگر بیڑا اُٹھا کر آگئے ہین کہ کل فوج ہونا کا اسی قلعہ مین ذبح کر دونگا۔ آزاد اس فقرے پر سخت خشمگین ہوے

اور مارے غصے کے بدن تھر تھر کانپتا تھا طیش کھا کر یہ اشعار زبان پر لائے ۔

چو من سر سوی کینه گر کو نهم	از و کینهٔ کید یکسو نهم
اگر آید بخدمت چو دیگر کسان	نیازش برد جز حمایت رسان
وگر با من او ور سر آرد ستیز	من و گردن کید و شمشیر تیز
ز پهلو به پهلو بگردانمش	شنیده بجاے که نبشانمش
چو مرکب سوی راه دور آورم	سر تیغ بر فرق فور آورم

چو از نور فوران ربایم کلاه
سوی خان خاقان گرایم سپاه

اب یہ ترکیب ہوئی کہ اتواب رعد آہنگ کی صدا سے زمین کو لرزہ آگیا بیچ بیچ کا بھونچال۔ دائیں دائیں۔ دھننا دھننا دھننا۔ گولہ اندازون نے اپنے اپنے جوہر دکھائے یہان تک کہ تصادم اتواب سے دور تک زمین ہلنے لگی۔ یہ شعر حسب حال تھا۔

زیر زمین تو گاؤ زمین کو نہ تھا قرار
تھرا رہا تھا زر فلک وقت گیر و دار

روسیون نے کوشش موفور کی کہ جس طرح ممکن ہو قلعہ کے اندر داخل ہو جائین۔ تین گھنٹے تک پچیس ہزار آدمی دیوار کے ایک حصے پر گولے برسایا کیے تین گھنٹے کے بعد دیوار منشق ہو گئی دیوار کا شق ہونا تھا کہ سپہ سالار کے ہاتھ پاؤن پھول گئے اور مشورہ ہونے لگا کہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ چلیں۔

سپہ سالار۔ اب ہمارا قدم نہیں ٹھہر سکتا۔ ہمارے نزدیک بھاگ چلنا مناسب ہے۔ ایک دم سے کل فوج ورانی ہو گئی کھل پڑے۔ ہر چہ بادا باد

آزاد۔ ابھی نہیں ذرا تامل کیجیے۔ جلدی کیا۔

کرنل۔ اب تامل سے کیا ہوگا یا تو گرفتار ہو جاؤ یا نکل چلو اگر نکل گئے تو فہو المراد ورنہ اسیر ہو جائین گے۔ بیس مزید بران نیست۔

آزاد نے دیوار کے اس حصے کی طرف کئی توپین لگا دین اور گولہ اندازون کو حکم دیا کہ گولے آتارنا شروع کرد۔ روسیون کے چھکے چھوٹ گئے وہ سمجھے تھے کہ دیوار کے پھٹنے سے ترکی سپاہ مایوس ہو کر صلح کا پیغام دیگی اور لاکھون ترک گرفتار ہو جائینگے۔ مگر قضیہ بالعکس نظر آیا۔

اب سنئے کہ گو اب روسی کسیقدر خود مایوس ہو گئے تھے لیکن سپہ سالار ترک نے قطعی حکم دیدیا کہ سب فوج بھاگنے کے لیے تیار رہے۔ اسی دم روس کے جاسوسون نے اپنے لشکر مین یہ خبر پہونچائی۔ کہ سپہ سالار فوج نے آخری حکم دیدیا ہے کہ فوج اور قلعہ روسیون کے حوالہ کردیا جائے اور ٹھان لی ہے کہ پناہ مانگین۔ روسیون نے خوشی کے شادیانے بجائے اور حوصلے بڑھ گئے۔ فوج پیادہ آہستہ آہستہ پل کی جانب بڑھی اور پل پر پہونچکر چند آدمی بطریق سفیر ترکون کے پاس بھیجے اور منجانب سپہ سالار ایک خط پیش کیا جس کا منشا یہ کہ اب تمھاری قضا تمھارے سر پر کھیل رہی ہے کہ چہ گریز سب بند ہین اگر فوج باہر آئی تو گویا اجل کے پنجے مین پھنس گئی اور اگر اندر ہی رہی اور قلعہ ہی سے لڑائی تو تابکے فاقہ کر کرکے مرجائینگے اور خاک فائدہ نہ ہوگا اس سے بہتر یہی ہے کہ ہتھیار رکھ دو اور اطاعت روس قبول کرو۔ اس کے بعد ایک روسی کرنل ستر آدمیون کو لیکر پل تک آیا اور سپہ سالار سے گفتگو کرنے لگا۔ کہا کہ اب بہتر یہی ہے کہ جہالت سے کام نہ لو۔

آخر کار صلح کی یہ شرطین روسیون نے قرار دین ۔

اولاً۔ کل فوج ہتھیار رکھدے اور روسی سپاہی وہ ہتھیار اُٹھا لے جائین تاکہ پوری پوری طمانیت ہو کہ آیندہ ترکون کی جانب سے کوئی شخص فساد نہ کریگا ۔

ثانیاً۔ پلونا خالی کر دیا جائے اور فوج و افسران روس باستثنائے چند اشخاص باغی کے زیر حراست سپاہ روس رہین ۔

ثالثاً۔ باغی آدمی جن کی تعداد دس سے زیادہ نہین روس کے حوالے کیے جائین تاکہ ان کی نسبت تحقیقات ہو کر انکو سزائے مناسب دیجائے ۔

رابعاً۔ آزاد پاشا فوراً روسیون کے حوالے کیے جائین

اس پر سپہ سالار نے کہا کہ شرط سوم محض مہمل اور بیجا ہے باغی تو کل فوج ترکی ہے۔ اور کوئی بھی نہین اگر ترکی افسر ہستم خلاف ہو کر روسیون کا جنبہ کرین تو وہ ہمارے نزدیک باغی قرار پا سکتے ہین فس علی ہذا اگر روس کی فوج روسیون سے بگڑ جائے تو روسی اُس فوج کو باغی کہہ سکتے ہین ہمارے ترک روسیون کے نزدیک باغی نہین ہو سکتے۔ ہم غنیم ہین غنیم اور باغی مین فرق ہے۔ علاوہ برین یہ ہرگز ہرگز قبول نہین کیا جا سکتا کہ آزاد پاشا سے جوانمرد اور شیر دل افسر کو ہم روسیون کے حوالہ کر دین اور روسی اُن کو سیبریا کے برفستان مین چھوڑ دین ہان پلونا خالی کر دیا جائے گا اور ہتھیار فوراً رکھدیے جائینگے ۔

روسی ۔ یہ شرطین ہم قبول نہین کرتے ۔ ما بخیر و شما بسلامت

ترک ۔ اب ہم ہتھیار بھی نہ رکھینگے ۔ یا قسمت یا نصیب یا بخت

روسی روانہ ہوا اور میدان جنگ پھر بدستور قائم ہے۔ تھوڑی دیر مین جب ترکون نے دیکھا کہ میدان اب ہاتھ سے جاتا ہے تو بکمال جوانمردی و شجاعت عزم بالجزم کر لیا کہ کسی راستے سے نکل چلین آزاد پاشا نے اس رائے سے اتفاق کر لیا۔ فوج کے نکلتے ہی روسی لشکر ٹوٹ پڑا۔ اس وقت کی لڑائی کا حال کہنا آسان نہین ہے ادھر روم کے یلان نامدار ادھر روس کے جوانان آزمودہ کار۔ یہ رویین تن وہ صف شکن یہ نہنگ بحر بسالت وہ ہزبر بیشۂ شجاعت ان کی تلوار بانی دغا اُن کی شمشیر پیام قضا۔ اشعار ذیل حسب حال تحریر ہین ۔

دو شمشیر زن در ہم آویختند	ز ہر سوے شمشیر انگیختند
کشیدند بر یکدگر تیغ تیز	ز گرمی شدہ چون فلک گرم خیز
گرایندہ شد ہر دو لشکر چو خون	علم بر کشیدند چون بے ستون

نفیر دلیران چو آمد بہ اوج
ز ہر گوشہ می رفت خون موج موج

اس طرح سے لڑائی ہوتی تھی کہ الامان الامان۔ یون تو طرفین کے جوانان سلیتن جان پر کھیل گئے تھے مگر آزاد پاشا کی شمشیر خارا شگاف والماس بار ستم ڈھاتی تھی۔ سرون کو سر گراتی تھی۔ غنیم کو دم کے دم مین نیچا دکھاتی تھی ۔

قبائے زرہ بر تنش تابدار
چو سیماب روشن چو سیم آبدار

آزاد کا زخم ڈاکٹرون نے دیکھا اور ان کو صلاح دی آرام کرین اس پر آزاد نے قہقہہ لگایا اور کہا کہ اب آرام گور مین ہوگا آرام کجا۔ اور ایک دن پیاری حسن آرا کو خبر ہوگی کہ آزاد چل بسے اور لوگ روتے روتے اُن سے بیان کرینگے ہائے یہ خبر وحشت اثر سُنکر وہ برا حال کریگی ۔

خون دل آنکھون سے بہائے گی
فرش غم پر پچھاڑین کھائے گی

رنج ہی تو یہ ہی اور خیال ہی تو یہ ہی۔ عورتین برساوینے آئینگی اور وہ حشیم پر نم سے خون کے دریا بہائینگی ڈاکٹرون نے لاکھ سمجھایا مگر آزاد بھلا کب ماننے والے تھے اور ماننے کیونکر غنیم کا لشکر جرار سر پر کھڑا تھا۔ اب قلعے مین داخل ہو اب داخل ہوا آزاد نے کہا۔

درین دریاے بے پایان درین طوفان شور افزا
دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسا ہا

ڈاکٹرون نے پٹی باندھی اور عجلت مین جو کچھ کارروائی کرسکتے تھے وہ کی گئی آزاد پاشا کو بہت اچھی سوجھی تھی اگر زخم کو دیکھتے اور زخم کا خیال کرتے تو کارروائی نہ ہوسکتی۔ ترکون نے ٹھان لی کہ اب اجل سے دوچار اور قضا سے ہمکنار ہونے کو چلے ہی ہین۔ خوب دل کھول کے لڑینگے دس دس کو قتل کرکے مرینگے آسانی سے قلعہ نہ دینگے دونون طرف سے نعرے بلند تھے اور برق بار توپون کے گولے ستم ڈھاتے تھے۔ خرمن جان پر بجلی گراتے تھے۔ ؎

زنعرہ برآوردن گاؤ دم
دلہاے گرگینہ چرم از زو خش
زشوریدن طبنک زخم ریز
شد از آسمان زہرۂ گاؤ گم
درآورد مغز جہان را بجوش
دماغ فلک سفہ از زخم تیز

دل ترکتاز ان دران دار و گیر
برآوردہ از ناے ترکی نفیر

طرفین سے کو بڑے جوش کے ساتھ گولہ اندازی ہوتی تھی روسیون کے دل شیر کہ میدان ہمارے ہاتھ رہیگا اور اس مصاف عظیم کے بعد ہمارے نام فتح لکھی جائیگی اور ترک جان پر کھیل گئے تھے انکو اپنے بچنے کی ذرا امید نہ تھی لہذا ٹھان لی کہ
ع۔ دست بگیر و سر شمشیر تیز۔ کے مصداق تھے۔

زدہ لشکر روم رایت بلند
زمین در کمان آسمان در کمند

آزاد سینتے جاتے تھے کہ ہان شیرو۔ خبردار۔ قدم آگے ہی بڑے پیچھے نہ ہٹے در فردوس اس وقت غازیان دین کے لیے وا ہین۔ حوران بہشتی جام شراب لیے منتظر کھڑی ہین ان غلامان ساقی کوثر بڑھے ہوئے گر خود اور زرہ اکثرون نے زیب بر و سر کیا تھا مگر قضا سے کوئی کہان بھاگ سکتا تھا۔

چہ فائدہ ز زرہ با گشاد تیر قضا
چہ منفعت ز سپر با نفاق تیغ قدر
اگر ز آہن و فولاد سود حصن کنی
حوالہ چون برسد زود داخل بکو بدر

اب سنیے کہ روسیون نے ایک سمت کی فوج تھوڑے فاصلے پر ہٹا کر چاہا کہ ترکی سپاہ اس راستے سے نکل بھاگنے کی کوشش کرے تو دھوکہ دیکر گرفتار کرلین کیونکہ سپاہ روس تھوڑے فاصلے پر کمینگاہ مین غنیم کے یورش کی منتظر تھی۔
کرنل۔ ہمارے نزدیک اس راہ سے نکل جانے کی کوشش لازم ہی۔
آزاد۔ ہرگز نہین خوب غور کرلیجیے فضول بات ہی۔
سپہ سالار۔ بیشک اس طرف سے نکل سکتے ہین۔
آزاد نے اس امر پر بڑی بحث کی اور کہا کہ ایسے نازک وقت مین جبکہ ہماری فوج چو طرف سے محصور ہی روسی بلاوجہ اپنے حصہ لشکر کو جو ایک کونا گھیرے ہوا تھا کیون ہٹا دیتے اس سے ظاہر ہی کہ وہ کمینگاہ مین فوج لے گئے ہین۔ لہذا بے سمجھے بوجھے دلیری کرنا دلیل حماقت ہے۔ نشان بالغ خردی نہین اس پر بہت عرصے تک مشورہ رہا۔

کرنل - اچھا پچاس ساٹھ آدمی جان پر کھیل جائین تو نتیجہ نکلے فوراً اور یافت ہو جائے کہ کمینگاہ مین ہین یا عدو اگسی سبب سے ہٹ گئے -

کپتان - ہم جانے کو مستعد ہین - بسم اللہ -

آزاد - ہم سب سے پہلے جانے کو آمادہ ہین -

سپہ سالار - ہم آپ کو نہ جانے دینگے - اول تو زخمی دوسرے مقام خطرناک تیسرے جنرل نامدار -

آزاد - آخر مرنا تو ہی ہی - جیسے اب مرے ویسے جب سے -

هرآنکه زاد بناچار بایدش نوشید
ز جام دہر مے کل من علیہا فان

اپلیٹن - اگر آزاد جائینگے تو ہم بھی جائینگے -

آزاد - ہان ضرور چلو - سپاہی کے لیے معراج یہی ہی -

سپہ سالار - اچھا تو ایک تدبیر کی جاوے آپ لوگ اس طرف سے نہ جائین بلکہ دوسرے راستے سے اور بھیس بدل کر -

آزاد - اب یہ ہماری رائے پر چھوڑ دیجیے -

کرنل - ہماری صلاح نہین -

رزق ہر چند بیگمان برسد
شرط عقل ست جستن از درہا
گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد
تو مرو در دہان اژدرہا

یہ شرط عقل اور مقتضاے انسانیت نہین کہ جان بوجھ کے جان دے اس راستے سے جاؤ یا اس سے خاک فائدہ نہ ہوگا -

آزاد - ع - روکے سے نہین رُکے ہین آزاد -

اپلیٹن - ہم بھی تلے بیٹھے ہین - چلیے -

آزاد اور اپلیٹن اور کئی سواروں نے اس موقع پر بیڑا اٹھا لیا کہ دراتے ہوئے چلے جائینگے اور خبر لائینگے -

آزاد نے کہا جب سے روس اور ٹرکی مین جنگ شروع ہوئی کبھی ایسا نازک زمانہ نہین آیا - جو کچھ فوجی کارروائیان چند دنون سے ہوتی ہین ان سے صاف ظاہر ہی کہ روس کی کامیابی مین اب لوگون کو شک نہین رہا اگر اب بھی جنگ رہی تو ٹرکی سلطنت کے حق مین اور بھی بُرا ہوگا تمام فوج اور محمد پاشا کا ارادہ یہ تھا کہ پلونا کو مدد پہونچائے مگر اس فوج کی نسبت ہم نے سنا ہے کہ وہ ایسے لوگ ہین جو اضطراب مین بے دیکھے بھالے بھرتی کیے گئے تھے اُن کی تعداد تو بیشک زیادہ تھی مگر یہ لوگ بالکل ناتجربہ کار اور قواعد سے ناواقف تھے مسعود پاشا کی فوج مین سپاہی اچھے تھے محمد پاشا کی فوج گو عمدہ نہ تھی لیکن ہر طرح سے محاصرہ توڑنے کی کوشش کر رہی تھی ترکون کے پاس رسد پہونچنا بہت مشکل تھا اور روسی رسد برابر آرہی تھی ہر سمت سے یہی صدا آتی تھی کہ ترکی کمزور ہوگئے - آدمی نہین میسر آتے اُن کا انتظام فوجی نہایت خراب ہے، دوسری جانب روسیون کو بہت کچھ سبق حاصل ہوگیا ہوگا - اب جو کارروائی کرینگے وہ خوب سمجھکر احتیاط سے کرینگے اس لیے کہ اُنکو کمال وقت اور ہزارون مصیبت سے فتح نصیب ہوئی ہی ہان اتنی بات ہے کہ گو ترکی روسیون کو نہ روک سکین مگر روسیون کو بہت جانین ضایع کرنی پڑینگی جب امید فتح کی ہوگی آگے بڑھتے چلے جانا کچھ آسان نہین جس قدر روسیون کی فتوحات ہوتی جاتی ہین اسی قدر انکو فکر لاحق ہوتی جاتی ہی اُن کو وقت یہ پڑیگی کہ کیونکر از سر نو صوبجات یورپین ٹرکی کا انتظام کرین -

پلونا کے کل آدمی سوار اور پیادے اور افسر متفق الرائے تھے کہ اس طرح پر جان کو معرض خطر مین ڈالنا بالکل بعید از عقل ہی - مگر آزاد نے ٹھان لی تھی کہ ضرور جائینگے -

اب سنئیے کہ درویشان بلغارستان کا بھیس بدلکر آزاد پاشا چلے۔ اپلیٹن کو اپنے ہمراہ لیا ان کو مرید بنایا۔ خود مرشد بنے بلغارستان کے جنوب میں ایک گروہ درویشوں کا ہی۔ یہ لوگ نہ عیسائی ہین نہ مسلمان ان کو روسی بھی مانتے ہین اور ترکی بھی اِن کے خلاف نہین ہین یہ لوگ مسلک صلح کل کے سالک ہین اس قطع سے حضرت آزاد پاشا چلے اور اپلیٹن کو ساتھ لیا۔

آزاد۔ عربی کے اشعار گاتے چلو۔

اپلیٹن۔ اب چپ چاپ چلے چلو ایسا نہ ہو کہ زیادہ بنے مین کھل جائیے ہر پہلو پر نظر ڈالنی چاہیئے یہ نہین کہ ایک پہلو پر نظر ڈالی اور خاموش ہو رہے ایسین دھر لئے جاوگے۔

اِدھر کا حال سنئیے کہ عثمان پاشا نے یہ تدبیر کی کہ تین طرف سے خفیف سا حملہ کیا ایک طرف رومانیا کی فوج کی طرف مقام اپونسن پر جو شمال و جنوب کے کونے مین تھا حملہ کیا اور دوسری جانب جنرل گرکو کے کالم پر اور خود بہت زبردست سپاہی لے کر مقام سترو بول پر حملہ آور ہونے کے لیے مستعد ہوے اس مورچے سے ان دو سڑکون کی کمان ہو سکتی ہے جو صوفیہ اور ودون مین آکر ملی ہین۔ فوج رومانیا کی طرف حملہ کرنے مین زک ملی اور جنرل گرکو کی طرف بھی انکو کسیقدر زک ملی۔ مگر نہ ایسی کہ ترکی بالکل ضعیف ہو جائین سپہ سالار فوج کا دل چھوٹا نہین پڑا۔

کرنل۔ دونون طرف زک ملی۔

سپہ سالار۔ کچھ پروا نہین زک بھی بجائے فتح کے ہے۔

کرنل۔ جہان خود سپہ سالار کی کمان ہو وہ اچھا مقام ہی

علیقو پاشا۔ جنگ سا ڑھے سات بجے سے شروع ہوئی اور اب دو گھنٹے کا مل گذر گئے اور فائدہ کی صورت نظر نہین آتی۔

ما کار خویش را بخداوند کارساز
بسپردہ ایم تا کرم او چہا کند

جو کچھ ہو وہ ہو۔ اب تو سر پر آن پڑی ہی۔

اس معرکہ دار و گیر کے وقت عطوفت پاشا پینتیس ہزار آدمی لیکر پلونا سے دو میل کے فاصلے پر آن پہونچے اور قصد کیا کہ تھوڑی دیر دم لیکر پلونا کی سمت روانہ ہون مگر روسیون نے اُن کو دم نہ لینے دیا اور فوراً اُدھر بھی میدان رستخیز گرم ہوا

عطوفت پاشا۔ ہم بیڑا اُٹھا کر آئے ہین کہ پلونا کی فوج سے ملین اگر اس مقام پر رہ گئے تو آنا نہ آنا یکسان ہوگا۔

افسر۔ بالفعل تو اس جنگ کو ختم ہونے دو۔

اِس جنگ کا خاتمہ محال تھا۔ دیر تک گرما گرمی سے جنگ ہوتی رہی اور عرصے تک دونون فریق برابر رہے معلوم نہین تھا کہ کس کی فتح ہوگی پہلے ہی دھاوا کر دیا یہ مورچہ دس بجے سے شروع ہوا۔ اس وقت تک بہ نسبت ترکون کے روسیون کے سپاہی بہت کام آچکے تھے۔ ترک اس خوبصورتی سے لڑتے تھے کہ غنیم زک پر زک پاتا تھا۔ ترکون کا حوصلہ بڑھا ہوا تھا اور عطوفت پاشا انواع و اقسام کی باتون اور ترغیب دلانے والی نصیحتون سے اور بھی اُن کا دل بڑھاتے تھے اور ترکی نعرے پر نعرے بلند کرتے تھے۔

ایک۔ خدا نے چاہا تو اسی ہلّے مین فتح ہی۔

دوسرا۔ ہم بھی تلے ہوئے ہین۔ تلوار پکار رہی ہی: ع

بڑھین حضور بڑھین خوش غلاف ہم بھی ہین

عطوفت ۔ روسی فتحیاب نہین ہوسکتے اور وجہ یہ کہ روسیون کی زیادتی اور تعصب تواریخ دیکھنے سے بخوبی ثابت ہے علاوہ برین جنگ حال مین جو کچھ حرکات وافعال اور پست ہمتی ان سے سرزد ہوئی بخوبی ظاہر ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ ترکون کے دشمن ہین انھون نے بھی روس کی زیادتی اور ظلم کو تسلیم کیا ۔ اس سے بڑھکر اور ثبوت کامل کیا ہوگا ۔

تیسرا ۔ اور اللہ ظالم کا کبھی جنبہ نہین کرتا ۔

چوتھا ۔ ظالم کا آدشمن ہے خدا ۔

پانچوان ۔ پھر ہماری مدد کریگا ۔

چھٹا ۔ ہم اس کے قائل نہین ۔ خدا نے کل امور انسان کے تعلق رکھے ہین لڑو تم اور ذکر خدا کا کرو ۔ یہ فضول امر ہے ۔ خدا کسی کا برا نہین چاہتا ۔ ہان ہم پر فرض ہے کہ ضعیف اور کمزور کو طاقت ۔ اور شہزور ظالم کے پنجہ سے مظلوم کو مصئون و محفوظ رکھین ۔

اے زبردست زیردست آزار	گرم تا کے بماند این بازار
بچہ کار آیدت جہانداری	مردنت بہ کہ مردم آزاری

عطوفت ۔ اب اسوقت یہ ارادہ ادا کر دو ۔

افسر ۔ ہان ہماری بھی یہی رائے ہے کہ ایک دم سے یورش کی جائے ورنہ فرض کیجیے کہ ہم بھی غالب ہو گئے تو کیا ہٹنے والے وہ بھی نہین ہین مگر وہ بات کرنی چاہیے کہ کسی ترکیب سے پلونا والون کی فوج سے ملین ۔ بس ورنہ اس طرح پر گذر اوقات ہٹا کی تو کیا فائدہ ۔ فضول محض ۔

اس رائے سے اکثرون نے اتفاق کر لیا اور فکر یہ ہوئی کہ جس طرح ممکن ہو حملہ آور ہو جائین ۔ انشاءاللہ ابھی جاو کے

مین ضرور کامیابی ہوگی ۔ اٹھارہ دین صدی سے سلطنت ترک مین رفتہ رفتہ ضعف آتا گیا سلطنت کا قبضہ کم ہوتا گیا آج اسکا معاوضہ لیا جائیگا ۔

اتنے مین سب نے ملکر دھاوا کر دیا ۔ اور میدان جنگ یلان پلیتن کی تلوارون کی چمک سے نمونہ محشر تھا ۔ جو تلوار تھی خون آشام

گہ چرخ پہ روشن صفت کاہکشان تھی
گہ شرق مین شکل مہ نو جلوہ کنان تھی

روسیون نے ترکون کو آگے نہ بڑھنے دیا ۔ اور گو ان کے آدمی بہت کام آئے مگر مجبور ہو کر ترکون کو پیچھے ہٹنا پڑا ۔ اسپر ترکون کے دل چھوٹے پڑ گئے ۔ اور دوسری بار پھر حملہ کیا ۔ اس حملہ مین بھی کئی ہزار روسی کام آئے ترکون کا اب کی پھر کم نقصان ہوا ۔ مگر روسیون نے اس جرات کے ساتھ مورچہ پکڑا کہ گو آدمیون پر آدمی گرتے جاتے تھے مگر ترکون کو آگے نہ بڑھنے دیا اور مجبور ہو کر ان کو پھر پیچھے ہٹنا پڑا ۔ اب انھون نے عزم بالجزم کر لیا کہ تیسرے حملہ مین قدم پیچھے نہ ہٹائینگے ۔ روسیون کو سخت مشکل پڑی اگر ان آدمیون مین سے کسی کو بلائین تو ادھر ضعف ہو جائیگا ۔ اور بغیر مدد کے اب کام چلنا محال ہے ۔ لہذا سپہ سالار افواج روس سے مشورہ کیا ۔ انھون نے حکم دیا کہ دس ہزار آدمی اس فوج کی کمک کو جائے مگر یہ معدودے چند اس قابل نہ تھے کہ کافی مدد دے سکتے ۔ ترکون نے اتنی مرتبہ حملہ کر کے ناکامی حاصل کی تو بہت گھبرائے مگر عطوفت پاشا نے ان کو دلاسا دیا اور کہا ۔

ہر چیز کہ دل بدان گراید	اگرچہ کنی بدست آید

پس للانسان الا ما سعی ۔ کوشش منجانب بندہ اور کامیابی فضل خدا پر منحصر ہے ۔ ع ۔ من طریق سعی می آرم بجا ۔

اس وقت ہم سب پر فرض ہی کہ جان کو کچھ مال نہ سمجھین اور رباب کی صلے مین غنیم کو ہٹا کر دراتے ہوے چلے آئین اس اثنا مین روسیون نے پیغام بھیجا کہ اب جنگ موقوف کر دیجائے، روس اور ترک مین صلح ہو گئی اور شرائط صلح یہ لکھے گئے۔

(۱) ہرزیگوینا کی ریاست علٰحدہ کر دیجائیگی اور اس کا حاکم ایک عیسائی ہوگا۔

(۲) اس حاکم کو شہنشاہ روس خود مقرر کرینگے اور یہ ریاست باجگذار ہو گی۔

(۳) رومانیان اور مانٹی نیگرو اور سرویا کی ریاستین خود مختار کر دیجائینگی اور اُن کے ملک بڑھا دیے جائینگے۔

(۴) بوسنیا اور ہرزیگونیا کا نظم و نسق انھین صوبون کے سپرد کر دیا جائے گا۔

(۵) خرچہ جنگ کا تصفیہ روس اور ترک باہم کر لینگے۔

سپہ سالار نے حکم دیا کہ یہ جنگ موقوف رہے اور تاوقتیکہ کوئی رائے قطعی وزیر جنگ کی نہ معلوم ہو تب تک گولہ نہ چلے۔

اب آزاد کا حال سنیے کہ یہ درویشانہ بھیس مین اسپلٹین پاشا کو ہمراہ لیے ہوے چلے جاتے تھے کہ ایک رسالہ روس نے اِن کو روکا۔ پوچھا تم کون ہو اور کہان جاتے ہو۔

آزاد۔ درویش۔ بلغارستان کے شمال مین ایک مقام ہی۔ وہان کے باشندے ہین ہم۔

روسی۔ اور ہم کو شک گذرتا ہے کہ تم جاسوس ہو۔

آزاد۔ شک گذرتا ہے تو ہم کو گرفتار کرو۔

روسی۔ اور نہین کیا چھوڑ بھی دینگے۔

آزاد۔ دگاگر، ھ

اے بتو ظلم تمھارے نہین کیا کیا دیکھے	
سچ ہی اللہ جو دکھلائے وہ بیداد دیکھے	
بار ہنستا ہی مری آہ شرر افشان پر	
گھر کسی کا جلے اور کوئی تماشا دیکھے	

روسی۔ یہ کون زبان ہی۔

آزاد۔ فرشتون کی زبان ہی۔

روسی۔ فرشتون کی زبان تم کیا جانو بیچارے۔

آزاد۔ واہ ہم حقانی آدمی ہین۔

روسی۔ ہم کو عجب جاہلے معلوم ہوتے ہو

آزاد۔ اس ٹھائین ٹھائین سے کیا مطلب ہے۔ اگر شک ہی تو ہمین گرفتار کر لے جاؤ اور اگر شک نہین تو رہا کر دو مین روس جانا چاہتا ہون تاکہ وہان لوگون کو تلقین کرون اگر گرفتار کرلو تو مجبوری ہی۔ ع۔

رہا کر دے مجھے صیاد اب فصل بہاری ہی	

روسی۔ اچھا ہم کو یہ تشفی کر دو کہ تمھاری پاس کوئی کاغذ نہین ہی تو رہا کر دون۔

آزاد۔ ع۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہی۔

اسپلٹین۔ تلاشی لے لو۔

روسی۔ تم کون ہو۔ تم ان کے ساتھ کیون ہو۔

اسپلٹین۔ یہ میرے مرشد ہین مین ان سے علمی باتین حاصل کرتا ہون اسپر دو چار شریر روسیون نے تلوار نکالی اور آزاد پر تلا ہوا ہاتھ لگا یا مگر آزاد نے پیترا بدل کر تلوار اُس کے ہاتھ سے چھین لی اور چھین کر پھینک دی۔ اُسنے جھلا کر دوسری تلوار ایک دوست سے لی اور آزاد کے سر کی طرف جھکا اُنھون نے خالی دی تو تلوار اچھل کے دس قدم پر گری۔ کل ناظرین

نے آزاد کی تعریف کی اور دو چار سپاہیون نے جو خود انکا طرفدار تھے ان کی بہت توصیف کی اور گلے لگایا۔

آزاد۔ ہم فقیرون سے ناحق لڑتے ہو۔

روسی۔ تم فقیر نہین تم سپاہی ہو۔ اب تمھاری قلعی کھل گئی تم ہم سب کو جھانسا دیتے ہو۔

آزاد۔ یون ہی سہی گرفتار کر لو نہ پھر۔

قسام بہشت و دوزخ و عقدہ کشا
ما را نہ گذارد کہ در آئیم ز پاے
پاکے بود این گرگ ربائی در خاک
پنجہ کش شیر افگن اے شیر خدا

روسی۔ یہ کون زبان تم بول رہے ہو۔ اسی سے ہم کو شک گذرتا ہے کہ کچھ دال مین کالا کالا ضرور ہے ورنہ اس تقریر کے بیان کی کیا ضرورت تھی اس زبان مین اپنے ساتھی سے کچھ کہہ رہے ہو شاید۔ کیون ہے کہ نہین۔

آزاد۔ یہ فارسی زبان ہے۔ مین عربی۔ فارسی۔ ترکی روسی اتنی زبانین جانتا ہون۔

روسیون نے باہم مشورہ کیا کہ ان کو گرفتار کر لین یا جانے بھی دین سب کو شش و پنج تھا۔

آزاد پاشا نے اپنی گفتگو اور بے پروائی سے ثابت کر دیا کہ ترکون سے ان کو کوئی تعلق نہین ہے۔ روسیون کو یقین ہو گیا کہ آزاد درویش ہین روسیون کے دشمن نہ ترکون کے دوست لہذا ان کو رہا کر دیا۔ اور ان کے ساتھ اسٹین پاشا بھی رہا ہو گئے آزاد کو اس فوج کا حال مطلق نہ معلوم ہوا جو قلعے کے پاس ہٹ گئی تھی۔ ہر چند انھون نے بڑی کوشش کی کہ اس فوج کا حال دریافت کرین مگر بے سود۔ آخر کار مجبور ہو کر انکو واپس آنا پڑا۔ قلعے مین سب کو پورا پورا یقین تھا کہ آزاد پاشا زندہ نہ بچین گے روسی ان کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالین گے یا اسیر بنا کے برفستان کو بھیج دینگے جب اس قدر عرصے کے بعد آزاد پاشا اسٹین پاشا کو ہمراہ لیکر قلعے مین مع الخیر داخل ہوگئے تو ترکون نے سخت استعجاب کیا حیرت ہوئی کہ ایسے نازک وقت مین ترکون کے جاسوس کو روسیون نے کیونکر رہا کر دیا آزاد پاشا نے افسوس کے ساتھ بیان کیا کہ جس کام کے لئے گئے تھے وہ پورا نہ ہوا آرزو نہ بر آئی۔ دل کی دل ہی مین رہی سپہ سالار نے حسرت کے ساتھ کہا کہ اب رسد بالکل نہین ہے۔ فاقون سے سوار ہے دانے دانے کو ترستے ہین۔

نہ نوا نہ ہے قفس مین نہ ذرا پانی ہے
کیون رے صیاد اسیرون کی یہ مہمانی ہے

آزاد۔ پھر اب تامل کیا ہے اس مین شبہ نہین کہ روسیون کی چاندی ہے ہم لوگون کے ہاتھ سے اب قلعہ جاتا ہے۔

سپہ سالار۔ اس فوج کا حال بالکل نہین معلوم ہوا۔ افسوس

آزاد۔ بس اسقدر عرض کرنا کافی ہے کہ ایک ایک چپے پر روسی موجود ہین ان سے کوئی مقام خالی نہین۔

سپہ سالار۔ تو تم نے ہمت ہار دی۔ سپاہی ہو کر ایسی باتین

آزاد۔ کیا مجال۔ مرتے دم تک ہمت نہ ہارونگا۔ اگر ہمت ہارنے والون مین ہوتا تو ہندوستان سے اس قدر فاصلے پر ہرگز نہ آتا ہمت مردان مدد خدا۔ مرد کہین ہمت ہارا کرتے ہین۔ کیا طاقت۔ مین مستعد ہون۔

کچھ دیر کے لیے لڑائی موقوف رہی۔ تو آزاد پاشا کو ایک شخص نے کئی اخبار دیے آزاد نے پڑھے۔

وہ اگرچہ روسیون نے ترک کو ظالم قرار دیا ہے اور انکی تعدی

اور زیادتی کا بڑا شور و غل مچایا ہی اور ان پر اسکا اتہام لگایا گروہ عیسائی رعایا کے ساتھ بہت سخت گیری کرتے ہین اور حاکم کو جو اپنے محکوم کی خبر گیری اور خیر اندیشی چاہیئے اس سے سراپا پہلوتہی کرتے ہین اور اپنے فرض کے ادا کرنے سے ہمیشہ قاصر رہتے ہین مگر حالات ماضیہ اور واقعات زمانہ اور حال اُس کے خلاف پر شاہد عادل ہین ایک مدت سے اس بارہ مین خوب خوب مباحثے ہو چکے ہین جس سے ترک کا حلم اور انصاف پسند اور رحم دل ہونا کامل طور پر ثابت ہو چکا ہی مباحثات زمانہ ماضیہ کا ذکر کرنا محض بے سود ہی مگر مین اب دو مین باتین جو بالفعل اخبارون مین نظر سے گذرین انکو تمثیلاً لکھتا ہون۔"

ایک دوست نے اِن کو ذیل کا فقرہ سنایا۔

"اخبار لندن ٹائمز مین لکھا ہی کہ ایک اخبار قسطنطنیہ کا آرمینا نامی اس لیے بند کر دیا گیا کہ اس مین برخلاف عیسائیون کے آرٹیکل لکھے تھے اس خبر سے معلوم ہوا کہ ترک جنبہ داری کے عیب سے بالکل پاک ہین اور عیسائیون کی رفاہ اور خیر اندیشی مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتے اخبار کے واسطے اس سے بڑھکر اور کوئی سزا نہین کہ بند کر دیا جائے اس مین اخبار کی بڑی ہتک اور بے آبروئی ہی۔ بڑے غضب کی بات ہی کہ حاکم اپنے محکوم پر اسقدر شفقت کرے اور اُسکے ساتھ بکمال نرمی اور رعایت پیش آئے اور رعایا اس درجہ ناحق شناس اور احسان فراموش ہو اور اپنے مُربی اور محسن کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے۔

گورنمنٹ ترک مین جسقدر یہود کو آرام حاصل ہی سوا ے گورنمنٹ انگلستان کے اور کسی سلطنت مین انکو آسائش حاصل نہین اگر ترک مین تعصب مذہبی ہوتا تو یہود کو انکی سلطنت مین اسقدر آرام کیونکر حاصل ہوتا جو لوگ دین اسلام سے واقف ہین وہ بخوبی جانتے ہین کہ دین اسلام اور مذہب عیسوی مین بہ نسبت مذہب اسلام اور ملت موسوی کے فرق بہت کم ہی قرآن مجید مین یہود کے حق مین بہت سے کلمات سخت موجود ہین اور عیسائیون کی نسبت بہت سے فقرات مدحیہ ثبت ہین اہل اسلام اور عیسائیون مین بہت کچھ ارتباط و اتحاد رہا ہی مگر اسلام اور یہود مین ایسا اختلاط کمتر پایا جاتا ہی باین ہمہ یہودیون کو ترک کی عملداری مین بخوبی آرام و آسایش حاصل ہی حتی کہ ایک بہت بڑے پیشواے یہود متوطن آرمینیا سلطان کے حضور مین بعد ابتداے جنگ کے گئے تھے اور اُن کی سرسبزی کے واسطے بہت دعائین کی تھین جس صورت مین یہود ترک کی عملداری مین اسقدر آرام ہو پھر کیونکر خیال کیا جا سکتا ہی کہ عیسائی رعایا جو ترک کو بہ نسبت یہود کے بہت زیادہ اتحاد رکھتے ہین اُن کی سلطنت مین تکلیف پہونچی ہو۔"

۱۰ دسمبر ۱۸۷۷ء کو جنگ عظیم ہوئی اور ایک ایک منٹ مین ہزارون کا خون ہونے لگا۔ ترکون کے پاس جسقدر مصالحہ تھا سب اس جنگ کے نذر کیا تین طرف سے محاصرہ توڑ کر نکلنے کی کوشش کی دور تک توپون اور گولون کی آواز جاتی تھی ایک طرف سے سالار گئے دوسری جانب ایک اور پاشا تیسری سمت آزاد فرخ نہاد وہ دونون تو بعد جنگ گرفتار ہو گئے مگر آزاد پاشا نے چھ گھنٹہ تک دس ہزار آدمیون سے اٹھتر ہزار آدمیون کا مقابلہ کیا اور اس جوانمردی اور لیاقت کیساتھ لڑے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ ع

بر آہو سگان را بشیر افگنی	کہ با شیر باز بیست گور افگنی
چہ دلہای مردان بر آرم بہ ہوش	چہ خونہاے شیران و آرم بجوش

نہ پرطاس مانم نہ روسی بجاے — سر ہر دو را بسپرم زیر پاے

براندازم از روس و رنگ را — در آتش فشانم ہمہ سنگ را

دگر گرگ و پرطاس ان لشکرم — زپرطاسی و روس روبہ ترم

یہ اشعار آزاد کے حسب حال تھے جب دست بدست لڑائی ہوئی تو آزاد نے اور بھی جوہر دکھائے اور دو ہزار آدمی لیکر صاف نکل آئے یہان سے آزاد پاشا مع فوج مارا مار روانہ ہوے بعد دقت کمال خرابی بصد خدا خدا کرکے قسطنطنیہ مین داخل ہوے حضرت سلطان المعظم نے انکو یاد فرمایا۔ سلام ہوا تلوار دکھائی حضور ظل سبحانی نے اُن کی شمشیر گلو نواز کو چوم لیا اور دیر تک انکی تعریف کیا کیے ۔

دوسرے روز حکم ہوا کہ آزاد پاشا کو اعلیٰ درجے کا تمغاے مجیدی عطا ہوا اور حضور خلیفۃ الرحمانی نے اپنے دست مبارک سے ایک چرم پر پروانۂ خوشنودی مزاج لکھدیا آزاد سے اقرار کیا کہ با دولت و اقبال تم کو بہت جلد عہدہ وزارت عطا کرینگے اس خبر سے اور وزرا کے کانون سینہ مین نائرہ حسد مشتعل ہوا اور اُسی دن سے حضرت ظل سبحانی کو اُن کی طرف سے بدماغ کردیا

جس گلی کوچے سڑک بازار کی طرف آزاد نکل جاتے تھے زن و مرد سب جھک جھک کے آداب بجا لاتے تھے مختلف اخبارون مین مختلف روایتین درج ہوئین اور ہر پرچہ اُنکی توصیف سے مالا مال تھا۔ ایک اخبار روم نے انکی نسبت یون لکھا۔

شجاعت غلو آزاد پاشا

جنگ روم روس کا نتیجہ جو کچھ ہو گا ابھی سے ظاہر ہے پلونا کی شکست غضب کی شکست ہے مگر اس معرکۂ عظیم مین آزاد پاشا نے وہ کارنمایان کیا جو اور کسی جنرل روم یا سپہ سالار روس سے نہ ہو سکا۔ آفرین ۔ اول تو پلونا پر اسقدر فوج قلیل سے جانا پھر سرخرو ہو کر فوج کو ہٹانا ہی کیا کم تھا مگر صرف اسی پر قناعت کیا زخم کھا کر اس شجاعت سے پلونا کے باہر آئے اور اس بہادری سے محاصرے کو توڑا کہ جسقدر زیادہ تعریف کیجئے کم ہے حضور سلطان عالم و عالمیان نے بھی کمال قدردانی کی جو شایان سلاطین ہے جبکہ سپہ سالار روس کو گرفتار ہو گئے مگر بہادری کے ساتھ لڑ کر گرفتار ہوے اس سے یہ امر ظاہر ہے کہ ان کے مزاج مین اطاعت اور فرمانبرداری اپنے شاہ کی اور حب الوطنی بہ نسبت مارشل زین کے زیادہ تھی بلا سے کچھ فوج قید ہو گئی مگر جہان تک ممکن تھا وہ کوشش سے باز نہین آئے حقیقت مین یہ خیالات سپاہیانہ ہین اور سپاہ گری کی شان یہی ہے اس لیے کہ صرف بانکے سپاہگری نہین بلکہ دل اور ہتھیار سے ہے جب اُنھون نے بڑھکر جنگ کی یا تو اسکو یہ نہین کہہ سکتے کہ اُنھون نے بزدلی سے بڑھکر جنگ کی یا یہ کہ بغیر سوچے سمجھے اندھون کی طرح جنگ کی کیونکہ موقع اور محل یہی تھا یہ کوئی بیوقوفی کی بات نہین ہے اگر یہ نکرتے تو پھر کیا کرتے اور اس تھوڑے موقع مین اُنھون نے اپنی ناموری حاصل کرنے مین کوئی کوشش اُٹھا نہین رکھی یہ بات ثابت ہے کہ جب کسی معرکۂ جنگ مین فوج محصور ہو جائے تو ممکن ہے کہ محاصرہ توڑ کر اور جنگ کرکے فوج نکل سکے بعض کی راے ہے کہ محصور فوج بحیثیت مجموعی یکجا ہوتی ہے اور اس حالت مین وہ یکبارگی جسطرف قصد کرے محاصرہ توڑکر نکل سکتی ہے اب قواعد کے بدل جانے سے اسکی بھی صورت دگرگون ہو گئی اب تو احتمال ہے کہ اگر فوج محصور ایک طرف بڑھنے کا قصد کرے تو دو طرف سے اس پر گولا اندازی ہو سکتی ہے جس کیفیت سے کہ شاہزادہ فریڈرک چارلس نے مارشل زین کا مقام میڈس مین محصور ہو جانا بیان کیا اسیطرح سپہ سالار روم کی فوج گھر گئی مگر آزاد کی شجاعت کے

صدقے جب شاہزادہ بیروس نے میڈس مین مارشل بزین کو گھیر لیا تو لوگ کہتے تھے کہ مارشل بزین کی فوج زیادہ ہے انھون نے کیون محاصرہ کیا مگر انھون نے جواب دیا کہ یہ بات درست ہے مگر مارشل بزین کی وہ کیفیت تھی کہ جیسے کوئی شخص غار مین سے سر نکالکر باہر نکلنا چاہتا ہو۔ تو باہر سے اسکے اوپر ڈنڈے مارے چنانچہ مارشل بزین اسیطرح نکلنا چاہتے تھے اور مین باہر سے ڈنڈے مارتا تھا یہی حالت سپہ سالار کی ہوگئی تھی مگر انھون نے اس نازک حالت مین یہ ترکیب کر لی تھی کہ تین طرف سے حملہ کیا تھا نہ کہ ایک ہی جانب سے۔

خیر اس ذکر کو جانے دیجیے۔ اب سنیئے کہ جس روز آزاد پاشا داخل قسطنطنیہ ہوکے تو سب کے پہلے بخطار است ہرمز جی بھائی کی کوٹھی پر آئے یہان گھوڑے سے اترے ہی تھی کہ یہ آواز ان کے کان مین آئی (بھلا گیدی۔ جاتا کہان ہی نکالون قرولی) آزاد نے کہا۔ (جانے دینا جانے دینا) آزاد کی آواز سنکر خوجی بیقرار ہو گئے کمرے سے باہر آئے۔ اور آتے ہی قدمون پر ٹوپی رکھکر کہا۔ خدا گواہ ہی اسوقت جو مانگتا وہ ملجاتا ابھی کہتا تھا کہ خدا کرے آزاد آجائین۔ خدا نے منھ مانگی مراد دی۔

آزاد۔ میڈا کہان ہین۔

خوجی۔ آگئین۔ اپنے گھر پر خوش و خرم ہین۔

آزاد۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ اور کبھی کوئی ہی ساتھ۔؟

خوجی۔ ہان مگر اسپر نظر ڈالیے گا۔ انیجانب کے ڈورے پڑتے ہین۔

آزاد۔ واللہ یہ کہیے۔

خوجی۔ ہمتو پہلے ہی سمجھ گئے کہ آزاد بھاوج بھی تجویز کر لائے ؎

.	ہو رہے یار جو سیر چمن مین ساتھ اپنے کبھی گل کی طرف دیکھا ہی گاہی روئے خندان کو	

آزاد۔ اوہو ہو۔ مدت کے بعد برجستہ شعر آپسے سنا

خوجی۔ اب یہان سے چلو بھائی۔

آزاد۔ اس پری کے ساتھ شادی تو کرلو۔

خوجی۔ ابھی شادی جہاز پر ہو رہے گی۔

آزاد۔ ہرمز جی بھائی کو اطلاع دو اور بلاؤ۔

خواجہ بدیعاد و ڑکر ہرمز جی کو لائے ہرمز جی اور آزاد گلے ملے فوراً آدمی بھیجا گیا کہ مس میڈا اور مس کلیرسا کو اطلاع دیجائے یہ خردہ روح افزا سنتے ہی دونون پریان اچھل پڑین اور گھوڑون پر سوار ہوکر چلین آزاد کو دیکھا تو ادھر انکی ادھر انکی باچھین کھل گئین مس کلیرسا سے مصافحہ کیا میڈا کو دیکھکر فرط طرب سے آنکھین اشکبار ہوگئین۔

میڈا۔ شکر خدا ہزار شکر خدا۔

کلیرسا۔ یہ کس کو امید تھی کہ آزاد صحیح و سالم آئینگے۔

میڈا۔ خدا نے بڑا فضل کیا۔ یہان تمھاری بڑی دھوم ہی ہر صبح کو اخبارون مین تمھاری تعریف پڑھتی ہون بڑا نام پیدا کیا۔

ہرمز جی۔ جنگ کا حال تو مفصل بیان کیجیے۔

آزاد۔ ایک طومار ہی دفتر ہی گو تعلّی کی لینا میری وضع کے خلاف ہی مگر صحیح عرض کرتا ہون کہ اتنے افسرون مین آپکے خادم کا نقطۂ مقابل ایک بھی نہ تھا ہان عطوفت پاشا اور ایلین پاشا البتہ بڑے سپاہی ہین۔ اور سپہ سالار نے بھی کار نمایان کیا جسوقت گرفتار ہو کر حضرت زار کے روبرو لوگ انکو لے گئے اسوقت جتنے افسران فوجی زار کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور سب نے انکی توقیر و تعظیم کی اور نعرہ بلند کیا شاباش شاباش شاباش مرحبا مرحبا۔ ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔

ہرمز جی۔ یہ شکست بھی بمنزلہ فتح ہی۔

آزاد۔ اسمین کیا فرق ہی۔ مگر اب روسیونکو کوئی روک نہین سکتا

ہرمز جی ۔ اب کام تمام ہو گیا۔ صلح ہو جائے گی ۔
میڈا ۔ گو ترکون نے شکست پائی مگر تم تو فتحیاب ہوئے ۔
ہرمز جی ۔ انھون نے ایک چاند سی بیوی پائی ایک چاندسی بیوی ہندوستان مین انکی چاندی ہے چین ہی چین لکھنا ہے
آزاد ۔ دل لگی نہین ہے۔ ریاض کیا ہے۔ جان لڑائی ہے ۔
خوجی ۔ ہونھ۔ ہرمز جی کو ابھی بسنت کی خبر ہی نہین ہے
ہرمز جی ۔ پھر آج تو جلسہ ہو ۔ ؎

شراب سرخ کا ساغر چلے ساقی لب جو پر
چمن سر سبز ہے باران رحمت کے تفضل سے

میڈا ۔ آج ہم تمھارے ساتھ ناچین گے ۔
آزاد معقول ۔ رقص کی تعلیم مین نے نہین پائی ہے ۔
کلیریسا ۔ ہم تو سکھا دینگے ۔
خوجی ۔ این چہ گفتگو کردہ شدہ ایکہ رشش میم سین زیر سین واو کاف لام رے بے سین الف ہست از شما چرا سخن ملے التفات می نماید بگوئید و تو رو بر رو ۔
آزاد ۔ لو بھئی اب تو خوب فارسی بولنے لگے ۔
خوجی ۔ بولتے آپ ہونگے اور (اب تو چہ معنی دارد) اچھی کب نہین بولتے تھے ۔
آزاد ۔ تو مس کلیریسا آپکے پسند آگئین ۔
خوجی ۔ واللہ اس قابل ہے کہ ہر صبح کو اسکا سجدہ کرے زلف دو تا بسیار شکل رست و سیاہ است و بلا ہست

خدا محفوظ رکھے دلکو اس افعی کا کل سے
نہین ممکن سلامت چھوٹنا موذی کے چنگل سے

آزاد ۔ یا تو ہم سے تم سے اب بنے گی ۔ بس بگڑ جائیگی اگر تم دو ڈورے ڈالو گے تو ہماری دال نہ گلے گی

خوجی ۔ تم ایک ہی اُستاد ہو ۔
آزاد ۔ مجھے بھی وہ گر یاد ہین کہ
خوجی ۔ (سر پیٹ کر) ہارے غضب بھئی کہین چھپا نہین جسطرح مس روز کے ہان چھپایا تھا ۔
آزاد ۔ بم بردار اور ہمارا مقابلہ !!!
خوجی ۔ (پھر سر پیٹ کر) ہاے ستم ! ہائے ستم ۔ تمھاری معجز بیانی اور بھی ستم کریگی ۔ بھائی خدارا معاف کرو ۔ ؎

تو وہ اعجاز بیان ہے کہ تری محفل مین
شرم سے صورت مریم ہے مسیحا خاموش

آزاد ۔ مس کلیریسا ۔ خواجہ صاحب سے واقف ہو ۔
خوجی ۔ (آزاد کے منھ پر ہاتھ رکھکر) چپ چپ ۔

خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

آزاد ۔ اچھا جاؤ چھوڑ دیا کیا یاد کرو گے ۔
خوجی ۔ لاحول ولا قوۃ ۔ بات پیٹ مین نہین پچتی ۔
مس میڈا اس درجہ محظوظ و مسرور تھین کہ جامے مین پھولے نہین سماتی تھین باچھین کھلی جاتی تھین ۔ باتین ہوتے ہوتے اس کمرے سے دوسرے کمرے مین گئین اور وہان آزاد کو بلایا آزاد نے جاتے ہی لب لعل شکر خا کا بوسہ لیا اور مس میڈا نے اس بوسے کا جواب دیا اس کے بعد پھر دیر تک بوس و کنار رہا خوجی ادھر مس کلیریسا سے محبت اور الفت کی باتین کرتے تھے ۔
خوجی ۔ ہمارا قاعدہ ہے کہ خوبصورت عورت دیکھی اور ریجھ گئے ۔
مس کلیریسا ۔ یہ قاعدہ ایک دن جوتے کھلوائیگا ۔
خوجی ۔ بہت خاصے بس اب رنگ جم گیا ۔
مس کلیریسا ۔ تم خدمتگار ہو کے ہم سے مقابلہ کرتے ہو ۔
خوجی ۔ جان من ۔ غلام خدمتگار نہین ۔ آزاد مجھ ہی بدبخت کا

لڑکا ہی میرا نام اس لڑکے نے روشن کیا۔

تین دن تک آزاد پاشا قسطنطنیہ مین رہے مگر جب اُنھون نے دیکھا کہ طور بے طور ہو گیا اور سلطان المعظم کا اُنکے ساتھ بکمال عزاز اور لاطفت پیش آنا کل اراکین کے دلون کا نشتر ہو گیا تمام کمال پاشاؤن نے بمقتضاے رشک وحسد ان کی طرف سے حضرت ظل سبحانی کے سامعۂ مبارک کچھ ایسی باتون سے بھر دیے کہ یا تو حضرت ظل سبحانی کے آزاد کی نسبت وہ خیالات تھے کہ خود ان کو طلب کیا تھا اور جب اُنھون نے حسب معمولی تلوار دکھائی تھی تو حضرت ظل سبحانی نے اُن کی شمشیر گلو نواز کو بوسہ دیا تھا اور دیر تک بنفس نفیس ان کی تعریف اور مدح کے کلمات سے بحکم کمال خوشنودی مزاج عالی رطب اللسان رہے تھے اور یون حکم عالی نافذ ہوا تھا کہ آزاد پاشا کو اعلیٰ درجہ کا تمغاے مجیدی عطا کیا جائے اور خود حضرت خلیفۃ الرحمانی نے اپنے دست مبارک سے ایک چرمی کاغذ پر بعلت خوشنودی مزاج عالی اُن کو لکھکر مرحمت فرمایا تھا اور مزید بران بالمواجہ یون ارشاد ہوا تھا کہ انشاء اللہ تعالےٰ بدولت واقبال تم کو بہت جلد منصب جلیلہ وزارت عطا فرمائینگے اور اب بالکل قضیہ بالعکس ہو گیا بمقتضاے کمال حزم و احتیاطاً اُنھون نے قسطنطنیہ کے کوچ و مقام کے ہر نیک و بد پہلو کی نسبت نہایت درجہ مدبرانہ فکر و تامل کر کے یہی بہت مناسب جانا کہ اب عادہ وطن ہی اولیٰ ہے اس لیے کہ لاکھ کچھ ہو پھر مین اس ملک بعد اس ملک والون کا بیگانہ نہ ہون اور اگر جسقدر مدت اس ملک مین میرے قیام کو گذر گئی ہے اسکی دو چند مدت ابھی اور قیام کرون تو بھی غیر ملک کا آدمی سمجھا جاؤنگا اور قطع نظر اسکے جسقدر اعزاز اور اکرام اور توقیر و وقار حضرت ظل سبحانی نے ترکون کے مقابلہ مین مجھے عطا فرمایا اگر مین بے انصاف اور معجب نہون تو یہ بھی مافوق میرے مرتبہ کے ہے اب ایسا نہ ہو کہ حاسدون کی آتش حسد کے بجھانے کی کوشش مین موجودہ اور محفوظ متاع اعزاز و اکرام مین کوئی شعلہ آلگے تو پھر سوا ندامت اور افسوس کے کوئی نتیجہ نہ ہو اور برسون کی جانفشانی اور جانبازی کے بعد جو اعزاز حاصل ہوا ہے اُس مین بھی خدانخواستہ کوئی امر خلاف پیش آجائے تو حاسدون کی عید ہو جاے اور دوستون کے لیے روح کا تحفہ بجز افسردگی و پژمردگی کے مین کچھ بھی نہ لے جا سکون۔

بالجملہ ان سب امور کا خیال کر کے ہر مزجی کی صلاح سے آزاد پاشا نے عزم سفر ہندوستان مصمم کر دیا۔

اور چونکہ آزاد پاشا کو محبت روم کی دلی اور سچی تھی باایں ہمہ اندیشہ تاکی بھی چلتے چلتے کئی بار چاہا کہ کسی طرح ایکمرتبہ پھر باریابی دربار سلطان المعظم سے شرف اندوز ہون مگر رخنہ اندازون کی رخنہ اندازی کی وجہ سے اپنے اس ارادہ مین اُنکو کامیابی نہ ہوئی آخر ۲- دسمبر سنہ ۱۸ء کو مع خواجہ بدیع اور مس میڈا اور مس کلیر سا جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہندوستان ہو گئے۔

خاتمۃ الطبع